ہمالیہ
161011
1
ایم اے راحت

بلند و بالا کوہساروں سے بھی اونچی کہانی جو ایک منفرد انداز بیاں کی حامل ہے۔
انسان جب گناہوں کی دلدل میں پھنستا ہے تو نیکیاں خود بخود اس سے دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کہیں صرف ایک لمحہ ایسا ہوتا ہے جو گناہ تخلیق کرتا ہے اور پھر نہ جانے کتنوں کو اس گناہ کا پھل بھگتنا پڑتا ہے۔ شیران بھی ایسا ہی ایک کردار ہے۔ صرف ایک لمحے نے اسے شیطان بنا دیا تھا۔

ہمالیہ کی کہانی اپنے منفرد انداز کی بنیاد پر اپنے وقت کی طویل ترین داستان رہی ہے۔ بمبئی فلم انڈسٹری میں "شیت بسنت" نامی ایک ادارے نے مجھ سے اس کے لئے خط و کتابت کی تھی اور اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اس پر فلم بنائی جائے۔ لیکن اس وقت یہ کہانی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں یہ مسئلہ لاپرواہی کی نظر ہو گیا۔

بہرحال ہمالیہ جیسی اس کہانی کو پڑھئے۔ انشاء اللہ آپ کو پسند آئے گی۔

آپ کا

ایم۔ اے۔ راحت

ہمالیہ

سنگلاخ چٹانوں کے دیس سے خون اور
آہوں میں ڈوبی ہوئی سرگزشت

سیاہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور اس کے دونوں اگلے پاؤں جھک گئے۔ اس کا سوار گھوڑے کی گردن سے گزرتا ہوا نیچے آ رہا۔ اس کے حلق سے چیخ نکل گئی لیکن برف پر گرنے کی وجہ سے اُسے کوئی خاص چوٹ نہیں لگی تھی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ چلنے والے تینوں گھوڑے رُک گئے تھے۔ پھر ان میں سے چوڑے بدن اور غیر معمولی جسامت والا ایک گھڑسوار اپنے گھوڑے سے اُتر آیا۔ "کیا ہوا اعزاز خان۔ گھوڑا کیوں گر گیا؟" اس کی گرجدار آواز ابھری۔

گرے ہوئے گھڑسوار نے جھک کر گھوڑے کو دیکھا جس نے گردن زمین پر ڈال دی تھی اور اس میں زندگی کے آثار ختم ہوتے جا رہے تھے۔

"یہ... یہ شاید مر رہا ہے خان۔ غالباً اس پر سردی اثرانداز ہوگئی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اسے اطمینان سے مرنے کے لیے چھوڑ دو۔ تم شما کے خان کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ جلدی کرو ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔"

"جو حکم سردار خان۔" گھوڑے سے گرنے والے نے افسردہ نگاہوں سے اپنے گھوڑے کو دیکھا اور پھر اپنے ایک ساتھی کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوگیا۔

اب تین گھوڑے برفباری اور تیز ہواؤں کے پُرشور طوفان میں آگے بڑھنے لگے۔ طوفان لحظہ بہ لحظہ شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے برفانی ٹیلوں میں تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں گویا تیز ہواؤں نے علاقے کا نقشہ بدلنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ بڑے بڑے تودے جگہ چھوڑ رہے تھے اور ان کے گرنے کے پُرشور دھماکے گونج رہے تھے۔ کہیں کوئی تودہ جگہ چھوڑتا تو اس کے نیچے سے پانی اُبلنے لگتا تھا اور اس کے نزدیک سفر کرنے والے موت کے منہ میں جا پہنچتے تھے۔ ہوائیں اس طرح چنگھاڑ رہی تھیں کہ کان پھٹے جاتے تھے طوفان تھا کہ قیامت... لیکن چوڑے بدن والے کی قیادت میں اس کے ساتھی اس قیامت سے گزرتے جا رہے تھے۔ ان کا سفر ایک مخصوص پگڈنڈی پر تھا جو برف سے ڈھکی ہوئی تھی لیکن اس پر راستے کے نشانات مل رہے تھے۔ دفعتاً برف کا ایک عظیم الشان تودہ بلندیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے آنے لگا اور چوڑے بدن والے نے یہ بھیانک گڑگڑاہٹ سُن کر گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں... پھر وہ اپنی مخصوص گرجدار آواز میں بولا۔ "گھوڑوں کو سنبھالو۔ ورنہ دھماکے سے خوفزدہ ہوکر بدک جائیں گے۔" اس کی آواز کی گونج ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ فضا اس خوفناک دھماکے سے لرز گئی۔ یوں لگا تھا جیسے پورا پہاڑ ہی نیچے آ گرا ہو۔ گھوڑے ہنہنا کر الف ہوگئے لیکن سوار پہلے سے ہوشیار تھے اس لیے گھوڑوں کی پشت پر جمے رہے۔ اس خوفناک دھماکے کی گونج چاروں طرف پھیل گئی اور

دیر تک بازگشت سنائی دیتی رہی۔

"چلو" قیادت کرنے والے کی آواز اُبھری اور لرزتے ہوئے لوگ آگے بڑھنے لگے۔

"آگے راستہ بند ہوگیا ہے خان۔ پگڈنڈی پر برف کا نیا پہاڑ بن گیا ہے۔" ایک سوار بولا۔

"میری آنکھیں تم سے دُور تک دیکھ سکتی ہیں۔ ہم راستہ کاٹ کر نکل سکتے ہیں۔ فکر مت کرو، میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ میں اس علاقے کے ایک ایک پتھر کا شناسا ہُوں۔ اسّی سال گزارے ہیں میں نے ان پتھروں کی ہم نشینی میں۔ چلو وقت کم ہے۔" اس نے حکم دیا اور گھوڑے کو آگے بڑھا دیا۔

*

بوڑھے سلال خان نے پہلے ہی اس طوفان کی پیش گوئی کر دی تھی، حالانکہ اس وقت دن خاصا چمک دار تھا۔ سورج نہیں نکلا تھا لیکن ہلکے ہلکے بادل تو سارا سال ہی آسمان پر پھیلے رہتے تھے۔ سلال اپنے میلے کچیلے لباس کی آستین سے ناک پونچھتا ہُوا رحمداد خان کی دُکان پر آ کھڑا ہُوا تھا۔ لوگ اسے مجذوب سمجھتے تھے اور تمام تر غلاظت کے باوجود اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ رحمداد خان اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "آؤ سلال بابا۔ کہو کیا چاہیے، کیا خدمت کروں تمھاری؟"

"گُڑ دے گا مجھے؟ بول گُڑ دے گا؟" سلال خان نے کہا۔

"جتنا چاہو لے لو۔ تمھارے لیے گُڑ کی کیا کمی ہے؟"

"مٹی کے تیل کے برتن بھر لے۔ راستے بند ہونے والے ہیں کئی دن بند رہیں گے۔"

"کیوں بند رہیں گے سلال بابا۔ موسم تو ٹھیک ہے۔" رحمداد خان نے شفاف آسمان کی طرف دیکھتے ہُوئے کہا۔

"آسمان تیرا محکوم ہے نہ میرا۔ کس کی سنتا ہے وہ۔ گُڑ دے دے۔ ہوائیں چل پڑی ہیں۔ بس پہنچنے والی ہیں۔ میں بھی چلتا ہُوں مجھے سفر کرنا ہے۔" سلال نے کہا اور رحمداد نے گُڑ کا ایک ڈھیلا دے دیا۔

سلال خان نے اُسے اپنے لباس میں رکھا اور مسکراتا ہُوا آگے بڑھ گیا۔

رحمداد خان نے کئی لوگوں کو سلال خان کی پیش گوئی بتائی تھی۔ اور اس وقت آسمان کو دیکھ کر کسی نے یقین نہیں کیا تھا۔ لیکن شام ہوتے ہی آسمان کا رنگ بدلنے لگا۔ کالے کالے بادل چھا گئے اور ٹھٹھرا دینے والی سردی کی لہروں نے بستی ویران کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وقت سے پہلے رات ہو گئی اور تیز جھکڑوں کے ساتھ آسمان کے ننھے ننھے مسافر زمین کا سفر طے کرنے لگے۔ دُکانیں بند ہو گئیں۔ ہر شعبہ ہائے زندگی میں کام کرنے والے گھروں کو لوٹ آئے اور بند ہو کر بیٹھ رہے۔

بستی کے سب سے خوبصورت، کشادہ اور دولت مند گھر کی کھڑکیوں سے شمعدان کی روشنیاں باہر جھانک رہی تھیں۔ وسیع و عریض کمرہ آتشدان میں سُلگتی ہُوئی لکڑیوں سے گرم ہو چکا تھا۔ نو توی ہیکل جوان، چار خوبصورت لڑکیاں اور ایک معمر خاتون جن کے چہرے سے وقار ٹپک رہا تھا۔ دو خادمائیں اور ایک خادم اس گرم کشادہ کمرے میں موجود تھے۔ نوجوانوں کی ٹولیاں بنی ہوئی تھیں اور وہ دھیمے لہجے میں گفتگو کر رہے تھے۔ معمر خاتون کے پیروں پر سُرخ کمبل پڑا ہُوا تھا اور وہ بند کھڑکی کے شیشوں سے باہر کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ اُن کے چہرے پر فکر مندی کے آثار تھے۔ لڑکیاں ایک دوسرے کے کانوں میں کھُسر پھُسر کر رہی تھیں۔ دفعتاً معمر خاتون نے کہا۔ "بادشاہ خان کے لیے میرا دل سخت پریشان ہے اگر وہ چل پڑے ہیں تو سخت مشکل میں گھر گئے ہوں گے راستے خطرناک ہیں اور طوفان... قیامت کا طوفان ہے۔"

"موسم کا رنگ دیکھ کر اُنھوں نے سفر کا آغاز ہی نہیں کیا ہوگا، خانم۔" ایک بوڑھی ملازمہ نے کہا۔ جو معمر خاتون کے پیروں کے نزدیک بیٹھی تھی۔

معمر خاتون کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یہ تم بادشاہ خان کے بارے میں کہہ رہی ہو؟ بادشاہ خان کی عمر طوفانوں سے شکست نہیں کھا سکی وہ آج بھی اتنے ہی ضدی ہیں جتنے بیس سال کی عمر میں تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مجھے فکر نہ ہوتی۔ اُنھوں نے ملازم کے ذریعے اطلاع کرائی تھی کہ وہ آ رہے ہیں۔ اس کے بعد کوئی قوت انھیں نہیں روک سکے گی۔"

نوجوانوں میں سب سے بڑی عمر کا نوجوان اپنی جگہ سے اُٹھ کر معمر خاتون کے قریب پہنچ گیا۔ "اس کے باوجود بھی آپ مجھے منع کر رہی ہیں ماں!"

معمر خاتون نے چونک کر اُسے دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر بولیں۔

"ہاں۔"

"سوچ لیجیے ماں۔ تایا جان ہمیں اور آپ کو اس کمرے میں بند دیکھ کر طعنے دیں گے کہ چٹانوں کے بیٹے موم میں ڈھل گئے ہیں۔"

"نعمان تم کیوں بار بار مجھے پریشان کر رہے ہو۔ کیا یہ تاریک شام اور سرد طوفانی ہوائیں آوارہ گردی کی اجازت دے سکتی ہیں؟"

"نہیں ماں لیکن مجھے تایا جان کا خیال ہے۔ اگر وہ اس عمر میں اتنے باہمت ہیں تو ہماری رگوں میں تو ابھی تازہ خون دوڑ رہا ہے۔ پھر طوفان تو ان علاقوں کے مہمان ہوتے ہیں۔ آتے ہیں اور چلے جاتے

ہیں۔ مہمانوں سے خوف تو نہیں کھایا جاتا۔ ہمیں ان کے استقبال کے لیے پہاڑوں تک جانا چاہیے۔"

"نہیں... خاموش بیٹھے رہو۔" معمر عورت نے خشک لہجے میں کہا اور نوجوان گردن جھکا کر اپنی جگہ جا بیٹھا۔

زیادہ دیر نہیں ہُوئی تھی کہ دفعتاً باہر سے دو ملازم اندر آ گئے۔ "بادشاہ خان آ گئے ہیں۔" انھوں نے بیک آواز کہا۔ اور کمرے میں بھگدڑ مچ گئی۔ گویا باہر کا طوفان اندر گھُس آیا ہو۔ سردی کا اثر ذہنوں سے نکل گیا تھا۔ ڈیوڑھی میں ملازموں نے تین گھوڑوں کی باگیں سنبھال رکھی تھیں اور سفید براق ڈاڑھی والا باہمت آدمی اپنے بدن سے وزنی لباس اُتار رہا تھا۔ خانم نے نزدیک جا کر سر جُھکا لیا اور چوڑا وزنی ہاتھ اس کے سر پر جا ٹِکا۔ "خوش رہو۔" بھاری آواز میں کہا گیا اور چمڑے کا آخری خول بھی بدن سے اُتر گیا۔ خانم نے وزنی شال اس کے چوڑے شانوں پر ڈال دی۔ "مجھے یقین تھا کہ آپ ضرور آئیں گے... لیکن میں پریشان تھی۔"

"یہ موسم اور یہ ہوائیں اپنی ہیں، پھر ہم نے اجنبی گھوڑوں پر تو سفر نہیں کیا۔"

"برفانی علاقوں کا کیا حال ہے تایا جان؟" نوجوان نے پوچھا۔

"چاروں طرف تودوں کے گرنے کے دھماکے گونج رہے ہیں۔" یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کے بارے میں ہدایات جاری کر کے بیس افراد کے ساتھ بادشاہ خان گرم کمرے میں آ گیا۔ اُس کی شاندار شخصیت عمر سے میل نہیں کھاتی تھی۔ چوڑی کلائیوں کے سارے بال برف کی مانند سفید تھے لیکن اُن کلائیوں پر رگیں نہیں اُبھری تھیں اور وہ اسی طرح پُرگوشت تھیں جیسی جوانی کے زمانے میں ہُوا کرتی تھیں۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ "اس بستی کے لوگوں پر طوفان کا خوف ضرورت سے کچھ زیادہ ہی اثر انداز ہے۔ یہاں کے تو کتے بھی بزدل معلوم ہوتے ہیں کوئی آواز نہیں سنائی دیتی۔"

"موسم بہت خراب ہے، خان۔" معمر خاتون نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم اس موسم کے عادی ہیں۔"

"راستے میں کوئی مشکل تو نہیں پیش آئی تایا جان؟" نعمان نے پوچھا۔

"بس ایک گھوڑا سردی سے مر گیا۔ نتیجے میں دو آدمیوں کو ایک گھوڑے پر سفر کرنا پڑا۔"

"اس موسم میں آپ کی آمد..." خانم نے کہا تو بادشاہ خان کی آنکھیں اس کی طرف اُٹھ گئیں۔ "میں تمھیں کوئی طعنہ نہیں دوں گا بہو خانم! آب و ہوا کسی نہ کسی طور انسان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ صرف ایک بادشاہ خان ہے جو بے اثر رہتا ہے۔ میرے کٹے ہوئے بازو میں ہمیشہ تکلیف رہی ہے لیکن میں نے ہمیشہ بازو کے اس زخم پر نمک چھڑکا ہے تاکہ ان ٹیسوں میں کمی نہ ہو۔ اس زخم پر کھُرنڈ نہ آ جائے۔ میں نے یہ زخم تازہ رکھا ہے اور آج کا دن... تم بھُول سکتی ہو، سب بھُول سکتے ہیں لیکن میں نہیں بھُول سکتا۔ آج کے دن کا تو مجھے صدیوں سے انتظار تھا۔ آج کوئی طوفان میرا راستہ کیسے روک سکتا تھا۔"

خانم کے چہرے پر اضطراب کے آثار اُبھر آئے۔ اس نے بے چین نگاہوں سے بچّوں کی طرف دیکھا اور دبی آواز میں بولی۔ "بچو... جاؤ تم لوگ اپنی اپنی خواب گاہوں میں چلے جاؤ۔ میں خان سے کچھ گفتگو کروں گی۔"

"صرف لڑکیاں اور ملازم یہاں سے چلے جائیں۔ لڑکے یہیں رہیں گے۔ مجھے تمھارا یہ اضطراب پسند نہیں آیا بہو خانم۔"

"جاؤ۔ لڑکیو۔ تم لوگوں نے سنا نہیں۔ تم لوگ بھی جاؤ۔" خانم نے قدرے بدحواسی سے کہا اور اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

نوجوان حیرت سے بادشاہ خان کو دیکھ رہے تھے جس کی آنکھوں میں خون کی سرخی لہرا رہی تھی اس کے حکم پر کمرے کے دروازے بند کر دیے گئے۔ "بہو خانم۔ مجھے علم ہے کہ تم ایک ایسے کھرے باپ کی بیٹی ہو جس کے نام کے ساتھ کوئی تضحیک آمیز بات وابستہ نہیں رہی لیکن بہو خانم، مجھے یوں لگتا ہے کہ یورپ کے قیام نے تمھیں بہت سی روایتوں سے دُور کر دیا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں خان!" خانم نے نگاہیں چُراتے ہُوئے کہا۔

"تمھیں یاد ہے اپنی بیوگی کا زمانہ؟ تم میرے بھائی کی صُورت بھُولی تو نہ ہوگی، یا بھُول گئیں؟ اپنے بچّوں کے ساتھ رہ کر تم نے اپنی اُجڑی ہوئی مانگ کا سوگ ختم کر دیا۔ وہ وقت بھُول گئیں جب تمھاری سب سے چھوٹی بیٹی صرف تین ماہ کی تھی۔ بھُول گئیں اُس وقت کو... لیکن میں بھائی ہُوں، ہم نے ایک ہی ماں کی آغوش میں پرورش پائی... ایک ہی پیالے میں دُودھ پیا ہے اور ایک ساتھ کھیلے ہیں۔ تم اس دُرد کو نہ سمجھ سکو تو ان بچّوں سے پوچھو۔ یہ ایک دوسرے سے جُدا ہو کر کیا محسوس کریں گے۔ میرا دَرد پوچھنا ہے تو ان بچّوں سے پوچھ لو۔ یا پھر تمھیں یہ مالا دکھاؤں۔ دیکھو۔ یہ دیکھو یہ میرا دَرد ہے۔" قوی ہیکل بوڑھے نے سینے کے پاس سے ایک ہار نکال لیا۔ اس ہار میں بڑے بڑے سُرخ موتی جڑے ہوئے تھے یہ تعداد میں چودہ تھے۔ "گنو ان موتیوں کو۔ ان میں سے ہر موتی میں تمھیں میرا دُرد نظر آئے گا۔"

بوڑھے خان کے دانت بھنچے ہُوئے تھے اور اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ ہار خانم کی آنکھوں کے سامنے لہراتا رہا اور وہ

خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہی... پھر نعمان آگے بڑھ آیا۔ اس نے اس ہار کو بادشاہ خان کے ہاتھ سے لے کر دیکھا اور بولا "کیا اس ہار کی کہانی سے ہمارا بھی کوئی تعلق ہے تایا جان؟"

"ہاں نعمان! سب سے گہرا تعلق تمہارا ہے۔ اس کے بعد دوسرں کا۔ کیونکہ تم فیروز خان کے سب سے بڑے بیٹے ہو۔"

"باباخان۔ میری یہ مجال نہیں کہ میں آپ کے سامنے آواز بلند کروں لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ کیا حالات ہمیں اس کی اجازت دیتے ہیں؟" خانم نے احتجاج کیا۔

"حالات زخم نہیں بھر سکتے تو انھیں ہم پر مسلط ہونے کا بھی کوئی حق نہیں۔" بادشاہ خان غرایا۔

"میں جانتی ہوں باباخان۔ میں ان بچوں کی ماں ہوں تو آپ ان کے سرپرست اور محافظ ہیں۔ آپ نے ان کا اچھا یا برا سوچ لیا ہوگا۔ میں نے اب تک جو گستاخی کی ہے اس کے لیے معافی چاہتی ہوں۔"

"بدلتے ہوئے وقت کی آواز میں نے بھی سنی ہے بہو خانم، لیکن سینے کے زخم کوئی آواز نہیں سنتے۔ ان کی ٹیسیں کان بند کر دیتی ہیں۔ میں ان بچوں کو ان کی کہانی سنانے آیا ہوں۔ مجھے اس کی اجازت دو۔"

خانم نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

"آخر ایسی کیا بات ہے جس سے ہم آج تک لاعلم ہیں تایا جان؟" دوسرے بیٹے نے کہا۔

"میں نے اپنی آدھی زندگی یورپ میں گزاری ہے بچو۔ لیکن آخری دنوں کی تکمیل کے لیے میں نے اپنی زمین، ان پہاڑوں اور گھاٹیوں کا انتخاب کیا اور موت کا انتظار کرنے یہاں آ گیا۔ آج بھی آدھے یورپ، مشرقِ وسطیٰ اور مشرق بعید میں میرا کاروبار پھیلا ہوا ہے۔ جاپان، رنگون، سنگاپور، بنکاک اور ہانگ کانگ میں میرے بے شمار آدمی موجود ہیں۔ میں کسی بھی خوبصورت شہر میں اعلیٰ درجے کی زندگی گزار سکتا تھا لیکن میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ اپنی زمین، اپنے وطن اور اپنی روایات سے محبت کی ہے۔ بچو! میں تمھیں وہ کہانی سنانا چاہتا ہوں جو تمھاری مصلحت کوش ماں نے کبھی نہیں سنائی۔ میں اسے الزام نہیں دوں گا کیونکہ اس نے اپنے ماحول سے دور زندگی گزاری ہے۔ یہ اپنی روایات سے خوفزدہ ہے۔ لیکن روایتیں ہی تو خاندانوں کی شناخت ہوتی ہیں۔ کہانی یوں ہے کہ ہمارا خاندان صدیوں سے ان علاقوں کا سب سے بااثر اور سب سے بڑا خاندان رہا ہے۔ جب ان پہاڑوں میں رہنے والے وحشت اور جہالت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس وقت بھی اور آج جب تہذیب کی روشنی ان پہاڑوں میں پھیل رہی ہے، ہم ہی ہمیشہ سربلند رہے ہیں۔ بستی تراب زان کا ایک خاندان ہمارا صدیوں پرانا دشمن رہا ہے اور یہ خاندان سلامن کے نام سے مشہور ہے۔ اس خاندان نے ہمیشہ چور، ڈاکو، خونی اور قاتل پیدا کیے ہیں لیکن آخری وقت میں خاندان کے ایک شخص نے علم حاصل کر کے ولیوں کا لبادہ اوڑھ لیا اور اس شخص کا نام بہزاد سلامن تھا۔ بظاہر ولی لیکن اندر سے شیطان، یہ شخص اپنے قبیلے کے لوگوں کو بے وقوف بناتا رہا۔ میں ان دنوں نیوزی لینڈ میں تھا جب تمھارے باپ فیروز خان کا اس شخص سے تنازعہ ہو گیا اور اس شخص نے میرے بھائی فیروز خان کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ میں آنکھوں میں خون لیے اپنے بھائی کا انتقام لینے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ بدبخت بہزاد کو کسی جنگلی درندے نے ہلاک کر دیا ہے اس طرح میں انتقام کی پیاس نہ بجھا سکا اور اب بہزاد کا بیٹا شیران جوان ہو چکا ہے۔ اس وقت اس کی عمر کم تھی اور قبائلی قانون کے مطابق نابالغوں سے انتقام لینا بزدلی ہے۔ چنانچہ مجھے انتظار کرنا پڑا۔ میرے بچو۔ میں نے ایک ایک لمحہ انتظار میں گزارا ہے۔ ایک ایک ساعت گنی ہے تاکہ اپنی روایت کے مطابق شیران سے انتقام لے سکوں۔ شیران، ایک گیدڑ کا بیٹا ہے۔ اگر بہزاد سلامن زندہ ہوتا تو اس سے میں انتقام لیتا لیکن اس کے بیٹے سے انتقام لینا تمھارا فرض ہے اور آج اس فرض کی تکمیل کی رات ہے۔"

"آج...!" خانم چیخ پڑی۔

"ہاں، آج رات ٹھیک بارہ بجے۔"

خانم کے ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔ اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ باہر طوفان اسی زور و شور سے جاری تھا۔ نعمان نے ماں کی طرف دیکھا اور خشک لہجے میں بولا "ہمیں یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی گئی ماں؟"

"بادشاہ خان کے سامنے میں کچھ بولنے کی جسارت نہیں کر سکتی۔" خانم نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

"ایک ماں کی حیثیت سے تمھیں بولنے کی اجازت ہے۔"

"اپنے پہاڑوں اور ان کی روایتوں سے مجھے بھی پیار ہے باباخان، لیکن میں نے تہذیب کی آغوش میں آنکھ کھولی ہے۔ ایک جہنمی نے میرے سر کا تاج اتار لیا۔ میرے دل میں بھی اس کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ میں خود بھی اس کا لہو پینے کے لیے بے چین تھی لیکن ہم سے بڑا، ہمارا مالک، صحیح فیصلے کرنے والا اپنا فیصلہ دے چکا تھا۔ بہزاد سلامن ایک وحشی درندے کا لقمہ بن گیا اور میں نے یہ فیصلہ قبول کر لیا۔ میں نے سوچ لیا کہ میں بیوہ ہوئی تو بہزاد کی بیوی بھی بیوہ ہو گئی۔ میرے بچے یتیم ہو گئے تو بہزاد کا بیٹا شیران بھی یتیم ہو گیا۔ میرے خیال میں انصاف ہو چکا تھا۔ اس لیے میں نے اپنے بچوں کو روایات

کے جہنم میں نہیں جھونکا۔ میں نے انھیں وحشت کی تعلیم نہیں دی۔ اس لیے میں نے انھیں ایسی کوئی بات نہیں بتائی اور باباخان میں خود کو اس سلسلے میں مجرم نہیں سمجھتی۔ جرگہ کیوں بنا ہے۔ پہاڑوں کی اس رسم انتقام کو ناجائز کیوں قرار دیا گیا ہے؟ آج پہاڑوں میں یہ آواز کیوں گونج رہی ہے کہ صدیوں کی کینہ پروری ختم کی جائے۔"

"دل کی آگ کسی قانون کو نہیں مانتی۔ میں اس علاقے کا سب سے معزز شخص ہوں۔ تمام قبائل کے لوگ، سردار، امیر میرے پاس آئے۔ کیونکہ اس قانون کی مضبوط بنیادوں کو میرے سہارے کی ضرورت تھی لیکن میں نے معذرت کر لی۔ سنو خانم! تمھارے جگر گوشے میرے بھی خون کے قطرے ہیں۔ مجھے بھی ان کی سلامتی عزیز ہے۔ رسم ہے کہ دشمن پر پہلا حق بڑے بیٹے کا ہوتا ہے۔ اگر نعمان فیروز اس حق سے دست بردار ہو گیا تو پھر معاملہ میرے اور شیران کے درمیان رہ جائے گا۔"

"نہیں تایا جان! میں اپنا یہ حق کسی کو نہیں دے سکتا۔" نعمان خان بولا۔

"اپنے باپ کا انتقام لینا ہمارا فرض ہے۔" آٹھوں بیٹے بیک آواز بولے۔

خانم کے چہرے پر عجیب سا سکوت پھیل گیا تھا۔ وہ اپنے بیٹوں کے چہروں پر پھیلی ہوئی وحشت دیکھ چکی تھی۔ بادشاہ خان کے چہرے پر فخر کے آثار پھیل گئے۔ اس نے بھاری لہجے میں کہا۔ "اگر میرا کوئی بیٹا ہوتا بہو خانم... تو خدا کی قسم وہ بھی ان کے شانہ بشانہ ہوتا۔"

خانم خاموش رہی تھی۔

"کیا تم انھیں کامیابی کی دعا نہیں دو گی۔ کیا تم ان کی پیشانیوں کو چوم کر انھیں رخصت نہ کرو گی؟"

"شیران کی ماں بھی زندہ ہے، باباخان؟" خانم نے سوال کیا۔

"ہاں... اور آج رات ٹھیک بارہ بجے وہ پیر کوہ جا کر پیر بابا کے مزار پر گھی کے چراغ جلائے گی۔ مجھے اسی دن کا انتظار تھا کیونکہ اس کا بیٹا آج اکیس سال کا ہو گیا ہے۔"

"میرا مطلب کچھ اور ہے باباخان۔" خانم نے کہا۔ "خدا کے نزدیک تمام انسان یکساں ہوتے ہیں۔ میں اگر ان نو بیٹوں کی ماں ہوں تو وہ بھی ایک بیٹے کی ماں ہے۔ میں ان کی پیشانیوں کو بوسے دے کر ان کی زندگی کی دعا کروں گی تو وہ بھی اپنے بیٹے کی سلامتی کی دعا مانگے گی۔ خدا کا فیصلہ کیا ہوگا، باباخان! یہ خدا ہی جانتا ہے۔"

"بہو خانم، تمھاری باتیں میرے لیے ناقابلِ برداشت ہیں۔ تم ہمارے دلوں میں خوف پیدا کر رہی ہو۔ شیران کا خوف۔" بادشاہ خان کے لہجے میں سختی پیدا ہو گئی۔

"شیران کا خوف نہیں بابا خان! خدا کا خوف۔ انسان خدا کی ایک حقیر سی مخلوق ہے۔ جب خدا معاف کر دیتا ہے تو کیا انسان کسی کو معاف نہیں کر سکتا؟ میں سمجھتی ہوں، انتقام لینا خدا کے قہر و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔"

"بہو خانم!" بادشاہ خان گرج اٹھا۔ اس کے چوڑے بدن میں غصے کی تھرتھراہٹ پیدا ہو گئی۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں اور چہرہ خوفناک نظر آنے لگا۔ لیکن اس بار وہ بولا تو اس کی آواز سخت نہیں تھی۔ "تمھاری باتوں سے اجنبیت کی بو آتی ہے۔ تم اپنے بیٹوں کے پیار میں شوہر کا سرخ بہتا ہوا لہو بھول گئی ہو۔ خیر، میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔ تم اپنے بیٹوں کی ماں ہو اور میں اپنے فیروز خان کا بھائی ہوں، میں نے اس قیامت خیز موسم میں یہاں آنا اپنا فرض سمجھا تھا اس لیے میں آ گیا۔ اب شیران کا قتل مجھ پر فرض ہے کیونکہ فیروز خان کے بیٹوں کو ان کی ماں کی اجازت نہیں مل سکتی۔ ٹھیک ہے بہو خانم میں اپنا فرض خود ہی انجام دوں گا۔"

"نہیں تایا جان۔ ماں کی اطاعت فرض ضرور ہے لیکن پشتوں کی روایت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ خدا کی قسم ہم انتقام لیں گے۔" نعمان خان نے سرد لہجے میں کہا۔

"ماں کی اجازت کے بغیر؟"

"یہ زندگی میں پہلا موقع ہو گا جب ہم ماں کے کسی حکم سے انحراف کریں گے اور ماں کا کہنا ہے کہ خدا معاف کر دیتا ہے تو انسان ایک حقیر مخلوق ہے اسے بھی عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے۔ ماں ہمیں یقیناً معاف کر دے گی۔"

بادشاہ خان کے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ "کیا خیال ہے بہو خانم؟"

"میں ان سب کے چہروں پر وحشت خیزی دیکھ چکی ہوں مجھے معلوم ہے کہ یہ میرے کہنے پر نہیں رکیں گے اس لیے میں خاموش رہوں گی۔"

"شکریہ۔ انھیں دعاؤں کے ساتھ رخصت کرو۔"

"یہ میرے لیے ممکن نہیں۔"

بادشاہ خان خاموش رہا تو نعمان آگے بڑھا اور اس نے قدرے گستاخ لہجے میں کہا۔ "ٹھیک ہے ماں! ہمیں خدا کا فیصلہ قبول ہو گا۔ آپ نے ہمیں بے پناہ محبت اور پیار دیا ہے لیکن معاف کیجیے ان حالات سے بے خبر رکھ کر آپ نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔" پھر وہ دروازے کی طرف مڑ کر بولا۔ "تم میں سے جو چاہے میرے ساتھ آ جائے اور جو رکنا چاہے وہ رک سکتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر چلا گیا۔ اس کے پیچھے باقی نوجوان بھی نکل گئے۔ سب سے آخر میں بادشاہ خان اٹھا تو اس نے کہا۔ "شیروں کی کہیں بھی پرورش کرو، وہ مطیع ضرور ہو جاتے ہیں لیکن بہو خانم ان کی فطرت نہیں بدلتی۔ وہ ہمیشہ اتنے ہی خونخوار رہتے ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ فیروز خان کا خون اتنا سرد نہیں ہو سکتا۔"

خانم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دیر تک خاموش رہی، پھر اس نے سامنے کی کھڑکی سے طوفان کے ہم نشینوں کو دیکھا۔ تندرست و توانا گھوڑوں پر نو وحشی جوان سوار تھے۔ دسویں گھوڑے پر بادشاہ خان اور اس کے پیچھے اس کے ملازم تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ نیا طوفان، فطری طوفان کی دہشت خیزیوں میں گم ہو گیا۔ تب خانم خود کلامی کے انداز میں بولی۔ "رب العزت مجھے تیرا ہر فیصلہ منظور ہے۔"

❋

تراب زان کی آب و ہوا میں پرورش پانے والے شیران کی صحت اور جوانی قابل رشک تھی۔ مردانہ حسن کا یہ شاہکار بستی میں مثالی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن سب اس کی وحشی فطرت سے عاجز تھے۔ اس کے بازوؤں میں چٹانوں کی سختی تھی۔ اس کے مضبوط سر کی ٹکر سے دیواریں تک ہل جاتی تھیں۔ پستول اور رائفل اس کا کھلونا تھی۔ ایسے ایسے نشانے لگاتا کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے تھے اس کے ساتھ ساتھ اس کی فطرت میں ظرافت بھی تھی وہ ہر وقت ہنسنے اور مسکراتے رہنے کا عادی تھا۔ وہ کسی کو اپنا مدمقابل دیکھنا پسند نہ کرتا تھا حسین لڑکیاں اس کی کمزوری تھیں کوئی شے پسند آ جاتی تو اسے دوسرے کی تحویل میں نہیں دیکھ سکتا تھا اگر خود نہ حاصل کر پاتا تو اسے تباہ کر دیتا تھا۔ وہ درندوں کے شکار کا شوقین تھا لیکن انھیں قابو میں کر کے ان کے ساتھ جو سلوک کرتا اس سے دیکھنے والے کانپ جاتے اور جانور اپنی درندگی بھول جاتے تاہم ... ابھی تک کوئی انسان اس کا شکار نہیں بنا تھا۔ سلامن قبیلے کے بزرگ اسے ہمیشہ تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سردار داؤد سلامن اکثر اپنا دایاں گال کھجاتے ہوئے کہتا تھا۔ "خدا رحم کرے! لگتا ہے اس لڑکے کی وجہ سے پہاڑوں میں زلزلہ آ جائے گا اور قبیلے کے قبیلے برباد ہو جائیں۔"

بہزاد سلامن تراب زان کے ہر دلعزیز لوگوں میں سے تھا۔ اس کی موت کے بعد راحیلہ کی وقعت کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ لوگ اسے احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ ان کے لیے ایک مقدس ہستی تھی۔ وہ ایک خاموش طبع اور ہمدرد خاتون تھیں۔ آج صبح ہی سے اس کی خوشیاں قابل دید تھیں۔ گھر میں عمدہ کھانے پکائے گئے تھے اور بہت سے

بھکاری شکم سیر ہو کر جا چکے تھے شیران حسب معمول چکر دے کر نکل گیا تھا۔ چند خاص دوستوں کے ہمراہ وہ سرحد پار کلاوہ کے جنگلات عبور کر کے نہر وادی میں چلا گیا تھا جہاں رقص و آواز کا کاروبار کرنے والی عورتیں بکثرت تھیں نہر وادی بہت سے قبائل کی سرحدوں سے ملتی تھی لیکن اس وادی کو کسی خاص قبیلے کی سرپرستی حاصل نہ تھی۔ حسن پرست شیران کے لیے ان دنوں وہاں ایک دلچسپی موجود تھی اور یہ شہابہ تھی حسن و جمال کا پیکر۔ عبدل خان نے کچھ اس طرح اس کی تعریف کی تھی کہ شیران فوراً وہاں جانے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ "تمھیں میرے ساتھ چلنا ہو گا۔"

"آج ہی رات کو۔"

"رات کو۔ پاگل ہو گئے ہو کیا؟ ماں نے کچھ راتوں کو مجھے غائب دیکھ لیا تھا۔ ان دنوں جب میں ستم جان سے ملنے جاتا تھا۔ اس کے بعد سے میری نگرانی شروع ہو گئی ہے۔ ماں راتوں کو اٹھ کر میرے کمرے میں جھانک لیتی ہے۔ اس لیے رات کی بجائے ابھی چلتے ہیں۔"

"اور سرحد کے نگراں؟"

"ادھر جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تو کیا فضا میں پرواز کر کے چلو گے؟" عبدل خان نے کہا۔

"بھورے پہاڑ کے جنگلات کا راستہ مختصر اور محفوظ ہے۔"

"کیوں کیا وہاں کے درندوں سے تمھاری دوستی ہو گئی ہے۔ برخوردار ابھی چند ہی روز قبل وہاں سے دو لاشیں لائی گئی تھیں جن کے جسموں سے بھورے بال چپٹے ہوئے تھے۔ سنا گیا ہے کہ وہاں کے ریچھ نو نو فٹ لمبے ہوتے ہیں۔"

"ریچھ میرے دوست ہیں، ان کی فکر مت کرو۔"

"مگر وہ میرے تو بدترین دشمن ہیں۔"

"تو تم میرا ساتھ نہیں دو گے؟"

"مجھے اپنی زندگی عزیز ہے۔"

شیران نے خنجر نکال لیا جس کی چمک بجلی کے کوندے کی مانند تھی۔ وہ خنجر کی دھار پر انگلی پھیرنے لگا۔ عبدل کی آنکھوں میں پریشانی جھلک آئی۔ "کیسا ہے، دیکھو۔" شیران نے خنجر اس کی طرف بڑھا دیا۔

عبدل نے جلدی سے خنجر جھپٹ لیا۔ "بہت عمدہ ہے۔ مگر تم اسے استعمال نہیں کر سکو گے اور یہ بھی سن لو کہ میں اس وقت نہر وادی جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔" عبدل نے خنجر پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"تو آؤ پھر فیصلہ کر لیں۔" شیران نے دوسرا خنجر نکال لیا۔

عبدل کی آنکھیں پھیل گئیں اور اس نے جلدی سے خنجر پھینک دیا۔ "میرا دماغ ابھی ٹھیک ہے۔" وہ گھبرا کر بولا۔

"تو پھر مجھے اس بت طناز کی زیارت کراؤ، تم نے اس کا جو نقشہ کھینچا ہے اس نے مجھے بے چین کر دیا ہے۔"

"جو شخص خود مصیبت کو آواز دے بھلا مصیبت اس سے دور کیونکر رہ سکتی ہے۔ یہ وقت تو میں نے خود ہی اپنے آپ پر طاری کیا ہے۔" عبدل خان نے بے بسی سے کہا۔

بھورے پہاڑ کے عقبی گھنے جنگل کا سفر شیران جیسے دیوانے ہی کر سکتے تھے عبدل خان کی حالت خراب تھی۔ اس بھیانک جنگل سے گزرتے ہوئے خوف سے اس کی چیخیں نکل گئی تھیں لیکن یہ درست تھا کہ وہ راستہ بے حد مختصر تھا جلد ہی وہ نہر وادی پہنچ گئے جہاں دن سوتے اور ... راتیں جاگتی تھیں۔ بستیوں سے چنگ و رباب کی دھنیں پھوٹ نکلتیں اور چاندی کی گھنٹیوں جیسی آوازیں فضا میں منتشر ہو جاتیں۔

وہ جس غار کے دہانے پر پہنچے تھے وہاں کے منتظم نے بہترین الفاظ میں ان کا استقبال کیا اور ضروری کارروائیوں کے بعد شیران شہابہ کے پاس پہنچ گیا۔ عبدل خان نے جو کچھ کہا تھا وہ جھوٹ نہیں تھا۔ شہابہ بے مثال تھی۔ لیکن آج اسے بھی چونکنا پڑا تھا وہ کھو گئی اور جب وہ چونکی تو وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ بھی مسکرا دی۔

"عبدل خان انعام کا مستحق ہے۔" شیران نے کہا۔

"وہ کیوں؟" شہابہ نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"اس نے ہی تمھاری نشاندہی کی تھی۔"

"اور تم میرے لیے قبیلوں کا قانون توڑ آئے؟"

"نہ توڑتا تو دکھ ہوتا۔" شیران نے مسکرا کر کہا۔ "میرا نام شیران ہے۔"

"اگر تمھارا نام اتنا خوبصورت نہ ہوتا تو افسوس ہوتا۔ بیٹھ جاؤ، تمھیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"وہ کیوں؟"

"تم تو طلب ہو۔ طالب کے روپ میں اچھے نہیں لگتے۔"

"لفظوں کا کھیل بھی آتا ہے تمھیں؟"

"تمھیں دیکھ کر آ گیا ہے۔ کیا خدمت کروں تمھاری، گیت سنو گے؟"

"سنا دو۔ مجھے سورج ڈوبنے سے قبل واپس جانا ہے۔"

"ظلم کیا تم نے یہ بتا کر۔ میں تو تمھاری آمد کا گیت گانا چاہتی تھی۔ لیکن اب یہ گیت سوز میں ڈوب جائے گا۔"

"میں پھر آؤں گا اور آتا رہوں گا۔"

"جانا ضروری ہے؟ کس سے ڈرتے ہو؟"

"صرف اپنی ماں سے۔"

"اوہ، اس نام پر میں تمھیں کبھی نہیں روکوں گی۔"

"تمھاری رگوں میں شرافت ہے۔ پھر اس وادی میں کیوں آگئیں؟"

"دکھ کی کہانی ہے اور مجھے تمھارے ہونٹوں کی مسکراہٹ عزیز ہے۔" وہ مسکرائی تو اس کی مسکراہٹ میں تلخی تھی۔

"تم سے مل کر دلی خوشی ہوئی۔ مجھے گیت سناؤ۔" شیران نے کہا۔ شہابہ بر بط اٹھا لائی۔ اس کی آواز بھی اس کی صورت کی مانند مسحور کن تھی۔ واپسی میں شیران کھویا کھویا سا تھا۔ عبدل خان کو جنگل کا خوف تھا ورنہ شاید شہابہ سے ملاقات کی تفصیل ضرور پوچھتا۔ البتہ بستی میں واپس آکر اس سے خاموش نہ رہا گیا۔ "شہابہ کیسی لگی شیران؟"

"بہت حسین ہے۔ نہر وادی کی دوسری لڑکیوں سے بے حد مختلف۔ اس میں یہ قوت ہے کہ ذہن پر چھا جائے اور اس سے ملنے کی آرزو دل میں چٹکیاں لیتی رہے۔ اس نے اپنے اور میرے درمیان پاکیزگی کی دیوار حائل رکھی۔ کہنے لگی تم دوسروں سے مختلف ہو، مختلف رہو۔ میں تمھیں ان میں شامل نہ ہونے دوں گی۔ یہاں بُرے آتے ہیں تم جیسے نہیں۔"

"اور تم اس کی نصیحتیں سن کر چلے آئے؟"

"ہاں۔ اس میں بھی ایک عجیب سا لطف ہے۔" شیران نے کہا... اور اس کے بعد وہ اکثر شہابہ سے ملتا رہا۔ شہابہ ایک بُری عورت تھی لیکن وہ شیران کو خلوصِ دل سے چاہتی تھی اور اس نے ہمیشہ شیران کو ایک عقیدت مندکی نگاہ سے دیکھا تھا۔ اسی باعث وہ شیران کو آج بھی یاد تھی۔ ورنہ نہر وادی کی بہت سی لڑکیاں آج بھی اس کے انتظار میں تڑپ رہی تھیں۔

*

راحیلہ خانم دن بھر شیران کا انتظار کرتی رہی۔ مہمان آتے رہے اور خانم راحیلہ شیران کا انتظار کرتی رہی۔ دھوپ ڈھلی تو بادلوں کا رنگ گہرا ہو گیا۔ سون وادی سے سلطان خان آیا تو اس نے اور ہی کہانی سنائی۔

"سون اور اس کا نواحی علاقہ پچھلے تین دنوں سے شدید برفباری کا شکار ہے۔ کلاوہ کے راستے بند ہیں اور عقرہ میں تو سنا ہے کہ شدید طوفان آیا ہوا ہے۔ ممکن ہے یہ طوفان تراب زان کی جانب بڑھ آئے۔"

"پیر کوہ کے علاقے کا کیا حال ہے؟" راحیلہ خانم نے تشویش سے پوچھا۔

"وہاں کا موسم تو ٹھیک ہے۔ میں نے آج کا دن وہیں گزارا ہے۔ وہیں پیر بابا کی زیارت کے لیے آنے والوں نے مجھے یہ واقعات بتائے ہیں۔"

"بابا سلطان، تم واپس جاؤ تو عبداللہ خان کو میرے پاس بھیج دینا۔ شیران صبح سے غائب ہے۔"

"کلاوہ کے جنگلوں میں سفید لومڑیاں پکڑ رہا ہوگا۔ نہ جانے یہ لڑکا سفید لومڑیوں سے کیا دشمنی رکھتا ہے۔ انھیں پکڑتا ہے اور ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتا ہے۔"

"وحشیانہ سلوک؟"

"ہاں۔ اس نے ایک بار چوراہے پر تین زندہ لومڑیوں کو بانس میں لٹکا کر ان کے نیچے آگ جلا دی تھی۔"

"خدا کی پناہ۔ زندہ لومڑیوں کو آگ میں جلا دیا؟" راحیلہ لرز گئی۔

"یہی نہیں۔ اس نے تو..." سلطان خان یکایک خاموش ہو گیا۔ اسی لمحے شیران مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ "اچھا خانم میں چلتا ہوں۔" سلطان خان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بابا۔ کھانا تو کھا لو۔"

"بابا خان کے چہرے کی بدلتی ہوئی حالت کہہ رہی ہے کہ یہ میری چغلی کر رہا ہوگا۔ اب یہ کہاں رُکے گا۔ لیکن یہ غلط بات ہے بابا خاں، تم بہزاد سلامن کے روایتی دسترخوان پر ہو۔ اس سے بھوکے اٹھے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ کھانا کھاؤ۔" شیران نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن وہ رُکا نہیں۔ اس کے جاتے ہی شیران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آج تو یوں لگتا ہے جیسے گھر میں خوشیاں بکھری پڑی ہیں۔ آخر کیا معاملہ ہے، ماں؟"

"اپنی ماں کو بھی بے وقوف بنانے سے باز نہیں آتا۔ میں نے کہا تھا کہ آج کہیں نہ جانا مجھے تیری ضرورت ہے۔"

"لیکن میں تو اس بات کو محض تیری محبت سمجھتا تھا، ماں۔"

"کہاں گیا تھا؟"

"شکار کھیلنے۔ تم تو جانتی ہو کہ مجھے شکار سے عشق ہے۔"

"جانوروں کو اذیت دے کر تجھے کیا ملتا ہے؟"

"انسان اور درندوں کے درمیان یہ کھیل بہت پرانا ہے ماں، کھانا تو دے مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔" پھر کھانا کھاتے ہوئے اس نے پوچھا: "مگر یہ آج کھانے کا خاص اہتمام کیوں کیا گیا ہے، ماں؟"

"شکار کھیلنے کس طرف گیا تھا؟" ماں نے اس کی بات نظر انداز کردی۔

"بھورے پہاڑ کے پیچھے کلاوہ کے جنگلوں میں۔"

"وہ جگہ تو بے حد خطرناک ہے۔"

"مجھ سے زیادہ خطرناک نہیں ہے، ماں۔ وہاں کے تو شیر تک میری بُو پا کر گرجنا بھول جاتے ہیں۔"

"موسم کیسا ہے باہر؟ سنا ہے پہاڑ طوفان کی زد میں ہیں یہاں کا موسم بھی خراب ہو رہا ہے۔" ماں نے تشویش سے کہا۔

"ہاں۔ طوفان کے آثار تو ہیں۔"

"آج رات بارہ بجے میں پیر کوہ جانا چاہتی ہوں۔ ٹھیک بارہ بجے میں پیر بابا کے مزار پر چراغ جلاؤں گی۔"

"رات کو بارہ بجے؟" شیران حیرت سے بولا۔ "ارے ماں کیوں آدھی رات کو خوابیدہ بزرگوں کو پریشان کرتی ہے۔"

"مجھے وہاں جانا ہے اور تو میرے ساتھ چلے گا۔"

"اوہ۔ اچھا تو مجھے بھی جانا پڑے گا۔" شیران نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

ماں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آج تو پورے اکیس سال کا ہو گیا ہے، شیران۔ میں نے پیر بابا سے وعدہ کیا تھا وہ وعدہ پورا کرنا ہے۔"

"مگر آج موسم بہت خراب ہے۔ کل چلیں گے۔"

"احمقانہ باتیں نہ کر شیران۔ ماں کے عہد کو جھوٹا کرائے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ مجھے اجازت دے تو میں اپنے کچھ دوستوں کو بھی ساتھ لے لوں۔"

"نہیں... میں صبح سے یہ خوشی دل میں چھپائے بیٹھی ہوں اور تو اُسے طشت از بام کرنا چاہتا ہے۔ کوئی نہیں جائے گا ہمارے ساتھ۔"

"کیوں ماں۔ اس میں چھپانے کی کیا بات ہے؟"

"زمانے کی نگاہ بہت خراب ہوتی ہے اور اکیسواں سال نازک ہوتا ہے۔"

"جو تیرا حکم ماں، میں بھلا کیسے انکار کر سکتا ہوں۔" شیران نے گہری سانس لے کر کہا۔

برف کے ننھے ننھے ذرات آسمان سے زمین کا سفر شروع کر چکے تھے۔ بستی خاموشی میں ڈوب چکی تھی۔ پیر بابا صاحب کے مزار کا سفر ایک گھنٹے سے زیادہ کا تھا اس لیے خانم نے بارہ بجے یہاں پہنچنے کے لیے جلدی گھر سے نکل جانے کا فیصلہ کر لیا۔ سارا سامان تیار تھا۔ دو گھوڑے سفر کے لیے منتخب کر لیے گئے اور جب شیران نے بڑے بالوں والی ٹوپی سر پر رکھ کر کمر سے کارتوسوں کی پیٹی باندھی تو خانم نے اُسے ٹوک دیا: "یہ کیا کر رہا ہے؟ کیا بندوق بھی لے جائے گا؟"

"رات کا وقت ہے ماں۔"

"نہیں بیٹے۔ بزرگوں کے مزار پر ہتھیار لے کر نہیں جاتے۔"

"بہت بہتر۔" شیران نے کہا اور پیٹی کھول کر پھینک دی۔

تھوڑی دیر بعد دو گھوڑے رات کی تاریکی میں سفر کر رہے تھے۔ برفباری ہو رہی تھی۔ وہ جانے پہچانے راستے پر سفر کرتے رہے، حتیٰ کہ بابا کی خانقاہ پر پہنچ گئے، جو تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ "آج تو یہاں کوئی مجاور بھی نہیں ہے۔" راحیلہ خانم نے کہا۔

"خراب موسم کی وجہ سے وہ اپنے گھر چلا گیا ہوگا۔"

"کوئی زائر بھی نہیں ہے۔"

"ہم جو آگئے ہیں، ماں۔" شیران نے ہنس کر کہا۔

"وقت کیا ہوا ہے؟"

"ابھی بارہ بجنے میں دس منٹ باقی ہیں۔" شیران نے جواب دیا۔

"میں مزار کی صفائی کر لوں۔ بڑی تاریکی ہے مگر بارہ بجے سے پہلے کوئی چراغ نہیں جلے گا۔ میری منت ٹوٹ جائے گی۔"

"صفائی کیسے کرے گی ماں؟"

"اپنے دوپٹے سے۔" راحیلہ خانم نے جواب دیا۔ گھی کا چراغ اس نے مزار کے سرہانے رکھا اور پھر سر سے دوپٹہ اُتار کر صفائی میں مصروف ہو گئی۔ باہر تیز ہوائیں شور مچا رہی تھیں۔ "شیران..." راحیلہ خانم نے کچھ دیر بعد آواز دی۔ "کیا وقت ہوا ہے؟"

"ابھی تین منٹ باقی ہیں، بارہ بجنے میں۔"

"مجھے بتا دینا... ٹھیک بارہ..." راحیلہ خانم رُک گئی۔ یکایک باہر کچھ آہٹیں سنائی دی تھیں۔ "یہ آوازیں کیسی ہیں، شیران؟"

"گھوڑوں کی ٹاپیں اور تیز ہوا کی آوازیں آ رہی ہیں۔"

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا پھر جونہی دونوں سوئیاں ایک جگہ جمع ہوئیں، مزار کے اس کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ یہ برقی لیمپ کی روشنی تھی جس نے آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی تھی۔ وہ دونوں بُری طرح چونک پڑے۔ خانم چراغ روشن کرنے کے لیے دیا سلائی جلا رہی تھی۔ جونہی شعلہ ابھرا، کوئی شے راحیلہ خانم کے ہاتھ پر آکر لگی اور اس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ تیلی بجھ گئی۔ بلند قد و قامت کے مالک بوڑھے نے برقی لیمپ ایک طاق میں رکھ دیا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں رائفل دبی ہوئی تھی۔ "چراغ نہیں جلے گا، راحیلہ خانم۔" اُس کی غراہٹ سنائی دی۔

"کون... کون ہو تم؟" راحیلہ خانم کی کپکپاتی آواز سنائی دی۔

"ماضی میں جھانکو تو تمھیں پتہ چل جائے گا کہ میں کون ہوں۔"

"بادشاہ... بادشاہ خان!" راحیلہ حیرت سے بولی۔

"ہاں۔ بادشاہ خان... فیروز خان کا بھائی۔" بوڑھے کی آواز خوفناک ہو گئی۔

راحیلہ کی آنکھوں میں خوف کے بجائے حیرت کے آثار تھے۔

اس نے جلدی سے دوپٹہ سر پر رکھ لیا۔ "چراغ کیوں نہیں جلے گا، محترم بزرگ؟" راحیلہ نے پوچھا۔

"تم نے پیر بابا کے مزار پر منت مانی تھی کہ شیران اکیس سال کا ہو جائے گا تو یہاں گھی کا چراغ جلاؤ گی؟"

"ہاں... ہاں۔ مَیں نے منت مانی تھی۔"

"مَیں نے بھی منت مانی تھی خانم! کہ شیران اکیس سال کا ہو جائے گا تو... مَیں اسے خون سے غسل دوں گا۔ اس کے اپنے خون سے غسل... مَیں ٹھیک اکیسویں سال میں اس کی زندگی کا چراغ گُل کر دوں گا۔"

"بادشاہ خان..." راحیلہ خانم چیخ پڑی۔

"میرے کٹے ہُوئے بازو میں آج تک ناقابلِ برداشت ٹیسیں اُٹھتی ہیں خانم۔ یاد ہے یہ بازو کس نے کاٹا تھا، کس نے میرے بھائی فیروز خان کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا؟"

"بادشاہ خان۔ آج بھی تمھارے دل میں وہی خیال جاگزیں ہے؟"

"یہ خیال میرے دل سے نکلا کب تھا؟"

"لیکن وقت نے ثابت کر دیا تھا کہ بہزاد سلامن قاتل نہیں تھا۔"

"وقت کی جھوٹی کہانیوں پر مَیں نے کبھی یقین نہیں کیا۔ مَیں نے ایک ایک لمحے کا حساب رکھا ہے اور دیکھ لو کیسے ٹھیک وقت پر پہنچا ہُوں۔ آؤ، اس مقدس جگہ سے نکل آؤ۔ مَیں اسے خون سے رنگین نہیں کرنا چاہتا۔"

"اگر تمھارے دل میں آج بھی سیاہی ہے، بادشاہ خان تو کم از کم قبیلوں کے قانون کا احترام ہی کرو۔"

"مَیں نے قبیلوں کے قانون کا مسودہ پاؤں تلے روند دیا تھا... مجھے اپنے بھائی کا انتقام لینا تھا۔ نعمان خان! آ جاؤ۔ تمھارے باپ کا قاتل سامنے ہے۔ انتقام کی آگ بُجھانے کے لیے ہم نے بڑا طویل سفر کیا ہے۔"

دروازے سے شاندار قبائلی لباس میں ایک اور شخص اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں بھی رائفل تھی اور آنکھوں میں خون اُترا ہُوا تھا۔ "چلو بہزاد کے بیٹے... باہر نکلو۔ تمھاری موت تمھاری منتظر ہے۔"

شیران خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تو تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو، بادشاہ خان؟"

"ہاں... تمھارے باپ نے تمھارے لیے ترکے میں موت چھوڑی تھی۔"

"لیکن میری ماں سے تو تمھاری کوئی دُشمنی نہیں ہے۔"

"عورت کا قتل کسی بہادر کے ہاتھوں نہیں ہوتا، شیران خان! کیا تم اپنی ماں کا سہارا لینا چاہتے ہو؟"

"نہیں... بس یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔" شیران نے کہا اور پھر دوسرے ہی لمحے برق سی کوند گئی۔ شیران زمین پر گر کر پھسلتا ہُوا بادشاہ خان کے پیروں تک جا پہنچا۔ اُس نے بادشاہ خان کی ٹانگوں میں ٹانگیں ڈال کر اُسے اُلٹ دیا اور دوسرے ہی لمحے بادشاہ خان کی رائفل اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس رائفل کو ڈنڈے کی طرح گھُما کر اُس نے نعمان خان پر وار کر دیا اور رائفل کا کُندہ نعمان کے شانے پر لگا۔ اس کے ساتھ ہی شیران نے خانقاہ کے دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی تھی۔ پلک جھپکنے میں سب کچھ ہو گیا تھا لیکن باہر نعمان خان کے آٹھ بھائی موجود تھے۔ انھوں نے شیران پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ شیران کے قرب و جوار سے گولیاں نکل گئیں۔ وہاں کوئی پناہ گاہ نہیں تھی اس لیے وہ خانقاہ سے نکل گیا پھر دس گولیاں چلیں لیکن بے اثر ثابت ہُوئیں۔ وہ ایک چٹان کی آڑ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ بادشاہ خان، نعمان اور اُس کے بھائی دیوانوں کی طرح تاریکی میں دوڑ رہے تھے اور پاگلوں کی طرح گولیاں برسا رہے تھے۔ اسی وقت اسے راحیلہ خانم کی آواز سُنائی دی۔ "شیران... بھاگ جاؤ... بھاگ جاؤ، شیران۔ تمھیں اپنی ماں کی قسم، بھاگ جاؤ۔"

شیران دانت پیسنے لگا۔ چاروں طرف سے گولیاں برس رہی تھیں۔ بادشاہ خان نے شیران کی رائفل سے چلی ہُوئی۔ دونوں گولیوں کی آوازیں سُن لی تھیں۔ اُسے اندازہ ہو گیا کہ رائفل خالی ہونے کی وجہ سے شیران نہتا ہے چنانچہ وہ بے دھڑک آگے بڑھ کر اُسے تلاش کر رہا تھا۔ اُسے جہاں بھی شُبہہ ہوتا، بے دریغ گولی چلا دیتا۔ ٹارچوں کی روشن زبانیں چاروں طرف چکرا رہی تھیں۔ شیران کو اندازہ ہو گیا کہ بہت جلد وہ اس کے سر پر پہنچ جائیں گے اس لیے وہ جگہ چھوڑ کر بے آواز پیچھے سرکنے لگا لیکن یہ اس کی چالاکی تھی کہ دُور جانے کے بجائے وہ اور قریب آ رہا تھا جب کہ زیرک خان چٹانوں پر چڑھ کر نشیب میں روشنی ڈال رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ بادشاہ خان کا جو آدمی سلامن قبیلے کی بستی تراب زان میں جاسوسی کی خدمات انجام دے رہا تھا، اس نے شیران کے بارے میں مکمل حالات نہیں بتائے تھے۔

اَب صورتِ حال یہ تھی کہ بادشاہ خان ڈھلانوں میں روشنی ڈالتا ہُوا نیچے اُتر رہا تھا اور شیران ان کے عقب میں شاہ بابا کے مزار پر موجود تھا۔ اس کی نگاہیں راحیلہ خانم کو تلاش کر رہی تھیں۔ خانقاہ کے دروازے پر پہنچ کر اس نے سرگوشی کے انداز میں ماں کو آواز دی اور اسی وقت اس کے پیروں نے ایک انسانی جسم چھو لیا۔ اس کا دل شدّت سے دھڑک اُٹھا اور جھک کر اُس جسم کو ٹٹولا...

راحیلہ تھی لیکن وہ سانسوں سے بے نیاز اور زندگی کے بوجھ سے آزاد ہو چکی تھی۔ شیران کے چہرے پر دہشت پھیل گئی اور اس کے دانت بھینچ گئے پھر اس کی آواز اُبھری۔ "یہ نئے دور کے بزرگ کم عقل ہوتے ہیں۔ وقت کے عقب میں کھڑے ہو کر وہ وقت کو دیکھتے ہیں جب کہ زمانہ آگے بڑھ چکا ہوتا ہے۔ تم نے اپنی بے کار ضِد کا نتیجہ دیکھ لیا ماں؟" اس کی آنکھوں سے کوئی آنسو نہ نکلا اور نہ ہی اُس نے سَرد آہ بھری۔ بس خاموشی سے لاش اُٹھا کر کندھے پر ڈالتا ہُوا مزار کے عقب میں آ گیا جہاں گہرے کٹاؤ تھے۔ وہ پہاڑی یہاں سیدھی تھی جس پر خانقاہ بنی ہُوئی تھی۔ شیران نے لاش کاندھے پر سنبھالی اور پہاڑی میں اُگی ہُوئی جھاڑیاں تھام کر نیچے اُترنے لگا۔ ایک کٹاؤ عبور کر کے وہ دوسرے کٹاؤ تک پہنچ گیا... تیسرے کٹاؤ کے بعد ہموار زمین تھی۔ وہاں تک پہنچنے میں اسے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہ لگا اور پھر وہ ماں کی لاش کندھے پر اُٹھائے چٹانوں کی آڑ لیتا ہُوا بستی کی طرف چل دیا۔

دوسری طرف بادشاہ خان اور اس کے نو بھتیجے شیران کو تلاش کر رہے تھے۔ دونوں گھوڑے موجود تھے لیکن سواروں کا دُور دُور تک نام و نشان بھی نہیں تھا۔ نعمان خان رُک گیا۔ بادشاہ خان اس کے قریب ہی تھا۔ "کہاں جا مرا، یہ کمبخت؟" نعمان بولا۔

"اس کی زندگی ہماری موت ہو گی نعمان خان۔" بادشاہ خان بڑبڑایا۔ "افسوس کہ تاریکی نے اس کی مدد کی۔"

"وہ نکل کر تو نہیں جا سکتا۔" آذر خان بولا۔

"تلاش کرو... تلاش کرو۔ صبح ہونے سے پہلے پہلے اس کی موت ضروری ہے۔" بادشاہ خان نے کہا۔

نوجوان پھر چٹانوں میں بھٹکنے لگے۔ بادشاہ خان، نعمان خان کے ساتھ کھڑا تھا۔ "اصولی طور پر اُس نے ہمیں شکست دے دی ہے۔ وہ ہماری نگاہ میں نہیں ہے، جب کہ ہم اس کی نگاہ میں ہیں۔"

"مَیں نہیں سمجھا تایا جان۔"

"اگر ہم اُس کی نگاہ میں نہ ہوتے تو وہ ہم سے پوشیدہ نہ رہتا۔"

"اوہ تایا جان... وہ عورت مَر چکی ہے۔ وہ اس کی ماں ہے۔"

"اوہ، آؤ... وہ ماں کی لاش لیے بغیر یہاں سے نہیں جائے گا۔ آؤ، لاش کی نگرانی کریں۔ وہ ماں کی تلاش میں یہاں ضرور آئے گا۔" بادشاہ خان چونک کر بولا اور دونوں پلٹ پڑے۔

بادشاہ خان نے ٹارچ کی روشنی خانقاہ کے دروازے پر ڈالی اور دفعتاً اس کے حلق سے دھاڑ نکلی۔ "لے گیا۔ وہ لاش لے گیا۔"

☼

برفباری رات کے کسی حصّے میں بند ہو گئی تھی۔ تیز و تند ہَواؤں نے اس علاقے کا رُخ نہیں کیا تھا۔ البتہ بادلوں کی موٹی تہ ابھی آسمان پر موجود تھی اور اُن کی سیاہی نے اُجالے کو قید کر رکھا تھا۔ تراب زان کی واحد مسجد اس کے مشرقی علاقے میں واقع تھی۔ نمازی فجر کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلے ہی تھے کہ انھیں دھندلاہٹوں میں کوئی نظر آیا۔ اس کے شانوں پر ایک جسم جھُول رہا تھا پھر اُنھوں نے شیران کو پہچان لیا اور اس کے شانے پر جھُولتی ہُوئی راحیلہ کی لاش دیکھ کر وہ چیخ پڑے۔

"ارے، شیران... خانم کو کیا ہُوا؟"

"ماں... مَر چکی ہے۔" شیران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کیسے... کیا ہُوا انھیں؟" بستی کے ایک بزرگ موسیٰ خان نے راحیلہ خانم کی لاش لے کر اس پر اپنا رومال ڈال دیا۔ "اوہ... ان کے بدن پر تو گولیوں کے نشان ہیں۔"

"تدفین کا بندوبست کون کرے گا؟" شیران نے پوچھا۔

"اگر تم اجازت دو تو ہم یہ لاش سردار داؤد خان کے پاس لے چلیں۔ ہمیں موت کی وجہ تو بتاؤ؟"

"چلو، وہیں بتاؤں گا۔" شیران نے کہا۔ اس کی آواز نرم تھی اور چہرہ جذبات سے عاری تھا۔

سردار داؤد مُنہ پھاڑ کر رہ گیا۔ راحیلہ خانم قبیلے کی ایک باعزت اور محترم خاتون تھی۔ وہ لاش کو اندر لے گیا اور اسے ایک بڑی چادر سے ڈھک دیا گیا۔ "شیران... کیا ہُوا۔ کچھ تو بتاؤ؟" سردار داؤد خان نے کہا۔

"ماں کو قتل کیا گیا ہے سردار... رات ایک منت اُتارنے کے لیے وہ مجھے لے کر پیر بابا کے مزار پر گئی تھی۔" شیران نے آہستہ آہستہ پُوری کہانی سردار داؤد کو سُنا دی اور پھر ہاتھ میں پکڑی ہُوئی رائفل سردار کے سامنے رکھ دی۔ "یہ بادشاہ خان کے بھتیجے کی رائفل ہے۔ اس میں ابھی دو گولیاں موجود ہیں اور اسے مَیں نے نعمان خان سے چھینا ہے۔ وہ شاید فیروز خان کا سب سے بڑا بیٹا ہے اور مجھے قتل کرنا اُسی کا فرض تھا لیکن مَیں نے اُن میں سے کسی کو قتل نہیں کیا کیوں کہ میں قبائلی قوانین کا احترام کرتا ہوں۔ وہ مجھے قتل نہ کر سکے تو میری ماں کو قتل کر کے اپنے انتقام کی آگ بجھا لی۔"

داؤد خان سکتے میں رہ گیا۔ بادشاہ خان واقعی پہاڑوں کا بادشاہ تھا۔ اس سے زیادہ بااثر شخصیت کوئی اور نہیں تھی۔ قبائلی قانون بناتے وقت یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ بادشاہ خان کو سربراہ بنایا جائے لیکن بادشاہ خان نے کہا تھا کہ چونکہ وہ کاروباری امور کے سلسلے میں مُلک سے باہر رہتا ہے اس لیے یہ تجویز رَد کر دی گئی تھی۔ "بادشاہ خان نے یہ قانون توڑ کر اچھا نہیں کیا۔" داؤد خان بڑبڑایا۔ "قبیلے تہ و بالا

کے نمائندے اس قانون کی تشکیل میں شامل تھے۔ اُن سے جواب طلبی ہوگی۔ بادشاہ خان کو مشترکہ جرگے میں طلب کیا جائے گا۔"

داؤد خان سوچ رہا تھا... پریشانی کے آثار اس کے چہرے سے عیاں تھے۔ راحیلہ خانم اسی بستی میں پیدا ہوئی، اسی میں جوان ہوئی اور اسی میں ہی ہلاک ہوگئی۔ وہ سب کی عزت تھی، سب کی بیٹی تھی لیکن وہ جس کی ماں تھی، اس کی آنکھوں سے ایک بھی آنسو نہیں ٹپکا۔ اس نے بڑی خاموشی بلکہ بے پروائی سے تدفین میں حصّہ لیا۔

رات کو سردار داؤد کے ڈیرے پر چند خاص لوگوں کی بیٹھک ہوئی تو پہلا ذکر شیران کے روّیے کا ہوا۔ خان علم داد نے کہا "شیران کو کیا ہوگیا ہے۔ وہ ماں کی موت پر ذرا بھی افسردہ نہیں۔"

"کہیں یہ صرف کوئی کہانی تو نہیں ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"شیران بستی کا ایک آوارہ مزاج نوجوان ہے۔ ممکن ہے کوئی اور ہی قصہ ہو۔"

"اتنی بڑی بات مت کہو خان علم داد... وہ بُرا ضرور ہے لیکن اتنا بھی نہیں۔"

"فطرتاً وہ جس قدر ظالم ہے تم جانتے ہو، وہ وحشت میں سب کچھ کرسکتا ہے۔"

"ہاں، سب کچھ کرسکتا ہے لیکن ماں کو ہلاک نہیں کرسکتا۔"

سردار داؤد کی آواز نے سب کو خاموش کردیا۔ "اس نے جو کچھ کہا، وہ حروف بحروف دُرست ہے اور اس کے کئی شواہد ہیں۔ تم سب جانتے ہو کہ بہزاد سلامن پر فیروز خان کے قتل کا شُبہ تھا لیکن آج تک اصل قاتل کا کوئی سُراغ نہیں ملا۔"

"ہاں، یہ کہانی عام ہے۔"

"یہ بھی دُرست ہے کہ آج شیران اکیس سال کا ہوگیا ہے۔ کل دن بھر راحیلہ خانم مسکینوں کی ضیافت کرتی رہی تھی۔ یہ سب، اُس نے شیران کے اکیس سال کا ہوجانے کی خوشی میں کیا تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ مَیں نے اپنے چند خاص آدمیوں کو سرکوہ بھیجا تھا۔ انھوں نے وہاں سے نشانات دیکھ کر اندازہ لگالیا تھا کہ شیران کا کہا ہُوا ایک ایک لفظ دُرست ہے۔"

"اگر یہ سچ ہے تو مجھے اپنے شُبہے کا افسوس ہے۔" علم داد خان نے کہا۔

"لیکن اس کی خاموشی کسی خوف ناک طوفان کا پیش خیمہ ہے۔ وہ دلیر اور طاقت وَر ہے۔ وحشی فطرت کا مالک اور جنونی ہے اور اسی جنون نے ماں کی موت کا غم محسوس نہیں ہونے دیا۔ وہ ضرور کوئی ایسا قدم اُٹھائے گا کہ..." داؤد خان نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"اسے یہ حق حاصل ہے سردار... بادشاہ خان نے پہاڑوں کے قانون کو توڑا ہے۔ ہم شیران کو کیوں روکیں؟"

"نہیں... یہ غلط ہوگا۔ ہم نے ان چٹانوں میں دہشت خیزی کم کرنے کے لیے جو کچھ بھی کیا ہے، وہ ملیامیٹ ہوجائے گا پھر سے چٹانیں گولیوں سے گونجنے لگیں گی اور انسانی خون پہاڑوں پر بہنے لگے گا۔ بہرحال، مَیں نے چند فیصلے کیے ہیں۔ شیران کی دن رات کڑی نگرانی کی جائے اور اگر اس نے کوئی خلافِ قانون حرکت کرنے کی کوشش کی تو اسے گرفتار کرلیا جائے۔"

"کیا یہ ظلم نہ ہوگا، سردار؟"

"ہاں، لیکن ہزاروں انسانوں کی زندگی بچانے کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے۔"

"اور کیا بادشاہ خان سے کوئی بازپُرس نہیں ہوگی؟"

"ضرور ہوگی لیکن اس میں وقت لگے گا۔ مَیں صبح سے اس کارروائی کا آغاز کررہا ہوں۔ تمام قبائل کو خط بھیجے جائیں گے۔ میں یہ مسئلہ ان سب کے سامنے رکھوں گا۔ تم جانتے ہو کہ بادشاہ خان ان پہاڑوں تک محدود نہیں ہے۔ وہ اور اُس کا خاندان اعلا تعلیم یافتہ ہے۔ اس کے تعلقات دُنیا کے ہر ملک میں ہیں۔ اس کا کاروبار بے حد وسیع ہے۔ وہ فرنگیوں جیسی عقل رکھتا ہے۔ وہ ہمارے بیس قبائل کو کھڑے کھڑے خرید سکتا ہے۔ ہم اس سے جنگ نہیں کرسکتے۔ میں تراب زان پر کوئی تباہی نہیں لانا چاہتا۔ ہاں، اگر قبائل کے سردار میرے ہمنوا ہوجائیں تو میں اس سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

تقریباً سبھی سردار داؤد سے متفق ہوگئے۔

❁

بادشاہ خان تہمانہ چلاگیا تھا۔ وہ بستی کی سرحد تک ان لوگوں کو چھوڑنے آیا تھا۔ وہ افسردہ تھا اور واپسی پر بھی خاموش رہا تھا... نعمان خان اور اس کے بھائی بھی خاموش تھے۔ رخصت ہوتے وقت البتہ اس نے کہا "مَیں کل کسی وقت بھی تمھارے پاس آؤں گا۔"

رات کا آخری پہر تھا جب نعمان خان اور اس کے بھائی اپنی شان دار حویلی میں داخل ہُوئے تو اُن کی ماں نے استقبال کیا۔ وہ چور نگاہوں سے ماں کو دیکھنے لگے۔ خانم کی تیز آنکھوں میں حیرت اُبھر آئی "نعمان خان" وہ آگے بڑھ کر بولی "بادشاہ خان کہاں گئے؟"

"وہ تہمانہ چلے گئے" نعمان نے جواب دیا۔

"مَیں تمھارے چہروں پر ناکامی کے سائے دیکھ رہی ہوں۔ کیا تم

اسے ہلاک کرنے میں کامیاب نہیں ہُوئے؟" خانم کے لہجے میں مسرت آمیز کپکپاہٹ تھی۔

"ہاں ماں... ہم ناکام لوٹے ہیں۔"

"کیا وہ طوفان کی وجہ سے وہاں نہیں آیا تھا؟" خانم اب خوشی سے مُسکرانے لگی تھی۔

"آپ ہماری ناکامی سے خوش ہورہی ہیں، ماں؟"

"پگلو... دیوانو... تم کیا جانو کہ ماں کیا ہوتی ہے۔ تم کیا جانو کہ آج رات میرے لیے کیسی عجیب رات تھی۔ مَیں نو بیٹوں اور چار بیٹیوں کی ماں آج رب بیٹوں کی زندگی کی دُعا مانگ رہی تھی۔ خدا کا احسان ہے کہ میری دُعا قبول ہُوئی۔ مجھے بتاؤ، وہ نہیں آیا تھا نا؟"

"آیا تھا" نعمان خان نے کہا۔

"پھر کیا ہُوا؟ بادشاہ خان تو ٹھیک ہیں نا؟"

"ہاں ماں... ہم سب ٹھیک ہیں لیکن اُس کی ماں مَرگئی۔ ہم نے اُسے قتل نہیں کیا۔ بس وہ ہماری گولیوں کے درمیان آگئی تھی۔"

خانم کا چہرہ تاریک ہوگیا اور وہ سکتے کے عالم میں کھڑی رہ گئی۔ نو بیٹے سر جُھکائے کھڑے تھے۔ مشرق سے سحر پُھوٹ رہی تھی... اُجالے کی کرنیں اندر جھانک رہی تھیں۔ کافی دیر بعد اس نے سَر اُٹھا کر کہا "صبح ہوگئی۔ تم لوگوں کو جشن کی تیاریاں بھی تو کرنی ہوں گی۔ باپ کے قاتل کا بیٹا نہ سہی، قاتل کی بیوی کو تو ہلاک کردیا تم نے... بڑی بات ہے۔ جاؤ جشن کی تیاریاں کرو۔"

"ہمیں خود بہت افسوس ہے، ماں" نعمان خان نے کہا۔

خانم چیخ پڑی "بے غیرت انسانو... ماں کو قتل کرکے آئے ہو اور اس کے بعد بھی تمھاری گویائی تمھارے ساتھ ہے۔ تم بول رہے ہو۔ جاؤ، اندر جاؤ۔ تم بہت چھوٹے ہو۔ نیچ ہو۔ غلیظ ہو۔ مجھے شرم آرہی ہے کہ مَیں تمھاری ماں ہوں۔ آج احساس ہورہا ہے کہ میرے والدین نے میری شادی کے لیے کسی اچھے خاندان کا انتخاب نہیں کیا تھا۔"

"ماں... آپ اب بہت بڑی گالی دے رہی ہیں" نعمان خان نے کہا۔

"لاش کہاں ہے اُس کی؟" خانم نے پوچھا۔

"شیران لے گیا" آذر نے بے اختیار جواب دیا۔

"زندہ باد... زندہ باد... پندرہ شیر دلوں کی موجودگی میں وہ اپنی ماں کی لاش لے کر زندہ نکل گیا۔ بڑا جیالا جوان ہے۔ اس کی ماں موت کے بعد بھی اس پر فخر کررہی ہوگی۔ جاؤ میرے بچو۔ غسل کرو، ناشتہ کرو۔ تھک گئے ہوگے۔ جاؤ شاباش۔"

... اور وہ سر جُھکائے چلے گئے۔

★★

بادشاہ خان کو بھی چین نہیں آیا تھا۔ وہ بڑے جوڑ توڑ والا آدمی تھا۔ پہاڑوں میں پیدا ہُوا تھا اس لیے دِل و دماغ پتھر کے تھے لیکن یہ خاندان ابتدا ہی سے علم و فنون کا شائق رہا تھا۔ بادشاہ خان کی آدھی زندگی یورپ میں گزری تھی۔ دُنیا کے بیشتر ممالک میں اس کے پُراسرار کاروبار پھیلے ہُوئے تھے اور اس کی نقل و حرکت بے حد مشکوک تھی... کوئی نہیں جانتا تھا کہ بادشاہ خان کی اصل شخصیت کیا ہے۔ وہ کیا کررہا ہے۔ اکثر غیر ملکی پُراسرار ذرائع سے اس کے پاس آتے جاتے تھے اور خُفیہ طور پر قیام کرتے تھے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اُسے پہاڑوں کی روایت سے دِل چسپی تھی اور اپنے بھائی کی موت کا انتقام لینے کے لیے اس نے وہی طریقہ اختیار کیا تھا جو اِن پہاڑوں میں رائج تھا... لیکن شیران بچ کر نکل گیا تھا اور بادشاہ خان کی تجربے کار آنکھوں نے جائزہ لے لیا تھا کہ شیران عام نوجوان نہیں ہے اور یہی غیر معمولی پن بادشاہ خان کے لیے پُرکشش تھا۔ زندگی میں پہلی بار اُسے اس انداز میں ناکامی ہُوئی تھی اور وہ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوگیا تھا۔ رات کے بھیانک طوفان میں بھی اس نے اپنی اصول پسند فطرت کے ہاتھوں مجبور ہوکر، یہ ساری کارروائی کی تھی۔ اس کے ساتھ انتہائی خاص آدمیوں نے سفر کیا تھا۔ صُورتِ حال اس کی نگاہوں میں تھی، اس لیے کسی کو موردِ الزام نہ ٹھہرایا۔

تہمانہ پہنچ کر اُس نے اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کرکے کہا۔ "دلیر خان، غسل و ناشتے سے فارغ ہوکر میرے پاس آؤ۔"

"تنہا، خان؟"

"ہاں... تنہا... تم سے کچھ مشورہ کرنا ہے۔" بادشاہ خان نے جواب دیا اور گھوڑا چھوڑ کر اپنی آرام گاہ کی طرف چل دیا۔

ایک گھنٹے کے بعد دلیر خان اس کی آرام گاہ کے خاص کمرے میں پہنچا تو بادشاہ خان گہری سوچ میں ڈوبا ہُوا تھا۔ اس نے گردن اُٹھا کر کہا "قصور فاضل خان کا بھی ہے۔"

"مَیں سمجھا نہیں مالک۔"

"مَیں نہیں جانتا تھا کہ سلامن قبیلے کا کوئی جوان ایسی شخصیت کا مالک ہے۔ فاضل خان کو پُورے حالات سے آگاہ کرنا چاہیے تھا۔ بہرحال، وہ عورت مرچکی تھی؟"

"جی ہاں، خان۔"

"شیران کو اس کی موت کا غم ہوگا اور وہ اس کا بدلہ لینے کی کوشش کرے گا؟"

"اس کا امکان تو ہے، خان ؟"

"تمھیں بہت سے کام کرنے ہیں، دلیر خان۔ ہم ان حالات میں سلامن قبیلے میں کسی نئے فرد کو نہیں بھیج سکتے لیکن تم خود بھیس بدل کر جاؤ اور فاضل خان کے رشتے دار کی حیثیت سے اُس کے ہاں قیام کرو۔ تمھارا کام یہ ہوگا کہ شیران پر نگاہ رکھو۔ اس کے علاوہ وہاں رہ کر تمھیں شیران کے عادات و اطوار اور مشاغل پر بھی نگاہ رکھنا ہوگی۔ مجھے اس کے بارے میں مکمل معلومات درکار ہیں۔"

"جو حکم خان . . . لیکن مَیں آپ سے رابطہ کیسے رکھوں گا . . ؟" دلیر خان نے پوچھا۔

"مَیں تمھیں ایک چیز دیتا ہوں۔" بادشاہ خان نے ایک چھوٹا سا آلہ اُٹھا کر دلیر خان کے سامنے کر دیا۔ "یہ ٹرانسمیٹر ہے۔" اس نے آلے کی کارکردگی تفصیل سے سمجھا دی اور دلیر خان حیرت اور دل چسپی سے اس عجوبے کو دیکھنے لگا۔ ویسا ہی ایک آلہ بادشاہ خان کے پاس بھی موجود تھا۔ "تم اس میں جو کچھ بولو گے، مجھے اس آلے میں سُنائی دے گا۔ اس کا استعمال اچھی طرح سیکھ لو۔ اسی پر فضل خان سے میری بات کرا دینا۔"

"اتنی دُور سے آواز سُنائی دے جائے گی خان ؟"

"ہاں، آسانی سے۔" بادشاہ خان نے کہا۔ "بس اب تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔ شیران جیسے لڑکے میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے لیکن میں چند اصولوں پر کاربند ہوں۔"

"آپ اطمینان رکھیں، خان۔" دلیر خان نے کہا اور باہر نکل گیا۔

بادشاہ خان کی زیرک آنکھوں میں تشویش کے آثار بدستور موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور قوی ہیکل شخص نے دروازے کے پاس آکر اندر آنے کی اجازت مانگی۔ "آجاؤ . . ." بادشاہ خان نے کہا اور وہ اندر آگیا۔

"غیور خان . . . اپنے ساتھ آٹھ جوان لے جاؤ اور بستی فرانہ میں فیروز خان کی بیوہ کی حویلی کے گرد پھیل جاؤ۔ تمھیں دن رات جاگ کر اس حویلی کی حفاظت کرنی ہے۔ ہر اجنبی کو روک کر اس سے باز پرس کر سکتے ہو، کسی بھی غلط آدمی کو قتل کرنے کی اجازت ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں خان۔"

"جاؤ . . . میں بھی تھوڑی دیر بعد وہاں پہنچوں گا۔" بادشاہ خان نے کہا اور غیور خان کے چلے جانے کے بعد وہ خود بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر آگیا۔

❋

حویلی پر سوگ طاری تھا۔ خانم مُنہ لپیٹے پڑی تھی۔ چاروں لڑکیاں پریشان تھیں۔ رات کے واقعات کا انھیں کوئی علم نہیں تھا، سوائے اس کے کہ طوفان سے لڑتے ہوئے تایا بادشاہ خان آئے تھے اور ان کے بھائیوں کو لے کر چلے گئے تھے اور ماں رات بھر جاگتی رہی تھی۔ صبح کو سارے بھائی گھر میں موجود تھے اور ماں خاموش تھی۔ تحمینہ، بہنوں میں سب سے بڑی تھی۔ خوش گفتار، خوش مزاج لڑکی اس سوگواری کی متحمل نہ ہو سکی۔ چاروں بہنیں سر جوڑ کر مشورہ کرتی رہیں اور پھر تحمینہ، نعمان خان کے پاس پہنچ گئی۔ نعمان خان چاقو کی نوک سے لکڑی پر لکیریں کھینچ رہا تھا اور دوسرے بھائی خاموش بیٹھے تھے۔ "کیا چاقو کی دھار کند ہو گئی ہے بھائی جان ؟" تحمینہ نے کہا اور نعمان خان چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ "بہتر ہو گا کہ یہ چاقو ہماری گردن پر پھیر دیا جائے۔" وہ پھر بولی۔

"کیا بک رہی ہو تحمینہ۔" نعمان خان نے بھویں چڑھا کر کہا۔

"ہم بھی انسان ہیں . . . یا ہمیں ان پہاڑوں میں لا کر بھیڑ بکریوں میں سمجھ لیا گیا ہے ؟"

"پریشانی کیا ہے تمھیں ؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"یہ حویلی پر سوگ کیوں طاری ہے۔ ماں خاموش ہیں۔ تم سب لوگ اُداس ہو۔ رات کو کہاں گئے تھے سب۔ تایا جان کیوں آئے تھے ؟"

"تم ان باتوں کو نہ سوچو تحمینہ۔"

"کیوں . . . آخر کیوں ؟ ہمیں اس قدر حقیر کیوں سمجھا جا رہا ہے۔ یورپ میں تو ہمیں بڑی آزادی حاصل تھی لیکن یہاں آکر . . ."

"ماں سے کیوں نہیں پوچھتیں۔" نعمان خان جھلّا گیا۔

"حق تو آپ پر بھی ہے، بھائی جان ! یا اب آپ نے یہ حق ہم سے چھین لیا ہے ؟" تحمینہ کی آواز بھرّا گئی اور نعمان خان پگھل گیا۔

"تحمینہ ! کیا بتاؤں تمھیں۔ ہم سب اچانک ہی عجیب حالات کا شکار ہو گئے ہیں۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں ماں کی غلطی ہے یا خود ہماری یا پھر تایا جان کی۔ البتہ مَیں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اگر ماں ہمیں ان حالات سے باخبر کر دیتیں تو شاید ہم اتنے جذباتی نہ بنتے۔"

نعمان خان نے اُسے حقیقت سے آگاہ کر دیا۔

"ابو کو قتل کیا گیا تھا ؟" تحمینہ نے غم آلود لہجے میں کہا۔

"ہاں تحمینہ . . . اور تایا جان اس غم کو سینے میں پروان چڑھا رہے تھے۔ اُن کا دل بھائی کے انتقام کی آگ میں جل رہا تھا۔"

"تو . . . تو کل رات تم لوگ اُسے قتل کرنے گئے تھے ؟" تحمینہ کی حالت بدل گئی۔ "قتل کر دیا تم نے اُسے ؟"

"نہیں . . . وہ بدبخت بچ گیا لیکن اس کی ماں ہماری گولیوں کا نشکار ہو گئی۔"

تحمینہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ "تم . . . بھائی جان . . . تم لوگ . . . تم لوگ مہذب ہو کر بھی اتنے درندے ہو۔ لعنت ہے تم پر . . . قصور باپ کا تھا اور سزا بیٹے کو دینے چلے تھے۔ تایا جان۔ ایک قابلِ احترام انسان . . . بڑی عزت تھی اُن کی میرے دل میں۔ آپ نے ایک بے گناہ عورت کو قتل کر دیا . . ." تحمینہ رونے لگی۔

نعمان خان بُری طرح گھبرا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بہن سے کیا کہے۔ کیا کہہ کر اُسے تسلی دے لیکن اسی وقت ایک نوکر نے اس کی مشکل حل کر دی۔ وہ اندر آنے کی اجازت طلب کر کے کہہ رہا تھا۔

"بڑا خان آیا ہے۔ آپ کو طلب کرتا ہے۔"

"اوہ۔ کہاں ہیں تایا جان ؟" نعمان خان جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"اندر بیگم صاحب کے پاس۔" نوکر نے بتایا۔

نعمان خان جلدی سے اس کمرے میں چلا گیا۔ خانم ابھی بادشاہ خان کے پاس نہیں پہنچی تھی۔ بادشاہ خان اطمینان سے بیٹھا ہُوا تھا۔

"میرا خیال تھا، کہیں تم لوگ سو نہ گئے ہو۔ خانم کہاں ہیں ؟"

"میرا خیال تھا کہ وہ آپ کے پاس پہنچ گئی ہوں گی۔"

"بیٹھو نعمان خان۔ بہت بُرا ہُوا۔ ہمیں ناکام نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"افسوس کہ ایک بے گناہ عورت ہماری گولیوں کا نشکار ہو گئی۔" نعمان خان نے کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ گیہوں کے ساتھ گھن ہمیشہ پس جاتا ہے اور پھر وہ بے گناہ نہیں تھی۔ بہزاد کی بیوی اور اُس کے بیٹے کی ماں تھی۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ شیران ہلاک نہ ہو سکا۔ بہرحال وہ میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا۔ میرے وسائل لامحدود ہیں لیکن تمھارے ہاتھوں اسے قتل کرا کے مَیں تمھارے باپ کی رُوح کو سکون فراہم کرنا چاہتا تھا۔ افسوس، مَیں محروم رہا۔"

"یہاں تمام لوگ ہماری اس کوشش کے خلاف ہیں تایا جان !"

"کون خلاف ہے ؟" بادشاہ خان کی غراہٹ سُنائی دی۔

"مَیں خلاف ہُوں تایا جان ! مَیں اس دہشت اور درندگی کے خلاف احتجاج کرتی ہُوں۔ یہ انسانیت نہیں، درندگی ہے . . . یہ جنگل کا قانون ہے، انسانوں کا نہیں۔" تحمینہ دروازے سے اندر قدم رکھتے ہُوئے بولی۔ اس کی آنکھیں اَب بھی نمناک تھیں۔

بادشاہ خان کی آنکھیں غصّے سے سُرخ ہو گئیں۔ وہ تحمینہ کو گھُورنے لگا۔ "اسے بولنے کی اجازت کس نے دی۔ یہ بغیر اجازت کے اندر کیوں آئی ؟"

"کیوں کہ مَیں بھی انسان ہوں اور انسانیت کے خلاف کوئی . . ."

"بکومت . . . اگر تُو میری بیٹی ہوتی تو مَیں تیری زبان ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیتا۔ آج احساس ہُوا کہ زمانۂ جہالت کے عرب اپنی لڑکیوں کو زندہ کیوں دفن کر دیتے تھے۔ تُو نے اُس کے سامنے زبان کھولی ہے، تحمینہ ! جس کے سامنے گردن اُٹھا کر کھڑے ہونے والے گردنوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس سے کہو نعمان خان ! یہ یہاں سے چلی جائے اور جب تک زندہ ہے، کبھی میرے سامنے نہ آئے۔"

نعمان خان، تحمینہ کا بازو پکڑ کر کمرے سے باہر لے گیا تھا تو دوسرے دروازے سے خانم اندر آگئی۔ بادشاہ خان کا چہرہ بگڑا ہُوا تھا۔ "رات کے واقعات تم نے سُن لیے بہو خانم ؟" اُس نے پوچھا۔

"جی بابا خان !"

"وہ بچ کر نکل گیا ہے لیکن اَب وہ میرا مسئلہ ہے . . . اپنے بچّوں کو محتاط رہنے کی ہدایت کر دینا۔ خود بھی ہوشیار رہنا۔ باہر میرے آدمی موجود ہیں۔ وہ حویلی کی حفاظت کریں گے۔"

"جی بابا خان۔" خانم نے کہا۔ "لیکن مَیں کچھ عرض کرنا چاہتی ہُوں۔"

"کہو . . ." وہ غرّایا۔

"ہمیں یورپ بھجوا دیں۔ یہاں دل نہیں لگتا۔"

"ہُوں، تو تم خوف زدہ ہو گئی ہو۔ نہیں بہو خانم ! تم نوشیروں کی ماں ہو۔ کوئی ٹیڑھی آنکھ سے دیکھے گا تو نو گولیاں بیک وقت اس کے بدن میں داخل ہو جائیں گی۔ تمھیں کیا فکر ہے ؟"

"یہ میری درخواست ہے، بابا خان۔"

"ابھی ممکن نہیں ہے، بہو خانم ! پھر کسی وقت دیکھا جائے گا اور سُنو . . . تم اپنے بچّوں کو قبائلی آداب سکھانے میں ناکام رہی ہو۔ اپنی بیٹیوں کو اطاعت سکھاؤ، ورنہ نقصان میں رہیں گی۔"

"جی بابا خان . . ." خانم کی لرزتی آواز اُبھری۔ خان کے جلال نے اس کی زبان بند کر دی تھی۔ اس کے بعد وہ کچھ نہ بول سکی۔

❋

اس خوف ناک واقعے کو دس دن گزر چکے تھے۔ سردار داؤد کے آدمی سائے کی طرح شیران کے پیچھے لگے ہُوئے تھے۔ یہ دس دن شیران نے انتہائی سکون سے گزارے تھے۔ عموماً وہ اپنے گھر میں ہی رہتا تھا۔ اس کے دوست اس کے ساتھ رہتے تھے اور یہ سب بستی کے بدنام نوجوان تھے جن کے کردار ہمیشہ مشکوک رہے۔ ان لوگوں سے ہر بُرائی کی توقع کی جا سکتی تھی۔ خود سردار داؤد اپنے فرائض سے غفلت نہیں برت رہا تھا۔ اس پر بہت بُرا وقت آپڑا تھا۔ بات کسی اور کی ہوتی تو شاید وہ اتنا انتظار اور تردد نہ کرتا لیکن سولہ قبیلوں میں سے صرف چھ قبیلوں کے سرداروں کا جواب ملا تھا۔ ایک مخصوص تاریخ پر انھوں نے پہنچنے کا وعدہ کیا تھا۔ باقی سرداروں نے کوئی نہ کوئی بہانہ کر لیا تھا۔

سردار داؤد اگر خود کوتاہی کرتا تو اس کی سرداری چھن جاتی۔ اس کے علاوہ یہ انسانی فرض بھی تھا۔ وہ تیاریوں میں مصروف رہا۔ وقتِ مقررہ پر اس نے اپنا ایک قاصد بادشاہ خان کے پاس بھیج دیا۔ اس نے قبائل کے اُن سرداروں کے نام بھی بھجوائے تھے جو اس کے ساتھ جا رہے تھے۔ بادشاہ خان کے اقرار کا جواب بھی مل گیا تھا۔

تمام سردار آ گئے تو سردار داؤد نے اُن کے سامنے صُورتِ حال رکھ دی۔ تمام سردار حالات سے کسی قدر واقف ہو گئے۔ یہ سب کے سب دین دار اور اصول پرست تھے۔ سردار کمال خان آفریدی نے کہا: "جو لوگ بہانہ کر گئے ہیں، انھیں اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ مَیں قبائلی قوانین کے سربراہ کی حیثیت سے انھیں جُرمانے کی سزا دوں گا... اب تم اس نوجوان کو بُلاؤ، تاکہ اس سے یہ معلوم کر لیا جائے کہ اگر بادشاہ خان اپنی حرکت پر ندامت ظاہر کرے تو اس سے خون بہا لیا جائے یا نہیں۔ اگر ہاں تو کتنا، اور اس سے مصالحت کی جا سکتی ہے یا نہیں؟"

"شیران کو بُلانا ضروری ہے؟" سردار داؤد نے کسی قدر پریشانی سے کہا۔

"ہاں داؤد۔ اُس کی اجازت کے بغیر ہم جزیے کی رقم کا تعین کس طرح کریں گے؟" کمال خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے، مَیں اُسے بُلا لیتا ہوں لیکن اس سے گفتگو کرتے ہُوئے محتاط رہنا۔"

"کوئی بات نہیں، ہمارا بچّہ ہے۔ بُلاؤ اُسے۔"

شیران مُسکراتا ہُوا اس محفل میں آ گیا۔ اس کی اس مُسکراہٹ کو سب نے عجیب نگاہ سے دیکھا تھا۔ "آہ... بڑے بڑے بُزرگ جمع ہیں، یہاں تو... سرداروں کا کوئی اجلاس معلوم ہوتا ہے مگر اس میں مجھ جیسے آوارہ گرد کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟"

"ہم سب چھ قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں، شیران خان... ہمارے قبیلے تمھارے دُکھ میں شریک ہیں اور ہم سب تم سے تعزیت کرتے ہیں۔" کمال خان نے کہا۔

"تعزیت...، صرف تعزیت، معزز بزرگو! مَیں آپ کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کرنا چاہتا مگر میرے خیال میں تعزیت تو صرف ان لوگوں کی مُناسب ہوتی ہے جو بیمار ہو کر بستر پر مرتے ہیں۔ میری ماں کو تو قتل کیا گیا ہے۔"

"ہم بادشاہ کے پاس مذمت کے لیے جا رہے ہیں۔ اسے اس وحشیانہ اقدام کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ اس نے جرگوں کے قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔"

"معزز سردارو! آپ میں سے کوئی بھی ساٹھ سال سے کم عُمر کا نہیں ہے۔ میرا ایمان ہے کہ بوڑھے لوگ صرف بوڑھے قوانین ہی بناتے ہیں۔ ان قوانین میں احتیاط، دُور اندیشی، مُصلح جوئی اور مصلحت کوشی کے علاوہ کیا ہوتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ سرداری کے لیے جوانی کی کوئی عُمر متعین کر دی جائے؟"

"شیران بیٹے! جوانی نا عاقبت اندیش ہوتی ہے، اس کے فیصلے جذباتی ہوتے ہیں اور یہ فیصلے صرف خون بہاتے ہیں۔ اس لیے ہم بوڑھے تمھاری حفاظت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔"

"جذبات ہی تو زندگی ہوتے ہیں بابا خان۔ تمھارے بوڑھے فیصلوں میں بے بسی اور مُردنی کے سِوا کیا ہوتا ہے۔ بہر حال، تمھارا شکریہ۔ تم نیک نیتی سے آئے ہو۔ میرے لیے کیا خدمت ہے؟"

"اگر بادشاہ خان کو اپنی غلطی اور حماقت کا اعتراف ہو تو ہماری خواہش ہے کہ ہم اس سے مصالحت کی بات کریں۔ دوسری صُورت میں قبیلوں کی مشترکہ کوششوں پر پانی پھر جائے گا۔ خونریزی دُوبارہ شروع ہو جائے گی۔ ہم جزیہ لے کر یہ خونریزی روکنا چاہتے ہیں۔"

"مصالحت بادشاہ خان کی شرائط پر ہوگی؟" شیران نے پُوچھا۔

"نہیں، اُسے شرائط پیش کرنے کا کوئی حق نہیں۔ شرطیں تمھاری ہوں گی، ہمیں بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟"

شیران ہنسنے لگا پھر بولا: "جو کچھ مَیں چاہتا ہوں خان! تم اُسے منوا نہیں سکو گے، اس لیے رہنے دو۔ بس اپنی خواہش پُوری کر لو کہ مَیں تمھارا احترام کرتا ہُوں۔"

"تم ہنس رہے ہو شیران! ہمارا مذاق اُڑا رہے ہو۔ کیا تمھیں اپنی ماں کی موت کا کوئی دُکھ نہیں؟"

"مجھے کسی کی موت کا کوئی غم نہیں۔ مَرنے والے کسی کو کچھ نہیں دیتے مگر میری ماں کی موت نے مجھے ایک تحفہ دیا ہے۔ اس نے میرے لیے زندگی کے راستے متعین کر دیئے ہیں، خان بابا۔ اس نے مجھے سکھایا ہے کہ جینا چاہتے ہو تو ظالم بن کر جیو، ورنہ مَر جاؤ۔ اس سے قبل کہ کوئی تمھیں قتل کرے، تم اُسے قتل کر دو۔ شرافت، پاکیزگی اور اقدار ڈھونگ ہے۔ ضرورت، خواہش اور ان دونوں کی تکمیل کو زندگی کہتے ہیں اور اس کے بعد صرف موت ہے۔" شیران کی خوب صُورت بڑی بڑی آنکھیں انگاروں کی مانند چمک رہی تھیں۔ اس کا چہرہ کبوتر کے خون کی مانند سُرخ تھا۔ وہاں بیٹھے ہُوئے لوگوں کے دِل لرز گئے۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔

کافی دیر بعد سردار داؤد بولا: "تم بادشاہ خان یا اس کے خاندان کے خلاف کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو شیران؟"

"بابا خان۔ مجھ سے ایسے سوالات کیوں کر رہے ہو جن کے بارے میں میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ماں کی موت کے بعد مَیں خاموشی سے زندگی گزار رہا ہوں۔ مَیں نے کوئی غلط قدم تو نہیں اُٹھایا ابھی تک۔"

"ہمیں تم پر اعتماد ہے۔" سردار داؤد نے کہا۔

شیران پھر ہنس پڑا: "یہ بھی دلچسپ بات ہے خان! جس چیز پر مجھے اعتماد نہیں ہے، اس پر تمھیں اعتماد ہے۔ ویسے یہ خیال دِل سے نکال دو خان! مَیں بہت چھوٹا تھا۔ کافی چھوٹا تھا جب میرے باپ کو درندوں نے چیر پھاڑ دیا تھا۔ خان بابا اس بات پر یقین کر سکتے ہو تو کرو... کہ اس کے بعد مجھے درندوں سے نفرت ہو گئی ہے۔ مَیں نے اَب تک تین شیر، کئی ریچھ اور دوسرے جانور پکڑے لیکن مَیں نے انھیں ہلاک نہیں کیا بلکہ ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور اگر ہلاک بھی کیا تو آگ میں زندہ جلا کر۔ شاید یہ میرے اندر کی طلب تھی... اور میری ماں کو میری آنکھوں کے سامنے گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا، بابا خان! اس نے مجھے رائفل ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا۔ کہنے لگی، بزرگوں کے مزار پر ہتھیار لے کر نہیں جاتے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو حالات دوسرے ہوتے... تو بات حالات کی تھی۔ اَب حالات جو بھی فیصلہ کریں...؟"

"بادشاہ خان نے جو جُرم کیا ہے اُسے اس کی جواب دہی کرنی ہوگی اور اگر اس کی جواب دہی اطمینان بخش نہ ہُوئی تو قبیلہ اس سے جنگ کرے گا۔ اُس سے پُورا پُورا حساب لے گا۔" داؤد خان کو غصّہ آ گیا۔

"ہمیں جزیے کی رسم بھی ذہن میں رکھنی ہوگی سردار داؤد۔" ایک سردار نے یاد دہانی کرائی۔

"ہاں۔ بہتر طریقہ یہی ہے لیکن اگر شیران جزیے کا تعین کر دیتا تو اچھا ہوتا۔ یہ کیا چاہتا ہے، آخر معلوم تو ہو۔"

"معلوم کرنا چاہتے ہو، بابا خان؟" شیران عجیب لہجے میں بولا۔

"ہاں، شیران تاکہ ہم بادشاہ خان کو مجبور کر سکیں کہ وہ تمھاری خواہش کی تکمیل کرے۔"

"تو سُنو خان... مجھے وہ نو لاشیں درکار ہیں جو فیروز خان کے بیٹوں کی ہوں گی۔ اگر مکمل لاشیں نہ مِل سکیں تو اُن کے سر ہی مِل جائیں۔ مَیں اُنھی سے کام چلا لوں گا۔ فیروز خان کی چاروں بیٹیاں مجھے اپنی خلوت گاہ میں درکار ہیں۔ اس کے علاوہ بادشاہ کو دو گھوڑوں سے باندھ کر گھسیٹتے ہُوئے میرے حضور لایا جائے۔ تب مَیں اُس کی زندگی کا فیصلہ کروں گا۔ آپ لوگ، خان سے بات کر لیں۔ اگر وہ آمادہ ہو تو ٹھیک ہے۔ اس سے کم پر بات نہیں ہو سکتی۔" شیران نے کہا اور وہ وہاں سے چلا گیا۔

وہاں بیٹھے تمام لوگ سکتے میں رہ گئے تھے۔ اُن کے ذہنوں میں اس آواز کی سنسناہٹ گُونج رہی تھی اور ان کی آنکھوں میں آگ و خون کے ہولناک شعلے بھڑکتے نظر آ رہے تھے۔ چہرے تفکّرات کا آئینہ بن گئے تھے۔

"کیا یہ لڑکا اتنا ہی خطرناک ہے؟" ایک سردار بولا۔

"بے شک اتنا ہی خطرناک ہے۔" سردار داؤد نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ... قبیلوں کی تاریخ ایک بار پھر خون سے رنگنے جا رہی ہے۔ بادشاہ خان جس قدر خود سر اور مغرور ہے، اس کے تحت تو اگر وہ شیران کے یہ الفاظ بھی سُن لے تو اسے معاف نہیں کرے گا۔"

"اس میں بھی کوئی شک نہیں۔"

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے، داؤد خان؟"

"آپ لوگ ہی کوئی مشورہ دیں۔ بے شک بُرائی کی ابتدا بادشاہ خان نے کی ہے لیکن اس کے باوجود مَیں انسانوں کو درندگی کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گا۔ ان پہاڑوں میں کافی خون ریزی ہو چُکی ہے۔ اَب اَمن کا دَور شروع ہونا چاہیے اور اس کے لیے ہمیں کچھ قربانیاں بھی دینا ہُوں گی۔"

"بادشاہ خان سے ملاقات کے بارے میں کیا سوچا؟"

"مَیں آپ سے رہنمائی کا طلب گار ہوں، خان۔"

"تب پھر ایک ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔" طارق خان نے کہا جو سب سے زیادہ عُمر رسیدہ سردار تھا: "جزیے کا فیصلہ جرگہ کر لے۔ شیران کو گرفتار کر لیا جائے اور جزیے کی رقم اس کے لیے محفوظ رکھی جائے۔ جب اس کا دماغ دُرست ہو جائے تو رقم اس کے حوالے کر دی جائے۔"

"اس کی گرفتاری تو غیر مُناسب ہوگی۔"

"مَیں صرف اس کے خطرناک خیالات کی وجہ سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔"

"یہ آگ بھڑکانے والی بات ہوگی۔ اس کے دِل میں ماں کی موت کا غم ہے۔ دوسرا ظلم اسے گرفتار کر کے کیا جائے۔ کیا اس طرح اسے اپنے قبیلے سے بھی نفرت نہیں ہو جائے گی۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ دُشمن غیر نہیں، اپنے بھی ہیں؟"

"تب دوسری بات یہ ہو سکتی ہے کہ بادشاہ خان سے اس سلسلے میں بات کی جائے اور اس سے صاف کہہ دیا جائے کہ نتائج کی ذمّے داری خود اُس پر عاید ہوتی ہے! قبیلے غیر جانبدار رہیں گے۔"

"اور شیران؟"

"اس پر نگاہ رکھی جائے۔ حتی الامکان اسے بُرائی سے روکا جائے اور اگر وہ کوئی غلط کاری کرے تو اُسے گرفتار کرلیا جائے۔"

داؤد خان گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

تہمانہ کی ترقی وخوشحالی کی خبریں عام تھیں۔ بادشاہ خان نے وہاں کے بسنے والوں کو زندگی کی تمام آسائشیں فراہم کردی تھیں اور تہمانہ قبیلہ خوب ترقی کر رہا تھا لیکن اس ترقی کے مناظر آج ہی ان سرداروں کی نگاہ سے گزرے تھے۔ درۂ تہمانہ کے دونوں طرف جہاں بے آب وگیاہ ٹیلے بکھرے ہوئے تھے، اَب وہاں سرسبز کھیت لہلہا رہے تھے۔ تمام سردار اس بدلے ہُوئے ماحول سے متاثر تھے...

"بادشاہ خان نے اپنے قبیلے کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔" ایک سردار بولا۔

"بے شک... فرنگی تعلیم نے اسے بہت کچھ سکھایا ہے۔"

"اس نے دوسرے ملکوں کی دولت سمیٹ کر اپنے قبیلے کو مضبوط کیا ہے۔"

اچانک انھیں چند گھڑ سوار نظر آئے جو اُنھی کی طرف آ رہے تھے۔

"شاید بادشاہ خان ہمارے استقبال کے لیے آ رہا ہے۔"

...لیکن آنے والوں میں بادشاہ خان نہیں تھا بلکہ ایک تندرست وتوانا شخص نے اُن کا استقبال کیا اور درّے کے بڑے دروازے کے سامنے خیمے لگا دیے گئے اور وہاں مہمانوں کی آسائش کا بندوبست کر دیا گیا۔ "آپ لوگ یہاں قیام کریں۔ خان اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر آپ کو ملاقات کا وقت دے گا۔" استقبال کرنے والے نے کہا۔

"خوب... کیا تہمانہ بہت تنگ ہو گیا ہے کہ بادشاہ خان کی حویلی میں مہمانوں کے لیے جگہ نہیں رہی؟" سردار طارق خان نے کہا۔

"یہ بات نہیں سردار... بادشاہ خان ملاقات کی نوعیت جاننے کے بعد کسی کو اس دروازے سے اندر جانے کی اجازت دیتا ہے..." استقبال کے لیے آنے والا مُسکرا کر بولا۔

"شاید وہ فرنگیوں میں رہ کر فرنگی ہی بن گیا ہے اور اسے جنگجو قبائل سے خوف محسوس ہونے لگا ہے۔ بہرحال، ٹھیک ہے ہم انتظار کرلیں گے لیکن ان خیموں میں نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں کی پُشت پر..." طارق خان نے کہا۔

"بادشاہ خان کو آپ کے الفاظ سے آگاہ کر دیا جائے گا۔" استقبال کرنے والے نے کہا اور گھوڑے واپس چلے گئے۔

"بادشاہ خان نے ہماری بے عزتی کی ہے۔" طارق خان بولا۔

"نہیں سردار... یہ خود اُس کی بے عزتی ہے۔ بہرحال، اسے غیروں میں شمار کرلیا جائے۔" داؤد خان نے کہا۔

خیمے خالی پڑے تھے۔ ساتوں سردار اپنے بیس آدمیوں کے ہمراہ گھوڑوں کی پُشت پر جمے رہے۔ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ خیموں کے اطراف میں موجود خدام حیران وپریشان بیٹھے تھے۔ سرداروں نے اُن کی پیش کی ہُوئی کوئی چیز قبول نہیں کی تھی۔ سُورج ڈھل گیا اور شام ہو گئی۔ تمام گھوڑے ساکت وجامد کھڑے تھے پھر جب موسم سرد ہو گیا تب کہیں بڑے دروازے سے بادشاہ خان نمودار ہُوا۔ وہ ایک شاندار گھوڑے پر سوار تھا۔ جلد ہی اس کا گھوڑا اُن کے مقابل پہنچ گیا۔ "حیرت ہے سردارو! تم نے میری میزبانی قبول نہیں کی۔" اُس نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"اس لیے کہ وہ ہمارے معیار کی نہیں تھی۔" طارق خان نے جواب دیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ میزبان خود مہمانوں کے قیام کے لیے مُناسب جگہ کا فیصلہ کرتا ہے، نہ کہ یہ حق مہمان کا ہوتا ہے۔ تاہم میں تمھاری کیا خدمت کرسکتا ہُوں سردار؟"

"قبیلوں میں امن کا نیا قانون نافذ کرتے ہُوئے تمھیں اس کی سربراہی کی پیش کش کی گئی تھی خان! جسے تم نے قبول نہیں کیا تھا اور تم نے اس قانون کی مخالفت بھی نہیں کی تھی۔"

"آج بھی میں اس کا مخالف نہیں ہُوں۔"

"لیکن تم قانون شکنی کے مرتکب ہُوئے ہو۔"

"ہاں۔ وہ میری مجبوری تھی اور وہ مجبوری ابھی باقی ہے۔"

"کوئی بھی اچھائی کچھ قربانیاں چاہتی ہے۔ قانون کے نفاذ کے بعد تمھیں اس کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"میں نے کہا نا میں مجبور تھا۔ بھائی کی موت کے بعد میں خود کو اس انتقام سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔"

"لیکن اس طرح تم نے پہاڑوں کے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ قبائلی فیصلے کا مذاق اُڑایا ہے۔"

"ہر فیصلے اور ہر قانون کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ جب دل کسی بات سے غیر مطمئن ہو تو اُسے قبول کرلینا مشکل ہوتا ہے۔ میں اس قانون کو قبول کرلُوں گا لیکن شیران کی موت کے بعد۔ اس کے بعد میں اس قانون کی سرپرستی بھی قبول کرلُوں گا۔ شیران کو پابہ زنجیر میرے حوالے کردیں۔"

"جو کام تم اپنی کوشش کے بعد نہ کرسکے وہ ہم کیسے کرسکیں گے خان؟ اس رات خانقاہ پر شیران اپنی ماں کے ساتھ غیر مسلح اور تنہا تھا لیکن تم لوگ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔" طارق خان نے کہا۔

بادشاہ خان کا چہرہ آگ کی مانند سُرخ ہو گیا اور اُس کی بڑی بڑی آنکھوں میں خون اُتر آیا لیکن پھر اُس نے خود پر قابو پالیا اور مسکرا کر بولا۔ "اس رات جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا۔"

"اس بے گناہ عورت کے قتل پر تمھیں کوئی افسوس نہیں ہے خان!"

"نہیں۔ کیونکہ وہ میرے بھائی کے قاتل کی بیوہ تھی اور اس کے بیٹے کی ماں لیکن اُسے جان بُوجھ کر قتل نہیں کیا گیا تھا۔ وہ درمیان آ گئی تھی۔ میں قبائلی قوانین کا احترام کرتے ہُوئے جزیہ دینے کو تیار ہُوں۔ تم لوگ اپنے گھوڑوں سے اُتر جاؤ۔ میرے خزانے میں جاؤ اور جو کچھ لے جا سکتے ہو لے جاؤ۔ اس عورت کا قتل میرا مقصد نہیں تھا۔ ہاں، شیران کی زندگی میرے اصول کے خلاف ہے۔ اس کی موت لازمی ہے۔ میں داؤد خان سے کہہ سکتا ہوں کہ خونریزی روکنے کے لیے شیران کو میرے حوالے کر دے لیکن میں ایسا نہیں کہتا کیونکہ میں یہ کام خود کروں گا۔ اس کے علاوہ معزز سردار مجھ سے جو چاہیں کہیں میں حاضر ہوں۔"

"بس خان۔ ہمیں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا کہ یہ ذاتی دُشمنی قبائل کے درمیان خونریز تصادم کا باعث نہ بننے پائے۔"

"میری طرف سے ایسا نہیں ہوگا۔ اگر کوئی قبیلہ اپنی آبادی سے تنگ آ جائے اور میری خدمات حاصل کرنا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ آپ حضرات نے تہمانہ کی تبدیلیوں پر غور کیا ہوگا۔ درۂ تہمانہ کا بڑا دروازہ دشمنوں کے لیے خالی رہتا ہے۔ جی دار قبائل جنگ کرنے کے ارادے سے اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد یہ میدان کھلے پڑے ہیں۔ یہاں تہمانہ کے جیالے اپنے دُشمن کا استقبال کرنے کے لیے موجود ہوں گے اور ان میدانوں کے سروں پر گہرے گڑھے تعمیر کیے گئے ہیں تاکہ قبائل میرا مطلب ہے حملہ آوروں کی اجتماعی قبریں بنا دی جائیں۔ اس کے بعد تہمانہ آباد ہے۔" بادشاہ خان مسکرا دیا۔

"یہ تمھارا جواب ہے بادشاہ خان؟" طارق خان نے کہا۔

"یقیناً۔ کیا میں خزانوں کے دروازے کھلوا دوں؟"

"نہیں، ہمیں تہمانہ کی دولت سے کوئی سروکار نہیں۔ تمھارا شکریہ آؤ دوستو چلیں۔" طارق خان نے کہا اور سرداروں نے اپنے گھوڑوں کے رُخ بدل دیے۔ بادشاہ خان نے اُنھیں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

واپسی پر طارق خان نے کہا۔ "اس طرح اور کچھ تو نہ ہو سکا لیکن ایک بات ضرور علم میں آ گئی کہ قبائل کو ایک بڑی جنگ کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ ایک ایسی جنگ کے لیے جس میں فرنگی ہتھیار استعمال ہوں گے۔"

"چٹانوں کے جیالے کبھی ان ہتھیاروں سے خوفزدہ نہیں ہُوئے سردار۔ انگریز برسوں یہاں حکومت کر کے واپس گیا ہے۔ اس نے ان چٹانوں سے کیا پالیا جو اس کے پٹھو پالیں گے۔ تاہم ان کی کوششیں جاری رہیں گی اور ہمیں از سرِ نو غور کرنا ہوگا۔ تم لوگوں نے بادشاہ خان کا رویہ دیکھ لیا۔ اس سے اس کی شخصیت کا اظہار ہوتا ہے اور شیطان کو فنا کرنے کے لیے قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔" طارق خان نے کہا۔

سردار خاموشی سے سفر کرتے رہے۔

نہر وادی کے ایک آراستہ غار کے ایک گوشے میں شیران، شہابہ کے قریب لیٹا ہُوا تھا اور شہابہ کی مخروطی اُنگلیاں اُس کے خوبصورت بالوں سے کھیل رہی تھیں۔ شیران کی آنکھیں بند تھیں۔ دفعتاً اُس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر شہابہ کو پکڑنا چاہا لیکن شہابہ تڑپ کر اُس سے دُور ہو گئی۔ "تم پھر وعدہ خلافی کر رہے ہو شیران۔" اُس نے نرمی سے کہا اور شیران اُسے سرد نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تو مجھے بے وقوف کیوں بناتی ہے شہابہ؟" وہ کھردری آواز میں بولا۔

"تمھارا خیال غلط ہے شیران میں صرف تمھیں ہی بے وقوف نہیں بناتی۔"

"کیا اور لوگ تیرے پاس نہیں آتے؟"

"آتے ہیں۔"

"کیا تو ان سے بھی اجتناب کرتی ہے؟"

"ہرگز نہیں کیونکہ مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

انوکھی منطق ہے تیری۔ ان کے لیے تیرا دامن کھُلا رہتا ہے جب کہ میرے حصے میں صرف بکواس ہی آتی ہے۔"

"میں تمھیں پوتر سمجھتی ہُوں۔ میں غلیظ ہُوں لیکن تمھیں وہ خلوص دیتی ہوں جو دُوسروں کو نہیں دے سکتی۔"

شیران اُٹھ بیٹھا۔ وہ کڑی نگاہوں سے شہابہ کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "کسی کو سمجھنے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے شہابہ۔ نہ ہی میں ان فضول باتوں کا قائل ہُوں۔ تیرا کیا خیال ہے تیرے اس خلوص سے متاثر ہو کر میں تجھ سے شادی کرلُوں گا؟"

"میں تم سے مخلص ہُوں شیران۔ تمھارے لیے جان دے سکتی ہُوں۔ یقین کرو میں نے کبھی یہ نہیں سوچا۔ بس ساری زندگی میں نے ایک شخص کو چاہا ہے۔ اسے پسند کیا ہے۔ قلاش ہوں، کچھ نہیں ہے میرے پاس... اس خلوص کے سوا اور وہ میں نے تمھاری جھولی میں ڈال دیا ہے۔" شہابہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"ٹھیک ہے۔ میں تیرے اس خلوص کو بستی کی کسی اور لڑکی کے حوالے کرنے جا رہا ہُوں۔" شیران نے کہا اور اُٹھ کر وہاں سے نکل آیا۔

ماں کی ڈانٹ ڈپٹ کی اُسے اب کوئی فکر نہیں تھی اس لیے واپسی کی بھی کوئی جلدی نہیں تھی۔ دُوسرے دن اطمینان سے واپس ہُوئی ان دنوں پہاڑوں کا موسم بے حد خراب تھا مسلسل برفباری ہو رہی تھی اور بہت سے راستے بند ہو گئے تھے۔ بستی میں داخل ہُوا تو سب سے پہلی ملاقات باران خان سے ہوئی۔ بوڑھا اس کے باپ کے دوستوں میں سے تھا۔ اس لیے شیران اس کا احترام کرتا تھا۔ "کہاں سے آرہے ہو شیران؟" اُس نے پُوچھا۔

"بس آوارہ گردی کر کے۔ کوئی اور کام بھی تو نہیں ہے خان بابا!"

"تھوڑی دیر پہلے سردار داؤد تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ شاید کچھ اور لوگ بھی تمہاری تلاش میں سرگرداں ہیں۔"

"خیریت تو ہے؟"

"معلوم نہیں۔ کیا تم داؤد کے پاس نہیں جاؤ گے؟"

"اگر اس نے مجھے طلب کیا ہے تو ضرور جاؤں گا۔ کیا اُسے میری ضرورت ہے؟"

"ہاں شاید۔"

شیران، داؤد خان کے گھر کی طرف چل دیا۔ وہ اُسے اپنے مکان کے احاطے میں ملا اور شیران کو دیکھ کر چونک پڑا۔

"کہاں سے آرہے ہو شیران۔ کیا رات تم اپنی بستی میں نہیں تھے؟"

"نہیں بابا!"

"پھر کہاں تھے؟"

"یہ بتانا ضروری نہیں ہے۔" شیران نے کہا۔

داؤد خان اُسے پریشان نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"تمہیں سخت سست کہنے کو میرا جی نہیں چاہتا کیوں کہ اب تک تمہارا کوئی قصور نہیں ہے لیکن حالات بہت خراب ہو گئے ہیں، میرے بیٹے یُوں سمجھو کہ تمہاری وجہ سے قبیلے پر کوئی بھی آفت آسکتی ہے۔ کیا تم پسند کرو گے کہ قبیلے کے جوان خون میں نہا جائیں، بہت سی عورتیں بیوہ اور بہت سے بچے یتیم ہو جائیں، مائیں روتی پھریں اور بہنوں کی نگاہیں بھائیوں کی تلاش میں سرگرداں ہو جائیں۔"

"نہیں پسند کروں گا خان۔"

"تو پھر تم یہ قبیلہ چھوڑ کر کابل چلے جاؤ۔ افغانستان میں میرا دوست ادغلول موجود ہے۔ میں تمہارا اثاثہ وہاں بھجوا دوں گا۔"

"افغانستان؟" شیران نے بڑی دلچسپی سے کہا وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا: "اگر یہ بات قبیلے کے مفاد میں ہے تو میں تیار ہوں خان۔"

داؤد خان حیرت سے شیران کو دیکھنے لگا پھر مسرت انداز میں بولا: "کیا تم بوڑھے خان سے مذاق کر رہے ہو؟"

"نہیں۔ میں سنجیدہ ہُوں اور تمہارا حکم ماننے کے لیے تیار ہُوں۔ مجھے کب جانا ہو گا؟" شیران نے کہا۔

داؤد خان نے اُٹھ کر اُسے گلے سے لگا لیا۔ "میں امن چاہتا ہُوں میرے بچے۔ یہ پہاڑ صدیوں وحشت خیزی کا شکار رہے ہیں۔ اب یہ وحشت خیزی ختم ہونی چاہیے۔ ہر نیک کام کے لیے قربانیاں دینا ہوتی ہیں۔ بادشاہ خان نے دیوانگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تمہاری ماں اس کے ہاتھوں قتل ہوئی ہے اس المناک سانحے کا سب کو غم ہے اس کے جواب میں تم بھی کوئی ایسا ہی قدم اُٹھاؤ گے اور اس کے بعد بادشاہ خان یا اس کے خاندان کے دوسرے لوگ یہی سب کچھ کریں گے مسلسل تو جنگوں کا توں رہا۔ کوئی تبدیلی تو نہ ہوگی اس لیے میرے بچے صبر کرو۔ تمہاری خاموشی قبیلوں کی بقا کے لیے ضروری ہے تم افغانستان چلے جاؤ۔ میں تمہارے لیے سارے انتظامات کر دوں گا!"

"ٹھیک ہے بابا خان۔ آپ مجھے اپنے دوست ادغلول کے لیے ایک خط دے دیں۔ میں وہاں چلا جاؤں گا! باقی انتظام کب تک ہو جائے گا؟"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکا، میں تمہیں اطلاع دُوں گا۔"

چند روز شیران نے واقعی انتہائی خاموشی اور شرافت سے گزارے۔ اس نے دوستوں سے ملنا بھی بند کر دیا تھا۔ داؤد خان نے اس کی نگرانی جاری رکھی تھی اور اسے یہی خبریں مل رہی تھیں کہ شیران بے حد شریف ہو گیا ہے اس کا زیادہ وقت گھر میں ہی گزرتا ہے۔ لیکن رات کی تاریکیاں کوئی اور ہی داستان دُہرا رہی تھیں۔ جب شیران کی نگرانی کرنے والے گہری نیند سو جاتے تو وہ اپنے گھر کی عقبی دیوار پھاند کر باہر نکل آتا اور اس کے بعد ایک خفیہ جگہ چند سائے جمع ہو کر سرگوشیوں میں باتیں شروع کر دیتے۔

داؤد خان نے قبیلے کے دوسرے چند لوگوں سے مل کر سارے انتظامات مکمل کر لیے اور ایک دوپہر اس نے شیران کو طلب کر لیا شیران سر جُھکائے بڑی سعادت مندی سے داؤد خان کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے پاس اس وقت دو امیر موجود تھے۔ "یہ کچھ رقم ہے، شیران خان، کابل میں زندگی گزارنے اور قدم جمانے میں یہ تمہاری مدد کرے گی۔ ہم سب تمہیں بستی سے رخصت کرتے ہوئے رنجیدہ ہیں لیکن قبائلی قانون کے محافظ کی حیثیت سے نیکیوں کی راہ میں پہلی عظیم قربانی دینے والے کی حیثیت سے قبائل تمہیں ہمیشہ یاد رکھیں گے۔"

"مجھے کب روانہ ہونا ہے خان؟" شیران نے پُوچھا۔

"آج رات روانہ ہو جاؤ۔ دیر کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ ادغلول کے نام خط ہے۔ تم پیر کوہ کی گھاٹیوں کے راستے سفر کر کے ہوشیاری سے سرحد پار کر جاؤ گے کیوں کہ آج کل موسم بھی ٹھیک نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے خان لیکن میں آج رات نہیں جا سکوں گا۔ کل کا دن بہتر رہے گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی میرے بچے لیکن اس بات سے دُوسرے لوگوں کو آگاہ نہیں ہونا چاہیئے۔"

"آپ بالکل فکر مت کریں خان۔" شیران نے کہا اور ضروری گفتگو کے بعد وہ وہاں سے چلا آیا۔ اس کے بعد وہ اپنے ایک خاص دوست جوہر خان سے ملا اور اس سے کہا: "جوہر خان۔ وقت آگیا ہے۔ آج رات روانگی ہے۔ تم دوسروں کو تیار کر لو۔"

جوہر خان نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

❁

حویلی میں اب وہ رونق نہیں رہی تھی۔ صرف چند روز قبل یہاں کا ماحول بے حد پرسکون تھا سب مل کر خوشیاں مناتے تھے برف آلود ماحول میں بڑا کمرہ آتشدان کی گرمی سے ماحول کو خوشگوار بنا دیتا تھا اور اس فضا میں نو بھائیوں اور چار بہنوں کے جوان قہقہے گونجتے رہتے تھے۔ اپنے بچوں کی خوشی میں شریک ماں ان کے قہقہوں کا ساتھ اپنی پُر وقار مسکراہٹ سے دیتی تھی لیکن اب صورت حال بدل چکی تھی اب یہ لوگ بڑے کمرے میں جمع نہیں ہوتے تھے بہنیں اپنے کمروں میں گھسی رہتی تھیں۔ ماں نے بیٹوں سے کلام کرنا چھوڑ دیا تھا اس پر ایک عجیب سی خاموشی مسلط تھی۔ اس کے چہرے سے خوف کے آثار ہویدا تھے۔ نہ جانے وہ ہر وقت کیا سوچتی رہتی تھی۔

نعمان خان اس حالت سے سخت پریشان تھا۔ باقی بھائی بھی اُلجھے ہوئے تھے۔ سب کو جرم کا احساس تھا۔ ماں ان پر اعتبار کرتی تھی اور اُسے حقیقت بھی تسلیم کرنی چاہیے۔ اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ ماں سے بات کریں گے اور اس کے لیے اُنھوں نے آج تیاری کر لی تھی چنانچہ ماں کے حضور پہنچ گئے۔ خانم نے اُنھیں دیکھا اور اس کی آنکھوں میں ایک سرد سی کیفیت اُبھر آئی۔ نعمان خان مُسکراتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا: "تم ناراض ہو ماں؟" اس نے کہا: "اور ہم تمہاری ناراضگی دور کرنا چاہتے ہیں۔"

"اس لہجے میں بات مت کرو نعمان خان۔ میں تمہاری ماں ضرور ہُوں لیکن وہ ماں ہوں جس کا اعتماد اپنی اولاد سے اُٹھ جاتا ہے۔ میرے اعتماد کا بُت ٹوٹ گیا ہے۔"

"لیکن ماں! تم اب بھی ہم پر اعتماد کر سکتی ہو۔" نعمان خان بولا۔ "ہم تمہارے حکم پر سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔"

"اگر یہ حقیقت ہے تو جاؤ... اس ماں کو میرے پاس لے آؤ نعمان خان جسے تم نے اپنی گولیوں کا نشانہ بنایا ہے۔"

"ایسی بات مت کہو ماں۔"

"دیکھا... تمہارے دعوے کی قلعی کھل گئی؟"

"یہ ممکن نہیں ہے۔"

"اُسے ہلاک کرنا ممکن تھا۔"

"ہمارا مقصد اُسے ہلاک کرنا نہیں تھا۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔ ارے وہ اپنے بیٹے کے اکیس سال کی عمر ہونے کی خوشی کا چراغ جلانے گئی تھی۔ تم اسی بیٹے کو ہلاک کرنے گئے تھے نا... اگر وہ مر جاتا تو کیا وہ ماں زندہ رہتی؟ وہ موت تو اس موت سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہوتی۔ ذرا غور تو کرو تمہاری ماں تم سے کتنی محبت کرتی ہے، خدانخواستہ تمہاری موت میرے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے، یہ بات تو تم سوچ سکتے تھے۔" خانم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"لیکن ماں اس کے باپ نے ہمارے باپ کو قتل کیا تھا..." نعمان خان بھرائی ہُوئی آواز میں بولا۔

"اس کے باپ نے کیا تھا نا، تم نے اس کے باپ کو کیوں نہ قتل کیا۔" خانم نے نعمان خان کو گھورتے ہُوئے کہا۔

"ہم اس وقت چھوٹے تھے۔"

"وہ بھی اس وقت چھوٹا تھا، اگر وہ بڑا ہوتا تو تم کس طرح یہ بات کہہ سکتے ہو کہ وہ اپنے باپ کو اس فعل سے نہ روکتا۔"

"وہ گزری ہُوئی بات تھی ماں، جو ہو چکا اُسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔"

"ہاں جو ہو چکا اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا، بدبخت نعمان خان، وہ ماں میں تھی جسے تم نے اپنی گولیوں کا نشانہ بنایا میں اسی رات مر گئی تھی اور میری لاش پیر کوہ کے مزار کے سامنے پڑی تھی، تم نے غور نہیں کیا ہو گا نعمان خان ورنہ میں تمہیں ضرور نظر آ جاتی۔" خانم نے رندھی ہُوئی آواز میں کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"میں شرمندہ ہُوں ماں۔" نعمان خان نے کہا۔

"شرمندگی کچھ نہیں دیتی، مظلوم ماں کی آہیں بے اثر نہیں ہوتیں، تم نے اس سے وہ خوشی چھینی ہے جس کے لیے وہ اکیس سال سے انتظار کر رہی تھی، خدا تمہاری اس حرکت کو کبھی معاف نہیں کرے گا، نعمان خان۔" خانم نے لرزتی ہُوئی آواز میں کہا۔

نعمان خان کے بدن میں کپکپی پیدا ہو گئی وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے ماں کو دیکھ رہا تھا، پھر وہ بچوں کے سے انداز میں بولا: "ماں! خان

بلبانے ہمیشہ ہمارے سروں پر ہاتھ رکھا ہے وہ بھائی کی موت سے پاگل ہو رہے تھے، ان کے سینے میں بھی انتقام کا شعلہ روشن تھا، تم انہیں کیسے منع کر دیتے ماں؟

"بادشاہ خان کو میں نے بھی ہمیشہ ایک بزرگ کی حیثیت دی ہے لیکن ایک دن وہ مجھ سے میرا مان چھین لیں گے، مجھے اُمید نہ تھی اور اب نعمان خان میں صرف ایک قیدی کی حیثیت رکھتی ہوں. صرف ایک قیدی کی"

"قیدی کی؟" وہ چونک پڑا۔

"ہاں تم سب بادشاہ خان کے قیدی ہو۔ بے وقوفو تم خود کو کیا سمجھتے ہو۔ بادشاہ خان حکمراں ہے اور تم سب اس کے غلام ہو۔"

"نہیں ماں۔ اُن کے لیے ایسا خیال دل میں نہ لاؤ۔ کیا تم... خوف زدہ ہو ماں؟"

"ہاں، میں خوف زدہ ہوں بچو"

"کس سے؟ کیا شیران سے؟"

"ہاں نعمان خان۔ میں نے تمہارا اور اس کا تجزیہ کر لیا ہے: اگر تم دلیر ہوتے تو وہ تمہارے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا تھا۔"

نعمان خان کا چہرہ سُرخ ہو گیا وہ غصّے سے تلملا گیا۔ "اگر یہ بات ہے ماں تو میں بادشاہ خان کی بھی پروا نہیں کروں گا میں خود شیران کو ہلاک کر دوں گا میں اُسے..."

دفعتاً خانم کے چہرے پر ایک تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں دہشت نمودار ہو گئی۔ وہ آگے بڑھی اور اس نے نعمان خان کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ "کون ہے جو میری زندگی میں شیران کو قتل کر دے۔ خون پی لوں گی اس کا ہڈیاں چبالوں گی اس کی۔ میں ماں ہوں سمجھے ماں ہوں میں کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ بادشاہ خان بھی نہیں۔"

نعمان حیرت سے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔ خانم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی "کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ تنہا ہے۔ بالکل تنہا۔ لیکن میں اس کی ماں ہوں۔"

"تم جذباتی ہو گئی ہو ماں، وہ ہمارے باپ کے قاتل کا بیٹا ہے۔" نعمان خان نے کہا۔

"وہ تمہارے باپ کا قاتل تو نہیں ہے، اس نے تو گولی نہیں چلائی تھی فیروز خان پر... جاؤ نعمان خان مجھے تنہا چھوڑ دو نکل جاؤ یہاں سے۔" خانم حلق پھاڑ کر چیخی اور نعمان خان سر جھکائے واپس آ گیا.. اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

❁

موسم بدستور خراب تھا، برف باری جاری تھی اور سرد ہواؤں نے سردی بڑھا دی تھی، فرانہ کے لوگ اپنے کاروبار جلدی سے بڑھا کر گھروں کو چلے جاتے تھے۔ راستے بھی خراب ہو رہے تھے اور کوئی طویل سفر ممکن نہیں تھا۔ افضل خان بھی اپنی دُکان بڑھا رہا تھا، حالاں کہ ابھی زیادہ وقت نہیں ہوا تھا اور خوب تاریکی پھیل گئی تھی ابھی وہ دُکان کا دروازہ بند بھی نہیں کر پایا تھا کہ سلال خان دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ "بند کر رہے ہو دُکان، بند کر رہے ہو؟" اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"ہاں سلال خان۔ موسم بہت خراب ہے۔ لوگ گھروں میں جا گھسے ہیں اب کون آئے گا خریداری کے لیے؟"

"میں آیا ہوں دیکھو میں آیا ہوں" سلال خان نے جنون آمیز انداز میں کہا۔

"تمہارے لیے دُکان کھلی ہے، بولو کیا چاہیے؟"

"گڑ دو گے مجھے، پیسے نہیں دوں گا۔ مگر ایک راز کی بات ضرور بتاؤں گا۔ بولو گڑ دو گے؟"

"... سلال خان کبھی منع کیا ہے تمہیں؟"

"تو لاؤ۔ جلدی کرو۔ موسم اور خراب ہونے والا ہے۔ جلدی کرو"

"اوہ۔ کیا طوفان آنے والا ہے؟" فضل خان نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہاں! طوفان تو آئے گا لیکن بستی میں نہیں... کہیں اور۔ خون ہوگا۔ چیخیں بلند ہوں گی" سلال خان نے اپنی ضرورت کے مطابق گڑ لے لیا۔

فضل خان اب بھی پریشان تھا اس نے کہا "یہ سب کہاں ہوگا، سلال خان؟"

"جہاں بھی ہوگا سامنے آ جائے گا۔ بس اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔ چلو دُکان بڑھاؤ" سلال خان یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

☆☆

گھوڑوں کے پاؤں برف میں دھنسے جا رہے تھے جگہ جگہ برف کے تودے بن گئے تھے۔ ویرانوں میں ہواؤں کی ہولناک آوازیں گونج رہی تھیں اور چاروں جوان خاموشی سے سفر کر رہے تھے۔ ان کے جسموں پر لمبے بالوں والی پوستینیں تھیں اور چہرے اونی کپڑے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ تین جوان گھوڑوں پر تھے اور ایک ان کے پیچھے پیچھے گھوڑا گاڑی پر آ رہا تھا۔ یہ گھوڑا گاڑی بستی منگل سے چُرائی گئی تھی اور اس میں دو گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ خاموشی کا یہ سفر بستی فرانہ کے سرداری نشان بوڑھے برگد پر ختم ہوا گھوڑا

گاڑی برگد کے نیچے چھوڑ دی گئی اور چاروں مسلح جوان گھوڑے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ اُن کا رُخ فیروز خاں کی حویلی کی... جانب تھا۔

حویلی کے قریب پہنچ کر وہ منتشر ہو گئے۔ گہری تاریکی اُن کی مددگار تھی ایک ایک کر کے وہ چاروں حویلی میں داخل ہو گئے... اور حویلی کے کمروں کی تلاشی لینے لگے۔ ایک کمرے میں خانم سو رہی تھی... دوسرے کمروں میں لغمان خان اور اس کے بھائی موجود تھے اور ایک کمرے میں چاروں بہنیں سو رہی تھیں۔ ایک سائے نے دُوسرے کے کان میں کہا "کیا خیال ہے، شیران خان۔ ان سب کو ٹھکانے لگا دیں؟"

"نہیں یارو... دُشمن مر جائے تو مزا جاتا رہتا ہے۔ دُشمن تڑپتا رہے تو لطف آتا ہے۔ اگر یہ سب مر گئے تو پھر شرم سے گردن جھکا کر چلنے والا کون ہوگا اور اس بوڑھے سانپ تک کون اطلاع پہنچائے گا؟ نہیں، انہیں زندہ رہنے دو، آؤ اپنا کام کریں۔"

وہ چاروں اس دروازے کے سامنے رُک گئے، جس میں لڑکیاں سو رہی تھیں، ان میں سے دو نے رائفلیں سنبھال کر... راہ داریوں میں مورچے سنبھال لیے اور باقی دو دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگے جو اندر سے بند تھا۔ ہیرے کی ایک انگوٹھی کی مدد سے شیشہ کاٹا گیا اور اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی کھول لی گئی، لڑکیاں گہری نیند... اور خوابوں کی دُنیا میں گم تھیں، دونوں سائے اُن کے سروں پر پہنچ گئے، اُنھوں نے اپنی جیب سے نشہ آور گھاس کی پتیاں نکالیں، اُنھیں مسلا اور لڑکیوں کے نتھنوں کے قریب لہرانے لگے۔ چاروں لڑکیوں کو بے ہوش کرنے کے بعد اُنھوں نے ان میں سے ایک ایک کو کندھے پر لاد لیا اور باہر لے آئے، دونوں رائفل بردار دو لڑکیوں کو لے کر نکل گئے باقی دونوں بھی دو لڑکیوں کو لے کر حویلی کی دیوار تک جا پہنچے... پھر اُنھوں نے بھی لڑکیوں کو باہر منتقل کر دیا تیز طوفانی ہواؤں میں وہ چاروں برگد کی جانب سفر کرنے لگے۔

وہ تھوڑی ہی دیر بعد وہاں پہنچ گئے اور پھر واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ بے ہوش لڑکیوں کو گھوڑا گاڑی میں ڈال دیا گیا تھا اور اس بار اُن کی رفتار خاصی تیز تھی۔ سُوری پہاڑیوں میں بنے ہوئے غاروں میں سے ایک غار ان کا مسکن تھا جس میں پہلے سے تیاریاں کر لی گئی تھیں یہ غار تھمانہ کے بالکل قریب تھا اور تھمانہ کے پہلے دروازے کا فاصلہ یہاں سے چند فرلانگ سے زیادہ نہیں تھا۔ چاروں لڑکیاں غار کے کھردرے فرش پر ڈال دی گئیں اور اُنھیں ہوش میں لانے کے لیے ان پر ٹھنڈا پانی ڈالا گیا۔

ایک ایک کر کے چاروں ہوش میں آئیں لیکن بدلے ہوئے ماحول، سردی اور بدن کے نیچے کھردرے فرش کو دیکھ کر ان کی گھگھی بندھ گئی پھر اُن کی نگاہ اُن چار شیطانوں پر پڑی جو انھیں گھور رہے تھے۔ شیران آگے بڑھا اور شیطانی لہجے میں بولا: "جو بلا تمہارے بھائیوں اور تایا نے لگایا تھا، وہ پروان چڑھ گیا ہے اور اب اس کا پھل تمہیں ملے گا۔"

"تم... تم کون ہو؟" ایک کے حلق سے دہشت زدہ آواز نکلی۔

"خادم، شیران سلامن ہے۔ بہزاد سلامن کا بیٹا جو تمہارے باپ کا قاتل تھا۔"

شیران کا نام ہی اُنھیں خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ اُن کے حواس جواب دینے لگے۔ لیکن بڑی بہن نے ہمّت کی "ہمیں یہاں کیوں لائے ہو؟"

"تاریخ دُہرانے کے لیے... کل پیر بابا کے مزار پر میری ماں کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ وہ کل کی بات ہے اور آج کی بات..." شیران نے مسکرا کر اُنھیں دیکھا۔ "آج کی بات اب شروع ہوگی۔"

"لیکن ہمارا کیا قصور ہے؟"

"پہاڑوں کا قانون ہے۔ قصور کسی کا... انتقام کسی سے... تمہارے باپ کو میں نے یا میری ماں نے قتل نہیں کیا تھا۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"جو چاہتا ہوں تم سے طلب نہیں کروں گا چھین لوں گا۔ اب زیادہ وقت نہیں ہے، ہمارے پاس... دوستو کیا دیکھ رہے ہو، اپنا اپنا شکار منتخب کر لو۔" شیران کے چہرے پر دہشت ہی دہشت تھی، سنگدلی اور سفاکی کا یہ نمونہ آہستہ آہستہ ایک لڑکی کے سامنے پہنچ گیا اور پھر اس کے دہشت ناک ہاتھ آگے بڑھے اور لڑکی کی چیخیں غار میں گونجنے لگیں۔ دوسری لڑکیاں بھی چیخ رہی تھیں اور شیطان قہقہے لگا رہا تھا۔ لڑکیوں کے چہرے لہولہان ہو گئے۔ بال ٹوٹ ٹوٹ گئے، شکلیں بگڑ گئیں وہ سب دہشت کا شکار ہو گئیں، ان کے وجود ریزہ ریزہ ہو گئے۔ تب شیران نے اپنا پستول نکال لیا۔ "تم میں سے کون زندہ رہنے کی خواہش مند ہے، صرف ایک، صرف ایک، فیصلہ کر لو۔"

لڑکیاں بے بسی سے اسے دیکھتی رہیں ان کی زبانیں گنگ ہو گئی تھیں۔ تب شیران نے خود ہی فیصلہ کر لیا، غار میں گولیوں کی

آوازیں اُبھریں اور تین لاشیں خاک و خون میں تڑپنے لگیں چوتھی لڑکی دہشت سے بے ہوش ہو گئی۔ اس کے سامنے اس کی تین بہنیں درندگی کا شکار ہو گئی تھیں، وہ خود بھی شکار ہوئی تھی لیکن اس پر ایک ظلم یہ ہوا تھا کہ اُسے زندہ رکھ کر، زندگی اس کے لیے موت سے بدتر بنا دی گئی تھی اس کے ہوش و حواس قائم نہ تھے وہ تاریکی کی آغوش میں جا سوئی تھی۔

جب تاریکی چھٹی تو اس نے اپنے آپ کو اس بڑے دروازے کے سامنے پایا جہاں وہ کئی بار آ چکی تھی، یہ ان کے تایا بادشاہ خان کا دروازہ تھا.... ان کے لباس نہ جانے کہاں رہ گئے تھے، تین بہنوں کی لاشیں گھوڑا گاڑی میں پڑی ہوئی تھیں اور وہ خود بھی اس گھوڑا گاڑی میں موجود تھی۔ گزرے ہوئے واقعات کی دہشت ناک گرد اس کے ذہن پر جم رہی تھی اور وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی، پھر اُسے آہستہ آہستہ ساری باتیں یاد آ گئیں بھائیوں کی دہشت، ماں کا خوف اور باپ کی طرح شفیق تایا کا جذبۂ انتقام اور یہ چار بے گناہ ان تمام جذبوں کا شکار ہو گئی تھیں دُور مشرق سے اُجالا پھوٹ رہا تھا لیکن فرازنہ کے فیروز خان کے خاندان کا سورج ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا تھا اور اس کا ذمّے دار بادشاہ خان تھا۔ اس نے اپنے بے لباس سراپا کی طرف دیکھا اور پھر بہنوں کی خون آلود لاشیں دیکھنے لگی۔ انتقام کا جذبہ اس کے ذہن میں بھی اُبھر آیا۔ وہ گھوڑا گاڑی سے نیچے اُتر آئی۔ گھوڑوں کی لگامیں پکڑیں اور اس دُوسرے دروازے کی طرف بڑھ گئی جس کی دوسری جانب تھمانہ آباد تھا میدان عبور کرتے کرتے روشنی پھوٹ آئی تھی۔ دروازے کے نگرانوں نے اُسے دیکھا تو ششدر رہ گئے "ارے یہ کون پاگل ہے؟"

"اسے روکو.... اسے قتل کر دو.... گولی مار دو"

"نہیں معلوم تو کر دیہ کون ہے۔ کہاں سے آئی ہے"

محافظوں کی ٹولی اس کے پاس پہنچ گئی "بے حیا لڑکی تو کون ہے اور کہاں جا رہی ہے؟"

"ادب سے بات کرو مجھ سے بدکلامی موت سے ہمکنار کر دے گی۔ میں بادشاہ خان کی بھتیجی اور اس کے بھائی فیروز خان کی بیٹی ہوں" محافظ ششدر رہ گئے۔ ان میں سے ایک نے جلدی سے اپنی چادر اُتار کر اس کا سراپا ڈھانپنے کی کوشش کی لیکن لڑکی نے چادر دُور پھینک دی "مجھے بادشاہ خان کے پاس لے چلو" وہ غرائی۔

"چادر اوڑھ لو بیٹی۔ اس طرح...."

"مجھے بادشاہ خان کے پاس لے چلو" لڑکی کی آواز میں درندگی تھی۔

"اس گھوڑا گاڑی میں کون ہے؟"

"بادشاہ خان کی عزت کی تصویریں"

محافظوں نے جھانک کر اندر دیکھا اور خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے اور پاگلوں کی طرح ایک دُوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ لڑکی گاڑی میں جُتے ہوئے گھوڑوں کی لگامیں تھام کر آگے بڑھ گئی۔ محافظ پریشان پریشان سے اس کے پیچھے چل پڑے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ راستے میں دُوسرے لوگوں نے بھی یہ عجیب منظر دیکھا اور ششدر رہ گئے۔ یہ پہاڑوں کی تاریخ میں پہلا واقعہ تھا اس سے قبل کبھی ایسا نہیں ہوا تھا ایک جمِ غفیر اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا اور یہ جلوس بادشاہ خان کی عالی شان حویلی کے سامنے پہنچ گیا۔

بادشاہ خان صبح خیزی کا عادی تھا اپنے صبح کے مشاغل سے فارغ ہو کر وہ حویلی کے سب سے بلند دروازے کی چھت پر پہنچ جاتا تھا اس وقت بھی وہ چھت پر تھا۔ کچھ غیر معمولی آوازیں سُن کر وہ سامنے کے حصّے میں آ گیا اور پھر اس نے بھی یہ حیرت ناک منظر دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے تو وہ اپنی بھتیجی کو نہ پہچان سکا لیکن اُسے پہچان کر زندگی میں پہلی بار اس کے بدن پر تھرتھری آ گئی دماغ چکرا گیا وہ آنکھیں پھاڑے کھڑا رہ گیا اور جب چکرائے ہوئے ذہن کو کچھ سہارا ملا تو وہ نیچے کی طرف بھاگا۔ لوگوں نے چادروں سے لڑکی کے گرد احاطہ کر لیا تھا۔ بادشاہ خان کی حالت عجیب ہو رہی تھی وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا لڑکی کے پاس پہنچ گیا "شاہ بانہ.... شاہ بانہ...."

"ہاں تایا جان یہ میں ہی ہوں۔ آپ کی بھتیجی"

"شاہ بانہ" بادشاہ خان حلق پھاڑ کر چیخا اور پھر ایک آدمی سے چادر چھین کر اس کے گرد لپیٹ دی۔

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے تایا جان۔ میں نے اس عالم میں ایک طویل سفر طے کیا ہے لوگ تماشہ دیکھ چکے ہیں" لڑکی نے دردناک لہجے میں کہا۔

"کتو.... کتو.... تم میری عزت کے جلوس کے ساتھ آئے ہو تم میری غیرت کے جنازے کے ساتھ آئے ہو۔ خان بادشاہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ اپنی آنکھیں پھوڑ لو اور ہمیشہ کے لیے اندھے ہو جاؤ.... اگر تم میں سے کسی کی بینائی باقی رہی تو میں اس کو.... فنا کر دوں گا" بادشاہ خان کے گلے کی رگیں پھول رہی تھیں اور

اس کی آنکھوں سے قہر برس رہا تھا۔

لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ اب اُنھیں احساس ہوا کہ یہ تماشہ زندگی کا کتنا المناک حادثہ بن گیا۔ محافظ گردن جھکائے کھڑے تھے۔ شاہ بانہ نے پھر چادر اُتار پھینکنے کی کوشش کی لیکن بادشاہ خان نے اُسے دبوچ لیا "شاہ بانہ تجھے اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا"

"پاگل بوڑھے اپنی عمر سے گزر چکا ہے تو.... موت کے سوداگر ہماری یہ حالت تُو نے کی ہے۔ ابھی تو نے صرف مجھے دیکھا ہے گاڑی میں جھانک کر دیکھ اندر کچھ اور شاہکار بھی موجود ہیں" شاہ بانہ نے غیظ آلود لہجے میں کہا۔

بادشاہ خان کے بدن کا عضو عضو کانپ رہا تھا بمشکل تمام اس نے آگے بڑھ کر گھوڑا گاڑی میں جھانکا پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا اس نے لرزتی آواز میں محافظوں سے کہا "اسے اندر.... لے چلو.... اسے اندر لے چلو"

وحشی گھوڑوں کے پیٹ زمین سے لگے ہوئے تھے۔ تھمانہ کی آبادی کا ایک بھی مرد اپنے گھر میں نہیں تھا۔ پورا قبیلہ شیران کی تلاش میں تھا پہاڑوں میں، دُور دور تک علاقے کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ گھڑ سوار بادشاہ خان کا پیغام لے کر دُور دُور کے قبائل میں نکل گئے تھے کہ تراب زان کے بہزاد سلامن کا بیٹا شیران جس علاقے سے گزرے، اُسے زندہ یا مُردہ گرفتار کر کے تھمانہ کے خان کے سامنے پیش کیا جائے۔ اگر کسی قبیلے نے اُسے پناہ دی تو اُس کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے گا۔

بہت سے سرداروں نے اس پیغام کو اپنی توہین قرار دے کر منہ بنائے تھے اور کہہ دیا تھا کہ وہ بادشاہ خان کو پاگل سمجھتے ہیں اور اس بکواس کو ایک پاگل کی بڑ سے زیادہ نہیں سمجھتے.... وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کریں گے اور اگر شیران سلامن نے ان سے پناہ طلب کی تو وہ اُسے پناہ دے دیں گے۔

زیادہ تر قبائل بادشاہ خان کی قوت جانتے تھے اور اس کے ہمنوا تھے.... اس لیے اُنھوں نے فوراً اس کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ چنانچہ خراب موسم کے باوجود قبائلی جوان پہاڑوں میں نکل گئے تھے اور قبیلوں کے سردار تھمانہ کی طرف چل پڑے تھے۔

شام ڈھلے تھمانہ میں سرداروں کا ایک اجلاس ہوا۔ بادشاہ خان وہاں موجود نہیں تھا کسی سردار سے نہیں ملا اور سردار خود ہی بادشاہ خان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے طور پر کارروائیاں کر رہے تھے چنانچہ اس اجلاس میں ایک اہم فیصلہ ہوا اور مختلف قبیلوں کے پانچ سو جوان تراب زان کی طرف چل پڑے اور اس کا محاصرہ کر لیا گیا۔ سردار داؤد کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ تراب زان کا کوئی شخص سرحدوں کو پار کرنے کی کوشش نہ کرے۔

ویران چٹانوں اور پہاڑی ٹیلوں کے درمیان چاروں طرف ٹولیاں گردش کرتی نظر آ رہی تھیں۔ سردار داؤد اور تراب زان کے دوسرے لوگ بھی حقیقتِ حال سے باخبر ہو چکے تھے۔ اسی رات سردار داؤد نے اپنے مشیروں اور بستی کے لوگوں کا اجلاس بلا لیا اس کا چہرہ فکر و تردّد کا آئینہ تھا۔ تراب زان کے لوگوں نے اس محاصرے کو اپنی توہین تصوّر کیا تھا ایک نوجوان نے کہا "یہ سب کیا ہے سردار داؤد۔ کیا امن پسندی کا یہ مطلب ہے کہ اب قبیلے کے جوان چوڑیاں پہن کر بیٹھ جائیں اور اپنی توہین برداشت کرتے رہیں"

سردار داؤد نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور نرم لہجے میں بولا "عادل خان بوڑھا سردار تمھیں عقل سے کام لینے کی دعوت دیتا ہے۔ اگر تم اُسے میری کوتاہی یا بزدلی سمجھتے ہو تو لو یہ پستول اور مجھے گولی مار دو۔ اس کے بعد جو بھی جی چاہے کرو"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا سردار داؤد، کیا اسے امن پسندی کہیں گے؟ ہمارے قبیلے کا محاصرہ کر لیا گیا اور ہمیں اپنی ہی سرحدوں سے نکلنے کی اجازت نہیں دی گئی، تھوڑی دیر بعد وہ اندر گھس آئیں گے، ہمارے گھروں کی تلاشی لیں گے اور ہمیں بے عزت کر کے گرفتار کر لیں گے اور تم امن پسندی کا ڈھول بجاتے رہ جاؤ گے" نوجوان نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"دیکھو دوست! ایک ذرا سی کوشش اس وقت قتل و غارت گری کا بازار گرم کر سکتی ہے، صورتِ حال شاید تمھارے علم میں نہیں ہے جو کچھ ہوا ہے، وہ اتنا سنگین ہے کہ ہم سب کے لیے افسوس ناک ہے۔ کیا ہم شیران کی اس حرکت کو جائز قرار دیں گے نہیں، ہرگز نہیں۔ شیران نے اپنی ماں کے قتل کے جواب میں جو کچھ کیا ہے، وہ جواب نہیں بلکہ ایک ظالمانہ اور مجرمانہ حرکت ہے۔ اور یہاں موجود بیشتر لوگ گواہ ہیں کہ میں نے جب بھی شیران کی صورت دیکھی اور اس کی حرکات سے باخبر ہوا تو بارہا یہ کہا کہ یہ نوجوان بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ بنے گا۔ میں نے غلط تو نہیں کہا تھا، عادل خان!"

"ٹھیک ہے، خان بابا، ساری باتیں اپنی جگہ درست ہیں لیکن قبیلہ تراب زان کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے کیا وہ جائز ہے؟"

"نہیں.... لیکن اگر ہم جذباتی ہو گئے تو سوچ لو کہ بات اس

وقت صرف بادشاہ خان اور تمانہ قبیلے کی نہیں ہے، ہمیں ان بہت سے خوشامدیوں سے بھی جنگ کرنی پڑے گی جو اُس سے خائف ہو کر اُس کے ساتھ مل گئے ہیں اور یقیناً تراب زان تنہا ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

"اگر تراب زان مقابلہ نہیں کر سکے گا، تو ہم مر ہی تو جائیں گے خان بابا۔ کیا یہ بے عزتی، زندگی سے بہتر ہے؟"

"میرے بچے تم ٹھیک کہتے ہو لیکن اگر کوئی بہتر صورت نکل آئے تو کیا برائی ہے، زندگی اتنی ارزاں تو نہیں کہ ذرا سی جذباتی لغزش پر قربان کر دی جائے۔ بالآخر ہم بادشاہ خان پر اپنی حیثیت واضح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اسے پتہ چل جائے گا کہ شیران کی اس حرکت میں قبیلہ تراب زان کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔"

"تو کیا کرو گے اس سلسلے میں سردار داؤد؟"

"میں اسی سلسلے میں آپ لوگوں کی مدد چاہتا ہوں۔ سُنا ہے، تقریباً اسی فیصد سردار، بادشاہ خان سے تعزیت کے لیے تمانہ میں جمع ہیں۔ فیصلہ یہ کرنا ہے کہ ہمیں بادشاہ خان کے پاس جانا چاہیئے یا نہیں؟"

"وہاں ہمیں اپنی صفائی پیش کرنے کی بھی ضرورت پیش آئے گی۔"

"اگر موقع ملا تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ بہر صورت ہم شیران کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہیں، ایک اچھے باپ کا بیٹا ہونے کے باوجود اُس نے انتہائی نفرت انگیز اور ناقابلِ معافی جرم کیا ہے۔ میرا فیصلہ ہے کہ تقریباً پچاس جوان قبیلہ تراب زان کی طرف سے بادشاہ خان کو پیش کیے جائیں اور یہ جوان شیران خان کو تلاش کرنے میں ان کی مدد کریں۔"

"میں اس فیصلے سے متفق ہوں۔" حاذق خان کہنے لگا۔

"تو پھر دیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں ان پچاس نوجوانوں کو لے کر بادشاہ خان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔"

چنانچہ پچاس جوانوں کا یہ دستہ پانچ بزرگوں کی رہنمائی میں سرحد کی جانب چل پڑا۔ جہاں قبائل، تراب زان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے لیکن سردار داؤد کو سرحد پار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ سرحدی نوجوانوں نے ان کا راستہ روک لیا۔

سردار داؤد نے ان پر اپنا مافی الضمیر واضح کیا لیکن انھوں نے معذرت کر لی۔ "تم نے سرحد سے نکلنے کی کوشش کی سردار تو گولیوں سے تمھارا استقبال کیا جائے گا۔" سردار داؤد واپس آ گیا اور قبیلے میں پہنچ کر اس نے کہا۔ "جنگ کی تیاریاں کی جائیں۔"

★★

شاہ بانو نے اپنے بھائیوں کو دیکھا اور ہنسنے لگی۔ "آ گئے پہاڑوں کے جیالے۔ آ گئے بہادر۔ آؤ۔ میں تمھیں غاروں کی کہانی سناؤں، میں تمھیں بتاؤں کہ تمھاری بہنوں کے ساتھ کیا ہوا۔" سب ساکت کھڑے تھے وہ بولتی رہی۔ "ہم کرب سے چیخ رہی تھیں اور وہ قہقہے لگا رہے تھے۔ شیران اور اس کے تین ساتھیوں نے ہمارے لباس۔۔"

"شاہ بانو۔ خاموش ہو جاؤ شاہ بانو!" نعمان خان چیخ پڑا۔

"تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی بھائیو۔ میں تمھارا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے بعد خاموشی کے سوا اور کیا ہے۔ دیکھو میں نے خاموشی کا بندوبست کر لیا ہے۔" شاہ بانو نے اپنے لباس سے چمکدار خنجر نکالا اور نعمان خان چیخ پڑا لیکن دوسرے ہی لمحے شاہ بانو خنجر اپنے دل میں اُتار چکی تھی۔

"شاہ بانو۔ میری بہن!" نعمان خان رو پڑا۔ اُس نے شاہ بانو کا سر اپنی آغوش میں لے لیا اور شاہ بانو نے آنکھیں کھول کر نفرت سے دیکھا وہ بلی کی طرح غرّائی اور اس کے منہ پر تھوکنا چاہا لیکن تھوک کے بجائے خون کی پھوار نکلی اور نعمان خان کا چہرہ اس کی چھینٹوں سے لال ہو گیا۔۔۔ شاہ بانو کی گردن ڈھلک گئی اور تمام بھائی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے ان کی آخری بہن بھی موت کی آغوش میں چلی گئی۔

یہ خبر بھی بادشاہ خان کو پہنچا دی گئی، لیکن وہ کمرے سے نہیں نکلا۔ وہ احکامات صادر کرنے کے بعد صبح سے ایک کمرے میں بند ہو گیا تھا۔

خانم کو لڑکیوں کی گمشدگی کا علم علی الصباح ہی ہو گیا تھا۔ وہ خوف سے چیختی ہوئی اپنے بیٹوں کو جگانے بھاگی تھی۔ جس قسم کے نشانات ملے تھے ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ لڑکیوں کو اغوا کیا گیا ہے۔ پہلے تو اُنھیں قرب و جوار میں تلاش کیا گیا۔ تلاش کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو حویلی کی نگرانی کے لیے متعین کیے گئے تھے۔ یہ تمام بھائی تمانہ کی طرف دوڑ پڑے تھے اور اس کے بعد ساری صورتِ حال معلوم ہو گئی تھی۔ کسی میں ہمت نہیں تھی کہ وہاں جا کر تفصیل بتا سکے۔ خان بادشاہ نے ہر کسی سے ملنا بند کر دیا تھا، کہ وہ اپنے بھتیجوں سے بھی نہیں ملا تھا۔

رات دس بجے وہ اپنے کمرے سے نکلا تو اس کا چہرہ پُرسکون تھا۔ وہ سرداروں کے پاس پہنچ گیا اور بولا۔ "جو کچھ آپ لوگوں نے کیا۔ اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے تفصیل سے آگاہ کیا جائے۔"

سرداروں نے صورتِ حال بتا دی۔

تب بادشاہ خان نے کہا۔ "صبح لڑکیوں کی تدفین کر دی جائے اور تراب زان سے محاصرہ ہٹا لیا جائے۔ داؤد خان کو حکم بھیجا جائے کہ وہ تین دن کے اندر اندر شیران کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرے

ورنہ پورا قبیلہ اپنے گھر چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جائے۔"

سردار ان احکامات کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ ایک جانب فیروز خان کے بیٹے گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ بادشاہ خان نے ان سے کہا۔ "فیروز خان کے بیٹو! گردن جھکائے بیٹھے ہو۔ جاؤ قاتل کو تلاش کرو اور میرے سامنے اُس وقت آنا جب قاتل قتل ہو چکا ہو۔"

"یہ صرف ایک صورت میں ممکن ہے، بادشاہ خان!" نعمان خان بولا۔

"وہ کیا؟"

"تم اپنے بڑھاپے اور اپنی معذوری کا اعلان کر کے گوشہ نشین ہو جاؤ اور اس بات کا اعتراف کر لو کہ تمھاری دیوانگی نے فیروز خان کا خاندان تباہ کر دیا۔ کاش ہم پہلے ہی سمجھ لیتے کہ تمھاری عمر اب فرزانگی کی حد سے نکل چکی ہے۔"

"نعمان خان!" بادشاہ خان نے پیٹی میں اُڑسا ہوا پستول نکال لیا۔

"تمھاری سرپرستی محض ایک ڈھونگ تھا، بادشاہ خان اور آج تم اپنی اصل حیثیت میں ہمارے سامنے ہو پستول چلاؤ۔ یا تمھاری انگلی اب ٹریگر بھی نہیں دبا سکتی جلدی کرو بادشاہ خان۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔"

بادشاہ خان پستول تانے کھڑا رہا۔۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آنے لگے۔۔ پھر اُس نے پستول جھکا کر افسردہ لہجے میں کہا۔ "بادشاہ خان کا ستارہ گردش میں آ گیا ہے۔ لیکن میں خود جدوجہد کروں گا۔ میں ثابت کروں گا کہ میں غلط نہیں تھا۔ جاؤ نعمان خان! اپنی ماں کو تسلی دو۔ اسے بتاؤ کہ قبائلی کہانیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ دشمنوں کو بھرپور جواب ملے گا۔"

"ہمارا کوئی دشمن نہیں۔ ہمیں کسی سے کوئی شکایت نہیں۔ سن لو سردار ہم فرانہ چھوڑ رہے ہیں۔ ہم ان سب سے شکست کھا کر واپس یورپ جا رہے ہیں۔ پہاڑوں کی زندگی ہمیں راس نہیں آئی۔ آؤ۔" نعمان نے اپنے بھائیوں سے کہا اور وہ سب واپس چل دیئے

تمام بھائی فرانہ پہنچ گئے۔ حویلی پر سوگ طاری تھا، فضل خان کے پاس فرانہ کے لوگ جمع تھے۔ فضل خان سرگوشیوں میں لوگوں کو بتا رہا تھا۔ سلال خان میرے پاس آیا تھا۔ اس نے کسی طوفان کی پیش گوئی کی تھی کہ آج پہاڑوں کی پیاسی چٹانیں خون مانگ رہی ہیں۔

حویلی میں ان واقعات کی اطلاع پہنچ گئی تھی۔ چاروں طرف ہنگامہ برپا تھا۔ حویلی کے اندرونی کمرے میں خانم خاموش اور ساکت بیٹھی آتش دان میں اُبھرتے شعلوں کو دیکھ رہی تھی۔ اُن کی آہٹ پا کر اس نے گردن گھمائی۔ اس کی چمکدار آنکھوں میں بے پناہ وحشت تھی۔ "فیروز خان! آ گئے تمھارے سپوت۔ ان آہنی چٹانوں کو دیکھو۔ یہ سب اپنی بہنوں کو زندہ دفن کر آئے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔

"ماں!" نعمان خان کرب سے بولا۔ "ماں۔ خود کو سنبھالو!"

نعمان خان اُس کے قریب آ گیا تو وہ دہشتناک انداز میں چیخ پڑی۔ "بچاؤ۔ بچاؤ فیروز خان۔ یہ۔ یہ اب مجھے بھی قتل کر دینا چاہتے ہیں۔ بچاؤ۔ بچاؤ۔" خانم نے آتشدان میں چھلانگ لگا دی۔ وہ آتشدان کے کارنس سے ٹکرائی اور اس کے سر سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا۔ اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی تھی۔ وہ بچاؤ بچاؤ چیختی رہی اور پھر بے ہوش ہو گئی۔

★★

شیران خان کے تینوں دوست ہتھیاروں سے لیس، پہاڑوں میں بھٹک رہے تھے۔ ابتدائی دو دن ان کے لیے شدید وحشت کے دن تھے۔ لیکن بعد میں اُنھیں احساس ہوا تھا کہ ایک لڑکی کو زندہ چھوڑ دینا بڑی ہی بھیانک غلطی تھی۔ وہ ان سب کو بے نقاب کر سکتی تھی۔ شیران نے بھی اس کا اعتراف کیا تھا۔ لیکن جب یہ خبر ملی کہ اس لڑکی نے خودکشی کر لی ہے تب کہیں ان کی جان میں جان آئی۔

خوشامدی قبیلوں نے ان کے لیے آسانی فراہم کر دی تھی۔

پہاڑوں میں بھٹکنے والے جوان چاروں طرف دندناتے پھر رہے تھے اور ان میں شامل ہو جانا مشکل کام نہیں تھا۔ بہت سے جوانوں سے اُن کا ٹکراؤ ہو چکا تھا اور خود کو شیران کی تلاش میں بھٹکنے والا کہہ کر وہ بہ آسانی نکل گئے تھے۔ اس طرح حالات بھی شیران کے علم میں آ رہے تھے۔ شیران ان دنوں نہر داؤ میں شہابہ کے پاس مقیم تھا۔ شہابہ اس کی خدمت گار تھی۔ شیران نے اس کے لواحقین کو سردار داؤد سے ملنے والی رقم دے دی تھی۔ شیران خوش تھا کہ اس نے بادشاہ خان اور فیروز خان کے بیٹوں سے بھرپور انتقام لے لیا۔ اسے اس بات سے دلچسپی نہیں تھی کہ تراب زان والوں پر کیا اثر پڑے گا، اپنے دوستوں کے اس سوال کے جواب میں اس نے کہا تھا کہ تراب زان کی قیادت بوڑھے سردار داؤد کے ہاتھوں میں ہے، میں نے ایک بار اُن سے کہا تھا کہ بوڑھی قیادت صرف اصولوں کے تحفظ کا نام ہے اور یہ اصول بزدلی کی پیداوار ہوتے ہیں اور میں ان اصولوں کو غلط نہیں مانتا، لیکن اگر بادشاہ خان جیسے بوڑھے یہ اصول توڑ دیں تو پھر جوانوں کا حق ان سے کہیں زیادہ بنتا ہے۔ تراب زان کے نوجوان اگر بوڑھے سردار داؤد کی قیادت سے مایوس ہو گئے تو وہ خود ہی اس سے نمٹ لیں گے۔ میرا وہاں کوئی نہیں ہے۔ اس لیے اب مجھے وہاں کی کوئی پروا نہیں۔

"مگر وہاں ہمارے خاندان تو آباد ہیں۔" شیران کے ایک دوست نے کہا۔

"تو انھیں وہاں سے ہٹا کر بوڑھے بادشاہ خان کی پناہ میں آ جاؤ کہ وہ جوانوں کا جوان ہے اور اصولوں کے چکر میں پھنس کر حماقتیں نہیں کرتا۔" شیران نے جواب دیا۔

"ایسی باتیں نہ کرو شیران ہم تمھارے دوست ہیں۔"

"میں جانتا ہوں تم میرے دوست ہو، مگر تم مجھ سے یہ سب کچھ نہ کہو۔ میں کچھ دن اپنی محبوبہ کے پاس گزار کر آسانی سے نکل جاؤں گا۔ پھر کائنات میرے لیے کھلی ہے میں جہاں بھی جاؤں گا اپنا مقام حاصل کر لوں گا، ان پہاڑوں میں رکھا ہی کیا ہے۔" بوڑھے خان نے کہا تھا کہ میں کابل نکل جاؤں لہٰذا میں کابل ضرور جاؤں گا اور ان پہاڑوں سے نکل کر باہر کی دُنیا دیکھوں گا۔" شیران نے کہا۔

"مگر یہاں سے نکلنا آسان نہ ہوگا۔" شیران کا ایک دوست بولا۔

"شیران کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔" وہ ہنس کر بولا۔

اس روز وہاں سے واپس آکر شیران کے دوستوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ - - - - - - - - - شیران کی دوستی اب ہمارے لیے خطرناک ہو گئی ہے، شکر ہے اس کی حماقت کے باوجود ہم بچ گئے، اگر وہ لڑکی زندہ رہ جاتی تو یقیناً ہم تینوں کو پہچان لیتی اور اس طرح نہ صرف ہم بلکہ ہمارے خاندان بھی موت کی آغوش میں جا سوتے۔"

"تو پھر کیا ارادہ ہے؟"

"خاموشی اختیار کیے رہو، پہاڑوں میں بھٹکتے رہو اور جب بھی موقع ملے اپنے قبیلے میں داخل ہو جاؤ۔"

"کیوں نہ شیران کی نشاندہی کر دیں۔" ایک غدّار دوست بولا تو باقی اُسے گھورنے لگے۔

"احمق! یہ نشاندہی تم کس حیثیت سے کرو گے۔ شیران کی بقا میں ہی ہماری بقا ہے، اسے ان پہاڑوں سے نکل جانا چاہیئے ورنہ وہ گرفتار ہو گیا تو ہمارے نام بھی سامنے آ جائیں گے۔"

تینوں دوستوں نے فیصلہ کر لیا کہ شیران کے پاس نہیں جائیں گے اور انھوں نے اس میں عافیت سمجھی کہ خاموشی سے صحرا گردی کرتے رہیں اور یہ کہہ کر اپنے پاپ بچاتے رہیں کہ وہ بھی شیران کی درندگی کے خلاف ہیں اور اُس کی تلاش میں معروف ہیں۔

دُوسری طرف شیران بے حد مطمئن تھا۔ شہابہ کی دیوانہ وار محبت اس کے کام آگئی۔ تاہم اگر وہ حالات کا علم ہونے سے قبل ہی ان پہاڑوں سے نکل جانے کا فیصلہ کر لیتا تو اس کے حق میں بہتر تھا۔

لیکن وہ اس لیے رُک گیا تھا کہ خان بادشاہ کی حالت سے لطف اندوز ہو سکے۔ اس نے شہابہ کو پوری کہانی سُنادی تھی اور شہابہ بے چین ہو گئی تھی۔ اِن دنوں نہروادی کا کاروبار بھی بڑھ گیا تھا کیونکہ بہت سے جوان تلاش کرنے والوں میں اس لیے شامل ہوئے تھے کہ انھیں نہروادی جانے کا موقع مل جائے۔ کئی جوان شہابہ کی طرف بھی آئے تھے لیکن چونکہ شیران شہابہ کی قیمت ادا کر چکا تھا اس لیے کسی کی شہابہ تک رسائی نہ ہو سکی۔ شہابہ کے دل پر ایک عجیب سا بوجھ تھا۔

ایک رات، شہابہ خوف سے کانپتی ہوئی اس جگہ پہنچی جہاں شیران اطمینان سے لیٹا اُنگھ رہا تھا۔ شہابہ کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا وہ کسی پتے کی طرح کانپ رہی تھی۔ "کیا بات ہے شہابہ؟"

"وہی ہوا جس کا مجھے خطرہ تھا۔" شہابہ کی آواز کانپ رہی تھی۔ "کسی سردار کے ذہن میں یہ خیال آگیا کہ ممکن ہے شیران نہروادی میں چھپا ہوا ہو اور اب -- ان گنت افراد نے نہروادی کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ شیران! اب وہ غاروں کی تلاشی لیں گے۔"

شیران تیزی سے اُٹھ کر کھڑا ہوا۔

✺

محاصرہ اُٹھ گیا لیکن داؤد خان نے ہتمانہ کا رُخ نہیں کیا تھا۔ وہ احمق نہیں تھا۔ اُس نے بادشاہ خان کے ذہن میں چھپے ہوئے شیطان کو دیکھ لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بادشاہ خان تراب زان کو معاف نہیں کرے گا اور کسی بھی وقت ہتمانہ قبیلے کے وحشی اس پر آ پڑیں گے۔ اب وہ اصولوں کے جال میں پھنسا نہیں رہنا چاہتا تھا۔ اس لیے فوراً اپنے حلیف قبائل کو پیغامات بھیج دیے اور اُنھیں لکھا کہ تراب زان بارود کے ڈھیر پر ہے۔ ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ جنگ کے لیے تیار رہیں۔ ہمیں اپنے دوستوں کی مدد چاہیئے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو تراب زان کے ختم ہونے کے بعد اسے قصوروار نہ سمجھا جائے اور پہاڑوں کے قوانین منسوخ کرتے ہوئے اس کے لیے دُعائے مغفرت کی جائے۔

داؤد خان کا خیال درست تھا۔ بادشاہ خان کی خاموشی بڑی بھیانک تھی۔ ہتمانہ کے جوانوں میں جدید اسلحہ تقسیم کر دیا گیا تھا۔ حویلی کے دُروازے پر کئی لاشیں لٹکی ہوئی تھیں۔ یہ وہ محافظ تھے جو فرزانہ میں فیروز خان کی حویلی کی نگرانی پر متعین تھے۔ ان میں وہ دو لڑکے بھی شامل تھے جنھیں تراب زان کے حالات پر نگاہ رکھنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ داؤد خان کو دی ہوئی تین دن کی مُہلت پوری ہونے میں اب صرف چند گھنٹے باقی رہ گئے تھے اور بادشاہ خان کی ہدایت پر ہتمانہ کے جوان اپنے گھوڑے اور ہتھیار تیار کر کے میدان میں آ رہے تھے۔

قوی ہیکل بوڑھا اس وقت اپنے چند خاص آدمیوں کے ساتھ تراب زان کی تباہی کے منصوبوں پر آخری نشان لگا رہا تھا کہ ایک خاص ملازم نے اُسے ایک خُفیہ اطلاع دی اور وہ چونک پڑا۔ "اس وقت!" اس نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا اور ملازم نے گردن جُھکا دی۔ "میں ابھی واپس آتا ہوں۔" بادشاہ خان نے کہا اور ملازم کے ساتھ چل دیا۔

حویلی کے ایک وسیع وعریض کمرے میں تین افراد اُس کے منتظر تھے۔ تینوں جدید تراش کے شاندار لباسوں میں تھے اور غیر ملکی نظر آ رہے تھے۔ "آپ۔ آپ!" بادشاہ خان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تمھاری حماقتوں نے ہمیں یہاں آنے پر مجبور کر دیا ہے خان!" ایک غیر ملکی نے سخت لہجے میں کہا۔

اس کی آنکھوں میں خوف کا شائبہ تک نہ تھا جب کہ شہابہ کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا اور اُسے لرزتا دیکھ کر وہ ہنس پڑا۔ "خوف کے عالم میں بھی تُو رقص کر رہی ہے شہابہ! اپنے بدن کی یہ تھرتھراہٹ روک اور کوئی کام کی بات کر۔۔" اس نے بے خوفی سے کہا۔

"تم نے موت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا شیران! بپھرے ہوئے لوگ ایک معمولی سے شُبے پر کسی کو بھی ہلاک کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ اُن کے دہشت ناک چہروں پر نگاہ ڈالو تو موت کی تصویر نظر آتی ہے۔" شہابہ نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"تیرا یہ خوف ضرور میری نشان دہی کر دے گا۔ تُو تو میری محبت کے بڑے بڑے دعوے کرتی تھی۔ موت کے تصور نے تیرا عشق کافور کر دیا ہے۔"

"موت سے کون خوف زدہ نہیں ہوتا شیران لیکن تیرے لیے موت کو گلے لگانے سے کیا فائدہ... تُو کسی کا نہیں بن سکتا۔ میں تیری فطرت سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

"کیا یہ وقت ان باتوں کا ہے شہابہ؟" شیران نے تیوریاں چڑھا کر پوچھا۔

"ہر انسان خود غرض ہوتا ہے شیران! اگر میں خود غرضی کی کوئی بات کروں تو غلط نہ ہوگی۔ میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

شیران سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔

"سُن شیران، اگر میں تیرے لیے جان کی بازی لگا دوں اور تجھے بچانے میں کامیاب ہو جاؤں تو... تو تُو مجھ سے شادی کر لے گا۔ ساری زندگی کے لیے میرا ہو جائے گا۔ اگر تُو یہ وعدہ کر لے تو میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تیرے لیے جان پر کھیل جاؤں گی۔"

شیران کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدل گئے۔ نہروادی کی قحباؤں کا شمار عورتوں میں نہیں ہوتا تھا اور اگر ہوتا تھا تو صرف اس حد تک کہ وہ عورتوں کی ہمشکل ہیں اور انھی جیسی لطافتیں رکھتی ہیں لیکن ان کا حصول سکّوں کے عوض ممکن ہے اور ان سے شادی کا تصوّر کسی بھی خاندان کے لیے گالی کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ قبیلوں کی عورتوں کو ان عورتوں سے پردہ کرنے کا حکم تھا اور ان عورتوں کو کسی شریف گھرانے میں داخلے کی اجازت نہیں تھی۔ اب ایسی ہی عورت نے شیران کو اس کی نسل آگے بڑھانے کی پیش کش کی تھی۔ ان حالات میں جب شیران کی زندگی خطرے میں تھی۔ یہ بات شیران کے لیے گالی سے کم نہ تھی لیکن وہ مُسکرا دیا اور اس کی مُسکراہٹ دیکھ کر شہابہ کا حوصلہ بڑھ گیا۔

"میں جانتی ہوں شیران کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ قبیلوں کے قوانین ہم قحباؤں کو یہ مقام نہیں دیتے لیکن میں تجھے چاہتی ہوں۔ تیرے بغیر زندہ رہنے کا تصور نہیں کر سکتی۔ ہم یہاں سے نکل چلیں گے شیران! کابل چلیں گے پھر وہاں سے ایران نکل جائیں گے اور پھر وہاں سے بھی آگے... ہم ان قبیلوں سے دُور جا کر اپنی دُنیا آباد کریں گے تاکہ قبیلوں کے فرسودہ قوانین ہماری راہ میں مزاحم نہ ہوں۔"

"شہابہ... اگر میں اس سے انکار کر دوں تو..؟" شیران نے کہا۔

"تو میں خود غرض بن کر سوچوں گی۔ ممکن ہے میں خود ہی تیری گرفتاری کا سبب بن جاؤں۔"

"کیا میری گرفتاری سے تجھے دُکھ نہ ہوگا؟"

"ہوگا لیکن یہ سوچ کر مطمئن ہو جاؤں گی کہ تُو اگر میرا نہیں بن سکا تو کسی اور کا بھی نہیں بن سکے گا۔" شہابہ نے جواب دیا۔

"بڑی صاف گو ہے تُو... جس طرح تیرا چہرہ شفاف اور بے داغ ہے، اسی طرح تیرا دِل بھی شفاف ہے۔ سُن شہابہ! میری زندگی بچانے کے بعد اگر تُو زندہ بچ گئی تو میں... تجھ سے شادی کر لوں گا۔"

شہابہ کا چہرہ مسرت سے گلنار ہو گیا۔ وہ جذبات سے مغلوب ہو کر شیران سے لپٹ گئی۔ "شیران! تُو نے مجھے ہمالیہ سے زیادہ بلند کر دیا ہے۔ تُو نے مجھے کائنات کی سب سے بڑی مُسرت دی ہے۔"

"جذباتی باتیں چھوڑ اور باہر کی خبر لا... نہ جانے میرے دوستوں پر کیا گزری۔ کوئی حادثہ تو نہیں پیش آ گیا اُنھیں۔ ورنہ وہ مجھے قبیلوں کے بے وقوفوں کے اس طرف آنے کی اطلاع ضرور دیتے۔"

"میں جاتی ہوں۔" شہابہ نے کہا اور مسرت سے ناچتی ہوئی باہر

نکل گئی۔

شیران کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

چند لمحوں بعد شہابہ واپس آگئی۔ اُس کے چہرے پر خوف اور پریشانی کے آثار تھے۔

"ہاں کیا خبر لائی ہے؟"

"انھوں نے نہر وادی کے تمام مردوں کو ایک جگہ اکٹھا ہو جانے کا حکم دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر کسی غار میں کوئی مرد پایا گیا تو اُسے بے دریغ گولی ماردی جائے گی۔ اس کے بعد وہ غاروں کی تلاشی لیں گے" شہابہ نے کہا۔

"ہُوں . . ." شیران پُرخیال انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا، اور پھر اس کی نگاہ ایک سمت جا ٹکی۔ یہ غسل گاہ تھی۔ چند ثانیے تک وہ غسل گاہ کو دیکھتا رہا اور پھر اُس کی طرف بڑھ گیا۔ شہابہ تعجب سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ شیران نے غسل گاہ میں لگے ہوئے بڑے آئینے کو اُتار لیا اور اُسے ہاتھ میں لیے باہر آگیا۔ آئینہ ایک طرف رکھ کر وہ شہابہ کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"تو غسل نہیں کرے گی شہابہ"

"مَیں سمجھی نہیں شیران" شہابہ نے تعجب سے کہا۔

"جب وہ لوگ اس غار کی تلاشی لینے داخل ہوں گے تو غسل گاہ میں تم ہو گی اور مَیں دیوار کی آڑ میں . . . یہ آئینہ اس رُخ سے لگا ہُوا تھا کہ باہر سے دیکھنے والے کو اس میں میرا عکس بھی نظر آسکتا تھا اس لیے مَیں نے اسے اس دیوار سے جُدا کر دیا" شیران نے پیٹی سے اُڑسا ہُوا پستول نکالا اور اس کا چیمبر کھول کر دیکھنے لگا۔

شہابہ کے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی تھی "گویا مَیں جب غسل کروں گی تو تُو میرے نزدیک پوشیدہ ہو گا" اُس نے شرمگیں آواز میں کہا۔

"ہاں . . . اور تلاشی لینے والوں کو اس کی اجازت تو نہ ہو گی کہ وہ ایسے وقت غسل گاہ میں داخل ہو جائیں جب کوئی حسینہ غسل کر رہی ہو"

"مگر . . . مگر شیران!"

"اوہ . . . دیکھ . . . دہانے کے باہر قدموں کی آوازیں اُبھر رہی ہیں۔ شاید اس غار کا نمبر بھی آگیا ہے۔ بس اب دیر نہ کر۔ جلدی آجا . . ." شیران پستول ہاتھ میں لے کر خود غسل گاہ میں داخل ہو گیا۔

شہابہ نے بس ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر وہ بادلِ نخواستہ غسل گاہ میں داخل ہو گئی . . . اُس کی آنکھیں شرم سے جھکی ہُوئی تھیں اور چہرہ حجاب سے سُرخ ہو رہا تھا۔

اُسی لمحے ایک آواز اُبھری "کوئی اس غار میں موجود ہے۔ اگر کوئی ہے تو آواز دے"

شہابہ نے جلدی جلدی بدن بھگو لیا اور اس کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"کون ہے۔ کیا بات ہے۔ اس طرف آؤ" اس نے غسل گاہ کے دروازے کو اس قدر کھول دیا کہ باہر دیکھ سکے . . . اور جو کوئی بھی اندر آیا تھا، وہ تیزی سے غسل گاہ کے پاس پہنچ گیا۔

"اندر کون ہے۔ اس دروازے کو کھولو" اس نے بے اختیار دروازے کو دھکیل دیا اور شہابہ اس کے سامنے آگئی۔ دیکھنے والا ایک بدصورت انسان تھا۔ ایک لمحے کے لیے وہ مبہوت ہو گیا لیکن دوسرے لمحے شہابہ نے دروازہ بند کر دیا۔

"کیا بدتمیزی ہے۔ کیا تم غسل گاہوں میں اس طرح دَرانہ چلے آنے کی اجازت لے کر آئے ہو" وہ بولی۔

"مجھے معاف کرنا، صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا" آنے والے کی آواز کی لرزش نمایاں تھی "یہاں کوئی مرد تو نہیں ہے"

"تمھارے سوا کوئی نہیں" شہابہ نے اپنا خوف دُور کر لیا تھا۔ وہ شخص غالباً اپنے ساتھ آنے والوں کو غار کے دوسرے حصّوں کی تلاشی لینے کی ہدایت کرنے لگا۔

. . . اور تھوڑی دیر بعد غار اُن کے وجود سے خالی ہو گیا۔

شیران شرارت بھری نگاہوں سے شہابہ کو دیکھ رہا تھا اور شہابہ شرم سے زمین میں گڑی جا رہی تھی۔

"غسل مکمل کر لو شہابہ"

"مَیں کہتی ہوں رُخ بدلو ورنہ مَیں . . . مَیں . . ." شہابہ نے لباس بدن کے گرد لپیٹا اور باہر نکل گئی۔ شیران نے اندازہ لگایا کہ اس نے لباس پہن لیا ہو گا تو وہ خود بھی باہر آگیا۔

"یہ کیسے معلوم ہو کہ اس کے بعد کوئی اور اس غار میں داخل نہ ہو گا" اس نے کہا۔

"مَیں باہر جا کر صورتِ حال کا جائزہ لیتی ہوں" شہابہ نے کہا اور باہر نکل گئی۔ اس کے چہرے پر اب بھی شرم کے آثار تھے پھر وہ کسی قدر مطمئن انداز میں واپس آئی اور کہنے لگی "سب ٹھیک ہے، وہ جس غار کی تلاشی لے لیتے ہیں اس کے دروازے پر ایک نشان لگا دیتے ہیں"

"گویا ہماری ترکیب کارگر رہی اور اب یہاں کوئی نہیں آئے گا"

شیران پُرخیال انداز میں بولا اور اس نے پستول دوبارہ پیٹی میں اُڑس لیا تھا۔

"اور میں تمھارا قول جیت گئی" شہابہ پُرمسرت آواز میں بولی۔

اسی وقت غار کے دروازے پر کسی کا سایہ نظر آیا اور شیران چیتے کی طرح جست لگا کر دیوار سے چپک گیا۔

شہابہ ہکا بکا رہ گئی . . . آنے والا وہی شخص تھا جو پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تلاشی لینے آیا تھا اور اب وہ تنہا تھا۔ اس کے خبیث چہرے پر ایک مکروہ مسکراہٹ پھیلی ہُوئی تھی۔

"مجھے معاف کرنا لڑکی۔ اس بار مَیں اپنے ساتھیوں سے چھُپ کر آیا ہوں۔ کیا نام ہے تمھارا" اُس نے کہا۔

لیکن شہابہ کے مُنہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔ شیران اس کی آنکھوں کے سامنے تھا اور آنے والے کی پُشت اس کی جانب تھی۔

"کیا نام ہے تمھارا" اُس نے پھر پُوچھا اور شہابہ کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔

"شہابہ . . ."

"غلط نام ہے۔ تمھیں "شبابہ" کہا جائے تو بہتر ہے۔ نہر وادی میں ایسے ایسے گُلِ نایاب کھلے ہیں، مجھے تو معلوم ہی نہ تھا اور اب افسوس ہے کہ اس سے قبل کبھی اِدھر کا رُخ کیوں نہ کیا۔ مجھے تور شاہ کہتے ہیں . . . تو اے گُلِ نایاب اس وقت تو میں مصروف ہوں لیکن رات کو میرا انتظار کرنا۔ تمھارا مُنہ موتیوں سے بھر دوں گا"

"یہ تمھاری خام خیالی ہے دوست! ہر خوب صورت پھُول میں کانٹے بھی ہوتے ہیں" دفعتاً شیران کی آواز اُبھری اور وہ شخص گھبرا کر پلٹا . . . وہ طاقت اور . . . چُستی میں شیران کا ہم پلّہ نہیں تھا۔ بہزاد سلامن کا قاتل ہٹیا دحشت و قوت میں بے مثال تھا۔ اس نے چیتے کی طرح جست لگائی اور اُس شخص کی گردن دبوچ لی۔

شہابہ نے موت کی شکل اس سے قبل اتنی قریب سے نہیں دیکھی تھی۔ موت اس مکروہ شکل کے چہرے پر مجسّم ہو گئی تھی۔ زبان دہانے سے کئی انچ باہر نکل آئی تھی اور آنکھیں کرب سے پھیل گئی تھیں پھر اُسی وقت وہ شیران کی گرفت سے نکلا جب اس کے بدن میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی۔ شیران نے اُسے کسی چوہے کی مانند ہی ہلاک کر دیا تھا۔

شہابہ بید لرزاں بنی ہُوئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے یہ پہلا قتل تھا۔ شیران نے اس کے لباس سے وہ نشان نوچ لیا جو اس کی شناخت تھا۔ ایسے نشان غالباً غاروں کی تلاشی لینے والوں کو ہی دیے گئے تھے۔

"اور اب یہ نشان مجھے ان لوگوں کے درمیان سے اس طرح نکال لے جائے گا جیسے صابن میں سے تار . . ." شیران نے اس نشان کو اپنے سینے پر آویزاں کرتے ہُوئے کہا۔

"اس لاش کا کیا کرو گے شیران" شہابہ نے کہا اور شیران اس طرح چونک کر اُسے دیکھنے لگا جیسے اس کی موجودگی کو ہی بھُول گیا ہو پھر اس نے عجیب نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہُوئے کہا۔

"نہر وادی افراتفری کا شکار ہے۔ کون آئے گا یہاں۔ ٹھکانے لگا دیں گے۔ جلدی کیا ہے۔ کیا نام ہے اس کا، تور شاہ"

"شیران اب تم کیا کرو گے۔ میں بہت خوف زدہ ہوں۔ بہت ڈر لگ رہا ہے مجھے"

"بس یہاں سے نکل جاؤں گا"

"اور مجھے نہیں لے جاؤ گے"

"تجھے . . ." شیران ہنس پڑا "تجھے ساتھ لے جا کر گرفتار ہونا ہے کیا مجھے۔ تمھارے لیے بھی میرے دماغ میں ایک ترکیب ہے"

"کیا شیران کیسے لے جاؤ گے مجھے"

"قبل از وقت کوئی بات کہنا درست نہیں ہوتا، کون جانے آنے والا وقت کس کے لیے سازگار ہو"

"آہ شیران . . . مَیں بہت بُزدل ہوں۔ خوف کے یہ لمحات میرے دِل کی حرکت بھی بند کر سکتے ہیں لیکن ایک احساس اس وقت تمام احساسات پر بھاری ہے۔ مستقبل میں، مَیں تیری شریکِ زندگی ہوں گی۔ ایک شریف عورت کہلاؤں گی۔ تجھے صرف میرا ماضی یاد ہو گا اور میری محبت تیرے دِل سے میرا ماضی صاف کر دے گی۔ وہ وقت آنے دے"

"ہاں . . . وقت آنے دے شہابہ! میرے دل میں بھی بہت کچھ ہے" شیران نے مُسکراتے ہوئے کہا اور پھر غار کے دہانے کی جانب بڑھتے ہُوئے بولا "ذرا دیکھوں تو سہی، پہاڑوں کے غیرت مند لوگ کیا کر رہے ہیں"

رات کا دوسرا پہر تھا۔ شیران شہابہ کی آغوش میں سر رکھے لیٹا تھا۔ دونوں جاگ رہے تھے۔ شہابہ اس کے بالوں میں اُنگلیاں پھیر رہی تھی۔ تب شیران نے چونک کر کہا۔

"چاند نکل آیا ہے شہابہ"

"ہاں پہاڑوں میں چاندنی پھیلی ہُوئی ہے"

"لوگ گہری نیند میں ڈوبے ہوں گے"

"یقیناً" شہابہ نے جواب دیا۔

"ایک بات کا جواب دے شہابہ! میرے علاوہ کوئی ایسا جوان تیری زندگی میں آیا جس کے ساتھ رہنے کی خواہش تیرے دل میں بیدار ہوئی ہو؟"

"کوئی نہیں۔"

"کسی نے خود تجھے اس کی پیش کش کی؟"

"ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو شیران؟" شہابہ نے افسردگی سے کہا۔

"ان کی تعداد جاننا چاہتا ہوں۔ تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ تو نے جو گالی مجھے دی ہے اس کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔"

"گالی۔۔؟" شہابہ چونک پڑی۔

"ہاں شہابہ۔۔۔ کسی غیرت مند نے تجھے اپنی زندگی میں شامل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیا میں تجھے اتنا بے غیرت محسوس ہوا تھا جو تو نے مجھے گرفتار کرانے کی دھمکی دے کر میری بیوی، میری آئندہ آنے والی نسل کی ماں بننے کی بات کی؟"

"شیران۔۔" شہابہ خوف زدہ آواز میں بولی۔۔۔ اور شیران ہنسنے لگا۔

"بزدل بے وقوف۔ ڈر گئی میری باتوں سے۔۔۔ دراصل میں یہ سب کچھ اس لیے کہہ رہا تھا شہابہ! کہ اگر آئندہ میں نے تجھ سے کبھی یہ باتیں کہیں تو تیری کیفیت کیا ہو گی۔" شیران نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیے۔

"شیران۔۔۔ میرا ماضی بھلا دو۔ میں تمہاری لونڈی بن کر بھی زندگی گزار دوں گی۔" شہابہ شیران پر جھک آئی تھی لیکن ایک بار پھر اس کے چہرے پر خوف اور بے چینی کے آثار نمودار ہو گئے کیوں کہ شیران کے ہاتھ اس کی گردن سے پھسل کر نرخرے پر آ جمے تھے اور انگلیوں کی گرفت غیر معمولی تھی۔

"شیران۔۔۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" شہابہ نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔

"تیرے اعضا سکوں کی جھنکار پر تھرکتے ہیں۔ تیرے احمریں ہونٹ چاندی کی چمک پر مسکراتے ہیں اور اس کے باوجود تو شیران سلامن کے بچوں کی ماں بننے کی خواہش مند ہے۔ بے وقوف عورت! اس سے بڑی گالی سلامن خاندان کے لیے اور کون سی ہو سکتی ہے۔ تجھے یہ گالی دینے کی جرأت کیسے ہوئی۔ تو نے شیران کو دھمکی دینے کی جرأت کیسے کی؟"

شیران کی گرفت دفعتاً شدید ہو گئی۔ اس کی آہنی انگلیوں کے خول میں شہابہ جیسی نازک اندام حسینہ کی گردن موم کی طرح پگھل گئی۔

وہ تو اپنے بدن کو جنبش بھی نہ دے سکی تھی۔ کوئی آواز نہیں نکلی تھی اس کے حلق سے۔۔۔ بس وہ بے جان ہو گئی تھی۔

شیران نے حقارت سے اُسے ایک طرف دھکیل دیا اور غار کی تلاشی لینے لگا۔ سونے کے سکے اور نوٹ اس نے برآمد کیے اور انھیں اپنے لباس میں ڈال کر غار کے دہانے کے پاس پہنچا اور چند لمحات کے بعد چاند کی ٹھنڈی روشنی میں کسی روح کی مانند چٹانوں میں بھٹکنے لگا۔

●

بادشاہ خان چند لمحات تحیر کا شکار رہا اور پھر اس کے چہرے کے نقوش میں کھردراپن پیدا ہو گیا۔ "بہت غلط وقت پر آئے ہیں آپ لوگ۔ اس وقت میں پہاڑوں کے قدیم کھیل میں مصروف ہوں۔"

"دروازے بند کر دو، بادشاہ خان! ہمیں کچھ ضروری گفتگو کرنی ہے۔" ایک غیر ملکی نے کہا۔

"میں زیادہ وقت نہ دے سکوں گا۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"تم شاید ہوش کھو بیٹھے ہو، بادشاہ خان! کس سے مخاطب ہو؟" اس شخص نے کہا جس کا چہرہ کافی سخت تھا۔

"میں معذرت کر لوں گا جناب! اس وقت میں واقعی حواس میں نہیں ہوں۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"لیکن بادشاہ خان! تمہارا حواس میں رہنا ضروری ہے۔ تنظیم سے تعلق رکھنے والے کسی بھی شخص کی بدحواسی تنظیم کے لیے نقصان کا باعث ہو سکتی ہے۔"

بادشاہ خان کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا پھر اس نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔۔۔ اس میں کسی قسم کی مداخلت مجھے پسند نہیں۔"

"شق نمبر بارہ کے تحت تنظیم کا کوئی فرد تنظیم سے منسلک ہونے کے بعد صرف اسی کی ملکیت ہوتا ہے اس کی ذاتی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ تم ہمارے نئے ساتھی نہیں ہو بادشاہ خان!" غیر ملکی نے کہا۔

"مگر اس وقت مجھے کوئی تنظیم یاد نہیں ہے، میں اپنی زندگی کے سب سے مشکل وقت سے گزر رہا ہوں۔ میں سب کچھ بھول گیا ہوں اور اس وقت تک بھولا رہوں گا جب تک میرے سینے میں انتقام کا جہنم روشن ہے۔"

"نہیں بادشاہ خان! تم کچھ نہیں بھول سکتے، تنظیم کا کوئی بھی فرد تنظیم کے علاوہ کسی بھی ذاتی مفاد کو یاد رکھنے پر قادر نہیں ہے اور جو بھول جاتے ہیں، ان کی حیثیت ہمارے نزدیک لنگڑے گھوڑے کی

مانند ہوتی ہے، تم جانتے ہو، ریس کے میدان میں لنگڑے ہو جانے والے گھوڑے سے کیا سلوک کیا جاتا ہے؟"

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟" بادشاہ خان نے غرّا کر پوچھا۔

"لنگڑے گھوڑے کو گولی مار دی جاتی ہے اور اُس کی جگہ نیا گھوڑا میدان میں لے آیا جاتا ہے۔"

"گویا مجھے دھمکی دی جا رہی ہے۔" بادشاہ خان بولا۔

"نہیں تنظیم کے اصول تمہیں یاد دلائے جا رہے ہیں اور یہ الفاظ ہمارے نہیں ہیں بلکہ تنظیم کے سربراہ کے ہیں اور سربراہ ہمیشہ وہی دیکھنا چاہتا ہے جو ہوتا رہا ہے، کیوں کہ تبدیلی موت کا دوسرا نام ہے اور ہم تنظیم کو بے موت نہیں مار سکتے۔"

بادشاہ خان کئی منٹ تک ساکت و جامد کھڑا رہا، یہ الفاظ اس کی فطرت کے خلاف تھے لیکن بہرصورت وہ تنظیم کا ایک رُکن تھا اور یہ تنظیم جو کچھ تھی، بادشاہ خان کے علاوہ اسے اور کوئی نہیں جان سکتا تھا۔

وہ خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اُسے احساس ہو گیا کہ جوشِ غضب میں وہ اُن لوگوں کے ساتھ بھی سخت زبان استعمال کر بیٹھا ہے جو قطعاً اُس کے مفاد میں نہیں تھی، چنانچہ اس کا ذہن آہستہ آہستہ اعتدال پر آنے لگا پھر اُس نے نرم لہجے میں کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے ذہنی ہیجان کے عالم میں غلط الفاظ استعمال کیے ہیں لیکن آپ تھوڑی سی صورتِ حال سُن لیں۔ ہُوا یوں ہے کہ میرے ایک دشمن نے میرے بھائی کو قتل کر دیا تھا، پہاڑوں کا قانون انتقام کا سبق دیتا ہے، وہ شخص اگر زندہ ہوتا تو اس سے میں اپنے بھائی کی موت کا انتقام لیتا لیکن وہ درندوں کا شکار ہو کر مر گیا اور ہم اس کے بیٹے کے جوان ہونے کا انتظار کرنے لگے، سو یوں ہُوا کہ ہم نے اس کے قتل کا فیصلہ کیا لیکن وہ بدبخت بچ گیا اور بچنے کے بعد اُس نے میرے بھائی کی چار بیٹیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کر کے اُنھیں موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ دوستو! تنظیم کے ایک رُکن ہونے کی حیثیت سے بھی اور ان پہاڑوں کا انتظام سنبھالنے والے کی حیثیت سے بھی میرا ایک مقام ہے۔ کوئی دشمن اگر اس شرمناک طریقے سے میرے چہرے پر سیاہی مَل جائے تو میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تنظیم براہِ راست اس معاملے میں ملوث ہو گئی اور یہ اُس کا بھی فرض بن گیا کہ وہ میرے چہرے کی سیاہی دھونے کی کوشش کرے، میں نے تنظیم کو اس معاملے میں ملوث نہیں کیا بلکہ پہاڑوں میں اپنا وقار قائم رکھنے کے لیے فیصلہ کیا ہے کہ اُس شخص کے قبیلے کو نیست و نابود کر دیا جائے، یہ سب کچھ کرنے کے بعد میں اپنی خدمات تنظیم کو پیش کر دوں گا۔"

تینوں افراد کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر ان میں سے اُسی شخص نے کہا جو اب تک بادشاہ خان سے سخت لہجے میں گفتگو کرتا رہا تھا۔

"بادشاہ خان! کیا تم نے تنظیم سے اس سلسلے میں کوئی امداد طلب کی ہے؟"

"نہیں۔۔۔ اس لیے کہ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ تنظیم میرے راستے میں مزاحم ہو گی۔ میں خود ہی اپنا فیصلہ کرنے کے بعد اپنے کاموں میں مصروف ہو جانا چاہتا ہوں۔"

"تب پھر تنظیم سے شکایت بے کار ہے۔ اگر یہ سارے معاملات تم ہمارے سپرد کرتے اور ہم تم سے تعاون نہ کرتے تو تمہاری شکایت حق بجانب تھی۔ رہی بات اس قبیلے کو نیست و نابود کرنے کی، تو بادشاہ خان! تم نے اس معاملے کی نزاکت پر غور نہیں کیا۔ ہم تمہارے جذبۂ انتقام کے خلاف نہیں ہیں۔ بے شک پہاڑوں میں یہی سب کچھ ہوتا ہے لیکن جو تبدیلیاں ہم یہاں لا رہے ہیں یا لانا چاہتے ہیں، اُن کے تحت یہ خون ریزی ابھی ہمارے لیے سخت نقصان دہ ہو سکتی ہے۔"

"بھلا وہ کس طرح؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"اس طرح کہ کسی ایک پورے قبیلے کی تباہی تمہارے ملک اور عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ تو نہیں رہ سکے گی۔ یہاں تحقیقاتی کمیٹیاں آئیں گی، باہر کی دنیا سے براہِ راست مداخلت ہو گی، ممکن ہے فوجی حکام بھی یہاں آئیں اور تم سمجھتے ہو، ابھی ہم اس علاقے کو دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ علاقے میں امن رہے اور یہاں کوئی ایسا بڑا واقعہ پیش نہ آئے جس کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں اس سمت مرکوز ہو جائیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یہاں کا ماحول پُرسکون ہو اور بادشاہ خان! تم اس پُرسکون ماحول میں ایک ہلچل پیدا کرنا چاہتے ہو۔ گویا تنظیم کا یہ پلان فیل کرنے میں تنظیم کے ہی ایک خاص رُکن کا ہاتھ ہو گا۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میری ایسی کوئی خواہش نہیں ہے اور نہ ہی میں یہ پسند کروں گا۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"تب یہ احمقانہ خیال ترک کر دو اور ہمیں ان واقعات سے تفصیلی طور پر آگاہ کرو، ممکن ہے ہم تمہاری مدد کر سکیں۔"

بادشاہ خان پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔ "بڑی سُبکی ہو گی میری، لوگ میرے بارے میں طرح طرح کے افسانے گھڑیں گے، حقیقت یہ ہے کہ اس وقت میرے دشمن کو مجھ پر برتری حاصل ہے،

جب کے وہ یکہ و تنہا ہے، اس کا قبیلہ بھی اس کا مددگار نہیں ہے، بلکہ پہاڑوں میں رہنے والے تمام قبائل دن رات اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں تاکہ اُسے تلاش کر کے میرے حضور پیش کر سکیں لیکن وہ بدبخت ابھی تک بادشاہ خان کے شکنجے سے بچا ہُوا ہے، تم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ بات میرے لیے کس قدر اذیت ناک ہے۔"

"میں تم سے پھر کہہ رہا ہوں بادشاہ خان! اس کی نشان دہی کرو، تنظیم اسے کسی چوہے کی طرح گردن سے پکڑ کر تمھارے سامنے لا ڈالے گی اور پھر تم اس کے جسم میں گولیوں سے اتنے سوراخ کرنا کہ ہَوا کو اس کے جسم سے پار ہونے میں ذرا بھی دقت نہ ہو لیکن تنظیم کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔"

بادشاہ خان اَب بالکل نارمل ہو گیا تھا، اس نے کُرسی کی پُشت سے گردن ٹکاتے ہُوئے کہا۔ "ہر چند کے پہاڑوں میں ہلچل مچ جائے گی، لوگ بادشاہ خان کے بارے میں طرح طرح کے افسانے تراشیں گے، کہیں گے کہ بادشاہ خان وہ نہیں ہے، جو نظر آتا ہے بلکہ اس نے صرف دھمکیاں دے کر اس علاقے کو اپنے قابو میں رکھا ہے لیکن تنظیم کے مفاد کے لیے میں یہ سب کچھ بھی برداشت کر لوں گا۔ صورتِ حال جس حد تک میں آپ لوگوں کو بتا چکا ہوں اس سے زیادہ نہیں ہے، اس قبیلے کا نام تراب زان ہے اور وہ مشرقی پہاڑیوں کے اُس پار آباد ہے، جو کچھ ہُوا ہے، اس کی تفصیل بتانا میرے لیے ممکن نہیں ہے ہاں جو ہونے والا تھا وہ یہ تھا کہ میرے قبیلے کے لوگ پوری طرح تیار ہیں کہ راتوں رات تراب زان پر جا پڑیں اور تراب زان کے کسی شخص کو زندہ نہ چھوڑیں، یہ میرا انتقام ہو گا جو پہاڑوں کی روایت ہے اور لوگ سمجھ لیں گے کہ بادشاہ خان کے مقابل آنا بچّوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"اس سلسلے میں دوسرے قبائل سے مشورہ کیا تم نے؟ اُن کی کیا رائے ہے؟"

"وہ سب میرے احکامات پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں بلکہ عمل کر رہے ہیں۔"

"تب تو بادشاہ خان! تمھیں جو مشورہ دیا جائے اس پر عمل کرو بلکہ اس سے سرِمو انحراف نہ کرو۔" غیر ملکی نے نرم لہجے میں کہا اور بادشاہ خان سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"یوں کرو بادشاہ خان! کہ اس بات کی پبلسٹی کراؤ کہ تم قبیلہ تراب زان کو فنا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو، ممکن ہے کچھ قبائل کے لوگ تمھارے پاس کوئی تجویز لے کر آئیں، ان میں سے کسی ایک کو فوقیت دے دو اور اس بات کا اظہار کرو کہ تم نے امن کی جانب ایک قدم اُٹھایا ہے، تم ان سے کہو کہ تمھاری دُشمنی صرف ایک شخص سے ہے اور تم اُس نوجوان کو زندہ یا مُردہ حالت میں چاہتے ہو، تم پہاڑوں کے قانون میں اس بات کا اضافہ کر دو کہ اُس شخص کی تلاش ان پہاڑوں میں رہنے والے ہر فرد کا فریضہ ہے اور اس کے بعد تم تراب زان کو امن کا پیغام دو اور یہ بات تمھاری فراخدلی پر محمول کی جائے گی اس طرح تمھارا وقار بڑھ جائے گا۔"

"نہیں . . . افسوس کہ تم یہ بات نہیں سمجھتے، یہ بات میری موت کے مترادف ہو گی۔" بادشاہ خان نے کرب ناک لہجے میں کہا۔

"بادشاہ خان! جو بات تم سے کہی جا رہی ہے۔ وہ تنظیم کے مفاد میں ہے، اگر تمھاری یہ احمقانہ حرکت تنظیم کے لیے کسی رُکاوٹ کا باعث بن گئی تو یقین کرو کہ تراب زان نہیں بلکہ تمھانہ تباہ ہو گا اور تم سب کو موت کی نیند سُلانے کے بعد یہاں نئے لوگ لائے جائیں گے جو ہمارے مفاد کے لیے کام کریں گے۔"

"یہ دھمکی میرے لیے بڑی اذیت ناک ہے لیکن افسوس کہ یورپ کی زہر آلود فضاؤں میں رہ کر میرے خون میں بھی زہر شامل ہو گیا ہے۔ میں ان مکاروں کے درمیان زندگی بسر کرتے کرتے خود بھی مکار ہو گیا ہوں اور میرے اندر وہ صفات ختم ہو گئی ہیں جو اُن پہاڑوں کی رُوح تھی، ٹھیک ہے میں وہی کروں گا جو تم نے کہا ہے کیوں کہ میں تنظیم سے غدّاری کا مرتکب نہیں ہو سکتا، میں جانتا ہوں کہ تنظیم سے غدّاری ساری دُنیا میں میرے مفاد کو نقصان پہنچائے گی اور میں کسی طور اپنے مفاد کو غدّاری کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتا۔"

"یورپ کی جن زہر آلود فضاؤں میں رہ کر تم اپنے خون کو مسموم قرار دیتے ہو، دراصل وہ ذہانت کی فضائیں ہیں جہاں عقل جنم لیتی ہے اور کائنات کی تاریخ ہے کہ عقل نے ہمیشہ حُکمرانی کی ہے۔"

بادشاہ خان نے ایک گہری سانس لے کر گردن جُھکا لی تھی۔

"ٹھیک ہے، وہی ہو گا جو تمھارا مشورہ ہے۔" اُس نے مُردہ لہجے میں جواب دیا۔

▼▼

پہاڑوں کی فضائیں زہر آلود ہو گئی تھیں، گلہ بان مویشیوں کو لے کر چراگاہوں کا رُخ کرتے ہُوئے کترانے لگے تھے کہ خدا جانے کب اور کہاں خون ریزی شروع ہو جائے، ہر قبیلے میں ہیجان کی فضا طاری تھی۔ بات صرف کسی ایک قبیلے کی نہیں رہی تھی بلکہ پہاڑوں کی پُرسکون دُنیا میں شدید ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ کچھ قبائل کو بادشاہ خان کی برتری کا مکمل احساس تھا اور انھوں نے بادشاہ خان کی طرفداری کا

اعلان کُھلے بندوں کر دیا تھا۔ ہر چند کہ اس میں یہ بات ان کے ذہنوں میں موجود تھی کہ وہ حق و انصاف سے کام نہیں لے رہے۔ اگر قبیلہ تراب زان کے سلامن خاندان کے بیٹے نے بادشاہ خان کے بھائی کی بیٹیوں کے ساتھ درندگی کا سلوک کر کے انھیں موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا تو اس میں قبیلہ تراب زان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ تقریباً سب ہی کو معلوم تھا کہ بادشاہ خان کے بھائی فیروز خان کا قتل مشکوک تھا اور یہ بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی تھی کہ بہزاد سلامن ہی اس قتل میں ملوّث تھا۔ شروع ہی میں یہ بات طے پا چکی تھی بہزاد سلامن کو مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا اور پہاڑوں میں یہ ہوتا بھی نہیں تھا۔

اگر کوئی کسی کو قتل کر دیتا تو بہت کم ایسا ہوتا کہ وہ اس قتل سے انحراف کرتا، قتل کی بُنیاد تو کچھ نہ کچھ ضرور ہوتی تھی اور اگر یہ بُنیاد کسی آن سے تعلق رکھتی تو پھر قاتل فخریہ کہتا کہ اس نے فلاں شخص کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔

دوسرے نمبر پر وہ جرائم پیشہ افراد آتے ہیں جو مُجرمانہ سرگرمیوں کے سلسلے میں قتل کرتے ہیں لیکن بہزاد سلامن ایسے لوگوں میں سے نہیں تھا۔ اس کی گواہی نہ صرف تراب زان قبیلے کے لوگ بلکہ دوسرے لوگ بھی دے سکتے تھے۔

. . . . اگرچہ چند قبائل جو بادشاہ خان سے مرعوب تھے اس سلسلے میں بادشاہ خان کی پُرجوش امداد کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ وہ اس حادثے پر سخت برہم تھے، ورنہ یہی کہا جاتا کہ قبیلوں کے سرداروں نے بادشاہ خان سے خوف زدہ ہو کر اس کی امداد کا اعلان کیا ہے . . . بہرصورت یوں یہ بات نبھ گئی تھی۔

سردار داؤد خان جانتا تھا کہ شیران جیسا نوجوان جو ایک شریف باپ کا بگڑا ہُوا بیٹا ہے، انتقام کی ایسی ہی انوکھی راہ اختیار کر سکتا ہے، سردار داؤد کا بس چلتا تو وہ خود ہی شیران کو گولی مار دیتا اور اسے اس شرمناک جُرم کا مرتکب نہ ہونے دیتا لیکن وہ بے قصور اور سیدھا سادہ انسان بلا وجہ مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ البتہ چند قبائل ایسے بھی تھے جنھوں نے حق و انصاف کا ساتھ دیتے ہُوئے تراب زان کے سردار داؤد کو اطلاع بھیج دی تھی کہ وہ کیل کانٹے سے لیس رہے . . . انھوں نے اعلان کیا کہ وہ اس ناانصافی پر مظلوم کا ساتھ دیں گے۔

چنانچہ قبیلوں میں جنگ کی فضا قائم ہو گئی تھی۔ جاسوس خبریں لا رہے تھے اور یہ خبر بھی اَب عام ہو گئی تھی کہ تمھانہ کا بچّہ بچّہ جنگی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر بس بادشاہ خان کے آخری حُکم کا انتظار کر رہا ہے۔

دوسری جانب تراب زان کے سردار داؤد نے بدرجہ مجبوری اپنے قبیلے کو بھی جنگ کے لیے تیار کر لیا تھا، البتہ وہ اپنی جانب سے پہل نہیں کرنا چاہتا تھا کیوں کہ یہ کسی طور مناسب نہ تھا۔ وہ صرف اصول کی جنگ لڑنے کے لیے تیار تھا اور اس نے اپنے مخصوص لوگوں کو پہاڑوں میں پھیلا رکھا تھا تاکہ اگر بادشاہ خان اور اس کے حلیف قبائل دن اور رات کے کسی بھی حصّے میں تراب زان کی طرف آتے دیکھے جائیں تو پھر انھیں تراب زان سے دور ہی روکنے کی کوشش کی جائے۔

❦

فضل خان ترازو میں کچھ تول رہا تھا کہ اُسے کچھ فاصلے پر سلال خان جاتا ہُوا نظر آیا اور فضل خان نے جلدی سے ترازو رکھ دی پھر زور زور سے سلال خان کو آوازیں دینے لگا . . . سلال خان نے اس کی جانب دیکھا، سوچا اور ٹھٹکتا ہُوا فضل خان کے پاس آ گیا۔

"کیا بات ہے سلال خان! کہاں رہتے ہو آج کل۔ کبھی نظر ہی نہیں آتے۔"

"ہم بلا وجہ کسی کو نظر نہیں آتے۔ گڑ لیتے ہیں تو گُڑ کی سی بات کہتے ہیں، آج کل کوئی بات ہی نہیں ہے ہمارے پاس جو ہم کسی سے کہیں۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے سلال خان، تمھیں گُڑ کی ضرورت ہے تو لے لو۔"

"لو . . . جس چیز کی ہمیں ضرورت ہی نہ ہو، اسے لے کر کیا کریں گے، نہیں بھائی! ہمیں گُڑ نہیں چاہیے۔ خدا حافظ . . ." سلال خان نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے تو فضل خان نے جلدی سے اُسے روکا اور اس سے کہا۔

"سُنو تو سہی سلال خان! ایسی بھی کیا جلدی ہے؟"

"کیا سُنیں اور کیا سُنائیں۔ نہ سُننے کی خواہش ہے اور نہ سُنانے کی۔ بادل صاف ہیں، آسمان پُرسکون ہے۔ کیا رکھا ہے، فضول باتوں میں . . ." سلال خان نے بدستور اپنے مخصوص مجذوبانہ انداز میں کہا۔

"یوں لگتا ہے، سلال خان! تم آج کل کے حالات کی طرف سے آنکھیں بند کیے ہُوئے ہو۔" فضل خان نے کہا۔

"آنکھیں کُھلیں گی تو جو ہو گا نظر آ جائے گا جب دیکھنے کو کچھ نہیں ہے تو پھر آنکھیں کیوں کھول جائیں۔ اِیں . . . بولو . . . سوتے رہیں اچھا ہے، سوتے رہنا اچھا ہے، کم از کم غلط باتوں سے نجات ملتی ہے۔"

"پہاڑوں میں تو بڑی سرگرمیاں جاری ہیں، سلال خان!"

"تو پھر ہم کیا کریں، لوگوں کی مرضی، جو ہونا تھا، وہ ہُوا اور ہو گیا، اَب کیا ہونا ہے۔ کچھ نہیں، قطعی نہیں۔ خدا حافظ . . ."

"مگر سلال خان! جنگ تو تیار کھڑی ہے۔"

"کھڑی کہاں ہے، بیٹھی ہے، لیٹ جائے گی، سو جائے گی۔ خدا حافظ۔۔" سلال خان کا موڈ کچھ اچھا نہیں تھا۔ فضل خان کے اصرار کے باوجود اس نے گڑ نہیں لیا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا۔

فضل خان اس وقت تک اُسے دیکھتا رہا جب تک کہ اس کا ہیولہ نگاہوں سے معدوم نہیں ہو گیا۔ اُسے سلال خان سے بڑی عقیدت تھی اور سلال خان کی کہی ہوئی باتوں کو وہ پتھر کی لکیر سمجھتا تھا، جب بھی سلال خان اس کے پاس آتا، گڑ مانگتا اور جو بھی پیش گوئی کرتا۔۔۔ فضل خان بڑے اعتماد کے ساتھ اُسے دوسروں تک پہنچا دیتا لیکن اُس کی آج کی بات فضل خان کے لیے تعجب خیز تھی۔

پہاڑوں میں جو کچھ ہو رہا تھا اس سے تو یہی اندازہ ہوتا تھا کہ کسی بھی وقت چٹانیں خون میں نہا جائیں گی۔ چاروں طرف گولیاں برسیں گی، گھر نذرِ آتش کیے جائیں گے اور بے شمار المیے جنم لیں گے، نہ جانے کس قبیلے کا کیا حال ہو؟ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن سلال خان کی پیش گوئی غلط بھی تو نہیں ہوتی تھی، اس نے جب اور جو کچھ کہا تھا وہ صحیح نکلا تھا تو پھر اَب اس کی باتوں کو جھوٹا کیسے مان لیا جائے اور اس کے بعد جو پہلا گاہک فضل خان کی دُکان پر آیا فضل خان نے اُس پر اپنی جانکاری کا راز کھول دیا۔

"ارے بھائی کیوں چہرہ لٹکا ہوا ہے تمھارا، پریشانی کی کوئی وجہ تو ہو؟" فضل خان بڑے اعتماد سے بولا۔

اس کا گاہک چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"فضل خان! تم آج کل کے حالات سے آنکھیں بند کیے بیٹھے ہو۔ دیکھ نہیں رہے، پہاڑوں کی کیا کیفیت ہے؟"

فضل خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بھیا! یہ بادلوں کی گڑگڑاہٹ ہے۔ یہ بادل برسیں گے نہیں۔ یہ میری پیش گوئی ہے" فضل خان نے کہا۔

"لو تم تو ولی بنتے جا رہے ہو فضل خان! چاروں طرف جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں اور تم اسے صرف گڑگڑاہٹ قرار دے رہے ہو"۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے جاؤ۔۔۔ مگر فضل خان کی بات یاد رکھنا کچھ نہیں ہوگا۔ مطلع صاف ہو جائے گا"۔

گاہک گردن ہلاتا ہوا چلا گیا۔

فیروز خان کی حویلی میں موت کا سناٹا طاری تھا، ان سناٹوں میں اگر کبھی کوئی آواز گونج جاتی تو وہ خانم کی آواز ہوتی تھی۔۔۔ جو وحشت زدہ انداز میں چیخ پڑتی تھی۔ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور نقاہت سے زرد ہو گئی تھی۔ وہ بیٹیوں کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں تھی۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کہتی رہتی تھی۔

اس وقت بھی نعمان خان اپنے بقیہ بھائیوں کے ساتھ اس کمرے میں موجود تھا جس کے ملحقہ کمرے میں خانم ایک مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ نعمان خان کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ ماں کو یورپ لے جائے اور وہاں اس کے ذہن کا علاج کرائے، وہ جانتا تھا کہ بیٹیوں کے صدمے نے ماں کو اس حد تک ذہنی طور پر مفلوج کر دیا ہے کہ اَب مشکل ہی سے اس کے ہوش میں آنے کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن اَب وہ اپنی کوششوں میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

ان سب کو پہاڑوں کے حالات معلوم تھے، بادشاہ خان جو کچھ کر رہا تھا۔ اب اس سے انھیں کوئی سروکار نہیں تھا۔ اُن کی دُنیا تو برباد ہو چکی تھی، ان کے ذہنوں میں تو تاریکیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان تاریکیوں میں روشنی کی کوئی کرن نہیں تھی۔

شیران اگر ہاتھ بھی آ جاتا تو بہنوں کی زندگی واپس نہیں لائی جا سکتی تھی، ماں کا دماغ تو ٹھیک نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر وہ ماں کو شیران کے خون سے غسل بھی دے دیتے، تب بھی خانم کی ذہنی حالت دُرست نہیں ہو سکتی تھی اور پھر خانم تو شروع ہی سے اس انتقام کے خلاف تھی غلطی ہو گئی تھی اُسے بادشاہ خان پر اس قدر اعتماد نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بالآخر وہ بھی انسان تھا اور دُشمن کبھی کمزور نہیں ہوتا لیکن انھوں نے بادشاہ خان ہی کی عنایتوں کے سائے میں پرورش پائی تھی اور اس پر مکمل اعتماد کرتے تھے، ماں کا احترام بے شک اپنی جگہ۔۔ لیکن بادشاہ خان کی حیثیت بھی ایک باپ کی سی تھی، ان کی نگاہوں میں۔ انھوں نے ہمیشہ اُسی سے امداد چاہی تھی اور اسی کو اپنا بڑا سمجھا تھا، اسی لیے وہ اس کے احکامات سے انحراف نہیں کر سکے تھے۔

لیکن اس کا نتیجہ کچھ بہتر نہیں نکلا، نعمان خان نے دروازے سے کان لگا کر خانم کی آواز سُنی اور پھر دروازے پر آہستہ سے دستک دی، اسے اُمید نہیں تھی کہ خانم دروازہ کھول دے گی لیکن چند لمحوں بعد دروازہ کھلنے کی آواز سُنائی دی، خانم پُرسکون چہرہ لیے اُن کے سامنے موجود تھی۔

"ماں ہمیں اپنے سامنے حاضر ہونے کی اجازت دے"، نعمان خان نے کہا اور خانم ایک گہری سانس لے کر اندر مُڑ گئی۔

"آؤ۔۔۔ اندر آ جاؤ۔۔" اس کا لہجہ پُرسکون اور جذبات سے عاری تھا۔

نعمان خان کے چہرے پر کسی قدر مسرت کے آثار نظر آئے، کافی دِنوں بعد اس نے ماں کا یہ لہجہ سُنا تھا۔ تمام بھائی اندر داخل ہو گئے۔ خانم کمرے کے بیچوں بیچ پہنچ کر پلٹی اور عجیب سی نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگی پھر اس کی آواز اُبھری۔

"تمھیں دیکھ کر دل بہت بڑا ہو جاتا ہے، یوں لگتا ہے جیسے سینے پر بے شمار ہاتھ رکھے ہوں اور اُسے تسلیاں دے رہے ہوں لیکن جگر کے ٹکڑے یکساں ہوتے ہیں۔ تمھاری حماقت نے مجھ سے میری بیٹیاں چھین لیں۔ مجھے اُن سے بھی اتنا ہی پیار تھا جتنا تم سے۔۔۔ تندرست و توانا تھیں، کسی بیماری کا شکار بھی نہ تھیں لیکن اُنھیں تمھاری بیماری چاٹ گئی۔ تمھارے ذہن بیمار ہو گئے تھے، جن کا اثر ان کی زندگی پر پڑا۔ مجھے بتاؤ نعمان خان! کیا مَیں اپنی کسی ایک بیٹی کو بھی آواز دے سکتی ہوں، کیا میری آواز کی بازگشت صرف فضاؤں میں گونج کر نہ رہ جائے گی۔ کیا مجھے ان میں سے کسی ایک بھی آواز کا جواب ملے گا؟ بولو۔۔۔ کس کا نام لے کر پکاروں، کون آئے گا میرے پاس۔۔۔ بولو۔ جواب دو۔۔ جواب دو نا۔۔" خانم کی آواز میں دُنیا جہان کا دَرد تھا اور نعمان خان کا سَر جھک گیا۔

"ماں۔۔" نعمان کی کرب ناک آواز اُبھری۔ "جو کچھ ہوا ماں! ہمارے لیے بھی اتنا ہی کرب ناک ہے جتنا تیرے لیے۔۔۔ ماں! ہم انھیں واپس نہیں لا سکتے لیکن اس آڑے وقت میں ہمیں تیری رہنمائی کی ضرورت ہے، ہمیں اس طرح تنہا نہ چھوڑ۔۔"

"مَیں۔۔۔ مَیں ایک بے بس عورت ہوں، جب فیروز خان زندہ تھا تو مَیں بھی زندہ تھی، لوگ میری سُنتے تھے، میری مانتے تھے اور ہر عورت کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اولاد بہت کچھ ہوتی ہے لیکن شوہر اس بہت کچھ سے بھی زیادہ ہوتا ہے، شوہر ہی تو عورت کا مان ہے، دوسرا کون سُنتا ہے اُس کی"۔

"نہیں ماں۔۔۔ ہم تیرے تابعدار ہیں۔ ساری زندگی میں ہم سے صرف یہی ایک غلطی ہوئی ہے۔ ہمیں اس کی اتنی بڑی سزا نہ دے، چلو ماں! ہم یہاں سے چلتے ہیں۔ ہم یورپ میں رہیں گے۔ ہم صرف وہ کریں گے جو تُو چاہے گی"۔

"وعدہ کرتے ہو؟" خانم نے مُسکرا کر پوچھا اور نعمان خان تعجب سے اُسے دیکھنے لگا۔

"ہاں ماں! وعدہ۔۔"

"تو پھر یوں کرو، ہم تنہا نہیں جائیں گے، میری چاروں بیٹیوں کو لے آؤ، خاموشی سے ہم یہاں سے نکل چلیں گے"۔

"ماں! اَب وہ واپس نہیں آ سکتیں"۔

"تو پھر مَیں یہاں سے کہیں نہیں جا سکتی، مَیں دِل میں سوچتی ہوں تو یہی فیصلہ کرتی ہوں کہ مجھے اپنی بیٹیوں کے پاس پہنچ جانا چاہیے"۔

"نہیں ماں! نہیں۔۔۔ ایسا کبھی نہ کرنا، ورنہ ہم اس دُنیا میں تنہا رہ جائیں گے"۔

"تنہا۔۔۔ نہیں، بادشاہ خان تمھارا سرپرست ہے۔ تم اس کے پاس چلے جانا اور پھر یوں کرنا کہ شیران کو تلاش کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا اُس کے۔۔۔ اور ان ٹکڑوں کو اپنی چاروں بہنوں کی قبروں پر سجا دینا، یہی دلیر کی آن ہوتی ہے اور یہی تو دلیر کی شان ہوتی ہے"۔

"ماں! ہم پر طنز نہ کر"۔

"اچھا اچھا، اَب تم جاؤ، مَیں اس وقت زمین اور آسمان کے درمیان معلّق ہونا چاہتی ہوں۔ مَیں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میری بیٹیاں کیا کر رہی ہیں"۔ پھر وہ بیٹیوں کو آوازیں دینے لگی۔ اُس پر پھر جنونی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

نعمان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ سب کے سب سر جھکائے باہر آ گئے اور خانم نے دروازہ بند کر دیا۔ اندر سے اُس کی عجیب و غریب آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ کافی دیر تک وہ دروازے کے باہر کھڑے رہے اور پھر مُنہ لٹکائے اپنے اپنے کمروں کی جانب واپس چل پڑے۔۔ نعمان خان نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"شیران! انتقام کا یہ طریقہ کسی طور بہتر نہیں تھا۔ ایک بار ہمارے سامنے آ جاؤ تو ہم تجھ سے سوال کریں گے کہ کیا کبھی ایسے بھی انتقام لیا گیا ہے۔ کیا کبھی یوں بھی ہوا ہے، کسی بھی دلیر نے ایسا تو نہیں کیا"۔

"یہ بات تو نہ کہو نعمان خان! اس کی ماں بھی ہماری ہی گولیوں کا شکار ہوئی تھی۔ کیا کسی دلیر نے اس سے قبل ایسا کیا تھا کہ کسی بوڑھی عورت کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنایا ہو۔ نعمان خان! اگر سوچو تو شیران بھی اپنی جگہ غلط نہیں تھا، یہ صرف اپنے اپنے دِل کی بات ہے کہ ہم صرف اپنا غم محسوس کرتے ہیں، دوسرے کا نہیں"۔ نعمان خان کے چھوٹے بھائی نے کہا۔

"تو پھر اس کا انتقام بادشاہ خان سے لینا چاہیے"۔ نعمان کے چہرے پر درندگی کے تاثرات پھیل گئے۔

"نہیں نعمان خان! یہ بھی حماقت ہوگی۔ بادشاہ خان کے سینے کی آگ اُسے یہاں تک لے آئی تھی، ورنہ شاید وہ بھی ایسا نہ کرتا"۔

"تو پھر ہم سب کو خودکشی کر لینی چاہیے"۔ نعمان خان بولا۔

"ہاں۔۔۔ یہ بات قابلِ غور ہے اور اس پر توجہ دی جا سکتی ہے"۔ نعمان خان کے چھوٹے بھائی نے جواب دیا اور اسی وقت ایک ملازم دوڑتا ہوا اُن کے نزدیک آ گیا، اُس کے چہرے پر بدحواسی کے تاثرات تھے۔

"کیا ہُوا. . ." نعمان خان نے اُسے دیکھتے ہی پوچھا۔

"آگ. . . آگ. . . خانم کے کمرے میں آگ. . ."

"کیا. . ."

وہ سب بدحواسی کے عالم میں خانم کے کمرے کی جانب دوڑے . . . کھڑکیوں اور دروازوں سے دُھواں نکل رہا تھا اور اندر خانم کے قہقہے سُنائی دے رہے تھے۔ وہ قہقہے جو آہستہ آہستہ دم توڑتے جا رہے تھے۔

نعمان نے وحشیانہ انداز میں دروازے پر ٹکریں مارنا شروع کر دیں اور دروازہ چند ٹکروں میں ٹوٹ گیا۔ اندر چاروں طرف آگ بکھری ہوئی تھی۔ چاروں بھائی آگ میں کُود پڑے اور خانم کو باہر گھسیٹ لائے لیکن عجیب و غریب شکل میں . . . خانم کے سر پر اب ایک بال بھی نہ تھا۔ اس کا لباس جل چُکا تھا۔ پُورے بدن سے چراند اُٹھ رہی تھی اور وہ اپنی زندگی کا آخری قہقہہ لگا رہی تھی پھر قہقہے کی یہ آواز جان کنی کی ہچکیوں میں تبدیل ہو گئی اور پھر آخری ہچکی کے ساتھ اُس نے اپنے بیٹوں کی آغوش میں دَم توڑ دیا۔

خانم مرگئی . . . بادشاہ خان کو اس سلسلے میں کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ فرانہ کے قبرستان میں اس کی تدفین ہو گئی اور نعمان خان اپنے بھائیوں کے ساتھ واپس اپنی حویلی میں آ گیا۔

"جو کچھ ہو چُکا ہے اس کے لیے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم معذور ہیں لیکن ہمارا ایک عہد ہے کہ اگر شیران ہمیں مِل گیا اور اس نے کہیں اپنا خاندان آباد کر لیا تو اس خاندان کے ایک فرد کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ تنہا شیران کو نہیں مارا جائے گا بلکہ انتظار کیا جائے گا، اس بات کا کہ شیران اپنا ایک گھر آباد کرے پھر جب اس آبادی میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے تو ہم اس آبادی کو تہ تیغ کر دیں گے۔ زندہ رہے تو یہ کام ہمیں ضرور کرنا ہے۔ تیاریاں کرو۔ بادشاہ خان سے اب ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہم یورپ چلیں گے۔ اس علاقے میں اب ہمارے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میرے بھائیو! تم سے کسی کو میری رائے سے کوئی اختلاف ہے؟"

"نہیں نعمان خان! تم دُرست کہتے ہو، تم ہمارے سرپرست ہو۔ اب جیسا تم کہو گے، ویسا ہی ہم کریں گے۔"

"تو پھر مَیں یہاں نہیں رہنا چاہتا۔ ہمیں فوراً یہ علاقہ چھوڑنا ہے۔ جاؤ، اپنے اپنے سامان باندھو۔ ہم کسی سے اپنے یہاں سے جانے کا تذکرہ نہیں کریں گے کیوں کہ چہرے پر سیاہی لے کر جا رہے ہیں اور سیاہ رو کبھی دِن کی روشنی میں اپنا مقام نہیں چھوڑتے، تیاریاں کرو میرے بھائیو! جاؤ، تیاریاں کرو۔"

. . . پھر تمام بھائی منتشر ہو گئے۔

نعمان اپنے کمرے میں آ گیا . . . ماں کی تصویر سامنے ہی رکھی ہُوئی تھی۔ اس کے سامنے کھڑے ہو کر وہ پھُوٹ پھُوٹ کر رو پڑا۔

* *

بادشاہ خان کا دیا ہُوا وقت ختم ہو چُکا تھا بلکہ کئی دن اوپر ہو چُکے تھے لیکن پہاڑوں میں بدستور سنسنی پھیلی ہُوئی تھی۔ مخبر، جو خبریں لا رہے تھے، ان سے پتہ چل رہا تھا کہ قبائل اب تہمانہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ تہمانہ کی فضا جنگی نعروں سے گونج رہی تھی۔ شاید بادشاہ خان اپنی ساری قوت مجتمع کر کے چند گھنٹوں میں فیصلے کا خواہاں ہے وہ بڑے حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

تراب زان کا سردار داؤد بھی ایک دَم تبدیل ہو گیا تھا اور قبیلے کے نوجوان اس پر نثار ہو رہے تھے۔ سردار داؤد کسی خونخوار چیتے کی طرح دُشمنوں کی گھات لگائے بیٹھا تھا۔ اس کی امن پسندی قبر کی گہرائیوں میں جا سوئی تھی۔ اس کی تقریروں سے نوجوانوں کا خون کھول اُٹھتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ تہمانہ اور اس کے حلیف قبائل کو ایسی بدترین سزا دے کہ اس کے بعد کوئی شہ زور ناانصافی کی جُرأت نہ کر سکے۔ وہ کہتا تھا کہ امن دُنیا کی سب سے خوب صورت چیز ہے۔ انسانی زندگی کے لیے امن و سکون بے حد ضروری ہے لیکن کوئی رخنہ انداز اگر پیدا ہو جائے تو پھر اس وقت تک سکون سے رہنا حرام ہے جب تک اس دُشمنِ امن کا نام زمین سے نہ مٹا دیا جائے۔ وہ کہتا تھا کہ اگر پہاڑوں کا قانون مانع نہ ہوتا تو وہ سیدھا تہمانہ کی طرف چل پڑتا اور تہمانہ میں گھُس کر اس بات کا فیصلہ کر لیتا کہ زندگی کس کے لیے ہے اور موت کس کے لیے . . . اس کے حامی قبائل اسے دِن رات پیغامات بھیجتے رہتے تھے اور تسلیاں دے رہے تھے کہ جُونہی تہمانہ کے لوگ تراب زان کی طرف رُخ کریں گے، وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور آنے والوں کو چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھیر لیں گے۔ ایک قابلِ عمل جنگی نقشہ تیار ہو گیا تھا اور اس جنگی پلان کی تمام حلیف سرداروں نے منظوری دے دی تھی۔

. . . پھر یُوں ہُوا کہ چند قبیلوں کے سردار تہمانہ پہنچ گئے . . . بادشاہ خان کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور اُنھوں نے اُسے پہلے سے مختلف پایا۔ اس کے چہرے سے بے بسی کے اثرات نمایاں تھے۔

تب سردار ہارون نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے، بادشاہ خان! حملے میں تاخیر کیوں کی جا رہی ہے؟"

بادشاہ خان نے نگاہیں اُٹھا کر سردار کو دیکھا اور پھر بھاری لہجے میں بولا۔ "صرف اس لیے سردار کہ پہاڑوں کی تاریخ مستقبل میں بادشاہ خان کو درندہ نہ کہہ سکے، مَیں ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ موقع

دینا چاہتا ہوں، جو شیران کو پہاڑوں میں تلاش کر رہے ہیں۔ میری دِلی خواہش ہے سردار! کہ شیران جو ہمارا اصل مجرم ہے۔ میرے ہاتھ آ جائے اور اس کی وجہ سے پہاڑی نشیب خون کے تالاب نہ بننے پائیں، مَیں صرف یہ انتظار کر رہا ہوں سردار! اور جس دن مجھے یقین ہو جائے گا کہ شیران اب میری دسترس سے باہر ہے تو وہ دِن قیامت کا دِن ہو گا۔"

بادشاہ خان کی آواز میں کھوکھلا پن تھا جسے شاید دوسرے محسوس نہ کر سکے لیکن خود بادشاہ خان کو احساس تھا کہ اس کی آواز میں اب وہ گرج نہیں ہے جو کچھ عرصہ پہلے تھی اور اس کی وجہ وہ بیڑیاں تھیں جو تنظیم سے منسلک ہونے کے بعد بادشاہ خان کے ہاتھوں میں پڑ چُکی تھیں . . .

بادشاہ خان تہمانہ قبیلے کا سردار ہونے کے باوجود ایک دُنیا ساز آدمی تھا۔ اس کے بازوؤں میں اب بھی پہاڑوں جیسی سختی تھی اور اس کے سینے میں اب بھی دِل کی جگہ چٹان کا ٹکڑا رکھا ہُوا تھا۔ خون ریزی سے اُسے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا تھا اور گولیوں کی آوازیں اس کے کانوں میں اب بھی آبشاروں کے مدھر نغموں کی مانند تھیں کہ کبھی ان میں موسیقیت ہوتی ہے اور کبھی کرب زدہ انسانی چیخیں . . .

لیکن یہ تنظیم . . . اس تنظیم نے اسے بُری طرح اپنے جال میں جکڑ رکھا تھا اور یہ ایک طویل کہانی تھی۔ بادشاہ خان کا کاروبار دُنیا کے مختلف ممالک میں پھیلا ہُوا تھا۔ دولت اس کی نگاہوں میں بہت بڑی وقعت رکھتی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ آنے والا وقت اسے صرف ایک دلیر خان ہی نہ کہے بلکہ وہ پہاڑوں کے سیاہ و سفید کا مالک ہو۔ ہر چند کہ اب مستقبل کا اُسے یقین نہیں تھا کیوں کہ وہ عُمر کی اس منزل میں تھا جہاں موت کسی بھی وقت مزاج پُرسی کر سکتی تھی لیکن قابلِ رشک صحت ہونے کی بنا پر وہ جوانوں کی سی اُمنگیں رکھتا تھا لیکن تنظیم کے اغراض و مقاصد پر اس نے ہوش و حواس کے عالم میں ہی دستخط کیے تھے۔ اس نے سوچا تھا کہ یہ تنظیم اس کے لیے ایک مضبوط سہارا ثابت ہو گی اور کسی بھی بُرے وقت میں وہ اس کی پناہ لے سکتا ہے، لیکن تنظیم کے اغراض و مقاصد اس کی راہ میں رُکاوٹ بن گئے تھے۔

یہ بات تو اُسے بہت بعد میں معلوم ہُوئی تھی کہ تنظیم نے اس کا انتخاب کسی خاص مقصد کے تحت کیا ہے۔ وہ ان پہاڑوں میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتی تھی جو بقول اس کے پہاڑوں کی بقا کے لیے بہت ضروری تھا لیکن اس شکل میں کہ ان پہاڑوں پر قبائل کا کنٹرول ہونے کی بجائے صرف بادشاہ خان کا کنٹرول ہو اور بادشاہ خان دُور دراز کے علاقوں کا حکمران کہلائے۔

تنظیم کا واحد مقصد یہ تھا کہ جس مُلک کے مفاد میں یہ تنظیم کام کر رہی تھی اس کی حمایت میں بڑے سرداروں کو منظم کر کے ایک باطنی حکومت قائم کی جائے اور بادشاہ خان کچھ اس طرح ان کے جال میں جکڑا گیا کہ وہ اپنے تمام وسائل اُن کے حوالے کرنے کا پابند تھا۔ چنانچہ اس بڑے مقصد کی آڑ لے کر انھوں نے بادشاہ خان کو بے دست و پا کر دیا تھا اور اب وہ . . . وہ نہ رہا تھا۔ جو تھا، اب اُسے صرف انھی اغراض و مقاصد کا پابند رہنا تھا جو تنظیم کے یا اس بڑے مُلک کے تھے۔ چنانچہ اسے اپنی آواز کے اس کھوکھلے پن پر رونا آ رہا تھا لیکن وہ رو بھی نہیں سکتا تھا۔ سردار حیرت سے اس کی صُورت دیکھ رہے تھے تب اس نے اپنے حواس مجتمع کر کے کہا۔

"اور یہی میرا فیصلہ ہے کہ جنگ سے جس قدر بچا جائے، اچھا ہے۔ مَیں نے بہت غور و خوض کیا ہے اور عقل نے مجھے یہی مشورہ دیا کہ شیران کی پُشت پر کوئی نہیں ہے۔ تراب زان کا صرف اتنا قصور ہے کہ اس نے سلامن قبیلے کو اپنے اندر ایک مقام دیا اور شیران اُسی کی فضاؤں میں پل کر جوان ہُوا لیکن اس قصور کی بنا پر مَیں لاتعداد بچّوں کو یتیم نہیں دیکھنا چاہتا۔ ان سینکڑوں عورتوں کو بیوہ نہیں دیکھنا چاہتا، جن کا کوئی قصور نہیں ہے۔ مَیں نہیں چاہتا کہ بے گناہ عورتیں شیران کے گُناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے نہر وادی میں پناہ لیں اور بالآخر بُرائیوں کو جنم دیں۔"

سرداروں نے بادشاہ خان کی اس تبدیلی کو تحسین کے انداز میں محسوس کیا اور ان کی آنکھوں میں مسرت کی پرچھائیاں رقص کرنے لگیں۔ جتنے بھی قبیلے یہاں جنگ کرنے آئے تھے۔ کوئی بھی دِل و جان سے اس جنگ پر آمادہ نہیں تھا کیوں کہ سب جانتے تھے کہ دُشمن بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھا ہے۔ اگر یہ لوگ چار افراد کے سینوں میں سُوراخ کریں گے تو کم از کم دو افراد ان کے بھی مارے جائیں گے کیوں کہ قبیلوں میں سچّے نشانے بہادری کی علامت سمجھے جاتے تھے۔ اپنے نوجوانوں کو کھونے کا احساس کچھ خوشگوار نہ تھا۔ چنانچہ سرداروں نے مُناسب سمجھا کہ اس موقعے سے فائدہ اُٹھائیں۔ اُنھوں نے آپس میں ایک دوسرے کو اشارے کیے اور پھر ان میں سے ایک کو منتخب کر لیا گیا کہ وہ بادشاہ خان سے بات کرے۔ یہ سردار طغرل تھا۔ سردار طغرل نے نرم اور شیریں آواز میں بادشاہ خان سے مخاطب ہُوا۔

"عظیم خان کا یہ عظیم فیصلہ پہاڑوں کی عظمت کی دلیل ہے۔ یہ فیصلہ ہمالیہ کی مانند بلند اور اس سے بہنے والے جھرنوں کی طرح نرم و نازک ہے، بے شک ایک اہلِ دِل ہی انسانوں کا دَرد اپنے اندر محسوس کر سکتا ہے اور بُرا ہو اس بدبخت کا جس نے خان کے غصّے کو آواز دی لیکن یہ فیصلہ بہت ہی مُناسب اور انتہائی خوشگوار ہے، بادشاہ خان . . . اور اب ہم سب پر بھی یہ فرض عاید

ہوتا ہے کہ ہم سب شیران کی تلاش میں اپنا کچھ وقت صرف کریں، اور پہاڑوں میں بسنے والے تمام قبائل کو مشترکہ یہ اعلان کرنا چاہیے کہ شیران قابلِ گردن زنی ہے اور اس کی تلاش بھی ایک اتنا ہی اہم فریضہ ہے جتنا کہ عبادت . . . تو سردار بادشاہ خان! اگر ہم اپنا یہ پیغام تراب زان اور دیگر قبائل کو پہنچا دیں تو وہ سب بادشاہ خان کی عظمت کا اعتراف کیے بغیر نہ رہیں گے اور ان میں سے ہر شخص کم از کم ایک گھنٹہ شیران کی تلاش میں ضرور صرف کرے اور اسے پہاڑوں کے غاروں میں سے ڈھونڈ نکالے، سرحدیں بند کردیں اور جہاں بھی شیران کو پائیں، اُسے زندہ یا مُردہ بادشاہ خان کی خدمت میں پیش کردیں لیکن اگر یہ اعلان ہوجائے بادشاہ خان! تو قبائل ان نقصانات سے دوچار نہ ہوں گے، جو جنگ کی صورت میں پیش آنے والا ہے۔"

بادشاہ خان کو انھی الفاظ کا انتظار تھا، اپنی انا اور اپنے وقار کے آخری ستون کو گرنے سے بچانے کے لیے یہ الفاظ اس کے لیے ضروری تھے۔ چنانچہ اس نے سردار طغرل کی جانب نرمی اور محبت سے دیکھا اور کہا: "سردار طغرل! میرا کوئی بیٹا نہیں ہے، میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ مَیں بے اولاد ہوں لیکن میرا دِل انسانی درد سے خالی نہیں ہے، مَیں نہیں چاہتا کہ ہم میں سے کچھ کم ہوجائیں۔ مَیں نہیں چاہتا کہ جنھیں مَیں دُشمن سمجھتا ہوں، اُن کی عورتیں بے بسی سے آنسو بہائیں اور روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کی محتاج ہوجائیں . . . مَیں خود بھی انسان ہوں، سردار طغرل! اور انسانوں کے ساتھ انسانی سلوک کرنا چاہتا ہوں، ہر چند کہ مَیں جانتا ہوں کہ تہمانہ کی طاقت کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن میں اُن قوتوں کو ان دُشمنوں کے لیے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں جو پہاڑوں کے باہر سے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں، چنانچہ اس سلسلے میں اگر کوئی بہتر لائحہ عمل بنانا چاہتے ہو تو میں تمھیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

"یہ کام ہمارا ہے بادشاہ خان! اور ہم اس کے لیے آپ سے صرف آٹھ گھنٹے کی مہلت چاہتے ہیں۔"

"میں تمھیں یہ مہلت دیتا ہوں۔ جاؤ اور جس طرح مُناسب سمجھو، کرو۔" بادشاہ خان نے کہا۔ اپنی بے بسی پر اس کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ رہے تھے لیکن کسی بھی آنسو کے باہر گرنے سے قبل وہ اپنی آنکھوں کی بینائی ختم کرسکتا تھا اس لیے اس نے یہ آنسو روک لیے . . . سردار خوش خوش واپس چلے گئے تھے اور پھر منادی کرنے والوں نے پہاڑوں میں نئی زندگی کی لہر دوڑادی۔

تراب زان کے سردار داؤد کا سر سجدے میں جُھک گیا۔ اس کے بعد . . . اُس نے باہر آکر اعلان کیا: "تراب زان کے لوگو . . . مَیں بادشاہ کی خدمت میں جاؤں گا اور اُس سے کہوں گا کہ شیران کا مُجرم ہم میں سے کسی کو بھی پسند نہیں۔ ہم ایک ایک لمحہ اس کی تلاش میں صرف کریں گے اور جب بھی وہ مِل گیا، اُسے بادشاہ خان کے حضور پیش کردیا جائے گا۔"

سردار داؤد خان کی یہ سعی ناکام نہ رہی . . . بادشاہ خان نے اُسے تہمانہ میں خوش آمدید کہا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ بادشاہ خان کے اندر یہ تبدیلی کیوں کر رُونما ہوئی ہے لیکن وہ اس تبدیلی کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور جب سردار داؤد نے اپنی خدمات بادشاہ خان کو پیش کیں تو بادشاہ خان نے سنجیدگی سے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔

"جو کچھ ہُوا ہے، سردار داؤد! وہ انتہائی نامُناسب تھا۔ مَیں نے اپنے غضب کو خود ہی ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیے ہیں اور وہ بھی صرف اس لیے کہ میں بھی پہاڑوں کے قانون کو بُرا نہیں سمجھتا، میرے سینے میں جو آگ روشن تھی، اُس نے مجھے روک دیا تھا کہ مَیں اس قانون کی پُشت پناہی نہ کروں لیکن بالآخر انسانوں کی محبت میرے احساسات پر غالب آئی اور مَیں نے سوچا کہ میری انا ہزاروں انسانوں کا خون بہانے کے لیے مُناسب نہیں ہے لیکن سردار داؤد! مَیں شیران کو کبھی فراموش نہیں کرسکوں گا اور اگر تم دوستی کا پیغام لے کر میرے پاس آئے ہو تو اپنے قبیلے میں جاکر اعلان کردو کہ ہر شخص شیران سے اپنی دُشمنی کا اعلان کرے اور اُسے تلاش کرے۔"

"ایسا ہی ہوگا بادشاہ خان! ایسا ہی ہوگا۔" سردار داؤد نے خوشی کے عالم میں کہا اور پھر وہ وہاں سے چلا آیا۔

لیکن تنہائیاں بادشاہ خان کے لیے بڑی جاں گُسل تھیں۔ اُسے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے اس کا لباس مجمعِ عام میں اُتر گیا ہو اور اب وہ ایک بے بس بوڑھے کے علاوہ کچھ نہ ہو۔ پھر یہ بے بس بوڑھا گھوڑے کی پُشت پر بیٹھ کر فرانہ کی طرف چل پڑا۔ وہ اُن بے کسوں کو تسلّی دینا چاہتا تھا جو اس کی انا پر قربان ہوگئے تھے اور جن کی ناموس خاک میں مِل گئی تھی اور یہ فیروز خان کے بیٹے تھے۔

. . . جب اس کا گھوڑا فرانہ میں داخل ہُوا اور اُس نے حویلی میں قدم رکھا تو سوگوار ملازموں کے علاوہ اُسے کوئی نہ مِلا۔ حویلی خالی پڑی ہُوئی تھی۔ ملازموں نے اُسے خانم کی موت کی اطلاع دی اور کہ فیروز خان کے تمام بیٹے فرانہ چھوڑ کر کسی نامعلوم سمت کو چل پڑے ہیں . . . اور اس وقت بادشاہ خان کی آنکھوں سے دو آنسو نکلے، خاموشی سے زمین پر جذب ہوگئے کہ بادشاہ خان فیروز خان کے بیٹوں کو اپنے بیٹے سمجھتا تھا اور اُسے احساس تھا کہ ان کی تباہی کا باعث

وہ خود ہے لیکن قصور اس کا بھی نہیں تھا۔ قبیلوں کی یہی رسمیں ہوتی ہیں اور وہ اپنے بھائی کی موت کو فراموش نہیں کرسکتا تھا۔

سوگوار ملازم گردن جُھکائے کھڑے تھے۔ بادشاہ خان کافی دیر تک خاموش کھڑا رہا پھر ملازموں سے مخاطب ہوکر بولا: "خانم کی موت کی اطلاع مجھے کیوں نہ دی گئی؟"

"نعمان خان کی اجازت نہ تھی، خان!" ایک ملازم نے گڑگڑاتے ہُوئے کہا۔

"اُس نے تمھیں منع کیا تھا؟"

"ہاں مالک . . . سختی سے منع کیا تھا کہ کوئی نوکر تہمانہ کا رُخ نہ کرے ورنہ اُسے سزا دی جائے گی۔"

"آہ . . . فیروز خان کے بیٹے مجھے قصوروار سمجھتے ہیں جب کہ مَیں نے اُن کی موجودگی میں خود کو کبھی بے اولاد نہیں سمجھا۔ مَیں نے ہمیشہ انھیں اپنی اولاد سمجھا لیکن . . . لیکن بادشاہ خان ان دنوں تقدیر کے عتاب کا شکار ہے۔ اسے ہر طرف سے مایوسی کا مُنہ دیکھنا پڑرہا ہے۔"

سب ملازم خاموشی سے سر جُھکائے کھڑے تھے۔

چند لمحوں بعد بادشاہ خان نے پوچھا: "تمھیں معلوم ہے کہ وہ کہاں گئے ہیں؟"

"نہیں آقا! ہمیں کچھ معلوم نہیں۔"

"ہوں . . . اچھا ٹھیک ہے۔ تم آرام کرو۔"

"ہمارے لیے کیا حکم ہے مالک؟" ایک پُرانے خادم نے پوچھا اور بادشاہ خان رُک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے تمھارا؟"

"ہمیں اب کیا کرنا چاہیے؟"

"جو کرتے تھے، کرتے رہو۔ یہ حویلی غیر آباد نہیں رہنی چاہیے۔ ہر صبح دروازے کھولو اور آنے والوں کا انتظار کرو۔ مَیں حالات کا شکار ہُوا ہوں لیکن مستقبل سے مایوس نہیں ہُوں۔ ایک نہ ایک دن یہ حویلی ضرور آباد ہوگی۔ مَیں ایک نہ ایک دن اپنے بچّوں کے دِل سے غلط فہمیاں دُور کر دوں گا اور اپنے گھر کی رونقوں کو واپس لے آؤں گا۔ یہ دولت یہ جائدادیں یہ کاروبار اور کس کے لیے ہیں؟ مَیں نے جو کچھ کیا ہے۔ اُنھی کے لیے تو کیا ہے۔ حویلی اسی طرح آباد رکھو۔"

بادشاہ خان دروازے کی طرف بڑھ گیا اور اس کا گھوڑا تہمانہ کی جانب روانہ ہوگیا۔

●

"آؤ سلال خان! گڑھ چاہیے؟" فضل خان نے پوچھا۔

"نہیں . . . آج کوئی پیش گوئی نہیں کروں گا۔ دیکھو۔ کُہر کی دُھند میں دیکھو۔ وہ مایوس واپس جارہا ہے۔"

"کون . . .؟"

"زلزلہ . . . جس کی آمد کے احساس سے پہاڑ دھمک رہے تھے۔ مَیں نے کہا تھا نا کہ یہ بس تیز ہُواؤں کا شور ہے، زلزلہ نہیں ہے۔ ہوائیں چلتی ہیں اور بند ہوجاتی ہیں۔ سو یہ کھیل ختم ہُوا۔ اچھا اب مَیں چلتا ہُوں تمھیں اب میری ضرورت نہیں ہے۔" سلال خان نے کہا اور تیزی سے ایک طرف چل پڑا۔

☆

شیران پہاڑوں میں بھٹک رہا تھا۔ دو دِن ہوگئے تھے، اُس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ ایک دو جگہ پہاڑی چشمے ملے تھے، جن کا شیریں پانی بس اس کی پیاس بُجھانے میں معاون ہُوا تھا۔ بھوک اُسے بے چین کررہی تھی لیکن بدبختی تھی یا قدرت کا انتقام کہ ان دو دِنوں میں اُسے کوئی شکار بھی نہیں نظر آیا تھا اور نہ ہی کوئی ایسا پھل دار درخت جس سے وہ اپنے پیٹ کی آگ بُجھاتا۔

حتی الامکان وہ انسانوں سے بچنے کی کوشش کررہا تھا۔ وہ فطرتاً وحشی تھا لیکن چالاک بھی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت ان پہاڑوں میں کوئی اس کا دوست نہیں ہے۔ اس کا حُلیہ ہر شخص کو ذہن نشین کرادیا گیا ہوگا اور تلاشی لینے والوں کا وہ نشان بھی اس کی مدد نہیں کرسکے گا جو اس نے تور خان کو قتل کرکے حاصل کیا تھا۔

تا حدِ نگاہ چٹیل پہاڑ بکھرے ہُوئے تھے۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس سمت نکل آیا ہے۔ وہ افغانستان میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ افغانستان کے راستوں کی جو تفصیلات اس نے دوسروں سے سُنی ہیں، انھیں مدِنظر رکھتے ہُوئے وہ بہ آسانی افغانستان میں داخل ہوجائے گا لیکن پہاڑوں کی بھول بھلیوں نے اُسے اُلجھا لیا تھا اور اب اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ راستہ بھٹک گیا ہے۔

اُسے اس بات کی پروا نہیں تھی۔ آدھی عُمر بھی اگر راستوں کی تلاش میں صرف ہوجائے تو کیا فکر ہے۔ اب کون تھا جو اس کا انتظار کرے گا۔ ماں کی ڈانٹ ڈپٹ سے تو وہ ہمیشہ کے لیے آزاد ہوگیا تھا لیکن ماں اُسے یاد بہت آتی تھی۔ بہت اچھی تھی وہ . . . اُس کے ہاتھ کے پکے ہُوئے کھانے . . . بھوک کی شدت تھی، اس لیے اُسے کھانا ہی یاد آیا اور وہ ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

رات جُھکتی چلی آرہی تھی۔ قرب و جوار میں دُور دُور تک کوئی درخت یا جھاڑی نہیں تھی۔ جدھر نگاہ اُٹھتی ننگی چٹانیں ہی چٹانیں

بکھری نظر آتیں۔ یہ چٹانیں تاریکی میں ڈوبتی جا رہی تھیں۔ اس نے رات بسر کرنے کے لیے ایک جگہ کا انتخاب کر لیا۔ دو چھوٹے چھوٹے پتھر اُٹھا کر سرہانے رکھے اور تکیہ بنا کر لیٹ گیا۔

ہوائیں سرد تھیں لیکن ناقابلِ برداشت نہ تھیں اس لیے بھوک کے علاوہ اسے اور کوئی تکلیف نہ محسوس ہوئی۔ اس تکلیف سے نجات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا... نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ اس پر غنودگی طاری ہو گئی۔ یہ غنودگی تھی یا نقاہت، اس کا اُسے اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

بہر حال رات گزرتی رہی... اُس نے کروٹ تک نہیں بدلی۔ دو دن کی بھوک نے اُسے نڈھال کر دیا تھا۔ وہ رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ اچانک اس کے پیر میں انگارے بھر گئے۔ درد کی شدت سے اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ دفعتاً اُسے کسی جانور کے غرانے کی آواز سُنائی دی۔ اس کی نگاہ سامنے اُٹھ گئی... چاند کی زرد زرد روشنی میں اُس نے دیکھا کہ اُس سے کچھ ہی فاصلے پر انگاروں جیسی چمکتی ہوئی دو آنکھیں اُسے گھور رہی تھیں۔ وہ لکڑ بگڑ تھا جو اس پر دوسرا حملہ کرنے کے لیے تیار تھا۔

شدید تکلیف کے باوجود اس کے حلق سے غراہٹ نکلی اور اس نے جلدی سے پیٹی میں اڑسا ہوا پستول نکال لیا لیکن اس کے جنبش کرتے ہی وحشی جانور نے چٹانوں کے پیچھے چھلانگ لگا دی اور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اب فائر کرنا بے کار تھا۔

اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے پستول قریب ہی رکھ لیا۔ خون کا رسیا جانور اسے غافل پا کر دوبارہ اس کے نزدیک آنے کی کوشش کر سکتا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے اپنے زخمی پیر کو قریب کر کے دیکھا۔ لکڑ بگڑ نے اس کا پنجہ چبا ڈالا تھا اور اس کے نوکیلے خونخوار دانت ہڈیوں تک اُتر گئے تھے۔ زخمی پنجے سے خون بہہ رہا تھا۔ درد کی ناقابلِ برداشت لہریں اس کے پورے بدن میں دوڑ رہی تھیں۔ تکلیف کی شدت سے اس پر غشی طاری ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے لیے اس کا ذہن تاریکی میں گم ہو گیا لیکن درندوں کے خوف نے اُسے زیادہ دیر بے ہوش نہ رہنے دیا۔ آنکھیں پھر کھل گئیں۔ آسمان پر ستارے ٹمٹما رہے تھے اور چاندنی بدستور ماحول کو روشن کر رہی تھی۔ اِرد گرد کا ماحول بھیانک اُداسی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر طرف وحشت کی حکمرانی تھی۔ اس نے ایک کراہ کے ساتھ دونوں ہاتھ زمین پر ٹِکا کر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن سر چکرا گیا۔ ساری کائنات گھومتی ہوئی محسوس ہوئی اور وہ مُنہ کے بل نیچے آ رہا... بھوک کی نقاہت تو تھی ہی، زخم سے بہنے والے خون نے بدن کی قوتیں نچوڑ لی تھیں۔

وہ چند ثانیے اسی طرح پڑا رہا۔ اُسے اپنی کمزوری پر خود جھنجلاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ جھلائے ہوئے ذہن کے ساتھ وہ پھر اُٹھا اور اس بار اُسے کامیابی نصیب ہو گئی۔ تب اس نے دوسری طرف سے ایک لمبا شکاری چاقو نکالا اور اُسے کھول کر اپنی قمیص کے دامن سے لمبی لمبی پٹیاں کاٹنے لگا پھر ان پٹیوں کو بمشکل تمام اس نے اپنے زخم پر کسا۔ خون تو بند ہو گیا لیکن کان اَب بھی سائیں سائیں کر رہے تھے... بار بار چکر آ جاتا اور وہ آنکھیں بند کر لیتا۔ اگر دو دن کا بھوکا نہ ہوتا تو شاید حالت اتنی زیادہ خراب نہ ہوتی لیکن اس وقت وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی کشمکش کا شکار تھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت تھی اور بار بار وہ گردن جھٹک جھٹک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا تھا۔

پٹی بہت زیادہ کس کر باندھنے سے ٹانگ بے حس ہوتی جا رہی تھی۔ یہ اس کے حق میں بہتر تھا کیوں کہ اس طرح زخم کی تکلیف سے کسی قدر نجات ملتی جا رہی تھی لیکن بعد کے معاملات کٹھن تھے۔ دوست تو درکنار، یہاں دُور دُور تک دُشمنوں کا بھی پتہ نہیں تھا۔ اور لمحہ بہ لمحہ حالت خراب ہی ہوتی جا رہی تھی۔

وہ اسی عالم میں بیٹھا رہا... پستول پاس ہی رکھا تھا اور اس کے کان ہر آہٹ پر لگے ہوئے تھے لیکن درندہ واپس نہیں آیا۔ نہ جانے کیوں اُس نے دوبارہ اس طرف آنے کی جُرأت نہیں کی۔

ستارے مدھم پڑنے لگے۔ شاید صبح کی آمد تھی اور اس وقت روشنی اور دُھندلکے آپس میں مدغم ہو رہے تھے... اچانک اُسے ایک عجیب سی آواز اپنے عقب میں سُنائی دی۔ اُس نے گردن جھٹک کر گھوم کر دیکھا اور اس کی سانس ایک دم حلق میں رُک گئی۔

تھوڑے ہی فاصلے پر سیاہ رنگ کا ایک سانپ رینگ رہا تھا جس کی لمبائی پانچ فٹ سے کم نہیں تھی۔ اس سے قبل شاید وہ کسی زندہ وجود سے باخبر نہ تھا لیکن جونہی شیران پلٹا، سانپ کو کسی جاندار شے کا احساس ہو گیا۔ وہ بھی اپنی بستی کا شیران ہی معلوم ہوتا تھا کیوں کہ وہاں سے بھاگ جانے کے بجائے اُس نے جلدی سے اپنے بدن کو سمیٹا اور اس کا چوڑا پھن کھل گیا۔ وہ پھن کاڑھ کر کھڑا ہو گیا اور اَب وہ دُشمن سے مقابلے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ اس کی ننھی ننھی سُلگتی ہوئی آنکھیں شیران پر جمی ہوئی تھیں۔

شیران ساکت تھا... دونوں دُشمن ایک دوسرے کو خونی نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ شیران کے ہاتھ غیر محسوس انداز میں پیچھے کھسک رہے تھے۔ اُسے پستول کی تلاش تھی جو اُس نے نزدیک ہی رکھا تھا لیکن پستول اُس کے ہاتھ کی پہنچ سے دُور تھا اور اُسے حاصل کرنے کے لیے پلٹنا ضروری تھا۔

شیران جانتا تھا کہ جونہی اُس کی نگاہ ہٹی، سانپ فوراً حملہ کر دے گا اور کامیابی چوکنے دُشمن کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ دفعتاً اس کے ہاتھ چاقو کے دستے سے ٹکرائے اور شیران نے اُسے گرفت میں لے لیا۔ اگر ہوشیاری سے کام لیا جائے تو یہ چاقو بھی کارآمد ہو سکتا ہے۔

چاقو کو اُس نے پھل کی طرف سے پکڑ لیا۔ ہرچند کہ یہ چاقو پھینک کر مارے جانے کے قابل نہیں تھا لیکن اگر مہارت سے کام لیا جائے اور پھینکنے کی قوت بحال رکھی جائے تو کام بن سکتا تھا... حالانکہ حواس دُرست نہ تھے، اس کے باوجود شیران کے ذہن میں نئے خیال نے پرورش پائی تھی اُس نے اسے مجبور کر دیا تھا کہ زندگی بچانے کے لیے سانپ کا شکار بہت ضروری ہے اور پھر ناقابلِ یقین پھرتی سے چاقو شیران کے ہاتھ سے نکلا... سانپ نے پھن ہلانا چاہا لیکن شیران نے چاقو اتنی مہارت اور چابک دستی سے پھینکا کہ اُسے ہلنے تک کی مہلت نہ مل سکی۔ چاقو اُس کے پھن کے درمیان اُتر گیا... چند لمحوں تک تو سانپ اپنا سَر زمین پر مارتا رہا پھر اُس کی کنڈلی کے بَل کُھلتے گئے اور وہ بے سُدھ ہو کر بے حس و بے حرکت ہو گیا۔

شیران کے حلق سے ہذیانی قہقہے نکل رہے تھے۔ اس دلچسپ تماشے میں ایک لمحے کے لیے وہ اپنی تکلیف بھول گیا تھا لیکن جونہی وہ ہِلا، درد کی ایک لہر نے اُسے پھر تکلیف کا احساس دِلا دیا۔

شیران زمین پر لیٹ گیا۔ اس کے لمبے بازو پھیل گئے اور پھر وہ آہستہ آہستہ سانپ کی طرف کھسکنے لگا۔ پاؤں کی تکلیف کے احساس کے باوجود وہ سانپ تک پہنچ گیا۔ اس نے سانپ کے پھن سے چاقو کھینچ لیا اور اسے اپنے لباس سے رگڑ کر اس نے سانپ کے پھن کو گردن سے کافی نیچے سے کاٹ کر پھینک دیا پھر سانپ کے بقیہ بدن کو گھسیٹ کر قریب کر لیا۔ اندر کی کیفیت پر قابو پانے میں اُسے صرف چند لمحات صَرف ہوئے پھر سانپ کا بدن اس کے دانتوں تلے آ گیا۔ تیز دانتوں نے اُسے کاٹ لیا اور وہ اس کا گوشت چبانے لگا۔

پھیکا اور بے مزا گوشت اس کے معدے میں اُترنے لگا اور شیران کی شکم پُری ہونے لگی۔ آخر میں سانپ کی دُم رہ گئی جسے اُس نے ایک طرف پھینک دیا۔

پیٹ کی آگ بُجھ گئی... لیکن اس سے شیران کی وحشی فطرت کا اظہار ہوتا تھا۔ سانپ کو اس طرح کھا لینا معمولی بات نہیں تھی۔ پیٹ بھر جانے کے بعد وہ خود کو چاق و چوبند محسوس کر رہا تھا لیکن پیر کی تکلیف اُسے اَب بھی بے کل کیے دے رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اَب پیدل چلنا اس کے لیے ممکن نہ ہو گا اور نہ جانے کتنا سفر کرنا ہے۔ اس نے یہ بھی سوچا تھا کہ اس وقت اس کے پاس پستول اور چاقو دُنیا کی سب سے قیمتی شے ہے۔ پستول کی ایک ایک گولی اہمیت رکھتی ہے اور چاقو اس کا مونس ہے۔ اس نے بڑے پیار سے چاقو اپنے لباس میں رکھ لیا۔

پہاڑوں کے دامن میں آہستہ آہستہ صبح کا لالہ زار کھلتا جا رہا تھا... آسمان پر ہلکی ہلکی روشنی نمودار ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے بدن کی توانائی سانپ کے گوشت سے بحال ہو گئی تھی حالانکہ یہ زندگی کا پہلا تجربہ تھا لیکن بُرا نہیں تھا پھر جب روشنی پوری طرح پھیل گئی تو اس نے زمین پر گھسٹنا شروع کر دیا۔ خون جم کر مرہم بن گیا تھا لیکن تکلیف اَب بھی تھی۔ وہ حواس مجتمع کیے گھسٹتا رہا اور اپنی جگہ سے کافی دُور نکل آیا... سورج بلند ہو گیا تھا اور چونکہ یہ علاقہ زیادہ سرد نہیں تھا اس لیے اچھی خاصی گرمی ہو گئی تھی۔ وہ اسی طرح گرتا پڑتا کافی دُور نکل آیا۔

دوپہر ڈھلے وہ ایک ایسے علاقے میں پہنچا جہاں درخت نظر آ رہے تھے۔ ان درختوں کو دیکھ کر اُسے بیساکھی کا خیال آیا اور اس نے تیزی سے درختوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ کافی دیر کے بعد وہ درختوں کے پاس پہنچا۔ چاقو جیب سے نکالا اور حواس مجتمع کر کے ایک ایسے دوشاخے کا انتخاب کیا جسے بیساکھی بنایا جا سکتا تھا۔ شدید جدوجہد کے بعد اس نے ایک بیساکھی تیار کی، دوسرے ہاتھ کے سہارے کے لیے اس نے ایک چھڑی بنا لی تھی۔ اس کے بعد وہ لنگڑاتا ہوا چل پڑا۔ ایک نامعلوم منزل کی جانب اور اس وقت تک چلتا رہا جب تک رات نہ ہو گئی۔

شاہ امان اللہ کی ملکہ نے چادر اُتاری تو شاہ کو سلطنت سے ہاتھ دھونے پڑے مگر وہ پُرانے وقتوں کی بات ہے۔ جدید افغانستان، منی اسکرٹ اور اُونچی ایڑی کے جوتوں والی خواتین کا افغانستان ہے جو جدید اور نوجوان ہوں تو چادر کا ایک کونہ سَر پر رکھے نظر آتی ہیں... جسے "اسکارف" کہا جا سکتا ہے اور اگر ذرا قدیم ہوں تو اسکرٹ کو سفید بُرقعے سے چھپا لیا جاتا ہے لیکن اس طرح کہ چلتے وقت عُریاں ٹخنوں کا حسین نظارا نگاہوں سے محو نہ ہونے پائے۔ بھوری پہاڑیوں سے پرے کا کابل البتہ جوں کا توں تھا اور شہرِ نو کی رونقوں کا وہاں گزر نہ تھا۔ وہاں اَب بھی روایتی لباس پہنے جاتے ہیں اور باحیا عورتیں بدن کی نمائش سے گریز کرتی ہیں۔

شیران نے سیاہ چُغے میں لپٹی ہوئی اس سُرخ و سفید حسینہ کو دیکھا جس کے اخروٹی رنگت کے بال مخصوص طرز کی باریک باریک چوٹیوں میں لپٹے اس کے سینے پر جھول رہے تھے۔ وہ پتھر کی ایک سِل پر کچھ پیس رہی تھی اور ڈھیلے ڈھالے چوغے سے بھی اس کے بدن کی رعنائیاں آواز دے رہی تھیں اور اس کی نوعمری کی کہانیاں سُنا رہی تھیں۔ شیران کو

وہ سلاخیں بہت بدنُما لگیں جو اس کے اور لڑکی کے درمیان حائل تھیں ورنہ لڑکی مکمل طور پر اس کے سامنے نہیں تھی۔ یہ سلاخیں اس کھڑکی میں لگی ہُوئی تھیں جو اس کمرے کی دیوار میں تھی۔

اس نے اپنی جگہ سے کھسک کر کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی جہاں یہ سلاخیں اس کے اور لڑکی کے درمیان حائل نہ ہوں اور دفعتاً درد کی ایک لہر اس کے پیر میں اُٹھی اور وہ چونک کر ساکت ہو گیا۔ یہ دِل کش نظارا اُسے ایک خواب کی مانند محسوس ہُوا اور چٹیل میدانوں کی وہ حقیقتیں عُریاں ہوگئیں جو ان دِل کش نظاروں سے مختلف تھیں. پاؤں کی تکلیف نے اُسے سب کچھ یاد دِلا یا، گزرا ہُوا وقت مکمل طور پر اس کی آنکھوں کے سامنے آگیا اور اس نے کئی بار آنکھیں بھینچ کر کھولیں اور اپنے اِرد گِرد کے ماحول کو دیکھا لیکن اس وقت جو کچھ اس کے سامنے تھا۔ وہ کوئی خواب نہ تھا۔ پتھریلی دیواریں، بائیں سمت ایک دروازہ اور اس جگہ جہاں وہ ایک مخصوص قِسم کی مسہری پر لیٹا ہُوا تھا دیوار میں یہ کھڑکی جس میں موٹی موٹی لوہے کی سلاخیں لگی ہُوئی تھیں اور ان سلاخوں کے دوسری جانب سِل پر کچھ پیستی ہُوئی حسین لڑکی، یہ سب کچھ بھی خواب نہ تھا۔ اس نے گھبرا کر اپنا بدن ٹٹولا، وہ لباس بھی اس کے جِسم پر موجود نہیں تھا جسے پہن کر وہ جنگلوں میں سفر کر رہا تھا۔ پاؤں کے زخم پر وہ پٹّی بھی نہیں تھی جو اس نے اپنی قمیص پھاڑ کر پیر پر کسی تھی، بلکہ اس کی جگہ اَب ایک سفید پٹّی کسی ہُوئی تھی۔ سب کچھ بدل گیا تھا۔ سارا ماحول ہی بدل گیا تھا۔ وہ وقتی خواب نہ تھا اور اس وقت بھی وہ خواب نہیں دیکھ رہا تھا لیکن نیند کے عالم میں یا بے ہوشی کے عالم میں یہ فاصلے کس طرح طے ہُوئے اور یہ کون سی جگہ ہے، اس نے سوچا اور خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ یوں لگا جیسے ماحول بدل گیا ہے۔ کوئی مجھے یہاں لے آیا۔ مگر کون...؛

اس کا جواب شیران کے پاس نہیں تھا اور یہ سوال اس کے ذہن میں شدید اُلجھن پیدا کر رہا تھا۔ پاؤں کچھ اس طرح ہِلا تھا کہ درد ہونے لگا تھا لیکن شیران محسوس کر رہا تھا کہ درد میں اَب وہ شدت نہیں ہے جو کچھ دیر قبل تھی۔ اس کی نگاہیں کھڑکی کے پار اس حسینہ کی جانب اُٹھ گئیں جو اَب اپنا کام ختم کر چکی تھی پھر وہ ایک برتن ہاتھ میں لیے ہُوئے اُٹھی اور مست چال چلتی ہُوئی شیران کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

شیران نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ اس لڑکی کی مست چال بھی اس کی آنکھوں میں کھُب گئی تھی لیکن اپنی موجودہ حالت کا احساس کر کے اس نے گردن جھٹک دی. سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ یہاں کیسے اور کس حال میں پہنچا۔

یقیناً وہ نیند، جسے اُس نے نیند تصور کیا تھا، خون بہہ جانے کی وجہ سے بے ہوشی تھی یا پھر سانپ کے گوشت کا اثر تھا جس میں ممکن ہے زہر کی کچھ آمیزش باقی رہ گئی ہو اور اس آمیزش نے شیران کو گہری نیند سُلا دیا ہو۔

یہ سارے خیالات اس کے ذہن میں آ رہے تھے لیکن ابھی اس کے سوالات کا جواب دینے والا کوئی نہیں تھا۔ اس نے کہنیوں کے بَل مسہری پر اُٹھ کر اپنے پاؤں کو دیکھا۔ اسے آہستہ آہستہ اِدھر اُدھر جنبش دی۔ بے شک تکلیف تھی لیکن اس قدر نہیں کہ اس کے حلق سے کراہیں نِکل جاتیں۔ وہ بیساکھی جو اس نے خود بنائی تھی، اَب موجود نہ تھی، ایک گہری سانس لے کر وہ آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگا۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح لیٹا رہا پھر اگر دروازے پر آہٹ نہ ہوتی تو وہ خود ہی کسی کو چیخ کر آواز دینے والا تھا۔ آہٹ ہُوئی اور دروازہ کھُلا اور کسی نے گردن اندر کر کے اس کی طرف دیکھا لیکن اُسے بستر پر بیٹھا دیکھ کر وہ چونک پڑی، وہی اخروٹ کے رنگ کے بالوں والی حسینہ تھی۔ اُس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے شرم کے آثار نمودار ہُوئے اور پھر وہ خود کو سنبھال کر پُورا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ شیران اُسے دیکھنے لگا۔

"بابا نے کہا تھا، تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد تمھیں دیکھتی رہوں اور جب تم ہوش میں آ جاؤ تو اُسے اطلاع دوں۔ کیا تم ہوش میں آ گئے ہو؟" اس نے معصومیت سے پوچھا اور شیران کو ہنسی آ گئی۔

"ابھی نہیں۔" اس نے ہنستے ہُوئے کہا اور لڑکی کے چہرے پر مایوسی کے آثار پھیل گئے۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے مُردہ سی آواز میں کہا اور واپسی کے لیے مُڑ گئی۔ گویا اُس نے شیران کی بات مان لی تھی۔

"ارے ارے سُنو تو... کہاں جا رہی ہو؟"

"باورچی خانے میں۔ کھانا پکا رہی ہوں۔"

"بات سُنو۔ اِدھر آؤ۔ کیا کہو گی بابا سے؟"

"پُوچھے گا تو کہوں گی، ابھی ہوش میں نہیں آئے۔" وہ معصومیت سے بولی اور شیران کو اس کا یہ بھولپن بہت بھلا لگا۔ وہ ہنستا رہا۔

"کہہ دینا... تھوڑی دیر تو رُکو۔"

"نہیں، ہانڈی جل جائے گی۔" لڑکی نے کہا اور تیزی سے باہر نِکل گئی۔ شیران ہنستا رہا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک قوی ہیکل شخص، لمبا سا چُغہ لیے اندر داخل ہُوا۔ اس کی بھری ہُوئی داڑھی

مہندی کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ بوڑھا ہونے کے باوجود وہ نہایت چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔ شیران کو دیکھ کر مُسکراتے ہُوئے اُس نے سلام کیا. اس کے چہرے پر نرم تاثرات تھے۔

"زخم کی تکلیف اَب کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہوں۔" شیران آہستہ سے بولا۔ وہ گہری نِگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا.

"کِسی جنگلی جانور کے شکار ہُوئے تھے۔ زخم میں زہر پھیل رہا تھا. اگر فوری دیکھ بھال نہ ہوتی تو پُورا پاؤں خراب ہو جاتا لیکن اَب فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میری تیمارداری تم نے کی ہے؟"

"ہاں... خُدا کا شُکر ہے، یہ فرض مَیں نے پُورا کیا ہے اور اس کے لیے مَیں اپنے دوست گل چراغ کا شکر گزار ہوں۔"

اُسی وقت دروازہ کھُلا اور وہی لڑکی ہاتھوں میں ایک بڑا پیالہ لیے اندر داخل ہُوئی۔ اُسے دیکھ کر شیران کے ذہن پر پھر ایک خوشگوار سی کیفیت طاری ہو گئی۔

"لاؤ..." بوڑھے نے پیالہ لڑکی کے ہاتھ سے لیا اور پھر شیران کی طرف دیکھ کر بولا۔ "لو اسے پی لو۔ کیا مَیں تمھیں سہارا دوں؟"

"نہیں... مَیں ٹھیک ہوں۔" شیران اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پیالہ ہاتھوں میں لے لیا... دودھ تھا لیکن اس کا رنگ سبز تھا اور اس کی بھاپ میں ہلکی سی بُو شامل تھی۔

"اس کا رنگ کیسا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"دَوا ملی ہُوئی ہے، اس میں۔ یہ تمھارے جسم کی توانائیوں کو بحال کر دے گی۔ پی لو اسے۔" بوڑھے نے کہا اور شیران دُودھ کے گھونٹ لینے لگا۔

"یہ لڑکی تمھاری بیٹی ہے؟"

"ہاں... بے وقوف زرمانہ۔ مَیں نے اسے ذمّے داری سونپی تھی کہ جب تم ہوش میں آ جاؤ تو مجھے اطلاع دے۔ ابھی تھوڑی دیر قبل اس نے اطلاع دی تھی کہ وہ کہتا ہے کہ ابھی ہوش میں نہیں آیا. مَیں نے تفتیش کی تو اُس نے انکشاف کیا کہ یہ الفاظ تم نے کہے ہیں۔"

شیران مُسکراتے ہُوئے دُودھ پیتا رہا۔

"بابا پیالہ تم رکھ دینا، مَیں جا رہی ہوں۔" لڑکی بولی اور باہر چلی گئی۔

"تمھارا شکریہ خان! مَیں تمھارا نام جان سکتا ہوں؟"

"اوغلول..." بوڑھے نے جواب دیا اور دُودھ کا پیالہ شیران کے ہاتھوں میں ہِل گیا۔ بوڑھے کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تمھیں یہ نام سُن کر حیرت ہُوئی ہے، نا؟"

"ہاں... کیا مَیں افغانستان میں ہُوں؟"

"یہ کابل ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"مَیں یہاں کیسے پہنچا؟"

"تم یہیں آنا چاہتے تھے، نا۔ میرے پاس... سو دیکھ لو تقدیر نے کس طرح تمھاری رہنمائی کی اور میری عزت بچ گئی۔" بوڑھے اوغلول نے بدستور مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"مَیں تفصیل جاننا چاہتا ہُوں۔" شیران نے دُودھ پی کر پیالہ ایک جانب رکھ دیا۔

"کوچی قبائل موسمِ بہار میں سفر کرتے ہیں. گُل چراغ ایک کوچی سردار ہے اور میرا گہرا دوست ہے. کچھ عرصہ قبل وہ مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اُس کے پاس بھیڑیوں کی چالیس کھالیں تھیں. وہ فروخت کرنا چاہتا تھا۔ مَیں نے اُس کی مدد کی۔ تم کوہ ہندوکش کے دامن میں اُسے بے ہوش پڑے مِلے، تمھارے نزدیک تمھاری بیساکھی تھی۔ اُس نے ازراہِ ہمدردی تمھیں اُٹھا لیا اور تمھارے بارے میں چھان بین کرتے ہُوئے اُسے تمھاری جیب سے میرے دوست سردار داؤد کا خط مِلا۔

"سردار داؤد کا خط؟" شیران بُری طرح چونک پڑا۔

"ہاں، تمھارا نام شیران ہی ہے نا؟" بوڑھے اوغلول نے پُوچھا اور شیران کی گردن بے اختیار اثبات میں ہِل گئی۔ میرے دوست سردار داؤد نے تمھارے بارے میں لکھا تھا کہ مَیں تمھیں پناہ دُوں اور تمھارے ساتھ دوستوں جیسا سلوک کروں، اس کے بعد اگر ممکن ہو سکے تو تمھیں کابل میں کوئی ایسا کام دِلوا دُوں جس سے تم بہتر زندگی گزارنے کے قابل ہو جاؤ، اُس نے یہ بھی لکھا ہے کہ تم سرکش فطرت کے مالک ہو، چنانچہ تمھاری فطرت کا خیال رکھا جائے اور تمھیں تمھاری پسند کی کوئی ایسی جگہ دِلائی جائے جہاں تم خوش رہ سکو، سو میرے عزیز تمھاری بے ہوشی کے دوران ایسی جگہ کے بارے میں سوچتا رہا ہُوں اور مَیں نے ایک مناسب فیصلہ کیا ہے جو یقیناً تمھیں بھی پسند آئے گا لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہو گا جب تم مکمل طور پر صحت مند ہو جاؤ گے۔"

شیران عجیب سے انداز میں بُوڑھے اوغلول کو دیکھ رہا تھا، نجانے سردار داؤد کا خط اُس کے لباس کے کون سے حصّے میں چھُپا رہ گیا تھا، یہ اتفاق نہایت دلچسپ تھا کہ کوچی سردار کے ہاتھ وہ خط لگ گیا اور وہ اوغلول کا شناسا تھا

ورنہ شاید شیران کو یہ آسانیاں فراہم نہ ہوتیں لیکن یُوں لگتا تھا جیسے اوغلول اپنے دوست سردار داؤد کے حالات سے قطعی ناواقف رہتا ہے، ورنہ شاید اُسے شیران کے بارے میں اور بھی بہت کچھ معلوم ہو چکا ہوتا۔ بہر صُورت شیران نے اس اتفاق سے فائدہ اُٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ پاؤں زخمی نہ ہوتا تو وہ کسی کے رحم و کرم پر پڑے رہنے کا عادی نہ تھا، تقدیر نے اُسے کابل پہنچا دیا تھا اور یہ اچھا ہی ہُوا تھا کیونکہ خود اُس کی یہی خواہش تھی کہ وہ ان پہاڑوں کے درمیان سے نکل آئے جس کی ایک ایک چٹان اُس کے خُون کی پیاسی ہے چنانچہ اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

" یہ دلچسپ اتفاق ہے سردار اوغلول کہ مجھے جس جگہ پہنچنا تھا وہیں پہنچ گیا؟"

" بلاشبہ یہ تقدیر کا کرشمہ ہے، ورنہ مَیں اپنے دوست سردار داؤد کو کیا جواب دیتا لیکن تمھاری معلومات کے لیے مَیں تمھیں یہ بتا دوں کہ مَیں صرف اوغلول ہُوں، کھالوں کا بیوپاری۔ سرداری سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔" اوغلول نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔ شیران بھی مُسکرانے لگا۔

" مَیں اس دلچسپ اتفاق پر بڑا حیران ہُوں اور تمھارا شکر گزار بھی کہ تم نے میری مدد کی لیکن اتنی طویل بے ہوشی میری سمجھ میں نہیں آئی، مَیں اتنے عرصے بے ہوش کیوں رہا؟"

" زخم میں زہر پھیل جانے کی وجہ سے، مَیں حکیم بھی ہُوں اور بڑے بڑے زخموں کا علاج کر لیتا ہُوں، اگر مَیں تمھارے پاؤں پر ایک مخصوص بُوٹی نہ لگاتا تو شاید آنے والے وقت میں تمھیں ایک پاؤں سے محروم ہونا پڑتا۔"

" شکریہ خان اوغلول۔ مَیں اب خود کو بہت بہتر محسوس کر رہا ہُوں۔"

" آرام کرو، تمھاری ضرورت کی ہر چیز تمھیں مہیا کر دی جائے گی۔ کسی قسم کا تکلف نہ کرنا ورنہ مجھے افسوس ہوگا۔"

" بیٹھو خان اوغلول۔ مَیں تم سے مزید باتیں کرنا چاہتا ہُوں۔" شیران نے کہا۔

" ہاں ہاں۔ مَیں صرف اس لیے جا رہا تھا کہ ممکن ہے تم آرام کرنے کے خواہش مند ہو۔" اوغلول بیٹھ گیا۔

" تم میرے سپرد کیا کام کرو گے؟"

" یہ بعد کی بات ہے۔ اوغلول کے مہمان کو تردد کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ویسے تمھیں بھیڑیوں کے شکار سے کوئی دلچسپی ہے؟" اوغلول نے پُوچھا۔

" ہاں مجھے بھیڑیوں کا شکار بہت پسند ہے۔" شیران کی آنکھوں میں بادشاہ خان کا چہرہ گھُوم گیا۔

" تمھارا نشانہ کیسا ہے؟"

" ایک کارتوس۔ ایک شکار۔ یہ حساب کبھی غلط نہیں ہُوا۔"

" خوب۔ سردار داؤد نے ٹھیک ہی کہا تھا۔"

" ایک اور سوال خان۔ میرے لباس سے کچھ اور بھی برآمد ہُوا ہے؟"

" تمھاری مُراد اگر کسی رقم سے ہے تو نہیں اور اسے ملنا بھی نہیں چاہیے کیونکہ تمھیں چراغ گُل کے ساتھیوں نے تلاش کیا تھا۔ انھوں نے اپنی محنت کا صلہ پہلے ہی وصول کر لیا ہوگا۔ کچھ زیادہ رقم تھی؟"

" نہیں ٹھیک ہے۔" شیران نے آہستہ سے کہا۔

" تم اس کی فکر مت کرو تمھیں جس قدر رقم کی ضرورت ہوگی مل جائے گی تم کسی فقیر کے مہمان نہیں ہو۔ اب مَیں چلتا ہُوں تم آرام کرو۔" اوغلول اُس کے شانے پر تھپکی دے کر باہر نکل گیا۔

شیران کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ اوغلول کے جانے کے بعد وہ گہری سوچ میں ڈُوب گیا۔ دیر تک وہ نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا پھر اُس نے تشویش کی نگاہ سے اپنے زخمی پاؤں کو دیکھا اور بے بسی سے ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ صرف یہ ایک مجبوری اُس کی راہ میں حائل تھی۔

اوغلول بے حد مہربان انسان تھا۔ قدیم روایتوں کا پابند مہمان کو عظیم درجہ دینے والا۔ اُس نے شیران کے لیے تمام آسانیاں مہیا کر دی تھیں۔ شیران کو یہاں آئے ہُوئے آٹھواں دن تھا۔ ان دنوں میں اُس کا زخم تقریباً بھر چُکا تھا۔ پٹی اُتر گئی تھی اور اب صرف مرہم لگایا جاتا تھا۔ زرمانہ ہنوز روزِ اول کی مانند تھی۔ اس قدر معصوم، اس قدر بے وقوف کہ شیران اُس کی باتوں پر ہنستا رہتا تھا۔ وہ جوانی کی لطافتوں سے ناآشنا تھی۔ اس بے وقوف کو علم ہی نہیں تھا کہ دیکھنے والوں کی نگاہوں میں وہ کیا ہے۔ ماں مر چکی تھی۔ گھر میں اُس کی دیکھ بھال کرنے والی اُس کی بُوڑھی پھوپھی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور زرمانہ کو اپنی پھوپھی بالکل پسند نہیں تھی۔

شیران اب چہل قدمی کرنے لگا تھا۔ اوغلول نے اُس کے لیے چند لباس بھی مہیا کر دیے تھے۔ شیران سوچ رہا تھا کہ اب اسے زیادہ عرصہ یہاں نہیں رہنا چاہیے لیکن اس کے لیے اسے چند چیزوں کی ضرورت تھی۔

ایک دن اُس وقت جب اوغلول گھر پر موجود نہ تھا اُس نے زرمانہ سے کہا۔

" یُوں لگتا ہے زرمانہ، اوغلول بہت بُزدل انسان ہے۔"

" کیوں...؟" اُس نے پُوچھا۔

" بہادر لوگوں کے پاس پستول ہوتا ہے۔ ہتھیار تو بہادروں کی شان ہوتے ہیں۔"

" پستول...؟ میرے بابا کے پاس کئی پستول ہیں۔ بندوق ہے اور کارتوسوں کی پیٹیاں ہیں۔" زرمانہ نے کہا۔

" کیا واقعی؟"

" تمھیں یقین نہیں؟"

" ممکن ہے تم مذاق کر رہی ہو۔ ذرا ایک پستول اور کارتوس لا کر تو دکھاؤ۔" شیران نے کہا۔

زرمانہ خاموشی سے اندر چلی گئی۔ اُسے شیران کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک پستول لے کر آ گئی کارتوسوں کی پیٹی بھی ساتھ تھی۔ پستول اور کارتوس دیکھ کر شیران کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

" واہ کتنا خوبصورت پستول ہے۔ بے شک تم سچی ہو۔ زرمانہ تمھیں اچھے اچھے کھانے پکانے آتے ہیں؟"

" بابا کو میرے پکائے ہُوئے کھانے بہت پسند ہیں اور تم نے اچھا یاد دلایا۔ مجھے تمھارے لیے تیتر ذبح کرنے ہیں کھانے میں دیر ہو جائے گی۔"

" اوہ۔ مجھے بھُوک بھی بہت لگ رہی ہے۔ جلدی جاؤ۔ جلدی۔" شیران نے کہا اور زرمانہ بدحواس سی باہر نکل گئی۔ شیران کو یہ پستول ہتھیانے میں کوئی دقت نہیں ہُوئی تھی۔ اُس نے احتیاط سے پستول چھپا لیا اور زرمانہ کی معصومیت پر مُسکرانے لگا۔ زرمانہ کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ وہ اُس سے پستول واپس لے اور شیران نے اوغلول کو اس کی ہُوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ اب پستول اُس کے لباس میں چھُپا رہتا تھا۔

چند روز اور گزر گئے۔ یہ ایک دوپہر کا واقعہ تھا۔ صبح کو شیران نے کافی چہل قدمی کی تھی۔ جُوتا پہن کر دیکھا تھا اور اُسے کوئی تکلیف نہیں ہُوئی تھی۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ اب خاموشی سے کسی وقت یہاں سے نکل جائے گا۔ اوغلول کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا خطرناک تھا۔ کسی بھی وقت اُسے صُورتِ حال معلوم ہو سکتی تھی۔

ہر چند کہ شیران کے سامنے کوئی راہِ عمل نہیں تھی۔ ساری زندگی عیش سے گزاری تھی۔ سیر و شکار کے علاوہ کوئی کام نہیں کیا تھا۔ اُس کی فطرت کسی سنجیدگی کی متحمل نہیں تھی۔ وہ تو آزاد فضاؤں کا پنچھی تھا لیکن اُس نے زندگی کو ان پہاڑوں میں ہی دیکھا تھا۔ اس سے آگے وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

کابل کی یہ پُرانی بستی بھی اُس کی نگاہوں سے اوجھل تھی اور ابھی وہ اوغلول کے مکان تک ہی محدود تھا لیکن اس میں ہمت تھی۔ باہر کی دُنیا جیسی بھی ہو بہر حال اب وہ ان پہاڑوں کو تو خیر باد کہہ چُکا تھا۔ چنانچہ وہ یہاں سے جانے کے لیے تیار تھا۔

دوپہر ڈھل رہی تھی لیکن ابھی تک اُس کے لیے کھانا نہیں آیا تھا۔ سلاخوں والی کھڑکی سے دوسری طرف زرمانہ بھی نہیں نظر آئی تھی۔ یُوں لگتا تھا جیسے گھر کے افراد کہیں چلے گئے ہوں۔

صُورتِ حال معلوم کرنے کے لیے وہ جُوتے پہن کر دروازے کی طرف بڑھا اور دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن اب تک کے قیام میں پہلی بار دروازہ باہر سے بند تھا۔ شیران ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا۔ یہ کیا ہُوا... یہ کیوں ہُوا...؟

ابھی وہ دروازے کے قریب ہی کھڑا تھا کہ اُسے قدموں کی آہٹ سُنائی دی۔ شیران جلدی سے اپنے بستر پر آ گیا۔ اُس کی چھٹی حس اُسے تنبیہہ کر رہی تھی اور وہ چوکنا ہو گیا تھا۔

بستر کی پُشت سے ٹیک لگا کر اُس نے کمبل پیروں پر کھینچ لیا۔ اُس نے جُوتے بھی نہیں اُتارے تھے۔ پستول کا چیمبر بھر کر اُس نے اُسے بھی کمبل میں چھُپا لیا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ دروازہ باہر سے کھولا جا رہا تھا۔

پھر دروازہ کھُلا۔ سب سے آگے اوغلول تھا۔ اُس کے پیچھے چار آدمی تھے جن کا تعلق تراب زان سے ہی تھا اور شیران انھیں پہچانتا تھا۔ اوغلول کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار تھے۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے شیران کو دیکھ رہا تھا۔

" یہی قاتل شیران ہے۔" تراب زان کے ایک شخص نے کہا۔ اوغلول چند قدم آگے بڑھ آیا اور بولا۔ " کیا یہ حقیقت ہے شیران کہ تم نے فرانہ کے ایک مکان سے چار لڑکیوں کو اغوا کیا اور اُن کے ناموس سے کھیل کر انھیں گولی مار دی اور یہ لڑکیاں تھمانہ کے ایک معزز سردار کی بھتیجیاں تھیں؟" اوغلول نے پُوچھا۔

" تراب زان کے یہ جوان کیا کہتے ہیں؟"

" انھیں میرے دوست سردار داؤد نے میرے پاس بھیجا ہے۔ جو خط تمھارے لباس سے نکلا تھا اُس نے اُسے منسوخ

کرتے ہوئے مجھے دوسرا خط بھیجا ہے جس میں مجھ سے کہا گیا ہے کہ تراب زان کی بقا کے لیے میں اس کی مدد کروں اور اگر کسی طور خونی شیران کابل پہنچ جائے تو اس کی گرفتاری میں مدد دُوں۔ اُس نے اپنے خط میں مجھے تمھارے گھناؤنے جرم کی تفصیل بھی لکھی ہے۔ کیا یہ سب کچھ سچ ہے شیران؟"

"تمھارے دوست نے تم سے جھوٹ نہ بولا ہوگا ادغلول۔" شیران نے سکون سے کہا۔

"گویا تم اعتراف کر رہے ہو؟"

"ہاں جو کچھ میں نے کیا ہے اس سے انحراف میرے لیے گالی ہے۔ بادشاہ خان نے میری ماں کو قتل کیا تھا۔ میں نے اس کے جواب میں اُسے سرِعام ذلیل کر دیا۔ یہ میرا فرض تھا۔"

"ہر چند کہ تم میرے مہمان ہو شیران اور مہمان ہماری آن ہوتا ہے لیکن ایسے بدترین جرم کے مرتکب شخص کو میں پناہ نہیں دے سکتا۔ میں نے ہی یہ دروازہ بند کیا تھا اور اب کافی غور و خوض کے بعد میں تمھارے پاس آیا ہوں۔ ان لوگوں نے مجھے جو واقعات بتلائے ہیں ان سے مجھے یہ بھی احساس ہوا ہے کہ میرے دوست کا قبیلہ خطرے میں ہے۔ اس کی بقا اسی میں ہے کہ تمھیں بادشاہ خان کے حوالے کر دیا جائے۔ اس لیے شیران میں تمھیں اُن لوگوں کے حوالے کرنے پر مجبور ہوں۔"

"تمھیں کچھ اور لوگ بھی ہماری مدد کے لیے ساتھ کرنا ہوں گے خان۔ اس شیطان سے آپ واقف نہیں ہیں۔" تراب زان سے آئے ہوئے ایک شخص نے کہا اور شیران ہنس پڑا پھر اُس نے کہا۔

"تراب زان ابھی محفوظ ہے زردار خان۔"

"ہاں۔ تمھاری وجہ سے پہاڑوں میں جو خونریزی ہونے والی تھی وہ عارضی طور پر رُک گئی ہے۔ بستی کے بزرگ ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ تم ایک نہ ایک دن تراب زان کے لیے بہت بڑا خطرہ بن جاؤ گے۔"

"بے وقوف ہیں تراب زان کے بزرگ۔ شیران کے لیے اتنی چھوٹی سی بات کہتے تھے۔ انھیں کہنا چاہیے تھا کہ ایک نہ ایک دن میں اس دُنیا کے لیے خطرہ بن جاؤں گا اور بزرگ ادغلول یہ ایک حقیقت ہے۔" شیران نے حقارت سے کہا۔

"کاش تمھاری دلیری تعمیری کاموں میں کام آتی۔"

"بزرگ ادغلول تم نے مجھ پر احسانات کیے ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم غیر جانب دار رہو۔ ان لوگوں کو یہاں سے لے جاؤ اور کسی مناسب جگہ بند کر دو تاکہ میں خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں اس کے بعد میرا اور اُن کا براہِ راست معاملہ رہ جائے گا۔"

"یہ ناممکن ہے۔ میں اپنے دوست سے غداری نہیں کر سکتا۔"

"میری بات مان لو ادغلول۔ یہی مناسب ہوگا۔"

"ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

"گویا ہمارے درمیان دوستی اور مروّت کے رشتے ختم۔" شیران ذرا بھی ہراساں نہیں تھا اور یہ بات اُن سب کے لیے باعثِ حیرت اور پریشانی کا سبب تھی۔

"میں تمھیں ایک مجرم سمجھتا ہوں اور ایسے بدترین جرم کے مرتکب شخص کو میں دوست کہنے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔"

"تب مجبوری ہے ادغلول۔ افغانستان میں تم میرے بدترین دُشمن ثابت ہو سکتے ہو۔ ان لوگوں کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے میری نگاہوں میں۔ اچھا ادغلول جو کچھ ہو رہا ہے بحالتِ مجبوری ہو رہا ہے۔"

کمبل کے سوراخ سے ایک گولی نکلی اور ادغلول کی پیشانی میں پیوست ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی شیران اُچھل کر نیچے آ گیا تھا۔ ایک اور گولی اُسے اس شخص پر چلانی پڑی تھی جس نے رائفل سیدھی کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس کی پیشانی میں بھی اُسی جگہ گولی لگی تھی جس جگہ ادغلول کے۔ باقی تینوں دم بخود رہ گئے تھے...

"اور تم لوگ شیران سے اچھی طرح واقف ہو۔ اس لیے ادھر ہٹ کر دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو جاؤ۔" شیران کی غرّاہٹ اُبھری اور ان تینوں نے بادلِ ناخواستہ اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ شیران کے اس قول سے وہ سب واقف تھے کہ ایک گولی ایک شکار اور اگر کارتوس ضائع کرنا پڑے تو پھر دوسرا کارتوس خود پر ضائع کر لینا چاہیے۔

شیران دروازے سے باہر نکل گیا اور دروازہ باہر سے بند ہو گیا۔ اس عمارت کے کسی اور مکین سے اُسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ادغلول نے چالاکی سے کام لیا تھا۔ زرمانہ اور اپنی بُوڑھی بہن کو یہاں سے ہٹا دیا تھا۔ چنانچہ شیران کے راستے میں اور کوئی مزاحمت نہ ہوئی اور وہ نہایت اطمینان سے عمارت سے باہر نکل آیا۔

پستول اُس نے اپنے لباس میں چھپا لیا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ پستول انسان کا سب سے بڑا ساتھی ہے بلکہ ہتھیار کے بغیر انسان نامکمل رہتا ہے۔ چنانچہ بدن پر لباس ہو یا نہ ہو، ہتھیار ضرور ساتھ رکھو۔

اور اب ایک نئی دُنیا اُس کے سامنے تھی۔ پُرانے کابل سے نکل کر وہ نئے کابل میں آ گیا۔ شہر کے درمیان بہنے والے دریائے کابل نے اُسے شدید حیران کر دیا تھا۔ باہر کی زندگی پہاڑوں کی زندگی سے کافی مختلف تھی۔ ایسی ایسی اجنبی اور انوکھی چیزیں اُس کی نگاہوں کے سامنے تھیں جن کا اُس نے کبھی تصوّر بھی نہیں کیا تھا۔

مغرب کی طرف کوہ بابا کی برف پوش چوٹیاں چمک رہی تھیں، وہ اتنی نزدیک لگتی تھیں کہ بس ہاتھ بڑھاؤ اور چھو لو لیکن اُن کی بلندیاں ناقابلِ عبور سمجھی جاتی تھیں۔ وہ پہاڑیاں جن کی بلندیاں عقاب کی پرواز سے بھی اُونچی تھیں اُن پر جمی ہوئی لاکھوں سال پُرانی برف میں تاریخ کے کئی باب دفن تھے۔

کابل کے گلی کوچوں، بازاروں میں وہ ستاروں سے آگے کے جہاں دیکھ رہا تھا اور اُس کی آنکھیں تعجب سے پھٹی ہوئی تھیں۔ وہ پریشانی کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ اس انسانی طوفان میں اپنے لیے کوئی... جگہ تلاش کرلے۔ کوئی نہ کوئی جگہ بنانی ہوگی ورنہ اس کی ناواقفیت اُسے عام نگاہوں میں لے آئے گی اور یہ بہتر نہ ہوگا۔

تب اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ کوئی سنسان راستہ تلاش کرلے۔ کوئی ایسی جگہ بھی ضرور ہوگی جہاں اتنے سارے انسان نہ ہوں۔ وہ چلتا رہا اور کافی دیر بعد ایک ایسی سڑک پر نکل آیا جو ویرانوں کی طرف جاتی تھی۔ ادغلول کی مہربانیوں سے اس کے پاؤں کا زخم بالکل ٹھیک ہو گیا تھا اور اب اس میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔ اُسے ادغلول کی موت کا خیال آیا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ایک مہربانی میں نے بھی تم پر کی ہے ادغلول کہ تمھاری اس حسین لڑکی کو چھوڑ دیا۔" اور زرمانہ کے بارے میں سوچتا ہوا وہ آگے بڑھتا رہا۔

نہ جانے کتنی دُور نکل آیا تھا لیکن یہ علاقہ اطمینان بخش تھا یہاں دُور دُور تک کسی انسان کا پتہ نہیں تھا۔ شام جھکتی آ رہی تھی اور لمبی سڑک تا حدِ نگاہ پھیلی ہوئی تھی۔

دفعتہً اُسے اپنے عقب میں کسی گاڑی کے انجن کی گڑگڑاہٹ سُنائی دی۔ ایک دیو ہیکل ٹینکر سڑک کے بیچ چلا آ رہا تھا۔ وہ کنارے ہو کر چلنے لگا لیکن ٹینکر اُس کے پاس آ کر رُک گیا۔

"اوئے کتھاں چلے باشاہ؟ غزنی جانا اے؟" ڈرائیونگ سیٹ سے گردن نکال کر ڈرائیور نے پوچھا۔ یہ لہجہ اور الفاظ کسی قدر اجنبی تھے لیکن سمجھ میں آ گئے اور شیران نے گردن ہلا دی۔

"تے آ جاؤ فِر۔ ایتھے کھڑے گردن کیوں ہلا رہے ہو۔ آؤ جی دیری نہ کرو۔" چپکی ہوئی پگڑی والے ٹرک ڈرائیور نے کہا اور دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔

شیران جھجکتا ہوا اندر بیٹھ گیا اور ڈرائیور نے ٹینکر آگے بڑھا دیا۔ سکھ ڈرائیور کافی خوش مزاج معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دُور چل کر اس نے پُوچھا۔ "پنجابی سمجھتے ہو؟"

"نہیں۔" شیران نے گردن ہلا دی۔

"او جی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم تمھاری زبان سمجھتے ہیں۔"

"ہماری زبان؟"

"اوئے افغانی یار۔ جو تم بول رہے ہو۔"

"تم افغانی نہیں ہو؟"

"پکّے افغانی ہیں جی۔ یہیں پیدا ہوئے ہیں، یہیں پلے بڑھے ہیں۔ ہمارے اُوپر والے پنجاب سے آئے تھے۔"

"او ہو۔ اچھا کیا نام ہے تمھارا؟" شیران تمام تر ذہنی قوتوں سے کام لے رہا تھا اور اُسے یہ احساس نہ ہونے دے رہا تھا کہ وہ اس ماحول میں اجنبی ہے۔

"سردار گرنتھ سنگھ۔" سردار جی نے اکڑ کر کہا۔

"سردار... کون سے قبیلے کے سردار ہو؟" شیران نے پُوچھا اور گرنتھ سنگھ ہنسنے لگا۔

"او کسی قبیلے کا سمجھ لے یار۔ واہگورو کی مہربانی ہے۔ چھوٹا سا قبیلہ ہے اپنا۔ رتن کور ہے، چار بچّے ہیں۔ ماں پیو ہیں۔ یہی اپنا قبیلہ ہے۔" اُس نے کہا اور شیران حیران رہ گیا لیکن اُس نے کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ "تیرا کیا ناں ہے؟" اُس نے پُوچھا۔

"شیران۔"

"ایں۔ تو تُو سردار نہیں ہے۔ شکل صُورت سے تو تُو تکا سردار ہی نظر آ رہا تھا۔ داڑھی بھی سرداروں جیسی ہے۔ چل کوئی بات نہیں ہے۔ غزنی میں کہاں جانا ہے؟"

"کہیں نہیں۔ غزنی میرے لیے نئی جگہ ہے۔" شیران نے جواب دیا...

"یارا، مجھے تو تُو افغانستان میں بھی اجنبی لگ رہا ہے۔ کہیں اُس پار کے پہاڑوں سے تو نہیں بھاگ کر آیا ہے کسی کو قتل متل کر کے۔ اگر ایسی بات ہے تو گرنتھ سنگھ سے سچ بول دے؛ گرنتھ سنگھ کا دل بہت بڑا ہے۔ وہ تیری دل کھول کر مدد کرے

گا۔ اوئے تُو غازی خان کو تو نہیں جانتا۔"

"نہیں۔" شیران نے کہا۔

"وہ بھی اُس پار کے پہاڑوں سے بھاگ کر آیا تھا۔ چار آدمیوں کو قتل کر کے خاندانی دُشمنی چل رہی تھی اُس کی۔ گرنتھ سنگھ کا دوست بن گیا اور اب تو آسمان پر اُڑ رہا ہے۔"

"آسمان پر اُڑ رہا ہے؟" شیران نے تعجّب سے پُوچھا۔

"بڑا دَھندا کر رہا ہے۔ کبھی کبھی ہمیں بھی کام دے دیتا ہے ہاتھ کا کھرا ہے۔ جو کام لیتا ہے اُس کی رقم پُوری دیتا ہے۔ بس واہگورو کی مہربانی سے اسی طرح کام چل رہا ہے۔" گرنتھ سنگھ ہنسنے لگا پھر بولا۔ "بتائے گا نہیں یارا۔ کیا تُو بھی اُدھر سے ہی آیا ہے؟"

"ہاں سردار۔ تمھارا خیال ٹھیک ہے۔" شیران نے جواب دیا۔

"آنکھ بھی ٹھیک ہے۔ اُڑتی چڑیا کو پہچان لیتی ہے..." گرنتھ سنگھ ہنسنے لگا پھر بولا۔ "اِدھر تو کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

"ہے..." شیران نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اوئے اٹھکے۔ اِدھر کون آ گیا؟"

"میرے دُشمن میری تلاش میں یہاں پہنچ گئے ہیں اُن میں سے بھی دو مارے گئے۔"

"او جیو یار۔ شکل سے ہی مرد لگتے ہو۔ پرواہ مت کرو کاکے گرنتھ سنگھ کی دوستی مل گئی ہے تمھیں۔ پر یہ اچھی بات نہیں ہے کہ تمھارے دُشمن یہاں تک پہنچ گئے ہیں اس کے لیے کچھ کرنا ہو گا۔"

"کیا کرو گے؟"

"کچھ نہ کچھ تو کر ہی لیں گے۔ سُنو۔ ایمانداری سے بتانا، بڑا دُھندا کرو گے؟ او یار کوئی مشکل کام نہیں ہے مردوں کا کھیل ہے بندوق پر ہاتھ سچّا ہونا چاہیے سارے کھیل آسان ہوتے ہیں۔ غازی خان سے ملا دُوں گا۔ خود بھی جی دار ہے اور جی دار دں کو پسند بھی کرتا ہے۔ تھوڑے دن پہلے بول بھی رہا تھا کہ گرنتھ سنگھ کوئی کام کا آدمی دے۔"

شیران نے اس بڑے دھندے کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا لیکن اتنا وہ ضرور سمجھ گیا کہ بڑا دھندا کوئی ایسا کام ہے جس کے لیے بندوق بھی استعمال کی جاتی ہے اور ایسے کسی کام میں اُسے کوئی عار نہ تھی۔ چنانچہ اُس نے گرنتھ سنگھ سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔

✵

بادشاہ خان اپنے تینوں غیر مُلکی دوستوں کے ساتھ اس چھوٹے سے ہیلی پیڈ کے پاس پہنچ گیا جو سرسبز درختوں کے درمیان ایک مسطح جگہ پر بنایا گیا تھا۔ ہیلی پیڈ پر ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہُوا تھا جس کے نزدیک اُس کا پائلٹ کھڑا سگریٹ کے گہرے کش لے رہا تھا۔

اُس نے اُن لوگوں کو دُور ہی سے دیکھ کر جلدی سے سگریٹ زمین پر پھینک کر جُوتے سے مسَل دیا اور مستعد ہو گیا۔ ایک غیر مُلکی نے آگے بڑھ کر ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھولا... اور بادشاہ خان کو اُوپر جانے کا راستہ دیا۔ بادشاہ خان کے بیٹھنے کے بعد وہ تینوں بھی بیٹھ گئے۔ سب سے آخر میں پائلٹ نے اپنی سیٹ سنبھالی اور چند ساعت کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر ایک سمت چل پڑا۔

تقریباً بیس منٹ کا سفر تھا جو مکمّل خاموشی کے دوران ختم ہُوا اور پھر کسی شہر کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ درمیانے قسم کی عمارتیں تھیں۔ ان میں کچھ بہت عمدہ تھیں اور کچھ معمولی ہیلی کاپٹر شہر سے بچتا ہُوا کنارے کنارے چلا جا رہا تھا اور پھر وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں کسی کارخانے کی چمنیاں نظر آ رہی تھیں۔

ہیلی کاپٹر کارخانے کے احاطے میں اُتر گیا جہاں اُن لوگوں کے استقبال کے لیے چند افراد موجود تھے۔ مشین بند ہونے کے بعد یہ لوگ نیچے اُتر گئے اور استقبال کرنے والے جو سب کے سب غیر مُلکی اور مخصوص خدوخال کے مالک تھے مُسکراتے ہُوئے اُس طرف بڑھے۔

"ہیلو باشا کان۔ کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہُوں۔" بادشاہ خان آہستہ سے بولا۔ سب نے اُس سے ہاتھ ملائے اور پھر وہ اُسے لیے ہُوئے کارخانے کی عمارت کے ایک مخصوص حصّے میں پہنچ گئے جو رہائشی تھا۔

نہایت خوبصورت عمارت تھی۔ اندر سے بے حد شاندار۔ عمارت کے ایک بڑے ہال میں ایک دراز قامت غیر مُلکی نے جو بیش قیمت لباس پہنے ہُوئے تھا بادشاہ خان کا استقبال کیا۔ دوسرے لوگ اُس کے سامنے مؤدّب ہو گئے۔ خود بادشاہ خان بھی محتاط نظر آ رہا تھا۔

"آؤ بادشاہ خان۔ کیا ہنگامے کر رہے ہو آج کل، کیسے مزاج ہیں...؟"

"ٹھیک ہُوں جنرل۔ بس کچھ حالات بگڑ گئے تھے۔"

"بیٹھو۔" طویل قامت شخص نے ایک کُرسی کی طرف اشارہ کیا اور بادشاہ خان بیٹھ گیا۔ "تم جیسے سمجھ دار آدمی سے ایسی حماقت

کی توقع نہیں تھی۔ یہ تم کیسے فضول ہنگاموں میں اُلجھ گئے؟"

"بات اس قدر آگے بڑھ جانے کی اُمید نہیں تھی جنرل کیونکہ معاملہ خاندانی تھا اس لیے جذباتی ہو گیا تھا۔ ایک خاندان سے دشمنی تھی لیکن...؟"

"میں تفصیل سُن چکا ہُوں۔ مجھے بس ایک بات پر حیرت ہے۔ تم اس قدر جذباتی ہو گئے کہ تنظیم سے وابستگی بھی بُھلا بیٹھے ہم اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ یہ پہاڑ سوتے رہیں اور ان میں کوئی ایسی تحریک نہ ہو کہ یہ کسی کی توجّہ کا مرکز بنیں اور تم یہاں خونریزی کرنے پر تُل گئے تھے۔ اس طرح تو تم نے ہمارے پلان کو کئی سال پیچھے دھکیل دیا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے جنرل۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"دیکھو بادشاہ خان۔ عظیم تر مفاد کے لیے ذاتی مفادات قربان کرنے پڑتے ہیں۔ تنظیم کے اہم افراد کو قطعی غیر جذباتی ہونا چاہیے۔ تم اپنی طاقت کے مظاہرے ضرور کرتے رہو تاکہ پہاڑوں میں تمھاری انفرادیت برقرار رہے اور اس وقت جب ہمارا آپریشن شروع ہو تم اپنے اختیارات سے کام لے کر اُن پہاڑی قبائل کو ہمارے راستے میں آنے سے روکو لیکن طاقت کا کوئی مظاہرہ اگر سارا کھیل بگاڑ دے تو...؟"

"مجھے احساس ہے جنرل کہ مجھ سے غلطی ہُوئی ہے۔"

"بہرحال یہ غلطی پُوری طرح سرزد نہ ہو سکی، اس لیے قابلِ معافی ہے لیکن بادشاہ خان آئندہ اس قسم کی کوئی غلطی نہ دُہرائی جائے۔"

"میرے ذہن میں ایک پھانس ہمیشہ چبھتی رہے گی جنرل۔"

"کیسی پھانس؟"

"وہ میرا خاندانی معاملہ تھا۔ اس کی وجہ سے میں اپنا وقار کھو بیٹھا ہُوں۔ خود اپنی نگاہوں میں ذلیل ہو گیا ہُوں۔ اگر وہ مجھے نہ ملا تو... تو میں سکون سے نہ رہ سکوں گا۔"

"شیران؟" جنرل نے مُسکرا کر پُوچھا۔ اُس کی معلومات شاندار معلوم ہوتی تھیں۔

"ہاں شیران۔" بادشاہ خان کی آواز میں غرّاہٹ تھی، جنرل بدستور مُسکرا رہا تھا پھر اُس نے اسی طرح مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"لیکن بادشاہ خان، اگر شیران پہاڑوں سے کہیں نکل گیا ہے تو یہ اتنی اہم بات تو نہیں ہے، تم ایک ایسی تنظیم کے فرد ہو جو ساری دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیلی ہُوئی ہے اور جس کے ہاتھ اتنے لمبے ہیں کہ کوئی شخص اس کی دسترس سے باہر نہیں جا سکتا بہرحال آؤ پہلے تمھارا مسئلہ حل کریں، اس کے بعد تم واپس چلے جاؤ اور ایسے اقدامات کرو کہ قبائل کا اعتماد تم پر بحال ہو جائے اور تم پُورے سکون سے تنظیم کے مقاصد کو آگے بڑھاؤ۔"

"میں نہیں سمجھا جنرل، 'میرا کام ہو جائے' سے آپ کی کیا مُراد ہے...؟"

"شیران کی شناخت کرو۔ چلو نمبر چار، بادشاہ خان سے مدد لے کر شیران کی تصویر تیار کرو۔" جنرل نے ایک شخص کو اشارہ کیا اور وہ ایک کیمرہ نما مشین اُٹھا لایا۔ اُس کے تار سرکٹ میں لگائے اور مشین کے ایک حصّے سے ایک سفید سی روشنی پھُوٹنے لگی، دوسری سمت سے ایک سفید سی شعاع سامنے اسکرین پر پڑ رہی تھی۔

"آئیے بادشاہ خان اس طرف بیٹھ جائیے۔" وہ شخص جسے نمبر چار کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا، بادشاہ خان سے بولا اور بادشاہ خان اُلجھے ہُوئے سے انداز میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کُرسی پر بیٹھ گیا جس پر اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا تھا لیکن کُرسی پر بیٹھنے کے بعد مشین کے بائیں سمت سے نکلنے والی روشنی بادشاہ خان کے چہرے اور سر پر پڑ رہی تھی، اُس نے کسی قدر اُلجھے ہُوئے انداز میں اس روشنی کی جانب دیکھا اور بولا۔

"یہ کیا ہے؟"

"اطمینان سے بیٹھے رہو بادشاہ خان، جو سوال تم سے کیا جائے اُس کا جواب دینے کی کوشش کرو۔" جنرل بولا اور بادشاہ خان اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

"اس اسکرین کی جانب دیکھیے بادشاہ خان۔" اسکرین آپریٹر بولا اور بادشاہ خان کی نگاہیں اسکرین کی جانب اُٹھ گئیں تب مشین آپریٹر کی آواز اُبھری۔

"اُس کا چہرہ..." اور بادشاہ خان کے ذہن میں شیران کا چہرہ گھُوم گیا، مشین پر ایک دائرہ بن گیا تھا، بیضوی دائرہ جو یقیناً شیران کے چہرے کی تراشش کے مطابق تھا۔

"آنکھیں..." مشین آپریٹر کی آواز اُبھری اور بادشاہ خان کے ذہن میں شیران کی جاندار آنکھیں گھُوم گئیں۔ اُس نے ابھی مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ کہا تھا کہ سامنے بنے ہُوئے دائرے میں دو آنکھیں نظر آنے لگیں اور بلاشبہ یہ شیران ہی کی آنکھیں تھیں تب مشین آپریٹر کی آواز پھر اُبھری۔ "پیشانی۔" بادشاہ خان نے گھبرا کر مشین آپریٹر کی جانب دیکھنے کی کوشش کی لیکن تیز روشنی سے اُس کی آنکھیں چُندھیا گئیں اور وہ پھر اسکرین کی

جانب دیکھنے لگا۔

"بادشاہ خان، شیران کے چہرے پر غور کرو اور جو سوال تم سے کیا جائے، یا تو اس کا جواب اپنی زبان سے دو، یا اپنے ذہن میں اس چہرے کا صحیح تصور کرو۔" مشین آپریٹر نے کہا اور بادشاہ خان کی نگاہوں میں شیران کی کشادہ پیشانی گھوم گئی۔

"ناک۔" مشین آپریٹر کی آواز اُبھری۔ "ہونٹ، ٹھوڑی، بال، گردن..." آپریٹر... بولتا رہا اور بادشاہ خان کی آنکھوں میں شیران کا چہرہ گھومتا رہا پھر آپریٹر نے مشین کا ایک بٹن دبایا اور بادشاہ خان کے چہرے سے روشنی ہٹ گئی البتہ مشین پر وہ تصویر بدستور موجود تھی اور دُنیا کا کوئی بھی فرد اُسے شیران کی تصویر کہے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

ایک اور کیمرے سے اسکرین کی تصاویر لی جانے لگیں۔ تین، چار تصاویر لینے کے بعد مشین آپریٹر نے مشین بند کی اور اُسے وہاں سے ہٹا دیا تھا۔

جنرل نے مسکراتے ہوئے بادشاہ خان کی طرف دیکھا پھر وہ بولا۔ "بادشاہ خان، یوں لگتا ہے، جیسے تم نے تنظیم پر اپنے ذاتی معاملات میں مکمل اعتماد نہیں کیا ہے۔ بیٹھو کیا پیو گے؟"

"شکریہ جنرل، ویسے آپ کا یہ خیال غلط ہے، تنظیم پر مجھے مکمل اعتماد ہے، لیکن آپ قبائل کی تاریخ پر ایک نگاہ ڈالیں تو آپ کو احساس ہو جائے گا کہ ہم لوگ صدیوں سے انتقام کے راستوں پر چلتے آئے ہیں اور یہ ہمارے ہاں کی ایک ریت بن گئی ہے۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"یہ اچھی بات تو نہیں ہے بادشاہ خان، بہرصورت چونکہ یہ تمہارا خاندانی معاملہ ہے اس لیے میں اس میں مداخلت نہیں کروں گا لیکن ایک بار پھر تم سے یہی کہوں گا کہ اپنے معاملات میں تنظیم کو مت بھولا کرو۔ ہم اپنے کارکنوں کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔" جنرل نے کہا اور پھر ایک مشروب طلب کر لیا۔

بادشاہ خان خاموشی سے مشروب کے گھونٹ لیتا رہا، تھوڑی دیر کے بعد اُس کے سامنے وہ تصویریں لا کر ڈال دی گئیں جو اُس کے ذہن کا عکس تھیں اور مشینی ذرائع کے ذریعے تیار کی گئی تھیں۔

"کیا اس تصویر میں اور اس شخص کے اصل چہرے میں کوئی فرق ہے؟"

"سرِمو نہیں۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"شکریہ۔ اب یہ تمام تصویریں ہر جگہ تقسیم ہو جائیں گی۔ میرا مقصد ہے ہر اُس جگہ، جہاں اس شخص کے موجود ہونے کے امکانات ہیں۔ ہمارے عظیم ترین کارکن اُسے تلاش کریں گے اور بالآخر اُسے پکڑ کر تمہارے سامنے پیش کر دیں گے، انڈیا میں مونی ماروین موجود ہے، اپنے پورے گروہ کے ساتھ۔ ایران میں ہیلیکا جیسی خطرناک عورت کام کر رہی ہے، فار ایسٹ میں ایڈناڈیل اور تمہارے اندرونی علاقوں میں مارٹر گرینپ موجود ہے، فوری طور پر ان چاروں کو یہ تصاویر فراہم کر دی جائیں گی اور اس کے بعد دُنیا کے چپے چپے میں یہ تصویریں پہنچ جائیں گی۔ شیران اگر امریکا بھی پہنچ گیا ہے تو ہم اسے وہاں سے پکڑ لائیں گے۔ تم اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہو اور دل جمعی سے اپنا کام کرو۔ تم اگر چاہو تو ہم پر وقت کی قید لگا سکتے ہو کہ شیران اتنے عرصے میں تمہارے پاس پہنچ جانا چاہیے۔" جنرل نے کہا۔

بادشاہ خان کا چہرہ کسی قدر بحال ہو گیا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں پھر ایک بار زندگی لوٹ آئی تھی۔ اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ جنرل۔ واقعی مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی، مجھے پہلے ہی تنظیم سے رجوع کرنا چاہیے تھا لیکن میں اس لحاظ سے بے قصور ہوں کہ مجھے حالات کے اس قدر بگڑ جانے کی اُمید نہیں تھی، بس حالات بگڑتے چلے گئے اور میں ان حالات میں ایسا اُلجھا کہ کچھ ہوش نہ رہا لیکن مجھے احساس ہے کہ میرا یہ عمل تنظیم کے مفاد کے خلاف تھا، بہرصورت میں کوشش کروں گا کہ آئندہ مجھ سے اس قسم کی کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔"

"ہاں بادشاہ خان، یہ کوشش بہت ضروری ہے ورنہ ہمارے لیے بے پناہ مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اب تم آرام کرو تمہارا یہ معاملہ ہم نے سنبھال لیا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ جنرل۔" بادشاہ خان اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور جنرل نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ "بادشاہ خان کو عزت و احترام کے ساتھ اُن کے قبیلے تھمانہ میں چھوڑ آؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔" اُس نے جواب دیا اور وہ بادشاہ خان کو لے کر ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔

□

کابل کی نواحی آبادیاں ختم ہو چکی تھیں، دائیں طرف کوہ کی سر بہ فلک چوٹیاں سینہ تانے کھڑی تھیں، برف چاندی کے تاروں کی مانند چوٹیوں سے نیچے وادی تک لٹکی ہوئی تھی، ہوا کے جھونکے سردی میں اضافہ کر رہے تھے۔

ٹینکر سڑک کے دائیں ہاتھ سرو کے درختوں کی جانب مڑ گیا۔ سامنے غزنی تھا، سر بفلک اور خاموش، سلطان محمود کا مزار پیچھے رہ گیا تھا لیکن اُس کا غزنی سامنے موجود تھا۔ ٹینکر نے ایک اور موڑ کاٹا اور ڈھول سے اَٹے ہوئے ایک سنسان چوک میں جا کھڑا ہوا۔ جہاں چند بوسیدہ سے قہوہ خانے موجود تھے۔ ایک قہوہ خانے پر "سلطان محمود ہوٹل" کا بورڈ آویزاں تھا۔

گرنتھ سنگھ نے مسکراتے ہوئے شیران کی جانب دیکھا اور بولا۔

"آ یارا ایتھے بیٹھ کے چائے پی واں گے، ہُن تے تیرا غزنی وچ رُکن دا کوئی ارادہ نئیں اے۔"

گرنتھ سنگھ نے چائے منگوالی، ہوا کی شدت میں اضافہ ہو چکا تھا، دُور صحرا میں بگولے اُٹھ رہے تھے اور سڑک کے قریب اُگی ہوئی جھاڑیاں اس شدید ہوا میں لرز رہی تھیں۔

تھوڑی دیر وہ وہاں رُکے پھر ٹینکر وہاں سے قندھار کی جانب چل پڑا۔

"قندھار سے واپسی پر ہم سیدھے کابل آئیں گے پھر میں تمہیں غازی خان سے ملا دوں گا، ٹھیک ہے؟" گرنتھ سنگھ نے پوچھا۔

"کابل میرے لیے خطرناک ہوگا، گرنتھ سنگھ کہیں میری وجہ سے تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو جائے؟"

"اوئے یار، جب یار کہہ دیا تو پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا..." گرنتھ سنگھ اسی طرح کا آدمی ہے، تیرے لیے اگر کوئی مشکل بھی اُٹھانی پڑے تو اُٹھا لیں گے، کیا فرق پڑتا ہے۔" گرنتھ سنگھ نے کہا اور شیران نے گردن ہلا دی۔

کافی دیر تک ٹینکر وہاں رُکا، اس کے بعد گرنتھ سنگھ سیٹ پر آ بیٹھا، شیران بھی اُس کے نزدیک ہی بیٹھ گیا تھا۔

"میرا ایک کلینر بھی ہے، مگر وہ بیمار ہے۔ اُس کی وجہ سے میں کام میں دیری نہیں کر سکتا تھا، قندھار میں ہمیں رات کو رُکنا پڑے گا کیونکہ یہ ٹینکر خالی کرنا ہے، اس کے بعد سیدھے کابل پر جا کر دم لیں گے۔ آرام بھی ہو جائے گا تھوڑا سا۔" گرنتھ سنگھ بولا اور شیران نے گردن ہلا دی۔

ٹینکر قندھار میں داخل ہو گیا، کچے مکانات، گندی گلیاں اور کہیں کہیں سرو کے درخت، گرنتھ سنگھ ٹینکر کو ایک بہت بڑے پیٹرول پمپ پر لے گیا تھا جہاں کچھ اور سردار بھی موجود تھے۔ بالکل گرنتھ سنگھ کی مانند، پگڑیاں باندھے ہوئے، چڑھی ہوئی داڑھیوں والے...

ٹینکر پر پہنچ کر اُنھوں نے گرنتھ سنگھ سے مُلاقات کی اور پھر شیران کی طرف دیکھتے ہوئے ایک سردار نے کہا۔

"اوئے گرنتھیا، اے توں کہنوں اپنے نال لے آیا اے۔ تیرا اوجھورا کتھے اے؟"

"او نئیں یارا اے تے میرا یار اے، کلینر نئیں اے۔" گرنتھ سنگھ نے جواب دیا۔

"ہلا نے فیر تہاڈا یار ساڈا دی یار اے۔ آ او جی یار بادشاہ کی خاطر کریئے تہاڈی..." ایک سردار نے شیران کی جانب ہاتھ بڑھا کر کہا۔ شیران کچھ خجل سا تھا، اُن لوگوں کی گفتگو پوری طرح اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ تاہم اُس نے اجنبیت کا مظاہرہ نہیں کیا، ابھی وہ اس دُنیا میں اجنبی تھا، جب تک وہ یہاں کے بارے میں اچھی طرح جان نہ لیتا، کھل کھیل نہیں سکتا تھا...

بہرصورت ٹینکر... کا تیل پیٹرول پمپ کی ٹنکی میں منتقل ہونا شروع ہو گیا تو یہ لوگ ایک چھوٹے سے ہوٹل میں جا بیٹھے تھے، جو مٹی کا بنا ہوا چوکور سا قلعہ معلوم ہو رہا تھا۔

بکرے کی رانیں الاؤ پر بھونی جا رہی تھیں اور گوشت سے چربی پگھل کر سلگتی ہوئی لکڑیوں پر گر رہی تھی۔ گوشت کی اشتہا انگیز خوشبو سُرمئی دھوئیں میں مدغم ہو کر پوری فضا میں رچی ہوئی تھی۔ گرنتھ سنگھ گوشت سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے بکرے کی رانیں اُدھیڑنے لگے۔ شیران کی خوراک دیکھ کر گرنتھ سنگھ نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی تھی۔

"جوان اے یار، جوان اے، کھا یار ڈٹ کے کھا۔" اُس نے شیران کی پُشت پر تھپکی دی اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا جو شیران کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے، لیکن شیران کھاتے وقت عام طور سے دوسروں کی جانب متوجہ نہیں ہوتا تھا، کھانا کھاتے کھاتے ایک لمحے کے لیے اُسے اپنی ماں یاد آ گئی جس کے ہاتھ کے پکائے ہوئے کھانے شیران کو بہت پسند تھے اور وہ اس کے لیے نجانے کیا کیا اَلا بَلا پکاتی رہتی تھی۔

ٹینکر کافی دیر تک خالی ہوتا رہا لیکن اب گرنتھ سنگھ کو اس کی پروا نہیں تھی، رات کو وہ اطمینان سے پیٹرول پمپ کے پچھلے حصے میں، بانوں سے بنی ہوئی چارپائیوں پر سو گئے، شیران بھی اطمینان سے سو گیا تھا، اُس کے پاس اُس کے پستول کے علاوہ ایسی کوئی خاص چیز نہیں تھی جس کی حفاظت کرنا ہوتی،

پستول ابھی تک اُس نے گرنتھ سنگھ کی نگاہوں سے بھی پوشیدہ رکھا تھا...

گرنتھ سنگھ نے اُسے صبح سویرے ہی اُٹھا دیا تھا۔ وہ پُوری طرح تیار ہو چکا تھا، شیران آنکھیں ملتا ہُوا اُٹھ بیٹھا، نیند نے اُسے ماحول سے بیگانہ کر دیا تھا لیکن صبح اُٹھنے کے بعد اُس نے اردگرد کے ماحول کو دیکھا تو اُسے احساس ہُوا کہ گھر کی پُرسکون چہار دیواری اُس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھن چکی ہے اور اب دن اور رات کا کوئی تعین نہیں کیا جا سکتا کہ یہاں بسر ہو۔

گرنتھ سنگھ کے ساتھیوں نے ناشتے کا بندوبست کر لیا تھا چنانچہ ایک میلی سی دری بچھا کر انڈے اور پراٹھے سامنے لا کر رکھ دیے گئے اور گرنتھ سنگھ نے اُس کے ساتھ ناشتہ کیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر اُس نے واپسی کا فیصلہ کر لیا تاکہ سُورج تیز ہونے سے پہلے سفر کا آغاز کر دیا جائے اور تیز رفتاری سے کافی سفر طے کر لیا جائے۔ چنانچہ اُس نے ٹینکر اسٹارٹ کیا اور اُسے موڑ کر اُسی سڑک پر چل پڑا جو قندھار سے غزنی اور غزنی سے کابل جاتی تھی۔

۲۲

رتن کور چار بچوں کی ماں ہونے کے باوجود شوخ و شنگ اور چلبلی عورت تھی، دوشیزگی کی حدود سے نکل چکی تھی اور اب چار بچوں کی محبت اُس کے چہرے پر جگمگاتی رہتی تھی لیکن سیاہ آنکھوں میں شرارت اب بھی باقی تھی۔ شیران کو دیکھ کر اُس نے آواز لگائی...

"اوئے خالصے، تُو نے تو سردار ہی بنا دیا میرے بھائی نُوں، سَوں واہگورو دی بالکل سرداراں وانگو لگدا اے، تے تیرا تے جوڑ دا بھائی لگدا اے، بس کنڈے دی کسر اے کلائی دِچ۔"

گرنتھ سنگھ جو دوسرے کمرے میں تھا، وہیں سے چیخا۔

"بی نظر نہ لا دئیں پیر جھیے، ساڈا یار تے ہے ہی خالصہ؟"

"ناگرنتھیا، اے گل نہ کہہ، اودا جو دھرم اے او ہی رہنا چاہیدا اے، مجبوری دی گل دوسری اے۔"

گرنتھ سنگھ کمرے سے نکل کر ان دونوں کے پاس آگیا۔ شیران کے چہرے پر جھجک اور شرم تھی، اُس نے بھی اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا تھا، بڑھی ہُوئی داڑھی جو اب باقاعدہ داڑھی بن چکی تھی، گرنتھ سنگھ نے دو حصوں میں تقسیم کر کے اُوپر چڑھا دی تھی اور سر پہ چپکی ہُوئی پگڑی باندھنے سے شیران بالکل سکھ معلوم ہو رہا تھا، اُس نے تو زندگی میں پہلی بار سکھوں کو دیکھا تھا، اس لیے اُن کے دین و مذہب، رسم و رواج کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا تھا، سچی بات تو یہ تھی کہ وہ بیرونی دُنیا کے بارے میں... کچھ نہیں جانتا تھا۔

پہاڑوں کا باسی، بہتے ہُوئے جھرنوں، سنگلاخ چٹانوں، سرسبز وادیوں، بندوق کی گولیوں اور تڑپتے ہُوئے شکار کے خون کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا تھا، یہ سارا ماحول ہی اُس کے لیے اجنبی تھا لیکن وہ خود کو اِس اجنبی ماحول میں ڈھالنے کا خواہش مند تھا، اُسے یہ دُنیا بُری نہیں لگی تھی، بچپن سے اب تک جن پہاڑوں میں اُس نے زندگی گزاری تھی اب وہ اُس کے دُشمن تھے، چٹانوں میں چھپے ہُوئے لوگ اپنی رائفلوں کے ٹریگر پر اُنگلی رکھے ہوئے اُس کی آہٹوں کے منتظر تھے، بھلا ایسے لوگوں کے درمیان زندگی بھی کوئی زندگی تھی۔ اب تو اُس کے سامنے یہ وسیع و عریض دُنیا پڑی تھی جس کے متعلق کبھی کسی بھولے بھٹکے شخص سے آتے جاتے دو چار باتیں سُنی تھیں، بس اِس سے زیادہ اِس دُنیا کے بارے میں نہیں جانتا تھا لیکن اب وہ یہ رنگین کائنات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ چالاک اور زیرک تو وہ تھا ہی، اُس نے اب تک کسی پر یہ اظہار نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ قبائلی باشندہ ہے یا کسی ایسے خطے سے آیا ہے جہاں تہذیب کی کرنیں دُور دُور تک موجود نہیں ہیں۔

گرنتھ سنگھ کو یہ تو احساس تھا کہ وہ پہاڑی آدمی ہے لیکن اُس نے ابھی تک شیران میں ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی تھی... جس پر اُسے حیرت ہوتی یا ہنسی آتی۔

کابل پہنچنے کے بعد وہ اپنے گھر آگیا تھا۔ رتن کور سے اُس نے شیران کا تعارف کرا دیا تھا۔ رتن کور فطرتاً شوخ اور چلبلی ضرور تھی لیکن صاحبِ کردار تھی۔ اُس نے شیران کو بھائی کہہ کر پکارا اور دل سے بھائی ہی سمجھنے لگی تھی۔

گرنتھ سنگھ واقعی مخلص انسان تھا، دو دن تک اُس نے شیران کی خوب خاطر مدارت کی، شیران اس کا ممنونِ احسان تھا۔ تیسرے دن شیران نے اُس سے خود ہی تقاضا کیا۔

"سردار، مَیں اب زیادہ عرصے تمھارے پاس نہیں رہنا چاہتا، میں چاہتا ہوں کہ مَیں بھی تمھاری طرح کوئی عملی زندگی اختیار کروں۔"

"تو منع کس نے کیا ہے میرے یار، چار چھ دن آرام تو کر لے، مَیں نے بھی تیری وجہ سے چھٹی کر رکھی ہے، ورنہ مجھے ٹینکر لے کر ایران جانا تھا۔ ایران سے میری کمپنی نے مجھے بُلایا ہے۔ وہاں سے مجھے تیل لانا ہے۔"

"تو پھر گرنتھ سنگھ، مجھے کسی کام سے لگاؤ اور تم اپنے کام سے لگ جاؤ، تم نے میرا حُلیہ تو بدل ہی دیا ہے، مجھے یقین ہے کہ اس حُلیے میں مجھے میرے قریبی لوگ بھی نہیں پہچان سکیں گے۔ اب تم یُوں کرو، مجھے غازی خان سے مِلا دو۔"

"تیری مرضی اَے بھائی، مَیں کب منع کر رہا ہُوں، آج چلیں گے شام کو... لیکن پہلے پتہ کر لُوں کہ غازی خان یہاں موجود بھی ہے یا نہیں... کبھی کبھی وہ باہر چلا جاتا ہے کسی کام سے اور پھر ہفتوں نہیں آتا۔ مگر میرے یار تجھے پروا نہیں کرنی چاہیے، تیرا یار اب اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہے کہ تھوڑے دن تیری خدمت بھی نہ کر سکے۔"

"مجھے یقین ہے گرنتھ سنگھ، اور سچ بات یہ ہے کہ... کابل میں تم نے جس طرح میری مدد کی ہے مَیں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا، مَیں پٹھان ہُوں اور پٹھان جس کے احسان مند ہوتے ہیں اُس کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیتے ہیں، بہرصُورت مَیں ابھی کوئی دعوا نہیں کروں گا لیکن میری دوستی تمھارے لیے بُری ثابت نہ ہوگی۔"

"اوئے یار انسان کو انسان سے اتنی محبت تو ہونی ہی چاہیے، مجھے بھی تجھ سے بہت پیار ہو گیا ہے۔ مَیں تیرے لیے سب کچھ کرنے کو تیار رہُوں، بس تو کسی بات کی فکر مت کر۔" گرنتھ سنگھ نے خلوص انداز میں کہا اور پھر وہ شیران سے اجازت لے کر غازی خان کی تلاش کرنے چلا گیا۔ رتن کور مسکراتی ہُوئی شیران کے پاس آ بیٹھی...

"تینوں میری نظر نہ لگے بھرا، مَیں تے تینوں ویخ ویخ کے واری جاندی آں۔ میرا کوئی بھرا نہیں اے، پر ہُن مینوں اے حسرت نئیں رہی، مَیں تینوں اپنا بھرا سمجھنی آں، تُو میرے دل نُوں لگ گیا ایں۔"

"مَیں تمھیں اس محبت کے صلے میں کچھ بھی نہیں دے سکتا رتن کور، لیکن مجھے یقین ہے ایک نہ ایک دن وہ وقت ضرور آئے گا جب مَیں تمھاری محبت کا جواب دینے کے قابل ہو جاؤں گا۔" شیران نے کہا۔

دوپہر کو گرنتھ سنگھ واپس آگیا اور اُس نے شیران کو یہ خبر سُنائی کہ اُس کی ملاقات غازی خان سے ہو گئی ہے اور غازی خان نے شام کو سات بجے کا وقت... دیا ہے، ٹھیک سات بجے ہم غازی خان کے پاس چلیں گے۔ اس کے بعد اُس نے رتن کور سے کھانا مانگا اور دونوں ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔

ساڑھے چھ بجے گرنتھ سنگھ نے شیران کو تیار کیا... نئی پگڑی باندھی، پہننے کے لیے بوشرٹ اور پتلون دی جو شیران کو بہت عجیب لگی تھی لیکن اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ گرنتھ سنگھ کے کہنے پر مکمل طور پر عمل کرے گا، اس کا اصول تھا کہ جب حالات اپنے بس میں نہ ہوں تو پھر ان سہاروں سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھایا جائے جو میسّر ہوں، یہ لباس اُس کے بدن پر بے حد خوبصورت لگ رہا تھا، رتن کور اُس کو دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی تھی۔

وہ دونوں غازی خان کے پاس پہنچ گئے۔ شیران نے غازی خان کے بارے میں بھی غلط اندازہ لگایا تھا اُس کا خیال تھا کہ وہ ایک قبائلی پٹھان ہوگا، معمولی سی رہائش گاہ ہوگی... خوش اخلاق اور ملنسار سا انسان ہوگا لیکن غازی خان کو دیکھ کر وہ خود بھی حیران رہ گیا تھا۔

غازی خان کے چہرے پر پہاڑوں کی سی سختی تھی... وہ ایک تندرست و توانا اور خوبرو نوجوان تھا، انتہائی جدید تراش کا خوبصورت سُوٹ پہنے ہُوئے تھا، اُسے دیکھ کر یہ تمیز کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ وہ مقامی باشندہ ہے یا اس کا تعلق یورپ سے ہے۔ گرنتھ سنگھ نے اُسے غازی خان کہہ کر مخاطب کیا تب اُسے پتہ چلا کہ غازی خان اُس کے اپنے علاقے کا کوئی جوان ہے۔

"اوہ کمال ہے سردار، تم نے تو میرے یار کو بالکل ہی سکھ بنا دیا۔ اُتارو یہ پگڑی، تم میرے مذہب کو تبدیل نہیں کر سکتے..." غازی خان نے پُرمزاح انداز میں کہا اور بڑی محبت سے شیران سے ہاتھ ملایا۔ کافی دیر تک وہ شیران کے طاقت وَر ہاتھ ٹٹولتا رہا تھا۔ گرنتھ سنگھ نے سنجیدگی سے کہا۔

"یار غازی محبت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، واہگورو کی قسم مَیں نے یہ پگڑی اس کے سر پر اس لیے باندھی ہے کہ اس کے دُشمن اسے نہ پہچان سکیں، ورنہ مجھے اس بات کی کوئی خوشی نہیں تھی کہ مَیں اسے اپنے رُوپ میں دیکھوں۔"

"اوہ یار بُرا مان گیا تُو تو، گرنتھ سنگھ تُو تو چیز ہی ایسی نہیں ہے کہ تیرے اُوپر شک کیا جائے، مَیں نے تو یہ بات مذاق میں کی تھی۔ آؤ اندر چلتے ہیں۔" غازی خان نے کہا اور وہ تینوں اندر چلے گئے...

شیران اس خوبصورت عمارت کو دیکھ رہا تھا جو آرائش کی ایسی ایسی چیزوں سے آراستہ تھی، جن کا تصور اُس نے کبھی نہیں کیا تھا، ایک آرام دہ صوفے پر اِن دونوں کو بٹھانے کے بعد غازی خان بھی اُن کے سامنے بیٹھ گیا۔

"بات یہ ہے شیران کہ کچھ لوگ صرف اسی لیے پیدا ہوتے

ہیں کہ انسانوں کے کام آئیں، آج میں لاکھوں میں کھیل رہا ہوں، میرے پاس بے پناہ دولت ہے اور میں دل سے اب بھی یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے سب سے بڑا سہارا دینے والا میرا دوست گرنتھ سنگھ ہے۔ میں اس کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں، مگر یہ شخص بے حد خود دار ہے۔ کبھی کبھی کوئی معمولی سا کام کر ڈالتا ہے، میرا... اور اس کا معاوضہ مجھ سے صرف اتنا ہی لیتا ہے جتنا میں دوسروں کو دیتا ہوں، میں نے جو کچھ کیا ہے شیران، بے شک اس میں میری کاوشیں ضرور ہیں لیکن سہارا مجھے گرنتھ سنگھ ہی نے دیا تھا، میں آج بھی اس بات پر تیار ہوں کہ گرنتھ سنگھ کو اپنے ساتھ شامل کر لوں اور اُسے کوئی نوکری نہ کرنے دوں لیکن یہ میری بات نہیں مانتا۔ تمہارے بارے میں اُس نے مجھے تھوڑی بہت تفصیل بتائی ہے ... باقی باتیں تمہارے اور ہمارے درمیان بعد میں ہو جائیں گی لیکن ایک خواہش ہے میری۔"

"کیا...؟" شیران نے پوچھا۔

"شیران تم کسی طرح اس گرنتھ سنگھ کو بھی اس بات پر آمادہ کر لو کہ یہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرے، سچ مجھے کبھی کبھی... بے حد افسوس ہوتا ہے کہ یہ بالکل عام سی زندگی گزار رہا ہے اور یقین کرو مجھے اس کی یہ زندگی پسند نہیں ہے۔"

"نئیں او یار توں خوش ایں، تے خالصہ دی خوش اے بس باقی کیا رہ جاتا ہے۔"

"مگر ہم تمہیں بھی خوش دیکھنا چاہتے ہیں گرنتھ سنگھ تمہارے چار بچے ہیں، ان کے لیے بھی کچھ کر لو، جس طرح تم کام کر رہے ہو اس طرح کوئی بڑی بات کبھی نہیں ہو سکتی، اپنے حصّے کا مال خود وصول کرو تو مل جاتا ہے، ورنہ کوئی تمہیں دینے نہیں آئے گا۔"

"مجھے تم سے اتفاق ہے غازی خان۔"

"تو پھر گرنتھ سنگھ تم غازی خان کی بات کیوں نہیں مان لیتے... پھر تم اتنے مذہبی بھی نہیں ہو، جب چھوٹے موٹے کام کر لیتے ہو تو پھر ایک بار ہی کوئی بڑا کام کر کے اپنی زندگی بہتر کیوں نہیں بنا لیتے۔" شیران نے کہا اور گرنتھ سنگھ ہنسنے لگا۔

"او یار و سمجھنے کی کوشش کرو، اگر مجھے کوئی بڑا فائدہ حاصل ہو گیا تو پھر ایک بہت بڑا مان مجھ سے چھن جائے گا اور وہ مان یہ ہے کہ میں غازی خان کے کام آیا اور غازی خان جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ اسے میرے سہارے آگے بڑھنے کا موقع ملا، اگر میں بھی غازی خان کا سہارا لے کر آگے بڑھ جاؤں تو میرا مان کیا رہے گا۔ یہ تو دوستی نہ ہوئی کاروبار ہو گیا۔" گرنتھ سنگھ نے کہا۔

"واہ گرنتھ سنگھ واہ، خوب سوچا تم نے... اور یہ جو میرے ساتھ بے شمار لوگ کام کرتے ہیں یہ میرے کیا لگتے ہیں۔ ان سے میرا کیا تعلق ہے۔ غیر ہونے کے باوجود وہ میرے ذریعے لاکھوں کما چکے ہیں اور میرا اپنا جو میرا ساتھی ہے مجھ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا... نہیں گرنتھ سنگھ نہیں یہ خیال ذہن سے نکال دو، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ وہی کام تم سے لوں گا جو دوسروں سے لیتا ہوں اور وہی ادائیگی تمہیں کروں گا جو دوسروں کو کرتا ہوں، اس طرح تمہارے اُوپر کوئی احسان نہیں ہو گا، کام کے وقت ہم صرف کاروباری ہوں گے اور جب کام ختم ہو جائے گا تو ہم اپنی اپنی دوستیاں نبھائیں گے، اس بات پر تمہیں کیا اعتراض ہے...؟"

"ہاں اس بات پر تو مجھے کوئی بھی اعتراض نہیں ہے..." گرنتھ سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا اور غازی خان اُچھل پڑا...

"تو... تو تم تیار ہو؟"

"اگر میرا یار شیران بھی تیار ہوتا ہے تو ٹھیک ہے، جو کہو گے کریں گے۔"

"اوہ ونڈرفل، ونڈرفل۔" غازی خان مسرت سے اُچھل پڑا۔ "یہ ہوئی نا مسرت کی بات، یار شیران تم نے چند لمحوں میں وہ کچھ کر دکھایا جس کے لیے میں سالوں سے رو رہا ہوں۔ تمہارا یہ کارنامہ میں ہمیشہ یاد رکھوں گا، تو گرنتھ سنگھ جی سب سے پہلا کام تم یہ کرو کہ اپنی اُس کمپنی کو چھٹی کی درخواست بھیج دو، درخواست منظور کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس درخواست بھیج دو، وہ لوگ تمہیں رکھتے ہیں رکھیں، نکالتے ہیں نکال دیں، ہمیں اس کی پروا نہیں ہے۔"

"او بھیج دوں گا پھائی بھیج دوں گا۔ پہلے کوئی پروگرام تو بنا لو...؟"

"بس پہلا پروگرام یہ ہے کہ تم اپنی چھٹی منظور کرا لو، باتیں بعد میں ہوں گی اور ہاں اپنے اس یار کو ہمیں آدھا دے جاؤ، آج ہم اسے واپس نہیں جانے دیں گے۔" غازی خان نے کہا اور گرنتھ سنگھ ہنسنے لگا، شیران کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ تھی۔ اُس کے حسین چہرے پر یہ مسکراہٹ دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان خوب صورت خدوخال کے پیچھے ایک درندہ صفت آدمی چھپا بیٹھا ہے۔ درحقیقت ماحول کی اجنبیت نے شیران کی معصومیت کو اُبھار دیا تھا۔ اگر یہ ماحول اُس کے لیے اجنبی نہ ہوتا تو غازی خان اور گرنتھ سنگھ کو اس کے بارے میں بہت کچھ سوچنا پڑتا لیکن اس ماحول میں وہ ایک معصوم بچّے کی مانند نظر آ رہا تھا اور فطری طور پر حقیقت کی تصویر نظر آتا تھا۔

گرنتھ سنگھ تھوڑی دیر بیٹھا پھر اُن دونوں سے رُخصت ہو گیا... اُس نے غازی خان سے کہہ دیا تھا کہ شیران اگر گھر واپس آنا چاہے تو یہ اُس کی ذمّے داری ہو گی اور غازی خان نے ہنستے ہوئے وعدہ کر لیا تھا، اُس نے کہا تھا۔

"تم بے فکر رہو گرنتھ سنگھ مہاراج، تمہارے مولے کو ہمارے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ گرنتھ سنگھ کے جانے کے بعد غازی خان شیران کی طرف متوجّہ ہو گیا۔

"تمہارا یہ حُلیہ مجھے ایک آنکھ نہیں بھا رہا ہے شیران، کہاں پہاڑوں کے شیر دل جوان اور کہاں یہ خالصے، حالانکہ تم اس لباس میں بہت جچ رہے ہو، مگر میں جانتا ہوں کہ حقیقت میں تم کیا ہو۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو، یہ بتاؤ کیا پلواؤں تمہیں...؟"

"دیکھو غازی خان، گرنتھ سنگھ نے مجھے بتایا تھا کہ تم بھی پہاڑوں کے باشندے ہو، پہاڑوں سے یہاں آئے تھے کسی خاندانی دُشمنی کا بدلہ لے کر... اور یہاں آ کر تم یہ سب کچھ بن گئے، میرے بارے میں تم یہ سمجھ لو کہ نیا نیا پہاڑوں سے آیا ہوں... تمہیں میری رہنمائی کرنا ہو گی، یہ سب کچھ کیا ہے اگر تم پہاڑوں سے آنے سے پہلے سے جانتے تھے تو ٹھیک ہے لیکن میرے بارے میں تم یہ سمجھ لو کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اب تک بس کام چلاتا آیا ہوں... کابل بھی میرے لیے خطرناک جگہ ہے، میں مختصراً تمہیں اپنی کہانی سُنا دوں، تاکہ تمہیں میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔" شیران نے کہا...

"میرے دوست تم بالکل بے فکر رہو، مجھے آج بھی اپنا وقت یاد ہے جب میں پہلی بار کابل آیا تھا لیکن میں تمہاری کہانی ضرور سُنوں گا تاکہ تمہاری شخصیت کو سمجھنے میں مجھے آسانی ہو۔" غازی خان نے کہا۔

"یہ بتاؤ غازی خان، تمہارا تعلق کون سے قبیلے سے ہے؟" شیران نے پوچھا اور غازی خان کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی...

"تمہارے اسی سوال سے مجھے تمہاری شخصیت کے بارے میں تھوڑا بہت اندازہ ہوتا ہے شیران، ذہین آدمی اگر دلیر اور طاقت ور بھی ہو تو کامیابی اُس سے زیادہ دُور نہیں ہوتی بہر صورت میں مغربی پہاڑوں کا رہنے والا ہوں اور میرے قبیلے کا نام نطابہ ہے..." غازی خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے، اس کا مطلب ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان بہت طویل فاصلہ تھا اور میری کارکردگی کا اثر تم تک نہیں پہنچتا۔" شیران مُسکرا کر بولا اور غازی خان ہنس پڑا۔

"میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم نے میرے قبیلے کا نام کیوں پوچھا ہے۔"

پھر شیران نے کہا۔ "میں قبیلہ تراب تان کا ایک فرد ہوں اور میرا خاندان سلامن خاندان کہلاتا ہے، بہزاد سلامن میرا باپ تھا۔ میرے باپ کو درندوں نے پھاڑ کھایا تھا۔ اس وقت سے مجھے درندوں سے نفرت ہو گئی، میری زندگی کا بیشتر وقت جنگلوں میں خونخوار جانوروں سے نبرد آزمائی میں گزرا ہے... مقصد یہ کہ شکار کا شوقین ہوں۔ سیدھی سادی زندگی گزار رہا تھا کہ ایک خاندانی دُشمنی کا شکار ہو گیا۔" وہ تفصیل سُنا کر بولا... "قبیلہ تراب تان میں اب میرا کوئی نہیں ہے اور مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے۔ ہاں اگر بادشاہ خان یا فیروز خان کے بیٹے کبھی راستے میں آئے تو انھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"بادشاہ خان۔ میں نے یہ نام کہیں سُنا ہے۔ نہ جانے کہاں۔ بس یاد پڑتا ہے کہ یہ نام... ممکن ہے اپنے قبیلے میں کسی کی زبانی سُنا ہو۔ بہر حال تمہاری کہانی بہت دلچسپ ہے۔ شکاری ہو، نشانہ بھی ٹھیک ہو گا۔ اب ہماری دوستی پکّی۔"

"تم میرے لیے اب کون سا راستہ تجویز کرتے ہو؟"

"دیکھو دوست۔ پہاڑوں کے رشتے سے تم میرے بہت کچھ ہو۔ میں ساری زندگی تمہیں اپنے دوست اور بھائی کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں اور تمہیں ہاتھ ہلانے کی ضرورت بھی نہیں ہو گی لیکن نہ تم اسے قبول کرو گے اور نہ میں یہ پسند کروں گا۔ کوئی غیور قبائلی کبھی کسی کے ٹکڑوں پر پرورش نہیں پاتا۔ تم نے اپنی کہانی جس خلوص سے سُنا دی ہے اسی خلوص سے میں تمہیں اپنے بارے میں بتا رہا ہوں۔ میں منشیات کی تجارت کرتا ہوں۔ تھائی لینڈ، ملائشیا، انڈونیشیا، بنکاک اور ہانگ کانگ میں بھنگ، چرس، افیون، میتھیڈرین اور ہیروئن فروخت کرتا ہوں اور اسے کابل سے لے کر امریکا تک بھی سپلائی کرتا ہوں۔ میرے آدمی ایک مخصوص حلقے سے سفر کرتے ہیں اور میرے لیے کام کرتے ہیں، میں نے یہ کام اپنی حدود میں رکھا ہے اور اتنا کما لیتا ہوں کہ عیش کی زندگی گزار رہا ہوں۔"

"گرنتھ سنگھ اسے بڑا دھندہ کہتا ہے۔" شیران نے کہا۔

"ہاں۔ کام یہ بہت بڑا ہے اور بے حد خطرناک بھی۔"

"خطرناک کیوں؟"

"اس لیے کہ پوری دُنیا میں ہمارے دشمن ہی دشمن ہیں. قدم قدم پر موت اور زندگی کی کشمکش ہوتی ہے۔"

"یہ دُشمن کون لوگ ہوتے ہیں؟"

"حکومت... اور بعض اوقات ہمارے حریف۔"

"ہوں. تب تو دلچسپ کام ہے۔"

"ہوشیاری، چالاکی اور بہادری. تینوں چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اس میں. کسی ایک چیز کی کمی موت کا پیغام بن جاتی ہے۔"

"میرے لیے تم نے کون سا کام منتخب کیا ہے؟"

"کم از کم ایک ہفتے تک تم میرے ساتھ رہو گے۔ اس کے بعد میں تمھیں پہلا ٹریپ دُوں گا۔"

"کیا دو گے؟" شیران نے تعجب سے پُوچھا۔

"جو کچھ دوں گا بعد میں بتا دُوں گا۔ پہلے تم اپنا حلیہ تبدیل کر لو۔ اس خالصے نے تمھاری شخصیت دبا دی ہے۔" غازی خان نے یہ کہہ کر کال بیل کا بٹن دبا دیا. چند لمحات کے بعد ایک خوبصورت لڑکی اندر آ گئی. سیاہ گھنگھریالے بالوں والی شوخ و شنگ لڑکی جو جدید تراش کا لباس پہنے ہوئے تھی۔

"لیلیٰ... یہ شیران خان ہے۔ اسے شیران خان بناؤ۔"

"خان...؟" لڑکی نے تعجب سے کہا۔

"ہاں' خان. میرا دوست. میرا گہرا دوست۔ اس کے موجودہ حلیے پر توجّہ نہ دو۔"

"داڑھی...؟" لیلیٰ نے پُوچھا۔

"صاف۔" غازی خان نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور لیلیٰ مسکرا دی پھر اُس نے شیران کا بازو پکڑ لیا۔

"آؤ جانِ من۔"

شیران نے آہستہ سے بازو چھڑا لیا اور بھاری لہجے میں بولا۔ "اس کے بعد میرا بازو پکڑ کر مجھے چلانے کی کوشش مت کرنا. نقصان اُٹھاؤ گی۔" اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

لیلیٰ اُس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی. شیران کے پاس آ کر اُس نے کہا۔ "میں نے محبت سے تمھارا بازو پکڑا تھا۔"

"دو قدم پیچھے رہو. میں اسی کا عادی ہوں۔"

"نفرت کرتے ہو عورتوں سے؟"

"ایسی بات نہیں. محبت بھی کرتا ہوں لیکن صبح شام نہیں' اُس وقت جب اور کوئی کام نہ ہو۔" شیران خان نے کہا۔

"ادھر... اس کمرے میں آ جاؤ۔" لیلیٰ نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا اور شیران خان نے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ کھول دیا. ایک خوبصورت کمرہ تھا جو عمارت کے بقیہ حصّوں کی طرح آراستہ تھا. اس میں باتھ رُوم بھی نظر آ رہا تھا۔

لیلیٰ باتھ رُوم کی طرف بڑھ گئی اور اُس نے دروازہ کھول کر شیران کی طرف دیکھا۔ "آؤ۔" شیران اُس کے نزدیک پہنچ گیا لیکن باتھ رُوم میں جھانک کر وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔

"کیوں... وہاں کیوں بُلا رہی ہو؟"

"آ جاؤ. پتہ چل جائے گا۔"

"لڑکی. میں بھی کافی بے تکلّف آدمی ہوں لیکن ابھی میرے اور تمھارے درمیان ملاقات کو زیادہ وقت نہیں ہُوا ہے ورنہ میں بھی بے تکلفی کا مظاہرہ کرتا. اس لیے مطلب کی بات کرو۔" شیران نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"یُوں لگتا ہے جیسے تم عورتوں سے خوف زدہ ہو. بہر حال وہ دیکھو سامنے ریزر ہے. یہ نہانے کا ٹب ہے. یہ ٹب ہے. تمھارے لیے کوئی لباس موجود نہیں ہے. غُسل کر لو تو میں تمھیں گاؤن دے دُوں گی. اس کے بعد لباس کے بارے میں دیکھا جائے گا. جلدی کرو. تم میری مدد نہیں لے رہے تو بہر حال میری ہدایات تو لے لو۔"

"بس...؟" شیران نے پُوچھا۔

"ہاں. مجھے غازی خان کے احکامات کی تعمیل تو کرنی ہی ہے وہ میرا باس ہے۔" لیلیٰ نے کہا۔

"دروازہ بند کر دو۔" شیران نے کہا اور لیلیٰ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گئی. اُس نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا شیران جلدی سے غُسل خانے سے باہر نکل آیا۔

"میں نے وہ دروازہ بند کرنے کے لیے نہیں کہا تھا۔"

"پھر...؟"

"اس دروازے کو باہر سے بند کر دو۔" وہ غُسل خانے کے دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"یہ ممکن نہیں ہے. تم نے سُنا نہیں' غازی خان نے کہا تھا کہ یہ میرا دوست ہے. اسے شیران خان بناؤ۔"

"اور تم اُس کی باتوں میں آ گئیں؟" شیران خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" لیلیٰ حیرت سے بولی

"آؤ میں سمجھاؤں۔" شیران خان نے آگے بڑھ کر اُس کا بازو پکڑ لیا اور پھر وہ لیلیٰ کو لے کر دروازے تک آیا. دروازہ کھولا اور سامنے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "ذرا دیکھو اصل معاملہ کیا ہے؟"

لیلیٰ چونک کر سامنے دیکھنے لگی۔

لیکن اُسی وقت ایک لات اُس کی کمر پر پڑی اور اُس کے حلق سے زوردار چیخ نکل گئی. اگر سامنے والے ستون سے اُس کے دونوں ہاتھ نہ ٹک گئے ہوتے تو شاید اُس کے چہرے کا بھُرتہ بن جاتا. عقب میں دروازہ اندر سے بند ہو گیا تھا۔

"وحشی. کمینہ' ذلیل۔" اُس کے حلق سے آواز نکلی. چیخ کی آواز سُن کر غازی خان اس طرف آ نکلا تھا. لیلیٰ کو دیکھ کر اُس کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔

"ارے لیلیٰ. کیا تم چیخی تھیں، کیا بات ہے؟" اُس نے متعجّبانہ انداز میں پُوچھا۔

"غازی خان... تمھیں وحشی جانوروں کے پالنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کوئی چڑیا گھر کھول لو۔" وہ غصّے سے بولی۔

"ہُوا کیا گلبدن؟" غازی خان ہنس پڑا۔

"اس وحشی نے لات مار کر مجھے باہر پھینک دیا۔ آہ میری کمر... مجھ سے تو کھڑا بھی نہیں ہُوا جا رہا۔"

"کیوں پھینک دیا۔ اصل بات تو بتا دو۔" غازی خان ہنستا ہُوا بولا۔

"تم ہنس رہے ہو غازی خان. یقین کرو مجھے سخت چوٹ آئی ہے. میں نے تو اُس سے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔"

"اپنی چوٹ کا علاج کر لو لیلیٰ. میں بے حد خوش ہُوں' یقین کرو بہت ہی خوش ہُوں. طویل عرصے کے بعد مجھے اپنی پسند کا آدمی ملا ہے. اب لُطف آئے گا کام کرنے کا۔"

"وہ تمھاری پسند کا آدمی ہے؟"

"پہاڑوں کا وحشی خون، طاقت ور، خوبصورت، تم دیکھتی جاؤ میں اُسے کیا سے کیا بنا دیتا ہُوں۔"

"اس سے قبل تمام لڑکیوں کو یہاں سے ہٹا دینا. ورنہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہ سکے گی. اُف. وحشی جانور' درندہ۔" لیلیٰ کمر پر ہاتھ رکھ کر ادھر اُدھر جھُکتی ہُوئی بولی۔

"آؤ. میں... سہلا دُوں... آؤ۔" غازی خان بولا۔

"آخر یہ ہے کون. شکل سے سِکھ نظر آتا ہے اور تم اُسے قبائلی جوان کہتے ہو؟" لیلیٰ بولی۔

"اب بھی فیصلہ نہیں کر سکیں؟"

"کیا فیصلہ...؟"

"وہ سِکھ ہے یا قبائلی؟" غازی خان نے کہا اور لیلیٰ آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی. غازی خان نے دوبارہ گھنٹی بجائی اور پھر ایک مُلازم کے آنے پر اُسے کافی لانے کا حکم دیا۔

کافی کے گھونٹ لیتے ہُوئے وہ لیلیٰ سے کہہ رہا تھا۔ "بے حد شاندار جوان ہے لیلیٰ. چل گیا تو وارے نیارے ہو جائیں گے اور پھر میں نے اُسے دوست کہا ہے. یہ دوستی بھی نبھانی ہے. اُسے اپنے کام کا بنانا ہے. تم اُس کی فطرت کو پڑھو اور اس کے مطابق چلتے ہُوئے اُسے جدید دُنیا سے رُوشناس کراؤ۔"

"میں...؟" لیلیٰ چیخ کر بولی۔

"ہاں تم۔"

"نہیں غازی خان. یہ بہت مشکل کام ہے. وہ شاید حُسن سے متاثر نہیں ہوتا. دُنیا کا کوئی شخص کسی حسین لڑکی کو اس طرح لات مار کر کمرے سے باہر نہیں پھینک سکتا۔"

"اس کے باوجود تم اس سے متاثر نہیں ہو؟"

"آہ... میں تو اس سے بہت زیادہ متاثر ہُوں۔" لیلیٰ کمر پر ہاتھ رکھ کر کراہنے لگی اور غازی خان ہنسنے لگا۔

"وہ ابھی ہر چیز سے ناواقف ہے. قطعًا ناواقف لیکن تم محسوس بھی نہ کر پاؤ گی. یہ بھی اُس کی خوبی ہے۔" غازی خان نے کہا۔ اُسی وقت دروازہ کھُلا اور کھُلے ہُوئے دروازے سے جو کوئی اندر داخل ہُوا. اُسے دیکھ کر دونوں مبہوت ہو گئے تھے ایسا وجیہہ چہرہ بہت کم ہی نگاہوں سے گُزرتا ہے. ایک انتہائی خوش رُو جوان اُن کے سامنے تھا۔

غازی خان بھی اسے دیکھ کر ششدر رہ گیا پھر اُس نے پُرمسرت انداز میں کہا۔ "جواب نہیں ہے شیران خان تمھارا. تراب زان کی لڑکیاں تو پاگل ہوں گی تمھارے لیے. کیا شکل پائی ہے۔"

"مجھے شرمانا نہیں آتا. تمھاری وجہ سے میں نے داڑھی صاف کر دی ہے جو میرے لیے بہت خطرناک ہے۔" شیران نے کہا۔

"کیا خطرہ ہے تمھیں شیران؟" غازی خان نے پیار سے پُوچھا۔

"میرے دُشمن۔" شیران نے کہا اور پھر چونک کر لیلیٰ کو دیکھنے لگا۔

"یہ مکھیاں کیوں چمٹی رہتی ہیں تم سے غازی خاناں! کیا تم ان کے بغیر نہیں رہ سکتے؟"

غازی خان لیلیٰ کی طرف دیکھ کر ہنس پڑا۔ "یہ شہد کی مکھیاں ہیں' شیران! لیلیٰ ہماری ساتھی ہے. تم اس سے دوستی کر لو۔" اُس نے کہا۔

"دوستی..." شیران کسی خیال سے مُسکرا دیا۔ "میری دوستی اسے بہت مہنگی پڑے گی. ایک لڑکی نے مجھ سے بہت گہری دوستی کی تھی اور..."

"بات پُوری کرو شیران خان!" غازی خان بولا۔

"کچھ نہیں۔ . . مَیں نے اس کی گردن دبائی تو اس کی زبان باہر نکل آئی اور بس وہ بیا! مُرغی کی طرح مر گئی۔" شیران نے کہا۔

لیلیٰ کانپ گئی۔ اس نے گھبرائی ہُوئی نگاہوں سے غازی خان کی طرف دیکھا اور دروازے کی طرف بڑھتی ہُوئی بولی "کوئی بات نہیں غازی خان! تم لوگ گفتگو کرو۔ مَیں چلتی ہُوں۔"

وہ چلی گئی تو غازی خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم بہت شریر ہو شیران! تم نے لیلیٰ کو خوف زدہ کر دیا۔"

"نہیں غازی خان! مَیں نے جھُوٹ نہیں بولا۔ وہ بہت ہی خوب صُورت تھی۔ ضرورت سے زیادہ چاہنے لگی تھی، مجھے۔"

"چاہت کے لیے بھی ضرورت ہوتی ہے؟" غازی خان نے مسکرا کر پُوچھا۔

"چاہو۔ . . مگر اتنا بھی نہیں کہ مصیبت بن جائے اور خود کو بھول جاؤ۔ نہر وادی کی لڑکی اگر یہ کہے کہ وہ بیوی بنے گی تو یہ گال نہیں ہوگی۔ اُس نے سوچا کہ شیران خان پھنسا ہُوا ہے اس لیے مان جائے گا۔ . . بس مَیں نے اُسے قتل کر دیا۔"

"تب کوئی بات نہیں ہے۔ تم عورت سے بھاگتے تو نہیں؟"

"اُس وقت تک نہیں، جب تک وہ گاتی مُسکراتی رہے۔ جب وہ رونے لگے تو دو کام کرو۔ یا تو بھاگ جاؤ یا اس کی گردن دبا دو۔" شیران نے کہا۔

غازی خان اس بات پر ہنستا رہا پھر بولا "چلو ٹھیک ہے۔ آج تمھیں عورت دِکھاتے ہیں۔"

لیلیٰ ایسی گئی کہ پھر واپس نہ آئی۔ غازی خان نے شیران کو تیار کرایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ وہ شیران خان کو جدید روشنی سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے خیال میں کسی جانور کو انسان بنانے میں عورت بہت بڑا کردار انجام دیتی ہے لیکن یہ پہاڑی جانور بڑا بے ڈھب تھا۔ اسے انسان بنانے میں عورت بھی معاون ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔

بِل بلغانہ کی خوب صورت رقاصاؤں کے رقص و نغمے کی شیران نے بہت تعریف کی لیکن کسی رقاصہ کے لیے اس نے کوئی فرمائش نہیں کی جب کہ چند رقاصائیں خود اس کی جانب مائل نظر آ رہی تھیں۔ غازی خان نے خود ہی پُوچھا "ان میں سے کوئی پسند ہے؟"

"سب پسند ہیں۔ . . لیکن ساتھ لے جانے کے قابل کوئی نہیں ہے۔ انھیں ان کی جگہ ہی رہنے دو۔"

"یقین کرو شیران خان! تم مجھے بہت پسند آئے ہو۔ مَیں تمھارے اندر مستقبل کا بہت بڑا آدمی دیکھ رہا ہوں۔ . . بشرطیکہ تم دِلچسپی لو۔"

"کون سی بڑائی کی بات کر رہے ہو غازی خان!"

"دولت، عزت اور شہرت۔ مَیں تمھیں زیرِ زمین دُنیا کا سب سے طاقت وَر انسان دیکھ رہا ہوں۔"

"تمھاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔ اس لیے خاموش بیٹھو۔ وہ لڑکی اچھا ناچ رہی ہے۔" شیران خان نے کہا اور غازی خان خاموش ہو گیا۔ بہرحال اس پتھر میں کوئی جونک نہیں لگ سکی تھی۔

رات گئے غازی خان اُسے واپس لے آیا۔ اس دوران وہ شیران کی فطرت کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ شیران کو اس کی خواب گاہ میں پہنچانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آیا تو لیلیٰ بھی پہنچ گئی۔ . . "مَیں تمھاری ضرورت محسوس کر رہا تھا، لیلیٰ!"

"کہو غازی خان؟"

"کیا خیال ہے شیران کے بارے میں؟"

"وہ میرے بس کی چیز نہیں ہے۔ مَیں سچ مچ اس سے خوفزدہ ہو گئی ہُوں۔"

"اگر تم اُسے ہینڈل کر لو لیلیٰ! تو یُوں سمجھو ہمارے وارے نیارے ہو جائیں گے۔ وہ شیر کی طرح بے خوف اور نڈر ہے۔ اگر اس لائن کی تربیت مل جائے تو ناقابلِ تسخیر ہوگا۔"

"خواہ اسے ہینڈل کرنے میں میری جان ہی چلی جائے؟" لیلیٰ نے کہا۔

"میرے خیال میں ایسا نہیں ہوگا۔ وہ عورت سے بھاگتا نہیں ہے بلکہ موڈی ہے۔ بس ایک حد تک اس کے ساتھ عورت رہو۔ اس کے بعد اس کی دوست بن جاؤ۔ مَیں ایک آدھ مہینے میں اسے بہت کچھ سکھا دوں گا۔ مَیں نے اس کی فطرت کو سامنے رکھ کر ایک اور فیصلہ کیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ "مَیں بھی پہاڑوں کا باشندہ ہوں لیلیٰ! نیا نیا پہاڑوں سے آیا تھا تو ایک وحشی اور سرکش گھوڑے کی مانند تھا لیکن پھر مجھ پر مصلحت کے لبادوں کا بوجھ پڑتا گیا اور مَیں مصلحت پسند ہو گیا۔ وہ ابھی سرکش گھوڑا ہی ہے۔ پہلے مَیں نے سوچا تھا کہ اسے کچھ مال دے کر بنکاک روانہ کر دوں۔ . . میرے پاس ایک بڑا آرڈر بھی ہے۔ گرنتھ سنگھ بھی تیار ہو گیا ہے اس کے ساتھ جانے کے لیے۔ . . لیکن یہیں جتنی مشکلات کا سامنا ہے، وہ تمھارے علم میں ہیں۔ کابل میں میرا سب سے بڑا رقیب دھنی سنگھ ہے۔ وہ اپنے آدمیوں کے بَل بوتے پر بہت اکڑتا ہے۔ مَیں نے ابھی تک اس سے باقاعدہ ٹکرانے کی کوشش نہیں کی کیوں کہ

میرے پاس آدمی بہت کم ہیں۔ مجھے ابھی تک ایسا کوئی آدمی نہیں مِل سکا جس پر مَیں مکمل اعتماد کر سکوں۔ بہرحال میں نے سوچا ہے کہ شیران کو آزمانا چاہیے کیوں نہ اسے دھنی سنگھ کے مقابل لے آؤں؟"

"وہ کس طرح؟" لیلیٰ نے پُوچھا۔

"اس کے لیے مَیں باقاعدہ پلاننگ کروں گا، البتہ گرنتھ سنگھ کو ابھی ان معاملات سے دُور رکھنا ہوگا، کیوں کہ وہ بھی سکھ ہے۔ . . چار چھ دن میں شیران کے بارے میں اندازہ لگا کر میں اُسے دھنی سنگھ کے مقابلے پر لے آتا ہوں اور پھر دو ہی باتیں ہوں گی، یا تو دھنی سنگھ ہمارے ساتھ شامل ہو جائے گا یا پھر اتنا ضرور سمجھ لے گا کہ اَب غازی خان بھی کمزور نہیں رہا۔"

"ہُوں، سوچ لو غازی خان! کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنا کاروبار بھی خراب ہو جائے۔"

"نہیں لیلیٰ! سوچ سمجھ کر ہی سارے کام کروں گا۔ تم فکر مت کرو اور ہاں۔ . . مَیں تمھیں بتا چکا ہوں کہ اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی مرضی کے مطابق کام ہوتے رہیں تو وہ خطرناک نہیں ہوگا۔"

غازی خان، شیران کو کسی مصیبت میں نہیں پھنسانا چاہتا تھا۔ وہ اس سے دِل چسپی اور ہمدردی رکھتا تھا لیکن دولت کے حصول کی خواہش اس کے دِل میں بھی تھی اور منشیات کی اسمگلنگ کے معاملے میں اس کے چند مخالف بھی تھے جو خود بھی اسمگلر تھے۔ اُن میں دھنی سنگھ پیش پیش تھا۔ کئی بار وہ اس کے آڑے آیا تھا اور دونوں میں جھڑپیں بھی ہُوئی تھیں لیکن غازی خان کو پسپا ہونا پڑا تھا کیوں کہ دھنی سنگھ کے ساتھ افرادی قوت کافی تھی۔ دھنی سنگھ کا اڈہ کابل کے بائیں سمت، دریائے کابل کے پہاڑوں میں تھا۔ دریائے کابل کے ایک مخصوص حصّے میں سیّاحوں کے کیمپ لگے رہتے تھے۔ وہاں ان مغربی آوارہ گردوں کی تعداد کافی ہوتی تھی جو چرس اور دوسری نشہ آور اشیا کے دِلدادہ ہوتے ہیں اور عرفِ عام میں ہپّی کہلاتے ہیں۔ ان ہپّیوں کے اس کیمپ میں دھنی سنگھ کی اجارہ داری تھی۔ غازی خان کی نگاہ اُس کیمپ پر تھی۔ اگر ابتدا یہاں سے کر دی جائے۔ . .؟ ایک تجربہ ہی سہی۔

رات کو اپنے بستر پر لیٹے لیٹے اُس نے بہت سے فیصلے کیے اور مطمئن ہو گیا۔ دوسرے دِن ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے شیران خان سے تھوڑی دیر غائب رہنے کی اجازت مانگی اور چالاکی سے اپنا مقصد بھی بیان کر دیا۔ "کہاں جا رہے ہو؟" شیران نے پوچھا۔

"اوہ۔ . . شیران! بس کاروبار دیکھوں گا۔ دراصل میرے کاروبار میں بہت سی پریشانیاں بھی ہیں۔"

"کیسی پریشانیاں؟"

"بس یار کیا بتاؤں۔ کاروبار میں رقیب بھی ہوتے ہیں اور اُن سے ہنگامہ آرائی بھی اس کاروبار کا ایک حصّہ ہی ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ اس ہنگامہ آرائی میں مَیں تنہا ہُوں اور یوں بعض لوگوں سے مجھے دبنا پڑ جاتا ہے کیوں کہ اُن کے گروہ مضبوط ہیں جب کہ میرا کوئی گروہ ہی نہیں ہے۔" غازی خان نے کہا۔

"تمھارے رقیب کون لوگ ہیں؟"

"یوں تو بہت سے رقیب ہیں اپنے لیکن دھنی سنگھ نامی ایک شخص سے میری کافی چلتی ہے۔ دریائے کابل کے کنارے ایک کیمپ ہے شیران! اس کیمپ میں دھنی سنگھ کا مال فروخت ہوتا ہے، میری خواہش ہے کہ مَیں بھی وہاں مال فروخت کروں لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو پاتا کیوں کہ دھنی سنگھ کے آدمی مَرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔"

"ہُوں، تو پھر شیران کو کام میں لاؤ۔" شیران مُسکرا کر بولا۔ "بیٹھے بیٹھے ہاتھ پیروں میں زنگ لگ رہا ہے، نہ شکار کھیلنے کو ملتا ہے اور نہ ہی کسی سے جھگڑا ہوتا ہے۔ زندگی میں ہنگامے ہونے چاہئیں۔"

"اوہ، بے شک، بے شک لیکن مَیں چاہتا ہوں کہ پہلے تم یہاں کے ماحول سے اچھی طرح واقف ہو جاؤ۔ چلو، آؤ تمھیں کیمپ کی سیر کراؤں۔" غازی خان نے کہا۔

شیران تیار ہو گیا اور دونوں چل پڑے۔ دریا کے کنارے جو عجیب و غریب شہر آباد تھا، وہ شیران خان کی سمجھ سے باہر تھا۔ اس نے اس شہر میں عورتوں اور مَردوں کو دیکھا، کسی کی تمیز ہی مشکل تھی، پتہ نہیں چلتا تھا کہ اُن میں کون سی عورت ہے اور کون سا مَرد ہے۔ جگہ جگہ گروہ بنا کر ناچ گانے ہو رہے تھے۔ چرس کا دُھواں فضا میں چکرا رہا تھا اور ایک عجیب و غریب دُنیا آباد تھی۔

شیران حیرت اور دِل چسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے تعجب سے پوچھا "یہ کون سی دُنیا کے باشندے ہیں غازی خان؟ مَیں نے تو یہ نسل پہلی بار دیکھی ہے۔"

"بس ان کی دُنیا اِسی نشے تک محدود ہے۔ ان کے تماشے قابلِ دید ہوتے ہیں۔ دیکھو گے تو لُطف آ جائے گا۔ آؤ مَیں تمھیں دِکھاؤں کہ نشہ آور اشیا یہاں کس طرح فروخت ہوتی ہیں۔" یہ کہہ کر غازی خان اُسے اس جگہ لے گیا جہاں چند سردار ایک اسٹال بنائے بیٹھے تھے۔ اس پر کولڈ ڈرنک اور کھانے پینے کی دوسری اشیا رکھی ہوئی تھیں۔ . . افغان پولیس کے سپاہی بھی یہاں گھوم رہے تھے۔ یہ کولڈ ڈرنک وغیرہ

صرف نمائشی تھے ورنہ ضرورت مند یہاں سے نشہ آور اشیا بہ آسانی حاصل کر رہے تھے۔ ہر چیز موجود تھی۔ غازی خان شیران کو ایک ایک چیز سمجھانے لگا اور شیران حیرت اور دل چسپی سے اُنھیں دیکھتا رہا۔

"کیا خیال ہے شیران خان! کل تم یہاں نشہ آور اشیا فروخت کرو گے۔ یہ بازار ہے۔ روکنے والے کے ساتھ تم کیا سلوک کرو گے۔ یہ تو تمھیں خود ہی معلوم ہونا چاہیے۔"

"اس کی فکر مت کرو تم۔" شیران خان نے کہا۔

غازی خان مسکرانے لگا۔ کافی دیر تک وہ شیران کو یہاں کے معاملات سمجھاتا رہا تھا۔ جب دونوں واپس پہنچے تو گرنتھ سنگھ وہاں ان کا انتظار کر رہا تھا۔ "شیران کہاں ہے؟" اس نے غازی خان کو دیکھتے ہوئے کہا اور غازی خان ہنس پڑا۔

"مجھے نہیں پہچانا۔" شیران آگے بڑھ کر بولا۔

گرنتھ سنگھ حیران رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اُٹھ کر شیران سے لپٹ گیا۔ "کمال ہو گیا بھئی! اتنی جلدی . . . سب کچھ بدل گیا۔"

"ابھی تم نے کیا دیکھا ہے۔ آگے آگے دیکھنا، شیران کیا بن جاتا ہے۔"

"ضرور بن جائے گا، مجھے یقین ہے۔" گرنتھ سنگھ ہنستا ہوا بولا . . . "غازی خان! میں نے کمپنی سے چھٹی مانگی تھی لیکن وہ لوگ اسے منظور نہیں کر رہے۔ کیا کرنا چاہیے؟"

"نوکری چھوڑ دو۔" غازی خان نے سکون سے کہا۔

"یار نوکری چھوڑ تو دوں مگر جلد بازی نہیں کرنا چاہتا۔ تم مجھے پندرہ دن کی مہلت دے سکتے ہو؟"

"پندرہ دن میں کیا ہو جائے گا؟"

"وہ ٹینکر لے کر ایران جانا ہے۔ یہ ٹرپ کرنے کے بعد مجھے چھٹی مل سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس ٹرپ کے بعد پروگرام بنا لیں گے۔"

"بس تو پھر مجھے اجازت دو۔" یہ کہہ کر وہ تھوڑی دیر بعد چلا گیا۔

غازی خان دوسرے دن کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ کیمپ میں گڑبڑ کے لیے اس نے تمام ضروری انتظامات کر لیے تھے۔ شیران کو اسلحہ فراہم کر دیا گیا اور نشہ آور اُدویات کے ایک معقول ذخیرے کے ساتھ وہ کیمپ پہنچ گیا۔ آوارہ گرد ایک نیا تاجر دیکھ کر بہت خوش ہوئے کیونکہ اس کے پاس موجود چیزوں کی کوالٹی بھی اچھی تھی اور وہ سستی بھی فروخت کر رہا تھا۔ . . پھر وہی ہوا جس کی توقع تھی۔ پولیس والے تو اس طرف متوجہ نہیں ہوئے . . . لیکن تھوڑی دیر بعد دھنی سنگھ کے دو بدمعاش اس کے پاس پہنچ گئے۔ "کون ہو تم . . . اور یہ کیا کر رہے ہو؟"

شیران گہری آنکھوں سے اُنھیں دیکھنے لگا پھر بولا: "کچھ چاہیے تمھیں . . . اگر نہیں تو سامنے سے ہٹ جاؤ۔"

"تم نشہ آور چیزیں بیچ رہے ہو۔ یہ غیر قانونی ہے۔"

"جاؤ پھر قانون کو بلا لاؤ۔"

"ہم خود قانون ہیں۔ تم نئے معلوم ہوتے ہو۔ اُٹھاؤ یہ کباڑ خانہ اور یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

وہ دونوں آگے بڑھے تو شیران نے دونوں کی گردنیں پکڑ کر ان کے سر آپس میں ٹکرا دیے اور چند ہی لمحات میں وہاں ہنگامہ ہو گیا۔ شیران کو ابھی تک پستول نکالنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ اس کے دو چار ہاتھوں نے ہی ان دونوں کے ہوش ٹھکانے لگا دیے اور وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ غازی خان زیادہ دُور نہیں تھا۔ زیادہ ہنگامہ آرائی ہوتی تو پولیس اس طرف متوجہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وہ شیران کے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ شیران چلتے ہیں۔ اتنا ہی کافی ہے۔"

"کیوں، ابھی سے کیوں؟"

"ابھی تو طویل وقت پڑا ہے۔ آؤ، مصلحت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

شیران اُس کے ساتھ چلا تو آیا تھا لیکن یہ مصلحت اسے پسند نہ آئی۔ آزاد فضاؤں کے باسی کو مصلحتوں میں گھٹن ہونے لگی۔ "کل میں پھر وہاں جاؤں گا۔" اس نے کہا۔

"کل نہیں . . . دو تین روز بعد۔ اس دوران میں یہ دیکھوں گا کہ دھنی سنگھ پر ان واقعات کا کیا اثر پڑا ہے۔" غازی خان نے کہا۔

"دیکھو غازی خان! کوئی بھی کام شروع کرو تو اُسے پورا کرو۔ مصلحتوں کے چکر میں پڑ کر انتظار کرنا مجھے نہیں آتا۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو شیران خان۔ یہ زندگی پہاڑوں کی زندگی سے مختلف ہے۔" غازی خان نے کہا۔

شیران اس وقت تو خاموش ہو گیا لیکن رات کو بستر پر لیٹ کر اس نے ان واقعات پر از سرِ نو غور کیا۔ پہاڑوں کی زندگی میں آزادی تھی۔ کم از کم اتنی آزادی کہ اگر کسی سے جنگ بھی کی جائے تو اپنی مرضی سے۔ کوئی روکنے والا نہیں ہوتا۔ جو طاقت ور ہو، وہ جیت جاتا ہے . . . غازی خان اچھا انسان ہے لیکن یوں لگتا ہے جیسے میں اس کا محکوم ہوں اور میری زندگی اس کے ہاتھ میں ہے۔ میں کسی کا محکوم بن کر نہیں رہ سکتا۔ غازی خان سے کھل کر بات کرنی ہو گی۔

. . . لیکن دوسری صبح غازی خان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ وہ کسی کام سے چلا گیا تھا اور اس وقت اس کی میزبان لیلیٰ تھی۔ سہمی سہمی لیلیٰ نے اس کے لیے ناشتہ لگا دیا اور ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ ناشتہ کرتے کرتے شیران چونک پڑا۔ "تم بالکل خاموش ہو۔ کیا بات ہے؟"

"کوئی بات نہیں۔ بس میں . . . میں . . ."

"ڈرتی ہو مجھ سے . . . ارے میں درندہ نہیں ہوں۔ میں بھی تو انسان ہوں۔ باتیں کرو مجھ سے۔"

"تم مجھے پسند نہیں کرتے نا شیران خان؟"

"پسند . . ." شیران خان پُرخیال انداز میں بولا۔ "تمھیں پسند کرنا اچھی بات تو نہیں ہے۔ یہ غازی خان تمھارا کون ہے؟"

"کوئی نہیں . . . میں صرف اُس کی نوکر ہوں۔"

"اوہ۔ صرف نوکر . . ." یہ کہہ کر وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر ناشتہ کر کے وہ اپنے کمرے میں چلا گیا . . . لیکن تھوڑی ہی دیر بعد لیلیٰ گھبرائی ہوئی اندر آئی اور بولی: "غضب ہو گیا شیران! ایک بہت بُری اطلاع ملی ہے۔"

"کیا ہوا؟" وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"غازی خان ہلاک ہو گیا۔ مشرقی پہاڑیوں میں اس کا ٹکراؤ دھنی سنگھ سے ہو گیا تھا۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہوئی اور غازی خان اس فائرنگ کا شکار ہو گیا۔"

شیران کی آنکھوں میں خون کی سُرخی لہرانے لگی تھی پھر اس نے سرد لہجے میں پوچھا: "تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"عزت خان اُس کے ساتھ تھا۔ اُس کے بازو میں بھی گولی لگی ہے۔ وہ غازی خان کی لاش لے کر آ رہا تھا لیکن راستے میں چند آوارہ گرد مل گئے اور انھوں نے غازی خان کی لاش پولیس اسٹیشن پہنچا دی ہے۔"

"عزت خان نے خود لاش کیوں پولیس اسٹیشن نہیں پہنچائی؟"

"اس میں خطرہ تھا شیران۔" لیلیٰ نے بتایا اور رونے لگی۔ "اب کیا ہو گا شیران، میں اب کہاں جاؤں گی۔ میرا اس دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔" لیلیٰ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا اور دوڑ کر اس کے قدموں سے لپٹ گئی۔ "مجھے سہارا دو شیران، مجھے اپنے قدموں میں جگہ دے دو۔ میں زندگی بھر تمھاری خدمت کروں گی۔"

"اوہ خدایا . . . تو زندگی بھر میرے گلے پڑے گی۔ میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے مجھے تو کون سے جُرم کی سزا دینا چاہتی ہے، یاد رکھو میں ایسی لڑکیوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک کرتا ہوں۔ میرے پاس تیری مشکل کا ایک ہی حل ہے کہ تجھے زندگی کے بوجھ سے نجات دلا دوں۔" شیران کی آواز میں درندگی تھی۔

لیلیٰ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔ اُسے شہابہ کی کہانی یاد آ گئی تھی جو شیران نے سُنائی تھی۔

"عزت خان کہاں ہے؟"

"دوسرے کمرے میں . . ."

شیران اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں پہنچا تو عزت خان ایک مسہری پر لیٹا کراہ رہا تھا۔

"شاباش . . . عورتوں کی طرح کراہنے کی مشق کر رہا ہے۔ اُٹھ کر بیٹھو۔" شیران گرجا تو عزت خان اُٹھ بیٹھا۔ "مشرقی پہاڑیاں کدھر ہیں؟ مجھے وہاں پہنچاؤ۔"

"میری حالت ٹھیک نہیں ہے خان۔"

"او بے غیرت! ایک عورت کے سامنے ایسی بات کر رہا ہے۔ چل مجھے دھنی سنگھ کا علاقہ بتا دے۔"

"میں زخمی ہوں۔ راستے میں میرے زخم سے کافی خون بہہ گیا تھا اس لیے . . ."

اگلے ہی لمحے شیران کا اُلٹا ہاتھ اُس کے مُنہ پر پڑا اور عزت خان کے حلق سے ایک بے اختیار چیخ نکل گئی۔ شیران نے اس کا گریبان پکڑ کر اُسے مسہری سے اُٹھا لیا اور پھر دوسرا ہاتھ عزت خان کو دیوار تک لے گیا۔ لیلیٰ چیختی ہوئی باہر بھاگ گئی۔

"بتاؤ، دھنی سنگھ کا اڈہ کدھر ہے، میں تجھے لڑنے کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔"

"دیکھو خان! یہ تم اچھا نہیں کر رہے۔" عزت خان زمین پر بیٹھے بیٹھے ہونٹوں سے بہنے والا خون صاف کرتے ہوئے بولا۔

"جلدی سے مجھے اُس اڈے پر پہنچا دے، اس کے بعد تیرا کام ختم۔" شیران نے کہا اور ایک ٹھوکر عزت خان کی پسلیوں میں رسید کر دی۔

"ٹھیک ہے، چلتا ہوں۔" اُس نے کرب ناک لہجے میں کہا۔

شیران ہنس پڑا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا: "لیلیٰ . . . لیلیٰ تم کدھر گئیں؟"

لیلیٰ جو دروازے کے پاس ہی موجود تھی، بُری طرح اُچھل پڑی اور تیزی سے اندر آ گئی۔

"اسلحہ کہاں ہے؟"

"میرے ساتھ چلو۔" لیلیٰ منمنائی۔

"سُن او ئے عزت خاناں! یہاں سے جانے کی کوشش مت کرنا۔ بس مجھے دُور سے دھنی سنگھ کا اڈہ دکھا دینا، اس کے بعد جدھر تیرا جی چاہے، چلے جانا۔" شیران نے کہا اور لیلیٰ کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔

اس نے اسلحہ خانے سے دو عمدہ پستول اور کارتوسوں کی دو تین پٹیاں اُٹھا کر اپنے بدن سے باندھ لیں۔ وہ واپس آیا تو عزت خان کے سارے کس بل نکل چکے تھے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد دو گھوڑے مشرقی پہاڑیوں کی طرف جا رہے تھے۔ سُورج کی چمک دار روشنی پھیل

ہُوئی تھی لیکن چونکہ شیراں مقامی لباس میں کوئی نوجوان افغانی نظر آ رہا تھا اس لیے کسی نے بھی اس کی طرف توجہ نہیں دی۔

دونوں گھوڑے اب مشرقی پہاڑیوں کی جانب اُڑے چلے جا رہے تھے۔ راستے میں انھیں آوارہ گردوں کے کئی گروہ نظر آئے تھے لیکن کوئی بھی اُن کی طرف خصوصیت سے متوجہ نہیں ہُوا تھا۔ عزت خان خاموش تھا۔ اُس کے بازو کے زخموں سے پھر خون رِسنے لگا تھا اور پٹیاں سُرخ ہوگئی تھیں۔ وہ سہمے سہمے سے انداز میں چل رہا تھا۔ اُس کے دونوں طرف موت کے سائے رقص کر رہے تھے۔ دھنی سنگھ اور شیراں کی شکل میں موت اس کے دونوں طرف موجود تھی۔ مشرقی پہاڑیاں اب سامنے نظر آ رہی تھیں، اس لیے عزت خان نے گھوڑے کی باگیں کھینچیں اور کمزور آواز میں شیراں کو پکارا۔ شیراں نے بھی گھوڑا روک لیا۔

"کیا ہُوا عزت خان؟" اس نے پوچھا۔

"خون بہت بہہ چکا ہے۔ مَیں اب گھوڑے کی پیٹھ پر نہیں بیٹھ سکتا، وہ سامنے مشرقی پہاڑیاں ہیں، یہاں تمھیں آوارہ گرد بھی نظر آئیں گے۔ اگر چاہو تو کسی سے دھنی رام کا اڈہ پوچھ لینا۔" عزت خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے جاؤ بھاگ جاؤ۔" شیراں نے کہا اور عزت خان واپس چل پڑا۔ شیراں چند ساعت کچھ سوچتا رہا پھر آگے بڑھ گیا۔ اُس کے ذہن میں بہت سے خیالات آ رہے تھے۔ بہر صُورت تھوڑی دیر بعد وہ ایک درّے میں داخل ہوگیا۔ اسی درّے میں غازی خان اور دھنی سنگھ کے آدمیوں کا مقابلہ ہُوا تھا۔ جُونہی وہ درّے میں داخل ہُوا، دفعتہً دو گولیاں گھوڑے کے پیروں سے ٹکرائیں اور گھوڑا الف ہوگیا۔ شیراں نے گھوڑے کو سنبھالا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا پھر چیخ کر بولا۔

"جو کوئی ہے، سامنے آئے۔ مَیں دھنی سنگھ سے ملنا چاہتا ہُوں..."

"کون ہو تم اور دھنی سنگھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

"میری دوستی ہے اُس سے۔ مجھے اس کے پاس لے چلو، وہ مجھ سے مل کر بے حد خوش ہوگا۔" شیراں نے کہا۔ وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔ "نیچے اتر آؤ اور پیدل چلو، ہمارے ساتھ۔"

شیراں گھوڑے سے اُتر آیا اور اُن کے ساتھ چل دیا۔

"کیوں ملنا چاہتے ہو تم دھنی سنگھ سے؟"

"مَیں تمھیں بتا چکا ہُوں اور بار بار بتانا پسند نہیں کرتا۔" شیراں نے کہا اور وہ دونوں اس کے لہجے سے مرعوب ہو گئے۔ مشرقی پہاڑیاں قریب آتی جا رہی تھیں اور سامنے ہی ایک غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔ "کیا دھنی سنگھ اس غار میں رہتا ہے؟" شیراں نے پُوچھا۔

وہ دونوں چلتے چلتے ٹھٹک گئے۔ "تم اتنا بھی نہیں جانتے۔ اس کا مطلب ہے تم بالکل اجنبی ہو۔"

"ہاں پہلی بار اس علاقے میں آیا ہُوں۔" شیراں نے اتنا ہی کہا تھا کہ اُن دونوں نے پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن وہ شیراں سے زیادہ پھُرتیلے ثابت نہ ہو سکے تھے... شیراں کے پستول سے دو گولیاں نکلیں اور اُن کی دلدوز چیخیں فضا میں لہرا گئیں۔ فائرنگ کی آواز پہاڑوں میں سر ٹکرا رہی تھی۔ شیراں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر اُس نے پھُرتی سے گھوڑے کے چابک رسید کر دیا۔

گھوڑا اُچھل کر دوڑ پڑا اور شیراں نے ایک قریبی ٹیلے کی آڑ لے لی۔ اُسے یقین تھا کہ فائروں کی آواز پر دوسرے لوگ یہاں ضرور پہنچیں گے کیونکہ غار کا دہانہ زیادہ دُور نہیں تھا۔ اُس کا خیال درست نکلا۔ چند ہی لمحے بعد دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور چیختے چلاتے لوگ وہاں پہنچ گئے جہاں وہ لاشیں پڑی تھیں۔

"کون تھا۔ کس نے چلائی تھیں گولیاں؟" کسی نے چیخ کر کہا۔

"ایک گھوڑا اُس طرف گیا ہے۔ قاتل نکل گیا۔"

"ٹیلوں پر چڑھ کر دیکھو۔ اُس کا رُخ کس طرف ہے؟ تعاقب کرو۔" ایک اور آواز سُنائی دی۔

شیراں نے دوسرا پستول بھی نکال لیا کہ شاید ٹیلوں پر چڑھنے والے اُسے بھی دیکھ لیں۔ خوف و تشویش کا خفیف سا احساس بھی اُس کے دل میں نہیں تھا۔ خطرے کو قریب پا کر اُس کی فطرت عجیب سا رُخ اختیار کر جاتی تھی۔ اس وقت بھی اُس کی آنکھوں میں کھلنڈرے پن کے نقوش تھے اور وہ دلچسپی سے اُن لوگوں کی بھاگ دوڑ دیکھ رہا تھا۔ معاً اُسے خیال آیا کہ اسی جگہ چھپے رہنا مناسب نہیں۔ کسی طرح اس غار میں داخل ہونے کی کوشش کی جائے۔

اُس نے اپنی جگہ سے کھسکنا شروع کر دیا اور غار کے دہانے کی طرف بڑھنے لگا۔ غار میں موجود لوگوں کو باہر کسی گڑبڑ کا احساس ہوگیا تھا۔ اس لیے وہ سب مسلح ہو کر باہر نکل آئے تھے اور دوسروں سے صُورتِ حال

معلوم کر کے چٹانوں میں پھیلتے جا رہے تھے۔ جو بھی غار سے نکلتا، تیزی سے آگے بڑھ جاتا تھا۔ اس طرح شیراں کو غار کے قریب آنے کا موقع مل گیا اور پھر وہ موقع پا کر غار کے دہانے سے اندر داخل ہوگیا۔ قدرتی غار تھا اس میں کوئی تراش خراش نہیں کی گئی تھی۔ غار کے ابتدائی حصّے میں تاریکی پھیلی ہُوئی تھی۔ اس کی وجہ بھی غالباً یہ چٹانیں ہی تھیں جنھوں نے روشنی کو سیدھے راستے سے باہر آنے کی اجازت نہیں دی تھی، البتہ چٹانوں کی ان بھُول بھلیوں سے گُزر کر جب... ناہموار سُرنگ آئی جس کے اختتام پر ایک سنگی دروازہ تھا تو وہاں سے روشنی کی کرنیں صاف باہر جھانکتی محسوس ہوتی تھیں۔ بڑا محفوظ غار تھا۔

شیراں ان چٹانوں کی آڑ میں چھُپتا چھُپاتا بالآخر غار کے اُس حصّے میں پہنچ گیا جہاں سے روشنی جھانک رہی تھی۔ اس دوران میں کئی آدمی وہاں سے باہر گئے تھے اور ایسے موقعوں پر شیراں اُن چٹانوں کے درمیان سانس روک کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ کسی کو شُبہ بھی نہ ہو سکا کہ جہاں سے وہ گُزر رہے ہیں، اُن سے چند قدم کے فاصلے پر وہی دشمن موجود ہے، جس کی تلاش میں باہر ہنگامہ ہو رہا تھا۔

شیراں نے ایک لمحے کے لیے موقع پایا تو وہ اس روشن دروازے کی جانب بڑھ گیا اور پھر اس سے اندر داخل ہونے میں بھی اسے دِقت پیش نہ آئی لیکن اندر کا منظر نہایت حیرت ناک تھا۔ یہ بھی ایک قدرتی غار ہی تھا لیکن وہاں قالین بچھے ہُوئے تھے اور فانوس لٹکے ہُوئے تھے جن میں شمعیں روشن تھیں، دیواروں پر پردے تھے اور یہی پردے شیراں کے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہُوئے۔ مخمل کے موٹے موٹے پردوں کی آڑ میں اُس نے خود کو چھُپا لیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد غار کے ایک اور اندرونی سُوراخ سے ایک شخص باہر آیا، اُس کا حُلیہ بھی گرنتھ سنگھ جیسا تھا۔ چڑھی ہُوئی داڑھی، چپکی ہُوئی پگڑی، وہ خاصا تندرست و توانا شخص تھا۔ وہ غار کے درمیان قالین پر آ کر کھڑا ہوگیا اور غرّانے لگا۔ "کون ہے۔ کیا ہُوا، کیوں اتنی بھاگ دوڑ مچا رکھی ہے؟"

جواب میں ایک آدمی جو ابھی چند لمحے قبل باہر گیا تھا اور واپس آ گیا تھا، وہ اس شخص کے پاس پہنچ گیا۔

"جی مہاراج۔" اُس نے گردن جھُکا کر کہا۔

"کیا ہو رہا ہے، یہ۔ تم سب پاگل ہو گئے ہو کیا...؟" طویل القامت شخص نے پُوچھا۔

"نہیں مہاراج۔ پتہ یہ چلا ہے کہ باہر کسی نے ہمارے دو آدمیوں کو گولی مار دی ہے اور حملہ آور گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگ گیا ہے، اُسے تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"گولی مار دی... کسے؟"

"بھوپت سنگھ اور گوری سنگھ کو... ہم لوگ قاتل کا پتہ لگا رہے ہیں۔ ابھی ابھی مکھن سنگھ آیا تھا اور یہ واقعہ اُسی نے مجھے سُنایا تھا۔ سب لوگ پہاڑیوں میں بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں۔"

"پاگل ہیں وہ۔ جاؤ انھیں بلاؤ، اگر ابھی تک وہ اس گھڑ سوار کو نہیں پکڑ سکے تو اب کیا کابل شہر جا کر گرفتار کریں گے، بے وقوف، گدھے... مجھ سے مشورہ کیے بغیر فضول حرکتیں کرنے لگتے ہو تم لوگ۔ جاؤ اُن سب کو کہو کہ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور مجھے صُورتِ حال کی رپورٹ دو۔ سب کو یہاں لانے کی ضرورت نہیں، ایک آدمی تفصیل معلوم کر کے میرے پاس پہنچ جائے۔"

"جی مہاراج۔" اُس شخص نے جواب دیا۔

شیراں پردے کے پیچھے کھڑا یہ سب کچھ سُن رہا تھا یہ بولی مکمل طور پر اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن گرنتھ سنگھ کے ساتھ جو وقت گزارا تھا، اس نے تھوڑی بہت شُدبُد کرا دی تھی اور وہ اس کا مفہوم بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اُس کے ذہن میں بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ یقیناً یہی دھنی سنگھ ہے لیکن اس وقت... مداخلت مناسب نہیں ہے۔ کافی افراد ہیں اُس کے ساتھ، موقع پا کر اس سے بات چیت کی جائے تو بہتر ہوگا۔ وہ خاموشی سے پردے کے پیچھے کھڑا رہا لیکن محسوس کر رہا تھا کہ یہ جگہ غیر محفوظ ہے۔ یہاں مستقل چھُپے رہنا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اُس کے پاس پستول موجود تھے لیکن ان غاروں میں گھیر لیے جانا مشکل نہ ہوگا۔ چنانچہ وہ انتظار کرنے لگا کہ اگر یہ پگڑی والا چند لمحوں کے لیے یہاں سے ہٹ جائے تو وہ ان پردوں کے پیچھے سے نکل کر کسی اور جگہ پناہ لینے کی کوشش کرے... لیکن پگڑی والا دراز قامت شخص بے چینی سے قالین پر ٹہلنے لگا تھا،

موٹے قالین کی وجہ سے اُس کے قدموں کی چاپ سُنائی نہیں دے رہی تھی اور شیران مخمل کے پردوں کے پیچھے اُس کی نقل و حرکت کو محسوس کر رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد کچھ افراد اس دہانے سے اندر داخل ہُوئے جو اس غار کا واحد دروازہ تھا۔ پگڑی والے کی غرّاتی ہُوئی آواز اُبھری۔

"کیا ہُوا... کچھ پتہ چلا؟"

"نہیں، دھنی سنگھ مہاراج۔ وہ پہاڑوں میں چھپ گیا ہے۔ ہم نے اُس کے گھوڑے کو پکڑ لیا ہے، گھوڑا خالی پیٹھ تھا۔" کسی نے جواب دیا۔

"تم لوگ ہمیشہ کے گدھے ہو۔ لاشیں کہاں ہیں؟"

"انھیں اُٹھا کر غار میں لے آیا گیا ہے۔" جواب ملا۔

"چلو مجھے دکھاؤ آخر ہُوا کیا ہے؟" دھنی سنگھ نے کہا اور ان لوگوں کے ساتھ باہر چلا گیا۔

شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُسے اسی موقعے کا انتظار تھا۔ میدان صاف دیکھ کر وہ پردے کے پیچھے سے نکل آیا اور غار کے درمیان کھڑے ہو کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ عجیب غار تھے جو ان پہاڑیوں میں نہ جانے کہاں سے کہاں چلے گئے تھے، باہر جانا تو اس وقت کسی بھی طور مناسب نہیں تھا۔ غار کے اندر ہی کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیے... جہاں چھپ کر ان لوگوں کا جائزہ لیا جا سکے۔ تب اس کا رُخ اُس سوراخ کی جانب ہو گیا جس سے دھنی سنگھ باہر آیا تھا۔ وہ آہستہ قدموں سے اس سوراخ کی طرف بڑھ گیا۔ سوراخ کیا اچھا خاصا دروازہ تھا، جس میں ایک آدمی کھڑے ہو کر بہ آسانی دوسری طرف جا سکتا تھا۔ اس دروازے کے دوسری جانب بھی ایک تقریباً پانچ گز لمبی راہداری تھی جس کے دوسری طرف بھی ایک کشادہ غار نظر آ رہا تھا۔ اس کشادہ غار میں اعلا قسم کا فرنیچر تھا۔ الماریاں، مسہری، صوفے اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔ شیران نے دلچسپ نگاہوں سے اس غار کو دیکھا اور اپنے لیے چھپنے کی جگہ تلاش کر لی۔

یہ لکڑی کی ایک الماری کا پچھلا حصّہ تھا جس میں ایک آدمی بہ آسانی بیٹھ یا کھڑا ہو سکتا تھا۔ شیران اس الماری کے پیچھے بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ کافی دیر ہو گئی، باہر کوئی آواز نہیں گونجی تھی جسے وہ تلاش کر رہے تھے وہ تو اُن کے قلب میں موجود تھا۔ پھر باہر انھیں کامیابی بھلا کیسے ہو سکتی تھی۔ شیران مسکراتا رہا لیکن پھر اچانک اُس کا ذہن اپنی طرف گھوم گیا۔ پہاڑیاں چھوڑ کر یہاں آنے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اُسے باہر کی یہ زندگی پسند تھی... لیکن مشکل یہ تھی کہ وہ اس اجنبی ماحول سے ناواقف تھا اُس کی دلی خواہش تھی کہ اسے کچھ ایسے لوگ مل جائیں جو اسے اس ماحول کے بارے میں مکمل معلومات مہیا کر دیں، وہ ان لوگوں کی زبان سیکھ لے، اُن لوگوں کا ماحول، اُن کے انداز سیکھ لے۔ اس کے بعد اس ماحول میں زندگی بسر کرنا مشکل نہ ہوگا... اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس دُنیا میں دولت بہت بڑی حیثیت رکھتی ہے اور دولت کمانے کے لیے دُنیا کا ہر کام کیا جاتا ہے اور ہر چیز کا محور ہی دولت ہے لہٰذا مجھے دولت حاصل کرنی چاہیے۔ وہ ایک ذہین اور چُست و چالاک نوجوان تھا۔ یہ خیالات اُس کے ذہن میں جڑ پکڑتے گئے اور کچھ اس طرح غلبہ ہُوا اُن کا کہ وہ اپنی جگہ سے نکل آیا۔ ابھی یہاں کا ماحول پُرسکون ہے، دولت کے لیے ضروری نہیں کہ انسان سڑکوں پر ہی آوارہ گردی کرے۔ کیا وہ ان غاروں میں نہ ہوگی؟ اُس نے سوچا۔

الماری کے پیچھے سے نکل کر وہ غار کے اس واحد دہانے کی طرف آیا جس کے دوسری طرف پانچ گز لمبی سُرنگ نظر آ رہی تھی، غاروں میں گہرا سناٹا چھایا ہُوا تھا، اتنا گہرا کہ قدموں کی ہلکی سی آواز بھی سُنائی دے سکتی تھی اور چھپنے کے لیے الماری کا پچھلا حصّہ تو موجود تھا ہی... چنانچہ اس نے الماریوں کا جائزہ لیا جو ادھر اُدھر رکھی ہُوئی تھیں، کسی بھی الماری میں تالا نہیں تھا۔ غالباً دھنی سنگھ اپنی اس رہائش گاہ سے بے حد مطمئن تھا۔ اُس نے ایک الماری کھول کر دیکھی، اس میں بے حد عجیب سی چیزیں تھیں۔ پتلی پتلی شیشیاں جن کے بالائی حصّے بالکل باریک تھے، نوکیلی سُوئیاں جو ایک بہت بڑے ڈبے میں چُنی ہُوئی تھیں۔ یہ تمام چیزیں نہ جانے کیا تھیں، پھر وہ کالی کالی چوکور ٹکیاں جو شیران کے لیے قطعی اجنبی تھیں۔ شیران کو اس خزانے سے کوئی واقفیت نہیں تھی، منشیات کا یہ خزانہ تو صرف اُن آوارہ گردوں کے لیے ہی باعثِ دلچسپی تھا۔ چنانچہ

اس الماری کا جائزہ لینے کے بعد اُس نے اُسے بند کر دیا۔ دوسری اور تیسری الماری میں بھی اُسے یہی چیزیں نظر آئیں۔ البتہ مسہری کے پیچھے جو ایک چھوٹی سی تجوری رکھی تھی، اس میں شیران کو کافی قیمتی چیزیں نظر آئیں، چند انگوٹھیاں جن میں ہیرے جڑے ہُوئے تھے۔ اس کے علاوہ نوٹوں کی کئی گڈیاں جو مقامی نوٹ نہیں تھے لیکن بہر صورت کرنسی ہی تھی۔ شیران نے یہ چیزیں نکال کر اپنے لباس میں محفوظ کر لیں اور تجوری بند کر دی، ابھی وہ کسی بھی سلسلے میں ماہر نہیں تھا بس ایک ناتراشیدہ ہیرا تھا جو بازار میں آ گیا تھا اور لوگ اُس کی حقیقت سے ناواقف تھے۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور سوچنے لگا... کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیے۔

دفعتہً اُسے باہر قدموں کی آہٹ سُنائی دی اور دوسرے ہی لمحے اُس نے اس الماری کے پیچھے چھلانگ لگا دی، آنے والا دھنی سنگھ ہی تھا کیونکہ اس کے ساتھیوں نے اُسے اسی نام سے پکارا تھا۔ شیران سانس روک کر کھڑا ہو گیا۔

"تم سب ناکارہ ہو، انتہائی بے کار اور بکواس۔ مَیں نے ہمیشہ تم سے کہا ہے کہ اس مخصوص علاقے سے کوئی بھی اندر آنے کی کوشش کرے تو اُسے نظر انداز نہ کیا جائے آوارہ گردوں کی ایک حد مقرر کر دی گئی ہے، آخر وہ شخص اس حد سے اندر کیسے داخل ہُوا؟" دھنی سنگھ غرّا رہا تھا۔

"بس جناب نہ جانے کیسے وہ لوگوں کی نگاہوں سے بچتا بچاتا یہاں تک پہنچ گیا۔"

"مَیں تمھارے اس جواب سے مطمئن نہیں ہُوں، اُسے ہر حال میں تلاش کرو۔ گھوڑے کے بغیر وہ زیادہ دُور نہیں جا سکتا۔ مَیں جاننا چاہتا ہُوں کہ وہ کون ہے؟"

"مَیں پوری پوری کوشش کروں گا جناب۔"

"جاؤ... مَیں اُس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک کہ وہ گرفتار یا ہلاک نہ ہو جائے۔" دھنی سنگھ نے کہا اور پھر دوسرے آدمی کے قدموں کی آہٹ سُنائی دینے لگی۔ وہ باہر جا رہا تھا۔

شیران نے احتیاط سے جھانک کر دیکھا۔ دھنی سنگھ نے شراب کی بوتل اور گلاس نکالا اور گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔ ابھی اُس نے شراب کا ایک گھونٹ بھی نہیں لیا تھا کہ شیران اپنی جگہ سے نکل کر اُس کے سامنے آ گیا... دھنی سنگھ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ایک لمحے کے لیے وہ کچھ نہ بول سکا لیکن پھر اُس نے بڑی بے چینی سے گلاس اُٹھا کر ہونٹوں سے لگایا اور اُسے ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔ "کون ہو تم؟" اُس نے گرج کر پوچھا۔

"اس سوال کا جواب تو بہت لمبا ہے۔ بس اتنا بتا دینا کافی ہے کہ میں غازی خان کا ساتھی ہُوں۔"

"اُس کے ہم نسل بھی معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں لیکن پہاڑوں کے رشتے سے۔ ہمارے قبیلے الگ الگ تھے۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"بدلہ... تم نے غازی خان کو قتل کیا ہے۔ غازی خان میرا دوست تھا۔ مَیں اُس کا بدلہ لینا چاہتا ہُوں۔"

"بے وقوفی کی بات ہے۔ اسمگلر بدلے نہیں لیتے۔ یہ تو کاروبار ہے۔ اپنا کاروبار قائم رکھنے کے لیے حریف کو میدان سے ہٹانا ہی پڑتا ہے اگر غازی خان کو موقع مل جاتا تو وہ مجھے قتل کر دیتا اور پھر اس وقت تک ہم نے ایک دوسرے پر وار نہیں کیا جب تک ہمارے مفادات ایک دوسرے سے نہیں ٹکرائے۔ غازی خان کا کاروبار چھوٹا تھا اور وہ اپنے کاروبار کو بڑھانے کے لیے مجھے نقصان پہنچانا چاہتا تھا اس کے کسی آدمی نے میرے کیمپ میں مال بیچنے کی کوشش کی اور میرے آدمیوں سے مار پیٹ بھی کی۔ اس کے بعد میرا فرض تھا کہ مَیں اُسے ختم کر دُوں۔ ورنہ مجھے نقصان بھی پہنچ سکتا تھا۔"

"تو تم نے اُسے قتل کر دیا؟" شیران نے پوچھا۔

"ہاں... یہ ضروری تھا۔"

"بس یہی مجبوری میرے ساتھ بھی ہے۔ ہمارے قبیلوں میں بدلے کی رسم ہے۔ اگر مَیں تمھیں قتل نہیں کر دوں گا تو نامکمل رہوں گا۔ اس لیے..." شیران نے پستول تان لیا۔

"سُنو۔ بات سُنو۔ تم بے وقوف معلوم ہوتے ہو۔ طاقت کے مظاہرے کسی ایسی جگہ ایک نہتے انسان پر نہیں کیے جاتے۔ تم غازی خان کے ساتھی ہو۔ کہیں تم وہی تو نہیں جس نے کیمپ میں میرے دو آدمیوں کو مارا تھا؟"

"چلو ٹھیک ہے۔ مَیں وہی ہُوں پھر...؟"

"حماقت مت کرو۔ کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ باہر میرے دو آدمیوں کو بھی تم نے ہی قتل کیا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے قتل کیا ہے۔"

"تب میں تمھیں اپنے ساتھ کام کرنے کی پیش کش کرتا ہوں۔ غازی خان سے دس گنا زیادہ معاوضہ ہوگا۔ ملک ملک کی سیر کرو گے؟"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے" دھنی سنگھ' اس لیے لمبی بات نہیں کروں گا کہ میں غازی خان کا نوکر نہیں بلکہ دوست تھا۔ تم نے اُسے قتل کر دیا۔ دوست کے قتل کا انتقام لینا میرا فرض ہے اور ہم لوگ فرض فروخت نہیں کرتے۔ میں اب اس سلسلے میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"صرف ایک بات اور سُن لو۔" دھنی رام اپنی پریشانی کو چھپانے کی کوشش میں ناکام ہوتا جا رہا تھا۔ اس دوران میں وہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے اس کا کوئی بھولا بھٹکا ساتھی اس طرف آ نکلے "تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ مجھ پر گولی چلاؤ گے اور فائر کی آواز ان غاروں میں ایک سے دوسرے سرے تک پھیل جائے گی۔ کیا تمھارے خیال میں اس کے بعد تم بچ جاؤ گے؟"

شیران نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اتنی دیر میں تم نے ایک کام کی بات کی ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں تم پر گولی نہیں چلاؤں گا۔" اُس نے پستول جیب میں ڈال لیا... اور اُسی وقت دھنی سنگھ نے ایک بوتل اُٹھا کر اس پر کھینچ ماری' اُس کا خیال تھا کہ اگر شیران بوتل کی زد میں نہ بھی آیا تو کم از کم بوتل غار کی دیوار سے ٹکرائے گی اور اس کی آواز پھیل جائے گی۔ اس طرح ممکن ہے اُس کے مددگار آ جائیں لیکن شیران ایک شاطر جوان تھا اور سردار داؤد نے اس کے بارے میں پیش گوئی کی تھی کہ اگر شیران بڑے راستوں پر نکل گیا تو ایک خطرناک آدمی ثابت ہوگا اور داؤد خان کی یہ پیش گوئی غلط نہیں تھی۔ بوتل دھنی سنگھ کے ہاتھوں سے نکلی اور شیران نے اُسے اطمینان سے اُچک لیا۔ اس کی آنکھوں میں وہی شیطانی چمک اُبھر آئی تھی جو درندوں کو شکار کرتے وقت پیدا ہو جاتی تھی۔ اُس نے بوتل اطمینان سے نیچے رکھ دی اور آہستہ آہستہ دھنی سنگھ کی طرف بڑھنے لگا۔ دھنی سنگھ نے ٹھوکر مار کر میز اُلٹ دی اور دوسرے لمحے اس نے اپنی کرپان نکال لی... کسی بیرونی امداد سے اَب وہ مایوس ہو گیا تھا، اس لیے خود پر انحصار کر کے جنگ کے لیے تیار ہو گیا تھا لیکن لڑائی بھڑائی کا اُسے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ وہ تو صرف دماغ تھا۔ اس کے کل پُرزے اُس کے ساتھی تھے جو اس وقت موجود نہیں تھے۔ شیران کے قریب پہنچتے ہی اُس نے کرپان کا وار کیا لیکن دوسرے ہی لمحے شیران نے اس کا بازو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے دھنی سنگھ کی ٹھوڑی پر گھونسہ رسید کر دیا۔

دھنی سنگھ کی گردن کو زوردار جھٹکا لگا لیکن وہ اس جھٹکے کو تو برداشت کر گیا البتہ جو بازو شیران کی گرفت میں آیا، جب وہ مخالف سمت میں مُڑ کر تشاخ کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گیا تو وہ اپنی کرب ناک چیخوں کو نہ روک سکا لیکن شیران نے اُسے نیچے گرا کر اپنا گھٹنا اُس کے مُنہ پر رکھ دیا اور اس کے دباؤ سے دھنی سنگھ کے جبڑے ہل گئے۔ کرپان ہاتھ سے گر گئی۔ شیران نے ہاتھ بڑھا کر اُسے اُٹھایا اور اطمینان سے دھنی سنگھ کے حلق پر پھیر دی' دھنی سنگھ کو اس بدترین موت کی توقع نہیں تھی۔ ہاتھ کا دباؤ اس قدر زبردست تھا کہ اس کی گردن کی صرف پُشت کی کھال ہی جُڑی رہ گئی تھی۔

شیران خان نے کرپان ایک طرف پھینک دی۔ اس کا کام ختم ہو گیا تھا۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "غازی خان! میں نے تمھارا قرض چُکا دیا ہے۔ حساب برابر۔ اب ہم دونوں کے ہاتھ صاف ہیں۔"

وہ اُس غار سے نکل آیا۔ اَب اس غار کے آخری حصّے سے باہر نکلنے کا مسئلہ تھا۔ وہ چوکنا ہو کر آگے بڑھ رہا تھا لیکن اس بڑے غار میں اس وقت کئی آدمی موجود تھے۔ یہاں سے باہر نکلنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ شیران پریشانی سے اس بارے میں سوچنے لگا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ اُن کے درمیان سے گزرے۔ اور شیران جیسا بے جگر ہی اس کی جُرأت کر سکتا تھا۔ اس نے دونوں پستول نکال کر ہاتھوں میں لیے اور پھر غار کے دہانے سے باہر آ گیا۔ "کوئی اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہ کرے ورنہ..." اس کی غراہٹ اُبھری اور وہاں موجود لوگ ساکت ہو گئے۔ اُن پر حیرت کا شدید حملہ ہوا تھا اور شیران اس سے فائدہ اُٹھا کر غار کے بیرونی حصّے میں آ گیا۔ اس کا رُخ اُن لوگوں ہی کی طرف تھا۔ غار کے دہانے سے نکلنے میں اسے کوئی دقت نہ ہوئی لیکن اس کے بعد کے حالات بہتر نہ رہے۔ اندر ایک دم بھگدڑ مچ گئی تھی۔ ان لوگوں کے پاس بھی پستول موجود تھے۔ چنانچہ انھوں نے اندھا دُھند فائرنگ شروع کر دی اور کئی گولیاں شیران کے دائیں بائیں سے نکل گئیں۔ دوسرے

ہی لمحے اُس نے ایک چٹان کی طرف چھلانگ لگا دی جو غار کے دہانے کے قریب ہی تھی اور اس چٹان کی پناہ لیتے ہی اس نے غار کے دہانے کی طرف چند فائر جھونک دیے۔ مقصد یہی تھا کہ غار میں موجود لوگ نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

دفعتاً اُسے اپنے عقب میں گھوڑے کی گھُرگھُر کی آواز سنائی دی اور وہ چونک کر پلٹا۔ یہ اُسی کا گھوڑا تھا جسے پکڑ کر یہاں باندھ دیا گیا تھا۔ شیران نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ یہاں رُکنا بے مقصد ہے اور پھر اسے خطرات بھی پیش آ سکتے تھے۔ وہ اس علاقے سے ناواقف تھا۔ غار سے نکلنے والوں کو روکا جا سکتا تھا لیکن جو لوگ باہر ہوں گے' وہ قابو میں نہیں آ سکتے تھے اور کسی بھی سمت سے چلی ہوئی کوئی گولی اس کا کام تمام بھی کر سکتی تھی۔ چنانچہ اس وقت فرار ہی مناسب تھا۔ دوسرے لمحے اس نے اُس رسّی پر فائر کر دیا جو گھوڑے کی گردن میں بندھی ہوئی تھی۔ فائر چونکہ بالکل قریب سے ہوا تھا اس لیے گھوڑا بُری طرح بدک گیا۔ وہ الف ہوا لیکن جب وہ سیدھا ہوا تو شیران اُس کی پُشت پر تھا۔ گھوڑا اس بُری طرح بھاگا کہ کسی سوار کا اُس کی پُشت پر رُکنا ناممکن تھا لیکن شیران کی زندگی گھوڑے کی پُشت پر گزری تھی۔ وہ اس سے لپٹ گیا... عقب سے فائر ہو رہے تھے اور جلتی ہوئی چنگاریاں گھوڑے کے دائیں بائیں اور اُوپر نیچے سے گزر رہی تھیں۔ کوئی بھی گولی ایک لمحے میں سارا کھیل ختم کر سکتی تھی۔ گھوڑا جس رفتار سے دوڑ رہا تھا، اگر وہ ہی زخمی ہو جائے تو دونوں کے پرخچے اُڑ سکتے تھے لیکن تقدیر رہنمائی کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد یہ چنگاریاں پیچھے رہ گئیں لیکن گھوڑے کی رفتار میں کوئی کمی نہ آئی۔ وہ جان توڑ کر بھاگ رہا تھا۔ چونکہ اس کی زین پُشت پر نہیں تھی اس لیے شیران اُسے سنبھالنے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا تاوقتیکہ اس کی رفتار سُست نہ ہو جائے۔

گھوڑا دوڑتا رہا۔ نہ جانے کتنی دیر ہو گئی تھی۔ شیران کو اَب یہ اطمینان تو ہو گیا تھا کہ وہ ان لوگوں کی پہنچ سے دُور ہو گیا ہے۔ اَب صرف گھوڑے کو قابو میں کرنے کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ اس نے اپنی جگہ سے کھسکنا شروع کر دیا۔ سیدھا ہوا اور پھر گھوڑے کی پُشت پر بیٹھ گیا۔ دفعتاً اس کی نگاہ اس رسّی پر پڑی جو گھوڑے کی گردن سے بندھی ہوئی تھی اور پستول کے فائر سے کٹ گئی تھی۔ شیران سناٹے میں آ گیا۔ تقدیر ہی تھی جو اَب تک بچا ہوا تھا ورنہ رسّی اتنی لمبی تھی کہ کسی بھی لمحے گھوڑے کے پیروں میں اُلجھ سکتی تھی۔ شیران نے ہاتھ آگے بڑھائے اور ایک جھٹکے سے رسّی سنبھال لی۔ رسّی اس کے ہاتھ میں آ گئی تو اس نے سکون کی سانس لی۔

چاند نکل آیا تھا اور پہاڑوں میں چاندنی پھیلتی جا رہی تھی۔ گھوڑے کی رفتار بھی اَب کچھ سُست ہو چلی تھی لیکن اس کے انداز میں تھکن کے آثار نہیں تھے۔ اس وقت وہ ایک چھوٹے سے پہاڑی ٹیلے کے عقب سے گزر رہا تھا۔ جُونہی وہ ٹیلے کے دوسری طرف پہنچا۔ دفعتاً اسے خیموں کا ایک شہر آباد نظر آیا۔ خیمے ترتیب سے نصب تھے اور ان کے درمیان اس پگڈنڈی پر جس پر گھوڑا دوڑ رہا تھا، تین رُکاوٹیں کھڑی تھیں۔ رُکاوٹوں کے پاس کھڑے فوجی جوانوں نے شاید پہلے گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں نہیں سُنی تھیں ورنہ وہ متوجہ ہوتے۔ اُنھوں نے اچانک ہی اس طوفانی رفتار سے دوڑتے ہوئے گھوڑے کو دیکھا تھا اور اس سے قبل کہ وہ سنبھلتے، گھوڑا پہلی رُکاوٹ کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے بہ آسانی یہ رُکاوٹ پھلانگ لی۔ فوجی جوان پُوری قوت سے چیخے لیکن گھوڑا دوسری رُکاوٹ بھی عبور کر گیا۔ ابھی وہ تیسری رُکاوٹ کے پاس پہنچا تھا کہ عقب سے اسٹین گن گولیاں برسانے لگی۔ تیسری رُکاوٹ اس وقت جان بچانے کا سبب بنی تھی، کیوں کہ گولیاں دوڑتے ہوئے گھوڑے کی سیدھ میں چلائی گئی تھیں جبکہ گھوڑا وہ رُکاوٹ عبور کرنے کے لیے اُچھل گیا تھا۔ گولیاں نیچے نکل گئیں تھیں۔ تیسری رُکاوٹ کے ساتھ ہی یہ پگڈنڈی بائیں سمت مڑ گئی تھی اور اس کے بعد ڈھلان شروع ہو گئی تھی۔ شیران کی شہ سواری بلاشبہ ناقابلِ یقین حد تک شان دار تھی ورنہ گھوڑے کی ننگی پُشت پر اس طرح جمے رہنا آسان کام نہیں تھا اور پھر جُونہی گھوڑا ڈھلان میں اُترا، اس نے ایک بار پھر خود کو سنبھال لیا ورنہ سَر کے بل نیچے گر جاتا۔

عقب میں زبردست کارروائی ہو رہی تھی۔ سرحد عبور کرنے والے کو اس طرح نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ چنانچہ دو جیپیں طوفانی رفتار سے اس سمت دوڑ پڑی تھیں جدھر گھوڑا گیا تھا۔ چاند اپنے سفر کی آخری منزل طے کر رہا تھا۔ گھوڑا ایک بار پھر خوف زدہ ہو گیا اور اپنی بچی کھچی قوت مجتمع کر کے دوڑنے لگا لیکن خطرناک ڈھلانوں پر بار بار اُسے ٹھوکریں لگ رہی تھیں۔ کوئی بھی ٹھوکر اُسے تحت الثریٰ میں پہنچا سکتی تھی۔

ڈھلانوں کے اختتام پر ایک وسیع میدان تھا اور اس میدان کو عبور کرنے کے بعد گھنے جنگلات نظر آ رہے تھے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے ابھی ایک طویل سفر باقی تھا کہ عقب سے قیامت آ گئی۔ ڈھلان کے نزدیک پہنچنے والی جیپ سواروں نے دوڑتے ہوئے گھوڑے کو دیکھ لیا تھا اور آخری رات کے سناٹے میں ہولناک شگاف پڑ گیا۔ بیک وقت لاتعداد مشین گنیں گرجنے لگیں اور سُرخ زبانیں گھوڑے کی طرف لپکیں۔ ایک بار پھر تقدیر نے مدد کی۔ گھوڑے کی پچھلی ٹانگوں میں گولیاں پیوست ہو گئیں۔ وہ زوردار آواز میں ہنہنایا اور سَر کے بل نیچے آ رہا...

اس بار شیران خود کو اس کی پُشت پر برقرار نہ رکھ سکا اور یہی چیز جان بچنے کا باعث بن گئی۔ گھوڑے کے پُورے بدن میں لاتعداد سُوراخ ہو گئے۔ اگر صرف چند ثانیے کے لیے وہ گھوڑے کی پُشت پر رہتا تو یہ سُوراخ اُس کے بدن میں بھی بن جاتے۔ زمین پر گرتے ہی وہ کسی چھپکلی کی طرح چاروں ہاتھ پاؤں سے چلتا ہُوا اُس جگہ سے کافی آگے نکل گیا، جہاں گھوڑا موجود تھا۔ اُسے کسی چٹان کی تلاش تھی۔ شیران نے ساری زندگی پہاڑوں میں بسر کی تھی اور وہ ایسی جگہ پر زندہ رہنا جانتا تھا، اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس بار اس کے دُشمن بعدِ طاقت وَر ہیں اور ایسے آتشیں اسلحے سے لیس ہیں جس کے سامنے کسی تنہا انسان کا بس نہیں چل سکتا، اس لیے اس وقت صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، وہ اُن کی پہنچ سے دُور نکل جائے۔ اس نے ایک ایسی جگہ ڈھونڈ نکالی جہاں چند ساعت کے لیے وہ اُن کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکے... جیپیں تیزی سے نیچے اُترتی آ رہی تھیں اور لمحہ بہ لمحہ ان کا فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا اور وہ اندھا دُھند گولیاں برسا رہے تھے۔

شیران نے جنگل کی طرف دیکھا، فاصلہ زیادہ نہیں تھا لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے کوئی ایسی آڑ بھی نہیں تھی جس کا سہارا لے کر جنگل میں چلا جاتا۔ اگر کسی طرح جنگل میں داخل ہو جایا جائے تو کم از کم اس سے اتنا فائدہ ضرور ہو سکتا ہے کہ اس گھنے جنگل میں جیپیں نہیں داخل ہو سکیں گی اور اس کے بعد پیدل کی بات رہ جاتی ہے یعنی سرحدی فوجی پیدل ہی اس کا تعاقب کریں گے، اس تعاقب میں جو بھی آگے نکل جائے۔ ایک لمحے کے لیے اُس نے سوچا لیکن دوسرے لمحے کان بند کر کے اس پتھر کی آڑ میں ہو جانا پڑا کیوں کہ شاید مارٹر سے ایک گولہ پھینکا گیا تھا۔ یہ گولہ عین اس جگہ پڑا تھا جہاں گھوڑے کی لاش پڑی تھی۔ دھماکے کے ساتھ فضا میں تیز روشنی پھیل گئی اور چٹانوں کے ننھے ننھے ریزے اِدھر اُدھر برسنے لگے۔ اس کے بعد دُھواں سا پھیل گیا۔ شیران ان سنگ ریزوں سے محفوظ رہا تھا لیکن اس بات کا قوی امکان تھا کہ دوسرا گولہ اس کے آس پاس ہی کہیں پڑے گا اور ممکن ہے یہ جگہ وہی ہو جہاں شیران موجود تھا۔ چنانچہ اَب اس کے پاس اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ زندگی داؤ پر لگا کر جنگل کی طرف دوڑ پڑے اور اپنی جگہ سے اُٹھ بھاگا۔

اس کی رفتار طوفانی حد تک تیز تھی لیکن جُونہی وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر چند قدم آگے بڑھا ایک اور گولہ اس جگہ سے دائیں سمت تقریباً سو گز کے فاصلے پر پھٹا۔ شیران کو ایک بار پھر زمین پر گر جانا پڑا، کیوں کہ مارٹر کے گولے کی تباہی اس تک پہنچ سکتی تھی لیکن گولے کی سمت اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ شیران کی موجودگی کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے۔ چنانچہ صرف ایک لمحے انتظار کرنے کے بعد پھر اُس نے دوڑنا شروع کر دیا۔ اُسے صرف تقدیر کی مہربانی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان کی نگاہوں سے محفوظ رہا تھا۔

پہلے درخت کی آڑ میں پہنچ کر شیران ایک لمحے کے لیے رُکا، چند گہری گہری سانسیں لینے کے بعد اُس نے وہ جگہ بھی چھوڑ دی اور اندھا دُھند جنگل میں دوڑتا چلا گیا۔ اُس کی آنکھوں میں موت کے خوف کی بجائے وحشیانہ چمک تھی۔ جیپوں سے اب بھی فائرنگ کی جا رہی تھی اور گولیوں سے بعض درختوں کے تنے زخمی ہو رہے تھے۔ وہ لوگ اندھا دُھند گولیاں برسا رہے تھے کہ شاید کوئی گولی اپنا کام کر جائے۔ رات کا سناٹا مجروح ہو چکا تھا اور فضا میں چیخوں کی سی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، خوابیدہ پرندے، ہولناک دھماکوں سے گھبرا کر جاگ گئے اور پرواز کرنے لگے تھے۔ اُن کی وحشت آمیز آوازوں سے جنگل گونج رہا تھا۔

شیران دوڑتا رہا... ایک جگہ اُونچی اُونچی خار دار جھاڑیاں اور گنجان درخت ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہُوئے تھے کہ ان کے درمیان سے گزرنا بے حد مشکل تھا۔ شیران اپنے جسم کے کُھلے حصوں پر کانٹوں کی چُبھن محسوس کرتا رہا، اُسے یہ احساس بھی نہ ہو سکا تھا کہ ان کانٹوں نے اس کے جسم پر کیسی کیسی لکیریں بنا دی ہیں یا اس کا لباس کہاں کہاں سے پھٹ چکا ہے۔ بس وہ ان جھاڑیوں میں گھس چلا گیا اور جب اس نے دیکھا کہ یہاں وہ کسی حد تک محفوظ رہ سکتا ہے تو وہ رُک گیا۔ دفعتاً اُسے تھوڑے ہی فاصلے پر سرسراہٹیں سُنائی دیں۔ اس نے دونوں پستول نکال لیے۔ اُن کے چیمبر چیک کیے اور جھاڑیوں کے رخنوں سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ وہ اس بات کے لیے قطعی طور پر تیار تھا کہ کوئی ان جھاڑیوں کے نزدیک پہنچ جائے تو بے دریغ فائر کر دے، حالانکہ یہ زبردست حماقت ہوتی کیوں کہ ممکن تھا کہ جھاڑیوں میں کسی کی موجودگی کا شُبہ نہ کیا جاتا لیکن اگر دو چار سپاہی شیران کے فائروں سے ہلاک ہو بھی جاتے تو اس کے بعد وہ لوگ یقینی طور پر جھاڑیوں کو گھیر لیتے اور پھر اس قدر خوف ناک فائرنگ ہوتی کہ...

... یہ سرسراہٹیں اسے سُنائی دیتی رہیں اور وہ چوکنا بیٹھا رہا پھر دفعتاً سپاہیوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آئیں جو اتنے نزدیک آ چکے تھے کہ ان کی آوازیں صاف سُنائی دے رہی تھیں۔

"کہاں مر گیا کم بخت، نظر ہی نہیں آ رہا کہیں۔ نہ جانے جنگل کی طرف آیا بھی ہے یا نہیں۔ کہیں ہم بلاوجہ ہی ان درختوں میں ٹکریں نہ مار رہے ہوں۔"

"مگر وہ تھا کون؟"

"خُدا ہی جانتا ہے، مَیں تو نہیں جانتا، ویسے وہ آیا کابل ہی کی طرف سے تھا، ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اس طرف سے کوئی اس طرح سرحد عبور کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"ممکن ہے کوئی جاسوس ہو۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے، کوئی بھی ہو سکتا ہے لیکن جاسوس معلوم نہیں ہوتا تھا، اس لیے کہ اگر جاسوس ہوتا تو چھپ چھپا کر نکلنے کی کوشش کرتا۔ تاک کر چوکی کی سمت آنا اور پھر وہاں سے اس طرح رُکاوٹیں عبور کرنا کسی جاسوس کا کام معلوم نہیں ہوتا، کوئی اور ہی چکر ہے۔"

"بہرحال وہ بچ کر تو نہیں جا سکتا۔ دوسری طرف دریا پر بھی کڑی نگرانی کی جا رہی ہے، غالباً لیفٹیننٹ نے دریا پر اطلاع دے دی ہے کیوں کہ فرار ہونے کے لیے دریا سے بہتر راستہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔" دوسرے سپاہی نے کہا تو شیران کو بھی معلوم ہو گیا کہ قرب و جوار میں کوئی دریا بھی ہے۔

بہرصورت یہ بھی اچھا ہی ہُوا کہ وہ اس بات سے واقف ہو گیا تھا کہ دریا پار کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے، چنانچہ اس سے بچنا ہی بہتر ہو گا۔ کافی دیر تک اُسے ان لوگوں کی جنگل میں موجودگی کا احساس رہا اور جب تک وہ ان سرسراہٹوں کو سنتا رہا اس نے سونے کی کوشش نہیں کی، حالانکہ تھکن ذہن پر طاری ہوتی جا رہی تھی کہ اُسے نیند آنے لگی تھی، پلکیں ایک دوسرے سے جُڑ جانے کے لیے بے چین تھیں اور وہ بار بار نیند سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لیے آنکھیں پھاڑنے اور انھیں ملنے لگتا۔ دونوں پستول اس نے اپنے قریب اس طرح رکھ لیے تھے کہ فوراً ہی ضرورت پڑنے پر اُنھیں اُٹھا سکے۔

پھر وہ سرسراہٹیں مفقود ہو گئیں، چونکہ فائرنگ بھی کافی دیر پہلے رُک چکی تھی۔ سناٹا پھر سے اپنے پَر پھیلانے لگا۔ اَب کبھی کبھی ننھے پرندوں کے پھڑپھڑانے کی آواز سُنائی دے جاتی تھی جو خطرہ ٹل جانے کے بعد اپنے اپنے آشیانے کی طرف آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ آوازیں بھی ختم ہو گئیں اور وہی پہلے جیسا سناٹا ماحول پر محیط ہو گیا، اس سناٹے میں صرف ہواؤں کا ہلکا ہلکا شور اُبھر رہا تھا۔ یہ ہوائیں انتہائی فرحت بخش بلکہ نشہ آور سی تھیں اور یہ گھنی جھاڑیاں بھی اُن سے محفوظ نہ تھیں۔ ان ہواؤں کی نشہ آور کیفیت سے شیران بھی محفوظ نہ رہ سکا اور دونوں پلکیں جو بڑی دیر سے ایک دوسرے سے جُڑنے کے لیے بے چین تھیں، بالآخر چپک گئیں اور ایسی چپکیں کہ شیران ہوش و حواس سے بے گانہ ہو گیا۔

پھر شاید نیند پوری ہونے کے بعد ہی آنکھ کُھلی تھی۔ شیران نے خود کو جھاڑیوں میں اُلجھا ہُوا پایا تو اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے حیرت اُبھری لیکن دوسرے لمحے اسے رات کے واقعات یاد آ گئے... اور بے اختیار اس کے دونوں ہاتھ پستولوں پر جا پڑے۔ یہ بہترین ساتھی ابھی تک اس کے ساتھ تھے۔ سورج کافی چڑھ چُکا ہے لیکن سورج کی کرنیں درختوں کے پتوں سے گزر کر ان جھاڑیوں پر اچھی طرح اثر انداز نہیں ہو رہی تھی لیکن جہاں سے بھی روشنی جھانک رہی تھی اُس سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ نوزائیدہ سُورج نہیں ہے بلکہ سورج نکلے کافی وقت گزر چکا ہے۔ شیران نے ایک گہری سانس لی۔ مُنہ کا مزہ بے حد خراب ہو رہا تھا، اپنی جگہ سے ہلا تو احساس ہُوا کہ بدن میں ایک سنسناہٹ سی پھیلی ہُوئی ہے اور پیٹ میں نچلے حصّے کی جانب وہ شدید تکلیف محسوس ہو رہی ہے جو دُنیا کے پہلے انسان نے محسوس کی تھی اور جسے اس نے بھوک کا نام دیا تھا۔ چوبیس گھنٹے سے زیادہ گزر چکے تھے، اس کے مُنہ میں غذا نام کی کوئی چیز نہیں گئی تھی، چنانچہ اَب بھوک اور پیاس ناقابلِ برداشت ہو گئی تھی، اُسے کچھ عرصے قبل کا وہ وقت یاد آیا جب اُس نے بھوک سے بے تاب ہو کر ایک زہریلا سانپ چبا ڈالا تھا۔

شیران کی فطرت کا اندازہ اسی بات سے ہوتا تھا کہ وہ کس قدر وحشی صفت ہے۔ اس کی نگاہیں بے اختیار جھاڑیوں میں بھٹکنے لگیں، لیکن ان گھنی اور گنجان جھاڑیوں میں حشرات الارض بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ اس وقت اس کے لیے تیار بھی نہیں تھا کہ کوئی ایسی غذا کھائی جائے... چنانچہ وہ اپنی جگہ سے نکل آیا۔

کافی دیر تک وہ جنگل میں مارا مارا پھرتا رہا، اُسے جنگلی پھلوں کی تلاش تھی، لیکن یہاں جھاڑ جھنکار اور خود رو درختوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ البتہ موٹے موٹے چوہے اور طرح طرح کے حشرات الارض بکثرت نظر آ رہے تھے جو اُسے دیکھتے ہی جھاڑیوں اور خود رو گھاس میں چھپ جاتے تھے۔ ایک بار پھر کڑا وقت آ پڑا تھا لیکن اس بار صورتِ حال ذرا مختلف تھی۔ نہ تو وہ شدید زخمی تھا اور نہ اس قدر تھکا ہُوا کہ شکار نہ کر سکے۔ مجبوری تھی تو صرف ایک اور... وہ یہ کہ پستول سے فائر نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ اندازہ لگا چکا تھا کہ سرحدی چوکی زیادہ دُور نہیں ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ابھی تک جنگلوں سے باہر کے حصّے میں اُسے تلاش کیا جا رہا ہو۔ خار دار جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہُوئے جسم کے کُھلے ہُوئے حصّوں پر جگہ جگہ خراشیں پڑ گئی تھیں لیکن اس وقت اسے ان ننھے ننھے زخموں کی ذرا بھی پروا نہیں تھی۔ اس کی خواہش تو بس یہ تھی کہ غذا کے طور پر کچھ مل جائے۔

ایک جھاڑی میں ایک موٹا تازہ خرگوش نظر آ ہی گیا جو اس آزاد فضا میں شاید اس سے قبل آزادانہ کلیلیں کرتا پھر رہا تھا، اُسے گمان بھی نہیں تھا کہ صرف اور صرف چند فٹ کے فاصلے پر کوئی ایسا جاندار بھی چھپا ہو گا جو اس کے لیے مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔

خرگوش کو دیکھتے ہی شیران اپنی جگہ ساکت ہو گیا لیکن پھر بھی خرگوش کی چھٹی حس نے کسی جان دار کی موجودگی محسوس کر لی اور وہ ایک

لمحے کے لیے ٹھٹک کر جائزہ لینے لگا پھر اس نے رُخ بدل کر چھلانگ لگانے کی کوشش کی تھی لیکن شیران بَلا نے بے درماں کی طرح اس پر جا پڑا... بلاشبہ خرگوش کی پھرتی کا اندازہ کسی انسان کی پھرتی سے ممکن نہیں تھا لیکن یہ چیتا نُما انسان تھا۔ معصوم جانور مدافعتی کارروائی تو نہیں کر سکتا تھا شیران کے جنگل میں آ کر بالکل ساکت و جامد ہو گیا لیکن اسے اس انسان سے ایسی درندگی کی توقع بھی نہیں تھی جو اس کے ساتھ کی گئی۔

وحشی شیران نے اس کی پچھلی دونوں ٹانگیں پکڑ کر بازوؤں کی قوت صرف کی اور خرگوش کو درمیان سے چیر ڈالا۔ معصوم جانور اس وحشی کے ہاتھوں میں بُری طرح پھڑپھڑانے لگا۔ اس کے خون کے اُڑتے ہوئے چھینٹوں نے شیران کا چہرہ سُرخ کر دیا تھا لیکن وہ اس ہلکے سے نمکین خون کو بڑی رغبت سے چاٹ رہا تھا اور پھر اگر دیکھنے والے کسی انسان کی یہ درندگی دیکھتے تو پھر یقیناً اُسے انسان نہ سمجھتے بلکہ کوئی بدرُوح ہی تصور کرتے لیکن وہ ہر بات سے بے پروا اپنے جسم کا دوزخ سَرد کرنے میں مصروف رہا۔

شیران اب اپنے اندر وہی تازگی اور فرحت محسوس کر رہا تھا جو اس کی فطرت کا جُزو تھی۔ اب اُسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔ اس نے جنگل میں ایک سمت کا تعین کیا اور محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا... سپاہیوں کی گفتگو اُسے یاد آ رہی تھی۔ دریا خطرناک ہو سکتا تھا لیکن شیران سوچ رہا تھا کہ اگر دریا پر بھی انھیں جُل دینے میں کامیابی حاصل ہو گئی تو نہایت ہی پُرلطف بات ہو گی، البتہ پہلے اس بات کا اندازہ لگا لیا جائے... کہ کیا وہ اب بھی دریا پر محتاط ہیں یا اس سے مایوس ہو کر وہ واپس چلے گئے ہیں لیکن یہ دریا تھا کہاں، اس کا اُسے کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا۔

گھنے جنگل میں وہ شام تک سفر کرتا رہا لیکن جنگل تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، بالآخر رات ہو گئی، دن بھر کی دوڑ دھوپ نے اسے تھکا دیا تھا، تب اس نے ایک اونچے اور گھنے درخت کا انتخاب کیا اور اس پر چڑھ کر چھپ گیا۔ درخت کی موٹی موٹی شاخوں میں وہ اس طرح گھس کر بیٹھ گیا کہ اگر نیند بھی آ جائے تو نیچے نہ گر سکے اور پھر جنگل کی دوسری رات بھی اسی طرح گزری۔

درخت پر اُسے کوئی خطرہ پیش نہیں آیا تھا البتہ دوسری صبح اس نے شکار کرنے کے لیے پستول ہی استعمال کیا تھا۔ ایک چھوٹا سا ہرن شکار کر کے اس نے شکاری چاقو سے اُس کی کھال اُتاری اور پھر سُوکھی لکڑیاں جمع کر کے ہرن کو آگ پر لٹکا دیا۔ ہرن بھُن رہا تھا اور شیران ایک درخت پر چڑھ کر چاروں طرف کا جائزہ لے رہا تھا کہ کہیں آگ اور دھوئیں سے لوگ اُس کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔ وہ ایسے کسی موقع کے لیے مکمل طور پر تیار تھا۔ یہ بھی اس کی فطرت کا اظہار تھا، ورنہ خطرات میں گھِرا ہُوا انسان صرف بھوک مٹانے کے لیے اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتا لیکن یُوں لگتا تھا جیسے خطرات سے کھیلنے میں اُسے لُطف آتا ہو اور موت اور زندگی کی آنکھ مچولی اسے بہت زیادہ پسند ہو۔

خوب اچھی طرح شکم سیر ہو کر اس نے آگے کا سفر اختیار کیا جو سمت وہ اختیار کر چکا تھا اسی پر آگے بڑھتے رہنا اس نے پسند کیا تھا کیونکہ سمت بدلنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ دوبارہ جنگلوں میں بھٹکتا پھرے اور وہ بھٹکنا نہیں چاہتا تھا، کم از کم یہ راستہ جہاں بھی لے جاتا، وہ اس کے لیے تیار تھا، خواہ یہ راستہ اسے کابل ہی کیوں نہ پہنچا دیتا۔ ایک لمحے کے لیے وہ ٹھٹک کر رُک گیا۔ یہ تصور اچانک ہی اس کے ذہن میں آیا تھا لیکن یہ مُناسب نہ تھا۔ اگر وہ دوبارہ کابل پہنچ گیا تو پھر اُسے انھی مشکلات سے دوبارہ گزرنا پڑتا جن سے گزر کر وہ یہاں تک پہنچا تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار بھی تو نہیں تھا چنانچہ اس نے تمام خطرات ذہن سے جھٹک دیے اور چلتا رہا... سورج غروب ہونے کے قریب تھا، گویا تیسرا دن ختم ہونے کے قریب تھا۔ اُس رات اُسے قیام کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کا خیال ہی نہ آیا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ مشرق کی طرف سے چاند آسمان کی طرف بلند ہو رہا تھا اور اُس کی زرد چاندنی نے جنگل کا اندھیرا دُور کر دیا تھا۔ ہَوا کے رُوح پرور جھونکے بدن میں تازگی اور بشاشت دوڑا رہے تھے۔ دفعتاً اُسے ہَوا کے جھونکوں میں پانی کی نمی محسوس ہُوئی اور اُس بات سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ اگر اُس کا خیال غلط نہیں ہے تو وہ دریا قریب ہے جس کا تذکرہ وہ دونوں آدمی کر رہے تھے۔

جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ درختوں کا گھناپن کم ہوتا جا رہا تھا اب وہ دُور دُور اور چھیدرے نظر آ رہے تھے، جھاڑیوں کا سلسلہ بھی تقریباً ختم ہو گیا تھا، البتہ چھوٹی خودرو گھاس پیروں کے نیچے موجود تھی۔ وہ آنکھیں ملتا رہا اور سفر طے کرتا رہا، البتہ اب وہ محتاط ہو گیا تھا کیوں کہ دریا کے بارے میں جو بات سُن چُکا تھا وہ اس کے ذہن میں محفوظ تھی۔

بالآخر درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور سامنے ہی ایک چھوٹی سی بستی نظر آئی۔ کچے اور جھونپڑے نُما مکان، چاندنی میں بکھرے ہُوئے کھلونوں کی مانند نظر آ رہے تھے لیکن آس پاس کوئی متنفس نہ تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہ مکانات صدیوں سے ویران اور بے آباد پڑے ہوں۔ وہ ایک درخت کے سائے میں رُک کر ان جھونپڑوں کو گھورنے لگا اور سوچنے لگا، کیا یہ کوئی فوجی چھاؤنی ہے لیکن مکانوں کی بے ترتیبی یہ احساس دِلا رہی تھی کہ یہ مکانات کم از کم فوجیوں کے نہیں ہو سکتے اور پھر کسی ایسی جگہ فوجی مکان بنا کر نہیں رہ سکتے، بلکہ اگر وہ ہوتے تو یقیناً خیموں میں آباد ہوتے... تو پھر کیا یہ کوئی بستی ہے، ممکن ہے دریا کے کنارے آباد ماہی گیروں کی کوئی بستی ہو لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان مکانوں میں کوئی انسان موجود ہے بھی یا نہیں۔ شیران نے کارتوس کی پیٹی سے چند کارتوس نکالے اور انھیں جیب میں ڈال لیا تاکہ فوری ضرورت پڑنے پر انھیں نکالنے میں دقت نہ ہو، دونوں پستولوں کے چیمبر بھرے ہُوئے تھے... انھیں ہاتھ میں لے کر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔

دفعتاً ایک کتے نے بھونک کر اپنی موجودگی کا اعلان کیا اور شیران ٹھٹک گیا۔

اس کا مطلب ہے کہ یہاں زندگی موجود ہے ممکن ہے کہ کچے مکانات میں رہنے والے گہری نیند سو رہے ہوں۔ اگر یہاں انسان نہ ہوتے تو یہ کتا بھی نہ ہوتا... لیکن یہ بڑا مسئلہ ہے، اگر کتے نے اُسے دیکھ لیا تو آسمان سر پر اُٹھا لے گا اور یہ ماہی گیر یا جو کوئی بھی ہیں جو اِن جھونپڑوں میں سکون کی نیند سوئے ہُوئے ہیں، جاگ اُٹھیں گے، نہ جانے وہ لوگ کون ہوں اور اُس کے ساتھ کیا سلوک کریں، خواہ مخواہ ان کی زندگیوں سے کھیلنا پڑے گا۔ یہ خیالات شیران کے ذہن میں آ رہے تھے، چنانچہ وہ بستی سے تھوڑا سا دُور ہٹ کر چلنے لگا۔ کتے کی آواز اب بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ وہ کبھی کبھی یُونہی بھونک پڑتا تھا، یقینی طور پر اس نے شیران کو نہیں دیکھا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ خاصا وسیع پاٹ تھا اور بہاؤ بھی مُناسب تھا لیکن ایک چیز جو اُسے نظر آئی وہ اس کے لیے خاصی دلچسپی کا باعث تھی، یہ ایک چھوٹی سی کشتی تھی، جو دریا کی لہروں پر ڈول رہی تھی... اُسے ایک رسّی کے ذریعے کنارے کی جھاڑیوں سے باندھ دیا گیا تھا، کسی ماہی گیر کی کشتی تھی کیوں کہ اس میں ماہی گیری کا کچھ سامان موجود تھا۔ شیران نے کشتی کو اچھی طرح دیکھا اور پھر کسی خیال میں ڈوب گیا۔ اگر اس کشتی میں بیٹھ کر دریا کے بہاؤ پر چلا جائے تو کہاں تک جایا جا سکتا ہے، ممکن ہے یہ دریا کسی سمندر میں گرتا ہو اور اس طرح بالآخر شیران کی کہانی سمندر میں غرق ہو جاتی لیکن یہاں سے نکلنے کے لیے اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نہیں تھا، جس انداز میں وہ سفر کرتا رہا تھا اُس نے اُسے بُری طرح تھکا دیا تھا اور اب اس کے سوا کوئی صورتِ حال اس سے بہتر نظر نہیں آتی تھی کہ وہ کشتی لے کر چل پڑے۔ البتہ ایک خیال اس کے ذہن میں ضرور تھا۔ وہ یہ کہ کشتی کے سفر کا کوئی یقین نہیں کیا جا سکتا کہ کتنا ہو گا، اس میں کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اس کا کیا کیا جائے، اگر بستی میں داخل ہو کر کھانے پینے کی چیزوں کی تلاش کی جائے تو پھر وہی خطرہ درپیش ہو گا۔ خواہ مخواہ اُسے انسانی زندگیوں سے کھیلنا پڑے گا۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد اس نے سوچا کہ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا، یہاں سے تو نکلا جائے، اس خیال کے تحت اس نے رسّہ کھولا اور کشتی کو اپنی جانب کھینچنے لگا۔ جب وہ نزدیک سے نزدیک تر پہنچ گئی تو شیران اس میں سوار ہو گیا اور اُس نے رسّے کو کشتی میں واپس کھینچ لیا۔ کشتی میں دو چپّوار رکھے ہُوئے تھے، لیکن دریا کے بہاؤ پر ان چپّواروں کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں، اگر کہیں ہَوا مخالف ہو اور کسی خاص سمت کا تعین کرنا پڑے تو پھر دوسری بات ہے۔

کشتی مناسب رفتار سے آگے بڑھنے لگی اور شیران کو احساس ہُوا کہ جیسے اب اس کی مصیبتوں کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ وہ اطمینان سے کشتی میں دراز ہو گیا۔

پانی کا بہاؤ آگے چل کر کچھ تیز ہو گیا تھا۔ سر پر بے کراں آسمان پھیلا ہُوا تھا اور کشتی اس پُرشور پانی میں بہتی چلی جا رہی تھی۔ کسی نامعلوم منزل کی طرف...

رات کو کئی بار اس کی آنکھیں بند ہُوئیں اور وہ گھنٹے دو گھنٹے کے لیے بے خبر ہو گیا لیکن سوتے سوتے وہ پھر چونک پڑتا۔ کشتی سے نیچے ہاتھ ڈال کر پانی لیتا اور اپنے چہرے پر چھینٹیں مارنے لگتا، تاکہ اُس پر نیند غلبہ نہ پا سکے۔ فضا میں طرح طرح کے پرندوں کی چہکاریں گونجنے لگیں... دریا کا پاٹ آگے چل کر اتنا وسیع ہو گیا تھا کہ اس کے دونوں کناروں پر پھیلا ہُوا جنگل اور اُس کے اُونچے اُونچے درخت، جھاڑیوں کی مانند لگنے لگے۔ شیران دلچسپی سے ان مناظر کو دیکھتا رہا۔ اُسے اطمینان تھا کہ اب وہ اتنی دُور نکل آیا ہے کہ اس کے دُشمن اب اسے کسی طور نہ پا سکیں گے۔ حالانکہ وہ تو اس علاقے کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کون سا علاقہ ہے، نہ ہی وہ اس دریا کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔ تقدیر اسے نہ جانے کہاں سے کہاں لے آئی تھی۔ دفعتاً اس کے ذہن میں ایک خیال آیا اور اُس نے دونوں چپّوار اُٹھا لیے اور ان کی مدد سے کشتی کا رُخ موڑنے میں اُسے کوئی دقّت نہ ہُوئی۔ وہ آہستہ آہستہ کنارے کی طرف بڑھنے لگا جہاں وسیع اور گھنا جنگل پھیلا ہُوا تھا اور اس سے پرے طویل پہاڑی سلسلہ تھا جس میں نہ جانے کیا کچھ تھا۔ اس کی زندگی کے نئے سفر کا آغاز ہو رہا تھا۔ کشتی آہستہ آہستہ کنارے کی طرف بڑھ رہی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کنارے جا لگی لیکن اُس نے اُترنے میں جلدی نہیں کی اور کافی دیر تک کشتی میں بیٹھا محتاط نگاہوں سے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔

سامنے ہی جنگل سے پار بلند و بالا پہاڑ سر اُٹھائے کھڑے تھے۔

'نہ جانے یہ کون سی جگہ ہے'، شیران نے سوچا۔ 'یہاں اُترنا مُناسب بھی ہے یا نہیں لیکن نامعلوم منزلوں کی جانب رواں دواں اُس دریا

کے ساتھ ساتھ سفر بھی تو جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ تو تقدیر کی بات ہے کہ اس طرح کنارے پر آنے کا موقع مل گیا، ورنہ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ آگے چل کر دریا کا بہاؤ اس قدر تیز ہو جاتا کہ کشتی اس کے قابو میں نہ رہتی۔ تب شیران نے سوچا، اگر تقدیر یہاں لے ہی آئی ہے تو سر خم کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ ممکن ہے اس کے بعد کسی بہتر زندگی کا آغاز ہو جائے۔ ممکن ہے ان پہاڑوں کے دوسری طرف کوئی مہذب دُنیا آباد ہو۔

لیکن اگر یہاں کچھ نہ ہُوا تو۔۔۔؟

اس خیال نے چند لمحات کے لیے اُسے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اس ویران جنگل میں وہ ایک جنگلی باشندے کی زندگی تو نہ گزار سکے گا۔ یہاں تقدیر آزما لی جائے، اگر یہ جگہ اس قابل نہ ہُوئی تو پھر اس کے آگے کی دُنیا دیکھیں گے، لیکن یہاں سے آگے بڑھنے کے لیے کشتی ضروری ہے۔ اوہ۔۔۔ واقعی کشتی کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔ اس وقت اس کے دوست، مونس، ہمدرد اور ساتھی صرف یہ دو پستول اور کشتی ہی ہے اور اگر کشتی کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو ممکن ہے، پانی کا بہاؤ اسے لاوارث سمجھ کر بہا لے جائے۔

اس نے جلدی سے پانی میں اُتر کر کشتی کے رسّے کو کھولا اور اُسے گھسیٹتا ہُوا کنارے پر لے آیا اور پھر اُسے محفوظ جگہ پوشیدہ کر کے ہی اُس نے اطمینان کی سانس لی، اب کم از کم واپسی کا بندوبست تو تھا۔ اگر یہ بظاہر ویران علاقہ اس قابل نہ ہُوا تو پھر دریا کو دوبارہ آزمایا جائے گا۔

لیکن اب آگے بڑھ کر دیکھا جائے کہ جنگل کے اُس پار کیا اسرار چھپے ہیں اور اس نے سُست روی سے قدم آگے بڑھا دیئے اور جلد ہی وہ جنگل کے اُس پار پہنچ گیا۔ پُراسرار خاموش وادی گویا اسے دیکھ رہی تھی۔ صحرا کا یہ اجنبی جیسے اس کے لیے بھی دلچسپی کا باعث تھا۔ کیوں آیا ہے، یہ یہاں کیا چاہتا ہے۔ کون ہے اور انسانوں کی دُنیا سے کٹ کر یہاں کیوں پہنچا ہے۔ بھُورے پہاڑ جیسے سرگوشیاں کر رہے تھے۔

بھُورے پہاڑ کی یہ عظیم الشان دیوار تاحدِ نگاہ پھیلی ہُوئی تھی اور اس دیوار کے پس منظر میں دُھند میں لپٹا ہُوا وہ عظیم الشان سلسلۂ کوہ پھیلا ہُوا تھا جس کے بارے میں شیران کو کچھ نہیں معلوم تھا لیکن بلندیاں جس کے بعد بلندیاں نہیں رہتیں کیوں کہ اس کے بعد بلندیوں کا تصور ختم ہو جاتا تھا۔

شیران حیرت و دلچسپی سے اس پہاڑی سلسلے کو دیکھتا ہُوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس لق و دق صحرا میں وہ ایک چیونٹی سے بھی زیادہ حقیر تھا۔ اسے اپنی ذات کچھ نہ محسوس ہو رہی تھی۔ بھُورے پہاڑوں کے درمیان جگہ جگہ سبزہ زار بھی نظر آ جاتا تھا جن میں ہرن اور دوسرے جانور کلیلیں کرتے پھر رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں کی فضا میں انھیں پسند ہوں اور وہ کوئی خطرہ نہ محسوس کرتے ہوں۔

لیکن خطرہ موجود تھا۔

پہلے نہیں تھا تو اب پہنچ گیا تھا۔ سبزہ زاروں کی یہ فضا شیران کو بہت پسند آئی تھی پھر شکار بھی سامنے ہی تھا تو اُسے بھوک کیوں نہ ستاتی۔ اس نے پستول نکال لیا اور ایک مناسب جگہ منتخب کر کے وہاں چھپ گیا۔ ہرنوں کی ایک ڈار چرتی ہوئی اسی طرف آ رہی تھی۔ اس نے اس ڈار میں سے ایک خوب صورت ہرن کو منتخب کیا اور اس کا نشانہ باندھ لیا۔

پھر ایک زوردار دھماکے نے پُرسکون ماحول میں ہلچل مچا دی۔

ہرن کو ایک جھٹکا سا لگا اور دوسرے ہی لمحے وہ زمین پر لوٹنے لگا۔۔ شیران نے نہایت اطمینان سے اپنے تیز شکاری چاقو سے ہرن کو ذبح کرنے لگا پھر چند لمحوں بعد ہی گوشت بھُننے کی اشتہا انگیز خوشبو فضاؤں میں چکرانے لگی۔

اچھی طرح شکم سیر ہونے کے بعد اس نے بچا ہُوا گوشت احتیاط سے رکھ لیا اور قریبی نہر پر پانی پینے آ گیا۔ اتھلے پانی میں گھُس کر اس نے پانی میں مُنہ ڈال دیا اور جانوروں کی طرح پانی پی کر شکم سیر ہو گیا۔ بھیگے ہُوئے چہرے کو اس نے دونوں ہاتھوں سے صاف کیا اور دفعتاً اس کی نگاہ پانی میں پڑی، ایک اجنبی شکل اس کی نگاہوں کے سامنے تھی۔۔۔ بڑھی ہُوئی داڑھی، دھول اور پسینے میں اٹے ہُوئے بال، وحشی آنکھیں، چہرے پر جگہ جگہ خراشوں کے کھرنڈ۔ بڑی دہشت ناک شکل تھی لیکن اس صورت کو دیکھ کر شیران کو بے حد مسرت ہُوئی۔ اسے یہ دہشت زدہ چہرہ بہت پسند آیا تھا۔ وہ دیر تک اُسے دیکھتا رہا اور پھر نہ جانے کیا سوجھی کہ اس نے جلدی جلدی اپنا لباس اُتار کر ایک طرف اُچھال دیا۔۔۔ دونوں پستول بھی لباس پر پھینکے پھر بھیگے ہُوئے جُوتے پھینکے اور اس کے بعد گہرے پانی میں پہنچ گیا۔ یوں محسوس ہُوا جیسے زندگی میں پہلی بار اُس نے غسل کیا ہو۔ اسے بہت لُطف آیا تھا۔ دیر تک وہ پانی میں ہی کلیلیں کرتا رہا اور جب اچھی طرح دل بھر گیا تو کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر اس نے پانی سے سر اُبھارا ہی تھا کہ اس کی نگاہ اُس طرف اُٹھ گئی جہاں اس کا لباس پڑا تھا۔ لباس کے پاس ایک انسانی شکل دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

بوٹے سے قد کی ایک نوخیز حسینہ اس کا لباس ہاتھوں میں اُٹھائے تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا رنگ صاف تھا۔ خدوخال بھی دلکش تھے اور اس کے گھنے لمبے سیاہ بال اُس کے ٹخنوں تک ہی جھُول رہے تھے۔

"اے۔۔۔" شیران چیخا، "کپڑے وہیں رکھ دو۔۔۔ سُنو۔ کپڑے۔۔۔!"

اس نے کہا اور لڑکی بُری طرح اُچھل پڑی۔ اُس نے وحشی ہرنی کی مانند اِدھر اُدھر دیکھا۔ جُونہی اس کی نگاہ شیران پر پڑی، اس کے حلق سے ہلکی چیخ نکلی۔ ہاتھوں میں پکڑا ہُوا لباس اُس نے نیچے پھینکا اور پلٹ کر دوڑ پڑی۔ اُس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ شیران حیران رہ گیا اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو شیران پانی سے باہر نکل آیا۔ اپنے لباس کے پاس پہنچ کر اُس نے جلدی جلدی لباس پہنا پستول کی پیٹیاں باندھیں، پستول اُڑسے اور ایک انوکھی چیز دیکھ کر حیران رہ گیا۔

یہ موٹے کینوس سے بنی ہوئی ایک بڑی تھیلی تھی جو مشکیزے کی شکل کی تھی۔ مُنہ کے قریب ایک ڈوری بندھی ہُوئی تھی۔ شیران نے اُسے ہاتھ میں اُٹھا لیا۔ صورتِ حال اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ لڑکی پانی لینے آئی تھی۔ یہاں اُس نے یہ لباس دیکھا اور پھر شیران کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی اور اپنا یہ پانی کا برتن پھینک کر بھاگ گئی۔ اس کا مقصد ہے کہ آبادی یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ ممکن ہے، کوئی چھوٹی سی بستی اس ترائی میں ہو، جو ابھی شیران نے نہیں دیکھی تھی لیکن لڑکی کے اچانک ترائی میں اُتر جانے سے اُسے اس کا احساس ہُوا تھا۔

یہ بستی اس کے لیے بے ضرر ہو گی کیوں کہ اتنا فاصلہ طے کر لیا تھا کہ اب اس کے دُشمن یہاں نہ ہوں گے۔ پوری طرح تیار ہو کر وہ وہاں سے آگے بڑھا اور بستی کی تلاش میں نگاہیں دوڑاتا ہوا اُن گہرائیوں کے پاس پہنچ گیا جو ایک باقاعدہ گھاٹی کی شکل رکھتی تھیں لیکن یہ دیکھ کر اُسے سخت حیرانی ہُوئی کہ اس گھاٹی میں کوئی جھونپڑی یا بستی نہیں تھی نہ ہی وہاں کسی ذی رُوح کا کوئی وجود تھا۔ پُوری گھاٹی خاموش اور ویران پڑی ہُوئی تھی۔ اس کے اختتام پر پہاڑی ٹیلے بکھرے ہُوئے تھے، وہ حیرت سے اطراف کا جائزہ لیتا رہا۔ اسے تعجب تھا کہ لڑکی کہاں گئی پھر اس نے خود بھی گھاٹی کی طرف قدم بڑھا دیے۔ پُوری گھاٹی عبور کر لی لیکن سوائے چند خرگوشوں کے یا فضا میں اُڑتے ہُوئے پرندوں کے اسے اور کوئی نہیں نظر آیا تھا۔

وہ کون تھی۔۔۔؟ کوئی وہم۔۔۔؟ کوئی کہانی۔۔۔ لیکن وہم اتنا مکمل نہیں ہوتا اور پھر پانی کا یہ مشکیزہ جو اُس کے پاس موجود تھا، اس وہم کی نفی کر رہا تھا۔ ممکن ہے، وہ ان ٹیلوں کے عقب میں کہیں رہتی ہو۔ اس خیال کے تحت اُس نے پھر آگے بڑھنا شروع کر دیا لیکن ٹیلوں کے دوسری طرف بھی کچھ نہیں تھا۔ شیران گہری سانس لے کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ نہ جانے کہاں مر گئی کمبخت۔ اُونہہ۔۔۔ کوئی بھی تھی۔ کہیں بھی گئی۔ مجھے اس کے لیے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ اس نے آرام کا فیصلہ کیا اور ایک اچھی جگہ تلاش کر کے لیٹ گیا۔

جاگا تو سارا ماحول نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ رات کی گہری تاریکیاں مناظر کو نگل چکی تھیں اور سب کچھ گم ہو گیا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی نگاہ آسمان کی طرف اُٹھ گئی... سیاہ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہُوا تھا۔ تاروں کا بھی وجود نہ تھا ورنہ وہی اس کائنات میں زندگی کا ثبوت ہوتے۔ اس نے گہری سانس لی اور اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اس جگہ کے بارے میں سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے کسی اور وجود کا بھی احساس ہُوا۔ کافی فاصلے پر اُسے دفعتاً روشنی نظر آئی تھی۔ یہ نظری دھوکا نہیں تھا کیوں کہ زرد شعلے اس تاریکی میں سونے کی طرح چمک رہے تھے۔ آگ شاید ابھی روشن کی گئی تھی کیوں کہ اس سے پہلے وہاں تاریکی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ شیران کا دل یہاں تنہا بیٹھے بیٹھے گھبرا رہا تھا۔ یہ آگ دیکھ کر وہ مسرت سے اُچھل پڑا۔ اس کا مقصد ہے کہ اُس کا پہلا خیال غلط تھا۔ وہ لڑکی کوئی پری یا چڑیل نہیں بلکہ یقیناً انسان تھی، جس کا ثبوت پانی کا وہ مشکیزہ تھا جسے وہ خوف سے چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ ممکن ہے آگ کے قریب وہ موجود ہو اور اس کا باقی خاندان بھی... تنہا اس جگہ بیٹھے رہنے سے بہتر ہے کہ وہ انھی لوگوں کے پاس چلا جائے۔

...پھر اُسے آگ تک پہنچنے میں کسی رُکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ زمین ناہموار ضرور تھی لیکن اس میں کوئی ایسا گڑھا، دلدل یا ایسے حشرات الارض موجود نہ تھے جو وہاں تک پہنچنے میں مشکل کا باعث بنتے۔ جوں جوں آگ قریب آتی جا رہی تھی، قرب و جوار کے مناظر نمایاں ہوتے جا رہے تھے۔ آگ جل رہی تھی لیکن اس کے اطراف میں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا، ویسے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ آگ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں جوڑ کر روشن کی گئی ہے۔ آخر آگ روشن کرنے والا کوئی نہ کوئی تو ضرور ہوگا، چنانچہ وہ چلتا رہا۔ آگ ایک چٹان پر جل رہی تھی۔ اس کے اطراف میں اور بھی بہت سی چٹانیں تھیں۔ چند ساعت کے بعد شیران وہاں پہنچ گیا۔ اس نے اِدھر اُدھر نگاہیں گھمائیں اور جب کوئی نظر نہ آیا تو وہ زوردار آواز میں بولا۔

"کون ہے یہاں؟ اگر کوئی ہے تو سامنے آ جائے۔ میں دوست ہوں اور کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔"

ابھی اس کی آواز کی بازگشت ختم بھی نہیں ہُوئی تھی کہ بلندیوں سے ایک خوف ناک آواز سُنائی دی... ایک قوی ہیکل نوجوان نے ایک چٹان سے نیچے چھلانگ لگائی۔ اس کا بدن برہنہ تھا، صرف زیریں جسم پر ایک کپڑا سا بندھا ہُوا تھا۔ ہاتھ میں ایک چمکدار کلہاڑا تھا...

...اگر وہ شیران پر چھلانگ لگاتے ہُوئے وحشیانہ انداز میں آواز نہ بلند کرتا تو شاید شیران کے سَر کے دو ٹکڑے ہو چکے ہوتے، کیوں کہ کلہاڑا اس کے سَر کی سیدھ میں تھا لیکن آواز سُنتے ہی شیران پلٹا اور پھر اپنی روایتی پھُرتی سے کام لے کر چٹان سے کُودنے والے نوجوان کی زد سے بچ گیا۔

نوجوان کی ٹانگیں کافی مضبوط معلوم ہوتی تھیں کیوں کہ اچھی خاصی بلند چٹان سے کُودنے کے باوجود اُن میں لچک نہیں پیدا ہُوئی تھی، البتہ نیچے پاؤں رکھتے ہی اُس نے پُوری قوت سے کلہاڑا گھُمایا تھا۔ شیران ایک قدم اور پیچھے ہٹ گیا۔ وہ حیرت زدہ نگاہوں سے نوجوان کو دیکھ رہا تھا، جس کا چہرہ آگ کے شعلوں میں بہت خوف ناک نظر آ رہا تھا۔ نوجوان نے پے در پے کلہاڑے کے کئی وار کیے لیکن شیران اس کے وار سے بچتا رہا۔ اگر وہ چاہتا تو پستول نکال کر اس نوجوان کا خاتمہ کر سکتا تھا لیکن اسے تعجب تھا اور اس تحیّر کے عالم میں اس کا ذہن پستول کی جانب نہیں گیا تھا، البتہ نوجوان پینترے بدل بدل کر اس پر وار کر رہا تھا اور شیران اپنی پھُرتی سے اُن واروں کو خالی دے رہا تھا۔ پھر اُسے بھی غصہ آ گیا۔ اس کے بجائے کہ یہ وحشی انسان اس سے کچھ بات کرتا، معلوم کرتا کہ وہ دوست ہے یا دُشمن... اُس نے آتے ہی تابڑتوڑ حملے شروع کر دیے تھے۔ دوسری جانب وحشی نوجوان بھی شاید اس بات پر چراغ پا ہو رہا تھا کہ اَب تک اس کا ایک بھی وار کامیاب کیوں نہیں ہُوا ہے۔

دفعتاً ایک سُریلی چیخ شیران کے کانوں میں گونجی لیکن اس بار اس کی تقدیر نے ہی اس کا ساتھ دیا تھا، ورنہ اس کا حشر خراب ہو جاتا، ایک لمحے کے لیے اس کی توجہ بٹی تھی کہ نوجوان نے اس پر بھرپور وار کیا۔ کلہاڑا صرف چند انچ کے فاصلے سے نکل گیا تھا، ورنہ اس بار شیران کا چہرہ اس کا شکار ہو جاتا اور نوجوان کی اس چیرہ دستی کو دیکھتے ہُوئے شیران نے اَب اس سے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا، چنانچہ اس بار جونہی نوجوان اس پر حملہ آور ہُوا شیران نے جھکائی دے کر اس کے کلہاڑے پر ہاتھ ڈال۔ نوجوان بھی کمزور نہیں تھا، چنانچہ دونوں میں کش مکش ہونے لگی لیکن وہ شیران کی طرح چالاک اور پھُرتیلا نہیں تھا۔ شیران نے ایک ہاتھ سے کلہاڑا پکڑا اور ذرا سا بدن ترچھا کر کے ایک لات نوجوان کے پیٹ میں رسید کی۔ کلہاڑا نوجوان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اَب کلہاڑا شیران کے ہاتھ میں تھا۔ شیران کلہاڑا ہلانے لگا اور نوجوان پیچھے کی طرف زمین پہ کھسکنے لگا۔

شیران نے ابھی تک اس پر وار نہیں کیا تھا۔ نیچے کھسکتا ہُوا نوجوان آگ کے پاس پہنچ گیا اور دفعتاً اس نے جلتی ہُوئی لکڑیوں میں سے ایک لکڑی اُٹھا لی۔ دوسرے لمحے اس نے دیوانہ وار شیران پر حملہ کیا... شعلہ شیران کے چہرے کو چھُوتا ہُوا گزر گیا اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"دیکھو، میں تمھیں آخری بار کہہ رہا ہوں، یہ جلتی ہُوئی مشعل تم پھینک دو اور سیدھے کھڑے ہو کر مجھ سے انسانوں کی طرح بات کرو۔"

لیکن نوجوان نے اس کی بات سُنے بغیر ایک بار پھر مشعل گھُما دی۔ شیران کے ہونٹ بھینچ گئے تھے۔ دفعتاً اسی وقت ایک گھبرائی ہُوئی آواز سُنائی دی۔ کسی نامانوس آواز میں چند الفاظ ادا کیے گئے تھے جو شیران کی سمجھ میں تو نہ آ سکے لیکن نوجوان پر ان کا خاطر خواہ اثر ہُوا تھا، اس نے چونک کر پیچھے دیکھا اور پھر اس کا مشعل والا ہاتھ نیچے گر گیا۔ شیران کی حالت بھی اعتدال پر آ گئی تھی۔ اسی وقت چٹان کے عقب سے ایک شخص برآمد ہُوا لیکن اس کا حُلیہ عجیب و غریب تھا۔ بدن پر زرد رنگ کا لبادہ، چہرے پر زرد رنگ کی نقاب جس سے صرف اُس کی آنکھیں جھلکتی تھیں۔ دُبلے پتلے بدن، دراز قامت کا شخص ان کے درمیان آ گیا۔ اس نے پہلے نوجوان کو دیکھا پھر شیران کو... پھر اُسی نامانوس زبان میں کچھ الفاظ ادا کیے اور نوجوان نے جلتی ہُوئی مشعل نیچے پھینک دی۔ وہ چند قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

بوڑھے نے شیران کی جانب رُخ کیا۔ چند ساعت وہ اُسے دیکھتا رہا پھر وہ اُسی نامانوس زبان میں کچھ بولا۔

شیران کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی تھی: "میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

زرد لبادے والا اسے گہری نظروں سے گھُورنے لگا...

اس کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک تھی۔ شیران نے اُن آنکھوں میں دیکھا تو اُسے یوں محسوس ہُوا جیسے اس کے ذہن میں کچھ اُنگلیاں سرسرا رہی ہوں۔ اُن آنکھوں کی چمک گھُور تاریکی میں جلتے ہُوئے چراغوں کی مانند تھی جو بہت دُور سے نظر آ رہے ہوں۔ یہ روشنی سُلا دینے والی تھی۔ شیران گردن جھٹکنے لگا۔

"تم کون ہو؟" اُس کے الفاظ سُنائی دیے۔

اسی وقت دوسری طرف سے کوئی اور بھی وہاں پہنچ گیا۔ آگ کی محدود روشنی میں شیران نے اُس لمبے بالوں والی لڑکی کو دیکھا جسے وہ دِن کی روشنی میں دیکھ چُکا تھا۔ لڑکی گھبرائے ہُوئے لہجے میں زرد لبادے والے سے کچھ کہنے لگی۔ وہ اُسی نامانوس زبان میں بول رہی تھی جو شیران کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ جب وہ خاموش ہُوئی تو لبادہ پوش نے مختصر الفاظ میں اس سے کچھ کہا اور پھر شیران کی طرف رُخ کر کے دوبارہ بولا۔

"تم نے بتایا نہیں نوجوان! تم کون ہو؟"

"حالات ایسے نہیں ہیں کہ میں دوستانہ انداز میں تمھیں کوئی جواب دوں۔"

"مجھے احساس ہے لیکن جو کچھ ہُوا ہے غلط فہمی میں ہُوا ہے۔ ہم اپنے کچھ دُشمنوں کے منتظر تھے اور تمھیں اُن میں سے ایک سمجھے تھے۔"

"اس بُزدل نے مجھے للکارے بغیر وار کیا تھا۔ اگر میں اس کا شکار ہو جاتا تو یہ غلط فہمی میری جان لے لیتی۔"

"میں اس بات پر شرمندہ ہوں اور تم سے معافی چاہتا ہوں۔ تم دلیر انسان ہو اور دلیری انسان کو فراخ دِل بنا دیتی ہے۔"

"تم کون ہو؟" شیران نے سوال کیا اور لبادہ پوش ہنسنے لگا پھر بولا۔

"جوانی ضدی ہوتی ہے۔ تم بھی ضدی ہو۔ اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ زندہ رہو۔ میرا نام یاتان بردما ہے۔ بدھ مذہب سے تعلق رکھتا ہوں اور تارک الدنیا ہوں۔ ان پہاڑوں میں موت کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"اور یہ کون ہے؟" اس بار شیران نے نوجوان کی طرف اشارہ کیا، جو اَب سر جھکائے کھڑا تھا۔

"اس کا نام گوشان ہے۔ آؤ، اگر دِل صاف ہو گیا ہے تو میرے ساتھ آؤ۔ اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"کوئی دھوکا تو نہیں ہوگا میرے ساتھ؟"

"نہیں... بردما کا وعدہ ہے۔ اگر یہ غلط فہمی نہ ہوتی تو یہ بھی نہ ہوتا۔ آؤ، تمھارے پاس آتشیں ہتھیار ہیں۔ اگر کوئی دھوکا ہو تو تم بے دریغ انھیں استعمال کر لینا۔ آؤ میرے بچّے! میرا مذہب دھوکا دہی کی اجازت نہیں دیتا۔" وہ چٹان کی طرف مُڑ گیا۔

شیران نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر وہ بھی لبادہ پوش کے پیچھے چل پڑا۔ نوجوان اُسی طرح گردن جھُکائے کھڑا تھا۔ چٹان کے عقب میں ایک غار کا دہانہ نظر آیا تھا جو کافی کشادہ تھا لیکن اندر تاریکی پھیلی ہُوئی تھی۔ شیران ٹھٹک گیا۔ لبادہ پوش اندر داخل ہو گیا... چند لمحات کے بعد غار سے روشنی پھُوٹنے لگی۔ یہ روشنی ایک مشعل کی تھی، جسے ابھی ابھی روشن کیا گیا تھا۔ تب لبادہ پوش کی آواز اُبھری: "اندر آ جاؤ میرے بچّے!"

غار اندر سے صاف سُتھرا اور کشادہ تھا۔ فرش پر ایک چٹائی بچھی ہُوئی تھی۔ لبادہ پوش نے شیران کو اشارہ کیا اور شیران بیٹھ گیا۔ تب لبادہ پوش نے زور سے آواز دی۔

"سدھاشی..."

غار کے دہانے سے لڑکی اندر داخل ہُوئی۔ لبادہ پوش نے اُس سے اُسی نامانوس زبان میں کچھ کہا اور وہ رکوع کے انداز میں جھُک کر باہر نکل گئی پھر لبادہ پوش شیران سے بولا: "تمھارے دِل میں ابھی تک میل ہے۔ دِل صاف کر لو، نوجوان! جو کچھ ہُوا ہے اس کے لیے میں ایک بار پھر تم سے معافی چاہتا ہوں۔"

"تم نے اپنا چہرہ کیوں چھُپا رکھا ہے؟"

"یہ منحوس چہرہ دُنیا کو دکھانے کے قابل نہیں رہا ہے۔ میں نے

اسے دُنیا کی نگاہوں سے چھپا لیا ہے۔"

"کیا تم بہت بدصورت ہو؟"

"ہاں . . . گناہوں کی سیاہی نے اس پر کوڑھ پیدا کر دیا ہے۔ میں اسے کیسے دُنیا کے سامنے پیش کروں؟" لبادہ پوش نے غمناک آواز میں کہا اور شیران خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ جب خاموشی طویل ہونے لگی تو لبادہ پوش بولا: "اَب بھی تم مجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے کہ تم یہاں کیسے پہنچے؟"

"میرا نام شیران ہے اور میرا تعلق تراب زان قبیلے سے ہے۔ مختصر یوں سمجھ لو کہ دُشمنی کا شکار ہو کر، انتقام لینے کے بعد دُشمنوں کو زندگی سے محروم کر کے، اَب ان پہاڑوں میں میرا کوئی نہیں ہے۔" شیران نے کہا۔

"خون بہا چکے ہو؟" لبادہ پوش نے افسردگی سے کہا۔

"ہاں . . . مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔"

"آہ . . . یوں نہ کہو۔ زندگیاں لینے اور دینے والی قوت کوئی اور ہے۔ تم یہ کام کیوں کرتے ہو؟"

"مجھے نصیحتیں پسند نہیں۔" شیران نے کہا۔

"سچ بات بتانا ضروری ہوتا ہے۔ بہرحال اَب میں تمھیں نصیحت نہیں کروں گا۔ یہاں سے کہاں جاؤ گے؟"

"کوئی جگہ منتخب نہیں کی۔ یہ کون سا علاقہ ہے؟"

"یانگ سی کا مشرقی علاقہ . . . وہ سامنے ہمالیہ ہے۔ اس کے بائیں سمت تبت کے مشرقی دیہات ہیں۔ وہاں سے تم دُنیا کے کسی بھی گوشے میں جا سکتے ہو۔"

"میں ان علاقوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"کیسی مدد؟"

"جس طرح تم چاہو۔ تم قبائلی ہو۔ پہاڑوں کی زندگی شیر کی طرح نڈر ہوتی ہے، لومڑی کی طرح چالاک نہیں۔ تمھاری معلومات محدود ہیں۔ اگر تم کچھ وقت میرے ساتھ گزارو تو میں تمھیں اس دُنیا سے روشناس کرا سکتا ہوں۔ تم جو کوئی بھی ہو۔ جو کچھ کر کے آئے ہو لیکن انسان ہو اور میں صرف ایک انسان سمجھ کر تمھاری مدد کروں گا۔"

"تم کون سی زبان بولتے ہو؟"

"تبتی . . . لیکن میں دُنیا کی کئی زبانوں سے واقف ہوں حتیٰ کہ تم سے تمھاری زبان میں بات کر رہا ہوں۔"

"مجھے تمھارے اس ڈھکے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بہت اُلجھن ہو رہی ہے۔ اس نقاب کو ہٹا دو۔ میں تم سے نفرت نہیں کروں گا۔"

"میرے بچے! میری التجا ہے کہ مجھے اس کے لیے مجبور مت کرو۔ یہ میرے دھرم کا مسئلہ ہے۔" بردما نے عاجزی سے کہا۔

"ڈاکو لگتے ہو، اس حُلیے میں۔" شیران ہنس پڑا۔

اسی وقت لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اُس نے اپنے ہاتھوں میں ٹرے اُٹھائی ہوئی تھی جس میں پیلے رنگ کے ٹماٹر کے سائز کے پھل رکھے ہوئے تھے اور لکڑی کے دو پیالے تھے جس میں براؤن رنگ کا ایک گرم سیال بھرا ہوا تھا۔ اس نے گھٹنوں کے بَل بیٹھ کر یہ ٹرے نیچے رکھی اور پھر بڑے احترام سے برتن شیران کے اور بردما کے سامنے رکھے۔ پھلوں کی پلیٹ بھی ان کے سامنے رکھ کر اس نے سَر کو ایک مخصوص انداز میں خم دیا اور اُٹھ کر چلی گئی۔

"اسے پی لو۔ تمھارے طویل سفر کی تھکن دُور ہو جائے گی۔"

"کیا ہے یہ؟"

"تم نہیں جان سکو گے۔ ہمارا اپنا مشروب ہے، جنگل کی جڑی بوٹیوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ پھل بھی کھاؤ۔ اجنبی ضرور ہیں لیکن تمھیں پسند آئیں گے۔"

شیران نے پھل اُٹھا کر چکھا، اُسے بہت لذیذ لگا تھا۔ چنانچہ وہ اُسے دانتوں سے کترنے لگا۔

"تم نے اس لڑکی کے بارے میں پُوچھا تھا۔"

"ہاں۔ یہ کون ہے تمھاری . . .؟"

"میری بیٹی سدھاشی۔"

"کیا وہ نوجوان بھی تمھارا بیٹا ہے؟"

"وہ میرا نہیں۔ میرے آقا کا بیٹا ہے اور میں نمک کا قرض ادا کر رہا ہوں۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے لیکن اس نے ہمارے درمیان پرورش پائی ہے۔ اس کا مذہب بھی وہ نہیں ہے جو ہمارا ہے لیکن وہ اس مذہب کا خاص رُکن رہا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" شیران نے مشروب کا ایک گھونٹ لے کر پوچھا۔ یہ مشروب بھی خوب تھا۔ ہلکی سی کڑواہٹ شامل تھی اس میں، لیکن اس کے باوجود بہت عمدہ لگ رہا تھا۔ شیران رُکے بغیر پُورا پیالہ چڑھا گیا۔

"سمجھا دوں گا۔ پھل اور کھاؤ۔" بردما کی آواز میں مُسکراہٹ تھی۔ وہ محبت بھری نگاہوں سے شیران کو دیکھ رہا تھا۔ یہ صاف گو اور کھلنڈرا نوجوان شاید اسے پسند آ گیا تھا۔

"اُس شخص کا کیا نام بتایا تھا تم نے . . . جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا؟"

"گوسان۔"

"اُسے میرے بارے میں کیا غلط فہمی ہُوئی تھی؟" شیران نے پوچھا۔

"وہ تمھیں اپنا دُشمن سمجھا تھا۔ دِن کی روشنی میں سدھاشی دریا کے کنارے پانی لینے گئی تھی۔ اس نے وہاں تمھیں دیکھا اور شاید تمھاری کشتی کو بھی دیکھا۔ وہ خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ آئی اور اُس نے تمھاری کہانی سُنائی۔ ہم اپنے دُشمنوں سے خوف زدہ ہیں۔ گوسان یہی سمجھا کہ شاید دُشمن ہمیں تلاش کرتے ہُوئے یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اس نے مجھ سے مشورہ نہیں کیا ورنہ میں اُس سے کہتا کہ خاموشی سے غاروں میں چھُپ جاؤ اور اس وقت کا انتظار کرو جب دُشمن ہماری تلاش سے مایوس ہو کر واپس چلا جائے لیکن اس کے سینے میں بھی انتقام کا الاؤ جل رہا ہے۔ اس نے آگ روشن کی کہ دُشمن اس طرف متوجہ ہو جائے اور جب تم یہاں آئے تو اُس نے تم پر حملہ کر دیا۔"

"تو تم بھی اپنے دُشمنوں سے چھُپ کر یہاں رہتے ہو؟"

"ہاں . . .!"

"یہ بُزدلی ہے۔ دُشمنوں کا وجود اگر زمین پر ہو تو اُس زمین پر جینا حرام ہے۔ اُنھیں ختم کر دو اور نہ کر سکو تو خود مر جاؤ۔ اسے زندگی کہتے ہیں۔ دُشمن کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

"نہیں میرے بچے۔ زمین محبت کا گھر ہے۔ یہاں خونریزی اچھی نہیں ہوتی۔" یاتان بردما نے کہا۔

"نصیحت نہیں . . . یہ میرا قانون ہے۔" شیران نے کہا اور گردن جھٹکنے لگا۔ نہ جانے کیوں آنکھوں میں نیند گھُسی آ رہی تھی۔

"کیا بات ہے، تمھیں نیند آ رہی ہے، اچھا تم سو جاؤ۔ سکون کی نیند سو جاؤ۔ صبح کو اُٹھو گے تو ہشاش بشاش ہو گے اور اگر زندگی ہے تو کہانیاں ہی کہانیاں ہیں۔ بس اَب آرام سے سو جاؤ۔"

یاتان کی آواز دُور سے آتی معلوم ہو رہی تھی۔ ذہن میں تاریکیاں دَر آئی تھیں۔ وہ چٹائی پر لیٹ گیا اور چند لمحات کے بعد اُس کی گہری گہری سانسیں اُبھر رہی تھیں۔

یاتان بردما مُسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا پھر اُس نے باہر کی طرف دیکھا اور آواز دی: "سدھاشی . . . بیٹی سدھاشی . . .!" اور لڑکی اندر آ گئی۔ "مہمان کے جُوتے اُتارو اور اس کے پیروں پر ناریل کے تیل کی مالش کر دو اور سُنو . . . یہ دُشمن نہیں ہے بلکہ بہت دُور کے پہاڑوں کا رہنے والا ایک قبائلی نوجوان ہے، جو اپنے روایتی دُشمنوں سے نمٹتا ہُوا یہاں تک پہنچا ہے۔ ہمارے لیے یہ شخص نقصان دہ نہ ہو گا لیکن مزاج کا تیز ہے۔ منتقم المزاج اور وحشی صفت ہے۔ اسے ہینڈل کرنے کے لیے تمھیں نرم رویّہ اختیار کرنا ہو گا۔ گوسان کو بھی یہی بتا دینا کہ وہ اس سے غیر دوستانہ سلوک نہ کرے۔ ویسے مجھے تعجب ہے کہ تم لوگوں نے اسے اپنے طور پر ہلاک کرنے کا منصوبہ کیوں بنا لیا۔ کیا میں اَب اس قابل نہیں رہا کہ مجھے اطلاع دی جاتی۔"

"نہیں بابا! یہ بات نہیں ہے۔ میں نے تو آپ کے سامنے ہی اس اجنبی کے بارے میں بتایا تھا جسے میں نے دریا سے نکلتے ہُوئے دیکھا تھا۔ وہ دریا میں غسل کر رہا تھا اور اُس کا لباس کنارے پر رکھا ہُوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی تھی۔ بس یہی الفاظ میں نے گوسان کے سامنے کہے تھے۔ مجھے تو علم بھی نہ تھا کہ گوسان اس کے لیے کوئی ایسی کارروائی کرے گا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ گوسان نے اپنے طور پر یہ تمام منصوبہ بنایا تھا۔"

"ہاں بابا . . . وہ انتقام کی آگ میں جل رہا ہے۔ وہ اپنے دُشمنوں کو بھُون کر کھا جانا چاہتا ہے۔ اس نے یہ آگ اس لیے روشن کی تھی کہ وہ اجنبی اس کی جانب متوجہ ہو جائے اور گوسان اُس کا خاتمہ کر دے۔"

"یہ اچھی بات تو نہ تھی سدھاشی۔"

"میں کیا جانوں بابا! وہ تمھارا مسئلہ ہے۔ تم اسے بہتر طور پر جان سکتے ہو۔"

"اچھا میں عبادت کرنے جا رہا ہوں، تُو اپنا کام کر . . .!" سدھاشی نے گردن جُھکا لی تھی اور بوڑھا یاتان اس غار سے باہر نکل گیا۔ نہ جانے ان پہاڑوں میں کتنے غار تھے جہاں انھوں نے اپنے مسکن بنائے ہُوئے تھے اور جہاں وہ اپنے مختلف کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ گوسان قرب و جوار میں کہیں نہیں تھا۔

سدھاشی غار کے دروازے پر آئی۔ باہر جھانکا اور پھر آہستہ آہستہ چلتی ہُوئی اُس اجنبی کے پاس پہنچ گئی، جس کا چہرہ مشعل کی روشنی میں مشعل ہی کی مانند چمک رہا تھا۔ حالانکہ اس چہرے پر وحشت کے آثار نمایاں تھے لیکن نہ جانے کیوں سدھاشی کی آنکھوں میں ایک پُرمسرت چمک لہرا گئی۔ ایک انوکھی چمک جس سے اس کا چہرہ دمک رہا تھا اور وہ اس نوجوان کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ دیر تک اپنی جگہ کھڑی شیران کے چہرے کو دیکھتی رہی۔ عجیب سے جذبات اس کی آنکھوں میں کروٹیں لے رہے تھے پھر اُسے کوئی خیال آیا اور وہ چونک پڑی۔ دوسرے لمحے وہ شیران کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی۔ اُس کے گرد آلود جُوتے اُتارے اور اپنی لمبی مخروطی اُنگلیاں پیروں پر پھیرنے لگی۔ اس کی آنکھیں پھر کسی خیال میں ڈوب گئی تھیں۔ کئی منٹ اس طرح گزر گئے . . . ایک بار پھر وہ چونکی اور جُوتے ایک طرف رکھ کر اُس کے لباس کی تلاشی لینے لگی . . . دونوں

پستول، شکاری چاقو اور کارتوس وغیرہ اس نے شیران کے بدن سے علٰحدہ کیے اور ان تمام چیزوں کو لے کر ایک گوشے میں چلی گئی۔ وہاں یہ چیزیں رکھ کر اُس نے تیل کی ایک بوتل اُٹھائی اور دوبارہ شیران کے پیروں کے پاس آ بیٹھی۔ اَب وہ اس کے پیروں میں تیل کی مالش کر رہی تھی۔

▼

جوانی کی مست نیند تھی۔ وہ دیر تک سوتا رہا۔ کئی بار آنکھ کھُلی لیکن مچل کر پھر گہری نیند سو گیا۔ بالآخر کب تک . . . جاگنا تو تھا ہی' ورنہ ماں کان پکڑ کر اُٹھا دیتی اور پھر اس کی پیار بھری ڈانٹ سُنائی دیتی۔ نہ جانے کیا کیا کہتی وہ۔

اس نے گردن گھُما کر ماں کی چارپائی کی طرف دیکھا۔ سنگلاخ پتھریلی دیوار اس کا مُنہ چڑا رہی تھی۔ دِل کو ایک دھچکا سا لگا۔ پیر بابا کا مزار یاد آیا جہاں ماں کی خون آلود لاش پڑی ہُوئی تھی۔ اس کی آنکھیں خون کی طرح سُرخ ہو گئیں۔

"بادشاہ خان . . ؟" اس کے حلق سے غرّاہٹ نکلی اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور ان خوابوں سے نکل آیا۔ اسے اپنے بدن میں کچھ تبدیلیاں محسوس ہُوئی تھیں۔ ہاتھوں نے پہلے پستول تلاش کیا تھا۔ پستول نہ پا کر اس کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار نمودار ہو گئے۔ اسی وقت سدھاشی غار کے دروازے سے اندر داخل ہُوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں سفید رنگ کے پھُول تھے۔ بھیگے ہُوئے لمبے بالوں میں بھی سفید پھُول ایک مخصوص انداز میں گندھے ہُوئے تھے اور وہ صبح کی پہلی کرن محسوس ہو رہی تھی۔

"میرا پستول کہاں ہے؟" شیران نے غرّا کر کہا اور وہ چونک کر رُک گئی۔ پستول کے لفظ کو وہ شاید جانتی تھی۔ ایک لمحے شیران کو دیکھتی رہی پھر اس کے حسین ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ آگے بڑھی اور اس نے پھُولوں کا ڈھیر شیران کے قدموں میں رکھ دیا۔

شیران نے غرّاتے ہُوئے اس ڈھیر کو ٹھوکر ماری اور دھاڑ کر بولا۔

"پستول کہاں ہیں میرے؟"

سدھاشی نے ایک لمحے رُک کر بکھر جانے والے پھُولوں کو دیکھا اور پھر اُس گوشے کی طرف چلی گئی جہاں شیران کے پستول اور دوسری چیزیں رکھی ہُوئی تھیں۔

یہ تمام سامان لا کر اُس نے شیران کے سامنے رکھ دیا اور پھر شیران کی کیفیت اعتدال پر آنے لگی۔ سدھاشی نے اُس کی کیفیت کا جائزہ لیا اور پھر زمین پر بیٹھ کر بکھرے ہُوئے پھُول جمع کرنے لگی۔ پھُولوں کو جمع کر کے اس نے دونوں ہاتھوں میں اُٹھایا اور پھر ہاتھ شیران کے سامنے کر دیے۔ شیران کے ہونٹوں پر بھی مُسکراہٹ آ گئی تھی۔

"لڑکی . . . مجھے پھُولوں سے زیادہ آگ پسند ہے۔ پھُول بُزدلی کی نشانی ہوتے ہیں۔"

جواب میں لڑکی نے بھی کچھ کہا۔

شیران ہنس پڑا۔ "یہ اچھی بات ہے کہ تُو میری بات نہیں سمجھ سکتی اور مَیں تیری۔ ورنہ تجھے بہت مایوسی ہوتی۔ کیا کروں مَیں اِن پھُولوں کا، میرے لیے لائی ہے تو لے لیتا ہوں مگر پھُولوں کا میری زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے تو کانٹے پسند ہیں۔" شیران نے پھُول اُس کے ہاتھ سے لے لیے اور لڑکی خوشی سے ہنس پڑی پھر اس نے دوبارہ اپنی زبان میں کچھ کہا اور باہر بھاگ گئی۔ شیران ہاتھوں میں پھُول لیے بے وقوفوں کی طرح کھڑا رہا پھر جب اُسے اپنی حماقت کا خیال آیا تو اُس نے جلدی سے پھُول رکھ دیے۔

بظاہر یہ لوگ بے ضرر معلوم ہوتے ہیں۔ اگر پردہ پوش شخص جو آواز اور شکل سے بوڑھا معلوم ہوتا ہے۔ کسی آبادی کی طرف میری رہنمائی کر دے تو اچھا ہو۔ ویسے اس کی کہانی کیا ہے، سُننی چاہیے۔ شیران نے سوچا۔ کہانیاں یوں بھی اُسے پسند تھیں۔ بستی کے بُزرگ اکثر الاؤ کے گرد بیٹھ کر کہانیاں سُناتے تھے اور اُسے وہ کہانیاں بہت پسند آئی تھیں۔ ممکن ہے اس بوڑھے کی کہانی بھی دِلچسپ ہو اور اُسے سُننے میں لُطف آئے۔ کچھ سوچ کر وہ غار کے دہانے کی طرف بڑھا لیکن اسی وقت لڑکی دوبارہ اندر داخل ہو گئی۔ اس کے ہاتھوں میں ٹرے تھی جس پر ناہموار برتنوں میں شاید ناشتہ رکھا ہُوا تھا۔ وہی پیلے پھل اور ایک پیالے میں دُودھ۔

"ناشتہ لائی ہے مگر ان چیزوں سے میرا پیٹ کہاں بھرے گا۔ بہرحال تُو لائی ہے تو ٹھیک ہے۔" اس نے لڑکی کے ہاتھوں میں پکڑی ہُوئی ٹرے سے دُودھ کا پیالہ اُٹھا کر ایک ہی سانس میں خالی کر دیا اور پیلے پھل اُٹھا کر کچھ جیب میں ڈال لیے اور ایک پُورا پھل مُنہ میں ٹھونس لیا جس سے اس کے گال پھُول گئے اور مُنہ چلاتا ہُوا غار سے نکل آیا۔

لڑکی دِلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہُوئے مُسکرا رہی تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر نکل آئی۔ دفعتاً شیران رُک گیا۔ "سدھاشی!" شیران نے اُسے پُکارا اور لڑکی کا چہرہ اس کے مُنہ سے اپنا نام سُن کر کھِل اُٹھا۔

"شیران . . !" اُس نے بھی صاف لہجے میں کہا اور شیران ہنس پڑا۔

"اچھا . . . تو تُو بھی کافی سمجھ دار معلوم ہوتی ہے۔ میرا نام یاد بھی کر لیا۔ اچھا یہ بتا، وہ پردے دار خاتون کہاں ہیں؟" اس نے ہنستے ہُوئے کہا لیکن لڑکی اس بار کچھ نہیں سمجھی تھی تب شیران نے کہا: "بردما . . .

بلکہ یاتان بردما۔" لڑکی اپنی زبان میں کچھ کہنے لگی اور پھر اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور شیران کے آگے آگے چلنے لگی۔ شیران سمجھ گیا تھا کہ وہ اسے یاتان بردما کے پاس لے جا رہی ہے۔ چنانچہ وہ لڑکی کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ وہ اُونچی نیچی چٹانیں بآسانی پھلانگتی ہُوئی ایک سمت بڑھ رہی تھی۔ شیران نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ کافی پھُرتیلی ہے۔ اس کے خوب صورت بال ہوا میں اُڑ رہے تھے اور اس عالم میں وہ کافی خوب صورت لگ رہی تھی۔ شیران دِلچسپی سے اُسے دیکھتا ہُوا آگے بڑھتا رہا . . . پھر لڑکی اُونچی اُونچی گول چٹانوں کے پاس ایک جگہ رُک گئی۔ ان چٹانوں کے عقب میں ایک اور غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔ لڑکی نے اُسے اندر جانے کا اشارہ کیا اور شیران گردن جھُکا کر اندر چلا گیا۔ یہ پہلے غار سے بھی زیادہ کشادہ تھا۔ اُوپر کچھ رخنوں سے روشنی بھی آ رہی تھی جس سے غار کا ماحول بالکل نمایاں تھا۔ ایک چوکی نُما پتھر پر زرد لبادے میں لپٹا ہُوا یاتان بردما پالتی مارے بیٹھا تھا۔ اس وقت بھی اس کا چہرہ زرد نقاب میں چھُپا ہُوا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ سیدھے جوڑ رکھے تھے اور [illegible] کی آنکھیں بند تھیں۔

"یوں لگتا ہے جیسے اس پُورے علاقے پر تمھاری بادشاہت ہو۔ تمام غاروں پر قبضہ جما رکھا ہے۔" شیران نے چاروں طرف دیکھتے ہُوئے کہا۔

بوڑھے نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بدستور بیٹھا رہا۔

"کیا ہو گیا تمھیں . . . ؟" شیران نے چونک کر پوچھا لیکن اَب بھی جواب نہیں مِلا تھا۔ شیران ایک لمحے انتظار کرتا رہا پھر آگے بڑھا اور بوڑھے یاتان کی دونوں کلائیاں پکڑ کر ایک دوسرے سے الگ کر دیں پھر اُسے بآسانی چوکی سے اُتار کر نیچے کھڑا کر دیا۔

بوڑھے بردما کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے بوکھلاہٹ کے آثار نظر آئے لیکن پھر وہ مُسکرانے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں وہی محبت بھرے تاثرات نظر آنے لگے، جنھیں شیران نے پہلی بار محسوس کیا تھا۔ بوڑھے یاتان بردما نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"جاگ گئے تم، ناشتہ کر لیا؟"

"ہاں ناشتہ کر لیا مگر تم نے میری بات کا جواب کیوں نہیں دیا تھا؟" شیران نے پوچھا۔

"چلو جواب نہ دینے کی سزا تو تم نے دے ڈالی۔"

"یہ سزا نہیں تھی، بس مَیں بے رُخی برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر تم نے اس کے بعد میری بات کا جواب نہ دیا تو مَیں خاموشی سے یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"ارے نہیں نہیں شیران! ایسی بات نہیں ہے۔ تم مسلمان ہو، نماز پڑھی ہے کبھی؟" بوڑھے یاتان بردما نے پُوچھا اور شیران چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں پڑھی ہے . . . کیوں؟"

"بس وہ تمھاری عبادت ہوتی ہے۔ یہ ہماری عبادت تھی۔ ہم بُدھ مت اس طرح عبادت کرتے ہیں۔"

"اوہ تو تم عبادت کر رہے تھے۔"

"ہاں . . ."

"اوہ، تب تو مجھے افسوس ہے کہ مَیں تمھارے ساتھ یہ سلوک کیا۔" شیران نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں، کوئی بات نہیں ہے۔ تم ناواقف تھے اور کوئی بھی ناواقف شخص قابلِ معافی ہوتا ہے۔ بہرصورت آؤ بیٹھو یا باہر چل کر بیٹھو گے۔ میرا خیال ہے، باہر کی فضا خوشگوار ہے۔" یاتان بردما نے کہا اور شیران کا بازو پکڑ کر باہر نکل آیا۔

"مَیں ایک بار پھر یہی بات کہوں گا کہ مجھے تمھارے اس پردہ پوش چہرے سے بڑی اُلجھن ہوتی ہے۔ کیا یوں نہیں ہو سکتا کہ تم میرے سامنے اپنے چہرے سے یہ نقاب اُتار دو۔"

"میرے بچے! جو کام میں کر سکتا ہُوں' وہ تمھارے لیے ضرور کروں گا لیکن جو میرے لیے ممکن نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس کے لیے مجھے مجبور نہیں کرو گے۔" بوڑھے نے عاجزی سے کہا۔

"ایک تو تم ایسے لہجے میں بات کرتے ہو کہ میرا دِل تم پر سختی کرنے کو نہیں چاہتا۔ چلو ٹھیک ہے، اگر تم ایسے ہی چھُپے رہنا چاہتے ہو تو مَیں آئندہ تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔" شیران نے گہری سانس لے کر کہا۔

"خیر تم یہ بتاؤ کہ رات کیسی گزری؟"

"بہت اچھی . . . مجھے اتنی گہری نیند آئی کہ صبح کو جب مَیں جاگا تو بالکل ٹھیک تھا مگر میرے ذہن میں اَب بھی تمھاری کہانی موجود ہے تم اتنے اچھے آدمی ہو یاتان بردما! کہ مَیں تمھارے بارے میں سب کچھ جان لینا چاہتا ہُوں۔ مَیں یہ جاننا چاہتا ہُوں کہ تمھارے دُشمن کون تھے اور اَب کہاں ہیں؟ مَیں اُن کے خلاف تمھاری ہر طرح سے مدد کرنے کو تیار ہوں۔ دراصل میرا دوست غازی خان بھی اپنے دُشمن کا شکار ہُوا تھا۔ چنانچہ مَیں نے دھنی سنگھ کی گردن اس کے شانوں سے علٰحدہ کر دی۔ مَیں اُس کے بے شمار ساتھیوں کے درمیان سے زندہ و سلامت بچ کر نکل آیا۔ صرف اس لیے کہ غازی خان نے مجھے سہارا دیا تھا۔ مَیں نے اس کے ساتھ پُرسکون لمحات گزارے تھے۔ اگر تم مجھے اپنے دُشمنوں کا پتہ بتا دو تو مَیں انھیں بھی ٹھکانے لگا دوں گا۔ تم بالکل فکر مت کرو یاتان بردما! مَیں ہر طرح سے تمھاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔" یاتان بردما

کی آنکھوں میں محبت کے جذبات بدستور موجزن تھے۔ اُس نے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔

"انتقام لینے والا انتقام لینے کی قوت رکھتا ہے۔ ہم کمزور لوگ کیوں اس کے کام میں مداخلت کریں۔ جس کا جو کام ہے، اُسی کو ساجھے، تم بس یہاں سکون سے زندگی بسر کرو۔ مجھے تمھاری یہاں آمد سے بہت خوشی ہُوئی ہے اور جب بھی تم کہیں جانا چاہو، مجھے بتا دینا۔ جس طرح ممکن ہوسکا، مَیں تمھیں وہاں پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

"ہاں... مَیں زیادہ عرصہ ان پہاڑوں میں تمھارے ساتھ نہیں گزار سکتا۔ مَیں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"ضرور۔ ضرور... مجھے کوئی خدمت بتاؤ۔"

"بس تم مجھے اپنے دُشمنوں کی کہانی سُناؤ۔ یہ کہانی تمھیں ضرور سُنانی ہوگی۔ تم نے وعدہ کیا تھا۔"

"ٹھیک ہے لیکن کیا تم مجھے اس کے لیے مہلت نہیں دوگے۔ رات کا وقت کہانیوں کے لیے موزوں رہتا ہے۔"

"تو پھر دن بھر مَیں کیا کروں گا۔"

پہاڑوں کی زندگی بے حد دلچسپ ہے۔ ننھے ننھے معصوم جانور کلیلیں کرتے پھرتے ہیں۔ خوب صورت پرندے چہچہاتے ہیں تو یہ کائنات بہت حسین لگتی ہے۔ اس ماحول کو دیکھو۔"

"یہاں درندے نہیں ہیں؟"

"نہیں... خون کے رسیا اس علاقے میں نہیں آتے۔"

"افسوس..." شیران گہری سانس لے کر بولا۔

"کیوں... اس میں افسوس کی کیا بات ہے؟"

"بس..." شیران دفعتًا ہنس پڑا۔ "ان کے اور میرے درمیان بہت گہرا رشتہ چلا آرہا ہے اور رشتے دار نہ ہوں تو انسان کو زندگی کا زیادہ لطف نہیں آتا۔"

یاتان بردما نہ سمجھنے والے انداز میں گردن ہلانے لگا۔ یہ رشتہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

شیران پھر بولا۔ "وہ لڑکی... میرا مطلب ہے تمھاری بیٹی میری زبان نہیں سمجھتی۔"

"تم انگریزی سیکھ لو۔ وہ انگریزی بول سکتی ہے۔"

"انگریزی؟"

"ہاں۔ یورپ میں بولی جانے والی زبان، جو دُنیا کے تمام ملکوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔"

"اوہ... فرنگیوں کی زبان؟"

"ہاں۔ ہماری زبان بہت مشکل ہے، ورنہ مَیں تمھیں وہ بھی سِکھا دیتا۔"

"تب مجھے فرنگیوں کی زبان سِکھا دو۔ جدید دُنیا پہاڑوں کی زبان سے ناواقف ہے۔ مجھے بہت دقت ہوتی ہے۔"

"سدھاشی تمھاری رہنمائی کرے گی۔ مَیں یہ ذمّے داری اُسے سونپ دوں گا۔" بوڑھے یاتان بردما نے کہا اور شیران نے گردن ہلا دی پھر یاتان بردما اس سے دوسری باتیں کرتا رہا اور سدھاشی دُور سے نظر آئی تو اُس نے اشارے سے اُسے بُلایا اور پھر شاید شیران کے بارے میں ہی گفتگو کرنے لگا۔ سدھاشی نے مُسکراتے ہُوئے اپنے مخصوص رکوع کے انداز میں گردن جُھکا دی تھی... پھر وہ چلی گئی تو شیران نے پوچھا۔

"وہ نظر نہیں آیا اس دوران۔ شاید وہ میری آمد کو پسند نہیں کرتا۔"

"گوسان کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں..."

"وہ الگ تھلگ رہنے کا عادی ہے۔ وہ جو چٹان نظر آرہی ہے اُس کے دوسری طرف اس کا غار ہے۔ وہ بے چارا کم نصیبی کا شکار ہو گیا ہے۔ وہ بول نہیں سکتا۔"

"بول نہیں سکتا... کیوں؟"

"اسے گویائی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اس کی زبان کاٹ لی گئی ہے۔"

"زبان..." شیران بدستور تعجب سے بولا۔ "کس نے کاٹی ہے اس کی زبان؟"

"ہمارے دُشمنوں نے۔"

"اوہ... مجھے افسوس ہُوا۔ ان دُشمنوں سے اب مجھے بہت دِلچسپی ہوگئی ہے۔ مَیں اس سے مِل لوں؟"

"ضرور... تم لوگوں کے درمیان دوستی مجھے پسند ہوگی۔ جاؤ مِل لو۔" یاتان نے کہا اور شیران وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ جس چٹان کی طرف بردما نے اشارہ کیا، اُس کے پیچھے غار موجود تھا لیکن اس غار میں گوسان موجود نہیں تھا۔ اس کے غار میں بھی اُلٹی سیدھی چیزیں بھری ہُوئی تھیں جن میں وہ کلہاڑی بھی تھی جس سے گوسان نے اس پر حملہ کیا تھا۔

پھر وہ غار کی طرف سے پلٹ رہا تھا کہ گوسان اسے چٹانوں میں چھلانگیں لگاتا نظر آیا۔ وہ اسی طرف آرہا تھا اور تھوڑی دیر بعد وہ غار کے پاس پہنچ گیا۔ ابھی تک اس نے شیران کو نہیں دیکھا تھا، لیکن یہاں آکر اُس کی نگاہ شیران پر پڑی تو وہ ٹھٹک گیا۔ دن کی روشنی

میں شیران نے اُسے دیکھا۔

وہ ایک بدصورت نوجوان تھا۔ چہرے کی ساری کھال جلی ہُوئی تھی اور شاید آگ ہی سے اس کے خدوخال بگڑ گئے تھے۔ بس آنکھیں سلامت تھیں جو کافی خوب صورت تھیں۔ بدن خوب چوڑا چکلا تھا لیکن فنونِ جنگ میں اسے زیادہ مہارت نہیں معلوم ہوتی تھی۔

شیران کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہر چند کہ ہمارا تعارف زیادہ خوشگوار نہیں تھا لیکن تمھارے بارے میں معلوم کر کے مجھے افسوس ہُوا ہے اور تم سے ہمدردی ہوگئی ہے۔ مَیں تمھارے دُشمنوں کے خلاف تمھاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔"

گوسان خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا پھر گردن جھٹک کر ایک طرف چل پڑا۔ گویا اُس نے شیران کی دوستی قبول نہیں کی تھی۔

"تمھاری مرضی..." شیران نے دونوں شانے ہلائے اور وہاں سے پلٹ پڑا۔ جیب سے ایک پھل نکالا اور دانتوں سے کترتا ہُوا دریا کی طرف چل پڑا جو یہاں سے دُور تو تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہاں تک آنے جانے میں زیادہ مشکلات پیش آئیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ دریا دیکھ کر بے اختیار نہانے کو جی چاہا لیکن لباس اُتارتے وقت سدھاشی یاد آگئی۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ "اے لڑکی... اگر آج تُو مجھے یہاں نظر آئی تو مَیں تجھے پیٹے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔" اس کے بعد وہ دریا میں اُتر کر بہت دُور چلا گیا اور بیچ دریا میں نہانے لگا۔ وہ ہر معاملے میں انتہا پسند تھا ورنہ دریا کافی گہرا تھا اور ویران علاقے میں... دریا خطرناک آبی جانوروں کا مسکن ہوتے ہیں۔ ایک بار گہرے پانی سے سر اُبھارا تو کنارے سے ایک سُریلی چیخ اس کے کانوں میں پڑی اور وہ چونک کر اُدھر دیکھنے لگا۔ سدھاشی ہی تھی جو خوف زدہ انداز میں چیخ رہی تھی اور زور زور سے ہاتھ ہلا رہی تھی۔

"کیا تُو میری بُو سُونگھتی ہُوئی یہاں آمری ہے۔ مَیں نے تجھ سے کہا تھا کہ اگر تُو اس بار مجھے نظر آئی تو پٹائی کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔" شیران چیخ کر بولا اور پھر شانوں تک پانی میں اُتر گیا تھا۔ صرف چہرہ اُوپر تھا۔ اس کے بعد وہ آہستہ سے بولا۔

"مگر تُو نے سُنی ہی کب تھی میری بات۔" اس نے ایک ہاتھ نکال کر سدھاشی کو واپس جانے کا اشارہ کیا لیکن وہ دریا کے بالکل کنارے آکھڑی ہُوئی اور دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر خوف زدہ انداز میں چیخنے لگی۔ "جاتی ہے یا نہیں۔" شیران نے پھر اُسے ہاتھ سے اشارہ کیا اور سدھاشی سینے پر دونوں ہاتھ باندھ کر پریشان نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی تھی۔ اس کے حیرت انگیز طور پر لمبے بال فضا میں اُڑ رہے تھے۔ چہرہ خوف کی تصویر بنا ہُوا تھا۔ نہ جانے کیوں شیران کو یہ تصویر پسند آئی اور وہ ایک لمحے کے لیے اُسے دیکھتا رہ گیا پھر اس نے گردن جھٹکی اور غڑاپ سے پانی میں گھُس گیا۔ اَب وہ پریشان تھا۔ سدھاشی کنارے پر تھا۔ شیران سوچ رہا تھا کہ اب وہ کنارے پر کیسے نکلے گا پھر اس نے سر کو جھٹکا دیا۔ "ہونہہ دیکھا جائے گا، دیکھتا ہوں کب تک کھڑی رہتی ہے۔" اس نے بڑبڑاتے ہُوئے کہا اور دریا کے نیچے قلابازیاں کھانے لگا۔ اس طرح نہانے میں اسے بے حد لُطف آرہا تھا۔ دیر تک وہ نہاتا رہا اور ایک بار پھر اس نے گردن گھُما کر دیکھا۔

سدھاشی ایک پتھر پر بیٹھی ہُوئی تھی لیکن اس کا رُخ جنگل کی جانب تھا، گویا وہ دریا کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ شیران کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔ بہرصورت کافی دیر ہوگئی تھی نہاتے ہُوئے۔ اور کنارے سے تھوڑے فاصلے پر سر اُبھار کر اس نے پھر سدھاشی کو مخاطب کیا۔

سدھاشی اس کی طرف پلٹی، اس کے چہرے پر عجیب سی بے بسی کے تاثرات تھے اس نے پھر ہاتھ ہلا کر کچھ کہا اور شیران غصیلے انداز میں اسے گھُورنے لگا۔

سدھاشی چند ساعت اُسے دیکھتی رہی پھر وہ آگے بڑھ کر ایک درخت کے نزدیک جا کھڑی ہُوئی، اس نے درخت کے تنے کی جانب رُخ کر لیا تھا، گویا یہ کہنا چاہتی تھی کہ اَب شیران لباس بدل سکتا ہے۔

شیران کے لیے اَب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ اس کی بات مان لے اور لباس تبدیل کر لے۔ بڑے محتاط انداز میں وہ باہر نکلا اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اُس نے غرّائی ہُوئی آواز میں کہا۔

"تیرا یہاں آنا بہت ضروری تھا کیا؟"

سدھاشی رُخ بدلے بدلے اپنی جگہ سے ہٹ آئی۔

"بس بس، اَب اِدھر رُخ کر لے۔ میں نے لباس تبدیل کر لیا ہے۔" شیران بولا۔ لیکن سدھاشی نے رُخ تبدیل نہیں کیا، تب وہ خود اس کے قریب پہنچ گیا اور اُس نے سدھاشی کے دونوں شانے پکڑ کر اُسے زور سے ایک جھٹکا دیا۔ سدھاشی اُس کے سینے سے آ لگی تھی... اس کا بدن شیران کے بدن سے مس ہوگیا۔ اس نے شاید گرنے سے بچنے کے لیے شیران کے لباس کا سہارا لیا تھا۔ شیران مُسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا تھا۔

"مَیں نے سوچا تھا کہ اگر تُو یہاں آئی تو مَیں تیری پٹائی کر دوں گا، کیوں آئی ہے تُو یہاں؟" اس نے سوال کیا اور پھر خود ہی اپنے ہاتھ

پر ہاتھ مار کر بولا۔ "مصیبت تو یہ ہے کہ تو میری زبان بھی نہیں سمجھ سکتی۔ اب تو اس بات سے مجھے اُلجھن ہونے لگی ہے۔"

سدھاشی نے نگاہیں اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ ان نگاہوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ حسین سفید آنکھوں کا رنگ گلابی گلابی سا ہو رہا تھا اور چہرے پر سُرخی سی پھیل گئی تھی۔ وہ بوجھل سے انداز میں پیچھے ہٹی اور پھر اس نے گردن جُھکا لی۔ اس کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"ارے کیا ہو گیا تجھے۔ سردی لگ رہی ہے کیا؟" شیران نے پُوچھا اور اس بار اس نے نگاہیں اُٹھا کر شیران کو دیکھا پھر شیران کا بازو پکڑ کر اس پتھر کی جانب بڑھ گئی جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ بیٹھی ہُوئی تھی۔ شیران کو پتھر پر بِٹھا کر وہ خود اس کے سامنے بیٹھ گئی پھر اس نے اُنگلی کے اشارے سے کُچھ کہا جسے شیران نہ سمجھ پایا۔ تب سدھاشی نے زبان نکال دی اور پھر شیران کے مُنہ کی طرف اشارہ کر دیا۔

"کیا بکواس کر رہی ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔"

پھر وہ اپنے سینے پر اُنگلی رکھ کر بولی "سدھاشی۔۔" پھر شیران کے سینے پر اُنگلی رکھ کر کہنے لگی "شیران۔"

"ہاں ہاں سمجھتا ہوں۔" شیران نے کہا اور سدھاشی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ہینڈ۔۔" وہ ہاتھ پر اُنگلی رکھ کر بولی اور شیران کی سمجھ میں اب ساری بات آ گئی۔ وہ اُسے فرنگیوں کی زبان سکھا رہی تھی۔ شیران اس کی باتوں میں دِل چسپی لینے لگا۔ سدھاشی نے اُسے انگریزی میں بدن کے اعضا کے مختلف نام بتائے اور شیران انھیں ذہن نشین کرنے لگا پھر سدھاشی اُسے دوسرے الفاظ سکھانے لگی اور شیران اُن کے تلفظ سیکھنے لگا۔

بہت دیر گزر گئی تھی، دُھوپ نہیں نکلی تھی کیوں کہ آسمان پر بادل چھائے ہُوئے تھے لیکن وقت کے گزرنے کا احساس اسے اپنے پیٹ کی حالت سے ہُوا تھا۔ صبح کا ناشتہ بھی یونہی رہا تھا اور اب دوپہر کا وقت ہو گیا تھا۔ دفعتاً اس کا ہاتھ اپنے پستول پر پہنچ گیا۔ اس نے سدھاشی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اُسے وہیں رُکنے کا اشارہ کیا اور اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ قرب و جوار میں اتفاق سے کوئی جانور نظر نہیں آیا تب اس نے سدھاشی کا بازو پکڑا اور دریا کے کنارے کنارے آگے کی جانب بڑھنے لگا۔ سدھاشی کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی اور تھوڑی دُور چلنے کے بعد شیران کو اپنی پسندیدہ چیز نظر آ گئی۔

یہ ایک ہرن تھا جو بڑے اطمینان سے گھاس چرتا ہُوا آگے بڑھ رہا تھا۔ شیران نے بڑے اطمینان سے اس کا نشانہ لیا اور دھائیں کی آواز کے ساتھ ہی ہرن زمین پر گر پڑا۔ تڑپتے ہُوئے ہرن نے دو تین قلابازیاں کھائیں اور سدھاشی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔۔۔ اس نے ہراساں نگاہوں سے شیران کو دیکھا لیکن شیران نے اس کا شانہ تھپک دیا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ چند ہی ساعت کے بعد وہ ہرن کی کھال اپنے شکاری چاقو سے اُدھیڑ رہا تھا اور سدھاشی عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ چند ساعت کے بعد اس نے سدھاشی کو لکڑیاں جمع کرنے کے لیے کہا اور سدھاشی نے لکڑیاں جمع کرنے کے بعد انھیں مخصوص انداز میں ایک جگہ چُن دیا۔ پتھروں کو رگڑ کر چقماق کے ذریعے آگ جلائی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد شیران لکڑی کی ایک ٹکٹکی پر ہرن بھُون رہا تھا اور سدھاشی عجیب سی نگاہوں سے یہ ساری کارروائی دیکھ رہی تھی۔ خوف اور کراہیت کا جو احساس تھوڑی دیر قبل اس کی آنکھوں میں تھا، اب دُور ہو چکا تھا۔ شیران کافی محنت سے ہرن بھُون رہا تھا اور جب ہرن بھُن گیا تو اس نے اس کے بازو کا ایک ٹکڑا کاٹا اور اسے دانتوں سے اُدھیڑنے لگا۔ سدھاشی کے چہرے پر پھر کراہیت کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ دفعتاً شیران کو نہ جانے کیا خیال آیا۔ اس نے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا اور اُسے لے کر سدھاشی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"کھا لے، ساری زندگی اس سے لذیذ چیز نہ کھائی ہو گی۔" شیران نے کہا اور سدھاشی نے گوشت کا وہ ٹکڑا اپنے ہاتھ میں لے لیا پھر اس نے آہستہ آہستہ اُسے مُنہ کے قریب لے جا کر اس میں اپنے دانت گاڑے اور ٹکڑے کا ایک حصّہ توڑ کر اُسے چبانے لگی پھر وہ اطمینان سے سارا ٹکڑا چٹ کر گئی۔ شیران دِل چسپ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا پھر اُس نے کہا "پسند آیا نا۔ انسان ازلی طور پر گوشت خور ہے۔ لے اور لے۔۔۔ اور اس کے بعد یہی ہو گا کہ ہم اور تم یہاں شکار کر کے ہرن کا گوشت کھایا کریں گے۔"

پھر وہ دِل ہی دِل میں ہنسنے لگا۔ "یاتان بردما، تیری لڑکی تو میرے رنگ میں رنگ گئی۔ تمھارا سارا ڈھونگ میں نے ختم کر دیا۔" اس نے ہنستے ہُوئے سوچا۔ دفعتاً دُور سے پتھر لڑھکنے کی آواز سُنائی دی اور دونوں چونک کر اُدھر دیکھنے لگے۔ ایک چٹان سے گوسان نے چھلانگ لگائی تھی پھر وہ دوڑتا ہُوا نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

سدھاشی نے بھی اُسے دیکھ لیا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار اُبھر آئے اور وہ شیران کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی پھر دونوں واپس چل پڑے۔

رات یاتان بردما اُسی غار کے سامنے ایک پتھر پر آ بیٹھا۔

اس کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہُوئی تھی اور اس کی آنکھیں خلا میں گھُور رہی تھیں۔ شیران اس کے سامنے خاموش بیٹھا تھا تب بردما نے کہا۔

"تم نے ہرن شکار کیا تھا؟"

"ہاں۔۔" شیران بے خوفی سے بولا۔

"بے زبان معصوم جانور۔۔۔ جو تمھارے سامنے آنے سے کتراتے ہیں۔ ان کی زندگی ختم کر کے اپنی زندگی قائم رکھنا، درندگی نہیں ہے؟" یاتان نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمھارا؟" شیران کا لہجہ بگڑ گیا۔

"خوراک اور بھی تخلیق کی گئی ہے۔ خوش نما پھل، رسیلے اور فرحت بخش حیات سے بھرپُور۔ اگر ان سے پیٹ کی آگ بُجھائی جائے تو کیا حرج ہے؟"

"گوشت کھایا ہے کبھی؟" شیران نے پُوچھا۔

"نہیں نہیں۔ ایسی باتیں مت کرو۔ میں تو زمین پر رینگنے والی چیونٹی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔" یاتان بردما نے کہا۔

"کھا کر دیکھو کبھی۔ سب کُچھ بھول جاؤ گے اور پھر یہ تمھاری منطق ہے، میری نہیں۔ درختوں پر لٹکے ہُوئے پھل دیکھے ہیں کبھی؟ کیسے خوش نما لگتے ہیں۔ انھیں کیوں توڑتے ہو، کیوں کھاتے ہو۔ جانوروں کے تھنوں میں اُترا ہُوا دُودھ اُن کے بچّوں کی ملکیت ہوتا ہے اُسے کیوں پی جاتے ہو۔ اپنی بات کرو بردما! صرف اپنی بات کرو۔"

یاتان بردما عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "ٹھیک کہتے ہو۔ میں بددیانتی کرنے لگا تھا۔۔۔ یہ بھُول گیا تھا کہ تمھارا دھرم اور ہے اور میرا اور۔۔۔ بہرحال میں نے تم سے اس کہانی کا وعدہ کیا تھا۔ میں وہ کہانی تمھیں سُنا رہا ہوں۔"

شیران گہری نگاہوں سے بوڑھے یاتان کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے کی پُراسرار آنکھیں خلا میں گھُور رہی تھیں پھر اس کے ہونٹ ہلے۔

"وہ ایک روشن دوپہر تھی۔ سُورج پہاڑ کی چوٹی پر چمک رہا تھا۔ فضا میں دُھوپ پھیلی ہُوئی تھی۔ دریائے سانگ پو سے کُچھ فاصلے پر وہ ایک گھاٹی میں خیمہ زن تھے۔ ہرچند کہ دُھوپ کی وجہ سے برف پوش چوٹیوں پر چاندی چمک رہی تھی لیکن سردی اب بھی اتنی شدید تھی کہ آگ جلائے بغیر گزارا نہیں تھا۔ خیموں کے سامنے آگ روشن تھی۔ میرا آقا جو بھرپُور جوان تھا اور جس کا چہرہ رُعب دار اور شانے چوڑے تھے۔ اپنے نئے ساتھی کے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔ میں ان دونوں سے کُچھ فاصلے پر گردن جُھکائے کسی خیال میں ڈوبا بیٹھا تھا لیکن ان کے الفاظ میرے کانوں کو چھُو رہے تھے۔

"ہاں میرے دوست! میری زندگی میں اس کے سِوا کچھ نہیں تھا۔ میں جانتا ہوں کہ جانے والوں کو بھُولنا ہی پڑتا ہے لیکن کچھ لوگ اپنے ساتھ سب کُچھ لے جاتے ہیں۔ ایمی میری کائنات تھی، اس کی یاد بھُلانے کے لیے میں نے کیا کچھ نہیں کیا لیکن میں بہت کمزور ثابت ہُوا۔ میں اُسے نہ بھُول سکا اور جب اس کی یاد میرے لیے ناقابلِ برداشت ہو گئی تو میں نے اپنا سب کُچھ فروخت کر کے سیاحت کی زندگی اپنا لی۔ میں خودکشی کر لیتا۔ اُس کی تلاش میں آسمانوں کی جانب نِکل جاتا لیکن میرا بچہ۔۔۔ وہ مجھے ایمی کی نشانی معلوم ہوتا تھا۔ مجھے اس کے لیے جینا پڑا لیکن بس سیاحت ہی میں مجھے سکون ملتا تھا۔ میں نے خود کو زمین کی بھُول بھُلیوں میں گُم کر کے ہی سکون پایا۔"

"تمھارا یہ سفر کہاں کہاں رہا؟" نیلی آنکھوں والے ایمن نے پوچھا۔

"بحرالکاہل عبور کر کے میں وینکوور کے گھنے جنگلات چھانتا ہُوا جاپان پہنچا۔ وہاں سے طبیعت سیر ہو گئی تو مانچوریا پہنچا پھر دریائے یانگسی کیانگ کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہُوا یہاں تک آیا ہوں۔"

"خوب۔۔۔ اس کے بعد کیا ارادہ ہے؟"

"بس وہی آوارہ گردی۔ درۂ ماگو سے گزر کر میں کھار کانگ جاؤں گا۔ وہاں سے میپانگ اور پھر دریائے ماناس کے کنارے سفر کرتا ہُوا آسام کے راستے ہندوستان چلا جاؤں گا۔"

"اتفاق کی بات ہے کہ یہاں سے ہمارا سفر مشترک ہے۔" ایمن نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"گویا تم بھی یہی پروگرام رکھتے ہو؟"

"ہاں۔۔۔ اور اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو میپانگ کی سونے کی کانیں تمھاری دِل چسپی کا مرکز ہیں۔ کیوں؟" ایمن نے کہا اور میرے آقا کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ میرا تعلق اسی علاقے سے تھا اور جوانی کے ایک مخصوص دَور تک میں نے یہیں زندگی بسر کی تھی لیکن میرے آقا کے والد سر رابرٹ آرک ہندوستان میں مقیم تھے اور میرے والد سے اُن کے گہرے مراسم تھے۔ میرے والد کی اچانک موت کے بعد سر رابرٹ مجھے اپنے ساتھ یورپ لے گئے اور میں نے ایک طویل عمر اپنے دوست، اپنے آقا رودھ مین کے ساتھ گزاری۔ میں اُن کا ادنیٰ خادم تھا لیکن انھوں نے ہمیشہ میرے ساتھ دوستوں کا سا سلوک کیا تھا اور اس سفر کے راستے میں نے ہی ان کے لیے منتخب کیے تھے اور شیران! رودھ مین کے ننھے سے خوب صورت بیٹے لوتھر رودھ مین سے مجھے بھی بڑی محبت تھی۔ وہ میری ہی گود میں پرورش پاتا تھا۔

"ننھا سا خوب صورت بچہ اس وقت بھی تیولداری میں۔۔۔

تھا اور گہری نیند سو رہا تھا۔ ایمن، ردھا مین کا ہم وطن تھا اور شیران! تم جانتے ہو کہ جب دیارِ غیر میں دو ہم وطن مل جاتے ہیں تو اُن میں اجنبیت کے باوجود کتنی یگانگت ہو جاتی ہے۔

"دونوں گہرے دوست بن گئے اور اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ آنے والے وقت میں بھی وہ ساتھ رہیں گے اور ان کے مفادات مشترک ہوں گے۔ دونوں پُرخلوص تھے، ایک دوسرے کے ساتھ۔ بھلا مجھے اس بات پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

"دوسرے دن صبح چھولداریاں تہ کر کے خچروں پر لاد لی گئیں اور ہم نے اپنی منزل کی جانب قدم اُٹھا دیے۔ جوانی کے دن بھی خوب ہوتے ہیں۔ دِل خواہ مخواہ شرارتیں کرنے کو چاہتا ہے اور میں بھی جوان تھا۔ میرے دِل میں بھی ہر وقت شرارتیں گدگداتی رہتی تھیں۔ چھوٹا سا لوبھر میرا دوست بھی تھا، میرا ساتھی بھی۔ گو وہ ابھی اس قابل نہیں تھا کہ شرارتوں میں میرا ساتھ دے سکے لیکن میری دِلچسپیاں اُسی سے وابستہ تھیں اور ردھا مین کو مجھ پر بہت اعتماد تھا۔

"سو ہُوا یوں کہ ہم لوگ پہاڑی علاقے میں خمدار پگڈنڈیوں پر سفر کرتے ہُوئے سطحِ مرتفع پر چڑھ رہے تھے۔ آس پاس درختوں کے گھنے جُھنڈ بکھرے ہُوئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی بستیاں بے ترتیبی سے بکھری ہُوئی تھیں۔ لوبھر ردھا مین بھوک سے رونے لگا تو یہ سفر رُک گیا۔

"یاتان! بچّے کو دُودھ پلا دو۔ ہم تھوڑی دیر قیام کر لیتے ہیں۔" میرے آقا نے کہا۔

"لیکن بد قسمتی سے دُودھ کا برتن خالی تھا۔ میں نے آقا کو بتایا تو اُس نے کہا۔

"تمھیں کسی نزدیکی بستی جا کر دُودھ لانا پڑے گا۔ جلدی سے جاؤ اور دودھ حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

"سو میں برتن لے کر چل پڑا اور جلد ہی ایک ننھی بستی کے پاس پہنچ گیا۔ بستی کے ایک کنویں کے پاس دُودھ کے برتن رکھے ہُوئے تھے۔ مجھے شرارت سُوجھی تو میں نے دُودھ سے اپنا برتن بھر کر باقی دُودھ کنویں میں اُنڈیل دیا اور اس کا کوئی مقصد نہیں تھا، بس اسے شرارت کہا جا سکتا تھا لیکن یہ شرارت ایک واقعے کی وجہ بن گئی۔ دُودھ لے کر میں واپس آ گیا اور بچّے کو دُودھ پلانے کے بعد ہم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا اور اپنی منزل کی جانب گامزن ہو گئے۔ میں بچّے کو گود میں لیے ایک خچر پر بیٹھا ہُوا تھا۔ تین جانوروں پر سامان لدا ہُوا تھا اور سب سے آگے میرا آقا اپنے دوست کے ساتھ گفتگو کرتا ہُوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس وقت ہم جس پگڈنڈی سے گزر رہے تھے اُس کے ایک جانب پہاڑ کی بلند دیوار تھی اور دوسری طرف گہرائیاں۔ یہاں ہمیں بہت سنبھل کر سفر کرنا پڑ رہا تھا... اور اس وقت ہم ایک موڑ سے مُڑ رہے تھے کہ دفعتاً ہم پر گولیوں کی بوچھار ہو گئی۔ ماحول کی خاموشی خوف ناک دھماکوں سے گونج اُٹھی اور فضا میں چیخیں اور پھر اُن کی بازگشت گونجنے لگی۔

"سامان سے لدے جانور بدک گئے۔ گولیوں کی دوسری باڑ چلی تو میں نے اپنے مالک کے سینے سے خون اُبلتے دیکھا۔ ایک گولی میرے خچر کو لگی اور وہ سَر کے بل قلابازی کھا گیا۔ لوبھر میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور میرے سر سے خون بہنے لگا۔

"ایمن نے لوبھر کو زمین پر گرتے دیکھا تو وہ خچر سے کُود کر اُترا اور لوبھر کو دبوچ کر ڈھلوان میں دوڑتا چلا گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ خود کو نہ سنبھال سکے گا لیکن میں خود بھی اس کی مدد کرنے سے قاصر تھا۔ میں نے ذہن میں در آنے والی تاریکیوں کا مقابلہ کرتے ہُوئے سر اُٹھا کر اُن وحشیوں کو دیکھا۔ یہ تبت کے قبائلی لٹیرے تھے۔

"میرے حواس جواب دے گئے اور بے ہوشی نے مجھ پر غلبہ پا لیا۔

"ایمن کی خوش قسمتی تھی کہ گھنے درختوں نے اُسے اُس پاتال میں قلابازیاں کھانے سے بچا لیا۔ وہ درختوں کے جُھنڈ میں دم سادھے کھڑا تھا۔ چند لمحوں کے لیے وہ لوبھر کو بھُول چکا تھا جو اس کی باہوں کی سخت گرفت میں کسمسا رہا تھا۔

"دفعتاً لوبھر سخت گرفت کے باعث رونے لگا تو وہ وہاں سے بھی ہٹ گیا کہ کہیں لٹیرے بچّے کی آواز سے اس کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔ وہ سنبھل سنبھل کر قدم رکھتے ہُوئے نیچے اُتر گیا لیکن اُس کی تمام تر احتیاط کے باوجود بھی لٹیروں کی نظر اُس پر پڑ گئی اور وہ اُس کی جانب اشارہ کر کے شور مچاتے ہُوئے تعاقب میں بھاگے۔ ایمن پُوری قوت سے دوڑتا رہا۔ تعاقب میں آنے والے اَب پیچھے رہ گئے تھے۔

"دُور سے ایک بستی کے آثار نظر آئے۔ یہ وہی بستی تھی جہاں سے میں نے دُودھ حاصل کیا تھا۔ چنانچہ بستی کا جو پہلا جھونپڑا اُسے نظر آیا، وہ بِلا سوچے سمجھے اُس میں گھُس گیا۔

"جھونپڑے میں کوئی نہ تھا۔ کونے میں ایک پالنا رکھا تھا جس میں ایک ننھا سا بچّہ محوِ خواب تھا۔ ایمن نے چند لمحے تک کچھ سوچا اور پھر لوبھر کو بھی پالنے میں لٹا کر تیزی سے باہر نکل آیا۔

تعاقب میں آنے والوں کی آوازیں قریب تر آنے لگی تھیں۔ عقبی سمت میں تھوڑے فاصلے پر ہی پہاڑی سلسلہ تھا۔ وہ آن کی آن میں وہاں پہنچ گیا۔

دفعتاً کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ جیسے کوئی شدید کرب میں مبتلا

ہو۔ وہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ آواز دوبارہ اُبھری تو وہ سمت کا اندازہ لگا کر اُس طرف بڑھا۔

وہ ایک بدھ بھکشو تھا، جو زرد لبادہ اور نقاب پہنے زمین پر پڑا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

ایمن اُس کی تکلیف کی وجہ جاننے کے لیے بڑھا ہی تھا کہ ایک پتھر سے پھسل کر گرنے لگا لیکن اُس نے پھُرتی سے اپنا رُخ بدل لیا، اس کی یہ پھُرتی ہی جان بچانے کا سبب بن گئی۔

ایک گہرے نیلے رنگ کا بچھو عین اُس کے پیچھے اُسے ڈسنے کو تیار تھا۔ ایمن نے پتھر اُٹھا کر اُسے دے مارا۔ بدھ بھکشو کا جسم نیلا پڑ چکا تھا اور وہ اب بے حس و بے حرکت پڑا تھا۔

ایمن چند لمحے خاموشی سے کھڑا کچھ سوچتا رہا، پھر برق رفتاری سے بدھ بھکشو کے کپڑے اُتار کر خود پہن لیے اور اُس کی لاش کو جھاڑیوں میں پوشیدہ کر دیا۔ خوف و دہشت نے اُس کی حالت خراب کر رکھی تھی اور وہ یہ سب کچھ میکانیکی انداز میں کر رہا تھا۔ لٹیروں کا خیال بھی اس کے ذہن سے نکل گیا تھا، جو اُسے ایک بے ضرر بدھ بھکشو سمجھ کر نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئے تھے...

"ایک منٹ یاتان، ایک منٹ۔" شیران نے بوڑھے بردما کو ٹوک دیا اور وہ خاموش ہو گیا لیکن اس کی آنکھیں خواب ناک ہو رہی تھیں۔ وہ شاید ماضی میں کھو گیا تھا پھر جب اس کے حواس بحال ہوئے تو اس نے شیران کی طرف دیکھا۔

"تمھیں نیند آ رہی ہے؟"

"نہیں... ایک سوال میرے ذہن میں بار بار مچل رہا ہے۔ کہانی اتنی دِلچسپ ہے کہ درمیان میں ٹوکنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔"

"کیا سوال ہے؟"

"یہ بدھ بھکشو کیا ہوتے ہیں؟"

"رُوحانیت کے طلب گار... دُنیا کو بھُول کر صرف بُدھا کی تعلیمات میں گُم ہو جانے والے۔"

"وہ زرد لبادے اور زرد نقاب ضرور پہنتے ہیں؟"

"ہاں... دُنیا کا لباس ترک کر کے وہ صرف ستر پوشی پر اکتفا کرتے ہیں۔" یاتان نے جواب دیا۔

"جھُوٹ بولنا بھی تمھارے دھرم میں شامل ہے؟" شیران نے کہا۔ یاتان چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں مُسکراہٹ ناچنے لگی۔

"تم بے حد صاف گو انسان ہو شیران! ممکن ہے، دوسرے لوگوں کو تمھاری یہ صفت پسند نہ آئے۔ بہرحال تم میرے کون سے جھُوٹ کی نشان دہی کر رہے ہو؟"

"تم نے کہا تھا کہ تمھارا چہرہ کوڑھ کا شکار ہے۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا میرے بچّے! کوڑھ کی صرف ایک ہی قسم نہیں ہوتی۔ گناہوں کا احساس ہو جائے تو پھر کسی محاسب کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسان خود اپنے آپ کو پرکھ لیتا ہے۔ میں اپنی ذات کی اسی پرکھ کو کوڑھ کہتا ہوں۔"

"تو تم بھی بدھ بھکشو ہو؟"

"ہاں... اپنے گناہوں سے خوف زدہ ہو کر عبادت کر رہا ہوں، اسی لیے میں نے چہرہ چھُپا رکھا ہے۔ اچھا اَب میری عبادت کا وقت ہو رہا ہے۔ باقی آیندہ سہی۔" یہ کہہ کر یاتان اُٹھ کھڑا ہُوا۔

اور یہ حقیقت تھی کہ ساری رات شیران وہ ادھوری کہانی اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا پھر سدھاشی کی آمد ہی اُسے حقیقت کی دُنیا میں لائی۔

"جاگو گے نہیں۔" اُس نے انگریزی میں کہا اور شیران اُسے دیکھنے لگا۔ اس وقت اُسے دیکھ کر شیران کی آنکھوں میں ناگواری کے آثار نہیں اُبھرے تھے۔

سدھاشی نے اُسے اشاروں سے اپنے الفاظ کا مطلب سمجھایا اور شیران سر ہلاتے ہُوئے اُٹھ بیٹھا، سدھاشی پیچھے ہٹ گئی۔ شیران غار سے باہر نکل آیا تو سدھاشی اُس کے لیے دُودھ وغیرہ لینے چلی گئی۔

دُودھ پی کر شیران اس کے ساتھ پہاڑوں کی طرف چل پڑا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "تیرے ساتھ گونگوں کی سی زندگی گزارنے سے اَب اُلجھن ہونے لگی ہے۔ جلدی سے مجھے یہ زبان سکھا دے۔"

سدھاشی اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکی تھی لیکن اس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ بدستور چسپاں تھی۔ شیران اس کے ساتھ کافی دُور نکل آیا۔ آج انھوں نے ایک اور سمت اختیار کی تھی۔ شیران سب سے پہلے شکار کرنا چاہتا تھا۔ اس کی نگاہیں شکار کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں اور پھر اُسے ہرنوں کی ایک ڈار نظر آ گئی۔ اس نے جلدی سے پستول سیدھا کر لیا تھا لیکن گوسان کی مداخلت کی وجہ سے وہ ہرنوں پر گولی نہ چلا سکا۔

شیران تعجب سے گوسان کو دیکھنے لگا جو ایک چٹان پر کھڑا تھا۔

"یہ ہمارا تعاقب کر رہا ہے اور ہرنوں کی ڈار کو اُسی نے بھگایا ہے۔" شیران نے ہاتھوں کے اشارے سے سدھاشی کو کہا۔ شیران نے محسوس کیا کہ وہ اُس کا مطلب سمجھ رہی ہے پھر اُس کی نگاہوں میں تعجب کے آثار نمودار ہو گئے۔

"مگر مجھے تعجب ہے کہ گوسان ہمارا تعاقب کیوں کر رہا ہے؟"

شیراں پُرخیال انداز میں بولا۔

اُسے یقین تھا کہ سدھاشی اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکے گی تب اُس نے خود سے کہا: لیکن تعجب ہے کہ یہ احمق نوجوان ہمارا تعاقب کیوں کر رہا ہے اس کے دل میں کیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ رقابت کا شکار ہو گیا ہو؛ یہ خیال شیراں کے دل میں دیر تک کھٹکتا رہا۔ دوسری جانب سدھاشی کے چہرے پر بھی تفکر کے آثار نمایاں تھے۔

گوسان اب اپنی جگہ موجود نہیں تھا۔ ہرنوں کی ڈار نگاہوں سے اوجھل ہو چکی تھی اور اب دُور دُور تک کوئی بھی جانور نہیں نظر آ رہا تھا۔ شیراں کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ اُس نے سدھاشی کا بازو پکڑا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کافی دُور جا کر اُس نے قرب وجوار میں دیکھا۔ اس وقت گوسان کہیں موجود نہ تھا۔ وہ صرف دو خرگوش ہی شکار کر سکے تھے۔

شام تک دونوں جنگل میں آوارہ گردی کرتے رہے۔ اس دوران سدھاشی اپنا کام انجام دیتی رہی تھی۔ انگریزی کے بے شمار الفاظ اُس نے شیراں کو بتائے تھے۔ گوسان اس کے بعد نظر نہیں آیا اور پھر وہ واپس چل پڑے۔ یاتان اپنی عبادت گاہ میں موجود تھا۔ اسے ان سارے حالات سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ سدھاشی بھی اپنے غار کی طرف چلی گئی پھر رات ہو گئی اور یاتان مسکراتا ہوا اُس کے پاس پہنچ گیا۔

"کیسا دن گزرا شیراں، کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی تمھیں؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں... تمھاری بیٹی بہت اچھی ہے۔"

"ہاں... لیکن اُسے یہ جنگل پسند نہیں۔ اُس نے ایک عمر باہر کی دُنیا میں گزاری ہے۔"

"یاتان... مجھے ایسا لگتا ہے، جیسے گوسان، سدھاشی کو پسند کرتا ہے۔"

"ہاں لیکن سدھاشی گوسان کو زیادہ پسند نہیں کرتی۔ وہ جدید دُنیا کی شائق ہے۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو... میں اپنی پریشانیوں میں تمھیں بھی گھسیٹ رہا ہوں۔ ہاں اگر میری کچھ مدد کرنا چاہو تو بس اتنی مدد ضرور کرنا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے مانوس کر دو۔"

شیراں نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کسی خیال میں گم ہو گیا تھا تب یاتان نے پوچھا: "کل کی تشنہ کہانی پوری کریں؟"

"ہاں... مجھے اس سے دلچسپی ہے۔" شیراں نے کہا اور یاتان بردوما کی آنکھیں اُنھی خوابوں میں کھو گئیں۔ آہستہ آہستہ وہ اس دُنیا میں لوٹ گیا تھا۔

"ایمن بدھ بھکشو کا لباس پہن کر اپنی زندگی بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دوسری طرف اس گاؤں کا حال سنو، جہاں اُس نے لوتھر کو چھوڑا تھا۔

"جھونپڑے کی مالکہ سامی نام کی عورت تھی جو اپنے بچے کو جھولے میں ڈال کر کسی کام سے باہر گئی تھی۔ جب وہ واپس آئی تو جھولے میں ایک کے بجائے دو بچے دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ اس نے قریب آ کر دیکھا اور... وہ پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی باہر نکل آئی پھر معمر بدھ بھکشو بھی پہنچ گئے اور لوتھر کو بغور دیکھا۔ کچھ ہی دیر بعد انھوں نے اُسے دلائی لامہ قرار دے دیا۔

"باہر کھڑے ہوئے بدھ بھکشو تیزی سے اندر گھس آئے تھے۔

"میں تمھیں بدھ مت کے بارے میں کچھ اور تفصیل بتا دوں، شیراں! اُن کا سب سے بڑا رہنما جو تبت کا مذہبی حکمراں بھی ہوتا ہے۔ دلائی لامہ کہلاتا ہے۔ ایک مذہبی گروہ ہوتا ہے اور ایک سیاسی، دونوں مل کر حکومت چلاتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ یہ عہدے موروثی ہوتے ہیں لیکن ہمیشہ سے ان دونوں گروہوں میں ٹھنی رہی ہے۔ دلائی لامہ سیاسی نہیں ہوتے اس لیے اگر ان میں اختلاف ہو جائے تو نقصان انھیں ہی اُٹھانا پڑتا ہے اور شیراں! یہ سلسلہ طویل عرصے سے چلا آ رہا ہے۔ اب تک بہت سے دلائی لامہ تبت کے تخت پر بیٹھ چکے ہیں۔ دلائی لامہ کے بالغ ہونے تک ایک ایجنٹ جس کا تعلق سیاسی گروہ سے ہوتا ہے، حکمرانی کرتا ہے... لیکن دلائی لاماؤں کے خلاف صدیوں سے ایک سازش ہو رہی ہے۔ ایک ایسی سازش جو طشت ازبام ہو جائے تو... ایسا کشت وخون ہو کہ گلیاں، سڑکیں، بازار اور میدان خون سے بھر جائیں۔ یہ سازش میرے سینے میں بند ہے۔ میں اسی کشت وخون کو روکنے کے لیے ان پہاڑوں میں آ چھپا ہوں۔"

"کیسی سازش ہے وہ؟" شیراں نے پوچھا۔

"اگر تم اس کا انکشاف کہیں اور نہ کرو... تو میں تمھیں بتانے کو تیار ہوں۔"

"دیکھو یاتان بردوما... میرا مذہب دوسرا ہے۔ مجھے تمھارے اُن اصولوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں بھلا کیسے یہ بات بتانے جا رہا ہوں۔" شیراں نے کہا۔

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن میں اِن واقعات سے اس قدر خوف زدہ ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت یہ طوفان اُٹھے گا اور اس کا نتیجہ بے حد بھیانک ہو گا۔ دلائی لامہ جب بیس اکیس برس کا ہوتا ہے تو اس کی صحت خراب ہونے لگتی ہے اور پھر تقریباً پچیس سال کی عمر میں وہ اچانک غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ملک کے بڑے بڑے بھکشو نئے دلائی لامہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے

ہیں اور کسی شیرخوار بچے کو دلائی لامہ قرار دے کر لہاسہ لے آتے ہیں پھر اس کی پرورش لہاسہ کے بڑے مٹھ میں ہوتی ہے اور ان لوگوں کا بڑا احترام کیا جاتا ہے جہاں سے وہ بچہ دستیاب ہوتا ہے۔

"اور میرے بچے! میں بھی انھی لوگوں میں تھا جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ دلائی لامہ کی عمر پچیس برس سے زیادہ نہیں ہوتی اور اس کے بعد وہ دیوتاؤں کی تحویل میں چلا جاتا ہے لیکن گزرے ہوئے وقت نے اس کہانی میں ایک انوکھی تحریف کر دی لیکن ابھی یہ تحریف صرف میرے سینے میں محفوظ ہے اور دوسرے اس سے ناواقف ہیں۔

"ایمن بھی بہ آسانی راہبوں کے اس جلوس میں شامل ہو گیا جو لہاسہ کی جانب جا رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اُسے اپنے دوست سے عقیدت ہو گئی تھی جو مارا گیا تھا اور اس نے تہیّہ کر لیا تھا کہ وہ لوتھر سے دُور نہیں رہے گا اور اس کی نگہداشت کرے گا۔ چنانچہ وہ نئے دلائی لامہ کے جلوس کے ساتھ لہاسہ چل پڑا۔ بے شمار راہب اور بھکشو اس جلوس میں شریک ہوتے جا رہے تھے اس طرح یہ جلوس لہاسہ کے پوتالا مٹھ میں داخل ہو کر سُرخ محل پہنچ گیا۔ ننھا لوتھر ایک پالکی میں تھا اور پالکی سُرخ محل میں داخل ہو گئی لیکن بھکشوؤں کے لیے ایک جگہ مخصوص تھی اور انھیں اس سے آگے جانے کی ممانعت تھی۔ تاہم ایمن کو اطمینان تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح لوتھر پر نگاہ رکھ سکے گا۔

"اور ہاں، اپنے بارے میں، میں تمھیں تفصیل بتاؤں کہ میں خچر سے گر کر زخمی ہو گیا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر تک میں بے ہوش رہا لیکن پھر مجھے ہوش آ گیا۔ میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ اردگرد کا ماحول بہت خطرناک تھا۔ نقاہت کی وجہ سے قدم اُٹھانا دوبھر ہو رہا تھا لیکن میں گرتا پڑتا، اس بستی میں پہنچ گیا جہاں یہ سارے ہنگامے ہو رہے تھے۔ میں خود بھی لہاسہ کی طرف جانے والے اس جلوس میں شریک تھا لیکن مٹھ میں عام لوگ نہیں داخل ہو سکتے تھے اس لیے میں باہر ہی رہا۔

یوں تو میں اسی ملک کا باشندہ تھا شیراں! لیکن زندگی کا بیشتر حصہ باہر گزارنے کے باعث یہاں کے طور طریق بھول چکا تھا۔ بڑا پریشان تھا میں اور مہینوں پریشان پھرتا رہا لیکن مٹھ میں داخلے کا کوئی راستہ نہیں مل سکا پھر ایک شام میں ایک عبادت گاہ کے دالان میں مایوس و پریشان بیٹھا تھا کہ مجھے شویان مل گئے۔ ایک نیک اور عبادت گزار انسان... جو بھکشو تو نہ تھے لیکن مذہبی عالم تھے اور عام سی زندگی گزار رہے تھے۔ شویان مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھے وہاں رکھ لیا۔ ان کی بیٹی ہائی شی بے حد خوب صورت تھی، بڑی ہی دلنواز... میں اس کے ساتھ مل کر اُن کے گھر کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ مٹھ میں جو سالانہ بڑی عبادت ہوتی تھی، شویان اس کے لیے انتظامات کرتے تھے۔ چنانچہ ایک سال کے بعد میں نے مٹھ میں داخل ہونے کا شرف حاصل کر لیا۔ میں شویان کے ملازم کی حیثیت سے مٹھ میں کچھ سامان لے کر داخل ہوا تھا۔

"مٹھ کے اندرونی معاملات بے حد پُراسرار تھے۔ ہر شخص پر گہری نگاہ رکھی جاتی تھی۔ ایک ایک چپّے پر سپاہی موجود ہوتے تھے۔ کوئی ایسی صورت نہیں نظر آئی جس سے میں کسی طرح لوتھر کو دیکھ سکتا۔ میں اس کوشش میں ناکام رہا۔ تاہم مٹھ میں داخل ہونے کے لیے میں نے چند خفیہ لیکن خطرناک راستے تلاش کر لیے۔ میں نے ان راستوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔

سالانہ پوجا ختم ہو گئی۔ اس دوران میں نے بس دُور سے ایک بار لوتھر کو دیکھا تھا۔ اس کے بدن پر زرد لبادہ اور چہرے پر زرد نقاب تھی۔ وہ بظاہر خوش نظر آتا تھا۔ تین سال گزر گئے۔ میں نے بارہا کوشش کی کہ ان خفیہ راستوں سے اندر داخل ہو جاؤں لیکن ناکام رہا۔ وہاں انتہائی سخت پہرہ ہوتا تھا اور سپاہی ایک لمحے کے لیے غافل نہیں ہوتے تھے۔ البتہ سال کے سال مجھے اندر داخل ہونے کا موقع ضرور مل جاتا تھا۔

"چوتھے سال میں، ایک دن اچانک شویان کے دل میں درد اُٹھا اور اُس کی حالت بگڑ گئی۔ اُس نے مجھے طلب کیا اور مایوس نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا: "یاتان! اب میں نہ جی سکوں گا۔ میری زندگی میں کوئی پریشانی نہیں ہے، سوائے ہائی شی کے۔ کیا تم میری یہ پریشانی دُور کر سکتے ہو؟"

"وہ کس طرح؟" میں نے سوال کیا۔

"اسے اپنی شریکِ زندگی بنا کر۔"

"شیراں! انسان بے حد خود غرض ہوتا ہے۔ شویان نے مجھے سہارا دیا تھا۔ سب کچھ کیا تھا اُس نے میرے لیے، مجھے پُراسرار علوم سے روشناس کر دیا تھا۔ عبادت سکھائی تھی، مجھے عزت اور مرتبہ دیا تھا چنانچہ میں نے شویان کے سامنے گردن جھکا دی اور وہ ہائی شی کو میرے حوالے کر کے مر گیا۔ اس کے بعد اس کے فرائض مجھے سنبھالنے پڑے اور میں نے نہایت خوشی سے یہ فرائض سنبھال لیے۔ سالانہ جشن کے موقع پر میں نے نہایت سرگرمی سے وہ سارے انتظامات کیے جو ہمیشہ ہوتے تھے بلکہ پہلے سے زیادہ خوش اسلوبی سے کیے جس سے منتظمین بہت خوش ہوئے۔ مجھے کچھ خصوصی مراعات سے نوازا گیا اور شیراں! جشن کی رات میری ملاقات ایمن سے ہو گئی۔ جشن جاری تھا۔

"میں سُرخ محل تک رسائی حاصل کر چکا تھا اور اب اس کی غلام گردشوں میں چکرا رہا تھا کہ میں نے ایک راہب کو دیکھا۔ وہ ایک ستون کے سہارے خاموش کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔

"میں خوف زدہ ہوگیا۔ مجھے خیال گزرا کہ شاید اُسے مجھ پر کوئی شبہہ ہوگیا ہے۔ میں نے وہاں سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے روکا اور آہستہ آہستہ چلتا ہُوا میرے پاس آگیا... پھر اس کی آواز اُبھری۔

'یاتان بردما!'

جس انداز میں مجھے پُکارا گیا تھا اور جس لہجے میں پُکارا گیا تھا اُسے سُن کر میں دنگ رہ گیا۔

'کون ہو تم؟'

'امین...!' جواب ملا اور میرے بچے! میرے ذہن کے سارے دریچے کُھل گئے۔ یہ میرے آقا کا دوست تھا اور مجھے اس کا نام بخوبی یاد تھا۔ میں حیرت سے اُچھل پڑا۔

'مسٹر امین! آپ...' میں نے انگریزی میں کہا۔

'ہاں یاتان! یہ میں ہوں۔' اس نے جواب دیا اور میں نے آگے بڑھ کر فرطِ مسرت سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

'میرے ساتھ آؤ یاتان! تمھارے پاس وقت ہے؟'

'ضرور مسٹر امین!' میں نے جواب دیا اور امین مجھے ساتھ لے کر اس طرف چل پڑا جہاں اس کا ٹھکانہ تھا۔ ایک چھوٹی سی کوٹھری میں پہنچ کر اُس نے دروازہ بند کرلیا اور اپنے چہرے کا زرد نقاب اُتار دیا۔

وہ بہت کمزور اور لاغر نظر آرہا تھا۔

'تم یہاں کب پہنچے یاتان؟'

'بہت عرصے سے ہوں۔ اُسی وقت سے جب لوبھر کو یہاں لایا گیا تھا۔' میں نے جواب دیا۔

'آہ... میں بھی اُسی وقت سے ہوں۔'

'مگر اس لباس میں آقا؟'

'ہاں... اسی رُوپ میں، میں ایک گونگا راہب ہوں۔'

'اوہ... مگر آپ یہاں کیسے آگئے؟'

'لوبھر کی خاطر۔'

'تو آپ کو بھی لوبھر سے پیار ہے؟'

'یہ سوال بہت عجیب ہے یاتان! یوں سمجھو، میں نے اپنی زندگی اس کے لیے وقف کردی ہے۔ میں اس کے بارے میں تمھارے جذبات نہیں سمجھتا یاتان لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ تم نے اس کی پرورش کی ہے۔ تم بھی ضرور اسے چاہتے ہوگے۔ یہاں اس کی زندگی خطرے میں ہے۔'

'لوبھر کی زندگی...؟' میں نے تعجب سے پوچھا۔ 'مجھے مختصراً بتاؤ میرے دوست میرے آقا، ہمارے پاس ساری رات پڑی ہُوئی ہے۔' میں نے کہا۔

'تم میری صحت دیکھ رہے ہو۔ جانتے ہو میرا یہ حال کیوں ہُوا۔ میں اپنے ہاتھوں سے زہر کھا رہا ہوں۔'

'زہر... مگر کیوں؟'

'لوبھر کی خاطر۔'

'تم کیا کہہ رہے ہو آقا۔ یقین کرو، میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔' میں نے شدید حیرت سے کہا۔

'میں نے یہاں بہت کچھ دیکھا ہے یاتان۔ بڑی پُراسرار کہانیاں وابستہ ہیں اس عمارت سے۔ یہ کہانیاں صدیوں سے جوں کی توں چلی آرہی ہیں اور یہ یہاں کی روایت بن گئی ہیں۔'

'مجھے ان کے بارے میں بتاؤ۔'

'تم امبان کے بارے میں جانتے ہو؟'

'ایک امبان تو وہ ہے جو دلائی لامہ کا اتالیق اور سیاسی گروہ کا سربراہ ہے۔'

'میں اُسی کی بات کر رہا ہوں۔' امین نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

'وہ بہت بڑی شخصیت ہے۔ ایک اعلا خاندان کا چشم و چراغ۔ اس خاندان کا، جس کے افراد ہمیشہ سیاسی گروہ کے سربراہ ہوتے ہیں۔'

'ہاں... میں نے اُسی سیاسی گروہ کے سربراہان کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ دلائی لامہ ہمیشہ بیس سے پچیس سال کی عمر میں یا تو مر جاتا ہے یا غائب ہوجاتا ہے۔'

'ہاں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور یہ ایک مذہبی روایت ہے، میرے دوست یاتان... یہ سازش بھی اتنی ہی قدیم ہے۔ یُوں سمجھو، صدیوں سے ہوتی چلی آئی ہے اور نہ جانے کب تک جاری رہے گی لیکن افسوس اس بار ایک معصوم بچہ اس سازش کا شکار ہو رہا ہے۔'

'کیسی سازش ہے یہ؟' میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

'سُنو یاتان! دلائی لامہ روایات کے تحت غائب نہیں ہوتا بلکہ اُسے غائب کیا جاتا ہے۔ ابتدا ہی سے اُسے خوراک میں زہر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی صحت خراب رہے اور اس کی ذہنی صلاحیتیں اجاگر نہ ہونے پائیں۔ یہ زہر خوراک میں شامل ہوتا ہے لیکن بہت ہلکا، بہت لطیف۔ نتیجتاً یا تو دلائی لامہ کی موت واقع ہوجاتی ہے یا پھر وہ ذہنی طور پر ماؤف ہوجاتا ہے اور اس کے بعد اُسے غائب کرکے نئے دلائی لامہ کی تلاش شروع کردی جاتی ہے۔'

'مگر کیوں... ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟'

'تاکہ سیاسی گروہ کا اقتدار برقرار رہے اور دلائی لامہ کی حکومت

قائم نہ ہوسکے۔'

میری حیرت کی انتہا نہ رہی تھی۔ میرے تمام عقائد راکھ ہوگئے تھے۔ بڑی مشکل سے میں نے خود کو سنبھالا اور بولا: 'لیکن تمھیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہُوا؟'

'اس طرح کہ میں اب امبان کے خاص لوگوں میں سے ہوں اور لوبھر کو خوراک میرے ذریعے جاتی ہے۔ وہ میری نگرانی میں کھانا کھاتا ہے اور میں خود اس کی خوراک میں زہر ملاتا ہوں۔'

'تم... تم خود؟'

'ہاں... لیکن لوبھر کی زندگی بچانے کے لیے میں خود کو ہلاک کر رہا ہوں۔ وہ زہریلی خوراک میں خود کھاتا ہوں۔ خوراک کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ میں ایسی خوراک بھی ساتھ لے جاتا ہوں جو زہریلی نہیں ہوتی۔ دوسرے راہب باہر رُک جاتے ہیں۔ صاف خوراک میں لوبھر کو کھلا دیتا ہوں اور زہریلی خوراک...'

امین ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ میری آنکھیں بھیگ گئیں۔ قُربانی اور ایثار کی اس سے اعلا مثال ملنا ناممکن تھی۔ میں بے حد متاثر ہُوا تھا۔

'اس طرح امبان اپنا اقتدار برقرار رکھتا ہے۔ اس کی سازش کا جال منٹھ کی عمارت کے کونے کونے میں پھیلا ہُوا ہے۔ میں نے بڑی مشکل اور محنت سے یہ اعتماد حاصل کیا ہے لیکن اگر میں بھی چاہوں تو اس محل سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔ امبان کے آدمی یہاں اُڑنے والے پرندوں کی بھی نگرانی کرتے ہیں۔ اَب بتاؤ یاتان! ہم لوبھر کو کیسے بچائیں؟'

'میں تمھارا غلام ہوں امین! مجھے حُکم دو، مجھے سال میں ایک بار یہاں آنے کی اجازت ملتی ہے اور میں...' میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ باہر سے کچھ آوازیں سُنائی دیں اور امین کا چہرہ زرد ہوگیا۔

'کسی کو شبہہ ہوگیا ہے۔' وہ سرگوشیانہ انداز میں بولا۔

'اَب کیا کروں؟'

'آہ... آہ... کہیں کھیل ختم نہ ہوجائے۔ کیا تم اس کھڑکی کے راستے باہر جاسکتے ہو۔ وہاں سے تم چھت پر پہنچ جاؤ گے اور پھر چھت سے اُتر کر چلے جانا۔'

صورتِ حال اس قدر خوف ناک ہوگئی تھی کہ اَب سوچنے کا وقت نہیں رہا تھا۔ چنانچہ میں کھڑکی کی طرف لپکا اور پھر اس کھڑکی سے باہر نکلنے میں مجھے بہت دِقت پیش آئی تھی لیکن بہرطور میں کسی نہ کسی طرح اس کوشش میں کامیاب ہوگیا اور اس کمرے کی چھت پر پہنچ گیا۔ چھت کے کنارے پہنچ کر میں نے احتیاط سے نیچے جھانکا۔ ایک تبتی سپاہی دروازے پر کھڑا ہُوا تھا۔ اس کے قُرب وجوار میں اور کوئی نہیں تھا اس لیے میں انتظار کرنے لگا۔

جب امین کو میرے پوشیدہ ہوجانے کا یقین ہوگیا تو اس نے دروازہ کھول دیا اور سپاہی اندر داخل ہوگیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی میں موقع پاکر نیچے کود گیا... پھر تیز رفتاری سے چل پڑا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں مجھے ہونا چاہیے تھا۔

لیکن میرے دل و دماغ پر بہت بوجھ آپڑا تھا۔ امین کی عظمت کا مجھے احساس تھا حالانکہ اس کا لوبھر سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن وہ لوبھر کے لیے جان کی بازی لگا چُکا تھا۔

مختصر یہ شیران! کہ میں اپنی سی کوششوں میں لگا رہا لیکن سُرخ محل میں رسائی ناممکن تھی۔ دوسرے سال ہی اس کا موقع مِل سکا اور میں نے سخت کوشش کرکے امین کو تلاش کرلیا۔ اس کی صحت کافی گرگئی تھی۔ وہ بولتے ہُوئے ہانپنے لگتا تھا۔ اس نے بتایا کہ حالات جُوں کے توں ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہُوئی ہے۔ میں نے کئی بار لوبھر کے ساتھ فرار ہونے کی کوشش کی ہے لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔

'پھر اَب کیا ارادہ ہے مسٹر امین؟' میں نے سوال کیا۔

'کچھ نہیں... اس وقت تک تگ و دو کرتا رہوں گا جب تک جان ہے۔ موت آجائے تو دوسری بات ہے بہرحال لوبھر زندہ ہے... تندرست ہے۔ ابھی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے اور امبان اس کی صحت سے خوف زدہ ہے۔ اس کا خیال ہے کہ دیوتا دلائی لامہ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ کئی بار مجھ سے کہہ چُکا ہے: کیا دلائی لامہ کو خوراک مناسب طور پر مِل رہی ہے؟ میں اُس کے جواب میں اُسے اطمینان دِلا دیتا ہوں لیکن میں اپنے طور پر محسوس کرتا ہوں کہ اُسے قطعاً اطمینان نہیں ہے بلکہ وہ میرے جواب پر کُچھ پریشان سا لگتا ہے۔'

'مسٹر امین! کیا میری ملاقات لوبھر سے ہوسکتی ہے؟'

'نہیں... یہ کسی طور مُناسب نہیں رہے گا۔ لوبھر بہت سمجھ دار ہوگیا ہے۔ ہرچند کہ اس کی عمر زیادہ نہیں ہے لیکن وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ ہوگیا ہے۔ وہ بے حد سمجھ دار ہے۔ اس وقت تک تم اس سے نہ ملو تو بہتر ہے، جب تک ہم اس کے فرار کا بندوبست نہ کرلیں۔' امین نے کہا۔

بے چارہ امین اپنی تمام تر کوشش اس بات پر صرف کر رہا تھا کہ کسی طرح لوبھر کو لے کر یہاں سے فرار ہوجائے، حالانکہ یہ فرض میرا تھا اور اُس کی جگہ مجھے اس تندہی سے کام کرنا چاہیے تھا۔ میں بدنصیب بھی مجبور تھا۔ میں نے ہائی شی سے شادی کرلی تھی اور بظاہر ایک پُرمسرت زندگی گزار رہا تھا۔ میرے دِل میں اپنے آقا کا خیال ہر وقت رہتا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں اپنے فرائض سے کوتاہی کر رہا ہوں۔

کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تھی۔

تیسرے سال اور پھر چوتھے سال بھی میں اپنی اس کوشش میں ناکام رہا۔ بڑے صبر آزما لمحات تھے۔ زندگی کی دوسری ضروریات بھی ذہن پر مسلط ہونے لگی تھیں کیوں کہ چوتھے سال میں ایک بچی کا باپ بن گیا تھا۔ ہائی شی نے بچی کو جنم دیتے ہوئے جان دے دی تھی اور اب مجھ پر اور بھی ذمے داریاں آپڑی تھیں، جنھیں پورا کرنا بہرصورت میرے فرائض میں داخل تھا۔

جشن کے موقعے پر ایمن میرا انتظار کرتا تھا اور ہم لوگوں نے ایک ایسی جگہ منتخب کرلی تھی جہاں ہماری ملاقات میں کوئی خاص دقت نہیں ہوتی تھی۔ ایمن طویل عرصے سے اپنے فرائض نبھاتا آرہا تھا۔

چھٹے سال جب وہ مجھ سے ملا تو میں نے اس کی حالت کافی بدلی ہوئی پائی۔ اس نے پُرمسرت انداز میں مجھے بتایا کہ فرار کی تیاریاں مکمل کرلی گئی ہیں۔ خوراک اور پانی کا ذخیرہ جمع کرلیا گیا ہے۔ یہاں سے نکلنے کا خفیہ راستہ بھی اُس نے تلاش کرلیا تھا اور اب وہ یہاں سے فرار ہونے کے لیے تیار تھا۔

میں اس کی بات سُن کر ششدر رہ گیا کیوں کہ میں قطعی طور پر اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ اپنی دُہری حیثیت کو میں کسی طور خراب نہیں کرسکتا تھا لیکن اگر میں اس کوشش سے جان بچاتا تو یقینی طور پر حق نمک ادا کرنے میں ناکام رہتا۔ معاملہ میری بیٹی سدھاشی کا تھا جو میرے گھر میں موجود تھی۔ مجھے صرف ایک بات کا خدشہ تھا کہ اگر کسی بھی طرح امبان کو یہ پتہ چل گیا کہ دلائی لامہ کے فرار میں جشن کے منتظم یاتان بردما کا ہاتھ بھی ہے تو وہ یقینی طور پر انتقامی کارروائی کرے گا اور یہ انتقامی کارروائی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی تھی کہ میرا مال و اسباب لُوٹ لیا جاتا اور سدھاشی کو وہ اپنے قبضے میں لے لیتا، اس طرح مجھے اپنی بچی کی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑتے لیکن ایمن نے جس طرح دوستی کا فرض نبھایا تھا میں تو اس سے کہیں زیادہ حق رکھتا تھا۔ ننھے لوتھر کے مجھ پر بڑے حقوق تھے۔۔۔ کیوں کہ میں نے بچپن سے اُسکی ماں کی طرح پرورش کی تھی، بہرصورت میں تیار ہوگیا اور ایمن کے ساتھ چل پڑا۔

ایمن مجھے لے کر ایک کمرے میں پہنچا۔۔۔ اس نے نہایت خاموشی سے لوہے کی ایک سلاخ ہاتھ میں پکڑی اور اس دروازے سے باہر کھڑے ہوئے تبتی کے سر پر دے ماری، جس سے وہ ختم ہوگیا پھر وہ کھڑکی کے راستے میرے ساتھ چھت پر آگیا۔ اُس نے اپنے کندھے پر تبتی سپاہی کی لاش بھی لاد رکھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں اس کی رائفل سنبھال لی تھی۔ یہاں سے ہم اس چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے جو ایمن نے دریافت کیا تھا۔

میں نے کمرے کے اندر کا جنگلہ مضبوطی سے بند کیا اور ہم دونوں فرش کے وسط میں گڑے ہوئے آہنی حلقے کے قریب پہنچے۔ ایمن نے اس حلقے کو کھینچا اور کمرے کے ایک کونے میں ایک خلا پیدا ہوگیا۔ اس نے تبتی سپاہی کی لاش اس خلا سے نیچے پھینک دی اور پھر سرگوشی کے انداز میں مجھ سے بولا۔

"خلا میں لوہے کی سیڑھیاں ہیں، ان پر قدم جما کر آہستہ آہستہ میرے ساتھ چلے آؤ" چنانچہ ہم دونوں احتیاط سے نیچے اُترنے لگے۔

نیچے پہنچے تو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دریا بہہ رہا ہو، ایمن نے واقعی بہترین بندوبست کیا تھا۔ یہاں اس نے ایک مشعل چھپائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس نے مشعل روشن کی اور اس کے بعد ہم دونوں چٹانوں میں بنے ہوئے ایک بہت بڑے کمرے میں داخل ہوئے جو پوتالہ کے سُرخ محل کے عین نیچے پانچ سو فٹ کی گہرائی میں تعمیر کیا گیا تھا۔

اُس کمرے میں ایک شمع روشن تھی۔ لوتھر پوستین میں لپٹا ہوا بے غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ اس کے سُنہرے بال اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ ہماری آہٹ پاکر وہ ہوشیار ہوگیا۔ اُس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ پوچھتا، ایمن نے لپک کر اُس کے مُنہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"میں ہوں لوتھر! تمھارا چچا ایمن۔ خاموش رہو، کوئی آواز نہ نکلے ورنہ ہمارے دُشمن سُن لیں گے۔"

لوتھر واقعی کافی بڑا ہوچکا تھا۔ اُسے دیکھ کر مجھے انتہائی مسرت کا احساس ہوا۔

فرار کی تمام تیاریاں مکمل تھیں۔ ہم تینوں وہاں سے واپس چل پڑے۔ ایمن نے لوتھر کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور انتہائی احتیاط سے تجویز کردہ راستے پر چل رہا تھا۔

موسم سرد تھا۔۔۔ باہر انتہائی سردی تھی لیکن لوتھر پوستین میں لپٹا ہوا تھا۔ سُرخ محل کے نیچے نیچے تقریباً پانچ سو فٹ کی گہرائی میں موجود سرنگوں سے ہوتے ہوئے ہم بالآخر اس عظیم الشان عمارت سے باہر نکل آئے اور کھلے علاقے میں پہنچ گئے۔

ایمن نے اطمینان کا گہرا سانس لیا تھا پھر وہ میری جانب دیکھتا ہوا بولا۔

"یاتان! میں نے اپنا فرض پورا کرلیا ہے۔ اَب تم یہ بتاؤ کہ ہمیں فوری طور پر پوشیدہ ہونے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ دلائی لامہ کی گمشدگی کوئی معمولی بات نہیں ہوگی۔ تبت کی پوری حکومت گردش میں آجائے گی۔ اس کے بعد ہمارا جو حشر ہوسکتا ہے وہ تمھارے علم میں ہے۔ بدبخت امبان ہمیں کسی بھی طور زندہ نہیں چھوڑے گا چنانچہ پوشیدہ رہنے کے لیے کوئی ایسی جگہ منتخب کرو جہاں

رُک کر ہم ان لوگوں کی کارروائیوں کا اندازہ کرسکیں اور اس کے بعد اپنے لیے بہتر راستہ منتخب کرسکیں۔"

میرے دل و دماغ کی عجیب سی کیفیت تھی۔ اس وقت لوتھر کی زندگی بچانے کے لیے لہاسہ سے نکل جانا بے حد ضروری تھا۔ مجھے اپنے مال و دولت کی چنداں فکر نہ تھی۔ بس تڑپ تھی دل میں تو ننھی سدھاشی کی۔۔۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں اس کی زندگی بچا سکوں۔ چند لمحے کش مکش کا شکار رہنے کے بعد بالآخر میں نے فیصلہ کرلیا۔ میں یہاں بھی ایمن سے متاثر ہُوا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر ایمن لوتھر کی زندگی بچانے کے لیے خود اپنے ہاتھوں زہر کھا سکتا ہے تو کیا میں حق نمک ادا کرنے کے لیے اپنی بچی کی زندگی کی قربانی نہیں دے سکتا اور یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں لوتھر اور ایمن کو لے کر لہاسہ کے باہر جانے والی سڑک پر چل پڑا۔ بستی کے آخری حصے پر ہماری خوش بختی نے ہماری ایک اور مدد کی۔ ہمیں ایک یاک مل گیا تھا جسے ہم نے سفر کے لیے استعمال کیا۔

ایمن نے پانی اور خوراک کے ذخیرے جمع کر رکھے تھے اور یہ تھیلے ہماری کمر پر بندھے ہوئے تھے۔ وہ اکلوتی رائفل ایمن کے شانے سے لٹکی ہوئی تھی جو اُس نے تبتی سپاہی کو ہلاک کرکے حاصل کی تھی۔۔۔ اس طرح ہم تیز رفتاری سے دریائے ماناس کی جانب چل پڑے۔

ہم سفر کرتے رہے اور نہ جانے کتنی دُور نکل آئے پھر مجھے ایک قلعہ نما عمارت نظر آئی۔ اس عمارت کی بابت مجھے کوئی خاص علم نہیں تھا لیکن بہرصورت یہ اندازہ مجھے ہوگیا کہ یہ کوئی ویران عمارت ہے۔ اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم اس کی جانب بڑھیں۔ چنانچہ ہم جھجکتے ہوئے اُس کی طرف بڑھ گئے۔ عمارت بالکل خالی اور ہر لحاظ سے محفوظ تھی۔

پھر میں نے انھیں وہاں چھوڑ کر ارد گرد کا جائزہ لیا۔ لہاسہ سے جانے والی سڑک تھوڑے فاصلے سے گزرتی تھی لیکن ویران علاقہ ہونے کی وجہ سے اس طرف آمدورفت نہیں تھی۔

چنانچہ ہم نے قلعے کے محفوظ حصّے میں قیام گاہ بنالی۔ یاک بھی ہم نے ایک جگہ محفوظ کرلیا تھا کیوں کہ اس قلعے میں بھی ہم زیادہ وقت نہیں گزار سکتے تھے۔ بہرصورت کوئی نہ کوئی تو بندوبست کرنا ہی تھا۔

پہلی رات نہایت پُرسکون گزری، دوسرے دن ہم آیندہ کا پروگرام بنا رہے تھے کہ گفتگو کے دوران میری بیوی اور بچی کا تذکرہ آگیا۔ بچی کا سُنتے ہی ایمن کے تاثرات بدل گئے۔

"میری بیوی مرچکی ہے۔ صرف ایک بچی ہے جو میرے گھر میں ہے۔" میں نے جواب دیا اور ایمن ہمدردی سے مجھے دیکھنے لگا۔

"آہ میرے دوست! میں بے حد شرمندہ ہوں۔ مجھے پہلے ہی اس بارے میں تم سے سوالات کرلینے چاہئیں تھے۔ تمھارا کیا خیال ہے۔ کیا امبان کو تمھاری گمشدگی کا پتہ چل گیا ہوگا؟"

"اس کے امکانات ہیں۔" میں نے گردن جُھکا کر کہا۔

"تو اس کے بعد تمھاری بچی۔۔۔ میرا مطلب ہے تمھارا گھرانہ۔۔۔"

اور میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ میں نے ایمن سے کہا۔

"مجھے اپنے مال و دولت اور گھر کی کوئی پروا نہیں ایمن! اگر تم نے لوتھر کی زندگی بچانے کے لیے اتنی قربانی دی ہے تو کیا میں اپنی بچی کی قربانی نہیں دے سکتا۔ اَب وہ میری بچی کو قتل کردے گا لیکن یہ سب تو ہونا ہی تھا۔ ہاں اگر مجھے کچھ وقت مل جاتا تو میں بچی کو بچا کر لے آتا۔" میں نے آزردہ لہجے میں کہا اور ایمن میرے ان الفاظ پر مضطرب ہوگیا۔

"نہیں یاتان، میں اتنا بڑا ظلم نہیں ہونے دوں گا۔ میں تمھیں حُکم دیتا ہوں ایک دوست اور بھائی کی حیثیت سے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ اپنی بچی کو لے کر آؤ۔ میں تمھارا انتظار کروں گا اور اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک تم اپنی بچی کو لے کر واپس نہیں آجاؤ گے۔"

"یہ۔۔۔ یہ نہیں ہوسکتا ایمن! یہ بہت مشکل کام ہے۔"

پھر ہزار انکار کے باوجود ایمن نے مجھے اس طرح مجبور کیا کہ بالآخر میں یاک لے کر روانہ ہوگیا۔ میری خوش بختی تھی کہ مجھے لہاسہ میں داخل ہوتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔ میں چھپتا چھپاتا اپنے مکان کی جانب چل پڑا لیکن یہ دیکھ کر مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ میرا مکان محفوظ تھا۔۔۔ یقینی طور پر میری گمشدگی کو تعجب کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا تھا۔ شاید انھیں اس کے بارے میں اتنی تشویش نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ بھی شویان کی شخصیت کا کارنامہ تھا کہ کسی کو میری ذات پر شبہہ نہ ہوسکا۔ میں یہ سمجھتا ہوں شیران! کہ یہ میری غیبی امداد تھی۔ دیوتاؤں نے میری مدد کی تھی۔ مجھے اپنی بچی کے زندہ مل جانے کی کوئی اُمید نہیں تھی لیکن وہ معصوم اب میرے سامنے تھی۔ میں نے اُسے سینے سے لگا لیا اور اس کے بعد مزید وقت ضائع کیے بغیر میں نے کچھ اشیا جمع کیں۔ ایسی اشیا جو میرے کام آسکتی تھیں پھر ایک رات میں کسی کو بتائے بغیر وہاں سے چل پڑا اور تیز رفتاری سے سفر کرتا ہُوا بالآخر دریائے ماناس کے پاس پہنچ گیا، جس کے کنارے کنارے چلتا ہُوا میں اُسی قلعے تک جا پہنچا تھا، جہاں میرا دوست ایمن اور میرا بچہ لوتھر موجود تھے۔

چاروں طرف سفید برف پڑی ہوئی تھی۔۔۔ مجھے یہ دیکھ کر شدید حیرت ہوئی کہ برف میں چند مُردہ یاک پڑے ہوئے تھے اور ان

کے گرد چار پانچ لاشیں بھی موجود تھیں۔ میں ششدر رہ گیا کیونکہ ان لاشوں کا فاصلہ قلعے سے بہت زیادہ نہیں تھا۔ میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔ یاک کو بہت زیادہ تیزی سے دوڑاتا ہوا میں اس قلعے میں داخل ہوگیا اور پھر میں نے زور زور سے ایمن کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں یہ احساس تھا کہ کچھ نہ کچھ ہوا ہے، ان لاشوں کی قلعے کے عین سامنے موجودگی کچھ معنی رکھتی ہے۔ میں اندر پہنچ کر اس کمرے میں داخل ہوگیا جہاں ایمن کو چھوڑ گیا تھا۔

ایمن موجود تھا لیکن اس طرح کہ اُسے دیکھ کر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اس کا چہرہ بُری طرح جھلسا ہوا تھا، سر کے تمام بال جل گئے تھے اور بدن پر جابجا زخم لگے ہوئے تھے جن پر اس نے جابجا پٹیاں کس لی تھیں۔ ایک بستر پر میں نے لوتھر کو بھی دیکھا' بدنصیب لوتھر کا چہرہ جل چکا تھا اور اس کی حالت جانکنی کی سی تھی۔

میں فرطِ غم سے دیوانہ ہوگیا۔ ان مشکلات سے نکلنے کے بعد جو ناقابلِ تسخیر سی محسوس ہوتی تھیں۔ یہ سب کچھ میرے لیے بہت ہی دردناک تھا۔ میں نے ایمن کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کیا ہوا ایمن... یہ کیا ہوا؟"

ایمن کی حالت کافی خراب تھی۔ وہ شاید میرے ہی لیے زندہ تھا۔ ڈوبتے ہوئے نحیف لہجے میں مجھے اس نے ان تبتی ڈاکوؤں کے بارے میں بتایا' جو ان پر حملہ آور ہوگئے تھے اس نے بتایا کہ وہ لوتھر کے مجبور کرنے پر تھوڑی دیر کے لیے قلعے سے باہر چہل قدمی کرنے کے لیے نکل آیا تھا کہ ڈاکوؤں نے انھیں دیکھ لیا۔ حالانکہ ایمن ڈاکوؤں کو دیکھتے ہی واپس قلعے میں آگھسا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد ڈاکو قلعے میں پہنچ گئے۔ ایمن نے حتی الامکان ان سے مقابلہ کیا اور بہت سے ڈاکوؤں کو ہلاک کر دیا لیکن ڈاکو اندر گھس آئے۔ انھوں نے پہلے سامان تلاش کیا اور جب انھیں ایمن کے سامان میں کوئی خاص چیز نہ ملی تو انھوں نے ایمن کو شدید زخمی کر دیا۔ لوتھر ایمن کو بچانے کے لیے دوڑا تو انھوں نے مشعل سے اس کا چہرہ جلا دیا اور ایسی درندگی کا ثبوت دیا کہ لوتھر کو گرا کر اس کی زبان بھی کاٹ لی اور اس وقت لوتھر زندگی

اور موت کی کش مکش میں مبتلا ہے۔ ایمن نے بتایا کہ ڈاکو ان دونوں کو مُردہ سمجھ کر واپس چلے گئے تھے لیکن ان میں زندگی کی رمق باقی تھی۔

ایمن نے آخری ہچکیاں لیتے ہوئے کہا: "یاتان! میں اپنا فرض جس حد تک پورا کر سکتا تھا، کر چکا ہوں۔ اب اس کے بعد تمھاری باری ہے"... اور درحقیقت یہ اس کے آخری الفاظ تھے۔ اس کے بعد اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا، اُس نے دم توڑ دیا تھا۔

یہ سانحہ میرے لیے جس قدر جانکاہ تھا تم اس کا اندازہ کر سکتے ہو شیران! بہرحال مجھ سے جس طرح بھی ممکن ہو سکا، میں نے لوتھر کو بچانے کے لیے کارروائی کی۔ میں اُسے اپنی خوش قسمتی ہی کہوں گا کہ تقریباً ڈیڑھ ماہ تک وہاں قیام کرنے کے باوجود کوئی بھی دوبارہ اس قلعے کی جانب متوجہ نہیں ہوا... وہ یاک بھی میرے پاس محفوظ تھا جس پر سفر کرتا ہوا میں دوبارہ یہاں تک آیا تھا۔ چنانچہ میں نے یہاں سے آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔

میری پہلی منزل دریائے سانگ پو تھی جو مغربی تبت کا عظیم دریا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پاسوکی کا سلسلۂ کوہ تھا۔ خطرات سے بچنے کے لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ رات کو دونوں بچوں کو سنبھال کر سفر کرتا تھا اور دن کو جنگل کے کسی تاریک گوشے میں یا پہاڑ کی کسی کھوہ میں چھپ جاتا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے یہ جان لیوا سفر کتنے دن تک جاری رکھا تھا پھر مجھے ایک پہاڑی بستی اماسا نظر آئی اور میں نے وہاں دونوں بچوں کے ساتھ پناہ لی۔ میں نے خود کو ایک غریب کسان ہی ظاہر کیا تھا اور لوگوں کو بتایا تھا کہ میرا خاندان برف باری کا شکار ہوگیا۔ ایک رات آگ جلا کر برف کی سردی سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرا بچہ اس آگ کا شکار ہوگیا... بدنصیب لوتھر کے خوب صورت سنہرے بال اور چہرہ آگ میں جھلس کر تباہ ہو چکا تھا، چنانچہ اب اس کی شکل صحیح معنوں میں پہچانی بھی نہیں جاتی تھی۔ میں نے اس بستی میں اس کا نام گوسان رکھ دیا۔ تاکہ اسے اسی نام سے پہچانا جا سکے۔ گوسان تندرست ہو چکا تھا لیکن ایک ازلی اُداسی اُس کی رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔

تقریباً چار سال میں نے اس بستی میں گزارے لیکن چوتھے سال، ایک رات جب کہ میں بستی کی ایک چوپال پر بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا کہ سفر سے واپس آنے والے ایک دیہاتی کسان نے ایک عجیب و غریب بات بتائی جسے سن کر میرے ہوش و حواس گم ہوگئے۔

اُس نے کہا کہ تبتی سپاہیوں کا ایک گروہ بھرناسا بستی کی جانب گیا ہے۔ اس گروہ کے سپاہی کہتے تھے کہ وہ دلائی لامہ کی تلاش میں آئے ہیں جو لہاسہ کی مٹھ سے غائب ہوگیا تھا۔ یہ سپاہی بتاتے تھے کہ دلائی لامہ

چار سال قبل غائب ہوا تھا اور امبان اس کی تلاش ڈھونڈھ تک کرا رہا تھا درجنوں افراد اس تلاش کے سلسلے میں قتل کیے جا چکے تھے اور امبان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ دلائی لامہ کو تلاش نہیں کرے گا سکون سے نہیں بیٹھے گا، یہی وجہ ہے کہ وہ آج تک دلائی لامہ کی تلاش میں مصروف ہے۔

یہ سُن کر میرے ہوش و حواس گم ہوگئے... چنانچہ میں وہاں سے واپس اپنی جھونپڑی میں پہنچ گیا اور دونوں بچوں کو خاموشی سے ساتھ لے کر نکل گیا پھر ایک طویل سفر کر کے دریائے یانگ سی تک جا پہنچا اور ایک کشتی میں بیٹھ کر خود کو دریا کی لہروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر زندگی جانی ہے تو بس اس دریا میں ہی چلی جائے گی مگر کشتی مجھے لے کر یہاں پہنچ گئی۔ مجھے یقین ہے شیران! کہ امبان کے آدمی آج بھی مجھے تلاش کر رہے ہوں گے۔ میں امبان سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ اس وقت تک ہماری تلاش جاری رکھے گا جب تک کہ اس کی زندگی ہے، کیوں کہ ہم اس کا راز لے کر فرار ہوئے ہیں۔ ایسا راز جو پشتوں سے ان کے سینوں میں دفن چلا آ رہا ہے' کس طرح وہ پسند کریں گے کہ ان کا راز افشا ہو جائے۔ چنانچہ یہ بھی ان کا ایک مشن ہو گا کہ وہ ہمیں تلاش کر کے قتل کر دیں۔ بالآخر میں نے اس جگہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ یہاں میری زندگی صرف ان دونوں بچوں کے ساتھ معروف کار ہو گئی، ان کے علاوہ جہاں میں میرا اور کوئی نہیں ہے۔ میں نے بدھ بھکشو کا سا انداز اختیار کر لیا اور گیان میں مصروف ہوگیا۔ اب میں صرف اس بات کا منتظر ہوں کہ کسی بھی وقت سدھاشی مجھ سے درخواست کرے کہ اسے گوسان کی زندگی کا شریکِ سفر بنا دیا جائے اور جس دن میں اس کام سے فارغ ہوا تو میں اپنے اس غار کا دروازہ اس مضبوط چٹان سے بند کر لوں گا جسے اپنی جگہ سے ہٹانا انسان کے بس کی بات نہیں ہے' اس کے بعد میں اس غار سے کبھی واپس نہیں آؤں گا۔"

شیران عجیب سی نگاہوں سے بڈھے یاتان کو دیکھ رہا تھا جس کی جاندار آنکھیں ماضی کے دھندلکوں میں گم تھیں... بہرصورت بڈھے کے پروگرام سے اُسے کوئی دلچسپی نہیں تھی، وہ کسی بھی بات سے بہت زیادہ متاثر ہو جانے والوں میں سے نہیں تھا۔ اسے صرف اس بات سے دلچسپی تھی کہ کچھ وقت یہاں گزار کر اور بڈھے یاتان بردما سے راستوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے وہ یہاں سے روانہ ہو جائے۔ نہ اسے سدھاشی سے کوئی دلچسپی تھی نہ گوسان سے اور نہ ہی بڈھے یاتان سے، ہاں، جو وقت ان لوگوں کے ساتھ گزرے وہ غنیمت ہے۔ یاتان اپنے غار میں چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد شیران اس دلچسپ کہانی کے بارے میں سوچتے سوچتے سو گیا۔

دوسرے دن پھر وہی معمولات تھے۔ سدھاشی کے ساتھ وہ پہاڑوں میں نکل جاتا، شکار کرتا اور اب تو سدھاشی بھی شکار کے گوشت کی بے حد شوقین ہوگئی تھی۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہیں تھے۔ وہ چھوٹے چھوٹے الفاظ میں اور اشاروں میں ایک دوسرے سے ہر طرح کی گفتگو کر لیتے تھے، تب ایک دن سدھاشی نے اُسے بتایا کہ اُسے پہاڑوں کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں اور وہ یہاں نہیں رہنا چاہتی۔

"کہاں جاؤ گی؟" شیران نے پوچھا اور وہ شکایت آمیز نگاہوں سے شیران کو دیکھنے لگی۔

شیران خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد کچھ کہنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ آزاد فضاؤں کا پنچھی تھا اور زندگی کے طویل سفر کے بارے میں اس نے کبھی سنجیدگی سے نہیں سوچا تھا۔ البتہ بے وقوف بھی نہیں تھا۔ سدھاشی کی دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔ جانتا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے لیکن جو حماقت اس کے ذہن میں تھی۔ شیران کبھی اس کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا۔ نہروادی کی عورتوں سے اُسے دلچسپی ضرور تھی لیکن ان کا قرب اُسے پسند نہیں تھا۔ یہ بات شاید اس کے دوستوں کو بھی نہیں معلوم تھی کہ شیران نہروادی کی عورتوں سے صرف خوش گپیاں کرتا ہے۔ ان کا مذاق اُڑاتا ہے۔ ہاں... وہ عورت سے بیزار بھی نہیں تھا اور ایسی کسی عورت کو عورت تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا تھا جس کی زندگی محدود ہو۔ یہی وجہ تھی کہ شہابہ آخری لمحات میں اس کے قرب سے محروم نہ رہی اور یہی کیفیت بادشاہ خان کے بھائی کی ان لڑکیوں کی تھی جو اس کے ہاتھوں قتل ہوئی تھیں۔ ان لڑکیوں کو اس نے مکمل عورت سمجھا تھا کیونکہ ان کی زندگی اس کی نگاہ میں محدود تھی۔ سدھاشی بے وقوف تھی جو اس آگ سے کھیلنا چاہتی تھی۔

یاتان بردما کی کہانی ختم ہو چکی تھی۔ ان پہاڑوں میں اب شیران کے لیے کوئی دلکشی نہیں تھی وہ یہاں کافی وقت گزار چکا تھا۔ اس نے انگریزی کافی سیکھ لی تھی اور اب بے تکان اس اجنبی زبان میں گفتگو کرنے لگا تھا۔

اس شام اس نے یاتان کو اپنے خیال سے آگاہ کر دیا: "میں اب ان پہاڑوں سے جانا چاہتا ہوں، شہروں میں۔ آبادیوں میں... ظاہر ہے یہاں بے مقصد زندگی نہیں گزار سکتا۔"

"ہاں... یہ ایک حقیقت ہے' جسے تسلیم نہ کرنا حماقت ہوگی۔ ویسے تمھاری جُدائی کا ہمیں افسوس ہوگا۔ کاش تم کچھ اور وقت ہمارے ساتھ گزار سکتے۔" یاتان نے کہا۔ سدھاشی اور گوسان یا لوتھر بھی یہاں موجود تھے۔ اس کے اس انکشاف پر دونوں چونک پڑے تھے۔

"کاش ہم تمھیں کچھ اور دے سکتے۔" بڈھے یاتان نے کہا۔ سدھاشی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور یاتان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں بابا... میرا مستقبل کیا ہے؟"

"ایں . . ." یاتان چونک پڑا۔ چند لمحات وہ سدھاشی کو تعجب بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر کسی قدر پریشان لہجے میں بولا "یہ سوال اِس وقت تیرے ذہن میں کیوں آیا سدھاشی"؟

"بارہا یہ سوال میرے ذہن میں اُبھر چکا ہے۔ آج میں نے اس کی جرأت کر ڈالی"۔

"پھر کسی وقت اس کا جواب دوں گا"۔

"نہیں بابا . . . یہ جواب اسی وقت ضروری ہے"۔ سدھاشی نے کہا۔ گوسان ایک لمبے چاقو کی مدد سے ایک لکڑی چھیل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ شیران کے اس انکشاف نے کہ وہ یہاں سے جا رہا ہے، ایک لمحے کے لیے اُس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پیدا کر دیے تھے . . . لیکن نہ جانے کیوں سدھاشی کے اس سوال پر وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

یاتان کی آنکھیں ایک عجیب سے احساس سے چمک رہی تھیں ان آنکھوں میں ہلکے سے خوف کے آثار تھے پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا "ہر انسان کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق ہے۔ خود تیرے ذہن میں اس سوال کا کوئی جواب ہے؟"

"ہاں ہے لیکن میں نے یہ سوال تم سے کیا ہے بابا؟" سدھاشی کا لہجہ انتہائی سنجیدہ تھا۔

"ہمارے لیے انھی پہاڑوں میں پناہ ہے سدھاشی۔ مہذب دُنیا ہماری دُشمن ہے۔ اگر ہم نے ان کے درمیان جانے کی کوشش کی تو ہم زندہ نہ رہ سکیں گے"۔

"اور میں ان پہاڑوں میں زندہ نہیں رہ سکوں گی بابا۔ میری اس دُنیا سے کوئی دُشمنی نہیں ہے۔ دُشمنی تمھاری اور گوسان کی ہے۔ میں شیران کے ساتھ مہذب دُنیا میں جانا چاہتی ہوں"۔ سدھاشی نے کہا اور گوسان کے ہاتھ کی اُنگلی کٹ گئی۔ اس سے خون ٹپکنے لگا۔ شیران ششدر رہ گیا۔

یاتان . . . گوسان کی اُنگلی سے ٹپکتے خون کو دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ "اوہ . . . تیرا ہاتھ زخمی ہو گیا گوسان۔ سدھاشی ذرا پونی گھاس کے چند پتے لے آ . . . میں تجھے تیرے سوال کا جواب جلد دوں گا۔ جلدی کر . . . گوسان! یہ دھاردار آلات کھیلنے کے لیے نہیں ہوتے"۔ سدھاشی باہر نکل گئی اور یاتان، لوتھر کی خون آلود اُنگلی کو پکڑے رحم آمیز نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

رات کے پہلے پہر یاتان اس غار میں آیا جہاں شیران کا قیام تھا۔ شیران کو نیند نہیں آئی تھی۔ اس کے ذہن میں بہت سے خیالات گردش کر رہے تھے۔ یاتان کو دیکھ کر وہ اُٹھ گیا۔

"میں بہت پریشان ہوں شیران! سدھاشی کیلئے کیا تیرے دل میں اس کے لیے کوئی جگہ ہے۔ کیا تم ایک غیر مذہب کی لڑکی کو اپنی بیوی کی حیثیت سے قبول کر لو گے۔ کیا تمھاری زندگی میں اس کی کوئی گنجائش ہے؟" یاتان نے پوچھا۔

"نہیں . . ." شیران تکلفاً بھی جھوٹ نہ بول سکا۔

"پھر وہ اس غلط فہمی میں کیوں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ مجھے اس کی چاہت سے کوئی سروکار نہیں"۔ شیران نے بے رُخی سے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ وہ اس حقیقت کا اعتراف کر چکی ہے لیکن معاملہ بہت اُلجھ گیا ہے شیران! سدھاشی بے شک اس بات کا حق رکھتی ہے کہ وہ گوسان کو قبول نہ کرے لیکن میں اپنے آقازادے کے لیے کیا کروں۔ میں نے ساری زندگی اس کی خدمت کی ہے لیکن افسوس . . . یہ میری اور سدھاشی کی خوش بختی ہوتی، اگر وہ دونوں یکجا ہو جاتے۔ ایک بار پھر میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں شیران! تم سدھاشی کو کھلے الفاظ میں یہ بات بتا دو کہ تم کسی طور اس کا قُرب قبول نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے تم سے مایوس ہو کر اس کے خیالات میں کوئی تبدیلی پیدا ہو جائے"۔

دوسری صبح اُس کے ذہن میں یاتان کی درخواست موجود تھی۔ وہ دریا کے کنارے کی طرف چل پڑا۔ روانگی کے لیے اُسے پوشیدہ کشتی دُرست کرنی تھی جو اَب بھی محفوظ تھی۔ ایک طویل اور غیر یقینی سفر کے لیے کشتی کی مضبوطی ضروری تھی۔ تمام دن اس نے کشتی دُرست کرنے میں صرف کر دیا۔

بہرحال اس وقت وہ ایک پہاڑی ٹیلے کے قریب سے گزر رہا تھا کہ سدھاشی اس کے سامنے آگئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ "کہاں تھے تم؟" اس نے غصیلے لہجے میں سوال کیا۔

شیران چونک کر اُسے دیکھنے لگا لیکن پھر اسے بے اختیار ہنسی آگئی وہ زور زور سے ہنسنے لگا۔

"ہر نوجوان عورت بے وقوف ہوتی ہے خواہ اس کا تعلق دُنیا کے کسی حصّے سے ہو"۔ شیران ہنستا ہُوا بولا۔

"تم کہاں تھے شیران! تمھاری تلاش میں، میں نہ جانے کہاں کہاں گئی"۔ سدھاشی کے لہجے میں تھکن تھی۔

"اُس کشتی کو دیکھنے گیا تھا جو مجھے یہاں سے لے جائے گی"۔

"صرف تمھیں؟" سدھاشی نے کہا اور شیران ایک لمحے کے لیے تو خاموش ہو گیا پھر بولا۔

"ہاں صرف مجھے"۔

"تب میں اس کشتی کو تباہ کر دوں گی"۔

"نہیں سدھاشی! ایسا مت کرنا۔ مجھے تم سے نفرت ہو جائے گی۔ وہ کشتی میرے لیے ضروری ہے"۔

"اور میں؟"

"تم . . . تم اپنے باپ اور گوسان کے لیے یہاں رہو گی۔ میرے ساتھ جانے سے تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا سدھاشی!"

"شیران . . ." سدھاشی کی آواز میں بے پناہ درد تھا۔ "ایسا مت کہو شیران! میں تمھیں چاہتی ہوں۔ میں زندگی بھر تمھاری خدمت کروں گی شیران! میں تمھاری حفاظت کروں گی۔ میں تمھارے لیے جان کی بازی لگا دوں گی۔ میں تمھاری دوست ہوں، شیران! تمھاری خدمت گار ہوں۔ تمھاری . . . میں تمھاری شیران . . ."

"تم میری کوئی نہیں ہو بے وقوف لڑکی! . . . میں تمھیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ شریف النفس بوڑھا تمھاری زندگی گوسان سے وابستہ کرنا چاہتا ہے اور یہ بہتر ہو گا تمھارے لیے۔ گوسان تمھیں چاہتا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اُسے قبول کر لو"۔

"شیران . . ." سدھاشی سسکی لے کر بولی "میری اتنی بے عزتی مت کرو!"

"یہ تمھارا اپنا معاملہ ہے سدھاشی۔ میں نے صاف بات کی ہے"۔ شیران نے کہا۔ معاً سدھاشی کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ اُس کی نگاہ اس ٹیلے کے اُوپر چلی گئی تھی جس کے دامن میں یہ دونوں کھڑے تھے۔ ٹیلے کی چوٹی پر قوی ہیکل گوسان موجود تھا۔ اُس کے ہاتھ میں تیز اور لمبی انی والا نیزہ چمک رہا تھا۔ یہ نیزہ اُس نے اس طرح تان رکھا تھا جیسے شیران پر پھینک کر مارنا چاہتا ہو۔

شیران نے اُسے دیکھا اور ایک دم زقند لگا کر پیچھے ہٹ گیا پھر اس کی غراہٹ اُبھری "او بُزدل . . . آخر ہے نا مکار فرنگی کا بیٹا۔ چل جا نیچے۔ ہتھیار اُٹھایا ہے تو دوسری بار بھی تماشہ دیکھ لے۔ ہتھیار اُٹھانے والے کو میں کبھی معاف نہیں کرتا۔ نیچے آ بزدل"۔

گوسان خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا اور دفعتاً اس نے ہاتھ بلند کیا۔ شیران سنبھل گیا تھا اور اَب یہ نیزہ یقیناً اُسے نشانہ نہیں بنا سکتا تھا لیکن گوسان نے نیزہ اس پر نہیں پھینکا تھا۔ اس نے عجیب انداز میں نیزہ نیچے پھینکا اور وہ دستے کے بل نرم زمین میں گڑھ گیا۔ اس کا پھل آسمان کی جانب تھا اور وہ زمین پر سیدھا کھڑا ہُوا تھا۔

پھر ایک وحشیانہ آواز گوسان کے حلق سے اُبھری اور دوسرے ہی لمحے اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر چھلانگ لگا دی۔ یہ چھلانگ اس نے نیزے پر لگائی تھی اور نیزہ اس کے پہلو میں گھُس کر پُشت سے باہر نکل آیا۔ پُوری انی پُشت کے دوسری طرف آگئی تھی۔ وہ نیچے گر کر کھڑا ہُوا اور پھر پیچھے ہٹتا ہُوا ٹیلے کے پاس پہنچ گیا۔ نیزے کے دستے نے اُسے ٹیلے سے کمر نہیں ٹکانے دی تھی۔ دوسرے لمحے اُس کے مُنہ سے خون اُبل پڑا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر اُس نے کوئی غیر مرئی چیز پکڑنے کی کوشش کی اور ناکام رہ کر نیچے گر پڑا۔ اس کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں۔

شیران اور سدھاشی ساکت کھڑے اُسے دیکھ رہے تھے۔ سدھاشی کی تو آواز ہی بند ہو گئی تھی لیکن شیران آگے بڑھ کر اُس کے پاس پہنچ گیا۔

"یہ تیرا ذاتی معاملہ تھا گوسان! میں نے تیرے خلاف کوئی سازش نہیں کی تھی"۔ سدھاشی اس وقت بھی کچھ نہ بولی۔ جب شیران نے ایک پاؤں مُردہ گوسان کی پُشت پر رکھ کر زور لگا کر نیزہ اُس کے بدن سے کھینچ کر پھینک دیا پھر وہ شیران کے پیچھے پیچھے چل پڑی . . . گوسان کی لاش شیران کے کندھے پر پڑی ہُوئی تھی۔

بوڑھے یاتان کے حلق سے ایک دہشت ناک چیخ نکل گئی۔ ان دونوں کو دیکھ کر وہ شیران کے پاس پہنچ گیا تھا اور پھر اس نے شیران کے کندھے سے گوسان کی لاش اُتروائی۔ اس کے سینے کے گہرے زخم کو دیکھا، جس کے کنارے پر خون کے لوتھڑے جمع تھے۔ اس کی آنکھوں میں گہرے رنج کے آثار تھے۔ وہ گھٹنوں کے بل گوسان کی لاش کے پاس بیٹھ گیا۔

"یہ ہونا تھا . . . حالات اس کی نشان دہی کر رہے تھے!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اسے میں نے قتل نہیں کیا یاتان بردما! اس نے خودکشی کی ہے۔ میں اس کے ارادے سے واقف نہیں تھا ورنہ اس کی زندگی بچانے کی کوشش ضرور کرتا"۔

"آہ . . . وہ عظیم تھا اور اس نے عظیم موت اپنا لی۔ بلندیاں اس کی تقدیر میں لکھی تھیں۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا۔ یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔ اس نے نجات کے راستے اپنائے ہیں۔ درحقیقت وہ خوش نصیب تھا"۔ یاتان بردما آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا پھر اُس نے سدھاشی کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا "میری دُعائیں تیرے ساتھ ہیں سدھاشی"۔

سدھاشی خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ گوسان کی موت کے بعد اَب تک ایک لفظ بھی اُس کے مُنہ سے نہیں نکل سکا تھا۔

"شیران . . . میری مدد کرو گے۔ میں اس کی لاش نہیں اُٹھا سکتا تم اسے لے کر میرے ساتھ آؤ"۔

شیران نے جھک کر خاموشی سے گوسان کی لاش اُٹھالی تھی۔ یاتان پہلے اس غار تک آیا جو گوسان کی رہائش گاہ تھی۔ یہاں سے اُس نے ایک مشعل اُٹھائی اور پھر آگے بڑھ گیا۔ سدھاشی کسی معمول کی طرح اُن کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔

یاتان نے تقریباً دو فرلانگ تک سفر کیا تھا پھر وہ ایک پہاڑی غار کے پاس پہنچ گیا جس کے دہانے کے پاس ایک سینکڑوں من وزنی چٹان ایک پتھر پر ٹکی ہوئی تھی۔ تاریکی پھیل گئی تھی اور شیران کو اِرد گرد کا ماحول صاف نہیں نظر آرہا تھا۔ اس علاقے میں وہ پہلے بھی آیا تھا لیکن کبھی اس نے اس پر غور نہیں کیا تھا۔ کوئی قابلِ غور بات بھی نہیں تھی۔ یاتان نے مشعل روشن کی اور اس غار میں داخل ہوگیا پھر شاید وہ مشعل کو غار کی کسی دیوار میں نصب کر آیا۔ شیران باہر ہی رُک گیا تھا۔

"اب اسے زمین پر لٹا دو۔" اس نے کہا اور شیران نے اس ہدایت پر بھی عمل کیا۔ بوڑھے نے ان دونوں کو غور سے دیکھا اور پھر جُھک کر لاش کو دونوں ہاتھوں میں اُٹھا لیا۔

"بچپن میں، میں اسے اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر خوب اُچھالتا تھا اور جب میں اسے اچھالتا تھا تو یہ قلقاریاں مار کر ہنستا تھا۔ آج بھی یہ ہنس رہا ہوگا کہ بوڑھا یاتان کس قدر کمزور ہوگیا ہے۔ مجھے اس کی ہنسی سُنائی دے رہی ہے۔ کیسا ہنس رہا ہے پگلا۔" یاتان بڑبڑاتا ہُوا غار میں داخل ہوگیا۔

شیران خاموش کھڑا تھا لیکن دفعتاً وہ اس خوف ناک گڑگڑاہٹ کو سُن کر اُچھل پڑے جو اچانک پیدا ہُوئی تھی۔ چند چھوٹے چھوٹے پتھروں نے جگہ چھوڑ دی تھی اور وہ سینکڑوں من وزنی چٹان اپنی جگہ سے کھسک کر غار کے مُنہ پر آ چکی تھی۔ شیران اور سدھاشی اس جگہ سے دُور تھے۔ غار کے دہانے پر ایک مخصوص ساخت کا نشیب تھا اور چٹان اس نشیب میں اس طرح فٹ ہوگئی تھی جیسے وہیں سے ہٹائی گئی ہو۔

"یہ کیا ہُوا؟" شیران آہستہ سے بولا۔

"نہیں... بابا... بابا نہیں بابا... میرا بھی تو تم سے رشتہ تھا بابا... میں بھی تمھاری کچھ لگتی ہوں۔ بابا..." سدھاشی چیخ چیخ کر رونے لگی۔

شیران بے وقوفوں کی طرح مُنہ کھولے کھڑا تھا۔ سدھاشی روتی رہی اور وہ خاموش کھڑا اُسے دیکھتا رہا۔ دفعتاً اُسے خیال آیا اور پھر یاتان بردما کے چند جُملے اُسے یاد آگئے۔ اُس نے کہا تھا...

"میں صرف اس بات کا منتظر ہوں کہ سدھاشی مجھ سے درخواست کرے کہ میں اُسے گوسان کی زندگی کا شریکِ سفر بنا دوں اور جس دن میں اس کام سے فارغ ہُوا تو اپنے اس غار کا دروازہ اس مضبوط چٹان سے بند کر لوں گا جسے اپنی جگہ سے ہٹانا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد میں کبھی اس غار سے واپس نہیں آؤں گا۔"

"اوہ تو کیا یہ... اوہ۔ کیا یہ چٹان اَب اپنی جگہ سے نہیں ہٹے گی۔" وہ آگے بڑھ کر چٹان پر قوت صرف کرنے لگا لیکن پہاڑ اپنی جگہ سے کہاں ہلتے ہیں؟

"ناممکن... یہ کیا حماقت ہے۔ یاتان تُو نے دیکھا کیا ہے میرے ساتھ۔ او بوڑھے باہر آجا ورنہ... میں... ورنہ میں... او احمق... یہ کیا فضول حرکت ہے۔" شیران چلّا چلّا کر کہہ رہا تھا اور چٹان کو اِدھر اُدھر دھکیلنے کے لیے زور لگا رہا تھا پھر وہ پلٹ کر غراتی ہُوئی آواز میں بولا۔

"یہ دروازہ کیسے کھُلے گا اَب؟" بوکھلاہٹ میں وہ قبائلی زبان بول رہا تھا جس سے سدھاشی ناواقف تھی۔ اس کی سسکیاں اَب بھی اُبھر رہی تھیں۔

"تو اپنی آواز بند کر لے ورنہ گردن دبا دوں گا تیری۔ یہ بوڑھا چور اندر کیوں گھُس گیا، اَب یہ باہر کیسے نکلے گا؟" شیران دھاڑ رہا تھا۔

سدھاشی نے بمشکل سسکیاں روکیں اور انگلش میں بولی: "کیا کہہ رہے ہو تم...؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔"

"اوہ... اوہ... اَب تجھے سمجھانے کے لیے مجھے سَر کے بَل کھڑا ہونا پڑے گا۔ او بے وقوف لڑکی اُس گدھے سے میں نے کہا تھا کہ وہ کتّے کی موت مرجائے اور یہ بوڑھا... یہ اُس کی لاش لے کر اندر گھُس گیا۔ یاتان باہر آ، ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" شیران چٹان پر گھونسے مارنے لگا۔

سدھاشی اَب خاموش ہوکر اُسے گھُورنے لگی تھی۔ شیران سخت پریشان نظر آرہا تھا پھر اس نے گہری سانس لے کر گردن ہلائی: "جہنم میں جائیں سب، مجھے کیا۔" پھر اس نے سدھاشی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اَب کیا ہوگا؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"میں یہاں نہیں رُکوں گا۔ کل سے میں کشتی کی مرمت کروں گا اور جلد از جلد یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

"تمھیں کون روک سکتا ہے شیران!" وہ اُداس لہجے میں بولی اور وہ وہاں سے واپس چل پڑا۔ اس نے پلٹ کر سدھاشی کو نہیں دیکھا تھا... اپنے غار میں داخل ہوکر وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کا ذہن اعتدال پر آتا جارہا تھا۔ اس نے اندازہ لگا لیا کہ گوسان نے اس کی وجہ سے خودکشی کی ہے۔ وہ رقابت کا شکار ہوگیا۔ ممکن ہے، اس نے سدھاشی کے الفاظ سُن لیے ہوں اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا ہو کہ وہ خودکشی کر لے۔ اونہہ... اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اس کی حماقت تھی۔ میں تو اس لڑکی کو اپنے خدمت گار کی حیثیت سے بھی نہیں قبول کر سکتا، احمق بے وقوف... اور وہ خبیث بوڑھا جہنم میں جائے بھُوکا پیاسا مر جائے گا، اس غار میں... اور لڑکی... شیران کے ذہن میں پھر اُلجھن رینگ آئی۔ مجھے اس سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔ میں کسی قیمت پر اُسے خود پر مسلط نہیں کروں گا۔

رات کے کسی پہر اُسے نیند آگئی اور پھر صبح ہی کو آنکھ کھُلی۔ جاگ کر مُنہ ہاتھ وغیرہ دھویا، سخت بھُوک لگ رہی تھی۔ گزرے ہُوئے دن کے واقعات یاد آئے تو چونک پڑا۔ اسی وقت غار کے دہانے پر سدھاشی نظر آئی۔ اس کے لیے ناشتہ لائی تھی۔ سُوجھی ہُوئی آنکھیں، بکھرے ہُوئے بال، چہرہ زرد، ہونٹ خشک۔

شیران نے اُسے گھُورا اور پھر ناشتہ لے لیا۔ خاموشی سے وہ ناشتہ کرنے لگا۔ سدھاشی کسی خادمہ کی طرح اس کے سامنے کھڑی رہی تھی پھر جب وہ ناشتہ کر چُکا تو وہ برتن اُٹھا کر باہر نکل گئی۔

شیران اَب اس کے بارے میں نہیں سوچ رہا تھا۔ اُسے کشتی کی فکر تھی پھر وہ باہر نکلا۔ یاتان کے غار میں داخل ہُوا اور ایسی چیزیں تلاش کرنے لگا جو کشتی کی مرمت میں مدد دے سکیں۔ یہاں سے کچھ نہ ملا تو وہ گوسان کے غار کی طرف چل پڑا۔ اسے وہ کلہاڑا یاد آگیا تھا جس سے گوسان نے اس پر حملہ کیا تھا۔ یہ کلہاڑا کارآمد ہو سکتا تھا۔ گوسان کے غار میں اُسے کلہاڑے کے علاوہ دوسری چیزیں بھی مل گئی تھیں جنھیں پاکر اُسے خوشی ہُوئی۔ جانوروں کی کھالیں۔ سونے کے سکّے اور نہ جانے کیا کیا ملا۔ "گونگے راجہ شوقین معلوم ہوتے تھے مگر محبت کے ہاتھوں فنا ہوگئے۔" شیران زیرِ لب بولا اور کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اس کے بعد وہ کلہاڑا اُٹھا کر گنگناتا ہُوا دریا کی طرف چل پڑا۔

❦

اس دن کا کام ختم ہوگیا۔ شیران کی تیاریاں تقریباً مکمل ہوگئی تھیں۔ دوسرا دن بھی پہلے دن سے مختلف نہیں تھا۔ کشتی تیار ہو چکی تھی، شیران نے غاروں سے اپنی پسند کا سامان اکٹھا کیا۔ کھالیں، کھانے پینے کی کچھ چیزیں، پانی کے برتن، کلہاڑی وغیرہ... یہ ساری چیزیں اُس نے کشتی میں جمع کر لیں اور شام کو چار بجے وہ تیار تھا۔

اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا... سدھاشی وہاں موجود نہیں تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ اگر رات ہونے سے قبل وہ اس طرف نکل آئی تو... مجھے اور کشتی کو نہ پا کر سمجھ جائے گی کہ میں چلا گیا ہوں۔ بے وقوف لڑکی... میں کہاں اس مصیبت کو ساتھ لیے لیے پھروں گا۔ وہ میرا ساتھ کہاں دے سکے گی۔

اس نے کشتی پانی میں دھکیل دی اور اُچھل کر اس پر سوار ہوگیا۔ اس کے حلق سے پُرمسرت قہقہہ نکل گیا تھا۔ اپنی اس شرارت پر وہ بہت خوش تھا۔ اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں کہ کہیں سدھاشی تو نظر نہیں آرہی... کشتی بہاؤ پر چل پڑی تھی اور آن کی آن میں کنارے سے دُور ہوتی جارہی تھی۔ دفعتاً اس کا دل دھڑک اُٹھا۔ اس کی نگاہ دریا سے کچھ فاصلے پر موجود ایک ٹیلے کی طرف اُٹھ گئی اور اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔

سدھاشی ٹیلے پر خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا رُخ کشتی کی طرف تھا۔ "ہوں... تو یہ کُتیا میری نگرانی کر رہی تھی۔ اس نے سب کچھ دیکھا ہے۔" اس کا موڈ نہ جانے کیوں خراب ہوگیا اور اَب مرجاؤ اس جنگل میں تنہا... یوں کرنا کہ تُو بھی کسی غار میں داخل ہو کر چٹان سے اس کا مُنہ بند کر لینا۔" اس نے چیخ کر کہا اور ہنس پڑا لیکن نہ جانے کیوں اسے خود ہی یہ ہنسی اچھی نہ لگی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی مُٹھیاں بھینچ گئیں۔ "مرتی ہے تو مرجائے۔ میں کیا کروں۔" اس نے دانت پیس کر سوچا لیکن ذہن کچھ خراب ہوگیا تھا۔ یاتان بردما کا چہرہ نگاہوں میں اُبھر آیا۔ اس نے رُخ بدل لیا اور چیخ کر بولا: "میں کیا کروں۔ یہ میری ذمّے داری نہیں ہے لیکن وہ... وہ... زندہ رہنا چاہتی ہے۔ ان پہاڑوں میں تنہا مر جائے گی۔ کوئی کشتی بھی نہیں بنا سکتی۔ درخت کیسے کاٹے گی۔ کلہاڑی بھی تو نہیں ہے اس کے پاس۔ اوہ... اوہ..." وہ سر کے بال نوچنے لگا۔ "بوڑھے ذلیل تُو جہنمی ہے۔ تُو نے یہ بلا میرے سر لگائی ہے۔ کیا کروں اَب... صاف کہہ دوں گا اس سے۔ یوں کروں گا جو پہلی آبادی نظر آئی، اُسی میں چھوڑ دوں گا۔ ہاں، بس اس سے زیادہ مدد نہیں کر سکتا، اس کی۔ بس اتنی ہی مدد کروں گا۔ ذلیل کُتیا خاموش کھڑی ہے۔ مجھ سے درخواست بھی نہیں کرتی۔ اسے رونا چاہیے تھا۔ گڑگڑانا چاہیے تھا۔

بے اختیار اُس کے ہاتھ چپوؤں کی طرف بڑھ گئے تھے اور پھر کشتی مخالف سمت چلنے لگی۔ وہ کنارے کی طرف واپس جارہا تھا اور اس کی نگاہ ٹیلے کی طرف اُٹھی ہُوئی تھی۔ دفعتاً اس نے سدھاشی کو ٹیلے پر دوڑتے دیکھا۔ وہ نیچے اُتر رہی تھی۔ جُونہی کشتی کنارے سے لگی، وہ دوڑتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار نظر آرہے تھے۔

شیران اسے گھُور رہا تھا۔ وہ رُک گئی۔ یوں لگا جیسے اس کے بدن کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آگیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں نیم بے ہوشی کی سی کیفیت تھی۔

"او گدھی اَب وہاں کیوں کھڑی ہے۔ آجا مصیبت۔" شیران نے دانت پیس کر کہا اور وہ ہنس پڑی۔ اس نے کشتی کی طرف چھلانگ لگا دی اور کشتی میں پہنچ گئی۔

"شیران..." وہ آہستہ سے بولی۔

"کوئی بکواس نہیں سُنوں گا۔ خاموش ہو کر بیٹھ جا۔" شیران نے غراتے ہوئے کہا اور کشتی کو پھر بہاؤ پر ڈال دیا۔

کافی دیر تک خاموشی رہی پھر سدھاشی نے دوبارہ اُسے آواز دی۔ وہ اسے دیکھنے لگا۔

"تم پہاڑوں کے باسی ہو۔" اُس نے کہا۔

"آگے تک" شیران بولا۔

"کیا قبیلوں کے رہنے والے انسان سے اتنی نفرت کرتے ہیں؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"آگے بول آگے۔۔"

"میری بات کا جواب دو"

"میں کچھ نہیں جانتا" اس نے کہا۔

"انسانی رشتوں کو بھی نہیں؟"

"میرا کسی انسان سے کوئی رشتہ نہیں ہے"

"یہ کیسے ممکن ہے" وہ بولی۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہی ٹھیک ہے۔ تم خاموش نہیں رہ سکتیں" شیران ایک دم جھلا گیا۔

"صرف ایک بات کہہ کر میں خاموش ہو جاؤں گی۔ ہم نے تمھارے ساتھ بُرا سلوک نہیں کیا۔ تم ہمارے مہمان بنے، ہم نے تمھیں آنکھوں پر بٹھایا جو بھی بن پڑا، تمھاری خدمت کی۔ میں نے تمھیں وہ زبان سکھائی جو تمھاری آیندہ زندگی میں تمھارے کام آئے گی۔ اس طرح ہم نے تمھارے ساتھ بُرا سلوک نہیں کیا۔ تم بھی میرے ساتھ یہ سلوک مت کرو۔ نرم رُوی اختیار کرو۔ میں تمھاری مہمان ہوں" سدھاشی نے کہا۔ شیران نے رُخ دوسری طرف کر لیا تھا۔

اس کے بعد سدھاشی واقعی خاموش ہو گئی۔ اس نے کوئی بات نہیں کی۔ تیز و تند دریا کشتی کو بہائے لیے جا رہا تھا۔ اب تک انھیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔

شام کے دھندلکے پھیلتے جا رہے تھے۔ دریا کا پاٹ کافی چوڑا تھا اور اس کے کنارے پر جنگل اب دُھند میں گم ہوتے جا رہے تھے۔ کشتی خوب مضبوط ہو گئی تھی۔ شیران کے طاقت ور ہاتھوں نے اُسے خوب مضبوط کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اتنی کشادہ تھی کہ وہ دونوں بہ آسانی اس میں آرام کر سکتے تھے۔

سدھاشی اپنی جگہ سے اُٹھی اور کشتی کے دوسرے حصّے میں پہنچ گئی۔ اس نے کھالیں اکٹھی کیں اور انھیں بستر کی شکل میں بچھا لیا۔ رات ہونے کے ساتھ ساتھ سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس گفتگو کے بعد شیران نے اور کوئی بات نہیں کی تھی۔ بس وہ اَب بھی جھنجلایا ہُوا تھا لیکن پھر اس نے سوچا۔ سدھاشی ٹھیک کہتی ہے۔ وہ حادثات کے تحت تنہا ہو گئی تھی۔ اسے وہاں سے نکال لانا اس کا فرض تھا جو اس نے پُورا کر دیا ہے آخری فرض یہ ہے کہ وہ اسے کسی آبادی میں پہنچا دے بس اس سے زیادہ اس کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ جھلّانے سے کیا فائدہ۔ اچھا ہے اس کی جان بچ جائے گی ورنہ ان جنگلوں میں چند روز کے بعد وہ بھی مر جاتی۔

رات تیزی سے جُھک آئی تھی۔ دریا کا بہاؤ مُناسب تھا اور جوں جوں وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے، اس کا پاٹ چوڑا ہوتا جا رہا تھا۔ سردی خوب ہو گئی تھی۔ سدھاشی بالکل خاموش بیٹھی ہُوئی تھی۔ شیران کی زندگی سرد علاقوں میں گزری تھی اور پھر اس کے بدن میں سردی برداشت کرنے کی بے پایاں طاقت تھی اس لیے اسے تو کچھ محسوس نہ ہُوا لیکن سدھاشی کانپنے لگی۔ اس نے ایک کھال اُٹھائی اور آگے بڑھ کر شیران کے پاس پہنچ گئی۔ شیران نے اس کی سرسراہٹ محسوس نہیں کی تھی لیکن شانوں پر گرم کھال کا بوجھ محسوس کر کے وہ چونک پڑا۔

"سردی بہت ہے۔ یہ اوڑھ لو"

"اوہ، میں ٹھیک ہوں۔ تم اوڑھ لو" شیران نرم لہجے میں بولا اور سدھاشی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ رات کی تاریکی میں اس کی سفید آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"اوڑھ لو تم۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں"

"شیران! تم۔۔۔ تم مجھ سے نفرت کیوں کرتے ہو؟"

"نفرت۔۔۔" شیران موڈ میں آگیا "سردی کا اثر ہے تیرے دماغ پر۔۔۔ اگر میں تجھ سے نفرت کرتا تو تجھے اُٹھا کر پانی میں پھینک دیتا۔ اس طرح سر پہ نہ لاد کر چلتا۔ ہم پہاڑی لوگ جس سے نفرت کرتے ہیں اس سے کبھی قریب نہیں کرتے"

"تو تم۔۔۔" سدھاشی کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"ہاں۔۔۔ مجھے احساس ہے کہ تُو حالات کا شکار ہو گئی ہے۔ مجھے تجھ سے ہمدردی ہے۔ کسی مناسب آبادی میں تجھے اُتار دوں گا وہاں تُو اپنے لیے جگہ بنا لینا۔ گوسان تجھے پسند نہیں تھا نا۔ یوں بھی وہ تیری نسل کا نہیں تھا لیکن یہ تیرا علاقہ ہے۔ کوئی بہتر شخص تجھے ضرور مل جائے گا۔ تُو اس سے شادی کر لینا"

"تم اس کی فکر مت کرو، شیران! میں کسی قیمت پر تمھارے اُوپر بوجھ نہیں بنوں گی"

"اوہ۔۔۔ وعدہ کرتی ہو" شیران خوش ہو کر بولا۔

"ہاں۔۔۔ وعدہ کرتی ہوں"

"بس پھر ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے میرے اور تیرے درمیان سارے اختلاف ختم ہو گئے"

"صرف یہی اختلاف تھا تمھیں؟"

"ہاں۔۔۔ میں سوچتا تھا کہ چند روز بعد تُو کہے گی کہ مجھے زندگی بھر کے لیے سہارا دے دو شیران۔ میرا اس دُنیا میں کوئی نہیں ہے۔ یا میں سوچتا تھا کہ کہیں تنہائی تجھے جذباتی نہ کر دے اور تُو میری آغوش میں سکون تلاش کرنے لگے۔ میں تجھے بتا چکا ہوں، سدھاشی کہ میرا نظریہ کیا ہے۔ میں

صرف اس عورت کا قرب پسند کرتا ہوں جسے میں قتل کر دوں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ میری اولاد کو لے کر سڑکوں پر پھرے"

"کیا ساری زندگی تمھارے اس نظریے میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی"

"ساری زندگی۔۔۔" شیران گہری سانس لے کر بولا "نہیں سدھاشی میرے سامنے زندگی کا کوئی نظریہ نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے کیسے حالات سے واسطہ پڑے گا۔ ممکن ہے، میرے نظریات میں کوئی تبدیلی پیدا ہو جائے۔ ممکن ہے، کوئی شخصیت ایسی مل جائے جو میری فطرت میں تبدیلی پیدا کر دے"

سدھاشی کے ہونٹوں پر باریک سی مُسکراہٹ پھیل گئی جو رات کی تاریکی کی وجہ سے دیکھی نہیں جا سکتی تھی۔ شیران کسی خیال میں گُم ہو گیا تھا۔

"یہ کھال تُو اوڑھ لے اور آرام سے سو جا سدھاشی! میں جاگ رہا ہوں" اس نے کہا اور سدھاشی گہری سانس لے کر واپس اپنی جگہ آ گئی۔ اس نے کھال اوڑھ لی اور نیچے بچھی ہُوئی کھال پر دراز ہو گئی۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا خیالات تھے۔ رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی اور نہ جانے کون سے پہر اُسے نیند آ گئی۔

رات سکون سے گزر گئی تھی۔ دوسری صبح اس نے جاگ کر اِردگِرد کے ماحول کو دیکھا اور اس کے دِل میں دہشت سما گئی۔ دریا کا پاٹ اتنا چوڑا ہو گیا تھا کہ سمندر محسوس ہوتا تھا۔ تاحدِ نگاہ پانی ہی پانی تھا اور کنارے کا کوئی نشان نہیں تھا۔ شیران کشتی کے اضافی حصّے میں کھڑا دریا کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ سدھاشی کو دیکھ کر وہ مُسکرایا "اے سدھاشی جاگ گئی۔ ناشتے کا بندوبست کرو، صبح ہو گئی" اور سدھاشی جلدی سے اُٹھ گئی۔ آن کی آن میں اس سے جو ناشتہ تیار ہو سکتا تھا، کیا اور شیران کو پیش کر دیا۔ اس گفتگو کے بعد شیران کے رویّے میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ ناشتے کے بعد وہ چاق و چوبند ہو گیا۔

"دریا بہت چوڑا ہے۔ اگر اس کے بہنے کی رفتار تیز ہوتی تو ہمیں خطرات پیش آ سکتے تھے لیکن اَب کوئی فکر نہیں ہے۔ تجھے ان راستوں کے بارے میں کچھ معلوم ہے سدھاشی"

"نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتی"

"تُو بھی میری طرح ہے لیکن کوئی فکر نہیں۔ کہیں نہ کہیں تو نکلیں گے۔ بس کوئی آبادی نظر آ جائے"

سدھاشی خاموش رہی لیکن دوپہر کے بعد وہ خوف زدہ ہو گئی۔ اس نے شیران کو اشارے سے ایک طرف متوجہ کیا اور شیران اس سمت دیکھنے لگا۔ بے شمار مچھلیوں کا غول اُسی طرف آ رہا تھا۔ وہ اپنے خوفناک جبڑے کھولے تیز رفتاری سے کشتی کی جانب آ رہی تھیں۔

"اوہ مچھلیاں۔۔" شیران خوشی سے چیخا۔

"یہ۔۔۔ یہ شارک مچھلیاں ہیں، شیران" سدھاشی وحشت زدہ انداز میں بولی۔

"تو پھر۔۔۔ تُو ان مچھلیوں سے ڈر رہی ہے۔ بے نا عورت" شیران ہنس کر بولا۔

"یہ آدم خور ہیں۔ انسان کو ختم کر دیتی ہیں"

"اوہ۔۔" شیران کی آنکھوں میں حیرت اور دلچسپی کی چمک نظر آنے لگی۔ اس نے پستول نکال لیا تھا۔

شارک مچھلیوں کا پورا قبیلہ اپنے بھیانک جبڑے کھولے کشتی کے چاروں طرف چکرانے لگا۔ ان کی سُرخ آنکھوں میں بے چینی نظر آ رہی تھی۔ شیران گہری نگاہوں سے انھیں دیکھتا رہا۔ مچھلیوں کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

دفعتاً چار فٹ کے قریب لمبی ایک مچھلی نے اُچھل کر کشتی میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن شیران کے پستول سے نکلی ہوئی گولی اس کے گلپھڑے میں گھس گئی۔ مچھلی کشتی تک نہیں پہنچ سکی تھی لیکن اس کی موت کا بہت اچھا نتیجہ نکلا۔ مچھلیاں پیچھے ہٹ گئیں اور پھر وہ بہت پیچھے رہ گئیں۔ دریا ایک بار پھر صاف ہو گیا تھا۔

تین دن تین راتیں، طویل و عریض دریا کے سفر میں گزر چکے تھے۔ دریا نئے نئے رُخ بدلتا رہا تھا۔ دو بار انھیں تیز رفتاری کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ایک جگہ دریا پتھریلی چٹانوں کے درمیان بہہ رہا تھا۔ یہاں سب سے زیادہ مشکل پیش آئی۔ شیران نے تپواروں کی مدد سے کئی بار کشتی کو چٹانوں سے ٹکرانے سے روکا۔ بلاشبہ وہ بے پناہ جسمانی قوت کا مالک تھا ورنہ یہ کام آسان نہیں تھا۔ ایک بار کشتی پانی کے زبردست ریلے سے ایک چٹان پر چڑھ گئی اور اُلٹتے اُلٹتے بچی۔ سدھاشی اور شیران نے کشتی کو مضبوطی سے پکڑ لیا ورنہ وہ دریا میں گر پڑتے۔ البتہ ان کا بیشتر سامان دریا میں گر پڑا جس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں اور آن کی آن میں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں۔

شیران حالات کا جائزہ لیتا رہا اور پھر وہ چٹان پر اُتر گیا۔ اس نے کشتی کے ایک سرے پر وزن ڈال کر اُسے غیر متوازن کیا اور پھر زور سے اُس میں کودا۔ کشتی پانی میں دوبارہ آ گری اور وہ دونوں خاصی زور سے اس میں گرے لیکن شیران نے اسے اتنا مضبوط کر لیا تھا کہ وہ ٹوٹ نہ سکی اور انھوں نے مل کر اُسے سنبھال لیا لیکن کھانے پینے کی چیزیں ضائع ہو گئی تھیں۔ سب سے زیادہ شیران کو پستول کے کارتوس ضائع ہونے کا افسوس تھا، جو اَب چند ہی رہ گئے تھے لیکن شیران کو ان کی حفاظت

کا خیال نہ رہا تھا۔ ناکارہ کارتوس اس نے بددلی سے پانی میں پھینک دیے اور افسردگی سے بولا۔

"افسوس، میں نہتا ہوگیا"۔

"کوئی بات نہیں۔ ہمیں بہت جلد آبادی مل جائے گی"۔ سدھاشی نے ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں شاید..."۔ شیران خاموش ہوگیا لیکن اب اس نے وہ کلہاڑی احتیاط سے سنبھال لی تھی جسے وہ ساتھ لے آیا تھا۔

چوتھا دن شروع ہوگیا... پچھلے چوبیس گھنٹوں سے وہ بھوکے تھے اور اب شیران کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہوگئی تھی۔ بھوک اس کی بڑی کمزوری تھی۔ صبح ہی سے وہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ سورج چڑھے اس نے سدھاشی کو آواز دی۔

"سدھاشی... ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ جدوجہد کیے بغیر آج تک کسی انسان کو کچھ ملا ہے ہم نے اس سفر کے دوران کوئی جدوجہد نہیں کی اب تک دریا کے بہاؤ پر بہتے رہے ہیں۔ ہمیں یہ بہاؤ کاٹنا چاہیے"۔

"میں نہیں سمجھی"۔

"سیدھے بہنے کی بجائے کسی ایک سمت کٹنا چاہیے۔ اس کے کنارے کو تلاش کرنا چاہیے۔ ممکن ہے بہت سی آبادیاں ہم پیچھے چھوڑ آئے ہوں"۔

"اوہ... ہاں یہ ممکن ہے شیران"۔

"یہی بات ہے"۔ شیران بولا اور پھر اس نے چپوار سنبھال لیے اور کشتی کا رُخ بدلنے لگا۔ بہاؤ زیادہ تیز نہیں تھا اس لیے کشتی کنارے کی طرف جانے لگی لیکن کنارے کا کوئی نشان نہیں تھا۔ شیران نے ہمت نہ ہاری اور اس کے قوی ہیکل بازو پانی کاٹتے رہے۔ نہ جانے کتنا سفر کیا تھا کہ ایک بار پھر انھیں شارک مچھلیوں کے ایک غول سے واسطہ پڑا۔ یوں لگتا تھا جیسے دریا میں شارک مچھلیوں کے قبیلے آباد ہوں اور ان کی حدود متعین ہوں۔ اس بار جس قبیلے سے ان کا واسطہ پڑا تھا وہ کچھ زیادہ ہی خودسر معلوم ہوتا تھا۔ مختلف سائز کی مچھلیاں تھیں ان کا رنگ زردی مائل بھورا تھا۔ ان کے کھلے ہوئے جبڑے بے حد خوف ناک تھے اور ان سے لمبے لمبے نوکیلے دانت جھانک رہے تھے۔

دریا میں تلاطم کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی اور کشتی بُری طرح ہچکولے کھا رہی تھی۔ پچھلی بار کا تجربہ نہیں دُہرایا جا سکتا تھا کیونکہ اب پستول بے کار تھے۔ جب یہ کیفیت زیادہ خوف ناک ہوگئی تو شیران نے چپو پانی سے نکال لیے۔ مچھلیاں اب کشتی میں داخل ہونے کے لیے چھلانگیں لگا رہی تھیں۔ شیران کی آنکھوں میں وحشت نظر آنے لگی... اس نے کلہاڑی سنبھال لی اور کشتی کے کنارے آکھڑا ہوا۔

"نہیں شیران... کنارے پر مت جاؤ"۔ سدھاشی نے اس سے استدعا کی لیکن وہ شیران کو ابھی سمجھ نہیں پائی تھی۔ اس وقت ایک خاصی بڑی مچھلی نے جست لگائی اور شیران کا کلہاڑے والا ہاتھ گھوم گیا۔

کلہاڑے کی زبردست کاٹ اس طرح سامنے آئی کہ مچھلی کے گلپھڑے کٹ گئے اور وہ کافی وزنی ہونے کے باوجود اس ضرب کی زد میں آکر کشتی میں آگری۔ کلہاڑے کے پھل نے اسے حلق تک کاٹ دیا تھا اور مچھلی کشتی میں تڑپ رہی تھی۔ سدھاشی اس ہیبت ناک منظر سے بے حد خوف زدہ ہوگئی تھی۔ وہ چیخ رہی تھی اور دہشت سے بے ہوش ہونے کے قریب تھی۔

شیران نے وحشت کے عالم میں یہ کارروائی کی تھی لیکن مچھلی کے حلق سے خون کی بڑی مقدار بہتے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس کے حلق سے آواز نکلی۔

"خاموش ہوجاؤ سدھاشی خاموش ہوجاؤ۔ یہ ہمارا شکار ہے۔ خاموش ہوجاؤ"۔ آخری بار وہ زور سے چیخا اور سدھاشی خاموش ہوگئی۔ شیران کشتی کے اردگرد اُچھلتی ہوئی مچھلیوں کو بھول گیا تھا۔ وہ کلہاڑا ہلاتا ہوا مچھلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس بار اس نے مچھلی کے سر پر کلہاڑے کی ضرب لگائی اور مچھلی کا سر الگ ہوگیا پھر کلہاڑے کی مسلسل ضربوں نے اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیران کے حلق سے مسرت بھری آوازیں نکلنے لگیں۔ اس نے مچھلی کے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا اُٹھا لیا اور اُسے دانتوں سے بھنبھوڑنے لگا۔

خونخوار شارک کو خود سے زیادہ بھیانک آدمی سے واسطہ پڑ گیا تھا۔ سدھاشی اب بھی کشتی کے ایک حصے سے لگی ان مچھلیوں کو دیکھ رہی تھی جو لمبے لمبے دانت نکالے اپنی بھوری چمک دار آنکھوں سے انھیں گھور رہی تھیں۔ ان آنکھوں میں بھوک تھی۔ وہ انھیں چبا لینا چاہتی تھیں۔ شارک کا بدبودار سخت گوشت چباتے چباتے نہ جانے شیران کو کیا خیال آیا کہ اس نے شارک کا کٹا ہوا سر اُٹھا کر پانی میں پھینک دیا اور اس کا نتیجہ بے حد شان دار نکلا۔ شارک مچھلیاں پہلے کی طرح پیچھے ہٹنے لگیں اور تھوڑی دیر بعد وہ غائب ہوگئی تھیں۔

"سدھاشی! شکار موجود ہے"۔ شیران نے مسکرا کر کہا لیکن مچھلی کا کچا گوشت سدھاشی کے لیے ہچکچاہٹ کا باعث تھا۔ شیران نے گوشت کا ایک ٹکڑا اُٹھا کر اُس کے ہاتھوں میں تھما دیا تو طوعاً و کرہاً وہ اُسے کھانے لگی۔

پیٹ بھرنے کے بعد شیران نے پھر چپوار سنبھال لیے تھے۔ اس دوران کشتی پھر پانی کے بہاؤ پر آگئی تھی اور کافی دور نکل گئی تھی لیکن اب

شیران پہلے سے زیادہ تیز رفتاری سے اُسے ساحل کی جانب کاٹنے لگا... دریا کیا سمندر ہی تھا پورا۔ کئی گھنٹے کی کوشش کے بعد انھیں بھورے کنارے نظر آئے تھے۔

کنارا دیکھ کر سدھاشی چیخ پڑی۔

"غلطی ہماری تھی سدھاشی! ہمیں پہلے ہی کوشش کر لینی چاہیے ی"۔ شیران نے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ کنارے پر پہنچ گئے۔

کشتی سے اُترنے سے قبل ساحل کا اچھی طرح جائزہ لے لیا گیا ا کوئی خطرناک جگہ بھی ہوسکتی تھی لیکن صاف ستھرا ساحل تھا تھوڑی ر درختوں کے جھنڈ بھی نظر آرہے تھے۔ ان کے علاوہ جس چیز نے ان آبادی ہونے کا احساس دلایا، وہ پوجا کے پتھر تھے جو دریا کے ارے جگہ جگہ پڑے ہوئے تھے۔ سفید چونے سے بنے ہوئے پتھر جن ، بارے میں سدھاشی نے اُسے بتایا تھا۔

کشتی کو پانی سے کھینچ کر خشکی پر ڈال دیا گیا۔ جو چیزیں بچ گئیں یں نکال کر بنڈل بنائے گئے اور شیران نے یہ بنڈل اپنی کمر سے باندھ ، ہتھیاروں میں بس کلہاڑا تھا اس کے پاس۔ کارتوسوں کے بغیر تول لوہے کے بے کار ٹکڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ ں سے تو پھل بھی نہیں تراشے جا سکتے تھے۔ تاہم شیران نے انھیں ں محفوظ رکھا۔ ممکن ہے کارتوس مل جائیں۔

دونوں درختوں کے جھنڈ کی جانب سفر کرنے لگے۔ شام ہو ں تھی اور درختوں کی چوٹیوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔ عجیب سا ول تھا۔ دفعتاً انھیں نرسنگھے کی آواز سنائی دی اور سدھاشی کے رے پر مسرت کے آثار پھیل گئے۔ البتہ شیران چونک کر رُک گیا۔

"یہ کیسی آواز ہے؟"

"کوئی مٹھ قریب موجود ہے"۔ سدھاشی نے کہا۔ "آؤ ہم اس آواز مت چلیں، ورنہ رات کے وقت جنگل میں کوئی مخصوص جگہ تلاش یں کی جا سکے گی"۔

شیران نے سدھاشی کے ساتھ تیز تیز قدم اُٹھانے شروع کر دیے۔ زبد سور آرہی تھی۔ درختوں کے جھنڈ کے پاس سے گزر کر وہ دوسری ت نکل آئے اور انھیں مٹھ کی عمارت نظر آگئی۔ اُس سے روشنیاں انک رہی تھیں۔ اس کے اردگرد لوگ بھی نظر آرہے تھے اور کافی صلے پر کوئی بستی پھیلی ہوئی تھی۔ بالآخر انھیں آبادی مل گئی تھی۔

"اگر تم اجازت دو تو میں عبادت کر لوں"۔ سدھاشی نے کہا اور ران نے گردن ہلا دی۔

"میں تمھیں کیوں منع کروں گا سدھاشی! کیا میں بھی تم لوگوں کی ادت دیکھ سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں... آجاؤ"۔ سدھاشی نے کہا اور دونوں مٹھ کے پاس پہنچ گئے۔ کسی نے ان کی جانب توجہ نہیں دی تھی۔

سدھاشی مٹھ میں چلی گئی تھی اور شیران باہر کھڑا آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ سدھاشی کے ساتھ رہنا اب ضروری نہیں تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ بستی کی طرف چل پڑے لیکن یوں خاموشی سے چلے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ سدھاشی سے اس موضوع پر بات کر لی جائے گی بلکہ اگر مزید کچھ وقت گزار کر اس جگہ کے بارے میں اور معلومات حاصل ہوجائیں تو کیا حرج ہے۔ وہ اُن لوگوں کا طریقۂ عبادت دیکھتا رہا لیکن پھر ایک تبتی اس کے پاس آکھڑا ہوا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے شیران کو دیکھتا رہا تھا پھر اُس نے تبتی زبان میں کچھ کہا۔

"جاؤ جاؤ۔ اپنا کام کرو۔ میں تمھاری بات نہیں سمجھتا"۔ شیران نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ تبتی نے کچھ اور کہا لیکن شیران نے رُخ بدل لیا... رُخ بدلا تو ایک اور شے نظر آئی۔ چار آدمی لکڑی کی ایک مخصوص طرز کی گاڑی دھکیلتے ہوئے آرہے تھے جس میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ چاروں تبتی جوان اس کے ساتھ بڑے مؤدبانہ انداز میں چل رہے تھے پھر غالباً گاڑی میں بیٹھے شخص کی نگاہ شیران پر پڑ گئی۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کچھ کہا اور انھوں نے گاڑی کا رُخ بدل لیا۔ گاڑی اب شیران کے پاس آ رُکی تھی۔

گاڑی میں بیٹھے شخص کو اب شیران نے بغور دیکھا تھا۔ لمبوترے چہرے والا تبتی ہی تھا۔ زرد لبادے میں لپٹا ہوا لیکن چہرے پر نقاب نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں بہت جان دار تھیں۔ شیران کو محسوس ہوا... جیسے اس کی آنکھیں اس کے دماغ کو ٹٹول رہی ہوں پھر اُس نے قبائلی زبان میں کہا۔

"پہاڑوں کے رہنے والے ہو؟" شیران طویل عرصے بعد اپنی زبان سُن کر چونک پڑا۔ اُسے عجیب سا محسوس ہوا تھا۔

"ہاں... تم کون ہو؟" شیران نے پوچھا۔

"مارلی... نو..."۔ اس نے جواب دیا اور اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس میں دانت نکالنے کی کیا ضرورت ہے؟" شیران غصیلے انداز میں بولا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ تمھیں دیکھ کر خوشی کا اظہار کر رہا ہوں"۔ مارلینو نے کہا پھر بولا۔ "یہاں کس کے مہمان ہو؟"

"تم یہاں عبادت کرنے آئے ہو۔ جاؤ عبادت کرو۔ میں فضول باتوں کا جواب دینا پسند نہیں کرتا"۔

" غیر علاقوں میں جب کوئی ہم زبان مل جاتا ہے تو اس سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔ میں نے دوستانہ انداز میں یہ سوالات کیے ہیں۔" اُس نے کہا۔

" ابھی میں نے دوستی کی ابتدا نہیں کی ہے۔ جب دوستیاں شروع کروں گا تو تمھیں تلاش کرلوں گا۔"

" تلاش کرنے میں تمھیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ سڑک پر گھومنے والے کسی کتے سے بھی پوچھو گے تو وہ تمھیں مارلینو کے پاس پہنچا دے گا۔ . . چلو۔" اس نے دوسری بات اپنے ساتھیوں سے کہی تھی اور وہ گاڑی کو بگوڈے کی طرف لے چلے۔

شیران اُس کے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔ بستی کا کوئی بڑا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ویسے حیرت کی بات تھی۔ یاتان کے بعد یہ دوسرا آدمی تھا جو قبائلی زبان سے واقفیت رکھتا تھا۔ نہ جانے کون سی بستی ہے . . . اور نہ جانے یہاں کے کیا قوانین ہیں۔ اگر اس سے دوستی کرلی جائے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے لیکن اب تو اس کی دوستی ٹھکرا دی گئی ہے۔ اُونہہ . . . جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

وہ ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر بعد سدھاشی بھی عبادت گاہ سے باہر نکل آئی۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک مقدس مسکراہٹ تھی۔ "طویل عرصے بعد میں اپنے ہم وطنوں سے ملی ہوں۔ مجھے بے حد خوشی ہے شیران!"

" ٹھیک ہے۔ اب تم اسی بستی میں رہائش اختیار کرلو۔"

" بستی والے سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ انھوں نے فوراً سمجھ لیا کہ میں اجنبی ہوں۔ ابھی میں تمھاری ملاقات مسٹر مارلینو سے کراؤں گی، بہت نیک اور مہربان انسان معلوم ہوتے ہیں۔"

" اوہ . . . وہ جن نما انسان جو ایک گاڑی میں بیٹھ کر یہاں آیا تھا؟"

" ہاں۔ بے چارے مسٹر مارلینو اپاہج ہیں۔ انھوں نے صاف پہچان لیا کہ میں بستی میں اجنبی ہوں۔"

" میں اُس سے مل چکا ہوں اور اُس کی دوستی ٹھکرا چکا ہوں۔"

" کیوں؟" سدھاشی حیرت سے بولی۔

" بس بعض سوالوں کے جواب میرے پاس نہیں ہوتے۔"

" مگر مسٹر مارلینو نے مجھے پیش کش کی ہے کہ میں اُن کی مہمان بنوں اور میں نے یہ پیش کش قبول کرلی ہے۔"

" مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

" اور تم؟"

" سدھاشی . . . تم بے کار باتیں کر رہی ہو۔ میں نے تمھیں آبادیوں تک لے آنے کی ذمے داری قبول کی تھی۔ اب تم اپنے ہم نسلوں کے درمیان آگئی ہو۔ میں صرف تمھاری واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں سے ہم دونوں کے راستے الگ ہو جاتے ہیں۔"

ایک لمحے کے لیے سدھاشی افسردہ ہوگئی لیکن پھر اُس نے فوراً خود کو سنبھالا۔ " میں تمھیں جانے سے نہیں روکوں گی شیران! وعدہ کرچکی ہوں لیکن اس ماحول کے بارے میں کچھ جان لو پھر جہاں دل چاہے چلے جانا۔"

" میں اپنے لیے راستے تلاش کرلوں گا۔ تم اس کی فکر مت کرو۔ اب میں چلتا ہوں۔"

" اوہ . . . وہ دیکھو مسٹر مارلینو واپس آرہے ہیں۔" سدھاشی بولی اور شیران کی نگاہ بے اختیار اُس طرف اُٹھ گئی۔

" میں کہہ چکا ہوں، مجھے اُس سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔" شیران نے کہا اور پلٹ کر ایک طرف چل پڑا۔ سدھاشی کے حلق سے ایک آواز نکل گئی تھی۔

اپاہج کی گاڑی اس کے قریب آکر رُک گئی۔ "وہی تھا تمھارا ساتھی؟" مارلینو نے پوچھا۔

" ہاں جناب! لیکن وہ . . ." سدھاشی شرمندگی سے بولی۔

" نہیں لڑکی! اس کی فکر مت کرو۔ سر پھرا پہاڑی ہے۔ کہیں نہیں جائے گا۔ تم جب چاہوگی، اُسے تمھارے پاس لے آیا جائے گا۔ ویسے کہاں گیا ہے وہ؟" مارلینو نے سکون سے پوچھا۔ اس کی آواز میں بڑا اعتماد جھلک رہا تھا۔

" وہ . . . وہ عام لوگوں سے بہت مختلف ہے جناب! وہ اس علاقے میں اجنبی ہے۔"

" میں جانتا ہوں۔" مارلینو نے مسکرا کر کہا اور پھر بولا۔ " آؤ میرے ساتھ۔ تمھیں مہمان بنا کر مجھے مسرت ہوگی۔" سدھاشی، مارلینو کے ساتھ چل پڑی لیکن اس کی پُر اضطراب نگاہیں تاریکیوں میں شیران کو تلاش کر رہی تھیں۔

رات پوری طرح پھیل گئی تھی۔ شیران ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں سے گزرتا ہوا آبادی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا روشنیاں گھنی ہوتی جا رہی تھیں۔ دریا کا کنارہ کسی قدر نشیب میں تھا اس لیے وہاں سے آبادی کی صحیح کیفیت نہیں معلوم ہو سکتی تھی لیکن آگے بڑھنے سے اندازہ ہُوا کہ کافی بڑی آبادی ہے۔ نہ جانے کس نام سے پکاری جاتی تھی یہ آبادی . . . وہ ایک میدان عبور کر کے کسی قدر بلندی پر پہنچا اور پھر جب یہ بلندیاں ختم ہوئیں تو ایک سڑک اس کے سامنے تھی۔ سڑک چوڑی نہیں تھی۔ اس کے کنارے کہیں کہیں گھنے درخت کھڑے ہوئے

درختوں کے عقب میں مکانات کی روشنیاں جھانک رہی تھیں۔
تھے۔ ان درختوں . . . اس اجنبی بستی اور اجنبی ماحول میں وہ اپنی جگہ
شیران رُک گیا۔ اس اجنبی بستی اور اجنبی ماحول میں وہ اپنی جگہ کیسے بنائے گا۔ یہاں کے لوگ زیادہ تر مقامی زبان بولتے اور سمجھتے ہوں گے۔ ممکن ہے، انگریزی جاننے والا بھی کوئی نہ ملے۔ بہر حال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ وہ آگے بڑھتا رہا اور سڑک اُسے آبادی میں لے گئی۔ کئی فرلانگ چل کر اُسے اندازہ ہُوا کہ دریا کے کنارے کی آبادی شاید نواحی آبادی تھی اسی لیے کچی اور بے ڈھنگے مکانات پر مشتمل تھی۔ جب کہ آگے کے تمام مکانات شان دار تھے۔ سڑک بھی کشادہ ہوگئی تھی اور اس سے دوسری سڑکیں بھی نکلتی تھیں۔ سڑکوں کے ایک سنگم پر شیران رُک گیا۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کہاں جائے۔ یہ شہر کابل کے پائے کا تو نہیں محسوس ہوتا تھا لیکن تھا کابل ہی کی مانند۔ چنانچہ شیران نے کسی ہوٹل کی تلاش شروع کردی اور تھوڑی دیر کے بعد اُسے ایک ایسی جگہ مل گئی جسے ہوٹل کہا جا سکتا تھا۔ لوگ اندر آ جا رہے تھے۔ وہ خود بھی اندر پہنچ گیا۔

معمولی قسم کی میزیں اور کرسیاں پڑی تھیں اور مقامی لوگ ان پر بیٹھے کھا پی رہے تھے۔ شیران بھی ایک خالی میز کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے اجنبی لباس اور اجنبی شکل کی وجہ سے ہال میں موجود لوگ اس کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ دفعتاً ایک دُبلا پتلا شاطر سی شکل کا نوجوان اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مسکراتا ہُوا شیران کے سامنے کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ شیران چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ دُبلے پتلے آدمی نے اس سے تبتی زبان میں کچھ کہا لیکن شیران خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا تھا پھر وہ انگلش میں بولا:

" انگریزی جانتے ہو؟"

" ہاں . . . اب ٹھیک ہے۔ یہ بطخوں کی قیں قیں میری سمجھ میں بالکل نہیں آتی۔ تم بتاؤ، میرے پاس کیوں آئے ہو؟" شیران نے پوچھا۔

" تم سے دوستی کرنے۔" اُس نے جواب دیا۔

" تب پھر پہلے میرا پیٹ بھرو، میں بھوکا ہوں۔" شیران بولا اور وہ مسکرانے لگا۔

" ابھی لو . . ." اُس نے کہا اور پھر ایک طرف رُخ کر کے آواز دی۔ ایک تبتی بوڑھا پاس آگیا تھا۔ "کیا کھاؤ گے؟" نوجوان نے پوچھا۔

" گوشت . . ." شیران نے جواب دیا اور اُس نوجوان نے بوڑھے تبتی سے پھر کچھ کہا اور وہ چلا گیا۔

" میرا نام تاؤنی ہے۔ پرنس تاؤنی . . . میں تمھاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔"

" ابھی نہیں . . . پہلے کھانا کھالوں۔ باقی باتیں اس کے بعد ہوں گی۔ بہت بھوکا ہوں۔"

" اوہ۔ ضرور، ضرور۔" تاؤنی نے خوش اخلاقی سے کہا اور جیب میں سگریٹ تلاش کرنے لگا۔ سگریٹ نکال کر اس نے جلائی اور فضا میں ناگوار سا دُھواں پھیل گیا۔ بوڑھا تبتی ویٹر کھانا لے آیا جو دو پلیٹوں میں تھا۔ شیران کو شدید بھوک لگی تھی۔ یہ کھانا دیکھ کر اس کا خون کھول اُٹھا۔ "یہ کھانا ہے؟" اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا اور دونوں پلیٹیں اُٹھا کر ویٹر پر دے ماریں۔ تاؤنی کے مُنہ سے سگریٹ نکل پڑا اور وہ گھبرا کر جلدی سے کھڑا ہوگیا۔

" ارے . . . ارے، کیا ہُوا۔ . کیا ہوگیا؟" اُس نے پُوچھا اور شیران دھاڑنے لگا۔

" یہ بوڑھا مذاق کر رہا ہے مجھ سے؟ یہ کھانا میرے لیے لایا ہے، یا کسی چڑیا کے بچے کے لیے؟"

" ابھی ایک منٹ۔ بس ایک منٹ۔" تاؤنی نے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔ لوگ پھر چونک کر اُدھر دیکھنے لگے تھے۔ تاؤنی نے ویٹر کو سنبھالا جس کے پلیٹیں کافی زور سے لگی تھیں اور اس کا لباس بھی خراب ہوگیا تھا۔ پھر وہ خود ویٹر کے ساتھ اندر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد کئی ویٹر اس کے ساتھ باہر آگئے۔ وہ پلیٹوں کی بجائے تھالیاں اُٹھائے ہُوئے تھے۔ ان میں گوشت کی قسم میں نہ جانے کیا کیا تھا۔ بہر حال یہ کھانا میز پر لگا دیا گیا اور شیران کھانے میں مصروف ہوگیا۔ اس کے بعد وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔ تاؤنی بھی اُسے یاد نہ رہا جو خاموشی سے اُسے کھاتے، دیکھ رہا تھا۔ شیران نے اس وقت گردن اُٹھائی جب اُس کے سامنے رکھے ہُوئے برتن صاف ہوگئے۔ تب اس کی نگاہ تاؤنی پر پڑی اور اس نے بے اختیار کہا۔ "اوہ . . . تم بھی کھاؤ۔ تا . . . ؤ . . . نی۔" اور پھر خالی برتن دیکھ کر اُسے ہنسی آگئی۔

" میں کھا چکا ہوں۔ کوئی بات نہیں۔ کوئی بات نہیں۔ کچھ اور منگاؤں تمھارے لیے؟" تاؤنی نے پُوچھا۔

" نہیں، بس ٹھیک ہے۔ ویسے اس گوشت میں ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں۔ کیا یہاں جانوروں میں گوشت نہیں ہوتا؟" شیران نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہُوئے کہا۔

" سگریٹ پیش کروں ماسٹر؟" تاؤنی نے سوال کیا، ویٹر آکر برتن اُٹھانے لگے تھے۔ اُن میں وہ ویٹر شامل نہیں تھا جس کی شیران نے پٹائی کر ڈالی تھی بلکہ دوسرے تھے۔ تب شیران نے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔

" نہیں . . . مجھے اتنی چھوٹی چھوٹی چیزیں پسند نہیں آتیں۔"

" اوہ . . . اوہ، اَب بھی اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے مسٹر؟" تاؤنی نے ہنستے ہُوئے کہا۔

" شیران ہے میرا نام، بس اس سے زیادہ کچھ بتانا بے کار ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے ماسٹر! بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔ تاؤنی تمھارا دوست ہے، اس بستی میں بھی تم اجنبی ہی معلوم ہوتے ہو۔" تاؤنی نے کہا۔

"ہاں، اجنبی ہوں۔ کیا نام ہے اس بستی کا؟"

"یہ چھوٹا سا شہر ہے ماسٹر! گانگ ہو اس کا نام ہے۔" تاؤنی نے جواب دیا۔

"نہ تمھاری زبان ٹھیک ہے نہ تمھارے شہروں کے نام۔" اسی وقت تین آدمی ایک میز سے اُٹھ کر اُن کے پاس پہنچ گئے۔ سب سے آگے والا پچکے ہوئے گال اور عجیب سی شکل کا قد آور آدمی تھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک رقص کر رہی تھی۔ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے آگے بڑھ کر تاؤنی کا کالر پکڑا اور اُسے اُٹھا کر کھڑا کر دیا پھر اُس نے آہستہ سے تاؤنی کو دھکا دیا اور تاؤنی کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ شخص۔۔" لمبے قد والا مقامی زبان میں بولا "دھوکے باز ہے، تمھیں ٹھگنے کی کوشش کرے گا۔ مجھ سے دوستی کرو، میرا نام دیانو ہے۔"

اُس نے اپنا چوڑا ہاتھ شیران کی طرف بڑھا دیا لیکن شیران کو اُس کے ساتھی کی یہ حرکت پسند نہیں آئی تھی۔ تاؤنی یہاں پہلے اس کے پاس آیا تھا اور شیران کے خیال میں وہ بے ضرر سا آدمی تھا۔ چنانچہ شیران نے لمبے قد والے کے پھیلے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کر دیا اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی زبان میں کچھ بولنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ چنانچہ انگریزی ہی میں بولا۔

"تم نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟"

"اوہ۔۔۔ انگلش، انگلش۔" دیانو نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور پھر تاؤنی کی طرف دیکھنے لگا۔۔ وہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولا "وہ فراڈی ہے۔ تمھیں لوٹ لینا چاہتا تھا۔ تم مجھے شاندار آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"بکواس مت کرو، بھاگ جاؤ یہاں سے۔ میں شاندار ہوں یا نہ ہوں لیکن اس کے ساتھ اس بدسلوکی پر تمھاری مرمت کر سکتا ہوں۔" شیران نے کہا اور لمبے قد والا ہنسنے لگا پھر اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر شیران کی کلائی پکڑ لی۔ خاصی مضبوط گرفت تھی لیکن شاید وہ شیران کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔ اُس نے انگریزی میں ہی کہا۔

"میں تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں، دُشمنی نہیں۔ میرا نام دیانو ہے۔۔" لیکن شیران کے لیے بس اتنا ہی کافی تھا کہ اُس کی کلائی کسی نے اپنی گرفت میں لے رکھی تھی۔ اس نے ہاتھ کو ایک جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے اس کا اُلٹا ہاتھ لمبے آدمی کے مُنہ پر پڑا۔

نہایت زوردار ہاتھ تھا جو شیران نے لمبے آدمی کے مُنہ پر مارا تھا۔ اس کے ساتھی حیرت سے شیران کی اس حرکت کو دیکھ رہے تھے۔

ضرب شیران کے شایانِ شان تھی۔ لمبا آدمی اُچھل کر ایک طرف جا پڑا۔ اس کے ساتھ ہی اُس کے دونوں ساتھیوں نے شیران پر حملہ کر دیا تھا۔ اُن میں سے ایک نے کُرسی اُٹھا کر شیران پر ماری۔ کُرسی شیران کے شانے پر پڑی اور ٹوٹ گئی لیکن دوسرے ہی لمحے شیران نے اُسے گردن سے دبوچ کر سر سے بلند کر لیا اور دیانو، جو اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اپنے ساتھی کی زد میں آ کر پھر ڈھیر ہو گیا۔ ہوٹل میں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگ اُٹھ اُٹھ کر بھاگنے لگے۔ کاؤنٹر پر بیٹھا شخص نیچے چھپ گیا۔ ویٹروں نے اندر گھس کر دروازے بند کر لیے۔ دیانو کا دوسرا ساتھی بھاگنے والوں میں شامل ہو گیا تھا اور دیانو اور اس کے دوسرے ساتھی نے دوبارہ اُٹھنے کی کوشش نہیں کی۔

صرف تاؤنی تھا جو سگریٹ کے پیکٹ سے دوسری سگریٹ نکال رہا تھا۔ اس نے دوسری سگریٹ سُلگائی اور مُسکراتا ہُوا شیران کے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ چلیں ماسٹر! تم نے میری برسوں پُرانی آرزو پُوری کر دی ہے۔ آؤ۔۔"

"کھانے کے پیسے نہیں دو گے؟" شیران بولا۔

"پیسے۔۔۔ ارے اَب تو یہ ہوٹل اپنا ہو گیا۔ یہ لوگ اب ساری زندگی ہم سے کھانے کے پیسے نہیں لیں گے۔" تاؤنی ہنستا ہُوا بولا اور شیران کے ساتھ باہر نکل آیا۔

باہر اب کوئی نہیں تھا۔ لوگ منتشر ہو گئے تھے۔ تاؤنی شیران کو وہاں سے دُور لے آیا۔ "ہاں ماسٹر! اب بتاؤ۔ گانگ ہو میں اجنبی ہو تو رہتے کہاں ہو؟"

"کہیں نہیں۔" شیران نے جواب دیا۔

"کب آئے ہو گانگ ہو میں؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ رقم ہے تمھارے پاس؟"

"رقم نہیں ہے۔ بس یہ سونا ہے۔" شیران نے سونے کے سکّوں کی تھیلی نکال کر تاؤنی کے سامنے کر دی اور تاؤنی کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ ایک دم اس کا ہاتھ تھیلی کی طرف بڑھا اور اس نے تھیلی جھپٹ لی لیکن دوسرے لمحے اس کا ہاتھ خود بخود ڈھیلا پڑ گیا اور وہ تھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر ٹھونکتا ہُوا مُردہ سی ہنسی ہنسنے لگا۔

"تاؤنی اُچکا ہے ماسٹر! اتنا تیز دوڑتا ہے کہ گھوڑے کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ سچی بات بولے، تاؤنی نیک ارادے سے تمھارے پاس نہیں آیا تھا مگر۔۔" اُس نے تھیلی شیران کو واپس کر دی "تم نے تاؤنی کی بے عزتی برداشت نہیں کی تھی اور اس لفنگے دیانو کی دوستی قبول نہیں کی تھی۔

اس طرح ایک احسان کر دیا تم نے تاؤنی پہ۔ اَب تاؤنی تمھارا غلام ہے۔"

"کیا بک رہا ہے؟" شیران نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"سچ بولتا ہے ماسٹر! آؤ اپنے گھر چلو۔ جب تک گانگ ہو میں ہو اپنے مہمان رہو۔ مگر سُنو، سونا چاہتے ہو یا۔۔"

"یا۔۔۔؟" شیران نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"عیش کرو گے؟" تاؤنی ایک آنکھ دبا کر بولا۔ شیران کچھ نہ سمجھ کر ہنس پڑا۔

"عیش کریں گے۔" وہ بولا اور تاؤنی ہنس پڑا۔

"آؤ پھر تمھیں عیش کرائیں مگر سُنو۔۔ یہ دولت بہت ہے، تمھارے پاس اور لی پی آں کی لڑکیاں بہت چالاک ہوتی ہیں۔ اسے اندرونی لباس میں چھپا کر رکھ لو اور یہ اپنے پاس رکھو۔" اُس نے جیب سے نوٹ نکال کر شیران کو دیے۔

تاؤنی اُس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ عجیب سی جگہ تھی یہ گانگ ہو۔ مختلف انداز کی آبادیوں کا مرکب۔۔۔ وہ پیدل چلتے ہوئے ایک تنگ سی گلی میں داخل ہو گئے۔۔۔ اور پھر اُسی گلی کے ایک دروازے کو کھٹکھٹا کر تاؤنی بلا تامل اندر گھس گیا۔ شیران باہر ہی کھڑا ہوا تھا۔

"ارے آؤ، رُک کیوں گئے؟" تاؤنی نے پلٹ کر کہا اور شیران کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بھی اندر لے گیا۔۔۔ چوڑا سا صحن تھا جس کے تین اطراف میں دالان بنے ہوئے تھے۔ یہ دالان روشنی سے جگمگا رہے تھے اور یہاں عجیب قسم کے فرنیچر پر چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے نزدیک ہی خوب صورت لباسوں میں ملبوس لڑکیاں تھیں، جن کے چہروں پر گہرا میک اَپ تھا لیکن اچھی خاصی خوش شکل نظر آ رہی تھیں۔ یہاں آزادانہ طور پر ایسے مناظر نگاہوں کے سامنے آئے، جو شیران کے لیے اجنبی تو نہ تھے لیکن اس سے قبل اس نے اس بے تکلفی کے مظاہرے کبھی نہیں دیکھے تھے، وہ بوکھلا کر تاؤنی کو دیکھنے لگا اور تاؤنی نے مُسکرا کر آنکھ دبا دی۔

پھر وہ شیران کو لے کر ایک دالان میں پہنچ گیا جہاں درمیانی عمر کی ایک عورت بیٹھی ہُوئی تھی۔ درمیانی عمر کی عورت نے تاؤنی کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔ وہ کسی قدر تیز لہجے میں تاؤنی کو کچھ کہنے لگی، زبان چینی تھی، اس لیے شیران کی سمجھ میں کچھ نہ آ سکا، لیکن اس نے یہ اندازہ ضرور لگا لیا کہ اس عورت نے اچھے لہجے میں تاؤنی سے گفتگو نہیں کی ہے، جواب میں وہ بھی کچھ کہنے لگا اور عورت نے پہلی بار چونک کر شیران کو دیکھا پھر اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے جن میں کسی قدر خوف کی آمیزش بھی تھی۔ ایک بار پھر اُس نے تاؤنی سے کچھ کہا اور تاؤنی سینہ پھلا کر اُسے جواب دینے لگا، عورت کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر وہ ٹوٹی پھوٹی انگلش میں بولی۔

"ویلکم۔۔۔ ویلکم۔ اندر آ جاؤ۔"

شیران ہونٹ سکیڑے یہ مناظر دیکھ رہا تھا۔ عورت کی فرمائش پر وہ اندر نہیں گیا بلکہ اپنی جگہ کھڑا اطراف میں دیکھتا رہا۔ عورت خود ہی اُٹھ کر اُس کے پاس آ گئی تھی۔

"آؤ۔ یہاں تمھیں اپنی پسند کی چیز ملے گی۔" اُس نے کہا اور شیران نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"دوسری بار میرا ہاتھ پکڑنے کی کوشش مت کرنا۔" وہ غرّایا اور عورت کے ہونٹوں کی مُسکراہٹ ایک دم سُکڑ گئی۔ اُس نے دانت پیستے ہُوئے تاؤنی کی طرف دیکھا اور پھر پلٹ کر شیران کی طرف دیکھ کر مُسکرانے لگی۔ یہ مُسکراہٹ سو فیصدی مصنوعی تھی۔ چند ساعت وہ سوچتی رہی پھر واپس پلٹ گئی۔

اس بار دو لڑکیاں اُٹھ کر شیران کے دائیں بائیں آ کھڑی ہوئیں۔ انھوں نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔

"اندر تشریف لائیے۔ ہم آپ کی کیا خدمت کریں؟" شیران ایک لمحے کے لیے سوچتا رہا۔ اَب وہ اس عیش کا مطلب سمجھا تھا جو تاؤنی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ بہرحال اس نئے ماحول سے خود کو روشناس کرانے کے لیے تھوڑا سا وقت ضائع کر لینے کا فیصلہ کر لیا اور لڑکیوں کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔ لڑکیاں اسے لے کر ایک بینچ پر بیٹھ گئی تھیں۔

"ہم آپ کی کیا خدمت کریں؟"

"تم دونوں میری خدمت کرو گی؟" شیران نے ہنس کر پوچھا۔

"نہیں، جسے آپ پسند کریں۔"

"مگر تم دونوں میں سے کوئی مجھے پسند نہیں۔" شیران بولا۔

"اوہ۔۔۔" لڑکیوں نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔ اس بات پر اُن کی پیشانی شکن آلود نہیں ہوئی تھی پھر اُن میں سے ایک اُٹھ کر بوڑھی عورت کے پاس پہنچی اور چینی زبان میں کچھ کہنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد تین چار اور لڑکیاں شیران کے سامنے آ گئی تھیں۔ شیران نے ایک لڑکی کی طرف اُنگلی اُٹھا دی اور لڑکی رکوع کے سے انداز میں جھک گئی پھر وہ شیران کا بازو پکڑ کر ایک کمرے کی طرف لے گئی، جس کی اندرونی آرائش شیران کے لیے اجنبی تھی۔

اس نے دلچسپی کی نگاہوں سے اس منظر کو دیکھا اور پھر لڑکی کو دیکھنے لگا جو اس کے پیروں کے پاس آ بیٹھی تھی۔ اس نے شیران کے جُوتوں کی طرف ہاتھ بڑھائے تو شیران نے پاؤں سمیٹ لیے "نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ کوئی ایسی حرکت نہیں ہو گی۔ بیٹھ جاؤ میرے سامنے، باتیں کرو مجھ سے۔ کیا نام ہے تمھارا؟"

"سائی کا۔"

"اور اُس عورت کا جو تمھاری ماسٹر ہے؟"

"مائی کوئی۔"

"کوئی اور بڑا شہر یہاں سے کتنا دُور ہے؟"

"سوہاتا یہاں سے دو سو "لیر" دُور ہے۔"

"ہُوں . . . دیانو کو جانتی ہو؟"

"دیانو . ." لڑکی کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار پھیل گئے۔

"وہ . . . وہ کونگ ہے۔ خطرناک . . خطرناک آدمی۔"

"یہاں خطرناک آدمی ایسے ہوتے ہیں۔" شیران ہنس پڑا . . . لڑکی عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی پھر اس کی باریک آواز اُبھری۔

"تم کون ہو؟"

"ایک بے وقوف آدمی، جو دُنیا سے اس قدر ناواقف ہے کہ بعض اوقات اسے خود پر غصہ آنے لگتا ہے۔" شیران نے کہا۔ "تجھے ان تنہائیوں کے عوض دولت درکار ہوتی ہے نا۔ یہ لو اس میں سے اپنی قیمت نکال لو۔" شیران نے نوٹ نکال کر لڑکی کے سامنے ڈال دیے، جو اُسے تاڈنی نے دیئے تھے۔

لڑکی اُسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر اُس نے گہری سانس لے کر اس میں سے دو نوٹ نکال لیے۔ باقی نوٹ اس نے اپنے ہاتھوں سے شیران کے لباس میں رکھ دیئے تھے۔

اسی وقت باہر سے شور کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ کوئی چیخ رہا تھا اور ان چیخوں میں بوڑھی مائی کوئی کی آواز بھی شامل تھی۔ لڑکی گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔

"کیا بات ہے۔ کون چیخ رہا ہے؟" شیران نے سوال کیا۔ لڑکی دروازے سے کان لگا کر کھڑی ہوگئی پھر اُس نے پلٹ کر کہا۔

"کونگ . . ."

"کون؟" شیران بھویں سکیڑ کر بولا۔

"شاید دیانو . ." لڑکی نے جواب دیا۔

"اوہ . . ." شیران جلدی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دالانوں کے سامنے صحن میں چار پانچ افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں دیانو کو بھی صاف دیکھا جا سکتا تھا۔

معاً تاڈنی کو نیچے زخمی پڑے دیکھ کر شیران کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ وہ بھوکے شیر کی طرح آگے بڑھا۔ دیانو نے اَب اسے دیکھا تھا۔ وہ چونک کر اپنی زبان میں اپنے آدمیوں سے کچھ کہنے لگا اور اس بار چار آدمی شیران پر جھپٹے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں تین تین فٹ لمبے ڈنڈے تھے۔ وہ شیران کے چاروں طرف پھیل گئے۔ شیران اُن سے لڑنے کے لیے تیار تھا۔

سامنے والے آدمی نے اس پر حملہ کیا تو شیران نے پھرتی سے اُسے پکڑ لیا اور گھوم گیا۔ اس طرح بائیں سمت سے حملہ کرنے والے کا ڈنڈا شیران کے بجائے اس شخص کے بدن پر پڑا جو شیران کی گرفت میں تھا۔ اس کے حلق سے کریہہ چیخ نکل گئی۔ شیران ایک بار پھر پلٹا اور اس نے گرفت میں دبے ہوئے شخص کو تیسرے آدمی پر دھکیل دیا۔ دو گرے ہوئے نوجوان کھڑے ہو گئے تھے لیکن اب چوتھا آخری نوجوان شیران کی گرفت میں تھا۔ اس نے اُٹھنے والے دونوں جوانوں پر اس چوتھے جوان کو دے مارا۔ جس نوجوان کے ڈنڈا پڑا تھا وہ ناکارہ ہوگیا تھا۔ اسی وقت چاقو کی کڑکڑاہٹ اُبھری . . . یہ چاقو دیانو نے کھولا تھا۔ وہ چاقو کو دونوں ہاتھوں میں اُچھالتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔

مائی کوئی باہر بھاگ گئی تھی اور بُری طرح شور مچا رہی تھی۔ باہر شاید آس پاس کے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ بہت سی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ تاڈنی کافی زخمی تھا اور اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو پا رہا تھا تاہم وہ گھسٹتا ہوا ایک طرف کھسک گیا۔ اب وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے شیران اور دیانو کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا لونڈیوں کی طرح ادائیں کر رہا ہے سُور کے۔ میں اس چاقو سے ناک کاٹوں گا تیرے سمجھے۔" شیران بولا۔ دیانو نے یکبارگی چاقو اُچھال کر دوسرے ہاتھ میں لیا اور پھر انتہائی پھرتی سے اُسے واپس پہلے ہاتھ میں لے کر شیران پر حملہ کر دیا۔

شیران نے ایک فٹ پیچھے ہٹ کر اس کا وار خالی دیا اور جُھکائی دے کر دیانو کو عقب سے پکڑ لیا۔ اس نے دیسی انداز میں دیانو کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اُس کی گردن میں قینچی لگائی اور اسے اسی طرح اٹھا کر سر سے بلند کر کے زمین پر پھینک دیا۔ دیانو نے زمین پر تین قلابازیاں کھائی تھیں۔ تیسری قلابازی پر اس کا چاقو والا ہاتھ ٹیڑھا ہو گیا اور چاقو اس کی بائیں سمت کی پسلیوں میں اُتر گیا۔ شیران کی بے پناہ طاقت کے سامنے وہ تنکے کی مانند تھا اور پہاڑوں کے اس وحشی سے طاقت آزمائی ایک مذاق کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہ مذاق دیانو کو اتنا مہنگا پڑا کہ وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ تین چار بار وہ زمین پر اُچھلا اور پھر ساکت ہو گیا۔ اُس کی آنکھیں کُھلی رہ گئی تھیں۔ اس کے ساتھی جو اَب خود بھی اُٹھنے کے قابل نہیں رہے تھے، بُری طرح دہشت زدہ ہو گئے . . . لیکن اسی وقت دروازہ کھول کر چند مخصوص لباس والے اندر گُھس آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں جنھیں انھوں نے شیران کی طرف سیدھا کیا ہوا تھا۔ شیران نے پلٹ کر اُن کی طرف دیکھا اور غرّائی آواز میں بولا۔

"تم کون ہو؟" لیکن اس کی بات کا جواب کسی نے نہیں دیا تھا، البتہ تاڈنی ہمت کر کے اپنی جگہ سے اُٹھا اور پریشان سی شکل بنائے

ہوئے ان کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے تبتی زبان میں ان سے کچھ کہا اور اُن میں سے ایک نے تاڈنی کی گردن پکڑ کر اُسے قابو میں کر لیا۔ باقی لوگوں نے رائفلیں شیران کے بدن سے لگا دی تھیں۔

"ہُوں تو تمھاری بھی شامت آئی ہے۔" شیران غرّایا لیکن اسی وقت تاڈنی چیخا۔

"نہیں شیران! یہ پولیس مین ہیں۔ ان سے جھگڑا مت کرنا۔" اور شیران رُک گیا۔

"پولیس . . ." شیران کے ہونٹوں سے نکلا۔ اُسے کابل پولیس یاد آ گئی تھی اور پھر اُن سب کے پاس رائفلیں بھی تھیں، اس لیے اب ان سب سے بھڑنا اس نے مُناسب نہ سمجھا اور غرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

"پولیس نے مجھے کیوں پکڑا ہے؟"

"یہ . . . یہ شاید مر گیا۔" تاڈنی نے دیانو کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"مرنا ہی تھا اُسے۔ کیوں خواہ مخواہ مجھ سے بھڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پولیس والے شاید انگریزی زبان نہیں سمجھتے تھے۔ انھوں نے تاڈنی سے اس سلسلے میں سوالات شروع کر دیئے اور تاڈنی انھیں ہکلا ہکلا کر بتانے لگا۔ اس نے اُنھیں بتایا کہ دیانو کا قتل شیران نے نہیں کیا بلکہ دیانو نے خود اس پر چاقو سے حملہ کیا تھا اور نتیجے میں اس کا چاقو اس کے ہاتھ سے ہی اُس کی پسلیوں میں گھُس گیا۔ اس بات کی گواہی مائی کوئی نے بھی دی تھی۔ اس کی لڑکیاں سہمی ہوئی سی ایک طرف کھڑی تھیں۔

پولیس والے معلومات حاصل کرتے رہے اور پھر اُنھوں نے شیران کے نزدیک پہنچ کر ہتھکڑیاں اس کے ہاتھوں میں ڈال دیں۔ اگر رائفلیں نہ ہوتیں تو شاید شیران یہ ہتھکڑیاں پہننا پسند نہ کرتا اور یہاں سے کہیں فرار ہو جاتا لیکن فرار ہونا بھی کوئی آسان بات نہیں تھی۔ اس تمام علاقے سے وہ مکمل طور پر ناواقف تھا اور کچھ اس طرح سے اُلجھا ہوا تھا کہ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بہرصُورت وہ گرفتار کر لیا گیا اور پولیس والے رائفلیں اس کی پُشت سے لگائے اُسے لیے ہوئے باہر آ گئے۔

شیران کو تقریباً ایک میل پیدل چلنا پڑا تھا۔ پولیس والے اُسے ایک عمارت میں لے گئے جو یقینی طور پر یہاں کا تھانہ تھا اور پھر اُس کو لاک اَپ میں سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا گیا۔ شیران کسی زخمی شیر کی مانند سلاخوں کے پیچھے پہنچا تھا۔ اس نے گرجدار آواز میں اُن لوگوں کو گالیاں دی تھیں لیکن یہ گالیاں اُن میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آئی تھیں۔ پولیس کا نظام شیران کے لیے اجنبی تھا۔ اس سے قبل کبھی اس کا پولیس سے واسطہ نہیں پڑا تھا البتہ اتنا وہ ضرور سمجھ گیا تھا کہ پولیس حکومتوں کی نمائندہ ہوتی ہے اور پولیس سے بھڑنا مناسب نہیں تھا۔ خاص طور سے اس لیے کہ وہ ان علاقوں میں اجنبی تھا۔ ہاں، اگر پہاڑوں کی بات ہوتی تو اس نے کبھی جرگوں کی بات بھی نہیں مانی تھی۔ حالانکہ جرگوں کا نظام بھی بہت مضبوط تھا لیکن شیران جیسے آدمی کے لیے نہیں۔ لاک اَپ میں بند کرنے کے بعد پولیس والے وہاں سے ہٹ گئے۔ باہر تالا لگا دیا گیا تھا۔ شیران فرش پر بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگا پھر رات کے کسی پہر وہ گہری نیند سو گیا۔ دوسری صبح جب وہ جاگا تو خاصا مضمحل تھا۔ اس نے سب سے پہلی بات جو سوچی تھی وہ یہی تھی کہ بہتر تھا کہ سدھاشی کے ساتھ ہی رہتا، کم از کم یہاں کے ماحول سے مکمل طور پر واقفیت تو ہو جاتی۔ اس ماحول سے ناواقفیت اُسے بہت پریشان کر رہی تھی لیکن اپنی وحشیانہ فطرت کو وہ کیا کرتا۔ جو اُسے دیوانہ کر رہی تھی۔ اس فطرت پر قابو پانے کے لیے کئی بار اس نے سوچا تھا۔ تب اس نے خود سے کہا۔

"شیران . . . پہاڑوں کی دُنیا بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ اس نئی دُنیا میں اگر زندگی گزارنی ہے تو دماغ کو قابو میں رکھو، ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔ مکاری دُنیا میں زندگی گزارنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ چنانچہ جب ایک پولیس افسر نے جو شکل سے شیران کو بہت مضحکہ خیز محسوس ہوا تھا افسرانہ شان سے شیران کو مخاطب کیا تو شیران نے نرمی سے گردن جُھکا دی اور بولا۔

"بطخ کے بچے! میں تیری بکواس نہیں سمجھ رہا۔"

"انگلش جانتے ہو؟" افسر نے پوچھا۔

"ہاں . . . جانتا ہوں۔"

"تم نے دیانو کو قتل کیا ہے؟"

"نہیں . . . وہ خود اپنے چاقو سے ہلاک ہوا ہے۔ وہاں موجود کسی بھی شخص سے پوچھ لو۔"

"مسٹر مارلینو کو جانتے ہو؟"

"وہ اپاہج دولت مند؟"

"خبردار . . . مسٹر مارلینو کا نام اَدب سے لو۔ وہ معمولی شخصیت کے مالک نہیں۔" پولیس افسر نے کہا۔

"اس وقت تو تم سب بہت بڑی شخصیت کے مالک ہو گدھے کے بچو . . . لیکن بہت جلد تم سب کو دیکھ لوں گا۔" اس نے قبائلی زبان میں کہا اور پھر بولا۔ "ہاں، میں انھیں جانتا ہوں۔"

"انھوں نے تمھاری ضمانت دی ہے۔ باہر اُن کی کار موجود ہے اور اُن کے آدمی تمھیں لینے آئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے . . ." شیران نے کہا اور پولیس افسر کے حکم پر اُسے باہر پہنچا دیا گیا جہاں ایک شاندار کار کھڑی ہوئی تھی۔ ایک شخص نے اس کے لیے عقبی دروازہ کھولا اور شیران اندر بیٹھ گیا۔ کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی تھی۔

باہر سے یہ عمارت بھدی اور بے تکی نظر آتی تھی لیکن اندر سے اسے دیکھ کر شیران کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اعلا درجے کے قالین بچھے ہوئے تھے۔ ساگوان کی لکڑی کا نفیس قسم کا فرنیچر تھا۔ انتہائی خوبصورت فانوس لٹکے ہوئے تھے جن میں لگی شمعیں ایک پُراسراری روشنی پھیلا رہی تھیں حالانکہ دن کا وقت تھا لیکن اندرونی کمرے اس قدر تاریک تھے کہ دن میں بھی انھیں شمعدانوں سے روشن کیا گیا تھا۔ ایک وسیع و عریض کمرے میں اس کی ملاقات مارلینو سے ہوئی۔

عجیب و غریب شکل کا مالک یہ شخص اس وقت بھی ایک اپاہجوں والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بدن پر ایک اُونی شال پڑی ہوئی تھی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے شیران کو دیکھا اور نرم لہجے میں بولا۔

"آؤ شیران۔ کیسے مزاج ہیں؟"

"اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میرا دماغ درست ہوگیا ہے تو اس خیال کو ذہن سے نکال دو۔ ہاں اس سے قبل میں نے مصلحت کا لبادہ نہیں اوڑھا تھا لیکن اب دوسری بات ہے۔" شیران نے آہستہ سے کہا۔

"میں جانتا ہوں چٹانوں میں لچک نہیں ہوتی لیکن مجھے چٹانوں سے محبت ہے۔" اس نے کہا۔

"کیوں بلایا ہے مجھے؟" شیران نے پوچھا۔

"دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لیے۔" مارلینو نے کہا اور شال ہٹا کر ایک ہاتھ اس سے نکال لیا لیکن یہ ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹا ہوا تھا۔

"اوہ۔ تمھارا ہاتھ بھی..." شیران چونک کر بولا۔

"ایک نہیں دونوں۔" مارلینو نے دوسرا ہاتھ بھی نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔ یہ ہاتھ بھی ٹھیک اسی جگہ سے کٹا ہوا تھا جہاں سے پہلا۔

"اور پاؤں؟" شیران نے بے اختیار پوچھا۔

"میں دونوں پیروں سے بھی محروم ہوں۔" مارلینو نے کٹے ہوئے ہاتھ سے شال سرکا دی۔ اس کے دونوں پاؤں بھی گھٹنے کے پاس سے کٹے ہوئے تھے۔ بے بسی کی اعلا مثال۔ شیران اس مظلوم آدمی سے متاثر ہوا تھا لیکن پھر اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ آخر اس معذور انسان کی اتنی بڑی حیثیت کیوں ہے۔ صاف طبیعت اور بے جھجک انسان تھا۔ کسی تردد کے بغیر سوال کر ڈالا۔

"تم اس قدر بے بس انسان ہو کہ تم پر رحم آتا ہے۔ کیا لوگ تمھارے اُوپر رحم کھا کر تمھارا احترام کرتے ہیں۔ میں نے اتنا بڑا جرم کر ڈالا لیکن تمھارے ایک اشارے پر رہا ہوگیا؟"

"یہی سمجھ لو۔" مارلینو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ذہن قبول نہیں کرتا اس بات کو۔ کسی پر رحم کھا کر اس کی کسی حرکت کو تو معاف کیا جاسکتا ہے لیکن دوسروں کو نہیں۔"

"ذہن قبول نہیں کرتا دوست تو اس خیال کو دل سے نکال دو۔ گانگ ہو کی پُوری آبادی میں تمھیں ایک فرد بھی ایسا نہیں ملے گا جو مارلینو کے نام پر گردن نہ جُھکا دے اور جو گردن اُٹھا کر بات کرتا ہے اس کی گردن اس کے شانوں پر نہیں پائی جاتی۔"

"یہ البتہ دلچسپ بات ہے۔" شیران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم دولت مند آدمی ہوگے اور شاید تم نے بہت سے غنڈے پال رکھے ہوں گے۔"

"عزیز دوست میں نے پہلے بھی تمھیں پیش کش کی تھی کہ میری دوستی قبول کرلو۔ اجنبی ہو اور گانگ ہو آئے ہو تو میرے مہمان بنو لیکن تم نے قبول نہ کیا۔ میری یہ پیش کش اب بھی برقرار ہے۔ وعدہ کرتا ہوں تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ اطمینان سے بیٹھیں گے۔ میں تمھاری کہانی سُنوں گا تم میری داستان سُننا ایک دوسرے کو سمجھیں گے اور پھر مستقبل کا کوئی فیصلہ کریں گے۔"

"مجبوری ہے مارلینو۔ مجھے اعتراف ہے کہ ابھی اس دُنیا کو میں نے پُوری طرح نہیں سمجھا ہے اور جگہ جگہ مجھے پریشانی اُٹھانی پڑ رہی ہے۔ اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ پہلے مجھے اس ماحول کو سمجھ لینا چاہیے اس کے بعد کوئی قدم اُٹھانا چاہیے لیکن مارلینو میں تمھیں دھوکے میں نہیں رکھوں گا۔ نہ تو مجھے تمھاری برتری قبول ہے نہ میں تمھارے احکامات کی پابندی کروں گا جب دل چاہا یہاں سے چلا جاؤں گا اور جو کچھ تم میرے ساتھ کرو گے مجھ پر قرض نہ ہوگا۔"

مارلینو کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑنے لگی پھر وہ پُرخیال انداز میں بولا۔ "میں قسم کھاتا ہوں دوست کہ تمھاری ذات میں مجھے ایک اور مارلینو نظر آرہا ہے۔ بے باک، بے ریا، سچا اور کھرا انسان۔ میں اس نئے مارلینو پر کوئی بوجھ نہیں طاری ہونے دوں گا یہ وعدہ ہے۔ تم اپنی ذات میں زندہ رہو گے جنگل کے شیر کی مانند۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔"

شیران نے گردن ہلا دی۔

"اب تم آرام کرو جس چیز کی ضرورت محسوس کرو بیان کر

دینا۔ صبح کو تمھارے لیے نئے لباس منگوا دیے جائیں گے۔ ایک خادم تمھارے لیے مخصوص ہوگا تم اس سے انگلش میں گفتگو کرسکتے ہو۔" مارلینو نے کرسی کے ہتھے میں لگے ہوئے ایک بٹن کو اپنے ٹنڈے ہاتھ سے دبایا اور دوسرے ہی لمحے یاؤ نامی ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔ یاؤ کو شیران کی خدمت پر مامور کر دیا تو وہ شیران کو لے کر ایک عالی شان کمرے میں آگیا۔ اب یہ شیران کی رہائش گاہ تھی۔ شیران حیرت سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ ہر چیز خوبصورتی اور نفاست میں اپنی مثال آپ تھی۔ بہت سی جدید چیزیں تو ایسی تھیں جو شیران نے اس سے قبل دیکھی بھی نہ تھیں۔ بہرحال اب وہ شہزادوں کی طرح وقت کاٹ رہا تھا۔ یہاں آئے اسے دو دن ہوگئے تھے لیکن مارلینو نے نہ تو اسے کوئی پیغام بھیجا تھا اور نہ ہی خود ملنے آیا تھا۔

تیسرے [illegible] اس کی کھوپڑی گھوم گئی۔ اسے احساس ہوا کہ مارلینو اسے میٹھا زہر دے رہا ہے۔ عمدہ خوراک، عمدہ لباس اور آرام کی زندگی جو ایک جفاکش اور جنگجو انسان کو قتل کرنے کا سب سے بہترین نسخہ ہوتی ہے۔ اس سے خطرناک سازش اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ وہ پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس دوپہر یاؤ اس کے لیے کھانے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا لایا تو اس نے ٹرالی دونوں ہاتھوں میں اُٹھا کر دروازے پر دے ماری۔

یاؤ اس کی ضرب سے بچنے کے لیے اُچھل کر ایک طرف ہوگیا تھا۔ اس کے چہرے پر اضطراب کے آثار پھیل گئے تھے۔

"کوئی قصور ہوگیا ہے جناب؟" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"وہ ناکارہ مخلوق مارلینو کہاں ہے؟" وہ غرایا۔

"اپنے کمرے میں موجود ہیں۔" یاؤ نے جواب دیا اور شیران فیصلے انداز میں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کھانے کی ٹرالی کو ٹھوکر مار کر اس نے ایک طرف ہٹایا اور پھر ٹھوکر ہی سے دروازہ کھول کر وہ باہر نکل گیا۔ اس عمارت کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا تھا بس اس نے عمارت کے چند حصے ہی دیکھے تھے۔ اس لیے وہ مارلینو کا کمرہ نہ تلاش کر سکا۔ البتہ یاؤ اس سے چند قدم پیچھے چل رہا تھا۔

"اے۔ چھتے ادھر آ۔" اس نے دھاڑ کر کہا اور یاؤ جلدی سے اس کے پاس آگیا۔ "کون سا کمرہ ہے اس کا؟"

"وہ۔ وہ جناب اس طرف۔" یاؤ نے اشارہ کیا اور شیران آندھی طوفان کی طرح اس طرف چل پڑا۔ مارلینو کے دروازے پر اس نے ایک زوردار ٹھوکر ماری اور دروازہ کُھل گیا۔

مارلینو اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھا ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس نے نہایت سکون سے کتاب بند کی اور شیران کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"شاندار۔ بے نظیر۔" اس نے سر سے پاؤں تک شیران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کب تک بے وقوف بنانے کا ارادہ ہے مسٹر مارلینو؟" شیران نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔ مارلینو کے ہونٹوں کی ٹھنڈی مسکراہٹ بدستور برقرار رہی۔ البتہ اُس کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات نظر آنے لگے۔

"آؤ شیران بیٹھو، کیسے مزاج ہیں؟ کچھ برہمی کا سا انداز ہے خیریت تو ہے، کوئی بات طبیعت کو ناگوار گزری ہے کیا؟"

"ایک تو تم لوگ برف کی سلوں سے بنے معلوم ہوتے ہو، کوئی تاثر ہی نہیں اُبھرتا تمھارے چہرے پر۔" شیران جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ٹھنڈا رہنا اچھی بات ہے بیٹے، تم بتاؤ کیا تمھیں کوئی تکلیف پہنچی ہے؟" مارلینو نے سوال کیا۔

"میں سمجھتا ہوں، اچھی طرح سمجھتا ہوں، مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی مسٹر مارلینو کہ تم مجھے یہ ٹھنڈا زہر دے کر کیوں مارنا چاہتے ہو؟"

"زہر؟" مارلینو کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

"تین دن سے اپنے کمرے میں بند ہوں، عمدہ غذائیں کھا رہا ہوں۔ کیا یہ بات ایسی نہیں ہے جیسے جنگل کے کسی شیر کو پنجرے میں بند کرکے اس کے سامنے شکار ہی شکار ڈال دیا جائے؟"

"ایسا ہی ہے شیران۔" مارلینو نے جواب دیا۔ "لیکن اس میں یہ جذبہ کارفرما نہیں ہے شیران کہ تمھیں کسی قسم کی تکلیف پہنچے، تم پہاڑی باشندے ہو اور مجھے پہاڑوں کی روایات اچھی طرح معلوم ہیں، میں جانتا ہوں کہ تم مہمان نام کی کسی بھی چیز کے سامنے اپنا کلیجہ تک نکال کر ڈال دیتے ہو۔ تمھارے قبیلوں میں مہمان سب سے معزز حیثیت رکھتا ہے اور اس کی خاطر مدارات تم اپنا فرض سمجھتے ہو، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ مہمان کا تحفظ تمھارا ایمان ہوتا ہے۔ شیران مجھے افسوس ہے کہ میرا تعلق کسی پہاڑی قبیلے سے نہیں ہے، اگر ہوتا تو میں اپنی ذات پر فخر کرتا لیکن میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ یہاں تمھیں، تمھارے شایانِ شان زندگی دی جائے تم اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے، میں نے سب کو ہدایت کر دی تھی کہ جب تک شیران خود باہر نکلنے کی خواہش ظاہر نہ کرے انھیں پریشان نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی ایسی شخصیت کو ان کے

پاس بھیجا جائے جو اس کے ذہن پر بار بنے۔ وہ لفنگا سالڑکا تاڈنی تم سے ملنے یہاں آیا تھا لیکن میں نے اسے منع کر دیا اور اس کی وجہ یہ تھی شیران کہ تم نے دریا میں ایک طویل اور تکلیف دہ سفر کیا تھا، میں جانتا ہوں کہ اتنے طویل سفر کے بعد تمھیں آرام نہیں ملا، چنانچہ میری خواہش تھی کہ تم چند روز آرام کرو اور پُرسکون ہو جاؤ۔ خود میں نے بھی اسی لیے تمھیں کوئی زحمت نہیں دی تھی دوست۔ لہٰذا اس بات پر کسی غلط فہمی کے شکار نہ ہو۔ یہ میری درخواست ہے۔"

"میں ایسی معمولی چیزوں سے تھکن محسوس نہیں کرتا۔" شیران نے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ شیر جنگل میں سوتا نہیں رہتا لیکن میرا یہی فرض تھا۔" مارلینو نے کہا۔

"اب یہ بتاؤ مجھے کب تک تمھارا قیدی رہنا پڑے گا؟" شیران نے سوال کیا۔

"قیدی؟" مارلینو ہنس پڑا۔ "تم ابھی جا سکتے ہو شیران، جہاں دل چاہے، تمھارے لیے ہر طرح کا بندوبست کر دیا جائے گا۔ ویسے اگر میری خواہش پوچھتے ہو تو میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم طویل عرصہ میرے ساتھ قیام کرو، اگر اپنے کمرے میں گھٹن محسوس کر رہے ہو تو جس قسم کی سواری چاہو تمھیں فراہم کر دی جائے گی۔ گانگ ہو کے گلی کوچے، بازلدا اور اس کے نواح تمھارے لیے ہیں۔ گھومو پھرو، شکار کھیلو اور جب دل چاہے واپس آ جاؤ۔ میرے خیال میں ان الفاظ کے بعد ہر خوف کا تصور تمھارے ذہن سے نکل جائے گا۔" مارلینو نے کہا اور شیران واہنا گال کھجانے لگا۔ اس کے بعد کچھ کہنے کی گنجائش کہاں تھی، چنانچہ وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں اس طرح آرام کرنے کا عادی نہیں ہوں، اس کے علاوہ کچھ ذہنی اُلجھنوں کا شکار بھی رہتا ہوں۔" شیران نے کہا۔

"تمھارا دوست مارلینو تمھاری ہر خدمت کے لیے تیار ہے لیکن اس نے حد سے بڑھنے کی کوشش صرف اس لیے نہیں کی ہے کہ وہ تمھاری ذات پر کوئی بوجھ نہیں بننا چاہتا۔ ہاں اگر تم خود بتانا پسند کرو تو اس کے بعد مارلینو پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ تمھاری مدد کرے۔" شیران حیران نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میرے اوپر اتنے احسانات کیوں کر رہے ہو؟" مارلینو کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم ایک بہادر انسان ہو شیران لیکن ابھی نامکمل ہو۔ میں تمھیں ایک مکمل انسان بنانا چاہتا ہوں تاکہ تم جرائم پیشہ نہ بن جاؤ۔" مارلینو چند لمحات کے لیے رُکا تو شیران ہنس پڑا پھر بولا۔

"مگر تم یہ کیوں سمجھتے ہو مارلینو کہ میں کوئی جرائم پیشہ انسان بن جاؤں گا۔ ممکن ہے شہری زندگی اختیار کرنے کے بعد میں اپنے لیے کوئی بہتر راستہ تلاش کر لوں اور کسی شریف آدمی کی حیثیت سے زندگی گزارنا پسند کروں۔" مارلینو مُسکرانے لگا اور بولا۔ "شیران، مارلینو کے تجربے نے اسے یہی بتایا ہے کہ اس کے سامنے موجود شخص کوئی دکاندار، کاروباری یا کسی دفتر کا ملازم نہیں بن سکتا بلکہ وہ آزاد فضاؤں کا شاہین ہے اور شاہین کبھی پنجرے میں قید نہیں ہو سکتا، میں نے تمھاری فطرت کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مارلینو لیکن تم میری کیا تعمیر کرو گے؟"

"کچھ نہیں، بالکل نہیں۔ میں تمھاری ذات پر کوئی بوجھ مسلط نہیں کروں گا، ہاں میں تمھیں ان آزاد فضاؤں میں چھوڑ دوں گا جہاں تم اپنی زندگی کے لیے بہتر راستے تلاش کرو گے۔ البتہ یہ میرا فرض ہوگا کہ تمھاری نگرانی کروں اور جہاں تم بھٹکنے لگو، وہاں تمھیں کم از کم یہ ضرور بتا دوں کہ شیران یہ راستہ غلط ہے۔ بس مجھ سے بار بار یہ بات مت کہلواؤ شیران کہ میں تم سے خصوصی طور پر متاثر ہو گیا ہوں کیونکہ بار بار ان الفاظ کی ادائیگی کے بعد ان کا تاثر ختم ہو جاتا ہے۔"

"ایک تو تم اتنے بڑے مفکر ہو کہ میری کھوپڑی کام نہیں کرتی۔ اب یہ بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، ایک کمرے میں قید رہ کر اور عمدہ غذائیں کھا کھا کر میں موٹا ہونے لگا ہوں اور میرے قویٰ مضمحل ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری یہ کیفیت ہو۔" شیران نے کہا۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے گھومو، پھرو، عیش کرو۔ ایک بات اور کہوں تم سے۔ میں نے تمھاری ذات کے بارے میں کچھ چھان بین کی ہے۔ مجھے اس بات کا علم بھی ہو گیا ہے کہ تم عورت پرست نہیں ہو اور اپنی خلوت میں عورت کی موجودگی کے خواہاں بھی نہیں ہو، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ مائی کوٹی کے ٹھکانے پر تمھیں وہ لفنگا لے گیا تھا، شیران اس قسم کے لوگ تمھاری زندگی میں ہر لمحہ آئیں گے اور تمھیں بھٹکانے کی کوشش کریں گے، عورت ایک خوبصورت فریب ہے اور اس کا جال نہایت حسین ہے لیکن بڑے بڑے دلیر اس کا شکار ہو کر اپنی شخصیت کھو بیٹھتے ہیں۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ عورت مرد کی ایک ضرورت

ہے لیکن جوتیاں پہن کر سویا نہیں جاتا۔ میں نے اسی لیے تمھاری دلبستگی کا سامان کسی عورت کے ذریعے نہیں کیا۔ ہاں اگر تمھاری خواہش ہو تو یہاں سب کچھ موجود ہے۔ خدمت گار لڑکیاں تمھارے تلوے چاٹ سکتی ہیں۔ یہ صرف تمھاری مرضی پر منحصر ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کسی طور ذہن پر کوئی بار نہ رہنے دو اور میرے دوست یہ میں تمھاری نہیں بلکہ مارلینو کی خدمت کر رہا ہوں۔ اس مارلینو کی جو بہت معصوم تھا اور زندگی میں بہتری کی تلاش کے لیے اپنے خوبصورت گاؤں کو چھوڑ کر شہر چلا آیا تھا۔"

"ہاں ہاں تم نے کہا تھا کہ تم اپنی کہانی سناؤ گے۔ مجھے کہانیاں سُننے کا بے حد شوق ہے ایک کہانی مجھے اس شخص نے بھی سُنائی تھی جس کا نام یاتان بردما تھا۔ ارے ہاں یاتان بردما کے نام پر یاد آیا۔ یاتان بردما کی لڑکی سدھاشی تمھارے پاس سے کہاں گئی۔ وہ تمھارے پاس ہی ہے یا کہیں اور چلی گئی؟"

"نہیں سدھاشی اب یہاں نہیں ہے۔ اس کی خواہش پر میں نے اسے کہیں اور بھیج دیا ہے۔ بہرصورت وہ مطمئن ہے۔" مارلینو نے مُسکرا کر جواب دیا اور پھر مُسکرا کر کہنے لگا۔ "حالانکہ وہ لڑکی جہاں تک میرا خیال ہے تمھارے لیے دل میں بہت بڑا مقام رکھتی ہے لیکن شاید وہ تمھاری بے اعتنائی کا شکار رہی کچھ کچھ افسردہ سی نظر آ رہی تھی۔"

"ہوگی ہوگی۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ دفعتاً اُسے بھوک کا احساس ہوا۔ "اچھا دوست تو پھر میرے لیے کھانا منگواؤ۔" میں نے کھانے کی ٹرالی ٹھوکر مار کر دور پھینک دی تھی، اس خیال سے کہ یہ کھانا میرے لیے زہر کی حیثیت رکھتا ہے۔" یہ سُنتے ہی مارلینو کرسی کے ہتھے پر لگا ہوا بٹن دبانے لگا پھر وہ پُرخیال لہجے میں بولا۔

"شیران ابھی تم اپنے طور پر کوئی بات مت سوچو۔ ان علاقوں میں آئے ہو، بتنی زبان بھی سیکھ لو تاکہ تمھیں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ اس کے علاوہ... جدید فنونِ جنگ سے تمھاری واقفیت بھی ضروری ہے، میں نے تمھارے سامان میں دو خالی پستول بھی دیکھے ہیں اور پھر پہاڑوں کے رہنے والوں سے یہ پوچھنا تو بالکل ہی غلط ہے کہ وہ آتشیں ہتھیار کس طرح استعمال کرتے ہیں تاہم میں تمھاری نشانہ بازی بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ شیران ہمارے ان علاقوں میں ایک آرٹ بہت مشہور ہے جسے ہم مارشل آرٹس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ تم اس کا مظاہرہ دیکھو گے تو خوش ہو جاؤ گے، روزانہ شام کو پانچ بجے اس عمارت کے عقبی لان پر چند نوجوان مارشل آرٹ کی مشق کرتے ہیں۔ کیوں نہ آج شام کو پانچ بجے تم بھی اس لان پر موجود رہو۔"

* *

شیران کا موڈ بے حد خوشگوار تھا۔ وہ مخصوص طرز کے چُست پائجامے میں ملبوس، کھال کا کوٹ پہنے اور بڑے بالوں والی ٹوپی لگائے لان پر پہنچا تھا۔ یاؤ اس کا رہبر تھا۔ لان پر چھ نوجوان موجود تھے اور عجیب طرح کی اُچھل کود مچا رہے تھے۔ مارلینو بھی اپنی مخصوص کرسی پر لان کے ایک گوشے میں موجود تھا اور دلچسپ نگاہوں سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے پیروں پر اب بھی شال پڑی ہوئی تھی۔ البتہ کٹے ہوئے دونوں ہاتھ عُریاں تھے اور اس وقت اس نے انھیں ڈھکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شیران کو دیکھ کر اس نے مُسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور ایک کرسی اپنے قریب ڈلوائی۔ شیران آ کر اس کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"دیکھو۔ یہ مارشل آرٹس کی مشق کر رہے ہیں۔" مارلینو نے کہا۔

"اس میں کیا آرٹ ہے۔ یہ اُچھل کود میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔" شیران نے کہا۔

"غور کرو شیران۔ ان چھ نوجوانوں میں سے ہر شخص دس بارہ افراد پر بھاری ہے۔ ان لوگوں نے جوڈو، جوجِتسو، کراٹے اور مارشل آرٹس سے متعلق دوسرے تمام فنون کی بہترین مشق کی ہے۔ یہ سب بلیک بیلٹ ہیں اور مختلف لوگوں کو مارشل آرٹس کی مشق کراتے ہیں، ارے ہاں تمھارے پستول موجود ہیں تمھارے پاس؟" مارلینو نے گفتگو کا رُخ بدلتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں لیکن خالی ہیں اور خالی پستول لوہے کے ٹکڑوں سے زیادہ نہیں ہوتے۔"

"ذرا دِکھاؤ مجھے، کون سے نمبر کے کارتوس استعمال ہوتے ہیں ان میں؟" مارلینو نے کہا اور شیران نے اپنے دونوں پستول نکال کر اُس کے سامنے کر دیے۔

"ہُوں۔ یہ پہاڑی ساختہ معلوم ہوتے ہیں، میری طرف سے یہ پستول قبول کرو۔" مارلینو نے میز پر رکھے ایک خوبصورت پستول کی طرف اشارہ کیا... اور شیران پسندیدہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر مارلینو۔ میرے نزدیک یہ تحفہ زندگی کا سب سے قیمتی تحفہ ہے۔" شیران نے کہا اور پستول کے چیمبر چیک کرنے کے بعد اُس کی نال کی سیدھ کا اندازہ کرنے لگا۔ مارشل آرٹس کے کرتب دِکھانے والے نوجوان رُک گئے تھے۔

وہ ایک دوسرے کی جانب گردنیں خم کر کے ایک قطار میں کھڑے ہو گئے تھے۔ تب مارلینو نے شیران سے فرمائش کی۔

"میں تمھاری نشانہ بازی دیکھنا چاہتا ہوں شیران؟"

"اوہ۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں۔ تم بتاؤ نشانہ بازی کا کون سا کمال مجھے دکھا سکتے ہو؟"

"بس کوئی خاص نہیں۔ رائفل، اسٹین گن اور پستول استعمال کر لیتا ہوں اور کارتوس ضائع نہیں ہونے دیتا۔" شیران نے لاپروائی سے کہا۔

"بہت بڑی بات ہے۔" مارلینو تحسین آمیز انداز میں بولا اور پھر اُس نے اشارے سے ان نوجوانوں میں سے ایک کو اپنے قریب بلایا اور اُسے تبتی زبان میں ہدایات دینے لگا پھر اس نے شیران سے کہا۔

"میں نے اس سے کہا ہے کہ چند ٹارگٹ بنائے تم ان پر نشانہ لگاؤ گے؟"

"میرے خیال میں یوں کرو مسٹر مارلینو کہ لکڑی کے ایک ٹکڑے کو فضا میں اُچھالو۔ میں اس پر نشانہ لگاؤں گا۔"

"اوہ اچھا۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" مارلینو بولا اور اُس نے اُس نوجوان کو دوبارہ بُلا کر ہدایات دیں۔ شیران نے ایک بار پھر پستول کی نال چیک کی۔ دوسرے نوجوان بھی اس دلچسپ مظاہرے میں اشتیاق کا اظہار کر رہے تھے۔ سب ایک قطار میں پیچھے ہٹ گئے اور پھر لکڑی کے ایک ٹکڑے کو جس کی لمبائی دو فٹ کے قریب تھی پُوری قوت سے فضا میں اُچھالا گیا۔ لکڑی کا ٹکڑا گھومتا ہُوا فضا میں بلند ہُوا اور شیران کے پستول سے تین گولیاں چلیں لکڑی کے چار ٹکڑے نیچے آ گرے اور مارلینو کے حلق سے مسرت بھری آواز نکل گئی۔

یہ واقعی نشانہ بازی کا بے مثال مظاہرہ تھا کیونکہ لکڑی کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کو چار مختلف حصّوں میں تقسیم کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ پہلی گولی نے اس کے دو ٹکڑے کیے پھر شیران نے باقی ٹکڑے کو نشانہ بنایا اور اس کے بعد اس کے ٹوٹے ہُوئے ٹکڑے کو، پھر جب یہ چاروں ٹکڑے اُٹھا کر مارلینو کے سامنے لائے گئے تو وہ فرطِ مسرت سے چیخ پڑا۔

"وَیری گڈ، وَیری گڈ۔ گویا میرا اندازہ تمھارے بارے میں غلط نہیں تھا۔"

شیران نے پستول کی نال کو پھونک کر مارلینو کی طرف دیکھا اور بولا۔ "اب تم وہ ٹارگٹ منتخب کرو مارلینو جو تمھارے خیال میں سب سے مشکل ہو۔"

"شیران۔ مجھے یقین ہے کہ نشانہ بازی میں تم کمال رکھتے ہو۔ میں اس مظاہرے سے بے حد مطمئن ہوں۔ آتشیں ہتھیاروں کا کمال بے شک مسلّم ہے۔ انسان خود سے پچاس گُنا طاقت وَر دُشمن کو طویل فاصلے سے ہلاک کر سکتا ہے لیکن تمھارے پستول خالی ہو جائیں شیران۔ اگر ایسی کوئی سچویشن پیش آ جائے تو کیا کرو گے؟"

"یہ تو وقت کی بات ہے جو بھی سُوجھ جائے۔"

"دُشمن اگر زیادہ ہوں اور تمھیں لکڑی کا کوئی ٹکڑا بھی نہ مل سکے؟" مارلینو نے کہا۔

"ایسے موقعے پر بھاگ جانا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔" شیران نے ہنستے ہُوئے کہا۔

"ذہانت کا یہی تقاضہ ہے لیکن اگر تم قید ہو تو؟"

"اوہ یار۔ کہنا کیا چاہتے ہو؟" شیران نے ران پر ہاتھ مارتے ہُوئے کہا۔

"مارشل آرٹ ایسے ہی لمحات کا ساتھی ہوتا ہے۔ تم تو ایک طاقت وَر آدمی ہو۔ کوئی کمزور آدمی بھی ایسے حالات کا شکار ہو جائے تو..."

"تو وہ کیا کرے گا؟"

"دیکھو۔" مارلینو نے کہا اور پھر اس کے اشارے پر چھ آدمی لمبے لمبے ڈنڈے لے کر میدان میں آ گئے۔ پہلے سے موجود چھ افراد پیچھے ہٹ گئے تھے پھر مارلینو کے اشارے پر اُن میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور ان ڈنڈے والوں کے درمیان آ گیا۔ پہلے سب ایک دوسرے کے سامنے جُھکے اور پھر وہ شخص ایکشن لے کر درمیان میں کھڑا ہو گیا۔ اُس کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں اور اُس نے ہاتھ پاؤں چلا چلا کر ڈنڈے والوں کو اشارے کیے اور پھر ڈنڈے والے اس پر پل پڑے۔ درمیان والا شخص اُچھل کُود کر اُن کے وَار خالی دے رہا تھا۔ ایک بھی وَار اُس پر نہ ہو سکا تھا۔ جب کہ ڈنڈے والے بھرپُور کوشش کر رہے تھے۔ تقریبًا پانچ منٹ تک یہ کوشش ہوتی رہی اس کے بعد سب رُک گئے۔ اُنھوں نے پھر گردنیں جُھکائیں اور پیچھے ہٹ گئے۔

"کیا خیال ہے شیران؟"

"بے وقوفی۔ حماقت۔ یہ سب آپس میں دوست ہیں۔ ڈنڈا لے کر انتظار تو نہیں کیا جا سکتا کہ لڑاکا جب متوجّہ ہو تو وَار کیا جائے۔ ہاتھ میں ڈنڈا ہو اور کسی کو مارنا ہو تو اُس وقت تک نہ رُکو جب تک سامنے والے کے سر کے دو ٹکڑے نہ ہو جائیں۔" شیران نے کہا اور مارلینو ہنسنے لگا۔

"تم چاہو تو کوشش کر سکتے ہو۔" مارلینو نے کہا۔

"او بابا۔ ان سے دشمنی ہے تمھاری؟" شیران بولا۔

"نہیں شیران۔ یہ میرے ساتھی ہیں۔ میرے قیمتی ساتھی، ان میں سے ہر ایک مجھے اپنے بچّوں کی طرح عزیز ہے۔"

"اس کے باوجود تم میرے ہاتھ میں لاٹھی دے کر انھیں مارنے کے لیے کہہ رہے ہو۔ ایک آدھ مارا گیا میرے ہاتھ سے تو کیا ہوگا؟"

"مجھے بے حد خوشی ہوگی کیونکہ میں نے انھیں جو کچھ سکھایا ہے اگر وہ انھیں اپنا تحفّظ بھی نہ دے سکا تو انھیں مر جانا چاہیے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" شیران نے دونوں شانے ہلا کر کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ مارلینو کے حکم پر شیران کے ہاتھ میں لاٹھی دے دی گئی۔ اس نے لاٹھی کی لچک کا جائزہ لیا۔ انتہائی مضبوط اور شاندار لاٹھی تھی۔

"ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لو۔" مارلینو بولا۔

"جو تمھیں بُرا لگتا ہو؟" شیران نے ہنس کر جواب دیا۔

"اوہ۔ میں تمھیں بتا چُکا ہوں شیران۔ بلکہ لاؤ میں اس کھیل میں کچھ اور دلچسپیاں پیدا کر دوں۔" مارلینو نے ایک لڑاکے کو اشارہ کیا اور وہ آگے آ کر شیران کے سامنے پھر مارلینو کے سامنے جُھکا۔

"دس فٹ کے قطر کا ایک دائرہ بنا دو۔ شیران تمھارے اُوپر لاٹھی سے وَار کریں گے۔ اگر ان کے وَار سے بچنے کے لیے تمھارا ایک قدم اس دائرے سے باہر نکلا تو تم شکست خوردہ تسلیم کیے جاؤ گے۔"

نوجوان نے دوبارہ گردن ہلائی اور پھر ناپ کر دس فٹ کا دائرہ بنا دیا گیا۔

شیران کو خود دعوت دی گئی تھی اس لیے اُس نے اس چیلنج کو قبول کر لیا۔ اب اسے نوجوان کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ اگر وہ شیران کے ہاتھوں مارا گیا تو اس کی تقدیر۔ کھیل شروع ہو گیا۔ شیران اب بھُوکے شیر کی مانند اُسے گھُور رہا تھا۔ اس نے لاٹھی کو مخصوص انداز میں پکڑ لیا تھا اور پھر اس نے بڑے خوفناک انداز میں لاٹھی گھُمائی۔ نوجوان نے بدن جُھکا کر اس کا وَار خالی دے دیا۔ وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔ شیران نے مسلسل تین چار وَار کیے اور نوجوان نے صرف بدن کی جنبش سے اُس کے وَار خالی دِیے۔ دفعتًا شیران پر جنون سوار ہو گیا اور پھر لاٹھی اس طرح گھُومنے لگی کہ نظر بھی نہیں آ رہی تھی لیکن مدِمقابل بھی گوشت پوست کا بنا ہُوا نہیں تھا۔ اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹِک رہے تھے۔ شیران کی لاٹھی اس کے لباس تک کو نہیں چھُو سکی تھی اور وہ ایک بار بھی اس دس فٹ کے دائرے سے باہر نہیں نکلا تھا۔ شیران کے دانت مضبوطی سے ایک دوسرے پر بھنچے ہُوئے تھے اور وہ اپنی انتہائی کوشش کر چکا تھا۔ اور پھر ناکام رہ کر اس نے لاٹھی پھینک دی اور گردن ہلاتا ہُوا بولا...

"میں نے اس کے فن کو تسلیم کر لیا ہے۔"

"لاٹھی کو دائرے سے باہر پھینک دو شیران اور اسے اپنے ہاتھوں سے مارو۔ ہڈیاں توڑ دو اس کی۔" مارلینو نے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمھارا؟" شیران حیرت سے بولا۔

"اس نے پہاڑوں کے شیر کو نیچا مارا ہے۔ اس کی یہی سزا ہے۔ اسے مارو۔ اگر اس وقت یہ اپنے پیروں پر کھڑا رہا تو یہ بزدلی ہوگی تمھاری۔ یہ بات پہاڑوں کی آن کے خلاف ہے۔" مارلینو نے کہا...

"تمھارا دماغ خراب ہے مارلینو۔ کیوں اس کی جان کے گاہک ہو گئے ہو؟" شیران جھلّا کر بولا۔

"شیران میرے دوست۔ اگر یہ زندہ رہا تو میں خودکشی کر لوں گا۔ سمجھے تم، اِسے مارو۔ جان سے مار دو اسے۔ ورنہ یہ سب تمھیں بُزدِل کہیں گے۔" مارلینو عجیب سے لہجے میں بولا۔

"کوشش کریں ماسٹر۔ آپ یہ بھی نہ کر سکیں گے۔" نوجوان نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

شیران بُری طرح جھلّا گیا تھا۔ اُس نے غصیلے انداز میں لاٹھی اُٹھا کر دائرے سے باہر پھینک دی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر اس دُبلے پتلے آدمی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اب وہ اسے کینہ توز نگاہوں سے گھُور رہا تھا پھر اُس نے ایک وحشیانہ دھاڑ کے ساتھ اُس پر حملہ کر دیا۔ اس کا آہنی گھونسہ دُبلے پتلے آدمی کی جانب بڑھا لیکن دُبلے پتلے آدمی نے اس کے اس گھونسے کو اطمینان سے اپنے ہاتھ پر روکا اور پھر شیران کے ہاتھوں کو پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا۔ شیران قلابازی کھا گیا تھا لیکن وہ زمین پر نہ گر سکا، بلکہ قلابازی کھا کر بھی وہ پیروں کے بل ہی نیچے آیا تھا۔ ایک بار پھر اُس نے پلٹ کر اس شخص پر حملہ کر دیا، لیکن اس بار اُس نے اپنی ٹانگ آگے بڑھائی اور شیران کو یوں محسوس ہُوا جیسے اُس نے اس بار یہ وَار کسی فولادی ستون پر کیا ہو، خاصی چوٹ محسوس ہُوئی تھی۔ اس کے بعد شیران اُس پر

مسلسل حملے کرتا اور نوجوان اس کے وار بڑے اطمینان سے اپنے ہاتھوں اور پیروں پر روکتا رہا۔ ایک بار شیران اس پر چھا گیا تھا لیکن اس وقت دُبلے پتلے نوجوان نے پلٹ کر ایک لات شیران کی پنڈلی پر ماری اور پھر دوسری لات اس کی ران پر ماری پھر اس کا ہاتھ شیران کے مُنہ پر پڑا اور شیران نیچے گر پڑا۔ وہ متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے ہوئے اس شخص کو دیکھ رہا تھا اور اب اس کی آنکھوں میں خون ہی خون اُبل رہا تھا۔ وہ مرنے مارنے والا شیران بن گیا تھا۔ اب اس کے ذہن میں صرف ایک ہی جذبہ تھا۔ سامنے والے کو قتل کر دے کیونکہ اس کے کئی وار شیران کے بدن پر کارگر ہو چکے تھے لیکن وہ اس دُبلے پتلے شخص سے بُری طرح پِٹتا رہا۔ اس کی ہر کوشش ناکام رہی اور اس کے چہرے، سر، سینے اور بدن کے دوسرے حصّوں پر بہت سی شدید ضربیں لگیں۔ ان ضربوں کو برداشت کرنا بھی شیران جیسے طاقت ور آدمی کا کام تھا۔ اگر کوئی عام شخص ہوتا تو شاید زمین پر گر جاتا البتہ ایک بات ضرور تھی کہ دُبلے پتلے نوجوان کی آہنی ضربیں بھی شیران کو نیچے نہیں گرا سکی تھیں؛ بلکہ جب بھی اس کے بدن پر کوئی ضرب پڑتی وہ پہلے سے زیادہ طاقت اور پھرتی سے اس نوجوان پر وار کرتا۔ دوسرے تمام افراد خاموش کھڑے تھے۔ مارلینو کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک لہرا رہی تھی، یہاں تک کہ شیران بُری طرح تھک گیا۔ دفعتاً ایک پستول اس کے پاس آ پڑا، بھرا ہُوا پستول تھا اور شیران سے اس کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا، شیران نے جھپٹا مار کر پستول اٹھا لیا لیکن دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ اس نے دُبلے پتلے آدمی کی جانب دیکھا اگر وہ چاہتا تو اس شخص کو باآسانی ہلاک کر دیتا لیکن پھر اُسے خیال آیا کہ یہ تو صرف کھیل ہے۔ اس شخص سے اس کی کوئی دشمنی تو نہیں ہے چنانچہ اس نے مدِمقابل کے فن پر غور کیا اور خلوصِ دل سے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ مدِمقابل کا فن اس کی طاقت سے کہیں زیادہ ہے پھر اس نے پستول کو کھول کر اس کے کارتوس نکالے اور انھیں اپنی مُٹھی میں اُچھالنے لگا۔ مارلینو کے حلق سے ایک قہقہہ نکل گیا تھا۔ چاروں طرف سے تالیاں اُبھرنے لگیں اور شیران کسی قدر خجل ہو گیا۔ تبھی مارلینو کی آواز اُبھری۔

"دوستو۔ جیت کس کی ہُوئی؟"

"پہاڑوں کے شہنشاہ شیران کی۔" سب نے بیک وقت کہا۔

"مارلینو۔ میرا مذاق اُڑا رہے ہو؟"

"عظیم رہنماؤں کی قسم نہیں۔ یہ بات خلوصِ دل اور عقیدت کے جذبات کے ساتھ کہی گئی ہے۔" مارلینو نے فرطِ مسرت سے کہا۔

"جیت سو فی صد تمھاری ہُوئی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ فاتح وہ ہے۔" شیران نے سرد لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر دُبلے پتلے جوان کا ہاتھ اُوپر کر دیا۔ "اسے فتح ہُوئی ہے یہ مجھے شکست دے چکا ہے۔"

"میرے پاس آؤ شیران۔ میں تمھیں بتاؤں کہ تمھاری فتح کیوں ہُوئی ہے۔ آؤ ہم دوست ہیں اور دوستی کے ماحول میں گفتگو کر رہے ہیں۔ علم ایک ایسی دولت ہے شیران جو کبھی کسی تجوری میں بند نہیں ہوتی بلکہ یہ دولت رُوئے زمین کے چپّے چپّے میں بکھری ہُوئی ہے۔ سڑک پر کچرا ڈالنے کے ڈبے پر بھنکنے والی مکھیوں کے بارے میں اگر تم ایک لمحے غور کر لو اور ان کا مقصد سمجھ لو تو وہ علم ہے اور یہ علم تمھیں سب سے غلیظ جگہ سے حاصل ہُوا۔ چنانچہ یہ معذور شخص اگر تمھیں کچھ بتا دے تو اسے کسی پاگل کی بکواس نہ سمجھو۔"

"کہو۔ کیا کہنا ہے؟"

"فتح تمھاری ہُوئی ہے۔ جانتے ہو سب سے بڑی فتح کون سی ہوتی ہے۔ وہ جو خود پر حاصل کی جائے۔ دوسروں کو طاقت کے بل پر آسانی سے ختم کیا جا سکتا ہے لیکن اپنی بدترین خواہش [illegible] کرنا ایک بے پناہ طاقت ور انسان کا کام ہے۔ جس شخص سے تم نے مقابلہ کیا ہے اس نے نَو سال تک مشق کی ہے ان علوم کی۔ وہ دس سے پندرہ افراد کو بیک وقت زمین بوس کر سکتا ہے لیکن اس کی نو سالہ مشق اور اس کا فن تمھیں ایک بار بھی زیر پر نہ گرا سکا۔ اگر تم بھی اس فن سے واقف ہوتے تو شاید اس جیسے دس افراد تمھارے سامنے چند منٹ سے زیادہ نہ رُک سکے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر تم یہ فن سیکھ لو تو جس طرح نشانہ میں تمھارا کوئی مقابل نہیں ہے اسی طرح خالی ہاتھوں بھی کوئی تمھارے مقابلے پر آنے کی جُرأت نہیں کر سکتا۔ دوسری جو بہت بڑی بات ہے وہ یہ ہے میرے دوست کہ تم اس سے مقابلہ کرتے ہُوئے شدید غصّے میں آ گئے تھے۔ پستول تمھارے پاس آ گیا پھر تم نے اسے قتل کیوں نہیں کیا؟"

"اس لیے کہ مقابلہ پستول سے نہیں ہو رہا تھا۔"

"شدید غصّے کے باوجود تم نے یہ بات سوچی؟"

"غلط تو نہیں تھی۔"

"ہاں غلط نہیں تھی لیکن تم نے اپنے شدید غصّے کو قتل کر دیا اور غصّہ انسان کا سب سے بڑا دشمن ہوتا ہے۔ اس سے بڑا رُوئے زمین پر دوسرا نہیں ہوتا۔ ایک انتہائی طاقتور اور ٹھنڈے ذہن کا مالک شخص ہی اس بدترین دشمن کو شکست دے سکتا

"وہ پستول کس نے پھینکا تھا؟"

"میرے اشارے پر میرے ایک ساتھی نے۔" مارلینو نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم گوراشا کو قتل کر دو۔"

"میں سمجھا نہیں۔" شیران کسی قدر تعجب سے بولا۔

"تمھارے وزن کا اندازہ لگانا تھا شیران۔ یہ دیکھنا کہ تم اندر سے کتنے طاقتور ہو؟"

"اور اگر میں اسے قتل کر دیتا تو؟" شیران نے کہا اور مارلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو میرے زندگی بھر کے تجربے کو شکست ہو جاتی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"او بھائی تیری منطق اپنی سمجھ میں نہیں آتی۔" شیران نے بیزاری سے کہا۔

"بیٹھو شیران۔ ان کی کارکردگی دیکھو۔" مارلینو نے کہا اور شیران اس کے برابر پڑی ہُوئی کُرسی پر بیٹھ گیا۔ "میں نے وہ بات تم سے جھوٹ نہیں کہی تھی کہ میں ایک نوجوان مارلینو کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ میں نے تمھاری ذات میں اپنا عکس پایا ہے اور مجھے خود سے محبت ہے۔ مجھے اس معصوم مارلینو سے بڑا پیار ہے شیران۔"

"میں نے کہا نا۔ میری کھوپڑی یہ باتیں نہیں برداشت کر سکتی۔ ویسے میں ان لوگوں کے فن سے بہت متاثر ہوں۔"

"یہ سب تمھارے خدمت گار ہیں۔ جو کچھ تم سیکھنا چاہو گے یہ تمھیں سکھا دیں گے۔ کل سے مشق شروع کر دو۔"

"کل سے کیوں، آج ہی سے کیوں نہ کام شروع کیا جائے، تم ان لوگوں سے کہو کہ مجھے آج ہی سے اپنے ان فنون کی مشق کرانا شروع کر دیں۔"

"میں تمھاری خواہش کی تکمیل اپنا فرض سمجھتا ہوں شیران، یوں سمجھ لو کہ آج ہی سے تمھاری اس تربیت کا آغاز ہو گیا لیکن آج اس سبق کو زبانی رہنے دو۔ میں تمھیں اس فن کے بارے میں تفصیل بتاؤں گا۔" مارلینو نے اشارہ کیا اور دو آدمی اُس کی کُرسی کے نزدیک پہنچ گئے۔ "آؤ اندر چلتے ہیں۔" وہ شیران سے بولا اور شیران بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مارلینو اپنے اس مخصوص کمرے میں آ گیا اور پھر وہ اس فن کی تاریخ شیران کو بتانے لگا۔ شیران غور و دلچسپی سے یہ سب کچھ سُن رہا تھا۔ اس کے ذہن کی گرد بالکل چھٹ چکی تھی، حالانکہ جہاں جہاں گوراشا کی ضربیں پڑی تھیں۔ وہاں تکلیف کا احساس بھی ہو رہا تھا لیکن شیران اب اس بات پر مُصر ہو گیا تھا کہ وہ اس فن کو بلکہ ان تمام فنون کو حاصل کرے گا تاکہ اس کی ذات میں جو کمزوری ہے اسے دُور کر دیا جائے اور شاید یہی مارلینو کا مقصد بھی تھا۔ آج کے اس خصوصی پروگرام میں یہی بات شامل تھی کہ شیران کو اس فن میں ماہر کیا جائے۔ کافی دیر تک وہ شیران کو اس فن کے بارے میں تفصیلات بتاتا رہا اور شیران نے ساری باتیں ذہن نشین کر لیں پھر اس نے دو آدمیوں کو بُلایا، یہ وہ آدمی نہیں تھے جنھیں شیران دیکھ چکا تھا بلکہ یہ دو نئے آدمی تھے جو کافی طویل القامت اور سیاہ لباس میں ملبوس، کافی ٹیڑھے میڑھے نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے آ کر گردنیں جھکائیں اور مارلینو نے شیران کو ان کے حوالے کر دیا۔

"یہ شیران ہے پہاڑوں کا شیر۔ تم اس کی فطرت کو کسی طور مجروح نہیں کرو گے۔ اسے مارشل آرٹس کے ان تمام فنون میں طاق کر دو۔ جن کے بارے میں تم جانتے ہو۔" دونوں نے پھر اُسی انداز میں گردن جھکائی تھی۔

اس کے بعد شیران، مارلینو سے رُخصت ہو کر ان آدمیوں کے ساتھ چل پڑا۔ اسے ایک مشغلہ مل گیا تھا۔ اسے احساس ہُوا تھا کہ کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو صرف ہاتھوں سے شیران جیسے آدمی کو اس طرح زیر کر سکتے ہیں۔ اسے ان پر فتح حاصل کرنی تھی اور ایک طویل عرصے کے لیے اس کے ذہن سے بیزاری کا خاتمہ ہو گیا۔ سدھاشی کے بارے میں اس نے ایک دفعہ سے زیادہ سوال نہیں کیا تھا۔ مارلینو سے اب بھی بہت کم ہی ملاقات ہوتی تھی بس شیران اس فن کے حصول میں مصروف تھا اور وہ دونوں انسٹرکٹر جن کے نام ہادُشی اور یوشا تھے اس کی بہترین تربیت کر رہے تھے۔ جوڈو، کراٹے، جوجسٹو، بانڈے، ننچکو اور اس قسم کے دوسرے تمام فنون کی آہستہ آہستہ تربیت شیران کو دی جا رہی تھی شیران ان علوم کو سیکھنے میں اپنے انسٹرکٹرز ہادُشی اور یوشا سے بہترین تعاون کر رہا تھا، وہ کافی حد تک ان فنون کو سیکھ چُکا تھا۔ مارلینو کو اس کے بارے میں اطلاعات ملتی رہتی تھیں کہ وہ کس حد تک ان علوم کے بارے میں جان چُکا ہے۔ شیران انتہائی کامیابی اور خاموشی سے یہ فنون حاصل کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں کو آنچ میں تپایا گیا۔ بدن کو ڈنڈوں سے پیٹا گیا۔ اس نے سب کچھ برداشت کیا تھا۔

ہفتہ پندرہ دن میں ایک بار اس کی مُلاقات مارلینو سے ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ہانگ کانگ اور اس کے نواح میں سیر

کے مواقع بھی اسے حاصل تھے۔ ایک شاندار گھوڑا اُس کے سپرد کر دیا گیا تھا جسے لے کر وہ میلوں دُور نکل جاتا تھا۔ اپنے انسٹرکٹروں اور دوسرے لوگوں کی مدد سے اب اُسے تبتی زبان بھی بولنا آ گئی تھی اور چند ماہ کی کوششوں سے وہ تبتی زبان سے پُوری طرح واقف ہو گیا۔ اسے گانگ ہو میں بھی اب کوئی مشکل نہیں پیش آتی تھی۔ اُس نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ مارلینو کی حیثیت گانگ ہو میں ایک دیوتا کی سی ہے۔ اس کا نام سُن کر لوگ گردن جُھکا دیتے تھے۔ تقریباً سات ماہ گزر گئے اور شیران ایک کُندن بن گیا تھا لیکن مارلینو کی شخصیت اب بھی اس کے لیے ایک معمّہ رہی۔ مارلینو کون تھا۔ اس کے پاس وہ بے پناہ دولت کہاں سے آئی تھی جس سے وہ گانگ ہو کے رہنے والوں کی مدد کرتا اور سینکڑوں لوگوں کو پالتا تھا۔

گانگ ہو کا سب سے نزدیکی شہر لی پاؤ تھا جو یہاں سے تقریباً ڈیڑھ کلو میٹر دُور واقع تھا۔ مارلینو نے شیران سے درخواست کی تھی کہ وہ گانگ ہو کے نواح میں کتنی ہی دُور نکل جائے لیکن لی پاؤ یا کسی دوسرے شہر جانے کی کوشش نہ کرے اور شیران نے اس کی ہدایت کی پابندی کی تھی۔ اس وقت اس کے ذہن پر بس ایک ہی دُھن سوار تھی کہ وہ تمام فنون حاصل کر لے جو اسے طاقت ور ترین بنا سکیں پھر اس لگن نے اُسے اور کچھ نہیں سوچنے دیا تھا۔ مارلینو اسے احساس دلائے بغیر اس دلچسپ انداز میں اسے جدید دنیا سے رُوشناس کرا رہا تھا۔ شیران نے گھوڑے کی سواری پسند کی تھی لیکن اب وہ جیپ اور ٹرک بھی باآسانی ڈرائیو کر لیتا تھا۔ بہترین انگریزی اور جاپانی زبان بول لیتا تھا۔ تبتی زبان، وہ تبت کے باشندوں کی مانند بول لیتا تھا لیکن اس کی شخصیت جوں کی توں تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ وحشی ہو گیا تھا۔ دُنیا کی ہر شئے اُس کے لیے بے حقیقت تھی۔ عورت اُس کی منزل نہیں تھی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں... کہ وہ عورت بیزار تھا۔ بس ایک جذبہ اُس کے ذہن میں سرایت کر گیا تھا۔ کوئی معمولی عورت اس کے بچے کی ماں نہیں بننی چاہیے۔ وہی عورت اس کا بچہ جنے گی جو خود بھی اعلا صفات کی مالک ہو اور اس قابل ہو کہ شیران اسے بیوی بنا سکے البتہ اس تربیت کے دوران عورت ایک بار بھی اس کے ذہن میں نہیں آ سکی تھی۔

موسم بے حد خوشگوار تھا۔ برفباری ہو رہی تھی۔ شیران سمور کا لمبا کوٹ اور بڑے بالوں والی ٹوپی پہن کر، رائفل شانے سے لٹکائے برف باری سے لُطف اندوز ہونے نکل پڑا۔ برف میں لپٹے ہوئے درخت اور میدان اُسے بہت پسند تھے۔ گانگ ہو کے اطراف میں درندے نہیں تھے البتہ سفید برفانی لومڑیاں اور کبھی کبھی بھیڑیے ضرور نظر آ جاتے تھے۔ کئی بار شیران نے ان بھیڑیوں کا شکار کیا تھا۔ درندوں سے دُشمنی ابھی تک اس کے ذہن سے نہیں نکل سکی تھی۔ اس کا سیاہ گھوڑا سُبک رفتار سے سفر کر رہا تھا۔ وہ نیلے آبشار کے دوسری جانب برف کے میدانوں کی طرف جا رہا تھا جہاں جھیل مونیکا پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ جھیل کے اطراف میں پھیلی ہوئی چٹانوں میں کبھی کبھی بھیڑیوں کے غول بھی نظر آ جاتے تھے جن کا شکار شیران کو بہت دلکش لگتا تھا اور اکثر وہ کئی کئی دن بھیڑیوں کی تلاش میں گزار دیتا تھا۔ اس بار بھی یہ فیصلہ کر کے نکلا تھا۔ چمڑے کے وزنی تھیلے میں کھانے پینے کا سامان اور دوسری چیزیں موجود تھیں۔ اس کے علاوہ ریوالور اور رائفل بھی موجود تھی۔ نیلی جھیل سے تقریباً نصف فرلانگ دُور چٹانوں میں اس نے اپنا پسندیدہ غار تلاش کیا جسے وہ کئی بار اپنا مسکن بنا چکا تھا۔ غار اس کے سامنے تھا۔ اس کے عقب میں ایک سائبان نما چٹان موجود تھی جہاں شیران ہمیشہ اپنا گھوڑا باندھتا تھا۔ اس گھوڑے کو باندھنے کے لیے ایک مضبوط کھونٹا گاڑا تھا جو اپنی جگہ موجود تھا۔

چنانچہ اس وقت بھی اس نے گھوڑے کو کھونٹے سے باندھا اور پھر چمڑے کا تھیلا اس کی پُشت سے کھول کر دونوں ہاتھوں پر اُٹھائے ہوئے غار کے دہانے کی طرف چل پڑا لیکن جونہی وہ دہانے کے سامنے آیا دفعتاً اندر ایک دھماکا سُنائی دیا اور کوئی اس تھیلے میں گھُس گئی جو شیران کے ہاتھوں میں تھا۔ شیران.. چیتے کی طرح جست لگا کر غار کے دہانے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اس دوران دو فائر اور ہوئے تھے۔ شیران نے جلدی سے تھیلا ایک طرف گرا دیا اور پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ یہ اس علاقے میں پہلا اتفاق تھا۔ اس کے چہرے پر دلچسپی کے آثار پھیل گئے۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

آس پاس کے ماحول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی سب جوں کا توں تھا مگر وہ کون ہے جو غار میں موجود ہے؟

چند لمحات وہ اپنی جگہ ساکت رہا پھر کسی خیال کے تحت وہ اس چٹان پر چڑھنے لگا جس کے دامن میں غار تھا۔ سائبان کے نیچے گھوڑا موجود تھا۔ پہلے وہ اُچھل کر گھوڑے کی برہنہ پیٹھ پر چڑھا اور پھر سائبان سے لٹک کر اُوپر پہنچ گیا۔ اس کے بعد وہ بے آواز غار کے دہانے کے اُوپر آ گیا اور پھر ایک

پتھر اُس نے دہانے کے عین سامنے پھینکا۔ اس کے اندازے کے مطابق پھر ایک فائر ہوا تھا۔ اندر ایک ہی آدمی تھا۔ اگر ایک سے زیادہ افراد ہوتے تو اس کا اندازہ مشکل نہیں تھا۔ اس نے دوسرا پتھر پھینکا لیکن اب فائر نہیں ہوا تھا۔ وہ تقریباً دس منٹ تک ساکت و جامد لیٹا رہا۔ اندر کوئی آہٹ نہیں سُنائی دی تھی البتہ اس دوران وہ قرب و جوار کے ماحول پر بھی نگاہ دوڑاتا رہا تھا۔ دُور دُور تک خاموشی اور سناٹے کا راج تھا لیکن اس وقت وہ مشرقی پہاڑیوں کی سمت دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً اسے پہاڑیوں پر بکھری ہوئی برف پر کچھ دھبّے نظر آئے۔ فاصلہ کافی تھا لیکن شیران کو اندازہ ہو گیا کہ وہ گھڑ سوار تھے جو احتیاط سے نیچے اُتر رہے تھے۔ شیران اب دونوں طرف سے چوکنا تھا۔ گھُڑ سوار پہاڑی کے دامن میں اُتر کر اس کے عقب میں چلے گئے۔ نہ جانے کون تھے اور پہاڑوں میں کیوں چکرا رہے تھے پھر اُسے آہٹیں محسوس ہوئیں۔ جو کوئی بھی غار میں تھا اب اس طویل خاموشی سے اُکتا گیا تھا اور شاید باہر آ رہا تھا۔ شیران نے کسی خیال کے تحت پستول ہولسٹر میں لگا لیا پھر اُسے ایک سر نظر آیا جس پر بھورے رنگ کا چوڑے چھجّوں والا ہیٹ منڈھا ہوا تھا۔ بدن کے لباس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا البتہ ہاتھ میں پستول صاف نظر آ رہا تھا جو سیدھا تھا۔

شیران نے بدن کو تولا اور دوسرے لمحے اس نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ اس کا آہنی ہاتھ پستول پر پڑا اور پستول اس کے شکار کے ہاتھ سے نکل کر دُور جا گرا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک وحشیانہ دھاڑ سُنائی دی اور اس کے شکار نے اس پر ایک مخصوص داؤ آزمایا۔ اُس نے نیچے گر کر پاؤں سیدھے کیے لیکن وہ شیران کو اس میں لپیٹ کر نیچے نہ گرا سکا بلکہ خود شیران نے اس کے دونوں پاؤں پکڑ کر اسے اُچھال دیا لیکن شکار بے طرح زمین پر نہیں گرا تھا بلکہ وہ بلّی کی مانند پنجوں کے بل نیچے آیا تھا اور زمین پر پاؤں ٹکتے ہی وہ دوبارہ اُچھلا اور اس بار شیران کے سینے پر فلائنگ کِک مارنے کی کوشش کی۔ شیران اس سے بھی بچا اور شکار کے سر سے فیلٹ ہیٹ گر گیا۔ لمبے لمبے سیاہ چمک دار بال کمر تک پھیل گئے تھے۔ شیران اس چیخ سے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ مقابل کوئی لڑکی ہے لیکن ابھی تک اس نے چہرہ دیکھنے کی نوبت نہیں آنے دی تھی۔

لڑکی نے اس کوشش میں ناکام رہ کر پستول پر چھلانگ لگائی۔ شیران پوری طرح پُرسکون تھا۔ لڑکی کے پستول تک پہنچنے سے قبل اس نے پستول نکال لیا اور پھر جونہی لڑکی پستول تک پہنچی اس نے پستول پر فائر کر دیا۔ لڑکی سیدھی کھڑی ہو کر ہراساں نگاہوں سے شیران کو دیکھنے لگی۔

شیران مُسکرا رہا تھا لیکن پہلی بار اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے۔ اب تک کی اُچھل کُود میں اُس نے بھی شیران کی شکل نہیں دیکھی تھی لیکن اب اُس نے بھرپُور طور پر شیران کو دیکھا۔ شیران نے بھی اب اسے غور سے دیکھا تھا۔ عام تبتیوں کے قد و قامت کے برعکس اس کا قد لمبا تھا۔ بدن انتہائی متناسب اور چہرے کے خدوخال کسی قدر وحشیانہ تھے۔ موٹے موٹے ہونٹ اور ترچھی آنکھیں اسے دلکش بنا رہی تھیں۔

"کون ہو تم؟" اس نے بے اختیار پُوچھا۔

"تھوڑی سی کوشش اور کر لو اس کے بعد میری لاش سے یہ سوال کر لینا۔" شیران نے جواب دیا۔

"تم تبتی تو نہیں ہو، پھر بھی تبتی زبان اتنی اچھی طرح بول لیتے ہو...؟"

"یہ جُرم ہے؟" شیران نے سوال کیا۔

"مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ براہِ کرم جواب دو۔ کیا مَیں نے غلط فہمی میں یہ سب کچھ کیا ہے۔ مگر... مگر... اوہ۔" لڑکی نے پریشانی سے کہا۔

"ہاں۔ کوئی نیا خیال ذہن میں آیا ہے؟"

"فوین کے گروہ میں غیر مُلکی بھی تو ہیں۔" اُس نے جیسے خود سے سوال کیا۔

"اس علاقے میں یہ نام پہلی بار سُن رہا ہوں۔ یہ فوین کون ہے؟" شیران بولا۔

"تو تم اس کے گروہ کے آدمی نہیں ہو؟"

"فضول بکواس مت کرو۔ یہ فوین کون گدھا ہے، مَیں اسے نہیں جانتا۔"

"اوہ۔ پلیز، مسٹر پلیز۔" دفعتاً وہ انگریزی میں بولی۔ "اگر یہ بات ہے تو... تو مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ تم بے حد باصلاحیت اور اعلا نشانہ باز ہو۔ مَیں۔ مَیں حیران ہوں۔ مَیں اس غلط فہمی کی معافی چاہتی ہوں۔" وہ بے اختیار شیران کی طرف بڑھی اور شیران پستول ہلا کر بولا۔

"بس بس۔ اُچھل کُود کرنے والی بلّی۔ پیچھے رہو اور پہلے اپنے بارے میں تفصیل بتا دو۔"

"مَیں کیری بل، امریکن ماں اور تبتی باپ کی بیٹی ہوں۔ جان بچانے کے لیے ان پہاڑوں میں نکل آئی ہوں۔ وہ لوگ بدستور میرے پیچھے ہیں۔"

"کون ہیں وہ؟"

"میرے دشمن۔ میری جان کے دشمن۔ وہ مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتے۔" لڑکی نے کہا۔

"مگر تم زندہ ہو۔" شیران بولا۔

"وہ اتنی آسانی سے مجھے ہلاک بھی نہیں کر سکتے۔" لڑکی کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت اُبھر آئی پھر اس نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ "اگر تم میری اور کچھ مدد نہیں کر سکتے تو مجھے یہ پستول دے دو۔ میرے پاس اب صرف دو کارتوس باقی بچے ہیں۔"

"اور کوئی ہتھیار نہیں ہے؟" شیران نے پُوچھا۔

"اس چاقو کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ تم تلاشی لے سکتے ہو۔" لڑکی نے پاس سے ایک چاقو نکال کر شیران کے سامنے ڈال دیا۔ شیران پہاڑوں کے اس سرے پر چند مشکوک گھڑ سواروں کو دیکھ چکا تھا۔ اس لیے کسی حد تک اسے لڑکی کی بات پر یقین آ گیا تھا۔ اس نے پستول سے لڑکی کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ پستول اُٹھاؤ اور میری طرف پھینک دو۔ اگر تم نے اسے استعمال کرنے کی کوشش کی تو۔۔۔ اپنی زندگی نہیں بچا سکو گی۔"

"اب اسے استعمال کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں پاگل تو نہیں ہوں؟" لڑکی نے کہا اور جلدی سے پستول کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے نہایت شرافت سے پستول اور چاقو شیران کے حوالے کر دیا اور بولی: "مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں بیس گھنٹے سے بھوکی ہوں اور اُنھیں ان پہاڑوں میں چکر دے رہی ہوں۔ وہ چار ہیں اور گھوڑوں پر سوار ہیں۔"

"اور تم پیدل انھیں بے وقوف بناتی پھر رہی ہو؟"

"نہیں۔ میں بھی گھوڑے پر تھی لیکن میں نے خالی گھوڑا ان پہاڑوں میں چھوڑ دیا اور اُنھیں بے وقوف بنا کر وہاں چھوڑ آئی لیکن وہ مجھے تلاش کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم آگے بڑھو اور اس چٹان کے عقب سے وہ چمڑے کا تھیلا اُٹھاؤ جس میں تم نے سوراخ کر کے اسے تباہ کر دیا ہے۔" شیران نے کہا اور لڑکی اس کے اشارے پر آگے بڑھ گئی۔ شیران اس کے پیچھے تھا۔ لڑکی نے وزنی تھیلا اُٹھا لیا۔

"اسے لے کر اُوپر اس چٹان پر چڑھو۔ وہاں اطمینان سے بیٹھیں گے۔" شیران نے کہا اور دوبارہ چٹان پر آ گیا۔ لڑکی بھی حیرت انگیز پھرتی سے چٹان پر چڑھ آئی تھی۔ اُوپر پھیلے ہوئے سائبان پر کھڑے ہو کر اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی پھر بولی۔ "میرے خیال سے غار میں چلو۔ ہمیں یہاں دیکھا جا سکتا ہے۔"

"عورت کی عقل میں بس یہی ایک خامی ہوتی ہے۔ یہ جگہ غار سے زیادہ محفوظ ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ وہ پُوری طرح مسلح ہیں اور میں نہتی ہوں ورنہ میں اتنی بزدل نہیں ہوں۔"

"میں مسلح ہوں فکر مت کرو، بیٹھ جاؤ۔" شیران پستول گود میں رکھ کر نیم دراز ہو گیا۔ لڑکی بھی بیٹھ گئی لیکن اس کی نگاہیں بار بار اطراف میں اُٹھ جاتی تھیں۔

وہ کئی میل دُور ان پہاڑوں میں ہیں اور یہاں تک آتے ہوئے اُنھیں یہ میدان ضرور عبور کرنا پڑے گا اگر وہ اس طرف آئے تو ہم اُنھیں دیکھ لیں گے۔" شیران نے اس کے اضطراب کو محسوس کر کے کسی قدر نرم لہجے میں کہا اور لڑکی گہری سانس لے کر خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تم خواہ میرے بارے میں کیسے ہی خیالات رکھتے ہو لیکن تمھیں پا کر مجھے بڑی ڈھارس ملی ہے۔ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ دشمنوں کے خوف سے کیا ہے۔ شکر ہے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس بیگ میں کیا ہے؟"

"تمھاری ابتدائی مصیبت کا حل۔ کھولو اسے اور جو کچھ اس میں ہے۔ اس سے پیٹ کی آگ بجھاؤ۔"

"اوہ۔ اوہ۔ بہت بہت شکریہ۔" لڑکی نے جلدی سے بیگ کھول لیا۔ درحقیقت وہ بیس گھنٹے کی بھوکی معلوم ہوتی تھی اور اس وقت ساری کسر پُوری کر رہی تھی لیکن شیران اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس کی نگاہیں پہاڑوں میں بھٹک رہی تھیں۔ اور وہ اس نئے نام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس سے قبل یہ نام کبھی سُننے کو نہیں ملا تھا۔ آخر کیوں؟ بہرحال اس کے بارے میں معلوم ہو جائے گا لیکن اس وقت کیا کرنا چاہیے لڑکی کو مارلینو کی تحویل میں ہی دیا جا سکتا ہے۔ اسے لڑکی کی کہانی سے بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی، نہ ہی اس کے ذہن میں ایسا کوئی ارادہ تھا کہ وہ اس کی کہانی معلوم کرے۔ بس وہ اُسے مصیبت زدہ نظر آئی تھی تو اس نے سوچا تھا کہ اسے اس مصیبت سے نکال دے۔ ویسے لڑکی نے خود بھی اپنے بارے میں اب تک کوئی خاص تفصیل نہیں بتائی تھی۔ وہ کھانے میں مصروف رہی اور پھر شکم سیر ہو گئی تو پانی پی کر اس نے شیران کی طرف دیکھا۔

شیران کی نگاہیں اب بھی بدستور پہاڑوں میں بھٹک رہی تھیں، تب اس نے اُسے مخاطب کیا۔

"کیا تم غار میں نہ چلو گے؟"

"کیا مطلب ہے تیرا؟"

"میرا مطلب ہے سردی بڑھتی جا رہی ہے۔" لڑکی جلدی سے بولی۔

"ہُوں، کھانے پینے کو کچھ چھوڑا ہے تُو نے تھیلے میں؟" شیران نے پُوچھا۔

"ہاں ہاں بہت کچھ ہے، میرا خیال ہے تم تو کئی دن کی خوراک لے کر آئے تھے۔"

"ہاں۔ جس غار پر تُو نے قبضہ جمایا ہُوا تھا وہ میرا مسکن تھا۔ میں ان علاقوں میں بھیڑیوں کا شکار کھیلنے آتا ہوں اور اسی غار میں قیام کرتا ہُوں۔"

"اوہ تمھیں بھیڑیوں کے شکار سے دلچسپی ہے۔" لڑکی پُرمسرت انداز میں بولی۔

"یہ سوال کیوں کر رہی ہے؟"

"کچھ نہیں بس یُونہی، میں تمھاری شخصیت میں بھی ایک بھیڑیا چھپا ہوا دیکھ رہی ہوں۔"

"تو۔۔۔ تُو ہر لمحے میری شخصیت میں ایک نئی بات دیکھ لیتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اب خاموشی سے جا اور غار میں گھس کر سو جا میں باہر ہوں اور تیری حفاظت کر رہا ہُوں۔ کل دن کی روشنی میں یہاں سے نکل چلنا، جہاں کہے گی پہنچا دوں گا اور اگر مارلینو کے پاس جانا چاہتی ہے تو مارلینو کے پاس پہنچا دُوں گا۔"

"اوہ مارلینو۔ میرا مقصد ہے وہ شخص جو گانگ ہو کا سب سے بڑا آدمی ہے۔ تو کیا تم اس سے کوئی تعلق رکھتے ہو؟"

"ہاں۔ وہ میرا محسن ہے۔ میں اسی کے ساتھ ہوں۔"

"تب تو تم سے مل کر بڑی خوشی ہُوئی۔ فوین اگر کسی نام سے ڈرتا ہے تو وہ صرف مارلینو ہے۔"

"یہ فوین کیا بلا ہے؟" شیران پُوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"بس عجیب کہانی ہے۔ تم اس میں دلچسپی ہی ظاہر نہیں کر رہے۔ جب کہ میں تمھیں سُنانے پر تُلی ہُوئی ہوں۔" لڑکی بولی اور شیران ہنسنے لگا۔

"دراصل کہانیاں سُنتے سُنتے اب میرا دماغ پک کر رہ گیا ہے۔ ہر شخص کی ایک نہ ایک کہانی ہوتی ہے اور وہ سُنانے پر مُصر رہتا ہے، چل ٹھیک ہے غار میں چل تیری کہانی بھی سُن لُوں گا لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا۔ کہانی سُنانے کے بعد میرے سر پر سوار ہونے کی کوشش مت کرنا۔ میں کسی طور تیرا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔ اگر تُو تنہا ہے تو تجھے اپنی ان تنہائیوں میں اپنے لیے مناسب راستے تلاش کرنا ہوں گے۔ میں تیرے لیے صرف اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ تجھے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دوں، اس جگہ جہاں تُو اپنی زندگی محفوظ محسوس کر سکے۔"

"ٹھیک ہے میں تمھیں مزید کوئی تکلیف نہیں دُوں گی۔" لڑکی نے جواب دیا اور چند لمحات کے بعد وہ دونوں غار میں آ گئے۔ غار میں گہری تاریکی چھائی ہُوئی تھی۔ لڑکی بھی کچھ وقت یہاں گزار چکی تھی اور شیران تو اکثر آتا ہی رہتا تھا اس لیے وہ غار کے ایک ایک گوشے سے واقف تھے۔ شیران اپنی پسندیدہ جگہ بیٹھ گیا۔ لڑکی اس کے قریب ہی آ بیٹھی تھی۔ تب شیران نے آہستہ سے اُسے سرکاتے ہُوئے کہا۔

"بہتر یہ ہو گا کہ ہمارے درمیان تھوڑا فاصلہ رہے۔ یہ بات تیرے ہی حق میں بہتر ہو گی۔"

"میں سمجھی نہیں۔" کیری بل نے کہا۔

"سمجھنے کی کوشش نہ کر۔ ہر بات سمجھنے کی نہیں ہوتی، بس میں عورت کی اس قدر قربت برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں عورتوں سے نفرت کرتا ہوں لیکن موقع بہ موقع ان سے اُلفت کا اظہار بھی نہیں کرتا۔ ہر جگہ عورت صرف اس لیے نہیں ہوتی کہ اُسے عورت سمجھا جائے، بعض اوقات وہ کسی ساتھی یا کسی دوست کی حیثیت بھی اختیار کر سکتی ہے۔" شیران کسی قدر نرم لہجے میں بولا۔

"میں اس بات کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔" کیری بل نے کہا پھر کہنے لگی۔ "جیسا کہ میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میری ماں امریکی نژاد تھی اور باپ تبتی۔ میری ماں ٹورسٹ تھی اور طویل عرصہ قبل وہ اس علاقے میں آئی تھی لیکن پھر آدم خور قبائلیوں کے چنگل میں پھنس گئی۔ تب ایک تبتی نے اُس کی جان بچائی اور اُسے بہت بُری حالت میں اپنے ساتھ لے آیا۔ اُس کے بدن کے کئی حصّوں کا گوشت غائب تھا۔ بمشکل تمام وہ جانبر ہو سکی اور تبتی نے اُس سے شادی کر لی۔ شادی کے بعد وہ زندگی گزارتے رہے لیکن پھر لہاسہ کے سب سے بڑے مٹھ کا ایجنٹ امبان میرے باپ سوبا نورا کا دشمن بن گیا۔ سوبا نورا نے کچھ ایسی باتیں معلوم کر لی تھیں جو امبان کے خلاف تھیں، چنانچہ امبان نے سوبا نورا کو قتل کرا دیا ہے۔ ہم لوگ خاموشی سے زندگی گزارتے رہے لیکن میری ماں کے ذہن میں انتقام کی آگ جل رہی تھی۔ وہ میرے باپ کا بدلہ لینا چاہتی تھی، جس مقصد کے لیے سوبا نورا کو قتل کیا گیا تھا وہ یوں پُورا نہیں ہُوا کہ میری ماں بھی ان واقعات سے واقف تھی جن کا انکشاف

اسبان کی تباہی تھا کیا تم تصور کر سکتے ہو، قبائلی نوجوان کے وہ واقعات کیا تھے؟

"بھلا میں کیا جانوں۔" شیران نے جواب دیا لیکن اس کے ذہن میں بایان بروما آ رہا تھا جس نے اسی طرح کی ایک ملتی جلتی کہانی سنائی تھی پھر کیری بل نے بھی اسے وہ کہانی سنائی اسبان کی سازش دلائی نامہ کی روپوشی کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

"بس یہ بات اسبان کو پسند نہ تھی اس لیے میرے باپ کو قتل کر دیا گیا لیکن میرے باپ نے یہ بات میری ماں کو بتا دی تھی اور میری ماں نے کچھ ایسے افراد کو اس بارے میں بتا دیا جو بظاہر اسبان کے خلاف تھے لیکن درحقیقت وہ اسبان ہی کے جاسوس تھے چنانچہ کچھ عرصے قبل اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ مجھ پر بھی قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا لیکن میں فرار ہو گئی۔ اب وہ لوگ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں ابھی تھوڑے دنوں قبل مجھے انھوں نے لی پاؤ میں دیکھ لیا اور میرے پیچھے لگ گئے۔ جب سے میں مفرور ہوں اور کوشش کر رہی ہوں کہ کسی طرح میری جان بچ سکے۔"

"اوہو۔ یہ انوکھی کہانی میں اس سے پہلے بھی سن چکا ہوں کمال کی بات ہے۔ ایک شخص کس طرح انسانوں کو پریشان کرتا رہتا ہے۔ بہرصورت مجھے تمھارے مذہبی معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن کبھی یہ شخص اگر میرے راستے میں آیا تو شاید نقصان اٹھا جائے۔" شیران بولا۔

"کیا مطلب۔ یہ کہانی تم نے اور کہاں سنی ہے؟"

"بس بس جہاں بھی سنی ہے۔ میں اب ان واقعات کو بھول چکا ہوں اور اسے بھی بھول چکا ہوں جس کا نام سدھاشی ہے۔" شیران بولا۔

"سدھاشی کون ہے؟"

"لڑکی! میں جس موضوع کو ختم کر دوں اسے دہرانا پسند نہیں کرتا۔ بس تیری کہانی یہیں تک ہے، اس کے بعد کہاں جائے گی۔"

لڑکی نے شکایت آمیز انداز میں اسے دیکھا۔ شیران جیسے اکھڑ آدمی سے اس کی مرضی کے خلاف کچھ کہنا بھی تو مناسب نہیں تھا، نجانے کس موقعے پر دماغ میں خرابی پیدا ہو جائے۔

"تو بس یہ تیری کہانی تھی، اب مجھے اجازت دے اور تو آرام سے سو جا۔"

شیران اوپر چٹان پر آ گیا تھا جس کے عقب میں اس کا گھوڑا کھرکھر کر رہا تھا۔ اس نے گھوڑے کے سر پر ہاتھ پھیرا، اس کے ایال سہلاتا رہا اور پھر دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا اور آسمان کو گھورنے لگا۔ پستول اس کے پاس موجود تھا اور آسمان پر ٹمٹماتے ستارے اس کی نگاہوں کا مرکز تھے۔ وہ کافی دیر تک جاگتا رہا اور پھر نیند اس کی پلکوں پر آہستہ آہستہ دستک دینے لگی۔ یہ دستک اتنی لطیف تھی کہ شیران کی پلکیں بند ہو گئیں اور آنکھوں پر نیند کا غلاف چڑھ گیا۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب لڑکی آہستہ سے غار سے باہر نکل آئی، بے آواز قدموں سے چلتی ہوئی وہ اس چٹان پر چڑھنے لگی جہاں شیران سو رہا تھا۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی، ہاتھ میں ایک چھوٹا سا رومال تھا جسے وہ بڑی سختی سے دبائے ہوئے تھی۔ شیران کچھ ایسی مست نیند سو یا تھا کہ اسے اس کی آہٹ نہ ہو سکی۔ اس نے شیران کے پاس بیٹھ کر انتہائی احتیاط سے رومال اس کی ناک کے سامنے لہرانا شروع کر دیا اور شیران کی سانسیں بوجھل ہونے لگیں۔ اس نے ایک دو بار آہستہ سے ہاتھ پاؤں مارے اور پھر لڑکی نے رومال اس کی ناک پر رکھ دیا۔

شیران اب رومال ہٹانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ لڑکی دیر تک رومال اس کی ناک پر رکھے رہی اور اس کے بعد اس نے رومال ایک طرف پھینک دیا، پھر وہ شیران کو جھنجوڑنے لگی۔

"شیران، شیران۔ اٹھو... اٹھو... وہ لوگ آ چکے ہیں وہ قریب آ چکے ہیں۔" اس نے زور زور سے شیران کو جھنجوڑا لیکن شیران کو ہوش نہ آیا۔ تب لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر چار دو گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کی لگامیں پکڑے آہستہ آہستہ اسی جانب آ رہے تھے۔

آنکھ کھلی تو ایک عجیب قسم کا شور سنائی دیا۔ شور کے ساتھ اس کا جسم بھی عجیب سے انداز میں ہل رہا تھا۔ چند لمحات ذہن سائیں سائیں کرتا رہا، دماغ پر ایک بوجھ سا طاری تھا۔ پھر حواس آہستہ آہستہ واپس آنے لگے۔ آنکھیں بند کیے اس نے اپنے ہلتے ہوئے جسم اور اس شور پر غور کیا۔ وہ اس آواز کو سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ آواز۔ یہ آواز یقیناً کسی موٹر بوٹ کے انجن کے علاوہ اور کسی چیز کی نہیں تھی، اس طرح ہلتے ہوئے کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا تھا لیکن موٹر بوٹ یا اسٹیمر اور اس کی موجودگی... اس کا ذہن سائیں سائیں کرتا رہا اور وہ غور کرنے لگا پھر اسے گزرے ہوئے واقعات یاد آئے۔ وہ علاقہ، پہاڑ، غار، لڑکی کیری بل۔ اس کا گھوڑا... اور... اور... دوسرے لمحے

وہ ایک وحشیانہ آواز کے ساتھ اچھل کر بیٹھ گیا۔ قریب ہی کسی کے گفتگو کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ گفتگو کرنے والے زیادہ دور نہیں تھے لیکن شیران نے عقل سے کام لیا۔ اس نے فوراً ہی خود کو سنبھالا اور آنکھیں بند کر لیں پھر اس نے جسم کو ساکت کر لیا جب تک کہ حالات کا اندازہ نہ ہو جائے۔ اسٹیمر یا موٹر بوٹ اس کے لیے سخت حیرت انگیز تھی۔ زبان تبتی ہی استعمال کی جا رہی تھی لیکن لہجہ ذرا مختلف تھا اور پھر اس کی ذہنی رَو لڑکی کی جانب مڑ گئی۔

کیری بل... وہ لڑکی کہاں گئی اور وہ یہاں کیسے پہنچ گیا۔ کیا لڑکی کے دشمن اس پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے، کیا سونے کے بعد اسے کسی طرح بے ہوش کر دیا گیا۔ یقیناً ایسی ہی کوئی بات... ہوگی، ورنہ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ اسے صرف نیند کے عالم میں اٹھا کر اس اسٹیمر تک لایا جا سکے، یقیناً یہ سفر بھی خاصا طویل ہوگا کیونکہ قرب و جوار میں کوئی ایسی جگہ نہیں... تھی جس میں اسٹیمر چل سکتا...

بہرصورت بے ہوش پڑے رہنے میں کوئی فائدہ نہ پا کر اس نے ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ آنکھیں کھول دیں۔ کراہا وہ اس لیے تھا کہ قریب بیٹھے لوگ اسے ہوش میں آتا محسوس کر لیں اور یہی ہوا۔ وہ لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

ان کی تعداد پانچ تھی۔ تین تبتی تھے اور دو عجیب سے خدوخال کے مالک تھے۔ کم از کم وہ مقامی نہیں ہو سکتے تھے، اچھے خاصے تندرست و توانا تھے اور شریفانہ کپڑوں میں ملبوس تھے۔

"ہوش آ گیا۔" ان میں سے ایک نے انگریزی میں کہا۔

"بس اب سفر بھی مختصر ہے۔"

"ہاتھ پاؤں کس دو، کوئی حرکت نہ کرے۔" تیسرے نے کہا۔ ان میں سے دو آدمی اٹھ گئے۔

پھر اسے اٹھا کر بٹھایا گیا۔ سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کے پستولوں کا رخ اس کی جانب تھا۔ اس لیے شیران نے کوئی حرکت نہ کی اور اس کے ہاتھ پشت پر کس دیے گئے لیکن یہاں اس نے ذرا سی ذہانت سے کام لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جب ہاتھ باندھے جا رہے ہوں تو انھیں کس زاویے سے رکھا جائے کہ رسی کے بل نکالنے میں دشواری نہ ہو۔ چنانچہ اس نے سکون سے وہ زاویہ اختیار کر لیا اور ہاتھ بندھوا لیے۔

وہ گہری نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا اور ان کے بارے میں اندازہ لگا رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی اور پھر ان میں سے اس شخص نے جو مقامی نہیں تھا مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمھارا نام شیران ہے؟"

"خاصی معلومات رکھتے ہو میرے بارے میں۔" شیران بھی مسکرا کر بولا۔ "لیکن پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے اغوا کس طرح کیا؟"

"واہ۔ اغوا کرنے کے مختلف طریقے تو نہیں ہوتے۔ بس تمھیں بے ہوش کیا اور یہاں لے آئے۔"

"اب اس کی وجہ بھی بتا دو۔" شیران بولا۔

"وجہ تم خود جانتے ہو دوست، تمھیں بتانا پڑے گا کہ کیری بل کہاں ہے؟"

"وہ لڑکی؟" شیران نے سوال کیا۔

"ہاں۔ اس سے اس طرح اجنبیت کا اظہار مت کرو۔ ہم جانتے ہیں کہ تم اس کے محسن اور ساتھی تھے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن کیا وہ تمھیں اس جگہ سے نہیں ملی جہاں سے تم نے مجھے اغوا کیا ہے؟" شیران نے سوال کیا۔

"بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو، تمھیں کیری بل کا پتہ بتانا ہوگا اور یہ بھی بتانا ہوگا کہ اسبان کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔"

"کمال کی بات ہے بھائی۔ میں ایک آوارہ گرد اتفاق سے ان علاقوں میں آ پھنسا ہوں، کون اسبان اور کیسا اسبان؟ مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہے۔ میں تمھیں صرف ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ احمقانہ گفتگو مجھے پسند نہیں اور تم اس سلسلے میں جو کچھ بھی کوشش کرو گے اس میں تمھیں بعد میں شرمندگی ہی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے یہ ہمارا کام نہیں ہے جو لوگ ان معاملات سے متعلق ہیں، وہ خود ہی تم سے گفتگو کر لیں گے۔" اس شخص نے آہ بھر کر کہا اور پھر خاموشی چھا گئی۔

شیران الجھے ہوئے انداز میں ان واقعات کے بارے میں سوچتا رہا تھا پھر اسٹیمر کی رفتار سست ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کنارے سے جا لگا۔ وہ لوگ اٹھ گئے تھے۔ ان میں سے دو آدمی جو تبتی تھے اندر رہ گئے تاکہ شیران کی نگرانی کرتے رہیں۔ باقی تینوں اسٹیمر سے اتر کر چلے گئے۔

تقریباً دس منٹ کے بعد وہ واپس آئے اور ان میں سے ایک نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اس کے بعد تبتی بھی اٹھ گئے اور وہ

شیران کے دونوں طرف آکھڑے ہوئے پھر پستول کے اشارے پر اسے اسٹیمر کے کیبن سے باہر لے آئے۔ سامنے خشکی نظر آرہی تھی، کوئی سنسان ساحل تھا۔ ساحل سے تھوڑے فاصلے پر ایک دین کھڑی ہوئی تھی جس کی ڈرائیونگ سیٹ والے دروازے کے پاس ایک اور شخص دونوں ہاتھ باندھے کھڑا اُنھیں دیکھ رہا تھا۔ دین کے قریب لاکر اُنھوں نے اُسے دین میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور شیران اطمینان سے دین میں بیٹھ گیا۔ ابھی تک اس کے ذہن میں ان حالات کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں تھی، بس وہ یہ جانتا تھا کہ یہ اُسی لڑکی کے دشمنوں میں سے ہیں اور ممکن ہے اس کے ساتھ اُنھوں نے اس لڑکی کو بھی اغوا کر کے کہیں اور پہنچا دیا ہو۔ دین کا سفر شروع ہوگیا۔ اس نے دین کی سیٹ سے ٹیک کر آنکھیں بند کرلیں اور پھر اُسی وقت آنکھیں کھولیں، جب دین کسی عمارت میں داخل ہوکر رُک گئی اور وہ ان لوگوں کی ہدایت پر چوڑی سیڑھیاں طے کرنے لگا جو صدر دروازے تک لے جاتی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد، وہ ایک بڑے ہال میں پہنچ گیا جہاں چند اور لوگ بھی موجود تھے۔ یہ بھی تبتی ہی تھے۔ ہال میں موجود لوگوں نے دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہیلو مسٹر شیران؟"

"تعجب ہے تم سب میرے شناسا ہو۔ حالانکہ میں تمھارے علاقے کا باشندہ نہیں ہوں۔"

"ہاں، ہم آپ کے شناسا ہیں، آپ کے بارے میں خاصی معلومات رکھتے ہیں۔" ایک تبتی نے کہا۔

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، مجھے یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے یہ سارا کھیل کیوں کھیلا ہے؟" شیران نے کہا۔

"بتا دیا جائے گا مسٹر شیران، ابھی اتنی جلدی بھی کیا ہے، کچھ دیر آرام کریں۔ اس کے بعد آپ سے ملاقات رہے گی۔" اس شخص نے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "مسٹر شیران کو لے جاؤ اور انھیں آرام کرنے کا موقع دو۔"

شیران خاموشی سے پھر واپس چل پڑا تھا۔ یہ اُس کی فطرت میں ایک نمایاں تبدیلی تھی جو اس سے قبل کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ بہرصورت اس بار اسے ایک اور کمرے میں لایا گیا۔ عمارت بہت شاندار تھی اور جس کمرے میں شیران کو لایا گیا تھا وہ بھی بے حد خوبصورت تھا۔ یہاں لاکر اس کے ہاتھ بھی کھول دیے گئے، پھر وہ لوگ باہر نکل کر دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ شیران نے بڑی پھرتی سے آگے بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔

اس خوبصورت کمرے میں فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا وہ چاروں طرف سے بند تھا۔ صرف چھت کے قریب روشندان تھے جو اتنے بڑے نہیں تھے کہ انسان ان سے نکل کر فرار ہونے کی کوشش میں کامیاب ہوجائے لیکن شیران کو فرار کے راستے کی ضرورت نہیں تھی، اس نے کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ پورے کمرے کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد وہ ایک گہری سانس لے کر ایک آرام دِہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ ان چیزوں سے یہاں لانے والوں کے مقصد کا کوئی پتہ نہیں چلتا تھا۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ لاپروائی سے دروازے کی سمت دیکھنے لگا لیکن پھر اُسے دفعتاً بند دروازے کا خیال آیا اور بجلی کی سی سُرعت سے اُس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور واپس اپنی جگہ آبیٹھا۔

دروازہ کھولنے والے اندر آگئے۔ ان میں سے ایک چہرہ جانا پہچانا تھا اور دوسرا اجنبی۔ جانے پہچانے آدمی کو وہ ابھی کچھ دیر قبل دیکھ چکا تھا لیکن اس کے ساتھ جو شخص تھا۔ وہ انتہائی عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا۔ اس کا چہرہ تقریباً ایک فٹ لمبا تھا۔ بڑے بڑے بال شانوں تک بکھرے ہوئے تھے، اوپری بدن برہنہ تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہ فولاد سے ڈھالا گیا ہو، قد بھی چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ مجموعی طور پر وہ انتہائی خطرناک آدمی لگتا تھا۔ اس کی سُرخ سُرخ آنکھیں شیران کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی، ایک عجیب و غریب مسکراہٹ جو غصہ دلاتی تھی۔

شیران ہونٹ بھینچ کر اُسے دیکھنے لگا پھر جانے پہچانے شخص نے مسکراتے ہوئے شیران سے کہا۔

"ہاں تو آپ کو اس بات کی جلدی تھی کہ آپ کو بتایا جائے کہ آپ یہاں کیوں لائے گئے ہیں تو مسٹر شیران۔ دراصل معلوم کرنا ہے آپ سے کہ وہ لڑکی کہاں ہے؟"

"کون لڑکی؟" شیران غرّاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"اس کا نام کیری بل ہے اور اُسے آپ کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ اسی غار کے پاس جہاں آپ کا گھوڑا موجود تھا اور جب کی اوپری چٹان پر آپ سو رہے تھے۔"

"لڑکی تمھیں نہیں ملی؟" شیران نے سوال کیا۔

"جی نہیں۔ وہ آپ کا گھوڑا لے کر فرار ہوگئی تھی۔ جس وقت ہم نے اسے دیکھا تو ہم اس طرف چل پڑے لیکن لڑکی ہمارے

وہاں پہنچنے سے قبل نکل چکی تھی، مجبوراً ہمیں آپ کو ساتھ لانا پڑا۔"

"اوہ۔ بہت چالاک تھی، مجھے ایسی چالاک لڑکیاں پسند ہیں۔"

شیران بے اختیار مسکرا پڑا۔

"یقیناً وہ آپ کی پسند ہوگی۔ وہ خاصی خوبصورت تھی اور پھر آپ مقامی آدمی بھی نہیں ہیں، میں نہیں جانتا کہ لڑکی آپ کو کہاں ملی... ہاں اتنا علم ضرور ہے کہ اس سے قبل آپ مسٹر مارینو کے ساتھ تھے۔ میرا مقصد ہے کہ آپ کو گانگ ہو میں مارینو کے مہمان کی حیثیت سے دیکھا گیا ہے، آپ کا نام بھی ہم نے معلوم کر لیا تھا لیکن لڑکی سے آپ کا کیا تعلق ہے۔ یہ بات ابھی تک ہمارے علم میں نہیں آسکی ہے۔ بہرصورت ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں وہ سب کچھ بتادیں جو لڑکی نے آپ کو بتایا ہے، مسٹر شیران، یہ بےحد ضروری ہے آپ کی زندگی کے لیے اور اس لڑکی کی زندگی کے لیے بھی، اس بات کے امکانات ہیں کہ لڑکی کو معاف کر کے تبت کے علاقے سے نکال دیا جائے، یا پھر اس کا برین واش کر دیا جائے تاکہ وہ دُنیا کو وہ سب کچھ نہ بتا سکے جو کسی کے لیے نقصان دِہ ہے۔"

وہ شخص کہہ رہا تھا اور شیران تمسخرانہ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا پھر جب وہ خاموش ہوا تو شیران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

"بے وقوف آدمی۔ میں ان تمام معاملات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، سوائے ایک بات کے اور وہ بات یہ ہے کہ انسان کو کبھی کسی عورت کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ بے شک رحم دلی اچھی چیز ہے لیکن اگر ایسی کوئی شاطر لڑکی تحفظ مانگنے بھی آئے تو اس کا رُخ دوسری جانب کرو اور اس کی کمر پر ایک لات جمادو تاکہ وہ کم از کم پانچ فٹ اُچھل کر دُور جا پڑے اور اس کے بعد خاموشی سے واپس چل پڑو۔ میں نے جب بھی کسی لڑکی کی مدد کرنے کی کوشش کی ہے مصیبت میں پھنس گیا۔ سُنو، اُس نے مجھ سے صرف تمھارے خلاف مدد مانگی تھی، اُس نے کہا تھا کہ اسے تم سے خطرہ ہے اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں اس کی حفاظت کروں گا پھر میں کس طرح بے ہوش ہوا اور کس طرح یہاں تک پہنچا، مجھے نہیں معلوم۔ باقی رہی کوئی ایسی بات جس کے بارے میں تمھیں شُبہہ ہو کہ اس نے مجھے بتائی ہوگی تو میں ایسی کوئی بات سُننے کا نہ تو قائل ہوں اور نہ ہی ایسی کوئی بات یاد رکھ سکتا ہوں سمجھے تم؟ بس اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ اپنے اس بھوت کو یہاں سے لے کر دفع ہوجاؤ۔ میں جب تک آرام کرنا چاہوں گا آرام کروں گا۔ اس کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔" شیران نے کہا اور تبتی ہنسنے لگا۔ البتہ دراز قامت شخص کے چہرے پر خشونت کے آثار کچھ اور گہرے ہوگئے۔

"کیا بک رہا ہے یہ؟" وہ غضب ناک آواز میں بولا۔

"جو کچھ بک رہا ہے تم سُن رہے ہو، اس کی زبان سمجھنا تمھارا کام ہے۔" تبتی نے دیوقامت شخص سے کہا اور وہ شیران کو گھورنے لگا۔ اس کی سُرخ سُرخ آنکھوں میں قہر و غضب کی بجلیاں کوند رہی تھیں پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور کمرے میں چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ جگہ بہت چھوٹی ہے، میں اسے یہاں سے لے جاؤں گا۔"

"جو تمھارا دل چاہے کرو، یہ اب تمھاری ذمّے داری ہے۔" تبتی نے کہا۔

دیوقامت شخص آگے بڑھ آیا۔ اس نے جیب سے ایک ریشمی ڈوری نکالی۔ تبتی نے پستول کا رُخ شیران کی جانب کر دیا تھا لیکن شیران نے کوئی مزاحمت نہیں کی اور خاموشی سے ہاتھ بندھوا لیے۔ البتہ اُس نے وہی طریقہ کار اس وقت بھی اختیار کیا تھا۔ کلائیوں کو ایک دوسرے سے اس طرح فاصلے پر رکھا تھا کہ ضرورت پڑنے پر باآسانی ڈوری میں سے ہاتھ نکالے جاسکیں اور یہ بات صرف کلائیوں کی قوت پر منحصر تھی کہ وہ کس قدر کسی جاسکتی ہیں، یقیناً دیوقامت تبتی اس میں ناکام رہا تھا۔ حالانکہ وہ جسامت کے لحاظ سے شیران سے کہیں زیادہ تھا۔ چہرے سے بھی بے حد خطرناک لگتا تھا اور پھرتیلا بھی معلوم ہوتا تھا۔ بہرصورت اُسے عمارت کے ایک دوسرے حصّے میں لے جایا گیا جس کے صحن میں لمبی لمبی خودرو گھاس اُگی ہوئی تھی۔ دروازہ بھی بوسیدہ سا تھا۔ دیوقامت نے دروازے کو دھکیلا اور شیران کو لیے ہوئے اندر داخل ہوگیا۔ دوسرا تبتی بھی شیران کو پستول سے کوَر کیے ہوئے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا تھا، بوسیدہ دروازے سے اندر داخل ہوکر وہ ایک پرانے طرز کے ہال میں پہنچ گئے جہاں بوسیدہ سا فرنیچر موجود تھا یعنی اذیت دینے کا سامان۔

دیوقامت نے دروازہ اندر سے بند کر دیا پھر اس نے شیران کی جانب دیکھا۔

"ہاں یہاں آکر تم فیصلہ کر چکے ہوگے کہ تمھیں کیا کرنا ہے؟"

"بے شک، بے شک۔" شیران کے ہونٹوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی...

"تو پھر بتاؤ لڑکی نے تم سے کیا کہا تھا؟"

"یہی کہ آئندہ تمھاری ملاقات جن لوگوں سے ہوگی وہ گدھے نہیں گدھے کے بچے ہوں گے اور ان کا دماغ جب تک ابھی

طرح درست نہیں کیا جائے انھیں عقل نہیں آتی" شیران ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"کیا مقصد ہے اس بکواس کا؟" دیو قامت نے غرا کر پوچھا اور دوسرے لمحے ان دونوں کا منہ حیرت سے کھل گیا کیونکہ شیران نے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھوں کی رسی اُن کے سامنے اُچھال دی تھی۔ پستول والے تبتی نے متحیرانہ انداز میں رسی کی طرف دیکھا لیکن شیران چال چل گیا۔ ایک تپائی اپنی جگہ سے اُچھلی اور پوری قوت سے پستول پر پڑی۔ پستول والے تبتی کے منہ سے چیخ نکل گئی تھی۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا اور وہ اپنا ہاتھ دبا کر دُہرا ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی شیران کی آواز اُبھری۔

"اگر تم نے دوبارہ پستول اُٹھانے کی کوشش کی تو میں تمھارے دونوں ہاتھ ہمیشہ کے لیے ناکارہ کردوں گا" شیران کی آواز میں بے پناہ غراہٹ اور اعتماد تھا پھر وہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوگیا جس کا چہرہ ایک فٹ لمبا تھا اور جس کی آنکھیں خون کبوتر ہو رہی تھیں۔ اس نے ہونٹ بھینچ کر دونوں ہاتھ پھیلائے اور گردن جھکائے شیران کی جانب بڑھنے لگا۔

شیران سرد نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ دیو قامت شخص اس کے قریب پہنچا اور پھر کسی ارنے بھینسے کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا لیکن شیران پہلے سے تعین کر چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے پھرتی سے دیو قامت کے بال پکڑے اور پھر اسے اپنی بغل میں دھکیلتا ہوا دیوار تک لے گیا اور پھر اس نے پوری قوت سے دیو قامت کا سر دیوار میں دے مارا۔ دیو قامت کو اپنے مقابل سے اس خوفناک حربے کی اُمید نہیں تھی، وہ تو اسے ہاتھوں کی گرفت میں لے کر پیس ڈالنے کی فکر میں تھا لیکن دیوار سے سر ٹکرایا تو ایک لمحے کے لیے وہ بوکھلا سا گیا۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اُس کا بھیجہ ہی باہر نکل پڑتا لیکن دیو قامت کا سر بھی اتنا ہی مضبوط تھا جتنا اس کا بدن۔ بہرصورت وہ پلٹا اور اس نے انتہائی پھرتی سے شیران پر چھلانگ لگا دی لیکن تبتی اس وقت شدید حیرت زدہ ہوگیا جب اس نے دیکھا کہ دیو قامت کا فٹ بال نما سر شیران کی گرفت میں تھا اور اس نے شیران کی کمر اپنے دونوں بازوؤں سے پکڑی ہوئی تھی لیکن خود شاید وہ بے حد تکلیف میں معلوم ہوتا تھا۔ شیران کا دوسرا ہاتھ آزاد تھا جس سے اس نے دیو قامت کی پشت پر ریڑھ کی ہڈی کے قریب ایک مخصوص ضرب لگائی اور دیو قامت کی چنگھاڑ سے پورا کمرہ گونج اُٹھا۔ اس نے جلدی سے شیران کی کمر چھوڑ دی اور اپنی گردن اُس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا لیکن حیرت انگیز بات تھی کہ وہ اس میں ناکام رہا۔ تبتی اپنی تکلیف بھول کر متحیرانہ انداز میں منہ پھاڑے اس دیو کی درگت بنتے دیکھ رہا تھا جس کے قویٰ مضمحل پڑتے جا رہے تھے اور پھر شاید وہ بے ہوش ہوگیا لیکن اسی وقت تبتی کو ہوش آ گیا۔ اس نے پستول کی طرف چھلانگ لگائی لیکن وہ مدمقابل کی خوفناک شخصیت سے ناواقف تھا۔ شیران نے دیو قامت کو اُٹھا کر تبتی شخص پر اُچھال دیا اور تبتی کو اپنی ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئیں، وہ پستول سے تھوڑے فاصلے پر ہی گرا تھا۔ تب شیران آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر تم نے پستول اُٹھانے کی کوشش کی تو تمھارے دونوں بازو ہمیشہ کے لیے ناکارہ کر دیے جائیں گے" شیران نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر کہا اور پھر اُس نے جھک کر اُس آدمی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ دوسرے لمحے وہ مخصوص انداز میں گھوم گیا اور نیچے پڑے ہوئے آدمی کے حلق سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے اُسے ذبح کیا جا رہا ہو، وہ کرب سے مسلسل چیخ رہا تھا اور اس کے دونوں بازو کندھوں کے پاس سے اُکھڑ گئے تھے۔ شیران نے اُسے ٹھوکر مار کر سیدھا کر دیا۔ دیو قامت اس کے نزدیک ہی بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ "اب اگر تم نے چیخنا چلانا بند کر کے میری باتوں کا جواب نہیں دیا تو میں تمھاری گردن توڑ دوں گا" شیران کی غراہٹ اُبھری۔

"نہیں نہیں پلیز نہیں، ایسا مت کرو" وہ خوف سے چیخا۔

"تب مجھے بتاؤ یہ سارا کھیل کیا ہے۔ کیوں مجھے اُٹھا کر لائے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"یقین کرو میں کچھ نہیں جانتا۔ میں کچھ نہیں جانتا، میں ایک معمولی سا آدمی ہوں، بس اس عمارت کا نگران، میرے سپرد یہ ذمے داری کی گئی تھی کہ تم سے یہ معلوم کیا جائے کہ کیری بل نے تمھیں کیا بتایا ہے" تبتی نے خوفزدہ انداز میں کہا۔ اس کے حلق سے اب بھی کراہیں نکل رہی تھیں اور اس کے دونوں بازو ناکارہ ہو چکے تھے۔ خوف اور تکلیف سے اس کی حالت بُری طرح بگڑ چکی تھی اور وہ کرب و جاں کنی کے عالم میں گرفتار معلوم ہوتا تھا۔ شیران نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اُٹھایا اور سیدھا کھڑا کر کے بولا۔

"میں کہاں ہوں؟"

"لی۔ لی۔ لی پاؤ۔ لی پاؤ" اس نے جواب دیا اور اس کی گردن اِدھر اُدھر جھولنے لگی۔ اسی وقت اوپری روشندان سے کوئی چیز نیچے پھینکی گئی، ایک ہلکی سی آواز ہوئی اور کانچ کا ایک گولا سا ٹوٹا۔ اس کے ساتھ ہی سفید دُھواں کمرے میں بھر گیا۔ خاصا گاڑھا دُھواں تھا لیکن اس میں خواب آور کیفیت تھی، شیران سانپ کی طرح پلٹا لیکن دُھواں سریع الاثر تھا۔ اس کا دماغ چکرا گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پکڑی اور پھر آہستہ آہستہ اس کے حواس پر دُھند چھاتی چلی گئی۔

ہوش تو آنا ہی تھا اور اگر ماحول نہ بدلا ہوا ہوتا تو حیرت کی بات ہوتی۔ یہ بھی ایک کمرہ تھا لیکن وہ نہیں جس میں وہ بے ہوش ہوا تھا۔ اس کے برعکس یہ کمرہ اور بھی زیادہ خستہ حالت میں تھا۔ خاصا تعفن تھا اس کمرے کے ماحول میں۔ اس کے ایک سمت موٹی سلاخوں والا جنگلہ لگا ہوا تھا جس کی باہر کی سمت ایک موٹا تالا لٹکا ہوا تھا۔ خود اس کے بدن کے نیچے ایک بدبودار کمبل بچھا ہوا تھا جس کی بدبو محسوس کر کے وہ اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے اپنا لباس دیکھا۔ اس کا اپنا ہی لباس تھا لیکن یہ جگہ... اس نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھٹکی، یہ جگہ بھی بڑی عجیب تھی ایک انوکھی پُراسراریت اور ایک عجیب سا ماحول۔ وہ آہستہ آہستہ سلاخوں کے نزدیک آ گیا۔ باہر اسے کچھ وردی پوش نظر آئے۔ یہ وردی پوش تبتی ہی تھے، اس نے تعجب سے پلکیں جھپکائیں اور پھر زور زور سے کٹہرا بجانے لگا۔

مسلح وردی پوش اس کی جانب متوجہ ہوگئے تھے پھر چار پانچ آدمی اس کے سامنے آ گئے۔ ان سب کے چہروں پر شدید نفرت کے آثار تھے۔ وہ انھیں گھورتا رہا۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟" اس نے تبتی زبان میں پوچھا لیکن ان میں سے کسی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا، وہ نفرت بھری نگاہوں سے اسے گھورتے رہے۔ تب اس نے یہی سوال ان سے دوبارہ کیا اور انھوں نے نفرت سے گردنیں پھیر لیں۔

شیران کو غصہ آ رہا تھا لیکن اسی وقت عقب سے ایک اور شخص وہاں پہنچ گیا۔ یہ بھی تبتی ہی تھا لیکن اس کی وردی پر کچھ اور نشانات بنے ہوئے تھے۔ دوسرے لوگوں نے اسے جگہ دے دی اور اس کے قریب پہنچنے پر اٹین شن ہوگئے۔ نیا آنے والا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ شیران کٹہرے کی سلاخیں پکڑے مضحکہ خیز نگاہوں سے انھیں گھور رہا تھا۔

"اب تم کیا کہانی سناؤ گے؟" اس نے نئے آنے والے تبتی سے پوچھا۔

"میں تجھے تیری موت کی کہانی سناؤں گا ذلیل کتے۔ تو نے ایک فرشتے کو ہلاک کیا ہے۔ ایک ایسے فرشتے کو جو آسمانی دیوتاؤں کا پرتو تھا اور جس سے میری پوری قوم محبت کرتی ہے، میری قوم کا مطالبہ ہے کہ تجھے اس کے حوالے کر دیا جائے، کاش اعلیٰ حکام قوم کی بات مان لیں۔ کاش ایجنٹ ہمیں اس بات کی اجازت دے دیں کہ ہم دلائی لامہ کے قتل کے الزام میں تجھے تبتی قوم کے حوالے کر دیں!"

"دلائی لامہ کا قتل!" شیران کی کھوپڑی گھوم گئی۔

"ہاں، ایک فرشتہ صفت رُوحانی پیشوا کا قتل!" اس شخص نے جواب دیا۔

"کمال ہے کیا اس علاقے میں پاگلوں کی تعداد بہت زیادہ ہے!" شیران نے بدستور تمسخرانہ انداز میں کہا اور تبتی نے دانت پیستے ہوئے پستول نکال لیا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ نفرت تھی، اسی وقت عقب سے ایک بار پھر بھاری قدموں کی آواز سنائی دی اور قریب کھڑے ہوئے تبتیوں نے ایڑیاں بجائیں۔ پستول نکالنے والے نے پلٹ کر دیکھا کئی آدمی چلے آ رہے تھے، اس نے دانت پیستے ہوئے شیران کی جانب دیکھا اور پھر پستول ہولسٹر میں لگا کر خود بھی اٹین شن ہو گیا۔

سب سے آگے آنے والا ایک پستہ قامت تبتی تھا۔ اُس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اس کے ایک ساتھی نے آگے بڑھ کر چابی سے تالا کھول دیا۔ پیچھے آنے والے آدمیوں نے اسٹین گنیں تان لی تھیں۔ "باہر آؤ" پستہ قامت تبتی نے سخت لہجے میں کہا۔ زبان انگریزی تھی۔ شیران ایک گہری سانس لے کر باہر نکل آیا اور پھر وہ اسٹین گنوں کی زد پر ایک طرف بڑھنے لگا۔ پستہ قامت تبتی اس کے ساتھ تھا۔ وہ سب خاموشی سے ایک بڑے ہال میں پہنچے۔ ہال کشادہ تھا، بائیں سمت ایک بغیر سلاخوں کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔

شیران نے گہری نگاہوں سے اس کھڑکی کو دیکھا اور پھر ہال میں دوسری سمت نگاہیں دوڑانے لگا۔ پورے ہال میں صرف ایک میز اور چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں، پستہ قامت ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسٹین گن والے مستعدی سے چاروں طرف کھڑے ہوئے تھے۔ تب پستہ قد آدمی نے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کیا تمھارا نام شیران ہے؟"

"ظاہر ہے اتنی دیر میں میرا نام بدل نہیں گیا ہوگا" شیران

نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"کہاں کے باشندے ہو؟"

"تبیلہ تراب زاں سے میرا تعلق ہے۔ افغانستان کے پہاڑوں کے اُس جانب میرا مسکن ہے۔" شیران نے اطمینان سے جواب دیا۔

"کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

"کام... پہلے کام کی نوعیت بتا دو، مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کیا کام کیا ہے۔" شیران بولا۔

"دلائی لامہ سے تمہاری ذاتی دشمنی تھی؟" پستہ قد آدمی نے پوچھا۔

"یہ دلائی لامہ کیا ہوتا ہے؟" شیران نے سوال کیا اور ہال میں موجود لوگوں کے حلق سے غصیلی آوازیں نکل گئیں، ان کے چہرے خوفناک ہو گئے تھے۔

"اگر تم پاگل پن کا ڈھونگ رچاؤ گے تب بھی تم اپنی زندگی ... کی اُمید مت رکھو۔" پستہ قد آدمی نفرت سے بولا۔ "بہتر یہی ہے کہ تم ان لوگوں کے نام بتا دو جن کے اشارے پر تم نے دلائی لامہ کو قتل کیا ہے اس طرح عوام میں نفرت کا جوش کم ہو جائے گا اور مجرم صرف تم نہیں رہو گے، ممکن ہے تمہیں عوام کی نفرت سے بچا سکیں...."

"دلائی لامہ... قتل؟" شیران دھیمے لہجے میں بولا۔ وہ پستہ قد آدمی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا پھر اُس نے گہری سانس لی اور بولا۔ "میں نے کسی دلائی لامہ کو قتل نہیں کیا۔ تم اپنی غلط فہمی پر غور کرو...."

"بکواس مت کرو، کیا تم اس سے انکار کرو گے؟" اس نے جیب سے ایک تصویر نکال کر شیران کے سامنے پھینک دی اور شیران نے آگے بڑھ کر وہ تصویر اُٹھا لی۔ وہ شکل اس کے لیے اجنبی تھی، ظاہر ہے اس دوران میں اس نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ یہ ڈرامہ بالکل ہی غلط تھا۔ اس نے چند ساعت تصویر دیکھی پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"میں نے قتل نہیں کیا اور نہ ہی اس شخص کو میں نے اس سے قبل دیکھا ہے۔"

"ہوں... گویا تم سچی بات بتانے پر آمادہ نہیں ہو؟"

"سنو!" شیران آہستہ سے بولا۔ "میں بہت غلط آدمی ہوں میں جانتا ہوں کہ اس وقت بہت ساری گولیوں کی زد پر ہوں اور تم چاہو تو مجھے قتل کر سکتے ہو لیکن جو کچھ ہے سب غلط فہمی کی بنیاد پر ہے۔ میں نہ تو کسی دلائی لامہ کو جانتا ہوں اور نہ ہی میں نے کسی کو قتل کیا ہے۔ تم لوگ جس طرح چاہو تصدیق کر سکتے ہو۔ ہاں اگر تم میرے قتل ہی کے درپے ہو تو میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔" شیران تھکے تھکے سے انداز میں اس کرسی کی جانب جھکا جو اس کے قریب ہی پڑی ہوئی تھی، انداز ایسا ہی تھا جیسے بیٹھنا چاہتا ہو لیکن دوسرے لمحے اس نے کرسی پکڑ کر ایک اسٹین گن بردار پر دے ماری۔ فطری طور پر وہ سب ایک لمحے کے لیے چونک پڑے اور وہی لمحہ شیران کے لیے کار آمد تھا۔ اس نے کھلی ہوئی کھڑکی سے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ دوسری طرف کیا ہے لیکن یہ کوشش خودکشی بھی نہیں تھی۔ اس نے ماریو سے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ بلندی سے کودنے کا ایک خاص فن اور اس وقت وہی فن اس کے کام آیا تھا۔ اُس کے پاؤں سینے سے جڑے ہوئے تھے، کسی بھی طرح گرتا، کتنی ہی بلندی سے گرتا، نیچے وہ قدموں ہی کے بل جاتا لیکن کھڑکی زیادہ بلند نہیں تھی، اسے دس بارہ فٹ نیچے گرنا پڑا پھر وہ اُچھل کر پوزیشن میں آ گیا۔ یہ بہتر ہی ہوا کیونکہ جہاں وہ گرا تھا وہاں دس بارہ گولیاں زمین سے ٹکرائیں اور جب دوسری پوزیشن پر گولیاں آئیں تو وہ اس جگہ کو بھی چھوڑ چکا تھا۔ دیکھنے والوں نے اسے آٹھ فٹ بلند دیوار پھلانگتے ہوئے دیکھا اور آن کی آن میں وہ عمارت سے دُور نکل آیا۔

چاروں طرف اُونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں بھدی طرز کی عمارتیں نظر آ جاتی تھیں، وہ ان عمارتوں کی آڑ لے کر دوڑتا رہا اور اس جگہ سے بہت دُور نکل آیا لیکن وہ یہاں بھی نہیں رُکا۔ اسے کسی سڑک کی تلاش تھی لیکن اس بات پر اسے ابھی تک حیرت تھی کہ اس عمارت کی طرف سے گاڑیاں اُسے تلاش کرنے نہیں نکلی تھیں۔ کافی دُور جا کر اسے ایک سڑک نظر آ گئی اور وہ اس سڑک کے نشیب میں دوسری طرف پہنچ گیا۔ اب اسے کسی سواری کی تلاش تھی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ دوسری طرف کی نگرانی بھی کرتا جا رہا تھا لیکن دوسری طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ آدھے گھنٹے تک وہ سڑک کے نشیب میں چھپا رہا۔ اس کے بعد اسے کچھ خیال آیا اور وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ قرب و جوار میں بہت سے پتھر پڑے ہوئے تھے اس نے بڑے بڑے پتھر اُٹھائے اور سڑک پر ڈال دیے۔ سڑک بہت زیادہ چوڑی نہیں تھی اور اس کے دونوں طرف نشیب تھے۔ پتھروں سے سڑک بند ہو گئی۔ دس منٹ کے بعد اسے دُور سے ایک ٹرک آتا دکھائی

دیا۔ شیران ہوشیار ہو گیا۔ ٹرک کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی، پتھروں کے نزدیک آتے آتے وہ بالکل سُست ہو گئی اور پھر ٹرک رُک گیا اس کے عقبی حصے میں شاید کوئی نہیں تھا۔ سامنے ڈرائیور تھا اور اس کے قریب ہی ایک اور آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں کھڑکیوں سے گردن نکال کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے پھر ڈرائیور کے قریب بیٹھا ہوا آدمی بڑبڑاتا ہوا نیچے اُتر آیا۔ قرب و جوار کا اطمینان کر لینے کے بعد وہ آگے بڑھا اور وزنی پتھر اُٹھا کر پھینکنے لگا۔ ڈرائیور بھی اسی کی طرف متوجہ تھا۔ شیران چھپکلی کی طرح رینگتا ہوا نشیب سے باہر آ رہا تھا، جب اسے اطمینان ہو گیا کہ ٹرک کے عقبی حصے میں واقعی کوئی نہیں ہے تو وہ مستعدی سے آگے بڑھا اور انتہائی محتاط انداز میں ٹرک کے عقبی حصے میں چڑھ گیا۔ ٹرک کے عقبی حصے پر چڑھ کر وہ اطمینان سے لیٹ گیا تھا کیونکہ پارٹیشن کے شیشے میں سے باآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ پتھر ہٹانے کے بعد دوسرا شخص پھر ڈرائیور کے پاس آ بیٹھا اور ٹرک آگے بڑھ گیا۔ عقبی سمت کے شیشے سے اسے دیکھ لیے جانے کا خطرہ تھا اس لیے وہ چپکا ہوا پڑا رہا۔ اس طرح اس نے یہ طویل سفر طے کیا۔ ٹرک اب شہر میں داخل ہو گیا تھا اور دکانیں وغیرہ نظر آ رہی تھیں۔ شیران ان دکانوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا، ویسے اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ شہر کم از کم گانگ ہو نہیں ہے۔ تو پھر یہ لی پاؤ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ گانگ ہو کا قریبی شہر لی پاؤ ہی ہو سکتا تھا۔ کافی بارونق شہر تھا۔ ٹرک کی رفتار اب خاصی سُست ہو گئی تھی پھر وہ ایک پُرانی سی عمارت میں داخل ہو گیا۔ شیران ہر چیز کا بغور جائزہ لے رہا تھا کیونکہ عمارت کے بارے میں اُسے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کیسی ہے اور اس میں کتنے افراد موجود ہیں۔ بہرصورت ٹرک ایک جگہ رُک گیا۔

شیران محتاط ہو گیا تھا۔ ٹرک کے اگلے حصے سے دونوں آدمی اُتر کر اندر چلے گئے تھے۔ شیران نے میدان صاف دیکھا تو اطمینان سے نیچے اُتر آیا۔ نزدیک ہی ایک ذیلی دروازہ نظر آ رہا تھا جس پر ایک مخصوص قسم کا سُرخ نشان بنا ہوا تھا لیکن شیران اس عمارت سے نکلنا چاہتا تھا۔ ذیلی دروازے میں داخل ہو کر وہ کیا کرتا، ابھی وہ کسی طرف بڑھنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ بھاری قدموں کی آوازیں سُنائی دیں اور مجبوراً اسے اسی دروازے کا رُخ کرنا پڑا۔ چند افراد اسی طرف آ رہے تھے۔ وہ پھرتی سے دروازے میں داخل ہو گیا اور اب وہ ایک شفاف راہداری میں تھا۔ راہداری کی دوسری سمت لوہے کے مضبوط دروازے تھے۔ ممکن ہے وہ لوگ ابھی دروازوں کی طرف آ رہے ہوں، چنانچہ چھپنے کے لیے اُسے کوئی جگہ چاہیے تھی، وہ تیزی سے راہداری کے ایک کونے کی طرف چل پڑا۔ جہاں سے وہ دوسری طرف گھوم جاتی تھی لیکن ابھی وہ کونے پر پہنچا بھی نہیں تھا... کہ دوسری طرف سے بھی بھاری جوتوں کی آواز سُنائی دی۔ شاید یہ آواز ایک ہی آدمی کی تھی۔ شیران برق کی سی تیزی سے پلٹا، اس نے دوڑتے ہوئے یہ فاصلہ طے کیا اور راہداری کے دوسرے کونے پر پہنچ گیا۔ بھاری جوتوں کی آواز ایک ایسے شخص کی تھی جو وردی پہنے ہوئے تھا اور شاید راہداری میں پہرہ دے رہا تھا۔ بہرحال شیران راہداری کی دوسری سمت گھوم گیا لیکن راہداری کے دوسرے سرے پر پہنچ کر وہ ٹھٹک گیا، اِدھر بھی کچھ لوگ موجود تھے جو ایک کمرے سے بڑی بڑی پیٹیاں نکال کر باہر ڈھیر کر رہے تھے، شیران کو ایک لمحے میں فیصلہ کرنا تھا اِدھر اس مسلح محافظ سے بچنا تھا اور دوسری طرف سے دوسرے آدمیوں سے۔ وہ لپک کر ایک بڑی پیٹی کی آڑ میں چھپ گیا۔ گو یہ آڑ عارضی تھی لیکن کم از کم اس سے وہ محافظ کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکتا تھا، بڑے سنسنی خیز لمحات تھے اور اس وقت تو وہ بالکل نا اُمید ہو گیا جب چند لوگ اس پیٹی کے نزدیک پہنچ گئے، ایک چھوٹی سی ٹرالی کرین اس طرف آ رہی تھی۔ وہ پیٹی کے نزدیک رُک گئی۔ پیٹی میں لگے ہوئے ہُک اس ٹرالی کے ہُک میں لٹکا دیے گئے اور شیران نے آگے بڑھ کر اس پیٹی کا ایک ہُک پکڑ لیا، وہ بھی اس کے ساتھ ہی اُوپر اُٹھتا چلا گیا تھا۔ صورتِ حال ایسی ہی تھی کہ ان خطرات کو مول لینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا حالانکہ اسے باآسانی دیکھا جا سکتا تھا لیکن اب وہ تن بہ تقدیر ہو گیا تھا، ٹرالی کرین اُسے لے کر چل پڑی اور چند لمحات کے بعد ایک بڑے ہال میں داخل ہو گئی۔ جب وہ زمین پر ٹکی تب شیران نے سکون کا سانس لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دوسری پیٹی کی آڑ لے لی تھی۔ یہ کوئی بہت بڑا اسٹور تھا، جہاں بے شمار پیٹیاں ایک دوسرے پر چُنی ہوئی تھیں۔ وہ پھرتی سے ان لوگوں کی نگاہوں سے بچتا رہا اور پھر شاید ان لوگوں کا کام ختم ہو گیا۔ اسٹور کو باہر سے مقفل کر دیا گیا اور وہ لوگ چلے گئے۔

اب شیران اس اسٹور میں قید تھا۔ خاموشی پھیل جانے کے بعد اس نے چند گہری گہری سانسیں لیں اور اس پیٹی کے پیچھے سے نکل آیا جہاں چھپا ہوا تھا۔ اب اسے باہر نکلنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش تھی لیکن بظاہر اس دروازے کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ دفعتاً اس کی نگاہ ایک روشندان پر پڑی، یہ روشندان بہت بڑا نہیں تھا لیکن اتنا بڑا ضرور تھا کہ اس سے باہر نکلا جا سکتا

تھا۔ وہ بلند بھی تھا لیکن پیٹیوں کی موجودگی میں اُس تک پہنچنا مشکل کام نہیں تھا۔ شیران نے قرب و جوار میں رکھی ہُوئی پیٹیوں کا جائزہ لیا پھر چھوٹی چھوٹی پیٹیاں منتخب کر کے اُنھیں روشندان کے نیچے رکھنے لگا۔ پیٹیاں اُٹھاتے اُٹھاتے اس کی نگاہ ایک کھلی ہُوئی پیٹی پر پڑی اور اس کا مُنہ حیرت سے کھُل گیا۔ پتلی پتلی لمبی لمبی نلکیاں رکھی ہُوئی تھیں۔ یہ اسٹین گنوں کے پارٹس تھے۔ بہترین قسم کی اسٹین گنیں جنھیں ایک دوسرے میں فکس کر کے با آسانی استعمال کیا جا سکتا تھا۔ شیران مسکرانے لگا۔ یہ اس کی غیبی امداد تھی اس نے ایک اسٹین گن نکالی اور اس کے پارٹس جوڑنے لگا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک جدید طرز کی اسٹین گن تیار تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ ایمونیشن تلاش کرتا رہا اور جلد ہی اسے ایمونیشن بھی مل گیا۔ اس نے کئی ٹریک نکال کر جیبوں میں ٹھونس لیے اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اب وہ تیزی سے پیٹیوں پر چڑھ رہا تھا۔ چھت کافی بلند تھی اور اس سے نیچے اُترنے کا بظاہر کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن شیران جھکا جھکا آگے بڑھتا رہا۔ اسے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں سے نیچے اُترا جا سکتا...

اسے اس کوشش میں ناکامی نہیں ہُوئی۔ نیچے اُترنے کا ایک گول زینہ نظر آیا۔ یہ زینہ اسے کہاں لے جائے گا۔ شیران نے اس بارے میں غور کرنا مناسب نہ سمجھا اور تیزی سے سیڑھیاں اُترتا ہُوا نیچے پہنچ گیا۔ وہ ان لوگوں کو نہیں دیکھ سکا تھا جو نیچے اس ہال میں موجود تھے جس میں وہ زینہ اُترتا تھا اور جنھوں نے اُس کے پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اس کے قدموں کی آہٹ محسوس کر لی تھی وہ زینے کے اختتام پر ہی ایک دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے تھے۔

کافی تنومند آدمی تھے دونوں۔ شیران نے نیچے اُتر کر اس ہال میں نگاہیں دوڑائیں۔ دروازے کی طرف اس کی پشت تھی اور اس نے اسٹین گن سنبھال رکھی تھی لیکن پلک جھپکتے ہی جو کچھ ہُوا، اس کے لیے غیر متوقع تھا۔ دونوں تنومند آدمی اس پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے شیران کے ہاتھ میں اسٹین گن دیکھ لی تھی اس لیے اس طرح حملہ کیا تھا کہ پہلے ہی وار میں اسٹین گن اُس کے ہاتھ سے نکل کر دُور جا گری۔ خود شیران کئی قدم تک دوڑتا چلا گیا تھا۔ دونوں آدمیوں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ شیران کے سنبھلنے سے قبل ہی اس پر دوبارہ ٹوٹ پڑے۔ شیران کو سنبھلنے میں دیر لگی تھی اور اس دوران میں وہ خاصی مار کھا چکا تھا لیکن پھر ایک بار اسے موقع مل گیا۔ اس نے دونوں کو پکڑ لیا اور

پھر اس کے طاقتور گھونسے نے ان میں سے ایک کے دانتوں کی قطار ہی صاف کر دی۔ دوسرے کو اس نے سر سے بلند کر کے زمین پر دے مارا۔ ایک دردناک کراہ گونجی تھی لیکن شیران نے زمین پر سلپ لگا کر اسٹین گن پر جھپٹا مارا اور اسٹین گن اُٹھا لی۔

اسی وقت ایک آواز اُبھری: "نہیں نہیں شیران۔ گولی مت چلانا۔ میں مارلینو بول رہا ہوں۔"

"مارلی۔ نو؟" شیران چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"میں ابھی تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں۔ یہ سب میرے آدمی ہیں۔ ان پر گولی مت چلانا۔"

جس شخص کو اُس نے اُٹھا کر زمین پر مارا تھا وہ تو بے ہوش ہو چکا تھا اور جس کے دانتوں کی قطار غائب ہو گئی تھی وہ بھی تکلیف کی شدت سے جھول رہا تھا۔ اُس کے مُنہ سے خون کی کلیاں نکل رہی تھیں پھر ہال کی ایک سپاٹ دیوار میں دروازہ نمودار ہُوا اور دو آدمی مارلینو کی کرسی دھکیلتے ہُوئے اندر داخل ہو گئے۔ مارلینو بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ وہ گردن سے لے کر پیروں تک ایک ڈھیلے سُرخ لبادے میں چھُپا ہُوا تھا۔

"شیران میرے بیٹے۔ میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔" اس نے مسکراتے ہُوئے کہا۔ شیران خاموشی سے اُسے گھور رہا تھا۔ اسٹین گن اب بھی اس کے ہاتھ میں دبی ہُوئی تھی۔

"اے تم دونوں انھیں لے جاؤ اور انھیں طبی امداد دو۔ تم اس عمارت میں کس طرح پہنچ گئے شیران۔ درجنوں گدھے تمھیں یہاں اور جنگلوں میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"یہ سب کیا تماشہ ہے؟" شیران نے غرّاتی ہُوئی آواز میں کہا۔

"کچھ نہیں۔ مارلی نو کی تخلیق ہو رہی تھی۔ تعمیر نو ہو رہی تھی۔ آج میں پھر جوان ہوں۔ آج مارلی نو پھر نئی دُنیا میں آیا ہے لیکن اب وہ کمزور نہیں ہے اور... اور۔" مارلی نو کی آواز شدّت جذبات سے لرزنے لگی۔

"اے مارلی نو تم میری عادت جانتے ہو۔ میں جن حالات سے گزرا ہوں وہ میرے لیے پسندیدہ نہیں تھے۔"

"مجھے افسوس ہے شیران۔ وہ میرے پیدا کردہ تھے۔ جو کچھ ہے وہ میں نے کیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"پرکھ۔ وہ تمھاری پرکھ تھی۔" مارلی نو نے جواب دیا۔ اُس کی کرسی دھکیل کر لانے والے دونوں زخمیوں کو گھسیٹتے ہُوئے اس دروازے میں لے گئے جس سے مارلی نو اندر آیا تھا۔

"مارلینو، میری قوتِ برداشت جواب دیتی جا رہی ہے فضول باتیں کرنے کے بجائے مجھے تفصیل بتاؤ۔ ورنہ۔"

"ورنہ اسٹین گن کی گولیاں میرے سینے میں اُتار دو گے۔ مجھے کوئی قلق نہ ہوگا میری جان کیونکہ میں اپنے پیچھے ایک دوسرا مارلینو چھوڑ جاؤں گا۔ ایک نڈر اور بے خوف جوان جو میرا مشن پُورا کرے گا اور وہ تم ہو گے شیران تم۔"

"او بابا۔ یہ تو بتا دے یہ کون سا شہر ہے۔ گانگ ہو یا لی پاؤ؟" شیران نے زچ ہو کر کہا۔

"ہم اس وقت لی پاؤ میں ہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا لیکن کیا یہاں بھی تمھاری حکومت چلتی ہے؟" شیران نے پُوچھا۔

"ہاں۔ میں ان علاقوں کا بے تاج شہنشاہ ہوں۔ حکومت سے میری کوئی چپقلش نہیں ہے لیکن میری اپنی سیاست ہے میری اپنی الگ حکومت ہے۔"

"اور میں یہاں گدھوں کی طرح کھڑا ہوں۔ کیوں؟" شیران نے ناک چڑھا کر کہا۔

"نہیں۔ آؤ۔" مارلینو نے کہا اور سُرخ لبادے کے نیچے تحریک ہُوئی۔ دو ہاتھوں نے لبادہ اُتار کر نیچے پھینکا اور وہ وہیل چیئر سے نیچے اُتر آیا۔

شیران اُچھل کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے اسٹین گن سیدھی کی ہی تھی کہ اسے محسوس ہُوا جیسے کسی نادیدہ قوت نے اُسے اس کے ہاتھوں سے چھین لیا ہو۔ اسٹین گن شیران کے ہاتھوں سے نکل کر مارلینو کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔

ہاں مارلینو کے ہاتھوں میں۔

آج کی بات نہ تھی۔ شیران نے درجنوں بار مارلینو کو دیکھا تھا اس کے ہاتھ کُہنیوں کے پاس سے غائب تھے۔ اس کے پاؤں گھُٹنوں کے پاس سے کٹے ہوئے تھے لیکن اس وقت وہ اپنے پیروں پر کھڑا تھا اور اسٹین گن اس کے ہاتھوں میں تھی۔ سُرخ لبادے کے نیچے ایک خوبصورت تراش کا قیمتی سُوٹ موجود تھا۔

یہ مارلینو نہیں ہو سکتا۔ اس کے میک اَپ میں کوئی اور ہے اور جو کوئی بھی ہے اس نے مارلینو کی آواز کی نہایت کامیاب نقل کی ہے لیکن اسٹین گن...؟ اس نے سوچا۔

"میں... مار... لی۔ نو ہوں۔ میرے بارے میں کسی اور انداز میں مت سوچو۔ یہ مقناطیسی قوت تھی جس نے تمھارے ہاتھ سے اسٹین گن نکال دی اور یہ مقناطیسی قوت میرے ان ہاتھوں میں ہے۔" اس نے دونوں ہاتھ سامنے کر دیے۔

شیران خاموشی سے اس کی شکل دیکھے جا رہا تھا۔

"تمھیں یقین نہیں آ رہا شیران؟"

"کون ہو تم؟" شیران سرد لہجے میں بولا۔

"مارلینو۔ تمھارا دوست۔"

"اب تم مجھے جادو کی کہانیاں سُناؤ گے۔" شیران نے گہری سانس لے کر کہا۔

"نہ صرف تمھیں جادو کی کہانیاں سُناؤں گا بلکہ تمھیں جادو دکھاؤں گا بھی۔ یہ دیکھو۔ میرے ان ہاتھوں کی قوت دیکھو۔" اُس نے کہا اور دوسرے لمحے اُس نے اسٹین گن جو مضبوط فولاد سے بنی ہُوئی تھی معمولی لکڑی کی طرح توڑ کر پھینک دی۔

شیران نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھا تھا۔ "آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمھیں بہت سے جادو دکھاؤں گا۔ آؤ شیران۔ آ جاؤ۔ یہ میری درخواست ہے۔" وہ دروازے کی طرف مُڑا۔ شیران اس کے ساتھ دروازے سے باہر نکل آیا۔ اتنے طویل عرصے میں وہ پہلی بار مارلینو کو اپنے پیروں پر چلتے دیکھ رہا تھا۔ اُن پیروں پر جن کا کوئی وجود نہیں تھا لیکن اب اس کی چال میں بے حد اعتماد تھا۔ شیران گہری نگاہوں سے اُسے دیکھتا ہُوا اس کے ساتھ اس کمرے کے دروازے سے نکل آیا۔ کمرے کے دوسری جانب بھی ایک کشادہ راہداری تھی، بائیں سمت ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ مارلینو نے وہ دروازہ کھولا اور مُسکرا کر شیران کی طرف اشارہ کیا۔ شیران اب اس عمارت میں پھنس تو گیا تھا کوئی جدّوجہد کرنا مشکل ہی معلوم ہوتی تھی کیونکہ یہ شخص جو بھی تھا اس کا جال بہت مضبوط معلوم ہوتا تھا اس بڑے کمرے میں داخل ہو کر اس نے اس کشادہ ہال اور بڑے کمرے کو دیکھا جس میں عجیب و غریب مشینیں لگی ہُوئی تھیں۔ بھاری بھرکم اور فولادی مشینیں اور وزنی وزنی پتھر۔ عجیب سا ماحول تھا۔

"یہ میرے ورزش کرنے کی جگہ ہے۔" مارلینو نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"تم مجھے بے وقوف بنانے سے باز نہیں آؤ گے۔" شیران بولا۔

"دیکھو شیران کوئی جذباتی بات مت کرو۔ میں تمھیں یقین دلانے کی کوشش کروں گا اور مجھے اُمید ہے کہ تمھیں میری بات پر یقین آ جائے گا اور اس کے بعد اگر تم نے مجھ سے کوئی ایسی ویسی بات کی تو تمھیں خود افسوس ہوگا۔ بارہا تم نے مجھ سے کہا کہ میں تمھیں اپنی کہانی سُناؤں اور میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمھیں اپنے بارے میں بتاؤں گا لیکن میں اسی وقت کا منتظر تھا لیکن [illegible]

کسی اُلجھن میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ میں تمھیں ساری تفصیل بتاؤں گا۔ پہلے میں تمھیں وہ جادو دکھا دوں جس کا تذکرہ تم نے ابھی ابھی کیا تھا۔

" دکھاؤ دکھاؤ جلدی کرو تاکہ فیصلہ ہو۔" شیران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

" تم نے میرے ان ہاتھوں کی مقناطیسی قوت کو دیکھا جس نے تمھارے ہاتھ سے اسٹین گن چھین کر میرے ہاتھوں میں پہنچا دی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس مقناطیسی قوت کو میں نے مصنوعی ہاتھوں میں قید کیا ہے۔ اس مشین کا وزن تمھارے خیال میں کیا ہوگا؟" اس نے ایک بہت بھاری مشین کی طرف اشارہ کر کے پُوچھا۔

" مجھے اندازہ نہیں ہے۔" شیران بولا۔

" تو پھر دیکھو۔" مارلینو بولا اور اس نے دونوں ہاتھ سامنے کر دیئے۔ وزنی مشین اپنی جگہ سے کھسکنے لگی تھی۔ وہ ان ہاتھوں کی کشش سے کھنچی چلی آ رہی تھی۔ حالانکہ اس کی رفتار بہت سُست تھی اور زمین پر اُس کی رگڑ ایک خوفناک گڑگڑاہٹ پیدا کر رہی تھی لیکن مشین اپنی جگہ سے سرک رہی تھی۔ کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس پر شُبہ کیا جا سکتا کہ مشین کسی اور وجہ سے مارلینو کے قریب آ رہی ہے وہ صرف اس کے ہاتھوں کی قوت ہی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد مشین مارلینو کے ہاتھوں سے آ کر لگ گئی۔ مارلینو کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ تھی اور اب شیران کی آنکھوں میں بھی تحیّر کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ مارلینو نے آہستہ سے اپنے دونوں ہاتھ ہلائے اور مشین سے جُدا کر دیئے۔ مارلینو نے مُسکرا کر شیران کی طرف دیکھا اور بولا "قریب آؤ میرے دوست، اتنا فاصلہ مناسب نہیں ہے۔" شیران اس کے پاس پہنچ گیا۔ "اس مشین کو دیکھ رہے ہو، اس کے اس ہتّھے کو دیکھو۔ کیا تمھارے خیال میں یہ کمزور ہے؟"

"نہیں نہیں کمزور نہیں ہے۔" شیران نے اعتراف کیا۔

" تو پھر یہ دیکھو۔" مارلینو نے مشین کے فولادی ہتّھے کو جس کا قطر چار ساڑھے چار اِنچ سے کم نہیں تھا اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور اس کے بعد شیران نے ایک اور حیرت ناک منظر دیکھا۔ فولاد مُڑ رہا تھا اور اس کے بعد اس کے دونوں سرے آپس میں مل گئے۔

" یہ بے پناہ قوت انسانی نہیں تھی۔ یہ میرے مصنوعی ہاتھوں کا کارنامہ ہے۔ اُن ہاتھوں کا جنھیں اس دُنیا نے مجھ سے چھین لیا اور اب یہ دیکھو۔" اُس نے پیچھے ہٹ کر مشین کی ایک موٹی چادر پر ٹھوکر لگائی اور چادر میں ایک گہرا گڑھا پڑ گیا۔ اس نے دوسری ٹھوکر لگائی، چادر اور گہری ہو گئی پھر اس نے تیسری ٹھوکر لگائی اور چادر میں سُوراخ ہو گیا۔ "میں دُنیا کی سخت سے سخت چیز ان پیروں سے توڑ سکتا ہوں، یہ دیواریں تم دیکھ رہے ہو، یہ میری ٹھوکروں سے اپنی جگہ چھوڑ دیں گی۔ یقین نہیں آتا تو میں اس کا مظاہرہ کر کے دکھاؤں؟"

" نہیں نہیں بس اتنا ہی کافی ہے۔ حالانکہ میرا ذہن اسے اب بھی قبول نہیں کر رہا۔ تم تو کمال کی چیز ہو مارلی نو۔" شیران نے اُسے مزید توڑ پھوڑ سے روکتے ہُوئے کہا۔

شیران اب واقعی متحیّر ہو گیا تھا۔ یہ خوفناک قوت انسانی نہیں تھی۔ اس کے علاوہ وہ مارلینو کی حرکات و سکنات کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ مارلینو اور اس میں کوئی فرق نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ سوائے اس کے ہاتھ اور پاؤں کے۔

" میرے یہ ہاتھ پاؤں ان لوگوں نے چھین لیے تھے لیکن میں نے انھیں دوبارہ حاصل کر لیا اور اب یہ جو ہیں تمھارے سامنے ہیں سمجھے شیران۔ میں ان پیروں کی قوت سے فضا میں چھلانگیں لگا سکتا ہوں۔ میں ان سے دیواریں گرا سکتا ہوں۔"

" اور تم مارلینو ہو؟" شیران بولا۔

" ہاں... آؤ میرے ساتھ یہاں سے نکلو۔" مارلینو نے مضمحل لہجے میں کہا اور پھر وہ وہاں سے بھی نکل آیا۔ ایک انتہائی خوبصورت نشست گاہ میں داخل ہو کر ایک صوفے پر دراز ہو گیا۔ اس نے صوفے کے ہتّھے میں لگا ہُوا ایک بٹن دبایا اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔

" میری چیئر لے آؤ۔" مارلینو نے کہا۔

" بہتر جناب۔" دونوں میں سے ایک باہر نکل گیا اور دوسرا مارلینو کے قریب پہنچ گیا۔ مارلینو نے کوٹ اُتار دیا تھا پھر اُس آستینیں بھی چڑھا لیں۔ سفید ہاتھ واقعی غیر انسانی معلوم ہو رہے تھے۔ ملازم نے ہاتھوں سے مخصوص کلپ ہٹائے اور پھر ایک ہاتھ اپنی جگہ سے جُدا ہو گیا پھر دوسرا اور اسی طرح دونوں پاؤں اپنی جگہ سے علیٰحدہ ہو گئے پھر ان دونوں ملازموں نے اسے وہیل پر بٹھا کر وہ شرٹ کمبل اوڑھا دیا۔

"اب تمھیں یقین آ گیا شیران؟" مارلینو نے کہا۔

" مجھے افسوس ہے مارلینو... لیکن...؟"

" ہاں۔ آج میں تمھیں اپنی کہانی سُناؤں گا مختصراً۔ اور تمھیں میری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

" میں منتظر ہوں۔" شیران بے چینی سے بولا۔

" بہت پُرانی بات ہے شیران بہت ہی پُرانی۔ گانگ ہو میں

اتنا وسیع نہیں تھا۔ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا یہ اور اس کے نواح میں غریب لوگوں کے جھونپڑے تھے۔ انھی غریب لوگوں میں مارلینو کا باپ الیشی نو بھی تھا جو بھیڑیں چرایا کرتا تھا اور نہایت غربت کے عالم میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ چودہ سالہ مارلینو بھی اس کے ساتھ بھیڑیں چرایا کرتا تھا۔ غریب باپ کا غریب بیٹا جو زندگی کی دلچسپیوں سے واقف تو تھا لیکن ان کے حصول کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسے کوئی فکر بھی نہیں تھی اور اس وقت تک کوئی فکر نہ ہُوئی جب تک اس پر ایک مصیبت نہ آ پڑی۔ اس کی ماں شدید بیمار ہو گئی تھی اور اس کا علاج گانگ ہو میں نہ تھا۔ اُسے شہر لے جا کر علاج کرانا تھا۔ الیشی نو نے اپنا جھونپڑا ساز و سامان کے ساتھ فروخت کر دیا اور بیوی اور بیٹے کو لے کر شہر چل پڑا۔ غریب دیہاتی شہر کو نہیں جانتا تھا۔ بیمار عورت کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی تھی۔ اپنی مختصر پُونجی لے کر وہ شہر کے ایک اسپتال پہنچا اور بیوی کو اسپتال داخل کرا دیا۔ دونوں باپ بیٹے اسپتال کے باہر فٹ پاتھ پر پڑے رہے۔ رات کی تاریکی نے اُن پر نیند مسلط کر دی اور دونوں سو گئے۔ تب ایک ستم ظریف نے وہ رقم غائب کر دی جو وہ علاج کے لیے لائے تھے اور دوسری صبح اُن کے لیے تباہ کُن تھی۔ پریشان حال الیشی نو کو جب رقم کی گُم شدگی کا علم ہُوا تو اُس کے دل کی حرکت بند ہو گئی۔ وہ اسی فٹ پاتھ پر چل بسا۔ مارلینو کی ماں اسپتال میں بسترِ مرگ پر تھی اور باپ مر چکا تھا۔

باپ کی تدفین کے بعد مارلینو ماں کی طرف متوجہ ہُوا۔ اُس کے علاج کے لیے رقم کی ضرورت برقرار تھی۔ چرواہے کا بیٹا رقم کہاں سے لاتا۔ اس نے چوری کا فیصلہ کیا لیکن وہ اس فن سے ناواقف تھا۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ چوری کرنے کے لیے کون سی جگہیں مناسب ہوتی ہیں۔ بس اس کے ذہن میں ایک ہی خیال تھا کہ کہیں سے اتنی رقم مل جائے کہ ماں کے علاج کے لیے کافی ہو جائے۔ بڑی رقم اس کے خیال میں بڑے ہی گھروں میں مل سکتی تھی اور جس بڑے گھر کا اس نے انتخاب کیا وہ بلاشُبہ بے حد خوبصورت تھا۔

چاروں طرف سے درختوں سے ڈھکی ہُوئی ایک پُراسرار عمارت جس میں داخل ہونے میں مارلینو کو کوئی دِقّت محسوس نہ ہُوئی اور وہ اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ عمارت کے پورچ میں بہت ساری کاریں کھڑی ہُوئی تھیں، باہر گہری تاریکی اور سناٹا چھایا ہُوا تھا وہ عمارت کے اندر داخل ہو گیا اور ایک ایسی جگہ پہنچا جو تاریک پڑی ہُوئی تھی۔ وہ اس تاریکی اور خاموشی میں آگے بڑھتا رہا اور پھر جب وہ ایک مخصوص جگہ پر پہنچا تو دفعتاً تیز روشنی میں نہا گیا۔ اتنی تیز روشنی [illegible] کہ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور جب اس کی آنکھیں کھلیں تو اس کے سامنے میز پر آٹھ افراد بیٹھے ہُوئے تھے، نجانے کیسی کیسی شکلوں کے مالک، نجانے کیسے کیسے لوگ، وہ اسے خُونی نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

اس نے پلٹ کر بھاگنا چاہا لیکن دروازے پر دو اور افراد کھڑے ہُوئے تھے، جن کے ہاتھوں میں دبے ہُوئے پستول کے رُخ اسی کی جانب تھے۔ بے چارہ مارلینو دہشت سے کانپ اُٹھا۔ اُس نے گڑگڑا کر اُن سے کہا کہ وہ چوری نہیں کرے گا، اسے جانے دیا جائے اور وہ سب ہنس پڑے۔

" چوری نہیں کرے گا۔ گویا تم چور ہو؟" ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

" ہاں۔ میری ماں اسپتال میں پڑی ہُوئی ہے، میں... مجھے رقم کی ضرورت تھی۔ میں... میں سخت پریشان ہوں۔ میں اس گھر میں اس لیے گھُسا تھا کہ یہاں سے کچھ رقم مجھے حاصل ہو جائے۔"

" بکواس بند کرو، کیا تم شیرو کے آدمی نہیں ہو؟"

"کون شیرو، کیسا شیرو، میں کسی کو نہیں جانتا۔ مجھے جانے دو، میں جانا چاہتا ہوں۔" مارلینو پھر دروازے کی طرف بڑھا پستولوں کی پروا کیے بغیر لیکن ایک زوردار گھونسے نے اسے فرش پر لا ڈالا۔ پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔

" تم نے ہماری کیا باتیں سُنی ہیں؟"

" باتیں؟ میں نے تو کوئی آواز بھی نہیں سُنی یہاں۔"

" بکواس کرتے ہو۔"

" یقین کرو میں نے تمھاری کوئی آواز نہیں سُنی۔"

" بکواس پھر بکواس، بادشاہ خان بولو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟" ان میں سے ایک نے سوال کیا اور ایک خوبصورت سا جوان آدمی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ وہ میرے نزدیک آیا۔ مارلینو کی آنکھیں خوابناک ہو گئی تھیں لیکن شیران اس نام پر چونک پڑا اور مداخلت کیے بغیر نہ رہ سکا۔

" کیا نام لیا تم نے مارلینو؟" اس نے سوال کیا۔

" ایں؟" اب مارلینو بھی چونکا۔ وہ اس طرح شیران کو دیکھ رہا تھا جیسے اُسے یہاں شیران کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔

" کیا نام لیا تھا تم نے مارلینو۔ ابھی تم جن لوگوں کا تذکرہ کر رہے تھے تو تم نے ایک نام لیا تھا، ایک شخص کا جس سے پُوچھا گیا تھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔"

" اس کا نام بادشاہ خان تھا۔" مارلینو نے جواب دیا اور شیران عجیب سی کیفیت کا شکار نظر آنے لگا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا

تھا اور مارلینو اس کی اس کیفیت کو بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ تھکا تھکا اور مضمحل سا نظر آ رہا تھا۔

"بادشاہ خان؟" شیران آہستہ سے بولا۔

"اوہ۔ کیا تم اس نام سے واقف ہو؟"

"اپنی کہانی جاری رکھو مارلینو۔ اس بارے میں دوبارہ بات کر لیں گے؟"

"وہ بھی قبائلی تھا۔" مارلینو بولا۔

"افغانستان کے اُس پار کے پہاڑوں کا باشندہ؟" شیران بولا۔

"ہاں۔ اس کے قبیلے کا نام تہمانہ تھا۔"

"تہمانہ؟" شیران کی آواز میں ایک عجیب سا تاثر تھا۔

"تم ضرور اس سے واقف ہو؟"

"ہاں۔ میں اس سے واقف ہوں مگر تم اپنی کہانی جاری رکھو۔" شیران نے کہا۔

"قتل کر دو اسے۔ زندہ رکھنا بیکار ہے۔" درندہ صفت انسان نے کہا۔

"نہیں بادشاہ خان۔ اسے ابھی زندہ رہنے دو۔ شیرو کے بارے میں اس سے معلومات حاصل کریں گے۔"

"تو ٹھیک ہے لیکن یہ فرار نہ ہو جائے؟"

"اس نے فرار ہونے کی کوشش کی تو اس کے دونوں پاؤں کاٹ دیے جائیں گے۔" ہینڈرک نے کہا۔ یہ جرمن تھا۔

"ٹھیک ہے۔" اور مجھے قید کر دیا گیا۔ میں نے بڑی منت سماجت کی اُن کی لیکن وہ نہ مانے۔ اُنھوں نے سُنا ہی نہیں۔ آٹھ خطرناک انسان جو نہ جانے کیا تھے۔

مارلینو قید خانے میں پڑا اپنی ماں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ ماں بھی مر جائے گی۔ باپ مر چکا تھا۔ اُسے ماں سے بہت پیار تھا۔ جب اور کوئی راہ نہ رہی تو اس نے فرار ہونے کا فیصلہ کیا اور اس وقت جب ایک شخص اُسے غذا دینے آیا اُس نے اُسے پکڑ کر ہلاک کر دیا اور وہاں سے نکلنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ دوبارہ پکڑ لیا گیا اور ظالم لوگوں نے اپنا قول پورا کیا۔ مارلینو کے دونوں ہاتھ اس جرم میں کاٹ دیے گئے کہ اس نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا تھا۔ دونوں پاؤں اس جرم میں کاٹ دیے گئے کہ میں نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی اور پھر مجھے ایک کمرے میں ڈال دیا گیا۔ اس تصور کے ساتھ کہ کسی وقت میری لاش ٹھکانے لگا دی جائے گی۔ کٹے ہوئے ہاتھوں اور پیروں سے بدن کا سارا خون نکل گیا تھا لیکن رُوح نے بدن کا ساتھ نہ چھوڑا۔ رُوح بدن سے نہ نکلی اور وہ لوگ مجھے اس جگہ ڈال کر بھول گئے پھر جب میں انھیں یاد آیا تو وہ میری لاش ٹھکانے لگانے کی ہدایت کرنے لگے لیکن اُنھیں اطلاع ملی کہ میں زندہ ہوں اور ڈاکٹر بریٹو حیران رہ گیا۔ وہ سائنس داں تھا اور میں اس کے لیے باعثِ دلچسپی بن گیا۔ اُس نے مجھے اپنی تجربے گاہ میں بُلوا لیا اور ایک ایسے انسان پر تجربات کرنے لگا جس کے بدن میں خون نہ ہو اور وہ زندہ ہو۔ اُس نے میرے زخم خشک کر دیے۔ بدن میں خون دوڑایا اور نہ جانے کیا کیا کرتا رہا۔ وہ واقعی بڑا سائنس داں تھا۔ بڑے انوکھے تجربات کیا تھا۔ اس نے مجھے طرح طرح کی مشینوں کی نذر کیا۔ میرے بدن سے بہت سے اعضا نکالے اور انھیں پھر بدن میں داخل کر دیا۔ نہ جانے کتنے عرصے تک وہ یہ تجربات کرتا رہا اور میں نہ جانے کیسی کیسی کیفیات سے گزرتا رہا۔ بس میرا ذہن میرا اپنا رہ گیا تھا۔ باقی بدن کے ساتھ بڑے عجیب عجیب سلوک کیے گئے۔ میں ڈاکٹر بریٹو کے لیے ایک تجربہ تھا اور اس نے۔ اس خطرناک سائنس داں نے بالآخر ایک فیصلہ کیا اس نے اپنے ذہن کی یادداشتیں میرے ذہن میں محفوظ کرنا شروع کر دیں۔ میں اس کی لیبارٹری کے ایک پنجرے میں قید تھا۔ میں اس کی یادداشتوں کا خزانہ تھا اور اس خزانے کو اس نے گویا میرے دماغ کی تجوری میں محفوظ کر دیا تھا۔ مجھے ماں یاد تھی، باپ یاد تھا لیکن اب وہ ایک بھولی بسری کہانی بن گئے تھے۔ ڈاکٹر بریٹو آہستہ آہستہ یہ بھول گیا کہ میں کون ہوں۔ بس میں اس کی سائنسی تھیوریز کی تجوری تھا اور اب یہ تجوری اُسے عزیز تھی۔ اس کے خیال میں میری اپنی کوئی حیثیت نہیں رہ گئی تھی۔ میں تو بس ایک ریک تھا جس میں بہت سے فائل رکھے ہوئے تھے۔

"یوں طویل عرصہ گزر گیا پھر بریٹو کو خیال آیا کہ میرے بدن میں مصنوعی پاؤں لگائے جائیں۔ میرے ہاتھ بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لیے یہ دونوں چیزیں میرے بدن میں لگا دیں۔ مجھے چلنے کی مشق کرائی۔ دونوں مصنوعی ہاتھوں سے کام لینے کی مشق کرائی گئی۔ میں چلنے لگا۔ دوڑنے لگا۔ اب میں اپنے ہاتھوں سے بھی کام لے سکتا تھا۔ وہ مضبوط ہاتھ تھے لیکن میرا سارا ذہن بریٹو کا قیدی تھا۔ میری یادداشت کے کچھ خانے میرے اپنے بھی تھے اور ان میں مارلینو زندہ تھا۔ تب ایک رات جب بریٹو ایک تجربہ کر رہا تھا میں اپنا پنجرہ کھول کر نکل آیا اور میں نے بریٹو کو شدید زخمی کر دیا۔ پھر اس عمارت سے باہر نکلنے میں بھی مجھے کوئی دقت نہ ہوئی شیران۔ اس کے بعد کی زندگی بھی انوکھی تھی۔

"آٹھ سال تک میں نے کتوں کی مانند زندگی گزاری۔ وہ لوگ

تلاش میں تھے اور میں اُن سے چھپتا پھر رہا تھا۔ اس زندگی کا ایک ایک لمحہ اذیت کا لمحہ تھا لیکن میں اُن کے ہاتھ نہ آیا۔ البتہ اب میری ذہنی کیفیت مختلف تھی۔ چرواہے کا بیٹا اب ذہنی طور پر چرواہا نہیں تھا بلکہ اس کا دماغ ایک سائنس داں کی تجوری تھا۔ میں نے ایک جگہ قدم جمائے اور پھر اس تجوری کو کھول لیا۔ اُس کے ایک خانے سے میں نے ایک یادداشت نکالی۔ یہ مصنوعی ہاتھ اور پاؤں جو صرف بھاگنے دوڑنے کے کام آتے تھے اس قدر بے مصرف نہ رہنے چاہئیں اور میں نے اس پر کام شروع کر دیا اور اس کے نتیجے میں دو ایسے ہاتھ تشکیل ہوئے جو فولاد کو موڑ سکتے ہیں۔ دو ایسے پاؤں تخلیق ہوئے جن کی ضرب دیواریں ہلا سکتی ہے اور نیا مارلینو پیدا ہوا۔ اُس نے گرانڈ بینک میں ڈاکا ڈالا اور دو آدمیوں کو ہلاک کر کے ساری دولت لے گیا پھر اُس نے آٹھ بینک لُوٹے اور ارب پتی بن گیا پھر اس ارب پتی نے گانگ ہو کے نواح خرید لیے، گانگ ہو کو وسعت دی۔ ہزاروں افراد خرید لیے اُس نے۔ اسمگلنگ اور بلیک مارکیٹنگ شروع کر دی۔ قتل و غارت گری شروع کر دی۔ نہ جانے کہاں کہاں میرے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔ جس کی ماں پیسے نہ... ہونے کی وجہ سے اسپتال میں مر گئی وہ اب لاکھوں زندگیوں کا مالک ہے تم کیا سمجھتے ہو شیران؟ گانگ ہو کے چپے چپے پر میری طاقت مسلّط ہے۔ لی پاؤ اور گانگ ہو کے جنگلات کے نیچے میری ایک تجربے گاہ ہے جو آٹھ میل کے رقبے میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ بہت کچھ، جو مناسب وقت پر منظرِ عام پر آئے گا... لیکن مارلینو اپنے اُن آٹھ دشمنوں کو نہیں بھولا ہے اس کی زندگی کا سب سے اہم مشن یہی ہے کہ وہ انھیں تلاش کرے اور اس کے بعد...!" مارلینو کی آنکھیں بھیانک ہو گئیں۔ ان آنکھوں میں آگ اور خون کا سمندر موجزن تھا۔ شیران کو ان آنکھوں میں قیامت نظر آ رہی تھی۔

آہستہ آہستہ مارلینو پُرسکون ہو گیا اور پھر سرد لہجے میں بولا۔ "اگر ایک پوری فوج بھی گانگ ہو پر حملہ آور ہو، اگر اس پر ایٹمی حملہ بھی کر دیا جائے تو یہاں اُنھیں کامیابی نہیں حاصل ہو گی۔ میں نے اپنے اردگرد ایسے ہی حفاظتی خول بنائے ہیں۔" وہ خاموش ہو گیا۔

"اور تمھارے دشمن؟" شیران نے پوچھا۔

"زندہ ہیں لیکن زندہ نہیں رہیں گے۔ میں اپنا مشن پورا کروں گا اور شیران... میں نے اس سلسلے میں تمھیں اپنے وجود کا دوسرا حصّہ قرار دیا ہے۔ بولو میری یہ پیشکش قبول کرو گے؟"

**

آئیوی اپنے سب سے خوب صورت لباس میں ملبوس عمارت کی سب سے بلند کھڑکی کے سامنے کھڑی اس پتلی سڑک کے آخری سرے کو گھور رہی تھی، جسے اس نے ہمیشہ دیکھا تھا لیکن کبھی نہ دیکھ پائی تھی کہ سڑک بھی کوئی دیکھنے کی چیز ہے لیکن آج وہ اس سڑک کے سارے نشیب و فراز دیکھ چکی تھی، کیسی اجنبی سڑک تھی۔ اس سے قبل تو یہ ایسی نہیں تھی۔ یہ چند لمحات میں اس میں اتنی ساری تبدیلیاں کیسے ہو گئیں۔ اس دوران اُس نے کئی بار اس بارے میں سوچا تھا اور اس کی نگاہیں سڑک کے آخری سرے پر ٹِکے ہوئے آسمان پر رُک جاتیں جس سے کوئی برآمد ہونے والا تھا۔ کئی بار اُسے خود پر ہنسی بھی آئی۔ وہ تعلیم یافتہ تھی اور عشق و محبت کے افسانوں کو فرسودہ سمجھتی تھی۔ کلاسیکل اَدب کا ایک مقام ضرور سمجھتی تھی لیکن اس بات پر بھی یقین رکھتی تھی کہ موجودہ دَور ان فرسودہ روایات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اپنی اس ذہنی اُلجھن کو بھی وہ قدیم روایات کا عکس نہیں سمجھتی تھی بلکہ اس کے خیال میں پسند اسی کا نام ہے کہ دو انسان ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں لیکن اصل چیز ان دونوں کا کسی خاص مرکز پر یکجا ہونا ہے۔ بعض اوقات یہ ملاپ ناخوشگوار اثرات بھی چھوڑتا ہے اور بعض اوقات ایسے نقوش بھی جو زندگی میں ایک خاص اہمیت کے حامل بن جاتے ہیں۔ وہ اس شخص کے بارے میں بڑے فلسفیانہ انداز میں سوچتی رہی لیکن یہ اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ عمارت کی اس بلند کھڑکی کے پار، سڑک کے اختتام پر نگاہیں جمائے کسی کا انتظار کرتے ہوئے اُس کے ذہن میں بہت سی باتیں آ رہی تھیں، حالانکہ وہ جب چاہتی اپنے دوست سے مل سکتی تھی لیکن آج پہلی بار اُس نے آئیوی کے ہاں آنا منظور کر لیا تھا اور آئیوی نے اپنے باپ سے اس کا تذکرہ کر دیا تھا۔

ڈاکٹر ایک فراخ دِل انسان تھا، گھریلو معاملات میں بہت کم ہی دلچسپی لیتا تھا، اس کے اپنے مسائل بے پناہ تھے اور اسی وجہ سے اس نے اپنے اس خاندان کو دیہی کوٹھی میں رکھا تھا اور خود عموماً یہاں سے دُور رہتا تھا لیکن کبھی کبھی وہ مہینہ مہینہ یا دو دو مہینے تک اپنی اُسی کوٹھی میں بسر کرتا تھا۔ اسی دوران آئیوی نے اُسے اپنی پسند بتا دی تھی اور ڈاکٹر نے نہایت فراخ دلی سے کہا تھا کہ اگر وہ نوجوان آئیوی کو پسند ہے تو ایک بار اُس سے بھی ملاقات کرا دی جائے تاکہ اہم فیصلے کیے جا سکیں، چنانچہ آج اسی سلسلے میں آئیوی نے اُسے دعوت دی تھی اور

اب وہ اسی کا انتظار کر رہی تھی، حالانکہ اُس کے آنے میں ابھی وقت تھا۔ آئیوی اُسی کے خیالات میں کھوئی ہوئی تھی۔ اسے نعمان خان سے پہلی ملاقات یاد تھی۔

ہیری سائن کے بدنام علاقے کا اُس نے نام ضرور سُنا تھا لیکن خود کبھی اُدھر جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، یہ پہلا موقع تھا جب وہ اپنی دوست سارہ کے ساتھ اُس طرف گئی تھی۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ سارہ کو کسی ضروری کام سے اس جگہ پہنچنا تھا لیکن اُس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اُسے ہیری سائن کے علاقے میں جانا ہے پھر جب بارش اتنی تیز ہو گئی کہ وائپر پانی کے دھاروں کو ونڈ اسکرین سے ہٹانے میں ناکام ہونے لگے تو انھوں نے کار ایک طرف سائڈ میں روک دی۔ بغلی شیشے سے ایک ریستوران کے نیون سائن نظر آ رہے تھے۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ ریستوران میں بیٹھ کر کافی پی جائے اور بارش کے ہلکے ہونے کا انتظار کیا جائے۔ ہیری سائن کا علاقہ سنسان پڑا تھا اور شدید بارش ہونے کی وجہ سے وہاں کی رونق بالکل ہی ختم ہو گئی تھی، دونوں کا خیال تھا کہ ریستوران میں بارش سے پناہ لینے والوں کا خاصا ہجوم ہوگا لیکن اندر داخل ہو کر انھیں حیرت ہوئی، ریستوران میں صرف چند میزیں آباد تھیں۔ ماحول پر سکوت چھایا ہوا تھا اور یہاں بارش کا کوئی اثر معلوم ہی نہیں ہوتا تھا...

صرف کونے کی ایک میز پر جو کسی قدر تاریکی میں تھی۔ انھوں نے پانچ چھ افراد کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ یہ ہپی تھے، بدمعاش قسم کے آوارہ گرد، جن کی وجہ سے ہیری سائن کا علاقہ بدنام تھا۔ آئیوی نے سارہ کو اس طرف متوجہ کیا اور سارہ نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔

"ذرا سی بارش ہلکی ہو جائے تو ہم فوراً یہاں سے نکل چلیں گے۔"

سارہ نے پریشانی سے کہا اور ویٹر کے پہنچنے پر کافی کا آرڈر دیا... لیکن کافی اُن کی میز تک پہنچنے سے قبل ہی پانچوں آوارہ گرد اُن کے نزدیک پہنچ گئے اور پھر اُن میں سے ایک نے جس کے بال جھکنے کی وجہ سے میز پر جھولنے لگے تھے اور اس نے خاص طور سے اپنے بالوں کو آئیوی کے چہرے پر ڈالنے کی کوشش کی تھی، کہا۔

"اگر زحمت نہ ہو تو اس میز سے اُٹھ کر اُس کونے والی میز تک چلیں وہاں کا ماحول یہاں سے زیادہ خوشگوار ہے۔"

آئیوی نے وحشت زدہ نگاہوں سے اس چوڑے چہرے والے کو دیکھا جس کی پیشانی پر زخم کا نشان نظر آ رہا تھا اور جس کی آنکھوں میں شیطنت چمک رہی تھی۔ وہ خشک گلے کو تھوک سے تر کرتے ہوئے سارہ کی طرف دیکھنے لگی لیکن سارہ کی حالت بھی بہتر نہ تھی، اس کے عقب میں کھڑے ہوئے شخص نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"ہم تمھیں ایک بہتر کمپنی کی دعوت دیتے ہیں، ایسی شدید بارش ہے باہر اور یہاں دو تنہا لڑکیاں ڈر نہ رہی ہوں گی۔" چوڑے چہرے والے نے کہا اور آئیوی وحشت زدہ انداز میں کھڑی ہو گئی لیکن چوڑے چہرے والے نے اس کا بازو پکڑ لیا تھا۔ کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا شخص اپنے نزدیک کھڑے ہوئے بیروں سے کچھ کہہ رہا تھا اور بیرے سہمی ہوئی نگاہوں سے اسی طرف دیکھ رہے تھے۔

"آؤ، دیر نہ کرو، جو کچھ تم نے بیروں سے منگایا ہے، اس میز پہ پہنچ جائے گا۔" چوڑے چہرے والے نے آئیوی کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور آئیوی کے حلق سے ایک سُریلی سی چیخ نکل گئی۔ سارہ کو بھی زبردستی اُٹھا کر کھڑا کر دیا گیا تھا لیکن پھر وہ نیکی کے فرشتوں کی مانند ہی ریستوران میں داخل ہوا تھا۔

سمور کے لمبے کوٹ، چُست پتلون اور بڑے بالوں والی ٹوپی میں ملبوس... ریستوران کے نیم تاریک ماحول میں اس کے خدوخال صحیح طور پر واضح بھی نہیں تھے۔ بہرصورت، جس وقت وہ اندر داخل ہوا۔ آئیوی کی سُریلی چیخ ہال میں گونج اُٹھی اور وہ ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا... چوڑے چہرے والا آئیوی کو اپنی جانب گھسیٹنے لگا، تب وہ پُرسکون انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ان کے قریب پہنچ گیا پھر اس نے اسی اطمینان سے چوڑے چہرے والے کے بالوں کو مٹھی میں پکڑا اور پیچھے ہٹ کر پُوری قوت سے میز پر دے مارا، چوڑے چہرے والے کا چہرہ لہو لہان ہو گیا تھا لیکن اس دوران اس نے اس شخص کو بھی گردن سے پکڑ لیا جس نے سارہ کو پکڑا ہوا تھا۔ عقب میں کھڑے ہوئے آدمی نے پُوری قوت سے لات چلائی تو اس نے پکڑے ہوئے شخص کو آگے کر دیا اور اپنے ہی ساتھی کی لات پیٹ پر برداشت کر کے وہ شخص خود کو باز نہ رکھ سکا، کیوں کہ نشے میں تھا اس لیے اپنے ساتھی سے بھڑ گیا۔ اس دوران قوی ہیکل نووارد نے بقیہ دو آوارہ گردوں کو بھی سنبھال لیا تھا۔ اس کے گھونسوں نے انھیں فرش چٹا دیا اور پھر ان سے نمٹنے کے بعد وہ چوڑے چہرے والے آوارہ گرد کی جانب متوجہ ہو گیا جو خوف ناک انداز میں پر تول رہا تھا۔ اس نے نووارد پر چھلانگ لگائی لیکن نووارد نے تھوڑا سا ہٹ کر ایک ہاتھ اس کے پیٹ پر مارا اور آوارہ گرد کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس دوران ریستوران کے عملے کے افراد ایک جمع ہو کر خاموشی سے اس ہنگامہ آرائی کو دیکھ رہے تھے لیکن کسی نے بھی مداخلت کی کوشش نہیں کی تھی۔ نووارد نے اب اپنی بالوں والی ٹوپی اُتار کر میز پر رکھ دی اور کوٹ کے بیلٹ کو کھولنے لگا۔ بیلٹ کھولنے کے بعد اس نے اس کو ایک ہاتھ میں لپیٹا اور اس کے بعد وہ آوارہ گردوں پر پل پڑا۔ بیلٹ کے دوسرے سرے پر شاید لوہے کا کوئی مضبوط بکل لگا ہوا تھا چنانچہ آوارہ گردوں کی ایک نہ چلی اور وہ بُری طرح زخمی ہو گئے۔ بالآخر اس نے انھیں گردن سے پکڑ کر ریستوران کے دروازے سے باہر پھینک دیا اور اطمینان سے ہاتھ جھاڑتا ہوا دروازہ بند کر کے پیچھے ہٹ آیا۔

ریستوران کے عملے کے لوگ اب بھی سراسیمہ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ آئیوی اور سارہ کے حواس ابھی تک درست نہیں ہوئے تھے۔ بہرصورت انھوں نے خود کو پُرسکون کرنے کے بعد اس شخص کی جانب قدم بڑھا دیے جو بڑے اطمینان سے میز پر بیٹھ گیا تھا اور ویٹر کو اشارہ کر رہا تھا۔ ویٹر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ آئیوی اور سارہ بھی اُس کے نزدیک پہنچ گئیں۔

"ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ جی ہاں..." اُس نے اُکھڑی اُکھڑی سی زبان میں کہا۔ لہجہ بڑا بدلا بدلا سا تھا۔ وہ دونوں بیٹھ گئیں۔

"ہم آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔"

"ظاہر ہے، اس کے بعد آپ کو یہی کرنا تھا... کیا پئیں گی، آپ لوگ؟"

"ہم نے کافی منگوائی ہے۔"

"مَیں نے بھی منگوائی ہے۔ بیٹھیے، میرے ساتھ ہی پی لیں۔" اُسی وقت ہوٹل کا ایک اسٹیورڈ ان کے پاس پہنچ گیا۔

جنابِ عالی! آپ اور خواتین.... مَیں آپ سب سے مخاطب ہوں۔ یہ ریستوران آپ کا ہے اور یہاں آنے والے تمام معزز گاہک ہمارے مہمان ہوتے ہیں لیکن جو کچھ ہو چکا ہے وہ آپ کے حق میں بہت بُرا ثابت ہوگا۔ یہ جگہ اچھی نہیں ہے۔ آپ لوگ خود بھی یہاں کے بارے میں جانتے ہوں گے۔ وہ لوگ جنھیں آپ نے اُٹھا کر باہر پھینک دیا ہے تنہا نہیں ہیں، پُورا گروہ ہے ان کم بختوں کا جو یہاں ہنگامہ کرتا رہتا ہے، اب وہ اپنے ساتھیوں سمیت آئیں گے اور پھر ہنگامہ ہو جائے گا۔ ہماری خواہش ہے کہ یہ ہنگامہ ہوٹل کے اندر نہ ہو۔" اسٹیورڈ نے بڑی عاجزی سے کہا۔

نووارد نے بھویں اُٹھا کر اسٹیورڈ کو دیکھا اور غرّائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کافی..."

"اوہ، جی ہاں جی ہاں۔ وہ میرا خیال ہے، ابھی آتی ہے۔" اسٹیورڈ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"دفع ہو جاؤ۔" وہ ہاتھ اُٹھا کر بولا اور اسٹیورڈ شانے ہلا کر وہاں سے چلا گیا۔ اس نے شاید کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص کو اس بارے میں بتایا اور کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص نے جو حشر اُن پانچوں کا دیکھا تھا، اُس کے بعد اُسے یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ خود اپنی جگہ سے ہلتا۔ چنانچہ چند لمحات کے بعد کافی اس میز پر پہنچ گئی۔

عملے کے تمام افراد دروازے کی جانب نگراں تھے اور منتظر تھے کہ اب ہنگامہ ہوگا، دروازہ کھُلے گا اور توڑ پھوڑ شروع ہو جائے گی لیکن ایسا نہ ہوا، نہ جانے کیوں آوارہ گرد مار کھا کر باہر ہی رُک گئے تھے۔ کسی نے اندر آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دوسری طرف آئیوی اس شخص سے کہہ رہی تھی۔

"کمال کر دیا آپ نے، پانچوں کو تنہا ہی ٹھکانے لگا دیا، حالانکہ یہ کم بخت اچھے خاصے مسٹنڈے تھے۔ آپ کون ہیں؟"

"کوئی نہیں، بس آپ بھی کافی پئیں اور جلدی سے یہاں سے چلی جائیں۔ اسٹیورڈ کی بات غلط نہیں ہے۔" اس شخص نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بہت بہت شکریہ، لیکن ہمیں اس علاقے سے نکالنے میں آپ کو ہماری تھوڑی سی مدد اور کرنا ہوگی۔"

"ٹھیک ہے، میں آپ کے ساتھ تھوڑی دُور تک چلوں گا لیکن آخر آپ اس بدنام علاقے میں آئی ہی کیوں؟"

"بس ایک ضروری کام تھا، مجبوری لے آئی، ورنہ مجھے خود بھی ہیری سائن کے بارے میں معلومات ہیں۔" سارہ نے کہا۔

"تنہا نہیں آنا چاہیے تھا آپ کو۔ بہرطور جلدی سے کافی پئیں اور یہاں سے اُٹھیں۔"

"آپ اپنا نام بھی نہیں بتائیں گے، مسٹر؟" آئیوی نے مُسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نعمان خان..." اس نے جواب دیا اور آئیوی کو اس کا تلفظ ادا کرنے میں مشکل پیش آئی تو وہ بولا۔ "مجھے انگریز بنانے کی کوشش نہ کریں محترمہ! مَیں ایشیائی ہوں اور میرا نام نعمان خان ہے۔ اگر صحیح طور پر نام لے سکتی ہیں تو لیں، ورنہ دوسری بار اپنی زبان سے اسے ادا کرنے کی کوشش نہ کریں۔" اس کی آواز میں بے پناہ اکھڑپن تھا۔ آئیوی ایک لمحے کے لیے اس کی صورت دیکھ کر رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں پسندیدگی کے تاثرات اُبھر آئے۔ نوجوان کا یہ اکھڑ لہجہ اُسے بے حد پسند آیا تھا۔

"ناؤمین کھان..." اس نے بمشکل تمام کہا۔

"نعمان خان۔" وہ غرّایا۔

"ہاں ہاں کوشش تو کر رہی ہوں۔ نومان کھان..." آئیوی نے تیسری مرتبہ کہا اور نہ جانے کیوں اجنبی کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے، چل جائے گا آتنا۔" اس نے کہا اور سارہ ہنس پڑی۔

"آپ ایشیائی ہیں؟"

"ہاں مَیں قبائل سے تعلق رکھتا ہوں۔"

"جب ہی آپ کے خدوخال اجنبی اجنبی سے ہیں، حالانکہ رنگ اور روپ ہم لوگوں کا سا ہے لیکن نقوش بدلے ہوئے ہیں۔"

اجنبی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے کافی پیتا رہا تھا پھر اس نے ویٹر کو بُلا کر بل کی رقم ادا کی اور کہنے لگا۔

"بہتر یہ ہے کہ اب آپ لوگ بھی اُٹھ جائیں۔ باہر بارش ضرور ہو رہی ہے لیکن یہاں زیادہ دیر تک رُکنا مناسب نہیں ہوگا۔" اس نے کہا اور باہر جانے والے راستے کی جانب بڑھ گیا۔ باہر نکلے تو بارش نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ بس بوندا باندی ہو رہی تھی لیکن سڑک کے دوسری طرف سے طوفان آ رہا تھا۔ ہپی آوارہ گردوں کا پُورا گروہ ہاتھوں میں ڈنڈے اور کھلے ہُوئے چاقو لیے اسی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان کی قیادت وہی چوڑے چہرے والا آوارہ گرد کر رہا تھا جو تھوڑی دیر قبل نعمان خان کے ہاتھوں مار کھا کر گیا تھا۔ وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہُوا تھا۔

آئیوی اور سارہ کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ انھوں نے خوف زدہ نگاہوں سے اُنھیں دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہُوئے نعمان خان کی طرف دیکھا۔ اسی وقت نعمان خان نے کہا۔

"کون سی گاڑی ہے آپ کی؟"

"یہ۔۔۔ یہی ہے" سارہ کی آواز بمشکل نکلی۔

"آیئے۔۔" وہ بے خوفی سے کار کی طرف بڑھ گیا۔ آوارہ گردوں کا گروہ سڑک عبور کر چکا تھا۔ وہ چیخ رہے تھے، غرّا رہے تھے۔ ان میں سے چند نے کار کی طرف ڈنڈے اُچھالے اور اسی وقت نعمان خان نے دونوں ہاتھ بلند کر کے ایک اشارہ سا کیا۔ نہ جانے یہ اشارہ کس کے لیے تھا لیکن چند ہی لمحات کے بعد فائرنگ کی آواز سُنائی دی۔۔۔ سب سے آگے آنے والے آوارہ گرد اُچھل اُچھل کر گر رہے تھے۔ گولیوں نے ان میں سے کئی کے پاؤں توڑ ڈالے تھے۔ ان کا سارا جوش و خروش فرو ہو گیا تھا۔ گرنے والے تڑپ رہے تھے اور دوسرے مُنہ کھولے کھڑے تھے۔ نہ جانے یہ گولیاں کس طرف سے آئی تھیں۔ بھری پری سڑک تھی لیکن شاید کسی کو بھی ان کی سمت نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ اتنی دیر میں نعمان خان، سارہ کے ہاتھ سے چابی لے کر کار کے اسٹیئرنگ پر بیٹھ چُکا تھا اور کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ دونوں لڑکیاں دیر تک حواس پر قابو نہیں پا سکی تھیں پھر جب کافی دُور نکلنے کے بعد نعمان خان نے کار روکی تو وہ دونوں چونک پڑیں۔ انھوں نے اس طرح سڑک کے دونوں طرف دیکھا جیسے خواب سے جاگی ہوں۔

"اب اسٹیئرنگ پر تشریف لے آیئے۔ میں زیادہ دیر تک آپ کا ڈرائیور نہیں بن سکتا۔" اس نے کہا۔

"اوہ، مسٹر کمان۔۔۔ ہم کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کریں۔ آپ نے اس مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔"

"ہر انسان کے مُنہ میں ایک ہی زبان ہوتی ہے اس لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہوتا کہ کس زبان سے شکریہ ادا کریں۔ تاہم آپ لوگ اس زحمت میں نہ پڑیں۔ شکریہ ادا کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ او۔ کے۔۔" اس نے کہا اور عقب سے آنے والی ایک ویگن کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہُوا تھا کہ ایک بار پھر دونوں دنگ رہ گئیں۔ ویگن بس ایک لمحے کے لیے رُکی تھی اور پھر برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی تھی۔

سارہ نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا لیکن آئیوی کے حواس گم ہو گئے تھے اور اس کے بعد سے وہ مسلسل سارہ کے کان کھاتی رہی۔۔۔ پُراسرار ایشیائی باشندے کی ایک ایک ادا اُسے ازبر ہو گئی تھی۔ فون پر وہ سارہ سے اُسی کی باتیں کرتی تھی۔ ملاقات ہوتی تھی تو بس اُسی کے تذکرے۔۔۔ تین چار دن تک وہ شہر کی سڑکوں پر اس کے لیے آوارہ گردی کرتی رہی تھیں لیکن وہ نہ ملا اور پھر اچانک ایک شام وہ ایک تھیٹر کے پاس نظر آ گیا۔۔۔ لیکن اُس وقت آئیوی تنہا تھی۔ وہ بُری طرح دوڑتی ہُوئی اس کے پاس پہنچی اور وہ کسی چیتے کی طرح چوکنا ہو گیا تھا لیکن آئیوی کو دیکھ کر اس نے گہری سانس لی اور مُسکرا دیا۔

"ہیلو۔۔ کیا وہ لوگ ابھی تک تمھارے تعاقب میں ہیں؟" آئیوی نے سوال کیا۔

"مجھے پہچان لیا تم نے۔۔۔ شکریہ" آئیوی طنزیہ انداز میں بولی۔ "نام نہیں پُوچھا تھا تمھارا؟"

"آئیوی بریٹو۔ کیا اس وقت بھی جلدی میں ہو؟"

"نہیں۔ کوئی خاص جلدی نہیں ہے۔ کہو کیا بات ہے؟"

"تم نے اس دن کافی پلائی تھی مجھے" آئیوی مسکرا کر بولی۔ "میری طرف سے کافی کی دعوت قبول کرو۔"

"تم میری تلاش میں تھیں کہ قرض اُتارو" اس نے مُسکرا کر کہا۔ آئیوی بھی مُسکرا دی اور پھر چند لمحات کے بعد وہ ایک ریستوران کے پہنچ گئے۔ ریستوران کے ایک پُرسکون گوشے میں بیٹھ کر نعمان خان نے پھر سوال کیا۔ "بتایا نہیں تم نے، میری تلاش میں کیوں تھیں؟"

"بس تم بہت شان دار انسان لگے۔ مشرق کا پُراسرار اجنبی تنہا پانچ خطرناک غنڈوں کو زیر کر لیتا ہے اور۔۔۔ ارے ہاں۔ ایک تجسس ہے میرے ذہن میں۔"

"کیا۔۔۔؟"

"جب ہم لوگ باہر نکلے تھے اور غنڈوں کا گروہ ہم پر حملہ آور ہُوا تھا تو وہ کون لوگ تھے، جنھوں نے اُن پر گولیوں کی بارش کر دی تھی؟"

"مَیں نہیں جانتا۔۔۔ شاید آسمانوں سے گولیاں برسی تھیں۔" اس نے مُسکرا کر کہا۔

"وہ ویگن بھی آسمان سے ہی اُتری تھی شاید۔۔۔ تم مجھے اپنے بارے میں زیادہ بتانا نہیں چاہتے لیکن میں اتنی آسانی سے تمھارا پیچھا نہیں چھوڑوں گی۔ مَیں نے تمھیں بہت تلاش کیا ہے۔"

وہ شاید آئیوی کی باتوں سے متاثر ہو گیا تھا۔ بہرحال اس نے آئیوی سے دوسری اور پھر تیسری ملاقات کی۔ آئیوی اس کے بارے میں پوچھتی رہتی تھی۔ مشرق کا یہ وحشی قبائلی اُس کی زندگی میں بہت بڑی حیثیت اختیار کر گیا تھا اور وہ اُس پر جان دینے لگی تھی لیکن نعمان خان کا رویّہ کچھ عجیب سا تھا۔ وہ کبھی کبھی آزردہ نظر آنے لگتا تھا۔

پھر ایک دن آئیوی اُس کے پیچھے پڑ گئی۔ "مجھے اپنے گھر لے چلو۔ مَیں تمھارے اہلِ خانہ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"میرے اہلِ خانہ سے؟" نعمان خان نے کسی قدر اُلجھے ہُوئے انداز میں کہا۔

"ہاں۔۔۔ کیوں، آخر تم کتراتے کیوں ہو، اس بات سے؟"

"گھر میں میرے آٹھ بھائی ہیں۔ وہ آٹھوں مصروف رہتے ہیں۔۔۔ اُن کے علاوہ۔۔" نعمان خان کے لہجے میں ایک عجیب سی اُداسی گُھل گئی۔

"ہاں ہاں۔۔۔ بولو۔ اس طرح خاموش کیوں ہو گئے؟"

"اچھا ٹھیک ہے، چلو سب سے ہی مل لینا۔ حالانکہ مَیں نے طویل عرصے سے کسی کو اُن سے نہیں ملایا ہے۔"

اور پھر اس شام آئیوی نعمان خان کے گھر پہنچ گئی۔

مکان بہت زیادہ خوب صورت نہیں تھا۔ بس درمیانے درجے کا ایک مکان تھا۔ غالباً ان کی مالی حالت زیادہ بہتر نہیں تھی، ایک وسیع کمرہ تھا۔ دیوار پر پانچ فریم شدہ تصویریں لگی ہُوئی تھیں۔ ان میں سے تو چار نوجوان خوب صورت مُسکراتی ہُوئی لڑکیاں تھیں اور درمیان میں ایک ادھیڑ عمر خاتون کی تصویر تھی جس کے چہرے پر رُعب و دبدبہ تھا لیکن شفقتِ مادر کا رنگ زیادہ گہرا تھا۔

نعمان ان تصویروں کے پاس جا کر رُک گیا۔ "آؤ آئیوی۔۔۔ آگے آؤ۔ تم میرے اہلِ خانہ سے ملنا چاہتی تھیں نا تو ملو۔ یہ میری بہنیں اور ماں ہیں۔" نعمان کا سُرخ چہرہ اندرونی جذبے کے تحت مزید سُرخ ہو گیا۔۔۔ آئیوی حیرت سے اُسے تکتی رہی۔ "اب یہ مت پُوچھنا آئیوی کہ یہ کہاں ہیں بس۔" وہ بولا۔ غالباً وہ آئیوی کے چہرے پر لکھے سوالات پڑھ چُکا تھا۔

آئیوی نے دوسرے لمحے خود کو سنبھال لیا تھا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھا اور نعمان خان کے ہونٹوں پر تلخ مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں آئیوی۔۔۔ یہی ہمارا سب کچھ ہے۔"

"مگر یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ میرا مطلب ہے، یہ کسی حادثے کا۔۔۔؟"

"یہ مت پوچھو آئیوی! آؤ آگے بڑھو۔ ماں سے ملو۔" نعمان خان نے کہا اور آئیوی آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہُوئی تصویر کے قریب
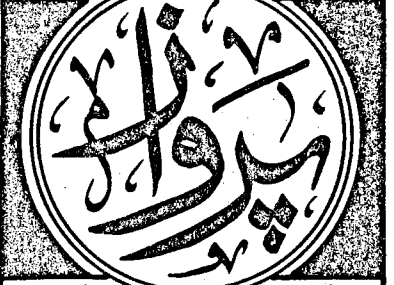
پہنچ گئی۔

"ماں! یہ آئیوی ہے' میری دوست! تم سے ملنا چاہتی تھی" نعمان خان نے اُداس اُداس سے لہجے میں کہا۔

کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھے رہے اور پھر نعمان اُٹھ کھڑا ہُوا تو آئیوی بھی خاموشی سے اُس کے ساتھ اُٹھ گئی۔ باہر تین نوجوانوں سے ملاقات ہُوئی، تینوں کے تینوں سُرخ و سفید' ہنس مُکھ اور خوش رو تھے۔ آئیوی ان سب سے مِل کر بہت خوش ہُوئی۔ سب بھائی کافی مہذب تھے، لیکن کھوئے کھوئے سے۔ ایک عجیب سی اُداسی اُن کے چہروں کا احاطہ کیے ہُوئے تھی۔ اُنھوں نے آئیوی کی خاطر مدارت کی اور پھر نعمان خان اُسے چھوڑنے کے لیے چل پڑا۔

"تم نے میرے خاندان سے مِل لیا آئیوی! یہاں زندگی نہیں ہے ہم سب لوگ زندگی کو ایک مشن بنا چُکے ہیں۔ بس ہماری زندگی ایک مشن ہے اور جب انسان کسی مشن کے لیے اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے تو دوسرے معاملات میں اس کا کوئی دخل نہیں رہتا۔"

"مشن؟" آئیوی نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں... بس اس سے زیادہ تمھیں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"تم نے اپنے اوپر بہت سے خول چڑھا رکھے ہیں نومان کھان۔ نہ جانے تمھاری یہ پُراسرار زندگی کیا ہے۔ مَیں تم سے اتنی بے تکلّف تو نہیں ہوں، تمھارے پیچھے پڑ جاؤں کہ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ لیکن جی چاہتا ہے کہ تمھاری اس خاموشی کے پیچھے جھانک کر دیکھوں کہ وہاں کیا ہے؟"

"وہاں جو کچھ ہے آئیوی! ٹھیک نہیں ہے اور تمھیں پسند نہیں آئے گا۔"

"نومان کھان! ایک بات اور پوچھوں؟"

"ہاں ہاں..؟"

"تمھاری بہنیں اور ماں کہاں ہیں؟" آئیوی نے کہا اور نعمان خان ٹھٹک گیا۔ اسی وقت وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ کار کے بریک اتنی تیزی سے چلّائے کہ دُور دُور تک لوگ چونک کر متوجہ ہو گئے، نعمان خان نے کار سڑک کے کنارے روک دی تھی۔ اس کے انداز میں بے پناہ وحشت تھی۔ مُٹھیاں بھنچ گئی تھیں اور چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ آئیوی گھبرا گئی۔

"نومان کھان... نومان کھان!" اس نے نعمان خان کو پُکارا، لیکن نعمان خان دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا اور پھر وہ آئیوی سے کچھ کہے بغیر واپس پلٹ پڑا۔ آئیوی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ نعمان خان کافی دُور تک چلتا رہا تب آئیوی نے اسٹیئرنگ سنبھالا اور کار ریورس کر کے اُس کے پیچھے چل پڑی۔

"نومان..!" آئیوی نے اُس کے قریب پہنچ کر روہانسے لہجے میں کہا اور نعمان چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ "کوئی غلط بات نکل گئی ہو' میرے مُنہ سے' تو مجھے معاف کر دو۔ پلیز اندر آ جاؤ۔"

"تم جاؤ، آئیوی! مَیں پھر تم سے ملوں گا۔" نعمان نے کہا اور پھر کسی قیمت پر اُس نے آئیوی کے ساتھ چلنے کی حامی نہیں بھری تھی' آئیوی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا شے ہے۔ بہرصورت اس کے بعد اُس نے اپنے باپ سے اس کا تذکرہ کیا اور ڈاکٹر بھی اس نوجوان میں دلچسپی لینے لگا۔

"تم اسے کسی وقت یہاں بُلاؤ۔" انھوں نے کہا اور بہرصورت انتہائی کوششوں کے بعد آئیوی نعمان کو اپنے ہاں آنے کے لیے تیار کر سکی تھی اور اس وقت وہ اپنی اس دیہی عمارت کی سب سے اُونچی کھڑکی میں بیٹھی اُسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اُس کی نگاہیں سڑک اور آسمان کے سنگم پر لگی ہُوئی تھیں۔

شیران کے چہرے پر کش مکش کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ چند لمحات وہ کچھ سوچتا رہا پھر پھیکے سے انداز میں مُسکرا کر بولا۔

"کیا مَیں اس قابل ہوں' مارلینو، کیا مَیں تمھاری توقعات پر پُورا اُتر سکتا ہوں؟"

"ہاں شیران! مجھے اپنی نگاہ پر اعتماد ہے۔ مَیں نے تمھارے اندر ایک سرکشی پوشیدہ دیکھی ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ مَیں تمھارا ہی منتظر تھا اور اگر تم نہ ملتے تو میں اپنے اس مشن کو ادھورا چھوڑ دیتا' مشن تو کبھی کا شروع ہو چُکا ہے شیران۔ بس مَیں اس کے لیے کوئی ایسا تسلّی بخش کنٹرولر چاہتا تھا جو میری پسند کے مطابق ہو۔ مَیں نے خود کو مصنوعی ذرائع سے جو کچھ بنا لیا ہے اس کا مظاہرہ تم دیکھ چُکے ہو لیکن اس کے باوجود میرے دِل میں ایک آرزو تھی کہ کوئی ایسا شخص جو میری رُوح کا عکس ہو۔ اسی انداز میں میرے سامنے آئے کہ جو کچھ مَیں چاہوں وہ اس سے مختلف انداز میں نہ سوچے اور مَیں نے یہ اُمید تم سے باندھی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو مجھے مسرت ہو گی۔ انکار کر دو گے شیران تو میری نگاہیں پھر بھٹکنے لگیں گی، میں کسی اور کو تلاش کروں گا۔"

"اوہ' نہیں بابا! انکار و نکار مَیں نہیں کر رہا۔ تم نے میرے اُوپر بہت سے احسانات کیے ہیں۔ اس کے علاوہ تم میرے بارے میں یہ بھی جانتے ہو کہ میری زندگی کا کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔ بس جو کچھ کر چُکا ہوں' اس کے بعد خود کو آزاد سمجھتا ہوں لیکن دِل یہ ضرور چاہتا کہ زندگی کا کوئی مقصد ہو، بے کار جیتے رہنے سے کیا فائدہ۔ اَب اگر

مقصد میرے سامنے آ رہا ہے تو مجھے اس پر خوشی ہو گی لیکن پریشانی بس یہی ہے کہ کہیں یوں نہ ہو کہ مَیں خود کو اس کا اہل نہ ثابت کر سکوں۔"

"اس خیال کو تم ذہن سے نکال دو۔ مَیں تمھاری تربیت کروں گا۔ تمھیں وہ بنا دوں گا جو تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

شیران پُرخیال نگاہوں سے مارلینو کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے دِل میں نہ جانے کیا کیا خیالات تھے، مارلینو اپنے طور پر خیالات میں ڈوبا ہُوا تھا تب شیران نے گردن ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے مارلینو... مَیں تمھاری خواہش کے مطابق عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

پھر مارلینو کا چہرہ مسرت سے کھِل اُٹھا۔

"اب میں اعلان کروں گا کہ شیران' مارلینو کا نائب ہے اور تمام لوگ اسی حیثیت سے تمھارا احترام کریں گے، اس کے بعد تم اپنی' تربیت مکمل کر لو گے اور پھر ہم نئے سِرے سے اپنے دُشمنوں کی تلاش کا آغاز کریں گے۔ وہ جو اپاہج مارلینو کو تلاش کرتے پھرتے تھے، اب مارلینو اُن کے لیے موت کا سامان مُہیا کرے گا۔ میرے چند خاص آدمی ہیں جو تمھارے ماتحت ہوں گے، وہ تمھیں تمھارے تمام سوالات کا جواب دیں گے۔ مَیں ابھی چند لمحات کے بعد اُن سے تمھاری ملاقات کرا دوں گا۔"

شیران نے خاموشی سے گردن جُھکا دی۔

مارلینو کی ہدایت پر اُن پانچ افراد نے شیران سے ملاقات کی جو چہروں سے بڑے زیرک اور سمجھدار معلوم ہوتے تھے۔ مارلینو اس وقت اس ملاقات میں شریک نہیں تھا۔ جب شیران اُس ہال میں پہنچا تو وہ پانچوں اس کے احترام میں اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے گردنیں خم کیں اور شیران کو وہ بڑی کُرسی پیش کی جو ایک خاص مقام رکھتی تھی۔ شیران ہنستا ہُوا اُس کُرسی پر بیٹھ گیا تھا پھر اُس نے کہا۔

"دیکھو یارو! مسٹر مارلینو نے جو ڈرامہ کیا ہے میں اُس سے متفق تو ہوں، میرا مطلب ہے مَیں وہی سب کچھ کروں گا جو انھوں نے کہا ہے لیکن اس کے لیے اگر تم لوگ یہ چاہو کہ مَیں اپنے اندر ایک خاص حیثیت پیدا کروں تو مجھ میں حاکمیت کی خُوبُو نہیں ہے۔ مَیں نہیں جانتا کہ حاکمیت کیا ہوتی ہے، نہ مجھے سرداری پسند ہے۔ مَیں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے دوستوں کی طرح رہو اور میری رہنمائی کرو۔ مارلینو نے جو مقام مجھے دیا ہے اس میں کچھ ذمّے داریاں بھی اُس نے میرے سُپرد کی ہیں۔ مَیں نہیں جانتا کہ ان ذمّے داریوں سے کس طرح نمٹنا ہو گا... لیکن تم لوگ اس سلسلے میں میری مدد کرو گے۔ میرے دوستوں کی مانند۔"

"ایسا ہی ہو گا مسٹر شیران!" انھوں نے بیک وقت جواب دیا۔ "آپ اس سلسلے میں بالکل تردّد نہ کریں، مسٹر شیران! ہم اس سلسلے میں ایک پُورا پروگرام بنا کر آپ کے سامنے پیش کر دیں گے۔"

چنانچہ اس نے ہر قسم کے خیالات ذہن سے نکال دیئے۔ گانگ ہر ایک دلچسپ جگہ تھی۔ اس کے مضافات بھی بہت خوب صورت تھے اور شیران حسبِ معمول سیر و شکار میں مصروف ہو گیا لیکن اسی دوران اس کی تربیت بھی ہوتی رہی۔ مارلینو نے اس سلسلے میں بڑے نفسیاتی طریقے آزمائے تھے۔ شیران خان کسی بھی علاقے میں ہوتا، اُس کے لیے اُلجھنیں پیدا کی جاتیں اور جب وہ ان اُلجھنوں میں محصور ہو کر رہ جاتا تب اس کے تربیت کنندگان اس کے سامنے آتے اور اُسے اس کا حل بتاتے۔ اکثر انھوں نے دُشمنوں کی حیثیت سے نمودار ہو کر اسے مار پیٹ کا فن سِکھایا تھا اور جب شیران اُن کے ہاتھوں زچ ہو جاتا تب وہ اُسے مارشل آرٹس کے گُر بتاتے اور اپنی شناخت کراتے۔ شیران کو شروع میں تو تربیت کے اس انداز سے اُلجھن ہوئی لیکن بالآخر وہ بھی اس کا عادی ہو گیا اور اس کے بعد تو یوں ہُوا کہ تربیت کنندگان کو چھٹی کا دُودھ یاد آ گیا۔ وہ اجنبی لوگ ہوتے تھے اور شیران کو اس طرح گھیرتے کہ شیران کے نکلنے کی گنجائش نہ رہے۔ ایسے موقعوں پر شیران یہ بھُول جاتا تھا کہ وہ اس کے تربیت کنندگان ہیں۔ اسے ہدایت بھی یہی کی گئی تھی کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی اس کے ہاتھوں مارا جائے تو وہ تردّد نہ کرے لیکن صورتِ حال بہت جلد سنبھالنا پڑی کیوں کہ ایک کا مسئلہ نہیں رہا تھا۔ تقریباً آٹھ افراد شیران کے ہاتھوں مارے جا چُکے تھے اور یہ تربیت خاصی مہنگی تھی۔ چنانچہ مارلینو کے نئے حُکم کے مطابق اَب شیران کو ویرانوں میں مارشل آرٹس کی تربیت دینا ترک کر دیا گیا تھا اور اس کے لیے باقاعدہ ایک مخصوص عمارت میں مشق کرنا ہوتی تھی۔ آٹھ آدمیوں کا زیاں معمولی بات نہیں تھی لیکن مارلینو خوش تھا۔ شیران کی وحشی فطرت زندہ تھی اور حالات نے اُسے مصلحت کے غلاف میں نہیں لپیٹا تھا۔ وہ وحشی سے وحشی تر ہوتا جا رہا تھا۔ بہت سے پیچیدہ مسائل کو اپنی ذہانت سے حل کر لیتا تھا۔ یوں وہ تربیت کی تمام منازل طے کرتا چلا گیا اور بالآخر ایک دِن اسے مارلینو کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

مارلینو کی آنکھوں سے محبت کے سوتے پھُوٹ رہے تھے' اس نے پُرمسرت انداز میں کُرسی سے کھڑے ہو کر شیران کا استقبال کیا اور اپنے دونوں مصنوعی ہاتھ پھیلا دیئے۔ شیران نے آہستہ سے آگے بڑھ کر اس کے سینے سے سینہ لگایا اور پیچھے ہٹ گیا۔

"مجھے اطلاع مِلی ہے شیران کہ تم اپنی تربیت میں مکمل ہو چُکے ہو لہٰذا میرے عزیز! مَیں اَب تمھیں اپنے مشن پر روانہ ہونے کی اجازت دیتا ہوں۔ یہاں طویل وقت گزارنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ عمل

کی دُنیا میں آؤ اور اپنے جوہر دکھاؤ۔ مَیں تم سے اور بھی کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں شیران!

شیران سوالیہ انداز میں اُسے دیکھنے لگا۔ مارلینو نے چند لمحات توقف کیا پھر بولا "سُنو شیران! میں چاہتا ہوں' میرے اور تمھارے درمیان کوئی اختلاف کبھی پیدا نہ ہو۔ تمھارے خیال میں ہمارے اختلاف کی بُنیاد کیا ہو سکتی ہے؟"

"کوئی نہیں۔ بس مَیں اپنی فطرت کی آزادی چاہتا ہوں۔ کسی کو میرے اوپر مسلّط نہ کیا جائے۔ میرا جو دِل چاہے گا، مَیں کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی مَیں تمھارے مفادات کے لیے بھی کام کروں گا اور تمھارے دُشمنوں کو چُن چُن کر موت کے گھاٹ اُتاروں گا۔"

"دولت... اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟" مارلینو نے سوال کیا۔

"بہت بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ بس پُوری ہوتی رہے۔ مَیں اس کے لیے لڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

"میرے کاروبار سے تمھیں کمیشن ملے گا، جو اتنا ہو گا کہ تمھیں اس سلسلے میں کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ میرے اور تمھارے درمیان گفتگو ہوتی رہے گی۔ فی الحال مَیں تمھیں بنکاک روانہ کر رہا ہوں۔ وہاں تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی اور کوئی خاص سوال کرنا چاہو تو..."

"نہیں مسٹر مارلینو... سب ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔ تم فکر نہ کرو۔" شیران نے جواب دیا۔

"اس کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔" مارلینو نے کہا اور شیران نے گردن ہلا دی۔ پہاڑوں کے رہنے والے شیران کو اب اس دُنیا سے اچھی خاصی واقفیت ہو گئی تھی۔

سُرخ رنگ کی لمبی چوڑی کار کوٹھی کے پورچ میں آ رُکی۔ سامنے ہی آئیوی کھڑی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر دِلکش مُسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ نعمان خان کار سے نیچے اُترا تو وہ والہانہ انداز میں آگے بڑھ آئی۔

"ہیلو..!" اس نے لرزتی ہُوئی آواز میں کہا اور نعمان خان کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"میں ٹھیک وقت پر پہنچا ہوں۔" نعمان خان نے کہا۔

"ہاں... لیکن وقت نہ جانے کب سے شروع ہو گیا تھا۔ آؤ... اندر چلو، ڈیڈی اور دوسرے لوگ انتظار کر رہے ہیں۔" آئیوی نے کہا اور اسے لے کر اندر چل پڑی۔ کشادہ اور پُرتکلف ڈرائنگ روم میں چند افراد موجود تھے۔ جن میں ایک شخص نمایاں تھا۔ عمر رسیدہ لیکن بہترین صحت کا مالک۔ عمدہ سُوٹ میں ملبوس' اس نے نعمان خان کا استقبال کیا...

آئیوی نے عمر رسیدہ شخص سے تعارف کرایا۔

"میرے ڈیڈی، ڈاکٹر ولیکم برٹیو... اور ڈیڈی' یہ نومان کھان۔"

ڈاکٹر برٹیو نے پُرتپاک انداز میں نعمان خان سے ہاتھ ملایا اور بس ایک لمحے کے لیے اس کی بھویں سُکڑ گئیں۔ شاید کوئی اس کی اس کیفیت کو محسوس بھی نہ کر سکا ہو۔

دوسرے لوگوں سے تعارف ہُوا اور پھر آئیوی نے پُرتکلف چائے پیش کی لیکن ڈاکٹر اس چائے میں شریک نہیں ہُوا تھا۔ وہ ان لوگوں سے معذرت کر کے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ ایک خوب صورت خوابگاہ میں داخل ہو کر اس نے دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر مسہری کے قریب رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ کسی کے نمبر ڈائل کرنے کے بعد اس نے ریسیور کان سے لگا لیا۔

"برٹیو... کوٹھی پہنچ جاؤ۔ سُرخ رنگ کی بینٹلی کھڑی ہوئی ہے۔ وہ کافی دیر یہاں قیام کرے گا۔ واپسی میں اس کا تعاقب کرو۔ مجھے اس شخص کے بارے میں مکمل رپورٹ درکار ہے۔"

"او۔کے سَر!" جواب ملا اور فون بند ہو گیا۔

دوسرے دن گیارہ بجے ڈاکٹر برٹیو کو نعمان خان کے بارے میں رپورٹ مل گئی۔

"برین اینگل کے ایک مکان میں یہ لوگ رہتے ہیں سَر، اس شخص کے آٹھ بھائی اور ہیں۔ ریس کے شوقین ہیں اور ہر ریس میں شریک ہوتے ہیں۔ مالی حالات بہت خراب ہیں۔ ریس نے انھیں تباہ کر دیا ہے' ورنہ پہلے اچھا بینک بیلنس تھا۔ تعلق ایشیا سے ہے۔ شاید افغانستان کے قرب و جوار کے کسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ خاصا مضبوط اور خود سَر آدمی ہے، بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا جناب!"

"ٹھیک ہے' اتنا ہی کافی ہے۔" ڈاکٹر برٹیو نے مُسکراتے ہوئے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ چند ساعت وہ سوچتا رہا اس کے بعد اپنی خوابگاہ میں داخل ہو گیا، یہ ٹیلی فون اس نے خوابگاہ میں ریسیو نہیں کیا تھا، بلکہ اس وقت وہ لائبریری میں تھا جب اسے یہ ٹیلی فون ملا تھا۔ لائبریری سے اُٹھ کر خوابگاہ تک پہنچتے ہُوئے اُس نے دو کمروں میں جھانکا تھا۔ نہ جانے کیسے تلاش کر رہا تھا۔ بالآخر وہ خوابگاہ میں پہنچ گیا اور حسبِ معمول اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اس بار اس نے خوابگاہ کے ایک خاص حصّے میں پہنچ کر ایک دیوارگیر بٹن دبایا تھا جس سے دیوار میں ایک چوکور خلا پیدا ہو گیا۔ اس خلا میں سلور کلر کی ایک بڑی سی مشین نصب تھی۔ اس نے اس مشین کے مختلف ڈائل گھمائے اور مشین میں روشنیاں جلنے لگیں۔ کئی بتیاں روشن ہو گئی تھیں۔ اس کے بعد اس نے مشین کے چند تار باہر

نکالے اور انتظار کرنے لگا۔ ہَوا کی سائیں سائیں سُنائی دے رہی تھی۔ مدھم مدھم آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ غالباً یہ کوئی بہت ہی طاقت ور ٹرانسمیٹر قسم کی کوئی چیز تھی لیکن انتہائی عجیب و غریب' اس کی شکل عام ٹرانسمیٹر جیسی نہیں تھی۔ چند ساعت کے بعد اس نے مشین کا ایک اور بٹن دبایا اور مشین سے ہلکی سی سیٹی کی سی آواز اُبھرنے لگی پھر ایک باریک سی آواز اُبھری۔ نسوانی آواز تھی جو آہستہ آہستہ صاف ہوتی چلی گئی اور جب وہ مکمل طور پر نمایاں ہُوئی تو ڈاکٹر برٹیو نے مشین کے نچلے حصّے میں ہاتھ ڈال کر ایک ریسیور اُٹھا لیا۔

"ہیلو ہیلو..!" اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"ہیلو، کین ون، کین ون ٹو، کین ون ٹو، ہاں برٹیو بول رہا ہے۔ ڈاکٹر برٹیو؟"

"ہیلو، ڈاکٹر کیا حکم ہے؟" نسوانی آواز نے پوچھا۔

"خان کہاں ملے گا۔ مَیں اُس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"بس چند سیکنڈ۔ ابھی اُن سے رابطہ قائم کرا دیا جائے گا۔" آواز نے کہا۔

"مَیں انتظار کر رہا ہوں، جلدی کی جائے۔" ڈاکٹر برٹیو بولا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی، چند لمحات گزرے، اس دوران ہَوا کی سائیں سائیں اور سیٹی کا شور بلند ہوتا رہا تھا پھر ایک غرغراتی آواز اُبھری۔

"خان بول رہا ہے، بادشاہ خان... کہو ڈاکٹر! کیسے مزاج ہیں۔ کیا ضرورت پیش آ گئی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی؟"

"بس دوستی نبھانے کے لیے مَیں نے تمھیں اس وقت مخاطب کیا ہے۔"

"اوہو، کوئی خاص بات؟" بادشاہ خان نے پُوچھا۔

"ہاں... تمھارے بھتیجے مِل گئے ہیں۔"

"کیا..!" بادشاہ خان کی آواز چونکی ہُوئی تھی۔

"ہاں... وہ یہیں موجود ہیں' میرے شہر میں۔"

"کون کون ہے؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"نو بھتیجے ہیں' نا تمھارے؟"

"ہاں نو ہی ہیں۔"

"بس تو وہی ہیں۔ ان میں ایک کا نام نعمان خان ہے۔ باقیوں کے نام مجھے نہیں معلوم ہو سکے۔"

"اوہ ڈاکٹر... ویری گڈ، ویری گڈ۔ بلاشُبہ تم نے دوستی نبھائی ہے۔ مَیں تمھارا یہ احسان کبھی نہیں بھُولوں گا مگر اَب بتاؤ کر کیا کیا جائے۔ کیا مَیں تمھارے پاس پہنچوں یا تم انھیں میرے پاس پہنچوانے کا معقول بندوبست کر سکتے ہو؟"

"جیسا تم چاہو' بادشاہ خان! ڈاکٹر برٹیو اس معاملے میں یہاں تمھارا جانشین ہے، اگر تم آ سکتے ہو تو ضرور آ جاؤ اور اگر نہیں آ سکتے تو پھر جیسے تم کہو۔"

"ایک مشکل ہے، ڈاکٹر برٹیو۔"

"کیا... بیان کرو۔" ڈاکٹر برٹیو نے کہا۔

"میرے یہ بھتیجے اگر میرا نام سُن لیں گے، میرا مطلب ہے، اگر مَیں وہاں پہنچوں اور میرے بھتیجوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مَیں اُن سے ملاقات کے لیے یا اُنھیں لے جانے کے لیے آیا ہوں تو وہ روپوش ہو جائیں گے، وہ مجھ سے بے پناہ نفرت کرتے ہیں لیکن مَیں... ڈاکٹر برٹیو! میں تمھیں تھوڑی سی تفصیل بتا چکا ہوں۔ مَیں صرف یہ کہوں گا کہ مَیں ان کی غلط فہمیاں دُور کر کے اُن میں سُرخرو ہونے کا خواہش مند ہوں۔ مَیں چاہتا ہوں ڈاکٹر برٹیو تم انھیں کسی ترکیب سے یہاں بھیج دو۔"

"ہوں... ٹھیک ہے خان! یہ ہو جائے گا۔ مَیں جلد از جلد انھیں روانہ کر دوں گا اور تمھیں ان کے بارے میں اطلاع دوں گا لیکن وہاں تم کیا کرو گے؟"

"یہاں پہنچنے کے بعد مَیں خود دیکھ لوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ بنکاک میں تمھارا قیام کب تک ہے؟"

"طویل عرصے تک... ایڈنا ڈمپل اس وقت یہاں موجود نہیں ہے اور یہاں کے معاملات مَیں نے خود سنبھال رکھے ہیں۔ میرے اپنے علاقوں میں سکون ہے اور ابھی کوئی خاص بات نہیں ہے اس لیے اُوپر سے بھی کچھ احکامات نہیں ملے۔ مَیں طویل عرصے تک بنکاک میں قیام کروں گا، جب تک کہ کوئی اور ہدایت نہ ملے یا ایڈنا ڈمپل واپس نہ آ جائے۔"

"سُور کا کیا حال ہے؟" ڈاکٹر برٹیو کے لہجے میں نفرت اُبھر آئی۔

"ہم سے نہیں اُلجھا ہے' ابھی تک خاموشی سے کانگ ہو میں پڑا ہُوا ہے البتہ اس کا کاروبار بڑھتا جا رہا ہے اور یہ بات ذرا باعثِ تشویش ہے۔ مَیں نے ہانگ کانگ میں قیام بھی اسی لیے کیا ہے کہ یہاں کی زیرِ زمین مارکیٹ پر نگاہ رکھوں۔ مارلینو زیرِ زمین مارکیٹ پر قبضہ جمانے کی فکر میں ہے' ابھی تک اس نے کوئی بڑا مال تو نہیں منگوایا ہے لیکن چھوٹے مال کی خریداری وہ کر رہا ہے اور اکثر اس کے آدمیوں سے ہماری جھڑپیں ہو جاتی ہیں لیکن مَیں ابھی منظرِ عام پر نہیں آیا، بلکہ کچھ لوگوں کی پُشت پناہی کر رہا ہوں، جس وقت میں اُس کے سامنے آؤں گا تو ہمارے اور اُس کے درمیان آخری معرکہ ہو گا۔"

"اوہ خان... خان! یہ شخص، یہ کم بخت اپاہج دیہاتی میرے سینے پر سانپ کی مانند ہے۔"

"فکر مت کرو ڈاکٹر برٹیو! ہم اپنے معاملات سے نمٹ لیں، اس بعد اس چوہے کو ختم کر دینا اتنا مشکل نہ ہوگا۔"

"او۔ کے خان! پھر میں کوشش کر کے اُن لوگوں کو تمھارے ں روانہ کرتا ہوں۔"

"کیا کوشش کرو گے ڈاکٹر برٹیو؟" بادشاہ خان کی آواز اُبھری۔

"اس سلسلے میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا، نعمان خان سے ملاقات ں اتفاقیہ ہوئی تھی۔ میری بیٹی اس سے متاثر ہے اور شاید وہ بھی . . . ن ہم اسے بُنیاد نہیں بنائیں گے۔ میں کوئی نہ کوئی ترکیب استعمال کر ہ اسے وہاں روانہ کیے دیتا ہوں۔"

"شکریہ ڈاکٹر برٹیو!" دوسری طرف سے جواب ملا اور ڈاکٹر برٹیو نے ین کا ایک بٹن دبا دیا۔ تمام روشنیاں بُجھ گئی تھیں اور ڈاکٹر برٹیو کا چہرہ سکون نظر آ رہا تھا۔

★★

شیران کی فرمائش تھی جس پر مارلینو نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا رد مارلینو کے ہرکاروں نے پیش کش کی تھی کہ وہ شیران کے ساتھ بنکاک لیں۔ وہاں شیران کی رہائش کے لیے عمدہ بندوبست ہے۔ اس کے روہ کے افراد بنکاک ائرپورٹ پر اُسے ریسیو کریں گے لیکن شیران نے بات تسلیم نہیں کی تھی۔

"میں اپنے طور پر بنکاک دیکھوں گا۔ اس کے بعد جب ضرورت سوس کروں گا، اُن لوگوں سے مل لوں گا۔"

"لیکن بنکاک تمھارے لیے اجنبی ہے۔"

"تاؤنی میرے ساتھ رہے گا۔" شیران نے جواب دیا۔ مارلینو نے س بات پر کوئی تبصرہ ضروری نہیں سمجھا تھا اور شیران، تاؤنی کے ساتھ بنکاک روانہ ہو گیا۔

شیران خاموشی سے باہر کے ماحول پر نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔ بنکاک کے عظیم معبد، نہریں، دریا، سبزہ زار اور ننھے ننھے گھر کھلونوں کی مانند نظر آ رہے تھے۔ چند لمحوں کے بعد طیارہ ڈون لونگ ائرپورٹ پر اُتر گیا . . . ائرپورٹ کی عمارت پر "ویلکم ٹو بنکاک" لکھا نظر آ رہا تھا۔

"بنکاک ہمیں خوش آمدید کہتا ہے تاؤنی۔"

"ہاں . . . بنکاک ہر سیاح کو خوش آمدید کہتا ہے۔" تاؤنی نے پُرمسرت آواز میں کہا اور شیران کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ انھوں نے اپنے قیام کا بندوبست اورنیٹل ہوٹل میں کیا تھا . . . یہ ہوٹل دریائے چاؤپریہ سے بے حد قریب تھا۔ ہوٹل میں ٹھہرنے والے مسافر اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس دریا کا بخوبی نظارا کر سکتے تھے۔ جنوب کی طرف سمندر تھا، اُسے خلیج سیام کا نام دیا جاتا تھا۔ یہاں دن رات چھوٹے بڑے تجارتی جہاز، کشتیاں اور لانچیں اِدھر اُدھر حرکت کرتی نظر آتی تھیں۔ شیران کھڑکی کے نزدیک پہنچ گیا۔ کھڑکی کھول کر اس نے باہر نگاہیں جما دیں۔

شام اُتر آئی تھی۔ بجروں اور چھوٹے چھوٹے جہازوں پر روشنیاں جل اُٹھیں، جن کا عکس پانی میں نظر آ رہا تھا اور یہ منظر بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ شیران کافی دیر تک اس منظر میں کھویا رہا۔ نہ جانے، وہ کیا سوچ رہا تھا۔ تاؤنی بھی خاموشی سے کسی غیر مرئی شے پر نگاہ جمائے بیٹھا رہا پھر اس خاموشی کو ویٹر کی آمد نے ہی توڑا۔

"کھانا ہال میں کھائیں گے، سر! یا یہیں پیش کیا جائے؟"

"دو منٹ رکو، میں اپنے چیف سے معلوم کر لوں۔" تاؤنی بولا اور شیران کی طرف بڑھ گیا۔

"اس وقت یہیں کھائیں گے۔" شیران نے جواب دیا اور تاؤنی نے گردن ہلا دی۔

"میرے چیف کے لیے کھانا یہیں لے آؤ، میں ہال میں ہی کھاؤں گا۔" وہ بولا۔ شیران نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔

کھانا آ گیا لیکن اُسے دیکھ کر تاؤنی نے دانتوں تلے زبان دبا لی تھی۔ "او احمق . . . او بے وقوف، کیا چاہتا ہے تُو، کیا یہ کہ میرا چیف تجھے اُٹھا کر کھڑکی سے دوسری طرف پھینک دے۔ یہ کھانا ہے؟"

"پھر کیا لاؤں صاحب؟" ویٹر نے پوچھا۔

"دو چار ہاتھی بھون لاؤ۔ پہاڑی شیر کی غذا کے بارے میں تمھاری معلومات بہتر ہونی چاہئیں۔ جاؤ . . . چند روسٹ مُرغیاں لاؤ، تین چار سے کم نہ ہوں۔ بھُنی ہوئی کم از کم دو رانیں اور پھل وغیرہ۔ جلدی جاؤ، اُس کی نگاہ تم پر نہ پڑ جائے۔" تاؤنی نے کہا اور ویٹر جلدی سے باہر نکل گیا۔

شیران ہنسنے لگا تھا۔ "تُو جو کچھ کہہ رہا تھا، میں نے سُن لیا ہے۔ کیوں میرے بارے میں افواہ پھیلانا چاہتا ہے۔"

"افواہیں تو تمھارے بارے میں بہت سی پھیل گئی ہوں گی . . . چیف! اور اگر کھانا ڈائننگ ہال ہی میں کھا لیتے تو کل کے دن تمھیں دیکھنے کے لیے رش لگ جاتا۔ تمھاری شخصیت ایسی ہی دلکش ہے . . ." تاؤنی نے کہا۔

"تُو ان افواہوں میں اور اضافہ کرے گا۔"

"لُطف آئے گا چیف! یہی تو زندگی ہے۔ تم دیکھنا، لوگ تمھارے بارے میں کیا کیا افسانے تراشیں گے۔" تاؤنی نے دانت نکال کر کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد تین ویٹر اندر آ گئے۔ ایک سپر وائزر بھی ساتھ تھا۔ اس نے اپنی نگرانی میں کھانا لگوایا تھا۔ صرف کھانے کی مقدار سُن کر ہی وہ لوگ اس قدر مرعوب ہو گئے تھے۔

"جاؤ . . . تم بھی کھانا کھاؤ۔" شیران نے تاؤنی کو اجازت دے دی اور وہ باہر نکل گیا۔ شیران کھانے میں مصروف ہو گیا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر اس نے ایک کرسی کھڑکی کے قریب گھسیٹی اور بیٹھ گیا۔ کھڑکی کے دوسری جانب رات پھیلی ہوئی تھی لیکن ایک خوب صورت رات . . . پانی پر جھلملاتی روشنیوں میں، شیران کے تصورات نہ جانے کہاں کہاں پہنچ گئے۔

تراب زان . . . اس کے رہنے والے، وہ نام نہاد دوست، جو زندگی خطرے میں پا کر اُسے چھوڑ گئے تھے۔ شہابہ جو ایک بازاری عورت ہو کر بھی اس کی بیوی، اُس کے بچّوں کی ماں بننے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ بالآخر یہ خواہش ہی اُسے موت سے ہمکنار کر گئی۔ بوڑھا بادشاہ خان اور اُس کی درندگی . . .

شیران کی مُٹھیاں بھنچ گئیں۔ بادشاہ خان زندہ ہے۔ ہر چند کہ اُسے بھرپُور سزا مِلی تھی . . . بھُوری سنگلاخ چٹانوں نے اس کے غرور کو پاش پاش ہوتے دیکھا تھا۔ لوگوں نے تہمانہ میں، خود بادشاہ خان کے قبیلے میں اس کی عزت کو برہنہ دیکھا تھا لیکن اس کے بعد بادشاہ خان نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ پہاڑوں کو ہلا ڈالا تھا اُس نے۔ شیران پر زندگی کے تمام راستے بند کر دیئے تھے۔ اپنی دانست میں اُسے بڑی مشکلات سے گزرنا پڑا تھا۔ وہ نکل آیا تھا لیکن کیا بادشاہ خان کی کہانی ختم ہو گئی تھی . . . اُسے پہاڑوں سے، اپنے قبیلے سے ان لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی جن سے اُن پہاڑوں میں کسی نہ کسی طور اس کا تعلق رہ چکا تھا لیکن انتقام کی بات دوسری تھی۔ بادشاہ کا غرور ابھی باقی تھا۔ اُسے کچھ اور چُور چُور کرنا ضروری تھا لیکن ابھی اس کا مُناسب وقت نہیں آیا تھا۔ تقدیر نے اُسے ایک موقع فراہم کیا تھا۔ بادشاہ خان بھی مارلینو کے اُن دشمنوں میں سے ایک تھا جن کی موت کی ذمّے داری اس نے قبول کی تھی۔

"بادشاہ خان! ایک بار پھر تجھ سے ملاقات ہو گی۔ شاید بہت جلد، لیکن اس بار کہانیاں بدلی ہوئی ہوں گی۔ کافی دلچسپ کہانیاں جنم لیں گی، بادشاہ خان!" شیران کے ہونٹوں پر بڑی سفاک مُسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

دوسرے دن انھوں نے شہر میں آوارہ گردی کا پروگرام بنایا اور ایک گائڈ کے ہمراہ شہر میں گھومتے رہے اور شام ہی کو واپس ہوٹل میں آ گئے اُسے بنکاک کی ہر چیز انوکھی اور حیرت انگیز نظر آئی تھی۔

"کیسا لگا چیف! آپ کو بنکاک؟"

"بہت خوب صورت ہے۔"

"لیکن چیف! ابھی تو یہاں بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو تم نے نہیں دیکھی ہیں۔" تاؤنی بولا۔

"ہوں، دیکھ لیں گے۔ جلدی بھی کیا ہے۔" شیران نے جواب دیا۔

رات کو تاؤنی نے تجویز پیش کی کہ ڈائننگ ہال میں ہی ڈنر کیا جائے اور شیران بھی تیار ہو گیا۔

شیران کو بہر طور اپنے ہی لباس پسند تھے، حالانکہ اس کے سامان میں جدید ترین لباس بھی موجود تھے لیکن اس کے باوجود اُسے اپنے ہی لباسوں سے محبت تھی اور درحقیقت وہ اس لباس میں عام انسانوں سے منفرد نظر آتا تھا۔ دیکھنے والوں کی نگاہ ایک بار اگر اس پر پڑتی تو فوری طور پر نہیں ہٹ سکتی تھی۔ تاؤنی کو بھی اس کا یہی لباس پسند تھا چنانچہ اس وقت تاؤنی نے اُسے یہی لباس پہنایا۔ جس وقت وہ دونوں ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے تو ڈائننگ ہال میں کافی آوازیں اُبھر رہی تھیں، ٹرالیاں چل رہی تھیں . . . میزوں پر قہقہے اُبھر رہے تھے لیکن چند لمحات کے لیے سکوت سا طاری ہو گیا اور وہ ایک میز پر بیٹھ گئے۔

"ذرا ہال میں نگاہ دوڑاؤ چیف! حُسن ہی حُسن بکھرا ہوا ہے۔ آہ . . . بہت سی حسین نگاہیں تمھاری طرف نگراں ہیں۔"

"تاؤنی . . . ہوش و حواس قائم کرو۔" شیران نے کہا تو وہ فوراً خاموش ہو گیا۔

شیران خاموشی سے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ ہال میں بھانت بھانت کے لوگ موجود تھے، مقامی اور غیر مقامی۔ ہال کی آرائش بھی بہت عمدہ اور خاص طرز کی تھی۔ ایک گوشے میں آرکسٹرا موجود تھا لیکن سازندے ابھی تک خاموش تھے۔ شاید رقص کا وقت نہیں ہوا تھا ابھی۔ شراب اور دیگر مشروب ٹرالیوں میں اور بیروں کے ہاتھوں میں گردش کر رہے تھے۔

دفعتاً تاؤنی نے پہلو بدلا اور کراہتی ہوئی آواز میں بولا۔ "اب بھی کچھ نہ بولوں چیف!"

"کیا بات ہے؟"

"اسی طرف آ رہی ہے اور کافی خوب صورت . . . اُفوہ . . . درحقیقت تمھارے پائے کی ہے، چیف!" تاؤنی نے کہا اور اسی وقت ایک نسوانی آواز اُبھری۔

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

شیران نے گردن اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ مقامی نہیں تھی۔ کسی یورپی مُلک سے تعلق معلوم ہوتا تھا۔ قد پونے چھ فٹ سے کم نہیں تھا۔ بدن اُسی لحاظ سے توانا اور سڈول تھا۔

تاؤنی جلدی سے اُٹھ گیا اور گردن خم کر کے بولا۔ "ضرور تشریف رکھیے۔ میں آپ دونوں کا تعارف . . ." اس کی نگاہ شیران پر پڑی تو اچانک اس کی آواز بند ہو گئی اور پھر وہ جھینپے ہوئے انداز میں عورت کی طرف دیکھنے لگا تو عورت نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے پیچھے ہٹ جانے کے لیے کہا اور تاؤنی ہو ہو، ہو ہو کی آوازیں نکالتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ لڑکی یا عورت کی لرزتی اُنگلیوں میں سُنہرا پائپ دبا ہوا تھا جس کے سرے پر لگی ہوئی

پتلی سی سگریٹ کا سرا سُلگ رہا تھا اور اس سے خوشبودار دُھویں کی پتلی سی لکیر اُبھر رہی تھی۔ ایک ویٹر نے جلدی سے شیشے کی خوب صورت ایش ٹرے لاکر اس کے سامنے رکھ دی۔

شیران خاموش نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ عورت کے بے حد پُرکشش، گہرے سُرخ ہونٹ مُسکرائے اور اس نے کہا: "میرا نام اینڈرا گاڈچی ہے۔"

شیران اب بھی خاموش نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"انگریزی نہیں سمجھتے؟" وہ کسی قدر بے چینی سے بولی: "اس طرح تو تمھارے اس مقامی بندر کی موجودگی ضروری ہو جاتی ہے۔" اس نے گردن گھمائی تو شیران نے مقامی زبان میں کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف تمھاری آمد کے مقصد پر غور کررہا ہوں۔"

"اوہ مائی گاڈ۔ تم مقامی زبان بول سکتے ہو اور انگریزی بھی سمجھتے ہو۔ پھر اس قدر خاموش کیوں تھے؟"

"مَیں نے بتایا نا کہ تمھاری آمد پر غور کررہا تھا۔"

"یہ اس قدر اہم بات نہیں ہے۔ پردیس میں لوگ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرکے دوست بننے کی کوشش کرتے ہی ہیں۔ مَیں بھی اُسی جذبے کے تحت آپ کے پاس آئی ہوں۔"

"آپ پردیسی ہیں۔ کہاں سے تعلق رکھتی ہیں؟" شیران نے پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک سُرخ سی چمک پیدا ہوگئی تھی۔

"نہیں... مَیں تو پردیسی نہیں ہوں۔ یہاں سے تیرہ سو میل دور ہانگ کانگ میں رہتی ہوں اور کاروباری سلسلے میں بنکاک آتی رہتی ہوں۔ ویسے میں تمھیں کس نام سے پُکاروں؟"

"میرے نام سے تمھیں کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔ ویسے میرا نام شیران خان ہے۔" شیران بولا اور وہ ہنس پڑی۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ مجھے صرف تم سے دلچسپی ہے۔ ایسی شاندار شخصیت کے مالک ہو کہ لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن گئے ہو۔ رقص کرو گے میرے ساتھ؟"

"دو اجنبی اگر ایک دوسرے سے تعاون حاصل کرتے ہیں تو یہ ضروری نہیں ہے کہ چند لمحات میں اس قدر بے تکلف بھی ہوجائیں... ویسے مجھے ناچتے ہُوئے مرد پسند نہیں ہیں۔ دل چاہتا ہے، لات مار کر ان کی لچکتی ہُوئی کمر توڑ دوں۔" شیران نے خشک لہجے میں کہا اور وہ ہنسنے لگی۔

"کس کمرے میں مقیم ہو؟"

"میرے ساتھی کو معلوم ہے۔ میں ان چکروں میں نہیں پڑتا۔" شیران نے جواب دیا۔

"بے حد دلچسپ، بہت انوکھے... یہ تو بتادو، بنکاک میں کب تک قیام کروگے؟"

"طویل عرصہ... کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے، ابھی تک۔" شیران نے جواب دیا۔

"بہرحال، مَیں نے اپنا تعارف کرادیا ہے، اینڈرا گاڈچی۔ ایکس پارٹ میں آؤ تو اینڈرا سے ضرور ملاقات کرنا۔" اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ میز سے کچھ دور جاکر اس نے پلٹ کر دیکھا اور شیران کو متوجہ نہ پاکر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

تاؤنی اس دوران ایک دوسری میز کی طرف بڑھ گیا تھا... اور سامنے بیٹھی دو لڑکیوں سے خوش گپیاں کررہا تھا۔ دونوں لڑکیوں نے ہی اسے شیران کی طرف متوجہ کیا تھا۔

"ارے، وہ... وہ کہاں گئی؟" وہ چونک کر بولا اور پھر تیزی سے شیران کے پاس پہنچ گیا۔

"چیف! تمھیں تو لڑکیوں سے دلچسپی ہی نہیں ہے، مَیں نے اتنے دن سے تمھیں دیکھا ہے، تم لڑکیوں سے شوخیاں شرارتیں ضرور کرلیتے ہو۔ میرا خیال ہے، ان میں سے کسی کو تمھارے قُرب کی سعادت حاصل نہیں ہُوئی۔" تاؤنی نے کہا۔

"زیادہ خوشامدی مت بنا کرو۔" شیران نے کہا۔

"خوشامد کی بات نہیں ہے، چیف! سچ کہہ رہا ہوں۔ بالآخر تم نے مجھے اتنی حیثیت دی ہے۔ دوست بنایا ہے تو یہ کہنے کا حق بھی نہیں رکھتا؟"

"یہ لڑکیاں اس قابل نہیں ہیں کہ انھیں میرا قُرب حاصل ہو۔ مجھ میں اور ان میں بہت فرق ہے۔" شیران نے پُرغرور انداز میں کہا اور اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

دوسرے دن پھر سیر و تفریح کا فیصلہ کیا گیا۔ تاؤنی کی خواہش تھی کہ اگر بنکاک کی حسین آبی سڑکوں پر کوئی لڑکی ساتھ ہو تو سیر کا لُطف دوبالا ہوجائے گا لیکن شیران نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اس نے کہا کہ اگر تاؤنی چاہے تو خود اس سے علٰحدہ ہوسکتا ہے اور اس کے بعد اس کا جو دل چاہے، کرتا پھرے۔ وہ اعتراض نہیں کرے گا لیکن تاؤنی نے یہ بات بھی منظور نہیں کی تھی۔ دوپہر تک وہ مختلف علاقوں میں گھومتے رہے۔ دوپہر کو ایک آبی ریستوران میں کھانا کھایا اور پھر شام کی تفریحات کے لیے تیار ہوگئے۔ شام کو تاؤنی کو وہی دونوں لڑکیاں جن اور موشی نظر گئیں اور وہ بے قابو ہوگیا چنانچہ شیران نے اُسے تفریح کرنے کی اجازت دے دی اور خود تنہا ہی ہوٹل سے نکل آیا، حالانکہ بنکاک میں مارلینو

بے شمار آدمی موجود تھے، جو شیران کو اپنے سربراہ کی حیثیت سے خوش آمدید کہنے کے لیے بے چین ہوں گے لیکن اس نے مارلینو سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ ابتدا میں اپنے طور پر بنکاک کی سیر کرے گا اور اس کے بعد کسی مُناسب وقت پر ان لوگوں سے ملاقات کرے گا۔

کافی دیر تک وہ گھومتا رہا پھر ایک خوب صورت مقام پر وہ شام کے سُورج کو دیکھ رہا تھا کہ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک ہلکا سا نازک سا بوجھ اس کے شانوں پر آگیا تھا۔ شیران نے پلٹ کر دیکھا اور دُھویں کا ایک مرغولہ اس کے چہرے سے ٹکراگیا۔ شیران کے جبڑوں کے مسلز اُبھر آئے۔ دُھواں صاف ہونے پر اُس نے اینڈرا گاڈچی کو دیکھا۔ سیاہ رنگ کے چُست لباس میں ملبوس، اُنگلیوں میں سگریٹ پائپ دبائے مُسکرا رہی تھی۔

"میری تلاش میں آئے تھے؟" اس نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔ شیران خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا: "بولوگے نہیں؟"

"تم مجھے پاگل معلوم ہوتی ہو۔" شیران نے آہستہ سے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"جنگلی چیتے، مجھے بہت پسند ہیں۔ آؤ میرے مہمان بنو۔ یہ ایکس پارٹ کا علاقہ ہے، پورے کا پُورا میرا ہے۔"

"بھاگ جاؤ... میں اتفاق سے اس طرف آنکلا ہوں۔" اس نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔

"مَیں نے تمھیں مہمان بننے کی دعوت دی ہے۔" اینڈرا نے کہا۔

"مَیں تمھیں اس قابل نہیں سمجھتا۔" شیران وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

"ایکس پارٹ بہت خراب علاقہ ہے۔ یہاں آتے ہُوئے لوگ خوف زدہ رہتے ہیں، جنگلی شہزادے! تمھیں یہاں کے بارے میں معلومات نہیں ہیں شاید...؟" اس نے کہا۔

"ہاں... مَیں بنکاک میں اجنبی ہوں۔"

"اسی لیے تو تمھاری اُلٹی سیدھی باتیں بھی بُری نہیں لگ رہیں۔ آؤ... آجاؤ، کچھ وقت میرے ساتھ گزارو۔ ممکن ہو سکے تو..." اینڈرا گاڈچی نے آگے بڑھ کر شیران کا بازو پکڑلیا اور شیران نے آہستہ سے اُس کی کلائی پر ہاتھ ڈال کر اپنا بازو چھُڑالیا۔

"خاتون! مَیں کسی کو اپنا بدن چھُونے کی اجازت نہیں دیتا۔ بہتر ہے کہ آپ یہاں سے واپس جائیں۔ مَیں آپ کا مہمان نہیں بننا چاہتا۔" شیران نے سرد لہجے میں کہا۔

"تو پھر تم اپنے قدموں سے اس علاقے سے واپس نہیں جاسکو گے۔" اینڈرا گاڈچی نے بدستور مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"اوہ، تو یہ مسئلہ ہے۔" شیران نے ہونٹ سُکیڑے پھر بولا: "یہاں آپ کا کوئی ٹھکانہ تو ہوگا؟"

"ہاں، کیوں نہیں، وہ سامنے جو تمھیں ایکس بار نظر آرہا ہے۔ وہ میری ملکیت ہے۔ آؤ، ضد چھوڑو۔" اینڈرا نے کہا۔

شیران نے گردن ہلادی۔ وہ اب اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ اینڈرا نے مُسکراتے ہُوئے شانے ہلائے اور بولی۔

"یہی ذہانت کی بات ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ تم پہاڑی باشندے ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہو۔ آؤ... مجھے دوست بناکر تم بنکاک میں خسارے میں نہ رہوگے۔"

شیران خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اُس کے خوب صُورت بار میں پہنچ گئے۔ سامنے ہی ایک بہت عالیشان کاؤنٹر بنا ہُوا تھا، جس میں نیچے سے اوپر تک بوتلیں بڑے خوب صورت انداز میں چنی ہُوئی تھیں۔ اس وقت یہاں زیادہ رش نہیں تھا لیکن غالباً تھوڑی دیر کے بعد پینے پلانے کے شوقین یہاں آنے والے تھے کیوں کہ ویٹر وغیرہ ان کے لیے کرسیاں صاف کررہے تھے، البتہ چند میزیں اب بھی بھری ہُوئی تھیں۔ اینڈرا کو دیکھ کر وہاں موجود بیرے مستعد ہوگئے۔ شیران نے دروازے میں قدم رکھا اور اندر کے ماحول پر نگاہ دوڑانے لگا۔ اینڈرا بے پروائی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

"تو تم اس بار کی مالک ہو۔" شیران نے خفیف سی مُسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں۔ کیسا ہے؟" اینڈرا نے پوچھا۔

"بہت خوب صورت۔ نہایت قیمتی اشیا سے سنوارا ہے تم نے اسے۔" شیران نے چاروں طرف دیکھتے ہُوئے کہا: "مگر تم نے ایک بات کہی تھی کہ اگر مَیں تمھارا مہمان نہ بنا تو اپنے قدموں سے اس علاقے سے باہر نہیں جاسکوں گا۔" شیران بولا۔

"ہاں۔ بس مجبوری ہوتی ہے، لوگوں کے لیے۔ علاقے کے سارے لوگ مجھے چاہتے ہیں اور میرے دُشمنوں کو برداشت نہیں کرپاتے۔"

"اوہ، اچھا۔" شیران ہنسنے لگا پھر اس نے پلٹ کر دروازہ بند کردیا۔ اینڈرا نے چونک کر اُسے دیکھا اور تعجب سے بولی۔

"یہ کیوں؟"

"بس تم نے تفریحی مُوڈ بنالیا ہے۔ میں بھی کچھ اسی قسم کا آدمی ہوں۔" شیران نے کہا اور چند قدم آگے بڑھ گیا۔ اس نے ایک کُرسی اُٹھائی اور پُوری قوت سے چھت میں لٹکے ہُوئے اُس فانوس پر دے ماری جو بے حد قیمتی تھا۔ فانوس ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اینڈرا ایک گوشے کی طرف کھسک گئی تھی۔ شیران نے دوسری کرسی اُٹھائی اور کاؤنٹر پر دے ماری... بوتلیں ٹوٹیں، ایک الماری نیچے آگری۔ بارٹینڈر کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل بھاگا...

بیرے ایک جگہ جمع ہوگئے۔ وہ سب بار بار اینڈرا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لیکن اینڈرا خاموش کھڑی تھی۔

شیران نے مزید کُرسیاں اُٹھا کر سارے کاؤنٹر کو کباڑ خانہ بنا دیا... جو لوگ بار میں بیٹھے پی رہے تھے، وہ بھی خوف زدہ انداز میں ایک کونے میں کھڑے اس بپھرے سانڈ کو دیکھ رہے تھے۔ اگر دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ یقیناً نکل بھاگتے۔ کُرسیاں اُچھلتی رہیں۔ تمام شیشے چکنا چُور ہوگئے تھے شراب بُری طرح بہہ رہی تھی۔ تب شیران آگے بڑھا اور ایک گاہک کے ہاتھ سے ماچس چھین لی۔ اس کا ارادہ بھانپ کر اینڈرا آگے بڑھی اور اس کے سامنے پہنچ گئی۔

"اور اب تم اس بار کو آگ لگاؤ گے، کیوں؟" اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ہاں، مَیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس علاقے سے اپنے قدموں سے باہر نکل سکتا ہوں یا نہیں۔"

"نہیں جا سکو گے۔ یہ میرا دعوا ہے۔" اینڈرا نے کہا اور شیران نے ماچس چھین لی لیکن دوسرے ہی لمحے اینڈرا نے آگے بڑھ کر ایک لات اس کے ماچس والے ہاتھ پر ماری اور ماچس اُچھل کر دُور جا پڑی۔ شیران کی آنکھوں میں خون کی سُرخی چھا گئی تھی۔ اسی وقت عقب سے کئی بیرے اس پر ٹوٹ پڑے اور ایک خوف ناک ہنگامہ شروع ہوگیا۔ بار میں موجود لوگوں کو باہر نکلنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ پھُرتی سے دروازے کی طرف لپکے اور دروازہ کھول کر چیختے ہُوئے باہر بھاگ گئے۔ ایک لمحے کے لیے تو شیران پر بیروں کا غلبہ رہا لیکن دوسرے لمحے اس نے ایک لمبی چوڑی میز اُٹھا کر اُن پر دے ماری اور اس کے بعد بیرے چیخ چیخ کر گرتے رہے۔ ابھی تک کسی آتشیں ہتھیار کا استعمال نہیں ہُوا تھا۔ اینڈرا بُری طرح بپھری ہُوئی نظر آ رہی تھی۔

"ہاتھ پاؤں توڑ دو، مَرنے نہ پائے۔ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے نہ پائے ورنہ تم سب کو زندہ جلا دوں گی۔" وہ خونخوار شیرنی کی طرح چیخ رہی تھی اور بیرے حتی الامکان کوشش کر رہے تھے کہ شیران پر قابو پالیں۔ ان کی تعداد نو دس سے کم نہ ہوگی لیکن شیران ان پر بلاشبہ بھاری پڑ رہا تھا حالانکہ اس کی جیب میں بھی پستول موجود تھا لیکن ابھی تک اس نے پستول کا استعمال نہیں کیا تھا۔ شاید اس کا موقع ہی نہ ملا تھا اور پھر جب ایک بار اُسے موقع ملا تو اس نے پستول نکال لیا۔ نہ صرف پستول نکال لیا بلکہ چند فائر بھی کر دیئے۔ اس کے بعد ان کی ہمت نہیں تھی کہ اس کے سامنے ٹکتے۔ اینڈرا ابھی متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے کھڑی تھی، بیرے جن کے سینوں میں گولیاں لگی تھیں، زمین پر تڑپ رہے تھے۔ چند لمحوں بعد وہ سَرد ہوگئے۔ اینڈرا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ تب شیران پستول کا رُخ اس کی جانب کیے ہُوئے آگے بڑھا اور اس نے وہ ماچس اُٹھالی جو زمین پر گر پڑی تھی۔ اینڈرا خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ شیران نے ماچس کی تیلی جلائی اور بہتی ہُوئی شراب پر اُچھال دی۔ شراب نے ایک دم آگ پکڑ لی تھی۔

"او۔ کے ڈارلنگ! مَیں اپنے قدموں ہی سے واپس جا رہا ہوں تمھارے علاقے سے۔" اس نے مُسکراتے ہُوئے کہا اور دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

ہال میں آگ پھیلتی جا رہی تھی لیکن اینڈرا آگ کی پروا کیے بغیر ایک طرف دوڑ پڑی۔ اس نے ہال کے ایک اندرونی دروازے کو کھولا اور ایک راہداری میں مُڑ گئی۔

دوسری طرف شیران جلتی ہُوئی عمارت کے بڑے دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس علاقے میں اینڈرا گاڈ کا کتنا اثر رسوخ ہے۔ تاہم بنکاک اس کے لیے اجنبی جگہ تھی اور ابھی وہ یہاں زیادہ ہنگاموں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ تیز رفتاری سے سڑک کی طرف چل پڑا۔ اس کی نگاہیں قرب و جوار میں کسی سواری کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں لیکن اتفاق کی بات تھی کہ کوئی ٹیکسی وغیرہ نظر نہیں آئی اور وہ پیدل ہی آگے بڑھتا رہا پھر سڑک ایک موڑ پر گھومی تھی کہ دفعتاً اسے چند افراد نظر آئے جو ہاتھوں میں لمبے لمبے ڈنڈے لیے ڈھیلے ڈھالے لباس پہنے غالباً اسی کے منتظر تھے، اُن کے چہروں پر عجیب سے تاثرات تھے۔ انھوں نے حلق سے طرح طرح کی آوازیں نکالیں اور شیران کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وہ اس کے گرد چکّر لگا رہے تھے اور بار بار پینترے بدل رہے تھے۔

شیران عجیب سے انداز میں انھیں دیکھتا رہا پھر دوسرے لمحے اس نے پستول نکال کر ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ دو آدمی ڈھیر ہو گئے اور شیران کو نکل بھاگنے کا موقع مل گیا۔ وہ لوگ تو شاید اس بات کے متوقع ہوں گے کہ ان سے ان کے ہی انداز میں مقابلہ کیا جائے گا لیکن شیران احمق نہیں تھا۔ اس کی فطرت میں یہ بات تھی کہ جس وقت جو دل چاہے کر بیٹھو۔ غالباً ان دونوں کو بھی گولیاں نازک مقامات پر لگی تھیں لیکن اُسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ بنکاک میں داخل ہوتے ہی اس کے ہاتھوں سے چار خون ہو چکے ہیں۔ وہ اُن لوگوں کے نرغے سے نکل کر برق رفتاری سے دوڑنے لگا۔ چیختے چنگھاڑتے لوگ اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور خاصا ہنگامہ ہوگیا تھا لیکن شیران اس سڑک سے بھی نکل آیا اور اس کے بعد وہ ایک دوسری سڑک کے چوراہے پر پہنچ گیا۔ یہاں سے چار سڑکیں جاتی تھیں۔ سامنے ہی سے ایک بس نظر آ رہی تھی جو تیز رفتاری سے اسی طرف آ رہی تھی۔ شیران نے اُسے ہاتھ دیا۔ دوڑنے والے ابھی

...انی پیچھے تھے۔ بس اس کے اشارے سے نہیں رُکی لیکن اُس کے پیچھے ...ک ٹیکسی نظر آئی اور شیران ٹیکسی کا دروازہ کھول کر اُس میں داخل ہوگیا ...یوں کہ ٹیکسی کی رفتار تیز ہوگئی تھی۔

"چلتے رہو..." اس نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن ہلا دی... ...امی آدمی تھا، اس نے یہ بھی پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ پیچھے ...اگنے والے اور ہنگامہ کرنے والے کون لوگ ہیں۔ بس شیران کے ...ارے پر برق رفتاری سے ٹیکسی آگے بڑھتی رہی تھی تھوڑی دیر بعد ...ران وہاں سے کافی دور نکل آیا۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ اب اس کا ...اقب کرنے والے کسی طور اُسے نہ پا سکیں گے تو اس نے اپنا لباس ...ست کیا۔ بڑے بالوں والی ٹوپی سر پر جمائی اور پھر پُرسکون ہو کر بیٹھ ...ایک بھرے پُرے بازار میں اس نے ٹیکسی رُکوا لی۔ نیچے اُتر کر اس ...ٹیکسی والے کو بل ادا کیا اور بڑے اطمینان سے ایک جانب بڑھ گیا۔ دو ...گلیوں میں چکرانے کے بعد اس نے ایک ٹیکسی روکی اور اس کا دروازہ ...ل کر بیٹھ گیا۔ اب وہ ہوٹل اورنیٹل جانا چاہتا تھا لیکن اسے فوراً ہی ...آگئی۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اینڈرا گاڈ کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں، ممکن ...اس نے ہوٹل اورنیٹل میں شیران کے استقبال کا بندوبست کر رکھا ...چنانچہ سیدھے اورنیٹل چلے جانا عقل مندی کی بات نہیں تھی۔ اورنیٹل ...ل فون نمبر اُسے معلوم تھا۔ وہ چند لمحات سوچتا رہا پھر اُس نے ایک ...ون بوتھ کے سامنے پہنچ کر ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ایک منٹ، پلیز۔ مَیں ایک فون کروں گا۔"

"یس سر..." ڈرائیور نے گردن ہلا دی اور ٹیکسی کو ایک طرف کھڑا ...شیران نیچے اُتر آیا تھا۔ اس کی جیب میں سکّے موجود نہیں تھے۔ ایک ...ٹ دے کر اس نے ڈرائیور سے سکّے مانگے اور ڈرائیور نے جلدی ...سکّے اس کے ہاتھ میں تھما دیے۔ شیران نے اورنیٹل ہوٹل فون ...پھر اس نے اپنے کمرے کا نمبر مانگا۔ نمبر اُسے مل گیا۔ دوسری طرف ...تاڈنی کی تھی۔

"او... تاڈنی؟"

"کون... چیف آپ بول رہے ہیں؟"

"ہاں... تاڈنی! فوراً ہوٹل اورنیٹل سے باہر نکل آؤ، جس قدر جلد ...ہو سکے۔ سامان بھی باہر نکال لو وہاں سے۔ وہ کمرہ اب ہمارے لیے ...ہ ہوگیا ہے۔"

"ایں..." تاڈنی متحیرانہ انداز میں بولا۔

"کون ہے ڈارلنگ! کیا بات ہے؟" ایک نسوانی آواز سُنائی دی ...ران ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ گویا تاڈنی کی دوست اب کمرے ...ں پہنچ چکی ہے۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"ہیلو چیف! ہیلو... ہیلو، آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟" تاڈنی نے سوال کیا۔

"جو کچھ مَیں نے کہا ہے، تاڈنی! اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو اس کے ذمّے دار تم خود ہو گے۔"

"دیکھو چیف! دراصل اس وقت مَیں..." تاڈنی نے کچھ کہنا چاہا لیکن شیران نے فون بند کر دیا تھا۔ تاڈنی کی اس افہام و تفہیم سے وہ جھلا گیا تھا۔ "جہنم میں جائے، اگر اینڈرا نے کوئی کارروائی شروع کی تو خود ہی بھگتنا پڑے گا اُسے۔" اس نے سوچا اور ٹیلی فون بند کر کے دوبارہ ٹیکسی میں آبیٹھا۔

"اب کہاں چلوں جناب؟" ٹیکسی ڈرائیور نے پُوچھا۔

"کسی عمدہ سے نائٹ کلب..." شیران نے جواب دیا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن ہلا دی۔

ویسے شیران محسوس کر رہا تھا کہ اینڈرا سے جھگڑا کرنے کے بعد بنکاک میں حالات کچھ دلچسپ ہو گئے ہیں لیکن کوئی نہ کوئی ٹھکانہ بنا لینا ضروری تھا اور اس کے لیے اسے کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ یہاں اسے ان جگہوں کے نام معلوم تھے، جہاں مارلینو کے اپنے آدمی موجود تھے۔ بہرصورت، اگر صورتِ حال خراب سے خراب تر ہوگئی تو پھر انھی جگہوں کا سہارا لیا جائے گا کیوں کہ اس کے بعد تو ایک مصروف زندگی گزارنا ہی ہوگی۔ اس نے سوچا۔ ٹیکسی سڑکوں پر دوڑتی رہی... شام کی دھندلاہٹیں اب تاریکی کی شکل اختیار کرنے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک خوب صورت سے نائٹ کلب کے سامنے ٹیکسی رُک گئی۔ ڈرائیور نے مُسکراتے ہُوئے اسے نائٹ کلب کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ شیران نے اُسے کچھ رقم ادا کی اور اُتر کر اندر داخل ہوگیا۔

درحقیقت کلب واقعی خوب صورت تھا۔ شیران کو وہاں بھی ایسی ہی نگاہوں سے دیکھا گیا۔ اس کی وجہ اس کا لباس نہیں بلکہ قد و قامت اور شکل و صورت بھی تھی۔ آنکھوں میں زیادہ تر تعریفی تاثرات نظر آتے تھے۔ بہرطور شیران ان تمام باتوں سے بے پروا ایک ویٹر کی رہنمائی میں ایک میز پر پہنچ گیا۔ بیٹھنے کے بعد اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ مقامی اور غیر مقامی لوگوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ سب تفریحات میں مشغول تھے۔ بے حجاب لڑکیاں ہال میں گردش کر رہی تھیں۔ وہ دلچسپ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ ایک ویٹر اس کے پاس پہنچا تو اس نے مشروب کا آرڈر دے دیا۔ اسٹیج پر روشنیاں جھلملا رہی تھیں پھر اس پر چند رقاص لڑکیاں نظر آئیں اور رقص کرنے لگیں۔

"اکیلے ہو؟" ایک نسوانی آواز اُبھری اور شیران چونک کر اس طرف دیکھنے لگا پھر اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش اُبھر آئے۔ لڑکی نوجوان

تھی لیکن کافی بدشکل... ایک سمت کا چہرہ جلا جلا لگتا تھا۔ بال بہت لمبے تھے۔ بدن بھی دُبلا پتلا لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی کیفیت بےحد عجیب تھی۔ بس یوں لگتا تھا جیسے ابھی رو پڑے گی۔ نہ جانے کیوں شیران کو وہ دلچسپ محسوس ہوئی۔ سوال انگلش میں کیا گیا تھا، اس نے بھی انگلش میں جواب دیا۔

"ہاں..."

"تنہائی بُری نہیں لگ رہی؟" وہ دوبارہ بولی، البتہ اس دوران اس نے بیٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی جیسے متوقع ہو کہ بس اَب ڈانٹ کر بھگا دیا جائے گا۔

"لگ رہی ہے۔" شیران نے مسکرا کر کہا۔

"میں کمپنی دے سکتی ہوں؟"

"شکریہ، بیٹھو..." شیران نے نرم لہجے میں کہا اور وہ ایک لمحے کے لیے سکتے کے سے عالم میں رہ گئی پھر اس نے مضطربانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا اور پھر پریشان سی بیٹھ گئی۔

"میرا نام شیران ہے۔"

"میں سولنی ہوں۔ رتیم سولنی۔"

"بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔" شیران بولا اور وہ نروس نظر آنے لگی۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست تھیں اور بدن میں ہلکی سی لرزش نمایاں تھی۔

"کیا منگاؤں تمہارے لیے؟" شیران نے پوچھا۔ وہ کچھ نہ بول سکی۔ شیران نے اس کے لیے ہلکی شراب طلب کر لی تھی۔ لڑکی اَب بھی اسی کیفیت کا شکار تھی۔

"پریشان کیوں ہو؟" شیران نے پوچھا۔

"نہیں... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کیا تم نے مجھے سنجیدگی سے اپنے ساتھ بیٹھنے کی دعوت دی ہے؟" اس نے کہا۔

"تم سنجیدگی سے یہاں آئی ہو؟"

"نہیں..." اس نے جواب دیا اور شیران چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟"

"میں اکثر اپنے ساتھ ایسے مذاق کرتی رہتی ہوں۔ یہاں پورے ہال میں موجود مجھ جیسی لڑکیاں تمہارے بارے میں عجیب عجیب خیالات کی شکار ہیں۔ ان میں سے کسی نے تمہارے پاس آنے کی جرأت نہیں کی، میں نے کر ڈالی۔ حالانکہ میں جانتی تھی کہ تم مجھے نفرت سے بھگا دو گے لیکن میں ان جیسی خوب صورت نہ سہی، باہمت ضرور ہوں اور اس وقت بھی میں نے اپنی یہ کوالٹی قائم رکھی لیکن..."

ویٹر نے نیا آرڈر سَرو کر دیا اور شیران نے اُسے اشارہ کیا۔ لڑکی نے شراب کے برتن اپنی طرف سرکائے تھے۔

"کب سے اس پیشے سے منسلک ہو؟"

"تین سال ہو گئے۔"

"ہوں... اگر میں تمہارے ہاں ایک رات گزارنا چاہوں تو" شیران نے سوال کیا اور لڑکی کی روئی روئی آنکھیں جیسے چُپ ... ایک لمحے کے لیے اس پر سکوت طاری رہا پھر اس نے بھاری لہجے ...

"مذاق تو نہیں کر رہے؟"

"نہیں... مذاق کی اس میں کیا بات ہے؟ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ پانی پر رہنے والے مکانات کیسے ہوتے ہیں؟"

"تو میں تمہیں اپنے جھونپڑے میں خوش آمدید کہوں گی۔" اس ... کسی قدر پُرمسرت انداز میں کہا۔

جھونپڑے میں، پانی پر رات گزارنے کا تصور اس کے لیے دلک... تھا اور اب وہ اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تاؤنی بھی اس کے ذ... سے نکل چکا تھا۔ ویسے بھی اورینٹل ہوٹل کی فضا اس کے لیے مخدو... چکی تھی اور وہاں جانا اَب مناسب نہیں تھا۔ کم از کم شیران اتنا اح... نہیں تھا کہ اندھے اقدامات کرتا رہتا۔ تاؤنی کو اس نے آگاہ کر دیا ... اس کے بعد تاؤنی نے اس کی بات مانی یا نہ مانی یہ اس کی اپنی مرضی ... کسی مصیبت میں پھنستا تو خود ہی اُس سے نکلنے کی کوشش بھی کر... گا۔ شیران کو اس کی زیادہ پروا نہیں تھی۔ اگر تاؤنی اس کا ساتھ نہ ... پاتا تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا۔ بہرصورت کافی دیر تک وہ ... ساتھ بیٹھا رہا اور پھر سولنی کے ہمراہ باہر آگیا۔

سولنی نے ایک دُور دراز کی سمت اختیار کی تھی۔ شیرا... کے ساتھ چلتا رہا۔ تھوڑی دُور چلنے کے بعد اس نے پوچھا۔

"اس طرف کہاں جا رہی ہو سولنی؟"

"وہاں میرا گنڈولا موجود ہوگا۔" اُس نے کہا۔

"تو اُس کنارے پر کیوں موجود ہوگا؟" شیران نے سوال کیا۔

"میری ماں رات کو اُس وقت تک میرا انتظار کرتی رہتی ... تک میں اپنے ساتھی سے فارغ ہو کر نہ پہنچ جاؤں۔ کبھی یوں بھی ... کہ میں ساتھی کو لے کر اپنے گنڈولے پر ہی آجاتی ہوں۔ چنانچہ رات اس کنارے پر گزارتے ہیں۔" سولنی نے جواب دیا۔

"اور دِن...؟" شیران نے پوچھا۔

"دِن کو ہم اپنی بستی میں واپس چلے جاتے ہیں۔"

"بستی میں؟"

"ہاں... آبی بستی میں، جو شاید تم نے دیکھی ہو۔" سو... جواب دیا۔

"ہوں...؟" شیران نے کہا۔ چند لمحات کے بعد وہ ایک گنڈولے ...ے نزدیک پہنچ گئے جس میں شاید مٹی کا چراغ جل رہا تھا۔ چراغ کی ...ھندلی چھاؤں میں کوئی منظر واضح نہیں تھا۔ خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔

شیران خاموش لیٹا رہا۔ گنڈولے میں کبھی کبھی ہچکولے لگتے تھے۔ ...ں میں گھنٹیاں سی بجنے لگتی تھیں۔ سولنی اس کے پیروں کے پاس سر رکھ ...ر لیٹ گئی تھی۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر وہ سو گیا۔ دفعتاً گنڈولے ...بھونچال آگیا۔ باہر بچوں کے چیخنے کی آواز سُنائی دی تھی پھر عورت نے ...ا تھا: "کون ہے؟"

"بکومت... خاموش رہو۔" مقامی زبان میں غراہٹ اُبھری۔

...یران کی آنکھ اس ہچکولے سے ہی کُھل گئی تھی جو گنڈولے کو لگا تھا پھر ...ی نے جھونپڑے کا پردہ ہٹایا اور روشنی کا طوفان اندر داخل ہو گیا۔ ایک ...ی اور طاقت ور ٹارچ تھی، جس نے ایک لمحے کے لیے شیران کی آنکھیں ...کر دیں لیکن آنکھیں بند کرتے کرتے بھی شیران ایک چوڑے کھانڈے ...چمک دیکھ چکا تھا جسے بلند کیا گیا تھا لیکن جھونپڑے کی چھت اس کے ...رہونے کے آڑے آئی تھی۔ شیران برق رفتاری سے اپنی جگہ سے سرکا۔ ...پڑا اتنا تنگ تھا کہ کسی جدوجہد کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ شیران پیچھے ...کی بجائے آگے سرکا تھا اس طرح وہ حملہ آور کی ٹانگوں کو اُلجھانے میں ...یاب ہو گیا۔ حملہ آور نے گرنے سے بچنے کے لیے سہارا لیا تو ٹارچ اس ...اتھ سے گر گئی لیکن اس نے زمین پر ہاتھ ٹکا کر نہایت پھرتی سے کھانڈے ...یا دیا۔ بدقسمتی یہی تھی کہ گنجائش نہ تھی۔ کھانڈا جھونپڑے کی دیوار کو ...گیا اور شیران تک نہ پہنچ سکا۔ جب کہ حملہ آور اَب گری ہوئی ٹارچ ...ں میں تھا اور شیران نے اُسے دیکھ لیا تھا۔ وہ درمیانے قدوقامت ...مقامی نوجوان تھا۔ نچلے بدن پر چُست پتلون تھی اور اوپری بدن ...ا جس پر تیل یا چربی ملی ہوئی تھی۔ بدن بہت عمدہ کسرتی تھا جس ...یاں تڑپ رہی تھیں۔ حملہ آور نے محسوس کر لیا کہ صورتِ حال ...کے حق میں نہیں رہی ہے کیوں کہ جھونپڑے کی تنگی آڑے آ ...ہے۔ اگر پہلا ہی وار کارگر ہو جاتا تو دوسری بات تھی لیکن باقاعدہ ...ہاں ممکن نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے چال چلی اور اپنی جگہ سے ...بھاگا۔ شاید اس کا مقصد یہی تھا کہ شیران اس کا تعاقب کرتے ...خشکی پر آجائے اور اس کے بعد وہ اطمینان سے اپنے شکار سے ...لے۔

...ہوا بھی یہی... جونہی اس نے کنارے کی طرف چھلانگ لگائی۔ ...اس کے پیچھے لپکا۔ حملہ آور پہلے ایک اور گنڈولے پر کُودا اور پھر ...ے کنارے پر... دوسرے گنڈولے پر دو مصروف انسان حیران د... باہر نکل آئے۔ حملہ آور کے کُودنے کے جھٹکے سے دونوں گرتے گرتے بچے تھے لیکن دوسرے جھٹکے سے یکسر پُوری ہو گئی۔ شیران نے گنڈولے سے خشکی پر چھلانگ لگا دی۔ حملہ آور شاید اس علاقے سے دُور نکل جانا چاہتا تھا چنانچہ وہ لمبی لمبی چھلانگیں مارتا ہوا کافی دُور نکل گیا۔ شیران سائے کی طرح اس کا پیچھا کر رہا تھا پھر تقریباً سو گز دُور نکلنے کے بعد ایک کُھلی جگہ میں حملہ آور رُک گیا۔ اب وہ کھانڈے کو نہایت مشاقی سے آگے پیچھے دائیں بائیں ہلا رہا تھا۔ شیران بھی رُک گیا۔ اس کی آنکھوں میں دلچسپی کے تاثرات تھے۔ وہ حملہ آور کی حرکات دیکھ رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ دفعتاً حملہ آور نے کھانڈے کو زمین پر ٹکایا اور پھر ٹیڑھا ہو کر خود فضا میں چھلانگ لگائی اور اس کے ساتھ ہی زوردار آواز کے ساتھ کھانڈا شیران کی گردن کی جانب لپکا لیکن شیران نیچے بیٹھ گیا تھا چنانچہ کھانڈا اوپر سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی شیران نے حملہ آور کی دونوں ٹانگیں پکڑ لی تھیں اور پھر ایک تیز آواز کے ساتھ حملہ آور دھپ سے زمین سے ٹکرایا لیکن کھانڈا اَب بھی اُس کے ہاتھ میں تھا۔ شیران نے اس کی ٹانگیں چھوڑ دیں اور پھر گھوم کر اس کی پنڈلی پر ایک ٹھوکر مار دی۔ حملہ آور کے حلق سے ایک کریہہ آواز نکل گئی تھی، وہ لنگڑاتا ہوا تیزی سے پیچھے ہٹا اور پھر ٹانگ کو جھٹک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس بار پھر اس نے کھانڈے والا ہاتھ گھمایا تھا لیکن یہ ہاتھ نیچے زمین پر پڑا اور زمین سے چنگاریاں سی بلند ہو گئیں۔ کھانڈا اس بار بھی حملہ آور کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔ اس نے تیسری بار کوشش کی، اس بار بھی اس کا وار نہایت مشاقی سے خالی دے دیا۔ حملہ آور کے چہرے پر خوف کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس دوران گنڈولوں سے لوگ کود کود کر خشکی پر آنے لگے تھے۔ صورتِ حال جاننے کے لیے سب ہی بےچین تھے۔ ٹارچوں کی روشنیاں بھی اِدھر سے اُدھر لہرانے لگی تھیں۔ حملہ آور گھبرا گیا۔ اس نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن شیران نے پیچھے سے اس کی کمر پکڑ لی اور وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ اس بار کھانڈا اس کے ہاتھ میں نہ رہ سکا تھا۔ وہ اَب سراسیمہ ہو گیا تھا لیکن دوسرے لمحے اس نے اپنے پتلون کے پائنچے سے ایک لمبا چاقو نکالا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب کچھ ہو گیا جس کی شیران کو توقع بھی نہیں تھی۔

حملہ آور اس وقت متعدد لوگوں کی ٹارچوں کی روشنیوں میں تھا اس نے چاقو اپنے دِل کے مقام پر پیوست کر لیا تھا، کوئی چیخ نہیں نکلی تھی اس کے منہ سے۔ بس ایک کرب ناک سی کیفیت اس کے چہرے پر چھا گئی اور اس کا پورا بدن لرزنے لگا۔ شیران ایک دم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اسے یہ احساس بھی تھا کہ اب گنڈولوں سے نکل آنے والے لوگ صورتِ حال کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ اس سے پہلے ہی ان لوگوں کی بازپرس سے بچنے کا بندوبست

کرلینا چاہیے۔ چنانچہ اس نے ایک جانب چھلانگ لگادی۔ لوگ چونکہ ابھی تک صورتِ حال سمجھ نہیں پائے تھے اور پھر چند لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ اُس شخص نے چاقو سے خودکشی کی ہے چنانچہ کوئی بھی شیران کی جانب متوجہ نہیں ہُوا اور شیران چھلانگیں لگاتا ہُوا پھر اُسی جگہ پہنچ گیا جہاں سولنی کا گنڈولا موجود تھا۔ وہ سولنی کے گنڈولے پر اُتر گیا۔ سولنی اس کی ماں اور بھائی حیران و پریشان کھڑے ہوئے تھے، اس نے سولنی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"فکر کرنے کی بات نہیں۔ میرا ایک دُشمن تھا۔ اس نے موقعے دیکھ کر یہاں مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔" کسی کے مُنہ سے کوئی آواز نہ نکلی تھی۔

"تم لوگ خاموشی اختیار کرو اور آرام سے اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔" شیران نے کہا اور جھونپڑے میں داخل ہوکر اپنے جوتے پہننے لگا پھر اس نے کوٹ پہنا۔ ٹوپی لگائی اور سولنی کے شانے کو تھپ تھپاتے ہُوئے بولا۔ "ٹھیک ہے، ڈارلنگ! پھر کبھی تم سے ملاقات ہوگی اور ہاں یہ بتاؤ۔ مَیں نے جو کچھ تمھیں دیا ہے، وہ تمھارے لیے کافی ہے یا نہیں۔" سولنی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی آنکھیں اَب بھی رو رہی تھیں۔ شیران نے دوبارہ اس کا شانہ تھپ تھپایا اور پھر وہاں سے اُٹھ کر کنارے پر آگیا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ مرنے والے کے گرد مجمع جمع ہے۔ چنانچہ اس نے اس طرف کا رُخ نہیں کیا، بلکہ ان لوگوں سے بچتا ہُوا تیزی سے ایک طرف چل پڑا۔ اجنبی بنکاک میں بھی وہ کسی طور ہراساں نہیں تھا۔ وہ اپنی ذات میں بے حد خود اعتماد انسان تھا۔

★★

"ہیلو..." برٹو نے عقب سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور نعمان خان چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اسے اس قسم کا طرزِ تخاطب ذرا بھی پسند نہیں تھا لیکن برٹو کو دیکھ کر اس کے چہرے کے عضلات میں نرمی پیدا ہوگئی۔

"ہیلو ڈاکٹر!" اس نے کسی قدر خوشگوار انداز میں کہا اور برٹو نے اس سے مصافحہ کیا۔

"میرا خیال تھا نوجوان! کہ تم دوسری بار بھی مجھ سے ملاقات کروگے لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں تمھارے ذہن پر کوئی اچھا تاثر نہ چھوڑ سکا۔" برٹو بولا اور نعمان خان مُسکرانے لگا۔

"سوری مسٹر برٹو! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس میری اپنی مصروفیات ہیں مس آئیوی کیسی ہیں؟"

"ہُوں... اس سے بھی ملاقات نہیں ہُوئی تمھاری؟

"نہیں... مَیں نے عرض کیا نا کہ میری مصروفیات کچھ ایسی ہیں۔ زیادہ ہی مصروف رہتا ہُوں مَیں۔" نعمان خان نے کہا۔

"آؤ، ایک کپ کافی ہو جائے، دوسری ریس میں ابھی... پہلی ریس میں کیا کھیلا تھا تم نے؟"

"ایلی جنٹ۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"اوہو، وہ تو ہار گیا۔"

"ہاں..." نعمان خان کسی قدر مایوسی سے بولا۔

"کتنی رقم لگائی تھی؟"

"زیادہ نہیں۔" نعمان خان نے مُسکراتے ہُوئے جواب...

"اس دوسری ریس میں کیا کھیل رہے ہو؟"

"بلیک ڈاگ۔" نعمان خان نے جواب دیا اور ڈاکٹر بر... ہلانے لگا۔

"ٹکٹ لے لیے ہیں تم نے؟"

"ابھی نہیں ڈاکٹر! بس سوچ رہا تھا کہ دوسری ریس... ٹکٹ لے کر اطمینان سے کہیں بیٹھوں۔"

"آؤ، مَیں ٹکٹ منگوالوں گا۔" برٹو نے جواب دیا او... کر ایک اوپن ایئر ریستوران کی جانب بڑھ گیا جو بلندی پر بنا... یہاں سے بھی ریس کے میدان کو بآسانی دیکھا جاسکتا ہے... ڈاکٹر برٹو، نعمان خان کو لیے ریستوران کی ایک میز... بڑھ گیا اور پھر اس نے ویٹر کو بُلا کر کافی کا آرڈر دے دیا۔ نعما... نگاہیں اُن گھوڑوں کی جانب اُٹھی ہُوئی تھیں جو ایک میدا... لگا رہے تھے۔ اُن کے جوکی اُن کے ساتھ ساتھ تھے اور لوگ... بہت قریب سے دیکھ رہے تھے۔

"بلیک ڈاگ کے بارے میں کیا خیال ہے؟" نعمان... دفعتاً سوال کیا۔

"اچھا گھوڑا ہے مگر اس کی تاریخ زیادہ اچھی نہیں... طور پر ہارتا ہے اور غیر متوقع طور پر جیتتا ہے۔" ڈاکٹر برٹو...

"آپ باقاعدگی سے ریس میں شرکت کرتے ہیں؟"

"کبھی کبھی آجاتا ہوں، تفریحِ طبع کے لیے، بہ... نہیں لگاتا، تم کتنا کھیلتے ہو؟"

"بس زیادہ نہیں، بہت تھوڑا سا۔"

اسی وقت ایک دُبلا پتلا دراز قد آدمی ڈاکٹر برٹو کے... پہنچ گیا "جنابِ عالی..." اس نے جُھک کر کہا اور ڈاکٹر بر... جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس کے حوالے کرد...

"لگادو..." اور پھر نعمان خان کی طرف رُخ کرکے...

اپنی رقم اُسے دے دو۔"

"ٹھیک ہے۔" نعمان خان نے جیب سے تھوڑے سے نوٹ نکالے پھر کسی قدر شرمندہ سے انداز میں کہا۔ "مَیں بس اس سے زیادہ نہیں کھیلوں گا۔" نوٹ اس نے اس شخص کے حوالے کردیئے، اسی وقت ڈاکٹر برٹو بول پڑا۔

"یہ رقم بھی ٹریسی پر لگادینا۔"

"ٹریسی نہیں، بلیک ڈاگ۔" نعمان خان بولا۔

"جاؤ یہ رقم ٹریسی پر لگادو۔" ڈاکٹر نے بڑے اعتماد سے اپنے آدمی سے کہا اور وہ گردن جھُکا کر چلا گیا۔ نعمان خان ایک لمحے کے لیے بھونچکا سا رہ گیا تھا پھر اس نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، ڈاکٹر! لیکن کیا آپ ٹریسی پر اعتماد کرتے ہیں؟"

"اس ریس میں ٹریسی جیتے گا۔"

اور پھر واقعی ٹریسی نے یہ ریس جیت لی۔ نعمان متحیرانہ انداز میں ڈاکٹر برٹو کا چہرہ تکنے لگا۔

"تعجب ہے، ڈاکٹر!" اس نے صرف اتنا کہا۔

"نہیں اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔" ڈاکٹر برٹو مُسکرا کر بولا۔

"آپ کو اس قدر یقین کیسے تھا ڈاکٹر؟" نعمان خان نے اس سے پوچھا۔

"یہ گھوڑا کچھ خاص خوبیوں کا مالک ہے۔ اس سے قبل یہ نو ٹرائی تھا لیکن جب تمھاری رقم اس پر لگ گئی تو اسے ٹرائی کر ڈالا گیا۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ میرا گھوڑا ہے۔" ڈاکٹر برٹو نے جواب دیا اور نعمان خان سکتے کے سے عالم میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا... پھر اس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"اور ہاں... ڈنر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آج میرے ہاں آجاؤ۔"

"آج رات کو؟"

"ہاں... میری خواہش ہے۔" ڈاکٹر برٹو نے کہا اور نعمان خان نے وعدہ کرلیا۔ ڈاکٹر اس سے ہاتھ ملا کر رُخصت ہوگیا تھا۔

نعمان خان نے اخلاقاً ہی ساری کی ساری رقم نکال کر اس شخص کے حوالے کردی تھی۔ ڈاکٹر برٹو کے سامنے وہ کسی طور ہلکا نہیں پڑنا چاہتا تھا لیکن سوچتا یہی رہا تھا کہ اب اس رقم کے ہار جانے کے بعد اسے خاصی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اُسے یہاں آنے کے بعد جن مسائل کا شکار ہونا پڑا تھا، انھوں نے اس کی شخصیت میں کافی تبدیلیاں پیدا کردی تھیں۔ پہلے بھی وہ سنجیدہ اور بُرد بار تھا لیکن پے در پے حادثات اور واقعات نے اس کی شخصیت بالکل ہی برف کردی تھی۔ خاص طور سے عورت کے معاملے میں وہ بہت سرد ہوگیا تھا۔ اس کے خیال میں عشق و محبت کے کھیل اُس وقت موزوں ہوتے ہیں جب انسان پر اور کوئی ذمے داری اور اُلجھن نہ ہو۔ جب کہ نعمان خان کی زندگی میں اُلجھنوں اور مصروفیتوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ بچپن اس نے یورپ میں ہی گزارا تھا۔ فیروز خان کو یورپ کی زندگی پسند تھی۔ اس کا کاروبار بہت وسیع نہیں تھا لیکن بہرحال یہ لوگ سکون کی زندگی گزار رہے تھے۔ اپنے وطن آنا جانا رہتا تھا لیکن پھر فیروز خان ان کے درمیان سے اُٹھ گیا۔ نعمان خان بچّہ تھا اس وقت باپ کی جگہ تایا نے سنبھال لی۔ وہ لوگ بادشاہ خان کی سرپرستی میں پرورش پاتے رہے اور پھر پہاڑوں میں ہی مقیم ہوگئے لیکن... بادشاہ خان کے دل میں سُلگتی ہُوئی انتقام کی آگ نے بالآخر سب کچھ تباہ کردیا۔ بادشاہ خان کا کچھ بگڑا ہو یا نہ بگڑا ہو۔ فیروز خان کے خاندان کے لیے خون کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ زندگی اَب ایک روگ بن کر رہ گئی تھی۔ انھوں نے طے کرلیا تھا کہ شیران جب تک اس روئے زمین پر سانس لے رہا ہے، یہ زمین ان کے لیے جہنم کی حیثیت رکھتی ہے، وہ اس جہنم میں سکون کی سانس نہیں لے سکتے تھے لیکن ایک طویل پروگرام تھا ان کے سامنے اور تمام بھائی اس پروگرام سے متفق تھے۔ نعمان خان خاموشی سے بادشاہ خان کو بتائے بغیر آبائی وطن چھوڑ کر چلا آیا تھا۔ اس نے اپنے قبیلے والوں کو بھی اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی۔ یورپ میں اس نے ایک طویل زندگی گزاری تھی لیکن اب تک کی زندگی میں خود اس کی اپنی کوئی جدوجہد شامل نہیں تھی بلکہ بادشاہ خان ان لوگوں کو مکمل طور سے سہارا دیے رہا تھا لیکن ان پریشان کُن حالات میں یورپ واپس آنے کے بعد اس کے لیے بڑی مشکلات اور مسائل پیدا ہوگئے تھے۔ یورپ کی مہنگی زندگی اتنے افراد کے ساتھ گزارنا آسان کام نہیں تھا، حالانکہ سب جدوجُہد کر رہے تھے لیکن کوئی بہتر صورتِ حال پیدا نہیں ہُوئی تھی اور تھوڑے ہی عرصے میں انھوں نے جان لیا تھا کہ وہ جس انداز میں زندگی گزارتے رہے ہیں، اب اس انداز میں زندگی گزارنا ان کے لیے ممکن نہیں ہے کیوں کہ ان کے وسائل محدود تھے، چھوٹی چھوٹی ملازمتیں اور نوکریاں کرکے ایک عام آدمی کی حیثیت سے زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ اس سے زیادہ مراعات انھیں اُن مغربی ممالک میں نہیں مل سکتیں۔ وقتی طور پر اس فیصلے کے تحت انھوں نے اپنے مشاغل چُن لیے تھے لیکن نعمان خان کے ذہن میں بغاوتیں جنم لے رہی تھیں۔ اس کی فطرت میں سرکشی پیدا

ہوتی جارہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس انداز میں زندگی گزارنا بے کار ہے، اس سے بہتر ہے کہ موت کو گلے لگا لیا جائے۔ شیران کے خاتمے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھائی جائیں اور اسے موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد خود بھی زندگی کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ اس نے بادشاہ خان سے مکمل طور پر قطع تعلق کا فیصلہ کر لیا تھا اس لیے اب اُس کی طرف جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ نعمان خان کو اپنے بھائیوں کی سوچ کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ وہ سب اس کا احترام کرتے تھے اور اسے اپنا بڑا مانتے تھے... چنانچہ جس سے وہ جو کچھ کہہ دیتا، وہ وہی کرنے پر آمادہ ہوتا تھا لیکن خود اس کے ذہن میں یہ خیالات بہت عرصے سے جنم لے رہے تھے کہ شرافت کی زندگی راس نہیں آسکتی۔ اُسے کچھ کرنا پڑے گا، دولت کے حصول کے لیے۔ ریس کا فیصلہ بھی اس نے اسی لیے کیا تھا۔ ویسے بھی اسے گھوڑوں کا شوق تھا لیکن اب اس نے اپنے اس شوق کو قسمت آزمائی کا ذریعہ بھی بنا لیا تھا، جس طرح بھی اور جب بھی ممکن ہوتا وہ رقم پس انداز کر کے ریس کورس چلا جاتا۔ کئی بار چھوٹی چھوٹی رقمیں ہاتھ بھی لگی تھیں لیکن وہ ایسی نہ تھیں جنھیں قابلِ ذکر سمجھا جا سکتا۔ عموماً ہارتا چلا آیا تھا پھر اُسے آئیوی ملی۔ آئیوی ان بہت ساری مغربی لڑکیوں کی مانند تھی جو نعمان خان کی زندگی میں آتی رہتی تھیں۔ یہاں بھلا لڑکیوں کی کیا کمی تھی۔ جس طرف رُخ کرو، کوئی نہ کوئی سامنے سے آتی نظر آجاتی تھی اور پھر اگر خود ہی اس سے کترا کر نہ نکل جایا جاتا تو وہ خود ہی سینے سے لگ جاتی۔ چنانچہ آئیوی کی تو کوئی خاص حیثیت نہیں تھی، نعمان خان کے سامنے۔ بس یُونہی اس نے وقت گزاری کے لیے اس کی تھوڑی سی معیت قبول کر لی تھی لیکن آج ڈاکٹر برٹو نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس نے نعمان خان کو آئیوی سے دِل چسپی لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ ڈاکٹر برٹو اس قسم کا آدمی ہے۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ٹرائی کر کے نعمان خان کو ایک اچھی رقم دِلا دی تھی۔ اگر ڈاکٹر برٹو ایک مستقل دوست بن جائے اور اس کے مسائل کو حل کرنے میں اس کی مدد کرے تو کیا ہرج ہے۔ آئیوی جیسی لڑکی کو کم از کم اس حد تک قبول تو کیا جا سکتا ہے کہ طویل مقصد حاصل کرنے کے لیے اس کی قربت تسلیم کر لی جائے۔ بعد میں جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ وہ غور کرتا رہا اور پھر اس نے آخری فیصلہ یہی کیا کہ رات کو ڈاکٹر برٹو کی دعوت میں ضرور شریک ہوگا۔

ڈاکٹر برٹو نے اسے نہایت پُرتپاک انداز میں خوش آمدید کہا تھا۔ آئیوی کے ساتھ سارہ بھی تھی۔ یہ دونوں بھی بے حد مسرور نظر آرہی تھیں آئیوی نے نہایت بے تکلفی سے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور سارہ شرارت آمیز انداز میں مُسکراتی رہی تھی۔

"بھئی یہ دونوں لڑکیاں تم سے بے حد متاثر ہیں۔ تقریباً ایک گھنٹے سے تمھارے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آئیوی کا کہنا تھا کہ تم نہیں آؤ گے لیکن میں نے بڑے دعوے سے یہ بات کہی تھی کہ چونکہ تم نے وعدہ کیا ہے اس لیے ضرور آؤ گے۔" ڈاکٹر برٹو نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر اسے لیے ہوئے اندر آ گئے۔

"مس آئیوی کو یقین کیوں نہیں تھا؟" نعمان خان نے مُسکراتے ہوئے پُوچھا۔

"میں نے پیا سے کہا تھا کہ مسٹر نومائن کھان آئی مین۔ ناؤمن! میرا مطلب ہے، آپ کو ہم سے دِل چسپی ہوتی تو اس درمیان میں ایک آدھ بار آپ ادھر آنے کی کوشش ضرور کرتے یا پھر کم از کم فون پر بات ضرور کرتے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ ریس کورس میں بھی بس آپ نے اخلاقاً وعدہ کر لیا ہوگا۔" آئیوی نے کہا اور نعمان صرف مُسکرا کر رہ گیا۔

پُرتکلف ڈنر کے بعد دوسری باتیں ہوتی رہیں پھر ڈاکٹر برٹو نے کہا۔

"بس بھئی! اب تم مسٹر نعمان خان کو اجازت دو۔ اب میں ان سے کچھ ضروری بات چیت کروں گا جس کے لیے میں نے انھیں زحمت دی ہے۔" اور پھر وہ نعمان کو لے کر اپنی لائبریری میں آگیا۔ "بیٹھو، نعمان خان! مجھے واقعی تم سے کچھ سنجیدہ باتیں کرنی ہیں۔"

"شکریہ ڈاکٹر! کیا بات ہے؟" نعمان خان کسی قدر متحیر نظر آنے لگا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اسے بُری عادت سمجھو یا اچھی... میں نے اپنا حلقۂ احباب بہت محدود رکھا ہے۔ گنے چُنے چند لوگوں سے میری شناسائی ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو اس کوٹھی میں داخل ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ بلاوجہ نہیں ہے۔ ماضی نے مجھے ایسے سبق دیئے ہیں جن کی وجہ سے میں محتاط ہوا ہوں اور اب یہ صورتِ حال ہے کہ اوّل تو کوئی نزدیک نہیں آتا۔ میں تو خود انسانوں سے دُور رہتا ہوں اور اگر کوئی قریب آ ہی جائے تو پھر اس کے بارے میں مکمل چھان بین ضرور کرتا ہُوں اور اس چھان بین کے بغیر کسی کو قریب نہیں آنے دیتا۔"

نعمان خان خاموشی سے سُن رہا تھا۔ چند لمحات کی خاموشی کے بعد اس نے پھر کہا۔ "تم آئیوی کے ذریعے آئے تھے لیکن میں نے تمھارے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کرنا ضروری سمجھی تھیں۔ اُمید ہے مجھے اس کے لیے معاف کر دو گے۔"

"میرے بارے میں کیا معلومات حاصل ہُوئیں آپ کو؟"

"اس حد تک کہ میں تم سے واقف ہو گیا۔"

"خوب... میں اپنے بارے میں جان سکتا ہوں؟" نعمان خان نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"ہاں... تم قبائلی ہو۔ نو بھائی ہو تم لوگ... اور کوئی نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تم کسی کی تلاش میں ہو لیکن ذرائع آمدنی معقول نہیں ہیں۔ جب کہ تم نے پچھلی زندگی عیش و عشرت سے گزاری ہے۔"

"خوب... آپ کی معلومات بلاشبہ عمدہ ہیں لیکن آخری الفاظ صرف مشاہدے پر مبنی ہیں ڈاکٹر!" نعمان خان نے مُسکراتے ہُوئے کہا اور ڈاکٹر برٹو بھی مُسکرانے لگا۔

"ہاں... یہ بھی درست ہے۔ بہرحال غلط تو نہیں ہے۔"

"نہیں ڈاکٹر... آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ بلاشُبہ میں اور میرے بھائی ابھی اپنی منزل سے بہت دُور ہیں اور ہمارے سامنے منزل کا کوئی خاکہ بھی نہیں ہے۔"

"میں اس سلسلے میں تمھاری رہنمائی کر سکتا ہُوں۔"

"رہنمائی...؟" نعمان خان نے اُسے بغور دیکھتے ہُوئے کہا۔

"ہاں... میں نے لفظ مدد نہیں کہا ہے۔ مدد معذور لوگوں کی کی جاتی ہے۔ اُن کی صرف رہنمائی کی جاتی ہے جو دوڑنا جانتے ہیں۔ میرے خیال میں تم ایک طاقت وَر اور دوڑنے والے انسان ہو۔"

"آپ کا خیال دُرست ہے، ڈاکٹر!"

"تو بتاؤ، میری رہنمائی قبول کرو گے؟"

"دِل و جان سے۔"

"تب تمھیں یورپ چھوڑنا ہوگا۔"

"میں چھوڑ دوں گا۔" نعمان خان نے کہا۔

"بنکاک میں تمھاری تمام ضرورتیں پُوری ہو سکتی ہیں۔ تم اپنے پُورے خاندان کے ساتھ بنکاک چلے جاؤ۔ میں تمھارے اور تمھارے بھائیوں کے بہتر مستقبل کی پیش گوئی کرتا ہُوں۔ میں تمھیں یقین دِلاتا ہوں کہ بنکاک میں ایک سُنہرا مستقبل تمھارا منتظر ہے۔" ڈاکٹر برٹو کا لہجہ بہت ٹھوس تھا۔ نعمان خان اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میں کچھ اور تفصیل جاننا چاہتا ہوں، ڈاکٹر برٹو!"

"نعمان خان! تم سمجھ دار اور زیرک انسان ہو۔ جذباتی باتوں میں پھنسا کر میں تمھیں کوئی سبز باغ نہیں دِکھا سکتا۔ کوشش کروں بھی تو یہ ممکن نہیں ہے۔ یہ دَور ایسا نہیں ہے کہ انسان صرف دوسرے کا مفاد سوچے۔ میں خود بھی تم سے لالچ رکھتا ہوں اور اس لالچ کے تحت تمھیں استعمال کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے بتائیے ڈاکٹر برٹو! مجھے کیا کرنا ہے؟"

"تم اپنے تمام بھائیوں کے ساتھ بنکاک چلے جاؤ... بنکاک ائرپورٹ پر تمھیں، تمھارا استقبال کرنے والے مل جائیں گے۔ وہ تمھیں رہائش فراہم کریں گے اور اس کے جواب میں تمھیں ہمارے لیے کام کرنا ہوگا۔ میں ابھی تمھیں تفصیل نہیں بتا سکتا، سوائے چند الفاظ کے، ہمارا ایک گروہ ہے جو اسمگلنگ کرتا ہے لیکن یہ اسمگلنگ ہلکے پیمانے پر نہیں بلکہ اعلا پیمانے پر کی جاتی ہے اور اس میں شامل لوگ بہت ذہین تعلیم یافتہ اور عام آدمیوں سے مختلف ہوتے ہیں، میں تمھیں بھی اسی گروہ کا ایک ممبر بنانا چاہتا ہوں۔ معاملات پُوری طرح تمھارے علم میں لائے جائیں گے اور اس کے بعد تم سے کام لیا جائے گی جو ایک پُرآسائش زندگی کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ میں تمھیں پُورے وثوق اور دعوے سے یہ پیش کش کر رہا ہوں، نعمان خان! اُسے ماننا یا نہ ماننا تمھاری مرضی ہے۔"

نعمان خان چند لمحات خاموش رہا پھر اس نے گردن اُٹھا کر کہا۔

"مجھے میرا مطلب ہے کہ میرے بھائیوں کو یہاں سے بنکاک بھیجنے کے انتظامات آپ ہی کریں گے، ڈاکٹر برٹو؟"

"ہاں..."

"کیا یہاں سے مجھے کچھ سامان لے جانا ہوگا؟"

"نہیں، ابھی نہیں... تم ہم لوگوں کو اتنا ہلکا مت سمجھو، تمھیں اس گروہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ یہ اچھی طرح جاننے کے بعد کہ تم بذاتِ خود کیا ہو، کوئی فوری مفاد حاصل کرنا میرا مقصد نہیں ہے۔ کوئی سامان نہیں جائے گا۔ تم ایک باعزت آدمی کی حیثیت سے وہاں جاؤ گے اور وہاں تمھیں ایک باعزت آدمی کی حیثیت سے ہی ریسیو کیا جائے گا، وہاں کی شہریت دِلوائی جائے گی۔ جو کچھ بھی معاملات ہوں گے وہاں کر لیے جائیں گے اور اس کے بعد مُناسب وقت پر تم سے کام لیا جائے گا۔ یہ گروہ ایک پُروقار گروہ ہے۔ ہم لوگ گھٹیا قِسم کے طریقے اختیار نہیں کرتے۔"

"تب پھر میں تیار ہوں، ڈاکٹر برٹو!"

"ویری گڈ... ایک سمجھ دار آدمی کے اندر جو خوبیاں ہو سکتی ہیں وہ تمھارے اندر موجود ہیں... اور میں اس بات پر مسرور ہوں کہ میں گروہ کو ایک شاندار شخصیت پیش کر رہا ہوں، نعمان خان! تم تیاریاں کر لو۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، میں تمھاری روانگی کا بندوبست کر دوں گا۔"

نعمان خان نے گردن ہلائی اور ایک بار پھر وہ خاموشی سے کسی خیال میں ڈوب گیا۔

"اب کیا سوچنے لگے، نعمان؟" ڈاکٹر برٹو نے کہا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں، ڈاکٹر برٹو! کہ آپ کی اس پیش کش کے پیچھے کوئی اُلجھن تو نہیں چھُپی ہُوئی؟" نعمان خان نے کہا۔

"اُلجھن... کیسی اُلجھن، مَیں نہیں سمجھا" ڈاکٹر برٹیو نے کہا۔
"محسوس تو نہیں کریں گے، ڈاکٹر!" نعمان خان نے کہا۔
"نہیں، وعدہ کرتا ہُوں جو کچھ تمہارے ذہن میں ہے، وہ صاف صاف کہو" ڈاکٹر برٹیو نے کہا۔
"میں مِس برٹیو کی بات کر رہا ہوں"
"آئیوی... کیوں، اُس کی کیا بات ہے؟" ڈاکٹر برٹیو نے پوچھا۔
"کیا آپ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ آئیوی میری جانب مائل ہیں؟" نعمان نے کہا۔
"ہاں۔ مَیں نے یہ بات محسوس کی ہے"
"کہیں اُس کی یہ دلچسپی باعثِ اُلجھن تو نہیں ہے" نعمان خان نے سوال کیا۔
"اوہ، تمہارا مقصد ہے کہ شاید میں یہ سب کچھ کرنے پر اس لیے آمادہ ہُوا ہُوں کہ مَیں اپنی بیٹی کو کنٹرول نہیں کر سکتا جو تمہاری جانب کھنچ رہی ہے اور تمھیں یہاں سے روانہ کر دینا چاہتا ہوں"
"ہاں ڈاکٹر برٹیو! میرے ذہن میں یہی خیال آیا ہے" نعمان خان نے کہا۔
"نہیں ڈیئر! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم اس خیال کو ذہن سے نکال دو۔ ثبوت کے طور پر میں صرف ایک پیش کش کر سکتا ہوں"
"وہ کیا؟" نعمان خان نے پوچھا۔
"آئیوی بھی تمہارے ساتھ بنکاک جائے گی اور جب تک تم جا ہو گے، تمہارے ساتھ رہے گی پھر اس کے بعد جب وہ یہاں واپس آنا چاہے تو تم اسے بحفاظت واپس بھیج دینا۔ نہ صرف آئیوی بلکہ ایک اور لڑکی بھی تمہارے ساتھ کی جا سکتی ہے۔ جو تمہاری مددگار اور معاون ہو گی"
"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر! مَیں شرمندہ ہوں کہ میرے کچھ سوالات میں شک و شبہ پایا گیا لیکن آپ نے وہ تمام شکوک میرے ذہن سے مٹا دیے"
"او۔ کے... تو تم تیاریاں کرو۔ میں تم سے رابطہ قائم رکھوں گا" ڈاکٹر نے کہا اور نعمان خان نے گردن ہلا دی... پھر وہ دونوں باہر آ گئے۔

★★

وہ کافی دُور نکل آیا تھا۔ بنکاک جاگ رہا تھا۔ شفاف سڑکوں پر گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ شہر صرف دو طبقوں کا ہو۔ بہت زیادہ امیر یا بہت زیادہ غریب۔ سڑکوں پر محنت کش نظر آتے تھے جو بہت معمولی سے معاوضے پر شدید محنت کرتے تھے یا پھر اعلا درجے کی گاڑیوں میں گزرتے ہُوئے لوگ۔

اورنیٹل جانا کسی طور مُناسب نہیں تھا کیوں کہ اینڈرا گاڈچی جیسی عورتیں آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ گنڈولے پر حملہ آور بھی اُسی کا آدمی ہو سکتا تھا۔ اُس کے علاوہ اور کون اس کا دُشمن تھا۔ وہ پیدل چلتا رہا اور چند لمحات کے بعد ایک اور نائٹ کلب کے قریب پہنچ گیا۔ رات کے اس حصّے میں کلب میں داخل ہونا مشکوک بھی ہو سکتا تھا، لیکن بقیہ رات گزارنے کے لیے کوئی نہ کوئی جگہ تو درکار تھی۔ چنانچہ وہ کلب میں داخل ہو گیا۔ ٹکٹ ونڈو پر تو کوئی نہیں تھا لیکن دروازے پر کھڑے چوکیدار کو ایک نوٹ دے کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ فلور شو ہو رہا تھا۔ شیران نے ایک میز سنبھال لی جو کچھ سامنے ہو رہا تھا، وہ شیران کو پسند نہیں تھا۔ وہ بے چین سا بیٹھا رہا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر گیلری میں نکل آیا۔ گیلری کی ایک دیوار پر فون لگا ہُوا تھا۔ دفعتاً کسی خیال کے تحت اس نے فون کے نزدیک پہنچ کر اورنیٹل کے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔
"اورنیٹل..." دوسری طرف سے آواز آئی۔
"رُوم نمبر ایک سو اٹھارہ"
"جی..." دوسری طرف سے جواب ملا اور پھر چونکی ہُوئی آواز دوبارہ سُنائی دی "کون سا نمبر بتایا آپ نے جناب؟"
"ایک سو اٹھارہ"
"کون صاحب بول رہے ہیں؟"
"کیا بکواس کرتے ہو۔ کمرہ نمبر ایک سو اٹھارہ دو" شیران نے غرّاتی ہُوئی آواز میں کہا۔
"معافی چاہتا ہوں جناب! پولیس کی ہدایت ہے کہ جو کوئی اس کمرے میں آئے یا یہاں فون کرے تو اُس سے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کی جائے۔ آپ اپنے بارے میں..." دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔
"کمرے میں کون ہے اس وقت؟"
"کوئی نہیں... خالی پڑا ہے۔ پولیس مسٹر تاؤنی کو گرفتار کر کے لے جا چکی ہے اور اُسے... اوہ، کیا آپ... آپ..."
لیکن شیران نے فون بند کر دیا۔ اس کا اندازہ دُرست نکلا.. اینڈرا گاڈچی نے اپنا کام کر لیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ کلب کے ہال میں واپس آ گیا۔
اُس کا دِل یہاں بیٹھنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن جونہی اُس نے دروازے سے باہر قدم رکھا، دفعتاً ایک ہاتھ اس کے راستے میں مزاحم ہو گیا۔
"سوری مسٹر.. آپ باہر نہیں نکل سکتے۔ پولیس نے کلب کا

محاصرے میں لے لیا ہے۔ ہمیں ایک..." پولیس افسر نے کہا اور پھر اس کی نگاہ شیران پر پڑی تو وہ اُچھل پڑا... اُس کے مُنہ سے مقامی زبان میں نکلا۔
"سُرخ و سفید، چوڑا چہرہ، سمور کا کوٹ، سمور کی ٹوپی، دراز قامت خوب صورت جوان"
دوسرے لمحے اُس نے پستول نکال کر شیران پر تان لیا۔ "پولیس تمھیں قتل کے الزام میں گرفتار کرتی ہے" اس نے کہا اور پھر چاروں طرف سے پولیس کے جوان اس طرف دوڑ پڑے۔
شیران کی آنکھوں میں بجلیاں تڑپ رہی تھیں اورنیٹل ہوٹل کے کاؤنٹر سے پولیس، زیادہ دُور نہیں تھی۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے شیران کی گرفتاری کا معقول بندوبست کر رکھا تھا۔ جونہی شیران نے اورنیٹل فون کیا پولیس چند لمحوں میں کلب پہنچ گئی لیکن یہ ممکن نہیں تھا کہ شیران اتنی آسانی سے گرفتار ہو جائے۔
اُس نے پُرسکون نگاہوں سے پولیس افسر کو دیکھا اور سرد لہجے میں کہا "کس کے قتل کے الزام میں آفیسر؟"
"پولیس اسٹیشن پر تمھیں تفصیل بتا دی جائے گی" پولیس افسر نے ہتھکڑیاں نکال کر شیران کو ہاتھ آگے کرنے کا اشارہ کیا اس دوران میں ایک لمحے کے لیے پستول کا زاویہ بدلا اور دوسرے لمحے ہتھکڑیاں اس کے ہاتھ میں تھیں اور... زنجیر افسر کی گردن میں کس گئی۔ پولیس افسر کے ہاتھ میں دبا ہُوا پستول اب شیران کے ہاتھ میں تھا اور پلک جھپکتے وہ افسر کی کنپٹی سے جا لگا۔
"میں اس وقت گرفتار ہونے کے موڈ میں نہیں ہوں آفیسر! اپنے ساتھیوں کو واپس بھیج دو ورنہ..."
پولیس آفیسر نے اُس کی گرفت سے نکلنے کی جدّوجہد کی لیکن شیران نے ہتھکڑیوں پر جو آفیسر کے گلے کے گرد کسی ہُوئی تھیں، ذرا سی گرفت سخت کی تو وہ ہوش میں آ گیا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں اور وہ متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ یہی کیفیت اس کے دوسرے ساتھیوں کی تھی۔ وہ بھی پریشانی کے عالم میں اپنے افسر کی یہ دُرگت دیکھ رہے تھے۔
"سُنو!" شیران نے کرخت لہجے میں کہا "اگر تم لوگوں میں سے کسی نے ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش کی یا کوئی اور حرکت کی تو اس آفیسر کی موت کی ذمّہ داری تم پر ہو گی۔ پیچھے ہٹو" اور تمام سپاہی پیچھے ہٹ گئے۔
وحشی صفت شیران نے آفیسر کی گردن کو جھٹکا دیا اور پھر وہ اسے لیے ہُوئے کلب کے پارکنگ لاٹ پر آ گیا جہاں پولیس جیپ کھڑی ہُوئی تھی۔ جیپ کے پاس ڈرائیور بھی تھا لیکن اس صُورتِ حال سے ڈرائیور اسی وقت واقف ہُوا جب یہ دونوں قریب پہنچ گئے۔ شیران نے پستول سے اشارہ کیا اور ڈرائیور جلدی سے اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔ شیران بھی آفیسر کے ساتھ بیٹھ گیا... اور اُس کے اشارے پر ڈرائیور نے جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔
پولیس افسر اس دوران میں مسلسل اس کوشش میں مصروف

با تھا کہ جونہی کوئی موقع ملے وہ اس خطرناک شخص پر قابو پا لے
یکن بدقسمتی سے وہ بُری طرح شیران کے شکنجے میں پھنسا ہُوا تھا
ر ایک بار بھی شیران کی گرفت کمزور نہیں پڑی تھی۔ ڈرائیور بھی
تدا میں تو بدحواس تھا لیکن آہستہ آہستہ وہ حالات کا اندازہ
ر رہا تھا اور اس تاک میں تھا کہ کس طرح کوئی ترکیب کرکے اپنے
فسر کو آزاد کرائے لیکن ابھی تک کوئی چانس نہیں ملا تھا۔ شیران
وشیار تھا۔ سڑکیں سنسان ضرور تھیں لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ
س طرح انھیں کہاں تک لے جائے گا۔ بنکاک سے اس کی
اقفیت نہ ہونے کے برابر تھی اور یہ لوگ کوئی بھی چال چل سکتے
ھے۔ اس سے قبل کہ وہ اپنی کسی کوشش میں کامیاب ہو جائیں کچھ
ر لینا ضروری ہے۔

دفعتاً اُسے ڈرائیور کی آواز سُنائی دی: "کہاں چلوں صاحب'
گہ تو بتا دیں؟"

"بکواس مت کرو۔ چلتے رہو۔" شیران غرّایا۔

"لیکن کہاں؟ آگے کچھ دُور چل کر راستہ ختم ہو جاتا ہے۔" ڈرائیور
ولا اور شیران چونک کر سامنے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"سامنے چوراہے سے بائیں سمت موڑ لو۔"

"وہ بیگن ایونیو ہے سر، اس طرف سے ہم کہاں جائیں گے؟"
ڈرائیور بولا۔

"تم بکواس کرنے کے مریض معلوم ہوتے ہو، جو کچھ میں کہہ
رہا ہوں کرتے رہو۔" ڈرائیور کی یہ بکواس اُسے گراں گزر رہی تھی
کیونکہ اس طرح اُسے سوچنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ وہ کسی
مناسب جگہ گاڑی رکوا کر ان لوگوں سے پیچھا چھڑا لینا چاہتا تھا
لیکن مسئلہ مناسب جگہ ہی کا تھا۔ جیپ کی رفتار ڈرائیور نے خاصی
تیز کر رکھی تھی۔

"اس کے بعد سر ہم ایگتن روڈ سے گزریں گے۔ اس وقت
ہم براؤن تھیٹر کے سامنے ہیں، تو آپ جس طرف...؟" ڈرائیور نے
کہا اور شیران چونک پڑا۔

ڈرائیور کی یہ بکواس بے معنی نہیں تھی، شیران نے ادھر
اُدھر نگاہیں دوڑائیں اور جیپ کے ایک سائڈ کے خانے میں
اُسے تین ننھی ننھی سُرخ بتیاں جلتی نظر آئیں۔ شیران کے چہرے
پر ایک خونخوار سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

ڈرائیور نے چالاکی سے کام لے کر وائرلیس سیٹ آن
کر دیا تھا اور اب دوسری پٹرول گاڑیوں پر اس کی آواز سُنی جا
رہی تھی یقینی طور پر یہ دوسروں کو متوجہ کرنے کا طریقہ تھا اور

چند ہی لمحات کے بعد اس نے ہَوا کے دوش پر گاڑیوں کے سائرن
کی آواز سُنی، دوسرے لمحے اس نے پولیس آفیسر کی گردن پر ہتھکڑی
کی گرفت تنگ کی اور پھر پستول کی نال ڈرائیور کی گردن سے
لگا دی۔

"چلو سائڈ میں کرکے جیپ روک دو۔"

"جی صاحب۔" ڈرائیور بہت ڈھیٹ معلوم ہوتا تھا۔

"گاڑی روک دو ورنہ میں تمھارا بھیجا اُڑا دوں گا۔" شیران
نے کہا اور ڈرائیور عجیب سے انداز میں ہو ہو کرکے ہنسنے لگا۔

"جیپ کی رفتار سیونٹی کلومیٹر ہے سر، اگر آپ میرا بھیجہ اُڑائیں
گے تو اس کے بعد ہم تینوں کے پرخچے اُڑ جائیں گے اور پھر میں
اتنی جلدی اسپیڈ کنٹرول بھی نہیں کر سکتا۔"

"میں تمھیں آخری وارننگ دیتا ہوں کہ گاڑی کی رفتار
سُست کرکے گاڑی روک دو۔"

"سوری چیف، ان حالات میں میرے ہاتھ میں بھی ایک
ہتھیار موجود ہے اور وہ ہے جیپ کا اسٹیئرنگ اور دیکھیے میرا
یہ پاؤں ایکسیلیٹر پر کچھ اور دب گیا۔ میں گاڑی کنٹرول تو کر سکتا
ہوں روک نہیں سکتا۔" رفتار بتانے والی سوئی اب اسّی اور
نوّے کے درمیان لرز رہی تھی۔

پولیس آفیسر نے ان حالات کو دیکھ کر ایک بار پھر جدوجہد
شروع کر دی اور شیران جیسے شخص کا اب کھوپڑی میں رہنا
ذرا مشکل ہی تھا، پیچھے پولیس کاروں کے سائرن سُنائی دے
رہے تھے۔ ڈرائیور اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔ شیران
نے ایک گہری سانس لی، دوسرے لمحے اُس نے پولیس آفیسر
کو تھوڑا سا کنارے کی جانب کھسکایا، پولیس آفیسر سمجھ نہیں
سکا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے لیکن پھر شیران کی بھرپور لات
اس کے شانے پر پڑی اور وہ ایک طویل چیخ کے ساتھ جیپ
سے اُچھل کر سڑک پر جا پڑا۔ اسّی اور نوّے کلومیٹر کی رفتار سے
دوڑتی ہوئی جیپ سے گرنے والے کا جو بھی حشر ہو سکتا تھا
وہ اس پولیس آفیسر کا ہُوا ہو گا لیکن اس کی طویل چیخ نے
ڈرائیونگ کرنے والے کے حواس بھی معطل کر دیے۔ جیپ
سڑک پر لہرانے لگی اور ڈرائیور اسے قابو میں کرنے کی انتہائی
کوشش کرنے لگا لیکن اُس کے اعصاب انتہائی کشیدہ ہو
گئے تھے۔ کوشش کے باوجود وہ اسے ایک درخت کے تنے سے
ٹکرانے سے نہ روک سکا۔

جیپ درخت کے تنے سے ٹکرا کر گھوم گئی۔ شکر تھا کہ

وہ اُلٹی نہیں تھی۔ شیشوں کے ٹکڑوں کے ٹوٹنے کی آواز سُنائی دی۔
شیران کے بدن کو بھی ایک زبردست جھٹکا لگا تھا اور اس
کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ پستول کے ٹرائیگر پر دب گیا تھا، گولی
نے ڈرائیور کا بھیجہ اُڑا دیا اور وہ ایک کریہہ آواز کے ساتھ ختم ہو
گیا۔ شیران کے بدن کو جھٹکا ضرور لگا تھا لیکن شکر تھا کہ وہ محفوظ
تھا۔ جیپ کی ایک سائڈ درخت سے ٹکرائی تھی۔ وہ گھوم گئی تھی
اور گھومنے کے بعد اس کی اسپیڈ ختم ہو گئی تھی اس لیے وہ اُلٹی
نہیں اور نہ ہی وہ اس انداز میں درخت سے ٹکرائی تھی جس سے
اندر بیٹھے ہُوئے لوگوں کو کوئی شدید چوٹ پہنچتی۔

پولیس آفیسر کا پستول اب بھی شیران کے ہاتھ میں تھا۔ جیپ
ٹکرانے سے اس کے بدن کو شدید جھٹکا لگا تھا لیکن بہرحال
اس کے اعصاب کشیدہ نہیں ہُوئے تھے۔ اس سے قبل کہ
پولیس کی گاڑیاں قریب پہنچ جائیں ان کی دسترس سے دُور نکل جانا
ضروری تھا۔

وہ جیپ سے نیچے اُتر آیا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جس
جگہ جیپ ٹکرائی تھی وہاں اونچی سی ایک عمارت تھی جس کے
سنسان برآمدے میں نیون سائن لگے ہُوئے تھے اور اُن کی
دھندلی روشنیاں منعکس ہو رہی تھیں۔ آگے چل کر یہ بلند و بالا
عمارت ختم ہو جاتی تھی اور ایک چوڑی سڑک آ جاتی تھی۔ سڑک
کے دوسری طرف ایک اور عمارت تھی اور پھر عمارتوں کا یہ سلسلہ
دُور تک چلا جاتا تھا۔

دفعتاً پولیس گاڑیوں کی روشنیاں اس پر پڑیں اور اس
نے عمارت کے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ اس عمارت
کے ساتھ ساتھ دوڑتا ہُوا دوسری طرف نکل آیا۔ دوسری طرف
جہاں عمارت کا خاتمہ ہوتا تھا وہاں سے ایک پُل شروع ہو جاتا
تھا جو زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ پولیس کی گاڑیاں بھی اسی سمت مُڑی
تھیں اور اب شیران اُن کی ہیڈلائٹوں کی زد میں تھا۔ اگر وہ
فائرنگ شروع کر دیتے تو اس کھلی جگہ میں شیران کو کوئی پناہ گاہ
بھی نہیں مل سکتی تھی۔

صرف ایک لمحے میں فیصلہ کرنا تھا اور شیران نے فیصلہ کر
لیا۔ اُس نے پُل کی ریلنگ کے پاس پہنچ کر نیچے جھانکا۔ دریا
بہہ رہا تھا۔ بہاؤ زیادہ تیز نہیں تھا۔ دوسرے لمحے اس نے نیچے
چھلانگ لگا دی۔

پانی کافی ٹھنڈا تھا۔ پستول اور جو کچھ جیب میں تھا تباہ ہو
گیا تھا لیکن شیران جانتا تھا کہ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب

نہیں ہے۔ وہ لوگ کھلی جگہ میں اُسے بھون کر رکھ دیں گے کیونکہ
وہ قاتل ہے اور ممکن ہے انھوں نے پولیس افسر اور جیپ ڈرائیور
کا حشر بھی دیکھ لیا ہو۔

دریا کا بہاؤ زیادہ نہیں تھا لیکن وہ خوب بھرا ہُوا تھا۔ جوتوں
کے ساتھ تیرنا ممکن نہیں تھا لباس بھی پُورا تھا جو پانی میں گرتے
ہی خوب وزنی ہو گیا تھا اور پھر اُوپر سے گولیاں بھی چلنے لگیں۔
کئی گولیاں شیران کے آس پاس پانی سے ٹکرائی تھیں چنانچہ
شیران نے غوطہ لگا لیا۔ جس طرح بھی ممکن ہو آگے تو بڑھنا ہی ہے
ورنہ اُوپر سے برسنے والی گولیاں چاٹ جائیں گی۔ انتہائی قوت
صرف کرکے وہ آگے بڑھتا رہا۔ اس دوران اس نے پانی کی
سطح پر اُبھرنے کی کوشش نہیں کی تھی البتہ کئی بار وہ پانی پر روشنی
محسوس کر چکا تھا۔ یقیناً یہ ٹارچوں کی روشنی تھی۔

ایک اور خیال اُس کے ذہن میں آیا۔ وہ لوگ اب پُل
سے نیچے اُتر کر اس ندی یا دریا کے کنارے پہنچ جائیں گے اور
اُسے گھیرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے زیادہ دیر تک تیرتے
رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔ ایک بار اس نے پانی سے تھوڑی
سی گردن نکالی اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یہ ندی تھی یا نہر، اس بارے
میں اُسے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ بہرحال زیادہ چوڑائی نہیں تھی
اس کی داہنی سمت کنکریٹ کے پُشتے نظر آ رہے تھے اور بائیں
سمت جھاڑیاں حالانکہ وہ داہنی سمت تھا اور کنکریٹ کے پُشتے
تک پہنچنا مشکل نہیں تھا لیکن اس طرف جانے کے بجائے اُس
نے دوسری سمت نکلنا مناسب سمجھا اور رُخ بدل کر تیرنے لگا۔ چند
لمحات کے بعد وہ کنارے پر تھا۔

پولیس کی طرف سے کوئی تحریک محسوس نہیں ہو رہی تھی،
پُل بھی نہیں نظر آ رہا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ تیرتا ہُوا کافی
دُور نکل آیا ہے۔ بہرحال وہ جھاڑیوں میں داخل ہو گیا۔ جھاڑیاں
زیادہ دُور تک نہیں گئی تھیں۔ ان کے بعد درختوں کا سلسلہ
شروع ہو گیا تھا۔ درختوں کے دوسری طرف تقریباً دو فرلانگ
دُور اُسے جگنو سے چمکتے محسوس ہو رہے تھے۔

اُس نے اپنی حالت کا جائزہ لیا۔ سمور کا کوٹ اور ٹوپی
وزنی ہو گئے تھے۔ جیبوں میں جو کچھ تھا وہ بھی تباہ ہو گیا تھا۔
جوتوں میں پانی بھرا ہُوا تھا اور قدم آگے بڑھاتے ہُوئے عجیب
سی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ ان جوتوں اور کپڑوں کو پہن کر چلنا
ممکن نہیں تھا۔ اُس نے پہلے جوتے اُتار کر پھینکے اور پھر کوٹ
اور ٹوپی بھی ایک درخت کی شاخ پر اچھال دی جو وہیں لٹک

گئی تھی اور پھر وہ ننگے پاؤں آگے بڑھ گیا۔ جیب کی کرنسی بُری طرح بھیگ گئی تھی اور اسے استعمال کرنا بھی شاید ممکن نہ رہے بہرحال اب تو جو کچھ ہوگا بھگتنا ہی پڑے گا۔

وہ آگے بڑھتا رہا، جگنو کچھ اور واضح ہوگئے تھے اور پھر دفعتاً ہَوا کے دوش پر بے ہنگم موسیقی بھی سُنائی دی۔ عجیب بے ہنگم سی آوازیں تھیں، ایک لمحے کے لیے وہ ٹھٹک گیا لیکن پھر دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جس جگہ پہنچا وہ عجیب وغریب تھی۔ چھوٹے چھوٹے خیمے لگے تھے اور اُن کے درمیان ہپی آوارہ گرد فروکش تھے، بعض خیموں سے باہر اوندھے سیدھے پڑے تھے اور بعض خیموں کے اندر۔ چرس، افیون کی ناگوار بُو فضا میں رچی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ آگ روشن تھی، کہیں کہیں مشعل قسم کی چیزیں بھی جل رہی تھیں۔ اسی روشنی کے سہارے وہ یہاں تک پہنچا تھا۔ یہاں دُور دُور تک کسی عمارت کا نام ونشان نہیں تھا۔ بس جنگل میں منگل منایا گیا تھا، غالباً کوئی کیمپنگ تھی جو اسی قسم کے بے سہارا آوارہ گردوں کے لیے ہوتی ہے یُوں بھی بنکاک اور اُس کے نواح کا ماحول اِن ہپیّوں کے لیے بہت سازگار تھا۔ شیران نے ان کے بارے میں تھوڑی سی تفصیلات سُنی تھیں، ایک آدھ بار قریب سے دیکھنے کا موقع بھی ملا تھا لیکن وہ ان سے زیادہ قریب نہ ہوسکا تھا، البتہ اس وقت اس کے لیے بہترین موقع تھا۔ چنانچہ وہ اُن کے نزدیک پہنچ گیا۔

سب ایک دوسرے سے بے پرُوا تھے، کوئی اُس کی جانب متوجہ نہ ہُوا۔ ایک خیمے کے سامنے کچھ ہپی گا بجا رہے تھے۔ شیران اُن کے درمیان گھومتا رہا۔ اُس نے دیکھا کہ ان میں سے بے شمار افراد کے لباس پھٹے ہوئے ہیں، جسموں پر چیتھڑے جھول رہے ہیں۔ ننگے پاؤں ہیں مگر وہ ہر احساس سے بے پرُوا ہیں۔ اُسے ہنسی آگئی۔ اس وقت وہ خود کو بھی ہپی ہی محسوس کر رہا تھا۔ لباس تو اُس کے بدن پر ٹھیک ٹھاک ہی تھا لیکن ننگے پاؤں تھا، کوٹ بھی اُتار کر پھینک چکا تھا اس لیے شخصیت میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔ اُس نے سوچا کہ رات ان لوگوں کے درمیان بڑے اطمینان سے گزر سکتی ہے، اگر اتفاق سے پولیس یہاں تک پہنچ بھی جائے تو فوری طور پر وہ اسے شناخت نہیں کر پائے گی۔ اُس نے پُرمسرّت انداز میں یہ بات سوچی اور فیصلہ کر لیا کہ رات اُن کے درمیان ہی گزارے گا۔ یُوں بھی اب صبح ہونے میں بہت زیادہ دیر نہیں رہ گئی تھی۔

ایک خیمہ درخت کے ایک کٹے ہُوئے تنے کے ساتھ اِستادہ تھا، وہ درخت کے کٹے ہوئے تنے پر بیٹھ گیا جو زیادہ بلند نہیں تھا۔ خیمے کی رسّیوں میں تھوڑی سی جُنبش پیدا ہوئی لیکن اُس نے اس جانب توجہ نہیں دی۔ بھیگے ہُوئے لباس کی وجہ سے سردی کچھ زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ اُس نے جیبیں ٹٹولیں، کرنسی کی تین گڈیاں اُس کی جیبوں میں موجود تھیں، جن میں ایک تو بُری طرح بھیگ گئی تھی بقیہ دو محفوظ تھیں، بس اُن کے اوپری نوٹ بھیگ گئے تھے۔ اُس نے دونوں گڈیاں نکالیں اور اوپری نوٹ نکال کر خشک نوٹوں کو احتیاط سے لپیٹ کر دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ بھیگے ہُوئے نوٹوں کی گڈی کو اُس نے یونہی رکھ لیا تھا۔ یقینی طور پر اُوپر کے نوٹ گل کر پھٹ چکے تھے لیکن اُسے ان کی پرُوا نہیں تھی، پستول وغیرہ اُس نے پہلے ہی پھینک دیا تھا اُس نے سوچا کہ رات ہی نہیں بلکہ دن کا کچھ وقت بھی یہاں گزارا جائے تاکہ پولیس اس کی تلاش میں ناکام ہوجائے۔ یہ تو بہتر موقع تھا۔ ان آوارہ گردوں کے مشاغل دیکھ کر انھی میں شامل ہو کر تھوڑا سا وقت بنکاک میں گزارا جائے، نجانے کم بخت تاؤنی پر کیا گزری، ممکن ہے جیل میں بند ہو، ہُونہہ ہوتا ہے تو ہو، مجھے اس سے کیا غرض۔ مَیں نے تو اُسے وارننگ دینے کی کوشش کی تھی، بہرطور کسی کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جاسکتا۔

شیران درخت کے تنے پر بیٹھا رہا، دفعتاً اُسے اپنے عقب سے ایک آواز سُنائی دی۔

"باہر کیوں بیٹھے ہو ڈارلنگ، اندر آجاؤ۔" آواز نسوانی تھی۔

اُس نے گھُوم کر دیکھا، تاریکی کی وجہ سے شکل تو نمایاں نہیں نظر آرہی تھی لیکن بدن کے نقش ونگار یہ احساس دِلا رہے تھے کہ کوئی جوان عورت ہے۔

شیران نے ایک لمحے کے لیے سوچا، عورت اس دوران قریب آگئی تھی۔ اُس نے شیران کے چہرے کو قریب سے دیکھا اور پھر اُسی انداز میں بولی۔

"باہر کیوں بیٹھے ہو، اندر آجاؤ۔"

"جانتی ہو مجھے؟" اُس نے سوال کیا۔

"ہاں جانتی ہوں۔" عورت کی آواز نے شیران کو ایک لمحے کے لیے حیران کر دیا تھا لیکن پھر اُس کے مُنہ سے اُٹھتی ہُوئی چرس کی بُو نے اُسے احساس دلایا کہ عورت کس طرح سے اُسے جانتی ہے۔ اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا تمھارا خیمہ اتنا کشادہ ہے کہ مجھے برداشت کر سکے؟"

"آجاؤ، مَیں فلسفے کی زبان نہیں سمجھتی۔" اُس نے شیران

کا بازو پکڑ لیا اور شیران اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ کیا ہرج ہے اگر اس خیمے میں اُسے سونے کے لیے جگہ مل جائے۔ اُس نے سوچا اور لڑکی کے ساتھ خیمے کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

خیمہ زیادہ بلند نہیں تھا اُسے تقریباً بیٹھ کر خیمے میں داخل ہونا پڑا۔ لڑکی اُس کے پیچھے پیچھے ہی اندر آگئی تھی۔ اندر پھٹے پرُانے چند کمبل پڑے ہُوئے تھے۔ خیمہ بھی جگہ جگہ سے پھٹا ہُوا تھا لیکن خوش بختی کی بات تھی کہ خیمے میں اُن دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا اور وہ اتنا کشادہ تھا کہ شیران کو اس میں لیٹنے کی جگہ مل جائے۔

لڑکی نے ایک پرُانا سا کمبل نکال کر زمین پر بچھا دیا اور بولی۔ "لیٹ جاؤ، سو جاؤ، تم تھکے ہُوئے معلوم ہوتے ہو۔"

شیران لیٹ گیا۔ نجانے وہ اسے کیا سمجھ رہی تھی یا پھر اگر کچھ سمجھ نہیں رہی تھی تو کچھ چاہتی تھی لیکن کیا؟ شیران نے سوچا لیکن اُس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ بہرصُورت آرام کرنے کی شدید خواہش دل میں تھی اس لیے وہ تکلفات میں نہ پڑا اور لیٹ گیا۔

عورت باہر نکل گئی تھی۔ شیران دیر تک خیمے کی چھت کے سُوراخوں سے آسمان کو تکتا رہا۔ گانے بجانے کی آوازیں اب بھی اُبھر رہی تھیں لیکن شیران پر نیند غالب آتی جارہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کی پلکیں جڑ گئیں اور وہ گہری نیند سوگیا۔

دن کا نجانے کیا بجا تھا جب اُس کی آنکھ کھلی۔ آنکھ کھلی تو کوئی لجلجی سی شے بدن میں پیوست معلوم ہُوئی۔ ذہن جاگا تو اُس نے اس پر غور کیا۔ وہ اُس سے لپٹی ہُوئی سو رہی تھی۔ انتہائی بے باکی اور بے حجابی سے۔ جیسے وہ کوئی اس کا بہت ہی قریبی عزیز ہو۔ شیران ایک لمحے کے لیے تو چونکا۔ اُس نے چاہا کہ دھکا دے کر اُسے پرے کر دے لیکن وہ جس بے خبری اور جس بے باکی سے سو رہی تھی۔ اُس نے شیران کو ایک لمحے کے لیے ساکت کر دیا۔ وہ گردن اُٹھا کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ لمبے لمبے اخروٹی بال اُس کے چہرے پر جگہ جگہ بکھرے ہُوئے تھے رنگت کسی وقت اُجلی اور صاف ہوگی لیکن اب گردآلود اور دُھندلائی ہُوئی تھی۔ خدوخال اچھے تھے، آنکھیں بند تھیں اس لیے اُن کی دلکشی کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ عمر بھی چوبیس پچیس سال سے زیادہ نہیں رہی ہوگی۔ بدن... بدن ایک نوجوان لڑکی کا تھا لیکن وہ اپنی رعنائیاں کھو چکا تھا۔ اس کی وجہ کچھ بھی ہو شیران اس پر غور کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بہرصُورت زیادہ دیر تک وہ اس طرح اُس کے ساتھ نہیں لیٹ سکتا تھا چنانچہ آہستہ سے وہ لڑکی سے

علیحدہ ہوگیا جب وہ علیحدہ ہُوا تو لڑکی بھی جاگ گئی۔ اُس نے آنکھیں کھول کر شیران کو دیکھا اور اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی دانت نمایاں ہوگئے جو گندے اور پیلے تھے۔ ہونٹوں پر بھی پیڑیاں جمی ہُوئی تھیں، گو اِن کی تراشش نہایت حسین تھی۔

شیران گہری سانس لے کر اُٹھ گیا۔ لڑکی انگڑائی لے کر معصوم سی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی تھی پھر اُس نے بھی زمین پر ہاتھ ٹکائے اور اُٹھ گئی۔

"ہیلو۔" اُس نے ایک طویل جماہی لے کر کہا اور شیران گردن ہلانے لگا۔ وہ لڑکی کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا اُسے اجنبیت کا احساس نہیں ہُوا۔ کیا اُسے اس غلط فہمی پر حیرت نہیں ہُوئی جس کی وجہ سے وہ اُسے اپنے خیمے میں لے آئی تھی لیکن لڑکی کے چہرے پر ایسے کوئی آثار نہیں تھے، وہ اب بھی مُسکرا رہی تھی۔

"کون ہو تم؟" شیران نے پوچھا۔

"میرا نام پینی وڈ ہے۔ تم کون ہو؟" لڑکی نے جواب دیا۔

"شیران۔"

"بڑی خوشی ہُوئی تم سے مل کر۔" لڑکی نے اپنا ہاتھ شیران کی جانب بڑھا دیا۔ شیران نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا پھر اُس نے اپنا ہاتھ لڑکی کے ہاتھ میں دے دیا۔ بہرطور اُس نے شیران کی مدد کی تھی۔ لڑکی نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور بولی۔

"کون سے مُلک سے تعلق رکھتے ہو؟"

"بس ہر مُلک سے ہے میرا تعلق۔" شیران بولا۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔ ہم سب ہی کا تعلق ساری دُنیا سے ہے، بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی ... لگتا ہے جیسے برادری کے ڈیرے میں شامل ہُوئے زیادہ وقت نہیں ہُوا تمھیں۔" وہ کہنے لگی۔

"یہ بات تمھیں کیسے معلوم؟"

"تمھارا حُلیہ بتاتا ہے، تر و تازہ ہو... پھولوں کی طرح، کوئی انحطاط نظر نہیں آتا تمھارے اندر۔"

"ہُوں گویا تم لوگوں میں شامل ہونے کے لیے مجہول اور زرد رُو ہونا ضروری ہے؟"

"یہ بات نہیں، مَیں تو صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ کیا تم مالی طور پر بہت مضبوط ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر اس کیمپنگ میں تمھارا گزر کیوں کر ہُوا؟"

"تم یہ بتاؤ کہ تم رات کو مجھے اپنے خیمے میں کیوں لے آئی تھیں؟"

"اس لیے کہ تم تنہا درخت کے تنے پر بیٹھے ہُوئے تھے۔" اُس نے کہا اور ہنس پڑی۔ جُملہ ذو معنی تھا لیکن شیران شاید اسے سمجھ نہ سکا تھا۔ اس ہنسنے کی وجہ پر اُس نے غور بھی نہیں کیا اور لڑکی کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔

"گویا تم کسی بھی اجنبی کو اِس طرح اپنے خیمے میں لا سکتی ہو؟"

"اجنبی۔ اس دُنیا میں کون کس کے لیے اجنبی ہے۔" وہ عجیب سے انداز میں بولی۔

"یہ تمھارا فلسفہ ہے؟" شیران نے سوال کیا۔

"نہیں یہ انسانیت کا فلسفہ ہے۔ ہم اسے کوئی بھی رنگ دے دیں۔ ہم سب ایک دوسرے سے اجنبی ہو جائیں، کون کسی کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ سب انسان ہیں اور انسان ہونے کے ناطے یہ بھی جانتے ہیں کہ انسانیت کیا چیز ہے۔ کس کو کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے، اگر تم کھلے آسمان کے نیچے تنہا ایک درخت کے کٹے ہُوئے تنے پر بیٹھے تھے تو تمھاری اوّلین خواہش یہ ہو گی کہ تمھیں کوئی ساتھی ملے، جو چند لمحات تمھارے ساتھ گزارے، تم سے باتیں کرے، گفتگو کرے، تمھارا دل بہلائے، تمھارا غم بٹائے اور اس کے بعد تم جہاں جانا چاہو وہاں چلے جاؤ اور وہ جہاں جانا چاہے وہاں... یہی زندگی اور یہی انسانیت ہے اگر غور کرو تو اس فلسفے میں کوئی اُلجھاؤ یا گہرائی نہیں ہے۔"

"توبہ توبہ توبہ۔ تم تو بہت بولتی ہو۔" شیران کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"تمھارا لہجہ مجھے کچھ عجیب سا لگتا ہے اور تمھارے خد و خال، چہرے کی یہ رنگت، یوں لگتا ہے جیسے تم ایشیائی ہو۔"

"ہاں مَیں ایشیائی ہوں۔"

"تعجب ہے۔ مَیں نے عام طور سے ایشیائیوں کو برادری میں شامل نہیں دیکھا۔ یہ صرف ہم یورپین ہی ہیں جو دُنیا سے بیزار ہو کر دُنیا کا مذاق اُڑانے نکل کھڑے ہُوئے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"مَیں تمھارے بارے میں زیادہ نہیں جانتا اور اگر وقت ملا تو جاننے کی کوشش ضرور کروں گا۔ تم لوگوں کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی ہے۔"

"کیا مطلب، کیا تم ہماری برادری میں شامل نہیں ہو؟" لڑکی نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں بس میں اتفاق ہی سے یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔" شیران نے جواب دیا۔

"بنکاک ہی میں قیام ہے تمھارا؟" لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں یہیں رہتا ہوں۔"

"اوہ ڈارلنگ۔ تب تو تم میری مدد کر سکتے ہو، مَیں تم سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ رات کو تم یہاں کیسے پہنچ گئے تھے . . . لیکن مَیں تمھیں بتاؤں میں بڑی پریشان حال ہوں۔ انتہائی اُلجھنوں میں پھنسی ہُوئی ہوں، میرے پاس ایک بھی پیسہ نہیں ہے، تم بس یوں سمجھ لو کہ . . . یہ خیمہ ہے جو اس وقت میرا کُل اثاثہ ہے۔ مَیں سوچ رہی تھی کہ اسے فروخت کر دوں لیکن خیمے کے بغیر زندگی گزارنا کچھ زیادہ بھلا نہیں معلوم ہوتا، کیا تم میری کچھ مالی مدد کر سکتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ تم نے مجھے سونے کے لیے جگہ فراہم کی ہے۔ اس کے عوض مَیں تمھیں تمھاری مطلوبہ رقم دے سکتا ہوں۔"

"مَیں تمھاری بے حد شکر گزار ہوں گی، اس کے عوض میرے پاس جو کچھ بھی ہے تم لے سکتے ہو۔" لڑکی نے جواب دیا اور شیران کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"غالباً وہ سب کچھ تو تم نے بلا معاوضہ رات ہی کو مجھے پیش کرنے کی کوشش کی تھی جو تمھارے پاس ہے۔" وہ بولا۔

"ہاں لیکن تم گہری نیند سو رہے تھے۔" لڑکی بے حیائی سے مُسکرا دی۔

شیران خاموش ہو گیا۔ اس قبیل کے لوگوں کو اُس نے کابل میں بھی دیکھا تھا۔ نشہ میں مست رہنے والے دُنیا سے بے پروا کسی بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی تھی اُن کی نگاہ میں۔ بہرحال رات گزر گئی تھی اطمینان سے اور اس سلسلے میں لڑکی نے اُس کی مدد کی تھی۔ چنانچہ اُس نے بھیگے ہُوئے چند نوٹ لڑکی کے حوالے کر دیے جنھیں پا کر وہ اس قدر خوش ہُوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ اس بار بھی اُس نے شیران کو زبردست پیشکشیں کی تھیں لیکن شیران نے عاجزی سے معذرت کر لی تھی اور وہاں سے چل پڑا تھا۔

اجنبی بنکاک اب اور دلکش ہو گیا تھا۔ یہاں کی سڑکوں اور گلیوں میں خطرات منڈلانے لگے تھے۔ پولیس پیچھے لگ گئی تھی اور اب وہ بنکاک میں ایک قاتل تھا لیکن اُس کے ذہن کے کسی گوشے میں خوف کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ بس وہ ہوشیار تھا اور اپنے اِرد گرد کے خطرات سے دُور رہنا چاہتا تھا۔ اس دوران میں ناؤنی کئی بار اُسے یاد آیا تھا لیکن ناؤنی نے ادرنیل میں اُس کی بات نہیں مانی تھی اس لیے مصیبت میں پھنسا۔ اب اُس کے ساتھ جو کچھ بھی ہُوا ہو۔ شیران کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اُسے بس اس بات کا افسوس تھا کہ اُس کا سامان ادرنیل میں رہ گیا۔ موجودہ لباس گندہ ہو چکا تھا۔ کوٹ اور ٹوپی بھی ساتھ چھوڑ چکے تھے اور موجودہ لباس میں وہ عجیب نظر آ رہا تھا۔

آوارہ گردوں کے اس علاقے سے نکل کر وہ ایک بارونق جگہ پہنچ گیا۔ اُسے بازار کی تلاش تھی جہاں اُسے عمدہ لباس مل سکے اور پھر اُسے ایک اسٹور نظر آ گیا۔ حالانکہ اچھا خاصا دن چڑھ گیا تھا لیکن دُکانیں بہت کم کُھلی ہُوئی تھیں، اسی مناسبت سے بازاروں میں رش بھی نہیں تھا۔ بہرحال وہ اسٹور میں داخل ہو گیا۔ ایک سیلز گرل نے اس کا استقبال کیا تھا۔

"لباس۔" شیران نے کہا اور لڑکی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے اُس کی جسامت کا جائزہ لینے لگی۔ پھر اُس نے گردن ہلا کر اوپری منزل کی طرف اشارہ کیا۔

ڈیپارٹمنٹل اسٹور کی اوپری منزل پر عمدہ لباس موجود تھے یوں شیران کی پسند کے سمور کے کوٹ وغیرہ تو نہ مل سکے البتہ کچھ اور لباس اُسے پسند آ گئے تھے۔ لڑکی نے اُسے ڈریسنگ رُوم میں داخل ہونے کا اشارہ کیا اور پھر خود بھی اُس کے پیچھے داخل ہونے کی کوشش کی لیکن شیران نے اپنا ہاتھ اُس کے سینے پر رکھ کے پیچھے ہٹا دیا تھا۔ لڑکی نے ایک لمحے کے لیے گھبرا کر اُسے دیکھا اور پھر اُس کا مقصد سمجھ کر مُسکراتی ہُوئی پیچھے ہٹ گئی۔

جب تک شیران لباس تبدیل کرتا رہا وہ ڈریسنگ رُوم کے دروازے کے باہر موجود رہی، شیران لباس تبدیل کر کے باہر نکلا تو اُس نے گھوم پھر کر شیران کا جائزہ لیا۔ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے پسندیدگی کے آثار اُبھرے تھے لیکن پھر فوراً ہی معدوم ہو گئے۔ ظاہر ہے وہ سیلز گرل تھی، اس قسم کے خوش رُو اور خوش لباس گاہک اُس کے پاس آتے ہی رہتے ہوں گے، ان میں سے بے شمار ایسے جامہ زیب ہوتے ہوں گے جو کوئی لباس پہننے کے بعد بہت اچھے لگتے ہوں گے اُسے لیکن یہ تو اُس کا کاروبار تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے وہ سنبھل گئی اور تعریفی انداز میں بولی۔ "میرے خیال میں جناب یہ لباس آپ کے بدن پر بالکل فٹ ہے۔ ویسے آپ نے آئینہ بھی دیکھا ہو گا؟"

شیران مُسکرا دیا۔ وہ لڑکی کی کیفیات پر غور کر رہا تھا اس سے قبل وہ ایک لمحے کے لیے شیران کی ذات سے متاثر ہُوئی

تھی لیکن اب اُس کا لہجہ سو فی صد کاروباری تھا۔ شیران نے خود بھی اس لباس کو کافی پسند کیا... اور پھر اُس جیسے چند سُوٹ مزید خریدے اور سُوٹ کیس میں رکھے، وہ چاہتا تھا کہ کسی ہوٹل میں منتقل ہو جائے۔ سُوٹ کیس بھی اُس نے ڈیپارٹمنٹل اسٹور سے خریدا تھا اور پھر ان تمام چیزوں کا بل ادا کر کے باہر نکل آیا۔ اب اُسے کسی ہوٹل کی تلاش تھی، فی الوقت وہ آزاد ہی رہنا چاہتا تھا۔ اُسے اطمینان تھا کہ مارلینو کے آدمی اُس سے دُور نہ ہوں گے اور جب بھی وہ چاہے گا اُن سے رابطہ قائم کر لے گا لیکن اس سے قبل اس وقت تک جب تک کہ حالات ناگزیر نہ ہو جائیں وہ بنکاک میں اپنے طور پر زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ بس یہ اُس کی سوچ تھی، ورنہ گروہ میں شامل ہونے کے بعد بھی اس پر کوئی پابندی نہ ہوتی، مارلینو نے اُسے بہت بڑی حیثیت دے کر یہاں بھیجا تھا۔ بہر صورت باہر آ کر اُس نے ٹیکسی روکی اور ڈرائیور سے کہا کہ کسی عمدہ سے ہوٹل لے چلے اور ٹیکسی چل پڑی۔

ٹیکسی مناسب رفتار سے بنکاک کی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی لیکن عقبی شیشے سے اس سبز رنگ کی کار کو شیران نے دیکھ لیا جو ڈیپارٹمنٹل اسٹور سے ہی اُس کے پیچھے لگ گئی تھی۔ چند لمحات تک شیران حیران رہا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے لیکن جلد ہی اُسے اندازہ ہو گیا کہ سبز رنگ کی کار اسی کے تعاقب میں ہے اور اب اُس کی خواہش تھی کہ تعاقب کرنے والے کی شکل دیکھے چنانچہ اُس نے ٹیکسی چند لمحات کے لیے ایک بازار میں رُکوائی، نیچے اُترا اور ایک اور اسٹور میں داخل ہو گیا۔ اسٹور میں داخل ہو کر اُس نے کچھ چیزیں دیکھیں۔ ایک ہاتھی دانت کا سگرٹ کیس اور لائٹر اُس نے خواہ مخواہ خرید لیا۔ حالانکہ سگرٹ اور لائٹر سے اُسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ چند اور چیزیں خرید کر اُس نے اُن کا بل ادا کیا۔ اس دوران میں اس نے اس طویل القامت شخص کو دیکھ لیا تھا جو مقامی ہی تھا لیکن مقامی لوگوں سے ذرا قدآور اور تندرست تھا۔ بظاہر وہ سادہ لباس ہی میں تھا لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ اس کا تعلق پولیس سے ہوتا۔ بہر صورت شیران کو اس بات سے کوئی زیادہ دلچسپی نہیں تھی، اگر وہ پولیس کا آدمی بھی ہے تو اس کے ساتھ ذرا تفریح رہے گی چنانچہ خریداری کرنے کے بعد وہ ٹیکسی میں آ بیٹھا اور ٹیکسی ڈرائیور کو اُس نے اپنا تبدیل شدہ پروگرام بتا دیا۔

" ہوٹل چلنے سے پہلے میں سیر کرنا چاہتا ہوں۔"

" اوہ جو حکم جناب۔"

" میں تمہارے شہر میں اجنبی ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم مجھے یہاں کی سیر کراؤ۔"

" لیکن جناب اس سے قبل اگر آپ کسی ہوٹل میں منتقل ہو جاتے تو ٹھیک تھا۔"

" ہوٹل میں منتقل بھی ہو جائیں گے لیکن اس سے قبل میں آوارہ گردی کرنا چاہتا ہوں۔" شیران نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن ہلا دی۔ سبز رنگ کی کار بدستور پیچھے لگی ہوئی تھی اور شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ تقریباً تین ساڑھے تین گھنٹوں تک مختلف علاقوں میں گھومتا رہا، نجانے وہ شخص اُس سے کیا چاہتا تھا۔ شیران نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ تنہا ہے اور ڈرائیونگ بھی خود ہی کر رہا تھا۔ جب اچھی طرح آوارہ گردی ہو گئی تو ٹیکسی ڈرائیور نے اُسے ایک اور ہوٹل پہنچا دیا۔ ہوٹل پینگوئن، اوّل ہوٹل کے معیار کا تو نہیں تھا لیکن عمدہ اور صاف ستھرا ہوٹل تھا۔ ویسے سبز کار یہاں تک ساتھ آئی تھی۔

ہوٹل کے خوبصورت کمرے میں بیٹھ کر شیران نے اُس شخص کے بارے میں سوچا۔ اگر وہ پولیس کا آدمی تھا تو اُس نے اب تک اُس پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالا۔ پولیس کو اس بات سے کیا غرض کہ وہ کون ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اس کے لیے تو بس یہ کافی تھا کہ وہ قاتل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پولیس کا آدمی نہیں ہے۔ پھر کون ہے؟ کئی گھنٹے وہ آرام کرتا رہا۔ اس دوران میں وہ کسی بھی خاص واقعے کا منتظر رہا تھا لیکن کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔ شام ہو چکی تھی۔ اُس نے ایک خوبصورت لباس کا انتخاب کیا۔ سُوٹ پہننا اور ٹائی باندھنا اُس نے بخوبی سیکھ لیا تھا چنانچہ اس لباس میں بھی وہ بے مثال لگ رہا تھا۔

باہر نکل کر وہ ہوٹل میں نہ رُکا۔ ہوٹل سے باہر نکلا تو وہی ٹیکسی ڈرائیور موجود تھا جو اُسے یہاں تک لایا تھا۔ جلدی سے اُس کی طرف بڑھا اور اُسے سلام کر کے بولا۔

" کہیں جانا ہے صاحب؟"

" تم یہاں کیسے؟"

" ابھی ایک پسنجر یہاں چھوڑا ہے صاحب۔ آپ کو دیکھا تو آپ کے پاس آ گیا۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔

شیران ٹیکسی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ "کہاں چلیں

صاحب۔ بنکاک آپ نے دن کی روشنی میں دیکھ لیا ہے۔ کیا رات کی روشنی میں اسے نہیں دیکھیں گے؟"

" رات کی روشنی میں کیا خوبیاں ہیں؟"

" حُسن، دلکشی، رقص و موسیقی۔ نت نئے ہنگامے، میں آپ کو بیکاں بھی لے جا سکتا ہوں اور ریڈون بھی، دونوں خوبصورت جگہ ہیں۔ میرے خیال میں ریڈون چلیں۔ وہاں مُلکی اور غیر مُلکی لڑکیاں ملتی ہیں۔ شریف الطبع اور خوش اخلاق۔"

شیران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اس دوران میں وہ اُس سبز رنگ کی کار کو بدستور دیکھتا رہا تھا جو سائے کی طرح اُس کے پیچھے تھی۔ بہرحال اس نے اس کار کو ذہن میں کوئی جگہ نہیں دی تھی۔

ریڈون ایک خوبصورت علاقے کا نام تھا۔ جہاں چھوٹے چھوٹے خوبصورت مکانات بنے ہوئے تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ جدید طرز کا بازارِ حُسن ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور ضرورت سے زیادہ منچلا تھا۔ اُس نے خود ہی ایک مکان کا انتخاب کیا اور ٹیکسی اُس کے سامنے روک دی۔ دروازے وغیرہ لاک کر کے وہ نیچے اُترا اور شیران کی سمت کا دروازہ کھول دیا۔

" آیئے جناب۔ میں آپ کو اس علاقے کے سب سے خوبصورت مکان پر لایا ہوں۔" شیران نیچے اُتر آیا۔ ڈرائیور نے دروازے پر دستک دی اور ایک عورت نے دروازہ کھول دیا۔ اُس نے خوش آمدید کہنے کے انداز میں گردن جھکائی اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔

" مادام سونائی۔ معزز گاہک کو ریسیو کرو۔ خیال رہے۔" اُس نے کہا اور عورت نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ " میں چلوں گا صاحب صبح کو آ جاؤں؟"

" آ جانا۔" شیران نے کہا اور چند نوٹ نکال کر ڈرائیور کو ادا کر دیے۔ وہ سلام کر کے چلا گیا تھا۔

عورت نے شیران کی پذیرائی کی اور اُسے ایک کشادہ اور سجے ہوئے کمرے میں لے آئی۔ یہاں چند لڑکیاں موجود تھیں جن میں تین مقامی تھیں۔ ایک شاید مصری اور ایک فرانسیسی۔ سب خوبصورت لباسوں میں ملبوس تھیں۔

" یہ سب آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں جناب۔" عورت نے کہا۔

" رقص؟" شیران نے پوچھا۔

" ہاں۔ بے شک۔" عورت نے جواب دیا اور وہ شیران کو اُس کمرے سے نکال لائی۔ ایک اور اندرونی کمرے میں پہنچ کر اُس نے شیران کو بیٹھنے کی پیش کش کی۔ یہ کمرہ ہال نما تھا۔ باہر سے چھوٹے نظر آنے والے یہ مکان اس قدر کشادہ ہوں گے شیران نے سوچا بھی نہیں تھا۔ بہرحال اُسے یہ ماحول پسند آیا تھا لیکن وہ اپنے اصولوں پر قائم رہنا چاہتا تھا۔ اُس کے ذہن میں ایک خیال سب سے افضل تھا۔ کوئی عورت اُس کی آغوش کی زینت نہیں بن سکتی بشرطیکہ اُس کی بیوی نہ ہو اور بیوی اس دُنیا کی باشندہ نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کوئی عورت اس کا قرب حاصل کرے تو پھر اُس کی زندگی ممکن نہیں ہو سکتی کیوں کہ شیران اس وسوسے کا شکار نہیں رہنا چاہتا تھا کہ اُس کی اولاد کسی فاحشہ کی گود میں پرورش پائی ہے۔ عموماً وہ ایسے مواقع سے پرہیز کرتا تھا اور اگر کبھی وہ پرہیز ناگزیر ہو جاتا تو پھر اُسی کی وحشی فطرت اپنے اصول کی شکست تسلیم نہیں کرتی تھی۔ خواہ اس کے لیے کسی کی زندگی ہی کیوں نہ لینی پڑے اور اکثر ایسا ہو چکا تھا۔ اس وقت بھی وہ صرف ذہنی آسُودگی کے لیے اس طرف نکل آیا تھا۔ سبز رنگ کی کار بدستور اُس کے ذہن میں موجود تھی اور وہ اس اُلجھن سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد اُس نے ماحول کو دیکھا تو اُسے محسوس ہوا کہ اُس نے ایک اور مصیبت مول لے لی ہے۔ تاہم یہاں کچھ وقت گزار کر وہ ذہنی آسودگی حاصل کرنا چاہتا تھا چنانچہ اُس نے رقص کی فرمائش کر دی تھی۔

اس دوران میں اُس میزبان عورت جس نے شیران کا دروازے پر ہی استقبال کیا تھا کسی خوش رنگ اور خوش ذائقہ مشروب کا گلاس شیران کے سامنے پیش کر دیا۔ شیران کو مصری رقاصہ کا رقص بہت پسند آیا تھا۔ اُس کا فن بھی عظیم تھا اور ادائیں بھی، نسوانی طور پر بھی وہ نہایت خوبصورت عورت تھی۔ بے خیالی کے عالم میں شیران نے مشروب کا وہ گلاس خالی کر دیا۔ اس نے اُس کے ذائقے پر [illegible] غور نہیں کیا تھا۔ تب عورت نے دوسرا گلاس اُس کے سامنے رکھ دیا اور شیران اُس کے گھونٹ بھی لیتا رہا۔ دفعتاً اُسے اپنے ذہن میں کچھ خالی خالی پن سا محسوس ہوا۔ رقاصہ کا رقص جاری تھا لیکن اُس کی آنکھوں کے سامنے اب کچھ اندھیرے سے تیرنے لگے تھے۔ اُس نے چونک کر سر جھٹکا اور رقاصہ کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا پھر اُس کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز ہونٹوں سے نکلی لیکن الفاظ میں ربط نہیں بن سکا تھا۔ ساز رُک گئے۔ رقاصہ خاموش ہو

گئی اور شیران نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکا کر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اُسے اپنا بدن بے جان محسوس ہُوا تھا۔

"یہ کیا ہُوا... یہ کیا ہو گیا ہے مجھے؟" اُس نے چیخ کر کہا لیکن اس وقت بھی اُس کی زبان ساتھ نہیں دے سکی تھی، دو لڑکیوں نے اُسے سنبھالا اور کشاں کشاں ایک کمرے میں لے گئیں۔ اُنھوں نے اُسے ایک خوبصورت بستر پر لٹا دیا تھا۔

دوسری صبح جب شیران جاگا تو اُس کے ذہن پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ اُس نے بستر میں اپنے نزدیک لیٹی ہُوئی اُس مصری رقاصہ کو دیکھا اور اُس کی شریانوں میں آگ بھڑک اُٹھی۔ اُس نے رات کے واقعات پر غور کیا اور ساکت رہ گیا۔ معصوم صُورت لڑکی بڑے سکون سے اُس کے پہلو میں سو رہی تھی اور کچھ ایسے انداز میں تھی کہ شیران کو رات کے واقعات پر کوئی شبہ نہ رہا لیکن یہ بہتر تو نہیں ہُوا۔ یہ مناسب تو نہیں ہے۔ اُس نے دل میں سوچا۔ یقیناً اس مشروب میں کوئی خواب آور چیز شامل تھی۔ کیا اُسے کوئی دھوکا ہُوا ہے؟ اُس نے سوچا لیکن پھر خود ہی فیصلہ کیا کہ نہیں یہ دھوکے کی بات نہیں ہے بلکہ وہ جس ماحول میں آیا تھا، وہاں یہی سب کچھ ہوتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے اُس کے دونوں ہاتھ رقاصہ کی گردن کی جانب بڑھے۔ وہ اس کہانی کو اسی جگہ ختم کر دینا چاہتا تھا جس نے رات کو جنم لیا تھا لیکن معصوم صُورت رقاصہ کی صُورت دیکھ کر اُسے ایک لمحے کے لیے ہمدردی سی محسوس ہُوئی۔ نہیں اس بے تصور کا کوئی قصور نہیں ہے، یہاں اس کے ساتھ وہ سب کچھ نہیں ہُوا ہے جو اُس کی مرضی کے خلاف ہے بلکہ وہ خود ہی اپنے قدموں سے چل کر یہاں تک آیا ہے پھر اگر یہ رقاصہ اُس کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تو اس میں اس غریب کا کیا قصور، لیکن اس اصول کا کیا ہوگا۔ اگر اس رات کی لغزش کوئی رنگ لائی تو کیا ہوگا۔ تمام اصول خاک میں مل جائیں گے۔ کیا کرنا چاہیے۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ دفعتاً دروازہ کھلا اور شیران چونک پڑا۔

اندر داخل ہونے والے اپنے چہرے چھپائے ہُوئے تھے اُن کی تعداد تین تھی۔ سب ہی کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ وہ آن کی آن میں شیران کے سر پر پہنچ گئے۔

"سونی صد یہی ہے؟" اُن میں سے ایک نے سرد لہجے میں کہا۔ اسی دوران مصری لڑکی کی آنکھ بھی کھل گئی۔ یہ منظر دیکھ کر اُس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اُن میں سے ایک نے پستول کو نال کی طرف سے پکڑ کر اُس کا دستہ لڑکی کے سر پر مارا اور وہ مسہری سے نیچے لڑھک گئی۔ باقی دو نے شیران کی کنپٹیوں پر پستول کی نال رکھ دی تھی۔

"خاموشی سے اُٹھو اور ہمارے ساتھ چلو۔" ایک نے سرد لہجے میں کہا۔

"میرا لباس؟" شیران آہستہ سے بولا۔

"ایک منٹ رُکو۔" وہی شخص بولا اور پھر اُس نے اسٹینڈ سے شیران کا لباس اُس کی تلاشی لے کر جو کچھ اس میں ملا قبضے میں کیا اور پھر لباس شیران کی طرف بڑھا دیا۔

کئی غلطیاں ہُوئی تھیں۔ پولیس اُس کے پیچھے تھی اور یقیناً اینڈرا گاڈچی نے بھی اُسے نظر انداز نہیں کیا ہوگا پھر رات کو سبز رنگ کی کار یہاں تک آئی تھی۔ شیران نے اُسے نظر انداز کر کے یہاں رنگ رلیاں منانا شروع کر دی تھیں اُسے ہوشیار رہنا چاہیے تھا۔ بہرحال یہ اس کے لیے سبق تھا اور اب اس کا نتیجہ جو کچھ بھی نکلے۔ اُس نے لباس پہن لیا۔ تینوں پُوری طرح چوکنے تھے۔ نہ جانے باہر کی کیا پوزیشن تھی۔ وہاں موجود عورتوں کے ساتھ ان لوگوں نے کیا سلوک کیا تھا۔ ویسے مصری لڑکی کے ساتھ اُنھوں نے جو کچھ کیا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ... ان عورتوں سے... اُن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

باہر بھُورے رنگ کی ایک گاڑی موجود تھی جس کے پاس دو آدمی اور موجود تھے۔ اُن کی تعداد پانچ ہو گئی تھی۔ بہرحال کوئی موقع نہیں مل سکا تھا۔ شیران کو وین کے پچھلے حصّے میں بٹھایا گیا اور وین اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ چار آدمی شیران کے ارد گرد وین میں موجود تھے۔ آگے کی سیٹ پر صرف ڈرائیور تھا اور یہ سب اُس وقت بھی مستعد نظر آ رہے تھے اور شیران کو ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ملا تھا کہ وہ کچھ کر سکتا حالانکہ وہ تاک میں تھا لیکن پھر موقع ملا اور خوب ملا۔

دفعتاً ایک زوردار دھماکا ہُوا تھا۔ وین لنگڑی ہو گئی اور ایک طرف جھک گئی۔ اندر بیٹھے ہُوئے لوگ ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ ان میں سے ایک شیران کی گود میں بھی آ پڑا۔ شیران نے خود کو سنبھالتے ہُوئے اُس کے ہاتھ سے پستول جھپٹ لیا۔ وین رُک گئی تھی۔ شیران نے ایک لمحہ انتظار کیے بغیر باہر چھلانگ لگا دی۔ اُس کے قدم جونہی زمین سے لگے اُس نے اندھا دھند وین میں فائرنگ شروع کر دی۔ اندر سے تین چیخیں بلند ہُوئی تھیں۔

اُسی وقت عقب سے ایک پیلے رنگ کی کار نمودار ہُوئی اور وین کے پاس آ کر رُک گئی۔ اُس کا دروازہ کھُلا اور چاروں دروازوں سے آدمی نکل پڑے۔ یہ مقامی ہی تھے اور اُن کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ ان میں سے تین آدمی وین کی جانب بڑھ گئے اور اُنھوں نے غرّاتی ہُوئی آواز میں کہا۔

"خبردار اگر کوئی حرکت ہُوئی تو بھُون کر رکھ دیں گے۔" اور ایک شیران کے قریب پہنچ گیا۔

"سر ہم آپ کے خادم ہیں۔" اُس نے مقامی زبان میں کہا۔ شیران متحیر رہ گیا تھا۔

"کون ہو تم؟"

"میرا نام کیرٹ ہے، بگ چیف کے گروہ سے تعلّق رکھتا ہوں۔ میرا مطلب ہے مسٹر مارلینو۔"

"اوہ۔" شیران کے ہونٹ سُکڑ گئے۔ بڑی ڈرامائی سی سچوئیشن تھی۔ وین میں پتہ نہیں کیا ہُوا تھا۔ بہرحال چند لمحات کے بعد اس میں سے دو آدمیوں کو باہر گھسیٹ لیا گیا جو زندہ تھے۔ باقی تین آدمی یا تو شدید زخمی ہو چکے تھے یا مر چکے تھے، دونوں کتوں کی طرح ہانپ رہے تھے، اُن کے چہروں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ دن کا وقت تھا اور اُن کے خدوخال واضح تھے، اسی طرح آنے والوں کو بھی بخوبی دیکھا جا سکتا تھا لیکن شیران کو اس بات پر حیرت تھی کہ یہ لوگ اس طرح یہاں کیسے پہنچ گئے، تاہم ابھی اس حیرت کے اظہار کا موقع نہیں تھا۔ اُس شخص نے جس نے اپنا نام کیرٹ بتایا تھا گردن جھکا کر شیران سے پوچھا۔

"ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے چیف؟"

"نہتا کر کے وین ہی میں ٹھونس دو، ہمیں ان کا کیا کرنا ہے۔ ویسے یہ کون ہو سکتے ہیں، کیا پولیس کے آدمی؟" شیران نے سوال کیا۔

"نہیں جناب، ان کا تعلّق گاڈچی گروپ سے ہے، یہ یقیناً گاڈچی کے لوگ ہیں۔"

"اوہ اینڈرا گاڈچی؟" شیران نے متعجّبانہ انداز میں سوال کیا۔

"اینڈرا تو گاڈچی کی اسسٹنٹ ہے، اُس کا نام آپ کو کیسے معلوم ہُوا؟" کیرٹ نے پوچھا اور شیران خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، ان کو غیر مسلح کر دو، وین کے چاروں ٹائر ناکارہ کر دو اور یہاں سے چلو۔"

"او کے چیف۔" اُنھوں نے جواب دیا اور پھر اُن سب نے شیران کی ہدایت پر عمل کیا۔

"اس سے قبل سبز رنگ کی ایک کار میرا تعاقب کرتی رہی تھی، کیا تم میں سے کسی کو اس کے بارے میں معلوم ہے؟"

"جی ہاں جناب۔ وہ اینڈرا گاڈچی ہی کے ایک آدمی کی گاڑی تھی۔"

"رات کو وہ شخص کہاں رہا؟"

"اسی مکان کے سامنے، اُس نے اطلاع دی تھی۔"

"تعجب ہے، صبح کو اُس نے یہ اطلاع کیوں دی؟"

"رات کو وہ بھی اندر ہی رہا تھا جناب۔" کیرٹ نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔ شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔ ایک بار پھر اُسے وہ مصری لڑکی یاد آئی جو اُس کے لیے باعثِ اُلجھن بن گئی تھی۔ وہ عجیب انداز میں اُس کے بارے میں سوچ رہا تھا لڑکی کو نگاہ میں رکھنا ضروری ہوگا ورنہ اُس کے اصول ٹوٹ جائیں گے اور وہ زندگی بھر خلش میں مبتلا رہے گا۔

راستے بھر خاموشی طاری رہی پھر شہر کے ایک بارونق حصّے میں پہنچ کر پیلے رنگ کی گاڑی ایک عمارت میں داخل ہو گئی۔ عمارت وسیع و عریض اور بے حد شاندار تھی۔ پورچ میں دو قیمتی گاڑیاں اور بھی کھڑی ہُوئی تھیں۔ سب نیچے اُتر آئے۔ اور پورچ کے بائیں سمت بنی ہُوئی سیڑھیوں سے گزر کر عمارت میں داخل ہو گئے۔ وہ سب بڑے ادب سے شیران کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ عمارت اندر سے بھی بے حد نفیس تھی، فرش پر نرم قالین بچھے ہُوئے تھے۔ وہ ان قالینوں پر چلتے ہُوئے ایک کمرے کے سامنے پہنچ گئے اور پھر وہ سب رُک گئے۔

"آپ اندر تشریف لے جائیے جناب۔" اُنھوں نے کہا اور شیران گردن ہلا کر اندر داخل ہو گیا۔

ہال نما کمرہ تھا، عمدہ فرنیچر سے آراستہ، وہ تھکے تھکے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پے در پے پیش آنے والے واقعات نے اُس کی طبیعت کو مکدر کر دیا تھا۔ ابھی اُسے بیٹھے ہُوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر قدموں کی چاپ سُنائی دی اور پھر ایک طویل القامت آدمی اندر داخل ہُوا۔ یہ مقامی آدمی نہیں تھا، سُرخ و سفید چہرہ، اُوپر کو اُٹھے ہُوئے بال، اچھی خاصی شکل و صورت کا انسان تھا، اور شاید کسی یورپی مُلک سے تعلق رکھتا تھا۔ بڑی بڑی اُس آنکھوں میں سُرخی تیر رہی تھی جسم پر ایک عمدہ سُوٹ تھا

"ہیلو سر، مجھے گرنیچر کہتے ہیں۔" اُس نے مُسکراتے ہُوئے

اپنا تعارف کرایا۔

"ہیلو" شیران نے آہستہ سے کہا۔ گریچر اُس کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"ہمیں افسوس ہے جناب کہ ہمیں آپ کی تفریحات میں مداخلت کرنا پڑی۔ کیا اس موقع پر ہماری مداخلت مناسب تھی؟"

"میں نہیں سمجھا" شیران بھاری لہجے میں بولا۔

"میرا مطلب ہے گاوچی گروپ کے افراد آپ سے بدتمیزی کے مرتکب ہوئے تھے۔ ہم نے اُس وقت تک کوئی مداخلت نہیں کی جب تک کہ آپ کو کوئی خطرہ پیش نہیں آیا لیکن اس کے بعد یہ لازمی اَمر تھا کہ ہم ان لوگوں سے بھڑ جاتے۔"

"ہُوں۔ کب سے میرے پیچھے ہو تم لوگ؟"

"شروع ہی سے جناب۔ یہ ہماری ذمّہ داری تھی۔ مادام نے یہ ڈیوٹی ہمارے سپُرد کر دی تھی۔"

"کس نے؟" شیران نے پوچھا۔

"ہم اپنی انچارج کی بات کر رہے ہیں۔"

"تمھاری انچارج یہاں کون ہے؟"

"سر، اس سلسلے میں ہمیں کچھ بتانے کی اجازت نہیں ہے مادام خود ہی آپ سے ملاقات کریں گی اور آپ کو اپنے بارے میں تفصیلات بتا دیں گی۔ میرا خیال ہے وہ آپ کو یہاں کا چارج بھی دیں گی، کیونکہ آپ کے آنے کے بعد ان علاقوں میں اور کوئی انچارج نہیں رہا ہے۔"

"لیکن میں تم سے اُس عورت کا نام پوچھ رہا ہوں جسے تم نے مادام کہہ کر مخاطب کیا ہے۔"

"آپ یقین جانیے جناب۔ ہم اُنھیں صرف مادام کہتے ہیں اُن کا نام ہم میں سے کسی کو نہیں معلوم۔" گریچر نے جواب دیا۔

"جھوٹ بول رہے ہو تم۔"

"ہم آپ سے جھوٹ بولنے کی جُرأت نہیں کر سکتے مسٹر شیران" گریچر بدستور مؤدب لہجے میں بولا اور شیران نے ایک لمحے میں خود کو سنبھال لیا۔ بلاوجہ اس آدمی سے بحث کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا اور پھر ابھی نہ سہی مادام کا نام بہرصورت کسی نہ کسی شکل میں سامنے آ ہی جائے گا۔ تاہم اُس نے کسی خیال کے تحت چونک کر پوچھا۔

"تم لوگ شروع ہی سے میرے پیچھے رہے ہو تو تمھیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ میرے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا جس کا نام دیکھ کر تھا، اُس کا کیا ہوا؟"

"پولیس نے اُسے اورنیٹل ہوٹل سے گرفتار کیا تھا جناب لیکن ہم اُسے پولیس کی تحویل میں نہیں جانے دے سکتے تھے چنانچہ راستے میں پولیس پر ریڈ کر کے اُسے آزاد کرا لیا گیا۔"

"اوہ تاؤنی کو آزاد کرا لیا گیا؟"

"جی ہاں جناب۔ وہ آپ کے سامان کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے۔"

"کہاں۔ کیا اسی عمارت میں؟"

"نہیں جناب۔ اُسے دوسری جگہ رکھا گیا ہے اگر آپ حکم دیں تو اُسے آپ کے پاس بھیج دیا جائے؟"

"نہیں اتنی جلدی نہیں ہے۔ ہاں ایک اور بات، جیسا کہ تم نے کہا کہ تم شروع ہی سے میرے پیچھے ہو، کیا تمھیں اُس مکان کے بارے میں معلوم ہے، جہاں سے میں ابھی ابھی چلا تھا میرا مطلب ہے اگر میں چاہوں تو تم مجھے دوبارہ وہاں لے جا سکتے ہو؟"

"یقیناً جناب، ویسے آپ کو وہاں جانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ پورے ریڈوں کے علاقے میں جس کی طرف آپ اشارہ کر دیں گے وہ خود ہی آپ کے قدموں میں موجود ہو گی۔"

"ہُوں" شیران نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ گریچر مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"غلط باتیں ذہن سے نکال دو" شیران، گریچر کے تاثرات بھانپتے ہوئے غرّایا۔

"اوہ سوری جناب، ویسے خواہش مند تھا اس بات کا کہ آپ کی دوستی حاصل کروں، میں آپ کے لیے بہترین معاون ثابت ہو سکتا ہوں ہر سلسلے میں اور آپ مجھے یقینی طور پر ایک اچھا دوست پائیں گے۔"

شیران نے کوئی جواب نہ دیا۔ چند لمحات وہ خاموشی سے گریچر کی شکل دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟"

"فی الحال تو آپ یہیں کا باشندہ سمجھ لیں۔ ویسے یورپ کے کسی قصبے میں پیدا ہوا تھا لیکن بچپن ہی میں ان علاقوں میں منتقل ہو گیا۔ یہاں کی آب و ہوا میرے خدوخال پر اثرانداز نہیں ہو سکی لیکن دل و دماغ اسی ماحول میں رچے بسے ہوئے ہیں اور میں اس مُلک سے محبت کرتا ہوں۔" گریچر نے جواب دیا۔

"مقامی زبان بھی سمجھتے ہو گے؟"

"نہ صرف یہاں کی بلکہ قرب وجوار کے تمام علاقوں کی

اس کے علاوہ بھی میں نے دُنیا کی بہت سی زبانوں پر عبور حاصل کیا ہے۔"

"دلچسپ آدمی ہو۔ اگر مارلینو کے ساتھیوں میں سے ہو تو پھر یقینی طور پر مارشل آرٹس سے بھی واقف ہو گے۔ تندرستی بھی بہت شاندار ہے۔ ٹھیک ہے گریچر، تم اگر میرے دوستوں میں شامل ہونا چاہتے ہو تو میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"شکریہ جناب۔ یہ میری عزت افزائی ہے۔ ویسے آپ کے خادموں میں تو پہلے بھی تھا لیکن اب دوستوں میں شامل ہونے کے بعد خود کو بے حد مغرور محسوس کر رہا ہوں۔" شیران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ "اور کوئی حکم ہے میرے لیے جناب؟"

"نہیں ابھی کچھ نہیں۔ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کے لیے خواب گاہ موجود ہے زحمت کریں۔" گریچر نے کہا اور شیران اُس کے ساتھ اُٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوبصورت آرام گاہ میں پہنچ گیا۔ آرام گاہ کی سجاوٹ پر اُس نے کوئی توجہ نہیں دی اور فوم کے گدّوں والی خوبصورت مسہری پر دراز ہو گیا۔ اُس نے جُوتے بھی نہیں اُتارے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ گہری نیند سو گیا تھا۔ گریچر اُس کے مسہری پر لیٹتے ہی باہر نکل آیا تھا۔ اُس کے چہرے پر مُسکراہٹ تھی، وہ کمرے سے تھوڑی دُور ہی گیا تھا کہ ایک یورپین لڑکی کسی گوشے سے نکل کر اُس کے پاس پہنچ گئی۔

"ہیلو گریچر۔ سُنا ہے وہ آ گیا ہے۔"

"ہاں۔ گاوچی گروپ سے بھڑ گیا تھا۔ ہمیں اُس کی مدد کرنی پڑی۔"

"لیکن اُس کے بارے میں تو سُنا تھا کہ ابھی وہ بنکاک دیکھ رہا ہے اور یہاں نہیں آئے گا۔"

"اور کچھ نہیں سُنا تھا اُس کے بارے میں؟" گریچر نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ کیوں۔ کیسا آدمی لگتا ہے؟"

"دیکھنے میں بہت شاندار، طویل القامت، چوڑے شانے والا، سُرخ و سفید رنگت کا مالک۔" گریچر نے کہا۔

"ویری گڈ۔ ذہانت کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے تم میری انسان شناسی پر بھروسہ تو رکھتی ہو نا؟"

"بلاشُبہ۔"

"اُس کی شکل وصُورت جیسی بھی ہے لیکن فطرت، میں نے اُسے زیادہ دیر نہیں دیکھا لیکن اُس کی سرشت بھیڑیوں جیسی ہے۔ اُس کی آنکھوں کی بناوٹ بتاتی ہے۔"

"فنٹاسٹک، اس کا مطلب ہے کہ ایک آئیڈیل چیف ملا ہے ہم لوگوں کے ساتھ اُس کا کیا رویّہ رہے گا یہ دیکھنا ہے۔"

"اچھا اجازت۔ مجھے کچھ کام ہے۔ تم خیال رکھنا اُس کا۔ اُسے ہینڈل کرنے میں تمھیں کوئی مشکل تو نہیں پیش آئے گی؟"

"تمھیں ہینڈل کرنے میں کوئی مشکل پیش آئی تھی مجھے؟" مگنیشا نے مُسکراتے ہوئے کہا اور گریچر بھی ہنسنے لگا۔

"میں تو ایک شریف انسان تھا مگنیشا۔ اچھا خُدا حافظ۔" گریچر نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ مگنیشا وہیں کھڑی کچھ سوچتی رہی پھر مُسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

شیران کے کمرے کے سامنے اُس کے قدم خود بخود رُک گئے۔ ایک لمحے کے لیے اُس کے دل میں خیال آیا تھا کہ اُس کا جائزہ تو لے۔ گریچر نے بتایا تھا کہ وہ سو رہا ہے۔ بہرحال وہ اُس کی میزبان تھی اور پھر خود اُس کے دل میں بھی اُسے ایک نگاہ دیکھنے کی خواہش تھی چنانچہ اُس نے آہستہ سے خواب گاہ کا دروازہ کھولا۔ اندر نیم تاریکی تھی حالانکہ کمرے کے ایک روشندان سے سُورج کی - - - کرنیں اندر داخل ہو کر ایک دیوار کو روشن کر رہی تھیں لیکن مگنیشا چونکہ باہر تیز روشنی سے آئی تھی اس لیے چند لمحات وہ اندھوں کی طرح کھڑی آنکھیں پھاڑتی رہی پھر جب بصارت بحال ہوئی تو اُس نے مسہری پر اوندھے سیدھے پڑے ہوئے شخص کو دیکھا۔ مسہری پر انتہائی قیمتی بستر پڑا ہوا تھا لیکن وہ جُوتوں سمیت اُس پر دراز تھا۔

مگنیشا آگے بڑھ گئی۔ اُس نے سونے والے کی شکل دیکھی اور دیکھتی رہ گئی۔ سوتے ہوئے وہ بے حد معصوم لگ رہا تھا۔ گریچر نے اُس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ کم تھا۔ یہ شخص تو اُس سے کہیں زیادہ شاندار لگ رہا تھا۔ مگنیشا اُس کی مسہری کی پائینتی پر بیٹھ گئی اور پھر اُس کے ہاتھ اُس کے جوتوں کے فیتے کھولنے لگے۔ اُس نے بہ آہستگی فیتے کھولے دونوں جُوتے اُتارے اور اُنھیں سلیقے سے نیچے رکھ کر اُس کے پیروں کی اُنگلیوں کو سہلانے لگی۔

لیکن دوسرا لمحہ اُس کے تصوّر سے باہر تھا۔ دفعتاً اُس کی لات مگنیشا کے سینے پر پڑی اور مگنیشا مسہری سے تقریباً چار فٹ دُور قالین پر آ گری اگر فرش پر موٹا قالین نہ ہوتا

تواس وقت لطف ہی آجاتا۔ تاہم گرتے ہوئے اُس کی چیخ نکل گئی تھی اور اس چیخ کی آواز سے اُس کی آنکھ کھل گئی لات شاید اُس نے سوتے ہوئے ہی ماری تھی۔ وہ کہنیوں کے سہارے اُٹھ کر تکیے سے ٹک گیا اور سُرخ سُرخ آنکھوں سے مگنیشا کو گھورنے لگا۔ مگنیشا بدحواسی کے عالم میں اُٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔ تبھی اُس کی غرّائی ہوئی آواز اُبھری: "کون ہے تو اور یہاں کیوں آمری تھی؟"

مگنیشا بدحواس ہوگئی تھی۔ وہ اُٹھ کر قالین پر بیٹھ گئی تھی، شیران اپنی جگہ سے اُٹھا اور مسہری سے نیچے اُتر آیا۔ "کون ہے تو اور یہاں کیوں آئی تھی؟"

"سر۔ آپ کی خادمہ ہوں مگنیشا۔ میں نے سوچا ممکن ہے آپ کو میری ضرورت ہو۔" اُس کی بھرّائی ہوئی آواز اُبھری اور شیران اُس کے پاس پہنچ گیا پھر اُس نے جُھک کر مگنیشا کے بال پکڑے اور مگنیشا کے حلق سے خوفزدہ سی چیخ نکل گئی۔ شیران نے بالوں سے پکڑ کر اُسے کھڑا کیا اور اسی طرح پکڑے پکڑے دروازے تک لے آیا پھر اُس نے دروازہ کھول کر مگنیشا کو دروازے کے درمیان کھڑا کیا اور ایک لات اُس کی کمر پر جھاڑ دی۔ مگنیشا کے حلق سے پھر چیخ نکل گئی تھی۔ اس بار صورتِ حال بالکل مختلف ہونے والی تھی لیکن پھر کسی نے اُسے بازوؤں میں سنبھال لیا اور اس میں ٹوٹ پھوٹ ہونے سے بچ گئی۔

اُسے سنبھالنے والا گریچر تھا۔ مگنیشا نے وحشت زدہ نظروں سے ایک بار گریچر کو دیکھا پھر اُس دروازے کی طرف، جہاں سے گزر کر وہ یہاں تک آئی تھی۔ دروازہ بند ہوچکا تھا۔

"مائی گاڈ۔ وہ انسان ہے یا بھیڑیا؟" اُس کے مُنہ سے آواز نکلی۔

●●

نعمان خاں کا فیصلہ تھا۔ اُس کے آٹھوں بھائی اُس کی بڑائی پر ایمان رکھتے تھے۔ یُوں بھی نعمان خاں عمر کے لحاظ سے زیرک اور جہاندیدہ تھا۔ آج تک اُس نے جو کچھ کیا تھا بھائیوں کو اُس پر اعتراض نہیں ہُوا تھا لیکن وہ نعمان خاں کا اچانک فیصلہ سُن کر ہکا بکا ضرور رہ گئے تھے۔ نعمان خاں اُن کے چہروں سے اُن کی حیرت کا اندازہ لگا رہا تھا پھر اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں یورپ کی فضائیں تمھیں بہت پسند ہیں کیونکہ تم نے اپنی عمر کا بیشتر حصّہ یہاں گزارا ہے لیکن موجودہ حالات تم دیکھ رہے ہو۔ ہمیں یہاں ہمارا مقام نہیں مل سکا! اتنی مشکلات سے گزرنا پڑ رہا ہے ہمیں کہ اس سے قبل کبھی نہ گزرے تھے اس کے باوجود میری خواہش ہے کہ تم لوگوں میں سے اگر کوئی مجھ سے سوال کرنا چاہے تو ضرور کرے۔ میں اپنے فیصلے کسی پر مسلّط نہیں کرنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپس کے صلاح اور مشورے سے ہر کام ہو۔"

نعمان خاں کے تیسرے بھائی رزاق خاں نے کہا۔ "نعمان بھائی آپ نے جو فیصلہ کیا ہے مجھے بلکہ ان تمام لوگوں کو اِس کا یقین ہے کہ وہ دانش مندانہ ہوگا اور اس کے پس پردہ کوئی ایسی بات ضرور ہوگی جو ہم سب کے مفاد میں ہوگی لیکن اگر آپ پسند کریں تو ہمیں یہ ضرور بتادیں کہ بنکاک جانے کا فیصلہ... کیوں کیا گیا ہے؟"

نعمان خاں نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلائی اور کہنے لگا "دراصل فرانس میں ہمیں جس طرح لُوٹا گیا ہے رزاق خاں! انسان کی زندگی کے ایسے المیوں میں سے ایک ہے جس سے بہت کم لوگ دوچار ہوتے ہیں۔ باپ کی موت کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا ہماری ماں نے ہمیں کبھی اس کا احساس نہ ہونے دیا۔ میں بزرگ و محترم چچا خاں کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا اگر حالات پر غور کرتا ہوں تو وہ شخص بھی مجھے بے قصور نظر آتا ہے۔ وہ ایک شدت پسند پہاڑی ہے جس نے تمام زندگی اپنی روایتوں کے درمیان گزاری ہے جو پہاڑوں سے منسوب ہیں اُس کے سینے میں انتقام کا پودا پروان چڑھتا رہا، جوان ہو گیا اور پھر اُس نے انتقام کی آگ کو بھڑکا دیا لیکن ہمارا مدِّمقابل باظرف نہیں تھا، بے شک ہمارے ہاتھوں اُس کی ماں ماری گئی تھی لیکن اس کے جواب میں وہ ہم سب کو قتل کر دیتا تو یہ دلیری کی بات ہوتی لیکن اُس نے..." نعمان خاں کی آواز میں لرزش پیدا ہوگئی۔

چند لمحات وہ خاموش رہا پھر بولا۔ "اُس نے غلاظت کا ثبوت دیا۔ جو کچھ اُس نے کیا وہ انتقام نہیں تھا، بس میں اسے صحیح الفاظ نہیں دے سکتا۔ اگر شیران ہماری ماں کو قتل کردیتا۔ تم میں سے دو تین کو مار دیتا تو یقین کرو میرے دل میں اُس کے خلاف نفرت ضرور ہوتی، انتقام کا جذبہ میرے سینے میں اسی انداز میں پل رہا ہوتا جس طرح پہاڑوں کی روایت ہے لیکن یہ ایک پُروقار دشمنی ہوتی اور ہم طویل عرصے تک اس کا فیصلہ کرتے رہتے۔ بہرحال میں بار بار اس دکھ بھرے وقت کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ شیران سے انتقام لینے کے لیے میں نے قسم کھائی ہے لیکن اس طرح نہیں۔ میں نے زندگی سے ایک طویل معاہدہ کیا ہے اور میں اس کا انتظار کروں گا۔ وہ بچ کر کہاں جائے گا مجھ سے۔ چچا خان ہماری دلجوئی نہ کرسکا۔ اس کی وجہ سے ہمیں مشکلات سے گزرنا پڑا۔ ہم اُسے چھوڑ چکے ہیں اور اب ہمیں اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔"

"ٹھیک ہے بھائی۔ ہم یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔"

"ہاں لیکن کامیاب نہیں ہیں۔ بتاؤ کیا حاصل کیا ہے ہم نے یہاں اور آئندہ کیا امکانات ہیں اس کے۔"

"ہاں یہاں ہمیں کوئی موقع نہیں مل سکا۔"

"اسی لیے میں یہاں سے جا رہا ہوں۔"

"بنکاک ہی جانے کا فیصلہ کیوں کیا ہے؟"

"اتفاق سے ایک موقع مل گیا ہے۔ ایک شخص ہمیں وہاں بھیجنا چاہتا ہے اور وہی اس کے لیے انتظامات کر رہا ہے۔"

"اس کا مقصد کیا ہے؟"

"کاروبار کرتا ہے۔ شاید اسمگلنگ۔" نعمان خاں نے جواب دیا اور رزاق خاں کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس خوبصورت موقع کو ہاتھ سے گنوانا دانش مندی نہیں ہوگی۔" اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا اور نعمان خاں چونک پڑا۔

"ہم آپ کی وجہ سے خاموش تھے بھائی جان۔ ورنہ ہم لوگوں نے بارہا اس بارے میں سوچا اور آپس میں گفتگو کی تھی۔"

"کیا؟"

"یہی کہ اگر سڑکوں پر محنت مزدوری تلاش کرتے رہے تو زندگی گزر جائے گی اور کچھ نہیں ملے گا۔ ہماری اپنی خواہش بھی یہی تھی کہ کوئی ایسا قدم اُٹھایا جائے جس کا فیصلہ فوری ہو۔"

نعمان خاں چند لمحات خاموش رہا پھر بولا۔ "تو تم لوگ مجھ سے متفق ہو؟"

"سَو فی صد۔" اس بار سب نے جواب دیا تھا۔

"بس تو تیاریاں کرلو۔ میں ڈاکٹر بریٹو سے اپنی آمادگی کا اظہار کیے دیتا ہوں۔"

تمام بھائیوں نے اس سے اتفاق کا اظہار کیا تھا اور دو تین دن کے بعد نعمان نے ڈاکٹر بریٹو کو اپنی روانگی کے فیصلے سے مطلع کردیا۔ ڈاکٹر بریٹو نے اُس سے کہا تھا کہ وہ فوری طور پر انتظامات کر رہا ہے اور جلد ہی اس سلسلے میں اطلاع دے گا۔

بہرطور کوئی خاص تیاریاں تو کرنا نہیں تھیں، یہاں وہ لوگ ابھی تک اپنے لیے کوئی بہتر مقام تلاش نہیں کرپائے تھے، ایک مخصوص وقت پر تمام کے تمام بنکاک کے لیے چل پڑے، ڈاکٹر بریٹو نے ان سب پر مکمل اعتماد کیا تھا۔ آیئوی بھی نعمان خاں کے ساتھ تھی اور اُسے دیکھ کر نعمان خاں کے بھائی آپس میں اشارے بازیاں کرنے لگے تھے۔

رزاق خاں نے اپنی سیٹ کے برابر بیٹھے ہوئے شارق خاں سے کہا۔

"یہ لڑکی تمھیں یاد ہے شارق خاں؟"

"کیا مطلب؟"

"بھول گئے اسے؟"

"میرا خیال ہے میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے۔"

"نہیں تیسری بار۔" رزاق خاں نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا ہم اسے پہلے دیکھ چکے ہیں۔" شارق خان بولا۔

"ہاں۔ یا تو تم نے اس پر توجّہ نہیں دی یا پھر تمھاری یادداشت زیادہ بہتر نہیں ہے، یہ وہی لڑکی نہیں ہے جس کی نعمان خاں نے مدد کی تھی۔ ایک اور لڑکی اس کے ساتھ تھی اور جب وہ آوارہ گرد غنڈے نعمان خاں پر حملہ آور ہو رہے تھے تو ہم نے ان پر فائرنگ کی تھی اور پھر یہ دوسری بار ہمارے گھر آئی تھی۔"

"اوہ ہاں ہاں، یقیناً وہی ہے۔ بس چہرہ میرے ذہن میں نہیں رہا تھا۔" شارق خاں نے کہا۔

"لیکن تعلّقات کافی گہرے ہوگئے ہیں۔ ڈاکٹر بریٹو اس کا باپ ہے۔ اُس نے ہمیں بنکاک بھجوانے کے انتظامات کیے ہیں اور محترمہ بھی ہمارے ساتھ جا رہی ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

"بات تشویش ناک ہے۔" شارق خاں نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"ایک یورپین لڑکی ہماری بھابی بن سکتی ہے؟"

"بننا تو نہیں چاہیے۔"

"اور اگر نعمان بھائی نے یہ فیصلہ کرلیا تو؟"

"تو پھر یہ یورپ کی پہلی شریف لڑکی ہوگی جو ہمارے سامنے آئے گی کیونکہ نعمان بھائی پر ہمیں اتنا اعتماد تو ہے کہ وہ کسی ایسی ویسی لڑکی کو ہماری بھابی نہیں بنائے گا۔"

آگے کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے بھائی بھی اس گفتگو میں شریک ہوگئے۔ اُن کی نگاہیں بار بار آیئوی کی طرف اُٹھنے لگیں۔

باالآخر وہ بنکاک پہنچ گئے۔ ائرپورٹ پر اُن کے استقبال کے لیے نصف درجن افراد موجود تھے، نہایت عزّت و احترام کے ساتھ اعلا درجے کی کاروں میں بٹھا کر اُنھیں ایک خوبصورت کوٹھی میں لے جایا گیا جو انتہائی پُرفضا علاقے میں تھی۔

گیترو نامی مقامی شخص نے جو عمدہ لباس میں ملبوس تھا نعمان خاں سے کہا۔ "آپ مجھے اپنے خادموں میں تصوّر فرمائیں، مجھے آپ کی مہمانداری کے لیے مقرّر کیا گیا ہے مسٹر نعمان خاں، میں اسی عمارت کے بیرونی حصّے میں ہوں۔ آپ کسی بھی ضرورت پر مجھے طلب کرسکتے ہیں۔ یہاں آپ کو ضرورت کی ہر چیز مہیّا کی جائے گی۔ ضروریات کی تمام چیزیں یہاں موجود ہیں۔ آپ جس طرح چاہیں بنکاک کی سیر کریں، اس کے لیے اگر آپ کو کسی گائڈ کی ضرورت ہو تو اس کا بھی انتظام کیا جاسکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" نعمان خان نے کہا۔

آیٹوی کو ایک الگ کمرہ دیا گیا تھا لیکن بجانے کس قسم کی لڑکی تھی، بظاہر تو وہ انتہائی ماڈرن اور فیشن ایبل تھی لیکن عام حالات سے ہٹ کر ایک عجیب فطرت کی مالک معلوم ہوتی تھی۔ نعمان اُس سے بے حد متاثر ہُوا تھا۔

"آیٹوی تم نے اور ڈاکٹر بریٹو نے مجھ پر جو احسانات کیے ہیں میں ان کا صِلہ تمھیں زندگی میں کبھی نہیں دے سکتا، میں چاہتا ہوں کہ تمھیں بھی یہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ میری خواہش ہے آیٹوی کہ تم اُن تمام تکلّفات سے کام نہیں لوگی، جب ہمارے اور تمھارے درمیان اتنے گہرے تعلّقات پیدا ہوگئے ہیں تو پھر تکلّفات کے کچھ اور پردے ہٹ جانے چاہیئیں۔"

"یہ تم پر منحصر ہے نعمان خاں۔" آیٹوی نے پُراسرار لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" نعمان خاں سادگی سے بولا۔

"میں نے کہا نا جس حد تک خود سے قریب آنے کا موقع دوگے میں تم سے قریب آتی چلی جاؤں گی۔ باقی رہی احسانات کی بات، تو میں نہیں جانتی کہ ان احسانات کی نوعیت کیا ہے، میں تمھیں بے تکلّفی سے بتا دوں نعمان خاں، میرے والد سائنسداں ہیں، میں بجا طور پر اُن پر فخر کرسکتی ہوں کیونکہ اُن کی ذہنی پہنچ بہت بلند ہے لیکن ایک حقیقت کا اعتراف بھی کرنا چاہتی ہوں میں تمھارے سامنے۔" آیٹوی نے کہا اور نعمان خاں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیسی حقیقت؟" اُس نے سوالیہ انداز میں کہا

"نعمان خان، کوئی بیٹی اپنے باپ کی طرف سے کسی کے خیالات خراب نہیں کرتی . . . لیکن میری نگاہ میں تمھاری ایک حیثیت ہے۔ یقین کرو یہ حیثیت اُسی وقت بن گئی تھی جب میں نے پہلی بار تم سے ملاقات کی تھی۔ بہر حال میں تفصیل میں نہیں جاؤں گی۔ ڈیڈی سائنس داں ہیں، بے حد ذہین ہیں لیکن اُن کی سائنسی صلاحیتیں منفی رنگ رکھتی ہیں۔ اُنھوں نے آج تک انسانی بھلائی کے لیے کچھ نہیں کیا۔ بس دولت کمائی ہے اور اب بھی اسی تگ و دَو میں مصروف ہیں۔"

"دولت کمانا بُری بات تو نہیں ہے آیٹوی۔"

"ہاں لیکن منفی ذرائع سے بھی؟"

"تم اس بات کو ناپسند کرتی ہو؟"

"تمھاری رائے جاننا چاہتی ہوں۔"

"میری رائے جان کر تمھیں زیادہ خوشی نہیں ہوگی آیٹوی۔" نعمان خاں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود میں جاننا چاہتی ہوں۔" آیٹوی نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"بس میں ڈاکٹر سے اختلاف نہیں رکھتا۔ وہ جو کچھ بھی ہیں ایک عمدہ انسان ہیں اور اگر کسی وجہ سے اُنھوں نے اس زندگی کا فیصلہ کیا ہے تو وہ غلط نہیں ہوگا۔"

آیٹوی کے ہونٹ بدستور مُسکراتے رہے تھے۔ نعمان خاں کے الفاظ نے اُس پر کوئی خاص اثر نہیں کیا تھا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اُس نے کہا۔

"ویسے اب پروگرام کیا ہے نعمان خاں! بنکاک میں تو تم پہلی بار آئے ہوگے؟"

"بالکل پہلی بار۔" نعمان خاں نے جواب دیا۔

"بہت خوبصورت جگہ ہے۔ یورپ سے قطعی مختلف، تمھارا ایشیا ہے لیکن میرا خیال ہے بنکاک تمھارے اپنے علاقے سے بالکل مختلف ہوگا۔" آیٹوی نے کہا۔

"ہمارا علاقہ؟" نعمان خان نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "آیٹوی اگر کبھی زندگی میں موقع مل سکا تو میں تمھیں اپنا علاقہ دکھاؤں گا ہماری دھرتی سارے جہان سے زیادہ حسین ہے میں تمھیں اُن برف پوش چٹانوں کی داستان صحیح الفاظ میں نہیں سُنا سکتا جو زندگی اور رُومانیت سے بھرپور ہوتی ہیں میں ڈھلانوں پر اُگے ہوئے جنگلوں کے بارے میں تمھیں تفصیلات نہیں بتا سکتا جہاں وحشی درندے کلیلیں کرتے پھرتے

ہیں اور پہاڑوں کے جیالے ان کا شکار کرتے ہیں۔ یہ وحشی درندے ان جیالوں کو دیکھ کر اس طرح خوفزدہ ہوجاتے ہیں جیسے کسی خطرناک جانور کو دیکھ کر کتّا دُم دبا لیتا ہے۔ میرا دیس دلیروں کا دیس ہے لیکن . . . ہر خوبصورت شے میں کوئی بدنما شے بھی ہوتی ہے، وہاں کی روایات ان سفید پہاڑوں کی بے داغ پیشانی پر دھبّوں کی مانند ہیں، ہم لوگ دُشمنی کے ایسے بندھنوں میں گرفتار رہتے ہیں جو صدیوں سے ہمیں جکڑے ہوئے ہیں اور جنھیں توڑنا ہمارے بس کی بات نہیں رہی ہے۔ ہم پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے . . . ہلا دیتے ہیں، چٹانوں کو اُکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں لیکن اپنے سینوں سے دُشمنی کے وہ بیج نہیں اُکھاڑ کر پھینک سکتے جو ہمارے خاندانوں کی تباہی کا باعث بنتے رہتے ہیں۔" نعمان خاں عجیب سے لہجے میں کہہ رہا تھا اور آیٹوی متحیّرانہ انداز میں سُن رہی تھی پھر اُس نے کہا۔

"مجھے کچھ اور تفصیل بتاؤ نعمان خاں؟"

"چھوڑو آیٹوی اس ذکر کو۔ میں افسردہ ہوجاؤں گا۔" نعمان خاں نے کہا۔

"مگر میں جاننا چاہتی ہوں۔" آیٹوی نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

"کیا جاننا چاہتی ہو؟"

"تم نے جن روایات کی بات کی ہے کیا وہ ہمیشہ سے تمھارے قبائل کی روایات بنی رہی ہیں؟"

"ہاں۔ نہ صرف میرے قبیلے کی روایات بلکہ پہاڑوں میں رہنے والے سب کے سب اسی لعنت کا شکار ہیں۔ ہم لوگوں کی دُشمنیاں صدیوں تک چلتی ہیں، بس یوں سمجھ لو کہ ایک طرح سے یہ بھی ہماری زندگی کا جُزو ہے۔ ہر روز نئے المیے جنم لیتے ہیں، گھر اُجڑ جاتے ہیں اور خود ہمارے اپنے ضمیر بھی داغدار ہوجاتے ہیں لیکن یہ رسم پہاڑوں کی رسم ہے۔ بجانے کب ان پہاڑوں سے ان رسم و روایات کا خاتمہ ہوگا۔ بجانے کب۔ بجانے کب۔"

"اوہ۔ کیا تم نے کوئی تحریک نہیں چلائی اس کے خلاف؟" آیٹوی نے پوچھا۔

"تحریکیں چلتی ہیں اور دم توڑ دیتی ہیں۔ کوئی سرکش پھر کسی کی زندگی سے کھیل جاتا ہے اور سارے اصول کچّے دھاگے کی مانند ٹوٹ جاتے ہیں۔ برف کی سفید چٹانیں خون سے رنگین ہوجاتی ہیں اور پھر اس کے جواب میں خون اُچھلتا رہتا ہے۔ پہاڑوں کی ہر چٹان ایسی لاتعداد داستانوں کی امین ہے، گولیوں کی گونج ان پہاڑوں میں ہمیشہ رہتی ہے۔"

"انوکھی جگہ ہوگی وہ۔" آیٹوی نے کہا

"ہاں۔ بے حد انوکھی۔ بہت دلکش۔"

"تمھاری بھی کسی سے دُشمنی ہے نومان کھان؟" آیٹوی نے سوال کیا اور نعمان خاں کی آنکھیں خوابناک ہوگئیں۔ دیر تک وہ خلاؤں میں گھورتا رہا اور پھر بولا۔

"ہاں۔ میری بھی دُشمنی ہے۔ میں . . میں۔" اُس کی آواز بند ہوگئی۔ شدّتِ جوش سے اُس کے چہرے پر آگ ہی آگ برسنے لگی تھی۔ آیٹوی نے آگے بڑھ کر اُس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نومان کھان۔ خود کو سنبھالو۔ کیا ہوگیا تمھیں۔ عجیب متضاد کیفیت ہے اس وقت تمھاری۔ کیا تم خود اس رسم کو اس روایت کو نہیں توڑ سکتے؟ اگر تمھارے دل میں کسی کے خلاف دُشمنی ہے تو تم اس دُشمنی کو ختم کرنے کی ابتدا نہیں کرسکتے؟ تمھیں تو اس روایت سے نفرت ہے۔"

"نہیں کرسکتا۔ آہ۔ نہیں کرسکتا۔ بہت مشکل ہے، ناممکن ہے یہ میرے لیے۔ قطعی ناممکن ہے۔" نعمان خاں کی حالت عجیب ہوگئی تھی۔ آیٹوی خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی تھی پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر مُسکرانے لگی۔

"واقعی وہ انوکھا دیس ہوگا جہاں کے تم باشندے ہو۔ بہر حال چھوڑو ان باتوں کو، تم سنجیدہ ہوگئے . . . آؤ اس عمارت کا جائزہ لیں۔ نہ جانے اس دریا کا کیا نام ہے؟" آیٹوی اُسے ساتھ لے کر باہر نکل گئی۔

●●

نگینتا کی دوبارہ اُس کے سامنے آنے کی ہمّت نہیں پڑی تھی حالانکہ ناشتہ لگوانا اُس کی ذمّے داری تھی۔ اس عمارت کا سارا انتظام اُس کے سپرد کیا گیا تھا اور اس کی ہدایت اُسے پہلے ہی مل چکی تھی لیکن رات کے تجربے نے اُس کے حوصلے پست کردیے تھے اور وہ خوفزدہ سی تھی۔ بہر حال اُس نے شیران کے لیے ناشتہ لگوایا۔ گریچر کسی کام سے گیا ہوا تھا۔ تین مُلازموں نے ناشتے کی میز لگا دی تو اُس نے اُن سے چیف کے بارے میں پُوچھا۔

"جاگ گیا ہے۔ بیٹھا ہے کمرے میں۔"

"تم میں سے کون گیا تھا اُس کے سامنے؟"

"میں مادام۔" ایک نوکر نے کہا۔

"موڈ کیسا تھا اُس کا؟"

"نارمل۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی؟"

"اوہ۔ اچھا میں دیکھوں۔" گمنیشا نے ہمت کر کے کہا۔ یہ ہمت تو اُسے کرنی تھی۔ بہرحال اُسے اس کی خدمت پر مامور کیا گیا تھا چنانچہ وہ خوفزدہ سی اُس کے سامنے پہنچ گئی۔

شیران گاؤن میں لپٹا بلاشبہ پُرشاندار نظر آرہا تھا۔ سُرخ اور سفید چہرہ، حسین نقوش بڑے متاثر کُن تھے لیکن رات کی لات اور اس کے بعد کا رویّہ سارے حوصلے پست کر دیتا تھا تاہم گمنیشا اُس کے سامنے پہنچ گئی۔

"گڈ مارننگ سر۔" اُس نے لرزتی آواز میں کہا۔ "ناشتہ لگا دیا گیا ہے براہ کرم..." گمنیشا نے کہا اور شیران اُٹھ گیا۔ اُس کا چہرہ پُرسکون تھا اور کوئی خاص بات نہیں محسوس ہوتی تھی۔ ناشتے کے کمرے میں پہنچ کر اُس نے کہا۔

"گرتیچر کہاں ہے؟"

"مسٹر گرتیچر کسی کام سے گئے ہیں جناب۔"

"کب تک واپس آئے گا؟"

"شاید دوپہر تک۔"

"باہر کے حالات کچھ معلوم ہیں؟"

"میں کچھ نہیں جناب۔" گمنیشا نے کہا اور شیران بھویں اُٹھا کر اُسے دیکھنے لگا پھر ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گمنیشا خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اس کے بعد وہ ناشتے کے خاتمے تک کچھ نہیں بولا۔ گمنیشا خاموش کھڑی تھی پھر وہ ناشتے سے فارغ ہو گیا اور گمنیشا کی طرف دیکھ کر مُسکرانے لگا۔ "ناشتہ بہت عمدہ تھا۔"

"شکریہ جناب۔"

"تم کون ہو؟"

"گمنیشا ہے میرا نام۔ آپ کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے مجھے۔"

"اوہ شکریہ۔ پولیس کی کیا رپورٹ ہے؟ میری تلاش کہاں کہاں ہو رہی ہے۔ کیا اخبارات میں ان واقعات کا کوئی تذکرہ ہے؟"

"جی ہاں لیکن شاید پولیس کو بھی تفصیل معلوم نہیں ہے۔ ان خبروں کو کوئی نمایاں مقام نہیں دیا گیا ہے۔"

"ہوں۔" شیران نے آہستہ سے کہا۔ اس وقت نرم نظر آرہا تھا۔ گمنیشا اس پر غور کرتی رہی پھر وہ ناشتے کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اُس کی آنکھوں میں غور و فکر کے آثار تھے۔

گیارہ بجے گرتیچر وہاں آگیا۔ اس وقت وہ لان پر چہل قدمی کر رہا تھا۔ گمنیشا اس کے ساتھ ہی تھی۔ اُس نے خود کہا تھا کہ گمنیشا یہ وقت اُس کے ساتھ گزارے۔

گرتیچر گمنیشا کو دیکھ کر خفیف سے انداز میں مُسکرایا تھا۔ لیکن گمنیشا جواب میں مُسکرانے کی جرأت بھی نہ کر سکی۔ گرتیچر شیران کے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو گرتیچر۔ کہاں چلے گئے تھے تم صبح ہی صبح؟" شیران نے سوال کیا۔

"بس چیف۔ حالات کا اندازہ لگانے کے لیے گیا تھا، کچھ اور کام بھی تھے۔" گرتیچر نے جواب دیا۔

"کیا اندازہ لگایا تم نے حالات کے بارے میں؟"

"کوئی خاص بات نہیں چیف، بس ان واقعات کو عام قسم کے جرائم سے منسوب کر لیا گیا ہے اور پولیس کسی قبائلی کی تلاش میں ہے۔ تفصیلات نہ تو اخبار کو دی گئی ہیں اور نہ شاید پولیس ہی کو کچھ معلوم ہے، اس لیے حالات میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہے۔" گرتیچر نے جواب دیا۔

"بہرطور مجھے پولیس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ میں اب اس خاموشی سے اُکتا رہا ہوں۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ ایک عام حیثیت سے بنکاک کی سیر کروں لیکن خواہ مخواہ وہ احمق عورت میرے راستے میں آگئی اور اُس نے میرا دماغ خراب کر دیا۔ اُس سے تو میں آرام سے نمٹوں گا ذرا، پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ یہاں کے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لوں تاکہ مارلینو کو بھی... شکایت کا موقع نہ ملے۔"

"یقیناً جنابِ والا۔ آج شام کو چھ بجے ہماری سابق انچارج سے آپ کی ملاقات کا وقت رکھا گیا ہے۔"

"تم اُس وقت تک میرے سامنے اُس کا تذکرہ مت کرو جب تک کہ وہ میرے سامنے نہ پہنچ جائے۔" شیران نے دفعتاً تیور بدل کر کہا اور گرتیچر نے گردن جُھکا دی۔

"جو حکم جناب۔" اُس نے گردن ہلائی۔

"آخر تم لوگ اُسے سسپنس کیوں بنائے ہوئے ہو میرے لیے، وہ کون ہے، کیا ہے، جو کچھ بھی ہے اُسے میرے سامنے لاؤ، مجھے اُس کے بارے میں بتاؤ، آخر اُس کا نام پوشیدہ رکھنا اتنا ضروری کیوں ہے؟" شیران نے کہا۔

"بس جنابِ عالی۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ آپ خود ہی اُن سے ملاقات کر کے اُن کے بارے میں تفصیلات معلوم کر لیں گے۔" گرتیچر نے جواب دیا اور شیران گردن جھٹک کر رہ گیا۔

"بہرطور میں خود اُس کے پاس نہیں جاؤں گا۔ وہ جو کوئی بھی ہے اُسے اسی عمارت میں آنا ہوگا، سمجھے تم؟"

"جی ہاں جناب ایسا ہی ہوگا۔ اس میں کوئی سوچنے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ آپ کو بہت بڑا درجہ دیا گیا ہے اور ہم سب آپ کے احکامات کی تعمیل کریں گے۔"

"اچھا اچھا ٹھیک ہے، اب تمھارا کیا پروگرام ہے۔ مجھے مقامی حالات بتاؤ۔ مارلینو کے اپنے کاروبار کے بارے میں اور اس کاروبار کی مکمل تفصیلات بھی مجھے فراہم کرو۔"

"جی بہت بہتر۔" گرتیچر نے جواب دیا۔

گمنیشا اس دوران میں خاموش رہی تھی۔ گرتیچر نے کئی بار اُس کی طرف دیکھا تھا لیکن وہ جان بوجھ کر اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ مبادا کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو جائے۔ بہرحال وہ اُن لوگوں کے ساتھ نہیں گئی تھی بلکہ اپنے کمرے میں واپس آگئی تھی۔ گرتیچر کے اور نئے چیف کے درمیان اس کی گنجائش بھی نہیں تھی۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد گرتیچر خود اُس کی طرف آیا اور اُسے دیکھ کر مُسکرانے لگا۔

"تم بہت سنجیدہ ہو گمنیشا۔ اپنی فطرت کے خلاف ردِّعمل کا اظہار کر رہی ہو۔" گرتیچر نے اُس کے سامنے صوفے پر دراز ہو کر کہا۔

"بس ذہن پر ایک بوجھ سا طاری ہو گیا ہے گرتیچر۔"

"کیوں؟"

"اس کی شخصیت انوکھی نہیں ہے؟"

"بے حد انوکھی۔ ان دو گھنٹوں نے میرا دماغ چکرا کر رکھ دیا ہے۔" گرتیچر نے کہا۔

"ہاں۔ یہ شخص ناقابلِ فہم ہے۔ اس کے سامنے بے حد محتاط رہنا ہوگا۔" گمنیشا پُرخیال انداز میں بولی۔ چند لمحات خاموشی رہی پھر گرتیچر نے گمنیشا سے پورے دن کی تفصیلات پوچھیں۔

"رات کے واقعے کا کوئی تذکرہ نہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے اُسے یہ بات یاد ہی نہ ہو۔ کم بخت نے میرے بال جڑ سے اُکھاڑ ڈالے تھے اور ایسی لات ماری تھی کہ اب تک کمر میں درد ہے۔"

گرتیچر ہنسنے لگا تھا۔ "ممکن ہے اُس نے اس وقت تمھاری شکل ہی نہ دیکھی ہو۔" وہ بولا۔ گمنیشا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

شام کو چھ بجے ایک خوبصورت کار اس عمارت میں آکر رُکی۔ گرتیچر اس میں سے نیچے اُترا اور اُس نے کار کا عقبی دروازہ کھول دیا۔ ایک درمیانہ قد و قامت کی لڑکی نیچے اُتر آئی اور پھر وہ گرتیچر کی رہنمائی میں چلتی ہوئی اُس کمرے کے سامنے پہنچ گئی جہاں شیران موجود تھا۔

گرتیچر اندر داخل ہو گیا تھا۔ شیران صوفے پر نیم دراز کچھ سوچ رہا تھا۔

"وہ آگئی ہیں مسٹر شیران۔"

"کون؟"

"سابق انچارج۔" گرتیچر نے جواب دیا۔

"تو بلا لاؤ اندر، میں کیا کروں۔ کیا میں اُس کے استقبال کے لیے باہر چلوں؟" شیران نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا اور گرتیچر جلدی سے باہر نکل گیا۔

اُس کے ساتھ آنے والی لڑکی اندر داخل ہو گئی تھی۔ شیران نے اُس کی طرف رُخ بھی نہیں کیا۔ قدموں کی چاپ سُن کر بھی وہ اُسی طرح بیٹھا رہا۔ تب لڑکی کی آواز اُبھری۔

"میں بیٹھ سکتی ہوں جناب؟" اس آواز کو سُن کر شیران بُری طرح اُچھل پڑا۔ وہ جلدی سے گھوما اور پھر اُس کے حلق سے آواز نکلی۔

"تم...؟" لڑکی سپاٹ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی، اُس کے اس سوال کا اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

●●

بہترین رہائش گاہ۔ تعیشاتِ زندگی کے تمام سامان موجود تھے۔ نعمان خاں کی کیفیت تو جو کچھ بھی ہو لیکن اُس کے بھائی بہت خوش تھے۔ بنکاک انھیں یورپ سے زیادہ حسین لگ رہا تھا۔ تمام بھائی اپنے اپنے طور پر تفریحات میں مشغول تھے لیکن اتنے دن ہونے کے باوجود نعمان خاں نے کسی تفریح میں حصّہ نہیں لیا تھا۔ وہ ایک سنجیدہ اور متین نوجوان تھا اور اس دوران میں مستقبل ہی کے بارے میں غور کرتا رہا تھا حالانکہ آئیوی نے اُسے بار بار اس بات پر اُکسایا تھا کہ وہ بھی کسی قسم کی تفریحات میں حصّہ لے اور اُس کی اس بات پر نعمان خاں مُسکرا کر کہتا تھا: "جب تک میں یہاں اپنے لیے کوئی صحیح مقام حاصل نہ کر لوں آئیوی، تفریحات میں حصّہ لینا مناسب نہیں ہے۔ تم دیکھ رہی ہو میرے تمام بھائی یہاں کتنے خوش ہیں۔ مجھے اُن کے مستقبل کی ذمّے داریاں سنبھالنا ہیں چنانچہ میں ابھی تفریحات میں حصّہ نہیں لے سکتا، ہاں مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ تم خواہ مخواہ میری وجہ سے بور ہو رہی

ہو، میں چاہتا ہوں تم لوگوں کے ساتھ سیر و تفریح کرنے نکل جایا کرو۔"

"نہیں نعمان خاں۔ جب تم اپنے طور پر مطمئن ہو جاؤ گے تو پھر دیکھا جائے گا ابھی رہنے دو۔" آئیوی نے کہا تھا اور نعمان خاں خاموش ہو گیا تھا۔

نعمان خاں درحقیقت ذہنی اُلجھنوں کا شکار تھا، ہر چند کہ گیترو اُس کی خدمت پر مامور رہتا تھا لیکن اُسے یہ احساس رہتا تھا کہ وہ ابھی تک ڈاکٹر بریٹو کا دستِ نگر ہے۔ ڈاکٹر بریٹو نے کمال مہربانی سے کام لے کر یہاں اُس کے لیے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کر دی تھیں۔ بلاشبہ وہ عظیم تھا، نعمان خاں پر بے پناہ خرچ کر رہا تھا لیکن نعمان خاں اپنے طور پر کچھ کرنا چاہتا تھا بالآخر اُس نے ایک دن گیترو کو طلب کر لیا۔

"میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں گیترو۔"

"جنابِ والا فرمائیے؟"

"تم بے شک میرے لیے ایک بہتر دوست ثابت ہوئے ہو اور جس طرح تم نے یہاں میری ضروریات کا خیال رکھا ہے اس کے لیے میں تہِ دل سے تمھارا شکر گزار ہوں اور ڈاکٹر بریٹو کا بھی لیکن میں کسی ایسی شخصیت سے ملنا چاہتا ہوں جو کسی نمایاں حیثیت کی حامل ہو تاکہ میں اُس سے آئندہ پروگرام کے بارے میں بات کر سکوں۔ ڈاکٹر بریٹو سے بھی میں رابطہ قائم کرنے کا خواہش مند ہوں لیکن ابھی تک مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا۔"

"اوہ جناب۔ ممکن ہے ڈاکٹر بریٹو کچھ دن کے بعد خود بھی یہاں کا دورہ کریں۔ اس بات کے امکانات ہیں۔" گیترو نے جواب دیا۔

"اور کوئی یہاں ایسا نہیں ہے جو ڈاکٹر بریٹو کا قائم مقام ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ مسٹر فاؤلر سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ مسٹر فاؤلر یوں سمجھا جائے کہ یہاں ڈاکٹر بریٹو کے قائم مقام ہیں۔ وہی آپ کے بارے میں ہدایات جاری کرتے ہیں۔"

"اوہ۔ تو مجھے اب تک اُن سے لاعلم کیوں رکھا گیا تھا؟"

"اس کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی جناب۔ اگر آپ حکم دیتے تو آپ کو اُن سے ملایا جا سکتا تھا۔"

"بہر طور فوری طور پر میری مسٹر فاؤلر سے ملاقات کا بندوبست کیا جائے، بلکہ یہ بتاؤ اُن کا ٹیلی فون نمبر کیا ہے۔ کیا میں اُن سے فون پر رابطہ قائم کر سکتا ہوں؟"

"جی ہاں ضرور۔" گیترو نے جواب دیا اور ٹیلی فون نمبر دُہرا دیا۔ نعمان خاں کو حیرت تھی کہ اب تک اُس نے اس سلسلے میں گیترو سے مدد کیوں نہیں لی تھی، خواہ مخواہ ذہنی اُلجھنوں کا شکار رہا اور انتظار کرتا رہا کہ خود ہی کچھ نہ کچھ ہو۔ بہر صورت اُس نے ٹیلی فون پر مسٹر فاؤلر کے نمبر ڈائل کیے اور چند لمحات کے بعد ایک زنانہ آواز سُنائی دی۔

"جی...!"

"مسٹر فاؤلر سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کون صاحب ہیں؟"

"نعمان خاں نام بتا دیا جائے۔"

"اوہ جناب آپ براہِ کرم ہولڈ آن کیجیے۔" دوسری طرف سے لہجہ مؤدب ہو گیا اور نعمان خاں انتظار کرنے لگا پھر ایک بھاری آواز سُنائی دی۔

"ہیلو نعمان خاں۔ کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں جناب، کیا آپ مسٹر فاؤلر ہیں؟"

"ہاں تمھارا دوست۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔ زبان انگریزی تھی اور لہجہ خاص یورپینوں کا سا تھا۔

"مسٹر فاؤلر۔ یہاں آنے کے بعد میں نے بعض معاملات میں خود کو بالکل تنہا پایا ہے اور بہت سی باتیں میرے ذہن میں تشنہ رہی ہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ مجھے آپ کے نام یا آپ کی شخصیت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ بہت دیر میں مجھے آپ کے بارے میں پتہ چل سکا، بہر طور میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"میں خود آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہوں مسٹر نعمان خاں، میں نے صرف اس لیے آپ کو ابھی تک زحمت نہیں دی تھی کہ پہلے آپ بنکاک کی سیر کر لیں، سُنا ہے کہ آپ پہلی بار یہاں آئے ہیں۔ میں نے آپ کو ذہنی طور پر اسی لیے نہیں اُلجھایا کہ آپ اپنی ابتدائی اُلجھنوں سے نکل جائیں، گیترو کو میں نے آپ کے لیے ہدایت کر دی تھی، ہاں اگر آپ کی خواہش ہے تو آج شام کو مل لیتے ہیں۔"

"جی ہاں میں ملنا چاہتا ہوں آپ سے۔" نعمان خاں نے کہا۔

"ٹھیک ہے میری گاڑی آپ کو لینے پہنچ جائے گی، آپ شام کو ٹھیک ساڑھے سات بجے میرے پاس پہنچ جائیں اور رات کا کھانا میرے ساتھ ہی کھائیں۔"

"شکریہ مسٹر فاؤلر۔" نعمان خاں نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔ اُسی دن شام کو تقریباً سوا سات بجے ایک خوبصورت کار اس عمارت پر پہنچ گئی۔ نعمان خاں تیار تھا اُس نے آئیوی کو اس بارے میں تفصیلات نہیں بتائی تھیں۔ اُسے اندازہ تھا کہ اگر اُس نے آئیوی کو یہ تفصیل بتا دی تو وہ خود بھی اُس کے ساتھ چلنے کی کوشش کرے گی جسے نعمان خاں اس وقت کسی بھی طور بہتر نہیں سمجھتا تھا۔ . . . وہ تیار تھا، آئیوی سے ملے بغیر وہ باہر نکل آیا۔ مؤدب ڈرائیور نے کار کا دروازہ کھول دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔

بے شمار سڑکوں اور بازاروں سے گزر کر بالآخر کار ایک خوبصورت علاقے میں بنی ہوئی خوشنما عمارت کے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔ ڈرائیور نے اُسے پورچ میں روک دیا اور پھر دُبلے پتلے بدن کے ایک نہایت اسمارٹ شخص نے نعمان خاں کا استقبال کیا تھا۔

"مجھے فاؤلر کہتے ہیں۔" اُس نے نعمان خاں سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور پھر وہ اُسے لیے ہوئے ڈرائنگ رُوم میں داخل ہو گیا۔ حسین ترین ڈرائنگ رُوم تھا۔ نعمان خاں نے پسندیدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ فاؤلر کے اشارے پر وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بنکاک کیسا لگا مسٹر نعمان، مجھے علم ہے کہ تم پہلی بار یہاں آئے ہو۔"

"مشرق حسین ہے۔" نعمان خاں نے جواب دیا۔

"کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی تمھیں؟"

"نہیں۔ یہاں سب کچھ ہے لیکن میں خوش نہیں ہوں۔"

"وجہ...؟" فاؤلر نے پوچھا۔

"مسٹر فاؤلر۔ ممکن ہے آپ کو ہم لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم نہ ہوں۔ میں قبائلی ہوں۔ فرانہ میرے قبیلے کا نام تھا۔ ہم پہاڑوں کے رہنے والے دُنیا کے کسی بھی خطے میں چلے جائیں اپنی طرزِ زندگی، اپنے افکار کو نہیں چھوڑتے۔ ہمیں اپنی قوتِ بازو سے حاصل کی ہوئی دولت راس آتی ہے۔ کسی کی دی ہوئی روٹی ہمارے معدوں میں چُبھتی ہے، یہی کیفیت میری ہے۔ ڈاکٹر بریٹو نے مجھ سے کہا تھا کہ یہاں مجھے معاش ملے گا اور میں اپنی محنت سے کچھ حاصل کروں گا۔"

"ہاں۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔"

"لیکن ابھی تک..."

"ابھی آپ ایک مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں نعمان خاں، اور مہمان نوازی احسان نہیں ہوتی۔"

"میری خواہش ہے کہ اب یہ مہمان نوازی ختم کر دی جائے اور مجھے مصروف کر دیا جائے۔"

"اگر یہ آپ کی خواہش ہے تو اس کا احترام ہمارا فرض ہے۔ میں چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر آپ کی خواہش کے مطابق انتظام کر دوں گا۔"

"شکریہ مسٹر فاؤلر۔ ویسے ڈاکٹر بریٹو نے آپ کو میرے بارے میں تفصیل تو بتا دی ہوگی۔ وہ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ بنکاک میں مجھے اسمگلنگ کرنی ہوگی۔"

"بالکل بالکل۔ بنکاک کی زیرِ زمین دُنیا الگ ہے۔ یہ اُوپر سے آپ کو بہت معصوم نظر آیا ہوگا۔ سیدھے سادے محنت کش اور غریب لوگوں کا شہر لیکن نیچے کا شہر بہت مختلف ہے۔ شاطر اور خطرناک لوگوں سے پُر، جن کی دولت کا انھیں خود شمار نہیں ہے۔ ہمارا تعلق اسی زیرِ زمین دُنیا سے ہے اور میں یہ کہنے میں عار نہیں محسوس کرتا مسٹر نعمان کہ ہم ہر وہ اقدام کر لیتے ہیں جس میں ہمیں دولت کے حصول کی توقع ہو۔ بڑے بڑے شاطر یہاں آتے ہیں، بے شمار شاطرانہ چالیں چلتے ہیں۔ کبھی وہ ہمیں چت کر دیتے ہیں اور کبھی ہم انھیں، اس بات کے کہنے سے میرا مقصد صرف یہ تھا نعمان خاں کہ بنکاک کی اس زیرِ زمین دُنیا میں اگر تم قدم رکھ رہے ہو تو پھر تمھیں بہت سے ایسے خیالات ذہن سے جھٹک دینا ہوں گے جن میں شرافت و انسانیت کا تصور ملتا ہے۔ ہم جس گروہ سے اور جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اس میں صرف دو قسم کے افراد ہوتے ہیں۔ لُوٹنے والے اور لُٹنے والے۔ اگر ہم لُوٹنے والے نہیں تو پھر لُٹنے والے بن جاتے ہیں، اس لیے ہمارے طبقے میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ہم پہلے وار کرنے والے میں سے ہوں، آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہوں گے۔" مسٹر فاؤلر نے کہا۔

"ہاں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔" نعمان خان نے کہا۔

"کیا خیال ہے، کیا آپ اس سے متفق ہیں؟"

"سو فی صد۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے کس طرح زندگی گزارنا ہوگی۔ میں اُن معذور لوگوں کی طرح بسر نہیں کر سکتا جو کسی تاریک اور سنسان مکان کے گوشے میں پڑے اپنی تقدیر کو کوستے رہتے ہیں۔"

"ونڈرفل۔ میں آپ سے یہی توقع رکھتا ہوں، بہر طور

ہماری کاروباری گفتگو ختم، آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کے لیے یوں سمجھیے کہ میں اور میرے تمام ساتھی مستعد ہیں، فوری طور پر آپ کے سپرد کچھ ذمے داریاں کی جائیں گی اور پھر اس سلسلے میں کوئی مناسب بات بھی ہو جائے گی۔ آپ اس بات کو ذہن سے جھٹک دیں کہ آپ کسی کے دست نگر ہیں۔ فاؤلر کو آپ اس بات پر فخر کرنے کا موقع دیں کہ وہ کچھ عرصہ آپ کی مہمان نوازی کر سکا۔" فاؤلر نے کہا اور نعمان خاں مسکرانے لگا۔

"شکریہ مسٹر فاؤلر، آپ نے بلاشبہ میری ذہنی کوفت کو بہت حد تک کم کر دیا ہے، تاہم میری درخواست ہے کہ آپ فوری طور پر میرے لیے کوئی بندوبست کریں۔"

"یقیناً یقیناً ایسا ہی ہوگا۔" فاؤلر نے جواب دیا اور اس کے بعد اُس نے نعمان خاں کو اپنے اہلِ خانہ سے ملایا۔ ایک حسین عورت کو اُس نے اپنی بیوی کہہ کر متعارف کرایا تھا۔ دو بیٹیاں تھیں اُس کی، بظاہر ایک عام سا سادہ سا گھر معلوم ہوتا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے مسٹر فاؤلر انتہائی شریف النفس اور گھریلو قسم کا آدمی ہے، اُسے دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ جرائم کی زندگی گزار رہا ہوگا۔

بہرطور وہ سب تھوڑی ہی دیر میں نعمان خاں سے بے تکلف ہو گئے، رات کا کھانا ساتھ ہی کھایا گیا اور پھر فاؤلر نے نعمان خاں کی واپسی کا بندوبست کر دیا۔

اپنی رہائش گاہ پر واپس آنے کے بعد نعمان خاں کافی حد تک مطمئن تھا، البتہ آئیوی اُس سے کچھ رُوٹھی رُوٹھی سی تھی۔ اُس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ نعمان خاں سے ملاقات ہوئی تو اُس نے شاکی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہاں چلے گئے تھے؟"

"اوہ آئیوی، میں مسٹر فاؤلر سے ملنے گیا تھا۔ ٹیلی فون پر اُن سے بات ہوئی تھی۔"

"یہ کون صاحب ہیں؟" آئیوی نے پوچھا۔

"تمھارے ڈیڈی کے دوست اور یہاں اُن کے کاروبار کے نگران۔"

"مجھے بتائے بغیر چلے گئے تھے آپ؟"

"ہاں۔ اس کی ہدایت ملی تھی۔" نعمان خاں نے کہا۔

"کس سے؟"

"مسٹر فاؤلر سے اور مسٹر فاؤلر کو شاید تمھارے ڈیڈی سے۔"

"کیا مطلب۔ ڈیڈی نے یہ کہا تھا کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ نہ بتایا جائے؟"

"نہیں یہ نہیں کہا تھا لیکن مسٹر فاؤلر نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں تنہا اُن سے ملوں اور پھر آئیوی تمھیں علم ہے اس بات کا کہ میں یہاں کس مقصد کے تحت آیا ہوں۔ ڈاکٹر برٹو نے مجھ سے کوئی بات نہیں چھپائی اور اس سلسلے میں میں اُن کی بے پناہ عزت کرتا ہوں۔ اُنھوں نے مجھے جو پیش کش کی تھی، میں نے خلوصِ دل سے اُسے منظور کیا تھا چنانچہ مجھے تو اب تم سے ہٹ کر بہت سے کام کرنا ہوں گے، پلیز اپنے آپ کو اس ماحول میں ایڈجسٹ کرو۔ تمھیں اپنی تفریحات الگ دریافت کرنا ہوں گی۔"

"مگر میں تمھارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ میں خود بھی تمھارے ساتھ وہ سارے کام کرنا چاہتی ہوں جو تم کرو گے۔ مجھے ڈیڈی نے اس کے لیے منع نہیں کیا ہے اور تم یقین کرو کہ میں اس سلسلے میں تم پر بار نہیں بنوں گی۔"

"سو فی صد مجھے یقین ہے ڈیئر لیکن میں کسی عورت کے ساتھ کام کرنا پسند نہیں کروں گا۔" نعمان خاں نے کہا اور آئیوی ایک دم خاموش ہو گئی۔

چند لمحات وہ نعمان خاں کو دیکھتی رہی پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو میں آیندہ تمھیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گی۔" نعمان خاں خاموش ہو گیا۔

●●

شیران اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا، وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سدھاشی کو دیکھ رہا تھا۔ سو فی صد سدھاشی ہی تھی... پاتان برما کی وہ معصوم بیٹی جو شیران کے عشق کے جال میں گرفتار ہو گئی تھی اور شیران کے ساتھ ہی وہاں تک پہنچی تھی لیکن اس کے بعد مارلینو کی تحویل میں جا کر وہ لاپتہ ہو گئی تھی۔ اس وقت وہ عجیب و غریب لباس میں ملبوس شیران کے سامنے تھی۔ اُس کا چہرہ سپاٹ اور سرد تھا۔ آنکھیں شیران کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں لیکن ان میں نہ تو شکایت تھی نہ شکوہ نہ احترام نہ خوف و دہشت، کوئی تاثر نہیں تھا اُس کے چہرے اور ان آنکھوں میں، دفعتاً شیران نے خود کو سنبھالا اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا واقعی میں خواب نہیں دیکھ رہا سدھاشی، یہ تم ہی ہو؟"

"ہاں مسٹر شیران میں سدھاشی ہی ہوں۔" اُس نے صاف سُتھرے لہجے میں جواب دیا۔

"تم یہاں... یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

"میرا خیال ہے ہمیں ان فضولیات میں پڑ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ میں مارلینو کی نمایندہ ہونے کی حیثیت سے آپ کے پاس پہنچی ہوں، اس سے قبل میں یہاں کے معاملات سنبھالتی رہی ہوں۔ کچھ لوگ میرے معاون تھے جن میں مسٹر گریکر اور مسٹر تھائیو قابلِ ذکر ہیں۔ تھائیو ایک ضروری کام سے ہانگ کانگ گئے ہوئے ہیں، واپسی پر وہ آپ سے ملاقات کریں گے، فی الوقت میں آپ کو یہاں کے معاملات سے رُوشناس کرانا چاہتی ہوں چونکہ مجھے ہدایت ملی ہے کہ اب میں اپنی ذمے داریاں آپ کو سونپ دوں۔"

"بیٹھو سدھاشی بیٹھو، یہ باتیں ہوتی رہیں گی۔ تمھیں یہاں دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی ہے اور یہ مزید حیرت کی بات ہے کہ تم یہاں باقاعدہ مجرموں کے گروہ میں کام کرتی رہی ہو۔" شیران نے کہا۔

سدھاشی لاپروائی سے ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی، شیران اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ "مجھے بتاؤ سدھاشی، وہاں سے تم بنکاک کے لیے کب روانہ ہوئیں اور یہاں آ کر تم نے کیا کیا تربیت حاصل کی؟ کیا تم بھی وہیں مارلینو کی تجربہ گاہوں میں تربیت حاصل کرتی رہی تھیں؟"

"میں ان تمام سوالات کا جواب نہیں دینا چاہتی۔" سدھاشی نے کہا اور شیران چونک پڑا۔

"کیا مطلب ہے تمھارا؟"

"مطلب یہ ہے مسٹر شیران کہ میں آپ سے صرف کاروباری باتیں کرنے کی پابند ہوں، آپ کو مسٹر مارلینو نے اپنا سیکنڈ بنا کر یہاں بھیجا ہے، میں اسے تسلیم کرتی ہوں لیکن خود مسٹر مارلینو اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کسی کی ذاتیات میں دخل دیں، ہمیں اپنے طور پر زندگی گزارنے کی مکمل سو فیصد اجازت ہے اور اپنے ذاتی معاملات میں مداخلت میں قطعی پسند نہیں کرتی۔"

شیران متعجبانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہا پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں جانتا ہوں تم مجھ سے ناراض ہو۔ شاید اس لیے کہ میں تمھیں اُن پہاڑوں سے لانا نہیں چاہتا تھا۔ شاید اس لیے کہ میں نے تمھارے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا لیکن بہرطور سدھاشی تمھیں اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ تم میرے ذریعے ہی... اس مہذب دُنیا میں پہنچیں، ورنہ وہیں جنگلوں اور پہاڑوں میں تنہا مر جاتیں۔" شیران سرد لہجے میں بولا۔

"میں آپ کی خدمت میں یہاں کا سارا انتظام پیش کرنا چاہتی ہوں مسٹر شیران اور آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آپ کس وقت اس ریکارڈ کو دیکھنا پسند کریں گے جس سے آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں ہمارا کاروبار کہاں کہاں پھیلا ہوا ہے اور کون کون سے لوگ ہمارے مخالفین میں شامل ہیں۔" سدھاشی نے بدستور سپاٹ لہجے میں کہا اور شیران نے قہقہہ لگایا۔

"اتنا زیادہ اجتناب شیران کو پسند نہیں ہے لڑکی۔ مجھے صرف حیرت ہے اس بات پر کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئیں، اس سے زیادہ تمھاری ذات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے، اگر تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو تو اسے ذہن سے نکال دو۔ حیرت کی بات دوسری ہوتی ہے، اس سے زیادہ میں تمھیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔"

"شکریہ جناب۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ آپ مجھے ایک ماتحت سے زیادہ کوئی اہمیت نہ دیں کیونکہ میں اب خود بھی ان لغویات سے دُور بھاگتی ہوں۔" شیران پھر ہنس پڑا۔

"عورت ہو کر ایسی بات کہتی ہے۔ ناممکن۔ ناممکن۔"

"میں آپ سے آخری بار کہتی ہوں کہ جو کچھ آپ مجھ سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کر لیں۔ ممکن ہے میرے پاس زیادہ وقت نہ ہو..."

"تو ٹھیک ہے تم جا سکتی ہو۔ مجھے جو کچھ معلوم کرنا ہوگا معلوم کر لوں گا۔"

"مگر جناب، میں آپ سے تعاون کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیسا تعاون۔ جواب دو؟" شیران کے لہجے میں جھلاہٹ پیدا ہو گئی۔

"آپ مسٹر مارلینو کے نائب کی حیثیت سے مجھ سے جو کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں میں اُس کی مختصر سی تفصیل آپ کے گوش گزار کر دوں۔ یہاں ہمارا باقاعدہ کاروبار ہے۔ برما، رنگون، سنگاپور، بنکاک، ہانگ کانگ، ان تمام جگہوں پہ ہمارے گروہ کے افراد پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی کام ہوتا ہے لیکن اس کی نوعیت الگ ہے اور یقیناً بنکاک اور ان دوسرے علاقوں میں اُس کاروبار کا کوئی اثر نہیں ہے، اُس کے لیے یورپ کے مختلف ممالک ہماری شکارگاہ ہیں، مجھے ہدایت ملی ہے کہ پہلے میں آپ کو ابتدائی تفصیلات مہیا کر دوں، مثلاً بنکاک۔ مسٹر شیران، بنکاک میں آوارہ گردوں کے

چوبیس کیمپ ہیں۔ ان کیمپوں میں مختلف لوگوں کی اجارہ داری ہے اور یہاں ناجائز منشیات سپلائی ہوتی ہیں۔ چوبیس میں سے چھ کیمپ ہمارے پاس ہیں۔ باقی میں سے کچھ دو چار چھوٹے چھوٹے آدمیوں کے پاس ہیں اور سب سے زیادہ گریتھاؤ کے پاس ہیں۔ گریتھاؤ ہانگ کانگ کا باشندہ ہے لیکن تقریباً پندرہ سال سے بنکاک میں رہتا ہے۔ اس کے دو نائٹ کلب ہیں۔ کیمپوں پر اس کا مکمل ہولڈ ہے اور وہ ان کوششوں میں مصروف رہتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے کاروبار فیل کر دے۔ اکثر اُس کے کیمپوں میں بہت سستی اشیا فروخت ہوتی ہیں اور اسمگل شدہ مال جو باہر سے آتا ہے وہ بھی چوری چھپے اُس کے پاس چلا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دو تین بار وہ ہمارے معاملات میں دخل دے چکا ہے اور مسٹر مارلینو نے آخری بار ہمیں یہ ہدایت بھیجی تھی کہ گریتھاؤ کی جانب متوجہ ہوا جائے اور اُس کی طاقت ختم کر دی جائے لیکن میں نے یہ بھی سنا ہے مسٹر شیران کہ گریتھاؤ کو کچھ خفیہ ہاتھوں کی حمایت حاصل ہے۔ ان خفیہ ہاتھوں کا کوئی اندازہ ہم لوگ نہیں لگا سکے لیکن وہ لوگ جو کوئی بھی ہیں بہت طاقت ور ہیں اور گریتھاؤ اپنے معاملات میں اُنھی سے رجوع کرتا ہے چنانچہ گریتھاؤ کے جتنے اڈے ہیں ہمیں اُن کی طرف توجہ دینی ہے اور اس کے لیے آپ ہی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ یہ ابتدائی تفصیلات ہیں۔ ان کے علاوہ ہمارے لیے جو بھی ہدایات موصول ہوتی ہیں وہ فوری طور پر ہم تک پہنچ جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارا ایک باقاعدہ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ ہے جو ہمیں ضروری باتوں سے مطلع کرتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کو اس پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کی تفصیلات بھی مہیا ہو جائیں، اُن تمام لوگوں سے آپ کا تعارف ہو جائے جو آپ کی ماتحتی میں کام کریں گے تاکہ آپ باآسانی اپنا کام انجام دے سکیں۔"

"اور تم کیا کرو گی۔ کیا یہاں سے چلی جاؤ گی؟" شیران نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ ممکن ہے میرے لیے کوئی اور کام منتخب کر لیا جائے یا ممکن ہے مجھے یہیں رہنے دیا جائے۔ میں نے اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔" سدھاشی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تو سنو۔ میں مارلینو کے نائب کی حیثیت سے تمھیں یہ حکم دیتا ہوں کہ تم فی الحال میرے پاس رہو۔ میری ماتحت کی حیثیت سے کام کرو۔ میں کسی سے تعارف حاصل کرنا نہیں چاہتا، لوگوں کے بارے میں تم جانتی ہو اُن سے تم ہی رابطہ رکھو[ا] میں صرف تم سے رابطہ رکھوں گا۔" شیران نے کہا۔ اُس کی آ[نکھوں] میں مسکراہٹ تھی۔ سدھاشی نے ایک بار نگاہیں اُٹھا[کر] اُسے دیکھا۔ اس بار اُن نگاہوں میں بے تعلقی نہ تھی لیکن [دوسرے] لمحے اُس کی آنکھیں پھر جھک گئیں اور وہ اپنا چہرہ سپاٹ [رکھنے] کی کوشش کرنے لگی۔ شیران اُس کی تمام کیفیات کو اچھی ط[رح] نوٹ کر رہا تھا۔

●●

درحقیقت نعمان خاں کے ذہن میں آئیوی کے [لیے] ایسی کوئی جگہ نہیں تھی۔ آئیوی یوروپین تھی اور یورپ کی لڑ[کیوں] کے بارے میں نعمان خاں کے تاثرات زیادہ اچھے نہیں۔ بس آئیوی ایسے ماحول میں ملی تھی اس لیے نعمان خاں اُ[س] سے دوستی محسوس کرتا تھا اور اس کے بعد ڈاکٹر بریٹو نے [اس] پر یہ احسان کر ڈالا تھا لیکن اس احسان کے بدلے میں آ[ئیوی] کی دلجوئی تو نہیں کی جاسکتی تھی۔

آئیوی اس گفتگو کے بعد سنجیدہ ہو گئی تھی۔ اُس[نے] اس دوران میں نعمان خاں سے دور رہنے کی کوشش کی تھی لیـ[کن] نعمان خاں نے شاید اس بات پر غور بھی نہیں کیا تھا۔

فاؤلر کے دیے ہوئے چوبیس گھنٹے پورے ہو گئے اس سے قبل کہ نعمان خاں اُس سے تقاضا کرتا اُس[کا] فون موصول ہو گیا۔ "بالآخر ایک ذمے داری ایسی پیش آگئی [کہ] آپ کو اس کے لیے تکلیف دینی پڑی۔"

"اوہ۔ یہ تو میری فرمائش تھی مسٹر فاؤلر۔" نعمان خـ[اں] نے کہا۔

"میں فون پر تفصیل نہیں بتا سکوں گا۔ اگر کوئی مصر[وفیت] نہ ہو تو میں پہنچ جاؤں؟"

"میں انتظار کر رہا ہوں۔" نعمان خاں نے کہا اور فو[ن] بند کر دیا۔ فاؤلر نے اُس کے پاس پہنچنے میں دیر نہیں [لگائی] تھی۔ نعمان خاں نے گرم جوشی سے اُس سے مصافحہ کیا۔

"افریقہ سے مسٹر میکلینو آ رہے ہیں۔ ایک سیاہ فام [...] جو سال میں ایک بار یہاں ضرور آتے ہیں اور اُن کے پا[س] افریقہ کی ہیرے کی کانوں کے نایاب ہیرے ہوتے ہیں۔ [...] تین سال سے مسٹر میکلینو یہ ہیرے ہمارے ہاتھ فروخت [کر] رہے ہیں۔ بنکاک میں انھیں ہم سے اچھا گاہک کوئی نہ[یں]

مل سکا کیونکہ بات صرف ہیروں کی قیمت مل جانے کی نہیں ہوتی، بلکہ یہاں انھیں تحفظ بھی ملتا ہے اور پھر رقم کی ادائیگی اکثر اوقات انھیں دوسرے ممالک میں بھی ہو جاتی ہے یا پھر اگر یہاں سے وہ کچھ مال خریدتے ہیں تو اس کا بندوبست بھی ہو جاتا ہے، اس لیے وہ ہمیں ترجیح دیتے ہیں۔" فاؤلر نے رُک کر نعمان خاں کو دیکھا پھر بولا۔ "آپ میری باتوں میں دلچسپی لے رہے ہیں نا؟"

"پوری پوری۔" نعمان خاں نے کہا۔

"مسٹر میکلینو کل رات گیارہ بجے آ رہے ہیں لیکن اس بار وہ قدرے پریشان ہیں۔"

"کیوں؟"

"اُن کے ایک ساتھی سے اُن کی دشمنی ہو گئی ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ اُن کے ساتھی نے بنکاک پولیس کو مخبری کر دی ہے اور ڈون مونگ ائرپورٹ کے حکام مستعد ہو گئے ہیں۔"

"تو پھر مسٹر میکلینو نے اپنا یہ دورہ ملتوی کیوں نہیں کر دیا؟"

"اس طرح ان کی پوزیشن خطرے میں پڑ جاتی اور وہ اپنے ملک میں مشکوک ہو جاتے۔ کچھ ایسے ہی معاملات ہیں۔"

"اوہ ٹھیک۔ پھر کیا پروگرام رہا؟"

"مسٹر میکلینو نے ایک دلچسپ پروگرام بنایا ہے۔ اس پروگرام سے وہ نہ صرف اپنے حریفوں کو زک دینا چاہتے ہیں بلکہ مقامی پولیس کو تھوڑی سی سزا دینا چاہتے ہیں۔"

"وہ کس طرح؟" نعمان خاں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"مسٹر میکلینو نے اپنے ساتھ ایک لڑکی کو بھی سفر پر آمادہ کیا ہے۔ یہ لڑکی یوروپین ہے۔ اُسی جہاز میں وہ میکلینو کے ساتھ سفر کرے گی اور ہیرے اُس کے پاس ہوں گے۔ دورانِ سفر دونوں اجنبی رہیں گے۔ ائرپورٹ پر لڑکی ہیرے منتقل کر دے گی اور اس کے بعد دونوں اطمینان سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اورنیٹل پہنچ جائیں گے۔ یقیناً پولیس اُن کے پیچھے ہوگی لیکن اس کے بعد کیا ہو سکتا ہے؟"

"گڈ۔" نعمان خاں ہنس پڑا۔ "ہیرے کسے منتقل کرے گی وہ؟" اُس نے پوچھا۔

"تمھیں۔" مسٹر فاؤلر نے کہا اور نعمان خاں سنجیدہ ہو گیا۔

"گڈ۔ میں تیار ہوں مگر وہ مجھے کیسے پہچانے گی؟"

"ائرپورٹ پر قبائلی لباس میں ملبوس ایک سرخ و سفید ایشیائی، جس کے سر پر سمور کی ٹوپی ہوگی اور بدن پر کوٹ۔ گریٹی ولسن ہیرے اُس شخص کو دے دے گی اور یہ شخص چونکہ قبائلی ہوگا۔ ایک غیر تعلیم یافتہ اور کسی قدر اُجڈ۔ اس لیے وہ زبردستی کسٹم ہاؤس میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا یہ دوسری بات ہے کہ بعد میں اُسے سمجھا دیا جائے اور اندر نہ داخل ہونے دیا جائے۔ اس دوران میں گریٹی اپنا کام کر چکے گی اور پھر قبائلی واپس آ جائے گا۔"

نعمان خاں داہنا گال کھجاتے ہوئے سوچتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "میرے خیال میں یہ ایک کمزور پروگرام ہے۔"

"کیوں؟"

"ممکن ہے یہ سب کچھ اس آسانی سے نہ ہو سکے جس طرح ہم نے سوچا ہے۔"

"اسی آسانی سے ہو جائے گا۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہوں گے نعمان خاں۔" فاؤلر نے کہا۔

"بہرحال ٹھیک ہے۔ اگر آپ اس اسکیم کو بہتر سمجھتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" نعمان خاں نے جواب دیا۔

"آپ بالکل مطمئن رہیں نعمان خاں۔ ابتدا میں ہم آپ کے معاون رہیں گے۔ اس کے بعد کچھ ایسے پروگرام آپ کو پیش کیے جائیں گے جن کی ترتیب آپ خود کریں گے۔ ہم سب ہر طرح آپ کے ساتھ ہیں۔"

"شکریہ مسٹر فاؤلر۔ میں ڈاکٹر بریٹو کے اس احسان کو زندگی کے کسی حصے میں اُتارنے کی کوشش ضرور کروں گا۔"

●●

شیران پر نہ جانے کیا بھوت سوار تھا۔ اس سے قبل اُس نے سدھاشی کی کبھی پذیرائی نہیں کی تھی۔ ویران پہاڑوں سے مہذب آبادیوں تک سلاتے ہوئے اس نے سدھاشی کی زندگی عذاب کر دی تھی لیکن ان دنوں وہ بہت مہربان تھا اُس پر۔

لیکن سدھاشی ٹھوس کردار کا ثبوت دے رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اُس نے اپنے ذہن کے سارے دروازے بند کر لیے ہوں اور اب اُن میں شیران کا کوئی تصور نہیں رہ گیا ہو۔ شیران شیطان فطرت تھا۔ سدھاشی نے پہلے بھی کبھی اُسے متاثر نہیں کیا تھا بلکہ اُسے گوسان پر ہنسی آتی تھی جس نے خواہ مخواہ ایک مفروضے کی بنا پر جان دے دی تھی، احمق آدمی زندہ رہتا تو کم از کم یہ بلا شیران کے گلے نہ پڑتی۔ بہرطور اس کے بعد جب سدھاشی مارلینو کے ہاتھ

لگ گئی تو اُس نے بس ایک آدھ بار ہی مارلینو سے اُس کے بارے میں پوچھا تھا اور اس کے بارے میں مارلینو نے اُسے کوئی تسلی بخش جواب بھی نہیں دیا تھا لیکن شیران نے بھی دوبارہ سدھاشی کے بارے میں پوچھنے کی زحمت نہیں کی اور اب جب سدھاشی ایک نئے رُوپ میں اُس کے سامنے آئی تھی تو شیران کو اُس سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی لیکن وہ دلچسپی نہیں جو محبت یا یگانگت کا عنصر رکھتی ہے، بس شرارتیں اُس کے ذہن میں دَر آئی تھیں اور خاص طور سے سدھاشی کا اجتناب اُسے ان شرارتوں پر آمادہ کر رہا تھا۔ وہ نہایت سنجیدگی سے سدھاشی کو طلب کرتا، اُس کے ساتھ ناشتہ کرتا۔ کھانا کھاتا اور رکاوٹ کی گفتگو کرتا لیکن سدھاشی خود کو پتھر کیے ہُوئے تھی نجانے اُس کی اندرونی کیفیات کیا ہوں گی لیکن شیران کی اُس نے کبھی پذیرائی نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ اُس شام بھی سدھاشی نے خود کو بالکل ہی غیر متعلق رکھا تھا۔ جب اُس کی موجودگی میں شیران نے گرتیچر سے اس جگہ کے بارے میں معلوم کیا، جہاں اُس نے ایک رات گزاری تھی' گرتیچر نے اُسے پیش کش کی تھی کہ اگر شیران چاہے تو وہ اُسے اُس جگہ لے جا سکتا ہے اور شیران نے چلتے ہُوئے سدھاشی کو بھی ساتھ چلنے کی پیش کش کر دی۔ سدھاشی نے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا لیکن راستے میں خود ہی شیران نے اُسے بتایا۔

" بات دراصل یہ ہے سدھاشی کہ اُس رات میں ایک احمقانہ لغزش کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ لڑکی کاروباری تھی لیکن میں کچھ اس طرح اُلجھا ہُوا تھا کہ مجھے اُس کے ساتھ رات گزارنی پڑی۔ مجھے صرف اس بات کا خدشہ ہے سدھاشی کہ کہیں اس رات کا کوئی غلط نتیجہ نہ ظاہر ہُوا ہو۔ اُس لڑکی کو وہاں سے اغوا کرنا ہے اور اُسے کسی اسپتال میں داخل کرانا ہے یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ میری قربت سے متاثر تو نہیں ہُوئی۔ اگر ایسا ہُوا ہے تو دو کام کرنا ہوں گے، یا تو اسپتال میں رہ کر اُسے میری نشانی مٹانا ہو گی یا پھر میں خود ہی اُس کا نشان مٹا دوں گا۔"

سدھاشی یہ عجیب و غریب منطق سُن کر دنگ رہ گئی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب و غریب بے چینی کے آثار نظر آئے تھے اور پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔

" مسٹر شیران۔ اگر آپ کہیں تو یہ ذمّے داری میں سنبھال لوں، جس انداز میں آپ سوچ رہے ہیں وہ بہتر نہیں ہے اور اس میں ہمارے لیے خطرات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔" گرتیچر نے بھی سدھاشی کی بات سے اتفاق کیا . . شیران کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

" نہیں سدھاشی۔ یہ میرا قطعی ذاتی معاملہ ہے اور اس سلسلے میں میں کسی پر اعتبار نہیں کر سکتا چنانچہ یہ کام مجھے ہی کرنا ہے۔"

" مسٹر شیران۔" گرتیچر نے مداخلت کی۔" بے شک آپ اپنے طور پر اس بات کا اطمینان کر لیں لیکن چونکہ یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ پولیس آپ کو تلاش کر رہی ہے اور ایسی جگہوں پر پولیس کی نگاہ زیادہ گہری ہوتی ہے، آپ اس لڑکی کی نشاندہی کر دیں۔ میں اُسے وہاں سے اغوا کرا لوں گا آپ اپنے طور پر اپنا اطمینان کر لیں۔ میں قطعی آپ کو اس بات کے لیے مجبور نہیں کروں گا کہ آپ دوسرے آدمی پر بھروسہ کریں۔"

شیران نے چند لمحات سوچا اور پھر گردن ہلا دی۔" ٹھیک ہے مسٹر گرتیچر لیکن آپ یہ سوچ لیں کہ یہ میری زندگی کا اہم مسئلہ ہے۔" گرتیچر نے اس مسئلے کی ساری ذمّے داری قبول کر لی تو شیران نے وہاں جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا لیکن گرتیچر کے لیے یہ بات خاصی باعثِ دلچسپی تھی، اُس نے دبے دبے لہجے میں شیران سے اس کی تفصیل پوچھی اور شیران مُسکرانے لگا۔ سدھاشی قریب ہی موجود تھی، گو ان باتوں سے لاتعلق رکھا تھا خود کو لیکن شیران محسوس کر رہا تھا کہ اس کی تمام تر توجہ اُسی کی جانب ہے تب اُس نے کہا۔" بات یہ ہے مسٹر گرتیچر کہ ہم پہاڑوں کے رہنے والے بعض معاملات میں بہت سخت گیر ہوتے ہیں۔ ہماری عورت روزِ اوّل سے ہماری تحویل میں ہوتی ہے۔ ہمیں علم ہوتا ہے کہ عمر کی کون سی منزل میں اُس نے کیا کیا ہے۔ اس کے بعد ہم اُسے بیوی بناتے ہیں پھر وہ ہمارے بچّوں کی ماں بنتی ہے اور ہم ان بچّوں کو فخر سے اپنی اولاد کہتے ہیں۔ یہ بچّے ہماری دُشمنی کا حساب چُکاتے ہیں کیونکہ یہ سچے ہوتے ہیں۔ اگر ہماری عورت کا کردار ہماری نگاہ میں ذرا بھی مشکوک ہو تو ہم اپنے بچّوں پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔"

" اوہ۔ فنٹاسٹک، لیکن مسٹر شیران۔ وہ عورتیں جو مہر آپ کی زندگی میں آ جاتی ہیں؟"

" نہیں آتیں۔ پہاڑوں میں رہنے والی شہابہ نہرزادی سب سے حسین لڑکی جس کا حُسن دیکھ کر دل پر قابو رکھنا مشکل ہو جائے، جب شیران کی بیوی بننے کے خواب دیکھنے لگی جب اُس نے کہا کہ اگر شیران اُس کا مردنہ بنا تو وہ اُس کی زندگی کی گاہک بن جائے گی تو شیران نے اُس کی بات مان لی اور اس کا مرد بن گیا لیکن اس کے فوراً بعد شہابہ موت کی آغوش میں پہنچ گئی۔ میں اُسے زندہ رکھ کر زندگی بھر کا خوف تو نہیں برداشت کر سکتا تھا۔"

" کیسا خوف؟"

" یہی کہ کہیں وہ شیران کے بچّے کی ماں نہ بن جائے۔"

" اس طرح آپ نے کتنی لڑکیوں کو قتل کیا ہے مسٹر شیران؟" گرتیچر نے دلچسپی سے پوچھا۔

" لڑکیاں خود ہی قتل ہونے کی کوشش کرتی ہیں لیکن میں انھیں معاف کر دیتا ہوں۔ میں انھیں سمجھاتا ہوں کہ وہ زندگی کی حفاظت کریں لیکن وہ میرے اس اجتناب کو ناپسند کرتی ہیں؟" شیران نے سدھاشی کو دیکھتے ہُوئے کہا لیکن سدھاشی نے اس وقت بھی اس کی بات کا نوٹس نہیں لیا تھا۔ ہاں دوسرے دن اس نے اس پروفیشنل لڑکی کی جان بچانے کی کارروائی ضرور کر لی تھی اور اُس کی میڈیکل رپورٹ شیران کو پیش کر دی گئی تھی۔ خاصی بحث کے بعد شیران مطمئن ہو سکا تھا۔

بہرحال سدھاشی پر بُرا وقت آ پڑا تھا۔ شیران ہر وقت اُس سے چھیڑ چھاڑ جاری رکھتا تھا نہ جانے اس طرح اُس کی کون سی حِس کو تسکین مل رہی تھی لیکن سدھاشی نہایت صبر و سکون سے یہ سب کچھ برداشت کر رہی تھی۔ اُس نے ایک بار بھی بیزاری کا اظہار نہیں کیا تھا۔

گرتیچر وغیرہ نہایت اطمینان سے کاروبار چلا رہے تھے وہ ضروری امور کے سلسلے میں شیران سے مشورے ضرور لے لیتے تھے باقی شیران کو اور کوئی اُلجھن نہیں ہُوئی تھی۔

پھر شیران خود ہی اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا لیکن اُس نے سدھاشی کو ہی منتخب کیا تھا۔" مجھے وہ سارے کیمپ دکھاؤ جہاں گریتھاؤ کی اجارہ داری ہے۔ دوسرے کیمپ بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

" جو حکم جناب۔"

" کب ابتدا کرو گی؟"

" جب آپ حکم دیں لیکن ایک عرض ہے۔"

" کیا...؟"

" آپ اصل شکل میں وہاں نہ جائیں؟"

" پولیس سے خوفزدہ ہو؟" شیران نے مُسکرا کر پوچھا۔

" پولیس بہرحال آپ کو بھُولی نہیں ہے۔ آپ کی تلاش جاری ہے لیکن میرا کچھ اور مقصد بھی ہے۔"

" وہ کیا؟" شیران نے پوچھا۔

" گریتھاؤ شیطان ہے۔ اُس کی شخصیت بے حد پُراسرار ہے اور اُس کی آنکھیں ان کیمپوں کی سخت نگرانی کرتی ہیں میں نہیں چاہتی کہ وقت سے قبل آپ اُس کی نگاہ میں آئیں۔"

" وقت سے تمھاری کیا مُراد ہے؟"

" میرا خیال ہے جناب۔ مسٹر مارلینو آپ سے فرمائش کریں گے کہ گریتھاؤ کے کیمپوں کو ختم کر دیا جائے۔ اُس کے خلاف کارروائی کرنے سے قبل آپ کا اس کی نگاہ میں آنا ٹھیک نہیں ہے۔"

" افسوس میں مصلحت پسند نہیں ہوں۔" شیران نے کہا۔ " میں اپنے بالکل اصل رُوپ میں وہاں جاؤں گا اور تم میرے ساتھ ہو گی۔"

" آپ جس طرح پسند کریں جناب۔" سدھاشی نے کہا۔

شیران نے یہاں بھی شرارت اور انتہا پسندی سے کام لیا تھا بازاروں سے خریداری ہُوئی۔ کھالوں کے کوٹ اور مخصوص ٹوپیاں خریدی گئیں۔ شیران نے نہ صرف اپنے لیے بلکہ سدھاشی کے لیے بھی مخصوص قبائلی لباس خریدا تھا۔ سدھاشی نے ان معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی پھر شیران نے واپس آنے کے بعد سدھاشی سے فرمائش کی کہ وہ یہ لباس پہن کر اُس کے سامنے آئے، سدھاشی نے اس حکم کی تعمیل بھی کی۔ شیران کی آنکھوں میں تمسخر آمیز چمک اُبھر آئی تھی۔

" اوہ خُدایا۔ اگر تیرا قد بھی بڑا ہوتا تو اس وقت تو سچ مچ کوئی قبائلی عورت نظر آتی، آنکھیں ترس گئی ہیں کسی قد آور، سُرخ و سفید قبائلی عورت کو دیکھنے کے لیے۔ یقین کرو سدھاشی اُن کا حُسن پہاڑوں کی چٹانوں کی مانند ہوتا ہے سرسبز و شاداب اور زندگی سے بھرپُور۔" سدھاشی نے کوئی جواب نہ دیا وہ خاموشی سے شیران کو دیکھتی رہی تھی۔

" پھر کیا خیال ہے۔ آج دوپہر کے بعد ہی ہم کیمپنگ کی سیر کو چلیں گے۔"

" اسی لباس میں؟" سدھاشی نے پوچھا۔

"ہاں اسی لباس میں میں گرتیجر سے جیپ کے بارے میں کہے دیتا ہوں۔ ہمارے پاس بندوقیں بھی ہونی چاہئیں۔"

"سوچ لو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"سوچ لیا اچھی طرح سوچ لیا۔"

گرتیجر نے بھی اس سلسلے میں دبی زبان سے مخالفت کی تھی۔ "جناب عالی! اس طرح اگر آپ پولیس کی نگاہوں میں آ گئے تو... ؟"

"دیکھو گرتیجر۔ میں اپنے معاملات میں صرف ایک حد تک مداخلت برداشت کرتا ہوں۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں اپنی ذمّے داری پر کر رہا ہوں۔ پولیس اگر مجھ تک پہنچی تو دیکھا جائے گا۔ میں اس سلسلے میں تم لوگوں کو پریشان نہیں کروں گا۔"

"نہیں جناب۔ میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ آپ انچارج ہیں جو پسند کریں گے مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔" گرتیجر نے جواب دیا۔

شیران نے سدھاشی کے علاوہ کسی کو ساتھ نہیں لیا تھا ایک شاندار جیپ میں بیٹھ کر وہ دونوں چل پڑے۔ قبائلی لباس میں اس وقت بھی وہ ایک شاندار شخصیت نظر آ رہا تھا، سدھاشی کئی بار اُسے چور نگاہوں سے دیکھ چکی تھی، سُرخ و سفید زندگی سے بھرپور چہرہ، گھنی بھویں، گھنی مونچھیں، ایک عجیب شان تھی اس کی، بڑے بالوں والی ٹوپی کے نیچے اُس کا جاندار چہرہ اتنا خوبصورت لگ رہا تھا کہ دیکھنے والی نگاہ ایک بار دیکھ کر اُس پر سے ہٹنے کا نام نہیں لیتی تھی، سدھاشی عجیب سے احساسات کا شکار تھی لیکن اُس نے اپنا چہرہ سپاٹ کر رکھا تھا۔

پہلی کیمپنگ میں پہنچ کر اُنھوں نے جیپ ایک مخصوص جگہ کھڑی کی اور وہیں سے بیٹھ کر آوارہ گردوں کا تماشہ دیکھنے لگے۔ تماشہ دیکھنے والوں میں اور سیاح بھی شامل تھے۔ وہ آوارہ گردوں کی حرکتوں سے لُطف حاصل کر رہے تھے، جگہ جگہ ناچ گانے، چرس، شراب، بھنگ، افیون، گانجے، ہیروئن، راکٹ کے نشے میں سرشار لوگ عجیب و غریب حرکات کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ کچھ مانگنے والیاں ان کی جیپ کے نزدیک بھی پہنچ گئیں اور اُنھوں نے مخصوص انداز میں کچھ کلمات کہہ کر اُن کے آگے ہاتھ پھیلا دیے۔ شیران ہنس پڑا تھا۔

"سدھاشی، میں نے اپنے مُلک میں فقیر تو دیکھے ہیں وہ بھی بھیک مانگتے ہیں لیکن ان لوگوں کا انداز تو نرالا ہے۔"

"ہاں یہ آوارہ گرد اُن فقیروں سے بدتر ہیں، وہ کم از کم تو کہلاتے ہیں اور خاندانی فقیر ہوتے ہیں لیکن یہ اچھے خا[ندانی] گھرانوں کے چشم و چراغ اپنی زندگیاں ان نشہ آور اشیا کے سپُرد کر کے انسانیت کا جو مذاق اُڑاتے ہیں وہ ناقابلِ برداشت ہے۔" سدھاشی نے کہا۔

"ناقابلِ برداشت تو وہ لوگ بھی ہیں سدھاشی، جو ان لوگوں کو نشہ آور اشیا فراہم کرتے ہیں۔"

"ٹھیک کہتے ہو شیران۔ انسان اپنے مفاد کے لیے دوسرے انسان کو زندہ سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا، بر اس کا اپنا مفاد جس چیز سے وابستہ ہو، وہ اُسی پر توجّہ دیتا ہے۔ خواہ اُس کے سامنے والا کسی بھی کرب کا شکار ہو کر جان دے دے۔"

"یہ دستور ہے سدھاشی، یہ دُنیا کا دستور ہے، ہم سب اپنے بارے میں سوچتے ہیں، اگر ہم دوسروں کے بارے میں سوچنے بیٹھ جائیں تو ہمارا اپنا وجود باقی نہ رہے۔"

"نہیں شیران، یہ بات نہیں ہے۔ میرے بابا کی تعلیمات کچھ اور تھیں۔" سدھاشی نے کرب سے کہا۔

"یاتان بروما۔ ہا..." شیران نے ایک گہری سانس لی اور ہنس پڑا۔ "کیا کہتا تھا وہ؟" اُس نے جیپ اسٹارٹ کر کے واپس موڑ دی۔

"انسان کے بارے میں اُس کے خیالات بہت بلند تھے، وہ انسانوں کو پوجتا تھا۔ وہ ان کے لیے..."

"بس بس۔ اُنھی انسانوں سے خوفزدہ ہو کر وہ ان ویران پہاڑوں میں جا چھپا تھا اور وہیں اُس نے جان دے دی۔" شیران نے حقارت آمیز لہجے میں کہا اور سدھاشی اُسے گھورنے لگی پھر اُس کی سرد آواز اُبھری۔

"شیران۔ تمھارا لہجہ بہت حقارت آمیز ہے۔"

"ہاں۔ میں ایسے بے وقوف لوگوں کو حقیر سمجھتا ہوں۔"

"شیران۔" سدھاشی کی غرّاہٹ اُبھری۔ "میں تمھیں اس کی اجازت نہیں دوں گی۔"

"اجازت... تو دے گی مجھے؟ بروما احمق تھا۔"

"گاڑی روک دے شیران۔ گاڑی روک دے، روک دے گاڑی۔ مجھے تیرے تصوّر سے نفرت ہے۔ ہاں شیران تو جاہل ہے، تو پہاڑوں کا وحشی ہے۔ انسانیت سے تیرا کوئی واسطہ نہیں۔ میں اب ایک لمحے کے لیے تیرا ساتھ برداشت نہیں کر سکتی۔"

سدھاشی غرّاتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔

شیران نے قہقہہ لگایا اور جیپ کی رفتار بڑھا دی۔

"گاڑی روک دے شیران، ورنہ میں چھلانگ لگا دوں گی۔ [رو]ک دے گاڑی ذلیل انسان روک دے۔" سدھاشی نے کہا [او]ر شیران نے دفعتاً بریکوں پر پُورا دباؤ ڈال دیا۔

"کیا کہا تُو نے؟"

"بہت ذلیل ہے تُو، انتہائی قابلِ نفرت۔ اُس انسان کے [با]رے میں تُو نے یہ الفاظ کہے جو تجھے بیٹوں کی طرح چاہتا تھا۔ [تی]ری نگاہ میں کسی کے لیے تقدّس نہیں ہے۔ تُو جاہل وحشی ہے۔"

"کیا اس کے بعد تیری زندگی ممکن ہے سدھاشی؟" شیران [کی] آنکھوں میں خون اُتر آیا۔

"پیار کرتی تھی میں تجھ سے۔ جان دیتی تھی تجھ پر۔ وقف [ک]ر دیا تھا میں نے خود کو تیرے لیے۔ سوچا تھا... کہ کسی [بھ]ی وقت یہ زندگی خاموشی سے تجھ پر نچھاور کر دوں گی۔ اُس [و]قت جب تُو کسی مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ پُوجتی تھی تجھے لیکن [اف]سوس غور نہیں کیا تھا تجھ پر۔ گوسان عظیم تھا۔ آہ میرا گوسان [مج]ھے چاہتا تھا۔ کاش میں اُس کے پیار کی قدر کرتی۔ ان پہاڑوں [می]ں کیا کچھ نہیں تھا۔ صبح کی پہلی کرن زندگی کا پیغام لاتی تھی۔ [س]ب کچھ جاگ اُٹھتا تھا۔ اگر اس حسین زندگی میں گوسان کا [پ]یار شامل کر لیا جاتا تو... تو... لیکن افسوس میں نے پیار کا [م]ذاق اُڑایا تھا اور اس کی بھرپُور سزا دی ہے تُو نے مجھے۔"

"گاڑی سے نیچے اُتر جا۔" شیران خونی لہجے میں بولا۔

"میں نے تیرے لیے اپنا دھرم چھوڑ دیا۔ گوشت کھایا اور اپنے باپ کو دھوکا دیتی رہی۔"

"نیچے اُتر جا۔ میں تیرے اس ناپاک وجود کو گاڑی سے کچل کر ختم کر دوں گا۔ تجھے ریزہ ریزہ کر دوں گا۔"

"بس دلیر انسان۔ یہی سلوک کرے گا تُو میرے ساتھ، کیا تیرے وطن کی چٹانیں تجھ جیسے دلیروں ہی سے سربلند ہیں؟" سدھاشی نے تلخ لہجے میں کہا اور شیران کا ہاتھ گھوم گیا۔

لیکن دوسرے لمحے سدھاشی جیپ سے کُود گئی۔ شیران کا ہاتھ خلا میں گھوم کر رہ گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی سدھاشی نے جو حرکت کی تھی وہ شیران کے لیے غیر متوقع تھی۔ اُس نے نیچے کُودتے ہوئے دونوں رائفلیں اُٹھا لی تھیں۔

نیچے کھڑے ہو کر اُس نے کہا۔ "قابلِ نفرت انسان، میں تیری اس دلیری پر تھوکتی ہوں۔ تُو مجھے نہیں قتل کر سکے گا، میں یہ حق تجھے نہیں دوں گی۔ البتہ میں تجھے للکارتی ہوں۔ اگر سربلند اور آسمان سے باتیں کرتے ہُوئے پہاڑوں کا سچا بیٹا ہے تو قسم کھا، مجھے قتل کر دے گا اور اگر نہ قتل کر سکا تو خود کو اپنی ماں کی ناجائز اولاد سمجھ لینا۔"

"سدھاشی۔" شیران کی وحشیانہ چیخ اُبھری اور دوسرے لمحے اُس نے جیپ اسٹارٹ کر کے سدھاشی پر دوڑا دی لیکن مارلینو نے یقیناً سدھاشی کی تربیت بھی معمولی طور پر نہیں کی تھی۔ شیران نے تو اس کے بارے میں ایک آدھ بار کے سوا کبھی معلوم ہی نہیں کیا تھا لیکن یقینی طور پر اس دوران میں مارلینو، سدھاشی کو کارآمد بناتا رہا تھا۔ اُس نے نہایت اطمینان سے رُخ بدل لیا اور جیپ برق رفتاری سے آگے نکل گئی۔

سدھاشی نے خونی نگاہوں سے آگے بڑھتی ہُوئی جیپ کو دیکھا۔ اس وقت اگر وہ چاہتی تو نہایت اطمینان سے شیران کے سر کا نشانہ لے سکتی تھی لیکن شاید وہ اُسے قتل نہیں کرنا چاہتی تھی چنانچہ اُس نے ایک سمت چھلانگ لگا دی۔

یہ ایسا رُخ تھا جہاں سے آگے چل کر درختوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا اور پھر اس کے بعد ایک ڈھلان تھی، ان درختوں میں جیپ چلانا بے حد مشکل تھا۔ اسی طرح اگر جیپ ڈھلان تک پہنچ جاتی تو تیز رفتاری سے اُسے ڈھلانوں میں کنٹرول نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ سدھاشی نے یہی سوچ کر اُدھر کا رُخ کیا۔ دونوں رائفلیں اب بھی اُس کے ہاتھ میں تھیں، اگر رائفل شیران کے ہاتھ میں لگ جاتی تو یقینی طور پر وہ سدھاشی کے پُورے بدن کو چھلنی کر چکا ہوتا۔ اس پر ایسی ہی وحشت سوار تھی۔

آگے جا کر اُس نے جیپ کے بریک لگائے اور پھر اُسے موڑ لیا۔ سدھاشی کو اُس نے دیکھ لیا تھا اور جیپ طوفانی رفتار سے سدھاشی کی جانب بڑھنے لگی۔ درختوں تک پہنچنے سے پہلے ہی اُس نے سدھاشی کو جا لیا تھا لیکن سدھاشی اس وقت بھی ہوشیار تھی۔ جونھی جیپ اس کے بالکل قریب پہنچی اُس نے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ اس بار شیران نے جیپ کو کنٹرول کر لیا تھا۔

جیپ پھر سدھاشی کی جانب بڑھی لیکن سدھاشی برق بنی ہُوئی تھی۔ اُس نے ایک بار پھر شیران کو جُھکہ دے دیا اور جیپ کا پہیہ ایک چھوٹے سے پتھر سے ٹکرایا۔ جیپ

کو کنٹرول کرنے میں شیران کو تھوڑی سی توجہ صرف کرنا پڑی تھی لیکن اُس کی اسی توجہ سے سدھاشی نے فائدہ اُٹھایا۔ سدھاشی درختوں کے درمیان پہنچ گئی اور پھر وہاں سے ڈھلان پر اُتر گئی۔ ایک بار پھر جیپ اُس کی جانب آ رہی تھی۔ ڈھلانوں پر دوڑتی ہُوئی سدھاشی بمشکل تمام اپنے آپ پر کنٹرول رکھ پا رہی تھی۔ کئی جگہ اُس نے گرنے سے بچنے کے لیے رائفل کا سہارا لیا۔ اِس بات سے بھی وہ ہوشیار تھی کہ کہیں رائفل چل نہ جائے۔ گو دو وزنی رائفلیں لے کر دوڑنا آسان نہیں تھا لیکن اُنھیں پھینکنا بھی اُس کے لیے مشکل تھا۔

جیپ درختوں کے بیچ سے گزرتی ہُوئی بالآخر ڈھلان کے کنارے پر پہنچ گئی۔ شیران سوچ رہا تھا کہ اُسے ڈھلان سے اُتارے یا نہ اتارے اور پھر اُس نے جیپ کو ڈھلان میں اُتار ہی دیا۔ اُس پر جنون سوار تھا۔

سدھاشی نے جیپ ڈھلان میں اُترتے دیکھی اور اُس کا دل ہَول کر رہ گیا۔ ذرا بھی گاڑی اگر کنٹرول سے باہر ہوتی تو لڑھکنیاں کھاتی ہُوئی نیچے آ جاتی۔ ڈھلان خاصے خطرناک تھے۔ بہرصورت وہ دوڑتی رہی۔ جیپ لمحہ بہ لمحہ اُس کے قریب آتی جا رہی تھی۔ بڑے بڑے پتھروں سے ٹکراتی ہُوئی۔ اُس کا حُلیہ بگڑ گیا تھا لیکن شیران اپنی وحشت میں اُسے ڈرائیو کر رہا تھا پھر وہی ہُوا جو متوقع تھا۔

جیپ ایک بڑے پتھر سے ٹکرائی اور اس کے بعد اُس کا ریڈی ایٹر ٹوٹ گیا۔ ریڈی ایٹر سے پانی بہنے لگا تھا۔ شیران نے اُسے ریورس کیا لیکن وہ ریورس نہ ہو سکی، تب شیران جیپ سے نیچے کُود آیا۔

سدھاشی اِس دوران میں کافی دُور نکل آئی تھی اور پھر اُس نے ایک جگہ رُک کر رائفل سیدھی کر لی۔ اُس نے شیران کا نشانہ لے کر گولی چلا دی تھی لیکن گولی شیران کے قریب پتھر سے ٹکرائی اور شیران ایک دم ٹھٹک گیا۔

اس طرح موت کو دعوت دینا مناسب نہیں تھا۔ سدھاشی بھی یقیناً پاگل ہو گئی تھی، چنانچہ اُس نے پتھر کی آڑ لے لی اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اگر رائفل ہوتی تو سدھاشی کو بہ آسانی ٹھکانے لگایا جا سکتا تھا لیکن اِس وقت وہ چوٹ دے گئی تھی۔

دوسری گولی چلی اور پھر تیسری، اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ شیران پتھر کی آڑ میں دبکا ہُوا تھا، چند لمحات کے بعد اس نے تھوڑی سی گردن اُٹھا کر دیکھا۔ سدھاشی اُس جگہ نہیں تھی جہاں سے گولیاں چلا رہی تھی۔ وہ کھڑا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ بہت دُور اُسے سدھاشی دوڑتی ہُوئی نظر آ رہی تھی فاصلہ اتنا زیادہ ہو گیا تھا کہ شیران کے لیے اب اُس تک پہنچنا خاصا مشکل کام تھا۔ تاہم اُس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور نیچے دوڑنے لگا۔ اس پتھر کے عقب میں اُسے خالی رائفل مل گئی جہاں سے سدھاشی نے گولیاں چلائی تھیں۔

اس نے رائفل اُٹھا لی۔ رائفل کے چیمبر خالی تھے، جیپ میں البتہ کارتوسوں کی پیٹی موجود تھی۔ وہ ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گیا۔

اگر وہ دوڑتا ہُوا سدھاشی تک جاتا ہے تو یقینی طور پر وہ بہت دُور نکل جائے گی اور اگر جیپ میں جا کر رائفل کے کارتوس اُٹھاتا ہے تو بھی سدھاشی کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کا خطرہ تھا لیکن بہرطور اُس نے یہی سوچا کہ کارتوس اُٹھانا ہی بہتر ہے، کسی بلند جگہ سے وہ اسے تلاش کر کے اس کا نشانہ لے گا اور اس وقت تک گولیاں چلاتا رہے گا جب تک کہ اس کا پُورا بدن چھلنی نہ ہو جائے۔ اُس نے رائفل سنبھال لی اور جیپ کی طرف دوڑنے لگا۔ خاصی رفتار سے دوڑتا ہُوا وہ جیپ تک آیا، تیزی سے کارتوس نکالے اور پھر واپس دوڑنے لگا۔ کم بخت جیپ اس وقت ساتھ چھوڑ گئی تھی ورنہ کم از کم سدھاشی تک پہنچنے میں اسے اس قدر دُشواری نہ ہوتی، اس کے ذہن میں اس وقت سدھاشی کے زہر میں بجھے ہُوئے الفاظ چکرا رہے تھے، اتنا کچھ کہا تھا اس نے کہ اس کے بعد اُس کی زندگی شیران کے لیے ممکن نہیں تھی۔

کافی دُور تک دوڑنے کے بعد وہ ایک پتھر پر چڑھ گیا اور وہاں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جھٹ پٹا چھا گیا تھا اور تاریکی بڑھتی جا رہی تھی، سدھاشی نجانے کہاں سے کہاں نکل گئی تھی لیکن وہ جس سمت گئی تھی شیران اسی سمت چل پڑا۔ اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک وہ ملے گی نہیں وہ اسے چھوڑے گا نہیں۔

لمحہ لمحہ تاریکی پھیلتی جا رہی تھی، تھوڑے فاصلے پر روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ نجانے یہ کہاں کی روشنیاں تھیں ایک قطار میں دُور تک پھیلی ہُوئی تھیں۔ شیران اسی سمت بڑھتا رہا۔ اُس کی نگاہیں تاریکی میں بھی سدھاشی کو تلاش کر رہی تھیں اُسے یقین تھا کہ سدھاشی کسی آباد جگہ پہنچنے کی کوشش کرے گی تا کہ

وہاں سے کوئی سواری حاصل کر کے واپسی کا سفر طے کر سکے۔

چنانچہ وہ خود بھی انھی روشنیوں کی جانب بڑھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسے اندازہ ہو گیا کہ وہ دراصل ائرپورٹ تھا۔ وہ شہر سے کافی دور نکل آئے تھے۔ نیوکیمپنگ جہاں وہ لوگ گئے تھے یقینی طور پر ائرپورٹ کے گرد و نواح میں تھی، بہرصورت ائرپورٹ کے علاوہ اور کوئی جگہ ایسی نہیں تھی، جہاں سے سدھاشی کو سواری مل سکتی، چنانچہ شیران اسی کی جانب بڑھتا رہا۔ ائرپورٹ تک پہنچنے میں اُسے خاصا وقت لگا تھا راستہ اتنا ناہموار اور مشکل تھا کہ بعض جگہوں پر اُسے کافی دیر لگ گئی بہرطور جب وہ ائرپورٹ پہنچا تو خاصی رات ہو چکی تھی۔ اُس نے تھوڑے فاصلے پر رُک کر اپنا حُلیہ درُست کیا۔ بھاگنے دوڑنے سے اور وحشت خیزی سے اُس کا لباس بے ترتیب ہو گیا تھا۔ اُس نے ٹوپی سر پر جمائی، چہرے پر ہاتھ پھیر کر اُسے صاف کیا اور پھر ائرپورٹ کے علاقے میں داخل ہو گیا۔

ہمیشہ کی طرح اچھا خاصا رَش تھا اس علاقے میں، ائرپورٹ کی واحد سڑک اس وقت بھی یہاں سے دُور تھی جہاں شیران موجود تھا تاہم وہ آگے بڑھتا رہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹیکسی اسٹینڈ کے پاس پہنچ گیا۔ بہت سی ٹیکسیاں کھڑی ہُوئی تھیں۔ شیران کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں، شاید کوئی فلائٹ آئی تھی ٹیکسی والے مستعد کھڑے ہُوئے تھے۔ وہ ٹیکسیوں کے درمیان دوڑتا ہُوا آگے بڑھنے لگا اور اپنی جستجو میں دُور تک چلا گیا۔ دفعتاً کافی فاصلے پر اُسے غالباً ٹرمینل کے پاس اُسے ایک لڑکی نظر آئی ملبوس وہی تھا جو سدھاشی نے پہنا ہُوا تھا۔ شیران برق رفتاری سے اُس کی جانب بڑھنے لگا اس کے ساتھ وہ یہ بھی کوشش کر رہا تھا کہ سدھاشی کی نگاہ اُس پر نہ پڑنے پائے۔ وہ خاموشی سے اُس کے عقب میں پہنچ جانا چاہتا تھا۔ صُورتِ حال کچھ بھی ہو، سدھاشی پر قابو پانا اس کے لیے ضروری تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوتا دیکھا جاتا۔

اس جگہ کا فاصلہ کافی تھا جہاں اُس نے سدھاشی کو دیکھا تھا لیکن چھُپتا چھُپاتا وہ بالآخر اُس جگہ پہنچ گیا۔ ایک خوبصورت سے شیشے کے گیٹ کے سامنے بہت سے افراد نظر آ رہے تھے، یقینی طور پر یہ کسٹم ہاؤس تھا۔

شیران کو محسوس ہُوا کہ سدھاشی اسی میں داخل ہُوئی ہے۔ کسٹم ہاؤس کے دروازے پر باوردی ڈیوٹی افسر موجود تھے۔ شیران نے دونوں افسروں کو ایک جانب ہٹایا اور اندر داخل ہو گیا۔ اندر اچھا خاصا رَش تھا، چونکہ فلائٹ کو آئے ہُوئے زیادہ دیر نہیں ہُوئی تھی، اس لیے ایک لمحے کے لیے شیران ان میں گم ہو گیا لیکن ڈیوٹی افسر غصّے میں بھرے ہُوئے اس کی طرف دوڑے تھے۔ اُنھوں نے دوسرے لوگوں کو بھی ہوشیار کر دیا تھا اور چاروں طرف سے کئی آدمی شیران کی جانب دوڑ پڑے۔

شیران لوگوں کی بھیڑ کو ہٹاتا ہُوا گردن اُٹھائے سدھاشی کو تلاش کر رہا تھا۔ اس کا قد یہاں موجود تقریباً تمام ہی لوگوں سے نکلتا ہُوا تھا اس لیے وہ دُور دُور تک دیکھ سکتا تھا۔ دفعتاً ایک لڑکی اُس سے ٹکرائی۔

یورپین لڑکی تھی، خوب صورت لباس میں ملبوس، وہ اس طرح ٹکرائی تھی کہ شیران اُس کی ٹکر سے رُک گیا۔ لڑکی کا پُورا بدن اُس کے بدن سے مَس ہُوا تھا، شیران غصیلے انداز میں اُسے گھُورنے لگا اور لڑکی کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"سوری۔ معافی چاہتی ہوں۔" وہ جُھک کر ایک جانب ہٹ گئی اور شیران قہر آلود نگاہوں سے اُسے دیکھتا ہُوا آگے بڑھتا رہا۔ اُسی وقت ڈیوٹی افسران اور دوسرے ائرپورٹ سیکورٹی کے لوگ اُس کے پاس پہنچ گئے۔ اُنھوں نے شیران کا بازو پکڑ لیا تھا۔

"آپ غیر قانونی طور پر اندر داخل ہُوئے ہیں۔" ڈیوٹی افسر نے غرّاتی ہُوئی آواز میں کہا۔

"مجھے ایک لڑکی کی تلاش ہے، وہ بھی یہاں غیر قانونی طور پر داخل ہُوئی ہے۔"

"لڑکی۔ کون لڑکی۔ کیسی لڑکی۔ باہر آئیے آپ۔" ڈیوٹی افسر نے کہا اور شیران دانت بھینچ کر اُسے گھُورنے لگا۔

"اگر وہ لڑکی یہاں سے نکل گئی تو اچھا نہیں ہوگا۔" شیران نے غرّاتی ہُوئی آواز میں کہا۔

"آپ باہر آ جائیے ورنہ یوں بھی اچھا نہیں ہوگا۔" ڈیوٹی افسر نے اُسے دھمکی دے کر کہا۔ شیران نے ایک لمحے کے لیے خونخوار انداز میں اُسے دیکھا لیکن پھر وہ سنبھل گیا۔ اس سے قبل بھی ہنگامہ ہو چکا تھا اور اب اگر اُس نے ڈیوٹی افسر سے کوئی گڑبڑ کی اور اُسے مار پیٹ ڈالا تو پھر یہاں سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اتنے رَش میں نکل جانا بہت مشکل کام ہے، سدھاشی بھی نکل جائے گی، چنانچہ وہ کسی قدر نرم ہو گیا۔

"میں معافی چاہتا ہوں لیکن آپ یقین کریں وہ لڑکی یہیں گھسی ہے۔"

"آپ کو جو کچھ کہنا ہے باہر نکل کر کہیں۔ آپ جس طرح سے اندر گھس آئے ہیں اس کے تحت آپ کو گرفتار کر لینا چاہیے لیکن بہر طور آپ غیر ملکی ہیں اس لیے پلیز آپ باہر آجائیں۔" ڈیوٹی افسر نے سخت لہجے میں کہا اور شیران گردن ہلاتا ہوا باہر نکل آیا۔

"اب جواب دیجیے آپ اس طرح اندر کیوں داخل ہوئے؟"

"وہ... وہ کم بخت مجھے ڈاج دے کر بھاگی ہے۔ اسی طرف آئی تھی وہ۔ براہِ کرم آپ اسے تلاش کریں۔"

"ہم لوگ یہاں ڈیوٹی پر موجود تھے، کوئی لڑکی یہاں سے اندر نہیں گئی ہے۔"

"غلط، بالکل غلط۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اُسے یہاں دیکھا تھا۔" شیران نے کہا۔

"کیا حلیہ تھا جناب اس کا؟" دوسرے افسر نے پوچھا۔

"میرے جیسا لباس پہنے ہوئے تھی، سمور کا کوٹ اور بڑے بالوں والی ٹوپی۔"

"نہیں آپ یقین کریں ایسی کوئی لڑکی اس طرف نہیں آئی۔"

"میں نے اُسے سامنے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔" ایک ڈیوٹی کانسٹیبل نے اپنے افسر کو بتایا اور شیران چونک پڑا۔

"کس طرف؟"

"اس طرف جناب۔ وہ آپ ہی جیسا لباس پہنے ہوئے تھی۔" اُس نے کہا۔

"اوہ اوہ، میں اپنی غلط فہمی کی معافی چاہتا ہوں۔" شیران نے اپنی عادت کے خلاف ڈیوٹی افسر سے کہا اور تیزی سے اُس جانب بڑھ گیا۔ ڈیوٹی افسر نے اُسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن کافی دُور تک جانے کے باوجود شیران کو بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑا تھا۔ سدھاشی اس طرح غائب ہوئی تھی کہ اب اس کا وجود نہیں ملتا تھا۔ وہ غصے سے کھولتا ہوا واپس ائرپورٹ کے اُس حصے میں آ گیا جہاں ٹیکسیاں کھڑی رہتی تھیں اور پھر ایک ٹیکسی کا دروازہ کھول کر وہ اندر بیٹھ گیا۔ اُس نے بھاری لہجے میں اُس جگہ کا پتہ بتا دیا تھا جہاں اُس کا قیام تھا۔

●●

"اوہ میرے خدا، شاید فلائٹ آ گئی ہے۔ ہم لوگ لیٹ ہو گئے۔" فاؤلر نے پریشان لہجے میں کہا۔ وہ تینوں تیز رفتاری سے اُتر کر ائرپورٹ ٹرمینل کی جانب دوڑے۔ مسافر باہر نکل رہے تھے اس سے قبل کہ وہ کسٹم ہاؤس کے دروازے تک پہنچتے اُنھوں نے سیاہ رُو مسٹر میکلینو کو دیکھا۔ ایک طویل قامت اور بھاری بدن کا شخص تھا لیکن گرینی ولسن بھی اُس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی اُس نے اپنا خوبصورت ہینڈ بیگ اپنے کاندھے پر ڈالا ہوا تھا اور مسٹر میکلینو کے بازو میں بازو ڈالے آگے بڑھ رہی تھی۔

فاؤلر نے نعمان خاں کا شانہ دبایا اور نعمان خاں ٹھٹک گیا۔

"کیا ہوا؟" اُس نے پوچھا۔

"ہم لیٹ ہو گئے نعمان خاں، فلائٹ شاید وقت سے کچھ پہلے آ گئی۔ ہمیں یہ حماقت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ صحیح وقت سے پہلے یہاں پہنچنا چاہیے تھا لیکن یہ دونوں۔ میں ان دونوں کو دیکھ کر حیران ہوں۔"

"کیا مطلب؟" نعمان خاں نے پھر پوچھا۔

"تم دیکھ رہے ہو نا، وہ مسٹر میکلینو ہیں۔ انھیں گرینی ولسن سے اس طرح شناسائی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اوہ وہ دیکھو۔ وہ دیکھو، یقینی طور پر وہ ایکسائز کے افسران ہیں۔" فاؤلر نے ایک طرف اشارہ کیا۔

تین سادہ لباس میں ملبوس افراد مسٹر میکلینو کی جانب بڑھ رہے تھے اور اُن کے پیچھے کچھ پولیس کے افراد بھی تھے ایک نوجوان اور اسمارٹ سا شخص مسٹر میکلینو کے پاس پہنچ گیا اور اُن سے کچھ گفتگو کرنے لگا۔

"کیا کیا جائے۔ اب کیا کیا جائے۔ ہماری حماقت نے مسٹر میکلینو کو پریشان کر ڈالا ہے۔" فاؤلر نے کہا۔ وہ تینوں اپنی جگہ کھڑے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ مسٹر میکلینو اسمارٹ سے شخص کو ہکلاتے ہوئے سے لہجے میں کچھ بتا رہے تھے اُنھوں نے کئی بار شانے ہلائے، اپنے سامان کی جانب اشارہ کیا اور بالآخر پولیس افسران اُن کے نزدیک پہنچ گئے اُنھوں نے مسٹر میکلینو کا سامان اُٹھا لیا جو اس وقت ایک ٹرالی پر لدا ہوا تھا اور ایک مزدور اُسے دھکیلتا ہوا باہر لا رہا تھا۔

سامان واپس کسٹم ہاؤس میں داخل ہو گیا اور ایک مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔

"افسوس مسٹر میکلینو ہماری تھوڑی سی حماقت سے مارے گئے۔" فاؤلر نے مغموم لہجے میں کہا۔

"مجھے معاف کیجیے گا مسٹر فاؤلر۔ میں نے آپ سے عرض کیا

تھا کہ پروگرام کمزور ہے۔ ہمیں کچھ اور بہتر طریقے سے سوچنا چاہیے تھا۔" نعمان خاں نے کہا اور فاؤلر افسوس سے ہاتھ ملنے لگا۔

تیسرا آدمی بھی فاؤلر کا ایک ساتھی تھا جو اب تک اس مسئلے میں خاموش رہا تھا لیکن فاؤلر نے اُسے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بشکن تم جس طرح بھی ممکن ہو سکے کسٹم ہاؤس کے اس حصے تک پہنچو۔ تم جانتے ہو تمہیں کیا کرنا ہے، صرف یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ مسٹر میکلینو کے ساتھ کیا بیتی ہے۔"

"بہتر جناب۔" بشکن نے جواب دیا اور کسٹم ہاؤس کی گیلری کی جانب چل پڑا۔ جہاں سے باتھ رُوم کا سلسلہ دُور تک چلا گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ باتھ رُوم کی قطار میں غائب ہو گیا۔ نعمان خاں اور فاؤلر اپنی گاڑی کے اگلے حصے سے ٹیک لگائے انتظار کرتے رہے۔ خاصا وقت گزر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بشکن برآمد ہوا اور اُس کے چند لمحات کے بعد ہی مسٹر میکلینو مسکراتے ہوئے کسٹم ہاؤس سے باہر نکل آئے۔ ڈیوٹی افسر اُنھیں بڑے نیاز مندانہ انداز میں باہر چھوڑنے آیا تھا۔ اُس نے خود ہی مسٹر میکلینو کے لیے ٹیکسی منگوائی اور اس کا سامان اس میں رکھوا کر مصافحہ کر کے اُنھیں رُخصت کر دیا۔

فاؤلر کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش گہرے ہو گئے تھے کیونکہ گرینی ولسن بھی مسٹر میکلینو کے ساتھ ہی ٹیکسی میں بیٹھ گئی تھی۔

"اب یہ لوگ اورنٹیل ہوٹل جائیں گے، کیا کرنا چاہیے ہمیں نعمان خاں؟"

"میرے خیال میں صرف اورنٹیل ہوٹل تک تعاقب، لیکن چند لمحات کے بعد ممکن ہے پولیس کے افراد مسٹر میکلینو کا تعاقب کرنے کی کوشش کریں۔" نعمان خاں نے جواب دیا۔

"ویری گڈ، اچھا آئیڈیا ہے آپ کا۔ تو پھر چند لمحات رُک جاتے ہیں۔" اسی دوران بشکن بھی اُن کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا رہا بشکن؟"

"میرا خیال ہے مسٹر میکلینو کے پاس سے کوئی بھی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ ان کے لباس کی اور سامان کی تلاشی لے لی گئی تھی اور یقینی طور پر اُس لڑکی گرینی ولسن کی بھی، نجانے ان لوگوں نے کس چالاکی سے ہیروں کو پوشیدہ کیا ہے۔" بشکن نے جواب دیا۔

"بہر طور تمہیں یقین ہے کہ کوئی گڑبڑ کی بات نہیں ہوئی؟"

"نہیں جناب۔ آپ نے خود بھی دیکھ لیا ہے مسٹر میکلینو بڑے دوستانہ انداز میں یہاں سے گئے ہیں۔"

"ہوں بیٹھو۔" فاؤلر نے کہا اور بشکن نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ وہ تھوڑا فاصلہ دے کر چل پڑے۔ ہوٹل اورنٹیل تک اُنھوں نے نہایت ہوشیاری اور ذہانت سے اطراف میں نگاہ رکھی تھی کہ کہیں کسی اور گاڑی نے تو مسٹر میکلینو کا تعاقب نہیں کیا لیکن کوئی گاڑی موجود نہیں تھی۔ گویا مسٹر میکلینو کی حیثیت اُن کی نگاہوں میں بالکل صاف تھی۔ مگر یہ سب کچھ کس طرح ہوا۔ یہ بات فاؤلر کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بالآخر وہ اورنٹیل پہنچ گئے لیکن نعمان خاں کے مشورے پر اس وقت اُنھوں نے مسٹر میکلینو کے کمرے میں جا کر اُن سے ملاقات کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہوٹل کے ریفریشنگ ہال میں چلے گئے۔ وہاں بیٹھ کر دونوں نے کافی پی۔ مسٹر فاؤلر بھی حقیقتِ حال جاننے کے لیے بے چین تھے اور نعمان خاں بھی ان معاملات سے دلچسپی لیے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ وہ بھی اس بارے میں سوچ رہا تھا پھر مسٹر فاؤلر نے کہا۔

"کیا خیال ہے نعمان خاں۔ کیا فون پر مسٹر میکلینو سے رابطہ قائم کیا جائے؟"

"اب تک کے حالات تو پُرسکون رہے ہیں مسٹر فاؤلر۔ میرا مطلب ہے مسٹر میکلینو کے خلاف کوئی مشکوک حرکت تو نہیں نظر آئی۔" نعمان خاں نے کہا۔

"ہاں میرا خیال ہے راستہ بھی صاف تھا، یوں لگتا ہے جیسے مسٹر میکلینو نے کوئی بہت عمدہ چکر چلا ڈالا حالانکہ فوری طور پر اُنھیں اس میں بہت سی دُشواریاں پیش آئی ہوں گی، ہماری غیر موجودگی اُن کے لیے قطعی غیر متوقع ہو گی۔ لیکن بہر صورت ہر شخص اپنے بچاؤ کا کوئی نہ کوئی انتظام رکھتا ہے۔ مجھے تو صرف یہ شبہ ہے کہ کہیں مسٹر میکلینو ہم سے اس بات پر ناراضگی کا اظہار نہ کریں، بہر صورت ایک اچھی خاصی آسامی ہے جب بھی آتے ہیں ایک عمدہ منافع حاصل ہو جاتا ہے تو پھر کیا کہتے ہو، ملاقات کی جائے اُن سے؟" فاؤلر نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے آپ مل لیں۔ میں یہیں رہتا ہوں، ممکن ہے ہماری احتیاط بھرپور نہ ہو۔" نعمان خاں نے کہا اور مسٹر فاؤلر گردن ہلانے لگے۔

" یہ بھی ٹھیک ہے۔" اُنھوں نے کہا۔" تو پھر مجھے اجازت؟"
اور نعمان خاں نے گردن ہلا دی۔
مسٹر فاؤلر اپنی میز سے اُٹھ گئے۔

مسٹر میکلینو تیسری منزل کے کمرہ نمبر ایک سو اٹھارہ میں مقیم تھے اس کے بارے میں معلومات پہلے ہی سے حاصل تھیں چنانچہ مسٹر فاؤلر پہلے تو تیسری منزل کی راہداری میں آخر تک گھوم گئے اس کے بعد واپس پلٹے اور کمرہ نمبر ایک سو اٹھارہ کے سامنے رُک گئے۔ اُنھوں نے مخصوص انداز میں دستک دی اور چند لمحات کے بعد گرینی ولسن نے دروازہ کھول دیا۔ اُس نے پُراخلاق انداز میں گردن خم کی اور سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

" مسٹر میکلینو کا دوست فاؤلر۔" مسٹر فاؤلر نے جواب دیا۔ اندر شاید مسٹر میکلینو نے مسٹر فاؤلر کی آواز سُن لی تھی۔ اُنھوں نے اُسے اندر آنے کی اجازت دے دی اور فاؤلر اندر داخل ہوگیا۔ گرینی ولسن راستے سے ہٹ گئی تھی۔ مسٹر فاؤلر کے اندر داخل ہوتے ہی اُس نے دروازہ بند کر لیا۔ خاصی اسمارٹ اور ذہین لڑکی تھی۔ لباس تبدیل کر چکے تھے یہ لوگ۔ گرینی ولسن سِلک کے ایک خوبصورت گاؤن میں ملبوس تھی اور مسٹر میکلینو بھی سفری لباس سے نجات حاصل کر چکے تھے۔ اُنھوں نے مُسکراتے ہُوئے مسٹر فاؤلر سے پُرجوش مصافحہ کیا، مسٹر فاؤلر کا کمزور اور ناتواں ہاتھ اُن کے چوڑے پنجے میں اس طرح دب گیا جس طرح باز کے پنجے میں چڑیا دب جاتی ہے۔ مسٹر میکلینو اچھے خاصے قوی ہیکل بدن اور شخصیت کے مالک تھے۔

" ہیلو فاؤلر کیسے ہو؟ میرے خیال میں اس دوران میں تمھارے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہُوئی۔"

" آپ کی مانند۔" فاؤلر نے بھی مُسکراتے ہُوئے کہا اور مسٹر میکلینو ہنس پڑے۔

" بیٹھو بیٹھو۔ گرینی ولسن سے ملو، میری اسسٹنٹ نئی ہے لیکن بے حد ذہین ہے بلکہ یوں سمجھو کہ اس نے میرے لیے بے حد آسانیاں فراہم کر دی ہیں۔" گرینی ولسن نے آگے بڑھ کر مسٹر فاؤلر سے ہاتھ ملایا تھا۔

" آپ کے نام سے میں آشنا ہو چکی ہُوں جناب۔ مجھے تفصیلات بتا دی گئی تھیں اور وہ حضرت کہاں ہیں؟" گرینی ولسن نے پوچھا۔

" کس کی بات کر رہی ہیں آپ؟"

" ارے وہی آپ کے ساتھی فنکار، جو نہایت جنگجو نظر آتے ہیں شکل وصورت سے۔"

" شاید آپ نعمان خاں کی بات کر رہی ہیں۔" فاؤلر نے کہا۔

" ہاں شاید۔ نام سے میں واقفیت نہیں رکھتی۔" گرینی ولسن نے کہا۔

" میں شرمندہ ہوں آپ لوگوں کو سخت اُلجھن اور تکلیف اُٹھانا پڑی۔" فاؤلر نے کہا۔

" نہیں نہیں۔ ہم ہمیشہ کی مانند پُرسکون رہے، سارے کام توقع کے خلاف زیادہ ہی آسان رہے۔ میرے کچھ دشمن میری تاک میں لگ گئے ہیں اور پچھلے دنوں اُن کی وجہ سے میں سخت پریشان رہا۔ میں نہیں جانتا کہ اُنھوں نے یہاں تک میرا تعاقب کیا ہوگا یا نہیں لیکن یہ بات تو پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے کہ میں یہاں ایک مشکوک حیثیت رکھتا تھا، آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ کسٹم کے حکام نے بڑا عمدہ بندوبست کیا تھا میرے لیے، اُنھوں نے مجھے دوبارہ کسٹم ہاؤس میں لے جانے کے بعد سخت ترین تلاشی لی میری لیکن اس کے بعد اُنھیں مُنہ کی کھانی پڑی۔ خاصی معذرت کر رہے تھے۔" مسٹر میکلینو نے کہا اور ایک گھن گرج قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ فاؤلر کسی قدر اُلجھا ہُوا نظر آ رہا تھا۔ جب مسٹر میکلینو کا قہقہہ ختم ہُوا تو اُس نے پریشان لہجے میں کہا۔

" لیکن آپ کو نجات کس طرح ملی؟"

" نجات؟ ارے بھئی جب ہمارے پاس سے کچھ برآمد ہی نہیں ہُوا تو پھر وہ لوگ کیا کرتے۔" میکلینو نے کہا۔

" آپ نے ہیرے کہاں چھپائے؟ میرا مطلب ہے ہیرے تو آپ لائے تھے نا؟" فاؤلر نے پوچھا اور اب مسٹر میکلینو اور گرینی ولسن کے حیران ہونے کی باری تھی۔ اُنھوں نے فاؤلر کو گھورتے ہُوئے کہا۔

" کیا تم اُس وقت قرب وجوار میں موجود نہیں تھے؟"

" کس وقت؟"

" جب تمھارا آدمی ہنگامہ کر کے اچانک کسٹم ہاؤس میں گھس آیا تھا کیا اُس نے دوبارہ تم سے رابطہ نہیں قائم کیا؟"

" ہمارا آدمی۔ وہ ائرپورٹ پہنچا ہی کب تھا؟" فاؤلر بولا۔ اور گرینی ولسن اور میکلینو اُچھل پڑے:

" کیا کہہ رہے ہیں مسٹر فاؤلر؟"

" ہاں جناب۔ میں تو شرمندگی کے اظہار کے لیے بے چین تھا۔ ہمیں کچھ دیر ہو گئی تھی۔ ہم اُس وقت وہاں پہنچے جب ایکسائز والے دوبارہ آپ کو اندر لے گئے تھے ہماری پریشانیوں کی انتہا نہیں تھی۔"

" صرف ایک بات بتاؤ۔ صرف ایک بات۔ ہیرے تمھارے پاس پہنچے یا نہیں؟" مسٹر میکلینو نے اضطراب کے عالم میں کہا اور فاؤلر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُنھیں دیکھنے لگا پھر بمشکل اُس نے کہا۔

" وہ ہمیں کیسے مل سکتے تھے مسٹر میکلینو۔ ہمارا آدمی تو آپ تک پہنچ ہی نہیں پایا۔"

" آپ نے کیا حلیہ بتایا تھا اس شخص کا؟" گرینی ولسن نے پوچھا۔

" طویل القامت، خوشرُو قبائلی لباس میں ملبوس۔" مسٹر فاؤلر نے کہا۔

" اور یہ بھی کہ وہ شخص ہنگامہ کر کے چند لمحات کے لیے ممنوعہ علاقے میں داخل ہو جائے گا اسی دوران مجھے اپنا کام کر لینا ہوگا؟" گرینی ولسن نے کہا۔

" ہاں۔" فاؤلر پریشانی سے بولا۔

" مسٹر فاؤلر۔ اب تو آپ کی شخصیت مشکوک ہوتی جا رہی ہے۔ آپ کو اپنی تصدیق کرانی ہوگی۔" مسٹر میکلینو نے کہا۔ گرینی ولسن جلدی سے دروازے پر جم گئی تھی۔

" آپ جس طرح چاہیں میرے بارے میں تصدیق کر لیں لیکن مس گرینی ولسن براہِ کرم مجھے بتائیں معاملہ کیا ہے؟" فاؤلر شدید ہیجان کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔

" وہ شخص جس کی آپ نے نشاندہی کی تھی اسی انداز میں مجھ سے مل چکا ہے۔ جس طرح آپ نے بتایا تھا اور میں ہیرے اُس کے حوالے کر چکی ہوں۔ سمجھے آپ مسٹر فاؤلر؟"

" کوئی بہت بڑی غلط فہمی ہو گئی ہے یا پھر کوئی خوفناک مجرمانہ کارروائی، جس شخص کو آپ سے ہیرے لینے تھے وہ میرے ساتھ ائرپورٹ گیا تھا اور اس وقت بھی نیچے ہال میں موجود ہے۔"

" گویا ہیرے۔ ہیرے اصل آدمی تک نہیں پہنچے؟"

" جی ہاں۔ یہی بات ہے۔"

" اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ یہ تم لوگوں کی ذمّے داری ہے۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ میں اُوپر بات چیت کروں گا۔ اس طرح تو تمھاری ساکھ ختم ہو جاتی ہے۔ تم لوگ قابلِ اعتبار نہیں رہتے۔" میکلینو نے کہا۔

" اوہ۔ ایک منٹ مسٹر میکلینو۔ وہ شخص کہاں ہے مسٹر فاؤلر جو بقول آپ کے اصل شخص ہے؟" گرینی ولسن بولی۔

" نیچے ہال میں موجود ہے۔"

" براہِ کرم۔ ہماری اُس سے ملاقات کرا دیں۔" گرینی نے گردن ہلا کر کہا۔

" میں اُسے بُلا کر لاتا ہوں۔" فاؤلر نے پریشانی سے کہا اور اُٹھ کھڑا ہُوا۔

" ایک منٹ۔ ایک منٹ مسٹر فاؤلر۔ ہم خود آپ کے ساتھ چل رہے ہیں۔" گرینی ولسن بولی اور میکلینو کو اشارہ کر کے دروازے کی طرف چل پڑی۔

تینوں ہال میں پہنچے۔ فاؤلر ذہنی طور پر سخت پریشان تھا لیکن ہال کا منظر دیکھ کر اُس کے دماغ کی رگیں پھٹنے لگیں ایک پولیس افسر چار ماتحتوں کے ساتھ نعمان خاں کے سر پر موجود تھا۔ اُس کے پستول کا رُخ نعمان خاں کی طرف تھا اور وہ کرخت لہجے میں نعمان خاں سے کچھ کہہ رہا تھا۔

فاؤلر ششدر رہ گیا تھا۔ میکلینو اور گرینی ولسن اُس کے رُک جانے کی وجہ سے رُک گئے۔ گرینی بہت تیز اور چالاک معلوم ہوتی تھی، اُس نے فاؤلر کو

دیکھا اور آہستہ سے بولی.

"کیا بات ہے مسٹر فاڈلر، آپ پولیس کو دیکھ کر کچھ پریشان ہو گئے؟"

فاڈلر نے قہر آلود نگاہوں سے گرینی کو دیکھا۔ گرینی کے انداز پر اُسے شدید غصّہ آیا تھا لیکن اس وقت صورتِ حال اتنی پریشان کُن تھی کہ گرینی کی بات کا اُس نے کوئی جواب نہیں دیا اور آگے بڑھ کر اُن لوگوں کے قریب پہنچ گیا.

نعمان خاں ہونٹ بھینچے پولیس آفیسر کو دیکھ رہا تھا۔ فاڈلر کو دیکھ کر اُس نے غصیلے انداز میں کہا۔ "اس سے بات کرو فاڈلر۔ اس کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"میں اچھے اچھوں کو بہت کچھ سمجھا دیتا ہوں مسٹر۔ میرا نام فاربیتزر تو ہے۔ چلو باقی گفتگو میرے دفتر میں ہوگی اور ہاں مسٹر تم کون ہو۔ کیا تم اس شخص کے ساتھی ہو؟" اُس نے فاڈلر کو گھورتے ہوئے کہا۔

"آفیسر، تم نے ایک بہت معزز آدمی کے ساتھ گستاخی کی ہے اور یہ گستاخی تمھیں بہت مہنگی پڑے گی۔" فاڈلر غراتی ہوئی آواز میں بولا۔ پولیس آفیسر کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر اُس نے کسی قدر تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"تم دونوں میں سے زیادہ معزز کون ہے؟ میرا تو خیال ہے دونوں ہی میرے ساتھ چلو۔ میں تم دونوں کو گرفتار کرتا ہوں۔ اے چلو، اس قبائلی کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگا دو۔" آفیسر نے عقب میں کھڑے ماتحتوں سے کہا اور دو سپاہی آگے بڑھ آئے لیکن اُسی وقت نعمان خاں دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور سرد لہجے میں بولا.

"مسٹر فاڈلر۔ آپ کو علم ہے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا. اس لیے میں ہتھکڑی نہیں پہنوں گا۔ اس افسر کو سنبھالیں ورنہ میں جرم کر لوں گا تاکہ ہتھکڑی کا جواز پیدا ہو جائے۔"

"خبردار۔ خبردار، پستول ہے میرے پاس۔ ہتھکڑی پہن لو ورنہ..." پولیس آفیسر نے پستول کو جنبش دے کر کہا.

فاڈلر تیزی سے آگے بڑھا اور نعمان خاں کے قریب پہنچ گیا۔ "نعمان خاں... براہِ کرم خود کو قابو میں رکھو۔ پلیز نعمان خاں۔ ہماری ذرا سی لغزش ہمیں نقصان پہنچا دے گی۔" پھر اُس نے آفیسر کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "آفیسر، تم یقیناً اپنے فرض کی انجام دہی کر رہے ہو لیکن تمھیں کوئی غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے میں تمھیں ہر طرح کی ضمانت دینے کے لیے تیار ہوں۔ یہ ایک شریف غیر ملکی ہے اور تم یقیناً اس کے بارے میں غلط فہمی کے شکار ہو۔ اگر تم نے ایک بے گناہ شخص کو ہتھکڑیاں لگا دیں تو تمھیں بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ ہم تمھارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہیں لیکن تم ہتھکڑیاں لگانے کی کوشش مت کرو۔"

"تم ضمانت دینے کے لیے تیار ہو لیکن تمھاری ضمانت کون دے گا؟" پولیس آفیسر نے کہا.

"ہم دونوں تمھارے ساتھ چل رہے ہیں. ہمیں اس سے انکار نہیں ہے۔"

"تلاشی دو اپنی۔" آفیسر کسی قدر مان گیا تھا اور فاڈلر نے جلدی سے ہاتھ اُٹھا دیے۔ پولیس آفیسر نے آگے بڑھ کر فاڈلر کی تلاشی لی اور اُس کی جیب سے جو کچھ برآمد ہوا وہ اپنے قبضے میں لے لیا پھر وہ نعمان خاں کی طرف متوجہ ہوا۔

"پیچھے ہٹو۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"نعمان خاں۔ میرے دوست، برداشت کرو۔ میری خاطر برداشت کرو۔ تلاشی دے دو۔" فاڈلر عاجزی سے بولا۔

"میں لعنت بھیجتا ہوں تم پر۔ تم سب پر۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ میں آئندہ... آئندہ۔"

"نعمان خاں پلیز۔ تم دیکھو گے ان تمام باتوں کا انجام کیا ہوگا. تمھیں مطمئن کرنا میرا فرض ہوگا۔" فاڈلر نے کہا۔ اُس کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ بہرحال نعمان خاں نے بھی تلاشی دی اور اس کے بعد وہ پولیس آفیسر کے ساتھ چل پڑے۔ بہت سے تماش بین اُن کے پیچھے تھے۔ مسٹر میکلینو بھی اُن میں شامل تھے۔ ہال کے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے انھوں نے آہستہ سے فاڈلر کے کان میں کہا۔

"یہ مت سمجھ لینا کہ میں اس ڈرامے سے متاثر ہو گیا ہوں۔ میرا نام میکلینو ہے۔ تم قیامت تک مجھ سے نہ بچ سکو گے۔" فاڈلر نے آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے حواس ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ جو کچھ اُس پر گزری تھی عقل سے باہر تھی۔ خطا صرف اتنی سی ہوئی تھی کہ وہ فلائٹ کے پہنچنے کے بعد ائرپورٹ پہنچا تھا لیکن اس کے نتیجے میں یہ سب کچھ... آخر پولیس کو نعمان خاں پر کیا شبہ ہوا تھا۔ باہر پولیس کار موجود تھی۔ پولیس آفیسر نے اپنے ماتحتوں کو اشارہ کیا۔ کار کا دروازہ کھولا گیا اور نعمان اور فاڈلر کو اندر بیٹھنے کا حکم دیا گیا۔ ہرچند کہ کار کی عقبی سیٹ پر چار آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی لیکن ان دونوں کے بیٹھنے کے باوجود دو پولیس والے ان کے دونوں طرف بیٹھ گئے۔ خود آفیسر ڈرائیور

کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ بیٹھتے ہوئے اُس نے پیچھے بیٹھے ہوئے لوگوں کو حکم دیا۔

"مکمل نگاہ رکھی جائے ان دونوں پر۔ یہ بہت بڑے شاطر ہیں۔" پھر اُس نے اپنا دروازہ بند کیا اور کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ پیچھے دو پولیس کی موٹر سائیکلیں بھی آ رہی تھیں۔ نعمان خاں اپنے ہونٹ بھینچے بیٹھا ہوا تھا اور فاڈلر کے حواس ابھی تک خراب تھے۔ وہ پریشان انداز میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا تھا۔ نعمان خاں کے چہرے کی طرف دیکھنے کی اُس نے ہمت نہیں کی تھی۔ نہ جانے نعمان خاں نے کس طرح خود کو سنبھال رکھا تھا ورنہ شاید وہ یہ سب کچھ برداشت نہ کرتا لیکن یورپ میں وقت گزارا تھا اور یہاں آنے کے بعد اُسے یہ احساس ہو گیا تھا کہ مسٹر بریٹو کی مدد سے کم از کم زندگی کی وہ آسانیاں تو حاصل کی جا سکتی ہیں جو دولت کی رہینِ منّت ہوتی ہیں اور دولت کے حصول کے لیے خود میں تھوڑی سی برداشت کا مادہ پیدا کرنا ضروری تھا۔ پولیس سے جھڑپ کے بعد پریشانیاں ہی مل سکتی تھیں۔ یورپ کی مصلحت پسندی نے اُسے پُرسکون رہنے پہ مجبور کر دیا تھا۔ تاہم پولیس آفیسر کے رویّے کے خلاف اُس کے ذہن میں شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی.

فاڈلر قدرے مطمئن تھا، خوف بس نعمان خاں کی طرف سے تھا کہ پہاڑوں کا باسی کہیں متھے سے نہ اُکھڑ جائے۔ ہرچند کہ یہاں اُن لوگوں کے زبردست تعلقات تھے اور سرکاری عہدے داران پر بھی ان کے اثرات تھے لیکن اگر کسی پولیس آفیسر کو زخمی کر دیا جائے یا قتل کر دیا جائے تو اس کے نتائج بہ حال خوفناک نکلیں گے اور فاڈلر کی خواہش تھی کہ نعمان خاں اس حد تک نہ بھڑکنے پائے۔ پولیس اسٹیشن کے تفتیشی ڈپارٹمنٹ میں ان دونوں کو ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ ائرکنڈیشنڈ کمرہ تھا۔ بیٹھنے کا معقول انتظام تھا چنانچہ وہ دونوں بیٹھ گئے۔ جو آفیسر ان لوگوں کو لے کر آیا تھا انھیں کمرے میں پہنچا کر چلا گیا۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ نعمان خاں کے حلق سے غراہٹ نکلی اور فاڈلر نروس ہو گیا۔

"یہ سب کیا ہے مسٹر فاڈلر۔ کیا مجھے اس بارے میں بتایا بھی نہیں جائے گا؟" نعمان خاں نے پوچھا.

"یقین کریں۔ یقین کریں نعمان خاں، میں خود حیران ہوں یہ سب کچھ میری عقل سے بھی باہر ہے۔ اس سے قبل میں نے ستاروں کے بارے میں نہیں سوچا لیکن آج یہ اندازہ ہوا کہ ستارے بھی کوئی چیز ہوتے ہیں۔ شروع ہی سے ہمارے ستارے گردش میں ہیں۔ ائرپورٹ دیر سے پہنچے، وہاں ایک تشویش کا شکار ہو گئے کہ کہیں وہاں مسٹر میکلینو مصیبت میں نہ پھنس گئے ہوں۔ مسٹر میکلینو کی مصیبت اپنی آنکھوں سے دیکھی اور حواس جواب دینے لگے لیکن پھر وہاں سے نکلے تو یہاں آ پھنسے، میری عقل خود حیران ہے کہ آخر یہ سارا قصّہ کیا ہے؟"

"قصّہ جو کچھ بھی ہے، اب تک تو جو کچھ چلتا رہا ہے سو چلتا رہا ہے لیکن میں آپ کو بتا دوں مسٹر فاڈلر کہ ہم لوگ مصلحت پسند نہیں ہوتے۔ بُرائی کے جواب میں ہم فوراً اپنا جواب بھی پیش کر دیتے ہیں۔ ہم اُدھار رکھنے کے قائل نہیں ہیں، پولیس افسر جتنی بدتمیزی کر چکا ہے اس کے بعد اس کی گنجائش نہیں ہے کہ اُسے معاف کر دیا جائے۔" نعمان خاں نے کہا.

"قطعی نہیں ہے اور میں تمھیں یقین دلاتا ہوں نعمان خاں کہ یہ پولیس افسر اپنی نوکری پر قائم نہیں رہ سکے گا۔"

"اوہ... میں یقین نہیں کرتا۔ فضول باتیں ہیں۔ مسٹر بریٹو سے رابطہ قائم کر کے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ کیا یہی سب کچھ کرنا ہے ہمیں یہاں، میں یہ سب کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے نعمان خاں، ٹھیک ہے۔ آپ کو مطمئن کرنا بھی ضروری ہے لیکن ذرا موقع مل جائے کچھ وقت مل جائے ہمیں۔" فاڈلر نے کہا اور نعمان خاں خاموش ہو گیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ انھیں انتظار کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد دروازہ کھلا اور وہی آفیسر ایک اور خطرناک سی شکل کے پولیس آفیسر کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ یقیناً یہ اسٹیشن انچارج تھا۔ اُس نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے رول کو ہتھیلی پر مارتے ہوئے گہری اور تیز نگاہوں سے اُن دونوں کو دیکھا اور دفعتاً اُس کے ہاتھوں کی جنبش رُک گئی۔ اُس کی دونوں بھوئیں آپس میں مل گئی تھیں، چند قدم وہ آگے بڑھا اور گہری نگاہوں سے نعمان خاں کو دیکھنے لگا پھر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر اُس نے گردن ہلائی اور اُسی آفیسر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "یہ وہ شخص نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" آفیسر بُری طرح اُچھل پڑا.

"میں نے کہا یہ وہ شخص نہیں ہے جس کی ہمیں تلاش ہے۔" اُس نے کہا.

"نن... نہیں لیکن سر... یہ قبائلی ہے۔ سُرخ و سفید چہرہ، توانا بدن، مخصوص لباس میں ملبوس، حلیہ تو وہی ہے سر، آپ غور کر لیں۔ کہیں آپ کو..."

"شٹ اپ۔ تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟ میرے تجربے کو چیلنج کرتے ہو۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ وہ آدمی نہیں ہے اور تم نے ہمیشہ کی طرح ایک اور حماقت کی ہے۔"

"پھر تو... پھر تو میں معافی چاہتا ہوں جناب۔ یقیناً چونکہ آپ نے اُس شخص کو دیکھا ہُوا ہے اس لیے آپ اُسے بخوبی پہچانتے ہوں گے۔"

"ہُوں۔ ہُوں... لیکن ممکن ہے کہ یہ اُسی کا کوئی ساتھی ہو۔ کیوں مسٹر کہاں ہے وہ؟" انچارج نے گہری نگاہوں سے نعمان خاں کو دیکھتے ہُوئے کہا اور فاؤلر ایک بار پھر آگے بڑھ آیا۔

"اسٹیشن انچارج صاحب، میں نے ان صاحب سے بھی یہ بات کی تھی کہ یہ ایک معزز مہمان ہیں جو یورپ سے آئے ہُوئے ہیں۔ بلاشبہ یہ قبائلی ہیں اور اس وقت اسی لباس میں ہیں لیکن یہ کسی بھی مجرمانہ کارروائی میں ملوث نہیں ہیں اور جن لوگوں کے یہ مہمان ہیں وہ یہاں بہت معزز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ لوگوں کو ان کے ساتھ سخت سلوک کرکے اُلجھنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ابھی تک آپ کے ان آفیسر نے ہمارے ساتھ بہت ہی سخت رویّہ اختیار کیا ہُوا ہے کیا ہم آپ سے بھی یہ توقع رکھیں کہ آپ قانون کے تقاضوں کو پُورا نہ کرکے ہمارے ساتھ جارحیت کریں گے؟"

انچارج کسی قدر معقول آدمی تھا۔ فاؤلر کو گہری نگاہوں سے دیکھ کر اُس نے اپنے ماتحت آفیسر کی طرف رُخ کرتے ہُوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہیں یہ صاحب۔ کیا تم ان کے ساتھ بدتمیزی کرتے رہے ہو؟"

"نن نہیں سر۔ میں نے صرف قانونی تقاضے پورے کیے ان کے ساتھ بس اتنی سختی کی ہے کہ انھیں پولیس اسٹیشن تک لے آیا جب کہ یہ نہیں آنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ تو میں نے کچھ نہیں کیا۔"

"بہر طور ابھی یہ صورتِ حال صحیح طور پر واضح نہیں ہو سکی۔ اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مسٹر۔ ویسے کیا میں آپ سے متعارف ہو سکتا ہوں؟" انچارج نے فاؤلر سے کہا۔

"میرا نام گراہم فاؤلر ہے اور یہ میرے دوست نعمان خاں۔ آپ ہمارے بارے میں مسٹر کیتھرو سے گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"کک، کون۔ کیا نام بتایا تم نے؟" انچارج چونک پڑا۔

"مسٹر کیتھرو۔"

"اوہو اوہو، مسٹر کیتھرو سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

"یہ تو آپ کو مسٹر کیتھرو ہی بتا سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی فون کرکے تم دونوں کے بارے میں معلومات کرتا ہوں۔" انچارج نے کہا اور پھر اپنے ماتحت کو اشارہ کرکے باہر نکل آیا۔ دروازہ ایک بار پھر بند کر دیا گیا تھا۔ راستے میں انچارج نے اپنے ماتحت آفیسر سے کہا۔

"کیا خیال ہے تمھارا۔ جانتے ہو کیتھرو کو؟"

"جی ہاں جناب لیکن قبائلی سُرخ و سفید چہرہ اور اور..."

"او شٹ اپ، شٹ اپ۔ بکواس مت کرو۔ کہیں تم نے مجھے کسی مصیبت میں نہ پھنسا دیا ہو۔" انچارج نے کہا اور پھر جلدی سے اپنے آفس میں پہنچ کر کسی کا ٹیلی فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔ چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے ایک غرّاتی ہُوئی سی آواز سُنائی دی۔

"کیتھرو اسپیکنگ۔"

"اوہ مسٹر کیتھرو۔ ہم سے ایک حماقت ہو گئی ہے۔ کیا ہم آپ سے اس کی تصدیق کر سکتے ہیں؟"

"اپنی حماقت کی تصدیق مجھ سے؟" دوسری طرف کی آواز تمسخرانہ تھی۔

"مم، میرا مطلب ہے وہ آپ کے کچھ گیسٹ یورپ سے آپ کے کچھ گیسٹ آئے ہوئے ہیں؟" انچارج نے بوکھلائے ہُوئے انداز میں پُوچھا۔

"آتے ہی رہتے ہیں۔"

"میرا مطلب ہے کہ ان میں کوئی نعمان خاں بھی ہے؟"

"نعمان خاں؟" دوسری طرف سے آواز چونکی ہُوئی تھی۔

"جی ہاں۔"

"ہاں نعمان خاں میرا گیسٹ ہے۔"

"وہ قبائلی ہیں؟"

"ہاں قبائلی ہے مگر تم اس کا نام کیوں لے رہے ہو انچارج؟"

"اوہ واقعی حماقت ہُوئی ہے شدید حماقت۔ دراصل ہمیں ایک قبائلی نوجوان کی تلاش تھی۔ وہ قاتل ہے اور خاصی ہنگامہ خیزی کرکے فرار ہُوا ہے۔ اُس نے پولیس کے چند افراد کو بھی شدید زخمی کر ڈالا ہے۔ بہت وحشی قسم کا آدمی ہے۔ ہم اس کی تلاش میں تھے کہ آپ کے ساتھی نعمان خاں تک پہنچ گئے۔ اُس کے ساتھ ایک صاحب مسٹر فاؤلر بھی ہیں انھوں نے آپ کا نام لیا اور میں نے آپ سے تصدیق کرنا

مناسب سمجھا۔"

"اوہ احمق۔ تم بالکل بے وقوف انسان ہو۔ کہاں ہیں، وہ دونوں؟" دوسری طرف سے آواز غرّاتی ہُوئی تھی۔

"یہاں موجود ہیں جناب۔ آپ جو بھی حکم دیں اُن کے بارے میں۔"

"تم انھیں لے کر فوراً میرے پاس پہنچو۔ بہت ہی عزّت اور احترام کے ساتھ۔ ورنہ آفیسر تم جانتے ہو کہ میں کیسا آدمی ہُوں۔" اُس نے کہا۔

"آپ بالکل مطمئن رہیں جناب۔ میں ابھی حاضر ہو رہا ہوں۔" انچارج نے جواب دیا۔ اس دوران میں اُس کا ماتحت افسر بُری طرح نروس نظر آ رہا تھا۔ اُسے وہ الفاظ یاد آ رہے تھے جو فاؤلر نے اُس سے کہے تھے۔ اُسے اپنا رویّہ بھی یاد آ رہا تھا اور اب یہ حالات... انچارج ریسیور رکھ کر ماتحت کی طرف پلٹا اور اُسے خونخوار نگاہوں سے گھورنے لگا۔

"سمجھے تم، تم نے مجھے مصیبت میں پھنسایا ہے لیکن بے فکر رہو۔ میں اپنی گردن پر یہ سب بوجھ نہیں رکھوں گا بلکہ تمھیں بھی اس کا خمیازہ بُھگتنا ہوگا۔ سمجھے تم اور یہ خمیازہ معمولی نہیں ہوگا کیونکہ بات مسٹر کیتھرو کے ایک معزز مہمان کی ہے۔"

"لے... لیکن جناب۔ مم میں تو اپنی ڈیوٹی، اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔" ماتحت نے ہکلاتے ہُوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جو کچھ بھی کر رہے تھے اب اس کا خمیازہ بھی خود ہی بُھگتو گے۔" اور پھر وہ بوکھلائے ہُوئے انداز میں باہر نکل آیا۔ اس بار اُس نے نہایت احترام سے مسٹر فاؤلر اور نعمان خاں سے گفتگو کی تھی۔

"جنابِ عالی۔ ہم قانون کے محافظ ہر وقت سُولی پر لٹکے رہتے ہیں کبھی کبھی ہمیں غلط فہمیاں بھی ہو جایا کرتی ہیں اور ہم آپ جیسے معزز لوگوں کو پریشان کرنے کا سبب بن جاتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کے لیے آپ ہمیں معاف کر دیں گے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو بعض اوقات ایسے حالات سے بھی سابقہ پڑ جاتا ہے۔ آیئے میں آپ کو مسٹر کیتھرو کے پاس پہنچا دوں۔"

"فضول بات آفیسر۔ تمھارے اس ماتحت نے ہمارے ساتھ جو بدتمیزی کی ہے اس کے لیے ہم تمھیں کبھی معاف نہیں کر سکتے۔ مسٹر کیتھرو کے پاس ہم خود چلے جائیں گے، تمھارے ساتھ چلنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"جنابِ عالی۔ اب آپ جو کچھ بھی کریں، ہم اُسے بُھگتنے کے لیے تیار ہیں۔ مسٹر کیتھرو نے مجھے خود ہدایت کی ہے کہ میں آپ لوگوں کو لے کر اُن کے پاس پہنچوں اور میں اس ہدایت سے انحراف کی جُرأت نہیں کر سکتا۔" تھوڑی دیر کے بعد انچارج ان دونوں کو ساتھ لیے ہُوئے اپنی جیپ میں ایک طرف اُڑا چلا جا رہا تھا۔

مسٹر کیتھرو نے ایک خوبصورت عمارت میں اُن کا استقبال کیا۔ نعمان خاں اور فاؤلر خاصے برہم تھے۔ انھوں نے مسٹر کیتھرو کو آفیسر انچارج اور اس کے ماتحت کے رویّے کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور پستہ قامت بھاری بدن والے کیتھرو کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ وہ یہاں بریٹو کے خاص آدمیوں میں سے تھا اور صحیح معنوں میں اس علاقے میں انچارج کی حیثیت رکھتا تھا۔ بہت با اثر آدمی تھا، اعلا ترین حکام سے تعلقات تھے۔ اس لیے یہ بات سب ہی جانتے تھے ویسے بھی خطرناک آدمی کی حیثیت سے مشہور تھا۔ کئی پولیس افسران کی پٹائی کر چکا تھا بلکہ بعض پولیس افسران تو اس سے پرخاش رکھنے کے بعد ایسے غائب ہُوئے تھے کہ آج تک اُن کا پتہ نہیں چل سکا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بال تھے سر پر، ناک کسی مینڈک کی طرح پھولی ہُوئی تھی اور آنکھیں تنگ تھیں۔ چہرے ہی سے خونخوار آدمی معلوم ہوتا تھا۔

ساری تفصیل سُننے کے بعد اُس نے انچارج آفیسر کی جانب دیکھا اور بولا۔

"کون ہے وہ ماتحت؟"

"فف، فارتیو مرتو۔" انچارج نے جواب دیا۔

"کیا کیا جا سکتا ہے اُس کے خلاف؟" کیتھرو نے پوچھا۔

"جج جو حکم جناب۔ میں اعلا حکام کو فوری طور پر رپورٹ بھجوا دیتا ہوں۔"

"تمھارے ساتھ نہیں آیا؟" کیتھرو نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو اُسے بلا لوں یہاں؟"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ واپس جاؤ۔ اُس کا لباس اُتروا لو اور اُسے واپس اُس کے گھر بھجوا دو۔ اُس سے کہو کہ ایک سال تک وہ پولیس اسٹیشن کا رُخ نہ کرے۔" کیتھرو نے کہا اور انچارج نے ادب سے گردن جھکا دی پھر اُسی طرح مُڑا اور واپس چلا گیا۔ تب کیتھرو کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ نعمان خاں اور فاؤلر اُس کے سامنے

کھڑے ہوئے تھے۔ وہ ایک دم مجسم اخلاق بن گیا اور پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"جو کچھ ہوا مسٹر نعمان خاں، میں اس کے لیے آپ سے معافی چاہتا ہوں اور اگر آپ اس شخص کو معاف کرنے کے لیے تیار نہ ہوں جس نے آپ سے بدتمیزی کی تھی تو صبح کو وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہوگا۔ بتائیے کیا حکم ہے اس کے بارے میں؟"

"نہیں نہیں ٹھیک ہے۔ بس جو کچھ آپ نے کر لیا اتنا ہی کافی ہے۔" نعمان خاں نے جواب دیا۔

"میرے لیے کوئی اور حکم؟" اس بار اس نے فاڈلر کی طرف دیکھا۔

"شکریہ مسٹر کیتھرو۔ بس اور کچھ نہیں۔ حالات اس قدر الجھ گئے تھے کہ مجھے آپ کا سہارا لینا پڑا۔"

"میں بیٹھا کس لیے ہوں مسٹر فاڈلر۔ آپ نے بہت اچھا کیا۔ یوں بھی آپ جس طرح پسند کریں، ہمارے معزز مہمان نے تو اس شخص کو معاف کر دیا لیکن اس کی زندگی آپ کی پسند کے مطابق نہ ہو تو مجھے بتا دیا جائے۔"

"نہیں۔ ہم یہ سب کچھ نہیں چاہتے۔ یہ سب کچھ اگر کرنا ہوتا تو میں مصلحت پسند نہیں ہوں۔" نعمان خاں نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ اب آپ لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟" کیتھرو نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں مسٹر کیتھرو بس ہمیں واپسی کے لیے ایک گاڑی کا بندوبست کر دیں؟"

"گاڑی باہر موجود ہے۔ کوئی اور خدمت؟" کیتھرو نے سوال کیا لیکن فاڈلر نے منع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک لمبی کار میں بیٹھے اپنی رہائش گاہ کی سمت جا رہے تھے۔

●

نعمان خاں خاصا کبیدہ خاطر نظر آتا تھا۔ فاڈلر دیر تک اس سے معذرت کرتا رہا۔ ویسے نعمان خاں اس بات سے کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا کہ وہ پولیس افسر معتوب ہو چکا تھا جس نے نعمان خاں کی توہین کی تھی تاہم جب فاڈلر اس سے رخصت ہونے لگا تو نعمان خاں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فاڈلر، میں ابھی یہاں کے حالات سے مکمل طور پر واقف نہیں ہوں۔ یہ مسٹر کیتھرو میرے لیے اجنبی ہیں۔ ڈاکٹر ڈاکٹر بریڈ نے مجھے یہاں بھیجا تھا لیکن آج کے واقعات مجھے اس بات کے لیے مجبور کر رہے ہیں کہ میں دوسروں پر انحصار نہ کروں بلکہ اپنے طور پر بھی حالات کا جائزہ لوں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں مسٹر فاڈلر کہ یا تو مجھے اپنے طور پر کام کرنے کا موقع دیا جائے اور ان تمام حالات سے آگاہ کیا جائے جو مجھے پیش آ سکتے ہیں یا پھر میرے لیے ایسی فضا تیار کی جائے کہ میری اپنی شخصیت بھی زندہ رہے۔ آپ نے جو پروگرام بنایا تھا میں اس سے قطعی متفق نہیں تھا لیکن میں نے آپ سے تعاون کیا اور اس کے نتیجے میں ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ گویا میری پہلی ہی کاوش ناکامی سے دوچار ہو گئی جبکہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں تھا۔ میں اگر دوسری بار بھی ناکامی سے دوچار ہوا تو خاموشی سے ہانگ کانگ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں نعمان خاں۔ میرا خیال ہے آئندہ اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" فاڈلر نے کہا۔

"مگر مجھے تعجب ہے مسٹر فاڈلر کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ یہ شخص کون ہے جو میرے میک اپ میں کام کرتا پھر رہا ہے۔ ہمیں ایک جگہ نہیں بلکہ دو جگہ دھوکا ہوا ہے ائرپورٹ پر۔ مطلب ہے کہ مسٹر میکلینو کے سلسلے میں اور پھر پولیس جوائی ہی کسی شخص کی تلاش میں ہے۔ اس بات سے کم از کم اتو ثابت ہو گیا کہ مسٹر میکلینو جھوٹ نہیں بول رہے، ان کی ساتھی لڑکی غلط نہیں کہہ رہی۔ نہ ہی پولیس جھوٹ بول رہی ہے لیکن وہ شاطر شخص ہے کون؟ جو یا تو میرا ہم شکل ہے یا کم از کم مجھ جیسا ممکن ہے وہ قبائلی نہ ہو بلکہ قبائلیوں کے لباس میں دھوکا دہی کرتا پھر رہا ہو۔ اس کی تلاش بھی لازمی ہے۔"

"یقیناً مسٹر نعمان خاں میں یہ تمام تفصیلات اوپر فراہم کروں گا اور اس کے بعد ہم کوئی مناسب فیصلہ کریں۔ میں بہت جلد آپ کو اس کی تفصیلات سے آگاہ کروں گا۔ ایک بار پھر میں معذرت چاہتا ہوں کہ آپ کو پریشانی سے دوچار ہونا پڑا۔"

... فاڈلر اس وحشی صفت انسان کو ہموار کرنے میں خاصی مستعدی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ بہرطور وہ نعمان خاں کو مطمئن کر کے اس کے پاس سے رخصت ہو کر چل پڑا۔ اس کے اپنے ذہن میں بھی سنسنی دوڑ رہی تھی۔ وہ جن خوفناک

واقعات سے دوچار ہو چکا تھا وہ خود اس کی اپنی ذات کے لیے بھی پریشان کن تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس سے جواب طلبی ہو گی یقیناً ہو گی لیکن وہ کون شخص ہے؟ وہ کون شخص ہے آخر؟ ایک بار پھر وہ وہاں سے واپس کیتھرو کی جانب چل پڑا۔ کیتھرو کی پُراسرار رہائش گاہ میں پہنچ کر وہ گاڑی سے اترا اور اندر داخل ہو گیا۔ ایک لانگ چیئر پر کیتھرو دراز تھا۔ اس وقت اس کے چہرے کی کیفیت بدلی ہوئی تھی۔ وہ سخت مزاج اور سفاک نظر آ رہا تھا۔

"بہت دیر لگا دی تم نے فاڈلر۔" وہ غرّاتی ہوئی آواز میں بولا اور فاڈلر کا چہرہ پھیکا پڑ گیا۔

"میں سخت پریشان ہوں مسٹر کیتھرو۔ حالات نے مجھے تو پیس کر رکھ دیا ہے۔" اس نے مظلومانہ انداز میں کہا۔

"اس کے باوجود تم زندہ ہو فاڈلر۔ پسنے والے تو موت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔" کیتھرو سرد لہجے میں بولا۔

"میں جانتا ہوں مسٹر کیتھرو لیکن اگر آپ حالات کا تجزیہ کریں تو مجھے بے قصور پائیں گے۔"

"کیا ہمیں حالات کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے مسٹر فاڈلر، کیا گروہ کے کچھ اصول نہیں ہیں؟ ہم صرف یہ جانتے ہیں مسٹر فاڈلر کہ جو کام جس کے سپرد کیا جائے اگر وہ اسے نہ کر سکے تو اسے ناکارہ قرار دے دیا جاتا ہے اور ناکارہ لوگوں کی گروہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے ... گروہ کے کسی فرد کے گروہ سے جدا ہونے کے بعد اس زمین پر بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تم اس اصول سے واقف ہو گے۔" کیتھرو بولا۔

"بخوبی واقف ہوں مسٹر کیتھرو۔ ٹھیک ہے آپ مجھے قتل کر دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر تقدیر میں بے قصور ہونے کے باوجود موت لکھی ہے تو میں اسے ٹال نہیں سکوں گا۔" فاڈلر کا لہجہ بھی بگڑ گیا تھا۔ کیتھرو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔ تم خود کو قصوروار نہیں سمجھتے؟"

"ہرگز نہیں مسٹر کیتھرو، اصولاً اگر آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو اس قبائلی کو بھی قتل کر دیں جو میرے ساتھ تھا۔"

"اس میں اور تم میں فرق ہے مسٹر فاڈلر۔"

"کیا فرق ہے؟"

"یہی کہ تم ایک پرانے اور تجربہ کار شخص ہو اور ایک طرح سے یہ ساری ذمے داری صرف تمہارے شانوں پر تھی اور وہ بالکل ایک نیا آدمی ہے جس نے ابھی پہلا ہی کام کیا تھا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر کیتھرو، میں مانتا ہوں لیکن بہرطور وہ میرا شریک کار تھا اور پھر اگر مجھے اس شخص کے بارے میں کچھ بتا دیا جائے جو اس قبائلی کے میک اپ میں کام کر رہا ہے تو شاید مجھے احساس شرمندگی اور زیادہ ہو جائے اور میں یہ تصور کر لوں کہ واقعی اس ناکامی پر مجھے موت آنی چاہیے تھی۔"

"وہ شخص۔ وہ شخص کون ہو سکتا ہے؟" کیتھرو بڑبڑانے کے سے انداز میں بولا۔

"اس نے کئی قتل کیے ہیں اس دوران میں، غالباً کچھ گھنٹوں کے اندر اندر اور اس کے بعد وہ ہمارے گروہ کو چونا لگا کر مسٹر میکلینو کے ہیرے بھی لے اڑا، آخر کیسے؟ کیا آپ یہ بات پسند نہیں کریں گے مسٹر کیتھرو کہ اس معاملے کو فوراً سربراہان کے سامنے پیش کیا جائے اور یہ اندازہ لگایا جائے کہ کون شخص ہمارے راستے پر لگ گیا ہے، اگر اس معاملے کا پتہ چلائے بغیر میرا قتل ضروری ہے تو ظاہر ہے میں خود کو نہیں بچا سکوں گا۔" فاڈلر نے کہا اور کیتھرو کے چہرے کے عضلات میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ چند لمحات وہ کچھ سوچتا رہا پھر ہونٹ بھینچ کر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے، میرے خیال میں بادشاہ خاں ہی اس مسئلے کا فیصلہ کرے گا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں مسٹر کیتھرو کہ کم از کم بادشاہ خاں کو ان حالات سے آگاہ ضرور کیا جائے، اگر وہ بھی فوری طور پر میرے لیے سزا ہی تجویز کرتا ہے تو پھر ٹھیک ہے لیکن اتنا موقع مجھے بھی ضرور ملنا چاہیے۔"

کیتھرو نے اس بات کے جواب میں گردن ہلائی اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے فاڈلر کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ یہاں ایک ٹرانسمیٹر مشین رکھی ہوئی تھی جو خاصی عمدہ تھی، کیتھرو مشین کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے مشین کے کچھ بٹن آن کیے اور تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ خاں سے اس کا رابطہ قائم ہو گیا۔

"مسٹر کیتھرو بول رہا ہے۔"

"کہو کیا بات ہے؟"

"مسٹر میکلینو کے سلسلے میں کچھ عجیب و غریب واقعات

پیش آتے ہیں، ہم لوگ اس بار مسٹر میکلینو سے ہیرے حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔"

"وجہ؟" بادشاہ خاں نے پوچھا۔

"وجہ بہت عجیب و غریب ہے جناب۔ ایک شخص نعمان خاں کے میک اپ میں ہنگامے کرتا پھر رہا ہے۔ اس نے کچھ علاقوں میں قتل و غارت گری بھی کی ہے، کئی لوگوں کو قتل کر دیا ہے اور پھر ائیر پورٹ پر مسٹر میکلینو سے نعمان خاں کی حیثیت سے ہیرے بھی وصول کر لیے ہیں۔ مسٹر میکلینو بہت زیادہ بگڑے ہوئے ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ ہم اُن سے فراڈ کر رہے ہیں۔ ویسے جناب عالی۔ تجزیے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسٹر میکلینو کا بگڑنا بھی غلط نہیں ہے۔ کوئی شخص نعمان خاں کے دھوکے میں یہ سب کچھ کرتا پھر رہا ہے۔ پولیس نے نعمان خاں کو گرفتار کر لیا تھا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" بادشاہ خاں کی غرّاتی ہوئی آواز اُبھری۔

"جی ہاں جناب۔ نعمان خاں کو پولیس نے گرفتار کر لیا تھا لیکن میں نے اس افسر کو معطل کر دیا ہے اور اس علاقے کے انچارج کو سخت سرزنش کی ہے، نعمان خاں فوراً وہاں سے واپس چلے گئے ہیں لیکن صورتِ حال وہی تھی کہ پولیس نے نعمان خاں کو اُسی شخص کے دھوکے میں گرفتار کیا تھا۔ شاید علاقے کے انچارج نے اس شخص کو دیکھا بھی ہے، کیونکہ اس نے نعمان خاں کو پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ صورتِ حال ہے جناب، میں اب حکم کا منتظر ہوں کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے؟"

"اوہ کیتھرو۔ تم بالکل احمق ہوتے جا رہے ہو۔ کیا فاؤلر صحیح وقت پر اس شخص کے پاس کیوں نہیں پہنچ سکا جس کا نام میکلینو ہے۔"

"بس جناب فاؤلر سے یہی غلطی ہو گئی کہ وہ کچھ لیٹ ہو گیا . . . تاہم میں کوئی سفارش نہیں کروں گا جناب۔ فاؤلر کے لیے جو بھی سزا تجویز کی جائے گی وہ اُسے ضرور دی جائے گی۔" کیتھرو نے جلدی سے کہا۔

"اوہ مسئلہ سزا کا نہیں ہے، مسئلہ اس بات کا ہے کہ وہ کون شخص ہے، عام لوگ ہمارے علاقے کے لوگوں کا میک اپ نہیں کر سکتے۔ سمجھے مسٹر کیتھرو؟"

"میں مانتا ہوں جناب، ممکن ہے وہ کوئی قبائلی ہی ہو۔"

"جتنے قبائلی بنکاک میں ہیں اُن کے بارے میں مجھے اطلاع ہے، میں اُن سب کو جانتا ہوں۔ یہ نیا شخص کہاں سے آ گیا؟"

"یہی تو تعجب کی بات ہے جناب۔"

"تعجب نہیں مسٹر کیتھرو، صرف تعجب سے کام نہیں چلے گا۔ پتہ لگاؤ اور اپنے تمام آدمیوں کو بنکاک میں پھیلا دو، گلی گلی اور چپے چپے، سڑکوں اور بازاروں میں ہمارے افراد موجود ہونے چاہئیں۔ جہاں بھی کوئی قبائلی نظر آئے اُس کی تصاویر لی جائیں اور اس کے بعد مجھے فوراً اطلاع دی جائے۔"

"اگر وہ ہمیں نظر آ جائے جناب تو کیا اس پر فوراً قابو پانے کی کوشش کی جائے؟"

"ہرگز نہیں، بالکل نہیں۔" بادشاہ خاں نے جواب دیا۔ "بس اُس کی رہائش گاہ اور اس کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کر لو، اتنا ہی کافی ہو گا۔"

"فاؤلر کے لیے کیا حکم ہے؟"

"بس کچھ نہیں، کوئی خاص بات نہیں، اُسے نعمان خاں کے ساتھ رہنے دو۔" بادشاہ خاں نے جواب دیا اور فاؤلر کے ذہن میں ٹھنڈک پڑ گئی۔

"مسٹر میکلینو کے بارے میں کیا حکم ہے؟"

"میکلینو سے مکمل معلومات حاصل کرو اور اگر اُسے جانتے ہو تو اُسے رقم کی ادائیگی کر دو۔ ہم اُس سے تنازعہ نہیں چاہتے، اگر کوئی قبائلی یا ہمارا کوئی دشمن ہمارے خلاف کام کر رہا ہے تو ہمارے گروہ کی ساکھ اتنی ہلکی نہیں ہے کہ چند لاکھ ڈالرز کے لیے اپنی ساکھ خراب کریں۔ میکلینو کو اُس کی رقم کی ادائیگی کر دی جائے۔" بادشاہ خاں نے جواب دیا اور کیتھرو نے گردن ہلا دی۔ وہ مشین بند کر کے فاؤلر کی جانب مڑا، اُس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"بادشاہ خاں نے تمہاری جاں بخشی کر دی ہے فاؤلر، تمہیں نئی زندگی کی مبارک باد دیتا ہوں۔"

"شکریہ مسٹر کیتھرو لیکن ہمیں یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہمارے ساتھ بہت سخت رویہ اختیار کیا جاتا ہے، وہ سب جو مجرمانہ کارروائی کے نتیجے میں عمل میں آیا اتنا سنگین نہیں کہ ہمیں فوری طور پر اُس کی سزا دے دی جائے۔"

"گروہ کے اصول ہیں مسٹر فاؤلر، بہر طور آپ جا سکتے اور وہاں پہنچ کر میکلینو سے رابطہ قائم کریں اور اُس سے ہم

کی رقم معلوم کریں، اُس کی جو ڈیمانڈ ہو اس کے بارے میں مجھے بتا دیں اور اُسے اطمینان دلا دیں کہ ہم بہر طور اُس کی رقم کی ادائیگی کرنے کے پابند ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر کیتھرو۔" فاؤلر نے جواب دیا اور کیتھرو کی رہائش گاہ سے واپس چلا آیا۔ اس کا بدن اب بھی پسینہ چھوڑ رہا تھا۔ اس وقت جان بچ گئی تھی۔ یہ حیرت انگیز بات تھی، اس سے قبل گروہ کے افراد کے ساتھ اتنی رعایت نہیں ہوتی تھی۔

●

شیران کے ذہن میں انگارے بھرے ہوئے تھے، اُس کی شدید خواہش تھی کہ اس وقت کسی طرح اُسے سدھاشی مل جائے اور وہ اپنے دانتوں سے اُس کے پورے بدن کو اُدھیڑ ڈالے، چیر پھاڑ کر رکھ دے اُسے، حلیہ بگاڑ دے اُس کا اُس طرح کہ دیکھنے والوں کو اُس کے حسین وجود سے وحشت ہونے لگے، راستے بھر اُس کا ذہن منتشر رہا۔ ہاتھوں کی مٹھیاں کبھی کھلتیں، کبھی بند ہو جاتیں، بہر طور وہ اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو اُس نے پتہ نہیں کتنی رقم دے دی تھی۔ کہ ٹیکسی ڈرائیور متحیرانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہ گیا، وہ بار بار شیران کی طرف اُس کی دی ہوئی رقم بڑھا کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن اُس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

شیران ٹیکسی ڈرائیور کی کیفیت سے بے پروا اپنی قیام گاہ میں داخل ہو گیا اور یہ اتفاق تھا کہ سب سے پہلے اُسے مگنیشا نظر آ گئی۔

مگنیشا پُرخلوص انداز میں مسکرائی لیکن شیران کا بگڑا ہوا موڈ دیکھ کر سنجیدہ ہو گئی۔

"ہیلو سر۔" اُس نے نرم لہجے میں کہا لیکن شیران اُس کے نزدیک سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ مگنیشا نے اُسے عقب سے دیکھ کر دونوں شانے ہلائے اور اُس کے پیچھے چل پڑی۔

شیران اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ مگنیشا اُس کی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گئی تھی، پھر وہ سانس بھی نہ لینے پائی تھی کہ اندر سے گھنٹی بج اُٹھی۔ یہ کسی ملازم کی طلبی کی گھنٹی تھی۔

مگنیشا فوراً اندر داخل ہو گئی۔ "پانی۔" شیران غرّاتی ہوئی آواز میں بولا۔ اُس نے نگاہ اُٹھا کر مگنیشا کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ مگنیشا فوراً واپس پلٹی اور پھر وہ ایک جگ میں پانی لے کر اندر پہنچ گئی۔ ساتھ ہی گلاس بھی تھا۔ پانی کا گلاس بھر کر اس نے بڑے ادب سے شیران کو پیش کر دیا اور شیران ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر گیا۔

"اور دو۔" اُس نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا اور مگنیشا نے دوسرا گلاس بھر دیا۔ پانی کے چار گلاس پینے کے بعد شیران کے حواس کچھ درست ہوئے اور اُس نے پہلی بار محسوس کیا کہ پانی پلانے والا کوئی ملازم نہیں بلکہ مگنیشا ہے، اس نے نگاہ اُٹھا کر مگنیشا کو دیکھا، دیکھتا رہا اور پھر غرّاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہاں کے علاوہ سدھاشی کی قیام گاہیں اور کہاں کہاں ہیں؟"

"میرا خیال ہے جناب۔ سوائے برینو کوائٹے کی کوٹھی کے اور کوئی رہائش گاہ نہیں ہے۔" مگنیشا نے جواب دیا۔

"برینو کوائٹے میں ہمارے خاص آدمی موجود ہیں۔" شیران بولا۔ "انھیں ٹیلی فون کرو اور معلوم کرو کہ سدھاشی وہاں پہنچی یا نہیں لیکن ان سے یہ بھی کہہ دینا کہ سدھاشی کو اس فون کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو۔"

"بہتر مسٹر شیران۔" مگنیشا نے مستعد انداز میں کہا اور تھوڑے فاصلے پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی جانب بڑھ گئی۔ اُس نے ٹیلی فون پر ایک نمبر ڈائل کیا اور بولی۔

"دیکھو فریچر، ماسٹر سدھاشی یہاں پہنچی ہیں؟" مگنیشا نے سوال کیا۔

"نہیں مس مگنیشا وہ ابھی یہاں نہیں آئیں۔"

"ایک منٹ ہولڈ کرو، میں ابھی تمہیں دوسرا پیغام دیتی ہوں۔" مگنیشا نے کہا اور ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر شیران کی جانب مڑی۔ "وہ ابھی وہاں نہیں پہنچیں مسٹر شیران۔"

"اُسے ہدایت کر دو کہ جب بھی سدھاشی وہاں پہنچے، یا جہاں بھی وہ ہو، فوراً یہاں اطلاع دی جائے۔ بلکہ اُن لوگوں سے کہہ دو کہ میڈم سدھاشی کو تلاش کریں اور وہ جہاں بھی ہوں اُن کے بارے میں خاموشی سے یہاں اطلاع دی جائے۔"

مگنیشا چلی گئی تو خیالوں میں ڈوبے ہوئے شیران کا ہاتھ دفعتاً جیب میں رینگ گیا۔ اُسے اپنی جیب کچھ بھاری محسوس ہوئی تو وہ چونک پڑا۔ سدھاشی کو بھول کر جب اس نے جیب سے ہاتھ نکالا تو اس میں ایک چرمی تھیلی دبی ہوئی تھی اور جب تھیلی کا منہ کھولا تو اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ تھیلی ہیرول

سے بھری ہوئی تھی اس نے چند ہیرے ہتھیلی پر پلٹ کر دیکھے تو اس کا ذہن چند لمحوں کے لیے ماؤف ہوگیا۔ یہ ہیرے کہاں سے آئے؟ بے انتہا قیمتی ہیرے تھے وہ سوچتا رہا حتیٰ کہ اُسے وہ وقت یاد آگیا جب ائرپورٹ پر ایک لڑکی اُس سے ٹکرائی تھی۔ یقیناً ہیرے اُسی وقت اُس کی جیب میں منتقل ہوئے تھے، اس کا مقصد ہے کہ یہ ہیرے جان بوجھ کر اُس کی جیب میں رکھے گئے تھے، وہ حالات کا تجزیہ کرتا رہا اور اس کے علاوہ اور کوئی بات اُس کی سمجھ میں نہیں آئی کہ اسمگلر لڑکی نے یہ ہیرے منتقل کر دیئے تھے شاید پکڑے جانے کے خوف سے اور اب وہ یقیناً شہر میں کسی قبائلی کی تلاش میں مصروف ہوگی۔

شیران کا ذہن کچھ دیر کے لیے سدھاشی کی طرف سے بالکل ہی ہٹ گیا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے ہیرے تھیلی میں ڈال دیے صرف ایک پتھر اوپر کی جیب میں پڑا رہنے دیا۔

اُسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی اور گریجر کا چہرہ دکھائی دیا تو وہ چہک کر بولا "آؤ گریجر میں تمھاری ضرورت محسوس کر رہا تھا کیا تمھیں ہیروں کی پہچان ہے؟"

"کس قسم کے ہیرے جناب، وہ ہیرے جو گوشت پوست کے ہوتے ہیں اور ہیروں کی سی صفات رکھتے ہیں یا وہ ہیرے جو پتھروں کی شکل میں ہوتے ہیں؟"

"دیکھو گریجر میں سیدھے سادے الفاظ استعمال کرتا ہوں اور سیدھے سادے الفاظ ہی سننا پسند کرتا ہوں، میری مراد اُن ہیروں سے ہے جو واقعی ہیرے کہلاتے ہیں۔"

"ہاں چیف مجھے اُن کی پہچان ہے۔" گریجر سنبھل گیا اور شیران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ چمک دار پتھر نکال لیا جو اُس نے اوپر کی جیب میں رہنے دیا تھا پھر اُس نے وہ پتھر گریجر کی ہتھیلی پر رکھ دیا اور بولا۔

"اس کی قیمت بتاؤ؟"

گریجر اس خوبصورت پتھر کو دیکھ رہا تھا۔ یقینی طور پر یہ بہت ہی قیمتی ہیرا تھا اور اس کی قیمت ہزاروں ڈالر تھی اُس نے روشنی میں ہیرے کے نقش و نگار دیکھے۔ کہیں کوئی ہلکا سا نشان بھی نہیں تھا پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"چیف میرے اپنے خیال میں یہ کم از کم پچاس ہزار ڈالر سے لے کر نوّے ہزار ڈالر کی قیمت میں فروخت ہو سکتا ہے۔"

"خوب۔ نوّے ہزار ڈالر گریجر اگر تم سے کہا جائے کہ تم ان ہیروں کو فروخت کرنے کی کوشش کرو جن کی تعداد اسّی نوّے کے درمیان ہے تو کیا تم اس میں دلچسپی لوگے؟ تمھیں دو فی صد کمیشن ملے گا۔"

گریجر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کا جسم یوں کانپنے لگا تھا جیسے زلزلے کا شکار ہوگیا ہو۔

●

ایک اعلا درجے کی کوٹھی کے وسیع و عریض لان پر بادشاہ خان نے میکلینو کو خوش آمدید کہا۔ بوڑھا بادشاہ خان اب بھی سینکڑوں جوانوں پر بھاری نظر آتا تھا۔ عمر کا غبار اس کے چہرے پر اثر انداز نہیں ہوا تھا، نہ ہی اس کی آنکھوں میں دھندلاہٹ اتری تھی۔ دیکھنے والوں کو وہ اب بھی شیر کی مانند نظر آتا تھا۔ میکلینو، بادشاہ خان کی شخصیت سے بے حد متاثر تھا۔ وہ اس سے قبل صرف ایک بار بادشاہ خان سے ملا تھا، اس کے ساتھ گرینی ولسن تھی۔ وہ بھی بادشاہ خان سے بے حد متاثر نظر آ رہی تھی۔

بادشاہ خان نے انھیں خوش آمدید کہا اور ساتھ لے کر ہال کی جانب بڑھ گیا۔ ہال میں پانچ افراد موجود تھے جو انھیں دیکھ کر تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ خان بیٹھ گیا تو سب نے اپنی اپنی سیٹ سنبھال لی۔

"اس بار آپ کے ساتھ بڑے عجیب واقعات پیش آئے ہیں" بادشاہ خان نے کہا۔ "ان واقعات پر مجھے افسوس ہے اور حیرت بھی بہرحال، ہمیں اس قسم کے حالات سے پالا پڑتا ہی رہتا ہے۔"

"آپ کا فرمانا درست ہے لیکن مجھ غریب کے ساتھ بُری زیادتی ہوئی ہے۔" میکلینو نے مظلومیت کا اظہار کیا۔

"مسٹر میکلینو! ہم آپ کے آزمودہ لوگ ہیں۔ نفع نقصان تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ تاہم ایمانداری ہمارے کاروبار کی بنیاد ہے۔ جو نقصان وہ آپ کا نہیں ہمارا بھی نقصان ہے جسے بہرحال پورا کیا جائے گا۔" کہہ کر بادشاہ خان گرینی کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "اور ہاں! مس، کیا اس شخص کا حلیہ بتا سکتی ہیں، جو آپ سے ٹکرایا تھا؟"

گرینی چند لمحوں تک سوچتی رہی۔۔۔ پھر اس نے بے بسی سے سر نفی میں ہلا دیا۔ "کاش! میرے ذہن کے بعید ترین گوشے میں بھی کوئی پیدا ہوگیا ہوتا تو میں اس کے نقش و نگار اپنے ذہن میں یقیناً کرلیتی۔"

"ہوں۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ اُسے تلاش کرنے کے سلسلے میں ہمیں، آپ لوگوں سے کوئی مدد نہیں مل سکتی۔" بادشاہ خان غرایا۔ "اگر وہ شخص بنکاک یا مشرق بعید میں کہیں بھی موجود ہے تو بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔" وہ کیتھرو کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "مسٹر میکلینو کی

ادائیگی کر دی جائے۔"

کیتھرو نے اثبات میں سر ہلایا اور میکلینو اور اس کی سیکرٹری کو ساتھ لے کر ہال سے نکل گیا۔ بادشاہ خان کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار تھے۔ اس کے پانچوں ساتھی خاموش بیٹھے بادشاہ خان کے تاثرات دیکھ رہے تھے۔

"تم لوگ جانتے ہو کہ مجھے ہیروں کی گمشدگی کا زیادہ افسوس نہیں۔ میں صرف یہ جاننے کے لیے بے چین ہوں کہ وہ قبائلی کون ہے جو ہیرے لے گیا ہے۔ تم لوگوں کے پاس رپورٹیں پہنچ گئی ہوں گی؟"

"ان حالات میں یہ بات بڑی تشویش کا باعث ہے کہ کوئی آدمی ایک ایسے شخص کے میک اَپ میں جرم کر رہا ہے، جس سے میرا گہرا تعلق ہے۔ میں نعمان خان کو اعلا حیثیت دینا چاہتا ہوں۔ افسوس کہ اُس کی پہلی ہی کوشش ناکام رہی۔ شاید وہ بددل ہوگیا ہو لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ نہ صرف اس شخص کی تلاش جاری رکھی جائے بلکہ نعمان خان کو مطمئن کرنے کے لیے ایسی مصنوعی کارروائیاں کی جائیں جن سے اس کا اعتماد بحال ہوسکے۔"

"آپ مطمئن رہیں، جنابِ والا۔ ایسا ہی ہوگا۔" سب نے بیک آواز کہا۔

بادشاہ خان نے سر کے اشارے سے انھیں جانے کی اجازت دے دی اور خود گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کے سائے گہرا رہے تھے۔

●

سدھاشی، بنکاک کے ایک پس ماندہ علاقے کے غلیظ سے ہوٹل میں مقیم تھی۔ اس کے چہرے پر جو میک اَپ تھا، اس سے وہ پس ماندہ طبقے ہی کی ایک فرد معلوم ہوتی تھی۔ وہ شیران کو خوب اچھی طرح جانتی تھی اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ کن حدوں تک جا سکتا ہے۔ اگر وہ یاتان بروما کے بارے میں بدگوئی نہ کرتا تو شاید سدھاشی کے دل میں اس کے لیے اتنی شدید نفرت نہ پیدا ہوتی۔ یاتان بروما، سدھاشی کا باپ ہی نہیں تھا، وہ اُس کے لیے ایک اوتار کی حیثیت بھی رکھتا تھا۔ اس نے سچائی کی خاطر اپنی زندگی تج دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب شیران نے اُس کا تذکرہ اتنی ذلت سے کیا تو وہ برداشت نہ کرسکی اور پاگل ہوگئی۔ اس کی دیوانگی میں اس نے شیران سے نہ جانے کیا کیا کہہ ڈالا تھا آج بھی سدھاشی کی ساری باتیں یاد آ رہی تھیں تو اس کی رگوں میں خون کھولنے لگا تھا۔

وہ سوچتی رہی اور اُلجھتی رہی۔۔۔ لیکن ذہنی طور پر کسی فیصلے تک نہ پہنچ سکی۔ تب مارلینو کا خیال اُس کے ذہن میں رینگ آیا۔ اس نے سوچا کہ اُسے مارلینو کو تمام صورتِ حال سے آگاہ کر دینا چاہیے مارلینو نے اُسے بے پناہ احتیاطات دے کر یہاں بھیجا تھا اور اب بھی بہت سے ایسے لوگ یہاں موجود تھے جو شیران کے احکامات کے خلاف سدھاشی کے لیے کام کر سکتے تھے۔۔۔ لیکن اس معاملے میں سدھاشی ان لوگوں کو استعمال نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ مارلینو سے ملاقات کے لیے ہوٹل سے نکل کھڑی ہوئی۔

کسی نہ کسی طرح گانگ ہو پہنچ کر وہ مارلینو سے رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ مارلینو نے بڑی حیرانی سے اس کا استقبال کیا اور بے چینی سے کہا۔ "سدھاشی تم۔۔۔ اور اس حلیے میں۔۔۔"

سدھاشی کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ اُس نے ہچکیوں اور سسکیوں کے درمیان تمام حالات مارلینو کے گوش گزار کر دیے۔ مارلینو کے چہرے پر اس کے لیے ہمدردی کے آثار اُمڈ آئے۔ اس نے سدھاشی کو دلاسا دیا اور کہا: "بس اب خاموش ہو جاؤ۔ یہ آنسو سنبھال کر رکھو۔ انھیں ضائع نہ کرو۔"

"لیکن میں۔۔۔" وہ ایک بار پھر سسک پڑی۔

"۔۔۔ ہانگ کانگ، سنگاپور اور بہت سے ایسے علاقے ہیں جہاں مارلینو موجود ہے۔ کیا ضروری ہے کہ تم بنکاک ہی میں رہ کر مارلینو کے لیے کام کرو۔ تم ہانگ کانگ بھی جا سکتی ہو، رنگون جا سکتی ہو، سنگاپور بھی جا سکتی ہو، بہت سی جگہیں ہیں ایسی جہاں مارلینو کا بکھیڑا پھیلا ہوا ہے۔ تاہم اگر تم بنکاک ہی جانا چاہو تو میں تمھیں وہاں پہنچا آؤں گا اور وہاں تمھارے لیے ایک نئی حیثیت متعین کر دوں گا۔ کیا ضرورت ہے کہ تم سدھاشی کی حیثیت سے ہی وہاں رہو۔ بنکاک میں میرا بہت ہی بڑا کاروبار ہے تم ایک دوسرے سیکشن کی انچارج ہوگی اس سیکشن کے بارے میں میرا کوئی آدمی بھی نہیں جانتا یعنی وہ ایک بالکل علاحدہ حصّہ ہے۔ سدھاشی میرا خیال ہے کہ تم یہی کرو۔ میں تمھاری فطرت، تمھاری ذہنیت کو اچھی طرح سمجھتا ہوں تمھیں ہمیشہ اس بات کا دُکھ رہے گا کہ تم شیران سے دُور ہو گئیں لیکن اگر تم شیران سے دُور نہ رہو تو اس میں کیا حرج ہوگا۔"

"مگر۔۔۔ مگر میں۔۔۔ میرا مطلب ہے شیران!"

"اوہ تمھارا خیال ہے کہ شیران تمھیں پہچان لے گا، تمھیں دیکھ لے گا اور قتل کر دے گا؟"

"میں موت سے بالکل نہیں ڈرتی لیکن شیران مجھ سے بہر طور نفرت کرتا رہے گا اور میرے لیے جدوجہد بھی کرتا رہے گا۔"

"میں اس بات کو ختم کر دوں گا۔ میں تمھارا چہرہ بدل دوں

گا اگر تم چاہو تو ہمیشہ کے لیے تبدیلی کرا سکتی ہو اپنے چہرے پر۔ اگر تم یہ نہ چاہو تو ایک عارضی تبدیلی پیدا کر دی جائے گی تمہارے چہرے پر اس کے بعد تمہیں بنکاک ہی میں مقیم کر دیا جائے گا۔"

"کیا یہ ممکن ہے مسٹر مارلینو؟"

"ہاں سو فی صد ممکن ہے بلکہ یہ میرے خیال میں سب سے بہتر ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے یہ سب سے بہتر ہے۔ میں بنکاک ہی میں رہوں گی۔ اُس بدبخت کی نگرانی کرتی رہوں گی کہ وہ کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائے لیکن میری شکل بدلی ہوئی ہونی چاہیے۔ مسٹر مارلینو! ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے پہچان لے۔ میں اُس کے ہاتھوں مرنا بُرا نہیں سمجھتی لیکن میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔"

"ایسا ہی ہوگا۔ ایسا ہی ہوگا۔ تم بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ بہت جلد انتظام کر کے میں تمہیں دوبارہ بنکاک پہنچوا دوں گا۔" سدھاشی کے جلتے ہوئے ذہن پر واقعی مرہم رکھ دیا گیا تھا اور اب وہ بہت مطمئن نظر آ رہی تھی کہ مارلینو کی شخصیت اس کام کو بہ آسانی کر سکتی ہے۔ مارلینو کے لیے یہ سب کچھ بہت مشکل نہیں تھا چنانچہ وہ مکمل طور پر مطمئن ہو کر مارلینو کے پاس سے اُٹھی تھی۔

●

گرتیچر نے چہرے پر میک اپ کیا ہوا تھا۔ ملبے سے مخصوص قسم کے لباس میں وہ کوئی عرب معلوم ہوتا تھا۔ جب وہ ڈائمنڈز اسٹور میں داخل ہوا تو ڈائمنڈز اسٹور کے عملے کا ایک شخص اُس کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے گرتیچر کی رہنمائی کرنا چاہی لیکن گرتیچر نے ہاتھ اُٹھا کر ٹوٹی پھوٹی مخصوص انگریزی میں کہا۔ "میں یہاں کچھ خریدنے نہیں بلکہ فروخت کرنے آیا ہوں چنانچہ مجھے کسی ایسے شخص سے ملواؤ جو ڈائمنڈز اسٹور کے لیے خریداری کرتا ہو۔"

"آپ کیا فروخت کرنا چاہتے ہیں جناب؟" اُس شخص نے مؤدبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہیرے۔" گرتیچر نے جواب دیا۔

"تب تو آپ کو ہمارے مینیجر سے ملنا چاہیے۔ آئیے میں آپ کو اُس تک پہنچا دوں۔" سیلز مین نے کہا اور گرتیچر کو لے کر ایک خوبصورت آفس میں پہنچ گیا جو اس اسٹورز کی چوتھی منزل پر واقع تھا۔ آفس کے دروازے پر رُک کر انٹرکام پر مینیجر سے رابطہ قائم کیا اور گرتیچر نے آنے کا مقصد بتا دیا۔ چند لمحات کے بعد ایک طویل قامت اور ایک دُبلے پتلے مقامی شخص نے گرتیچر کا استقبال کیا۔ چوڑے چہرے والا یہ شخص دونوں بھویں آپس میں ملی ہونے کی وجہ سے کچھ خطرناک سی شکل کا مالک نظر آتا تھا۔ تاہم اُس کی مسکراہٹ بڑی معصوم سی تھی۔ اُس نے پُرتکلف انداز میں گرتیچر کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھیے جناب۔ عموماً لوگ یہاں خریداری کے لیے آتے ہیں اور ہم عام حالات میں مال بہت کم خریدتے ہیں تاہم اگر آپ کچھ فروخت کرنے کے خواہش مند ہیں تب بھی آپ کو مایوس نہیں کیا جائے گا۔ ڈائمنڈز اسٹور کی ایک ساکھ ہے ہم اس ساکھ کو کبھی متاثر نہیں ہونے دیتے۔ کیا چیز فروخت کرنا چاہتے ہیں آپ؟" اُس نے پوچھا۔

"میں آپ سے تعارف حاصل نہیں کر سکا۔" مسٹر گرتیچر نے بدستور ٹوٹی پھوٹی انگلش میں کہا۔

"میں اسٹورز کا مینیجر کاؤشنگ تریبو ہوں۔" طویل القامت شخص نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا اور گرتیچر نے اُس کی جانب مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ کاؤشنگ کا دُبلا پتلا ہاتھ فولادی معلوم ہوتا تھا۔ مصافحہ کرنے کے بعد گرتیچر بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنی جیب سے ہیرا نکالا اور کاؤشنگ کے سامنے رکھ دیا۔ ہیرے کو ایک نگاہ دیکھتے ہی کاؤشنگ کے چہرے کے عضلات تن گئے تھے گرتیچر کی باریک بیں نگاہیں اُس کا بغور جائزہ لے رہی تھیں وہ جس کام کے لیے نکلا تھا وہ نہایت خطرناک تھا لیکن بہرطور گرتیچر اپنے طور پر انتظامات کر کے آیا تھا۔ کاؤشنگ نے ہیرے کو اُٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور آنکھوں کے قریب رکھ کر دیکھنے لگا پھر اُس نے اپنے میز کی دراز سے ایک خاص قسم کا شیشہ نکالا اور ہیرے کو اپنے سامنے رکھ کر شیشہ اُس کے عقب میں رکھ دیا۔ عقب سے ہیرے کو دیکھنے کے بعد کاؤشنگ نے گہری سانس لی اور ہونٹ بھینچ کر مُسکراتے ہوئے بولا۔

"بہت عمدہ پتھر ہے۔ ایک ہی ہے؟" اُس نے سوال کیا۔

"ڈائمنڈز اسٹور میں ایک پتھر فروخت کرنے کے لیے نہیں آیا جا سکتا۔"

"گویا اس قسم کے اور بھی پتھر ہیں آپ کے پاس؟" کاؤشنگ نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کتنی تعداد ہے ان کی؟"

"تقریباً نوّے۔" گرتیچر نے جواب دیا اور کاؤشنگ مضمحل نظر آنے لگا۔ اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے

"نوّے ہیرے اسی سائز اور اسی انداز کے؟"

"ہاں مسٹر کاؤشنگ۔ آپ حیران کیوں ہیں۔ اگر ایک آدھ ہی ہیرے کا معاملہ ہوتا تو میں ڈائمنڈز اسٹور کی جانب رُخ نہ کرتا۔"

"مگر مسٹر میں آپ کو کس نام سے پکاروں؟" مینیجر نے سوال کیا

"میں ابھی آپ کو نام بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔ پہلے ہمارے درمیان سودے کی بات چیت ہو جائے۔"

"یقیناً یقیناً ہوگی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی اتنا بڑا سودا ہے میں تو یہی سمجھا تھا کہ کوئی چھوٹا موٹا ہیرا فروخت کے لیے لایا گیا ہے تاہم میں اس سلسلے میں آپ کی بہتر معاونت کر سکتا ہوں۔ میرے مالکان اس قسم کے ہیروں کو خریدنے میں یقیناً دلچسپی ظاہر کریں گے تو مسٹر آپ اس کی کیا قیمت متعین کرتے ہیں؟" مینیجر نے پوچھا۔

"میں اُنھی لوگوں سے مکمل سودے کی بات کر سکتا ہوں جو اسے خریدیں گے۔ مسٹر مینیجر آپ اپنے مالکان سے رابطہ قائم کر کے یہ سودا طے کرا دیں، میں آپ کو اس سلسلے میں معقول کمیشن پیش کروں گا۔" گرتیچر نے کہا۔

"یقیناً یقیناً میں اس سلسلے میں پوری دلچسپی رکھتا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو یہ ہیرا اپنے مالکان کو دکھا دوں؟"

"کہاں لے جائیں آپ اس کو؟" گرتیچر نے سوال کیا۔

"کہیں نہیں یہاں ہمارے پاس ایسی مشینیں موجود ہیں جو اس ہیرے کو مالکان کی نگاہوں تک پہنچا سکتی ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ ایک اسکرین پر یہ ہیرا دیکھ سکتے ہیں اور اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے اس کا تعین کر سکتے ہیں کہ یہ کس قسم کا ہیرا ہے۔" مینیجر نے جواب دیا۔

"تب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ شرط یہی ہے کہ ہیرا میری نگاہوں کے سامنے رہے گا۔"

"یقیناً یقیناً اور آپ اس سلسلے میں مجھے کیا کمیشن دے سکیں گے؟" مینیجر نے سوال کیا۔

"اگر سودا میری پسند کے مطابق ہو جاتا ہے تو میں تمام ہیروں کی فروخت کے بعد آپ کو پچیس ہزار ڈالر پیش کر سکتا ہوں۔"

"کمیشن انتہائی معقول ہے مجھے منظور ہے اور میں آپ سے مکمل تعاون کروں گا۔" مینیجر نے جواب دیا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا درحقیقت . . . ڈائمنڈز اسٹور کے اس عالی شان دفتر میں بڑی بڑی نایاب چیزیں موجود تھیں۔ مینیجر نے ایک دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کا ایک بٹن دبایا اور میز کی سطح پر ایک چھوٹی سی مشین نمودار ہو گئی۔ اس مشین میں کچھ لینسز لگے ہوئے تھے۔ مینیجر نے ہیرا ایک سُرخ مخمل کے ٹکڑے پر رکھا اور مشین کا لینس اُس کے سامنے فٹ کرنے لگا اور جب لینس فٹ ہو گیا تو مشین کا بٹن آن کر کے ہیرے کو ایک اور اسکرین پر دیکھا۔ ہیرا اُس اسکرین پر نمایاں نظر آ رہا تھا پھر اُس نے مزید کچھ عمل کیا اور میز پر ایک ٹرانسمیٹر نمودار ہو گیا۔ اُس نے اُس کے بٹن دبائے اور کسی کو کال کرنے لگا۔ چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے ایک نہایت صاف ستھری آواز سُنائی دی۔

"ہیلو مینیجر۔ خیریت کیا بات ہے؟"

"اوہ۔ جناب ایک عرب تشریف لائے ہیں۔ وہ بہت عمدہ قسم کے ہیرے فروخت کرنا چاہتے ہیں جن کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے نوّے کے قریب اور جنابِ عالی ایک ہیرا بطور نمونہ بھی لایا گیا ہے اگر آپ حکم دیں تو اسے اسکرین پر پیش کر دیا جائے؟"

دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی تھی پھر بھاری لہجے میں پوچھا گیا۔

"جو صاحب ہیرا فروخت کرنے آئے ہیں وہ یہاں موجود ہیں . . .؟"

"جی ہاں جناب، میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"ہوں آپ نے اُن سے یہ سوال کیا کہ یہ ہیرے وہ کہاں سے لائے ہیں؟"

"نہیں جناب، اگر آپ پسند کریں تو براہِ راست اُن سے گفتگو کر لیں۔" مینیجر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، پہلے ہیرا اسکرین پر پیش کرو۔" اور مینیجر نے اس عجیب و غریب مشین کا ایک بٹن دبایا اور شاید اس جگہ سے رابطہ قائم کر دیا گیا جہاں سے یہ بات چیت ہو رہی تھی اور جہاں اس مشین کا ریسیور موجود تھا۔ ہیرے پر روشنی پڑ رہی تھی۔ کمرے میں ننھی ننھی کرنیں بکھر گئی تھیں۔ دوسری جانب بالکل خاموشی طاری تھی۔ مینیجر خود بھی خاموش تھا، چند لمحات کے بعد ٹرانسمیٹر سے آواز اُبھری۔

"ہاں ہیرا عمدہ ہے۔ بلاشبہ ہمیں پسند آیا۔ اب اُن صاحب کو ہمارے سامنے پیش کرو جو یہ ہیرا لے کر آئے ہیں۔"

مینیجر گرتیچر کی جانب متوجہ ہو کر بولا: "کیا آپ ہمارے باس کے سامنے آنا پسند کریں گے مسٹر؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ میں تمہارے باس سے بھی بات کیے لیتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ ڈائمنڈز اسٹور کا ایک مالک نہیں ہے بہت سے لوگ اس کے مالک ہیں اس وقت میں کس سے

بات کروں گا؟"

"میرے باس سے جو میرے پرچیز ڈیپارٹمنٹ کے انچارج ہیں میرا مطلب ہے کہ ہر خریداری کی ذمّے داری انھی کے سپرد ہے۔" مینجر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟" گرےبچر نے پوچھا

"کچھ نہیں میں صرف آپ کی اجازت چاہتا تھا۔" مینجر نے کہا اور اس مشین کا رُخ گرےبچر کی جانب کر دیا جس پر ابھی تک ہیرا دکھاتا رہا تھا۔ گرےبچر نے وہ ہیرا مخمل کے ٹکڑے پر سے اُٹھا کر اپنی مٹھی میں دبا لیا تھا۔ روشنی اُس پر پڑی اور پھر اس کا رُخ نیچے ہو گیا۔

"ہیلو مسٹر میں آپ کو کس نام سے مخاطب کر سکتا ہوں؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں ابھی اپنا تعارف کرانا پسند نہیں کرتا۔ یہ ہیرے میرے پاس تقریباً نوّے کی تعداد میں موجود ہیں اور میں انھیں فروخت کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کا تعلق مشرقِ وسطیٰ سے ہے؟" پوچھا گیا۔

"میں اس بارے میں بھی کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"لیکن آپ کو یہ علم ہے کہ ڈائمنڈز اسٹور قطعی طور پر قانونی کاروبار کرتا ہے ہم کوئی ایسی چیز نہیں خریدتے جو کسی طور پر مشکوک ہو اور قانون کی نگاہ میں اُس کی خرید قابلِ اعتراض ہو کیا آپ کے پاس یہ ہیرے قانونی طور پر ہیں؟"

"نہیں۔" گرےبچر نے جواب دیا اور ہیرے کو جیب میں ڈال کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"اوہ مسٹر براہِ کرم بات کر لیں۔ باس میں ان صاحب کی سفارش کرتا ہوں۔" مینجر نے کہا۔

"نہیں مسٹر مینجر مجھے سفارش کی ضرورت نہیں ہے یہ ہیرے خود اپنی سفارش ہیں جہاں تک رہا ڈائمنڈز اسٹور کا مسئلہ تو مسٹر مینجر میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور میں اس کوشش کو ناجائز نہیں سمجھتا کیونکہ ڈائمنڈز اسٹور بہت بڑی فرم ہے اور اس کی ایک اپنی ساکھ ہے اگر اس کے مالکان میں سے کوئی اپنے آپ کو فرشتہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو مجھے اس کوشش پر کوئی اعتراض نہیں ہے ہاں اگر تمھارا باس میری آواز سُن رہا ہے تو میں اُسے اتنا ضرور بتا دوں کہ میں ڈائمنڈز اسٹورز کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے ہی اس طرف آیا ہوں بس کسی اور کے لیے یہ سب کچھ لایا تھا لیکن میری بات نہیں بن سکی۔ میں نے ایک کوشش کے طور پر ڈائمنڈز اسٹور کا رُخ کیا ہے اگر ڈائمنڈز اسٹور کے تمام ہی ہیرے قانونی حیثیت رکھتے ہیں تو پھر میں ان میں یہ ناجائز ہیرے شامل کرنا پسند نہیں کرتا۔ شکریہ۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ، ویری گڈ۔" مشین سے آواز آئی۔ "براہِ کرم تشریف رکھیے مسٹر ہمیں خوشی ہے کہ آپ ایک صاف گو انسان ہیں گویا آپ یہ ہیرے قانونی طور پر یہاں نہیں لائے ویسے بھی ان کی مالیت بہت زیادہ ہے اور میرا خیال ہے بنکاک میں ڈائمنڈز اسٹور کے علاوہ کوئی انھیں خرید نہیں سکتا بشرطیکہ پہلے سے کوئی پارٹی یہاں موجود نہ ہو جو ان ہیروں کو خریدنے کی سکت رکھتی ہو۔ بہر طور ہم آپ سے سودا کرنے کے لیے تیار ہیں آپ ہمیں بتائیے کہ اس سلسلے میں ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

"میں آپ جیسے کسی ذمّے دار شخص سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں مسٹر مینجر بھی ہمارے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ رقم کا فیصلہ کر لیا جائے اس کے بعد میں آپ کو یہ ہیرے آپ جس انداز میں پسند کریں پیش کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ مسٹر اب آپ کوئی ایسا نام مجھے بتا دیں جس سے آپ کو مخاطب کیا جا سکے۔"

"نام بہت زیادہ ضروری نہیں ہے آپ مجھے ایکس، وائی، زیڈ کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے پھر ہم آپ کو ایکس وائی زیڈ ہی کے نام سے مخاطب کریں گے۔" ہلکی سی ہنسی کے بعد کہا گیا۔

"ٹھیک ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" گرےبچر بولا۔

"تو پھر آپ قیمت کا کیا تعین کرتے ہیں؟" سوال کیا گیا۔

"میرا خیال ہے ہیروں کی اتنی بڑی فرم بہتر طور پر ہیروں کی قیمت کا تعین کر سکتی ہے۔ میں یہ کاروبار نیا نہیں کر رہا ہوں بس اس بار اتفاق سے میری پارٹی مجھے نہیں مل سکی۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ مجھے اس کی کیا قیمت دی جا سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے مسٹر اب ہم یہ ساری باتیں آمنے سامنے بیٹھ کر کریں گے۔ یہ تو بتا دیں کہ ہم آپ سے کہاں رابطہ قائم کر سکتے ہیں؟"

"اس کے لیے آپ مجھے اپنا فون نمبر دے دیں۔ میں آپ کو رِنگ کر لوں گا۔" گرےبچر نے کہا اور جواب میں اُسے ایک فون نمبر دے دیا گیا پھر سوال کیا گیا۔

"آپ کب رِنگ کریں گے؟"

"اب سے دو گھنٹے کے بعد۔"

"مجھے منظور ہے میں انتظار کروں گا۔ باقی باتیں فون پر طے ہو جائیں گی۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور گرےبچر نے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد مشین سے آواز آنا بند ہو گئی۔ مینجر مسکراتی نگاہوں سے گرےبچر کو دیکھ رہا تھا پھر اُس نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"آپ بہت محتاط آدمی معلوم ہوتے ہیں جناب۔ ویسے یہ احتیاط بُری نہیں ہے کیونکہ کروڑوں روپے کی مالیت کا معاملہ ہے اور میرے باس نے آپ سے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے، یہاں کوئی دوسری پارٹی یہ تمام ہیرے نہیں خرید سکتی لیکن ہم انھیں باآسانی خرید لیں گے چونکہ ڈائمنڈ فرم کا کام ساری دُنیا میں پھیلا ہُوا ہے۔ میں آپ سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں مسٹر کہ سودا ہونے کے بعد اس ناچیز کو نہ بھُلا جائے۔"

"تم سے جو کچھ کہا گیا ہے مینجر وہ یقیناً پُورا کیا جائے گا لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا ڈائمنڈ فرم کے مالکان ایمان دارانہ کاروبار کرتے ہیں یا پھر اُن کے لیے کچھ اور انتظامات بھی کرنا ضروری ہوں گے؟"

"نہیں مسٹر میرا خیال ہے اس ادارے کی اتنی بڑی ساکھ آج تک کبھی متاثر نہیں ہوئی، ہم جو کچھ کہتے ہیں وہی کرتے بھی ہیں۔ آپ اس سلسلے میں بالکل مطمئن رہیں۔ میں آپ کے لیے حاضر ہوں کیونکہ اس میں میرا اپنا مفاد بھی شامل ہو چکا ہے۔" مینجر نے کہا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔

گرےبچر نے ایک بار پھر اُس سے مصافحہ کیا اور اُسے محسوس ہُوا کہ مینجر کا سخت ہاتھ نجانے کون سی دھات سے بنا ہُوا ہے اُس کے ہاتھ کی ہڈیاں کڑکڑا کر رہ گئی تھیں، بہر طور مینجر اُسے دروازے تک چھوڑنے آیا پھر باہر کھڑے ہُوئے اردلی سے اُس نے کہا:

"مسٹر زیڈ کو احترام کے ساتھ نیچے پہنچا دیا جائے۔" اردلی نے گردن ہلائی اور گرےبچر کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ مینجر دوڑتا ہُوا اسی مشین کے پاس پہنچ گیا تھا جس پر ابھی تک بات چیت ہو رہی تھی۔

"ہیلو مینجر۔ کیا مسٹر ایکس وائی زیڈ جا چکے ہیں؟"

"جی ہاں جناب۔" مینجر نے فوراً جواب دیا پھر بولا۔ "کیا میں کچھ لوگوں کو اس کے پیچھے روانہ کر دوں؟"

"اوہ نہیں ہرگز نہیں، تم کیا سمجھتے ہو کیا وہ بے وقوف شخص ہوگا اور تنہا ہی ڈائمنڈز ہاؤس میں داخل ہُوا ہوگا؟ باہر اُس کے آدمی موجود ہوں گے، تم فکر مت کرو مینجر، اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لی جائیں گی۔"

"لیکن جناب۔ کیا آپ کے خیال میں یہ شخص قابلِ اعتبار ہے؟" مینجر نے سوال کیا۔

"قابلِ اعتبار سے تمھاری کیا مُراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے کوئی صحیح بیوپاری ہے؟"

"اسمگلر ہے مینجر۔ سوفی اسمگلر، کہیں سے یہ ہیرے لے کر بنکاک میں داخل ہُوا ہے لیکن درحقیقت ہیرے بہت ہی اعلا درجے کے اور قیمتی ہیں۔ ہمیں ان سے خاصا منافع ہو سکتا ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور مینجر نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہُوئے گردن ہلا دی جیسے مخاطب اُس کے سامنے ہو۔ "او۔کے مینجر، مشین بند کر دو۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور مینجر نے مشین کے بٹن آف کر دیئے۔

●

بنکاک کے مشرقی حصّے میں ایک چھوٹے سے خوبصورت مکان کے اندر ایک کمرے میں بیٹھے ہُوئے مناسب قد و قامت کے آدمی نے سامنے رکھی ہُوئی ٹرانسمیٹر مشین کا بٹن بند کر دیا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر اپنے بائیں سمت رکھی ہُوئی ایک اور مشین کی جانب متوجہ ہو گیا۔

یہ مشین اسی قسم کی تھی جیسی ڈائمنڈز اسٹورز کے مینجر کی ٹیبل پر موجود تھی۔ مشین کے نچلے حصّے میں ہاتھ ڈال کر مینجر نے دو تصویریں نکال لیں۔ یہ شاید پولورائیٹ کیمرے کی تصویریں تھیں۔

مینجر نے انھیں اُٹھا کر ہوا میں دو تین بار لہرایا اور پھر اپنے سامنے رکھ لیا۔ ہیرے کی تصویریں تھیں جو گرےبچر نے مینجر کو دکھایا تھا۔

وہ شخص تصویریں دیکھتا رہا اور پھر دونوں تصویریں ایک لفافے میں رکھ کر اُس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیں پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔

وہ اس کمرے ہی سے نکل آیا اور چند لمحات کے بعد، ایک کار میں بیٹھا کہیں جا رہا تھا۔ کار وہ خود ڈرائیو نہیں کر رہا تھا بلکہ ڈرائیور جو باقاعدہ وردی میں ملبوس تھا اُس کار کو چلا رہا تھا۔

پیچھے بیٹھا ہُوا شخص خاموشی سے آنکھیں بند کیے کچھ سوچتا رہا اور کار دوڑتی رہی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد کار بنکاک کی ایک

نواحی بستی میں داخل ہوگئی یہاں ایک بڑی کیمپنگ نظر آرہی تھی۔

کیمپنگ کے دوسرے سرے پر ایک عمارت بنی ہوئی تھی، آوارہ گردوں کے ہجوم کے ہجوم یہاں موجود تھے۔ حسب معمول ہری کرشنا ہرے ادم کا دور چل رہا تھا۔ چرس کے دھوئیں کے مرغولے مکراتے ہوئے بلند ہوتے اور فضا میں تحلیل ہو جاتے۔ کھلے آسمان کے نیچے اور چھوٹے چھوٹے خیموں کے اندر آوارہ گرد اپنی دُنیا میں مست تھے۔

کار اس عمارت کے پاس پہنچ کر رُک گئی اور درمیانے قد و قامت کا شخص کار سے باہر نکل آیا تھوڑی دیر کے بعد وہ اس عمارت کے ایک بڑے ہال میں تھا۔

وسیع و عریض ہال میں ایک میز بچھی ہوئی تھی جس کے پیچھے ایک آرام کرسی پر انتہائی بھدّے بدن --- اور مکروہ خدوخال والا ایک مقامی شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے آنے والے کو دیکھ رہا تھا۔

آنے والا اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے گاؤتھ۔ تم کیسے یہاں آئے؟" میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے باریک سی آواز میں سوال کیا۔

"مسٹر گریتھاؤ۔ یہ دو تصویریں لایا ہوں آپ کے پاس۔" آنے والے نے جیب میں رکھی ہوئی تصویریں نکال کر پستہ قامت بھدّے شخص کے سامنے رکھ دیں اور وہ جھک کر تصویریں دیکھنے لگا پھر اُس کی پیشانی پر لاتعداد سلوٹیں پڑ گئیں۔

"کیا کروں میں ان تصویروں کو دیکھ کر؟"

"ایک شخص یہ ہیرے لے کر آیا ہے، اس کو میں نے دو گھنٹے کا وقت دیا ہے۔ دو گھنٹے کے بعد وہ مجھے فون کرے گا اور ان ہیروں کا سودا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"اوہ۔" پستہ قامت ایک بار پھر ہیرے کی تصویروں پر جھک گیا پھر اُس کے چہرے پر ایک دم چونکنے کے آثار نظر آئے اور اُس نے گاؤتھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کتنی تعداد ہے ان ہیروں کی؟"

"نوّے کے قریب بتاتا ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ اوہ اس کا مقصد ہے۔ اس کا مقصد ہے مگر ہیرے۔ ہیرے تو بہت شاندار معلوم ہوتے ہیں۔ بیٹھ جاؤ گاؤتھ بیٹھ جاؤ۔ اچانک ہمارے سامنے ایک عجیب صورتِ حال آگئی ہے۔"

"کیا بات ہے مسٹر گریتھاؤ؟"

"ہیرے بہت قیمتی ہیں، بہت ہی قیمتی، انھیں خریدا جا سکتا ہے اور ان سے اچھی خاصی رقومات کمائی جا سکتی ہیں لیکن ایک مسئلہ بھی ہمارے سامنے ہے۔"

"وہ کیا۔ آخر بتائیے تو سہی؟" گاؤتھ نے بے چینی سے سوال کیا۔

"زندگی میں پہلی بار۔ بالکل پہلی بار بادشاہ خان کی طرف سے ہماری طرف مفاہمت کا ہاتھ بڑھایا گیا ہے۔ بادشاہ خان کا گروہ تم جانتے ہو ان علاقوں میں خاصا طاقت وَر اور مضبوط گروہ ہے اور ہماری اکثر اُس سے جھڑپیں ہوتی رہی ہیں۔ بادشاہ خان نے خود مجھ سے رابطہ قائم کیا ہے اور مجھے ایک اطلاع دی ہے۔"

"کیسی اطلاع؟" گاؤتھ نے پوچھا۔

"اُس نے کہا ہے کہ کسی نے اس کا باہر سے آیا ہوا مال اُڑا لیا ہے۔ افریقہ سے آئے ہوئے ہیرے جن کی تعداد نوّے ہے۔ ائرپورٹ سے غائب کر لیے گئے ہیں اور اب ممکن ہے کہ ان ہیروں کو بنکاک ہی میں فروخت کرنے کی کوشش کی جائے۔ بادشاہ خان نے کہا ہے کہ اگر ہیرے ڈائمنڈز اسٹور میں فروخت ہونے کے لیے آتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم بادشاہ خان کو اس بارے میں اطلاع دیں۔ بادشاہ خان نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کا معاوضہ طلب کر سکتے ہیں یا پھر اگر گریتھاؤ یہ چاہتا ہے کہ گاؤچی گروہ کو بادشاہ خان کے گروہ کی حمایت حاصل ہو جائے تو اس وقت اس کا بہترین موقع ہے۔ بادشاہ خان کا کہنا ہے کہ ہم لوگ متعدد معاملات پر سمجھوتہ کر لیں گے۔ مثلاً ہمارے درمیان اختلافات اس انداز میں ختم ہو جائیں گے کہ ہم منشیات کی تجارت کریں اور دوسرے معاملات کو بادشاہ خان دیکھے۔ اس طرح دونوں گروہوں کے کاروبار الگ الگ ہو جائیں گے جس کے پاس جو اسٹاک ہے وہ دوسرا خرید لے گا اور یوں بنکاک میں دو طاقتور گروہ سرگرمِ عمل رہیں گے اور کسی تیسرے کی گنجائش نہیں ہوگی یہ ہے صورتِ حال۔ ہیروں کی تصویریں دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ ہیرے ہمیں لاکھوں ڈالر کا منافع دے سکتے ہیں لیکن دوسری طرف یہ مسئلہ بھی سامنے ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی بہتر فیصلہ کر لیا جائے۔ کیا خیال ہے؟"

"بات تو بہت ہی مناسب ہے مسٹر گریتھاؤ گاؤچی، اگر بادشاہ خان کے گروہ سے سمجھوتہ ہو جاتا ہے تو ہم زیادہ دل جمعی

سے آزاد رہ کر کام کر سکیں گے۔ درحقیقت ہمارا اصل کام تو منشیات کی تجارت ہی ہے، اسمگلنگ کا دوسرا مال تو ہمارے ہاتھ بہت کم لگتا ہے، بادشاہ خان ویسے بھی اس پر قبضہ جما لیتا ہے اور ہماری آپس کی چپقلش دوسرے لوگوں کو اپنا کام دکھا جانے کا موقع دیتی ہے، میرا تو خیال یہی ہے مسٹر گریتھاؤ کہ گاؤچی گروہ کو بادشاہ خان سے سمجھوتہ کر لینا چاہیے۔ اس میں ہمارا طویل مفاد وابستہ ہے۔ یہ ہیرے بے شک ہمیں بہت منافع دے سکتے ہیں لیکن ڈائمنڈز اسٹور احمقوں کا ادارہ نہیں ہے۔ ہم اس کے ذریعے اتنی دولت بعد میں بھی کما سکتے ہیں لیکن اگر بادشاہ خاں سے یہ بات ہو جائے تو بہت اچھی بات ہوگی۔"

"ہوں۔" گریتھاؤ گاؤچی سوچنے لگا پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "پچھلے دنوں سے میں محسوس کر رہا ہوں کہ ایک اور مضبوط گروہ اپنے ہاتھ پاؤں گاڑتا جا رہا ہے۔ کیمپ نمبر بائیس تیئیس اور چوبیس میں ہماری سپلائی بہت متاثر ہوئی ہے اور ہمارے آدمیوں کا کہنا ہے کہ اس کیمپ میں دوسرے ذرائع سے مال آرہا ہے اور خاصا سستا بیچا جاتا ہے اس سلسلے میں کچھ جھڑپیں بھی ہوئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں ان چھوٹے چھوٹے گروہوں کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ یا تو ان کے آدمی ہم میں شامل ہو کر کاروبار کریں یا پھر ان کا وجود ہی باقی نہ رہے، اس سلسلے میں بادشاہ خان بھی ہماری مدد کر سکتا ہے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے چیف، کیا بادشاہ خان سے بات کی جائے اس موضوع پر؟" گاؤتھ نے سوال کیا۔

"میں اپنے خاص لوگوں سے اور معلومات حاصل کر لوں اس کے بعد تمھیں آخری جواب دے سکوں گا۔"

"لیکن اس کے لیے ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" گاؤتھ نے کہا۔

"کوئی بات نہیں، میں ابھی چند منٹوں میں ان لوگوں کو یہیں اکٹھا کیے لیتا ہوں۔" گریتھاؤ گاؤچی نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر ایک اور مشین کے پاس پہنچ کر اُس نے ایک بٹن دبایا اور مشین میں سُرخ ڈائل روشن ہو گیا۔ تب گریتھاؤ گاؤچی نے کہا۔

"میں تمام سربراہان کو پندرہ منٹ کے اندر اندر اپنے پاس دیکھنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں کچھ بھی کیا جائے لیکن پندرہ منٹ سے زیادہ وقت نہیں دیا جا سکتا۔"

●

پندرہ منٹ کے اندر اندر تقریباً سات افراد وہاں پہنچ گئے۔ انھی میں اینڈرا گاؤچی بھی تھی، وہی خطرناک عورت جو شیران کے پیچھے پڑ گئی تھی۔

گریتھاؤ نے وقت ضائع کیے بغیر یہ مسئلہ اُن کے سامنے رکھ دیا۔ ان میں سے چھ آدمیوں نے گریتھاؤ سے اتفاق کیا تھا، صرف ایک آدمی اس کا مخالف نکلا تھا۔ اس نے یہ کہا تھا کہ ہم بادشاہ خان سے الگ رہ کر بھی تو اپنا کام کر ہی رہے ہیں۔ بہرطور اُسے قائل کیا جانے لگا اور وہ خاموش ہو گیا۔ فیصلہ یہی ہوا کہ بادشاہ خان کی اس پیش کش کو قبول کر لیا جائے اور بادشاہ خان سے گفتگو کی جائے۔ چنانچہ گریتھاؤ نے سب کے مشورے کے بعد ٹیلی فون اپنے پاس منگوایا اور اس پر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا تھا اور گریتھاؤ گاؤچی اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"میں بادشاہ خاں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کون بادشاہ خاں، ہم کسی بادشاہ خاں کو نہیں جانتے۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"میں گریتھاؤ گاؤچی ہوں اور بادشاہ خاں کی پیش کش کے جواب میں ٹیلی فون کر رہا ہوں۔ میرا خیال ہے اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ بادشاہ خاں کون ہے؟"

"جی ہاں مسٹر گاؤچی ہم سمجھ گئے ہیں، ابھی دس سیکنڈ کے بعد آپ کو اس سلسلے میں جواب دیا جائے گا، براہِ کرم ہولڈ کریں" دوسری طرف سے کہا گیا اور گاؤچی نے مسکرا کر گردن ہلائی پھر اُس نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ لیا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔

"مسٹر گاؤچی۔۔۔ آپ وَن ٹو تھری فور پر بات کر سکتے ہیں۔ یہ ہماری فری کوئنسی ہے۔ وَن ٹو تھری فور براہِ کرم نوٹ کر لیں۔ کیا آپ کے پاس ٹرانسمیشن مشین موجود ہے؟"

"جی ہاں۔" گریتھاؤ گاؤچی نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔

چند ساعت کے بعد وہ اپنی ٹرانسمیشن مشین کے بٹن آن کر رہا تھا جو اس سے کچھ ہی فاصلے پر ایک ٹیبل پر رکھی ہوئی تھی۔

گریتھاؤ نے چند ساعت کوشش کرنے کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم کر لیا۔ وَن ٹو تھری فور فری کوئنسی کا کنکشن مل گیا تھا اور چند لمحات کے بعد بادشاہ خاں کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو گریتھاڈ گاڈچی۔ بادشاہ خاں بول رہا ہے۔ کیسے مزاج ہیں تمھارے گریتھاڈ گاڈچی؟" بادشاہ خاں نے پوچھا۔

"ٹھیک ہُوں بادشاہ خاں، بالکل ٹھیک۔" گاڈچی نے جواب دیا۔

"کیسے زحمت کی؟ میں تمھاری آواز سُن کر بہت خوش ہُوا ہوں۔"

"شکریہ بادشاہ خاں، تمھاری طرف سے دوستی کی پیش کش کی گئی تھی اور گریتھاڈ گاڈچی دوستی کی دل سے قدر کرتا ہے اور دوست بنانے کا خواہش مند بھی ہے۔"

"بہت خوب۔ یہ بڑی پُرمسرت بات ہے۔ ورنہ آج تک دونوں گروہ ایک دوسرے کے ہاتھوں نقصانات ہی اُٹھاتے رہے ہیں۔"

"یقیناً، مجھے اس بات کا پورا پورا احساس ہے بادشاہ خاں۔"

"تو پھر کیا سوچا ہے تم نے؟"

"یہی کہ بادشاہ خاں کے گروہ سے مکمل طور پر مفاہمت کی جائے۔"

"مگر ہر کام کے لیے کچھ تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ میں نے ایک مشروط پیش کش کی تھی۔ بات دراصل یہ نہیں ہے کہ میرے نوّے ہیرے چوری ہو گئے ہیں بلکہ بات صرف یہ ہے کہ چور کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ اگر ایسے لوگ بادشاہ خاں یا گریتھاڈ سے فراڈ کر کے بھاگتے رہے تو تھوڑے دنوں کے بعد گروہ کی ساکھ ختم ہو جائے گی۔ میں صرف اپنی ساکھ کے لیے چور کو پکڑنا چاہتا ہوں۔"

"یقیناً بادشاہ خاں ... مجھے علم ہے کہ بادشاہ خاں کیا ہے۔"

"اب میں تمھارا شکریہ ادا کروں گا دوست، کیا تم مجھ سے مکمل طور پر مفاہمت کے لیے آمادہ ہو؟"

"یقیناً بادشاہ خاں اور خوش قسمتی نے مجھے ایسا موقع مہیا کر دیا ہے کہ میں تمھاری دوستی اور ہمدردی حاصل کر سکوں۔" گاڈچی نے کہا۔

"کیا مطلب؟" بادشاہ خاں نے چونک کر پوچھا۔

"مطلب یہ کہ وہ نوّے ہیرے فروخت ہونے کے لیے ڈائمنڈز اسٹور آ رہے ہیں۔"

"اوہ واقعی... کیا واقعی؟" بادشاہ خاں کی آواز میں مسرّت پنہاں تھی۔

"ہاں بادشاہ خاں! اسی لیے میں تم سے گفتگو کی جرأت کر سکا ہوں۔ ہیرے نہایت سستے داموں فروخت ہو رہے ہیں اور درحقیقت ایسے ہیرے ہیں جنھیں فروخت کر کے ہم لاکھوں ڈالر کما سکتے ہیں لیکن ہم یہ تمام رقم خرچ کر کے بادشاہ خاں کی دوستی خریدنے کے خواہش مند ہیں۔"

"بادشاہ خاں تمھیں کروڑوں ڈالرز کا منافع دے گا۔ تم فکرمند کیوں ہو۔ مجھے بتاؤ کون لوگ ہیں وہ، کیا کسی گروہ کے افراد یا کچھ اجنبی چہرے؟"

"قطعی اجنبی ہیں۔ ایک شخص نے میری فرم کے منیجر سے رابطہ قائم کیا ہے۔ ایک ہی ہیرا وہ اپنے ساتھ لایا تھا جس کی تصویر حاصل کر لی گئی ہے۔ اس شخص نے اپنا نام نہیں بتایا۔ بس ایک اجنبی حیثیت سے ہمارے پاس پہنچا تھا۔ دو گھنٹے کے بعد وہ ٹیلی فون پر ہم سے رابطہ قائم کرے گا اور اس کے بعد ہم اُسے اپنے فیصلے سے آگاہ کریں گے۔"

"تمھارا فیصلہ کیا ہو گا گریتھاڈ؟"

"اب جو بھی فیصلہ ہو گا وہ ہمارا نہیں آپ کا ہو گا بادشاہ خاں۔" گریتھاڈ نے جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ۔ میں تم سے براہِ راست ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس کے لیے جو بھی جگہ منتخب کی جائے لیکن اس دو گھنٹے کے مسئلے کا کیا تصفیہ کیا جائے بادشاہ خاں؟" گریتھاڈ نے نرم لہجے میں پوچھا اور دوسری جانب چند لمحات کے لیے خاموشی طاری ہو گئی، پھر بادشاہ خاں نے کہا۔

"ان لوگوں سے سودا کر لیا جائے، اُنھیں مناسب ایڈوانس ادا کر دیا جائے جو میرے ذمّے ہو گا اور اس کے بعد یہ بات طے کر لی جائے کہ فلاں جگہ ہیرے حاصل کرنے کے بعد رقم دے دی جائے گی۔ میرا مطلب ہے وہی طریقہ جو اس سے قبل ایسی خرید و فروخت کے سلسلے میں ہوتا رہا ہے، اس میں کوئی تبدیلی مناسب نہیں ہے تاکہ مخالفوں کو شبہہ نہ ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے بادشاہ خاں۔ جگہ کون سی منتخب کی جائے؟" گریتھاڈ گاڈچی نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے ساؤتھ ڈیل کا علاقہ اس سلسلے میں بہتر ہے۔ ساؤتھ ڈیل کی وہ چٹان جو عقاب کے سر سے مشابہ ہے نشان کے طور پر استعمال کی جا سکتی ہے، سمندر کے کنارے ہم ہیرے اور رقم آپس میں تبدیل کر سکتے ہیں، کیا خیال ہے؟"

"نہایت مناسب لیکن اگر اُن لوگوں نے اس میں کوئی ترمیم کی تو میں آپ کو اطلاع دوں گا۔"

"یقیناً میں انتظار کروں گا۔ ویسے ہماری ملاقات بھی جلد ہی ہونی چاہیے تاکہ دوسرے معاملات بھی طے کر لیے جائیں۔"

"میرا خیال ہے بادشاہ خاں، پہلے میں آپ کی خدمت میں یہ ہیرے پیش کر دوں اس کے بعد میں ملاقات کے لیے مناسب جگہ کا تعین کر لوں گا۔ ویسے میں خود بھی آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہُوں۔" گریتھاڈ نے کہا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، اگر تم تعاون پر آمادہ ہو تو بادشاہ خاں بھی بات کا دھنی ہے جو کہہ دیتا ہے وہ پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔"

"شکریہ بادشاہ خاں۔" گریتھاڈ گاڈچی نے کہا... اور پھر سلسلہ منقطع ہونے کے بعد اُس نے خود بھی ٹرانسمیشن کا سلسلہ آف کر دیا۔ وہ سب مسرور نظر آ رہے تھے۔ بادشاہ خاں کے گروہ سے مفاہمت کا تصوّر اُن کے لیے خاصا دلکش تھا۔ ورنہ دوسری صورت میں ہمیشہ جان پر بنی رہتی تھی۔ جگہ جگہ ہنگامے ہوتے تھے۔ گولیاں چلتی تھیں اور اُن میں سے دو چار لُڑھک جایا کرتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد گریتھاڈ گاڈچی نے ان لوگوں کو منتشر ہونے کے لیے کہا۔ گاڈنھ کو اُس نے ضروری ہدایات دے دی تھیں اور گاڈتھ یہ ہدایات لے کر وہاں سے چل پڑا تھا۔

ٹھیک دو گھنٹے کے بعد گرتیچر نے ایک بار پھر ڈائمنڈز اسٹور ٹیلی فون کیا۔ مینجر کو اس سلسلے میں ہدایات مل چکی تھیں۔ اُس نے چہکتے ہُوئے لہجے میں کہا۔

"مسٹر ایکس وائی زیڈ، ہم نے اپنے طور پر تمام بات چیت مکمل کر لی ہے۔ آپ رقم بتائیے، مجھے یہ ہدایات مل چکی ہیں کہ اگر رقم ہماری رینج کے اندر اندر ہو تو ہیروں کی خرید کی بات کر لی جائے۔"

"ہم رقم کا تعین کر چکے ہیں اور نہایت مناسب داموں پر تمھیں یہ ہیرے فروخت کرنا چاہتے ہیں۔" گرتیچر نے کہا۔

"قیمت بتائی جائے؟"

"دو کروڑ ڈالر۔ بڑے نوٹوں کی شکل میں۔" گرتیچر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہمیں منظور ہے۔ یہ رقم ہماری رینج کے اندر اندر ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تمام ہیرے اصلی ہونے چاہئیں اور ان میں کوئی فریب نہ ہو۔"

"ہم آیندہ بھی تم لوگوں سے کاروبار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں چنانچہ اس قسم کی کوئی بات نہیں ہو گی، ہیرے تمام اصلی ہوں گے اور اگر وہ اصلی نہ ہوں تو تم اس سلسلے میں جس طرح چاہو اطمینان کر سکتے ہو۔ میرا مطلب ہے کہ جو ہیرا تمھیں دکھایا گیا تھا بقیہ ہیرے اس سے ذرا بھی مختلف نہیں ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے، تو پھر یہ سودا ہمارے درمیان طے اور مسٹر آپ یہ رقم ہم سے وصول کر کے ہیرے ہمارے حوالے کر دیں۔ لیکن اس کے لیے سارا پروگرام آپ کو طے کرنا ہو گا۔"

"ہیرے ہمارے پاس موجود ہیں، کہیں سے منگوانے نہیں ہیں۔ تم بتاؤ کہ انھیں کہاں تمھارے حوالے کیا جائے؟"

"میرا خیال ہے کہ ساؤتھ ڈیل نامی جگہ نہایت مناسب رہے گی۔ وہاں سمندر کے کنارے ایک چٹان عقاب کی شکل میں تراشی ہُوئی ہے۔ ہرچند کہ یہ پانی کی تراشش ہے مگر دُور سے دیکھنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ کسی پہاڑی ٹیلے پر بہت بڑا عقاب بیٹھا ہُوا ہو۔ اس عقاب کے دامن میں ہم لوگ رقم لے کر پہنچ جائیں گے۔ تم یہ بتاؤ کہ وہاں پہنچنے والوں کی تعداد کتنی ہو گی جو ہیرے لے کر جائیں گے؟" مینجر نے سوال کیا۔

"صرف دو افراد لیکن اگر تمھاری طرف سے کوئی بے ایمانی ہُوئی تو پھر وہاں سینکڑوں افراد حملہ آور ہو سکتے ہیں۔" گرتیچر نے کہا۔

"نہیں ہو گی۔ اگر ایسا ہو تو یقیناً تمھارا جو دل چاہے کرنا۔" مینجر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پروگرام طے، ہم ہیرے لے کر پہنچ جائیں اور تم رقم لے کر۔"

"او کے۔ میں اس سودے کے طے ہو جانے کی مبارک باد پیش کرتا ہُوں تمھیں لیکن میرا کمیشن مت بھُولنا۔" مینجر نے کہا اور گرتیچر نے ہنس کر فون بند کر دیا۔

شیران اُس کے نزدیک ہی بیٹھا ہُوا تھا اور بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔ گرتیچر نے فون بند کرنے کے بعد اُس کی طرف دیکھا اُس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"چیف کیا آپ اس گفتگو سے مطمئن ہیں؟"

"ہاں یقیناً۔ کیوں اس میں کیا خرابی ہے؟" شیران نے سوال کیا اور گرتیچر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

"خرابی تو کوئی نہیں ہے چیف لیکن ہم دو آدمی ہوں گے وہاں اور اگر ہم کسی حادثے کا شکار ہو گئے تو بڑی مشکلات پیش آئیں

گی۔ ہم دونی کر سکیں گے؟

شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ گردن ہلا کر بولا۔ "لیکن ہم دو نہیں ہوں گے بلکہ ہماری تعداد زیادہ ہوگی۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر شیران؟"

"میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے۔ بے شک اس سلسلے میں ہمیں چند لوگوں کو داؤ پر لگانا ہوگا لیکن ممکن ہے ڈائمنڈز اسٹور والے کوئی غلط حرکت نہ کریں اور اگر انھوں نے کوئی غلط حرکت کی تو انھیں اس کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔" شیران نے کہا۔

"لیکن پروگرام کیا ہے چیف؟" گرتجر نے سوال کیا اور شیران آہستہ آہستہ اسے اپنا پروگرام بتانے لگا۔ گرتجر پہلے تو اس پروگرام پر غور کرتا رہا پھر اس نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے ساتھ کتنے افراد ہوں گے۔ بہر طور اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار بھی نہیں ہے تو پھر تیاریاں کر لی جائیں اس سلسلے میں؟"

"یقیناً یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" شیران نے جواب دیا۔ دولت حاصل کرنے کے تصور سے وہ خاصا خوش نظر آ رہا تھا۔ اس ماحول میں آنے کے بعد اس کے اندر خاصی تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ فطرت کا وحشی پن تو ابھی نہیں گیا تھا لیکن تھوڑی بہت مصلحت پسندی اس کے مزاج میں شامل ہو گئی تھی اور ذہانت میں تو یقینی طور پر وہ ان پہاڑوں میں بھی بے مثال تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اس وقت وہاں سے نہ نکل پاتا۔ جب چاروں طرف سے انسان چیونٹیوں کی طرح اس کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے اور ہر اس جگہ اسے تلاش کیا جا رہا تھا جہاں کسی انسان کی موجودگی کے امکانات ہو سکتے تھے۔ یہ اس وقت کا شیران تھا۔ موجودہ شیران تو اس وقت سے کہیں زیادہ ذہین، زیرک، سفاک اور چالاک بن چکا تھا۔ اس کی جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ذہنی صلاحیتیں بھی بیدار ہو گئی تھیں۔ مارلینو نے اسے بہت کچھ سکھا دیا تھا۔ اتنا کچھ کہ ممکن تھا کہ یہ سب کچھ کبھی خود مارلینو کے لیے بھی خطرناک ثابت ہو جاتا۔ بہر طور اب تو شیران، شیران بن چکا تھا۔ مارلینو کا نائب۔

رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب۔۔۔۔ سفید رنگ کی بڑی سی وین جس پر ایک دودھ فروخت کرنے والی کمپنی کا مونوگرام بنا ہوا تھا، ساؤتھ ڈیل کے ساحل کے قریب پہنچ گئی۔ وین خاصی بلند تھی اور اس پر اب بھی دودھ کی بوتلوں کے کریٹ پڑے ہوئے تھے اور ڈرائیونگ سیٹ پر صرف دو آدمی تھے جو مستعد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک خاصا طویل القامت اور عمدہ تن و توش کا مالک اور دوسرا درمیانی جسامت کا ایک پھرتیلا سا نوجوان تھا۔ دونوں ساؤتھ ڈیل کی اس چٹان کے پاس پہنچ کر رک گئے جو عقاب کی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ قرب و جوار میں مکمل تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان بھی ابر آلود تھا۔ تارے تک نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس تاریکی میں وہ دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قرب و جوار کے ماحول کو دیکھتے رہے چاروں طرف خاموشی طاری تھی۔ جگہ جگہ ابھری ہوئی چٹانیں یوں لگتی تھیں جیسے کچھ انسان وہاں چھپے ہوئے بیٹھے ہوں، وہ دونوں ادھر ادھر دیکھتے رہے پھر ان میں سے ایک نے چمک دار ڈائل والی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"وقت تو ہو چکا ہے لیکن ان لوگوں کا کہیں پتہ نہیں چل رہا"

"ہاں ممکن ہے وہ پہنچنے والے ہوں۔" دوسرے شخص نے کہا اور دور انھیں کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ پہلا شخص خود بخود بول اٹھا۔

"وہ آ رہے ہیں۔" دوسرا خاموش رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سیاہ رنگ کی پرانی طرز کی کار وہاں پہنچ گئی۔ وہ اس وین سے تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر رک گئی اور اس کار سے چار افراد نیچے اتر آئے۔ پتہ نہیں وہ مسلح تھے یا نہیں بہر طور ان میں سے تین اسی جگہ کھڑے رہے اور ایک آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ یہ دونوں بھی وین سے نیچے اتر آئے تھے آگے آنے والے نے ٹارچ کی روشنی ان دونوں پر ڈالی اور پھر وین کو دیکھنے لگا پھر اس نے ٹارچ بند کر کے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور بھاری آواز میں بولا۔ "مسٹر ایکس۔ وائی۔ زیڈ؟"

"ہاں۔ میں موجود ہوں۔" وین والوں میں سے ایک شخص آگے بڑھ آیا۔

"میں گاڈتھ ہوں۔ وہ جس نے تم سے ٹرانسمیٹر پر بات کی تھی۔" اس نے کہا۔

"میں تمھاری آواز پہچان رہا ہوں۔" وین سے اترنے والے نے جواب دیا۔

"شکریہ مسٹر ایکس۔ وائی۔ زیڈ۔ آپ کوئی بھی ہوں، میں آپ سے اس سودے کے علاوہ بھی کچھ بات کرنا چاہتا ہوں"

"فرمائیے۔" اس نے جواب دیا جسے ایکس۔ وائی۔ زیڈ کے نام سے مخاطب کیا گیا تھا۔

"کیا آپ لوگوں کا کوئی باقاعدہ گروہ ہے، اگر ہے تو ہم آپ

سے آئندہ کے لیے بھی معاملات کرنا چاہتے ہیں، ہماری خواہش ہے کہ اگر آپ کہیں سے ہیرے حاصل کر سکیں یا ان ہیروں کے علاوہ مزید کچھ مال موجود ہو تو آپ پہلے ڈائمنڈز اسٹور سے رابطہ قائم کریں۔ آپ نے دیکھا کہ ہم نے آپ کی بتائی ہوئی رقم میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ اسے آپ کی مرضی کے مطابق ہی منظور کر لیا حالانکہ ان ہیروں کو حاصل کرنے کے بعد ان کی فروخت جتنا مشکل کام ہوتا ہے اگر آپ اس لائن میں پہلے سے ہیں تو آپ کو اندازہ ہوگا لیکن ڈائمنڈز اسٹور کوئی معمولی حیثیت کا ادارہ نہیں ہے، ہم انھیں فروخت بھی کر لیں گے البتہ آپ کے لیے انھیں فروخت کرنے میں مشکل ہوگی چنانچہ اس بار ہم نے آپ کی پسند کے مطابق آپ کی رقم منظور کر لی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آئندہ بھی آپ ہم سے کاروبار کرتے رہیں۔"

"یقیناً مسٹر گاڈتھ۔ اگر ہمارے درمیان ایماندارانہ سودا ہو جاتا ہے تو پھر یہ کاروبار جاری رہے گا۔" وین والے نے جواب دیا۔ اس دوران میں اس کے دوسرے ساتھی کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکتی رہی تھیں۔ وہ بہت محتاط نظر آ رہا تھا پھر گاڈتھ نے پوچھا۔

"ہیرے کہاں ہیں؟"

"موجود ہیں میرے پاس، رقم کہاں ہے؟" وین والے نے سوال کیا۔

"رقم بھی موجود ہے۔" گاڈتھ نے ہاتھ پیچھے کر کے اشارہ کیا اور ایک بڑا سوٹ کیس سامنے لا کر رکھ دیا گیا۔ گاڈتھ نے جھک کر سوٹ کیس کھول دیا تھا۔ اس میں اوپر تک نوٹوں کی گڈیاں چنی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ گاڈتھ نے سوٹ کیس کھولنے کے بعد بڑی ٹارچ کی روشنی نوٹوں پر ڈالی اور پھر سوٹ کیس کا ڈھکن پاؤں کی ٹھوکر سے بند کر دیا۔ "یہ رقم ہے اس کو دیکھنے کے بعد تم پر بھی یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ ہیرے دکھاؤ؟" وہ بولا اور وین والے نے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ تھیلی نکال لی جس میں ہیرے رکھے ہوئے تھے اس نے تھیلی کا منہ کھولا اور گاڈتھ کے سامنے کر دیا۔ گاڈتھ نے ٹارچ کی روشنی ہی میں تھیلی میں پڑے ہوئے ہیرے دیکھے اور پھر اپنا ایک ہاتھ تھیلی کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ ہیرے میرے ہاتھ میں دو اور سوٹ کیس اپنی طرف سرکا لو۔"

"شکریہ مسٹر گاڈتھ۔ سوٹ کیس کا لاک بند کر دیا جائے۔" وین والے نے کہا اور گاڈتھ نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اس دوران باقی لوگ پوری طرح مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ ہر لمحہ سنسنی خیز تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کچھ نہ کچھ ہوگا ضرور اور یہ احساس غلط نہیں تھا۔ جونہی گاڈتھ نے تھیلی ہاتھ میں پکڑی دفعتاً عقب سے دو آدمی دوڑتے ہوئے ان لوگوں کے قریب پہنچ گئے اور جب وین سے اترنے والوں کا رخ بدلا تو سوٹ کیس بھی سامنے سے کھینچ لیا لیکن وین سے اترنے والے دونوں آدمی بہت ہی چالاک اور پھرتیلے تھے۔ انھوں نے زمین پر قلابازی کھائی اور عقب سے آنے والے دونوں آدمیوں کو اپنے پیروں پر سنبھال کر پیچھے اچھال دیا۔ دو فائر ہوئے اور وین سے اترنے والوں کی جگہ وہ دونوں آدمی ان فائروں کا شکار ہو گئے جو عقب سے آئے تھے۔ یہ دونوں چٹانوں کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے اور جب وین یہاں آ کر کھڑی ہوئی اور اس میں بیٹھے ہوئے دونوں آدمی نیچے اتر آئے تو یہ دونوں آہستہ آہستہ کھسکتے ہوئے خالی وین کے قریب پہنچ گئے تھے پھر انھوں نے خالی وین میں اندر جھانکا اور پوری طرح یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ وین میں کوئی نہیں ہے وہ وین کے نیچے گھس گئے۔۔۔۔ جس وقت ہیروں کی تھیلی گاڈتھ کے حوالے کر دی گئی تھی تو انھوں نے عقب سے دوڑ کر ان لوگوں پر چھلانگ لگانے کی کوشش کی تھی لیکن وین والے بچ گئے تھے البتہ تھیلی گاڈتھ کے پاس جا چکی تھی۔ وین والوں نے نیچے گرتے ہی پھرتی سے پستول نکالے اور قرب و جوار میں کھڑے ہوئے لوگوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ افراتفری مچ گئی تھی۔ سب کے سب چٹانوں کی آڑ میں پناہ لینے دوڑے تھے سوٹ کیس وہیں پڑا رہ گیا تھا اور ہیروں کی تھیلی گاڈتھ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ پتہ نہیں وین والوں کی یہ کوشش کسی طور کارگر ہوئی یا نہیں بہر صورت چند ہی لمحات کے بعد گاڈتھ اور اس کے ساتھیوں نے چٹانوں میں پوزیشن لے کر ان پر جوابی فائرنگ شروع کر دی تھی۔ وین والے پیچھے کھسکنے لگے۔ وہ وین کی سمت ہی جا رہے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ فائرنگ بھی کرتے جا رہے تھے لیکن وہ کھلی جگہ میں تھے اس لیے انھیں زیادہ خطرہ تھا۔ دفعتاً فضا میں کسی ہیلی کاپٹر کی آواز ابھری اور وین کے نزدیک پہنچنے والوں کی نگاہیں اوپر اٹھ گئیں پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

"جلدی وین کے اندر اوپر کی گن سنبھال لو۔" پھر ان میں سے ایک آدمی نے وین کا اسٹیئرنگ سنبھالا اور دوسرا اچھل کر وین کے عقبی حصے میں پہنچ گیا جہاں سے وہ وین کی چھت پر آیا۔ چھت

پر ڈبل تہ بنی ہوئی تھی۔ اس نے ایک کھڑکی کھولی اور ایک چھوٹی سی گن نکال کر اُوپر کی طرف کردی۔ دوسرے لمحے وہ ہیلی کاپٹر پر فائرنگ کرنے لگا ہیلی کاپٹر جو اسی سمت آرہا تھا دفعتاً رُخ بدلنے پر مجبور ہوگیا۔ اُس نے ایک لمبا چکر لیا۔ اس دوران میں وین اسٹارٹ ہوکر چل پڑی تھی۔ عقب سے گاڈتھ اور اُس کے ساتھی وین پر فائرنگ کر رہے تھے لیکن آن کی آن میں وین اُن کی رینج سے دُور ہوگئی تھی۔ ہیلی کاپٹر والے بھی انتہائی کوشش کر رہے تھے کہ وین کے قریب آکر اُس پر فائرنگ کریں لیکن نیچے سے ہونے والی فائرنگ اُنھیں موقع نہیں دے رہی تھی۔ ایک بار ہیلی کاپٹر نیچے آیا اور اُس نے اندھا دُھند مشین گن سے فائرنگ شروع کردی۔ وین بال بال بچی تھی لیکن اس بہادری کا نتیجہ ہیلی کاپٹر والوں کو بُری طرح بھگتنا پڑا۔ وین سے ہونے والی فائرنگ نے ہیلی کاپٹر کو مجروح کردیا تھا اُس سے دُھوئیں کی لکیر اُبل پڑی اور پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو انتہائی مہارت سے چکر دے کر نیچے لانے کی کوشش کی۔ وہ اُسے زمین پر اُتارنا چاہتا تھا لیکن کنٹرول نہ رکھ سکا۔ دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر ایک چٹان سے ٹکرایا اور فضا میں آگ کے بادل پھیل گئے۔ گاڈتھ اور اس کے ساتھی ہکا بکا رہ گئے تھے۔ وہ مُنہ پھاڑے تباہ شدہ ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہے تھے جو دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ وین دُور جا

چکی تھی وہ اتنی برق رفتاری سے سڑک پر جا پہنچی تھی کہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اور آن کی آن میں وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ اس دوران میں جب گاڈتھ اور اُس کے ساتھی وین اور جلتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی جانب متوجہ تھے تو ایک اور ڈراما ہو رہا تھا وہ دو سائے اس چٹان کے عقب سے نکلے تھے جو عقاب کی شکل کی تھی وہ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے اور اتنے پھرتیلے تھے کہ بیان سے باہر، وہ زمین سے چپکے چپکے تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے اور اُن کا رُخ سُوٹ کیس کی جانب تھا پھر سُوٹ کیس کے قریب پہنچ کر اُنھوں نے اتنی مہارت سے اس کو کھینچنا شروع کیا کہ ہلکی سی سرسراہٹ بھی پیدا نہ ہو سکی۔ اگر سرسراہٹ پیدا ہوتی بھی تو اس طرف کوئی متوجہ نہ ہوتا کیونکہ دوسری طرف ایک حشر برپا تھا۔ وہ سُوٹ کیس کو دھکیلتے ہوئے وہاں سے کافی آگے لے گئے پھر اُنھوں نے سُوٹ کیس کے دونوں سرے پکڑے اور ایک سمت دوڑنے لگے۔ وہ ریت کے ٹیلوں کے دوسری طرف ان گہرائیوں کی جانب جا رہے تھے جن سے گزرنے کے بعد ایک

اور چھوٹی سی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ان دونوں نے سُوٹ کیس کار کی ڈگی میں رکھا اور اطمینان سے اسٹیئرنگ پر پہنچ گئے۔ ایک نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور دوسرا اُس کے برابر بیٹھ گیا کار اسٹارٹ ہوکر تیزی سے چل پڑی تھی۔ اس کار کی آواز بھی نہیں سُنی گئی تھی، گاڈتھ اور اُس کے ساتھیوں کو پتہ بھی نہیں چل سکا کہ سُوٹ کیس کب غائب ہوگیا۔ وہ تو ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہے تھے کیونکہ وین تو اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تھی۔ گاڈتھ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کیا خیال ہے ہم ہیلی کاپٹر کی طرف چلیں۔ میرا خیال ہے کہ اب ان میں سے کسی کے بچنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"مگر اس میں تھا کون؟"

"میں نہیں جانتا لیکن یقینی طور پر وہ بادشاہ خاں کے آدمی ہوں گے۔ اوہ کہیں خود بادشاہ خاں ہی اس میں نہ ہو۔"

"اگر ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ جو کچھ ہو چُکا ہے وہ بہت کافی ہے۔ اگر بادشاہ خاں مر گیا تو ہمیں اتنا نقصان نہیں ہوگا۔ آؤ دیکھیں۔" یہ بات ایک دوسرے آدمی نے کہی تھی اور گاڈتھ نے اس کا بازو پکڑ کر اُسے روک لیا۔

"ابھی ہیلی کاپٹر کے قریب جانا مناسب نہیں ہے ممکن ہے کہ اس میں کوئی اور پھٹنے والا مادّہ ہو۔ خواہ مخواہ زندگی کو خطرے میں ڈالنا بے سُود ہے۔"

"تو پھر کیا یہیں کھڑے رہیں؟"

"نہیں ہمیں یہاں رُکنا نہیں چاہیے۔ ممکن ہے کہیں قریب ہی پولیس موجود ہو اور ہیلی کاپٹر کے دھماکے سے اس طرف متوجہ ہوجائے۔ آؤ واپس چلیں اور ہاں وہ سُوٹ کیس، وہ سُوٹ کیس" گاڈتھ نے کہا اور ادھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا پھر اُس کی ٹارچ روشن ہوگئی اور وہ اس جگہ کو دیکھنے لگے جہاں سُوٹ کیس پڑا ہوا تھا۔ دوسرے لمحے اُن کے مُنہ حیرت سے پھٹے رہ گئے۔

"ارے سُوٹ کیس کہاں گیا؟"

"ایں، وہیں پڑا تھا وہ۔"

"کیا وہ لوگ اُسے لے گئے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اُنھیں تو دوبارہ سُوٹ کیس تک پہنچنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔"

"تو پھر سُوٹ کیس فضا میں پرواز کر گیا؟" گاڈتھ نے غصیلے انداز میں کہا۔

"کیا کہا جاسکتا ہے مسٹر گاڈتھ، آپ خود دیکھ رہے ہیں۔" گاڈ

پریشانی کے انداز میں آگے بڑھا اور ٹارچ کی روشنی ادھر اُدھر ڈالنے لگا۔ سُوٹ کیس کا کہیں نشان نہیں تھا البتہ وہ اس جگہ کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوگیا۔۔۔ جہاں سُوٹ کیس موجود تھا۔ زمین پر سُوٹ کیس کے گھسٹنے کے نشانات نظر آرہے تھے، گاڈتھ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں تھیں وہ ان نشانات کے سہارے آگے بڑھتا رہا اور وہ سب اس کا تعاقب کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سب ریت کے ان ٹیلوں کے پاس پہنچ گئے اور گاڈتھ ٹیلے پر چڑھ کے گہرائی میں دیکھنے لگا پھر اُس نے پریشانی سے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"بہت بڑی چوٹ ہوگئی، بہت بڑی چوٹ ہوگئی لیکن، لیکن ہیرے، ہیرے تو ہمارے پاس موجود ہیں۔" اس نے اندرونی لباس میں تھیلی کو تھپکتے ہوئے کہا۔ گویا اس تصوّر سے اُسے سکون ملا تھا پھر وہ سب وہاں سے واپس پلٹ پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد اسی کار کے پاس پہنچ گئے جس میں بیٹھ کر وہ آئے تھے۔ بقیہ لوگوں کی گاڑی یہاں سے کچھ دُور سمندر کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ اس طرف چل پڑے۔ گاڈتھ نے اُنھیں کچھ ہدایات دے دی تھیں۔ کار میں بیٹھنے کے بعد کار اسٹارٹ ہوئی اور تیزی سے چل پڑی۔ گاڈتھ نے تھوڑی دُور چلنے کے بعد کہا۔

"ہوشیار رہنا۔ ہمیں یہ یقین نہیں کرلینا چاہیے کہ وہ ہمیں بآسانی نکلنے دیں گے۔"

"کیا مطلب۔ کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ اتنی آسانی سے تو ہیرے نہ نکل جانے دیں گے۔"

"مسٹر گاڈتھ کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ ہیرے بھی اصلی ہیں یا نہیں۔ وہ کم بخت جس قدر آسانی سے چوٹ دے کر نکل گئے یہ معمولی بات نہیں ہے۔"

"ویسے میں سوچ رہا ہوں کہ اُن کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ ورنہ سُوٹ کیس خود بخود فرار تو نہیں ہوگیا ہوگا۔" دوسرے آدمی نے کہا اور گاڈتھ پریشانی سے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اُس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آرہی تھی۔ جو ہُوا تھا وہ انتہائی خطرناک تھا اور اس کے لیے گاڈتھ کو جواب دینا پڑے گا۔ ویسے یہ بات بھی اُس کے دل کو دہلانے کے لیے کافی تھی کہ ممکن ہے یہ ہیرے نقلی ہوں۔ اس تصوّر سے اُس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ بار بار اُس کا ہاتھ جیب کی طرف پہنچ جاتا جہاں ہیروں کی تھیلی موجود تھی۔۔ اُس سے نہ رہا گیا تو پھر اس نے جیب سے ہیروں کی تھیلی نکالی اور ہیرے ہتھیلی پر پلٹ کر دیکھنے لگا لیکن کوئی صحیح اندازہ لگانا مشکل تھا۔ اُس نے تھیلی دوبارہ اپنے لباس میں رکھ لی۔ تمام کے تمام لوگ کسی حادثے کے منتظر تھے بالآخر وہ سڑک پر پہنچ گئے اور سیدھے شہر کی جانب چل پڑے۔ اُن کی نگاہیں باریک بینی سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں کہ کہیں اُن کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا ہے۔ وہ فضا میں بھی دیکھ لیتے تھے۔ شاید اس خیال سے کہ کوئی ہیلی کاپٹر تو اُن کے سروں پر پرواز نہیں کر رہا ہے لیکن دُور دُور تک ماحول پر تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔ شہر پہنچنے تک کسی نے اُن کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ بالآخر گاڈتھ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوگیا۔ اُس کا ذہن اب بھی منتشر تھا، کار سے اتر کر وہ اپنے کمرۂ خاص میں پہنچا اور سب سے پہلے اُس نے ہیروں کو تیز روشنی کر کے میز پر اُلٹ دیا۔ ڈائمنڈز اسٹور کے سربراہان میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اُس نے تیز روشنی میں ہیروں کو پرکھا اور دوسرے لمحے خود اُس کی آنکھوں کی روشنی گُم ہونے لگی کیونکہ اُسے ایک لمحے میں اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ سارے کے سارے ہیرے نقلی ہیں اور ان نقلی ہیروں کے عوض جو سُوٹ کیس اُن لوگوں کے ہاتھ میں چلا گیا تھا اُس میں تقریباً پچاس ہزار ڈالر کے اصلی نوٹ تھے۔ یہ تمام نوٹ اُن گڈیوں میں اُوپر نیچے لگے ہوئے تھے اور اتنی مہارت سے لگائے گئے تھے کہ اگر ان میں سے کسی گڈی کو دیکھا جاتا تو سو فی صد یہی محسوس ہوتا کہ یہ سارے کے سارے نوٹ ہیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ چند نوٹ اُوپر لگے ہوئے تھے اور چند نیچے، باقی گڈی کے اندر اسی سائز کے کاغذ تھے لیکن اصلی نوٹوں کی تعداد بھی پچاس ہزار ڈالر تھی اور یہ پچاس ہزار ڈالر مفت میں چلے گئے تھے، اُنھیں یقین تھا کہ وہ سُوٹ کیس بھی اُنھیں نہیں لے جانے دیں گے اس طرح اُن پچاس ہزار ڈالر کا بھی نقصان نہیں ہوگا لیکن گاڈتھ اُن لوگوں کے مقابلے میں گاڈدی بن کر رہ گیا تھا۔ اب یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تھی کہ وہ دونوں آدمی جو وین میں آئے تھے تنہا نہیں تھے کہ جس طرح ان کے آدمی ساؤتھ ڈیل کے علاقے میں موجود تھے اسی طرح اُن لوگوں نے بھی اپنا بندوبست کیا ہُوا تھا اور ان کی بہ نسبت وہ کامیاب رہے تھے۔ گاڈتھ دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عجیب سی سیٹی کی آواز سُنائی دی۔ وہ گہری سانس لے کر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ اسی

بات کا منتظر تھا چند لمحات کے بعد اُس نے اسی ٹرانسمیشن مشین پر رابطہ قائم کیا اور تھوڑی دیر کے بعد گری تھاڈ گاڈچی کی آواز سُنائی دی۔

" ہیلو گاڈتھ۔ پروگرام کے مطابق مجھے یقین تھا کہ تم واپس پہنچ گئے ہوگے۔ میں بے چینی سے تمھاری واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔"

" جنابِ والا۔ ہم سب لوگ واپس آ گئے ہیں۔"

" کیا رپورٹ ہے؟" دوسری طرف سے وہی سوال کیا گیا جس کا گاڈتھ کو خطرہ تھا۔ گاڈتھ چند لمحات کے لیے خاموش رہ گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں سے اس دل سوز واقعے کی ابتدا کرے لیکن دوسری طرف اُس کی خاموشی کو محسوس کر لیا گیا۔ گرتھاڈ گاڈچی کی طنزیہ آواز سُنائی دی۔

" تمھاری یہ خاموشی تمھاری ناکامی کا اظہار کر رہی ہے۔ گاڈتھ کیا درحقیقت ایسا ہی ہُوا ہے؟"

" جی ہاں جناب۔ ایسا ہی ہُوا ہے۔ ہم اتفاق سے بہت ہی خطرناک لوگوں کے چنگل میں جا پھنسے تھے۔ مجھے شبہہ ہے کہ بادشاہ خاں کو بھی اس پروگرام سے شدید نقصان پہنچا ہے۔"

" کیا بکواس کر رہے ہو تفصیل بتاؤ؟" گرتھاڈ گاڈچی کی آواز سُنائی دی، اور گاڈتھ ہکلاتے ہُوئے لہجے میں اُسے تفصیلات سنانے لگا۔ گرتھاڈ گاڈچی چند لمحات کے لیے ساکت و جامد رہ گیا تھا اُس کی بھی وہی کیفیت ہوگئی تھی جو گاڈتھ کی تھی پھر اُس کی غراہٹ اُبھری۔

" گاڈتھ مجھے تم سے ایسی اُمید نہیں تھی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اتنے ناکارہ اور اتنے گدھے ہو تو میں اس کام کے لیے تمھیں مخصوص نہ کرتا۔"

" جنابِ عالی آپ کو میرا ماضی یاد رکھنا چاہیے ہر جگہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم ہی کامیاب ہوں اور پھر اس پروگرام میں تو بہت سوں کی رائے شامل تھی۔ جو کچھ ہُوا ہے آپ اس کا خود تجزیہ کر لیں جہاں میری غلطی نظر آئے اُس کی نشان دہی کر دیں اور مجھے اس کی سزا دے دیں۔"

" تمھاری یہی سب سے بڑی غلطی ہے ... کہ تم نہ صرف ناکام واپس آئے بلکہ پچاس ہزار ڈالر بھی گنوا بیٹھے۔"

" جی ہاں جناب۔ مجھے اس کا احساس ہے۔"

" فضول باتیں مت کرو۔ احساس ایک بے معنی سا لفظ ہے میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے اتنے بڑے پروگرام کو ناکام کر کے گدھے پن کا ثبوت دیا ہے یا نہیں؟"

" جنابِ عالی۔ اگر میں اس کا اعتراف بھی کر لوں تو اس سے کیا حاصل ہوگا؟"

" صرف ایک چیز ... کہ تمھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ناکارہ قرار دے کر خود سے علٰحدہ کر دیا جائے گا۔"

" جو آپ پسند فرمائیں۔ میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہُوں۔ ویسے میری ایک درخواست ہے۔ پہلے اس معاملے کی مکمل تحقیقات کر لی جائے اس کے بعد مجھے سزا دینا مناسب ہوگا۔" گاڈتھ نے کہا۔

" کیا تحقیقات کروں گا میں؟"

" یہی کہ وہ لوگ کون ہیں، بنکاک میں رہ کر کسی کا ہماری نگاہوں سے پوشیدہ رہنا ممکن نہیں ہے۔ ہمیں وقت بہت کم ملا تھا۔ ورنہ شاید ہم اُن کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی اس کام کی ابتدا کرتے لیکن ہمارے پاس اتنا وقت نہیں تھا۔ ہمیں فوری طور پر ایک فیصلہ کر لینا چاہیے۔"

" اوہ گاڈتھ۔ گاڈتھ تم نہیں سمجھتے کہ ہم کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہُوئے ہیں۔ پچاس ہزار ڈالر کے نوٹ اتنی بڑی اہمیت نہیں رکھتے جتنا کہ بادشاہ خاں سے دوستی اور مفاہمت کی کوشش ناکام ہو گئی۔ یقین کرو میں نے اس سلسلے میں بڑے بڑے پروگرام بنا لیے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر بادشاہ منشیات کی لائن سے نکل جائے تو ہم بنکاک کے شہنشاہ کہلائیں گے اور ہمارے مقابلے پر کوئی نہیں رہے گا لیکن لوگ آخر یہ لوگ کہاں سے آمرے؟"

" چیف اگر مجھے موقع دیا جائے تو میں اُن کے بارے مکمل معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

" دیکھو گاڈتھ تم جانتے ہو کہ میں اپنے ساتھیوں کی قدر ہوں۔ میں اُنھیں ہمیشہ ہر قسم کی مراعات فراہم کرتا ہُوں لیکن ناکامیاں پسند نہیں ہیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں نے جو ساکھ بنائی ہے وہ مٹی میں مل جائے اور کل لوگ میرے اُوپر ہنسیں یہ نئے لوگ کون ہیں ان کی کارکردگی کا انداز تو کافی خطرناک نظر آتا ہے۔ بنکاک میں جتنے لوگ ہیں اُنھیں تو ہم جانتے ہیں۔ اگر یہ اُن میں سے کچھ ہیں تو میرے خیال میں اُنھیں زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

" وہ کوئی بھی ہوں چیف زندہ نہیں رہیں گے۔ یہ میرا ہے آپ سے۔"

" گاڈتھ بہت بڑی بات کر رہے ہو۔"

" جنابِ والا مجھے سوچنے کا موقع مل جائے گا اور پلاننگ کر کے میں جو کچھ کروں گا اُس کا یقیناً مثبت نتیجہ برآمد ہوگا۔ میں یہ بات صرف اس لیے نہیں کہہ رہا کہ فی الوقت سزا سے بچنا چاہتا ہُوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مجھے بھی اتنا ہی صدمہ ہُوا ہے ان واقعات سے جتنا آپ کو۔"

" صدمے سے کچھ نہیں ہوگا گاڈتھ۔ میں تو بادشاہ خاں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ ہیلی کاپٹر میں اگر وہ خود تھا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے نتائج کیا نکلیں گے لیکن اگر وہ زندہ بچ گیا ہے تو یقینی طور پر ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ ممکن ہے وہ اسے ہماری ہی سازش قرار دے حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"

"اس کے امکانات بھی نہیں ہیں چیف، بھلا یہ ہماری سازش کیسے ہوسکتی ہے۔ ہم نے تو اس سے مفاہمت کے لیے اتنا بڑا نقصان اُٹھایا ہے۔"

" یہ بتاؤ ہمارے لوگوں کا کیا حال ہے کیا ان میں سے کچھ کام آ گئے؟"

" جی نہیں باس، صرف زخمی ہُوئے ہیں۔ ہم نے بھی نہایت پھرتی سے کام لیا ورنہ وہ لوگ تو قیامت تھے۔"

" قیامت؟ آخر کون لوگ ہیں وہ، معلوم کرنا پڑے گا۔ یہ بات معلوم کیے بغیر ہم سکون سے نہیں بیٹھ سکتے۔ ڈائمنڈز اسٹور کے بارے میں کوئی بھی نہیں جانتا کہ ہمارا اس سے کوئی تعلق ہے۔ ان لوگوں کو یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے اور اب اتنے خطرناک لوگوں سے ڈائمنڈز اسٹور کو بھی محفوظ رکھنا ہوگا۔ سمجھے تم گاڈتھ سمجھے، میرے خیال میں تم سب لوگ ایک میٹنگ کر ڈالو اور اس میں یہ فیصلہ کرو کہ اُن لوگوں کا پتہ کیسے چلاؤ گے جو کچھ بھی ہے جلد از جلد ہو جائے گاڈتھ۔ تمھیں فوراً مصروفِ عمل ہو جانا چاہیے، میں تمھارے ساتھ یہ نرمی صرف اس لیے برت رہا ہُوں کہ تم اُن لوگوں کا پتہ چلا کر دوبارہ اپنی جگہ بحال کر لو سمجھے۔"

" جی ہاں بہت اچھی طرح سمجھ گیا۔ آپ مطمئن رہیں۔ اب جو کچھ ہوگا وہ میری ذمّے داری پر ہوگا۔" گاڈتھ نے کہا اور دوسری طرف سے آواز آنا بند ہوگئی۔ گاڈتھ نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اُس کی پیشانی پر گہری شکنیں پڑی ہُوئی تھیں اور آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہُوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ آرام کرسی میں دراز نہ جانے کس سوچ میں گم رہا پھر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

گریچر کی آنکھیں مسرّت سے چمک رہی تھیں وہ اپنی دانست میں کامیاب لوٹے تھے۔ راستے بھر گریچر نے اس سلسلے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا بلکہ اطراف میں نگاہیں جمائے رہا تھا کہ کوئی تعاقب وغیرہ تو نہیں ہو رہا لیکن آخر تک اُنھیں تعاقب کا شبہہ نہیں ہوسکا۔ بالآخر وہ اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے گاڑی بند کر کے گریچر نیچے اُترا اور اس وزنی سُوٹ کیس کو کندھے پر لاد کر اندر لے گیا جس میں اُس کی دانست میں دو کروڑ ڈالر چھپے ہُوئے تھے شیران سُوٹ کیس سے لاپروا نظر آرہا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہوسکتی تھی کہ وہ گریچر پر مکمل اعتماد کرتا تھا۔ بہر طور دونوں ایک ہال میں داخل ہو گئے اور گریچر نے سُوٹ کیس نیچے رکھ کر تیز روشنی جلادی۔

" کیا خیال ہے چیف، ہمارا تعاقب تو نہیں کیا گیا؟"

" نہیں اس کا کوئی امکان نہیں ملتا۔" شیران نے جواب دیا۔

" ویسے وہ کم بخت بدنیت تھے صحیح نیت لے کر نہیں آئے تھے تاہم اُنھیں مُنہ کی کھانی پڑی۔ اُنھوں نے ہمارے لیے مکمل انتظامات کیے تھے لیکن ہمارے دونوں ساتھیوں نے نہایت کامیابی سے اپنا کام انجام دیا اور یقینی طور پر وہ دونوں انعام کے مستحق ہیں۔"

" ابھی تک پہنچے نہیں؟" شیران نے سوالیہ انداز میں گریچر کو دیکھا۔

" وہ یہاں نہیں آئیں گے چیف۔ میں نے اُنھیں پوائنٹ فور پہنچنے کے لیے کہا تھا۔"

" تو پوائنٹ فور پر فون کر کے معلوم کرو کہ وہ وہاں پہنچے یا نہیں؟"

" بہت بہتر۔" گریچر نے جواب دیا اور ایک سمت رکھی ہُوئی ایک تپائی کی طرف بڑھ گیا جس پر ٹیلی فون موجود تھا۔ اُس نے ٹیلی فون پر کوئی نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

" ہیلو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

" ہیلو گریچر بول رہا ہے۔"

" جناب کیا حکم ہے؟"

" میں وین نمبر اُنیس سو بیس کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ کیا وہ پہنچ گئی؟"

"جی ہاں۔ ابھی ابھی پہنچی ہے۔"

"اور اس میں موجود پاسکل اور ریکر کی کیا کیفیت ہے؟"

"دونوں خیریت سے ہیں چیف، کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"بلاؤ ان میں سے کسی کو۔" گرتیچر نے کہا اور دوسری طرف سے ہولڈ کرنے کو کہا گیا پھر چند لمحات کے بعد ایک دوسری آواز سنائی دی۔

"ریکر بول رہا ہے چیف۔"

"ویری گڈ ریکر۔ ہم نے تم لوگوں کی کارکردگی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ میں تمھیں اس شاندار کارکردگی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔" گرتیچر نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔ ہمیں ہماری کاوشوں کا صلہ مل گیا کیا چیف بھی آپ کے ساتھ اس وقت موجود تھے۔" دوسری طرف سے ریکر نے پوچھا۔

"چیف تمھاری خیریت معلوم کر رہے ہیں۔"

"ہم دونوں بالکل ٹھیک ہیں۔ ہماری طرف سے چیف کا شکریہ ادا کر دیا جائے۔"

"او۔ کے ریکر۔ وین کو گیراج میں بند کر دو۔ اُسے اس وقت تک نہ نکالا جائے جب تک ہم اس کی دوبارہ اجازت نہ دیں۔"

"بہتر چیف۔ میں ابھی یہ کارروائی کرتا ہوں۔" ریکر نے جواب دیا۔

"او۔ کے ریکر۔ اس کے بعد آرام کرو۔" گرتیچر نے کہا اور فون بند کر دیا۔ شیران مطمئن انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ جب گرتیچر فون بند کر کے اس کی طرف پلٹا تو اُس نے آنکھیں بند کر کے پُرسکون انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں تمھاری گفتگو سے حالات کا اندازہ لگا چکا ہوں۔ یقیناً وہ دونوں بہتر حالت میں ہیں۔"

"جی ہاں جناب۔ وہ دونوں بالکل ٹھیک ہیں۔" گرتیچر نے جواب دیا اور شیران نے اُسے سوٹ کیس کی جانب متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھو اس سوٹ کیس میں کیا ہے؟"

"کیا سے کیا مُراد ہے چیف آپ کی؟" گرتیچر ہکلا کر بولا اور شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ان میں سے کوئی بھی اتنا بے وقوف نظر نہیں آتا تھا گرتیچر۔" شیران تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا چیف۔" گرتیچر نروس انداز میں کہنے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار تھے۔

"سوٹ کیس کھولو۔ سمجھ جاؤ گے۔" شیران نے کہا اور گرتیچر بے اختیار سوٹ کیس کی جانب لپکا۔ چند لمحات کے بعد اُس نے سوٹ کیس کا ڈھکنا اُٹھا دیا۔ اس میں نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ گرتیچر نے بے صبری سے نوٹوں کی گڈیوں کی ایک تہ خالی کر ڈالی پھر دوسری اور پھر تیسری لیکن تمام کے تمام نوٹ آنکھوں کے سامنے تھے۔ نہ جانے شیران کا مقصد کیا تھا۔

"ایک آدھ گڈی کھول کر تو دیکھو گرتیچر۔ اگر میرا اندازہ غلط ہے تو ڈائمنڈز اسٹورز والے سند یافتہ احمق ہیں۔" شیران نے کہا۔

گرتیچر کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ بہرحال اُس نے یہ بھی کیا۔ ایک نوٹوں کی گڈی درمیان سے کھول لی اور دوسرے لمحے وہ شدتِ حیرت سے اُچھل پڑا۔ گڈی اچھی طرح پریس کی ہوئی تھی اس لیے اُس پر شبہ نہیں ہوتا تھا لیکن اب جو اُسے درمیان سے کھولا گیا تو اندر سے سادہ کاغذ کے ٹکڑے نکلے صرف اُوپر چند نوٹ تھے اور نیچے... گرتیچر نے دوسری اور تیسری گڈی کھولی اور سب کی وہی کیفیت نکلی تو گرتیچر کا چہرہ لٹک گیا۔ اُس کی آنکھوں سے افسردگی جھانکنے لگی تھی پھر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ تو چوٹ ہو گئی چیف۔"

"ہاں۔ بہت بڑی چوٹ۔"

"میں ان کم بختوں کو مزہ چکھا دوں گا۔ میں سمجھتا ہوں یہ سب کسی کی سازش ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس کے بعد میں آپ کو یہی تفصیل بتانا چاہتا تھا چیف۔ میں نے اُن میں سے ایک آدمی کو صاف پہچان لیا تھا اور اُسے دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی ہے۔ ڈائمنڈز اسٹورز کا کاروبار پہلے بھی ہماری نگاہ میں مشکوک تھا لیکن وہ گرتیھاؤ کی نگرانی میں چل رہا ہوگا۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

"گرتیھاؤ؟" شیران نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"گرتیھاؤ گاؤچی۔"

"گاؤچی۔ اوہ گاؤچی۔ کیا واقعی ڈائمنڈز اسٹورز سے گاؤچی کا کوئی تعلق ہے؟"

"سو فی صد چیف سو فی صد۔ میں گاؤچی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ گاؤچی گروپ کے اہم لوگوں میں سے ہے۔ میڈم سُندھا...

...سے ایک بار اُس کی مڈبھیڑ بھی ہوئی تھی۔" گرتیچر نے کہا اور پھر ایک دم خاموش ہو گیا۔ سُندھا شی کے نام پر شیران ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب۔ بے خیالی میں نام منہ سے نکل گیا تھا۔" اُس نے معذرت کے انداز میں کہا۔

"کام کی بات کرو۔" شیران نے تلخ لہجے میں کہا۔

"چیف مجھے حکم دیں کہ اب مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے۔"

"ہوں۔ بات دراصل یہ ہے مسٹر گرتیچر کہ گرتیھاؤ یا اور کوئی مجھے تو نقصان نہیں پہنچا سکے۔ میں خود بھی اُن سے محتاط تھا۔ اس قسم کے معاملات میں اتنی سی احتیاط رکھنا بے حد ضروری ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" گرتیچر نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو گرتیچر، میں براہِ راست ہیرے لے کر اُن لوگوں کی گود میں نہیں پہنچ گیا بلکہ میں نے یہ ہیرے اپنے اُن آدمیوں کو دے دیئے جنھیں میں نے اپنی جگہ منتخب کیا تھا۔ مجھے شبہ تھا گرتیچر، اسی لیے میں تمھیں ساتھ لے کر اُس عقاب نما چٹان کے عقب میں چھپا ہوا تھا کہ اگر اس طرف سے کوئی بدمعاملگی ہو تو ہم اس کا جواب دے سکیں۔ تم نے دیکھا کہ اُن لوگوں نے وہی کیا جس کی ہمیں اُمید تھی۔"

"ہاں چیف، لیکن، لیکن آپ کے الفاظ۔" گرتیچر بے صبری سے بولا۔

"میں تمھیں زیادہ سسپنس میں رکھنا نہیں چاہتا۔ اُنھوں نے اب بھی نقصان اُٹھایا ہے۔ یہ نوٹ جو گڈیوں میں اُوپر نیچے ہوئے ہیں بہرطور ایک مالیت رکھتے ہیں جب کہ اُنھوں نے اسے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ بے وقعت ہے، اُس کی قیمت سو ڈالر سے زیادہ نہیں ہے۔" شیران نے کہا اور گرتیچر اُچھل پڑا۔

"کیا مطلب چیف! کیا مطلب؟" وہ متحیرانہ انداز میں بولا اور شیران نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر چمڑے کی تھیلی نکال اور پھر ہیرے گرتیچر کے سامنے اُلٹ دیئے۔

"ارے ارے ارے۔ یہ ہیرے کہاں سے آ گئے؟" گرتیچر کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی۔

"یہ گئے ہی کہاں تھے؟"

"کیا مطلب چیف۔ خدا کے لیے مجھے بتائیے۔ کیا مطلب؟"

"حالانکہ مطلب تمھیں سمجھ لینا چاہیے گرتیچر، اُنھوں نے نقلی نوٹ ہمیں دیئے تھے، ہم نے نقلی ہیرے اُنھیں دے دیئے۔ اُن کے نوٹ بہرطور ایک مالیت رکھتے ہیں جبکہ ہمارے ہیرے کوئی مالیت نہیں رکھتے۔ اس طرح گرتیھاؤ کو میرے ہاتھوں پہلی شکست نصیب ہوئی ہے۔"

"مم۔ مگر یہ کیسے ممکن ہو گیا؟"

"مجھے شبہ تھا گرتیچر کہ کہیں کوئی بے ایمانی نہ ہو، میں اصلی ہیرے اپنے پاس رکھ کر لے گیا تھا، نقلی ہیرے میں نے بازار سے خریدے تھے۔ گو ان کی تلاش کے لیے مجھے خاصی بھاگ دوڑ کرنا پڑی جہاں ایسے نقلی پتھر تیار ہوتے ہیں وہاں اس ہیرے جیسے پتھروں کی تلاش بہت صبر آزما تھی۔ تاہم میں انھیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگر وہ لوگ سیدھے طریقے سے کام لیتے اور کوئی بدمعاملگی نہ کرتے، ہمیں ادائیگی ہو جاتی اور وہ لوگ نقلی ہیرے لے کر چلے جاتے تو پھر ہم یہ ہیرے ڈائمنڈز اسٹور کے حوالے کر دیتے تاکہ ان لوگوں سے ہمارا کاروبار صحیح طریقے سے شروع ہو جاتا۔"

"اوہ چیف تعجب ہے! بے حد تعجب ہے۔"

"کس بات پر تعجب ہے؟"

"یہی چیف کہ آپ نے جو اندازہ لگایا تھا وہ کتنا درست تھا۔ میں تو اس بات کی تہ تک نہیں پہنچ سکا تھا۔"

"خیر یہ کوئی خاص بات نہیں ہے گرتیچر۔ جب جرائم کی دُنیا میں آئے ہیں تو ہمیں مجرموں کی نفسیات سے بھی آگاہ رہنا چاہیے، اگر میں خود اُن کی جگہ ہوتا اور میرے ذہن میں کوئی کھوٹ ہوتی تو وہی سب کچھ کرتا جو اُنھوں نے کیا۔ میں نے بس اس نظریئے کو سامنے رکھ کر یہ عمل کر ڈالا تھا۔ حالانکہ اصلی ہیرے اُن سے پوشیدہ رکھنے کی نیت نہیں تھی میری، اگر سودا صحیح ہوتا تو یہ اصلی ہیرے بھی اُن کے پاس پہنچ جاتے۔"

"یہ آپ کی شرافت ہے چیف، ورنہ مجرموں کی دُنیا میں شرافت کا کوئی کام نہیں۔"

"شرافت۔" شیران ہنس پڑا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے گرتیچر اب آرام کرو، اور سنو اس رقم میں سے جو کچھ تم لینا چاہتے ہو وہ لے لو۔ باقی رقم میرے اکاؤنٹس میں ڈال دینا۔"

"لیکن چیف اس رقم میں سے ایک مناسب رقم ڈائمنڈز اسٹور کے مینجر کو بھی کمیشن کے طور پر دینی ہے۔" گرتیچر نے مسکرا

کر کہا۔

"اس کا کمیشن میں براہ راست اُسے ادا کروں گا۔" شیران نے ہنستے ہوئے کہا اور گرتہ پجر بھی ہنسنے لگا۔

"مگر چیف ان ہیروں کا اب کیا کریں گے؟"

"کہیں اور سودا کریں گے۔ خیال رکھو لیکن ایسی کوئی پارٹی نہ ہو ورنہ خواہ مخواہ مزید دو چار آدمی میرے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ ویسے ہیلی کاپٹر والوں کے بارے میں مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھے۔ یقینی طور پر وہ گرنیتھاڈ کے کے آدمی ہوں گے۔"

"مجھے شبہ ہے چیف کہ کہیں وہ خود گرنیتھاڈ ہی نہ ہو۔"

"اگر ایسا ہوا ہے تو مجھے سخت افسوس ہوگا۔ ابھی تو اُس سے جنگ کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ اگر ایک مکمل جنگ ہونے سے پہلے ہی وہ مر گیا تو میں ایک اچھے دشمن سے محروم ہو جاؤں گا۔ ابھی تو مجھے اُس سے طویل جنگ کرنا ہے۔ گرنیتھاڈ کی بدقسمتی ہے کہ وہ مجھ سے خود بخود آ ٹکرایا ورنہ میرا پروگرام خود اس کی تلاش میں نکلنے کا تھا۔"

"وہ کیوں چیف؟"

"بگ چیف نے کہا تھا کہ بنکاک سے گرنیتھاڈ کا نام ختم ہو جانا چاہیے اور میں نے ابھی تک اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔ اوہ گرتہ پجر واقعی مجھے تو ان تمام باتوں کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔ مارلینو نے مجھ سے کچھ کہا تھا۔ اوہ اوہ مارلینو سے میں نے وعدہ کیا تھا۔ اس نے احسان کیا تھا میرے اُوپر اور مجھے اُس کا یہ احسان بھی اُتارنا ہے۔"

شیران کے چہرے میں ایک عجیب سی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اُس کی آنکھیں گہری سوچ میں گم ہو گئیں۔ دیر تک وہ خاموش رہا پھر بھاری لہجے میں بولا۔

"گرتہ پجر۔"

"یس چیف۔"

"یہ اصلی ہیرے ہیں تمھیں علم ہے۔ جس طرح مناسب سمجھو انھیں فروخت کر دینا اور جو کچھ خود لینا چاہو رکھ لینا۔ ممکن ہے میں چند روز تک تم سے دُور رہوں۔"

"کہاں چیف؟"

"اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں گرنیتھاڈ کی تلاش میں نکلنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ چیف۔ ہمیں حکم دیں کیا کرنا ہے۔ ہم بھی آپ کے خادم ہیں۔"

"ضرورت پڑنے پر۔ سب کچھ ضرورت پڑنے پر۔ ممکن ہے مجھے کچھ چیزوں کی ضرورت پڑے۔"

"مثلاً؟"

"اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"میں آپ کے کسی پروگرام میں رخنہ انداز ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا چیف لیکن میری خواہش ہے کہ میں خود بھی آپ کے شانہ بشانہ عمل کروں۔"

"دیکھو دوست۔ ہم پہاڑی لوگ اپنے تمام کام خود کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی فطرت میں بے شمار تبدیلیا پیدا کر لی ہیں لیکن اپنے دشمنوں سے ہم لوگ خود ہی نمٹا کرتے ہیں۔ ہاں اگر اس دوران مجھے کسی چیز کی ضرورت پڑ تو میں تمھیں ضرور تکلیف دوں گا۔ اب تم یوں کرو کہ ان گڈیوں نوٹ اُتار لو اور ان میں سے کچھ نوٹ مجھے دے دو۔ میں صبح کو تم سے یہ نوٹ لے لوں گا۔"

"جو حکم چیف۔" گرتہ پجر نے کہا اور شیران کمرے سے نکل گیا۔ گرتہ پجر کی آنکھوں میں شدید اُلجھن نظر آ رہی تھی۔ چند لمحات وہ اپنی جگہ کھڑا سوچتا رہا پھر اُس ہال سے باہر نکل آیا۔ باہر آدمی نظر آئے تو اُس نے انھیں اشارے سے پاس بلایا اور پھر اندر لے جا کر انھیں ہدایت دی کہ ان گڈیوں سے نوٹ نکال کر علٰحدہ کر لیے جائیں اور کاغذ علٰحدہ۔ ان دونوں کو کام پر لگا کر وہ مگنیشا کی تلاش میں چل پڑا۔ مگنیشا اپنی خواب گاہ میں ملی لیکن وہ جاگ رہی تھی۔

گرتہ پجر کی دستک پر اُس نے دروازہ کھول دیا۔ "خیریت گرتہ پجر۔ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں مگنیشا میں نے تمھیں آج کی مہم کے بارے میں بتایا تھا۔"

"ہاں اور میں اس سلسلے میں پریشان تھی۔ یقین کرو گر میں اسی وجہ سے جاگ رہی تھی۔"

"مہم ایک طرح کامیاب ہی ہوئی ہے۔ اُن لوگوں کی بد معا کے جواب میں انھیں زبردست چوٹ دی گئی ہے لیکن ایک انکشاف بھی ہوا ہے مگنیشا۔ ڈائمنڈز اسٹور نہ گرنیتھا کی ملکیت ہے اور ہم براہِ راست گرنیتھاڈ سے جا ٹکرائے ہیں۔

"اوہ مائی گاڈ۔ پوری کہانی سناؤ۔" مگنیشا متحیر انداز میں بولی اور گرتہ پجر نے پوری تفصیل اُسے بتا دی پھر بولا۔

"بات یہیں تک محدود رہتی تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن چیف پر ایک اور بھوت سوار ہو گیا ہے۔ شاید کل سے وہ پھر غائب ہو جائیں۔"

"وہ کیوں؟" مگنیشا نے پوچھا اور گرتہ پجر نے اُسے اس بارے میں بھی سب کچھ بتا دیا۔ مگنیشا گہری سوچ میں گم ہو گئی تھی پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمھیں تھری زیرو تھری ون یاد ہے گرتہ پجر؟"

"ہاں وہ فون نمبر جو کسی ہنگامی کیفیت کے لیے ہمیں دیا گیا ہے۔"

"اُسی کی بات کر رہی ہوں۔ اُس پر فون کر کے ہدایات لو۔"

"ویری گڈ۔ عمدہ بات کہی ہے۔" گرتہ پجر نے کہا اور مگنیشا کی خواب گاہ میں رکھے فون کی طرف بڑھ گیا پھر اُس نے فون نمبر ڈائل کیے اور دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"کون بول رہا ہے؟" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"گرتہ پجر بول رہا ہے میڈم۔ ایک پریشان کن خبر ہے۔"

"کہو گرتہ پجر۔ کیا بات ہے؟"

"میڈم آپ؟ آپ کی آواز جانی پہچانی لگ رہی ہے آپ کون ہیں؟" گرتہ پجر نے کہا۔

"اپنی اُلجھن بتاؤ گرتہ پجر۔ ویسے تمھارا خیال درست ہے، میں سدھاشی بول رہی ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور گرتہ پجر کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

گرتہ پجر کافی دیر تک حیرت زدہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ بول سکا۔ سدھاشی کی آواز نے اُس کے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اُسے علم تھا کہ شیران سدھاشی کی تلاش میں ہے۔ اس تلاش کی وجہ کیا تھی یہ تو گرتہ پجر کو نہیں معلوم ہو سکا تھا لیکن شیران کے انداز سے سمجھ گیا تھا کہ شیران سدھاشی کے سلسلے میں کسی شدید ذہنی ہیجان کا شکار ہے اور شیران جیسا شخص اگر کسی کے بارے میں ہیجان کا شکار ہو تو صاف نتیجہ نکالا جا سکتا تھا کہ وہ اُس سے ناراض ہے اور یقینی طور وہ انتقام لینے کے بارے میں سوچ رہا ہے حالانکہ سدھاشی کو بھی اس گروہ میں شامل ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا، مارلینو نے اُس کی تربیت بھی یہیں بنکاک میں کرائی تھی لیکن وہ جس ندر ذہین اور جلد سمجھ جانے والی لڑکی نکلی اس نے گروہ کے تمام افراد کو متحیر کر دیا تھا۔ بنکاک میں مارلینو نے ابھی کھل کر کام کرنا شروع نہیں کیا تھا بلکہ انفرادی طور پر ہی اس کے چند آدمی کام کر رہے تھے حالانکہ اس کے گروہ کے افراد کی تعداد کافی تھی۔ جگہ جگہ ان کے پاس بہترین عمارتیں اور رہائش گاہیں تھیں۔ جتنا کام بنکاک میں ہو رہا تھا اور اس سے جتنی آمدنی تھی اس کا اندازہ گروہ کے تمام افراد کو تھا جبکہ خرچ اس آمدنی سے ہزار گنا زیادہ تھا لیکن ان سب کو یہ بات معلوم تھی کہ مارلینو ایک انتہائی دولت مند آدمی ہے اور اس کے لیے یہ اخراجات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ بنکاک میں اس نے اپنے گروہ پر جو پابندیاں لگا رکھی ہیں ان کی بھی کوئی خاص وجہ ہی ہوگی، شاید وہ کسی بات کا انتظار کر رہا ہے، شاید وہ ابھی منظرِ عام پر نہیں آنا چاہتا، گرتہ پجر کو یہ بات بھی معلوم ہوئی تھی کہ مارلینو نے شیران کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے اور اُسے ہدایت کی ہے کہ بنکاک میں گرنیتھاڈ کے اڈے ختم کر دیئے جائیں لیکن شیران جیسے آدمی پر یہ بھروسہ کر لینا بھی ذرا تعجب خیز بات تھی۔ گرتہ پجر یا گروہ کے افراد غور کرتے تو مارلینو کی ہر بات میں ایک عجیب سی پُراسرار کیفیت چھپی ہوئی تھی۔ وہ ایسے ناقابلِ عمل کام کرتا تھا کہ اس کے گروہ کو پہلے ہی یقین ہو جاتا تھا کہ جو کچھ وہ سوچ رہا ہے وہ ممکن نہیں ہے، نتائج جو کچھ بھی برآمد ہوتے تھے، مارلینو ان پر اعتراض نہیں کرتا تھا۔ یکایک گرتہ پجر خیالوں کی بھول بھلیوں سے باہر آ گیا۔ دوسری جانب سے سدھاشی اُسے آوازیں دے رہی تھی۔

"ہیلو۔" اُس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کہاں چلے گئے تھے؟" سدھاشی نے کہا۔

"کہیں نہیں بس آپ کی آواز نے پریشان کر دیا تھا۔"

"کیوں، اس کی وجہ؟" سدھاشی نے سوال کیا۔

"میڈم۔ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ اگر کوئی ہنگامی حالت محسوس کروں تو اس نمبر پر بات کروں۔ اس بات کا گمان بھی نہیں تھا کہ اس نمبر پر آپ ہوں گی۔ حیران یوں ہوں کہ پچھلے چند دنوں سے مسٹر شیران ہنگامی طور پر آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ اُن کے انداز میں ایک ایسی سخت گیری ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ آپ کو کسی نیک ارادے کے تحت نہیں تلاش کر رہے۔ مجھے آپ کی آواز سن کر تشویش تو ہونی ہی چاہیے تھی۔" گرتہ پجر نے کہا اور سدھاشی نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"شیران کو مجھے تلاش کرنے دو۔ تم اس بات کی فکر مت کرو یہ بتاؤ کہ اس نمبر پر رنگ کیوں کیا ہے؟"

"شیراں صاحب ہی کا مسئلہ ہے۔" گرتیجر نے جواب دیا۔

"اوہ۔ وہ شخص مارلینو کے گروہ کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور آیندہ اس کی وجہ سے نہ جانے کتنے ہنگامے کھڑے ہوں گے، بہرطور کیا ہُوا یہ بتاؤ؟"

گرتیجر نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر سدھاشی کو شروع سے آخر تک کی تفصیلات بتا ڈالیں۔ آخر میں وہ بولا۔

"اور اب مسٹر شیراں گرتیھاؤ کے خلاف کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، یوں تو یہ بات میرے علم میں ہے کہ گاڈجی گروہ کو ختم کرنے کے احکامات مل چکے ہیں لیکن سُدھاشی میں آج تک اس بات پر حیران ہُوں کہ شیراں صاحب پر اتنا بھروسا کیوں کر لیا گیا ہے، وہ بلاشبہ زیرک اور خطرناک کارکردگی کے مالک ہیں لیکن اُن کی فطرت میں ایک متلون مزاجی ہے جو کسی بھی وقت گروہ کو شدید نقصان پہنچا سکتی ہے اور بنکاک میں مارلینو کے مفادات متاثر ہو سکتے ہیں؟"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر گرتیجر لیکن بہرصورت یہ بگ چیف کا معاملہ ہے اور وہی جانتا ہے۔ ہمیں اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ شیراں کی تنہار دائگی خاصی پریشان کُن ہے میں اس سلسلے میں بگ چیف سے رابطہ قائم کروں گی، جو بھی ہدایات ملیں میں آپ کو بتا دوں گی۔ شیراں کی طرف سے کسی چیز کا مطالبہ ہو تو اُسے ضرور پُورا کر دیا جائے، یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اُس کا تعاقب کرتے پھریں اور اُس کا تحفظ بھی کریں۔ باقی تمام معاملات بگ چیف خود ہی طے کرے گا۔"

"گویا اُن کے لیے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"نہیں، میں نے کہا نا کہ وہ خود ہی کسی مرحلے پر کسی امداد کا طالب ہو تو دوسری بات ہے یا پھر کسی ایسی جگہ آ سے گھِرا ہُوا پائیں جہاں آپ محسوس کریں کہ آپ کی مدد کے بغیر وہ نقصان اُٹھا سکتا ہے تو پھر گروہ کے ایک خاص رُکن کی حیثیت سے اُس کی مدد کی جائے۔"

"یقیناً سُدھاشی، یہ تو ہمارا فرض ہے۔ اس کے باوجود میں شیراں صاحب میں کچھ خوبیاں بھی پاتا ہوں۔ وہ انوکھی فطرت کے مالک ہیں اور اس فطرت میں کشش ہے آپ یقین کریں۔ ایک نوجوان ہوتے ایک مرد ہونے کی حیثیت سے بھی، میں اس کشش سے متاثر ہوں۔"

"اور کچھ کہنا ہے گرتیجر؟" سدھاشی کا لہجہ خشک تھا۔ گرتیجر سمجھ گیا اور بولا۔

"نہیں میڈم بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا۔ ویسے مجھے اجازت دیں کہ میں اس نمبر پر رِنگ کر کے آپ کو حالات سے آگاہ کرتا رہوں۔"

"اجازت ہے۔" سُدھاشی نے جواب دیا اور دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ گرتیجر گردن جھٹکنے لگا تھا۔ مارلینو کے پُراسرار معاملات آج تک اُس کی سمجھ میں نہ آ سکے تھے اور نہ اب آ رہے تھے، شیراں اگر سدھاشی کا دُشمن بن گیا تھا تو کیوں؟ اس سے قبل تو سدھاشی ہی یہاں کی انچارج تھی اور اُسی کے احکامات پر عمل ہوتا تھا لیکن مارلینو کی طرف سے مزید کوئی حکم نہیں آیا تھا اور حالات جوں کے توں چل رہے تھے جبکہ گرتیجر جانتا تھا کہ مارلینو ان علاقوں میں جہاں اس کا گروہ پھیلا ہُوا ہے ایک ایک لمحے سے باخبر رہتا ہے یقیناً اُسے یہ بات معلوم ہو گی کہ سدھاشی اور شیراں میں کسی بات پر چل گئی ہے۔

فون کا ریسیور رکھ کر وہ وہاں سے پلٹ پڑا۔ مگنیشا اُس کی منتظر تھی۔ گرتیجر مگنیشا کو تفصیلات بتانے لگا اور مگنیشا کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔

★★

کیتھرو اس بڑے ہال میں بادشاہ خاں کا منتظر تھا، بہت کم ایسے حالات پیش آئے تھے کہ کیتھرو کو براہِ راست بادشاہ خاں کی خدمت میں حاضر ہونا پڑا تھا۔ تنظیم کا سربراہ بہت کم لوگوں سے ملتا تھا، عام لوگوں کو تو اُن کے بارے میں پُوری تفصیل بھی نہیں معلوم تھی اور کیتھرو ہرچند کہ عام نہیں تھا لیکن بس اُسے بھی ایک حد تک ہی بادشاہ خان کے بارے میں معلومات تھیں وہ جانتا تھا کہ بادشاہ خاں ایک قبائلی آدمی ہے، بھیڑیئے کے نام سے اُسے تشبیہ دی جائے تو یہ مذاق ہو گا کیونکہ بھیڑیئے اس قدر خونخوار نہیں ہوتے جس قدر بادشاہ خاں تھا۔ اس تمام عرصے میں آج جو بھی بار وہ بادشاہ خاں کے سامنے آ رہا تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر، ہی ہیبت طاری ہوتی تھی گو کیتھرو خود بھی کوئی معمولی انسان نہیں تھا۔ ہال کے خوبصورت قالین پر وہ چہل قدمی کرتا رہا۔ اس کی جُرأت نہیں ہو رہی تھی کہ بیٹھ جائے۔ بہرصورت انتظار کا وقت ختم ہُوا۔ وہ خوبصورت پردہ ہلا جو ہال کے اندرونی دروازے پر پڑا ہُوا تھا اور اُس سے وہی سُرخ و سفید دیو قامت شخص اندر داخل ہُوا جس کی دونوں بھویں کنپٹیوں کی جانب چڑھی ہُوئی تھیں، لمبی سفید براق داڑھی اور دہانے پر بکھری ہُوئی سفید مونچھیں

[سـ]ـے ایک عجیب شخصیت بنا کر پیش کرتی تھیں۔ بدن پر وہی [...]ی قبائلی لباس تھا جو اُس پر بے پناہ جچتا تھا۔ کیتھرو نے [...]رہا اُس کی عمر کے بارے میں اندازہ لگایا تھا لیکن اُس کی عقل [ساتھ] نہیں دیتی تھی کہ اتنی عمر کا شخص اس قدر مستعد، چُست اور [چالا]ک ہو سکتا ہے۔ وہ کوئی رسیلا معلوم ہوتا تھا۔ بہرطور کیتھرو نے ہمیشہ [کی] طرح آج بھی خود کو اُس کے سامنے حقیر چوہے کی مانند پایا۔ وہ رکوع [کے] انداز میں جُھک گیا تھا۔ بادشاہ خاں ایک کُرسی پر جا بیٹھا۔

"ہاں۔ رپورٹ دو، کیا رپورٹ ہے۔" اُس کی غرّاہٹ نما [آو]از اُبھری۔

"جس قدر تحقیقات ہُوئی ہے جنابِ والا اس سے کوئی صحیح [پتا] نہیں چلتا کیونکہ وہ لوگ مارے جا چُکے ہیں جو اس وقت وہاں [مو]جود تھے، پانچ افراد تھے۔ ہمارا ہیلی کاپٹر بھی تباہ ہو گیا اور اب ہم [اُ]س کا ڈھانچہ بھی نہیں اُٹھا سکتے۔"

"کیسے تباہ ہُوا۔ یہی تو تفصیل مجھے تم سے معلوم کرنی ہے۔" [با]دشاہ خاں کی غرّاہٹ اُبھری۔

"جنابِ والا۔ گرتیھاؤ کے آدمیوں کا کہنا ہے کہ اُن لوگوں نے [ز]بردست فراڈ کیا ہے۔ ہرچند کہ گرتیھاؤ کے آدمی بھی نقلی نوٹ [لے] کر پہنچے تھے اور اُس نے ہیروں کی تھیلی اُن کے حوالے کر دی [تھ]ی لیکن اس کے بعد گرتیھاؤ کے آدمیوں نے اُن پر حملہ آور [ہو]نے کی کوشش بھی کی اور نتیجے میں یہ سب کچھ ہُوا۔ پروگرام کے [م]طابق ہمیں گرتیھاؤ کے آدمیوں سے ہیرے اپنی تحویل میں لے [ل]ینے تھے اور اس لیے ہم نے اپنے آدمیوں کو ہیلی کاپٹر میں روانہ [ک]یا تھا لیکن ان لوگوں نے ہیلی کاپٹر کو بھی مار گرایا اور ہمارے آدمیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔"

"ہُوں ہیلی کاپٹر پر کوئی نشان تھا؟" بادشاہ خاں نے پوچھا۔

"جی نہیں... سب سے پہلے یہی کام کیا گیا کہ ہیلی کاپٹر سے [تم]ام نشانات صاف کر دیے گئے۔ میں خود جلی ہُوئی لاشوں کے [پ]اس پہنچا تھا اور اچھی طرح یہ جائزہ لے لیا تھا کہ ان میں سے [کس]ی چیز سے ہماری نشان دہی نہ ہو سکے۔"

"یقیناً تم نے اس سلسلے میں مہارت سے کام لیا ہو گا کیتھرو۔" بادشاہ خاں نے کہا۔

"جی ہاں جناب، میں اس کی تمام تر ذمّے داری قبول کرنے کو تیار ہُوں۔ پولیس ہیلی کاپٹر کے بارے میں کوئی تحقیقات نہیں کر سکے گی۔ یہ نہیں بتا سکے گی کہ وہ کس کا تھا؟"

"لیکن پانچ آدمی اور ہیلی کاپٹر کی تباہی کس حساب میں ہو گی؟ کیا تم نے براہِ راست گرتیھاؤ سے بات چیت کی ہے؟"

"نہیں جناب، میں نے اُس کے آدمی گاڈتھ سے اس سلسلے میں بات کی ہے۔"

"ہوں۔ گرتیھاؤ سے میری بات کراؤ۔ وہ سامنے ٹرانسمیٹر سیٹ موجود ہے۔" بادشاہ خان نے کہا۔ کیتھرو جلدی سے ہال کے ایک کونے میں بنے ہُوئے چھوٹے سے کیبن میں پہنچ گیا جو شیشے کا تھا۔ اس کے پیچھے دوسری طرف ایک بہت بڑا ٹرانسمیٹر سیٹ لگا ہُوا نظر آ رہا تھا۔ اُس نے ٹرانسمیٹر سیٹ پر گاڈتھ کی فریکوئنسی سیٹ کی اور چند لمحات کے بعد گاڈتھ سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"کیتھرو بول رہا ہے۔"

"ہاں مسٹر کیتھرو۔ کوئی نئی بات؟"

"میں اپنے چیف کے آفس سے بول رہا ہوں، چیف مسٹر گرتیھاؤ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"چند لمحات انتظار کر لیں۔ میں رابطہ قائم کر کے اطلاع دیتا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"او کے۔ او کے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" کیتھرو نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ٹرانسمیٹر پر دوبارہ آواز سُنائی دی۔

"مسٹر کیتھرو۔ چیف موجود ہے؟"

"بس ایک لمحہ انتظار کرو۔ میں اپنے چیف کو اطلاع دے دوں اور چند لمحات کے بعد بادشاہ خاں ٹرانسمیٹر پر موجود تھا۔

"کون بول رہا ہے؟" بادشاہ خاں کی غرّاہٹ اُبھری۔

"گرتیھاؤ بول رہا ہے بادشاہ خاں۔" گرتیھاؤ نے جواب دیا۔

"کیا کہتے ہو اس تمام مسئلے پر؟" بادشاہ خاں نے سوال کیا۔

"بس غلطی ہو گئی۔ ہیرے ہمارے ہاتھ نہیں آ سکے، ہمارے بھی آدمیوں کا نقصان ہُوا اور آپ کے آدمیوں کا بھی۔"

"میں اس نقصان کو تمھارے ہی حساب میں ڈالتا ہوں گرتیھاؤ۔ تمھیں اس کا بھرپور معاوضہ ادا کرنا ہو گا سمجھے تم۔"

"سمجھ گیا بادشاہ خاں لیکن میرا خیال ہے کہ اس کی تمام تر ذمّے داری مجھ پر نہ ڈالو۔ میں نے تم سے ایک مخلصانہ سودا کرنے کی کوشش کی تھی، کامیابیاں اور ناکامیاں تو ہم لوگوں کے درمیان چلتی ہی رہتی ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ اگر تم بنکاک میں ہی رہنا چاہتے ہو تو تمھیں ان حماقتوں کا خمیازہ بھگتنا ہو گا۔ تم لوگ مجرمانہ کارروائیاں کرنے تو نکل پڑتے ہو لیکن ذہنوں میں کچھ بھی نہیں ہے تمھاری

کھوپڑیاں خالی ہیں۔ تم دشمن کو اتنا بے وقوف کیوں سمجھتے ہو۔ اور پھر جب نقلی ہیروں کی صحیح تھیلی ہاتھ آچکی تھی تو اس کے بعد اُن لوگوں پر فائرنگ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم نے بھی تو انھیں نقلی نوٹ دیے تھے پھر اس میں پریشانی کی کیا بات تھی؟"

"قصور میرا نہیں ہے بادشاہ خاں بلکہ میرے ساتھیوں کا ہے اور میں نے اس سلسلے میں انھیں سخت ترین ہدایات دی ہیں۔ باقی رہی بنکاک میں رہنے کی بات تو بادشاہ خاں یہ دھمکی مناسب نہیں ہے۔ میں تم سے مکمل طور پر دوستانہ تعاون کرنا چاہتا ہوں آج ایک غلطی ہوگئی کل ممکن ہے کوئی غلطی نہ ہو۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ تم بھی میرا احترام کرو۔ ہم دونوں مختلف مرحلوں پر کام کرنے والے ہیں۔ تم اپنا کام کرتے رہو میں اپنا' اس کے برعکس ذرا سی بات پر ناراض ہوکر ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرنا شروع کردی تو پھر ظاہر ہے کہ دل جمعی سے نہ تم کام کرسکو گے نہ میں۔"

"اوہ گرتیھاؤ' گرتیھاؤ۔ گرتیھاؤ اپنی اوقات سے بڑھ رہے ہو' اگر ہیروں کا معاملہ نہ ہوتا تو شاید میں تمھیں مُنہ لگانا بھی پسند نہ کرتا۔ بہرطور مجھے معاوضہ درکار ہے۔ یہ معاوضہ میرے پاس بھجوا دیا جائے اور اس پر بھی تمھاری گلو خلاصی نہیں ہوگی۔ اپنے آدمیوں کے ساتھ ہیروں کی تلاش میں رہو اور سنو اگر تم ہیرے تلاش کرکے میرے حوالے کرسکے تو معاوضے کی جو رقم تم سے وصول کی جارہی ہے' واپس مل جائے گی بس میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔" بادشاہ خاں نے کہا۔

"ٹھیک ہے' معاوضے کا تعین کرکے مجھے اطلاع بھجوا دیں' بادشاہ خاں میں نہیں چاہتا کہ اس تیسرے گروہ کو ہم دونوں کی چپقلش سے پنپنے کا موقع ملے۔"

"او کے۔ او کے۔ جو کچھ تم نہیں چاہتے اس کا اظہار مجھ سے کرنے کی ضرورت نہیں بس تم اپنا کام انجام دیتے رہو۔" بادشاہ خاں نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کردیا۔ اس سے زیادہ گرتیھاؤ سے گفتگو کرنا وہ اپنی توہین سمجھتا تھا۔ دوسری طرف گرتیھاؤ کی نہ جانے کیا کیفیت تھی۔ ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کرنے کے بعد بادشاہ خاں کیتھرو کی جانب متوجہ ہوا اور بولا۔

"میں نے اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ کہ اس سلسلے میں گرتیھاؤ کی کوئی گہری سازش تو کام نہیں کررہی لیکن میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہے۔"

"جنابِ عالی بہت مشکل ہے کہ گرتیھاؤ' بادشاہ خاں کے خلاف کوئی عمل کرنے کی جرأت کرسکے۔" کیتھرو نے کہا اور با[دشاہ] خاں ہنسنے لگا۔

"کیتھرو' بادشاہ خاں اپنی فطرت سے مجبور ہے لیکن [پ]ولیس کی ہواؤں نے مجھے عیاری سکھائی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ و[شمن] کو کبھی بھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ بہرطور گرتیھاؤ اپنا کارو[بار] چلا رہا ہے۔ منشیات کے اڈوں کا کنٹرول معمولی بات نہیں ہ[ے] بے شمار افراد ان اڈوں میں ہڑبونگ کرتے رہتے ہیں اور گرتیھا[ؤ] اُن کی سرکوبی بھی کردیتا ہے اور بات آج تک پولیس تک نہیں پہنچی۔ یہ اُس کی ذہانت کا ثبوت ہے چنانچہ اس مسئلے [میں] بھی گرتیھاؤ کو نگاہوں میں رکھنا ہوگا۔ اگر اُس نے ہمارا معا[وضہ] ادا کرنے میں کسی حیل و حجت سے کام لیا تو پھر گرتیھاؤ کے [خلاف] کارروائی کی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے جناب۔ آپ کی ان ہدایات کا مکمل طور پر [خیال] رکھا جائے گا۔" کیتھرو نے کہا۔

"اس کے علاوہ کیتھرو' تم ہاتھ پر ہاتھ رکھے کیوں بیٹھے ہو۔ ابھی تک تم اُس شخص کا پتہ نہیں لگا سکے جو ہمیں ڈاج کر صاف نکل گیا ہے۔ آخر وہ کون ہے؟"

"آپ یقین کیجیے بادشاہ خاں کہ میرے آدمی دن رات اس کی تلاش میں مصروف ہیں' مجھے یقین ہے کہ کچھ دیر ضرور ہو گئی ہے لیکن کسی بھی وقت میں اُسے پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کردوں گا۔"

"کیتھرو' کیتھرو' یہ الفاظ مت استعمال کرو۔ تم پھر ایک بات کہہ رہے ہو جو ناقابلِ یقین ہے۔ جو لوگ کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ اتنے احمق نہ[یں] ہوتے کہ تم انھیں یا اُن میں سے کسی کو بھی پکڑ کر کسی کے حوا[لے] کردو۔ میں اتنا زیادہ متجسس نہ ہوتا کیونکہ بنکاک جرائم کا اڈ[ہ] ہے اور بے شمار افراد یہاں تقدیریں بنانے آتے ہیں لیکن اُن لوگوں کو اُن بے شمار افراد میں سے نہیں سمجھتا۔ یقیناً [کوئی] منظم گروہ مصروفِ عمل ہے اور تم اس کے بارے میں اسی [طرح] پر سوچو۔ اگر تم ناکام رہے کیتھرو تو پھر مجھے کچھ اور لوگوں کو طل[ب] کرنا پڑے گا جو یہ کام کریں گے۔ مجھے بتاؤ تم کتنے دن کی مہ[لت] چاہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے جنابِ والا۔ مجھے صرف ایک ہفتہ د[ے] دیا جائے۔ اس ایک ہفتے میں' میں یقیناً کچھ نہ کچھ کرلوں گا' [ورنہ] آپ کے سامنے آکر اپنی ناکامی کا اعتراف کرلوں گا۔ میں ب[...]

[شرمن]دہ ہوں لیکن بہت جلد معلوم ہوجائے گا کہ وہ کون لوگ ہیں۔"

"بس ٹھیک ہے مجھے اس سے زیادہ کچھ اور نہیں کہنا۔" [بادش]اہ خاں نے جواب دیا اور کیتھرو نے گردن جھکا دی' بادشاہ [خا]ں اُٹھ کر اُس پردے کی جانب چل پڑا جدھر سے وہ آیا تھا اور [پر]دہ اُٹھا کر وہ کیتھرو کی نگاہوں سے معدوم ہوگیا۔

★★

نعمان خاں ذہنی طور پر اُلجھا ہُوا تھا' اُس کے تمام بھائی [بن]کاک کی تفریحات میں مشغول تھے۔ ہرچند کہ وہ نعمان خاں سے [ذہن]ی طور منحرف نہیں تھے بلکہ خود بھی اس بات پر اُلجھے ہُوئے تھے [کہ] نہ جانے اُن کا بھائی کیا کر رہا ہے اور ابھی تک اس نے کیا [کچ]ھ کیا ہے۔ نعمان خاں سے اس سلسلے میں سوال کیا گیا تو اس نے [خ]ود کو سنبھالتے ہُوئے کہا۔

"دیکھو تمھاری تمام تر ذمّے داری مجھ پر ہے' ممکن ہے کبھی [ا]یسا وقت آجائے کہ مجھے تمھاری امداد کی ضرورت ہو تو اس وقت [ت]م سے امداد حاصل کرنے میں تکلف نہیں کروں گا لیکن جس [وق]ت تک میں تم سے اپنی اس ضرورت کا اظہار نہ کروں تمھیں [فکرم]ند ہونے کی ضرورت نہیں ۔ ۔ ۔ عیش و آرام سے زندگی بسر [کرو] بنکاک کی تفریحات میں حصہ لیتے رہو۔ مجھے اس پر کوئی [اعت]راض یا تردد نہیں ہے لیکن بس یہ ہے کہ خود کو یہاں کے ماحو[ل میں] سنبھالے رکھو۔ کسی بھی ایسی حرکت میں ملوث نہ ہو جو ہمارے [لیے] پریشان کن ہو۔"

تمام بھائی مطمئن ہوگئے تھے لیکن خود نعمان خاں ذہنی طور [پر] غیر مطمئن تھا۔ ڈاکٹر بریٹو نے اُسے جس پروگرام کے تحت یہاں [ب]ھیجا تھا ابھی تک نعمان خاں کو اس میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی [تھ]ی۔ ہرچند کہ اُسے رہائش' زندگی گزارنے کے دوسرے لوازما[ت او]ر وقتی طور پر اخراجات کے لیے کوئی پریشانی نہیں ہوئی [تھ]ی لیکن اپنی پہلی کوشش میں ناکام رہنے کے بعد وہ بددل سا [ہ]وگیا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اپنے طور پر کام کرے لیکن اسے [ا]س کے مواقع میسّر نہیں ہورہے تھے۔ اسی پریشانی کے عالم [م]یں تھا کہ آئیوی اُس کے پاس پہنچ گئی۔

بہرطور نعمان خاں اس وقت اپنے کمرے میں خاموش [ب]یٹھا تھا کہ آئیوی اُس کے کمرے میں داخل ہوئی اور نعمان خاں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ اُس نے پھیکے انداز میں مسکرانے کی [ک]وشش کی۔ آئیوی اُس کے سامنے آ بیٹھی تھی۔

"سوری نعمان خاں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ روزِ اوّل سے تمھارے لیے اُلجھن بنی رہی ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ میں تمھیں مزید اُلجھنوں میں گرفتار نہیں کروں گی۔ اگر مناسب سمجھو تو آج اپنا کچھ وقت مجھے دے دو۔"

"کہو کہو میں سُن رہا ہوں' بہرحال تم میری محسن ہو۔ میرے محسن کی بیٹی ہو اور مجھے افسوس ہے کہ میں تمھارے لیے وہ سب کچھ نہیں کرسکا جو ایک محسن کا احسان ادا کرنے کے لیے ہوتا ہے۔" نعمان خاں نے کہا۔

"الفاظ سے مت کھیلو نعمان خاں۔ میں الفاظ کا کھیل کھیلنے نہیں آئی بلکہ تم سے دوٹوک گفتگو کرنے آئی ہوں۔"

"کس بارے میں؟" نعمان خاں نے بدستور نرمی سے پوچھا۔

"اپنے اور تمھارے بارے میں۔" آئیوی نے جواب دیا اور نعمان خاں کے ہونٹ سکڑ گئے۔ چند لمحات وہ آئیوی کو دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں نعمان خاں کہ تم یہاں میری موجودگی پسند کرتے ہو یا نہیں؟"

"آئیوی اس بارے میں' میں کیا کہہ سکتا ہوں' ظاہر ہے ڈاکٹر بریٹو نے ہم دونوں کو یہاں بھجوایا ہے' ڈاکٹر بریٹو کے مجھ پر بے پناہ احسانات ہیں' انھوں نے نہ صرف مجھے بلکہ میرے بھائیوں کو بھی ایک بہتر زندگی دینے کی کوشش کی ہے' ہرچند کہ یہاں میں ابھی یہ سب کچھ حاصل کرنے میں ناکام رہا ہوں لیکن یہاں تک پہنچنا ہی میرے لیے مشکل تھا اور میری یہ مشکل ڈاکٹر بریٹو نے آسان کردی۔ ان حالات میں اگر میں یہ کہوں آئیوی کہ میں ڈاکٹر بریٹو کا احسان مند نہیں ہوں تو یہ ناسپاسی ہوگی اور میں یہ نہیں کر سکتا لیکن جہاں تک مسئلہ میرا اور تمھارا ہے تو میں مزید کچھ وضاحت چاہتا ہوں' اس سلسلے میں تمھارا کیا رویّہ ہے؟"

"نعمان خاں' میں تم سے محبت کرتی ہوں' میں تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے' میں تمھاری بیوی بن کر رہنا چاہتی ہوں' کیا تم آج کل یا زندگی کے کسی دَور میں مجھے اس کا موقع دو گے؟"

"شاید نہیں۔" نعمان خاں نے سرد اور سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور آئیوی کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اُس نے نمناک نگاہوں سے نعمان خاں کو دیکھا اور بولی۔

"کیوں ۔ ۔ ۔ ؟"

"اس لیے آئیوی کہ میرے سامنے زندگی کا ایک بہت بڑا مشن ہے ایک مقصد ہے۔ جسے تم نہ سمجھ سکو گی' تمھارے علم میں

ہے کہ ہم قبائلی لوگ بعض اوقات زندگی کی ایسی اُلجھنوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں جو ہماری زندگی کی آخری سانسوں تک جاری رہتی ہیں پھر ان اُلجھنوں سے نمٹنا آسان نہیں ہوتا چنانچہ یوں بھی ہوتا ہے کہ ہماری ساری زندگی اسی طرح گزر جاتی ہے اور ہم اپنے لیے کچھ نہیں کر پاتے۔ میری بھی زندگی ایسے ہی واقعات سے عبارت ہے۔ میں اپنے بھائیوں کو اس مصیبت سے بچائے رکھنا چاہتا ہوں لیکن میری اپنی زندگی تم یقین کرو ہر وقت پستول کے دہانے پر ہے۔ نجانے کس وقت کیا کرنا پڑ جائے آیٹوی، اس لیے میں اپنی زندگی میں کسی اور کو شامل کرنا نہیں چاہتا۔"

"بس یہ بات ہے نعمان خاں یا کوئی اور بات بھی ہے؟" آیٹوی نے پوچھا۔

"نہیں آیٹوی یہی بات ہے۔"

"ایک سوال اور کروں؟"

"ہاں۔" نعمان خاں نے جواب دیا۔

"تم کسی اور کو تو اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتے؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔"

"کسی سے پیار بھی نہیں کرتے؟"

"نہیں۔"

"سوچ سمجھ کر یہ بات کہہ رہے ہو نعمان خاں؟" آیٹوی کی آنکھوں کی نمی غائب ہوتی جا رہی تھی۔

"میں پورے اعتماد اور بھروسے کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں۔" نعمان خاں نے جواب دیا۔

"تو نعمان خاں، اس کا مطلب ہے کہ تمھاری زندگی میں کوئی اور لڑکی نہیں ہے؟"

"نہیں۔"

"میں بھی نہیں ہوں؟" آیٹوی نے پوچھا اور نعمان خاں چونک کر اُسے دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

"آیٹوی، میں نے تم سے بڑی سادگی سے حقیقت کہہ دی ہے اگر تم ایک لڑکی کی حیثیت سے کسی کا میری زندگی میں شامل ہونے کا تصور کر سکتی ہو تو پھر یوں سمجھو اگر ایسا ہوتا تو وہ لڑکی تم ہوتیں۔ بس آیٹوی، ان اُلجھنوں میں نہ پھنسو، میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ ایک سچے ساتھی اور دوست کی حیثیت سے کہا ہے۔"

"ان الفاظ نے تو مجھے بہت کچھ دیا ہے نعمان خاں، تم کیا سمجھتے ہو، کیا یورپ کی عورت بالکل ہی دیوانی ہوتی ہے؟ کیا اس میں کبھی کوئی اچھا تاثر نہیں اُبھر سکتا؟ غلط سوچ ہے تمھاری نعمان خاں، میں ایک سچے ساتھی کی حیثیت سے بھی تمھارا ساتھ دے سکتی ہوں۔ میں کبھی یہ نہیں چاہوں گی کہ تم میرے [illegible] میں پھنس جاؤ اور اپنے فرض کو فراموش کر دو، ہاں اگر میں ایک محبوب کی حیثیت سے نہیں ایک دوست کی حیثیت سے ... ساتھ تو دے سکتی ہوں؟"

"آیٹوی اگر تم یہ چاہتی ہو تو بھلا مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ کہ تم اُلجھے اُلجھے سے رہتے ہو؟"

"کیوں پوچھ رہی ہو یہ سب کچھ آیٹوی؟"

"کیونکہ میں تمھاری دوست ہوں۔"

"آیٹوی مجھے میری زندگی کا محور ابھی تک نہیں مل سکا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔"

"دیکھو آیٹوی۔ میں ایک بہت بڑے قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرے باپ کی ایک حیثیت تھی۔ ہم لوگ یورپ میں رہتے تھے لیکن اپنے قبیلے سے بھی ہمارا تعلق تھا پھر اس قبیلے میں میرے باپ کو قتل کر دیا گیا۔ یورپ میں ہم لوگ کافی دولت مند تھے اور ہماری یہ دولت ہمارے تایا کی وساطت سے تھی پھر یوں ہوا کہ ہمارے تایا نے اپنے بھائی کی موت کا انتقام لینا چاہا۔ بہر حال اُنھوں نے میرے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ صورت حال بہت اُلجھ گئی۔ میرے باپ کا قاتل تو نہ مارا جا سکا اُس کی ماں ہمارا شکار ہو گئی اور اس کے جواب میں ہمارے باپ کے قاتل نے ہماری چار بہنوں کو قتل کر دیا۔ ہماری ماں اس غم میں جل کر ہلاک ہو گئی اور ہم نیم پاگل ہو کر رہ گئے۔ میں اپنے تایا پر لعنت بھیج کر واپس یورپ آ گیا۔ چونکہ اس خونریزی میں میں اپنے بھائیوں کو بھی نہیں کھونا چاہتا تھا۔ ہم وہ سب کچھ چھوڑ آئے آیٹوی جو ہمارا اپنا تھا اور عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ میں یہ چاہتا ہوں آیٹوی کہ ایک بار پھر دولت کما کر کوئی مقام حاصل کروں اور اپنے بھائیوں کو ایک مناسب زندگی دوں اور پھر اس کے بعد اپنے دشمن کی تلاش میں نکلوں۔ تم شاید اس بات سے واقف نہیں ہو کہ ہماری زندگی میں دشمن بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد ہم کسی اور کو اہمیت دیتے ہیں۔ اگر ہم اپنے دشمن کو جیتے جی ہلاک نہ کر سکے تو تم یہ سمجھو کہ ہم قبیلے میں جانے کے قابل نہیں ہوتے۔ ہم اس قبیلے سے اپنا نام منسلک نہیں کر سکتے۔ یہ ہمارے لیے شرم کا باعث اور قبیلے کے لیے بھی شرم کا باعث ہوتا ہے۔ میں یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہوں آیٹوی لیکن مجھے وہ مراعات حاصل نہیں ہیں جو ہونی چاہئیں۔ ابھی تک کچھ لوگ مجھ پر مسلط رہے ہیں۔ میں فالکر کی بات کرتا ہوں۔ اُس نے ایک پلان بنایا اور ہم اس پلان میں ناکام ہو گئے۔ مجھے یہ ناکامیاں پسند نہیں ہیں آیٹوی۔ اگر میں مزید ابھی اُلجھنوں میں رہا تو پھر شاید میں یہاں نہ رہ سکوں۔"

"لیکن نعمان خاں۔ کامیابیاں اور ناکامیاں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔ ان سے بددل ہونا تو مناسب نہیں ہے۔"

"بے شک آیٹوی۔ میں مانتا ہوں لیکن میں خود کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس کا موقع ملنا چاہیے۔"

"میں تمھیں وہ موقع فراہم کروں گی۔ اس میں اُلجھنے کی کیا بات ہے؟"

"نہیں آیٹوی پھر وہی بات ہو جائے گی۔ میں وساطتوں کے فریب میں کب تک آتا رہوں گا۔"

"بس ایک بار اور، صرف ایک بار اور۔" آیٹوی نے کہا اور نعمان خاں اُلجھی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"نہ جانے تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ کیا سوچ رہی ہو۔" نعمان خاں نے کہا اور آیٹوی نے اُس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کوئی خاص بات نہیں سوچ رہی اور نہ کوئی بہت بڑا کام کرنا چاہتی ہوں۔ میں تمھیں وہ حیثیت دلوا دوں گی جو تمھاری اپنی پسند ہے پھر تم جانو گے اور تمھارا کام۔" نعمان خاں خاموش ہو گیا۔ آیٹوی تھوڑی دیر تک اُس سے باتیں کرتی رہی اور پھر اُٹھ کر وہاں سے نکل آئی اور اُسی شام فالکر نے نعمان خاں سے ملاقات کی۔

"ہمارے سپرد ایک اور ذمے داری کی گئی ہے نعمان خاں اور اس بار تمھیں ان سارے معاملات کا انچارج بنایا گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آج رات ہی یہ نیا کام تمھیں سونپ دیا جائے گا۔"

"کیا کام ہو گا؟" نعمان خاں نے پوچھا۔

"اس کی تفصیلات بھی تمھیں رات ہی کو بتائی جائیں گی۔ مجھے صرف یہ بھنک ملی ہے۔" فالکر نے کہا اور نعمان خاں گردن ہلانے لگا۔ رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے کچھ افراد نعمان خاں کے پاس آئے۔ اُنھوں نے اپنے کاغذات اور نشانات پیش کیے، یہ برٹو گروہ ہی سے تعلق رکھتے تھے لیکن دراصل بادشاہ خاں کے آدمی تھے جو اس علاقے کا انچارج تھا۔ ان لوگوں کے سربراہ نے اپنا تعارف مارکرایڈگر کی حیثیت سے کرایا اور پھر نعمان خاں کے سامنے پروگرام کی تفصیلات پیش کرتا ہوا بولا۔

"یہاں بنکاک میں اسمگلروں کے بہت سے گروہ مصروفِ عمل ہیں۔ کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ بڑے۔ ہر گروہ اپنا ایک پس منظر رکھتا ہے۔ اس کی پشت پر بعض بین الاقوامی گروہ بھی ہوتے ہیں اس لیے ہماری یہی کوشش ہوتی ہے کہ ہم ایماندارانہ طور پر اپنا اپنا کام جاری رکھیں لیکن بعض اوقات مسٹر نعمان ہمارے درمیان کچھ ایسے معاملات پیش آتے ہیں کہ ہمیں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ ایسا ہی ایک گروہ رینڈ گروہ کہلاتا ہے۔ رینڈ غیر ملکی ہے۔ بنکاک سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، نہ ہی یہاں اس کے بہت سارے افراد ہیں۔ بس وہ کبھی کبھی یہ کوشش کرتا رہتا ہے کہ کچھ غیر ملکی مال یہاں پھیلا دے اور یہاں کی منڈی کو اپنے قابو میں کرے۔ اس سلسلے میں اُس نے ایسے ایسے ہتھکنڈے استعمال کیے ہیں جو تقریباً سب ہی لوگوں کو ناپسند آئے ہیں۔ اُس نے لوگوں کو خاصا نقصان بھی پہنچایا ہے جس میں ہمارا گروہ بھی شامل ہے۔ یہاں اُس کے ایجنٹ باہر ہی سے آتے ہیں اور اپنا کام کر کے نکل جاتے ہیں اس لیے کبھی وہ ہمارے ہاتھ نہیں آ سکا اور ہم کوئی جوابی کارروائی نہیں کر سکے۔ اس بار بھی رمین کی ایک لانچ آ رہی ہے جس پر خاص قسم کا برقی سامان لدا ہوا ہے۔ یہ سامان بے حد قیمتی ہے اور اس کا مارکیٹ میں آ جانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو فوری طور پر اپنا مال پھیلایا ہے، وہ فیل ہو جائے چنانچہ ہمیں یہ مال روکنا ہے اور لانچ کو لوٹ لینا ہے۔ یہ لانچ پٹی کریگ پر لگے گی اور پٹی کریگ پر رمین کے خاص آدمی موجود ہوتے ہیں۔ ہمیشہ ہی وہ یہ علاقہ استعمال کرتا ہے چنانچہ اس بار ہمیں پٹی کریگ پر رمین کی لانچ کو ٹریپ کرنا ہے۔ اس کا مال رینڈ کے پاس نہیں بلکہ ہمارے پاس پہنچنا چاہیے۔ یہ پروگرام ہے۔ اس مہینے کی سترہ تاریخ کو لانچ آ رہی ہے۔ اس سلسلے میں مزید تفصیلات آپ کو درکار ہوں مسٹر نعمان خاں تو یقینی طور پر فراہم کی جا سکتی ہیں۔ باقی سارے معاملات آپ کو کنٹرول کرنا ہیں۔"

"ہوں۔ گروہ کو اس مال سے کیا فائدہ ہو گا؟"

"بس جناب دُہرا فائدہ ہے۔ اگر مال مارکیٹ میں پھیل گیا تو ہمیں لاکھوں ڈالر کا نقصان اُٹھانا پڑے گا اور اگر مال ہمارے

ہاتھ آگیا تو وہ بھی لاکھوں ڈالر کا ہوگا۔ اس طرح ہمیں دُہرا فائدہ حاصل ہوگا۔ اگر یہ کام کامیابی سے ہو جاتا ہے تو آپ کو کمیشن کے طور پر دس لاکھ ڈالر ادا کیے جائیں گے۔ یہ ہمارا مخصوص معاوضہ ہے، اس کے علاوہ جو لوگ آپ کے ساتھ کام کریں گے اُن کے لیے دو لاکھ ڈالر الگ سے مخصوص ہوں گے جو آپ ہی کو ادا کر دیے جائیں گے۔ آپ ان دو لاکھ ڈالر کی مدد سے اپنا پروگرام ترتیب دے سکتے ہیں اور اس مسئلے میں کسی طرف سے کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔"

نعمان خاں کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ پہلا کام اُس کے ہاتھ آیا تھا جو اس کی اپنی طبع کے مطابق تھا چنانچہ اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن شرط یہی ہوگی کہ میں اس سلسلے میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کروں گا۔ اس سے پہلے بھی ہم ایک کوشش میں ناکام ہو چکے ہیں لیکن اس بار میں اپنے طور پر اس کی پلاننگ کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کو مکمل طور سے یہ اختیارات دیے گئے ہیں۔ کامیابی یا ناکامی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" ایڈگر نے جواب دیا اور نعمان خاں نے پُرسکون انداز میں گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے ایڈگر، مجھے چار ایسے آدمی دیے جائیں جو میرے ساتھ رہ کر بنکاک میں کام کر سکیں اور مکمل طور پر یہاں کے حالات سے واقف ہوں۔"

"میں سب سے پہلے تو اپنا ہی نام پیش کرتا ہوں جناب، اس کے بعد آپ مجھے اجازت دیں کہ میں باقی تین افراد کا انتخاب بھی کر لوں۔"

"مجھے منظور ہے مسٹر ایڈگر مجھے آپ کی یہ تقرری منظور ہے۔" نعمان خان نے کہا اور ایڈگر نے اُس کے سامنے اپنی گردن گردن خم کر دی۔

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے مسٹر ایڈگر کہ آپ کس کے نمایندے بن کر آئے ہیں اور آپ کی کیا حیثیت ہے؟"

"اس وقت میں گروہ کے انچارج کا نمایندہ ہوں جو یہاں گروہ کو کنٹرول کر رہا ہے۔"

"اس سے قبل آپ کی کیا حیثیت تھی؟"

"کچھ نہیں۔ گروہ کے لیے کام کرتا رہتا ہوں اور اس کے پُراعتماد کارکنوں میں شامل ہوں۔ ہمارا طریقۂ کار اسی قسم کا ہے کوئی ایک شخص کسی دوسرے شخص پر حکمراں نہیں ہوتا صرف انچارج اپنے نمایندوں کو کنٹرول کرتا ہے، انچارج کا اپنا کوڈ درا متوزج ہے یا پھر وہ اسے تبدیل کرنا چاہتا ہے تو اپنے گروہ کے ارکان کو اس کی اطلاع دے دیتا ہے۔ اُس کے حوالے سے ہمیں مختلف کام سونپے جاتے ہیں اور ہم انھیں انجام دیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے یہ بتاؤ کہ کیتھرو کون ہے؟"

"ایک نمایندہ صرف ایک نمایندہ جو یہاں کے سرکاری ذرائع کو گروہ کے لیے کنٹرول کرتا ہے۔ اسی قسم کے اور نمایندے بھی ہیں جو اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ گروہ کا طریقہ بڑا سائنٹیفک ہے مسٹر نعمان خاں، انچارج قدیم روایت سے ہٹ کر کام کرتا ہے اور وہ فرسودہ طریقے چھوڑ چکا ہے جو اس قسم کے گروہوں کے ہوا کرتے تھے۔ اب ہم میں سے ہر شخص انچارج ہے اور ہر شخص حصّے دار ہے۔ سب کو کمیشن ملتا ہے۔ جتنا مالی منافع حاصل ہو ہم لوگ اس میں سے حصّہ بہ حصّہ حق دار ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں ہمارے کارکنوں کے لیے بھی اطمینان بخش ہیں اور ان میں صحیح کارکردگی کی لگن پیدا کرتی ہیں۔ بہرطور نعمان خاں! میں ذاتی طور پر آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ جو کام آپ کو سونپا جارہا ہے اگر آپ اس کو صحیح طور انجام دینے میں کامیاب ہو جائیں تو امید نہ صرف یہ کہ مالی منافع حاصل ہو سکتا ہے بلکہ آپ کی ایک ساکھ بھی بن سکتی ہے پھر آپ کو گروہ میں کوئی بڑا عہدہ بھی دیا جا سکتا ہے۔"

"میری خود اپنی یہی خواہش ہے کہ میں کوئی کام سلیقے سے کروں حالانکہ اس سے قبل میں ایک مسئلے میں ناکام رہ چکا ہوں بہرطور جو ہوا سو ہوا۔ جو شرائط میرے لیے رکھی گئی ہیں مجھے نہایت پسند ہیں اور میں اُن لوگوں کا شکرگزار ہوں۔ جنھوں نے یہ کام میرے سپرد کیا۔ میں اس کی انجام دہی کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر تیار کیے لیتا ہوں۔ کیا آپ مجھے انچارج سے گفتگو کرنے کا موقع فراہم کریں گے مسٹر ایڈگر؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ آپ کسی بھی وقت ایک مخصوص فون نمبر پر گفتگو کر سکتے ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ گفتگو انچارج سے ہوگی لیکن آپ کا سیکشن جو بھی کنٹرول کر رہا ہوگا وہ آپ سے اس موضوع پر تمام تر گفتگو کر لے گا۔"

"عجیب طریقۂ کار ہے بہرحال آپ مجھے بتایئے، مجھے کس نمبر پر رِنگ کرنا ہوگا؟" نعمان خاں نے پوچھا اور ایڈگر نے اُسے ایک نمبر بتا دیا پھر بولا۔

"میرا خیال ہے جناب، آج کی یہ میٹنگ پوری ہوئی اور کوئی

بات قابلِ ذکر نہیں رہ گئی چنانچہ اجازت دی جائے۔"

"تم بھی جانا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں۔" ایڈگر نے جواب دیا۔

"پھر دوسری ملاقات کب ہوگی تم سے؟"

"اب اس سلسلے میں آپ جو احکامات دیں گے، اُن کی بجا آوری میرا فرض ہوگی۔ اب سے دو گھنٹے کے اندر اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے مجھے کچھ اور تفصیلات درکار ہوں گی۔ اس سلسلے میں تمھارے دیے ہوئے ٹیلی فون پر بات کر لوں گا، کیا میں اس ٹیلی فون نمبر پر اطمینان سے گفتگو کر سکتا ہوں؟"

"جی ہاں۔ اس میں کوئی تردّد نہیں ہے۔ یہاں ہمارے تمام کام مکمل ہیں اور ہمیں کوئی بھی دُشواری نہیں ہوتی۔" ایڈگر نے جواب دیا اور اس کے بعد مزید کچھ رسمی گفتگو ہوئی پھر ایڈگر چلا گیا۔

★★

شیران ان بھانت بھانت کے جانوروں کو دیکھ رہا تھا۔ بار بار اُسے ہنسی آجاتی تھی۔ آیئنے میں اُس نے اپنا حلیہ بھی دیکھا تھا اور تاؤنی کو مارنے دوڑ پڑا تھا۔ یہ ساری حرکت تاؤنی نے ہی کی تھی، اُسے بندر بنا کر رکھ دیا تھا۔ کہتا تھا میک اپ کر رہا ہوں۔ تاؤنی نے اُسے بتایا کہ آوارہ گردوں کے اس میک اپ کا کوئی جواب نہیں ہے اور اس وقت وہ قطعی طور پر ایک آوارہ گرد ہی معلوم ہو رہا ہے۔ بہرطور شیران کو یہ سب کچھ برداشت کرنا تھا خود اس کی اپنی ہی تجویز تھی۔ وہ آوارہ گردوں کی کیمپنگ میں جانا چاہتا تھا جہاں گرینھاؤ کے ناجائز منشیات کے اڈّے چل رہے تھے۔ وہ پوری طرح گرینھاؤ کے پیچھے پڑ گیا تھا حالانکہ اس سے قبل مسٹر مارلینو نے اُس سے درخواست کی تھی کہ گرینھاؤ کے منشیات کے اڈّوں کو ختم کرنے کی کارروائی شروع کر دے اس درخواست کے بعد دوسری درخواست نہیں کی گئی تھی مارلینو نفسیاتی طریقۂ کار سے کام لے رہا تھا اور شیران کو سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق کرنے دینا چاہتا تھا۔ اُس نے شیران پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی بلکہ اپنے آدمیوں کو بھی ہدایت کر دی تھی کہ شیران کا رُخ جس جانب ہو اُسے اسی طرف چلنے دیا جائے اور اُسے مجبور نہ کیا جائے۔ بہرطور ہیروں کے معاملے کے بعد شیران اپنے طور پر ہی گرینھاؤ کی جانب متوجّہ ہوا تھا اور اس نے گرینھاؤ کے اڈّوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ان اڈّوں کو ختم کرنے کے سلسلے میں اس نے قطعًا اپنے طور پر کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ تاؤنی البتّہ اُسے ایک بار پھر مل گیا تھا اور تاؤنی نے اُسے اپنی رُوداد سُنائی تھی کہ کس طرح وہ پولیس کے شکنجے میں پھنس گیا، گرفتار ہوا لیکن بالآخر اُسے مارپیٹ کر چھوڑ دیا گیا۔ بہرطور اب صرف تاؤنی اُس کے ساتھ تھا اور تاؤنی ہی نے اُس کے چہرے پر آوارہ گردوں کا میک اپ کیا تھا۔ گھنی اور اُلجھی ہوئی داڑھی، بکھرے ہوئے بال، گدلا گدلا چہرہ، پھٹا ہوا لباس مگر شیران کی شخصیت اس میں بھی نہیں چھپ سکی تھی جہاں بھی اس کا بدن جھلک رہا تھا وہاں وہ قابلِ توجّہ تھا۔ تاؤنی اُس کے ساتھ چوہے کی مانند نظر آتا تھا بہرطور اس طرح وہ آوارہ گردوں کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ یہ کیمپ بنکاک کے مغربی سرے پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان لگا ہوا تھا۔ یہاں ایک پگوڈا تھا۔ پگوڈے سے تقریبًا ایک فرلانگ کے فاصلے پر کسی قدر گہرائی میں یہ کیمپنگ تھی اور یہاں آوارہ گردوں کا بہت بڑا ہجوم نظر آتا تھا۔ گرینھاؤ گاؤچی کا کنٹرول تھا اس اڈّے پر اور منشیات ایک مخصوص کیبن سے تقسیم ہوتی تھیں۔ جہاں آوارہ گردوں کی لالٹینوں کی لالٹینیں نظر آتی تھیں اور رات کی تاریکی میں چرس کے دھوئیں کے مرغولے فضا میں پھیل جاتے، دوسری منشیات کی بدبو بھی یہاں چکراتی رہتی تھی اور ایک عجیب سا ماحول بن جاتا تھا۔ شیران نے متحیّرانہ نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھا۔ تاؤنی نے اُس کے لیے ایک خیمہ حاصل کر لیا تھا جس کا کرائے پر مل جانا کوئی اہم بات نہیں تھی۔ خیمہ دیکھ کر شیران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ابے او بندر۔ اس خیمے میں ہم دونوں رہیں گے؟"

"ہاں چیف، غالبًا یہ تمھیں کافی کشادہ محسوس ہو رہا ہے اگر ضرورت پیش آئی تو کسی مجبور کو یہاں پناہ دے دیں گے۔" تاؤنی نے کہا اور شیران نے اُس کی گردن پکڑ لی۔

"مذاق کرتا ہے مجھ سے، اس میں تو میرے پاؤں بھی نہیں چھپ سکیں گے۔"

"دیکھو چیف یہاں اپنی دولت کا مظاہرہ مت کرو جس پروگرام سے آئے ہو اُسی پر عمل کرو اور یہاں سے نکل چلو تمھیں اس بات سے کیا غرض کہ خیمہ کتنا بڑا ہے۔ سارے ہی خیمے ایسے ہی چھوٹے چھوٹے ہیں یہاں اگر کوئی دولت مند ہوتا بھی ہے تو اپنی دولت کو چھپائے پڑا رہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ تُو تو ان معاملات میں میرا

اُستاد ہی بن بیٹھا ہے۔"

" جو کچھ کرنا ہے چیف آج ہی رات کر لیں گے۔ صبح کو یہاں موجود نہیں ہونا چاہیے ورنہ لوگ ہماری جانب متوجہ ہو جائیں گے۔" تاڈنی نے کہا اور شیران نے گردن ہلا دی لیکن آوارہ گردوں کی حرکتوں کو وہ بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا پھر وہ بھی تاڈنی کے ساتھ ایک لائن میں لگ گیا۔ مقصد یہی تھا کہ اس کیبن کو دیکھ لیا جائے جہاں سے منشیات فروخت ہوتی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کیبن کے پاس پہنچ گئے۔ تاڈنی نے جیب سے رقم نکال کر ونڈو پر رکھی اور اپنی پسندیدہ شے طلب کر لی پھر شیران نے بھی کچھ خریدا اور دونوں واپس پلٹ پڑے۔

" کیبن زیادہ کشادہ تو نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہاں تین چار افراد سے زیادہ نہیں تھے۔" شیران نے کہا۔

" ہاں چیف۔ اب کیا خیال ہے؟"

" کچھ نہیں آج ہی اس سے نجات پالیں گے۔" شیران نے جواب دیا۔ نشہ آور اشیا کو لیے ہوئے وہ اپنے خیمے کے پاس آ گئے۔ آوارہ گردوں میں سے کوئی بھی اُن کی جانب متوجہ نہیں تھا ویسے شیران بھی اس حلیے میں بہت شاندار نظر آ رہا تھا۔ آوارہ گردوں میں اُنھوں نے بے راہ رو لڑکیاں بھی دیکھیں جو اپنے جسم اور لباس سے بے نیاز نشے میں اِدھر اُدھر پڑی ہوئی تھیں اُنھیں کوئی عورت کہہ ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ عورت کا مذاق معلوم ہوتی تھیں لیکن شیران اُن کی جانب متوجہ نہیں ہوا جب کہ تاڈنی اکثر لڑکیوں کے قریب سے گزرتے ہوئے رُک کر اُن کی بدحالی دیکھنے لگتا تھا۔ ایک بار وہ ایسی ہی بدحال لڑکی کو دیکھنے کے لیے رُکا تو شیران نے اُس کے گریبان پر ہاتھ ڈال کر اُسے سیدھا کھڑا کر دیا۔

" ارے ارے چیف کیا بات ہے۔ کیا بات ہے۔ تم اچانک ہی میری بے عزتی کرنے پر کیوں آمادہ ہو گئے؟"

" بے عزتی نہیں تُو بار بار رُک کیوں جاتا ہے؟" شیران نے پوچھا۔

" اوہ چیف دیکھ رہا ہوں، دیکھ رہا ہوں۔ ان لڑکیوں نے کس قدر اپنے آپ کو تباہ و برباد کر لیا۔ یہ یورپین ہیں نا؟"

" ہاں شاید میں نہیں جانتا ان ساری باتوں کو۔"

" جاننا چاہیے چیف، جاننا چاہیے۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یورپ کس قدر پسماندہ ہو گیا ہے۔ کم از کم ذہنی طور پر ذرا دیکھو تو سہی۔ اوہ، اس لڑکی کے جسم پر کس قدر مختصر لباس ہے چیف، کیا... کیا...؟"

" تاڈنی اگر تُو نے زیادہ فضول باتیں کیں تو میں گھونسا مار کر تیری گردن کی ہڈی توڑ دوں گا۔" تاڈنی بُرا سا منہ بنا کر آگے بڑھ گیا۔ خیمے کے پاس پہنچ کر وہ نیچے بیٹھ گیا اور چرس کی گولی نکال کر اُسے سگریٹ میں مَسلنے لگا۔

" یہ کیا کر رہا ہے؟" شیران نے پوچھا۔

" اپنی رقم حلال کر رہا ہوں۔" تاڈنی نے جواب دیا۔

" کیا مطلب۔ کیا تو اسے استعمال کرے گا؟"

" تو پھر کس لیے خریدی گئی ہے، یہ چیف؟" تاڈنی نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا اور شیران کی آنکھیں غصّے سے سُرخ ہو گئیں۔

" تو میرے ہاتھوں ہی مرنا چاہتا ہے تو ٹھیک ہے، مجبوری ہے۔ اسے استعمال کر اور جب تجھے نشہ ہو جائے گا تو میں تجھے یہیں خیمے میں ڈال کر جلا دوں گا۔ سُن لیا، اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کروں گا۔" تاڈنی کا ہاتھ رُک گیا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے شیران کو دیکھنے لگا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔

" بڑی مشکل ہے چیف۔ یہ ایسی ہی بدترین شے ہے کہ اسے حاصل کرنے کے بعد انسان اپنے تمام اغراض و مقاصد بھول جاتا ہے۔ اب دیکھو میں تنہا تو نہیں ہوں۔ یہ سارے کے سارے نہ جانے کس لیے پیدا ہوئے تھے اور آج یہاں پڑے ہوئے ہیں کھلے آسمان کے نیچے، اپنوں سے بے نیاز اپنے خاندان کو بھولے ہوئے۔"

" میں کوئی نصیحت نہیں سُننا چاہتا تاڈنی اگر تُو نے ایسی فضول باتیں کیں تو میں تیرا ساتھ چھوڑ دوں گا۔"

" ارے ارے چیف لو یہ میں نے پھینک دی اور جو کچھ تمھاری جیب میں ہے اُسے بھی نکال کر باہر پھینک دو مگر ٹھہرو کیوں نہ ہم کسی کا بھلا کر دیں اس سے؟"

" مجھے ان فضول باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے میرا مقصد اُس کیبن کو دیکھنا تھا سو میں نے دیکھ لیا۔ رات ہی کو ہم اس سلسلے میں کارروائی کریں گے۔" تاڈنی ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ فضا میں تاریکیاں اُترتی چلی آ رہی تھیں اور آوارہ گردوں کے بدمست قہقہے گونج رہے تھے، نشہ آور اشیا کی خوشبوئیں چکراتی پھر رہی تھیں۔ کہیں کہیں تو رقص اور موسیقی کی آوازیں بھی سُنائی دے جاتی تھیں۔ سب اپنی اپنی دھن میں مست تھے۔ شیران نے موقع غنیمت دیکھ کر اپنے مشن کا آغاز کر دیا۔ اس لباس میں انتہائی خطرناک اور مُہلک بم پوشیدہ تھے۔ رات کی تاریکی میں وہ رینگتا ہوا کیبن کے پاس پہنچ گیا۔ کیبن میں اب بھی منشیات کی خرید و فروخت جاری تھی اور اندر موجود لوگ

آوارہ گردوں کو اُن کی مطلوبہ اشیا فراہم کر رہے تھے۔ کسی نے اُن دونوں کی جانب توجہ نہیں دی۔ شیران اور تاڈنی کیبن کے عقب تک پہنچ گئے پھر اُنھوں نے کیبن کے اطراف میں بم لگا دیے۔ یہ ٹائم بم تھے، بم لگانے کے بعد وہ وہاں سے واپس پلٹے اور پھر اُنھوں نے کیمپنگ میں بھی ایک دو جگہ یہ بم فٹ کیے۔ اس کے بعد وہ وہاں سے کافی فاصلے پر آ گئے۔ شیران اپنی گھڑی کو دیکھ رہا تھا پھر جب مطلوبہ وقت ہوا تو کیبن ایک دھماکے سے فضا میں بلند ہو گیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دھماکے ہونے لگے اور کیمپنگ میں بھگدڑ مچ گئی۔ کیبن کا نام اور نشان نہیں رہا تھا۔ اُس کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے اب بھی شعلے اُگل رہے تھے۔ نہ جانے کتنے لوگ ہلاک ہوئے تھے اور نہ جانے کتنے زخمی۔ شیران اور تاڈنی وہاں سے واپس چل پڑے تھے۔ شیران کے ہونٹوں پر ایک مکارانہ مُسکراہٹ تھی۔ دوسری شام ایسے ہی دوسرے کیمپ میں دھماکے ہوئے اور پھر تیسری شام تیسرے کیمپ میں۔ اس کے بعد تو پورے شہر میں افراتفری پھیل گئی۔ بنکاک پولیس کی مصروفیات بے پناہ بڑھ گئی تھیں ناجائز منشیات کا کاروبار یہاں زوروں پر ہوتا تھا لیکن پولیس اس سلسلے میں اپنی سرپرستی کا کُھلّم کُھلّا اظہار نہیں کر سکتی تھی رسمی طور پر کارروائیاں تو ہوتی ہی تھیں اور پھر چونکہ ان دھماکوں میں بہت سے افراد ہلاک ہوئے تھے اس لیے پولیس کو مستعد ہونا پڑا اور چاروں طرف بھاگ دوڑ مچ گئی۔ ایسے اڈے تلاش کیے جانے لگے جو کہ ناجائز منشیات کا کاروبار کرتے تھے بہت سی گرفتاریاں بھی ہوئیں۔ مقصد یہی تھا کہ آوارہ گردوں کی موت کا معمہ حل کیا جائے اور یہ پتہ چلایا جائے کہ ایسا کرنے والے کون ہیں۔ پولیس ہیڈ کوارٹر میں اعلا افسران کی میٹنگیں ہوئیں اور ان میٹنگوں میں فیصلہ کیا گیا کہ ناجائز منشیات کا کاروبار کرنے والے چند گروہوں میں چل گئی ہے اور اس کا یہ نتیجہ ظاہر ہوا ہے۔ خفیہ طور پر یہ کاروبار کرنے والوں سے رابطہ قائم کیا گیا اور یہ بات معلوم کی جانے لگی کہ آخر ان کے درمیان جنگ کیوں چھڑ گئی ہے۔ پولیس کو وہاں سے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ درحقیقت یہ سارا ہنگامہ کون کر رہا ہے اور اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے لیکن جب چوتھے اور پانچویں دن بھی ایسے چھوٹے اڈوں پر حملے ہوئے جو گریتھاڈ گاڈچی ہی کی زیرِ نگرانی چل رہے تھے تو پولیس کو فیصلہ کرنے میں یہ دُشواری نہ ہوئی کہ ان خوفناک ہنگاموں کا شکار گریتھاڈ گاڈچی کا گروہ ہے چنانچہ گاڈچی سے رابطہ قائم کیا جانے لگا۔

★★

ایک بار پھر گریتھاڈ گاڈچی بادشاہ خاں کے پاس پہنچ گیا۔ اس بار اُس نے براہِ راست بادشاہ خاں سے ملاقات کی تھی۔ اس کے ساتھ دس افراد اور تھے۔ بادشاہ خاں نے ازراہِ کرم ملاقات کی اجازت دے دی تھی اپنی مخصوص قیام گاہ کے ایک ملاقاتی ہال میں اُس نے گریتھاڈ گاڈچی کو سرد مہری سے خوش آمدید کہا اور بولا۔

" گو یہ میرے اصولوں کے خلاف بات تھی کہ میں پہلے سے طے شدہ پروگرام کے بغیر کسی سے ملاقات کروں، تمھیں خاص طور سے یہ مراعات دی گئی ہیں۔"

گاڈچی کی آنکھوں میں خون بھرا ہوا تھا۔ نہ جانے کس

طرح اُس نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر بادشاہ خاں۔ مَیں بنکاک کا باشندہ ہُوں۔ یہاں کا مقامی باشندہ اور ایک مقامی باشندہ ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ فوقیت حاصل ہے کہ مَیں اگر چاہوں تو یہاں غیر ملکیوں کے خلاف ایک باقاعدہ مُہم چلا سکتا ہُوں۔ حکومت بھی اِس سلسلے میں میرا ساتھ دے گی۔ مَیں بھی سازشیں کرنا جانتا ہُوں بادشاہ خاں لیکن بہت ہی افسوس ناک امر یہ ہے کہ میں فطرتاً امن پسند ہوں اور ہنگامہ خیزیوں کو نظر انداز کرتا رہتا ہوں لیکن آپ نے جو کچھ کیا ہے وہ بہت ہی افسوس ناک ہے آپ کو اتنی جلدی یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔"

بادشاہ خاں کے سُرخ و سفید چہرے پر ایک لمحے کے لیے گہرا سُرخ رنگ چھا گیا لیکن پھر اُس نے پُرسکون ہو کر مُسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم غیر ملکیوں کے خلاف کوئی مُہم چلانا چاہتے ہو گر یتھاؤ گاڈچی، تو مَیں تمھیں کس طرح روک سکتا ہُوں بلکہ یہ ایک دلچسپ تجربہ ہوگا میرے لیے بھی کیونکہ مَیں غیر مُلکی ہُوں۔ مَیں جس جگہ جو بھی کام کرتا ہوں وہاں اپنے گرد حفاظتی خول توڑ دیتا ہُوں اور اپنے دُشمنوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے نزدیک آئیں اور مجھے نقصان پہنچائیں۔ مَیں درِاصل خود اپنا تجزیہ کرتا رہتا ہوں گر یتھاؤ گاڈچی اور دیکھتا رہتا ہُوں کہ مَیں ابھی بوڑھا ہُوا یا نہیں لیکن میرے سفید بال میرے عزم اور میری ہمّت کے سامنے شرمندہ رہتے ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ کوئی میری ان قوتوں کو بھی شرمندہ کر دے تو بہتر یہ ہے کہ تم پہلے اپنی مُہم کا آغاز کرو۔ یقیناً وہ میرے خلاف بھی ہوگا اور شاید تم نے یہ بات میرے سامنے اسی لیے کہی بھی ہے۔"

"بادشاہ خاں، میرا تمام کاروبار تباہ ہو چُکا ہے۔ مَیں اب ان اڈّوں کو سالہا سال تک آباد نہیں کر سکتا جو تباہ کر دیے گئے۔ مَیں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے ان حالات میں کیا کرنا چاہیئے؟"

"مَیں نے بھی سُنا ہے کہ گر یتھاؤ گاڈچی کے منشیات کے اڈّے ختم کر دیے گئے ہیں۔ چھوٹے موٹے اڈّے والے بھی اپنا اپنا کاروبار سمیٹ بھاگے ہیں اور منشیات کی مارکیٹ آج کل بالکل خالی پڑی ہے۔ ان حالات میں اگر کوئی چُرا بھی کچھ تھوڑا سا سامان لے کر وہاں بیٹھ جائے تو اپنا اثر و رسوخ قائم کر سکتا ہے اور اپنی ساکھ بنا سکتا ہے کیونکہ منشیات کے حصول کے لیے سرگرداں بے چارے لوگ ہر شخص سے مال خریدنے پر تیار ہو جائیں گے لیکن اپنی اس بربادی کا رونا تم مجھ سے کیوں رونے آئے ہو؟"

"اس لیے بادشاہ خاں کہ یہ سب کچھ آپ نے کیا ہے۔" گر یتھاؤ گاڈچی نے کہا۔

بادشاہ خاں نے پُرسکون نگاہوں سے گاڈچی کو دیکھا پھر بولا۔ "اگر تمھارے ذہن میں یہ غلط فہمی موجود ہے تو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے کیونکہ غلط فہمیاں کسی نہ کسی بُنیاد پر جنم لیتی ہیں۔ غالباً تمھارے ذہن میں وہ ہیرے ہوں گے لیکن جب ہمارے اور تمھارے درمیان اس بات پر ایک فیصلہ ہو گیا کہ تم مجھے اُن ہیروں کی قیمت یا پھر اُس شخص کو پیش کر دو گے جو اُنھیں حاصل کرنے کا باعث بنا ہے تو مَیں تمھارے خلاف کوئی کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ تم نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ مَیں ہیروں کی قیمت کا تعین کر دوں تو تم مجھے وہ قیمت ادا کر دو گے، مَیں نے ابھی تک خود وہ تعین نہیں کیا۔ اس لیے قصور تمھارا نہیں ہے اور اگر تمھارا قصور نہیں ہے گر یتھاؤ گاڈچی تو پھر اس بات کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ مَیں تمھارے خلاف یہ عمل کروں۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم اُن لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرو، جنھوں نے یہ سب کیا ہے۔ مَیں یا میرا گروہ اس کا ذمّے دار نہیں ہے۔ بادشاہ خاں قبائلی ہے اور ہم قبائلی اگر دُشمنی کرتے بھی ہیں تو الاعلان، چھُپ کر وار کرنا ہماری سرشت کے خلاف ہے چنانچہ جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے، وہی درُست ہے اور گر یتھاؤ گاڈچی مجھے یقین ہے کہ تم اپنے طور پر تحقیق ضرور کرو گے لیکن یہاں سے یہ سوچ کر اُٹھو گے کہ تمھیں نقصان پہنچانے میں بادشاہ خاں کا ہاتھ نہیں ہے۔"

"اگر یہ درُست ہے بادشاہ خاں، تو یقین کرو کہ میرے دل اور دماغ پر سے ایک بہت بڑا بوجھ تو ہٹ گیا ہے۔" گر یتھاؤ گاڈچی نے کہا۔

"اگر کا کیا سوال ہے گر یتھاؤ۔ بادشاہ خاں نے جو بات کہی ہے وہ اگر کے بغیر درُست ہے۔" بادشاہ خاں نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، میرے ذہن سے یہ بوجھ ہٹ گیا ہے بادشاہ خاں، کہ بنکاک کے ایک بہت بڑے آدمی نے مجھ پہ اعتبار نہ کیا لیکن اب مَیں اس بڑے آدمی سے امداد چاہتا ہُوں، میری مدد کی جائے۔ باہر کے ممالک میں اب بھی میری ساکھ ہے مَیں مال دوبارہ منگوا سکتا ہُوں لیکن ان اڈّوں کو جمانا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ میرے کافی افراد ہلاک ہُوئے ہیں اور پولیس میرے پیچھے ہے اور اُن لوگوں کی ہلاکت کے بارے میں تحقیقات کر رہی ہے کیونکہ اس کی ذمّے داری کسی قدر مجھ پر آتی ہے۔ ان حالات میں، مَیں جس قدر پریشانیوں کا شکار ہُوں گا، بادشاہ خاں اس کے بارے میں بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے..."

چنانچہ گر یتھاؤ گاڈچی کو دوستی کی بُنیاد پر بادشاہ خاں کی مدد درکار ہے۔

"ہُوں۔ گاڈچی ہماری اپنی مصروفیات بھی اتنی ہیں کہ ہم کسی مسئلے میں مداخلت کے لیے وقت نہیں نکال سکتے۔ تاہم اگر تم اپنے دُشمن کو پا لو اور یہ محسوس کرو کہ وہ تم پر بھاری پڑ رہا ہے تو پھر بادشاہ خاں سے بات کرنا ہم کوشش کریں گے کہ تھیں تمھارے دُشمن سے نجات دلا دیں۔" گر یتھاؤ گاڈچی چند لمحات بادشاہ خاں کی شکل دیکھتا رہا پھر اُس کا شکریہ ادا کر کے اُٹھ گیا لیکن اُس کی آنکھوں میں اب بھی کینہ پروری کی جھلک تھی اور بادشاہ خاں کی زیرک نگاہیں اس کو محسوس کر رہی تھیں۔ گر یتھاؤ گاڈچی کے جانے کے بعد اُس نے اپنے ساتھ موجود لوگوں سے کہا۔

"اس شخص پر بھی نگاہ رکھنا ضروری ہے۔ یہ صاف دل لے کر نہیں گیا۔"

★★

نعمان خاں نے اپنی کارروائی شروع کر دی تھی۔ اس نے خاصا غور و خوض کیا تھا اور پھر ایڈگر کو طلب کر لیا تھا۔

ایڈگر مَیں چاہتا ہُوں کہ اس لانچ وغیرہ کے بارے میں مجھے تفصیلات مہیّا کر دی جائیں جس سے آنے والے سامان پر ہمیں قبضہ کرنا ہے، کون سے راستے سے آ رہی ہے کس وقت کہاں سے گزرے گی۔ کیا مجھے یہ سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے؟"

"یقیناً جناب۔ کیا آپ نے ٹیلی فون پر چیف سے بات کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"نہیں۔ مَیں نے مناسب نہیں سمجھا، چیف خود ہی جب مجھے مخاطب کرے گا تو مَیں اُس سے بات کروں گا۔ میری فطرت ذرا مختلف ہے۔"

"تو ٹھیک ہے نعمان خاں۔ مَیں اس بارے میں تمھیں تمام تفصیلات مہیّا کیے دیتا ہُوں۔ ہمارے پاس ابھی کچھ وقت ہے۔" ایڈگر نے جواب دیا اور نعمان خاں نے گردن ہلا دی۔ تقریباً چھ گھنٹے کے بعد ایڈگر نے نعمان خاں کو لانچ کے رُوٹ کی تمام تفصیلات مہیّا کر دیں اور پھر نعمان خاں سے کہنے لگا۔

"بہتر یہ ہے کہ آپ پٹّی کریگ کا جائزہ لے لیں، ہم تفریحاً اس طرف چلیں گے اور آپ اپنے لیے لائحہ عمل منتخب کر لیں اگر میرا یہ مشورہ قابلِ قبول ہو تو مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا انتظام کر لوں..."

"کر لو۔ کر لو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" نعمان خاں نے جواب دیا اور ایڈگر تیاریاں کرنے لگا پھر وہ سڑک پر نکل آئے اور آوارہ گردی کرتے ہُوئے اُس ساحل کی جانب جانے لگے جو پٹّی کریگ کا علاقہ کہلاتا تھا۔ پٹّی کریگ کے اس ویران مخصوص علاقے میں ایڈگر نے نعمان خاں کو وہ جگہ دکھائی جہاں ایک عارضی جیٹّی بنی ہُوئی تھی۔ یہ جیٹّی ماہی گیروں کے استعمال میں آتی تھی اور یہاں قرب و جوار میں چھوٹی چھوٹی شکاری ڈونگیاں پڑی ہُوئی تھیں۔ کچھ ڈونگیاں سمندر میں نظر آ رہی تھیں جن پر ایک ایک یا دو دو افراد بیٹھے ہُوئے مچھلیوں کا شکار کر رہے تھے۔ ایڈگر نعمان خاں کو یہاں کی مصروفیات کے بارے میں بتانے لگا۔ اُس نے کہا کہ نو بجے کے بعد ان ساحلوں پر تا حدِ نگاہ کوئی نہیں ہوتا اور یہ اسمگلروں کی جنّت بنے رہتے ہیں عام طور سے اسمگلر یہاں مال اُتارتے ہیں اور پھر یہاں سے مال آگے بڑھ جاتا ہے۔ یوں بھی بنکاک پولیس اس سلسلے میں بہت زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کرتی چونکہ اس کا کوئی قانون یہاں موجود نہیں ہے، بہر طور ہم اپنے آدمیوں کو ان جگہوں پر پھیلا سکتے ہیں اور یہاں سے ہم اُن سے جنگ و جدل کر کے مال حاصل کر سکتے ہیں۔" نعمان خاں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے پلٹ پڑے، البتہ اُس نے آنے والی لانچ کے بارے میں مکمل معلومات ایڈگر سے حاصل کر لی تھیں پھر اُس نے گیارہ بجے ایڈگر کو ایک اور حکم دیا۔

"ایڈگر، مجھے ایک تیز رفتار لانچ درکار ہوگی۔ تقریباً بیس آدمیوں کے ساتھ اور مجھے یقین ہے کہ تم اس سلسلے میں اُس وقت تک کسی کو نہیں بتاؤ گے جب تک کہ مَیں اپنا کام پُورا نہ کر لوں۔"

"مَیں نہیں سمجھا مسٹر نعمان خاں۔" ایڈگر نے کہا۔

"ایڈگر، مَیں اس لانچ کو پٹّی کریگ پر ریسیو نہیں کر سکتا بلکہ پٹّی کریگ سے تقریباً پانچ میل دُور سمندر ہی میں، مَیں اُس پر چھاپہ مارنا چاہتا ہُوں اور وہیں مَیں اُسے اپنے قبضے میں لے لوں گا۔" نعمان خاں نے جواب دیا اور ایڈگر حیران رہ گیا۔

"مگر نعمان خاں یہ تو مناسب نہیں ہوگا؟"

"کیوں؟"

"میرا مقصد ہے کہ کیا ہم اس میں مکمل طور پر کامیاب ہو جائیں گے؟"

"یقیناً ہو جائیں گے۔ ہم بالکل بے خبری میں وہاں چھاپہ ماریں گے ایڈگر، ساحل پر میں بھروسا نہیں کرسکتا کیونکہ یقینی طور پر ساحل پر اُن لوگوں کے آدمی بھی موجود ہوں گے اور ہمیں ان سے باقاعدہ جنگ کرنا ہوگی، اس میں اور بھی اُلجھنیں پیش آسکتی ہیں جب کہ ہم تمام تر تیاریوں کے ساتھ اگر درمیان ہی میں وقت سے کچھ پہلے ہی لانچ کو پکڑ لیں تو لانچ والے بھی ہوشیار نہیں ہوں گے۔"

"اگر یہ آپ کا پروگرام ہے چیف تو میں کیا عرض کرسکتا ہوں۔ میں آپ کی ہدایات کے مطابق تیاریاں کرلوں گا۔" ایڈگر نے جواب دیا۔

"تم اسی طرح کرو ایڈگر، جیسا میں کہہ رہا ہوں۔" نعمان خاں نے کہا اور ایڈگر نے گردن جھکادی۔ وہ نعمان خاں سے اجازت لے کر چل پڑا اور پھر اُس نے براہِ راست بادشاہ خاں سے رابطہ قائم کیا۔

"چیف، میں مجبور تھا کہ آپ سے براہِ راست رابطہ قائم کروں کیونکہ مجھے صرف چند گھنٹوں کی مُہلت ملی ہے۔ آج رات ہی وہ سارا کام ہونا ہے جس کے لیے ہمیں مقرّر کیا گیا تھا اور اب سے تھوڑی دیر قبل نعمان خاں نے اپنا پروگرام بدل دیا ہے اور ایک ایسی تجویز پیش کی ہے جس میں خاصی مشکلات پیش آسکتی ہیں۔"

"کیا بات ہے مجھے تفصیل بتاؤ؟" بادشاہ خاں نے کہا اور ایڈگر نے نعمان خاں کی خواہش بیان کردی۔ بادشاہ خاں کسی سوچ میں گم ہوگیا تھا پھر اُس نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے ایڈگر۔ تمھیں حالات کا علم ہے۔ یہ جانتے ہو کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ ان حالات میں نعمان خاں کو بھی اُنھی راستوں پر لے جاؤ جن پر وہ چلنا چاہتا ہے۔ میں اُس میں خود اعتمادی دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔ میں تمام تر بندوبست کیے دیتا ہوں۔ تمھیں پلیٹ فارم نمبر تین پر وہ لانچ تیار مل جائے گی جس میں تقریباً بیس افراد موجود ہوں گے اس کے علاوہ روانہ ہونے والی لانچ کو بھی ہدایت کردی جائے گی کہ اُسے پِٹی کریگ میں نہیں بلکہ سمندر میں جنگ کرنی ہے۔ یہ جنگ جیسی ہوگی تمھیں اندازہ ہے لیکن تم ذرا خیال رکھنا کہ کہیں خود نعمان خاں بے قابو نہ ہوجائے۔" بادشاہ خاں نے کہا۔

"او کے چیف۔ آپ نے میری بہت بڑی مشکل حل کردی آپ مطمئن رہیں ایسا ہی ہوگا اور پھر اُسی رات تقریباً پونے بارہ بجے ایک دلچسپ ڈراما شروع ہوگیا۔ یہ ڈراما بادشاہ خاں نے نعمان خاں کے لیے کیا تھا۔ شاید اُسے فیروز خاں کے بیٹوں کی بہتری کے لیے یہ سب کرنا منظور تھا۔ اُسے یہ احساس ہوگیا تھا کہ اُس کی غلط پلاننگ نے فیروز خاں کی چار بیٹیوں کو زندگی سے محروم کردیا ہے اور اُس کی بیوہ بھی اُسی کی وجہ سے ماری گئی ہے چنانچہ وہ فیروز خاں کے تو بیٹوں کو زندہ رکھنا چاہتا تھا اور اُنھیں اُن کی پسند کی زندگی دینے کا خواہش مند تھا لیکن وہ یہ بات بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ نعمان خاں اپنے قبیلے سے کتنا بد دِل ہوگیا ہے اور بادشاہ خاں سے اتنا دل برداشتہ ہوگیا ہے کہ اب وہ بادشاہ خاں کا نام سُننا بھی پسند نہیں کرے گا۔ بادشاہ خاں کو ایسے لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی جو اُس کی اپنی شخصیت کو تسلیم نہ کریں۔ وہ مختلف فطرت کا مالک تھا۔ اپنی عزّت اور وقار اُسے ساری دُنیا سے عزیز تھا اور وہ کبھی کسی کے سامنے جُھکنا پسند نہیں کرتا تھا لیکن ان بچّوں سے اُسے پیار تھا۔ وہ فیروز خاں کو بھی چاہتا تھا جو کچھ ہو چُکا تھا اُسے واپس کرنا بادشاہ خاں کے بس میں نہیں تھا لیکن یہ بات اُس کے ذہن کی گہرائیوں میں بیٹھی ہُوئی تھی کہ ایک مرتبہ ضرور قبیلہ تراب زان کو اس کا مزا چکھائے گا خواہ وہ زندگی کے آخری لمحات ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ نعمان خاں اور اُس کے بیٹوں سے شیران کے چیتھڑے اُڑوانے کا خواہش مند تھا۔ زمین وسیع ہے شیران زندہ ہے، کہیں نہ کہیں وہ ضرور ملے گا لیکن اس وقت کے لیے نعمان خاں کو تیار رکھنا بے حد ضروری ہے۔ ہر چند کہ وہ بادشاہ خاں کے نام سے برگشتہ تھے لیکن حرام کی کمائی اُن کی رگوں میں شامل ہوجائے تو پھر یہ برگشتگی ختم ہوجائے گی۔ بادشاہ خاں کو اس بات کا اعتراف تھا کہ اس قسم کے کاموں سے حاصل کی ہُوئی دولت جب خون میں شامل ہوتی ہے تو انسان میں عزّت اور وقار سے زیادہ مکّاری سرایت کرجاتی ہے اور پھر وہ دُنیاداری کا زیادہ خوگر ہوجاتا ہے اور بادشاہ خاں کو اسی وقت کا انتظار تھا چنانچہ وہ نعمان خاں کے سامنے آئے بغیر نعمان خاں کو وہ حیثیت دینے کا خواہش مند تھا اور اس کے لیے اُس نے برینڈو کو منتخب کرلیا تھا۔ ہر چند کہ بنکاک وغیرہ

میں بادشاہ خاں کا اپنا اقتدار تھا یہاں اُسے انچارج کی حیثیت سے ایک پُورا گروہ کنٹرول کرنا ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود بھی برینڈو کے نام سے یہ سب کچھ کرنا پسند کیا تھا اور اب اُسے اُمیّد تھی کہ نعمان خاں کے اندر اعتماد کا جذبہ پیدا ہوجائے گا۔ دس لاکھ ڈالر کی رقم سے وہ اپنی علیحدہ زندگی کا آغاز کرسکتا ہے اور بادشاہ خاں نے طے کرلیا تھا کہ وہ دَرپردہ نعمان خاں کو ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتا رہے گا۔ وہ لانچ جو سمندر میں لٹنے والی تھی بادشاہ خاں ہی کی ملکیت تھی اور پہلے پروگرام میں ذراسی تبدیلی تھی یعنی لانچ پر موجود لوگوں کو پِٹی کریگ پر آنا تھا اور یہاں ایک مصنوعی جنگ کرنی تھی جس میں انھیں ہدایت تھی کہ صرف اپنی زندگی بچانے پر اکتفا کریں اور مال چھوڑ بھاگیں پھر یہ مال نعمان خاں کے ہاتھ لگ جائے گا اور نعمان خاں فتح کے نقارے بجاتا ہُوا واپس پلٹے گا۔ اس طرح کم از کم اُس میں ایک اعتماد پیدا ہوگا لیکن اب اُن لوگوں کو نئی ہدایات جاری کرنا تھیں چنانچہ بادشاہ خاں اس کا انتظام کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر کے بعد اُس نے اُن تمام شعبوں کو مستعد کردیا۔ اِس سلسلے میں نئی ہدایات جاری کیں اور یوں رات کی تاریکی میں سمندر کے سینے پر اس ڈرامے کا آغاز ہُوا۔ نعمان خاں نے اپنے طور پر بہترین پلاننگ کی تھی۔ وہ بے چارہ نہیں جانتا تھا کہ اُس کی یہ تمام کاوشیں بے معنی ہیں اور لوگوں کی نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ وہ خود بھی ماہی گیر کے لباس میں تھا۔ ایک سُرخ و سفید بدن کا مالک تندرست و توانا ماہی گیر، اور اُس کے ساتھی بھی اسی بھیس میں تھے۔ لانچ سمندر کے سینے پر رواں دواں تھی اور اُن لوگوں کی نگاہیں دُور دُور تک بھٹک رہی تھیں۔ اس وقت رات کا ایک بجا تھا جب انھوں نے اُس دوسری لانچ کو دیکھا جو آہستگی سے پِٹی کریگ کی جانب آرہی تھی، ایڈگر نے نعمان خاں کا شانہ دبایا اور نعمان خاں نے مُسکرا کر گردن ہلادی۔

"ٹھیک ہے، یہ ہے ہمارا شکار۔" نعمان خاں نے کہا اور لانچ کا رُخ پھیر دیا گیا۔ وہ تیزی سے اس آنے والی لانچ کی طرف چل پڑی جس کی روشنیاں بُجھی ہُوئی تھیں اور جس پر صرف ایک شعلہ سا سمندر کے سینے پر تیرتا نظر آرہا تھا یہ لانچ بڑی برق رفتاری سے اس لانچ کی طرف دوڑتی رہی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد اُسے جالیا۔ دوسری طرف لانچ پر ڈراما شروع کردیا گیا تھا یعنی وہاں سے فائرنگ ہونے لگی لیکن نعمان خاں یا اُس کے کسی ساتھی نے کوئی بھی گولی اُس طرف آتے نہیں دیکھی۔ نہ جانے لانچ والے اِدھر اُدھر فائرنگ کیوں کررہے تھے یا تو وہ بدحواس ہوگئے تھے یا پھر تاریکی میں اس ماہی گیر لانچ کا صحیح اندازہ نہیں لگا پائے۔ اُس طرف سے بھی گولیاں چلنا شروع ہوگئیں۔ اس طرف سے جو کچھ ہو رہا تھا یہ دوسری طرف والوں کے لیے بے حد خوفناک تھا کیونکہ نعمان خاں اپنی پُوری قوّت سے فائرنگ کر رہا تھا، اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ میگافون پر لانچ والوں کو ہدایات دیتا جا رہا تھا کہ لانچ چاروں طرف سے گھیری جاچکی ہے اور اب اُس کے فرار کی کوششیں بیکار ہیں۔ نتیجہ خاطر خواہ ہی نکلا۔ لانچ پر سے بے شمار افراد نیچے کُودنے لگے۔ ہتھیار ڈال دیے گئے تھے اور نعمان خاں کی لانچ آن کی آن میں اس لانچ کے برابر پہنچ گئی۔ نعمان خاں کے ساتھی اس دوسری لانچ پر کُود گئے تھے جو الیکٹرونک آلات سے بھری ہُوئی تھی، کارٹن کے کارٹن اس لانچ میں چُنے ہُوئے تھے۔ تمام کے تمام افراد اس لانچ سے غائب ہوچکے تھے۔ اب سمندر میں کہیں کہیں ان کی کھوپڑیاں نظر آجاتی تھیں۔ نعمان خاں نے ان مفروروں کو نشانہ بنانا مناسب نہیں سمجھا اور ایڈگر کو ہدایت دینے لگا۔ ہدایت کے مطابق ایڈگر کو اُس دوسری لانچ کو سنبھال کر آگے بڑھنا تھا اور نعمان خاں نے اس لانچ پر قبضہ کرلیا تھا۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ گودی نمبر تین پر یہ دونوں لانچیں لگائی جائیں گی، چنانچہ اب یہ دونوں لانچیں اُسی سمت بڑھ رہی تھیں۔ نعمان خاں کی مسرّت کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ اُسے اپنے آپ پر فخر محسوس ہو رہا تھا۔ یقینی طور پر فالکر ہیروں والے پروگرام میں بھی نعمان خاں کو اپنے طور پر کام کرنے دیتا تو شاید اس میں ناکامی نہ ہوتی ایک بار پھر نعمان خاں کے ذہن میں وہ شخصیت آگئی جو اس کے اپنے انداز میں ہیرے لے اُڑی تھی۔ دل مسوستے ہُوئے اُس نے سوچا کہ کاش وہ شخصیت ایک بار اُس سے ٹکرا جاتی پھر دیکھتا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ بہر طور خوشی اور کامرانی کے نشے میں چُور نعمان خاں ساحل پر پہنچ گیا۔ وہاں بہت سے لوگ اس کے منتظر تھے ان میں خود کیتھرو بھی تھا۔ اس نے نعمان خاں کو اس کامیاب چھاپے پر مبارک باد پیش کی تمام سامان کو ٹرکوں پر لدوانے کا بندوبست پہلے ہی سے کرلیا گیا چنانچہ مزدور لانچ پر سے سامان اُتارنے لگے اور ذرا سی دیر میں لانچ خالی کردی گئی۔ کیتھرو نے نعمان خاں کو پُرخلوص مبارک باد دی اور پھر وہ اُسے ایک کار میں لے کر چل پڑا۔

نعمان خاں کا کام اب ختم ہو چکا تھا۔

★★

پولیس کی اپنی کارروائیاں اپنے طور پر جاری تھیں لیکن آوارہ گردوں کی یہاں موجودگی قانونی حیثیت رکھتی تھی اور بنکاک پولیس اُنھیں نکال نہیں سکتی تھی، نئے کیمپ آباد کر دیے گئے جن لوگوں کو نقصانات پہنچے تھے اُنھیں سرکاری طور پر معاوضے ادا کیے گئے لیکن منشیات کا بحران پیدا ہو گیا تھا۔ شہر کے مختلف چھوٹی چھوٹی جگہوں سے منشیات کے اڈے خالی ہو گئے تھے اور اب بنکاک میں کوئی بڑا ذخیرہ کسی خاص آدمی کے پاس نہیں تھا۔ آوارہ گردوں کی پریشانیاں انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں وہ جو چرس، ہیروئن، کوکین، افیون اور بھنگ یا گانجے کے نشے کے عادی تھے، پاگلوں کی طرح مارے مارے پھر رہے تھے اُنھیں کسی قیمت پر یہ چیزیں دستیاب نہیں ہو رہی تھیں وہ اُن کیمپوں سے تو ہٹ آئے تھے لیکن جہاں بھی وہ ڈیرا ڈال دیتے وہی مقامات کیمپ بن جایا کرتے تھے اور پھر ایک شام اچانک ان کیمپوں میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ کچھ لوگوں نے ناجائز منشیات کے انبار لگا دیے تھے اور نہایت ہی مناسب داموں پر منشیات فروخت ہونے لگیں، انتظامیہ کے چند افراد جو ان کیمپوں کی نگرانی کرتے تھے حیران رہ گئے۔ اُنھوں نے اُن لوگوں سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا کہ ان کا تعلق کون سے گروہ سے ہے، تب نہایت دلیری سے مارلینو کا نام لیا گیا۔ یہ نام کم از کم بنکاک کے لوگوں کے لیے اجنبی تھا تاہم اُن لوگوں نے اس پر تعرض نہیں کیا یہ تو یہاں کا اصول تھا البتہ آوارہ گرد مارلینو کو دعائیں دے رہے تھے اور اس کے نام پرست ہو رہے تھے کیونکہ ان کو ان کی مطلوبہ اشیا مل گئی تھیں وہ بے حد خوش تھے اور مارلینو کے گُن گا رہے تھے پھر اُسی شام اس کاروبار کے انچارج نے ان کیمپوں کا دورہ کیا۔ آوارہ گردوں نے اس لحیم شحیم شخص کو دیکھا جو قبائلی لباس میں تھا اور بہت ہی عمدہ شکل و صورت کا مالک نظر آتا تھا۔ اُنھوں نے اُس کی شان میں گیت گائے لیکن کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنھیں گریتھاؤ کا ایجنٹ کہا جا سکتا تھا اور جو خود بھی آوارہ گردوں میں شامل تھے اور کیمپوں کی تباہی کے سلسلے میں معلومات حاصل کر رہے تھے۔ اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے اس نئے ہنگامے کو دیکھا اور گریتھاؤ کی جانب دوڑ گئے۔ گریتھاؤ کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی، مارلینو اس کے لیے بالکل اجنبی نام تھا۔ بنکاک میں کبھی اس نام کو نہیں سُنا گیا تھا لیکن زیرک آدمی تھا، جذباتی اقدامات کرنا پسند نہیں کرتا تھا چنانچہ اُس نے ٹولیاں بنائیں اور اُنھیں اُن کیمپوں کی جانب روانہ کر دیا جو عارضی کیمپ کہلاتے تھے یہاں پہنچ کر اُس کے آدمیوں نے اپنی آنکھوں سے منشیات فروشوں کی کارکردگی اور سیل رپورٹ دیکھی اور تمام اطلاع گریتھاؤ کو دی۔ وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا تھا۔

"آج رات، آج ہی رات اُن لوگوں کی اصلیت کھل کر سامنے آ جائے گی۔" اُس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ گاؤتھ اُس کے قریب ہی موجود تھا وہ پریشان نگاہوں سے گریتھاؤ کو دیکھنے لگا۔

"کیا کرنے کا ارادہ ہے چیف؟" اُس نے پوچھا۔

"بکواس مت کرو، تم سب ناکارہ لوگ ہو۔ مجھے تباہ کر کے میرے قرب و جوار میں آ بیٹھے ہو تاکہ میری لاش کو گدھوں کی طرح نوچ نوچ کر کھاؤ لیکن گریتھاؤ گاؤچی زندہ ہے، زندہ رہے گا وہ پھر ایک بار اپنی ساکھ بنا کر دکھا دے گا۔ یہاں اگر اس کا کاروبار نہیں ہو سکتا تو پھر کسی کا بھی نہیں ہو سکتا۔"

"آپ نے غلط سمجھا ہے مسٹر گریتھاؤ گاؤچی۔ ہم لوگوں نے ساری زندگی آپ کے وفاداروں کی حیثیت سے کام کیا ہے سازشیں اور دشمنیاں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔ اس سلسلے میں اپنے وفاداروں کو غدار قرار دینا میرے خیال میں ایک جائز عمل نہیں ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" گریتھاؤ گاؤچی نے پوچھا۔

"چیف آپ جو بھی عمل کریں اُس میں ہمیں شریک رکھا جائے ہماری وفاداریوں کو مشکوک نہ سمجھا جائے، ہم اپنی جان کی بازی لگانے کے لیے تیار ہیں۔" گاؤتھ نے کہا۔

"تو پھر سُنو۔ ان تمام کیمپوں سے نیا کاروبار کرنے والوں کے ایک ایک آدمی کو اغوا کر کے لاؤ اور میرے پاس پہنچا دو۔"

"میں کچھ بولنے کی جرأت کر سکتی ہوں چیف؟" اس بار اینڈرا گاؤچی نے کہا۔

"ہاں کہو اینڈرا۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"چیف آپ ان تمام حالات سے بہت زیادہ متاثر ہو گئے ہیں۔ آپ اپنی اُن تمام صلاحیتوں کے مطابق عمل نہیں کر رہے جن کے لیے آپ مشہور ہیں۔ آپ نے بادشاہ خاں کو اپنی تمام وفاداریاں سونپ دی ہیں اور اتنے زیادہ جُھک گئے ہیں اُس کے سامنے کہ ہم لوگوں کو شرم آتی ہے لیکن اگر آپ اس میں کوئی بہتری سمجھتے ہیں تو ہمیں اس پر اعتراض نہیں تاہم ہم آپ کے اس نئے پروگرام میں تو مداخلت کا حق رکھتے ہیں۔"

"کہو کہو کیا مداخلت کرنا چاہتی ہو؟"

"میرا خیال ہے چیف اُن کی قوت کا اندازہ لگائے بغیر اُن لوگوں کا اغوا مناسب نہیں ہو گا۔ میں آپ سے اجازت چاہتی ہوں کہ مجھے اُن لوگوں میں شامل ہونے کا موقع دیں۔ میں ایک آوارہ گرد عورت کی حیثیت سے کسی بھی کیمپنگ میں جاؤں گی اور اپنے طور پر وہاں منتظموں سے معلومات حاصل کروں گی۔ اس کام میں کچھ وقت ضرور لگ جائے گا چیف لیکن ہم صحیح بات معلوم کر سکیں گے۔ وہ پوری قوت سے اُبھر کر سامنے آئے ہیں۔ ہم اُن کی اپنی قوت سے واقف نہیں ہیں، ہم یہ نہیں جانتے کہ مارلینو کتنے پانی میں ہے۔ وہ کون ہے کہاں رہتا ہے۔ اگر ہم اُنھیں اغوا کریں گے تو یقینی طور پر اُدھر بھی ردِ عمل کا اظہار ہو گا اور ہم دل جمعی سے اپنا کام نہیں کر سکیں گے اس کے برعکس میری تجویز بہت مؤثر ہے۔ ہم آہستہ آہستہ اُن کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے اور جب ہم ان کی قوتوں سے واقف ہو جائیں گے تو اُن پر ایسی کاری ضرب لگائیں گے کہ وہ زمیں بوس ہو جائیں گے۔"

اینڈرا گاؤچی خاموش ہو گئی۔ گریتھاؤ پُرخیال انداز میں دیوار پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ اُس کے چہرے سے غم و غصے کے آثار نمودار تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ پُرسکون ہوتا گیا، اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر گردن ہلائی اور پھر اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے اینڈرا کو دیکھتا ہوا بولا۔

"اینڈرا، میں تمھاری اس تجویز سے متفق ہوں لیکن تمھیں اس بات کا اندازہ ہونا چاہیے کہ میں زیادہ وقت صرف نہیں کر سکتا۔ اگر گریتھاؤ گاؤچی کا نام طویل عرصے کے لیے تاریکی میں چلا گیا تو پھر دوبارہ کبھی نہیں اُبھر سکے گا۔"

"آپ مطمئن رہیں چیف، ہمیں نہایت ہوشیاری سے کام لینا ہو گا۔ جو کچھ ہم گنوا چکے ہیں اُسے ہم انھی لوگوں سے حاصل کریں گے اور ایک دن خاموشی سے ان لوگوں کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا اور ہم اپنی جگہ مستحکم ہوں گے۔ آپ یہ تمام ذمے داریاں مجھ پر چھوڑ دیں اگر میں ناکام رہی تو آپ کو پھر کبھی صورت نہ دکھاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے اینڈرا لیکن تمھیں ناکام نہیں رہنا چاہیے، اسی میں گریتھاؤ کی زندگی ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں چیف۔" اینڈرا گاؤچی نے کہا۔

"میں تمھیں اس مشن کا انچارج بناتا ہوں اینڈرا، گاؤتھ تمھاری ماتحتی میں کام کرے گا کیونکہ یہ شخص اب اس قابل نہیں ہے کہ میں اس پر مکمل اعتماد کروں۔ اس نے مجھے شدید ترین نقصانات پہنچائے ہیں، اتنا بڑا ہیروں کا معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور ہمیں بادشاہ خاں کے سامنے ذلیل ہونا پڑا۔ بادشاہ خاں کو ادائیگی بھی کرنی ہے جو یقیناً بہت زیادہ ہو گی، ہر چند کہ وہ ایک باظرف آدمی ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ اس مسئلے میں وہ ہمیں معاف نہیں کرے گا۔ میرے لیے تو مشکلات ہی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں تاہم میں تم لوگوں پر اعتبار کر رہا ہوں تمھیں میری مدد کرنی چاہیے۔ اس میں میرا بھی فائدہ ہے اور تمھارا بھی...۔"

"ہم فائدے اور نقصان کے لیے نہیں چیف بلکہ اپنی بقا اور ساکھ کے لیے یہ سب کچھ کریں گے۔" اینڈرا گاؤچی نے کہا۔

گاؤتھ کا چہرہ جُھکا ہوا تھا اور اُس کے تاثرات کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ بہرطور پھر وہ گریتھاؤ گاؤچی سے رُخصت ہو کر چل پڑے۔ اینڈرا نے گاؤتھ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

گاؤتھ نے ایک گہری سانس لے کر گاؤچی کی طرف دیکھا اور مدھم لہجے میں بولا۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے اینڈرا لیکن میں تمھارے ساتھ مکمل تعاون کروں گا۔ تم میری طرف سے متردد نہ ہونا۔"

"مجھے یقین ہے مسٹر گاؤتھ، اور آپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ آپ کی حیثیت متاثر ہوئی ہے۔ یہ وقتی معاملات ہیں۔ ہم حالات پر قابو پانے کے بعد پھر اپنی حیثیت پر بحال ہو جائیں گے۔" اینڈرا نے ہمدردانہ لہجے میں کہا اور گاؤتھ نے گردن ہلا دی۔

★★

نعمان خاں کو باقاعدہ مبارک باد کے پیغامات موصول ہو رہے تھے یہاں تک کہ ڈاکٹر بریٹو نے اسے اتنے فاصلے سے مبارک باد کا پیغام بھیجا تھا۔

آنٹوی بے پناہ خوش نظر آ رہی تھی، دو چار دن کے اندر ہی اندر نعمان خاں کا کمیشن اُس کے پاس پہنچ گیا۔ اب اُس کے نام سے بینک میں دس لاکھ ڈالر جمع تھے اور نعمان خاں اپنے ذہن اور دل میں انتہائی سکون محسوس کر رہا تھا اُسے اپنے خوابوں کی تعبیر مل رہی تھی۔ بادشاہ خاں کے چُنگل سے نکلنے کے بعد اُس پر جو بیتی تھی اُس کا دل ہی جانتا تھا ہر چند کہ بادشاہ خاں پر اُسے اعتبار تھا۔

بادشاہ خاں نے تایا ہونے کی حیثیت سے کبھی اُن کے ساتھ بُرا سلوک نہیں کیا تھا بلکہ فیروز خاں کی موت کے بعد تو بادشاہ خاں نے بعض جگہ اپنی عادت میں بھی تبدیلی پیدا کر لی

تھی لیکن انتقام کے مسئلے میں اس کی غلط پلاننگ نے ان لوگوں کو جو نقصان پہنچایا تھا اس کی تلافی ناممکن تھی۔ اس نقصان کے نتیجے میں انھیں بادشاہ خاں سے نفرت ہوگئی۔ یہ نفرت ایک فطری امر کے تحت تھی ورنہ سچ ملنا جائے تو مکمل قصور بادشاہ خاں کا بھی نہیں تھا۔ وہ نوجوان تھے اور نوکے نو مل کر اگر خود ہی کوئی کوشش کرتے تو شاید کامیابی بھی ہو جاتی لیکن بادشاہ خاں نے اپنی قوت کے زعم میں شیران جیسے چیونٹے کو مسلنا چاہا تھا اور وہ اس چیونٹے کو مسلنے میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ اس چیونٹے نے ان پر ایسی تباہی پھیری تھی کہ اب ان کا ان پہاڑوں میں داخلہ مشکل تھا کیا منہ لے کر وہاں جاتے ساری دنیا کو یہ کہانی معلوم ہو چکی تھی چنانچہ نعمان خاں نے وہاں سے نکلتے ہوئے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ شیران خاں سے انتقام تو ضرور لے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ بادشاہ خاں کے چنگل سے بھی نکل جائے گا۔ یہ بوڑھا گدھ بوڑھا ہونے کے باوجود خود کو ذہانت کی انتہائی بلندیوں پر پاتا ہے اور اس کی یہی خود اعتمادی ان لوگوں کو لے ڈوبی تھی۔

بادشاہ خاں کو چھوڑنے سے وہ شدید مالی مشکلات کا شکار ہو گیا تھا لیکن اُسے یہ بھی منظور تھا، وہ اپنے بل پر ہی کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اُس کے ذہن میں بہت زیادہ اخلاقیات یا اقدار نہیں تھے البتہ اس قسم کے کام نہیں کیے تھے اس لیے ذرا سی جھجک تھی اور اب پہلی بار اُسے اپنی منزل قریب نظر آ رہی تھی، اُس نے اپنے تمام بھائیوں کو جمع کیا اور وہ تمام کاغذات اُن کے سامنے رکھ دیے۔

" دس لاکھ ڈالر بنکاک کی زندگی میں معمولی نہیں ہوتے، ان کے ذریعے ہم ساری عمر کے لیے کوئی بھی بہتر ذریعہ معاش اپنا سکتے ہیں لیکن ہماری منزل یہی نہیں ہے۔ ہم کروڑوں ڈالر حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے پاس ذرائع بھی ہیں۔ ہم جن لوگوں سے منسلک ہیں وہ بنکاک میں بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں چنانچہ کیوں نہ ہم اس حیثیت سے فائدہ اُٹھائیں۔ ہم نو ہیں جس وقت بھی علاحدہ ہونا چاہیں گے۔ اپنا ایک گروہ بنا کر بیٹھ جائیں گے۔"

تمام بھائیوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا اور پھر سب ہی نے پیش کش کی کہ وہ خود بھی اُس کام میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ نعمان خاں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اُس نے کہا۔

" دیکھو بھائیو! میں تم سب سے بڑا ہوں بہت سی ذمے داریاں میرے سامنے ہیں۔ فیروز خاں کی موت کے بعد میری خواہش تو یہی ہے کہ تم مجھے اپنا باپ سمجھو جب تک میں تمھیں حکم نہ دوں اپنے طور پر کچھ نہ کرو۔ جرائم کی زندگی میں بے پناہ دولت ہے لیکن بعض اوقات وہ موت کی وادیوں تک بھی لے جاتی ہے مجھے اس بات کا مکمل احساس ہے اور اب میں فیروز خاں کے بقیہ خاندان کو موت کے جبڑوں میں نہیں دھکیل سکتا۔ ہم لوگوں میں سے ایک دو کم ہو جائیں تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، باقی ہماری کمی پوری کر دیں گے لیکن اگر ہم نو کے نو کسی تباہی کے گڑھے میں جا پڑیں تو اس کا مقصد ہے کہ فیروز خاں کا خاندان اور اس کا نام ختم ہو گیا۔ یہ نام ختم نہیں ہونا چاہیے۔ کبھی نہیں، ہرگز نہیں، یہ میرا ایثار نہیں ہے بلکہ ایک پلاننگ ہے میری اور جو کام کسی پلاننگ کے تحت نہ کیا جائے اس میں کبھی کامیابی نہیں ہوتی مجھے یہ سب کچھ کرنے دو۔ جس وقت میں اپنے لیے کسی معاون کی ضرورت محسوس کروں گا تو تم میں سے کسی ایک کو طلب کر لوں گا۔ اگر مجھے دو کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں تم سے دو افراد کو چُن لوں گا اور یہ سوچوں گا کہ فیروز خاں کے صرف چھ بیٹے تھے اگر ہم تینوں بھی زندہ بچ جاتے ہیں تو یہ منافعے والی بات ہوگی سمجھ رہے ہو نا میری بات۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم آٹھوں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو، ہر قسم کی تفریحات میں حصہ لو اور اپنے طور پر کسی مجرمانہ کارروائی میں حصہ نہ لو جب تک کہ میں تمھیں اس کی اجازت نہ دوں بلکہ نہایت شرافت سے اپنی زندگی بسر کرو۔ میرا مطلب تم سمجھ گئے۔ شرافت کی کچھ حدود ہوتی ہیں ان کو برقرار رکھو تو بہتر ہے لیکن کم از کم اس حد تک نہ پہنچو جو قابل دست اندازی قانون بن جائے۔ یہ میری درخواست بھی ہے تم سے اور میرا حکم بھی، کیا خیال ہے تمھارا۔ کیا تم مجھے جواب دو گے؟"

" مجال ہے نعمان خاں کہ کوئی تمھارے حکم سے انحراف کر سکے۔" رزاق خاں نے کھڑے ہو کر کہا۔

" شکریہ بھائیو۔ مجھے تمھارے تعاون کا یقین ہے اور میں دُعاگو ہوں کہ یہ یقین ہمیشہ قائم رہے۔"

" ہم تمھارے یقین کو ہمیشہ قائم رکھیں گے نعمان خاں۔" نعمان کے ایک اور بھائی نے جواب دیا۔

" شکریہ، شکریہ۔ بس اب اور کوئی تردد ذہن میں نہ لاؤ۔ میں نے زندگی میں عمل کا آغاز کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے تمھیں کوئی مالی پریشانی نہیں ہوگی۔ صبر و سکون سے اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے خرچ کرو، مجھے اس میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

تمام بھائیوں نے نعمان خاں کی اس بات کو مان لیا تھا ویسے تو یہ اُن کے فائدے کے لیے تھا لیکن اُن کا دل چاہتا تھا کہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ مل کر کام کریں لیکن نعمان خاں کے سینے میں جو کھچڑی پک رہی تھی اس کا انھیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔

نعمان خاں درحقیقت شیران سے انتقام کو اپنا ایک مشن بنا چکا تھا اور اس مشن پر وہ بڑی ایمانداری سے کام کر رہا تھا۔ ایک ناکام کوشش نے اُس سے اُس کی بہنوں اور ماں کو چھین لیا تھا۔ اب وہ دوسری کوئی ناکام کوشش نہیں کرنا چاہتا تھا بس اُس کے دل میں ایک ہی خیال تھا کہ وہ شیران سے انتقام ضرور لے گا لیکن ایک ایسے وقت... جب شیران کو زندگی سے بھرپور محبت ہو چکی ہوگی۔ ایسے لوگوں کو جو تنہا ہوتے ہیں زندگی سے بہت زیادہ رغبت نہیں ہوتی بلکہ جب محبتوں کا پھیلاؤ ہوتا ہے تب وہ محبتوں کی رمز سے آشنا ہوتے ہیں اور پھر اُن کا دل چاہتا ہے کہ وہ طویل عرصہ اس دُنیا میں گزاریں اور جب اُن کا دل طویل عرصہ اس دُنیا میں گزارنے کو چاہے تو پھر اُنھیں اس دُنیا سے محروم کر کے ایک شدید انتقام لیا جا سکتا ہے۔ ایک ایسا انتقام جو رُوح کو سیراب کر دے اور نعمان خاں کے ذہن میں یہی سب کچھ تھا۔ اگر آج شیران اُسے مل بھی جاتا تو شاید وہ شیران کو ہلاک کرنے سے گریز کرتا البتہ اُس کی دلی خواہش تھی کہ شیران پر نگاہ رکھے، اُن حالات سے واقف رہے جو شیران کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں اور پھر وقت کا انتظار کرے۔

موجودہ حالات میں اُسے اپنی یہ پہلی کامیابی بہت عظیم محسوس ہو رہی تھی۔ اس شام وہ بہت خوش تھا۔ آئیوی اُس کی اس مسرت کو محسوس کر رہی تھی۔ اُس نے نعمان خاں کے قریب پہنچ کر کہا۔

" بہت سی مبارک بادیں قبول کر چکے ہو نعمان خاں، میں خود بھی تمھیں مبارک باد دینا چاہتی ہوں۔"

" آئیوی یہ سب کچھ تمھارے ہی طفیل ہوا ہے، میں اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکوں گا۔ ہاں مجھے جس انداز میں استعمال کیا جا رہا تھا وہ میرے جیسے ناقابل قبول تھا بہرطور اگر مجھے اس قسم کے کیسز ملتے رہے تو پھر یہ سب کچھ کرنے میں مجھے اعتراض نہ ہوگا بلکہ میں نہایت خوشی سے یہ سب کچھ کرتا رہوں گا۔" نعمان نے کہا۔

" تم نے پوری پلاننگ ہی تبدیل کر دی تھی نعمان خاں۔"

" ہاں آئیوی میں لگے بندھے اصولوں سے ہٹنا چاہتا ہوں، میں یہ نہیں چاہتا کہ ائرپورٹ پر ہیرے وصول کیے جائیں اور کوئی دوسرا آدمی اُنھیں لے بھاگے۔ یقین کرو مجھے آج بھی اُس شخص کی تلاش ہے، شدت سے تلاش ہے لیکن وہ میری پلاننگ نہیں تھی، اگر مجھ سے پوچھا جاتا تو میں یقینی طور پر کوئی دوسرا پروگرام بناتا۔ میں نے اس پروگرام سے انحراف کر کے کامیابی کی منزل پائی ہے اور آئندہ بھی میں یہی چاہتا ہوں کہ جب بھی مجھ سے کوئی کام لیا جائے، مجھے میری مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔"

" ٹھیک ہے میرا خیال ہے چیف کو اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" آئیوی نے کہا۔

" ویسے آئیوی، چیف اپنے کارکنوں سے ملاقات نہیں کرتا؟"

" میرا خیال ہے نہیں کرتا۔ وہ پس منظر میں رہتا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ منظر عام پر آ کر وہ اپنی حقیقت کو نمایاں کرنا نہیں چاہتا۔ یہاں بنکاک، ہانگ کانگ اور ان علاقوں کے گرد و نواح میں بہت سے ایسے اڈے پھیلے ہوئے ہیں جنھیں مختلف گروہ چلا رہے ہیں اور ان میں آپس میں چپقلش بھی رہتی ہے چنانچہ بڑی لمبی چوڑی پلاننگ کرنی ہوتی ہے اس کے بارے میں۔ کوئی معمولی کام نہیں ہوتا یہ چنانچہ اگر چیف لوگوں کی نگاہوں میں آ جائے تو پھر آسانی سے مارا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے اس لیے چیف منظر عام پر آنا پسند نہیں کرتا۔"

" ٹھیک ہے لیکن اگر میں اُس سے ملاقات کرنا چاہوں تو؟"

" اس کے لیے بھی تمھیں خاصے مراحل سے گزرنا ہوگا۔ ممکن ہے وہ خاص وقت تک یہ سب کچھ پسند نہ کرے، ویسے تم کیوں اُس سے ملنا چاہتے ہو؟"

" بس ایسے ہی، میری خواہش ہے کہ میں اُس کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کر سکوں، میں اُسے بتا سکوں کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔"

" یہ سب کچھ تم اُسے کسی وقت ٹیلی فون یا ٹرانسمیٹر پر بھی کہہ سکتے ہو، میرا اپنا خیال یہی ہے کہ تمھیں ان اُلجھنوں میں نہیں پھنسنا چاہیے بس اپنے کام سے کام رکھو۔" آئیوی نے کہا اور نعمان خاں گردن ہلانے لگا۔

" بعض اوقات تم بڑی مدبرانہ گفتگو کرنے لگتی ہو آئیوی۔" نعمان خاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، ظاہر ہے میں تمھاری دوست ہوں، تم نے مجھے اپنے اچھے ساتھیوں میں جگہ دی ہے تو پھر میرا فرض ہے کہ میں تم سے ہر موضوع پر گفتگو کروں اور کوئی

بات میری سمجھ میں آئے تو میں تمھیں بتا دوں. چلو کہیں گھومنے چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے آتیوی، آج میں تمھیں انکار بھی نہیں کر سکتا" اُس نے کہا اور آتیوی مسکرا دی. تھوڑی دیر کے بعد دونوں ایک کھلی ہوئی خوبصورت کار میں بیٹھ کر باہر نکل گئے. بنکاک آج معمول سے زیادہ حسین نظر آ رہا تھا.

★★

شیران نے وہ سب کچھ کر دکھایا تھا جو مارلینو کے لیے ایک خواب کی سی کیفیت رکھتا تھا. منشیات کے بے پناہ ذخائر مارلینو کے پاس موجود تھے، وہ ان کا کاروبار بھی کر رہا تھا لیکن اُس کی دلی خواہش تھی کہ بنکاک میں جہاں اُس نے کبھی ایک کڑا وقت گزارا تھا وہ اپنا کاروبار کرے، ان اڈوں کو ختم کرنے کے لیے اُسے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو صحیح معنوں میں اُس کا جانشین ثابت ہو سکے. یوں تو اُس کے آدمی اچھی خاصی تعداد میں یہاں موجود تھے اور وہ سب کچھ کر سکتے تھے جو مارلینو چاہتا لیکن ان میں ذہانت کا فقدان تھا اور وہ اسپرٹ نہیں تھی جس کے تحت مارلینو یہاں کام کرنا چاہتا تھا لیکن یہ سارے کا سارا کام شیران نے اپنے طور پر کر ڈالا تھا.

سدھاشی مارلینو کی اطلاعات کا مخصوص ذریعہ تھی یوں تو مارلینو کے آدمی بھی اُسے روزنامچہ لکھ کر بھیجتے تھے، یعنی وہ تمام رپورٹیں جو دن بھر ہوتی تھیں لیکن سدھاشی جو رپورٹ دے رہی تھی اس میں صرف شیران کا تذکرہ ہوتا تھا اور مارلینو اس وقت شیران ہی کو دیکھ رہا تھا، نجانے اُس کے ذہن میں کیا خناس سما گیا تھا حالانکہ اُس کے پاس ایک سے ایک خطرناک آدمی موجود تھا، ایسے ایسے لوگ تھے جو طوفان کی حیثیت رکھتے تھے لیکن شیران اُسے بھا گیا تھا اور اب وہ شیران کو بہت بڑا درجہ دینے کا خواہش مند تھا چنانچہ شیران کے ہنگامے جب اُس کے کانوں تک پہنچتے تو اُس کے ہونٹوں پر پیار بھری مسکراہٹ پھیل جاتی تھی. اُس نے سدھاشی کو بھی حکم دے دیا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اُسے جاری رہنے دیا جائے. بس ذرا کڑی نگاہ رکھی جائے اُس پر اور سدھاشی اپنے طور پر شیران پر کڑی نگاہ رکھ رہی تھی. شیران نے جو کچھ اُس سے کہا تھا اور جس انداز میں اُس کا دشمن بن گیا تھا وہ سدھاشی کے لیے بے حد درد آمیز بات تھی لیکن اُس نے اپنے آپ کو اس رنگ میں بھی رنگ لیا تھا. یاتان برومااُس کا باپ اُس . کے لیے ایک اوتار کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کے بارے میں شیران نے بُرے الفاظ کہے تھے جو سدھاشی کو بے حد ناگوار گزرے تھے اور اُس نے جوشِ جذبات میں نجانے کیا کچھ کہہ ڈالا. اُس نے گوسان سے محبت کا اظہار بھی کیا اور شیران کو ایسے الفاظ بھی کہے جو شیران جیسے شخص نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں سُنے ہوں گے. وہ جانتی تھی کہ شیران اب صرف اُس کی زندگی کا گاہک ہے. اس کے علاوہ اُس کے دل میں محبت یا کسی اور جذبے کا تاثر کبھی نہیں اُبھرے گا. اب وہ صرف اس سے نفرت کرے گا شدید نفرت لیکن سدھاشی جب اپنے دل کو ٹٹولتی تو اُسے محسوس ہوتا کہ شیران آج بھی اپنی مکمل شخصیت کے ساتھ اُس کے دل میں زندہ ہے، وہ نفرت جو اُسے شیران سے محسوس ہوئی تھی ایک وقتی حیثیت رکھتی تھی اور جب وہ تاثرات ختم ہوئے تو پھر وہی محبت اُس کے دل میں جاگزیں ہو گئی جو شیران کے لیے اُس کے دل میں پہلی بار پیدا ہوئی تھی اور شاید آخری بار بھی. اس سے پہلے اُس نے کسی کو چاہا تھا نہ بعد میں کسی کو چاہ سکتی تھی. لیکن کیسی ستم ظریفی تھی اُس کا محبوب اُس کا دشمن تھا. اُس کی زندگی کا سب سے بڑا دشمن اور اُسے اپنے دشمن ہی کو چاہنا تھا.

وہ شیران پر پُوری طرح نگاہ رکھ رہی تھی. بعض جگہوں پر وہ خود بھی بھیس بدل کر پہنچ جاتی تھی. اس وقت بھی وہ ایک ایسے ہی اڈے پر آوارہ گردی کر رہی تھی. بال بکھرے ہوئے تھے، لباس پھٹا ہُوا تھا. دیکھنے میں وہ کوئی ہپی لڑکی نظر آ رہی تھی جو حد سے زیادہ بگڑی ہُوئی ہو. سدھاشی نے یہ میک اپ خود ہی کیا تھا اور اپنے اس میک اپ سے وہ پُوری طرح مطمئن تھی، اُس کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہُوئے تھے جنھیں دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ شاید شدت نشہ کی وجہ سے پڑ گئے ہوں، کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک انتہائی درجے کی بگڑی ہُوئی آوارہ لڑکی نہیں ہے. وہ شیران کو تلاش کر رہی تھی. ویسے اُس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ مارلینو کے آدمی اب پُوری طرح اپنے کیمپ قائم کیے ہُوئے ہیں اور وہاں پر آزادانہ منشیات کی خرید و فروخت ہو رہی ہے.

سدھاشی نے خود بھی اس سلسلے میں کوششیں کی تھیں لیکن کوئی بھی ایسا ذریعہ تلاش نہیں کر سکی تھی جس کے ذریعے اس کام کو اس انداز میں پھیلا سکتی لیکن شیران نے چند ہی دنوں میں یہ شاندار کارنامہ انجام دے دیا تھا اور اُسے ابھی تک یہ نہیں معلوم تھا کہ شیران یہ ذخائر کہاں سے حاصل کر رہا ہے، یہ بات اُس کے لیے کافی اُلجھن کا باعث تھی.

کافی دیر تک وہ کیمپ کا جائزہ لیتی رہی، دفعتًا اُس کی نگاہ ایک لمبے تڑنگے شخص پر پڑی جو تھا تو آوارہ گرد ہی لیکن چہرے سے شیطان نظر آتا تھا. اس کے اردگرد آٹھ دس جوان کھڑے ہُوئے تھے جن کے ہاتھوں میں لمبے لمبے ڈنڈے تھے اور وہ چہروں سے عجیب سی شخصیت کے مالک نظر آ رہے تھے، سدھاشی کو نجانے کیوں تشویش سی ہونے لگی. وہ ان لوگوں کے قریب پہنچ گئی. اُس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی. بس وہ آپس میں گفتگو کرتے رہے تھے پھر چند لمحات کے بعد وہ اُس طرف بڑھ گئے جہاں سپلائی کیبن تھا.

سدھاشی کا دل دھڑک اُٹھا، سپلائی کیبن کی طرف اُن کا اس انداز میں بڑھنا یقینًا کسی ہنگامے کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے. تھوڑی دیر کے بعد وہ سپلائی کیبن تک پہنچ گئے اور کیبن کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے. سپلائی کیبن میں پانچ چھ افراد موجود تھے جنھوں نے اُنھیں روکنے کی کوشش کی لیکن چند ہی لمحات کے بعد وہ کیبن کے کھُلے ہُوئے دروازے سے ایک ایک کر کے باہر آ گئے. سدھاشی ایک دم پیچھے ہٹ گئی تھی. آوارہ گردوں نے جو یہ ہنگامہ دیکھا تو وہاں اُن کا ہجوم . . . ہونے لگا. چند لمحات کے بعد بے شمار آوارہ گرد وہاں جمع ہو گئے تھے. دفعتًا ان آوارہ گردوں نے کیبن میں موجود اشیا باہر پھینکنا شروع کر دیں اور ذرا سی دیر میں اُنھوں نے کیبن خالی کر دیا. آوارہ گردوں کو تو بس ایسے موقعوں کی تلاش ہی رہتی ہے. اُنھوں نے خوب لُوٹ مار کی اور وحشی صفت آوارہ گرد قہقہے لگانے لگے لیکن چند ہی لمحات کے بعد اُن کے قہقہوں میں بریک لگ گئے. ایک جیپ طوفانی رفتار سے آ رہی تھی، وہ خود اس کے راستے سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے، ورنہ جیپ کا ڈرائیور بریک لگانے کے لیے تیار نہیں تھا. . . چند آوارہ گرد اُس کی لپیٹ میں آ کر زخمی بھی ہو گئے تھے، بہر طور جیپ کیبن کے نزدیک ہی آ کر رُکی اور اُس میں سے دو افراد نیچے اُتر آئے.

سدھاشی نے اُن دونوں کو بخوبی پہچان لیا تھا، ان میں ایک قوی ہیکل شیران اپنے مخصوص قبائلی لباس میں تھا اور اُس کے ساتھ وہ سُوکھا سڑا تاڈنی موجود تھا جو زمانہ ساز مقامی آدمی تھا.

شیران کمر پر دونوں ہاتھ رکھے کھڑا اُس طویل القامت ہپی کو دیکھ رہا تھا جو شیران کے مقابلے میں تن و توش میں کہیں زیادہ تھا. شیران کی نگاہیں اُس پر جمی ہُوئی تھیں تب ہپی خود ہی آگے بڑھ آیا.

"کون ہو تم؟" اُس نے سوال کیا اور شیران کا ہاتھ ایک دم گھُوم گیا ایسا بھر پُور اور ایسا طاقت ور ہاتھ سدھاشی کے تصور میں بھی نہیں تھا. اُلٹا ہاتھ ہپی کے مُنہ پر پڑا تھا اور اُس کے دانت ٹوٹ کر حلق میں جا پڑے تھے. اُس کے مُنہ سے خُون اُبل پڑا تھا. وہ ایک دم پیچھے ہٹا پھر لڑکھڑا کر گر پڑا.

شیران اُس کے قریب پہنچا، دوسرے لمحے اُس نے حلق سے ایک خوفناک آواز نکالی اور ہپی کے سر پر ایک زوردار ٹھوکر ماری. ہپی زمین پر تڑپنے لگا تھا. اُسی وقت اُس کے ڈنڈا بردار ساتھیوں نے شیران پر حملہ کر دیا لیکن سدھاشی کو چکر آنے لگے.

شیران نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور دو آدمیوں کو ہاتھوں پر سنبھالا پھر نجانے کس طرح گھما کر اس نے اُن دونوں کو پھینک دیا البتہ اُن کے ہاتھوں میں دبے ہُوئے ڈنڈے شیران کے ہاتھ میں تھے. اُس نے وہ ڈنڈے گھُمانا شروع کر دیے اور ذرا سی دیر میں وہاں خُون کے فوارے اُبلنے لگے. تقریبًا آٹھ شدید زخمی ہُوئے، باقی وہاں سے بھاگ نکلے. نیچے پڑا ہُوا شخص اُٹھنے کی شدید کوشش کر رہا تھا لیکن اُس کے سر پر جو ٹھوکر لگی تھی وہ شاید اُسے اُٹھنے کا موقع نہیں دے رہی تھی، اگر اس قدر شاندار تن و توش کا مالک نہ ہوتا تو شاید اب تک بے ہوش ہو چکا ہوتا.

آوارہ گردوں کا مجمع اب چھٹ گیا تھا. تمام ہپی دُور دُور جا کھڑے ہُوئے تھے. اُس طویل القامت کے ساتھی زخمی پڑے ہُوئے تھے اور جو زخمی نہیں ہُوئے تھے، وہ بھاگ گئے تھے تب شیران نے جھک کر اُس کا گریبان پکڑا، اُسے اُٹھا کر کھڑا کیا اور پھر جھٹکا دے کر ایک طرف گرا دیا.

"سمجھ لیا تُو نے میں کون ہُوں؟" اُس نے غرّاتی ہُوئی آواز میں کہا اور آوارہ گرد اُس کے آگے ہاتھ جوڑنے لگا.

"سمجھ لیا چیف سمجھ لیا. مگر، مگر خدا کی پناہ۔" ہپی کے مُنہ

سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ وہ اوندھا ہو کر خون تھوکنے لگا۔ اُس کے کئی دانت زمین پر آ پڑے تھے۔ شیران نے اُس کے قریب پہنچ کر اُسے ایک لات رسید کی اور پھر غرّاتی ہُوئی آواز میں بولا۔

"کھڑا ہو جا۔" اور ہپّی کھڑا ہو گیا۔

"کون ہے تو اور کِس نے بھیجا ہے تجھے؟"

"مَم میرا نام سارتر ہے، یقین کرو مجھے کسی نے نہیں بھیجا تھا۔ بس یُونہی دل چاہا تھا کہ کچھ ہنگامہ خیزی کی جائے۔" اُس نے جواب دیا۔

"ہُوں۔ دل چاہا تھا اور یہ کیمپ میں موجود اشیا کو جو تُو نے برباد کیا ہے اس کا کیا ہو گا؟"

"مِیں... مَیں اس کی تھوڑی بہت ادائیگی کرنے کے لیے تیار ہوں۔" سارتر نے جواب دیا اور پھر جیبوں میں جو کچھ تھا اُسے نکال کر شیران کے سامنے ڈال دیا۔ تاؤنی نے کسی بندر کی طرح چھلانگ لگائی اور اُس سامان کو سمیٹنے لگا پھر وہ بولا۔

"چیف جو کچھ اس کی جیبوں میں سے نکلا ہے، یہ تو ہمارے سامان کا ایک فی صد بھی نہیں ہے۔ مَیں اس کے ساتھیوں کی تلاشی اور لے لیتا ہوں۔"

شیران نے گردن ہلادی اور تاؤنی بے ہوش اور زخمی لوگوں کی جیبیں خالی کرنے لگا۔ خاصی کرنسی اور کچھ اور چیزیں جمع ہو گئی تھیں، جن میں گھڑیاں اور لائٹر بھی شامل تھے۔

اس کے بعد شیران نے اس آدمی کو کھڑا ہونے کے لیے کہا اور سارتر کھڑا ہو گیا لیکن اُس کے پاؤں اب بھی لڑکھڑا رہے تھے۔

"اب تمھیں بنکاک کے کسی کیمپ میں دوبارہ نظر نہیں آنا چاہیے۔ کسی بھی منشیات کے کیمپ میں دیکھے گئے تو تمھیں گولی مار دی جائے گی۔" شیران نے اپنے لباس میں سے پستول نکال لیا۔ اب تک اُس نے صرف ڈنڈوں ہی سے کام چلایا تھا اور پستول کا استعمال نہیں کیا تھا۔

ہپّی بہت بُری طرح مرعوب نظر آ رہا تھا۔ اُس نے گردن ہلائی اور لڑکھڑاتا ہُوا واپس چل دیا۔ اُس کے قدموں میں جان نہیں تھی بس اپنے آپ کو گھسیٹ رہا تھا وہ، اس کے بعد شیران نے اپنے دونوں ہاتھوں میں پستول پکڑے اور جیپ کے اُوپر جا کھڑا ہُوا پھر اُس کی غرّاتی ہُوئی آواز اُبھری۔

"کیمپ میں رہنے والو! جتنا سامان تم لوگ لُوٹ کر لے گئے ہو واپس لے آؤ یا پھر اس کا معاوضہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر کیمپ کے کیبن کاؤنٹر پر جمع کرا دو۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر اگر تمام اشیا یا اُن کا معاوضہ جمع نہ ہُوا تو تم لوگوں کا قتلِ عام شروع ہو جائے گا اور اس کے بعد تم میں سے ایک بھی بنکاک کی سڑکوں یا گلیوں میں نظر نہیں آئے گا۔ اس بات کو ذہن نشین کر لینا، مَیں انتظار کر رہا ہوں۔"

جہاں جہاں تک شیران کی آواز پہنچی تھی وہاں سے لوگ جلدی جلدی اُس کیبن کی جانب دوڑنے لگے اور جہاں آواز نہیں پہنچی تھی اور جو لوگ لُوٹی ہُوئی اشیا کو مالِ غنیمت سمجھ کر اُنھیں استعمال کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے، وہاں شیران کا یہ پیغام پہنچا دیا گیا۔ جو صُورتِ حال سامنے آئی تھی اُس سے اُن لوگوں کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ زندگی بچنا محال ہو جائے گی چنانچہ لٹکے ہوئے چہرے، بے بس اور لاچار آوارہ گرد وہ لُوٹی ہُوئی اشیا لے کر واپس آنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد اُنھیں کیبن کاؤنٹر پر جمع کرا دیا گیا یا اُن کی رقم ادا کر دی گئی۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ شیران گھڑی دیکھ رہا تھا۔ ایک بار پھر اُس کی غرّاتی ہُوئی آواز اُبھری۔

"اور کوئی تو ایسا نہیں ہے جس کے پاس کچھ موجود ہو۔ خیال رکھنا، ایک شخص بھی یہاں ایسا نہ رہنے پائے۔"

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ جیپ میں جا بیٹھا اور تاؤنی نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ جیپ برق رفتاری سے ریورس ہُوئی اور پھر مُڑ کر واپس چل گئی۔ سدھاشی عجیب سی نگاہوں سے واپس جاتی ہُوئی جیپ میں بیٹھے شیران کی پُشت کو دیکھ رہی تھی، اُس کی آنکھوں میں محبت کا سمندر موجزن تھا۔ وہ بڑی بے خودی کے عالم میں اس شخص کو دیکھ رہی تھی۔ جسے وہ چاہتی تھی زندگی سے زیادہ لیکن جو اُس کا دُشمن تھا، شدید دُشمن اور اگر وہ اُس کے سامنے آ جاتی تو وہ بے دریغ اُس کی زندگی لے لیتا۔

سدھاشی نے ہنس کر گردن جھٹکی اور پھر واپس پلٹ پڑی لیکن نہ ہی اُسے اور نہ ہی شیران کو یہ پتہ چل سکا کہ دو اور نگاہیں بھی اُن کا جائزہ لے رہی ہیں اور پُوری طرح اس سارے ہنگامے کی جانب متوجہ ہیں۔

جب شیران کی جیپ وہاں سے آگے بڑھی تو وہ دوڑتی ہُوئی کیمپ کے مغربی سرے پر پہنچ گئی جہاں ایک چھوٹی بیل کار موجود تھی، کار کے پاس گاڈتھ کھڑا ہُوا سگار پی رہا تھا۔ اُسے اس طرح بے اختیار دوڑتے دیکھ کر وہ جلدی سے اس طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہری اپ گاڈتھ، ہری اپ۔" آنے والی نے کہا اور گاڈتھ

جلدی سے سگار پھینک کر کار کے اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔ آنے والی بھی اُسی پھرتی سے دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی تھی اور بیل اچھلتی کُودتی آگے بڑھنے لگی۔

"کیا معاملہ ہے اینڈرا؟" گاڈتھ نے پوچھا۔

"اوہ چلو تو سہی، چلو تو سہی، گاڑی جلدی سے سڑک پر لاؤ۔ آگے ایک جیپ جا رہی ہے، اُس کا تعاقب کرنا ہے۔" اینڈرا گاوچی نے کہا۔

گاڈتھ نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلائی اور بیل کی رفتار تیز کر دی۔ وہ اُونچے نیچے ناہموار راستوں سے بیل کو گزار رہا تھا حالانکہ یہ ننھی مُنّی چھوٹی سی کار ان راستوں کی عادی نہیں تھی لیکن اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ لمبی سڑک چھوڑ کر اس چھوٹے سے راستے کو اپنایا جائے۔ ویسے بیل کا انجن کافی طاقت ور معلوم ہوتا تھا چونکہ وہ چڑھائی چڑھ رہی تھی اور وہ بھی ناہموار چڑھائی! اس وقت تک دونوں میں سے کوئی بھی گفتگو نہیں کر سکا جب تک کہ بیل ان ناہموار راستوں کو عبور کر کے سڑک تک نہ پہنچ گئی۔ وہ ذیلی سڑک جو کیمپ سے اس طرف آتی تھی بہت لمبی تھی اور جیپ ابھی اس کے درمیان میں نظر آ رہی تھی، یعنی اُسے سڑک تک پہنچنے کے لیے ابھی ایک یا ڈیڑھ منٹ درکار تھا۔

اُوپر آ کر گاڈتھ نے بیل کو روکا۔ اُن کے انجر پنجر ہل کر رہ گئے تھے۔ اینڈرا ابھی پریشان نظر آ رہی تھی، اُوپر پہنچنے کے بعد اُس نے سکون کا گہرا سانس لیا اور اُچک کر اُس جیپ کو دیکھنے لگی جس میں شیران، تاؤنی کے ساتھ آ رہا تھا۔

"وہی جیپ ہے۔ وہی جیپ ہے۔" اُس نے بے اختیار کہا۔

"وہ تو ہے مگر اس میں کون ہے اور آپ اس قدر بدحواس کیوں ہیں۔ کیا یہ مَیں جان سکتا ہُوں؟"

"اوہ گاڈتھ ایک بہت عجیب و غریب شخصیت، اتنی عجیب کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"مَیں تو بہت سی چیزوں کا تصور نہیں کر سکتا اینڈرا لیکن اس شخصیت میں ایسی کیا خوبی ہے؟"

"شاید مَیں نے تمھیں بتایا ہو۔ شاید مَیں نے تم سے ذکر کیا ہو، کہ پچھلے دنوں میری ایک آدمی سے چل گئی تھی۔ اُس نے میرے کئی آدمی قتل کر دیے اور آرام سے نکل گیا۔ شاید مَیں نے تمھیں اُس کا حلیہ بھی بتایا ہو۔ وہ قبائلی تھا۔"

"نہیں آپ نے مجھے اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا۔" گاڈتھ نے کہا۔

"اوہ اچھا موقع نہیں ملا ہو گا۔ ورنہ مَیں تمھیں ضرور بتساتی۔" اینڈرا نے کہا۔

"اچھا تو پھر اُس آدمی کا کیا ہُوا؟"

"اس جیپ میں وہی ہے۔"

"اوہ گویا کسی پُرانا دُشمنی کا مسئلہ ہے؟"

"نہیں نہیں گاڈتھ، پرانی دشمنی کا مسئلہ نہیں ہے، یہ مسئلہ تو بالکل نئی دشمنی کا ہے۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔" اینڈرا گاوچی نے کہا۔

"یہ وہی شخص ہے جو کیمپ چلا رہا ہے۔ سوفی صد وہی ہے جس نے ہمارے کیمپ میں تباہی مچائی ہے اور ہمارے کاروبار کا ستیاناس کر دیا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہی ہوں، تم اتنے فاصلے پر کھڑے ہُوئے تھے اس لیے اس ہنگامے پر توجہ نہیں کر سکے۔ کمال کی بات ہے، اُس نے اس طرح اپنا اثر جمایا ہے کہ دیکھنے والی بات ہے۔ نجانے کون تھا وہ شخص، زبردست تن و توش کا مالک تھا۔ اپنے ساتھی بھی رکھتا تھا لیکن اُس نے تنہا ان سب کو مار بھگایا اور اُس شخص کا مار مار کر حلیہ بگاڑ دیا اور پھر اُس کی آواز پر لُوٹی ہُوئی اشیا جس طرح واپس ہُوئی ہیں، میرے خیال میں کسی بھی کیمپ میں آج تک ایسا نہیں ہُوا۔"

"نجانے کیا کیا کہہ رہی ہو۔ میری تو سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔"

"اوہ۔ مَیں اتنی جلدی تمھیں سمجھا بھی نہیں سکوں گی۔ وہ گاڑی وہ دیکھو۔ وہ سڑک پر پہنچ رہی ہے۔ ایک مخصوص فاصلے سے اُس کا تعاقب کرو۔" اینڈرا نے کہا اور گاڈتھ نے شانے ہلا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔

وہ دونوں جیپ کا تعاقب کرتے رہے اور پھر ایک طویل سفر کر کے دوسرے کیمپ پہنچ گئے۔ یہاں بھی منشیات کا کاروبار زور و شور پر تھا اور یہ اڈّہ بھی مارلینو کے نام سے چل رہا تھا لیکن اس کا نگران بھی یہی قبائلی جوان تھا پھر اینڈرا اور گاڈتھ نے کئی اڈّوں پر اُن کا تعاقب کیا اور پھر واپس چل پڑے۔ اینڈرا کچھ نڈھال سی نظر آ رہی تھی۔ نجانے اُس کے ذہن کی گہرائیوں میں کیا تھا۔ سوچ رہی تھی وہ شیران کے بارے میں، اُس شخص کے بارے میں جسے وہ ایک بار پسند کر چکی تھی اور جس کے ہاتھوں زک اُٹھا چکی تھی۔ اُسے گمان بھی نہ تھا کہ یہ شخص کوئی گروہ بھی رکھتا ہو گا لیکن اس وقت اُس نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا

وہ اُس کے لیے بے حد تحیر خیز تھا۔ ذاتی طور پر تو اُس کا دل چاہتا تھا کہ خود ہی اُس شخص سے نبرد آزما ہو لیکن گرتیھاؤ گاؤچی کا خوف بھی تھا۔ گرتیھاؤ نے اسے اس کام کے لیے مامور کیا تھا اور گرتیھاؤ کے لیے بھی اُس کے پاس اچھی خاصی اطلاعات موجود تھیں لیکن ابھی وہ اُس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کیے بغیر گرتیھاؤ کو کوئی اطلاع نہیں دے سکتی تھی۔ گاڈتھ نے اس آخری کیمپ سے واپسی پر اُس سے سوال کیا۔

"کیا خیال ہے اینڈرا! کیا ہم مسٹر گاڈچی کو اُس شخص کے بارے میں معلومات فراہم کر دیں؟" گاڈتھ کے اس سوال پر اینڈرا نے عجیب سی نگاہوں سے گاڈتھ کو دیکھا اور پھر پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کیا معلومات فراہم کرو گے گاڈتھ؟"

"میرا مطلب ہے ہم اُس شخص کے بارے میں مسٹر گاڈچی کو۔۔"

"نامکمل اطلاع ہوگی اور تمھیں اندازہ ہے کہ گرتیھاؤ گاڈچی اس وقت بھوکا بھیڑیا بنا ہوا ہے۔ وہ شدید زخمی ہے اور اپنے زخموں کو چاٹ رہا ہے۔ ان حالات میں وہ کسی نامکمل اطلاع پر ہماری جان بھی لے سکتا ہے۔"

"اوہ ہاں۔ یہ تو تم درست کہہ رہی ہو، پھر؟" گاڈتھ نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں، کل کا دن اور ضائع کرنا ہے۔ اُس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا ہوں گی اور اُس کی تصاویر بھی لینا ہوں گی۔ افسوس کہ آج ہمارے پاس اس کا انتظام نہیں ہے۔"

"لیکن کیا ضروری ہے کہ یہ کل بھی اپنے کیمپوں میں نظر آئے؟"

"نظر آئے گا اگر نہ آیا تو ہم کل بھی انتظار کریں گے بہر طور اس کے بغیر چارہ کار بھی تو نہیں ہے۔" اینڈرا نے کہا اور گاڈتھ نے گردن ہلا دی۔ انھوں نے اُس رات گاڈچی سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔ اینڈرا رات بھر سلگتی رہی تھی۔ وہ شخص اس کی نگاہوں میں کھٹکتا رہا تھا۔ وہ تجرباتی منصوبے بناتی رہی تھی اُس کے بارے میں جو کچھ اس نے دیکھا تھا وہ بھی معمولی نہیں تھا۔ کبھی کبھی وہ اس بارے میں سوچتی تو اُس کے ذہن کو خوف کا احساس بھی ہونے لگتا۔ کیا یہ شخص کوئی بہت بڑی شخصیت رکھتا ہے۔ کیا بنکاک سے اب گرتیھاؤ کا دور ختم ہو رہا ہے۔ اب اگر ایسا ہے تو پھر اس کے لیے ذرا مختلف انداز سے سوچنا ہوگا لیکن ابھی نہیں۔ اینڈرا کے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ دوڑ گئی۔ دوسرے دن اُس نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ ہپی عورتوں کے میک اپ میں وہ سب سے پہلے اُسی کیمپ میں پہنچی جہاں اُس نے پہلی بار شیران کو دیکھا تھا اور جہاں شیران کا سارتر سے جھگڑا ہوا تھا۔ آوارہ گردوں کی ٹولی میں خود کو ہر دل عزیز بنا لینا زیادہ مشکل کام نہیں تھا بس اس کے لیے جیب سے کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے اور وہ آج خوب لٹا رہی تھی۔ کئی آوارہ گرد نوٹوں کا جھمگٹا اس نے اپنے گرد جمع کر لیا تھا تب اُس نے اُسی شخص کا ذکر نکال لیا

"اوہ۔ وہ، وہ بہت بڑی رُوح ہے۔ بڑا ہی دھرماتما ہری کرشنا ہرے اوم کا پجاری۔ اگر وہ اس وقت ہم لوگوں کو نہ سنبھالتا تو ہم تو موت کے قریب پہنچ چکے تھے۔"

"مگر وہ کون ہے؟" اینڈرا نے سوال کیا۔

"مارلینو کا نمایندہ۔ مارلینو منشیات کی مارکیٹ میں واحد نام ہے۔"

"مگر مارلینو کون ہے۔ کیا اُسے اس سے قبل دیکھا گیا ہے؟"

"نہیں صرف اُس کا نام گونج رہا ہے۔ اس وقت اُسی نے ہم بھٹکے ہوؤں کو سہارا دیا ہے۔"

"اور وہ شخص جو مارلینو کے نمایندے کی حیثیت سے ہے اُس کا کیا نام ہے؟"

"نام کسی کو نہیں معلوم البتہ اُس کے ساتھ جو چیرخ ہے اُسے تاؤنی کہا جاتا ہے میرا مطلب ہے وہ مقامی شخص جو اُس کی جیپ چلاتا ہے۔"

اس سے زیادہ اینڈرا کو کچھ نہیں معلوم ہو سکا البتہ کیمپ نمبر بائیس میں اُس نے ایک بار پھر شیران کو دیکھ لیا۔ آج وہ انتظام کر کے آئی تھی چنانچہ اُس نے جیبی کیمرے سے شیران کی بہت سی تصاویر لے ڈالیں۔ خود وہ اُس سے دُور رہی تھی لیکن اپنی کارکردگی سے وہ مطمئن تھی اور اُس رات اپنی رہائش گاہ پر واپس آنے کے بعد اُس نے ان تصاویر کے پرنٹس بنائے اور مطمئن ہو گئی پھر اُسی رات اُس نے گاڈتھ کی موجودگی میں گرتیھاؤ گاڈچی سے رابطہ قائم کیا اور چند لمحات کے بعد اُس کا رابطہ قائم ہو چکا تھا۔

"آپ کی خادمہ اینڈرا بول رہی ہے۔"

"اوہ بکو۔ بکو کیا بکنا ہے۔ میں اس وقت خوبصورت الفاظ کے جال میں گرفتار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے یہ الفاظ خوشی بخش سکتے ہیں۔" گرتیھاؤ گاڈچی نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ نے اپنی خادمہ کے سپرد جو کام کیا تھا اور خادمہ

نے جس انداز میں اُسے انجام دیا ہے اُس کے تحت وہ یہ حق رکھتی ہے کہ آپ کو خوبصورت الفاظ میں مخاطب کرے کیونکہ اس کے بعد وہ آپ کو خوشخبریاں سُنانا چاہتی ہے۔"

"اینڈرا، اینڈرا، مختصر الفاظ میں گفتگو کرو۔ کیا خوشخبری ہے؟" گرتیھاؤ نے سوال کیا۔

"میں اُس گروہ کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہوں جو آج کل منشیات کی مارکیٹ پر چھا چکا ہے۔"

"اوہ اُسے چھا چکا نہ کہو بس یُوں کہو کہ ہم وقتی طور پر پیچھے ہٹ گئے ہیں اگر ہم کوئی بڑی جوابی کارروائی کریں بھی تو ہمارے پاس مال نہیں ہے ابھی ہم مال جمع کریں گے، اس کے بعد اُن لوگوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے لیکن تم یہ بتاؤ کہ اس کے بارے میں کیا معلوم کر کے آئی ہو؟"

"گروہ کے سربراہ کا نام مارلینو ہے۔"

"کیا نام لیا؟" گرتیھاؤ گاڈچی نے تعجب سے پوچھا۔

"مارلینو۔"

"یہ نام تو مقامی ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"جی ہاں۔ ہے تو مقامی ہی مگر یہ شخص کہیں بھی نظر نہیں آتا۔"

"کیا مطلب؟"

"بس مارلینو کے نام سے منشیات کے اڈّے چلائے جا رہے ہیں اور ان کا نگران ایک قبائلی ہے۔"

"کیا کہا تم نے قبائلی؟" گرتیھاؤ پھر چونک پڑا۔

"ہاں ایک سُرخ و سفید قبائلی، ایک انتہائی شاطر اور خطرناک انسان جس سے ایک بار پہلے بھی میری مڈبھیڑ ہو چکی ہے، بہت ہی طاقت ور اور خونریز قسم کا آدمی ہے۔ اس کے ساتھ ایک مقامی شخص بھی ہے جس کا نام تاؤنی ہے۔ دونوں ہی کیمپوں میں نظر آتے ہیں۔ ان کیمپوں میں اُنھی کے افراد کام کر رہے ہیں، اُس شخص کا نام نہیں معلوم ہو سکا جو قبائلی ہے۔ بہر طور بڑی عمدہ شخصیت کا مالک ہے اور لڑائی بھڑائی کا ماہر بھی۔"

"ہوں میں سیسے کی سات گولیاں اُس کے سینے میں اُتار دوں گا پھر اُس کا سارا بھرم رکھا رہ جائے گا۔ بس مجھے یہی معلوم کرنا تھا کہ وہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے، اس کی کچھ تفصیل معلوم ہو سکی؟"

"نہیں جناب اس بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا لیکن بس مارلینو کا نام ان کیمپوں میں گونج رہا ہے۔"

"میں اس نام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دریا میں غرق کر دوں گا۔"

"میں نے اُس شخص کی تصاویر بھی حاصل کر لی ہیں جناب۔" اینڈرا نے بتایا۔

"انھیں محفوظ رکھو اپنے پاس، کسی بھی وقت تم سے طلب کر لوں گا۔ میرے لیے فی الحال اتنا ہی کافی ہے... لیکن اُس شخص مارلینو کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا پڑیں گی۔ مارلینو، مارلینو۔" گرتیھاؤ گاڈچی نے کئی بار یہ لفظ دہرایا۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے جناب؟"

"کچھ نہیں۔ آرام کرو، میں تمھیں دوسری ہدایات جاری کروں گا۔" گرتیھاؤ گاڈچی نے کہا اور اینڈرا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ گاڈتھ اُس کے سامنے بیٹھا اُسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"ہمارا کام فی الوقت ختم ہو گیا لیکن گاڈتھ ابھی ہمیں یہ کام جاری رکھنا ہوگا۔"

"میں نہیں سمجھا اینڈرا۔"

"بتا دوں گی تمھیں تفصیل بتا دوں گی۔ بات اس طرح ختم نہیں ہو جائے گی۔ میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ اس قبائلی سے خود میرا اپنا بھی جھگڑا ہے۔" اینڈرا نے کہا اور گاڈتھ سر ہلانے لگا۔

★★

بیس خطرناک لڑاکے تیار کیے تھے گرتیھاؤ گاڈچی نے، دو دن تک اُن کی تربیت کرتا رہا تھا تیسرے دن اُس نے ان لوگوں کی خود قیادت کی اور کیمپ کی جانب نکل پڑا۔ اُس کے بدن میں آگ ہی آگ بھری ہوئی تھی ان تمام کیمپوں میں کل تک اُس کی حکمرانی تھی لیکن جس طرح اس کی اجارہ داری آن کی آن میں ختم کر دی گئی تھی وہ اُس کے لیے ناقابلِ برداشت تھی اور وہ بُری طرح طیش کھا رہا تھا۔ اینڈرا گاڈچی سے جو ہدایات ملی تھیں اُن کے بارے میں اُس نے مزید تصدیق مناسب نہیں سمجھی۔ اُس کی خواہش تھی کہ اپنے آدمیوں کے ذریعے خاموشی سے شیران کو ختم کر دے اور ختم کرنے کے بعد اُس کی لاش بادشاہ خاں کو پیش کر دے۔ اُسے بتا دے کہ یہ وہ شخص تھا جس نے بادشاہ خاں کو بھی چوٹ دینے کی کوشش کی تھی۔ گرتیھاؤ کو یقین تھا کہ یہ وہی شخص ہو سکتا ہے جس کی تلاش بادشاہ خاں کو بھی تھی اور جس کی حرکت کے نتیجے میں گرتیھاؤ کو ایک بہت بڑی رقم بادشاہ خاں کو ادا کرنی تھی جو آج تک اُس کے ذہن اور دل پر سوار تھی حالانکہ بادشاہ خاں نے اس کے بعد سے اس رقم کا مطالبہ شدّت سے

نہیں کیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ بادشاہ خاں جیسے آدمی کو رقم بہر طور ادا کرنی ہی ہوگی۔ کاش شیران اُس کے ہاتھ آجائے پھر یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ اُس شخص کی لاش ہی نہیں بلکہ اُسے زندہ ہی گرفتار کرنا ہوگا۔ گریتھاڈ گاڈچی منصوبے بناتا ہوا کیمپوں کے دورے کر رہا تھا۔ ابھی تک اُسے کیمپوں میں شیران نہیں نظر آیا تھا لیکن اس وقت جب کہ شام ہو چکی تھی اور سورج مغربی پہاڑیوں میں جھک گیا تھا تو ایک پہاڑی علاقے میں گریتھاڈ گاڈچی کو وہ نظر آگیا۔ سُرخ و سفید، قبائلی لباس میں ملبوس شخص جس کی جیپ ایک دُبلا پتلا مقامی چلا رہا تھا۔ اس کا رُخ بھی کیمپ ہی کی طرف تھا۔ کیمپ میں آوارہ گرد عیش کر رہے تھے۔ گریتھاڈ گاڈچی کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر اُن سے کہا کہ اس شخص کی جیپ کو گھیر لیا جائے۔ عام لوگوں کو وہ اس ہنگامے کا شکار نہیں بنانا چاہتا تھا چنانچہ اُس کے ساتھی اور وہ انتظار کرتے رہے پھر جب وہ ایک ایسے پہاڑی علاقے میں پہنچے جو ذرا کیمپ سے ہٹ کر تھا تو گریتھاڈ گاڈچی نے اپنی گاڑی سے اُتر کر اُن کے گرد گھیرا ڈالنا شروع کر دیا۔ اُس کے بیسوں جوان جو مشین گنوں اور رائفلوں سے مسلح تھے، پہاڑیوں میں پھیل گئے۔ شاید قبائلی کو بھی احساس ہو گیا تھا۔ اُس نے ہوا میں مُنہ اُٹھا کر کچھ سُونگھنے کی کوشش کی اور پھر دفعتاً اُس نے ایک چٹان کے عقب میں چھلانگ لگا دی۔ تاؤنی کو بھی اُس نے اپنے ساتھ ہی گھسیٹ لیا تھا۔

"اوہ۔ اوہ بڑا چالاک معلوم ہوتا ہے کسی چیتے ہی کی طرح چوکنا لیکن جس چٹان کے پیچھے وہ گیا ہے میرا خیال ہے ہم اُسے بآسانی گولیوں سے اُدھیڑ سکتے ہیں۔ چلو شروع ہو جاؤ۔" گریتھاڈ گاڈچی نے کہا اور چٹان پر گولیوں کی بارش شروع کر دی گئی۔ لیکن چٹان کے عقب سے ایک بھی گولی نہیں چلائی گئی وہ لوگ اس چٹان کو چاروں طرف سے نشانہ بنا کر گولیوں کی بارش کر رہے تھے پھر وہ اُس وقت چونکے جب چٹان کے عقب سے ایک گولی نے گریتھاڈ کے ایک آدمی کی پُشت میں سوراخ کر دیا اس کے بعد اُس کے مزید تین آدمی دھاڑتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھے اور زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ گریتھاڈ گاڈچی ششدر رہ گیا... اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ گولیاں چلانے والے کون ہیں۔ ابھی وہ یہ بات سمجھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ اُس کے دو اور آدمی گولیوں کا شکار ہو گئے تھے۔ یہ بالکل مختلف جگہ پر شکار ہوئے تھے، وہ شخص شاید چھلاوہ تھا کیونکہ گریتھاڈ گاڈچی نے اُس کے علاوہ یہاں اُس کے ساتھیوں کو نہیں دیکھا تھا لیکن اُس نے گریتھاڈ گاڈچی کو زبردست چوٹ دی تھی۔ چٹان کے پیچھے چھپ کر اُس نے یہی تاثر دیا کہ اُس نے چٹان کے پیچھے پناہ لی ہے اور گریتھاڈ گاڈچی نے اس چٹان پر اس قدر گولیاں برسائی تھیں کہ چٹان کا ڈیزائن ہی بگڑ کر رہ گیا... بعد میں پتہ یہ چلا کہ وہ تو وہاں ایک لمحے بھی نہیں رُکا تھا بلکہ اُس شخص نے فوراً ہی اپنی پوزیشن بدل لی تھی۔ پوزیشن بدلتے ہی اُس نے گریتھاڈ گاڈچی کے چھ آدمیوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اُس کا رُخ کون سی سمت ہے۔ گریتھاڈ گاڈچی پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ اسی دوران اُسے ایک بار پھر شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس کے دو اور آدمی جنھوں نے اپنی پوزیشن بدلنے کی کوشش کی تھی... گولیوں کا شکار ہو گئے۔ یہ صُورت حال دیکھ کر گریتھاڈ گاڈچی بُری طرح گھبرا گیا۔ اُس نے مقامی زبان میں ایک زور دار نعرہ لگایا۔ اُس کا مقصد تھا کہ پیچھے ہٹو اور ایک جگہ اکٹھے ہو جاؤ۔ اُس کے آدمی پیچھے ہٹنے لگے لیکن یہ بھی اُن کی بدقسمتی تھی کہ جس طرف وہ پیچھے ہٹے اُسی طرف سے اُن پر گولیاں پڑیں اور مزید تین آدمی شکار ہو گئے۔ گویا گریتھاڈ گاڈچی کے بیس آدمیوں میں سے صرف نَو آدمی باقی رہ گئے تھے اور اپنے گیارہ ساتھیوں کو مُردہ دیکھ کر اُن لوگوں کی بھی ہمت نہیں رہی تھی کہ وہ اب یہاں جمے رہیں، اُن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ چھلاوہ کس طرح جگہ بدل رہے ہیں لیکن دوسری بات یہی ہو سکتی تھی کہ پہاڑی کے چپے چپے میں اُن کے افراد پھیلے ہوئے تھے اور شاید پہلے ہی سے اُن کے استقبال کے لیے تیار تھے گریتھاڈ چیختا رہ گیا تھا اور اُس کے نَو آدمی جی چھوڑ بھاگے تھے۔ اب اُن کا نام و نشان نہیں تھا۔ گریتھاڈ بُری طرح پریشان ہو گیا تھا اس طرح تو وہ خود بھی مارا جا سکتا ہے۔ چند لمحات کے بعد اُسے اپنی جان بچانے کی فکر لاحق ہو گئی اور وہ آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگا۔ اُلٹے قدموں وہ ایک چٹان سے نیچے پھسل رہا تھا چٹان کے نیچے پہنچ کر اُس نے پاؤں ٹکائے اور کھڑے ہو کر سکون کا سانس لیا پھر وہ آہستہ سے پلٹا ہی تھا کہ دفعتاً سہم گیا۔ اُس کے پُورے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا۔ اپنے سامنے وہ ایک دیوقامت آدمی کو دیکھ رہا تھا جو قبائلی لباس میں ملبوس تھا۔ اُس کے دانت بھیڑیوں کے دانت سے مشابہہ تھے۔ غالباً وہ مسکرا رہا تھا اور اُس کی آنکھوں کی تیز چمک گریتھاڈ کو کھوپڑی کی ہڈی توڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"گریتھاڈ گاڈچی کیوں میرا خیال غلط تو نہیں ہے؟" اُس کی ...ہٹ نُما آواز اُبھری۔ گریتھاڈ گاڈچی چٹان سے ٹیکا اُس کی آنکھوں ...ں دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک عجیب سے سحر کا شکار ہو گیا تھا۔ یُوں لگتا ...ا کہ مقابل کی شخصیت نے اُسے مسحور کر کے رکھ دیا ہو حالانکہ وہ ...دھی ایک خطرناک آدمی تھا اور چند ہی روز قبل کی بات تھی کہ ...ناک کے گرد و نواح میں اُس کے نام کا سکہ بیٹھا ہوا تھا لیکن نجانے ...وں وہ اس وقت اس خوفناک شخص کے سامنے خود کو احساس ...تری کا شکار پا رہا تھا۔

"جواب نہیں دیا تم نے۔ کیا میں گریتھاڈ گاڈچی سے مخاطب ...ں؟" شیران نے پوچھا۔

"ہاں!" گریتھاڈ نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"تو شیران سے ملو۔ شیران مارلینو کا نمائندہ ہے۔"

"نہ میں مارلینو کو جانتا ہوں نہ شیران کو۔" گریتھاڈ گاڈچی نے ...ا کو کافی حد تک سنبھال لیا تھا۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔ جانتے نہیں ہو تو جان جاؤ گے بلکہ ...را اپنا خیال تو یہ ہے کہ جان چکے ہو گے۔ اگر اجنبیت کا مظاہرہ کرو ...دوسری بات ہے۔ ویسے تمھارے وہ نَو ساتھی مجھے اچھی طرح جانتے ...تھے جو نکل بھاگے ہیں۔ اُن کی تعداد غلط تو نہیں بتا رہا؟" اُس ...نے کہا اور گریتھاڈ نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی۔

"ٹھیک ہے، تمھارا اندازہ کافی درُست ہے۔"

"شکریہ، شکریہ۔ ویسے گریتھاڈ بہت دلچسپ ملاقات ہو ...ا ہے یہ ہماری، میں تمھیں پہلی ملاقات کے طور پر کیا تحفہ پیش ...وں؟" اُس نے کہا۔ انداز یہی تھا جیسے بلی چوہے سے کھیلتی ہے ...بڑے دلکش انداز میں گریتھاڈ سے گفتگو کر رہا تھا جیسے کوئی ...ہی نہ ہو حالانکہ قرب و جوار میں گیارہ لاشیں بکھری ہوئی تھیں، ...تھاڈ نے اِدھر اُدھر دیکھا اور اُس کی بے چین نگاہیں اُس ...کے اُن آدمیوں کو تلاش کرنے لگیں جنھوں نے اُس کے ...رہ ساتھی ہلاک کر دیے تھے، شیران نے شاید گریتھاڈ کا مقصد ...لیا تھا اور اُس کے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا۔

"تم میرے ساتھیوں کو تلاش کر رہے ہو شاید؟"

"ہاں۔ تم نے انتہائی منظم پیمانے پر چٹان کے پیچھے اپنے ...ی ہتھیار رکھے ہیں۔ بے حد چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو۔" گریتھاڈ ...کہا اور شیران کا قہقہہ اس بار بڑا گرجدار تھا۔ دیر تک وہ ہنستا ...پھر اُس نے کہا۔

"اگر چٹان کے پیچھے سے ایک مرے ہوئے چوہے کے علاوہ تم کسی اور کو نکال دو تو شیران زندگی بھر تمھاری غلامی کے لیے تیار ہو جائے گا۔ سمجھے؟" اور اُس مرے ہوئے چوہے کو آواز دے رہا ہوں۔ "باہر نکل آؤ اب تمھیں پوشیدہ رہنے کی ضرورت نہیں۔" اس بار اُس نے ایک چٹان کی طرف رُخ کر کے کہا اور تاؤنی گردن لٹکائے ہوئے باہر نکل آیا۔

"دیکھا تم نے گریتھاڈ۔ یہ میری فوج ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہم دونوں کے علاوہ اس علاقے میں کوئی نہیں ہے۔ ہم ہی نے جگہیں بدل بدل کر فائرنگ کی اور تمھارے آدمیوں کو بوکھلا دیا۔ کیسی رہی؟" شیران نے کہا اور پھر ہنس پڑا۔

"بکواس۔ بالکل بکواس، ناممکن۔"

"سُنو، تم بے بس چوہے ہو اس لیے یہ بدتمیزی کے الفاظ استعمال کر سکتے ہو۔ جانتے ہو کہ چند لمحات کے بعد میں تمھاری گردن تمھارے شانوں سے اُتار کر پھینک دُوں گا۔ میں کسی ایسے آدمی پر تشدد نہیں کرتا جس کے بارے میں مجھے یہ یقین ہو گیا ہو کہ یہ میری گرفت میں ہے۔ جاؤ تلاش کرو اگر ایک بھی آدمی تلاش کر سکے تو میں تمھاری جان بخشی کر دُوں گا جاؤ۔" شیران غرّایا اور اُس کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے تھے۔ گریتھاڈ اُچھل کر اُسی چٹان پر چڑھ گیا جہاں سے تھوڑی دیر پہلے وہ نیچے اُترا تھا۔ اُس نے چٹان کے سرے پر سے اِدھر اُدھر دیکھا واقعی اُسے اپنے گیارہ آدمیوں کی لاشوں کے علاوہ کسی اور کا وجود نہیں ملا تھا۔ یہ انتہائی حیرت انگیز بات تھی بلکہ ایک طرح سے ناممکن۔ گویا صرف ان دو آدمیوں نے یہ حشر برپا کیا تھا۔ وہ سر کھجاتا ہوا چٹان سے نیچے آگیا۔

"کیوں کیا دیکھا؟" شیران نے پوچھا۔

"کچھ نہیں کوئی نہیں ہے۔"

"میں جھوٹ نہیں بولتا اور تم جیسے بے بس چوہوں کے سامنے جھوٹ بولنے کی ضرورت بھی نہیں پیش آتی بہر طور گریتھاڈ، تمھارے تمام اڈے ختم ہو گئے ہیں اور وہاں مارلینو کے نام سے کاروبار شروع ہو گیا ہے۔ مارلینو کو یہ بات ناپسند تھی کہ ...ک میں منشیات کے اڈوں پر تم نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے۔ اُس نے مجھے ہدایت کی تھی کہ بنکاک سے تمھارے اڈے ختم کر دوں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ ویسے اب تم سمجھ چکے ہو گے کہ تمھاری حیثیت ہمارے سامنے بے اثر ہو گئی ہے۔ بتاؤ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"میں اس سلسلے میں تم سے کیا کہہ سکتا ہوں جو تمھارا دل چاہے کرو۔" اُس نے کہا۔

"نہیں گرتیھاؤ میں تمھیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔ اس وقت نہ سہی کچھ دیر بعد سہی، کچھ گھنٹے بعد یا کچھ دن بعد سہی۔ فیصلہ کرلو جاؤ چلے جاؤ جس وقت بھی دل چاہے مجھ سے رابطہ قائم کرلینا اور مجھے بتانا کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں نہیں سمجھا مسٹر شیران۔ کیا تم واقعی سنجیدہ ہو؟" گرتیھاؤ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ تمھارے سامنے غیر سنجیدگی کی گنجائش نہیں رہی ہے۔ تم ہار چکے ہو گرتیھاؤ لیکن ہارے ہوؤں سے بھی بعض اوقات سودا کرنے میں مزا آتا ہے۔ کرو گے سودا؟"

"کیسا سودا؟"

"تم یوں کرو کہ کل شام کے سات بجے میری اس بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ جاؤ۔ اپنے ساتھ جتنے بھی نمایندے لاسکتے ہو لے آؤ لیکن سنو بات میرے اور تمھارے درمیان رہنی چاہیے اور بالکل ہی شریفانہ گفتگو ہو اگر اس سلسلے میں تم نے مار دھاڑ یا دھوکے بازی سے کام لیا . . . تو پھر میں اس کے لیے بھی تیار رہوں گا لیکن اگر کوئی دلچسپ اور کار آمد گفتگو چاہتے ہو تو پھر صرف اُن خاص نمایندوں کے ساتھ آؤ جنھیں تم اس قابل سمجھتے ہو کہ وہ ہم سے کوئی سودے بازی کرسکیں۔"

"مگر شیران میں تمھارے ساتھ کیسی سودے بازی کرسکتا ہوں؟"

"تم اپنے اڈوں کی واپسی چاہتے ہو؟" شیران نے سوال کیا اور گرتیھاؤ پھر اُسے پریشان نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر ہراساں لہجے میں بولا۔

"میری اس سے بڑی خواہش اور کوئی نہیں ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، یہ تمام اڈے تمھیں واپس کیے جاسکتے ہیں۔ ہمارے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کرو، دوستانہ انداز میں گفتگو کرو۔" شیران بولا۔

"اگر یہ بات ہے مسٹر شیران تو میں تیار ہوں، تم جو کچھ بھی کہو گے میں اس سے انحراف نہیں کروں گا۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں میں بہر طور طاقت ور لوگوں کو پسند کرتا ہوں اور اُن کی دوستی چاہتا ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے کل شام کو سات بجے تمھارا انتظار کروں گا۔"

"کہاں؟" گرتیھاؤ نے پوچھا۔

"جگہ کا تعین بھی ہو جائے گا گرتیھاؤ۔ تم یوں کرو کہ مجھے اپنا ٹیلی فون نمبر دے دو۔ کل ٹھیک ساڑھے چھ بجے میں تمھیں اس نمبر پر رِنگ کرکے جگہ کی اطلاع دے دوں گا تم وہاں پہنچ..."

گرتیھاؤ ایک لمحے تو کچھ سوچتا رہا پھر گردن ہلادی اور...

"ٹھیک ہے میں تمھاری ہدایت پر عمل کروں گا۔ تم نوٹ کرلو میرا نمبر۔"

"ہاں ہاں دُہراؤ، دُہراؤ۔" شیران نے کہا اور گرتیھاؤ نے ایک نمبر بتادیا۔ شیران نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلادی۔ "ٹو... ہے میں نے ذہن نشین کرلیا۔"

"یاد رہے گا تمھیں؟"

"ہاں ہاں۔ شیران کو سب کچھ یاد رہتا ہے۔ اچھا میں... ہوں مسٹر گرتیھاؤ۔" شیران بولا اور ایک طرف چل دیا... بھی اُس کے ساتھ ہی تھا۔ گرتیھاؤ سراسیمہ نگاہوں سے اُ... دیکھتا رہا۔ جو کچھ ہو چکا تھا وہ اُس کی توقع کے برعکس تھا... سوچ کر آیا تھا کہ آج اُس شخص کا قلع قمع کردے گا۔ اُس... جو کچھ نکلا تھا وہ انتہائی خوفناک تھا۔ درحقیقت شیران نے... وقت اُس کی جان بخشی کردی تھی ورنہ گرتیھاؤ کی زندگی کا... سوال ہی نہیں تھا اُسے تو ساتھیوں پر شدید غصہ آرہا تھا... اس عالم میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ بلاشبہ صورتِ حال بہ... نازک ہوگئی تھی لیکن یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے زندگی بھر... سے فائدے اُٹھائے تھے اور اس طرح وہ دولت مند بن گ... زندگی کی بازی لگانے کا موقع آیا تو گرتیھاؤ کا ساتھ چھوڑ... "دیکھ لوں گا، سب کو دیکھ لوں گا، ذرا ان حالات سے نمٹ..." گرتیھاؤ نے کہا اور وہاں سے خود بھی واپس چل دیا۔ اُس... ساتھیوں میں سے کسی کا بھی دُور دُور تک پتہ نہیں تھا۔ وہ... ہی سفر کرتا رہا اور بہت دُور نکل آیا۔ ذہن میں نہ جانے کون سے خیالات تھے۔ بے شمار اُلٹے سیدھے خیالات... کافی دُور چلنے کے بعد ایک ٹیکسی مل گئی اور وہ اپنی رہائش... پر پہنچ گیا۔ رہائش گاہ پر بھی اُسے اپنے آدمیوں کا کوئی... نہیں ملا۔ وہ گیارہ لاشیں وہیں رہ گئی تھیں وہ ہلاک ہو... اب اُن کے بارے میں تشویش بے کار تھی۔ ویسے گ... جانتا تھا کہ اُن گیارہ لاشوں کا مسئلہ بھی کافی اُلجھن کا با... بنے گا۔ اس وقت اُس کے ہاتھ پاؤں بالکل بے جان تھے۔ وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں تھا۔ ذہن میں بھنور پ... تھے۔ آگ ہی آگ سُلگ رہی تھی، سارے وجود میں لیک... کرسکتا تھا بے بسی اور لاچاری کا شدید حملہ ہوا تھا اُس... آرام کرسی میں دراز ہو کر اُس نے آنکھیں بند کرلیں اور...

...ب گیا۔ ان تمام حالات کی اطلاع وہ بادشاہ خاں کو بھی دے... لیکن صورتِ حال ذرا مختلف ہو گئی تھی۔ اس سے قبل ایسا کوئی... تو یقینی طور پر وہ اس میں بادشاہ خاں کو شریک کرنا پسند کرتا... شیران کی جو شخصیت اُس کے سامنے آئی تھی اس سے... جیسے آدمی کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا مقابل معمولی نہیں... ممکن ہے بادشاہ خاں اُس کے مقابلے میں اتنا طاقت ور ثابت... دشمن کی صحیح قوت کا اندازہ لگائے بغیر یہ بھی فیصلہ کرنا مشکل ہوتا... بادشاہ خاں خود اس قبائلی کی تلاش میں تھا اور اُس سے... رکھتا تھا۔ ان حالات میں اگر بادشاہ خاں نے اپنے طور پر... تو پھر یہ ممکن ہے کہ شیران گرتیھاؤ کا شدید دشمن بن جائے... سے پہلے گرتیھاؤ کا خاتمہ کردے۔ اس کے بعد وہ بادشا... کے بارے میں سوچے گا یعنی وہ گرتیھاؤ کو غدار تصور کرے... بادشاہ خاں کا مسئلہ تو بادشاہ خاں بھی خود پرست انسان... طاقت کے نشے میں چور وہ گرتیھاؤ کو خاطر ہی میں نہیں لاتا تھا... بات نہ ہوتی تو وہ ہیروں کی رقم کا مطالبہ نہ کرتا۔ گرتیھاؤ کے... ہی گردش میں تھے۔ بادشاہ خاں سے دب کر بات کی تھی... نے صرف اس لیے کہ حالات اُس کے لیے مناسب نہ تھے۔

یہ دوسرا شخص تھا جس نے اُسے دبا لیا تھا لیکن اس دوسرے... نے تو ستیاناس ہی مار دیا تھا۔ اُس کا تمام کاروبار ہی چوپٹ... تھا۔ بے شمار افراد ہلاک کردیے تھے اُس کے۔ مالی طور پر اُسے پھکڑ کردیا۔ اگر اسی کی دوستی حاصل ہو جائے کسی طور... زیادہ بہتر تھا۔ گرتیھاؤ کو یہ بات زیادہ پسند تھی چنانچہ اُس نے... کرلیا کہ بادشاہ خاں کو کچھ نہیں بتائے گا۔ اُس نے سوچ لیا... اپنے خاص ساتھیوں کو بھی بے خبر رکھے گا اس سے، اُس... صرف چند ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جو کہ اُس سے قریب تر... اُن کی تعداد بھی آٹھ تو تھی لیکن اس ہنگامے میں وہ گرتیھاؤ... ساتھ نہیں تھے اور نہ اُنھوں نے گرتیھاؤ کی شکست کا یہ عالم... بہر طور گرتیھاؤ آنکھیں بند کیے یہ فیصلے کرتا رہا اور اس... اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اب اُسے اُن ساتھیوں سے رابطہ... کرنا تھا جنھیں لے کر وہ اگلے روز شیران کے پاس... جانے والا تھا۔

★★

کافی دنوں بعد شیران اپنے ساتھی تاڈنی کے ساتھ اُس... میں داخل ہوا تھا جو اس کی رہائش گاہ کے طور پر بھی او... جس میں گرتیجر اور مگنیشا اُس کے ساتھیوں کی حیثیت سے رہتے تھے۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو سب سے پہلے مگنیشا کی نگاہ اُس پر پڑی۔ مگنیشا تو پہلے ہی دن کے تجربے کے طور پر اس قدر خوفزدہ ہوئی تھی کہ شیران کے سامنے آنے سے ہمیشہ کتراتی تھی۔ یہ بھی شکر تھا کہ اُس نے شیران کو ایک دروازے کی آڑ ہی سے دیکھا تھا پھر وہ بُری طرح چیختی ہوئی اندر بھاگی تھی۔ وہ گرتیجر کو پکار رہی تھی، وہ اپنے کمرے میں بیٹھا کسی کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ مگنیشا کی چیخیں سُن کر اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھرتی سے باہر نکل آیا۔ مگنیشا کو اس قدر بدحواس دیکھ کر اُس نے متحیرانہ انداز میں اُسے روکا تھا۔

"خیریت تو ہے۔ کیا بات ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"وہ آگیا۔ وہ آگیا۔" مگنیشا پھولے ہوئے سانس سے بولی۔

"کون آگیا بھئی۔ کیا حالت ہو رہی ہے تمھاری؟" گرتیجر نے پریشان لہجے میں کہا۔

"شیران، شیران۔" مگنیشا نے جواب دیا اور گرتیجر بھی اُچھل پڑا۔

"کہاں ہے؟"

"باہر سے آرہا ہے۔ اُس کے ساتھ وہ ملبوس بھی ہے جو تاڈنی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"

"اوہ۔ تم رُکو۔ میں دیکھتا ہوں۔" گرتیجر نے جواب دیا اور پھر خود کو سنبھال کر باہر نکل آیا۔ شیران صدر دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ گرتیجر نے مسکراتے ہوئے اُس کا استقبال کیا اور شیران کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو گرتیجر۔ کیسے ہو تم؟"

"ٹھیک ہوں چیف۔ آپ کے لیے پریشان تھا۔"

"واہ تم بعض اوقات ایک گھریلو بیوی معلوم ہونے لگتے ہو گرتیجر، جو اپنے شوہر کے لیے دروازے پر آنکھیں لگائے کھڑی رہتی ہے کہ شوہر آئے تو اُس کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔"

"یہ کام صرف بیوی کا ہی نہیں شیران بلکہ اچھے دوست اور اچھے خادم بھی اسی کیفیت کا شکار ہوتے ہیں۔"

"تو تم میرے کون ہو، دوست یا خادم؟"

"اگر مسٹر شیران دوست سمجھیں تو میرے لیے قابلِ فخر اور خادم سمجھیں تو وہ بھی میری عزت افزائی۔ میں دونوں عہدوں سے خوش ہوں۔" گرتیجر نے کہا۔

"یار گرتیجر اچھے خاصے آدمی ہو کر یہ احمقانہ گفتگو مت کیا کرو میرے سامنے۔ خیر کیسے ہو تم یہ بتاؤ۔" شیران نے دوستانہ

انداز میں اُس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور گرتھر اُس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

" بالکل ٹھیک ہوں جناب۔ بس آپ کے لیے پریشان تھا آپ اچانک ہی نکل گئے تھے اور گرتھر کو اس بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ اس سے بس ایک احساس ہوتا تھا کہ آپ گرتھر کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے۔"

شیران کھِل کھلا کر ہنس پڑا۔" درحقیقت گرتھر! میں خود کو بھی قابلِ اعتماد نہیں سمجھتا ممکن ہے۔ . . تم میری اس بات کو صرف مذاق سمجھو لیکن یہ حقیقت ہے کہ مجھے خود پر سب سے زیادہ بے اعتباری ہے میں ایک جاہل اور بے وقوف سا آدمی ہوں۔ پہاڑوں میں میں نے زندگی گزاری ہے۔ پہاڑوں کی ایک ایک چٹان نے مجھے یہ بتایا ہے کہ انسان کو کسی بھی جاندار پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، چاہے وہ خود ہو۔ اب میں نہیں جانتا کہ چٹانوں کا فلسفہ درست ہے یا نہیں یا چٹانوں کو یہ تجربہ کہاں سے حاصل ہوا۔ بس پتھروں کی آواز ہے جو شیران کے کانوں سے ٹکرائی اور اس نے ان آوازوں پر یقین کر لیا، تو میرے دوست جب مجھے خود پر بھروسہ نہیں ہے جب میں خود کو نہیں سمجھ پاتا تو پھر میں کیسے فیصلہ کروں کہ اس وسیع و عریض دُنیا میں کتنے دوست اور کتنے دشمن موجود ہیں۔ جب میں خود اپنا دوست نہیں ہوں تو پھر کسی اور کو کیا دوست سمجھ سکتا ہوں چنانچہ تم ایسی باتوں پر میری طرف سے خیال مت کیا کرو۔ وہ کہاں ہے تمہاری بھوری بلی؟" شیران بڑے موڈ میں تھا۔

" بھوری بلی کون جناب؟" گرتھر نے سوال کیا۔

" ارے وہی مگنیشا۔ مگنیشا جو آنکھوں میں سانپ کا زہر رکھتی ہے لیکن شیران کیا کرے اسے شراب سے دلچسپی ہی نہیں ہے۔" شیران نے کہا اور ہنس پڑا۔ اگرتھر بھی خواہ مخواہ اُس کا ساتھ دینے لگا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیران اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ تاڈنی بھی اُس کے ساتھ تھا۔

" او ملبوس تو میرے ساتھ ساتھ کہاں گھسا آ رہا ہے۔ گرتھر لے جاؤ اس کو اور اس کے لیے کوئی مناسب سی رہائش گاہ کا بندوبست کر دو اور اسے اس کے کمرے میں چھوڑنے کے بعد ہی میرے پاس واپس آؤ اور ہاں مگنیشا سے کہو کہ وہ مجھے عمدہ قسم کا قہوہ پلائے، قہوہ سمجھتے ہو؟"

" جی ہاں جناب، میں ابھی بھجواتا ہوں۔" گرتھر نے کہا اور تاڈنی کو اشارہ کر کے باہر نکل گیا۔ شیران نے خوبصورت سی کرسی پر بیٹھ کر دونوں پاؤں سامنے کی میز پر رکھ دیے تھے جو اعلا درجے کی مینٹنگ پڑی ہوئی تھی۔ اُس کے جوتوں میں لگی گرد اور مٹی مینٹنگ کو خراب کر رہی تھی لیکن شیران کو ان چیزوں کی پروا نہیں ہوتی تھی۔

وہ آنکھیں بند کیے قہوے کا انتظار کرتا رہا۔ قہوہ مگنیشا لائی تھی کیونکہ شیران نے گرتھر کو اس کی ہدایت کی تھی۔ نہ جانے گرتھر نے کس طرح مگنیشا کو اس کے لیے تیار کیا تھا ورنہ وہ شیران کے سامنے سے بھی بھاگتی تھی لیکن یہ بھی اُس کے بس کی بات نہیں تھی کہ شیران نے اُس کے ذریعے قہوہ طلب کیا تو وہ اُسے لے کر نہ پہنچے۔ اُس نے نہایت نفاست سے قہوے کے برتن شیران کے سامنے سجا دیے۔ ایک دوسری میز اُٹھا کر اُس نے شیران کے پیروں کے نیچے رکھی میز کے قریب رکھ دی تھی۔ اُس نے بمشکل تمام اپنے ہاتھوں کی لرزش پر قابو پایا تھا ورنہ برتنوں کے بجنے کی آواز تو خاصی نمایاں ہو جاتی۔ شیران نے اُسے مسکرا کر دیکھا اور پھر دونوں پاؤں سکیڑ کر نیچے رکھ لیے۔

" مہذب دُنیا کا قانون ہے کہ عورتوں کے سامنے ادب سے بیٹھو اور احترام سے اُن کے ساتھ پیش آؤ اور اب تو میں بھی مہذب دُنیا کا ایک فرد ہوں، چنانچہ میں آہستہ آہستہ پرانی دُنیا کی رسمیں بھلا رہا ہوں لڑکی، کیا تم نئی تہذیب کی رسمیں سیکھنے میں میری مدد کرو گی؟"

مگنیشا نے سہمی ہوئی آنکھیں اُٹھا کر شیران کو دیکھا اور پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

" میں تو ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں جناب۔ آپ حکم دیں مجھے۔"

" انسان بنو انسان، مشینی گفتگو مجھے ناپسند ہے۔ کیا تم قہوہ پیتی ہو؟" شیران نے سوال کیا اور مگنیشا نے انکار میں گردن ہلا دی۔

" بے وقوف ہو۔ مجھے بنا کر دو بلکہ ٹھہرو، دیکھتی جاؤ کہ میں کیسے بناتا ہوں، آیندہ میرے لیے اس انداز میں قہوہ بنانا۔" مگنیشا نے سچ مچ مشینی انداز میں گردن ہلا دی۔ شیران نے قہوے کے گھونٹ لیے اور مگنیشا کی صورت دیکھتا ہوا بولا۔

" تم مجھ سے خوفزدہ ہو؟"

" جی، جی نہیں جناب۔ میں تو آپ کا بہت احترام کرتی ہوں۔"

" احترام کرنا اچھی بات ہے۔ ویسے مگنیشا تم خاصی خوبصورت عورت ہو، دلکش ہو، میں نے تمہارے چہرے کے خدوخال کو کبھی بھرپور نگاہ ہی نہیں ڈالی تھی۔" مگنیشا نے ایک بار پھر سراسیمہ نگاہوں سے شیران کو دیکھا اور گردن جھکا لی۔

" تمہارے اندر پہاڑی لڑکیوں جیسی شرم و حیا بھی ہے مگر تعجب ہے تمہیں اُس رات کیا ہو گیا تھا۔ خیر چھوڑو گزری ہوئی باتیں بعض اوقات ماحول کو خراب کر دیتی ہیں۔ قہوہ پی لوں پھر تمہارے ساتھ اس عمارت کی سیر کروں گا۔ میں نے ابھی اس عمارت کو پوری طرح پر دیکھا بھی نہیں ہے۔"

" جو حکم جناب۔" مگنیشا نے جواب دیا۔ وہ خود کو سنبھال رہی تھی اُس نے یہ محسوس کرنے کی کوشش کی تھی کہ شیران اس وقت کن کیفیات کا شکار ہے لیکن ممکن ہی نہیں تھا۔ اس وحشی صفت انسان کے چہرے پر نظریں جمانا دُنیا کی سب سے خوفناک بات تھی اور پھر ہر جذبے کا اظہار آنکھوں سے ہوتا ہے۔ بھلا مگنیشا میں یہ جُرأت کہاں تھی کہ شیران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی، شیران نے دو پیالی قہوہ پیا۔ قہوے کے دوران وہ بالکل خاموش ہو گیا تھا لیکن اُس کے چہرے کے تاثرات میں خوشگوار کیفیات نمایاں تھیں پھر وہ قہوے کی پیالی سے آخری گھونٹ لینے کے بعد کھڑا ہو گیا۔

" آؤ مگنیشا تم مجھے یہ عمارت دکھاؤ۔" شیران نے کہا اور مگنیشا جلدی سے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ شیران اُس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ دل ہی دل میں وہ سوچ رہی تھی کہ نہ جانے اُسے عمارت دیکھنے کا خبط کیوں سوار ہوا ہے اور نہ جانے اس عمارت دیکھنے کے دوران کیا سنگین واقعات پیش آئیں بہرطور اُس نے امداد طلب نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن شیران کو دیکھ کر سب ہی کھسک جاتے تھے یہاں تک کہ گرتھر بھی بلا ضرورت اُس کے سامنے آتے ہوئے کتراتا تھا چنانچہ مگنیشا گھٹی گھٹی سانسیں لے کر خود کو مکمل طور پر سنبھالنے میں کامیاب ہو گئی۔ اب جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ وہ شیران کو ایک ایک کمرہ ایک ایک جگہ دکھاتی پھر رہی تھی پھر وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچے جو شاید ساؤنڈ پروف تھا۔ شیران اس کمرے میں پہنچ کر رُک گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اُس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر پُرمسرت انداز میں بولا۔

" واہ۔ یہ کمرہ تو جیسے میری خواہش کے مطابق ہی تعمیر کرایا گیا ہے، بھلا اس کی تعمیر کی وجوہات کیا تھیں؟" اُس نے سوالیہ انداز میں مگنیشا کی طرف دیکھا۔

" افسوس جناب، میں جب اس عمارت میں آئی تھی تو میں نے اس کمرے کو یوں ہی پایا۔ میں نہیں جانتی کہ اس کی تعمیر کا مقصد کیا تھا۔"

" کس لیے استعمال ہوتا ہے؟" شیران نے سوال کیا۔

" کوئی خاص مقصد نہیں ہے جناب، اس عمارت کے دوسرے کمروں کی طرح ایک کمرہ یہ بھی ہے۔ ابھی تک خالی ہی پڑا رہا ہے۔" مگنیشا نے جواب دیا۔

" خوب، خوب۔ تو مگنیشا میں اس کمرے میں کچھ تبدیلیاں چاہتا ہوں۔ سنو، غور کر لو، صبح میں ناشتہ اسی کمرے میں کروں گا لیکن میرے ناشتہ کرنے سے پہلے یہاں ایک خوبصورت میز ہونی چاہیے۔ میرا مقصد ہے ڈائننگ ٹیبل یا تم اُسے کانفرنس ٹیبل کہہ سکتی ہو۔ اتنی بڑی ہو کہ پندرہ آدمی اس کے اردگرد آرام سے بیٹھ سکیں۔ اس عمدہ سی میز کے گرد پندرہ ہی کرسیاں بھی ہونی چاہئیں . . . اور ذرا چیک کر لینا کہ اس کمرے سے باہر آواز وغیرہ تو نہیں جاتی۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اسے مکمل طور پر ساؤنڈ پروف ہونا چاہیے

تو مس مگنیشا مجھے یقین ہے کہ یہ کام صبح تک ہو جائے گا۔"

"یقیناً ہو جائے گا جناب۔ جب آپ کا حکم ہے تو ایسا ہی ہوگا۔" مگنیشا نے جواب دیا اور شیران ہنس پڑا۔

"بس آؤ۔ اسی کمرے کی تلاش میں میں اس عمارت کا جائزہ لے رہا تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ میری مطلوبہ جگہ مجھے فوراً ہی مل گئی۔ واقعی کتنی حیرت کی بات ہے۔" شیران اُس کمرے سے نکل آیا اور مگنیشا حسبِ معمول اُس سے دو قدم پیچھے چل رہی تھی اُس نے دفعتاً اُسے پلٹ کر دیکھا اور پھر اُس کا بازو پکڑ لیا۔ "آؤ آؤ، میں نہیں چاہتا کہ تم میرے لیے دل میں بُرے بُرے خیالات رکھو۔ بس میری فطرت میں ایک بہت بڑی خرابی ہے۔ میں دوست کی حیثیت سے کسی بھی لڑکی کو بُرا نہیں سمجھتا بلکہ شاید تمھیں یقین نہ آئے کہ خوبصورت لڑکیاں میری کمزوری ہیں لیکن اُن پر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اُنھیں چاہیے کہ وہ میری قربت حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ میرے دوست کی حیثیت سے ہی میری خواہشات اور میری ضروریات کی تکمیل کرتی رہیں اگر وہ میری قربت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں تو میرے ذہن پر ایک خوف سوار ہو جاتا ہے۔ ایک ایسا خوف جسے میں عام لوگوں کے سامنے بیان نہیں کر سکتا۔ تم شاید میرے الفاظ کو سمجھ نہیں رہی ہو گی۔ مگنیشا اور سمجھ بھی نہیں پاؤ گی میں تمھیں ایک دوست کی حیثیت سے یہی سمجھا سکتا ہوں کہ بس میرے سراپا کی قربت ہی موت کا نشان ہوتی ہے جاؤ۔" شیران نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور مگنیشا جان بچا کر وہاں سے بھاگ آئی۔ شیران بھی اپنی آرام گاہ کی طرف چل پڑا تھا۔

گریتھاڈ نے اپنے ساتھیوں کا انتخاب کر لیا تھا۔ نَو افراد تھے دسواں وہ خود تھا۔ اُس نے ان نَو افراد کو ابھی تک کچھ نہیں بتایا تھا۔ غالباً وہ آخری وقت تک اپنے راز کو راز رکھنا چاہتا تھا لیکن اُس نے اُنھیں اس عمارت میں طلب کر لیا تھا جہاں سے اُسے شیران کے پاس جانے کے لیے روانہ ہونا تھا۔ اس دوران میں اُس کا ذہن شیران ہی میں اُلجھا رہا تھا اور اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اُس سے کسی قسم کی غداری نہیں کی جائے گی تاکہ یہ اُس کے دوستوں میں شامل ہو جائے، گریتھاڈ درحقیقت خود کو اس کے مقابلے میں بے بس تسلیم کر چکا تھا۔ ساڑھے چھ بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور گریتھاڈ نے لپک کر فون اُٹھا لیا۔

"گریتھاڈ گاڈچی۔" اُس نے ٹیلی فون پر بھاری آواز میں کہا۔

"تمھارا دوست بول رہا ہے۔ آواز پہچانتے ہو گریتھاڈ؟"

"ہاں مسٹر شیران سوفی صد اور پھر میں تو آپ ہی کے فون کا انتظار کر رہا تھا۔"

"مجھے یقین تھا۔ کیا فیصلہ کیا تم نے گریتھاڈ۔ میرے پاس پہنچ رہے ہو؟"

"کیوں نہیں مسٹر شیران۔ یہ فیصلہ تو میں اسی وقت کر چکا تھا اب تو صرف مجھے آپ کے ٹیلی فون کا انتظار تھا۔"

"ٹھیک ہے تم یوں کرو کہ ساؤتھ وینگ پر کوبرا ہاؤس نامی عمارت میں پہنچ جاؤ کیا تم نے یہ عمارت دیکھی ہے؟"

"کوبرا ہاؤس؟ میرا خیال ہے میں نے یہ عمارت نہیں دیکھی جناب، تاہم میں اُسے تلاش کر لوں گا۔ ساؤتھ وینگ میں کسی عمارت کو تلاش کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔"

"بس ٹھیک ہے۔ تو کتنے افراد آ رہے ہیں تمھارے ساتھ؟"

"مجھ سمیت دس افراد ہوں گے جناب۔"

"ٹھیک ہے ہم عمارت میں تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔" شیران نے کہا اور فون بند کر دیا۔ گریتھاڈ گاڈچی بادلِ نخواستہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا تھا۔ تیاری وغیرہ میں تھوڑا سا وقت صرف ہوا اور وہ ایک بڑی وین میں بیٹھ کر چل پڑے۔ کوبرا نامی عمارت ایک چھوٹی سی عمارت تھی بہرطور اس کا نام نمایاں طور پر پڑھا جا سکتا تھا۔ اُنھوں نے وین عمارت کے سامنے روک دی اور یہ سب اُتر کر عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ اندر اُنھیں صرف ایک شخص ملا جس نے اُن کی رہنمائی کی لیکن گریتھاڈ گاڈچی یہ دیکھ کر سخت حیران رہ گیا کہ وہ شخص اُسے عمارت کی راہداری سے گزار کر اُس کے عقبی حصے میں لایا اور پھر عقبی دروازے سے باہر نکل آیا۔ باہر ایک اور ویگن کھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے اُنھیں ویگن میں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور گریتھاڈ گاڈچی گہری سانس لے کر رہ گیا۔ کتنی عمدہ ترکیب تھی۔ اگر گریتھاڈ گاڈچی نے اپنے آدمیوں کو کوبرا ہاؤس عمارت کی نگرانی کے لیے کہا ہوتا یا کسی ہنگامے سازش کی ہوتی تو وہ باہر انتظار ہی کرتے رہ جاتے اور وہ عمارت میں داخل ہوتے تو وہاں کسی کا وجود نہ ملتا بہرطور وہ اس [illegible] آدمی کے لیے دل ہی دل میں بہت کچھ سوچتا رہا۔ وین تھوڑے سے سفر کے بعد ایک اور عمارت میں داخل ہو گئی جس کے برآمدے میں چند افراد نے گریتھاڈ گاڈچی کا استقبال کیا۔ اُنھوں نے گریتھاڈ کو بڑے احترام کے ساتھ اس ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچایا، جہاں ایک خوبصورت میز کے گرد پڑی کرسی پر شیران موجود تھا۔ گاڈچی نے مسکراتے ہوئے اُس کی جانب ہاتھ بڑھایا لیکن شیران نے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا۔

"یہ فضول سی رسمیں ہیں، میں ان میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا۔ آپ تشریف لائے مجھے خوشی ہوئی۔" شیران نے کہا اور گاڈچی اپنا سا مُنہ لے کر رہ گیا۔ شیران نے اُنھیں کرسیوں پر بیٹھنے کی پیش کش کی اور وہ سب بیٹھ گئے وہ خود بھی اطمینان سے اُن کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

"ہاں تو مسٹر گاڈچی۔ آپ مارلینو کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟" شیران نے پوچھا۔

"یہ نام میرے لیے اجنبی ہے لیکن مجھے یہ احساس ہو چلا ہے کہ جس کے نمائندے اتنے خطرناک ہوں وہ خود کیا ہوگا۔" گریتھاڈ گاڈچی نے کہا اور شیران ہنسنے لگا۔

"شکریہ۔ شکریہ۔ ویسے مسٹر گریتھاڈ گاڈچی، مارلینو کا حکم ہے کہ بنکاک میں منشیات کی تجارت صرف اُس کے ہاتھ میں ہونی چاہیے اور مارلینو ایسی شخصیت ہے کہ مجھے اس کی اس خواہش کی تکمیل کرنا ہی ہے۔ میں آپ کی فطرت کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں مسٹر گریتھاڈ گاڈچی میں جانتا ہوں کہ آپ اُس سانپ کی مانند ہیں جو زندہ رہتا ہے تو ڈستا ضرور ہے اور میں سانپوں سے اپنے راستوں کو پاک کر دینے کا عادی ہوں۔ یہی کرتا چلا آیا ہوں اور یہی کرتا رہوں گا۔ طویل گفتگو بے مقصد سی ہو گی۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"مم میں نہیں سمجھا۔" گریتھاڈ گاڈچی کو شیران کے یہ الفاظ بہت عجیب سے لگے تھے۔

"ٹھہریئے میں سمجھاتا ہوں آپ کو۔" شیران نے کہا اور میز کے نیچے بنی ہوئی دراز میں رکھی ہوئی کوئی چیز نکال لی پھر یہ چیز اُس نے اپنے چہرے پر پہن لی۔ یہ گیس ماسک تھا۔ گریتھاڈ گاڈچی اُسے متحیرانہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس حرکت کا مقصد اُس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اس وقت بھی وہ کچھ نہ سمجھ سکا جب شیران نے اپنی کرسی کھسکائی اور کھڑا ہو گیا پھر اُس وقت بھی گریتھاڈ گاڈچی کو اندازہ نہیں ہو سکا۔ جب شیران آہستہ قدموں سے چلتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا پھر اُس نے گریتھاڈ گاڈچی کی جانب الوداعی انداز میں ہاتھ ہلایا اور باہر نکل گیا۔ گریتھاڈ گاڈچی کے ایک آدمی نے سخت متحیرانہ انداز میں کہا۔

"یہ کیا ہوا۔ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی مسٹر گاڈچی، لیکن دوسرے ہی لمحے بات اُن لوگوں کی سمجھ میں آنے لگی۔ اُن کے کان ایک تیز سرسراہٹ سُن رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں سفید سا دھواں پھیلتا چلا گیا۔

وہ اپنی کرسی سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے تمام ساتھی وحشت بھری نظروں سے روشن دان کے قریب اس پائپ کو دیکھ رہے تھے، جس کا قطر تقریباً دو انچ تھا اور اس سے تیز آواز کے ساتھ سفید گیس خارج ہو رہی تھی۔ ایک ہی لمحے میں وہ گیس کمرے میں پھیل گئی اور ان کے نتھنوں سے ٹکرائی۔ گری تھاڈ گاڈچی ایک جہاں دیدہ آدمی تھا۔ اس سے یہ بات پوشیدہ نہ رہ سکی کہ گیس خواب آور نہیں بلکہ زندگی چھین لینے والی ہے دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے ایک کریہہ آواز نکلی: "بھاگو... نکلو یہاں سے ورنہ..." اور اُس کے ساتھ ہی اس کے دونوں ہاتھ اپنے گلے پر پہنچ گئے۔ گیس اتنی سریع الاثر تھی کہ اُس نے آن کی آن میں ان لوگوں کے حلق جکڑ لیے تھے۔ نہ جانے کس طرح، وہ سب کے سب اس خوب صورت اور عظیم الشان قتل گاہ کے دروازے تک پہنچے! گری تھاڈ گاڈچی نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اُسے اندر کی جانب کھینچا تو اس کے حواس بالکل جواب دے گئے۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اور پھر گھٹی گھٹی آواز میں بولا: "توڑنے کی کوشش کرو ورنہ یہ جگہ ہم سب کا مقبرہ..." مقبرے کے بعد وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ اُس کے ہاتھ پاؤں بے جان ہونے لگے۔ البتہ آنکھیں کام کر رہی تھیں، اور وہ قدرے سوچ بھی سکتا تھا۔ اس نے سراسیمہ نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا، کوئی بھی دروازے کے قریب نہیں پہنچ پایا تھا۔ وہ سب یوں چل رہے تھے جیسے خلا میں چہل قدمی کر رہے ہوں پھر ان میں سے ایک اوندھے منہ نیچے گرا، دوسرے نے اس کے بدن سے ٹھوکر کھائی اور اُسی کے اوپر ہی ڈھیر ہو گیا۔ گری تھاڈ گاڈچی نے اپنے بدن کو سنبھال کر مڑنے کی کوشش کی لیکن اس کے اعضا بھی اُس کا ساتھ نہ دے سکے اور وہ بھی ڈھیر ہو کر موت کی آغوش میں پہنچ گیا۔ زہریلی گیس نے ان لوگوں کو زیادہ دیر اذیت میں رہنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

دروازے سے دوسری جانب اس راہ داری سے کچھ دور شیران ایک کمرے میں آرام کرسی پر دراز دونوں پاؤں ہلا رہا تھا۔ اُس کی چمک دار آنکھیں دروازے کی جانب لگی ہوئی تھیں... پھر کوئی ملازم اُدھر سے گزرا تو شیران نے اُسے گرجدار آواز میں کہا۔ "اُدھر مت جاؤ، بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

ملازم اُلٹے پاؤں واپس جانے لگا تو شیران پھر بولا "سنو، گریپرا اور میگنیشا کو بھیج دو۔"

... ملازم گردن جھکا کر چلا گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد گریپرا اور

میگنیشا شیران کے پاس پہنچ گئے۔ دونوں متحیر نظر آرہے تھے جس کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا، وہ ابھی شروع ہی ہوئی تھی لیکن شیران اس میٹنگ میں شریک ہونے کے بجائے اس کمرے میں بیٹھا ہوا تھا پھر وہ میٹنگ کس کے ساتھ ہو رہی ہے؟ شیران کا مسرور چہرہ چمک رہا تھا میگنیشا اُس کے چہرے سے نگاہیں نہ ہٹا سکی کیا عجیب وغریب اور انوکھا... کیا بھیڑیے بھی خوبصورت ہوتے ہیں؟ وہ سوچ رہی تھی۔

"بیٹھو بیٹھو بھئی تم لوگ پھر تکلف سے کام لے رہے ہو میں نے کہا نا کہ مجھ سے بے تکلفی سے پیش آیا کرو۔"

"شکریہ مسٹر شیران۔" گریچر اور میگنیشا کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"تم نے دیکھا ہوگا، مسٹر گریچر کہ ہمارے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے ایک بہت بڑی شخصیت آئی ہے، یعنی مسٹر گری تھاؤ گاوچی یہ معمولی شخصیت نہیں ہے۔ بنکاک کے تیس میں سے بائیس اڈے ان کی ملکیت تھے اور وہاں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ڈالر کی منشیات فروخت ہوتی تھیں اور مسٹر گری تھاؤ گاوچی اپنے خزانے بھرتے چلے جارہے تھے لیکن مارلینو کو یہ بات پسند نہیں تھی اور شاید تمھیں یہ بات معلوم ہو کہ مارلینو مجھے بے حد پسند ہے وہ ایسی دلچسپ شخصیت کا مالک ہے کہ بیان سے باہر... غور کرو کہ جس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں اور وہ ایک وہیل چیئر پر اس انداز میں بیٹھا رہتا ہو کہ جب تک اُسے کوئی پشت سے نہ دھکیلے تو وہ ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکے لیکن جب تم اس شخص کو فضا میں اُچھلتے کودتے، قلانچیں بھرتے اور دیواروں کو اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے گراتے دیکھو تو تم لوگ حیرت سے اُچھل پڑو گے۔ یہ پہلی شخصیت ہے جس سے میں مرعوب ہوا ہوں۔ مجھے اس کی ہمت اور استقلال سے پیار ہے اس نے خود کو معذور ہونے کے باوجود زندہ رکھا ہے اور جب اس مارلینو کو مسٹر گاوچی کے اڈے بلکہ مسٹر گاوچی ہی پسند نہیں تو پھر بھلا اس کی کیا تک ہے کہ بنکاک میں اس کا نام زندہ رہے یا وہ خود زندہ رہے۔ کیا خیال ہے تم لوگوں کا؟

گریچر اور میگنیشا کچھ نہیں سمجھ سکے تھے، شیران چند لمحے ان کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا: "ٹھیک ہے، کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ تم بھی نہیں سمجھ سکتے لیکن میں نے جو سوچا تھا وہی مناسب تھا اور میرا خیال ہے، وہ لبوس اپنا کام کر چکا ہوگا۔ آؤ ذرا دیکھیں کہ وہ اپنے کمرے میں موجود ہے یا نہیں۔"

میگنیشا اور گریچر بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شیران نے دونوں ہاتھ پھیلا کر ان کے شانوں پر رکھے اور ان کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ وہ اس وقت بہت خوشگوار موڈ میں تھا۔ میگنیشا اور گریچر اب بھی محتاط تھے۔ وہ اس خوشگوار موڈ سے دھوکا نہیں کھا سکتے تھے تاؤنی کا کمرہ اس راہ داری کے سرے پر تھا۔ وہ اس میٹنگ روم کے سامنے سے بھی گزرے جس کا دروازہ بند تھا۔ گریچر اور میگنیشا دونوں نے دزدیدہ نگاہوں سے اس طرف دیکھا۔ اندر مکمل خاموشی طاری تھی۔ ویسے بھی کوئی آواز ہوتی تو اس کمرے سے باہر نہیں آسکتی تھی۔ دوسرے کمرے میں تاؤنی مزے سے بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا دھوئیں کے مرغولے اُس کے حلق سے نکل رہے تھے۔ وہ ایک نیکر اور بنیان پہنے ہوئے تھا آنکھوں پر چشمہ لگا ہوا تھا اور سر کے پچھلے حصے پر ایک فیلٹ ہیٹ رکھا ہوا تھا۔ شیران کو دیکھتے ہی اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھائی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے پیلے اور بھدے دانت نکل پڑے: "ہیلو چیف۔" اُس نے پُرمسرت لہجے میں کہا۔

"ہوں تو تمھارا کام ختم ہوگیا؟" شیران نے پوچھا۔

"بالکل ختم، چیف۔ کام ہی کتنی دیر کا تھا۔ زیادہ سے زیادہ دو یا تین منٹ... پھر میں یہاں واپس آگیا۔"

"ہوں اب کمرہ کھولا جا سکتا ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"بالکل چیف۔ کھولا جا سکتا ہے بلکہ میں کھول کر دیکھ بھی چکا ہوں۔" تاؤنی نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ آؤ پھر ذرا ہم بھی اُن لوگوں کا دیدار کرلیں۔" شیران بولا اور تاؤنی کے ساتھ واپس چل دیا۔ گریچر کی نگاہ تاؤنی کے کمرے میں ایک طرف رکھے ہوئے ایک سیلنڈر پر جمی ہوئی تھی جو پہلے یہاں موجود نہیں تھا اور اُسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ سلنڈر اس عمارت میں کب لایا گیا تھا۔ عجیب سا سلنڈر تھا اس کا رنگ سفید تھا۔ اوپری حصے پر دو لمبی لمبی ربر کی نلکیاں لگی ہوئی تھیں۔

چند لمحے بعد وہ دونوں اس میٹنگ روم کے دروازے پر پہنچ گئے۔ تاؤنی نے بڑے فخریہ انداز میں دروازے کا ہینڈل گھمایا اسے کھول دیا اندر کا منظر بے حد دہشتناک تھا۔ فرش پر مسٹر گاوچی اور اس کے تمام ساتھی... اُلٹے سیدھے پڑے ہوئے تھے ان کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں، زبانیں نکلی ہوئی تھیں۔ زیادہ تر لوگوں کے ہاتھ گلے پر تھے شاید وہ اسی طرح حلق مسلتے مسلتے ہلاک ہوگئے تھے۔ میگنیشا کو چکر آگیا۔ اگر وہ دروازے کا سہارا نہ لے لیتی تو گر پڑتی۔ شیران کی آنکھوں میں پُرمسرت چمک تھی جبکہ گریچر کا چہرہ بالکل دُھندلا گیا تھا۔ وہ اپنے بدن میں کپکپاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ شیران نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور ہنس کر بولا: "دیکھو دیکھو۔ یہ مسٹر گری تھاؤ

گاوچی ہیں۔ بنکاک کا شیطان... بڑا نام تھا ان کا... لیکن اب ان کی جگہ مارلینو کا نام اُبھرے گا۔ اب یوں کرو دوست کہ ان سب کی لاشیں اُٹھوا کر کسی مناسب جگہ ٹھکانے لگا دو۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ گری تھاؤ گاوچی کی موت کی اطلاع عام ہو جاتی ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ان کی پیشانی پر مارلینو کے نام کی مہر لگا دو تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ گری تھاؤ گاوچی کس کا شکار ہوئے ہیں۔"

"ہمارے کام میں بے پناہ مشکلات پیدا ہو جائیں گی، مسٹر شیران۔" گریچر نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

"اچھا، اچھا تو ٹھیک ہے۔ انھیں ٹھکانے لگا دو۔" یہ کہہ کر شیران کمرے سے چلا گیا۔ میگنیشا اور گریچر سراسیمہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی جانب دیکھتے رہے... پھر میگنیشا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: "یہ تو درندگی ہے۔ کاروبار میں ہنگامہ خیزیاں تو ہوتی ہی ہیں لیکن یہ مصالحت کے لیے آیا تھا۔ اگر کوئی بات بن جاتی تو اس درندگی سے بہتر تھی۔"

"میں تو حیران ہوں کہ یہ سب کچھ ہوا کیسے۔ شیران نے اس زہریلی گیس کا انتظام کیسے کیا؟"

"میں جانتی ہوں۔ تاؤنی مقامی ہے تمھیں شاید علم نہیں، کہ شیران نے کیمپوں میں بمباری کی تھی۔ اسلحہ کہاں سے ملا اُسے؟ وہ بم کہاں سے آئے؟ اتنی آسان بات تو نہیں ہے۔" میگنیشا نے کہا اور رُخ بدل کر کھڑی ہوگئی۔ "مجھ سے تو ان لوگوں کی طرف دیکھا بھی نہیں جارہا۔ پلیز گریچر، یہاں سے نکلو۔" میگنیشا نے کہا۔ گریچر اس کا بازو پکڑ کر اس خوفناک کمرے سے باہر آگیا۔ یہ بھیانک منظر خود اس سے بھی نہیں دیکھا جارہا تھا۔ باہر آنے کے بعد گریچر نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا: "دیکھو، شیران کی فطرت تو ہمارے سامنے ہے وہ بھیڑیا نما آدمی ہے لیکن تمھیں یہ بھی علم ہے کہ مارلینو نے اُسے اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو سدھاشی کو اس کے منصب سے نہ ہٹایا جاتا ہمیں اب اس کی فطرت کو برداشت کرنا ہے۔ خود کو پُرسکون کرو اور آرام کرو۔ یہ ناگوار ذمے داری میرے سپرد کی گئی ہے کہ میں ان دس لاشوں کو ٹھکانے لگاؤں لہٰذا مجھے اپنے کام پر جانا ہے۔"

میگنیشا نے بے بسی سے گردن ہلادی اور اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ بے چارہ گریچر پریشانی سے ناچ رہا تھا۔ دس لاشوں کو ٹھکانے لگانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ کہیں بھی پولیس سے مڈبھیڑ ہو سکتی تھی اور اس مڈبھیڑ کا نتیجہ... گریچر اس کے بارے میں سوچ سوچ کر ہی کانپنے لگا تھا۔

* *

"ہیلو گریچر کیا بات ہے، کیسے مزاج ہیں، خیریت سے تو ہو؟"

"میڈم سدھاشی خیریت تو اب ہمارے درمیان سے ختم ہی ہوگئی۔ میں نہیں جانتا کہ میں کب تک ان حالات کو برداشت کرتا رہوں گا۔" گریچر نے کہا۔

سدھاشی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "حالات کا تعلق یقینی طور پر شیران سے ہوگا؟" اس نے سوال کیا۔

"آپ بڑے سادہ سے انداز میں یہ سوال کر رہی ہیں مادام لیکن اگر آپ حقیقت سنیں گی تو شاید آپ بھی برداشت نہ کرسکیں کاش آپ ان دس لاشوں کو دیکھ لیتیں جن کی زبانیں کرب سے باہر نکل آئی تھیں، آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ لوگ عمارت میں کمرے کے فرش پر اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے انسانیت کی تذلیل ناقابل برداشت تھی مادام۔"

سدھاشی ایک دم سنجیدہ ہوگئی "دس لاشیں... کس کی بات کر رہے ہو؟ پلیز ذرا تفصیل سے بتاؤ؟"

"گری تھاؤ گاوچی اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں... میں ابھی تھوڑی دیر قبل انھیں ٹھکانے لگا کر آیا ہوں۔ اس سلسلے میں مجھے جتنے خطرات مول لینے پڑے، وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔" گریچر نے بتایا۔

"گری تھاؤ گاوچی مرگیا؟" سدھاشی نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں، وہ مسٹر شیران کا شکار ہوگیا۔ مسٹر شیران نے اُسے مصالحت کے لیے بلایا تھا لیکن کمرے میں بند کرکے ان پر زہریلی گیس چھوڑ دی اور وہ اپنے نو ساتھیوں سمیت ہلاک ہوگیا۔"

سدھاشی کا بدن کانپنے لگا۔ چند ساعت تو اس کے حلق سے آواز نہ نکل سکی پھر وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی: "خدا کی پناہ اس درندے سے ایسی ہی توقع کی جا سکتی ہے۔"

"ہر چند کہ وہ ہمارے دشمن تھے لیکن کیمپوں میں جو کچھ ہوا وہی کیا کم تھا۔ انسانی زندگی کو بالکل بے وقعت سمجھ لیا گیا تھا لیکن اب جو کچھ ہوا ہے اس نے میرے اعصاب کو ہلا ڈالا ہے۔ مجھے بتائیے مس سدھاشی، میں کیا کروں؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو، گریچر؟" سدھاشی نے پوچھا۔

"ان حالات میں مسٹر شیران کے ساتھ رہنا میرے لیے محال ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ میری جگہ کسی اور آدمی کا انتخاب کرلیا جائے؟"

"میں تمھاری یہ درخواست مسٹر مارلینو تک پہنچا سکتی ہوں فیصلہ وہی کریں گے۔"

"اور اس فیصلے تک مجھے مسٹر شیران کے ساتھ ہی رہنا ہوگا؟"

"ہاں، یہ ضروری ہے، ویسے جو آپ مناسب سمجھیں۔"

"میں اور میگنیشا تو اعصابی مریض بن چکے ہیں۔ مسٹر شیران کے قدموں کی چاپ، ہمیں موت کی دھمک معلوم ہوتی ہے۔ وہ زندہ صفت آدمی نہ جانے کب اور کس وقت کیا کر ڈالے۔ ہم لوگ اسی خوف سے جاگتے رہتے ہیں۔"

"میں محسوس کر رہی ہوں، لیکن گری تھاؤ کا مسئلہ، کیا تم نے ان لاشوں کو مناسب طریقے سے ٹھکانے لگا دیا تھا؟"

"ہاں، ہم نے انتہائی کوشش کی ہے کہ لاشیں کبھی منظر عام پر نہ آسکیں لیکن گاؤچی بھی اتنا کمزور گروہ نہیں ہے۔ وہ یقینی طور سراغ لگائے گا اور اس کے بعد ہم ایک لمبے جھگڑے میں پڑ جائیں گے۔ ہو سکتا ہے، یہ جھگڑا سینکڑوں زندگیوں کے خاتمے کا باعث بن جائے۔"

"جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ اس سلسلے میں مسٹر مارلینو ہی بہتر سوچ سکتے ہیں۔ میں انھیں اطلاع دے دوں گی۔ مجھ سے کوئی خاص کام ہو تو بتاؤ؟"

"نہیں مادام۔ آپ سے گفتگو کر کے بس دل ہلکا کر لیا جاتا ہے۔ ہم کہاں جائیں گے۔ طویل عرصہ مارلینو کا نمک کھاتے کھاتے گزرا ہے۔ اس وقت ہم مارلینو کو تنہا بھی نہیں چھوڑ سکتے۔"

"مجھے بھی درندگی سے نفرت ہے۔ ہماری دشمنیاں چلتی ہیں بعض اوقات ان میں خونریزی بھی ہو جاتی ہے لیکن وہ خونریزی دوسری بات ہے اور یہ نہ جانے پہاڑوں کا یہ وحشی کس قسم کا آدمی ہے۔" سدھاشی نے نفرت سے کہا اور فون بند کر دیا اس کے بھی اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے۔ حالانکہ وہ خود بھی اس بات کی خواہش مند تھی کہ مارلینو کی خواہش کے مطابق بنکاک میں، منشیات کی مارکیٹ پر ان کی اپنی اجارہ داری قائم ہو جائے۔ مارلینو کو کسی نہ کسی طریقے سے اپنے مشن کو آگے بڑھانا تھا۔ اپنے گروہ کی بقا کے لیے بہر طور وہ بنکاک میں جو کرنا چاہتا تھا۔ سدھاشی خود بھی اس میں مارلینو کی معاونت کے لیے مجبور تھی لیکن اس درندگی کے بارے میں اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ وہ سخت پریشان ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے مارلینو سے گفتگو کرنے کے لیے بڑی ٹرانسمیٹر مشین نکال لی جس کا دائرہ عمل بہت وسیع تھا اور گانگ ہو میں بیٹھے ہوئے مارلینو سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگی اور تقریباً دس منٹ کی مسلسل کوششوں کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا... پھر مارلینو کو وائرلیس پر آنے کے لیے مزید چند منٹ لگے اور اس کی آواز سنائی دی: "ہیلو بے بی! مجھے یقین ہے کہ تم سدھاشی بول رہی ہو۔ کوئی خاص بات ہے، کیا؟"

"مسٹر مارلینو، میں سخت پریشان ہوں۔"

"بولو، بولو۔ تمھاری ہر پریشانی دور کی جا سکتی ہے۔"

"میں جس پریشانی کا تذکرہ کر رہی ہوں، آپ اسے دور نہیں کر سکتے۔"

"تو پھر مجھے تفصیل بتاؤ، میں بھی تو جانوں کہ میں کہاں کمزور ہوں۔" مارلینو نے پُرغرور لہجے میں کہا۔

"مسٹر مارلینو، سب سے پہلے تو میں آپ کو ایک اہم اطلاع دوں گی بلکہ مناسب یہ ہوگا کہ میں اس کے لیے آپ کو مبارکباد بھی پیش کروں۔ یہاں بنکاک میں منشیات کے جتنے بھی اڈے تھے اب، وہ سب مارلینو کے نام پر چل رہے ہیں۔"

"کیا واقعی؟ ... مارلینو خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں، مسٹر مارلینو۔ پہلے تو ان اڈوں پر زبردست خونریزی ہوئی۔ مارلینو کے نام پر سپلائی کیبن بموں سے اڑا دیے گئے۔ ان میں موجود انسانوں کو بھی نہ بخشا گیا اور ان کے اطراف میں پھیلے ہوئے آوارہ گرد بھی مارے گئے۔ بنکاک پولیس کے لیے خاصی مشکلات پیش آگئیں اور وہ سارے بنکاک میں مارلینو کو تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ بہر طور وہ اڈے دوبارہ آباد ہو گئے ہیں۔"

"وہ کیسے؟ منشیات کہاں سے آئیں؟" مارلینو ایک بار پھر چونک پڑا تھا۔

"یہ بات گروہ کے افراد کو نہیں معلوم کیونکہ جو کچھ بھی ہوا اس میں گروہ کا کوئی فرد شامل نہیں تھا۔ یہاں تک کہ مسٹر گریچر بھی نہیں اور نہ ہی مسٹر گریچر کو یہ بات معلوم تھی کہ اڈے کس طرح تباہ کیے گئے اور اسلحہ کہاں سے حاصل کیا گیا۔ یہ کام بذاتِ خود مسٹر شیران نے انجام دیا ہے اور گانگ ہو کا ایک باشندہ تاؤلی بھی ان کے ساتھ ہے۔ سارے کاموں کی انجام دہی میں وہ شیران کا دایاں ہاتھ رہا ہے۔"

"بہت خوب، بہت خوب۔" مارلینو خوشی سے بے قابو ہو رہا تھا۔

"آپ بہت خوب کہہ رہے ہیں، مسٹر مارلینو۔ کیا یہ سب کچھ مناسب تھا؟" سدھاشی نے سوال کیا۔

"کیا کہہ رہی ہو سدھاشی تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"ابھی تو میں بہت کچھ کہنے والی ہوں، جناب۔ ہم لوگ گروہ بندی کرتے ہیں۔ ہمارے مخالف گروہ بھی ہوتے ہیں اور ہم

بعض اوقات اُن سے اُلجھ بھی پڑتے ہیں لیکن میرا خیال ہے جناب، خود آپ اور دوسرے گروہ بھی حتی الامکان اس خونریزی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ انسانی خون اتنا ارزاں نہیں کہ اسے معمولی معمولی باتوں پر بہا دیا جائے۔ ہمارے مذہب میں عدم تشدد کا پرچار ہوتا ہے۔ ہرچند کہ ہمارا تعلق ایسے گروہوں سے ہے جو مذہب سے زیادہ متاثر نہیں بلکہ صرف دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مجھے بھی ایسی ہی تربیت ملی ہے اور میں نے اس تربیت کو اس لیے قبول کر لیا ہے کہ میں یاتان بروما کی تعلیمات سے بہت دور رہی اور بہت ڈوبتے کی خواہش مند بھی رہی۔ میں نے یہ سب کچھ تسلیم کر لیا۔ آپ مجھے یہ بتایئے کہ کیا دشمن کو اس وقت زندگی سے محروم کر دینا مناسب ہوتا ہے، جب وہ مصالحت کے لیے آمادہ ہو؟"

"تفصیل، مزید تفصیل میری بچی۔" مارلینو کی آواز سنائی دی۔

"تفصیل یہی ہے کہ اُس وقت عجب گاؤچی اور اس کا گروہ تقریباً تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا، اس کے اڈوں پر مارلینو کے نام کا ڈنکا بجنے لگا اور وہ کھلے میدان میں شیران سے جنگ میں ہار گیا تو اس نے شیران کی برتری تسلیم کر لی اور شیران کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو شیران نے اُسے اپنی کوٹھی میں دعوت دی۔ اس کوٹھی میں ایک ایسے ساؤنڈ پروف کمرے کا انتخاب کیا گیا، جہاں نہ باہر کی ہوا اندر جا سکتی تھی اور نہ ہی اندر کی ہوا باہر آ سکتی تھی وہاں گاؤچی اور اس کے ساتھیوں کو مہمان کی حیثیت سے بلایا گیا... پھر زہریلی گیس سے ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا اور ان کی لاشیں بنکاک کے ایسے گرد و نواح میں ڈلوا دی گئیں جہاں سے وہ دستیاب نہ ہو سکیں۔ کیا یہ ہی مارلینو کا مشن ہے؟ کیا دشمنوں کے ساتھ یہی سلوک مناسب تھا؟" سدھاشی نے کہا۔

دوسری طرف چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی پھر مارلینو کی آواز اُبھری: "خود تمھارا کیا خیال ہے، سدھاشی؟"

"میرا خیال ہے، جناب! یہ درندگی کی انتہا ہے یہ کام کم از کم مارلینو کے نام پر نہیں ہونا چاہئے تھا۔"

"غلط کہتی ہو سدھاشی، ہونا چاہیے تھا اور ضرور ہونا چاہیے تھا۔ مارلینو کو پہلی بار غرور سے سر اُٹھانے کا موقع ملا ہے۔ اُسے فخر کرنے کا موقع ملا ہے سدھاشی اور ایک ایسے نوجوان نے اُسے سربلند کیا ہے جو کہ افسوس مارلینو کی اولاد نہیں ہے اور وہ مارلینو کی نسل سے بھی تعلق نہیں رکھتا۔ تم اس سے نفرت کرتی ہو، سدھاشی۔ اس کے اس اقدام سے نفرت کرتی ہو۔ مارلینو کے دل سے پوچھو، اس ہاتھ پاؤں کٹے آدمی سے پوچھو جس کی بے بسی انتہا کو پہنچ گئی تھی اور پھر بے بسی کی انتہائی حدود میں پہنچ کر جب وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں سے محروم ہو گیا تب کہیں اُسے موقع ملا تو اس نے اپنے خطرناک اقدامات کی ابتدا کی۔ سدھاشی یہ قابلِ فخر بات ہے کہ گریٹ شیران، پہاڑوں کا شیر وہاں سے اپنی زندگی کی ابتدا کر رہا ہے جہاں مارلینو کی زندگی کی انتہا ہو گئی تھی۔ تم اسے بُرا سمجھتی ہو جب کہ وہ میری اُمیدوں کا مرکز ہے۔ وہ دشمن سے نمٹنا جانتا ہے۔ وہ ایسے اقدام کر رہا ہے، جو دشمن کے خلاف ابتدائی طور پر ہونے چاہئیں۔ وہ لوگ جو اپنے دشمنوں کو جینے کا موقع دیتے ہیں، خود بالآخر کتے کی موت مارے جاتے ہیں۔ بہرحال اگر گاؤچی کا گروہ بنکاک سے ختم ہو گیا ہے تو یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں۔ اس سے مارلینو کا نام دُور دُور تک سُنا جائے گا۔"

"مگر جناب! اس کی یہ درندگی ہم میں سے بھی کسی کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"نہیں، وہ کم ظرف نہیں ہے۔ تمھارا دُشمن بن گیا ہے لیکن تم نے وہ الفاظ خود مجھے بتائے ہیں سدھاشی جو تم نے اس سے کہے تھے۔ اس جیسے آدمی کے لیے یہ الفاظ بہت زیادہ ہیں۔ یہ تو بتاؤ کہ کہیں تمھارا اس سے ٹکراؤ تو نہیں ہوا؟"

"ابھی تک تو نہیں۔"

"اس سے دُور رہنا سدھاشی۔ گریچر اور گروہ کے تمام افراد کو ہدایت دو کہ شیران کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے اگر بنکاک کے تمام اڈے ہماری تحویل میں آچکے ہیں اور ان میں سپلائی شروع ہو گئی ہے تو جہاں سے اور جو کچھ بھی مل سکتا ہے، خریدو اور اڈوں پر بھجواؤ سدھاشی میری خواہش ہے کہ تم میرے الفاظ سے بغاوت نہ کرو۔ وقت کے دھاروں کو دیکھتی رہو شیران کیا ہے اس کے بارے میں میں مناسب وقت پر تمھیں بتاؤں گا۔ تم میری بات سن رہی ہو نا؟"

"جی ہاں، جناب۔"

"کیا تمھارے دل میں میرے لیے بھی نفرت پیدا ہو رہی ہے؟"

"اوہ نہیں مسٹر مارلینو، میں آپ کی بے پناہ قدر کرتی ہوں۔ آپ نے مجھے اس وقت سہارا دیا جب میں چاروں طرف سے بے سہارا ہو چکی تھی۔"

"یقین کرو سدھاشی، میرے دل میں تمھارے لیے اس وقت بھی بے پناہ محبت تھی اور آج بھی... میں تمھیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ شیران کی عزت اور قدر کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ سوچو کہ وہ مارلینو کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دے گا۔ تم نہیں جان

سکتیں۔ سدھاشی کہ مارلینو کی آرزوؤں کا مرکز شیران اس کے لیے کس قدر اہم ہے اور اگر اسے اس کی فطرت سے ہٹا دیا جائے تو وہ شیران نہیں رہے گا، تب مارلینو کا مشن ادھورا رہ جائے گا، وہ مشن جس کے لیے اس نے آج تک اپنے آپ کو زندہ رکھا ہے۔ وعدہ کرو سدھاشی کہ شیران کے خلاف تم کوئی محاذ نہیں بناؤ گی اور اگر لوگ اس کی مخالفت کریں تو تم انھیں اس مخالفت سے باز رکھنے کی کوشش کرو گی۔"

"گریکیر اور ریگینشا اس سے بہت خوفزدہ ہیں۔"

"انھیں سمجھاؤ۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو ایک بار شیران سے میری بات چیت کرادو۔ اس کا انتظام بھی گریکیر ہی کردے گا۔ اس کے پاس ذرائع موجود ہیں۔ اس سے ایک بار گفتگو ہوجائے تو میں تم لوگوں کو مکمل تحفظ فراہم کردوں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں گریکیر کو اطلاع دے دوں گی۔ میں نے نہ جانے کس عالم میں آپ سے گفتگو کی تھی لیکن آپ نے تو میری سوچ ہی بدل ڈالی ہے۔"

"شیران بہت خوبصورت چیز ہے سدھاشی، اُسے بھیڑیا نہ سمجھو۔ مجھے یقین ہے کہ ایک دن وہ سب کے سب جنھوں نے مارلینو پر عرصۂ حیات تنگ کردیا تھا اپنی زندگی کے اختتام تک پہنچیں گے اور وہ شیران ہی ہوگا جو مارلینو کا نام لے کر انھیں ذبح کرے گا۔" مارلینو کی آواز جذبات سے لرز رہی تھی۔

"میں سمجھ گئی، جناب۔" سدھاشی نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کردیا۔

❁

نعمان خان دس لاکھ ڈالر کی وصولیابی کے بعد بہت زیادہ پُراعتماد نظر آنے لگا تھا۔ وہ چالاک اور ذہین نوجوان تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اس کی اپنی صلاحیتیں حالات کے ہاتھوں دبی ہوئی تھیں ہرچند کہ بادشاہ خان نے اس کا اعتماد بحال کرنے کے لیے یہ ڈراما کیا تھا لیکن اس ڈرامے نے بادشاہ خان کو وہی سب کچھ دیا جس کا وہ متوقع تھا یعنی نعمان خان اپنی کارکردگی میں پُراعتماد ہوگیا تھا۔ اور اب اس نے اپنے طور پر بھی ہاتھ پاؤں مارنا شروع کردیے تھے چنانچہ بادشاہ خان یا اس کے گروہ کے دوسرے افراد کو اس کاروبار کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکا اور نعمان خان نے ایک غیرملکی سے کافی بڑی مقدار میں ہیروئن کا سودا کیا۔ غیرملکی کے پاس ہیروئن موجود تو تھی لیکن وہ یہاں کام کرنے والی پارٹیوں سے فراڈ کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے ہیروئن کی بڑی مقدار ایک مخصوص جگہ چھپا کر رکھی اور نقلی ہیروئن پارٹیوں کو دکھاتا رہا۔ پھر اس نے یہ ہیروئن نعمان کے ہاتھ فروخت کردی اور یہ سوچ کر مطمئن ہوگیا کہ وہ نعمان کو دھوکا دینے میں کامیاب ہوگیا پھر ایک دوسری پارٹی سے سودا کیا اور ہیروئن کو کچھ کم داموں میں اس کے ہاتھوں فروخت کردیا لیکن جب اس نے اصلی ہیروئن کا ذخیرہ استعمال کرنا چاہا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ اور عین اسی جگہ نعمان خان اور اس کے آدمیوں نے چھاپہ مار کر اسے گرفتار کرلیا پھر وہ سلوک کیا کہ غیرملکی کے لیے اپنی زندگی بچانا مشکل ہوگئی۔ اس نے وہ تمام رقم نعمان خان کو واپس کردی جو ہیروئن کے سلسلے میں وصول کی تھی اور وہاں سے نکل جانے کی اجازت حاصل کی۔ گویا لاکھوں ڈالر کی ہیروئن نعمان خان کے ہاتھ مفت لگ گئی اور اس کی رقم بھی اسے واپس مل گئی۔ نعمان خان نے انتہائی دلیری سے یہ سارا کام کیا تھا اور اس غیرملکی کو واپس ائرپورٹ چھوڑتے وقت کہا تھا کہ وہ انتظار کرے گا جب بھی اسے اس بات کی جرأت ہوسکے کہ وہ واپس آکر نعمان خان سے اپنی رقم وصول کرلے تو نعمان خان اس کا استقبال کرنے کو تیار رہے گا۔

اور غیرملکی اسمگلر خاموشی سے چلا گیا تھا اس کا جو حشر ہوا تھا اس سے اس نے اندازہ لگالیا تھا کہ بنکاک میں اس شخص سے مقابلہ کرنا ممکن ہوگا۔ ہاں یورپ کی بات دوسری تھی۔ وہاں وہ نعمان خان سے نمٹ سکتا تھا۔ بہرطور نعمان خان کے ہاتھ یہ ہیروئن لگ گئی تھی چنانچہ اب اس نے اس کی فروخت کے انتظامات شروع کردیے۔ ہیروئن کو مختلف جگہوں پر پھیلا کر وہ زیادہ دولت کما سکتا تھا لیکن اس کی خواہش تھی کہ کسی ایک پارٹی سے سودا کرلیا جائے اور اس سلسلے میں اس نے فالکرا اور کیتھرو سے بات چیت کی۔ کیتھرو نے یہ صورت حال بادشاہ خان کو بتادی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے پُرمسرت انداز میں کہا۔ "مسٹر کیتھرو، نعمان میرا بھتیجا ہے۔ درحقیقت وہ بنکاک میں اجنبی ہے اور اس لائن سے ناواقف ہے جب وہ عمل کی دنیا میں پورے طور پر نمودار ہوگا تو پھر دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جائیں گے کہ یہ کون شیر میدان میں آگیا ہے تم تو بس تماشا دیکھتے رہو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے، جناب لیکن اب اس ہیروئن کا کیا کیا جائے جسے نعمان خان فروخت کرنا چاہتے ہیں۔"

"انتظام کرو۔ اگر اسے منشیات کی سپلائی کے اڈوں پر فروخت کرنا چاہو تو ٹھیک، ورنہ جو لوگ منشیات کا کاروبار کر رہے ہیں، ان سے کہو کہ وہ اس ہیروئن کو خریدلیں۔ ارے ہاں وہ گری تھاؤ گاؤچی

بہت عرصے سے روپوش ہے۔ کیا وہ ہمارے ہیروں کی رقم دیے بغیر بنکاک چھوڑ کر بھاگ گیا؟ سنا تھا کہ اس کے منشیات کے اڈوں پر کسی اور نے قبضہ کرلیا ہے آج تک یہ نہیں پتہ چل سکا کہ وہ کون ہے۔"

"کچھ نام میرے کانوں تک آئے ہیں، جناب۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون لوگ ہیں۔" کیتھرو نے کہا۔

"کیا نام ہیں، مجھے بتاؤ۔"

"تمام اڈوں پر ایک ہی نام سے سپلائی ہورہی ہے اور اسی نام سے منشیات کے اڈوں پر دہشت گردی بھی کی گئی تھی۔"

"کیا نام ہے، وہ؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"مارلینو۔" کیتھرو نے جواب دیا۔

بادشاہ خان پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر ایک دم اُچھل پڑا۔ "کیا نام بتایا، تم نے؟"

"مارلینو، جناب۔" کیتھرو نے جواب دیا۔

بادشاہ خان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "مارلینو، مارلینو، مارلینو۔ کیا واقعی، کیا واقعی اس نام سے یہ سب کچھ ہورہا ہے؟"

"جی ہاں جناب، کیا آپ اس نام کے آدمی سے واقف ہیں؟ میں نے تو بنکاک میں پہلی بار یہ نام سنا ہے۔" کیتھرو نے کہا لیکن یوں لگتا تھا کہ جیسے بادشاہ خان اس کی بات ہی نہ سن سکا ہو۔ اس کا ذہن نہ جانے کہاں کہاں بھٹک رہا تھا پھر اس نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "کیتھرو، کیا مارلینو کو کسی نے دیکھا ہے؟"

"میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا جناب۔"

"اگر کسی نے اسے دیکھا ہے تو فوری طور پر اُسے مجھ سے ملوانے کی کوشش کرو۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ مارلینو کس حلیے کا آدمی ہے۔ مجھے ایک شبہ ہے جس کی میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔"

"بہت بہتر جناب میں فوری طور پر کوشش شروع کردیتا ہوں۔"

"ہاں باقی سارے کام پس پشت ڈال دو۔ یہ نام میرے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے بارے میں فوراً تفصیلات مہیا کرو۔"

کیتھرو، بادشاہ خاں سے اجازت لے کر وہاں سے نکل آیا۔ بادشاہ خاں کافی دیر تک گہری سوچ میں ڈوبا رہا پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور ایک اندرونی کمرے میں پہنچ گیا۔ یہاں اس نے مینٹل پیس کے پاس کسی میکنزم کو دبایا تو وہاں ایک اور بڑا دروازہ نمودار ہوگیا۔ اس میں سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ سیڑھیاں گہرائی میں جاتی تھیں۔ بادشاہ خاں سیڑھیاں طے کرنے لگا اور چند لمحے بعد

وہ ایک چھوٹے سے تہ خانے میں تھا۔ یہ تہ خانہ طرح طرح کی مشینوں سے آراستہ تھا۔ بادشاہ خان نے ایک اور بٹن دبایا تو اوپر نمودار ہونے والا دروازہ بند ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی تہ خانے میں موجود ائرکنڈیشنر چلنے لگا تھا۔ بادشاہ خاں ایک مشین کے پاس پہنچ گیا اور اس کے نیچے لگے ہوئے بٹن آن کرنے لگا۔ چھوٹے سے تہ خانے میں رکھی ہوئی مشینوں میں سُرخ روشنی دوڑ گئی پھر ننھے منّے بلب جلنے بجھنے لگے۔ بادشاہ خاں چند لمحے انتظار کرتا رہا پھر اس نے ایک مشین کے سامنے والے حصّے میں ہاتھ ڈال کر ایک ریسیور نکالا اور اُسے اپنے سامنے رکھ کر نزدیک پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر ہَوا کا شور سنائی دیتا رہا اور پھر کچھ سبز بلب روشن ہوگئے۔ بادشاہ خاں نے ریسیور اپنے سامنے سرکایا اور آہستہ سے بولا۔ "نمبر دو، نمبر، نمبر دو۔ مسٹر برٹیو۔ کیا آپ موجود ہیں؟ ہیلو، ہیلو، نمبر دو، مسٹر برٹیو۔"

چند لمحوں تک کوئی آواز نہ آئی پھر ایک ہلکی سی آواز ریسیور سے اُبھری۔ "ہیلو مسٹر ٹو براہِ کرم چند لمحے انتظار کیجیے۔ ڈاکٹر برٹیو کو اطلاع دی جارہی ہے۔ وہ اوپر موجود ہیں۔ انھیں یہاں پہنچنے میں چند لمحے لگیں گے۔"

"جلدی کرو۔ جلدی کرو، میں زیادہ دیر انتظار نہیں کرسکتا۔" بادشاہ خان نے کہا اور انتظار کرنے لگا۔ ریسیور پر ہَوا کی لہروں کا شور بدستور سنائی دے رہا تھا پھر چند سیکنڈ بعد ڈاکٹر برٹیو کی آواز اُبھری۔ "ہیلو ڈاکٹر برٹیو بول رہا ہے۔"

"بادشاہ خان۔"

"کیسے مزاج ہیں بادشاہ خان؟"

"ٹھیک ہوں، تم ٹھیک ہو، ڈاکٹر برٹیو؟"

"یقیناً، تمھارا شکریہ۔ وہاں کے حالات سناؤ۔ ہمارے بچے کیا کررہے ہیں؟"

"یہ گفتگو اس وقت نہیں ہوسکتی ڈاکٹر برٹیو ویسے تمھیں آئیوی کی خیریت کی اطلاع دی جاسکتی ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے اور نعمان خان کے ساتھ پُرسکون انداز میں رہ رہی ہے۔ نعمان خان نے بھی اپنا کاروبار شروع کردیا ہے اور ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو ختم۔ اب مجھے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے۔"

"خیریت، خیریت کیا بات ہے؟" مسٹر برٹیو نے پوچھا۔

"میں ایک نام تمھارے سامنے دُہرا رہا ہوں۔ کیا یہ نام تمھارے ذہن میں محفوظ ہے؟"

"کون سا نام؟" ڈاکٹر برٹیو نے سوال کیا۔

"مارلینو...!"

"مارلینو۔" ڈاکٹر برٹیو نے دُہرایا اور چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "ہاں، میرا خیال ہے، یہ نام مجھے یاد ہے۔ یہ وہی شخص تو نہیں جس نے ایک بار ہمارے درمیان مداخلت کی تھی اور اس کے نتیجے میں اُسے سزا دے دی گئی تھی پھر ڈاکٹر ہینڈرک سے بہت کچھ لے کر وہ وہاں سے فرار ہوگیا؟"

"ہاں، میں اُسی مارلینو کی بات کررہا ہوں۔ کیا تمھیں علم ہے کہ وہ شخص فرار ہوکر کہاں گیا تھا یا اس کے بارے میں کوئی اور اطلاع ملی یا نہیں؟"

"میرا خیال ہے ہم ہینڈرک ہی سے دریافت کرسکتے ہیں، مگر بات کیا ہے؟" ڈاکٹر برٹیو نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے۔ تم بنکاک کا سفر کرو۔ میں تمھارا انتظار کررہا ہوں..."

"کوئی خاص بات ضرور ہے، بادشاہ خان تمھارا لہجہ کچھ اُلجھا اُلجھا سا ہے۔ تمھیں خوفزدہ تو نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں جانتا ہوں، کہ پہاڑوں کے لوگ خوف کے نام سے آشنا نہیں ہوتے۔ بہرطور تمھاری آواز میں تشویش کا عنصر موجود ہے کوئی خاص بات ہوئی ہے کیا؟"

"مارلینو کا نام ایک عجیب سے انداز میں سامنے آیا ہے مجھے بہت جلد تفصیلات معلوم ہوجائیں گی۔ فی الحال تو میں یہ چاہتا ہوں کہ تم یہاں پہنچ جاؤ۔"

"ٹھیک ہے، میں دو تین دن کے اندر بنکاک پہنچ جاؤں گا۔ کیا تم ہینڈرک سے بھی رابطہ قائم کروگے؟"

"یقینی طور پر... کیونکہ میں اس صورت حال سے خاصا حیران ہوں۔ جب تک اس طرف سے مطمئن نہیں ہوجاتا سکون سے نہیں بیٹھ سکتا۔ ویسے یہ کریمر کہاں ہے، آجکل؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"کریمر شاید ہانگ کانگ میں ہے۔ تھوڑے دن پہلے ہانگ کانگ سے اطلاع ملی تھی کہ وہ وہاں الیکٹرک فیلڈ کنٹرول کررہا ہے۔"

"اوہ، اچھا اچھا، ٹھیک ہے۔ میں کریمر سے بھی رابطہ قائم کروں گا اور ہینڈرک سے بھی... ہمیں اس شخص کے متعلق مکمل معلومات درکار ہیں۔ ویسے کریمر اپنے پوائنٹ پر ملے گا نا؟"

"یقیناً... ہانگ کانگ میں اس نے سب سے پہلے اپنا پوائنٹ قائم کیا ہوگا۔"

"او کے، ڈاکٹر برٹیو۔ میں تمھارا انتظار کررہا ہوں۔ خدا حافظ۔" بادشاہ خان نے کہا اور دوسری طرف سے آواز آنا بند ہوگئی بادشاہ خان نے سارے بٹن آف کیے اور پھر اُسی مشین پر کسی دوسرے نمبر کو سیٹ کرنے لگا۔ اس بار بادشاہ خان نے ڈاکٹر ہینڈرک کو طلب کیا تھا۔ ڈاکٹر ہینڈرک شاید اپنے پوائنٹ پر موجود تھا۔ کیونکہ اس سے فوراً رابطہ قائم ہوگیا۔ بادشاہ خان کی آواز پہچان کر دلچسپی سے بولا۔ "بہت دنوں بعد یاد کیا۔ کوئی خاص بات ہے بادشاہ خاں؟ تمھارے پہاڑ تو خیریت سے ہیں؟"

"میں اس وقت ذرا بھی ظریفانہ گفتگو نہیں کروں گا کیونکہ صورت حال بڑی تشویشناک ہے۔ تمھارا لگایا ہوا پودا رنگ لارہا ہے اور اس کا زہر چاروں طرف پھیل رہا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں، بادشاہ خاں۔"

"میں مارلینو کا نام لینا چاہتا ہوں۔"

"مارلینو، اوہ مارلینو۔ یہ نام تمھارے کانوں تک کیسے پہنچ گیا بادشاہ خان کیا تمھاری اس سے ملاقات ہوئی ہے؟"

"کیا مطلب؟ کیا اس بات کا امکان ہے کہ اس سے میری ملاقات ہوجائے؟"

"یقیناً۔ کیوں کہ وہ تمھارے قرب و جوار میں ہی موجود ہے۔"

"کون، مارلینو؟" بادشاہ خان شدّت حیرت سے اُچھل پڑا۔

"ہاں۔ غالباً دو روز پہلے کی بات ہے کہ مجھے اس کے بارے میں کریمر سے تفصیلات معلوم ہوئی ہیں۔ کیا تم یقین کروگے، بادشاہ خان کہ مارلینو ایک خوفناک قوت بن چکا ہے۔ گانگ ہو نامی قصبہ اس کی اپنی ملکیت ہے اور وہ وہاں ایک دیوتا کی طرح پوجا جاتا ہے۔ گانگ ہو اور اس کے اطراف میں مارلینو کے ہرکارے پھیلے ہوئے ہیں اور وہاں صرف مارلینو کے نام کا سکّہ چلتا ہے۔"

"یہ بات تمھیں صرف دو دن پہلے معلوم ہوئی ہے؟" بادشاہ خان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں، اور وہ بھی اتفاقاً کریمر کو اس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوگئی تھیں اور چونکہ اس کا تعلق خصوصاً مجھ سے رہا ہے اس لیے کریمر نے مجھے یہ باتیں بتادی تھیں۔"

"گانگ ہو۔ یہ کس طرف ہے؟"

"ہانگ کانگ سے تقریباً ایک سو بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔"

"کیا تمھیں یقین ہے کہ یہ وہی مارلینو ہے جو ہمارا شکار تھا اور جو تمھاری حماقت سے بہت سی قوتیں حاصل کرکے نکل بھاگا تھا؟"

"یقیناً یہ وہی مارلینو ہے۔ کریمر نے مجھے اس کے بارے میں بڑی تفصیل سے بتایا ہے۔"

"بڑی تشویش کی بات ہے۔ اگر وہ زندہ ہے اور یہ تمام قوتیں حاصل کرچکا ہے تو کیا وہ ہمارے لیے خطرہ نہیں بن جائے گا؟"

"میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن وہ سب کے لیے خطرہ کیوں بنے گا، میرا خیال ہے وہ صرف میرا دشمن ہوگا۔"

"تمھارا خیال غلط ہے۔ کیونکہ اُسے ہم سب کے ہاتھوں تکلیف پہنچی تھی اور تم نے اُسے ایک عجوبہ بنانے کے لیے ہم سب کو مصیبت میں ڈال دیا۔"

"ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں، بادشاہ خان۔ اگر مارلینو کو کسی طور خطرہ محسوس کرتے ہو تو اس کی تلاش میں مصروف ہو جاؤ، تاکہ اُسے ختم کردیا جائے۔"

"یہی کرنا پڑے گا۔ میں چاہتا ہوں، فضول قسم کی ہنگامہ خیزیوں سے بچ کر اپنا کام کریں۔ میں تمھیں اپنی مصروفیات کے بارے میں بتاچکا ہوں۔ اس سلسلے میں کوئی خاص اقدام نہیں کرسکا لہٰذا وہ لوگ مجھ سے بددل ہوتے جارہے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے لیکن اب کیا کیا جاسکتا ہے، جو کچھ ہوگیا ہے، اس سے ہمیں نمٹنا ہے۔"

"ایسا کرو کہ تم بنکاک پہنچ جاؤ۔ میں نے ڈاکٹر برٹیو کو بھی بلا لیا ہے۔ میرا خیال ہے، ہانگ کانگ سے کریمر کو بھی بُلا لیتا ہوں۔ ہم چاروں سوچیں گے کہ مارلینو کے لیے کیا کیا جاسکتا ہے۔"

"تم مارلینو کے سلسلے میں ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہوگئے ہو، اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"ہاں، خاص وجہ ہے۔ جب تم یہاں آؤگے تو بتادوں گا۔ فی الحال اتنا ہی اشارہ دیا جاسکتا ہے کہ مارلینو منشیات کے اسمگلر کی حیثیت سے سامنے آیا ہے اور یہاں بنکاک میں اس نے اپنے قدم جمانے شروع کردیے ہیں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ اگر یہ وہی مارلینو ہے تو اس کی قوتیں کہاں تک بڑھ گئی ہیں، ہمیں دشمن کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے میں دو تین روز میں تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں۔ کریمر کے بارے میں اگر تم کہو تو میں خود رابطہ قائم کرکے اُسے بنکاک پہنچنے کی ہدایت کردوں۔"

"ہاں... بلکہ بہتر ہوگا کہ تم کریمر کو اپنے ساتھ ہی لیتے آؤ۔" بادشاہ

خان نے کہا اور مشین بند کر دی پھر وہ اپنی سفید براق داڑھی کھجاتا ہُوا تہ خانے سے نکل آیا۔ اس کی بڑی بڑی زیرک آنکھوں میں اُلجھن کے آثار نمایاں تھے۔

* *

فان کورسے کے مارشل آرٹس کلب کی پورے بنکاک میں دھوم تھی۔ ایسے ایسے نایاب ہیرے اس نے تراشے تھے کہ انھیں دیکھ کر آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ فان کورسے بذاتِ خود بھی بلیک بیلٹ تھا لیکن جوڈو کراٹے، جیو جیٹسو اور دیگر مارشل آرٹس میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ وہ ایک چٹان کی مانند تھا جس پر کوئی شے اثر نہیں کرتی تھی لیکن بہت کم لوگ جانتے تھے کہ فان کورسے صرف مارشل آرٹس کلب کا مالک نہیں ہے بلکہ کچھ اور کاروبار بھی کرتا ہے اور اس وقت فان کورسے حیران و پریشان اپنے ساتھیوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ وہ بلیک سی کے ویران ساحل پر جمع تھے اور ان کے سامنے ایک لانچ کھڑی تھی۔ لانچ پر چار لاشیں پڑی تھیں۔ اس کے علاوہ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ فان کورسے پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجا رہا تھا پھر اس نے بھاری لہجے میں کہا: "یہ کس کی حرکت ہو سکتی ہے۔ کس نے یہ سب کچھ کیا؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے مسٹر فان۔ آج تک تو کبھی ایسا نہیں ہُوا۔ البتہ ایک اطلاع میں آپ کو ضرور فراہم کروں گا۔"

"اور اُس کے لیے تم انتظار کر رہے ہو؟" فان کورسے اپنی خونی آنکھوں سے اس شخص کو گھورنے لگا جس نے یہ الفاظ کہے تھے۔

"معافی چاہتا ہُوں، فان کورسے۔ اس سے پہلے آپ کے سامنے آنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا ورنہ ضرور بتاتا۔"

"بکو بکو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"گری تھاؤ ختم ہو چکا ہے اور اب پورے بنکاک میں اس کا ایک بھی اڈہ باقی نہیں رہا۔"

"کیا مطلب، کیا مطلب؟" فان کورسے بُری طرح اُچھل پڑا۔

"ہاں فان کورسے، یہ حقیقت ہے۔ گاؤ چی گروہ ختم ہو چکا ہے اس کے تمام افراد مارے جا چکے ہیں یا پھر منتشر ہو چکے ہیں۔"

"مگر یہ کب ہُوا اور میرے کانوں میں یہ اطلاع کیوں نہیں پہنچی؟"

"میں یہ تو نہیں کہہ سکتا، مسٹر فان کورسے کہ آپ کے ساتھیوں نے آپ کو یہ اطلاع کیوں نہیں دی، البتہ میرا ذاتی خیال ہے کہ کسی نے اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی ہوگی۔ گنے چُنے افراد تو ہیں، جو آپ کو اس حیثیت سے جانتے ہیں ورنہ اعلیٰ حکام اور دوسرے تمام لوگ آپ کو صرف اس کلب کا مالک اور ایک بہترین کراٹے ماسٹر سمجھتے ہیں۔"

"اچھا، اچھا تفصیل میں نہ جاؤ۔ مجھے یہ بتاؤ کہ گری تھاؤ کو کس نے ہلاک کر دیا؟"

"وہ ایک پہاڑی شخص ہے۔ اب یہاں تمام اڈے مار[illegible] کے نام سے چل رہے ہیں۔ ابھی تک باہر سے اس نے کوئی خریداری نہیں کی۔ منشیات کے بہت سے ذخائر خالی ہو چکے، گودام لُٹ چکے ہیں اور انھیں لُوٹنے والا وہی قبائلی ہے۔ ہر[illegible] اُسے ہی دیکھا گیا ہے۔ اس نے صحیح معنوں میں زیرِ زمین دُ[illegible] میں تہلکہ مچا دیا ہے۔"

"اور وہ اب تک زندہ ہے۔" فان کورسے نے خونی آنکھوں سے اپنے ساتھی کو گھورتے ہُوئے کہا۔

"ہاں، زندہ ہے اور اپنے بہت سے حریف ہلاک کر چکا ہے ان کی لاشوں کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ کہاں جاتی ہیں۔"

"فان کورسے کے ان ساتھیوں کو بھی اسی نے قتل کیا؟" فان کورسے نے کشتی میں پڑی لاشوں کی طرف اشارہ کیا۔

"وثوق سے نہیں کہا جا سکتا لیکن امکان اسی بات کا۔ اس کا کہنا ہے کہ بنکاک میں کسی فرد کے پاس منشیات کے نام کوئی چیز نہیں نکلنی چاہیے ورنہ وہ نہ صرف منشیات سے بلکہ زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

"میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہُوں۔ اُسے بتاؤ [illegible] کورسے اس سے ملنے کا خواہش مند ہے۔"

"مگر کس حیثیت سے اور کس ماحول میں؟"

"اس سے کہو کہ فان کورسے اُس کا دشمن ہے اور اس اجارہ داری ختم کرنے کا خواہش مند ہے۔"

"ٹھیک ہے، مسٹر فان کورسے۔ یہ بات اُسے بتا دی جا[illegible]گی۔ مارلینو کے کسی بھی کیمپ میں یہ پیغام دیا جا سکتا ہے لیکن میرے خیال میں یہ پیغام دانش مندانہ نہیں ہوگا۔"

فان کورسے چند لمحے اُسے دیکھتا رہا پھر اُس کا اُلٹا ہاتھ شخص کے مُنہ پر پڑا۔ ہاتھ تھا یا فولادی ڈنڈا اس شخص کا مُنہ [illegible] ہو گیا۔ اس کے مُنہ سے خون بہہ نکلا اور وہ دونوں ہاتھوں سے جبڑا تھامے چکر کھانے لگا۔ "سمجھے تم؟ اسے بتاؤ کہ فان کورسے صرف منشیات کا اسمگلر نہیں اور بھی بہت کچھ ہے۔"

اس شخص میں بولنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ تاہم دو آدمی بڑھے اور انھوں نے گردن خم کر کے کہا: "ہم آپ کا یہ پیغام اس تک لے جاتے ہیں، مسٹر فان کورسے۔"

دفعتاً وہاں کھڑے ہُوئے لوگوں کے حلق سے آوازیں نکل گئیں۔ بلیک سی کے ساحل پر ریت کے بڑے بڑے ٹیلے ایستادہ تھے۔ اچانک ہی ان ٹیلوں کے پیچھے سے نکل آنے والوں میں سب سے نمایاں شخصیت اس شخص کی تھی، جو قبائلی لباس میں تھا لمبا، ایک پہنا ہُوا کوٹ چُست پتلون اور قمیص سر پر بڑے بڑے بالوں والی ٹوپی۔ چہرہ سُرخ و سفید اور چمکتا ہُوا۔ بڑی بڑی آنکھوں میں ایک عجیب وحشت نمایاں تھی۔ لٹکی ہُوئی مونچھیں اور ان کے نیچے چمکتے ہُوئے کسی بھیڑیے جیسے دانت۔ بڑے ہی بھیانک لگ رہے تھے۔

"وہ لوگ جو مجھ سے ملاقات کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں مجھ سے دُور نہیں ہوتے۔ مسٹر فان کورسے! میں حاضر ہُوں، تم مجھ سے بات کرنا چاہتے تھے؟"

"کون ہو تم؟" فان کورسے نے تیز نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ آنے والے صرف چھ تھے جبکہ فان کورسے کے ساتھ اس وقت سترہ آدمی تھے اور یہ سترہ آدمی مارشل آرٹس کے ماہر تھے اور ضرورت پڑنے پر سو ڈیڑھ سو آدمیوں سے بآسانی نمٹ سکتے تھے۔ چنانچہ فان کورسے مطمئن تھا۔ اس نے اسے اپنی خوش بختی سمجھا کہ اس کا دشمن خود ہی اس کے سامنے آ موجود ہُوا تھا۔ "کون ہو تم؟ اپنا تعارف کراؤ۔"

"مارلینو کا ایک خادم، تم مجھے شیران کے نام سے پُکار سکتے ہو۔"

"کہاں کے رہنے والے ہو؟" فان کورسے نے پوچھا۔

"قبائلی ہُوں۔ میرا تعلق پہاڑوں سے ہے لیکن اب تمھارے شہر میں رہتا ہُوں۔"

"یہ لانچ تم نے لُوٹی ہے اور اس میں موجود لوگوں کو تم نے قتل کیا ہے؟" فان کورسے نے لانچ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"ہاں۔" شیران نے اطمینان سے جواب دیا۔

"کیوں؟" فان کورسے نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ بنکاک میں، میں نے منشیات کی تجارت کے حقوق اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں۔ یہاں کسی شخص کو اب منشیات رکھنے کی اجازت ہے اور نہ ہی فروخت کرنے کی . . . اگر لوگ باہر سے مال لاتے ہو تو میں اس کا خریدار موجود ہوں۔ تھوڑے بہت منافع کے ساتھ یہ مال تم سے خرید سکتا ہوں ورنہ میں نے خود ہی اپنے لیے مال منگوانے کا انتظام کر لیا ہے اور اب بنکاک میں میرے علاوہ کسی کے بھی اڈے نہیں ہوں گے۔"

"لیکن اس کے لیے تمھیں فان کورسے کی لاش سے گزرنا ہوگا۔" فان کورسے نے کہا۔

"میں تیار ہوں۔" شیران نے کہا اور جیب سے پستول نکال کر فان کورسے کی پیشانی کا نشانہ لے لیا۔ وہاں موجود تمام لوگ اُچھل پڑے لیکن شیران جیسے آدمی کے سامنے فان کورسے ایک احمق ہی تھا اس نے خواہ مخواہ جذباتی گفتگو کر کے وقت ضائع کیا تھا اور شیران جذباتی گفتگو کرنے کا قائل نہیں تھا۔ پستول سے تین فائر ہوئے اور فان کورسے کی پیشانی گردن اور سینے میں سُرخ نشان بن گئے۔ فان کورسے کے آدمی دہشت زدہ انداز میں چند قدم پیچھے ہٹ گئے انھوں نے بوکھلائی ہُوئی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن اب یہاں موجود ان چھ آدمیوں کے علاوہ ٹیلوں کے عقب سے بھی تقریباً پچیس آدمی نکل آئے تھے۔ یہ سب کے سب اسٹین گنوں اور پستولوں سے مسلح تھے فان کورسے کے آدمیوں نے ہاتھ بلند کر لیے تھے اور شیران نے پستول کی نال کو پھونک مارتے ہُوئے، ان کی طرف دیکھا اور بولا: "اگر تمھیں ایک باس کی ضرورت ہے تو مارلینو۔۔۔ سے اچھا باس تمھیں اور کوئی نہیں ملے گا اُس کے تحت کام کرو، جو کچھ کرتے رہے ہو کرتے رہو۔ تمھیں اس کا بھرپور معاوضہ ملے گا۔ اگر یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہتے ہو اور زندگی بچانے کے خواہش مند ہو تو بھاگ جاؤ اور آئندہ مارلینو کے کسی اڈے پر منشیات کے سلسلے میں کہیں بھی تمھارا نام نہ آئے۔"

شیران کا لہجہ ہمیشہ کی طرح انوکھا تھا۔ ان میں سے کئی اس لہجے سے متاثر ہو گئے، بہت سے خوفزدہ ہو گئے اور کئی ایک کو نفرت محسوس ہوئی۔ جو متاثر ہُوئے ان کی تعداد سات تھی اور وہ یکجا ہو کر شیران کے نزدیک آ گئے۔ باقی لوگ وہاں سے چلے گئے۔ شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔۔۔ دونوں جیپیں جن میں تھوڑی دیر پہلے فان کورسے اور اس کے ساتھی آئے تھے، اسٹارٹ ہو کر واپس چل پڑیں اور شیران نے پستول کمر میں لگی ہُوئی پیٹی میں اُڑس لیا۔ پھر وہ سات آدمیوں کی طرف متوجہ ہو کر بولا:

"یہ لوگ جو واپس چلے گئے ہیں، جرائم کی دُنیا میں کبھی نظر نہیں آئیں گے یہ شیران کا عہد ہے اور تم لوگ سنو، فان کورسے کے منشیات کے جتنے ذخیرے ہیں فوری طور پر انھیں اپنے قبضے میں کر کے میرے پاس لے آؤ اور مجھ سے اس کی مناسب رقم وصول کر لو۔ وہ لوگ دونوں جیپیں لے گئے ہیں،

کوئی بات نہیں، میں تمھیں شہر پہنچا سکتا ہوں۔ آؤ!"

وہ سب شیراں کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ انھوں نے اپنے دلوں میں عہد کر لیا تھا کہ منشیات کے ذخیرے لا کر اس نئے باس کے حوالے کر دیں گے۔ چند لمحے بعد وہ شہر کی جانب جا رہے تھے۔

★★

گاڈچی گروہ منتشر ہو چکا تھا حالانکہ یہ وہ گروہ تھا جس کا منشیات کی دُنیا میں دُور دُور تک نام پھیلا ہُوا تھا اور خاص طور سے بنکاک میں اس کی ٹکر پر کوئی نہیں تھا۔ گری تھاڈ گاڈچی بڑی خطرناک شخصیت کا مالک تھا لیکن تقدیر جس کا ساتھ دیتی ہے، وہی بلند پروازیں کرتا ہے اور جب گرتا ہے تو اس طرح کہ اس کا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے۔ گری تھاڈ کے تمام ساتھی منتشر ہو گئے تھے جس کو جہاں جگہ ملی اس نے وہیں منہ چھپا لیا تھا۔ کسی میں شیراں سے لڑنے کی ہمت نہیں تھی۔ یہ وحشی قبائلی، شیطان صفت تھا۔ انسانی زندگی اس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ کون اس کے سامنے جاتا۔ جو اس کے ساتھیوں کی حیثیت سے کام کر رہے تھے، ان کے وارے نیارے ہو گئے تھے مارلینو بنات خود شاید ان لوگوں کو اتنا کچھ نہ دیتا لیکن شیراں نے جتنی کمائی کی تھی، اس کا بڑا حصہ ان ساتھیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس کے عتاب سے اب تک صرف اینڈرا گاڈچی محفوظ تھی۔ وہ ایک گمنام سی جگہ رُوپوش تھی۔ نہ جانے کیوں اُسے بار بار یہ احساس ہوتا تھا کہ آنے والا وقت اس کی زندگی کے لمحات کم کر رہا ہے اور وہ درندہ صفت قبائلی اُسے بھی نہیں چھوڑے گا کیونکہ ابتدا اینڈرا گاڈچی نے ہی کی تھی۔ اگر وہ اُسے پہچان گیا تو یقینی طور پر اس کے چیتھڑے اڑا دے گا۔ وہ جب بھی اس کے بارے میں سوچتی، اس کا بدن خوف سے کپکپانے لگتا تھا۔ کئی دن سے وہ اس چکر میں تھی کہ یا تو بنکاک سے نکل بھاگے یا پھر کوئی ایسا سہارا پکڑ لے کہ جو بے حد مضبوط ہو۔ یکایک اُسے کیتھرو کا خیال آیا۔ کیتھرو کے سلسلے میں اینڈرا گاڈچی کو تمام تر معلومات حاصل تھیں۔ بادشاہ خان کا نام بھی وہ سن چکی تھی گری تھاڈ گاڈچی کی زبانی اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ بادشاہ خان کا گروہ بے حد مضبوط ہے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ کیتھرو اُسے پناہ دے گا؟ کیا اُسے بادشاہ خان کے گروہ میں شمولیت کا موقع مل سکے؟

کئی دن سے وہ اسی سوچ بچار میں تھی۔ باہر نکلنے کی ہمت بھی نہ تھی لیکن یہاں اس گوشے میں قید رہ کر اس کو گھٹن لگنے لگا تھا۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آج رات کیتھرو سے ضرور ملے گی۔ کیتھرو سے ملاقات اور شیراں یا اس کے آدمیوں کی نظروں سے بچنے کے لیے اس نے بڑا زبردست میک اَپ کیا۔ وِگ لگائی، خدوخال کو اس طرح بنا لیا جیسے مقامی عورتوں کے ہوتے ہیں۔ بظاہر اس میں کوئی ایسی بات نہیں رہ گئی تھی جس کی وجہ سے اُسے اینڈرا گاڈچی سمجھا جاتا لیکن وہ اُس خوف کا کیا کرتی جو اندر ہی اندر ڈرا رہا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہو دیکھا جائے گا۔ اُس نے آخری فیصلے کے طور پر سوچا اور پرس لے کر گمنام گوشے سے نکل آئی۔ باہر آ کر وہ تھوڑی دُور پیدل چلی اور اطراف سے باخبر رہ کر کہیں کوئی اس کا تعاقب تو نہیں کر رہا، یہ بس اُس کا وہم ہی تھا کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس کے بعد اس نے ایک ٹیکسی لی اور چل پڑی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو اس نے ایسی جگہ کا پتہ بتا دیا تھا جہاں سے وہ پیدل کیتھرو کے پاس جا سکتی تھی۔ مطلوبہ جگہ پہنچنے کے لیے اُسے بیس منٹ سے زیادہ لگے۔ اُس نے کرایہ ادا کیا اور پھر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گئی اور تھوڑی دیر بعد وہ اس عمارت میں داخل ہو گئی جو کیتھرو کی ملکیت تھی اور جہاں اس کے ملنے کے امکانات ہو سکتے تھے۔ دروازے پر کھڑے ہوئے دُبلے پتلے آدمی نے اُسے گہری نگاہوں سے دیکھا اور پھر متفکر لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہے، کیوں آئی ہو یہاں؟"

"مسٹر کیتھرو سے ملنا ہے۔"

"مسٹر کیتھرو ایک شریف آدمی ہیں۔ غلط عورتوں سے ملنا پسند نہیں کرتے۔"

"فضول باتیں مت کرو، اگر میرا پیغام مسٹر کیتھرو کو نہ ملا تو نتائج کے ذمّے دار تم خود ہو گے۔"

وہ شخص گہری نگاہوں سے اینڈرا کو دیکھتا رہا پھر شانے ہلا کر بولا: "ٹھیک ہے، میں تمھارا پیغام دیے دیتا ہوں، آؤ میرے ساتھ۔"

اینڈرا اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی اس شخص نے اُسے ایک کمرے میں بٹھایا اور بولا: "نہ تو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنا اور نہ ہی میرے پیچھے آنا۔ میں ابھی واپس آ کر تمھیں اطلاع دوں گا۔"

اینڈرا کسی ناگن کی طرح بل کھا کر رہ گئی۔ اس کا دل جل رہا تھا اور ایسے وقت میں معمولی سے معمولی آدمی بھی اس کی توہین کر سکتا تھا چنانچہ اس نے برداشت کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص واپس آیا اور اُسے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ اینڈرا ایک گہری سانس لے کر چل پڑی اور ایک خوبصورت کمرے میں پہنچی

جہاں خوفناک کیتھرو بیٹھا ہُوا تھا۔ کیتھرو نے اُسے سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر انگلی کے اشارے سے قریب بلایا۔ اینڈرا اس کے بالکل نزدیک چلی گئی تھی تب وہ ہونٹ سکوڑ کر بولا: "میک اَپ میں ہو؟"

"ہاں!" اینڈرا نے جواب دیا۔

"بیٹھ جاؤ میک اَپ میں یہاں آنے کی کوئی خاص وجہ؟"

"جی ہاں، جناب! ویسے کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟"

"نہیں لیکن تمھارا میک اَپ انتہائی گھٹیا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے اصلی چہرے کے ساتھ یہاں نہیں آئیں!" کیتھرو نے جواب دیا۔

"میں میک اَپ کرنا نہیں جانتی۔ بس اپنی جان بچانے کے لیے یہ تھوڑا بہت لیپ پوت لیا ہے، اگر آپ اجازت دیں تو یہ میک اَپ اُتار دُوں۔"

"ہاں ہاں۔ ٹھیک ہے۔"

اینڈرا اُٹھ کر باتھ رُوم میں داخل ہو گئی۔ اس نے اپنا چہرہ وغیرہ صاف کیا۔ بالوں کی وِگ اُتار کر وہیں باتھ رُوم میں ایک طرف رکھ دی پھر بال سنوار کر کیتھرو کے پاس پہنچ گئی، کیتھرو نے اُسے ایک نظر دیکھا اور اس کے چہرے کے عضلات میں نمایاں تبدیلی محسوس ہوئی۔

"اوہ، اینڈرا گاڈچی؟"

"شکر ہے، آپ نے مجھے پہچان تو لیا۔"

"میں تمھیں پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا ہوں۔ بہرحال مجھے خود بھی گروپ کے کسی ایسے ساتھی کی تلاش تھی جو تمام تر حقیقت سے آگاہ ہو۔ کہاں غائب ہو گئے تم لوگ؟ کیا ہو گیا ہے، تم لوگوں کا گری کہاں ہے؟"

"آپ کو اس بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم مسٹر کیتھرو؟"

"نہیں، ویسے گری تھاڈ گاڈچی اگر بادشاہ خان کے ڈر سے رُوپوش ہے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ بادشاہ کسی نہ کسی طرح اُسے تلاش کر لے گا۔"

"افسوس کہ آپ حالات سے قطعی ناواقف ہیں۔ گری تھاڈ اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت مارا جا چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟" کیتھرو بُری طرح چونک پڑا۔

"ہاں اُسے قتل کر دیا گیا ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ بادشاہ خان کو اطلاع مل چکی ہو گی۔"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر بادشاہ خان کو اطلاع مل چکی ہوتی تو وہ مجھے گاڈچی کی تلاش پر متعین نہ کرتا۔"

"بہرطور، میں تمھیں یہ افسوسناک اطلاع دینے آئی ہُوں کہ ہمارا گروہ مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے۔"

"مگر کس طرح؟ آخر کیسے؟"

"اتنا تو تمھیں معلوم ہو گا کہ ہمارے تمام اڈوں پر تباہی اور بربادی پھیلائی گئی اور اس کے بعد وہاں مارلینو کے نام سے کاروبار شروع ہو گیا مارلینو کے جو آدمی ان اڈوں کو چلا رہے ہیں وہ بہت طاقتور ہیں اور ان کا ایک سربراہ بھی ہے۔"

"وہ سربراہ مارلینو ہی ہو گا؟" کیتھرو نے پوچھا۔

"نہیں... وہ ایک قبائلی ہے۔"

کیتھرو کی آنکھیں ایک بار پھر حیرت سے پھیل گئیں۔

"قبائلی؟" وہ لرزتی ہُوئی آواز میں بولا۔

"ہاں، یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ مسٹر گاڈچی اور بادشاہ خان کا کوئی مسئلہ کسی قبائلی کے ہی سلسلے میں چل رہا تھا جس نے غالباً بادشاہ خان کے کسی ساتھی کے لائے ہُوئے ہیرے غائب کر دیئے تھے۔"

"ہاں ہاں... تو ان اڈوں کو چلانے والا کوئی قبائلی ہی ہے؟"

"ہاں!" اینڈرا گاڈچی نے جواب دیا۔

"اور اس کا نام مارلینو ہے؟"

"نہیں، مارلینو نہیں بلکہ وہ شیراں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔"

"شیراں!" کیتھرو نے زیرِ لب دُہرایا اور پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"میرے پاس اس کی تصویریں بھی ہیں۔ میں نے اُن اڈوں پر جا کر تصویریں حاصل کی تھیں۔"

"دکھاؤ، مجھے دکھاؤ۔" کیتھرو نے بے اختیار کہا۔

اینڈرا گاڈچی نے اپنا پرس کھول کر وہ پیکٹ نکال لیا جس میں شیراں اور اس کے ساتھیوں کی تصاویر تھیں اور جنھیں اینڈرا نے بڑی چالاکی سے حاصل کیا تھا۔ اس نے شیراں کی ایک تصویر نکال کر کیتھرو کے سامنے رکھی اور کیتھرو بغور اُسے دیکھتا رہا: "خدا کی پناہ۔ کتنی عمدہ شخصیت کا مالک ہے۔ اتفاق ہے کہ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"یہ جس قدر خطرناک ہے، آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے پہلی بار یہ مجھ سے ہی ٹکرایا تھا اور میں نے اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن یہ میرے کئی ساتھیوں کو قتل کر کے نکل گیا۔

پولیس بھی اس کی تلاش میں تھی بلکہ اب بھی ہے لیکن یہ کبھی پولیس کے ہاتھ نہیں آیا۔ میرا خیال ہے کہ مارلینو کے نام سے اب کچھ اور کام بھی ہو رہے ہیں اور پولیس ان سے چشم پوشی کر رہی ہے۔"

کیتھرو گردن ہلانے لگا پھر اس نے اینڈرا سے دوسری تصاویر طلب کیں۔ کافی دیر تک وہ تصویریں دیکھتا رہا پھر کہنے لگا "اگر مسٹر گاوچی مارے گئے ہیں مس اینڈرا تو مجھے اس کا دلی افسوس ہے وہ بنکاک میں ایک نمایاں شخصیت کے مالک رہ چکے ہیں۔ مجھے بتلائیے کہ میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"میں خود بھی خطرے میں ہوں، ممکن ہے، شیران آج بھی میری تلاش میں ہو۔ اگر میں اُسے نظر آ گئی تو وہ یقیناً مجھے قتل کر دے گا۔ میں بادشاہ خان کی پناہ میں آنا چاہتی ہوں۔"

کیتھرو تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر گردن ہلا کر بولا "ذاتی طور پر میں آپ کو پناہ دے سکتا ہوں، آپ اس عمارت میں رہیں ... مگر اس انداز میں کہ مجھے آپ کی حفاظت کرنے میں کوئی دقت نہ پیش آئے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ تصاویر میرے حوالے کر دیں۔ میں بادشاہ خان کو مسٹر گاوچی کے بارے میں تفصیلات مہیا کرتا ہوں اس کے بعد آپ کی درخواست ان کے سامنے پیش کر دوں گا۔ آپ جانتی ہیں کہ آخری فیصلہ بادشاہ خان ہی کریں گے۔"

"ہاں، میں جانتی ہوں اور مجھے تو بس پناہ اور تحفظ چاہیئے۔"

کیتھرو نے گھنٹی بجا کر کسی ملازم کا انتظار کرنے لگا اور چند لمحے بعد اس نے اینڈرا کو ملازم کے حوالے کر دیا جو اُسے اس کی رہائش گاہ کی جانب لے گیا تھا۔

برٹیو، ہینڈرک اور کریمر بادشاہ خان کے پاس پہنچ چکے تھے ان لوگوں کی شخصیتیں بے حد پُراسرار تھیں، ہینڈرک جرمن تھا، برٹیو انگریز اور کریمر ہالینڈ کا باشندہ تھا لیکن چاروں انتہائی قریبی دوستوں کی طرح تھے اور جیسا کہ مارلینو نے شیران کو بتایا تھا کہ ان چاروں کے ساتھ مزید چار افراد بھی تھے اور یہ آٹھوں، آٹھ عظیم الشان گروہوں کے سربراہان تھے اور آٹھوں کو ملا کر ایک بہت بڑا گروہ بن جاتا تھا۔ بہرطور، بادشاہ خان نے ان سب کا استقبال کیا اور پھر مارلینو کے سلسلے میں ایک خفیہ میٹنگ کا آغاز ہو گیا۔ سب سے پہلے کریمر نے اپنی معلومات سے آگاہ کیا کہ مارلینو کی شخصیت کانگ ہو میں بہت ہی نمایاں سمجھی جاتی ہے اور شاید اس نام کو وہاں کے حکام میں بھی مقبولیت حاصل ہے۔ یہ تمام مقبولیت مارلینو نے کس طرح حاصل کی، اس بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں۔

"ٹھیک ہے لیکن دوستو! کیا یہ وہی مارلینو ہو سکتا ہے؟ میرا خیال ہے مسٹر ہینڈرک اس سلسلے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔"

"میں نے بارہا اپنی اس حماقت کا اعتراف کیا ہے۔ پر کچھ تجربات کرنے کے بعد میں نے اُسے ایک انتہائی کار... بنا دیا تھا۔ میرے تمام فارمولے اور میرے سارے پروگرام اس کے ذہن میں محفوظ تھے لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کمبخت میرے ... سے باہر بھی ہو سکتا ہے۔ جو کچھ وہ میرے پاس سے لے ... وہ اتنا ہے کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے یعنی وہ ساری یادیں ... بھی لے گیا جو خود میرے پاس بھی موجود نہیں ہیں۔ میرا خیال ... کہ مارلینو کو میں ایک کتاب کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھ... اور جب بھی مجھے کسی مسئلے میں ضرورت پیش آئے گی میں اس ... سے استفادہ کر لیا کروں گا۔ میں نے اس کی اپنی شخصیت ... ختم کر دی تھی یہ دوسری بات ہے کہ میں نے اس کے ... ہاتھ پاؤں کو دوبارہ اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ ان سے اصل ... پاؤں کی مانند بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ اچھی حیثیت سے کام ... سکے۔ مارلینو نے ان تمام چیزوں سے فائدہ اُٹھایا اور فرار ... عرصے تک میں اس کی تلاش میں رہا اور بالآخر ناکام ... کتاب اس نقصان کو برداشت کر لینا چاہیئے۔ وہ کہیں ... گیا ہو گا لیکن اب جو یہ نام سامنے آیا ہے تو یقینی طور پر ... تشویش ہو سکتا ہے۔ بنکاک میں اس نام کی کیا حیثیت ..."

"ابھی کوئی خاص نہیں۔ بس منشیات کے کچھ اسمگل... اس کی ہنگامہ آرائی ہوئی ہے اور اس نے انھیں قتل کر دیا ... یہ اسمگلر بڑی طاقتور شخصیت کے مالک تھے۔ یہاں ... اڈے مارلینو کے قبضے میں آ چکے ہیں۔ بہرحال میں نے مناسب ... کہ اگر یہ خطرہ ہمیں بھی درپیش ہے تو ہمیں کوئی مناسب ... لینا چاہیے۔"

"مناسب فیصلہ کیا ہو سکتا ہے، بادشاہ خان؟" بر...

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے۔"

"تو پھر اس کے لیے مجھے ہی اجازت دی جائے کہ ... میرے ذریعے وجود میں آئی ہے میں ہی اس کا سدباب کر سکوں۔ میں کانگ ہو جاؤں گا اور وہاں سے مارلینو کے بارے میں مفصل حالات معلوم کروں گا۔ اس کے علاوہ ... کار نہیں۔" ہینڈرک نے کہا۔

"بہتر یہی ہے کہ اس کے بارے میں معلومات حا... اور جہاں بھی موقع ملے اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جا..."

"تو پھر اس سلسلے میں میں اپنی خدمات پیش کرتا ہوں ہینڈرک کا وہاں جانا مناسب نہیں ہو گا۔" کریمر نے کہا۔

"نہیں، مسٹر کریمر۔ میرے خیال میں ہینڈرک اس سلسلے میں زیادہ بہتر اقدامات کر سکتے ہیں چونکہ اس شخص کو وہ زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔ ہاں اگر آپ چاہیں تو ان کے ساتھ اس مہم میں شریک ہو جائیں اور مسٹر ہینڈرک اگر آپ میری ضرورت محسوس کریں تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

"میرے خیال میں مسٹر کریمر اور میں کانگ ہو روانہ ہو جاتے ہیں۔ آپ مطمئن رہیں بادشاہ خان اور ہمیں اس کام کی اجازت دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" بادشاہ خان نے گردن ہلا دی۔ "آپ لوگ حسب معمول اپنی اپنی پسندیدہ جگہوں پر قیام کریں گے یا میں کوئی بندوبست کر دوں؟"

"نہیں، ہم الگ ہی رہنا چاہتے ہیں۔" ہینڈرک نے کہا اور بادشاہ خان نے شانے ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب اُٹھ گئے، میٹنگ ختم ہو چکی تھی۔ سب نے بادشاہ خان سے ہاتھ ملایا اور پھر ایک ایک کر کے باہر نکل گئے۔ بادشاہ خان نہ جانے کیوں وہ ان تمام باتوں سے مطمئن نہیں تھا۔ اس نے پاؤں پھیلا کر آنکھیں بند کر لیں۔ پہاڑوں کا خوفناک بوڑھا نہ جانے کن پریشانیوں کا شکار تھا کہ اچانک سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اُٹھی، اس نے کاہلی سے ریسیور اُٹھایا اور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔" وہ بھاری آواز میں بولا۔

"کیتھرو بول رہا ہے، بادشاہ خان۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ میٹنگ ختم ہو چکی ہے اور مہمان جا چکے ہیں۔"

"کیا بات ہے؟"

"میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں، بہت ہی خاص۔"

"ٹھیک ہے، آجاؤ۔" بادشاہ خان نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ اُسی طرح آنکھیں بند کر کے نیم غنودہ سے انداز میں بیٹھا رہا اور اس وقت چونکا جب دروازے سے کیتھرو نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اس نے اجازت دیدی اور نیم وا آنکھوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ "کیا بات ہے کیتھرو؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"گاوچی کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

"کیا؟" بادشاہ خان سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"گری تھاڈ گاوچی ہلاک ہو چکا ہے۔"

"اوہ کیا یہ تصدیق شدہ خبر ہے؟"

"یقیناً اس کی ایک ساتھی اینڈرا گاوچی اس وقت میرے پاس موجود ہے۔"

"کیوں آئی ہے وہ؟"

"گری تھاڈ گاوچی کے بارے میں تفصیلات فراہم کرنے اور ہمارے پاس پناہ لینے ... میں نے اس سے وعدہ تو نہیں کیا لیکن یہ ضرور کہا ہے کہ بادشاہ خان تک اُس کی یہ درخواست پہنچا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، یہ باتیں بعد میں ہو جائیں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ گاوچی کیسے مارا گیا۔ اس کے گروہ کے اور بھی افراد مارے گئے یا وہ تنہا تھا؟"

"اینڈرا کا کہنا ہے کہ تمام وہ افراد مارے گئے جو گروہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔"

"اوہ، اوہ، کیسے مارے گئے اس کی تفصیل معلوم ہو سکی ہے یا نہیں؟"

"انھیں مارلینو کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے۔"

"بہت بڑی بات ہے۔ مارلینو نے تو یہاں تباہی مچا دی ہے۔ غالباً وہ منشیات کی مارکیٹ اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کل وہ اسمگلنگ کے دوسرے ذرائع پر بھی قابض ہونے کی کوشش کرے۔"

"عجیب بات یہ ہے کہ مارلینو کے لیے جو شخص کام کر رہا ہے وہ قبائلی ہے۔"

"کیا مطلب؟" بادشاہ خان ایک بار پھر چونک پڑا۔

"اینڈرا گاوچی مارلینو کے اڈوں سے اس قبائلی کی تصاویر بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ کیا وہ تصویریں ساتھ لائی ہے؟"

"جی ہاں ..." کیتھرو نے جیب سے تصویروں کا پیکٹ نکالا اور بادشاہ خان کے سامنے پیش کر دیا۔ بادشاہ خان نے پُرتجسس انداز میں پیکٹ سے ایک تصویر نکالی، یہ شیران کی تصویر تھی بادشاہ خان نے اُسے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے تصویر اس کی چٹکی سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی۔ اس نے بے اختیار جھپٹا مار کر اُسے اُٹھایا اور آنکھوں کے بالکل قریب کر کے دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ آگ کی طرح سُرخ ہو گیا اور آنکھوں سے دیوانگی جھلکنے لگی۔

"ناممکن... خدا کی قسم ناممکن۔ یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ یہ... کیتھرو... کیا واقعی؟" اس نے لفافے کی تمام تصویریں اُلٹ دیں اور بے صبری سے اُنھیں دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں اور کیتھرو اس مردِ آہن کی اس کیفیت کو تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ بادشاہ اس کی نگاہوں میں ایک مافوق الفطرت ہستی کا مالک تھا جو کہیں بھی مات نہیں کھاتا تھا بادشاہ خان دیر تک اس عجیب سی حالت میں مبتلا رہا... پھر وہ بڑی مشکل سے خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہوا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیتھرو... اینڈرا کو اپنے ساتھ رہنے دو۔ میں تمھیں کچھ خاص ہدایات دوں گا لیکن ابھی نہیں... فوری طور پر سارے کام بند کردو۔ میرا مطلب ہے، ایسے اہم کام جن میں اس شخص سے مڈبھیڑ کا خطرہ ہو۔ میں تمھیں یہ ہدایات بھی دے سکتا تھا کہ اسے جہاں بھی دیکھو گھیرو، گرفتار کرلو یا اسے قتل کردو لیکن ابھی نہیں۔ میں اس کے لیے باقاعدہ پلاننگ دوں گا۔"

"جو حکم بادشاہ خان لیکن میں ایک سوال کرنے سے باز نہیں رہ سکوں گا۔"

"کہو کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟" بادشاہ خان نے اُسے تیز آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ آج تک کسی سے متاثر نہیں ہوئے۔ آپ نے مارلینو کا نام سن کر بھی کسی خاص پریشانی کا اظہار نہیں کیا لیکن یہ تصویر دیکھ کر آپ کافی اُلجھ گئے ہیں۔ میں اس شخص کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی نہیں، ابھی نہیں، یوں سمجھ لو کہ یہ دنیا کا خطرناک ترین آدمی ہے۔ قاتل ہے۔ مجھ سے زیادہ اسے کوئی نہیں جان سکتا۔ یہ جتنا خطرناک ہے، تم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ روئے زمین پر میرا اس جیسا بدترین دشمن اور کوئی نہیں ہوگا۔ میں سب سے زیادہ نعمان خان کے لیے پریشان ہوں۔ نعمان خان اور اس کے بھائیوں کے لیے خصوصی انتظامات کرنا ہوں گے بلکہ مجھے تو اب یہ شبہ ہو رہا ہے کہ یہ شخص ہماری ہی بو سونگھتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے۔" بادشاہ خان کی مٹھیاں بار بار بھنچ رہی تھیں۔ وہ شدید ہیجان کا شکار نظر آرہا تھا۔

کیتھرو نے اُس سے زیادہ کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا اس نے گردن جھکا کر کہا۔ "تو بادشاہ خان مجھے اجازت ہے؟"

"سنو سنو۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال آرہا ہے۔ نعمان خان کے بارے میں جو رپورٹ تم نے دی ہے اس پر میں مزید تشویش کا شکار ہوگیا ہوں۔ اس کے پاس آج کل ہیروئن ہے جسے وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔"

"جی ہاں... اور میں آپ کو اس کی تفصیل رپورٹ پیش کرچکا ہوں۔"

"کیا بنکاک میں ان حالات میں، ہیروئن خریدنے والی کوئی پارٹی مل سکتی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ نہیں جناب۔ مارلینو نے جس طرح یہاں کی مارکیٹ پر قبضہ جما رکھا ہے اس سے ریٹیل بزنس کرنے والے تو ختم ہوچکے ہیں۔ گویا بنکاک میں ہیروئن فروخت کرنا بے حد مشکل کام ہے۔"

"ٹھیک ہے کیتھرو، یہ ہیروئن تم خرید لو نعمان خان کے لیے ایک ایسی پارٹی تیار کرو جو ہیروئن خریدنے میں دلچسپی کا اظہار کرے اور پھر اُس کی منہ مانگی قیمت پر یہ سودا کرلو۔ اُسے ادائیگی کردو ہیروئن اپنی تحویل میں لے لو۔ سمجھے؟"

"بہت بہتر... لیکن میں اس کی وجہ نہیں سمجھ سکا ہوں" کیتھرو نے کہا۔

"میں نہیں چاہتا کہ نعمان خان یہ ہیروئن فروخت کرنے کے لیے مارلینو کے ایجنٹ شیران سے رجوع کرے۔ وہ نعمان خان کا بھی دشمن ہے۔ میں اُنھیں آمنے سامنے نہیں دیکھنا چاہتا۔ ابھی حالات مجھے اس کی اجازت نہیں دیتے کہ میں وہ بڑا کھیل کھیلوں جو میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ فی الحال نعمان خان کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ چنانچہ تم فوراً ایک ایسی پارٹی کا بندوبست کرو اور ایسے آدمی استعمال کرو جن کے بارے میں نعمان لاعلم ہو۔ میرا خیال ہے اس کام میں تمھیں دشواری نہیں ہوگی؟"

"نہیں ہوگی جناب آپ بالکل مطمئن رہیں" کیتھرو نے جواب دیا۔

"سوری کیتھرو میں، تمھارے اوپر بہت سی ذمے داریاں ڈال رہا ہوں لیکن میرے دوست، حالات کا تقاضا یہی ہے اور میں تم سے پوری توقع رکھتا ہوں کہ جس انداز میں اور جو میں نے کہا ہے، اسی انداز میں اس کی تکمیل بھی کرو گے۔"

"یقیناً، بادشاہ خان... یہ میرا ریکارڈ ہے۔"

"ٹھیک ہے، اب تم جاؤ۔" بادشاہ خان نے کہا۔ وہ ادب سے گردن خم کرکے کمرے سے نکل گیا۔ کیتھرو کے جانے کے بعد بادشاہ خان کا اضطراب کچھ اور بڑھ گیا۔ وہ شدید ذہنی

کا شکار نظر آرہا تھا کافی دیر تک وہ پشت پر ہاتھ باندھے کمرے میں ٹہلتا رہا۔ وہ کوئی بے چین بھیڑیا معلوم ہو رہا تھا۔ نعمان خان اور اس کے آٹھوں بھائیوں سے اُسے بے حد پیار تھا وہ اس کے مرحوم بھائی کی اولاد ہی نہیں تھے بلکہ اب یہی بادشاہ خان کا خاندان تھا۔ جو کچھ ہوچکا تھا وہ بادشاہ خان کی پیشانی پر بدنما دھبہ تھا وہ خود بھی شیران سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں شیران، نعمان خان کی تلاش میں ہی یہاں تک نہ پہنچا ہو۔ چنانچہ اُسے نعمان کی زندگی خطرے میں محسوس ہو رہی تھی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد اس نے ایک فیصلہ کیا اور ٹیلی فون کے پاس پہنچ گیا۔ برٹیو، ہینڈرک اور کریمرا بھی بنکاک میں موجود تھے۔ وہ جانتا تھا کہ برٹیو سے خاص طور سے نعمان خان کی دوستی ہے اور برٹیو ہی یہ کام کرسکتا تھا جو اُس کے ذہن میں آیا تھا۔ چنانچہ اس نے فون پر برٹیو سے رابطہ قائم کیا اور تھوڑی دیر کے بعد برٹیو اسے مل گیا۔

"ہیلو خان کیسے مزاج ہیں؟" برٹیو نے پوچھا۔

"بہت خراب۔ میں بے حد پریشان ہوں۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔ "یوں لگتا ہے، ڈاکٹر برٹیو! جیسے یہ ہفتہ نئی اور تشویش ناک باتوں کا ہے۔"

"آخر بات کیا ہے؟" برٹیو بھی اُلجھن میں پڑ گیا۔

"فی الحال تفصیل نہیں بتاؤں گا۔ یوں سمجھو کہ مارلینو کے نام کے ساتھ ایک ایسا نام میرے سامنے آیا ہے جو میرے لیے مارلینو سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہ ہمارا نجی بلکہ خاندانی معاملہ ہے۔ حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔ بہرحال مجھے تم سے ایک اور اہم کام آپڑا ہے۔"

"میں نے ہمیشہ تم سے پُرمحبت اور بھرپور تعاون کیا ہے۔"

"مجھے اس کا اعتراف ہے اور اسی لیے میں نے تمھیں اس کام کے لیے منتخب کیا۔"

"کام کیا ہے بادشاہ خان؟"

"نعمان خان اور اس کے تمام بھائیوں کو لے کر ہانگ کانگ چلے جاؤ۔ نعمان خان کے سامنے کوئی ایسا پروگرام پیش کرو جس میں اُسے بہت بڑا مالی فائدہ نظر آئے۔ ہانگ کانگ میں تمھیں اس وقت تک رہنا ہوگا جب تک میں کوئی نئی اطلاع نہیں دیتا۔"

"تمھارے خیال میں یہ قیام کتنا طویل ہوسکتا ہے؟" برٹیو نے سوال کیا۔

"ممکن ہے، دو تین ماہ لگ جائیں۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"لیکن بادشاہ خان، میں یہاں سے دو تین ماہ تک باہر نہیں رہ سکتا۔ مجھے اپنے معاملات بھی سنبھالنے ہوں گے اور پھر میں تو کریمر کے ساتھ..."

"میں جانتا ہوں لیکن کچھ عرصہ تم ہانگ کانگ میں گزار کر نعمان خان کو وہاں ایسے اُلجھاوے میں ڈال دو کہ وہ وہاں کافی عرصے تک رہنے پر مجبور ہوجائے۔ تم آئیوی کے ذریعے یہ کام کرسکتے ہو۔ اُسے وہاں چھوڑ دینا۔ میں آئیوی کو اس بارے میں اطلاع دیدوں گا کہ میرا کام مکمل ہوچکا ہے لہٰذا وہ بنکاک واپس آسکتی ہے۔ کریمر کو ہانگ کانگ روانہ کردو۔ مجبوری ہے ورنہ..."

"ہاں یہ ممکن ہے۔ میں آئیوی پر بھروسہ کرسکتا ہوں ویسے بادشاہ خان! میں ذہنی طور پر پریشان رہوں گا کہ آخر ایسا کیا معاملہ ہے جس نے تم جیسے آہنی انسان کو بھی پریشان کردیا۔" ڈاکٹر برٹیو نے کہا۔ "بہرحال مجھے یہ کام کب تک کرلینا چاہیے؟" ڈاکٹر برٹیو نے پوچھا۔

"میرے خیال میں دو یا تین دن رک جاؤ۔ اس دوران تم کوئی پروگرام بنا کر نعمان سے اس بارے میں گفتگو کرسکتے ہو۔ اس دوران تم نعمان سے قریب رہ کر یہ کوشش بھی کرو کہ وہ کہیں جانے نہ پائے۔ سمجھ رہے ہو نا میرا مطلب؟"

"ہاں، سمجھ رہا ہوں اور سخت متعجب بھی ہوں لیکن میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا کہ تم اس بارے میں مجھے تفصیلات بتاؤ۔"

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر، میں تمھارا یہ تعاون ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" یہ کہہ کر بادشاہ خان نے سلسلہ منقطع کردیا اور ایک صوفے سے ٹک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

◘

کیتھرو نے اپنا کام شروع کردیا تھا۔ وہ دونوں غیر ملکی تھے لیکن بادشاہ خان ہی کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے اور نعمان خان ابھی گروہ کے تمام آدمیوں سے واقف نہیں تھا۔ اس لیے جب وہ دونوں نعمان خان سے ملے تو نعمان خان کو شبہ تک نہ ہوا کہ ان کا تعلق کسی طور بادشاہ خان سے بھی ہوسکتا ہے۔ ان لوگوں کی ملاقات کا بندوبست خود کیتھرو نے کیا تھا۔

"ہم یہ ہیروئن مقامی طور پر فروخت نہیں کریں گے، جناب بلکہ اسے یہاں سے ہانگ کانگ لے جائیں گے اور پھر ہانگ کانگ سے استنبول... استنبول سے ہم اسے آہستہ آہستہ یورپ کے ممالک میں پہنچائیں گے یہ ہماری پلاننگ ہے۔"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، مسٹر بکین کہ آپ اس

کا کیا کریں گے۔ ظاہر ہے یہ آپ کا نیا کاروبار نہیں ہوگا بلکہ آپ پہلے بھی ایسا کرتے رہے ہوں گے۔ میں تو یہ ہیروئن فروخت کرنا چاہتا ہوں۔"

"یقیناً یقیناً میں نے تو دوستانہ طور پر اپنا یہ پروگرام بتلایا تھا۔ بہرصورت میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان سودا طے ہوجائے۔ میں آپ کو آپ کی پسندیدہ کرنسی میں ادائیگی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ کس حساب سے ہمیں یہ ہیروئن دے سکتے ہیں۔"

"جس حساب سے آجکل کی مارکیٹ چل رہی ہے۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"کوئی رعایت نہیں ملے گی؟" بیکن نے پوچھا۔

"مثلاً، آپ کیا رعایت چاہتے ہیں؟"

"جو بھی مل سکے۔"

"سب سے پہلی بات یہ ہے مسٹر بیکن کہ اس سے قبل بھی ایک سودا ہوچکا ہے اور اپنی بددیانتی کے شکار ہوچکے ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ مال دیکھ لیں سودا کریں اور ایمانداری کے ساتھ اُسے اُٹھالیں۔ میری خواہش ہے اس سلسلے میں نہ تو میری طرف سے کوئی بددیانتی ہو نہ آپ کی طرف سے ..."

"یقیناً یقیناً۔ ہم بے شمار سودے کرچکے ہیں۔ یہ کوئی نیا سودا نہیں ہے۔ براہ کرم ہمیں نمونہ دکھادیں۔" بیکن نے کہا۔

نعمان خان نے ہیروئن کی ایک تھیلی کھول کر سامنے رکھ دی۔ "سارا مال اسی قسم کا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اگر آپ کو یہ پسند ہے تو ٹھیک ہے۔"

اس شخص نے چٹکی سے پاؤڈر کو اٹھایا اور ذرا سی مقدار زبان سے لگائی پھر اُسے تھوک کر مسکراتا ہوا بولا۔ "ٹھیک ہے مال ہمیں پسند ہے۔ اب آپ اس کا سودا کرلیں۔"

نعمان خان نے اُسے رقم بتادی اور تھوڑی سی ردوقدح کے بعد یہ رقم منظور ہوگئی۔ "ہم آپ کو کل صبح ادائیگی کرکے مال اُٹھا لیں گے۔ تمام مال تیار رکھا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" نعمان خان نے جواب دیا اور وہ دونوں اس سے رخصت ہوگئے۔ نعمان خان بہت خوش تھا۔ ان کے جانے کے بعد اس نے کیتھرو کو بلایا اور اس سے گفتگو کرنے لگا۔ "کیا خیال ہے کیتھرو یہ لوگ اطمینان بخش ہیں نا؟"

"ہاں جناب۔ مسٹر بیکن عموماً یہیں سے خریداری کرتے ہیں بعض اوقات کچھ فروخت بھی کرتے ہیں۔ ہم نے کئی باران سے سودا کیا ہے۔ اتفاق سے یہ لوگ آگئے تھے تو میں نے ان سے ہیروئن کے بارے میں بات چیت کرلی۔ میرا خیال ہے جو سودا ہوا ہے، وہ انتہائی منافع بخش ہے۔ اس سے زیادہ بنکاک میں، اس ہیروئن کی قیمت نہیں مل سکتی تھی۔ ہاں، اگر ہم اسے یورپ لے جاتے تو وہاں اس کی قیمت کہیں زیادہ ہوجاتی۔"

"نہیں، ابھی نہیں۔ میں اپنے ہاتھ پاؤں پھیلاؤں گا لیکن آہستہ آہستہ۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنی پرواز بہت زیادہ بلند کردوں اور نقصان اٹھاؤں۔"

"یہی مناسب طریقہ ہے۔ نعمان خان۔" کیتھرو نے جواب دیا اور نعمان خان نے گردن ہلادی۔

دوسرے دن صبح وہ دونوں تاجر پھر آئے اور انھوں نے اپنے بریف کیس کھول کر نعمان کے سامنے رکھ دیے۔ نعمان خان کی مطلوبہ رقم اس کے سامنے تھی لیکن اس بار اس نے نوٹوں کی گڈیاں کھول کھول کر اچھی طرح دیکھ لیا تھا اور مطمئن ہوگیا تھا۔ تب اس نے ہیروئن ان دونوں کے حوالے کردی اور یہ سودا بخیر و خوبی طے ہوگیا۔ نعمان خان بے پناہ خوش تھا۔ اس نے کیتھرو کو بھی اس رقم سے مناسب حصہ دیا اور اس کے بعد رقم اس نے اپنے نام سے بینک میں جمع کرادی۔ آئیوی اور ڈاکٹر بریٹو اس وقت موجود نہیں تھے لیکن دوپہر کے کھانے پر آئیوی اور ڈاکٹر بریٹو نعمان خان کے ساتھ ہی تھے۔ نعمان خان نے انھیں اپنے اس سودے کے بارے میں بتایا اور بریٹو مسرت بھرے انداز میں مسکرانے لگا۔

"میں نے تو پہلے ہی تم سے کہا تھا، نعمان خان کہ اگر تم نے میری ہدایت پر عمل کیا تو اپنے لیے ایک شاندار راستہ تلاش کرنے میں کامیاب ہوجاؤگے۔ میں تمھارے بارے میں تفصیل معلوم کرچکا ہوں، تم نے دو نہایت شاندار کام کیے ہیں اور مجھے بے حد خوشی ہے کہ اب تم اس لائن میں چل نکلے ہو۔"

"شکریہ ڈاکٹر بریٹو۔ یہ پودا آپ نے ہی لگایا ہے اور آپ ہی کے ذریعے پروان چڑھ رہا ہے۔ نعمان خان جس قوم سے تعلق رکھتا ہے وہ احسان فراموش نہیں ہوتی۔ ہرچند کہ ہم بُرے راستوں کے راہی ہیں لیکن ہم اپنی فطرت کو نظرانداز نہیں کرسکتے۔ نعمان خان ہمیشہ آپ کا شکرگزار رہے گا۔"

"ارے نہیں نعمان خان، نہیں۔ تمھاری اپنی صلاحیتیں ہیں جو تم اتنی تیزی سے ترقی کررہے ہو۔ بہرحال، میں تمھارے لیے ایک اور پروگرام بناچکا ہوں اور اس اعتماد کے ساتھ کہ تم یقینی

طور پر میرا ساتھ دوگے اور میرے اس پروگرام میں دلچسپی لوگے۔"

"یقیناً یقیناً اگر آپ نے اس اعتماد سے کوئی پروگرام بنایا ہے تو میں بھلا کیسے انکار کرسکتا ہوں۔"

"اگر ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوگئے تو کروڑوں ڈالر کماسکتے ہیں لیکن اس کے لیے ہمیں بنکاک چھوڑنا پڑے گا اور ممکن ہے ہمیں ہانگ کانگ میں دو تین ماہ لگ جائیں۔"

"ہانگ کانگ چلنا ہوگا ہمیں؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"یقیناً بہت ہی دلچسپ مسئلہ ہے مگر اس کے بارے میں تفصیلات میں ہانگ کانگ چل کر ہی بتاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک باقاعدہ تفریحی پروگرام بنائیں۔ تم اپنے تمام بھائیوں کو بھی لے سکتے ہو کیونکہ وہ بھی بنکاک سے اُکتا گئے ہوں گے۔ ہانگ کانگ میں ہماری رہائش کے لیے ایک بہت ہی خوبصورت کوٹھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں وہاں تمام سہولتیں حاصل ہوں گی چنانچہ اگر ایک دو ماہ یا کچھ زیادہ عرصہ وہاں لگ گیا تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہوگا؟"

"ظاہر ہے۔ حرج کیا ہوسکتا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو تیاری کرلو ہم دو تین دن کے اندر اندر بنکاک سے نکل جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" نعمان خان نے کہا اور ڈاکٹر بریٹو نے پُرسکون انداز میں گردن ہلادی۔ وہ بادشاہ خان کے اس اُلجھے مسئلے کو حل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

★★

شیران نے درحقیقت وہ کر دکھایا تھا جو مارلینو کی اوّلین خواہش تھی۔ بنکاک میں منشیات کی سپلائی کے تمام اڈوں پر وہ قابض ہوچکا تھا اور اب پورے بنکاک میں ایک بھی فرد ایسا نہیں تھا جو اپنے طور پر منشیات کا کاروبار کرتا ہو۔ ہاں، چھوٹی چھوٹی ایسی دکانوں پر شیران نے نگاہ نہیں ڈالی تھی جو معمولی پیمانے پر کاروبار کرتی تھیں البتہ جہاں آوارہ گردوں کے ہجوم تھے وہاں مارلینو کے کیمپ بنے ہوئے تھے اور وہیں سے منشیات کی باقاعدہ سپلائی ہوتی تھی۔ وہ لوگ جو سپلائی کی سرپرستی کرتے تھے اور جن کا تعلق انتظامیہ سے تھا، اب شیران کی جانب متوجہ ہوگئے تھے۔ انھوں نے اپنے بارے میں تمام تفصیلات شیران کو مہیا کردی تھیں اور اس نے بھی بخوشی ان معاوضوں کو منظور کرلیا تھا۔ جو انھیں اس سے قبل ملا کرتے تھے چنانچہ اب انتظامیہ کی جانب سے مداخلت کا خطرہ بھی ٹل چکا تھا۔ گریکر اور میگنیشا اپنے پورے گروہ کے ساتھ شیران کے ساتھ تھے کیونکہ مارلینو کی جانب سے سدھا تی کو ... ملے تھے اس نے وہ احکامات گریکر کو پہنچا دیے تھے۔ جـ... نے شیران کے شانہ بشانہ کام شروع کردیا اور یوں شیران کو ... گروہ کا تعاون بھی حاصل ہوگیا لیکن اس بات کو کوئی ... نہیں کرسکتا تھا کہ شیران نے تن تنہا ان سارے مسائل کو ... تھا اور جب سب کچھ حل ہوگیا تب ہی اس نے گروہ ... قائم کیا تھا۔ یہ معمولی بات نہیں تھی۔ گری تھاؤ گاؤ جیسے ... خطرناک شخص کو شکست دے کر اس کے کاروبار پر قـ... لینا اور اُسے زندگی سے محروم کردینا معمولی کام نہیں تھا ... اس بات کا اعتراف کرتا تھا چنانچہ اب شیران بنکاک ... کے اڈوں کا بے تاج بادشاہ تھا تمام جگہوں پر قابو پا... بعد اس نے سکون کا سانس لیا اور اپنے لیے نئی دلچسپیا... کرنے لگا۔ تاؤنی ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا تھا اور گروہ ... تاؤنی کی بھی بہت زیادہ عزت کرتے تھے اور تاؤنی کے ... پر نہیں بیٹھتے تھے۔ اس کا انداز ہی بدل گیا تھا۔ کچھ عرصـ... ایک گھٹیا سا شخص تھا اور اُسے گانگ ہو میں کوئی پوچھ... تھا۔ آوارہ گردوں میں بعض اوقات ایسی شکلیں بھی نظر آ... جو ذہن پر ایک عجیب سا تاثر چھوڑتی تھیں۔ تاؤنی نے اـ... کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ آوارہ گردوں کا سا انداز ا... ہوئے تھے لیکن ان جیسے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ دو... عورت میں ایک عجیب سی کشش تھی۔ اس کا قد کسی طـ... فٹ سے کم نہیں تھا اُسے انتہائی خوب صورت کہا جـ... مرد اس کی بہ نسبت دُبلا پتلا اور قدرے پستہ قامت ... وہ بھی پڑھے لکھے رکھ رکھاؤ کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس... بڑی آنکھوں میں ذہانت کی چمک بھی نظر آتی تھی...

کیمپ میں ان کا خیمہ عام خیموں سے کسی قدر ہـ... ہوا تھا۔ تاؤنی اس خیمے کے گرد چکرانے لگا وہ ان د... دوستی کرنے کا خواہش مند تھا... اور تھوڑی ہی دیر ... اس کی ملاقات ہوگئی۔ تاؤنی کو اپنی طرف متوجہ پاکر ... سے مسکرایا تھا اور تاؤنی کے سارے ہی دانت باہر نکـ...

"ہیلو..." مرد نے کہا۔

"ہیلو...؟" اس نے سوالیہ انداز میں مرد کو دیکھـ...

"پال میگرو۔"

"گڈ... گڈ۔ مجھے تاؤنی کہتے ہیں۔"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی، مسٹر تاؤنی۔"

کا کیا کریں گے۔ ظاہر ہے یہ آپ کا نیا کاروبار نہیں ہوگا بلکہ آپ پہلے سے ایسا کرتے رہے ہوں گے۔ میں تو یہ ہیروئن فروخت کرنا چاہتا ہوں۔"

"یقیناً یقیناً! میں نے تو دوستانہ طور پر اپنا یہ پروگرام بتلایا تھا۔ بہرصورت میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان سودا طے ہوجائے۔ میں آپ کو آپ کی پسندیدہ کرنسی میں ادائیگی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ کس حساب سے ہمیں یہ ہیروئن دے سکتے ہیں؟"

"جس حساب سے آجکل کی مارکیٹ چل رہی ہے۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"کوئی رعایت نہیں ملے گی؟" بیکن نے پوچھا۔

"مثلاً آپ کیا رعایت چاہتے ہیں؟"

"جو بھی مل سکے۔"

"سب سے پہلی بات یہ ہے مسٹر بیکن کہ اس سے قبل بھی ایک سودا ہوچکا ہے اور اپنی بددیانتی کے شکار ہوچکے ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ مال دیکھ لیں سودا کریں اور ایمانداری کے ساتھ اُسے اُٹھالیں۔ میری خواہش ہے اس سلسلے میں نہ تو میری طرف سے کوئی بددیانتی ہو نہ آپ کی طرف سے..."

"یقیناً یقیناً۔ ہم بے شمار سودے کرچکے ہیں۔ یہ کوئی نیا سودا نہیں ہے۔ براہِ کرم ہمیں نمونہ دکھا دیں۔" بیکن نے کہا۔

نعمان خان نے ہیروئن کی ایک تھیلی کھول کر سامنے رکھ دی۔ "سارا مال اسی قسم کا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اگر آپ کو یہ پسند ہے تو ٹھیک ہے۔"

اس شخص نے چٹکی سے پاؤڈر کو اٹھایا اور ذرا سی مقدار زبان سے لگائی پھر اُسے تھوک کر مسکراتا ہوا بولا۔ "ٹھیک ہے مال ہمیں پسند ہے۔ اب آپ اس کا سودا کرلیں۔"

نعمان خان نے اُسے رقم بتادی اور تھوڑی سی ردوقدح کے بعد یہ رقم منظور ہوگئی۔ "ہم آپ کو کل صبح ادائیگی کرکے مال اُٹھا لیں گے۔ تمام مال تیار رکھا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" نعمان خان نے جواب دیا اور وہ دونوں اس سے رخصت ہوگئے۔ نعمان خان بہت خوش تھا۔ ان کے جانے کے بعد اس نے کیتھرو کو بلایا اور اس سے گفتگو کرنے لگا۔ "کیا خیال ہے کیتھرو یہ لوگ اطمینان بخش ہیں نا؟"

"ہاں جناب۔ مسٹر بیکن عموماً یہیں سے خریداری کرتے ہیں بعض اوقات کچھ فروخت بھی کرتے ہیں۔ ہم نے کئی بار ان سے سودا کیا ہے۔ اتفاق سے یہ لوگ آگئے تھے تو میں نے ان سے ہیروئن کے بارے میں بات چیت کرلی۔ میرا خیال ہے جو سودا ہوا ہے وہ انتہائی منافع بخش ہے۔ اس سے زیادہ بنکاک میں اس ہیروئن کی قیمت نہیں مل سکتی تھی۔ ہاں، اگر ہم اسے یورپ لے جاتے تو وہاں اس کی قیمت کہیں زیادہ ہوجاتی۔"

"نہیں، ابھی نہیں۔ میں اپنے ہاتھ پاؤں پھیلاؤں گا لیکن آہستہ آہستہ۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنی پرواز بہت زیادہ بلند کردوں اور نقصان اُٹھاؤں۔"

"یہی مناسب طریقہ ہے نعمان خان۔" کیتھرو نے جواب دیا اور نعمان خان نے گردن ہلادی۔

دوسرے دن صبح وہ دونوں تاجر پھر آئے اور انھوں نے اپنے بریف کیس کھول کر نعمان کے سامنے رکھ دیے۔ نعمان خان کی مطلوبہ رقم اس کے سامنے تھی لیکن اس بار اس نے نوٹوں کی گڈیاں کھول کھول کر اچھی طرح دیکھ لیا تھا اور مطمئن ہوگیا تھا۔ تب اس نے ہیروئن ان دونوں کے حوالے کردی اور یہ سودا بخیر و خوبی طے ہوگیا۔ نعمان خان بے پناہ خوش تھا۔ اس نے کیتھرو کو بھی اس رقم سے مناسب حصہ دیا اور اس کے بعد رقم اس نے اپنے نام سے بینک میں جمع کرادی۔ آیئوی اور ڈاکٹر بریٹو اس وقت موجود نہیں تھے لیکن دوپہر کے کھانے پر آیئوی اور ڈاکٹر بریٹو نعمان خان کے ساتھ ہی تھے۔ نعمان خان نے انھیں اپنے اس سودے کے بارے میں بتایا اور بریٹو مسرت بھرے انداز میں مسکرانے لگا۔

"میں نے تو پہلے ہی تم سے کہا تھا، نعمان خان کہ اگر تم نے میری ہدایت پر عمل کیا تو اپنے لیے ایک شاندار راستہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ میں تمھارے بارے میں تفصیل معلوم کرچکا ہوں، تم نے دو نہایت شاندار کام کیے ہیں اور مجھے بے حد خوشی ہے کہ اب تم اس لائن میں چل نکلے ہو۔"

"شکریہ ڈاکٹر بریٹو۔ یہ پودا آپ نے ہی لگایا ہے اور آپ ہی کے ذریعے پروان چڑھ رہا ہے۔ نعمان خان جس قوم سے تعلق رکھتا ہے وہ احسان فراموش نہیں ہوتی۔ ہرچند کہ ہم بُرے راستوں کے راہی ہیں لیکن ہم اپنی فطرت کو نظرانداز نہیں کرسکتے۔ نعمان خان ہمیشہ آپ کا شکرگزار رہے گا۔"

"ارے نہیں نعمان خان، نہیں۔ تمھاری اپنی صلاحیتیں ہیں جو تم اتنی تیزی سے ترقی کررہے ہو۔ بہرحال، میں تمھارے لیے ایک اور پروگرام بنا چکا ہوں اور اس اعتماد کے ساتھ کہ تم یقینی

طور پر میرا ساتھ دوگے اور میرے اس پروگرام میں دلچسپی لوگے۔"

"یقیناً یقیناً اگر آپ نے اس اعتماد سے کوئی پروگرام بنایا ہے تو میں بھلا کیسے انکار کرسکتا ہوں۔"

"اگر ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوگئے تو کروڑوں ڈالر کما سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ہمیں بنکاک چھوڑنا پڑے گا اور ممکن ہے ہمیں ہانگ کانگ میں دو تین ماہ لگ جائیں۔"

"ہانگ کانگ چلنا ہوگا ہمیں؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"یقیناً بہت ہی دلچسپ مسئلہ ہے مگر اس کے بارے میں تفصیلات میں ہانگ کانگ چل کر ہی بتاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک باقاعدہ تفریحی پروگرام بنائیں۔ تم اپنے تمام بھائیوں کو بھی لے سکتے ہو کیونکہ وہ بھی بنکاک سے اُکتا گئے ہوں گے۔ ہانگ کانگ میں ہماری رہائش کے لیے ایک بہت ہی خوبصورت کوٹھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں وہاں تمام سہولتیں حاصل ہوں گی چنانچہ اگر ایک دو ماہ یا کچھ زیادہ عرصہ وہاں لگ گیا تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہوگا؟"

"ظاہر ہے۔ حرج کیا ہوسکتا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو تیاری کرلو ہم دو تین دن کے اندر اندر بنکاک سے نکل جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" نعمان خان نے کہا اور ڈاکٹر بریٹو نے پُرسکون انداز میں گردن ہلادی۔ وہ بادشاہ خان کے اس بڑے مسئلے کو حل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

★★

شیران نے درحقیقت وہ کر دکھایا تھا جو مارلینو کی اوّلین خواہش تھی۔ بنکاک میں منشیات کی سپلائی کے تمام اڈوں پر وہ قابض ہوچکا تھا اور اب پورے بنکاک میں ایک بھی فرد ایسا نہیں تھا جو اپنے طور پر منشیات کا کاروبار کرتا ہو۔ ہاں، چھوٹی چھوٹی ایسی دُکانوں پر شیران نے نگاہ نہیں ڈالی تھی جو معمولی پیمانے پر کاروبار کرتی تھیں البتہ جہاں آوارہ گردوں کے ہجوم تھے وہاں مارلینو کے کیبن بنے ہوئے تھے اور وہیں سے منشیات کی باقاعدہ سپلائی ہوتی تھی۔ وہ لوگ جو سپلائی کی سرپرستی کرتے تھے اور جن کا تعلق انتظامیہ سے تھا، اب شیران کی جانب متوجہ ہوگئے تھے۔ انھوں نے اپنے بارے میں تمام تفصیلات شیران کو مہیا کردی تھیں اور اس نے بھی بخوشی ان معاوضوں کو منظور کرلیا تھا جو انھیں اس سے قبل ملا کرتے تھے چنانچہ اب انتظامیہ کی جانب سے مداخلت کا خطرہ بھی ٹل چکا تھا۔ گریکر اور میگنیٹا اپنے پورے گروہ کے ساتھ شیران کے ساتھ تھے کیونکہ مارلینو کی جانب سے سدھانتی کو جو احکامات ملے تھے اس نے وہ احکامات گریکر کو پہنچا دیے تھے۔ چنانچہ انھوں نے شیران کے شانہ بشانہ کام شروع کردیا اور یوں شیران کو اپنے گروہ کا تعاون بھی حاصل ہوگیا لیکن اس بات کو کوئی بھی فراموش نہیں کرسکتا تھا کہ شیران نے تن تنہا ان سارے مسائل کو حل کیا تھا اور جب سب کچھ حل ہوگیا تب ہی اس نے گروہ سے رابطہ قائم کیا تھا اور یہ معمولی بات نہیں تھی۔ گری تھاڈ گاڈچی جیسے خطرناک شخص کو شکست دے کر اُس کے کاروبار پر قبضہ کر لینا اور اُسے زندگی سے محروم کردینا معمولی کام نہیں تھا پورا گروہ اس بات کا اعتراف کرتا تھا چنانچہ اب شیران بنکاک کے منشیات کے اڈوں کا بے تاج بادشاہ تھا تمام جگہوں پر قابو پانے کے بعد اس نے سکون کا سانس لیا اور اپنے لیے نئی دلچسپیاں تلاش کرنے لگا۔ تاؤنی ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا تھا اور گروہ کے لوگ تاؤنی کی بھی بہت زیادہ عزت کرتے تھے اور تاؤنی کے قدم زمین پر نہیں پڑتے تھے۔ اس کا انداز ہی بدل گیا تھا۔ کچھ عرصہ قبل وہ ایک گھٹیا سا شخص تھا اور اُسے گانگ ہو میں کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا۔ آوارہ گردوں میں بعض اوقات ایسی شکلیں بھی نظر آجاتی تھیں جو ذہن پر ایک عجیب سا تاثر چھوڑتی تھیں۔ تاؤنی نے اس جوڑے کو حیرت کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ آوارہ گردوں کا سا انداز اختیار کیے ہوئے تھے لیکن ان جیسے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ دراز قامت عورت میں ایک عجیب سی کشش تھی۔ اس کا قد کسی طور بھی چھ فٹ سے کم نہیں تھا اُسے انتہائی خوب صورت کہا جاسکتا تھا مرد اس کی بہ نسبت دُبلا پتلا اور قدرے پستہ قامت تھا لیکن وہ بھی بڑے رکھ رکھاؤ کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ذہانت کی چمک بھی نظر آتی تھی۔

کیمپ میں ان کا خیمہ عام خیموں سے کسی قدر ہٹ کر لگا ہوا تھا۔ تاؤنی اس خیمے کے گرد چکرانے لگا وہ ان دونوں سے دوستی کرنے کا خواہش مند تھا... اور تھوڑی ہی دیر بعد مرد سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ تاؤنی کو اپنی طرف متوجہ پاکر وہ خوش دلی سے مسکرایا تھا اور تاؤنی کے سارے ہی دانت باہر نکل آئے۔

"ہیلو..." مرد نے کہا۔

"ہیلو...؟" اس نے سوالیہ انداز میں مرد کو دیکھا۔

"پال میگرو۔"

"گڈ... گڈ۔ مجھے تاؤنی کہتے ہیں۔"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی، مسٹر تاؤنی۔"

مجھے بھی... آپ کا خیمہ دوسرے خیموں سے اتنا الگ تھلگ کیوں ہے؟

"دراصل مجھے ہنگامہ آرائی پسند نہیں ہے۔"

"یقیناً یقیناً آپ ان سب سے مختلف بھی نظر آتے ہیں۔ آیئے کہیں بیٹھ کر باتیں کی جائیں کیا آپ تنہا ہیں؟"

"نہیں، فلیٹی میرے ساتھ ہے۔" پال نے جواب دیا۔

"تو انھیں بھی بلا لیجئے نا۔" تاؤنی نے شرماتے ہوئے انداز میں کہا۔

پال عجیب نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر خشک لہجے میں بولا۔ "وہ اس وقت سو رہی ہے آؤ ہم دونوں ہی گفتگو کریں۔"

پال کے لہجے کو تاؤنی نے بخوبی محسوس کر لیا اور جلدی سے گردن ہلاتا ہوا بولا۔ "ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ آؤ۔" دونوں خیمے سے ہٹ کر ایک ابھرے ہوئے پتھر پر جا بیٹھے۔ پال حسب معمول سنجیدہ سا نظر آ رہا تھا اس کی آنکھوں کی چمک اس کی ذہانت کا پتہ دیتی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے وہ تاؤنی کی کھوپڑی میں اترنے کی کوشش کر رہا ہو۔ تاؤنی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "تمہاری طرف متوجہ ہونے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے بس تمہارا خیمہ مجھے عام لوگوں سے الگ تھلگ ہٹ کر نظر آیا تو میں نے سوچا کہ تم سے معلوم کروں کہ تم ان لوگوں سے مختلف کیوں ہو اس کے علاوہ یہ میرا فرض بھی تھا، کیونکہ میں اس کیمپ کا منیجر ہوں۔"

"کیا مطلب؟" پال نے چونک کر تاؤنی کو دیکھا۔

تاؤنی فخریہ انداز میں مسکرانے لگا۔

"بس اسی کیمپ کے...؟" پال نے دریافت کیا۔

"نہیں، بلکہ بنکاک میں موجود تمام کیمپ میرے چارج میں ہیں۔"

"کیا واقعی؟" پال کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔ "تب تو آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، مسٹر تاؤنی۔ آپ اتنی اہم اور رتبے دار شخصیت اس طرح خود چل کر ہماری خیریت معلوم کرنے آئے۔ میں تو اپنے آپ کو غیر معمولی خوش قسمت سمجھنے لگا ہوں۔"

"یقیناً یقیناً۔ میں عام لوگوں سے بہت کم ملتا ہوں۔ میری نگاہ اتنی تیز ہے کہ عام اور خاص لوگوں میں پہچان کر لیتا ہوں۔ آپ مجھے دوسرے لوگوں سے بالکل منفرد معلوم ہوتے۔"

"اوہ نہیں، یہ آپ کی محبت ہے ورنہ میں کس قابل ہوں۔" پال نے انکسار سے کہا۔

"ہاں، یہ بھی آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ واقعی واقعی میرا مطلب ہے اوہ اب تو آپ مس فلیٹی کو بلوا لیجئے۔" تاؤنی نے دل کی بات کہہ ڈالی۔

پال اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر خود کو سنبھال کر بولا۔ "آپ یقین کریں، فلیٹی سو رہی ہے۔ میں پھر کسی وقت آپ دونوں کی ملاقات کرا دوں گا۔"

"اچھا اچھا کوئی بات نہیں۔ ویسے آپ کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"نہیں، میں آوارہ گرد ہوں، سیاح ہوں۔ ہم دونوں دنیا کو دیکھنے کے خواہشمند ہیں لیکن ہمارے وسائل اتنے نہیں ہیں کہ ہم اچھے پیمانے پر سیاحت کر سکیں۔ ان کیمپوں میں قیام کرنے سے کچھ بچت ہو جاتی ہے۔"

"واہ، یہی تو میں بھی کہتا تھا کہ آپ سو فیصد ان لوگوں میں سے نہیں معلوم ہوتے۔ ویسے ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟"

"دنیا سے بھاگے ہوئے لوگ ہیں۔ خود کو نشہ آور ادویات کی آغوش میں سلا دیتے ہیں اور دنیا کو حقیقت کی آنکھ سے دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ سیاحت اور آوارہ گردی میں فرق ہے۔ سیاحت میں انسان دیکھتا ہے، محسوس کرتا ہے اور کچھ حاصل کرتا ہے جبکہ یہ لوگ بس ایک جگہ سے دوسری جگہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔"

"واہ واہ۔ آپ تو شاعر بھی معلوم ہوتے ہیں۔"

"نہیں، میں حقیقت پسند آدمی ہوں۔"

"اور مس... میرا مطلب ہے مس فلیٹی؟"

"فلیٹی کا اپنا مزاج ہے۔"

"خوب، وہ آپ کی... میرا مطلب ہے آپ کی...؟"

"وہ میری کوئی نہیں ہے لیکن بہت کچھ ہے۔ ہم دوست ہیں اور طویل عرصے سے ایک ساتھ ہیں۔"

"اچھا اچھا۔ خوب۔" تاؤنی بار بار خیمے کی جانب دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک پال اس کے ساتھ بیٹھا رہا پھر بولا۔ "میں ذرا کچھ خریداری کرنے جا رہا تھا..."

"اوہ یقیناً یقیناً۔" تاؤنی کھڑا ہو گیا۔

پال نے اس سے گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ "آئندہ بھی آپ سے ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"یقیناً ہو گی۔ میں خود آؤں گا۔" تاؤنی نے جواب دیا اور پال اس سے مصافحہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ تاؤنی اپنی جگہ کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا اور پھر جب پال نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو تاؤنی نے گہری سانس لے کر خیمے کی طرف دیکھا اور کچھ سوچتا ہوا آگے بڑھ

گیا۔ چند لمحے بعد وہ خیمے کے دروازے پر تھا۔ اس نے خیمے کا پردہ ہٹا کر اندر جھانکا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں کھوپڑی پیچھے کر لی۔ اس کے چہرے سے تقریباً ایک فٹ کے فاصلے پر فلیٹی کا چہرہ نظر آیا تھا غالباً وہ باہر نکل رہی تھی فلیٹی کے حلق سے ایک آواز نکل گئی پھر وہ خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر آ گئی۔ تاؤنی احمقوں کے سے انداز میں سر کھجا رہا تھا۔ فلیٹی نے اسے دیکھا اور اس کے حسین ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہیلو!" اس نے شیریں آواز میں کہا۔

تاؤنی کی باچھیں بے اختیار کھل گئیں۔ "ہیلو ہیلو مس فلیٹی۔"

"ارے آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا؟" فلیٹی نے متعجب ہو کر کہا۔

"آپ جیسی خواتین کے بارے میں تو خود بخود معلومات حاصل ہو جاتی ہیں آپ صرف نام کی بات کر رہی ہیں۔"

"کمال ہے۔ افسوس میں آپ کا نام نہیں جانتی؟"

"خادم کو تاؤنی کہتے ہیں۔"

"آپ مقامی معلوم ہوتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں صرف مقامی ہی نہیں بلکہ ان کیمپوں کا انچارج بھی ہوں۔" تاؤنی نے فخریہ انداز میں کہا۔

"ویری گڈ۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مجھ سے کوئی کام تھا؟"

"نہیں نہیں بس ابھی مسٹر پال سے ملاقات ہوئی تھی ان ہی سے آپ کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوئیں۔ جی چاہا کہ آپ سے بھی ملاقات کر لوں کیونکہ آپ کی پرکشش شخصیت دور نہیں رہنے دے رہی تھی۔" تاؤنی نے کہا۔

"اوہ، اچھا اچھا۔ میں سو رہی تھی لیکن اچانک کچھ آوازوں نے مجھے چونکا دیا اور اس کے بعد مجھے نیند نہیں آ سکی غالباً یہ آپ لوگ ہی تھے جو گفتگو کر رہے تھے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ ہماری وجہ سے آپ کی نیند خراب ہوئی۔"

"ارے نہیں یہ کوئی سونے کا وقت تو نہیں بس یوں ہی تھک کر لیٹ گئی۔ دراصل یہ آوارہ گرد راتوں کو دیر تک ہنگامہ کرتے رہتے ہیں ان کی وجہ سے نیند نہیں آتی لیکن مجبوری ہے، ان کیمپوں کے علاوہ کہیں اور قیام بھی نہیں کیا جا سکتا بہت مہنگا پڑتا ہے۔"

"ہاں ہاں، مسٹر پال مجھے بتا رہے تھے لیکن آپ فکر مند نہ ہوں اگر آپ لوگ میرا مطلب ہے آپ دونوں ضرورت محسوس کریں تو میں آپ کی ہر قسم کی امداد کر سکتا ہوں۔"

"آیئے خیمے کے اندر آ جایئے۔" فلیٹی نے پیش کش کی اور تاؤنی اس کے ساتھ خیمے میں داخل ہو گیا۔ چھوٹا سا خیمہ تھا مختصر سامان سے آراستہ۔ چمڑے کے چند اسٹول پڑے ہوئے تھے۔ تاؤنی انھی میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔

"آپ بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے کہا ہے کہ آپ ان کیمپوں کے انچارج ہیں جبکہ میں نے سنا ہے کہ یہ کیمپ مارلینو کے نام سے چلتے ہیں۔"

"ہاں، مارلینو ہمارا چیف ہے یہ تمام کیمپ اسی کے ہیں۔ انھیں قائم کرنے والا مارلینو نہیں بلکہ ایک اور شخصیت ہے جو پردۂ راز میں ہے۔"

"کیا مطلب، کیا وہ شخصیت آپ کی ہے؟"

"کہنے کو تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے لیکن میں اپنے دوست شیران کا نام ضرور لوں گا۔ اس نے ان کیمپوں سے گرسی تھاؤ گاؤ کو مار بھگایا اور اپنی اجارہ داری قائم کی پھر اس نے مارلینو کے نام سے یہ کاروبار دوبارہ جاری کیا۔"

"صرف نام سے... کیا مارلینو بذات خود کاروبار میں حصہ نہیں لیتا؟"

"نہیں نہیں۔ سب کچھ مارلینو کا ہی ہے، شیران نائب ہے۔ شیروں کی سی فطرت کا مالک... اور یہ صرف اسی کا دم تھا کہ گاؤچی کو دم دبا کر بھاگنا پڑا۔"

"اوہ تب تو وہ شخصیت واقعی شاندار ہو گی۔ کیا آپ اس سے میری ملاقات کرا سکتے ہیں؟ مجھے ایسے دلیر اور انوکھے لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔"

"آپ کو مجھ سے مل کر خوشی نہیں ہوئی؟" تاؤنی نے شکایتی لہجے میں کہا۔

فلیٹی ہنس پڑی۔ "آپ اپنی بات رہنے دیں آپ تو اجنبی بھی معلوم نہیں ہوتے۔ یوں لگتا ہے جیسے برسوں سے ہماری جان پہچان ہو۔ آپ کی شخصیت بے حد پرکشش ہے۔"

تاؤنی دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر ہنسنے لگا۔ وہ بار بار گردن خم کر رہا تھا۔ "شکریہ شکریہ مس فلیٹی، شیران سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ مگر میں اسے بالکل ہی اچانک آپ کے پاس لاؤں گا۔"

"یقیناً..." فلیٹی نے گفتگو مختصر کر دی۔ وہ اندازہ لگا چکی تھی کہ تاؤنی، شیران کے بارے میں نہیں بلکہ اپنے بارے میں باتیں کرنا پسند کرتا ہے، بہرطور وہ شیران سے ملاقات کرنا چاہتی

تھی اس لیے وہ تاؤنی کو برداشت کرتی رہی اور اس کی احمقانہ باتوں پر ہنستی رہی۔ کافی دیر بعد تاؤنی وہاں سے اُٹھا تو وہ اُسے باہر تک چھوڑنے آئی۔ بڑی مشکل سے ٹلا تھا یہ شخص۔۔۔ اس کے جانے کے بعد فلیٹی ایک گہری سانس لے کر اپنے خیمے میں واپس آگئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد خیمے کے عقب سے پال نمودار ہوا اس نے مسکراتے ہوئے فلیٹی سے کہا: "اتفاق ہے کہ کام خود بخود ہی بن گیا!"

فلیٹی آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگی۔

**

تاؤنی شیطان فطرت اور اپنے کاموں کا ماہر تھا نہ جانے کیا کیا جھانسے دے کر اس نے شیران کو فلیٹی سے ملا ہی دیا۔ اس وقت پال اور فلیٹی اپنے خیمے کے سامنے چمڑے کے مونڈھے ڈالے بیٹھے تھے، شیران کو دیکھ کر دونوں کھڑے ہوگئے۔ شیران نے فلیٹی کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھا۔ فلیٹی جیسے قد و قامت کی عورتیں اُسے پسند تھیں گو وہ عورتوں کی دُنیا کا انسان نہیں تھا لیکن بہرطور اپنی ایک پسند ضرور رکھتا تھا اور شہابہ اس کی پسند کا جیتا جاگتا ثبوت تھی۔ بہرطور ان کا تعارف ہوا فلیٹی نے بڑے پُرمحبت انداز میں شیران کو خوش آمدید کہا تھا اس کی آنکھوں میں عجیب سی حیرت تھی جسے شیران بخوبی محسوس کر رہا تھا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہہ ہی ڈالا۔ "اس ملبوس نے تمھاری بہت سی تعریفیں کی تھیں، خاتون اور میں نے حسبِ معمول یہی سوچا تھا کہ یہ سب کی تعریفیں کرنے والا، ہمیشہ کی طرح بکواس کر رہا ہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ اس بار حیرت انگیز طور پر اس کی باتیں درست نکلیں۔ تم بلاشبہ ایک پُرکشش شخصیت کے مالک ہو اور مسٹر پال ایک ذہین اور سنجیدہ انسان ہیں۔ مجھے تم دونوں سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔"

"اور مجھے حیرت۔" فلیٹی نے کہا۔

شیران مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ "کیوں اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟"

"تمھاری شخصیت۔ میں نے ایسی عمدہ شخصیت کا مالک کبھی نہیں دیکھا۔"

"اوہ۔۔۔" شیران مسکرا کر رہ گیا۔

"ویسے تاؤنی سے یہ جان کر بھی حیرت ہوئی کہ تم ان تمام کیمپوں کو چلاتے ہو۔ یہ کوئی آسان کام تو نہیں ہوگا۔"

شیران اس کی باتوں پر ہنسنے لگا۔ فلیٹی ذرا سی دیر میں شیران سے گھل مل گئی دوسری طرف پال نے تاؤنی کو باتوں میں لگا لیا تھا وہ اُسے ایسے ایسے قصّے سنا رہا تھا کہ تاؤنی چند لمحات کے لیے فلیٹی کو بھول گیا ویسے بھی اُس نے محسوس کر لیا تھا کہ شیران، فلیٹی کی جانب متوجہ ہو چکا تھا ایسے میں بھلا تاؤنی کی مجال تھی کہ شیر کا راستہ کاٹے چنانچہ اس نے اس وقت پال ہی سے گفتگو میں گھرا رہنا مناسب سمجھا تھا۔ چند لمحات کے بعد فلیٹی اور شیران اُٹھ گئے۔ تاؤنی نے دل مسوس کر ان دونوں کی جانب دیکھا اور پھر مسٹر پال کی جانب متوجہ ہوگیا جو اُسے اپنے گیارہویں عشق کا قصہ سنا رہا تھا۔ دوسری طرف شیران، فلیٹی سے کہہ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے بلاشبہ تم قابلِ محبت ہو۔ مجھے پہلی ہی نگاہ میں تمھاری شخصیت پسند آئی لیکن میں کیا کروں۔ میرے ذہن میں ایک خنّاس گھسا ہوا ہے۔ میں دنیا کی ہر عورت کو خود سے کمتر سمجھتا ہوں، سوائے اپنی ماں کے جو مر چکی ہے مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں ایک عظیم اور برتر شخصیت ہوں اور میری شخصیت کا عکس جس وجود میں سرایت کرے، اُسے بھی میری طرح بلند ہونا چاہیے۔ وہ وجود مجھے ابھی تک نہیں مل سکا۔ اور اگر ملا تو کہہ نہیں سکتا کہ اُسے قبول بھی کروں گا یا نہیں۔ میں سوچتا ہوں اگر کسی عورت کے بطن سے میری اولاد پیدا ہو تو اُسے شیران کی طرح ہی شیر دل ہونا چاہیے لیکن خالی شیران کے شیر دل ہونے سے کام نہیں چلے گا بلکہ اس کی شریکِ حیات اسی قدر دلیر اور اعلا نسل کی ہونی چاہیے۔"

"کیا اب تک تم عورت کی رفاقت سے محروم رہے ہو؟"

"نہیں۔۔۔ لیکن جو عورت میری جذباتی کیفیت سے فائدہ اٹھا جائے اُسے بالآخر موت کا شکار ہونا پڑتا ہے کیوں کہ اُس کی زندگی میرے لیے ہمیشہ شک و شبہات کا باعث بنی رہتی ہے۔"

فلیٹی نے چونک کر اُسے دیکھا ایک عجیب سا رنگ اس کے چہرے پر آ کر گزر گیا تھا اُس کی آنکھوں میں نفرت کی ایک چمک پیدا ہوئی تھی۔ غالباً شیران کی یہ بات اُسے سخت ناگوار گزری تھی لیکن دوسرے لمحے اس کے ہونٹ مسکرا رہے تھے

"انوکھے آدمی ہو۔ واقعی انوکھے۔" فلیٹی نے کہا اور شیران ہنسنے لگا

"میں تم سے دوستی کی خواہاں ہوں۔ کیا مجھے یہ اعزاز بخشو گے؟"

"میرا خیال ہے کہ ہم دوستوں کے انداز میں مل رہے ہیں۔" شیران نے کہا۔

"نہیں، میں اس سے کچھ اور زیادہ چاہتی ہوں۔ مثلاً

کہ جب بھی تم اس کیمپ میں آؤ تو مجھ سے ضرور ملو اور میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔" فلیٹی نے کہا۔

"تمھارے ساتھ۔۔۔ تم تو یہاں مہمان ہو۔ میں خود تمھاری دعوت کرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں، مسٹر شیران، آپ کل شام کا کھانا میرے ساتھ میرے خیمے میں کھائیں۔ اگر کھانا آپ کا پسندیدہ نہ ہوا تو وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کو آئندہ مجبور نہیں کروں گی۔"

شیران ہنسنے لگا پھر اس نے فلیٹی سے وعدہ کر لیا۔ اس کے رخصت ہو جانے کے بعد پال معنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر لیے فلیٹی کے پاس پہنچ گیا لیکن فلیٹی کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر اس کی مسکراہٹ کافور ہو گئی۔ "کیا بات ہے ڈیئر فلیٹی، کیا بات ہے؟"

"اوہ کچھ نہیں، پال۔ عجیب سرپھرا آدمی ہے نہ جانے کیا سمجھتا ہے خود کو۔ مجھے چیلنج کر دیا ہے اس نے۔"

"کیا مطلب؟" پال نے پوچھا۔

"اس نے میری نسوانیت کو ٹھوکر ماری ہے پال۔ ہم لوگ کچھ بھی ہو جائیں لیکن اپنی تضحیک اس انداز میں برداشت نہیں کرتے وہ پہاڑی جانور خود کو بہت بلند اور برتر سمجھتا ہے۔ میں اُسے سبق ضرور دوں گی۔"

"ٹھیک ہے، جیسی تمھاری مرضی۔ میں تمھیں مجبور نہیں کر سکتا۔" پال نے کسی قدر افسردہ لہجے میں کہا لیکن فلیٹی نے اس کے لہجے میں توجہ نہیں دی تھی وہ خاموش ہی رہی پھر پال نے پوچھا۔ "تم اپنے پروگرام کی ابتدا کب سے کرو گی؟"

"کل" "اُسے شیشے میں اتارنے کے لیے مجھے وقت چاہیے ویسے یہ بات ذہن نشین کر لو کہ مجھے اس سے شدید نفرت ہے اس لیے نہیں کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ ہدایات ملی ہیں بلکہ ذاتی طور پر بھی میں اُس سے نفرت کرنے لگی ہوں۔ وہ انتہائی گھناؤنی شخصیت کا مالک ہے ایسا کہ اُسے کتے کی موت مار دیا جائے۔"

پال کے چہرے سے شک و شبہے دُھل گئے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آنے لگی پھر وہ مسکرا دیا۔ "فلیٹی کو ناراض کرنا اس کمبخت کے حق میں ہی بُرا ہوا۔ ویسے فلیٹی ہوشیار رہنا ہوگا۔ یہاں کیمپوں میں رہ کر تمھیں اس کے بارے میں معلومات ہو چکی ہیں، وہ جس ٹائپ کا آدمی ہے اس سے خوف ہی محسوس ہوتا ہے۔"

"ہشت۔ مجھے نہیں خوف محسوس ہوتا۔ میں ایسے لوگوں کو سیدھا کرنا جانتی ہوں۔ تم دیکھتے رہو، بس مجھے کچھ وقت درکار ہوگا۔" فلیٹی یہ کہہ کر کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

دوسری شام، جب سورج ڈوب رہا تھا۔ شیران اپنی جیپ میں آتا نظر آیا تو تاؤنی اس کے ساتھ نہیں تھا۔ تاؤنی کو اس نے دن میں منع کر دیا تھا کہ وہ فلیٹی کی طرف رُخ نہ کرے۔ وہ ادھر اس وقت خیمے میں، فلیٹی کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا چنانچہ اُس نے شیران کا کھلی بانہوں سے استقبال کیا۔ شیران اس وقت قبائلی لباس میں تھا اور بے حد شاندار نظر آ رہا تھا۔ فلیٹی اُسے سحر طراز نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ "میں اس خیمے کو اس قابل نہیں پاتی کہ خوش دلی سے تمھیں خوش آمدید کہہ سکوں یہ بہت تنگ اور گندہ۔۔۔"

"مگر جس نے مجھے بلایا ہے وہ خیمے جیسی تنگ دل اور میلی کچیلی نہیں ہے۔" شیران نے کہا۔

فلیٹی دل آویز انداز میں ہنسنے لگی۔ "تمھارے پاس جیپ موجود ہے۔ کیوں نہ ہم کسی پُرفضا مقام پر یہ وقت گزاریں گے۔"

"جیسی تمھاری مرضی۔" شیران نے کہا۔

فلیٹی نے خیمے سے کچھ سامان لیا اور اسے پچھلی سیٹوں پر رکھ دیا پھر وہ شیران کے ساتھ آ بیٹھی۔ شیران نے جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ فلیٹی اُسے گائیڈ کر رہی تھی۔ شیران نہ جانے کس موڈ میں تھا کہ اس کی خواہش کی تکمیل کرتا چلا جا رہا تھا اس کے بعد وہ دونوں ایک انتہائی حسین اور پُرفضا مقام پر پہنچ گئے وہاں ایک بڑی جھیل تھی اور جھیل کے کنارے درخت لگے ہوئے تھے۔ بے حد خوبصورت منظر تھا سورج غروب ہو گیا تھا لیکن فضا میں اب بھی ہلکا ہلکا اجالا پھیلا ہوا تھا۔ اس اجالے میں جھیل کے کنارے پھیلا ہوا سبزہ بے انتہا خوبصورت لگ رہا تھا۔ شیران نے جوتے اُتارے اور سبزے پر دراز ہو گیا۔ فلیٹی اس کے نزدیک آ بیٹھی۔ دراز قامت اور خوب صورت خد و خال کی مالک یہ لڑکی شیران کو واقعی متاثر کر رہی تھی۔ بہت عرصے بعد اسے شہزادی کی شہابہ نظر آئی تھی جسے اس نے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دیا تھا حالانکہ وہ اس کے لیے بڑے خطرات مول لے کر شہزادی جایا کرتا تھا۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔ فلیٹی نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچھ سوچ رہی تھی۔ "کیا سوچ رہی ہو؟" شیران نے پوچھا۔

"صرف تمھارے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ نہ جانے تمھاری زندگی کس طرح گزری ہے، شیران نہ جانے تمھارا پس منظر کیا ہے لیکن سامنے جو بھی کچھ ہے، اتنا عجیب ہے کہ پس منظر۔۔۔

غور کرنے لگتی ہوں۔"

"اوہ، میں کبھی گزرے ہوئے وقت کو یاد نہیں کرتا۔ گزرا ہوا وقت بعض اوقات جھنجلاہٹ طاری کر دیتا ہے۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے حال کو دیکھنے والے میرے خیال میں زیادہ خوشحال رہتے ہیں۔" فلیٹی نے کہا۔ "میں تمہارے لیے اور کیا کر سکتی ہوں شیراں؟"

"یہ یال تمہارا کون ہے؟" شیراں نے پوچھا۔

"بس دوست ہے۔"

"تم کہاں سے آئی ہو؟"

"ڈنمارک سے۔" فلیٹی نے جواب دیا۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں یہاں رہنے کی پیش کش کر سکتا ہوں۔ تم نے مجھے متاثر کیا ہے۔ اگر تم میرے گروہ میں شامل ہو جاؤ تو میں تمہارے سارے مسائل دُور کر دوں گا۔"

"کیا واقعی؟" فلیٹی نے اُسے دلکش انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ اختیارات تمہارے پاس ہیں؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کیمپوں میں مارلینو کا نام سُنائی دیتا ہے۔ کیا مارلینو تمہیں اس کی اجازت دے گا کہ تم مجھے اپنے گروہ میں شامل کر لو؟" فلیٹی نے پوچھا۔

"اوہ مارلینو بہت اچھا انسان ہے۔ بہت گریٹ... میں اگر دل سے اس کی قدر نہ کرتا تو اس کے لیے یہ ساری مصیبتیں مول نہ لیتا۔ وہ دوستوں کا دوست ہے۔ دوستی نبھانا جانتا ہے۔ مجھے اس نے بہت کچھ دیا ہے اور میں اس کے دیے ہوئے کو بڑی خوش اسلوبی سے استعمال کر رہا ہوں۔ مجھے مکمل آزادی ہے۔ بس یوں سمجھو کہ میں اپنی پسند سے ان جگہوں پر مارلینو کا نام روشن کیے ہوئے ہوں، چونکہ وہ یہی چاہتا ہے۔"

فلیٹی اس دوران اُسے پُر تجسس نگاہوں سے دیکھ رہی تھی شیراں نے اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملائیں تو ان آنکھوں میں تجسس کی بجائے محبت اُبھر آئی اور فلیٹی کے ہونٹوں پر پھر وہی دل آویز مسکراہٹ پھیل گئی جو دلوں کو موہ لینے کی قدرت رکھتی تھی۔ "مجھے یقین ہے۔ تم ایسے ہی لگتے ہو۔ موسیقی سے دلچسپی ہے، تمہیں؟"

"نہیں، میں فضول باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتا ہوں۔ موسیقی نازک اندام لوگوں کے لیے ہوتی ہے، مجھے تو گولیوں کے دھماکے پسند ہیں۔"

فلیٹی نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولی۔ "تب میں تمہیں کھانا پیش کرتی ہوں۔ دیکھو یہ سب کچھ میں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے۔" فلیٹی نے کہا اور جیب کے پچھلے حصّے سے سامان اُٹھا لائی۔ درحقیقت اس نے جو کچھ کیا تھا، بہت عمدہ تھا۔ نہ جانے یہ مہارت اس میں تھی یا اس نے یہ سارا انتظام باہر سے کیا تھا۔ بہرحال شیراں نے اس کے بنائے ہوئے کھانے بے حد پسند کیے۔ شیراں کو یہ ماحول بہت خوشگوار لگ رہا تھا بہت عرصے بعد وہ اپنی زندگی کی ہنگامہ آرائیوں سے نکل کر ایسے پُر سکون ماحول میں بیٹھا تھا اور تبدیلی ہمیشہ انسان پر خوشگوار اثر ڈالتی ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ گھاس پر دراز ہو گیا۔ فلیٹی سامان سمیٹ رہی تھی۔ دفعتاً شیراں کو محسوس ہوا کہ جیسے فلیٹی اپنی جگہ سے بلند ہو گئی ہو یا سامنے رکھے ہوئے برتن فضا میں آہستہ آہستہ اُٹھ رہے ہوں۔ اس نے چونک کر گھاس پر دونوں ہاتھ ٹکائے اور اُٹھ بیٹھا۔ اس نے آنکھیں بند کیں اور گردن جھٹکنے لگا۔ ایک عجیب سا سرور اس کے رگ و پے میں اُتر رہا تھا دماغ ماؤف سا ہوتا جا رہا تھا۔ بیٹھنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ نہ تو فلیٹی ہوا میں بلند ہوئی ہے اور نہ ہی برتن... بلکہ فلیٹی برتن اُٹھا کر انھیں پیک کر رہی ہے اس نے تمام سامان واپس جیب میں رکھ دیا۔ شیراں عقب سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ شہابہ تو کچھ نہ تھی اس کے مقابلے میں... بلاشبہ وہ ایک پہاڑی عورت تھی لیکن فلیٹی کے نقوش شیراں کو پاگل کر دینے کے لیے کافی تھے۔ اس کے ذہن میں ایک عجیب سا جذبہ پرورش پانے لگا۔ آہستہ آہستہ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا ہاتھ پاؤں پورے طور پر بے جان نہیں تھے بلکہ ان میں ہلکا سا بوجھ محسوس ہو رہا تھا، پورا بدن اسی کیفیت کا شکار تھا لیکن اس کی یہ کیفیت ناخوشگوار نہیں تھی جب فلیٹی برتن رکھ کر پلٹی تو شیراں اس سے چند قدم کے فاصلے پر موجود تھا فلیٹی ایک دم رُک گئی۔ "ارے شیراں اتنی آہستگی سے۔" وہ چونک کر بولی۔

"تو شہابہ ہے نا؟" وہ بڑبڑایا۔

"نہیں تو میں فلیٹی ہوں۔"

"کون فلیٹی؟ میں کسی فلیٹی کو نہیں جانتا۔ بس تو دلکش ہے۔ ادھر آؤ، میرے قریب۔"

فلیٹی نے فاتحانہ نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے نزدیک آ گئی۔ شیراں، نہ جانے کیا کچھ سوچ رہا تھا۔ شاید اُسے نہروادی کی ہنگامہ خیزیاں یاد آ رہی تھیں۔ اسے

وہ عورت یاد آ رہی تھی جو ایک گندے سے علاقے میں فاحشاؤں کے اڈّے پر موجود تھی، شیراں کے ہاتھ آہستہ آہستہ فلیٹی کی جانب بڑھنے لگے۔

شیراں کے ہوش و حواس درست نہیں تھے، نہ جانے اس کا ذہن کہاں کہاں بھٹک رہا تھا۔ اسے اپنے ہاتھ پیروں پر قابو نہیں تھا۔ اس کا ذہن اور اس کا دل اس کے بس میں نہیں تھا اس کا ذہن ہوا میں اُڑتا رہا۔ اس کے کانوں میں فلیٹی کی آوازیں گونجتی رہیں اور پھر شاید وہ سو گیا... نہایت گہری اور پُرسکون نیند...

نہ جانے کتنی دیر بعد اس کی آنکھیں کھلیں تو اس نے خود کو اس جھیل کے کنارے نہ پایا۔ جہاں وہ ہوش و حواس سے بے گانہ ہوا تھا۔ وسیع و عریض کمرہ تھا جو اعلا قسم کے فرنیچر اور آرائشی سامان سے بھرا ہوا تھا۔ وہ ایک مسہری پر دراز تھا اور اس سے کچھ فاصلے پر نارنجی رنگ کے خوب صورت لبادے میں، جس پر سیاہ رنگ کی تتلیاں کڑھی ہوئی تھیں، فلیٹی ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔ لبادے کا اسٹائل بہت عجیب تھا اور فلیٹی کا سراپا اس میں قیامت خیز لگ رہا تھا۔ شیراں آنکھیں کھولے اسے دیکھتا رہا، چند ہی لمحات میں اس کے حواس واپس آ گئے اور وہ اندر ہی اندر چونک پڑا۔ اسے گزرے ہوئے لمحات یاد آ گئے تھے۔ وہ کھانا اور اس کے ساتھ کے دیگر لوازمات نشہ آور تھے۔ اس میں کوئی ایسا نشہ شامل کر دیا گیا تھا جو شیراں جیسے طاقتور آدمی کو بھی ہضم نہ ہو سکا اور وہ بے ہوش ہو گیا، لیکن مقصد...؟ شیراں کے ذہن میں بجلی سی کوندی، ایسا کیوں کیا گیا؟ اگر پہاڑوں کی دُنیا کا شیراں آج تک وہی برق رو پہاڑی ہوتا تو فوری طور پر اُٹھتا اور فلیٹی پر جھپٹ پڑتا، جس طرح بھی ممکن ہوتا، اس سے معلوم کرتا کہ اس حرکت کا مقصد کیا ہے... لیکن جدید تہذیب نے اُسے ہوش و حواس دیے تھے اس کے اندر سوچنے سمجھنے کی قوتیں بیدار ہو چکی تھیں، اندھے اقدامات کا وہ اب بھی قائل تھا لیکن یہ تمام احساسات مصلحتوں کے لبادوں میں لپٹے ہوئے تھے بس ان لبادوں کو دو جھٹکے دیے جائیں تو وحشی شیراں پھر سے سامنے آ کر کھڑا ہوتا تھا۔ چنانچہ اپنی جگہ لیٹے لیٹے وہ اس ماحول پر غور کرتا رہا اور پورے کمرے کا جائزہ لے لیا۔ بہت ہی نفیس جگہ تھی اور فلیٹی وہ نظر نہیں آ رہی تھی جو اس نے خیمے میں دیکھی تھی۔ یہ سب کچھ اس بات کا اظہار تھا کہ فلیٹی، کیمپ میں صرف شیراں کے لیے گئی تھی اور یہ شیراں کے خلاف کوئی سازش تھی۔

"تم جاگ گئے ہو؟" وہ غرّاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "آنکھیں کھولو۔"

"کیا وقت ہوا ہے؟" شیراں نے لاپروائی سے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔

"بس آخری وقت تصور کرو۔" فلیٹی کے لہجے میں زہر بھرا ہوا تھا۔

"تب آنکھیں کھولنے سے کیا فائدہ؟" شیراں نے مسکرا کر کہا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

فلیٹی جھلّائے ہوئے انداز میں اس کے قریب پہنچ گئی تھی۔ اس نے شیراں کے سرہانے پہنچ کر کہا۔ "آنکھیں کھولو اور بیٹھ جاؤ۔"

شیراں نے ایک بار پھر آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ فلیٹی کے چہرے پر سفاکی تھی۔ "کیا چاہتی ہو؟" اس نے مضحکہ خیز لہجے میں پوچھا۔

"تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔" وہ تلخ انداز میں مسکرائی۔

"تو اس کے لیے میرا اُٹھنا کیوں ضروری ہے؟"

"اُٹھو پہاڑوں کے شہزادے۔ اُٹھ کر بیٹھ جاؤ، میں ذرا تمہارا حلیہ دیکھ لوں، تمہیں دیکھ لوں اور یہ جان لوں کہ تم کس قدر بلند ہستی کے مالک ہو۔ اور تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ تمہاری بلندیاں اب میرے قدموں میں سرنگوں ہو گئی ہیں۔"

شیراں کے بدن کو ایک جھٹکا سا لگا، ایک لمحے کے لیے اس کا ذہن تپ کر آگ ہو گیا لیکن وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ ٹھنڈے دل سے کام لے گا۔ اس نے کہنیاں ٹکائیں اور اُٹھ بیٹھا۔ فلیٹی اس سے چند قدم دُور ایک گھومنے والی کرسی پر جا بیٹھی تھی وہ شیراں کو عجیب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ "کیا کہنا چاہتی ہو تم، میں کس طرح تمہارے قدموں میں سرنگوں ہو گیا؟"

"تم خود کو دُنیا کے عظیم ترین مردوں میں شمار کرتے تھے، نا؟" فلیٹی نے پوچھا۔

"اب بھی کرتا ہوں۔" شیراں نے گویا تصحیح کی۔

"لیکن اب کیا تم ایک عام مرد کی طرح میرے سامنے ختم نہیں ہو گئے؟"

"اوہ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ایسا ہوا ہے لیکن اس کے لیے تمہیں جو جتن کرنا پڑے، وہ تم بھی جانتی ہو۔" شیراں نے جواب دیا اور ایک لمحے کے لیے اس کا دل شدت سے دھڑک اُٹھا تھا جھیل کے کنارے کے کچھ واقعات اُسے یاد آ گئے، بدن کی تبدیلیاں بھی محسوس ہوئیں اور اسے احساس ہوا کہ وہ اس لڑکی کے ہاتھوں

دھوکا کھا چکا ہے اور یہی دھوکا وہ زندگی میں کبھی نہیں کھانا چاہتا تھا۔ اس نے کینہ توز نگاہوں سے فلیٹی کو دیکھا لیکن پھر دوسرے ہی لمحے خود کو سنبھال لیا۔ "تو تم اب اس کی داد چاہتی ہو؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"شیران، وہ سب کچھ کھو چکا ہے جو تمھاری ذات کے لیے ایک چیلنج تھا، میں نے تمھارا چیلنج منظور کیا اور بالآخر تمھیں شکست دی۔" فلیٹی نے کہا۔

"شاید... لیکن اتنا تو جانتی ہو کہ جو کچھ ہوا ہوش و حواس کے عالم میں نہیں ہوا۔" شیران خود کو سنبھالنے کی انتہائی کوشش کر رہا تھا۔ ورنہ یہ ساری باتیں اس کے لیے بھلا کہاں قابلِ برداشت تھیں۔

"تم نے میری نسوانیت کی تذلیل کی تھی، تم تک پہنچنے کا مقصد دوسرا تھا لیکن اس کے بعد وہ مقصد تبدیل ہو گیا، میں نے تمھاری اس پُر غرور گفتگو کے خاتمے کے لیے اپنے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کر لی اور اب وقت آگیا ہے کہ میں تمھیں تمھاری اصلیت کی طرف لوٹا دوں۔"

"تمھاری باتیں بے حد پُراسرار ہیں، مس فلیٹی۔ میں نہیں سمجھا۔" شیران نے کہا۔

اسی وقت دروازے پر ایک ہلکی سی آواز پیدا ہوئی، اندر آنے والا پال تھا۔ اس وقت وہ آوارہ گردوں کے بھیس میں نظر نہیں آ رہا تھا بلکہ ایک اچھا خاصا اسمارٹ آدمی لگ رہا تھا جو ایک عمدہ تراش کا سوٹ پہنے ہوئے تھا اس کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ فلیٹی اسے دیکھ کر چونک پڑی۔

"پال، تم اس وقت یہاں کیوں آ گئے؟"

"تمھیں یہ سوال کرنے کا حق نہیں ہے فلیٹی۔ اس لیے کہ عمارت میں میرا بھی اتنا ہی دخل ہے جتنا کہ تمھارا۔"

"میں تمھارے اندازِ گفتگو میں کچھ تبدیلی پا رہی ہوں۔" فلیٹی نے کہا۔ "کیا بات ہے؟"

"بات جو کچھ بھی ہے تمھارے علم میں ہے۔ تم نے اپنی نسوانیت کی تضحیک کا انتقام لینے کے لیے میری محبت کی تذلیل کی ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ اس گھٹیا فعل کے بعد بھی میں تمھیں اپنی زندگی میں کوئی حیثیت دوں گا؟ کیا تم انتہائی مکار، شاطر اور فاحشہ قسم کی عورت نہیں ہو؟"

"پال، کیا بکواس کر رہے ہو، جانتے ہو ان الفاظ کے نتائج کیا ہوں گے؟"

"سب جانتا ہوں اور جو نتائج تمھارے ذہن میں ہیں نہیں نکال پھینکو، تم خود کو بہت بڑی شخصیت سمجھتی ہو لیکن تم پال کو نہیں جانتیں۔ محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر پال تمھیں سر پر بٹھا سکتا ہے لیکن اب وہ تمھیں کسی گندے کیڑے کی طرح پیروں میں بھی مسل سکتا ہے۔"

"یہ وقت ہمارے جھگڑے کا نہیں ہے تم جانتے ہو کہ یہ کس کام کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔"

"جانتا ہوں اچھی طرح جانتا ہوں جو تمھارا فرض ہے اسے تم پورا کرو اور جو میرا کام ہے وہ میں پورا کروں گا۔ اس وقت میں نے صرف اس لیے مداخلت کی تھی کہ تمھیں تمھاری اصل تصویر دکھا دوں کہیں اس کی موت کے بعد تم یہ نہ کہو کہ میرے لیے مخلص تھیں۔ مجھے ابتدا ہی سے شبہ تھا کہ تم اس شخص کے لیے پاگل ہو رہی ہو بہرطور جو جی چاہتا ہے کرو، میں تمھیں نہیں روکوں گا، البتہ میری آئندہ زندگی میں اب تمھارا کوئی دخل نہیں ہوگا۔"

"میں، تمھاری بیوی نہیں ہوں تمھیں مجھ سے یہ گفتگو کرنے کا حق نہیں ہے۔"

"بیوی نہیں محبوبہ تو تھیں، یہ تو کہتی تھیں ہم زندگی کے آخری لمحات تک ساتھ رہیں گے یہ بھی کہتی تھیں کہ اس گروہ میں تم صرف میری وجہ سے شامل ہوئی ہو۔"

"پال میں کہتی ہوں بکواس مت کرو اور نکل جاؤ یہاں سے، گیٹ آؤٹ۔" فلیٹی نے شدید غصے کے عالم میں کہا اور پال پاؤں پٹختا ہوا باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد فلیٹی نے آگے بڑھ کر دروازے کو ٹھوکر مار کر بند کر دیا۔ "یہ جونہہ خود غرض خود پرست نہ جانے کیا سمجھتا ہے اپنے آپ کو۔"

"بات میری ہو رہی تھی جانِ من! کہاں تم لوگ جھگڑے میں پڑ گئے۔ ویسے وہ تم سے پیار کرتا تھا تو تم نے مجھے اپنے انتقام کا نشانہ بنا کر درحقیقت اس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔"

"جو کچھ بھی ہوا لیکن میں نے تمھاری شخصیت کا طلسم توڑ دیا۔ اب تم کتے کی موت مر جاؤ اور موت کے بعد بھی اس بات کے منتظر رہو کہ میں تمھارے بچے کی ماں بننے کے بعد اسے اس طرح سڑکوں پر لاؤں گی کہ دنیا حیرت سے دیکھے گی، لوگ سوچیں گے کہ ایک ماں اپنی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہی ہے لیکن میرے ذہن میں تم ہو گے... تم جس نے میری تذلیل کی تھی۔"

شیران ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔ "تم مجھے کتے کی موت مارنے کا فیصلہ کر چکی ہو؟"

"ہاں سو فیصد...۔"

"کیا وقت ہوا ہے، بتانا پسند کرو گی؟"

"صبح کے نو بجے ہیں۔"

"گویا رات گزر چکی ہے۔ کیا تم مجھے قتل کرنے سے پہلے میری آخری خواہش بھی نہیں پوچھو گی؟ فلیٹی۔"

"زیادہ ذہین بننے کی کوشش مت کرو، میں تمھاری کسی بات میں نہیں آؤں گی۔"

"میری باتوں میں نہ آؤ... مگر مجھے ناشتہ تو کرا دو۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تمھارے لیے اب کچھ نہیں کر سکتی۔"

"اگر یہی بات تھی تو تمھیں بے ہوشی کے عالم میں میری گردن پر چھری چلا دینی چاہیے تھی، ساری رات میرے ہوش میں آنے کا انتظار کیوں کیا؟"

"اس لیے کہ میں بزدل نہیں ہوں اور تم جیسے گدھوں کو سوتے میں قتل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔" فلیٹی نے بدستور زہریلے انداز میں کہا اب شیران برداشت نہ کر سکا اس نے جھپٹ کر فلیٹی کے بال ہاتھوں میں پکڑ لیے اور الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ فلیٹی اس کے لیے تیار نہیں تھی، وہ اچھل کر دور جا گری، منہ پر زبردست چوٹ لگی تھی، خون کی ایک لکیر اس کی ٹھوڑی پر رینگ آئی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بپھرے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ "ڈینس... ڈینس۔" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

ایک دیو قامت آدمی دروازے سے اندر آ گیا۔ اس کا قد ساڑھے چھ فٹ سے کم نہیں تھا۔ بدن زیادہ چوڑا نہیں تھا لیکن پھرتیلا اور ورزشی معلوم ہوتا تھا، بال لمبے لمبے اور شانوں سے نیچے لٹکے ہوئے تھے۔ آنکھیں بالکل بے رونق تھیں اس نے اندر آ کر چھت کی طرف منہ کیا اور کھڑا ہو گیا، گویا وہ شیران کو دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا تھا لیکن شیران اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"اسے بلو روم میں لے چلو۔" فلیٹی کی آواز میں غراہٹ تھی۔

آنے والے نے کوٹ کی جیب سے پستول نکال لیا اور شیران کی طرف رخ کر کے سرد آواز میں بولا۔ "چلو..." انتہائی سرد اور بے جان آواز تھی۔

شیران نے اندازہ لگا لیا کہ آدمی خطرناک ہے اور اگر اس نے تعمیل نہ کی تو وہ بے دریغ فائر کر دے گا۔ فلیٹی قطعی بدلی ہوئی نظر آ رہی تھی اور اس کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ شیران کی زندگی کی گاہک بن چکی ہے۔ بلو روم ایک وسیع و عریض ہال تھا لیکن اس میں بلو کی بجائے سرخ روشنیاں منور تھیں جو ہال کو بے حد پُراسرار بنا رہی تھیں۔ طویل القامت آدمی نے اندر پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ فلیٹی بھی اس کے ساتھ ہی اندر آ گئی تھی۔ شیران سوچ رہا تھا کہ نہ تو اس وقت فلیٹی اور نہ ہی یہ شخص رعایت کرنے کے موڈ میں ہے۔ ان سے نمٹنا ہی پڑے گا۔ مارینو نے اسے مارشل آرٹ سے روشناس کرا کے درحقیقت بہت بڑی قوت بخش دی تھی ورنہ شیران کی اپنی جسمانی قوتیں بعض جگہ بے وقعت بھی ہو سکتی تھیں چنانچہ شیران خود کو بلو ہال کے ہنگامے کے لیے تیار کر رہا تھا فلیٹی ہال کے ایک کونے میں چلی گئی اور وہیں سے اس کی غراہٹ ابھری۔ "ڈینی ڈینی۔"

"یس مادام۔" طویل القامت کی سرد آواز ابھری۔

"مار دو اسے، شکل بگاڑ دو اس کی، مر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، ہم خاموشی سے اس کی لاش ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"مجھے اس بات پر اعتراض ہے۔" شیران نے چہکتے ہوئے کہا۔ "میری لاش خاموشی سے ٹھکانے نہ لگائی جائے اس کی تھوڑی سی تشہیر ضرور کی جائے۔"

"بکواس مت کرو، میں اس وقت تمھارے اس مسخرے پن سے محظوظ ہونے کے موڈ میں نہیں ہوں، شاید تمھیں یہ جان کر خوشی ہو کہ میں نے تمھیں اپنے لیے نہیں بلکہ کسی اور کے لیے شکنجے میں پھانسنا چاہا تھا، مجھے ہدایات ملی تھیں کہ میں تمھیں دیکھوں اور تمھارے بارے میں مکمل معلومات فراہم کروں لیکن تمھاری بدنصیبی کہ اس کے بعد تمھیں زندگی کی مہلت نہ مل سکی، تم جیسے لوگ اپنی فضول باتوں سے موت کو قریب لے آتے ہیں۔"

"یقیناً... یہ خرابی تو مجھ میں ہے، ڈیئر فلیٹی، لیکن کیا مرتے وقت بھی مجھے یہ نہ بتاؤ گی کہ وہ شخصیت کون ہے جس نے تمھیں میرے تعاقب میں لگایا تھا؟"

"نہیں... میں چاہتی ہوں کہ تم دل میں بے شمار خلشیں لے کر موت کی آغوش میں جاؤ۔" فلیٹی نے زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور ڈینس کی طرف دیکھنے لگی جس نے پستول جیب میں رکھ لیا تھا اور آہستہ آہستہ شیران کی طرف بڑھ رہا تھا۔

شیران گہری نگاہ سے ڈینس کا جائزہ لے رہا تھا
تن و توش اور حرکات و سکنات سے یہ لڑاکا
اسے بہت عجیب لگ رہا تھا مارشل آرٹس کے بہت سے ماہرین کو شیران دیکھ چکا تھا مارینو کی تربیت گاہ میں بڑے بڑے ماہرین نے خود شیران کو مارشل آرٹس کی تربیت دی تھی وہاں بھی اسے بہت سے عجیب و غریب لوگ نظر آئے تھے لیکن یہ شخص جس کا

نام ڈینس تھا ان سب سے مختلف نظر آرہا تھا انتہائی سنجیدہ اور خاموش طبع، شیران اس کی حرکات دیکھتا رہا ڈینس نے جیب سے پیلے رنگ کی ایک پٹی نکالی اسے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر چوما اور پھر اسے پیشانی پر باندھ لیا پٹی کو پیشانی پر باندھتے ہی اس کے چہرے پر عجیب سی تبدیلیاں رونما ہوگئیں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سوتے سوتے جاگ اٹھا ہو، ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی تھی شیران اسے دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا دوسری طرف فلیٹی بھی فاتحانہ انداز میں شیران کو دیکھ رہی تھی جیسے اسے یقین ہو کہ بس یہ شیران کی زندگی کے آخری لمحات ہیں۔ ڈینس پر اسے بہت زیادہ بھروسہ تھا۔ شیران کے ہونٹ بھینچ گئے مارلینو نے اسے بہت سے معاملات سے روشناس کرایا تھا لیکن شیران کی اپنی ایک فطرت بھی تھی اور اسی فطرت کی بنا پر وہ پہاڑوں سے صاف نکل آیا تھا جبکہ اس کے لاتعداد دشمن اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ بہر طور فلیٹی ایک کونے میں کھڑی ہوگئی۔ ڈینس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے تھے اور اب وہ جھکا جھکا شیران کی جانب بڑھ رہا تھا۔ شیران خود بھی اپنی جگہ چوکنا تھا اس نے اپنے ذہن میں ایک فیصلہ کر لیا تھا چنانچہ اسی فیصلے کے تحت وہ ڈینس کے حملے کا انتظار کر رہا تھا چونکہ خود بھی مارشل آرٹس سے واقف تھا اس لیے ڈینس کے اس انداز کو اچھی طرح سمجھتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ ڈینس اب کس رخ سے حملہ کرے گا پھر جونہی ڈینس نے آگے بڑھ کر حلق سے ایک دھاڑ نکالی اور دونوں ہاتھوں کے کینچے بنا کر شیران کی گردن کو پکڑنے کی کوشش کی، شیران ایک دم نیچے بیٹھ گیا اس کے ساتھ ہی وہ ڈینس کے سوئپ کے لیے بھی تیار تھا چنانچہ وہی ہوا جس کی شیران کو توقع تھی ڈینس نے اپنا پہلا وار ناکام دیکھ کر جلدی سے خود کو پیچھے کی طرف گرایا اور دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر پیروں سے شیران کو سوئپ لگانے کی کوشش کی لیکن شیران اسی کا منتظر تھا وہ اچھلا اور سیدھا ڈینس کے اوپر آیا اس نے اپنے دونوں پاؤں ڈینس کی پیشانی پر مارے اور ڈینس کے ہاتھ زمین سے ہٹ گئے وہ چت گرا تھا شیران نے سانپ کی طرح پلٹ کر ڈینس کی اس جیب پر ہاتھ ڈال دیا جس میں پستول موجود تھا اتنی صفائی سے یہ کام ہوا تھا کہ فلیٹی بھی ایک لمحے کے لیے بھونچکی رہ گئی وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ کون سا داؤ لگا اور اس داؤ کا کیا نتیجہ نکلا وہ دونوں تو اس وقت چونکے جب شیران کے ہاتھ میں پستول نظر آیا تھا۔ ڈینس جونہی الٹی قلا بازی کھا کر کھڑا ہوا شیران کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول سے ایک گولی نکلی اور ڈینس کی پیشانی میں عین اس جگہ پیوست ہوگئی

جہاں پیلی پٹی بندھی ہوئی تھی، ڈینس کے دونوں ہاتھ پھیل گئے لیکن دوسری گولی اسی گولی کی سیدھ میں اس کی گردن پر لگی، تیسری گولی سینے میں اور چوتھی گولی پیٹ میں دلچسپ بات یہ تھی کہ چاروں سوراخ ایک سیدھ میں ہوئے تھے اور ان میں کوئی فرق نہیں تھا شیران مزید دو قدم پیچھے ہٹا اور اب فلیٹی اس کا نشانہ تھی۔ فلیٹی کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی۔ ڈینس پر اسے مکمل بھروسہ تھا اور فلیٹی جانتی تھی کہ چند ہی لمحات کے بعد ڈینس شیران کی چٹنی بنا دے گا لیکن وہ شیران کی فطرت سے واقف نہیں تھی شیران ایک طاقتور نوجوان ہی نہیں تھا بلکہ وہ ایک ذہین اور شاطر قسم کا شیطان بھی تھا چنانچہ اس نے ڈینس سے جسمانی ٹکر لینے کے بجائے پہلے ہی ذہن میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے وہ کس طرح زیر کرے گا اور فلیٹی دھوکا کھا گئی اب وہ شیران کے رحم و کرم پر تھی اور شیران کے ہونٹوں پر سفاکانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ "یہ قصور تمہارا نہیں ہے ڈیئر فلیٹی۔ دراصل پہاڑی لوگوں کے بارے میں کچھ ایسی ہی باتیں مشہور ہیں کہا جاتا ہے کہ وہ جذبات میں وہ عقل سے کام نہیں لیتے لیکن میں وہ واحد شخص ہوں جس نے پتھروں میں رہ کر بھی عقل حاصل کی ہے اور پھر میرا استاد جسے میں مارلینو کے نام سے جانتا ہوں بہت سے نیک مشورے دے چکا ہے میں اس شخص سے جسمانی مقابلہ بھی کر سکتا تھا شاید مارشل آرٹس کے جواب میں مارشل آرٹس سے بھی شکست دے سکتا تھا لیکن میں وہ آسان طریقہ کیوں نہ اختیار کرتا جو میرے ذہن میں آچکا تھا اب یہ تم لوگوں کی حماقت ہے کہ پستول لے کر آئے اور وہ پستول میرے سامنے ہی جیب میں رکھ لیا گیا میں کیا کروں ڈیئر فلیٹی بس اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب میرے ذہن میں نہیں تھی۔"

"تم تم، تم" فلیٹی ہکلاتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہاں میں حالات بدلنے کا ماہر ہوں میرا نام شیران ہے شاید تم یہ بات نہیں جانتیں فلیٹی کہ میں نے درجنوں قبائل سے وقت ٹکر لی ہے اور ان کے شکنجے سے صاف نکل بھاگا ہوں ہم تم جیسی چوہیا مجھے کیسے زیر کر سکتی تھی ہاں ملنے کی کوشش مت کرو وقت سے پہلے مرنا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی" شیران نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔ فلیٹی نے اپنی جگہ چھوڑنے کی کوشش کی تھی لیکن شیران کے ان الفاظ پر پھر سے ساکت ہوگئی۔

"ہاں فلیٹی میری جان! اب تم مجھے بتاؤ کہ وہ شخصیت کون تھی جس نے تمہیں میرے تعاقب میں لگایا ہے؟"

"ہرگز نہیں بتاؤں گی۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ تمہیں بے شمار خلشیں دے کر موت کی آغوش میں روانہ کروں گی اور اگر کبھی تم نے مجھے ہلاک کر دیا تو یہ خلش تمہیں پاگل کیے رکھے گی کہ..."

"ارے نہیں، ... نہیں۔ تم غلط فہمی کا شکار ہو فلیٹی شیران نے اپنے دشمنوں کی تعداد کبھی یاد نہیں رکھی اور نہ ہی اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ اس کا دشمن کون کون ہے۔ دشمن خود اس کے سامنے آتے رہتے ہیں وار کرتے ہیں اور فیصلہ کچھ اور ہو ہی جاتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ میں اپنے دشمن پر ہمیشہ حاوی رہوں گا ممکن ہے کبھی میرا دشمن میرے اوپر حاوی ہو جائے لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ دشمن میرے بارے میں جس قدر تشویش کا شکار رہتے ہیں میں ان کے بارے میں تشویش کا شکار نہیں رہتا مجھے تمہاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی اپنے دشمن کی شناخت سے۔ جس نے تمہیں میرے پیچھے لگایا تھا اگر تم بتانا چاہتیں تو نہ سہی تمہیں ہلاک کرنے کی ایک اور وجہ بتلے فلیٹی، میں نے تم سے کہا تھا کہ میں عام قسم کی فضول عورتوں کو اپنی ہستی میں اہمیت نہیں بخشتا کیونکہ اس طرح میں خدشات کا شکار رہتا اور شاید تم نے میری اسی انا کو توڑنے کی کوشش کی تھی مالشا اور چیز کھلا کر بے ہوش کر دیا تھا بہرصورت اپنے اس احساس میں تم بھی جاؤ پستول میں دو گولیاں ہیں جو میں تمہارے نام کرتا ہوں" شیران نے کہا۔

فلیٹی کو اس وقت بھی اتنی جلد بازی کی توقع نہیں تھی۔ جب پستول سے نکلی ہوئی ایک گولی اس کے سینے میں دل کے قریب پیوست ہوگئی تو شدید تکلیف اور جاں کنی کے عالم میں اس نے کہا شبہ شیران بہت وحشی ہے۔

★★

بادشاہ خان نے شیران کا نام سننے کے بعد کھانا پینا اور سونا چھوڑ دیا تھا وہ شدید ذہنی انتشار کا شکار تھا مارلینو کا نام ہی اس کی فکر و تشویش کا باعث تھا کہ اب اس کا ایک اور خطرناک دشمن آ گیا تھا اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ دونوں کا گٹھ جوڑ بھی تھا یہ گٹھ جوڑ بادشاہ خان کے لیے شدید ذہنی انتشار کا باعث تھا اور وہ یہی سوچ رہا تھا کہ آخر یہ دونوں کس طرح ملے اس لیے اس نے اپنی دانست میں بہت کچھ بندوبست کر دیا تھا شیران کی فطرت کے پیش نظر وہ خود اس سے مطمئن نہیں تھا چنانچہ اس نے مزید جال پھیلانے کا پروگرام بنایا تھا فلیٹی اور پال اس کے اپنے کارکن تھے اور اس نے ان کے ذریعے شیران کو پھانسنے کی ایک اور کوشش کی تھی پال نے اسے ٹیلی فون پر اطلاع دی کہ شیران کسی حد تک جال میں آتا جا رہا ہے اور بادشاہ خان ان دونوں کی طرف سے بڑا پرامید تھا خاص طور سے فلیٹی بہت ذہین عورت تھی اور بادشاہ خان اس کی کارکردگی سے خاصا مطمئن تھا لیکن وہ اپنے اس ذہنی ہیجان کا کیا کرتا جو اسے کسی پل چین نہیں لینے دے رہا تھا وہ شیران کی موت کا خواہاں تھا اس کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح شیران اس کے شکنجے میں پھنس جائے۔ شیران کی زندگی بادشاہ خان کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی اور پھر وہ جس طرح پہاڑوں سے نکل آیا تھا اور زندہ بچ کر یہاں تک پہنچ گیا تھا اس بات نے بادشاہ خان کے ذہن میں نہ جانے کیا کیا خدشات پیدا کر دیے تھے۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ شیران اس کی توقع سے آگے کی چیز ہے وہ نعمان خان اور اس کے بھائیوں کی طرف سے بھی شدید فکر مند تھا اگر شیران زندہ رہا تو پھر کوئی وقت ایسا ضرور آئے گا جب دونوں کا آمنا سامنا ہوگا اور اس کے بعد جو نتائج نکل سکتے تھے وہ اس کے علم میں تھے اس شیطان صفت سے کوئی بات بعید نہیں تھی بادشاہ خان جب بھی سوچتا اس کے ذہن میں شدید پریشانیاں در آتی تھیں اس وقت بھی وہ صوفے پر نیم دراز گہری سوچ میں گم تھا کہ اس کے ملازم نے پال کے آنے کی اطلاع دی۔ بادشاہ خان شاید اس وقت کسی سے ملنا پسند نہ کرتا لیکن وہ پال کا نام سن کر چونک پڑا۔

"بھیجو... بھیجو اسے جلدی سے بھیجو میرے پاس۔" بادشاہ خان نے کہا۔ پال کی ذات سے اسے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں لیکن جب پال اس کمرے میں داخل ہوا تو بادشاہ خان کا ماتھا ٹھنکا ضرور پال کوئی بری خبر لایا ہے اس نے سوچا اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ "کیا بات ہے پال اس طرح اچانک آگئے ٹیلی فون کیوں نہیں کیا تم نے مجھے؟"

"بادشاہ، بادشاہ میں بہت بری خبر لایا ہوں، بہت ہی بری یوں سمجھیں بادشاہ خان کہ ہم اپنے مشن میں ناکام ہوگئے۔"

"یہ کوئی نئی خبر نہیں ہے میرے لیے۔ میں جانتا ہوں کہ میرے آدمی اس شخص کے مقابلے میں ناکارہ ہیں بہرصورت تم کیا سنانا چاہتے ہو۔ مجھے سناؤ، یہ بھی بتاؤ کہ شیران کو میرے بارے میں کس حد تک معلومات حاصل ہوئی ہیں؟"

"نہیں بادشاہ خان، اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن فلیٹی اب اس دُنیا میں نہیں ہے"۔
"کیا؟" بادشاہ خان چونک کر بولا۔
"ہاں، بادشاہ خان، شیران نے اُسے ہلاک کر دیا"۔
"اوہ کس طرح۔ تم کہاں مر گئے تھے؟" بادشاہ خان دھاڑا۔
اور پال کی گردن جھک گئی۔
"بادشاہ خان، فلیٹی قصور وار تھی میں آپ کو کیا بتاؤں . . . . اس نے شیران کو بے ہوش کر کے اپنی خوابگاہ تک پہنچایا اور پھر شاید اس کا قرب بھی حاصل کیا اس کے بعد وہ اسے قتل کرانا چاہتی تھی میری اس سے کچھ تلخ کلامی بھی ہو گئی تھی اس سلسلے میں کیونکہ یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ میں فلیٹی کو چاہتا تھا اور اس سے شادی کرنے کا خواہش مند تھا بہر طور میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد کیا ہوا لیکن اب سے تھوڑی دیر قبل فلیٹی کے پاس پہنچا تو میں نے کمرے میں مارشل آرٹس کے ماہر ڈینس اور فلیٹی کی لاشیں دیکھیں دونوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے"۔
"ڈینس بھی مارا گیا"۔ بادشاہ خان متحیرانہ لہجے میں بولا۔
"ہاں بادشاہ خان، حالانکہ اس شخص کے بارے میں ہمارا خیال تھا کہ یہ بیس پچیس افراد پر بھاری ہے لیکن ڈینس ہی کے پستول سے اُسے ہلاک کیا گیا اور فلیٹی بھی اُسی پستول کا شکار ہوئی ہے پستول کمرے ہی میں پڑا ہوا ملا ہے اور شیران غائب ہے"۔
"گیٹ آؤٹ، گیٹ آؤٹ"۔ بادشاہ خان حلق پھاڑ کر دھاڑا۔
اور پال چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ "میں کہتا ہوں نکل جاؤ، یہاں سے نکل جاؤ"۔ بادشاہ خان پھر دھاڑا اور پال سہمے ہوئے سے انداز میں باہر نکل آیا۔
بادشاہ خان اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ رہا تھا اس کی کیفیت بہت خراب تھی یہ اطلاع اس کے ذہن پر تازیانہ ثابت ہوئی تھی تھوڑی دیر تک وہ شدید انتشار کے عالم میں وہاں ٹہلتا رہا پھر وہاں سے ہٹ کر ٹیلی فون کے قریب پہنچ گیا اس نے ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کیے اور پھر ریسیور کان سے لگا لیا دوسری طرف سے چند لمحات کے بعد رابطہ قائم ہو گیا تھا۔
"کیتھرو، کیتھرو"۔ بادشاہ خان ریسیور میں دھاڑا۔
"کیتھرو بول رہا ہے سر"۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔
"فلیٹی ماری گئی، ڈینس بھی ہلاک ہو گیا اور شیران ان کے شکنجے سے نکل گیا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ فلیٹی پر مکمل بھروسہ نہ کرو لیکن تمھیں اس پر بہت زیادہ اعتماد تھا"۔
"کک . . . کیا فرما رہے ہیں بادشاہ خان؟" کیتھرو کی سہمی ہوئی آواز اُبھری۔
"بکواس مت کرو جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا دہی مفہوم ہے میں فضول باتوں سے گریز کرنا چاہتا ہوں اب بتاؤ کیا کرنا ہے شیران ایک بار پھر نکل گیا ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلیٹی سے اس نے ہمارے بارے میں کیا معلومات حاصل کی ہیں"۔
"میرے لیے جو حکم ہو بادشاہ خان میں حاضر ہوں"۔ کیتھرو نے کہا۔
"ڈوب مرو، جاؤ کسی گندی سی غلیظ نالی میں ڈوب مرو بس اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں تم سے"۔ بادشاہ خان نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ اس کا چہرہ آگ کی طرح سُرخ ہو رہا تھا۔ ذہنی طور پر وہ اس قدر پریشان نظر آ رہا تھا کہ نا قابلِ بیان اس وقت قرب و جوار میں کوئی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر تک رہنے کے بعد اس نے دوبارہ ٹیلی فون پر کچھ نمبر ڈائل کیے اور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔
"بادشاہ خان بول رہا ہے، بریٹو موجود ہے؟"
"جی ہاں جناب۔ ابھی ابھی باہر گئے ہیں۔ بلاؤں؟" دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔
"ہاں بلاؤ۔ فوراً بلاؤ"۔ بادشاہ خان نے کہا۔
چند ساعت کے بعد بریٹو ٹیلی فون پر پہنچ گیا۔
"بریٹو کیا کر رہے ہو تم روانگی کا کیا پروگرام ہے؟"
"بس بادشاہ خان، ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہماری فلائٹ روانہ ہو جائے گی ہم سب تیار ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد روانہ ہو جائیں گے"۔
"ویری گڈ، ویری گڈ۔ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں"۔
"ہرگز نہیں۔ آپ بالکل مطمئن رہیں ویسے کرمرانی اپنے مشن پر روانہ ہو چکے ہیں"۔
"ہاں۔ انھوں نے مجھے اطلاع دے دی تھی لیکن میں آخری بار وارننگ دے رہا ہوں کہ بڑی ہوشیاری سے یہاں سے نکل جاؤ۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے حالات شدید ہوتے جا رہے ہیں"۔
"اوکے، بادشاہ خان میں بالکل ہوشیار رہوں گا فکر مت کرو"۔ بریٹو نے جواب دیا اور بادشاہ خان نے

فون بند کر دیا وہ شدید ہیجان کا شکار نظر آ رہا تھا شاید اس سے پہلے اس نے کبھی اتنا ہیجان نہ محسوس کیا ہو پھر وہ ایک کرسی پر دراز ہو گیا اس کے ذہن میں عجیب سے خیالات آنے لگے شیران کے سلسلے میں اب تک جتنی کوششیں ہوئی تھیں سب ناکام رہی تھیں اور پھر فلیٹی کی موت کی اطلاع بھی بڑی پریشان کن تھی وہ ایک شاندار عورت تھی جس پر کیتھرو کو اور خود بادشاہ خان کو بہت اعتماد تھا لیکن پال نے اس کی موت کی اطلاع دی تھی یہ اطلاع بادشاہ خان کے لیے . . . . . . شدید ہیجان خیز ثابت ہوئی تھی اس کے بعد وہ شاید ذہنی طور پر دیوالیہ ہو گیا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا اور پھر اچانک کھڑا ہو گیا ٹیلی فون ہی کی شامت تیسری بار بھی آئی تھی اور اس نے بریٹو ہی کو رنگ کیا تھا یہاں سے معلوم ہوا کہ مسٹر بریٹو جا چکے ہیں تب وہ ائیرپورٹ سے فون پر ہانگ کانگ جانے والی فلائٹ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا اور پھر شاید اُسے نعمان خان کی روانگی کا اطمینان ہو گیا۔ چنانچہ اس بار وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر باتھ رُوم میں گھس گیا تھا کافی دیر تک وہ باتھ روم میں ٹھنڈے پانی کی پھواروں کے نیچے بیٹھا نہاتا رہا اور پھر جب وہ وہاں سے نکلا تو پُر سکون تھا اس سکون کی وجہ شاید کوئی خاص خیال تھا اور اس کا اندازہ بھی چند لمحات کے بعد ہو گیا کیونکہ وہ عمارت کے اس مخصوص تہ خانے کی طرف چل پڑا جہاں وہ خاص خاص اوقات میں ہی جاتا تھا۔ وہ وہاں نصب شدہ مشینوں کی مدد سے دُور دُور سے رابطہ قائم کرتا تھا اس بار بھی اس نے ایسی ہی ٹرانسمیٹر مشین پر کسی سے رابطہ قائم کیا تھا اور کافی دیر کی کوشش کے بعد اسے یہ لائن مل سکی چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے ایک نامانوس سی زبان میں کچھ کہا گیا اور بادشاہ خان انگریزی میں بولا۔
"بادشاہ خان بول رہا ہے اوور"۔
"ہیلو بادشاہ خان خیریت کیا بات ہے؟ اوور"۔
"نمبر اٹھارہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں، اوور"۔
"نمبر اٹھارہ بنکاک ہی میں ہے لیکن اس کے بارے میں تم کیوں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو؟"
"میں نے گریٹ فور کی ایک میٹنگ میں ایک درخواست کی تھی۔ گریٹ فور نے ایک آپریشن کے وقت مجھے روکا تھا اور کہا تھا کہ اس آپریشن کو اس انداز میں نہ کیا جائے اس کے بدلے کچھ اور پروگرام ترتیب دیا جا سکتا ہے اور پھر مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر مجھے ضرورت پیش آئی تو مجھے ہر طرح کی امداد پیش کی جائے گی میں اس وقت بنکاک میں ہوں اور مجھے نمبر اٹھارہ کی امداد درکار ہے"۔
"اپنا کوڈ بتاؤ"۔ دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔
"زیرو، تھری، ایٹ"۔ بادشاہ خان نے جواب دیا۔
"اوکے۔ کچھ دیر انتظار کرو میں اس معاملے پر معلومات حاصل کیے لیتا ہوں اوور"۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔
"ٹھیک ہے میں انتظار کر رہا ہوں لیکن مجھے جواب فوری درکار ہے"۔
"اوکے، بس چند منٹ"۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور بادشاہ خان انتظار کرنے لگا پھر تقریباً پانچ منٹ کے بعد ایک بدلی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔
"ہیلو بادشاہ خان کیسے مزاج ہیں؟"
"ٹھیک ہوں جناب لیکن صورتِ حال بہت بگڑ گئی ہے"۔
"کیا بات ہے تھوڑی سی تفصیل بتاؤ"۔
"میں نے اپنے علاقے میں ایک پروگرام ترتیب دیا تھا۔ کیونکہ میرا ایک خاندانی دشمن میرے ہاتھوں سے نکل گیا تھا مجھے عین وقت پر اس پروگرام کی تکمیل سے روکا گیا اور کہا گیا کہ اس سلسلے میں خود کوئی قدم نہ اُٹھاؤں۔ مجھے ہیڈ کوارٹر کی طرف سے امداد فراہم کی جائے گی۔ اس کے بعد سے اب تک میں نے خود کو پُر سکون رکھا اور اس سلسلے میں دلچسپی نہیں لی لیکن اب صورتِ حال بہت خراب ہو گئی ہے وہ شخص یعنی میرا دُشمن جو شیران کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے یہاں بنکاک میں موجود ہے اور میرے خلاف کارروائیاں کر رہا ہے مجھے شدید خطرے کا سامنا ہے۔ چنانچہ میں نے حالات اس قدر بگڑے ہوئے محسوس کیے ہیں کہ مجبوراً مجھے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کرنا پڑا۔ میں چاہتا ہوں کہ بنکاک میں اٹھارہ نمبر کو میرے بارے میں اطلاعات فراہم کی جائیں اور میری اس سے ملاقات کا بندوبست کیا جائے"۔ بادشاہ خان نے کہا۔
"ٹھیک ہے بادشاہ خان تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا کرنے میں ہمیں کوئی عار نہیں ہے۔ نمبر اٹھارہ سے مل لو۔ نمبر اٹھارہ کو بھی تمھارے بارے میں اطلاعات فراہم کی جا رہی ہیں ویسے نمبر اٹھارہ کے بارے میں تفصیلات جانتے ہو؟"
"زیادہ نہیں، بس مجھے ایک نام معلوم ہے"۔
"ہاں۔ کیا نام ہے وہ"۔ دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔
"شاید ایڈنا ڈمیل"۔ بادشاہ خان نے جواب دیا۔
"ویری گڈ، ویری گڈ۔ تمھاری معلومات بالکل درست ہیں"۔

غالباً تمھیں اس کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ ایڈنا ڈمپل ایک جوان العمر عورت ہے تم اسے لڑکی یا دوشیزہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ پیرنٹ اسکوائر پر کوٹھی نمبر اٹھائیس میں تمھارا انتظار کرے گی تم چاہو تو آٹھ گھنٹے کے اندر اندر اس سے ملاقات کر سکتے ہو۔"

"بہت بہتر۔ براہ کرم اسے میرے بارے میں تفصیل سے بتا دیا جائے۔"

"اس بات کی فکر مت کرو۔ بادشاہ خان یہ ہمارا کام ہے تم اس سے مل کر اسے تمام پریشانیاں بتا سکتے ہو وہ تمھارے ساتھ ہر ممکن تعاون کرے گی۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میں اسی بات کا خواہشمند ہوں کہ مجھے ہیڈ کوارٹر کی طرف سے بھرپور امداد فراہم کی جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ جو کچھ کہا گیا ہے ویسا ہی ہوگا۔ اوور اینڈ آل۔"

دوسری طرف سے آواز آئی اور بادشاہ خان نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا اب وہ کافی حد تک مطمئن نظر آ رہا تھا۔

✡

پیرنٹ اسکوائر کی کوٹھی نمبر اٹھائیس شاندار عمارت تھی بادشاہ خان کی قیمتی کار جس کے شیشے تاریک تھے عمارت کے سامنے آ کر رکی اور دوسرے لمحے آہنی پھاٹک خود بخود کھل گیا اور ایک مشینی آواز سنائی دی۔

"معزز مہمان کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ براہ کرم اندر تشریف لے آئیے۔" بادشاہ خان نے کار کھلے ہوئے پھاٹک سے اندر داخل کر دی اور چوڑی سڑک سے گزرتا ہوا عمارت کے صدر دروازے تک پہنچ گیا عقب نما آئینے میں اس نے آہنی پھاٹک کو پہلے کی مانند بند ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ بہرطور چونکہ وہ خود بھی معمولی شخصیت کا انسان نہیں تھا اس لیے ان چیزوں سے متاثر نہیں ہوتا تھا پورچ میں کار روک کر وہ نیچے اتر آیا قرب و جوار میں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن بادشاہ خان کو اس سے تشویش نہ ہوئی کار کا دروازہ لاک کر کے وہ صدر دروازے کی جانب بڑھا اور ایک بار پھر آسے وہی آواز سنائی دی۔

"تردد نہ فرمایئے۔ سیدھے چلے آیئے۔ راہداری کے آخر میں جو دروازہ ہے وہ آپ کا منتظر ہے۔"

بادشاہ خان صدر دروازے سے گزرتا ہوا راہداری میں پہنچ گیا جس میں موٹا قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ اطراف میں صاف ستھری دیواریں تھیں جو گہرے سرمئی اور سفید پتھر سے بنی ہوئی تھیں راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ نظر آ رہا تھا جو خودکار ہی تھا جونہی بادشاہ خان کا سایہ اس پر پڑا دروازہ کھل گیا اور بادشاہ خان اس حسین آراستہ ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا جسے دنیا کا حسین ترین ڈرائنگ روم کہا جا سکتا تھا نیم دائرے کی شکل میں بہت بڑی شیشے کی میز تھی جس پر گلدان سجے ہوئے تھے۔ بادشاہ خان اندر داخل ہو کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا یہ سب کچھ اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں تھا اپنے علاقے میں وہ زلزلے کے نام سے مشہور تھا اور اس کا سایہ بھی جہاں پڑتا وہاں اس کے استقبال کے لیے ہزارہا افراد موجود ہوتے تھے وہ بہت غصہ ور تھا اور اپنی مرضی کے بغیر کسی چڑیا کو بھی پرواز کی اجازت نہیں دیتا تھا لیکن پہاڑوں کا یہ خونخوار بھی مصلحتوں کا غلام بن چکا تھا اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ پہاڑوں سے نکل کر یورپ کی مذموم فضا میں پہنچ چکا تھا جہاں مصلحت پسندی اور مکاری چھائی ہوئی تھی اور یہ ساری چیزیں اس نے اپنالی تھیں اپنے قبائل میں پہنچتا تو اس کی فطرت میں وہی دہشت ابھر آتی جو پتھروں کی دین تھی لیکن وہاں سے جب باہر نکلتا تو وہ ان لوگوں کی چالاکی اپنا لیتا جن سے اس کا واسطہ تھا اس کی زندگی کا کوئی خاص مشن نہیں تھا بس فطری طور پر وہ دولت پسند انسان تھا اور اپنے اردگرد دولت کے انبار دیکھنا پسند کرتا تھا گو جو اقدار تھے وہ اس کے ذہن سے محو نہیں ہوئے تھے اور وہ اپنی روایتوں اور رسموں کو جاری رکھنا چاہتا تھا لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ پہاڑ سونا نہیں اگلتے۔ سونے کے لیے باہر کی دنیا میں جانا ضروری ہے اور باہر کی دنیا میں رہ کر وہیں کے لوگوں کے مطابق عمل کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ وہ مصلحتوں کے تحت خود کو ڈھال لینے کا عادی بن چکا تھا حالانکہ اس وقت بھی اس کی شخصیت اس عمر میں ہونے کے باوجود اتنی عظیم اور دل پذیر تھی کہ دیکھنے والا اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا اور اس کا اثر لازمی طور پر پڑتا تھا لیکن تقدیر کچھ دنوں سے یلور نہیں تھی طویل عرصہ گزر چکا تھا اس کا بھائی فیروز خان اسے بہت پیارا تھا فیروز خان کی موت کا ذمہ دار شیران کا باپ کہلاتا تھا اور بادشاہ خان کو یقین تھا کہ وہی فیروز خان کا قاتل تھا چنانچہ اس کی موت کا بدلہ اب شیران ہی سے لیا جا سکتا تھا بادشاہ خان کو شیران کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل تھیں لیکن بس وہ اسی حد تک تھیں کہ وہ تراب زان کا لفنگا ہے ایک ایسا نوجوان جو عام طور پر وارث ہونے کی وجہ سے بگڑا ہوا قرار پاتا ہے چنانچہ اس نے سوچا تھا کہ شیران کو باآسانی نوالہ بنا لے گا اور اس کے لیے اس نے پہاڑ

کی اس رسم کو زندہ رکھنا مناسب سمجھا تھا ورنہ اگر خاموشی سے چاہتا تو کسی بھی جگہ شیران کو تاک کر نشانہ بنایا جا سکتا تھا لیکن بادشاہ خان اس کے اس عمر تک پہنچنے کا انتظار کرتا رہا تھا جو انتقام کی عمر ہوتی ہے اور جب اس نے فیروز خان کے بیٹوں کو یہ سعادت دلانا چاہی کہ وہ اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لیں تو پوری بساط الٹ گئی۔ شیران ایک ایسی شے نکلا جو بادشاہ خان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی اس نے جو کچھ کیا اس نے بادشاہ خان کی ناک کاٹ کر زمین پر پھینک دی تھی مگر بادشاہ خان کہنے کو کچھ بھی کہہ لیتا لیکن درحقیقت پہاڑوں میں یہ آواز آج تک گونج رہی تھی کہ بادشاہ خان اپنے دشمن سے انتقام نہ لے سکا بلکہ دشمن نے بادشاہ خان کی عزت کو سر بازار نیلام کر دیا۔ فیروز خان کی چاروں بیٹوں کو اس طرح بے عزت کیا گیا کہ بادشاہ خان اب ان پہاڑوں میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں تھا لیکن اس کے نتیجے میں بادشاہ خان نے جو کچھ کیا وہ ایک احمقانہ سی کوشش ہی قرار دی جا سکتی تھی کیونکہ اس میں بھی اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا اور پھر جب وہ پہاڑوں میں خوفناک خونریزی کا پروگرام بنا رہا تھا اور تراب زان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا فیصلہ کر چکا تھا تو اس کی مصلحت پسندی آڑے آئی۔ وہ لوگ جو بادشاہ خان سے ایک خاص کام لینا چاہتے تھے اور جس کے عوض انھوں نے بادشاہ خان کا منہ موتیوں سے بھر دیا تھا۔ بادشاہ خان کو اس کی اجازت دینے کے لیے تیار نہیں تھے کہ وہ پہاڑوں میں خونریزی کرے کیونکہ اس خونریزی کے نتیجے میں اس ملک کی حکومت اس طرف متوجہ ہو جاتی اور وہ لوگ جو وہاں سازش کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے اپنی اس کوشش میں ناکام رہتے۔

چنانچہ بادشاہ خان کو سمجھایا بجھایا گیا اور اس بات کی یقین دہانی کی گئی کہ جس سے بادشاہ خان خاموش ہو گیا لیکن وہ اپنے سینے میں انتقام کی آگ دبائے رہا تھا ساری بساط الٹ گئی تھی نعمان خان اور اس کے بھائی بادشاہ خان سے شدید ناراض ہو کر روپوش ہو چکے تھے بمشکل تمام بادشاہ خان کو ان کا پتہ چلا تھا اور اب اس کی کیفیت عجیب سی تھی وہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھ رہا تھا اور وہ ایسا نہ تھا کہ نعمان خان کو شیران کے خوف سے ہانگ کانگ بھیج دیتا اسے ایک خدشہ تھا کہ شیران جیسا شیطان یہاں بھی شطرنج کی بساط پر حکمران ہوگا اور پھر مارلینو کا نام بھی اس کے علم میں آ چکا تھا۔ مارلینو کی دہشت بھی ان لوگوں پر اس طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ یہ آٹھوں سربراہ اس کے نام سے پریشان تھے اس کا ذمہ دار ہینڈرک ہی کو کہا جا سکتا تھا وہ اس کی ایک احمقانہ حرکت تھی ایک شرارت جو مارلینو کے ساتھ کی گئی مارلینو جیسا سادہ دل دیہاتی نوجوان ان لوگوں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا تھا بس ان کی وحشت خیزی نے انھیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ مارلینو ہی کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں یا اس کی زندگی کو ایک تماشا بنا کر رکھ دیں لیکن اس زندگی نے انھیں خود تماشا بنا دیا تھا۔ وہ آٹھوں کے آٹھوں مارلینو کے فرار کے بعد سے پریشان تھے۔ خاص طور سے اس لیے کہ ہینڈرک نے انھیں ساری تفصیل بتائی تھی ہینڈرک نے انھیں بتا دیا تھا کہ مارلینو اتنا کچھ حاصل کر کے گیا ہے کہ اگر اس کا صحیح استعمال کرنے پر آمادہ ہو جائے تو ہمیں شدید مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں اس وقت سے مارلینو ان سب کے ذہنوں میں خلش بنا ہوا تھا اور وہ بار بار اس کے بارے میں سوچ چکے تھے کہ اگر وہ ان کے سامنے آ گیا تو یقینی طور پر مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں چنانچہ اب بادشاہ خان کو دہری مشکلات کا سامنا تھا۔ شیران بذات خود ہی کیا کم تھا کہ مارلینو کا نام بھی اس سے منسلک ہو گیا تھا اس دہری مار نے بادشاہ خان کو اس حد تک نروس کر دیا تھا کہ وہ زندگی میں اس سے پہلے اتنا ہراساں نہ ہوا تھا نتیجے میں اسے ان لوگوں سے امداد طلب کرنا پڑی جنھوں نے اس سے امداد کا وعدہ کیا تھا اس وقت بھی بادشاہ خان نے یہی سوچا تھا کہ شیران سے اپنا بدلہ خود ہی لے گا بھلا ان لوگوں کو شیران کے بارے میں کیا معلومات حاصل ہیں اور یہ اس کے سلسلے میں کیا مدد کر سکتے ہیں لیکن ابھی تک اسے اس کا موقع نہیں ملا تھا اور جب شیران کی بنکاک میں موجودگی کی اطلاع ملی اور اس کی چیرہ دستیوں کا بادشاہ خان نے تذکرہ سنا تو اس کے حواس جواب دے گئے اور نتیجے میں وہ یہاں موجود تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ ایڈنا ڈمپل کیا چیز ہے وہ کس انداز میں اس کی مدد کر سکتی ہے۔۔۔ لیکن جن لوگوں نے اس سے امداد کا وعدہ کیا تھا وہ اس کے پابند تھے کیونکہ انھوں نے اسے ایک ایسے اقدام سے روکا تھا جو اس کے لیے ایک قومی حیثیت رکھتا تھا کافی دیر تک بادشاہ خان ان ہی خیالات میں گم رہا۔ شیشے کی میز کی سطح پر اسے اپنی تصویر نظر آ رہی تھی لیکن یہ تصویر اس کی آنکھوں میں دھندلاتی جا رہی تھی کہ دفعتاً اندرونی کمرے کا پردہ ہلا اور ایک دراز قامت عورت اندر داخل ہوئی اسے عورت کہنا مناسب نہیں تھا عجیب پراسرار چہرے کی مالک تھی اتنی حسین کہ دیکھے نہ دیکھی جائے۔ اتنی حسین کہ اس پر سے نگاہ نہ ہٹے۔ بادشاہ خان جیسا بوڑھا آدمی اسے کئی منٹ

تک دیکھتا رہا تھا اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اتنی دلآویز تھی کہ بادشاہ خان اس مسکراہٹ کے سحر کو اپنے ذہن میں اترتا محسوس کر رہا تھا وہ بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا عورت کی نگاہوں میں تحسین کے جذبات نظر آنے لگے تھے اس کی مسکراہٹ کچھ اور کشادہ ہو گئی اور اس نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے بادشاہ خان سے کہا۔

"مجھے شاندار شخصیتوں سے مل کر بے پناہ مسرت ہوتی ہے بادشاہ خان اور پھر میں قبائلیوں کی تو بہت سی کہانیاں سن چکی ہوں۔"

"شکریہ۔ میں ایڈنا ڈمپل سے ہی مخاطب ہوں نا؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"ہاں۔ تمھاری دوست ایڈنا ڈمپل، براہ کرم بیٹھ جاؤ۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا اور بادشاہ خان اپنی جگہ بیٹھ گیا ایڈنا ڈمپل میز کے اطراف میں گھوم کر میز کے عین درمیان بادشاہ خان کے سامنے صوفے پر جا بیٹھی تھی بادشاہ خان بھی اس کی شخصیت سے اچھا خاصا متاثر نظر آ رہا تھا۔

"بادشاہ خان تنظیم کی طرف سے مجھے آپ کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیلات بتائی گئی ہیں لیکن جتنی معلومات مجھے حاصل ہیں ان کے تحت یہ بات میرے علم میں ہے کہ آپ ہمارے لیے ایک اہم حیثیت کے حامل ہیں اور آپ ہمارے لیے وہ سب کچھ کر رہے ہیں جو ہماری زندگی کا ایک اہم مقصد ہے چنانچہ ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کے ذہن کی حفاظت کریں اور آپ کو کسی طرح بھی تردد کا شکار نہ ہونے دیں اور پھر مجھے تو یہ بھی مسرت ہے کہ میں کسی ذاتی مسئلے میں آپ کی خدمت کے لیے آمادہ کی گئی ہوں براہ کرم پہلے یہ فرمایے کہ کیا پینا پسند کریں گے۔"

"شکریہ، ایڈنا۔ میں ان تکلفات سے مبرا ہوں میں صرف کام کی گفتگو پر آنا چاہتا ہوں۔"

"بہت مسرت کی بات ہے وہ لوگ جو فضول باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور صرف کام سے دلچسپی لیتے ہیں کامران کہلاتے ہیں۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ کو میرے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"یہی کہ بادشاہ خان جو ایک بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں اور قبائلی ہیں مجھ سے اپنے سلسلے میں کچھ امداد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ بادشاہ خان کے ساتھ مکمل تعاون کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے میرا مطلب ہے، آپ کو یہ نہیں بتایا گیا کہ مجھے کس قسم کی امداد درکار ہے؟"

"ہاں مجھ سے صرف اتنا کہا گیا ہے کہ بادشاہ خان کا ذاتی مسئلہ ہے تفصیلات میں آپ سے ہی پوچھ لوں۔"

"اوہ ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ اتنے مختصر وقت میں اتنا ہی کچھ کہا جا سکتا تھا بہر طور میں تفصیلات بتانے کے لیے تیار ہوں۔" بادشاہ خان گہری سانس لے کر بولا اور پھر کہنے لگا۔ "قبائلیوں کے بارے میں اگر آپ کی معلومات محدود نہیں ہیں تو شاید آپ کو علم ہو کہ ہم لوگ پہاڑوں میں زندگی بسر کرتے کرتے خود بھی پہاڑی رسموں کے قائل ہو جاتے ہیں اور یہ رسمیں صدیوں سے ہماری روایات چلی آ رہی ہیں مثلاً یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر ہمارے درمیان آپس کی دشمنی چل جائے تو پھر یہ دشمنی پشت ہا پشت قائم رہتی ہے اور ہماری نسلیں انتقام کی پیاسی رہتی ہیں ہم لوگ مرتے وقت اپنی اولادوں کو یہ وصیت کر جاتے ہیں کہ تم انتقام ضرور لینا باقی دنیا میں کوئی کام کر سکو یا نہ کر سکو، اور پہاڑوں کی یہ روایتیں ہمیشہ سے قائم ہیں اور ہمیشہ قائم رہیں گی۔ ہر چند کہ پہاڑوں میں رہنے والے ان روایتوں سے نالاں ہیں اور ان میں تبدیلیاں چاہتے ہیں لیکن جو چیز ان کی رگوں میں بسی ہوئی ہے وہ بھلا اتنی جلدی کیسے تبدیل ہو سکتی ہے میری بھی ایک خاندان سے دشمنی چلی آ رہی ہے اسی خاندان کا ایک نوجوان جو بظاہر ایک لفنگا کہلاتا تھا اور جس کا نام شیران ہے ہماری توجہ کا مرکز تھا۔ میں اعتراف کرتا ہوں میڈم ایڈنا ڈمپل کہ میں نے اس نوجوان کی شخصیت کا اندازہ لگانے میں غلطی کی تھی بہر طور ہم نے اس سے انتقام لینے کی کوشش کی لیکن ہمیں مزید خسارے سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ وہ شیطان صفت آدمی بے حد مکار اور پھرتیلا تھا قبائلیوں کی عام سرشت کے خلاف اس کی فطرت میں خبیثیت اس قدر رچی بسی ہوئی تھی کہ ہم اس کی فطرت کو نہ پہچان سکے اس نے مجھے زبردست ذہنی چوٹ دی میرے خاندان کی چار... لڑکیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے نتیجے میں میرے خاندان کو تباہی سے دوچار ہونا پڑا۔ میری بھاوج نے خودکشی کر لی اور میرے بھتیجے ملک چھوڑ کر چلے گئے میں انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا مس ایڈنا ڈمپل، میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس شخص کے قبیلے کو ہی تباہ و برباد کر ڈالوں لیکن تھا۔ مجھے نہ روکا جاتا تو شاید اب تک اس قبیلے کے کھنڈرات بھی ہوا میں اڑ چکے ہوتے لیکن تنظیم کے مفاد میں خاموش ہو گیا۔ مختصراً میں یہ کہوں گا میڈم ایڈنا ڈمپل کہ میں انتقام کی یہ آگ اپنے

سینے میں دبائے انتظار میں تھا کہ دفعتاً مجھے پتہ چلا کہ شیران بنکاک میں ہے اور منشیات کی تجارت کر رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ایڈنا ڈمپل حیرت سے بولی۔

"ہاں۔ وہ کس طرح یہاں پہنچا میں کچھ نہیں جانتا لیکن میں نے اسے ایک نام سے منسلک سنا ہے۔"

"کیا نام ہے وہ؟" ایڈنا ڈمپل نے پوچھا۔

"مارلینو۔"

"کیا۔" ایڈنا ڈمپل ایک بار پھر اچھل پڑی۔

"ہاں، مارلینو۔ کیوں، کیا آپ اس سے واقف ہیں میڈم ڈمپل؟" بادشاہ خان نے تعجب سے پوچھا۔

"کیا اس مارلینو کا تعلق کسی طرح گانگ ہو سے ہے؟" ایڈنا ڈمپل نے سوال کیا اور بادشاہ خان چونک پڑا۔

"ہاں، یہ بالکل درست ہے گانگ ہو اور اس کے نواح میں مارلینو کا نام سنا جاتا ہے۔"

"گڈ ویری گڈ۔ مگر شیران کا اس شخص سے کیسے تعلق ہو گیا؟"

"یہ میں خود نہیں جانتا مجھے علم نہیں کہ وہ پہاڑوں سے کیسے نکلا اور کس طرح وہ مارلینو تک پہنچا بہر صورت دو شیطان جمع ہو گئے ہیں مارلینو بھی کم شخصیت کا حامل نہیں ہے ویسے ایڈنا، مارلینو کے بارے میں کیا جانتی ہیں؟"

ایڈنا ڈمپل نے ایک گہری سانس لی اور کسی قدر متفکرانہ انداز میں بولی۔ "یہی کہ مارلینو کسی معمولی شخصیت کا نام نہیں ہے اور تنظیم پچھلے دنوں اس سے خاصی متاثر رہی ہے نہ صرف متاثر بلکہ در پردہ یہ کارروائیاں ہوتی رہی ہیں کہ مارلینو بھی ہم میں شامل ہو جائے اور ہمارے لیے کام کرے۔"

"اوہ۔ گویا وہ تنظیم کی نگاہوں میں قابل غور ہے۔"

"صرف قابل غور نہیں بلکہ انتہائی قابل غور، شاید آپ یہ بات نہیں جانتے بادشاہ خان کہ گانگ ہو اور اس کے نواح میں مارلینو کی حکومت ہے وہ اس قدر مضبوط اور طاقتور ہے کہ وہاں ہمارا اپنا داخلہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔ کوئی اجنبی اس علاقے میں داخل ہوتا ہے تو اس کی تمام تر تفصیلات مارلینو کو مہیا ہو جاتی ہیں اور اس نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ اگر ایک پوری فوج بھی گانگ ہو پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو اسے بآسانی کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ بڑے اقدامات نہ کرے۔"

"کیا واقعی؟" بادشاہ خان کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"یقیناً۔ ظاہر ہے تم ہماری معلومات کے بارے میں کسی شک کا اظہار نہیں کر سکتے۔"

"بلاشبہ، بلاشبہ تنظیم کی معلومات شک سے مبرا ہوتی ہیں مگر یہ شخص اس کا مقصد... اوہ ہینڈرک گدھے... تو نے ہمارے لیے ایک بلا پال لی ہے۔"

"کیا تم مارلینو کے ماضی سے واقف ہو؟" ایڈنا ڈمپل نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"بھلا وہ کیسے؟"

"بس یہ ایک الگ کہانی ہے۔ یوں سمجھو کہ مارلینو ایک دیہاتی نوجوان تھا ہم لوگوں میں آ پھنسا اور ہم نے ازروئے تفنن اسے اپنا تختۂ مشق بنا ڈالا۔ ہمارے ایک بہت ہی اہم ساتھی ہیں مسٹر ہینڈرک جنھیں آپ یقینی طور پر جانتی ہیں۔ انھوں نے اسے اپنے سائنسی تجربات کا شکار بنایا اور اس کے کٹے ہوئے اعضا کو اس طرح بنا دیا کہ وہ ہزاروں ہاتھ پاؤں والے انسانوں پر بھاری ہو جائے اور اس کے بعد اس کی سائنسی صلاحیتوں کو بھی اس قدر بڑھا دیا کہ وہ اپنے طور پر بھی سب کچھ کر سکے اور اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔"

"تعجب ہے۔ تعجب ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ معلومات تنظیم کے بھی علم میں نہیں تھیں۔ تنظیم کی معلومات میں ایک نیا اضافہ ہے بہر طور ہم سر دست اس تذکرے کو پس پشت ڈال دیتے ہیں ہاں تو آپ بتا رہے تھے بادشاہ خان کہ شیران کا نام مارلینو کے نام سے منسلک سمجھا گیا ہے۔"

"ہاں۔ بظاہر یہ نام صرف منشیات کی اسمگلنگ تک محدود ہے اور اس کی کچھ ادھ کارروائیاں علم میں نہیں آئی ہیں لیکن اس شخص نے جس طرح چھوٹے چھوٹے گروہوں کو ختم کر کے بلکہ ایک خطرناک آدمی گری تھا ڈگاڈیجی کو ہلاک کر کے منشیات کے اڈوں پر اپنی اجارہ داری قائم کی ہے وہ قابل تحسین بھی ہے اور تشویش کا باعث بھی بہر طور بات یہیں تک محدود رہتی تو مجھے کوئی فکر نہیں تھی لیکن میرے بھتیجے یعنی فیروز خان کے بیٹے نعمان خان یہاں آ چکے تھے اور میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ انھیں بھی اپنے کاروبار میں شریک کر لوں۔ آپ میرے کاروبار کے بارے میں جانتی ہوں گی میڈم ایڈنا ڈمپل، میں بنکاک اور اس کے گرد و نواح کی مارکیٹ پر قابض ہوں اور یہاں ہم کسی اور کو قدم نہیں جمانے دیتے لیکن منشیات ہماری لائن نہیں ہے اور نہ ہی ہم نے اس کے بارے میں سوچا ہے میرا مقصد ہے کہ ہم دوسرے الیکٹرک گڈس کو کنٹرول کرتے ہیں بہر طور شیران اس طرف تو متوجہ نہیں ہوا لیکن کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ

کس پروگرام کے تحت یہاں پہنچا ہے اور مجھے تو یہ بھی خدشہ ہے کہ ممکن ہے وہ ہماری بو سونگھتا ہوا یہاں تک آیا ہو ان حالات میں دو ہی صورتیں ہیں یا تو ہم اسے ہلاک کر دیں یا پھر نکال چھوڑ دیں۔"

"یہ بات آپ کہہ رہے ہیں بادشاہ خان؟"

"ہاں میڈم ڈمپل یہ میں کہہ رہا ہوں۔ اس لیے کہ میں صرف ایک پہاڑی وحشی نہیں ہوں بلکہ سوچ سمجھ بھی رکھتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ شیران کیا چیز ہے۔ میں نے مجبور ہو کر آپ سے رابطہ قائم کیا ہے اس سے قبل میں شیران کے خلاف... بہت کچھ کر چکا ہوں لیکن اس میں ناکام رہا ہوں اس نے میری ہر تجویز کو ناکام بنا دیا ہے۔"

"اوہ کمال ہے آپ نے میرے دل میں بڑا اشتیاق پیدا کر دیا ہے اس شخص کے لیے براہ کرم ذرا سی تفصیلات اور بتایئے۔"

"پوچھیئے آپ مجھ سے جو سوال کریں گی میں اس کا جواب دوں گا۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"میرا مطلب ہے آپ اس کے خلاف کیا کچھ کارروائیاں کر چکے ہیں؟"

"میں نے اُسے ہر طرح سے گھیرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ میرے جال میں نہیں پھنسا۔"

"کیا آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ آپ کی یا آپ کے بھتیجوں کی یہاں موجودگی سے واقف ہے؟"

"یہ بات میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"اچھا یہ بتایئے کہ آپ کو یہ علم کیسے ہوا کہ منشیات کے اڈوں پر شیران کا کنٹرول ہے؟"

"میں نے آپ سے کہا نا کہ میں اُسے ہلاک کرنے کی بہت سی کوششیں کر چکا ہوں اور یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی کہ وہ یہاں موجود ہے میں نے یہ کوششیں کی تھیں۔"

"کیا آپ اس کی کوئی تصویر مجھے فراہم کر سکتے ہیں؟" میڈم ڈمپل نے پوچھا۔

"ہاں یقیناً۔" بادشاہ خان نے تصویر نکال کر ایڈنا ڈمپل کے سامنے ڈال دی اور ایڈنا ڈمپل نے تصویر اٹھالی۔ اس نے شیران کو دیکھا اور دیکھتی رہ گئی اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے لمحے وہ پرسکون ہو گئی اس نے تصویر نیچے رکھی اور بھاری لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے اب آپ اس مسئلے کو ذہن سے نکال دیجئے میں اپنے طور پر کام شروع کیے دیتی ہوں اور آپ مطمئن رہیں کہ اب شیران آپ کے لیے دردِ سر نہیں بنے گا۔"

"میڈم میں اس سلسلے میں تفصیلات معلوم کرتے رہنا چاہتا ہوں۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"ہوں یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ لیکن میں ذرا اسے قریب سے دیکھ لوں کیا یہ شخص منشیات کے ٹھکانوں پر نظر آتا ہے؟"

"میں نے خود کبھی جا کر نہیں دیکھا کیونکہ میں یہ محسوس کرتا تھا کہ اگر میں اس کے سامنے آ گیا تو پھر یہ کہانی ایک نیا رُخ اختیار کر لے گی۔"

"ٹھیک ہے گویا آپ کو اس بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں ہیں۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔ اکثر وہ نظر آتا ہے۔ میرے ایک ساتھی نے اس کی تصاویر حاصل کی تھیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے بادشاہ خان، آپ بالکل مطمئن رہیں میں آپ کو ہفتہ وار رپورٹ دیتی رہوں گی۔ بہت زیادہ جلد بازی کا مظاہرہ مناسب نہیں ہوگا لیکن اس بات سے آپ بے فکر رہیں کہ یہ آپ تک یا آپ کے بھتیجے تک نہیں پہنچ پائے گا، یہ ایڈنا ڈمپل کا وعدہ ہے۔"

"افسوس میں یہ الفاظ ایک عورت کی زبانی سن رہا ہوں لیکن بعض اوقات تقدیر ایسے ہی تماشے دکھاتی ہے۔ بادشاہ خان جو کچھ ہے شاید تم اس پر یقین نہ کرو میڈم ایڈنا ڈمپل، لیکن میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ بعض اوقات حالات ہمارے بس میں نہیں رہتے اور ہمیں ان کے تابع ہونا پڑتا ہے۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"آپ کیوں تردد کر رہے ہیں بادشاہ خان آپ یہ کیوں نہیں تصور کرتے کہ تنظیم آپ کی اپنی ہے اور آپ تنظیم کے رکن ہیں۔ اگر تنظیم کا کوئی بھی فرد کسی کام کو انجام دے تو یہ پوری تنظیم کا کام ہوتا ہے۔ کسی ایک فرد کا نہیں اور آپ تنظیم کے خاص لوگوں میں سے ہیں اس لیے اگر آپ کا کام میں انجام دے لوں گی یا میرا کام تنظیم کا کوئی انجام دے لیتا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا خیال ہے اس ایک شخص کو ہلاک کرنے میں آپ بھی کامیاب ہو سکتے تھے اگر وہ آپ کا شناسا نہ ہوتا۔ آپ نے اسی لیے تو پرہیز برتا ہے اس تک پہنچنے کے لیے۔ آپ اس کے سامنے آنا نہیں چاہتے جب کہ تنظیم اس کے لیے اجنبی ہوگی۔ ہمارے کارکنوں کے بارے میں وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اس کے دشمن ہوں گے۔ ان حالات

میں ہم اس پر بآسانی قابو پا سکتے ہیں۔"

"اس بات کو ذہن سے نکال دیں میڈم ایڈنا ڈمپل میں آپ کے ان الفاظ سے متفق نہیں ہوں۔ لفظ بآسانی جو آپ نے استعمال کیا ہے وہ میرا خیال ہے ٹھیک نہیں ہے۔ اگر آپ اس لائن پر سوچیں گی تو معاف کیجئے گا کہ آپ کے لیے کامیابی مشکل ہو جائے گی۔"

"ایڈنا ڈمپل پر اعتبار کریں بادشاہ خان میرے الفاظ پر جائیں شیران اب آپ کے لیے دردِ سر نہیں بنے گا۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"تب پھر میں اجازت چاہتا ہوں۔"

"اس اعتماد کے ساتھ کہ اب شیران کا مسئلہ آپ کا نہیں تنظیم کا مسئلہ ہے۔" ایڈنا خود بھی کھڑی ہو گئی اس نے بادشاہ خان سے رکنے کے لیے نہیں کہا تھا، وہ اسے صدر دروازے تک چھوڑنے کے لیے آئی اور صدر دروازے سے نکلتے ہوئے اس نے بڑے پرتپاک انداز میں بادشاہ خان سے ہاتھ ملایا۔

"میں یہ جاننا چاہتی ہوں بادشاہ خان کہ کیا آپ یہاں سے سکون لے کر واپس جا رہے ہیں؟"

"یقیناً اس لیے کہ تنظیم پر مجھے اعتماد ہے اور میں تنظیم کے لیے اپنے آپ کو بھی اسی طرح آمادہ پاتا ہوں۔ میں تنظیم کے لیے جو کچھ کرتا ہوں اس سے میری کارکردگی میں اضافہ ہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ کیونکہ مجھے تنظیم پر مکمل اعتماد ہے۔"

"بہت بہت شکریہ۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا اور بادشاہ خان اپنی کار میں آ بیٹھا۔ وہ اس تمام گفتگو پر غور کر رہا تھا۔ ایڈنا ڈمپل کی شخصیت اس کی نگاہوں کے سامنے تھی اور وہ سوچ رہا تھا کاش یہ نہ ہوتا۔ اس قدر حالات خراب نہ ہوتے کہ ایک عورت کو اس کی امداد پر آمادہ کیا جاتا۔ یہ بات اس کے لیے سخت ہتک کا باعث تھی لیکن یہ بات وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا اور دل ہی دل میں یہ خلش لیے وہ اپنی رہائش گاہ میں لوٹ آیا۔

▼

آہستہ آہستہ وہ لوگ شیران کے قائل ہوتے جا رہے تھے۔ سدھاشی ایک کونے میں خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ایک طرح سے عضوِ معطل ہو کر رہ گئی تھی۔ کوئی کام نہیں رہ گیا تھا اس کا۔ مارلینو سے جب بھی گفتگو ہوتی۔ مارلینو اسے پرسکون رہنے کی ہدایت کرتا اور کہتا۔ حالات کو دیکھتی رہو ممکن ہے کسی وقت شیران کو تمہاری ضرورت پڑ جائے لیکن سدھاشی جانتی تھی کہ شیران اب ان تمام ضرورتوں سے بہت آگے نکل چکا ہے۔

دوسری جانب گریگر اور میگنیشا جب بھی تنہائی میں بیٹھے مسٹر شیران کی باتیں کرتے۔ وہ سخت حیران تھے۔ گریگر، میگنیشا سے کہتا۔ "میگنیشا ان پہاڑیوں کے بارے میں ہمارے تمام مشاہدات غلط نکلے کیا تم اس بات سے انحراف کر سکتی ہو کہ شیران کو ہم نے صرف ایک وحشی قبائلی ہی سمجھا تھا جو چنگیز خان کی مانند خونریزی کر سکتا تھا اور قتل و غارتگری میں بے مثال ہے۔ کیا تم اب اس بات سے انحراف کرو گی میگنیشا کہ شیران نے جس طرح منشیات کے اڈوں کو اپنی جاگیر بنا لیا ہے وہ میرے خیال میں کسی اور کے بس کی بات نہیں تھی۔ بنکاک میں خود بے شمار ایسے چھوٹے چھوٹے گروہ موجود ہیں جن کے سربراہ شیطانی قوت رکھتے ہیں۔ یہاں کے مخصوص طرزِ زندگی میں باہر کے لوگوں کا داخلہ کتنا مشکل کام ہے اس کا اندازہ ہمیں آج سے نہیں بہت پہلے سے ہے لیکن اس خونی قبائلی نے یہاں آ کر ان تمام گروہوں کو ملیا میٹ کر دیا اور وہ سب کے سب یا تو کاروبار چھوڑ بھاگے یا پھر اس کے مطیع ہو کر رہ گئے۔ شاید تمہیں اس بات پر حیرت ہوئی ہو میگنیشا کہ ہم میں سے کسی نے کبھی شیران کے لیے منشیات کی سپلائی میں کمی نہیں آنے دی۔ اس بات کو تم معمولی بات سمجھتی ہو؟ کیا وہ بہترین انتظامی صلاحیتوں کا مالک نہیں ہے۔ کیا اس وحشی صفت قبائلی سے تم یہ توقعات رکھتی تھیں۔"

میگنیشا تھکے تھکے انداز میں گردن ہلانے لگی۔ پھر بولی۔ "نہیں گریگر میں خود بھی جب اس کے بارے میں سوچتی ہوں تو دماغ میرا ساتھ نہیں دیتا۔ میں نے اس کی شخصیت کے ہر پہلو پر بارہا غور کیا لیکن کیا مجال جو ایک بات بھی سمجھ میں آئی ہو۔" میگنیشا نے جواب دیا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے ہم سب کے دماغ چکرا کر رکھ دیے ہیں اور حیرت ناک بات یہ ہے کہ مسٹر مارلینو بھی اس سے بُری طرح متاثر ہیں۔ حالانکہ خود ان کی شخصیت جو کچھ ہے وہ تم بھی جانتی ہو اور میں بھی جانتا ہوں لیکن مسٹر مارلینو اس پر کس قدر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ یہ تو جادوگری ہو گئی... میگنیشا اور ہم اس پہاڑی جادوگر کے جال میں پھنس گئے ہیں۔" گریگر نے کہا اور لفظ پہاڑی جادوگر پر میگنیشا ہنسنے لگی تھی۔ لیکن اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور شیران اندر داخل ہو گیا۔ دونوں بری طرح چونک پڑے تھے۔

شیران کے چہرے پر کسی قدر کبیدگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"کیا ہو رہا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"اوہ کچھ نہیں مسٹر شیران۔ بس یونہی۔ بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ مارلینو کے گروہ کے افراد زیادہ تر پُرسکون گوشوں میں بیٹھ کر گفتگو کرنا پسند کرتے ہیں۔ کیا مارلینو نے

بنکاک میں اپنی تمام سرگرمیاں ترک کر دی ہیں، منشیات کے اڈوں پر قبضے کے علاوہ اس کا کوئی اور منصوبہ یہاں کام نہیں کر رہا۔ میں آپ سے یہ سوال کر رہا ہوں مسٹر گریچر۔"

"م... میں کیا عرض کر سکتا ہوں مسٹر شیران، آپ انچارج ہیں سارے حالات آپ ہی کو معلوم ہوں گے۔ مسٹر مارلینو سے آپ ہی کا رابطہ رہتا ہے۔ ہاں اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں آپ کی طرف سے یہ سوال کر سکتا ہوں کہ کیا بنکاک میں ہماری سرگرمیاں اسی قدر محدود رہنی چاہیئں۔"

شیران پاؤں پھیلا کر ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا اس کی پیشانی پر سلوٹیں چڑھی ہوئی تھیں۔ چند لمحات گریچر اور میگنیشا اسے دیکھتے رہے اور جب اس کی نگاہیں اٹھیں تو ان کی نگاہیں جھک گئیں۔

"دراصل... ارے آپ لوگ کھڑے کیوں ہو گئے۔ میں نے بارہا تم سے کہا ہے کہ مجھ سے دوستانہ انداز میں پیش آیا کریں۔ ترس گیا ہوں دوستوں کو، جسے دیکھو بس ادب کا نمونہ بنا نظر آتا ہے۔ بیٹھ جاؤ مجھے فضول باتوں سے نفرت ہے۔" شیران نے بھاری لہجے میں کہا اور وہ دونوں بیٹھ گئے۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا آپ لوگوں سے، میری فطرت میں سیمابیت ہے میں کسی ایک منصوبے پر زیادہ دیر تک کام نہیں کر سکتا ممکن ہے یہ میری کمزوری ہو۔ بہرصورت ہر انسان میں کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ فولاد میں بھی کہیں نہ کہیں لچک مل جاتی ہے۔ تو دراصل میں کسی ایک منصوبے پر بہت زیادہ دیر تک کام کرنا پسند نہیں کرتا میرے محب میرے دوست مارلینو کی خواہش تھی کہ بنکاک میں منشیات کے تمام اڈے صرف ہمارے قبضے میں ہونے چاہیئں۔ اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ منشیات کے تمام اڈوں پر اب ہمارا ایک مضبوط قبضہ ہے اگر ہم چند اچھے کارکنوں کی نگرانی میں ان اڈوں کو چلاتے رہیں تو میرا خیال ہے طویل عرصے تک ان میں کوئی ردوبدل ممکن نہیں ہوگا۔ جہاں تک منشیات کا مسئلہ ہے تو میں نے ان چند چھوٹے چھوٹے گروہوں کو اس بات کے لیے آمادہ کر لیا ہے کہ ان کا کاروبار بالکل تباہ نہیں ہوگا۔ وہ منشیات حاصل کریں اور معقول کمیشن لے کر ہمیں فروخت کر دیں۔ ہم آوارہ گردوں سے کچھ تھوڑی سی قیمتیں بڑھا کر منشیات سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور میں نے یہی سب کچھ کیا ہے۔ چنانچہ بینگو گروہ، ہائی ٹائز گروپ، میتھولا ڈ گروپ اور چند ایسے دوسرے گروپس ہیں جو ہمارے ساتھ کام کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے ہیں اور انھوں نے ہمیں باقاعدہ سپلائی شروع کر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ مسٹر مارلینو اپنے وسائل سے جو کچھ ہمارے لیے مہیا کر سکتے ہیں میں اس سلسلے میں ان سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہماری سپلائی میں کمی نہ ہو اگر ہمیں کبھی مال کی سپلائی میں دقت ہوئی تو پھر لازمی بات ہے کہ چھوٹے چھوٹے گروپس ایک بار پھر منظرِ عام پر آ جائیں گے اور اپنا کاروبار شروع کر دیں گے اور ظاہر ہے وہ اس میں حق بجانب ہوں گے۔ آپ کا کیا خیال ہے مس میگنیشا؟"
شیران نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔

"جی... جی... جی ہاں بالکل صحیح فرمایا آپ نے۔" میگنیشا اس سوال کی متوقع نہیں تھی لیکن شیران نے اس کی ہچکچاہٹ پر توجہ نہیں دی۔

"چنانچہ میں چاہتا ہوں گریچر کہ اب خود اس موضوع پر مسٹر مارلینو سے گفتگو کروں یا پھر آپ اس موضوع پر مسٹر مارلینو سے بات کر کے مجھے جواب دیں۔"

"ایک سوال میں بھی کر سکتا ہوں مسٹر شیران!" گریچر نے پوچھا۔

"کیوں نہیں، کیوں نہیں، کہو کیا بات ہے؟"

"مسٹر شیران اگر آپ یہاں ان اڈوں کی نگرانی چھوڑ دیں گے تو کیا یہاں وہ لوگ سر نہیں اٹھائیں گے جو صرف آپ کی وجہ سے یہاں دبے ہوئے ہیں۔"

"انھیں سر نہیں اٹھانا چاہیئے، مارلینو سے ایک مکمل پروگرام ہمیں ملنا چاہیے۔ مثلاً ایسے تڑاکے جوان اڈوں پر دوسرے لوگوں کا تسلط نہ ہونے دیں، ان کو باقاعدہ گانگ ہو سے طلب کیا جائے اور یہاں تعینات کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے لیکن میرے ذہن میں کچھ اور تھا۔" گریچر بولا۔

"وہ کیا؟"

"یہ کہ آپ اس کے بعد کیا کریں گے؟"

"اوہ، میں اپنے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، مجھے یوں لگتا ہے جیسے کچھ لوگ باقاعدہ میری تاک میں ہوں۔ یقینی طور پر یہ لوگ انہی میں سے ہو سکتے ہیں جنھیں میرے ہاتھوں زک اٹھانی پڑی ہے۔ وہ میری موت کے خواہاں ہوں گے میں بھی انسان ہوں کہیں نہ کہیں کوئی حماقت مجھ سے بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں ان لوگوں پر توجہ دینا چاہتا ہوں دشمنوں کے بغیر زندگی بے مزہ ہوتی ہے گریچر اور منشیات کی اس فیلڈ میں اب میرا کوئی دشمن نہیں رہا ہے۔ میں اب اپنے دشمنوں کو تلاش کرنا چاہتا

ہوں تاکہ ان کے ساتھ میری زندگی کچھ خوشگوار گزرے۔" شیران نے کہا اور آخری الفاظ کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ گریچر اور میگنیشا کے ہونٹ بھی مسکرانے کے سے انداز میں پھیل گئے تھے غالباً وہ اس کی مسکراہٹ کا ساتھ دینا چاہتے تھے لیکن شیران کے ہونٹ سکڑے تو وہ خود کو چند محسوس کرنے لگے اور جلدی سے نارمل ہو گئے۔

"کیوں کیا خیال ہے آپ کا، کیا دشمنوں کی تلاش ایک دلچسپ کام نہیں ہے؟"

"بلاشبہ آپ جیسے آدمی کے لیے دشمنوں کے بغیر زندگی بے مزہ ہوتی ہوگی۔" گریچر نے جواب دیا۔

"بس بس، مارلینو سے کس وقت بات کرو گے تم؟"

"جنابِ عالی اگر آپ حکم دیں تو فوری طور پر یا اگر آپ مناسب سمجھیں تو خود ہی اس موضوع پر مسٹر مارلینو سے بات کریں۔"

"میں گانگ ہو جانا چاہتا ہوں لیکن ابھی نہیں۔ ابھی اگر میں چلا گیا تو میرے دشمنوں کو مایوسی ہوگی۔ دراصل میں ان کو منظرِ عام پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ ایک واقعہ ہو چکا ہے جس میں ایک لڑکی اور ایک شخص میرے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ لڑکی کا نام غالباً فلیٹی تھا اور وہ آدمی جو جوڈو کراٹے کا ماہر ایک عجیب سی شخصیت کا انسان تھا ڈینس کے نام سے پکارا جاتا تھا۔"

"ڈینس۔" گریچر جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"ہاں ڈینس۔ طویل القامت تھا ایک عجیب سے سپاٹ چہرے والا انسان ماتھے پر سیلی پٹی باندھ کر جوڈو کراٹے لڑتا تھا۔ لیکن بہرطور اب اس کا وجود باقی نہیں رہا ہے لیکن تم نے چونک کر یہ سوال کیوں کیا؟" شیران نے پوچھا۔

"اوہ مسٹر شیران بنکاک میں آپ جس طوفانی انداز میں کام کر رہے اور آپ نے یہاں کے حالات کو جس آسانی سے کنٹرول کر لیا ہے اس کے تحت تو ہم لوگوں کے ذہن میں یہی بات ہے کہ بنکاک کے بارے میں آپ ہم سے کسی طور کم نہیں جانتے۔ بہرطور جہاں تک کرداروں کی بات آتی ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ یہاں رہنے والے تمام لوگوں کے بارے میں آپ کو مکمل معلومات حاصل ہوں۔ بنکاک سے تقریباً ستر کلومیٹر دور مشرق میں ایک تفریحی علاقہ ہے جسے رکین ہل کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے رکین ہل ایک مصنوعی پہاڑی ہے جس کے اطراف میں مصنوعی جھیلیں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ جھیلیں بھی ایک ہی جھیل سے نکالی گئی ہیں۔ بہرطور اس حصے کو مخصوص لوگ تفریح کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور عام لوگوں کا وہاں کوئی گزر نہیں ہوتا۔ اس رکین ہل کے دامن میں چند عمارتیں ہیں، جن میں چند ہوٹل اور چھوٹے چھوٹے جوئے خانے ہیں اور ایک جوڈو کراٹے کلب ہے جو مسٹر فوآ کی نگرانی میں چلتا ہے۔ مسٹر فوآ چینی نژاد ہیں اور نہایت شریف الطبع انسان ہیں۔ یہ شخص جس کا نام آپ نے ابھی لیا تھا۔ مسٹر فوآ کے کلب کا انسٹرکٹر رہ چکا ہے، اگر مجھے غلط فہمی نہیں ہے مسٹر شیران تو یہ وہی شخص ہے۔ میں اس کے بارے میں زیادہ تفصیل تو نہیں جانتا لیکن جوڈو کراٹے میں یہ اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اور مسٹر فوآ نے اس وقت اسے اپنے کلب سے نکال دیا تھا جب اس کے ہاتھوں دو آدمی مارے گئے تھے اور یہ دونوں آدمی وہ تھے جن سے اس کی دشمنی تھی، مسٹر فوآ کا خیال تھا کہ ان دونوں کو ذاتی دشمنی کی بنا پر قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ ہماری ہی لائن کے ایک آدمی نے مجھے بتایا تھا اور اس نے مجھے ڈینس کو دکھایا بھی تھا لیکن کیا مسٹر شیران، ڈینس مارا گیا آپ کے ہاتھوں؟" گریچر نے سوال کیا۔

"ہاں اگر تمھارا خیال درست ہے اور یہ وہی شخص ہے تو بہرصورت اب وہ مر چکا ہے۔"

گریچر نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر آئے تھے۔ میگنیشا بھی عجیب سی نگاہوں سے شیران کو دیکھ رہی تھی۔ شیران کی نگاہ اس سے ملی تو اس نے آنکھیں جھکا لیں۔

"کیوں تم کیا سوچ رہی تھیں؟"

"اوہ کچھ نہیں مسٹر شیران، میں آپ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔" میگنیشا نے جواب دیا۔

"میرے بارے میں بہت کم سوچا کرو، کیونکہ میرے بارے میں سوچنے سے کسی کو آج تک کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا ہے، یہ لڑکی فلیٹی جو کسی کے ایما پر میری گرفتاری کے لیے آمادہ ہوئی تھی۔ درحقیقت مجھ پر کافی حد تک قابو پا چکی تھی اور وہ بھی اس طرح کہ اس نے مجھے دوستی کے جال میں پھانسا تھا اور کوئی نشہ آور چیز کھلا دی تھی۔ میں کسی ایسی عورت سے دوستی کا قائل نہیں ہوں لیکن وہ شخص سزا بھگت رہا ہے جس نے مجھے اس کی دوستی پر آمادہ کیا تھا۔"

"وہ کون شخص ہے مسٹر شیران؟" گریچر نے سوال کیا۔

"وہی لعوس تاؤنی، اس کمبخت نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔ عد

سے بڑھا ہوا آدمی ہے لیکن شیران کو نہیں جانتا۔ شیران کسی کو بھی سر پر بٹھا لیتا ہے اور جب وہ سر پر بیٹھ کر یہ سوچتا ہے کہ اب اس سر سے اُترنا ممکن نہیں تو پھر ایک ہی جھٹکا اُسے زمین کی گہرائیوں میں لے جاتا ہے۔"

"اوہ" گریجر نے صرف اتنا ہی کہا۔ دل ہی دل میں اس نے سوچا تھا کہ تاؤنی کا بھی زوال آ ہی گیا حالانکہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ تاؤنی شیران کا مُنہ چڑھا ساتھی ہے۔ نجانے اس کے ساتھ شیران نے کیا سلوک کیا لیکن یہ سوال کرنے کی جرأت ان میں سے کسی کو نہیں تھی۔

پھر شیران اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور بولا "میں ابھی آرام کر رہا ہوں۔ سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ تم اس دوران مارلینو سے رابطہ قائم کر کے اسے میرے بارے میں اطلاع فراہم کر دو اور اسے یہ بتاؤ کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ میں ابھی یہ معلوم کرنے کا خواہش مند ہوں کہ میرے دشمن کون ہیں ان کے بارے میں جاننے سے پہلے میرے لیے کوئی قدم اٹھانا مناسب نہیں ہوگا۔ چونکہ یہ خلش مجھے سکون سے نہیں رہنے دے گی" شیران نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ گریجر اور میگنیشا نے گردن ہلا دی تھی۔

پانچوں بڑے ہال میں میڈم ایڈنا ڈمپل کا انتظار کر رہے تھے۔ تین لڑکیاں تھیں اور دو مرد... پانچوں کے پانچوں مقامی نہیں تھے بلکہ ان کا تعلق اسی ملک سے معلوم ہوتا تھا جو ایڈنا ڈمپل کا تھا۔ سب کے سب ایک دوسرے سے اجنبیت کا اظہار کر رہے تھے اور شاید وہ ایک دوسرے کے شناسا بھی نہیں تھے۔ حالانکہ تعلق سب کا ایک ہی ملک سے معلوم ہوتا تھا لیکن ایک ایک کر کے وہ اس ہال میں داخل ہوئے تو انھوں نے ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور نا ہی ابھی تک کوئی کسی سے مخاطب ہوا تھا۔ بلکہ وہ سب ایک دوسرے سے لاتعلق اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور تقریباً بیس منٹ کے انتظار کے باوجود کسی نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تک نہیں تھا۔

پھر ہال کے عقبی دروازے کا پردہ ہلا اور ایڈنا ڈمپل اندر داخل ہو گئی۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا حُسن و جمال کا وہی عالم تھا لیکن چہرے کا دبدبہ بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ اس کے چہرے پر نگاہ جما سکتا۔ ویسے بھی عجیب و غریب خدوخال کی عورت تھی۔ ایک ہلکی سی عضلاتی جنبش اس کے چہرے کی تمام کیفیات بدل دیتی تھی۔ یعنی وہ اس قسم کی عورت تھی کہ اگر اسے کسی سے چھپنے کی ضرورت پیش آتی تو صرف ہلکی سی چہرے میں تبدیلی پیدا کر لیتی تھی اور خدوخال کی یہ تبدیلی اس کی شخصیت ہی کو بدل کر رکھ دیتی اور دیکھنے والا صرف یہ سوچتا رہ جاتا کہ یہ وہ نہیں ہے جسے اس نے ابھی چند ساعت قبل دیکھا تھا۔

پانچوں افراد اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور وہ خاموشی سے آ کر اس بڑی کرسی پر بیٹھ گئی جو شاید اسی کے لیے مخصوص تھی۔ کرسی کے سامنے ایک میز پڑی ہوئی تھی اور میز پر ایک عجیب سا چارٹ رکھا ہوا تھا۔ چارٹ کے اوپر پنسل بھی تھی۔

ایڈنا ڈمپل نے پنسل اُٹھائی اور ایک خانے پر اس کی نوک رکھ دی پھر اس کی آواز اُبھری "نمبر چار۔"

اس کے ساتھ ہی ایک لڑکی کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ چند قدم آگے بڑھی اور اس گول نشان پر کھڑی ہو گئی جو میز سے چند گز کے فاصلے پر تھا۔

"ہوں۔ کیا رپورٹ ہے؟"

اور پھر وہ پانچوں باری باری شیران کے ماضی سے پردہ اُٹھاتے ہوئے اپنی رپورٹیں دینے لگے۔ اُن کی رپورٹیں سننے کے بعد اس نے سر کے اشارے سے انھیں جانے کی اجازت دیدی۔

وہ پانچوں بے جان مشینوں کی طرح گردنیں جھکائے باہر نکل آئے۔ ایڈنا ڈمپل پُر خیال انداز میں اپنے بائیں گال کے اس گڑھے میں انگلی گھما رہی تھی جو بے حد خوب صورت لگتا تھا اس کی بڑی بڑی کشادہ آنکھوں میں گہری سوچ رقصاں تھی شکل و صورت سے پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ یہ عورت کسی بھی طور مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہوگی۔ اس کا چہرہ بعض اوقات بڑا پاکیزہ اور مقدس نظر آتا تھا لیکن یہ بھی اس کی بے پناہ صلاحیتوں میں سے ایک تھی کہ وہ اپنی شخصیت کو مختلف روپ دے دیتی تھی۔

کافی دیر تک وہ بیٹھی اس انداز میں سوچتی رہی پھر مسکراتی ہوئی اپنی جگہ سے اُٹھ گئی وہ وہاں سے اُٹھ کر ایک کمرے میں پہنچی یہ کمرہ شاید اس کی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

ایک الماری میں سے اس نے بے شمار لباس نکالے اور ان ملبوسات میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے لگی لیکن جس قسم کا لباس وہ چاہتی تھی شاید اسے دستیاب نہ ہو سکا۔ تب اس نے بیل بجا کر ایک آدمی کو طلب کیا۔ قریب ہی رکھی ہوئی رائٹنگ ٹیبل سے اس نے ایک پیڈ اٹھایا اور پنسل سے اس پر کچھ لکھنے لگی۔ وہ آدمی جسے اندر بلایا گیا تھا گردن جھکائے کھڑا

تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے پیڈ سے لکھا ہوا کاغذ پھاڑ کر اسے دیا اور کہنے لگی "میں اس لباس کو مہیا کرنے کے لیے تمھیں صرف بیس منٹ دے سکتی ہوں۔"

"اوکے میڈم" اس شخص نے گردن جھکا کر کہا اور ایڈنا ڈمپل ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا بیٹھی ڈریسنگ ٹیبل کی نچلی دراز کھول کر اس نے بے شمار چیزیں نکالیں۔ یہ غالباً میک اَپ کا سامان تھا جنھیں ڈریسنگ ٹیبل کی چوڑی سطح پر پھیلا کر وہ ان میں سے اپنی ضرورت کی چیزوں کا انتخاب کرنے لگی مختلف قسم کے لیکویڈ اور عجیب و غریب قسم کے لوشن اس کے سامنے پڑے تھے جنھیں وہ میز کی سطح پر پھیلا پھیلا ان کا پیسٹ تیار کرنے لگی پھر وہ اپنے چہرے کو لوشن سے رنگنے میں مصروف ہو گئی۔

★★

گریجر اور میگنیشا بڑی ٹرانسمیٹر مشین کے سامنے موجود تھی۔ مارلینو سے رابطہ قائم ہو چکا تھا اور گریجر اسے اپنی بپتا سنا رہا تھا۔

"جناب عالی اب مسٹر شیران کا یہ کہنا ہے کہ ہم سدھاشی سے رابطہ قائم کر سکتے تھے لیکن جیسا کہ مسٹر شیران نے کہا ہمارے لیے ضروری تھا کہ ہم آپ کو تفصیلات بتائیں۔"

"گڈ... گڈ، ویسے شیران کی کارکردگی کی کیا رپورٹ ہے؟"

"مسٹر مارلینو، مسٹر شیران نے بنکاک میں تہلکہ مچا رکھا ہے۔ منشیات کے اڈوں پر اب بالکل امن و امان ہے اور میرا خیال ہے جو جائزہ ہم لوگ لے چکے ہیں اس کے تحت پورے بھروسے سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ فی الحال بنکاک اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں میں کوئی نئی پارٹی سر اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ جو بھی نئی پارٹی منظرِ عام پر آتی ہے اور کام کرنے کا ارادہ کرتی ہے وہ یقینی طور پر مقامی لوگوں سے رابطہ قائم کرتی ہے اور ان سے صورت حال معلوم کرنے کے بعد ہی اپنے عمل کا آغاز کرتی ہے۔ جو صورت حال اسے معلوم ہوگی اس کے تحت تو میرا خیال ہے عام قسم کے لوگ تو ان اڈوں پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"بہت خوب، گریجر اور میگنیشا بہت خوب، تم لوگوں نے دیکھا کہ میرا انتخاب غلط نہیں تھا اور تم نے یہ بھی دیکھا کہ اگر ہم اسے روکنے کی کوشش کرتے تو یقینی طور پر اس کی صلاحیتیں کند کرنے کا عمل شروع ہو جاتا۔ ایسے لوگ اسی وقت کامیاب و کامران رہتے ہیں جب انھیں ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ موجودہ صورت حال کے بارے میں بھی کسی حد تک تشویش کا شکار ہوں، میں اس شخص کو بے پناہ چاہتا ہوں تم لوگ تصور نہیں کر سکتے کہ وہ میرے ذہن کی گہرائیوں میں کس طرح پیوست ہو چکا ہے بہر طور کیا یہ ممکن ہے کہ میں اس سے بات کر لوں؟"

"جی ہاں جناب۔ مسٹر شیران اس وقت عمارت ہی میں موجود ہیں۔"

"ویری گڈ، ویری گڈ، فوراً بلواؤ۔ اسے بتاؤ کہ مارلینو اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

"بہت بہتر۔ بہت بہتر۔ میں میگنیشا کو روانہ کر رہا ہوں۔" گریجر نے کہا اور میگنیشا کو اشارہ کر دیا۔ میگنیشا کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ بہر طور چونکہ مارلینو کی ہدایت تھی اس لیے رُکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا وہ شیران کی طرف روانہ ہو گئی۔

گریجر ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ تب ہی مارلینو کی آواز ابھری "اگر وہ یہاں سے چلا جائے گریجر تو کیا تم اس کے بعد ان منشیات کے اڈوں کی کمان سنبھال سکتے ہو؟"

"میں نہیں کہہ سکتا جناب کہ میں اس میں کامیاب بھی رہوں گا یا نہیں، ویسے میں نے اس سلسلے میں مسٹر شیران سے بات کی تھی تو انھوں نے اپنے طور پر ایک تجویز بھی پیش کی تھی۔ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔"

"کیا تجویز تھی؟"

"انھوں نے کہا ہے کہ چند بہترین قسم کے لڑاکے ہانگ کانگ سے بلوائے جائیں جو صرف ان لوگوں کی نگرانی کریں جو منشیات کے اڈوں پر ہڑبونگ پھیلانے یا وہاں اپنی منشیات سپلائی کرنے کے بارے میں سوچیں۔"

"اب تم بتاؤ گریجر کیا یہ تجویز بہترین نہیں ہے؟" مارلینو نے سوال کیا۔

"یقیناً جناب۔ باہر کے لوگ آ کر جو کنٹرول کریں گے میرے خیال میں وہ زیادہ مؤثر طور پر اپنا عمل کر سکیں گے جب کہ ہم لوگ یہاں تقریباً سب ہی کے شناسا ہیں ہم اپنے طور پر اتنی مؤثر کارروائی نہیں کر سکتے۔"

"ٹھیک ہے۔ بہر طور میں کوشش کروں گا کہ شیران رُک جائے لیکن اگر وہ اس سلسلے میں دلچسپی لینے پر آمادہ نہیں ہے تو پھر کون اُسے مجبور کر سکتا ہے ان حالات میں تم سدھاشی پر بھروسہ کرنا۔ میں سدھاشی کو اس سلسلے میں ہدایات دے دوں گا۔ بات رہی ان لڑاکوں کی تو یہ تجویز مجھے پسند ہے اور میں تھوڑے بہت نہیں بلکہ خاصی تعداد میں ایسے افراد وہاں روانہ کر دوں گا جو ان اڈوں پر اپنا کنٹرول قائم رکھیں گے۔" مارلینو نے کہا۔

"بہت بہتر جناب، میرا خیال ہے مسٹر شیران آ رہے ہیں" گریچر نے کہا اور چند ہی لمحات کے بعد شیران کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے قرب و جوار میں نگاہیں دوڑا کر اس ٹرانسمیشن روم کا جائزہ لیا پھر ٹرانسمیٹر مشین کے پاس آ کر رک گیا۔

"مسٹر مارلینو آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں مسٹر شیران" گریچر نے کہا اور شیران مشین کے نزدیک پہنچ گیا۔

"ہیلو بگ بوائے کیسے مزاج ہیں" شیران نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"بالکل ٹھیک، تمہارے جیسے دوست جب مارلینو کے دوستوں میں شامل ہوں تو مارلینو کے لیے مشکلات نہیں رہنی چاہئیں لیکن یہ میں کیا سن رہا ہوں؟"

"کیا؟" شیران نے پوچھا۔

"مسٹر گریچر نے مجھے بتایا ہے کہ اب تم یہاں کے کام سے اکتا چکے ہو؟"

"یہ ایک فطری عمل ہے مسٹر مارلینو۔ یہاں مجھے جو کچھ کرنا تھا میں کر چکا ہوں یا تو کچھ ایسی نئی دلچسپیاں میرے سامنے آئیں جن کے لیے مجھے نئی کارکردگی کا مظاہرہ کرنا پڑے، ورنہ پھر مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنے طور پر آوارہ گردی کر دوں۔ اس کے بغیر مجھے زندگی کا لطف نہیں آتا۔ دشمن ختم ہو جائے تو پھر آدمی کو کسی کونے میں ہی بیٹھنا پڑتا ہے"۔ شیران نے کہا۔

"نہیں، نہیں... میں یہ نہیں چاہتا کہ تم کسی کونے میں بیٹھ کر گوشہ نشین ہو جاؤ لیکن مسٹر شیران تم نے ابھی اپنا صرف ایک وعدہ پورا کیا ہے"۔

"کیا مطلب؟" شیران نے پوچھا۔

"میں نے تم سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ تم بنکاک میں موجود منشیات کے تمام اڈے ختم کر کے وہاں میری اجارہ داری قائم کرو۔ تم نے اس پر عمل کیا لیکن ایک بڑا کام تو ابھی رہ گیا جسے تم نے میرے لیے انجام دینے کا وعدہ کیا تھا"۔

"وہ کون سا وعدہ، مجھے بتاؤ، میں زیادہ الجھنوں میں رہنے کا عادی نہیں ہوں" شیران نے کہا۔

"میرے وہ آٹھ دشمن کیا تم انھیں بھول گئے؟"

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں، وہ مجھے یاد ہیں بلکہ بہت ہی اچھا ہوا تم نے مزید یاد دہانی کرا دی، زندہ باد مسٹر مارلینو، زندہ باد۔ ان میں ایک شخصیت تو ایسی ہے جس سے مجھے بھی بہت دلچسپی ہے۔ بڑا پیارا ہے لیکن کیا ان کے بارے میں یہ معلوم کرنا آسان ہوگا کہ فی الوقت وہ کہاں ہیں؟"

"سارے کے سارے کبھی یکجا نہیں مل سکتے۔ ویسے اگر تم چاہو تو چند روز کی مہلت دو، میں تھوڑی بہت تفصیلات معلوم کر کے تمھیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں ضرور بتا دوں گا اور اس کے بعد تمہارے لیے ان سے نمٹنا کسی بھی طور پر مشکل نہیں ہوگا۔ میں تمھیں وہ تمام آسانیاں فراہم کر دوں گا جو ان تک پہنچنے کے سلسلے میں تمہاری معاون ہوں گی"۔

"ٹھیک ہے مسٹر مارلینو، میں اس کام کے لیے تیار ہوں" شیران نے کہا اور مارلینو اس کا شکریہ ادا کرنے لگا۔

"اس دوران تمہارا کیا پروگرام رہے گا مسٹر شیران" مارلینو نے پوچھا۔

"بس آوارہ گردی۔ یہ چند روز کی مہلت جو میں نے تمھیں دی ہے، میں بنکاک کے اطراف میں آوارہ گردی کرتے ہوئے گزار دوں گا اور کسی بھی وقت گریچر سے رابطہ قائم کر کے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کر لوں گا۔ اگر کوئی ایسی ہی اطلاع ہو جو تم مجھے دینا چاہو اور میں تمھیں موجود نہ ملوں تو وہ گریچر کو دے دینا"۔

"ٹھیک ہے ایسا ہی ہوگا" مارلینو نے کہا اور شیران ٹرانسمیٹر مشین سے ہٹ گیا۔

"اب تم مطمئن ہو مسٹر گریچر؟" مارلینو نے پوچھا۔

"بالکل جناب" گریچر نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر مشین بند کر دی کیونکہ شیران وہیں موجود تھا اور اس کی موجودگی میں اگر کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نکل جاتی تو خواہ مخواہ شامت بھی آ سکتی تھی۔

• •

مکان کا سب سے تنگ و تاریک کمرہ تھا جس میں کوئی روشن دان نہیں تھا۔ غالباً اسٹور کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور تاؤنی اس وقت اسی چھوٹے سے کمرے میں اکڑوں بیٹھا ہوا تھا۔ دروازہ باہر سے بند تھا شیران نے دروازہ کھولا تو وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی اس کے پاس۔ دوسرے لمحے اس نے ہانک لگائی "ذرا ایک منٹ، ایک منٹ" لیکن اس دوران دروازہ کھل چکا تھا۔ تاؤنی جلدی سے دوبارہ زمین پر بیٹھ گیا۔ شیران حیرت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ کپڑے کہاں گئے تمہارے؟" اس نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"وہ ٹنگے ہوئے ہیں، اوپر ٹانگ دیے ہیں چیف۔ بھلا اس گرمی میں کپڑے۔ خدا کی پناہ، توبہ توبہ۔ اس گرمی میں کپڑوں کا کیا سوال ہے"۔

"باہر آؤ" شیران نے کہا۔

"لل... لیکن چیف۔ کپڑے۔ کپڑے تو پہننے کی اجازت دے دیں، آہ جلدی سے یہ دروازہ بند کر دیں۔ ورنہ میں اندھا ہو جاؤں گا۔ میں تین دن سے اس تاریکی میں بیٹھا ہوا ہوں میری آنکھیں روشنی برداشت نہیں کر سکتیں"۔

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ بیس سیکنڈ کے اندر اندر کپڑے پہن کر باہر آؤ، ورنہ اسی طرح گھسیٹتا ہوا باہر لے جاؤں گا"۔ شیران نے غراتے ہوئے کہا۔

"اوہ چیف، اوہ چیف، بیس سیکنڈ بہت کم ہیں۔ آنکھیں بالکل کام نہیں کر رہیں۔ کپڑے نہیں پہن سکوں گا۔ بس تھوڑا سا وقت بڑھا دیں۔ ان بیس سیکنڈ کو ساٹھ میں بدل دیں بس میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ اب دروازہ کھلا چھوڑ دیں"۔ تاؤنی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور شیران گردن ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد تاؤنی ہانپتا کانپتا اس کے پاس پہنچ گیا شیران اس کا حلیہ دیکھ کر ہنسنے لگا۔

تاؤنی کو اس نے فلیٹی کے معاملے میں سزا دی تھی تاؤنی نے ہی اسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ فلیٹی سے ملے۔ فلیٹی کی اتنی تعریفیں کی تھیں اس نے اور اس طرح شیران کے پیچھے پڑا تھا کہ شیران مجبور ہو گیا تھا۔ نتیجے میں اسے جن حالات سے گزرنا پڑا وہ خاصے پریشان کن تھے۔ بہرحال اب تاؤنی کو اس کے کیے کی سزا ملی تھی۔ تین دن تک اسے ایک تنگ و تاریک کمرے میں بند رکھا گیا ان تین دنوں کے لیے اسے تھوڑا سا پانی اور خوراک مہیا کر دی گئی تھی لیکن کمرے میں بے پناہ گرمی تھی نہ جانے کس طرح تاؤنی نے یہ گرمی برداشت کی تھی۔ شدید قوتِ ارادی کا مالک تھا ورنہ اس تنگ و تاریک کمرے میں سانس لینا بھی مشکل کام تھا۔ ہر لمحہ وہ اس بات کا منتظر رہا تھا کہ شاید شیران کو اس پر رحم آ جائے اور وہ اس کی سزا معاف کر دے لیکن شیران اس قسم کا آدمی ہی نہیں تھا۔ اگر کمرے سے اس کی لاش برآمد ہوتی تو وہ اطمینان سے اسے اٹھوا کر دفن کروا دیتا اور اگر غصہ برقرار رہتا تو کسی گندے نالے میں پھینکوا دیتا۔ تاؤنی کو اس بات کا یقین تھا۔

بہرصورت اس نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا، شیو کھرچی اور خود کو لیپ پوت کر شیران کے پاس پہنچ گیا۔ بدن میں اتنی سکت نہیں تھی کہ ڈھنگ سے چل پھر بھی سکتا۔ تین دن تک معطل رہا تھا اور چلنے پھرنے کا کوئی کام نہیں کر سکا تھا۔ اگر خوراک کا معاملہ بھی نہ ہوتا تو اس کی زندگی محال تھی لیکن شیران نے یہی بہت اچھا سلوک کیا تھا اس کے ساتھ کہ اسے خوراک مہیا کر دی تھی اور تاؤنی نے جان بچانے کے لیے صرف اتنا کھایا تھا کہ اسے کسی قسم کی پریشانی لاحق نہ ہو۔

بہرصورت یہ تین دن کی سزا اس کی زندگی کا سب سے تلخ تجربہ تھی لیکن شیران کی معیت میں سب ممکن تھا۔ اس کے باوجود کہ شیران ایک خطرناک آقا تھا، تاؤنی اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

شیران نے پُراطمینان نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر بھاری لہجے میں بولا "ریکسن ہل کیسی جگہ ہے۔ کیا ہوٹل وغیرہ بھی ہیں وہاں؟"

"کئی ہیں چیف۔ اگر عام دنوں میں وہاں جایا جائے تو پھر وہاں ٹھہرنے کے لیے جگہ مل جاتی ہے"۔ تاؤنی نے جواب دیا۔

"فوآ کون ہے؟"

"کون؟" تاؤنی نے کان پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"فوآ؟ کوئی چینی ہے شاید"۔ شیران نے جواب دیا اور تاؤنی سر کھجانے لگا پھر گردن ہلا کر بولا "میں اس سے واقف نہیں ہوں چیف، لیکن اگر کوئی مشہور شخصیت ہے وہاں کی، تو ہم کہیں سے بھی معلوم کر سکتے ہیں"۔

"جاؤ اس چھوٹے سے سفر کے لیے تیاریاں مکمل کر لو۔ جن چیزوں کی ضرورت ہو، ان کا انتظام کر لو، وہاں قیام کے لیے ہم دنوں کا تعین نہیں کر سکتے۔ کچھ لباس بھی لے لینا۔ ضرورت کی وہ تمام چیزیں جو ہمیں سخت ترین حالات میں درکار ہو سکتی ہیں"۔ شیران نے تاؤنی کو ہدایات دیں۔

"ٹھیک ہے چیف، تو مجھے اجازت ہے؟"

"جاؤ" شیران نے خشک لہجے میں کہا اور تاؤنی بُرا سا منہ بنا کر باہر نکل گیا۔ واپس آنے کے بعد وہ تیاریاں کرنے لگا۔ انتہائی محتاط رہ کر اس نے شیران کے لیے کچھ لباسوں کا انتخاب کیا ان میں دو قبائلی لباس تھے اور باقی کچھ سوٹ وغیرہ۔ جنھیں شیران پسند کرتا تھا۔ بقیہ چیزیں بھی اس نے انتہائی محتاط رہ کر ترتیب دی تھیں اور انھیں انتہائی سلیقے سے سوٹ کیس میں رکھا تھا۔ دو سوٹ کیس تیار کر لیے تھے اس نے اور اس کے بعد ان کی ڈبل تہوں میں دو دو پستول اور ایمونیشن چھپا دیا تھا۔ چونکہ وہ شیران کی پسندیدہ ترین

شے تھی۔ اس کے علاوہ شیران کے پاس بھی اسلحہ رہتا تھا۔ ان چیزوں سے فارغ ہو کر اس نے گاڑی کا جائزہ لیا اور پٹرول وغیرہ چیک کرنے کے بعد مطمئن ہو گیا۔ اب اسے شیران کو رپورٹ دینی تھی لیکن وہ گاڑی کے پاس سے پلٹا ہی تھا کہ شیران اسے اپنے عقب میں نظر آیا اور تاؤنی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے چلیں، کوئی کمی تو نہیں رہ گئی؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں چیف، میں ذرا بھاگ کر سوٹ کیس اندر سے لے آؤں۔ بس سوٹ کیس ڈکی میں رکھنے باقی ہیں اس کے علاوہ تمام چیزیں مکمل ہیں۔" تاؤنی نے جواب دیا۔

"او کے جاؤ۔" شیران نے کہا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ نہیں سنبھالی تھی بلکہ اس کے لیے تاؤنی کو مقرر کر دیا تھا۔

تاؤنی کی اب بھی بری حالت تھی۔ تین دن کی اس سخت سزا کے بعد اس کا دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ آرام دہ بستر پر دراز ہو جائے اور اس وقت تک سوتا رہے جب تک قیامت نہ آ جائے لیکن شیران کے عتاب سے بچنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ مستعدی اور خوش مزاجی کا مظاہرہ کرے۔ ڈرائیونگ میں بھی کوئی گڑبڑ نہ ہو حالانکہ آنکھیں بعض اوقات جھپکنے لگتی تھیں لیکن تاؤنی انھیں چیر چیر کر کھول رہا تھا اور اس نے ایک بار بھی اسٹیرنگ کو بے قابو نہیں ہونے دیا تھا۔

شیران تھوڑی دیر تک تو اس بات کا اندازہ کرتا رہا کہ تاؤنی کی کیا کیفیت ہے اور جب اس نے درست ڈرائیونگ دیکھی تو اطمینان سے سیٹ سے ٹیک لگا کر دراز ہو گیا۔ اس جیلے ہوئے احساس نے تاؤنی کا موڈ کسی قدر بحال کر دیا اور اس نے مسکرا کر شیران کی طرف دیکھا۔

"چیف، یہ آپ کو اچانک ریکس ہل کی کیا سوجھی اور وہ فوآ کے کلب کی بات، آخر اس جوڈو کراٹے کلب سے آپ کو کیا دلچسپی پیدا ہو گئی؟"

"یہ تمام باتیں تمھارے پوچھنے کی نہیں، تم اس قابل نہیں ہو کہ تمھیں اپنا راز دار بنایا جائے۔ میں غیر ذمہ دار لوگوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔"

"یہی تمھاری کامیابی کی دلیل ہے چیف اور یقیناً تم اسی وجہ سے اپنے دشمنوں پر حاوی رہتے ہو لیکن چیف، تاؤنی تمھارا وفادار ہے۔ ایک بار غلطی ہو گئی تو اس کا یہ مقصد نہیں کہ تم اسے وفاداری کی فہرست سے ہی نکال دو۔ اس غلطی کی پاداش میں تم نے مجھے ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں پھینک دیا تھا۔ ہر لمحہ میں زندگی اور موت سے دوچار رہا لیکن میں نے یہی کہا چیف کہ تاؤنی کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ یہ تو تمھاری رحم دلی تھی کہ تم نے ایک اتنی ہلکی سزا منتخب کی، تمھیں تو چاہیے تھا کہ میرے سر کے بال پکڑتے اور اس کی کھال ٹخنوں تک اتار کر دور پھینک دیتے۔" تاؤنی نے کہا اور شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ملبوس تو بے حد چالاک ہے۔ غصہ ٹھنڈا کرنے کا ماہر۔" شیران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں چیف، یہ بات نہیں ہے، میں بے حد وفادار ہوں۔" تاؤنی نے جواب دیا۔

"اچھا چل پوچھ کیا پوچھنا چاہتا ہے؟"

"سوال کر چکا ہوں چیف، جواب دینا نہ دینا تمھاری مرضی پر منحصر ہے۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ فلیٹی کس کی ایما پر کام کر رہی تھی اور مجھے کیوں پھانسنا چاہتی تھی۔ وہ مجھے قتل کرنے کے درپے تھی اور یقینی طور پر یہ قتل ہماری کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر نہیں تھا۔ کسی نے اسے ہمارے پیچھے لگایا تھا اور جس نے بھی اسے میرے پیچھے لگایا تھا اس نے تجھے اور فلیٹی کو اپنا آلہ کار بنایا۔ بڑی باقاعدہ سازش کی گئی تھی میرے خلاف۔ لیکن بس شاید... شیران کی تقدیر میں ابھی موت نہیں ہے اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس کی موت کس کے ہاتھوں لکھی ہے۔ ویسے تاؤنی ایک پیش گوئی میں کیے دیتا ہوں۔"

"وہ کیا چیف؟"

"وہ یہ کہ میں اپنے کسی دشمن کے ہاتھوں ہی مارا جاؤں گا لیکن اس شکل میں جب میرے بے شمار دشمنوں کی لاشیں میرے قدموں میں پڑی ہوں گی۔"

"ناممکن چیف، مجھے اس بات سے اختلاف ہے۔" تاؤنی نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" شیران نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"تمھارے دشمن تمھیں ہلاک نہیں کر سکتے۔ تم صرف طبعی موت مر سکتے ہو۔ بھلا کس کی مجال ہے کہ شیران جیسے شیر پر وار کر کے اسے زندگی سے محروم کر دے۔"

"اچھا اچھا فضول باتیں مت کر، میں تیری بات کا جواب دے رہا ہوں۔"

"میں سن رہا ہوں چیف۔" تاؤنی نے کہا۔

"مجھے ان دشمنوں کی تلاش ہے تاؤنی جنھوں نے فلیٹی کو اس کام کے لیے تیار کیا تھا۔"

تاؤنی ایک گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا اسے ایکبار پھر احساس ہونے لگا تھا کہ وہ دوبارہ مصیبتوں کا شکار ہونے لگا ہے۔ شیران اپنے دشمنوں کی تلاش میں تھا اور اس کے دشمن ظاہر ہے اتنے تر نوالہ تو نہ ہوں گے کہ اپنے آپ کو پلیٹ میں سجا کر شیران کے سامنے پیش کر دیں ان کے لیے ہنگامہ خیزی ہوگی اور تاؤنی کو شیران کا ساتھ دینا ہوگا۔

"سانپ کیوں سونگھ گیا تجھے؟" شیران نے تاؤنی کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں چیف ہرگز نہیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ فوآ کو گردن سے پکڑ کر ریکس کی پہاڑیوں میں لے جاؤں اور پھر اس کے سینے پر پاؤں رکھ کر اس سے پوچھوں کہ بتا میرے چیف کے دشمن کون ہیں؟" تاؤنی نے جواب دیا اور شیران ہنسنے لگا۔

"تو یہ ہرگز نہیں سوچ رہا ہوگا تاؤنی، بلکہ یہ سوچ رہا ہوگا کہ ریکس ہل پہنچ کر کون سا ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ تجھے بچ نکلنے کا موقع مل جائے لیکن یہ تیرے لیے ممکن نہیں ہوگا۔ اگر تو نے بھاگنے کی کوشش کی تو میں اپنے دشمنوں سے پہلے تیرے سینے میں گولی اتار دوں گا۔" شیران نے جواب دیا اور تاؤنی کھسیانے انداز میں ہنسنے لگا۔ اسے اندازہ تھا کہ اس کی کوشش لاحاصل ہی نہیں بلکہ نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے۔ شیران کی بات پر اس نے خاموشی پر ہی اکتفا کیا تھا۔

کار کی رفتار ساٹھ اور ستر کے درمیان تھی اب راستہ صاف تھا سڑک عمدہ تھی اس لیے اس رفتار سے دوڑتی ہوئی کار میں ہلکا سا جھٹکا تک محسوس نہیں ہو رہا تھا جس علاقے میں کار دوڑ رہی تھی اس کے دونوں سمت پہاڑ پھیلے ہوئے تھے جن کے دامن میں سرسبز وادیاں تھیں جو بے حد خوبصورت تھیں۔ اس کے بعد تاؤنی نے شیران سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ کار اپنی منزل کی جانب دوڑتی رہی پھر دور سے کچھ عمارتیں نظر آنے لگیں سڑک سیدھی چلی گئی تھی اور بائیں ہاتھ پر ایک اور ذیلی سڑک نکلتی تھی جس کے اختتام پر ایک سفید رنگ کی عمارت صاف دیکھی جا سکتی تھی۔

شیران نے اچانک تاؤنی کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور تاؤنی کا پیر بریک پر جا پڑا۔ کار کو ایک جھٹکا لگا لیکن اس کے تاؤنی نے اسے سنبھال لیا تھا۔

"تم ابھی تک سو رہے ہو شاید۔" شیران نے پوچھا۔

"ہاں چیف تقریباً سوتا ہوا ہی یہاں تک آیا ہوں کیونکہ تین دن سے نہیں سو سکا۔" تاؤنی نے جواب دیا۔

"کار اس سڑک پر موڑ لو۔ وہ جو سامنے عمارت نظر آ رہی ہے ہم اس طرف جائیں گے۔" شیران نے کہا اور تاؤنی نے ادب سے گردن جھکا دی۔

کار کی رفتار اس نے سست کر لی اور پھر اس ذیلی سڑک پر اتار دی۔ کار اس سڑک پر آگے بڑھتی رہی اور چند لمحات کے بعد وہ اس سفید عمارت کے نزدیک پہنچ گئی جس کے بارے میں انھیں اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی عمارت ہے۔ کار کا انجن بند کر دیا گیا اور دونوں نیچے اتر آئے۔

عمارت کے صدر دروازے پر "کاؤکو" ہوٹل لکھا ہوا تھا تاؤنی کی آنکھوں میں چمک آ گئی اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے چیف تقدیر نے ہماری رہنمائی اس طرف کی ہے۔ میں کافی کی شدید ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ کافی کے دو بڑے بڑے پیالے اپنے معدے میں اتارنے کے بعد میری نیند بھاگ سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں دودھ یا کریم شامل نہ ہو۔ کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے؟"

شیران نے کوئی جواب نہ دیا۔ دونوں ہوٹل میں داخل ہو گئے۔ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے قوی ہیکل آدمی نے سنسنی خیز نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھا اور اس کا ایک ہاتھ کاؤنٹر کے نیچے رینگ گیا۔ اس نے ایک سرخ بٹن دبا دیا تھا۔

شیران ایک میز کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تاؤنی اس کی اجازت سے اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ پھر شیران نے میز بجا کر ویٹر کو مخاطب کیا اور ویٹر جلدی سے ان کے قریب پہنچ گیا۔

"بلیک کافی۔" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"یس سر۔" ویٹر نے ادب سے گردن جھکائی اور آگے بڑھ گیا۔ وہ دونوں عمدہ کافی کے گھونٹ لے رہے تھے ایک پیالی ختم کرنے تک تاؤنی کچھ نہیں بولا۔ پھر اس نے جلدی سے کافی کے برتن سے اپنی پیالی میں دوبارہ کافی انڈیلی۔ دوسری پیالی بھر گئی تو اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔ "ہم لوگ ریکس ہل پہنچ چکے ہیں۔ میرا خیال ہے یہ ذیلی سڑک خاص طور سے اس ہوٹل کے لیے نکالی گئی ہے۔ اس کے عقبی حصے سے ہوتے ہوئے ہم ریکس ہل کے اس علاقے تک پہنچ جائیں گے

جہاں وہ تین جھیلیں ہیں میرا مطلب ہے وہ روایتی جھیلیں موجود ہیں اور جن کے گرد زیادہ عمارتیں ہیں۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ان لوگوں نے یہ ہوٹل اس جگہ سے ہٹ کر کیوں بنایا ہے اور پھر ہوٹل کی تعمیر پر معمولی اخراجات تو نہیں آئے ہوں گے خاص طور سے اس کے لیے یہ طویل و عریض سڑک نکالنی پڑی ہے۔"

"یہ بات ہمارے لیے اتنی پریشان کن تو نہیں ہے تاؤنی کہ تم یہ سوچ سوچ کر دُبلے ہوئے جا رہے ہو۔" شیران نے کہا اور تاؤنی کھسیانی سی ہنسی ہنسنے لگا۔

"ٹھیک کہتے ہو چیف۔ بس یہ گفتگو برائے گفتگو ہے۔" اس نے کہا۔

"اور میں فضول گفتگو پر دانت توڑ دیا کرتا ہوں یہ بات بھی تمھیں معلوم ہے۔" شیران نے کہا۔

"ہاں ہاں معلوم ہے۔ بس کافی اتنی عمدہ تھی کہ میں بھول گیا تھا۔" تاؤنی نے کہا اور پھر دزدیدہ نگاہوں سے دروازے کی جانب دیکھنے لگا۔ جہاں سے چار آدمی اندر داخل ہوئے تھے۔

چاروں شکل وصورت سے اچھے آدمی نظر نہیں آرہے تھے خاص طور سے وہ آگے والا طویل القامت، جس کے چہرے پہ گہرے زخم کا ایک نشان تھا اور آنکھوں سے مکاری جھلکتی تھی۔ تاؤنی نے آہستہ سے شیران کو مخاطب کیا اور شیران کی نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں۔ وہ لوگ سست رفتاری سے چلتے ہوئے اندر آرہے تھے۔ پھر تین تو ایک جگہ رُک گئے جبکہ چوتھا طویل القامت شیران کی جانب بڑھنے لگا۔

"لعنت ہے مجھے کافی بھی نہیں پینے دی چیف، اس آدمی کو دیکھ رہے ہو؟"

"بکواس مت کرو۔" شیران کی آواز میں غراہٹ تھی تاؤنی خاموش ہوگیا۔

"کون ہو تم دونوں؟" اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

شیران نے کافی کی پیالی اُٹھائی اور اس کا چھوٹا سا سپ لے کر ہونٹ خشک کرنے لگا۔ طویل القامت نے آگ بگولا ہو کر ہاتھ آگے بڑھایا اور شیران کی قمیص کا کالر پیچھے سے پکڑ لیا۔ پھر وہ سخت لہجے میں بولا۔

"میں تم سے کیا پوچھ رہا ہوں؟"

جواب میں شیران نے اطمینان سے کافی کی پیالی کا کنڈا پکڑا اور پوری کافی اس کے منہ پر انڈیل دی۔ کافی بہت گرم تھی اور اس شخص کے چہرے پر بھرپور طور سے پڑی تھی۔ چنانچہ اس کی آنکھیں بھی متاثر ہوئیں اور اس نے بلبلا کر شیران کی قمیص کا کالر چھوڑ دیا۔ اس کے ساتھ ہی شیران اپنی جگہ سے اُٹھا اور دوسرے لمحے میز اچھل کر ان تینوں آدمیوں پر پڑی جو صورت حال دیکھ کر اس طرف لپکے تھے۔ ان کی پستول نکالنے کی کوشش ناکام ہو گئی کیونکہ میز اچھالنے کے ساتھ ہی شیران برق رفتاری سے آگے بڑھا تھا اور ان کے نزدیک پہنچتے ہی اس نے قریب پڑی ہوئی کُرسی اُٹھا کر ان میں سے ایک کے سر میں دے ماری تھی اور وہ شخص بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا زمین پر اوندھا ہو گیا تھا۔ دوا میز کی لپیٹ میں آ گئے تھے وہ بھی نیچے پڑے تھے اس دوران طویل القامت شخص جس کے منہ پر کافی گری تھی، آنکھیں ملتا ہوا دھاڑ کر شیران کے عقب میں پہنچا۔ اس نے عقب سے شیران کی گردن میں قینچی ڈالنے کی کوشش کی لیکن شیران کی دونوں کہ اس کی پسلی پر پڑیں اور پھر اس کے چوڑے ہاتھ اس شخ کے دونوں کانوں پر۔ اس کے حلق سے ایک کریہہ آواز نکلی شیران نے اسے سامنے رکھا اور اس ایک گھونسے نے اُسے ان تینوں پر پھینک دیا جنہوں نے بمشکل تمام خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی اور اس کے بعد تو شیران نے ان کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔

کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا قوی ہیکل آدمی جلدی سے اپنی سے کھسک گیا تھا۔ تاؤنی نے بھی صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد اپنی کارکردگی دکھانے کی کوشش کی پھر میزیں اور کرسیاں اُٹھا کر ان لوگوں پر پھینکنے لگا۔ ہال میں ٹوٹی ہوئی کرسیوں اور ٹوٹی ہوئی میزوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آرہا تھا لیکن ان چاروں کی حالت اب بہت بگڑ گئی تھی۔ ان کے چہرے اور لباس خون میں لت ہو گئے تھے اور اب وہ اس کوشش میں تھے کہ بھاگتے ہوئے دروازے تک پہنچ جائیں اور کسی نہ کسی طرح انھیں اس کا موقع مل ہی گیا۔ وہ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے دروازے تک جس کے قدم اب لڑکھڑا رہے تھے۔ اس نے گھور کر شیران کو دیکھا اور مُکا تان کر بولا۔

"تم... تم اس علاقے سے زندہ واپس نہیں جا سکو

"ایک منٹ، ایک منٹ۔" شیران آگے بڑھتا ہوا بو

طویل القامت نے غڑاپ سے دروازے سے باہر چھلا

شیران کا قہقہہ دُور تک اس کا تعاقب کرتا رہا تھا۔

اس نے پلٹ کر تاؤنی کی جانب دیکھا۔ تاؤنی برا سا بنائے کھڑا ہوا تھا۔

"چیف دوسری پیالی پیئے بغیر میری حالت بہتر نہیں ہو سکتی اور تم نے وہ پیالی ضائع کر دی۔ کیا ہم یہاں سے مزید کافی پیئے بغیر جائیں۔" اس نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اے کہاں مر گئے تم۔ کوئی ہے اگر تم لوگ باہر نہ نکلے تو میں اس ہوٹل کو آگ لگا دوں گا۔" شیران نے کہا اور ہال کے ایک دروازے سے وہ کاؤنٹر کلرک سہما ہوا اندر داخل ہو گیا۔

"میں حاضر ہوں جناب۔ میں حاضر ہوں۔"

"کہاں بھاگ گئے تھے تم۔ ان کم بختوں نے کافی کا مزہ خراب کر کے رکھ دیا۔ ہمیں کافی چاہیے۔" شیران نے کہا۔

"تیار ہو رہی ہے جناب، ابھی پیش کرتا ہوں۔"

"اوہو، ویری گڈ۔ گویا جب یہاں ہنگامہ ہو رہا تھا تو تم کافی تیار کرنے کے لیے چلے گئے تھے۔ خوب سمجھدار آدمی ہو۔ جاؤ کافی لاؤ جلدی سے...." اور کاؤنٹر کلرک اسی دروازے کی جانب بڑھ گیا جہاں سے اندر داخل ہوا تھا۔

تاؤنی نے دو کرسیاں سیدھی کیں اور پھر ایک میز سیدھی کر کے اس پر کپڑا بچھانے لگا۔ وہ دونوں بیٹھ گئے۔ چند لمحے بعد کاؤنٹر کلرک کافی کی ٹرے ہاتھ میں لیے ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ٹرے میز پر رکھی اور کافی بنانے لگا۔ دو پیالیاں ان کے سامنے سرو کرنے کے بعد وہ دو قدم پیچھے ہٹا اور اسی وقت شیران کی آواز اُبھری۔ اور وہ سہم کر رُک گیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا آگے آیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" شیران اسی طرح کرخت لہجے میں بولا اور وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"بیٹھ جاؤ۔" شیران غرایا اور وہ ایک اُلٹی ہوئی کرسی پر ہی بیٹھ گیا۔ لیکن اس نے جلدی سے بوکھلائے ہوئے انداز میں کرسی سیدھی کی اور اس پر کسی نہ کسی طرح سیدھا بیٹھ گیا۔

"کون تھے یہ لوگ؟" شیران نے سوال کیا۔

"وہ جناب نیٹو اور اس کے ساتھی۔" کاؤنٹر کلرک نے جواب دیا۔

"نیٹو کو میں جانتا ہوں، مجھے اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔" شیران نے کہا۔

"بدمعاش ہے جناب اس علاقے کا، یقین کریں جب آپ اس کی مرمت کر رہے تھے تو میری روح میں سرور اُتر رہا تھا کم بخت نے ہماری روزی حرام کر کے رکھ دی ہے۔ روزانہ کوئی نہ کوئی نیا ہنگامہ کرتا رہتا ہے اور نئے آنے والوں کا تو خاص طور سے دُشمن ہے۔ اپنی دانست میں وہ علاقے کے لوگوں کا

تحفظ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو یہ علاقہ کبھی بدمعاشوں سے بھر جائے اسی سلسلے میں وہ ہم لوگوں سے بھی اچھی خاصی رقم وصول کرتا رہتا ہے۔"

"کہاں رہتا ہے؟" شیران نے سوال کیا۔

"یہاں سے دائیں سمت کی ڈھلان کے اختتام پر ایک چھوٹا سا قہوہ خانہ ہے۔ وہ اسی میں رہتا ہے۔ قہوہ خانہ اس کے باپ کی ملکیت ہے۔ اس نے ایک باقاعدہ ٹولی بنالی ہے اور اس کی ٹولی میں سب بدمعاش لوگ شامل ہیں جو لوٹ مار کرتے ہیں، کوئی پھنس گیا تو اس کی رقم بھی چھین کر آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ کئی بار میرے ہوٹل کا فرنیچر بھی تباہ کر چکے ہیں۔"

"ہوں تو گویا وہ اُچکا ہے۔" شیران نے کہا۔

"اُچکا ضرور ہے جناب، مگر معمولی نہیں ہے۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اس نے مار کھائی ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ اس سے ہوشیار رہیں۔" کاؤنٹر کلرک نے کہا۔

"ہوں۔ تم نے یہ ہوٹل عام جگہ سے ہٹ کر کیوں بنایا ہے؟"

"میں نے نہیں بنایا جناب۔ میں تو یہاں کا ادنیٰ ملازم ہوں۔ ہوٹل کے مالکان تو شہر میں رہتے ہیں۔ آہ کافی ٹوٹ پھوٹ ہو گئی ہے وہ بار بار مجھے سرزنش کر چکے ہیں۔ لیکن میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔ بڑی پریشانی کا عالم ہے۔" کاؤنٹر کلرک افسوس بھری نگاہوں سے ہوٹل کے ٹوٹے ہوئے فرنیچر کو دیکھنے لگا۔

"ریکسین ہل جانے کا راستہ کس طرف ہے؟ صرف وہی بڑی سڑک ہے یا عقبی سمت سے بھی کوئی راستہ ہے۔" شیران نے پوچھا۔

"جناب ریکسین ہل اب یہاں سے ہے ہی کتنی دُور، آپ ہوٹل کے عقب سے چلے جائیں۔ راستہ کچا ضرور ہے لیکن گاڑیاں یہاں سے گزرتی رہتی ہیں۔ دو فرلانگ چلنے کے بعد

آپ فوآ کے کلب تک پہنچ جائیں گے اور پھر اس کے اطراف میں تمام عمارتیں ہی عمارتیں بکھری ہوئی ہیں۔ ویسے کیا آپ اس علاقے میں نئے ہیں؟"

"فضول باتوں سے گریز کرو اور ہاں کافی کا بل۔" شیران نے ایک نوٹ نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ "باقی تمہارا ٹپ۔"

وہ بولا اور کاؤنٹر کلرک افسوس بھرے انداز میں گردن ہلاتا ہُوا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

شیران اور تاؤنی باہر نکل آئے۔ تاؤنی پُرتشویش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ کہیں نیٹو اور اس کے غنڈے ان کی تاک میں نہ ہوں لیکن شیران حسبِ معمول لاپروا تھا وہ آہستہ روی سے چلتے ہوئے کار کے نزدیک پہنچ گئے اور تاؤنی نے ایک بار پھر ڈرائیونگ سنبھال لی۔

"کیا خیال ہے چیف واپس مین روڈ پر چلیں یا پھر اس راستے پر جس کے بارے میں آپ نے کاؤنٹر کلرک سے پوچھا تھا؟"

"مین روڈ پر چلنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ راستہ مختصر ہے۔ اسی راستے سے چلو۔" شیران نے جواب دیا اور تاؤنی نے کار آگے بڑھا دی راستہ کچا تھا وہ اس راستے پر آگے بڑھتے رہے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ایسا درہ تھا جس کے دونوں طرف اونچے اونچے ٹیلے تھے ان ٹیلوں پر چھوٹی چھوٹی چٹانیں ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ اس درّے تک پہنچے ہی تھے کہ دفعتاً فائر کی آواز سنائی دی اور گولی کار کے بائیں سمت زمین سے ٹکرائی۔ پتھروں کی چھوٹی چھوٹی کرچیاں فضا میں بلند ہوئیں اور تاؤنی نے بوکھلا کر بریک لگا دیے شیران پھرتی سے دروازہ کھول کر کار کے نیچے رینگ گیا تھا۔ نیچے رینگتے ہوئے اس نے جیب سے پستول نکال لیا۔ تاؤنی احمقوں کی طرح مُنہ پھاڑے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ پھر جب کچھ اور گولیاں اس کے اطراف میں ٹکرائیں تو وہ بھی بوکھلا کر نیچے اُتر آیا اس نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ شیران کہاں گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

پھر جب دوبارہ فائر ہُوا تو اس نے چیخ کر ایک جانب چھلانگ لگا دی۔ اب وہ اس پہاڑی ٹیلے کے دامن میں تھا اسے اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ گولیاں کس جانب سے آ رہی ہیں لیکن شیران گاڑی کے نیچے سے آہستہ آہستہ کھسک کر سامنے کے رُخ پر آ گیا تھا وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ حملہ آور کس طرف ہیں اور اب اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں رہ گیا تھا کہ حملہ آور نیٹو اور اس کے ساتھی ہی ہوں گے۔ یقینی طور پر انھوں نے یہی سوچا ہوگا کہ ان کے دشمن اس سمت کا رخ کریں گے۔ بہر طور شیران آہستہ آہستہ آگے رینگتا رہا اور ایک بار پھر وہ اپنی جگہ سے نکل آیا لیکن صورتِ حال اس طرح تبدیل ہو جائے گی یہ بات اس کے ذہن میں بھی نہیں تھی۔

نیٹو اور اس کے ساتھی بھی چالاک تھے۔ آہستہ آہستہ تین آدمی کار کے عقب میں پہنچ چکے تھے اور اس طرح انھیں دیکھا نہ جا سکا۔ جونہی شیران کھڑا ہُوا پیچھے سے تین پستولیں اس کے بدن سے آ لگیں اور نیٹو کی سرد آواز سنائی دی۔

"ہاتھ اوپر اُٹھاؤ ورنہ پورا بدن گولیوں سے چھلنی ہو جائے گا خبردار پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش مت کرنا۔"

شیران نے آہستہ آہستہ ہاتھ بلند کر دیے۔ صورتِ حال کی نزاکت کا اسے احساس ہو گیا تھا۔ پستول اس کے ہاتھ ہی میں تھا جسے پیچھے سے اچک لیا گیا اور پھر نیٹو نے اسے گھما کر اپنی طرف کر لیا۔

لیکن شیران کے لیے اتنا ہی موقع کافی تھا اس نے اس طرح بدن کو ڈھیلا چھوڑا کہ نیٹو اسے سنبھال نہ سکا اور دوسرے لمحے شیران نیٹو کو لپیٹے ہوئے زمین پر جا گرا۔ نیٹو کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ وہ پستول جو اس نے شیران کے ہاتھوں سے چھینا تھا دوبارہ شیران کے پاس کیسے پہنچ گیا۔

شیران نے نیٹو کے ساتھیوں کو کور کرنے کی بجائے پستول نیٹو کی گُدی پر رکھ دیا اور اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ "اب اپنے ساتھیوں سے کہو کہ پستول پھینک دیں اور ہاتھ اٹھا دیں۔ ورنہ یہ گولی تمھاری گردن سے پار ہو جائے گی میں صرف تین تک گنوں گا۔"

"پستول پھینک دو، پستول پھینک دو۔" نیٹو چیخا اور اس کے ساتھی مضمحل انداز میں پستول پھینک کر پیچھے ہٹ گئے۔

شیران نیٹو کو سنبھال کر کھڑا ہو گیا اور آہستہ آہستہ کھسکتا ہُوا اس داہنے سمت کے ٹیلے سے جا لگا۔ نیٹو اب بھی اس کی گرفت میں تھا اور پستول اس کی گُدی سے لگا ہُوا تھا۔

"اب اپنے ساتھیوں سے کہو کہ سب سامنے آ جائیں۔"

"م... میرے ساتھی بس... بس یہی لوگ ہیں۔" نیٹو نے جواب دیا۔

"بکواس کر رہے ہو، جلدی کرو ورنہ اپنی موت کے ذمے دار خود ہو گے جلدی کرو۔"

"تم یقین کرو ان میں سے ایک بھی اس قابل نہیں تھا کہ یہاں آتا۔" نیٹو نے جواب دیا۔

"تاؤنی۔" شیران زور سے چیخا اور تاؤنی جو ہکا بکا کھڑا تھا لڑکھڑاتا ہوا شیران کے قریب پہنچ گیا۔ "ان سب کے پستول اپنے قبضے میں کر لو اور انھیں کور کر کے کھڑے ہو جاؤ۔" شیران نے کہا۔

تاؤنی نے جلدی سے ان سب کے پستول حاصل کیے اور پھر دونوں ہاتھوں میں پستول لے کر دوبارہ ٹیلے کے دامن میں پہنچ گیا۔

"اے تم اپنے ہاتھ سروں پر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ خبردار اگر کسی نے ہلنے کی کوشش کی تو میرا نشانہ خطا نہیں ہوتا۔" اس نے اپنی آواز کو خوفناک بنانے کی کوشش کی۔ یہ دوسری بات ہے کہ مضحکہ خیز معلوم ہوئی تھی۔

"ہاں دوست اب تم بتاؤ کہ تمھیں مجھ سے کیا دشمنی ہے اور کیوں تم میرے پیچھے پڑے ہُوئے ہو۔" شیران نے نیٹو سے پوچھا۔

"میں... میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے یہی حکم ملا تھا۔"

"کس نے حکم دیا تھا؟"

"فوآ نے..." نیٹو نے جواب دیا اور شیران کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"فوآ۔" اس کے حلق سے غراتی ہوئی آواز نکلی اور پھر وہ نیٹو کی شکل دیکھنے لگا۔ "کیا حکم دیا تھا اس نے تمھیں؟"

"یہی کہ تمھیں اس علاقے میں نہ آنے دیا جائے۔"

"صرف آنے نہ دیا جائے یا یہ بھی کہا تھا کہ ہمیں قتل کر دیا جائے؟"

"اس نے تمھیں قتل کرنے کی ہدایت نہیں کی تھی۔" نیٹو نے جواب دیا۔

"ہُوں، اب تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔" شیران نے پوچھا اور نیٹو پریشان نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"جو تم مناسب سمجھو، میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، یہاں سے دفع ہو جاؤ، میں تم جیسے کرائے کے ٹٹوؤں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ جاؤ بھاگ جاؤ اور اس کے بعد میرے سامنے آنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں تمھیں قتل کر دوں گا سمجھے۔" شیران نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔ اور نیٹو اسے ہراساں نگاہوں سے دیکھتا ہُوا اپنے دونوں ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا پھر وہ تینوں اس طرح بھاگے کہ انھوں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ تاؤنی حلق پھاڑ کر ہنسنے لگا تھا لیکن شیران نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا اور تاؤنی سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔

"جو کچھ انھوں نے کہا ہے میں نے اس پر یقین نہیں کیا سمجھے تم، چنانچہ خواہ مخواہ حلق مت پھاڑو۔ آگے بڑھو، یہی شکر ہے کہ ہماری کار محفوظ ہے۔" شیران نے کہا اور تاؤنی کراہتا ہُوا آگے بڑھ گیا۔

وہ دونوں ایک بار پھر کار میں بیٹھ کر چل پڑے تھے شیران کی پیشانی شکن آلود تھی۔ یہاں داخل ہوتے ہی اس پر دو بار حملہ ہو چکا تھا لیکن یہ حملہ آور اتنے بودے تھے کہ شیران کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تھے۔ پہلی بار اس کے ہاتھوں پٹے اور دوسری بار پھر اس کا شکار ہو گئے کیا یہ سب ڈرامہ نہیں ہے۔ شیران سوچ رہا تھا۔ لیکن تاؤنی کو اس نے اپنے خیالات سے آگاہ نہیں کیا۔ تاؤنی ایک احمق آدمی تھا وہ کوئی بہتر مشورہ نہیں دے سکتا تھا ویسے بھی اس کی حالت خراب ہی نظر آ رہی تھی۔ شیران نے سوچا کہ بلاوجہ ہی اس مریل بیل کو ساتھ لے لیا۔ اگر کوئی چاق وچوبند پھرتیلا اور چالاک آدمی ساتھ ہوتا تو رنگین ہل کی تفریحات ہی مختلف ہوتیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ فوآ کے کلب کی عمارت کے نزدیک پہنچ گئے۔ تاؤنی نے سوالیہ نگاہوں سے شیران کو دیکھا لیکن شیران نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ اس نے تاؤنی کو اشارہ کیا کہ سیدھا چلنا ہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ کلب کی عمارت سے دُور نکل آئے۔ اب یہاں انھیں چھوٹی چھوٹی ایک منزلہ عمارتیں بکھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ ان میں بعض عمارتیں خاصی کشادہ اور وسیع تھیں۔ ان کے درمیان گھنے اور سرسبز وشاداب درخت نظر آ رہے تھے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ بادی النظر میں یہ جگہ واقعی اس قابل تھی کہ اسے تفریح کے طور پر منتخب کیا جاتا۔

وہ ان مکانوں کے نزدیک نہیں رُکے بلکہ درختوں کے اس جھنڈ کی جانب چل پڑے جس طرف جھیلیں موجود تھیں درحقیقت تین جھیلوں کا یہ نظارہ انتہائی دلکش تھا۔ انھیں تین جھیلیں کہا جا سکتا تھا۔ ورنہ سب کا ایک دوسرے سے کہیں نہ کہیں رابطہ تھا۔ درمیان میں خشک اور چوڑی جگہیں تھیں جنھیں تفریح گاہ کے طور پر منتخب کیا جا سکتا تھا۔ وہاں چند ٹرالر کھڑے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے خیمے بھی لگے ہوئے تھے۔ کسی بلند جگہ سے دیکھنے پر وہ بے حد حسین منظر محسوس ہوتا تھا۔

شیران کے اشارے پر تاؤنی نے گاڑی ایک جگہ کھڑی کر کے اسے لاک کر دیا اور اس کے بعد دونوں نیچے اُتر آئے۔ ایک ٹرالر کے نزدیک سے گزرا تو دفعتاً ٹرالر کی کھڑکی کھل گئی اور پھر اس میں سے ایک چہرہ برآمد ہُوا۔ اس نے شیران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس کا کالر پکڑ لیا تھا۔ شیران غراتا ہُوا پلٹا تو نشے میں ڈوبی ہوئی عورت ہونٹ سکوڑ کر مسکرائی۔

شیران کا زوردار تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور چہرہ کھڑکی سے دوسری طرف الٹ گیا۔ دوسرے لمحے شیران نے کھڑکی پر ہاتھ مار کر اسے بند کر دیا تھا۔ تاؤنی اس کیفیت کو دیکھ کر جلدی سے آگے بڑھ

گیا تھا لیکن وہ چہرہ کھڑکی سے دوبارہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ شیران خود بھی تاڈنی کے پاس پہنچ گیا تھا۔

"کیا ہوا تھا چیف؟" تاڈنی نے پوچھا۔

"بک بک مت کر، ورنہ میرا ایک تھپڑ تیری گردن ہمیشہ کے لیے گھما دے گا۔"

"ارے ارے چیف تمھارا موڈ تو کافی خراب ہوگیا ہے لیکن چیف میں تمھیں ایک بات بتا دوں یہ جگہ ہر قسم کے آداب واخلاق سے مبرا معلوم ہوتی ہے۔ یہاں انسان غموں کو بھولنے کے لیے آتا ہے اور بھول جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے غم اس قدر دبیز ہیں کہ ہم انھیں کوشش کے باوجود فراموش نہیں کرسکتے، ویسے ایک بات بتاؤ چیف۔"

"ہوں پوچھو۔" شیران نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"چیف یہاں آنے والے سب کے سب صاحب حیثیت ہوتے ہیں، تم دیکھ رہے ہو۔ بڑے بڑے قیمتی ٹرالر بکھرے پڑے ہیں اور اگر چھولداریاں بھی لگی ہوئی ہیں تو وہ بھی اعلیٰ قسم کی بنی ہوئی ہیں گویا یہاں کرائے پر چھولداریاں ملنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔ پھر رات کہاں گزارو گے؟"

"کیا یہ درخت اور یہ گھاس ان لوگوں کی ملکیت ہے؟"

"نہیں نہیں چیف۔ ہم... مگر میں سمجھا نہیں۔"

"کھلے آسمان کے نیچے کسی بھی جگہ گھاس پر راتیں گزارنے کے لیے بہترین مواقع موجود ہیں۔"

"میں دراصل کسی اور وجہ سے یہ بات کہہ رہا تھا۔"

"وہ کیا وجہ تھی؟"

"کچھ نہیں چیف میرا مطلب ہے اگر تم اجازت دو تو میں یہاں پر کسی سے دوستی گانٹھوں اور پھر اپنے لیے رہنے کا اور کھانے کا بہترین ٹھکانہ حاصل کرلوں۔"

"صرف اپنے لیے۔ اگر تو نے مجھے شامل کیا تو اس کے بعد میں تجھے کسی جھیل میں دفن کرکے جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے چیف ٹھیک ہے، جیسی تمھاری مرضی لیکن یہ بتاؤ میرے لیے تو اجازت ہوگی نا؟"

"مجھے تجھ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" شیران نے جواب دیا اور تاڈنی ہنسنے لگا۔ پھر انھوں نے ایک جگہ منتخب کی۔ کافی دور چل چکے تھے چنانچہ اس گھنے درخت کے نیچے وہ دونوں آرام کرنے بیٹھ گئے۔ تاڈنی کی نگاہیں اب بھی رنگین لباسوں کی جانب بھٹک رہی تھیں جبکہ شیران کے ذہن میں کچھ اور سوچ تھی۔ تاڈنی کو اس نے بلاوجہ ہی اپنے سے دور رہنے کی ہدایت نہیں کردی تھی یہاں آکر اس نے محسوس کرلیا تھا کہ تاڈنی کو ساتھ لانا غلط تھا۔ ایک ٹریولر کی حیثیت سے تو وہ ٹھیک تھا کہ شیران کو گاڑی چلانے کی مصیبت سے دوچار نہ ہونا پڑتا اور تاڈنی راستوں وغیرہ سے بھی واقف تھا لیکن اس کے علاوہ تاڈنی دردِ سر تھا۔ وہ شیران کی تفریحات میں ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ لڑائی بھڑائی سے خوف کھاتا تھا شیران یہاں اپنے دشمنوں کی تلاش میں آیا تھا اور دشمن سامنے آچکے تھے۔ ویسے اسے اس بات پر حیرت تھی کہ اس کے دشمنوں کو اس کے اس طرف آنے کا علم کیسے ہوگیا۔ یہ دونوں حملے بے مقصد نہیں تھے۔ یقینی طور پر وہ شیران کو اس علاقے میں نہیں دیکھنا چاہتے تھے اور شیران کو اطلاع بھی یہی ملی تھی۔ چنانچہ تاڈنی کا اس کے ساتھ رہنا بھی بے مقصد تھا۔

ماحول بے حد خوشگوار تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں فرحت بخش رہی تھیں۔ عام حالات میں اگر یہاں تفریح کرنے کے لیے آیا جاتا تو یقیناً یہ ایک بہترین جگہ تھی لیکن شیران کے ذہن میں اور بھی بہت سے خیالات تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ فوآ کے بارے میں اسے نیٹو سے معلومات حاصل ہوچکی تھیں اور اس بات میں اب کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ فوآ اگر اس کے دشمنوں کا سربراہ نہیں ہے تو ان کا ساتھی ضرور ہے اور اگر اسے قابو میں کر لیا جائے تو شیران کو یہ پتہ چل سکتا تھا کہ فلیٹی اور ڈینس کو اس کے پیچھے کس نے اور کیوں لگایا تھا۔

لیکن مسئلہ فوآ کے کلب کا تھا تھوڑی دیر تک تو شیران خیالات میں ڈوبا رہا پھر اس کی اپنی فطرت عود کر آئی۔ جس کے تحت وہ کسی مسئلے پر سوچنا پسند نہیں کرتا تھا پھر جب شام گہری ہوگئی تو اس نے اپنی یہ جگہ چھوڑ دی۔ کار کے نزدیک آیا اس میں سے اپنا ایک خوبصورت قبائلی لباس نکالا اور اسے لے کر جھیل کے ایک پُرسکون گوشے کی جانب بڑھ گیا۔

جھیل کے ٹھنڈے اور شیریں پانی سے اس نے منہ دھویا اور صاف ستھرا ہوکر ایک درخت کے نیچے لباس تبدیل کرنے لگا۔ اس طرف کوئی اور نہیں تھا اس لیے اسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ پستول اس نے کمر کے دونوں طرف لٹکائے۔ تیسرا پستول اس نے اپنے لباس میں چھپا لیا۔ یہ اہم ضرورت کے وقت استعمال ہونے کے لیے تھا اور ایک بار پھر وہ ترابزان کا شیران نظر آنے لگا تھا جس کی وجاہت قابلِ دید ہوتی تھی۔

پرانے کپڑوں کی گٹھڑی بناکر اس نے گاڑی میں ٹھونسی گاڑی لاک کی اور اس کی چابی جیب کے اندرونی حصے میں ڈال لی۔ اس کے بعد وہ وہاں سے چل پڑا۔

یہاں باقاعدہ بجلی کا انتظام نہیں تھا لیکن جنریٹروں کی آوازیں ابھر رہی تھیں اور قرب وجوار میں روشنیاں پھیل گئی تھیں۔ تقریباً تمام ہی ٹرالر جگمگا رہے تھے اور خیموں میں بھی انہی ٹرالرز کے ذریعے روشنیاں لے لی گئی تھیں بعض خیمے جو کشادہ اور وسیع تھے ان کے پاس اپنے جنریٹر تھے اور وہ روشن نظر آرہے تھے۔ سبزہ زاروں پر اس وقت بھی جوڑے محوِ کلام تھے۔ نقرئی قہقہے بکھرے ہوئے تھے۔ شیران نے انتہائی کوشش کی کہ وہ لوگوں کے ہجوم کے قریب نہ جانے پائے لیکن پھر بھی چند لوگوں نے اسے دیکھ لیا اور دیکھتے رہ گئے۔ عورتوں نے گہری گہری سانسیں لیں اور مردوں کے چہرے اسے دیکھ کر بگڑ گئے لیکن شیران ان سب سے بے نیاز فوآ کے کلب کی طرف جارہا تھا جس کے سامنے کے حصے پر بہت سی روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ ایک نیون سائن میں کراٹے کا پوز بنائے ہوئے ایک تصویر لگی ہوئی تھی۔

شیران فوآ کے کلب کے گیٹ کے سامنے پہنچ گیا سامنے ہی ایک ہولناک سی تصویر بنی ہوئی تھی جو کسی جانور کی تھی اس کے اندر ہی کچھ اور تصاویر بھی لگی ہوئی تھیں۔ شیران اس بڑے سے دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ ایک بڑے سے کشادہ ہال میں آرٹ گیلری بنی ہوئی تھی جہاں جوڈو کراٹے کے ماہروں کی تصاویر لگی ہوئی تھیں تب شیران کی آنکھیں دلچسپی سے سکڑ گئیں اس نے ایک تصویر پر نگاہیں جمادیں۔ اور یقینی طور پر اس کی یادداشت اسے دھوکہ نہیں دے رہی تھی، یہ ڈینس کی تصویر تھی۔ ڈینس کراٹے کے لباس میں پوز بنائے کھڑا تھا اس کے دونوں ہاتھ ماتھے پر لگے ہوئے تھے اور آنکھوں میں عقیدت کے جذبات نظر آرہے تھے۔ شیران اس کی تصویر کو دیکھتا رہا اور پھر وہاں سے بھی آگے بڑھ کر اس دروازے میں داخل ہوگیا جو ایک راہداری کا دروازہ تھا اس راہداری کے دوسری جانب ایک کھلا میدان تھا جو انتہائی وسیع و عریض تھا اور اس میدان میں بے شمار افراد جوڈو کراٹے کی مشق کررہے تھے اور بھی چند افراد یہاں سیر و تفریح کی غرض سے آگئے تھے وہ ادھر ادھر کھڑے جوڈو کراٹے کی مشق کرنے والوں کو دیکھ رہے تھے بالکل سامنے ہی میدان کے بائیں حصے میں ایک اونچی سی چوکی بنی ہوئی تھی جس پر دو آدمی بیٹھے تھے شاید جوڈو کراٹے کی مشق کرنے والوں کے لیے کوئی محترم شخصیت رکھتے تھے۔ عام طور سے کراٹے لڑنے کے لیے اگر کوئی نیا آدمی میدان میں داخل ہوتا تو ان کے سامنے جاکر جھکتا تھا۔

شیران ایک سمت جاکر کھڑا ہوگیا۔ لوگوں کی نگاہیں ا[illegible] پر پڑنے لگی تھیں اس کا قبائلی لباس اور اس کی شخصیت اسے [illegible] دوسروں سے ممتاز کردیتی تھی۔ یہاں [illegible] سی نگاہوں کا [illegible] گیا۔ وہ دانت بھینچے دونوں ہاتھ باندھے مشق کرنے والوں کو د[illegible] تھا ان مشق کرنے والوں میں بہت سے نوآموز تھے لیکن شیران [illegible] کی تلاش تھی۔

کافی دیر تک وہ اپنی جگہ کھڑا رہا، کوئی اس کی طرف مت[illegible] ہوا تھا۔ جب زیادہ دیر ہوگئی تو شیران نے سوچا کہ اب کچھ کرنا [illegible] چنانچہ اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مشق کرنے والوں کے د[illegible] سے گزرتا ہوا آگے بڑھتا رہا جتنے لوگ یہاں جوڈو کراٹے کا ت[illegible] دیکھنے آئے تھے وہ ایسی سمتوں میں کھڑے ہوئے تھے کہ مشق [illegible] والوں کو ان کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ ہو۔ کسی ایک شخص [illegible] اس جگہ سے گزرنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ اگر کوئی اپنی [illegible] تبدیل کرتا تو اس طرح بھاگ کر کہ کوئی مشق کرنے والا اس [illegible] پہنچ پائے۔ بہت سے مشق کرنے والے شیران سے ٹکراتے [illegible] لیکن شیران ان سے لاپروا سیدھا اس چوکی کی طرف بڑھ[illegible] تھا جہاں اب بھی وہی دونوں آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ا[illegible] کی نگاہیں شیران پر پڑ گئیں اور ان کی تیوریاں چڑھنے لگیں۔ [illegible] نگاہوں سے شیران کو گھورنے لگے۔

مشق کرنے والوں نے بھی اب ناگواری محسوس کر[illegible] کردی تھی ان میں بہت سے مشق کرتے کرتے رک گئے او[illegible] نے چوکی پر موجود لوگوں کو دیکھا۔

شیران پر بھی نہ جانے کون سا جنون طاری تھا۔ وہ ک[illegible] توجہ دیے بغیر قدم بڑھائے جارہا تھا۔ دفعتاً چوکی پر بیٹھے ہو[illegible] شخص نے ان دو لڑاکوں کو اشارہ کیا جو لمبے ڈنڈوں سے ا[illegible] پردار کررہے تھے۔

انھوں نے اپنی جگہ چھوڑی اور دوڑتے ہوئے شیران ک[illegible] آئے پھر ان دونوں نے دائیں بائیں سے شیران پر ڈنڈو[illegible] کیے تھے۔ شیران نے اپنا رُخ نہیں بدلا اور دونوں ہاتھ مخصو[illegible] میں سیدھے کردیے۔ دونوں ڈنڈے درمیان سے ٹوٹ [illegible] کئی قدم آگے بڑھ گیا۔ اور اب وہ ان دونوں کے سامنے [illegible] اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے پھر ان میں سے ایک نے آگے بڑ[illegible] لہجے میں کہا۔ "ہیلو..."

"فوآ۔" شیران کی آواز میں بھیڑیے کی سی غراہٹ [illegible]

"گرانڈ ماسٹر ابھی آرام گاہ میں ہے۔"
"بلاؤ۔"
"اس وقت ناممکن ہے۔" اس شخص کا لہجہ اب بھی نرم تھا۔
"ممکن بناؤ۔" شیران کی آواز بدستور روکھی سی ہی تھی۔
"تمھارا رویّہ بہت خراب ہے۔ ممکن ہے اجنبی ہونے کی وجہ سے تم یہاں کے آداب نہ جانتے ہو۔ تم مقامی باشندے نہیں معلوم ہوتے۔"
"میں صرف فوآ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"
"تمھارے جسم پر اجنبی لباس ہے۔ اگر تم عام لباس یا کراٹے کے مخصوص لباس میں ہوتے اور اس طرح مداخلت کرتے تو یہ جیتیار افراد تمھاری ہڈیاں آپس میں تقسیم کر لیتے۔"
"آخری بار کہتا ہوں... فوآ کو بلاؤ۔ ورنہ اس کے بعد۔" شیران نے کہا اور دوسرے لمحے اس کے ہولسٹروں سے دونوں پستول نکل آئے۔
دفعتاً اس چوکی کے عقب سے ایک گول دروازہ نمودار ہوا اور اس سے ایک سفید ریش بوڑھا باہر نکل آیا۔ دبلے پتلے بدن کا مالک تھا لیکن قد بہت لمبا تھا۔ اس کی آواز سنائی دی۔
"میں فوآ ہوں۔"
شیران کرخت نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔ فوآ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "انوکھے مہمان ہو۔ آؤ اندر آ جاؤ۔ یہ کھلونے واپس رکھ لو۔"
شیران نے پستول انگلیوں میں گھمائے اور انھیں واپس ہولسٹروں میں رکھ لیا۔ چوکی کے عقب میں جانے کے لیے اطراف سے بھی راستہ تھا لیکن وہ چوکی پر چڑھا اور ان دونوں کے درمیان سے گزرتا ہوا دوسری طرف پہنچ گیا۔
فوآ کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "ضدی اور خود سر بچے۔"
"شیطان اور مکار بزرگ۔" شیران بولا اور فوآ آہستہ سے ہنس پڑا۔
"کس قبیلے سے تعلق ہے۔"
"اجنبیت کا اظہار کر رہے ہو، فوآ!"
"نہیں سمجھا۔" فوآ نے اس گول دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔
"ہاں، قبائلی ہوں۔"
"کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟"

"موت کے قبیلے سے۔" شیران بے تکان بولا۔ گول دروازے کے دوسری طرف کا ماحول عجیب تھا۔ صاف ستھرا ہال تھا لیکن یہاں گول گول توے رکھے ہوئے تھے جن میں آگ دہک رہی تھی۔ ایک بڑے برتن میں کوئی چیز کھول رہی تھی اور اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔
"کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر آئے ہو۔ آؤ، ایک سمجھوتہ کر لیں۔"
"غلط فہمی..." شیران نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"ہاں، سو فی صدی۔"
"نیٹو، تمھارا آدمی نہیں تھا؟"
"کون نیٹو...؟"
"جس نے مجھ پر حملے کیے تھے۔"
"کہاں...؟"
"اس علاقے میں جو تمھاری جنت کہلاتا ہے۔" شیران بھاری لہجے میں بولا۔
"اس علاقے میں نیٹو نامی کوئی شخص نہیں ہے۔"
"تعجب ہے مسٹر فوآ!" شیران نے کہا اور فوآ چلتے چلتے رک گیا۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کافور ہو گئی تھی۔
"کس بات پر؟"
"تم اس علاقے کے شہنشاہ ہو کر جھوٹ بول رہے ہو۔"
"میری جنت اسی عمارت تک محدود ہے۔ باہر کے علاقوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"
"گویا تم ان لوگوں سے لاتعلقی کا اظہار کر رہے ہو، جنھوں نے تمھارا نام لے کر مجھ پر حملے کیے ہیں۔"
"میرا نام لے کر؟"
"ہاں..."
"کتنے آدمی ہیں، تمھارے ساتھ؟"
"کیا مطلب؟"
"کلب کے اطراف میں تمھارے ساتھی بھی ضرور موجود ہوں گے؟"
"مقصد...؟" شیران نے کہا۔
"اگر ان کی تعداد، ایک ہزار کے قریب بھی ہے تو انھیں اندر بلا لو۔ ان میں سے ایک بھی زندہ واپس نہیں جائے گا۔ اگر ایک آدمی بھی اس عمارت سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا تو مقدس آگ کی قسم! میں یہاں موجود تمام لوگوں کو ہلاک کر کے خودکشی کر لوں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔"
فوآ نے اپنے دونوں ہاتھ، ایک توے پر رکھ دیے جس میں

سرخ آگ دہک رہی تھی۔
شیران گہری نگاہوں سے فوآ کا جائزہ لینے لگا۔ یہ تو کچھ اور ہی صورت حال ہو گئی تھی۔ اسے ان ہاتھوں پر حیرت تھی جن سے اب چراندھ اٹھنی چاہیے تھی۔
"بولو، مجھ پر یقین کرو گے؟"
"آگ سے ہاتھ نکال لو، فوآ! ممکن ہے، یہ واقعی کوئی... غلط فہمی ہو۔"
"نہیں۔ تم اپنی طاقت کو آواز دو۔ بلا لو، انھیں اندر... میں اجازت دیتا ہوں۔"
"میں تنہا ہوں۔"
"کیا...؟" فوآ کے ہاتھ بے اختیار آگ سے باہر نکل آئے۔ اس کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں۔
"ہاں، میں تنہا ہوں۔"
"سچ بول رہے ہو؟"
"میں فضول باتوں کا جواب نہیں دیتا۔" شیران کو اس سوال پر پھر غصہ آنے لگا لیکن فوآ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوبارہ پھیل گئی۔ تھوڑی سی کبیدگی جو اس کے چہرے پر ظاہر ہوئی تھی، گم ہو گئی۔ اور وہ ہشاش بشاش نظر آنے لگا پھر بولا۔
"میں، ان لوگوں کو زمین کی گہرائیوں سے کھود نکالوں گا، جنھوں نے تم جیسے شیر ببر پر میرا نام لے کر بزدلانہ حملے کیے ہیں۔ آؤ، آؤ... میں، تمھاری آمد سے بے حد خوش ہوں۔ تمھارے سینے میں دل کی جگہ ایک چوڑی چٹان رکھی ہوئی ہے۔ آؤ، میرے عزیز! ساری غلط فہمیاں دور کر دوں گا۔" فوآ نے کہا... اور شیران، اس کے ساتھ، اس پُراسرار ہال سے نکل کر ایک دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں کا ماحول بے حد پُرسکون اور خوشگوار تھا۔ دو مقامی لڑکیاں خادماؤں کے لباس میں مؤدب کھڑی تھیں۔
"براہِ کرم بیٹھو۔" فوآ نے کہا اور خود قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔
شیران نے ایک طائرانہ نگاہ، اطراف میں ڈالی اور پھر وہ بھی زمین پر بیٹھ گیا۔
"شکریہ! اب اپنے بارے میں بتاؤ۔"
"شیران ہے، میرا نام۔"
"خوب، گویا 'شیر' موجود ہے۔ تمھارا لباس بتاتا ہے... کہ پتھروں اور چٹانوں کی دنیا سے آئے ہو۔"
"ہاں..."
"خیر... وہ کون بزدل تھے جو تمھیں، فوآ سے بدظن کر دینے کی فکر میں تھے؟"
"بات صرف اس قدر نہیں ہے، مسٹر فوآ!"
"جس قدر ہے، مجھے بتاؤ... یہ بتاؤ، میں تمھاری کیا خ[illegible] کروں؟ میرے خیال میں قبائلی قہوہ تم ضرور پسند کرو گے۔"
"ابھی نہیں... پہلے ہماری دوستی کا تعین ہو جائے۔ ا[illegible] کے بعد میں، تم سے مصافحہ کروں گا اور پھر قہوہ پیوں گا۔ اس سے قبل ممکن نہیں ہے۔" شیران نے کہا۔
"میں، تمھاری اس بات کا بھی احترام کروں گا۔ تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے... ہاں، تم نے کیا کہا تھا کہ بات صرف اس قدر نہیں ہے۔"
"ہاں، مسٹر فوآ! میں پہلے ڈینس کے بارے میں معلوم کرنا چ[illegible] ہوں۔ تم، ڈینس سے عدم واقفیت کا اظہار نہیں کر سکتے، مسٹر فوآ کیونکہ باہر اس کی تصویر موجود ہے۔"
فوآ ایک بار پھر چونک پڑا۔ "کیا نام لیا ہے، تم نے؟"
"ڈینس..." شیران نے دوبارہ کہا اور فوآ کے چہرے پر کرب [illegible] آثار نظر آنے لگے۔
"تم اسے کس طرح جانتے ہو؟"
"کیا ڈینس، اسی کلب کا تربیت یافتہ نہیں ہے؟"
"ہاں، وہ بدبخت یہاں سے بہت کچھ سیکھ کر گیا ہے۔ برا[illegible] مجھے بتاؤ، تم اس کے بارے میں کیسے خیالات رکھتے ہو۔" فوآ نے کسی [illegible] بے چینی سے کہا۔
"تعجب کی بات ہے مسٹر فوآ... یا تو آپ بے حد چالاک انس[illegible] ہیں یا پھر ابتدا ہی سے میں حماقت کرتا چلا آیا ہوں۔ میں تو آپ سے [illegible] معلوم کرنے آیا تھا کہ آپ، مجھ سے دشمنی کیوں رکھتے ہیں؟ فلیٹی [illegible] بھی اور ڈینس..."
"پوری کہانی نہیں سناؤ گے، دوست؟ اب تو اس بوڑھے [illegible] اعتماد کرو۔ میں، تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں نے تمھیں پہلی بار دیکھا ہے [illegible] میں تمھیں جانتا بھی نہیں لیکن اب میں، تمھارے لیے اپنے دل میں دو[illegible] کے جذبات رکھتا ہوں۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں تمھیں دو[illegible] کا یقین دلاؤں۔ بتاؤ، کس طرح تم مجھے دوستوں میں شمار کر سکتے ہو[illegible]"
"میرا نام شیران ہے۔ بنکاک میں رہتا ہوں اور منشیات [illegible] کے تمام اڈے، میری تحویل میں ہیں۔ وہ چوہیا، فلیٹی نام بتاتی تھی، ا[illegible] اور مجھے اپنے جال میں پھانسنا چاہتی تھی۔ اپنی مدد کے لیے اس [illegible] ڈینس کا انتخاب کیا تھا لیکن میں نے دونوں کو موت کے گھاٹ اتا[illegible] دیا... لیکن مرتے مرتے بھی وہ، مجھے ذہنی خلفشار میں مبتلا کر گئی![illegible]

نے مجھے میرے دُشمنوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا... پھر میں نے ڈینس کے بارے میں کھوج شروع کردی اور مجھے پتہ چلا کہ اُس کا کوئی تعلق تم سے تھا۔"

"ڈینس، تمھارے ہاتھوں مارا گیا؟" فوآ نے پُوچھا۔

"ہاں، اب اُس کا اس دنیا میں کوئی وجُود نہیں ہے۔" شیران نے جواب دیا۔ بُوڑھے فوآ کو یہ بتانا کیا ضروری تھا کہ پستول کی گولیوں نے ڈینس کے بدن پر ایک سیدھی لکیر کھینچ دی تھی۔

فوآ کے چہرے پر غم کی پرچھائیاں نظر آئیں پھر وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا "میں نے اس کی پیش گوئی کی تھی۔ وہ اسی قابل تھا، اُس نے اس مقدس عہد سے بغاوت کی تھی جس کے تحت اُسے قوّت ملی تھی۔ عزیز دوست! میں جو کچھ تمھیں بتا رہا ہُوں، اس میں ایک لفظ بھی جھُوٹ نہیں ہے۔ ڈینس درحقیقت اُن نوجوانوں میں سے تھا جو اس کلب کی ناک تھے۔ اُس نے یہاں بہت کچھ سیکھا تھا لیکن طاقت حاصل کرنے کے بعد، اُس کی نیّت بدل گئی۔ اُس نے اپنے فن کو بُرے راستوں پر ڈال دیا۔ برائیاں شروع کردیں اور نہ جانے کس کس کا آلۂ کار بن گیا۔ طویل عرصے سے میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں تھا میں سُنتا رہا کہ وہ جرائم کے ذریعے دولت کما رہا ہے جس لڑکی کا تم نے ذکر کیا ہے اُس کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ سب کچھ سُننے کے بعد میں نے اُس سے کوئی تعلق نہیں رکھا تھا۔ تمھاری تفتیش درست تھی۔ اگر تم، اُس کے نام کے ساتھ یہاں چلے آئے تو یہ تعجب خیز بات نہیں ہے... حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے میرا نام لے کر تمھیں میرے راستے پر ڈالنے کی کوشش کی تھی۔"

"وہ کوئی بھی ہوں، فوآ... اگر اُن کا تعلق تم سے نہیں ہے تو مجھے اس طرح تمھارے پاس آنے کا افسوس ہے۔"

"تم سے مل کر بہت خوشی ہُوئی تھی لیکن..."

"لیکن کیا...؟"

"تمھارا اُستاد کون ہے، مارشل آرٹ کی تربیت تمھیں کس نے دی تھی؟"

"اس کا نام مارلینو ہے۔"

"میرے لیے اجنبی نام ہے لیکن میں جانتا ہُوں، اُس کی کیفیت مجھ سے مختلف نہیں ہوگی۔ میں نے دیکھا تھا... میں نے اس وقت تمھیں دیکھا جب بانڈو کے دو طالب علموں نے تم پر ڈنڈوں سے وار کیے تھے اور تم نے بالکل صحیح مدافعت کی تھی۔ مجھے اسی وقت اندازہ ہوگیا تھا کہ کسی اچھے اُستاد کی تربیت ہے لیکن..."

"لیکن کیا؟"

"تم بھی غلط راستوں پر چل پڑے۔ منشیات کی فروخت سے دولت کمانا... بہرحال، وہ تمھارا ذاتی معاملہ ہے۔ میں نے تمھارا دل صاف کردیا ہے۔ آیندہ دُشمن کی حیثیت سے اس کلب کی طرف رُخ مت کرنا۔" فوآ کی آواز خُشک ہوگئی۔

"گویا تم، میرے دُشمنوں کی تلاش میں میری مدد نہیں کروگے؟"

"نہیں... لیکن اگر تمھیں دوبارہ یہ شک ہوجائے کہ میں نے تم سے جھُوٹ بولا ہے تو تم اُسے رفع کرنے کی ہر کوشش کرسکتے ہو۔ میں طاقت کے ذریعے صرف امن کا پرچار چاہتا ہُوں۔" فوآ نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

شیران بھی گردن ہلا کر اُٹھ گیا۔

فوآ کے کلب سے نکلتے ہُوئے وہ سوچ رہا تھا کہ بہرحال، فوآ نے اُس سے جھُوٹ نہیں بولا تھا... تو پھر اُس کے دُشمن کون تھے؟

کافی دیر تک وہ خیالات میں ڈُوبا رہا... اور پھر اُس کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔

وہ ہوٹل... جس کے کاؤنٹر کلرک نے نیٹو کا نام بتایا تھا... وہ نیٹو سے واقف تھا... اور وہ، اُن لوگوں سے بھی واقف ہوگا جن کے لیے نیٹو کام کررہا تھا۔

'اُفوہ... واقعی یہ بات تو پہلے ذہن ہی میں نہ آئی تھی...' شیران کا رُخ بدل گیا... ایک بار پھر وہ اسی ناہموار راستے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا جن سے گزر کر وہ، ٹرکسن ہل کے علاقے میں داخل ہُوا تھا۔

اب تاؤنی... کی تلاش بے سُود تھی، شیران اس کی اہمیت سمجھ چکا تھا۔ ہر چند کہ وہ ایک وفادار ساتھی تھا اور کسی کے بہکانے میں آکر شیران کے خلاف نہیں جاسکتا تھا تاہم اس کی کوئی خاص حیثیت نہیں تھی۔ وہ اوّل درجے کا بُزدل اور لڑائی بھڑائی سے ناواقف تھا صرف مکاری یا چرب زبانی سے کام نکالنا جانتا تھا۔ چنانچہ شیران نے اُسے تلاش کرنے میں وقت ضائع کرنا مُناسب نہ سمجھا اور ہوٹل کی طرف چلتا رہا۔ واپسی کے لیے اُس نے وہی ناہموار راستہ استعمال کیا تھا۔

وہ ہوٹل میں داخل ہُوا تو دیکھا کہ ٹوٹے ہُوئے فرنیچر کی جگہ نیا فرنیچر

آچکا تھا اور ہوٹل کی حالت پہلے سے بہتر ہوگئی تھی۔ اس وقت ایک یورپی ٹیم نظر آرہی تھی۔ چھ سات لڑکے اور تین چار لڑکیاں میزیں جوڑ کر بیٹھے خوش گپیاں کررہے تھے۔ جن کی ٹولیاں میں پھیلی ہُوئی تھی۔ بائیں سمت کی ایک میز پر دو مقامی آدمی بیٹھے تھے جن میں سے ایک دُبلا پتلا مدقوق سا آدمی تھا اور دوسری بھدّے خدوخال والی ایک عورت تھی۔ کاؤنٹر پر وہی شخص موجود تھا جس کی ہر بار شامت آجاتی تھی اور اُس نے "شامت" کو ہال کے دروازے سے داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔ ہر چند کہ بعد میں حالات درست ہوگئے تھے لیکن شیران کی صُورت ہی اُس کے لیے خوفناک تھی، چنانچہ اُس کی آنکھوں میں بے چینی کے آثار نمایاں ہوگئے اور وہ اضطرابی انداز میں سامنے رکھی ہوئی چیزوں میں ردّوبدل کرنے لگا جب کہ شامت آہستہ آہستہ اس کی سمت بڑھ رہی تھی۔

"نیٹو کس کے لیے کام کرتا ہے؟" شیران کی جھنکار اُس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"وہ فوآ کا آدمی ہے۔" کاؤنٹر کلرک نے جواب دیا۔

"تمھیں یہ بات کیسے معلوم ہُوئی؟"

"وہ۔ جناب۔ جناب مجھے۔ میرا مطلب ہے مجھے خود نیٹو نے بتایا تھا اور دُوسرے لوگوں کا بھی یہی خیال ہے۔" کاؤنٹر کلرک نے جواب دیا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"آپ کسی اور سے بھی معلوم کرسکتے ہیں۔" کاؤنٹر کلرک کے ہاتھ نیچے کی سمت رینگ رہے تھے اور پھر اُس نے ایک بٹن دبا دیا۔

"لیکن خود فوآ کہتا ہے کہ نیٹو سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے؟" شیران بدستور غرّاتے ہُوئے بولا۔

"تب یہ اس علاقے کے لوگوں کے لیے ایک انکشاف ہے۔ کسی کو اتنی جرأت کبھی نہیں ہُوئی کہ فوآ سے جاکر اس بارے میں معلوم کرسکے جبکہ نیٹو، فوآ کے نام پر ہی غنڈہ گردی کرتا ہے۔ اس علاقے میں سب بُرے نہیں آتے، جناب! بہت سے بے جگرے بھی ہوتے ہیں لیکن جب وہ فوآ کا نام سنتے ہیں تو خاموش ہوجاتے ہیں اور نیٹو انھیں لُوٹ لیتا ہے۔"

"ہُوں...!" شیران نے چاروں طرف دیکھتے ہُوئے کہا اور پھر یکایک مسکرانے لگا۔ "تمھارا ہوٹل حیرت انگیز طور پر بہت جلد درست ہوگیا!"

"وہ۔ وہ۔" کاؤنٹر کلرک اوپری زینوں کی طرف دیکھ کر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

شیران کی نگاہ بھی بے اختیار زینوں کی طرف اُٹھ گئی۔ چار آدمی نیچے اُتر رہے تھے۔ ان میں دو پستہ قامت اور گٹھے ہُوئے جسم کے مالک تھے۔ دو دراز قامت اور سڈول بدن والے تھے۔ ان چاروں کی نگاہیں شیران پر جمی ہُوئی تھیں۔ شیران نے ایک لمحے کے لیے اُنھیں دیکھا اور پھر اُنھیں نظرانداز کرکے کاؤنٹر کلرک کا گریبان تھام لیا۔

"بب بچاؤ۔ بچاؤ۔" کاؤنٹر کلرک حلق پھاڑ کر چیخ پڑا لیکن شیران کی بے پناہ قوت اسے کاؤنٹر کے عقب سے نکال لائی۔ وہ شیران کے دونوں ہاتھوں پر بلند ہُوا اور خوش گپیوں میں مصروف لوگ بوکھلائے انداز میں کھڑے ہوگئے۔ سیڑھیوں سے اُترنے والوں کے سکون میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ مشینی انداز میں قدم قدم نیچے اُتر رہے تھے۔ "بچاؤ۔" کاؤنٹر کلرک حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

"تمھارا ہوٹل اتنی جلدی کیسے درست ہوگیا؟" شیران نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔ اس نے اُوپر سے اُترنے والوں کو نظرانداز نہیں کیا تھا بلکہ پوری طرح اُن کے لیے تیار تھا۔

"مجھے۔ مجھے نیچے تو اتارو۔ ارے گر جاؤں گا۔ یہ کیا کررہے ہو، نیچے اتارو مجھے، نیچے اُتارو۔" کاؤنٹر کلرک بوکھلا کر کہہ رہا تھا۔ پھر وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ "گدھے کے بچو۔ سیڑھیوں پر رینگ رہے ہو نیچے آؤ۔ میری جان بچاؤ۔ ارے میری ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔"

وہ چاروں نیچے پہنچ گئے... پھر اُنھوں نے بیک وقت حملہ کردیا۔ اس حملے کے نتیجے میں بےچارے کاؤنٹر کلرک کی چند اور چیخیں اُبھری تھیں۔ جتنے بھی وار ہُوئے تھے، اسی کے بدن پر ہُوئے تھے اور شاید اُس کی کئی ہڈیاں اپنی جگہ چھوڑ گئی تھیں، شیران نے اُسے چھوڑا تو وہ کسی مُردہ چھپکلی کی مانند زمین پر گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی شیران اُچھل کر ایک میز پر چڑھ گیا تھا اور پھر جب ان چاروں کے ہاتھ میز پر پڑے تو شیران ان کے سروں پر سے اُچھلتا ہُوا دُوسری میز پر پہنچ گیا لیکن اُن میں سے ایک کے سر پر پڑنے والی ٹھوکر نے اُسے اُلٹ دیا تھا، شیران دُوسری میز پر جا کھڑا ہُوا۔ اُس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے ہُوئے تھے اور ان کا انتظار کررہا تھا۔ بظاہر بے وقوف سے لوگ تھے۔ اگر وہ چاروں بیک وقت حملہ نہ کرتے تو شیران کے لیے زیادہ مشکلات پیش آسکتی تھیں، لیکن وہ سب ایک ساتھ چڑھ دوڑے تھے اور شیران نے اسی افراتفری سے بھرپور فائدہ اُٹھایا تھا۔

جس کے سر پر ٹھوکر پڑی تھی وہ تو چند لمحوں کے لیے بے کار ہو گیا لیکن باقی تینوں پھر شیران کے قریب پہنچ گئے، اُنھوں نے اس کے پیروں پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن شیران نے اُچھل اُچھل کر پہلے جیسے انداز میں اُن کی پیشانیوں پر کئی ٹھوکریں لگا دیں۔ دو اور آدمی سر پکڑ کر پیچھے ہٹ گئے، اُنھوں نے گردنیں جھٹکیں اور ایک بار پھر حملہ آور ہُوئے۔ پہلا شخص جس کے سر پر ٹھوکر پڑ چکی تھی اب وہ تیار ہوچکا تھا۔

نے ایک کُرسی اُٹھالی تھی، پھر یہ کُرسیاں میزوں پر پڑنے لگیں۔ شیران چھلاوہ بنا ہُوا تھا۔ وہ کبھی ایک میز پر ہوتا تو کبھی دُوسری میز پر نظر آتا۔ کاؤنٹر کلرک بے چارہ اب اس قابل نہیں تھا کہ اُس نئے فرنیچر کو ٹُوٹتے پھوٹتے دیکھ سکتا۔ سنہری فام لڑکی چیختی ہُوئی باہر بھاگ گئی تھی البتہ وہ بدشکل عورت اور مرد اب بھی اپنی جگہ کھڑے تھے۔ اُنھوں نے ہال سے بھاگنے کی کوشش نہیں کی تھی اور خاموشی سے ایک کونے سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات تھے۔ شیران کی اُچھل کُود اُنھیں محظوظ کر رہی تھی، مجال ہے کہ ایک بھی لڑاکا اُسے چھو بھی سکا ہو، وہ میزوں کے درمیان چھلاوہ بنا ہُوا تھا۔ کبھی یہاں، کبھی وہاں......
اور اس پر حملہ کرنے والے بُری طرح نروس نظر آ رہے تھے... پھر ان میں سے ایک نے شیران پر کُرسی کھینچ ماری، جسے شیران نے اپنے ہاتھوں پر روکا، کُرسی واپس آئی تو حملہ آور کو اپنی لپیٹ میں لے کر ہی پیچھے گری۔ اُس کے سر سے خون کی چادر بہہ نکلی تھی، وہ اوندھا گر پڑا تھا، پھر اُس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں پٹخے اور ساکت ہو گیا۔ باقی تینوں افراد اب ساکت نظر آ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ لڑتے رہیں یا نکل بھاگیں۔ اگر شیران کے خوف سے نہ ہوتا تو شاید وہ اس وقت بھاگ جانے ہی کو بہتر سمجھتے، کیونکہ جس شخص پر اُنھوں نے حملہ کیا تھا وہ انسان کی بجائے کوئی بھُوت ہی معلوم ہوتا تھا اور اس بھوت نے بالآخر ان تینوں کا بھی خانہ خراب کر دیا، وہ بُری طرح زخمی ہو کر مجبور ہو گئے تھے، ہاتھ پاؤں بھی ہلاتے تو یُوں محسوس ہوتا جیسے وہ سلو موشن میں جنگ کر رہے ہوں۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک اوندھی میز پر لُڑھک گیا۔ باقی دو ایک دُوسرے کو پکڑے ہُوئے ایک کونے میں جا پڑے۔
شیران اب بھی چاق و چوبند اور مطمئن نظر آ رہا تھا اُس نے اطراف میں دیکھا اور پھر اس کی نگاہ ان دونوں پر پڑی۔ شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تو وہ دونوں بھی بھونڈے انداز میں مُسکرا دیے۔ "افسوس اور کوئی نہیں ہے۔ آؤ تم دونوں بھی آؤ۔" شیران نے کہا تو مرد دو زانو بیٹھ گیا اور بولا۔ "ماسٹر، ماسٹر ہم تو بے ضرر لوگ ہیں، بھلا ہمارا کیا قصور۔ تمھارا جی چاہتا ہے تو ہمیں بھی پیٹ لو۔" شیران بھی ہنس پڑا۔ "تمھارا کیا خیال ہے؟" اُس نے عورت کی طرف دیکھتے ہُوئے پوچھا۔
"مَیں جانتی ہُوں کہ تم کسی عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھاؤ گے۔"
"ہُوں، چالاک معلوم ہُوتی ہو لیکن تم لوگ یہاں سے بھاگے کیوں نہیں؟"
"تماشہ اس قدر دلچسپ تھا کہ ہمارے قدم رُک گئے۔" عورت نے جواب دیا اور شیران ان دونوں کی طرف سے بے نیاز ہو کر کاؤنٹر کلرک کے پاس پہنچ گیا اور اس کے گال تھپکنے لگا، لیکن کاؤنٹر کلرک ہوش میں نہ آسکا۔ "لعنت ہے تم سب پر، مَیں یہ جاننا چاہتا ہُوں کہ میرے دُشمن کون ہیں، لیکن لیکن اب کیا کروں؟" وہ چند لمحے کھڑا سوچتا رہا کہ زیادہ دلیری بھی مناسب نہیں، یہ چار آدمی یقینی طور پر ہوٹل کی حفاظت کے لیے منتخب کیے گئے ہوں گے۔ لیکن بات ان چاروں تک محدود نہیں ہو سکتی ممکن ہے، چند لمحے بعد باہر سے کچھ اور لوگ بھی آ جائیں اور ہوٹل کی اس بند عمارت میں اگر بہت سے افراد نے اُسے گھیر لیا تو شیرخانی دھری کی دھری رہ جائے گی، وہ کوئی مشینی آدمی بھی نہیں تھا۔ چنانچہ اُس نے باہر کی جانب قدم بڑھائے اور ہوٹل سے باہر آ گیا۔ قرب و جوار میں خاموشی چھائی ہُوئی تھی کہ وہ ایک طرف چل پڑا۔ اُسے ان دُشمنوں کی تلاش تھی جو اس پر پے در پے حملے کر رہے تھے۔ آخر یہ کون لوگ ہیں؟
فوآ کے بارے میں اب اُس کا ذہن صاف ہو چکا تھا۔ اُس جیسے لوگ کم از کم مکّار دُشمن نہیں ہوتے۔ وہ اگر دُشمنی کرتے بھی ہیں تو کھُل کر کرتے ہیں، یہ شیران کا ایمان تھا اور آج تک اُس نے کسی دلیر آدمی کو مکّار دُشمن نہیں پایا تھا۔ وہ سفر کرتا رہا، کیمپ کی جانب رُخ تھا...
نہ جانے تاؤنی کہاں مر گیا تھا۔ کیمپ پہنچ کر اُس نے ایک جگہ ڈیرہ ڈال دیا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ وہ انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ رات ہو گئی۔ وہ رات کے دُوسرے پہر تک جاگتا رہا اور پھر گہری نیند سو گیا۔
رات پُرسکون گزری۔ دُوسری صبح اُس نے تاؤنی کو دیکھا جو لڑکھڑاتا ہُوا چلا آ رہا تھا اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور اس کی حالت کافی خراب معلوم ہوتی تھی، شاید وہ اسے ہی تلاش کر رہا تھا۔ شیران اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ تاؤنی کی نگاہ اُس پر پڑی تو تیز تیز قدموں سے اُس کے قریب پہنچ گیا۔ "اوہ عزیز آقا تم یہاں ہو اور میں تمھیں ساری دُنیا میں تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔"
"ہُوں، ساری دُنیا دیکھ لی تُو نے؟" شیران نے کہا۔
"ہاں، عزیز آقا، یقین کرو کہ تمھارے بغیر کائنات اس قدر پھیکی پھیکی سی لگتی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔"
"مجھے لفظوں سے نفرت ہے، اور وہ شخص جو میری تعریف میں غلط باتیں کرے، میرے لیے دُشمن کے مترادف ہوتا ہے۔ تو کہنے سے کیوں جھجک رہا ہے کہ عیاشی کرنے کے بعد جب جی بھر گیا تو اس طرف چل پڑا اور اب مجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔"
"اوہ نہیں ماسٹر... تاؤنی کی یہ مجال۔ نہیں نہیں، یقین کرو کہ مجھے تمھارے قدموں میں ہی سکون ملتا ہے۔" تاؤنی نے جواب دیا۔
"بس اس کے باوجود مَیں تجھے پسند کرتا ہُوں لیکن مَیں تجھے وارننگ دے رہا ہُوں کہ مجھ سے وہ باتیں مت کیا کر جن میں حقیقت نہ ہو۔"
"م... مَیں بھُوکا ہُوں عزیز آقا اور میری جیبیں خالی ہو چکی ہیں۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد تاؤنی نے مُردہ سی آواز میں کہا۔
"خالی ہوتا ہی تھیں۔ تیرا چہرہ بتا رہا ہے کہ تُو نے یہ وقت کیسے گزارا ہے۔" شیران نے کہا۔
تاؤنی ہنسنے لگا۔ "عزیز آقا بس تاؤنی کی یہی زندگی ہے۔ دل چاہے زندہ رکھو، دِل چاہے مار ڈالو۔"
شیران نے جیب سے کچھ نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔
"تمھارے لیے بھی کھانا لاؤں... عزیز آقا!"
"نہیں۔ مَیں کھا لُوں گا۔ تُو عیش کر۔" شیران نے جواب دیا۔
تاؤنی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آنے لگے...
پھر وہ مدھم لہجے میں بولا۔ "اگر تاؤنی یہ وعدہ کرے کہ آئندہ اس قسم کی حرکتیں نہیں کرے گا تو کیا اُسے معاف کر دو گے؟"
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" شیران نے پُوچھا۔
"تاؤنی تم سے محبت کرنے لگا ہے۔" تاؤنی نے جواب دیا۔
شیران نے نفرت سے مُنہ پھیر لیا۔ "اچھا اچھا جاؤ، پیٹ بھرو، ہوش میں آ جاؤ گے تو اس محبت کا احساس بھی فنا ہو جائے گا۔"
"مَیں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا جب تک تم مجھے معاف نہیں کر دیتے... یہ... نوٹ واپس رکھ لو۔" تاؤنی نے نوٹ شیران کی طرف بڑھا دیے۔
شیران ہنس پڑا۔ "عجیب نخرے ہیں تیرے بھی... اچھا جا میرے لیے بھی ناشتہ لے آ۔" شیران نے کہا اور تاؤنی قلابازیاں مارتا ہُوا وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شیران کے لیے بھی ناشتہ لے آیا اور شیران نے اپنا ناشتہ الگ لے لیا۔ وہ تاؤنی جیسے شخص کے ساتھ کھانا پسند نہیں کرتا تھا۔
ناشتے سے فارغ ہو کر شیران اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ تاؤنی کی حالت اب بہتر نظر آنے لگی تھی۔ وہ تھوڑی دیر خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔
"عزیز آقا۔ تم جس مقصد کے تحت یہاں آئے تھے اس میں کچھ کامیابی ہُوئی یا نہیں؟"
"تجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔"
"عزیز آقا، تاؤنی کی فطرت عجیب ہے، اگر تم اسے کوئی ذمّے داری سونپ دو تو شاید وہ سب کچھ بُھلا کر اس میں مصروف ہو جائے۔ جب تاؤنی کے سامنے کوئی مقصد نہ ہو تو یہی جی چاہتا ہے کہ وہ سیاہ، سنہری، نیلی زلفوں والی حسیناؤں کے ساتھ ہی وقت گزار ا جائے۔"
"خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو؟"
"عزیز آقا نتائج انسان کی پہنچ سے باہر ہوتے ہیں، ہمیں ہر قسم کے حالات میں، وقت ہی کا تابع ہونا پڑتا ہے تو پھر نتائج کی اُلجھنوں میں کیوں پڑیں۔"
"ہُوں، یہ تیرا فلسفہ ہے، مَیں اس سے متفق نہیں ہُوں۔"
"ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تاؤنی تمھارے لیے کیا کرے؟"
"کچھ نہیں، واپسی کی تیاری کرو۔" شیران بولا۔ "ان پہاڑوں میں ٹکریں مارنے سے کیا فائدہ۔"
"ٹھیک ہے، مَیں گاڑی چیک کرتا ہوں۔ میرے خیال میں پٹرول وغیرہ ابھی اس میں ہے اور اگر نہیں ہُوا تو مَیں پٹرول کا بندوبست کیے لیتا ہُوں۔"
"کہاں سے؟ یہاں تو مجھے کہیں کوئی پٹرول پمپ نظر نہیں آیا۔" شیران بولا۔
"باس یہاں سب کچھ ہے... کوئی باقاعدہ پٹرول پمپ نہیں ہے لیکن لوگ پٹرول کے ٹین فروخت کرتے ہیں، مَیں اُن سے ضرورت کے مطابق پٹرول خرید لوں گا۔" یہ کہہ کر تاؤنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اُس نے واپسی میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ وہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا، شاید اُسے احساس ہو گیا تھا کہ شیران اُس سے بددل ہو گیا ہے۔
"پٹرول کی ٹنکی بھر لی گئی ہے باس۔" اور چابی شیران کے حوالے کر دی۔ اب ان کا رُخ شہر کی جانب تھا۔
شیران کا ذہن پراگندہ تھا، اپنے دُشمنوں کو اس طرح چھوڑ دینا اس کے لیے بڑی تکلیف دہ بات تھی۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسی شخصیت بھی سامنے نہیں آسکی تھی جسے وہ اپنا دُشمن قرار دیتا۔
وہ خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا رہا، تاؤنی اُس کے نزدیک بیٹھا قرب و جوار کے مناظر میں کھویا ہُوا تھا۔ راستہ ناہموار ہونے کے باعث گاڑی کی رفتار بھی کم تھی۔ ذرا سی بے احتیاطی کسی بڑے حادثے کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی تھی۔ ابھی اُنھوں نے زیادہ راستہ طے بھی نہیں کیا تھا کہ دفعتاً گولیوں کے دھماکے سُنائی دیے اور گاڑی ہچکولے کھانے لگی
شیران نے فوراً اسٹیرنگ کنٹرول کیا۔ غالباً کسی نے گاڑی کے پچھلے ٹائروں کو نشانہ بنایا تھا۔ شیران نے گاڑی روک دی۔ تاؤنی بھی سنبھل کر بیٹھ گیا۔
"یہ سب کیا ہُوا باس؟" شیران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں، پستول اُس کے پاس ہی موجود تھا، لیکن دُشمن یقینی طور پر اطراف میں پھیلے ٹیلوں میں کہیں پوشیدہ تھا اور اسے تلاش کرنا خاصا مشکل کام تھا۔ شیران ایک لمحے کچھ سوچتا

رہا۔ پھر وہ کار سے نیچے اُتر آیا پیچھے جاکر اُس نے دونوں ٹائر دیکھے ٹائروں میں سوراخ صاف نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً تین چار گولیاں جیپ کے اطراف میں ٹکرائیں اور پھر ایک آواز سُنائی دی۔

"پستول نکال کر پھینک دو، ورنہ مشین گن سے چھلنی کر دیے جاؤ گے!"

شیران نے نگاہیں اِدھر اُدھر دوڑائیں اور اپنے لباس سے ایک پستول نکال کر دُور پھینک دیا۔ تاؤنی کے پاس پستول تھا ہی نہیں، شاید وہ رات کے ہنگاموں میں اپنا پستول کھو بیٹھا تھا۔ تب ہی آواز دوبارہ اُبھری۔

"دوسرے آدمی سے کہو وہ بھی پستول باہر پھینک دے!"

"دوسرا آدمی بالکل قلاش ہے اس کے پاس کوئی چیز نہیں ہے!" تاؤنی نے خود ہی چیخ کر جواب دیا۔

چند لمحات کے بعد اُنھیں گھوڑوں کی ہنہناہٹ سُنائی دی، تاؤنی اور شیران گاڑی کے نزدیک ہی کھڑے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے ٹیلوں کے عقب سے چند گھڑ سواروں کو نکلتے دیکھا۔ ان سب نے امریکن کاؤبوائز جیسے لباس پہنے ہوئے تھے کچھ مقامی تھے اور کچھ سفید فام۔ ان کی تعداد چھ سات کے قریب تھی۔ ان میں سے ایک نے گھوڑے کو دوڑایا اور اس کے بائیں سمت جھکنے لگا، شیران سمجھ نہیں پایا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے لیکن جھکنے والا آدمی بڑی مہارت سے نیچے جھکا اور جب وہ پستول کے نزدیک پہنچا تو اس نے بڑی مہارت سے جھکتے ہوئے پستول اُچک لیا۔

شیران خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا، گھڑ سوار خاصی دُور نکل گیا تھا۔ باقی لوگ گاڑی کے گرد چکر لگانے لگے، شیران اور تاؤنی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں، وہ خاموشی سے ان لوگوں کو دیکھ رہے تھے، پھر ان میں سے ایک نے رسّی کا پھندا نکالا اور اُسے گھمانے لگا۔ پھندا لہراتا ہوا شیران پر پڑا اور اُس کی گردن سے گزر کر بازو میں فٹ ہوگیا۔ دُوسرے لمحے رسّی کھنچی تو شیران اپنی جگہ سے کھسک گیا، اُسے ایک زبردست جھٹکا لگا اور وہ کئی قدم دوڑتا چلا گیا، پھر اُس کے پیروں نے زمین چھوڑ دی، اور وہ نیچے گر پڑا۔ گھڑ سوار نے اُسے گھسیٹنا شروع کر دیا تھا اور اس بات سے بہت خوش تھا کہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوگیا ہے، لیکن حقیقت اسے نہیں معلوم تھی۔

دُوسرے لوگوں نے بھی شاید یہ سمجھ لیا تھا کہ دُشمن قابو میں آ گیا ہے لیکن خیران، شیران تھا، اُس نے ایک پستول پھینک دیا تھا لیکن دُوسرا پستول اُس کے سینے پر بندھے ہوئے ہولسٹر میں موجود تھا۔

شیران گھسٹتا ہوا کافی دُور نکل گیا تھا، اُس کی کہنیاں اور ٹخنے چھِل گئے تھے۔ دُوسرے لوگ تاؤنی کی جانب متوجہ تھے، جس نے دونوں ہاتھ سر پر رکھ لیے تھے، وہ یقین کر چکے تھے کہ اُن کے دونوں شکار قابو میں آ چکے ہیں لیکن اچانک ایک دھماکا ہوا اور گھڑ سوار کی کھوپڑی خون اُگلنے لگی۔ سوار کی کھوپڑی اُڑ گئی۔ گھوڑا زور سے ہنہنایا اور سوار کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا۔ رسّی اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی لیکن گھوڑا اُسے لیے ہوئے دوڑتا ہی چلا گیا۔ شیران پستول نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

گھوڑا برق رفتاری سے پتھریلی چٹانوں پر دوڑ رہا تھا، سوار کی شکل ہی بگڑ گئی، خون کی ایک لکیر ان پتھریلی چٹانوں پر بنتی چلی گئی تھی۔

فائر کی آواز دُوسرے لوگوں نے بھی سُنی، وہ چونک کر پلٹے لیکن اُنھیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس بھیانک دُشمن کے چنگل میں پھنسے ہیں۔ مزید دو گولیاں چلیں اور سب سے آگے والے دو آدمی نشانہ بن گئے۔ اُن کی دلخراش چیخیں لہرائیں اور وہ گھوڑوں سے نیچے آ رہے۔

گھوڑے بدک گئے تھے، اُن میں سے ایک گھوڑا دوڑتا ہوا اِدھر آیا جس طرف شیران موجود تھا اور شیران جلدی سے پنجوں کے بل کھڑا ہوا تھا۔ جونہی گھوڑا اس کے قریب سے گزرا شیران اپنی جگہ سے اُچھلا۔ اُس نے گھوڑے کی ایال پکڑی اور پھر وہ گھوڑے کی پُشت پر تھا۔ دُوسرے گھڑ سواروں نے یہ صُورتِ حال دیکھ کر اس پر اندھا دُھند فائرنگ شروع کر دی، لیکن شیران اپنے گھوڑے کو تیزی سے آگے دوڑاتا لے گیا تھا۔ کافی دُور جاکر وہ پلٹا۔ گھڑ سوار اسی طرف آ رہے تھے۔ اُس نے پلٹ کر ایک مرتبہ اپنے آپ کو گھوڑے کی پُشت پر جھکایا اور پھر ایک فائر اُس طرف جھونک دیا۔

ایک گھڑ سوار نے فضا میں قلابازی کھائی اور نیچے آ پڑا۔ بقیہ نے جو یہ صُورتِ حال دیکھی تو خود کو سنبھال لیا۔ اُن کے آدمی جس تیزی سے ہلاک ہوئے تھے اُس کے تحت اُنھوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ دُشمن اِتنا نرم چارہ نہیں ہے۔

اُنھوں نے اپنے گھوڑوں کو موڑا اور دُور تک چلے گئے۔ اِتنی دُور کہ پستول کی رینج سے باہر ہو جائیں۔ وہاں سے وہ سنبھل کر اس طرف آنا چاہتے تھے، اور شیران کو اس دوران یہ موقع مل گیا کہ وہ اپنے پستول کے خالی چیمبر بھر لے۔ گھڑ سواروں کی تلاش میں اُس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں، لیکن وہ اُسے نظر نہ آئے۔ گھوڑا اُسے اس جگہ سے کافی دُور لے آیا تھا، جہاں سڑک تھی۔ وہ ایک ڈھلان میں اُتر آیا تھا اس ڈھلان کے چاروں طرف درخت تھے جن کی شاخیں نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔ وہاں سے گزرتے ہوئے شیران کو سر جھکانا پڑا

تھا، تاکہ نیچے جھکی ہوئی شاخوں سے ٹکرا کر وہ زخمی نہ ہو جائے۔ وہ شاخوں کے درمیان سے گزرتا چلا گیا۔ درختوں کا یہ علاقہ خاصا محفوظ تھا۔ یہاں وہ کم از کم اس اندھا دُھند فائرنگ سے بچ سکتا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا، اُسے یقین تھا کہ گھڑ سوار واپس نہیں جائیں گے بلکہ اُسے نشانہ بنانے کے لیے یقینی طور پر اس جنگل میں داخل ہوں گے۔ دُوسرے لمحے اُس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی، اُس نے دوڑتے دوڑتے چشم زدن میں ایک فیصلہ کر لیا اور ریوالور کو دانتوں میں دبا کر لگام کو ڈھیل دیتے ہوئے تیزی سے گھوڑے کو آگے بڑھانے لگا، سامنے ہی ایک ایسا درخت آیا جس کی شاخ نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھی، اُس نے رکاب سے اپنے پاؤں ڈھیلے کر دیے اور جیسے ہی وہ شاخ نزدیک آئی، شیران اُچھل کر اُس پر لٹک گیا۔ گھوڑا اُس کے نیچے سے نکلا چلا گیا تھا۔ وہ کافی تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا تھا جیسے کسی بڑی مصیبت سے جان بچی ہو۔

شیران ایک لمحے کے لیے شاخ پر جھولتا رہا۔ پھر اُس نے اپنے بدن کو سنبھالا اور تنے پر پہنچ گیا۔ یہاں وہ پتّوں کی آڑ میں چھپ سکتا تھا، چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔

اَب اس کے ذہن میں ایک منصوبہ جنم لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر وہ انتظار کرتا رہا۔ گھڑ سوار اُسے نظر نہیں آئے تھے، لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ گھوڑوں کے قدموں کی چاپ سُنائی دی، ہرچند کہ یہ چاپ بہت آہستہ آہستہ آ رہی تھی لیکن . . . شیران نے اُسے سُن لیا تھا۔ چند لمحوں بعد اُسے ایک جھاڑی کے عقب سے ایک گھوڑے کی جھلک نظر آئی وہ اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ یہ اُس کا گھوڑا نہیں تھا پھر اُسے سوار بھی نظر آ گیا۔

چاروں گھڑ سوار آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھ رہے تھے اور اُن کی محتاط نگاہیں شیران کو تلاش کر رہی تھیں۔ شیران دَم سادھے اُن کی کارروائی کو دیکھنے لگا۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی، درخت کے پتّے تک خاموش تھے، ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اُسے گھوڑے کے سُموں کی آواز سُنائی دے گئی تھی ورنہ گھاس پر یہ آواز سُن لینا ممکن نہ تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے شیران کے قریب سے گزرے۔ شیران تیار تھا۔ سب سے آگے دو گھوڑے تھے۔ دو اُن کے عقب میں ایک سیدھ میں چل رہے تھے، ان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ الگ الگ پھیل کر شیران کو تلاش کر سکتے۔ شیران خاموشی سے موقع کا انتظار کرتا رہا۔ چنانچہ دو سوار آگے نکلے پھر اُن کے پیچھے ایک اور نکل گیا، اَب سب سے آخری سوار رہ گیا تھا۔

شیران نے اپنے بدن کو تولا اور پستول کو دانتوں میں دبائے ایک بار پھر اسی شاخ پر لٹک گیا لیکن وہ اس وقت لٹکا تھا۔ آخری سوار شاخ کے نیچے سے گزر رہا تھا۔ دُوسرے لمحے اُس کے پاؤں گھڑسوار کی گردن پر پڑے، یہ بھی مارشل آرٹس کا ایک مخصوص داؤ تھا۔ گھڑسوار کی چیخ بھی نہ نکل سکی۔ وہ لڑکھڑایا اور اوندھے مُنہ گھاس پہ جا پڑا۔ اس کا گھوڑا ایک لمحے کے لیے بدکا لیکن پھر آگے بڑھ گیا۔ البتہ گھڑسوار کے نیچے گرنے سے ایک ہلکی سی آواز ہُوئی جو گھوڑوں کی چاپوں سے مختلف تھی اور اسی آواز پر اس کے تینوں ساتھی چونک کر پلٹے تھے۔ پیچھے جو انھوں نے یہ منظر دیکھا تو اُن کے حواس گُم ہو گئے۔ لیکن دُوسرے لمحے سنبھل کر اُنھوں نے اندھا دُھند فائرنگ شروع کردی۔ شیران فوراً دوبارہ درخت پر پہنچا اور اندھا دُھند فائرنگ شروع کردی اور ذرا سی دیر میں اُس کے پستول کے تمام کارتوس ختم ہو گئے۔

پستول دوبارہ لوڈ کرنے کا موقع نہیں تھا... اُس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور اچھل کر ایک دُوسری شاخ پر پہنچ گیا، پھر دُوسرے لمحے نیچے کُود پڑا... نیچے کُودتے ہی اُس نے گرے ہُوئے آدمی کا پستول سنبھال لیا۔ یہ پستول بروقت اُس کے ہاتھ لگا تھا ورنہ یہ گولیاں اُس کا بدن چھلنی کر دیتیں۔ تینوں گھڑسواروں میں سے دو لُڑھک گئے تھے، لیکن ایک زندہ تھا اور اُس نے شیران کو دیکھ لیا تھا۔ وہ شیران کا نشانہ لے رہا تھا کہ شیران کی گولی اس کے دل پر پڑی اور دُوسرے لمحے پستول اُس کے ہاتھ سے اچھل کر نیچے گر پڑا۔ شیران نے اپنی جگہ سے پھر چھلانگ لگادی تھی، وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کی گولی کا نشانہ بنے، لیکن اب گولی چلانے والا تھا بھی کون؟ اس کا وہ دُشمن جسے اُس نے پیروں سے وار کر کے بے ہوش کیا تھا، وہیں پڑا ہوا تھا۔ شیران کچھ دیر انتظار کرتا رہا اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ اب اُس کے دُشمنوں میں سے کوئی زندہ نہیں بچا ہے تو وہ اپنی جگہ سے نکل آیا۔ پستول ہاتھ میں لیے آگے بڑھا اور اُن تینوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ دو کی پیشانیوں میں گہرے سُوراخ تھے۔ گولیاں ہڈی توڑ کر بدن کے اندر داخل ہو گئی تھیں اور خُون ایسے بہہ رہا تھا جیسے پانی کی دھار بہتی ہے۔

شیران کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی، اُس کے تمام دُشمن اُس کے ہاتھوں ختم ہو گئے تھے اور یہ دُشمن جسے اُس نے بے ہوش کیا تھا اب اُس کے رحم و کرم پر تھا۔ چنانچہ شیران آہستہ آہستہ اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔

شیران نے اُس کے نزدیک بیٹھ کر اُسے ٹٹولا... اُس کے گال تھپتھپائے، لیکن وہ ہوش میں نہ آیا تو شیران اُس کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا، مقامی کرنسی، کچھ کاغذات اُس کی جیب سے برآمد ہُوئے۔ ایک شکاری چاقو بھی اُس کے پاس موجود تھا جسے شیران نے اپنے قبضے میں کر لیا، پستول کے علاوہ اور اُس کے پاس کچھ نہیں تھا، البتہ کمر سے کارتوسوں کی پیٹی بندھی ہُوئی تھی، جسے شیران نے کھول کر اپنی کمر میں باندھ لیا اور اس کے بعد وہ اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔

کافی دیر تک وہ یہ کوشش کرتا رہا، لیکن اُسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ اُس کے پیروں کی ضرب کتنی شدید ترین ہے، شکار کو ہوش میں لانے کی اب تک کی تمام کوششیں ناکام رہی تھیں، اُس نے جھنجلا کر شکاری چاقو کھول لیا اور سفاک نگاہوں سے بے ہوش پڑے شخص کو دیکھنے لگا، پھر اُس کے حلق سے غرّاہٹ اُبھری۔

"اگر تم ابھی ہوش میں نہیں آئے تو پھر کبھی ہوش میں نہیں آسکو گے سمجھے، ہوش میں آجاؤ۔" اُس نے ایک زوردار لات بے ہوش پڑے شخص کے پہلو میں رسید کر دی اور بے ہوش شخص کے بدن میں ہلکی سی اینٹھن پیدا ہو گئی۔

"میں کہتا ہُوں جاگو، ہوش میں آؤ۔" شیران پھر گرجا اور اس بار چاقو کی نوک بے ہوش پڑے ہُوئے شخص کی پیشانی پر نشان ڈالتی ہُوئی گزر گئی۔ پیشانی کی لکیر سے خون چھلک آیا تھا اور پھر یہ خُون قطروں کی شکل میں اُس کی دونوں کنپٹیوں پر بہنے لگا۔

"ہوش میں آؤ، میں کہتا ہُوں ہوش میں آؤ۔" شیران کی غرّاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ دفعتاً اُس کا چاقو والا ہاتھ بلند ہُوا اور بے ہوش شخص کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی اور اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن دُوسرے لمحے اس کی باچھوں سے خون پھوٹ پڑا تھا۔ اُس نے خُون کی دو تین کُلّیاں کیں اور پھر عجیب انداز میں اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا، اُس کے چہرے پر شدید اذیت اور بے بسی کے آثار تھے لیکن اُٹھنے کی اس کوشش میں وہ کامیاب نہ ہو سکا، اُس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی تھی۔

تب شیران کو احساس ہُوا کہ پیروں کی ضرب کچھ سخت ہو گئی تھی اور یقینی طور پر اس کی گردن کو نقصان پہنچا تھا۔

وہ شخص بار بار اُٹھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن ناکام رہا اور چند لمحات کے بعد وہ دھپ سے زمین پر گرا اور اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"اوہ کتے تجھے مرنا نہیں چاہیے تھا۔" شیران نے چاقو اُس کے بازو سے کھینچ لیا اور خُون آلود چاقو کو اس کے لباس سے صاف کرنے لگا۔ وہ جھنجلاہٹ کا شکار ہو گیا تھا، اس وقت اس کے اندر ایک جنونی سی

...یفیت پیدا ہو گئی تھی، اُسے یقین تھا کہ یہ شخص ہوش میں آکر یقیناً زبان ...ول دے گا اور اسے اپنے دُشمنوں کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔ ...س کم بخت لڑکی نے بھی اُسے نہیں بتایا تھا کہ اس کے دُشمن کون تھے، ...س کے بعد کا ڈسٹرکٹ کلرک سے بھی وہ بات معلوم کرنے میں ناکام رہا تھا، ...ز آنے پورے وقار کے ساتھ کہہ دیا تھا کہ اُسے شیران سے کوئی دُشمنی نہیں ...ہے اور اُس نے بھتوڑے سے کوئی حملہ اس پر نہیں کرایا۔

"تو پھر۔ پھر وہ پُراسرار دُشمن کون ہے؟ کون ہو تم اگر مرد کے ...ے ہو تو سامنے آؤ۔" اس کے حلق سے ایک زوردار آواز نکلی، لیکن ...اں کوئی ہوتا تو سامنے آتا۔ البتہ تھوڑے سے فاصلے پر ایک گھوڑا نظر ...ا تھا۔

شیران کی نگاہیں گھوڑے پر جم گئیں اور پھر اُس کے ذہن میں کچھ ...خیالات پیدا ہو گئے۔ جو لوگ اس پر حملہ آور ہُوئے تھے وہ سب ...م رسید ہو چکے تھے اور اب اُن میں کوئی ایسا نہیں تھا جس سے شیران ...ا انتقام لے سکے، چنانچہ یہاں رُکنا بے کار تھا۔

سڑک تک پہنچنے کے لیے گھوڑے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ گھوڑے کی جانب بڑھ گیا، درختوں میں تاریکی پھیل چکی تھی اور اب ...ب وجوار کی چیزیں نظر نہیں آرہی تھیں، جنگل کے اس حصے میں وہ جو سفر ...یا تھا اُس نے اُسے یہ احساس دلا دیا تھا کہ یہ سفر خاصا دُشوار گزار ہے ...رات کی تاریکی میں وہ مزید دُشوار گزار ہو سکتا ہے تاہم اُس نے گھوڑے ...لگاموں پر ہاتھ ڈال دیا۔ گھوڑا ایک لمحے کے لئے بدکا، یہ وہ گھوڑا نہیں ...جس پر شیران یہاں تک پہنچا تھا بلکہ ان لوگوں میں سے کسی کا تھا جو ...ل تازہ تازہ ہلاک ہُوئے تھے۔

شیران گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس نے اندازے سے گھوڑے ...ڑک کی سمت ڈال دیا، گھوڑے کی رفتار اُس نے بالکل سُست ...ی، کیونکہ تاریکی میں گھنے درختوں کی شاخیں تک نظر نہیں آرہی تھیں، ...ہُوئی شاخوں والا یہ علاقہ گھوڑے پر سفر کے لیے بے حد خطرناک ...لیکن شیران پیدل سفر کرنے کے قابل نہیں رہا تھا، اب اُسے تھکن ...س ہونے لگی تھی، چنانچہ وہ گھوڑے کی پشت پر لیٹ گیا اور گھوڑے ...ستہ آہستہ بڑھاتا رہا۔ دس منٹ، بیس منٹ، پچاس منٹ اور ...قریباً ایک گھنٹہ گزر گیا تو شیران چونکا، اُس نے گردن اُٹھائی، گھوڑا ...چل رہا تھا، لیکن یہ علاقہ بالکل اجنبی تھا۔ دُوسرے لمحے شیران کو احساس ...ا وہ سڑک کی سمت پر نہیں چلا بلکہ کسی اور رُخ پر چل پڑا ہے، اُس ...ن اُٹھا کر شاخوں کو دیکھا، شاخیں بدستور جُھکی ہُوئی تھیں، اور ...ے پر بیٹھ کر سفر کرنا ممکن نہیں تھا۔

اس کے ذہن میں جھنجلاہٹ اُبھر آئی، رات کی تاریکی میں وہ چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا اور ایک بار پھر اُس نے گھوڑے کی سمت تبدیل کر دی، اب صحیح سمت کا اندازہ مشکل تھا۔

گھوڑا اس کے اشارے پر سفر کرتا رہا اور شیران گاہے گاہے گردن اُٹھا کر ماحول کو دیکھتا رہا، تاریکی میں کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ درختوں کے مہیب سائے تاحدِ نگاہ پھیلے ہُوئے تھے۔ بڑی ہی عجیب جگہ تھی اور شیران کو یقین تھا کہ وہ اب بھی صحیح راستے پر نہیں ہے لیکن کیا کرتا۔ کیا رُک کر صبح ہونے کا انتظار۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ صبح کی روشنی میں وہ صحیح راستہ پانے میں کامیاب ہو جائے۔

"اوہ۔ اوہ۔ یہ کم بخت یہ کتے۔" اس کے حلق سے غرّاہٹ نکلی اور پھر وہ گھوڑے کی پُشت سے نیچے اُتر آیا، اس کے بعد بھی وہ جنون کے سے عالم میں کافی دیر تک پیدل چلتا رہا۔ لیکن سڑک کے آثار نظر آنے تھے نہ نظر آئے۔ تب اُس نے ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں وہ رات گزار سکے۔ دُشمن شاید سب ہی ختم ہو گئے تھے۔ اب دُور دُور تک کسی کا وجود نہیں تھا۔ بہرصُورت یہی احساس شیران کے لیے غنیمت تھا۔ اگر وہ دُشمنوں کو ہلاک کرنے میں بھی ناکام رہتا تو اس وقت اس کی حالت بے حد خراب ہو جاتی لیکن جن لوگوں نے اسے اس طرح پریشان کیا تھا تو وہ خود بھی عظیم نقصان سے دوچار ہو چکے تھے اور یہ احساس شیران... کے لیے باعثِ سکون تھا۔

ایک گھنے درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر پاؤں پھیلا کر وہ دراز ہو گیا، پستول اُس نے گود میں رکھ لیا تھا، کان کسی آہٹ کے منتظر تھے۔ گھوڑے کو کچھ فاصلے پر ایک درخت کی شاخ سے باندھ دیا تھا تاکہ وہ فرار نہ ہو جائے، صبح کی روشنی میں مدد ملنی ضروری تھی، ورنہ وہ پیدل کہاں مارا مارا پھرتا رہے گا۔

کافی دیر تک وہ اپنے دُشمنوں کے بارے میں سوچتا رہا۔ ماضی کے بہت سے دریچے کھل گئے تھے۔ نجانے کیا کیا یاد آرہا تھا۔ اپنی زندگی کے بارے میں بھی اُس نے سوچا اور اُسے حیرت ہُوئی، یہ سوچ اس کے لیے اجنبی تھی، مستقبل پر کبھی اُس نے نگاہ نہیں دوڑائی تھی، اُس کے خیال میں مستقبل ایک بے کار چیز تھا۔ ہر قدم اپنا راستہ خود متعین کرتا ہے۔ وہ کیا تھا، پہاڑوں کا ایک وحشی اور سرکش گھوڑا، جس کی کسی چال کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا، سیر و شکار اور دُوسری دلچسپیاں، ماں کی محبت بھری جھڑکیاں ہی اس کی زندگی تھیں۔ لیکن اب اس زندگی سے وہ محروم ہو گیا تھا اور حالات اُسے نہ جانے کہاں سے کہاں لے آئے تھے۔ کون کون یاد آیا۔ نگاہوں میں بادشاہ خان کی تصویر گھومی پھر وہ لڑکیاں یاد آئیں جسے اُس نے وحشت اور درندگی سے قتل کر دیا تھا اور پھر اس کے ہونٹوں پہ ایک سفاک مُسکراہٹ پھیل گئی۔

وہ وحشیانہ انداز میں مسکراتا رہا۔ یہ تمام ماحول اس کے لیے بے حد دلکش تھا، وہ سارے خیالات اُس کے لیے باعثِ تسکین تھے، اس کے ضمیر یا دل میں شرمندگی کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ یہ تو حالات تھے جن کے مطابق وہ عمل کرتا رہا اور آئندہ نجانے کیا کیا حالات اور واقعات پیش آئیں، فضول باتوں میں اُلجھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ سارے کے سارے مطلب پرست ہوتے ہیں۔ اُس کی ماں جس کی آغوش میں اُس نے پرورش پائی تھی، جس کی لوریوں نے اُسے پروان چڑھایا۔ جب یہ آغوش اس سے چھین لی گئی تو پھر اس دُنیا میں کیا رہ گیا ہے۔ بہزاد سلامن بھی مر چکا تھا۔ وہ تنہا ہے اور باقی وہ سب کچھ دشمن۔ اِن دشمنوں کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ کر رہا ہے۔

احساسات اُسے نیند کی آغوش میں لے گئے اور بے فکری سے گہری نیند سو گیا۔ پستول لڑھک کر کہیں کا کہیں جا گرا۔ اس وقت ... کوئی بھی دُشمن اس پر بآسانی قابو پا سکتا تھا۔ لیکن شیلان کی زندگی طویل ہوتی ہے، اس کی موت بھی اتنی آسان نہیں ہوتی، اور یہی شیران کی کیفیت تھی۔

صبح کو اُٹھا تو بدن کے بہت سے حصے درد کر رہے تھے۔ نیم خوابی کی کیفیت میں اس نے ساری رات گزاری تھی۔ وہ اُٹھا اور ہلکی پھلکی ورزش کر کے بدن کے پٹھوں کو بحال کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔ کہیں کہیں آہٹیں بھی سُنائی دے جاتی تھیں۔ یہ خرگوشوں اور دُوسرے دوڑنے والے جانوروں کی آہٹیں تھیں جو صبح کی کلیلیں کر رہے تھے۔

شیران اپنی جگہ سے اُٹھ گیا، بھوک لگ رہی تھی۔ اِدھر اُدھر دیکھا کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ شکار کر کے کھانے کا وقت نہیں تھا۔ کیوں نہ سڑک تلاش کی جائے، کسی مناسب جگہ چل کر ہی پیٹ بھرا جا سکتا ہے، اُس نے سوچا اور ایک بار پھر گھوڑے کی پُشت پر سوار ہو گیا۔

گھوڑے کی پُشت پر سوار ہو کر وہ چند لمحات تک کچھ سوچتا رہا لیکن پھر اُسے ایک خیال آیا اور گھوڑے کی پُشت ہی سے وہ ایک شاخ میں لٹک گیا۔ درخت خاصا بلند تھا۔ وہ ان شاخوں پر سے ہوتا ہوا درخت کی چوٹی تک پہنچا، اور پھر اس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ درختوں میں چھدرے چھدرے دھبے نظر آ رہے تھے جن کے اُس پار دیکھا جا سکتا تھا، پھر ایک لمحے کے لیے اُس کی نگاہیں حیرت سے پھیل گئیں۔

جاری ہے

اِس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات دوسرے حصہ میں ملاحظہ فرمائیں

ھمالیہ
13/2/1
2
ایم اے راحت

ھالہ
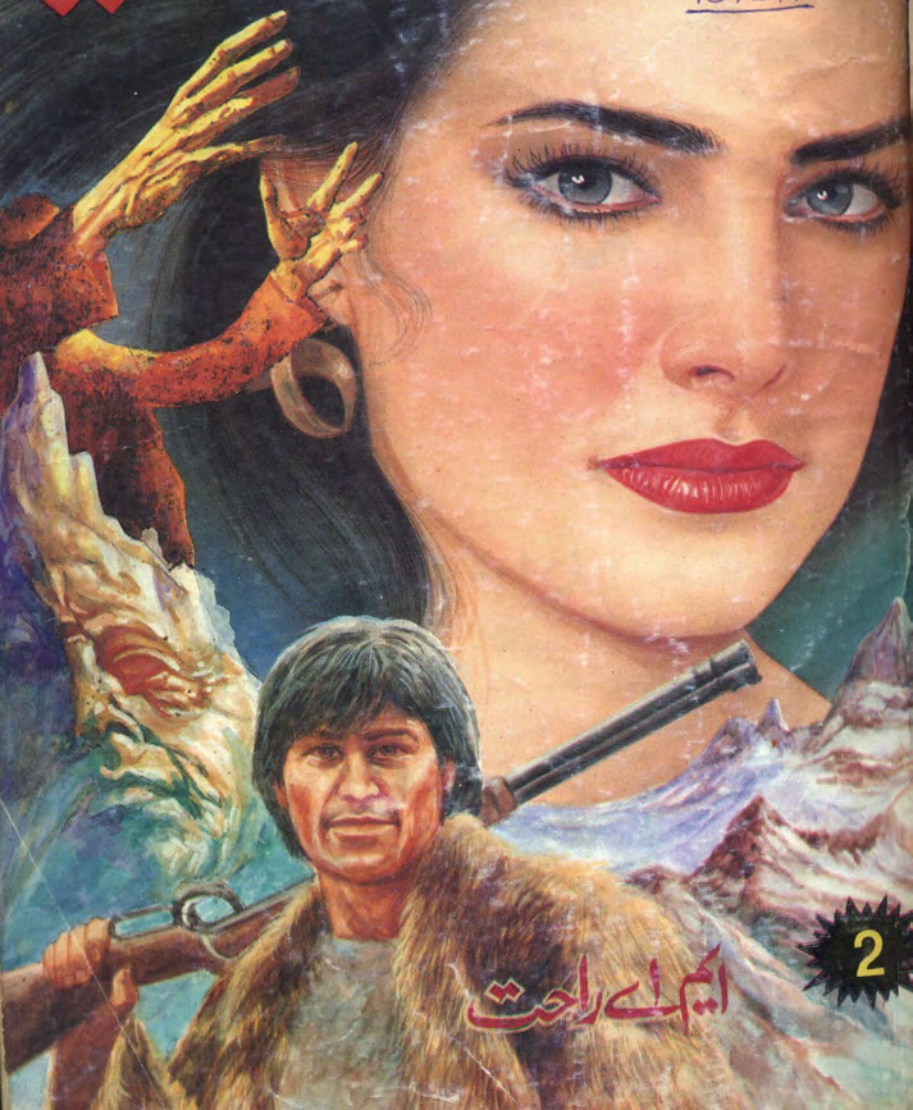
سنگلاخ چٹانوں کے دیس سے، خون اور آہوں میں ڈوبی ہوئی

ایک طویل سرگزشت۔

تیز رفتار، تیز دھار اور مزیدار سلسلے وار کہانی

وہ کسی قدر نشیب میں تھا، اور بلندی پر سڑک نظر آ رہی تھی۔۔۔ ایک گاڑی اُس سڑک پر سے گزری تو اس نے حیرت سے گہری گہری سانسیں لیں، بعض اوقات واقعات کیا دلچسپ کھیل دکھاتے ہیں، وہ کئی گھنٹوں تک سڑک کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا تھا اور ممکن ہے وہ سڑک کے کنارے کنارے ہی سفر کرتا رہا ہو، تل کی اوٹ میں پہاڑ او جھل والی بات تھی۔ اسے سڑک نظر نہیں آ رہی تھی لیکن سڑک زیادہ دُور نہیں تھی۔ اس نے کسی مناسب راستے کی تلاش میں نگاہ دوڑائی اور پھر سخت ڈھلان دیکھ کر اس کی جانب چل پڑا۔

گھوڑا اَب بھی اُس کے اشاروں پر عمل کر رہا تھا۔ اُس نے شاید درختوں کے پتوں سے اپنا پیٹ بھر لیا تھا اس لیے اُس کے انداز میں کسی قسم کی سرکشی نظر نہیں آ رہی تھی، ڈھلان عبور کر کے وہ سڑک پر پہنچا اور سڑک کے دونوں سمت نگاہیں دوڑانے لگا۔

پھر اُسے اندازہ ہو گیا کہ آنے والی سمت کون سی تھی اور وہ کس سمت جا رہا تھا۔ چنانچہ اُس نے گھوڑے کا رُخ اُس سمت پھیر دیا۔۔۔

تقریباً تین میل کا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا اُسے، وہ اصل جگہ سے تین میل دُور نکل آیا تھا۔ تین میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اُس نے ایک اور دلچسپ منظر دیکھا۔ اُس کی کار بدستور کھڑی ہوئی تھی اور اس کار کے نزدیک ایک اور کار کھڑی ہوئی تھی۔

"نجانے یہ کس کی کار ہے؟" اُس نے سوچا۔ اُس کے ہاتھ بے اختیار ہولسٹر پر چلے گئے تھے، پستول موجود تھا لیکن اُس کے ذہن میں کسی قسم کا کوئی خوف نہیں تھا۔ وہ گھوڑے کو تیز رفتاری سے دوڑاتا ہوا کار کے نزدیک پہنچ گیا، شاید یہ گھوڑے کے قدموں ہی کی آوازیں تھیں جن کی وجہ سے تاؤنی نے کار کی کھڑکی سے گردن نکال کر باہر دیکھا۔ اس کے عقب میں ایک گردن باہر نکل آئی تھی اور یہ گردن کسی لڑکی کی تھی۔ شیران نے گہری سانس لی۔

یہ ذلیل تاؤنی بڑا ہی سخت جان ہے، وہ لوگ جو شیران کی موت کے خواہاں تھے اُسے چھوڑ کر چلے گئے تھے یا پھر اس کم بخت نے خود ہی اپنی جان بچانے کی کوشش کی ہو گی لیکن یہ لڑکی کون ہے؟ شیران سوچتا ہوا بالآخر کار کے نزدیک پہنچ گیا اور گھوڑے سے اُتر گیا۔

اسی دوران تاؤنی اس لڑکی کے ساتھ نیچے اُتر آیا تھا۔ بونے سے قد کی خوبصورت سی لڑکی تھی، جس کے ہونٹوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ پھیل ہوئی تھی۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے شیران کو دیکھ رہی تھی اور تاؤنی منہ پھاڑے حیرت سے کھڑا تھا۔

"زندہ ہو تم؟" شیران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہاں چیف تمہارے بغیر مر بھی نہیں سکتا۔" تاؤنی نے جواب دیا۔

"بکواس بند کرو تم انتہائی خود غرض اور ذلیل قسم کے
...دمی ہو۔"
"ٹھیک ہے باس۔ تاؤنی کے بارے میں آپ کے جو
...ثرات ہیں وہ آپ نے بیان کر دیے، لیکن تاؤنی وہ نہیں ہے جو
...پ سمجھ رہے ہیں۔"
"یہ کون ہے؟" شیران نے لڑکی کی جانب اشارہ کرکے کہا۔
"اوہ مسٹر شیران۔ میں۔ میں سڈنا ہوں۔" لڑکی نے خود
...ہی جواب دیا۔
"میری کوئی دُور کی عزیزہ لگتی ہو؟" شیران نے سوال کیا اور
لڑکی حیرت سے اُسے دیکھنے لگی۔
"میں نہیں سمجھی۔"
"میرا نام کیسے جانتی ہو؟"
"میں نے بتایا ہے چیف۔" تاؤنی جلدی سے بولا۔
"کیوں۔؟" شیران غرّایا۔
"وہ۔ وہ چیف مس سڈنا ہماری اتنی مددگار ثابت ہوئی
ہیں کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ دیکھیے گاڑی کے دونوں ٹائر
درست ہیں۔" تاؤنی نے آگے بڑھ کر کہا اور شیران نے چونک کر
گاڑی کے پچھلے ٹائر دیکھے۔ دونوں ٹائر ٹھیک تھے۔
"کیا مطلب؟" اس نے بھاری لہجے میں سوال کیا۔
"بس چیف جن حالات سے ہم گزرے، وہ تو تمھارے علم
میں ہیں ہی، ہمارے بدبخت دشمن غالباً مجھ سے زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے،
ویسے بھی چیف اس وقت اس کے علاوہ کوئی اور ترکیب میرے
ذہن میں نہیں آئی تھی کہ میں کار کے نچلے حصّے میں رینگ جاؤں۔ وہ
لوگ یہاں آئے، قرب و جوار میں دیکھا اور پھر کسی کو نہ پاکر نشیب میں
اُتر گئے، شاید تمھاری تلاش میں تھے۔ چیف تمھیں کوئی مشکل تو پیش
نہیں آئی؟" تاؤنی نے سوال کیا۔
"نہیں نہیں بالکل نہیں۔ وہ لوگ میرے پاس پہنچے اور پھر
اُنھوں نے مجھ سے ایک کھلے میدان میں چلنے کی درخواست کی، میدان
میں پہنچ کر اُنھوں نے پولو اسٹکس نکالیں اور پھر رات بھر ہم پولو کھیلتے
رہے۔" شیران نے جواب دیا اور تاؤنی ہنس پڑا۔
"یقیناً ان سب کو شکست ہوگئی ہوگی چیف۔" اس نے
ہنستے ہوئے کہا
"بکواس بند کرو۔"
"اوہ۔ اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے چیف۔ تو میں آپ کو مس
سڈنا کی کہانی سُنا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بے چاری مس سڈنا ادھر
سے گزریں اور میں جلدی سے گاڑی کے نیچے سے نکل آیا۔ میں نے اُن
سے کار روکنے کی درخواست کی اور وہ کار روک کر مجھ سے میرا احوال
پوچھنے لگیں۔ تب میں نے انھیں اپنی دردناک داستان سنائی اور
چیف یہ مس سڈنا اتنی کشادہ ذہن اور فراخ دل کی مالک ہیں کہ انھوں
نے میری پوری مدد کی۔ ہم لوگ یہاں سے کافی دُور جاکر ایک پٹرول پمپ
سے مکینک کو پکڑ کر لائے، اس کا پنکچر لگانے کا تمام سامان بھی مس
سڈنا کی گاڑی کے ذریعے یہاں تک پہنچا۔ مکینک نے پنکچر لگائے
اور اس کے بعد مس سڈنا اُسے واپس چھوڑنے بھی گئیں۔ چیف یہ معمولی
بات نہیں ہے۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے
آپ کا انتظار بھی کیا۔ میں نے انھیں تمام صورت حال بتائی۔ چیف
تو مس سڈنا نے مشورہ دیا کہ مسٹر شیران کا اسی جگہ رک کر انتظار کیا
جائے۔ میں نے کہا کہ میں تنہا نہیں رہ سکتا، یہ میری سب سے بڑی کمزوری
ہے کہ تنہائی مجھے موت سے بدتر محسوس ہوتی ہے... تو انھوں نے میری
معیت قبول کرلی اور چیف اس کے بعد سے اب تک یہاں موجود
ہیں۔ آپ نے دیکھا مس سڈنا، میں نے آپ سے دعویٰ کیا تھا
کہ میرے چیف پر قابو پانا عام لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے سارے
ان پر قابو پانے کے لیے ایک پوری بٹالین کی ضرورت ہے، اور آپ
دیکھیے کیسے واپس آ گئے۔ تاؤنی نے شیران کو مسکہ لگاتے ہوئے کہا۔
"ہوں، بہت خوب، بلاشبہ آپ فراخ دل ہیں مس سڈنا
ساری رات کسی کے لیے بے کار کر دینا آسان بات نہیں ہے۔"
شیران نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔
"اوہ مسٹر شیران، درحقیقت مسٹر تاؤنی میری مدد کے مستحق تھے،
ویسے میں آپ کے بارے میں تشویش کا شکار ہوں، کون تھے آپ
کے دشمن، اور کیوں دشمنی کر رہے ہیں وہ آپ سے۔ کیا ہوا اُن کا،
کیا وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے؟ کیا آپ کی اُن سے جنگ بھی
ہوئی؟" سڈنا نے ایک ساتھ کئی سوال پوچھ ڈالے اور شیران عجیب سی
نگاہوں سے اُسے تکنے لگا۔ پھر بولا۔
"نہیں نہیں مس سڈنا، وہ سب بے حد شریف آدمی تھے،
تھوڑی دیر تک وہ مجھے تلاش کرتے رہے۔ اس کے بعد اُنھوں نے
وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور چلے گئے۔"
"لیکن آپ ساری رات کہاں رہے مسٹر شیران۔"
"جنگلوں میں بھٹکتا رہا۔ دراصل میں ان راستوں سے ناواقف
ہوں۔" شیران نے جواب دیا۔ پھر گھوڑے کی پُشت پر ہاتھ مار کر اُسے
دُور بھگا دیا، گھوڑا دوبارہ نشیب میں اُتر گیا تھا۔
"تو مس سڈنا میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے کار کے

ٹائروں کو درست کرانے میں میری مدد کی، میں آپ کی کیا خدمت
کر سکتا ہوں۔"
"بس کچھ نہیں، ہم دوست بن گئے ہیں تو ہمیں کبھی کبھی
ملتے رہنا چاہیے۔" سڈنا نے جواب دیا۔
"یقیناً آپ کا قیام کہاں ہے؟" شیران نے پوچھا۔
"الیونیو لوتھم اسکوائر بنکاک۔" سڈنا نے جواب دیا۔
"یقیناً یقیناً، تمھیں تو مس سڈنا کے بارے میں بہت
کچھ معلوم ہوگیا ہوگا۔" شیران نے مسکرا کر کہا اور تاؤنی ہنس پڑا۔
سڈنا اپنی کار میں جا بیٹھی تھی، پھر اُس نے کار اسٹارٹ کی
اور ان لوگوں کو الوداع کہتی ہوئی چلی گئی۔ شیران کے چہرے پر غور و فکر
کے آثار تھے۔

پھر وہ کار میں آ بیٹھا اور تاؤنی سے بولا۔
"یہ لڑکی فیئر نہیں معلوم ہوتی تھی۔"
"اوہ نہیں چیف، ایسی کوئی بات نہیں۔ تاؤنی اس کی ذمہ داری
قبول کرتا ہے۔"
"بڑے اعتماد سے کہہ رہے ہو؟"
"ہاں چیف لڑکیوں کے بارے میں میرے تجربات کو کسی
طرح چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔" تاؤنی نے جواب دیا اور شیران نے
گردن ہلا دی۔
کار بنکاک کی طرف جا رہی تھی، رات بھر کی تھکن شیران پر مسلط
تھی، پُرسکون نیند نہیں سویا تھا اس لیے بدن کے بہت سے
حصّے اب بھی دُکھ رہے تھے، تاہم وہ ان کا اظہار نہیں کرنا چاہتا
تھا۔ تاؤنی پُراطمینان نگاہوں سے قرب و جوار کے مناظر دیکھ رہا
تھا۔ پھر اُس نے چونک کر پوچھا۔ "ارے ہاں چیف وہ تمھارے
دشمنوں کا کیا ہوا؟"
"فضول باتوں سے گریز کرو تاؤنی، تمھیں ان سے کوئی دلچسپی
نہیں ہونی چاہیے۔"
"کک کیا مطلب چیف؟"
"کچھ نہیں تاؤنی، میں نے تمھیں ہر مرحلے پر ایک خود غرض
قسم کا انسان پایا ہے۔"
"اوہ نہیں چیف۔ تاؤنی تمھارا وفادار ہے۔" تاؤنی نے جواب
دیا اور شیران گردن ہلانے لگا۔ اس کی نگاہیں ونڈ اسکرین پر جمی ہوئی
تھیں، کبھی کبھی وہ اطراف میں بھی دیکھ لیتا تھا، وہ ابھی تک اپنے
ان دشمنوں میں ہی اُلجھا ہوا تھا۔
سارے کے سارے تو ختم نہ ہو گئے ہوں گے، لیکن وہ
اس طرح اس کے پیچھے کیوں پڑے تھے کہ جان تک گنوا بیٹھے۔ اس
سوال کا جواب اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک
کار ڈرائیو کرنے کے بعد اُس نے کار کو سڑک سے اُتارا اور ایک
طرف روک دیا۔ تاؤنی چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔
"خیریت چیف، کیا بات ہے؟" اُس نے سوال کیا لیکن
شیران نے اُسے کوئی جواب نہ دیا، وہ دروازہ کھول کر نیچے اُترا اور
سڑک کے نشیب میں چل پڑا۔ کار ایک گھنے درخت کے نیچے کھڑی تھی
شیران نشیب میں پہنچ کر ایک درخت کی آڑ میں ہوگیا،
اُسے پیشاب کی حاجت ہوئی تھی، لیکن ابھی ایک لمحہ بھی نہیں ہوا تھا
کہ کان پھاڑنے والا ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور شیران اُچھل کر گرتے
گرتے بچا، اُس نے درخت کے تنے کا سہارا لے لیا تھا۔ دھماکہ سڑک
کی سمت ہی ہوا تھا، بے اختیار اُس کی نگاہیں اپنی کار کی جانب اُٹھ
گئیں اور دُوسرے لمحے اس کا چہرہ دُھواں ہوگیا۔
کار بُری طرح تباہ ہوگئی تھی، اس کے دروازے کھڑکیاں اُچھل
کر دُور دُور جا پڑے تھے اور انجن کا حصّہ بالکل تباہ ہو گیا تھا، چھت
اُڑ گئی تھی، یقینی طور پر اب تاؤنی کی زندگی کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا
سکتا تھا۔

شیران نے پستول ہاتھ میں لے لیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے
لگا، اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے پھر جنون کے آثار اُبھر
آئے تھے، چند لمحات وہ اِدھر اُدھر دیکھتا رہا اور اُس کے بعد
واپس کار کی طرف دوڑا۔ کار کا اگلا حصّہ جل رہا تھا، لیکن شیران کو رک
جانا پڑا۔
ایک اور دھماکہ ہوا، پٹرول کی ٹنکی پھٹی تھی، آگ کے شعلے
دُور دُور تک بکھر گئے تھے اور شیران نے آنکھیں بند کرکے گردن جھٹکی،
بے چارے تاؤنی کا انجام ہوگیا تھا، وہ ایک لمحے کے لیے افسوس
سے سوچنے لگا۔ تاؤنی نے بہر طور ہانگ کانگ میں اس کے ساتھ بہتر سلوک
کیا تھا، یہ دُوسری بات ہے کہ وہ اس وقت سے اب تک اس
کے پیچھے لگا ہوا تھا اور شیران کو اس کی شخصیت میں کوئی خاص کشش
نظر نہیں آتی تھی، بہر طور یہ حقیقت تھی کہ وہ شیران کا سچا ساتھی تھا، اور
اس دوران کچھ ایسے واقعات بھی ہوئے تھے جو شیران کو ہمیشہ یاد رہتے۔
کار بُری طرح جل کر تباہ ہوگئی تھی، شیران کو یقین ہوگیا تھا کہ یہ
تباہی کسی بم کا نتیجہ تھی، ممکن ہے ٹائم بم ہو اور ٹائم بم کے تصور کے ساتھ
اس کے ذہن میں سڈنا اُبھر آئی۔ ایک لمحے کے لیے اُس کے ذہن
میں نفرت کا شدید طوفان اُٹھا۔ تاؤنی خود ہی اپنی حرکتوں کا شکار ہوا
ہے، لڑکیوں کو دیکھ کر اس قدر پاگل نہیں ہونا چاہیے۔ شیران کے دشمن

چیار اطراف بکھرے ہوئے ہیں اور ہر لمحہ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ شیران کو ہلاک کر دیا جائے۔ ان حالات میں تو اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا ضروری ہے۔ سڈنا یقیناً العبر کے حالات کنٹرول کرنے کے لیے آئی ہوگی۔ شیران کو یہ اندازہ لگانے میں دقت نہ ہوئی کہ اس کے دشمن اس کی جانب سے خوفزدہ بھی ہیں اور یہ بھروسہ نہیں رکھتے کہ ان کی کوئی کوشش شیران کو ہلاک کر دے گی۔ چنانچہ انھوں نے پے در پے کئی جال بچھا رکھے تھے۔ ایک سمت تو وہ گھوڑے سوار شیران کے تعاقب میں تھے۔ انھوں نے کار کے ٹائر پھاڑے۔ شیران پر گولیوں کی بارش کی لیکن شیران بچ گیا تو وہ اس کے تعاقب میں چل پڑے۔ ان کے بعد سڈنا آئی۔ یقینی طور پر اس ڈرامے کا انجام دیکھنے آئی ہوگی لیکن یہاں اسے صورتِ حال مختلف ملی تو اس نے تاؤنی کے ساتھ ٹائم بم کا ڈھونگ رچایا۔ یقینی طور پر ٹائم بم اس مکینک نے یا خود سڈنا نے کار کے ڈیش میں رکھا ہوگا اور یہ ٹائم بم ایک مخصوص وقت پر پھٹ گیا۔

یہ صرف اتفاق ہی تھا اور شیران کو اس اتفاق پر شدید حیرت تھی کہ ٹائم بم کے پھٹنے کے وقت وہ نیچے اُتر گیا۔ غالباً ابھی اس کی زندگی کا اختتام قریب نہیں تھا کچھ اور واقعات بھی اس کی زندگی سے منسلک ہونے تھے لیکن تاؤنی کا ڈراپ سین ہو گیا تھا۔

کار کے نزدیک پہنچ کر اُس نے تاؤنی کی لاش کو تلاش کیا۔ یقیناً اب تک جل کر وہ راکھ ہو چکی ہوگی۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ کار کا جو حشر ہوا تھا وہ قابلِ دید تھا لیکن تاؤنی کی لاش۔۔۔۔

دُوسرے لمحے اس کے کانوں میں ایک آواز اُبھری "عزیز آقا خادم یہاں موجود ہے۔"

شیران بُری طرح اُچھل پڑا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ تاؤنی قرب و جوار میں کہیں موجود نہیں تھا۔

"بائیں سمت دیکھو باس۔" تاؤنی نے کہا اور شیران کی گردن بائیں سمت مُڑ گئی۔

"نہیں نہیں۔ دائیں سمت رُخ کرو۔ دُوسری آواز سُنائی دی اور شیران کی گردن بے اختیار دائیں سمت گھوم گئی۔

"اوہو، میری مراد ہے باس کہ اپنے عقب میں دیکھو۔" تاؤنی نے کہا اور شیران عقب میں گھوم گیا۔ پھر اس کے ذہن میں جھنجلاہٹ بیدار ہو گئی۔

"کہاں مر رہے ہو تم!"

"اوہو چیف۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ بہتر یہ ہے کہ آسمان کی بلندیوں کی جانب دیکھو۔" تاؤنی نے کہا اور شیران کی گردن بے اختیار اُوپر اُٹھ گئی۔

پھر اُس نے درخت پر جو منظر دیکھا اُسے دیکھ کر اُس کے حلق سے بے ساختہ قہقہہ آزاد ہو گیا۔

تاؤنی درخت کی ایک نوکیلی شاخ میں لٹکا ہوا تھا۔ درخت کی نوکیلی شاخ اس کی قمیص کے پچھلے حصے میں پھنس گئی تھی اور اُس کے کالر سے باہر نکل آئی تھی۔ تاؤنی کے چاروں ہاتھ پاؤں آزاد تھے لیکن وہ اس آزادی سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا تھا اور بڑے اطمینان سے درخت کی اس شاخ میں لٹکا جھول رہا تھا۔

"چیف۔" اس نے افسردہ لہجے میں کہا "میری یہ قمیص میرے اس ناتواں بدن کی زیادہ عرصے تک متحمل نہیں ہو سکتی اور اگر میں اس اونچائی سے نیچے گرا تو تم نے ان چھپکلیوں کا حشر دیکھا ہوگا جو چھت سے گرتی ہیں اور اُن کے ہاتھ پاؤں بے کار ہو جاتے ہیں۔"

"نہیں تاؤنی، وہ چھپکلیاں تو اپنے بچاؤ کی صلاحیتیں رکھتی ہیں، تم تو ان سے بھی بدتر ہو۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔۔۔ لیکن کیا تم میری کوئی مدد نہیں کرو گے؟"

"ہونا تو یہ چاہیے کہ تمھاری مدد نہیں کرنی چاہیے تاؤنی۔ تم اس قابل ہی نہیں ہو۔"

"پوچھ سکتا ہوں چیف کہ کیوں۔؟"

"اس کیوں کا جواب تم مجھ سے مانگ رہے ہو تاؤنی، اوّل تو تمھیں زندہ نہیں بچنا چاہیے تھا، نجانے تم کونسی مٹی کے بنے ہوئے ہو، میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اب تمھارے اعضا اطراف سے سمیٹنا پڑیں گے اور ان کی گٹھڑی باندھ کر بنکاک میں لے جاؤں گا تاکہ اُنھیں کسی گندے گڑھے ہی میں پھینکا جا سکے لیکن تم ابھی بھی زندہ ہو۔"

"اب یہ مجبوری ہے چیف کہ میں چھت پھاڑ کر نکل آیا۔۔ ویسے تم بالکل مطمئن رہو، تمھیں میری پُشت اور سر کے پچھلے حصے پر زخموں کے کچھ نشانات ملیں گے۔ تم دیکھ نہیں رہے چیف کہ زمین پر میرے خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔ صُورتِ حال بڑی عجیب ہے مجھے خود بھی اپنے بچ جانے کا یقین نہیں ہے، اگر تم میری آواز نہ سُن رہے ہوتے اور میں تمھیں اتنی آسانی سے نہ دیکھ رہا ہوتا تو میں یہی سمجھتا کہ میں مر چکا ہوں۔ براہِ کرم مجھے اُتار و چیف یہ کالر ہے نا۔ یہ میری گردن میں بُری طرح گھس رہا ہے، اگر میں ہاتھوں سے اُس کے بٹن کھولنے کی کوشش کروں تو قمیص ڈھیلی ہو جائے گی اور اس کے بعد چیف۔ اس کے بعد۔۔" تاؤنی نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور شیران کو ہنسی آ گئی۔

بہر طور اس مردُود کا زندہ بچ جانا ایک معجزہ ہی تھا۔ اُب اُسے اُتارنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ چنانچہ شیران نے جوتے اتارے اور درخت کے تنے پر ہاتھ جما کر اُوپر چڑھنے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ درخت کی بلند شاخ پر تھا پھر آہستہ آہستہ وہ اس شاخ کی جڑ تک پہنچا اور اس کی مضبوطی کا اندازہ کرنے لگا۔ شاخ کافی مضبوط تھی۔۔۔ یہ دو شاخہ تھا جس میں تاؤنی پھنسا ہوا تھا چنانچہ شیران دونوں طرف پاؤں لٹکا کر ہاتھوں کے ذریعے آگے بڑھتے ہوئے تاؤنی کے قریب پہنچا۔ اُس نے ایک ہاتھ سے اُوپر والی شاخ کو پکڑا اور دُوسرے ہاتھ سے تاؤنی کو پیچھے سے آگے دھکیلنے لگا۔

"ارے ارے چیف، مضبوطی سے پکڑ لو۔ ورنہ میں شاخ سے نکلتے ہی نیچے جا پڑوں گا۔" تاؤنی نے کہا لیکن شیران نے کوئی جواب نہ دیا، اُس نے تاؤنی کی بیلٹ میں ہاتھ ڈالا۔۔ اور پھر اُس نے اپنی شاندار جسمانی قوت سے کام لے کر تاؤنی کو اس شاخ کی گرفت سے آزاد کرا لیا اور اس کی بیلٹ اپنے پنجے میں پھنسائے اُسے دھکیلتا ہوا پیچھے لے آیا اور پھر اُس نے تاؤنی کو ایک شاخ پر بٹھا دیا۔

"اب نیچے اُترنا تمھارا کام ہے۔!"

"مم معافی چاہتا ہوں چیف، خدا کے لیے میری مدد کرو میں نیچے نہیں اُتر سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے درخت پر چڑھنا بھی نہیں آتا اور اُترنا بھی نہیں آتا۔"

"تو پھر اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا کہ تمھیں نیچے پھینک دُوں۔"

"اوہ نہیں نہیں چیف، ایسی بات مت کرو، میرا ہارٹ فیل بھی ہو سکتا ہے۔ تاؤنی گھگیایا۔ شیران ایک لمحے کے لیے کچھ سوچتا رہا، پھر اُس نے دوبارہ ہاتھ بڑھا کر تاؤنی کی بیلٹ پکڑی اور درخت کی شاخوں کے سب سے نچلے حصے میں آ گیا۔ یہاں سے زمین کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ چنانچہ اُس نے اطمینان سے تاؤنی کو نیچے چھوڑ دیا اور تاؤنی کی دلخراش چیخ گونج اُٹھی۔

زمین پر وہ درحقیقت چھپکلی ہی کی مانند گرا تھا لیکن پھر وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اب سمجھ میں آیا چیف، یہ چھپکلیاں بڑی چالاک ہوتی ہیں۔ ارے یہ تو کوئی مشکل کام نہیں ہے۔" وہ اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا کہہ رہا تھا۔ پُشت کے مختلف حصّوں پر خون کے دھبے تھے۔ سر کی عقبی سمت بھی متاثر ہوئی تھی لیکن کوئی گہری چوٹ اُسے نہیں آئی تھی اور شیران کے لیے یہ بات بھی حیرت انگیز تھی۔

دونوں ہی بچ گئے تھے اور جس طرح بچے تھے وہ واقعی ایک حیرت انگیز واقعہ تھا۔

"ہُوں۔" شیران اُسے دیکھتا ہُوا بولا "تم نے دیکھ لیا سڈنا کو۔"

"کک کیا مطلب۔؟ کہاں ہے۔ وہ۔" تاؤنی گھوم پھر کر چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن شیران نے اُس کی گدّی میں ہاتھ ڈال دیا۔

"ارے ارے چیف زخم ہے۔" تاؤنی ایک بار پھر چیخ پڑا تھا۔ "زخم ہے آقا، رحم کرو۔"

"سڈنا کو تلاش کر رہے ہو۔"

"آپ۔ آپ ہی نے تو کہا تھا چیف۔ مم میرا مطلب ہے۔"

"تمھارا جو مطلب ہے وہ تمھاری کھوپڑی سے بالکل باہر کی چیز معلوم ہوتی ہے، کیا اب بھی تمھارے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ سڈنا کون تھی؟"

"کیا مطلب؟" تاؤنی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"یہ ٹائم بم کس نے رکھا تھا کار میں۔ شیران بولا۔

"کک کار میں۔ ٹٹ ٹائم بم؟" تاؤنی بدستور حیرت زدہ تھا۔

"ہُوں، تمھارا کیا خیال ہے، کیا کار نے کوئی مذاق کیا ہے؟" شیران غصیلے لہجے میں بولا۔

"نن نہیں چیف۔ مم میرا مطلب ہے ٹٹ ٹائم بم۔"

"ہاں کار میں ٹائم بم رکھا گیا تھا اور یقیناً یہ کام سڈنا یا اس مکینک کے علاوہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا تھا۔ ذرا مجھے تفصیل بتاؤ۔"

"تت تفصیل۔ تفصیل۔! تفصیل کیا بتاؤں تچ چیف۔ بس میں نے اس سے درخواست کی اور اُسے بتایا کہ کچھ دُشمنوں نے ہماری کار کے دونوں ٹائر پھاڑ دیے ہیں اور میرے ایک ساتھی کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں سے رفوچکر ہو گئے ہیں، میری مدد کرو۔ اور سڈنا مجھے اس مکینک کے پاس لے گئی۔"

"کہاں لے گئی تھی؟"

"کیمپ ہی کے ایک حصّے میں وہ مکینک موجود تھا۔"

"کیا کوئی باقاعدہ آٹو گیراج تھا؟"

"نن نہیں چیف، آٹو گیراج نہیں تھا بلکہ وہ ایک خیمے میں مقیم تھا۔ سڈنا نے کہا کہ وہ ایک ایسے آدمی کو جانتی ہے جو کار کے ٹائر درست کر دے گا، پھر وہ شخص ہمارے ساتھ ہی آ گیا تھا، سڈنا نے بعد میں اسے اچھی خاصی رقم اور ٹپ کے دے کر روانہ کیا تھا۔"

"اوہ اُس نے رقم بھی اپنے پاس ہی سے دی تھی۔" شیران نے پوچھا۔

"ہاں چیف دراصل میں سمجھا تھا۔" تاؤنی کے چہرے پر ایک شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا سمجھے تھے تم؟"

"یہی۔ یہی چیف کہ وہ مجھ پر عاشق ہو گئی ہے۔" تاؤنی نے

کہا اور شیران کا اُلٹا ہاتھ اُس کے مُنہ پر پڑا۔ تاؤنی بُری طرح چیخ پڑا تھا۔

"ارے ارے یہ۔ یہ کیا چیف؟"

"بکواس بند کرو تم بالکل گدھے ہو۔" شیران نے غرّاتی ہُوئی آواز میں کہا۔

"ممکن ہے چیف ایسا ہی ہو لیکن اب کیا کریں گے ہم۔؟"

"میں کچھ نہیں جانتا تم اسی وقت مجھ سے دُور ہو جاؤ۔ میں اب تمھارا وجود ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔" شیران غرّاتے ہُوئے لہجے میں بولا۔

"اوہ چیف فائدہ بھی کیا۔ تاؤنی سے غلطی تو ہو ہی چکی ہے۔ اب اُسے اتنی بڑی سزا بھی مت دو۔ سزا تو مجھے مل گئی ہے چیف، درخت کی شاخ سے لٹکا رہا ہُوں بس یُوں سمجھ لو بال بال بچ گیا۔ یہ بھی حیرت انگیز بات ہے کہ میرا کوئی زخم خطرناک نہیں ہے لیکن تم یقین کرو چیف بدن کے مختلف حصّوں میں سوزش ہو رہی ہے۔"

"تاؤنی جو مَیں کہہ رہا ہُوں وہی کرو مَیں اب تمھارا وجود ایک لمحے کے لیے برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اوہ چیف مَیں تم سے پچاس گز دُور ہُوا جاتا ہُوں مگر اس سے زیادہ۔" تاؤنی نے بے حیائی سے کہا۔

شیران نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے ذہن میں ایک بار پھر جھنجلاہٹیں اُبھر آئی تھیں، بنکاک جانے کا خیال تھا اب کیا راستہ اختیار کیا جائے، وہاں تک پہنچنے کے لیے خاصی دردِ سری مول لینا پڑتی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ پیدل اس سڑک پر آگے بڑھا جائے، اگر پیچھے سے آنے والی کوئی گاڑی جو بنکاک جا رہی ہو، لفٹ دے دے تو پھر بنکاک تک کا سفر کچھ آسان ہو جائے گا ورنہ پیدل چلتے رہو جب تک بدن میں جان رہے۔ اس کے بعد آرام کرنے بیٹھ جاؤ۔ چند لمحات تک تو شیران تردّد کا شکار رہا پھر اس کی نگاہ تاؤنی کی جانب اُٹھ گئی اور ایک اور منتقمانہ خیال اُس کے دماغ میں اُبھر آیا۔

اس کم بخت کو بھی پیدل چلایا جائے، ساری عقل مندی دَھری رہ جائے گی... اور پھر وہ اپنے اس خیال سے متفق ہو گیا... "تاؤنی!" اُس نے سرد لہجے میں تاؤنی کو پکارا۔

"عزیزِ آقا!" تاؤنی گردن خم کر کے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم پیدل بنکاک چلیں!"

"ہائے چیف تاؤنی کے لیے اس سے بڑی سزا اور کوئی نہیں ہو سکتی، تاہم مَیں کچھ کہہ بھی تو نہیں سکتا، چلو۔" تاؤنی نے کراہتی ہُوئی آواز میں کہا اور شیران نے قدم آگے بڑھا دیے۔ تاؤنی اس سے چند قدم پیچھے چل رہا تھا۔ شیران کی رفتار خاصی تیز تھی اور تاؤنی کو اپنے چھوٹے چھوٹے زخموں کے باوجود اس کا ساتھ دینا پڑ رہا تھا۔ شاید وہ اس بات کا منتظر تھا کہ شیران اُس کے رِستے ہُوئے زخموں کو دیکھے گا، اپنے طور پر اس کی مرہم پٹّی بھی کرے گا یا کم از کم پٹیاں ہی کر دے گا لیکن شیران اس مٹّی کا بنا ہُوا نہیں تھا جس میں اس قسم کی احمقانہ ہمدردیاں شامل ہوتی ہیں اور پھر تاؤنی سے تو اُسے ویسے بھی خار تھا تاؤنی ہی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہُوا تھا، بال بال بچ گئے تھے ورنہ کار کے ساتھ ہی ان کے پرخچے بھی اُڑ جاتے۔

شیران ابھی خیالات میں ڈُوبا ہُوا سڑک کے کنارے کنارے چل رہا تھا، خوف و دہشت کا اُس کے قریب سے بھی گزر نہیں ہُوا تھا، حالانکہ اُس پر پے در پے حملے ہو رہے تھے اور اُس کے دُشمن ہر قیمت پر اُسے ہلاک کر دینے کے خواہاں تھے لیکن شیران کو ایسی باتوں کی پروا نہیں ہوتی تھی۔ وہ بڑے مزے سے سفر کر رہا تھا، اس تصوّر سے بے نیاز کہ ابھی کس طرف سے اس پر کوئی حملہ ہو گا۔

تقریباً ایک میل کا سفر طے ہو چکا تھا۔ تاؤنی کے انداز سے تھکن نمایاں تھی اور اس کی رفتار خاصی سُست ہو گئی تھی۔ اس دوران اس کے اور شیران کے درمیان فاصلہ بھی بڑھ گیا تھا۔ جسے کبھی کبھی تاؤنی دوڑ لگا کر کم کر لیتا تھا۔ وہ شیران سے الگ بھی نہیں رہنا چاہتا تھا، جو شیران کے دُشمن تھے وہ تاؤنی کے دُشمن بھی تھے کیونکہ تاؤنی کو شیران کے ساتھ دیکھ لیا گیا تھا۔ ویسے اُس نے سوچ لیا تھا کہ بنکاک پہنچنے کے بعد پہلا کام یہ کرے گا کہ کہیں رُوپوش ہو جائے، اُس شخص کا ساتھ جس کے جلو میں موت چلتی تھی... موت کو قریب سے قریب تر لانے کے مترادف تھا اور تاؤنی ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو کسی کے لیے موت کو بآسانی قبول کر لیتے ہیں، اچھے وقت کی بات دُوسری تھی، شیران بلاشبہ ایک اچھا ساتھی ثابت ہُوا تھا۔ دوستوں پر بے دھڑک دولت لُٹانے والا۔ عیش ہو گئے تھے تاؤنی کے۔ لیکن یہ عیش اُسے مہنگے پڑ رہے تھے۔

بہرطور وہ چلتے رہے، شاید یہ اتفاق ہی تھا کہ اس دوران کوئی گاڑی ان کے نزدیک سے نہیں گزری۔ دُور دُور تک سڑک سنسان پڑی تھی۔ دفعتاً فضا میں کسی ہیلی کاپٹر کی آواز اُبھری اور شیران کی نگاہیں آسمان کی جانب اُٹھ گئیں۔

ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر تھا، وہ ان لوگوں کے سروں پر سے گزر کر آگے بڑھ گیا۔ شیران نے گہری سانس لی۔ عقب سے تاؤنی کی آواز سُنائی دی۔

"چیف اسی سے لفٹ مانگ لیتے۔ کچھ تو بات بنتی!"

شیران نے اس احمقانہ بات کا کوئی جواب نہ دیا لیکن شاید ہیلی کاپٹر والوں نے اس کی یہ بات سُن لی تھی۔ کافی دُور جانے کے بعد ہیلی کاپٹر پھر پلٹا اور اس کی بلندی کم ہونے لگی۔

"ارے ارے چیف وہ ہمیں لفٹ دینے آ رہے ہیں۔" تاؤنی نے کہا لیکن شیران کے ذہن میں ایک لمحے میں خطرے کی گھنٹی بج گئی تھی۔

ہیلی کاپٹر کی واپسی خطرے سے خالی تھی اس کا کوئی مقصد ضرور تھا۔ ایسی بات تو تھی نہیں کہ اُنھوں نے سڑک پر کچھ لوگوں کو پیدل چلتے دیکھا ہو۔ اوہ ممکن ہے اُنھوں نے تباہ شدہ کار دیکھی ہو اور استفسارِ حال کے لیے اس طرف آ رہے ہوں لیکن اس کے باوجود احتیاط شرط تھی۔ شیران نے اِدھر اُدھر دیکھا، تھوڑے ہی فاصلے پر سڑک کے گہرے نشیب تھے، کم از کم ان تک پہنچنا ضروری تھا تاکہ اگر ہیلی کاپٹر سے کوئی حملہ ہو تو ان نشیبوں میں اُتر کر جان بچائی جا سکے۔

ہیلی کاپٹر ایک بار پھر ان کے سروں سے گزر کر پیچھے چلا گیا۔ اس کی بلندی کم سے کم ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن شیران محتاط تھا۔ وہ سڑک کے اس نشیب سے آگے نہیں بڑھا اور وہیں رُک کر انتظار کرنے لگا۔ تاؤنی ایک بار پھر اس کے نزدیک پہنچ گیا تھا، لیکن دس گز کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

ہیلی کاپٹر پھر پلٹا اور اب شیران کو یقین ہو گیا کہ کوئی گڑبڑ ہی ہے۔

"ہوشیار مردود اگر تجھے مرنا نہیں ہے تو اس ہیلی کاپٹر کی طرف سے ہوشیار رہنا ضروری ہے۔" شیران غرّایا اور اس کا یہ اندیشہ بے بنیاد نہیں نکلا۔

ہیلی کاپٹر ان کے سر پر سے گزرا اور اس بار اس پر سے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ گولیاں ایک لکیر سی بناتی ہُوئی ان کے بالکل نزدیک سے گزر گئی تھیں۔ تاؤنی کا مُنہ حیرت سے پھٹا اور دُوسرے لمحے وہ زمین پر گر پڑا۔ شیران نے سڑک کے نشیب میں چھلانگ لگا دی تھی۔ ابھی وہ سنبھلا بھی نہ تھا کہ تاؤنی اُس کے اُوپر آ پڑا۔

"او مردود۔ او لبوس، تیرے حواس خراب ہو گئے ہیں کیا! تمھیں گردن دبا کر مار دُوں گا۔" شیران غرّایا۔

"مم معاف کرنا۔ معاف کرنا چیف، یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی اب۔ اب کیا کریں؟"

"خاموش بیٹھا رہ، بس۔" شیران نے جواب دیا۔ ہیلی کاپٹر ایک بار پھر واپس پلٹا اور اس بار گولیوں کی بوچھاڑ سڑک کے نشیب میں ہُوئی تھی لیکن وہ لوگ محفوظ تھے۔

ہیلی کاپٹر بار بار ان کے سروں پر سے گزرتا اور ان پر گولیوں کی بارش کرتا، پھر تھوڑے فاصلے پر ایک دستی بم پھٹا اور یہ جگہ بھی اُن کے لیے مخدوش ہو گئی۔ اگر دستی بم تھوڑا سا اور قریب پھٹتا تو ان کا بچنا محال ہو جاتا۔ شیران نے ایک بار پھر چھلانگ لگا دی، وہ ایک اور جگہ تاک چکا تھا۔ تاؤنی اس کی تقلید کر رہا تھا۔

ہیلی کاپٹر اس وقت ایک لمبا چکر لے کر دُور نکل چکا تھا۔ اس لیے اُنھیں اس جگہ سے دُور نکل آنے کا موقع مل گیا۔ درختوں کی آڑ لے کر وہ دوڑتے رہے، اور پھر درختوں کے پار اس چھوٹی چھوٹی کوہان نما پہاڑیوں کے علاقے میں نکل آئے جو اس سمت بکھری ہُوئی تھیں۔ لیکن ہیلی کاپٹر سے بھی ان پر بھرپور نگاہ رکھی جا رہی تھی کیونکہ اس بار وہ سڑک کی سمت نہیں گیا بلکہ اسی سمت آ گیا۔ پھر ایک دستی بم پھٹا اور گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی، لیکن یہ بوچھاڑ ان سے دُور تھی، دستی بم کا فاصلہ بھی کافی تھا، وہ لوگ شاید صحیح نشانہ نہیں لے پائے تھے۔

دستی بم کے پھٹنے سے جو سنگریزے اُڑے وہ اُن کے بدن کے کُھلے ہُوئے حصّوں سے ٹکرائے اور اُنھیں خاصی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک بار پھر اُنھوں نے اپنی یہ جگہ بھی چھوڑ دی۔ جب تک ہیلی کاپٹر چکر لگا کر آتا وہ اپنی جگہ تبدیل کر چکے تھے، اس بار دستی بم عین اُس جگہ پھٹا تھا جہاں وہ پہلے موجود تھے۔

"مردود کے بچّے، چھوڑیں گے نہیں۔" شیران دانت پیس کر غرّایا۔ اَب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ جگہ بدلتے رہیں، یہ کوہان نما ٹیلے اس سلسلے میں اُن کے معاون ثابت ہو رہے تھے۔

ہیلی کاپٹر والے بھی جن ہی تھے شاید، جہاں وہ موجود ہوتے اس جگہ کو وہ تاک لیتے اور اسی کو نشانہ بناتے۔ تقریباً دس یا بارہ دستی بم پھٹے، اس کے بعد بموں کا ذخیرہ شاید ختم ہو گیا تھا، گولیاں بھی نہیں برسائی جا رہی تھیں لیکن ہیلی کاپٹر بدستور چکر لگا رہا تھا۔ پھر وہ بلند ہونے لگا۔

یہ بات شیران کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ ہیلی کاپٹر کیوں بلند ہو ر[illegible]

ان کے پاس میگزین ختم ہو چکا تھا اور وہ واپس [illegible]

نے سوچا لیکن دُوسرے لمحے [illegible]

ہیلی کاپٹر [illegible]

اُمنڈ [illegible]

کو

اس کے

نیچے کیوں

ہیلی کاپٹر کافی دور چلا گیا تھا، نیچے اُترنے والا آہستہ آہستہ نیچے اُتر رہا تھا، تھوڑی دیر کے بعد پیراشوٹ کھل گیا۔ ہیلی کاپٹر اب نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

اوہ یہ کیا ہُوا؟ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی، اس ایک آدمی کو یہاں اُتار کر وہ کیوں چلے گئے؟ شیران سوچ رہا تھا۔ پیراشوٹ سے نیچے اُترنے والا اپنے بدن کی ڈوریاں کھول کر ایک پہاڑی ٹیلے کی آڑ میں پوشیدہ ہو گیا، شیران کے چہرے پر عجیب سے تأثرات پھیل گئے تھے، اس سے قبل کہ ہیلی کاپٹر اپنے پروگرام پر عمل کر کے واپس آئے اس شخص کو جھاپ لینا چاہیے۔ ذہنی جذبہ شیران کے سینے میں کارفرما تھا کہ کم از کم اُسے اپنے دُشمنوں کے بارے میں معلوم تو ہو جائے کہ وہ کون ہیں؟ چنانچہ اُس نے تاؤنی کے کندھے پر تھپکی دی اور بولا۔

"آؤ دیکھیں۔!"

"مگر چیف وہ مسلح ہوگا۔"

"تو پھر۔! ہم بھی تو مسلح ہیں۔" شیران نے جواب دیا اور تاؤنی نے گردن ہلا دی۔

"ہاں چیف ہیں تو سہی۔" وہ مرے مرے لہجے میں بولا۔

شیران نے اس کی پروا نہیں کی تھی، وہ آہستہ آہستہ ٹیلوں کی آڑ لیتا ہُوا آگے بڑھ رہا تھا، یہ حقیقت تھی کہ اگر نیچے اُترنے والے کے پاس اسٹین گن ہوتی تو وہ شیران اور تاؤنی کو باآسانی بھون سکتا تھا، وہ ٹیلوں کی آڑ لیتا ہُوا آگے بڑھتا رہا لیکن اب پیراشوٹ سے اترنے والے کا کوئی پتہ نہیں تھا... حتیٰ کہ شیران اس ٹیلے کے نزدیک پہنچ گیا، جہاں اُس نے پیراشوٹ والے کو غروب ہوتے دیکھا تھا۔ پیراشوٹ پڑا ہُوا تھا لیکن خود وہ وہاں موجود نہیں تھا۔

شیران نے اِدھر اُدھر دیکھا اب وہ متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے ٹیلوں کے اطراف میں دیکھ رہا تھا۔ یقینی طور پر مسلح دُشمن مُناسب موقع کی تاک میں تھا، ویسے بھی صُورتِ حال بے حد خراب تھی ٹیلوں کے اس علاقے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کسی ٹیلے کے پیچھے کون ہوگا؟ خود شیران اور تاؤنی ہیلی کاپٹر کے خوفناک حملوں سے صرف اسی ٹیلے کی وجہ سے بچتے رہے تھے ورنہ یقینی طور پر اُن کا خاتمہ ہو جاتا۔ شیران اِدھر اُدھر دیکھتا رہا، پھر وہ ایک ٹیلے کی آڑ میں رُک گیا۔ چند لمحات خاموش کھڑا رہا، پھر مُنہ کے آگے دونوں ہاتھ کر کے چیخا۔ "کون ہو تم سامنے آؤ، مقابلہ کرنا ہے تو مردوں کی طرح کرو، یہ عورتوں کی طرح چھُپے چھُپے کیوں پھر رہے ہو؟" جواب میں اُسے ایک قہقہہ سُنائی دیا اور یہ قہقہہ اُس کے سر پر سے بلند ہُوا تھا۔ شیران کی نگاہیں بے اختیار اُوپر اُٹھ گئیں۔

اُوپر اُس نے ایک دیو قامت آدمی کو دیکھا، آدمی تھا یا کوئی فولادی روبوٹ، اُس کا اُوپری بدن تانبے کا بنا ہُوا معلوم ہوتا تھا۔ کیا مجال جو پُورے جسم پر ایک شکن بھی ہو۔ چُست سیاہ پتلون پہنے ہُوئے تھا، پیشانی پر پیلے رنگ کی پٹی بندھی ہُوئی تھی جس کے سامنے کے حصّے پر ایک ستارہ جگمگا رہا تھا اس کے چوڑے بازو دونوں سمت پھیلے ہُوئے تھے اور اُن کی لمبائی بے پناہ تھی، دوسرے لمحے اُس نے شیران پر چھلانگ لگا دی۔ شیران باآسانی اس کی رینج سے نکل گیا تھا لیکن شاید چھلانگ لگانے والے نے خود بھی شیران کے اُوپر ہی آپڑنے کی کوشش نہیں کی تھی، وہ بڑے اطمینان سے پیروں ہی کے بل کھڑا ہو گیا۔ کیا مجال جو اُس کے گھٹنوں میں ذرا بھی لچک آئی ہو۔

اب شیران نے اُسے بغور دیکھا، انسان نما ستون تھا، قد سات فٹ سے بھی ذرا کچھ زیادہ ہی ہوگا، اسی مناسبت سے بدن کی چوڑائی تھی، کمر بالکل پتلی اور سینہ شیر کی طرح چوڑا اور پھیلا ہُوا، بازوؤں اور سینے کی مسلز بٹی ہُوئی رسیوں کی مانند اُبھری ہُوئی نظر آ رہی تھیں، بلاشُبہ بہترین صحت کا مالک تھا، یہ شخص خوفناک تھا، دیسے مقامی نہیں معلوم ہوتا تھا، شاید کسی اور ملک کا باشندہ تھا، جس کا تعین شیران نہیں کر سکا، اس کی چمکدار آنکھیں شیران پر جمی ہُوئی تھیں اور ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ تاؤنی کی طرف تو اُس نے رُخ کر کے دیکھا بھی نہیں تھا۔ پھر وہ پھٹی پھٹی سی آواز میں بولا۔

"تم نے مجھے مردوں کی طرح جنگ کرنے کی دعوت دی ہے کیوں؟"

"ہاں۔ تم مجھ سے جنگ کرنے کے لیے ہی ہیلی کاپٹر سے نیچے کُودے ہو نا؟"

"بالکل بالکل۔" وہ ہنس پڑا، مشینی سا قہقہہ تھا اور آواز بھی کھوکھلی سی تھی۔ شیران نے تاؤنی کی طرف دیکھا اور تاؤنی نے مُسکرا کر اُسے آنکھ مار دی۔ شیران طویل القامت شخص کا جائزہ لے رہا تھا، چُست پتلون پر کافی چوڑی بیلٹ بندھی ہُوئی تھی جس پر عجیب و غریب قسم کے پتھر لگے ہُوئے تھے، دونوں سائیڈوں پر کوئی عجیب سی چیز لٹکی ہُوئی تھی، چمکدار اور فولادی پٹیاں جن کی چوڑائی تقریباً چار انچ اور لمبائی آٹھ آٹھ انچ کے قریب تھی، اس نے یہ دونوں پٹیاں اس طرح نکال کر ہاتھ میں لے لیں، جیسے پستول نکالے جاتے ہیں، شیران ان پٹیوں کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔ مارشل آرٹس میں بھی اُس نے ایسا کوئی ہتھیار نہیں دیکھا تھا، ویسے اس شخص کے تیور بتا رہے تھے کہ یہ مارشل آرٹس کا ماہر ہے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کے لباس میں یا بدن کے کسی حصّے پر آتشیں اسلحے کا کوئی وجود نہیں تھا۔ ان چوڑی

پٹیوں کو لے کر وہ کھڑا ہو گیا، اور پھر اس کے قدم شیران کی جانب بڑھنے لگے۔

شیران کسی صاف ستھری جگہ میں آنا چاہتا تھا دفعتاً طویل القامت شخص کسی سانپ ہی کی طرح پلٹا اور اُس نے ایک پٹی سامنے کر لی۔ اس کے ساتھ ہی پستول کے فائر کی آواز سنائی دی تھی۔

تاؤنی تیر مار رہا تھا لیکن شیران نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ تاؤنی کی چلائی ہُوئی گولی چوڑی پٹی سے ٹکرا کر اچٹ گئی، طویل القامت نے ایک دم دُوسرا ہاتھ سامنے کر دیا۔ تاؤنی نے دُوسرا فائر بھی کر ڈالا تھا اور یہ گولی بھی چوڑی پٹی سے ٹکرا گئی۔ شیران نے ایک دم ایک سمت چھلانگ لگا دی تھی، وہ اس حیرت انگیز منظر کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ تاؤنی نے لگاتار پستول کے فائر کیے اور اس کا پستول خالی ہو گیا۔ لیکن طویل القامت کا یہ عجیب و غریب انداز انتہائی حیرت انگیز تھا، شیران دل ہی دل میں اس کو داد دیے بغیر نہ رہ سکا، ایک ناقابلِ یقین سی بات تھی، پستول سے گولی چلتی اور طویل القامت پینترا بدل کر اس سمت کو خالی دے دیتا، جو گولی کی سمت ہوتی چوڑی پٹی پر گولی پڑتی اور اچٹ جاتی، اس طرح وہ اپنے بدن کے مختلف حصّوں کی بھی حفاظت کر رہا تھا۔

تاؤنی کا پستول خالی ہو گیا تو وہ وہاں رُکنے کی ہمت نہ کر سکا اور دہشت زدہ انداز میں بھاگ کھڑا ہُوا۔ طویل القامت مُسکرا کر شیران کی جانب دیکھنے لگا پھر بولا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہُوئی، تم نے مجھے مردوں کی طرح لڑنے کے لیے آواز دی تھی لیکن تمھارا ساتھی مجھ پر گولیاں برسا رہا ہے۔!"

"تاؤنی اس کے بعد کوئی فائر مت کرنا۔ میں تمھیں حکم دیتا ہُوں کہ جہاں ہو وہیں ٹھہرو اگر تم نے فائر کیا تو میں تمھیں ہلاک کر دُوں گا!"

طویل القامت نے پلٹ کر دیکھا لیکن تاؤنی تو اب یہاں موجود ہی نہیں تھا۔ بُزدل آدمی اپنی گولیوں کا یہ حشر دیکھ کر اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکا تھا اور حسبِ معمول بھاگ کھڑا ہُوا تھا... لیکن طویل القامت نے وہ چوڑی پٹیاں ہاتھوں سے نہ پھینکیں، پستول شیران کے پاس بھی موجود تھا اور وہ اس سے محتاط رہنا چاہتا تھا۔ اس کے قدم ایک بار پھر شیران کی جانب بڑھنے لگے۔

"نوجوان جو الفاظ تم نے کہے ہیں اُن پر کاربند رہنا۔ اور اگر فائرنگ ہی کرنی ہے تو تم بھی اپنا پستول اپنے ساتھی کی طرح خالی کر لو۔ تمھاری چلائی ہُوئی ایک گولی بھی میرے بدن پر نہیں پڑے گی۔"

"یہ فیصلہ تو بہت مشکل ہوگا دوست کہ میں تمھارا نشانہ لینے میں کامیاب ہوتا ہُوں یا نہیں، یہ بعد کی بات ہے۔ میں نے تمھیں مردوں کی طرح لڑنے کا چیلنج کیا ہے تو پھر میں پستول استعمال نہیں کروں گا، یہ میرا وعدہ ہے۔" شیران نے کہا اور اپنا اکلوتا پستول نکال لیا جس کے چیمبر بھرے ہُوئے تھے۔ یہ وہ پستول تھا جو اس نے گھڑسوار سے حاصل کیا تھا۔ اپنا پستول خالی ہو جانے کے بعد اُس نے پھینک دیا تھا لیکن اُس نے یہ پستول یُونہی نہ پھینکا، بلکہ اُسے کھول کر اُس کے چیمبر خالی کر دیے، چیمبر خالی کر کے اُس نے کارتوس ایک سمت اُچھال دیے اور دُوسری سمت پستول پھینک دیا۔ اب اس پستول کو باآسانی استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ طویل القامت نے بڑے ادب سے رکوع کے انداز میں گردن جھکائی اور وہ دونوں پٹیاں جو اُس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہُوئی تھیں دوبارہ اسی بیلٹ میں لگا دیں جس میں وہ پہلے لٹکی ہُوئی تھیں!

شیران اس کی تمام حرکتوں پر نگاہ رکھے ہُوئے تھا۔ اتنا شاندار آدمی اس نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک بار پھر ہاتھ پھیلا کر شیران کی جانب بڑھنے لگا۔ شیران خود بھی طویل القامت اور تندرست و توانا انسان تھا لیکن اس دیو کے مقابلے میں ایک معمولی سا انسان نظر آ رہا تھا۔

تاؤنی ذلیل تو پہلے ہی اپنا پستول خالی کر کے بھاگ چکا تھا، اس سے کسی قسم کی توقع رکھنا بے کار تھا۔ یُوں بھی شیران کو ہمیشہ اپنے آپ پر بھروسہ ہوتا تھا، وہ کسی اور سے مدد کا کبھی خواہاں نہیں رہا تھا۔

دیو قامت شخص اس سے تقریباً پانچ گز کے فاصلے پر آ کر رُک گیا اور ایک بار پھر اُس کی آواز اُبھری۔

"مجھے حکم ملا ہے کہ تمھیں قتل کر دوں۔ کیا تم مارشل آرٹ سے واقف ہو؟ اگر ہو تو مجھ سے مقابلہ کرو اور مجھے شکست دے دو۔ اگر میں تم سے شکست کھا گیا تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ تمھیں یہ بھی حق ہے کہ مجھے زندہ چھوڑ دو یا ہلاک کر دو۔ ورنہ دُوسری صُورت میں تمھیں مار ڈالوں گا۔ اب سنبھل جاؤ کہیں یُوں نہ ہو کہ میرے پہلے حملے کو تم دھوکا سمجھو۔" اُس نے کہا اور پھر وہ گھٹنوں کے بل جُھک گیا۔ عجیب سے انداز میں وہ زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ اُس کے دونوں ہاتھ سامنے آ گئے تھے۔ شیران مارشل آرٹ کے اس گُر کو اجنبی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ داؤ اس کی سمجھ میں نہیں آیا... اور پھر اس شخص نے ہاتھ زمین پر ٹکائے اور اس کے دونوں پاؤں فضا میں بلند ہو گئے۔ وہ ہاتھوں کے بل اُچھلا اور پھر اُلٹی قلابازی کھا کر شیران پر آیا۔ داؤ بالکل اجنبی اور نیا تھا لیکن شیران اُس کے بدن کی جنبش کو تو دیکھ ہی

رہا تھا۔ یہ اتنا آسان کام نہیں تھا کہ وہ سیدھا شیران پر آ جاتا۔ شیران اس کی زد سے ہٹ گیا لیکن اُس نے حیرت انگیز طور پر اُس شخص کو فضا ہی میں دوبارہ اُچھلتے دیکھا اور اس بار وہ اس جگہ آیا تھا جہاں شیران کھڑا ہُوا تھا۔ ایک بار پھر شیران نے جھکائی دے کر اُس کے اس وار کو خالی کر دیا لیکن کم بخت دیوقامت انسان تو تھا ہی نہیں۔ فضا ہی میں قلابازی کھا کر رُخ بدل لینا ایک ناممکن عمل تھا لیکن وہ یہ عمل بہ آسانی دُہرا رہا تھا۔ اُس نے تیسری بار پینترا بدلا اور ایک بار پھر وہ شیران کے سر پر تھا۔ اس تیسری جھکائی کو خالی دے کر شیران نے خود بھی عمل کر ڈالا اس کا ایک پاؤں گھوما اور دیوقامت کے سر پر پڑا۔ اس بار دیوقامت کو زمین چھُونی پڑی تھی۔ اُسے شاید اس بات پر شدید تعجب تھا کہ اس کے مدِمقابل نے اس کے وار کو بچایا بلکہ خود بھی ایک کامیاب وار کر دیا۔ لیکن شیران کو یُوں ہی محسوس ہُوا تھا، جیسے اُس نے کسی فولادی چٹان پر لات ماری ہو۔ حالانکہ یہ لات اگر کسی عام آدمی کے پڑ جاتی تو یقیناً وہ دوبارہ اُٹھنے کے قابل نہ رہتا لیکن دیوقامت نے اپنے پیروں سے ہی زمین کو چھُوا تھا۔ پھر وہ زمین پر گرتے ہی ایک پاؤں پر گھوما اور ایک بار پھر اُس کا بدن ایک زنّاٹے کی آواز کے ساتھ شیران کی جانب آیا۔ اس بار شیران نے بھی اپنی جگہ نہ بدلی اور اپنے داہنے شانے سے دیوقامت کے سینے پر ٹکر لگائی لیکن وہ خود کئی قدم اُچھل کر زمین پر جا گرا تھا۔ یہ ٹکر دیوقامت کے لیے بے تاثر ثابت ہُوئی تھی۔ اب شیران کے لئے ایک لمحۂ فکریہ پیدا ہو گیا تھا۔ اگر اُس کی ضربیں دیوقامت کو نقصان پہنچاتیں تو شاید وہ دلجمعی سے جنگ کرتا لیکن دیوقامت اتنا طاقت ور اور خوفناک تھا کہ اس پر اثر ہی نہ ہو رہا تھا۔ اس کا بدن اسٹیل کا بنا ہُوا معلوم ہو رہا تھا اور یہ انسانی ہڈیاں اسٹیل کو نہیں موڑ سکتیں۔ دیوقامت اب بھی مسکراتا ہُوا اُس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"اُٹھو۔ اُٹھو۔ تم اچھے لڑاکے معلوم ہوتے ہو۔ میں تمھاری قدر کرتا ہُوں۔" دیوقامت نے کہا اور ایک بار پھر وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اب وہ دونوں پیروں سے زمین پر کُود رہا تھا اور اُس کا بدن اِدھر اُدھر گردش کر رہا تھا پھر وہ ایک دم زمین پر لیٹا اور اپنے پاؤں اُوپر اُٹھا دیے پھر اُس کے پاؤں زمین پر آئے اور اُس کا بدن ہوا میں کئی فٹ اونچا بلند ہو گیا۔ فضا میں بلند ہونے کے بعد وہ شیران پر آیا۔ شیران کو اس بار شدید محنت کرنا پڑی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے گھُوما اور اُس نے زمین پر دونوں ہاتھ ٹکا کر دونوں لاتیں دیوقامت کی ٹھوڑی کے نیچے ماریں۔ بلاشبہ یہ ایک مؤثر داؤ تھا۔ پہلی بار دیوقامت کو اس داؤ سے نقصان اُٹھانا پڑا۔ وہ اُلٹ گیا لیکن کم بخت کے بدن میں شاید اسپرنگ لگے ہُوئے تھے۔ وہ اُٹھا اور پھر بدن کے نچلے زور سے سیدھا ہو گیا۔ اب وہ دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر اس کا بھیانک قہقہہ گُونجا۔

"لطف آ رہا ہے دوست، تمھیں قتل کر کے بھی افسوس ہو گا۔" اس نے کہا اور پھر قلابازی کھائی۔ قلابازی کھا کر اُس نے شیران پر حملہ کیا۔ اس بار شیران اُس کی زد میں آ گیا تھا۔ شیران کے شانوں پر اس کے دونوں پاؤں پڑے اور شیران نے تین چار قلابازیاں کھائیں اور زمین پر جا گرا۔ اس کی پیشانی چھِل گئی تھی لیکن پھر وہ سیدھا ہو گیا۔ اب اُس کی آنکھوں میں بھی جنون کے آثار نظر آ رہے تھے اور اُس بار جب دیوقامت اُس کے قریب پہنچا تو شیران نے گھُوم کر اُس کی ناک پر ایک لات رسید کر دی۔ دیوقامت کو ایک آسانی حاصل تھی۔ وہ یہ کہ شیران اگر اس کے بدن کے کسی حصّے پر وار کرنے میں کامیاب ہو بھی جاتا تھا تو اس پر زیادہ اثر نہیں ہوتا تھا جب کہ اُس کا ہر وار شیران کے لیے تکلیف دِہ ثابت ہوتا تھا۔

لیکن اس بار اس کی ناک کی ہڈی پر لات پڑی تھی۔ چنانچہ وہ لڑکھڑاتا ہُوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اس کی ناک کی نکسیر پھوٹ گئی تھی اور نتھنوں سے خون بہنے لگا تھا لیکن خون اب شیران کی آنکھوں میں بھی اُتر آیا تھا۔ وہ دیوقامت کی بیلٹ کو دونوں سمت لٹکی ہُوئی پٹیوں کو دیکھ رہا تھا جو فولادی تھیں۔ ان پٹیوں کا حصول شیران کے لیے اب بہت ضروری ہو گیا تھا کیونکہ ہاتھوں کی ضربوں سے وہ دیوقامت کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ دیوقامت اب مسلسل حملے کر رہا تھا اور شیران ان حملوں کو انتہائی پھُرتی سے خالی دے رہا تھا۔ ایک بار اُس کو موقع مل گیا۔ وہ اُچھلا اور دیوقامت کے

—

شانوں پر چڑھ گیا۔ پھر وہ اُلٹا ہو گیا لیکن دیوقامت نے پیچھے سے اُس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے تھے۔ صورتِ حال یہ تھی کہ دیوقامت اب کھڑا ہُوا تھا۔ شیران کے دونوں ٹخنے اُس کی گرفت میں تھے اور شیران اُس کی پُشت پر اُلٹا ہو گیا تھا لیکن اس طرح وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے اسٹیل کی دونوں پٹیاں نکال لیں۔ دیوقامت کو اس کا احساس بھی نہ ہو سکا وہ تو اس وقت چونکا جب شیران کا بدن کسی سانپ کی طرح اُلٹا ہُوا، اور دونوں پٹیاں پوری قوت سے دیوقامت کے سر پر پڑیں۔ دیوقامت کے ہاتھوں سے شیران کے ٹخنے چھوٹ گئے لیکن شیران سر کے بل زمین پر نہیں گرا تھا۔ اُس نے بڑی چالاکی سے دونوں پٹیوں کو زمین سے ٹکایا اور اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دیوقامت لڑکھڑا رہا تھا۔ اُس کے دونوں

پھیلے ہُوئے تھے۔ دُوسرے لمحے شیران نے پھر اُس پر حملہ کر دیا۔ اس بار پھر دونوں پٹیاں پوری قوت سے اس کے سر پر پڑیں اور شیران اُچھل کر اُس کے سامنے آ گیا۔۔۔ اس سے پہلے کہ دیوقامت سنبھلے شیران نے زمین پر لوٹ لگائی اور یہ پٹیاں اُس کی پنڈلی پر دے ماریں۔ دیوقامت کے مُنہ سے چیخ نکل گئی تھی وہ لڑکھڑا کر گھٹنوں کے بل بیٹھا تو شیران پھرتی سے دوبارہ اس کے شانوں پر چڑھ گیا اور پوری قوت سے دونوں پٹیاں اس کے سر پر ماریں۔ دیوقامت کا سر پھٹ گیا اور خُون نکلنے لگا۔ اُس کی نکسیر پہلے ہی پھوٹ چکی تھی۔ یہی تدبیر کامیاب رہی ورنہ شاید شیران زندگی بھر اس پر قابو نہیں پا سکتا تھا اور اس کے بعد تو حالات بالکل ہی تبدیل ہو گئے۔ شیران پھُرتی سے اُس پر حملہ کرتا اور فولادی پٹیاں پوری قوت سے اُس کے بدن کے کسی حصّے پر دے مارتا۔ دیوقامت کے حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ اب وہ بدحواس ہو چکا تھا وہ بار بار اُٹھنے کی کوشش کرتا اور شیران کسی نہ کسی سمت سے اُس پر حملہ کر دیتا۔ دیوقامت فضا میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ دفعتاً شیران نے اُس کی پیشانی کے اگلے حصّے پر اس قوت سے پٹیاں ماریں کہ اُس کی پیشانی کی کھال ترخ گئی اور خُون بہہ کر آنکھوں میں آنے لگا۔ دیوقامت نے ہاتھوں سے آنکھوں میں آتے ہُوئے خُون کو صاف کر کے اُٹھنے کی کوشش کی اور اس بار اپنی اس کوشش میں وہ کامیاب ہو گیا۔ دُوسرے لمحے اُس نے قریب پڑا ہُوا ایک بڑا سا پتھر اُٹھا لیا۔ اب اصولی جنگ ختم ہو چکی تھی اور بے اصولی سامنے آ چکی تھی۔ ہر چند کہ اس کی ابتدا شیران نے کی تھی لیکن اب دیوقامت بھی اس جنگ پر راضی ہو گیا تھا۔ اُس نے پُوری قوت سے وہ پتھر شیران کی جانب اچھالا اور درحقیقت شیران کے لیے یہ وقت بڑا ہی نازک تھا۔ پتھر اس کے سر سے صرف آدھے انچ کے فاصلے سے گزر گیا تھا۔ اس کی رگڑ شیران کو بالوں میں محسوس ہوئی۔ اگر پتھر آدھا انچ نیچے ہوتا تو کم از کم شیران کا سر تو اپنے ساتھ لے جاتا۔ شیران نے اس وار سے بچ کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ قریب ہی ایک اور پتھر پڑا تھا اور شیران کو یہی خطرہ تھا۔ دیوقامت نے وہ پتھر بھی اُٹھا لیا اور اس بار وہ بڑی احتیاط سے پتھر تولنے لگا۔ ایک بار پھر اُس نے شیران پر حملہ کیا لیکن یہ اُس کی بدقسمتی تھی کہ اس وقت اُس کی آنکھوں میں پھر سے خون رینگ آیا۔ ورنہ اس بار شاید نشانہ نہ چُوکتا۔ شیران کی قسمت ہی اچھی تھی کہ وہ اس کے تمام واروں سے بچ رہا تھا اور اس بار بھی وہ بچ گیا۔ اُس نے دیوقامت کو بے کار کرنے کے لیے ایک بار پھر کوشش شروع کر دی۔ جدھر سے بھی ممکن ہو رہا تھا وہ لوہے کی پٹیاں دیوقامت کے بدن کے مختلف حصّوں پر پُوری قوت سے مار رہا تھا اور دیوقامت اب اچھا خاصا زخمی ہو گیا تھا۔ دفعتاً اُس نے ایک جُھرجُھری لی اور پھر تن کر کھڑا ہو گیا۔

"بس۔ بس۔ اگر تم جنگ میں فتح و شکست کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو مَیں نے تم سے ہار مان لی ہے۔ میرے بدن میں اب لڑنے کی سکت نہیں رہی ہے۔ ہاں! اگر تم مجھے قتل کرنے کے خواہاں ہو تو پھر وہ تمھاری مرضی ہو گی۔" شیران کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر مسکرا کر بولا۔

"نہیں۔ دوست مَیں تمھیں قتل کرنے کا حق نہیں رکھتا اور اُس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اصولی جنگ میں، مَیں نے ہی خلاف ورزی کی ہے۔"

"کیا مطلب؟" دیوقامت بولا۔

"مطلب یہ کہ مَیں نے پستول تو استعمال نہیں کیا مگر تمھیں زیر کرنے کے لیے مَیں نے تمھارے ہی ایک ہتھیار سے کام لیا ہے۔"

"اوہو۔ اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے قتل نہیں کرنا چاہتے؟"

"نہیں تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔"

"شکریہ۔" دیوقامت نے گردن جھکائی اور کلائی سے آنکھ پر آنے والا خون صاف کرنے لگا۔ پھر وہ مُڑ کر ایک سمت چل پڑا۔

شیران تذبذب کے عالم میں تھا۔ پہلی بار اُس نے شرافت اور انسانیت کا کوئی کام کیا تھا لیکن یہ سب کچھ اسے کچھ غیر مناسب سا معلوم ہو رہا تھا۔ دُشمن کو ختم کر دینے میں ہی فائدہ ہے کہیں اس دیوقامت سے دوبارہ سامنا نہ ہو جائے وہ سوچتا رہا پھر اُس کی نگاہیں اپنے پستول کی جانب اُٹھیں۔ کارتوس بھی قرب و جوار میں پڑے ہُوئے تھے۔ دُوسرے لمحے وہ آہستہ آہستہ پستول کی جانب بڑھنے لگا۔ یہ دلیری کر کے اُس سے حماقت ہُوئی تھی۔ دیوقامت کو زیر کرنا اتنا آسان نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہا تھا۔ یہ تو اس کی قسمت ہی تھی کہ وہ دیوقامت کے ہر داؤ سے بچ گیا تھا اور اسے زیر کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اگر لوہے کی وہ پٹیاں اس کے ہاتھ نہ آتیں تو پھر دو ہی کام ہوتے یا تو اُسے فرار ہونا پڑتا یا پھر دیوقامت مار مار کر اس کی چٹنی بنا دیتا۔ اُس نے پہلے کارتوس اُٹھائے اور پھر پستول پھر وہ اس کے چیمبر بھرنے لگا اور اس کے بعد دوڑتا ہُوا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اُس نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں اور پھر اس ٹیلے سے اُتر کر دُوسرے اور دُوسرے سے تیسرے پر پہنچا۔ لیکن دیوقامت اُسے نظر نہ آیا۔ وہ تو ایسے غائب ہو گیا تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

بدنصیب تاؤنی البتہ اُسے ایک سمت ایک ٹیلے سے چپکا ہُوا نظر آ گیا تھا۔ شیران نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا اور پھر پستول کو ہاتھ میں سنبھالے اِدھر اُدھر چکرانے لگا لیکن دیوقامت کو ملنا

تھا نہ ملا۔ نہ جانے وہ کہاں رُوپوش ہوگیا تھا۔ شیران نے ایک گہری سانس لی اور پھر تاؤنی کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس ذلیل نے ہمیشہ ہر لمحے دھوکا دیا تھا۔ اُسے آواز دے یا نہ دے پھر اُس نے تاؤنی کو وہیں چھوڑ دینا مناسب سمجھا اور تیز رفتاری سے ایک سمت چل پڑا۔ اب وہ اس خوفناک جال سے نکلنے کا قطعی فیصلہ کر چکا تھا۔ کچھ بھی ہو اُسے بنکاک پہنچ جانا چاہیے۔ وہ دوڑتا رہا۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی۔

★★

بادشاہ خان کا اضطراب عروج کو پہنچا ہُوا تھا۔ کھیترو اور بادشاہ خان کے دُوسرے بے شمار ساتھی شیران کی تلاش میں بنکاک کا کونہ کونہ چھان چکے تھے لیکن شیران کا کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ اینڈرا گاؤچی کو چارے کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔ وہ ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں ماری ماری پھر رہی تھی، بادشاہ خان کے شکاری کُتے اُس کے محافظ تھے۔ بادشاہ خان کا خیال تھا کہ ممکن ہے... اینڈرا گاؤچی کو دیکھ کر شیران اُس کے پیچھے لگ جائے اور اس طرح وہ نگاہوں میں آ جائے لیکن ابھی تک شیران کا کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا۔

خود اینڈرا گاؤچی اپنے آپ کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی، اُسے یقین تھا کہ اُسے چارے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اُسے یہ بھی یقین تھا کہ اگر شیران اُسے پا گیا تو اُسے زندہ نہیں چھوڑے گا لیکن اس کی پوزیشن اتنی نازک ہو چکی تھی اب کہ اُسے اپنی زندگی خود ہی محال نظر آتی تھی وہ جانتی تھی کہ شیران جیسے بھیانک شخص کے چنگل سے نکلنا آسان کام نہیں ہوگا۔ اس کے لیے اُسے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت تھی اور بادشاہ خان کے بارے میں اس کی معلومات محدود نہیں تھیں، اس وقت اُس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ بادشاہ خان کے کہنے پر بے چون و چرا عمل کرتی رہے۔ اب آگے تقدیر تھی، زندگی بچنی ہے تو بچ جائے گی اور اگر شیران واقعی ہاتھ لگ گیا تو پھر زندگی کا یہ خطرہ ہمیشہ کے لیے ٹل جائے گا اور ممکن ہے بادشاہ خان... اپنی مدد کرنے کے سلسلے میں اُسے اپنے گروہ میں جگہ دے دے۔

اینڈرا گاؤچی یہ بھی جانتی کہ اب شرافت کی دُنیا سے اس کا تعلق نہیں رہا ہے، وہ دُنیا کے کسی بھی خطے میں شرافت کی زندگی نہیں گزار سکتی، بہرطور بادشاہ خان کی اب تک کی تمام کوششیں ناکام رہی تھیں۔ وہ شیران کو تلاش نہیں کر سکا تھا، مارلینو کے منشیات کے اڈوں پر بھی اس کے لاتعداد آدمی تعینات تھے۔ اُنھوں نے بادشاہ کو بھرپور رپورٹیں دی تھیں وہ بھی بڑی خوفناک تھیں، اُنھوں نے کہا تھا کہ منشیات کے ان اڈوں پر مارلینو کے آدمیوں کی پوزیشن اتنی مضبوط ہے کہ اگر کوئی منشیات کی اس مارکیٹ پر قبضہ جمانے کی کوشش کرے یا یہاں کوئی حرکت کی جائے تو اسے باآسانی ختم کر دیا جائے گا۔ ہر چند کہ بادشاہ خان منشیات کو کنٹرول نہیں کرتا تھا اور اس کی توجہ کبھی اس طرف نہیں رہی تھی لیکن یہ رپورٹیں اس کے لیے بڑی ہولناک تھیں۔ اگر مارلینو اور شیران کا اشتراک اسی طرح مزید آگے بڑھتا رہا تو ممکن ہے وہ دُوسرے معاملات کی طرف بھی توجہ دیں۔ ایسی شکل میں بادشاہ خان کا واسطہ ایک طاقت ور دشمن سے پڑے گا اور پھر مارلینو تو یُوں بھی اُن کے بھیانک ترین دشمنوں میں سے ایک تھا۔ وہ معمولی سا انسان جیسے زندگی کے ایک منحوس وقت میں اُنھوں نے کوئی وقعت نہیں دی تھی اور جو اُن کے ہاتھوں زندگی کی سرحد کو پھلانگ کر موت کی حدود میں داخل ہو گیا تھا، بچنے کے بعد اس قدر بھیانک ہو جائے گا کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس سلسلے میں بادشاہ خان ہینڈرک کو مجرم قرار دیتا تھا اور اُس نے اپنے دِل میں یہ احساسات محفوظ رکھے تھے۔ ہینڈرک کو اس کی جوابدہی کرنا ہوگی کہ اس نے اپنے طور پر ایک ایسے شخص کو وہ قوتیں کیوں بخش دیں جو اُن کے لیے تباہ کن ثابت ہو رہی ہیں، یہ کام کسی اجنبی شخص سے بھی لیا جا سکتا تھا ان کے لیے قتل و غارت گری کیا حیثیت رکھتی تھی، کسی بھی شخص کو ہینڈرک اپنا تختۂ مشق بنا سکتا تھا۔

مارلینو جیسے دشمن کو اتنی قوتیں بخش کر اس کی حفاظت کرنا ہینڈرک کی ایک مجرمانہ کارروائی تھی جس کے لیے اُسے جوابدہی کرنی ہوگی۔ بہرطور ان تمام باتوں نے بادشاہ خان کے ذہن کو پراگندہ کر رکھا تھا۔ نعمان خان کو اُس نے ڈاکٹر بریٹو کے ساتھ ہانگ کانگ بھجوا دیا تھا اور وہاں ڈاکٹر بریٹو نعمان خان کو بڑی خوب صورتی سے اُلجھائے ہُوئے تھا۔ بادشاہ خان اس سلسلے میں دولت خرچ کر رہا تھا۔ نعمان خان سے ایسے چھوٹے موٹے جرائم کرائے جا رہے تھے جن کے ذریعے وہ دولت کمائے اور چونکہ اس وقت نعمان خان کے ذہن میں اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا کہ دولت حاصل کر کے وہ ایک مستحکم پوزیشن حاصل کرے... ہانگ کانگ میں اپنی چھوٹی چھوٹی کامیابیوں سے وہ بے حد مطمئن تھا جس کی رپورٹ ڈاکٹر بریٹو سے، باقاعدہ بادشاہ خان کو مل رہی تھی۔

نعمان خان کے سلسلے میں یہی عمل ہو رہا تھا کہ بادشاہ خان

خود ہی اس کے مخالفین پیدا کرتا اور پھر ان مخالفین کو نعمان خان کے ہاتھوں شکست دلوا کر اس کی ہمت بڑھاتا تا اور اسے دولت بھی حاصل ہو جاتی۔ حالانکہ یہ دولت خود بادشاہ خان کی جیب سے نعمان خان کے پاس جا رہی تھی۔ اس طرف سے بادشاہ خان کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا، لیکن اس بات کا بھی امکان تھا کہ شیران اور مارلینو کا دائرۂ کار وسیع ہو جائے اور وہ ہانگ کانگ تک جا پہنچیں پھر تو نعمان خان کو واپس یورپ ہی بھیجنا پڑتا۔ یہ تمام باتیں بادشاہ خان کے لیے سوہانِ رُوح تھیں اور ایسے اوقات میں اُسے ایڈنا ڈمپل پر شدید غصہ آنے لگتا تھا۔

اگر پہاڑوں میں بادشاہ خان کے کاموں میں مداخلت نہ کی جاتی تو وہ اپنے دُشمن بہزاد سلامن کے بیٹے کو کسی نہ کسی طرح موت کے گھاٹ اُتار ہی دیتا، وہ کب تک چھپ سکتا تھا... پہاڑوں میں خونریزی ہوتی، قتلِ عام ہوتا، بے شمار قبائل پہاڑوں میں پھیل جاتے اور کسی نہ کسی طرح شیران کو گرفتار کر کے اُس کے سامنے پیش کر دیا جاتا۔ اس طرح یہ قصہ ختم ہو سکتا تھا لیکن تنظیم نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے پہاڑوں میں یہ تباہی پسند نہ کی تھی اور بادشاہ خان کو یہ یقین دلا دیا گیا تھا کہ اُس کا دُشمن تنظیم کا دُشمن ہے اور شیران کو گرفتار کر کے بادشاہ خان کے حوالے کرنے کی ذمے داری تنظیم کی ہے پھر ایک رات بادشاہ خان کو اطلاع ملی کہ ہینڈرک واپس آ گیا ہے، بادشاہ خان نے فوراً ہینڈرک سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا اور وہ خود ہی ہینڈرک کے پاس جا پہنچا۔

ہینڈرک کے چہرے پر تھکن اور مایوسی کے آثار تھے۔ اس نے بڑے پژمردہ انداز میں بادشاہ خان کا استقبال کیا تھا۔

"ہیلو خان آپ نے ناحق تکلیف کی، میں خود ہی آپ کے پاس پہنچنے والا تھا، ابھی دو گھنٹے قبل ہی یہاں پہنچا ہُوں، میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو اپنے آنے کی اطلاع دے دُوں۔"

"رسمی باتوں کی بجائے مجھے یہ بتاؤ ہینڈرک کہ تمھاری تحقیقات کا نتیجہ کیا نکلا؟"

"بہتر نہیں ہے بادشاہ خان، نہایت افسوس کے ساتھ میں تمھیں یہ اطلاع دے رہا ہُوں کہ مارلینو وہی دیہاتی نوجوان ہے جسے ہم نے اپنا تختۂ مشق بنایا تھا اور جو بعد میں میری ایک حماقت کی وجہ سے ہمارے لیے ایک مستقل خطرہ بن گیا۔ مارلینو کے بارے میں گانگ ہوا اور اس کے گرد و نواح میں بڑی عجیب عجیب روایات مشہور ہیں۔ ایک طرح سے اگر یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ اُسے وہاں ایک دیوتا کی حیثیت حاصل ہے۔ گانگ ہوا کے نواح کے لوگ اس کی بڑائی کے قائل ہیں اور اُسے دیوتا کی طرح پُوجتے ہیں، وہ ان دیہاتی لوگوں کے لیے درحقیقت فرشتہ ثابت ہُوا ہے۔ اُس نے ان کے مسائل دُور کر دیے ہیں اور اُنھیں زندگی کی تمام لذتوں سے ہمکنار کر دیا ہے جب کہ ہانگ کانگ، بنکاک اور اس خطے کے دُوسرے علاقوں کے لوگ نہایت کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں اور ان کے حالات بہتر نہیں ہیں، لیکن گانگ ہوا ایک بہترین قصبہ بن چکا ہے۔ اس کے علاوہ بادشاہ خان مارلینو کے بارے میں جو رپورٹیں مجھے ملیں وہ آپ کے لیے باعثِ حیرت ہوں گی۔ میں سائنس کی دُنیا میں ایک مخصوص حد تک پہنچ سکا ہُوں لیکن مارلینو مجھ سے کہیں آگے نکل گیا ہے، میں نہیں جانتا کہ اُس نے یہ تحقیقات اور تجربات کہاں کیے لیکن سُنا یہ گیا ہے کہ مارلینو گانگ ہُو کے علاقے کا بے تاج بادشاہ ہے، اس نے اس طرح کے زمین دوز نظام پھیلا رکھے ہیں کہ اگر وہاں اس کے دُشمن کتنی ہی بڑی تعداد میں حملہ آور ہوں تو واپس نہیں آ سکتے اور یہ سب کچھ اُس نے سائنسی سطح پر کیا ہے، میں اس کا کوئی عملی تجربہ تو نہیں دیکھ سکا، لیکن میں نے اپنے طور پر جو تجربات وہاں کیے اس سے مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ لوگوں کا کہنا غلط نہیں ہے، ان تجربات کے بعد میں وہاں نہیں رُک سکا، کیونکہ مجھے شبہ تھا کہ مارلینو کو ان تجربات کے بارے میں ضرور علم ہو جائے گا۔ یہ رپورٹ ہے بادشاہ خان، اس کے علاوہ میں نے شیران کے بارے میں بھی معلومات حاصل کیں تو مجھے پتہ چلا کہ شیران بچا نے کس طرح مارلینو تک جا پہنچا تھا۔ مارلینو نے شیران کو پسند کیا اور اُسے اپنے خاص آدمیوں میں شامل کر لیا۔ اس پُراسرار قبائلی - - - تک میری پہنچ نہیں ہو سکی، میں خود ہی جان بُوجھ کر مارلینو کی نگاہوں سے دُور رہا، کیونکہ آپ جانتے ہیں بادشاہ خان کہ وہ میرے بدترین دُشمنوں میں سے ایک ہے اور وہ اس کا علاقہ تھا۔" ہینڈرک نے جواب دیا۔

بادشاہ خان کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو رہا تھا پھر اُس نے کہا "تمھیں یہ تمام ذمے داری قبول کرنی ہوگی ہینڈرک۔ تمھاری ایک حماقت ہم سب کے لیے تباہی کا باعث بن گئی۔"

"مجھے اعتراف ہے بادشاہ خان، لیکن اب جو غلطی ہو گئی ہے اُسے نبھانا ہی پڑے گا، میں ہر تاوان کے لیے تیار ہُوں، مجھے خود اتنا افسوس ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔"

ہینڈرک کے یہ الفاظ بادشاہ خان کے غصے کو کسی حد تک کم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے، ان کا ساتھ تو نیا نہیں تھا۔ بہت پُرانے دوست تھے اور اس طرح کے دوست رہے تھے جو ایک دُوسرے پر جان چھڑکتے ہیں اور ایک دُوسرے کے لیے جان کی

بازی لگانے میں دریغ نہیں کرتے۔

ہینڈرک سے یہ حماقت ضرور ہوئی تھی لیکن اس سے قبل اُس کا ماضی بادشاہ خان کے لیے بہت بہتر رہا تھا۔ اُس نے ہینڈرک کو ہمیشہ ایک اچھا دوست ایک اچھا ساتھی پایا تھا، چنانچہ اس خطرے کے باوجود ہینڈرک کے معذرت بھرے انداز نے بادشاہ خان کو کسی قدر نرم کر دیا۔

"اوہ ہینڈرک۔ ہینڈرک تم نہیں جانتے، یہ میرا خاندانی معاملہ نہ ہوتا تو مجھے ذرہ برابر پروا نہ ہوتی۔ بات اگر صرف میری ذات تک محدود ہوتی تو تم یقین کرو میں اپنے دشمنوں کو جوتے کی نوک پر نچانے کا عادی ہوں، میں ہمیشہ اس بات کا متوقع رہتا ہوں کہ کوئی بھی میرا دشمن مجھے کسی بھی وقت موت کے گھاٹ اُتار سکتا ہے، میں مرنے میں ذرا بھی عار محسوس نہیں کر سکتا لیکن معاملہ میرے بھائی کے بیٹوں کا ہے، میرے بھائی کے نو بیٹے ہیں اور ان سب کا دشمن شیران ہے۔ شیران میرے بھتیجوں کے لیے درحقیقت ایک خطرناک دشمن ہے، کیونکہ وہ شیطان کی طرح چالاک اور مکار ہے۔ میرے ہاتھوں اس خاندان کی چار بچیاں موت کے گھاٹ اُتر چکی ہیں، میرے بھائی کی بیوہ صرف میری وجہ سے موت کا شکار ہو گئی ہیں، اس حادثے کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا، اور میں مزید کوئی حادثہ نہیں چاہتا۔ تم یقین کرو ہینڈرک میں نے اپنی نفرت کے خلاف اپنے بھائی کے بیٹوں کو معاف کر دیا ہے، جو شدت جذبات میں میرے لیے بہت کچھ کہہ چکے اور کر چکے ہیں، میں اُن کا تحفظ چاہتا ہوں ہینڈرک، مجھے بتاؤ میں کیا کروں، مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"بادشاہ خان درحقیقت مجھے تمھاری اس پریشانی پر جو دلی صدمہ ہوا ہے، میں اُسے بیان نہیں کر سکتا، میں اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہہ سکتا بادشاہ خان کہ میں یہیں سکونت اختیار کر لوں اور خود کو اس کام کے لیے وقف کر دوں کہ شیران کا پتہ لگاؤں اور اُسے ختم کر دوں۔"

"تم اگر سائنسی پیمانے پر اس خطرے کا مقابلہ کرنا چاہو تو یہاں میں تمھاری بھرپور مدد کر سکتا ہوں۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"اگر تم چاہو بادشاہ خان تو میں خود اپنی تمام تر صلاحیتیں یہاں صرف کر کے ہر طرح مارلینو اور شیران کو قتل کرنے کی کوشش کروں۔"

بادشاہ خان کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے ہینڈرک، فی الوقت تم آرام کرو، میں اس سلسلے میں تمھیں کوئی مؤثر جواب بعد میں دوں گا۔"

"میرے دوست، ہینڈرک کے لیے کوئی بُرا خیال دل میں مت لانا، میں تم سے الگ رہ کر کبھی نہیں سوچ سکتا، اگر تم ہینڈرک کو قابل سزا سمجھتے ہو تو ہینڈرک ایک سچے انسان کی حیثیت سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ میں تمھاری دی ہوئی سزا کو قبول کر لوں گا، اس کے بعد میں تم سے ایک لفظ نہیں کہوں گا۔" بادشاہ خان نے گردن ہلائی اور پھر ہینڈرک سے مصافحہ کر کے باہر نکل گیا۔

ہینڈرک بادشاہ خان کی سرشت سے واقف تھا... سرحد کا یہ خوفناک انسان جتنا تیز تھا.... اتنا ہی زیادہ سادہ بھی تھا۔ اُس نے اگر کسی سے مصافحہ کر لیا تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے دل میں اُس شخص کے لیے کدورت باقی نہیں رہی ہے اس کی کدورت کی پہچان یہ تھی کہ وہ اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں نہ دے اور ہینڈرک کا یہ خیال غلط بھی نہیں تھا۔ بادشاہ خان کے ذہن میں جو مدوجزر پیدا ہوا تھا۔ اب اس میں کسی حد تک ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ مارلینو کے بارے میں معلوم کرنے کے بعد اُسے ہینڈرک پر اتنا ہی شدید غصہ آیا تھا جتنا پہلے اس کے ذہن میں تھا۔ وہ ہینڈرک کو اس تمام تر مصیبت کا ذمے دار قرار دیتا تھا لیکن ہینڈرک اس کے سامنے جس قدر شرمندہ نظر آیا تھا اس کے بعد بادشاہ خان کے دل سے کدورت کم ہو گئی تھی، غلطی ہو چکی تھی اور اب ہینڈرک کو اس کی سزا دینے سے معاملات ہموار نہیں ہو سکتے تھے، چنانچہ اُس نے ہینڈرک کو معاف کر دیا تھا اور یہی بہتر سمجھا تھا کہ اگر مارلینو کے خلاف قوت آرائی ہو تو اس میں ایک اجتماعی حیثیت سے حصہ لیا جا سکے، ہینڈرک ان لوگوں میں واحد سائنسدان تھا، اور اسی کی سائنسی قوتوں نے مارلینو کو ناقابل تسخیر بنایا تھا چنانچہ ان قوتوں کا مقابلہ بھی وہی کر سکتا تھا، اگر ان پریشانیوں کے جواب میں ہینڈرک کو کسی عتاب کا شکار بنایا جاتا تو وہ ایک طاقت ور ساتھی سے محروم ہو سکتے تھے، لیکن حل ابھی تک کوئی نہیں تھا بادشاہ خان کے پاس۔

مارلینو ایک سائنسی قوت تھا اور شیران شدید ترین شیطانی قوتوں کا مالک۔ یہ دو انسان مل گئے تھے اور ان کے خلاف ایک مضبوط محاذ درکار تھا، ایک بار پھر بادشاہ خان پر جنون طاری ہونے لگا۔

اگر کسی طور ابتدائی وقت میں ہی شیران کے فتنے پر قابو پا لیا جاتا تو اتنی مشکلات پیش نہ آتیں اور اُسے روکنے والے تنظیم کے بڑے تھے۔ ابھی تک ایڈنا ڈمپل نے اس بارے میں بادشاہ خان کو کوئی مؤثر جواب نہیں دیا تھا۔

بادشاہ خان کو چڑھ گئی، اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر وہ اس تہہ خانے کی جانب چل پڑا، جہاں تنظیم کے نصب کردہ ٹرانسمیشن سسٹم پر وہ ایڈنا ڈمپل سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ تہہ خانے میں ایڈنا ڈمپل کو کال کر رہا تھا اور چند لمحات کے بعد ایڈنا ڈمپل سے رابطہ قائم ہو گیا۔ "بادشاہ خان بول رہا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے بادشاہ خان، کہو کیا بات ہے؟"

"میڈم میں پہلے بھی آپ سے اپنی پریشانی کا اظہار کر چکا ہوں اور اب بھی وہی الفاظ دوہرانا چاہتا ہوں۔ اگر میرے یہ دونوں دشمن ختم نہ ہوئے تو میرے لیے بہت سی مشکلات پیدا ہو جائیں گی اور میں نہیں کہہ سکتا کہ ان شدید ترین ذہنی اُلجھنوں میں پھنس کر میں تنظیم کے مفاد کے لیے کام بھی کر سکوں گا یا نہیں۔"

"بادشاہ خان تنظیم کا ان معاملات سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے لیکن تنظیم آپ سے تعلق رکھتی ہے، اور ہم اپنے ہر ساتھی سے اتنا ہی ربط رکھتے ہیں جتنا اپنے آپ سے کیونکہ اس میں تنظیم کی بقا مضمر ہے، آپ جب بھی ایسی کوئی بات کریں خود کو یا ہمیں تنظیم سے علیحدہ رکھ کر نہ سوچیں۔"

"آپ کے الفاظ بالکل درست ہیں میڈم۔ میں اُنھیں خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں لیکن آپ یہ بتائیے کہ پہاڑوں میں میری اپنی مملکت، میرے اپنے قبیلے میں، میرے بالکل ذاتی معاملے میں مداخلت نہ کی گئی ہوتی تو میرے لیے یہ مشکلات نہ کھڑی ہوتیں جو اس وقت میرے سامنے ہیں۔"

"مداخلت ضروری تھی بادشاہ خان، تم خود بھی سمجھتے ہو اس بات کو، پہاڑوں میں آزاد نظام قائم ہے اور علاقے کی حکومت تمھارے معاملات میں دخل انداز نہیں ہوتی لیکن علاقوں کی سلامتی کی ذمے داری ان پر ضرور عائد ہوتی ہے، ہر چند کہ افواج تمھاری ہی درخواست پر قبائلی علاقوں میں کارروائی کرتی ہے لیکن بہرطور ان کا نظم و نسق برقرار رکھنا بھی اس ملک کا فرض ہے، جس میں تم لوگ آباد ہو، ایسی صورت میں،" دو قبیلوں میں جنگ ہو جاتی ہے تو ان میں آپس میں صلح کرانے والے بہت سے لوگ ہوتے ہیں اور حکومت ان معاملات میں مداخلت نہیں کرتی، لیکن اگر تمام قبائل زیر عتاب آ جائیں اور پہاڑوں میں گولیوں کی آوازیں اس انداز میں بکھرنے لگیں جیسے کچھ فوجیں آپس میں نبرد آزما ہو گئی ہوں تو کیا تمھارے خیال میں اس ملک کی حکومت مداخلت نہیں کرے گی۔ بادشاہ خان ہم جس پروگرام پر کام کر رہے ہیں، اس کے تحت ہمارے لیے تمھارے ملک کی حکومت کو اور پڑوسی حکومتوں کو ان پہاڑوں سے غافل رکھنا بہت ضروری ہے، یہی بات ہماری کامیابی کی ضمانت ہے، ورنہ اگر پہاڑوں میں فوجی مداخلت ہو گئی، تو تم خود بتاؤ ہمارے قدم وہاں کیسے جم سکتے ہیں۔ تنظیم نے تمھیں اسی کام کے لیے تو مخصوص کیا ہے بادشاہ خان اور اگر تم خود ہی تنظیم کی راہ میں رُکاوٹ بننے لگو تو تم سوچو تمھیں کیسے اس کی اجازت دی جا سکتی ہے؟" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"ٹھیک ہے میڈم لیکن ہماری روایات کو پامال کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے آپ لوگوں کو، میں اپنے دشمن کا سر چاہتا تھا اور اس کے لیے میں قبیلوں کو مجبور کرنے کا خواہش مند تھا، مجھے اس وقت یہ کہہ کر روکا گیا کہ یہ ذمے داری تنظیم سنبھالتی ہے، میں پہاڑوں میں امن و امان قائم رکھوں اور میں نے تنظیم سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آپ کو اس ذلت میں ڈال دیا جو قبیلے کبھی قبول نہیں کرتے۔ میڈم ہماری روایات ہی ہماری زندگی ہوتی ہیں۔ میں اب ان پہاڑوں میں اس وقت تک سربلندی سے واپس نہیں جا سکتا جب تک کہ میرے دشمن کا سر میرے ہاتھوں میں نہ ہو۔ میں جاننا چاہتا ہوں میڈم کہ اتنے طویل عرصے سے میرے اس مشن کے سلسلے میں کیا کیا گیا اور اب جب کہ میرے خاندان کے اور بھی افراد شدید خطرات کا شکار ہیں، میرے لیے کیا کیا جا رہا ہے میں شیران کے بارے میں آپ کو بذات خود اطلاع دے چکا ہوں،

میرا ایک اور بدترین دشمن مارلینو اس کا مددگار اور پشت پناہ ہے اور آپ میرے اس دشمن کے بارے میں نہیں جانتیں میڈم کہ وہ کیا چیز ہے۔ ان حالات میں میں محسوس کرتا ہوں کہ شیران ایک ناقابل تسخیر قوت بن چکا ہے اور اس قوت کو اس حد تک پہنچانے میں تنظیم کا اپنا عمل بھی شامل ہے، کیونکہ تنظیم نے اس پیمانے پر کام نہیں کیا جس پر اُسے کرنا چاہیے تھا، گویا میرے لیے ایک مضبوط دشمن تعمیر کر دیا گیا، میڈم آپ میری درخواست اوپر پہنچا دیں کہ میں اس وقت تک دل جمعی سے کام نہ کر سکوں گا جب تک شیران ہلاک نہیں ہو جاتا۔"

"تم نے ایک دوسرے دشمن کا بھی نام لیا ہے بادشاہ خان، براہ کرم اس کا نام پھر سے دُہراؤ۔"

"اس کا نام مارلینو ہے۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"مقامی باشندہ جو گانگ ٹو میں رہتا ہے۔"

"ہاں میڈم میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"بادشاہ خان تم زحمت کرو، ہائینڈل گلیمر کے واٹر ہاؤس

نمبر ایک سو بیس میں، مَیں تمہارا انتظار کر رہی ہُوں سمجھے، ہائیڈل گلیمر واٹر ہاؤس نمبر ایک سو بیس۔" دُوسری طرف سے ایڈنا ڈمپل کی آواز آئی اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا گیا۔ بادشاہ خان چونک پڑا تھا۔

ایسا کبھی نہیں ہُوا تھا، ایڈنا ڈمپل سے اس کی ملاقات صرف دو بار ہُوئی تھی اور وہ بھی انتہائی ضروری حالات میں۔ مارلینو کا نام سُن کر ایڈنا ڈمپل نے اُسے کیوں طلب کر لیا تھا؟ چند لمحات وہ سوچتا رہا اور پھر ٹرانسمیٹر آف کر کے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کار میں ہائیڈل گلیمر کی طرف جا رہا تھا۔

یہ ایک دریائی علاقہ تھا جس کے ایک حصّے کو دریا میں کاٹ کر انتہائی خوب صورت بنا لیا گیا تھا، یہاں بڑے بڑے لانچر کھڑے رہتے تھے اور ان لانچرز کو بوٹ ہاؤس کی شکل دے دی گئی تھی، یہ لانچرز بڑے بڑے لوگوں کے تھے اور عام آدمی ان کی تفریحات کا تصور تک نہیں کر سکتے تھے۔ واٹر بوٹس نمبر ایک سو بیس کے کنارے سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا تھا۔ کناروں پر چھوٹی چھوٹی کرائے کی ڈونگیاں چوبیس گھنٹے کرائے پر مل جاتی تھیں، بادشاہ خان نے ڈرائیور سے وہیں رُک کر انتظار کرنے کے لیے کہا اور ایک ڈونگی پر سوار ہو گیا۔ اُس نے واٹر ہاؤس نمبر ایک سو بیس کی طرف اشارہ کر دیا تھا، مستعد ملاح ڈونگی کو چلاتا ہُوا بوٹ ہاؤس کی جانب چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ڈونگی بوٹ ہاؤس کے کنارے جا لگی۔

رات کی تاریکی میں بوٹ ہاؤس پر گہرا سنّاٹا چھایا ہُوا تھا، لیکن اس کا اندرونی حصّہ روشن تھا جس سے اس میں زندگی کا احساس ہوتا تھا۔ لوہے کی ایک سیڑھی نیچے لٹکی ہُوئی تھی، بادشاہ خان اس سیڑھی کے ذریعے اوپر پہنچ گیا۔ ڈونگی کو اس نے ایک کرنسی نوٹ دے کر واپس روانہ کر دیا تھا۔ ہاؤس بوٹ کے اُوپری عرشے پر پہنچ کر بادشاہ خان نے زور سے آواز لگائی۔

"بادشاہ خان حاضر ہو گیا ہے۔ میں میڈم کی خدمت میں حاضری چاہتا ہُوں۔"

اس وقت ہاؤس بوٹ کے اندرونی حصّے سے ایک دراز قامت آدمی نکلا جو بادشاہ خان کا شناسا تھا، دونوں میں رسمی بات چیت ہُوئی اور وہ شخص بادشاہ خان کو لیے ہُوئے ہاؤس بوٹ کے اندرونی حصّے میں پہنچ گیا۔

کافی بڑی جگہ تھی جس میں بیٹھنے کے لیے خوب صورت نشستیں لگائی گئی تھیں، سامنے ہی ایک چھوٹا سا اسٹیج بنا ہُوا تھا جس کے عقب میں بڑا سفید پردہ لگا ہُوا تھا، اس ہال کے بائیں سمت ایک اور چھوٹا سا دروازہ نظر آ رہا تھا، جونہی بادشاہ خان اندر داخل ہُوا دروازے کے دوسری طرف روشنی ہو گئی اور پھر ایڈنا ڈمپل شب خوابی کے خوبصورت لباس میں مسکراتی ہُوئی باہر نکل آئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک شوخ سی چمک لہرا رہی تھی۔

"پہاڑوں کے شیر کو سلام۔" اس نے مخصوص انداز میں کہا۔

"بادشاہ خان میڈم ڈمپل کی خدمت میں حاضر ہو کر خوشی محسوس کرتا ہے۔" بادشاہ خان بھاری لہجے میں بولا۔

"بیٹھو بادشاہ خان، تمہاری شخصیت دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے، بہت کم لوگ تمہاری عمر میں تمہاری طرح چاق و چوبند اور جوان نظر آتے ہیں۔" ایڈنا ڈمپل اپنی عمر سے بڑھ کر بول رہی تھی... اوّل تو اس کی عمر کا صحیح تعین بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، بیک نگاہ وہ کئی شخصیتوں کی مالک نظر آتی تھی۔ کبھی ایک خوب صورت اور نوجوان لڑکی، کبھی زیرک اور مدبّر عورت۔ ہر نگاہ اس کی ایک نئی شخصیت کی آئینہ دار ہوتی تھی۔

بادشاہ خان بیٹھ گیا۔ ایڈنا ڈمپل خود بھی اس کے نزدیک بیٹھ گئی تھی: "تمہیں تنظیم سے شکایات پیدا ہو گئی ہیں۔ بادشاہ خان مجھے اس کا بے حد افسوس ہے۔"

"میں آپ کو اس کی وجوہ بتا چکا ہُوں میڈم۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ تمہاری اُلجھنوں کو میں نے دِل سے تسلیم کیا ہے خان۔ لیکن تم یقین کرو کہ تنظیم کبھی اپنے ساتھیوں کو نظر انداز نہیں کرتی۔ تنظیم میری نہیں ہے بلکہ میں بھی اس کی رُکن ہُوں اور یہ الفاظ ایک رُکن کی حیثیت سے ہی مَیں تم سے کہہ رہی ہُوں۔ بس بعض اوقات مصروفیت کسی دو نمبر کام کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔ مَیں نے اُسے دو نمبر کام اس لیے کہا ہے کہ تنظیم کی اپنی مصروفیتیں بے پناہ ہیں اور ہم جلد از جلد اپنے مفادات حاصل کر لینا چاہتے ہیں کیونکہ مضبوط دشمن کو یہ موقع نہیں دیا جا سکتا کہ وہ ہمارے ہدف کو ہمارے خلاف مضبوط کر دے۔ تمہارے پڑوسی ملک کے حالات تمہارے سامنے ہیں۔ ہم نے جو کچھ کرنا چاہا تھا اس میں تھوڑا سا تساہل ہو گیا بس حالات بگڑ گئے اور اب صورتِ حال کیسی ہے اس کا اندازہ تمہیں خود ہو گا۔"

"مَیں تسلیم کرتا ہُوں میڈم۔ لیکن ہر انسان کی اپنی ایک زندگی ہوتی ہے۔ تنظیم کے کام عظیم تر ہیں لیکن زندگی مختصر ترین اور اگر اس زندگی میں کچھ ایسی آرزوئیں تشنہ رہ جائیں جو حاصلِ زندگی ہوں تو موت کے بعد بھی سکون ملنا مشکل ہے۔" بادشاہ خان نے بھاری لہجے میں کہا۔

"مَیں حالات سے واقف ہُوں اور بادشاہ خان مَیں

نے مخلصانہ طور پر تمہارے معاملات کے بارے میں اُوپر بھی اطلاع دے دی ہے۔ وہاں سے مجھے ہدایت ملی ہے کہ مَیں تمہارے سلسلے میں تسلّی بخش طور پر کام کروں۔ میں نے اس ہدایت سے غفلت نہیں کی ہے بادشاہ خان۔ کیا تمہارا دُشمن درحقیقت خطرناک ہے؟"

"آپ ابھی تک اس پر قابو نہیں پا سکیں میڈم۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے۔ مَیں اس کے سلسلے میں کافی نقصانات اُٹھا چکی ہُوں۔ میرے کئی آدمی اس کے ہاتھوں مارے گئے ہیں لیکن تمہیں فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔ ایک تنہا انسان ہمارے ہاتھوں سے کب تک بچ سکے گا۔ بہت جلد میں گروپ سی کو اس پر مامور کرنے والی ہُوں۔ گروپ سی کے بارے میں جانتے ہو بادشاہ خان؟"

"اب تک کون کام کر رہا تھا؟"

"گروپ ڈی۔"

"میری درخواست ہے میڈم کہ آپ گروپ اے سے کام لیں کیونکہ آپ اسے جس قدر نرم چارہ سمجھ رہی ہیں وہ اتنا نرم چارہ نہیں ہے اور پھر اس کا اشتراک ایک اور خطرناک آدمی سے ہو گیا ہے۔"

"ہاں یہ عجیب اطلاع دی تم نے۔ تمہیں یہ کیسے علم ہُوا کہ وہ مارنیلو سے منسلک ہو گیا ہے؟"

"گری تھاؤ کاؤچی۔ منشیات کی اسمگلنگ اور فروخت کے سلسلے میں بنکاک اور اس کے نواح میں ایک اہم نام تھا لیکن اب اس کے گروہ کا نام و نشان مٹ چکا ہے۔"

"خوب۔ کس طرح؟"

"شیران کے ہاتھوں۔"

"اوہ۔ کیا واقعی؟"

"شیران نے کاؤچی گروپ کے ایک ایک فرد کو چُن چُن کر قتل کر دیا اور اس کے منشیات کے تمام سیلز ڈپوز پر قبضہ کر لیا۔ یہ سیلز ڈپو اب مارلی نو کے نام پر چل رہے ہیں۔"

"بہت عمدہ۔ ہمیں معلوم نہ تھا اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ہم ان چیزوں پر توجہ نہیں دیتے۔"

"مَیں جانتا ہُوں۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔ "لیکن چونکہ میرا تعلق براہِ راست ان معاملات سے تھا۔ اس لیے میں نے اس پر نگاہ رکھی، ابتدا میں مجھے بھی اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ لیکن گری تھاؤ کاؤچی کے گروہ کی ایک رُکن اینڈرا کاؤچی جو خاص مشہور عورت ہے اور خود بھی اچھی خاصی شخصیت کی مالک، بے بس ہو کر اپنی جان بچانے کے لیے میری پناہ میں آ گئی۔ اس نے مجھے تفصیلات مہیا کیں اور شیران کی تصویر بھی۔ تب مجھے پتہ چلا کہ میرا دُشمن میرے کس قدر قریب پہنچ چکا ہے۔ مَیں نہیں جانتا میڈم کہ وہ شخص کس لیے بنکاک میں داخل ہُوا ہے اس کی یہاں موجودگی میرے لیے بے حد حیرت انگیز ہے، اس کے علاوہ وہ میرے سب سے بڑے دُشمن مارلینو سے منسلک ہے۔"

"وہ کیوں۔ یہی میں جاننا چاہتی ہُوں۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"بہت پُرانی بات ہے میڈم۔ یہ شخص ایک معمولی سا دیہاتی تھا، شاید ہانگ کانگ کا باشندہ، وہ ہماری خفیہ تنظیم کے کچھ رازوں سے واقف ہو گیا تھا، ہم نے اُسے قابو میں کر لیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھینک دیے، ہمارا ایک ساتھی جو جرمن سائنسدان ہے، ڈاکٹر ہینڈرک کہلاتا ہے وہ، اسے تجربے کے لیے کسی شخص کی ضرورت تھی، اُس نے ہاتھ پاؤں کٹ جانے کے باوجود بچ جانے والے مارلینو کو اپنا تختۂ مشق بنایا، اسے مصنوعی ہاتھوں اور مصنوعی ٹانگوں سے مزین کیا، اس پر اپنے سائنسی تجربات آزمائے لیکن ہینڈرک نہیں جانتا تھا کہ آنے والا وقت کس قدر خطرناک ہو گا، مارلینو وہاں سے فرار ہو گیا۔ میڈم ہینڈرک نے کچھ اور حماقتیں بھی کی تھیں، اس نے مارلینو کے ذہن کو اپنے خاص تجربے کا شکار بنایا اور اپنی تمام یادداشتیں اسے دے دیں، اس طرح مارلینو ہینڈرک کا عکس بن گیا، لیکن ہینڈرک یہ بات نہیں جانتا تھا کہ مارلینو اُسے دھوکا دے سکتا ہے، مارلینو اس کے تمام فارمولے لے کر فرار ہو گیا، اور ایک طویل عرصے تک رُوپوش رہا۔ ہینڈرک اُسے تلاش کرنے کی ساری کوششوں میں ناکام رہا اور پھر وہ خاموش بیٹھ گیا۔ کون جانتا تھا کہ مارلی نو کسی وقت ایک ایسا نام بن کر اُبھرے گا۔ وہ زندہ ہے اور مجھے ثبوت مل چکے ہیں کہ ہانگ کانگ میں وہ ایک مضبوط سائنسی حیثیت کا مالک ہے۔"

"ہاں یہ بات ہمارے علم میں ہے۔ بہرحال بادشاہ خان۔ شیران کے معاملے کو ذہن سے نکال دو۔ تمہیں یقین دلایا جا سکتا ہے۔"

"وہ کیا میڈم؟"

"شیران تمہیں اور کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"بات نقصان کی نہیں ہے میڈم۔" بادشاہ خان جھنجلائے ہُوئے انداز میں بولا۔ "اس کا قتل میری زندگی کا اہم مشن ہے۔ دُوسری صورت میں مَیں کبھی پہاڑوں کا رُخ نہیں کر سکوں گا۔ چٹانوں کے باشندے انسان کی شناخت اس کے دُشمنوں سے کرتے ہیں۔ کسی کا دُشمن آزاد

ہوتو اُس کی ماں اور باپ لوگوں کی قیامت آمیز باتوں کا نشانہ رہتے ہیں ہمارے لیے اس سے بڑی گالی اور دُوسری نہیں ہوتی میڈم کہ ہمارا دُشمن زندہ رہے۔ مجھے شیران کا سر درکار ہے۔ اسے لے کر میں تمہا نہ جاؤں گا اور اُسے تمہانہ کے بڑے دروازے پر لٹکا دُوں گا۔ جہاں نقیب دِن رات نقارے بجا کر اعلان کرتے رہیں گے کہ بادشاہ خان نے اپنے دُشمنوں سے انتقام لے لیا۔"

"ایسا ہی ہوگا بادشاہ خان لیکن اس کے لئے کچھ وقت درکار ہوگا۔"

"یہ وقت میرے لیے پریشان کُن بھی ہوسکتا ہے میڈم۔"

"وہ کیسے بادشاہ خان؟"

"میرے بھتیجے بھی انھیں علاقوں میں ہیں اگر اُنھیں علم ہو گیا کہ شیران اسی علاقے میں موجود ہے تو وہ اس کی راہ پر چل پڑیں گے اور کسی طور باز نہ رہ سکیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ ان میں سے کوئی کم ہو اور یکدم اگر ایسا ہوگیا... تو میں انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ مجھے تنظیم چھوڑنا پڑے گی۔ میں اپنا مشن تنظیم کے کاندھوں پر نہیں ڈالنا چاہتا لیکن مجھے اپنی کارروائی سے روکا گیا تھا اور اس وعدے کے ساتھ روکا گیا تھا کہ تنظیم اس کام کو پورا کرے گی۔ میں آج بھی تنظیم سے چھٹی طلب کرسکتا ہوں تاکہ اپنے اس مشن کی تکمیل کرسکوں۔ میں اتنا بے حقیقت نہیں ہوں مادام۔ میں اپنے علاقے میں جاکر ایسے حالات پیدا کرسکتا ہوں کہ شیران کو اس علاقے میں واپس جانا پڑے، اور اس کے بعد میرے اور اس کے درمیان فیصلہ ہوجائے لیکن تنظیم کے مفادات متاثر ہوں گے۔

"گروپ سی کی کارروائی کے نتائج کا انتظار کرلیں بادشاہ خان اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں تو مناسب ہوگا۔"

"اس کے لیے مجھے کتنا انتظار کرنا ہوگا؟"

"میرے خیال میں ایک ماہ۔"

"بہتر۔ میں ایک وفادار کی حیثیت سے یہ عرصہ قبول کرتا ہوں لیکن اس کے بعد مجھے اجازت مل جانی چاہیے۔"

"میں اوپر بات کروں گی۔ مارلینو کے بارے میں اور کیا معلومات ہیں تمھیں...؟"

"اس سے زیادہ نہیں۔"

"اوکے بادشاہ خان۔ تمھیں تنظیم پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ میں ابھی کوئی فیصلہ کُن بات نہیں کہہ سکتی لیکن صرف ایک بات کا تمھیں یقین دلایا جاتا ہے۔ شیران کے ہاتھوں تمھیں یا تمھارے اہل خاندان کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیا جائے گا۔"

"میں بے چینی سے ایک ماہ کے گزرنے کا انتظار کروں گا میڈم۔" بادشاہ خان اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ ایڈنا ڈمپل اُسے ہاؤس بوٹ کے بیرونی حصّے تک چھوڑنے آئی۔ اس بار ہاؤس بوٹ کی اپنی کشتی بادشاہ خان کو کنارے لے گئی تھی جہاں اس کا ڈرائیور منتظر تھا۔

بادشاہ خان کے نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد ایڈنا ڈمپل واپس اسی ہال میں آگئی۔ اندر پہنچ کر اس نے تالی بجائی اور وہی شخص اندر داخل ہوگیا جو بادشاہ خان کو اس ہال تک لایا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نفیس قسم کا ٹیپ ریکارڈر دبا ہُوا تھا۔ ایڈنا ڈمپل کے سامنے اُس نے سر خم کیا اور ایڈنا نے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اس شخص نے ٹیپ ریکارڈر ایک میز پر رکھ کر اُسے آن کردیا۔

"اس کا قتل میری زندگی کا اہم مشن ہے۔ ایڈنا ڈمپل نے ایک کاغذ پر نوٹ کیا۔

"میں انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ مجھے تنظیم چھوڑنی پڑے گی۔ میرے اور اُس کے درمیان فیصلہ ہوجائے گا۔ لیکن تنظیم کے مفادات متاثر ہوں گے۔" وہ ٹیپ ریکارڈر سے مختلف جُملے نوٹ کرتی رہی اور کیسٹ ختم ہوگیا۔

"جاؤ۔" اُس نے اس شخص سے کہا اور وہ شخص ٹیپ ریکارڈر لے کر واپس چل پڑا۔

"سنو یہ کیسٹ نکال کر مجھے دے جاؤ۔" ایڈنا ڈمپل پُررعب لہجے میں بولی اور اس شخص نے ٹیپ ریکارڈر میں لگا ہُوا کیسٹ ایڈنا ڈمپل کے حوالے کردیا۔ اس کے بعد ایڈنا ڈمپل اس ہال سے ملحق ایک دروازے میں داخل ہوگئی، جہاں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا اور پھر وہ ایک باقاعدہ رپورٹ تیار کرنے لگی۔ رپورٹ تیار کرنے کے بعد اُس نے لفافے میں رکھی اور اسی شخص کو بلا کر کہنے لگی "اسے فوری طور پر روانہ کردو۔"

"اوکے میڈم۔" اس شخص نے جواب دیا اور لفافہ لے کر چلا گیا۔ ایڈنا ڈمپل اپنی جگہ سے اُٹھ گئی تھی پھر وہ لباس تبدیل کرنے لگی... تھوڑی دیر کے بعد اسی کشتی میں بیٹھ کر کنارے تک جارہی تھی۔ جونہی کشتی کنارے سے لگی، ایک خوب صورت کار اُس کے نزدیک آکر رُک گئی اور ایڈنا ڈمپل اس میں بیٹھ کر چل پڑی۔ اس کی منزل ایک انتہائی شاندار عمارت تھی۔ اس عمارت پر ایک فلیگ لہرا رہا تھا، جو ایک بڑے ملک کا تھا، اسی عمارت میں ایڈنا ڈمپل کا قیام تھا۔ وہ اپنی

خواب گاہ میں پہنچ کر ایک بار پھر لباس تبدیل کرکے لیٹ گئی اور اپنے ذہن میں دوسرے دن کا پروگرام مرتب کرنے لگی۔

دُوسرے دن تقریباً ایک بجے اُسے فون پر ایک پیغام موصول ہُوا اور اُس نے اس کا جواب دے دیا، اسی شام تقریباً چار بجے اسی عمارت کے ایک خاص کمرے میں ایک میٹنگ منعقد ہُوئی جس میں تقریباً تیرہ افراد شریک ہُوئے تھے، یہ سب کے سب مقامی نہیں تھے بلکہ اُن کا تعلق اسی بڑے ملک سے تھا جس کا فلیگ اس عمارت پر لہرا رہا تھا، ایڈنا ڈمپل اُن کے درمیان ایک نمایاں حیثیت کی حامل نظر آتی تھی وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی اُس نے دونوں ہاتھ میز پر رکھے اور دستانے اتارنے لگی، اس دوران خاموشی طاری رہی تھی۔ پھر بھاری جبڑوں والے ایک شخص نے کہا۔

"عجیب وغریب صورت حال پیدا ہوگئی ہے میڈم، ہم اس صُورت حال سے نمٹنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرسکتے ہیں؟"

"آپ لوگوں نے بادشاہ خان کے نظریات سُنے؟"

"ہاں۔"

"ہرچند کہ بادشاہ خان کے الفاظ میں کوئی جارحیت نہیں ہے بلکہ وہ ایک جذباتی سی گفتگو ہے لیکن ہمیں فولادی سکون درکار ہیں اور فولاد جذبات سے عاری ہوتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"بادشاہ خان نے ہمارے لیے جو کچھ کیا ہے وہ قابلِ قدر ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے کسی کارکن کو کوئی نقصان پہنچے لیکن اس کی عمر اس سے تجاوز کرچکی ہے اور ہرچند کہ اس کے قوی مضبوط ہیں اور وہ اچھی صحت کا مالک ہے لیکن ان قبائلیوں کے طور اطوار ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہیں۔ میں نے اس شخص کے لیے جو کچھ کیا ہے اس کی رپورٹ پیش کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور میڈم، ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔" ایک آدمی نے کہا اور ایڈنا کے حکم پر کمرے میں گہری تاریکی پھیل گئی، عقب سے کچھ سرسراہٹیں بلند ہورہی تھیں اور پھر سامنے لگے ہُوئے ایک اسکرین پر بجلیاں تڑپنے لگیں۔ چند لمحات کے بعد اس پر کچھ تصاویر ساکت ہوگئیں۔ یہ شیران اور تاذنی کی تصاویر تھیں۔ تبھی ایڈنا کی آواز اُبھری۔

"آپ نے شیران کو پہچان لیا ہوگا؟"

"یہ سرخ وسفید قبائلی؟"

"ہاں۔ یہی شیران ہے۔"

"خوبصورت جوان ہے۔"

"یہ رکمین بل کا علاقہ ہے۔ گروپ ڈی کے کچھ نمائندے یہاں کام کرتے ہیں۔ انھوں نے اس سے چھیڑ خانی کی اور اُس نے تنہا ان لوگوں کو بُری طرح مارا۔ مجھے اس کی اطلاع ملی تو میں نے اپنے مخصوص نظریے کے تحت ایک خفیہ ٹیم روانہ کردی تاکہ وہ اس کے عمل کی فوٹوگرافی کرے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کچھ ہدایات بھی دی تھیں۔ تب سے آخر تک اس شخص کی فلم بنائی جاتی رہی۔ ابتدا کے کچھ سین ہمارے پاس نہیں لیکن اس کے بعد کی فلم ملاحظہ ہو۔"

شیران ہوٹل میں نظر آیا جہاں وہ کاؤنٹر کلرک سے ہوٹل کے فرنیچر کے بارے میں معلوم کررہا تھا۔ پھر اُس نے ہنٹو کے بارے میں پُوچھا اور پھر وہ چاروں لڑکے نظر آئے جو سیڑھیوں سے نیچے اُتر رہے تھے پھر پوری جنگ کا منظر۔ اس کے بعد دُوسرا منظر آیا اور ایڈنا کی آواز اُبھری۔

"یہ گھڑسوار ٹیم سی گروپ کے ارکان ہیں۔ یہ ایکشن میں بہترین پلانر

ہیں اور اُنھیں ہدایت تھی کہ اسے قتل کردیں۔ لیکن۔۔ ملاحظہ فرمایئے۔"

حیرت انگیز فلم تھی۔ شیران کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوگا کہ اس کے دُشمنوں کے علاوہ کچھ خفیہ لوگ بھی اس کے پیچھے لگے ہوں گے۔ جو باقاعدہ اس کی فوٹوگرافی کر رہے ہیں۔ شیران نے ان سب کو ختم کر دیا۔

پھر نمبر تین آیا اور اس میں موجود قوی ہیکل فولادی شخص کو دیکھ کر وہ سب چونک پڑے۔ "فلنٹ" ان میں سے ایک نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ فلنٹ سے پہلے کی کوششوں کا جائزہ لیجیے۔" ایڈنا نے کہا اور وہ منظر نظر آیا جب ہیلی کاپٹر شیران پر فائرنگ کر رہا تھا، اور شیران ان سے بچ رہا تھا۔ پھر قوی ہیکل شخص نظر آیا جو چٹان پر کھڑا تھا۔

"کیا فلنٹ بھی اُسے قتل نہ کر سکا؟" ان میں سے ایک نے حیرت سے دُہرایا۔

"فلنٹ اُس کے ہاتھوں سے بال بال بچا ہے۔ آپ لوگوں کو علم ہے کہ فلنٹ گروپ اے کا آدمی ہے۔"

"ہاں اُسے تو ایک فوج تسلیم کیا جاتا ہے۔"

"لیکن فوج شیران سے ہار گئی ہے۔" ایڈنا نے کہا اور پھر اس خونریز لڑائی کا منظر سامنے آگیا۔ تمام لوگ مُنہ پھاڑ سے دیکھ رہے تھے۔ فلنٹ شیران کے ہاتھوں زخمی ہوکر واپس آگیا اور اسکرین سفید ہوگیا۔ ایڈنا ڈمبل ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

"بلاشبہ بہترین لڑاکا ہے۔"

"اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ گانگ ہُو کے مارتھیلو کا دوست ۔۔۔ بلکہ اس کا جانشین۔" ایڈنا مسکرا کر بولی۔

"اوہ۔ اوہ۔ اوہ۔" سبھی کے مُنہ سے آوازیں نکلیں۔

"اور مارتھیلو تنظیم کے لیے بہت دلکش ہے۔ طویل عرصہ سے ہم اس کی تاک میں ہیں۔"

"بے شک" جواب ملا۔ پھر کسی نے کہا۔

"لیکن میڈم۔ ہم ان باتوں کا مطلب نہیں سمجھ سکے۔"

"بادشاہ خان۔ اسّی سال سے تجاوز کر چکا ہے۔ کون جانے اب آپریشن تک اس کی صحت کیسی رہے! کیا ہمیں اس کی جگہ کسی نئے خون کی ضرورت نہ ہوگی جس کا تعلق پہاڑوں سے ہو اور جو بادشاہ خان سے زیادہ وحشی ہو۔ اس سے زیادہ شاندار ہو۔"

ایڈنا کی مسکراہٹ بے حد خوفناک تھی۔

ہال میں بیٹھے تمام لوگوں کے چہروں پر حیرت کے نقوش نمایاں ہوگئے تھے۔ وہ ہونقوں کی طرح ایڈنا کو دیکھ رہے تھے ایڈنا ان کی حیرت سے لطف اندوز ہوتی رہی پھر اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تنظیم ہماری زندگی، ہمارا مستقبل ہے اور اس سے وفاداری ہمارا ایمان ہے۔ کسی ایک شخص کو اگر کسی علاقے کا انچارج بنایا جاتا ہے تو اس کا مقصد صرف یہ نہیں کہ وہ چند لوگوں کے ساتھ اس علاقے میں زیرِ زمین حکومت کرتا رہے۔ ہمارے سفارت خانے دنیا بھر میں ہمارے ملک کی نمائندگی اور اس کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں اور ہم اس کے سفیر ہوتے ہیں۔ جو کام قانوناً ممکن نہ ہوں ان کی انجام دہی کی ذمّہ داری ہماری ہوتی ہے۔ چونکہ ہمارا نظریہ صرف اتنا ہی نہیں کہ ہم پارٹی کے سونپے ہوئے کاموں کو انجام دیتے رہیں بلکہ اگر اس کے مفاد میں کوئی اور بات بھی ہمیں نظر آئے تو ہمارا فرض ہے اسے نظرانداز نہ کریں۔ شیران کی کہانی پہاڑوں سے شروع ہوتی ہے اس علاقے میں جہاں ہم ایک طویل نظریاتی جنگ لڑنا چاہتے ہیں اور جس کے ایک ایک چپّے کی نگرانی ہمارا فرض ہے۔ بادشاہ خان اس علاقے میں ہمارا نمائندہ ہے اس کے ذریعے ہم اس علاقے کو کنٹرول کرنا چاہتے ہیں۔ پہاڑوں کی اپنی روایات ہیں، یہ لوگ جس قدر جری، بہادر اور خونخوار ہوتے ہیں اس کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے۔ ان کی زندگی بندوق ہے ان حالات میں بادشاہ خان جیسے خودسر کو قابو میں کرنا معمولی کام نہیں تھا۔ لیکن اب بلاشبہ بادشاہ خان ہمارے تحفظات کا بہت بڑا نگران ہے۔ اس کی اپنی ایک حیثیت بھی ہے اور اگر اس کی یہ حیثیت نہ ہوتی تو وہ ہمارے کام کا آدمی نہ ہوتا وہ لوگ جو کسی طرح ضمیر فروش نہیں ہوتے بڑی مشکل سے قابو میں آتے ہیں۔ بادشاہ خان کو ان لائنوں سے ہم نے نہیں روکا۔ اس کی اپنی ایک پارٹی ہے جس کے ذریعے وہ دنیا بھر میں اسمگلنگ کا کاروبار کرتا ہے۔ لیکن ہم نے اسے دولت پر نہیں رجھایا بلکہ اسے جگہ جگہ وہ تحفظ فراہم کیا جو اس کے لیے بے حد معاون ثابت رہا۔ اس طرح ہم نے بادشاہ خان کو اپنا مطیع کرلیا اور اب ہم جب بھی ان پہاڑوں میں اپنی جدوجہد کا آغاز کریں گے تو بادشاہ خان ہمارا بہترین ساتھی ثابت ہوگا لیکن ابھی اس جدوجہد کے لیے کافی وقت پڑا ہے اور بادشاہ خان کی ذہنی کیفیت بگڑ چکی ہے۔ وہ دُشمنی کے جال میں اس طرح گرفتار ہوا ہے کہ

اس پر تنظیم کے مقاصد بھی بے اثر ہونے لگے ہیں۔ اس وقت جب وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا تنظیم کے افراد نے اسے ہنگامہ آرائی سے روکا۔ اس لیے کہ پہاڑیوں کا سکون متاثر نہ ہو اور ہمارے کاموں میں دقت نہ پیش آئے۔ لیکن اس کا دُشمن جسے آپ دیکھ چکے ہیں بلاشبہ چالاک تھا۔ وہ اسے جُل دے کر صاف نکل آیا۔ بلاشبہ تنظیم نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے دُشمن کو گرفتار کرکے اس کے حوالے کر دیا جائے گا لیکن تنظیم کے سامنے ایک ہی مقصد نہیں ہوتا اور پھر کسی تنہا شخص کو گرفتار کرنا یا قتل کرنا اتنی بڑی بات نہیں ہے لیکن اس کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا بادشاہ خان کی فرمائش پر میں نے شیران کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا میں نے یہ بات بادشاہ خان کو بھی نہیں بتائی لیکن ہمارا گروپ سی، بی اور ایلے، تینوں اس شخص کو قتل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ خاص طور پر ہمارا یہ لڑاکا جس پر ہمیں بہت زیادہ اعتماد تھا اس کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے جس کی وجہ سے اچانک میرے ذہن میں تبدیلیاں پیدا ہوئیں اور میں نے اسے زندہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ تم لوگ شاید اس بات پر صحیح انداز میں غور نہیں کر رہے بلاشبہ بادشاہ خان ہمارا پرانا خادم ہے اور تنظیم کی خدمت کے لیے اس نے کافی نمایاں کام انجام دیئے ہیں لیکن وہ بوڑھا گھوڑا ہے اور بوڑھا گھوڑا کسی بھی وقت لنگڑا ہو سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ بادشاہ خان ایک پُروقار اور طاقتور سردار رہے لیکن میں نے پہاڑوں کے بارے میں جتنی معلومات حاصل کی ہیں ان کے تحت سرداری کسی ایک خاندان میں نہیں رہتی، بلکہ وہ لوگ صفات کا خیال رکھتے ہیں اور کسی ایسے شخص کو سردار بناتے ہیں جو نمایاں خصوصیات کا حامل ہو۔ بادشاہ خان کی جگہ شیران کو دی جاسکتی ہے اور حقیقت میں شیران اس قابل ہے کہ ان لوگوں کا سربراہ بنے۔ اگر ہم بادشاہ خان کو اس کی جگہ فائز رہنے دیں اور شیران کی تربیت کرتے رہیں اس وقت کے لیے جب ہم اپنے مقصد کے لیے کھڑے ہوں تو میرے خیال میں یہ ایک انتہائی سودمند بات ہوگی، میں آپ لوگوں کو اس نوجوان کی جھلک دکھا چکی ہوں اور اب آپ کا فیصلہ چاہتی ہوں۔" ایڈنا ڈمبل خاموش ہوگئی۔

ہال میں بھنبھناہٹ سی گونجنے لگی تھی۔ وہ لوگ آپس میں تبادلہ خیال کر رہے تھے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"میں ان تمام لوگوں کی نمائندگی کر رہا ہوں میڈم درحقیقت یہ پروگرام بُرا نہیں ہے خاص طور سے اس لیے کہ بادشاہ خان کے لہجے سے بغاوت کی بُو آنے لگی ہے۔ ہم تنظیم کے لیے کسی بھی ایسے شخص کو برداشت نہیں کر سکتے جو ذاتی مقاصد کے لیے تنظیم کی راہ میں رکاوٹ بنے۔ ممکن ہے اس کی وجہ سے تنظیم کو نقصان پہنچ جائے۔ ہونا تو یہ چاہیئے میڈم کہ ان الفاظ کے بعد بادشاہ خان کی زبان ہمیشہ کے لیے خاموش کردی جائے لیکن مصلحت کا تقاضہ ہے کہ ابھی انتظار کریں۔ ہم متفقہ طور پر یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ آپ شیران کی تربیت کریں اور اسے تنظیم کے مقاصد کے لیے تیار کرلیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ نوجوان ایک اتنے بڑے منصب کو سنبھالنے کے قابل ہو بھی سکے گا یا نہیں۔"

ایڈنا ڈمبل کے ہونٹوں پر پُرمسرت مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے پُراثر لہجے میں کہا۔

"مجھے بے حد مسرت ہوگی کہ اگر میں تنظیم کو ایک بہترین کارکن دے سکوں براہ کرم آپ لوگ اپنے اپنے فارم پُر کرکے میرے حوالے کردیں تاکہ میں یہ تجویز بڑوں کو بھیج کر فوراً منظوری حاصل کرلوں۔" ایڈنا خاموش ہوگئی۔

ہال میں بیٹھے تمام لوگ اپنے سامنے رکھے ہوئے فائلوں سے وہ فارم نکالنے لگے جو ان کے سامنے رکھے گئے تھے۔ اُنھوں نے اس پر اپنے ریمارکس لکھے اور اس کے بعد یہ میٹنگ برخاست ہوگئی۔

⦿

اس کے بعد کا راستہ پیدل ہی طے کرنا پڑا تھا پھر شہر میں داخل ہوکر جو سب سے پہلی ٹیکسی اُسے نظر آئی اشارے سے اسے روکا اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا تو سامنے ہی میگنیشا پر نظر پڑی تھی۔ میگنیشا کو پچھلے چند دنوں سے یہ احساس ہوتا جا رہا تھا کہ شیران اب آدمی بنتا جا رہا ہے۔ وہ مسکراتی ہوئی شیران کی طرف بڑھی اور اس کے نزدیک پہنچ گئی لیکن شیران نے قدم نہیں روکے۔

"ہیلو مسٹر شیران، کافی دن کے بعد واپسی ہوئی، کیا بنکاک سے کہیں باہر تشریف لے گئے تھے۔"

"فضول باتوں سے گریز کیا کرو، میں فالتو باتوں کو پسند نہیں کرتا میرے لیے کافی اور ناشتے کا دوسرا سامان بھجواؤ۔" شیران بگڑے ہوئے لہجے میں بولا اور میگنیشا نے بے اختیار گردن جھکادی۔ وہ ٹھٹک کر رہ گئی تھی۔ شیران نے جو کچھ کہا تھا اس کی تکمیل بھی بے حد ضروری تھی۔ چنانچہ وہ کچن کی جانب بڑھ گئی اور پھر گریکپر کو شیران کی آمد کی اطلاع دی۔

چند لمحے بعد گریکپر شیران کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ شیران کے سامنے برتن رکھے تھے اور وہ وحشیانہ انداز میں کھانے میں مصروف تھا۔ گریکپر کو دیکھ کر اس نے ہاتھ اُٹھایا اور مسکراتا ہوا بولا۔

"آؤ آؤ کافی پیو میرے ساتھ، کیسے ہو تم سب؟"

"ٹھیک ہے مسٹر شیران، لیکن آپ کافی وقت ہم سے دُور رہے کیا کوئی مہم درپیش تھی؟"

"ہاں ہاں درپیش تھی لیکن مجھے شدید ناکامی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔"

"اوہو آپ کے لئے سارے خادم یہاں موجود ہیں آپ خود ہی ہر مسئلے میں کیوں مصروف ہو جاتے ہیں ہمیں بتلائیے کیا معاملہ ہے؟" گریچر بولا اور شیران کھاتے کھاتے رُک گیا چند لمحے وہ گریچر کو گھورتا رہا پھر ایک سالم انڈا حلق میں ٹھونستا ہوا بولا۔

"بڑی بات مت کیا کرو میرے سامنے، وہ لوگ جنھیں میں خود تلاش نہیں کر سکا تم ان تک کیسے جا سکتے ہو، اور اگر جا سکتے ہو تو جاؤ تلاش کرو انھیں، کچھ لوگوں کو مجھ سے دُشمنی ہوگئی ہے۔ وہ بے پناہ وسائل رکھتے ہیں، انھوں نے مجھ پر بہت سے قاتلانہ حملے کیے ہیں۔ ہیلی کاپٹر سے فائرنگ کی گئی میری کار میں بم رکھا گیا۔ کئی گھڑ سوار مجھ پر گولیاں چلاتے ہوئے میرے ہی ہاتھوں ہلاک ہوگئے۔ اس سے قبل ریگستان میں مجھ پر حملے ہوئے۔ میں اب تک ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکا کہ وہ کون ہیں اور کس لیے میرے دُشمن بن گئے ہیں۔" شیران نے کہا اور گریچر اس کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار تھے پھر اس نے کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو واقعی قابلِ تشویش ہے۔"

شیران نے کوئی جواب نہ دیا۔ دفعتاً ایک ملازمہ اندر داخل ہوئی اور اس نے گریچر کو اس کی کال کی اطلاع دی۔ گریچر، شیران سے معذرت کر کے اُٹھ گیا تھا۔ پھر وہ ملازمہ کے ساتھ اس کمرے میں آگیا، جس میں ٹیلی فون موجود تھا۔ فون کا ریسیور نیچے رکھا ہوا تھا۔ گریچر نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ "ہیلو گریچر بول رہا ہے۔"

"کیسے ہو۔" دوسری طرف سے جو آواز آئی اس نے گریچر کو چونکا دیا، وہ ایک دم مؤدب ہو گیا تھا۔

"اوہ، سر آپ؟"

"ہاں بھئی مجھے ایک ضروری کام سے یہاں آنا پڑ گیا ہے سوچا تمھاری خیریت ہی معلوم کرلوں۔" دوسری طرف سے مارلینو کی آواز سنائی دی۔

"آپ یہاں تشریف لائے ہیں سر... کہاں قیام ہے آپ کا، ہم سے ملاقات نہیں ہوگی آپ کی؟"

"میں پہنچوں گا تم تک، فی الوقت اپنے ایک دوست کے ہاں مقیم ہوں۔ ویسے حالات کیسے ہیں یہاں کے؟"

"سر آپ کو معلوم تو ہوگا ہی، منشیات کے اڈّے بس اب ہمارے نام پر چل رہے ہیں۔ کوئی بھی ہمارا مقابل نہیں ہے۔ ایک طرح سے اگر، کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ہم نے اپنے تمام مخالفوں کو اور مدمقابلوں کو شکست دی ہے اور اب یہاں کی مکمل آمدنی ہمیں مل رہی ہے اور یہ سب کچھ مسٹر شیران کی بدولت ہی ہوا ہے۔ وہ ذرا تیز مزاج کے واقع ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ ڈیلنگ خاصی مشکل ہوتی ہے۔ میگنیشا تو بہت زیادہ پریشان ہے اس سلسلے میں، لیکن بہرطور میں اسے سہارا دیے رہتا ہوں۔ اگر مسٹر شیران اپنے دوستوں کے ساتھ ذرا سا نرم رویہ اختیار کر لیں تو میرے خیال میں ان سے زیادہ بہتر انچارج کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔"

"گڈ، دیکھو گریچر بعض اوقات کام کے آدمی سے کچھ پریشانیاں بھی اُٹھانا پڑتی ہیں۔ یہ اس کا قصور نہیں ہے۔ اس کی فطرت میں چٹانوں کی سی سختی ہے۔ ایسی سنگلاخ چٹان کی مانند ہے وہ، جس پر کبھی سبزہ نہیں اُگتا۔ مجھے جواب دو، گریچر، کیا تم نے اسے کبھی... رنگ رلیوں میں بھٹکتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا تم نے اُسے عورت پرست پایا ہے۔ کیا وہ اپنی ذات کے لیے بہت زیادہ آرام پسند ہے؟"

"ہرگز نہیں جناب ایسی کوئی بات نہیں ہے ان میں۔"

"تو پھر تم خود سوچو، ایسا آدمی کسی کھردرے پتھر کی مانند نہ ہو تو پھر کیا ہو۔ اور ایسے کھردرے پتھر میں جس قسم کی خوبیاں ہونی چاہئیں وہ شیران میں موجود ہیں تم لوگ اس کی باتوں کو صرف اس لیے برداشت کرو کہ ہم نے اسے اپنا جانشین مقرر کیا ہے اور یقین کرو، میرا یہ انتخاب غلط نہیں۔ وہ مستقبل میں ہمارے لیے اتنی کار آمد چیز بننے والا ہے کہ اگر مارلینو زندہ بھی نہ رہے تو اس کا گروہ اسی شان سے اپنا کام انجام دیتا رہے گا۔ میگنیشا کو سمجھا دو، مجھے ابھی یہاں چند کام کرنے ہیں شاید کل میں تم سے ملاقات کروں۔" اس کے بعد مارلینو نے فون بند کر دیا۔

گریچر نے میگنیشا کو مارلینو کی آمد کے بارے میں اطلاع دے دی تھی لیکن مارلینو نے یہ نہیں کہا تھا کہ شیران کو بھی اس کے بارے میں بتا دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے خاموشی اختیار کی تھی۔ شیران بھی شاید اس طویل ہنگامہ خیزیوں سے تھک کر آج کل آرام کرنے کے موڈ میں تھا، چنانچہ اس دن وہ باہر نہ نکلا۔ دوسرا دن بھی اس نے گھر پر ہی گزارا، شام کے تقریباً چار بجے تھے۔ جب سیاہ رنگ کی ایک شاندار کار اس عمارت میں داخل ہوئی اور مارلینو اس سے برآمد ہوا۔

انتہائی خوبصورت لباس میں... کسی صحت مند آدمی کی طرح اپنے پیروں پر چلتا ہوا وہ عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہو گیا۔

گریچر اور میگنیشا نے اس کا استقبال کیا تھا اور مارلینو ان کے ساتھ بڑے ہال میں داخل ہو گیا پھر اس نے شیران کو اطلاع کرائی اور شیران دوڑا چلا آیا۔ اس وقت اس کا موڈ بہت خوشگوار تھا اور کسی بھی طور وہ غیر انسانی شخصیت کا مالک نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

"اوہ میرے خدا، تم کس قدر شاندار لگ رہے ہو مارلینو کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس وقت ایک ایسی شخصیت اس کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے۔ بس میں اسی لیے تمھیں پسند کرتا ہوں۔ تمھارے چہرے پر میں نے کبھی تردد کی ایک لکیر بھی نہیں دیکھی اور وہ لوگ جو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور خود اعتمادی ان کے چہرے سے نمایاں ہو، بہترین لوگ ہوا کرتے ہیں۔ تمھاری آمد کی اطلاع مجھے نہ مل سکی تھی۔ بہرصورت میں تمھیں اپنی مملکت میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"شکریہ۔" مارلینو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمھاری مملکت کی تعریفیں تو میں بہت سن چکا ہوں۔ اگر وقت ملا تو ان جگہوں کا معائنہ بھی کروں گا جو تمھارے کنٹرول میں چل رہی ہیں میں تمھارے لیے کچھ تحائف لے کر آیا تھا۔" مارلینو نے جیب سے تصویروں کا ایک پیکٹ نکالا اور اسے شیران کی طرف بڑھا دیا۔

"تحائف؟" شیران سوالیہ انداز میں بولا۔

"ہاں کھول کر دیکھو، ممکن ہے یہ تمھیں پسند نہ آئیں لیکن بہرطور یہ تمھارے لیے ہیں۔"

شیران نے پیکٹ کھولا، سب سے پہلے تصویر بادشاہ خان کی تھی، شیران ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا پھر اس نے اس تصویر کو رکھ کر دوسری تصویر دیکھی اور پھر تمام تصویریں دیکھتا چلا گیا۔ شیران کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آئے پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ... اوہ چالاک آدمی، میں تمھارا مقصد سمجھ گیا ہوں بہت اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔"

"مجھے یقین تھا شیران کہ تم ان تصویروں کو دیکھتے ہی سمجھ لو گے کہ میرا کیا مقصد ہے۔ یقیناً تمھیں سب کچھ یاد ہوگا شیران، تم جیسے قول کے پکّے کسی کو قول دے کر بھولا نہیں کرتے۔ بس ایک بات مجھے یاد آئی تھی جس کی وجہ سے مجھے یہاں آنا پڑا۔"

"کیا بات تھی وہ؟" شیران نے پوچھا۔

"ہینڈرک کو یہاں دیکھا گیا ہے۔" مارلینو نے جواب دیا اور شیران کے جبڑے بھنچ گئے۔ چند لمحات وہ کچھ سوچتا رہا پھر اس نے تصویروں میں ہینڈرک کی تصویر نکال کر اوپر رکھ لی۔

"یہ ہینڈرک ہے نا۔" شیران بولا۔

"ہاں۔ باوثوق ذرائع نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ہینڈرک اس وقت بنکاک میں موجود ہے۔"

"کچھ اور اطلاعات بھی ملی ہیں، اس کے بارے میں؟" شیران نے پوچھا۔

"نہیں اور کچھ نہیں، بس اسے یہاں دیکھا گیا ہے میرے آدمیوں نے اسے بآسانی پہچان لیا ہے۔ میں نے انھیں ہدایت کر دی ہے کہ وہ بنکاک کے چپے چپے پر نگاہ رکھیں اور اگر ہینڈرک نظر آجائے تو اس کا تعاقب کریں اور یہ معلوم کریں کہ اس کا قیام کہاں ہے۔"

"ہوں۔" شیران نے گہری سانس لی۔ پھر بولا۔ "ان تمام باتوں کی ضرورت نہیں ہے مارلینو، یہ ذمّے داری میری ہے۔ اوہو ایک اور بات بھی میرے ذہن میں آرہی ہے۔" دفعتاً شیران نے چونک کر کہا۔ "ابھی دو دن قبل میں انتہائی دلچسپ حالات سے گزرا ہوں، کہیں یہ حالات ہینڈرک کے تو پیدا کردہ نہیں تھے؟"

"ہم ان لائنوں پر سوچ سکتے ہیں شیران، کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہمارے دُشمن ہماری کارروائیوں سے غافل نہ ہوں کسی طرح ہینڈرک اور اس کے ساتھیوں کو معلوم ہو گیا ہو کہ مارلینو اب کیا کرنے والا ہے یا اس کا اگلا قدم کیا ہوگا۔" مارلینو نے کہا۔

"بالکل بالکل، یہ ہو سکتا ہے اور اگر بادشاہ خان بھی ہینڈرک کے ساتھ ہے اور میری اطلاع اس کے کانوں تک پہنچ چکی ہے تو تم یقین کرو مارلینو کہ بادشاہ خان کی نیندیں بھی حرام ہو چکی ہوں گی۔ پتہ نہیں ہینڈرک یہاں تنہا ہے یا بادشاہ خان بھی اس کے ساتھ ہے، کاش کسی طرح یہ معلوم ہو سکتا؟"

"یہ سب کچھ اب تمھیں کرنا ہے شیران، میں اپنی ذمّے داریاں تمھیں سونپ چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے مارلینو، میں اپنی ذمّے داری پوری کروں گا مگر ایک خلش میرے سینے میں آخر تک رہے گی۔ وہ کانٹا نکالنا تمھارا کام ہے۔"

"وہ کیا شیران؟" مارلینو نے تعجب سے پوچھا۔

"سدھاشی۔ وہ لڑکی اس طرح غائب ہوئی ہے کہ مجھے اس کا کوئی نشان نہیں مل سکا۔ اس نے جو الفاظ مجھ سے کہے تھے مسٹر مارلینو اس کے بعد سے دُنیا میں اس کا ہر سانس مجھ پر بھاری ہے لیکن بس میں اس طرح مسائل میں الجھا ہوں کہ اس بے عزتی کو بھی برداشت کر رہا ہوں اب تک، ورنہ میرے لیے اس سے بڑا کام کوئی اور نہ ہوتا کہ اُسے تلاش کروں اور قتل کر دوں۔"

"ہوں، سدھاشی شاید یہ علاقہ چھوڑ چکی ہے ممکن ہے وہ یورپ نکل گئی ہو، بہرطور میری دُعا ہے کہ وہ تمھیں مل جائے ورنہ میرا بھی تم سے وعدہ ہے کہ اگر وہ مجھے مل گئی تو میں اسے تمھارے لیے محفوظ رکھوں گا۔"

"شکریہ مارلینو، میں تمھاری دوستی سے یہی توقع رکھتا ہوں۔" شیران نے جواب دیا اور مارلینو اُٹھ کھڑا ہوا۔

"بس تم لوگوں سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے اپنی ذمے داریاں ہلکی کردیں اب باقی کام تمھارا ہے۔ میں گانگ ہو واپس جا رہا ہوں۔"

"اوہ، آپ تنہا آئے ہیں مسٹر مارلینو؟" شیران نے پوچھا۔

"نہیں کچھ اور لوگ بھی میرے ساتھ ہیں، تم بالکل بے فکر رہو، میں یہاں سے نہایت اطمینان کے ساتھ چلا جاؤں گا۔" مارلینو نے جواب دیا اور پھر وہ ان سب سے مصافحہ کرکے باہر نکل گیا۔ میگنیشا گریجر، شیران اور دوسرے دو افراد گیٹ پر ہی کھڑے تھے اور مارلینو کی کار کو جاتا دیکھ رہے تھے۔ پھر شیران پلٹا اور مسکرا کر میگنیشا سے بولا۔

"میگنیشا، آپ یقین کریں میں اس شخص کی پوجا کرتا ہوں، میں نے اتنا عظیم آدمی اس سے پہلے نہیں دیکھا یہ پہلی شخصیت ہے جس نے مجھے اتنا متاثر کیا ہے اور جسے شاید میں غصے کے عالم میں بھی قتل نہ کرسکوں۔ یہ شخص ہاتھ پاؤں سے محروم ہے لیکن ہزاروں ہاتھ پاؤں رکھتا ہے۔" میگنیشا نے کوئی جواب نہ دیا تب شیران چونک کر بولا۔ "کیا تم میری بات سے متفق نہیں ہو؟"

"اوہ نہیں مسٹر شیران، یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔" میگنیشا نے سرد لہجے میں کہا اور شیران مسکراتا ہوا اندر کی جانب چل پڑا۔

●

ہینڈرک، مارلینو کے سلسلے میں پریشان تھا، مارلینو کی زندگی اُن سب ہی کے لیے خطرناک تھی لیکن ہینڈرک وہ شخص تھا جو مارلینو کی اصلیت سے واقف تھا، اس نے مارلینو کے ذہن میں جو کچھ محفوظ کیا تھا، حالات نے اس کی نشاندہی کردی تھی کہ مارلینو نے اُس کی دی ہوئی تعلیم کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے اور وہ بہترین سائنسی قوت بن چکا ہے۔ بادشاہ خان، ڈاکٹر برسٹو، ہینڈرک، ان جرائم پیشہ افراد کے باقی پانچ آدمی بھی شدید ترین خطرات کا شکار ہو چکے تھے، لیکن انھیں درحقیقت مارلینو کی مکمل شخصیت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ ہینڈرک نے اس دوران یہ بھی سوچا کہ کیوں نہ خاموشی سے بنکاک سے نکل جائے۔ اپنے علاقے میں پہنچ کر وہ مارلینو سے کم از کم فوری طور پر تو محفوظ ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ یہاں جس مشن پر آیا تھا ابھی اُس کی تکمیل نہیں ہوئی تھی اور پھر بادشاہ خان اتنا احمق نہیں تھا کہ اصل بات نہ سمجھ سکے۔ اگر ہینڈرک اپنے علاقے میں چلا گیا تو بادشاہ خان سمجھ جائے گا کہ ہینڈرک، مارلینو سے خوفزدہ ہو کر گیا ہے، ممکن ہے کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ مارلینو کے جال میں آ پھنسے، لیکن ابھی تک اس سلسلے میں کوئی مؤثر کارروائی نہیں ہوسکتی تھی۔

وہ ایک الگ جگہ مقیم تھا، بادشاہ خان کے پاس اس نے خود ہی قیام کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، ویسے بھی یہ اُن لوگوں کے اصولوں کے خلاف تھا کہ دو بڑے ایک جگہ مل کر رہیں۔ ڈاکٹر برسٹو ہانگ کانگ میں تھا، غالباً بادشاہ خان نے ہی اُسے بھیجا تھا لیکن صورتِ حال کچھ ایسی تشویشناک ہوگئی تھی کہ ہینڈرک اب اس پُروقار انداز میں نہیں سوچ سکتا تھا جو ان لوگوں کا وتیرہ تھا۔ اس وقت بھی وہ اسی خیال کے تحت نکلا تھا کہ بادشاہ خان سے اس موضوع پر بات کرے ویسے وہ بے حد محتاط انسان تھا اور اس کے پاس اپنی چند ایجادات ہر وقت اس کے پاس رہتی تھیں، مثلاً اُس کی وہ اٹامک واچ جو اُسے بہت سے خطرات کا پتہ دیتی تھی۔ اِسی اٹامک واچ پر اُسے ایک اشارہ موصول ہوا، سُرخ رنگ کا ایک ننھا سا بلب اسپارک کرنے لگا تھا اور اُس سے چیں چیں کی باریک سی آواز اُبھری تھی۔

ہینڈرک چونک پڑا، اس نے دائیں بائیں دیکھا پھر ڈرائیور پر نگاہ دوڑائی اور پھر اس کی نگاہیں عقب میں اُٹھ گئیں۔

پیلے رنگ کی ایک لمبی لیموزین اس کے تعاقب میں تھی، لیموزین کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ہی آدمی نظر آرہا تھا لیکن بڑے بالوں والی ٹوپی دُور سے دیکھی جاسکتی تھی اور ایسی ٹوپیاں مقامی باشندے نہیں استعمال کرتے تھے۔

ہینڈرک نے جلدی جلدی اٹامک واچ پر کچھ کارروائیاں کیں، اس کے ڈائل کو اُلٹ دیا اور ڈائل کے چاروں طرف کے بلیک حصے کے درمیان ایک سفید چوکور اسکرین نظر آنے لگی پھر اس نے گھڑی کی ایک سوئی کو آہستہ آہستہ گھمانا شروع کردیا اور لیموزین نمایاں ہوگئی۔

وہ اب بہت قریب محسوس ہورہی تھی، جب کہ اس کا فاصلہ اتنا ہی تھا جتنا تھوڑی دیر پہلے، لیکن واچ اسکرین پر پچھلے شیشے کے دُوسری طرف کی کار نظر آرہی تھی۔ ہینڈرک اس اسکرین پر کار کے ڈرائیور کو سیٹ کرتا رہا اور چند لمحات کے بعد لیموزین کی ونڈ اسکرین کے پیچھے اُسے وہ چہرہ صاف نظر آگیا۔

سُرخ و سفید چہرہ جو ایک مضبوط قوتِ ارادی کے مالک شخص کا تھا، اس چہرے پر موجود آنکھوں میں ایک خوفناک وحشیانہ چمک تھی؛ ... اس وحشیانہ چمک کو دیکھ کر ہینڈرک چونک پڑا۔ یہ چمک اُس نے کبھی کبھی بادشاہ خان کی آنکھوں میں دیکھی تھی اور اس کے بارے میں یہی اندازہ لگایا تھا کہ یہ پہاڑوں کا عطیہ ہے۔ یہ شخص کون ہے؟ ویسے بھی بڑے بالوں والی ٹوپی قبائلی لباس کا پتہ دیتی تھی۔ کیا یہ شیران ہے؟ اس نے سوچا اگر یہ شیران ہے تو اِس وقت بادشاہ خان کی

طرف رخ کرنا بے حد خطرناک ہوگا۔ ہینڈرک نے سوچا اور پھر وہ ڈرائیور کو ہدایات دیتا رہا۔

ڈرائیور نے اس کی ہدایت پر کار اگلے چوراہے سے بائیں سمت موڑ لی تھی، لیکن لیموزین بدستور اُس کے پیچھے لگی رہی تعاقب کرنے والے کو شاید یہ بھی احساس نہیں تھا کہ ان سنسان سڑکوں پر تعاقب کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہینڈرک کو یہ معلوم ہوگیا کہ لیموزین اُس کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ چنانچہ اس بار بھی اُس نے گھڑی سے ہی کام چلایا تھا۔

گھڑی کی چابی کو اس نے دو بار دبایا اور گھڑی میں ایک باریک جالی نمودار ہوگئی، پھر کسی عمل سے اس جالی میں ایک ننھا سا سُرخ بلب روشن ہوگیا، اور ایک آواز اُبھری۔

"ہیلو کون ہے؟"

"ہینڈرک، بادشاہ خان کا خاص آدمی، غالباً تمھیں میرے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی۔"

"اوہ، یقیناً جناب میں آپ کا خادم کیتھرو بول رہا ہوں۔"

"مجھے چھ سات آدمیوں کی ضرورت ہے جو بہترین لڑاکے ہوں، ان لوگوں کو برائن کیسرن کے چوراہے پر بھیج دو، ایک پیلے رنگ کی لیموزین میرا تعاقب کر رہی ہے میں برائن کیسرن کے چوراہے پر تھوڑی دیر رُکوں گا اور تمھارے آدمیوں کا انتظار کروں گا براہِ کرم فوری طور پر اس سلسلے میں میری مدد کریں، میں اس کی تفصیل بادشاہ خان کو بتا دوں گا۔"

"او کے سر۔ اگر برائن کیسرن کے چوراہے پر آپ پر حملہ ہو جائے تو...؟"

"اس کے بعد تم لیموزین کو چیک کرسکتے ہو۔" ہینڈرک نے جواب دیا۔

"او کے سر" کیتھرو نے کہا اور ہینڈرک نے ڈرائیور کو آگے سے کار برائن کیسرن کی جانب موڑنے کے لیے کہا۔ جس کے اطراف میں ایک شاندار بازار پھیلا ہوا تھا، اس بھرے بازار میں کوئی خطرہ ذرا مشکل ہی سے پیش آسکتا تھا۔

لیموزین نے اس وقت بھی پیچھا نہیں چھوڑا تھا، برائن کیسرن کے چوراہے پر ہینڈرک نے گاڑی ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے پاس رکوائی اور نیچے اتر گیا تھا، لیکن اُن شیشوں سے آگے نہ بڑھا جن سے باہر دیکھا جاسکتا تھا۔

لیموزین بدستور اس کی کار سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی تھی اور اس میں بیٹھا شخص مطمئن نظر آرہا تھا، ہینڈرک نے پریشان نہ ہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اسٹور کا کوئی دوسرا دروازہ بھی نہیں تھا جہاں سے نکل کر وہ اس شخص سے پیچھا چھڑائے۔ ہرچند کہ وہ بزدل نہیں تھا۔ لیکن مارلینو کا نام سن لینے کے بعد ہینڈرک کے حواس جواب دے گئے تھے۔ اپنے علاقے میں تو اُس کا گروہ موجود تھا لیکن یہاں وہ بادشاہ خاں کے رحم و کرم پر تھا سوائے اُن چند لوگوں کے جو اُس کے ساتھ آئے تھے لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ بادشاہ خاں پوری طرح فارم میں نہیں ہے اور اس کا یہاں سے چلے جانا ہی ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ بہرصورت اس وقت اس خطرے سے نمٹنا تھا، اس لیے وہ انتظار کرتا رہا اور پھر چند منٹ کے بعد اسے اپنی گھڑی پر وہ اشارہ موصول ہوا جس کا وہ منتظر تھا۔

اس نے ایک بڑی لینڈ روور دیکھی تھی، جو لیموزین سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر رُکی تھی، تب ہینڈرک کو کسی قدر اطمینان ہوا، وہ اسٹور سے نکلا اور واپس اپنی کار میں بیٹھ گیا۔

"کسی ریستوران پر لے چلو۔" اس نے ڈرائیور سے کہا، چند ہی لمحات کے بعد وہ یہاں سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ایک خوبصورت ریستوران کے سامنے اُتر گیا اور اندر داخل ہوگیا۔

ابھی اُس نے ایک میز سنبھالی تھی کہ اُس نے اُس لمبے تڑنگے قبائلی کو دیکھا، جو اونٹ کی طرح منہ اُٹھائے ریستوران میں گھس آیا تھا، پھر اس قبائلی نے انتظار نہ کیا اور سیدھا ہینڈرک کی میز کی طرف بڑھ آیا۔

ایک لمحے کے لیے ہینڈرک کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے لیکن دوسرے ہی لمحے اُس کا ہاتھ بغلی ہولسٹر کی جانب بڑھ گیا اور اس وقت اس کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں، جب قبائلی نے اپنا پستول نکال کر اس کی پیشانی پر رکھ دیا۔

"پستول نکالنے کی کوشش مت کرو مسٹر ہینڈرک، اُٹھ جاؤ۔" قبائلی بولا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر ہینڈرک کے ہولسٹر سے پستول نکال لیا۔ اب وہ دوسرے پستول سے ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو کور کیے ہوئے تھا۔

"اگر کسی نے بھی جنبش کی تو اس کی پیشانی میں سُوراخ کردیا جائے گا۔" قبائلی غرّاتے ہوئے لہجے میں بولا اور پھر ہینڈرک کی پیشانی پر پستول سے ٹھوکا دیتے ہوئے مزید کہا۔

"کیا تم اسی جگہ مرنا پسند کرو گے...؟"

"مم مگر تم کون ہو اور میرے ساتھ یہ سلوک.....؟"

"باہر چلو میں تمھیں تفصیل سے سمجھاؤں گا کہ میں کون ہوں۔"

ہینڈرک کو اسی وقت دروازے میں کیتھرو کے بھیجے ہوئے لوگ نظر آئے۔

انھوں نے اندر کا منظر دیکھا اور دوسرے لمحے تیر کی طرح اس طرف لپکے، لیکن جو کچھ ہُوا، وہ اُن کی توقع کے بالکل برعکس تھا۔

قبائلی کے ہاتھ میں دبے پستول سے تین فائر ہُوئے اور آگے والے آدمی وہیں ڈھیر ہوگئے۔ بقیہ نے میز اور کرسیوں کی آڑ میں پہنچ کر فائرنگ شروع کر دی ــــ ہال میں بھگدڑ مچ گئی تھی، جو افراد بیٹھے ہوئے تھے وہ بری طرح چیختے ہُوئے اِدھر اُدھر کونے کھُدروں میں چھپنے لگے، ویٹر ایسے غائب ہو گئے تھے جیسے کہ وہاں اُن کا وجود ہی نہ ہو۔

قبائلی نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر ہینڈرک کی گُدّی پر پستول رکھ کر اسے اُٹھنے کا اشارہ کیا۔!

"کھڑے ہو جاؤ" اس نے کہا اور ہینڈرک دونوں ہاتھ بلند کیے پیچھے کھسکنے لگا۔ قبائلی اس کی آڑ میں تھا، بادشاہ خان کے آدمیوں نے مجبور ہو کر فائرنگ رُوک دی تھی ــــ قبائلی نے ایک دروازے کو لات ماری اور دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ کھُل گیا۔ اور اس راہداری کا اختتام ایک اور دروازے پر ہُوا تھا۔ قبائلی ہینڈرک کو اس دروازے سے باہر نکال لایا۔

بادشاہ خان کے آدمی اُس کا تعاقب کر رہے تھے، لیکن وہ اس طرح قبائلی کی گرفت میں تھا کہ وہ لوگ اُس پر گولی نہیں چلا سکتے تھے، پھر ان میں سے کسی کو عقل آگئی ایک آدمی اُسی طرف رُکا اور باقی افراد صدر دروازے کی جانب بھاگے تھے۔

وہ تینوں آدمی دم توڑ چکے تھے جو قبائلی کی گولیوں کا شکار ہوئے تھے، قبائلی اگر وحشیانہ فطرت کا مالک نہ ہوتا تو اُس وقت سب سے پہلا کام یہی کرتا کہ لیموزین کو ریستوران کے عقبی حصے میں لے آتا، لیکن لیموزین سڑک کے کنارے ہی کھڑی ہوئی تھی اور قبائلی کو ایک لمبا چکر کاٹ کر اُس تک پہنچنا تھا۔

وہ ہینڈرک کو لیے ہوئے لیموزین کے نزدیک پہنچا اُس کا دروازہ کھولا اور ہینڈرک کو اندر دھکیل دیا، ایک پستول اُس نے اپنے لباس کے اندر رکھ لیا تھا اور دوسرے سے اس نے ہینڈرک کو کور کیا ہُوا تھا، اس نے کار اسٹارٹ کی اور اُسے گیئر میں ڈال کر آگے بڑھایا لیکن لیموزین بری طرح اُچھلتی ہوئی آگے بڑھی تھی۔

قبائلی چونک پڑا لیموزین کے پچھلے دونوں ٹائر پنکچر ہو چکے تھے اور یہ بادشاہ خان کے آدمیوں کی ذہانت تھی، قبائلی غرّاتے ہُوئے نیچے اُتر گیا، پستول اب بھی اُس کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن جیسے ہی نیچے اُترا دفعتاً اُس پر گولیوں کی بوچھار ہوگئی۔

اس کے بڑے بالوں والی ٹوپی میں ایک سوراخ ہو گیا تھا اور یہ سوراخ اگر تل برابر نیچے ہوتا تو یقینی طور پر اُس کی کھوپڑی اس کی زد میں آگئی تھی۔ قبائلی کو یہ احساس نہ ہو سکا کہ یہ گولیاں کہاں سے چل رہی ہیں، دوسرے لمحے اس نے بھی اِدھر اُدھر فائرنگ شروع کر دی تھی سڑک پر بھگدڑ مچ گئی۔ دو تین راہگیر بھی زخمی ہو گئے قبائلی نے دوسرا پستول بھی نکال لیا تھا اور گولیاں چلاتا ہُوا لیموزین سے پیچھے ہٹ رہا تھا، ہینڈرک لیموزین کی سیٹوں کے درمیان لیٹ گیا تھا۔

چند ہی لمحات کے بعد قبائلی سڑک کے دوسری سمت اس فٹ پاتھ پر پہنچ گیا جہاں ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی اور گاڑی کا ڈرائیور گولیاں چلتی دیکھ کر متحیرانہ انداز میں رُک گیا تھا کیونکہ ایک گولی اس کے مڈگارڈ پر بھی لگی تھی، لیکن اُس کا اس طرح رُک جانا ہی اس کے لیے مصیبت بن گیا، دوسرے ہی لمحے گاڑی قبائلی کے قبضے میں تھی۔

گولیاں اب بھی چل رہی تھیں اور کہیں دُور سے پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دے رہے تھے، قبائلی نے اندھا دھند گاڑی اسٹارٹ کی اور اُسے فٹ پاتھ پر چڑھاتا ہُوا لے گیا۔ وہ انتہائی وحشیانہ انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا پولیس کار کا سائرن اب بھی قبائلی کے کانوں میں گونج رہا تھا اور اُس کے دانت بھینچے ہُوئے تھے وہ کار کی رفتار بڑھاتا رہا، پھر یہ اُن لوگوں ہی کی خوش قسمتی تھی کہ کار بھرے پُرے علاقے سے باہر نکل آئی ہر چند کہ یہ بھی شہر ہی کا علاقہ تھا جس کے دونوں اطراف میں مکانات بنے ہُوئے تھے، یہاں اکا دُکا گاڑیاں بھی تھیں لیکن اِتنا ٹریفک نہیں تھا کہ کوئی بڑا حادثہ پیش آتا۔ اس لیے قبائلی اپنی کار کو ٹریفک کے اصولوں کے خلاف دوڑاتا ہُوا پولیس کو الٹی سیدھی سڑکوں پر چکر دیتا رہا۔ وہ بہت ہی مشاق ڈرائیور معلوم ہوتا تھا، کیونکہ پولیس ابھی تک کار کے نزدیک نہیں پہنچ سکی تھی۔ وہ کار کچی سڑک پر لے آیا، یہاں اُس نے کار کی رفتار دھیمی کرنا شروع کر دی اور پھر ایک نشیب میں چھلانگ لگا دی۔ کافی دُور تک سیدھی چلی گئی اُس کے بعد ایک درخت سے ٹکرا کر الٹ گئی، نشیب میں چھلانگ لگانے والا قبائلی اب کچی زمین پر انتہائی تیزی سے دوڑ رہا تھا، ایک چھوٹا سا میدان عبور کر کے وہ ایک رہائشی بستی کے نزدیک پہنچ گیا۔ جہاں غریب طبقے کی آبادی تھی۔

وہ پُرسکون انداز میں آگے بڑھتا رہا تھوڑی دُور چل کر اُس نے اپنا رُخ بدلا اور ایک چھوٹے سے قہوہ خانے میں داخل ہو گیا۔ جہاں گندی میزیں پڑی ہوئی تھیں اور مقامی لوگ وہاں بیٹھے مشروبات سے شغل کر رہے تھے۔

ایسی ہی ایک میز کے گرد پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ کر

قبائلی نے مشروب طلب کیا۔ چند لمحات سانس لینے کے لیے یہ جگہ بُری نہیں تھی۔ اس نے وہ مشروب بھی بڑے شوق سے پیا جو ایک گندے سے برتن میں اُس کے سامنے آیا تھا۔ اُسے ان تمام باتوں کی کوئی پروا نہیں تھی۔

●

بادشاہ خان نے حسبِ معمول پُرسکون انداز میں ہینڈرک کا استقبال کیا تھا، لیکن ہینڈرک کے چہرے پر بارہ بجے ہُوئے تھے، بادشاہ خان اُس کا پژمردہ چہرہ دیکھ کر چونک پڑا تھا۔

"کیا بات ہے ہینڈرک، پریشان ہو کچھ ــــ ؟"

"اوہ خان بادشاہ میرے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر کچھ عرصے اور یہاں رہا تو کہیں زندگی سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھوں۔ میں فوراً واپس جانا چاہتا ہوں بادشاہ خان۔"

"ضرور ــــ ضرور میرے دوست لیکن میں نے کبھی تمہیں اس قدر بدحواس نہیں دیکھا" بادشاہ خان اسے سہارا دیتا ہُوا بولا اور پھر اُسے ساتھ لیے ہُوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔

برانڈی کے کئی پیگ خالی کرنے کے بعد ہینڈرک نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی اور گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

"آخر ہُوا کیا۔ میں بے چین ہوں" بادشاہ خان نے کہا ہینڈرک آنکھیں کھول کر اُسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا "کیا تمہارے ست کیتھرو نے تمہیں واقعات کی اطلاع نہیں دی؟"

"نہیں میرا اس سے رابطہ نہیں ہو سکا۔ مگر بات کیا ہے؟" شاہ خان نے پوچھا۔

"بادشاہ خان تمہارا وہ دشمن جسے تم شیران کے نام سے لیتے ہو کس قد و قامت اور کس حُلیے کا مالک ہے، کیا اُس کی تصویر مجھے مل سکتی ہے۔؟"

"کیوں ــــ؟" بادشاہ خان نے تعجب سے پوچھا۔

"میں آج زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا بادشاہ خان، یوں سمجھو کہ اتفاق مجھے زندہ رکھنے میں کامیاب ہُوا ورنہ وہ بھوت تو بُری طرح سے چمٹ گیا تھا۔"

"اوہ ہینڈرک تم بچوں کی طرح بدحواس ہو رہے ہو مجھے بڑی حیرت ہے۔ شاید زندگی میں اس سے قبل میں نے کبھی تمہیں اس حال میں نہیں دیکھا۔"

"بادشاہ خان اگر تمہیں ان حالات سے سابقہ پڑتا تو تم بھی شاید اپنے آپ کو اس قدر بدحواس ہونے سے نہ روک سکتے" ہینڈرک نے کہا اور بادشاہ خان ساکت رہ گیا۔ چند لمحات تو اس کے منہ سے آواز ہی نہ نکل سکی پھر ایک گہری سانس لے کر اُس نے خود کو سنبھالا اور متحیرانہ لہجے میں بولا "میں ایک ضروری کام سے گیا ہُوا تھا اس لیے کیتھرو سے رابطہ نہ ہو سکا لیکن شیران . . . اُسے تم سے کیا دشمنی ہو گئی ؟"

"میں نہیں جانتا بادشاہ خان، لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے علاقے میں آنے کے بعد میں غیر محفوظ ہوں تم میری صحیح طور سے حفاظت نہیں کر سکے۔ بادشاہ خان اگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاتا تو باقی معاملات سے تو مجھے کوئی سروکار نہ رہتا، میں تو اپنی جان سے گیا تھا۔"

"چونکہ تم حالات سے کافی متاثر ہو ہینڈرک، اس لیے میں تمہارے کسی لفظ کا بُرا نہیں مانوں گا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ . . . ہم جس کاروبار سے تعلق رکھتے ہیں اس میں ہمارا سابقہ خطرناک دشمنوں سے پڑتا ہی رہتا ہے، اگر کسی ایک دُشمن سے اس قدر خوفزدہ ہو کر ہم اتنے بدحواس ہو جائیں تو کیا اس کے بعد ہمیں اس لائن سے منسلک رہنا چاہیے؟"

"بادشاہ خان تم صورتِ حال کی نزاکت پر غور نہیں کر رہے میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں میں تمہاری ذمہ داری پر تھا، اگر میرا اپنا علاقہ ہوتا تو شاید شیران کو خود پکڑ کر تمہارے حوالے کر دیتا۔ یہاں یہ سب کچھ تمہاری ذمہ داری ہے اور تم اپنی ذمہ داری نہیں نبھا سکے میں صرف اس وقت کی بات کر رہا ہوں، ممکن ہے آیندہ تم میرے لیے کوئی بہتر بندوبست کر سکو، لیکن اس وقت اگر ذرا بھی چوک ہو جاتی تو میری زندگی محال تھی۔" ہینڈرک نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں میں سمجھ رہا ہوں۔ تمہاری باتوں کو، ٹھہرو ایک منٹ" بادشاہ خان نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا ــــــــ اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا۔

اس کی رفتار خاصی تیز تھی، وہ اپنے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے تیزی سے میز کی دراز کھولی۔ دراز کے نچلے حصے میں ایک ٹرانسیٹر سیٹ رکھا ہُوا تھا، اس نے ٹرانسیٹر سیٹ نکال کر میز پر رکھا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر اس کا بٹن آن کر دیا۔ چند لمحات تک انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد دوسری طرف سے ایک ہلکی سی آواز اُبھری۔

"کیا ڈرامہ ہو رہا ہے کیتھرو۔ مجھے اس کا علم کیوں نہیں ہے۔۔" بادشاہ خان کی غراہٹ اُبھری۔

"میں نے آپ سے رابطہ قائم کیا تھا جناب لیکن آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔"

"ہوں تفصیل بعد میں فی الحال انتہائی مہارت سے ایک کام کرو۔ ہینڈرک کی رہائش گاہ پر جاؤ۔ ہینڈرک کے کمرے سے اس کا پاسپورٹ اور دوسرا قیمتی سامان حاصل کر لو اور خاموشی سے اپنے ٹھکانے پر واپس لوٹ جاؤ۔"

"بہتر جناب!" کیتھرو کی آواز کسی قدر تحیر زدہ تھی لیکن بہرطور اس نے بادشاہ خان کے احکامات پر سر جھکا دیا تھا۔

بادشاہ خان نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور مسکراتا ہوا ہینڈرک کے پاس پہنچ گیا۔ ہینڈرک برانڈی کا ایک اور پیگ لے رہا تھا۔ بادشاہ خان مسکراتا ہوا اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"مسٹر ہینڈرک ممکن ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد تم شیران کی موت کی اطلاع سن لو، میں نے اپنے خصوصی اسکواڈ کو اس کام پر مامور کر دیا ہے۔"

ہینڈرک نے کوئی جواب نہ دیا اور برانڈی حلق میں انڈیل لی پھر اس نے ہونٹ خشک کرتے ہوئے کہا۔

"بادشاہ خان پلیز، میری بات کا بُرا مت ماننا میں اب تم سے رخصت ہونا چاہتا ہوں، میں یہاں کے حالات سے واقعی خاصا اُلجھ گیا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے روکو گے نہیں۔"

"مسٹر ہینڈرک، اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو یقیناً میں آپ کو نہیں روکوں گا، لیکن میری خواہش تھی کہ آپ کچھ دن یہاں اور رُکتے، کم از کم ہم مارلینو کے بارے میں کوئی فیصلہ ضرور کر لیتے۔ کیونکہ مارلینو اس وقت ہمارے لیے سب سے اہم مسئلہ ہے۔"

"یقیناً یہی بات ہے، لیکن بادشاہ خان جو صورتِ حال پیش آئی ہے، کیا اس میں تم مارلینو کا ہاتھ نہیں سمجھتے؟"

"سو فیصدی سمجھتا ہوں، میں اسی پر غور کرتا رہا ہوں اب تک کہ شیران کو براہِ راست تم سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے، سوائے اس کے کہ مارلینو نے اسے اپنا دستِ راست بنا کر تمام صورتِ حال سے آگاہ کر دیا ہو اور ممکن ہے مارلینو نے ہی اسے ہمارے خلاف استعمال کیا ہو۔"

"مگر کس طرح، مارلینو کو یہاں میری موجودگی کا پتہ کیسے چل گیا؟"

"یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو مسٹر ہینڈرک، تم گانگ ہو کے علاقے میں گئے تھے، تم نے مارلینو کے بارے میں تفصیلات حاصل کی ہیں، مارلینو کے بارے میں تم نے جو کچھ مجھے بتایا ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مارلینو اب بہت بڑی قوت حاصل کر چکا ہے ممکن ہے اسے کس طرح یہ علم ہو گیا کہ تم گانگ ہو آئے تھے اور اس کے بارے میں تفصیلات جمع کر کے لے گئے ہو۔ ان حالات میں وہ اپنے مقامی انچارج یعنی شیران ہی کو اس بارے میں اطلاع دے سکتا تھا اور اس کے لیے ہدایات جاری کر سکتا تھا کہ ہینڈرک کو ہلاک کر دیا جائے۔ بات وہیں پہنچ جاتی ہے۔ مسٹر ہینڈرک کہ مارلینو ہمارا دشمن ہے اور وہ ہمارے خلاف صف آرا ہو گیا ہے۔ ان حالات میں نہ صرف تمہیں بلکہ ڈاکٹر برٹو کو اور دوسرے تمام لوگوں کو بھی یہیں جمع ہونا چاہیے تھا۔ تاکہ ہم مارلینو کے خطرے سے نمٹنے کے لیے کوئی مؤثر کارروائی کر سکتے۔"

"مجھے اس سے بھی انکار نہیں ہے، لیکن اس کے لیے تم مجھے اتنی اجازت تو دو گے۔ بادشاہ خان کہ میں اپنے بہترین آدمیوں کو لے کر یہاں پہنچ جاؤں۔"

"ہاں ہاں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ تم اس سلسلے میں بہت زیادہ متاثر نظر آ رہے ہو۔ اس لیے میں تمہیں نہیں روکوں گا، البتہ میری خواہش ہے مسٹر ہینڈرک کہ تم بہت جلد یہاں واپس آ جاؤ اور میں اس سلسلے سے متعلق تمام لوگوں کو یہاں طلب کر کے معاملات ان کے سامنے رکھ دوں گا۔ اگر مارلینو زندہ رہا اور اس کے انداز یہی رہے تو ہمیں بہت بڑے نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس خطرے کو ختم کر دوں۔" بادشاہ خان نے کہا، ہینڈرک گردن ہلانے لگا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بہرصورت بادشاہ خان میں نے تمہیں صورتِ حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ ممکن ہے ایک دو دن میں، میں یہاں سے نکل جاؤں کوشش کروں گا کہ اس دوران میری تم سے ملاقات ہو جائے لیکن اگر نہ ہو سکے تو تم محسوس مت کرنا، وہ آدمی جو قتل ہوئے ہیں یقیناً ان کی چھان بین بھی ہو گی اور تمہیں بھی نہ جانے کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"اوہ نہیں مسٹر ہینڈرک اس قسم کی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی، میں اس کے لیے انتظام کر لوں گا۔"

"شکریہ بادشاہ خان، اب مجھے اجازت دو، میں جانا چاہتا ہوں۔"

"میرے آدمی تمہارے ساتھ جائیں گے، تم بالکل فکر مند نہ ہو۔" بادشاہ خان نے جواب دیا اور پھر اس نے گھنٹی بجا کر اپنے ایک ملازم کو طلب کر لیا۔ اس کے بعد اس نے ملازم کو کچھ خصوصی ہدایات دی تھیں، تھوڑی دیر کے بعد ہینڈرک، بادشاہ خان کی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ بادشاہ خان کے ہونٹوں پر ایک پُراسرار مسکراہٹ

تھی۔ چند ساعت وہ ہینڈرک کے بارے میں سوچ سوچ کر مسکراتا رہا اور پھر اُسے شیران یاد آیا اور اس کے ہونٹ تشویش سے سکڑ گئے۔

کافی دیر تک وہ بیٹھا سوچتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں تردد کی پرچھائیاں نظر آ رہی تھیں، پھر اس نے ملازم کو بلا کر اپنے لیے قہوہ طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ملازم نے چاندی کی کیتلی میں خوبصورت طرز کی پیالی کے ساتھ اسے قہوہ پیش کر دیا، بادشاہ خان تھوڑا سا قہوہ پیالی میں انڈیل کر اس کے گھونٹ لیتا رہا اور جب تقریباً آدھا یا پونا گھنٹہ گزر گیا تو ایک بار پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور اپنی اسی نشست گاہ میں پہنچ گیا۔ جہاں شارٹ فریکوئنسی ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔

اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور ایک بار پھر کیتھرو سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ تھوڑی دیر تک تو کوئی آواز نہ آئی لیکن پھر رابطہ قائم ہو گیا۔ کیتھرو نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی ابھی حاضر ہوا ہوں جناب، چند سیکنڈ بھی نہیں گزرے۔ کام بالکل اسی انداز میں کر دیا گیا ہے، جس انداز میں آپ نے کہا تھا۔ کسی خاص مداخلت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ میں نے عقبی کھڑکی استعمال کی تھی۔ اندر داخل ہونے کے لیے۔"

"گڈ ویری گڈ، تمام چیزیں تمہارے پاس موجود ہیں؟"

"جی ہاں جناب۔"

"ٹھیک ہے۔ محفوظ رکھو انھیں، اور سنو کیتھرو۔ میں چند روز کے لیے روپوش ہو رہا ہوں، اگر ہینڈرک تم سے رابطہ قائم کرے تو اس سے کہہ دینا کہ بادشاہ خان ایک اہم نکتے پر کام کر رہے ہیں۔ شاید انھیں کوئی کلیو مل گیا ہے۔ شیران کے بارے میں۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" کیتھرو نے جواب دیا اور بادشاہ خان نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

●

ہینڈرک کی ذہنی پریشانیاں عروج پر تھیں، بادشاہ خان نے ہرچند کہ اسے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا لیکن بجانے کیوں ہینڈرک کے ذہن میں خوف کا ایک احساس بیٹھ گیا تھا۔ مارلینو اس کے ذہن پر بُری طرح سوار تھا، شیران کے بارے میں تو وہ اچھی طرح نہیں جانتا تھا لیکن اس وحشی قبائلی نے جس طرح اس بھری پُری جگہ ہینڈرک کو اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ ہینڈرک کے لیے ایک بالکل نیا تجربہ تھا۔ بڑے بڑے دلیر لوگوں سے اس کا سابقہ پڑا تھا، لیکن اس قسم کا نتائج سے بے پروا وحشی اسے پہلی بار نظر آیا تھا۔ اگر یہ شخص مارلینو کا ساتھی ہے تو درحقیقت مارلینو خوش نصیب ہے، ایسے بے جگر لوگ کم ہی ملتے ہیں، وہ ناکام ضرور ہو گیا تھا لیکن اس کی اپنی کوشش انتہائی بھرپور تھی جس سے ہینڈرک اچھی طرح واقف تھا۔ بہرطور وہ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا جس کمرے میں اس کی خواب گاہ تھی۔ اس میں جب وہ داخل ہوا تو دفعتاً اس کی چھٹی حس نے اسے خبردار کر دیا۔ کوئی غیرمعمولی بات ضرور ہوئی ہے۔

اسے اپنے سامان میں تبدیلی نظر آ رہی تھی، ہینڈرک چونک پڑا! کسی کی اتنی مجال نہیں تھی کہ وہ ہینڈرک کی غیرموجودگی میں اس کے سامان کو ہاتھ لگانے کی کوشش کرے، ہینڈرک کی نگاہ اس کھڑکی پر پڑی، جو پہلے بند تھی، لیکن اب یہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی ہینڈرک بے اختیار اِدھر اُدھر دوڑنے لگا پھر اس نے اپنے سامان کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ اسکی کئی قیمتی چیزیں غائب تھیں، وہ سوٹ کیس بھی کھلا ہوا تھا۔ جس میں اس کا انتہائی ضروری سامان موجود رہتا تھا قیمتی چیزوں کی گمشدگی کی تو اُسے کوئی پروا نہیں تھی، لیکن جب اس نے اپنے کاغذات کی کِٹ دیکھی تو اس کا سر چکرا کر رہ گیا۔

کاغذات کی کٹ خالی تھی، اس کے ٹریولر چیک پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات غائب تھے، اس نے اپنے چکراتے ہوئے سر کو سنبھالا اور اسی جگہ بیٹھ گیا، کافی دیر تک وہ شدید ہیجان کا شکار رہا اور پھر بمشکل تمام اس جگہ سے اُٹھ کر ایک آرام کرسی میں جا پڑا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے، بادشاہ خان بلاشبہ ایک قابلِ اعتماد آدمی تھا اور اس سے قبل اس گروہ کے ارکان کو آپس میں ایک دوسرے سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی تھی چھوٹے چھوٹے معاملات میں کبھی کبھی کوئی تنازعہ ضرور ہو جاتا تھا لیکن یہ بھی اتنا معمولی ہوتا کہ فوراً ہی سُلجھ بھی جاتا، کبھی کوئی ایسی صورتِ حال پیش نہیں آئی تھی۔ جس سے ان لوگوں کو ایک دوسرے سے کوئی شدید شکایت پیدا ہوتی۔ لیکن اس بار بادشاہ خان۔۔۔

ہینڈرک سوچتا رہا، پھر اس نے غور کر کے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کیا کہ بادشاہ خان خود بھی اپنے دشمن کے ہاتھوں کسی قدر مجبور نظر آ رہا ہے، تمام تر قصور اس کا نہیں ہے بعض اوقات قوی دشمن سے بھی سابقہ پڑ جاتا ہے اور مارلینو درحقیقت اتنا ہی طاقتور دشمن تھا۔ اس نے گانگ ہو میں جو کارروائی کی تھی، وہ ہینڈرک کی نگاہ میں تھی، ہینڈرک نے خود اس کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں اور متحیر رہ گیا تھا۔ ایک معمولی سا دیہاتی اس قدر قوت حاصل کرے گا۔ خود ہینڈرک کو بھی اس کا گمان نہیں تھا۔ ان حالات میں تمام تر ذمہ داری بادشاہ خان پر نہیں ڈالی جا سکتی لیکن بہرطور

بادشاہ خان یہاں اچھے خاصے وسائل رکھتا ہے اور کسی بھی طرح... ہینڈرک کو ان مصیبتوں سے نکال سکتا تھا۔ پاسپورٹ کی گمشدگی اور کاغذات وغیرہ کی غیر موجودگی نے ہینڈرک کو تھوڑی دیر کے لیے واقعی مختل کر دیا تھا۔ وہ پریشانی کے انداز میں سوچتا رہا، اسے اس بات میں بھی سبکی محسوس ہو رہی تھی کہ وہ بار بار بادشاہ خان سے رابطہ قائم کرے۔ اس نے بہت دیر میں خود کو سنبھالا اور اپنے آدمیوں کو طلب کر لیا۔

اس کے آدمی پہلے ہی بدحواس تھے، بادشاہ خان کے تینوں کی ہلاکت کا علم انھیں ہو چکا تھا اور وہ ان لرزہ خیز واقعات کو سن کر بے حد پریشان تھے۔

"جون مجھے احساس ہے کہ تم لوگ بھی میرے ساتھ شدید مصیبت کا شکار ہو گئے ہو لیکن یقین کرو حالات میرے کنٹرول میں بھی نہیں ہیں، مجھے افسوس ہے کہ تم میری وجہ سے ان الجھنوں میں گھرے ہوئے ہو۔"

"ہم آپ کے خادم ہیں جناب، مگر یہاں ہمارے وسائل محدود ہیں، جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ وہ بھی خطرناک ہے ہمارے لیے، مقامی پولیس آپ کی طرف متوجہ ہو چکی ہے۔ ممکن ہے کچھ لوگوں نے آپ کو اور مسٹر کیتھرو کے ساتھیوں کو وہاں دیکھ لیا ہو اور نشاندہی کر دی ہو۔ ان حالات میں اگر ہم بھی پولیس کے ہتھے چڑھ گئے تو پھر بچنے کی کوئی صورت نہیں رہے گی" جون مارک نے کہا۔

"مجھے احساس ہے ان تمام باتوں کا۔۔۔ میں نے اسی لیے اس وقت تم سے رابطہ قائم کرنے کے بجائے کیتھرو سے رابطہ قائم کیا تھا لیکن میں نہایت افسوس کے ساتھ تمھیں یہ اطلاع دیتا ہوں جون مارک کہ ہمارا دشمن یہاں بھی پہنچ چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟" جون مارک چونک پڑا۔

"ہاں خطرہ یہاں بھی ہے، پولیس یہاں بھی پہنچ سکتی ہے۔ جون مارک اس وقت ہم لوگ شدید بحران سے گزر رہے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا جناب آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں؟" جون مارک نے متحیر لہجے میں پوچھا۔

"میرے کمرے میں چوری ہو گئی ہے، میرا پاسپورٹ ٹریولرز چیک اور دیگر تمام کاغذات یہاں سے غائب ہیں۔ بعض ضروری اور انتہائی اہم چیزیں بھی غائب ہیں۔"

"اوہ۔ یہ کب ہوا مسٹر ہینڈرک؟" جون مارک نے شدید حیرت سے پوچھا۔

"یقیناً چند گھنٹوں کے اندر اندر۔ اس سے پہلے کمرے میں یہ ابتری نہیں تھی۔ اس وقت جب میں یہاں سے گیا تھا" جون مارک شدت حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ "میں تم لوگوں کو لاپروائی کا الزام نہیں دوں گا، کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ ان پے در پے واقعات سے تم لوگ بھی متاثر ہوئے ہو، تم لوگ بھی ذہنی ابتری کا شکار ہو لیکن سوچنا یہ ہے جون مارک کہ اب ہم کیا کریں؟"

"اوہ آپ اس سلسلے میں بادشاہ خان سے رابطہ قائم کیوں نہیں کرتے؟"

"کر چکا ہوں، ابھی وہیں سے آ رہا ہوں... بادشاہ خان خود بھی کافی بوکھلایا ہوا ہے، اس کا دشمن بے حد خطرناک ہے اور شاید اسی کی وجہ سے ہم لوگ بھی اس عتاب کا شکار ہوئے ہیں۔"

"لیکن اس کی ذمہ داری تو بادشاہ خان پر ہوتی ہے جناب، وہ یہاں انچارج ہے، اگر وہ اتنے وسائل نہیں رکھتا کہ اپنے ساتھیوں کی حفاظت کر سکے تو پھر اسے انچارج رہنے کا کیا حق حاصل ہے؟"

"خاموش رہو، خاموش رہو مارک۔ وہ بڑا درندہ صفت آدمی ہے۔ ایک وحشی قبائلی، یہ الفاظ اس کے کانوں تک نہیں پہنچنے چاہئیں۔ میں اسے بہت عرصے سے جانتا ہوں، وہ اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔"

"آپ کی مرضی ہے جناب، لیکن میں ایسے آدمی کو کسی طرح بڑا ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں جو اپنے دشمنوں کے ہاتھوں اس طرح بے بس ہو جائے۔"

"ان باتوں کا وقت نہیں ہے جون مارک، یہ نئی مصیبت گلے آ پڑی ہے، سوچنا یہ ہے کہ اب ہم یہاں سے کیسے نکلیں میرا پاسپورٹ گم ہو چکا ہے، اس کے حصول کے لیے یقینی طور پر ہمیں ایک طویل کارروائی کرنا ہوگی اور یہ کام آسان نہیں ہوگا ہر چند کہ میں قانونی طور پر یہاں آیا ہوں لیکن اس کے باوجود کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے میری جس کے تحت سرکاری طور پر میں کچھ مراعات حاصل کر سکوں، اب اس سلسلے میں ایک ہی کارروائی ہو سکتی ہے... جون مارک وہ یہ کہ ہم کسی بھی طور خاموشی سے بنکاک چھوڑ دیں اور کسی ایسی جگہ نکل چلیں جہاں ہم دوسروں کی نگاہوں سے روپوش رہیں، کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد ہمیں کوئی کہانی گھڑنا پڑے گی اور اس کے بعد ہم نیا پاسپورٹ حاصل کر کے یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔ میں ابھی ذہنی طور پر معطل ہوں، اور کوئی بہتر ترکیب میرے ذہن میں نہیں آ رہی اس لیے تم لوگ محتاط رہو۔"

"جو حکم جناب۔ لیکن ایک درخواست تھی میری" جون مارک کہنے لگا۔

"ہاں ہاں کہو۔ مجھے اب اس وقت تم لوگوں کے تعاون کی بے حد ضرورت ہے۔"

"میں یہ عرض کر رہا تھا جناب کہ بادشاہ خان کو اس کے فرائض یاد دلائے جائیں، کم از کم وہ پاسپورٹ کے حصول میں آپ کی مدد کر سکتا ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا میں اس سے کیا کہوں، مجھے سوچنے دو جون مارک، میں نے تمھیں صورت حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ ایک اور بات میرے ذہن میں ہے۔ جس کا میں تم سے اظہار کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی فرمائیے؟" جون مارک بولا۔

"کیا یہ رہائش گاہ اب ہمارے لیے بہتر ہوگی؟"

"اوہ واقعی اگر دشمن نے یہ پتہ دیکھ لی ہے اور ایک ایسے دشمن نے جو آپ کو قتل کرنے کا خواہاں ہے تو پھر وہ دوبارہ بھی یہاں آئے گا۔"

"یقیناً جون مارک، ایسا ہی ہوگا۔ میرا دشمن یہاں دوبارہ بھی آ سکتا ہے لیکن اب کیا کیا جائے؟"

"میں پھر وہی بات کہوں گا مسٹر ہینڈرک کہ ہم یہاں بے وسائل ہیں، اگر ہمارا اپنا علاقہ ہوتا تو شاید اس حد تک بات نہ بڑھ سکتی، ہم اپنے دشمن کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن یہاں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"

"بالکل میں جانتا ہوں اور میں اس سلسلے میں تمھیں کوئی الزام نہیں دوں گا، لیکن رہائش گاہ کی تبدیلی بہت ضروری ہے۔"

"آپ بادشاہ خان سے بات کر لیں جناب، اگر بادشاہ خان اس سلسلے میں بھی ہماری معاونت نہ کر سکا تو ٹھیک ہے میں اپنے طور پر کسی رہائش گاہ کا انتظام کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"اوہ جون مارک میرے خیال میں تم اپنے طور یہ کام کرو بہتر یہ ہوگا کہ ہم آج ہی کسی وقت اپنی نئی رہائش گاہ میں چلے جائیں خواہ وہ کیسی ہی جگہ ہو۔ صرف اس جگہ کو چھوڑ دو۔ یہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"تو پھر میں ابھی سے اس کے لیے کوشش کر لیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ، میں تمھارا انتظار کروں گا اور سنو ہمارے پاس ابھی کرنسی تو کافی ہے، میرے ٹریولرز چیک بھی چوری ہو گئے ہیں۔"

"اس کی آپ فکر مت کریں جناب، ہم چاروں کے پاس ملا کر ابھی خاصی کرنسی ہو جائے گی، لیکن یہ زیادہ عرصے تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکے گی۔"

"خیر اس سلسلے میں جو ہوگا، دیکھا جائے گا" ہینڈرک نے کہا اور جون مارک باہر نکل گیا۔ ہینڈرک کے چہرے پر سخت پریشانی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ کافی دیر تک وہ سوچتا رہا اور اس کے بعد اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ وہ بادشاہ خان سے رابطہ قائم کرے۔ اس نے شارٹ فریکوئنسی پر بادشاہ خان سے رابطہ قائم کیا لیکن دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی تھی۔

"بادشاہ خان سے رابطہ قائم کراؤ" ہینڈرک نے کہا۔

"سوری سر، خان کہیں گئے ہوئے ہیں۔"

"کتنی دیر ہوئی؟"

"بس تھوڑی دیر ہوئی" نسوانی آواز نے جواب دیا ہینڈرک نے ڈسکنکٹ کر کے کیتھرو سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو کیتھرو، بادشاہ خان کہاں ہے؟"

"اوہ جناب بادشاہ خان نے ابھی مجھے تھوڑی دیر پہلے آپ کے بارے میں رپورٹ دی تھی، درحقیقت بڑے پریشان کن حالات سے گزرنا پڑ رہا ہے آپ کو بھی۔ لیکن بادشاہ خان کسی خاص نکتے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ممکن ہے وہ چند روز تک واپس نہ آ سکیں، ویسے انھوں نے یہ بھی اطلاع دی تھی... کہ جب وہ واپس آئیں گے تو شیران کی لاش ان کے ساتھ ہوگی آپ شیران کو جانتے ہیں نا جناب۔ وہی شخص۔۔ جس نے آپ پر حملہ کیا تھا۔"

"ہاں جانتا ہوں، مگر یہ نہیں بتایا بادشاہ خان نے کہ وہ کس نکتے پر کام کر رہے ہیں؟"

"نہیں جناب، میری یہ جرأت نہیں... کہ میں ان سے کچھ پوچھنے کی کوشش کروں۔"

"اوہ، اوہ، بادشاہ جو کچھ بھی ہے بے شک میں اسے تسلیم کرتا ہوں، لیکن موجودہ حالت کا ذمہ دار وہی ہے، کیتھرو میں بہت پریشانی کے عالم میں گزر کر رہا ہوں، میری رہائش گاہ میں چوری ہو چکی ہے، میرا پاسپورٹ، ٹریولرز چیک اور بہت سی قیمتی اشیا غائب ہو گئی ہیں۔ قیمتی اشیا کی تو مجھے پروا نہیں ہے لیکن پاسپورٹ، تم خود سوچو کیتھرو۔ اس کے بغیر تو میں یہ ملک چھوڑ بھی نہیں سکتا۔"

"انتہائی افسوس ہوا جناب، بڑی تشویش ناک خبریں مل رہی ہیں ان دنوں، آپ مجھے بتائیے مسٹر ہینڈرک میں آپ کی کیا خدمت کر

سکتا ہوں، میرے لیے جو حکم ہو، وہ فرمادیں۔"

"کیا تم میرے لیے دوسرے پاسپورٹ کا بندوبست کر سکتے ہو؟"

"یقیناً میرے خیال میں اس میں زیادہ دقت نہیں ہوگی لیکن وقت ضرور لگ جائے گا جناب۔"

"کیتھرو تم خصوصی طور پر میرے لیے پاسپورٹ وغیرہ کا انتظام کرو، باقی کام میں خود کرلوں گا، حالات کا تجزیہ شاید بادشاہ خان نہیں کر سکا ہے جو شخص ہماری رہائش گاہ تک پہنچ جائے، اس کے لیے ہم تک پہنچنا مشکل نہیں ہوگا" اور پھر ڈیئر کیتھرو، میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مارلینو، شیران کی پشت پر ہے، ورنہ شیران کو براہ راست مجھ سے کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی تھی اور اگر شیران نے مارلینو کی وجہ سے مجھ پر یہ حملہ کیا ہے تو پھر یوں سمجھ لو کہ دوسرا حملہ بادشاہ خان پر ہوگا، کیونکہ مارلینو اتنا احمق نہیں ہے کہ وہ بادشاہ خان کی یہاں موجودگی سے بے خبر ہو۔"

"آپ درست کہتے ہیں جناب" کیتھرو نے ہینڈرک سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیتھرو، تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو؟"

"مجھے آپ کی کچھ تصاویر درکار ہوں گی۔ جو نئے پاسپورٹ پر استعمال کی جاسکیں۔"

"اوہ ڈیئر کیتھرو میرے خیال میں میری اصل تصویر مناسب نہیں ہوں گی، تم کوئی بھی تصویر استعمال کرلو، میں اپنے چہرے پر اس کا میک اپ کرلوں گا، جب نیا پاسپورٹ ہی بنوانا ہے تو پھر اصل نام سے کیوں بنوایا جائے۔" کیتھرو چند لمحات خاموش رہا، پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ میں بہت جلد پاسپورٹ کی تیاری مکمل کر کے آپ کو اطلاع دے دوں گا۔"

"میں فوری طور پر نئی رہائش گاہ میں منتقل ہو رہا ہوں۔ منتقل ہونے کے بعد تمھیں اس سے آگاہ کر دوں گا۔"

"اوہ۔ یہ بہتر ہے جناب۔ میں منتظر رہوں گا" کیتھرو نے جواب دیا اور ہینڈرک نے ٹرانسمیٹر بند کرلیا۔

●

بادشاہ خان، کیتھرو کی رہائش گاہ میں داخل ہوگیا۔ کیتھرو کو یہ اُمید نہیں تھی کہ بادشاہ خان اس طرح اچانک اس کے پاس پہنچ جائے گا، وہ بوکھلا گیا تھا، لیکن بادشاہ خان کو پرسکون دیکھ کر اس کے چہرے پر بھی کسی قدر اطمینان کے آثار نظر آئے۔ وہ بڑے مؤدب انداز میں بادشاہ خان کے آگے جا کھڑا ہوا۔

"آپ۔ آپ اس طرح تشریف لے آئے خان، مجھے حکم کیا ہوتا۔"

"اوہ تکلفات کی ضرورت نہیں ہے، آؤ اندر آؤ" بادشاہ خان نے اندر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا اور کیتھرو اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچنے کے بعد وہ ایک آرام دہ صوفے میں دھنس کر بولا

"کوئی نئی خبر تو نہیں؟"

"جی ہاں جناب، ابھی تھوڑی دیر قبل ہینڈرک نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ اپنی رہائش گاہ بدل رہے ہیں۔"

"مجھے یقین تھا، ہینڈرک بُری طرح بوکھلا گیا ہے بہر طور اور کیا کہہ رہا تھا؟"

"نئے پاسپورٹ کی درخواست کر رہا تھا، آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے وہی الفاظ دُہرا دیے۔ جن کی ہدایت آپ نے کی تھی۔ میں نے نئے پاسپورٹ کے حصول کے لیے کہا کہ وہ مجھے اپنی تصویر مہیا کر دے تو اس نے کہا کہ کسی بھی نئے چہرے اور نئے نام کے ساتھ پاسپورٹ حاصل کرلیا جائے، وہ اپنے چہرے پر اس نئے چہرے کا میک اپ کرے گا۔ وہ یہاں اپنی شکل میں رہنا نہیں چاہتا۔"

"ہوں، کیتھرو اگر ہینڈرک نے میک اپ کرلیا تو ہمارے کام میں مشکل آجائے گی" بادشاہ خان پُرخیال انداز میں بولا۔

"میں نہیں سمجھا جناب" کیتھرو نے تعجب سے کہا اور بادشاہ خان کی آنکھوں میں گہری سوچ کے آثار پیدا ہوگئے۔ کافی دیر تک وہ خاموش رہا۔ کیتھرو سوالیہ انداز میں اس کی صورت دیکھتا رہا تھا، پھر بادشاہ خان گہری سانس لے کر بولا۔

"تم جانتے ہو کیتھرو۔ میں نے یہ سب کچھ کیوں کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ کیتھرو، میرے سارے مفادات اس وقت دو نمبر کی حیثیت رکھتے ہیں، میں اس وقت مارلینو کے سلسلے میں اُلجھا ہوا ضرور ہوں، در حقیقت وہ ہمارا خطرناک ترین دُشمن ثابت ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنے والے وقت میں ہمیں مارلینو کے خلاف ایک عظیم محاذ بنانا پڑے، لیکن مارلینو اس وقت میری فہرست پر نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے کرتا رہے۔ اس کا بادشاہ خان تک پہنچنا مشکل ہے، لیکن یہ دوسرا شخص جس کا نام شیران ہے۔ اس کی ہلاکت میرے لیے ایمان کی حیثیت رکھتی ہے، میں مارلینو سے نہیں اس شخص سے پریشان ہوں اور اس وقت میں اپنے تمام مفادات اس کے خاتمے پر قربان کر سکتا ہوں، خواہ وہ ہینڈرک ہو یا کوئی اور، مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ ہینڈرک نے مارلینو کو نیا جنم دیا ہے، ورنہ مارلینو مر چکا ہوتا... اور مارلینو نے شیران کو قوتیں بخشیں ورنہ پہاڑوں کا بے وقوف تو حیوان

خطرناک ضرور تھا لیکن اتنا نہیں کہ شہروں میں ہنگامے کرتا پھرتا... اسے مارلینو کی قوت اور اس سے مراعات حاصل ہوئی ہیں اور مارلینو، ہینڈرک کی تخلیق ہے اس لیے سزا ہینڈرک کو ہی ملنی چاہیے اور میں نے ہینڈرک کو یہ سزا دینے کا فیصلہ کرلیا ہے لیکن اس سے میں ایک دوہری چال چل رہا ہوں۔ میں ہینڈرک کو شیران کے لیے چارہ بنانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ میں اب بھی پورے طور پر نہیں سمجھا جناب" کیتھرو کی آنکھوں میں دلچسپی اور اشتیاق تھا۔

"سنو کیتھرو، ہینڈرک کو میک اپ نہیں کرنا چاہیے۔ اسے اپنی اصل شکل ہی میں شیران کے لیے چارہ بنایا جاسکتا ہے، اسے اتنا پریشان کر دینا ہے کہ وہ سڑکوں پر نکل آئے مارا مارا پھرے، اور کسی بھی طرح شیران کی نگاہوں میں آجائے۔ شیران اگر اس کے پیچھے لگا ہے اور جیسا کہ ابھی تک واقعات پیش آچکے ہیں۔ وہ ہینڈرک کو ہلاک کرنے میں ناکام رہا ہے تو یقیناً وہ ہینڈرک کو نہیں چھوڑے گا۔ ہینڈرک اس کی نگاہوں سے اوجھل ضرور ہوگیا ہے، لیکن شیران اس کی تلاش میں ہوگا اور اگر ہینڈرک سڑکوں پر مارا مارا پھرے اور شیران اسے دیکھ لے تو پھر ہمارا کام کتنا آسان ہو سکتا ہے۔ اس کا تمھیں اندازہ ہوگا وہ ہینڈرک کو ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا ہینڈرک ہلاک ہو یا زندہ رہے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، لیکن شیران ہماری نگاہوں میں آجائے گا اور اس کے بعد ہم اس پر جال ڈال کر اسے پکڑ لیں گے، چنانچہ ہینڈرک کو شیران کے لیے چارہ بننا چاہیے۔ یقیناً شیران اس کی تاک میں ہوگا۔

کیتھرو تعجب سے بادشاہ خان کی شکل دیکھنے لگا۔ بادشاہ خان نے بلاشبہ ایک خوف ناک منصوبہ بنایا تھا اور ہینڈرک بے چارہ مصیبتوں کا شکار ہوگیا تھا۔ اگر وہ اپنے وطن میں ہوتا تو یقینی طور پر بادشاہ خان کا منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ سب سے تو دی بٹ لیتا۔ ہینڈرک، بادشاہ خان کی حفاظت میں تھا اور بادشاہ خان اس کے خلاف سازش کر رہا تھا۔ جرائم پیشہ افراد تھے۔ یہ سارے کے سارے اس قسم کی اخلاقی باتیں ان کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں، بس ان کا اپنا کام ہونا چاہیے۔ کیتھرو خاموش رہا، بادشاہ خان بھی، تھوڑی دیر تک خاموش رہا، پھر بولا۔

"کیتھرو اس سلسلے میں، میں تم سے کسی جامع پروگرام کا... متوقع ہوں۔"

"حکم جناب۔ میں کس قسم کا پروگرام پیش کروں؟"

"بس یہی کہ شیران کو ہینڈرک کے پیچھے لگانے کے لیے ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہییں۔"

"اگر یہ بات ہے جناب تو میں ابتدائی طور پر ایک بات کہہ سکتا ہوں۔ ہینڈرک کے چار ساتھی یہاں موجود ہیں، میرا خیال ہے ان میں سے یک ایک کر کے سب کو ہلاک کر دیا جائے، ہینڈرک اس طرح بوکھلا جائے گا اور اپنے پروگرام کو عملی جامہ نہیں پہنا سکے گا، اسے اس کی نئی رہائش گاہ سے بھی بھگا دیا جائے اور ان حالات تک پہنچا دیا جائے کہ وہ اپنے لیے کوئی بھی جائے پناہ تلاش نہ کر سکے، یوں ہمارا کام آسان ہو سکتا ہے۔"

"گڈ" بادشاہ خان کی آنکھوں میں تحسین کے تاثرات اُبھر آئے۔ "اچھا پروگرام ہے، مجھے پسند آیا لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کیتھرو کہ ہینڈرک اپنے چہرے پر میک اپ نہ کرنے پائے۔"

"یقیناً جناب اسے اس کی مہلت نہیں ملے گی اور اگر کر بھی لیا تو اس کا توڑ بھی کرلیا جائے گا" کیتھرو نے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے تم یہ کام بخوبی انجام دے لوگے۔ ٹھیک ہے اس کی ابتدا کر دو اور ہاں سنو، لیموزین کے بارے میں تمھیں کیا معلومات حاصل ہوئیں، کیا اس سے شیران کا کوئی نشان نہیں ملا؟"

"نہیں جناب لیموزین چرائی ہوئی گاڑی تھی اس کا مالک کوئی سرکاری افسر ہے" کیتھرو نے جواب دیا۔

"اوہ اوہ، شیران اتنا چالاک نہیں تھا، اسے چالاک بنایا گیا ہے، بے حد چالاک بنایا گیا ہے۔ ہمیں بڑی ہوشیاری سے سارے کام کرنا ہوں گے کیتھرو، میرے خیال میں مارلینو کو ابھی یہاں ہماری موجودگی کا علم نہیں ہے، صرف ہینڈرک ہی اس کی نگاہوں میں آیا ہے۔" بادشاہ خان نے کہا اور کیتھرو پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

"تم اپنا یہ کام کب سے شروع کر رہے ہو؟"

"آج ہی سے جناب۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ہی اس کی ابتدا ہو جائے گی۔"

"اور پاسپورٹ کا مسئلہ" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں ہینڈرک کو دلاسے دیے جاسکتے ہیں" کیتھرو نے جواب دیا اور بادشاہ خان نے مسکرا کر گردن ہلا دی پھر اس نے کہا۔

"تم مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش مت کرنا کیتھرو میں خود ہی تم سے رابطہ قائم کروں گا، ویسے اس بات کا اطمینان کرلو کہ جب تم اپنی مہم انجام دے رہے ہوگے تو میں تم سے زیادہ دور نہیں ہوں گا اور اگر تمھیں کسی فوری ہدایت کی ضرورت پیش آئی تو میں فوری طور پر تم سے رابطہ قائم کر کے تمھیں ہدایات دوں گا۔"

"میں ان الفاظ سے بے حد مطمئن ہوں جناب" کیتھرو نے جواب

دیا اور بادشاہ خان اُٹھ گیا۔ کیتھرو اسے باہر اس کی کار تک چھوڑنے آیا تھا۔

●

ہینڈرک کے ہاتھ پاؤں بندھ چکے تھے۔ اپنے طور پر وہ اتنا بے وسیلہ نہیں تھا کہ کچھ نہ کر سکتا۔ لیکن پاسپورٹ اور ٹریولرز چیک کی گمشدگی کے بعد وہ خود کو قطعی بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اگر اس کا پاسپورٹ چوری نہ ہُوا ہوتا تو وہ اپنی پہلی فرصت میں نکلنے کی کوشش کرتا لیکن بس وہی اُلجھن تھی۔ کافی دیر تک وہ بیٹھا سوچتا رہا۔ جون مارک نے نئی رہائش گاہ حاصل کر لی تھی اور اب وہ سب اسی عمارت میں موجود تھے، لیکن ان میں سے کوئی اس قابل نہیں تھا کہ وہ ہینڈرک کو مشورہ دے سکتا، وہ سب ہینڈرک کے ادنیٰ قسم کے ساتھیوں میں سے تھے۔ جنھیں ہینڈرک عام قسم کے کاموں کے لیے ساتھ لے آیا تھا۔

ہینڈرک چونکہ قانونی طور پر بنکاک آیا تھا، عموماً پاسپورٹ کی گمشدگی کوئی جانسنہ نہیں بن سکتی تھی۔ لیکن اب یہ ضروری ہو گیا تھا۔ اُسے خطرات نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ سب سے پریشان کُن بات یہ تھی کہ بادشاہ خان کے بعد اب کیتھرو سے بھی رابطہ نہیں قائم ہو رہا تھا۔ اس نے کئی بار کوشش کی تھی لیکن ٹرانسمیٹر پر دوسری آوازیں ہی سنائی دی تھیں۔ بہر حال اس نے انھیں اپنی نئی رہائش گاہ کے بارے میں بتلا دیا تھا اور کہا تھا کہ بادشاہ خان یا کیتھرو جس وقت بھی واپس آئیں فوراً اُس سے رابطہ قائم کریں۔ لیکن کافی وقت گزر گیا اور ان میں سے کسی نے اس سے رابطہ نہیں قائم کیا۔ ہینڈرک کے ذہن میں اب ایک شبہہ سر ابھارنے لگا۔ کیا بادشاہ خان بھی اپنے ہم وطن دشمن سے خوفزدہ ہو کر روپوش ہو گیا ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ طویل گمشدگی کیوں؟ جب کہ اسے ہینڈرک کی پریشانیوں کا علم ہے۔

بالآخر مجبور ہو کر اس نے خود ہی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے دو ساتھیوں کو لے کر نئے پاسپورٹ کے حصول کے لیے چل پڑا۔ اس شکل میں وہ میک اپ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اصل شکل میں سرکاری دفتر جانا ضروری تھا اور یہ خطرہ مول لیے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔

وہ متعلقہ سرکاری دفتر پہنچ گیا۔ اس کی کار دفتر کی عمارت کے بیرونی حصّے میں رُکی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیچے اُتر آیا۔ ڈرائیور کار کو ریورس کر کے پارکنگ کی جانب لے گیا تھا، لیکن ہینڈرک ابھی چند ہی قدم بڑھا تھا کہ اس پر گولیوں کی بوچھار ہو گئی۔ اس کے دونوں ساتھی بُری طرح چیخیں مار کر زمین پر گرے اور تڑپنے لگے۔ ہینڈرک اوندھا لیٹ گیا تھا لیکن اب گولیاں نہیں چل رہی تھیں، غالباً مشین گن سے ایک ہی برسٹ مارا گیا تھا اور اُس نے اس کے دونوں ساتھیوں کو شکار کر لیا تھا۔ ان کے بدن میں بے شمار سوراخ ہو گئے تھے، گولیاں کہاں سے چلائی گئی تھی، اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کہاں سے ان لوگوں پر گولیوں کی بوچھار ہوئی ہے۔ چاروں طرف شور مچ گیا، ہینڈرک کو جان بچانا مشکل ہو گئی تھی، وہ چھپکلی کی طرح رینگتا ہُوا آگے بڑھا، اور پھر ایک کار کی آڑ میں سیدھا کھڑا ہو گیا اس کی متوحش نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں، اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی چند لمحات کے بعد اُس کے بدن میں بھی گولیوں کے لاتعداد سوراخ ہو جائیں گے، کاروں کی آڑ لیتا ہُوا وہ باہر نکلنے لگا۔ بے شمار افراد زمین پر گرنے والوں کے گرد جمع ہو گئے تھے، جو کہ اب ٹھنڈے ہو چکے تھے۔۔

ہینڈرک کی سانس بری طرح پھول رہی تھی اور اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو رہا تھا، آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں اور اسے اپنے دل میں ہلکی ہلکی تکلیف محسوس ہو رہی تھی، وہ کاروں کی آڑ لیتا ہُوا بمشکل تمام اپنی کار تک پہنچا اور پھر دروازہ کھول کر اندر گھستے ہُوئے بولا۔

”جلدی، واپس، جلدی۔“ ڈرائیور جو صحیح صورتِ حال سے ابھی تک ناواقف تھا متعجب ہو کر اُسے دیکھنے لگا اور پھر اُس نے ہینڈرک کے حکم پر کار پارکنگ لاٹ سے نکال کر سڑک کی طرف موڑ دی۔

”تیز چلو، تیز چلو۔“ ہینڈرک گھبرائے ہُوئے لہجے میں بولا اور ڈرائیور نے کار کی رفتار تیز کر دی، ہینڈرک کے حواس جواب دے چکے تھے، اس کی گردن ڈھلکی جا رہی تھی، بمشکل تمام وہ اپنے آپ پر قابو رکھے ہوئے تھا۔ اس وقت بھی جان بچ ہی گئی تھی، ”آہ وہ کم بخت اب بھی میرے پیچھے لگا ہُوا ہے‘ وہ کسی طور مجھے نہیں چھوڑے گا، اُس نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر خوفزدہ نظروں سے گردن گھما کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا، پھر اُس نے گردن تھوڑی سی نیچے کر لی کہ کہیں کھڑکی سے گولیوں کی بوچھار نہ ہو جائے، دُور دُور تک کوئی نہیں تھا، سڑکیں سنسان پڑی ہوئی تھیں، تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو گیا۔ دہشت اور بدحواسی اُس کے چہرے پر منجمد تھی۔ اُس کے بقیہ دو ساتھی اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ششدر رہ گئے لیکن کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی انھیں۔

”ریکر، ہائینڈ، اندر آؤ۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔“ ہینڈرک نے سرد لہجے میں کہا اور وہ دونوں اس کے پیچھے چلتے ہُوئے اندر داخل ہو گئے۔ ”بیٹھ جاؤ۔“ ہینڈرک بولا اور اُنھوں نے تعمیل کی۔ ”ہمارے دونوں ساتھی موت کا شکار ہو گئے۔ بنکاک میں اب ہم کسی جگہ محفوظ نہیں ہیں۔ کب اور کس وقت ہمارا دشمن یہاں پہنچ جائے کچھ نہیں کہا

جا سکتا۔ میں تمھیں صورتِ حال سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں۔“ ہینڈرک نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر بولا ”میں یہاں سے نہیں نکل سکتا۔ اس کے لیے مجھے سخت جدّوجہد کرنی ہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ تم لوگ بھی موت کے شکار ہو جاؤ۔ اس لیے۔“ اُس نے آنکھیں کھول کر اُنھیں دیکھا اور اُس کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ سامنے کی دونوں کرسیاں خالی تھیں۔ پھر اُس کے حلق سے اُجڑی ہوئی بڑبڑاہٹ اُبھری۔

[illegible] انسانی فطرت ہے اور مجھے اس [illegible] [illegible] بیٹھا رہا۔ اب اس پہیلی کی مسئلہ ہو گئی تھی [illegible] کا شکار تھا۔ یہاں سے اُٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ بادشاہ خان اس کے ذہن میں اُبھرا اور ایک بار پھر ایک تلخ مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر اُبھر آئی۔ ”بادشاہ خان۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ تم اپنے دشمن سے خوفزدہ ہو کر روپوش ہُوئے ہو اگر زندہ بچ گیا بادشاہ خان تو تمھیں اس بے وفائی کی سزا دوں گا۔“

زندگی کا تصور ایک بار پھر اس کے ذہن میں اُبھر آیا۔ اس نے سوچا کہ زندہ رہنے کی جدّوجہد تو موت کے وقت تک جاری رہنی چاہیے ... پھر ایک اور خیال اُس کے ذہن میں اُبھرا۔ بنکاک سے باہر جانے کے بجائے اگر اُس کے نواح میں کسی مقام پر پناہ لی جائے تو شاید جان بچ سکے۔ کچھ عرصہ خاموشی سے گزارنے کے بعد یہاں سے نکلنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ لیکن اسے بنکاک اور اس کے نواح سے پوری واقفیت نہیں تھی۔ بہر حال یہ مشکل ڈرائیور حل کر سکتا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور پھر جس قدر کرنسی مہیا ہو سکی اُس نے جیبوں میں ٹھونس لی۔ دو جوڑے کپڑے بھی ایک اخبار میں لپیٹ لیے۔ پستول کے چیمبر بھرے، اُسے ہولسٹر میں لگا لیا اور پھر باہر نکل آیا۔

کار پورٹیکو میں کھڑی ہُوئی تھی اور ڈرائیور اسٹیئرنگ پر سر ٹکائے بیٹھا ہُوا تھا۔ شاید اونگھ گیا تھا۔ اُس نے خود ہی عقبی سمت کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔

”چلو۔ بنکاک سے باہر کسی قصبے میں چلو۔“ وہ بھاری آواز میں بولا اور ڈرائیور جلدی سے سیدھا ہو گیا۔ اس نے ایک لمحے میں کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

ہینڈرک بدحواس تھا۔ کار باہر نکلی تو اس کی نگاہیں ادھر اُدھر بھٹکنے لگیں۔ اسے خوف تھا کہ کہیں شیران اس کا تعاقب کرتا ہُوا یہاں تک نہ پہنچ گیا ہو۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہُوئے کبھی عقب میں اور کبھی دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔

”رفتار تیز رکھو۔“ اُس نے ڈرائیور کو ہدایت کی اور ڈرائیور نے کار کی رفتار بڑھا دی۔ تھوڑی دیر میں وہ بنکاک کے پُر رونق شہر کو پیچھے چھوڑ آئے تھے۔

ہینڈرک کو کسی قدر سکون محسوس ہُوا۔ کسی گمنام سی بستی میں چند ہفتے یا چند ماہ گزارنے کے بعد حالات بہتر ہو جائیں گے اور پھر وہ بنکاک واپس آ کر سرکاری پناہ لے گا، کوئی بھی کہانی سنائی جا سکتی ہے لیکن اس کے فرار کا راز۔ یہ ڈرائیور [illegible] [illegible] احمقانہ حرکت نہیں کرنی چاہیے۔ کار سے اترتے ہی ڈرائیور کو ختم کر دینا ضروری ہو گا۔ یقیناً حالات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی کے ساتھ شرافت برتی جائے۔

اس نے عقب میں دیکھا اور دفعتاً اس کا دل دہل گیا، سرخ رنگ کی ایک کار اس کے تعاقب میں آ رہی تھی۔ ہینڈرک کی آنکھیں خوف سے بند ہو گئیں۔ بدن لرزنے لگا۔ آہ شیران تعاقب کر رہا ہے۔ آہ وہ پیچھے آ رہا ہے۔ کار آگے بڑھتی رہی اور اب کسی شبہے کی گنجائش نہیں تھی۔ اُس نے خود کو سنبھالا اور پستول نکال لیا۔ پھر اُس نے پستول کے دستے سے عقبی شیشے میں سوراخ کر دیا۔

”تم آگے بڑھتے رہو ڈرائیور اور رفتار سست کر دو۔“ اُس نے پیچھے دیکھتے ہُوئے کہا۔ ڈرائیور نے اس کے اس حکم کی بھی تعمیل کی تھی۔ جُونہی رفتار سست ہُوئی سُرخ کار کا فاصلہ کم ہو گیا۔ وہ ایک دم قریب آ گئی اور دفعتاً ہینڈرک نے اس کے ونڈ اسکرین کا نشانہ لے کر پستول سے لگاتار فائر کرنے شروع کر دیے۔

سرخ کار کے بریکوں کی خوفناک چرچراہٹ یہاں تک سُنی گئی تھی اور پھر وہ ایک دم سڑک کے کنارے اتری اور قلابازیاں کھاتی ہُوئی نشیب میں جا گری۔

ہینڈرک کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا لیکن دُوسرے لمحے اُسے ایک اور حادثے سے دوچار ہونا پڑا۔ سُرخ کار پر فائرنگ کرنے کے لیے وہ عقبی سمت رُخ کر کے سیٹ پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا اور اُس کی پُوری توجہ سُرخ کار پر تھی۔ جونھی سُرخ کار تباہ ہُوئی ڈرائیور نے پوری قوت سے بریک لگا دیے اور ہینڈرک اُچھل کر اگلی سیٹ پر آ گرا۔ ڈرائیور نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس کی گردن دبوچ لی تھی۔

ہینڈرک نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن ڈرائیور کے فولادی پنجے اس کے حلقوم پر جمے ہُوئے تھے۔ چند لمحات کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا اور ڈرائیور نے اُسے واپس پچھلی سیٹوں

کے نیچے ڈال دیا۔ کار بائیں سمت کے کچے راستے پر اُتار دی تھی اور اُسے ٹیلوں کے درمیان لیتا چلا گیا۔ ایک مناسب جگہ کار روک کر وہ نیچے اُتر آیا۔

بالآخر ہینڈرک کی یہ آخری کوشش بھی ناکام رہی تھی۔ اس کی بدنصیبی اس کا تعاقب کر رہی تھی اور کسی بھی جگہ اسے پناہ نہ لینے دے رہی تھی۔ موت اس کے حواس پر مسلط ہو چکی تھی۔ اس لیے اس نے ڈرائیور پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ سرخ و سفید چہرے کا مالک ڈرائیور، ہینڈرک کی سیٹ کی جانب بڑھا، اُس نے ڈرائیور کی ٹوپی اُتار کر اندر ہی رکھ دی تھی اور اس کا بڑا سر اور بھاری چہرہ نمودار ہو گیا تھا۔ پھر اُس نے عقبی سیٹ کا دروازہ کھولا اور ہینڈرک کو پکڑا اور اُسے کھُردرے پتھروں پر ڈال دیا جس ٹیلے کے عقب میں وہ رُکا تھا اُس کے اطراف میں اور بھی ٹیلے تھے جن میں تھوہر کی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھی۔ دُور دُور تک کوئی اور انسانی وجود نہیں تھا۔ اس لیے ڈرائیور کو اپنے کام میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ وہ چند لمحات ہینڈرک کو دیکھتا رہا اور پھر اُس نے جوتے کی ٹھوکریں مار کر ہینڈرک کو ہوش میں لانے کی کوشش کی۔۔۔ دو تین ٹھوکروں کے بعد ہی ہینڈرک ہوش میں آ گیا تھا۔ اُس نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے ستون نما شخص کو دیکھا اور اُس کی گھگھی بندھ گئی۔ دُوسرے لمحے اُس کا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر رینگ گیا لیکن ریوالور وہاں موجود نہیں تھا۔ ہینڈرک دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر پیچھے کھسکنے لگا۔ اس کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا تھا۔

"ک ک۔ کون ہو تم۔ کون ہو؟" اُس نے بھرّائے ہوئے لہجے میں کہا اور ڈرائیور کی وردی پہنے ہوئے شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ۔ اتنی جلدی بھول گئے ڈیئر، مجھے شیران کہتے ہیں۔" اُس نے نرم لہجے میں کہا۔

"ش ش۔ شش۔ شیران۔۔۔ وہی قبائلی؟"

ہینڈرک کے بدن میں رعشہ پیدا ہو گیا۔

"ہاں عظیم مارلینو کا ساتھی۔"

"م م۔ مگر۔ مگر۔ تمہیں مجھ سے کیا دُشمنی ہے؟"

"کوئی نہیں۔ کوئی دُشمنی نہیں ہے مجھے تم سے لیکن مارلینو کا دوست ہوں میں۔"

"م۔ مارلینو۔ کہاں ہے مارلینو؟"

"وہ جہاں بھی ہے۔ اُس نے مجھے ہدایت کی ہے کہ تمہیں ہلاک کر دوں۔"

ہینڈرک نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ شخص دہشت و بربریت میں بے مثال ہے اور اس سے کسی رحم کی توقع نہیں کی جا سکتی لیکن وہ گڑگڑا رہا تھا۔ زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ شاید اس کی اس بُری حالت سے کوئی اور متاثر ہو جاتا۔ لیکن بدنصیبی تھی اس کی جو شخص سامنے تھا۔ وہ رحم سے ناآشنا تھا اور موت کا کھیل اُس کے لیے سب سے دلچسپ تھا۔ اُس نے اپنی آستین سے ایک لمبا چھُرا نکال لیا جو خاصا وزنی تھا اور اس کا دستہ شاید ہاتھی دانت کا بنا ہوا تھا۔ ہینڈرک کی آنکھوں کے سامنے موت ناچ گئی۔ اُس نے ایک بار پھر پیچھے کھسکنے کی کوشش کی اور کئی قدم پیچھے چلا گیا۔ شیران مُسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ لمبا چھُرا اُس کی مُٹھی میں دبا ہُوا تھا۔ پھر وہ ایک ایک قدم کر کے آگے بڑھا اور ہینڈرک کے سر پر پہنچ گیا۔

"معاف کر دو مجھے۔ معاف کر دو۔ میں کہتا ہوں مجھے معاف کر دو۔" ہینڈرک گڑگڑایا اور شیران ہنس پڑا۔ اُس نے اپنا ایک پاؤں اُٹھایا اور ہینڈرک کے سینے پر رکھ کر اُسے نیچے دبا دیا۔ ہینڈرک اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے پیر کو سینے سے ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُسے یُوں لگ رہا تھا جیسے یہ پاؤں اس کی پسلیوں کا پنجر توڑ کر پشت تک پہنچ جائے گا۔ کتنا خوفناک دباؤ تھا۔ دم رُکا جا رہا تھا۔ تب شیران جھُکا۔ اُس نے ہینڈرک کا ایک ہاتھ پکڑا اور اُسے بلند کر دیا۔

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں باز آ جاؤ۔۔۔" ہینڈرک مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ لیکن شیران کے پاؤں کا دباؤ اُسے، اس کے نیچے سے نکلنے نہیں دے رہا تھا۔ اُس کی اُنگلیاں شیران کے ہاتھ کی اُنگلیوں کی گرفت میں تھیں اور ہاتھ اُٹھتا جا رہا تھا۔ دفعتاً شیران کا چھُرے والا ہاتھ بجلی کی طرح کوندا اور دُوسرے لمحے ہینڈرک کا ایک بازو اُس کے تن سے جُدا ہو کر شیران کی اُنگلیوں میں رہ گیا۔ ہینڈرک ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگا تھا۔ وہ کئی کئی فٹ اُونچا اُچھل رہا تھا اور اُس کے حلق سے دل خراش چیخیں نکل رہی تھیں لیکن ان چیخوں کو سُننے والا اس علاقے میں اور کوئی نہیں تھا۔ شیران ایک بار پھر اس پر جھُکا اور ہینڈرک کی دلدوز چیخیں فضا میں گونجنے لگیں۔

●

بریٹوکرائے کی خوبصورت کوٹھی میں مارلینو، سدھاشی کے پاس موجود تھا۔ سدھاشی یہاں پُرسکون زندگی گزارتے ہوئے اس قابل بننے میں کامیاب ہو گئی تھی کہ شدید ترین حالات کا مقابلہ کر سکے۔

شیران اس کے دل کا زخم تھا۔ اس کے دل کے گوشے گوشے میں اس کی محبت سر اُبھارتی رہتی تھی لیکن پھر اس دیوانے کی وحشیانہ فطرت اُسے نفرت کا احساس دلاتی تھی۔ وہ پاگل تھا۔ سدھاشی جب بھی اُس کے بارے میں سوچتی عجیب و غریب کیفیات کا شکار ہو جاتی۔ اُس کے سینے میں ہلچل سی مچ جاتی۔ کاش شیران اُسے اپنی زندگی میں شامل کر لیتا۔ ساری زندگی کی حسرتیں اور مایوسیاں مٹ جاتیں۔ وہ اس کے قدموں میں اپنے آپ کو عمر کی آخری سانس تک پڑا رہنے دیتی اور یہی اس کے لیے زندگی کی معراج ہوتی۔ لیکن وہ پاگل شخص، وہ تو اب سدھاشی کا دُشمن بن چکا تھا۔ دیوانگی کے عالم میں شیران سے اُس نے جو الفاظ کہے تھے، اُسے یقین تھا کہ شیران اُسے ان الفاظ پر کبھی معاف نہیں کر سکتا اور اگر آج سدھاشی؛ اس کے سامنے آ جائے۔۔۔ بس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ ایسے شخص سے محبت کا تصور مضحکہ خیز تھا اور سدھاشی خود ہی اپنا مذاق اُڑاتی رہتی تھی، مارلینو اس کے لیے ایک طرح سے دیوتاؤں کا پرتو تھا مارلینو درحقیقت دیوتا ہی تھا جس نے اُس بے حیثیت بے کاری لڑکی کو شہزادیوں کی سی زندگی دے دی تھی۔

سدھاشی کو یہاں کوئی تکلیف نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ شیران کبھی کبھی اس کے دل کی کسک بن جاتا تھا۔ مارلینو اس بار بذاتِ خود اس کے پاس پہنچا تھا اور اُس نے سدھاشی کو تمام صُورتِ حال سے آگاہ کیا تھا۔ اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ہانگ ہُو سے اُکتا کر یہاں آیا ہے اور چند دن خاموشی سے اُس کے پاس رہے گا۔ چنانچہ ان دنوں وہ دونوں مختلف مشغولیات میں مصروف نظر آتے تھے، سدھاشی کا دل بھی بہل گیا تھا۔

اس صبح جب اُس نے اخبار اُٹھایا تو پہلے ہی صفحے پر ایک انوکھی خبر دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ ایک غیر ملکی شخص کو قتل کر دیا گیا تھا اور یہ قتل وحشت و درندگی کی ایک ہولناک مثال قرار دیا گیا تھا۔ غیر ملکی کے چاروں ہاتھ پاؤں علیحدہ کر دیے گئے تھے اور اس کی لاش ایک اعلیٰ درجے کی گاڑی میں رکھ کر پولیس ہیڈ کوارٹر کے سامنے چھوڑ دی گئی تھی۔ کار کے اسٹیئرنگ وغیرہ پر کوئی نشانات نہیں ملے تھے۔ سوائے ایک انگریزی تحریر کے جو انتہائی بگڑے ہوئے انداز میں لکھی گئی تھی اور اس میں جگہ جگہ غلطیاں تھیں۔ تحریر کچھ یوں تھی۔ "آٹھ درندوں میں سے ایک کا شکار کر لیا گیا۔ باقی سات کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ وہ اس وقت کو یقیناً نہیں بھُولے ہوں گے جب ایک سادہ لوح دیہاتی اُن کے بیچ آ پھنسا تھا اور اُنھوں نے وحشیانہ قہقہوں کے درمیان اُسے ہاتھ پاؤں سے محروم کیا تھا آج وہی سادہ لوح دیہاتی اپنے انتقام کی ابتدا کر رہا ہے اور وہ آٹھوں درندے جن کی تعداد اب سات رہ گئی ہے۔ بالآخر اُس کے انتقام کا شکار ہو جائیں گے۔" یہ تحریر پولیس کے لیے معمّہ بنی ہُوئی تھی۔ نیچے کسی کے دستخط نہیں تھے۔ پولیس کا خیال تھا کہ تحریر جان بُوجھ کر بگاڑی گئی ہے۔ بہرحال پولیس اس کی تفتیش کر رہی تھی۔ خبر کے ساتھ مقتول کی تصویر بھی چھپی تھی اور جو چہرہ تصویر میں پیش کیا گیا تھا وہ سدھاشی کے لیے انجان نہیں تھا۔ یہ مارلینو کے دُشمن ہینڈرک کا چہرہ تھا۔ سدھاشی بے قرار ہو گئی۔ مارلینو نے اُسے بتایا تھا کہ شیران ہینڈرک کے پیچھے لگ گیا ہے اور اب ہینڈرک شاید ہی بچ سکے۔ ہینڈرک کا یہ وحشیانہ قتل شیران کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اس مختصر خبر میں جو تفصیل تھی وہ چیخ چیخ کر شیران کی نشاندہی کر رہی تھی۔

وہ اخبار ہاتھ میں لیے دیوانہ وار مارلینو کی خواب گاہ کی طرف دوڑی تھی۔

خبر پڑھتے ہی مارلینو خوشی سے چلّا اُٹھا۔

"اوہ بے بی! اوہ بے بی۔ دیکھا تم نے، تم نے دیکھ لیا۔ مارلینو کے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے، میں شیران کے انتخاب پر فخر کرتا ہوں، بے بی اس جیسا شخص رُوئے زمین پر دُوسرا نہیں ہوگا۔ بات کا دھنی، ہاتھ کا دھنی، اس نے جس انداز میں ہینڈرک کو قتل کیا ہے بے بی، یقین کرو میری زندگی دوگنی ہو گئی ہے۔ میں ہینڈرک سے ایسا ہی انتقام لینا چاہتا تھا لیکن نہیں لے سکا۔ جانتی ہو۔۔ آج میں جتنا خوش ہوں سدھاشی اتنا شاید زندگی میں کبھی نہ ہُوا ہوں۔ ابتدا ہو چکی ہے کتّا ابتدا ہو چکی ہے۔ مارلینو کا انتقام تمھیں دُنیا کے کسی خطّے پر سانس نہیں لینے دے گا۔ ہینڈرک تم مر چکے ہو اور میں نہیں جانتا کہ موت کے بعد کسی انسان کی حیات کیا ہوتی ہے لیکن تم نے دیکھ لیا، بُرائی کا انجام کیا ہوتا ہے۔ سزا ضرور ملتی ہے بے بی تم مجھے بتاؤ کہ میں اپنی خوشی کے اظہار کے لیے کیا کروں" سدھاشی ہنس پڑی، پھر بولی۔

"سر۔ میں آپ کو ایک مشورہ دوں؟"

"ہاں بے بی۔ ضرور، ضرور میں بے پناہ خوش ہُوں۔ تمھیں بتا نہیں سکتا۔"

"تو سر آپ یہ اخبار مجھے دیں۔ پہلے غسل کریں، لباس تبدیل کریں اور پھر ناشتے کے کمرے میں پہنچ جائیں۔" سدھاشی شوخ انداز

میں بولی اور مارلینو ہنسنے لگا۔

"ٹھیک ہے تم ناشتہ لگاؤ۔ میں ابھی پہنچتا ہوں۔" اور چند لمحات کے بعد وہ ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا، جہاں سدھاشی ناشتے کی میز پر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ مارلینو نے اپنی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بالآخر شیران نے ہینڈرک کو قتل کر دیا۔ وہ اس کے پیچھے لگ چکا تھا اور یقین کرو میں کوئی خوش خبری سن کر ہی کانگ ہو واپس جانا چاہتا تھا۔"

"سر۔ اس شخص کی خوبیوں سے مجھے بھی کوئی انکار نہیں لیکن بہت ہی وحشیانہ فطرت کا مالک ہے وہ۔ انسانیت اُسے چھو کر بھی نہیں گزری۔"

"اگر انسانیت اُسے چھو کر گزر گئی ہوتی بے بی، تو وہ میرا انتقام اس طرح نہ لے سکتا، بعض ایسے وحشی بے حد کام کے ہوتے ہیں۔ تم اُسے معاف کر چکی ہو، اور مجھے یقین ہے کہ مارلینو کی محبت کے جواب میں تم اس کے ساتھ کوئی انتقامی جذبہ دل میں نہ رکھو گی۔"

"میں تو اس کے خلاف کوئی انتقامی جذبہ نہیں رکھتی لیکن مجھے یقین ہے کہ میں جب بھی اس کے سامنے آئی، وہ یقیناً مجھے ہلاک کر دے گا۔"

"تم اس کے سائے سے بھی بچنے کی کوشش کرنا، میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

دونوں ناشتہ کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ مارلینو اپنے مخصوص ٹرانسمیٹر تک پہنچ گیا تھا جس پر وہ ان لوگوں سے رابطہ قائم کرتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد گریچر سے اس کا رابطہ قائم ہو گیا تھا۔

"اوہ! جناب کیا آپ کانگ ہو سے مخاطب ہیں؟"

"نہیں گریچر ابھی میں بنکاک ہی سے مخاطب ہوں تم نے اخبار کی وہ خبر پڑھ لی ہو گی۔"

"جی جناب۔" گریچر نے جواب دیا۔

"کیا کہتے ہو۔ شیران کے بارے میں؟"

"مجھے یقین تھا جناب کہ شیران بالآخر ہینڈرک کو ختم کر دے گا۔ کیونکہ وہ اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔"

"وہ واپس تو نہیں آیا؟"

"نہیں۔ ابھی واپس نہیں پہنچے۔"

"کہاں ہو گا؟ اندازہ لگا سکتے ہو۔"

"جناب عالی۔ یہ جواب مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔"

"خیر واپس آئے تو میری طرف سے مبارک باد دے دینا۔ میں کانگ ہو واپس جا رہا ہوں۔"

"بہت بہتر اور کوئی ہدایت جناب؟" گریچر نے پوچھا۔

"نہیں۔ بس وہی ہدایت ہے جو تمہیں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ شیران کی حفاظت کرنا، اس کی تیز چالاک فطرت کے باوجود اس کی حفاظت ضروری ہے کیونکہ وہ ایک تیز، سرکش گھوڑا ہے جس کے منہ میں لگام نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں جناب۔ لیکن اگر انھیں علم ہو گیا کہ ہم ان کی حفاظت کر رہے ہیں، تو ہماری ہی مشکل آ جائے گی۔"

"اُسے علم ہی کیوں ہو گریچر۔ تم ایک سمجھدار آدمی ہو، ہر اُونچ نیچ کو اچھی طرح سمجھتے ہو، مجھے یقین ہے کہ تم آخر تک اس مشن کے لیے کام کرو گے۔"

"بہت بہتر۔ جناب آپ کو یقیناً کوئی شکایت نہ ہو گی ہم سے۔" گریچر نے جواب دیا اور مارلینو نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ سدھاشی نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ واپس جا رہے ہیں چیف؟"

"ہاں بے بی۔ میں اسی مقصد کے لیے یہاں رُکا تھا۔ نہ جانے کیوں میرا دل کہتا تھا کہ میں یہاں سے کوئی خوشخبری لے کر واپس جاؤں گا۔ میرے لیے جانے کے انتظامات کرو۔" مارلینو نے جواب دیا اور سدھاشی نے گردن ہلا دی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات اُبھر آئے دل تو اس کا بھی یہی چاہتا تھا کہ شیران سے ملے اُسے پُرخلوص مبارکباد پیش کرے۔ لیکن لیکن۔۔۔

بادشاہ خان کیتھرو کی رہائش گاہ پر موجود تھا اور کسی زخمی بھیڑیے کی طرح غرا رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں خون کی طرح سُرخ ہو رہی تھیں۔ سامنے ہی کیتھرو بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اُس کے سر، ٹانگوں اور بازوؤں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور اس کے حلق سے ہلکی ہلکی کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ دو اور آدمی کمرے میں موجود تھے اور بادشاہ خان پشت پر ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا۔ وقفے وقفے سے رُک کر اس کے حلق سے دھاڑیں نکلنے لگتی تھیں۔ وہ زخمی کیتھرو پر برس رہا تھا۔

"بالکل ناکارہ ہو گئے ہو تم لوگ، قطعی اس قابل نہیں رہے کہ بادشاہ خان کے گروہ میں شامل رہو، مجھے بتاؤ، جواب دو، وہ ایک شخص ہے، صرف ایک شخص، ٹھیک ہے اس کا تعلق میرے قبیلے سے ہے وہ انتہائی وحشی ہے لیکن اگر اس جیسے چند اور وحشی ہمارے

درمیان آ جائیں تو کیا ہم اپنے اس گروہ کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ مجھ سے کہو، مجھ سے درخواست کرو کہ میں یہ گروہ توڑ دوں اور گوشہ نشینی اختیار کر لوں۔ پہاڑوں میں جا بیٹھوں یا یورپ میں گمنام زندگی اپناؤں اور باقی زندگی وہاں بسر کر دوں، میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ مجھے اب دولت کی کیا ضرورت ہے، میرے پاس اتنی دولت ہے کہ اگر پچاس سال تک اور زندہ رہوں تو سکون سے کھا سکتا ہوں لیکن یہ گروہ صرف اس وجہ سے قائم ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے اور میں تم سب کی بہتری چاہتا ہوں لیکن کیا بہتری اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ تم ایک آدمی کے مقابلے میں ناکارہ اور معطل ہو جاؤ۔ میں کہتا ہوں اس طرح تعاقب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا تم لوگ ذہانت سے کام نہیں لے سکتے تھے۔ مجھے بتاؤ مجھے جواب دو کیا ہوا؟ تم جواب دو۔"

"جناب عالی ہم اس تعاقب میں شریک نہ تھے۔" ان دونوں میں سے ایک نے کہا جو کمرے میں موجود تھے۔

"گویا تمھیں یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ ہوا کیا؟"

"یہ بات نہیں مسٹر کیتھرو ہمیں اس بارے میں بتا چکے ہیں۔ حسب پروگرام مسٹر کیتھرو اور اُن کے ساتھی بھی ہینڈرک کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ ہینڈرک کا ہر اُس جگہ تعاقب کیا جا رہا تھا جہاں وہ جاتا تھا، وہ وزارت داخلہ کے دفتر پہنچا تھا۔ یقینی طور پر نیا پاسپورٹ حاصل کرنے کے لیے اُس کے ساتھ دو افراد اور تھے، تیسرا اس کا ڈرائیور تھا جو مقامی تھا۔ وہاں مسٹر کیتھرو نے پروگرام کے مطابق ان دو افراد کو ہلاک کر دیا جو ہینڈرک کے ساتھ گئے تھے۔ مسٹر کیتھرو کے بیان کے مطابق ہینڈرک بھی مشین گن کی زد میں تھا لیکن مسٹر کیتھرو نے خود ہی مشین گن استعمال نہ کی اور ہینڈرک کو نقصان نہ پہنچنے دیا، اس کے بعد وہی ہوا جس کے ہم متوقع تھے۔ ہینڈرک وہاں سے نکل بھاگا اور کیتھرو اس کے پیچھے چل پڑے، ہینڈرک اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے اُس کے دونوں ساتھیوں کو باہر نکلتے دیکھا، میں اور میرا ساتھی، ہینڈرک کے مکان کی نگرانی پر مامور تھے۔ مسٹر کیتھرو کی کار بھی وہیں پہنچ گئی اور اس کے بعد اُنھوں نے کار وہیں کھڑی کر دی تھی۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ہینڈرک اپنی کار میں بیٹھ کر باہر نکلا، وہ بدحواس معلوم ہوتا تھا۔ ہم لوگ تو وہیں رُک گئے مگر مسٹر کیتھرو اس کار کے پیچھے چل پڑے۔"

"بس یہیں سے ہی غلطی ہو گئی۔ کیا اس دوران تم نے شیران کو اس کے پیچھے دیکھا تھا؟"

"نہیں جناب یہی تو پریشان کن بات ہے کہ شروع سے کر اس وقت تک شیران ہینڈرک کے پیچھے نہیں تھا۔" اس شخص نے جواب دیا اور کیتھرو نے نقاہت بھرے انداز میں ہاتھ اُٹھایا۔ شاید وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ بادشاہ خان اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"ہاں ہاں۔ کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ہم سے بنیادی لیکن ایک بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ ہمارا ذہن اس ڈرائیور کی طرف نہیں گیا جو ہینڈرک کی کار ڈرائیو کرتا تھا۔ مجھے شبہ ہے چیف کہ ہینڈرک کے ڈرائیور کو کسی طرح قابو کر کے شیران نے اس کی جگہ لے لی تھی۔"

"اوہ، یہ کیسے کہہ سکتے ہو تم، کیسے کہہ سکتے ہو یہ بات۔"

"چیف جب اُن کی کار واپس ہو رہی تھی تو میں گھستا ہوا وہاں تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے ڈرائیور کو کار میں دیکھا تھا۔ وہ صحیح و سالم تھا اور با آسانی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔"

"ہوں۔ ہوں۔ ٹھیک ہے شیران چالاک ہے۔ وہ ہم سے چالاک ہے اور ہمیں جُل دے گیا۔ اس نے بڑے آرام سے اپنا کام انجام دے دیا اور وہ دن دُور نہیں ہے جب وہ بڑے اطمینان سے بادشاہ خان کو ختم کر دے گا اور اس کا نام و نشان مٹا دے گا۔ میں لعنت بھیجتا ہوں تم لوگوں پر۔۔۔ اس کے بعد میں تمھیں اس قابل نہیں سمجھتا کہ تم لوگ میرے لیے کام کرو، ٹھیک ہے، ٹھیک ہے ہینڈرک قتل کر دیا گیا اور ہم شیران کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ ہم اس کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھ سکے، شاید تقدیر کا پانسہ اس کی طرف پلٹ رہا ہے۔ میں اب تم لوگوں سے ملاقات نہیں کروں گا۔ میری طرف سے تم سب کو آزادی ہے۔ جہاں چاہو چلے جاؤ جس کے ساتھ دل چاہے کام کرو، مجھے تم جیسے ناکارہ لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"چیف، یہ مناسب نہیں ہے، دُشمن کے مقابلے میں ہار جیت ہوتی ہی رہتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا چیف کہ میں زندہ بچ سکوں یا نہیں لیکن میں آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس طرح نہ چھوڑیئے اس میں سارا قصور ہمارا نہیں ہے، بلکہ ایک خطرناک دُشمن ہمارے سامنے ہے اور آنے والا وقت کسی نہ کسی طرح ہمیں اس پر فتح دلا دے گا۔"

"فتح، فتح آسمان سے اُتر رہی ہے انتظار کرو، جب وہ اُتر آئے تو مجھے بھی اطلاع دے دینا۔" بادشاہ خان یہ کہہ کر دروازے کی طرف چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی کار میں بیٹھ کر واپس جا رہا تھا۔

ابھی کار ذرا دُور ہی گئی تھی کہ دفعتاً اُس نے اپنی پستول نکال کر کار ڈرائیور کی پشت پر رکھ دی۔

"روک دو کار۔" اس کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی اور

ڈرائیور نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کار روک دی۔ "ادھر پلٹو۔" اور ڈرائیور کی بگڑی ہوئی شکل اُس کے سامنے آ گئی۔ وہ نہایت خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ بادشاہ خان نے ہاتھ بڑھا کر اُس کا چہرہ ٹٹولا، اُس کی کیپ اُتار دی، اُسے دیکھا اور اس بھرپور چہرے کو ٹٹول کر کیپ ڈرائیور کے سر پر رکھ دی۔

"ٹھیک ہے چلو۔" ڈرائیور نے پھر اسی طرح کار آگے بڑھا دی تھی لیکن اب اسٹیئرنگ اس کے قابو میں نہیں تھا۔ بادشاہ خان کی یہ حرکت اُس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن کچھ پوچھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا تھا جانتا تھا کہ پیچھے ایک خونخوار بھیڑیا بیٹھا ہوا ہے جو کسی وقت بھی لپک کر گردن دبوچ سکتا ہے، بادشاہ خان اُسے راستہ بتاتا رہا اور تھوڑی دیر بعد وہ ہائیڈل گلیمر کے علاقے میں پہنچ گیا۔ ہاؤس بوٹ سے اُسے ایڈنا ڈمپل کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ گرینوا اسکوائر کے فلیٹ نمبر ۲۴ میں ملے گی۔ چنانچہ بادشاہ خان دوبارہ کار میں بیٹھ کر واپس چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایڈنا ڈمپل کے سامنے تھا۔

ایڈنا نے پُرسکون انداز میں اُسے ریسیو کیا تھا لیکن بادشاہ خان کی پیشانی کی شکنیں دیکھ کر اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔

"ہیلو، بادشاہ خان کیا بات ہے، کیسے آنا ہوا؟"

"وہی مسئلہ لے کر حاضر ہوا ہوں، آپ نے کہا تھا مس ڈمپل کہ اُس کے بعد شیران ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ لیکن ہینڈرک قتل ہو چکا ہے اور شیران نے مزید میرے چار آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"میں اخبار پڑھ چکی ہوں۔ بادشاہ خان مجھے کیا بتانے آئے ہو؟"

"یہی میڈم ڈمپل کہ آپ نے اُوپر سے میرے لیے کیا احکامات موصول کیے؟"

"ابھی مجھے احکامات نہیں مل سکے، اس دوران اگر تم تنظیم سے علٰحدگی چاہتے ہو تو مجھے لکھ کر دے دو، میں تمھارے یہ خیالات بھی تنظیم تک پہنچا دوں گی۔ ویسے میں ذاتی طور پر تمھیں ایک مشورہ دیتی ہوں، بادشاہ خان، کسی بھی ذاتی مسئلے کو تنظیم کے خلاف استعمال نہ کرو نقصان اُٹھاؤ گے۔"

"مجھے قطعی طور پر اعتراض نہ ہوتا، مادام ڈمپل اگر مجھے پہاڑوں میں شیران کے قتل سے نہ روکا جاتا۔"

"اوہ یہ راگ تم کتنی بار سُنا چکے ہو، تمھیں یہ بتایا جا چکا ہے خان کہ اگر پہاڑوں میں گڑبڑ ہوتی تو ہمارا مقصد فوت ہو جاتا اور تمھیں اس تنظیم میں شامل کرنے کا کوئی جواز نہ رہتا۔" ایڈنا ڈمپل تیز لہجے میں بولی۔ بادشاہ خان نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے بیٹھا سوچتا رہا تھا۔ چند لمحات خاموشی سے گزرے تو ایڈنا ڈمپل نے نرم لہجے میں کہا۔

"ہر چند کہ اُوپر سے احکامات نہیں ملے۔ بادشاہ خان لیکن کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اپنے طور پر خاموش بیٹھی رہوں گی، ٹھہرو میں تمھیں اس کا ثبوت دیتی ہوں۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا، اور پھر وہ الماری کے نزدیک پہنچ گئی، الماری سے اُس نے ایک چھوٹا پروجیکٹر نکالا اور اس کے سامنے ایک پردہ نصب کر دیا۔ بادشاہ خان متجسس انداز میں ایڈنا ڈمپل کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد پردے پر تصویریں نظر آنے لگیں۔ یہ وہی فلم تھی جو ایڈنا ڈمپل اپنے مقامی مشیروں کو دکھا چکی تھی لیکن بادشاہ خان اُسے پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

ایڈنا ڈمپل نے اس وقت موقع کے لحاظ سے اسے یہ فلم دکھانا مناسب سمجھی... بادشاہ خان فلم دیکھتا رہا اور اُس کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش نمایاں ہوتے رہے، تھوڑی دیر کے بعد فلم ختم ہو گئی تو ایڈنا ڈمپل بولی۔

"تم کیا سمجھتے ہو بادشاہ خان کہ صرف تم ہی متاثر ہو تمھارے لیے مسلسل کارروائی ہو رہی ہے اور اس کارروائی میں ہم اپنے نو آدمی ضائع کر چکے ہیں سمجھے تم۔ اس سے زیادہ تمھارے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا، کارروائی مسلسل جاری ہے، تم نے تو ایک بلا ہمارے سر لا کر ڈال دی ہے لیکن اطمینان رکھو تمھیں اس سے نجات دلا دی جائے گی اور اس کے لیے زیادہ وقت صرف نہیں ہو گا۔"

بادشاہ خان اس وقت تک نرم ہو گیا تھا وہ متذبذب لہجے میں بولا۔ "مجھے افسوس ہے... لیکن درحقیقت شیران میرے لیے اب ایک زخم بن کر رہ گیا ہے، جس میں شدت سے ٹیسیں اُٹھتی ہیں تو میں آپ کے پاس چلا آتا ہوں۔"

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا، بادشاہ خان کہ تمھاری تکلیف ہماری تکلیف ہے لیکن شیران جیسے خطرناک آدمی کو ختم کرنے میں کچھ وقت درکار ہو گا۔ بہتر یہی ہے کہ تم اس کی طرف سے اپنے ہاتھ سمیٹ لو اور یہ سارا مسئلہ ہمارے لیے چھوڑ دو ہم انتہائی کوشش کریں گے بادشاہ خان کہ تمھیں مطمئن کر سکیں، اسی میں ہمارا اپنا اطمینان بھی ہے۔"

"آپ کیا چاہتی ہیں مادام؟"

"چاہتی نہیں، مگر میرا یہ مشورہ ہے کہ تم اپنی تمام کارروائیاں جو تم اس کے خلاف کر رہے ہو ترک کر دو، میرا اندازہ ہے کہ وہ اہم

تک تمھاری راہ پر نہیں لگ سکا لیکن بادشاہ خان اگر وہ ہمارے راستے میں آ گیا تو پھر ہمارے لیے بھی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ ہم تمھاری حفاظت چاہتے ہیں۔ بعض اوقات ہمارا دشمن ہم سے بھی زیادہ چالاک نکلتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم پاگل کتوں کی طرح سڑکوں پر بھونکنے لگیں۔ ہمیں بہر طور سیاست سے کام لے کر اُسے ٹھکانے لگانا ہوتا ہے اور یہی ہمارے اور اس کے درمیان امتیاز ہے۔ ورنہ ہم اس سے ہلکے قرار پائیں گے۔" بادشاہ خان کچھ دیر سوچتا رہا، پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مادام، میں انتظار کروں گا۔"

"او کے بادشاہ خان میں تمھیں یقین دلاتی ہوں کہ ہم ان حالات سے لاپروا نہیں ہیں بلکہ کسی بھی وقت تمھیں شیران کی موت کی خبر سنا دی جائے گی۔"

بادشاہ خان خاموشی سے اٹھا اور اپنی کار میں واپس آ بیٹھا لیکن کار میں بیٹھنے سے پہلے ایک بار پھر ڈرائیور کو چیک کر لینا مناسب خیال کیا تھا۔ شیران اب اس کے حواس پر بھی چھا چکا تھا، اور اب وہ چاروں طرف سے چوکنا نظر آ رہا تھا۔

● ایڈنا ڈمپل کو اوپر سے ہدایات موصول ہوئی تھیں، ایک بڑا لفافہ اسے اپنے سفارت خانے سے ملا تھا، ایڈنا ڈمپل نے پُراشتیاق انداز میں لفافہ کھولا اور اس کی تحریر پڑھنے لگی، لکھا تھا۔

"ڈیئر ایڈنا ڈمپل

تمھاری رپورٹ موصول ہوئی، فارالیسٹ کے علاقے میں تمھارا تقرر بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا، ہمیں تمھاری ذہانت پر مکمل اعتماد ہے اور ہم تمھاری کارکردگی سے پوری طرح مطمئن ہیں، ہم تمھارے اس خیال سے بھی متفق ہیں کہ عمر رسیدہ بادشاہ خان اس وقت ہمارے لیے کارآمد نہیں رہے گا جب ہم پہاڑوں میں اپنی مہم کا آغاز کریں گے اور اس کے لیے تم نے جو قائم مقام چنا، اسے ہم نے بے حد پسند کیا، بلاشبہ وہ جنگجو قبائلی ہمارے مقصد کے لیے بالکل ٹھیک ہے، اس کی فطرت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ہمارے مشن کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو سکے، بلکہ تمھاری رپورٹ کے بعد جب ہم نے اس کے بارے میں تحقیقات کرائیں تو ہمیں بڑے دلچسپ انکشافات سننے کو ملے، شیران، بہزاد سلامن کا بیٹا اخلاقی قیود سے آزاد نوجوان ہے، اس کے ذہن پر مذہب اور انسانیت کا کوئی تسلط نہیں ہے اور وہ ایک ایسا شخص ہے جو حالات کے ساتھ چلنے پر کمربستہ رہتا ہے، اس کے بارے میں کچھ تفصیلات سُرخ نشانات کے ساتھ تمھیں ارسال کی جا رہی ہیں، ان سے تمھیں اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ ہماری ہدایت ہے کہ شیران کو اس علاقے سے نکال لے جاؤ، کس طرح، یہ تم پر منحصر ہے کیونکہ تم تازہ ترین حالات سے واقف ہو گی۔

"شیران کے لیے ہم نے بارتھم کا علاقہ منتخب کیا ہے۔ اسے بارتھم کے وحشی قبائل میں لے جا کر چھوڑ دو لیکن خبردار اس کا تحفظ کیا جائے کیونکہ یہ وحشی قبائل بہت خونخوار ہیں، یہ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ ابھی ہم بادشاہ خان کا زوال نہیں چاہتے۔ پہاڑوں کی پیچیدگیوں سے یہ شخص واقف ہے اور ہم اس وقت تک اسے اپنے ساتھ رکھنے کے خواہش مند ہیں۔ جب تک ہم پہاڑوں میں اپنا کام شروع نہ کر دیں، چنانچہ بادشاہ خان حسبِ معمول ہمارا کارکن رہے گا اس کی تسلی کے لیے تم جو کچھ کر سکتی ہو کرو، شیران کو ان علاقوں میں لے جاؤ اور اس وقت تک وہاں اُلجھائے رکھو جب تک کہ ہمیں اس کی ضرورت پیش نہ آئے، جب ہمیں اس کی ضرورت پیش آئے گی تو اسے وہاں سے نکال لیا جائے گا اور بادشاہ خان کی جگہ متعین کر دیا جائے گا۔ ہمیں اُمید ہے کہ تم ہمارے اس پروگرام سے متفق ہو گی، یہ ہدایت ہماری جانب سے ہے اور اس کے بعد جو اقدامات کرنے میں وہ صرف اور صرف تم پر منحصر ہوں گے۔

تمھارے خیرخواہ۔"

نیچے چند لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ ایڈنا ڈمپل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اس نے اس کاغذ سے منسلک دوسرے کاغذات کو پڑھنا شروع کر دیا اور کافی دیر تک شیران کے بارے میں مفصل معلومات حاصل کرتی رہی، اسے اپنے ہم وطنوں پر ناز تھا جو بال کی کھال نکالنے کے ماہر تھے، درحقیقت شیران کے بارے میں اسے اتنی تفصیلات کا علم نہ تھا۔ یہ شیران تو واقعی انوکھی چیز ہے، اس نے سوچا اور اس کے دل کش ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

پھر اس نے لفافہ اسی طرح بند کر دیا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر ایک رائٹنگ ٹیبل کے پاس آ بیٹھی، رائٹنگ ٹیبل پر اس نے ایک کاغذ پھیلایا اور پنسل سے ایک نقشہ ترتیب دینے لگی، یہ بارتھم کے علاقے کا نقشہ تھا، وہ اس پر مختلف نام لکھتی رہی، سُرخ رنگ کی پنسل سے نوٹ لکھتی رہی اور تقریباً تین گھنٹے تک وہ اس طرح ہلے جلے بغیر یہ نقشہ ترتیب دیتی رہی۔ کئی نام لکھے تھے اس نے، اُس نے کئی جگہوں پر گول دائرے بنائے تھے... پھر وہ اس کام سے فارغ ہو گئی، بہت تھکی تھکی نظر آ رہی تھی وہ اس نے پنسل اپنی جگہ رکھی، نقشہ لپیٹ کر رول کیا اور اس پر ربر بینڈ چڑھا دیا۔ اس کے بعد وہ ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے چلتی ہوئی اپنی خواب گاہ

میں داخل ہوگئی اور فون پر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے ایک تسماتی آواز سنائی دی تھی۔

"سڈنا نمبری ہوٹل ہوں ہے۔"

"سڈنا میں ڈمیل ہوں۔"

"اوہ میڈم۔ حکم۔" دوسری طرف سے مودب لہجے میں کہا گیا۔

"میرے پاس پہنچ جاؤ، انتظار کر رہی ہوں" خمار آلود ایڈنا نے کہا۔ اور ٹیلی فون بند کر دیا، پھر وہ اسی جگہ بیٹھی سڈنا کا انتظار کرتی رہی۔ سڈنا کو وہاں پہنچنے میں پندرہ منٹ صرف ہوئے تھے۔ ایڈنا کے سامنے وہ بہت مؤدب نظر آ رہی تھی، شاید یہ پہلا موقع تھا کہ ایڈنا نے اسے براہِ راست طلب کر لیا تھا۔ ایڈنا کے اشارے پر وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"وہ شخص تمھیں یاد ہے سڈنا جس کی کار میں تم نے بم رکھا تھا؟" ایڈنا ڈمیل نے پوچھا۔

"جی میڈم یاد ہے۔"

"دوبارہ نظر آئے تو پہچان لوگی؟"

"جی ہاں یقیناً۔" سڈنا نے جواب دیا۔

"سڈنا ہمیں اس شخص کو شکار کرنا ہے اور اس کے لیے میں نے تمھارا انتخاب کیا ہے چونکہ وہ بے حد چالاک انسان ہے اور بم کے اس حادثے سے بچ چکا ہے۔ اس لیے تم اس کے ذہن سے محو نہ ہوئی ہوگی اور وہ یقینی طور پر اندازہ لگانے میں کامیاب ہوگیا ہوگا کہ کار میں بم رکھنے والی تم ہی تھیں، اس جیسا منتقم المزاج آدمی تمھیں فراموش نہیں کرے گا۔ یقیناً تمھیں یہ کام خاصا مشکل محسوس ہوگا، لیکن میرے تمام ساتھی مشکل کاموں کے لیے ہی میرے ساتھ شریک ہوتے ہیں، میں چاہتی ہوں کہ تم دن رات آوارہ گردی کرو سڑکوں پر، پارکوں میں، بازاروں میں اور شاپنگ سینٹرز میں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ وہ تمھیں دیکھ لے، اگر وہ تمھارا تعاقب کرے گا سڈنا تو مطمئن رہنا، ہمارا اوپر اگر وہ تمھارے تحفظ کے لیے مستعد ہوگا اگر وہ تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں، اس کا ساتھ دینا اور اس کی ہدایت پر عمل کرنا، وہ ہمارے لیے ایک اہم شخصیت ہے۔ اگر وہ تمھارا قرب چاہے تو تم اسے... ہائیڈل گلیمر لے جا سکتی ہو۔ ہائیڈل گلیمر کے ہاؤس بوٹ نمبر بارہ پر تمھارے لیے انتظام ہوگا اور ایک بار پھر میں اپنا یہ وعدہ دہرا رہی ہوں کہ تمھیں خطرناک حالات سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔ ہمارے آدمی ہر طرح سے تمھاری خبرگیری کریں گے، بس ہمیں اس پر قابو پانا ہے اور تم اس کا ذریعہ ہوگی۔"

"جو حکم میڈم، میں خوفزدہ نہیں ہوں، وہ انسان ہے اور کسی انسان کو شیشے میں اتار لینا اتنا مشکل تو نہیں۔" سڈنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے تم جیسی ذہین لڑکی سے یہی توقع ہے، فوری طور پر تم اپنا کام شروع کر دو... میری ہدایت کو ذہن میں رکھنا، ہر فون پر تمھیں یہ ہدایت دینا مناسب نہیں سمجھتی تھی۔ اس لیے میں نے تمھیں طلب کر لیا، اب تم جا سکتی ہو۔" ایڈنا ڈمیل نے کہا اور سڈنا گردن خم کر کے اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

ہینڈرک قتل ہو چکا تھا۔ شیران نے اس کی لاش اسی کی گاڑی میں رکھ کر پولیس ہیڈکوارٹر کے سامنے چھوڑ دی تھی، یہ کام بھی اس جیسا جیالا ہی کر سکتا تھا، وہ ہینڈرک کو پانے میں کامیاب ہوگیا تھا، اس وقت اس نے ہینڈرک کے ڈرائیور کو قابو میں کیا تھا جب ہینڈرک وزارت داخلہ کے دفتر سے واپس آیا تھا اور اس کے دو آدمیوں کو ہلاک کیا جا چکا تھا، بہرطور شیران نے ڈرائیور کی وردی پہنی اور پھر تقدیر نے اس کا مسلسل ساتھ دیا، ہینڈرک فرار ہو رہا تھا اور اس نے افراتفری کے عالم میں شیران پر توجہ نہیں دی تھی۔ یوں شیران کا کام بن گیا تھا۔

ہینڈرک کو قتل کرنے کے بعد وہ بے حد پرسکون تھا اور اس کے دل میں خوشگوار کیفیات پیدا ہوگئی تھیں، اس نے رہائش گاہ پر واپسی ضروری نہ سمجھی اور وہ رات ایک نائٹ کلب میں رقص و موسیقی کے پروگرام دیکھتے ہوئے گزاری۔ صبح ہونے سے کچھ قبل وہ نائٹ کلب سے اٹھا اور سنسان سڑکوں پر آوارہ گردی کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگا، پھر ایک ریسٹوران نظر آیا تو اس میں ناشتہ کرنے جا بیٹھا۔

ناشتے سے فارغ ہوا تو رات کی تھکن ذہن پر مسلط ہو گئی۔ اس نے ویٹر کو اشارے سے بلایا اور ویٹر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"کیا اس ہوٹل میں قیام کے لیے کمرے بھی موجود ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب، یہ لاجنگ اینڈ ریسٹورنٹ ہے۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"تب میرے لیے ایک کمرہ حاصل کرو۔" شیران بھاری لہجہ میں بولا۔ ریسٹوران میں اس وقت زیادہ افراد نہیں تھے، ویٹر نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تو شیران نے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا اور ویٹر کا منہ بند ہوگیا۔

"ابھی حاضر ہوا جناب۔" اس نے کہا اور ریسٹوران کے عقبی حصے میں پہنچ گیا، جہاں رہائشی کمرے حاصل کرنے کا کاؤنٹر تھا۔ چند لمحے بعد وہ ایک کمرے کی چابی لے آیا اور شیران کو اس کمرے تک لے گیا تھا، نہ نام پوچھا گیا اور نہ پتہ اور شیران کو کمرہ مل گیا، یہ اس نوٹ کا کمال تھا۔ ویسے ممکن ہے ریسٹوران کے کچھ قواعد ہوں لیکن یہ قواعد بعد میں بھی پورے کیے جا سکتے تھے۔

شیران نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا، جوتے اتارے اور بستر پر دراز ہوگیا اور اس کے بعد شام کو تقریباً چھ بجے اس کی آنکھ کھلی تھی، عقبی کھڑکی سے شام کے دھندلکے جھانک رہے تھے۔ وہ انگڑائی لے کر اٹھ گیا اور پھر عقبی کھڑکی کے نزدیک جا کر موسم کا نظارہ کرنے لگا۔ ذہن ہلکا ہلکا تھا یوں لگتا تھا جیسے کسی اہم فرض سے سبکدوش ہوگیا ہو۔ ساری زندگی میں اگر کسی سے متاثر ہوا تھا تو وہ مارلینو تھا ورنہ اس کی فطرت میں ہی یہ بات نہیں تھی کہ کسی سے متاثر ہو۔ مارلینو لاکھ خوبیوں کا مالک ہوتا۔ وہ سائنسی طور پر کتنا ہی برتر ہوتا شیران اسے کبھی تسلیم نہ کرتا بس متاثر کر گئی تھی تو صرف ایک بات، صحیح معنوں میں 'بے دست و پا' ہونے کے باوجود وہ بے دست و پا نہیں تھا۔ اس کے پاؤں ہزار پیروں سے زیادہ مضبوط تھے۔ اس کے ہاتھ سینکڑوں انسانوں کے ہاتھوں سے زیادہ طاقتور تھے۔

بہرحال اسے مسرت تھی کہ اس نے ہینڈرک کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی کہ ہینڈرک کی موت کی اطلاع مارلینو کو کس طرح ہوگی۔ کافی دیر تک وہ کھڑکی کے ساتھ کھڑا باہر کے ماحول سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر دفعتاً اس کے ذہن میں خیال ابھرا۔ اب وقت گزاری کا کیا مشغلہ ہوگا۔ ہینڈرک مر چکا تھا۔ ایک دلچسپ مشغلہ ختم ہوگیا تھا لیکن پھر اس کے ذہن میں اپنے وہ دشمن ابھر آئے جو اس پر مسلسل حملے کراتے رہے تھے اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مشغلہ ہے، ان لوگوں کو تلاش کرے گا۔ ریکس بل اور ویسے ہی دوسرے سنسان مقامات پر اگر وہ اسے قتل کرنے کے خواہاں ہیں تو دوبارہ بھی اس کے سامنے آئیں گے۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے ہوٹل چھوڑ دیا۔ پچھلی رات ایک نائٹ کلب میں گزاری تھی۔ آج آرام کرنے کی ٹھانی اور اس کے لیے اپنی رہائش گاہ ہی مناسب تھی۔ باہر آ کر اس نے ٹیکسی لی اور چل پڑا۔

گریچر اور مگنیشیا کہیں باہر سے آئے تھے۔ جس وقت شیران کی ٹیکسی رکی ان کی کار اندر داخل ہو رہی تھی۔ گریچر نے احتراماً کار درمیان میں ہی روک دی اور دونوں نیچے اتر آئے۔ شیران انھیں دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"تم دونوں شادی کر لو آپس میں۔ تمھیں دیکھ کر میرے ذہن میں یہی تصور ابھرتا ہے۔"

"مشورے کا شکریہ سر۔ آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟" گریچر نے جلدی سے موضوع بدل لیا۔ مگنیشیا کا چہرہ بے تاثر رہا تھا شیران جیسے شخص کی زبان کے آگے لگام کہاں تھی۔ اس کے ذہن میں جو کچھ آیا اس نے کہہ دیا۔

"دراصل چھوٹے سے شہر میں چند ہی سڑکیں، گلیاں اور بازار ہیں کونسی نئی جگہ کا نام لوں؟"

"آپ کے کارنامے کی خبر ہم اخبارات میں پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے اخبارات دیکھے؟"

"نہیں کیا ہینڈرک کی موت کی خبر چھپی ہے؟" شیران نے دلچسپی سے پوچھا۔

"آئیے۔ میں اخبار دکھاؤں آپ کو۔" گریچر بولا اور پھر گرم چائے کے دوران میں اخبار دیکھتے رہے شیران خبریں سن کر مسکرا رہا تھا۔

"اگر آپ خوشامد نہ سمجھیں سر تو میں ایک بات کہوں۔" گریچر بولا۔

"خوشامد بھی سمجھوں تو تمھارے اوپر کیا اثر پڑتا ہے۔"

"آپ سارے کام کر لیتے ہیں۔ اس لاابالی انداز میں جیسے آپ کو ان کی پروا ہی نہ ہو لیکن ضروری احتیاطی اقدامات بھی کر لیتے ہیں پولیس کو آپ کے ہاتھوں کے نشانات وغیرہ نہیں ملے ہیں اور وہ قاتل کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکے ہیں۔"

"یہاں کی پولیس ہی معصوم ہے۔ میں کیا کروں۔"

"مجھے آپ سے ایک شکایت بھی ہے مسٹر شیران۔ ہم آپ کے لیے دل و جان سے حاضر ہیں لیکن آپ تنہا ہی سارے کام نمٹا لیتے ہیں۔ ہمارا وجود بے مقصد ہوگیا ہے۔"

"اوہ۔ گریچر۔ ہم پہاڑوں کے رہنے والے صرف اپنے بازوؤں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جس دن ہم اپنے دشمن کو دوسروں کے سپرد کرنے لگے اس دن سے ہم ناکارہ ہو جائیں گے اور ہمارے دشمن آسانی سے ہماری گردن کاٹ لیں گے۔ اس بارے میں نہ سوچا کرو۔" شیران نے کہا اور گریچر خاموش ہوگیا۔

دوسرے دن شیراں ایک خوبصورت کار سے کر نکل کھڑا ہوا۔ ریس ہل کی طرف جانے کا بھی ارادہ تھا۔ ایک ٹریفک سگنل پر اُس نے کار روکی تو اس کی نگاہ مخالف سمت کی سڑک پر کھڑی سرخ رنگ کی ایک کار پر پڑی اور دوسرے لمحے وہ بُری طرح چونک پڑا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک لڑکی موجود تھی اور یہ لڑکی۔ شیراں کے حافظے نے اسے کبھی دھوکا نہیں دیا تھا۔ یہ وہی لڑکی تھی جو تاڈنی کو ملی تھی اور جس پر شیراں کو شبہ تھا کہ اسی نے کار میں بم رکھا تھا۔ اسکی کھوپڑی گھوم گئی۔ سو فیصدی اس لڑکی کا تعلق اس کے دشمنوں سے ہوگا اور اگر یہ اس وقت نکل گئی تو...

اسی وقت سگنل کھل گیا۔ شیراں نے وحشیانہ انداز میں گاڑی آگے بڑھائی اور اسے غلط سمت موڑ کر فٹ پاتھ پر چڑھا دیا۔ بے شمار گاڑیاں کے بریک چرچرائے اور کئی گاڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرائیں لیکن شیراں نتائج سے بے پروا دوسری سڑک پر آگیا اور اس نے سرخ کار کے پیچھے اپنی کار دوڑا دی۔ سگنل کے دوسری سمت کھڑے ہوئے ٹریفک سارجنٹوں نے اپنی موٹر سائیکلیں اسٹارٹ کیں اور سائرن کھول کر اس وحشی ڈرائیور کے پیچھے چل پڑے جس نے بے شمار گاڑیوں کا نقصان کر دیا تھا۔

پولیس کی گاڑیوں کے سائرن بج رہے تھے لیکن شیراں پر جنون سوار تھا۔ سُرخ کار کی رفتار بھی طوفانی تھی اور ابھی تک اُن دونوں کے درمیان فاصلہ کم نہیں ہُوا تھا۔ پولیس کی گاڑیاں کافی پیچھے رہ گئی تھیں۔ راستے میں کئی خوفناک حادثے ہوتے ہوتے بچے لیکن جلد ہی دونوں کاریں شہر سے باہر جانے والی سڑک پر نکل آئیں۔ شہر سے تقریباً پانچ چھ میل دُور نکل آنے کے بعد اچانک سُرخ کار کی رفتار سست ہوگئی اور وہ جھٹکے لینے لگی۔ لڑکی نے اُسے سڑک کے کنارے روک لیا۔

پلک جھپکتے ہی شیراں کی کار اُس کے برابر پہنچ گئی۔ لڑکی بار بار سیلف لگا رہی تھی۔ "ہیلو!" شیراں نے نرم اور خوشگوار لہجے میں کہا۔

"پٹرول ختم ہوگیا ہے۔ ورنہ شاید تم مجھ سے ریس نہ لگا سکتے۔" لڑکی دانت نکوس کر بولی۔

"فکر مت کرو، جانِ من! میں پھر تمھیں موقع دوں گا۔ اب گاڑی سے اُتر آؤ۔"

"مذاق اُڑا رہے ہو میرا؟ میں تین بار گرانڈ ریس میں اوّل آچکی ہوں۔" لڑکی بُرا مان کر بولی۔

"مجھے یقین ہے۔ تم نیچے اُترو گی یا... ؟"

"کیا مطلب؟" لڑکی چونک پڑی۔ "تم مجھ سے ایسے تحکمانہ لہجے میں کیوں گفتگو کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ تمھاری کار کا پٹرول ختم ہوگیا ہے۔ اب..." شیراں ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ عقب سے دو موٹر سائیکلیں سر پر پہنچ گئیں۔ سارجنٹوں نے اپنی موٹر سائیکلیں، دونوں کاروں کے آگے کھڑی کر دی تھیں... پھر وہ پھرتی سے نیچے اُتر آئے۔

"براہِ کرم نیچے آجایے۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

شیراں کڑی نگاہوں سے اپنے قریب کھڑے پولیس افسر کو گھورنے لگا۔ "کیا تکلیف ہے تمھیں؟" اُس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔ لڑکی دروازہ کھول کر کار سے اُتر آئی تھی۔

"تم، سگنل توڑ کر آئے ہو اور تمھاری اس غیر قانونی حرکت سے بہت سی گاڑیوں کو نقصان پہنچا ہے۔ تمھارا صرف چالان ہی نہیں ہوگا بلکہ تمھیں، پولیس ہیڈ کوارٹر بھی چلنا ہوگا۔" دوسرے سارجنٹ نے کہا۔

"اوہ، آفیسر۔ غلطی میری نہیں ہے۔ میں نے ان سے خوف زدہ ہوکر رفتار تیز کر دی تھی۔" لڑکی نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کچھ آپ پولیس ہیڈ کوارٹر چل کر بتایے گا اور مسٹر، آپ ابھی تک گاڑی سے نیچے نہیں اُترے۔" ٹریفک سارجنٹ نے پستول نکالتے ہوئے کہا۔

"نیچے اُترنا ضروری ہے، سارجنٹ؟ اچھا، تمھاری مرضی۔" شیراں نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔ سڑک سنسان تھی۔ اُس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ سارجنٹ دروازے کی پہنچ سے دُور تھا لیکن نیچے اُترتے ہی شیراں کی ایک ٹانگ گھوم گئی اور دوسرے ہی لمحے سارجنٹ زمین پر تھا۔ دوسرے سارجنٹ نے پستول نکالنے کی کوشش کی تو شیراں اُچھل کر اُس پر جا پڑا۔

سارجنٹ کے عقب میں پہنچ کر اُس نے، اس کے دونوں ہاتھ پُشت پر جکڑ لیے اور اُنھیں بل دے کر زوردار جھٹکا دیا۔ سارجنٹ کے حلق سے دل خراش چیخ نکل گئی۔ اُس کے کندھوں کی ہڈیاں تڑاخ سے ٹوٹ گئی تھیں۔ شیراں نے اُس کی کمر پر لات رسید کی اور وہ اُچھل کر دوسرے سارجنٹ پر گرا جس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ پستول، اُس کے ہاتھ سے اُچھل کر لڑکی کی طرف گیا اور لڑکی نے بڑی خوبصورتی سے اُسے کیچ کر لیا۔

شیراں نے اُسے نظر انداز کر کے سارجنٹوں کی طرف دیکھا اور اُن کے سر پر پہنچ گیا۔ اُس نے دوسرے سارجنٹ کے سر میں ٹھوکر ماری اور وہ بلبلا کر چیخ پڑا۔ دوسرا سارجنٹ، کندھوں کی ہڈیاں ٹوٹ جانے کے باعث ماہیِ بے آب کی طرح پڑا تڑپ رہا تھا۔ شیراں نے اُس کے سر پر بھی ایک ٹھوکر رسید کر دی اور وہ ساکت ہوگیا۔

اس کے بعد شیراں لڑکی کی طرف مُڑا۔ لڑکی کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی اور اُس کا پستول والا ہاتھ جھکا ہُوا تھا۔

"کوئی تُک تھی، ہمارے تعاقب میں آنے کی۔ ہم نے کوئی ایکسیڈنٹ

تو نہیں کیا تھا۔" وہ سڑک کی دونوں سمتوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

شیراں مُسکرانے لگا۔ "ہاں، بے وقوف تھے، دونوں۔ آؤ، تم میری گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔"

لڑکی نے ایک بار پھر پریشان سی نگاہوں سے شیراں کو دیکھا لیکن اُس کی نظروں سے نظریں ملتے ہی وہ خود پر جبر کر کے مُسکرا دی۔ "تم میرا پیچھا کیوں کر رہے تھے؟" اُس نے لگاوٹ آمیز انداز میں پوچھا۔

"اوہ، ہنی! یہ بھی بتا دوں گا مگر تم دیر کیوں لگا رہی ہو؟" شیراں نے مکاری سے کہا۔

"مگر میری کار... اس کا کیا ہوگا؟ یہ دونوں جب ہوش میں آئیں گے تو میری کار کے ذریعے میرے بارے میں معلوم کرلیں گے۔"

"ہوں، یہ بات تو ٹھیک ہے... اچھا ٹھہرو! میں اس کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔" شیراں نے کہا اور پھر وہ کار کے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر، اس کا ہینڈ بریک نیچے گرایا۔ اس کی نگاہیں، سڑک کے دوسری جانب، اُس نشیب کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں جو کافی گہرا تھا۔ دوسرے لمحے اُس نے کار کا اسٹیئرنگ کاٹا اور اُسے نشیب کی طرف دھکیلنے لگا۔ لڑکی فوری طور پر تو نہیں سمجھ سکی لیکن جب کار کے اگلے پہیے، نشیب میں اُترے اور شیراں نے دھکا دے کر اُسے نشیب میں لُڑھکا دیا تو وہ چیخ پڑی۔

"ارے... ارے... یہ کیا، کیا تم نے؟ میری کار..." وہ سڑک کے کنارے کی طرف دوڑی جہاں کار لُڑھکتی ہُوئی جا رہی تھی۔ راستے ہی میں اُس کی پٹرول کی ٹنکی پھٹ گئی اور جب وہ نیچے جا کر رُکی تو اُس میں آگ لگ چکی تھی۔ شیراں، سڑک کے کنارے کھڑا ہاتھ جھاڑ رہا تھا۔ لڑکی مصنوعی انداز میں رونے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم نے میری کار تباہ کر دی۔"

"اس سے تو بہتر کیا، ہنی... کہ وہ، پولیس کی تحویل میں پہنچ جاتی اور پولیس تمھیں پریشان کرتی۔ اب اس کی نمبر پلیٹ بھی جل جائے گی اور پولیس کو پتہ نہیں چل سکے گا کہ وہ کس کی کار تھی۔"

"اوہ... مگر تم نے میری اتنی اچھی کار تباہ کر دی۔"

"کمال ہے... میں نے تمھیں اس مصیبت سے نجات دلائی لیکن تم ناراضگی کا اظہار کر رہی ہو۔ چلو، میرے ساتھ آؤ۔" شیراں نے اس کا بازو پکڑا اور اُسے اپنی کار کی طرف گھسیٹنے لگا۔ کار کے قریب پہنچ کر لڑکی اُن سے چیخ کر بولی۔

"تم نے مجھے تباہ کر دیا۔ اب میں نئی کار کہاں سے خریدوں گی؟"

"ابھی کہاں، ڈارلنگ... ابھی تو میں تمھیں تباہ کروں گا۔" شیراں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے، تمھارا؟"

"کچھ نہیں... تم بلاوجہ دیر لگا رہی ہو۔ کسی طرف سے کوئی گاڑی آگئی تو ہم ایک بار پھر مشکلات کا شکار ہو جائیں گے۔"

"مگر ان دونوں کو کیا ہماری گاڑیوں کے نمبر بھی یاد نہ ہوں گے؟"

"ہوں... یہ بات بھی قابلِ غور ہے... چلو، یہ مسئلہ بھی حل کیے دیتا ہوں۔" شیراں نے پستول نکال کر، ایک سارجنٹ کی پیشانی کا نشانہ لیتے ہوئے کہا... پھر ایک ایک گولی، دونوں کی پیشانیوں میں اُتار دی... اور لڑکی کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹ گئیں۔ ایسی درندگی اور وحشت، اس سے قبل، اُس نے نہیں دیکھی تھی۔ شیراں نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی کار کی طرف گھسیٹا۔

وہ خاموشی سے کار میں بیٹھ گئی اور بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ شیراں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اُس کی آنکھوں میں سکون کے آثار تھے لیکن وہ لڑکی پر پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے تھا... ممکن ہے، یہ شیطان کی خالہ جس نے اُس کی کار میں بم رکھا تھا، کوئی اور ایسی حرکت کر گزرے جس سے شیراں کو نقصان پہنچے۔

"ہاں، اب بتاؤ۔ کہاں چلیں؟"

"تم... میں کیا بتاؤں؟" لڑکی ہکلائی۔

"میرا مطلب ہے کہ کوئی ایسا پُرسکون گوشہ جہاں بیٹھ کر ہم پیار بھری باتیں کریں... میں کچھ وقت تمھارے ساتھ گزاروں... اور تباہ کروں۔" شیراں نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا اور لڑکی کے جسم میں سرد سی لہریں... دوڑنے لگیں۔

اُسے خود کو اس شخص سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار کرنا تھا۔ عام حالات میں وہ کسی سے خوف زدہ ہونے والوں میں سے نہیں تھی لیکن اُس کی آنکھیں جس درندگی کا مظاہرہ دیکھ چکی تھیں، وہ اس کے لیے بالکل غیر متوقع تھا۔ تاہم اُس نے خود کو سنبھالنے کی انتہائی کوشش کی... اور کسی قدر پُرسکون لہجے میں بولی۔

"کیا تم مجھے، کال گرل یا ایسی ہی کوئی لڑکی سمجھ رہے ہو؟"

"نہیں، ڈیئر... تمھیں، میری شکل یاد نہیں رہی، شاید... غور کرو، ہماری مُلاقات پہلے بھی کہیں ہو چکی ہے۔"

"کہاں...؟" لڑکی نے پُرخیال انداز میں پوچھا۔

"ممکن ہے، تمھیں وہ ملاقات یاد نہ ہو لیکن مجھے یاد ہے بہرطور چھوڑو، پُرانی باتیں یاد کرنے سے کیا فائدہ؟ نیا وقت، نیا کھیل۔" شیراں نے کہا۔

"م... مجھے، تم سے خوف محسوس ہو رہا ہے۔ مجھے کہیں اُتار دو۔"

"اوہ... نہیں، ڈارلنگ! میں تمھیں دل میں اُتار چکا ہوں... اب کہیں اور اُتارنے کی کیا ضرورت ہے۔"

لڑکی چند لمحے، اس کی طرف دیکھتی رہی پھر پھیکی سی مسکراہٹ سے بولی۔ "باتیں خوب بنا لیتے ہو... لیکن تم نے کتنی آسانی سے دو آدمیوں کا خون کر دیا اور میری کار تباہ کر دی۔ کیا مجھے تم سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے؟"

"ضرور ہونا چاہیے... ممکن ہے آنے والا وقت، تمھارے دل سے میرا خوف دور کر دے۔"

"اچھا... اب یہ بتاؤ، کہاں جا رہے ہو؟"

"کوئی خاص جگہ ذہن میں نہیں ہے۔ بس تمھیں دیکھا... تو بے اختیار ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ ہم اگلے چوراہے سے گھوم کر بائیں سمت نکل چلیں۔"

"نہیں، دائیں سمت چلو۔ ہم، ہائیڈل گلیمر چلیں گے۔ وہاں میری ایک دوست کا واٹر ہاؤس ہے۔ بس وہیں تھوڑی دیر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ اس کے بعد تم، مجھے چھوڑ دینا۔"

"ہائیڈل گلیمر... ویری گڈ... اور تمھاری دوست کا وہاں واٹر ہاؤس بھی ہے، یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ چلو، وہیں چلتے ہیں۔"

اگلے چوراہے پر پہنچ کر شیران نے کار کا رخ، گلیمر کی جانب موڑ دیا۔ اسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ لڑکی، اسے اپنے پسندیدہ مقام پر لے جا رہی ہے۔ ممکن ہے، وہاں اس کے مددگار موجود ہوں... لیکن شیران، اسے دیکھ کر خود پر قابو نہیں رکھ سکا تھا۔ وہی لڑکی تھی جس نے تاؤنی کے ساتھ مل کر، اس کی کار میں بم رکھا تھا اور انھیں بے وقوف بنا کر نکل گئی تھی...

اس کے ذریعے شیران کو اپنے دشمنوں کا پتہ چل سکتا تھا۔ اسے اپنا محبوب مشغلہ جاری رکھنے کے لیے، دوستوں سے زیادہ دشمنوں کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اب وہ لڑکی کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ ممکن ہے اس طرح اس کی اپنے دشمنوں سے ملاقات ہو جائے اور وہ یہ معلوم کر سکے کہ وہ لوگ کون ہیں۔

بہرطور، سفر جاری رہا۔ ہائیڈل گلیمر کا خوبصورت علاقہ جلد ہی ان کے سامنے آ گیا۔ گاڑی ایک بہت بڑی جھیل کے کنارے کنارے دوڑ رہی تھی۔ کافی دور تک چلنے کے بعد لڑکی نے سامنے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ، پارکنگ لاٹ ہے۔ تم وہاں اپنی کار کھڑی کر دو۔"

"او۔ کے، ہنی!" شیران نے کہا۔

کار مقفل کرنے کے بعد، وہ قرب و جوار کے مناظر دیکھتا ہوا، لڑکی کے ساتھ جھیل کی طرف بڑھنے لگا۔ لڑکی نے ایک چھوٹی سی ڈونگی کو اشارہ کیا اور ڈونگی، ان کے قریب آ پہنچی۔ دونوں اس میں سوار ہو گئے اور ڈونگی، ایک خوبصورت ہاؤس بوٹ کی جانب روانہ ہو گئی۔ قرب و جوار میں اور بھی کئی ہاؤس بوٹ موجود تھے لیکن وہ ہاؤس بوٹ، خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا

اس پر ایک ملازم قسم کا شخص کھڑا تھا جو سرخ وردی میں ملبوس تھا۔ لڑکی، ہاؤس بوٹ پر پہنچ گئی۔ ملازم نے اسے دیکھ کر مؤدبانہ انداز میں گردن جھکا لی تھی۔ شیران دلچسپ نگاہوں سے ہاؤس بوٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔ درمیان، ایک بہت خوبصورت کیبن بنا ہوا تھا جس کا دروازہ کھول کر لڑکی، شیران کو اندر لے آئی۔ کیبن انتہائی نفاست سے آراستہ تھا۔ اندر سے اس کے دو پورشن تھے۔ ایک حصہ ڈرائنگ روم کی حیثیت سے نظر آ رہا تھا اور دوسرا شاید بیڈ روم ہوگا۔ لڑکی نے اشارے سے اسے بیٹھنے کی پیش کش کی۔

"بہت خوب..." شیران ایک صوفے پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "تو یہ تمھاری سہیلی کا ہاؤس بوٹ ہے؟"

"ہاں..."

"تم نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔" شیران نے کہا۔

"میرا نام سڈنا ہے، سڈنا والکر۔"

"ویری گڈ... بڑی خوشی ہوئی، ڈیئر! تم سے مل کر۔ ویسے اس ہاؤس بوٹ میں کتنے افراد موجود ہیں؟"

"کیا مطلب...؟" لڑکی نے چونک کر پوچھا۔

"میرا مطلب ہے، اس ملازم کے علاوہ..."

"کوئی بھی نہیں۔ میری سہیلی کبھی کبھی یہاں آتی ہے اور کبھی ہم دونوں ساتھ چلے آتے ہیں۔"

"کیا نام ہے تمھاری سہیلی کا؟"

"تم تو میرے بارے میں اس طرح پوچھ گچھ کر رہے ہو، جیسے میرا پورا شجرۂ نسب جان لینے کے خواہش مند ہو۔"

"ہاں، ڈیئر! اتنی خوبصورت لڑکی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو جی چاہتا ہی ہے۔" شیران ایک دل آویز مسکراہٹ سے بولا۔

سڈنا کی نگاہیں، اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ خود بھی اس شخص کے بارے میں بڑے عجیب انداز میں سوچ رہی تھی... لیکن دوسرے ہی لمحے، اس نے خود کو سنبھال لیا۔ وہ ایک مشن پر نکلی تھی، یہ کسی محبوب کی رفاقت میں حسین لمحات گزارنے کے لیے نہیں... اور پھر اس پل پل رنگ بدلنے والے شخص کو محبوب سمجھنا بہت خطرناک تھا... وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولی۔

"اینی ڈکسن ہے، اس کا نام۔"

"خوب... بڑی خوش ذوق معلوم ہوتی ہے۔ اتنی عمدہ ہاؤس بوٹ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔"

"تم نے مجھ سے تو میرے بارے میں پوچھ لیا۔ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟" سڈنا نے ایک ادا سے کہا۔

"تم جانتی ہو... اچھی طرح جانتی ہو۔" شیران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"کیا مطلب...؟ میں سمجھی نہیں۔" سڈنا کسی قدر بوکھلا کر بولی اور شیران ہنس پڑا۔

"کیا تم یہ نہیں جانتیں کہ میں مرد ہوں اور تمھیں پسند کرتا ہوں؟ کیا اس سے زیادہ جاننا ضروری ہے؟"

"ٹھیک ہے... لیکن تم نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ میں بھی تم سے متاثر ہو جاؤں گی؟"

"فیصلہ..." شیران ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "بس، کچھ فیصلے میں از خود کر لیتا ہوں اور یہ نہیں سوچتا کہ دوسرے اسے قبول کریں گے یا نہیں..."

"یہ تو ہٹ دھرمی ہوئی۔" سڈنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے ہو۔" شیران نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔ "کیا تم، مجھے کافی نہیں پلاؤ گی؟"

"کیوں نہیں۔ میں خود بنا کر لاتی ہوں۔" سڈنا اٹھ کھڑی ہوئی اور شیران نے مسکراتے ہوئے صوفے کی پشت گاہ سے ٹیک لگا لی۔

ایڈنا ڈیل کی اس ہاؤس بوٹ کے بارے میں وہ سب کچھ جانتی تھی، اسے علم تھا کہ ہاؤس بوٹ کے ایک گوشے میں ایک ایسا ٹرانسمیٹر نصب ہے جس سے ایڈنا ڈیل سے بات کی جا سکتی ہے۔ ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ ایڈنا ڈیل کو اس صورتِ حال سے آگاہ کر دے لیکن پھر اس نے خود ہی اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

ایڈنا نے اسے پورا پروگرام بتا دیا تھا اور اسی پروگرام کے مطابق عمل ہو رہا تھا۔ درمیان جو واقعات پیش آئے، ان سے ایڈنا یقیناً لاعلم نہیں ہوگی اور اس پروگرام میں کوئی تبدیلی، اس کے لیے سود مند نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے ایڈنا کو تفصیل بتانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

سڈنا نے عمدہ قسم کی کافی بنائی۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ شیران کی آنکھیں، اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی ہیں۔ اس نے کافی کے برتن، ٹرے میں سجائے اور ٹرے اٹھائے شیران کے پاس پہنچ گئی۔

اس نے کافی بنا کر ایک پیالی، شیران کے آگے رکھی اور دوسری خود لے کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ شیران نے بے تکلفی سے کافی کے دو تین گھونٹ لیے اور پھر اسی انداز میں پشت گاہ سے ٹک گیا۔

"ویسے، تم عجیب لڑکی ہو، سڈنا!"

"کیوں...؟"

"تم مجھے بڑی آسانی سے یہاں لے آئیں۔ جبکہ یہ کام کسی عام لڑکی کے بس کا نہیں تھا۔"

"شاید میں پاگل ہوتی جا رہی ہوں۔ بعض اوقات ایسی حرکتیں کر بیٹھتی ہوں جن کا میرے ذہن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا... ممکن ہے، میں تم سے مرعوب ہو گئی ہوں۔"

"ممکن نہیں، یقیناً یہی بات ہے۔" شیران نے کہا اور ہنس پڑا... سڈنا کے ہاتھ میں کافی کی پیالی لرز گئی۔ شیران کی ہنسی میں بھیڑیے جیسی... غراہٹ تھی۔

بہرطور، اس نے خود کو سنبھال لیا... اسے خاموشی سے اس وقت تک انتظار کرنا تھا، جب تک اسے، ایڈنا کی طرف سے دوسری ہدایت نہ ملے۔

کافی ختم کرنے کے بعد شیران نے پوچھا۔ "تمھارے اپنے مشاغل کیا ہیں، سڈنا؟"

"کچھ نہیں۔ بس آزاد فطرت ہوں۔ میرے والد یہاں چھوٹا موٹا کاروبار کرتے ہیں۔ والدہ مر چکی ہیں۔ والد اکثر کاروبار کے سلسلے میں قرب و جوار کے ممالک میں جاتے رہتے ہیں۔ آج کل وہ، ہانگ کانگ میں ہیں اور میں آزاد ہوں۔ آوارہ گردی کے لیے نکلی تھی کہ اس جنجال میں پھنس گئی... تم نے میری کار تباہ کر دی، اس کا مجھے بہت دکھ ہے۔"

"اس دکھ کا اظہار تمھارے چہرے سے تو نہیں ہو رہا۔" شیران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس، میں نے کہا نا... کہ تم سے متاثر ہو گئی ہوں، یا شاید بوکھلا بھی گئی ہوں۔ حالانکہ مجھے اس کا جواب دینا مشکل ہو جائے گا... اور پھر یہ بھی خطرہ ہے کہ ان دو پولیس والوں کی موت، کہیں میرے گلے کا پھندا نہ بن جائے۔"

"تمھیں پھندوں سے بہت ڈر لگتا ہے، سڈنا! لیکن میں بھی تو تمھارے گلے کا پھندا بن گیا ہوں۔"

"مذاق مت کرو۔ میں واقعی پریشان ہوں۔ میرا شدید نقصان ہوا ہے۔ اس کے علاوہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میری کار کی نمبر پلیٹ بھی جل گئی۔ تمھارا تو وہاں کوئی نشان نہیں ہے لیکن میری تباہ شدہ کار، ان کی دلچسپی کا باعث بن جائے گی۔ مجھے بتاؤ میں اس مصیبت سے کیسے نجات حاصل کر سکتی ہوں؟"

"میرا وعدہ ہے، ہنی! کہ تمھیں اس جنجال میں نہیں پھنسنے دوں گا۔ یہ ایک قبائلی کا وعدہ ہے۔"

"قبائلی کا...؟" سڈنا نے بھویں اٹھا کر پوچھا۔

"ہاں، ہم پہاڑوں کے رہنے والے، اپنے وعدے کے بہت پابند ہوتے ہیں، جو کہتے ہیں، اسے ہر حال میں پورا کرتے ہیں۔"

"اوہ... تو تم پہاڑی باشندے ہو... تبھی مجھے تمھارے خد و خال

اور قد و قامت سے یہ شبہہ گزرا تھا۔ تم یورپین نہیں لگتے لیکن تمھارا رنگ و روپ اور جسامت میرے لیے تعجب خیز تھی۔"

"یقیناً... تو یہ چٹانوں میں رہنے والے کا وعدہ ہے کہ وہ، تمھیں کسی مصیبت میں نہیں پھنسنے دے گا۔" شیران نے نرم لہجے میں کہا... اور سڈنا مسکرا دی۔

"مجھے تمھاری شخصیت بہت پسند ہے۔" سڈنا ایک گہری سانس لے کر بولی... پھر وہ، بنکاک کے ماحول اور موسم کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ شیران، اُسے پہاڑوں میں رہنے والوں کی داستانیں سُناتا رہا۔

سڈنا اب بہت مطمئن نظر آ رہی تھی۔ شیران کے کسی بھی انداز سے جارحیت کا احساس نہیں ہو سکا تھا... لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اُس کے اپنوں نے اُس کے لیے کیا کیا ہے اور اُسے کتنا وقت شیران کے ساتھ گزارنا ہوگا... ویسے اُسے یہ بھی اطمینان تھا کہ ایڈنا، اُس کی طرف سے غافل نہیں ہوگی۔

رات کا کھانا، اُس نے ہاؤس بوٹ ہی میں تیار کیا۔ شیران بار بار اس بات پر حیرت کا اظہار کر رہا تھا کہ اُس کی دوست ایمی ڈکسن کتنی باذوق اور شاندار شخصیت کی مالک ہے۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ ایمی ڈکسن کی نگاہوں میں سڈنا کی بڑی وقعت ہے۔ کیونکہ اس ہاؤس بوٹ پر اُسے وہی اختیارات حاصل ہیں جو شاید ایمی ڈکسن کو ہوں گے۔

سڈنا، ان تمام باتوں کے جواب میں صرف مسکرا کر رہ جاتی تھی... پھر جس وقت وہ کچن میں رات کا کھانا تیار کر رہی تھی، شیران پوری ہاؤس بوٹ کا چکر لگا آیا تھا۔ اُس نے اطراف میں کھڑی ہوئی کشتیاں بھی دیکھی تھیں جن میں سے کچھ روشن تھیں اور کچھ تاریک نظر آ رہی تھیں۔ وہ کشتیاں، ہاؤس بوٹ سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہیں تھیں، تیر کر بہ آسانی اُن تک پہنچا جا سکتا تھا۔ یہاں کا ماحول دیکھ کر، شیران کے ذہن میں ایک منصوبہ پرورش پا رہا تھا۔

رات کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سڈنا نے کہا۔ "اب کیا ارادہ ہے، چلو گے نہیں یہاں سے؟ ہمیں واپسی کے لیے کوئی ڈونگی بھی نہیں مل سکے گی۔"

"ڈونگی حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے، ڈیئر سڈنا؟" شیران نے پوچھا۔

"کچھ نہیں، کنارے پر ڈونگیاں موجود ہوتی ہیں۔ تم، انھیں بلانے کے لیے ٹارچ سے اشارہ کر سکتے ہو... لیکن ساڑھے گیارہ بجے کے بعد... یہ ڈونگیوں والے اپنا کاروبار ختم کر کے چلے جاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، ڈارلنگ! تمھارے ڈیڈی بنکاک میں موجود نہیں ہیں، پھر تمھیں کیا پریشانی ہے۔ ہم اب صبح ہی یہاں سے چلیں گے۔"

"اوہ... تم بہت شریر ہو۔ تم نے میرے ساتھ کوئی بہتر سلوک تو نہیں کیا لیکن اس کے باوجود، میں، تم سے متاثر ہوں۔" اس پہاڑی شخص سے درحقیقت وہ بے حد متاثر ہو گئی تھی۔ ایسی عجیب و غریب اور پُرسحر شخصیت کا مالک، اُس کی زندگی میں پہلے کبھی نہیں آیا تھا... لیکن کسی بھی وقت شیران کی زندگی کا خاتمہ ہو سکتا تھا کیونکہ ایڈنا ڈمپل اُس کی دشمن تھی۔

"کیا سوچنے لگیں، سڈنا؟" شیران نے پوچھا تو وہ چونک پڑی۔

"کک... کچھ نہیں..."

"میں جانتا ہوں، تم کیا سوچ رہی ہو۔"

"بھلا کیا سوچ رہی ہوں، بتاؤ؟"

"یقیناً اُس شخصیت کے بارے میں جو میری زندگی کی خواہاں ہے اور جس نے تمھیں میرے پیچھے لگایا ہے۔ وہ شخصیت مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔" شیران نے اطمینان سے کہا تو سڈنا بُری طرح چونک پڑی۔

"کک... کیا مطلب...؟" سڈنا کا جسم کپکپا سا گیا اور اُس کے ہونٹ لرز کر رہ گئے۔

"سڈنا ڈارلنگ! میں نے تم سے کہا تھا نا... کہ ہماری یہ ملاقات پہلی نہیں ہے۔ تم نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ میں تمھاری یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔"

"نہ جانے، کیا کہہ رہے ہو تم... میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔"

"لیکن تمھاری آنکھیں چغلی کھا رہی ہیں، حسین لڑکی! تم سب کچھ سمجھتی ہو۔" شیران نے سرد لہجے میں کہا۔

سڈنا کے جسم میں خوف کی لہریں دوڑنے لگیں۔ بہ مشکل تمام اُس نے خود پر قابو پایا۔

"ہاں تو، کیا تم اس سے انکار کرو گی کہ تم نے میری کار میں بم رکھا تھا۔ جب میری کار خراب ہو گئی تھی اور میرا احمق ساتھی تاؤنی، تمھاری کار میں بیٹھ کر مکینک کو لینے گیا تھا۔"

"اوہ... تم غالباً... اوہ، درحقیقت مجھے یاد نہیں تھا... لیکن اب مجھے، تمھارا چہرہ یاد آ گیا ہے... کمال ہے، کیا سمجھ رہے ہو، تم؟ اور یہ بم والی کیا بات ہے؟" سڈنا نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ حالانکہ اُس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔

شیران بدستور عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"اچھا، چلو چھوڑو... اب یہ بتاؤ کہ وہ کون لوگ ہیں اور کیوں میرے دشمن بن گئے ہیں؟"

"کن کی بات کر رہے ہو؟"

"دیکھو، ڈیئر... اس قدر معصوم بننے کی کوشش مت کرو... مجھے، وہ لوگ سخت ناپسند ہوتے ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"شیران... میرے بارے میں نہ جانے تم کیا سوچ رہے ہو؟"

"وہی جو حقیقت ہے۔ اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ کون لوگ میرے دشمن ہیں اور کیوں میرے پیچھے پڑے ہیں، تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں جھیل کے کنارے چھوڑ دوں گا اور اس کے بعد ہمیشہ کے لیے بھول جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم براہِ راست میری دشمن نہیں ہو... اور اگر ہو تو اس کی وجہ بتاؤ۔"

"میں، ان باتوں کی متحمل نہیں ہو سکتی، شیران!" سڈنا نے کہا اور اُٹھ گئی۔

شیران مسکراتی ہوئی نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ "ڈیئر سڈنا! میری فطرت میں بے شمار خرابیاں ہیں اور ان میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ میں کسی بھی اُلجھن کو زیادہ عرصے تک اپنے ذہن پر مسلط نہیں رکھتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم کسی اتفاقیہ حادثے کے تحت، میرے قریب نہیں آئی ہو، ہم پہلے بھی مل چکے ہیں اور میں، تمھارا حسن و جمال دیکھ کر تمھارے پیچھے نہیں لپکا تھا بلکہ میں نے تمھیں پہچان لیا تھا کہ تمھی نے میری کار میں بم رکھا تھا۔ بہرحال، میں آخری بار کہہ رہا ہوں، سڈنا! کہ میرے دشمنوں کے متعلق بتا دو۔ میں، انھیں تمھارا دشمن بھی کہہ سکتا ہوں۔ اس لیے کہ انھوں نے تمھیں چارہ بنا کر میرے آگے ڈالا ہے۔ ممکن ہے، اطراف میں تمھارے محافظ، تمھارے لیے خون کی ندیاں بہانے کو تیار ہوں... لیکن میرا نام شیران ہے۔ میں بہرصورت، اُن کے جال سے نکل جاؤں گا... لیکن تم... تم زندگی کھو بیٹھو گی، سنا تم نے؟" شیران کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔

سڈنا اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی... پھر اٹک اٹک کر بولی۔ "سنو تو سہی... یقین کرو... میں تمھارے کسی دشمن کو نہیں جانتی۔"

شیران اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس کی نگاہوں میں نگاہیں گاڑے قدم بہ قدم اُس کی طرف بڑھنے لگا۔

"رُک جاؤ... رُک جاؤ... شیران! یقین کرو... مم... مجھے..."

سڈنا نے خوف زدہ نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھا۔ ابھی تک دُور دُور کسی کا پتہ نہیں تھا... اُسے اُمید نہیں تھی کہ شیران کوئی انتہائی قدم اُٹھا بیٹھے گا۔ وہ تو یہ سمجھتی رہی تھی کہ شیران، اُس کے حُسن کے جال میں پھنس گیا ہے... شاید ایڈنا ڈمپل بھی شیران کی شخصیت سے پوری طرح واقف نہیں تھی۔

شیران، اُس کے قریب پہنچ کر رُک گیا۔ "مجھے یہی اُمید تھی۔" اس کی آواز میں بھیڑیے جیسی غراہٹ تھی۔ "میرے دشمن تو میرے سامنے آ جائیں گے اور میں اُن سے نمٹ لوں گا لیکن اب تمھاری زندگی ممکن نہیں رہی۔" اس کے ہاتھ، سڈنا کے حلقوم پر آ جمے۔ اُس نے مخصوص انداز میں، انگوٹھے سے نرخرے پر دباؤ ڈالا اور سڈنا کی آنکھیں اُبل پڑیں...

اُس نے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے لیکن شیران کی گرفت اتنی کمزور نہیں تھی۔ انگوٹھے کا دباؤ اتنا خوفناک تھا کہ لمحے بھر میں سڈنا کی زبان باہر نکل آئی... اور پھر وہ اُس وقت تک، شیران کی گرفت میں تڑپتی رہی جب تک اُس کے جسم میں جان باقی رہی۔ چند لمحوں بعد، شیران نے اُس کے مُردہ جسم کو فرش پر پھینک دیا اور اس طرح ہاتھ جھاڑنے لگا جیسے کسی اُڑتے مچھر کو مارا ہو۔ اس کے بعد اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اب وہ بے حد چوکنا اور محتاط نظر آ رہا تھا۔ اُس نے بڑھ کر ہاؤس بوٹ کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ سڈنا کے مددگار ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔ چاروں طرف خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔

دُور کونے میں ملازم، گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا سو رہا تھا۔ وہ واپس آیا اور کیبن کی ہر چیز کا بغور جائزہ لینے لگا... پھر اُس نے میز پر پڑا ہوا، سڈنا کا پرس اُٹھا لیا اور اُس کی تلاشی لینے لگا۔ اس میں سے... میک اَپ کا سامان، کچھ کرنسی اور چند کاغذات برآمد ہوئے۔ وہ، ان کاغذات کو دیکھنے لگا۔

جیولری کی ایک رسید، حساب کا ایک پرچہ اور ایک چِٹ تھی جس پر کریسی کریک کا پتہ لکھا ہوا تھا اور سڈنا کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ پانچ بجے شام کریسی کریک کی ایک عمارت گرین وُڈ میں پہنچ جائے... تاریخ دو، دن پہلے کی تھی۔ شیران کو یہ کاغذ دلچسپ معلوم ہوا۔ اس نے وہ کاغذ جیب میں رکھ کر، باقی تمام چیزیں پرس میں واپس ڈال دیں۔

اب اُسے یہاں سے نکلنا تھا۔ سڈنا کے بیان کے مطابق، اس وقت کنارے پر پہنچنے کے لیے ڈونگی ملنا مشکل تھی۔ چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ تیرتا ہوا، کنارے تک پہنچے۔ اُس نے اطراف میں نگاہ دوڑائی۔ اُسے ایک میز پر پلاسٹک کور، پڑا ہوا نظر آ گیا۔

اُس نے اپنا لباس اُتار کر پلاسٹک کور میں اچھی طرح لپیٹ لیا۔ جُوتے بھی اُسی میں رکھ لیے... پھر اُس نے بنڈل کو پُشت پر باندھا اور... روانگی کے لیے تیار ہو گیا۔ کیبن سے نکل کر وہ، اُس طرف بڑھا جہاں ملازم بیٹھا اُونگھ رہا تھا۔ اُس نے اُونگھتے ہوئے ملازم کے بال پکڑے اور اُس کی گردن کی پُشت پر ایک کھڑا ہاتھ رسید کر دیا۔ ملازم کے حلق سے بکرے جیسی آواز نکلی اور اُس کے ہاتھ خلا میں جھُول گئے۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

شیران بوٹ کے عقبی حصے میں پہنچا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر خاموشی سے پانی میں اُتر گیا۔ اس کا رُخ، ڈونگیوں والے حصے کی طرف نہیں تھا... بلکہ وہ بائیں سمت تیر رہا تھا۔ راستے میں کئی ہاؤس بوٹس کے قریب سے وہ گزرا لیکن وہ سب تاریک تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ ساحل پر پہنچ کر لباس پہن رہا تھا۔

ﺪ

ننھا سا خوب صورت کتا، اُس کے قدموں میں لوٹ رہا تھا اور وہ آنکھیں بند کیے، گہری سوچ میں گم تھی۔ اُس کی انگلیوں میں ایک موٹا سا سگار دبا ہوا تھا جس کی راکھ نیچے فرش پر گر رہی تھی۔ ایک شخص بوکھلایا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ آہٹ سن کر اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُس کی بڑی بڑی حسین آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔ آنے والے کو اُس نے گہری نگاہوں سے دیکھا اور اُس کے چہرے پر بوکھلاہٹ محسوس کرکے سنبھل گئی۔

"کیا بکواس کرنے آئے ہو؟ کیا پاگلوں کی طرح اندر داخل ہونا مناسب تھا؟" ایڈنا ڈمپل نے گونج دار آواز میں کہا۔

"انتہائی معذرت خواہ ہوں، میڈم! دراصل پریشانی کے عالم میں آداب بھول گیا۔" آنے والے نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مادام! سڈنا قتل کردی گئی۔"

"اور تم پر قیامت ٹوٹ گئی۔ یہی کہنا چاہتے ہو، نا؟" ایڈنا ڈمپل نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔

"مادام! اُسے گردن دبا کر مار ڈالا گیا ہے۔"

"اگر اُسے گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہوتا تو پھر تم، اس قدر بوکھلائے ہوئے نہ ہوتے؟" ایڈنا ڈمپل نے کہا اور آنے والا گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

"ہم لوگ، دوسری ہاؤس بوٹ پر موجود تھے لیکن ہمیں اس کی اُمید نہ تھی۔ ہمارا تو خیال تھا کہ..."

"اپنے خیال کو رہنے دو۔ وہ بات بتاؤ جس کے لیے یہاں آئے ہو۔"

"بس، مادام! یہی اطلاع دینی تھی۔۔ ہمیں، اس کی توقع نہیں تھی، اس لیے پریشان ہوگئے۔"

"وہ کہاں گیا؟" ایڈنا ڈمپل نے پوچھا۔

"لاپتہ ہے... ہم، اس ہاؤس بوٹ پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے ہم نے کسی ڈونگی کو اس طرف جاتے نہیں دیکھا، سوائے اس ڈونگی کے، جو اُن دونوں کو وہاں پہنچا کر آئی تھی۔ رات دیر تک، اُن دونوں کو... وہاں محسوس کیا جاتا رہا اور پھر خاموشی چھا گئی تھی۔۔ لیکن صبح، ہم نے اُسے دیکھا تو..."

"...سڈنا وہاں مُردہ پڑی تھی اور وہ غائب تھا۔"

"جی ہاں، مادام! یہی بات تھی۔"

"ہوں... سڈنا کی لاش کہاں ہے؟" ایڈنا ڈمپل نے اُسی سکون سے پوچھا۔

"ہم لے آئے ہیں، مادام! باہر کمرے میں رکھی ہے۔"

"اور اُس کا پرس...؟"

"جی ہاں، مادام!"

"اُس کے پرس میں جو کچھ تھا، وہ تم نے محفوظ کرلیا ہے، نا؟"

"جی ہاں... لیکن اُس میں کوئی خاص چیز نہیں تھی۔ میک اپ کی کچھ چیزیں، جیولری کی رسید اور ایک آدھ کاغذ۔"

"کہاں ہیں، وہ چیزیں؟"

"موجود ہیں، مادام! اگر حکم ہو تو حاضر کروں؟"

"ہاں، لاؤ... ہاؤس بوٹ کی مکمل تلاشی لے لی گئی ہے؟"

"جی ہاں... وہاں ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی گئی ہے۔" آنے والے نے جواب دیا پھر وہ، ایڈنا ڈمپل کے اشارے پر کمرے سے نکل گیا۔ چند لمحات بعد، اُس نے سڈنا کے پرس سے برآمد ہونے چیزیں لاکر ایڈنا کے سامنے رکھ دیں۔

"ٹھیک ہے۔" ایڈنا، ان کی طرف دیکھے بغیر بولی۔ "سڈنا کی لاش ٹھکانے لگا دو۔"

"اور کوئی حکم، مادام؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں، بس جاتے ہوئے فیڈرو کو بھیجتے جاؤ۔"

اُس کے جانے کے بعد، ایڈنا نے اپنا لباس درست کیا اور پھر پاؤں کی ہلکی سی ٹھوکر سے کتے کو کوئی اشارہ کیا اور کتا اپنی جگہ سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ ایڈنا نے بجھا ہوا سگار ایش ٹرے پر رکھا اور سامنے بنے ہوئے کاؤنٹر پر پہنچ گئی جس پر شراب کی بوتلیں چنی ہوئی تھیں۔ وہ ایک پیگ میں تھوڑی سی شراب انڈیل کر دوبارہ اپنی جگہ آ بیٹھی اور ہلکی ہلکی چسکیاں لیتی ہوئی کچھ سوچنے لگی... پھر اُس نے میز کی دراز سے ایک بڑا سا کاغذ نکالا اور اُسے میز پر پھیلا کر، اُس پر پنسل سے کچھ نشان لگانے لگی۔ اُسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

"فیڈرو حاضر ہو سکتا ہے، مادام؟"

"یس..." ایڈنا نے سر اُٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔

آنے والا طویل القامت اور کسرتی بدن کا مالک تھا۔ اُس کی آنکھیں بہت چھوٹی اور سلگتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ اُس نے اندر آکر مشینی انداز میں گردن جھکائی۔

"حکم، میڈم...؟"

"فیڈرو! سارا کام توقع کے مطابق ہوا ہے۔ میں، تمھیں، شیران کے بارے میں تفصیلات بتا چکی ہوں۔ اس شخص کو نرم چارہ سمجھنا حماقت ہے۔ کرینی کریک پر اپنے کام کا آغاز کردو۔"

"میڈم! سڈنا قتل کردی گئی ہے۔" آنے والا آہستہ سے بولا۔

"ہاں، مجھے علم ہے۔ اُسے قتل ہونا ہی تھا۔"

"میں نہیں سمجھا، میڈم!"

"بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں، فیڈرو! جو خود بخود سمجھ لی جاتی ہیں۔ اُن کے بارے میں کچھ کہنا مناسب نہیں ہوتا۔"

"جی میڈم! بہت بہتر۔"

"کرینی کریک پر تمھاری کارروائی بہتر ہونی چاہیے کیونکہ اس پر بہت کچھ انحصار ہے۔"

"مجھے علم ہے، میڈم! آپ مطمئن رہیں۔"

"بس جاؤ۔ میں، تمھاری اطلاع کی منتظر رہوں گی۔"

"او۔ کے، میڈم!" فیڈرو نے ایک بار پھر گردن خم کی اور باہر نکل گیا۔

ایڈنا نے بچی کھچی شراب حلق میں انڈیلی اور ہلکے ہلکے سیٹی بجانے لگی۔ چند لمحے بعد کتا پھر اُس کے پاس پہنچ گیا اور اُس کے قدموں میں بیٹھ کر، اُس کے تلوے چاٹنے لگا۔

⧉

شیران نے رات ایک کلب میں گزاری۔ کلب کے پروگراموں سے اُسے کوئی دلچسپی نہیں تھی، بہرحال، وقت گزارنا تھا۔ تقریباً پانچ بجے تک ہاؤ، ہو جاری رہی۔ اس دوران میں شیران نے صرف کھانے پینے کی چیزوں پر اکتفا کی۔ شراب سے اُسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ صبح پانچ بجے وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور کار میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔

کار، پورچ میں کھڑی کرنے کے بعد، وہ اندر داخل ہوا اور لباس تبدیل کرکے بستر پر گر پڑا۔ وہ تقریباً دوپہر کو ڈیڑھ بجے تک سوتا رہا... ڈیڑھ بجے اُٹھنے کے بعد، اُس نے غسل کیا اور تیار ہو کر گریچر کے کمرے میں پہنچ گیا۔

گریچر کسی فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔ شیران کو دیکھ کر، اُس نے فائل بند کردی۔

شیران مسکراتا ہوا، کرسی پر بیٹھ گیا۔ "کیا کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں۔ باہر سے کچھ مال آیا ہے۔ اس کا حساب دیکھ رہا تھا۔ کچھ ادائیگیاں کرنی ہیں۔"

"کوئی اُلجھن تو درپیش نہیں؟"

"نہیں، جناب! جب سے آپ نے صورتِ حال سنبھالی ہے، ہمیں کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔"

"ہوں، میں اتنا ذہین آدمی نہیں ہوں۔ تم لوگ اپنے طور پر جو کچھ کر رہے ہو، وہی سب کچھ ہے۔ مجھے اس کا اعتراف ہے بلکہ ممکن ہے میں تمھارے لیے اُلجھنوں کا باعث بن جاتا ہوں۔"

"نہیں، جناب! آپ نے ہمیں بڑی آسانیاں فراہم کردی ہیں... سب سے بڑی اُلجھن تو ہمیں اُن لوگوں سے تھی جو یہاں ہمارے کام میں رُکاوٹیں ڈالتے تھے۔ اب اُن کا کوئی وجود نہیں رہا اور میرا خیال ہے، اب عرصے تک کوئی اور سر اُٹھانے کی ہمت نہیں کرے گا۔"

"گریچر! یہ کرینی کریک کیا ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"ایک ساحل ہے، جناب! اُسے تفریحی ساحل بھی کہا جا سکتا ہے لیکن زیادہ دُور ہونے کی وجہ سے بہت کم لوگ تفریح کے لیے وہاں جاتے ہیں۔"

"کیا کیفیت ہے، وہاں کی؟"

"کچھ نہیں، جناب! بس عموماً ٹرالر کرائے پر مل جاتے ہیں یا پھر کچھ عمارتیں بنی ہوئی ہیں جو سرمائے داروں کی ملکیت ہیں۔"

"مجھے وہاں گرین وڈ نامی ایک عمارت کی تلاش ہے۔"

"گرین وڈ... میرا خیال ہے، میں اس عمارت کو جانتا ہوں، جناب!" گریچر نے کہا۔

"کرینی کریک تک جانے کے لیے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟" شیران نے پوچھا... اور گریچر اُسے راستے کے بارے میں بتانے لگا پھر اُس نے پوچھا۔

"اس عمارت سے کوئی خاص دلچسپی ہے مسٹر شیران! ہو سکتا ہے، اس کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کر سکوں؟"

"نہیں، شکریہ! بس ایسے ہی میں نے پوچھ لیا تھا۔ اس عمارت سے تھوڑا سا تعلق پیدا ہو گیا ہے، میرا۔ میں خود ہی اس کے بارے میں معلومات حاصل کرلوں گا۔" شیران نے کہا اور گریچر کندھے اُچکا کر رہ گیا۔ شیران نے اُس سے کھانے کی فرمائش کی اور گریچر اُٹھ کھڑا ہوا۔

تھوڑی دیر بعد، اُس نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی، شیران کھانے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ کھانا کھاتے وقت بھی گریچر، اُس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا تھا۔ شیران نے ایک بار بھی اُس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

شام، ٹھیک چھ بجے وہ تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ اپنی کار پر نظر پڑتے ہی اُسے گزشتہ دن کا واقعہ یاد آگیا... ممکن ہے، یہ کار، پولیس کی نگاہ میں آچکی ہو... یا اُس کے دشمنوں کی نظر میں آگئی ہو۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ وہ، ان لوگوں کو اپنے پیچھے لگائے ہوئے گرین وڈ پہنچے، اُس نے سوچا، کار ہی تبدیل کردی جائے۔ اس کے لیے اُس نے گریچر ہی کی خدمات حاصل کی تھیں... اور اُس نے فوراً ایک کار کا بندوبست کردیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد، شیران کی کار، بنکاک کی صاف اور کشادہ سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی۔ اُس کا رُخ، کرینی کریک ہی کی جانب تھا۔ موسم

بے حد خوشگوار تھا۔ کریبی کریک کا طویل سفر، اُس نے کافی تیز رفتاری سے طے کیا... پھر وہ ساحل پر پہنچ گیا۔ یہ علاقہ بالکل سنسان تھا۔

ساحل کے مغربی حصّے میں، شیران نے دس، بارہ ٹرالر کھڑے دیکھے۔ عیش پرست لوگ، ان ٹرالروں میں اپنے فرصت کے اوقات گزارتے تھے... پھر شیران نے ان عمارتوں کو دیکھا جن میں سے ایک عمارت گرین وُوڈ تھی۔ ٹرالروں اور عمارتوں کے درمیان مکمل خاموشی چھائی ہُوئی تھی۔ ابھی تک شیران نے وہاں کسی ایک متنفس کو بھی نہ دیکھا تھا بہرحال، وہ کچی سڑک پر کار دوڑاتا ہُوا، عمارتوں کے قریب پہنچ گیا۔ سبز رنگ کی وہ عمارت، شیران کو دُور ہی سے نظر آگئی جو اُس کی منزل تھی۔ اُس نے اپنی کار ٹرالروں کے درمیان روک دی اور انجن لاک کر کے نیچے اُتر آیا...

گرین وُوڈ کی جانب چہل قدمی کے انداز میں بڑھتے ہُوئے شیران نے سوچا کہ ممکن ہے، وہ عمارت بھی خالی پڑی ہو۔ اگر اس عمارت کا تعلق اُس کے دُشمنوں سے ہے اور وہ خالی مِلی تو پھر اسے کیا کرنا ہوگا؟ وہ یہاں رُک کر کسی کی آمد کا انتظار کرے یا پھر عمارت کی تلاشی لے۔ شاید کوئی ایسا سُراغ ہاتھ آجائے جو اُس کے دُشمنوں کی نشان دہی کر سکے۔

اس نے اپنے انداز سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ خصوصاً اُسی عمارت کی طرف جا رہا ہے۔ عمارت سے سمندر کا فاصلہ سَو گز دُور ہوگا۔ درمیان چمکیلی ریت کے سُرمئی ٹیلے بکھرے ہُوئے تھے جو شام کے دھندلکے میں سیاہی مائل نظر آرہے تھے۔ شیران آگے بڑھتا رہا... پھر جب وہ ایک بڑی عمارت کی آڑ سے نکل کر، گرین وُوڈ کے سامنے پہنچا تو اُس کے دائیں جانب ساحل پر، ایک بہت بڑی لانچ کو لنگر انداز پایا۔ ساحل اور لانچ کے درمیان لکڑی کا ایک پُل تھا۔

اُسے دیکھ کر شیران محتاط ہو گیا۔ جس سمت میں وہ سفر کرتا رہا تھا... وہاں سے یہ جگہ کافی ڈھلان میں تھی اور درمیان ٹیلے ہونے کی وجہ سے یہ لانچ اس جگہ سے نظر نہیں آسکی تھی۔ شیران نے اپنے اطراف کا جائزہ لیا... چند ٹیلے ایسے نظر آرہے تھے جن کی آڑ لے کر وہ گرین وُوڈ تک پہنچ سکتا تھا۔ اس طرح وہ لانچ میں موجود لوگوں کی نگاہوں سے بھی محفوظ رہ سکتا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ گرین وُوڈ کے عقبی حصّے میں پہنچ گیا۔ پوری عمارت لکڑی کی بنی ہُوئی تھی۔ حتیٰ کہ چار دیواری کی تعمیر میں بھی لکڑی ہی استعمال کی گئی تھی۔ چار دیواری پانچ فٹ سے زیادہ بلند نہیں تھی۔ اس لیے اس کے دوسری طرف پہنچنا مشکل ثابت نہ ہُوا۔ اصل عمارت کا فاصلہ، چار دیواری سے چھ فٹ تھا۔

شیران نے سامنے کی سمت جانے کی بجائے، عقبی سمت کا رُخ کیا۔ پیچھے ایک دروازہ تھا لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ شیران گھوم کر پھر سامنے والے حصّے میں آگیا۔ ابھی تک اُسے ایسے آثار نظر نہیں آئے تھے جن سے اندازہ ہوتا کہ عمارت کے اندر... کوئی موجود ہے۔ اُس نے دروازے کے ہینڈل کو آزمایا لیکن وہ دروازہ بھی مقفل تھا۔ اس نے جیب سے ایک باریک تار نکالی اور اُسے تالے پر آزمانے لگا۔ چند لمحوں بعد تالا ایک ہلکی سی کلک کے ساتھ کُھل گیا۔

شیران اطمینان سے اندر داخل ہو گیا لیکن اس سے قبل، وہ ریوالور نکالنا نہیں بھُولا تھا۔ دروازے کے دوسری جانب ایک راہداری تھی جو ایک ہال میں کھُلتی تھی۔ ساری عمارت تاریک پڑی تھی۔ شیران آہٹیں لیتا ہُوا آگے بڑھنے لگا۔ ہال کے دونوں جانب سیڑھیاں تھیں اور بیچ میں ایک دروازہ تھا جو کھُلا ہُوا تھا... شیران نے دروازے کے پاس جا کر آہٹ لی اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ یہ دروازہ ایک کُشادہ اور وسیع کمرے کا تھا جس میں خوبصورت فرنیچر سجا ہُوا تھا لیکن یہاں کوئی الماری نہیں تھی۔ کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی جو شیران کے کام کی ہوتی۔ چنانچہ وہ وہاں سے نکل آیا... اور ہال میں دائیں جانب کی سیڑھیاں عبور کر کے، اُوپری منزل پر پہنچ گیا۔ اُوپری منزل پر تین کمرے بنے ہُوئے تھے۔ سامنے ہی ایک چھوٹی سی گیلری تھی اور گیلری کے بیچوں بیچ ایک دروازہ تھا اور اس کے دونوں سمت ایک ایک دروازہ تھا۔

یکے بعد دیگرے، شیران نے سب کمروں کا جائزہ لیا۔ چند چیزیں، اُس کے ہاتھ لگیں لیکن کار آمد چیز ایک بھی نہیں تھی جس سے کسی کی شخصیت پر روشنی پڑ سکتی۔ سڈنا کے پرس سے نکلنے والے اس پتے سے اُس نے اندازہ لگایا تھا کہ ممکن ہے، اس عمارت میں کسی ایسے فرد سے ملاقات ہو جائے جو اُس کے دُشمنوں کے بارے میں کچھ بتا سکے۔ لیکن اب اُسے اپنا یہاں آنا بے کار ہی لگ رہا تھا

وہ مایوسی سے ہونٹ سکیڑ کر باہر نکل آیا... ابھی وہ عمارت کے صدر دروازے سے نکل ہی رہا تھا کہ اُس نے عمارت سے پچاس گز کے فاصلے پر ایک بڑی لینڈ روور رُکتی دیکھی... پھر لینڈ روور سے دس، بارہ پولیس مین کُود کُود کر اُترے۔ شیران ٹھٹک گیا۔

ایک پولیس افسر کی نگاہ، اُس پر گئی۔ اُس نے چیخ کر، شیران کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے اپنے ساتھیوں کو متوجہ کیا اور پھر سب، شیران کی طرف دوڑ پڑے۔ شیران نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ عمارت میں واپس جانا حماقت ہی تھی لہٰذا اُس نے عمارت کی عقبی سمت میں چھلانگ لگا دی۔ ابھی وہ چند قدم ہی دوڑ پایا تھا کہ اُس نے اس طرف بھی پولیس کی ایک جیپ رُکتے دیکھی... اُسے چاروں طرف سے گھیرا جا رہا تھا۔ وہ پلٹا اور چھُپتا چھُپاتا، ٹیلوں کی اوٹ میں ساحل کی طرف بڑھنے لگا۔ جب بھی وہ کسی ٹیلے کی آڑ سے سر نکال کر دیکھتا تو پولیس

والے اُسے اپنے گرد گھیرا تنگ کرتے نظر آتے۔ دفعتہً اس کا پیر کسی چیز سے ٹکرایا اور وہ گرتے گرتے بچا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ یہ اس لکڑی کے پُل کا سرا تھا جو لانچ تک چلا گیا تھا۔ صورتِ حال ایسی تھی... کہ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔

اُس نے لکڑی کے پُل پر چھلانگ لگائی اور... تیزی سے پُل عبور کر کے، لانچ پر پہنچ گیا۔ لانچ کافی کشادہ تھی... لیکن اس پر بھی کوئی متنفس نظر نہیں آرہا تھا۔ چاروں طرف لکڑی کی چھوٹی چھوٹی پیٹیاں لدی ہُوئی تھیں۔ وہ، اُن کی آڑ لیتا ہُوا آگے بڑھتا رہا... وہ ایسی جگہ کی تلاش میں تھا، جہاں پر اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔

دفعتہً اُسے نیچے جانے کا ایک راستہ نظر آیا... اور وہ ادھر اُدھر دیکھ کر اس خلا میں اُتر گیا۔ نیچے گہری تاریکی چھائی ہُوئی تھی۔ جب اُس کی آنکھیں تاریکی کی عادی ہُوئیں تو اُس نے اپنے آپ کو ایک کیبن میں پایا جس میں لکڑی کی چار الماریاں... ایک میز رکھی ہُوئی تھی۔ الماریوں کے پیچھے اتنا خلا تھا کہ ایک آدمی بہ آسانی وہاں چھُپ سکتا تھا۔ چنانچہ وہ ایک بڑی الماری کے پیچھے چھُپ گیا۔

اس کے کان آہٹوں پر لگے ہُوئے تھے۔ لیکن ہر طرف تاریکی... اور سنّاٹے کا راج تھا۔ وہ لانچ کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس کا اس طرح خالی کھڑے ہونا، سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی... کہیں یہ اسمگلروں کی لانچ نہ ہو۔ ممکن ہے، اسمگلروں نے بھی پولیس کو دیکھ لیا ہو اور لانچ چھوڑ کر فرار ہو گئے ہوں... ایسی حالت میں تو وہ بُری طرح پھنس جائے گا... لیکن پولیس یہاں پہنچی کیسے؟ اس سوال کا جواب آسان نہ تھا۔

سڑک پر پولیس والوں کا قتل، اُس کے بعد ہائیڈل گلیمر میں لڑکی کا قتل... ممکن ہے، پولیس کو لڑکی کی لاش بھی مِل گئی ہو اور کسی طرح... اُنھوں نے اُن تینوں کی ہلاکت کو آپس جوڑ لیا ہو یا کسی گُمنام فون کال نے اُس کی طرف اشارہ کر دیا ہو... اور پھر اُسے اسی طرح دیکھ لیا گیا ہو جس طرح اس نے لڑکی کو پہچان لیا تھا۔

کوئی ایسی بات تھی جو اُس کے ذہن میں چبھ رہی تھی... وہ دُشمن جو اُس کے چاروں طرف بکھرے ہُوئے تھے۔ اُسے اپنے دُشمنوں کی موجودگی پر حیرت نہیں تھی۔ دُشمن بنانا تو اُس کا مشغلہ تھا۔ اُس کے دوست تو اُنگلیوں پر گنے جا سکتے تھے لیکن دُشمنوں کا کوئی شمار نہ تھا۔

بنکاک میں اس نے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ بہتوں کی زندگی چھین لی تھی، بہتوں کی روزی چھین لی تھی۔ بہرحال، وہ جو کوئی بھی تھے، شیران اُن کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ وہ چوہوں کی طرح چھُپے ہُوئے تھے... کوئی ایک گولی بھی اُنھوں نے سامنے آکر نہیں چلائی تھی۔ مختلف خیالات اُس کے ذہن میں گردش کرتے رہے۔ اب تک لانچ پر کوئی تحریک نہیں ہُوئی تھی اور اُسے یہ خاموشی گراں گزر رہی تھی۔

دفعتہً اُوپر ہلکا سا دھماکا ہُوا اور وہ سنبھل گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"پہنچ گئے... ٹھیک ہے، آؤ۔" اُس نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور انتظار کرنے لگا... لیکن اُوپر صرف ایک آدمی کے قدموں کی چاپ سُنائی دے رہی تھی۔ وہ کان لگائے اس آواز کو سُنتا رہا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

★★

جُوں ہی وہ، لانچ کے نچلے حصّے میں اُترا، ایک طرف پڑے ہُوئے رسّوں کے ڈھیر میں سے ایک شخص نے سر نکالا اور پھر بندر کی طرح اُچھل کر رسّوں کے ڈھیر پر چڑھ گیا۔ اُس کا قد بہ مشکل چار فٹ ہوگا۔ پیٹ بڑھا ہُوا لیکن ہاتھ پاؤں لاغر تھے، سر گھُٹا ہُوا، بھویں اور ڈاڑھی صاف، البتہ مونچھوں کی دونوں طرف کی نوکیں نیچے لٹکی ہُوئی تھیں۔ اُوپری بدن برہنہ تھا اور زیریں حصّے پر اُس نے سُرخ رنگ کا ڈھیلا ڈھالا پاجامہ پہنا ہُوا تھا۔ جس کے نیفے پر چمڑے کی ایک پتلی سی پٹی بندھی ہُوئی تھی اور اُس میں خانے بنے تھے جس طرح کارتوسوں کی بیلٹ میں ہوتے ہیں۔ ان خانوں میں چار چار انچ لمبی نوکیلی چھُریاں اُڑسی ہُوئی تھیں۔

اس عجیب الخلقت شخص نے رسّی کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ بلند کیے اور اُنھیں زور زور سے ہلانے لگا۔ ساحل پر دوڑتے ہُوئے پولیس والوں نے اُسے دیکھ لیا۔ جواب میں، اُن میں سے بھی کسی نے اسی انداز میں ہاتھ ہلائے اور پھر وہ سب واپس چلے گئے۔ گویا یہ شیر کا ہانکا تھا۔ ان لوگوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ شیران کسی طرح لانچ پر پہنچ جائے اور وہ، اس میں کامیاب رہے تھے۔

اُن لوگوں کو واپس جاتے دیکھ کر وہ، رسّوں کے ڈھیر پر سے اُتر آیا... اور پھر اُس نے لانچ کے بیرونی حصّے میں جا کر فرش کھٹکھٹایا۔ یہ ایک مخصوص قسم کی دستک تھی جس کے جواب میں نیچے کچھ تحریک ہُوئی اور فرش پر ایک چوکور ڈھکنا کھُل گیا... اور اس خلا میں سے ایک ایک کر کے چودہ افراد اُوپر آگئے۔ ان میں طویل القامت فیڈرو بھی تھا جسے ایڈنا نے ہدایت دے کر روانہ کیا تھا۔

"کیا پوزیشن ہے، کنگ؟" فیڈرو نے سرگوشی کے انداز میں اس پستہ قامت شخص سے پوچھا۔

"چوہا بِل میں پہنچ گیا۔" اُس نے آنکھیں بھینچ کر مُسکراتے ہُوئے جواب دیا۔

"گُڈ... اب...؟"

"لے چلو..." اُس نے اسی طرح ہنستے ہُوئے جواب دیا۔ اس

کی ہنسی میں بچوں کی سی شوخی تھی۔ فیڈرو نے گردن خم کی اور پھر اپنے قریب کھڑے لوگوں کو سرگوشی ہی میں ہدایات دینے لگا۔ وہ لوگ چاروں طرف پھیل گئے۔

"انجن کی آواز سُن کر وہ کہیں باہر نہ نکل آئے کنگ؟" فیڈرو نے کنگ سے کہا۔

"میں جا رہا ہوں۔" کنگ بولا۔

"وہ مسلح ہے۔"

"میں بھی مسلح ہوں۔" کنگ نے پیٹی میں اُڑسی چھریوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میڈم کو اُس کی زندگی عزیز ہے۔" فیڈرو بولا۔

"وہ زندہ رہے گا، فکر مت کرو۔" کنگ نے کہا اور پیٹیوں کی آڑ لیتا ہوا، اُس خلا کے قریب پہنچ گیا جس میں شیران اُترا تھا۔ خلا کے قریب وہ پیٹیوں کی آڑ لے کر کھڑا ہو گیا۔

دوسری طرف فیڈرو کے آدمیوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ چند لمحے بعد، لانچ کا انجن اسٹارٹ ہو گیا... پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ساحل سے دُور ہو گئی... اور برق رفتاری سے سمندر کے سینے پر آگے بڑھنے لگی۔

کنگ کی نگاہیں، خلا پر جمی ہوئی تھیں اور دونوں ہاتھ پیٹی پر رکھے ہوئے تھے۔ کئی منٹ گزر گئے اور شیران نے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تو وہ کندھے اُچکا کر وہاں سے ہٹ گیا۔ گویا اب اُسے اطمینان ہو گیا تھا کہ شیران اُوپر آنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ فیڈرو تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا تھا۔ کنگ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

"اوہ... کنگ! آپ وہاں سے کیوں ہٹ آئے؟"

"بس، اب وہاں کسی کی ضرورت نہیں ہے۔" کنگ نے ہاتھ اُٹھا کر اطمینان سے جواب دیا۔

"کیوں...؟"

"گھاؤ نچ..." اُس کے مُنہ سے نکلا اور اُس نے اپنے مخصوص انداز میں دانت چمکائے۔ فیڈرو پھیکے سے انداز میں مُسکرا دیا۔ وہ کنگ کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا لیکن دوسرے لمحے ہی اُسے احساس ہو گیا کہ اُس سے غلطی ہوئی ہے۔ اُسے کرنٹ سا لگا تھا اور اس کا پُورا بدن لرز کر رہ گیا تھا۔ "گھاؤ نچ..." کنگ نے اُسی انداز میں کہا اور کندھے اُچکا کر ایک طرف چل دیا۔

لانچ سمندر کے سینے پر دوڑ رہی تھی اور ساحل، نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ کنگ اطمینان سے ایک کیبن میں آ کر بیٹھ گیا۔ اُس کے سامنے میز پر دُودھ کی بوتلیں رکھی تھیں۔ اُس نے ایک بوتل اُٹھا کر مُنہ سے لگا لی۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ ساکت بیٹھا رہا پھر اُس نے میز کے نیچے ہاتھ ڈال کر، ایک بٹن دبایا اور دُور کہیں گھنٹی کی آواز اُبھری۔ چند لمحے بعد ایک آدمی دروازے میں نمودار ہوا۔

"لوکے کو بھیج دو۔" کنگ نے کہا اور آنے والا گردن جُھکا کر پلٹ گیا... پھر ایک اور شخص اندر آ گیا۔

"دن کا وقت پُرسکون ہے۔ رات کو وہ بھوک سے بے تاب ہو کر کچن کا رُخ کرے گا۔ وہاں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے، سوائے دُودھ کی بوتلوں کے... لیکن، گدھو! صبح، تم لوگ وہ دودھ استعمال مت کر بیٹھنا۔ چلو، بھاگ جاؤ۔" آنے والا، گردن جھکا کر خاموشی سے نکل گیا۔

●

اب صُورتِ حال بدل چکی تھی۔ لانچ پر بہت سے قدموں کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں... 'یقیناً پولیس، لانچ پر پہنچ چکی ہے مگر بہت دیر بعد...' شیران کو ایک ایک لمحہ شاق گزر رہا تھا۔ اُس کے پستول کی نال، گولیاں اُگلنے کے لیے بے چین تھی۔ ٹریگر پر اُنگلی بار بار مچلنے لگتی تھی... لیکن نہ جانے، ان بے وقوفوں نے لانچ کے اس حصے کی جانب غور کیوں نہیں کیا تھا۔

شیران کھڑا سوچتا رہا۔ دفعتہً اُس نے لانچ کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سُنی اور اس کا مُنہ حیرت سے کُھل گیا۔ یہ بات بھی اُس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ پولیس نے اُسے تلاش کرنے کی بجائے لانچ کیوں اسٹارٹ کر دی تھی؟

وہ الماری کے پیچھے سے نکل آیا اور خلا کی جانب بڑھا لیکن چند قدم ہی چل کر وہ رُک گیا۔ اگر صُورتِ حال، اُس کے حق میں بہتر ہے تو خواہ مخواہ پولیس سے ٹکرانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہر چند کہ وہ مسلح ہے لیکن پولیس کے چھ آدمیوں کو مارنے کے بعد، اُس کے پاس اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں رہے گا... تو کیوں نہ اس موقعے سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ اس وقت تک انتظار کیا جائے جب تک لانچ دوبارہ کسی ساحل سے نہیں لگ جاتی۔

چنانچہ وہ واپس، الماری کے عقب میں پہنچ گیا۔ اُس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ خاموشی سے بیٹھ کر آنے والے وقت کا انتظار کیا جائے۔ الماری کے پیچھے اتنی جگہ تھی کہ وہ آرام سے بیٹھ سکتا تھا... اور چونکہ یہ کیبن تاریک تھا، اس لیے اُس کے دیکھ لیے جانے کا بھی امکان نہیں تھا...

اُس نے پستول گود میں رکھ لیا اور الماری کے عقبی حصے سے

ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اُس کے ذہن میں لاتعداد خیال آ رہے تھے لیکن اُن میں سے کوئی خیال بھی ایسا نہ تھا جو اُس کے لیے پریشانی کا سبب بنتا۔ زندگی، اُس کی نگاہ میں ایک کھیل کی حیثیت رکھتی تھی۔

لانچ کا سفر جاری رہا۔ بہت وقت گزر گیا تھا اور نہ جانے کب اُسے اسی عالم میں نیند آ گئی۔ سونے کے دوران اُسے یہ اندازہ بھی نہیں رہا کہ اُس کی پوزیشن کیا ہے۔ لانچ کے ہچکولے، اُسے لوریاں دے رہے تھے اور اُس کی نیند گہری ہوتی جا رہی تھی... پھر جب، اُس کی آنکھ کھلی تو نہ جانے کتنا وقت گزر چکا تھا۔ اس کا لباس پسینے میں بھیگ کر جسم سے چپک گیا تھا اور ذہن پر ایک بحرانی کیفیت سی طاری تھی۔ اُس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ چونکہ ایک ہی انداز میں پڑا رہا تھا اس لیے جسم کے کچھ حصے بھی سُن ہو گئے تھے۔

پھر جب اُسے اپنے اِرد گرد کا احساس ہوا تو جلدی سے اُٹھ بیٹھا۔ پستول اس کی گود سے گر گیا تھا۔ اس نے اِدھر اُدھر ہاتھ مارے تو قریب ہی پستول بھی مِل گیا۔ اُس نے آنکھیں بند کر کے، دو تین بار سر جھٹکا اور چند لمحات بعد، اُس کا ذہن پوری طرح بیدار ہو گیا۔ وہ الماری کے پیچھے سے نکل آیا۔ اور اُس نیم روشن سی چوکور خلا کی جانب بڑھنے لگا جو نکاسی کا راستہ تھا

لانچ کا سفر جاری تھا۔ شیران دبے قدموں چلتا، خلا کے نیچے آ کھڑا ہوا۔ اُوپر کھلا آسمان نظر آ رہا تھا... اور ہلکی ہلکی ہوا آ رہی تھی جبکہ نیچے کافی گرمی تھی... پھر اچانک ہی بھوک اور پیاس کا احساس اُس کے ذہن میں جاگ اُٹھا۔

اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ 'اب کیا، کیا جائے؟' باہر نکلنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ اس نے پستول کھول کر، کارتوس چیک کیے اور مطمئن ہو کر پستول جیب میں ڈال لیا۔ کسی بھی ہنگامی صُورت میں وہ ایک لمحے میں باہر آ سکتا تھا پھر وہ خلا سے اُوپر آ گیا۔

لانچ پر گہری خاموشی تھی۔ صرف انجن رُوم سے باتیں کرنے کی... آوازیں آ رہی تھیں جو انجن کی آواز میں دب کر بہت مدھم ہو گئی تھیں۔

'کون لوگ ہیں، یہ؟ کہاں جا رہے ہیں؟ یہ سب کیا ہے؟ کیا پولیس لانچ تک نہیں پہنچ سکی؟' مختلف سوالات اُس کے ذہن میں چکرا رہے تھے... لیکن بھوک اور پیاس نے اُسے مزید سوچنے نہیں دیا۔ سب سے پہلے پیٹ کا بندوبست ضروری تھا... لانچ میں کچن ضرور ہو گا اور وہاں کھانے پینے کی چیزیں بھی ہوں گی لیکن کچن کی تلاش سب سے بڑا مسئلہ تھا۔

وہ وہاں سے ہٹ کر پیٹیوں کی آڑ میں ہو گیا۔ سامنے کے رُخ پر چار کیبن تھے اور یقیناً اُن میں کچھ افراد بھی موجود تھے۔ اُس نے اندازہ لگایا کہ کچن کس طرف ہو سکتا ہے پھر وہ پیٹیوں کی آڑ لیتا ہوا، اس طرف چل پڑا۔ اُسے دو کیبنوں کے عقب سے گزر کر بائیں سمت مُڑنا تھا، اُس کے اندازے کے مطابق کچن وہیں ہو سکتا تھا۔

پھر وہ دبے قدموں چلتا اور چھپتا چھپاتا، اس جگہ پہنچ گیا جہاں دروازے پر کچن لکھا ہوا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ اپنے اندازے کی کامیابی پر اُسے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ وہ چند لمحے تک کھڑا، محتاط نظروں سے قرب و جوار کا جائزہ لیتا رہا... پھر کچن میں داخل ہو گیا۔ سامنے کاؤنٹر پر کچھ برتن پڑے ہوئے تھے جن سے ہلکی ہلکی خوشبو آ رہی تھی لیکن وہ برتن خالی تھے... پھر وہ الماری کی جانب بڑھا جس میں بہت سے ڈبے چنے ہوئے تھے۔ اس نے ڈبوں کا جائزہ لیا۔ ان میں بھی ایسی چیزیں تھیں جو پکائے بغیر نہیں کھائی جا سکتی تھیں۔

شیران کے حلق سے غراہٹ نِکل گئی۔ 'اب کیا، کیا جائے؟ آخری اُمید، کونے میں رکھا ہوا ڈیپ فریزر رہ گیا تھا۔ اُس نے محتاط انداز میں... ڈیپ فریزر کھولا اور اُس میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولنے لگا۔ اُسے وہاں چند بوتلوں کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اُس نے ایک بوتل نکالی اور اُس کا ڈھکن اُتار کر، ناک کے قریب لا کر سُونگھا۔ وہ دُودھ تھا۔

اس وقت اُسے یہ دُودھ بہت غنیمت معلوم ہوا جو اُس کی پیاس بجھانے کے ساتھ ساتھ شکم سیری بھی کر سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے باقی چیزوں پر لعنت بھیج کر، بوتل مُنہ سے لگا لی اور ایک لمحے میں خالی کر کے، ایک طرف رکھ دی پھر دوسری بوتل نکال لی۔ اُس کے بعد تیسری، چوتھی، پانچویں... چھ بوتلیں پینے کے بعد، اُس نے سکون کی سانس لی۔ پیاس بجھ چکی تھی اور پیٹ میں بھی وزن محسوس ہونے لگا تھا۔

پیٹ بھرنے کے بعد طبیعت کچھ بوجھل سی ہو گئی تھی۔ کچن سے نکلا تو سرد ہوا کے جھونکوں نے استقبال کیا اور وہ بیٹھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔ اس کے لیے بھی اُس نے چند بڑی پیٹیوں کی آڑ ہی منتخب کی تھی۔ پیٹیوں کی آڑ میں بیٹھ کر وہ موجودہ صُورتِ حال پر غور کرنے لگا۔

اگر وہ ملک سے زیادہ دُور نکل گیا تو واپسی میں مشکل ہو جائے گی۔ کیا ایسا نہ کیا جائے کہ انجن رُوم میں داخل ہو کر، ان لوگوں کو پستول کی زد پر واپسی کے لیے مجبور کیا جائے... یا پھر یہ معلوم کیا جائے کہ ان کی منزل کون سی ہے... لیکن اُسے، لانچ پر موجود لوگوں کی تعداد کا اندازہ نہیں تھا۔ کم از کم یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں کتنے افراد ہیں، جبھی کوئی قدم اُٹھایا جا سکتا تھا۔ دفعتہً اُس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا۔ اُس نے دو تین بار سر جھٹک کر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اُسے ہاتھ، پیر بے جان سے محسوس ہونے لگے۔

اچانک اُسے بڑی زور کا چکر آیا اور وہ ایک جانب لڑھک گیا۔ اُس نے فرش پر کہنی ٹکا کر اپنی اس کیفیت کے بارے میں غور کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی بات اُس کی سمجھ میں نہ آسکی۔ سرد ہوا کے جھونکے ذہن کو سُلائے دے رہے تھے۔ اُس نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہ ہوسکا اور اوندھا گر گیا۔ چند لمحے بعد وہ دُنیا و مافیہا سے بے خبر ہوچکا تھا۔

جب اُسے ہوش آیا تو وہ اوندھا ہی پڑا ہُوا تھا لیکن اب بدن کو ہچکولے نہیں لگ رہے تھے۔ شاید لانچ رُکی ہُوئی تھی لیکن بدن کے نیچے دَبے ہُوئے نوکیلے پتھر تکلیف دے رہے تھے۔ اُس نے ایک کراہ کے ساتھ کروٹ لی اور چت لیٹ گیا... سر پر کھُلا آسمان تھا اور دھُوپ پھیلی ہُوئی تھی لیکن درختوں کے نیچے وہ چھن چھن کر آرہی تھی۔

درختوں کو دیکھ کر وہ جلدی سے اُٹھ بیٹھا۔ ذہن پر اب وہ ناگوار بوجھ نہیں تھا جس نے اُسے گہری نیند سُلا دیا تھا۔ اُس نے اطراف کا جائزہ لیا اور ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

عجیب سی جگہ تھی۔ چھدرے چھدرے درخت دُور دُور تک پھیلے ہُوئے تھے اور اُن کے نیچے پتھریلی زمین تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک جھیل کا شفاف پانی ہلکورے لے رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں... وہ تو لانچ پر تھا پھر یہاں کیسے پہنچ گیا؟ یہ سب کیا ہُوا؟ کیسے ہُوا؟ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا؟ وہ بار بار سر جھٹکنے لگا۔

شیران اُچھل کر اُٹھ کھڑا ہُوا اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا لیکن پستول غائب تھا۔ پہلی بار اُسے ہلکی سی پریشانی کا احساس ہُوا... کریبی کریک کا ساحل، لانچ، پولیس، سفر... اور پھر یہاں موجودگی، یہ سب باتیں اُس کی سمجھ سے باہر تھیں۔

وہ پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ جھیل کی طرف نگاہ اُٹھی تو کنارے پر ایک بڑا سا ڈھیر نظر آیا۔ 'شاید کوئی چٹان ہے۔' اُس نے سوچا۔ لیکن اس چٹان میں جنبش دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ تھوڑا آگے بڑھ کر غور کیا تو اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ سیاہ، سفید، بھُورے اور زرد رنگ کے مگرمچھ جھیل کے کنارے پڑے ہُوئے تھے۔ ان میں سے بعض بہت بڑے تھے جن کی لمبائی دُم سے لے کر تھوتھنی تک سولہ فٹ سے کم نہیں ہوگی۔ بے حد خوفناک اور خونخوار مگرمچھ تھے۔

شیران سے اُن کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ اگر وہ، اُسے دیکھ لیتے تو شیران بے ہوشی کے عالم میں اُن کا نوالہ بن جاتا۔ وہ بے حد محتاط ہوگیا، نہتا تھا اور اس خوفناک علاقے میں لا پھینکا گیا تھا... لیکن وہ، اُسے اس طرح کیوں پھینک گئے تھے۔ یہی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ جھیل کی طرف جانا خطرناک تھا۔ مگرمچھ اُسے زندہ نہ چھوڑتے...

چنانچہ وہ وہاں سے پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے دُشمن بے حد چالاک تھے یقیناً وہ اُس کی بے بسی کا تماشا دیکھنا چاہتے ہوں گے۔ اُس کے دانت بھنچ گئے۔ 'اگر وہ اس بات کے خواہش مند ہیں تو انھیں مایوسی ہی ہوگی۔' اُس نے سر جھٹک کر سوچا۔

وہ ایک درخت کے نیچے رُک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اگر پستول ہوتا تو کم از کم سہارا ہی ہوتا۔ وہ وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا... پھر کسی خیال کے تحت، اُس نے جُوتے اُتارے اور ایک درخت پر چڑھنے لگا۔ درخت زیادہ گھنا نہیں تھا۔ بعض جگہ اُس کی موٹی موٹی شاخیں، پتوں اور ٹہنیوں سے بے نیاز تھیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ، درخت کی سب سے بلند شاخ پر تھا... وہ اُس شاخ پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گیا اور چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ جھیل کے دوسری جانب، کافی فاصلے پر اُسے چھوٹے چھوٹے مکانات نظر آئے۔ کوئی بستی تھی۔ اُسے دیکھ کر، اُس کے چہرے پر اطمینان سا پھیل گیا اور خطرہ آہستہ آہستہ اُس کے ذہن سے نکلنے لگا۔ اب وہ اس ماحول میں دلچسپی محسوس کرنے لگا تھا۔

وہ اسی قسم کا آدمی تھا۔ ہر قسم کے ماحول میں ضم ہوجانے میں اُسے زیادہ وقت نہ لگتی تھی... اور پھر اس کی کوئی منزل نہ تھی۔ بنکاک کا خوب صُورت شہر نہ سہی، یہ ویرانہ ہی سہی۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ بس یہ معلوم ہوجائے کہ اُس کے دُشمن، اُس سے کیا چاہتے ہیں... اور یہ معلوم کرنے کے لیے اُس کے پاس کوئی ذریعہ موجود نہیں تھا۔ اب اُسے صرف وقت کا انتظار کرنا تھا۔ دُشمن بے حد چالاک تھا۔ وہ، لانچ پر اس کی موجودگی سے باخبر تھے۔ اسی لیے انھوں نے دُودھ میں بے ہوشی کی دوا مِلا دی تھی... لیکن آخر وہ اُس سے چاہتے کیا ہیں؟ ہر سوچ کی تان، اسی ایک سوال پر آکر ٹوٹ جاتی تھی۔

دفعتہً جھیل کی جانب سے اُسے ایک گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی۔ اُس کی نگاہیں، اُس طرف اُٹھ گئیں۔ درخت کی اُس بلند شاخ سے جھیل کے دونوں طرف کا منظر صاف نظر آتا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ سیاہ رنگ کے ایک لمبے اور ہیبتناک مگرمچھ نے ایک جنگلی گھوڑے کی ٹانگ، اپنے جبڑوں میں دبا رکھی تھی اور اُسے جھیل کی جانب گھسیٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گھوڑا بھی طاقتور تھا اور وہ ٹانگ چھڑانے کے لیے اپنا پورا زور صرف کر رہا تھا لیکن مگرمچھ کے نوکیلے دانت پوری طرح اُس کی ٹانگ میں پیوست تھے... دیکھتے ہی دیکھتے مگرمچھ، گھوڑے پر غالب آگیا اور اُسے دُور تک پانی میں گھسیٹتا ہُوا لے گیا۔ گھوڑا اب بھی جدّوجہد کر رہا تھا لیکن پانی میں اُس کی قوتِ مدافعت کم ہوگئی اور مگرمچھ اُسے لیے ہُوئے گہرے پانی میں چلا گیا۔

شیران نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھٹکی۔ 'کافی دلچسپ ن خطرناک جگہ ہے۔' اُس نے سوچا... اور پھر جھیل کے دوسری طرف نے کا راستہ تلاش کرنے لگا۔ کیونکہ جھیل کو تیرتے ہُوئے پار کرنا خطرناک نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ یہ جھیل مگرمچھوں سے اَٹی پڑی تھی اور کنارے قریب جانا بھی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ چنانچہ یہی ہو تھا کہ جھیل کے کنارے کنارے سفر کیا جائے اور گھوم کر اس بستی پہنچا جائے۔ چنانچہ وہ درخت سے اُترا اور کنارے کے ساتھ ساتھ نا فاصلہ رکھ کر چلنے لگا کہ مگرمچھ اُس پر اچانک حملہ نہ کرسکیں۔

تقریباً ڈیڑھ دو میل تک چلتے رہنے کے بعد، اُسے جھیل کا رہ گھومتا ہُوا محسوس ہُوا۔ ڈھائی گھنٹے کے سفر کے بعد، بالآخر وہ سری طرف پہنچنے میں کامیاب ہوگیا لیکن بستی ابھی کافی دُور تھی... نات، جھیل سے کافی ہٹ کر بنائے گئے تھے۔ یقینی طور پر، اس ن کے باشندے بھی مگرمچھوں سے خوف زدہ ہوں گے۔ بہرصُورت لھوں میں گھری ہُوئی یہ بستی بہت عجیب محسوس ہوتی تھی۔ اُسے ی اندازہ نہیں تھا کہ بستی والے، اُس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

بہرطور، وہ بستی کی جانب بڑھتا رہا... پھر تھوڑی دیر بعد وہ بستی ے پہلے مکان کے قریب پہنچ گیا۔ ایک مخصوص ساخت کے مکانات تھے۔ ن دیواریں اُٹھی ہُوئی تھیں اور اُن کے اُوپر مٹی کے بنے ہُوئے کھپریل تھے... امنے بڑے بڑے احاطے تھے جن میں جانور بندھے ہُوئے تھے... پھر بستی ے پہلے آدمی نے اُسے دیکھا اور دہشت زدہ انداز میں چیخ پڑا۔ دوسرے ہی ے اُس نے ایک طرف چھلانگ لگا دی۔

شیران نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر، اُس سے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ شخص نا فاناً نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ شیران ایک گہری سانس لے کر آنے والے قت کا انتظار کرنے لگا۔ نجانے بستی کے لوگ اُس سے کیا سلوک کریں۔ بی وہ یہی کھڑا سوچ رہا تھا کہ وہ شخص، دس بارہ آدمیوں کے ساتھ آتا کھائی دیا۔

وہ سب ڈھیلے ڈھالے لبادے پہنے ہُوئے تھے۔ غالباً یہی اُن الباس تھا۔ زیادہ تر لوگوں کے سر گھٹے ہُوئے تھے۔ ویسے اُن کے بدن... ندرست اور توانا نظر آرہے تھے۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے شیران کو یکھ رہے تھے۔ شیران، اُن کے تاثرات سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا پھر وہ چند قدم آگے بڑھا اور دوسری طرف سے بھی ایک آدمی اپنے ساتھیوں و پیچھے ہٹا کر آگے بڑھ آیا۔

شیران ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھیر کر، اُس کے مقابل پہنچ گیا۔ قوڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے کو گھُورتے رہے... پھر شیران نے نتی زبان میں کہا۔ "میں ایک بھٹکا ہُوا انسان ہُوں اور پریشان حالی میں اس طرف نکل آیا ہُوں۔ تم لوگوں کو میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں یہاں سے کسی بڑی بستی میں جانا چاہتا ہُوں۔ اگر تم مجھے اجازت دو تو یہاں کچھ دیر سستالوں۔"

شیران کے مُنہ سے اپنی زبان سُن کر اُن کے چہروں پر اطمینان کے آثار پھیل گئے اور دراز قامت شخص نے مُڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "یہ دوست ہے، دُشمن نہیں۔" اور پھر وہ سب جیسے اُس کی بات سے مطمئن ہوگئے۔ تب ایک اور شخص آگے بڑھ کر بولا۔

"ہم، تمھیں، بینگا میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ جب تک دل چاہے یہاں رہو اور جب دل چاہے، چلے جانا۔"

"کیا اس بستی کا نام بینگا ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"ہاں... یہ ہماری بستی ہے اور ہمارے سردار کا نام ہام ساؤ ہے۔ آؤ، ہم تمھیں اپنی بستی میں لے چلیں۔" ابھی اُس نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہُوا آیا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اُس نے دہشت ناک انداز میں کہا۔

"موشاؤ... موشاؤ کو مگرمچھ نے پکڑ لیا ہے۔"

"موشاؤ کو...؟" تمام لوگ چونک پڑے... اور دوسرے ہی لمحے وہ، شیران کو نظر انداز کرکے جھیل کی طرف دوڑ پڑے۔

شیران، اُن کے الفاظ تو سُن چکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اُس نے کچھ سوچا پھر وہ بھی اُن کے عقب میں دوڑ پڑا۔ ان لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کا ایک سُنہرا موقع ہاتھ آگیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی اُن لوگوں کے ساتھ دوڑتا ہُوا جھیل پر پہنچ گیا۔ جہاں ایک مگرمچھ، ایک لڑکے کو گھسیٹتا ہُوا، پانی میں لے جا رہا تھا۔ لڑکے کی ٹانگیں، مگرمچھ کے خوفناک جبڑے میں دبی ہُوئی تھیں اور لڑکا بُری طرح ہاتھ چلا رہا تھا... اُس کی دل دوز چیخیں دُور دُور تک سُنائی دے رہی تھیں۔

شیران نے بستی والوں کی طرف دیکھا۔ اُن میں سے ایک کے پاس اُسے خنجر نظر آیا۔ اُس نے لپک کر خنجر، اُس شخص سے چھین لیا۔ جھیل کے کنارے پہنچ کر، اُس نے جُوتے اُتارے اور لباس سمیت پانی میں چھلانگ لگا دی۔ پانی میں غوطہ لگا کر وہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ پانی کی سطح پر بڑے بڑے بلبلے اُٹھ رہے تھے جیسے پانی کھول رہا ہو۔ چشم زدن میں وہ مگرمچھ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ مگرمچھ کے کون سے حصّے زیادہ نازک ہوتے ہیں۔ چنانچہ دوبارہ غوطہ لگا کر وہ، مگرمچھ کے نیچے پہنچ گیا... اور دوسرے ہی لمحے، لمبا چمکدار خنجر، مگرمچھ کے پیٹ میں پیوست ہوگیا۔ شیران نے برق رفتاری سے ہاتھ کو جھٹکا دیا اور خنجر کا... تیز دھار پھل، مگرمچھ کے پیٹ کو چیرتا ہُوا دوسری طرف نکل گیا۔ شیران نے اسی پر بس نہیں کیا، وہ پوری قوت سے اُس کے نازک حصّوں پر

وار کرتا رہا۔

مگر مچھ نے اُس کے پہلے ہی وار پر لڑکے کو چھوڑ دیا تھا اور وہ نیم غشی کے عالم میں جھیل کی سطح پر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ چند لمحے بعد شیران جھیل کی سطح پر نمودار ہوا۔ لڑکا، اُس کے بالکل قریب تھا۔ اُس نے لڑکے کو پکڑ لیا اور کندھے پر لاد کر کنارے کی طرف تیرنے لگا۔ یہ سب کچھ آناً فاناً ہُوا تھا اور کنارے پر کھڑے ہُوئے لوگ حیران رہ گئے تھے پھر جب شیران کنارے پر پہنچا تو وہ سب شیران کی مدد کے لیے دوڑ پڑے۔ اُنھوں نے شیران کو بازوؤں سے پکڑ کر اوپر کھینچ لیا اور کنارے سے دُور ہٹنے لگے کیونکہ بے شمار مگر مچھ، پانی میں تھوتھنیاں نکالے ان کی طرف بڑھ رہے تھے

وہ لڑکے کو بازوؤں میں سنبھالے آگے بڑھ رہے تھے... دو آدمی شیران کو سہارا دیے ہُوئے تھے۔ شیران کنارے پر آ کر اپنے جُوتے پہننا نہیں بھُولا تھا۔ اُن لوگوں کے مُنہ سے عجیب و غریب آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ، شیران کی بہادری پر عش عش کر رہے تھے۔ بہرطور وہ، اُسے لیے ہُوئے بستی میں پہنچ گئے اور پھر ایک مکان کے سامنے رُک گئے۔

اسی وقت مکان سے، بھاری بدن کا ایک ادھیڑ عُمر شخص نکلا۔ لڑکے کو دیکھ کر، اُس کے حلق سے ایک دل خراش چیخ نکلی اور اُس نے لپک کر لڑکے کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اُسے دیکھنے لگا۔ لڑکے کی ٹانگ شدید زخمی تھی۔ آنے والوں نے اس شخص کو سارا واقعہ سُنا دیا اور وہ ممنون نگاہوں سے شیران کو دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

"اس نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ یہ میرا مہمان ہوگا۔"

شیران کا مقصد حل ہو گیا تھا... بہرطور، وہ مہمان بنا لیا گیا۔ اگر وہ لڑکا زخمی نہ ہوتا تو شاید اُس کی کچھ اور پذیرائی ہوتی لیکن اس وقت لڑکے کے زخموں کا مسئلہ تھا۔ سب لوگ بھاگ دوڑ کرنے لگے۔ چند جڑی بُوٹیاں پیس کر ایک لیپ تیار کیا گیا جو لڑکے کے زخموں پر لگا دیا گیا۔ جب تک یہ لیپ لگتا رہا، لڑکا بُری طرح تڑپتا رہا... اور پھر لڑکا آہستہ آہستہ پُرسکون ہو گیا۔ بہت سے مرد اور عورتیں وہاں اکٹھے ہو گئے تھے اور وہ کبھی لڑکے کو دیکھ رہے تھے اور کبھی شیران کو۔

جب وہ لوگ، لڑکے کی مرہم پٹی سے فارغ ہُوئے تو سب کے سب شیران کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہی بھاری بھرکم شخص آگے بڑھا اور شیران کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے... پھر اُس کی آنکھوں پر بوسہ دے کر اُس نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے مجھ پر احسان کیا ہے، اجنبی دوست! میں ہمیشہ تمھارا غلام رہوں گا۔"

"نہیں، یہ میرا فرض تھا۔" شیران نے جواب دیا۔

"تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟"

"اجنبی ہُوں، بھٹکتا ہُوا، اس طرف آنکلا ہُوں، بس تھو[ڑا] وقت تم لوگوں کے ساتھ گزاروں گا پھر کسی بڑی بستی کی طرف روانہ [ہو جاؤں] گا۔" شیران نے کہا۔

"تم جب تک چاہو، یہاں رہو۔ اب تم اس بستی میں مر[ے]... میرے مہمان ہو۔ تمھارا لباس بھیگا ہُوا ہے۔ تم یُوں کرو کہ یہ لباس [اتار] کر، ہمارا لباس پہن لو اور اپنا یہ لباس خشک کر لو۔"... وہ شخص خو[د] ہی اندر گیا اور پھر ویسا ہی ایک لبادہ لے آیا جیسا یہاں کے لوگ پہنے ہُوئے تھے۔ شیران نے ایک گوشے میں جا کر لباس تبدیل کر[لیا] وہ لبادہ پہن کر دوبارہ اُن لوگوں کے درمیان آگیا۔ وہ ا[س] کے بارے میں باتیں کر رہے تھے اور لڑکے کے باپ سے اس اجنبی مہمان کے بارے میں استفسار کر رہے تھے... اور وہ اُنھیں بتا رہا تھا [کہ] وہ خود بھی اس مہمان کو نہیں جانتا جس نے بستی والوں پر ایک احسا[ن] کر ڈالا ہے۔ شیران کی خاطر مدارت کے بعد، اُسے ایک آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا۔

دوسری صبح بڑی خوش گوار تھی۔ یہ شاید یہاں کی آب و ہوا کا اثر تھا کہ شیران خود کو بہت زیادہ ہشاش بشاش محسوس کر رہا تھا۔ لڑکے کا باپ اب بھی اُس کی خدمت کے لیے حاضر تھا۔ شیران نے ا[س] سے اس بستی اور آس پاس کے علاقوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں۔ سونگا نامی ایک نوجوان نے اُسے پیش کش کی کہ وہ بڑی بستی کی جانب جانے والی شاہراہ تک اُسے چھوڑ آئے گا۔ اس بڑی بس[تی] کا نام داتانگ تھا۔ داتانگ کے علاقے کے بارے میں شیران کو زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ بہرطور، لڑکے کے باپ نے انتہائی اصرار کر کے، شیران کو ایک دن کے لیے اور روک لیا۔

شیران بھی آرام کرنے کی غرض سے رُک گیا۔ اُس نے سوچا کہ سفر تو کرنا ہی ہے، کیوں نہ ایک آدھ دن اور سستا لیا جائے۔ اس کے بعد بستی کے لوگوں سے اُس کی گفتگو ہونے لگی۔ بینگا بستی، مگر مچھوں [کی] بستی تھی۔ مگر مچھ کو مقامی زبان میں بینگا کہا جاتا ہے۔ سونگا اور دوس[رے] لوگ، اُسے، بستی اور مگر مچھوں کے بارے میں بہت سی باتیں بتاتے رہے چھوٹی چھوٹی کہانیاں، جو اس بستی کے لوگوں کے لیے ایک لوک حیثیت رکھتی تھیں۔

یہ رات بھی شیران نے پُرسکون گزاری اور دوسری صبح جب اُس نے جانے کا فیصلہ کیا تو لڑکے کے باپ نے اس کو ایک گھوڑا اور کھانے پینے کا کچھ سامان پیش کرتے ہُوئے عاجزی سے کہا۔

"یہ کچھ چیزیں قبول کر کے ہمیں خوش ہونے کا موقع دو۔ تم نے میرے بیٹے کی جان بچا کر میرے گھر کا چراغ روشن رکھا۔"

شیران گھوڑے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ کھانے پینے کا سامان [بھ]ی سفر کے لیے ضروری تھا۔ البتہ گھوڑے کے حصول کے بعد، اُس نے سونگا کو ساتھ لے جانا ضروری نہیں سمجھا۔ بستی والے، اُسے اُس کچی... شاہراہ تک چھوڑنے آئے تھے جو داتانگ کی طرف جاتی تھی۔ شیران نے [ا]ن لوگوں سے داتانگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہیں لیکن وہ بے چارے اس سے بالکل لاعلم تھے۔ اُن کی دُنیا بڑی محدود تھی۔ [ی]ہاں وہ اپنے ہی مسائل سے نبرد آزما رہتے تھے اور باہر کی دُنیا سے [ا]ن کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ بہرطور، شیران گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا۔

تھوڑی دُور تک گھوڑا دُلکی چلتا رہا اور جب بستی والے بہت پیچھے رہ گئے تو شیران نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ تندرست اور توانا، سدھایا ہُوا وہ گھوڑا، تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ اُس کا قد بھی بہت اُونچا تھا۔ شیران کو ایسے گھوڑے بہت پسند تھے۔

اس وقت، اُس کا ذہن خیالات کی آماجگاہ بنا ہُوا تھا۔ اس بار صُورتِ حال واقعی ایسی تھی جسے وہ ابھی تک نہیں سمجھ پایا تھا۔ آخر اُس کے دُشمنوں نے اُسے، بنکاک سے کیوں ہٹا دیا؟ اس ویرانے میں کیوں چھوڑ دیا؟ اگر وہ چاہتے تو بے ہوشی ہی کے عالم میں اُسے قتل کر کے سمندر میں پھینک سکتے تھے۔ اب شیران کو یقین ہو گیا تھا کہ لنڈنا کے پرس میں وہ تحریر اسی کے لیے چھپائی گئی تھی جس میں گرین وُڈ کی نشان دہی کی گئی تھی۔ گویا اُن لوگوں نے سنڈنا کو اُس کے لیے چارہ بنایا تھا... اور پھر پولیس والوں کے ذریعے اُسے لانچ تک پہنچایا گیا تھا اور دودھ میں بے ہوشی کی دوا ملا کر، اُسے اُس ویرانے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ سارے معاملات اُلجھا دینے والے تھے۔

ابھی وہ چار پانچ میل ہی کا سفر طے کر پایا تھا کہ دفعتہً بائیں سمت سے اُسے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنائی دی اور پھر اندھا دھند گولیاں چلنے لگیں لیکن ان گولیوں کا رُخ، اُس کی طرف نہیں تھا۔ اُس نے ایک دم باگیں کھینچ لیں۔ یہ گولیاں کس پر برسائی جا رہی ہیں؟ اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ اس وقت وہ ایک درّے میں تھا اور اس کے دونوں جانب اُونچے اُونچے پہاڑی ٹیلے تھے۔ گولیاں برسانے والے اگر اس درّے میں پہنچ جاتے تو وہ بہ آسانی گولیوں کا شکار ہو سکتا تھا۔

دوسرے ہی لمحے شیران نے گھوڑے کو تیز رفتاری سے دوڑانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دُور جا کر درّہ ختم ہو گیا اور بلندی شروع ہو گئی۔ بلندی پر پہنچ کر اُس نے گھوڑے کو بائیں سمت میں موڑ دیا۔ گولیوں کی آواز سے اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ گولیاں برسانے والے دائیں سمت میں ہیں۔ اُوپر پہنچ کر اُس نے سب سے پہلے گھوڑے کو ایسی جگہ لے جانا چاہا جہاں وہ پناہ لے سکے... پھر جب وہ ایک ٹیلے کی آڑ میں پہنچ گیا تو اُس نے گھوڑے کی لگامیں چھوڑ دیں اور گھوڑے سے اُتر کر ٹیلے پر پہنچ گیا۔.. پھر بائیں سمت دیکھنے لگا لیکن اُسے کچھ نظر نہ آیا۔ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز بھی سُنائی نہیں دے رہی تھی۔

ابھی وہ صُورتِ حال پر غور کر ہی رہا تھا کہ دفعتہً عقب سے گولیاں چلنے لگیں اور اس بار شیران کا گھوڑا، ان کی زد میں آگیا گھوڑے کو کئی گولیاں لگی تھیں اور وہ ہنہناتا ہُوا ایک سمت میں بھاگ اُٹھا۔

شیران جلدی سے ٹیلے سے چپک گیا تھا۔ اُس نے پانچ، چھ گھڑ سواروں کو دیکھا جو ایک سوار کا تعاقب کر رہے تھے اور اُس پر گولیاں برسا رہے تھے۔.. لیکن اس کی وجہ سے شیران مصیبت کا شکار ہو گیا تھا۔ گھوڑے کے بغیر سفر کرنا انتہائی مشکل کام تھا۔ وہ پریشانی کے عالم میں اپنے گھوڑے کو دیکھنے لگا جو تھوڑے فاصلے پر گِر پڑا تھا اور اب دم توڑ رہا تھا۔ شیران بہرطور کسی نہ کسی طرح اس تک پہنچا۔ اُس نے مرتے ہُوئے گھوڑے کی پُشت سے وہ سامان کھول لیا جو لڑکے کے باپ نے زادِ راہ کے طور پر دیا تھا... سامان کا بنڈل اُٹھائے وہ اسی ٹیلے کی آڑ میں ہو گیا جہاں تھوڑی دیر قبل اس نے قیام کیا تھا ٹیلا اس طرح کا تھا کہ اس کا سایہ بن رہا تھا اور یہ سایہ شیران کو شدید دھوپ سے بچانے کا باعث بنا۔ وہ ٹیلے کے سائے میں بیٹھ کر آرام کرنے لگا یہ نئی افتاد پڑی تھی اس پر اب اگر بستی کا رُخ کرتا تو چار پانچ میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا اور اگر داتانگ ہی کا سفر کرتا تو اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ یہ طویل سفر کب ختم ہو۔ ان ویرانوں میں بھی زیادہ وقت نہیں گزارا جا سکتا تھا۔ بہرطور تیز دھوپ میں یہ تھوڑا سا سایہ بڑا غنیمت تھا وہ سمٹا بیٹھا رہا۔ سورج کا سفر جاری رہا۔ گھوڑے سوار پتہ نہیں کون تھے اور کس پر گولیاں برسا رہے تھے بہرطور یہ ہمیں کا کوئی مسئلہ ہو گا۔ ویسے کم از کم وہ اس بستی کے باشندے بھی نہیں معلوم ہوتے تھے جس سے گزر کر شیران یہاں پہنچا تھا۔ تو کیا اور کوئی چھوٹی بستی بھی قریب میں موجود ہے؟ اس نے سوچا۔ اب تو سفر کرنا ہی تھا جہاں بھی جا نکلے، واپس اس پگڈنڈی تک پہنچنا بھی دوبھر محسوس ہو رہا تھا۔ اُس نے یہیں شام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر سائے میں ایک پتھر پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ شام کو چار بجے کے قریب وہ اُٹھا۔ تھیلے میں سے کھانے پینے کا سامان نکالا پیٹ کی آگ بجھائی پھر چھاگل سے پانی کے چند گھونٹ لیے جو دھوپ کی وجہ سے بالکل گرم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے یہ جگہ چھوڑ دی، دُھوپ میں اب وہ تمازت نہیں رہی تھی۔ وہ پتھروں کے درمیان سے گزرتا ہُوا واپس اسی پگڈنڈی پر آگیا جسے ان لوگوں نے شاہراہ کا نام دیا تھا۔ اور کچی شاہراہ تھی۔ یہ بھی، بہرطور وہ اس پر داتانگ کی طرف بڑھتا رہا۔ شام تیزی سے جھک رہی تھی اور شیران رات ہونے سے قبل کوئی ایسی

جگہ تلاش کر لینا چاہتا تھا جہاں رات گزار سکے، اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ داتا نگ تک پیدل ہی سفر کرے، چنانچہ اُس نے رفتار تیز کر دی اور پھر جب رات کے دُھندلکے ماحول پر اُترے تو وہ ایک اور درّے میں تھا، درّے میں قیام کرنے کے بجائے اُس نے بلندیوں پر پہنچ کر ایک پہاڑی ٹیلے کو اپنا مسکن بنایا۔ رات کی تاریکی میں وہ اس ٹیلے کا صحیح طور پر جائزہ نہیں لے سکا تھا تاہم اُس کے اُوپر کا حصّہ ایسا تھا کہ اس پر لیٹا جا سکے۔ اس نے ہاتھ ہی سے اس سطح کو صاف کیا اور اپنے لیے بیٹھنے کی جگہ بنا لی۔ اس پر کاہلی سی طاری ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر وہ بیٹھ کر اِرد گرد کی فضا کو دیکھتا رہا۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے تا حدِ نگاہ پھیلے ہوئے تھے اور علاقہ خاصا بنجر اور چٹیل نظر آتا تھا، بہر طور اس اُکتا دینے والے سفر سے اُسے کوفت ہونے لگی تھی لیکن کیا کیا جا سکتا تھا سفر تو کرنا ہی تھا۔ بنکاک میں جتنا پُر آسائش وقت گزر چکا تھا۔ اس نے اُس سے وہ صفات چھین لی تھیں جو پہاڑوں میں رہتے وقت اس میں موجود تھیں۔ اس وقت کوئی بھی صعوبت اس کے لیے صعوبت نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ اس سے پوری طرح لطف اندوز ہوتا تھا مسطحِ زمین پر لیٹے لیٹے یہ خیال اس کے ذہن میں آیا تو وہ چونک پڑا۔ پھر اُس نے اپنی کیفیات کا جائزہ لیا اور اُسے اس بات پر خاصا دُکھ ہُوا کہ اس میں یہ تبدیلی پیدا ہو گئی ہے، یہ تبدیلی تو زندگی کے اختتام کی جانب اشارہ کرتی ہے، ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیے، جب تک زندہ ہوں اسی انداز میں جیوں گا جیسے جیتا رہا ہوں، یہ کاہلی میرے ذہن میں نہیں رہنی چاہیے۔ مجھے اتنا ہی باشقّت رہنا چاہیے جتنا میں تھا، ابھی تو زندگی کا طویل سفر طے کرنا ہے اگر اسی طرح کاہلی طاری ہو گئی تو پھر کسی تاریک گوشے میں پناہ لینا ہی مناسب ہو گا اور ایسا مناسب گوشہ کوئی تاریک قبر ہی ہو سکتی ہے اس نے ایک دم سے فیصلہ کر لیا کہ کل کا سفر آج کی بہ نسبت تیز رکھا جائے گا اور انتہائی کوشش کی جائے گی کہ داتا نگ کا فاصلہ کم ہو سکے لیکن اس کے لیے رات کو پُر سکون رہنا بہت ضروری تھا۔ خوراک کے تھیلے سے اُس نے پھر چند چیزیں نکال لیں اور اُنھیں کھانے کے بعد پانی کے دو گھونٹ پی کر آرام سے لیٹ گیا۔

رات پوری طرح جُھک آئی تھی اور آسمان پر ستارے چمکنے لگے تھے، وہ ان ستاروں کو دیکھتا رہا۔ دفعتاً تھوڑے سے ہی فاصلے پر اُس نے ایک ہلکی سی آواز سنی اور وہ چونک کر اس طرف دیکھنے لگا۔ ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ یہ روشنی ایک بڑے ٹیلے کے پیچھے سے آ رہی تھی۔ وہ حیرت سے چونک پڑا۔ اُسے ایک بار پھر افسوس ہُوا کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے رہا تو جو اُس نے بستی کے ایک شخص سے لیا تھا اسی کو واپس کر دیا تھا۔ روانہ ہوتے وقت یہ خیال بھی نہ رہا کہ وہاں سے کوئی ایسا ہتھیار لے لیتا جو کہ راستے میں کام آ سکتا۔ بے چارے میزبان نے اُسے کھانے پینے کی چیزیں تو دے دیں لیکن یہ خیال اس کے ذہن میں بھی نہ آیا ہو گا۔ بہر طور شیران اس روشنی کو دیکھنے کے بعد بھلا ٹیلے پر کہاں ٹک سکتا تھا۔ وہ دبے پاؤں نیچے اُترا سامان کا تھیلا اُس نے اسی ٹیلے پر چھوڑ دیا تھا اور پھر روشنی کی سمت میں چلنے لگا۔ مدھم مدھم روشنی ٹیلے کے عقب میں پھیل رہی تھی۔ وہ ٹیلے کے پیچھے پہنچ گیا اور دُوسری طرف کی آہٹیں لینے لگا۔ پانی گرنے کی سی آوازیں آ رہی تھیں اور پھر ہلکے ہلکے سانسوں کی بازگشت بھی اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔ وہ حیران تھا کہ دُوسری طرف بھی کوئی ایک ہی شخص معلوم ہوتا تھا لیکن یہاں اس ویرانے میں کسی کا وجود اس کے لیے حیرتناک تھا۔ تھوڑی دیر تک تردد کرتا رہا... اُدھر سے آہٹیں مسلسل آ رہی تھیں۔ بالآخر شیران کو اطمینان ہو گیا کہ دُوسری طرف جو کوئی بھی ہے اکیلا ہے اور یقیناً کوئی جانور نہیں ہے چونکہ جانور روشنی نہیں کیا کرتے وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ٹیلے کے بالکل سامنے آ گیا۔ ٹیلے کے عقب میں ایک غار کا دہانہ تھا اور یہ روشنی اسی غار سے پھوٹ رہی تھی لرزتی ہوئی ہلکی روشنی، وہ چند ساعت انتظار کرتا رہا، اس کے بعد وہ غار کے دہانے کے قریب پہنچ گیا، سامنے ہی ایک مشعل دیوار میں اُڑسی ہوئی نظر آ رہی تھی اور روشنی کے نیچے اُس نے جو منظر دیکھا۔ اُس نے اُسے ایک لمحے کے لیے مبہوت کر دیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ویرانے میں کوئی ایسا منظر دیکھ سکے گا۔ ایک ایسی حسین عورت تھی جس کے چہرے کی چمک دمک کے سامنے مشعل کی روشنی ماند تھی... انتہائی خوبصورت اور متناسب بدن پر وہ گیروے رنگ کا مخصوص لباس تھی جو اس کے بدن پر چپکا ہُوا تھا اور اس کی بڑی بڑی آنکھیں بند تھیں اور دونوں ہاتھ چہرے کے سامنے جُڑے ہوئے تھے۔ شاید وہ عبادت کر رہی تھی، لیکن یہاں اس ویرانے میں، ناممکن! اس ویرانے میں کسی کا زندہ رہنا بھی ناممکن ہے شیران حیرت سے کھڑا، اُسے دیکھتا اس کے بارے میں سوچتا رہا، اُس نے اُس کی عمر کا اندازہ لگایا جو بیس پچیس سے زیادہ کی نہ ہو گی، لیکن قد و قامت بے حد شاندار تھا، چہرے سے بھی یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ مقامی ہے بلکہ اس کا رنگ بتاتا تھا کہ کسی یورپین ملک کی باشندہ ہے یا پھر کسی ٹھنڈے علاقے کی، خد و خال انتہائی دلکش تھے جن کو ایک بار دیکھنے کے بعد نگاہ ہٹانا انتہائی مشکل تھا اور پھر خاص طور سے اس پُر اسرار ماحول میں وہ کچھ اور حسین نظر آ رہی تھی۔ شیران کھڑا ہُوا اُسے دیکھتا رہا۔

اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس منظر پر یقین کرے یا نہ کرے، بالآخر اُس کی اپنی فطرت میں اتنا زیادہ تحیّر شامل نہیں تھا چنانچہ اُس نے زور سے پتھر پر قدم مارا اور غار میں بیٹھی ہوئی اپسرا نے آنکھیں کھول دیں۔ ان آنکھوں کی دلکشی بھی بیان سے باہر تھی۔ بڑی بڑی حسین آنکھیں جن میں بجلیاں سی تڑپتی محسوس ہوتی تھیں وہ آنکھیں شیران کو دیکھ رہی تھیں، پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے جُڑے ہوئے ہاتھ نیچے گرائے۔ پھر بولی۔

"اندر آ جاؤ۔ کیوں کھڑے ہو؟"

شیران جُھک کر غار میں داخل ہو گیا۔ غار کشادہ اور صاف ستھری تھی شاید پورے ٹیلے کی وسعت میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایک سمت کچھ سامان بھی رکھا ہُوا تھا۔ شیران نے غار کا جائزہ لینے کے بعد دوبارہ لڑکی کی طرف دیکھا اور بولا، "تم کون ہو اور یہاں اس غار میں کیا کر رہی ہو؟"

"میں راہبہ ہوں اور عبادت کر رہی تھی۔"

"اس ویرانے میں؟"

"ہاں یہ ویرانے ہی میرا مسکن ہیں۔ یہاں میں سکون سے عبادت کرتی ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔ اُس کی آواز میں بلا کی کھنک تھی۔ پھر اُس نے بڑے اعتماد سے غار کے دہانے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "آؤ۔ باہر کھلی ہوا، کھلا آسمان ہے۔ ہم ٹیلے پر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

اور شیران اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

چاند نکل آیا تھا اور یہ پُر اسرار چاندنی، اُن ٹیلوں کو عجیب سحر خیز شکل میں پیش کر رہی تھی یوں لگتا تھا جیسے چاروں طرف سفید قبریں بکھری پڑی ہوں۔ اس طلسمی منظر میں حسین لڑکی درحقیقت کوئی آسمانی مخلوق لگ رہی تھی۔ اس کے لمبے بال ہوا سے اُڑ رہے تھے۔ شیران ٹیلے پر بیٹھ گیا۔

"میں تمھاری عبادت میں مخل تو نہیں ہُوا؟" اس نے پوچھا اور لڑکی کے دانت چمک اُٹھے۔ موتیوں جیسی چمک تھی ان کی۔ شیران اُس کی شخصیت سے بے حد متاثر ہُوا تھا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔ اگر تمھیں اس طرح سے کوئی فائدہ حاصل ہو جائے تو یہ بھی عبادت ہے!"

"میں اگر روشنی نہ دیکھتا تو شاید اس طرف نہ آتا۔"

"میں نے یہ روشنی تمھارے لیے کی تھی۔"

"کیا مطلب؟" شیران چونک پڑا۔

"ہاں مجھے علم تھا کہ تم ان ٹیلوں کے درمیان تنہا رات گزار رہے ہو، یقیناً یہ تنہا رات تمھیں ناگوار گزرتی اس لیے یہ میرا فرض تھا۔"

"گویا تم نے مجھے دُور سے دیکھ لیا تھا۔"

"ہاں۔ مَیں نے تمھیں بہت دُور سے دیکھ لیا تھا۔" اُس نے پُر اسرار سے انداز میں کہا۔

"کتنی دُور سے؟"

"کیا بتاؤں کتنی دُور سے۔ یہاں سے تم تصور کر لو۔" وہ ایک بار پھر مسکرا دی۔ شیران گہری نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا پھر بولا۔

"میں اَب بھی کچھ نہیں سمجھا۔"

"ورنہ سمجھو، مجھ سے پوچھ لو۔"

"تم نے مجھے کتنی دُور سے دیکھا تھا؟"

"میں نے تمھیں ان پہاڑوں میں دیکھا جہاں تمھارا گاؤں تھا جہاں تمھاری ماں رہتی تھی جہاں تمھارے دوست رہتے تھے۔"

"اوہ تو کیا تم قبائلی ہو؟"

"ہاں میرا تعلق ہر قبیلے سے ہے۔ ہر جگہ سے میرا تعلق ہے۔"

لڑکی کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔

"دیکھو لڑکی۔ تم مجھے بہت پسند آئی ہو۔ اتنی کہ میں تمھارا احترام کرنے لگا ہوں۔ مَیں نے ساری زندگی کسی کا احترام نہیں کیا۔ اس احترام کو قائم رہنے دو۔"

"مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو میں معافی چاہتی ہوں۔"

"تمھاری غلطی یہ ہے کہ تم نے ابھی تک مجھے اپنے بارے میں نہیں بتایا۔ تم میرے گاؤں اور اس کے پہاڑوں کے بارے میں کیا جانو۔ صاف گفتگو کے بجائے تم اُلجھی ہوئی باتیں کیوں کر رہی ہو؟"

"اوہ۔ قہوہ بناؤں تمھارے لیے؟" اُس نے مسکرا کر پوچھا۔

"ممکن ہے؟"

"ہاں۔ یہ میری دُنیا ہے، میں نے یہاں زندہ رہنے کے انتظامات کر رکھے ہیں۔" وہ بولی اور اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ شیران عقب سے اُسے دیکھتا رہا تھا۔ پاگل کر دینے والا سراپا تھا۔ درحقیقت ان چٹانوں میں وہ بھی پتھر سے تراشی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ کیا یہ انسان ہے؟ یہ سوال شیران کے ذہن پر مسلط ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں مٹی کے دو پیالے تھے جن سے قہوے کی سوندھی لپٹ اُٹھ رہی تھی۔ اُس نے ایک پیالہ شیران کے سامنے رکھ دیا۔ شیران نے ہاتھ بڑھایا اور پھر ایک دم اس کا ہاتھ رُک گیا۔ وہ مشتبہ نظروں سے لڑکی کو گھورنے لگا اور وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔

"کیوں۔ تم ہنسی کیوں؟"

"تم اسے بھی دُودھ کی بوتلیں سمجھ رہے ہو؟" اُس نے کہا اور

شیران کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ درحقیقت اُس کے ذہن میں اس وقت یہی خیال آیا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ بے اختیار اپنی کمر کی طرف گیا لیکن یہ غیر اختیاری حرکت تھی۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"پستول نہیں ہے تمھارے پاس لیکن اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ میں عورت ہوں، تم مجھے گردن دبا کر بھی مار سکتے ہو۔" اس بار بھی شیران حیران رہ گیا تھا، چند لمحات وہ اُسے دیکھتا رہا پھر پھیکے سے انداز میں ہنس پڑا۔

"تم بہت ذہین ہو۔ اعضا کی جنبش سے مقصد سمجھ لیتی ہو۔ بہرحال میں ایک بار پھر اعتراف کرتا ہوں کہ میں تم سے مرعوب ہو گیا ہوں۔"

"اس رُوئے زمین پر تم کسی سے مرعوب نہیں ہو سکتے شیران۔ قہوہ پیو اس میں کوئی خراب آور دوا شامل نہیں ہے۔ میں ہمیشہ سچ بولتی ہوں۔"

"اب میں زیادہ حیرت کا اظہار نہیں کروں گا۔ تم نے میرا نام لے کر مجھے پکارا ہے جبکہ میں نے تمھیں اپنا نام نہیں بتایا۔" اُس نے قہوے کا پیالہ اُٹھا کر اُس کے چند گھونٹ بھرے اور اُسے دوبارہ زمین پر رکھ دیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں، تمھیں بہت دُور سے دیکھ رہی ہوں۔ وہاں سے، جہاں تم پہاڑوں میں مُنہ زور گھوڑے کی مانند... زندگی گزارتے تھے۔ میں نے تمھیں اس وقت بھی دیکھا تھا جب تمھاری بے گناہ ماں کو قتل کر دیا گیا تھا اور تم نے انتقام کے طور پر ایک وحشیانہ کھیل کھیلا تھا۔ کون کون سی کہانی سُنو گے؟"

شیران ششدر رہ گیا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا "تم کون ہو؟"

"ایلا ہے میرا نام۔ راہبہ ہوں، بہت چھوٹی سی عمر میں پہاڑوں کی یہ زندگی اپنا لی تھی۔ اب یہ چٹانیں میری دوست ہیں، ہواؤں سے میری شناسائی ہے۔ یہ ہوائیں مجھے دُور دُور کی کہانیاں سناتی ہیں انسانوں سے دُور ہوں لیکن یہ مجھے انسانوں کی کہانیاں سناتی ہیں۔"

"ابھی ہواؤں نے تمھیں میری کہانی سنائی۔" شیران نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"میں نہیں مانتا۔؟"

"ہاں۔ شیران اس کے علاوہ کوئی حقیقت نہیں ہے میں جھوٹ نہیں بولتی۔"

"ہواؤں نے تمھیں صرف میری کہانی سنائی تھی؟"

"نہیں۔ تم اس طرف آ رہے تھے۔ انھوں نے مجھے تمھارے بارے میں بتایا اور پوری کہانی سنا دی۔"

"گویا تم میرے بارے میں سب کچھ جانتی ہو۔"

"شاید کچھ ایسی باتیں بھی ہوں جو ہواؤں نے مجھے نہ بتائی ہوں میں دعویٰ نہیں کرتی۔"

"تم جو کوئی بھی ہو بہت پُراسرار ہو۔ میرے دشمنوں کے بارے میں بھی جانتی ہو؟"

"دشمنوں سے مجھے نفرت ہے۔ ان پہاڑوں میں صرف دوستوں کا ذکر کرو۔"

"تو مجھے میرے کسی دوست کے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو۔؟"

"کوئی دوست ہے میرا اس دنیا میں؟"

"ہاں کم از کم ایک، دوست وہ ہوتا ہے جو باعمل ہو، زبانی دوستی فریب ہوتی ہے۔"

"میرا باعمل دوست کون ہے؟"

"وہ جس نے تمھیں ایک نئی زندگی دی ہے۔ جس نے تمھیں نئی دُنیا دکھائی ہے۔"

"اس کا نام اور بتا دو اس کے بعد تمھیں تسلیم کروں گا اور کوئی سوال نہیں کروں گا؟"

"وعدہ۔؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں وعدہ؟"

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ چٹانوں کے شیران کا وعدہ بھی چٹان کی مانند ہے۔ میں نے مارلینو کے بارے میں کہا تھا۔" ایلا نے کہا اور شیران کی زبان بند ہو گئی۔ اس کے بعد کوئی سوال بیکار تھا۔

"اگر یہ سوال ہو تو تم اس کا جواب نہ دینا۔ میں نے تمھارے انوکھے علم کو تسلیم کر لیا ہے لیکن یہ علم تمھیں کہاں سے ملا؟" شیران نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔

"زندگی بھر کی یہی کمائی ہے۔ ہواؤں کی دوستی پر زندہ ہوں ورنہ اِن ویرانوں میں مر گئی ہوتی۔"

"اس علم کے حصول کے لیے ساری زندگی کسی غار میں بسر کرنی پڑتی ہے!" شیران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔ اور ایلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے ہنستے ہوئے شیران کو دیکھا اور بولی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کیا تم چلّا کشی کرنا چاہتے ہو؟"

"ارے نہیں۔ میں خود کو اس کا اہل نہیں پاتا لیکن میں شاید زندگی میں دوسری بار متاثر ہو رہا ہوں۔"

"دوسری بار۔؟"

"ہاں۔" تم مارلینو کا نام لے چکی ہو۔ پہلی بار میں اس وقت متاثر

ہُوا جب میں نے چاروں ہاتھ پاؤں سے محروم شخص کو ہزار ہاتھ پاؤں کے ساتھ دیکھا اور دوسری بار میں تمھارے اس علم سے متاثر ہُوا ہوں۔"

"سچ کہتے ہو۔؟" ایلا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں وعدہ کر چکا ہوں۔ سچ بول رہا ہوں۔"

"میرے بارے میں بہت سے سوالات کر چکے ہو۔ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گے۔"

"اب مجھ سے میرے بارے میں کیا پوچھو گی، سب کچھ تو تم جانتی ہو۔"

"مایوس کرو گے مجھے۔؟" اس نے دُکھ سے کہا۔

"لیکن اس کی ضرورت کیا ہے، کیا تمھیں سب کچھ نہیں معلوم۔" شیران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے سب کچھ نہیں معلوم۔"

"میرا خیال تو اس سے مختلف ہے۔"

"کیا۔؟"

"تمھیں میرے بارے میں کچھ زیادہ معلومات حاصل ہیں۔"

"نہیں شیران۔ میرا علم میرا معاون ہے۔ اس نے مجھے تمھارے آنے کی اطلاع دی۔ میں نے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا شیران۔ اور مجھے شیران کے بارے میں چند باتیں معلوم ہو گئیں۔ میں اس سے جو سوال کرتی ہوں مجھے جواب مل جاتا ہے۔ لیکن تمھارے بارے میں تم سے کچھ معلوم کرنے کی خواہش اب بھی دل میں ہے۔"

"ایلا۔" دفعتاً شیران نے کہا۔ "کیا تم پوری زندگی ان پہاڑوں میں گزار دو گی؟"

"ہاں۔ میری دنیا اب یہی ہے۔"

"شادی بھی نہیں کرو گی۔" شیران نے عجیب سے لہجے میں پوچھا اور ایلا کی آنکھوں کی کیفیت بھی بدل گئی۔ وہ شیران کے لہجے کی معصومیت میں کھو گئی تھی۔ وحشی صفت انسان کے اس سوال میں ایک انوکھا تاثر تھا۔ وہ، دنیا کے ہر شخص کے لیے درندہ تھا۔ لیکن جس کی برتری اُس نے تسلیم کر لی اُس کے سامنے وہ ایک معصوم بچہ بن گیا تھا۔

"یہ سوال کیوں کیا تم نے۔؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"بس ایسے ہی۔"

"کوئی بھی خیال بس ایسے ہی ذہن میں نہیں آتا۔" وہ آہستہ سے بولی اور شیران چٹائی پر لیٹ گیا۔ ایلا اس سے زیادہ دور نہیں تھی۔ وہ چمکدار آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں۔"

"مجھے اپنی زندگی کی کہانی نہیں سناؤ گے۔" وہ نرم لہجے میں بولی۔ شیران پگھل رہا تھا۔ بڑی مختلف کیفیت ہو رہی تھی اس کی۔ اور بڑا سرور مل رہا تھا اس کیفیت سے۔

"کوئی کہانی نہیں ہے میری زندگی میں۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ ہوش سنبھالا تو چٹانوں کے درمیان ماں تھی، بابا تھے، پھر بابا نہیں رہے۔ انھیں شیروں نے ہلاک کر دیا تھا۔ شیروں سے دشمنی ہو گئی۔ بڑا ہُوا تو جنگلی جانوروں سے جنگ کرتا رہا۔ دل کھول کر بدلا لیا ان سے۔ بہروبدی کے جنگلے تھے، بندوق کی گولیاں اور زندگی پُرآسائش تھی۔ ماں تھی جس کی عزت کرتا تھا اور کوئی نہ تھا۔ جانوروں کے علاوہ کسی سے دشمنی نہیں تھی۔ لیکن ایک پاگل خان نے انسانی خون سے آشنا کر دیا اور اس کی چاٹ لگ گئی پھر بابا کے مزار پر ماں کو قتل کر دیا گیا۔ اور ماں کی جدائی کے بعد جی چاہا کہ ساری دنیا کو سُلا دیا جائے۔ دوستوں نے مشورے دیئے اور میں نے بادشاہ خان کی عزت کا جنازہ نکال دیا۔ اس نے اپنے بھائی فیروز خان کی موت کا بدلہ لینے کے لیے ماں کو قتل کر دیا تھا۔ میں نے بھی اُس کی آبرو پر ہاتھ ڈالا اور ایسا انتقام لیا کہ اس کے اجداد کی روحیں بھی قبروں سے نکل بھاگی ہوں گی۔ بڑا لطف رہا۔ ماں نہ رہی تھی قبیلے میں بھی سارے خود غرض تھے وہاں سے نکل بھاگا۔ کابل پہنچا وہاں بھی کچھ دلچسپ واقعات پیش آئے۔ پھر کسی نامعلوم منزل کی طرف چل پڑا۔ کوئی مقصد نہیں تھا زندگی کا اور ایسے ہی بے مقصد سفر کے دوران وہ بوڑھا راہب جس کا نام یاتان بروما تھا۔ وسیع پہاڑوں میں صرف تین انسان تھے، بروما اس کا آقازادہ لوتھر جسے اس نے گوسان بنا دیا تھا اور جو بے زبان تھا اور یاتان کی بیٹی سدھا طی، گوسان نے خودکشی کر لی۔ بروما مر گیا اور اس کی بیٹی وہ بعد میں بنکاک پہنچ گئی میں اس کا دشمن ہوں۔ اسے قتل کرنے کی شدید خواہش ہے میرے دل میں لیکن۔ میں جانتا ہوں کہ اُسے بھی مارلینو کی پشت پناہی حاصل ہے اور وہ وہیں پوشیدہ ہے۔"

شیران کہہ رہا تھا۔ "لیکن تایان بروما کے نام پر ایلا بُری طرح چونکی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے لیکن شیران اپنی رو میں بول رہا تھا۔

"اگر مارلینو نہ ملتا تو نہ جانے میری زندگی کا کیا رُخ ہوتا لیکن اُس نے مجھے سنبھال لیا اور میں اُس سے متاثر ہوں، میں نے بنکاک میں اُس کے مخالفوں کو ختم کر دیا اور اُس کے دیرینہ دشمنوں میں سے ایک کو ہلاک کر دیا میں اُس اپاہج کا مشن پورا کرنے کا پابند ہوں۔ اور بس یہ میری کہانی ہے۔"

ایلا خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی اُس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ شیران کی کہانی سن ہی نہ رہی ہو، بلکہ کہیں اور دیکھ رہی ہو۔

شیران نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا اور بولا۔ "کیا سوچ رہی ہو تم۔؟" ایلا چونک پڑی، پھر مسکرا دی۔

"تم نے مجھے پہاڑوں کی اُس وادی میں پہنچا دیا جہاں شیروں کے شیر شیران نے جنم لیا تھا"۔

"میں نے سوچا شاید تمھیں میری کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں محسوس ہوئی" شیران بولا۔

"نہیں شیران۔ تمھاری کہانی انوکھی ہے۔ تم ایک آئیڈیل انسان ہو، بے حد انوکھے"۔

"ایلا۔ مارلینو کے بعد تم دوسری شخصیت ہو جسے تسلیم کیا ہے میں صرف تمھارے علم سے متاثر ہوں"۔

"صرف علم سے" ایلا دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ اور شیران چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"تم بے حد خوبصورت ہو۔ اتنی خوبصورت کہ میں نے اب تک اتنی حسین لڑکی نہیں دیکھی۔ لیکن عورت میری منزل نہیں ہے، اُس کا حُسن مجھے متاثر نہیں کر سکتا"۔

"گوسان نے خودکشی کیوں کی تھی ---؟" ایلا نے پوچھا۔

"گدھا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ میں سدھا شی کو چاہتا ہوں"۔

"تم نہیں چاہتے تھے؟"

"ہرگز نہیں"۔

"پھر اُس کے دشمن کیوں بن گئے۔؟"

"وہ... بہت خودسر تھی۔ مجھے اُس سے نفرت ہے"۔

"کہاں ہے وہ۔؟" ایلا نے پوچھا۔

"پتہ ہوتا تو اب تک اس کی لاش کہیں سڑ رہی ہوتی"۔

"تمھارے پاس نہیں تھی۔؟"

"نہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ بنکاک ہی میں ہے اور مارلینو اس کا سرپرست ہے"۔

"ہاں۔ وہ پہاڑوں سے میرے ساتھ ہی آئی تھی۔ وہاں تنہا رہ رہی تھی میں نے اُسے کشتی میں بٹھا لیا۔ پھر ہم مارلینو کے پاس پہنچے اور مارلینو نے اُسے وہاں بنکاک بھجوا دیا"۔

"تم سے اتنی دشمنی کیوں ہو گئی؟" ایلا نے پوچھا اور شیران اُسے اس بارے میں تفصیل بتانے لگا۔

"ایک بات اور بتاؤ شیران! یہ مارلینو کیا چیز ہے؟"

"ایک حیرت انگیز انسان جسے اپاہج کر دیا گیا تھا لیکن جس نے لاکھوں انسانوں کی قوتیں حاصل کر کے خود کو تسلیم کرایا اور آج وہ بنکاک میں ... ایک بہت بڑا مقام رکھتا ہے"۔

"اس کی نگاہوں میں تمھاری کیا حیثیت ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ بس اس نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں اس کا مشن پورا کروں گا"۔

"اور وہ مشن کیا ہے؟"

"ان آٹھ آدمیوں کا قتل، جنہوں نے اسے اپاہج کیا تھا"۔

"وہ کون لوگ ہیں؟"

"اپنے علم سے معلوم کر لو۔ میں جواب دیتے دیتے تھک گیا ہوں" شیران نے کہا اور ایلا ہنسنے لگی۔

"نیند آ رہی ہے؟"

"نہیں، بس اب کوئی جواب دینے کو دل نہیں چاہتا"۔

"اس طرف کیسے آ نکلے؟"

"اپنے دشمنوں کی تلاش میں"۔ شیران بولا۔

"میں نہیں سمجھی؟" ایلا نے کہا۔ لیکن اسی وقت شیران اچھل کر بیٹھ گیا اس کی آنکھیں ایلا پر جمی ہوئی تھیں۔ ایلا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ "خیریت؟" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم مجھ سے اتنی باتیں کیوں کر رہی ہو۔ کیا احساس ہے تمھارے دل میں میرے لیے"۔

"یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟"

"جواب دو"۔

"تم مجھے پسند آئے ہو، اچھے انسان ہو"۔

"میرے لیے کچھ کر سکتی ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں"۔

"تو اپنے علم کو آواز دو۔ مجھے میرے پُراسرار دشمن کے بارے میں بتاؤ۔ ان کی نشان دہی کرو۔ اگر تم یہ نہ کر سکیں تو میرا تم سے کوئی تعلق نہ رہے گا"۔

"اوہ"۔ ایلا آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی۔ پھر اس نے آنکھیں نہ کھولیں شیران خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا تھا۔ جب ایلا ایک منٹ تک کچھ نہ بولی تو وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"نیند آ گئی شاید تمھیں لیکن ایلا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بدستور آنکھیں بند کیے رہی تھی۔ شیران کو غصہ آ گیا۔

"میں کہتا ہوں نیند آ رہی ہے تو جاؤ اپنے بھٹ میں چلی جاؤ، یہاں کیوں سو رہی ہو۔ میں بھی سونا چاہتا ہوں" شیران نے غصیلے انداز میں کہا اور ایلا نے مسکرا کر آنکھیں کھول دیں۔

"میں سو نہیں رہی تھی، تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنے علم کو آواز دوں، تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے تمھیں تمھارے دشمنوں کے بارے میں کچھ نہ بتایا تو میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا میں تمھارے ہی لیے چلی گئی تھی"۔

"چلی گئی تھیں"۔ شیران تعجب سے بولا۔

"ہاں"۔

"مگر میں تو تمھیں دیکھ رہا ہوں"۔

"بہت معصوم ہو، جتنے چالاک بنتے ہو اتنے معصوم بھی ہو"۔ ایلا ہنس کر بولی۔

"دیکھو پہیلیاں نہ بجھاؤ مجھے، جب کوئی بات میرے ذہن میں اٹک جاتی ہے تو دوسری باتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں۔ میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ مجھے میرے دشمنوں کے بارے میں بتاؤ، یہ تمھارے لیے اعزاز ہے لڑکی۔ شیران نے کبھی اپنے دشمنوں کے بارے میں کسی دوسرے سے سوال نہیں کیا۔ خود ہی انہیں تلاش کیا اور چُن چُن کر انھیں قتل کر دیا سمجھیں تم؟ میں نے پہلی بار تم سے ایک بات کہی تھی اور تم مجھے ٹال رہی ہو"۔

"ٹال کہاں رہی ہوں معصوم انسان"۔

"تو پھر آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں؟"

"میں تمھارے دشمنوں کی تلاش میں گئی تھی" ایلا نے جواب دیا اور شیران کے چہرے پر پہلی بار حیرت کے آثار نمودار ہو گئے۔

"گویا تم... گویا تم" شیران دلچسپی سے بولا۔

"ہاں میرے علم کا سفر جاری تھا۔ میں جاننا چاہ رہی تھی کہ تم اپنے کون سے دشمنوں کی تلاش میں ہو۔ تمھارے تو بے شمار دشمن ہیں شیران، پہاڑوں کے رہنے والے بادشاہ خان، فیروز خان کے نو بیٹے جن کا سربراہ نعمان خان ہے"۔

شیران اچھل پڑا۔ اس نے بے اختیار ایلا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ میں بے پناہ تپش تھی۔ "تو کیا نعمان خان ... اوہ ایلا تو... ہمیشہ ساتھ رکھنے کے قابل ہے"۔

"اور بھی بہت سے... وہ جنھیں تم نے نقصان پہنچایا ہے۔ گری تھاؤ گاؤچی کے گروہ کے چند لوگ اب بھی زندہ ہیں"۔

"تو... تو کیا وہ لوگ..."

"نہیں۔ شاید تمھیں ان دشمنوں کی تلاش ہے جنھوں نے پہلے تم پر ایک مضافاتی بستی میں حملہ کیا۔ جن کی تلاش میں تم ایک جوڈو کراٹے کے اڈے میں داخل ہوئے تھے"۔

"ہاں... ہاں میں اُنھی کی بات کر رہا ہوں"۔ شیران پُرجوش لہجے میں بولا۔

"پھر وہ لڑکی جس نے تمھاری کار میں بم رکھا تھا۔ یا وہ جس سے پہاڑوں میں تمھاری جنگ ہوئی تھی"۔

"بالکل ٹھیک"۔

"وہ جنھوں نے تمھیں لانچ پر پہنچایا اور جن کی وجہ سے تم ان پہاڑوں میں آئے"۔ ایلا نے کہا۔

"اب میرا دماغ پھٹ جائے گا۔ تیرا علم سچا ہے"۔

"تو جو کچھ میں کہوں گی اُسے مانو گے؟"

"اب تو میں آنکھیں بند کر کے تمھاری ہر بات مانوں گا میرا وعدہ ہے"۔ شیران بولا۔

"تو پھر تم صحیح جگہ پہنچے ہو شیران۔ یہاں رہو، چند روز آرام کرو، تمھارے دشمن تمھاری تلاش میں یہاں آئیں گے۔ میں تمھیں آگاہ کر دوں گی اور تم انھیں پا لو گے۔ یہ میرا وعدہ ہے"۔

شیران اسے گھورنے لگا پھر بولا "ٹھیک ہے ایلا۔ میں انتظار کروں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں انتظار کروں گا"۔

"اس اعتماد کا شکریہ شیران۔ اگر تم چاہو تو اسی چٹان پر سو جاؤ اور اگر دل چاہے تو غار میں چلے جاؤ۔ میں تمھارے آرام کا بندوبست کر دوں گی۔ یہ تمھاری مرضی پر منحصر ہے کہ جہاں چاہو سو جاؤ"۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟" شیران نے پوچھا۔

"میری عبادت کا وقت ہے اور عبادت کے وقت براہ کرم تم میرے مشاغل میں خلل اندازی مت کرنا۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں اگر تم نے ایسا کیا تو ہم دوست نہ رہ سکیں گے۔ عبادت میری زندگی ہے۔ اور جب بھی میں اس سے منحرف ہوئی موت کا شکار ہو جاؤں گی۔ براہِ کرم مجھے پریشان مت کرنا"۔

"نہیں نہیں، میں تم جیسی دوست کو کھونا نہیں چاہتا۔ میرے لیے یہ چٹان ہی بہتر ہے"۔ شیران نے جواب دیا اور ایلا نے اپنے خوبصورت ہاتھ سے اس کا چوڑا ہاتھ پکڑا اور اسے گرمجوشی سے دبایا۔ "صبح کو ہماری ملاقات ہوگی"۔ شیران نے گردن ہلا دی۔

ایلا اپنی جگہ سے اٹھی اور شیران عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ اس وقت تک جب تک کہ ایلا غار میں داخل نہ ہو گئی۔ اس کے بعد شیران چٹان پر لیٹ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیے تھے اور اس کی نگاہیں آسمان پر ٹکے ہوئے تاروں پر گڑی ہوئی تھیں۔

ایلا غار میں پہنچ گئی، اس کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔ غار میں پہنچ کر اس نے وہ کھال سرکائی اور اس پر دوزانو بیٹھ گئی اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آنکھیں بند کر لیں تقریباً آدھا گھنٹہ اسی طرح گزر گیا اس کے بعد وہ بے آواز اپنی جگہ سے اٹھی اور بلی کی طرح چلتی ہوئی غار کے دہانے سے باہر آ گئی۔ بڑی احتیاط سے اس نے ٹیلے پر دیکھا کروٹ لیے لیٹے ہوئے شیران کی گہری گہری سانسیں بتا رہی تھیں

کہ وہ سو گیا ہے۔ ایلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "یہ بے حد دلکش، بڑا انوکھا، ایسا جسے نظرانداز نہ کیا جاسکے۔" اس کے بعد وہ اندر چلی گئی اور پھر وہ اس جگہ پہنچی جہاں اس کا سامان رکھا ہُوا تھا۔ سامان سے اس نے ایک چوکور بکس نکالا اور اس کے بٹن آن کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد بکس میں سے آوازیں سنائی دینے لگیں پھر ایک آواز اُبھری:

"نائٹ سروس!"

"کون ہے؟"

"فورتھ ایٹ!"

"ہیلو سر... ایڈنا ڈمپل بول رہی ہے!"

"کہو ایڈنا!"

"اب تک کامیاب ہُوں۔ میں اسے بڑی کامیابی کے ساتھ بار تم لے آئی ہُوں اس وقت وہ میرے پاس ہے!"

"گڈ... آگے کہو!"

"کوئی خاص بات نہیں۔ بس ایک اضافہ ہے جسے نوٹ کیا جائے۔"

"ہاں کہو!"

"مارلینو بھی اسی کے ذریعے قریب ہوسکتا ہے۔ اس سے بہتر ذریعہ دوسرا نہیں ہوگا۔ اس طرح اس کی شخصیت ہمارے لیے بے حد کارآمد ہوگئی ہے میں چاہتی ہُوں اس کے تحفظ کا بہترین بندوبست کیا جائے!"

"نوٹ کرلیا گیا!"

"عمل بھی ضروری ہے!"

"تم بے فکر رہو۔ اس وقت وہ تمھارے پاس ہے؟"

"ہاں، میں اسے تین چار دن تک روک سکتی ہوں۔ اس سے زیادہ اسے روکنا میرے لیے ممکن نہیں ہوگا۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو ایڈنا!"

"ایک حقیقت ہے جسے کہہ دینا غلط نہیں ہے۔" ایڈنا نے خشک لہجے میں کہا۔

"پچاس گھنٹے کے اندر اندر عمل ہو جائے گا!"

"اوکے۔ رخصت!" ایڈنا نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا چند لمحے بعد پھر اس نے ایک نئی فریکوئنسی سیٹ کی اور انتظار کرنے لگی یہاں بھی اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی تو اس نے کہا۔ "کنگ کو بُلاؤ۔ ایڈنا بول رہی ہے!"

"یس میڈم!" جواب ملا اور پھر چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے کنگ کی آواز سُنائی دی۔

میری دوست، میری زندگی!"

"کنگ۔ آدھی رات کا تحفہ قبول کرو۔ ایک ایسی خبر جس پر تم یقین نہیں کرو گے!"

"جلدی کہو۔" کنگ کی آواز اُبھری۔

"تمھارا شکار انوکھی معلومات کا خزانہ ہے۔ تمھارا ایک بہت بڑا خاندانی مسئلہ حل ہونے والا ہے۔"

"ایڈی... ایڈی جلدی کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یاتان بروما یاد ہے؟" ایڈنا نے کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ ایک منٹ گزر گیا اور کوئی آواز نہ اُبھری۔ "ہیلو!" تھوڑی دیر کے بعد ایڈنا نے کہا۔

"گھاؤ ینغ!" کنگ کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"وہ مر چکا ہے۔ لوتھر رودھ مین بھی مر چکا ہے۔ لیکن یاتان کی بیٹی زندہ ہے اور...!"

"گھاؤ ینغ!" کنگ غرّایا۔

"وہ بنکاک میں ہے!"

"نہیں!" کنگ کی آواز میں بھیڑیے کی سی غراہٹ تھی۔

"اس کا قیام نامعلوم ہے۔ مارلینو کے زیرِ سایہ ہے لیکن مارلینو خود گانگ ہُو میں رہتا ہے۔"

"ایڈنا۔ ایڈنا۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ ایڈنا مجھے اس کا پتہ درکار ہے۔ اس کو حاصل کرنے سے قبل میں اور کوئی کام نہ کرسکونگا۔"

"کنگ۔ حواس میں رہو۔ کل رات، دو بجے میرے پاس آجاؤ، میں انتظار کروں گی۔ ہم بہتر مشورہ کرسکیں گے کنگ۔ اس کے خلاف کیا تو خود ذمّہ دار ہوگے!"

گوشت بھُننے کی خوشبو تھی جو بار بار شیران کی ناک میں گھُس کر اُسے پریشان کر رہی تھی۔ بالآخر اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ سر پر کھُلا آسمان تھا۔ بادل چھائے ہُوئے تھے۔ پرندوں کی ڈاریں قطار کی شکل میں پرواز کرتی ہُوئی جا رہی تھیں... منظر بے حد خوش گوار تھا لیکن بھُنے ہُوئے گوشت کی خوشبو... وہ کہنیوں کے بل اُٹھا اور نتھنے پھُلا پھُلا کر خوشبو سونگھنے لگا۔

خوشبو کہیں دُور سے آ رہی تھی۔ اُس نے دُور دُور تک نگاہیں دوڑائیں لیکن کوئی اندازہ نہیں ہو سکا... پھر وہ اُٹھ بیٹھا۔ سب کچھ یاد آگیا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ ٹیلے سے نیچے آگیا۔ غار کے دہانے پر کھڑے ہو کر، اُس نے ہانک لگائی۔

"ایلا! کیا تم ابھی تک سو رہی ہو؟"

"نہیں... اندر آجاؤ۔" ایلا کی دلکش آواز اُبھری اور وہ غار میں داخل ہو گیا۔ ایلا اپنے سامان سے کوئی چیز نکال رہی تھی۔ اُس نے مُسکراتے ہُوئے شیران کی طرف دیکھا۔ "صبح خیزی کے عادی ہو، یہ اچھی بات ہے۔"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ گوشت کی خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟"

"میں نے تو نہیں محسوس کی۔"

"باہر نکل کر سُونگھو۔ اسی خوشبو نے مجھے جگایا ہے۔"

"اوہ... اچھا، دیکھوں تو سہی۔" ایلا نے کہا اور غار سے نکل آئی۔ خوشبو، ہَوا کے جھونکوں کے ساتھ آرہی تھی۔ ایلا نے گردن ہلائی۔ اُس کی نظریں، آسمان کی طرف اُٹھ گئیں۔ چند لمحوں تک وہ خلا میں دیکھتی رہی پھر بولی۔

"وہ بُرے لوگ ہیں، لُٹیرے، جو بستیوں کو تاراج کرتے ہیں، انسانوں کا قتلِ عام کرتے ہیں۔ غالباً اُنھوں نے کسی ٹیلے کے دامن میں پڑاؤ ڈالا ہے۔"

"اوہ... لیکن وہ جو حرکت کر رہے ہیں، وہ میرے لیے بالکل ناقابلِ برداشت ہے۔" شیران بولا۔

"کیا مطلب...؟"

"بھُنے ہُوئے گوشت کی خوشبو... بہت عُمدہ ہے۔"

"ان ٹیلوں کے درمیان پہاڑی بکرے مِل جاتے ہیں یہاں سے تھوڑے فاصلے پر جنگل ہے، جس میں ایک... جھیل بھی موجود ہے۔ ان لوگوں کو یہاں سے نکل جانے دو۔ اس کے بعد تم اپنا شوق پُورا کر لینا۔"

"مگر میں بھُوکا ہُوں۔"

"میں تمھارے لیے ناشتہ تیار کرتی ہُوں۔ میرے پاس پنیر، مکھن اور خُشک ڈبل روٹی بھی ہے، عُمدہ قہوے کے ساتھ لُطف دے جائے گی۔" ایلا بولی۔

"پانی بھی ہے...؟"

"ہاں، ایک بڑا برتن موجود ہے تم ہاتھ مُنہ دھو سکتے ہو۔"

"کیوں نہ اُن لُٹیروں کو لُوٹا جائے۔" شیران مُسکرا کر بولا اور ایلا سنجیدہ ہوگئی۔

"میں، تمھیں روکنے کا حق تو نہیں رکھتی لیکن یہ تمھارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔ تمھیں اس سے نقصان پہنچے گا۔ یہ میری پیش گوئی ہے۔"

"بھُنے ہُوئے ایک سالم بکرے کے لیے بڑے سے بڑا نقصان اُٹھایا جاسکتا ہے۔" شیران نے ہنستے ہُوئے کہا... ایلا کی آنکھوں میں پریشانی کے ہلکے سے آثار اُبھر آئے۔

"میں، تمھیں اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔" وہ بھاری لہجے میں بولی۔

شیران پھر ہنس پڑا۔ "میری ماں نے ساری زندگی مجھے شکار کی اجازت نہیں دی لیکن میری ساری زندگی شکار میں گزری ہے۔ اس کے بعد اجازت کا رجسٹر ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا۔ اس کا دوبارہ کھُلنا... مجھے پسند نہ ہوگا۔"

"اب تک تو تم میرے احترام کی باتیں کرتے رہے تھے۔" ایلا شکایتی لہجے میں بولی۔

"میں اب بھی اس سے انکار نہیں کر رہا ہُوں... لیکن اب میں زیادہ انتظار نہیں کرسکتا ورنہ وہ لوگ، بھُنے ہُوئے بکرے کھا پی کر برابر کر دیں گے۔" شیران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

ایلا نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر خاموش ہوگئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ غار کی طرف دوڑی۔ اُس نے جلدی سے اپنے سامان میں سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس پر کسی کو کال کرنے لگی۔

"ہیلو، بلیک فورس... بلیک فورس، ہیلو... ہیلو۔"

چند لمحے بعد دوسری طرف سے آواز سُنائی دی... "یس، فورٹی تھری..."

"کہاں ہو، تم لوگ؟ پوزیشن بتاؤ۔"

"اوہ، میڈم! یہ آپ ہیں، سوری... ہم گرینی کردم کے کنارے موجود ہیں۔"

"اوہ، فورٹی تھری! پوائنٹ فور پہنچو۔ وہ لُٹیروں کے ایک گروہ سے جا ٹکرایا ہے۔ براہِ کرم جلدی کرو کہیں اُسے نقصان نہ پہنچ جائے۔"

"او۔ کے، میڈم!" دوسری طرف سے جواب ملا اور ایلا نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا پھر وہ بے چینی سے باہر نکل آئی اور ٹیلے پر چڑھنے لگی۔ شیران کا کہیں پتہ نہ تھا۔ وہ چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی۔ بھُنے ہُوئے گوشت کی خوشبو اب بھی آرہی تھی... پھر ایک طرف سے اُسے دھُوئیں کی ہلکی سی لکیر اُٹھتی ہُوئی نظر آئی۔ اب وہ کچھ سوچ بھی نہ پائی تھی کہ دفعتہً فائر کی آواز پہاڑیوں میں گُونج اُٹھی۔ ایلا جلدی سے وہیں اوندھی لیٹ گئی۔

اُس کے بعد تو گویا طوفان آگیا۔ زبردست فائرنگ ہو رہی تھی اور پہاڑیاں، ان آوازوں کو زبردست بنا کر پیش کر رہی تھیں۔ ایلا پریشان سی لیٹی رہی۔ اس سلسلے میں وہ کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ گرینی کردم نامی جھیل پہاڑیوں سے دُور جنگل میں تھی اور وہاں سے یہاں تک

پہنچنے میں اچھا خاصا وقت لگتا۔

اس وقت صورتِ حال، اُس کے قابو سے باہر ہوگئی تھی تقریباً دس منٹ تک فائرنگ ہوتی رہی اور پھر یک لخت آوازیں تھم گئیں اور ایک دم سناٹا چھا گیا۔

ایلا چند لمحوں تک اُسی طرح لیٹی رہی پھر اُٹھ بیٹھی۔ اُس کی بے چین نگاہیں اُسی سمت لگی تھیں جدھر اُس نے دھوئیں کی لکیر اُٹھتی دیکھی تھی۔

مزید دس پندرہ منٹ گزر گئے اور پھر دفعتہً ایلا کا دل دھک سے رہ گیا۔ ٹیلے کے عقب سے سیاہ رنگ کا ایک قد آور گھوڑا نمودار ہوا تھا۔ گھڑ سوار نے لکڑی کا ایک لمبا سا ڈنڈا سنبھال رکھا تھا اور اُس پر ایک بھنا ہوا بکرا لٹک رہا تھا۔

ایلا خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔ اُس نے شیران کو پہچان لیا تھا جو کامیاب و کامران واپس آ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں، ایلا کو زندگی میں پہلی بار، اپنے بدن میں کپکپاہٹ کا احساس ہوا۔ اُسے پتھروں کے دَور کا انسان یاد آ گیا۔ جو غذا کے حصول کے لیے درندوں سے بھی بدتر ہو جاتا تھا۔ اس وقت بھی گھوڑے پر وہی انسان نظر آیا تھا۔ کیا یہ شخص قابلِ تسخیر ہے؟ کیا اسے اپنے پروگرام کے مطابق کنٹرول کیا جا سکتا ہے؟

گھوڑا آن کی آن میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ شیران نے اُسے ٹیلے پر کھڑے دیکھ لیا تھا۔

تہے، ایلا... بکرا... ہاہاہا... کیا تم اس لذیذ خوراک میں میرے ساتھ شامل نہ ہوگی؟"

ایلا کے نزدیک پہنچ کر وہ، گھوڑے سے کود گیا۔ وزنی بکرا، اُس کے ہاتھوں میں بے وزن ہو گیا تھا۔ ایلا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات اُبھر آئے۔ پسندیدگی کے تاثرات۔ وہ مسکراتی نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

شیران نے بکرا ایک صاف ستھری چٹان پر رکھ دیا۔ اور بندوق چٹان سے ٹکا دی پھر ایلا کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "قصور اُن کا تھا۔ اگر وہ، میرا حصہ نکالنا منظور کر لیتے تو..." شیران نے ایک لمبا سا خنجر نکالا اور اُس سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ایلا کی طرف بڑھا دیا... لیکن ایلا پیچھے ہٹ گئی۔

"میں راہبہ ہوں۔"

"گوشت نہیں کھاؤ گی؟"

"نہیں..."

"ٹھیک ہے۔" شیران نے گوشت کے ٹکڑے کو اپنے دانتوں سے اُدھیڑنا شروع کر دیا۔ ایلا کو اُس کے اس انداز میں بھی بھیڑیوں جیسی وحشت نظر آئی تھی۔

"ایک بار پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا۔" وہ کلائی سے ہونٹ صاف کرتا ہوا بولا۔

"کیا ہوا تھا؟" ایلا نے پوچھا۔

"پہاڑوں میں تپسیا کرنے والے یاتان برہما کی بیٹی، ایک راہب کی بیٹی تھی لیکن میں نے اُس کی رہبانیت چھین لی۔"

"اوہ... وہ کس طرح؟" ایلا نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اُسے گوشت کھلا کر۔" شیران ہنس پڑا۔

"بھلا وہ کیسے؟"

"بس، میں نے شکار کیا اور اُسے گوشت پیش کر دیا۔"

"اور اُس نے کھا لیا؟"

"ہاں..."

"اس کی کوئی وجہ تو ضرور ہوگی، شیران؟"

"ممکن ہے، رہی ہو... میں نے اس پر غور نہیں کیا۔"

"بقول تمھارے، گونگا گوسان اُس سے عشق کرتا تھا... اور اُس نے خودکشی کر لی۔"

"ہاں..." شیران اسی انداز میں بولا۔

"تمھاری رقابت کا شکار ہو کر؟"

"گدھا تھا... مجھ سے بات کر لیتا تو یہ نوبت نہ آتی۔"

"تم سدھاشی کو پسند نہیں کرتے؟"

"مجھے اور دوسرے بہت سے کام ہیں۔"

"اُس نے بھی تم سے اظہارِ عشق نہیں کیا؟"

"اے، ایلا! تم کیا فضول باتیں لے بیٹھیں۔ مجھے گوشت کھانے دو۔" شیران نے کہا... اور ایلا مسکراتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد شیران فارغ ہو گیا۔ اُس نے پانی پیا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں، اب کیا سوچ رہے ہو؟"

"بہت سی باتیں..." شیران نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مثلاً..."

"تمھارے علم پر مجھے اعتبار ہے، ایلا! تم نے مجھے وہ باتیں بتائی ہیں جو کوئی دوسرا نہیں بتا سکتا تھا... اور جسے ایک بار میں سچا سمجھ لیتا ہوں، اُسے کبھی جھوٹا نہیں سمجھتا۔ مجھے بتاؤ، میرے دشمن کب تک یہاں پہنچ جائیں گے۔ میں طویل انتظار نہیں کر سکتا۔"

"میرا علم کہتا ہے کہ تم بہت جلد اُن سے ملو گے۔"

"میں اب اُن سے ملاقات کے لیے بے چین ہوں۔ اب تو میرے پاس بندوق بھی آ گئی ہے۔"

"وہ ضرور پہنچیں گے شیران! اور میں، تمھیں اُن کی آمد سے بہت پہلے آگاہ کر دوں گی، اطمینان رکھو۔ ویسے تمھیں، سدھاشی کا دل، اس طرح نہیں توڑنا چاہیے تھا۔"

"کیوں...؟"

"بہرحال وہ، تم سے پیار کرتی تھی۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور تھا؟"

"قصور تو پیار کرنے والوں کا بھی نہیں ہوتا۔"

"لیکن اس کا ذمے دار کون ہے؟"

"دل..."

"او... گوشت کا یہ لوتھڑا مظلوم ہے۔ مجھے کبھی کبھی دل کی باتیں سن کر بہت ہنسی آتی ہے۔"

"کیوں...؟"

"ڈیئر، ایلا! بدن کے اور بھی تو بہت سے اعضا ہوتے ہیں۔ جگر، پھیپھڑے، گردے... دل ہی کو ہر غلطی کا ذمے دار کیوں قرار دیا جاتا ہے۔ آخر دماغ بھی تو ہے جو سوچتا ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے، شیران! دماغ سنجیدہ ہے اور دل سرکش۔ وہ نادان ہے، دماغ کی بات نہیں مانتا۔"

"یہ کام گردے کیوں نہیں کرتے؟"

"کیونکہ وہ اس قدر حساس نہیں ہوتے۔"

"بکواس، حماقت... یہ سراسر الزام ہے... کسی نے کبھی دل کو مچلتے دیکھا ہے؟"

"دل مچلتا ہے، شیران! بعض اوقات بُری طرح مچلتا ہے۔"

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" شیران جماہی لے کر بولا۔

"میرا خیال ہے، رات کو تم سکون کی نیند سوئے ہو۔" ایلا چونک کر بولی۔

"بس آ رہی ہے۔ شاید دل سونا چاہتا ہے۔" شیران نے کہا اور ایلا ہنس پڑی۔

"تم مانو یا نہ مانو، شیران! یہ سب حرکتیں دل ہی کی ہوتی ہیں۔ بہرطور، سو جاؤ۔ دھوپ ٹیلے پر پھیل چکی ہے۔ غار بالکل ٹھنڈا ہوگا۔"

"بس، بس... جب نیند آنے لگے تو ہر جگہ بہتر ہوتی ہے۔ تم اپنے مشاغل میں مصروف رہو اور علم کی چوٹی پر بیٹھ کر دُنیا کو پرکھتی رہو۔" شیران نے کہا اور غار میں داخل ہو گیا۔

ایلا عقب سے اُسے دیکھتی رہی تھی... پھر اُس نے ایک طویل سانس لے کر، اُس چٹان کو دیکھا جہاں گوشت رکھا تھا۔ وہ وہیں موجود تھا البتہ بندوق، شیران اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

ایلا، شیران کی شخصیت پر غور کرنے لگی۔ درحقیقت، اس میں اور کسی وحشی جانور میں کوئی فرق نہ تھا۔ کھلئے ہوئے شکار کو درندے بھی اسی طرح چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

جوں جوں وہ، شیران کی شخصیت پر غور کرتی، اُسے اپنے اندر عجیب سی کیفیت بیدار ہوتی محسوس ہوتی۔ اگر یہ شخص دیوانہ نہ ہوتا تو بڑی عظیم شخصیت کا مالک ہوتا... لیکن اُس کی یہ دیوانگی ہی تو اُس کی شخصیت کا حسن تھا۔

ایلا نے اِدھر اُدھر دیکھا... نزدیک پڑے ہوئے خنجر سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا پھر اُسے لے کر ٹیلے کے دوسری طرف چلی گئی۔ اور گوشت چبا چبا کر حلق سے اُتارنے لگی۔ دفعتہً اُسے اپنے عقب میں ہلکی سی آہٹ محسوس ہوئی۔ اُس نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ دو آدمی اُسی کی جانب آ رہے تھے۔ ایلا نے اُن کی شکلیں دیکھیں اور ایک گہری سانس لے کر دوبارہ گوشت کھانے میں مصروف ہو گئی۔

آنے والے اُس کے سامنے آ کر تھوڑے فاصلے پر رُک گئے پھر اُن میں سے ایک نے گردن خم کر کے، اُسے تعظیم دی۔

"ہُوں... کیا بات ہے؟" ایلا نے پوچھا۔

"میڈم! ہم، آپ کی ہدایت کے مطابق پہنچے تھے لیکن ہمیں وہاں کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ البتہ سامنے والے ٹیلے کے عقب میں پانچ لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ انھیں گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ آپ جانتی ہیں کہ وہ لوگ کون ہیں؟"

"نہیں، میں نہیں جانتی... لیکن بہرطور وہ، شیران کے شکار ہیں۔"

"اُن میں ایک سیبرا ہے۔ اس علاقے کا خطرناک ترین شخص، جس نے پہاڑی بستیوں پر تباہی نازل کر رکھی تھی۔ سیبرا اور اس کے چاروں ساتھی، موت کے پیغامبر سمجھے جاتے تھے۔ کیا درحقیقت انھیں

صرف شیران نے قتل کیا ہے؟"

"ہاں، ان پانچوں کو تنہا شیران ہی نے قتل کیا ہے اور قتل کی وجہ کوئی بڑی بات نہیں تھی، صرف ایک بھنا ہوا بکرا جس میں وہ اپنا حصہ چاہتا تھا۔ ظاہر ہے، سیبرا جیسے مغرور ڈاکو نے شیران کو حصہ دینا منظور نہیں کیا ہوگا اور شیران سے ٹکرا گیا ہوگا اور نتیجے میں اپنے ساتھیوں سمیت موت کا شکار ہوگیا۔ تم نے وہ گھوڑا دیکھا۔ وہ اُنھی میں سے کسی کا ہے اور شیران کے پاس بندوق بھی اُنھی میں سے کسی کی ہے۔ جبکہ وہ یہاں سے بالکل نہتا گیا تھا۔" ایلا نے کہا۔

"اب وہ کہاں ہے، میڈم؟" آنے والے نے پوچھا۔

"غار میں سو رہا ہے۔"

"ہمارے لیے اب کیا حکم ہے؟"

"تم لوگ واپس جاؤ۔ میرا خیال ہے کسی چھوٹے موٹے گروہ سے اُسے کوئی خطرہ نہیں ہے، وہ بذاتِ خود پورا گروہ ہے۔" ایلا نے کہا اور وہ دونوں اُسے سلام کر کے چلے گئے... ایلا پھر گوشت کھانے میں... مشغول ہوگئی۔

پیٹ بھرنے کے بعد، اُس نے اپنے ہونٹ صاف کیے اور غار کی طرف چل دی۔

غار میں داخل ہو کر اُس نے دیکھا، شیران گہری نیند سو رہا تھا۔

ایلا نے مُسکرا کر گردن جھٹکی اور باہر آگئی۔

شام ہو چکی تھی۔ پرندے اپنے اپنے گھونسلوں کو لَوٹ رہے تھے۔ شیران نے باہر آکر ہاتھ، مُنہ دھویا۔ ایلا نے گھوڑے کو ایک جگہ باندھ دیا تھا۔ باسی شکار جُوں کا تُوں پڑا تھا اور اُس پر گرد جم چکی تھی۔ شیران خود کو چاق و چوبند رکھنے کے لیے میدان میں دوڑ لگانے لگا۔

وہ تقریباً دو گھنٹے تک دوڑتا رہا اور ایلا ٹیلے پر پاؤں پسارے بیٹھی، اُسے دیکھتی رہی... پھر جب اندھیرا چھانے لگا تو وہ، ایلا کے پاس آگیا۔

"کچھ کھاؤ گے نہیں...؟" ایلا نے پوچھا۔

"وہی کھاؤں گا جو تمھارے سامان میں موجود ہے۔"

"اور یہ شکار...؟"

"باسی گوشت، دُنیا کی سب سے بے کار چیز ہوتی ہے..."

شیران نے جواب دیا۔

"تو تم تازہ گوشت کے شوقین ہو؟"

"ہاں..." شیران نے جواب دیا۔ "اس وقت موسم بہت اچھا ہے۔ یہاں بارشیں تو نہیں ہوتیں؟"

"کبھی کبھی ہو جاتی ہے لیکن اِدھر کافی عرصے سے نہیں ہوئی۔" ایلا نے کہا۔

"مجھے بارش بہت پسند ہے۔"

"تمھاری پسند کے بارے میں تو مجھے اب تک کچھ معلوم ہی نہیں ہو سکا، شیران!"

شیران، ایلا کے قریب ہی ایک پتھر سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوگیا اور چند گہری سانسیں لے کر، آنکھیں بند کر کے بولا۔ "میں خود بھی نہیں سمجھ سکا، ایلا! کہ مجھے کون سی چیز پسند ہے اور کون سی ناپسند۔ کبھی مجھے کوئی چیز پسند آجاتی ہے اور میں سوچتا ہوں کہ اگر وہ مجھے نہ ملی تو میری ذات اَدھوری رہ جائے گی... پھر اُس کے بعد وہی چیز، میرے لیے انتہائی قابلِ نفرت ہو جاتی ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ اس کا وجود ہی دُنیا سے مٹا دوں۔"

"تم محسوس نہ کرنا... میرا سلسلۂ گفتگو بار بار سدھاشی کی جانب آجاتا ہے۔ اُس کی محبت نے کبھی تمھیں متاثر نہیں کیا؟"

"نہیں..."

"کیوں، شیران...؟"

"اس لیے کہ میں نے اُس بے وقوف لڑکی کے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں۔"

"کوئی اور لڑکی، جس نے تمھیں بہت زیادہ متاثر کیا ہو...؟"

ایلا نے پوچھا۔

"نہیں، ایلا... کبھی نہیں... ویسے میں، عورتوں کی دُنیا سے دُور بھی نہیں رہا لیکن شادی کے سلسلے میں میرا اپنا ایک نظریہ ہے۔"

"وہ کیا؟" ایلا نے دلچسپی سے پُوچھا۔

"وہ عورت جو میرے بچّے کی ماں بنے گی، انفرادی شخصیت کی حامل ہوگی اور جب تک میں اُس سے پُوری طرح مطمئن نہیں ہو جاؤں گا، اُسے اپنے بچّے کی ماں نہیں بننے دوں گا۔"

"بڑا انوکھا نظریہ ہے، تمھارا۔" ایلا ہنس پڑی۔

"جو کچھ بھی ہے لیکن اس سلسلے میں میرا فیصلہ اٹل ہے۔"

شیران نے جواب دیا۔

"گویا وہ عورت، سدھاشی نہیں ہو سکتی؟"

"سدھاشی..." شیران غرّایا۔ "وہ، میرے ہی ہاتھوں موت کا شکار ہوگی۔ اُس نے مجھے ایک ایسی قسم دی ہے جس کے بعد سدھاشی کی موت، میرا مسلک بن گئی ہے۔ وہ جب بھی اور جہاں بھی ملی، میں اُسے قتل کر دوں گا۔"

ایلا مخمور نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔

"شیران! تصوّر سدھاشی کا بھی نہیں ہے۔ تمھاری شخصیت ہی ایسی

دلکشی کی حامل ہے۔ میں نے طویل عرصہ اس رہبانیت کی زندگی میں گزارا ہے اور یہ زندگی، مادّی زندگی سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ دُنیا کا ہر فرد میری نگاہوں میں بے حقیقت اور بے حیثیت تھا... لیکن شاید تم نہیں ہو۔"

شیران آنکھیں بند کر کے ہنستا رہا اور پھر بولی۔

"جب سے میں نے تمھیں دیکھا ہے، مجھے اپنے ذہن میں عجیب سی تبدیلیاں محسوس ہونے لگی ہیں۔"

"مثلاً..." شیران نے بے تعلقی سے پوچھا۔

"مثلاً... میں نے کُھردری چٹانوں پر سر رکھ کر ہمیشہ گہری اور پُرسکون نیند لی ہے لیکن اب دل چاہتا ہے کہ تمھارے سینے پر سر رکھ کر سو جاؤں۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے، آؤ، لیٹ جاؤ۔" شیران نے ہاتھ بڑھا کر اُسے گھسیٹ لیا۔

ایلا تھوڑی دیر تک اُس کے سینے پر سر رکھے لیٹی رہی پھر دفعتہً وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھی اور محجوب نظروں سے شیران کی طرف دیکھنے لگی... یہ اُسے کیا ہو گیا تھا؟ وہ، شیران کے سامنے مٹّی بن کر رہ گئی تھی۔

ایک ایسی تنظیم، ایک ایسے گروہ کی کارکن، جو فولاد کی طرح... سخت تھا... اور وہ ایک ایسے منصب پر فائز تھی جو تنظیم کے لیے مثالی حیثیت رکھتا تھا۔ اس سلسلے میں اُسے جو تربیت دی گئی تھی، وہ اتنی سخت تھی کہ عام آدمی اُس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ ایلا یا ایڈنا ڈمپل کی زندگی میں شاید پہلا واقعہ تھا کہ چند لمحوں کے لیے اُس کا ذہن بھٹک گیا تھا۔

"کیا ہُوا...؟" شیران نے آنکھیں بند کیے کیے پُوچھا۔

"کچھ نہیں..." ایڈنا نے اپنی اُلجھی ہُوئی سانسوں کو اعتدال پر لاتے ہُوئے کہا۔ "بہتر ہے کہ تم غار میں جا کر سو جاؤ۔ میں آج رات باہر عبادت کروں گی۔"

شیران نے کوئی جواب نہیں دیا اور ٹیلے سے اُتر کر غار میں چلا گیا۔

رات کا دوسرا پہر تھا۔ ابتدائی رات میں تو آسمان ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔ چاند چونکہ پچھلی رات میں نکلتا تھا، اس لیے چاندنی نہیں تھی لیکن پھر جوں جوں رات ڈھلتی گئی، بادلوں کے ٹکڑوں نے ستاروں کی روشنی بھی چھین لی اور فضائے بسیط پر گھور تاریکی چھا گئی اور پہاڑی ٹیلے اپنا وجود کھو بیٹھے۔

ایلا، غار کے اُوپری ٹیلے پر بیٹھی ہُوئی تھی اور اُس کی آنکھیں... تاریک فضا میں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔ دو بجنے میں چند لمحات باقی تھے کہ کہیں دُور ننھے ننھے جگنو چمکے۔ ایلا نے ایک طویل سانس لی اور اُٹھ کھڑی وہ شاید اسی روشنی کی منتظر تھی۔

وہ بے آواز چلتی ہُوئی ٹیلے سے اُتری اور روشنی کی سمت میں بڑھنے لگی... وہ اس روشنی کی سیدھ میں سفر کر رہی تھی۔ راستے اس کے جانے پہچانے تھے اس لیے وہ تاریکی میں ٹھوکر کھائے بغیر آگے ہی آگے بڑھتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ٹیلے کے قریب پہنچ گئی جس پر وہ دو جگنو چمک رہے تھے۔ ایلا جب ٹیلے پر پہنچی تو ایک پستہ قامت شخص اس کے سامنے آگیا۔ یہ کنگ... تھا جس کے ایک ہاتھ کی انگلیوں میں دو قیمتی انگوٹھیاں تھیں۔ جن میں بیش قیمت ہیرے جڑے ہُوئے تھے۔ اُن کی کرنیں اس گھور تاریکی کو چیر رہی تھیں۔

"ہیلو، کنگ!"

"میڈم ڈمپل! لوئی کا آداب قبول ہو۔"

"کیسے ہو، کنگ؟"

"ٹھیک ہُوں، میڈم! کوئی خاص بات نہیں ہے سوائے اس کے، جو آپ نے مجھ سے کہی ہے۔"

"ہُوں، بیٹھ جاؤ۔" ایڈنا نے کہا اور کنگ ایک پتھر پر بیٹھ گیا ایڈنا بھی اُس سے تھوڑے فاصلے پر ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر ایڈنا نے پوچھا۔

"تنہا آئے ہو؟"

"ہاں، مادام! اس اہم مسئلے کے لیے تنہا آنا ہی ضروری تھا لیکن مجھے یہ شبہ تھا کہ کہیں آپ مجھے تلاش کرنے میں ناکام نہ رہیں۔"

"اس کا امکان نہیں تھا۔"

"بہرطور، میڈم! میں جتنا اس وقت پریشان ہُوں، اس سے قبل اتنا پریشان کبھی نہیں ہُوا۔"

"ہُوں... تمھارے مُنہ سے یہ الفاظ سُن کر مجھے حیرت ہُوئی ہے۔ کنگ لوئی جیسا شخص اگر پریشانی کے لفظ سے آشنا ہے تو پھر دوسرے لوگ تو بہت ہی معمولی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"یہ بات نہیں ہے، میڈم! آپ جانتی ہیں کہ کنگ لوئی کی زندگی ادھوری پڑی ہے۔ وہ بوڑھا یاتان بردمانہ جانے کہاں روپوش ہوگیا ہے۔ ہماری اُس کی دُشمنی تو صدیوں پرانی تھی لیکن شاید کسی دُشمن نے دوسرے دُشمن سے ایسا بھیانک انتقام لیا ہو جیسا یاتان بردمانے ہماری نسل سے لیا ہے۔ میں اُس کے انتظار میں بوڑھا ہو گیا ہُوں... میں نہیں جانتا کہ میری زندگی کتنی باقی ہے لیکن میرے دل میں خواہش ہے کہ میں بھی اپنی نسل کو آگے بڑھاؤں۔ میں نے ان روایات کو توڑنے کے

لیے جو کچھ کیا ہے، آپ یقین کریں، اس پر میں زندگی کی آخری سانس تک شرمندہ رہوں گا۔ میں نے اپنے قبیلے کے ان مقدس کاہنوں کو قتل کر دیا جو روایات کے امین ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود، میں اپنے قبیلے والوں کے ذہنوں کو، ان روایات کے طلسم سے نہ نکال سکا اور آج بھی وہ کرسی بے کار پڑی ہے جہاں کنگ لوئی کا مقام ہونا چاہیے تھا... اور آپ جانتی ہیں، میڈم! کہ اس کا ذمے دار یاتان بردما ہے۔"

"ہاں میں جانتی ہوں... مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یاتان بردما، تمھاری نسل کو پستیوں میں دھکیل دینے کا خواہش مند تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کنگ خاندان ہمیشہ کے لیے اقتدار سے محروم ہو جائے اور اس کے لیے اس نے اپنے آتا رتھ مین کو منتخب کیا تھا لیکن وہ ناکام ہو گیا اور خوفناک خون ریزی کے بعد، اس کو یہاں سے بھاگنا پڑا... بہرطور، کنگ! اگر ہم تمھارے مسئلے میں اتنی دلچسپی نہ لے رہے ہوتے اور تم سے مخلص نہ ہوتے تو میں کبھی تمھیں، یاتان بردما کی بیٹی کے بارے میں نہ بتاتی تمھاری اس مشکل کا ہمیں علم تھا... اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اب تم کچھ عرصے تک ہم سے جدا رہو گے حالانکہ ہمیں، تمھاری شدید ضرورت ہے۔ بہرطور، کنگ! مجھے خوشی ہے کہ میں اپنا فرض پورا کروں گی۔

"یاتان بردما مر چکا ہے۔ لوتھر رتھ مین، جسے وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا، وہ بھی گوسبان کی حیثیت سے مر چکا ہے اور میں اس بات کی ذمے دار ہوں کہ جو اطلاعات میرے ذریعے تم تک پہنچ رہی ہیں، وہ بالکل درست ہیں۔ اب اس خاندان کا آخری فرد، یاتان بردما کی بیٹی زندہ رہ گئی ہے اور وہی تمھارے مقصد کی تکمیل کا باعث بن سکتی ہے... بہرطور، کنگ! میری یہ دوستانہ اطلاع قبول کرو۔"

"شکریہ، میڈم! آپ کا بہت بہت شکریہ! مجھے یقین تھا کہ میں جن لوگوں کے لیے اپنی وفاداریاں وقف کر رہا ہوں، وہ خود غرض نہیں ہیں... لیکن، میڈم! مجھے اس کا پورا پورا موقع دیا جائے کہ میں اپنے اس خاندانی مقصد کی تکمیل کر لوں۔ اس مقصد کی تکمیل کے بعد کنگ لوئی اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قوتوں کے ساتھ آپ کی خدمت انجام دے گا۔ میں صرف اپنی نسل کا وہ دھبہ مٹانا چاہتا ہوں جو میری پیشانی پر لگا ہوا ہے۔" کنگ نے کہا۔

"تمھیں، اس کا پورا پورا موقع دیا جائے گا... اب تم تفصیلات سنو۔" ایڈنا نے کہا اور کنگ ہمہ تن گوش ہو گیا۔

ایڈنا، اسے شیران کے بارے میں تفصیلات بتاتی رہی پھر اس نے سدھاشی کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔ "نہ جانے کیا بات ہوئی کہ شیران، سدھاشی کا دشمن ہو گیا اور اسے قتل کر دینے کے درپے ہو گیا! اس لیے سدھاشی کو روپوش ہونا پڑا لیکن میں تمھیں ٹپ دے رہی ہوں... سدھاشی، شیران کو چاہتی ہے اور دیوانہ وار چاہتی ہے۔ اس کی وجہ ہے اس نے اپنی مذہبی رسومات چھوڑ دی تھیں اور گوشت کھانے لگی اور بالآخر بنکاک میں مجرموں کے گروہ میں شامل ہو گئی... اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ، بنکاک ہی میں ہے۔ چنانچہ تم، اسے بنکاک میں تلاش کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے، میڈم! میں اسے بنکاک میں تلاش کر لوں گا۔ فی الوقت میری ڈیوٹی، ان پہاڑوں سے ہٹا دی جائے۔"

"ٹھیک ہے، میں نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے لیکن، کنگ! تم ہمارے لیے بے حد قیمتی ہو۔ یاتان بردما کی بیٹی تو کوئی حیثیت نہیں رکھتی... چونکہ وہ، مارلینو کے تحت کام کر رہی ہے، اس لیے تمھیں محتاط رہنا ہو گا۔ یہ مارلینو وہی ہے جس کے لیے ہم عرصے سے تشویش کا شکار ہیں اور اسے تباہ کرنے کی بجائے، ہماری خواہش ہے کہ ہمیں اس کا تعاون حاصل ہو جائے۔ اس طرح ہم بنکاک اور اس کے نواح میں ایک مضبوط قوت کو ختم کر دیں گے۔ میں نے اس کا ذریعہ بھی شیران ہی کو منتخب کیا ہے کیونکہ مارلینو نے شیران کو اپنا نائب مقرر کیا ہے اور شیران، اس کے لیے بڑی حیثیت کا حامل ہے۔ چنانچہ اس مسئلے کو تو ہم خود دیکھ لیں گے، تم اپنے معاملات سے نمٹو۔"

"میں، مادام ایڈنا کا تا زندگی احسان مند رہوں گا۔ اب میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ شیران کے بارے میں کیا پروگرام ہے؟"

"تمھیں حیرت ہو گی، کنگ! کہ میں اس شخص سے خوف زدہ ہوں۔" ایڈنا بولی۔

"آپ..." کنگ نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں، وہ سرکش ہے، اتنا خونخوار ہے کہ اس ٹیلے کے پیچھے تم سیبرا اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں دیکھ سکتے ہو۔"

"سیبرا..." کنگ حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں، سیبرا... وہ وحشی جس کے نام سے یہ علاقے کانپتے ہیں۔" ایڈنا نے کہا۔

"مگر... سیبرا کی لاش... میں کچھ سمجھا نہیں، میڈم؟"

"ہاں... شیران نے اسے اور اس کے چار ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے۔"

"لیکن کیوں؟"

"محض بھنے ہوئے گوشت میں سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے..."

"کیا مطلب...؟" کنگ حیرت زدہ رہ گیا۔

"بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو نے شیران کو بے قابو کر دیا۔ میرے روکنے کے باوجود، وہ ان کے سروں پر پہنچ گیا اور ان سے اپنا حصہ طلب کیا۔ ظاہر ہے، سیبرا جیسا آدمی یہ دھونس کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ نتیجے میں وہ، شیران کا شکار ہو گیا۔ شیران نے انھی کی بندوقوں سے انھیں بھون ڈالا اور پورا بکرا اٹھا لایا... اب تم خود سوچو کہ ایسے خونخوار درندے کو میں زیادہ عرصے تک کیسے قید رکھ سکتی ہوں؟ یہ شخص میرے لیے درد سر بنتا جا رہا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتی... کہ اسے کیسے قابو میں رکھوں گی۔"

"گھاڈنچ..." کنگ لوئی اپنے مخصوص انداز میں بڑبڑایا۔ اس کے دونوں بڑے دانت باہر نکل آئے... پھر اس نے اپنی باریک لکیروں سی آنکھوں سے ایڈنا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں ایک ایسے شخص کے لیے آپ کے ساتھ نہیں ہوں جو آپ کے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے لیکن میڈم! بس، تھوڑے سے وقت کے لیے اسے اپنے قابو میں رکھیے، اس کے بعد، میں اسے دیکھ لوں گا... یا پھر آپ یوں کیجیے کہ اسے کسی طرح میرے قبیلے میں لے جائیں۔ میں اپنے قبیلے والوں کو ہدایت کر دوں گا کہ وہ، اسے گرفتار کر لیں یا پھر وہاں اس کی دلچسپیوں کا ایسا سامان مہیا کر دیں کہ وہ خود ہی وہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔" کنگ نے کہا اور ایڈنا کسی سوچ میں گم ہو گئی... پھر وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"او۔ کے، لوئی! میں تمھارے کام کی اہمیت کو بھی سمجھتی ہوں۔ تم پوری توجہ سے اپنا کام سرانجام دو۔ میں ادھر کے حالات دیکھ لوں گی۔"

"لیکن، میڈم! میں، آپ کو بھی تو الجھنوں میں نہیں چھوڑ سکتا۔" کنگ نے کہا۔

"تم فکر مت کرو، کنگ! یہاں کافی افراد موجود ہیں۔ میں اس سلسلے میں ہیڈ کوارٹر سے بات کروں گی... بلکہ مجھے افسوس ہے کہ تمھارے کام میں تمھارے ساتھ شریک نہیں ہو سکتی۔"

"آپ نے بردما کی بیٹی کی نشان دہی کر کے بہت بڑا کام کیا ہے، میڈم!"

"او۔ کے، لوئی!" ایڈنا نے گہری سانس لے کر کہا... پھر وہ واپس چل پڑی۔ ٹیلے تک پہنچ کر، وہ دبے پاؤں غار کی طرف بڑھی... پھر غار میں گونجنے والے شیران کے خراٹے سن کر، اس نے سکون کی سانس لی۔

★★

برٹیو نہایت کامیابی سے نعمان خان کو سنبھالے ہوئے تھا۔ نعمان دلیر آدمی تھا۔ تعلیم یافتہ اور بے جگر۔ ہانگ کانگ کی زیر زمین دنیا میں اس نئے گروہ نے تہلکہ مچا دیا تھا... اور بڑے بڑے خطرناک لوگ، اس گروہ کو تشویش کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے... لیکن ڈاکٹر برٹیو نے اس خوبصورتی سے یہ گروہ ترتیب دیا تھا کہ کچھ ہی دنوں میں یہ ناقابل تسخیر ہو گیا تھا۔ ہانگ کانگ کے جرائم پیشہ اس نام سے کانپنے لگے تھے۔ بہت سے جرائم پیشہ افراد اپنے اپنے گروہوں سے ٹوٹ کر اس میں شامل ہونے لگے اور گروہ مضبوط سے مضبوط تر ہونے لگا۔

ڈاکٹر برٹیو ابتدا میں تو صرف بادشاہ خان کے ایما پر کام کر رہا تھا لیکن بعد میں اسے احساس ہوا مشرق بعید کا یہ علاقہ، سونے کی کان ہے اور یورپ کی بہ نسبت یہاں زیادہ دولت کمانے کے مواقع ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے چند خاص لوگوں کو بھی بلا لیا تھا۔ یہ بہترین تربیت یافتہ افراد تھے اور ان کی آمد سے حالات کچھ اور بہتر ہو گئے تھے۔

نعمان خان، ڈاکٹر برٹیو کو بھی بہت پسند تھا۔ ایک تیز و طرار نوجوان جو برق کی مانند تھا اور جس نے کسی کام میں ناکام ہونا نہیں سیکھا تھا... وہ بے حد ذہین تھا اور بہت سے معاملات میں، اس کی ذہانت نے ڈاکٹر برٹیو کو بھی دنگ کر دیا تھا لیکن نعمان خان سے اس کی زیادہ دلچسپی آئیوی کی وجہ سے تھی۔ آئیوی، نعمان خان کو بری طرح چاہتی تھی۔ ہرچند کہ نعمان خان کے رویے نے اسے بددل کر دیا تھا لیکن وہ کوشش کے باوجود نعمان خان کو دل سے نہیں نکال سکی تھی اور اس نے برٹیو کو بھی اپنے دل کی بات بتا دی تھی۔

کشادہ ذہن باپ نے بیٹی سے صبر کرنے کے لیے کہا تھا اور اسے ہدایت کی تھی کہ وہ سمجھ داری سے کام لے کر وقت کا انتظار کرے۔ نعمان خان فی الحال ذہنی پریشانی میں مبتلا ہے۔ حالات نے اسے سکون بخشا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ، تمھاری طرف مائل نہ ہو جائے اور آئیوی، باپ کی اس تسلی سے مطمئن ہو گئی تھی۔

بہرطور، برٹیو کے لیے یہاں کی رہائش بہت منفعت بخش تھی... حالانکہ یہ علاقہ بادشاہ خان کا تھا اور یہاں کے تمام معاملات کا فائدہ اسے حاصل ہونا چاہیے تھا لیکن بادشاہ خان خود اپنے حالات کا شکار ہو گیا تھا۔ شیران سے دشمنی کی بہت بڑی قیمت چکانا پڑ رہی تھی۔ اس نے برٹیو کی خدمات حاصل کر کے نعمان خان کو بلوایا تھا لیکن پھر وہ کچھ اس طرح حالات کا شکار ہوا کہ برٹیو کے تعاون کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔

اب بادشاہ خان تا زندگی، اس سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا... وہ نعمان خان کا محافظ جو تھا۔ برٹیو خوب دولت کما رہا تھا اور بادشاہ خان کی گردن پر اس کا احسان تھا کہ وہ، بادشاہ خان کی محبت میں اپنا کاروبار چھوڑے بیٹھا ہوا ہے۔ زندگی اسی طرح گزر رہی تھی کہ ہینڈرک قتل ہو گیا۔

یہ بات برٹیو کے لیے بہت خوفناک تھی۔ صورت حال معلوم کر کے وہ اور بھی خوف زدہ ہو گیا۔ ہینڈرک کے قتل کے پیچھے، مارلینو کا ہاتھ تھا

اور وہ خود بھی مارلینو کے دُشمنوں میں سے تھا. کئی روز تک وہ اُلجھتا رہا... پھر اُس نے نعمان خان کو اس سلسلے میں اپنا رازدار بنانا ضروری سمجھا۔

نعمان خان نے مُسکراتے ہُوئے اُسے خوش آمدید کہا تھا. برٹو کو سنجیدہ دیکھ کر وہ خود بھی سنجیدہ ہوگیا تھا۔ "خیریت' انکل ؟"

"نعمان خان! میں پریشان ہُوں۔"

"کیوں، انکل! خیریت تو ہے ؟" نعمان خان نے پوچھا. وہ 'برٹو کا بہت احترام کرنے لگا تھا۔ اُسے اپنے دیرینہ خوابوں کی تعبیر مِل گئی تھی۔ اب اُس کے پاس دولت تھی اور اس دولت کی مدد سے وہ اپنے بھائیوں کی بہترین زندگی کا آغاز کر سکتا تھا۔

اُس کے تین بھائی جرمنی چلے گئے تھے جہاں وہ اعلا تعلیم حاصل کر رہے تھے. دو بھائیوں کو اُس نے سوئیڈن بھیج دیا تھا اور ایک انگلینڈ میں تھا۔ باقی دو کو اُس نے اپنی مدد کے لیے ساتھ رکھا تھا۔ وہ اُن سب کی بہتری کا خواہاں تھا اور اب اُسے عمل کرنے کا موقع مِلا تھا. اس سلسلے میں وہ، برٹو کو اپنا محسن اور معاون سمجھتا تھا، اُسی کے مشوروں اور تعاون سے آج وہ، اس مقام پر تھا۔

برٹو کے چہرے پر غور و فکر کے آثار دیکھ کر وہ بولا۔ "کیا بات ہے، انکل؟ میں نے اس سے قبل' آپ کو ایسی اُلجھن میں نہیں دیکھا۔"

"ہاں، میں بہت پریشان ہُوں۔"

"یہ بات میرے لیے باعثِ شرمندگی ہے۔" نعمان خان بولا۔

"نعمان خان! میری زندگی خطرے میں ہے۔"

"وہ تو ہمیشہ ہی رہتی ہے لیکن ہمارے دُشمن بھی ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔" نعمان خان نے مُسکرا کر کہا۔

"اس بار صُورتِ حال دوسری ہے۔"

"مجھے بتایے... میں دُشمنوں کے سر اُتار کر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔"

"میں جانتا ہُوں نعمان خان! تم زیرک ہو، دلیر ہو لیکن میرا دُشمن..."

"کون ہے' وہ ؟"

"مارلینو..."

"یہ نام کچھ آشنا معلوم ہوتا ہے. شاید بنکاک میں سُنا تھا۔"

"یہ نام ایک طویل داستان ہے. مارلینو، ہماری تخلیق ہے... اور آج یہ مشینی تخلیق، ہماری دُشمن نمبر ایک ہے۔"

"مشینی تخلیق...؟"

"ہاں، نعمان خان..."

"براہِ کرم' مجھے اس کے بارے میں تفصیل بتایے۔" نعمان خان نے کہا۔

"بہت پُرانی بات ہے' اس وقت کی' جب ہم بہتے ہُوئے [illegible] کے رُسیا تھے' جب آسان زندگی' ہمارے لیے مذاق تھی. ہم سب [illegible] قتل و غارت گری کے کھیل کے شوقین تھے. ہم آٹھ افراد تھے جنھوں [illegible] یہ گروہ تشکیل دیا تھا. ہم دولت کے حصُول کے ساتھ ساتھ اپنے مشا[illegible] سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ اُنہی دنوں ہم ایک جگہ اکٹھا تھے کہ ایک [illegible] دیہاتی' ہمارے درمیان آپھنسا۔ اُس نے اتفاقیہ طور پر ہماری کچھ [illegible] خفیہ گفتگو سُن لی تھی۔

ہم نے اس دیہاتی کو پکڑ لیا اور پھر ہمارا شوق جاگ اُٹھا. ہم [illegible] چاہتے تو اُسے ایک ہی وار میں ختم کر سکتے تھے لیکن ہم نے اُسے تفریح کا ذریعہ بناتے ہُوئے' اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دیے اور اُس کی موت کا انتظار کرنے لگے۔ بازوؤں اور رانوں کے قریب [illegible] کٹا ہُوا ایک جسم جتنا عجیب و غریب نظر آسکتا ہے، تم خود اس کا [illegible] کرلو. ہمارے لیے وہ انتہائی دلچسپی کا باعث تھا. ہم اُس کی موت کے منتظر تھے مگر وہ عجوبہ زندہ تھا۔ اُس کے بدن سے لہُو کا ایک ایک قطرہ بہہ چُکا تھا لیکن اُس کی سانس باقی رہی۔

"تب ہم میں سے ایک جس کا نام ہینڈرک تھا اور وہ ایک [illegible] سائنس دان تھا، اس بات پر مصر ہوگیا کہ وہ اس عجیب و غریب شخص کو اپنے ساتھ لے جائے گا اور اُس پر تجربات کرے گا... پھر وہ' اپنے ساتھ [illegible] تجربہ گاہ میں لے گیا اور اُسے مصنُوعی ہاتھوں پیروں سے آراستہ کیا. [illegible] کے جسم میں نیا خُون ڈالا اور اُسے ایک روبوٹ کی شکل دے دی. [illegible] کے بدن کے نصف اعضا مشینی ہیں۔ اس مشینی انسان کو ہینڈرک [illegible] نے اپنے لیے بے ضرر سمجھا تھا اور اُسے یقین تھا کہ وہ، اُس کا غلام ثابت [illegible] ہوگا۔ اُس نے اپنی تمام تر ذہنی قوتیں' اس نیم مشینی انسان کو بخش دیں۔ اس مشینی غلام کا نام مارلینو تھا۔

"مارلینو کا ذہن' ہینڈرک کے کنٹرول میں تھا لیکن ہینڈرک [illegible] نے نہیں سوچا تھا کہ بہرطور' وہ ایک انسانی ذہن ہے اور کبھی نہ کبھی اُس کی اپنی قوتیں بھی بیدار ہو سکتی ہیں۔

"...اور پھر ایک دن' وہ روبوٹ اپنے آقا سے باغی ہوگیا [illegible] اُس کی ذہنی قوتیں واپس آگئیں۔ چنانچہ وہ، ہینڈرک کے پاس [illegible] فرار ہوگیا۔ ہینڈرک کو اس کے سلسلے میں کوئی تشویش نہیں تھی سوائے اِس کے کہ ہینڈرک کی تمام صلاحیتیں' اب اس روبوٹ کے ذہن میں محفوظ تھیں اور وہ انھیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر کے کسی وقت بھی ہینڈرک کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔

"طویل عرصے تک ہمیں اُس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ مِل سکی... پھر ایک دن' مارلینو کا نام بڑے عجیب سے انداز میں

ہمارے سامنے آیا. بنکاک میں اس نے منشیات کے اڈوں پر قبضہ کیا تھا اور کچھ ایسے گروہوں کو ختم کیا جو بنکاک میں منشیات کے سلسلے میں سرِفہرست مانے جاتے تھے۔

"گریتھا ڈگاڈوچی۔" نعمان خان بے اختیار بول پڑا۔

"ہاں... تم نے بنکاک ہی میں اس کے بارے میں سُنا ہوگا۔" برٹو نے کہا۔

"ہاں' میں نے اس سلسلے میں کچھ تفصیلات سُنی تھیں۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"تو مارلینو کا نام ہمارے لیے وحشت کا باعث تھا۔ ہینڈرک کو بھی بنکاک بُلا لیا گیا اور ہم نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ یہ وہی مارلینو ہے لیکن اب وہ ایک زبردست قوت حاصل کر چُکا ہے۔ اُس نے اپنے لیے ایک علاقہ مخصوص کر لیا ہے جو گانگ ہُو کہلاتا ہے. گانگ ہُو کے اطراف میں مارلینو ایک ایسی قوت ہے... جو مقدس بھی ہے اور طاقتور بھی. بستیوں کے لوگ، اُسے ایک دیوتا کی حیثیت سے پُوجتے ہیں... یہ تفصیلات ہینڈرک ہی نے فراہم کی تھیں اور اُس کے بعد وہ، بنکاک آگیا تھا لیکن مجھے جو تازہ اطلاع مِلی ہے' وہ بڑی ہولناک ہے' ہینڈرک کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں' اُس کے جسم سے الگ کر دیے گئے ہیں اور مارلینو نے اُس پر اپنا نشان چھوڑا ہے۔ ہم میں سے ایک ختم ہوگیا... اور اب یہ فکر ہینڈرک کے ذہن میں جاگ اُٹھی ہے... کہ وہ دوسروں کی بھی تلاش کرے گا۔"

"تو آپ اس لیے پریشان ہیں' انکل ؟"

"ہاں، نعمان خان! بات بہت پریشانی کی ہے۔" برٹو نے اُلجھے ہُوئے لہجے میں کہا۔ وہ، نعمان خان کے سامنے' شیران کا نام نہیں لینا چاہتا تھا۔ بادشاہ خان نے اس بارے میں اُسے تمام تفصیلات بتا دی تھیں۔ وہ بھلا نعمان خان کو کیسے بتاتا کہ شیران ہی کی وجہ سے اُسے یہاں آنا پڑا ہے اور وہ شیران سے جان بچا کر یہاں پوشیدہ ہے۔

نعمان خان سوچ میں گُم ہوگیا... پھر اُس نے پُرخیال انداز میں پوچھا۔ "یہ گانگ ہُو یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

"اوہ... وہ ایک الگ علاقہ ہے' بالکل الگ... یہاں ایک خاص علاقہ بار بھم کے نام سے مشہور ہے۔ اس علاقے میں چھوٹی چھوٹی بستیاں اور مختلف چھوٹے چھوٹے قصبے آتے ہیں اور یہ علاقہ ان بستیوں سے ہٹنے کے بعد قبائلیوں کا علاقہ بن جاتا ہے. یہ قبائلی نہایت [illegible] اور صدیوں سے اپنی روایات پر عمل پیرا ہیں۔ گانگ ہُو پہنچنا مشکل نہیں ہے لیکن وہاں مارلینو کی حکومت ہے۔" برٹو نے بتلایا۔

"تو پھر' انکل! آپ یہ خدمت نعمان خان کے سپُرد کر دیں۔"

"کیا مطلب؟" برٹو چونک پڑا۔

"اس سلسلے میں' میں اپنے طور پر کچھ کام کرنا چاہتا ہُوں۔"

"بیٹے: تمھاری اس پیش کش پر مجھے فخر ہے اور درحقیقت میرے دل میں تمھاری عزت پہلے سے دس گُنا بڑھ گئی ہے لیکن ہم جذباتی انداز میں کوئی قدم نہیں اُٹھائیں گے۔ میرے دل میں صرف ایک خواہش ہے جس کی تکمیل کے لیے میں' تمھارے پاس آیا ہُوں۔"

"جی' انکل! فرمایے۔" نعمان خان نے مستعد لہجے میں کہا۔

"ہمیں یہاں اپنے آپ کو مزید محتاط کر لینا چاہیے اور اس سلسلے میں میرا مشورہ ہے کہ ہم سب منتشر رہیں، ایک جگہ جمع نہ ہوں تاکہ اپنے اپنے طور پر چوکنا رہ سکیں اور ہمیں یہ بھی احساس رہے کہ ہمیں اپنی حفاظت خود کرنی ہے۔"

"مگر' انکل! میرے لیے تو یہ بات ضروری نہیں ہے... کیونکہ مارلینو' میرا دُشمن نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے' بیٹے! لیکن میں چاہتا ہُوں کہ تم بھی اتنے ہی محتاط رہو۔ میری مرضی کے خلاف کوئی عمل نہ کرو۔ اس طرح میں' مارلینو سے بچاؤ بہتر طریقے سے کر سکتا ہُوں۔"

"ٹھیک ہے' انکل! اگر آپ بہتر سمجھتے ہیں تو یہی سہی... لیکن میرے دل میں خلش رہے گی کہ میں، انکل کے کسی دُشمن کو موت کے گھاٹ نہیں اُتار سکا۔"

"اگر ایک دُشمن کی بات ہوتی تو میں، تمھیں اس کی اجازت دے دیتا لیکن ہمارے سامنے ایک انتہائی چالاک اور سائنسی حربوں سے لیس دُشمن ہے جس نے نہ جانے کیا کیا جال پھیلا رکھے ہیں، ہمیں اُن جالوں سے بچ کر چلنا ہے اور ہمیں ایک دوسرے کی مکمل... خبر رکھنی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے' انکل! اگر آپ الگ الگ رہنے کو بہتر سمجھتے ہیں تو میرے لیے جو بھی جگہ آپ منتخب فرما دیں گے' میں حاضر ہُوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اپنا قیام یہیں رکھو۔ اگر مناسب سمجھو تو آئیوی کو بھی اپنے ساتھ رکھو۔ میں اپنے لیے دوسری جگہ تلاش کر لوں گا۔ ہم الگ الگ رہ کر اپنے گروہ کو کنٹرول کریں گے۔"

"ٹھیک ہے' انکل! جیسا آپ پسند کریں۔"

"او۔کے: میں' آئیوی کو یہاں پہنچا دیتا ہُوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم بہتر طور پر اُس کا تحفظ کر سکو گے۔"

"آپ مطمئن رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ یہاں خوش رہے گی۔"

نعمان خان نے جواب دیا اور ڈاکٹر برٹیو مسکراتا ہُوا اُٹھ کھڑا ہُوا۔
"اب مجھے اجازت دو۔ تم سے گفتگو کرنے کے بعد ذہن کافی ہلکا پھلکا ہوگیا ہے۔" برٹیو نے کہا اور رُخصت ہوگیا۔
اُس کے جانے کے بعد نعمان خان گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ مارلینو کی کہانی اُسے بڑی عجیب محسوس ہو رہی تھی... مارلینو کے بارے میں سوچتے ہُوئے اُس کے ذہن میں عجیب سے تاثرات اُبھر آئے تھے۔ ایک معصوم اور سادہ لوح دیہاتی، اُن کے وحشیانہ سلوک کا نشانہ بن گیا تھا... اور اب جبکہ تقدیر نے اُسے موقع دیا تھا تو اُس نے بھی ہینڈرک کو اُسی طرح قتل کر دیا جو سلوک اُس کے ساتھ کیا گیا تھا۔
اور اب ڈاکٹر برٹیو کو اپنی زندگی کی فکر لاحق ہوگئی تھی۔ بے اختیار نعمان خان کا دل چاہا کہ وہ ایک بار مارلینو سے ملاقات کرے۔ بہرطور، حالات جو بھی رُخ اختیار کریں، مارلینو سے ڈاکٹر برٹیو کا بچاؤ کرنا ضروری ہے۔ وہ اس وقت تک سوچتا رہا جب تک آئیوی، اُس کے پاس نہ پہنچ گئی۔
جب سے ڈاکٹر برٹیو نے آئیوی کو اطمینان دلایا تھا، اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی تھی۔ نعمان خان نے سادہ سے انداز میں اس کا استقبال کیا۔ "بہت خوش نظر آ رہی ہو، آئیوی...؟" اُس نے پوچھا۔
"ہاں، خوشیاں کسی خاص جذبے کے تابع نہیں ہوتیں۔ بس، یہ دل جس وقت بھی فرحت محسوس کرے۔"
"میں چاہتا ہُوں، آئیوی! کہ تم ہمیشہ خوش رہو۔ تمھارا مسکراتا چہرہ دیکھ کر مجھے مسرت ہوتی ہے۔"
"کیوں...؟" آئیوی نے پوچھا۔
"اس لیے کہ تم میرے محسن کی بیٹی ہو۔"
"بس...؟"
"آئیوی! اس 'بس' کے آگے سوالات کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا جواب دینا، میرے لیے مناسب نہیں۔"
"کیوں، نعمان خان! کیوں؟"
"میں، تمھیں پہلے بھی اس بارے میں بتا چکا ہُوں آئیوی! میری زندگی ایک مشن ہے یہ سب کچھ جو میں کر رہا ہُوں، میری یہ منزل نہیں ہے لیکن یہ میرے لیے ناگزیر ہے۔ میرے بھائی اعلا تعلیم حاصل کر رہے ہیں... اور جب میں اُن سب کے مستقبل کی طرف سے مطمئن ہو جاؤں گا تو اپنے مشن پر نکلوں گا جس کے لیے میں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے۔"
"نعمان خان! میں، تم پر اپنا دعوا یا اختیار تو نہیں رکھتی لیکن کیا تم، اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ مجھ سے ملنے کے بعد تم ڈاکٹر برٹیو سے ملے تھے اور اس کا ذریعہ میں بنی تھی... کیا تم، بات سے انکار کرتے ہو، نعمان خان! کہ انسان جس کا احسان ہوتا ہے، اُسے ہمیشہ دوست رکھتا ہے؟"
نعمان خان پریشان کُن نظروں سے آئیوی کو دیکھنے لگ گردن ہلاتا ہُوا بولا۔ "ہاں، آئیوی! مجھ پر تمھارا یہ احسان ہے۔"
"دوستی اور محبت کے جذبے کے تحت، انسان اگر کسی لیے کچھ کرے تو احسان نہیں کہتے، نعمان خان!"
"تم کیا کہنا چاہتی ہو، آئیوی؟"
"کچھ نہیں... بس، تم مجھے اس بات کا جواب دو کہ کیا تمھاری دوست نہیں ہُوں؟"
"بالکل ہو...!"
"تمھیں، مجھ پر اعتماد بھی ہے؟"
"ہاں ہے۔"
"کس قسم کا اعتماد ہے؟"
"میرا مطلب ہے کہ تم میرے لیے کسی بھی طور نقصان نہیں بن سکتیں۔"
"نعمان خان! جب تم اپنے مشن کی تکمیل کر لو گے تو کیا وقت تم اپنی زندگی اور مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں سوچو گے" آئیوی نے پوچھا اور نعمان خان کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا وہ طویل سانس لے کر بولا۔
"آئیوی! میں حقیقت کے اعتراف سے گریز کرنا نہیں میری زندگی بہت ہی عجیب و غریب حالات کا شکار ہے... باپ فیروز خان ایک تعلیم یافتہ انسان تھا۔ وہ پہاڑوں سے ہٹ ایک نئی دُنیا بنانے کا خواہش مند تھا۔ اُسے پہاڑوں کی وہ رسو پسند نہیں تھیں جو انسان کو درندہ بنا دیتی ہیں۔ اس جُرم کی پا میں میرے باپ کو قتل کر دیا گیا۔
"میرے تایا کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ بہزاد سلا ایک شخص نے فیروز خان کو قتل کیا ہے... ایک روز بہزاد س ایک جنگلی درندے نے اپنی وحشتوں کا شکار بنا لیا۔ بہزاد سلام نہ ہو سکا لیکن میرے تایا کے انتقام کی آگ نہ بجھی۔ اُس نے ا بیٹے شیران سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا... پھر جب شیران اکیس کا ہو گیا تو میرے تایا نے ہم لوگوں کو خاص طور سے بلوایا اور پھر اپنے مشن میں شرکت کی دعوت دی۔ میرا تایا بہت طاقت ور انس وہ اگر چاہتا تو چٹانوں کو اُکھاڑ کر پھینک سکتا تھا لیکن دستور کے

دشمن سے انتقام لینے کے لیے سب سے بڑے بیٹے کی بندوق کی گولی بہت ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ جب شیران پورے اکیس سال کا ہُوا اور اُس کی ماں اُسے لے کر ایک بزرگ کے مزار پر گئی جس سے ہم سب ہی عقیدت رکھتے تھے تو میرا تایا، اس طوفانی رات میں ایک خوفناک سفر طے کر کے ہمارے پاس پہنچا اور ہمیں آمادہ کیا کہ ہم اپنا فرض ادا کریں۔ اُس وقت ہمیں اپنے تایا سے بہت عقیدت تھی۔ چنانچہ اپنی ماں کی مخالفت کے باوجود ہم سب بے چین ہو کر باہر نکل آئے اور اس خونی رات میں ہم نے ایک خوفناک ڈراما کھیلا لیکن وہ شخص جس کا نام شیران تھا، ہم پر حاوی رہا، اُس کی ماں، ہماری گولیوں کا شکار ہوگئی اور وہ بچ کر نکل گیا۔
"زخمی درندہ بہت ہی خونخوار ثابت ہُوا۔ اُس نے ہمارا پورا خاندان تباہ کر دیا۔ میری چار بہنیں، اُس کی ہوس کا شکار ہو کر موت کی آغوش میں جا سوئیں اور میری ماں نے اُن کے غم میں آتش دان میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی۔ میں، اُس کی موت کو کبھی نہیں بھُولوں گا۔
"شیران اگر مجھے قتل کر دیتا یا اپنی ماں کے بدلے، میری ماں کو گولی مار دیتا تو میں، اُسے حق بجانب سمجھتا... لیکن اُس نے جس وحشت کا ثبوت دیا، اُس کے لیے میں اُسے ہرگز معاف نہیں کر سکتا... چنانچہ میں ان راستوں پر نکل آیا... اور اب یہ راستے مجھے میری منزل کی طرف لے جائیں گے۔ ان راستوں میں عشق و محبت کو کوئی دخل نہیں ہے، آئیوی! تم اپنے لیے دوسرا راستہ منتخب کر لو۔ میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ تم مجھے بہت پسند ہو۔ اگر تم مجھے عام حالات میں ملتیں تو میں تمھیں اپنا ساتھی بنا کر فخر محسوس کرتا... لیکن، آئیوی! اب میری زندگی میں حسین شاموں اور سہانی راتوں کا کوئی تصور نہیں ہے۔"
نعمان خان خاموش ہوگیا... اور آئیوی، ایک نئے انداز میں اُسے دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے... پھر وہ آگے بڑھی اور نعمان خان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔
"نعمان! مجھے یہ سب کچھ معلوم نہیں تھا۔ میں، تم سے معافی چاہتی ہُوں۔ میں، تمھیں مغرور اور بد دماغ آدمی سمجھتی تھی۔ میں سوچتی تھی کہ تم نے میری... اَنا کو کچلنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور مجھے جان بُوجھ کر نظر انداز کر رہے ہو... لیکن اب میری سوچیں بدل گئی ہیں۔ اب میں تمھیں کبھی پریشان نہیں کروں گی۔ ہاں، تم سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہُوں۔"
"کیسا وعدہ، آئیوی؟"
"اگر تقدیر تمھارا ساتھ دے اور تم اپنے مشن کی تکمیل میں کامیاب ہو جاؤ تو کیا تم، آئیوی کو آواز دینا پسند کرو گے؟" آئیوی نے پُوچھا۔ تو نعمان نے عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔
"آئیوی! میری دلی خواہش ہے کہ تم اپنی نگاہوں کا مرکز تبدیل کر لو۔ میں، تمھیں خوش و خرم زندگی بسر کرتے ہُوئے دیکھنا چاہتا ہُوں... میری منزل کا کوئی تعین نہیں ہے، نہ جانے کب ملے۔"
"میں نے کہا، نا... نعمان خان! کہ میں، تمھارے مسائل میں مداخلت نہیں کروں گی لیکن مجھے صرف اتنا یقین دلا دو کہ تمھاری زندگی میں اگر ٹھہراؤ آ جائے تو کیا تم مجھے اپنی زندگی میں شامل کرنا پسند کرو گے؟ تمھارے اس یقین کے سہارے، میں اپنی زندگی کے آخری لمحے تک تمھارا انتظار کروں گی۔"
"یہ میری خوش بختی ہوگی آئیوی! میں اس تصور سے ہمیشہ مسرور رہوں گا کہ میری ذات کسی کے لیے اس قدر باعثِ توجہ ہے، یہ میرے لیے ایک مضبُوط سہارا ہوگا۔"
"تو یہ سہارا تم قبُول کرو۔" آئیوی نے نعمان خان کے کندھے پر سر رکھ دیا۔
"میں، اس وقت کا منتظر رہوں گا، آئیوی! جب تم میری زندگی میں بہار بن کر داخل ہوگی اور میں مطمئن ہُوں گا کہ میں اپنا مشن پُورا کر چکا ہُوں۔"

❁

بد ہیئت اور بد شکل کنگ لوئی، بنکاک کی ایک خوش نما عمارت میں مقیم تھا۔ یہ عمارت اُس کی اپنی ملکیت تھی اور اس میں اُس کے بے شمار ملازم رہتے تھے۔
اس وقت وہ عجیب و غریب حُلیے میں تھا۔ پورے بدن سے برہنہ، بس زیریں حصّے پر کسی جانور کی کھال کا چھوٹا سا جانگیہ تھا اور سر پر خاص قسم کے پتّوں کا بنا ہُوا تاج۔
جس کمرے میں وہ موجود تھا، وہ گول تھا۔ کمرے کی دیواریں سپاٹ تھیں اور فرش بھی صاف و شفاف تھا اور وہاں لوئی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔
اُسے کمرہ نہیں بلکہ کنواں کہنا زیادہ مناسب تھا کیونکہ اس میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں تھا۔ اس میں کسی رسّی یا سیڑھی کی مدد سے اُترا جا سکتا تھا۔ بظاہر اس عمارت میں، اس کنواں نما کمرے کا کوئی خاص مقصد نظر نہیں آتا تھا لیکن لوئی نے اسے خاص طور سے بنوایا تھا۔ اس کنویں نما کمرے کے اوپری حصّے میں تین افراد موجود تھے۔
لوئی کمرے کے درمیان کھڑا ہُوا تھا اور آنکھیں بند کیے، مُنہ ہی مُنہ میں کچھ بول رہا تھا پھر اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مُٹھیاں بند کیں اور اُنھیں اپنے سینے پر مارنے لگا۔ اُس کے بعد اُس نے مُٹھیاں کھول دیں۔ جُونہی مُٹھیاں کھلیں، اُوپر سے کسی نے موسیقی کا بٹن آن کر دیا۔

عجیب سی موسیقی تھی جس میں ایک وحشیانہ سی کیفیت جھلکتی تھی. لوئی اس موسیقی پر رقص کرنے لگا۔ وہ دیوانہ وار جنگلی رقص کر رہا تھا اور موسیقی کی دھنوں کے تیز ہونے کے ساتھ ساتھ، اس کے بدن کی حرکات بھی تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

تقریباً دس منٹ تک یہ وحشیانہ رقص جاری رہا اور آخری لمحات میں تو لوئی پر نگاہ ٹھہرانا بھی مشکل تھا۔ وہ پارے کی طرح تھرک رہا تھا۔ بالآخر ڈھول کی تھاپ ابھری اور موسیقی رُک گئی۔ اس کے ساتھ ہی لوئی بھی ساکت ہو گیا... پھر وہ دو زانو بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور پھر انھیں پھیلائے ہوئے سجدے میں گر گیا۔ چند لمحوں تک وہ اسی حالت میں رہا اور اس کے بعد اُٹھ کھڑا ہوا۔

"لاؤ..." اس نے بلند آواز میں کہا اور اُوپر سے کوئی چیز نیچے آگری۔ یکے بعد دیگرے تین بنڈل نیچے گرے تھے۔ یہ کپڑے کی پوٹلیاں تھیں اور ان پوٹلیوں سے جو کچھ برآمد ہوا تھا، وہ حیرت انگیز تھا۔

وہ تین سیاہ ناگ تھے جو اس طرح پھینکے جانے پر بُری طرح بھنائے ہوئے تھے۔ ان کے چوڑے چوڑے پھن فضا میں لہرا رہے تھے اور کنواں نُما کمرے میں اُن کی پھنکاریں گونج رہی تھیں۔

لوئی اپنی جگہ ساکت تھا اور اُس کی نگاہیں ناگوں پر جمی ہوئی تھیں۔ دفعتہً ایک ناگ نے پھن سکیڑ کر زبان نکالی اور جھلائے ہوئے انداز میں لوئی پر حملہ کر دیا۔ ناگ نے لوئی کی پنڈلی کو نشانہ بنایا تھا لیکن لوئی نے پھرتی سے اس کا وار خالی دیا لیکن عقب سے دوسرے ناگ نے اُس پر حملہ کر دیا۔

لوئی چھلانگ لگا کر کمرے کی دیوار سے جا لگا۔ تینوں ناگ پھرے پھن کاڑھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور بھوکی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ لوئی چند لمحوں تک اسی طرح کھڑا رہا۔ پھر اس نے دوبارہ رقص شروع کر دیا۔

اُس کے بدن کی جنبش سانپوں کو مشتعل کر رہی تھی اور وہ، اُس پر وحشیانہ انداز میں حملے کر رہے تھے لیکن لوئی اُن کے وار بچا رہا تھا۔ اُس کی نگاہ، تینوں سانپوں کی ایک ایک جنبش پر تھی اور اس وقت وہ انسان نہیں بلکہ چھلاوہ معلوم ہو رہا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک یہ کھیل جاری رہا۔ اس کے بعد دفعتاً لوئی نے ایک اُلٹی قلابازی کھائی اور ایک ناقابلِ یقین منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس کی چھلانگ اندازے کی بہترین مثال تھی۔ وہ اس کنواں نما کمرے کے اُوپری کنارے پر پہنچ گیا تھا۔ اب سانپ نیچے پھنکار رہے تھے اور لوئی اطمینان سے پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔

تینوں آدمی تحسین آمیز نگاہوں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔

لوئی نے ایک ہاتھ بڑھایا اور اُن میں سے ایک آدمی نے اپنا پستول اُس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ یکے بعد دیگرے تین دھماکے ہوئے... اور تینوں ناگوں کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ لوئی نے پستول، اُسی آدمی کو واپس کیا اور اطمینان سے اُٹھ کر آگے بڑھ گیا۔

ایک اور کمرے میں پہنچ کر اُس نے میز پر رکھی ہوئی ایک ٹوکری میں سے شراب کی ایک بوتل نکالی اور اُسے مُنہ سے لگا کر آدھی بوتل خالی کر گیا... پھر بوتل رکھ کر اُس نے باتھ رُوم کا رُخ کیا... تھوڑی دیر بعد وہ باتھ رُوم سے برآمد ہوا تو سلیقے کے لباس میں تھا۔

اُس کمرے سے نکل کر وہ دوسرے کمرے میں پہنچ گیا جہاں دو افراد اُس کے منتظر تھے۔

"ہیلو..." لوئی بھاری آواز میں اُن سے مخاطب ہوا۔

"ہیلو، کنگ! سُنا ہے، آپ کچھ مصروف تھے۔"

"ہاں، ورزش کر رہا تھا۔"

"ہم نے آپ کی پسند کا ایک آدمی منتخب کر لیا ہے۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"گڈ... کون ہے، وہ؟"

"انٹونی آرک نام ہے۔ یہاں کھلونے بنانے والی ایک فرم میں اسسٹنٹ منیجر ہے، ہمارے معیار پر پُورا اُترتا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے مسٹر ماسک کو بھی طلب کر لیا ہے۔ شام کو چار بجے، وہ یہاں پہنچ جائیں گے اور اس وقت تک یہیں قیام کریں گے، جب تک آپ کی مرضی کے مطابق تمام کام نہ ختم کر دیں۔"

"گڈ... انٹونی کو کب لا رہے ہو؟"

"میرا خیال ہے، شام پانچ بجے، اُس کی چھٹی ہوتی ہے اور وہ ایک چھوٹی سی کار میں، آسٹن اسکوائر سے فریڈم تک سفر کرتا ہے۔ اس سفر کے دوران، ایک جگہ ایسی بھی آتی ہے جو ہمارے کام کے لیے انتہائی موزوں ہے۔ وہاں سے اُس شخص کو اُٹھا لیا جائے گا۔ ہم نے مکمل انتظامات کر لیے ہیں۔"

"او۔کے... میں انتظار کروں گا۔" لوئی نے کہا۔

"بس یہی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔"

"او۔کے..." کنگ لوئی نے کہا اور وہ دونوں اُسے سلام کر کے باہر نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد لوئی، ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا اور آنکھیں بند کر کے کچھ سوچنے لگا۔ اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی اندر داخل ہوئی تو اُس کے قدموں کی چاپ پر لوئی نے آنکھیں کھول دیں۔

"گھاؤ نیچ..." وہ اپنے مخصوص انداز میں دانت نکال کر ہنسنے لگا۔ لڑکی بھی مُسکرا دی۔ اُس نے میز پر رکھی ہُوئی شراب کی بوتل میں سے ایک گلاس بھرا اور اُسے لیے ہُوئے لوئی کے قریب پہنچ گئی۔

لوئی نے ہاتھ بڑھا کر گلاس لے لیا اور دوبارہ آنکھیں بند کر کے شراب کا ایک ایک گھونٹ لینے لگا۔ لڑکی، اُس کے قریب کھڑی خاموشی سے اُسے گھورتی رہی۔

شام چھ بجے، لوئی پُورے لباس میں، اُس ہال میں پہنچ گیا جو اس عمارت کے عقبی حصّے میں واقع تھا۔

وہاں ایک شخص، کُرسی پر بندھا بیٹھا تھا۔ دراز قامت، تندرست اور توانا بدن کا مالک اور خاصا خوبرُو تھا لیکن اس وقت اُس کے چہرے پر وحشت اور پریشانی کے آثار تھے۔

لوئی، اُس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ وہ عجیب [illegible] اس نوجوان کو دیکھ رہا تھا۔ نوجوان کا اُوپری بدن برہنہ تھا۔ [illegible] کو دیکھ کر اُس کے چہرے پر شدید برہمی کے آثار پیدا ہو گئے۔

"کیوں لائے ہو تم لوگ مجھے یہاں؟ کیا بگاڑا ہے، میں نے تمھارا؟ بولو جواب دو، کیوں لائے ہو تم لوگ، مجھے یہاں؟"

"گھاؤ نیچ..." لوئی آگے بڑھتا ہُوا بولا۔

"کیا مطلب...؟"

"کچھ نہیں، پونگے! تم مجھے پسند ہو۔"

"پونگے... ! میرا نام پونگے نہیں، میرا نام انٹونی آرک ہے اور میں..."

"ایک کھلونے بنانے والی فرم میں اسسٹنٹ منیجر ہو..." لوئی نے کہا۔

"ہاں، میری کسی سے دُشمنی نہیں ہے اور نہ ہی اتنا دولت مند ہُوں کہ مجھے اغوا کر کے مجھ سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔"

"گھاؤ نیچ..." لوئی ہنستا ہُوا، ایک کُرسی پر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "ہمیں، تم سے کچھ حاصل نہیں کرنا، پونگے! بس، تم اتنے پیارے ہو کہ... یُونہی تمھیں بُلا لینے کو جی چاہا... کون کون رہتا ہے، تمھارے ساتھ؟"

"میں تنہا ہُوں۔"

"اور کون سے مُلک سے تعلق ہے، تمھارا؟"

"بلجیم کا باشندہ ہُوں۔"

"بڑی خوشی ہُوئی، تم سے مِل کر۔ تم ہماری ایک بہت بڑی ضرورت بن گئے ہو، پونگے! ابھی تمھارے چہرے کا پوسٹ مارٹم کیا جائے گا... اور پھر تمھیں ایک ایسی شخصیت کا رُوپ دے دیا جائے گا جو ہمیں بہت پسند ہے۔" لوئی نے کہا اور پھر دروازے کی طرف رُخ کر کے بولا۔ "کہاں ہے، وہ؟ بھئی کہاں ہے؟"

اُسی وقت ایک پستہ قامت شخص، ہاتھ میں بریف کیس لیے کمرے میں داخل ہُوا۔

"دیکھو بھئی..." لوئی، اُس سے مخاطب ہُوا۔ "میرے اِس پیارے بچّے کی شکل میں وہ تبدیلیاں کر دو، جنھیں دیکھ کر مجھے مسرّت ہو... اور سنو، پیارے انٹونی آرک! اگر تم چاہو تو تمھارے ہاتھ، پیر کھوے جا سکتے ہیں لیکن تمھیں پُرسکون رہنا ہو گا۔ اُس کے بعد تمھیں آزاد کر دیا جائے گا۔ کوئی پریشانی نہیں رہے گی... کیا خیال ہے، تم ہم سے تعاون کرو گے؟"

"مم... مگر... اس کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے، تم لوگوں کو، کیا چاہتے ہو؟"

"سوال نہ کرو، پونگے! صرف تعاون کرو۔ ہم اپنی ہر ضرورت اسی طرح پوری کر لیا کرتے ہیں۔"

"لیکن یہ ایک مجرمانہ فعل ہے۔ میں ایک معزز شہری ہُوں، میرا سفارت خانہ..."

"چھوڑو... کہاں کی باتیں لے بیٹھے ہو..." لوئی نے بُرا سا مُنہ بنایا۔ "تم صرف تعاون کرو۔ اگر نہیں کرو گے تو ہم زبردستی اپنا کام نکال لیں گے لیکن تم نقصان میں رہو گے۔"

"ل... لیکن مجھے اس کی وجہ تو بتائی جائے۔" انٹونی نے احتجاج کیا۔

"چلو، تم اپنا کام شروع کرو۔ اسے بندھا ہی رہنے دو... بلکہ ٹھہرو۔ اسے بے ہوشی کا انجکشن دے دو۔ سرکش معلوم ہوتا ہے، مداخلت کرے گا۔"

"ن... نہیں... میں کچھ نہیں کرنے دوں گا۔ تم لوگ چاہتے کیا ہو؟ مم... میں... میں..."

"بکری کا بچہ... گھاؤ نیچ..." لوئی نے اپنے مخصوص انداز میں مضحکہ اُڑاتے ہُوئے تالی بجائی اور وہی لڑکی کمرے میں داخل ہُوئی جس نے اُسے شراب پیش کی تھی۔

"سیلی! اس بچّے کو انجکشن دو۔ یہ شرارت پر آمادہ نظر آتا ہے۔" لوئی نے دانت نکالتے ہُوئے کہا۔

سیلی نے گردن جُھکائی اور باہر نکل گئی۔ نوجوان انٹونی آرک چیختا چِلّاتا رہا لیکن چند لمحوں بعد، اُس کی گردن کے عقبی حصّے میں ایک انجکشن لگا دیا گیا... اور آہستہ آہستہ اُس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

پستہ قامت شخص جو ابھی تک خاموش بیٹھا تھا، اُٹھ کھڑا ہُوا اور اُس نے نوجوان کے سامنے پہنچ کر اپنا بریف کیس کھول لیا۔

پھر اس نوجوان کے چہرے کی مرمت کی جانے لگی۔ یہ سب کام خاص قسم کی چھوٹی چھوٹی مشینوں کے ذریعے ہو رہا تھا جو بریف کیس میں موجود تھیں۔ ان مشینوں کے ذریعے انٹونی آرک کے لمبے لمبے سنہرے بالوں کو گھنگھریالہ بنایا گیا اور انھیں ایک مخصوص انداز میں سیٹ کر دیا گیا۔ اس کے بعد ایک مشین کے ذریعے اس کا چہرہ صاف کیا گیا اور پھر چہرے پر انسانی جلد سے ہم رنگ پلاسٹک کے ٹکڑے چپکائے جانے لگے۔

پستہ قامت شخص بڑی تندہی سے اپنے کام میں مصروف تھا اور کنگ لوئی، اس سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھا، بڑے انہماک سے یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔

دو گھنٹے تک کنگ لوئی، اسی طرح ساکت و جامد بیٹھا رہا جیسے کوئی پتھر کا مجسمہ ہو اور پستہ قد شخص اپنے کام میں مصروف رہا... پھر جب وہ وہاں سے ہٹا تو کنگ لوئی اچھل پڑا۔

"گھاؤ نیچ..." اس نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔ "بالکل ٹھیک۔ میں، تمھاری کارکردگی سے بے حد مطمئن ہوں۔" اس نے پھر تالی بجائی۔ سیلی کمرے میں داخل ہوئی۔ "سیلی! اسے ہوش میں لانے کا انجکشن لگاؤ۔" سیلی گردن خم کر کے پلٹ گئی۔

چند لمحوں بعد وہ دوبارہ کمرے میں آئی تو اس کے ہاتھ میں سرنج تھی۔۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد انٹونی آرک ہوش میں آگیا اور متوحش نظروں سے باری باری سب کو گھورنے لگا... پھر اس کے چہرے پر ہیجان کے آثار نمودار ہوئے اور وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

"جانے دو... مجھے جانے دو... تم لوگ مجھ سے دشمنی پر کیوں آمادہ ہو؟"

کنگ لوئی نے کوئی جواب نہیں دیا اور مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"میں اتنا کمزور نہیں ہوں۔ ہرچند کہ میں ایک شریف آدمی ہوں لیکن اگر تم لوگوں نے مجھے پریشان کیا تو میں، تم سب سے نمٹ لوں گا۔" وہ غرایا۔

"گھاؤ نیچ..." لوئی نے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

انٹونی آرک اب بھی کرسی پر بندھا بیٹھا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کے چہرے پر کیا کیا تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔ البتہ اسے اپنے چہرے اور سر پر بھاری پن کا احساس ضرور ہو رہا تھا۔ وہ ٹٹول کر بھی معلوم نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے ہاتھ، کرسی کی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ بے بسی کے عالم میں وہ دروازے کو گھور رہا تھا۔

اب اس کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اس وقت رات کے دس بج چکے تھے... اچانک دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

انٹونی آرک نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ دونوں چہروں ہی سے کافی خطرناک لگتے تھے۔ چند لمحوں تک کھڑے، وہ اسے گھورتے رہے... پھر ایک نے بڑھ کر، اس کی بندشیں کھول دیں۔ بندشیں کھلتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"خدا کے لیے مجھے چھوڑ آؤ۔ مجھے واپس پہنچا دو... مم... میں... بے ضرر انسان ہوں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"تم جانا چاہتے ہو؟" آنے والوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"ہاں، میں جانا چاہتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔"

"تو جاؤ..." اسی شخص نے کہا اور کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پستول نکال لیا جس پر سائیلنسر لگا ہوا تھا۔

"کک... کیا مطلب؟" انٹونی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا... لیکن دوسرے ہی لمحے، اس کی دل خراش چیخ گونج اٹھی۔ سائیلنسر لگے ریوالور کی گولی، انٹونی کے پہلو میں پیوست ہو گئی۔ دوسری گولی، اس کے سینے کی ہڈیوں کو توڑتی ہوئی نکل گئی۔

آرک گر پڑا۔ چند لمحوں تک اس نے تشنجی انداز میں ہاتھ پاؤں مارے پھر وہ سرد ہو گیا۔ اس کے جسم سے بہنے والا خون دور دور تک پھیل گیا تھا۔ وہ دونوں پرسکون انداز میں کھڑے، اسے دم توڑتے دیکھتے رہے پھر جب وہ سرد ہو گیا تو دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کام ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے، کنگ کو اطلاع کر دو۔" دوسرے نے کہا اور وہ شخص، کمرے سے نکل گیا۔ چند لمحوں بعد کنگ، کمرے میں داخل ہوا اور فرش پر پڑے ہوئے انٹونی آرک کے مردہ جسم کو دلچسپی سے دیکھنے لگا پھر ان کی طرف رخ کر کے بولا۔

"اب اسے بڑی عزت و احترام کے ساتھ لے جاؤ اور مطلوبہ جگہ چھوڑ آؤ۔"

"او۔کے، کنگ!" ان دونوں نے بیک وقت جواب دیا اور کنگ لوئی باہر نکل گیا۔

★★

آئیوی کے جانے کے بعد، نعمان خان کافی دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا تھا۔ آئیوی حالانکہ اس کے پاس قیام کے لیے آئی تھی لیکن اس گفتگو کے بعد آئیوی نے اس سے اجازت چاہی تھی

اور کہا تھا کہ وہ، اس کے ذہن پر بار بننے کے لیے اب وہ یہاں نہیں رہے گی اور اپنے ڈیڈی کے ساتھ ہی قیام کرے گی۔

نعمان خان نے اسے لاکھ سمجھایا کہ ڈاکٹر برٹو، اس کے یہیں قیام کا خواہش مند ہے لیکن آئیوی نہیں مانی تھی۔ پتہ نہیں اس کی ذہنی کیفیت کیا تھی۔

بہرطور نعمان خان نے ٹیلی فون کر کے ڈاکٹر برٹو کو اس سلسلے میں اطلاع دے دی تھی... اور برٹو نے بھی کوئی خاص اختلاف نہیں کیا تھا۔

آئیوی کے جانے کے بعد، نعمان خان کافی دیر تک گہری سوچ میں گم رہا۔ اسے ایک عجیب سی خلش کا احساس ہو رہا تھا۔ آئیوی سے گفتگو کرنے کے بعد، اس کے زخم ہرے ہو گئے تھے۔ اسے اپنی بہنیں یاد آ گئی تھیں... بہت سی باتیں، اس کے ذہن میں تازہ ہو رہی تھیں۔ بادشاہ خان یاد آ رہا تھا جو نہ جانے کہاں تھا۔

بوڑھے بادشاہ خان کے لیے اس کا دل ہمیشہ متضاد کیفیات کا شکار رہا تھا۔ جب وہ غور کرتا تو اسے احساس ہوتا کہ بادشاہ خان بھی ایک طرح سے بے قصور ہے... وہ اگر سخت گیری اختیار نہ کرتا تو شاید صورت حال یہ نہ ہوتی۔ وہ اپنے بھائی کے قاتل سے انتقام لینے کے لیے دیوانہ ہو رہا تھا اور اسی دیوانگی میں اس نے یہ سب کچھ کیا۔ اس کی بادشاہ خان سے مخاصمت کی بنیاد یہی تھی جس کی وجہ سے وہ سب بادشاہ خان کی شکل سے بیزار ہو گئے تھے... اب پتہ نہیں، بوڑھے خان کا کیا حال ہو؟ اس نے بے چینی سے کروٹ بدل کر گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ دو بج رہے تھے اور نیند کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ٹہلتا ہوا کھڑکی کے نزدیک پہنچ گیا... پھر اس نے کھڑکی کے پردے کھینچ دیے۔

کھڑکی کھولتے ہی اس پر پانی کی پھوار پڑی تو احساس ہوا کہ موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ اس سے قبل، اسے موسم کا اندازہ نہیں تھا۔ وہ حیران سا بارش کو دیکھتا رہا پھر کھڑکی کو کھلا چھوڑ کر واپس آیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ وہ کوئی... ایسی بات سوچنا چاہتا تھا جو ذہن کو سکون دے۔

دفعتہً اسے کھڑکی کے دوسری جانب، باغ میں ہلکی سی چاپ سنائی دی۔ وہ چونک پڑا۔ اس کے حساس کانوں نے بارش کے شور کے ساتھ یہ آواز بھی سن لی تھی۔

'آدھی رات کے وقت کون آ سکتا ہے؟' اس کی رہائش گاہ، پورے علاقے سے ہٹ کر واقع تھی۔ اس کی رہائش گاہ کے سامنے سے ایک چھوٹی سی سڑک گزرتی تھی جو دن میں بھی عموماً سنسان پڑی رہتی تھی۔

قدموں کی چاپ کچھ اور واضح ہو گئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی کھڑکی کے قریب سے گزر کر اندرونی جانب گیا ہو۔ نعمان خان نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا، میز کی دراز سے پستول نکال کر، اس کا چیمبر چیک کیا اور پستول ہاتھ میں لیے انتظار کرنے لگا۔

اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ چند لمحوں بعد، اس کی خواب گاہ کے دروازے پر دستک ہوئی۔ نعمان خان محتاط انداز میں آگے بڑھا اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔

دروازے کے سامنے ایک دراز قامت شخص کھڑا تھا۔ اس نے رین کوٹ پہن رکھا تھا اور سر پر بارش سے بچنے کے لیے ایک بڑی چھجے دار ٹوپی تھی۔

"مجھے اندر آنے دو، نعمان خان!" اس نے بھاری آواز میں کہا۔ نعمان خان ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اسے یہ آواز جانی پہچانی لگ رہی تھی۔ اس نے تھوڑا اور پیچھے ہٹ کر، نووارد کو راستہ دے دیا لیکن پستول پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ نووارد کمرے میں آ گیا تو نعمان خان نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا... پھر اس نے سرد آواز میں غراتے ہوئے کہا۔

"یہ رین کوٹ اور ٹوپی اتار دو۔ تاکہ میں تمھاری شکل دیکھ سکوں۔"

نووارد نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ ٹوپی اور رین کوٹ اتار کر ایک طرف ڈال دیا۔ نعمان خان نے غور سے اس کی صورت دیکھی اور پھر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ارے، گل خان... تم...!"

"ہاں، نعمان خان! میں گل خان ہی ہوں۔" نووارد نے کہا... اور تھکے تھکے انداز میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ نعمان خان اسے مسلسل گھور رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے تمھیں کئی سال کے بعد دیکھا ہے۔"

"تمھارا خیال درست ہے۔"

"تم تو تایا خان کے ساتھ تھے... تایا خان کہاں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" نووارد نے جواب دیا۔

"کیا مطلب...؟"

"میں طویل عرصے سے اس سے جدا ہوں اور اس وقت تمھارے پاس اسی لیے آیا ہوں کہ تم سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں۔"

"میرے بارے میں معلومات تمھیں کہاں سے حاصل ہو گئیں؟" نعمان خان نے کسی قدر طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"میں نے تمھارا تعاقب کیا تھا۔" گل خان نے جواب دیا۔

"کب...؟ کہاں...؟" نعمان خان نے چبھتی ہوئی نظروں سے اُسے دیکھا۔

"کل شام، تم تابتی وِنگ کے پاس کھڑے، اُڑتے ہوئے کبوتروں کو دیکھ رہے تھے... پھر وہاں سے تم مالبرو نامی کلب میں گئے اور رات گیارہ بجے، تم وہاں سے اُٹھے۔ میں نے اس وقت تمھارا تعاقب کیا اور تمھاری رہائش گاہ دیکھ کر چلا گیا۔ اس وقت تمھارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے، اس لیے میں نے تم سے ملنے کی کوشش نہیں کی اور پھر میں خود بھی آج کل بہت بُرے حالات کا شکار ہوں۔ کچھ لوگ، میرے پیچھے سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں۔ اُن لوگوں کے بارے میں تم تصور بھی نہیں کر سکتے، نعمان خان! کہ وہ کس قدر خطرناک ہیں۔"

نعمان خان خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ گل خان، بادشاہ خان کے خاص آدمیوں میں سے تھا اور ہر وقت، سائے کی طرح، اُس کے ساتھ رہتا تھا۔ اس لیے نعمان خان کو اس پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"مجھ سے کیا کام ہے؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"نعمان خان! براہِ کرم اس انداز میں مجھ سے گفتگو مت کرو۔ یہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ تم مجھے نظر آ گئے۔ میں زندگی بچانے کے لیے مارا مارا پھر رہا ہوں۔ میں ایک ایسی سازش سے باخبر ہو گیا ہوں جس کے بارے میں تم تصور بھی نہیں کر سکتے... یہ سازش اس قدر بھیانک ہے کہ... کہ..."

دفعتہً گل خان خاموش ہو گیا... اور پھر ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ... اوہ... تم نے کوئی آواز سُنی، نعمان خان؟" اُس نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا... اور نعمان خان چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"نہیں، میں نے تو نہیں سُنی... کیسی آواز تھی؟"

گل خان نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر اُسے خاموش کرا دیا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا، نعمان خان کے قریب پہنچ گیا اور سرگوشی کے سے انداز میں بولا۔

"سُنو... کچھ عجیب سی آوازیں ہیں۔"

نعمان خان نے اپنے کان کسی آواز پر لگانے کی کوشش کی لیکن بارش کے شور کے سوا کوئی آواز سُنائی نہیں دی۔ بالآخر اُس نے گل خان سے کہا۔ "کیا سُنا تھا، تم نے؟"

"ایک منٹ..." گل خان جلدی سے بولا اور تیزی سے سوئچ بورڈ کی جانب لپکا... پھر چٹ کی آواز کے ساتھ کمرہ تاریک ہو گیا۔

اس اندھیرے میں گل خان کی سرگوشی اُبھری۔ "باہر کوئی ہے... شاید میرے دُشمن..."

نعمان خان اب بھی گل خان کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ اس کے دل و دماغ میں عجیب عجیب سے خیالات آ رہے تھے۔ اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تم کیا ہانک رہے ہو، گل خان؟ میں یہ بات ہرگز نہیں بھول سکتا کہ تم، بادشاہ خان کے آدمی ہو۔"

"ہاں تو اس میں بھولنے کی کیا بات ہے، نعمان خان! کیا میں یہ بات بھول گیا ہوں کہ تم، بادشاہ خان کے بھتیجے ہو۔"

"ہوں نہیں تھا... وہ پُرانی بات ہے۔" نعمان خان نے کہا اور پھر سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں روشنی کر رہا ہوں۔ اُس وقت تک میں، تمھاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا... جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ تم کس مقصد کے تحت، مجھ تک پہنچے ہو۔"

"خُدا کے لیے خاموش ہو جاؤ، نعمان خان! دیکھو... سُنو... وہ آوازیں پھر آ رہی ہیں۔" گل خان نے آگے بڑھ کر جلدی سے کھڑکی کے پردے برابر کر دیے۔ "دیکھو، کوئی آ رہا ہے، شاید میرے دُشمن..."

"ہو سکتا ہے... لیکن وہ کون ہیں، مجھے بھی تو بتاؤ۔"

گل خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تاریک کمرے میں اُس کی گہری گہری سانسیں گونجتی رہیں۔ دفعتہً نعمان خان نے کہا۔

"اگر تمھیں شبہ ہے کہ یہاں تمھارے علاوہ بھی کوئی موجود ہے تو میں جا کر دیکھ آتا ہوں۔" اُس نے پستول اُٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھا لیکن گل خان نے لپک کر، اُس کا راستہ روک لیا۔

"نہیں، نعمان خان! خُدا کے لیے دروازہ مت کھولنا... میری بات سُنو... تمھیں احساس نہیں ہے کہ میرا سابقہ کن خطرناک لوگوں سے ہے... تم، میری بات پر یقین کیوں نہیں کر رہے؟ آخر مجھے اس کی وجہ بھی تو معلوم ہو۔"

"میرے خیال میں اس کی وجہ، تم بخوبی جانتے ہو۔" نعمان خان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مجھ سے جیسی جی چاہے قسم لے لو، میں کچھ نہیں سمجھ پایا۔ میں پہلے ہی بے حد پریشان ہوں۔ اگر اس وقت تم نے میری مدد نہ کی تو میری موت کے ذمّے دار تم ہو گے۔"

"بیٹھ جاؤ، گل خان! میرا خیال ہے کہ اس مکان میں تمھیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"نعمان خان! مجھے بتاؤ کہ آخر تم، میری طرف سے مشکوک

کیوں ہو؟"

"کیا تم، بادشاہ خان کے انتہائی خاص آدمیوں میں سے نہیں ہو؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"ہوں... بالکل ہوں۔ میں نے کب انکار کیا۔"

"اور کیا تم نہیں جانتے کہ بادشاہ خان کی وجہ سے ہمارے خاندان پر کیا قیامت نازل ہوئی ہے؟"

"کیوں نہیں جانتا... لیکن، میرے دوست! اس تباہی کی وجہ، تم بادشاہ خان کو کیوں قرار دیتے ہو؟ اُس کے جذبے نیک تھے۔ وہ اپنے بھائی کے انتقام کی آگ میں جل رہا تھا... وہ چاہتا تو شیران جیسے آدمی کو پہاڑوں ہی میں بھون کر رکھ دیتا لیکن اس نے پہاڑی قبیلوں کی روایت توڑنے کی کوشش نہیں کی۔ اُس نے تمھیں، وہ اعزاز دلانے کی کوشش کی جو پہاڑوں میں بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ ہر مقتول کا بڑا بیٹا، اُس کے قاتل سے انتقام لینے کا مجاز ہوتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی گالی نہیں ہو سکتی... لہٰذا بادشاہ خان نے تمھیں سُرخرو کرنا چاہا تھا... اگر اس کے بعد کے حالات، بادشاہ خان کے پیدا کردہ ہوتے تو تم ہی نہیں بلکہ سب اُس پر الزام لگاتے کہ اُس نے اپنے بھائی کا خاندان تباہ کر دیا۔ تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا، اُس میں زیادہ قصور حالات کا تھا۔

"بادشاہ خان تو دُہرا انتقام لینا چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ خون کی ندیاں تک بہا دینے پر تُل گیا تھا لیکن اُسے روکا گیا۔ اُسے یقین دلایا گیا کہ شیران کو اُس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا... اور اُسے یہ یقین دلانے والے، ایک بہت بڑے مُلک کی بہت بڑی تنظیم کے اہم ترین رُکن تھے۔

"پھر بادشاہ خان بھی اس تنظیم میں شامل ہو گیا۔ میں اور میرے ساتھ تین افراد کو بادشاہ خان کے نمائندوں کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔ تنظیم کی طرف سے دی جانے والی تمام ہدایات، میرے ہی ذریعے بادشاہ خان تک پہنچتی تھیں۔ ہم تنظیم میں رہ کر بادشاہ خان کے لیے کام کرتے تھے اور تنخواہ ہمیں اُسی مُلک سے ملتی تھی۔

"لیکن، نعمان خان! تمام بُرائیوں کے باوجود، ہمارے سینوں میں پہاڑوں کی محبت ہمیشہ سے رہی ہے اور رہے گی۔ ہم سب سے دغا کر سکتے ہیں لیکن اُن خوبصورت چٹانوں سے نہیں جن کے سائے میں ہم کھیل کر جوان ہوئے تھے۔ ہم اُن چٹانوں کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتے۔

"تنظیم میں رہتے ہوئے اتفاق سے ایک بار میں نے ایک سازش کی بُو سونگھ لی۔ مجھے اُس کا پہلا اشارہ، بیروت کے ایک پُررونق کیفے میں ملا... پھر اس کا سُراغ لگانے کے لیے مجھے دُنیا کے بے شمار ممالک کی خاک چھاننا پڑی... اور پھر جو معلومات مجھے حاصل ہوئیں وہ..."

گل خان بولتے بولتے رُک گیا اور اُس نے خوف زدہ نگاہوں سے پہلے کھڑکی کی طرف اور پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔ چند لمحوں بعد وہ ہانپتے ہوئے بولا۔ "تم سمجھ رہے ہو گے کہ میں مبالغے سے کام لے رہا ہوں... لیکن میں نے تمھیں جو بات بتائی ہے، وہ میرے ذہن کی گہرائیوں میں موجود ہے... اگر یہ سازش پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو ہمارے مقدّر غیروں کے ہاتھ میں ہوں گے اور پہاڑ، اُن کے قیدی ہوں گے۔ مجھے اس سازش کا پتہ چلانے کے لیے اپنے تینوں آدمی کھو دینے پڑے ہیں۔ ابھی تک بادشاہ خان کے کانوں تک یہ بات نہیں پہنچی ہے لیکن اُن لوگوں کو معلوم ہے کہ میں، اُن کا راز پا چکا ہوں چنانچہ اُنھوں نے مجھے خاموش کرنے کے لیے ہر حربہ آزما لیا ہے۔ مجھ پر تقریباً پندرہ قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں اور میں بہ مشکل، انھیں جُل دینے میں کامیاب ہوا ہوں لیکن میری زندگی کسی وقت بھی موت کے مُنہ میں جا سکتی ہے۔ وہ بہر صورت مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں۔"

"مگر وہ سازش کیا ہے، گل خان؟" نعمان خان کے لہجے میں اب کچھ نرمی پیدا ہو گئی تھی۔

"مجھے اس سازش کی تمام جزئیات کا تو علم نہیں، مختصراً اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ وہ پہاڑوں پر اقتدار کے خواب دیکھ رہے ہیں، وہ ہمیں اپنا غلام بنانے کے خواہاں ہیں اور اس سازش کی جڑیں نہ جانے کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں... میرے پاس کچھ ایسے اہم نکات موجود ہیں جو اگر بادشاہ خان تک پہنچ جائیں تو وہ اُن کے بارے میں صحیح طور پر معلوم کر سکتا ہے۔"

"تمھارا کیا خیال ہے، گل خان... بادشاہ خان جیسے اُن لوگوں نے اس علاقے کا سربراہ مقرر کیا ہے، اس سازش سے لاعلم ہو گا؟"

"میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میں بادشاہ خان کی فطرت سے واقف ہوں۔ اگر اُسے صحیح حالات کا علم ہو گیا ہوتا تو وہ، اُن لوگوں کا ساتھی ہرگز نہ بنتا۔ وہ بُرا ضرور ہے لیکن وہ اپنی مٹی، اپنی زمین کو غیروں کے ہاتھ کبھی فروخت نہیں کر سکتا۔"

"ہوں... بہرطور، اب تم یہ بتاؤ کہ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔" نعمان خان نے پوچھا۔

"میں یہاں ایک شخص سے ملنے آیا تھا، جو مجھے بادشاہ خان

تک پہنچا سکتا ہے۔ اس شخص کا نام حارث عابدی ہے اور یہ تمھیں، فلا ئنگ اسٹریٹ کے ایک ہوٹل اپرسن میں مل سکتا ہے۔ یہ شخص میرے ان معاملات سے کسی حد تک واقف ہے۔ ویسے مجھے اطلاع ملی تھی کہ بادشاہ خان بھی بنکاک میں موجود ہے اور وہ یہیں رہ کر اپنے کاروبار کو کنٹرول کر رہا ہے۔"

"کہاں...؟" نعمان خان چونک پڑا۔

"بنکاک میں... میں نے یہی سُنا تھا۔ دراصل بادشاہ خان ایک طرف تو تنظیم کا رُکن ہے لیکن دوسری طرف اُس نے اپنا ایک الگ گروہ بنالیا ہے جو اسمگلنگ کرتا ہے۔ اس گروہ میں... مختلف ممالک کے آٹھ افراد شامل ہیں جو اپنے اپنے مُلک میں بادشاہ خان کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔ میں اُن آٹھوں افراد کو جانتا ہوں۔ اُن میں سے ایک جرمن ہے، دو برطانوی ہیں، دو فرانسیسی ہیں، ایک بلجیئم کا باشندہ ہے، ایک انڈین ہے۔"

"خُدا کی پناہ... تو کیا بادشاہ خان بھی...؟"

"ہاں... بادشاہ خان بھی..."

"اور وہ بنکاک میں موجود ہے؟"

"ہاں..."

"تمھیں یقین ہے، گُل خان؟"

"ہاں مجھے یہی اطلاع ملی تھی اور اسی لیے میں یہاں اُس شخص سے ملنے آیا ہوں جو بادشاہ خان کا پتہ جانتا ہے۔"

نعمان خان کے ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔ بادشاہ خان کے کاروبار کے متعلق، وہ اتنا تو جانتا تھا کہ وہ کئی ممالک میں پھیلا ہُوا ہے لیکن وہ اسمگلر ہوگا، یہ اُسے نہیں معلوم تھا۔ نعمان خان، بنکاک میں کافی وقت گزار چکا تھا اور خود اُس نے وہاں کافی ہنگامے کیے تھے۔ اگر بادشاہ خان وہاں موجود ہوتا تو کہیں تو اُس کا نام سُننے کو ملتا... شاید ڈاکٹر برٹیوسے اس بارے میں کچھ معلوم ہو سکے... یا پھر ممکن ہے گُل خان جھوٹ بول رہا ہو۔

دفعتہً دونوں چونک پڑے۔ اب تک تو صرف گُل خان ہی باہر قدموں کی آوازیں سُن رہا تھا لیکن اب نعمان خان نے بھی محسوس کر لیا کہ کھڑکی کے دوسری طرف کوئی موجود ہے۔ دونوں نے بہ یک وقت مُڑ کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔

دفعتہً کھڑکی کا ایک شیشہ چھناکے سے ٹوٹ گیا اور اُس کے ساتھ ہی دو فائر ہُوئے۔ گُل خان لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اُس کی گردن سے خُون کا فوارہ اُبل رہا تھا۔ نعمان خان پھُرتی سے نیچے بیٹھ گیا لیکن اسی وقت تڑپتے ہُوئے گُل خان کی لات پُوری قوت سے اُس کے سینے پر پڑی اور وہ اُچھل کر دُور جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی لگاتار تین فائر ہُوئے اور گولیاں فرش پر اُس جگہ لگیں جہاں ایک لمحے قبل نعمان خان موجود تھا۔

"بالآخر، وہ لوگ پہنچ ہی گئے... میں نہ کہتا تھا کہ... مم... میں مر رہا ہُوں... لیکن تم خود کو سنبھالو... خُود کو بچاؤ، نعمان خان... تم میرے مشن کی تکمیل کرنا... بادشاہ خان کو اس سلسلے میں... عابدی سے تمھیں معلومات ہو سکتی ہیں... عابدی..." اس کے حلق سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں اور پھر کرب سے اُس کا مُنہ کھُلا رہ گیا۔

نعمان خان نے اپنی جگہ سے حرکت کی تو اُسی وقت ایک اور فائر ہُوا... اور اُسے اپنے کندھے میں انگارہ سا اُترتا محسوس ہُوا۔ اُس نے اپنی جیب سے پستول نکالا اور کھڑکی کی طرف رُخ کر کے دو فائر... جھونک مارے۔ اُن کے جواب میں کھڑکی پر فائر کیا گیا اور گولی اُس کے کان کو چھُوتی گُزر گئی... اس کے ساتھ ہی کئی شیشے ٹوٹے۔

'اب وہ لوگ کمرے میں داخل ہونے ہی والے ہیں' وہ... سانپ کی طرح رینگتا ہُوا، دوسرے دروازے کی طرف بڑھا جو ایک چھوٹے سے کمرے میں کھُلتا تھا۔ اُس کمرے سے گُزر کر وہ، راہداری میں پہنچ سکتا تھا۔

جیسے ہی وہ چھوٹے کمرے سے نکل کر، راہداری میں داخل ہُوا کسی نے اُس پر چھلانگ لگا دی اور دونوں اُلجھ کر گر پڑے۔ نعمان خان نے گرنے کے بعد خود کو سنبھالا... پھر اُس کا ایک پاؤں پوری قوت سے گھُوما اور حملہ آور کے حلق سے ایک کریہہ چیخ نکل گئی اور وہ، دو تین قلابازیاں کھا کر دیوار سے جا ٹکرایا۔

نعمان خان نے اُس وقت اُس سے اُلجھنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ زخمی تھا اور پھر اُسے حملہ آوروں کی تعداد کے بارے میں بھی علم نہیں تھا۔ لہٰذا اُس نے یہی بہتر سمجھا کہ وقت ضائع کیے بغیر، اس مکان سے نکل بھاگا جائے۔

چند لمحوں بعد، وہ ایک باڑ کے قریب پہنچ گیا۔ جو سڑک اور لان کے درمیان تھی۔ زخموں کی پروا کیے بغیر، اُس نے باڑ کے دوسری طرف چھلانگ لگا دی جس کے نتیجے میں اُس کے جسم پر بہت سی خراشیں آئیں۔ اسی وقت کسی نے چیخ کر کچھ کہا۔ غالباً کسی حملہ آور نے اپنے ساتھیوں کو خبردار کیا تھا۔

اچانک نعمان خان کو ذرا فاصلے پر کھڑی ہُوئی ایک کار کی سُرخ بتیاں نظر آئیں اور اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ یقیناً یہ کار حملہ آوروں کی ہوگی۔ اگر کسی طرح اس کار پر قبضہ کرے تو وہ بہ آسانی یہاں سے نکل سکتا ہے۔

وہ چاروں ہاتھوں پیروں کے بل رینگتا ہُوا کار کی جانب بڑھا اور اُس کے قریب پہنچ کر، آس پاس کسی کی موجودگی کا جائزہ لینے لگا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ غالباً سب حملہ آور اُتر کر مکان میں داخل ہو گئے تھے۔ وہ اسی طرح رینگتا ہُوا آگے بڑھا اور ہاتھ اُٹھا کر کار کے دروازے کے ہینڈل کو دبا کر کھینچا تو دروازہ کھُل گیا۔ اس کی باچھیں خوشی سے کھِل گئیں کیونکہ اگنیشن میں چابی بھی موجود تھی۔

دوسرے ہی لمحے وہ کار کے اندر تھا لیکن گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی ایک فائر ہُوا اور کار کی ونڈ اسکرین چکنا چُور ہو گئی۔ نعمان خان نے کار کو ایک دم فل اسپیڈ پر چھوڑ دیا۔ گولیاں بارش کی طرح برس رہی تھیں لیکن اب وہ اُن کی زد سے نکل چکا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ ذیلی سڑک سے نکل کر چوڑی سڑک پر آگیا۔ اس دوران میں اُس نے عقبی سمت میں بھی نگاہ رکھی تھی۔ ممکن ہے اُن لوگوں کے پاس دوسری گاڑی ہو جس سے وہ اس کا تعاقب کریں لیکن چوڑی سڑک پر بھی کافی دُور نکل آنے کے بعد کوئی گاڑی نظر نہیں آئی تھی۔

اس کے کندھے میں شدید ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ ہونٹ خُشک ہو گئے تھے اور اُسے پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ چند لمحوں تک اُس کی سمجھ میں نہیں آسکا کہ کہاں جائے۔ یُوں تو ہانگ کانگ میں اس کے بے شمار ٹھکانے تھے... وہ کسی ٹھکانے پر جا کر، اپنے آدمیوں کے سوالوں کا نشانہ نہیں بننا چاہتا تھا لیکن کندھے کا زخم بھی ایسا نہ تھا کہ اُسے یُونہی چھوڑ دیا جاتا۔

وہ ایک سڑک سے دوسری سڑک کی طرف بڑھتا رہا۔ ایک جگہ اُسے فرسٹ ایڈ پوسٹ نظر آئی تو اُس نے وہاں اپنا زخم دِکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر کو اُس نے اُلٹی سیدھی کہانی سُنا کر مطمئن کیا اور بینڈیج کروا کے دوبارہ کار میں آبیٹھا۔ یہ کار اب اُس کے لیے خطرناک تھی اس لیے وہ اسے چھوڑ دینا چاہتا تھا۔

اُسے احساس ہو چکا تھا کہ جو خطرہ گُل خان کو درپیش تھا، اب اُس کے گرد منڈلانے لگا ہے۔ وہ لوگ اب یہ تاثر لیں گے کہ گُل خان نے مرنے سے پہلے اپنا راز، نعمان خان کو منتقل کر دیا ہے۔ چنانچہ اب وہ اُس کے خُون کے پیاسے ہو جائیں گے۔ ایسے حالات میں اپنے کسی اڈے کا رُخ کرنا کسی طور بھی مناسب نہ ہوگا۔ بلکہ کسی نئی جگہ کا انتخاب کر کے صُورت حال کا جائزہ لینا چاہیے۔ اُس کے لباس پر خُون کے دھبے پڑے ہُوئے تھے۔ جن کی وجہ سے وہ کسی بارونق جگہ جاتے ہُوئے کترا رہا تھا لیکن اس کے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔

کافی غور و خوض کے بعد بالآخر، اُس نے ایک شبینہ ریسٹورنٹ کے سامنے کار روک لی اور ریسٹورنٹ میں داخل ہو گیا۔ ریسٹورنٹ میں اس وقت بھی کافی رونق تھی۔ ملاح اور دوسرے بے فکرے قسم کے لوگ وہاں منشیات اور کافی وغیرہ سے شغل کر رہے تھے۔

نعمان خان ایک قدرے تاریک گوشے والی میز پر جا بیٹھا۔ یہاں، اُس کے خُون کے دھبوں پر کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک کاؤنٹر تھا جہاں بارٹینڈر کھڑا تھا۔ نعمان خان نے کافی طلب کی۔ گرم گرم کافی کے گھونٹ، اُسے بے حد فرحت بخش رہے تھے۔ زخم کی تکلیف چونکہ کم ہو چکی تھی اس لیے اب وہ اُس کی طرف سے لاپروا ہو گیا تھا۔ وہ کافی پیتا رہا اور سوچتا رہا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے لباس کا مسئلہ تھا۔ کم از کم ایک کوٹ ہی مل جاتا تو اُس سے خُون کے دھبے مٹائے جا سکتے تھے۔

پھر اُس نے فیصلہ کیا کہ اپنے کسی چھوٹے سے اڈے سے رابطہ قائم کر کے ایک گاڑی منگوالے۔ اپنے لوگوں سے بالکل کٹ کر بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی میز سے اُٹھ کر، کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ بارٹینڈر نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

"ٹیلی فون..." نعمان خان نے بھاری لہجے میں کہا اور اس انداز میں کھڑا ہو گیا کہ بارٹینڈر کی نظر، اُس کے خُون کے دھبوں پر نہ پڑ سکے۔ بارٹینڈر نے ٹیلی فون اُٹھا کر، اُس کے سامنے رکھ دیا اور وہ ریسیور کان سے لگا کر نمبر ملانے لگا۔ تھوڑی دیر تک دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی پھر ریسیور اُٹھا لیا گیا۔

"تاؤسو بول رہا ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں نعمان خان ہُوں۔"

"اوہ... مسٹر خان!" دوسری طرف سے بولنے والا مستعد ہو گیا۔

"میں ایک ریسٹوران میں موجود ہُوں۔ جس کا نام شاید بلُو مُون ہے۔ تم گاڑی لے کر آجاؤ... اور ایک ایسا کوٹ اپنے ساتھ لے آنا جو میرے جسم پر آسکے... فوری طور پر پہنچ جاؤ۔ میں تمھارا انتظار کر رہا ہُوں۔"

"او کے چیف! میں پہنچ رہا ہُوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور نعمان خان نے ریسیور رکھ دیا... پھر جیب سے ایک چھوٹا سا نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر رکھا اور واپس اپنی جگہ آبیٹھا۔ اُسے بے چینی سے تاؤسو کی آمد کا انتظار تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد تاؤسو نظر آیا۔ وہ ایک دُبلا پتلا، مقامی باشندہ تھا۔ اُس نے ہال کے دروازے میں رُک کر بیٹھے ہُوئے لوگوں کا جائزہ لیا اور نعمان خان پر نظر پڑتے ہی، اُس کے قریب پہنچ گیا...

"خیریت چیف...؟"

"اسلحہ ہے، تمھارے پاس؟"

"ہاں، پستول ہے۔"

"ہوشیار رہنا... اور کوٹ مجھے پہنا دو۔" نعمان خان نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن کوئی اُن کی طرف متوجہ نہیں تھا۔
کوٹ پہناتے ہوئے تاؤ سو اُچھل پڑا۔ "اوہ، باس، خون..."
"ہاں... چونکنے کی ضرورت نہیں۔ ویٹر کو بُلا کر بل ادا کرو۔"
"او۔ کے، چیف..." تاؤ سو جلدی سے بولا اور بل ادا کر کے وہ دونوں، ریسٹورنٹ سے باہر نکل آئے۔

⊙

بڑی تہلکہ خیز خبر تھی جس کا مختلف لوگوں پر مختلف رَدِّعمل ہُوا تھا۔ بادشاہ خان نے صبح کے ناشتے پر اخبار دیکھا تو چائے کا گھونٹ اُس کے مُنہ سے نکل پڑا اور اُس کی پھٹی پھٹی آنکھیں، اخبار میں چھپی ہُوئی تصویر اور خبر پر جم گئیں۔
تصویر شیران ہی کی تھی۔ کسی نے اُسے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا اور اُس کی لاش، براؤننگ پارک کے چوراہے پر ڈال دی تھی... پولیس رپورٹ تھی کہ یہ شخص جرائم پیشہ اور قاتل تھا اور پولیس کو کئی وارداتوں میں مطلوب تھا۔ خیال تھا کہ اُس کے کسی دُشمن نے اُسے قتل کیا ہے۔
اس کے بعد بادشاہ خان سے ناشتہ نہیں کیا گیا۔ اُس کی ذہنی کیفیت عجیب سی ہو گئی تھی۔ جب اُسے یہ یقین ہو گیا کہ خبر میں کوئی شک و شُبہ نہیں ہے تو وہ اُٹھا اور دیوانہ وار دوڑتا ہُوا، اُس کمرے میں پہنچا جہاں وہ، ایڈنا ڈمپل سے رابطہ قائم کیا کرتا تھا۔ اُس نے بڑی بے صبری سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس پر ایڈنا کو کال کرنے لگا لیکن ایڈنا کی بجائے، اُس کے ماتحت کیگارو سے رابطہ قائم ہُوا تھا۔
"مادام کہاں ہیں؟"
"وہ اس وقت شہر میں موجود نہیں ہیں، خان!"
"کہاں گئی ہیں؟"
"یہ بھلا کسی کو کیا معلوم۔"
"اخبار دیکھ چکے ہو؟"
"جی ہاں... اور اس سلسلے میں آپ سے رابطہ قائم کرنے ہی والا تھا۔"
"وہ شیران ہی ہے، نا؟"
"سو فی صدی۔"
"اُسے کس نے قتل کیا ہے؟"
"ہمارے کسی آدمی نے نہیں لیکن مادام خود بھی اُس کی تاک میں تھیں۔"
"اوہ... ممکن ہے، خود مادام نے..." بادشاہ خان بولا۔
"ہاں، اس کے امکانات ہیں، بادشاہ خان! لیکن ابھی ہمیں اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے۔"
"او۔ کے! مادام جس وقت بھی آئیں، اُن سے معلومات... حاصل کر کے، مجھے اس بارے میں اطلاع دینا... میں انتظار کروں گا۔"
"ٹھیک ہے، جناب!" دوسری طرف سے جواب ملا اور بادشاہ خان، ٹرانسمیٹر بند کر کے، اُسی کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اُس کے چہرے پر اب بھی ہیجان کے آثار تھے... اُس نے دوبارہ ٹرانسمیٹر آن کیا اور ایک نئی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد وہاں سے بھی رابطہ قائم ہو گیا۔
"یس... وائی تھری۔"
"خان بول رہا ہے۔"
"حکم، خان؟"
"پولیس کو ایک لاش ملی ہے۔ اُس کی تصویر اور تفصیلات آج کے اخبار میں موجود ہیں۔ لاش کس کی ہے اور اب کہاں ہے، معلوم کر کے مجھے جواب دو۔ میں منتظر ہُوں۔"
"بہتر ہے، خان! میں ابھی معلوم کراتا ہُوں۔"
بادشاہ خان، ٹرانسمیٹر بند کر کے، اُس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ، اس اطلاع سے خوش ہو یا رنجیدہ... اُسے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ وہ کون جیالا ہے جس نے اس عفریت کو ہلاک کر دیا ہے... ایڈنا ڈمپل کے علاوہ، اُس کا ذہن اور کہیں نہیں جاتا تھا... لیکن لاش چوراہے پر کیوں ڈال دی گئی؟
ایک گھنٹے تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا... پھر اُسے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہُوا۔
"ہاں، کیا رپورٹ ہے؟"
"مرنے والا قبائلی ہے۔ اُس شخص نے کافی خُون ریزی کی ہے اور پولیس اُس کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ ابھی چند روز قبل، اُس نے دو پولیس سارجنٹوں کو بھی ہلاک کر دیا تھا۔ پولیس ابھی اُس کا نام معلوم نہیں کر سکی ہے۔"
"لاش کہاں ہے؟"
"پولیس کے بڑے اسپتال میں۔ ابھی اُس کے بارے میں تحقیقات ہو رہی ہے۔"
"وائی تھری..." بادشاہ خان نے سرد لہجے میں کہا۔ "مجھے اس لاش کی ضرورت ہے، ہر قیمت پر... خواہ اس کے لیے کچھ بھی

کرنا پڑے، جس طرح بھی ممکن ہو، لاش حاصل کی جائے۔"
"او۔ کے، چیف! لاش حاصل کر لی جائے گی۔ اُسے کہاں پہنچایا جائے؟"
"میرے پاس... ہوشیاری زندگی کی ضمانت ہے۔"
"ایسا ہی ہو گا، چیف!" وائی تھری نے کہا۔ بادشاہ خان نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اب وہ کسی قدر مطمئن نظر آ رہا تھا۔

★★

سدھاشی کے حلق سے دل خراش چیخ نکل گئی۔ اُس کا سر اس بُری طرح چکرایا کہ وہ کُرسی سے گرتے گرتے بچی۔ اخبار، اُس کے ہاتھ چھوٹ گیا۔ چند لمحات تک وہ ڈولتی رہی پھر اُس نے خود کو سنبھالا... آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر، اُس تصویر کو دیکھنے لگی۔
"نہیں، نہیں... ناممکن... نہیں شیران! تم اس طرح نہیں مر سکتے۔ نہیں، شیران، نہیں..." وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اُس کی خاص مُلازمہ اُس کے پاس آ گئی۔ سدھاشی کو اس حال میں دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی۔
"میڈم... میڈم... پلیز! یہ میں کیا دیکھ رہی ہُوں؟ کیا ہو گیا، میڈم؟" وہ اخبار دیکھنے لگی۔
سدھاشی بُری طرح رو رہی تھی۔ "آہ، میرے دُشمن! مجھے بھی قتل کر دیا ہوتا..."
"میڈم... میڈم... خود کو سنبھالیں۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟"
دفعتاً سدھاشی اُٹھی اور اُس کمرے کی طرف بڑھ گئی جہاں فون رکھا تھا۔ دھندلائی ہوئی آنکھوں کو صاف کرتے ہُوئے، اُس نے گریچر کو فون کیا۔ "ہیلو، گریچر سے بات کراؤ۔" سلسلہ ملنے پر اُس نے کہا۔
"گریچر ہی بول رہا ہے۔"
"اوہ، گریچر... یہ کیا ہو گیا؟ کیسے ہو گیا؟" سدھاشی خود پر قابو نہ پا سکی۔
"میں سمجھا نہیں، مادام؟" گریچر کے لہجے میں حیرت تھی۔
"کیا تم نے آج کا اخبار دیکھا ہے؟"
"اوہ... ابھی اتفاق نہیں ہُوا۔"
"گریچر! شیران کو قتل کر دیا گیا ہے... شیران مر چکا ہے، گریچر!"
"ناممکن..." گریچر کی مضبوط آواز سُنائی دی۔
"یہ ہو چکا ہے، گریچر! میں نے تمھیں اس لیے فون کیا تھا... کہ اب سب کچھ بیکار ہے۔" وہ سسکنے لگی۔
تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی روتی رہی... پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہُوئی۔ "مجھے کوئی لباس نکال دو۔" اُس نے بھرّائی ہُوئی آواز میں مُلازمہ سے کہا۔
تھوڑی دیر بعد وہ تیار ہو کر باہر نکل آئی۔ اُس نے پستول لوڈ کر کے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ پھر اُس کی کار سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔ آخر وہ اس چوک میں پہنچ گئی جہاں شیران کی لاش پائی گئی تھی۔ اب وہاں کچھ نہیں تھا۔ چوراہے پر پولیس کے دو سپاہی موجود تھے۔ اُس نے کار سڑک کے کنارے روکی اور پولیس والوں کو ہاتھ کے اشارے سے بُلایا۔ دونوں اُس کے پاس پہنچ گئے۔
"کیا یہ وہی چوراہا ہے جہاں آج ایک لاش پائی گئی تھی؟"
"یس، میڈم..." پولیس والے نے جواب دیا۔
"لاش کہاں لے جائی گئی ہے؟"
"پولیس کے بڑے ہوسپٹل۔" جواب ملا۔
سدھاشی چند لمحے وہیں کھڑی اطراف کا جائزہ لیتی رہی پھر وہاں سے چل پڑی۔ تھوڑی دیر بعد وہ، پولیس ہاسپٹل میں تھی۔ ڈاکٹروں اور نرسوں کے تعاون سے بالآخر وہ اس جگہ پہنچ گئی جہاں شیران کی لاش رکھی ہُوئی تھی۔
وہ، شیران ہی تھا۔ بظاہر صبر و سکُون سے اُس نے لاش دیکھی لیکن اُس کے دل میں آگ کا سمندر موجزن تھا۔ سدھاشی کافی دیر تک لاش کے سامنے کھڑی رہی... پھر وہ پلٹی تو اُس نے اپنے عقب میں ایک آفیسر کو کھڑے دیکھا جو اُسے ہی گھُور رہا تھا۔
"ہیلو..." وہ سدھاشی کو مُڑتے دیکھ کر بولا۔
"ہیلو..." سدھاشی نے خشک لہجے میں کہا۔
آفیسر نے اُسے اپنا کارڈ دکھلاتے ہُوئے کہا۔ "ہمیں ہر اُس شخص سے دلچسپی ہے، میڈم! جو اس لاش میں دلچسپی لے۔"
"فرمایے، میں کیا خدمت کر سکتی ہُوں؟"
"آپ اسے جانتی ہیں؟"
"نہیں..."
"اوہ... لیکن آپ کافی دیر سے اس کے پاس موجود ہیں۔"
"ہاں... مجھے اسی جیسے ایک شخص کی تلاش ہے۔"
"غالباً آپ کو شبہ ہُوا تھا کہ یہ وہی شخص ہے۔"
"ہاں، یہی بات ہے۔"
"یہ شبہ آپ کو کیوں ہُوا؟"
"اخبار میں اس شخص کی تصویر دیکھ کر۔"
"وہ شخص کس سلسلے میں آپ کو مطلوب تھا؟"
"یورپ میں وہ، میرا کلاس فیلو تھا۔"

"کیا نام تھا، اُس کا؟"

"تراب خان..."

"گویا وہ بھی قبائلی ہی ہے۔" آفیسر نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "کتنے عرصے قبل، آپ اُس سے جُدا ہوئی تھیں؟"

"تقریباً سات سال ہو گئے۔" سدھاشی نے جواب دیا۔ اب وہ پہلے جیسی معصوم لڑکی نہیں تھی۔ اُس نے آفیسر کو ذرا بھی شُبہ نہیں ہونے دیا تھا۔

"یہ بھی تو ممکن ہے، میڈم! ان سات سالوں میں اُس کے اندر کچھ تبدیلیاں ہو گئی ہوں۔"

"ہاں...! ہو سکتا ہے۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ وہی ہو۔"

"اس ناممکن کو آپ ضرور ممکن بنا سکتے ہیں۔" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

آفیسر بغور اُسے دیکھ رہا تھا... پھر اُس نے نوٹ بُک نکالی اور بولا۔ "براہِ کرم، آپ اپنا نام و پتہ نوٹ کرائیں۔"

"وہ کیوں؟"

"ممکن ہے، ہمیں، آپ کی ضرورت پیش آئے۔"

سدھاشی اپنا نام و پتہ لکھوانے کے بعد وہاں سے چل پڑی... اُس کی آنکھیں بالکل خشک تھیں۔ وہ تیز رفتاری سے کار دوڑاتی ہوئی اپنی قیام گاہ پر واپس پہنچ گئی۔

وہ سیدھی اُس کمرے میں گئی جہاں مارلینو سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ٹرانسمیٹر موجود تھا... مارلینو سے رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی۔ دوسری طرف خود مارلینو ہی تھا۔

"مسٹر مارلینو..." سدھاشی بھاری لہجے میں بولی۔

"ہیلو، سدھاشی! کیا رپورٹ ہے؟ مجھے بتاؤ، کیا تم نے اپنے طور پر بھی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی؟"

"کیا آپ تک یہ اطلاع پہنچ چکی ہے، مسٹر مارلینو؟"

"ہاں، ابھی گریچر نے مجھ سے گفتگو کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ وہ مکمل معلومات حاصل کر کے اطلاع دے گا۔"

"میں، اسپتال ہو آئی ہوں، چیف! اور میں نے شیران کی لاش بھی دیکھ لی ہے۔"

"وہ... لیکن مجھے اب بھی شُبہ ہے، سدھاشی!"

"نہیں، چیف! شیران کے دُشمن اُسے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔"

"پورے وثوق سے کہہ رہی ہو، سدھاشی؟"

"ہاں، چیف! اور اب میں اُس کے قاتلوں سے انتقام لینا چاہتی ہوں۔ میں نے آپ کو اسی لیے زحمت دی ہے کہ آپ، میری رہنمائی کریں... میں، آپ کو زیادہ زحمت نہیں دوں گی، صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ اپنے وسائل سے یہ معلوم کرا دیں کہ اُس کے قاتل کون ہیں... اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر میں، آپ سے اجازت چاہتی کہ مجھے اپنے طور پر اس سلسلے میں کچھ کرنے دیں۔"

"ہُوں... میرا انتظار کرو، سدھاشی! میں، بنکاک پہنچ رہا ہوں۔ تم جانتی ہو کہ شیران، میرے لیے کتنا قیمتی تھا۔ وہ، میرا دستِ راست تھا۔ قاتل ضرور سامنے آئیں گے۔ تم اس سلسلے میں فکر مند مت ہو... میرا انتظار کرو۔" مارلینو کے الفاظ اتنے مؤثر تھے کہ سدھاشی کے لیے کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہ رہی۔ "جتنی جلد ممکن ہو سکا، میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، چیف! میں انتظار کروں گی۔" سدھاشی نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

وہاں سے نکل کر وہ اپنی خواب گاہ میں آ گئی اور دروازہ بند کر کے مسہری پر جا لیٹی۔ بلاشبہ شیران کے بعد اب اُس کی زندگی میں کچھ نہیں رہا تھا... اب تک وہ جس گھٹن میں زندگی گزارتی آئی تھی۔ آج وہ گھٹن، سینے کا پنجر توڑ کر باہر نکل آنے کو بے چین تھی۔ شیران سے بہت عرصے سے اُس کی ملاقات نہیں ہُوئی تھی۔ اُس نے کئی بار اُسے دُور سے دیکھا تھا، قریب پہنچنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ شیران اُسے زندہ نہ چھوڑتا۔

"کاش! میں، اُن کے ہاتھوں سے ماری جاتی... کم از کم یہ دن تو دیکھنا نہ پڑتا۔" وہ بڑبڑائی۔ اُسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ چونک پڑی... پھر وہ جھلائے ہُوئے انداز میں بولی۔ "کون ہے؟ بھاگ جاؤ، میں اس وقت کسی سے ملنا نہیں چاہتی۔"

"دروازہ کھولیے، مادام! بہت ضروری کام ہے۔" ایک مردانہ آواز سُنائی دی۔ لہجے میں احترام تھا اور یہ آواز سدھاشی کے لیے اجنبی تھی۔ وہ سنبھل گئی۔ 'یہ کون ہو سکتا ہے؟' وہ سوچتے ہُوئے اُٹھی اور بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھلتے ہی ایک عجیب سا غبار، اُس کے چہرے سے ٹکرایا۔ زرد زرد سی روشنی ہُوئی تھی۔ غالباً کسی خاص قسم کے پستول سے فائر کیا گیا تھا۔ سدھاشی کی سانس رُکنے لگی۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر پیچھے ہٹی لیکن گرنے سے پہلے ہی کئی ہاتھوں نے اُسے سنبھال لیا۔ سدھاشی نے اُن ہاتھوں کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی لیکن چند ہی لمحوں بعد وہ بے ہوش ہو کر اُن ہاتھوں میں جھول گئی۔

وہ لوگ، سدھاشی کے بے ہوش جسم کو سنبھالے کمرے سے نکل آئے ... میں دو مُلازم بے ہوش پڑے تھے۔ اُن کے علاوہ پوری عمارت ... اور کوئی نہیں تھا، اس کے باوجود، اُن لوگوں نے عمارت کے ... دروازے کا رُخ نہیں کیا۔ وہ لوگ، عمارت کے عقبی حصّے میں پہنچ ... اور پھر باہر نکلنے کے لیے اُنھیں عقبی دیوار پھاندنا پڑی تھی۔

دیوار سے دوسری طرف اُترنے کے بعد وہ کافی دُور تک سدھاشی ... اُٹھائے چلتے رہے... پھر وہ ایک لمبی سی کار کے قریب پہنچ گئے اور ... سدھاشی کے بے ہوش جسم کو، کار کی عقبی سیٹ پر ڈال دیا گیا۔

"گھاؤ نج..." اگلی سیٹ سے آواز اُبھری اور ڈرائیونگ سیٹ ... بیٹھے ہُوئے شخص نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

★★

واقعات کا ایک طویل سلسلہ تھا جس کی ابتدا، اینڈرا گاؤچی سے ... تھی۔ اس معزز عورت کو، اس قبائلی نے دھوکا دیا تھا پھر کچھ لوگوں ... کر کے فرار ہو گیا تھا۔ پولیس، اُس کی تلاش میں سرگرداں رہی... پھر ... اور ایسے واقعات ہُوئے جن سے پتہ چلا کہ یہ شخص باقاعدہ جرائم پیشہ ... ایک ہوٹل میں فائرنگ کر کے، اُس نے ایک شخص کو اغوا کرنے ... کوشش کی جسے ناکام بنا دیا گیا۔ اس جرائم پیشہ قبائلی کی گرفتاری کے ... بہترین پولیس کے سُراغ رساں کام کر رہے تھے... پھر جب اُس کی ... ملی تو سب متحیر رہ گئے۔ اس کے بارے میں ایک چھوٹی سی میٹنگ ... اور یہی طے پایا کہ اس قبائلی کا قتل، کسی دُشمنی ہی کا نتیجہ ہے۔ ہو سکتا ہے ... کسی حریف نے اسے قتل کر دیا ہے۔

بہر طور، لاش، اسپتال کے سردخانے میں پہنچا دی گئی اور طے ... پا گیا کہ اگر اس کا کوئی وارث نہ ملا تو اسے سرکاری طور پر ٹھکانے لگا ... دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی تھی اور ... کے مطابق سردخانے کے محافظ اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔

آج بھی دو محافظ، سردخانے کے صدر دروازے پر بیٹھے اپنا ... پورا کر رہے تھے کہ اچانک ہی راہداری کے سرے پر پانچ نقاب ... نمودار ہُوئے جو اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔

دونوں محافظ متحیرانہ انداز میں اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ اس سے پہلے ... کچھ کارروائی کرتے، نقاب پوش، اُن کے سروں پر پہنچ گئے... اور ... میں سے ایک نے اُن دونوں محافظوں کی گردنوں میں ہاتھ ڈال کر اُنھیں ... لیا۔ دوسرا سرد لہجے میں بولا۔

"اگر تمہارے حلق سے کوئی آواز نکلی تو وہ تمہاری آخری آواز ... چلو، دروازہ کھولو۔"

... محافظ نے جس کے پاس سردخانے کی چابیاں تھیں، کانپتے ہاتھوں سے چابی نکالی اور دروازہ کھول دیا۔ وہ پانچوں، اُن دونوں محافظوں کو دھکیلتے ہُوئے سردخانے میں داخل ہو گئے... پھر اُن میں سے ایک نے سردخانے کا دروازہ بند کر دیا۔

"وہ لاش کہاں ہے، جو چودلبے پر ملی تھی اور پولیس کی وساطت سے یہاں پہنچی تھی؟" اُن میں سے ایک نقاب پوش نے کڑک کر پُوچھا۔

"وہ... وہ سامنے ریک میں رکھی ہُوئی ہے۔" ایک محافظ نے گھگھیاتے ہُوئے کہا۔

"چلو، دِکھاؤ۔" اُسی آدمی نے کہا... اور پھر وہ لوگ لاش کے نزدیک پہنچ گئے۔ وہ، شیران ہی کی لاش تھی۔ اُن میں سے ایک آدمی نے پلاسٹک کا بڑا سا تھیلا نکالا اور اُس کی زپ کھول دی۔ دو آدمیوں نے لاش کو ریک سے گھسیٹا اور اُٹھا کر تھیلے میں ڈال دیا... پھر تھیلے کی زپ بند کر دی گئی اور وہی دونوں آدمی تھیلا اُٹھا کر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"تم یہیں آرام کرو۔" ایک شخص نے کہا... پھر اس سے قبل کہ وہ کچھ سمجھ سکتے، اسٹین گنوں کے دستے، اُن کے سر کے پچھلے حصّوں پر پڑے۔ محافظوں کے حلق سے دل خراش چیخیں نکلیں اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔

نقاب پوش، لاش کے تھیلے کو سنبھالے باہر آئے اور پھر تیزی سے اُس راہداری میں چل پڑے جو اسپتال کی عقبی سمت میں جاتی تھی۔ وہ اسی راستے سے آئے تھے... تھوڑی دیر بعد وہ سیاہ رنگ کی ایک ویگن کے قریب تھے جس میں چار آدمی، اُن کے منتظر تھے۔

تقریباً بیس منٹ کے سفر کے بعد ویگن، ایک خوبصورت کوٹھی کی چار دیواری میں داخل ہُوئی اور پورچ میں پہنچ کر رُک گئی۔ تمام نقاب پوشوں نے اپنے چہرے، نقابوں سے آزاد کر لیے۔ اُن میں کچھ مقامی تھے اور کچھ یورپین۔

پانچوں آدمی، لاش کا تھیلا اُٹھائے ایک ہال میں داخل ہُوئے جہاں بادشاہ خان موجود تھا۔ اُس کے ساتھ دو تین آدمی اور بھی تھے۔ یہ لوگ بیٹھے کسی موضوع پر تبادلۂ خیال کر رہے تھے۔ قدموں کی چاپ سُن کر اُنھوں نے دروازے کی طرف دیکھا اور اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ لاش کے لیے پہلے ہی انتظام کر لیا گیا تھا۔ ہال کے ایک کونے میں، ایک آپریشن ٹیبل موجود تھی۔ لاش کو لے جا کر اُسی پر رکھ دیا گیا۔ بادشاہ خان، لاش کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا لاش متعفن ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں، جناب! میرا خیال ہے کہ اسے اسپرے کر کے رکھا گیا

ہے۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"ٹھیک ہے، کھولو۔" بادشاہ خان نے کہا۔

زِپ کھول کر لاش کو تھیلے سے نکال لیا گیا۔ ایک آدمی، بوتل اُٹھا کر، لاش کی طرف بڑھا۔ اس بوتل پر سائفن لگا ہُوا تھا اور بوتل میں گہرے سبز رنگ کا سیال بھرا ہُوا تھا۔ اُس نے اس سیال کو لاش کے چہرے پر اسپرے کیا اور انتظار کرنے لگا۔

بادشاہ خان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ لاش کے بالکل نزدیک کھڑا ہُوا تھا۔ اُس کے ذہن میں ہلچل مچی ہُوئی تھی۔ "میں نہیں کہہ سکتا کہ تقدیر کس کے لیے کون سے راستوں کا انتخاب کرتی ہے۔" بادشاہ خان بھاری آواز میں بولا۔ "لیکن میری دلی خواہش تھی کہ اس کُتے کا سر کاٹ کر تہانہ کے داخلی دروازے پر لٹکا دیا جائے لیکن... لیکن حالات نے اس کی اجازت نہیں دی... ہم لوگ شیر کی طرح خود شکار کرتے ہیں۔ دوسروں کے شکار کو ہم کبھی اپنا نہیں مانتے۔ یہ حادثہ، میری زندگی کا المیہ ہے۔ کاش! میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے اُسے مارا ہوتا۔"

"یہ اندازہ نہیں ہو سکتا، بادشاہ خان! کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟"

"ہاں، ابھی معلوم نہیں ہو سکا... لیکن ہو جائے گا۔ اگر میں، لاش کو اسپتال ہی میں رہنے دیتا تو اُسے سرکاری طور پر ٹھکانے لگا دیا جاتا۔ میں اس کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔"

"اس کے بعد، بادشاہ خان...؟"

"یہ لاش، قبیلہ تراب زین پہنچائی جائے گی۔ میں تراب زین والوں کو یہ ایک تحفے کی حیثیت سے بھیجوں گا۔" بادشاہ خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے لاش کے چہرے کی طرف دیکھا پھر گردن ہلا کر بولا۔ "ٹھیک ہے، مارٹن! تم اپنا کام کرو۔ اسے کم از کم پندرہ دنوں تک محفوظ رکھنا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے، تمھاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں، خان!"

"او۔کے... اپنا کام کرو۔" بادشاہ خان، دروازے کی طرف بڑھتے ہُوئے بولا۔ اب کمرے میں صرف تین افراد رہ گئے تھے۔ لاش لانے والے پانچوں آدمی پہلے ہی جا چکے تھے۔ ان تینوں میں سے ایک نے اپنا بریف کیس کھولا اور اُس میں سے مختلف چیزیں نکالنے لگا۔ دوسرے نے ہال کی تیز روشنیاں جلا دیں... پھر وہ لاش کے باقی جسم پر بھی اسپرے کرنے لگے۔ تیسرا ایک برش کی مدد سے لوشن کو لاش پر پھیلا رہا تھا... جب وہ شخص، لوشن کو لاش کے بازو پر ملنے لگا تو اُسے ایک چیز نظر آئی

اور وہ چونک پڑا۔ اُس نے جُھک کر بغور دیکھا اور متحیرانہ انداز میں سیدھا ہو گیا۔

"مسٹر مارٹن... یہ دیکھئے۔" اُس نے سرسراتی ہُوئی آواز میں کہا۔

"کیا ہے...؟" مارٹن آگے بڑھ آیا۔ اُس نے جُھک کر لاش کے بازو کو دیکھا جس پر گہرے سبز رنگ میں، "انٹونی آرک" گُدا ہُوا تھا۔

"انٹونی آرک! یہ کیا بات ہُوئی؟"

"کیا یہ شیران نہیں ہے؟"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"بادشاہ خان کو فوراً اطلاع دو۔" مارٹن نے کہا اور ایک تیز تیز قدموں سے چلتا ہُوا ہال سے نکل گیا۔ اس دوران میں، مارٹن اپنے بریف کیس میں امونیا لیکوئیڈ تلاش کرنے لگا۔

بادشاہ خان، ہال میں داخل ہُوا تو اُس کا چہرہ، آگ کی طرح سُرخ ہو رہا تھا اور وہ شدید ہیجان کا شکار تھا۔ "کیا بکواس ہے!" وہ دھاڑا۔

"یہ نام... بادشاہ خان... میں ابھی اس کا چہرہ دیکھتا ہُوں۔" بادشاہ خان جُھک کر نام پڑھنے لگا۔

مارٹن نے لاش کے چہرے پر امونیا اسپرے کیا اور انتظار کرنے لگا۔ چند ہی منٹوں بعد، لاش کے چہرے سے پلاسٹک کے ٹکڑے اُکھڑنے لگے۔

مارٹن نے سہمی ہُوئی نظروں سے بادشاہ خان کو دیکھا اور لاش کے چہرے سے ٹکڑے الگ کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ نیچے سے ایک نیا چہرہ نمودار ہو رہا تھا۔

"نہیں... وہ نہیں ہے... وہ نہیں سکتا... اس کا مطلب ہے، شیران زندہ ہے... وہ ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ زبردست دھوکا۔" بادشاہ خان پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا، اور اس کے ساتھی سہمے کھڑے تھے۔

▼▼▼

نعمان خان کے زخم میں شدید تکلیف تھی لیکن وہ چہرے سے کمزوری کا احساس نہیں ہونے دے رہا تھا۔ باہر تاؤسو کھڑی ہُوئی تھی۔ تاؤسو نے نعمان خان کو سہارا دینے کی کوشش کی لیکن اس نے انکار کرتے ہُوئے کہا۔ "میں نے جینٹسٹ کرالی تم اپنے گھر چلو۔"

"لیکن یہ زخم کیسے آئے چیف! کیا گولی لگی ہے؟"

"پلیز خاموش رہو۔ میں زیادہ بہتر حالت میں نہیں ہُوں...؟" ...ان خان نے احتجاجی انداز میں کہا اور تاؤسو خاموش ہو گیا لیکن ...نعمان خان کے زخم کے بارے میں جاننے کا خواہشمند تھا۔ دُوسری ...نعمان خان ان واقعات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ بادشاہ ...بنکاک میں موجود ہے اور وہ ان لوگوں کا آلۂ کار ہے جو گل خان ...قاتل تھے کیسی عجیب بات تھی۔ لیکن اب کیا کیا جائے! کیا پریشو ...عجیب صُورتِ حال کے بارے میں بتائے بہر حال اس میں ...شبہ نہیں تھا کہ صُورتِ حال خطرناک ہو گئی تھی۔ دفعتاً وہ چونک ...اس نے تاؤسو سے کہا۔

"تعاقب کا خیال رکھنا تاؤسو۔"

"میں آپ سے یہی کہنے والا تھا چیف۔ پیلے رنگ کی ایک ...زین مجھے تین چار بار نظر آ چکی ہے۔"

"رفتار سست کر دو۔ ابھی گھر کا رخ مت کرو بلکہ سڑکوں ...تعاقب کا اندازہ کرو۔" تاؤسو نے رفتار کم کر دی۔ نعمان خان ...بھی دو تین بار گردن گھما کر لیموزین تلاش کرنے کی کوشش کی تھی ...نا اس میں ناکام رہا پھر اُس نے تاؤسو سے اس بارے میں پوچھا۔

"نہیں باس۔ اس کے بعد وہ نہیں نظر آئی۔"

"ٹھیک ہے چلو۔" نعمان خان نے کہا اور تاؤسو نے مطلوبہ ...تے کا رُخ کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد تاؤسو اُسے اپنے ...کان میں لے گیا۔ اُسے ایک آرام دہ بستر پر لٹا کر اُس نے ...ل اور خدمت کے بارے میں پوچھا۔ نعمان خان نے انکار کر دیا ...اور تاؤسو باہر نکل گیا۔ تکلیف کافی تھی لیکن ذہنی اُلجھنوں نے ...ے محسوس نہ ہونے دیا۔ بادشاہ خان کے بارے میں تھوڑی بہت ...معلومات تو حاصل تھیں اُسے لیکن وہ اس حد تک ہو گا یہ ناقابل ...یقین کی بات تھی۔ اُس نے ذہن آزاد چھوڑ دیا۔ جب طبیعت زیادہ ...گرانی تو اُس نے ایک فیصلہ کیا۔ تاؤسو زیادہ دُور نہیں تھا اُسے ...دی تو وہ نکلا اور اندر آ گیا۔

"فون کر کے آئیوی کو طلب کر لو یا پھر فون میرے پاس لے آؤ۔"

...تاؤسو باہر نکل گیا پھر وہ فون اُٹھا لایا تھا۔ اُس نے ...نمبر بتائے اور تھوڑی دیر کے بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دُوسری ...سے آئیوی بول رہی تھی۔

"کیا مصروفیات ہیں آئیوی؟"

"کوئی خاص بات نہیں کہو۔"

"میں زخمی ہو گیا ہُوں۔ مجھے تمھاری ضرورت ہے آئیوی۔"

"اوہ میرے خدا۔ میں آج صبح سے پریشان ہُوں نعمان۔

جلدی بتاؤ کہاں ہو؟ کہاں آؤں؟" نعمان خان نے تاؤسو کے مکان کا پتہ بتا دیا۔ "میں فوراً پہنچ رہی ہُوں۔"

"پاپا کو اس سلسلے میں کچھ مت بتانا۔ بعد میں انھیں تفصیل بتا دی جائے گی۔" آئیوی نے کوئی جواب دیے بغیر فون بند کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ پہنچ گئی۔ اس کا چہرہ دُھواں دُھواں ہو رہا تھا۔

"کیسا زخم ہے یہ کیا ہُوا آخر؟" آئیوی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ نعمان خان نے اُسے پوری کہانی سُنا دی تھی۔ آئیوی اور پریشان ہو گئی تھی۔

"اور تم یہاں اس غیر محفوظ جگہ موجود ہو جہاں تمھاری بہتر حفاظت بھی نہیں ہو سکتی اور نہ علاج۔"

"نہیں آئیوی۔ میرے خیال میں یہ محفوظ ترین جگہ ہے۔"

"کیوں آخر کیوں! یہاں تو تمھاری حفاظت کے لیے زیادہ لوگ بھی موجود نہیں ہیں۔" آئیوی پریشانی سے بولی۔

"اس کے باوجود یہی میرے لیے محفوظ ترین جگہ ہے، تم سمجھنے کی کوشش کرو آئیوی، وہ لوگ غلط فہمی میں میرے پیچھے لگ گئے ہیں، حالانکہ جو کچھ مجھے معلوم ہُوا ہے وہ میرے لیے واقعی تشویشناک ہے لیکن میں اس سلسلے میں براہِ راست کوئی کارروائی کرنے کا مجاز نہیں، البتہ اُنھیں یہ شبہ ہے کہ گل خان مجھے سب کچھ بتا گیا ہے اور اب وہ میری آواز بند کر دینا چاہتے ہیں، اگر میں اپنے ساتھیوں تک پہنچا تو میرے ساتھی بھی خطرے میں پڑ جائیں گے۔ اسی لیے میں نے اپنا گھر بھی چھوڑ دیا ہے۔"

"نہیں آئیوی میں نہیں چاہتا کہ وہ پریشان ہوں۔" خان نے اُسے تسلی دیتے ہُوئے کہا اور آئیوی خاموش ہو گئی۔

بہرطور اس کے بعد وہ تن مَن سے نعمان خان کی خدمتگزاری میں لگ گئی، دل و جان سے چاہتی تھی اُسے، اور پھر نعمان خان کا التفات اس کے لیے اور بھی مسرت افزا تھا، چنانچہ تاؤسو اور آئیوی کی تیمارداری سے نعمان خان کو اپنے درد میں خاصی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

شام ہو گئی، رات کو خاصی دیر تک آئیوی اس کے پاس بیٹھی رہی، پھر اُس نے نعمان خان کے کمرے میں سونے کا فیصلہ کر لیا، حالانکہ نعمان خان نے اُس سے درخواست کی تھی کہ وہ دُوسرے کمرے میں آرام کرے، لیکن آئیوی نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔

رات کا نجانے کونسا پہر تھا، جب دفعتاً آئیوی اُچھل کر نعمان خان کے بستر پر پہنچ گئی تھی، نعمان خان گہری نیند سو

رہا تھا۔ اُس نے نعمان خان کے رُخسار پر ہاتھ رکھا اور اُس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔

"باہر کچھ آہٹیں ہیں نعمان خان!"

"کیسی آہٹیں؟" نعمان خان نیم خوابی کے عالم میں بولا۔

"جاگو تو سہی، مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے؟" آئیوری بولی اور نعمان خان اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"یہ۔ یہ تم کیسے کہہ رہی ہو؟"

"بس باہر مجھے بہت سے قدموں کی آہٹیں محسوس ہو رہی ہیں۔" آئیوری کپکپاتے لہجے میں بولی۔ نعمان خان نے بستر میں اپنا پستول تلاش کیا، اس کے چیمبر چیک کیے اور پھر دبے قدموں دروازے کی طرف چل پڑا۔ آئیوری اُس کے شانے سے چپکی ہوئی چل رہی تھی۔ نعمان خان نے دروازہ تھوڑا سا کھولا اور اسی وقت باہر تیز روشنی ہوگئی۔

وہ پانچ آدمی تھے، سیاہ نقابوں میں ملبوس، ہاتھوں میں پستول لیے لیکن روشنی کرنے والا تاؤسو تھا جو اُن کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑا ہوا تھا۔ وہ پانچوں اُسے دیکھنے لگے پھر اُن میں سے ایک نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"کون ہو تم۔ وہ کہاں ہے؟" تاؤسو نے کوئی جواب نہ دیا، وہ خاموشی سے ان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستولوں کو گھور رہا تھا۔

نعمان خان نے محسوس کیا کہ تاؤسو غیر محسوس انداز میں پیچھے کھسک رہا ہے، وہ لوگ اُس کے اس طرح کھسکنے کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے، لیکن اُنھوں نے اس وقت تاؤسو کی حرکت کو محسوس کیا جب تاؤسو اچانک اوندھا گر پڑا، اُس کے پیروں کا پھیلاؤ ایک پستول بردار کے پیروں تک پہنچ گیا تھا، اور دُوسرے لمحے پستول بردار کے پاؤں ایک دُوسرے سے کافی الگ ہو گئے، وہ اوندھے مُنہ گرا اور اُسی وقت دو گولیاں تاؤسو کے سر سے گزر گئیں، لیکن گرنے والے کو اُس نے پلٹ کر پھرتی سے اپنی ڈھال بنالیا تھا، پھر اُس نے اس ڈھال کو سامنے کھڑے ہوئے دونوں آدمیوں پر اُچھال دیا اور خود ایک لوٹ لگائی۔ اتنی پھرتی سے اُس نے یہ سب کچھ کیا تھا کہ نگاہوں کو یقین نہیں آتا تھا۔ لوٹ لگا کر وہ ایک اور شخص کے پاس پہنچ گیا، اُس نے اندھا دُھند پستول کا رُخ نیچے کرکے گولی چلا دی تھی لیکن گولی زمین پر پڑ کر اُچٹ گئی اور اسی دوران تاؤسو ایک اور پستول بردار کے پاس پہنچ چکا تھا، اُس نے پھرتی سے کھڑے ہو کر پستول بردار کو اپنی ڈھال بنانے کی کوشش کی، لیکن دُوسری طرف کھڑے ہوئے آدمی نے پھر گولی چلا دی اور یہ گولی اس کے اپنے ہی سینے میں لگی تھی۔

ایک دلخراش چیخ بلند ہوئی اور تاؤسو نے اُس کو بھی اپنے برابر والے آدمی پر اُچھال کر تیسرے آدمی پر جمپ... پانچ پستولوں کی موجودگی میں یہ دلیری ناقابلِ یقین سی بات تھی لیکن تاؤسو کسی چھلاوے کی طرح اُچھل اُچھل کر اُن لوگوں کو زِچ کر رہا تھا، ذرا سی دیر میں اُن کے پستول اُن کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ ایک آدمی ہلاک ہو چکا تھا، چار آدمی باقی بچے تھے جو تاؤسو کو گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن افراتفری میں وہ تاؤسو کے ہاتھوں مار ہی کھا رہے تھے۔

تاؤسو جوڈو کراٹے کا ماہر تھا، اور اُس نے پستول لوگوں کے ہاتھوں سے نکلتے ہی ان سب کو اپنے پینتروں میں لیا تھا۔

نعمان خان دلچسپ نگاہوں سے اس ہنگامے کو دیکھ رہا لیکن اُسے یہ احساس نہیں تھا کہ ان پانچوں کے علاوہ بھی لوگ یہاں موجود ہوں گے۔ دفعتاً کسی طرف سے دو آدمیوں نے چھلانگ لگائی اور تاؤسو چونکہ اپنے سامنے والوں کی طرف متوجہ تھا اس لیے دھوکا کھا گیا اور اُس کے شانے پر لگنے والی فلائنگ کِک نے اُس کا توازن بگاڑ دیا۔ اُسی وقت بدمقابلوں میں سے کسی ایک نے پُوری قوت سے اُس کے پیٹ پر گھونسہ جڑ دیا اور تاؤسو لڑکھڑا کر دُوسری طرف جا گرا۔

اب نعمان خان کو مداخلت کرنا ہی تھا، اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا، وہ باہر نکل آیا اور گرجدار آواز میں بولا "تم لوگ کھڑے ہو جاؤ، ورنہ... ورنہ..." اُس نے پستول والا ہاتھ سامنے کیا، لیکن بائیں طرف کھڑے ہوئے شخص نے اُس کے ہاتھ پر گولی چلا دی، نعمان خان کے حلق سے ایک بے ساختہ چیخ نکل گئی تھی، اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل پڑا، اور اُس نے دُوسرے ہاتھ سے اپنا زخمی ہاتھ سنبھال لیا۔ اس وقت وہ سب نعمان خان پر ٹوٹ پڑے تھے۔

آئیوری کی دلخراش چیخیں بلند ہو رہی تھیں، وہ پلٹ کر بھاگی اور ایک راہداری میں اُتر گئی، لیکن اُس کی طرف کوئی نہیں دوڑا تھا، وہ نعمان خان کو ہی سنبھالنا چاہتے تھے، تاؤسو اُن کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن ان میں سے ایک نے اس کی کنپٹی پر پستول رکھ کر ٹریگر دبا دیا،

دھماکہ ہوا اور تاؤسو کے دونوں ہاتھوں پھیل گئے اور تاؤسو کی کھوپڑی کے پرخچے اُڑ گئے تھے۔

ان میں سے ایک نے پستول کا رُخ نعمان خان کی طرف کرکے گولی چلانی چاہی، لیکن دُوسرے نے اُس کا ہاتھ روک دیا۔

"نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جلدی سے نکل چلو یہاں سے، فائر کی آواز باہر بھی سُنی گئی ہوگی۔ ہری اَپ ہمارا کام پُورا ہو چکا ہے۔" اُس نے کہا اور وہ سب برق رفتاری سے بھاگ کر باہر نکل گئے تھے، ان کے اپنے آدمی بھی شدید زخمی تھے ایک آدمی ہلاک ہو گیا تھا۔ مقتول کی جیب سے اُنھوں نے وہ تمام چیزیں نکال لیں جو اس کی شناخت کا باعث بن سکتی تھیں لاش کو لے جانے کا شاید موقع نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اُسے وہیں چھوڑ کر پھرتی سے باہر نکل گئے۔

نعمان خان سکرات کے عالم میں پڑا ہوا تھا، اُس کی حالت اتنی خراب تھی کہ کسی بھی لمحہ وہ دم توڑ سکتا تھا، جب تقریباً دس بارہ منٹ گزر گئے، تو آئیوری کسی جگہ سے برآمد ہوئی اُس کا چہرہ سفید پڑا ہوا تھا، اُس نے کمرے سے نکل کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر نعمان خان کی طرف۔ دُوسرے لمحے اُس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی۔

"نعمان خان۔ نعمان خان" وہ روتے ہوئے بولی اور پھر اُس کے قریب پہنچ گئی۔ اُس نے سکرات کے عالم میں پڑے ہوئے نعمان خان کے سینے پر سر رکھا اور اُس کے دل کی دھڑکنیں سُننے کی کوشش کرنے لگی۔ دُوسرے لمحے وہ تیزی سے اندر کی طرف دوڑی پھر ڈرائنگ رُوم میں پہنچ کر اُس نے ڈاکٹر بریٹو کو فون کیا اور پھٹی پھٹی آوازیں چیخی۔

"ڈیڈی۔ ڈیڈی، پھرتی سے، جلدی سے ہری اَپ ہری اَپ۔"

"ارے کیا بات ہے، کہاں سے بول رہی ہو تم؟" ڈاکٹر بریٹو کی حیران آواز سُنائی دی۔

"ڈیڈی میں آپ کو ایک پتہ بتا رہی ہُوں اپنے آدمیوں کے ساتھ جلدی سے یہاں پہنچ جایے۔ نعمان خان کی زندگی شدید خطرے میں ہے، شاید وہ آپ کے پہنچنے سے پہلے مَر ہی جائے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو آئیوری؟"

"فضول باتوں میں وقت نہ گنوایے ڈیڈی، براہ کرم جلدی۔ جلدی۔" آئیوری روتے ہوئے بولی اور ڈاکٹر بریٹو اس سے پتہ معلوم کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا، اندر کا ماحول دیکھ کر وہ بھی دنگ رہ گیا۔ نعمان خان کے سینے کی دھڑکن اور نبض دیکھی گئی اور اس کے بعد ڈاکٹر بریٹو نے اپنے آدمیوں کو اُسے اُٹھانے کا اشارہ کیا، تاؤسو اور دُوسرے آدمی کی لاش وہیں چھوڑ دی گئی تھی۔ ڈاکٹر بریٹو نے آئیوری کو بھی ساتھ لیا اور اپنی گاڑی میں روانہ ہو گیا۔ اپنے آدمیوں کو شاید اُس نے کوئی ہدایت کر دی تھی۔

آئیوری نے روتے ہوئے ہچکیوں کے درمیان اُسے مختصراً نعمان خان کے بارے میں بتایا۔ ڈاکٹر بریٹو کے ہونٹ سکڑ گئے تھے۔

"کون لوگ ہو سکتے ہیں وہ، پتہ نہیں کیا قصّہ ہے نعمان خان ہی ہوش میں آنے کے بعد صحیح تفصیل بتا سکے گا۔"

"ڈیڈی وہ۔ وہ۔ شاید وہ بادشاہ خان سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"بادشاہ خان سے؟" ڈاکٹر بریٹو متعجب لہجے میں بولا۔ "لیکن کیسے۔ کیسے آئیوری؟"

"ہاں ڈیڈی۔ نعمان خان نے مختصر الفاظ میں مجھے یہ تفصیل بتائی تھی، لیکن۔ لیکن میں اپنی ذہنی پریشانی کی وجہ سے اس پر غور نہیں کر سکی تھی۔"

"بادشاہ خان کے آدمی۔" ڈاکٹر بریٹو کے انداز میں بدستور تعجب تھا۔

"ہاں ڈیڈی، کچھ ایسا ہی تذکرہ تھا۔"

"ناممکن، یہ نہیں ہو سکتا، بہرصورت اس کی حالت کچھ بہتر ہو جائے تو میں فوری طور پر بادشاہ خان سے رابطہ قائم کرتا ہُوں۔" ڈاکٹر بریٹو نے کہا اور آئیوری نے گردن ہلا دی۔

اسپتال میں نعمان خان کو انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھا گیا تھا۔ کافی گہرے زخم تھے۔ بہرطور ڈاکٹر اپنی پوری توجہ سے اس کا علاج کر رہے تھے اور کوشش کر رہے تھے کہ اس کی جان بچ جائے۔

ڈاکٹر بریٹو نے سب سے پہلے اُس کے بھائیوں کو مطلع کیا اور نعمان خان کے عیش و عشرت میں ڈُوبے ہوئے بھائی پاگلوں کی طرح اُس کے پاس پہنچ گئے۔ بلاشبہ نعمان کی وجہ سے وہ ہانگ کانگ میں عیش کر رہے تھے، بنکاک میں تھے تو وہ وہاں بھی شہزادوں کی طرح زندگی بسر کر رہے تھے، اور

نعمان خان ان کا بزرگ وکفیل تھا۔

نعمان خان کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے بھائیوں کی آنکھوں سے خون برسنے لگا، وہ دیوانہ ہو گئے تھے، لیکن ظاہر ہے نعمان خان کے دشمنوں کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی تھی۔ ڈاکٹر بریٹو نے انھیں ہر طرح سے تسلی دی، وہ بے حد پریشان تھا۔ سارا دن ہسپتال میں گزر گیا، شام تک نعمان خان ہوش میں نہیں آیا تھا، چنانچہ ڈاکٹر بریٹو نے فیصلہ کیا کہ اب بادشاہ خان کو ان حالات سے لاعلم رکھنا مناسب نہیں ہے، لیکن وہ سخت ہیجان کا شکار تھا۔ بادشاہ خان نے نعمان خان کو اس کی تحویل میں دیا تھا اور نعمان خان کی مکمل ذمّے داری اسی پر تھی۔ پریشان ہو کر اُس نے آئیوی سے مشورہ کیا۔

آئیوی کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے "نعمان خان کی حالت بہتر نہیں ہے آئیوی۔"

"کیا۔ کیا وہ مر جائے گا ڈیڈی؟"

"ممکن ہے۔"

"نہیں ڈیڈی خدا کے لیے اتنی بے دردی سے یہ بات نہ کہیں۔" آئیوی رو پڑی۔

"اوہ۔ میں اس کی موت کا خواہش مند نہیں ہوں۔ میں صرف حالات کا اندازہ لگا کر کہہ رہا ہوں۔"

"کیوں نہ ہم اُسے یہاں سے لے چلیں ڈیڈی۔"

"کہاں؟"

"یورپ۔ وہاں ہم اس کا علاج کرائیں گے۔ ہم ہر قیمت پر اُس کی زندگی بچانے کی کوشش کریں گے۔"

"ناممکن ہے آئیوی۔ تم بادشاہ خان کو نہیں جانتیں۔ یہ صورتِ حال ہمارے لیے خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔ وہ سرپھرا آدمی ہے اور یوں بھی حالات خطرناک ہیں۔ میرا خیال ہے اب میں بادشاہ خان کو اس بارے میں اطلاع دے ہی دوں وہ خود آکر صورتِ حال سنبھالے گا۔ اگر اس کی مرضی ہوئی تو ہم اسے یورپ لے جائیں گے۔ تمھیں خود کو سنبھالنا ہوگا۔" آئیوی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "اوکے بے بی خود کو سنبھالو۔" بریٹو اسپتال سے واپس چل پڑا۔

❁

ایڈنا ڈمپل نے اپنی زندگی بڑے شاہانہ انداز میں گزاری تھی۔ اُس نے کبھی کسی کی برتری قبول نہیں کی تھی لیکن اس پاگل وحشی کو قابو میں رکھنا اُسے دُنیا کا سب سے مشکل کام معلوم ہو رہا تھا۔ وہ ہر لمحہ اس کے لیے فکر مند رہنے لگی تھی۔ شیران کی بعض عادتیں اُسے اتنی پسند تھیں کہ بے اختیار اُس کے اندر کی عورت جاگ اُٹھتی تھی لیکن شیران کے افکار و خیالات کا بھی اُسے بخوبی اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس سرکش گھوڑے کو رام کرنے کے لیے کوئی بھی کوشش موت کے مترادف ہو سکتی ہے۔ اِس کے نظریات ایسے ہی خوفناک تھے۔ چنانچہ بمشکل تمام وہ اُسے قابو میں رکھے ہوئے تھی، شیران بھی اس ماحول میں کچھ گھل مل سا گیا تھا۔ ویسے اُنھوں نے جگہ تبدیل کر دی تھی اور تاحدِ نگاہ درخت اور گھاس اُگی ہوئی تھی اور ان درختوں کے درمیان زندگی بسر کرنا بے حد مشکل کام تھا۔ ایڈنا ڈمپل ابھی تک وہی چکر چلائے ہوئے تھی۔ ویسے اُس کا اپنے آدمیوں سے بھی رابطہ قائم تھا۔ اُس کے آدمی بھی پریشان تھے خاص طور سے اس علاقے میں جہاں وہ آ گئے تھے۔ اُنھیں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ کیونکہ یہاں جنگلی جانوروں کی بہتات تھی۔

قدم، قدم پر وحشی جانوروں سے سابقہ پڑ سکتا تھا وہ تو اپنی جان بچانے کے لیے گولی بھی نہیں چلا سکتے تھے کیونکہ اُنھیں ہدایت تھی کہ شیران کو ان کی قرب و جوار میں موجودگی کا احساس ہونا چاہیے۔ ان حالات میں زندگی بڑی بیزار ہو گئی تھی اور وہ کئی بار اُس سے اس سلسلے میں شکایت کر چکے تھے۔ بہرطور ایڈنا ڈمپل خود بھی مجبور تھی۔ شیران کے لیے اُس نے جو پروگرام خود پیش کیا تھا۔ اب وہ اس کے حلق میں ہڈی بن کر رہ گیا تھا۔ ایک آدمی کے تحفظ کے لیے اتنے لوگوں کی زندگی داؤ پر لگانا کوئی آسان بات نہیں تھا لیکن ایڈنا ڈمپل نے شیران کی فطرت کا جو اندازہ کیا تھا۔ اُس سے اُسے یہ بھی احساس ہو گیا تھا کہ درحقیقت اُن کے اپنے مشن کے لیے وہ زبردست آدمی ہے۔ بہرطور اُسے اس زبردست آدمی کی حفاظت کرنا تھی۔

شیران وحشی جانوروں کے اس علاقے میں بہت خوش تھا اور نجانے کیا کیا حرکتیں کرتا پھر رہا تھا۔ ایک صبح جب ایڈنا ڈمپل اپنے ٹھکانے پر آرام کی نیند سو رہی تھی۔ دفعتاً اُسے کسی چیتے کی غرّاہٹیں سُنائی دیں اور وہ اُچھل پڑی۔ آوازیں اتنی قریب تھیں اور اتنی خوفناک کہ ایڈنا ڈمپل ایک لمحے کے لیے لرز کر رہ گئی اس کا یہ ٹھکانہ ایک مضبوط گھنے اور تناور درخت کی شاخوں میں بنا ہوا ایک بڑا سا مچان تھا۔ اس جنگل میں ایسی ہی جیز دل برگز ربسر کی جا سکتی تھی۔ نیچے تو زندگی کے امکانات ہی نہ تھے چنانچہ وہ اس وقت بھی اسی مچان پر سو رہی تھی۔ شیران کا مچان بھی برابر

کے درخت پر تھا لیکن وہ یہاں سے اندازہ نہیں لگا سکتی تھی کہ شیران اپنی جگہ پر موجود ہے یا نہیں۔ سورج نہیں نکلا تھا اور ابھی صبح کے آثار پوری طرح نمایاں نہیں ہوئے تھے لیکن جب اس کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اُس نے ایک حیرتناک منظر دیکھا۔ ایک بھاری بھرکم چیتا رسّی کے جال میں پھنسا ہوا درخت کی ایک شاخ سے لٹک رہا تھا۔ وہ اتنے زور سے جھول رہا تھا کہ یقین نہیں آتا تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے غور سے دیکھا تو اُس کو رسّی کا ایک سرا اُوپر بیٹھے ہوئے شیران کے ہاتھوں میں نظر آیا۔ شیران کا چہرہ تو صاف نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اُس کے انداز سے یہی لگتا تھا جیسے وہ بے حد مسرور ہے پھر اُس نے رسّی ایک درخت کی شاخ میں باندھی اور درخت سے نیچے اُترنے لگا۔ انتہائی خطرناک حالت میں وہ چیتے کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ ایڈنا ڈمپل کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی تھی پھر اُس نے ایک اور دہشتناک منظر دیکھا۔ شیران نے لمبا سا خنجر نکال لیا اور جھولتے ہوئے چیتے کے بالکل قریب پہنچ کر خنجر کا ایک بھرپور وار اُس کی پسلیوں پر کیا اور چیتے کی دہاڑ سے جنگل گونج اُٹھا۔ اُس نے اپنے چوڑے پنجے پھیلا کر شیران پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن شیران بے حد پھرتیلا تھا اور اُس کی زد میں نہیں آ سکا۔ البتہ خنجر والا ہاتھ چیتے کے پھیلے ہوئے پنجے کی جانب بڑھا اور ساڈینا ڈمپل نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ کیا صفائی تھی اور کیا خوبصورت وار تھا۔ چیتے کا پنجہ کٹ کر نیچے جا پڑا تھا اور اُس کی دھاڑیں کچھ اور بلند ہو گئی تھیں۔ خون کی چھینٹیں شیران کے مُنہ اور کپڑوں پر پڑ رہی تھیں اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ان چھینٹوں سے بے حد مست ہو گیا ہو۔ ایڈنا ڈمپل درندوں سے زیادہ وحشی اس نوجوان کے بارے میں غور کرنے لگی۔ ایسا انوکھا آدمی تو اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ چیتے کے بدن پر گھاؤ پڑتے رہے اور وہ آہستہ آہستہ نڈھال ہوتا چلا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے گردن ڈال دی تھی۔

ایڈنا ڈمپل نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھٹکی اور دوبارہ مچان پر لیٹ گئی۔ کیا کہہ سکتی تھی؟ کیا کر سکتی تھی؟ وہ اس سلسلے میں۔ اُس نے شیران سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا البتہ جب شیران نے اُسے اپنا شکار دکھایا تو اُس نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ہاں وہ اُسے شکار کرتے ہوئے دیکھ چکی ہے۔ بات یہیں محدود نہیں تھی۔ ایک دن شام کے وقت شیران خاموشی سے نیچے اُتر گیا۔ تھوڑے فاصلے پر پانی کا ایک چشمہ تھا جہاں جنگلی جانور پانی پینے آتے تھے۔ ایسی جگہیں شیران کے لیے بہت دلکش ہوتی تھیں۔ انھی علاقوں میں وہ شکار بھی کھیلتا تھا اور ایڈنا ڈمپل کو بھنا ہوا گوشت بھی کھلاتا تھا۔

وحشی انسان یوں لگتا تھا جیسے انھی علاقوں میں زندگی بسر کرنے کا عادی ہو۔ وہ زمانہ قدیم ہی کا کوئی وحشی آدمی لگتا تھا پھر اسی شام اُس نے ایک شیر کو ہلاک کر دیا۔ البتہ شیرنی شیران کے پیچھے لگ گئی تھی۔ شیران نے اس بار کئی گولیاں چلائیں لیکن شیرنی بہت چالاک تھی۔ وہ اس کی فائرنگ کی زد میں نہیں آئی اور بچ کر نکل گئی البتہ رات بھر وہ اس درخت کے نیچے غرّاتی رہی اور چھلانگیں لگاتی رہی جس پر شیران سو رہا تھا اور پر شیران کے خرّاٹے سُنائی دے رہے تھے لیکن رات بھر ایڈنا ڈمپل سو نہیں سکی تھی۔ اُسے خوف تھا کہ وحشی شیرنی کہیں کوئی اُونچی چھلانگ لگا کر کسی شاخ تک نہ پہنچ جائے۔ اس کے لیے یہ کوئی اب مشکل کام بھی نہیں تھا اور وہ جانتی تھی کہ نر کو ہلاک کرنے کے بعد مادہ کس قدر خطرناک ہو جاتی ہے۔

وہ خطرناک مادہ اگر ہلاک نہ ہوئی تو شیران کو کسی بھی وقت نقصان پہنچا سکتی ہے اور اگر شیران ایسی کسی حرکت کا شکار ہو گیا تو ایڈنا کو ساری زندگی افسوس رہے گا چنانچہ کھانے کے بعد اُس نے شیران سے پوچھا۔

"تمھاری دُشمنی اُن وحشی جانوروں سے بھی ہے" شیران نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور بولا:

"ہاں۔ جب تک انسان میرے راستے میں نہیں آئے تھے میری دُشمنی انھی وحشی جانوروں سے تھی۔ میں دن رات ان کا شکار کرتا رہتا تھا اور دن رات میری ماں تشویش کا شکار رہتی تھی۔"

"مگر ان سے تمھاری کیا دُشمنی ہے؟"

"ابتدا تو اُنھوں نے ہی کی تھی۔ میرے باپ کے قاتل یہی وحشی جانور ہیں۔ ایک جانور ہی نے میرے باپ کو ہلاک کیا تھا اور اس کے بعد سے میں ان جانوروں کو مسلسل ہلاک کرتا رہا۔ میرے لیے زندگی میں اس سے دلچسپ مشغلہ کوئی اور نہیں تھا کہ میں جانوروں کو ہلاک کروں لیکن پھر وہ بے وقوف بادشاہ خان میرے راستے میں آ گیا اور خواہمخواہ انسانی خون کا مزہ بھی چکھا دیا" شیران نے جواب دیا اور ایڈنا گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی پھر اس رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے اُس نے اپنے کشف کے ذریعے اعلان کیا کہ اب ان جنگلوں میں رہنا مناسب نہیں ہے ہمیں یہاں سے سفر کرنا ہوگا۔

"کہاں؟" شیران نے پوچھا۔

"بائیں سمت سیدھے راستے پر ان جنگلوں کو چھوڑ کر۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے صرف اپنے دشمن چاہئیں۔ تم نے وعدہ کیا ہے کہ تم مجھے ان سے ملاؤ گی۔ ایسی حالت میں، میں تم پر اعتبار کر چکا ہوں اور جیسا تم کہو گی ویسا ہی کروں گا۔"

"شکریہ شیران۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں تم میری مخالفت نہ کرو۔"

"نہیں نہیں۔ نہیں جب تک تم میرے ساتھ ٹھیک چل رہی ہو، میری طرف سے کوئی مخالفت نہیں ہوگی۔ میں جنگلی جانور نہیں ہوں۔" شیران نے جواب دیا اور ایڈنا مسکرانے لگی۔ اس کا دل ہی جانتا تھا کہ جنگلی جانور شیران کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ بہرطور وہ اس بات کا اظہار شیران سے نہیں کر سکتی تھی۔

انھوں نے اسی دن سفر کا آغاز کر دیا۔ ایڈنا نے اپنے آدمیوں کو بتا دیا تھا کہ وہ ان کو اس مشکل سے نکال رہی ہے اور اب اس کا رخ بائیں سمت ہے چنانچہ وہ اس کے پیچھے پیچھے سفر کریں۔ شیران بڑی لاپروائی سے آگے کا سفر کر رہا تھا۔ اُسے اس بات کی کوئی پروا نہیں تھی کہ وہ کس سمت جا رہے ہیں۔ بس اس کی قسم ہی یہی تھی۔ شہر کو وہ اس طرح بھول گیا تھا جیسے کبھی دیکھا ہی نہ ہو۔ یوں یہ سفر جاری رہا اور نجانے کتنے دن کے بعد انھیں بستیوں کے آثار نظر آئے اور ایڈنا ڈمپل نے پہلی بستی سے ان علاقوں کے بارے میں معلوم کیا۔

یہ سن کر وہ حیران رہ گئی تھی کہ یہ ہانگ کانگ کی نواحی بستی ہے اور تھوڑا سا سفر کرنے کے بعد وہ ہانگ کانگ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ایڈنا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اُس نے شیران کو اس بارے میں بتایا اور شیران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے یقیناً تم مجھے بلا مقصد یہاں نہ لائی ہوگی۔"

ایڈنا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مزید سفر کر کے بالآخر ہانگ کانگ میں داخل ہو گئے۔ یہاں ایڈنا نے ایک عمدہ سے ہوٹل میں قیام کا بندوبست کیا تھا۔ جنگلوں کی اس وحشتناک دنیا میں خود وہ بھی بُری طرح بور ہو گئی تھی اور اب زندگی کی ان لطافتوں سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی۔ شیران جیسے وحشی صفت انسان کے ساتھ وقت گزارنا آسان کام نہیں تھا۔ بہرطور جس طرح وہ ہانگ کانگ میں داخل ہوئی تھی اس پر بھی اُسے شدید حیرت تھی لیکن بہرطور پر انھوں نے بارتھم کے علاقے کو اس لیے منتخب کیا تھا کہ وہاں سے وہ مختلف سمتوں کو نکل سکتے تھے۔ ہانگ کانگ کے ایک خوبصورت فائیو اسٹار ہوٹل میں داخل ہونے سے پہلے انھوں نے کچھ سامان کی خریداری کی تھی۔ ایڈنا شیران کا حلیہ بھی بدلنا چاہتی تھی۔ اُس نے بڑی چالاکی سے شیران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے ہمارا مقصد پورا ہو جائے لیکن شیران کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمھارے دشمن ایک نظر میں تمھیں پہچان لیں۔ میری رائے ہے کہ انھیں دھوکے میں رکھنے کے لیے تم اپنے حلیے بھی تبدیل کر لو۔"

"اس میں کیا حرج ہے، لیکن تبدیلی کیسے کی جائے؟"

"کچھ سامان خرید لیتے ہیں جن میں لباس وغیرہ بھی شامل ہوں گے۔ میرے خیال میں لباس تبدیل کر کے تمھاری شخصیت میں خاصی تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔" ایڈنا نے کہا اور شیران تیار ہو گیا تھا۔

ایڈنا ڈمپل شاید اس سلسلے میں واحد عورت تھی جس کی باتیں وہ آنکھیں بند کر کے مان لیا کرتا تھا۔ کبھی کبھی ہی کوئی اختلاف ہوتا اور جب ہوتا تو ایڈنا ڈمپل کو ہی خاموش ہونا پڑتا تھا۔۔۔ چنانچہ شیران نے اپنے حلیے میں تبدیلی کر لی تھی اور اب وہ دونوں نئے ساز و سامان کے ساتھ اس فائیو اسٹار ہوٹل میں داخل ہوئے تھے۔ فائیو اسٹار کے حسین ترین کمرے میں انھیں جگہ مل گئی تھی۔ ایڈنا نے شیران کو اپنے ساتھ ہی رکھنا پسند کیا تھا حالانکہ اس میں کچھ مشکلات بھی تھیں لیکن جانتی تھی کہ وحشی صفت انسان کسی ایک جگہ نچلا بیٹھنے کا عادی نہیں ہے اور اُسے کوئی دقت نہیں ہوگی چنانچہ یہاں مقیم

ہونے کے بعد جب پہلی بار شیران نے ہانگ کانگ دیکھنے کی اجازت مانگی تو اُس نے بخوشی شیران کو اجازت دے دی اور نرم لہجے میں بولی۔ "دیکھو ڈیئر تم جہاں دل چاہے جاؤ لیکن ہم اس بین الاقوامی شہر میں اجنبی ہیں کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیے جس میں ہمیں پریشانی اُٹھانی پڑے۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔"

"میں شریف آدمی ہوں تم اس کی فکر کیوں کرتی ہو؟" شیران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایڈنا نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ وہ اس شریف آدمی کو اچھی طرح جانتی تھی۔ شیران کے باہر نکلنے کے بعد اُس نے سب سے پہلا کام یہی کیا تھا کہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کو اس شریف آدمی کے ساتھ یہاں آنے کی اطلاع دے دی تھی۔ اس سلسلے میں اس سے کوئی باز پرس نہیں کی گئی کیونکہ شیران کا مسئلہ مکمل طور پر اس کے سپرد کر دیا گیا تھا اور ان علاقوں کی وہی حکمران تھی۔ یہاں ہانگ کانگ میں بھی اس کا عملہ موجود تھا اور اگر وہ چاہتی تو ان سے بھی با آسانی کام لے سکتی تھی۔ چنانچہ اُس نے دوسرا کام یہی کیا کہ اپنے عملے کے افراد کو کال کر کے انھیں ہدایت کر دی کہ شیران کی نگرانی کریں اور اس سلسلے میں اُس نے شیران کا حلیہ ان لوگوں کو بتا دیا تھا۔ اُس نے

انھیں ہدایت کی تھی کہ اگر کوئی خاص بات ہو تو فوری طور پر اُسے اطلاع دی جائے تاکہ وہ شیران کے بارے میں مزید ہدایات جاری کر سکے۔ شیران تو چلا گیا لیکن ایڈنا ڈمپل کے لیے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ گیا تھا۔

اس وحشی انسان کو طویل عرصے تک قابو میں رکھنا آسان بات تو نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں کچھ اور ہی سوچنا پڑے گا۔ اس مشن میں تو ابھی بہت وقت ہے اس کے لیے تو طویل انتظار کرنا ہے اور اس طویل عرصے تک اس جانور نما انسان کو کیسے قابو میں رکھا جائے۔

ایڈنا اس سلسلے میں وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ سے مشورہ کرنا چاہتی تھی۔ بہرطور اب جو کچھ بھی ہو یہ قدم تو اُٹھا ہی بیٹھی تھی اور اس نے اس کی پوری ذمے داری قبول کر لی تھی۔

بادشاہ خان ذہنی طور پر بہت زیادہ پریشان تھا، اس کے پاس بے شمار افراد تھے۔ ایک سے ایک خطرناک آدمی موجود تھا۔ دوہری شخصیت کا مالک تھا۔ وہ ایک طرف تو اس خطرناک تنظیم کے لیے کام کرتا تھا اور تنظیم کے سینکڑوں کارکن اس کی ہدایت پر سب کچھ کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ دوسری طرف اس کا اپنا گروہ تھا جس میں دنیا کے خطرناک ترین افراد موجود تھے لیکن شیران کے سلسلے میں اُسے ہر طرح سے ناکامی ہو رہی تھی۔ شیران کی لاش کو ہسپتال سے حاصل کرنے کے بعد اُس نے بڑی ہی مسرت محسوس کی تھی لیکن زیادہ وقت نہیں لگا تھا، اور اس کی یہ مسرت خاک میں مل گئی تھی جب اُسے پتہ چلا کہ وہ شیران نہیں ہے۔ اس کے بعد سے وہ مزید اُلجھنوں کا شکار ہو گیا تھا۔ آخر شیران کو ایسی کیا ضرورت پیش آئی کہ اُس نے اس طرح کسی اور کے چہرے پر اپنا میک اپ کر کے اُسے اپنی لاش بنا کر پیش کیا۔

'اس میں کون سی سازش ہے' شیران کے بارے میں اتنا تو وہ جانتا تھا کہ بذاتِ خود وہ بہت بڑے سازشی ذہن کا مالک نہیں ہے چالاک ضرور تھا لیکن اس کی فطرت میں جنگلی جانوروں کی سی وحشت تھی اور وہ وحشیانہ اقدام کرنے میں کبھی عار نہیں محسوس کر سکتا لیکن کوئی گہری سازش اس کے بس کی بات نہیں ہے البتہ اس کے پُشت پناہ اچھے خاصے سازشی ذہن کے مالک ہیں اور ظاہر ہے وہ براہِ راست بادشاہ خان اور اس کے ساتھیوں کے بھی دشمن تھے یعنی مارلینو وغیرہ'

مارلینو ایک ناقابلِ تسخیر نام بن کر اُبھرا تھا اور بادشاہ خان اپنے طور پر کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھا سکا تھا جس سے مارلینو کو نقصان پہنچ سکے۔ اس نے مارلینو کے بارے میں جس قدر معلومات حاصل کی تھیں۔ اسی قدر اُس کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔ اگر وہ اپنے ساتھیوں کو جمع کر لیتا جن میں ایک تو بیچارا مر چکا تھا تب بھی وہ مارلینو کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ تنظیم کو اگر اس کے خلاف کیا جاتا تو آخر کس طرح؟ اس کی کوئی ترکیب بادشاہ خان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہرصورت اُس نے لاش دفن کرا دی تھی۔ البتہ وہ خود پریشانیوں کا شکار تھا۔ اُس کے اپنے تمام کاروباری سلسلے بھی فی الوقت بند ہو چکے تھے اور بہت عرصے سے اُس نے کوئی بڑا کام نہیں کیا تھا لیکن اب اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ شیران کی وجہ سے وہ بالکل معطل ہی نہ ہو جائے۔ اس وقت بھی وہ اپنی خوابگاہ میں بیٹھا ہوا اُن ہی خیالات میں گم تھا کہ اُسے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ یہ وہ ٹرانسمیٹر تھا جو لانگ فریکوئنسی رکھتا تھا۔ پتہ نہیں کہاں سے اس سے رابطہ قائم کیا جا رہا تھا۔ بہرطور اس نے ٹرانسمیٹر کے قریب پہنچ کر اُسے آن کیا اور پھر انتظار کرنے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔

"میں ہانگ کانگ سے ڈاکٹر برٹیو بول رہا ہوں۔ بادشاہ خان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔ ڈاکٹر خیریت؟ بتاؤ میں خود بھی تمھاری خیریت معلوم کرنے کا خواہاں تھا۔"

"خیریت نہیں ہے بادشاہ خان۔" برٹیو کی آواز گھبرائی ہوئی تھی۔

"کیا؟ کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟"

"نعمان خان بُری طرح زخمی ہے۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"کیا!" اس کی دھاڑ دیر تک کمرے میں گونجتی رہی تھی۔

"ہاں۔ بادشاہ خان اُسے بُری طرح زخمی کر دیا گیا ہے۔"

"اور تم۔ تم کہاں مر گئے تھے؟"

"بادشاہ خان کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تمھیں احساس ہے کہ تم نے کس لہجے میں یہ سوال کیا ہے؟"

"اوہ۔ اوہ۔ میرے لہجے کی پرواہ مت کرو، میں پاگل ہو رہا ہوں یہ کیا خبر سنائی ہے تم نے مجھے ڈاکٹر برٹیو؟"

"میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا کہ نعمان خان شدید

زخمی ہے اسپتال ہی ہے ممکن ہے کہ۔۔۔"

"نہیں۔ایسی بات مت کرو ڈاکٹر برٹو۔میں خود پر قابو نہیں رکھ سکوں گا۔"

"بہر طور اُسے زخمی کرنے میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے بادشاہ خان۔تم نے میرے ساتھ غلط لہجے میں گفتگو کی ہے۔"

"اوہ۔اوہ۔میں تم سے اس کی معافی مانگ لوں گا، مجھ سے ایسی باتیں مت کرو کیوں میری شخصیت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر تُلے ہوئے ہو مسٹر۔نعمان خان کیسے زخمی ہو گیا۔مجھے بتاؤ اس کے بھائی کہاں ہیں؟"

"وہ اس کے پاس موجود ہیں۔حملہ آوروں کے بارے میں ابھی کوئی تفصیل بات نہیں معلوم ہو سکی ہے۔"

"اوہ۔وہی کتا وہاں پہنچ گیا ہو گا۔"

"کون کتا؟"

"شیران۔شیران اور کوئی نہیں۔"

"نہیں۔نہیں بادشاہ خان میرا خیال ہے صورت حال کچھ دُوسری ہے۔آئیوی نے مجھے مختصر تفصیل بتائی ہے لیکن میں نہیں سمجھ سکا۔آئیوی خود بھی نہیں سمجھ سکی تھی۔نعمان خان ہی سے اُسے کچھ تفصیل معلوم ہوئی تھی۔بہر صورت اتنا میں بتا سکتا ہوں کہ اس تفصیل میں شیران کا نام کہیں بھی نہیں تھا بلکہ کچھ اور ہی لوگ ہیں جو نعمان خان کے دشمن ہو گئے ہیں۔"

"وہ کون لوگ ہیں؟"

"میں نے کہا نا بادشاہ خان۔میں نہیں جانتا مجھے تمھاری ضرورت ہے۔"

"میں پہنچ رہا ہوں رات تک ہانگ کانگ پہنچ جاؤں گا۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں برائن روڈ کے بنگلہ نمبر ۲۰ میں مقیم ہوں۔" ڈاکٹر برٹو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔میں پہنچ جاؤں گا۔" بادشاہ خان نے جواب دیا اور دُوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد خود بھی ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔اس کا چہرہ ایک بار پھر انگارے کی طرح سُرخ ہو گیا تھا۔آنکھوں میں وحشت نظر آ رہی تھی۔واقعی اس کی شخصیت مسخ ہو گئی تھی۔شیران نے اُسے دو کوڑی کا آدمی بنا ڈالا تھا ورنہ پہاڑوں کا پُرجلال بادشاہ خان درحقیقت انسانوں کے وجود کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا لیکن اب صورتحال بہت مختلف ہو گئی تھی۔اب اُسے قدم قدم پریشان کُن حالات سے سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔اُس نے اپنے آدمیوں کو بُلا کر انھیں ہدایات دیں اور خود تیاریاں کرنے لگا۔

لیکن پہلی فلائٹ اُسے تقریباً دو گھنٹے بعد مل سکی تھی حالانکہ اُس نے رات کو برٹو کے پاس پہنچنے کا وعدہ کیا تھا۔دوسری فلائٹ رات کو نو بجے تھی اس لیے اُس نے اسی وقت جانے کا فیصلہ کر لیا اور انتہائی تیزی سے اپنے کام کروانے کے بعد ائرپورٹ پہنچ گیا۔ہانگ کانگ ائرپورٹ پر پہنچا تو شام ہو چکی تھی اُس نے دو آدمی اپنے ساتھ لیے تھے۔انھوں نے ایک ٹیکسی روکی اور بادشاہ خان ان کے ساتھ برائن روڈ چل پڑا۔

برائن روڈ کے بنگلہ نمبر بیس کے سامنے ٹیکسی رُکی، ڈاکٹر برٹو نے خود ہی بادشاہ خان کا استقبال کیا تھا۔

"آپ وقت سے پہلے آ گئے بادشاہ خان۔آپ نے کہا تھا کہ رات تک پہنچیں گے۔"

"ہاں مجھے جلدی فلائٹ مل گئی تھی۔ان باتوں کو چھوڑو، نعمان خان کا حال بتاؤ۔"

"بدستور بے ہوش ہے۔تشویشناک صورتحال کا شکار ہے۔"

"کہاں ہے؟"

"اسپتال۔کیا آپ میرے ساتھ چلنا پسند کریں گے۔"

"فضول باتیں مت کرو۔یہ تکلف کی باتوں کا وقت ہے جلدی سے گاڑی نکلواؤ۔" بادشاہ خان نے کہا۔اسی کا ایک آدمی سامان لے کر اندر چلا گیا تھا۔ڈاکٹر برٹو نے اپنی کار نکالی۔اسپتال میں نعمان خان کی حالت دیکھ کر اُس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔۔ نعمان خان کے بھائی بادشاہ خان کو دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے لیکن ان میں سے کسی نے بادشاہ خان سے کوئی بات نہیں کی، بادشاہ خان تھوڑی دیر تک نعمان خان کے سرہانے بیٹھا رہا۔اُس کی آنکھوں میں بے پناہ کرب کے آثار تھے پھر وہ فرید خان کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"مجھے پہچانتے ہو بچو؟"

"ہاں خان بابا۔کیوں نہیں پہچانیں گے آپ کو۔آپ یہاں کیسے پہنچ گئے؟" فرید خان نے جواب دیا۔

"مجھ سے اس اجنبی لہجے میں گفتگو مت کرو۔"

میں تمھارا تایا ہوں، تمھارے باپ کی جگہ تمھارے دادا کی جگہ۔میں نے تمھارے باپ کو بیٹوں کی طرح پالا تھا، کیا مجھ سے اس لہجے میں گفتگو تمھارے مناسب ہے! کیا میں تمھارا کچھ نہیں لگتا؟ بادشاہ خان کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔فرید خان وغیرہ نے کوئی جواب نہ دیا۔تب بادشاہ خان نے کہا۔

"نعمان خان کیسے زخمی ہوا، مجھے بتاؤ؟"

"ہمیں نہیں معلوم خان بابا، ہمیں تو بعد ہی میں اس کی اطلاع ملی۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم لوگ ساتھ نہیں رہتے؟"

"رہتے تو ساتھ ہی ہیں، لیکن ہم زیادہ تر تفریحات میں مشغول رہتے ہیں۔نعمان خان نے ہمیں اس کی اجازت دی ہوئی ہے۔"

"اوہ۔اوہ، میں جانتا ہوں وہ بڑے دل کا مالک ہے، وہ تمھارے لیے باپ کا سایہ بنا ہوا ہے، لیکن۔لیکن مجھے کیسے معلوم ہو کہ اسے اس حالت میں پہنچانے والا کون ہے؟ میں اس کا خون پی جانا چاہتا ہوں، مجھے بتاؤ بچو، مجھے بتاؤ، کچھ تو بتاؤ۔کوئی پتہ، کوئی نشان تو بتاؤ، برٹو تیری بیٹی آئیوی کہاں ہے۔کیا وہ وہ مجھے اس بارے میں بتا سکے گی؟ کیا وہ نعمان خان کے اس حادثے کے بارے میں کچھ جانتی ہے؟"

"آئیوی موجود ہے بادشاہ خان، لیکن اس نے جو کچھ مجھے بتایا ہے، وہ میں تمھیں بتا چکا ہوں، اس سے زیادہ اس کے لیے کچھ اور بتانا ممکن نہ ہو گا، اس سلسلے میں ایک اور شخص تھا، لیکن افسوس وہ بھی قتل ہو چکا ہے، اگر وہی زندہ ہوتا تو ہمیں اس بارے میں ساری تفصیل پتہ چل سکتی تھی۔"

"وہ کون تھا؟۔۔۔کون تھا وہ اور کیسے قتل ہوا؟"

"جس کے مکان میں نعمان خان پہ حملہ ہوا تھا۔وہ نعمان خان کا خاص آدمی تھا اور اُس کی حفاظت کرتے ہوئے ہلاک ہو گیا۔"

"گویا کچھ پتہ نہیں چل سکے گا، کوئی کچھ نہ بتا سکے گا۔ٹھیک ہے ڈاکٹر برٹو، میں نعمان خان کو بنکاک لیے جا رہا ہوں، میں خود ہی اس کا علاج کراؤں گا، چاہے اس کے لیے مجھے ساری دُنیا سے ڈاکٹرز کیوں نہ بلوانے پڑیں، میرا خیال ہے بنکاک میں مجھے اب دُوسرے تمام کام چھوڑ کر اس کی نگہداشت کرنی پڑے گی، یہ غلط ہوا ہے، بہت ہی غلط ہوا ہے، میرا ذہن متزلزل ہو رہا ہے میں پریشان ہوں، مجھے بہت سے فیصلے کرنے ہوں گے ڈاکٹر برٹو، مجھے بہت سے فیصلے کرنے ہوں گے، میں نعمان خان کو لیے جا رہا ہوں بعد میں اگر کچھ پتہ چلے تو مجھے بتانا۔"

"ٹھیک ہے آپ جیسا مناسب سمجھیں بادشاہ خان مجھے افسوس ہے کہ نعمان خان کے ساتھ یہ حادثہ پیش آ گیا۔"

"نہیں صرف افسوس سے کام نہیں چلے گا ڈاکٹر برٹو، تم اس کے ذمے دار تھے۔میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکوں گا کہ

تم نے مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کیا۔"

"تم پریشان ہو بادشاہ خان۔اس لیے میں تم سے اس سلسلے میں کوئی اور بات نہیں کروں گا، تمھیں خود اندازہ ہے کہ کسی بھی جوان آدمی کو اپنے قابو میں نہیں رکھا جا سکتا اور پھر وہ عملی دُنیا میں تھا۔وہ جو کچھ کر چکا ہے، میں تمھیں اس کی تفصیلات فراہم کروں تو تم دنگ رہ جاؤ گے، اب نعمان خان ایک بہت بڑے بینک بیلنس کا مالک ہے، اور ایک باعزت انسان کی حیثیت رکھتا ہے۔میں یہ نہیں کہوں گا بادشاہ خان کہ یہ سب کچھ میں نے کیا ہے اس کے لیے بلکہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ خود اس کی ذہانت بھی اس سلسلے میں عمل کرتی رہی ہے۔ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ میں نے اس سے بھرپور تعاون کیا ہے۔"

بادشاہ خان بہت مضطرب تھا۔برٹو نے اُس کی ہدایت پر انتظامات کیے۔آئیوی کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ برٹو کے سر ہو گئی۔

"میں بھی بنکاک جاؤں گی ڈیڈی۔میں اس سے دُور نہیں رہ سکتی۔"

"اوہ آئیوی میرے لیے کیوں مشکلات پیدا کر رہی ہو! میں نے تو کچھ اور ہی فیصلہ کیا ہے۔میرا خیال ہے نعمان خان کو بنکاک روانہ کرنے کے بعد ہم لوگ یورپ چل پڑیں۔یہاں میں بے بس ہو گیا ہوں۔مجھے اس طرح بے بسی کے عالم میں زندگی گزارنا پسند نہیں ہے۔یورپ میں ہمارا اپنا ماحول ہے۔میرے لاتعداد ساتھی ہیں۔بادشاہ خان ہمارا ساتھی ضرور ہے لیکن وہ وحشی قبائلی ہے میرے ساتھ اس کا رویہ ٹھیک نہیں رہا۔"

"ڈیڈی"۔آئیوی آنسو بھری آواز میں بولی۔"ڈیڈی۔میں آپ کے ساتھ یورپ نہیں جاؤں گی۔"

"خواہ ہمیں کتنی ہی مشکلات سے گزرنا پڑے؟"

"سوری ڈیڈی۔اس گستاخی کے لیے معافی چاہتی ہوں۔

آپ یورپ چلے جائیں۔ میں نعمان خان کے پاس رہوں گی۔" ڈاکٹر بریڈو عجیب سی نگاہوں سے آئیوی کو دیکھنے لگا پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"او کے بے بی۔ ٹھیک ہے۔ تم ان کے ساتھ جا سکتی ہو۔ میں انتظام کر دوں گا!"

بادشاہ خان نے آئیوی کو ساتھ لے جانے سے انکار نہیں کیا تھا، البتہ اُس نے بریڈو سے سوال کیا۔

"تم نہیں چلو گے بریڈو؟"

"میں پہنچ جاؤں گا خان یہاں بھی میں نے بہت سے چکر چلا رکھے ہیں۔ رقمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا اور پھر یہ سب تمھاری ذمّے داری ہے۔ اسے تم ہی سنبھالو تو بہتر ہے۔ میں بری الذمّہ ہونا چاہتا ہوں۔" ڈاکٹر بریڈو نے کہا لیکن بادشاہ خان نے شاید اس کے الفاظ پہ توجہ نہیں دی تھی۔ ورنہ اس کا موڈ خوشگوار نہ رہتا۔

نعمان خان کے تمام بھائی بُری طرح پریشان تھے بادشاہ خان سے نہ زیادہ اختلاف نہیں کر سکتے تھے۔ بہرحال دل میں احترام موجود تھا۔ وہ تو نعمان خان کے اشاروں پہ چلنے کے عادی تھے لیکن نعمان خان کی حالت ہی تشویشناک تھی اور اس کے بعد اُنھیں بادشاہ خان ہی اپنا خون نظر آتا تھا اس لیے وہ خاموش تھے۔ وہ بنکاک پہنچ گئے۔ بادشاہ خان نے درحقیقت دن رات ایک کر دیے تھے۔ لاکھوں روپے روزانہ خرچ کر رہا تھا۔ ملکی اور غیر ملکی ڈاکٹروں کا مجمع لگا لیا تھا اور بڑی تندہی سے علاج ہو رہا تھا نعمان خان کا۔ بادشاہ خان نے اتنا کیا کہ وہ سب ایک بار پھر اس کے ممنون ہو گئے۔ خاص طور سے آئیوی بادشاہ خان کی بہت عزّت کرنے لگی تھی۔ اُسے بادشاہ خان کی تڑپ کا احساس ہو گیا تھا۔

پھر نعمان خان کو ہوش آ گیا جس دن اُسے ہوش آیا۔ بادشاہ خان اس کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ اُس نے نعمان خان کے دُوسرے بھائیوں سے کہا۔

"بچّو۔ تمھارا تایا خان بے وقوف نہیں ہے۔ پہاڑوں میں ایک کہانی شروع ہوئی تھی۔ بدلے کی کہانی۔ بادشاہ خان کا دل اپنے بھائی کے لیے سوگوار تھا۔ اُس سے بس ایک غلطی ہوئی تھی۔ اُس نے یہ انتقام خود لینے کے بجائے پہاڑوں کی مقدس روایت کے مطابق لینا چاہا۔ سما یہی جذبہ تھا کہ پُورے احترام سے ایک دُوسرے کو بتائیں کہ فیروز خان کے قاتل بہزاد سلطان کو یہ بات یاد نہیں رہی تھی کہ فیروز خان کے نو بیٹے ہیں اور دیکھو اس کا پہلا بیٹا جوان ہوا تو اُس نے باپ کا انتقام لے لیا۔ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگ یہ کہیں کہ فیروز خان کے بیٹے تو باپ کا انتقام نہ لے سکے، لیکن بادشاہ خان نے اپنے بھائی کا بدلہ لے لیا۔ بس میرا یہی قصور تھا کہ میں نے تمھارے لیے یہ گالی پسند نہیں کی تھی اور وہ سب کچھ ہو گیا جس کی مجھے اُمید نہیں تھی۔ میں بے وقوف نہیں ہوں بچو۔ میں جانتا ہوں کہ نعمان خان اور تم لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہو۔ کرتے رہو۔ میرا ضمیر مجھے کبھی ملامت نہیں کرتا، میری تدبیر ضرور اُلٹ گئی تھی لیکن میرے ارادے میں کھوٹ نہیں تھی۔ ابھی میں نعمان خان کے سامنے نہیں آؤں گا۔ اُسے صحت کی ضرورت ہے۔ اسے میرے بارے میں مت بتانا۔ اب میں اس وقت تک اس کے سامنے نہیں آؤں گا، جب تک وہ ٹھیک نہ ہو جائے۔ تم لوگ میرے ساتھ دو بے شک ٹھیک ہونے کے بعد اُسے اختیار ہے کہ وہ مجھ سے نفرت کرے اور یہاں سے چلا جائے، میں اُس کی زندگی چاہتا ہوں۔ خدا حافظ۔" بادشاہ خان وہاں سے چلا گیا۔

نعمان خان کے سارے بھائی اور آئیوی بادشاہ خان کی باتوں سے متاثر نظر آ رہے تھے۔

❋

یہ دُنیا اب اس کے لیے اجنبی نہیں تھی۔ ہانگ کانگ میں شیران نے اپنے لیے دلچسپیاں تلاش کر لی تھیں۔ ہوٹل، نائٹ کلب اور دُوسری تفریح گاہیں جہاں جسمانی کرتب دکھائے جاتے ہیں، اُسے پسند تھیں اور وہ ان میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ ایڈنا ڈمپل کے تمام آدمی یہاں پہنچ گئے تھے اور ایڈنا کے اشارے پر شیران پر پوری پوری نگاہ رکھ رہے تھے۔ ہر جگہ اُس کا تعاقب کیا جاتا تھا لیکن شیران کو ان کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ وہ اپنی تفریحات میں مگن تھا۔ اس شام ایک کیبرے ہاؤس سے باہر نکل رہا تھا کہ اس کی نگاہ ایک شخص پر پڑی۔ وہ پیلے رنگ کی کار میں بیٹھ رہا تھا۔ شیران ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر رہ گیا۔ یہ شخص۔ اُس نے اپنی یادداشت کو ٹٹولا۔ یہ شخص اگر اس کا خیال غلط نہیں ہے تو مارلینو کے دُشمنوں میں سے ایک تھا۔ ان دُشمنوں سے ایک جن کی تصاویر اُسے دکھائی گئی تھیں اور اس کا نام بریڈو تھا۔ ڈاکٹر بریڈو۔

شیران کے تن بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ اُس نے تیزی سے اپنی کار کی طرف دوڑ لگائی اور پھر پیلی کار کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ کار ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو گئی تھی۔ شیران نے اپنی کار تھوڑی دُور روک دی اور اُتر کر اطراف کا جائزہ لینے لگا۔

وہ اہم فیصلے کر رہا تھا۔ اندر کے بارے میں اُسے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہاں کتنے افراد ہیں لیکن اگر افراد کی پروا کی جائے تو بریڈو کی موت ممکن نہیں ہے پھر۔۔ اور اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ وہ اندر داخل ہو کر بریڈو کو ہلاک کرنے کی کوشش کرے چنانچہ وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ گیٹ پر ایک مقامی چوکیدار موجود تھا لیکن اس وقت شیران کو حیرت ہوئی جب چوکیدار نے اُسے دیکھتے ہی سلام کر کے جلدی سے دروازہ کھول دیا تھا! شیران حیرت زدہ ضرور ہوا تھا لیکن اُس نے کسی قسم کی جھجک کا اظہار نہیں کیا، اور سیدھا اندر داخل ہو گیا۔ اُسے صورتِ حال کا علم نہیں تھا جب کہ چوکیدار نے صرف اُس کی شکل و صُورت سے دھوکا کھایا تھا۔ پہاڑی قبائلی نوجوانوں کا اس عمارت سے گہرا تعلق رہا تھا اور چونکہ نعمان خان کے بھائی وغیرہ یہاں آتے رہتے تھے اس لیے چوکیدار دھوکا کھا گیا تھا۔ شیران کو اس کی اُمید نہیں تھی کہ اُسے اس آسانی سے اندر داخل ہونے کا موقع مل جائے گا۔ بہرحال موقع سے فائدہ حاصل نہ کرنا بھی حماقت تھی چنانچہ وہ اندر داخل ہو گیا۔ عمارت کافی عمدہ تھی۔ صدر گیٹ سے اندر داخل ہو کر ایک وسیع ڈرائنگ ہال میں داخل ہو گیا۔ یہاں اُسے ایک مقامی نوجوان صفائی کرتا نظر آیا تھا۔

"ڈاکٹر کہاں ہے؟" اُس نے بے اختیار پوچھا۔ مقامی زبان استعمال کی تھی۔ صفائی کرنے والے نوجوان نے اوپر اشارہ کر دیا تھا۔ ہال کے دونوں طرف سے سیڑھیاں اندر جاتی تھیں۔ شیران اطمینان سے ان سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ اُوپر کی طرف کمرے تھے، وہاں دروازوں کی تعداد کافی تھی لیکن شیران حتی الامکان ان کی نگاہوں سے بچتے ہوئے کمروں میں جھانک رہا تھا پھر ایک کمرے میں اُسے بریڈو نظر آ گیا۔ وہ ایک گاؤن پہن کر باتھ رُوم سے نکلا تھا۔

شیران نے دستک دی اور اندر سے آواز سُنائی دی "آجاؤ۔" شیران دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ بریڈو اُسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"میں نے تمھیں نہیں پہچانا کون ہو تم؟"

"مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے بریڈو۔"

"بیٹھو۔ کیا بات ہے؟ غالباً تم بھی قبائلی ہو۔"

"ہاں سو فیصد۔ ہماری گفتگو میں کسی کے مخل ہونے کا امکان تو نہیں ہے؟" شیران نے رازداری سے کہا۔

"نہیں یہاں کوئی نہیں آئے گا کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں، کیا آپ مارلینو سے واقف ہیں؟" شیران نے پوچھا اور بریڈو چونک پڑا۔

"کیوں نہیں۔ کیا وہ یہاں ہانگ کانگ میں موجود ہے؟" اُس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پُوچھا۔

"وہ تو موجود نہیں ہے ڈاکٹر بریڈو لیکن اُس نے کچھ لوگوں کو مخصوص کیا ہے کہ اس کے ان دُشمنوں سے انتقام لیں جنھوں نے اُسے زندگی سے محروم کرنے کی کوشش کی تھی۔ شاید آپ نے ہینڈرک کا نام سُنا ہو، ہینڈرک قتل کر دیا گیا بالکل اسی طرح جس طرح آٹھ آدمیوں نے مارلینو کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اس معصوم دیہاتی کو جو سب کے لیے بے ضرر تھا اور صرف جان بچانے کی غرض سے ان کے درمیان آ چھپا تھا۔"

"تت۔ تم کون ہو؟" بریڈو کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔

"اس کا نمائندہ شیران۔" شیران نے جواب دیا اور بریڈو کی آواز بند ہو گئی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ خوف اُبھر آیا تھا۔ کافی دیر تک وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے شیران کو دیکھتا رہا یوں لگ رہا تھا جیسے اُس کی قوّتِ ارادی بالکل ہی ختم ہو گئی ہو وہ اپنی مرضی سے اپنے ہاتھوں کو جنبش بھی نہیں دے سکتا تھا۔۔۔ گومگو کے اس عالم کا عرصہ کئی منٹ تک جاری رہا۔ شیران کسی شکاری چیتے کی طرح اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جبکہ بریڈو کی آنکھیں تاریک ہوئی جا رہی تھیں۔

"تت۔ تم۔ تم شیران ہو۔" بمشکل تمام اُس کے حلق سے ہوتے ہوئے آواز اُبھری۔

"ہاں۔ میں شیران ہی ہوں اور مجھے تمھاری موت کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔"

"نہیں۔ نہیں، وہ پُرانی بات ہے ختم ہو گئی سب۔ اب۔ تم۔ میں، میں۔ میری تم سے تو کوئی دُشمنی نہیں ہے۔"

"لیکن فرض۔ فرض ہوتا ہے۔ تمھاری مارلینو سے کیا دُشمنی تھی؟"

"ان سب کے کہنے سے۔ میں۔ میں۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر بریڈو لیکن اب موت تمھارا مقدر ہے اور اب تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ۔ شکار جب میرے سامنے آ جاتا ہے تو میں اُسے چھوڑنے کا قائل نہیں ہوں۔۔۔" شیران نے کہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ تم مجھے نہیں مار سکتے۔" دفعتاً بریڈو نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی، وہ ایک دیوار کے قریب پڑا تھا۔ اُس نے اس دیوار میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارنے

کی کوشش کی۔ شیران اس کی اس حرکت کو سمجھ نہیں سکا تھا۔ اُس نے اُسے صرف اضطراری فعل قرار دیا تھا۔ وہ پُرسکون انداز میں کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے بریٹو کے سامنے کھڑا رہا۔

"میں جانتا ہُوں اس عمارت میں تمھارے کافی ساتھی ہیں لیکن بریٹو میری جان تم بچ نہیں سکو گے۔" شیران نے کہا اور پیچھے ہٹ کر دروازہ اندر سے لاک کر دیا۔ اب اُسے اس کی پرواہ نہیں تھی کہ یہاں اس عمارت میں ڈاکٹر بریٹو کے ملازم اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے! چنانچہ دروازہ بند کر کے وہ پھر بریٹو کی طرف پلٹا۔ اس دوران بریٹو کو موقع مل گیا تھا۔ اُس نے دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے ایک بٹن پر کئی بار اُنگلی دبائی تھی۔ شیران آہستہ آہستہ اُس کے قریب پہنچ گیا پھر اُس نے بریٹو کو گریبان سے پکڑ لیا۔ بریٹو نے جھکائی دے کر شیران کے جبڑے پر گھونسہ رسید کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اُس کا ہاتھ شیران کی کلائی پر رُکا اور پھر شیران کے خوفناک گھونسے نے اسے چکر کھلا دیا تھا۔ وہ فرش کے عین وسط میں آ گیا تھا۔ اُسی وقت باہر دروازے پر دستک سُنائی دی اور پھر ایک آواز۔

"آپ نے مجھے طلب کیا سر؟"

"اوہ۔ تم تو اپنے آدمیوں کو بُلا چکے ہو؟" شیران نے غرّاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دروازہ کھولیے سر۔ دروازہ کھولیے!" شیران بریٹو کے نزدیک پہنچ گیا۔ اُس نے اُس کے حلق پر انگوٹھا رکھتے ہوئے کہا۔

"اس سے کہو واپس جائے۔" شیران غرّایا اور بریٹو کے حواس جواب دینے لگے۔ اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "واپس جاؤ۔ کوئی کام نہیں ہے۔" اور اُس کے بعد دستک بند ہو گئی۔ پتہ نہیں دستک دینے والے نے بریٹو کی آواز کے خوف کو محسوس کیا تھا یا نہیں۔ بریٹو نے پڑے پڑے کہا۔ "دیکھو شیران۔ میں، میں تمھیں بہت سی اہم باتیں بتاؤں گا۔ مجھے تمھارے بارے میں تفصیل سے معلوم ہے۔ سنو۔ تم۔ تمھارا ایک بدترین دُشمن اور وہ بھی جو مارلینو کے ساتھ تھا، بنکاک میں موجود ہے۔ بادشاہ خان۔" ڈاکٹر بریٹو نے کہا اور شیران چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے وحشت نظر آئی۔

"کون موجود ہے بنکاک میں؟"

"بادشاہ خان، شیران تم یقین کرو، میں تمھیں اس کے بارے میں اور بھی بہت سی تفصیلات بتاؤں گا، میری جان بخشی کر دو۔" شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"ممکن ہے بادشاہ خان بنکاک میں ہو، بہر طور تو میرے دُہرے انتقام کا شکار ہو گا۔ مارلینو کی طرف سے بھی اور میری طرف سے بھی کیونکہ وہ میری ماں کا قاتل ہے لیکن میرے دوست میں کسی بھی مفاد کے لیے اپنا کوئی کام ترک نہیں کرتا۔ بادشاہ خان کی موت اپنی جگہ اُسے تو مرنا ہی ہے لیکن فی الحال تمھاری باری ہے۔" شیران نے ڈاکٹر بریٹو کے حلق پر انگوٹھے کا دباؤ بڑھا دیا اور ڈاکٹر بریٹو ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ اُس کے حلق سے خرخراہٹیں نکل رہی تھیں۔ اُس کے حلق کی نالی شیران کے انگوٹھے تلے دبی ہوئی تھی اور اب وہ چیخ بھی نہیں سکتا تھا۔ شیران نے اُس کی گردن پر اپنی گرفت مضبوط کر دی اور بریٹو کی زبان باہر نکلنے لگی۔ ایک ایسے خوفناک اور طاقت ور آدمی سے مقابلے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ چند ہی لمحات میں اُس نے دم توڑ دیا۔ اُس کے کانوں اور ناک سے خون بہنے لگا تھا۔

شیران نے ایک زوردار گھونسہ اس کی پیشانی پر مارا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد اُس نے کچھ اور وحشیانہ اقدامات کیے۔ اُس نے بریٹو کی ران پر پاؤں رکھا اور اُس کا ایک پاؤں پوری قوت سے مروڑ دیا۔ ہڈی ٹوٹنے کی آواز صاف سُنائی دی تھی پھر اُس نے اُس کے دُوسرے پاؤں اور دونوں ہاتھوں کی ہڈیاں توڑ دی تھیں۔ بریٹو کے بدن میں اب کوئی جنبش نہ ہوئی تھی۔ وہ پہلے ہی دَم توڑ چکا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر شیران نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی اور پھر وہ پستول ہاتھ میں لیے دروازے کی جانب بڑھا۔ اُس نے دروازہ کھولا لیکن دروازہ کھولتے ہی اس پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ چار یا پانچ آدمی تھے۔ سب بیک وقت اُس پر ٹوٹ پڑے تھے۔

شیران اُچھل کر کمرے کے وسط میں آ گیا۔ اُس نے ایک آدمی پر فائر کیا لیکن دُوسرے آدمی نے ہاتھوں میں پکڑا ہُوا ڈنڈا اُس کے ہاتھ پر پھینک مارا۔ وار اتنا جچا تُلا تھا کہ شیران کے ہاتھ سے پستول نکل پڑا۔ دُوسرے لمحے باقی تین آدمی اُس پر ٹوٹ پڑے۔ دو کے ہاتھوں میں بھی ویسے ہی ڈنڈے دبے ہُوئے تھے۔ وہ سب مارشل آرٹس کے ماہر معلوم ہوتے تھے کئی ڈنڈے شیران کے بدن کے مختلف حصّوں پر پڑے تھے لیکن اس کے بعد شیران سنبھل گیا۔ اُس نے وہ ڈنڈا اُٹھا لیا جو اُس پر پھینک کر مارا گیا تھا اور اس کے بعد خونریز مقابلہ شروع ہو گیا اور شیران کے ہاتھ میں دبے ہُوئے ڈنڈے نے اُن میں

سے ایک اور آدمی کے سر کے ٹکڑے اُڑا دیے تھے۔ دُوسرے دونوں آدمی وحشیانہ انداز میں اُس سے لڑ رہے تھے ...... اور کھٹاکھٹ کی آوازیں کمرے میں بُلند ہو رہی تھیں۔ ایک آدمی شیران کی گولی کا شکار ہو چکا تھا۔ ایک اُس کے ڈنڈے کا اور دُوسرے دونوں بھی بُری طرح زخمی ہو گئے تھے۔ مارشل آرٹس میں بھی شیران اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے ان دونوں کو بھی ختم کر دیا۔ کمرے میں اب پانچ لاشیں پڑی ہُوئی تھیں اور اُن کے درمیان وحشی دیو قامت قبائلی کھڑا ہُوا خون آلود نگاہوں سے اُنھیں دیکھ رہا تھا پھر اُس نے آگے بڑھ کر اپنا پستول اُٹھایا اور اُسے لیے ہُوئے باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اس جگہ سے واپس جا رہا تھا۔ وہ باہر نکل کر اپنی کار میں بیٹھا اور پھر کار واپس چل پڑی۔ یہاں آنے سے اس کا ایک بہت بڑا مقصد حل ہو گیا تھا۔ اسے از حد مسرت تھی ویسے تھوڑا سا زخمی بھی ہوا تھا۔ بدن کے کچھ حصّوں پر شدید چوٹیں لگی تھیں اور وہ درد کر رہے تھے۔ ایڈناڈمپل نے اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیسی گزر رہی ہے شیران، ہانگ کانگ تمھیں پسند آیا؟"

"بہت۔" شیران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تمھارے بدن پر کچھ نشان ہیں یہ جبڑے پر بھی۔ یہ کیا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ ہانگ کانگ میں میری ملاقات ایک ایسی شخصیت سے ہو گئی جو میرے لیے پسندیدہ تھی۔"

"کیا مطلب؟" ایڈناڈمپل نے پوچھا۔

"میں مطلب بتانے کا عادی نہیں ہوں بس میں نے جو کچھ کیا اُس سے بڑا مطمئن ہُوں۔"

"آہ۔ تم کچھ کر چکے ہو؟"

"پلیز مجھ سے اس بارے میں کچھ مت پوچھو۔" شیران ہاتھ اُٹھا کر بولا اور ایڈناڈمپل خاموش ہو گئی لیکن دوسری صبح کے اخبارات اس کے لیے بڑے سنسنی خیز تھے۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ پانچ لاشوں کی تصویریں تھیں اور ان کے درمیان قاتل کا چہرہ مسکرا رہا تھا۔

تفصیل کچھ یوں تھی کہ ڈاکٹر بریٹو نامی آدمی کو اس کی کوٹھی میں داخل ہو کر قتل کر دیا گیا۔ اس کے ملازموں نے اس کو بچانے کی کوشش کی تو تین ملازم قتل کر دیے گئے صرف ایک بچا جو نیم مُردہ تھا۔ اُسے اسپتال لایا گیا اور فوری طبّی امداد دی گئی جس سے اُس کی حالت قدرے بہتر ہو گئی۔ پولیس نے اس کی یادداشت کے سہارے ایک چہرہ ترتیب دیا ہے جو قاتل کا چہرہ ہے اور یہ چہرہ دراصل شیران ہی کا چہرہ تھا۔ بہت معمولی سی ردوبدل کے ساتھ صاف پہچانا جا سکتا تھا کہ یہ قبائلی شخص شیران ہے۔ ایڈناڈمپل کے ہوش و حواس جواب دے گئے تھے۔ اس نے فوری طور پر اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کیا اور رابطہ قائم ہو جانے کے بعد بولی۔

"سنو۔ کیا تم لوگوں نے آج کا اخبار دیکھا ہے؟"

"میں نے دیکھا ہے مادام۔ کیا شیران نہیں ہے؟"

"وہی ہے، وہی بدبخت ہے۔ یہ تو ہمارے لیے عذاب جان بن گیا ہے۔ اب کیا کیا جائے؟"

"میڈم۔ پانچ آدمیوں کا قتل معمولی بات نہیں ہے۔ شیران کی زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے وہ سندی آدمی باہر نکلے بغیر نہیں رہے گا اور ظاہر ہے باہر نکلے گا تو پولیس کا شکار ہو جائے گا۔"

"اوہ۔ اوہ مجھے مشورہ دو۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"میرے خیال میں آپ نے ہانگ کانگ آ کر ہی غلطی کی ہے مادام مجھے معاف کیجیے گا اس وحشی کو جنگلوں ہی میں رہنے دیا جاتا تو بہتر تھا۔"

"میں جانتی ہوں کہ یہ دردسری میں نے خود مول لی ہے۔ میں اگر خود ہی تنظیم کو یہ تجویز پیش نہ کرتی تو اس عذاب کا شکار نہ ہوتی۔ میں تو تنگ آ گئی ہوں۔ میرے خیال میں ہمیں ہانگ کانگ چھوڑ دینا چاہیے۔"

"لیکن مادام اسے اس کے لیے کیسے مجبور کریں گی؟"

"کرنا ہو گا۔ مجبور کرنا ہو گا اگر وہ اس طرح میری بات نہ مانا تو پھر اُسے بے ہوش کر کے لے جایا جائے گا۔"

"میرے خیال میں مادام ہمارا مشورہ ہے کہ آپ اس سے بات منوانے کی کوشش نہ کریں بلکہ فوراً اسے ناشتے پر طلب کریں بے ہوشی کی دوا کا ڈبل ڈوز دے کر اسے یہاں سے لے چلیں۔"

"ٹھیک کہتے ہو تم۔ تم یوں کرو کہ جلد از جلد میرے ہوٹل پہنچ جاؤ میں اسے سنبھالنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"اوکے۔ میڈم ہم پہنچ رہے ہیں۔ ہم باہر آپ کا انتظار کریں گے۔"

تھوڑی دیر کے بعد شیران کے پاس پہنچ گئی۔ شیران اطمینان سے غسل وغیرہ کر کے فارغ ہُوا تھا اور اس نے ناشتے کے لیے کہہ دیا تھا۔

"ہیلو شیران۔ ناشتہ کیا تم نے؟" ایڈناڈمپل نے پوچھا۔

"ابھی نہیں منگوایا ہے۔"

"میں بھی تمھارے ساتھ ہی ناشتہ کروں گی۔"

"نہیں میں اس وقت کسی کے ساتھ ناشتہ کرنے کے موڈ میں

نہیں ہوں۔" شیران نے جواب دیا اور ایڈناڈمپل عجیب سی نگاہوں سے اسے گھور کر رہ گئی۔

"تمہاری مرضی، تم کبھی کبھی میری اچھی خاصی بے عزتی کر دیتے ہو۔"

"او... نہیں ڈیئر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس، میں اپنی پسند کے مطابق کام کرتا ہوں۔" ایڈناڈمپل باہر نکل آئی۔ ویٹر شیران کے لیے ناشتہ لے کر آ رہا تھا۔

"یہ ناشتہ اس طرف لے آؤ۔" ایڈناڈمپل نے کہا اور ویٹر نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ ایڈناڈمپل ناشتے کی ٹرے لیے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔ ویٹر کو اپنے لیے بھی ناشتہ لانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس نے شیران کے ناشتے پر اچھی طرح ہاتھ صاف کر دیا تھا۔ کوئی ایسی کسر نہیں چھوڑی تھی جس سے خطرہ رہ جائے۔ ویٹر جب ناشتے کی دوسری ٹرے لیے ہوئے آیا تو ایڈناڈمپل نے اس ٹرے کو دیکھا اور مسکرا کر کہنے لگی۔

"بہتر یہ ہے کہ تم اس کا ناشتہ اس کو دے دو، مجھے میرا ناشتہ دے جاؤ۔ وہ کم بخت قسم کا آدمی ہے کہیں بُرا نہ مان جائے۔"

"جیسی آپ کی مرضی مادام" ویٹر نے دوسری ٹرے ایڈناڈمپل سے لے لی اور ایڈناڈمپل کی ٹرے اُسے دے کر شیران کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیران ناشتہ کر رہا تھا ایڈناڈمپل نے خود بھی اطمینان سے ناشتہ کیا اور تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ شیران کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اس نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی لیکن اندر سے کوئی آواز سنائی نہ دی پھر وہ آہستہ سے اندر داخل ہو گئی۔

شیران ناشتے ہی کی کرسی پر دراز تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

"شیران۔" ایڈناڈمپل اس کے قریب پہنچ کر بولی پھر اُس نے اسے زور زور سے جھنجوڑا لیکن شیران بے ہوش ہو چکا تھا۔

"تھینکس گاڈ۔" ایڈناڈمپل نے بھاری لہجے میں کہا اور پھر اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرنے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد لینڈ روور ہانگ کانگ سے باہر جانے والے راستے پر دوڑ رہی تھی۔ شیران کے دونوں ہاتھ کس کر باندھ دیئے گئے تھے۔ اس کی آنکھوں پر بھی پٹی باندھ دی گئی تھی تاکہ وہ کسی کو پہچان نہ سکے۔ ویسے جو ڈوز اسے دیا گیا تھا اس کے بعد اس کے ہوش میں آنے کے امکانات کافی دیر تک نہیں تھے۔ ایڈناڈمپل بدحواسی کے عالم میں شیران کو ہانگ کانگ سے نکال کرلے جا رہی تھی۔ وہ ایک لمبے سفر کا بندوبست کر چکی تھی۔ انتہائی افراتفری کے عالم میں اس سفر کا آغاز ہوا تھا لیکن بہرصورت وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔ شیران اس کے لیے واقعی مصیبت بن گیا تھا۔ ڈاکٹر بریٹو کا قتل اور اس کے ساتھ اس کے چار ملازموں کا خون ایسی عام بات نہیں تھی کہ ہانگ کانگ کی پولیس خاموش رہ سکے۔ یہ ہی غنیمت تھا کہ ابھی تک اطراف میں پولیس نے ناکہ بندی نہیں کی تھی اس طرح ایڈناڈمپل کو نکل جانے کا موقع مل گیا۔ اگر پولیس کو بھنک بھی مل جاتی کہ قاتل فرار ہو رہا ہے تو ڈمپل اس طرح نہیں نکل سکتی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعد میں وہ اپنے رسوخ استعمال کرتی۔ ان علاقوں میں وہ محدود نہیں تھی انچارج تھی یہاں کی اور بہت سے ادارے اس کے مفادات کے نگراں تھے۔ لینڈ روور ایک بار پھر انہی علاقوں کی طرف نکل آئی جہاں وہ پہلے موجود تھے۔ ایڈنا نے شیران کی مسلسل بے ہوشی کے لیے بندوبست کر لیا تھا۔ خاص قسم کے بے ہوشی کے انجکشن ساتھ لے لیے گئے تھے جنہیں استعمال کرنے سے شیران مسلسل بے ہوش ہو سکتا تھا لیکن اس کا ذہن شدید ہیجان کا شکار تھا۔ بالآخر ایک طویل سلسلہ کوہ کے دامن میں انہوں نے پہلا قیام کیا ایڈنا چہرے ہی سے دل برداشتہ نظر آتی تھی، اس کی پیشانی پر ذہنی ہیجان کی لکیریں نمایاں تھیں بہرصورت اس سلسلہ کوہ میں انہوں نے ایک عارضی قیام گاہ منتخب کر لی۔ شیران کو لینڈ روور ہی میں رہنے دیا گیا تھا باقی لوگ نیچے اتر آئے تھے، سب کے سب گہری سنجیدگی سے آنے والے لمحات کے لیے سوچ رہے تھے، زندگی کے دوسرے لوازمات تو زندگی کے ساتھ ہی ہوتے ہیں کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد ان میں سے ایک نے دبی زبان میں ایڈناڈمپل سے کہا۔

"مادام خادم اس قابل نہیں ہے کہ آپ سے کسی موضوع پر کوئی گفتگو کر سکے، ہم سب خلوصِ دل سے آپ کے احکامات کی تعمیل کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن ایک سوال بار بار ذہن میں چل رہا ہے اگر اجازت ہو تو اس کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کر لی جائیں۔"

"ہوں، پوچھو۔" ایڈناڈمپل نے بھاری لہجے میں کہا۔

"میڈم یہ طریقہ کار آپ کے شایانِ شان نہیں ہے ہم اس قدر ٹھوس اور مضبوط ہیں کہ ہمیں ہماری جگہ سے جنبش دینا ممکن نہیں ہے، ہم سڑکوں پر قتلِ عام کر سکتے ہیں اور ہم سے کوئی بازپرس نہیں کی جا سکتی لیکن ہم عام قسم کے مجرموں کی طرح صحراؤں، جنگلوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں کیا یہ سب کچھ آپ جیسی شخصیت کے مناسب ہے؟"

ایڈناڈمپل نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ گہری سوچ میں گم تھی پھر وہ بھاری لہجے میں بولی۔

"میں تمہارے اس سوال کو نظرانداز نہیں کر سکتی، صورتِ حال میں کچھ گڑبڑی ہو گئی ہے اور درحقیقت اس بارے میں خود اپنے ہی جال میں پھنس گئی ہوں لیکن فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں وائی تھری ڈیپارٹمنٹ سے اس سلسلے میں مزید گفتگو کروں گی اور اس کا کوئی مناسب حل نکال لوں گی۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں میڈم کہ ہمیں اس شخص کی اس طرح نگرانی کب تک جاری رکھنا ہو گی؟"

"ایک بہت طویل عرصہ چاہیے، دراصل پروگرام ہی غلط بنایا گیا تھا۔ بہرطور میں خود اس کا کوئی حل تلاش کروں گی اسے ہوش میں نہیں آنا چاہیے۔" ایڈناڈمپل نے کہا اور اس کے آدمیوں نے گردن ہلا دی۔

ایڈناڈمپل ایک پہاڑی چٹان پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس کی نگاہیں خلا میں بھٹک رہی تھیں، درحقیقت شیران آتنا درِ دسر بن جائے گا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا، وہ تو یہ سمجھتی تھی کہ اپنے ساحرانہ حُسن سے اسے مسحور کر لے گی، اور وہ اس کے آگے کتے کی طرح دُم ہلاتا چلے گا، جس طرف اس کا رُخ کرے گی۔ وہ اس طرف دوڑا چلا جائے گا، اپنے ذہن سے سوچنا چھوڑ دے گا لیکن پہاڑوں کا یہ وحشی آدھا انسان بھی نہیں تھا، اس کے اندر تو انسانیت کے جراثیم بھی نہیں تھے، بالکل ایک دیوانے بھیڑیے کی مانند، جس کا جدھر رُخ ہو جائے تباہی مچا دے۔

ایڈنا کو اُسے ہینڈل کرنے میں دانتوں میں پسینہ آ گیا تھا سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ ایڈنا کو ایک عام عورت سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا، کبھی بھی اس کی نگاہوں میں ایڈنا کے لیے وہ جذبات پیدا نہیں ہوئے تھے جو ایک مرد کی آنکھوں میں عورت کے لیے نظر آتے ہیں... اور یہ اس کے پندارِ حُسن کی توہین تھی، لوگ تو اس کے تلوے چاٹنے کے آرزومند رہتے تھے اور اگر کبھی وہ کسی کو اس کی اجازت دے دیتی تھی تو وہ خود کو دُنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتا تھا لیکن شیران انسان ہوتا تب نا... اور اس وحشی انسان کو کنٹرول کرنے میں ابتدا میں تو ایڈنا کو لطف آیا تھا لیکن اس کے بعد جب اُس نے شیران کی حرکتیں دیکھیں تو...

درحقیقت وہ فولاد کی مانند ٹھوس تھی، وہ جس ملک کی نمائندہ تھی وہاں اسے ایک عظیم تربیت دی گئی تھی، ایسی تربیت جو انسان کو فولاد بنا دیتی ہے۔ یہ تربیت ایک طرح سے غیرانسانی حیثیت رکھتی تھی اور اس سے فارغ ہونے کے بعد انسان ایک عام انسان نہیں رہتا تھا لیکن بہرطور وہ عورت تھی اور اس کے دل کی گہرائیوں میں ایک چھوٹا سا حصہ عورت کی فطرت کا بھی تھا اور اس فطرت کو وہ ختم نہیں کر سکتی تھی اور اسی احساس نے اُسے ایک ذہنی کرب میں مبتلا کر دیا تھا۔ کافی غور و خوض کے بعد اس نے ایک فیصلہ کیا اور اپنے آدمیوں کو طلب کیا۔

"یہ پاگل ہوش میں آئے گا اور ہوش میں آنے کے بعد اس کی دیوانگی عروج پر ہو گی، میں نہیں چاہتی کہ ہم اس کے اطراف میں موجود رہیں، کھانے پینے کی اشیاء کا ذخیرہ کر دو اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس سے اتنی دُور رہ کر اُس کی نگرانی کرو کہ اگر وہ کسی لمحے پریشانی کا شکار ہو تو اسے سنبھالا جا سکے، ورنہ اس کا تنہا رہنا ہی مناسب ہے، جس طرف جائے اس کا تعاقب کرتے رہو۔"

"اور آپ میڈم۔"

"میں اپنے ڈیپارٹمنٹ سے اس کے سلسلے میں نئی اطلاعات حاصل کرنا چاہتی ہوں، اس کے لیے مجھے بڑے ٹرانسمیٹرز استعمال کرنا ہوں گے جو اسی علاقے میں ہیں جہاں میرا قیام تھا۔"

"تو میڈم کیوں نہ ہم اسے اسی علاقے میں لے چلیں، اس کے اطراف میں تو دُور دُور تک کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں یہ پہنچ کر ہمارے لیے پریشان کن بن جائے۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے، نیا انجکشن کب دیا ہے اسے؟"

"ابھی تو ایک گھنٹہ ہوا ہے مادام۔ کم از کم چھ گھنٹے تک اس انجکشن کا اثر رہے گا، اس کے بعد اسے دوسرا انجکشن دینا ہو گا!"

"میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے، ایک عجیب مخمصے میں پھنس گئی ہوں میں۔" ایڈناڈمپل نے کہا۔

بہرصورت یہاں سے بھی فوری طور پر لنگر اٹھا دیئے گئے لینڈ روور ایک بار پھر سفر کرنے لگی تھی اور یہ سفر رات بھر جاری رہا، اس وقت جب صبح کے ساڑھے پانچ بجے تھے وہ اپنی اس منزل پر پہنچ گئے جہاں ایڈناڈمپل شیران کو پہلی بار ملی تھی، یہاں اس مخصوص غار میں ٹرانسمیٹر کا ایک بڑا انتظام قائم تھا، پہاڑی چٹانوں کے اُوپر ایریل لگائے گئے تھے اور اُس ٹرانسمیٹر کا ردِعمل بہت وسیع تھا، یہاں سے وہ بنکاک گفتگو کر سکتی تھی، شیران کو لینڈ روور ہی میں چھوڑ دیا گیا اور ایڈنا صبح کے ساڑھے پانچ یا پونے چھ بجے کے وقت اپنے ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کرنے لگی۔

*

نعمان خان کی حالت اب بہت بہتر ہو گئی تھی، وہ بہت مطمئن

تھا۔ ابھی تک اس کے ذہن میں یہی خیال تھا کہ ڈاکٹر برٹو نے اسے بنکاک بھجوا دیا ہے۔ آئیوی اور اس کے تمام بھائی اس کے ساتھ تھے، یہ عمارت بھی بہت خوشنما تھی جس میں بادشاہ خان نے اسے رکھا تھا، چنانچہ وہ مطمئن تھا۔ پھر پہلے دن آس نے اس عمارت میں چہل قدمی کی۔ آئیوی اس کے ساتھ تھی اس کے بھائی بھی بہت مسرور اور شاداں نظر آرہے تھے، نعمان خان کی صحت یابی پر انھوں نے ایک جشنِ مسرت برپا کیا تھا، خوب ہنگامے کیے تھے، بادشاہ خان ان ہنگاموں میں شریک نہیں تھا۔ بہرصورت رات گئے تک یہ ہنگامے جاری رہے تھے اور ڈھلتی رات کے ساتھ مہمان بھی چلے گئے تھے۔ آئیوی نعمان خان کی مکمل تیمارداری کر رہی تھی اور اس کی اس دیکھ بھال پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

آئیوی اس وقت بھی نعمان خان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی نعمان خان کے چہرے پر شدید اُلجھن کے آثار نظر آرہے تھے اور وہ عموماً گہری سوچ میں ڈوبا رہتا... پھر اس نے آئیوی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"ڈاکٹر برٹو ہانگ کانگ میں کیا کر رہے ہیں؟ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"میں اطلاع دے دوں گی ڈیڈی کو، وہ خود بھی تمھاری خیریت معلوم کرنے کے لیے پریشان ہوں گے۔"

"کیا انھیں میری خیریت کی اطلاع نہیں دی گئی؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"نہیں! میرا خیال ہے اس دوران ان سے رابطہ نہیں قائم کیا جاسکا۔" آئیوی نے جواب دیا... پھر نعمان خان کی طرف دیکھ کر بولی۔ "لیکن نعمان خان تم اپنی اس حالت کے بارے میں مجھے بھی کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"کیا بتاؤں آئیوی! جو کچھ ہوا ہے وہ میرے لیے باعثِ شرم ہے، میں کیا بتاؤں تمھیں؟"

"کیا مطلب، تمھارے لیے باعثِ شرم کیوں ہے؟" آئیوی نے متعجبانہ انداز میں پوچھا اور نعمان خان گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

اس وقت اس کے دو بھائی رزاق خان اور فرید خان آگئے۔ دونوں ہی آئیوی کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ آئیوی سوالیہ نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھ رہی تھی اور نعمان خان گردن جھکائے کسی سوچ میں گم تھا۔

"کچھ تو بتاؤ نعمان خان تاکہ ہمیں بھی تو پتہ چلے، تم خود سوچو تمھاری یہ کیفیت ہوگئی اور ہم ان لوگوں سے بھی بے خبر ہیں جنھوں نے تمھیں اس حال تک پہنچایا۔"

"واقف ہونا چاہتی ہو ان لوگوں سے؟" نعمان خان نے سوال کیا۔

"ہاں کیوں نہیں، ڈیڈی کو بھی بتانا پڑے گا تاکہ وہ اس سلسلے میں کوئی کارروائی کر سکیں۔"

"ہونہہ۔ کوئی بھی اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں کر سکتا، مجھ پر حملہ کرنے والے خود میرے اپنے تایا کے آدمی تھے۔"

"کون تایا؟" فرید خان نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہمارے کتنے تایا ہیں؟ کیا بادشاہ خان کے علاوہ کسی اور کا نام لیا جاسکتا ہے اس سلسلے میں؟"

"کیا کہہ رہے ہو نعمان خان۔ تم کسی بڑی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہو۔" فرید خان نے کہا اور نعمان خان چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو فرید خان؟"

"ہاں نعمان خان، یوں لگتا ہے کہ ہم شدید ترین غلط فہمیوں کا شکار ہو کر اب تک پریشانی کی زندگی گزارتے رہے ہیں۔"

"ویری گڈ، ویری گڈ، یہ نیا خیال تمھارے ذہن میں کیسے پیدا ہُوا؟" نعمان خان نے مسکراتے ہوئے بھائی سے سوال کیا۔ اپنے بھائیوں کے سلسلے میں وہ بہت مخلص، ہمدرد اور نرم مزاج انسان تھا۔

"اس لیے نعمان خان کہ ہم بادشاہ خان سے مل چکے ہیں۔"

"کیا؟" دفعتاً نعمان خان کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو فرید خان؟"

"نعمان خان تم ہمارے بڑے بھائی ہو، صرف بڑے بھائی ہی نہیں بلکہ باپ کی جگہ بھی ہو، تم نے ہمارے لیے ماں کا رتبہ بھی سنبھال لیا ہے تم اگر رات کو دن اور دن کو رات کہو تو ہمارا فرض ہے آنکھیں بند کر کے اس پر ایمان لے آئیں لیکن کچھ حقیقتیں تمھیں بتانا ضروری ہیں، انھیں سنو، اگر تم انھیں تسلیم نہ کرو گے تو ہم تم سے کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ تم انھیں مان لو، بلکہ خود بھی تمھارے ہی ہمنوا بن جائیں گے۔ تم ہمیں اس کی اجازت دو کہ ہم تمھیں صحیح صورتِ حال بتا سکیں۔"

"بتاؤ... بتاؤ... یہ نیا سبق تمھارے کانوں تک کہاں سے پہنچا!"

"ٹھنڈے دل سے غور کرنا نعمان خان، جذبات یا طیش میں آنا مناسب نہیں ہوگا، تم وعدہ کر چکے ہو۔"

"اوہ... اوہ، مجھے سبق مت پڑھاؤ، میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیال تمھارے ذہن میں کیسے آیا کہ بادشاہ خان ہمارا مخلص بھی ہو سکتا ہے؟"

"پہلے تم یہ بتاؤ نعمان خان کہ یہ حملہ کس نے کیا تم پر؟"

"ایک خطرناک تنظیم کے افراد نے، جن کا نمائندہ بادشاہ خان ہے۔"

"تمھیں اس تنظیم کے بارے میں کیسے پتہ چلا؟"

"ہمارے ہی علاقے کے ایک شخص گل خان سے۔ وہ مجھے ملا، گل خان، بادشاہ خان کے ساتھیوں میں سے تھا، اس کا پورا خاندان ہمارا غلام رہا ہے۔ گل خان کبھی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتا تھا جو بادشاہ خان کے خلاف ہو۔ بادشاہ خان جس تنظیم سے منسلک تھا۔ گل خان بھی اس کے لیے کام کر رہا تھا لیکن اسے تنظیم کے اغراض و مقاصد معلوم ہو گئے، یہ اغراض و مقاصد وہ صحیح طور پر مجھے بھی نہیں بتا سکا لیکن یہ پہاڑوں کے خلاف ایک سازش ہے جو ہماری آبائی سرزمین ہے۔ ہم آپس میں دشمنی کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کا خون بہا سکتے ہیں لیکن ہم اپنی مٹی کو اپنے علاقے کو اپنے ہاتھوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اس کی مٹی سے ہمارا خمیر اٹھا ہے لیکن گل خان سے مجھے معلوم ہوا کہ بادشاہ خان بھی سازشیوں کا ہمنوا ہے اور اس علاقے کے خلاف کسی بڑی کارروائی میں حصّہ لینا چاہتا ہے... گل خان مجھے تفصیل نہیں بتا سکا تھا کہ اسے قتل کر دیا گیا۔ ہم آور دل نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ بادشاہ خان سے میرا کیا رشتہ ہے، گل خان کے ساتھ مجھے دیکھ کر انھوں نے یہی سوچا کہ گل خان مجھے اپنا راز بتا چکا ہے، چنانچہ انھوں نے مجھے بھی ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا، میں وہاں سے بھاگا تو جگہ جگہ مجھ پر بھی حملے کیے گئے اور اس کے نتیجے میں میری یہ حالت ہوگئی۔

"اوہ۔ نعمان خان ممکن ہے یہ بات ہو لیکن تم پر حملے بادشاہ خان کے علم میں نہیں ہیں۔"

"لیکن اب میں اس کے سوا اور کچھ نہیں سُنوں گا کہ بادشاہ خان کے بارے میں تمھاری یہ وکالت کیوں شروع ہوئی، مجھے اس کا جواب دو!"

"یقیناً نعمان خان یہ میرا فرض ہے کہ میں تمھیں ساری تفصیل سے آگاہ کر دوں، میرے لیے سب سے پہلے آپ ہیں اس کے بعد کوئی اور تمھارے شدید زخمی ہونے کے بعد آئیوی نے ڈاکٹر برٹو کو اس بارے میں اطلاع دی اور ڈاکٹر برٹو نے شاید بادشاہ خان کو۔"

"کیا؟" نعمان خان اچھل پڑا۔ "ڈاکٹر برٹو کا بادشاہ سے کیا تعلق؟"

"اس کا جواب تمھیں میں دوں گی نعمان خان۔" آئیوی نے کہا اور نعمان خان متعجبانہ انداز میں آئیوی کو دیکھنے لگا۔

"گویا تم لوگ میری طرح سادہ دل اور سادہ مزاج نہیں ہو۔ میں سازشیں کرنے کا عادی نہیں ہوں، بلاشبہ جس کاروبار میں، میں ملوث ہو چکا ہوں۔ اس میں ہر قسم کی دھوکا دہی کارگر رہتی ہے لیکن اپنے طور پر میں ان لوگوں سے آج بھی مخلص ہوں جو میرے اپنے لوگ ہیں لیکن تمھارے ذہنوں میں کوئی راز ہے، یہ بات مجھے بہت حیران کر رہی ہے۔" نعمان خان نے کہا۔

"نہیں نعمان خان تمھارے بھائی ان تمام باتوں سے ناواقف تھے بس ابھی ابھی انھیں بتایا گیا ہے، البتہ مجھے کافی عرصہ پہلے تمھارا راز معلوم ہوگیا تھا۔" آئیوی نے کہا۔

"کیا راز ہے میرا؟"

پھر آئیوی نے اسے شروع تا آخر تمام باتیں اسے بتا دیں اور بولی۔ جب ڈاکٹر برٹو نے بادشاہ خان کو اس بارے میں اطلاع دی اور وہ پاگلوں کی طرح روتا پیٹتا وہاں پہنچ گیا۔ وہ اس قدر جنون میں ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ وہ نہیں جانتا کہ تم پر حملہ کرنے والا کون ہے اگر اسے علم ہو جاتا تو شاید اب تک وہ لاشوں کے انبار لگا چکا ہوتا۔ یہ ہے نعمان خان، بادشاہ خان جس کے بارے میں تمھارے دل میں کیسے ہی خیالات ہوں، بہرصورت وہ تمھارا خون ہے اور میں ایک غیر متعلق لڑکی میں کبھی اس کی سفارش نہیں کر سکتی اور میں جانتا ہوں کہ میری سفارش بے مقصد ہے۔ تمھاری نگاہوں میں میرے لیے کوئی خاص احترام یا وقعت نہیں ہے، تم پہلے اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتے ہو اور اس کے بعد اگر تم نے کسی کو منہ لگا لیا تو وہ اس کی خوش بختی تصور کرتے ہو۔" آئیوی کے لہجے میں طنز پیدا ہوگیا۔ نعمان خان عجیب سے انداز میں آئیوی کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "وہ دشمن کون ہے، جس کی وجہ سے مجھے بنکاک سے بھگایا گیا۔"

"شیران ہے اس کا نام۔"

"شیران!" نعمان حیرت سے بولا۔

"ہاں شیران، وہ تمھارے ہی قبیلے کا آدمی ہے، تمھارے پہاڑوں کا۔"

"شیران۔" نعمان خان کی آنکھوں میں خون جھلکنے لگا۔ اس کے بھائی بھی شاید اس تفصیل سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ فرید خان اور رزاق خان کی آنکھیں بھی خون آلود ہوگئی تھیں۔

"کہاں ہے شیران؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"مجھے کیا معلوم، یہ بات تمھیں بادشاہ خان ہی بتا سکتے ہیں!"

"شیران، شیران۔" نعمان خان کے لہجے میں بادلوں کی سی گرج تھی۔ "آہ، اتنے عرصے کے بعد یہ نام ایک بار پھر میرے کانوں میں ٹھونس دیا گیا ہے۔ شیران یہاں موجود ہے ان علاقوں میں... ان علاقوں میں.... رزاق خان، میں بادشاہ خان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"اس کا بندوبست کر دیا جائے گا بھائی لیکن آپ خود کو پُرسکون رکھیں گے، بادشاہ خان سے ہماری بھی گفتگو ہوئی ہے۔ وہ رویا ہے آپ کے لیے، بوڑھا خان جس کے بارے میں آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ زندگی میں کبھی نہیں رویا اگر اس کی آنکھوں سے آنسو نکلتے تو وہ اپنی آنکھیں پھوڑ لیتا لیکن آج وہ تمھارے لیے رویا ہے نعمان خان۔ ہم اس بات کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔" نعمان خان نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب فرید خان بولا۔

"جو صورتِ حال ہمارے علم میں ہے بھائی، جو صورتِ حال مجھے پتہ چلی ہے، وہ ایسی نہیں ہے کہ بادشاہ خان مکمل طور پر مجرم گردانا جائے تم دیکھو، تم سوچو، غور کرو اس نے ہمارے بزرگ کا کردار ادا کیا ہے، اس نے ہمارے ہاتھوں بہزاد سلامن کے بیٹے شیران کا قتل کرانا چاہا تاکہ ہم قبیلوں میں سرفراز ہو سکیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ ہمارا دشمن ہم سے زیادہ چالاک اور پھرتیلا نکلا اور اس نے ہمیں نقصان پہنچا دیا بلاشبہ وہ نقصان ایسا ہے کہ اس کا کوئی ازالہ نہیں ہو سکتا۔ ہمارے دلوں میں اپنی بہنوں کی یاد اپنی ماں کی موت ہمیشہ سلگتی رہے گی۔ زندگی کے تمام ہنگاموں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود ہم جب بھی وہ خیال اپنے دل میں لائیں گے ہمارے کلیجے منہ کے راستے باہر آنے لگیں گے، لیکن اس میں بابا خان کا کیا قصور ہے، خان بابا صرف اتنا ہی قصوروار ہے کہ اس کی ایک کوشش ناکام رہی۔ میرے بھائی خان بابا ہمارے لیے اتنا بُرا نہیں ہے، ہم نے خود ہی اُسے اپنے ذہن سے نکال پھینکا تھا اس لیے کہ آخری لمحات میں بھی اس نے اپنی دحشت دیوانگی سے انتقام کے راستے بند نہیں کیے تھے . . . . . اس نے ہمیں وہاں سے نکلنے سے روک دیا تھا" فرید خان کی باتیں نعمان خان غور سے سُن رہا تھا اس کے چہرے پر نرمی پھیلتی جا رہی تھی پھر وہ آہستہ سے بولا: "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو، میں واقعی غلطی پر تھا" نعمان خان نے کہا اور دونوں بھائی خوش ہو گئے۔ رزاق خان جلدی سے بولا۔

"بادشاہ خان ہمارا سرپرست ہے، اب اس کے علاوہ ہمارا کوئی نہیں ہے اور یقین کرو، وہ بھی یہی کہتا ہے کہ ہمارے علاوہ اس کا اور کوئی نہیں ہے اور اگر غور کرو تو یہ حقیقت بھی ہے، تم بتاؤ نعمان خان، بادشاہ خان یہ دولت کس لیے اکٹھی کر رہا ہے۔ بادشاہ خان جو کچھ کر رہا ہے کس کے لیے کر رہا ہے اس کا اپنا کوئی خاندان نہیں ہے، ہم سے زیادہ اس کا کوئی بھی نہیں ہے کیا یہ سب کچھ ہمارے لیے نہیں ہے؟"

"میں بادشاہ خان سے ملنا چاہتا ہوں" نعمان خان بھاری لہجے میں بولا اور رزاق خان جلدی سے اُٹھ گیا، پھر اس نے آئیری کی طرف رُخ کر کے کہا "مس آئیری براہ کرم بادشاہ خان سے رابطہ قائم کرنے میں ہماری مدد کریں" آئیری نے مسکرا کر گردن ہلا دی تھی۔

⌂ ایڈنا ڈمپل وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے انچارج سے گفتگو کر رہی تھی "میں سخت پریشان ہوں جناب۔ بلاشبہ شیران کے سلسلے میں، میں نے ایک مخلصانہ تجویز پیش کی تھی۔ بادشاہ خان کے حالات سے آپ لوگ نہ صرف آگاہ ہیں۔ وہ عمر کے ساتھ ساتھ ذہنی طور پر معطل ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دُشمن شیران کو ٹھکانے نہیں لگا سکا۔ کیا اتنے بڑے اسٹاف کے ساتھ کوئی شخص ایک آدمی کی دُشمنی بھی نہیں سنبھال سکتا۔ شیران بلاشبہ ہر طرح سے اپنے آپ کو بادشاہ خان سے برتر ثابت کر چکا ہے۔ اس دوران میں اس کی فطرت کا تجزیہ بھی کرتی رہی ہوں جناب۔ یہ دُشمن صفت انسان عقل و خرد سے عاری نہیں ہے جو کچھ کرنا چاہتا ہے وہ بحسن و خوبی کر لیتا ہے۔ اس کی کارکردگی کا انداز ایسے سپر سٹار کی طرح ہوتا ہے جسے اپنے اطراف ہمیشہ چھوٹے نظر آتے ہیں اور بلاشبہ وہ اپنے پروگرام میں کامیاب و کامران رہتا ہے۔ ایک ایسے شخص کو میں نے آپریشن کے لیے منتخب کیا تو یہ میری دیانت تھی اور میرے خلوص سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔"

"کوئی ایسی بات ہوئی ہے میڈم ڈمپل جس سے آپ کو تنظیم سے کوئی شکایت پیدا ہو گئی ہے؟"

"ہرگز نہیں، ہرگز نہیں جناب۔ میں نے تمہید کے طور پر یہ الفاظ کہے ہیں۔ مجھے ذمّے داری سونپی گئی تھی کہ میں آپریشن تک کے وقت کے لیے شیران کو اس کے دُشمنوں سے بچا رکھوں۔ بادشاہ خان یا شیران کی فطرت سے بن جانے والے اس کے ہزاروں دُشمن اس کی تاک میں تھے اور ہیں اور بلاشبہ شہری زندگی شیران کے لیے شدید نقصانات کا باعث بن سکتی ہے وہ کہیں بھی اپنی فطرت سے باز رہنے والوں میں سے نہیں ہے۔ اُسے قتل و غارت گری سے دلچسپی ہے، وحشیانہ حرکات اس کی سرشت میں شامل ہیں۔ ایسے حالات میں ہم اسے کس طرح ہینڈل کر سکتے ہیں، میں یہ عرض کرنا چاہتی تھی جناب کہ اس پر سے میری ڈیوٹی ختم کر دی جائے اور اسے کسی اور ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کر دیا جائے۔ میں ایک لمحہ بھی اگر اس کی طرف سے غافل رہوں تو وہ باز نہیں رہ سکتا۔ دُوسرے لوگ اس کے لیے ناکافی ہیں لیکن اگر میں اپنا تمام وقت اس پر صرف کر دُوں تو اس کا مقصد ہے کہ میری ڈیوٹی صرف ایک آدمی کی نگرانی رہ جاتی ہے اور میرے دُوسرے کام پس پُشت چلے جاتے ہیں۔ ان حالات میں، میں چاہتی ہوں کہ اس کی ذمّے داری کوئی اور سنبھال لے اور مجھے بنکاک واپس آنے کی اجازت دی جائے"

"اوہ۔ میڈم ڈمپل۔ آپ کا یہ مطالبہ غلط نہیں ہے بس آپ نے چونکہ شیران کی ذمّے داری قبول کی تھی اس لیے ڈیپارٹمنٹ نے آپ کو اسی کام کے لیے مخصوص کر دیا۔ بلاشبہ

پ کا کہنا بالکل درست ہے کہ ابھی آپریشن میں ایک طویل صہ باقی ہے اور اس وقت تک شیران کی نگرانی آپ کے پرد کر دی جائے۔ یہ آپ کی شخصیت کی توہین ہے۔ میں اپنے یتیارات سے کام لیتے ہوئے بھی آپ کو اس سلسلے سے لو خلاصی دلا سکتا ہوں اور ایسا ہی کیا جانا بہتر ہے۔ آپ بی بارتھم ہی کے علاقے میں ہیں نا!"

"جی ہاں۔ بڑے دلچسپ واقعات پیش آ چکے ہیں جناب س دوران جب ہم پہاڑوں اور جنگلوں میں تھے تو وہ وحشی درندوں ا شکار کر رہا تھا اس لیے کہ ایک درندے نے اس کے باپ کا انہ کر دیا تھا۔ بڑے بڑے سرکش درندوں کو اس نے اس طرح تم کر دیا کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مجھے خطرہ تھا کہ درندے ہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ اُسے ضرور ہلاک کر دیں گے اس لیے میں اُسے بہلا پھسلا کر ہانگ کانگ لے گئی لیکن ہانگ کانگ میں اُس نے پانچ افراد کو قتل کر دیا اور ہانگ کانگ کی پولیس بُری طرح اس ی تلاش میں سرگرداں ہو گئی۔ چنانچہ میں اُسے لے کر پھر بارتھم کے علاقے میں آ گئی ہوں اور اب وہ بے ہوشی کے عالم میں میرے ساتھ ہے میں فوری طور پر کوئی فیصلہ چاہتی ہوں!"

"میڈم۔ کنگ لوئی کہاں ہے؟ کیا اس سے آپ کا رابطہ قائم ہو سکتا ہے؟"

"میری ملاقات کنگ لوئی سے ہوئی تھی، کنگ لوئی کا ایک ذاتی معاملہ بھی تھا جس میں وہ ملوث تھا۔ پچھلے دنوں وہ بنکاک گیا تھا پتہ نہیں آج کل کہاں ہے!"

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو پہلے قدم کے طور پر اسے کنگ لوئی کے سپرد کر دیں۔ کنگ لوئی کو آپ بذاتِ خود مفصل ہدایت جاری کر سکتی ہیں۔ وہ ذہین آدمی ہے اور میرا خیال ہے کہ وحشت میں کسی طور شیران سے کم نہیں ہے۔ ایسی حالت میں وہ درندے ایک دوسرے کو بخوشی سنبھال لیں گے اگر وہ دوست بن جائیں کنگ لوئی کی اپنی حرکتیں بھی ایسی ہیں کہ شیران اس کے ساتھ خوش رہ سکے گا۔ بہر طور عارضی طور پر آپ کنگ لوئی کو اپنی یہ ذمّے داری سونپ دیں۔ اس کے بعد پھر ڈیپارٹمنٹ کوئی مناسب فیصلہ کرے گا اگر کوئی ایسی مشکل پیش آئی تو ہم شیران کو حاصل کر کے اپنے وطن پہنچا دیں گے جہاں کچھ عرصے کے لیے اس سے اس کی ذہنی قوتیں چھین لی جائیں گی۔ برین واش کر دیا جائے گا اس کا اور پھر جب ہم آپریشن کی تیاریاں کریں گے تو اسے اس کی حیثیت لوٹا دی جائے گی۔ بہت سے اقدامات ہو سکتے ہیں۔ دراصل شیران کو اس کی اصل حیثیت میں زندہ رکھنے کا فیصلہ اسی لیے کیا گیا تھا کہ وہ کام کا آدمی تھا لیکن اگر وہ کوئی مشکل بن رہا ہے تو اس کا حل بھی تلاش کر لیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے بہر طور کنگ لوئی سے رابطہ قائم ہونے تک میں اُسے اسی طرح بے ہوش رکھوں گی۔ اس کی جسمانی قوت تو کم ہو جائے گی لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے کیونکہ ہوش میں آنے کے بعد وہ مجھ سے سوال کرے گا کہ میں اُسے ہانگ کانگ سے کیوں لے آئی تو میں کیا جواب دُوں گی۔۔ اور پھر ممکن ہے وہ ضد کر کے وہاں دوبارہ واپس جانے کی کوشش کرے اور پھنس جائے اس طرح ہمارے لیے اچھی خاصی اُلجھنیں پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"براہ کرم ان اُلجھنوں سے بچیے۔ فی الحال کنگ لوئی کا انتظار کیجیے۔ آپ کے ساتھ ذمّہ دار لوگ موجود ہیں، ہوا سے مصنوعی ذریعے سے خوراک وغیرہ پہنچانے کا بندوبست بھی کر لیں گے اور اگر کوئی اور دقت ہو تو آپ چند افراد کو بنکاک بھیج سکتی ہیں اور اپنی ضروریات کا سامان یہاں سے حاصل کر سکتی ہیں!"

"شکریہ۔ کنگ لوئی کو میں یہ ہدایت دے دُوں کہ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ نے اسے (اس) کام کے لیے مخصوص کیا ہے؟"

"جی ہاں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی ہدایت دے دیں کہ شیران کی زندگی پورے ڈیپارٹمنٹ کے لیے انتہائی اہمیت رکھتی ہے اور اگر اُسے کوئی نقصان ہوا تو اُسے اس کی جوابدہی کرنا ہوگی!"

"بہتر" ایڈنا ڈمپل نے سلسلہ منقطع کیا اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک تھکی تھکی سی مسکراہٹ تھی۔ شیران کی شکل اس کی آنکھوں میں گھوم رہی تھی۔ وہ اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا لیکن ایڈنا ڈمپل وہیں اسی جگہ اسے یاد کر کے اس کی حرکات کے تصور سے لطف اندوز ہو رہی تھی پھر اس کے دانت ایک دُوسرے پر مضبوطی سے بھنچ گئے۔ شیران کی تمام حرکات کے باوجود اس کی ایک حرکت ایڈنا کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ یہ کہ اُس نے ایڈنا کو عورت کی حیثیت سے کبھی کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ ایک ناقابلِ یقین سی بات تھی۔ ایک ایسی بات جس کے بارے میں جب بھی ایڈنا سوچتی اس کا دل چاہتا کہ خنجر لے کر شیران کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے لیکن یہی مشکل تھا۔ وہ دن بھی گزر گیا اور اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے نو بجے تھے جب ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اُس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر سیٹ سنبھال لیا تھا۔ جب اُس نے ٹرانسمیٹر آن کیا تو اُسے ایک چہکار سُنائی دی۔

"گھاؤ بج"

"اوہ۔ لوئی خیریت سے تو ہو۔ کہاں ہو اس وقت؟"

"پارتم کے علاقے میں" لوئی نے جواب دیا۔

"تم تو بنکاک گئے تھے؟"

"ہاں۔ گیا تھا واپس آیا ہوں وہاں سے"

"کون سے انیگل پر ہو؟"

"سیلوانٹ فور فور" کنگ لوئی نے جواب دیا۔

"گویا اپنے قبیلے کی طرف جا رہے تھے"

"ہاں۔ لیکن آپ سے رابطہ قائم کرنے کا خواہش مند تھا مادام"

"اوہ۔ کوئی خاص بات تھی؟"

"ہاں۔ آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا"

"کس سلسلے میں؟"

"سدھاشی۔ میرے دُشمن یاتان برولکی بیٹی، جو آپ کی عنایت سے میرے ہاتھ لگ گئی ہے آپ تصور نہیں کر سکتیں مادام کہ میں کتنا خوش ہوں۔ میں زندگی میں اپنے منصب سے مایوس ہو گیا تھا لیکن اب مجھے یقین ہے کہ مجھے میرا منصب مل جائے گا۔ میں اپنی زندگی کے سب سے اہم مشن میں کامیاب ہو چکا ہوں اور یہ نہیں بھولوں گا کہ اس کی نشاندہی آپ نے کی تھی"

"اوہ لوئی۔ میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔ پُرخلوص مُبارکباد"

"بہت بہت شکریہ مادام"

"لوئی میں نے وائی تھری ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کر کے اپنے کچھ مسائل اُن کے سامنے پیش کئے تھے اور وائی تھری کی جانب سے مجھے کچھ ہدایات موصول ہوئی ہیں جن کے تحت تم سے ملنا بے حد ضروری ہے"

"جو حکم مادام۔ جب آپ کہیں میں آپ کے پاس حاضر ہو جاؤں، ویسے آپ اس وقت کہاں سے بول رہی ہیں؟"

"انیگل فور سے۔ تم سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔۔۔ تم یہاں پہنچ جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں" ایڈنا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میڈم کس وقت پہنچوں؟ کیا اسی طرح چھپ کر؟"

"نہیں شیران کو ہم نے بے ہوش کر رکھا ہے تم آزادانہ طور پر آسکتے ہو"

"تو پھر ٹھیک ہے میں آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔۔۔" کنگ لوئی نے جواب دیا۔

"او کے" ایڈنا ڈمیل بولی اور سلسلہ ختم کر دیا۔

رات کا پہلا پہر تھا ایڈنا غار کے سامنے کنگ لوئی کی منتظر تھی۔ تقریباً پونے بارہ بجے کنگ لوئی گھوڑے پر سوار آتا نظر آیا۔ اس کے ساتھ اُس کے آدمی موجود تھے۔ آدمیوں کو اُس نے تھوڑے ہی فاصلے پر چھوڑ دیا اور پھر خود ایڈنا ڈمیل کے پاس ہی پہنچ گیا۔ ڈمیل نے حسب دستور اُسے روشنی کے اشارات دیے تھے۔ کنگ لوئی بڑا مسرور نظر آتا تھا اُس نے اپنے مخصوص انداز میں گھاؤ بج کہا اور ایڈنا ڈمیل کا داہنا ہاتھ اُٹھا کر پہلے ہونٹوں پر اور پھر آنکھوں سے لگا لیا۔

"ایک بار پھر تمہیں تمہاری کامیابی کی مبارکباد دیتی ہوں کنگ لوئی"

"اور لوئی ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہے مادام لوئی کو یہ منصب دلانے میں آپ نے بہت بڑا کردار ادا کیا ہے وہ کہاں ہے؟"

"بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ لینڈ روور میں ہے"

"مجھے اس کے بارے میں پوری تفصیل بتایئے میڈم"

"بس تفصیل اتنی ہی ہے کہ اُس نے مجھے بے سکون کر رکھا ہے لوئی"

"تنظیم نے خوامخواہ اسی پہاڑی جوان کو اتنی اہمیت دے دی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ وہ ایک دلیر اور طاقتور آدمی ہے لیکن کیا ہمیں اس کے علاوہ اور ایسے لوگ نہیں مل سکیں گے؟"

"نہیں لوئی۔ اگر تم یہ بات کہتے ہو تو اس بات کا میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ واقعی کام کا آدمی ہے"

"ہاں لوئی۔ میں بہت سے کام چھوڑ کر اس کے سلسلے میں مصروف ہو گیا ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اب اسے تمہارے حوالے کر کے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاؤں"

"تو ٹھیک ہے لوئی اس کے ٹخنے توڑ دے گا"

"نہیں لوئی۔ اس کے رُوئیں روئیں کی حفاظت کرنی ہے اُسے زندہ رکھنا ہے اگر ایسا کرنا چاہتے تو ہم لوگ خود بھی کر سکتے تھے۔ لوئی تم اپنی ذہانت سے کام لے کر اُسے اپنا دوست بناؤ اُسے اپنے ساتھ اس طرح رکھو کہ تمہارے شکنجے

سے نہ نکلنے پائے اور تم اس کے نگران و محافظ بھی رہو" لوئی کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر اُس نے آگے کے دونوں دانت باہر نکالے اور مسکرانے لگا۔

"گویا تم نے کچھ سوچ لیا ہے؟"

"ہاں میڈم۔ آپ اس کی طرف سے مطمئن رہیں لیکن میرا اس سے دوستی کرنے کا طریقہ کیا ہو گا؟"

"یوں کرتے ہیں لوئی کہ اب میں اسے یہیں پہاڑوں میں تنہا چھوڑے رہتی ہوں اور خود اپنے آدمیوں کے ساتھ یہاں سے ہٹ جاتی ہوں تم جس طرح بھی مناسب سمجھو اس سے ملو اور اس پر اپنی دوستی کا اظہار کرو۔ اس طرح تم اسے اپنے قابو میں کر سکتے ہو اور پھر سارے کام خود بخود ہو جائیں گے"

"ٹھیک ہے میڈم۔ آج سے آپ کی یہ ڈیوٹی۔۔۔ آپ کے اس خادم نے سنبھال لی"

"مجھے اس سلسلے میں باخبر رکھو گے لوئی اور ساری تفصیلات سے آگاہ کرتے رہو گے"

"لوئی اس کا وعدہ کرتا ہے میڈم"

"تو ٹھیک ہے شیران اب تمہارے سپرد۔ میں اسے یہیں پہاڑوں میں ڈلوائے دیتی ہوں۔ قرب و جوار میں موجود رہنا اور اپنے کام کو صحیح طور پر انجام دینا"

"چنانچہ میڈم اس وقت میں صرف اپنے کام کی انجام دہی چاہتا تھا لیکن تنظیم کا ایک خادم ہونے کی حیثیت سے مجھے اس دوسرے کام سے بھی انحراف نہیں ہے۔ میں نے شیران کی ذمے داری سنبھال لی ہے" ایڈنا ڈمیل مسکرانے لگی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد لوئی ہی کی نگرانی میں شیران کو ایک پہاڑی چٹان پر ڈال دیا گیا۔ چٹان ایسی تھی کہ جہاں سے گرنے کا خطرہ نہیں تھا چنانچہ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد لوئی اور ایڈنا نے ایک دوسرے سے پُرجوش مصافحہ کیا۔ ایڈنا لینڈ روور میں جا بیٹھی۔ اس کے ساتھی اس کے ساتھ تھے۔ اُس نے لوئی کو خدا حافظ کہا اور لینڈ روور اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

"گھاؤ بج" لوئی نے پُراطمینان انداز میں کہا اور ہاتھ کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو قریب بلانے لگا۔

★★

آئیوی بادشاہ خان کے پاس پہنچ گئی۔ بادشاہ خان اپنی اقامت گاہ میں اکیلا ایک آرام کرسی پر دراز سر پکڑے بیٹھا ہوا تھا جب ملازم اُسے آئیوی کے آنے کی اطلاع دی تو وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔

"بلاؤ۔ بلاؤ اس بچی کو" بادشاہ خان بھاری لہجے میں بولا اور آئیوی اس کے پاس پہنچ گئی۔ بادشاہ خان کے چہرے پر تاسف کے آثار تھے۔ اُس نے آئیوی کو دیکھا اور اُس کی آنکھوں میں کسی قدر حیرانی نظر آئی۔ آئیوی مطمئن و مسرور نظر آ رہی تھی۔ بادشاہ خان خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"ہیلو انکل۔ میں نعمان خان کے پاس سے آئی ہوں"

"مجھے معلوم ہے بیٹی۔ مجھے معلوم ہے کوئی خاص اطلاع ہے تمہارے پاس" بادشاہ خان اُسے گہری نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ہاں انکل۔ آپ کے لیے بہت ہی اہم"

"بتاؤ کیا بات ہے؟" بادشاہ خان کے لہجے میں وہ گرمجوشی نہیں تھی جس کی آئیوی متوقع تھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ دل ہی دل میں حیران ہوئی لیکن اس فولاد نما انسان یا انسان نما فولاد کی ذہنی کیفیت سے وہ اچھی طرح واقف نہیں تھی۔ ڈاکٹر برٹیو کے ساتھ ایک آدھ بار ہی اس کی ملاقات بادشاہ خان سے ہوئی تھی۔

"انکل۔ نعمان خان ہوش میں آ گئے ہیں۔ ان سے ہماری تفصیلی بات چیت ہوئی تھی۔ آپ کے بارے میں اُسے میرا مطلب ہے نعمان۔ خان کو سب کچھ بتا دیا گیا ہے۔ ساری تفصیل سے اُنھیں آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اُن کے بھائیوں نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ انکل وہ سب آپ سے متعلق ہیں اور آپ کو اس سلسلے میں ہمدرد و معاون سمجھتے ہیں۔ جب نعمان خان کو یہ بتایا گیا کہ وہ بادشاہ خان کی تحویل میں ہیں تو وہ بڑے چراغ پا ہوئے لیکن پھر ہم سب نے اُنھیں قائل کیا کہ آپ سے بڑا ہمدرد، آپ سے بڑا عزیز اور آپ سے بڑا سرپرست اُن کے لیے کوئی نہیں ہے تو وہ نرم ہو گئے اور اب وہ آپ سے ملاقات کے خواہشمند ہیں"

"اوہ۔ بیٹے، بیٹے تم نے واقعی مجھے ایک بڑی خوشخبری سُنائی ہے کاش اس کے جواب میں، میں تمہیں کوئی اچھی خبر سُنا سکتا۔ کاش۔ کاش"

"مم۔ میں۔ میں نہیں سمجھی انکل"

"آئیوی۔ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں تمہیں ایک خوشی کی خبر کے جواب میں ایک غمناک خبر سُنا رہا ہوں۔ ایک ایسی خبر جو تمہیں میری زبانی نہیں بتانی چاہیے تھی۔ تمہارے آنے سے میں نے یہی سمجھا کہ شاید تم آگاہ ہو چکی ہو"

”کیا کہہ رہے ہیں انکل ؟ براہِ کرم جلدی بتایئے کیا خاص بات ہے کون سی خبر ہے جو میرے لیے تکلیف دہ ہو سکتی ہے ۔۔؟“
بادشاہ خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس نے اخبار نکال کر آئیوی کے سامنے پھیلا دیا۔
”کوئی خبر چھپی ہے اس میں۔“ بادشاہ خان گہری سانس لے کر بولا۔ ”وہ خبر سرخ لائنوں کے درمیان ہے۔“ آئیوی نے بے صبری سے سُرخ لائنیں تلاش کیں اور دُوسرے لمحے اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں خبر پر جم گئیں۔
ڈاکٹر بریٹو کی موت کی اطلاع تھی اور اس کے ساتھ ہی مزید چار آدمیوں کی لاشیں دستیاب ہُوئی تھیں۔ درمیان میں شیران کی تصویر تھی اور اس قتل کی پوری تفصیل درج تھی۔
آئیوی کے حلق سے دلخراش چیخ اُبھری اور وہ چکرا کر نیچے گر پڑی۔ دُوسرے لمحے وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ بادشاہ خان نے جلدی اُسے اُٹھا کر بیڈ پر لٹایا اور اپنے ملازم کو بلا کر حکم دیا کہ ڈاکٹر کو فون کر دیا جائے وہ ابھی نعمان خان سے ملنے نہیں جانا چاہتا تھا۔
ڈاکٹر بریٹو کی موت نے اس کے اپنے اعصاب بھی جھنجوڑ دیئے تھے وہ ابھی چند ہی روز قبل ڈاکٹر بریٹو سے ملا تھا۔ اس وقت سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ یہ ڈاکٹر بریٹو سے اُس کی آخری ملاقات ہے۔ اس کے گروہ کا ایک اور اہم ستون زمین بوس ہو گیا تھا اور یہ کارنامہ بھی شیران ہی کا تھا۔۔ شیران کی موت کا ڈرامہ بادشاہ خان کی سمجھ میں نہیں حالانکہ اُس نے انتہائی کاوش کے بعد اس کی لاش بھی حاصل کی تھی اور پھر اُسے یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ شیران مرا نہیں ہے بلکہ اُس نے کوئی گہری چال چلی ہے۔ بادشاہ خان اس چال سے پریشان تھا۔ وہ دراصل مارلینو سے خوفزدہ تھا۔
اگر بات صرف شیران کی ہوتی تو وہ کسی گہری سازش پر غور نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ شیطان دماغ مارلینو، اور اب مارلینو نے شیران کے ذریعے اپنے دُوسرے دُشمن کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ بادشاہ خان کا بس نہیں چلتا تھا کہ مارلینو اور شیران کو دانتوں سے چبا جائے۔ وہ شیران کے سامنے واقعی بے بس ہو گیا تھا۔ تنظیم سے بھی اُس کا ذہن ہٹایا جا رہا تھا حالانکہ اس تنظیم کے لیے اُس نے بے شمار کام کیے تھے اور مسلسل کیے جا رہا تھا۔ ایک بہت بڑے مقصد کے لیے تنظیم نے اُسے مخصوص کیا تھا لیکن اس کے تحفظ کا کوئی معقول بندوبست نہیں تھا حالانکہ اس بین الاقوامی تنظیم کے ہاتھ اتنے لمبے تھے کہ ایک آدمی اس کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا تھا لیکن ابھی تک شیران کے بارے میں کوئی مؤثر کارروائی نہیں کی گئی تھی جب کہ شیران مسلسل اپنی چیرہ دستیوں میں مصروف تھا۔ آئیوی ایک گھنٹے بعد ہوش میں آئی۔ بادشاہ خان کی صُورت دیکھی اور زار و قطار رونے لگی۔
”آہ۔ ڈیڈی۔ میرے ڈیڈی یہ کیا ہو گیا۔ میں بے سہارا ہو گئی انکل۔ مَیں بے سہارا ہو گئی۔“
”نہیں بیٹے۔ ڈاکٹر بریٹو مر چکا ہے لیکن میں موجود ہُوں میں تمھیں وہی مقام دُوں گا جو ڈاکٹر بریٹو نے تمھیں دیا تھا۔“
”نہیں انکل نہیں۔ ڈیڈی کا قائم مقام کون بن سکتا ہے۔ آہ۔ میرے ڈیڈی ہلاک ہو گئے۔ آہ۔ یہ بدطینت انسان یہ شیران کاش یہ مجھے مل جائے۔ کاش۔“
”مَیں وعدہ کرتا ہوں آئیوی کہ شیران اگر مجھے مل گیا تو مَیں اُسے تمھارے سپرد کر دُوں گا۔“
”نہیں انکل نہیں۔ براہِ کرم وہ باتیں مت کیجیے جو آپ نہیں کر سکتے۔ کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ ہم سب کو قتل کر دے گا۔ آہ۔ ڈیڈی۔“ آئیوی روتی رہی۔ بادشاہ خان اُسے سمجھانے کی کوششوں میں لگا ہُوا تھا پھر آئیوی نے روتے ہُوئے کہا۔
”انکل براہِ کرم مجھے یورپ بھجوا دیجیے۔ مَیں اپنے وطن جانا چاہتی ہُوں مجھے میرے وطن بھیج دیا جائے۔“
”اگر تم چاہو گی آئیوی۔ تو یہ بھی کیا جا سکتا ہے! لیکن توقف کرو، نعمان خان سے ملو دیکھو وہ اس سلسلے میں کیا کہتا ہے؟“
”میں کسی سے نہیں ملوں گی براہِ کرم مجھے تنہا چھوڑ دیا جائے۔ براہِ کرم مجھے تنہا چھوڑ دیا جائے۔“
”تم اسی جگہ رہو آئیوی۔ مَیں تمھیں یقین دلاتا ہُوں کہ تمھیں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ یورپ جانے کے بارے میں اگر تم نے سنجیدگی اختیار کی تو پھر مَیں تمھیں واپس بھجوا دُوں گا۔ مجھے اجازت دو کاش مَیں تمھارا غم بٹا سکتا۔“ آئیوی روتی رہی۔ بادشاہ خان باہر نکل آیا تھا۔ درحقیقت وہ انتہائی پریشانیوں کا شکار تھا۔ شیران کی زندگی کی اطلاع ہی اس کے لیے بہت ہولناک تھی۔
بادشاہ خان سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس عمارت میں داخل ہو گیا جہاں نعمان خان اپنے بھائیوں کے ساتھ موجود تھا۔ فرید خان نے باہر اس کا استقبال کیا اور سرد سا انداز

میں نعمان خان کے بارے میں بتایا کہ اب وہ رُو بصحت ہے اس نے چہل قدمی بھی کی تھی۔ بادشاہ خان کو یہ سُن کر مسرت ہُوئی تھی۔ بہرطور وہ فرید خان کے ساتھ اندر چل پڑا اور طویل عرصے کے بعد وہ نعمان خان کے رُوبرو تھا، بھائیوں سے گفتگو کے بعد نعمان خان کے اندازِ فکر میں کافی تبدیلی پیدا ہُوئی تھی۔ بادشاہ خان کو دیکھ کر اُس نے سلام کیا اور نگاہیں جھکا لیں۔
”مجھ سے گلے نہیں ملو گے میرے بیٹے، میرے بچے!“ بادشاہ خان دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔ نعمان خان نے گردن اُٹھائی، اُسے دیکھتا رہا پھر اُس کی آنکھوں میں آنسو چمک اُٹھے اور دُوسرے لمحے وہ بادشاہ خان سے لپٹ گیا تھا۔ بادشاہ خان خود بھی اپنے بدن میں تھرتھری محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ فیروز خان کو دل و جان سے چاہتا تھا اور یہ بچے اس کی زندگی کا سب سے بڑا سہارا تھے۔ اس نے نعمان خان کو بھینچ لیا اور بھرائی ہُوئی آواز میں بولا۔
”میرے بچے، میرے بیٹے، میرے لختِ جگر نعمان خان مجھ سے بدظن ہو گئے تھے لیکن اگر غور کرتے تو اپنے اس بوڑھے تایا کو ہمیشہ بے قصور پاتے۔۔۔۔۔ مَیں صرف فیروز خان کے انتقام کی آگ میں جل رہا تھا۔۔۔۔ مَیں تمھیں وہ منصب وہ مقام دلانا چاہتا تھا جو پہاڑوں میں قابلِ عزت سمجھا جاتا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور تھا نعمان خان۔ پانسے اُلٹتے بھی رہتے ہیں! دُشمن کبھی کمزور نہیں ہوتا، ہم سے غلطی ہُوئی تھی، مَیں نے تمھارے خلاف کوئی سازش نہیں کی تھی میرے بچے، مَیں نے صرف اپنے دل کی آگ بجھانا چاہی تھی۔ مَیں۔ کاش میں خود تنہا فیروز خان کا انتقام لینے کی کوشش کرتا۔ کاش بہزاد سلامن جنگلی درندوں کا شکار نہ ہوتا۔ کاش میں اُسے اپنے ہاتھ سے مار سکتا تو یہ جھگڑا آگے نہ بڑھتا لیکن۔ لیکن میری تقدیر پہ یہ سیاہی لکھی تھی۔ مجھے تمھارے سامنے ذلیل ہونا تھا۔“
”نہیں تایا جان۔ خدا کے لیے ایسی بات نہ کیجیے۔ نہیں خان بابا۔ ایسی باتیں نہ کیجیے۔“ نعمان خان اس سے لپٹتے ہوئے بولا۔
”تمھارے دل سے میرے خلاف کدورت صاف ہو گئی نعمان خان۔ مجھے اس کا جواب دو۔“
”ہاں۔ بابا خان۔ ماں کی موت کے بعد مَیں بہت زیادہ بددل ہو گیا تھا۔ آپ نے ہمیں بہمان سے نکلنے نہیں دیا تھا۔ آپ نے ہم پہ پابندیاں لگا دی تھیں جس کی وجہ سے ہم بدظن ہو گئے تھے۔“
”بیٹے مصلحت تھی اس میں بھی، میں کچھ اور چاہتا تھا۔ میری خواہش تو یہ تھی کہ اپنی بچیوں کے ساتھ اس بدسلوکی کے نتیجے میں، مَیں پہاڑوں میں اتنا خُون بہاؤں کہ انسانی تاریخ اُسے کبھی نہ بھول سکے۔ لیکن تقدیر نے جگہ جگہ مجھے دھوکہ دیا۔ تقدیر نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ وہ ملعون نکل گیا اور اُس نے وہ تباہی مچا رکھی ہے نعمان خان کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔“
”وہ کہاں ہے بابا خان! میں نے سُنا ہے وہ یہیں ہے۔“
”ہاں۔ وہ ہمارے بہت قریب ہے۔ وہ ہماری شہ رگ کے قریب ہے۔ اس کا خنجر ہمارے سروں پر موت کا سایہ ڈالے ہُوئے ہے۔ وہ ہماری تاک میں ہے نعمان خان اور تمھارا یہ بوڑھا تایا خان تنہا اس کے مقابلے پر صف آرا ہے۔ اپنے ہمدردوں، اپنے دوستوں، اپنے بچوں سے محروم کسی کی ہمدردی نہیں ہے میرے ساتھ۔ تم لوگ بھی مجھے اپنا دُشمن سمجھتے ہو!“
”سمجھتے ہیں نہیں تایا خان سمجھتے تھے۔ وہ غلط فہمی تھی۔ اس کے لیے ہم بہت شرمندہ ہیں۔“ نعمان خان نے کہا۔
”میرے بچو۔ بہت ہی افسوس ناک واقعات سے گزرنا پڑ رہا ہے مجھے۔ میری عزت، میری حیثیت خاک میں مل چکی ہے۔ اب میں سڑک سڑک بھونکنے والا وہ کتا ہُوں جسے ہر کوئی پتھر مار کر بھگا دیتا ہے اور اس کی وجہ جانتے ہو کیا ہے! اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے بازو ناکارہ ہیں۔ میں بُوڑھا ہو چکا ہُوں، میری سوچ محدود ہو گئی ہے۔ میری عقل محدود ہو گئی ہے۔ ہاں اگر مجھے تمھارا سہارا ہوتا تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ میں تمھیں اپنا ذہن۔ اپنا تجربہ سونپ دیتا۔ اپنی وہ قوت جو میرے اشاروں کے تحت کام کرتی ہے، تمھاری تحویل میں دے دیتا، اس طرح نیا ذہن، نیا جسم، شیران کے خلاف اس ٹکر پر کام کرتا۔ جس پائے کا خود شیران ہے۔ مَیں اب بھی بہت قوت رکھتا ہُوں نعمان خان، میرے بدن میں اتنی طاقت ہے کہ اگر شیران میرے مدِمقابل آ جائے تو شاید مَیں اس کی ہڈیاں اپنے بازوؤں میں بھینچ دُوں، لیکن میرا دل و دماغ بوڑھا ہو چکا ہے، مجھے اعتراف ہے کہ مَیں اتنی پھرتی سے عمل نہیں کر سکتا جتنی پھرتی سے تم نوجوان لوگ کر سکتے ہو۔ وقت کے ساتھ ساتھ اعتراف کر لینا بُری بات نہیں ہے، لیکن مَیں نے حالات سے شکست قبول نہیں کی۔ اپنے بڑھاپے اور اپنی کمزوری کا اعتراف ایک الگ چیز ہے اور اپنے وقار کی شکست الگ بات ہے، مَیں آج بھی وہی عزم رکھتا ہُوں بلکہ میں کہ شیران کی گردن میں رسہ ڈال کر تراب زان کے پہاڑوں میں گشت کروں اور اس کے بعد اُسے تراب زان کے پہاڑوں کی

سب سے اُونچی چوٹی پر کھڑا کر کے گولیوں سے چھلنی کر دینے کا خواہش مند ہُوں، تاکہ پہاڑ والوں کو بتا سکوں کہ پہاڑوں کی ریت پوری کر دی گئی ہے۔ انتقام کا جذبہ بدستور قائم تھا۔ صرف وقت کا انتظار تھا، اور دیکھ لو پہاڑوں کے باسیو کہ شیران بہزاد سلامن کا بیٹا تراب نہان کا زلزلہ بالآخر فیروز خان کے بدلے موت کا شکار ہو گیا۔ نعمان خان یہ آرزو میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے، اگر میری یہ آرزو پوری ہو جائے، تو ممکن ہے مَیں گوشہ نشینی اختیار کر لُوں، اپنے تمام اختیارات تمھیں سونپ دُوں اور مَیں تمھیں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہُوں نعمان خان کہ میرے اختیارات بے حد وسیع ہیں، اتنے وسیع کہ تم جانے والے تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔"

نعمان خان، فرید خان اور اُس کے دُوسرے بھائی بادشاہ خان کی گفتگو سُن رہے تھے، اُنھیں دِلی مسرت تھی، بادشاہ خان سے جُدا ہونے کے بعد اُنھوں نے اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی اور درحقیقت حالات بہت بہتر ہو گئے تھے، لیکن اس کے باوجود اُنھوں نے خود کو بہت تنہا محسوس کیا تھا، اور پھر یہ معلوم ہونے کے بعد کہ ان کے اعلا مستقبل کی تعمیر میں بادشاہ خان کا پُورا پُورا ہاتھ ہے۔ ان کے سارے شکوے ہی دُھل گئے تھے، بادشاہ خان اگر نہ چاہتا تو واقعی وہ کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہوتے۔ نعمان خان گہری نگاہوں سے بادشاہ خان کو دیکھ رہا تھا، پھر وہ چونک کر بولا۔

"کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہُوں خان بابا۔"

"ہاں بیٹے، پوچھو، آج مَیں بے حد خوش ہُوں، میرا کنبہ پھر سے آباد ہو گیا ہے، میری تنہائی پھر سے دُور ہو گئی ہے، پوچھو، پوچھو، جو دل چاہے پوچھو۔"

"خان بابا آپ کسی ایسی تنظیم سے متعلق ہیں جو پہاڑوں میں انقلاب لانا چاہتی ہے، جو پہاڑوں کے خلاف سازش کر رہی ہے۔"

بادشاہ خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"مَیں بلاشبہ ایک تنظیم سے متعلق ہُوں، ایک ملک کی بہت بڑی تنظیم سے، لیکن تمھارے دُوسرے الفاظ غلط ہیں، تمھیں ناقص اطلاع دی گئی ہے، ممکن ہے کچھ لوگوں کی نگاہوں میں تنظیم کے اغراض و مقاصد تباہی کے مترادف ہوں، لیکن تنظیم پہاڑوں میں تباہی نہیں لانا چاہتی، بلکہ اصلاحات کرنا چاہتی ہے اور وہ اصلاحات ہماری صدیوں سے پسماندہ قوم کو بلندیوں کی طرف لے جانے کے لیے ہیں وہ اصلاحات ہماری بہتری کے لیے ہیں نعمان خان۔"

"خان بابا مَیں آپ کے تجربے کو چیلنج نہیں کروں گا لیکن اگر معاملہ کسی غیر قوم کا ہے تو کیا آپ یہ نہیں جانتے بابا خان کہ ایسٹ انڈیا کمپنی، انڈیا میں تجارت کرنے کے لیے آئی تھی، لوگ بھیگی بلیوں کی طرح مغلوں سے رعایتیں مانگتے ہُوئے ہندوستان میں داخل ہُوئے تھے اور اس کے بعد ہندوستان کی تقدیر کے مالک بن بیٹھے، یہ غیر ملکی لوگ، یہ غیر مذہب تو کبھی ہماری دوست نہیں ہو سکتیں، یہ لوگ ہمیں غلام بنانے کے لیے رُوپ بدل بدل کر ہمارے درمیان آنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے، خان بابا ان پہاڑوں کی ایک تاریخ ہے، جب ہندوستان پر انگریز قابض نہیں ہُوئے تو اُنھوں نے ہندوستان کے چپے چپے کو اپنا غلام بنا لیا، لیکن پہاڑوں کی سربلندی اُن کے سامنے اس وقت بھی سرنگوں نہ ہُوئی، ان پہاڑوں نے اُنھیں کبھی تسلیم نہیں کیا، اور جب بھی اُنھوں نے ان پہاڑوں کی جانب رُخ کیا، ہم نے اُنھیں کتّے کی طرح دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ خان بابا پہاڑوں کی تاریخ جُوں کی تُوں رہنی چاہیے۔ ہم خود اس میں کوئی بھی ردّ و بدل کرتے رہیں لیکن غیر ملکی لیڈروں کو ہم ان چٹانوں میں پناہ گزین ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

بادشاہ خان سنجیدہ نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھ رہا تھا پھر اُس نے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو نعمان خان، مَیں ان پہاڑوں کا سوداگر نہیں ہُوں، مَیں اُنھیں فروخت کرنے کے بارے میں نہیں سوچ رہا، لیکن میرے بچّے جس طرح شہر بدلتے ہیں، اسی طرح ادوار بھی بدلتے ہیں ....، یہ پسماندہ چٹانیں آج بھی بے شمار مسائل کا شکار ہیں۔ پہاڑوں میں آباد قبیلے آج بھی خانہ بدوشوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں، ہمارے وسائل بے حد محدود ہیں، ہمیں دُنیا کی جدید قوموں سے کٹ کر رہنا پڑ رہا ہے اور اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے وہ یہ کہ ہم نے کسی کی دوستی قبول نہیں کی، کسی دوست کو دوست نہیں سمجھا، پہاڑوں کے جیالے آج بھی اتنے ہی طاقت ور ہیں کہ اگر کوئی بیرونی قوّت کبھی ان پر مسلط ہونے کی کوشش کرے تو وہ اس کے دانت کھٹے کر دیں گے لیکن اگر کوئی ہمارے لیے دوستی کا ہاتھ آگے بڑھائے، ہم سے تعاون کی درخواست کرے تو کیا ہم نے کبھی مہمان کا ہاتھ ٹھکرایا ہے، وہ

ہمارے دوست ہیں اور ہمارے ساتھ مل کر ہمارے علاقے کو ترقی دینا چاہتے ہیں۔"

"نہیں خان بابا، ہم ان غیر ملکیوں پر ان غیر قوموں پر بھروسہ نہیں کر سکتے، خان بابا تاریخ گواہ ہے، چودہ سو سال کی تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کو، غیر مذہبوں کو، جو سب سے بڑا خطرہ لاحق ہُوا ہے، وہ ہماری تنظیموں سے ہے، بے شک ہمارے آپس کے اختلافات بے حد وسیع ہیں، لیکن جب ہم یکجا ہوتے ہیں، تو پھر کوئی قوم ہمارے مقابل نہیں آتی، یہ ہماری تاریخ ہے ہرچندکہ اس تاریخ کو تبدیل کرنے کے لیے صدیوں سے کام ہو رہا ہے اور ہمارے دُشمن اس میں کافی حد تک کامیاب ہو گئے ہیں، لیکن اس کے باوجود جانتے ہیں کہ کوئی بھی مرحلہ ایسا آ سکتا ہے جب ہمارے ذہن بھی جاگ اُٹھیں، اور ہم پھر ایک صف میں کھڑے ہو جائیں، خان بابا آپ اس تنظیم کے اغراض و مقاصد میں حصّہ نہ لیں، وہ مخلص لوگ معلوم نہیں ہوتے۔"

"نعمان خان تمھاری پُرجوش تقریر بہت خُوب ہے لیکن تم بُوڑھے خان کو اتنا بے غیرت کیوں سمجھتے ہو کہ وہ اپنے ن کے خلاف وطن فروشی پہ آمادہ ہو جائے گا، مَیں صرف اپنے ن کی بھلائی کے لیے، پہاڑوں کی بہتری کے لیے اتنا کچھ کر ہُوں کہ ہمارے اُوپر حرف بھی نہ آئے، اور ہم اپنا مقصد ی حاصل کر لیں، تنظیم میں میری حیثیت کافی مضبوط ہے، مَیں ، ان لوگوں سے جو گفتگو کی ہے، وہ پہاڑوں کے مفاد میں ہے، بی اس کے بارے میں تمھیں تفصیل بتاؤں گا، میرے کہنے کا قصد یہ ہے کہ مَیں اس بات سے انحراف نہیں کرتا کہ مَیں تنظیم ے متعلق ہُوں، لیکن تم اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو، نعمان ان، مجھے اس بارے میں بتاؤ۔"

"بابا خان، گل خان میرے پاس آیا تھا، گل خان نے مجھے بتایا کہ کس طرح پہاڑوں کے خلاف سازش ہو رہی ہے رر میرا تایا بابا خان بھی اس سازش میں شریک ہے، مَیں نے اس ے سازش کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا چاہی تھیں، خان بابا لکی نے اُسے قتل کر دیا۔ قاتل تنظیم ہی کے لوگ تھے، اس کے بعد لُو پر پے در پے حملے شروع ہو گئے، اُنھوں نے یہی سوچا ہو گا کہ مُں تنظیم کے راز سے واقف ہو گیا ہُوں، مَیں اُن کے قبضے میں نہیں آیا اور بہر طور میری جان بچ گئی، مجھے آپ تک پہنچا دیا گیا، اس سلسلے میں میرے دوست ڈاکٹر برٹو نے میرے لیے ایک نمایاں اقدام کیا ہے۔"

"ہاں نعمان خان، اس کا احسان ہے مجھ پر، مَیں مرحوم برٹیو کے احسان کو کبھی نہیں بھُول سکوں گا۔" بادشاہ خان نے آبدیدہ ہو کر کہا۔

"مرحوم برٹیو؟" نعمان خان بُری طرح اُچھل پڑا۔

"ہاں نعمان خان، شیران نے برٹیو کو قتل کر دیا۔"

"شش شیران نے؟" نعمان خان اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں اُس غلیظ انسان نے۔ بہت عرصے سے وہ ان علاقوں میں موجود ہے اور ایک خطرناک آدمی مارلینو کے لیے کام کر رہا ہے، مارلینو نے اُسے بہت مراعات بخش دی ہیں، اور ان علاقوں میں وہ مارلینو کے [illegible] آدمی کی حیثیت سے خون ریزی کرتا پھر رہا ہے۔ اس نے میرے ساتھی ہینڈرک کو قتل کیا اور اب ڈاکٹر برٹیو کو۔"

"لیکن خان بابا۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں، آئیوی کہاں ہے؟"

"آئیوی یہ سب کچھ سُن چکی ہے، اس پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں، وہ یورپ واپس جانا چاہتی ہے، مَیں نے اُسے منع کیا ہے۔"

"لیکن ابھی۔ ابھی کچھ وقت قبل تو۔"

"ہاں اس وقت تک آئیوی کو اپنے باپ کی موت کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔"

"لیکن وہ کیسے مر گیا، ڈاکٹر برٹیو کیسے قتل ہو گیا خان بابا! میری تو اس سے ہانگ کانگ میں۔"

"یہ اخبار موجود ہے میرے پاس۔ اس میں اس کی موت کی تفصیل ہے، مَیں تم سے یہی کہنا چاہتا تھا۔ نعمان خان کی صُورتِ حال بڑی سنگین ہے۔ بڑی ہی خوفناک، تم تصوّر نہیں کر سکتے۔"

نعمان خان اخبار میں چھپی ہُوئی خبر کو دیکھ رہا تھا۔ درمیان میں شیران کا چہرہ تھا، نعمان خان کی آنکھوں میں خُون اُتر آیا تھا۔ اس کے ہونٹ بھنچ گئے تھے، پھر اُس نے بھرّائی ہُوئی آواز میں کہا۔

"میرا اس شخص سے کوئی خاص تعلق نہیں رہا خان بابا، لیکن وہ بہت مہربان انسان تھا، اُس نے ہمیشہ ایک بزرگ دوست کی طرح میری رہنمائی کی ہے، بے شک یہ آپ کے اشارے پر میرے لیے سب کچھ کر رہا تھا، لیکن خان بابا اس کی انفرادی حیثیت بھی میری نگاہ میں تھی۔ مَیں اس کی موت کو نہیں بھول سکوں گا۔ خان بابا یہ آپ کے اشارے پہ اپنا وطن چھوڑ کر آیا تھا جب کہ اپنے وطن میں یہ ایک باعزّت زندگی بسر کر رہا تھا، لیکن یہاں وہ

ہماری وجہ سے اُلجھنوں کا شکار ہو گیا اور ہماری ہی وجہ سے ہمارے دُشمنوں کا شکار ہو گیا، آئیوری بے چاری تنہا رہ گئی، خان بابا آئیوری کہاں ہے؟ میں اس سے تعزیت کرنا چاہتا ہوں، اسے ہمارے سہارے کی ضرورت ہے؟"

"وہ ابھی غمزدہ ہے، اپنے وطن واپس جانے کے لیے ضد کر رہی ہے، لیکن مجھے یقین ہے تم اُسے سنبھال لو گے تم اُسے سمجھاؤ نعمان خان۔"

"آہ یہ شیران۔ یہ شیران۔ خان بابا میں سخت شرمندہ ہوں کہ آپ سے کٹ کر رہا، بلاشبہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی خان بابا میں اس کتے کو ایسی موت مارنا چاہتا ہوں کہ اس سے بدترین موت کا تصور بھی کسی ذہن میں نہ آ سکے۔"

"دیکھو نعمان خان دل تو میرا بھی یہی چاہتا ہے لیکن بیٹے تم شاید میری بات کو نہ مانو، میں نے ایک بار دُشمن کو کمزور سمجھ کر اس کے ساتھ لاپروائی برتی تھی اور اس کے لیے اتنے انتظامات نہیں کیے تھے، جتنے کرنے چاہئیں تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بہزاد سلامن کے بیٹے کے بارے میں مجھے تفصیلات معلوم نہیں تھیں، اگر مجھے علم ہوتا کہ شیران اتنا شاطر اور چالاک نوجوان ہے تو شاید پہلے ہی مرحلے پر مجھے ناکامی نہ ہوتی، میں اس کے شایانِ شان انتظامات کرتا، میں تمھیں دوبارہ پانے کے بعد کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا، میں تمھاری کسی بھی ضد کے لیے اپنی زندگی قربان کرنے کے لیے تیار ہوں، کیونکہ میری اپنی زندگی اب میرے لیے بہت زیادہ دلچسپ نہیں رہ گئی، لیکن میں تمھاری زندگی ضرور چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارا کوئی جذباتی قدم ہمیں کسی پریشانی سے دوچار کر دے، شیران بہت زیادہ قوت حاصل کر چکا ہے، اس کے لیے لمبی پلاننگ کرنا ہوگی۔ بہت بڑے پیمانے پر اس کے لیے عمل کرنا ہوگا، اگر ہم جذباتی طور پر اسی طرح اس پر چڑھ دوڑے جس طرح ایک بار پہلے ہم لوگوں نے کوشش کی تھی تو مجھے خطرہ ہے کہ ہمیں پھر نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا اور اس میں اب نقصان برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ نعمان خان میرے بچے اب میں کوئی نقصان برداشت نہیں کر سکتا۔

"ٹھیک ہے بابا خان اس بار ہم کوئی احمقانہ اقدام نہیں کریں گے، میں نے تو شیران خان کے بارے میں کچھ اور ہی سوچا تھا، بابا خان میں نے ایک عہد کیا تھا اس کے لیے، میں نے سوچا تھا کہ ابھی اُسے قتل نہیں کروں گا، اُسے نگاہ میں رکھوں گا، اور خان بابا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ابھی تک میں اپنے اس عہد کے لیے کوئی ٹھوس قدم نہیں اُٹھا سکا، میں تو خود ابھی اپنی ہی تعمیر میں مصروف تھا، میری خواہش تھی کہ میرے بھائی ایک بہتر زندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، میں اُن کے لیے اتنا کر دوں کہ وہ سکون کی زندگی بسر کر سکیں، اور اس کے بعد میں اپنے مشن کا آغاز کروں، خان بابا میں سب سے بڑا بھائی ہوں، اپنے باپ کی، اپنی بہنوں کے خون کی قیمت مجھے ہی وصول کرنی ہے، مجھے اپنے دُشمنوں سے ہی نمٹنا ہے، میرے بھائی اگر کسی مرحلے پر میرا ساتھ دے سکیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں چاہتا ہوں کہ یہ زندگی کی ہر دلچسپی سے لطف اندوز ہوں اور سکون کی زندگی گزاریں تو خان بابا میں نے تو یہی سوچا تھا کہ شیران کو اس وقت تک موقع دیا جائے جب تک وہ زندگی کے کسی ٹھوس مرحلے میں داخل نہ ہو جائے، وہ شادی کرے اُس کے بچے پیدا ہوں اور پھر میں اُسے علی الاعلان قتل کر دوں، اس کے بچوں کو پروان چڑھنے کا موقع دوں تاکہ ہماری اولادیں ان بچوں سے اپنے اجداد کے خون کا بدلہ لیں اور وقت فیصلہ کر دے کہ کس نے کس کے خاندان کو ختم کر دیا۔

"بہزاد سلامن فیروز خان کے قتل کے بعد اپنا نام زندہ نہ رکھ سکا، یا پھر فیروز خان کے بیٹے اپنے باپ کا انتقام نہ لے سکے اور فنا ہو گئے۔ میں نے یہ عہد کیا تھا بابا جان، لیکن صورتِ حال اب بہت مختلف ہو گئی ہے اب مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے، اب مجھے آپ کی رہنمائی چاہیے بابا خان۔"

"نعمان خان، بے شک تم نے اپنی دلیروں کی طرح سوچا جن کی روایات پہاڑوں پر کندہ ہیں، لیکن میں ایک بار پھر کہوں گا میرے بچے ادوار بدلتے ہیں تو اقدار بھی بدل جاتی ہیں، طریقۂ کار تبدیل ہو جاتے ہیں، شیران خان شیطان خان ہے اسے مارلینو جیسی طوفانی قوت کا تعاون حاصل ہے اور مارلینو ایک عظیم سائنسدان ہے، گانگ ہو کے علاقے میں اس نے ایک ایسا جال پھیلا رکھا ہے کہ بس یوں سمجھو کہ اس جگہ ایک طرح سے اس کی مملکت قائم ہے۔ شیران اُس کا نائب ہے اُس نے بنکاک میں منشیات کے تمام تاجروں کو قتل کر کے اپنا اقتدار قائم کر لیا ہے اور میں اس بات کا اعتراف کرنے میں عار نہیں سمجھتا نعمان خان کہ اگر میں خود بھی چاہوں تو اس نئے کام میں اُلجھنے کے لیے مجھے شدید ترین محنت کرنا ہوگی بلکہ ممکن ہے میں اس میں کامیاب نہ ہو سکوں، کیونکہ اُس نے ایسے ایسے لوگوں کو اپنے راستے سے ہٹا دیا ہے جو یہاں بہت بھیانک سمجھے جاتے تھے، میری اپنی جولائن ہے اس پر تو میں نے کسی کو حملہ آور نہیں ہونے دیا، لیکن دُوسری لائن کو اپنے قابو میں کرنے

کے لیے مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ شیران کو شکست دینا کافی مشکل ہوگا۔ اس سے تم شیران کی قوت کا اندازہ لگا سکتے ہو، اس نے کئی بار میرا راستہ کاٹنے کی کوشش بھی کی ہے، لیکن میں نے خود کو اس پر ظاہر نہیں کیا لیکن اس بات سے تم مجھے احمق نہ سمجھنا نعمان خان، یہ صرف اور صرف مصلحت پسندی ہے، دُشمن جب ضرورت سے زیادہ طاقتور ہو جائے تو پھر اس پر قوت کا استعمال مناسب نہیں ہوتا، اسے عقل سے مارا جاتا ہے۔ میں خود بھی اتنا ہی جذباتی ہوں کہ اگر وہ میرے سامنے آ جائے تو شاید میں اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکوں، لیکن نعمان خان میرے بیٹے، میرے بچے، میری خواہش ہے کہ اب جب کہ تقدیر نے ہمیں ایک بار پھر یکجا کر دیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے میرا بُرا وقت ختم ہو رہا ہے تو تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچے، تم سمجھ داری سے کام کرو، پہلے مکمل صحت حاصل کرو، اس کے بعد اپنے بابا خان سے بیٹھ کر مشورہ کرو اور پھر دشمن کے خلاف عمل پیرا ہو جاؤ، میں کبھی یہ نہیں کہوں گا نعمان خان کہ شیران کو معاف کر دو، لیکن ہمیں جو کچھ کرنا ہوگا وہ نہایت سوچ سمجھ کر کرنا ہوگا تاکہ شیران ہماری کسی چال کو نہ سمجھ سکے۔"

نعمان خان خاموشی سے اُس کی ساری گفتگو سن رہا تھا، ڈاکٹر برٹو کی موت کا اُسے واقعی صدمہ تھا، وہ جانتا تھا کہ آئیوری کی بُری حالت ہوگی اور در حقیقت اب وہ آئیوری سے اتنا متاثر تھا کہ اس کے دُکھ کو اپنا دُکھ محسوس کرتا تھا، بہرطور اُس نے کہا۔

"میں اتنا ناکارہ نہیں ہوں تایا جان، آپ یقین کریں، میں بہت کچھ کر سکتا ہوں، بہرطور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی ہدایت کے مطابق کام کروں گا لیکن آپ کی تنظیم تو خود میرے پیچھے لگ گئی ہے۔"

"اس کی تم پروا مت کرو نعمان خان میں سب ٹھیک کر لوں گا، میرا کاروبار بے حد وسیع ہے نعمان خان، اور اب میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے میرے اس کاروبار کو سنبھال لیں۔ میں از سرِ نو تمھیں اس بارے میں تفصیلات بتاؤں گا، فی الحال شیران کو ذہن سے نکال دو، اس پر بس نگاہ رکھی جائے گی کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے، اس کے بعد ایک مناسب وقت ایسا آئے گا جب میں تمھیں اجازت دوں گا کہ اب صرف شیران کے سلسلے میں فیصلہ کرو۔"

نعمان خان گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا، پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے بابا خان، میں آپ کے حکم کے مطابق عمل کروں گا، اب ہم نے اپنی باگ ڈور آپ کو سونپ دی ہے۔" بوڑھے بادشاہ خان نے ایک بار پھر نعمان خان کو سینے سے لگا لیا تھا۔ اس کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو رہا تھا۔

★★

گریچر اور میگنیشیا نے بھی اخبارات میں تفصیل دیکھ لی تھی۔ پہلے میگنیشیا نے یہ خبر پڑھی تھی اور پاگلوں کی طرح گریچر کی جانب دوڑی تھی لیکن جونہی وہ گریچر کے کمرے کے دروازے پر پہنچی، گریچر خود بھی بدحواسی کے عالم میں باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔

"گریچر تم نے اخبار؟"

"تو تم دیکھ چکی ہو۔"

"ہاں۔ وہ زندہ ہے، وہ زندہ ہے بھلا وہ کیسے مر سکتا تھا۔ وہ اتنا۔ وہ اتنا۔" میگنیشیا ہذیانی انداز میں ہنس پڑی اور اس کا چہرہ جوشِ جذبات سے سرخ ہو رہا تھا۔ پتہ نہیں کیا کیفیت طاری تھی اس پر گریچر نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔

"ہاں۔ میگنیشیا وہ زندہ ہے واقعی وہ زندہ ہے اور اُس نے مارلینو کے دُشمنوں میں سے ایک اور کو قتل کر دیا۔ کمال ہے میگنیشیا۔" میگنیشیا پاگلوں کی طرح ہنس پڑی۔

"خود کو سنبھالو میگنیشیا۔ تمھاری کیا کیفیت ہو رہی ہے؟"

"اوہ۔ اوہ۔ میں شاید برداشت نہیں کر سکی۔ بڑا دُکھ تھا اُس کی موت کا۔ بڑا وحشی انسان ہے بالکل پاگل جنگلی درندوں کی مانند لیکن اس میں ایک کشش ہے۔ گریچر میں اس بات کا اعتراف کرتی ہوں کہ اس میں ایک ایسی کشش ہے کہ انسان اُسے بھلا نہیں سکتا۔ اُس نے میری بڑی بے عزتی کی تھی۔ میں اس سے نفرت بھی کر سکتی تھی لیکن یقین کرو کہ کوشش کے باوجود اس سے نفرت نہیں کر سکی۔ اس کی موت سے مجھے اپنا دل خالی خالی محسوس ہو رہا تھا حالانکہ ان ہنگاموں میں ہمارے بے شمار آدمی کام آ جاتے ہیں لیکن اس کی موت میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی میں ذہنی طور پر بالکل معطل ہو کر رہ گئی تھی۔ اِن دنوں ہر وقت اُس کا تصور دل میں رہتا تھا لیکن وہ زندہ ہے وہ کمینہ۔ وہ کمینہ۔" میگنیشیا شدتِ جذبات سے بہک رہی تھی۔ گریچر اُس کے شانے پر تھپکی دینے لگا پھر بولا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں فوراً مارلینو سے رابطہ قائم کر لینا چاہیے۔"

"بالکل بالکل آؤ۔" میگنیشیا نے چھلانگ لگائی۔ گریچر ہنستا ہوا اُس کے پیچھے چلنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس ٹرانسمیٹر کے نزدیک پہنچ گئے جو طویل ترین رینج کا تھا۔ گریچر نے ٹرانسمیٹر پر مارلینو سے رابطہ قائم کیا اور فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"مسٹر مارلینو۔ براہ کرم مسٹر"

"گریچر میں بول رہا ہوں۔ میں خود بھی اسی لیے ٹرانسمیٹر مشین کے پاس آیا تھا کہ تم سے بات کر دوں۔"

"اوہ جناب شیران۔ شیران زندہ ہے۔"

"ہاں۔ مجھے اس کی اطلاع مل چکی ہے۔ اُس نے ہانگ کانگ میں ڈاکٹر برٹیو کو قتل کر دیا ہے۔ اُس نے میرے دُوسرے دُشمن کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔ بلاشبہ وہ زندہ ہے میں نے گانگ ہُو سے دس آدمی روانہ کیے ہیں۔ اس کی تلاش میں اس کا تحفظ چاہتا ہُوں۔ اُسی کی موت کی خبر نے مجھ پر بجلی گرا دی تھی لیکن یقین کرو اس کی زندگی کی خبر میرے لیے انتہائی خوشی کا باعث ہے۔ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں جناب۔ آج ہی ہمیں پتہ چلا کہ وہ زندہ ہے اور ہم خوشی سے بے قابو ہو گئے۔"

"وہ ہے بھی ایسی چیز۔ ویسے گریچر ایک پریشان کن خبر بھی ہے میرے لیے۔ تم یاتان بردما کی بیٹی کے بارے میں جانتے ہو نا؟"

"آپ سدھاشی کی بات کر رہے ہیں چیف؟"... گریچر نے پوچھا۔

"ہاں۔ اسی کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ سدھاشی کے اور شیران کے معاملات کا تم کو علم ہے۔ دونوں ایک دُوسرے کے دُشمن بن گئے تھے۔ بلاشبہ اگر سدھاشی اُس کے ہاتھ لگ جاتی تو شاید وہ اُسے زندہ نہ چھوڑتا لیکن سدھاشی اس کی نفرت کے باوجود اس سے نفرت نہ کر سکی وہ اُسے بے پناہ چاہتی ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ اس چاہت میں وہ کوئی غلط قدم نہ اُٹھا بیٹھی ہو۔"

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"سدھاشی وہیں بنکاک میں ہے۔"

"جی۔ مجھے علم ہے لیکن اُنھوں نے کبھی اپنا پتہ نہیں بتایا ہے مجھے۔"

"میں بتاتا ہُوں وہ برنیوکوائے میں ہے۔ برنیوکوائے اس کوٹھی کا نام ہے جو سدھاشی کی رہائش گاہ ہے۔ میں نے اُس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس نے شیران کی موت کے بعد مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا اور اب بھی اس جگہ موجود نہیں ہے۔ میں تقریباً چھ بار کوشش کر چکا ہُوں۔ اتنی دیر سدھاشی کا برنیوکوائے سے دُور رہنا ممکن نہیں ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں اُس نے خودکشی نہ کر لی ہو۔ گریچر تم اور میگنیشیا سدھاشی کو تلاش کرو اور اس کی کوٹھی چلے جاؤ اور وہاں سے اس کے بارے میں جس طرح بھی ممکن ہو معلومات حاصل کر کے مجھے اطلاع دو۔"

"بہتر جناب۔ میں خود بھی یہ خبر سُن کر پریشان ہو گیا ہُوں ویسے شیران کے لیے اور کوئی حکم؟"

"نہیں بے فکر رہو۔ میں ہانگ کانگ کچھ لوگوں کو روانہ کر چکا ہُوں۔ ذہین لوگ ہیں شیران کو تلاش کر لیں گے۔ میں اُسے ہانگ کانگ سے گانگ ہُو بلوا رہا ہُوں۔ کچھ دن اپنے ساتھ رکھوں گا اور ذہنی طور پر اس کی تربیت کروں گا۔ مجھے اس سے کچھ کام لینا ہے۔" مارلینو نے کہا۔

"بہتر جناب۔ یہاں کے لیے اور کوئی حکم؟"

"نہیں سدھاشی کے بارے میں میں اطلاع کا منتظر رہوں گا۔" مارلینو نے جواب دیا اور اس کے بعد رسمی گفتگو ہُوئی پھر سلسلہ منقطع ہو گیا۔

گریچر اور میگنیشیا سدھاشی کی تلاش میں نکل گئے تھے۔ برنیوکوائے سنسان پڑی تھی ملازم بھی نجانے کہاں بھاگ گئے تھے۔ پوری کوٹھی کی تلاشی لینے کے باوجود انھیں کوئی سُراغ نہ مل سکا تو وہاں سے چلے آئے پھر بنکاک کے چپے چپے پر سدھاشی کو تلاش کیا جانے لگا۔

منشیات کے اڈے سب معمول کے مطابق چل رہے تھے۔ اب یہاں اُلجھن نہیں رہ گئی تھی۔ بڑی باقاعدگی سے مارلینو کے نام پر سپلائی ہوتی تھی اور اسی باقاعدگی سے ان اڈوں سے سیل ہو رہی تھی یہاں بھی سدھاشی کو تلاش کیا گیا لیکن سدھاشی گویا آسمان میں تحلیل ہو گئی تھی۔

گریچر نے مارلینو کو اطلاع دی کہ سدھاشی کہیں بھی ہو بنکاک میں نہیں ہے۔ مارلینو نے تشویش کا اظہار کیا تھا اور ان لوگوں کو حکم دیا تھا کہ بہرطور وہ سدھاشی کی تلاش جاری رکھیں۔

★★

شیران نے آنکھیں کھول کر چمکدار آسمان کو دیکھا لیکن آنکھوں پر کچھ ایسا بوجھ محسوس ہُوا کہ اُسے دوبارہ آنکھیں بند کرنا پڑی تھیں۔ اس کا دماغ چکرا رہا تھا۔ کئی منٹ تک اسے کچھ یاد نہ آ سکا۔ اُسے یہ احساس بھی نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے؟ پھر چکراتے ہُوئے ذہن کو تھوڑا تھوڑا سہارا ملا اور اُس کے دماغ میں خیالات آنے لگے۔ ہانگ کانگ اپنی رہائش گاہ۔ ڈاکٹر برٹیو کا قتل اور بہت کچھ اس نے چونک کر اطراف میں دیکھا۔ چاروں طرف پہاڑیاں بکھری ہُوئی تھیں جن کے درمیان جگہ جگہ سبزہ نظر

رہا تھا۔ چھدرے سے درخت بھی دُور دُور تک پھیلے ہُوئے تھے نجانے یہ کون سا علاقہ تھا وہ کوشش کے باوجود اُسے نہ پہچان سکا پھر اُس نے اپنے نیچے کی چٹان کو دیکھا۔ ہاں وہ ایک اچھی خاصی بلند چٹان پر لیٹا ہُوا تھا اگر وہ سوتے میں نیچے گر پڑتا تو یقینی طور پر ہاتھ یا پاؤں کی کوئی ہڈی ٹوٹ سکتی تھی لیکن میں یہاں کیسے آ گیا۔ اس نے سوچا اسے حسین بیش گویا دآئی۔ ہانگ کانگ میں گزرنے والے واقعات یاد آئے لیکن یہ یاد نہیں آ سکا کہ یہاں تک کا سفر کس طرح ممکن ہُوا۔ ہوٹل یاد تھا اور پھر شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ لیکن! آخر کیسے؟ وہ چٹان پر اُٹھ کر بیٹھ گیا اس کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔ دفعتاً اُس کی نگاہ چٹان کے نیچے اُٹھ گئی۔ وہاں سامان کا ڈھیر رکھا ہُوا تھا۔ چٹان کی دُوسری جانب ایک گھوڑے کے نتھنوں سے نکلنے والی کھرکھراہٹ سُنائی دے رہی تھی گویا گھوڑا بھی موجود ہے۔ اُس نے آخری بار ذہن کو جھٹکا دیا اور چٹان سے نیچے کُود گیا۔

سامان کے قریب پہنچ کر دیکھا۔ کھانے پینے کا سامان وافر مقدار میں موجود تھا۔ کینوس کے دو تھیلے جو گھوڑے پر رکھے جاتے تھے ایک رائفل کارتوس کی پیٹی۔ دُوسری طرف گھوم کر دیکھا تو سیاہ رنگ کا ایک اجنبی گھوڑا کھڑا ہُوا تھا۔ یہ ساری چیزیں اس کے لیے تحیّر خیز تھیں۔ یہ منظر ایک ڈرامہ جیسے معلوم ہو گیا۔ کسی نے اُس کے ساتھ یہ چال چلی ہے۔ وہ سوچتا رہا۔

بہرطور کچھ دماغ میں نہ آ سکا تو اُس نے ذہن جھٹک دیا۔ ساری باتیں تو زندگی ہوتی ہیں۔ حالات پر اتنا زیادہ حیران ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ بھوک لگ رہی تھی۔ کھانے پینے کی چیزوں میں اُسے بہت سی اپنی پسندیدہ چیزیں مل گئی تھیں اور اس نے آرام سے بیٹھ کر کھائیں۔ زندگی کا کوئی خاص محور تو تھا نہیں کہ اس کے لیے بیٹھ کر پریشان ہوتا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ پانی پینے کے بعد اُس نے گھوڑے کے قریب پہنچ کر اُس کی گردن تھپتھپائی۔ نزدیک ہی زین رکھی ہُوئی تھی۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"واہ بھئی واہ۔ دوست نما دُشمن۔ یا دُشمن نما دوست مجھے کیسی عمدہ جگہ چھوڑ گئے ہیں لیکن وہ میٹھی گڑ کہاں گئی؟ اچھی عورت تھی میری محسن۔ کہیں کسی مصیبت کا شکار تو نہیں ہو گئی کہیں ہانگ کانگ ہی میں تو نہیں پھنس گئی۔

لیکن یہ جگہ کون سی ہے ہانگ کانگ کے اطراف یا کوئی دُور دراز علاقہ۔ یہاں تک پہنچنے کا ذریعہ کیا رہا؟ اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ شیران کے پاس بہرطور گھوڑے پر زین کسنے کے بعد وہ اس پر سوار ہو گیا۔ اُسے کسی بھی سلسلے میں زیادہ فکر نہیں ہوتی تھی۔ گھوڑا پہلے آہستہ آہستہ چلتا رہا اور پھر اس کی رفتار تیز ہو گئی۔ سرسبز علاقہ پیچھے رہ گیا تھا اور اب چٹانی سلسلہ شروع ہو گیا تھا لیکن طاقتور گھوڑے کو ایسے علاقے میں دوڑنے کی کافی مہارت معلوم ہوتی تھی۔ وہ بے تکان دوڑ رہا تھا۔ شیران کی نگاہیں مسلسل اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔

چٹانی سلسلے کے بعد خوفناک اور پُرہیبت پہاڑ نظر آنے لگے جن کے درمیان چھوٹے چھوٹے درّے آگے جانے کا راستہ تھے۔ سفر جاری رہا اور کافی دیر گزر گئی۔ گھوڑے کے انداز میں اب پہلے جیسی چستی نہیں رہی تھی۔ اس کی رفتار کسی قدر سُست ہو گئی تھی۔ شیران نے فیصلہ کیا کہ تھوڑی دُور اور چلنے کے بعد وہ گھوڑے کو آزادی دے گا اور یہیں کسی پہاڑی غار میں قیام کرے گا۔ اس باقی آدھے گھنٹے میں اُس نے بہت کم سفر کیا۔ ابھی وہ مزید کچھ دُور جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ دفعتاً اُس نے فائروں کی زبردست آواز سُنی۔ اُس نے جلدی سے گھوڑے کی باگیں کھینچ لی تھیں... گھوڑے کے کان بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ شیران شور کی سمت کا اندازہ لگاتا رہا پھر اُس نے اپنی رائفل چیک کی۔ پیٹی سے کارتوس نکال کر اُس میں لگائے اور آواز کی سمت بڑھنے لگا۔ فائروں کی آواز پہلے تو زوردار تھی لیکن اس کے بعد کسی حد تک سُست سُست ہو گئی تاہم اب بھی ایک آدھ فائر ہو جاتا تھا اور اس طرح شیران کو اس سمت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ پُرہیبت پہاڑی درّوں کے درمیان سے نکل کر وہ ایک کھلے میدان میں پہنچ گیا۔ سامنے ہی اُونچی اُونچی چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ عجیب چٹانیں تھیں یہ۔ بالکل یُوں لگتا تھا جیسے انسانی ہاتھوں نے اُنھیں تراش کر اس جگہ رکھ دیا ہو لیکن ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ انسانوں کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

شیران گھوڑے کو میدان میں دوڑاتا رہا۔ مضبوط گھوڑا کافی تھک گیا تھا لیکن مالک کے اشارے پر آگے بڑھ رہا تھا۔ شیران نے اس کی لگام دانتوں میں دبائی اور رکابوں پر کھڑا ہو کر دُور دُور تک دیکھنے لگا لیکن اُسے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب فائرنگ کی آواز بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ چٹانوں کے قریب پہنچ گیا۔

چٹانوں کا سلسلہ تقریباً ایک فرلانگ تھا۔ اس کے بعد ایک طویل میدان شروع ہوتا تھا اور اس کے تین اطراف اُونچا نیچا پہاڑی سلسلہ پھیلا ہُوا تھا۔ ایک سمت جنگل کا سلسلہ تھا جو

نجانے کہاں تک پھیلا ہُوا تھا۔ ممکن ہے وہ لوگ اسی جنگل میں داخل ہو گئے ہوں، شیران نے سوچا لیکن وہ اس علاقے سے بالکل ناواقف تھا۔ بلا سوچے سمجھے جنگل میں داخل ہونا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ اسی لیے اُس نے جنگل میں داخل ہونے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ویسے اسے بس پُراسرار ہنگامے پر سخت حیرت تھی۔ نجانے آپس میں لڑنے والے کون تھے؟ کہیں اس پیش گو کے ساتھی نہ ہوں، کہیں وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس گئی ہو۔ شیران سوچ رہا تھا لیکن پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی؛ اگر وہ کسی مصیبت میں پھنس گئی ہے تو اس سے مجھ پر کیا اثر پڑتا ہے! میں نے اس کے کون سے احسانات لیے ہیں۔ گھوڑے سے اُتر کر وہ اس کی باگ پکڑے پیدل ایک سمت میں چل پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد اُونچے نیچے ٹیلوں کے نزدیک پہنچ گیا پھر ان ٹیلوں کے نیچے غاروں کے دہانے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہاں تو بے شمار غار پھیلے ہوئے تھے۔ وہ کسی مناسب غار کی تلاش کرنے لگا۔ بہت سے غار اس نے اندر سے دیکھے اور پھر ایک روشن وکشادہ غار اُسے پسند آ گیا تھا۔ بڑا سا غار تھا کہ گھوڑا بھی باآسانی اندر داخل ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ دُوسری طرف سُوراخ تھے جن سے روشنی اور ہَوا اندر آ رہی تھی؛ چنانچہ اس سے عمدہ رہائش گاہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

وہ گھوڑے کو دہانے سے اندر لے آیا اور پھر اُس نے زین اُتار کر نیچے رکھ دی اپنا سارا سامان بھی نیچے اُتار لیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا اور اُس کے بعد گھوڑے کو غار کے دہانے سے ہاتھ مار کر باہر نکال دیا۔ باہر گھوڑے کے لیے مناسب چارے کا بندوبست تھا۔

چٹانوں کی جڑوں میں پھیلی ہوئی گھاس جو گھوڑوں کی پسندیدہ غذا ہوتی ہے، اُس نے اپنے جُوتے اُتار کر پاؤں پھیلا دیے اب وہ خاصہ آسودہ نظر آ رہا تھا۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح لیٹا رہا پھر گھوڑے کی تلاش میں باہر نکل آیا۔ گھوڑ کہیں دُور نہ نکل جائے یُوں نہ ہو کہ وہ گھوڑے سے محروم ہو جائے۔ بہر طور اس جگہ مستقل قیام تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اطراف میں تھوڑی بہت سیر و تفریح کے لیے گھوڑے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ وہ باہر نکل آیا۔ ایک بلند جگہ چڑھ کر اُس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں تو اُسے گھوڑا ایک جگہ نظر آیا۔ وہ پانی میں مُنہ ڈالے کھڑا تھا۔ پانی دیکھ کر شیران خوش ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا پہاڑی نالا تھا جو کہیں دُور سے بہتا ہُوا آ رہا تھا۔ شاید کسی آبشار سے وہ تیزی سے پانی کی طرف چل پڑا۔ یہاں بھی چٹانیں بکھری ہُوئی تھیں۔ پانی کے قریب پہنچ کر وہ ایک چھوٹی چٹان پر بیٹھ گیا اور مُنہ ہاتھ دھونے لگا۔ دفعتاً اس کی نگاہ پانی کے کنارے ایک دھبّے پر پڑی اور وہ چونک پڑا۔

وہ خون تھا۔ سو فیصد خون تھا۔ شیران نے حیران نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر اُس کے قریب پہنچ کر جھک گیا۔

یقیناً خون ہی تھا اور اس میں ابھی تک نمی تھی جس کا مطلب ہے کہ وہ زیادہ پُرانا نہیں ہے۔ وہ چاروں طرف زمین پر نگاہیں دوڑانے لگا۔ تھوڑے سے ہی فاصلے پر ویسے ہی خون کا دُوسرا دھبّہ نظر آیا اور پھر وہ خون کے دھبّوں کے سہارے سہارے آگے بڑھتا رہا۔ اس کے ذہن میں تجسّس جاگ اُٹھا تھا۔

فائرنگ کی آواز اُس کے ذہن میں جاگ اُٹھی تھی جسے سُن کر وہ یہاں تک پہنچا تھا اور پھر اس کا اندازہ غلط نہیں نکلا خون کے دھبّے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ملتے رہے اور وہ آگے بڑھتا رہا۔ خون کے یہ دھبّے غار کے دہانے پر ختم ہو گئے تھے۔ شیران نے ایک گہری سانس لی۔ وہ زخمی یا مُردہ شخص یقیناً اس غار میں ہو گا جس کے خُون کے یہ دھبّے تھے چنانچہ شیران غار کی طرف بڑھ گیا لیکن ابھی وہ غار کے نزدیک پہنچا ہی تھا کہ دفعتاً اُسے ایک خونخوار دہاڑ سُنائی دی

ایک چوڑا کھانڈا اس کی طرف لپکا۔ شیران صرف اُس کی چمک ہی دیکھ سکا تھا۔

کھانڈا شیران کی گردن سے صرف ایک انچ کے فاصلے سے نکل گیا تھا۔ شیران نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن حملہ آور بہت پھرتیلا تھا۔ اُس نے فوراً دُوسرا وار کر دیا۔ شیران بمشکل تمام اس وار سے بچا لیکن توازن برقرار نہ رکھ سکا اور نیچے گر پڑا اُس کا نیچے گرنا ہی اُس کی زندگی بن گیا ورنہ شاید اس کی گردن اُڑ گئی ہوتی۔ کھانڈے والے نے بل کھا کر تیسرا وار کیا۔ تیسرا وار اُس نے شیران کے نیچے گرنے کے بعد کیا تھا لیکن شیران اس بار بھی اُچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔

کھانڈا پتھر پر پڑا اور چنگاریوں کی ایک پھوار سی اُبل پڑی جس قوت سے کھانڈا زمین پر پڑا تھا اگر وہ کسی معمولی سے آدمی کے ہاتھ میں ہوتا تو یقیناً چھوٹ جاتا لیکن کھانڈے کے مالک نے اُسے اب بھی نہیں چھوڑا اور پے در پے وار کرتا رہا۔ شیران کو اُٹھنے کا موقع

نہیں ملا تھا البتہ وہ زمین پر لیٹے لیٹے اُچھل اُچھل کر اُس کے وار خالی دے رہا تھا۔ اُس وقت کھانڈے والے کو روکنا اُس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ریوالور اس کے ہاتھ میں موجود نہیں تھی۔ وہ اسے غار ہی میں چھوڑ آیا تھا۔

شیران نے اب اس کی ہیئت اور شکل و صورت بھی دیکھ لی تھی۔ پستہ قامت اور بھاری بدن۔ بھاری کیا بلکہ اچھے خاصے موٹے بدن کا مالک۔ جسم برہنہ تھا۔ چیتے کی کھال سر پر منڈھی ہُوئی تھی اور ایسی ہی ایک کھال اُس نے زیریں بدن پر پہنی ہُوئی تھی۔ وہ اپنی ناکامی پر جھلّایا ہُوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے حملوں میں تیزی آ گئی اور شیران کو اور زیادہ پھرتی سے کام لینا پڑا۔ یہاں تک کہ کھانڈے والا رُک گیا۔ اسے اس سانپ نما آدمی پر حیرت تھی جو اس کے کسی داؤ کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا اور انتہائی پھرتی سے اس کی ہر کوشش کو ناکام بنا رہا تھا۔ اس بار شاید وہ پوری مہارت سے سوچ سمجھ کر وار کرنا چاہتا تھا۔

لیکن اس کا یہ سوچنا سمجھنا ہی اُس کے لیے نقصان دِہ بن گیا۔ دُوسرے لمحے شیران نے اُلٹی جست لگائی اور پیروں پر کھڑا ہو گیا لیکن اُس نے فوراً ہی کھانڈے والے پر حملہ نہیں کیا تھا وہ خاموش تھا اور اُس کے ہونٹ بھنچے ہُوئے تھے۔ شیران نے دفعتاً گھُوم کر ایک لات اُس کی تھوڑی کے نیچے رسید کر دی چنانچہ اُس کے نتیجے میں کھانڈے والا پہلے نیچے جُھکا اور پھر چیت گر پڑا۔ شیران اُس کے کھڑے ہونے کا انتظار کر رہا تھا لیکن نیچے گرے ہُوئے آدمی کے چہرے پر بے بسی پھیل گئی۔

اس نے اپنے مدِمقابل سے شکست قبول کر لی تھی۔ شاید اب وہ اپنی ٹانگوں میں کھڑے ہونے کی سکت بھی نہیں پا رہا تھا۔ شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے اپنے ہاتھ جھاڑتے ہُوئے کہا۔ ”کھڑے ہو جاؤ میں تمھاری زندگی نہیں لینا چاہتا۔“

نیچے پڑے ہُوئے آدمی نے شیران کو دیکھا اور پھر وہ دونوں ہاتھ لگا کر اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ بھاری بدن کی وجہ سے اُسے اُٹھنے میں دقت ہُوئی تھی بہر طور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

شیران دونوں ہاتھ باندھ کر ایک چٹان سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

”شاید تم زخمی ہو؟“ اُس نے کہا اور کھانڈے والے کو اب اپنے زخم کا احساس ہُوا۔ اُس کے شانے کے نیچے گولی کا نشان نظر آ رہا تھا۔

”ہاں۔ تم لوگوں نے تنہا مجھ پر حملہ کیا تھا اگر میرے آدمی روانہ نہ ہو گئے ہوتے تو میں دیکھتا کہ تم میں سے کون بچ کر نکلتا ہے۔“

”ہوں۔ کون ہو تم؟ کیا نام ہے تمھارا؟“ شیران نے کسی قدر نرم لہجے میں سوال کیا۔

”جانتے ہو۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ کنگ لوئی نے تم پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔ سیبرا کتّے کی موت مارا گیا۔ اُسے ایک بہادر نوجوان نے گوشت کے ایک ٹکڑے کے لیے قتل کر دیا تھا اور اس کے بعد بُزدل کتّو تم کنگ لوئی سے انتقام لینا چاہتے ہو اس کا۔“

”سیبرا!“ شیران چونک پڑا۔

”ہاں۔ مگر تم اس طرح بننے کی کوشش کیوں کر رہے ہو! کیا تم سیبرا کے ساتھیوں میں سے نہیں ہو۔“ کنگ نے کہا اور شیران نے فلک شگاف قہقہہ لگایا تھا۔

”کیا نام بتایا تم نے اپنا؟“ شیران نے ہنستے ہُوئے پوچھا۔

”کنگ لوئی۔ تم اس طرح کیوں ہنس رہے ہو؟ کیا تم مجھ سے ناواقف ہو؟“

”ہاں۔ کنگ لوئی۔ نہ میرا تعلق سیبرا سے ہے اور نہ میں کنگ لوئی کو جانتا ہُوں۔ میں تو خود ان علاقوں کے لیے اجنبی ہُوں البتہ سیبرا کو میں اس حد تک جانتا ہُوں کہ وہ میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔“

”تمھارے ہاتھوں؟“ کنگ لوئی اُچھل پڑا۔

”ہاں۔ میں بہت بھوکا تھا اور وہ لوگ گوشت بھون کر کھا رہے تھے۔ میں نے اُن سے اپنا حصّہ مانگا جو اُنھوں نے نہیں دیا چنانچہ میں نے اُنھیں ہلاک کر کے اپنا حصّہ وصول کر لیا۔“

”اوہ۔ اوہ۔ تو وہ تم ہو۔ کیا واقعی وہ تم ہو؟“ کنگ لوئی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”ہاں۔ کنگ لوئی۔ مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہُوئی، لیکن افسوس ہم بہت غلط حالات میں ملے۔ سیبرا سے تمھاری کیا دُشمنی تھی؟“

”وہ۔ میرے نام سے کانپتا تھا۔ ان علاقوں میں اُس نے شدید لُوٹ مار مچائی ہُوئی تھی اور تباہی پھیلائی ہُوئی تھی، صرف کنگ لوئی تھا جو اس کے آڑے آتا تھا اور جہاں کنگ لوئی پہنچتا تھا۔ سیبرا وہاں سے فرار ہو جاتا تھا۔ وہ خود کو بہت وحشی اور خوفناک سمجھتا تھا لیکن میں نے اُسے چھٹی کا دُودھ یاد دلا دیا تھا۔ میں اس کی قوت کم کرتا جا رہا تھا اور وہ عرصہ دراز سے میری تاک میں تھا لیکن مجھے افسوس ہے درست کہ وہ تمھارے ہاتھوں مارا

گئی، حالانکہ میں اُسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا چاہتا تھا۔"

"چلو۔ یوں ہی سمجھ لو اگر تم بھی سیبرا کے دشمن ہو اور سیبرا تمھارا دشمن تھا تو پھر شیران تمھارا دوست ہے۔"

"شیران"۔ کنگ لوئی نے عجیب سے انداز میں گردن ہلا کر کہا اور پھر اپنا ڈبل روٹی جیسا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ "اگر تم سیبرا کے قاتل ہو تو پھر میں تم سے دوستی پر فخر محسوس کروں گا اور مجھے افسوس ہے کہ میں غلط فہمی میں تم پر کھانڈے سے وار کرتا رہا۔"

"اور مجھے خوشی ہے کہ ایک بہادر آدمی سے میری دوستی ہوئی۔" شیران نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر گرمجوشی سے دباتے ہوئے کہا۔

"بہادر تم بھی ہو دوست، میرے کھانڈے کے وار سے بچنا کسی عام آدمی کے لیے ناممکن ہوتا ہے ہر چند کہ میں زخمی تھا اور میرے وار بھرپور نہیں تھے لیکن اس کے باوجود جب میں تم سے جنگ کرنے کے لیے نکل آیا تھا تو مجھے اپنے اس زخم کا احساس بھی نہیں رہا تھا لیکن تم نے میرے سارے وار بچائے بلکہ مجھے شکست بھی دے دی۔"

"ارے نہیں۔ میں اسے شکست نہیں سمجھتا کنگ لوئی تم زخمی تھے اگر تم زخمی نہ ہوتے تو یقیناً میرے لیے پریشانی کا باعث بنتے۔"

"مگر تم کون ہو جوان؟ اور اس طرف کیسے آنکلے؟"

"میں قبائلی ہوں۔ بس اپنے دشمنوں سے لڑتا جھگڑتا اِدھر نکل آیا لیکن ایک بات بتاؤ تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے سیبرا کو گوشت کے ایک ٹکڑے کے لیے قتل کیا تھا؟" شیران نے پوچھا۔

"اوہ۔ ان پہاڑوں میں ایک پیش گو عورت رہتی ہے اُس نے مجھے بتایا تھا کہ سیبرا قتل ہو گیا ہے۔"

"کب؟"

"کافی دن ہوئے۔ میں اس کا معتقد ہوں۔ ایک بار راستے سے گزرتے ہوئے میں نے اس کے غار میں اس سے ملاقات کی تھی۔"

"کمال ہے۔ میں بھی تو اس کے ساتھ ہی تھا۔"

"ہاں اُس نے ایک ایسے شخص کے بارے میں بتایا تھا مجھے لیکن تم اس وقت شکار کرنے گئے ہوئے تھے۔ مجھے کسی کام سے جانا تھا اسی لیے میں رُک نہ سکا۔"

"اوہ لیکن اب وہ عورت ان غاروں میں موجود نہیں ہے۔ وہ غار یہاں سے کتنے فاصلے پر ہیں؟"

"ان کا فاصلہ تو بہت ہے میرے دوست ہمیں ایک طویل سفر کرنا ہو گا۔ میرا زخم ٹھیک ہو جائے اور اگر تم اس طرف جانا چاہو گے تو میں تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"نہیں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ویسے تمھاری بستی کہاں ہے؟" شیران نے کہا۔

"میں تمھیں اپنے بارے میں بہت کچھ بتاؤں گا۔ بہت کچھ۔ آؤ غار میں آؤ۔" کنگ لوئی نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھہرو۔ پہلے میں تمھارے زخم کو دیکھ لوں۔"

"اوہ نہیں گولی گوشت ہی میں رہ گئی ہے لیکن میں اپنے زخم کسی کو دکھانا پسند نہیں کرتا۔" کنگ لوئی نے کہا۔

"میں تمھارا دوست ہوں۔"

مجھے شرمندہ مت کرو میرے دوست۔ ہم لوگ اپنے زخموں کو دوسروں سے ٹھیک نہیں کراتے خود ہی ان کا علاج کر لیتے ہیں۔" کنگ لوئی نے جواب دیا اور واپس پلٹ پڑا۔ شیران شانے سکوڑ کر رہ گیا تھا۔

بہرحال وہ کنگ لوئی کے ساتھ اس غار میں داخل ہو گیا جس غار سے نکل کر کنگ لوئی نے اس پر حملہ کیا تھا۔ یہ بدنما انسان شیران کو خاصا پسند آیا تھا اگر اس کے جنگ کرنے کا انداز اتنا دلیرانہ نہ ہوتا تو شاید اس کی شخصیت شیران کے لیے بالکل قابلِ توجہ نہ ہوتی لیکن کھانڈے کے جو وار شیران کو بچانا پڑے تھے انھوں نے اسے چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا تھا اور اسی وجہ سے شیران اس سے متاثر ہو گیا تھا۔ کنگ لوئی غار میں داخل ہوا تو یوں لگتا تھا جیسے یہ غار اُس نے پہلے سے اپنے لیے منتخب کر رکھا ہو ورنہ کسی ہنگامے کے بعد اتنے ساز و سامان کے ساتھ آنا ناممکن تھا۔

غار میں اچھے خاصے سامان کے ڈھیر لگے ہوئے تھے شیران نے تعجب سے اُنھیں دیکھا اور بولا "ان میں کیا ہے!"

"گھاؤ بچ"۔ کنگ لوئی اپنے مخصوص انداز میں بولا اور شیران نے تعجب سے اس کی صورت دیکھی۔

"کیا مطلب۔ یہ گھاؤ بچ کیا ہوتا ہے؟"

"اوہ۔ کچھ نہیں۔ کچھ نہیں، میرا تکیہ کلام ہے میرا مطلب یہ ہے کہ یہ سامان میرا ہے۔ میں ان علاقوں میں سفر کرتا رہتا ہوں۔ یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر بہت سے ایسے غار موجود

ہیں جہاں میرا سامان رکھا ہوا ہے۔ کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ ہم بھٹکتے ہوئے کسی جگہ پہنچ جاتے ہیں اور وہاں ہماری ضروریات کی چیزیں ہمیں نہیں ملتیں چنانچہ میں نے ان علاقوں میں یہ بندوبست کر رکھا ہے۔"

"اوہ۔ کمال ہے بہت خوب۔" شیران پتھر کے ایک ٹکڑے پر بیٹھ گیا۔ کنگ لوئی اس سامان کے قریب پہنچ گیا تھا پھر اُس نے اس سامان میں سے کچھ چیزیں نکالیں پھر اُس نے ایک گیس لیمپ جلایا جس سے غار میں اچھی خاصی تیز روشنی پھیل گئی۔ اس کے بعد اُس نے ایک لمبا چاقو نکالا اور پھر وہیں آگ روشن کرنے لگا... آگ روشن ہوئی تو اس نے چاقو اس پر رکھ دیا۔ شیران سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے بہرطور کنگ لوئی ان باتوں سے شیران کو متاثر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس سے بڑا وحشی اس کے سامنے موجود تھا۔

کنگ لوئی نے اپنے بازو میں چاقو سے شگاف ڈال کر اُس میں سے ایک خون آلود گولی نکالی۔ پتہ نہیں اس سلسلے میں اُس نے کیا کارروائی کی تھی۔ ظاہر ہے یہ سارا ڈرامہ شیران کو متاثر کرنے کے لیے کیا گیا تھا ممکن ہے کنگ لوئی بھی درندہ صفت اور اذیت پسند ہو۔ صرف اس ڈرامے کی خاطر اُس نے اپنا بازو زخمی کر لیا ہو یا پھر یہ گولی مصنوعی تھی۔ چھوٹا سا شگاف ضرور لگایا گیا تھا بازو میں لیکن گولی چالاکی سے کنگ کی اُنگلیوں میں دبی ہوئی وہاں تک پہنچ سکی تھی۔ اور پھر خون میں ڈوب بھی سکتی تھی۔ بہرصورت مسئلہ کچھ بھی ہو کنگ لوئی اپنے طور پر شیران کو متاثر کر رہا تھا لیکن شیران ایسی چیزوں پر زیادہ توجہ نہیں دیتا تھا۔ وہ غار میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ کنگ لوئی نے اپنے بازو پر ٹیپ چپکائے اور پھر ہاتھ صاف کر کے بیٹھ گیا۔

"ہاں دوست۔ تمھیں کھانے پینے کے لیے کچھ پیش کیا جائے۔"

"نہیں کھانے پینے کا سامان میرے پاس کافی مقدار میں موجود ہے۔" شیران نے جواب دیا۔

"اچھا۔ تو پھر میری طرف سے یہ کچھ تحائف قبول کرو۔"

"لیکن ان کی ضرورت کیا ہے کنگ لوئی؟"

"ہے۔ ہم جب خلوصِ دل سے کسی کو اپنا دوست بناتے ہیں تو اُسے کوئی تحفہ ضرور پیش کرتے ہیں۔" کنگ لوئی نے کہا۔ اپنے سامان میں سے اُس نے تین ہیرے نکالے تھے۔ پہلے وہ کسی ڈبے میں بند تھے لیکن باہر نکلتے ہی اُن کی آب و تاب سے غار میں ایک عجیب سی روشنی پھیل گئی۔ شیران نے دلچسپی سے ان ہیروں کو دیکھا اور ہنس پڑا پھر بولا۔

"مجھے افسوس ہے دوست لیکن ان چمکدار پتھروں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ایک تیز دھار خنجر کی چمک ان ہیروں سے زیادہ قیمتی معلوم ہوتی ہے۔" کنگ لوئی کے ہاتھ کی مٹھی بند ہو گئی۔ اُس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے عجیب سے آثار نظر آئے تھے پھر اُس نے متاثر انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ٹھیک کہا تم نے۔ بہادر ہیروں کی چمک کو نہیں تلوار کی چمک کو پسند کرتے ہیں لیکن افسوس اس وقت میں تمھیں تمھارے شایانِ شان تحفہ پیش نہیں کر سکتا۔" کنگ لوئی نے ہیرے واپس اسی سامان میں ڈال دیے پھر اُس نے مزید اپنی گٹھڑی کو ٹٹولا اور اس میں سے ایک تیز آبدار خنجر نکال کر شیران کو پیش کیا۔

"یقیناً یہ تمھیں پسند آئے گا۔" خنجر کے دستے پر ننھے ننھے ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ شیران نے خنجر ہاتھ میں لے کر دیکھا اُنگلی سے اُس کی دھار کو آزمایا اور پھر مسکرا کر بولا۔ "ہاں یہ تحفہ اُس تحفے سے زیادہ قیمتی ہے لیکن اس کے جواب میں میں تمھیں کوئی تحفہ نہیں پیش کر سکتا کیونکہ میرے قبیلے کی یہ رسم نہیں ہے۔"

کنگ لوئی ہنسنے لگا۔ اس نے اپنے دونوں دانت ہونٹ پر رکھے اور پھر بلی کی سی منمناتی آواز میں بولا۔ "گھاؤ بچ۔"

بادشاہ خان نے اُن کے سامنے اپنا کلیجہ کھول کر رکھ دیا تھا۔ اُس نے اپنے تمام حسابات، بینک بیلنس، اور دُنیا میں پھیلے ہوئے تمام کاروبار کے بارے میں نعمان خان کو تفصیلات بتا دی تھیں۔ اُس کے پاس کروڑوں روپے کی دولت تھی۔ اتنی دولت کہ نعمان خان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے تمام کاغذات نعمان خان کے سامنے ڈال دیے اور بھاری لہجے میں بولا۔

"یہ سب کچھ تمھارا ہے میرے بچو۔ صرف تمھارا۔ میں نے نجانے کیا کیا جتن کر کے یہ کاروبار پھیلائے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو میری اپنی ذات کے لیے اس میں کیا ہے، میں بلاشبہ اچھی صحت کا مالک ہوں لیکن بالآخر عمر کا یہ سفر ایک دن ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ سب کچھ میرے کس کام کا لیکن اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ یہ سب اسی طرح رہے۔ بادشاہ خان کو ایک بین الاقوامی شہرت حاصل ہے اور اب جب کہ تم غلط فہمیوں کے عمیق سمندر سے نکل آئے ہو تو بادشاہ خان بڑے فخر و غرور کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ اس کی تمام دولت۔ تمام اثاثے اور اُس کے تمام مفادات تمھارے لیے ہیں۔ تم اگر چاہو تو میں اُنھیں باقاعدہ

تمہارے نام منتقل کر دُوں۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے کمایا ہی تمہارے لیے ہے۔ اس دولت کو دیکھنے کے بعد نعمان خان تمہارے ذہن سے یہ تصور ختم ہو جانا چاہیے کہ تم قلاش یا مزدور پیشہ انسان ہو تم اور تمہارے تمام بھائی ساری زندگی عیش و عشرت سے بسر کر سکتے ہیں لیکن نعمان خان زندگی میں دولت ہی سب کچھ نہیں ہوتی انسان کا اپنا ایک وجود بھی ہے۔ اگر تم اس دولت کو خرچ کرنے بیٹھ جاؤ تو شاید تمہاری اور تمہارے بھائیوں کی تمام زندگی کے لیے کافی ہو لیکن اس کے بعد تم اپنے آپ کو زندہ نہیں کہہ سکتے۔ بادشاہ خان کا بھی یہ اصول رہا ہے تم لوگ مجھ سے ناراض ہو گئے تھے۔ ساری دُنیا میں، میں نے تمہاری تلاش کے لیے کوششیں شروع کر دی تھیں اور ہر طرح میں تمہیں تلاش کرنے کی فکر میں تھا۔ میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ میں تمہیں حاصل کر کے اپنی تحویل میں لے لوں بلکہ میں صرف تمہارا تحفظ چاہتا تھا مرحوم

ڈاکٹر بریٹو نے مجھے اس کی اطلاع دی تو میرا دل مسرت سے اُچھل پڑا تھا۔ میں جانتا تھا بیٹے کہ ایک نہ ایک دن یہ غلط فہمی تمہارے ذہنوں سے نکل جائے گی اور تم اپنے بابا خان کے پاس واپس آجاؤ گے اور اسی لیے میری جدوجہد میں کوئی فرق نہیں آیا۔ نعمان خان میں جو کچھ کر رہا ہوں اور جو کرنا چاہتا ہوں وہ تمہاری نسلوں کے لیے کافی ہے۔ ان پہاڑوں میں ہماری عظمت کے چراغ روشن رہنے چاہئیں۔ وقتی طور پر ہم ادھر اُدھر بکھر رہے ہیں لیکن ایک وقت ایسا آئے گا جب ہم انہی پہاڑوں میں فروکش ہو جائیں گے اور پھر ہمارا خاندان پہاڑوں کا حکمران خاندان کہلائے گا مجھے تم اور اس کے بعد ہماری کئی نسلیں ان علاقوں پہ حکمران رہیں گی یہی میرا منصوبہ ہے اس سے تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا نعمان خان کہ تم عام قسم کے مجرم یا اسمگلر نہیں ہو بلکہ تمہارا مرتبہ تو بہت بلند ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے اُس میں میرے مدِنظر یہی بات تھی کہ میں اپنے کمائے ہوئے شہرت کے اثاثے تمہارے سپرد کر کے گوشہ نشین ہو جاؤں گا۔ بہر طور وقت کی لگام کسی کے ہاتھ میں نہیں ہوتی جو کچھ جس طرح ہونا تھا اس طرح ہُوا اس میں کوئی تبدیلی نہ میرے لیے ممکن تھی نہ تمہارے لیے ہمیں غلط فہمیوں کا طویل صحرا عبور کرنا تھا اور بالآخر اپنی منزل پر پہنچ جانا تھا۔ سو پہنچ گئے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم میرے مقصد کے لیے کام کرو۔ یہ تنظیم جس سے میں منسلک ہوں ایک بہت بڑے ملک کی تنظیم ہے۔ وہ ملک ہمارا پشت پناہ ہے اور وہی ملک ہمارے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات بالکل اتفاقیہ ہے کہ گل خان تمہارے پاس پہنچا اور اُس نے تمہیں اپنی غداری کی کہانی سنائی۔ ہاں نعمان خان میں اسے غداری کی کہانی سناؤں گا کیونکہ اُس نے ساری زندگی اس تنظیم سے اپنے مفادات حاصل کیے ہیں اور اپنے خاندان کو بہتر زندگی فراہم کی ہے۔ اس کے بعد تنظیم کے مقاصد سے انحراف کرنا کسی طرح اُس کے لیے مناسب نہیں تھا۔ تمہیں جو تکلیف پہنچی تنظیم سے نہیں بلکہ گل خان کے رویے سے پہنچی۔ تنظیم اس سلسلے میں ناواقف تھی۔ میں نے اس سلسلے میں اپنا پیغام نوٹ کرا دیا ہے۔ بہت جلد مجھ سے رابطہ قائم کیا جائے گا اور میں تمہارے بارے میں اُن کو تفصیلات مہیا کر دُوں گا لیکن نعمان خان میں چاہتا ہوں کہ تم ذہنی طور پر خود کو اس کے لیے تیار کرو۔ ہمارا یہ کاروبار جو ساری دنیا میں پھیلا ہُوا ہے ممکن ہے میں تمہیں اور تمہارے بھائیوں کو اس سلسلے میں ایک سروے کرنے بھیجوں لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ ہمارے سامنے بہت سے مسائل ایک ساتھ آ کھڑے ہوئے ہیں اگر بہزاد سلامن کا بیٹا شیران بچ رہا اور کسی ایسے کونے میں رُوپوش ہو گیا جہاں ہم اُسے تلاش کرنے میں ناکام رہے تو ہمارے سینوں پر ایک داغ رہے گا اگر ہم ان سب کو ختم کر دیں جو ہمارے معاملات سے واقف ہیں تب بھی ہمارے ضمیر پر ایک داغ رہے گا کہ ہم اپنی خاندانی روایتوں کو نبھا نہ سکے۔ میں شیران کی تلاش میں ہوں بالآخر ایک نہ ایک دن وہ کوئی غلطی کر بیٹھے گا اور ہمارے جال میں پھنس جائے گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس دوران تم اپنے آپ کو ایک مکمل اور مضبوط چٹان کی مانند بنا لو اور شیران کو تمہارے سامنے آ کر یہ احساس ہو جائے کہ انسان پہاڑ سے نہیں ٹکرا سکتا جب اُسے اپنی بے بسی کا احساس ہو گا تو وہ خود ہی مر جائے گا اور پھر ہم اُس کی لاش لے کر تراب زان پہنچیں گے۔"

"بابا خان میں خود کو آپ کے حوالے کر چکا ہوں آپ جس طرح بھی حکم دیں گے میں حاضر ہوں" نعمان خان نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے بیٹے اب تم بالکل تندرست ہو چکے ہو اگر تم چاہو تو ان سارے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لو اور اگر نہ چاہو تو تھوڑے دن آرام کرو میں یہ سارے کام خود ہی کر لوں گا بلکہ بہتر یہی ہے کہ ابھی تک بنکاک اور اُس کے اطراف میں سیر و تفریح کرو۔ اس دُنیا کو دُوسری نگاہ

دیکھو فی الحال تمہیں کوئی چھوٹا موٹا کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ بچی جو میرے دوست ڈاکٹر بریٹو کی ہے یورپ واپس جانا چاہتی ہے لیکن میری رائے ہے کہ ابھی اسے نہ جانے دو۔ میں بریٹو کا احسان بھی سر سے اُتارنا چاہتا ہوں۔ میں اس بچی کو اپنے ساتھ ایک مقام دینا چاہتا ہوں اور مجھے یہ احساس ہے کہ یہ تمہیں بھی پسند ہے۔" نعمان خان نے گردن جھکا دی تھی۔ "بہر صورت ان الفاظ کے ساتھ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"بابا خان۔ شیران کا معاملہ اگر آپ میرے اُوپر چھوڑ دیں تو زیادہ مناسب ہو گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بیٹے لیکن وہ ایک خطرناک انسان ہے ہمیں حقیقتوں کا اعتراف کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر کوئی اوچھا وار مت کرنا جب بھی کوئی پروگرام بناؤ اپنے اس بوڑھے تایا کو اس میں شامل کر لینا تاکہ اس کا تجربہ تمہارا رہنما رہے۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے مجھے بعض اوقات بڑی سی شرمندگی بھی محسوس ہوتی ہے لیکن میں اس کی پروا اس لیے نہیں کرتا کہ شرمندہ میں اپنے بچوں کے سامنے ہوں تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں شیران کے بچ جانے کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔"

"جو گزر چکی بابا خان ہم اُسے دُہرانا نہیں چاہتے۔" نعمان خان نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ میرے بیٹے۔ تم نے خلوص دل سے مجھے معاف کر دیا ہے۔ میرے لیے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔" بوڑھا خان چلا گیا لیکن نعمان خان کو بادشاہ خان کی اس تبدیلی پر بڑی حیرت تھی۔ بادشاہ خان پہاڑوں کا شہنشاہ ہمیشہ آگ و خون کی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ دُنیا میں شاید ہی کسی کے سامنے اُس نے نرم لہجے میں بات کی ہو لیکن اس کے اندر بڑی تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ان بچوں کے سامنے اب وہ بُجھا بُجھا نظر آتا تھا۔ نعمان خان کو خود بھی شرمندگی ہونے لگی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ بادشاہ خان کو اب کبھی شکایت کا موقع نہیں دے گا۔ آئیوی ابھی تک یہیں مقیم تھی۔ اس کی زندگی دُکھ بن کر رہ گئی تھی۔ بہر صورت نعمان کے سامنے ابھی تک کوئی مشن نہیں تھا۔ اس لیے اُس نے آئیوی کی دلجوئی کا سلسلہ شروع کر لیا۔ اُسے ساتھ لیا اور سیر و تفریح کے لیے نکل کھڑا ہُوا۔ بنکاک کی حسین سڑکیں، گلیاں اور بازار اس کے سامنے تھے۔ معصوم آئیوی کو ہر طرح سے بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ دن رات سیر و تفریح کے پروگرام بناتا رہتا۔ گو اس پروگرام میں اس کے بھائی شریک نہیں ہوتے تھے کیونکہ اُن کے اپنے مشاغل مختلف تھے اور بڑے بھائی کا احترام وہ باپ ہی کی طرح کرتے تھے۔ نعمان خان خود بھی آئیوی کے ساتھ ان سے ذرا دُور رہنا چاہتا تھا۔ اس شام بھی وہ بنکاک کے نواح میں ایک خوبصورت علاقے میں سیر کے لیے آئے تھے۔

آئیوی ابھی تک اپنے ذہن سے باپ کی موت کا غم نہ جھٹک پائی تھی۔ اس کی آنکھوں میں افسردگی کی لہریں رقصاں رہتی تھیں۔ نعمان خان اُسے بہلانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا رہتا تھا۔

لیکن ابھی تک آئیوی کے انداز میں وہ کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں کر سکا تھا۔ اس وقت بھی اُس نے آئیوی کی شکل دیکھی اور مسکرا کر بولا۔

"منظر بہت خوبصورت ہے آئیوی۔ تم اس سے بالکل متاثر نہیں معلوم ہوتیں۔" آئیوی نے نگاہیں اٹھا کر نعمان خان کی طرف دیکھا اور پھر اُس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

"نعمان خان۔ میرے لیے اب اس دُنیا میں کوئی دلکشی نہیں رہی ہے میں اپنا سب کچھ کھو چکی ہوں نعمان خان۔ کیا تم میرے اُوپر ایک احسان کر دو گے؟"

"کیسا احسان آئیوی؟"

"نعمان خان مجھے یورپ واپس پہنچا دو۔"

"آئیوی، میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ کیا تمہیں اس سے انحراف ہے؟"

"نہیں نعمان خان، مجھے اس سے انحراف نہیں ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہیں دِل و جان سے چاہتی ہوں، لیکن میں اب ان علاقوں میں نہیں رہنا چاہتی۔ میں ہر قیمت پر یہاں سے نکل جانا چاہتی ہوں۔ مجھے اب ان علاقوں سے وحشت ہونے لگی ہے۔"

"میری موجودگی کے باوجود؟" نعمان خان نے کہا۔

"ہاں نعمان خان۔ تم اگر میرے ساتھ یورپ چل سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اتنی مہربانی میرے اُوپر ضرور کر دو کہ مجھے یورپ بھجوا دو۔"

نعمان خان عجیب سی نگاہوں سے آئیوی کو دیکھنے لگا پٹھان آدمی تھا بلاشبہ آئیوی کا ایثار اسے متاثر کر چکا تھا لیکن طویل عرصے کے بعد بادشاہ خان ملا تھا اور پھر وہ اپنی زندگی کے

بارے میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کل کیا ہو ۔ ۔ ۔ ۔ آئیوی کو اُس نے بلاشبہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اگر وہ نہیں چاہتی تو نعمان خان اپنے مشن کو ترک نہیں کر سکتا تھا۔

شیران اُس کے دل میں ایک کانٹے کی طرح پیوست تھا جب تک وہ اس کانٹے کو نہ نکال پھینکتا سکون کے لمحات نہیں گزار سکتا تھا۔ اُس نے سنجیدہ لہجے میں آئیوی سے کہا۔

"آئیوی تمھیں اپنی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا پورا پورا حق ہے اور میں تم سے تمھارے اس حق کو چھیننا نہیں چاہتا لیکن آئیوی میری زندگی کا طویل سفر ابھی باقی ہے ۔ ۔ میں جس مقصد کے لیے اپنی زندگی وقف کر چکا ہوں اس کے بعد ہی کسی دوسری طرف توجہ دے سکتا ہوں اگر تم واپس جانا چاہتی ہو تو ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تمھیں یورپ بھجوانے کا انتظام کر دوں گا۔ میرا خیال ہے بابا خان میری بات سے اختلاف نہیں کریں گے۔"

"تمھارا بہت شکریہ نعمان خان۔ یورپ میں میرے اب بھی اتنے دوست ہیں کہ میں اُن کے درمیان خود کو مطمئن کر سکتی ہوں۔ میں وہاں بیٹھ کر اپنے غم کا ماتم کروں گی۔"

"تمھاری مرضی آئیوی۔ میں کسی عورت کو اس بات پر مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ میری ذات کے لیے اپنی ذات تج دے۔"

نعمان خان نے جواب دیا اور پھر وہ واپسی کے لیے تیار ہو گیا۔ آئیوی خاموش تھی وہ نعمان خان کی سنجیدگی کو محسوس کر رہی تھی لیکن یہ حقیقت تھی کہ یہاں رہ کر لمحہ لمحہ اُسے اپنا باپ یاد آتا تھا ۔ ۔ ۔ یہاں کی فضاؤں میں اُسے اپنے باپ کے خون کی بو رچی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور وہ راتوں کی نیند کھو چکی تھی۔ نعمان خان واپس چل پڑا۔

ایک بڑی لینڈ روور میں اُنھوں نے یہاں تک کا سفر کیا تھا۔ لینڈ روور واپس چلی اور اس نواحی علاقے کو عبور کرنے لگی جو خاصا سنسان تھا اور جس کے دونوں طرف پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے پھر وہ ایک درّے سے گزر رہے تھے کہ دفعتاً کچھ دھماکے سنائی دیے اور گاڑی اُچھلنے لگی تھی۔ ٹائر پنکچر ہو گیا تھا لیکن یہ دھماکے ٹائر پنکچر سے نہیں پیدا ہوئے تھے بلکہ گولیوں کی آواز نعمان خان نے صاف محسوس کر لی تھی۔ اُس نے متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔

ایک پہاڑی ٹیلے سے اُسے تین آدمی آتے ہوئے نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں، شکل و صورت سے وہ غیر ملکی معلوم ہوتے تھے اور اُن کے بڑھنے کا احساس ایسا ہی تھا کہ اگر وہ نعمان خان کے قریب پہنچ گئے تو یا تو اُسے گرفتار کریں گے یا پھر قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ نعمان خان سنبھل گیا تھا اُس نے جوابی فائرنگ شروع کر دی تھی۔ نتیجے میں ان لوگوں نے مورچے سنبھال لیے اور پھر وہ نعمان خان پر گولیاں برسانے لگے۔ آئیوی لینڈ روور کی دوسری جانب نیچے اُتر آئی تھی اور نعمان خان نے اُسے گاڑی کے نیچے دھکیل دیا تھا۔ وہ خود گاڑی کی آڑ لیے فائرنگ کر رہا تھا۔ گاڑی کو اب آگے بڑھایا نہیں جا سکتا تھا، کیونکہ اس کا ایک ٹائر پنکچر ہو گیا تھا۔

کافی دیر تک گولیوں کا تبادلہ ہوتا رہا اور پھر نعمان خان اس کا کوئی نتیجہ نہ پا کر اس جگہ کو چھوڑ دینے کے بارے میں سوچنے لگا۔ اُس نے پوزیشن بدلی اور آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا پہاڑی ٹیلے کی طرف چل پڑا۔ گاہے بگاہے وہ ہوائی فائرنگ بھی کر رہا تھا تاکہ وہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ پوزیشن تبدیل کر رہا ہے۔ بالآخر وہ چٹان پر چڑھ گیا۔ اس چٹان پر چڑھ کر اُس نے مورچے لیے ہوئے آدمیوں کو دیکھ لیا تھا پھر اس کے پستول سے نکلی ہوئی دو گولیاں کارگر ہو گئیں۔ دو چیخیں فضا میں بلند ہوئیں اور تیسرا آدمی وہاں سے نکل بھاگا تھا۔

تیسرے آدمی کے نکل بھاگنے کے بعد نعمان خان نے بڑی مشکل سے ٹائر بدلا۔ اس دوران اس نے آئیوی کو پستول دے کر مستعد کر دیا تھا لیکن وہ تیسرا آدمی جو نعمان خان کو ہلاک کرنے کی فکر میں تھا واقعی فرار ہو گیا تھا۔ اب اس کا یہاں کوئی وجود نہیں تھا۔ نعمان خان نے ٹائر بدل لیا۔ اس دوران کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا لیکن وہ حیران تھا کہ یہ گولیاں چلانے والے کون ہیں۔ اس کے ذہن میں عجیب عجیب سے خیالات چکرا رہے تھے پھر کسی خیال کے تحت وہ اس چٹان کے قریب پہنچا جہاں وہ دونوں لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے لاشوں کے لباس کی تلاشی لی ایک بھی چیز نہیں تھی ان کی جیبوں میں، سوائے ان رائفلوں کے جو اُن کے قریب پڑی ہوئی تھیں۔ رائفلوں کی ساخت سے ایک خاص اندازہ ہوتا تھا۔ نعمان خان کے ہونٹ بھنچ گئے۔ بادشاہ خان نے کہا تھا کہ اب اس کی تنظیم اس کے خلاف کچھ نہیں کرے گی لیکن یہ لوگ سو فیصد اس تنظیم کے افراد تھے۔ اس نے دونوں لاشیں اُٹھا کر لینڈ روور میں ڈالیں حالانکہ یہ

خطرناک اقدام تھا۔ راستے میں اگر کہیں چیکنگ ہو جاتی تو نعمان خان بری طرح پھنس سکتا تھا لیکن اس نے اس بات کی پروا نہیں کی۔ لاشوں کو اُس نے سیٹوں کے درمیان ڈالا اور ان پر کچھ ایسے کپڑے ڈال دیے جو لینڈ روور میں موجود تھے اور اسے ڈھکنے کے کام آتے تھے۔

آئیوی متوحش نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ خوف کے تاثرات تھے پھر اُس نے ہذیانی انداز میں کہا۔

"نعمان خان۔ میں آگ اور خون کی اس بارش میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ خدا کے لیے میری زندگی بخش دو۔ مجھے یہاں سے واپس بھجوا دو۔"

"آئیوی خود کو سنبھالو۔ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ خان بابا سے کہہ کر تمھاری واپسی کا بندوبست کروا دوں گا۔ تم دیکھ چکی ہو کہ میں نے اس سلسلے میں کوئی کوشش نہیں کی۔ یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے مجھے زخمی کیا تھا۔" آئیوی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نعمان خان کو یہ سفر بہت طویل محسوس ہوا تھا۔

خاص طور سے راستے کا تعین بھی کرنا پڑ رہا تھا۔ یہ بھی دیکھنا پڑ رہا تھا کہ کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہو جائے لیکن کوئی حادثہ نہیں پیش آیا اور وہ اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ رہائش گاہ پر بادشاہ خان موجود تھا۔ آئیوی کو نیچے اُتار کر اس کے کمرے میں پہنچانے کے بعد نعمان خان، بادشاہ خان کے پاس پہنچ گیا۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔

"بادشاہ خان کی خدمت میں سلام۔" اُس نے کہا۔

"اوہ۔ نعمان خان کہاں ہو آئے۔" بادشاہ خان نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ نعمان خان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ بادشاہ خان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"خان بابا۔ آج پھر مجھ پر حملہ ہوا تھا۔"

"کیا؟" بادشاہ خان اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں خان بابا۔ آج پھر مجھ پر حملہ ہوا تھا۔ اتفاق تھا کہ میری زندگی بچ گئی۔ آئیوی میرے ساتھ تھی۔ میں نے ان میں سے دو کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ باقی ایک فرار ہو گیا۔"

"م۔ مگر کون لوگ تھے وہ؟"

"خان بابا اس تنظیم کے افراد۔ اُس ملک کے لوگ جن کے آپ وفادار ہیں۔"

"نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ میں رپورٹ پیش کر چکا ہوں۔"

"اس کے باوجود خان بابا۔ ایسا ہُوا ہے"۔

"ممکن ہے تمھیں دھوکا ہُوا ہو، وہ کوئی اور رہوں۔ ممکن ہے وہ شیران کے آدمی ہوں"۔

"شیران"۔ نعمان خان کے لہجے میں عجیب سی غرّاہٹ تھی۔ "شیران سے تو میں نمٹ لُوں گا خان بابا لیکن پہلے آپ کو اس سلسلے میں کوئی مناسب وقت کا تعین کرنا ہوگا"۔

"لیکن یہ تعیّن کیسے کیا جا سکتا ہے؟" نعمان خان تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ اسی تنظیم کے افراد تھے"۔

"آیئے میں آپ کو ان کی لاشیں دکھاؤں"۔

"کیا مطلب؟"

"ہاں۔ میں وہ لاشیں اپنے ساتھ لیتا آیا ہُوں۔ نعمان خان نے کہا اور بادشاہ خان اُٹھ کھڑا ہُوا۔

لاشیں دیکھ کر بادشاہ خان کی پیشانی شکن آلود ہوگئی تھی۔ اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ یہ اسی تنظیم کے افراد تھے۔ نعمان خان کے ہاتھ سے تنظیم کے دو افراد کا خون ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں تنظیم اس سلسلے میں کیا فیصلہ کرے لیکن نعمان خان اپنی جگہ حق بجانب تھا۔ ظاہر ہے اگر وہ ان حملہ آوروں کو ٹھکانے نہ لگاتا تو خود اس کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ بادشاہ خان نے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔ "نعمان خان۔ میں اس سلسلے میں آخری فیصلہ کر لُوں گا، بہت جلد، بہت جلد"۔

"خان بابا! آپ اب آخری فیصلہ کریں گے لیکن، اگر یہ لوگ کامیاب ہو جاتے تو!"

"ہاں بیٹے۔ مجھے احساس ہے بے فکر رہو۔ اس کے بعد ہم کوئی صحیح قدم اُٹھانے میں کامیاب ہو جائیں گے یا تو میں واپس تمھیں لے کر تراب زاں چل پڑوں گا یا پھر تنظیم کو صحیح جواب دہی کرنا ہوگی"۔

"خان بابا۔ میں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ نعمان خان نے کہا"۔

"ہاں۔ ہاں بولو بیٹے۔ میں تو واقعی بڑا پریشان ہو گیا ہُوں"۔

"خان بابا۔ اوّل تو ابھی میں تراب زاں واپس نہیں جاؤں گا۔ پہاڑوں میں ہم کچھ لے کر ہی جائیں گے ورنہ واپس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دُوسری بات یہ کہ میں آئیوی کا زیادہ عرصے ساتھ نہیں دے سکتا وہ مغموم ہے اور اپنے وطن واپس جانا چاہتی ہے"۔

"اوہ۔ اسے روکنے کی کوشش کرو نعمان خان۔ بے چاری اب اس دُنیا میں نہیں ہے ہم اسے کس کے حوالے کریں گے؟"

"یہ بات آئیوی بہتر جانتی ہے اس کا خیال ہے کہ وہ اپنے دوستوں میں دل بہلا سکے گی"۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں خان بابا۔ اس کی واپسی ہی اس وقت مناسب ہے ورنہ میں اپنی زندگی کا مشن نہیں پُورا کر سکوں گا۔ کسی کے احسان کے بوجھ تلے دب کر میں اپنا مشن فراموش نہیں کر سکتا خان بابا۔ آپ کی تنظیم آپ سے جو کام لینا چاہتی ہے اس میں میری حیثیت جو کچھ بھی ہو مجھے اس سے انکار نہیں ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تنظیم مجھے معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہے لیکن جہاں تک شیران کا معاملہ ہے میں اُسے نہیں چھوڑوں گا خان بابا۔ پہاڑوں میں اسی وقت داخل ہوں گا جب شیران کی لاش میرے ساتھ ہوگی"۔ بادشاہ خان پُر خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا پھر اُس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر تم اس بات کو مناسب سمجھتے ہو تو میں آئیوی کو یورپ بھجوانے کا بندوبست کر دُوں گا۔ باقی مجھے اجازت دو تاکہ میں اس سلسلے میں کوئی کارروائی کر سکوں"۔

"ضرور کریں خان بابا۔ اُن سے کہہ دیں کہ مجھے ختم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے"۔

"یہ الفاظ میرے ہوں گے تمھارے نہیں"۔ بادشاہ خان نے جواب دیا اور نعمان خان نے گردن جُھکا دی۔

کنگ لوئی شیران کے لیے بہت دلچسپ آدمی ثابت ہُوا تھا۔ شیران لمحہ بہ لمحہ دن بہ دن اس کا معتقد بنتا جا رہا تھا، لوئی عجیب و غریب قوتوں کا مالک تھا، جنگلی جانوروں کا شکار تو وہ اس طرح کرتا تھا جیسے وہ درندے نہ ہوں، بھیڑ بکریاں ہوں، لوئی دُور ہی سے جانوروں کی بُو سونگھ کر بتا دیا کرتا تھا کہ کونسا جانور یہاں سے کتنے فاصلے پر موجود ہے۔

بارہا شیران نے اس کا تجربہ کیا تھا، اُسے لوئی کی یہ قوّت سب سے زیادہ دلکش محسوس ہُوئی تھی، وہ جنگلوں میں بھٹکتے پھر رہے تھے، لوئی اپنا کام بخوبی انجام دے رہا تھا، اس کے سپرد یہی ڈیوٹی کی گئی تھی کہ شیران کو اپنے ساتھ اُلجھائے رکھے اور ایک طویل عرصہ ان پہاڑوں میں گزارے، اُسے دُوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھے اور اُسے اس کی دلچسپیوں میں اس طرح اُلجھا دے

کہ وہ طویل عرصے تک یہاں سے جانے کے بارے میں نہ سوچے، اور لوئی اس کے لیے گراؤنڈ تیار کر رہا تھا۔ زیرک آدمی تھا اور درحقیقت پُر اسرار قوتوں کا مالک چنانچہ اُس نے بہت سے ایسے منصوبے تیار کیے تھے جن میں شیران دلچسپی لے سکے اور اس طرح شیران ایک لمبے عرصے تک یہاں سے جانے کے بارے میں نہیں سوچ سکتا تھا۔ لوئی شیران کی فطرت کو پڑھ رہا تھا۔ درندوں کے شکار کے بارے میں اوّل تو اُسے بتا دیا گیا تھا، ایڈنا ڈمپل نے اس بات کی نشاندہی کر دی تھی کہ شیران جنگلی جانوروں کے شکار میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتا ہے، اس کے علاوہ بھی لوئی نے شیران کے لیے بہت سے منصوبے بنائے تھے، وہ اس وحشی صفت قبائلی کی فطرت سے خاصی حد تک واقف ہوتا جا رہا تھا، اُس نے اپنا کام کچھ عرصے تک پس پشت ڈال دیا تھا، حالانکہ خود بھی اپنے کام کے لیے اتنا ہی بے چین تھا جس قبیلے سے اُس کا تعلق تھا، اُس کی حکمرانی لوئی کے خاندان میں چلی آ رہی تھی، اور اب اس کا حکمران یا روحانی پیشوا بننا لوئی کے لیے بہت ضروری تھا لیکن یاتان بروما نے ایک ایسی چال چل دی تھی کہ لوئی خاندان پس پشت جا پڑا تھا۔

یاتان بروما نے ایک سفید فام کو ان قبیلوں پر مسلط کرنے کا جال پھیلایا تھا، ہر چند کہ اُس نے اپنی ذمّے داریاں نبھاہنے کی کوشش کی تھی، لیکن یہ قبیلوں کی رسم کے خلاف تھا، یاتان بروما کی چالوں نے قبائلیوں کو ذہنی طور پر اس کے لیے آمادہ کر دیا تھا کہ وہ اس سفید فام کو اپنا رُوحانی پیشوا تسلیم کریں، بشرطیکہ اس سفید فام کے اندر وہ تمام قوّتیں موجود ہوں جو ایک روحانی پیشوا کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ یاتان بروما نے اس کا مکمل طور پر بندوبست کیا تھا۔ گوسان اگر زندہ ہوتا تو یقیناً آنے والے وقت میں یہی اس قبیلے کا حکمران ہوتا، یاتان بروما درحقیقت گوسان کو قبیلے کی حکمرانی کے لیے تیار کر رہا تھا کہ درمیان میں شیران آگیا... ہر چند کہ یاتان بروما نے اپنی کہانی سُناتے ہُوئے شیران سے یہی کہا تھا کہ وہ اپنے آقا زادے کی زندگی بچانے کے لیے اپنی بیٹی کے ساتھ ان پہاڑوں میں آ بیٹھا ہے، لیکن کیا کہا جا سکتا تھا کہ یاتان بروما نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ کہا تھا، یا دبی اُس کے دل میں موجود ہوگا، لیکن لوئی قبیلہ آج تک اس بات کا منتظر تھا کہ گوسان واپس آئے گا اور اس قبیلے کے روحانی پیشوا کی حیثیت سنبھال لے گا، یہ دوسری بات ہے کہ لوئی خاندان کا یہ نوجوان جو کنگ لوئی کے نام سے مشہور تھا۔ گوسان کو اپنی طاقت سے زیر کرے اور لوئی خاندان کو اپنی کھوئی ہوئی حیثیت دوبارہ مل جائے۔

وہ وقت قریب آگیا تھا جب لوئی پر عبوری روحانی پیشوا کی حیثیت ختم کر کے مستقل روحانی پیشوا کو منتخب کر لیا جائے اور جوں جوں وہ وقت قریب آتا جا رہا تھا، لوئی کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، وہ ہر قیمت پر اپنے خاندان کی عزّت بحال کرنے کا خواہشمند تھا، اور اپنی نسلوں کے لیے اُس قبیلے کے رُوحانی پیشوا کی حیثیت بحال کرنا چاہتا تھا...

یاتان بروما سے اُس کی ایسی دُشمنی تھی کہ اگر یاتان بروما خاندان کا کوئی فرد اور ایک زہریلا کوڑیالا سانپ اُسے ایک ساتھ نظر آجاتا تو لوئی پہلے یاتان بروما خاندان کے فرد کو قتل کرنا اپنا ایمان سمجھتا تھا۔ عبوری روحانی پیشوا نے طویل عرصہ قبل جو فیصلہ دیا تھا، وہ یہ تھا کہ لوئی خاندان کا یہ بچہ جو اب حکمران خاندان سے نہیں رہا ہے اور وہ سفید فام جس نے لوئی قبیلے کو ایک عظیم حیثیت بخشی ہے اپنے بچّے کی پرورش اس طرح کریں کہ دونوں بچے اس وقت تک بہترین قوّتیں حاصل کریں جب تک ان کی حکمرانی کا وقت نہ آئے۔

یامان بروما اور لوئی خاندان کے سربراہ چیکولائی نے اس بات کو منظور کر لیا۔ صدیوں سے برسرِ اقتدار رہنے والا یہ خاندان بلاشبہ یاتان بروما کی کوششوں کا شکار ہو گیا تھا لیکن اس کے وسائل لامحدود تھے، ہر چند کہ یاتان بروما کا خاندان راہبوں کا خاندان کہلاتا تھا، اور اس خاندان میں بڑے بڑے روحانی پیشوا گزرتے تھے، جنھوں نے قبائل کی خدمت کی تھی، اس لیے ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن حکمران خاندان کے وسائل ان کی بہ نسبت زیادہ تھے، کچھ ایسی ہی اُلجھی ہُوئی کہانی تھی کہ لوئی خاندان مجبور ہو گیا تھا البتہ اُس نے اپنی سازشوں کے جال چاروں طرف پھیلا دیے۔

اُس کی خواہش تھی کہ روتھمین کا سفید فام بیٹا اُس وقت تک زندہ ہی نہ بچے جب وہ حکمرانی کے قابل ہو، بہر صورت یہ ایک لمبی کہانی تھی جو کنگ لوئی کے ذہن میں محفوظ تھی، حالات اس کے بعد کچھ اور تبدیلیاں اختیار کر چکے تھے، کنگ لوئی کو ایڈنا ڈمپل کی تنظیم نے منتخب کر لیا، یہ تنظیم جس کا تعلق ایک بہت بڑے ملک سے تھا، مختلف علاقوں میں اپنے اپنے نمائندوں کو قوّت بخش دینا چاہتی تھی جو کسی بھی وقت اُس کے لیے سب کچھ کرنے پر تیار ہو جائیں اور کنگ لوئی اُس کے لیے اُن کا بہترین منتخبہ شخص تھا چنانچہ

اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ لوئی قبیلے کو برسرِ اقتدار لاکر کنگ لوئی کو تقویت بخشی جائے تاکہ اس علاقے میں اس ملک کی ضروری کارروائیاں شروع ہو سکیں۔ یہ کام سُست روی سے جاری تھا جب کہ دُوسرے معاملات زیادہ اہم تھے جن پر ان دنوں ایشیا کے ایک طویل رقبے میں کام ہو رہا تھا۔

کنگ لوئی نے اپنے مسائل ایڈنا ڈمیل کو بتا دیے تھے اور ایڈنا ڈمیل نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے حل کے لیے کوشش کرے گی۔ یہ کوشش ابھی باقاعدہ شروع نہیں ہوئی تھی کہ ایڈنا ڈمیل کو کنگ لوئی کی سنائی ہوئی کہانی کے مطابق یاتان پیرومالی میٹی کا پتہ شیران کی زبانی چل گیا تھا اور اُس نے فوری طور پر کنگ لوئی کو اس سلسلے میں مطلع کر دیا۔

کنگ لوئی ویسے بھی سانپ کی فطرت کا آدمی تھا نہایت پھرتیلا اور چالاک، ایڈنا ڈمیل کی رہنمائی میں اُسے بہترین تربیت دی گئی تھی، جس سے اُس کی صلاحیتیں اجاگر ہو گئی تھیں، چنانچہ وہ تنظیم کے بہتر مفاد میں کام کرنے لگا اور تنظیم کی نگاہوں میں اُس کی حیثیت بڑھتی چلی گئی، اب شیران کا مسئلہ تھا جسے کنگ لوئی کو بڑے سلیقے سے نبھا بنا تھا۔

درحقیقت شیران کی شخصیت اُسے پسند بھی آئی تھی۔ یہ وحشی صفت نوجوان اُس کے لیے باعثِ دلچسپی تھا تنظیم کے مفادات اپنی جگہ لیکن کنگ لوئی اُسے اپنا دستِ راست بھی رکھنا چاہتا تھا، اُس نے شیران کی دلچسپیاں معلوم کر کے اُنھی کے مطابق عمل شروع کر دیا تھا، تاکہ شیران کی زیادہ سے زیادہ دوستی حاصل کر سکے، اپنی فطرت اور اپنی عجیب و غریب ذہنی صلاحیتوں کی مدد سے، اُس نے اچھی طرح اندازہ لگا لیا کہ شیران کو خوش کرنے کے لیے کیا ذرائع ہو سکتے ہیں؟ جنگلی درندوں کی بُو سُونگھ کر ان کی نسل کے بارے میں بتا دینا اُس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا، لیکن شیران کو بڑا عجیب و غریب محسوس ہوا تھا اور درحقیقت اس کی ان قوتوں نے شیران کو بھی متاثر کیا تھا۔ شکار کے معاملے میں کنگ لوئی شیران سے زیادہ وحشی نہیں تھا، جنگلی درندوں کے سامنے پہنچ کر شیران اس سے بھی زیادہ وحشی بن جاتا تھا، بڑے خطرناک حالات میں اُس نے بہت سے درندوں کو لوئی کے سامنے ٹھکانے لگایا تھا اور لوئی کو ایڈنا ڈمیل کی بات یاد آ گئی تھی، جس نے بتایا تھا کہ شیران پر کنٹرول رکھنا بے حد مشکل کام ہے، وہ انسانوں اور درندوں کا دُشمن ہے۔

بہرطور کنگ لوئی بڑی ہی خوب صورتی سے اُسے ہینڈل کر رہا تھا۔ رات ہی کو اُنھوں نے ایک گلدار مارا تھا، جو بے حد خطرناک تھا، کنگ لوئی نے رات کے دُوسرے پہر شیران کو ہوشیار کیا تھا اور کہا تھا کہ اطراف میں گلدار موجود ہے، بس یہ بات بڑا کے لیے کافی تھی، وہ چونک کر اُٹھ بیٹھا اور پھر اُس نے گلدار کی تلاش میں نکلنے کا فیصلہ ظاہر کیا۔

"میرا خیال ہے دن کی روشنی ہو لینے دو، وہ بچ کر کہاں جائے گا، جہاں جہاں جائے گا ہم اُس پر نگاہ رکھیں گے۔ رات کا وقت ہے۔ اس کی صحیح سمت کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے، تم کس پر گولی چلاؤ گے؟"

"ہم گولی نہیں چلائیں گے"، شیران نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر؟"

"تمھارا دیا ہُوا خنجر کس کام آئے گا کنگ لوئی"، "میں اس خنجر سے گلدار کا شکار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے مگر اس وقت"، کنگ لوئی نے کہا۔

"ہاں، جب دُشمن سامنے آ جائے تو وقت کا انتظار کرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔"

تمھارے اس جملے نے مجھے بہت متاثر کیا ہے دوست، لیکن میرے خیال میں ہمیں دن کا انتظار کرنا چاہیے۔"

"مجھے مجبور مت کرو، مجھے بتاؤ، وہ کس سمت ہو سکتا ہے"

"میں نے کہا نا، وہ اطراف میں موجود ہے کہیں، سمت کا اندازہ میں نہیں لگا سکتا"، کنگ لوئی نے جواب دیا اور شیران وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

خنجر اُس کے ہاتھ میں دبا ہُوا تھا، کنگ لوئی پریشان نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا، یہ صُورت حال کسی حد تک اُس کے لیے پریشان کُن تھی، اُسے شیران کی حفاظت کی ذمّے داری بھی سونپی گئی تھی۔ مجبوراً وہ بھی شیران کے پیچھے چل پڑا۔

گلدار کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کس سمت ہے۔ لوئی اس کی خوشبو ضرور محسوس کر رہا تھا لیکن صحیح سمت کا تعیّن اُس کے بس کی بات نہیں تھی۔

وہ دونوں آگے بڑھتے رہے، لوئی نے شیران سے تھوڑا سا فاصلہ رکھا تھا، تاکہ شیران اُس کے قدموں کی چاپ نہ سُن سکے، کیونکہ اسی قسم کا آدمی تھا وہ، اس بات کو پسند نہ کرتا۔ بہرطور گھنے درختوں اور اونچی نیچی چٹانوں کے درمیان سے شیران آگے بڑھتا رہا، اس بات سے بے خبر کہ چیتا اُس کا تعاقب کر رہا ہے اور موقع کی تاک میں ہے۔ پھر ایک گھنے درختوں کے جھنڈ کے پاس شیران رُکا اور چیتا اس پر جست لگانے کے لیے تیار ہو گیا۔ کنگ لوئی کی چمکدار آنکھیں شیران پر جمی ہُوئی تھیں، پھر

جب چیتے نے اپنی جگہ سے جست کی تو یہ اتّفاق ہی تھا کہ لوئی کی نگاہ اس پر جا پڑی۔ لوئی کے حلق سے ایک زوردار دہاڑ نکلی اور درحقیقت اس دہاڑ نے شیران کو ہوشیار کر دیا۔

اس نے ایک بڑا سا سایہ اپنے سر پر محسوس کیا اور اس کے بدن میں بجلیاں بھر گئیں، چیتے کی بدبوؤں کی چرچراہٹ شیران کے لیے بھی اجنبی نہیں تھی، اُس نے انتہائی پھُرتی سے زمین پر لیٹ کر خود کو چیتے کی جست سے بچایا، کنگ لوئی دل ہی دل میں اُس کی بے پناہ پھُرتی کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا اور اس وقت کنگ لوئی کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی۔ جب اُس نے وہ سنسنی خیز منظر دیکھا، چیتے نے چونکہ کھڑے ہوئے شیران پر جست لگائی تھی، اس لیے شیران فوراً ہی زمین پر لیٹ گیا، چیتا شیران کے اُوپر سے نکل گیا، لیکن جس جگہ وہ گرا تھا، وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ شیران کا بوجھ اس پر آ گرا۔ اُس نے چیتے کو زمین پر ہی چھاپ لیا تھا، یہی نہیں بلکہ اُس کے برق رفتار ہاتھ کے دو وار چیتے کی گردن پر ہوئے اور وہ دونوں کاری وار تھے۔

چیتے نے ایک خوفناک دہاڑ ماری اور اپنی قوت سے کام لے کر شیران کو اُچھال دیا لیکن خنجر کے دونوں وار بہت کاری تھے اس لیے شیران کو اُچھالنے کے بعد وہ پھُرتی سے اس کی طرف پلٹ نہ سکا، اور دُوسرے لمحے شیران پھر اُس کے اُوپر تھا، اس بار برق رو خنجر چیتے کی پسلیوں کی ہڈی میں گھُسا اور وہیں پھنس کر رہ گیا، شیران نے اپنی بے پناہ قوت سے کام لے کر جب اس خنجر کو کھینچا تو چیتے نے اذیّت سے تڑپ کر زمین پر لوٹ لگا دی، اب اس میں سکت نہیں رہ گئی تھی لیکن وہ انسان تھا یا کوئی برقی لہر، جو ادھر سے اُدھر گزر رہی تھی، شیران نے اس کی کمر پر ہاتھ لگایا اور اُس کے پنجوں کی زد سے بچ کر دُوسری طرف پہنچ گیا، یہاں سے پھر اُس پر خنجر سے وار ہُوا تھا اور کنگ لوئی کو چکر آ رہے تھے۔ اُس نے انسانی قوت کا ایسا کارنامہ اس سے قبل نہیں دیکھا تھا درحقیقت یہ ناقابلِ یقین بات تھی کہ بے خیالی میں چیتا جیسا پھُرتیلا جانور شیران پر حملہ آور ہُوا اور اُسے خراش بھی نہ لگا سکا۔ انسان اور درندے کی ایسی لڑائی اس سے قبل لوئی نے نہیں دیکھی تھی، چار وار ہوئے تھے چیتے پر، اور ایسے کاری وار تھے یہ کہ چیتے میں اب اُٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔

وہ زمین پر پڑا لوٹیں لگا رہا تھا اور مدِّمقابل چار وار کرنے کے بعد ان کا نتیجہ دیکھنے کے لیے اُس سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہُوا تھا اور اُس سے زیادہ وحشی انداز میں اُس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اگر چیتا ایک بار بھی اپنے پنجوں پر کھڑا ہو جاتا تو شیران اس پر پانچواں وار کرنے سے نہ چُوکتا، لیکن چیتے کے انداز میں اب ایسی نقاہت تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ اُٹھ نہ پائے گا۔ یہ کاری وار اس کے بدن کے ایسے حصّوں پر لگے تھے کہ اگر بے پناہ قوت کا مالک نہ ہوتا تو اب تک کبھی کا دَم توڑ چکا ہوتا لیکن اب وہ تڑپنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

تقریباً دس منٹ تک اُس کی تڑپ اور اُچھل کود جاری رہی، خون کے فوّارے اس کے بدن سے بہہ رہے تھے اور زمین لالہ زار ہوتی جا رہی تھی پھر اس کی تیز خرخراہٹیں بلند ہونے لگیں، یہ دم توڑنے کی علامت تھی اور دُوسرے لمحے شیران کا وحشیانہ نعرہ گونج اُٹھا۔

کنگ لوئی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا، پھر وہ شیران کے نزدیک پہنچ گیا، اُس نے شیران کے بازو پر ہاتھ رکھا اور شیران کے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔

"میرے باپ کے قاتل، میرے ازلی دُشمن، یہ جہاں بھی ہوں گے، میں اُنھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"اور میں خود کو بہت عظیم سمجھتا ہوں کہ تجھ جیسا شخص میرا دوست بنا"۔ کنگ لوئی نے آہستہ سے کہا، شیران پھر ہنس پڑا تھا۔ اس کے بعد وہ کنگ لوئی کے ساتھ واپس پلٹ پڑا۔

چیتے کو اُنھوں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ اپنی کمین گاہ کے نزدیک پہنچ کر کنگ لوئی نے کہا۔

"میں تیری زبان سے کئی بار یہ بات سُن چکا ہوں کہ یہ جانور تیرے باپ کے قاتل ہیں، لیکن یہ سارے جانور تو تیرے باپ کے قاتل نہ ہوں گے۔"

"ہوں، شیران کے حلق سے ایک غرّاہٹ نکلی اور پھر وہ آہستہ سے بولا "افسوس تو یہی ہے کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ میرے باپ کا قاتل کونسا درندہ تھا، ورنہ یقین کرو کنگ لوئی کہ اس رُوئے زمین سے اُس کی نسل مٹا دیتا، میرا باپ کسی وحشی درندے کا شکار ہُوا تھا، میں بس اتنا جانتا ہُوں، چنانچہ میں نے ہر اُس جانور کو اپنا دُشمن تصوّر کر لیا جو انسانی زندگی ختم کر سکتا ہے، میں نے اپنے علاقے میں اتنے گلدار، اتنے ریچھ مارے ہیں کہ شاید تم یقین نہ کر سکو۔"

"نہیں میرے دوست، میں نے اس وقت تیری جنگ کا جو منظر دیکھا ہے اس کے بعد میں ہر اُس بات پر یقین کر سکتا

جملہ جیسے سن کر دُوسرے مسکرانے لگیں۔ کنگ لوئی نے جواب دیا۔

"شکریہ میرے دوست، مجھے اعتماد کرنے والوں سے بہت عقیدت ہے، بعض اوقات ہمیں اپنے مفاد کے لیے جھوٹ بولنا پڑتا ہے، لیکن اگر دو دوست ایسے ہوں جن کے درمیان جھوٹ کی دیوار نہ ہو تو وہ بے حد قیمتی اور قابلِ قدر ہوتے ہیں۔"

"میں تم سے متفق ہوں، یہ تو ہوئی تمھاری درندوں سے دُشمنی کی کہانی، انسانوں سے دُشمنی کیوں رکھتے ہو" کنگ لوئی نے سوال کیا۔

"انسانوں سے دُشمنی رکھتا تو تمھاری دوستی کا دَم نہ بھرتا۔ کیا خیال ہے؟" شیران نے جواب دیا۔

"ہاں یہ تو ٹھیک کہتے ہو لیکن کیا انسان بھی تمھارے دشمن ہیں؟"

"کچھ انسانوں سے مجھے بدترین دُشمنی ہے؟"

"اوہ، وہ کون ہیں، بتانا پسند کرو گے؟" کنگ لوئی نے پوچھا۔

"ہاں، میں اپنے دُشمن چھپانا پسند نہیں کرتا جس سے دوستی ہے وہ بھی سامنے اور جس سے دُشمنی ہو اُس کو بھی میں پردے میں نہیں رکھتا"

"ہاں ٹھیک ہے شیران، تم بہت صاف ستھری طبیعت کے آدمی ہو، ہاں تو تم اپنے دُشمنوں کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے"

"ہاں میرا سب سے بدترین دُشمن بادشاہ خان ہے اور نو افراد اُس کے بھتیجے ہیں، ہمارے ہاں پہاڑوں میں دُشمنی کا ایک سلسلہ چلتا ہے، خاندان در خاندان، پُشت با پُشت یہ دُشمنی برقرار رہتی ہے، میرے باپ پر ایک قتل کا الزام تھا جب کہ میرے باپ نے اس کی تردید کی اور کہا کہ یہ قتل اُس نے نہیں کیا لیکن مقتول کے ورثا یعنی وہ شخص جس کا نام میں نے بادشاہ خان لیا ہے، ہم سے دُشمنی پر آمادہ تھے۔ اُس نے مجھ پر بزدلانہ حملہ کیا اور میری ماں اس کی گولیوں کا شکار ہو گئی، میں نے اس سے انتقام لیا اور اس کی چار بیٹیوں کو میں نے اس طرح ہلاک کیا کہ پہاڑوں کی تاریخ میں یہ واقعہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کے بعد سے اس شخص سے میری مستقل دُشمنی چل گئی، کیونکہ اس کی وجہ سے مجھے اپنا علاقہ چھوڑنا پڑا۔ میں بھٹکتا ہوا مختلف علاقوں میں چھپتا پھرا۔ لیکن کنگ لوئی میں ہر اس انسان کو ختم کر دینا چاہتا ہوں جو میرے راستے میں مزاحم ہو، یہ میری فطرت ہے اور میں اپنی فطرت کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔"

"ہاں ہر بہادر آدمی کی یہی فطرت ہوتی ہے، یہاں تم کسی سے متاثر بھی ہوئے؟"

"ہاں، ایک شخص ہے جس کی عظمت سے میں بہت زیادہ متاثر ہوں اور شاید پوری زندگی میں، میں اس سے زیادہ مخلص کسی سے نہیں ہوا۔!"

"کون ہے وہ شخص؟" لوئی نے سوال کیا۔

مارلینو ہے اس کا نام، گانگ ہو کا شہنشاہ۔۔۔ اپنے دونوں ہاتھوں اور پیروں سے محروم لیکن ہزاروں ہاتھوں اور پیروں کا مالک، اُس نے مجھے بہت بڑی عزت، بہت بڑا مرتبہ دیا ہے اور ہم لوگ جب زندگی میں کسی کا احسان مان لیتے ہیں تو زندگی کی آخری سانس تک اُس کے احسان مند رہتے ہیں، میں روایتوں کا تو قائل نہیں ہوں، لیکن میرے دل میں مارلینو کی اتنی ہی عزت ہے کہ میں ان روایتوں کو زندہ رکھنے پر مجبور ہوں۔"

"گڈ۔ گڈ۔ بہرصورت مجھے تمھاری دلیری پر ناز ہے۔ میرے سینے میں بھی ایک آتش فشاں کھول رہا ہے شیران، میں بھی کچھ حادثات کا شکار ہوں۔"

"کیا مطلب؟" شیران نے کہا اور کنگ لوئی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"گھاؤ بیچ" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"دیکھو یہ جملہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکا، تم اُسے کئی بار میرے سامنے بول چکے ہو، کیا اس کا مطلب سمجھاؤ گے مجھے؟" شیران نے پُوچھا۔

"اس کا کوئی مطلب نہیں ہے" کنگ لوئی نے کہا اور وہ اپنی کمین گاہ میں آکر آرام سے بیٹھ گئے۔

"پھر کیوں یہ فضول بات کرتے ہو؟"

"تمھیں ناگوار گزرتی ہے؟"

"نہیں بس عجیب سا لگتا ہے، مجھے لگتا ہے کہ تم اس کے بعد کچھ اور کہو گے، لیکن تم خاموش ہو جاتے ہو۔" شیران نے کہا اور لوئی ہنستا رہا پھر وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھو گے شیران" اُس نے کہا۔

"ہاں، میں تمھارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، میں نے کبھی تم سے تمھارے بارے میں نہیں پوچھا اور اگر تم اب بھی پسند نہ کرو تو میں نہیں پوچھوں گا۔ مجھے تمھاری شخصیت پسند آئی ہے اور بس۔ تم کون ہو، کیا ہو

یہ اگر تم خود بتانا پسند کرو تو ٹھیک ہے، ورنہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

لوئی گہری سانس لے کر تاریکی میں گھورنے لگا پھر بولا۔

"ہمارا خاندان ایک مخصوص علاقے پر حکمران تھا، یہ علاقہ ہمارے خاندان کی مناسبت سے لوئی کہلاتا ہے، لوئی قبیلہ تقریباً پچاس ہزار افراد پر مشتمل ہے، ہم لوگوں نے ایک بڑی بستی بنائی ہے اور چھ ذیلی بستیاں، جو انھی پہاڑوں میں آباد ہیں، ان بستیوں کی تمام تر دیکھ بھال ہمارا خاندان ہی کرتا چلا آیا ہے لوئی خاندان صدیوں سے اس علاقے پر حکمران ہے۔ سُنا ہے کہ بہت عرصہ قبل یہ قبیلہ فولا کہلاتا تھا اور اس وقت فولا خاندان اس پر حکمران تھا لیکن فولا خاندان کے بعد کے حکمران عیاش طبع بن گئے۔ وہ قبیلوں سے جنگ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے اور قبیلوں نے ہمارے اطراف کے علاقوں میں لوٹ مار مچا رکھی تھی جس کی وجہ سے ہمارے بے شمار جوان ہلاک ہو گئے تب فولا قبیلے کو معزول کر دیا گیا اور دُوسرا خاندان لوئی برسرِ اقتدار آ گیا۔

لوئی خاندان نے تمام قبائل کو شکست دی اور اپنی حکمرانی برقرار رکھتا چلا آیا، ہم لوگ اپنے علاقے کے روحانی پیشوا بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم لوگوں کو روحانیت سے بھی دلچسپی رکھنا ہوتی ہے۔ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ہمارے خاندان کے مقابل ایک اور خاندان آیا۔ یہ بردما خاندان تھا۔

بردما خاندان کے افراد حکمرانی کی خواہش نہیں رکھتے تھے، لیکن قوت اور ذہنی صلاحیتوں میں وہ بھی بے مثال تھے چنانچہ ایک روحانی رہنما کی حیثیت سے یہ خاندان بھی لوئی کے ساتھ ساتھ چلتا رہا، کبھی ان دونوں خاندانوں میں کوئی تصادم نہیں ہوا تھا، دونوں ایک دُوسرے سے تعاون کرتے تھے لیکن جس طرح نسلوں میں تبدیلی ہوتی ہے اسی طرح بردما خاندان میں بھی کچھ تبدیلیاں ہوئیں۔

بردما خاندان کا ایک نوجوان وطن سے باہر چلا گیا اور بہت عرصے تک مختلف ممالک میں رہ کر واپس آیا تو اس کے ساتھ کچھ سفید فام تھے۔ ان سفید فاموں کا سردار روتھین نامی ایک شخص تھا، جو بلاشبہ عجیب و غریب قوتوں کا مالک تھا، اس کے ساتھ ایک عورت بھی تھی جو اُس کی بیوی تھی پہاڑوں میں آکر یاتان بردما کے ساتھ آباد ہو گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب لوئی خاندان میں بھی کچھ ایسے حکمران پیدا ہو چکے تھے جنھوں نے اپنے اجداد کی روایات کو برقرار نہیں رکھا تھا اور عیش و عشرت میں ڈوب گئے تھے، اس خاندان کو سنبھالنے کی ضرورت تھی۔

بردما خاندان ہمیشہ اس کی رہنمائی کرتا چلا آیا تھا لیکن بردما خاندان کے نئے کرتا دھرتا لوئی خاندان سے مخاصمت رکھ کر کچھ اور چاہتے تھے، چنانچہ اُنھوں نے روتھین اور دُوسرے سفید فاموں کی مدد سے وہ برائیاں دُور کرنا شروع کر دیں جو لوئی خاندان میں پیدا ہو چکی تھیں۔ اس طرح اُنھوں نے لوئی کی آبادیوں کو اپنا مطیع بنا لیا۔

پھر یاتان بردما نے اعلان کیا کہ روتھین ان علاقوں کا روحانی پیشوا ہو گا، لوئی خاندان کو ان کی حرکتوں کی وجہ سے معزول کرنا پڑے گا۔ میرا باپ چیکو لوئی اس وقت ان علاقوں پر حکمران تھا، اُس نے احتجاج کیا، جس کے نتیجے میں بردما خاندان نے لوئی والوں کو بغاوت پر آمادہ کر دیا اور وہ ہتھیار اُٹھا کر لوئی کی سربراہی منسوخ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

لوئی خاندان کے وفادار بھی بہت زیادہ تھے، چنانچہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ دونوں قبیلوں کا تصادم، خونریزی کی شکل اختیار کر جائے گا۔ اس خوفناک تصادم کو روکنے کے لیے ایک مشترکہ میٹنگ شروع ہوئی اور اس میں یہ طے کیا گیا کہ لوئی قبائل کو معزول کر کے ایک عبوری حکومت قائم کر دی جائے اور یہ عبوری حکومت لوئی خاندان کو ایک اور موقع دے وہ یہ کہ لوئی خاندان کا بیٹا بچہ یعنی میں، جو اس وقت تقریباً تیرہ سال کا تھا اس طرح تربیت پائے کہ آنے والے وقت میں ان تمام بُرائیوں کا ازالہ کر دے جو لوئی خاندان میں پیدا ہو چکی ہیں۔

لوئی خاندان کے سربراہان نے اس بات کا اعلان کیا کہ وہ نئے اُمیدوار کو اس قسم کی تربیت دیں گے کہ کسی کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہو گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی روتھین کو جو باہر سے آیا ہے، اور جس نے اس علاقے میں ایسی اصلاحات کی ہیں جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ بھی اپنے بچے کو انھی خطوط پر تربیت دے اور یہ جوان ہو جائے۔

یاتان بردما نے یہ ذمّے داری قبول کر لی، فیصلہ ہوا تھا کہ اس وقت جب قبیلوں میں نامزدگی ہوتی ہے، دونوں لڑکوں کو پیش کیا جائے اور دونوں لڑکے اپنی اپنی صلاحیتوں کا اظہار کریں، اس کے بعد جو بھی اس قابل ہوا، اُسے عبوری حکومت ختم کر کے حکمران اور روحانی پیشوا بنا دیا جائے۔

چنانچہ اس سلسلے میں مشترکہ طور پر یہ بات تسلیم کر لی گئی

اور دونوں بچوں کو پروان چڑھانا شروع کر دیا گیا۔ لیکن لوئی خاندان یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی غیر خاندان اس کی برتری ختم کرے۔

چنانچہ روتھین کے خلاف سازش کی گئی اور اسے راستے سے ہٹا دیا گیا، گوسان کو زبان سے محروم کر دیا گیا، لیکن یاتان برو ما اُسے لے کر فرار ہو گیا، وہ اپنے آقاؤں کی خوشنودی چاہتا تھا۔ اس کے بعد یاتان بروما کو تلاش کیا جاتا رہا۔ ہر ممکن جگہ ہم نے اُسے تلاش کیا، مقصد یہی تھا کہ گوسان کو ختم کر دیا جائے، لیکن ہم یاتان بروما کا پتہ نہیں چلا سکے۔ عبوری حکومت نے میرے جوان ہونے کے بعد بھی اس وقت تک انتظار کیا جب تک کہ گوسان ستائیس سال کا نہ ہو جائے۔ ستائیس سال کا ہونے کے بعد میرے سپرد یہ ذمّے داری کر دی گئی کہ یاتان بروما کے کسی بہت ہی قریبی عزیز یا اولاد کو حاصل کر کے یا پھر گوسان کو عبوری حکومت کے سامنے پیش کر دوں اور اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کروں۔ اس قتل کے بعد میں اس کا اہل قرار پاتا کہ گوسان کا وجود اب میرے مقابل نہیں ہے اور میں حکمران بننے کے قابل قرار دے دیا گیا ہوں، سولوئی کی حکمرانی اس طرح مجھے مل سکتی ہے میرے دوست" اور میں اسی کے لیے کوشاں ہوں۔"

"کمال ہے یاتان بروما کو تو میں اچھی طرح جانتا ہوں، میری اس سے ملاقات ہوئی تھی اور اس کی بیٹی سدھاشی میرے ساتھ آگئی تھی۔"

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا شیران، میں نے جو کچھ تمہیں بتایا ہے یہ میرا مقدس راز تھا، ہم اس راز کو کسی کو نہیں بتاتے، بس یہ راز میں نے اپنے دوست کو امانت کے طور پر سونپا ہے۔"

"ٹھیک ہے، مگر اب تم اس سلسلے میں کیا کرو گے؟"

"کر بھی رہا ہوں اور کر چکا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"تمہاری دوستی میرے لیے قابلِ قدر ہے۔ میں ان حالات میں گھر گیا تھا، ورنہ میں واپس اپنے قبیلے میں جا رہا تھا، قبیلے میں پہنچ کر میں اپنی کارروائی کا آغاز کروں گا اور اس کے بعد عبوری حکومت کے سامنے پیش ہو کر اپنا حق حاصل کر لوں گا۔"

"واہ گویا تم لوئی کے حکمران بن جاؤ گے۔"

"ہاں یہ میرا حق ہے اور یہ میرا مقدر ہے اور میں اس حق کو یقیناً حاصل کر لوں گا۔" کنگ لوئی نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہی تمہارے قبیلے میں چلوں گا۔ بہت لطف آئے گا۔ مجھے وہاں کی داستانیں سُن کر۔" شیران نے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں، بہت کچھ دیکھو گے تم اس قبیلے میں شیران، اور میرے دوست اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا کہ حکمران بننے کے بعد لوئی تمہیں اپنے دستِ راست کی حیثیت دے گا۔"

"اوہ نہیں لوئی۔ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں، یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"بس میں کسی ایک جگہ زندگی گزارنے کا قائل نہیں ہوں، زمین بہت وسیع ہے اور میں تنہا ہوں۔ کوئی بھی نہیں ہے میرا اس دُنیا میں اور میں خوش ہوں اس بات سے چنانچہ میں اپنی تفریحات میں مگن رہنے کا عادی ہوں۔ ہاں اس وقت تک تمہارے ساتھ ضرور رہوں گا جب تک تم حکمران نہیں بن جاؤ گے۔"

"ایک بات اور بتاؤ دوست۔"

"پوچھو۔"

"عورت سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" لوئی نے پوچھا۔

"ہے کیوں نہیں، مرد ہوں۔" شیران ہنس کر بولا۔

"واہ تو پھر لوئی کی کنواریاں تمہارے لیے باعثِ دلچسپی ہوں گی۔ چھوٹے چھوٹے قد کی یہ حسین لڑکیاں حُسن و جمال میں یکتا ہوتی ہیں۔"

"نہیں کنگ لوئی، نہیں، غلط سمجھے تم، عورت میرے لیے باعثِ دلکشی ضرور ہے لیکن مجھے اُن کا قرب قبول نہیں۔"

"کیوں؟"

"میرا ایک معیار ہے اس سلسلے میں۔ میں صرف ایک عورت چاہتا ہوں، طرح طرح کی لڑکیوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے، لیکن میری اپنی عورت وہی ہو گی جسے میں اپنے معیار پر پورا چاہتا ہوں، تاکہ اگر میری اولاد ہو تو وہ شیران ہو، شیران سے مختلف اولاد مجھے ناپسند ہو گی، اور وہ عورت جو شیران کی ہم وہی ایسی اولاد پیدا کر سکتی ہے، چنانچہ میں کسی کو اپنی قربت نہیں د یا اگر کوئی میرے قریب آ بھی جائے اور میں کسی جذباتی لغزش کا شکار ہو بھی جاؤں تو پھر اس کی زندگی میرے لیے ممکن نہیں ہوتی۔ مجھے خ ہوتا ہے کہ کہیں وہ میرے بچے کی ماں نہ بن جائے۔"

"گھاؤ بیچ" کنگ لوئی ایک گہری سانس لے کر بولا۔

شیران اُسے گھورنے لگا۔

بادشاہ خان کا رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک ہلکی سی آواز اُبھری۔

"وائی تھری اسپیکنگ۔ تم نے مجھ سے براہِ راست گفتگو کرنے کی درخواست کی تھی بادشاہ خان۔ کیا بات ہے؟ خیریت بتاؤ؟"

"آپ کا خادم خیریت سے ہے چیف بس کچھ ایسے حالات پیش آگئے تھے کہ آپ سے گفتگو ناگزیر ہو گئی۔ بادشاہ خان کی تازہ ترین رپورٹ آپ کے پاس موجود ہے۔"

"یہ سوال کرنے کی ضرورت تمہیں کیوں پیش آئی؟" بادشاہ خان۔ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ ایک ایک لمحے سے باخبر رہتا ہے۔"

"تو چیف کو اپنے مسائل سے تھوڑا سا آگاہ کرنا بادشاہ خان کے لیے بہت ضروری ہو گیا ہے۔ چیف میں مختصر الفاظ میں پہاڑوں کے اس واقعے کا تذکرہ کروں گا جب میری خاندانی حیثیت مجروح ہوئی تھی اور میں اس کے لیے مجبور تھا کہ دشمن سے انتقام لے کر پہاڑوں میں اپنا وقار بحال کروں لیکن اس وقت مجھے روک دیا گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ میرا یہ مسئلہ تنظیم کا مسئلہ ہے اور تنظیم میری مدد کرنا چاہتی ہے۔ میں نے ایک سچے ساتھی کی حیثیت سے یہ حکم قبول کر لیا اور اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بعد میں، میں بنکاک آگیا اور میں نے اپنا کام حسبِ معمول جاری رکھا۔ میرے بھتیجے جو میرے بعد میرے وارث ہیں مجھ تک پہنچے لیکن میرا وہ بدترین دُشمن جس کے خلاف میں انتقام چاہتا تھا آزاد رہا اور اُس نے مجھے لاتعداد نقصانات پہنچائے۔ بنکاک میں اس کی موجودگی کے بیشتر ثبوت مل گئے۔ میں نے میڈم ڈمپل سے اپنے مسائل پر بات چیت کی اور اُنھوں نے مجھے اطمینان دلایا کہ شیران کو میرے راستے سے ہٹا دیا جائے گا لیکن بعد میں مجھے یوں محسوس ہوا چیف کہ ہماری تنظیم کے بہترین افراد اس شخص پر قابو نہیں پا سکے وہ آزاد ہے اور مجھے مسلسل نقصان پہنچا رہا ہے۔

اس دوران تنظیم کا ایک باغی گل خان کسی طرح تنظیم کے کچھ راز لے کر فرار ہوا اور اتفاق سے ہانگ کانگ میں وہ میرے ایک بھتیجے نعمان خان سے ٹکرا گیا۔ اُس نے نعمان خان کو تھوڑی سی تفصیلات بتائیں لیکن تنظیم کے ایجنٹ اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اُسے قتل کر دیا اور پھر نعمان خان کو قتل کرنے کی مسلسل کوششیں کی جاتی رہیں جن کے نتیجے میں وہ سخت زخمی ہو گیا اور مجھ تک پہنچ گیا۔ میں نے اس کی تیمارداری کی اور اس سلسلے میں میڈم ڈمپل کو اطلاع دی کہ نعمان خان تنظیم کے لیے بالکل بے ضرر ہے اور اس کی ذمّے داری میں قبول کرتا ہوں۔ میڈم ڈمپل سے تو میری ملاقات نہ ہوئی لیکن میں نے اُن کے ڈیپارٹمنٹ کو اس سلسلے میں اطلاع دی تھی کہ اب نعمان خان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے لیکن اس کے باوجود اُس پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں تنظیم کے دو افراد نعمان خان کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔ میں نے یہ معلومات کرنے کے بعد مسلسل چھ دن تک میڈم ڈمپل سے ملاقات کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ مجھے نہیں مل سکی ہیں۔

"میں ڈیپارٹمنٹ کو اس بارے میں اور کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا لیکن میں محسوس کر رہا ہوں چیف کہ یہاں کے نظام میں کچھ سقم پیدا ہو گئے ہیں۔ تنظیم کے وفادار کی حیثیت سے میں وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کو یہ اطلاع دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ حالات پر میڈم ڈمپل کی گرفت کچھ کمزور پڑ گئی ہے حالانکہ وہ ہماری انچارج ہیں۔ مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں اُن کے بارے میں یہ الفاظ کہوں لیکن پوری تنظیم جس کا ایک فرد میں بھی ہوں اپنے کسی کارکن کے ذریعے کوئی نقصان اُٹھائے، یہ میرے لیے قابلِ قبول نہیں جب کہ پہاڑوں میں ہمیں ایک بڑا آپریشن کرنا ہے۔ ہمیں اپنے اطراف پوری طرح مضبوط رکھنے چاہئیں، اور جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ تنظیم کے ہر فرد کا کوئی بھی معاملہ تنظیم کا اپنا معاملہ ہوتا ہے۔ میرے معاملے میں کوتاہی برتی گئی ہے جس کی شکایت کرنے کے لیے میں نے آپ کو زحمت دی ہے۔"

"ہوں۔ بادشاہ خان۔ میں نے بڑے سکون کے ساتھ تمہاری یہ گفتگو سُنی ہے اور مجھے اس میں کوئی تردّد نہیں ہے۔ میں تمہیں حق بجانب سمجھتا ہوں کہ تم مجھے حالات سے باخبر کرنے پر مجبور ہوئے۔ نعمان خان کے بارے میں مجھے کچھ اور تفصیل بتاؤ۔ تم کہتے ہو کہ وہ بے ضرر ہے کیا تم پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتے ہو؟ مجھے اس کا مکمل فائل درکار ہے۔ تنظیم کے دو افراد کو قتل کر دینا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ ہم فولاد تخلیق کرتے ہیں جو شخص ہمارے... آدمیوں کو اس طرح ہلاک کر دے، ہمارے آدمیوں سے بچتا رہے وہ معمولی آدمی نہیں ہو گا۔ تم نعمان خان کے بارے میں مجھے مکمل تفصیل مہیا کرو۔ انیتا ڈمپل کی غیر موجودگی میرے علم میں ہے۔ وہ ایک ضروری کام سے گئی ہوئی تھی۔ شاید کل تک وہ تمہیں مل جائے کیونکہ وہ اُس ضروری کام سے واپس آچکی ہے۔ اس نے مجھے اپنی مصروفیات کے بارے میں تفصیلی رپورٹ مہیا کر دی ہے جہاں تک نعمان خان پر قاتلانہ حملے کا سوال ہے وہ اس لمحے کے بعد سے بند ہو جائیں گے اس کی زندگی کی ذمّے داری تم تنظیم پر چھوڑ سکتے ہو۔"

تنظیم اس سلسلے میں تم سے تعاون کرے گی اور کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو۔"

"بہت بہت شکریہ۔ چیف۔ میں اس اطمینان بخش گفتگو سے پوری طرح مطمئن ہوں نعمان خان کی فائل میں آپ کو مہیا کر دوں گا اور اس فائل کے ساتھ اپنے کچھ نوٹس بھی آپ کو ارسال کر دوں گا، آپ ان پر ضرور غور فرمایئے۔"

"او کے۔ اب سلسلہ منقطع کیا جاتا ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور آواز آنا بند ہو گئی۔ بادشاہ خان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے چیف کی طرف سے یہ گفتگو اس کے لیے بڑی ہی حوصلہ افزا تھی۔ ایک اور نیا خیال اس کے ذہن میں پیدا ہو گیا تھا۔ نعمان خان کے بارے میں فائل کا طلب کیا جانا معمولی بات نہیں تھی۔ اگر نعمان خان کو تنظیم کے ایک بڑے کی حیثیت دے دی جائے تو پھر نعمان خان کا اور اس کے بھائیوں کا مستقبل محفوظ ہو سکتا تھا اور شیران ان لوگوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ بلاشبہ ایڈینا ڈمیل اس پر قابو پانے میں ناکام رہی تھی لیکن اب ایسا بھی نہیں تھا کہ پوری تنظیم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر شیران، نعمان خان کو قتل کر دے۔ بادشاہ خان اس گفتگو سے بہت زیادہ مطمئن نظر آ رہا تھا۔"

✡

ہائیڈل گلیر کے خوبصورت ہاؤس بوٹ پر ایڈینا ڈمیل آرام کر رہی تھی۔ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو وہ اپنی مصروفیات کی رپورٹ پیش کر چکی تھی اور وہاں سے دوسرے احکامات کی منتظر تھی پھر اسے اطلاع ملی کہ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ سے ٹرانسمیٹر پر اس کے لیے اشارہ موصول ہوا ہے۔ یہ ٹرانسمیٹر اس وقت ہاؤس بوٹ پر ہی موجود تھا چنانچہ ایڈینا ڈمیل وہاں پہنچ گئی۔

بڑے سے کیبن میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر اس نے وائٹ تھری سے رابطہ قائم کیا اور چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے چیف کی آواز سنائی دی۔

"ایڈینا ڈمیل۔ ہمارے تمہارے درمیان ملاقات کے لیے یہ وقت طے ہوا تھا۔"

"میں حاضر ہوں چیف۔"

"تمہاری رپورٹ میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ تفصیل میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

"سر پروگرام کے مطابق شیران کو طرح طرح سے آزمایا گیا اور میری سابقہ رپورٹوں کے مطابق اسے سو فیصد نمبر دیے گئے۔ وہ اس قابل ہے چیف کہ ہم پہاڑوں کے آپریشن میں اس کی دلیری اور فراست سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ہر چند کہ وہ بہت زیادہ ذہین آدمی نہیں ہے لیکن وہ طویل عرصے تک بادشاہ خان جیسے زیرک کو پہاڑوں میں چکر دیتا رہا ہے اور اسے شکست فاش دی ہے تو چیف ان حالات میں، میں پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ بادشاہ خان اور شیران خان کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ بادشاہ خان بوڑھا ہو چکا ہے اور اس کی ذہنی صلاحیتیں شیران کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں جس کے بیشتر ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں۔ وہ بادشاہ خان کو پے در پے نقصانات پہنچا رہا ہے اور تنظیم سے علیحدہ ہٹ کر بادشاہ خان جو کچھ کر رہا ہے اس نے اس کے ان مفادات کو بھی شدید ٹھیس پہنچائی ہے۔ بادشاہ خان اس سے مقابلہ کرنے میں ناکام رہا ہے۔ کم از کم اس طرح اسے بادشاہ خان پر فوقیت حاصل ہو گئی۔ تو میں عرض کر رہی تھی چیف کہ اس دوران ایلا کی حیثیت سے مجھے شیران کا جائزہ لینے کا موقع بھی مل گیا وہ دنیا کی کسی قوت سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ وقتی طور پر وہ کسی کی برتری قبول بھی کر لیتا ہے لیکن جب یہ برتری اس کی راہ میں مزاحم ہوتی ہے تو وہ اسے چٹکیوں میں مسل دیتا ہے۔ اس کی فطرت میں رحم نہیں ہے۔ وہ ایک جنگجو وحشی ہے، اگر جانوروں سے دشمنی ہو جائے تو وہ جانوروں کی طرح ہی ان کا قتل عام شروع کر دیتا ہے۔ انسانوں سے نفرت ہو جائے تو وہ اپنے دشمن کو زندہ نہیں چھوڑتا لیکن اس کی ایک کوالٹی ہمارے تمام خدشات کو ختم کر دیتی ہے۔ چیف وہ یہ کہ اگر وہ کسی سے متاثر ہو جائے تو اس کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیتا ہے اور صرف اس کے احکامات پر عمل کرنا شروع کر دیتا ہے جس طرح گانگ ہو میں مارلینو اس کا حکمران ہے۔ مارلینو نے اسے متاثر کر کے اپنا دست راست بنا لیا ہے اور ایسے خطرناک لوگوں کی راہ پر لگا یا ہے جو بین الاقوامی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان آٹھ آدمیوں میں سے دو خوفناک انسانوں کو یہ شخص قتل کر چکا ہے۔ ڈاکٹر برٹیو ہانگ کانگ میں میری موجودگی میں قتل ہوا۔ چیف اگر آپ اس بات کو کسی غلط پیرائے میں محسوس نہ کریں تو میں آپ سے عرض کروں کہ میں اس سے گھبرا گئی تھی تب مجھے محسوس ہوا تھا کہ اسے ہینڈل کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ کسی نہ کسی وقت وہ مجھ سے اکڑ جائے گا، چنانچہ میں نے یہ ذمے داری کنگ لوئی کے سپرد کر دی۔ لوئی بہت چالاک ہے۔ ہمارے لیے وہ ان علاقوں میں جو حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے خود کو اس کا اہل ثابت کر دیا ہے۔ بہر طور وہ اس وقت کنگ لوئی کے ساتھ پہاڑوں میں ہے اور مجھے یقین ہے کہ کنگ لوئی

ایک طویل عرصہ نکال لے گا ویسے چیف میں اپنے طور پر ایک اور تجویز پیش کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں۔ کہو ایڈینا۔ میں سن رہا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"چیف اس سرپھرے کو بہت عرصے ہینڈل کرنا بہت مشکل ہو گا۔ میں سمجھتی ہوں لوئی کے لیے بھی وہ حلوہ تر نہیں ثابت ہو گا۔ اس کے لیے کوئی اور تجویز سوچنا پڑے گی اگر اسے وقتی طور پر برین واش کر دیا جائے تو کیا یہ مناسب نہیں ہو گا۔"

"ہرگز نہیں۔ میں تنظیم کی اہم ترین شخصیات کو ان کی اصل حیثیت میں رکھنا چاہتا ہوں۔ برین واش کر کے تو ہم کسی کو بھی اپنے قابل بنا سکتے ہیں لیکن اس کی اپنی صلاحیتیں مر جائیں گی۔ وہ جو کچھ ان پہاڑوں کے بارے میں جانتا ہے ہم کسی اور شخص کو وہ تمام چیزیں نہیں دے سکتے۔ بہر طور لوئی اسے سنبھالے ہوئے ہے جس وقت وہ تھک جائے گا تو ہمیں اطلاع دے گا اور ہم شیران کے لیے کوئی اور بندوبست کر لیں گے۔ فی الحال اسے اسی طرح بھٹکتے رہنا چاہیے۔ اس وقت تک جب تک آپریشن کا وقت قریب نہ آ جائے ہم اسے اپنی تنظیم میں باقاعدہ شامل بھی نہیں کر سکتے تنظیم اسے انتہائی سائنٹیفک ذرائع سے متاثر کرے گی لیکن آپریشن سے کچھ عرصہ پہلے تاکہ یہ مرحلہ بآسانی طے ہو جائے اور ہماری بات ایک سے دو اور دو سے تین تک نہ پہنچ جائے تم سمجھ رہی ہو گی ڈمیل؟"

"جی ہاں جناب۔"

"کیا تم اس سے متفق نہیں ہو؟"

"ہوں۔ سو فیصد ہوں۔" ایڈینا ڈمیل نے جواب دیا۔

"بادشاہ خان نے اس کے سلسلے میں مجھ سے گفتگو کی ہے۔ وہ بہت پریشان ہے اپنے خاندان کے مسئلے میں جس میں شیران اس کا دشمن ہے۔ وہ شیران کے لیے جتنا سنجیدہ ہے شیران اتنا سنجیدہ نہیں نظر آتا۔"

"جی ہاں جناب۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ دشمن کے خلاف پروگرام نہیں بناتا۔ اسے سامنے پاتا ہے تو جینے کی مہلت نہیں دیتا اور اس کی تلاش میں سرگرداں نہیں رہتا۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ، تم ہمیں اس کا گرویدہ بنا رہی ہو ایڈینا ڈمیل، یوں لگتا ہے جیسے تم خود بھی اس سے متاثر ہو۔"

"سر اس نے مجھے اتنا پریشان کیا ہے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کے قیمتی وقت میں بلاوجہ کی باتوں کا کوئی دخل نہیں، لیکن میں اس کی فطرت کے بارے میں چند الفاظ میں ضرور بتاؤں گی۔ سیبرا نامی ایک ڈاکو، بارتم کے علاقوں میں تباہی مچائے ہوئے تھا، وہ جس طرف بھی رخ کرتا، آگ اور خون کی لکیریں چھوڑتا چلا جاتا تھا، ایک شام جب کہ ایلا کی حیثیت سے میں اسے بے وقوف بنا رہی تھی۔ وہ بھوکا تھا، شکار کا گوشت کھانا چاہتا تھا کہ اس نے گوشت بھننے کی خوشبو محسوس کی، یہ سیبرا اور اس کے ساتھی تھے جو گوشت بھون رہے تھے۔ وہ ان کے پاس پہنچا اور ان سے اپنا حصہ مانگنے لگا۔ جب ان لوگوں نے تفریحی طور پر اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی تو اس نے سیبرا سمیت اس کے چاروں ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا، سیبرا بھی اس جگہ مارا گیا، صرف گوشت کے ایک بڑے ٹکڑے کے لیے۔ جنگلی جانوروں کو وہ پاگلوں کی طرح ہلاک کرتا ہے، اس کا کہنا یہ ہے کہ ایک جنگلی جانور نے اس کے باپ کو قتل کر دیا تھا، اور وہ اس جانور سے ناواقف تھا اس لیے وہ ہر قسم کے درندے کو قتل کر دیتا ہے، ہانگ کانگ میں اس کا معاملہ ڈاکٹر برٹیو کے ساتھ تھا، لیکن اس نے ڈاکٹر برٹیو کے علاوہ چار آدمیوں کو اور قتل کر دیا، تو سر میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ یہ وحشی صفت انسان بڑی دلچسپی کا باعث بن سکتا ہے۔ آپ کے لیے اگر اس پر ریسرچ کی جائے کہ اس کے ذہن میں یہ دہشت و درندگی کیوں ہے تو یقیناً یہ بات ہمارے سائنسدانوں کے لیے باعث دلچسپی ہو گی۔"

"ہوں ہوں ٹھیک ہے، بہر طور میں کچھ اور احکامات جاری کروں گا، اس کے لیے اس کا تحفظ بے حد ضروری ہے، ہمیں ایسے طاقتور آدمی بہت سے معاملات کے لیے درکار ہوتے ہیں، لیکن ایڈینا ڈمیل، بادشاہ خان نے ایک اور مسئلہ ہمارے سامنے لا کھڑا کیا ہے، وہ ہے اس کے بھتیجے نعمان خان کا، بادشاہ خان نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا ہے، ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے، ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ بادشاہ خان کو ہم کسی ایسی پوزیشن پر لے آئیں کہ وہ اپنے آپ کو ہمارے لیے ناکارہ محسوس کرے، ہم اسے کوئی اور حیثیت دے سکتے ہیں۔ اب اگر اس نے ہمارے احکامات قبول نہ کیے تو یہ اس کی بدنصیبی ہو گی، ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟ تو میں کہہ رہا تھا کہ اس نے جو مسئلہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہ اس کے بھتیجے نعمان خان کا ہے، بادشاہ خان نے جو کچھ اس کے بارے میں بتایا ہے اس نے ہمیں متاثر بھی کیا ہے، نعمان خان کا ایک نیا ہی مسئلہ چل پڑا تھا۔ میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، بہر حال تنظیم کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ

نعمان خان کو قتل کر دے، چنانچہ شیردل کے مطابق ہمارے چند آدمی اس کے پیچھے لگ گئے، لیکن وہ نعمان خان کو ہلاک نہیں کر سکے، جب کہ نعمان خان نے ان میں سے دو کو ہلاک کر دیا۔۔۔ بادشاہ خان نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے۔ اُسے سُن کر میں نے اُس کا فائل طلب کر لیا ہے، بات اصل میں یہ ہے اڈینا ڈمیل کہ ہمیں ہمیشہ اچھے ذہنوں اور اچھی کارکردگی کے مالک افراد کی تلاش رہتی ہے، نعمان خان کا فائل میں نے مانگ لیا ہے، میں اسے چیک کرتا ہوں اگر یہ آدمی بھی کام کا نکلا، تو ہم اسے اپنی تنظیم میں شامل کر لیں گے اور یوں ہم بادشاہ خان کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کا ازالہ بھی کر دیں گے، ہم بادشاہ خان کی جگہ اُسے دیں گے، یہ دُوسری بات ہے کہ پہاڑوں کے آپریشن کے لیے ہم نے کسی دُوسرے شخص کا انتخاب کر لیا ہے، بادشاہ خان کو اس پہ اعتراض نہیں ہونا چاہیے یا پھر اگر نعمان خان اعلا پرفارمینس کا مظاہرہ کرتا ہے تو ٹھیک ہے، ہم اُسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کریں گے اور شیران کو کسی دُوسرے پروگرام میں شامل کر لیں گے، بشرطیکہ نعمان خان اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنے، ویسے شیران کی بہ نسبت نعمان خان میں ایک کوالٹی ضرور ہے، وہ تعلیم یافتہ ہے اور یورپ میں زندگی گزار چکا ہے، اس طرح وہ مجرمانہ ذہنیت کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ یورپ کا شناسا بھی ہوگا، بہر طور بادشاہ خان کی طرف سے رپورٹ مل جائے اس کے بعد میں نعمان خان کو ٹرائی کروں گا، یہ بات میرے ذہن میں ہے۔"

"چیف نے جو کچھ سوچا ہوگا، یقینی طور پر وہ تنظیم کے حق میں ہوگا، میں اپنے لیے حکم چاہتی ہوں، مجھے اب ان علاقوں میں کیا کرنا ہے!"

"تم حسب معمول اپنا کام انجام دیتی رہو، اپنے طور پہ شیران پر نگاہ بھی رکھ سکتی ہو، باقی یہاں کے معاملات سنبھالو کنگ لوئی کی طرف سے اگر کوئی خاص پیغام ملے تو مجھے دیا جائے۔"

"او کے سر۔" اڈینا ڈمیل نے کہا اور دُوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو جانے کے بعد خود بھی ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اب وہ پُرسکون نظر آ رہی تھی، اپنے کیبن میں ایک آرام دہ مسہری پر دراز ہو کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور بند آنکھوں میں ایک قوی ہیکل اور خوش رُو نوجوان اُبھر آیا، وحشی، پاگل لیکن حسین۔ اڈینا ڈمیل کے چہرے پر عجیب سی پیاس نظر آنے لگی، اُس نے بے چین نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر دونوں ہاتھوں کی مُٹھیاں بھینچ کر سینے پر رکھ لیں۔

✡

کنگ لوئی کو لطف آ گیا تھا، وہ لوئی قبیلے کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو بہت با اختیار تھا، اور اپنی ریشہ دوانیوں اور وحشی فطرت کے سبب دُور دُور تک کے علاقوں میں مشہور تھا، لیکن یہ جنونی بھیڑیا جو کنگ لوئی کے ساتھ تھا، ایک ایسی عجیب و غریب فطرت کا مالک تھا کہ خود کنگ لوئی بھی حیران رہ گیا تھا۔

بہر طور شیران اُسے ذاتی طور پر پسند آیا تھا اور پھر تنظیم نے اسے اس کے سپرد کر کے ایک اہم ذمے داری سونپ دی تھی جسے کنگ لوئی بخوبی پوری کرنا چاہتا تھا۔ شیران سے سارے معاملات طے ہو چکے تھے چنانچہ اس کی اجازت سے اُس نے اپنے قبیلے کی جانب سفر کرنا شروع کر دیا۔ شیران اُس سے ہر طرح تعاون کر رہا تھا۔ تقریباً بیس میل تک وہ ایک ایسے راستے پر چلتے رہے جو بڑے بڑے پہاڑی ٹیلوں کے درمیان سے گزرتا تھا۔ یہ ٹیلے کہیں کہیں علیحدہ تھے، لیکن زیادہ تر وہ آپس میں جُڑے ہوئے نظر آتے تھے اور اس طرح کافی چوڑی اور بہت اُونچی دیوار سی محسوس ہوتی تھی، اس دیوار کے دُوسری طرف نشیب میں کائی زدہ زمین تھی جس میں خُود رو جھاڑیوں کے جھنڈ نظر آتے تھے اور جھاڑیوں کے ان جھنڈوں میں جنگلی جانور عام چلتے پھرتے نظر آ جاتے تھے۔

یہ دیوار نما وادی طویل ترین تھی اور کنگ لوئی اسی کے درمیان سے گزر رہا تھا، یہ درمیانی درّہ جو کوئی باقاعدہ سڑک نہیں تھا جگہ جگہ سے مختلف طریقوں سے گھوم جاتا تھا کبھی کبھی اس میں ایسا کوئی موڑ بھی آ جاتا تھا جہاں چٹانیں اس راستے کو جھکی محسوس ہوتیں اور یوں لگتا جیسے راستہ ختم ہو گیا ہو لیکن قریب پہنچنے پر پتہ چلتا کہ سڑک وہاں سے نشیب میں چلی گئی ہے کچھ چٹانی سلسلے کے گرد چکر کاٹنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا جیسے دوبارہ وہی راستہ آ گیا ہے لیکن بغور جائزہ لینے پر اندازہ ہوتا ایسی کوئی بات نہیں ہے، بعض جگہ کسی چٹان پر کئی کئی میل لمبا طے کرنا پڑتا تھا لیکن اس چٹان پر نمی سی محسوس ہوتی تھی۔

بہر طور کنگ لوئی مطمئن تھا اور یہ سفر بڑے آرام کے ساتھ جاری تھا، جھاڑیوں میں خرگوشوں کے ریوڑ کے ریوڑ آتے اور اُنھیں شکار کر کے ان کا لجلجا گوشت با آسانی حاصل کر لیا جاتا، البتہ بڑے جانور یہاں موجود نہیں تھے۔

شیران کو اس سفر میں بھی لطف آ رہا تھا، وہ تو تھا

پہاڑوں کی دُنیا کا انسان۔ اس دوران کنگ لوئی اُسے اپنی بستی کے بارے میں بتاتا رہا تھا۔

"لوئی قبیلے کے بارے میں، میں نے تمھیں بتایا تھا شیران کہ اُس نے ایک طویل عرصے تک ان علاقوں میں حکمرانی کی ہے، ہمارے خاندان کے زیادہ تر افراد لوئی شہر میں ہی آباد ہیں۔۔ ہاں ہم اُسے پہاڑی بستی کی بجائے شہر ہی کہنا مناسب سمجھتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور میں اس بات کو ایک سچے انسان کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہوں کہ روتھمین اور اُس کے ساتھیوں نے اپنی فرنگیانہ ذہنیت سے کام لیتے ہوئے اس علاقے کو مشینوں سے آراستہ کیا، ہر چند کہ لوئی میں بلند و بالا عمارتیں نہیں ہیں، کیونکہ آئے دن پہاڑیوں میں زلزلے آتے رہتے ہیں! قرب و جوار میں بہت سے آتش فشاں ہیں جو پھٹتے ہیں تو تباہی پھیل جاتی ہے، اس لیے یہاں ایک منزلہ عمارت کے علاوہ دوسری منزل نہیں بنائی جا سکتی۔ روتھمین نے پہلے لوئی خاندان کے ساتھ مل کر اور بعد میں اپنی سازش کے تحت بروما خاندان سے مل کر یہاں اتنی اصلاحات کیں کہ اس علاقے کی تقدیر ہی بدل گئی۔

"ہم ان کاوشوں کو مانتے ہیں، سراہتے ہیں لیکن تم خود غور کرو، سفید فاموں نے مغلوں کے دور میں اسی طرح ہندوستان میں داخل ہو کر پناہ مانگی تھی اور مُغل ان کے شکار ہو گئے تھے خواہ ان کی اپنی حرکتیں ہی کیوں نہ تھیں، لیکن بہر طور، ایسٹ انڈیا کمپنی نے بالآخر ہندوستان کی تقدیر بدل دی اور اُسے تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ کیا ہم سفید فاموں کو وہی تاریخ دُہرانے کا موقع دے سکتے تھے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، بروما خاندان بھلا ملک اور حکمرانی کے بارے میں کیا جانتا تھا، اُس نے روحانیت کو اپنایا تھا، مذہبی معاملات میں بلند حیثیت اختیار کی تھی لیکن پھر اسے حکمرانی کا شوق پیدا ہوا لیکن جب حکمرانی اُسے آسانی سے نہ مل سکی تو اُس نے اپنی کاوشوں میں ناکام ہو کر سفید فاموں کی مدد حاصل کرنا چاہی، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ پاتان بروما کو یورپ اس لیے بھیجا گیا تھا کہ وہ وہاں جا کر ان علاقوں کے خلاف سازش کرے اور سفید فاموں کو یہاں چڑھا لائے۔

"گو عام لوگوں نے یہ بات نہیں سمجھی، چونکہ بروما خاندان کی سازش مضبوط تھی، اُنھوں نے روحانی رُخ سنبھال رکھا تھا اور لوگ ان چیزوں سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ بروما خاندان کو کسی قدر کامیابی حاصل ہو گئی تھی اور اُنھوں نے ایک عرصے کے لیے لوئی خاندان کو معزول کر کے رکھ دیا، لیکن بہر حال ہم لوئی خاندان کی تنزلی نہیں چاہتے ہیں، سو ہم نے ان کی کوششوں کو ناکام کر دیا۔ میرا خیال ہے یہ سامنے والی دیوار جب ختم ہو گی تو اس کی دُوسری جانب ہماری بستی نظر آ جائے گی، یہ سرحدی بستی ہے، اس سے تقریباً دس میل اندر چلنے کے بعد لوئی کا شہر آ جائے گا اور تم اس کے مکانات دُور ہی سے دیکھ لو گے۔"

"کیا لوئی پر یہاں کی حکومت کا اختیار نہیں ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"نہیں یہ صرف ایک پہاڑی بستی ہے اور ان پہاڑیوں میں بے شمار بستیوں کے راستے اتنے دشوار گزار اور مشکل ہیں کہ حکومت اگر یہاں کوئی کارروائی کرنا چاہے تو اس کے لیے ممکن نہیں ہوگا، ہمارے اور حکومت کے درمیان ایک معاہدہ ہے اور اس معاہدے کے تحت حکومت ہمارے معاملات میں دخل نہیں دیتی اور ہم حکومت کے معاملات میں آڑے نہیں آتے۔ ہم اپنی زندگی کا انتظام خود کرتے ہیں اور اس کے لیے ہمیں اپنی حکومت کی طرف سے اجازت ملی ہوئی ہے۔" لوئی نے جواب دیا اور شیران خاموش ہو گیا۔

خاصی بلندی عبور کرنے کے بعد جب وہ نشیب میں پہنچے تو سامنے ہی اُونچے نیچے ٹیلے، نالے، کھائیاں اور جھاڑیاں نظر آئیں، سطح زمین بتدریج بلند ہو رہی تھی۔ دیوار نما ٹیلوں کا سلسلہ آگے جا کر چٹانوں میں مدغم ہو گیا تھا اور انھی چٹانوں کے درمیان سے یہ راستہ گزرتا تھا۔

وہ دونوں ان کے گرد چکر کاٹتے ہوئے بلندی کی طرف آگے بڑھنے لگے، اس راستے پر اُچھلنا کُودنا پڑ رہا تھا۔ کبھی کوئی نالہ پھلانگنا پڑتا، کہیں کائی زدہ تودے سے اپنے آپ کو بچانا پڑتا، کہیں جھاڑیوں سے بچنے کے لیے لمبا چکر کاٹنا پڑتا۔ بعض جگہ جھاڑیوں میں بھیڑیوں کی ٹولیاں بھی نظر آئیں، لیکن اُنھوں نے ان پہ حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

بھیڑیا چالاک جانور ہے، انسان کے بارے میں اُس کی معلومات کافی ہیں، وہ ہمیشہ بڑے گروہ کی شکل میں انسانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اگر دو چار ہوں تو انسان کو بچ کر نکلنے کا موقع دے دیتے ہیں۔

بہر طور اس بلندی کے بعد دُوسرا ڈھلان شروع ہوا اور اس کے اختتام پہ ایک طویل و عریض میدان نظر آیا۔ یہ میدان چٹیل نہیں تھا بلکہ اس پہ سبزہ ہی سبزہ پھیلا ہوا تھا، اور اس سبزے

کو مدبندیوں کے ذریعے حصّوں میں تقسیم کردیا گیا تھا، غالباً یہ کھیت تھے جو سیاہی مائل پانی میں پھیلے ہُوئے تھے، ان کھیتوں کے اختتام پر چھوٹے چھوٹے لکڑی کے مکانات نظر آرہے تھے۔ کہیں کہیں یہ مکانات پتھر چُن کر بھی بنائے گئے تھے۔ اس علاقے میں باقاعدہ کام ہو رہا تھا جیسے بڑے بڑے علاقوں میں ہوتا ہے، کہیں پانی گزارنے کے لیے نالے بنائے جارہے تھے، کہیں تیار فصلوں سے ترکاریاں اور سبزیاں اُتاری جارہی تھیں، کہیں پودوں کو سنوارا جارہا تھا، کہیں راستوں کو صاف کیا جارہا تھا۔ تقریباً آدھے لباس میں ملبوس انسان ان تمام کاموں میں مصروف تھے۔ یہ وہی سرحدی بستی تھی جس کے بارے میں کنگ لوئی نے شیران کو بتایا تھا۔

کنگ لوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ اور شیران دلچسپی سے اس علاقے کو دیکھتا رہا۔

کھیتوں میں مرد ہی نہیں عورتیں بھی کام کررہی تھیں۔ ان کے لباس بہت مختصر لیکن ڈھیلے ڈھالے تھے اور ان لباسوں کی تراش خراش ایک مخصوص انداز کی تھی۔

بہرحال کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں ہُوا، سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہے، اور وہ بستی کے نشیب میں پہنچ کر ایک بھرے پُرے چھوٹے سے گاؤں میں داخل ہو گئے، جو اُنھوں نے دُور سے دیکھا تھا،

کنگ لوئی یہاں نہ رُکا، ویسے بھی رُکنے کا وقت نہیں تھا، ابھی سفر کے لیے خاصا دن پڑا ہُوا تھا، کنگ لوئی نے شیران سے کہا کہ بستی سے نکل کر ایک خوبصورت میدان آئے گا وہاں یہ لوگ قیام کریں گے اور دُوسری صبح وہ لوئی شہر میں داخل ہوجائیں گے۔

"لوئی میں تمھارے تمام اہلِ خاندان ہیں" شیران نے پوچھا۔

"ہاں میرا گھر ہے، بہت بڑا گھر ہے میرا۔" کنگ لوئی نے جواب دیا اور شیران خاموش ہوگیا۔

بستی سے گزرنے میں ان کا ایک گھنٹہ صرف ہُوا تھا اور اُس کے بعد وہ بستی کے آخری مکان کو بھی پیچھے چھوڑ آئے، اب یہاں سارے علاقے سرسبز و شاداب تھے، دُور دُور تک کھیت بکھرے ہُوئے تھے اور ان کھیتوں میں انسان بھی نظر آرہے تھے لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

شام جُھک آئی تھی اور فضا میں سرد ہُوائیں سردی گھولنے لگی تھیں، کنگ لوئی نے وہ پگڈنڈی چھوڑ دی اور اس سے اُتر کر ایک ذیلی سڑک پہ آگیا۔ شیران نے اس سے اس بارے میں پوچھا تو اُس نے جواب دیا۔

"یہاں سے [illegible] باغ ہے، وہاں پہنچ کر ہمیں آگے سفر کے لیے مزید آسانیاں [illegible] ہوجائیں گی، اور رات کو وہاں قیام تمھارے لیے باعثِ [illegible] ہوگا۔"

یہ باغ تین میل کے فاصلے پر تھا، یہاں پہنچتے پہنچتے شیران کو بھی تھکن ہوگئی۔ باغ میں چند مقامی لوگ کام کررہے تھے۔ کنگ لوئی کو دیکھ کر ان میں بھگدڑ مچ گئی۔

چھوٹے چھوٹے قدوں کے یہ لوگ اپنے طور پر کنگ لوئی اور اُس کے مہمان کے لیے آسائش کا بندوبست کرنے لگے۔ بڑا ہی خوبصورت باغ تھا، جس میں خوبانی، لیچی اور سیبوں کے درخت بکھرے ہُوئے تھے، فضا میں میٹھی میٹھی خوشبو رچی ہُوئی تھی اور ماحول بے حد خوشگوار تھا۔

کنگ لوئی نے ان سے رات کے کھانے کا بندوبست کرنے کے لیے کہا اور باغ کے بیچوں بیچ بنے ہُوئے اس جھونپڑے کے پاس پہنچ گیا جو ان لوگوں کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

جھونپڑے میں پیال کے ڈھیر لگے ہُوئے تھے اور ان پر کپڑا منڈھ دیا گیا تھا، آرام کرنے کے لیے یہ جگہ بہت اچھی تھی، شیران نے پیال کے ڈھیر پر بیٹھ کر جُوتے اُتارے اور پیر پھیلا دیے۔ کنگ لوئی کے خادم دوڑ دوڑ کر کام کررہے تھے، اُنھوں نے مٹی کے چھوٹے چھوٹے پیالوں میں گرم مشروب پیش کیا، جو یہاں کی کوئی خاص چیز تھی۔ کنگ لوئی نے بڑے خلوص سے یہ مشروب شیران کو دیا اور شیران اُسے پی گیا۔ بڑا ہی خوش ذائقہ مشروب تھا، قہوے سے ملتا جُلتا، اُسے پی کر تھکن بدن سے نچڑتی محسوس ہوتی تھی۔

شیران نے اس کی کئی پیالیاں پیں اور کنگ لوئی کے خادم بھاگ بھاگ کر اُس کی فرمائش کی تکمیل کرتے رہے، اُن کے انداز مخصوص تھے۔

پھر رات کا کھانا کھایا گیا جو بہترین گوشت پر مشتمل تھا اس کے ساتھ ہی بھیڑوں کا دُودھ اور موٹی موٹی روٹیاں تھیں۔ دونوں نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا اور پھر وہ آرام کرنے لیٹ گئے، کنگ لوئی نے اپنے خادموں کو کچھ ہدایات دے دی تھیں، جن میں شاید صبح کے سفر کے بندوبست کے لیے کہا گیا تھا۔ لیٹے لیٹے شیران نے پوچھا۔

"اب تم اپنے شہر جاکر کیا کرو گے؟"

"انتظامات۔"

"کیسے انتظامات؟"

"وہ سب کچھ جو کسی بھی علاقے کی حکمرانی سنبھالنے سے پہلے کیا جاتا ہے۔ تمھیں میرے معزز مہمان کی حیثیت سے لوئی شہر گھومنے کی مکمل آزادی ہوگی اور اگر وہاں تم اپنی دلچسپی کا کچھ سامان پاؤ تو وہ تمھیں فراہم کردیا جائے گا۔ میری درخواست ہے شیران کہ کسی بھی سلسلے میں کوئی تکلف مت کرنا، مَیں تم سے کچھ درخواست بھی کرنا چاہتا ہُوں۔"

"ہاں ہاں کہو، مَیں سُن رہا ہوں۔" شیران نے کہا۔

"اس علاقے سے باہر نہ جانا۔ کیونکہ میرے معزز مہمان کی حیثیت سے رُوشناس ہونے کے بعد برو ما خاندان کے افراد تمھاری تاک میں لگ جائیں گے۔ میں جانتا ہُوں کہ چند افراد تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لیکن یہاں آنے کے بعد تم میری عزت بن گئے ہو۔ مجھے اُمید ہے کہ میری دوستی کو مدِنظر رکھتے ہُوئے تم مجھے ایسا کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"ٹھیک ہے اب تمھاری پابندیاں تسلیم بھی کرنا پڑیں گی مجھے۔ کرُوں گا کوئی بات نہیں ہے۔"

"گھاؤ یخ۔" لوئی اپنے مخصوص انداز میں بولا اور شیران ہنس پڑا۔

منشیات کے اڈّے اب اتنا استحکام حاصل کرچکے تھے کہ وہاں بخوبی کام ہو رہا تھا۔ پورے بنکاک میں اور اس کے نواح میں کوئی ایسا چھوٹا اڈّہ باقی نہیں رہا تھا، جہاں سے منشیات سپلائی نہ ہوتی ہوں۔

شیران نے اس کے لیے جو کچھ کیا تھا اُسے استحکام بخشنے میں گریچر اور میگینشیا کا ہاتھ تھا، اُنھوں نے کچھ ایسے ذرائع اختیار کیے تھے کہ اب چھوٹے چھوٹے لوگ اگر کہیں سے تھوڑا بہت مال حاصل کر بھی لیتے تھے تو وہ انھی اڈّوں کو سپلائی کردیتے تھے۔ اس طرح اُنھیں زیادہ فائدہ ہو جاتا تھا۔

بہر طور مارلینو کا کاروبار بخوبی چل رہا تھا لیکن کچھ ایسے کردار اب ان لوگوں کے درمیان آگئے تھے اُنھیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا جیسے شیران اور سدھاشی وغیرہ۔

گریچر اور میگینشیا، مارلینو کے حکم سے سدھاشی کی تلاش میں سرگرداں تھے، اپنے تحت اُنھوں نے جو تحقیقات کی تھیں اُن سے اُنھیں اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ سدھاشی کو اغوا کیا گیا ہے، اس کے علاوہ کیپتھرو کچھ مخصوص خبریں لے کر آیا تھا، اس نے گریچر کو بتایا تھا کہ بادشاہ خان اپنے بھتیجوں کو اپنے پاس لے آیا ہے اور آج کل چند قبائلی بنکاک کے ہوٹلوں اور کلبوں میں دیکھے جاتے ہیں، اپنے مخصوص قسم کے سُرخ و سفید چہروں اور قدوقامت کی وجہ سے وہ بنکاک کے لوگوں میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور اکثر امیر و کبیر لڑکیاں ان کے اطراف میں چکر لگاتی نظر آتی ہیں۔

اس کے علاوہ نعمان خان کو بھی دیکھا گیا ہے جسے بنکاک میں دوبارہ پولیس نے گرفتار کیا تھا لیکن شیران کے بارے میں کوئی خبر نہیں مل سکی تھی۔

سدھاشی کے اغوا کی تفصیلات بھی تاریکی میں تھیں۔ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اُسے اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں، پہلے گریچر کا خیال بادشاہ خان کے بارے میں تھا۔ لیکن کیپتھرو نے اپنی تمام تر کوششوں سے یہ معلوم کیا تھا کہ بادشاہ خان سدھاشی سے لاعلم ہے اور وہ اس کے اغوا میں ملوث نہیں ہوسکتا، چونکہ اس سے قبل وہ نعمان خان کی تیمارداری میں مصروف تھا، جو شدید زخمی تھا۔

یہ تفصیلی رپورٹیں معلوم کرنے کے بعد گریچر نے مارلینو سے رابطہ قائم کیا۔

مارلینو بے حد مضطرب تھا۔ گریچر کی باتیں سننے کے بعد اُس نے کہا۔

"مَیں نے اپنے طور پر بھی کچھ لوگوں کو گانگ ہُو سے بھیجا ہے، مجھے اُن کی جانب سے بھی یہ رپورٹ ملی ہے کہ شیران بنکاک میں موجود نہیں ہے، ہانگ کانگ میں بھی شیران کو مکمل طور پر تلاش کرلیا گیا ہے، اُسے یہاں دیکھا گیا ہے لیکن برٹیو کی موت کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں ہے، چنانچہ صرف ایک ہی تصور ذہن میں ہے ڈیئر گریچر، اور وہ یہ کہ شیران برٹیو کو ہلاک کرکے بارتھم کے علاقے میں نکل گیا۔ یہ پہاڑی علاقہ سینکڑوں میل تک جنگلوں اور پہاڑوں پر مشتمل ہے اور شیران جیسا آدمی اس علاقے میں اپنی تفریحِ طبع کے ہزاروں انتظامات کرسکتا ہے، یہاں بے شمار بستیاں ہیں اور اُن میں دُور دراز کے علاقوں کی بعض بستیاں ایسی بھی ہیں جو حکومت کے کنٹرول میں نہیں ہیں، یہ بستیاں مختلف قبائل پر مشتمل ہیں، اور حکومت سے الگ رہ کر اپنی زندگی گزارتے ہیں۔

چنانچہ مارلینو نے گریچر کو حکم دیا کہ اگر وہ بنکاک کے حالات مناسب پاتا ہے تو ہانگ کانگ جاکر بارتھم کے علاقے میں داخل ہوجائے۔ بارتھم میں اس کا استقبال چند ایسے افراد کریں گے جو بارتھم کے علاقوں

سے مکمل طور پر واقف ہیں، اگر وہ چاہے تو میگنیشیا کو بھی ساتھ لے سکتا ہے۔
گریچر نے محسوس کیا کہ مارلینو کا یہ مشورہ حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اُس نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔
مارلینو سے سلسلۂ گفتگو ختم کرنے کے بعد اُس نے میگنیشیا کو ساری تفصیلات بتائیں اور میگنیشیا تیار ہو گئی۔
"ٹھیک ہے گریچر جب باس کا حکم ہے تو میں کیسے انکار کر سکتی ہوں،" اُس نے کہا۔
"ٹھیک ہے، تم ضروری تیاریاں کر لو، ہم جلد ہی اس سفر پر روانہ ہو جائیں گے۔" گریچر نے کہا۔ ویسے وہ محسوس کرتا تھا کہ شیران کی گمشدگی کے بعد میگنیشیا کے انداز میں ایک عجیب سی اُداسی پائی جاتی ہے، بہر طور یہ حماقت تھی۔
گریچر جس قدر شیران کو سمجھ چکا تھا، غالباً میگنیشیا نہیں سمجھی تھی۔ گریچر چاہتا تھا کہ شیران سے قربت کا تصور اس کے لیے شدید نقصان دہ ہو سکتا تھا، بہر طور یہ اس کا ذاتی مسئلہ تھا، گریچر نے اُس سے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا تھا، چنانچہ گریچر بھی اُسے کوئی مشورہ نہیں دینا چاہتا تھا۔
تیاریاں مکمل ہو گئیں اور وہ ہانگ کانگ روانہ ہو گئے۔ ہانگ کانگ کے پیرل بائیرو نامی علاقے میں اُن کی ملاقات فینڈل ہانز اور بروتو سے ہوئی۔ یہ دونوں مارلینو کے آدمی تھے، ان کے ساتھ مزید چھ آدمی بھی تھے، جو بارتھم ہی کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔
رات کے کھانے پر فینڈل ہانز اور بروتو نے شیران کے بارے میں حاصل شدہ معلومات ان دونوں کو بہم پہنچائیں۔ اسے جہاں دیکھا گیا، وہاں کی تفصیلات، ڈاکٹر برٹیو کے قتل کا مکمل معاملہ، پولیس کی تفصیلی رپورٹ سب گریچر اور میگنیشیا کے سامنے پیش کر دی گئیں۔ اس میں اس لینڈ روور کا تذکرہ بھی تھا جو اس قتل کے فوراً بعد سرحد سے نکلتے دیکھی گئی۔ یہ تذکرہ پولیس کی رپورٹ میں تھا اور یہی تذکرہ گریچر اور میگنیشیا کے لیے باعث دلچسپی تھا۔ گریچر نے لینڈ روور کے بارے میں سننے کے بعد کہا، "تو پھر اس میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا کہ شیران بارتھم کے علاقے میں نکل گیا ہے۔" "اگر اس سلسلے میں پولیس کو یہ شبہ ہے کہ مسٹر فینڈل ہانز، کہ شیران بارتھم کے علاقے میں ہے تو پولیس نے اس علاقے میں داخل ہو کر اُسے تلاش کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟" میگنیشیا نے سوال کیا۔
"اس لیے کہ بارتھم کے علاقے میں اگر پولیس داخل ہوتی ہے تو اسے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ کسی بھی طور پولیس کو اس علاقے میں کوئی کارروائی کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر جانے والے واپس نہیں آتے۔ حکومت کے افراد کو ان علاقوں کے اندرونی معاملات سے متعلق اطلاعات فراہم نہیں کی جاتیں، یہ ان لوگوں کا اصول ہے۔"
"اور اجنبی؟"
"اجنبی وہاں جا سکتے ہیں، لیکن وہ سب نگاہوں میں ہوتے ہیں اور اگر خطرناک پائے جاتے ہیں تو پھر اُن کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جاتا ہے۔"
"اس کا مقصد ہے کہ اس علاقے کے قبائل کافی چوکنا ہیں؟" گریچر نے پوچھا۔
"نہیں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ درجنوں افراد اندر چلے جاتے ہیں، قدیم غذا سے دریافت کرتے ہیں، کوہ پیمائی کرتے ہیں اور واپس آ جاتے ہیں، ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش نہیں آتا۔" بروتو نے بتایا۔
"بہرحال ہمیں چھوٹی چھوٹی بستیوں سے شیران کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی، جس بستی سے بھی وہ گزرا ہو گا، وہ بستی اسے نظر انداز نہیں کر سکی ہو گی۔" میگنیشیا نے کہا اور اس کے ساتھیوں نے گردن ہلا دی۔
اُنھوں نے ایک کوہ پیما جماعت کی حیثیت اختیار کی، اور مختلف سواریوں کے ذریعے بارتھم کے علاقے کی جانب چل پڑے۔

✸ بادشاہ خان انتظار کر رہا تھا۔ دائی تھری کی جانب سے نعمان خان کے بارے میں جو اُمید افزا الفاظ کہے گئے تھے۔ بادشاہ خان نے فوری طور پر اس سلسلے میں کارروائی شروع کر دی تھی۔

نعمان خان کے بارے میں ایک تفصیلی رپورٹ تیار کی گئی تھی، اس کے بھائیوں کے بارے میں بھی تمام تفصیلات مہیا کی گئیں اور یہ فائل دائی تھری ڈیپارٹمنٹ کو روانہ کر دی۔ اس دوران ایڈنا ڈمپل سے بھی بادشاہ خان کی ملاقات ہو گئی تھی۔
ایڈنا ڈمپل نے بتایا تھا کہ وہ شیران ہی کے خلاف کارروائیاں کر رہی تھی، لیکن وہ چھلاوہ پتہ نہیں کس طرح ہانگ کانگ پہنچ گیا اور وہاں قتل و غارتگری کر کے صاف نکل گیا۔

ایڈنا ڈمپل نے بادشاہ خان کو دعوت دی تھی کہ اگر وہ چاہے تو شیران کی کارروائی کے بارے میں معلومات کر سکتا ہے۔ اُس نے اتنی صفائی سے اپنا کام کیا کہ پولیس بھی حیران رہ گئی۔ وہ آج تک اُسے تلاش نہیں کر سکی۔
بادشاہ خان نے پوچھا تھا کہ کیا شیران ہانگ کانگ سے نکل گیا تو ایڈنا ڈمپل نے یہی جواب دیا تھا کہ ہاں ہانگ کانگ میں اس کا وجود نہیں ہے، نہ ہی وہ بنکاک کے نواح میں دیکھا گیا ہے چونکہ ایک باقاعدہ محکمہ صرف بادشاہ خان کی اعانت کے لیے شیران پر متعین کر دیا گیا ہے، اور وہ شیران کو تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔
بہر طور بادشاہ خان کے لیے صبر کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا، وہ جب تک شیران کو نہ پا لیتا اُسے تب تک سکون نہیں ہو سکتا تھا، نعمان خان کے لیے وہ پریشانی کا شکار تھا۔
یہ حقیقت تھی کہ شیران نے جس طرح ہینڈرک اور برٹیو کا قتل کیا تھا اس سے بادشاہ خان خوفزدہ ہو گیا تھا لیکن اپنے اس خوف کا اظہار وہ دُنیا میں کسی سے نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ یہ اُس کی فطرت کے خلاف تھا لیکن نعمان خان کے لیے وہ شدید پریشان تھا، اس نے بنکاک کے نواح میں ہر اُس راستے پر اپنے آدمی پھیلا رکھے تھے جہاں سے کوئی اندر داخل ہو سکتا تھا، ان آدمیوں کی ڈیوٹی تھی کہ کوئی قبائلی نوجوان یعنی شیران کسی بھی ذریعے سے بنکاک میں داخل نہ ہو سکے، اگر وہ نظر آ جائے تو اُسے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ یہ کام اُس نے نعمان خان کو بتائے بغیر کیا تھا۔ اس کے علاوہ اُس نے نعمان خان اور اس کے تمام بھائیوں کے پیچھے ایسے زیرک افراد لگا رکھے تھے جنھیں ہر جگہ نعمان خان اور اس کے بھائیوں کا تحفظ کرنا تھا، اور اُنھیں شیران سے بچانا مقصود تھا۔
فائل دائی تھری ڈیپارٹمنٹ کو روانہ کر دینے کے بعد بادشاہ خان جواب کا منتظر تھا، وہ کسی اُمید افزا اطلاع کا خواہش مند تھا، لا پاتا تھا کہ اس جواب کے بعد وہ نعمان خان کو یہاں سے روانہ کر دے، اُس نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر دائی تھری ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے نعمان خان پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے تو وہ ان سے درخواست کرے گا کہ نعمان خان کو خصوصی تربیت کے لیے بلوا لیا جائے یا پھر کوئی ایسا کام اس کے سپرد کر دیا جائے جو ان علاقوں سے دُور یورپ میں ہو۔ اُس سے اُمید بھی یہی تھی کہ نعمان خان کو یورپ کی کوئی ذمے داری سونپی جائے گی۔ بہرحال اُس کے لیے اُسے تقریباً بیس دن کا جان لیوا اور صبر آزما انتظار کرنا پڑا۔ بیس دن

کے بعد وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے اُسے کال کیا گیا اور بادشاہ خان فوراً اس ٹرانسیٹر کی طرف بڑھ گیا جس پر وائی تھری سے گفتگو ہوسکتی تھی۔

وقت مقررہ پر ٹرانسیٹر سے اشارہ موصول ہُوا اور بادشاہ خان ٹرانسیٹر کی جانب بڑھ گیا۔

"کیا بات ہے؟"

"خان تمھارے بھتیجے نعمان خان کے بارے میں، مَیں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہُوں، مَیں نے اس فائل کو مکمل پڑھ لیا ہے اور پڑھنے کے بعد اس کی نقلیں تیار کرا کے دیگر محکموں کو اپنے نوٹس کے ساتھ روانہ کردیں، اس کارروائی میں ظاہر ہے تھوڑا بہت وقت تو لگنا ہی تھا، بہرطور مَیں تمھارے لیے ایک خوشخبری فراہم کر رہا ہوں۔ نعمان خان کو تین آزمائشی مرحلوں سے گزرنا ہوگا اور بادشاہ خان اگر اس نے تینوں مرحلوں میں کامیابی حاصل کرلی تو پھر تمھیں اس کا حق دیا جائے کہ اگر تم چاہو تو پہاڑوں کے آپریشن میں نعمان خان کو اپنی جگہ سونپ سکتے ہو، اسے پہاڑوں میں کارروائی کے بعد وہاں کی مطلق العنانی دے دی جائے گی اور ہماری حکومت اس سلسلے میں اس کے ساتھ بھرپور تعاون کرے گی۔ یعنی ہم جو چاہتے ہیں اس میں نعمان خان کو مرکزی کردار کی حیثیت دی جا سکتی ہے، اور پھر تمھاری نسلوں کو ان تمام چیزوں کا صلہ ملتا رہے گا، یعنی وہ اس علاقے میں حکمراں نسلیں قرار پائیں گی۔

بادشاہ خان کا چہرہ مسرت سے کھل گیا تھا۔ چند لمحات کے لیے تو اس کی آواز ہی بند ہوگئی تھی، پھر اُس نے بہت ہی ممنون لہجے میں کہا۔ "مَیں اس احسان کے لیے تازندگی تنظیم کا ممنون رہوں گا۔ ہاں ان بچوں کے علاوہ میرا کوئی نہیں تھا اس دُنیا میں، مَیں نے ساری زندگی انھی کے لیے سب کچھ کیا ہے، نہ مَیں نے شادی کی، نہ عورت کا میری زندگی سے کوئی تعلق رہا، بس ان بچوں سے مجھے اپنی اولادوں کی طرح ہی محبت ہے جناب، نعمان خان کو جس مہم کے لیے منتخب کیا جائے گا، مجھے یقین ہے کہ وہ اس کی انجام دہی میں مکمل طور پر کامیابی حاصل کرے گا لیکن اس کے باوجود مَیں چاہتا ہُوں کہ اس سے محبت کا رویّہ رکھا جائے اور اگر کسی مرحلے پر وہ کمزور پڑے تو اس کی مدد کی جائے۔"

"تم مطمئن رہو بادشاہ خان، ہم دوستوں کو ہمیشہ دوست رکھتے ہیں، اب اس مہم کی تفصیلات تمھیں بہت جلد مہیا کردی جائیں گی، اور اس کے بعد اس مہم کی تیاری کے لیے تمام ذمّے داریاں تمھیں اُٹھانا ہوں گی، مس ڈمبیل تمھاری بھرپور مدد کریں گی، اس سلسلے میں جو کام نعمان خان کو سونپے جائیں گے، وہ جو کچھ بھی اختیار کرے گا اُسے منظور کرلیا جائے گا بلکہ اس کے اختیارات بھی تمھیں ہی دیتا ہُوں لیکن نعمان خان سے کہہ دیا جائے کہ مہم کامیاب ہو یا ناکام، اس کی زبان کبھی نہیں کھلے گی کہ وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے!"

"یہ پٹھان کا وعدہ ہے جیف اور یہ وعدہ نعمان خان کی طرف سے ہے کہ اگر نعمان خان کے پورے بدن کی کھال بھی اُتار لی جائے گی تب بھی وہ تنظیم کا نام نہیں لے گا۔"

"مجھے یقین ہے بادشاہ خان، اگر مجھے تم لوگوں پر اتنا اعتماد نہ ہوتا، تو مَیں یہ اہم ذمّے داری تم لوگوں کے سپرد نہ کرتا۔ اب تم اس مہم کی تفصیلات کا انتظار کرو، یہ تفصیلات تمھیں تین دن کے اندر فراہم کردی جائیں گی، اب مَیں اجازت چاہتا ہُوں۔" وائی تھری کی جانب سے کہا گیا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہوگیا۔

بادشاہ خان کا چہرہ وفورِ مسرت سے سُرخ ہوگیا تھا، اس سے زیادہ وہ اپنے ان بھتیجوں کو اور کچھ نہیں دے سکتا تھا، ہاں اس سے زیادہ وہ فیروز خان کے بیٹوں کے لیے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا چنانچہ وہ یہ خوشخبری سُنانے کے لیے نعمان خان کے پاس پہنچ گیا۔

پُرسکون رات گزارنے کے بعد صبح بہترین ناشتہ تیار کیا گیا اور اس کے بعد لوئی کے سفر کا آغاز ہوگیا، یہ سفر زیادہ طویل نہ تھا۔ تقریباً تین گھنٹے کے سفر کے بعد جب سورج مکمل طور پر آسما پر پہنچ چکا تھا اور دھوپ کی تمازت نے فضا کی خنکی کسی حد تک ختم کردی تھی۔ وہ لوئی میں داخل ہوگئے۔

جیسا کہ کنگ لوئی نے بتایا تھا، لوئی بلاشبہ ایک خوبصور شہر تھا جسے بڑی ترتیب سے آباد کیا گیا تھا۔ بلند پہاڑیوں پر کھڑ ہوکر دیکھنے سے اس کی حیثیت کا اندازہ نہیں ہو پاتا تھا، کیونکہ یہاں موجود بڑے اور چھوٹے مکانوں کی چھتیں کچھ اس طرح تعمیر کی گئی تھیں کہ اُوپر سے دیکھنے پر وہ زمین پر جمی ہُوئی کائی کی مانند نظر آتی تھیں لیکن اس کائی کے نیچے اچھے خاصے خوبصورت مکا دُکانیں، سڑکیں، پارک، گلیاں اور بازار پھیلے ہُوئے تھے۔

لوئی کو ہر طرح سے ایک پُرفضا اور صحت مند شہر کی بنا کی کوشش کی گئی تھی، شیران اس کی کہانی تو سُن چکا تھا، اس نظریے لوئی بہت ہی خوبصورت شہر معلوم ہوتا تھا اور جس مکان میں داخل ہُوئے، وہ مکان کیا، ایک اچھا خاصا محل تھا۔ تھا تو ا منزلہ ہی لیکن اتنا وسیع، اتنا کشادہ کہ ہزاروں آدمی اس

بائیں، چھوٹے چھوٹے مخصوص طرز کے کمرے بنے ہُوئے تھے۔ لوئی کا بیشتر خاندان یہیں آباد تھا۔ ایک بہت ہی وسیع اور کشادہ کمرے میں جہاں جانوروں کی کھالیں بچھی ہُوئی تھیں اور جسے ہیروں کے بتوں سے سجایا گیا تھا، لوئی نے شیران کو قیام کی دعوت دی، اور یہ کمرہ شیران کے لیے مخصوص کردیا گیا۔ بے شمار ملازم عمارت میں پھیلے ہُوئے تھے اور ان میں سے کئی شیران کی خدمت کے لیے مامور کردیے گئے۔ اب یہ بات تو شیران نہیں جانتا تھا کہ لوئی نے ان ملازموں کو کچھ خاص ہدایات بھی دے دی تھیں۔

بہرحال شیران کی خدمت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی گئی۔ اُسے دُنیا کی ہر سہولت مہیا کردی گئی تھی، سیر و شکار کے لیے بھی لوئی نے اُسے تمام سہولتیں فراہم کی تھیں، یہ دوسری بات ہے کہ شکار شیران کی پسند کا نہیں تھا، لوئی کے اطراف میں دُور دُور تک ایسا کوئی جنگل نہیں تھا جس میں درندے پائے جاتے ہُوں، البتہ تھوڑے سے فاصلے کے علاقوں میں چھوٹے جانوروں کی بہتات تھی، جو شکار کے کام آسکتے تھے لیکن ان معصوم جانوروں کو مارنے میں شیران کو کوئی لُطف محسوس نہیں ہوتا تھا۔

تقریباً ایک ہفتہ اسی طرح گزر گیا، لوئی شیران کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد اپنے کام میں مصروف ہوگیا، سدھاشی کو اس کے آدمی پہلے ہی یہاں لا چکے تھے۔ تنظیم کے لیے کام کرنے میں لوئی بالکل مخلص تھا، وہ اس تنظیم کے ذریعے اپنے بیشتر مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتا تھا، کیونکہ بذاتِ خود بھی احمق آدمی نہیں تھا، بہترین شخصیت کا مالک تھا اور جانتا تھا کہ قوّت حاصل کرنے کے لیے کسی ایسی طاقت کا ساتھ سودمند ہوسکتا ہے جو بہت بڑی حیثیت رکھتی ہو، چنانچہ تنظیم سے اس کے اپنے مفادات بھی وابستہ تھے اور وہ تنظیم کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے خود کو تیار رکھتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ ان حالات میں بھی وہ شیران کی نگہبانی کے فرائض انجام دے رہا تھا جب کہ اُسے اپنی زندگی کا ایک خاص مقصد حاصل ہونے والا تھا، جس کے اُس نے نجانے کب سے خواب دیکھے تھے۔ لوئی خاندان کا وقار بحال کرنے کی ذمّے داری اس کے شانوں پر تھی اور وہ سچے دل سے اپنے اس عمل کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے سدھاشی کو اس طرح محفوظ رکھا تھا کہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے پائے، البتہ اپنے کاموں میں وہ خود مشغول رہا تھا اور اب لوئی خاندان کے وفادار برومی کی نگرانی کر رہے تھے، وہ بروما خاندان کے ایک ایک فرد کی حرکت سے آگاہ رہنا چاہتے تھے، چونکہ اُنھیں علم ہوچکا تھا کہ کنگ لوئی واپس آگیا ہے اور کچھ ایسی خاص باتیں ہیں، جنھیں پُراسرار کہا جاسکتا ہے۔

بروما خاندان پر بڑا کٹھن وقت تھا، بڑے پُراسرار ہنگامے ہو رہے تھے، رات کی تاریکیوں میں لوگ اِدھر سے اُدھر سفر کرتے اور کبھی کبھی ان کی مڈبھیڑ دُوسروں سے بھی ہوجاتی۔ اُس وقت اُن کے لیے شدید مشکلات پیدا ہوجاتیں اور بعض اوقات خاموشی سے قتل بھی ہوجایا کرتے تھے۔

تقریباً پندرہ دن کی مصروفیت کے بعد لوئی ان تمام مشکلات پر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا، جو اُس کے آنے والے جشن کی راہ میں مزاحم ہوسکتی تھیں، وہ تمام برومی اُس کے قابو میں تھے، جو بروما خاندان میں اہمیت کے حامل تھے اور جن سے خطرہ پیش آسکتا تھا۔ لوئی نے ان پر ہاتھ نہیں ڈالا تھا لیکن وہ کسی نہ کسی طرح لوئی کے آدمیوں کی زد میں تھے۔ اس دوران وقت نکال کر لوئی شیران سے بھی ملتا رہا تھا، اُس نے شیران کے لیے ایسی دلچسپیاں فراہم کردی تھیں کہ اُسے یقین تھا کہ شیران اُن سے اُکتائے گا نہیں، کشتیوں کے مقابلے، فنونِ سپہ گری کے مقابلے ہوتے رہتے تھے اور یہ مقابلے اسی مکان کے احاطے میں ہوتے تھے، جس میں اُس نے باقاعدہ ایک ایرینا بنایا ہُوا تھا۔

یہ حقیقت تھی کہ شیران ان گوناگوں دلچسپیوں سے ابھی تک اُکتایا نہیں تھا۔ وہ یہاں خوش تھا یہاں تک کہ وہ وقت آگیا جب کنگ لوئی کو اپنے پروگرام پر عمل کرنا تھا، نقارچی سڑکوں اور بازاروں میں پھیل گئے، اُنھوں نے بتایا کہ کنگ لوئی اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے اور اب وہ اس قابل ہے کہ اپنی شہنشاہیت کا اعلان کردے۔ حکمرانی ایک بار پھر لوئی خاندان کو منتقل ہونے والی ہے۔

نقارچیوں کو گرفتار کرلیا گیا اور ان سے ان کے اعلان کے بارے میں سوال کیا گیا۔ نقارچیوں نے کنگ لوئی کا نام پیش کردیا چنانچہ کنگ لوئی کو عبوری حکومت کے سامنے پیش ہونا پڑا۔

"کیا یہ نقارچی تمھارے ہی ایما پر سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں آنکلے ہیں؟" سوال کیا گیا۔

"ہاں۔ اُنھوں نے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے۔"

"طے یہ کیا گیا تھا کنگ لوئی کہ اگر تم ایسی کسی کوشش میں کامیاب ہو بھی گئے تو پہلے عبوری حکومت سے رابطہ قائم کروگے اور عبوری حکومت تمھیں مشورہ دے گی کہ کس طرح اپنے عمل کا آغاز کرو۔"

"میں جانتا ہوں کہ آنے والا وقت مجھے لوئی کا حکمران ثابت کرے گا، چنانچہ کچھ قانون میں خود بھی وضع کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ ہاں اگر عبوری حکومت مجھے ناکام پائے تو سزا دینے کا حق اس کے لیے محفوظ ہے۔" لوئی نے پُر وقار انداز میں کہا اور سوالات کرنے والوں کی زبانیں بند ہو گئیں پھر عبوری حکومت کے کسی ممبر نے پوچھا۔

"کیا تم یاتان بردما اور اس کے آقا زادے اور لوئی کے نامزد حکمران لوتھر روتھین کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو چکے ہو؟"

"ہاں، میں نے اُن کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں، وہ موت کی آغوش میں جا سویا ہے اور اس کا اس دُنیا میں کوئی وجود نہیں ہے۔"

"کیا لوئی خاندان نے اُسے قتل کیا ہے؟"

"نہیں ہم اس قتل کی ذمّے داری قبول نہیں کرتے، وہ طبعی موت مرا ہے۔"

"کیا یاتان بردما نے یہ بات خود بتائی ہے؟"

"نہیں۔ وہ خود بھی مر چکا ہے۔"

"تو پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کیا کوئی اتنا قریبی شخص تمھاری نگاہوں کے سامنے ہے جو ان باتوں کی سچائی ثابت کر دے؟"

"یاتان بردما کی بیٹی میرے قبضے میں ہے۔" کنگ لوئی نے جواب دیا اور دربار میں سنّاٹا چھا گیا، بہت سے چہرے حیرت سے پھیل گئے تھے، ان میں بردما خاندان کے وہ افراد بھی تھے جو کسی نہ کسی طرح عبوری حکومت میں کوئی عہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

ان کی آنکھیں شدّتِ حیرت سے پھٹ کر رہ گئی تھیں۔ یہ اطلاع اُن کے لیے موت کے مترادف تھی، بردما خاندان کے ہی ایک عہدے دار نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔

"یاتان بردما کی بیٹی، بقول کنگ لوئی کے اس کے قبضے میں ہے۔ کیا کنگ لوئی بتا سکے گا کہ اس نے اس لڑکی کو کہاں سے حاصل کیا؟"

"ہاں۔" کنگ لوئی نے پُراعتماد انداز میں جواب دیا۔

"تو پھر جواب دو، کنگ لوئی، تم نے اس لڑکی کو کہاں سے حاصل کیا؟"

"یہ جواب خود لڑکی عبوری حکومت کے دربار میں دے گی لیکن میں اس سلسلے میں اس کا تحفظ چاہتا ہوں، میں نہیں چاہتا کہ بردما خاندان کی طرف سے بھرے دربار میں کوئی لڑکی کو ہلاک کر دے۔"

"ٹھیک ہے اس کا تحفظ دیا جاتا ہے جس لڑکی کو تم پیش کرو گے اس کی زندگی کی ضمانت دی جاتی ہے۔" عبوری حکومت کے سربراہ فاتو سبوتو نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے مجھے لڑکی کو پیش کرنے کا وقت دیا جائے۔"

"اس کے لیے ہم تمھیں سات دن کے بعد آٹھویں دن کی صبح کا وقت دیتے ہیں اور اس اعلان کو عام لوگوں تک پہنچانے کی ذمّے داری عبوری حکومت قبول کرتی ہے چنانچہ اب تمھارے نقارچی سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں تمھارے اس مقصد کا اظہار نہیں کرتے پھریں گے۔ سات دن کے بعد کی صبح جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے گی کہ تم نے یاتان بردما کی بیٹی کو حاصل کر کے یہ حقیقت ثابت کر دی ہے کہ گوسان مر گیا ہے اور اب تمھارے علاوہ یا لوئی خاندان کے علاوہ اور کوئی خاندان اس کا ذمّے دار نہیں رہا کہ وہ لوئی کا حکمران بنے تو لوئی کی حکمرانی تمھیں منتقل کر دی جائے گی اور تمھیں اختیار دیا جائے گا کہ تم یاتان بردما کی بیٹی کو زندہ دفن کر دو یا قربان گاہ پر ذبح کر دو۔ ذبح کے بعد تاج تمھارے سر پر رکھ دیا جائے گا اور تمھیں تمام اختیارات سونپ دیے جائیں گے۔ اس طرح لوئی خاندان ایک بار پھر لوئی پر حکمران ہو جائے گا۔ فاتو سبوتو نے اعلان کیا کہ بردما خاندان کے ایک شخص پر دل کا دورہ اسی جگہ پڑ گیا تھا، چنانچہ اُسے نہایت خراب حالت میں باہر لے جایا گیا اور کنگ لوئی مسکراتا ہُوا اپنے ان آدمیوں کے ساتھ جو اس کی حکمرانی کا اعلان کرنے کے لیے گلیوں، سڑکوں اور بازاروں میں نکل آئے تھے واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ اس کی مسرت کی انتہا نہیں تھی۔

وہ وقت آ گیا تھا جب وہ اپنی زندگی کا عظیم مقصد حاصل کرنے جا رہا تھا۔ اسی رات وہ شیران سے اس کی رہائش گاہ پر ملا شیران مطمئن و مسرور تھا۔ کنگ لوئی نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر مسرت سے چُومے اور کہنے لگا۔ "شیران۔ میرے دوست، میرے عظیم ساتھی مجھے افسوس ہے کہ میں اس دوران تمھاری کوئی خدمت نہیں کر سکا۔ تم بھی کیا سوچ رہے ہو گے کہ یہاں لا کر میں تمھیں بھول گیا ہوں لیکن نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ تمھارے علم میں تھا کہ میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ایک طویل جدّوجہد کرنے کے بعد اس حد تک پہنچا ہوں اور اب اس کے حصول کے لیے میں دُوسرا قدم اُٹھا رہا ہوں اور آج میں نے اس کی ابتدا کر دی ہے۔ آج سے سات دن کے بعد تمھارا دوست لوئی کا حکمران منتخب ہو جائے گا اور پھر اس کے بعد کی

زندگی۔ شیران تم تصور نہیں کر سکتے ہم ایسے ایسے پروگرام بنائیں گے کہ تم مسرت سے کھل اُٹھو گے۔ لوئی کے اطراف میں بہت سے ایسے سرکش قبائل آباد ہیں جنھیں زیر کرنا میری زندگی کا اوّلین مقصد ہے۔ میں ان قبائل سے جنگ کروں گا۔ ہم لوگ انسانی خون کی ندیاں بہائیں گے۔ ہم وہ سب کچھ کریں گے جو ان لوگوں نے تصور بھی نہ کیا ہو گا۔ اس سے پہلے بردما خاندان کے ایک ایک فرد کو زندگی سے محروم کر دیا جائے گا۔ شیران میں لوئی کے نئے حکمران کو خون کا سمندر پیش کروں گا۔ میں ان کے خون سے غسل کروں گا جنھوں نے مجھے میری حکمرانی سے محروم کر دیا تھا۔ تم دیکھو گے شیران۔ ایسے ایسے دلکش مناظر دیکھو گے کہ تمھاری رُوح مسرت سے جھُوم اُٹھے گی۔"

"واہ۔ عمدہ نقشہ پیش کیا ہے کنگ لوئی۔ واقعی ایسے مناظر انسانی زندگی میں بڑی دلکشی رکھتے ہیں لیکن بے ضرر انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے سے کیا فائدہ؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم کچھ لوگوں کو معاف کر دو۔"

"نہیں شیران نہیں۔ ہاں تم جس کی جانب اشارہ کرو گے تمھاری دوستی کے نام پر اس کی جاں بخشی کر دی جائے گی۔"

"میں تمھاری اس محبت کا احترام کرتا ہوں۔" شیران نے جواب دیا۔

"ویسے تم مجھے سناؤ یہاں کیسی گزر رہی ہے؟"

"بہت عمدہ۔ بہت دلکش لیکن بہتا ہُوا خون نہیں دیکھا بہت دن سے۔ جانوروں اور خاص طور سے چھوٹے جانوروں کا خون بہانے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن تمھارا قبیلہ اور تمھارا یہ شہر بہت دلچسپ ہے میں اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے نواح بھی بے حد حسین ہیں۔"

"اور یہاں کی لڑکیاں؟" لوئی نے پوچھا۔

"اچھی ہیں لیکن کوئی اس قابل نہیں کہ شیران کی آغوش کی زینت بن سکے۔"

"گھاؤ یخ۔" لوئی ہنسنے لگا تھا۔ شیران بھی مسکرانے لگا پھر اُس نے پوچھا۔ "تم اپنے مقاصد کی تکمیل کا آغاز کب سے کر رہے ہو؟"

"کر چکا ہُوں بس سات دن انتظار کرنا پڑے گا۔ صرف سات دن یار۔" شیران نے گردن ہلا دی۔

لوئی کے متعین کردہ دن پورے ہو گئے تھے۔ آٹھویں دن لوئی میں عجیب ہی ہنگامہ تھا۔ گیوں تو یہ سات دن بھی بڑے سنسنی خیز گزرے تھے۔ لوئی کے ساتھی۔ ایک ایک چپّے پر اس کی حفاظت کر رہے تھے، نجانے کیا کچھ ہو رہا تھا جس سے شیران لاعلم تھا۔

اس نئی دُنیا کی نئی زندگی میں اُس نے صرف اپنے لیے دلچسپیاں تلاش کی تھیں، باقی کسی مسئلے سے اُسے کوئی غرض نہیں تھی لیکن آٹھویں دن اپنے دوست کنگ لوئی کی فرمائش پر وہ عبوری حکومت کے حکمران کے اس دربار میں پہنچ گیا جو اس کے بعد لوئی کی ملکیت بننے والا تھا۔

دربار کے باہر لاتعداد افراد کا ہجوم تھا، یوں لگتا تھا جیسے پورا شہر معطل ہو کر رہ گیا ہو اور آج کا دن اسی کارروائی کو دیکھنے کے لیے صرف کر دیا گیا ہو۔ اس ہجوم کے درمیان سے لوئی کا گروہ راستہ بناتا ہُوا عبوری حکومت کے دربار میں پہنچا۔ یاتان بردما خاندان کے بے شمار افراد بھی موجود تھے اور ان کی آنکھوں میں غیظ و غضب کی بجلیاں اور خوف و ہراس کے سائے ملے جلے نظر آ رہے تھے۔ لوئی ایک فاتح کی حیثیت سے ان کے درمیان سے گزرتا ہُوا بالآخر اس جگہ پہنچ گیا جو اس کے لیے مخصوص کر دی گئی تھی۔ اُس نے کچھ اور بھی انتظامات کیے تھے۔

سدھاشی کو آج پہلی بار اس دربار میں پیش کیا جانا تھا۔ بہرطور عبوری حکمران نے کارروائی کا آغاز کرنے کا اعلان کیا اور کنگ لوئی نے اپنا دعوا دُہرا دیا۔

کنگ لوئی کے ہمنواؤں نے قبائل کی تاریخ دُہرائی اور بتایا کہ لوئی قبیلہ ہمیشہ لوئی خاندان کے تحت رہا لیکن چونکہ بہت عرصے قبل پشتوں پہلے اس علاقے میں ایک بار ایسا واقعہ ہو چکا تھا، اس لیے بردما خاندان کے روحانی پیشواؤں کی ہدایت کے عین مطابق لوئی خاندان کو معزول کر کے عبوری حکومت بنائی گئی اور طے کیا گیا کہ بردما خاندان کے متعین کردہ سفید فام لوتھر روتھین کو نئے حکمران کی حیثیت سے تربیت دی جائے اور اس کے لیے یاتان بردما نے ذمّے داری قبول کی۔ یاتان بردما لوتھر روتھین کو حکمرانی کا اہل بنانے کی تربیت دینے کے لیے پہاڑوں میں لے گیا اور اس نے روپوش رہ کر اپنی کارروائی جاری رکھی لیکن قبیلوں کے اصول کے مطابق مقررہ وقت پر یاتان بردما یہاں نہیں پہنچ سکا۔ عبوری حکومت کا دور اصولی طور پر ختم ہو چکا ہے۔ اب اُسے دو ہی فیصلے کرنے تھے یا تو یہ کہ لوتھر روتھین اور کنگ لوئی کو ایک دُوسرے کے مقابل لا کر یہ طے کیا جاتا کہ ان میں سے حکمرانی کے قابل کون ہے یا پھر بردما کی گمشدگی کے بعد عبوری

حکومت ختم کر کے حکومت کنگ لوئی کے سپرد کر دی جاتی۔ اس سلسلے میں عبوری حکومت نے ایک رعایت دی تھی اور وہ یہ تھی کہ اگر یاتان بروما ایک مخصوص وقت تک یہاں نہ پہنچ سکے تو اس کے بارے میں تحقیقات کی جائے اور پتہ لگایا جائے کہ وہ کہاں گم ہے اور کب تک یہاں پہنچنے کا ارادہ رکھتا ہے، چنانچہ اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ یاتان بروما مر چکا ہے اور لوتھر روتھمین یعنی گوسان اب اس دُنیا میں نہیں ہے تو پھر حکومت کا حقدار کنگ لوئی کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا۔ ہاں اس دعوے کی تصدیق کے طور پر بروما خاندان کے کسی اتنے قریبی فرد کو جو یاتان بروما سے بالکل قریب رہ چکا ہو، حکومت کے سامنے پیش کر کے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ اب یاتان بروما یا گوسان کا وجود اس دُنیا میں نہیں ہے سو کنگ لوئی نے یہ مقام حاصل کر لیا اور یاتان بروما کی بیٹی آج اس دربار میں پیش کی جا رہی ہے یہ الفاظ اور یہ لمحہ شیران کو چونکانے کے لیے کافی تھا۔ لوئی نے اُسے ایک معزز مقام پیش کیا تھا اور شیران اپنی جگہ پُرسکون بیٹھا ہُوا تھا۔ یاتان بروما کی تو ایک ہی بیٹی تھی اور اس کا نام تھا سدھاشی۔ شیران بھلا اسے کیسے بھول سکتا تھا لیکن بہر طور اُس نے خود کو قابو میں رکھا۔ بالآخر یہ لوئی کا علاقہ تھا اور حالات کچھ بھی ہوں لوئی کی مخالفت مول لے کر شیران یہاں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس دوران لوئی نے اس کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا تھا کہ شیران اس سے متاثر ہو گیا تھا اور کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہتا تھا جو لوئی کے خلاف ہو لیکن سدھاشی وہ یہاں کہاں سے آ گئی یا پھر لوئی کی کوئی چال ہے۔

فاتو سبوتو نے کہا۔" ہاں جو کچھ لوئی خاندان کے ترجمان کی طرف سے کہا گیا پورے قبیلے کو اور ان پہاڑوں کو قبول ہے۔ بروما کی بیٹی کو پیش کیا جائے۔"

شیران کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں پھر ایک حصّے سے کچھ غلغلہ سا بلند ہُوا اور بے شمار مسلح افراد کی نگرانی میں ایک لڑکی دربار کے چبوترے پر لائی گئی۔ شیران کی مٹھیاں کھل گئیں اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ سدھاشی کو پہچاننے میں وہ غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک سادہ سے مقامی لباس میں ملبوس بال بکھرائے سوگوار سا چہرہ لیے سدھاشی چبوترے پر آ گئی۔ تمام افراد نے گردنیں اُٹھا اُٹھا کر اُسے دیکھا اور پھر سدھاشی کا رُخ بدل کر اُس کی پُشت عریاں کر دی گئی۔ اُس کی پشت پر ایک سیاہ نشان موجود تھا۔ ایک مہر جو بروما خاندان کی روحانی پیشواؤں کی خاندانی مہر ہوتی تھی۔ سدھاشی کی پشت پر موجود تھی اور یہ مہر کسی طور جعلی قرار نہیں دی جا سکتی تھی کیونکہ یہ صرف پیدائش کے ایک گھنٹے کے بعد ثبت کر دی جاتی تھی اور اکثر لڑکیوں بھی ہوتا کہ جلتی ہوئی مہر کا یہ داغ نومولود کی جان بھی لے لیتا جو بچ جاتا اُسے بروما خاندان کا ایک مقدّس فرد تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ یُوں یہ مہر بروما خاندان کے وقار کی ضمانت تھی، چنانچہ اُسے کہیں سے چُرایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ لوگوں نے اس مہر کو دیکھا اور ایک ایک فرد نے تصدیق کر دی کہ لڑکی بروما خاندان ہی کی بیٹی ہے تب عبوری حکومت کے حکمران فاتو سبوتو نے لڑکی سے سوال کیا۔" لڑکی۔ تمہیں علم ہے کہ تم کہاں ہو؟"

" ہاں۔ میں جانتی ہُوں کہ میں اپنے قبیلے لوئی میں ہُوں۔"

" اور کیا جانتی ہو تم اس بارے میں؟"

" یہ کہ میرا باپ یاتان بروما بچپن میں مجھے اور گوسان کو لے کر ایک کشتی میں بیٹھ کر یہاں سے دُور چلا گیا تھا۔ ہم نے پہاڑوں میں پرورش پائی۔ یہاں مقدّس راہب گوسان اور میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ گوسان کی زبان کاٹ دی گئی تھی اور وہ بول نہیں سکتا تھا لیکن اُس نے میرے بابا سے بہت کچھ سیکھا اور اسی منزل پر گامزن رہا لیکن ایک وقت ایسا آیا جب اُس نے ہارا کری کر لی۔ وہ ایک پہاڑی چٹان سے کُود کر جاں بحق ہو گیا۔ میرے باپ یاتان بروما نے بھی اپنے آپ کو مقدّس دین کے لیے قربان کر دیا اور میں کسی نہ کسی طرح مہذب آبادیوں میں پہنچ گئی۔ اس کے بعد کنگ لوئی نے مجھے بنکاک سے اغوا کیا۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ بروما خاندان کی تنزلی کا دور ختم ہو گیا ہے اور ایک بار پھر وہ برسر اقتدار آنے والا ہے۔ کنگ لوئی نے مجھے بتایا کہ اُنھوں نے مجھے ایک مقدّس مقصد کے لیے اغوا کیا ہے اور اس مقصد کے حصول کے بعد یہ بات مجھ پر منحصر ہو گی کہ میں کہیں بھی جاؤں کچھ بھی کروں لیکن بروما خاندان کو وہ عزت و وقار حاصل ہو جائے گا جو اس کا حق ہے۔ میرے والد کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی اور وہ ان بُرائیوں کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے تھے لیکن میں یہ چاہتی ہُوں کہ اگر میری زندگی میرے قبیلے کے کام آ سکے تو مجھے ضرور اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہیے اور اس لیے میں نے کنگ لوئی سے تعاون کیا ہے۔"

فاتو سبوتو نے متحیرانہ انداز میں گفتگو سُنی اور اسی دوران ایک شخص نے آگے بڑھ کر اجازت چاہی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ وہ جُھکا اور اُس نے فاتو سبوتو کے کان میں کوئی بات کہی، فاتو

سبوتو اُسے سُنتا رہا اور پھر اُس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی گویا اُس نے اس شخص کی اس بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ لوگوں نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن اُس نے دونوں ہاتھ اُٹھا دیے۔ اس کا مقصد تھا کہ کوئی کچھ بولنے کی کوشش نہ کرے پھر فاتو سبوتو نے لڑکی سے پوچھا

" گویا تم یاتان بروما کی بیٹی ہو؟"

" ہاں۔ میں مقدّس معبد کی قسم کھا کر کہتی ہُوں کہ میں یاتان بروما کی بیٹی ہُوں۔"

" اور تم یاتان بروما اور گوسان کے ساتھ پہاڑوں میں قیام پذیر تھیں؟"

" ہاں۔ میں پہاڑوں میں قیام پذیر تھی۔"

" اور پھر گوسان تمہاری نگاہوں کے سامنے مر گیا۔"

" ہاں۔ ہم نے اس کی لاش خود ہی دفن کی تھی۔" سدھاشی نے جواب دیا۔

" اور یہ بھی درست ہے کہ گوسان روتھمین کا بیٹا لوتھر روتھمین ہی تھا؟"

" ہاں یہ بھی درست ہے کیونکہ میرے باپ نے اس کی پرورش کی تھی۔"

" اور یہ بھی درست ہے کہ اب یاتان بروما اس دُنیا میں نہیں ہے؟"

" ہاں۔ یہ درست ہے۔" سدھاشی نے جواب دیا۔

" اور لڑکی کیا تم یہ بتانا پسند کرو گی کہ تم وہاں سے کس طرح یہاں تک پہنچیں؟ گوسان کی موت کے اسباب کیا تھے؟"

فاتو سبوتو نے سوال کیا۔ سدھاشی چند لمحات سوچتی رہی پھر بولی۔ " اس علاقے میں کشتی کے ذریعے ایک قبائلی نوجوان پہنچا جس کا نام شیران تھا اور یہ شخص یاتان بروما کا دوست بن گیا۔ وہ لاابالی نوجوان تھا۔ پہاڑوں کی وحشت خیزی کا جیتا جاگتا نمونہ۔ گوسان جو ان ویرانوں میں رہ کر مجھے اپنی منزل سمجھنے لگا [illegible] کا شکار ہو گیا۔ وہ اس نوجوان سے نفرت کرنے لگا لیکن اس نوجوان کو یاتان بروما کا سہارا حاصل تھا۔ بذاتِ خود وہ بہت دلیر، طاقتور اور خوبصورت تھا۔ میں یہ اعتراف کرنے میں عار نہیں سمجھتی کہ میں اس نوجوان کو پسند کرنے لگی تھی اور یہ کہنے میں، میں اپنی ہتک بھی نہیں محسوس کرتی کہ وہ مجھ سے متاثر نہیں تھا۔ بہر طور جب یہ دو حادثے ہو گئے گوسان مر گیا اور میرے بابا نے خود کشی کر لی۔ اُنھوں نے خود کو ایک غار میں بند کر لیا۔ شیران وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ میرے لیے ان ویرانوں میں پھر کیا کشش رہ جاتی اور میرے پاس زندہ رہنے کے کیا وسائل ہوتے چنانچہ میں منت سماجت کر کے اس نوجوان کے ساتھ چلی آئی۔ ہم لوگ کانگ ہُو پہنچے جہاں ہماری اعانت مسٹر مارلینو نے کی۔ اُنھوں نے مجھے بنکاک پہنچا دیا اور کنگ لوئی نے مجھے بنکاک ہی سے حاصل کر کے یہاں تک لانے کی زحمت کی۔" فاتو سبوتو کی گردن جُھک گئی۔ وہ چند لمحات کچھ سوچتا رہا اور پھر اُس نے گردن اُٹھا کر کہا۔" اس حقیقت سے اب انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سدھاشی یاتان بروما کی بیٹی ہے اور یہ کہنے میں، میں زیادہ خوش نہیں ہُوں لیکن حقیقتوں سے انحراف میرے بس کی بات نہیں ہے کہ کنگ لوئی نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے سدھاشی کو دھوکہ دیا اور اس پر یہی ظاہر کیا کہ بروما خاندان کی برتری کے لیے وہ سدھاشی کو اپنے ساتھ پہاڑوں میں لے جانا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں اُس نے جو کچھ کیا وہ اس کا ذاتی فعل تھا۔ ہاں یہ حقیقت تھی کہ اگر صحیح صورت حال سدھاشی کو بتا دی جاتی تو وہ کبھی خود کو یاتان بروما کی بیٹی کہنے کے لیے تیار نہ ہو پاتی۔ یقیناً وہ جھوٹ بولنے کی کوشش کرتی اور کنگ لوئی کے کام میں مشکلات پیش آتیں سو جس وقت سدھاشی نے مجھے حقیقت بتائی اور مجھے علم ہُوا کہ کنگ لوئی نے سدھاشی کو غلط بیانی کے ذریعے یہاں تک پہنچایا ہے تو میں تردّد کا شکار ہو گیا لیکن میرے ایک صاحبِ کار نے مجھے سرگوشی میں بتایا کہ کنگ لوئی نے حقیقتِ حال کا اظہار کرانے کے لیے جو حربے اختیار کیے ہیں وہ اس کا حق ہے ورنہ وہ صحیح بات کو منظرِ عام پر نہیں لا سکتا تھا اور اگر یہ لڑکی جانتی کہ اس اعتراف کے بعد اس کی زندگی ختم ہو جائے گی تو شاید یہ کبھی ان باتوں کو ان قسموں کے ساتھ نہ دُہراتی، سو تسلیم کیا گیا کہ گوسان مر چکا ہے اور یاتان بروما اپنے دعوے کی تکمیل میں ناکام رہا چنانچہ لوئی خاندان کی حکومت اس تک پہنچی۔ یہ تاج جو میرے سر پر ایک امانت کے طور پر رکھا ہُوا ہے میں کنگ لوئی کے حوالے کرتا ہُوں۔"

فاتو سبوتو نے اپنے سر پر رکھا ہُوا حسین تاج اُتارا اور کنگ لوئی کو اشارے سے اپنے قریب بُلایا۔ چاروں طرف ایک خوفناک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔

سدھاشی کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں اُس کی زبان بند ہو گئی تھی پھر ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی اُس کو سنبھال لیا گیا اور کنگ لوئی فاتو سبوتو کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے اُسی وقت تاج کنگ لوئی کے سر پر رکھا اور اُسے وہ چھوٹا کھانڈا پیش کیا جو سونے کا بنا ہُوا تھا اور جو حکمرانی کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی وقت مجمع عام میں غلغلہ مچا اور ایک خوفناک ہنگامہ برپا ہو گیا۔

بے شمار افراد اسی جگہ قتل ہو گئے۔ یہ سب ایک دُوسرے کے مخالف تھے تب کنگ لوئی نے اپنا کھانڈا فضا میں بلند کیا اور اُس کی دہاڑ گونجی۔

"گھا دُینغ" نجانے اس آواز میں کیا خاص بات تھی کہ ہنگامہ رُک گیا۔ بلند کھانڈے کو دیکھا گیا اور اس کے بعد لڑنے والے ایک دُوسرے سے کئی کئی قدم دُور ہٹ گئے۔ کنگ لوئی کی چمکیلی نگاہیں مجمع کا جائزہ لے رہی تھیں پھر اُس نے بھاری آواز میں کہا۔ "لوئی خاندان کی حکومت جو غاصبانہ طور پر اُس سے چھین لی گئی تھی اسی کو واپس مل گئی ہے اور اب بردما خاندان کے ان تمام افراد کو اپنے گھروں میں محصور ہو جانا چاہیے جو آج تک لوئی کی مخالفت کرتے رہے۔ کنگ لوئی کا حکم ہے کہ بردما خاندان کے کسی بھی فرد کو اِدھر اُدھر دیکھا گیا تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ یہ میرا پہلا حکم ہے۔ آج سے تیسرے دن دربار کا دوبارہ آغاز ہوگا اور میں پورے سورج کے ساتھ یاتان بردما کی بیٹی کو قربان گاہ پر ذبح کروں گا، بردما کی بیٹی کو اپنی تحویل میں لے لیا جائے اور اُس کی حفاظت کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی دربار برخاست کیا جاتا ہے۔ عبوری حکومت کے سربراہ فاتو سبوتو نے اپنی کمر سے بندھی تمام کنجیاں کنگ لوئی کو پیش کر دیں۔ یہ خزانوں کی کنجیاں تھیں اور ان میں وہ تمام چیزیں بھی موجود تھیں جو حکومت چلانے کے لیے موجود ہوتی ہیں۔ طویل عرصے کے بعد وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہُوا تھا اور اس بات پر وہ خوش ہونے کا اظہار کر رہا تھا۔ کنگ لوئی کی نگاہیں شیران کو تلاش کر رہی تھیں۔ شیران کو دیکھ کر اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی لیکن شیران کا چہرہ سُتا ہُوا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کا کوئی عنصر پیدا نہ ہو سکا۔

☆

سدھاشی کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے اس کا ذہن جھنجنا کر رہ گیا تھا۔ سدھاشی سے اُسے کوئی لگاؤ نہیں تھا لیکن جو گفتگو اس کے اور سدھاشی کے درمیان ہو چکی تھی، اُسے شیران کبھی بھول نہیں سکتا تھا لیکن اگر عام حالات ہوتے اور سدھاشی اور اس کے درمیان کوئی چپقلش نہ پیدا ہُوئی ہوتی تو شیران یہ پروا بھی نہ کرتا کہ لوئی اسے جانوروں کی طرح ذبح کر دے گا۔ وہ اپنی اور سدھاشی کی رفاقت کا ایک ایک لمحہ بھول جاتا کیونکہ اُس کے دل میں کبھی سدھاشی کے لیے کوئی ایسا جذبہ نہیں پیدا ہو سکا تھا جو اُسے سدھاشی کی کسی تکلیف پر مضطرب کر دیتا۔ جنگلوں سے لانے کا مسئلہ بھی بس یُونہی سا تھا۔ سدھاشی بے بسی کی سی حالت میں وہاں تک پہنچ گئی تھی تو شیران نے سوچا کہ کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ میری کشتی میں سوار ہو کر جہاں تقدیر اُسے لے جانا چاہے چلی جائے۔ اس کے بعد سدھاشی اس کی زندگی سے طویل عرصے کے لیے نکل گئی تھی پھر وہ دوبارہ شیران کو ملی تب بھی شیران کے ذہن میں کوئی احساس نہ پیدا ہو سکا۔ ہاں جب سدھاشی نے اُسے گالی دی تھی۔ ایک ایسی گالی جسے شیران کبھی معاف نہیں کر سکتا تھا تو شیران اس کی جان کا گاہک ضرور بن گیا تھا اور اس نے تہیّہ کر لیا تھا کہ سدھاشی جب بھی کبھی اُس کی نگاہوں کے سامنے آئی تو وہ اُسے کتّے کی موت مار دے گا۔ اب سدھاشی اس حیثیت سے سامنے آئی تھی اور کنگ لوئی اس کا گہرا دوست اس کی موت کا خواہاں تھا تو شیران کو یہ بات کھٹکنے لگی تھی، اُسے یہ بھی احساس ہُوا تھا کہ کنگ لوئی نے اب تک سدھاشی کے بارے میں اُسے کچھ نہیں بتایا حالانکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کنگ لوئی کو اس بارے میں علم ہو کہ شیران ہی وہ شخص تھا جو اُسے یاتان بردما کے پاس سے لایا تھا اور خاص طور سے اب تو سدھاشی نے کھل کر اس بات کے بارے میں کہا تھا۔ شیران سوچ رہا تھا کہ اگر کنگ لوئی نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے سدھاشی کو ہلاک کر دیا شیران تمام زندگی ان الفاظ پر شرمندہ رہے گا جو سدھاشی نے اپنے مُنہ سے ادا کیے تھے۔

نہیں۔ کوئی بھی ہو کنگ لوئی ہو یا کوئی اور سدھاشی میرا شکار ہے وہ میرے ہی ہاتھوں مرے گی خواہ اُس کے لیے مجھے کنگ لوئی کی دوستی ہی کیوں نہ ٹھکرانی پڑے۔ اُس نے آخری فیصلہ کیا لیکن اس کے بعد مارسینو کی دی ہُوئی عقل اس سلسلے میں مزاحم ہُوئی۔ اُس نے سوچا کہ یہ لوئی کا قبیلہ ہے اور جو واقعات سامنے آ چکے ہیں ان کے تحت اس بات پر یقین کیا جا سکتا ہے کہ سدھاشی لوئی کے لیے کتنی بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا قتل لوئی کا مسلک ہے تو کیا دوستی کے ناتے وہ اس بات کو تسلیم کر لے گا کہ سدھاشی کا قتل شیران کے ہاتھوں ہو اور یہ بھی تو ممکن نہیں تھا کہ لوئی سدھاشی کا قتل اس کے سپرد کر دیتا۔ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ سدھاشی ہر قیمت پر میرے ہی ہاتھوں موت کا شکار ہوگی لیکن اس کے لیے مجھے ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔ شیران نے دل ہی دل میں سوچا۔ لوئی کی دُشمنی مول لے کر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا یہ پہاڑ یہ جنگل اس کے لیے اجنبی تھے بہر طور سدھاشی کو پہلے ان لوگوں کے چنگل سے نکال لینا چاہیے اور اس کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ لوئی کو شبہ نہ ہو سکے۔ تھوڑی دیر

بعد کنگ لوئی کے آدمی اس کے پاس پہنچ گئے۔

"ہمارا شاہ لوئی تمھیں طلب کرتا ہے نوجوان۔" آنے والے نے کہا۔ شیران نے لوئی کی جانب دیکھا وہ منتظر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، چنانچہ شیران نے فوراً اپنے انداز میں اندر تبدیلی کی اور اُس کے پاس پہنچ گیا۔

"کنگ لوئی کو لوئی کا حکمران بننے پر مبارکباد پیش کرتا ہُوں۔"

"اور کنگ لوئی نوجوان شیران کو اپنا مشیرِ خاص مقرر کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔"

"اوہ۔ نہیں میں اس قابل نہیں ہُوں کہ ایک اجنبی جوان اس علاقہ سے ناواقف ہے بھلا تمھیں کیا مشورے دے سکتا ہے۔ میں لوئی مجھے دوست ہی رہنے دو۔"

"دوست تو تم ہو لیکن تمھارے منصب کا تعین بعد میں کروں گا۔ میں تمھیں بتاؤں گا کہ تم میرے ساتھ کس طرح زندگی گزار سکتے ہو۔" شیران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں کے معاملات کافی دیر تک چلتے رہے۔ کنگ لوئی نے اپنے اس منتخب دستے کو طلب کر لیا جو اس قبیلے کی تاریخ کے خلاف آتشیں ہتھیاروں سے مسلح تھا۔ آتشیں ہتھیار اس جدید شہر کے لیے اجنبی نہیں تھے لیکن یہاں ان کا استعمال شاید بہت محدود تھا لیکن کنگ لوئی چونکہ تنظیم سے تعلق رکھتا تھا اور تنظیم نے اُسے اس کا مقصد حاصل کرنے کے لیے بہت سی مراعات سے نوازا تھا، اس لیے ان مراعات میں اسٹین گنیں، رائفلیں، پستول اور دُوسری دھماکہ خیز اشیا موجود تھیں۔ کنگ لوئی نے شاید ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کا معقول بندوبست کر لیا تھا۔ اس لیے جو دستہ آن کی آن میں اس کے اردگرد پھیل گیا وہ پوری طرح مسلح تھا اس کے علاوہ اہم جگہوں پر بھی مسلح افراد تعینات کر دیے گئے۔ کنگ لوئی نے تمام امور سے فارغ ہونے کے بعد شام کو پانچ بجے شیران کو آرام کرنے کی مہلت دی تھی لیکن اب شیران کی آرام گاہ اسی محل میں تھی کنگ لوئی کے اہلِ خاندان بھی محل میں آ کر جمع ہو گئے تھے۔

رات کو کھانے کی میز پر کنگ لوئی شیران کے ساتھ اور اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ موجود تھا۔ جشن کی تیاریاں شروع کر دی گئی تھیں۔ کنگ لوئی نے فیصلہ کیا تھا کہ یہ جشن سات روز تک جاری رکھا جائے گا اور اس رات شیران نے کنگ لوئی کو ایک تجویز پیش کر دی۔ "آج سے تیسرے دن تم نے جو دربار طلب کیا ہے اس میں تم یاتان بردما کی بیٹی کی قربانی دو گے۔" شیران نے پوچھا۔

"ہاں یہ ضروری ہے کہ میں اس کی قربانی دُوں، ویسے شیران یاتان بردما کی بیٹی کچھ وقت تمھارے ساتھ گزار چکی ہے اور میں جانتا ہُوں کہ اُس نے تمھارے ہی ساتھ اس ویران علاقے سے گانگ ہُو کا سفر کیا تھا۔ تمھارے دل میں اس کے لیے کوئی گنجائش تو نہیں ہے؟"

"اگر میں تم سے اس بات کا اعتراف کر لیتا کنگ لوئی تو تم کیا کہتے؟"

"نہیں۔ مجھے اس بات کا شبہ نہیں ہے شیران کیونکہ میں تم سے عورت کے بارے میں معلومات حاصل کر چکا ہوں تمھیں شاید اپنے الفاظ یاد ہوں، تم نے مجھ سے کہا تھا کہ ابھی وہ عورت تمھاری نظروں کے سامنے نہیں آئی جو تمھاری آغوش کے قابل ہو۔ تم اس سلسلے میں اپنا ایک الگ نظریہ رکھتے ہو۔ میں نے یہ الفاظ اسی لیے پوچھے تھے شیران۔ میں تم سے معافی نہیں مانگوں گا کیونکہ میرے اور تمھارے درمیان دوستی کا ایک مضبوط رشتہ قائم ہے لیکن میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ اگر سدھاشی کو اسی طرح میں نے اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا تو تمھارا ردِّ عمل کیا ہوگا اور تمھارا ردِّ عمل مجھے معلوم ہو گیا تھا دوست۔"

"کنگ لوئی۔ گویا تم اس بات کو جانتے تھے کہ شیران ہی وہ شخص ہے جس کے ساتھ سدھاشی یہاں تک آئی تھی۔" شیران نے سوال کیا۔ لوئی ایک لمحے کے لیے چونکا لیکن پھر اُس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"نہیں۔ اس وقت میں نہیں جانتا تھا۔ . . . جب سدھاشی کے بارے میں، میں نے تحقیقات کیں، تب اس بات کا علم ہُوا کہ اتفاق سے میرا دوست ہی وہ شخص ہے جس نے میری مشکل حل کی اور سدھاشی کو بنکاک تک پہنچایا۔"

"تم نے سدھاشی کو بنکاک سے اغوا کیا؟" شیران نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہُوا کہ سدھاشی بنکاک میں موجود ہے؟" شیران نے چبھتے ہُوئے انداز میں سوال کیا۔

"میری تحقیقات۔ میری معلومات، میرے آدمیوں نے بالآخر اُسے ڈھونڈ نکالا۔ طویل عرصے سے ہم اس جدوجہد میں مصروف تھے کہ یاتان بردما کی بیٹی یا کوئی اور رشتے دار ہمیں مل جائے۔"

"ہوں۔" شیران کی آنکھوں سے شبہ جھانک رہا تھا۔ "بہر طور مجھے سدھاشی کی اس حیثیت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہُوں کنگ لوئی۔"

"ہاں۔ کہو میرے دوست؟"

"سدھاشی کی قربانی سات روز کے لیے ملتوی کر دو وہ جشن اس کی آنکھوں کے سامنے ہونا چاہیے جو تمھاری تاجپوشی کا ہو۔ ساتویں دن تم آخری جشن کے طور پر اُسے قربان کر دینا۔" کنگ لوئی چونک کر شیران کی شکل دیکھنے لگا پھر اُس کے مُنہ سے متفکر انداز میں نکلا۔

"گھاؤ یخ۔"

"میں اس فضول لفظ کا مطلب آج تک نہیں سمجھ سکا اور اس وقت بھی۔" شیران نے بھاری لہجے میں کہا اور کنگ لوئی ہنسنے لگا۔

"نہیں کوئی خاص مقصد نہیں ہے اس لفظ کا لیکن میں کچھ اور محسوس کر رہا ہُوں میرے عزیز دوست۔" کنگ لوئی نے کہا۔

"کیا؟" شیران نے سنسنی خیز انداز میں اُسے دیکھا۔

"تم کس وجہ سے کچھ عرصے کے لیے سدھاشی کی زندگی بچانا چاہتے ہو۔ اس کی وجہ مَیں جان سکتا ہُوں۔"

"وجہ جانو گے تو تمھیں خوشی نہ ہوگی۔" شیران نے کہا۔

"کیوں۔ کیا بات ہے ایسی۔ مجھے بتاؤ؟ میں اپنی دوستی نبھانے کے لیے بہت سی قربانیاں دے سکتا ہُوں۔"

"وعدہ کرتے ہو۔" شیران بولا۔

"ہاں۔ مجھے بتاؤ میرے دوست کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"تو سنو۔ سدھاشی کو مَیں اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کا خواہش مند ہُوں۔ مَیں فریب کی بات نہیں کرتا کہ کنگ لوئی جتنا مخلص انسان ہے۔ اتنے ہی مخلص لہجے میں مَیں تم سے یہ بات کر رہا ہُوں کہ سدھاشی کو میرے علاوہ کوئی قتل نہیں کرے گا۔ اُس نے مجھے ایک گالی دی تھی۔ اُس نے کہا کہ اگر میں بہزاد سلامن کا بیٹا ہُوں تو اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کروں۔ یہ چیلنج تھا میری ذات کے لیے، تو اب میں یہ کبھی پسند نہ کروں گا کہ سدھاشی کسی اور کے ہاتھوں موت کا شکار ہو۔"

"اوہ۔" لوئی بے اختیار ہنس پڑا۔ "اگر یہ بات ہے شیران تو لوئی تمھیں اس کا موقع دے گا شیران۔"

"کیا مطلب؟" شیران نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

"قربان گاہ پر جو شخص میری طرف سے سدھاشی کی گردن پر چھُری پھیرے گا اس کا نام شیران ہوگا۔ وہ میرا دوست ہوگا۔"

"نہیں کنگ لوئی نہیں۔ وہ قتل تمھارے مقصد کے لیے ہوگا، یہ نہیں ہو سکتا۔ سدھاشی صرف میرے انتقام کا شکار بنے گی۔ اگر اسی طرح میں نے اس کو ذبح کیا تو میری وہ قسم پوری نہیں ہو سکے گی۔ میں اُسے صرف اپنے لیے قتل کرنا چاہتا ہُوں۔"

"مگر یہ کیسے ممکن ہے، میری تاجپوشی کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوگی شیران جب تک میں سدھاشی کو ذبح نہ کر دُوں، اگر جشن سات دن کے لیے ملتوی کرنا چاہو تو میں ملتوی کر سکتا ہُوں، مَیں اپنی تاجپوشی کا وقت بھی بڑھا سکتا ہُوں، ہر چند کہ یہ تاج میرے سر پر رکھ دیا گیا ہے اور آج سے مَیں نے اس محل میں حکومت کے اختیارات سنبھال لیے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ رسم اُسی وقت مکمل ہوگی جب یاتان بردماکی کی بیٹی میرے ہاتھوں یا میرے متعین کردہ آدمی کے ہاتھوں قتل ہو جائے گی۔" کنگ لوئی نے کہا اور شیران سوچ میں ڈُوب گیا تب کنگ لوئی آگے بڑھا، اُس نے شیران کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہُوئے کہا۔ "میرے دوست میں تم سے اپنی دوستی کے نام پر سدھاشی مانگتا ہُوں اپنی یہ قسم میرے لیے ترک کر دو اور مجھے میرے مقصد کی تکمیل میں مدد دو۔" شیران کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہُوئے تھے پھر وہ آہستہ سے ہنس پڑا۔ اُس نے ہنستے ہُوئے کہا

"ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو آج شیران اپنی یہ قسم بھی توڑ دیتا ہے۔ ٹھیک ہے کنگ لوئی جس طرح تم پسند کرو۔"

کنگ لوئی نے شیران کا خلوصِ دل سے شکریہ ادا کیا تھا لیکن اپنے محافظ دستے کے سالار کے کانوں میں وہ یہ بات کہنا نہیں بھولا تھا

"اس شخص پر نگاہ رکھنا۔ یہ اچانک مجھ سے باغی ہو گیا ہے"

جس قدر کبیدہ خاطر

بادشاہ خان تھا۔ پچھلے دنوں

اُتنا ہی خوش نظر آتا تھا۔ سب سے زیادہ دل خوش کن بات تھی کہ نعمان خان نے اس کا مؤقف قبول کر لیا تھا۔ بادشاہ

نے بتایا تھا کہ اس کے عربی سرپرست فرانس اور اُس کے ترب و... کے علاقے کو پہاڑوں میں چھپے ہوئے معدنی وسائل کی مدد... خوشحال بنانا چاہتے ہیں ان کا اپنا لالچ اس سے زیادہ نہیں ہے ک... تیل، تانبہ، گیس اور فولاد حاصل کرنے کے لیے ان کی کمپنیاں یہا...

کام کریں اور ان کی کاوشوں سے جو کچھ حاصل ہو اُس کی مناسب رائلٹی ادا کر دی جائے اس طرح اس بڑے ملک کی ضروریات یہاں سے پوری ہونے لگیں اور یہ پہاڑی بستیاں ترقی یافتہ ملک کی شکل اختیار کر جائیں۔ مشرق وسطیٰ کی مثال سامنے رکھی گئی تھی۔ بادشاہ خان نے بتایا تھا کہ یہ حیثیت چونکہ ہماری مدد سے حاصل ہوگی اس لیے مضبوط قبیلے کا سردار ہونے کی وجہ سے پورے پہاڑی علاقے کی حکمرانی ہمیں سونپ دی جائے اور اس سلسلے میں بھی وہ حکومت ہماری مدد کرے گی لیکن اس کے لیے بہت سے کام کرنے ہوں گے اور راستے کی مشکلات دور ہوں گی۔ اس مضبوط علاقے کے حکمرانوں کا انتخاب اسی شکل میں ہو سکتا ہے کہ اس ملک کے لیے وہ سب کچھ کیا جائے جس کا وہ خواہش مند ہے۔ بادشاہ خان نے نعمان خان کو بتایا تھا کہ احمق گل خان نے اس پروگرام کو پہاڑوں کے خلاف سازش تصور کیا تھا اور اس راز کو افشا کرنے دوڑ پڑا تھا۔

"لیکن بابا خان کو اس مفید کام کو راز رکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ کیا موجودہ حکومت پہاڑوں کی ترقی نہیں چاہتی کیا جرگہ نظام اس پروگرام کی سفارش نہیں کر سکتا۔ اس میں تو سب کا فائدہ ہے"

"بیشک لیکن حکومتوں کی اپنی پالیسیاں ہوتی ہیں۔ بڑے ملکوں کی چپقلش کے بارے میں تم جیسے زیرک نوجوان کو بتانے کی ضرورت نہیں کون جانے کون سی حکومت اس پروگرام سے اختلاف کرے اور اپنے طور پر اپنے پسندیدہ ملک کے مفاد میں کام کرنے لگے۔ اس طرح ہمارا مفاد مجروح ہو گا۔ اس وقت جب میری آتشِ غضب بھڑک رہی تھی اور میں تراب خان کو نیست و نابود کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میرے اس فیصلے میں مداخلت کی گئی اور مجھے بتایا گیا کہ پہاڑوں میں امن و امان کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خونریزی حکومت کو اس طرف متوجہ کر دے اور مجھے خاموشی اختیار کرنی پڑی تھی۔

"لیکن نعمان خان۔ مستقبل میں کچھ حاصل کرنے کے لیے تمھیں آگ کے سمندر سے گزرنا ہوگا کون جانے وہ کونسی مہم تمھارے سپرد کریں۔ کیا تم اس کے لیے خود کو تیار پاتے ہو؟

"بابا خان۔ اپنے والد کی موت کے بعد میرے دل و دماغ میں مایوسی گھر کر گئی تھی۔ ہم نے تیموں کے انداز میں پرورش پائی۔ تو آپ کی محبت اور عنایت نے ہمیں کبھی کسی مشکل کا شکار نہ ہونے دیا لیکن وہ احساس ہمارے سینوں میں جاگزیں رہا۔ پھر آپ نے ہمارے دلوں میں انتقام کی شمع روشن کی۔ ماں اس کے خلاف تھی اور بابا خان بعد میں۔ سب کچھ آپ کے علم میں ہے۔ ہم لوگ بے دل ہیں بابا خان۔ ہمیں سرپرست کی کمی محسوس ہوتی رہی ہے اور جب یہ کمی پوری ہو گئی آپ نعمان خان کو کسی طور کم نہیں پائیں گے۔

"میں جانتا ہُوں نعمان خان۔ بہرحال آج رات کو ہمیں مقامی انچارج کے پاس پیش ہونا ہے۔ اس میٹنگ میں تمھارے بارے میں فیصلہ ہو جائے گا!

"میں تیار ہُوں بابا خان۔ کس وقت چلنا ہوگا؟"

"رات کو نو بجے جو مہم تمھارے سپرد کی جائے گی۔ اس کی تمھیں تربیت دی جائے گی اور اس کے بعد تم کسی اور ملک روانہ کر دیے جاؤ گے۔ تمھیں اعتراض تو نہ ہوگا؟

"مہمات گھر میں بیٹھ کر سر نہیں کی جاتیں۔" بابا خان۔

ایک سوال اور کروں گا نعمان خان؟

"جی بابا خان۔"

"آئیوی سے تم کس قدر متاثر ہو۔ بات کیسی بھی ہو میں سچ سننا چاہتا ہُوں۔"

"بابا خان کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت میں نہیں کر سکتا۔ آئیوی سے میری دوستی یورپ میں ہُوئی اور اسی کی وجہ سے میں بنکاک آ گیا لیکن بابا خان میں نے کبھی اس سے رغبت کو اپنے فرائض سے بلند نہیں سمجھا۔ میں نے اُسے اپنی زندگی کے مشن کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کے باوجود وہ مجھ سے اُلفت کا اظہار کرتی ہے بعد میں بابا خان میں نے اُسے سہارا دیا لیکن اب وہ اپنے وطن جانا چاہتی ہے تو میں پریشان نہیں ہُوں۔ بابا خان زندگی نے اگر کوئی فرصت کا وقت دیا تو میں اُسے اس کی محبت کا صلہ ضرور دُوں گا۔"

نعمان خان کی اس صاف گوئی نے بادشاہ خان کو بہت متاثر کیا تھا وہ تعریفی نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھنے لگا پھر بولا

"تم نے ٹھیک کہا بیٹے، زندگی میں بہت سے مرحلے ایسے آتے ہیں جب ہمیں صرف اپنے مقصد کو سامنے رکھنا ہوتا ہے اور دُوسرے تمام احساسات ترک کرنے پڑتے ہیں۔ میں بخوشی تمھیں اس کی اجازت دیتا ہُوں کہ اگر تم اپنے معاملات سے نمٹنے کے بعد اپنی زندگی کے اس دُوسرے رُخ کا فیصلہ کرو تو آئیوی تمھاری شریکِ زندگی ہو۔ میں اسے بھی یہ بات بتا دُوں گا کہ اگر وہ نعمان خان کا انتظار کر سکتی ہے تو ضرور کرے۔ نعمان خان نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

رات کو ٹھیک نو بجے وہ اس پتے پر چل پڑے۔ ایک خوبصورت سے علاقے کی ایک حسین ترین عمارت میں اس

میٹنگ کا بندوبست کیا گیا تھا۔ عمارت کا ماحول بے حد پُراسرار تھا۔ باہر کے بڑے سے لان میں مدھم مدھم روشنیاں جل رہی تھیں چند مسلح افراد لان میں ٹہل رہے تھے۔ بادشاہ خان کی کار جب اندر داخل ہُوئی تو ان کا پُرتپاک استقبال کیا گیا، پورچ میں چار آدمیوں نے بادشاہ خان اور نعمان خان کو خوش آمدید کہا تھا پھر وہ اُنھیں احترام سے لیے ہُوئے عمارت کے ایک بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ ہال میں انتہائی مدھم مدھم روشنی تھی۔ ایک بہت بڑی سیاہ آبنوسی میز ہال کے وسط میں پڑی ہُوئی تھی اور اس میز کے گرد چار افراد بیٹھے ہُوئے تھے جن کے چہرے سیاہ نقاب سے ڈھکے ہُوئے تھے۔ اُنھوں نے گردنیں خم کرکے بادشاہ خان کا استقبال کیا۔ ان کے سامنے پیڈ اور بال پوائنٹ رکھے ہُوئے تھے۔

ہال کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ ان چاروں آدمیوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ تب ان میں سے ایک نے کہا۔

"بادشاہ خان تھیں اپنے بھتیجے نعمان خان کے ساتھ دیکھ کر ہمیں دِلی مسرت ہُوئی ہے۔ تم نے نعمان خان کو جس مقصد کے لیے پیش کیا ہے ہم اس پر تھیں مبارکباد دیتے ہیں اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ تنظیم کے لیے تمھاری خدمات ہمیشہ سُودمند رہی ہیں۔ تم نے اپنے ذاتی مقاصد کو بھی تنظیم کے لیے قربان کیا ہے۔ تنظیم اس بات کو فراموش نہیں کرسکتی۔ اس کے علاوہ تمھاری نسل کے لیے یہ بات بھی کتنا ضروری ہے بادشاہ خان کہ تنظیم کبھی تمھارے ذاتی معاملات سے بھی غافل نہیں رہی۔ تمھاری مشکلات ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں لیکن ہم اعتدال چاہتے ہیں ہمارے مقاصد بڑی گہرائیوں میں ہوتے ہیں اور اگر ہم اپنے کسی ہلکے سے مقصد کے حصول کے لیے کوئی چھوٹی سی غلطی بھی کر بیٹھیں تو وہ ہمارے آئندہ پروگرام پر اثر انداز ہوتی ہے میری مراد تمھارے دُشمن شیران سے ہے۔ اس سلسلے میں میڈم ڈمیل نے جو کچھ کیا ہے بلاشبہ اس میں اُنھیں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ ہوسکی لیکن ہم نے جلد بازی سے کام نہیں لیا اور کوئی ایسا مسئلہ پیش آنے نہیں دیا جو ہمارے مقصد کے لیے تکلیف دِہ ہوتا البتہ تھیں یہ یقین دلایا جاسکتا ہے کہ جو کچھ ہوچکا اب اس کا اعادہ نہیں ہوگا۔ شیران ایک ایسی اُلجھن میں گرفتار کر دیا گیا ہے جس سے نکلنا اُس کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہم اسے محفوظ رکھیں گے اور جب وقت آئے گا تو اُسے تمھارے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ ذاتی معاملات میں ہم کسی قسم کی مداخلت

نہیں کرتے یہ تمہید تھی۔ اس کے بعد ہم تمھاری اس پیش کش یعنی نعمان خان کی تنظیم میں شمولیت کے موضوع پر گفتگو کریں گے۔

نعمان خان کے بارے میں مہیا کی گئی تفصیلات ہم نے پڑھیں اور وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے انچارج جو بین الاقوامی امور ڈیل کرتے ہیں کہتے ہیں کہ نعمان خان تنظیم کے لیے ایک کارآمد انسان ثابت ہوگا اور عجب نہیں کہ وہ بادشاہ خان کا نعم البدل ہو چنانچہ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کی منظوری کے بعد نعمان خان کو اس تنظیم میں شمولیت بخشی جاتی ہے۔ نقاب پوش ایک لمحے کے لیے خاموش ہُوا۔ دُوسرے لوگوں نے آہستہ آہستہ میز بجا کر اس بات کا خیر مقدم کیا تھا۔ بادشاہ خان نے کھڑے ہوکر اس بات کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ نعمان خان کو بغیر کسی تردّد کے قبول کیا گیا۔ یہ بادشاہ خان کی عزّت افزائی ہے تب سیاہ پوش نے کہا۔ "میں اپنے نئے دوست نعمان خان سے ان ساری باتوں کے بارے میں ان کے تاثرات سننے کا خواہشمند ہوں۔ براہِ کرم نعمان خان آپ اپنے جذبات کا اظہار کیجیے۔" نعمان خان جھجکتا ہُوا کھڑا ہوگیا پھر اُس نے کہا۔ "اس سے قبل آزادزندگی گزارتا رہا ہُوں! اپنے تایا بادشاہ خان کی سرکردگی میں مجھے آج تک کبھی کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا لیکن ہماری فطرت میں تندخوئی ہے ہم بیکار بیٹھنے کے عادی نہیں ہیں اور اگر ہمارے سامنے کوئی مقصد آجائے تو اس کی تکمیل کے لیے ہم اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں اور اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھتے جب تک کہ اپنا کام پورا نہ کرلیں۔ جنگ و جدل خونریزی پہاڑوں کی شان ہے اور ہم اس میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے۔ میرے بزرگ میرے بڑے نے میرے لیے ایک راستے کا انتخاب کر دیا۔ اور میں کوشش کروں گا کہ اس کی ناک نیچی نہ ہونے پائے۔" ایک بار پھر میز بجائی گئی تھی۔ پھر سیاہ پوش نے کہا۔ "ٹھیک ہے نعمان خان! ہم زیادہ تفصیلات میں نہیں جائیں گے جیسا کہ ابھی اعلان کیا گیا کہ تنظیم میں تمھاری شمولیت قبول کرلی گئی ہے۔ یہ فارم ہے اس پر دستخط کردو اور اس کے بعد تنظیم کی تحویل میں چلے جاؤ۔ تمھارے سپرد پہلی مہم کی جارہی ہے اور اس میں کچھ تبدیلی کی جارہی ہے تبدیلی یہ ہے کہ ہم جس مہم کا انتخاب کرتے ہیں اس کی تمام تر تفصیلات مہیا تو ضرور کی جاتی ہیں لیکن انتخاب ایسے آدمی کا ہوتا ہے جو تنظیم ہی کا تربیت یافتہ ہو۔ ہم عام لوگوں پر بھروسہ نہیں کرتے یہ اعزاز صرف تمھیں بخشا جارہا ہے کہ تنظیم کی مکمل تربیت کے بغیر تمھیں ایک ایسی مہم سپرد کی جارہی ہے جو بڑی اہمیت کی حامل

ں مہم کی تفصیلات تھیں یو ڈیپارٹمنٹ سے ملیں گی۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم کس وقت یو ڈیپارٹمنٹ کو اپنی حاضری پیش کروگے؟"

"اس کا فیصلہ بادشاہ خان کریں گے۔" نعمان خان نے کہا۔

"میں بادشاہ خان سے درخواست کرتا ہُوں کہ فیصلے ہمیشہ پھرتی سے ہونے چاہئیں۔ ہماری خواہش ہے کہ نعمان خان کو یہیں سے ڈیپارٹمنٹ روانہ کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں آپ کو کوئی اعتراض ہے؟" بادشاہ خان نے نعمان خان کی صورت دیکھی لیکن نعمان خان کے چہرے پر پختگی تھی۔ اُس نے سنجیدگی سے کہا۔ "نہیں۔ کوئی اعتراض نہیں ہے میں اب تمام معاملات کو بعد کی چیز سمجھتا ہُوں۔ زیادہ سے زیادہ میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کر لیتا لیکن اگر یہ مناسب نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں۔ بادشاہ خان اُن کو سنبھال لیں گے۔"

"ہاں۔ یہ کام میں خود کرلُوں گا۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہُوں نعمان خان کہ تمھاری غیر موجودگی میں تمھارے بھائیوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"تو پھر میں تیار ہُوں۔"

"میٹنگ برخاست۔" نقاب پوشوں نے کہا اور چاروں اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔ بادشاہ خان نے نعمان خان کو گلے لگایا اور بھرّائی ہُوئی آواز میں کہا۔ "ایک اعلیٰ مستقبل کی طرف قدم بڑھاتے ہُوئے تمھارا بوڑھا تایا تمھارے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہے مجھے یقین ہے کہ تم پہاڑوں کی شان برقرار رکھوگے۔"

نعمان خان نے گرمجوشی سے بادشاہ خان کا ہاتھ دبایا۔ اس نے مُنہ سے کچھ نہیں کہا تھا۔ بہرطور بادشاہ خان دو نقاب پوشوں کے ساتھ باہر نکل کر اپنی کار کی جانب چل پڑا۔

باقی دو نقاب پوش اسے بڑے ہال سے نکال کر ایک کمرے میں لے گئے یہاں پہنچ کر نعمان خان کو کچھ ہدایات دی گئیں اور اس کے بعد ایک وین اسے لے کر یو ڈیپارٹمنٹ چل پڑی۔

بند وین میں نعمان خان کو کوئی اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ وین کہاں جارہی ہے اور کون کون سے راستے منتخب کیے جا رہے ہیں۔ وہ صرف اپنے مقصد کی تکمیل کے بارے میں سوچ رہا تھا اس کے ذہن میں تجسس تھا وہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کیا ذمّے داری سونپنا چاہتے ہیں۔

بہرطور تقریباً پون گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا۔ اس کے بعد شاید وین کسی عمارت میں داخل ہوگئی پھر دروازہ کھول کر نعمان خان کو نیچے اُترنے کو کہا گیا اور اس کے بعد اُسے اندر

پہنچا دیا گیا۔ ایک بڑا ہال تھا جس میں دس بارہ افراد موجود تھے، تین عورتیں بھی تھیں۔ سامنے ایک بڑا پردہ لگا ہُوا تھا۔

نعمان خان کو ایک کُرسی پر بیٹھنے کی پیش کش کی گئی ایک شخص نے جو اچھی خاصی شکل و صورت کا مالک تھا مؤدبانہ انداز میں نعمان خان سے پوچھا۔

"آپ کچھ پینا پسند کریں گے جناب؟"

"نہیں شکریہ لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہاں کیا ہوگا؟"

"میں آپ کا اسسٹنٹ ہوں اور میرا نام الیس گرڈز ہے لیکن میرے دوست مجھے ٹائیگر کے نام سے جانتے ہیں۔ آپ بھی مجھے اس نام سے مخاطب کرسکتے ہیں نعمان خان۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ آپ کا ماتحت ہونے کی حیثیت سے میں ذمّے دار ہُوں اس بات کا کہ آپ کو تمام تفصیلات بتاتا ہُوں۔"

"میرا پہلا سوال یہی ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟" نعمان خان نے کہا۔

"ایک فلم دیکھنا ہوگی آپ کو پہلے اسی فلم کو دیکھ لیا جائے۔ آپ اسے پوری طرح ذہن نشین رکھیں۔ اس کے بعد آپ اس سلسلے میں سوالات کرسکتے ہیں اور میرا خیال ہے یو ڈیپارٹمنٹ کی انچارج میڈم ٹورمیا آپ کو اس سلسلے میں تمام تفصیلات بتا دیں گی۔" نعمان خان نے گردن ہلا دی۔

وہ آرام کرسی پر بیٹھا سامنے کی سمت دیکھ رہا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد اسکرین پر ایک فلم شروع ہوگئی۔ کسی علاقے کی جغرافیائی پوزیشن بتائی جارہی تھی اور یہ علاقہ افریقہ میں تھا۔ نعمان خان اس فلم میں کھو گیا۔ چند لمحات کے بعد ایک گرم مشروب اس کے سامنے لاکر رکھ دیا گیا۔ ٹائیگر نے ہاتھ بڑھا کر مشروب کا گلاس اس کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ نعمان خان تکلّف کے بغیر مشروب کے سپ لینے لگا۔

وہ فلم میں بُری طرح کھویا ہُوا تھا جانتا تھا کہ اُس کی ذہانت کا امتحان لیا جارہا ہے۔ اس فلم کے مناظر کو اسے ذہن نشین کرنا تھا۔ فلم کے ساتھ ساتھ کمنٹری بھی تھی جس میں اس علاقے کی تفصیلی رپورٹ دی جارہی تھی۔ یہ علاقہ نعمان کے لیے اجنبی نہیں تھا حالانکہ وہ کبھی ... نہیں تھا لیکن اس کے بارے میں اُسے تفصیلات معلوم تھیں۔ جغرافیائی کیفیت بتانے کے بعد علاقے کے سیاسی حالات کی نشاندہی کی جانے لگی۔ کمنٹری بڑی شستہ انگریزی میں یہ تمام تفصیلات بتا رہا تھا اور نعمان خان اُنھیں ذہن نشین کر رہا تھا وہ چاہتا تھا کہ

فلم دکھانا بے مقصد نہیں ہے۔ اسے جو مہم سونپی جائے گی اس کا تعلق شاید اس علاقے سے ہوگا جبکہ وہ پہلے ہی مرحلے میں ان لوگوں کو اپنی ذہانت کا ثبوت دینا چاہتا تھا۔

بالآخر فلم ختم ہوگئی اور ٹائیگر نے مسکراتی نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھا۔ فلم ختم ہونے کے بعد تیز روشنی کردی گئی اور ایک اٹھائیس اور تیس سال کی درمیانی عمر کی عورت نعمان خان کے پاس پہنچ گئی۔

"میرا نام ثریا ہے۔" اُس نے اپنا خوبصورت ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ نعمان خان نے گردن خم کر کے اُس سے مصافحہ کیا تھا۔

"آپ نے یہ فلم دیکھ لی مسٹر خان۔ اس کے بعد آپ صرف آرام کریں گے شکریہ۔" اس نے کہا اور پھر ٹائیگر سے بولی "مسٹر ٹائیگر نعمان خان کو ان کی خوابگاہ دکھا دو۔" ٹائیگر نے گردن خم کردی تھی۔ نعمان خان خاموشی سے اُٹھ کر ٹائیگر کے ساتھ چل پڑا۔

بظاہر کوئی خاص بات نہیں تھی، لیکن شیران کی چھٹی حس نے اُسے ہوشیار کردیا کہ کنگ لوئی اُس کی جانب سے غیر مطمئن ہو گیا ہے، اس علاقے میں آنے کے بعد کنگ لوئی بلاشبہ اُس کے ساتھ ایک اچھے دوست کا سلوک کرتا رہا تھا اور شیران کے دل میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کبھی کنگ لوئی کے خلاف صف آرا ہونا پڑے گا لیکن سدھاشی کو دیکھنے کے بعد اُس کی ذہنی کیفیت ایک دم بدل گئی تھی۔

سدھاشی سے اُسے شدید نفرت تھی اور اُس نے شیران کو ایک ایسی گالی دی تھی جس نے اُس کے دماغ کی چولیں ہلادی تھیں اور اُس نے قسم کھائی تھی کہ وہ سدھاشی کو زندہ نہیں چھوڑے گا اور اس قسم سے مُنہ موڑنا شیران کے بس کی بات نہیں تھی۔

ہرچند کہ کنگ لوئی نے اسے پیش کش کی تھی کہ اگر وہ چاہے تو سدھاشی کو وہ اپنے ہاتھ سے قتل کردے'... لیکن شیران سدھاشی کو لوئی کے لیے قتل نہیں کرسکتا تھا، اس کا اپنا معاملہ تھا، اگر وہ لوئی کی بات مان کر سدھاشی کی گردن پہ چھُری پھیر دیتا تو کبھی اپنے آپ کو معاف نہیں کرسکتا تھا، کیونکہ بہر طور مرتے وقت بھی سدھاشی کی آنکھوں میں تمسخر آمیز مسکراہٹ ہوتی اور وہ کہتی کہ شیران کسی وسیلے سے اُسے ہلاک کر رہا ہے۔ ویسے تو شیران کی زندگی میں تھے ہی نہیں۔ اُس نے جو کچھ کیا تھا اپنے طور پر کیا تھا اور اپنے طور پر ہی کرنا چاہتا تھا اور اپنے راستے کی ہر رکاوٹ کو دُور کرنا وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔ دُوسرے دن وہ اپنی نئی رہائش گاہ سے نکل آیا۔ اس کی نئی رہائش گاہ کنگ لوئی کے محل ہی میں تھی لیکن کنگ لوئی چونکہ نئی نئی حکومت سنبھالنے میں مصروف تھا، اس لیے ان دنوں وہ شیران کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا، اگر اُس نے شیران کے یہ الفاظ کہہ دیے تھے اور شیران نے نہایت فراخدلی سے کہا تھا کہ اس وقت تک وہ کنگ لوئی کو پریشان نہیں کرے گا جب تک کنگ لوئی اپنے تمام معاملات سے نمٹ نہ لے، اس کے بعد وہ شہر میں نکل آیا۔

برہ ورما خاندان میں تباہی پھیل گئی تھی، سڑکوں پر ایسے ایسے مناظر دیکھنے کو ملے، جو شیران کے لیے بڑے ہی حیرتناک تھے۔ ایک بڑے معبد کے سامنے برہ ورما خاندان کے بار آدمیوں نے اپنے جسموں کو آگ لگائی اور جل کر راکھ ہو گئے۔ یہ طریقہ ہاراکاری کہلاتا ہے، بدھ مت میں بہترین موت وہی ہے جو خودکشی کر کے حاصل کی جائے، شکست خوردہ لوگ دُشمن کے ہاتھوں قتل ہونا نہیں چاہتے اور اپنی شکست کا ان سے انتقام لینا چاہتے ہیں تو وہ ہاراکاری کر لیتے ہیں۔ جتنی اذیتناک موت حاصل کی جائے، اتنی ہی بہترین موت تصور کی جاتی ہے۔ برہ ورما خاندان جانتا تھا کہ اس کے بعد کنگ لوئی کا دور شروع ہوگا، بچوں، عورتوں اور مردوں کو بدترین موت کا شکار بنایا جائے گا چنانچہ وہ خود سوزی کر رہا تھا جس میں ہمت تھی وہ اپنے آپ کو قتل کرنے پر تُل گیا تھا اور لوئی نے اس کی اجازت دے دی تھی کہ برہ ورما خاندان اپنی سزا خود منتخب کرے، بچے کھچے لوگوں کو وہ خود سنبھالے گا۔

بڑی وحشیانہ کارروائیاں شروع ہوگئی تھیں۔ شیران کچھ اور آگے بڑھا تو ایک جگہ اس نے چند لوگوں کو کسی اہم کام میں مصروف دیکھا، وہاں کھڑے ہو کر صورت حال کا جائزہ لیا تو عجیب تماشا دیکھا، لوئی خاندان اُن کے افراد اور اُن کے متفق لوگ یا اُن کی برتری کے بعد متفق ہو جانے والے لوگ نگائے کھڑے تھے اور قہقہے اُڑا رہے تھے، درمیان میں کچھ ہو رہا تھا وہ ابھی شیران کے لیے سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔ وہ لوگ زمین میں چھوٹے چھوٹے گڑھے کر کے جگہ جگہ تلواریں نصب کر رہے تھے۔ یہ تلواریں مضبوطی سے دستے کی طرف سے زمین میں گاڑ دی گئی تھیں اور ان کی برہنہ نوکیں اوپر کی جانب بلند تھیں۔ تقریباً پندرہ افراد یہ کام کر رہے تھے جن میں سے کچھ جوان تھے باقی بوڑھے۔ تلواریں نصب کرنے کے بعد اُنھوں نے دُعا کے انداز میں آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے اور آنکھیں بند کر کے تلواروں کے نزدیک کھڑے ہوگئے اور پھر بعد کے مناظر شیران کے لیے اور بھی زیادہ تعجب خیز تھے۔

کھڑے ہوئے لوگ دفعتاً تلواروں پر گر پڑے اور اس انداز میں گرے کہ تلواریں ان کے دل کے مقام پر سینے میں گھُس کر اُن کے بدن سے آرپار ہوگئیں، خودکشی کے یہ ہولناک طریقے شیران کے لیے ابتدا میں پریشان کن لیکن بعد میں دلچسپ ثابت ہوئے، اس نے بہت سی جگہ یہ مناظر دیکھے اور پھر ایک آدمی سے اس بارے میں پوچھنے لگا۔

اس شخص نے ہاراکاری کے بارے میں شیران کو تفصیلات بتائی تھیں۔ شیران بغور اس کی باتیں سنتا رہا تھا۔ پھر بولا۔ 'ماہ' یہ تو بڑی دلچسپ موت ہے اس طرح کنگ لوئی کو اور اس کے آدمیوں کو زیادہ تکلیف نہیں کرنی پڑے گی۔"

"ہاں اور جو بچ جائیں گے وہ یا تو پہاڑوں میں بھاگنے کی کوشش کریں گے یا پھر اپنے گھروں میں گھُس کر موت کا انتظار۔" اس شخص نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور شیران وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔

یہ سارے مناظر وہ بڑی دلچسپی سے دیکھتا، اگر سدھاشی کا مسئلہ درمیان میں نہ ہوتا، سدھاشی کی زندگی بہت مختصر تھی لیکن شیران اُسے اس طرح نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، اب اُسے اس بات کی فکر تھی کہ کسی طرح اُس جگہ کا پتہ چل جائے جس جگہ سدھاشی کو رکھا گیا ہے۔۔ سارا شہر افراتفری کا شکار تھا، کہیں جشن کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور کہیں موت کی، لیکن شیران تھوڑی ہی دیر کے بعد ان لوگوں سے غافل نہ رہا جو غالباً تو صبح ہی کے محل سے نکلتے ہی اُس کے پیچھے لگ گئے تھے۔ ابتدا میں تو شیران ان کے بارے میں اندازہ نہ لگا سکا تھا، لیکن چالاک آدمی تھا اُسے احساس ہوگیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے، لیکن یہ تعاقب کرنے والے کون ہیں، کیا کنگ لوئی کو اس پر شبہ ہوگیا ہے' شیران نے غور کیا تو اسے یہی بات زیادہ وزن دار محسوس ہوئی، اُسے افسوس ہوا کہ اُس نے کنگ لوئی کو اپنے مقصد کے بارے میں بتا کیوں دیا، سدھاشی کو اگر حاصل کر کے قتل کرنا تھا تو خاموشی اختیار کی جاتی تو بہتر تھا، لیکن اُسے یہ بھی احساس تھا کہ جلدبازی میں وہ ایسی حرکتیں کر جاتا ہے جو بعد میں اُس کے لیے نقصان دہ ہی ثابت ہوتی ہیں۔

تعاقب کرنے والے افراد تقریباً چھ تھے، وہ سب کے سب مسلح تھے اور ان چھ افراد کو دھوکا دینا بے حد ضروری تھا تاکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے، بہر طور اگر کنگ لوئی نے اُنھیں اس کے پیچھے لگایا ہے تو پھر اُس نے یہ اچھا ہی کیا۔ کم از کم شیران کے دل میں یہ احساس نہیں رہے گا کہ اُس نے برائی کی ابتدا کی تھی۔

لوئی نے اپنے آدمیوں کو اُس کے پیچھے لگا کر اُسے عمل کرنے کا موقع دیا تھا۔ شیران نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بنایا، اور اس کے بعد اُس نے ایک سمت اختیار کرلی۔ کافی دُور چلنے کے بعد اُس نے محسوس کیا کہ وہ لوگ بدستور اُس کے پیچھے آ رہے ہیں، لیکن اب وہ منتشر ہوگئے تھے، چونکہ گھنی آبادی سے نکل آئے تھے اور گروہ کی شکل میں ان کا دیکھ لیا جانا یقینی امر تھا، شیران چلتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد اُس نے اپنے آپ کو ایک ناہموار پہاڑی راستے پر پایا جو بتدریج نشیب میں جا رہا تھا، راستے کے اختتام پر درختوں کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے، شیران اُنھی درختوں کی جانب بڑھتا رہا۔ اب وہ ان لوگوں سے نمٹ لینا چاہتا تھا، اس میں اب کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو کر وہ کوئی ایسی گھنی جگہ تلاش کرنے لگا، جہاں اپنے آپ کو پوشیدہ کر کے ان لوگوں کو پریشانی کا شکار کر دے، اور تھوڑی دُور چلنے کے بعد اُسے اپنی پسند کی جگہ بھی مل گئی۔

دس بارہ درخت ایک جگہ سر جوڑے کھڑے تھے، وہ انھی درختوں کی آڑ میں پہنچ گیا اور سانس روک کر عقب کا جائزہ لینے لگا۔ کئی منٹ گزر گئے، لیکن اس طرف قدموں کی چاپ سنائی نہ دی۔

وہ حیران رہ گیا، مزید دس بارہ منٹ گزرنے کے بعد اُس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور متلاشی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، قرب و جوار میں اب کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ لوگ اُسے کھو چکے تھے یا پھر اُنھوں نے اس کے مقصد کا اندازہ لگایا تھا۔

وہ چند لمحے سوچتا رہا، اور پھر جنگل میں کچھ اور آگے بڑھتا چلا گیا، درختوں کا یہ سلسلہ زیادہ طویل نہیں تھا۔ اس کے اختتام پر ایک پگڈنڈی گھومتی ہوئی پھر آبادی کی جانب چلی جاتی تھی، جب وہ دوبارہ پگڈنڈی پہ پہنچا تو اُسے کافی فاصلے پر ایک

مکان نظر آیا۔ یہ مکان عام مکانوں سے کافی ہٹ کر تھا اور اس کے اطراف میں کوئی اور مکان نہیں تھا۔

بہرصورت شیران اس کی جانب چلتا رہا، اب آس پاس اُسے اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا، اُس مکان کی چہار دیواری زیادہ اونچی نہیں تھی لیکن اُسے خاردار تاریں لگا کر اونچا کر دیا گیا تھا۔ چہار دیواری کے اندر خاصا وسیع میدان تھا، اصل عمارت درمیان میں تھی جو زیادہ بڑی نہیں تھی۔

شیران مکان کے احاطے کے قریب ہی ایک بلند درخت پر چڑھ گیا اسے شبہ ہوا تھا کہ یہ مکان کسی خاص اہمیت کا حامل ہے، حیرت اُسے اُن لوگوں پر تھی جو اس کا تعاقب کرتے ہوئے نجانے کہاں گم ہو گئے تھے۔ بہرطور درختوں کی گھنی شاخوں میں چھپ کر وہ مکان کا جائزہ لیتا رہا۔

مکان کے گیٹ پر اُسے دو مسلح محافظ نظر آئے۔ وہ مستعد کھڑے ہوئے تھے، پھر کچھ اور محافظ اُسے گشت کرتے ہوئے دکھائی دیے، ان کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس عمارت کے گرد چکر لگا رہے ہیں، پورا چکر کرنے کے بعد وہ دروازے کے نزدیک تعینات محافظوں کے پاس آ کر رُکے اور آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے۔

شیران بغور حالات کا جائزہ لے رہا تھا، اُسے یہ مکان کافی پُراسرار محسوس ہوا تھا، نجانے کیوں اس کے ذہن میں یہ خواہش جاگی کہ وہ اس مکان کا اندر سے جائزہ لے۔ مکان میں داخل ہونے کے لیے اُس نے کسی مناسب جگہ کی تلاش میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں، لیکن خاردار تاروں کی باڑھ احاطے کے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور داخلے کا صرف ایک ہی دروازہ تھا، پھر اُس نے درخت پر نگاہ دوڑائی، درخت کی ایک شاخ اس کی معاون بن سکتی تھی، لیکن اس کے لیے اسے اچھی خاصی محنت کرنا ہوتی۔ یہ شاخ پھیل کر خاردار تاروں کی باڑھ کے نزدیک پہنچ گئی تھی، لیکن اس کا آخری سرا کافی پتلا تھا اور شیران کو خدشہ تھا کہ وہ اس کے بدن کو سنبھال نہیں سکے گا، اس کے علاوہ اس کا فاصلہ خاردار تاروں سے تقریباً دو تین فٹ تھا، چنانچہ اگر وہ اس کے سرے پر پہنچ بھی جاتا تو پھر خاردار تاروں کو عبور کر کے دوسری طرف گرنے کے لیے ۔۔ خاصی مشقت درکار تھی اور چوٹ بھی لگ سکتی تھی۔

بہرطور ذہن میں بیٹھ گئی تھی۔ اس لیے اب باز رہنا مشکل تھا، وہ اپنی جگہ سے ہٹا اور دوسری شاخ کی طرف بڑھنے لگا جو اُسے مکان کے اندر پہنچانے میں معاون ثابت ہو سکتی تھی، اُس نے شاخ کی مضبوطی کا اندازہ کیا اور یہ جان کر اُسے ایک گونہ سکون محسوس ہوا۔ دُور سے یہ شاخ جس قدر نازک نظر آ رہی تھی درحقیقت اتنی نازک نہیں تھی۔

وہ دونوں پاؤں اِدھر اُدھر لٹکا کر آہستہ آہستہ کھسکنے لگا اس طرح وہ شاخ کے سرے کی جانب جا رہا تھا شاخ کا سرا بھی آگے چل کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا لیکن آخری حصے پر پہنچنے کے بعد شیران کو اس شاخ سے اوپر ایک اور ایسی جگہ نظر آ گئی جہاں تک اگر وہ پہنچ جاتا تو تھوڑی سی محنت اُسے خاردار تاروں کے دوسری جانب پہنچا سکتی تھی حالانکہ اس طرح بلندی کچھ اور زیادہ ہو جاتی تھی لیکن دو یا ڈھائی فٹ سے زیادہ نہیں جب اتنی بلندی کا خطرہ مول لیا جا سکتا ہے تو ڈھائی فٹ اور سہی۔ شیران نے سوچ اور پھر وہ اپنا بدن سنبھال کر اس دوسری شاخ پر جانے کی کوشش کرنے لگا۔ شاخ کا اگلا حصہ لچک رہا تھا اور اگر شیران کچھ اور آگے بڑھتا تو یہ خطرہ پیدا ہو سکتا تھا کہ شاخ ٹوٹ جائے۔ لیکن اوپر شاخ خاصی مضبوط تھی اور آگے چل کر وہ اوپر کی جانب بڑھ گئی تھی شیران نے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے اس دُوسری شاخ پر جما اور اپنا بدن اُوپر اُٹھانے لگا پھر وہ شاخ کے انتہائی سرے پر پہنچ نہیں سکے یہ سرا اُوپر کی جانب بلند ہوتا تھا۔ اُس نے اس مرحلے کے لیے خود کو تیار کر لیا اور شاخ کے اس حصے میں لٹک جھولنے لگا۔ اس طرح جھولتے ہوئے اس کو خاردار تاروں کی باڑ پھلانگنی تھی۔ اندازے کی ذرا سی بھی غلطی ہو جاتی تو وہ مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ممکن تھا اس کا لباس خاردار تاروں میں پھنس جاتا اور وہ اُنھیں میں لٹک کر رہ جاتا یا پھر اس طرح نیچے گرتا کہ بُری طرح زخمی ہو جاتا لیکن بہرطور یہ سب کچھ تو کرنا ہی تھا خطرہ مول لیے بغیر مکان میں داخلہ ممکن نہیں تھا۔ وہ اسی طرح لٹکا لٹکا ان محافظوں کو دیکھنے لگا جو مکان کی عمارت کے گرد گشت کر رہے تھے۔ اس کام میں اسے بڑی دقت ہوئی۔ محافظ اس جانب سے گزرے تو اُس نے سکون کی سانس لی اب وہ مکان کے احاطے کے حصے پر پہنچ چکے تھے۔

پھر جونہی وہ دُوسری طرف مُڑے شیران نے اپنے جسم کو دو تین زوردار جھکولے دیے اور شاخ چھوڑ دی۔ اُس نے پوری قوت سے خاردار تاروں کو پھلانگنے کی کوشش کی تھی اور اس کی یہ کوشش کارگر ہوئی۔ وہ خاردار تاروں کے اُوپر سے گزر کر مکان کے احاطے میں جا گرا۔ نیچے گرنے سے کافی چوٹ آئی دونوں پاؤں جھنجھنا کر رہ گئے تھے۔ ہاتھ بھی زمین پر جا ٹکے تھے اور زمین کے بل گر کر اس نے اپنے چہرے کو پوری طرح زمین سے ٹکرانے سے بچایا تھا۔ بہرطور وہ پھرتی سے کھڑا ہوا حالانکہ پاؤں ساتھ نہیں دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود اُسے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنی تھی کیونکہ گشت کرنے والے محافظ خاصے مستعد معلوم ہوتے تھے۔ وہ یقیناً تھوڑی دیر کے بعد چکر لگا کر اس طرف پہنچ جائیں گے۔ اُس نے دوڑ کر عمارت کے اور احاطے کے درمیان فاصلے کو طے کیا اور عمارت کے قریب پہنچ گیا۔

باہر کی دیواریں سپاٹ تھیں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جس کی آڑ میں چھپ کر وہ خود کو محفوظ کر سکے اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ تیزی سے اس سمت دوڑے جدھر مکان کا داخلی دروازہ تھا۔ چنانچہ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ برق رفتاری سے سفر کرتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

گشت کرنے والے محافظ اس وقت دروازے کے سامنے نہیں تھے البتہ وہ دونوں محافظ بدستور کھڑے ہوئے تھے جنھیں شیران پہلے ہی دیکھ چکا تھا اور اس وقت دونوں محافظوں کو ہلاک کرنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔

چنانچہ کونے پر پہنچتے ہی شیران نے ایک چھلانگ لگائی۔ محافظوں نے اُسے دیکھ لیا۔ وہ ابھی حیران ہو ہی رہے تھے کہ شیران اُن پر جا پڑا۔ وہ ایک محافظ کو لپیٹ میں لیتا ہوا نیچے گرا تھا۔ محافظ کے حلق سے کراہ سی نکل گئی۔ دُوسرے محافظ نے پھرتی سے بیلٹ میں اڑسے ہوئے پستول کو نکالنے کی کوشش کی لیکن شیران نے اس کا ایک پاؤں پکڑ کر ایک دم نیچے گھسیٹ لیا جونہی محافظ نیچے گرا شیران نے ایک قلابازی کھائی اور اُس کے پستول والے ہاتھ کی کلائی پر جوتے کی زوردار ٹھوکر رسید کی تھی۔

محافظ کے حلق سے ایک چیخ سی نکلی تھی لیکن کلائی پر ٹھوکر لگتے ہی شیران اُس کے اُوپر گر پڑا۔ اور اس طرح یہ محافظ بھی نیچے گر کر خاصا زخمی ہو گیا لیکن پہلا محافظ جسے شیران کو اس دُوسرے محافظ کو سنبھالنے کے لیے چھوڑ دینا پڑا تھا اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی رائفل کی نال کو پکڑ کر پوری قوت سے شیران پر حملہ آور ہوا تھا وہ اپنے ساتھی کے اُوپر پڑے ہوئے شیران کو عقب سے زخمی کرنا چاہتا تھا لیکن شیران کو اس کا اندازہ تھا کہ اس کے بعد یہی ہو سکتا ہے چنانچہ وہ پھرتی سے ایک طرف لُڑھک گیا۔

رائفل کا بٹ پوری قوت سے نیچے پڑے ہوئے محافظ کے سر پر پڑا اور اس طرح پڑا تھا کہ اس بے چارے کی آواز بھی نہ نکل سکی۔ دوسرے محافظ کو اپنی اس خوفناک غلطی کا احساس ہوا تو وہ گم صُم سا ہو گیا۔ لیکن یہ موت کی خاموشی ہی تھی کیونکہ کوئی فوری تحریک ہی اُسے شیران کے ہاتھ سے بچا سکتی تھی جونہی وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہوا شیران نے پلٹ کر اُسے بھی سنبھال لیا۔ اُس کا گھونسہ محافظ کی پیشانی پر پڑا اور محافظ پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا اس کے ٹکراتے ہی شیران دوبارہ اس پر جا پڑا اور اس کی گردن اپنے شکنجے میں لے لی۔ اگر تقدیر یاوری کرتی تو یہ کام صرف ان لمحات میں ہو جانا چاہیے تھا جب تک دُوسرے محافظ گشت کر کے اس طرف نہ پہنچ جاتے۔ شیران اپنی دانست میں یہی کوشش کر رہا تھا کہ اس مکان کا چکر لگا کر اس طرف آنے والوں کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ ان لوگوں کا بندوبست کر سکے اور تقدیر نے یہاں اُس کا ساتھ دیا۔ پہلا محافظ تو اپنے ساتھی ہی کا شکار ہو گیا تھا۔ دُوسرے محافظ نے شیران کی گرفت میں ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی لیکن وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا اور وہ بھی بے آواز ہی ڈھیر ہو گیا۔ شیران کو سب سے زیادہ اس بات کا احساس تھا کہ فائر کی آواز نہ ہونے پائے ہر چند کہ یہاں مکانات خاصے فاصلے پر تھے لیکن اس کے باوجود اس سناٹے میں گولی کی آواز دُور تک سُنی جا سکتی تھی یہاں داخل ہونے کے بعد بظاہر یہی امکان لگتا تھا کہ دو محافظ گیٹ پر موجود تھے اور باقی دو گشت کر رہے ہیں۔ ان چاروں کے علاوہ کم از کم بیرونی حصے میں کوئی نہیں ہے چنانچہ اگر شیران ان دو مُردہ محافظوں کو گھسیٹ کر گیٹ کے اندر لے جانے کی کوشش کرے تو اول تو یہ پتہ نہیں تھا کہ اندر کے حالات کیا ہیں ممکن ہے کچھ اور محافظ اندر موجود ہوں اور شیران کو وہیں ناپ لیا جائے دیگر یہ کہ دروازے پر ہلاک ہونے والے محافظوں کا خون کافی بکھر گیا تھا۔ یہ خون دیکھ لیا جائے گا اور

گشت کرنے والے چوکنے ہو جائیں گے چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ انھیں بے خبری میں سنبھال لیا جائے۔ شیران نے زمین پر پڑی ہوئی ایک رائفل اٹھائی اور اُسے نال کی طرف سے پکڑ کر لاٹھی کی طرح استعمال کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ پروگرام یہی تھا کہ مکان کے عقب سے گشت کرکے اس طرف آنے والے محافظ اس کونے سے آگے نہ بڑھنے پائیں جو انھیں دروازے کی طرف لاتا تھا۔

اگر وہ دروازے کی سمت آگئے تو یقیناً دونوں محافظوں کو موجود نہ پاکر ہوشیار ہو جائیں گے۔ چنانچہ وہ خود ہی اپنی جگہ سے آگے بڑھ کر کونے کے قریب پہنچ گیا۔ دُوسری طرف سے اُسے قدموں کی چاپ سُنائی دے رہی تھی۔ اُس کے اندازے کو یہ چاپ سُن کر پختگی حاصل ہو گئی۔ دو ہی آدمیوں کے قدموں کی چاپ تھی۔ اب حملہ اس طرح ہونا چاہیے تھا کہ وہ دونوں شدید زخمی ہو جاتے اور فوری طور پر پستول استعمال نہ کر سکتے۔

شیران دَم سادھے کھڑا رہا۔

پھر وہ دونوں محافظ ایک قطار میں کونے کے قریب پہنچے اور جونہی اُنھوں نے اپنا رُخ سامنے کی طرف کیا۔ شیران کا ہاتھ پوری قوت سے گھوما۔ رائفل کا بٹ پہلے محافظ کے سر پر پڑا اور پہلا محافظ بُری طرح دُوسرے محافظ سے ٹکرا گیا چونکہ وہ کونے کے قریب تھے اس لیے دیوار کا کونا بھی اس دوسرے محافظ کے سر سے بُری طرح ٹکرایا تھا۔ وہ دونوں بھیانک آوازوں میں چیخے اور شیران اُن کے سامنے آگیا۔ پہلے ہی وار میں اُسے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی چنانچہ رائفل کے بٹ کے پے در پے وار کرکے اُس نے ان دونوں محافظوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ یہ وحشیانہ اقدام انسانی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ شیران کے چہرے پر اس وقت جو وحشت اور درندگی برس رہی تھی اگر کوئی ذی ہوش انسان اسے دیکھ لیتا تو ہوش و حواس برقرار نہ رکھ پاتا۔

ان دونوں کو دیکھ کر اُس نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور پھر ان میں سے ایک کا پستول اس کی پیٹی سے کھینچ کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اُسے اندازہ ہُوا کہ دروازہ مقفل تو نہیں ہے لیکن اس کی بڑی کنڈی باہر سے بند ہے۔ اس بند کنڈی کو دیکھ کر ایک لمحے میں شیران نے حالات کا اندازہ لگایا اندر جو کوئی ہے یا تو قیدی ہے یا پھر کوئی ایسی شخصیت جس نے محافظوں کو حکم دیا ہے کہ اُسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔

بہر طور اپنے طور پر ہوشیار رہنا ضروری تھا چنانچہ شیران نے بہ آہستگی دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ نیم تاریک مکان میں دروازے سے داخل ہوتے ہی اُسے ایک برآمدہ سا نظر آیا۔ اس برآمدے کا ایک دُوسرا دروازہ بھی تھا جس سے اندر داخل ہو کر وہ ایک چھوٹے سے صحن میں پہنچ گیا۔ مقامی طرز کا بنا ہُوا مکان تھا۔ صحن کے تین اطراف تین کمرے نظر آ رہے تھے لیکن سامنے والے کمرے کے دروازے پر ایسے روشنی نظر آئی حالانکہ روشنی جلانے کی ضرورت نہیں تھی

شیران پستول سنبھالے دروازے کے قریب پہنچ گیا پھر اُس نے دروازے پر ایک زوردار لات ماری اور دروازے کے دونوں پٹ بھڑاک سے کھل گئے۔

اندر تیز روشنی تھی اور اس تیز روشنی میں اُسے تین افراد نظر آئے۔ دو بوڑھے مرد اور ایک عورت، یہ تینوں مقامی لباس میں ملبوس تھے اور ایک میز کے گرد بیٹھے ہُوئے کچھ سوچ رہے تھے۔ دروازہ کھلنے کی خوفناک آواز نے اُنھیں دہشت زدہ کر دیا اور وہ مُنہ پھاڑ کر اندر آنے والے کو دیکھنے لگے۔

شیران اُنھیں گھُور رہا تھا۔

اندر موجود لوگوں کے چہروں پر خوف کے آثار نظر آ رہے تھے۔ بوڑھی تو بے ہوش ہونے کے قریب تھی۔ اس کے برابر والے مرد نے اُسے سنبھالا اور گھبرائی ہُوئی آواز میں بولا۔ "کک۔ کیا بات ہے؟" شیران خاموشی سے اُنھیں گھُورتا رہا وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر پھیر کر شیران کے عقب میں دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے تب شیران آہستہ سے بولا۔ "پیچھے کوئی نہیں ہے۔ کیا اس عمارت میں صرف تم تین افراد ہی ہو؟"

"تم۔ تم کون ہو؟ کیا تم یہ بات نہیں جانتے۔" دُوسرے بوڑھے نے پوچھا۔ چہروں سے یہ لوگ خاصے سنجیدہ اور بُردبار نظر آتے تھے، شیران چند قدم آگے بڑھا اور اس بوڑھے کی آنکھوں میں جھانکنے لگا پھر اُس کی پھنکار سُنائی دی۔

"تم کون ہو؟" فوراً اپنے بارے میں بتاؤ؟"

"یہی سوال ہم تم سے بھی کر سکتے ہیں یا پھر چلو صرف اتنا بتا دو کہ تمھارا تعلق کنگ لوئی سے ہے؟"

"اگر میں یہ کہوں کہ میرا تعلق کنگ لوئی سے نہیں ہے تو تمھارے احساسات کیا ہوں گے؟" شیران نے سوال کیا۔

دونوں بوڑھے ایک دُوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ بوڑھی پر بدستور نزع کی سی کیفیت طاری تھی پھر ان سب سے ایک نے کہا۔ "اگر تمھارا تعلق لوئی سے نہ ہوتا تو تمھارا یہاں تک پہنچنا ممکن ہی نہیں تھا۔ باہر پہرہ دینے والے موجود ہیں۔"

"تو پھر آؤ ان کا نظارہ کر لو۔" شیران نے کہا اور پھر چونک کر بولا۔ "لیکن ایک بات بتاؤ بیرونی حصے کی بات چھوڑ دو۔ عمارت کے اندر تم تینوں کے علاوہ اور کوئی بھی موجود ہے؟"

"نہیں۔ ہم تینوں ہی اس عمارت کے قیدی ہیں۔"

"اور یہ عمارت کنگ لوئی کی ہے؟"

"ہاں۔ سرکاری عمارت ہے۔"

"تو آؤ پہلے میں تمھیں یہ اطمینان دلا دُوں کہ میں کنگ لوئی کا آدمی نہیں ہُوں۔ میں نے مسلح محافظوں کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"تت۔ تو۔ تو کیا تم بروی ہو لیکن تمھاری شکل و صورت، تم اس بستی کے باشندے تو نہیں ہو شاید تم وہ پہاڑی ہو جو کنگ لوئی کے ساتھ اس بستی میں آئے ہو۔ لیکن تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ تمھارا تعلق کنگ لوئی سے نہیں ہے؟"

"میں فضول باتیں پسند نہیں کرتا۔" شیران غرّائی ہوئی آواز میں بولا اور وہ دونوں اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔ عورت البتہ کوشش کے باوجود نہیں اُٹھ سکی تھی۔ شیران اُنھیں باہر لایا۔ چاروں محافظوں کی لاشیں اسی طرح اوندھی سیدھی پڑی ہوئی تھیں۔ بوڑھے اُنھیں دیکھ کر کانپ گئے۔

"تت۔ تم نے اُنھیں ہلاک کر دیا۔ کیا تمھیں یہ احساس نہیں کہ کنگ لوئی تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا؟"

"اوہ۔ میرے ساتھ کیا ہو گا۔ تم اس بات کو جانے دو، تم اپنے بارے میں بتاؤ کیا تم بروی خاندان سے ہو؟"

"ہاں میرا نام واستو بروما ہے اور میں یہاں ایک معزز حیثیت رکھتا ہُوں یاتان بروما میرا چچازاد بھائی تھا اور یہ شخص بھی میرا عزیز ہے۔" ان میں سے ایک بوڑھے نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے میں کنگ لوئی کے ساتھ اس بستی میں ضرور آیا تھا لیکن اب میرا کنگ لوئی سے اختلاف ہو گیا ہے اور یہ اختلاف اس لڑکی کی وجہ سے ہے جو یاتان بروما کی بیٹی ہے یاتان بروما کی بیٹی جنگلوں سے میرے ساتھ آئی تھی اُس کا تحفظ میرا فرض ہے۔ میں اُسے لوئی کا شکار نہیں بننے دُوں گا۔"

"کک۔ کیا۔ کیا تم درست کہہ رہے ہو؟" واستو بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہُوں تمھیں دوبارہ اس کی تصدیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکتے ہو تو مجھے بتاؤ۔" بوڑھے ایک بار پھر ایک دُوسرے کی شکل دیکھنے لگے پھر واستو نے کہا۔ "دیکھو دوست۔ ہم یہاں اس مکان میں قید موت کا انتظار کر رہے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ کنگ لوئی ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ طویل عرصے سے لوئی خاندان کے دل میں انتقام کی آگ سُلگ رہی ہے اور آج تقدیر نے اُنھیں یہ موقع فراہم کر دیا ہے کہ وہ برومیوں کو اس رُوئے زمین سے مٹا دیں۔ موت برحق ہے اگر آج ہم لوئی کے ہاتھوں قتل نہ ہوئے تو کل ہمیں طویل موت مرنا ہو گا۔ اس لیے ہم موت کی پروا نہیں کرتے ہر انسان کی زندگی میں کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے اگر تم سدھاشی کی زندگی واقعی بچانا چاہتے ہو تو ہم دونوں تمھارے ساتھ ہیں۔ ہم تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتے نوجوان لیکن اگر تم ہمیں کچھ بتاؤ تو ہم تمھاری مدد کر سکتے ہیں۔"

"سدھاشی کہاں ہو گی؟" شیران نے سوال کیا۔

"یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا لیکن میں تمھیں ایک ایسے شخص کا پتہ دے سکتا ہُوں جو تمھیں سدھاشی کے پاس پہنچا دے گا۔"

"کون ہے وہ؟"

"سکارا ہے اس کا نام۔ پیلے رنگ کی ایک ہی عمارت ہے اس بستی میں یہ عمارت مقدس معبد کہلاتی ہے۔ سکارا اس معبد میں برومیوں کے خلاف جاسوسی کرتا ہے یعنی وہ کنگ لوئی کا آدمی ہے جو برومیوں کی حیثیت سے برومیوں کے خلاف لوئی کو آگاہ رکھتا ہے۔ طویل عرصے سے وہ یہ ذمے داری انجام دے رہا ہے لیکن درحقیقت وہ دل سے برومیوں کا مددگار ہے۔ اُس نے ہمیشہ ایسی اطلاعات لوئی خاندان کو پہنچائی ہیں جن سے برومیوں کو کوئی خاص نقصان نہ پہنچے۔ اس طرح وہ اپنا فرض بھی انجام دے رہا ہے اور لوئی خاندان کا وفادار بھی بنا ہُوا ہے۔ بہت سے مرحلوں پر اُس نے ہماری مدد کی ہے۔ میں یہ بات تمھیں بتانے کے بعد دل ہی دل میں لرز رہا ہُوں کہ کہیں میں سکارا کی موت کا باعث نہ بن جاؤں لیکن ہم جانتے ہیں کہ تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں اور آسمانوں سے جو کچھ مقرر کر دیا گیا ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اگر تم اس پیلی عمارت تک پہنچ کر سکارا کے پاس چلے جاؤ تو سکارا تمھیں سدھاشی کی قیام گاہ تک پہنچا سکتا ہے کیونکہ وہ اس سلسلے میں سب سے زیادہ واقف کار انسان ہے۔"

"ہوں۔ تم نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش تو نہیں کی ہے۔"

"تو پھر تم یوں کرو کہ پستول کی ایک ایک گولی ہم تینوں پر استعمال کر لو۔ اس سے زیادہ ہم تم سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔" شیران

نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر بوڑھے کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا "میں تمھیں یہاں سے نکال سکتا ہوں لیکن میں خود بھی ان علاقوں سے ناواقف ہوں اور یہاں بالکل تنہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ اگر میں تمھیں اس مکان سے باہر نکال دوں تو تم کون سے علاقے میں پناہ لے سکتے ہو۔ تاہم میدان خالی ہے تم چاہو تو یہاں سے فرار ہو سکتے ہو یا پھر ان لوگوں کا اسلحہ پڑا ہوا ہے جو تمھارے کام آ سکتا ہے۔ تمھاری اس اطلاع کے جواب میں میں تمھاری صرف اتنی ہی مدد کر سکتا ہوں۔ اگر یہاں میرے ذرائع ہوتے تو میں تمھیں یہاں سے نکال کر لے جاتا اور تمھاری زندگی کا تحفظ کرتا۔"

"نہیں دوست۔ تمھارا شکریہ۔ ہم تقدیر کے فیصلوں کے منتظر ہیں۔ ہاں یہ تو بتاؤ کہ اگر ان محافظوں کی موت کا علم کنگ لوئی کو ہو جائے اور وہ ہم سے سوال کرے تو ہم کیا جواب دیں؟"

"تم لاعلمی ظاہر کرنا۔ اسے مت بتانا کہ میں تمھارے پاس آیا تھا۔"

"ٹھیک ہے، وعدہ ایسا ہی ہوگا۔" بوڑھے واستو نے جواب دیا اور پھر شیران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "نوجوان اگر تم سدھاشی کو بچا سکے اور یہاں سے نکال لے جا سکے تو میں یہ نہیں کہتا کہ لوئی خاندان سے حکومت چھن جائے گی لیکن لوئی خاندان سکون سے حکومت نہیں کر سکے گا۔ کنگ لوئی کے اوپر یہ بات واجب رہے گی کہ سدھاشی کو تلاش کر کے اسے قتل کرے ورنہ اسے وہ اہمیت نہیں حاصل ہو سکے گی جو حکمرانوں کو ہوتی ہے وہ ہمیشہ سازشوں کا شکار رہے گا اگر تم ایسا کر دو تو یہ کنگ لوئی سے ہمارا بہترین انتقام ہوگا۔" واستو نے کہا۔ شیران نے آہستہ سے گردن ہلائی۔

"میں کوشش کروں گا بہر طور تمھارا شکریہ۔" اس کے بعد شیران اس عمارت سے نکل آیا۔ باہر بدستور ویرانی پھیلی ہوئی تھی۔ چاروں لاشیں اسی طرح پڑی ہوئی تھیں۔ شیران کو باہر نکلنے میں کوئی دقت نہ ہوئی لیکن اب یہاں سے آگے بڑھنے کے بعد اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ اس نے سوچا کہ وہ لوگ جو اس کا تعاقب کر رہے تھے آخر کہاں چلے گئے کہیں یوں نہ ہو کہ وہ اسے اس مکان سے نکلتے ہوئے دیکھ لیں۔ چنانچہ اس نے ایسے راستے اختیار کیے جو پوشیدہ تھے اور یہاں سے چھپ چھپ کر آگے بڑھا جا سکتا تھا۔ تمام راستے اسے یہ احساس نہ ہوا کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ سب سے پہلے وہ اپنی رہائش گاہ پہنچا تھا۔ یہاں اس نے کئی گھنٹے گزارے۔ لوئی یا اس کے کسی آدمی نے اس سے کوئی بازپرس تک نہیں کی تھی۔ ہاں۔ اسے ضرورت کی وہ تمام چیزیں بدستور مہیا کر دی گئی تھیں۔ جن کی اس نے خواہش ظاہر کی۔ اس کے بعد شیران کو دوسرا کام کرنا تھا۔ ابھی کچھ وقت باقی تھا اور اس مختصر وقت ہی میں اسے اپنے سارے معاملات پورے کر لینے تھے ورنہ دربار لگنے کے بعد سدھاشی کی موت یقینی ہو جاتی۔

واستو کی نشاندہی پر شیران اس عمارت تک پہنچ گیا، جو عبادت گاہ تھی۔ یہاں اسے سکارا کو تلاش کرنے میں دقت نہ ہوئی۔ دبلے پتلے بدن کا ایک بھکشو تھا۔ پہلے تو اس نے شیران سے تعاون ہی نہ کیا لیکن واستو کے نام سے وہ نرم پڑ گیا اور جب شیران نے اسے واستو کے دیے ہوئے تمام حوالوں سے آگاہ کیا تو اس نے غم زدہ انداز میں کہا۔ "آہ۔ بیچاری بیٹی اس معبد کے سامنے والی عمارت میں قید ہے۔ کنیاؤں تک پہنچنا ناممکن ہوگا جوان۔"

"یہ میرا کام ہے سکارا۔ تمھارا شکریہ۔" شیران آہستہ سے بولا اور معبد سے باہر نکل آیا۔

ایک ہفتے کے اندر اندر نعمان خان نے ان لوگوں میں نمایاں حیثیت اختیار کر لی تھی، اس مہم کی انچارج جو نعمان خان کو سرانجام دینی تھی، مادام ثوریسا تھی، ابھی تک نعمان خان کو اس مہم کے بارے میں تفصیلات نہیں بتائی گئی تھیں، البتہ روزانہ رات کو اسے ویلیشیا کے متعلق ایک فلم دکھائی جاتی تھی۔

ویلیشیا کے علاقے کے بارے میں مادام ثوریسا نے ہی اسے بتایا تھا لیکن اس نے یہ بھی کہا تھا کہ نعمان خان اپنے طور پر یہاں کے حالات سمجھنے کی کوشش کرے، اس سلسلے میں ان لوگوں کے پاس تازہ ترین فلمیں موجود تھیں جو بتانے کس طرح ویلیشیا سے یہاں تک آ رہی تھیں۔

ویلیشیا کے معاملات کے بارے میں نعمان خان کو زیادہ معلومات نہیں تھیں، البتہ کافی عرصہ پہلے اس نے اخبارات میں اس علاقے کے بارے میں تھوڑا بہت پڑھا تھا۔ افریقہ کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں اکثر خانہ جنگیاں ہوتی رہتی تھیں، حکومتیں تبدیل ہوتی تھیں۔ ان تبدیلیوں پر نعمان خان نے کبھی غور نہیں کیا تھا، ظاہر ہے یہ اس کی فیلڈ کی چیز نہیں تھی، لیکن اب ان فلموں کو دیکھ دیکھ کر وہ تھوڑا بہت سمجھتا جا رہا تھا۔

بالآخر نویں دن رات کو نعمان خان کو عمارت کے ایک کمرے میں طلب کیا گیا۔ کمرے میں چار پانچ افراد تھے، یہ سب

بر ملکی ہی تھے اور چہروں سے جفادری نظر آتے تھے۔ نعمان خان ان سب کو عمارت میں پہلی بار دیکھا تھا، بہر طور ثوریسا نے ان کا تعارف نہیں کرایا بلکہ صرف نعمان خان کے بارے میں بتایا، ان لوگوں نے پسندیدگی کی نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھا تھا، پھر ان میں سے ایک ایسے شخص نے جس کے جبڑوں کی کھال ایک ایک انچ نیچے لٹک رہی تھی، تیز اور چمکیلی نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھتے ہوئے کہا "ہم تفصیلات میں وقت ضائع نہیں کریں گے یوں سمجھو نوجوان کہ تمھارے بارے میں وہ تمام تفصیلات ہمیں معلوم ہیں، جو ضروری ہوتی ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ تمھیں کام سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ تمھیں ہمارے لیے ایک مہم سرانجام دینی ہے۔ مادام ثوریسا کا کہنا یہ ہے کہ وہ تمھیں ویلیشیا کے علاقے کی فلمیں دکھاتی رہی ہے۔ ان کے خیال میں اگر تم سمجھدار اور زیرک انسان ہو تو تمھیں کم از کم ویلیشیا کے بارے میں واقفیت ہو جانی چاہیے، کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آج تک تم جو کچھ دیکھتے رہے ہو اس کی ترتیب سے تمھارے ذہن میں کوئی خاکہ ترتیب پایا؟"

نعمان خان نے اعتماد سے جواب دیا۔ "جی ہاں میں یہ اندازہ لگا چکا ہوں کہ ویلیشیا خانہ جنگی کا شکار ہے، یہ افریقی ریاست تقریباً ڈیڑھ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے، لیکن اس کا رقبہ بہت وسیع ہے اور اس کی جغرافیائی حیثیت بہت سے ممالک کے لیے قابل توجہ ہے، میں نے یہ اندازہ بھی لگایا ہے جناب کہ ویلیشیا کے اطراف کا ماحول بین الاقوامی قوتوں کا اکھاڑہ بن سکتا ہے، اس کی جغرافیائی حدود بہت سے ممالک کے لیے تشویش کا باعث بھی ہو سکتی ہیں، اس کے علاوہ ان فلموں سے میں نے جو اندازہ لگایا اس سے مجھے یہ احساس ہوا کہ ویلیشیا کے موجودہ حکمران کے خلاف وہاں کے عوام خاصی نفرت کا شکار ہیں، حکومت سے عدم تعاون کیا جا رہا ہے، لیکن حکومت نہایت پامردی سے باغیوں کی سرکوبی کر رہی ہے اور اس نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا ہے، البتہ باغیوں کے متعلق یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تنہا نہیں ہیں۔ ان کے پاس جو ہتھیار دیکھے جاتے ہیں وہ جدید ترین ہیں اور ان ہتھیاروں کی موجودگی یہ ثابت کرتی ہے کہ کہیں سے باغیوں کی امداد ہو رہی ہے، اس امداد کے ذرائع کیا ہیں، یہ بات میں نہیں سمجھ سکا اور یہ بھی نہ جان سکا کہ کونسا ملک انھیں یہ امداد دے رہا ہے! ویسے اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو خود آپ کا ملک بھی اس علاقے سے دلچسپی رکھ سکتا ہے، کیونکہ سمندری حدود میں تھوڑے ہی فاصلے پر جو بحری بیڑے موجود ہیں ان کے تحفظ اور وہاں ان کے قیام کے لیے یہ سب کچھ بہت ضروری ہے۔ اگر میری اتنی بات سے تشفی نہ ہوئی ہو تو میں کچھ اور تفصیل عرض کروں؟"

چھوٹی اور چمکیلی آنکھوں والے کے چہرے پر حیرت اور دلچسپی کے نقوش تھے، اس نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا "یہاں تک تم نے جو کچھ بتایا نعمان خان، میرا خیال ہے میری ذات کے لیے اتنا ہی کافی ہے، باقی حضرات اگر تم سے کوئی سوال کرنا چاہیں تو میں ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

نعمان خان نے سوالیہ نگاہوں سے ایک ایک کی جانب دیکھا لیکن سب نے گردن ہلا دی تھی، ثوریسا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل ہوئی تھی، تب بھاری جبڑے والے نے ثوریسا سے کہا۔ "یوں لگتا ہے کہ نعمان خان مکمل طور پر ہمارے کام کا آدمی ہے مادام ثوریسا، اور میرے خیال میں بہتر یہ ہے کہ اب اسے صورت حال سے آگاہ کر دیا جائے۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" ثوریسا نے کہا۔

"ویلیشیا کے بارے میں تم نے جو کچھ اندازہ لگایا ہے نعمان خان وہ بالکل درست ہے، باغیوں کو ہتھیار ہم لوگ سپلائی کر رہے ہیں، لیکن ہماری کڑی نگرانی کی جا رہی ہے تم سمندری جغرافیائی حدود سے یہ اندازہ لگا چکے ہو کہ وہ علاقہ ہمارے لیے کس قدر قیمتی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم وہاں کسی دوسری قوت کا تسلط نہیں چاہتے، اب تک آزادی کے اس علاقے میں نبھو کروسو حکومت کر رہا تھا، جب تک وہ غیر جانبدار رہا، ہم نے اس کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی، لیکن اب وہ ہماری مخالف قوت کے زیر اثر آتا جا رہا ہے اور اس طرح ہمیں اپنے مفادات خطرے میں محسوس ہو رہے ہیں۔

نبھو کروسو کے خلاف آرفنی سرواتو مصروف عمل ہے اور یہی شخص باغیوں کی رہنمائی کر رہا ہے، سرواتو نوجوان آدمی ہے ذہنی طور پر وہ ہم سے متاثر ہے اور اس کی پالیسیاں ہمارے مفاد میں کام کر رہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم بہ ہزار دقت انتہائی مشکلات کے ساتھ سرواتو کی حتی الامکان امداد کر رہے ہیں، اگرچہ امداد ہم براہ راست نہیں کر پا رہے، بلکہ کچھ اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہماری اعانت کر رہی ہیں، لیکن ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ویلیشیا میں ہمارے لیے تسلی بخش کام نہیں ہو رہا۔ سرواتو کو امداد ضرور مل رہی ہے لیکن اسے ناکام بنایا جا رہا ہے۔ نبھو کروسو اتنا ذہین انسان نہیں ہے کہ وہ سرواتو کی ہر اسکیم کو فیل کر دے، بلکہ اس علاقے میں

ایک اور منزل موجود ہے جس کا نام آئزک تھاور ہے۔ یہ بظاہر ویلیسیا ہی کا باشندہ ہے لیکن اس نے اپنی ساری عمر اس بڑے ملک میں گزاری ہے جو ہمارا حریف ہے، وہیں سے اُس نے تمام تر فوجی تربیت حاصل کی ہے۔ انہی کے ایما پر وہ ویلیسیا پہنچا اور اس نے بنتھوکروسو کو اپنے آہنی شکنجے میں کس لیا۔ بنتھوکروسو اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے عوام اس کی حکومت پسند نہیں کرتے اور ویلیسیا میں ہونے والی بغاوت اس کی حکومت ختم کر سکتی ہے، چنانچہ اُس نے اپنی غیر جانبدارانہ پالیسی ترک کر کے اس ملک کا حلیف بننا قبول کر لیا اور اب وہ انہی کے اشارے پر ناچ رہا ہے۔ آئزک تھاور جیسا شیطان صفت آدمی اپنے آقاؤں کی مدد سے ویلیسیا کے حالات کو مکمل طور پر کنٹرول کر رہا ہے اور تھوڑی سی فوجوں کے ساتھ باغیوں کی بہت بڑی تعداد کو دبائے ہوئے ہے، اس کی ذہانت سے اب تک باغی بنتھوکروسو کا تختہ اُلٹنے میں ناکام رہے ہیں، اگر وہ نہ ہوتا تو شاید اب تک ویلیسیا کی تقدیر کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

آئزک تھاور کو اپنے آقاؤں کا پورا پورا تعاون حاصل ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، بین الاقوامی معاملات تمھاری نگاہوں سے الگ نہ ہوں گے، اگر ہم وہاں مکمل طور پر بنتھوکروسو کا تسلط برقرار رہنے دیتے ہیں تو ہمارے مفادات کو ضرب کاری پہنچے گی، ابھی تک ہم در پردہ یہ سب کچھ کرتے رہے ہیں، لیکن اب ہم بنتھوکروسو کے خلاف باقاعدہ کارروائی کا آغاز کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے صرف ایک فیصلہ کیا گیا ہے اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ آئزک تھاور کو اغوا کر لیا جائے۔

نکلے ہوئے جبڑوں والا خاموش ہو کر نعمان خان کی شکل دیکھنے لگا۔ اس کی چمکیلی آنکھیں نعمان خان کا جائزہ لے رہی تھیں۔ نعمان خان نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

”میں اس لیے خاموش ہو گیا ہوں نعمان خان کہ تم یقیناً سمجھ گئے ہو گے کہ تمھاری مہم کیا ہے، اس کے باوجود اگر تم چاہو تو میں لفظوں میں بتا سکتا ہوں، تمھیں آئزک تھاور کو اغوا کرنا ہے۔

نعمان خان کے بدن میں ایک لمحے کے لیے سرد لہریں دوڑ گئی تھیں، آج تک وہ جو کچھ کرتا رہا تھا، وہ اسمگلنگ یا اپنے مفادات کے لیے تھوڑی بہت جدوجہد تھی، لیکن ملکی پیمانے پر اس نے آج تک کوئی کام سرانجام نہیں دیا تھا، کسی ایسے صاحب اقتدار جنرل کا اغوا معمولی بات نہیں تھی جو کسی بہت بڑے ملک کی زیرِ نگرانی کام کر رہا ہو، بہرصورت وہ کمزوری نہیں دکھانا چاہتا تھا، ہر چند کہ یہ سب کچھ اس کے لیے نیا اور اجنبی تھا، لیکن بادشاہ خان نے اسے جس کام کے لیے مخصوص کیا تھا، اُس میں یقیناً اس کا مفاد تھا اپنے لیے اور اپنے بھائیوں کے لیے۔ وہ اپنی زندگی داؤ پر لگا سکتا تھا، اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ نعمان خان انتہائی ذہین اور اعلا صلاحیتوں کا مالک تھا، لیکن یہ مہم اس کی اپنی صلاحیتوں سے برتر تھی اور اب وہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ اس کے لیے کڑے امتحان کا وقت ہے، انکار نہیں کر سکتا تھا، اور ناکام بھی نہیں رہنا چاہتا تھا، اُس نے اپنے اندر ہمت پیدا کی اور اپنے لہجے کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

”میں سمجھ رہا ہوں جناب، اور میرا خیال ہے میں اس سلسلے میں کارروائی کر سکتا ہوں۔

”گڈ۔ تو پھر نعمان خان تمھیں ایک منصوبے کے تحت ویلیسیا کے ایک قریبی علاقے کرٹیو میں پہنچا دیا جائے گا، کرٹیو سے تمھاری کارروائی کا آغاز ہو جائے گا۔ کرٹیو میں ہمارا ایک ساتھی تم سے رابطہ قائم کرے گا جس کا نام گورلن ہے، گورلن تمھاری مدد ضرور کرے گا لیکن زیادہ تر تمھیں خود پر ہی انحصار کرنا ہوگا۔ جس دُوسرے شخص سے تمھاری کرٹیو میں ملاقات ہو سکتی ہے اور جو تمھارے پیغامات وصول کرے گا اس کا نام شیرر بائن ہے یہ ہمارا خاص ساتھی ہے، اور یہ گورلن کی وساطت سے تم سے ملاقات کرے گا، فی الحال تمھارا معاملہ تمھارے اور گورلن کے درمیان رہے گا اور تم اس پوری مہم کے مکمل طور پر انچارج قرار دیے جاؤ گے۔ یعنی یہ کہ گورلن تمھارا ساتھ ضرور دے گا، لیکن وہاں تمھیں اپنے ہی منصوبے ترتیب دینا ہوں گے اور یہی تمھارا امتحان ہے، ہمیں یقین ہے کہ تمھاری شاندار شخصیت، تمھاری ذہانت جس کا اظہار تمھارے متعلق فائلوں میں کیا گیا ہے، اس کام کو بخوبی انجام دے گی، ہم تم پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں، البتہ تم سے یہ درخواست ضرور کی جائے گی کہ زندگی اتنی قیمتی چیز نہیں ہوتی کہ مقصد اس پر قربان کر دیا جائے، البتہ مقصد پر زندگی قربان کی جا سکتی ہے، اگر کوئی ایسا موقع آیا تو تم زندہ رہنے کی کوشش نہیں کرو گے بلکہ مقصد کو عظیم تر جانو گے۔ کیا تم اس بات کا وعدہ کرتے ہو نعمان خان؟

”نعمان خان پٹھان ہے، جس بات کا بیڑہ اُس نے اُٹھا لیا وہ اس کی زندگی سے بہت زیادہ قیمتی ہو جاتی ہے“ نعمان خان نے جواب دیا۔

”ان الفاظ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے میٹنگ ختم کی جاتی ہے اور اب تمھیں صرف روانگی کی تیاریاں کرنی ہیں۔ کسی

بھی لمحے تمھیں تمھارے مشن پر روانہ کیا جا سکتا ہے، وہ سب اپنی اپنی کرسیوں سے اُٹھ گئے۔ نعمان خان بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا، سب نے نعمان خان سے مصافحہ کیا اور پھر مشینی قدموں سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔ اب اس ہال نما کمرے میں صرف نور پیا رہ گئی تھی، جو مسکراتی نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھ رہی تھی۔

پونے دو گھنٹے گزر گئے تھے۔ اُسے اس عمارت کے گرد منڈلاتے ہوئے۔ محافظوں کا گشت بند ہو گیا تھا اور اب وہ اپنی جگہ ساکت تھے لیکن شیران نے اچھی طرح اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ جاگ رہے ہیں اور مستعد ہیں۔ جُوں جُوں وقت گزرتا جا رہا تھا اُس کا پارہ چڑھتا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے اب جنون جھانکنے لگا تھا۔ بالآخر وہ وقت آ گیا جب وہ احتیاط کا دامن چھوڑ بیٹھا اور اب اسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔ وہ مکان کے دروازے کی طرف چل پڑا۔ دروازے کے عین سامنے پتھر کی بنی ہوئی ایک بڑی سی سل پر دو محافظ آرام کر رہے تھے۔ دُوسرے محافظ دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔

کسی اجنبی وجود کو دیکھ کر بیٹھے ہوئے محافظ بھی کھڑے ہو گئے۔ اُنھوں نے رائفلیں سیدھی کر لی تھیں۔

”میں لوئی کا دوست شیران ہوں کیا تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے۔ مجھے غور سے دیکھو۔ میں اندر جانا چاہتا ہوں۔

”ہرگز نہیں۔ اندر کوئی نہیں جا سکتا۔ نہ ہی ہم تمھیں لوئی کے دوست کی حیثیت سے پہچانتے ہیں۔

”تو میں تم سے اپنا تعارف کرائے دیتا ہوں۔ شیران نے کہا اور اچانک وہ ان دونوں محافظوں پر ٹوٹ پڑا جو اس کے عین سامنے تھے۔ یہ ایک مجنونانہ حرکت تھی اور کسی بھی صحیح الدماغ آدمی سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ لیکن یہی ایک لمحہ کارآمد ہوتا ہے۔ شیران نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اُنھیں ڈھال بنایا اور سامنے کھڑے ہوئے محافظوں کو گولیوں کی زد پر رکھ لیا۔ چار فائر ہوئے اور دونوں محافظوں کے بدن میں دو سوراخ ہو گئے۔ شیران کی ڈھال بنے محافظ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ ان کا حشر بھی اس سے مختلف نہ ہوا۔ وہ جوابی حملہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ دروازے پر ان کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ اس لیے شیران ایک لمحہ ضائع کیے بغیر عمارت کے دروازے کی طرف لپکا۔ اندر بھی لوگ موجود تھے۔ باہر فائرنگ کی آواز سُن کر اندر موجود دو آدمی باہر کی طرف لپکے۔ اُنھوں نے عمارت کے بڑے دروازے کی ذیلی کھڑکی کھول کر گردن نکالی۔ ان کی کھوپڑیاں تڑخ گئیں۔ باہر فرشتۂ اجل موجود تھا۔ اس طرح شیران کو اندر سے بند دروازہ کھلوانے میں بھی کوئی دقت نہ ہوئی۔ اُس کے بدن میں بجلیاں کوند رہی تھیں اور اب اس کے ذہن میں صرف آگ اور خون تھا۔ دُنیا کا کوئی خوف خطرے کا کوئی احساس اس کے قریب بھی نہیں گزر رہا تھا۔

کسی چوکنے چیتے کی طرح وہ آگے بڑھا اور نئے شکاروں کو پھلانگتا ہوا اندر صحن میں آ گیا لیکن اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور وہ شے اس کے پاؤں سے اُلجھتی ہوئی آگے چلی گئی۔ شیران نے جھک کر دیکھا تو وہ اسٹین گن تھی۔ نئے محافظ لوئی کے وہ خاص آدمی تھے جنھیں اُس نے جدید اسلحے سے لیس کیا تھا۔ شیران ایسے مخصوص لوگوں کو دیکھ چکا تھا۔

ابھی وہ صحن عبور بھی نہیں کر پایا تھا کہ سامنے کے حصے سے کچھ دُور آہٹیں سُنائی دیں۔ اسٹین گن تو اس وقت نعمت غیر مترقبہ تھی۔ شیران بھلا اُسے کیسے چھوڑ سکتا تھا اور پھر فوراً ہی میں اُسے استعمال کا موقع بھی مل گیا۔ اس سے قبل کہ وہ حملہ کرتے شیران نے اُنھیں چھلنی کر ڈالا۔ وہ کھلے ہوئے حصے میں آ کر اس کا شکار ہو گئے تھے۔

سامنے آنے والوں کی موت کے بعد دفعتاً سکوت چھا گیا۔ شیران ایک آڑ میں رُک کر اس ہنگامے کا ردِ عمل معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا لیکن خاموشی مکمل خاموشی۔

تب وہ محتاط انداز میں آگے بڑھا اور مکان کے دُوسرے حصے میں داخل ہو گیا۔ یہاں بھی کوئی تحریک نہیں تھی۔ شیران نے ایک چوبی دروازے کو آزمایا اور وہ کھُل گیا۔ دروازے کے دُوسری طرف ایک لمبی راہداری تھی۔ شیران ایک لمحے فیصلہ کرتا رہا کہ راہداری کے کون سے حصے کا رُخ کرے۔ پھر وہ بائیں سمت بڑھ گیا۔ راہداری آگے جا کر دُوسری طرف گھوم گئی تھی پھر وہ عمارت کے عقب میں پہنچ گیا۔ یہاں اُسے ایک دروازہ نظر آیا تھا جس کے باہر تالا لٹکا ہوا تھا۔ اسٹین گن کی نال تالے پر رکھ کر اُس نے ٹرائیگر دبایا اور تالے کے پرخچے اُڑ گئے۔ بند دروازے کو ایک لات ماری تو دروازہ کھُل گیا۔ دروازے کے دُوسری طرف زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں دروازے کے عین سامنے اُسے لوہے کے جنگلے کا ایک بڑا دروازہ نظر آیا۔ اس دروازے کے پیچھے سدھاشی موجود تھی وہ زمین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مدھم اور میلی روشنی میں اُس

کے چہرے کے نقوش واضح نہیں تھے لیکن شیران نے اُسے پہچان لیا۔ وہ آہستہ آہستہ سلاخوں والے دروازے کے پاس پہنچ گیا اور پھر اُس کے حلق سے نرم آواز نکلی "سدھاشی۔!"

زمین پر بیٹھی سدھاشی کے بدن کو جیسے بجلی کا جھٹکا لگا تھا۔ وہ لرز کر رہ گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے دروازے کے دُوسری طرف گھُورنے لگی۔ اُسے اپنی سماعت اور بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"میں تمھارا شیران ہُوں جانِ من۔ شیران اُچکتی ہُوئی آواز میں بولا"

"نہیں۔ یہ۔ یہ ناممکن ہے۔

"قریب آؤ سدھاشی۔ مجھے پہچانو۔ یہ مَیں ہی ہُوں۔

شیران نے پھر کہا لیکن پھر اُسے چوکنا ہونا پڑا۔ باہر ہلکا سا شور سُنائی دیا تھا۔ شاید اور محافظ آ گئے تھے۔

"رُکو۔ ذرا ان لوگوں کو ٹھکانے لگا دُوں۔ شیران نے کہا اور دروازے کی آڑ میں آ کھڑا ہُوا۔ تھوڑا سا دروازہ کھول کر اُس نے اسٹین گن کی نال باہر نکالی اور اندھا دھند فائرنگ کرنے لگا۔ باہر بہت سی چیخیں سُنائی دی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی اس طرف سے بھی فائرنگ شروع ہو گئی۔ اسٹین گن سے ہی فائرنگ کی جا رہی تھی اور گولیاں دیوار چھلنی کر رہی تھیں۔ پتہ نہیں ان لوگوں پر بہت زیادہ بدحواسی طاری تھی یا وہ اندھے ہو گئے تھے کیونکہ ایک بھی گولی دروازے میں نہیں لگی تھی۔ اگر دروازے کو نشانہ بنایا جاتا تو اس کے عین سامنے سدھاشی کو بھی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ شیران کو اس کا شدید احساس تھا۔ بہرحال وہ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر گولیوں کی بارش کر رہا تھا اور اس کی خواہش یہی تھی کہ وہ لوگ دروازے کا صحیح نشانہ نہ لینے پائیں مگر وہ جوش میں یہ بھی بھُول گیا اسٹین گن زیادہ دیر ساتھ نہیں دے سکتی۔ یہ وقت آ گیا۔ اسٹین گن خاموش ہو گئی۔ شیران ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا تھا۔ اب تو پستول بھی نہیں تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً راہداری کی دوسری طرف سے تیز روشنی اس پر پڑی۔ یقیناً کسی طاقت ور ٹارچ کی روشنی تھی۔ شیران نے دُوسری طرف چھلانگ لگا دی اور دوڑتا چلا گیا لیکن اس راستے کا اختتام ایک کمرے کے دروازے پر ہُوا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اُس نے دروازہ بند کر لیا لیکن اُسے احساس ہو گیا کہ وہ چوہے دان میں پھنس گیا ہے۔ وسیع و عریض کمرے میں اندھیرا تھا لیکن وہاں دوسرے سانسوں کی بازگشت بھی سُنائی دے رہی تھی۔

پھر یہاں بھی روشنی پھیل گئی۔ بٹن کی ہلکی سی آواز کے ساتھ دودھیا روشنی میں کمرہ نہا گیا۔ یہ روشنی بھی ایک ٹیبل ٹارچ کی تھی جو بلب کی جگہ بار چمک رہی تھی اور تیز روشنی میں اُس نے چند افراد کو دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک سنجیدہ آواز اُس کے کانوں میں اُبھری۔

"گھاؤ بیچ"

شیران ساکت رہ گیا تھا۔ کنگ لوئی اُس کے سامنے معصوم چہرہ بنائے کھڑا تھا۔ اس کے عقب میں صرف دو افراد تھے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں نظر آ رہی تھیں۔

"یہ سب کیا ہے شیران؟" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"مَیں تمھیں جواب دینا پسند نہیں کرتا۔"

"دوستی کے نام پر۔"

"ہماری دوستی ختم ہو چکی ہے کنگ لوئی۔

"اس کی وجہ جاننا چاہتا ہُوں۔

"وجہ تم جانتے ہو۔"

"لڑکی؟"

"ہاں۔ وہ میرا شکار ہے۔"

"لیکن شیران، میرے دوست، وہ میری زندگی کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ اس کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیے بغیر مَیں اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش نہیں پوری کر سکتا۔

"میرے لیے بھی وہ اتنی ہی اہم ہے۔ شیران نے لاپروائی سے کہا۔

"تم دوستی کے لیے اتنی سی قربانی نہیں دے سکتے؟"

"نہیں۔ دھوکہ تم نے دیا ہے مجھے۔ پہل تم نے کر ڈالی ہے کنگ۔ اب مجھے حق حاصل ہے۔

"تم نے میرے بہت سے ساتھی قتل کر دیے ہیں شیران۔ ان میں بعض میرے لیے بہت اہم تھے۔ میں تمھارے لیے سب کچھ نظرانداز کرنے کو تیار ہوں حالانکہ مجھے ان کی جوابدہی کرنی پڑے گی۔ ہماری دوستی برقرار رہنی چاہیے۔ مَیں تم سے درخواست کرتا ہُوں۔"

"مَیں احمقانہ دوستیوں کا قائل نہیں ہُوں لوئی۔ اپنے ساتھیوں سے کہو مجھے ہلاک کر دیں۔ میں مارنے کے ساتھ مرنے کا بھی قائل ہُوں۔"

"مگر مَیں تمھاری زندگی چاہتا ہُوں۔" لوئی بے چارگی سے بولا۔ اس کا خون کھول رہا تھا۔ وہ شیران کو دانتوں سے

دھیڑ کر چباڈالنا چاہتا تھا لیکن تنظیم کی طرف سے وہ ایک امانت کے طور پر تھا اس لیے وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

"میں سدھاشی کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

"میری پیش کش اب بھی برقرار ہے۔

"کونسی پیش کش؟"

"مَیں سدھاشی کو بلاتا ہُوں۔" تم اسے اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دو۔ صبح کو مَیں اس کی لاش قربان گاہ پر لے جاؤں گا اور اس کی گردن کاٹ لُوں گا۔ مجھے اس کے لیے ڈرامہ کرنا پڑے گا۔ مَیں کر لوں گا۔"

شیران ایک لمحے کے لیے خاموش ہُوا تو لوئی جلدی سے اپنے آدمی سے بولا "جاؤ۔ اس کو نکال لاؤ۔" شیران کی آنکھوں میں مکاری کی چمک لہرا گئی تھی۔ وہ خاموش رہا۔ لوئی کا ایک ساتھی وہاں سے چلا گیا اور چند لمحات کے بعد وہ سدھاشی کو بازو سے گھسیٹتا ہُوا لے آیا۔

"تمھارا شکار موجود ہے شیران۔ یہ خنجر حاضر ہے۔ اسے ہلاک کر کے اپنی قسم پوری کر لو اور پھر اس کی لاش کو تحفے کے طور پر مجھے دے دو۔ مَیں ساری زندگی تمھارے اس تحفے کو نہ بھُول سکوں گا!

شیران نے خنجر لوئی کے ہاتھ سے لے لیا اور سدھاشی زندہ لاش کی مانند جامد کھڑی ہُوئی تھی۔ اُس نے ایک نگاہ سدھاشی پر ڈالی اور دُوسرے لمحے اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"پروماکی بیٹی۔ تجھے اپنے الفاظ یاد ہیں۔ اُس کے حلق سے سفاک آواز نکلی۔ وہ خنجر کی دھار پر انگلی پھیر رہا تھا۔ کنگ لوئی نے گہری سانس لی۔ اس کے چہرے کا اضطراب کسی قدر کم ہو گیا تھا۔

"تجھے وہ وقت یاد ہے سدھاشی جب تو نے شیران کو قسم دی تھی۔

سدھاشی کا بدن لرزنے لگا۔ اُس نے کسی غیر مرئی شے کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے روکنے کی کوشش کی لیکن کوئی سہارا نہ پا کر زمین پر گر پڑی۔ ایک لمحہ۔ صرف ایک لمحہ۔ اسٹین گن برداروں کی توجہ صرف ایک لمحے کے لیے شیران پر سے ہٹی تھی اور اس لمحے خنجر شیران کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ بندوق کی گولی کی طرح سنسناتا ہُوا بھاک سے ایک سٹین گن بردار کی آنکھ میں پیوست ہو گیا تھا۔ اسٹین گن بردار کی دلخراش چیخ نے کمرے کے سکوت کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔

☆

نعمان خان کو اجازت دی گئی کہ اگر وہ چاہے تو بادشاہ خان اپنے بھائیوں سے ملاقات کر سکتا ہے لیکن اُس نے انکار کر دیا۔ اُس کے ذہن پر یہ دلچسپ مہم سوار ہو گئی تھی۔ چنانچہ ایک طیارے سے اسے ایک طویل سفر طے کرنا پڑا۔ طیارہ اسے ایک جزیرے میں لایا اور پھر یہاں سے ایک تاریک رات میں بڑی موٹر لانچ اُسے لے کر ایک نامعلوم سفر پر چل پڑی۔ لانچ پر اس کے ساتھ آٹھ افراد سوار تھے۔ راستے میں اُسے ضرورت کی چیزیں فراہم کی گئی تھیں جن میں ایک وسیع حیطۂ عمل کا ٹرانسمیٹر بھی تھا۔ اس کے ساتھ ہی الو کھے اور جدید ہتھیار بھی تھے جو بہت چھوٹے لیکن انتہائی مہلک تھے۔ اُسے ان ہتھیاروں کے استعمال کا طریقہ اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسے آخری ہدایات بھی جاری کر دی گئیں۔ لانچ کا یہ سفر دو دن کا تھا۔ دُوسرے دن کی شام نعمان خان نے دُور سے سمندر میں کچھ جہاز دیکھے۔ لانچ کی رفتار سست کر دی گئی تھی۔ شاید اس کی منزل آ گئی تھی۔ لیکن جونہی رات ہُوئی سمندر میں چراغاں ہو گیا۔ اچانک ہی خوفناک دھماکے شروع ہو گئے تھے اور فضاؤں میں رنگین قمقموں کی پرواز جاری ہو گئی۔ بڑے بڑے گولے پانی کی سطح سے ٹکرا کر لہروں کو تہ و بالا کرنے لگے تھے۔"

نعمان خان نے اُلجھی ہُوئی نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا جو مستعد ضرور تھے لیکن اس اچانک ہنگامے سے پریشان نہیں معلوم ہوتے تھے۔ نعمان خان کے حیران چہرے کو دیکھ کر اس کے ایک ساتھی نے اس کی تشفی کی۔

"سب کچھ پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے جنگی جہاز ہیں جو یہاں تعینات ہیں۔ ہمیں دیکھ لیا گیا ہے اور فوری طور پر جنگی مشق شروع کر دی گئی ہے تاکہ ہم پر کسی کی نگاہ نہ پڑے۔ جنگی مشقوں کا اعلان پہلے سے کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ سمندر میں گشت کرنے والی لانچیں ہٹ جائیں اور گولہ باری کا شکار نہ ہو جائیں۔ گشت کرنے والی یہ لانچیں ہمارے دشمنوں کی بھی ہو سکتی تھیں لیکن اب چند گھنٹے ان کے آس پاس موجود ہونے کے امکانات نہیں ہیں۔ اس طرح ہمیں کر شو تک پہنچنے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔"

"لیکن کیا اس گولہ باری سے ہمیں نقصان نہیں پہنچ سکتا؟" نعمان خان نے سوال کیا۔

"یہ لانچ ان کی نگاہ میں ہے۔" ساتھی نے جواب دیا اور نعمان خان خاموش ہو گیا۔ ایسے واقعات سے اس کا سابقہ کبھی نہیں پڑا تھا لیکن بے جگر انسان تھا کسی طرح کی پریشانی کا شکار ہونے کے بجائے اس ہنگامے میں دلچسپی لے رہا تھا۔ بہترین

پروگرام بنایا گیا تھا۔ ورنہ اس طرح کریٹو کے ساحل تک پہنچنا آسان نہ ہوتا۔ موٹر لانچ کا سفر جاری رہا۔ اس کی رفتار حد درجے تیز تھی۔ یہاں تک کہ وہ ایک کھاڑی میں داخل ہو گئی۔ سردی بے پناہ تھی۔ دُور دُور تک پہاڑیاں برف پوش نظر آ رہی تھیں لیکن سردی سے بچاؤ کا انتظام بھی کر دیا گیا تھا اور پھر اس نم بستہ کہرآلود رات میں نعمان خان کریٹو کے ایرانی ساحل پر اُتر گیا۔ اُسے یہاں تک لانے والوں نے اس کے لیے بہترین خواہشات کا اظہار کیا اور لانچ کھاڑی سے واپس چل پڑی۔ نعمان خان اس لق و دق برف کے صحرا میں واپس جاتی ہوئی لانچ کے ہیولے کو دیکھ رہا تھا۔

★★

اسٹین گن بردار کی چیخ کے ساتھ ہی سدھاشی کے حلق سے بھی ایک دلخراش چیخ نکلی تھی، وہ صورتِ حال کو سمجھ نہیں سکی تھی؛ جیسے اسٹین گن بردار کی آنکھ میں خنجر پیوست ہُوا تھا، وہ بُری طرح پیچھے گرا اور گرتے ہُوئے اُس کے ہاتھ میں دَبی ہُوئی اسٹین گن کا ٹریگر دَب گیا اور گولیوں کی ایک بوچھاڑ چھت پر پڑی۔ چھت کا سیمنٹ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اُچھلا اور فضا میں سیمنٹ کے ٹکڑوں کی بارش سی ہو گئی۔ دُوسرے اسٹین گن بردار نے بے اختیار شیران کی طرف رُخ کر کے فائر کیا تھا لیکن چونکہ بدحواسی کے عالم میں یہ فائر کیا گیا تھا اس لیے گولیوں کی یہ بوچھاڑ بھی شیران کو متاثر نہ کر سکی، وہ پھرتی سے فرش پر لُڑھکتا ہُوا اسٹین گن بردار کی ٹانگوں کے قریب پہنچ گیا اور پھر اُس نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر پوری قوت سے جھٹکا دیا۔ اسٹین گن بردار مُنہ کے بل نیچے گرا تھا۔ لیکن شیران پُورے ہوش و حواس میں تھا، اسٹین گن بردار کے نیچے گرتے ہی اُس نے اُس کی اسٹین گن پر قبضہ کر لیا تھا۔

دُوسرے لمحے اسٹین گن شیران کے ہاتھ میں آ گئی۔ وہ اُلٹی قلابازی کھا کر کھڑا ہُوا اور اُس نے اسٹین گن کا رُخ کنگ لوئی کی جانب کر کے ٹریگر دبانے کی کوشش کی لیکن کنگ لوئی اُس کے سامنے نہیں تھا۔

عقبی دَروازے سے جہاں سے سدھاشی کو لایا گیا تھا، اُس کا ہلکا سا سایہ نظر آیا تھا۔ شیران بے اختیار اس دروازے کی جانب دوڑا۔ لیکن پھر رُک گیا۔

کمرے میں ابھی دو وجود اور تھے، وہ اسٹین گن بردار جس کی اسٹین گن شیران نے چھینی تھی اور سدھاشی وہ شخص تو اب اس قابل نہیں تھا کہ اُٹھ کر شیران سے مدافعت کر سکتا، جس کی آنکھ میں خنجر لگا تھا لیکن دُوسرا اسٹین گن بردار شیران کے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔ اگر وہ اپنے زخمی ساتھی کی اسٹین گن اُٹھا کر شیران کے پیچھے دوڑ پڑتا تو شیران کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، چنانچہ کنگ لوئی کے پیچھے جانے سے قبل اس شخص کی زندگی کو ختم کر دینا ضروری تھا۔

اسٹین گن دوبارہ شیران کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ اُس نے ایک برسٹ مارا اور نیچے پڑے ہوئے آدمی کے بدن میں لاتعداد سوراخ ہو گئے۔

سدھاشی کی ہولناک چیخ پھر فضا میں لہرائی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور دیوار سے جا لگی، شیران کی نگاہ اس چیخ کی وجہ سے اس پر پڑی تھی، ورنہ شاید وہ ایک لمحے کے لیے سدھاشی کو بھول ہی گیا تھا۔

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، ایک مکار مسکراہٹ۔ آگے بڑھ کر اس نے سدھاشی کو سہارا دیا اور پھر اس کا بازو پکڑ کر اس دروازے کی طرف دوڑا جدھر سے کنگ لوئی نکل کر گیا تھا۔

سدھاشی بالکل ہی خالی الذہن ہو گئی تھی، ان پے در پے جھٹکوں نے اُس کے حواس چھین لیے تھے، وہ بے اختیار شیران کے ساتھ دوڑی چلی گئی۔

اس ہال نما کمرے سے باہر جانے کے صرف دو ہی راستے تھے، ایک وہ راستہ جس سے سدھاشی کو لایا گیا تھا اور دوسرا باہر جانے کا راستہ۔

کنگ لوئی چونکہ اندرونی دروازے کی طرف گیا تھا۔ اس لیے شیران نے بھی ادھر ہی کا رُخ کیا۔ دروازے کے دُوسری جانب شاید تہ خانے میں جانے کا راستہ تھا، چونکہ تھوڑی ہی دُور چلنے کے بعد شیران کو ایک دم سنبھلنا پڑا، ورنہ وہ سیڑھیوں سے لُڑھکتا ہُوا نجانے کہاں جا پہنچتا۔

سدھاشی کا سہارا بھی اس وقت غنیمت لگا تھا، چونکہ اس کا بازو پکڑے ہوئے تھا۔ اُس نے اچانک گرنے سے بچا لیا تھا بہرطور وہ سیڑھیاں طے کرتا ہُوا ایک بڑے ہال میں پہنچا جس کے آخری سرے پر ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔

سدھاشی کی کراہ سنائی دی تھی لیکن شیران اس کی طرف توجہ دیے بغیر دروازے کی طرف لپکا، سدھاشی اس کے ساتھ گھسٹنے کے سے انداز میں دوڑ رہی تھی، اس دُوسرے دروازے کے بعد پھر سیڑھیاں شروع ہوتی تھیں اور یہ سیڑھیاں ایک راہداری میں لے جاتی تھیں۔ راہداری کے موڑ تک پہنچتے پہنچتے شیران کو کوئی دروازہ بند ہونے کی آواز سُنائی دی اور جب وہ راہداری

عبور کر کے ایک اور دروازے کی جانب پہنچا تو بند دروازے سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

دروازے کو دُوسری طرف سے لاک کر دیا گیا تھا، لیکن ن گن کی موجودگی میں یہ بند دروازہ بے مقصد تھا، شیران نے ن گن کی نال تالے پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا اور دروازے کے تالے بگہ ایک بڑا سوراخ ہو گیا۔

دروازہ ایک جھٹکے سے کھول کر وہ باہر لپکا ہی تھا کہ دفعتاً ی کی چھٹی حس نے اُسے مستعد کر دیا اور وہ سدھاشی سمیت نیچے پڑا۔ اگر اس میں تاخیر ہو جاتی تو یقیناً پستول کی گولی اس کی بانی میں سوراخ کر چکی ہوتی۔ کنگ لوئی بھی شاید اب اپنا صبر و بط کھو بیٹھا تھا، اسے جن حالات سے دوچار ہونا پڑا تھا اس تحت اب شیران کی زندگی کا تحفظ اس کے لیے ممکن نہیں رہا ا اور چونکہ شیران کے ہاتھ میں اسٹین گن موجود تھی اس لیے خود اُسے نی زندگی کا خطرہ درپیش ہو گیا تھا، چنانچہ اُس نے شیران پر فائر ردیا تھا۔ لیکن خوش قسمت نوجوان بچ گیا تھا، سدھاشی کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ اب شیران کو ایک لمحے میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس کا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ سدھاشی اس کے ساتھ تھی۔ اس لیے اتنی پھرتی سے وہ اپنا کام نہیں کر سکتا تھا، سدھاشی کو اس طرح مارنا بھی اس کے لیے ممکن نہیں تھا، ورنہ اسٹین گن کا ایک برسٹ اُسے سدھاشی سے نجات دِلا سکتا تھا لیکن سدھاشی کو تو وہ مزے لے کر قتل کرنا چاہتا تھا، بلّی اور چوہے کا کھیل کھیلنا چاہتا تھا، اس کے ساتھ، چونکہ اُس نے شیران جیسے وحشی کو چیلنج کیا تھا۔

ایک لمحے تک وہ کچھ سوچتا رہا، دُوسری طرف سے اب کوئی تحریک نہیں محسوس ہو رہی تھی، کوئی اور آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔ پتہ نہیں مکان کے اردگرد پھیلے ہُوئے محافظ کہاں چلے گئے تھے، بہرطور وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔

اب کنگ لوئی کی طرف سے بھی کوئی مدافعت نہیں ہوئی تھی، پتہ نہیں وہ یہاں سے بھاگ گیا تھا یا پھر کوئی چال چل رہا تھا۔ اس پر دوہری ذمے داریاں عائد تھیں، شیران کی موت بھی اس کے لیے شدید نقصان دِہ ہوتی، چونکہ تنظیم کی طرف سے اُسے احکامات ملے تھے، لیکن شیران کی زندگی اُس کی اپنی موت بھی بن سکتی تھی۔ پتہ نہیں وہ بے چارہ کس مخمصے کا شکار تھا لیکن بہرطور اس مخمصے کی وجہ سے شیران کی جان بچ گئی تھی، وہ اتنی آسانی سے اس مکان سے نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس وقت اس مکان سے نکلنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی اور وہ مکان سے باہر نکل آیا۔

لوئی بستی کی تنگ و تاریک گلیاں سنسان پڑی ہوئی تھیں۔

وہ سدھاشی کا ہاتھ پکڑے ہوئے ان گلیوں میں دوڑتا رہا، اس کا رُخ اس جنگل کی جانب تھا جسے وہ دیکھ چکا تھا، یقینی طور پر وہ اسی جنگل میں محفوظ رہ سکتا تھا۔

سدھاشی اب بھی اُس کے ساتھ چل رہی تھی، حالانکہ اس کی حالت بہتر نہیں تھی، لیکن وہ اس کا ساتھ دے رہی تھی، اس دوران اُس نے ذرا سی بھی مدافعت نہیں کی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد شیران بستی سے باہر نکل آیا، لیکن دفعتاً اُسے اپنے پیچھے شور محسوس ہُوا، بھاگتے ہُوئے قدموں کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں، اُس نے پلٹ کر دیکھا کچھ مشعلیں تیزی سے اُس کی جانب بڑھ رہی تھیں، ان کے شُعلے دوڑنے کی وجہ سے پیچھے جا رہے تھے۔ گویا شیران کا تعاقب شروع ہو گیا تھا۔ یقیناً کنگ لوئی نے اپنے آدمیوں کو اس کے پیچھے بھیج دیا تھا، شیران دوڑتا رہا، سدھاشی کو دوڑنے میں دقت ہُوئی تو اُس نے رُک کر ایک لمحے کے لیے سدھاشی کو دیکھا اور بولا۔

”کیا تم میرا ساتھ نہیں دے سکتیں، اگر تم چاہو تو یہاں رہ سکتی ہو، میں تمھارا بازو چھوڑ دُوں۔“

”نہیں نہیں نہیں۔ مَیں تمھارے ساتھ جاؤں گی، شیران! مَیں تمھارے ساتھ جاؤں گی، پلیز مجھے یہاں نہ چھوڑو۔“ اُس نے گھگیاتے ہُوئے انداز میں کہا۔

”تو پھر تیز دوڑنے کی کوشش کرو، ورنہ ہم ایک بار پھر لوئی کے ہاتھ لگ جائیں گے۔“ اس بار سدھاشی بلاشبہ شیران کا بھرپور ساتھ دے رہی تھی۔

دوڑتے ہُوئے وہ جنگل میں کافی دُور نکل آئے، اُس جنگل کے بارے میں بھی شیران کی معلومات محدود تھیں، کوئی سمت اختیار نہیں کر سکتا تھا، ویسے ان اطراف میں وہ اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ جنگل کا یہ نیا حصّہ تھا جو اس کے لیے اجنبی تھا۔ بہرطور ان تمام باتوں کو نظرانداز کر کے اس وقت صرف لوئی سے جان بچانی تھی۔ اسٹین گن کی موجودگی شیران کو تقویت دیے ہُوئے تھی، اگر یہ نہ بھی ہوتی تو کم از کم وہ ہراساں تو نہ ہوتا، خوف زدہ ہونا اس کی فطرت میں ہی شامل نہیں تھا۔ اس وقت بھی اس کی کیفیت ایک شکاری کتے کی مانند تھی، جو چاروں طرف سے بھیڑیوں میں گھِر گیا ہو، اس کی آنکھوں میں تیز چمک تھی، اور چہرے پر ایسی درندگی کہ اگر سدھاشی اس کے چہرے پر بھرپور نگاہ ڈال لیتی تو شاید چیخ

مار کر بے ہوش ہی ہو جاتی۔

شیران کی فطرت کا یہ پہلو سدھاشی کے لیے اجنبی ہی ہوتا، حالانکہ وہ اس وحشی کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی، لیکن اب بھی اس کے کچھ رویے ایسے تھے جو سدھاشی کو معلوم نہیں تھے وہ دوڑتا رہا۔ اس کے بعد تھوڑا سا نشیب محسوس ہوا اور شیران ! سدھاشی کا ہاتھ پکڑ کر نشیب میں اُتر گیا۔ وہاں سے ایک تنگ سا خشک نالہ شروع ہو رہا تھا جو بل کھاتا ہوا نجانے کہاں تک چلا گیا تھا۔

جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے، نالے کی گہرائی بتدریج بڑھتی جا رہی تھی، کافی آگے بڑھنے کے بعد وہ اپنے قد سے بھی زیادہ گہرائی میں چلے گئے۔ تاہم ہر ممکن تیزی سے دوڑنے کے باوجود سنبھلے رہنے کی کوشش بھی کی جا رہی تھی اور شیران اپنی دوہری ذمے داری کو نبھا رہا تھا۔

اندازے سے تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کیا گیا، پھر جب اُس نے محسوس کیا کہ نالے کی گہرائی بتدریج کم ہونے لگی ہے تو وہ نالے سے نکل آیا، نالے سے نکلتے ہی اُس نے اپنے آپ کو ایک ایسی ناہموار چٹان پر پایا جو زیادہ بلند نہیں تھی اور کچھ قدم آگے بڑھنے کے بعد ہی چٹان ہموار ہو گئی۔

یہاں سے لوئی بستی کے پھیلے ہوئے مکانات صاف نظر آتے تھے اور شیران اب دوڑتی ہوئی مشعلوں کو کافی پیچھے پا رہا تھا، گویا ان لوگوں نے شیران کے دوڑنے کے رُخ کا صحیح اندازہ کر لیا تھا ممکن ہے خود کنگ لوئی ان کی رہنمائی کر رہا ہو۔

شیران وحشی چیتے کی مانند اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، تنہا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی، لیکن محسوس کر رہا تھا کہ سدھاشی میں اس وقت دوڑنے کی سکت نہیں ہے۔ اسے کندھوں پر اُٹھا کر دوڑنا بھی اس وقت شیران کے لیے ممکن نہیں تھا۔ اس طرح شیران کی رفتار میں بھی کمی آ جاتی چنانچہ چھپنے کے لیے کوئی ایسی جگہ درکار تھی جہاں وہ ان لوگوں کو دھوکا دے سکے۔

سدھاشی گہری گہری سانسیں لینے لگی، پھر وہ نحیف سی آواز میں بولی۔ ”شیران، شیران، وہ تمھارا دُشمن ہو چکا ہے، میں نہیں جانتی کہ اس کے اور تمھارے درمیان کیا رابطہ ہے، لیکن جو صورتِ حال میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب وہ تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا، بہت خونخوار اور وحشی انسان ہے۔ وہ میرے باپ کا دُشمن ہے، تم تو صورتِ حال سے واقف ہو گئے ہو۔ ایسا کرو تم یہاں سے بھاگ جاؤ، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، جو کچھ تقدیر میں ہوگا، مَیں اُسے برداشت کر لوں گی۔

سدھاشی کی یہ بات سُن کر شیران کے ہونٹوں پر ایک پھیکی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔ ”جانِ من تمھارے بغیر تو میری زندگی نامکمل ہے تمھیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا، سدھاشی نے عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ طنز کر رہے ہو مجھ پر۔ چند لمحات کے بعد اُس نے کہا۔

شیران کی نگاہیں اب بھی ان مشعلوں کو دیکھ رہی تھیں یہ مشعلیں کم از کم اس بات کی نشاندہی کر رہی تھیں کہ وہ لوگ کون سے رُخ پر شیران کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور اُسے اس کا اطمینان تھا کہ کافی دیر تک اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اُس نے دوڑنے والوں کا تعین کر لیا اور پھر یہی فیصلہ کیا کہ ابھی کچھ اور آگے بڑھا جائے، ممکن ہے کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں وہ ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکے، اس سلسلے میں سدھاشی کو سنبھالنا بھی ضروری تھا، چنانچہ وہ آہستہ سے بولا۔ ”نہیں سدھاشی، مَیں طنز نہیں کر رہا، تم نہیں جانتیں مَیں نے تمھاری زندگی بچانے کے لیے کتنی شدید جدوجہد کی ہے۔ مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ تمھیں پکڑ لایا ہے اور اس طرح تمھیں قربان کر دے گا، چنانچہ مَیں نے اُسے دھوکا دینے کے لیے بہت کچھ کیا ہے، ان حالات میں تم خود اندازہ لگا لو کہ مَیں تم پر طنز کر سکتا ہوں یا نہیں۔“

”تم۔ تم سچ کہہ رہے ہو شیران۔ سدھاشی لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

”تمھیں اب بھی میری بات پر شُبہ ہے۔ شیران نے نرم لہجے میں کہا۔

”اگر یہ بات ہے تو مَیں۔ مَیں تمھارا بھرپور ساتھ دے سکتی ہوں، میرے اندر اَب ایک نئی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ مَیں اب بالکل تھکی ہوئی نہیں ہوں، چلو تم مجھے کسی طرح اپنے آپ سے پیچھے نہیں پاؤ گے۔ سدھاشی کی آواز مسرت سے لرز رہی تھی۔

”تو پھر آؤ۔ شیران نے کہا اور وہ چٹان کے دُوسری جانب ڈھلان طے کرنے لگے۔ ان ڈھلانوں سے اُترنے کے بعد وہ ناہموار راستوں پر دوڑتے رہے، آگے چل کر ایک بار پھر جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، گھنے درخت اطراف میں پھیلے نظر آ رہے تھے، جنگلوں کے بارے میں شیران کو کچھ معلوم نہیں تھا، لیکن بہر طور اتنا اندازہ اُسے تھا کہ یہاں وحشی درندے نہیں ہیں۔

بہر طور تقریباً ایک گھنٹے تک وہ مزید دوڑتے رہے اس کے بعد جنگلوں کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا، اور اونچی نیچی گھاٹیاں نظر آنے لگیں، جگہ جگہ چٹانیں اُبھری ہوئی تھیں اور ان کے درمیان عجیب و غریب گڑھے بنے ہوئے تھے۔ پھر ایک چٹانی سائبان کے نیچے شیران ایک لمحے کے لیے رُکا، اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا اسی وقت اُسے سدھاشی کی آواز سُنائی دی۔

”شیران، شیران۔ یہ دیکھو شاید یہ غار ہے۔

شیران نے اپنے عقب میں دیکھا، اس سے قبل غار کے دہانے پر اس کی نگاہ نہیں پڑی تھی، دہانہ اتنا وسیع تھا کہ وہ جھک کر اس کے اندر جا سکتے تھے۔

شیران نے اِدھر اُدھر دیکھا، پھر اُس نے ایک گہری سانس لی اور غار میں جھانکنے لگا۔ تاریک غار کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ اس کے اندر کیا ہے، ممکن ہے وہاں اُنھیں خطرات پیش آ جاتے، لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ غار کا اندر سے جائزہ لیا جائے، چنانچہ شیران غار میں داخل ہو گیا، اس کے پیچھے پیچھے سدھاشی بھی اندر پہنچ گئی تھی۔

خلافِ توقع غار اتنا کشادہ اور صاف ستھرا کہ وہ دونوں باآسانی اس میں سما سکتے تھے، شیران نے ٹٹول ٹٹول کر اس کی دیواروں کو دیکھا، فرش کو دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ”بظاہر یہ جگہ بہتر ہے۔ سدھاشی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ غار کے فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ شیران بھی اُس سے تھوڑا سا ہٹ کر بیٹھ گیا، اسٹین گن اُس نے اپنی گود میں رکھ لی تھی، چند لمحات خاموشی رہی، پھر سدھاشی نے پوچھا۔ ”مگر تم۔ تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے شیران؟“

”بس کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی گیا۔ شیران نے جواب دیا۔

”مجھے بتاؤ گے نہیں، کیا ابھی تک ناراض ہو مجھ سے“ سدھاشی محبوبانہ انداز میں بولی اور شیران آہستہ سے ہنس پڑا۔

”مَیں نے کہا نا سدھاشی، کوئی خاص بات نہیں۔ تم جانتی ہو مَیں آوارہ گرد ہوں، بھٹکتا ہوا اس طرف آ نکلا اور پھر لوئی سے شناسائی ہو گئی۔

”لوئی خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میرے بارے میں تو تم نے اندازہ لگا ہی لیا، میرے بابا نے تمھیں بتایا تھا کہ لوئی خاندان کے بارے میں جو ان کا دشمن ہو گیا تھا اور انھی کی وجہ سے میرے بابا کو یہ آبادیاں چھوڑنی پڑیں۔ لوئی خاندان غلط فہمیوں کا شکار ہے۔ شیران۔ لوئی خاندان کے لوگ سمجھتے ہیں کہ یاتان بروما گوسان کو حکومت کے قابل بنانے کے لیے پہاڑوں میں لے گیا ہے تاکہ لوئی خاندان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہ کر اس کی پرورش کرے اور پھر ایک دن اُس وقت جب لوئی کی عبوری حکومت سربراہ کا تعین کرے، وہ لوتھر رو تھ ہین کو لوئی میں پیش کر دے لیکن میرے بابا اس قسم کے آدمی نہیں تھے وہ میرا باپ تھا، مجھے اس کے بارے میں اچھی طرح معلوم ہے گوسان اس کا آقا زادہ تھا اور اپنے آقا زادے کو وہ ہر طرح کی مصیبتوں سے بچانے کا خواہش مند تھا اس لیے وہ اُسے پہاڑوں میں لے گیا تھا۔ اس کا قطعی یہ ارادہ نہیں تھا کہ وہ واپس اس وحشت کدے میں آئے۔ بہر طور گوسان کی کہانی تو یوں ہی ختم ہو گئی۔

لوئی خاندان اسی غلط فہمی کا شکار رہا اور میں شیران میں تقدیر کا شکار ہو گئی، مَیں ان لوگوں کے انتقام کی بھینٹ چڑھ گئی۔

”تم ان لوگوں کے ہاتھ کیسے لگیں؟“ شیران نے پوچھا۔

”بس کنگ لوئی نے بہت چالاکی سے کام لیا تھا بعد میں مجھے تمام تر صورتِ حال معلوم ہوئی، میں بنکاک میں تھی اور وہیں مَیں نے خاموشی سے زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا تھا، لیکن شیران مَیں تمھیں اپنے دل سے نہ نکال سکی، پھر جب تمھاری لاش کی تصویر اخبارات میں چھپی تو مَیں اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکی۔

”میری لاش کی تصویر۔“ شیران نے تعجب سے پوچھا۔

”ہاں۔ کنگ لوئی نے میرے اغوا کے لیے یہ چال چلی تھی اُس نے کسی شخص کو قتل کر کے اُس کی لاش بنکاک کے چوک میں ڈلوا دی تھی اور اس کے چہرے پر تمھارا میک اَپ کر دیا تھا۔ شیران جب مَیں نے تمھارے بارے میں اخبارات میں تفصیلات پڑھیں تو مَیں پاگلوں کی طرح وہاں پہنچ گئی، حالانکہ میرے اور تمھارے درمیان ایک خوامخواہ کا خلا پیدا ہو گیا تھا۔ لوئی شاید یہی چاہتا تھا، اسے ہمارے بارے میں بڑی تفصیل سے معلومات حاصل ہو گئی تھیں، وہ جانتا تھا کہ شیران کی لاش کو دیکھ کر سدھاشی ضرور پہنچے گی اور یہی ہوا، جب مَیں وہاں پہنچی، تو اُس نے مجھے نگاہوں میں رکھ لیا اور اس کے بعد مجھے اغوا کر لیا گیا۔

”لیکن میری لاش، میرا تم سے رابطہ، یہ ساری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں سدھاشی، کون ایسا تھا جس نے اُسے اس بارے میں تمام معلومات مہیا کیں، کون ایسا ہے جو ہمارے بارے میں اتنی تفصیل سے جانتا ہے، مَیں کچھ نہیں سمجھ سکا شیران

پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتا ہوا بولا اور پھر ایک گہری سانس لے کر کہنے لگا۔ "میں جانتا ہوں کہ ایلا کچھ اور تھی، ہاں اب میں اس عورت کو معصوم نہیں سمجھ سکتا، بلاشبہ۔ اوہ۔ اوہ واقعی میں بڑا احمق ہوں، اس پیشین گو عورت کو بھول ہی گیا، لیکن اُس نے کنگ لوئی سے گٹھ جوڑ کر کے مجھے احمق بنایا تھا، کم بخت نے اپنی موت کو آواز دے لی ہے، کہیں نہ کہیں نظر تو آئے گی، ٹھیک ہے ایلا میں تجھے دیکھ لوں گا، میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا، میں تیری پیشین گوئی کا راز جان گیا ہوں، یقیناً اس کم بخت عورت نے میرے بارے میں معلومات حاصل کیں اور کنگ لوئی کو فراہم کردیں اور یہ لوئی۔ یہ شخص بھی مجھے بے وقوف بناتا رہا ہے، میری دوستی کا ناٹک رچا کر مجھے احمق بناتا رہا اور پھر یہاں لے آیا۔ میں اپنے دُشمنوں کو چھوڑنے کا عادی نہیں ہوں، میں ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا، شیران غیظ وغضب کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

سدھاشی تھوڑی سی آگے بڑھی اور اُس نے شیران کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ شیران بُری طرح بدک گیا۔

"اپنی جگہ بیٹھو، میں فضول قسم کی رُومانیت کا قائل نہیں ہوں، آرام سے بیٹھو۔ سدھاشی خجل ہوگئی، چند لمحات کے لیے اُس کی آواز بھی بند ہوگئی تھی، پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ "تم اب بھی اتنے ہی وحشی ہو، شاید تمھارے دل میں میرے لیے وہ مقام پیدا نہیں ہوسکا جو میرے دل میں تمھارے لیے ہے، لیکن شیران مجھے موقع دو، مجھے اپنی خدمت کا موقع دو، میں تم پر قربان ہوجانا چاہتی ہوں، میں تمھارے لیے اپنی سانسوں کا ایک ایک تار توڑ دینے کے لیے تیار ہوں، مجھے موقع دو شیران کہ میں تمھارے دل میں اپنے لیے کوئی مقام بنالوں۔"

"فی الحال خاموشی بہتر ہے تمھارے لیے، ان ساری باتوں کے لیے یہ وقت مناسب نہیں ہے، ہم نہیں کہہ سکتے کہ کنگ لوئی نے اپنے آدمیوں کو کہاں کہاں پھیلا دیا ہے، یہ ان کا علاقہ ہے اور ہم ان سے ناواقف ہیں، میں تو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ ہم جس علاقے کو عبور کر کے یہاں تک پہنچے ہیں، وہ کونسا ہے، ممکن ہے ہم چکر لگا کر بستی کے کہیں آس پاس ہی موجود ہوں، ہر چند کہ بستی یہاں سے نظر نہیں آتی، اس کے باوجود ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔"

شیران کے ان الفاظ کے بعد سدھاشی نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ وہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ اس مصیبت زدہ نوجوان کے ذہن میں کیا ہے، شیران کے بارے میں درحقیقت وہ کبھی دل جمعی سے کوئی بات نہیں سوچ سکی تھی، پورے وثوق یا دعوے سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس وقت اس کے ذہن میں کیا ہے، بڑ[illegible] تھی اس کی، کہ ایسے شخص کو دل میں بسا رکھا تھا جس کے سر[illegible] کا بھی کوئی پتہ نہ تھا۔

**

ساحل پر اُترنے کے بعد نعمان خان کو اپنی ذمے[illegible] کا بھرپور احساس ہوا تھا، اس ویران دُنیا کے بارے میں [illegible] نہیں جانتا تھا، یہاں سب سے پہلے اُسے اپنے لیے کو[illegible] پناہ گاہ تلاش کرنی تھی جہاں وہ دُوسروں کی نگاہوں سے محف[illegible] سکے۔ اس کے بعد اس کا کام گورن کو تلاش کرنا تھا۔ گورن [illegible] وائرلیس پر رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا، لیکن ابھی قرب وجوار [illegible] بارے میں مکمل طور پر جائزہ لیے بغیر نعمان خان کوئی ایسا کا[illegible] کرنا چاہتا تھا جس سے وہ کسی تکلیف کا شکار ہوجاتا۔ اس کی [illegible] تھی کہ وہ بغیر کسی خطرناک مرحلے کے اپنے اس امتحان میں کا[illegible] ہو، چنانچہ ایک ایک قدم وہ پھونک پھونک کر اُٹھانا چاہ[illegible]

گھور تاریکی میں وہ آگے بڑھتا رہا۔ برفانی گڑھوں [illegible] بچتا ہوا وہ بالآخر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اُسے کچھ [illegible] چٹانیں نظر آئی تھیں، یہ چٹانیں بھی برف سے ڈھکی ہوئی تھی[illegible] بہرصورت ٹھوس تھیں، ایسی ہی ایک چٹان کی آڑ میں اُ[illegible] کی جگہ مل گئی، اس وقت اُس نے کچھ کرنا مناسب نہیں سمجھا، [illegible] کی روشنی میں وہ پہلے ماحول کا پوری طرح جائزہ لے لینا [illegible] تھا اور اس کے بعد کوئی دُوسرا قدم اُٹھانے کا خواہشمند [illegible] اُسے علم تھا کہ کریٹو کا علاقہ بھی ولیسیا کے ہی زیر اثر ہے [illegible] اہم ساحل ہونے کی وجہ سے ولیشیا کے حکمران اس علا[illegible] طرف سے غافل نہیں ہوں گے۔ ممکن ہے یہاں کوئی فوج[illegible] چھاؤنی بھی ہو، یہ تمام صُورت حال اُس کے علم میں نہیں [illegible] جو بتایا گیا تھا بس وہ اتنا ہی جانتا تھا، البتہ جو فلمیں اُسے د[illegible] گئی تھیں، ان کے تحت بہت ساری چیزیں اس کے ذہ[illegible] محفوظ تھیں، اور اگر وقتی طور پر کوئی اُلجھن پیش آبھی جاتی تو [illegible] یادداشت کے سہارے آگے کا سفر کرسکتا تھا، لیکن یہ ا[illegible] ممکن تھا جب وہ اس شے کو اچھی طرح دیکھ لیتا۔

رات گزارنے کے لیے اُس نے جو جگہ منتخب کی [illegible] تکلیف دہ تھی، لیکن اب تاریکی میں بھٹکتے رہنا بھی تو منا[illegible] نہیں تھا۔ پتہ نہیں کہاں کوئی خطرناک صُورت حال پیش آجا[illegible] اس لیے جو جگہ اُسے ملی اُس نے وہیں اپنے آپ کو محفوظ کر[illegible] کھانے پینے کی چیزیں اُس کے پاس وافر مقدا[illegible]

موجود تھیں، ایسی چیزیں بھی اُسے فراہم کی گئی تھیں جو اُسے موسمی اثرات سے نجات دلاسکتی تھیں، چنانچہ اُس نے جیب سے ایک شیشی نکالی اور اس میں سے دو ننھی ننھی گولیاں نکال کر منہ میں رکھ لیں۔ یہ گولیاں اُسے شدید سردی سے بچانے کے لیے معاون ثابت ہوئیں اور اُن کا نتیجہ واقعی حیرت انگیز نکلا، اُسے اپنے بدن میں شدید گرمی محسوس ہوئی تھی، اس طرح یہ رات پُرسکون گزر گئی، رات کے آخری حصے میں وہ سو بھی گیا تھا۔ سونے سے قبل اُس نے اپنے بدن کو لباس سے اچھی طرح ڈھک لیا تھا تاکہ بیرونی ہوائیں اُسے پریشان نہ کریں۔ صبح کو جب وہ سو کر اُٹھا تو طبیعت بالکل ہشاش بشاش تھی۔ شدید ترین سردی کا اثر اُس پر نہیں ہوا تھا۔ اس کی بنیادی وجوہ بھی دو تھیں۔ اوّل تو وہ خود بھی ٹھنڈے علاقے کا انسان تھا، یورپ میں ضرور پیدا ہوا تھا لیکن جسمانی نظام میں کوئی نمایاں ترقی پیدا نہیں کرسکا تھا۔ سردی برداشت کرنے میں اُسے خاص دقت نہیں ہوتی تھی اور بہرصُورت ان گولیوں نے بھی اُسے خاصی تقویت دی تھی۔ بہرصورت دن کی روشنی میں اُس نے اطراف کا جائزہ لیا، ہلکا پُھلکا سا ناشتہ کیا اور اُس کے بعد آگے کی جانب روانہ ہوگیا۔

موسم بہت خراب تھا، تقریباً ایک میل چلنے کے بعد اُس نے پہلی کوشش کی، اطراف میں ویرانی ہی ویرانی تھی، ساحل بھی اُجاڑ تھا، چنانچہ اُس نے موقع مناسب دیکھ کر گورن سے بات کرنے کی کوشش کی، لیکن موسم بے حد خراب تھا۔ بظاہر گورن سے رابطہ قائم نہ ہوسکا تھا لیکن وائرلیس پر مدھم مدھم آوازیں سُنائی دے رہی تھیں، کوئی صاف بات نہیں ہوسکی تھی، ہوسکتا ہے گورن کے علم میں یہ بات آگئی ہو کہ متعلقہ آدمی اس علاقے میں پہنچ گیا ہے، اور اب وہ اُسے تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔

نعمان خان نے آگے کا سفر جاری رکھا، تقریباً ڈھائی یا پونے تین بجے تھے، اس نے پھر ایک مناسب جگہ رُک کر گورن سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور اس بار اُسے اس کوشش میں کامیابی ہوگئی۔ آواز ہلکی آرہی تھی لیکن وہ دونوں ایک دُوسرے کی آواز بخوبی سُن سکتے تھے۔

"ہیلو، میں مسٹر گورن سے مخاطب ہوں۔ نعمان خان نے کہا۔

"اور میں مسٹر خان سے۔ گورن کی آواز سُنائی دی۔

"تو تمھیں میرے بارے میں معلومات فراہم کردی گئی ہیں؟"

"ہاں۔ تم کون سے اینگل پر ہو، مجھے بتاؤ تاکہ میں تمھارے پاس پہنچنے کی کوشش کروں۔ شاید پہلے بھی تم مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرچکے ہو۔

"ہاں لیکن خراب موسم کی وجہ سے مجھے تمھاری آواز نہیں سُنائی دی تھی۔

"مجھے بھی تمھاری آواز نہیں سُنائی دی۔ اینگل بتاؤ۔ کیا تم ساحل سے سیدھے راستے پر آرہے ہو، کیا تمھارے بائیں سمت چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے ہیں؟"

"نہیں، اس طرف صرف برف کا ویرانہ ہے، دُور دور تک کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آرہی جسے میں ٹیلہ کہہ سکوں، نعمان خان نے جواب دیا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے تم اینگل فور پر سفر کر رہے ہو، اچھا دیکھو سُنو میری بات سنو، ابھی ایک ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا جارہا ہے۔ اس ہیلی کاپٹر کا رُخ میرے شمال کی طرف ہے، تم بتاؤ اگر تم وہ ہیلی کاپٹر دیکھ سکو، تو مجھے اس بات کا جواب دو کہ تم کون سے رُخ پر ہو، میں چند لمحات کے بعد تم سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گا۔ اس لیے وائرلیس بند کر رہا ہوں کہ کہیں ہماری فریکوئنسی ان لوگوں سے مل نہ جائے یا وہ لوگ ہماری بات سُن لیں۔

"اوکے" نعمان خان نے جواب دیا اور پھر اس کی نظریں اُفق پر ہیلی کاپٹر کو تلاش کرنے لگیں، بہت زیادہ دشواری پیش نہیں آئی، اُسے اپنے بائیں سمت آسمان میں ایک نقطہ سا نظر آیا تھا، چند لمحات وہ اس نقطے کو دیکھتا رہا اور پھر اُس نے دوبارہ وائرلیس آن کر کے گورن کو اس پوزیشن سے آگاہ کیا۔

"میرا خیال بالکل درست ہے تم شمال کی سمت میں ہو، ٹھیک ہے اپنی سیدھ میں بڑھتے رہو، لیکن ہیلی کاپٹر سے ہوشیار رہو کہ یہ ولیشیا کا ہیلی کاپٹر ہے۔

"اوکے، میں ٹرانسمیٹر بند کر رہا ہوں۔"

"اوور اینڈ آل۔ دُوسری طرف سے جواب ملا اور نعمان خان نے ٹرانسمیٹر بند کردیا۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ آگے کا سفر کرنے لگا۔ بدن پر سفید لباس پہنے ہوئے تھا اس لیے وہ برف میں مدغم ہوگیا تھا، اور یقینی طور پر بہت قریب ہی سے اُسے دیکھا جاسکتا تھا، ہیلی کاپٹر اب بھی کافی دُور تھا، غالباً وہ اس سمت آنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا لیکن تقریباً دو میل کا سفر کرنے کے بعد اُسے احساس ہوا کہ ہیلی کاپٹر ساحل کا چکر لگا کر اس طرف آرہا ہے۔ ہیلی کاپٹر سے بچنا ضروری تھا اور اس کے لیے اُس نے ایک بہتر طریقہ سوچ رکھا تھا، وہ تیزی سے برف کے

کے ایک تودے کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر اُس نے برف میں اپنے لیے جگہ بنانی شروع کر دی۔

برف نرم تھی غالباً زیادہ پُرانی نہیں تھی اس لیے اُسے کھودنے میں نعمان خان کو زیادہ دقت نہیں ہوئی، اُس نے اپنا بدن برف میں دفن کر لیا، صرف چہرہ باہر رہنے دیا، سر پر اُس نے سفید بالوں والی ٹوپی پہن لی اور اب یقیناً اُسے ہیلی کاپٹر سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر اس کے سر پر پہنچ گیا۔ اس کی رفتار بہت سست تھی۔ یُوں لگ رہا تھا جیسے وہ باقاعدہ جائزہ لے رہا ہو، لیکن اُنھیں شبہ نہ ہو سکا تھا، ہیلی کاپٹر تھوڑی دیر کے بعد اتنی دُور چلا گیا کہ اب وہ نعمان خان کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب ہیلی کاپٹر اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو اُس نے پھر گورن سے رابطہ قائم کیا، اس بار گورن کی آواز بہت صاف سُنائی دی تھی۔

"ہاں مَیں دیکھ چکا ہُوں، اور تمھاری آواز بھی مجھے بے حد صاف سُنائی دے رہی ہے۔ اُس کا مقصد ہے کہ تم مجھ سے بہت قریب ہو۔"

"تمھیں تلاش کرنے کے لیے مَیں کیا کروں۔ نعمان خان نے پوچھا۔"

"جس سمت سفر کر رہے ہو کرتے رہو، ہم دونوں بہرحال ایک دُوسرے کو دیکھ ہی لیں گے۔"

"او کے۔ نعمان خان نے جواب دیا۔ وہ سفر کرتا رہا، گو سفر کی رفتار بہت سست تھی لیکن اپنے طور پر نعمان خان بہت تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

شام کے دُھندلکے فضا میں پھیلنے لگے تو اُس نے ان دُھندلکوں میں گورن کو دیکھ لیا، اس کے ہاتھ میں ایک رنگین کپڑا لہرا رہا تھا۔ نعمان خان نے ہاتھ ہلا ہلا کر گورن کو اپنی جانب متوجہ کر ہی لیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک دُوسرے کے نزدیک پہنچ گئے۔

گورن بھاری بدن کا ایک چُست و چالاک آدمی تھا، اُس نے برفانی لباس پہنا ہُوا تھا۔ دونوں نے گرم جوشی سے ایک دُوسرے سے ہاتھ ملایا۔ پھر گورن نے کہا "گڈ۔ خوب صورت آدمی ہو، یقیناً کریٹو کی لڑکیوں کے لیے باعثِ دلچسپی ہو گے۔"

"کیا مطلب۔ نعمان خان نے مسکراتے ہُوئے پوچھا۔"

"یہاں سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے بڑے ہی آزاد خیال لوگوں کی، یہاں کی برفانی لڑکیاں بڑی ہی حسین ہیں اور بڑی ہی دل پھینک، ہم پہلے اس بستی میں جائیں گے۔ دراصل کریٹو کے لوگ خود اپنے حکمران سے بدظن ہیں اور اپنی حکومت سے نفرت کرتے ہیں۔"

"اوہ تب تو تمھیں یہاں بہت سی سہولتیں حاصل ہوں گی۔"

"ہاں عمدہ کھانا اور گرم بستر۔ آؤ ہم رات ہونے سے پہلے یہ سفر طے کر لیں۔ برف پر سفر خاصا سست رفتار ہوتا ہے" گورن نے جواب دیا۔

ڈیڑھ میل کا یہ فاصلہ اس وقت طے ہُوا جب بستی کی روشنیاں جل اُٹھیں۔ تقریباً دو ہزار نفوس کی بستی تھی، گورن اُسے اپنی رہائش گاہ میں لے گیا، اُس نے نعمان خان کو بہترین کافی پلائی اور نعمان خان کافی پی کر آرام کرنے لیٹ گیا۔ ابھی وہ لیٹا ہی تھا کہ گورن کی رہائش گاہ کے دروازے پر دستک ہُوئی اور پھر ایک خوبصورت لڑکی ہاتھوں میں کھانے کی ٹرے اُٹھائے اندر آئی۔ اُس نے ایک لمحے کے لیے نعمان خان کو دیکھا اور دیکھتی رہ گئی، پھر وہ اپنی نرم اور حسین آواز میں بولی "یہ تمھارے معزز مہمان کو میں خوش آمدید کہتی ہُوں، یہی ہیں نا وہ جن کا تم انتظار کر رہے تھے۔"

"ہاں۔"

"بہت اچھی شخصیت کے مالک ہیں۔"

"تمھاری نیت خراب نہیں ہونی چاہیے" گورن نے کہا اور لڑکی ہنسنے لگی پھر واپس مڑتی ہُوئی بولی "کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بلا لینا۔"

"فی الوقت تو مجھے صرف تمھاری ضرورت ہے لیکن کیا کروں! میرا دوست مجھے اجازت نہیں دے گا۔" گورن نے کہا اور لڑکی ہنستی ہُوئی چلی گئی۔ لڑکی کے جانے کے بعد نعمان خان نے پوچھا "اب کیا ارادہ ہے ویلیشیا ہم کب تک پہنچیں گے۔"

"جب بھی تم پسند کرو۔ اگر تم چاہو تو کل صبح ہی ہم سفر شروع کر دیں گے اور یہ سفر ہم سبزی کی گاڑیوں کے ذریعے کریں گے۔"

"گڈ۔ گویا ہمیں اس سفر میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"ہاں۔ لیکن جنرل آئزک تھاورکو اغوا کرنا خاصا مشکل کام ہو گا، ویسے ہمارا دوست شیر ربائن بہت ذہین انسان ہے اور اسے طویل عرصے سے یہ ذمّے داری سونپی گئی ہے کہ وہ آئزک تھاور کی نقل و حرکت پر مکمل نگاہ رکھے، ہمیں اس سے بھرپور مدد ملے گی۔" گورن نے جواب دیا۔

دوسری صبح وہ سفر کی تیاریاں کر چکے تھے۔ یہاں سے ڈرا گاڑیاں ویلیشیا کا سفر کرتی تھیں، ایک مخصوص طرز کی گاڑی میں اُنھیں سفر کرنا پڑا، اُنھیں اس میں کوئی دقت پیش نہ آئی، سوائے اس کے کہ اُنھیں چھپ کر یہ سفر کرنا پڑا تھا۔

ویلیشیا تک کا سفر بہت زیادہ طویل نہیں تھا گویا جس ساحل پر نعمان خان کو اُتارا گیا تھا وہاں سے ویلیشیا کے خاص شہر تک تقریباً بیس میل کا فاصلہ تھا، وہ بستی آدھے فاصلے پر تھی جہاں گورن مقیم تھا اور وہاں سے اُنھیں مزید دس میل تک سفر کرنا پڑا تھا۔ یہ سفر اُنھوں نے ایک بگھ نڈی کے ذریعے طے کیا، اس بگھ نڈی کو برف سے محفوظ رکھنے کے اقدامات کیے گئے تھے۔ بہرصورت وہ ویلیشیا پہنچ گئے۔

افریقی ریاست کا یہ دارالحکومت خاصا خوب صورت بنا ہُوا تھا۔ دارالحکومت کے مغربی حصّے میں ایک نواحی علاقہ ان کا مرکز تھا۔ جنرل آئزک تھاور بھی اس علاقے میں رہتا تھا، اور یہی اُس کا ہیڈکوارٹر تھا جو باغیوں کی سرکوبی کے لیے نئے نئے پلان جاری کیا کرتا تھا۔ اس ہیڈکوارٹر کو خاص طور سے دارالحکومت کے لیے نئے نئے پلان جاری کیا کرتا تھا۔ اس ہیڈکوارٹر کو خاص طور سے دارالحکومت سے الگ رکھا گیا تھا۔ ویلیشیا میں داخل ہوتے ہی گورن نے مقامی لباس پہن لیا تھا۔ نعمان خان بھی مقامی باشندوں کے لباس میں تھا، گورن نے اپنے اور اُس کے چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی تھی غالباً وہ میک اپ کا ماہر بھی تھا۔ یہ دن اُنھوں نے ویلیشیا کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں گزارا۔ نعمان خان کو یہاں کے لوگوں کے طرزِ زندگی کو دیکھنے کا موقع ملا، لیکن اس نے شہر میں خوف و ہراس کی فضا دیکھی تھی۔ اُس نے صاف محسوس کیا تھا کہ یہاں کے لوگ حکومت سے خوش نہیں ہیں، جگہ جگہ ایسے اقدامات کیے جاتے تھے جو خلافِ قانون ہوتے تھے، پولیس آتی اور لوگ یہاں سے فرار ہو جاتے پولیس کو کچھ ہاتھ نہ آتا، پولیس بھی اس سلسلے میں کوئی جدوجہد نہیں کرتی تھی۔ شاید وہ خود بھی موجودہ حکومت سے خوش نہیں تھی۔ عجیب افراتفری کا عالم تھا۔ رات کو اُنھیں کسی علاقے سے گولیاں چلنے کی آوازیں بھی سُنائی دیں۔ نعمان خان نے چونک کر گورن کو دیکھا تھا لیکن گورن نے مسکراتے ہُوئے گردن ہلا دی۔

"یہ واقعات یہاں نئے نہیں ہیں، تخریب پسند جگہ جگہ تخریبی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں اور پولیس صرف رسمی کارروائی کرتی ہے۔ آج تک کسی تخریب پسند کو پولیس کی گولی سے ہلاک ہوتے نہیں دیکھا گیا، ہاں کچھ اور لوگ ہیں جو یہاں پولیس کے فرائض بھی سنبھالے ہُوئے ہیں، ان کا جب تخریب پسندوں سے سامنا ہوتا ہے تو تھوڑی سی خونریزی ہو جاتی ہے۔" "گویا حالات بہت خراب ہیں۔"

"بلاشبہ بہت خراب اور اگر جنرل آئزک تھاور ہمارے ہاتھ آ جائے تو پھر یہاں کے حالات میں بڑی تبدیلیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"تمھیں علم ہے گورن جنرل آئزک تھاور کو اغوا کر کے کہاں لے جایا جائے گا؟"

"اس سلسلے میں ہماری رہنمائی شیر ربائن کرے گا اور اس سلسلے میں کریٹو اور ویلیشیا کے باشندے ہمارے معاون ہیں۔ ویسے شیر ربائن سے ملاقات کے بعد تم مزید صورتِ حال معلوم کر سکو گے۔"

"شیر ربائن کہاں رہتا ہے؟"

"میں نے تمھیں بتایا، ناہمیں یہاں سے بارہ میل پرے چلنا ہے وہیں آئزک تھاور کا ہیڈکوارٹر ہے اور وہیں شیر ربائن بھی رہتا ہے۔ وہ جنرل پہ اتنے قریب سے نگاہ رکھے ہوئے ہے کہ دوسروں کے لیے کبھی ممکن نہ ہوتا۔"

"کیا اس فوجی علاقے تک پہنچنے کے دوران ہمیں چیک نہیں کیا جائے گا؟"

"یقیناً، راستے میں کئی فوجی چوکیاں آتی ہیں، لیکن میں نے تم سے کہا، نا مقامی باشندے ہمارے ساتھ ہیں، میں ویلیشا کے ایک ایسے گھرانے کو جانتا ہُوں جو ہیڈکوارٹر کو سبزی فراہم کرتا ہے۔ میں نے پہلے ہی یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں ان لوگوں سے ملاقات کروں گا۔ ممکن ہے کل کا دن ہمیں اس میں صرف کرنا پڑے اور پھر پرسوں ہم اپنے سفر کا آغاز کر سکیں یا پھر کل دوپہر کے بعد اگر سبزی کا کوئی ٹھیلا اس طرف گیا تو ہم اس سے مل لیں گے، ہمیں اس سے کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

نعمان خاں نے گردن ہلا دی تھی۔

دوسرا دن انھیں ویلیشا کے دارالحکومت میں بسر کرنا پڑا چونکہ گورن کا منتخب کردہ شخص جا چکا تھا اور آج دن میں اس کا کوئی دوسرا ٹھیلا دارالحکومت نہیں جانا تھا، البتہ اسی رات گورن نے اپنے مطلوبہ آدمی سے ملاقات کر کے اسے بتایا کہ کل صبح وہ اس کے ساتھ سفر کرے گا۔ طے یہ ہُوا تھا کہ صبح کو چار بجے یہاں سے سفر کا آغاز کر دیا جائے گا۔ صبح کو چار بجے سفر کا آغاز کرنے کے لیے ہوٹل میں رہنا مناسب نہیں تھا کیونکہ انھیں تین ساڑھے تین بجے اُس شخص کے گھر پہنچ جانا تھا جس کا نام کوداک تھا۔ کوداک نے خود ہی ان دونوں کا بندوبست اپنے گھر میں کر لیا تھا۔ ویسے وہ خوش اخلاق آدمی تھا۔ اس کے پورے

اہلِ خاندان ان دونوں کی خاطر مدارت میں مصروف رہے۔ ساڑھے تین بجے یہ لوگ جاگ گئے۔ ہلکا پھلکا ناشتہ کیا گیا، کافی پی گئی اور کوراک نے ان کے حلیوں میں تھوڑی سی تبدیلیاں کرائیں۔ اس نے خود ہی انھیں لباس فراہم کیے۔ اس طرح یہ تینوں ایک چھوٹے سے ٹرک میں بیٹھ کر ہیڈکوارٹر چل پڑے۔

کوراک نے گورن سے پیچھے بیٹھنے کی درخواست کی تھی جبکہ نعمان خاں کو اس نے اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا۔ راستے میں اس نے نعمان خاں کو بتایا کہ اکثر وہ اور اس کے بیٹے سبزیاں لے کر جاتے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں پر کوئی شبہ نہیں کیا جاسکے گا۔ پہلی چوکی پر کوراک کو چیک کیا گیا لیکن وہ لوگ چونکہ کوراک سے واقفیت رکھتے تھے اس لیے کوئی خاص تلاشی نہیں لی گئی۔ اس طرح دوسری تین چوکیوں پر بھی کوراک کو چیک کیا گیا۔ یہ صرف رسمی سی کارروائی ہوتی تھی اور اس کے بعد وہ لوگ اسے آگے جانے کی اجازت دے دیتے تھے۔

صبح سورج نکلنے سے کچھ ہی دیر پہلے کوراک اس علاقے میں داخل ہوگیا تھا۔ درحقیقت یہ ایک فوجی چھاؤنی تھی جسے شہر کی شکل دے دی گئی تھی۔ کوراک نے انھیں ایک چھوٹے علاقے میں اُتار دیا جسے گورن نے منتخب کیا تھا۔ گورن نعمان خاں کو ایک منزلہ مکان میں لے گیا۔ وہاں ان کی ملاقات ایک ادھیڑ عمر کی عورت سے ہوئی۔ گورن نے اس سے پوچھا۔ "بائن کہاں ہے؟ میں گورن ہوں۔" گورن نے کہا۔ . . اور بوڑھی نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے کہا "مسٹر بائن سو رہے ہیں۔ میں انھیں ابھی اُٹھاتی ہوں، آپ کے لیے کافی لاؤں۔"

"لے آؤ۔" گورن نے کہا اور بوڑھی باہر نکل گئی۔ نعمان خاں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ گورن نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اگر تم غسل وغیرہ کرنا چاہو تو یہاں اس کا بھی بندوبست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پہلے بائن سے ملاقات کرلو وہ طے کرلے گا کہ ہمیں کہاں قیام کرنا ہے۔ یقیناً اس نے ہمارے لیے بندوبست کرلیا ہوگا۔"

"گویا اسے بھی میرے یہاں پہنچنے کی اطلاع ہے؟"

"ہاں بھئی پورا پورا کام کیا گیا ہے جب مجھے تمہارے یہاں آنے کی اطلاع تھی تو پھر بھلا شیر ربائن کو کیوں نہ ہوگی۔" گورن نے مسکراتے ہوئے کہا اور نعمان خاں گردن ہلانے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک دُبلا پتلا دراز قامت شخص جس کے گال پچکے ہوئے تھے اور چہرہ عجیب سا تھا، کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر مصنوعی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بڑے احترام سے نعمان خاں سے مصافحہ کیا اور پھر گورن سے . . . پھر وہ ان کی خیریت پوچھنے لگا۔

"آپ لوگوں کو یہاں پہنچنے میں کسی خاص دِقت کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا اور خاص طور سے مسٹر خان آپ، آپ تو ایک بہت لمبا سفر کرکے یہاں تک آئے ہیں مجھے یقین ہے کہ راستے میں آپ کو خاص مشکل پیش نہیں آئی ہوگی کیونکہ یہاں کے حالات ہمارے لیے بے حد سازگار ہیں۔"

"یقیناً یقیناً۔ مجھے کوئی خاص مشکل نہیں پیش آئی لیکن میں آپ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور، ضرور۔ ہم آپ کی ہر خدمت کرکے خوش ہوں گے۔" بائن نے جواب دیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ فوراً اپنا کام شروع کردوں تاکہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے ہم اپنے اس کام کو انجام دے لیں۔"

"بلاشبہ میرے پاس مکمل رپورٹ موجود ہے۔ مجھے آپ ہی کا انتظار تھا اور میرے تمام ساتھی اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے پوری طرح آپ کے ساتھ ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ صبح کا ناشتہ کرلیا جائے اس کے بعد اگر آپ لوگ آرام کرنا چاہیں تو کچھ دیر آرام کریں۔ میں بعد میں آپ کو اس سلسلے میں تفصیلات بتاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے ناشتے کے بعد ہی اس موضوع پر گفتگو ہوگی ویسے ہم آرام کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور یوں بھی رات کو تین ساڑھے تین بجے تک ہم سوتے ہی رہے ہیں اس کے بعد ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا۔"

"اوکے۔ میں مادام سورا کا کو ناشتے کے لیے کہے دیتا ہوں۔" اتنی دیر میں بوڑھی عورت کافی لے کر اندر آگئی۔ گرم بہترین کافی خوش ذائقہ تھی۔

"کافی کے لیے شکریہ۔ مادام سورا کا لیکن آپ کے مہمان ناشتہ بھی کریں گے۔"

"بہتر جناب۔ میں ابھی ناشتہ تیار کیے دیتی ہوں۔" بوڑھی نے ادب سے کہا اور باہر نکل گئی۔

کافی کے دوران مختلف گفتگو ہوتی رہی۔ شیر ربائن نے بتایا کہ اس کے پاس جنرل آنرک تھادور کے بارے میں معلومات کا وسیع ذخیرہ موجود ہے اس نے کہا کہ جنرل اس مکان سے زیادہ دُور نہیں رہتا وہ کسی بھی مناسب وقت ان لوگوں کو اس علاقے کی سیر کرائے گا۔

"مسٹر شیر ربائن یہاں اجنبی لوگوں کو مشتبہ نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا؟"

"یقیناً جناب۔ عموماً یہاں لوگوں پر نگاہ رکھی جاتی ہے لیکن میں اس کا بندوبست پہلے ہی کرچکا ہوں۔ میرے چند آدمی ایک خاص حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔ میں یہ بات کہتے ہوئے تھوڑا سا شرمندہ ہوں کہ آپ لوگوں کو ان ہی کی حیثیت اختیار کرنا ہوگی۔ ان میں سڑکوں کی صفائی، درختوں کو پانی دینا بھی شامل ہے لیکن اس طرح آپ باآسانی جنرل کے مکان کے اطراف کا جائزہ لے سکیں گے اور کوئی اچھا لائحہ عمل متعین کرسکیں گے۔" نعمان خاں نے فراخدلی سے اس کام کو کرنے کا وعدہ کرلیا تھا۔

بہرطور ناشتے کے بعد ان لوگوں نے تقریباً دو گھنٹے آرام کیا اس کے بعد وہ یونہی سیر کرنے کے لیے باہر نکل آئے اس وقت شیر ربائن ان کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اپنے کسی کام میں مصروف ہوگیا تھا۔ وہ لوگ جنرل کے مکان کے قریب تو نہیں پہنچے لیکن اس کے اطراف میں چکراتے رہے۔ انھوں نے جلد ہی محسوس کرلیا کہ اس طرح ان لوگوں کے لیے گھومنا مناسب نہیں ہے۔

بہرطور یہ دن شیر ربائن کے مکان پر ہی گزرا شیر ربائن نے یہاں اپنے لیے بھی مصروفیات تلاش کررکھی تھیں اور وہ ایک بے کار آدمی کی حیثیت سے یہاں نہیں رہتا تھا۔ رات کو جب شیر ربائن واپس آیا تو اس نے بتایا کہ اس نے اپنے تمام آدمیوں کو ہوشیار کردیا ہے اور وہ سب اب اس کے گرد جمع ہوجائیں گے۔ گو ان کے یہاں پہنچنے کے انداز مختلف ہوں گے لیکن بہرصورت وہ ہماری رہائش گاہ سے زیادہ دُور نہیں ہوں گے یعنی جس وقت بھی ہم انھیں کال کرنا چاہیں چند لمحات میں کال کرسکتے ہیں۔

"ویسے یہاں تمہارے اپنے آدمیوں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تمہارے ہم نوا ہیں میرا مطلب ہے جو تم سے واقفیت رکھتے ہوں؟" نعمان خاں نے پوچھا۔

"ہاں" میں نے کہا نا کہ ہمیں مقامی باشندوں کا پورا پورا تعاون حاصل ہے اور درحقیقت اگر یہ تعاون ہمیں حاصل نہ ہوتا تو ہمارے کام میں بہت ساری مشکلات درپیش ہوتیں لیکن یہاں اسی علاقے میں بہت سارے مکانات ایسے ہیں جہاں کسی ہنگامی حالت کے وقت ہم پناہ لے سکتے ہیں۔"

"گڈ۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔ بلاشبہ اس طرح ہمارے کام میں بہت ساری آسانیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔"

دوسرے دن نعمان خاں اور گورن نے ایسے لوگوں کا حلیہ اختیار کرلیا جو سڑکوں کے کنارے لگے ہوئے درختوں کو پانی دیا کرتے تھے۔ وہ چھوٹی سی پانی کی گاڑی لے کر چل پڑے۔

جنرل آنرک تھادور کا مکان کرنٹو کے علاقے میں تھا شیروان نے دُور سے انھیں یہ مکان دکھایا اور اس کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ نعمان خاں نے مکان کو دیکھا تو اُسے خاصی مایوسی ہوئی تھی جنرل آنرک تھادور جس مکان میں مقیم تھا اُس کے چاروں طرف کئی فٹ جگہ چھوڑ کر آہنی تاروں کی بہت اونچی باڑھ لگی ہوئی تھی جن میں رات کے وقت برقی قوت چھوڑ دی جاتی تھی۔ مسلح فوجی پہرے داروں کے کئی دستے اور خونخوار کتوں کا ایک زبردست گروہ جنرل کی رہائش گاہ کو ہر وقت گھیرے رہتا تھا حالات ایسے تھے کہ کسی پرندے کا پَر مارنا بھی ممکن نہیں تھا لیکن بہرطور انھیں ہمت نہیں ہارنی تھی۔

انھوں نے ایک ہفتے تک شیر ربائن کے گھر میں مسلسل قیام کیا۔ شیر ربائن کے مکان سے تھوڑے سے فاصلے پر ایک ایسی جگہ انھوں نے منتخب کرلی جہاں سے جنرل کی نقل و حرکت اور آمد و رفت کی کڑی نگرانی کی جاسکتی تھی۔ یہاں تک کہ نعمان خاں نے ایک مکمل ٹائم ٹیبل تیار کرلیا۔ اب انھیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں بائن کی مصروفیت کیا ہوتی ہیں۔ وہ کس وقت بیدار ہوتا ہے کس وقت ناشتہ کرتا ہے اور کس وقت فوجی ہیڈکوارٹر سے معائنے پر جاتا ہے۔ ٹھیک دس بجے صبح جنرل آنرک تھادور فوجی وردی میں ملبوس، وقار اور رعب دبدبے کے ساتھ اپنے مکان سے برآمد ہوتا۔ محافظ سپاہیوں کا پورا عملہ ادب سے پتھر کے مجسموں کی طرح بے حس و حرکت ہوجاتا۔

جونہی وہ دروازے سے نکل کر فوجی کار میں بیٹھتا۔ سپاہیوں کی ایڑیاں بجتیں اور جنرل ہیڈکوارٹر کے معائنے کے لیے روانہ ہوجاتا جو اس کی رہائش گاہ سے پانچ میل کے فاصلے پر تھا۔ شام کو وہ سورج غروب ہونے کے بعد واپس آتا۔ اس کا یہ معمول اتنا نپا تُلا تھا کہ اس میں ایک لمحے کی تاخیر بھی نہیں ہوتی تھی۔

نعمان خاں ہرچند کہ ان تمام معاملات کے لیے اپنے آپ کو اجنبی سمجھتا تھا لیکن ان لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے اور ان کی کارکردگی کے انداز سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس نے اپنے اندر بہت سی تبدیلیاں پیدا کرلی تھیں۔ وہ ابتدا میں تو کچھ اُکھڑا اُکھڑا سا رہا تھا ہر مرحلے پر اس کے ذہن میں لاتعداد خیالات کا طوفان پیدا ہوجاتا تھا اور وہ اپنے ہی خیالات کا شکار ہوکر کچھ پریشان سا ہوجاتا لیکن آہستہ آہستہ اس کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی چلی گئی اور اس کی اپنی ذہنی قوتیں بحال ہوتی گئیں۔

اس کے بعد وہ زیادہ اطمینان بخش انداز میں اپنے کام پر غور کرنے لگا۔ یہاں عموماً حادثات ہوتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیتیں۔ وہ تخریب کار عموماً یا تو غیرملکی جاسوس ہوتے یا پھر مقامی لوگ جو ان غیرملکی جاسوسوں کے ساتھ شامل ہوکر تخریبی کارروائیاں سرانجام دیتے۔ یہ کارروائیاں دارالحکومت ویلیشا میں بھی مسلسل ہورہی تھیں اور ان کی خبریں عموماً ریڈیو وغیرہ

پر ملتی رہتی تھیں۔

شیر رباٹن کے ہاں ریڈیو تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ریاست کے تمام واقعات سے واقف رہنے کے لیے مختلف انتظامات کر رکھے تھے اور تقریباً تمام ہی خبریں اسے ملتی رہتی تھیں۔ بارہا تخریب کاروں کو موت کی سزا دیتے ہوئے بھی بتایا گیا تھا۔

بہرصورت نعمان خاں اب ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو کر اپنی ذہانت کو بروئے کار لا رہا تھا۔ یہ ذمے داری اسے سونپی گئی تھی اور وہ دوسروں کے کاندھوں پر بندوق نہیں چلا سکتا تھا چنانچہ اس نے سب سے پہلے ان علاقوں کے نقشے طلب کر لیے۔ شیر رباٹن نے کچھ مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر یہ نقشے ترتیب دیے تھے۔ ان نقشوں کی مدد سے نعمان خاں کو اس علاقے اور اس کے اطراف کے دوسرے علاقوں کے بارے میں خاصی معلومات حاصل ہو گئی تھیں پھر اس نے اپنے طور پر اس جگہ کا نقشہ ترتیب دیا جو جنرل آئزک تھادر کے مکان سے لے کر ہیڈ کوارٹر تک جاتی تھی۔

اس نے شیر رباٹن اور گورن کے ساتھ مل کر اس سڑک کے چپے چپے کا معائنہ کیا جو جنرل کی رہائش گاہ سے فوجی ہیڈ کوارٹر تک پھیلی ہوئی تھی۔

اس سڑک پر بالآخر انھیں ایک ایسی جگہ دکھائی دی جہاں وہ جنرل کی کار روک کر اسے اغوا کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ یہ سڑک ایک مقام پر ایک چھوٹا سا موڑ اختیار کر جاتی تھی اور اسی مقام پر پہنچ کر ہر کار ڈرائیور کو لازمی طور پر گاڑی کی رفتار ہلکی کرنی پڑتی تھی۔ گورن اور شیران دونوں نے اسی مقام کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر کے اپنے فیصلے سے نعمان خاں کو آگاہ کر دیا اور اسے بتا دیا کہ یہ جگہ جنرل کے اغوا کے لیے مناسب ترین ہے بشرطیکہ جنرل اس انداز میں مل جائے کہ وہ اسے اغوا کرنے میں کوئی خاص دقت محسوس نہ کر سکیں۔

اس خطرناک ترین کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے زبردست مشق کی ضرورت تھی۔ سڑک کے اس موڑ کا اتنی اچھی طرح جائزہ لیا گیا کہ اس کا ایک ایک پتھر ان لوگوں کی نگاہوں میں آ گیا۔ اس سلسلے میں آخری عمل کو سرانجام دینے کے لیے کچھ اور آدمیوں کی بھی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔

چھ آدمی شیر رباٹن نے نعمان خاں کو فراہم کیے۔ ان میں قابلِ ذکر شخصیتیں، وہیل، گونل، ہیرک کی تھیں یہ پُرجوش نوجوان مقامی لوگوں کا روپ اختیار کیے ہوئے تھے۔ انتہائی اعلیٰ کارکردگی کے مالک اور پھرتیلے افراد تھے۔ بہرطور روزانہ شام میں اس پروگرام کی مشق ہونے لگی۔

بارہا جنرل کی کار کو موڑ سے گزرتے ہوئے دیکھا گیا لیکن عموماً اس کے ساتھ کچھ افراد ہوتے تھے۔ ایک دو بار وہ تنہا اپنے ڈرائیور کے ساتھ نظر آیا حالانکہ تخریب کاری ہو رہی تھی لیکن جنرل اپنے وقت اور اپنی مصروفیات کا انتہائی پابند تھا۔ یہ لوگ بھی اپنی مشقیں کرتے رہے۔

چار آدمیوں کو موڑ کے قریب کھائی میں چھپانے کا فیصلہ کیا گیا اور دو آدمیوں کے ذمے یہ فرض سونپا گیا کہ وہ کچھ دور آگے جنرل کی کار کا انتظار کریں اور جونہی گاڑی دکھائی دے سب کو ہوشیار رہنے کا سگنل دے دیں۔

گورن اور شیر رباٹن کے لیے دوسری ذمے داریاں منتخب کر دی گئی تھیں۔ وہ لوگ نعمان خاں سے مکمل تعاون کر رہے تھے چنانچہ مزید چھ دن کے بعد جب ان کی مشق خاصی پختہ ہو گئی تو ان لوگوں نے مقامی فوجیوں کی وردیوں کے حصول کے لیے کوشش شروع کر دی۔ وردیوں کا حصول اتنا آسان نہیں تھا لیکن اس کیلئے شیر رباٹن نے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا جو سپاہیوں کی وردیاں دھونے کا کام کیا کرتا تھا۔ وردیوں کے ڈھیر کے ڈھیر اس کے پاس آتے تھے اور وہ انھیں دھو کر دوبارہ ہیڈ کوارٹر تک پہنچانے کے لیے خاصے دن لے لیا کرتا تھا۔

یہ طے کیا گیا کہ اس سے کچھ وردیاں اُدھار لے لی جائیں اور پھر انھیں استعمال کے بعد واپس کر دیا جائے تاکہ اس کی زندگی بھی خطرے میں نہ پڑے۔ وہ شخص بھی ان لوگوں سے تعاون کے لیے تیار ہو گیا تھا اس کے لیے اسے اچھی خاصی رقم بھی دینا پڑی تھی۔ . . بہرصورت وردیاں حاصل کر لی گئیں۔ ان وردیوں کو ایک ہفتے تک اپنے پاس رکھا جا سکتا تھا۔

جنرل آئزک تھادر کے اغوا کا آخری مرحلہ آ گیا انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ جنرل تھادر ہمیشہ سورج غروب ہونے کے بعد ہی واپس آیا کرتا ہے۔ اس لیے سرِ شام ہی یہ لوگ کیل کانٹے سے لیس ہو کر اس موڑ پر چھپ گئے جہاں جنرل کی کار کے ڈرائیور کو لازمی طور پر کار کی رفتار ہلکی کرنی پڑتی تھی۔ جوں جوں جنرل کے آنے کا وقت قریب آ رہا تھا ان کے دل دھڑک رہے تھے۔ ابھی سورج غروب ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا کہ جنرل کی کار خلافِ توقع بہت تیزی سے آئی اور گزر گئی۔ موڑ پر اگرچہ ڈرائیور نے اس کی رفتار ہلکی ضرور کی تھی لیکن ان لوگوں کو اس کار پر حملہ کرنے کی جرأت اس لیے نہ ہوئی کہ ابھی دن کی روشنی اچھی خاصی پھیلی ہوئی تھی۔

انھیں یہ رات گزارنے میں خاصی مشکل پیش آئی تھی وہ اس

احساس کا شکار رہے تھے کہ کہیں جنرل کو اس تمام پروگرام کا علم تو نہیں ہو گیا وہ وقت سے پہلے گھر کیوں چلا گیا۔

اور پھر اس شک کو مزید تقویت اس لیے ہوئی جب جنرل تھادر نے روزانہ سورج غروب ہونے سے پہلے گھر آنے کو معمول بنا لیا۔ اس کے باوجود انھوں نے ہمت نہیں ہاری تھی۔

وہ روزانہ باقاعدہ پروگرام کے تحت سرِ شام ہی اپنی کمیں گاہوں میں پہنچ جایا کرتے تھے اور جنرل تھادر کے آنے کا انتظار کرتے رہتے تھے۔

اس شام جنرل تھادر کے آنے کا وقت ہُوا تو وہ ہوشیار ہو گئے لیکن مقررہ وقت پر جنرل نہ پہنچا تو اُن کے دلوں کی دھڑکنوں میں اضافہ ہونے لگا۔ کیا آج انھیں کامیابی نصیب ہونے والی ہے؟ نعمان خاں نے گورن اور شیر رباٹن سے مشورہ کیا۔ دونوں نے متفقہ فیصلہ دیا کہ اگر آج جنرل کو تھوڑی سی بھی دیر ہو جائے تو اس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہیے وہ سب جنرل کے انتظار میں اسی موڑ پر چھپے رہے حتیٰ کہ سورج غروب ہوئے دس منٹ گزر گئے لیکن جنرل کی کار نمودار نہ ہوئی۔

وہ لمحہ بہ لمحہ اضطراب کا شکار ہوتے جا رہے تھے۔ کافی دیر کے بعد انھوں نے کار کی روشنیاں دیکھیں۔ کار آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ یقیناً اس میں کوئی خرابی ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد انجن کی آواز بھی سنائی دینے لگی۔ درحقیقت انجن کی آواز میں کچھ تبدیلی تھی ان کے چہرے مسرت سے چمک اُٹھے۔ نعمان خاں نے آخری فیصلہ دے دیا کہ آج جو کچھ بھی ہُوا اپنی اس کارروائی کا آغاز کر ہی دینا چاہیے۔ چنانچہ تمام لوگ ہوشیار ہو گئے۔ وہ کار کے موڑ پر آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

کار بڑی مشکل سے آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی موڑ تک پہنچی اور موڑ پر اس کی رفتار بہت ہی سست ہو گئی۔ اتفاق کی بات تھی کہ اس وقت جنرل بالکل تنہا تھا اور اس کے اطراف میں ڈرائیور کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ گویا قدرت نے نعمان خاں کو ایک سنہری موقع عطا کر دیا تھا۔ جونہی کار موڑ پر پہنچی دفعتاً وہ سب جھپٹا مار کر باہر نکل آئے اور اس سے قبل کہ جنرل یا اس کا ڈرائیور کوئی کوشش کر سکتے۔ انھوں نے کار کے دروازے کھول کر جنرل اور ڈرائیور کو باہر کھینچ لیا۔

جنرل کی پیشانی پر نعمان خاں نے ریوالور کی نال رکھ دی اور شیر رباٹن کے زبردست گھونسوں نے ڈرائیور کا حلیہ بگاڑ دیا۔ ڈرائیور تو بے ہوش ہو گیا لیکن جنرل عجیب گومگو کے عالم میں تھا کہ نعمان خاں کی سرد آواز اُبھری۔

” اگر تمھارے حلق سے آواز اُبھری تو گولی حلق سے داخل ہو کر کھوپڑی سے باہر نکل جائے گی“۔

” کیا چاہتے ہو تم لوگ؟“

” جو کچھ چاہتے ہیں کر رہے ہیں تمھارے لیے۔ خاموشی ہی تمھاری زندگی کی ضمانت ہے“ نعمان خاں کی غراہٹ بہت سفاک تھی جسے جنرل نے اچھی طرح محسوس کر لیا چنانچہ وہ خاموش ہو گیا۔ جنرل کا پستول اور ڈرائیور کے پاس موجود ہتھیار اپنے قبضے میں لے لیے گئے تھے۔

فوراً ہی تمام لوگ کار کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس وقت ایک ایک لمحہ نازک اور مُہلک تھا۔ سخت خطرہ تھا کہ اگر اُدھر سے کوئی اور کار جنرل کی تلاش میں آ گئی تو کام خراب ہو جائے گا۔ چنانچہ سوچی سمجھی اسکیم کے تحت جنرل کی وردی اُتروا کر گورن کو پہنا دی گئی اور گورن نے اپنا لباس جنرل کو پہنا دیا۔ اس کے بعد اس کے ڈرائیور کی وردی بھی حاصل کر لی گئی جو شیر رباٹن نے پہن لی۔ حالانکہ یہ وردی اس کے تھوڑی سی چھوٹی تھی چونکہ اس کا قد دراز تھا لیکن بہرصورت رات کے اندھیرے میں اس چھوٹی وردی پر کس کو شبہ ہو سکتا تھا پھر ڈرائیور کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور اس کے مُنہ میں کپڑا ٹھونس کر اسے وہیں ایک کھڈ میں ڈال دیا گیا اور جنرل کو کار کی پچھلی نشست میں ایک کونے میں بٹھا دیا گیا۔ اس کے برابر ہی گورن نقلی جنرل کے حُلیے میں پستول ہاتھ میں لے کر بیٹھ گیا۔ کار کی ڈرائیونگ نعمان خاں نے سنبھال لی تھی۔ فوجی ہیٹ اپنی پیشانیوں پر انھوں نے اس طرح جُھکا لیے کہ ان کا چہرہ نظر نہ آئے۔ اس طرح تاریک رات میں یہ سفر جاری ہو گیا۔ باقی لوگوں کو اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچنے کی ہدایت کر دی گئی تھی۔ راستے میں کئی جگہ انھیں چوکیاں ملیں لیکن چوکی پر موجود لوگوں کو دھوکا دینا زیادہ مشکل نہیں تھا۔

جنرل کی کار دیکھ کر کوئی قریب نہ آتا۔ بس دُور ہی سے سلوٹ کیا جاتا اور فوجی اپنی اپنی جگہ اٹینشن ہو جاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد جنرل کا مکان آ گیا۔ کار اس مکان کے سامنے سے گزری تھی دروازے پر کھڑے مسلح پہرے داروں نے فوراً مکان کا دروازہ کھولا لیکن گورن نے کمالِ جرأت سے کام لیتے ہوئے اپنا ہاتھ باہر نکال کر اشارہ کیا کہ وہ آگے جا رہا ہے اور نعمان خاں نے تیزی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

اس طویل راستے کے سفر کا آغاز ہو گیا جو ویلیشا کو جاتا تھا ان لوگوں نے یہی پروگرام بنایا تھا۔ ویلیشا تک کے راستے کی تمام چوکیاں مستعد تھیں لیکن تقدیر ان کے ساتھ تھی وہ ان سب کو دھوکا

دیتے ہوئے گزر گئے۔ بالآخر وہ شہر میں داخل ہو گئے۔ شہر کا ماحول بھی سنسان سا تھا۔

ویسے گلیوں، سڑکوں اور بازاروں میں انسان نظر آ رہے تھے لیکن جنرل کی کار کو پہچان کر لوگ راستہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ گورن جنرل تھادر کے انداز میں گردن کو ہلکے ہلکے جھٹکے دے کر فوجیوں اور غیر فوجی لوگوں کے سلام قبول کرتا آگے بڑھتا رہا۔ بالآخر وہ شہر سے بخیریت گزر کر اس پہاڑی علاقے میں پہنچ گئے جہاں سے انھیں اپنے اس برفانی سفر کا آغاز کرنا تھا۔

ابھی تک کا ڈراما نہایت سنسنی خیز تھا۔ ایک ایک لمحہ بدن میں اینٹھن بن کر گزرا تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کون سا لمحہ ان کے لیے خطرناک ہو اور چاروں طرف سے ان پر فوجیوں کی یورش ہو جائے نعمان خان نے اپنے آپ کو ہر خدشے اور ہر خوف کے احساس سے بے نیاز کر لیا تھا۔ وہ اپنے دل کو انتہائی مضبوط کر کے اپنی اس کارروائی کو جاری رکھے ہوئے تھا اور نہایت مضبوط لہجے اور خود اعتمادی کے ساتھ ان لوگوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔

پہاڑی علاقے میں سب سے پہلی مناسب جگہ پہنچ کر وہ سب کار سے اُتر آئے۔ کار کو چھوڑ دینا بہت ضروری تھا چنانچہ ان سب نے مل کر کار کو ایک گہرے کھڈ میں دھکیل دیا اور جنرل کو اتار کر پہاڑی دروں میں پیدل سفر کرنے لگے۔ جنرل آرتک تھادر نے محسوس کر لیا کہ اب وہ ان لوگوں کے نرغے سے نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اُس نے اشارے سے کہا کہ اس کے مُنہ سے کپڑا نکال دیا جائے تاکہ وہ سکون سے سانس لے سکے۔

نعمان خان نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر گورن کو اشارہ کر دیا، جو اب بھی جنرل کی وردی میں ملبوس تھا۔ گورن نے جنرل آرتک تھادر کے مُنہ سے کپڑا نکال دیا تھا۔ آرتک تھادر مُنہ اُٹھا کر گہری گہری سانس لینے لگا۔

اس دوران اس کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی لیکن مُنہ سے کپڑا ہٹ جانے کے بعد اس کی کیفیت بحال ہونے لگی۔ اُس نے شکست خوردہ نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھا اور بھاری لہجے میں بولا۔ "میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور کس لیے تم نے مجھے اغوا کیا ہے البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ تم مقامی باشندے نہیں معلوم ہوتے، بہرحال تم مجھے اس طرح لے چلو، میں کسی جسمانی تکلیف کا شکار نہ ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے جنرل اس وقت تک تم سے تعاون کیا جائے گا جب تک تم اپنے وعدے کی پابندی کرو گے۔ لیکن جہاں بھی محسوس کیا گیا کہ تم کسی غلط حرکت کے مرتکب ہو رہے ہو تمھیں گولی مار دی جائے گی۔ ہمیں تمھاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" نعمان نے بھاری لہجے میں کہا اور جنرل نے گردن ہلا دی۔

★★

دن کی روشنی شیران کے لیے بہت زیادہ خطرناک تھی۔ سدھاشی اس کے ساتھ تھی۔ وہ غار ہی میں چھپے رہے۔ شیران نے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ ایک بار اُسے غار کے اطراف میں آہٹیں محسوس ہوئیں اور وہ اسٹین گن لیے مستعد ہو گیا۔ اس وقت اگر کوئی سایہ بھی غار پر اُسے نظر آ جاتا تو وہ گولی چلانے سے دریغ نہ کرتا۔ وہ سارا دن غار کے دہانے کے پاس تعینات رہا۔ کبھی کبھی اُسے انسانی آوازیں بھی سُنائی دے جاتی تھیں اور یقیناً یہ آوازیں لوئی کے ساتھیوں کی تھیں جو اُسے تلاش کر رہے تھے۔ شیران نے اس دوران بہت سے فیصلے کیے تھے، سدھاشی کو فوراً ہی ہلاک کیا جا سکتا تھا لیکن اس طرح لطف تو نہ آتا۔ لوئی کی دوستی اس کے لیے بڑی نہیں تھی اور یہ علاقہ اس کے لیے گوناگوں دلچسپیوں کی آماجگاہ بن سکتا تھا چونکہ یہاں کی دہشت خیزی اس کی فطرت کے عین مطابق تھی۔

بدھا خاندان سے انتقام کے مناظر بھی شیران کو بہت دلچسپ محسوس ہوئے تھے۔ خود سوزی کرنے والے انسان اور طرح طرح کے طریقے اختیار کر کے خودکشی کرنے والوں کے گروہ اس کی دلچسپیوں کو بڑھا رہے تھے لیکن پتہ نہیں یہ اس کی بدنصیبی تھی یا لوئی کی کہ سدھاشی درمیان میں آ ٹپکی۔

شیران اس قسم کا آدمی تھا۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے وہ دُنیا کے کسی رشتے کسی دوستی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس نے لوئی کی تمام تر دوستی ٹھکرا دی اور پھر جب اُسے اس بات کا علم ہوا کہ لوئی پوری پلاننگ کے ساتھ کام کر رہا تھا اور اُسے علم تھا کہ شیران کون ہے۔ وہ سدھاشی کے حصول کے لیے شیران کو بے وقوف بنا تا رہا تھا، تو شیران کا دل مطمئن ہو گیا کہ اس نے کسی دوست کے ساتھ غداری نہیں کی ہے حالانکہ دوستی اور دُشمنی کا تصور اس جیسے آدمی کے لیے کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن بہرطور چند افراد ایسے بھی تھے جنھوں نے اُسے متاثر کیا تھا۔ لوئی بھی تھوڑا سا انھیں لوگوں میں شمار ہوتا تھا لیکن بعد میں لوئی کی شخصیت شیران کی نگاہوں میں بدل گئی۔

سارا دن یونہی نہیں گزر گیا تھا۔ سدھاشی بے چاری نے بھی دم نہیں مارا تھا۔ وہ بدنصیب اس غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی کہ

اس کے لیے شیران کے دل میں نمی پیدا ہو گئی ہے۔

وہ کیا جانتی تھی کہ جس شخص کے دل میں وہ نمی کا تصور کر رہی ہے وہ دل ہی سے محروم ہے۔ اس کے دل میں کبھی کسی کے لیے دوستی یا ہمدردی کے جذبات نہیں ابھرتے اور خاص طور سے کسی عورت کے لیے۔ دن گزر گیا اور آوازیں معدوم ہو گئیں تلاش کرنے والے مایوس ہو کر شاید اس علاقے سے آگے بڑھ گئے تھے۔ شیران چند لمحات کے لیے باہر آیا۔ بہت ہی محتاط انداز میں اس نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں۔ کسی انسانی وجود کا شبہ نہیں ہوا تھا۔ تب وہ واپس غار میں پہنچ گیا۔

"ہم رات کو سفر کریں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اس علاقے سے دُور نکل جائیں اور یہی ہمارے حق میں بہتر ہو گا۔"

"ٹھیک ہے شیران۔ لیکن کیا تم ان علاقوں کے بارے میں کچھ معلومات رکھتے ہو؟" سدھاشی نے پوچھا۔

"نہیں اس وسیع زمین کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنا بے مقصد ہی ہوتا ہے بس جدھر مُنہ اُٹھ جائے چل پڑو۔"

"اوہو۔ تو تم بنکاک جانے کا ارادہ نہیں رکھتے؟"

"بنکاک سے مجھے اس وقت تک دلچسپی تھی جب تک میں وہاں موجود تھا۔ میں جب اپنے قبیلے چھوڑ آیا، اپنے بچپن کی بستی مجھ سے اتنی دُور چلی گئی کہ اب میں وہاں واپسی کا تصور بھی نہیں کر سکتا تو پھر یہ غیر علاقے میرے لیے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟"

"اور مارلینو؟"

"ہاں۔ مارلینو بلاشبہ ایک قابلِ احترام ہستی ہے، شاید اس کائنات میں وہ واحد شخص ہے جس نے شیران کو متاثر کیا ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ میں مارلینو کو تلاش کرتے ہوئے اپنی زندگی خطرے میں ڈال دوں ہاں۔ اگر کبھی دوبارہ اس سے مڈبھیڑ ہو گئی تو ٹھیک ہے ویسے میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ آٹھ دشمنوں کو ہلاک کر دُوں گا۔ ان میں سے دو میرے ہاتھوں موت کا شکار ہو چکے ہیں۔ باقی چھ ہیں، اگر زندگی نے وفا کی اور مہلت ملی تو ان چھ کو بھی تلاش کر لوں گا اور ان میں سے جتنے بھی مجھے مل جائیں انھیں ہلاک کر کے میں سمجھوں گا کہ میں نے مارلینو کا قرض ادا کیا ہے۔"

"دوسرا کون ہے جس کو تم نے ہلاک کر دیا؟" سدھاشی نے پوچھا۔

"ڈاکٹر بریٹو۔ وہ ہانگ کانگ میں میرے ہاتھوں موت کا شکار ہو چکا ہے۔"

"اوہ۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔" سدھاشی نے کہا۔ پھر بولی "تو پھر اب تم رات کو سفر کرو گے؟"

"کیا تم سفر کرنے کے قابل ہو؟" شیران نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں، تمھارے ساتھ تو میں زندگی کی آخری منزل تک چلنے کے لیے تیار ہوں خواہ ساری زندگی سفر ہی میں کیوں نہ گزر جائے۔" سدھاشی پیار بھرے لہجے میں بولی اور شیران عجیب سی نگاہوں سے اُسے گھورنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں حقارت آمیز مسکراہٹ تھی جس کو سدھاشی اس وقت نہ دیکھ سکی کیونکہ رات جُھک آئی تھی۔

بہرحال اس کے بعد شیران نے پھر سفر شروع کر دیا۔ اس سفر کا واقعی کوئی مقصد نہ تھا۔ بس شیران لوئی کے علاقے سے دُور نکل جانا چاہتا تھا۔ کنگ لوئی کو شکست تو ہو چکی تھی اب گروہ اس کے سامنے ہی آ جاتا تو دُوسری بات تھی۔ ورنہ شیران اُسے نظرانداز بھی کر سکتا تھا لیکن صورتِ حال اس کے مقابلے میں زیادہ بہتر نہ رہی۔ یہ رات چاندنی رات تھی۔ آسمان صاف تھا اور درختوں سے روشنی چھن چھن کر نیچے آ رہی تھی۔

یوں بھی یہاں کہیں کہیں چھدرے سے درخت تھے کبھی جنگل آ جاتے اور کبھی چٹیل میدان، شیران ان علاقوں میں سفر کرتا رہا۔ پھر اُس نے ایک نالے کو عبور کیا۔ نالے کے دُوسری جانب ایک گھنا جنگلی علاقہ پھیلا ہوا تھا، شیران اس علاقے میں پہنچ گیا۔ اس گھنے جنگل کے بائیں سمت اُسے چٹیل میدان نظر آ رہا تھا اور میدان کے اختتام پر ایک عظیم الشان پہاڑی سلسلہ جو نجانے کہاں تک چلا گیا تھا۔

شیران اسی سلسلۂ کوہ کی جانب جانے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن جب وہ پہاڑی نالے کو عبور کر کے اس جنگل میں داخل ہوا تو دفعتاً تیز روشنیوں میں نہا گیا۔ یہ ٹارچوں کی روشنیاں تھیں اور یقیناً یہ لوئی ہی کے آدمی تھے جو اُسے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ چکے تھے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ شیران ان لوگوں سے مقابلہ کرے۔

چنانچہ اُس نے سدھاشی کو زمین پر دھکا دیا اور پھر اُس کی اسٹین گن گولیاں اُگلنے لگی۔ کئی ٹارچیں بجھ گئی تھیں لیکن جوابی حملہ ہونے میں بھی دیر نہ لگی۔ کافی دیر تک فائرنگ ہوتی رہی۔ شیران ایک ایسے علاقے میں تھا جہاں سے وہ اپنا بہتر تحفظ نہیں کر سکتا تھا چنانچہ وہ چھپکلی کی طرح زمین پر رینگتا ہوا ایک درخت کے موٹے تنے کی آڑ میں پہنچ گیا۔ یہاں وہ گولیوں سے محفوظ ہو گیا تھا۔ سدھاشی بھی اس کی تقلید کر رہی تھی۔

"تم یہیں چھپی رہو۔ یہاں سے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں وہ کتنے ہیں؟"

"لیکن۔ لیکن۔ درخت کی آڑ سے نکلنا تمھارے لیے سُودمند نہیں ہوگا۔ روشنی پھیلی ہوئی ہے وہ لوگ ہمیں صاف دیکھ سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ اس کے باوجود انھیں ہلاک کرنا ضروری ہے۔" لوئی نے مجھے غلط سمجھا ہے۔ شیران نے کہا اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ ان چند سایوں کو دیکھ چکا تھا جو آہستہ آہستہ پوزیشن لیے ہوئے اُس کی طرف آ رہے تھے پھر جب وہ اس کی رینج پر پہنچے تو وہ ایک دم کھڑا ہوگیا اور اُس نے گولیوں کی باڑھ ان سایوں پر ماری۔ چند چیخیں اُبھریں اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

دُوسری طرف سے بھی فائرنگ ہوئی تھی لیکن اپنا کام کر کے وہ پھر زمین پر لیٹ گیا تھا۔ دفعتاً اُسے میگا فون پر کنگ لوئی کی آواز سُنائی دی۔

"شیران۔ تمھیں دیکھ لیا گیا ہے۔ میرے آدمی چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ تم ان سے بچ نہیں سکو گے۔" شیران نے آواز کی سمت چند فائر جھونک مارے لیکن اس وقت اس کے غصّے اور تلملاہٹ کی انتہا نہ رہی جب اُسے پتہ چلا کہ اسٹین گن کا میگزین بھی ختم ہوگیا ہے۔

تھوڑی سی گولیاں اُگلنے کے بعد اسٹین گن ٹروح ٹروح کر کے رہ گئی تھی۔ یہ مرحلہ شیران کے لیے واقعی پریشان کُن تھا اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ پھر یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرے لیکن سدھاشی کو چھوڑ کر بھاگنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ وہ رینگتا ہوا واپس اسی جگہ آیا جہاں سدھاشی موجود تھی اور اس کے بعد اُس نے سدھاشی کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنا شروع کر دیا۔ گولیوں نے اب بھی اس کا تعاقب کیا تھا۔ لیکن شیران برق رفتاری سے دوڑتا ہُوا اُن کی زد سے دُور نکل آیا تھا۔ غالباً حملہ آور اس رُخ پر موجود نہیں تھے، جدھر شیران دوڑ رہا تھا۔

شیران کا رُخ اُس چٹیل میدان کی طرف تھا حالانکہ جنگلی راستے کو چھوڑ کر میدان کی طرف بھاگنا اس کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا لیکن یہ دوڑ بہتر ہی ثابت ہوئی کیونکہ جُونہی جنگل ختم ہُوا، اُسے ایک ڈھلان مل گیا۔ یہ ڈھلان میدان کے درمیان ایک دراڑ تھی جو دُور تک چلی گئی تھی۔ دونوں دوڑتے ہوئے دراڑ میں داخل ہو گئے تھے اور پھر جوں جوں وہ آگے بڑھتے گئے دراڑ گہری ہوتی چلی گئی۔ پتہ نہیں اس کا اختتام کہاں تھا اور ان چٹیل پہاڑوں کے پاس پہنچتے پہنچتے اُنھیں کن کن مشکلات سے گزرنا ہوتا۔ آگے چل کر دراڑ بائیں سمت مڑ گئی تھی۔ شیران بے تکان اس پر چلتا رہا۔ اس کی چوڑائی اتنی ہی تھی کہ دو آدمی برابر برابر چل سکتے تھے۔ دونوں طرف آسمان کی بلندیوں کو چھُوتی ہوئی پہاڑی دیواریں موجود تھیں۔

وہ اتنی گہرائی میں آ چکے تھے کہ اب اُن کے لیے واپسی بھی تقریباً ناممکن ہی ہوگیا تھا۔ دراڑ کافی دُور تک اسی طرح چلی گئی تھی اور پھر اچانک ہی اس کا اختتام ہوگیا۔ یہ اختتام ایک پہاڑی چٹان کے پاس ہُوا تھا۔ چٹان کے نیچے کے حصّے میں ایک بہت بڑا غار نظر آ رہا تھا اور یہ چٹان خاصی دُشوار گزار تھی۔ ہر چند کہ اس پر چڑھنا ناممکن نہیں تھا لیکن بہرصورت اس پر چڑھنے کے لیے اُنھیں اتنی بلندی عبور کرنی ہوتی کہ اس کا تصور بھی اس وقت مشکل تھا۔ اس وقت یہی پہاڑی غار غنیمت تھا۔ ہاں اگر وہ لوگ بھی اس تک پہنچ گئے تو پھر فرار کے لیے کوئی راستہ نہیں رہ جاتا تھا۔

بہرصورت یہ بعد کی بات تھی۔ اس وقت تو ان لوگوں کے سامنے آ جانے کے بعد اپنی زندگی بچانے کا مسئلہ تھا۔ پتہ نہیں وہ لوگ اس سمت میں آئیں گے یا کوئی اور رُخ اختیار کریں گے۔ ویسے اس سمت تک پہنچنے کے لیے اُنھیں خاصا لمبا سفر کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے وہ دراڑ میں داخل ہونے سے گریز کریں۔ سدھاشی کی سانس پھر پھول رہی تھی۔ بُری طرح دوڑتے ہوئے آئے تھے یہ لوگ چنانچہ سدھاشی زمین پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی اور شیران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر غار کا جائزہ لیتا رہا۔

اچھا خاصا وسیع و عریض غار تھا۔ رات کی تاریکی میں اس کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا لیکن بہرصورت شیران نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اتنا کشادہ ضرور ہے کہ اگر اس میں چھپنے کی جگہ تلاش کر لی جائے تو شاید ان لوگوں کو دھوکا دیا جا سکے۔ اس نے سدھاشی کو بھی اس کی تاکید کی اور وہ دونوں تاریکی میں غار کی دیواریں ٹٹولنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد سدھاشی کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔

"اوہ۔ شیران، اس طرف ایک سرنگ ہے۔"

"کہاں۔ کس طرف!" "جہاں تم کھڑی ہو وہاں دیوار بجا کر مجھے اپنے رُخ سے آگاہ کرو۔ یہاں اتنی تاریکی ہے کہ میں تمھیں دیکھ نہیں سکتا۔ شیران نے کہا اور چند لمحات کے بعد اُسے دھپ دھپ کی آواز سُنائی دی۔ وہ اس آواز کی سمت چل پڑا۔ تقریباً دس قدم چل کر اس کے ہاتھ سدھاشی کے بدن سے ٹکرائے۔۔۔

سدھاشی نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ پھر اُس نے شیران کو سرنگ کا دہانہ دکھایا اور اُسے ساتھ لیتے آگے بڑھتی چلی گئی۔

"ہاں۔ سرنگ ہی ہے۔ زیادہ کشادہ نہیں ہے۔ کیا خیال ہے اس میں آگے بڑھا جائے یا یہیں رکیں؟"

"میرا خیال ہے چلتے رہو ممکن ہے ہم کسی ایسی جگہ پہنچ جائیں جو قابلِ اعتماد ہو۔ اس جگہ کے بارے میں ہم بھروسے کچھ نہیں کہہ سکتے!"

"ٹھیک ہے۔" شیران نے اس سے اتفاق کیا اور وہ ٹٹولتے ہوئے سرنگ میں آگے بڑھنے لگے لیکن یہاں اُن کے چلنے کی رفتار بہت سست تھی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اگلا قدم اُنھیں کہاں لے جائے چنانچہ وہ محتاط ہو کر اس سرنگ میں چل رہے تھے۔ بڑا خطرناک سفر تھا۔ تقریباً دو فرلانگ وہ اس سرنگ میں چلتے رہے اور اس کے بعد اُنھیں تازہ ہوا کے جھونکے محسوس ہوئے اس ہوا کو شیران اور سدھاشی دونوں ہی نے محسوس کر لیا تھا۔

"بڑھتی رہو۔ بڑھتی رہو۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم سرنگ کے دُوسرے دہانے پر پہنچنے والے ہیں۔ شیران بولا۔"

سدھاشی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

◘

اس معمولی سی کارروائی کو کوئی بڑی اہمیت نہیں دی جا سکتی تھی کیونکہ ابھی تو اصل مسئلہ باقی تھا۔ جنرل تھادر کو ریت کا یہ عظیم الشان صحرا عبور کر کے سمندر کے کنارے لے جانا۔ یہاں بحری بیڑے سے رابطہ قائم کرنا اور کامیابی کے ساتھ جنرل کو بیڑے پر پہنچانا۔ اس کے بعد اس مہم کی ذمّے داری ختم ہوتی تھی اور کون جانتا تھا کہ اس کے بعد بھی کیا حالات پیش آئیں۔

گورن اور شیران بے حد پُرجوش تھے لیکن نعمان خان نے گہری سنجیدگی اختیار کر رکھی تھی۔ برف کی اس پناہ گاہ میں اُنھوں نے پہلا قیام کیا تھا۔

جنرل تھادر ایک پُروقار شخصیت کا مالک تھا لیکن ان میں سے ہر فرد جانتا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے ویلیسیا کے باغیوں کی خوفناک کارروائیوں کو ناکام بنا کر رکھ دیا تھا۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو باغی آن کی آن میں بینتھو کروسو کو پیس کر رکھ دیتے۔ ویلیسیا کے لاکھوں باشندے اس شخص کی وجہ سے بینتھو کروسو کی غلامی کا طوق پہنے ہوئے تھے۔ ایسی شخصیت معمولی تو نہیں ہو سکتی تھی وہ کسی بھی وقت کوئی ایسی چال چل سکتا تھا جو ان کے حق میں قاتل ثابت ہوتی۔

اس لیے اس پر مشتبہ نگاہ رکھی جا رہی تھی۔

اسے ایک محفوظ جگہ رکھا جا رہا تھا۔ اور وسیل اور بیرک اس پر تعینات کر دیے گئے تھے۔ نعمان خان نے اُن سے کہا تھا کہ اس شخص کی ایک ایک جنبش پر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔ ہر چند کہ ہم نے اس کی خواہش پر اس کا منہ آزاد کر دیا ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہم نے خطرہ مول لیا ہے۔ اگر تمھاری نگاہ چُوکی تو ہم سخت خسارے سے دوچار ہو جائیں گے۔

"میری ایک رائے ہے چیف۔ گوئل نے کہا۔

"ہاں کہو۔"

"اس کی وردی تو ہم نے حاصل کر لی ہے اور اس کے ہتھیار بھی ہمارے قبضے میں ہیں۔ لیکن اگر اس کی گھڑی جوتے اور اس کے کان میں جو آلۂ سماعت لگا ہوا ہے اگر وہ بھی ہم اپنے قبضے میں کر لیں تو کیا مناسب نہیں ہو گا؟"

"بھلا ان چیزوں سے وہ ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتا ہے"

گورن حیران ہو کر بولا۔

"نہیں گورن۔ تم نے گوئل کی بات کی گہرائی پر غور نہیں کیا۔ تھادر کا تعلق جس ملک سے ہے وہ جدید ترین ملک ہے۔ ان میں سے کسی شے میں کوئی ایسی چیز پوشیدہ ہو سکتی ہے جو ہمیں نقصان پہنچائے۔ علاوہ ٹرانسمیٹر۔" نعمان خان نے کہا اور گورن دانتوں تلے زبان دبا کر خاموش ہو گیا۔ نعمان خان نے اس کی اجازت دے دی تھی۔

جنرل تھادر نے گھڑی نکال کر دے دی لیکن جب اُس نے جوتے اور آلۂ سماعت طلب کیا گیا تو وہ غرّا کر بولا۔ "ان چیزوں کی ضرورت تمھیں کیوں پیش آ گئی۔ آلۂ سماعت کے بغیر میں سُن کیسے سکوں گا اور جوتے کیا برف پر ننگے پاؤں سفر کیا جا سکتا ہے!"

"آپ کے پیروں کے سائز کے دُوسرے جوتے آپ کو دے دیے جائیں گے مسٹر تھادر۔ آلۂ سماعت کی آپ کو چنداں ضرورت نہیں کوئی بات آپ کو سُنانی ہو گی تو یہ آپ کو واپس کر دیا جائے گا!" گوئل بولا۔

"تم نے دیکھا جب میں نے خود کو تمھارے شکنجے میں بے بس محسوس کر لیا تو ساری جدّوجہد ترک کر دی۔ میں چاہتا ہوں تم میرے ساتھ بہتر سلوک کرو۔"

"وعدہ کیا جاتا ہے جنرل کہ اس کے علاوہ آپ کو کوئی اور تکلیف نہیں دی جائے گی۔ گوئل بولا۔ جنرل کو دُوسرے جوتے دے دیے گئے تھے۔

تمام لوگ جانتے تھے کہ بہت جلد جنرل کے اغوا کے بارے میں ہیڈ کوارٹر کو معلوم ہو جائے گا اور اس کے بعد ویلیسیا کے بے شمار ذرائع اس کی تلاش میں نکل پڑیں گے اگر یہ لوگ ان کے ہاتھ آ گئے تو اُنھیں کہیں پناہ نہ ملے گی اس لیے وہ جلد از جلد اپنا یہ سفر طے کر لینا چاہتے تھے۔

تیسرے دن دوپہر کو جب وہ ایک برفانی چوٹی کے قریب ایک غار میں فروکش تھے، آسمان پر طیاروں کا ایک غول نمودار ہوا۔ یہ طیارے بہت نیچی اور سست پرواز کر رہے تھے اور بہت دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ نیچے موجود لوگوں میں سنسنی پھیل گئی۔ جنرل کو فوراً قابو میں کر لیا گیا تھا۔ تھارے ان طیاروں کی کارروائی کا جائزہ لیا جانے لگا۔ خدشہ یہ تھا کہ کہیں چھاتہ بردار ان ویرانوں میں نہ اُتار دیے جائیں۔ یہ کارروائی قرینِ قیاس تھی لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی اور طیارے تقریباً آدھے گھنٹے تک نیچی پرواز کر کے واپس چلے گئے

جب تک طیارے یہاں رہے ان لوگوں کی جان سُولی پر رہی تھی۔ آخری طیارے کے نگاہوں سے معدوم ہونے کے بعد ہی اُنھوں نے سکون کا سانس لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود سارا دن اُنھوں نے اس غار میں گزارا۔ جنرل نے چونکہ طیاروں کی کارروائی کے دوران کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی تھی اس لیے اس پر اعتماد کا اظہار کیا گیا اور اُس کی خواہش پر اُسے چہل قدمی کی اجازت دے دی گئی۔ رات کو سفر کا فیصلہ کیا گیا لیکن جب یہ لوگ غار سے باہر نکلے تو موسم بے حد خراب ہو گیا۔ آسمان پر اتنی گہری تاریکی چھائی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے۔ یہ موسم سفر کے لیے بالکل موزوں نہیں تھا اس لیے متفقہ طور پر اس رات بھی سفر ملتوی کر دیا گیا۔ رات کو جنرل تھادر کے پیٹ میں مروڑ اُٹھی اور وہ دُور سے کراہنے لگا! کئی بار اُسے حوائجِ ضروری کے لیے جانا پڑا لیکن دُور سے اس کی نگرانی کی گئی تھی۔ تاکہ وہ فرار نہ ہو سکے۔ صبح کو موسم کسی قدر بہتر ہو گیا چنانچہ طے یہ کیا گیا کہ سست رفتاری سے سفر کیا جائے اور سفر کا آغاز ہو گیا لیکن یہ سفر زیادہ تیزی سے نہیں ہو سکا تھا کیونکہ آگے بلندی تھی۔

بہرحال جس قدر ممکن ہو سکا سفر کیا گیا۔ پھر یہ لوگ بلندی پر پہنچ گئے۔ دفعتاً گورن کوئی چیز دیکھ کر ٹھٹک گیا اس کے چہرے پر گہرے خوف کے آثار پھیل گئے تھے۔ اُس نے نعمان خان کو متوجہ کیا۔ "آہ۔ جنرل چال چل گیا۔ اُس کے منہ سے نکلا۔

"کیوں۔ کیا بات ہے؟"

"وہ۔ وہ دھبّہ دیکھ رہے ہیں آپ۔ براہِ کرم یہ دُوربین لیجیے اور دیکھیے یہ کمبخت جنرل کیسی خوفناک چال چل گیا ہے۔"

نعمان خان نے گورن کے ہاتھوں سے دُوربین جھپٹ لی۔

برف کی سفید چادر پر ایک دھبّہ نظر آ رہا تھا۔ دُوربین میں یہ دھبّہ واضح ہو گیا۔ سُرخ رنگ سے صاف "ٹی۔ ایچ" کے لفظ بنے نظر آ رہے تھے!

"یہ کیا ہے؟" نعمان خان خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"ٹی۔ ایچ۔ یعنی تھادر۔" گورن بولا۔

"اوہ۔ لیکن وہ جگہ۔"

"اس غار سے زیادہ دُور نہیں ہے جہاں ہم نے قیام کیا تھا چونکہ وہ گہرائی میں ہے اس لیے یہاں سے صاف نظر آ رہی ہے۔!"

"لیکن یہ ہے کیا چیز؟"

"آہ۔ میں بتا سکتا ہوں۔ جنرل کے اس نئے لباس میں ایک سُرخ رُومال تھا۔ رات کو اس لیے اس کے پیٹ میں درد ہو رہا تھا اور بار بار باہر جا رہا تھا۔ ہم اس کی چالاکی پر غور نہ کر سکے۔ غالباً طیاروں کو دیکھ کر اُس کے ذہن میں یہ خیال آیا ہو گا۔ شیرربائن نے کہا۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"اگر ہم میں سے کوئی اس نشان کو مٹانے کے لیے واپس جائے تو سارا دن یہیں صرف ہو جائے گا۔

"اس کے باوجود اسے صاف کرنا ضروری ہے۔"

"تو پھر میں جاتا ہوں۔ آپ لوگ سفر جاری رکھیں۔ بیوک نے رضاکارانہ پیش کش کی۔ میں اپنا یہ کام کر کے تیزی سے آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"شکریہ بیوک، یہ ضروری ہے۔ ہم سفر کی سست رفتار جاری رکھیں گے۔ نعمان خان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

جنرل ان کی گفتگو سے بے نیاز نظر آ رہا تھا۔ یقیناً اُسے صورتِ حال کا اندازہ ہو گیا تھا لیکن وہ خود کو بے تعلق ظاہر کرنے کی کوشش

کررہا تھا۔

بیوک روانہ ہوگیا۔ نعمان خان نے طیش کے عالم میں جنرل کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا، "تم نے ثابت کردیا کہ تمھیں دی ہوئی مراعات غلط تھیں۔"

"کیوں کیا بات ہے؟" جنرل نے بے تعلقی سے کہا۔

"تم نے رومال کی دھجیوں سے ٹی ایچ کا نشان بنایا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے اس سے انکار نہیں۔"

"کیا تم نے ہماری دی ہوئی مراعات سے فائدہ نہیں اُٹھایا؟"

"یہ میرا حق تھا۔ تم لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے۔ میری مرضی سے تو نہیں لائے۔"

"اس کے نتیجے میں تمھیں شوٹ بھی کیا جاسکتا ہے۔" نعمان خان غرّایا۔

"تم لوگ جہاں مجھے لیے جارہے ہو وہاں کیا میری تاجپوشی کی جائے گی۔" جنرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمھاری اس حرکت کی سزا دی جائے گی تمھیں۔"

"یہ میرا اور مال ہے اس کے لیے میری اجازت کی ضرورت تو نہیں۔" جنرل نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر بولا، "ویسے میں یہ جانتا ہوں کہ تم مجھے شوٹ نہیں کرو گے۔ اس لیے میں مطمئن ہوں۔"

"تم اس غلط فہمی کا شکار کیوں ہوئے۔" گورن بولا۔

"اس لیے کہ اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے تو وہیں قتل کرسکتے تھے جہاں سے تم نے مجھے اغوا کیا تھا۔" جنرل نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"چیف۔ اس آلۂ سماعت کو فوراً توڑ ڈالیے۔ یقیناً یہ آلۂ سماعت کے علاوہ کچھ اور ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ جنرل تھاور آلۂ سماعت کے بغیر بخوبی سُن رہے ہیں اور جواب دے رہے ہیں۔"

"اوہ گڈ۔ واقعی یہاں مجھ سے چُوک ہوگئی۔ اس میں ایک ننھا سا ٹرانسمیٹر فٹ ہے لیکن اس کا حیطۂ عمل محدود ہے۔" جنرل نے کہا۔ نعمان خان نے جلدی سے آلۂ سماعت جیب سے نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور پھر وہ بیوک کی طرف دیکھنے لگا جو برف کے ڈھلان پر تیزی سے دوڑ رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی انھیں کچھ اور بھی نظر آیا تھا۔ بہت دور برف اور آسمان کے درمیان دو سیاہ نقطے پرواز کرتے دکھائی دیے تھے...

یہ ہیلی کاپٹر تھے۔

دفعتہً گورن چیخا۔ "فوراً کوئی چھپنے کی جگہ تلاش کرو ورنہ وہ ہمیں گولیوں سے چھلنی کردیں گے۔"

اس کی آواز پر سب چونک پڑے۔ وہاں چھپنے کے لیے کوئی خاص جگہ نہیں تھی سوائے برفانی گڑھوں کے اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کون سا گڑھا کیسے خطرات کا حامل ہے۔ بہرحال ایک خطرے سے بچنے کے لیے دوسرا خطرہ مول تو لینا ہی تھا۔ شیرر نے ایک گڑھے کی طرف اشارہ کیا... اور دوسرے ہی لمحے سب اس طرف دوڑ پڑے۔ جنرل نے پہلوتہی کرنا چاہا تو نعمان خان کا ایک زبردست گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا۔ وہ اپنی فطرت کو نہیں دبا سکا تھا... اور پھر برف پر گرے ہوئے جنرل کی ایک ٹانگ گھسیٹ کر اس نے اُسے ایک گڑھے میں دھکیل دیا۔ گڑھا زیادہ گہرا نہیں تھا لیکن جنرل اس میں گر کر بے سدھ ہوگیا۔ شاید نعمان خان کے آہنی گھونسے نے اس کے حواس چھین لیے تھے۔ بہرحال، نعمان خان کے علاوہ سب دبک گئے تھے۔ نعمان خان جب گڑھے میں نہ کودا تو شیرر بھنچی بھنچی آواز میں چیخا۔

"چیف! نیچے آجاؤ ورنہ..."

"خاموش رہو۔" نعمان خان کی غرّاہٹ سُنائی دی... شیرر اور دوسرے لوگوں کو اُس کی آواز میں بڑی سفّاکی محسوس ہوئی تھی۔ وہ کوشش کے باوجود نہ بول سکے۔

نعمان خان، بیوک کو دیکھ رہا تھا جس کی زندگی خطرے میں پڑگئی تھی لیکن بیوک کی تقدیر اچھی تھی۔ ہیلی کاپٹر نے ٹی۔ایچ کے نشان کو دیکھ لیا تھا۔ وہ آگے نہیں آئے بلکہ وہیں سے گھوم گئے اور ایک لمبا چکر لگا کر اور نیچے آگئے تاکہ قریب سے اس نشان کو دیکھ سکیں۔ اس دوران بیوک کو موقع مل گیا۔ وہ اس جگہ سے تقریباً پچاس گز دُور ایک گڑھے میں کُود گیا تھا۔

ہیلی کاپٹروں نے نیچے آنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ شاید وہ خطرہ محسوس کرچکے تھے... پھر وہ بلند ہوکر واپس چل پڑے اور تھوڑی دیر بعد نگاہوں سے اوجھل ہوگئے۔

"باہر آجاؤ... وہ چلے گئے۔" نعمان خان کی آواز ابھری۔

"چلے گئے...!" شیرر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، مسٹر بائن! اُنھوں نے جنرل کا کارنامہ دیکھ لیا اور اب یقیناً انھیں ہماری سمت کا اندازہ ہوگیا ہے۔ اب وہ زیادہ فورس کے ساتھ اس طرف آئیں گے۔"

کسی نے نعمان خان کی بات کی تردید نہیں کی تھی۔ "اب کیا کرنا چاہیے، چیف؟" گورن نے پوچھا۔

"بہتر یہ ہوتا کہ ہمیں کوئی پناہ گاہ مل جاتی لیکن ہمارے سامنے

جو مناظر پھیلے ہوئے ہیں، اُنھیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ قرب وجوار میں کوئی پناہ گاہ ملنی ناممکن ہے۔"

"کیوں نہ ہم یہ سمت بدل لیں۔" شیرر بولا۔

"سمت بدلنے سے بھی کیا حاصل ہوگا۔ دُور دُور تک کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آتی۔"

"چلتے رہو۔ جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ اس گدھے کو باہر نکالو۔" نعمان خان نے کہا۔

بیوک واپس آگیا۔ اس نے بھی اس بات کی تصدیق کردی کہ ہیلی کاپٹروں نے وہ نشان دیکھ لیا ہے۔ سفر شروع ہوگیا۔ ہر لمحے یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اب مقامی فوجیں آتی ہیں... لیکن جس راستے سے وہ گزر کر آئے تھے، اس پر برّی افواج کے آنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی کیونکہ ٹرک یا دوسری گاڑیوں کا برف پر سفر کرنا ناممکن تھا۔

جنرل کو ایک گھنٹے بعد ہوش آیا تھا۔ اس کا جبڑا سُوج گیا تھا اور سوجن بڑھتی ہی جارہی تھی۔ بہرحال اس کے بعد اُن کا سلوک، جنرل کے ساتھ اچھا نہ رہا۔ جنرل بھی بالکل خاموش اور کسی قدر نڈھال تھا۔ نہ جانے اس کے اپنے احساسات کیا تھے۔

رات ہوگئی۔ اب تک کا سفر بڑا سنسنی خیز رہا تھا۔ رات بھی کھلے آسمان اور یخ بستہ ہواؤں کے درمیان بسر کرنی تھی۔ چنانچہ ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ ابھی رات کا پہلا پہر ہی تھا کہ اچانک فضا میں طیاروں کی گونج سُنائی دی۔

"خطرہ سر پر آگیا ہے۔" گورن بھیانک آواز میں چیخا۔ وہ سب سردی سے متاثر تھے اور حسبِ استطاعت اپنے اپنے لبادوں میں لپٹے... سردی سے بچنے کی کوشش کررہے تھے۔ گورن کی آواز سُن کر سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ چھپنے کے لیے کوئی جگہ تو تھی نہیں، بے یار و مددگار برف کے اس وسیع خطّے پر کھڑے آسمان کو دیکھ رہے تھے۔ دفعتہً سارا علاقہ روشنی میں نہا گیا۔

طیارے سرچ لائٹوں کے ذریعے، اُن کا سُراغ لگانے کی کوشش کررہے تھے۔ دفعتہً ایک طیارے نے غوطہ لگایا اور مشین گن کی تڑتڑاہٹ گونج اُٹھی۔ گولیاں اُن کے دائیں بائیں سنسناتی ہوئی گزر گئی تھیں اور وہ سب برف سے ڈھکی ہوئی زمین پر اوندھے مُنہ لیٹ گئے تھے۔

چند منٹ کا یہ حادثہ اس قدر ہولناک تھا کہ اُسے ساری زندگی نہیں بھلایا جاسکتا تھا۔ طیارہ گولیاں برساتا ہوا آگے نکل گیا تھا پھر کافی دُور جانے کے بعد وہ مڑا۔

نعمان خان کے اشارے پر اُنھوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور جس کا جدھر منہ اُٹھا، بھاگ کھڑا ہوا۔ سامنے ہی ایک ٹیلا دکھائی دے رہا تھا۔ برف سے ڈھکے ہوئے اس ٹیلے میں کوئی پناہ گاہ تو نہیں تھی لیکن اس بات کے امکانات تھے کہ اس کے دامن میں پہنچ کر طیارے کی گولیوں سے بچاؤ کا تھوڑا بہت بندوبست ہوجائے گا چنانچہ سب ہی نے کوشش کی تھی کہ اس ٹیلے تک پہنچ جائیں۔

لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ طیارے نے پھر غوطہ لگایا اور برف کے ذرّات فضا میں اُڑنے لگے۔ اس بار بھی کوئی زخمی نہیں ہوا تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ سب منتشر ہوگئے تھے... لیکن منتشر ہوکر یہ خطرہ سر پر موجود تھا کہ کوئی نہ کوئی گولی کارگر ہو ہی جائے گی۔

اس دوسرے حملے سے بھی وہ سب بچ گئے۔ نعمان خان زور سے چیخا۔ "ٹیلے کی طرف بھاگو۔" اور اُن سب کی رفتار تیز ہوگئی۔ طیارہ کافی دُور نکل گیا تھا۔ دفعتہً نعمان خان کی نگاہ دوڑتے ہوئے لوگوں کی طرف اُٹھی اور وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا پھر اس کی دھاڑ گونجی۔ "شیرر... گورن! جنرل تھاور کہاں ہے؟"

یہ سُنتے ہی شیرر اور گورن لرز کر رُک گئے۔ جنرل تھاور کی گمشدگی موت کے مترادف تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھنے لگے۔ نعمان خان کی نگاہیں بھی ادھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ ساری محنت ایک لمحے میں خاک میں ملتی نظر آرہی تھی۔

دوسرے لوگ تو ٹیلے کی طرف دوڑ رہے تھے لیکن گورن اور شیرر دوڑتے ہوئے نعمان خان کے پاس پہنچ گئے۔ "یہ... یہ... میرا مطلب ہے، یہ کیا ہوا؟" گورن نے کہا۔

"کچھ نہیں، آؤ اُسے تلاش کریں۔" نعمان خان بے جگری سے بولا اور وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر پلٹ پڑے۔ جنرل کا فرار اُن کے لیے کسی طور بھی قابلِ قبول نہ تھا۔ اسی کے لیے تو اب تک یہ شدید مشقت کی تھی۔

انھیں زیادہ دُور نہیں جانا پڑا۔ تھوڑی دیر پہلے جہاں وہ اوندھے پڑے تھے، وہیں انھیں جنرل نظر آگیا... وہ زخمی تھا اور اُس کی قمیص خون سے تربتر تھی۔ نعمان خان نے جھک کر دیکھا۔ گولی جنرل کے بائیں کندھے کو چھیدتی ہوئی نکل گئی تھی۔

گورن اور نعمان خان نے جنرل کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھایا... اور ٹیلے کی طرف دوڑ لگادی۔ شیرر بھی اُن کا ساتھ دے رہا تھا۔ دوسرے لوگ ٹیلے تک پہنچ چکے تھے۔ جنرل بے ہوش ہوچکا تھا۔ اتنی دیر میں وہی طیارہ پھر اُن کے سروں پر منڈلانے لگا لیکن اس بار اُس نے غوطہ نہیں لگایا تھا... پھر اُس میں نصب لاؤڈ اسپیکر سے ایک بھاری آواز اُبھری۔

"تم سب ہماری نگاہوں میں ہو۔ جنرل بھادر کو ہمارے حوالے کردو۔ تم اب یہاں سے بچ کر نہیں جاسکتے۔ تمھیں صرف پانچ منٹ دیے جاتے ہیں۔ اگر تمھارے پاس وائرلیس ہے تو ہمارا کوڈ نمبر نوٹ کرو۔ زیرو زیرو سیون ایٹ سیون۔ اس نمبر پر ہم سے رابطہ قائم کرو اور بتاؤ، جنرل بھادر کہاں ہے؟"

نعمان خان کچی گولیاں نہیں کھیلے ہوئے تھا۔ حالانکہ وائرلیس اس کے پاس موجود تھا لیکن اس کی موجودگی کا اقرار نہیں کیا جاسکتا تھا اور نہ ہی یہ بتایا جاسکتا تھا کہ جنرل بھادر، ان کے پاس ہے... چنانچہ اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرلی گئی لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہاں سے نکلنے کا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ان طیاروں سے پیراشوٹ کے ذریعے سینکڑوں فوجی نیچے اتر آتے اور انھیں چاروں طرف سے گھیر کر یا تو پکڑ لیتے یا ہلاک کردیتے... کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا، سوائے اس کے کہ خاموشی سے سفر جاری رکھا جائے۔ بشرطیکہ اس کے مواقع حاصل ہوں۔

طیارے سے دو تین بار یہ پیغام نشر ہوا تھا۔ لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ نعمان خان کو یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ اب وہ فائرنگ سے گریز کریں گے کیونکہ انھیں احساس ہوگیا ہوگا کہ ان کی گولیوں سے جنرل بھادر کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

طیارہ کافی دیر تک فضا میں منڈلاتا رہا پھر اس کی روشنیاں معدوم ہوگئیں۔ وہ چلا گیا تھا۔

پہاڑی ٹیلے کے دامن میں پہنچ کر نعمان خان کافی دیر تک گہری سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔ "جو کچھ ہونا ہے، وہ تو ضرور ہوگا۔ اس کم بخت جنرل بھادر کو ابھی ہوش میں لانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ویسے بہتر یہ ہے کہ اس کے زخم کو کس دو۔ پتہ نہیں گولی اس کے شانے میں رہ گئی ہے یا باہر نکل گئی ہے۔ بہرطور اسے زندہ رہنا چاہیے... بہرحال میں نقشہ دیکھ کر اپنے طور پر کوئی پروگرام بناتا ہوں۔ تم ان معاملات کو سنبھالو۔"

نعمان خان، نقشے کو لے کر ایک محفوظ جگہ بیٹھ گیا۔ جیبی ٹارچ نکالی اور نقشے پر روشنی ڈال کر اس کا مطالعہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گوردن کو آواز دی اور اس سے نقشے کے مطابق، ان علاقوں کے بارے میں پوچھنے لگا۔

گوردن تو صحیح طور پر نہ بتا سکا لیکن دھیل اس سلسلے میں بہت کارآمد ثابت ہوا۔ نقشہ دیکھ کر وہ اس علاقے کی صحیح نشاندہی کرنے لگا۔ اس نے بتایا کہ بچاؤ کا راستہ صرف ایک ہے، اور وہ یہ کہ اگر ہم اس برفانی ٹیلے کو عبور کرلیں تو اس کے پیچھے گھنا جنگل ہے جہاں ہم دشمنوں کی نگاہوں سے مزید کچھ روز پوشیدہ رہ سکتے ہیں۔

نعمان خان نے دھیل سے پوچھا۔ "کیا تمھیں یقین ہے کہ اس پہاڑی کو عبور کرنے کے بعد ہم گھنے جنگل میں داخل ہوجائیں گے؟"

"یقین سے تو کچھ نہیں کہا جاسکتا، جناب! لیکن نقشے کے مطابق ہم جتنا سفر کرچکے ہیں، میرا اندازہ ہے کہ ہم اس بڑی پہاڑی کے قریب ہیں جس کے دوسری جانب جنگلوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔"

"اس پہاڑی تک پہنچنے کے لیے ہمیں کتنا وقت درکار ہوگا؟"

"جتنا بھی ہو... لیکن کم از کم ایک جگہ پڑے رہ کر موت کا انتظار کرنے سے تو بہتر ہوگا کہ ہم اس پہاڑی کو عبور کرنے کی کوشش کریں۔" دھیل نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس کھانے پینے کا بھی بندوبست نہیں ہے اور نہ ہی سردی سے بچاؤ کا کوئی انتظام ہے... لیکن بہرطور، کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔"

"تو پھر ابھی سے سفر شروع کردیا جائے۔ یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

یہ مسئلہ حل ہوگیا۔ دوسری طرف جنرل بھادر کا زخم صاف کرکے اس پر پٹی باندھ دی گئی تھی اور وہ ہوش میں آگیا تھا۔ وہ اسے سہارا دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ چاند نے بادلوں کی اوٹ میں چہرہ چھپالیا اور فضا میں ایک عجیب سی گھٹن کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ گوردن خوشی سے چیخا۔

"آہ... یوں لگتا ہے جیسے آسمان سے ہماری مدد ہو رہی ہو۔"

"کیا مطلب؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"چیف! اگر یہ حبس کچھ اور بڑھ گیا تو برف باری شروع ہوجائے گی۔ دن کی روشنی میں ہم نے سوچا بھی نہ تھا کہ آج کا موسم اس قسم کا ہوسکتا ہے۔ چند گھنٹے پہلے بھی اس کے امکانات نہیں تھے۔"

"اس برف باری سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ بلکہ سفر کی مشکلات میں اور اضافہ ہوجائے گا۔" شیرر بولا۔

"اوہ نہیں، ڈیئر شیرر! تم غور نہیں کررہے۔ اگر برف باری شروع ہوگئی تو طیارے ہمارے خلاف مؤثر کارروائی نہیں کرسکیں گے۔ برف باری اس وقت ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔"

نعمان خان نے اس سلسلے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ وہ لوگ سفر کرتے رہے۔ جس برفانی پہاڑی کا نقشے میں ذکر کیا گیا تھا، وہ انھیں اس ٹیلے کے عقب میں پہنچتے ہی نظر آگئی تھی۔ فاصلہ بھی زیادہ نہ تھا۔

برفانی پہاڑی کو دیکھ کر، ان سب کے قدموں کی رفتار تیز ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد برف باری بھی شروع ہوگئی۔ ہلکی ہلکی ہوا کے ساتھ برف کے

ذرات گرنے لگے۔ سردی میں ایک دم کمی واقع ہوگئی تھی۔

جان بڑی پیاری شے ہے۔ اسے بچانے کے لیے انسان ہر وہ مشکل سے مشکل کام بھی کر گزرتا ہے، جس کا عام حالت میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اندھیری اور سرد طوفانی رات میں ان پندرہ آدمیوں کا اس برفانی پہاڑی کو عبور کرنا ایک ناممکن سی بات معلوم ہوتی تھی... انھیں انتہائی خطرناک لمحات سے گزرنا پڑا تھا۔

صبح ہوئے دیر ہوچکی تھی۔ البتہ سورج کے نہ ہونے کی وجہ سے چاروں طرف دھند لکا سا پھیلا ہوا تھا۔ ابھی وہ پہاڑی ڈھلان عبور کرکے جنگل میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک بار پھر انھیں طیاروں کی گرج سنائی دی لیکن اس ڈھلان پر، انھیں اپنی حفاظت کے قدرے بہتر مواقع حاصل تھے۔ کسی طیارے سے گولیاں نہیں برسائی گئیں۔ البتہ جب انھوں نے اوپر کی جانب دیکھا تو ان کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔

"مجھے اسی بات کا خطرہ تھا۔" نعمان نے سرد اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

وہ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے آسمان کی جانب دیکھ رہے تھے۔ صبح کے دھندلکے میں بے شمار پیراشوٹ بردار نیچے اترتے نظر آرہے تھے۔ دشمنوں نے وہی کیا جو ان حالات میں انھیں کرنا چاہیے تھا۔ اس موسم میں ہتھیاروں سے زمین پر کوئی کارروائی نہیں ہوسکتی تھی۔ لہٰذا انھوں نے چھاتا بردار نیچے اتار دیے تھے۔ اب صورت حال بہت زیادہ خطرناک ہوگئی تھی۔ چنانچہ انھوں نے تیزی سے جنگل کی جانب دوڑنا شروع کردیا تھا۔ حالانکہ زخمی جنرل بھادر، ان کے ساتھ تھا لیکن بہرطور وہ، اسے بھی کسی نہ کسی طرح بھگائے لیے جارہے تھے۔ اس کے چہرے پر اب مردنی کی چھائی ہوئی تھی۔

وہ لوگ زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کرکے، جنگل کے گھنے حصوں میں پہنچنے کی کوشش کررہے تھے... اور اس کوشش میں وہ جلد ہی کامیاب ہوگئے۔ چھاتا برداروں کی کارروائیوں کے بارے میں انھیں ابھی کوئی علم نہیں تھا۔

ان لوگوں نے بہت طویل اور پرمشقت سفر کیا تھا۔ اب وہ اس قابل نہیں رہ گئے تھے کہ ایک قدم بھی آگے بڑھا سکیں لیکن زندگی بچانے کا احساس انھیں گھسیٹے لیے جارہا تھا۔ بہرطور سورج غروب ہونے تک وہ مسلسل دوڑتے رہے۔ کئی مقامات پر وہ دلدل میں دھنستے دھنستے بچے تھے... پھر اندھیرا پھیل گیا تھا۔ انھوں نے اندازہ لگایا کہ وہ تقریباً دس میل دور نکل آئے ہیں۔ موسم انتہائی سرد ہونے کے باوجود، ان کے جسم پسینے سے تر تھے۔

رات کی تاریکی نے انھیں اپنی آغوش میں لیا تو وقتی طور پر ان کی زندگیاں محفوظ ہوگئیں۔ رات کو ایک بار پھر نقشے کا جائزہ لیا گیا۔ دھیل نے اس سلسلے میں واقعی ایک نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اس وقت بھی جب اس نے اعلان کیا کہ ہم بائیں سمت سے جنگل کو عبور کرکے ساحل پر پہنچ سکتے ہیں تو سب کے چہروں پر رونق آگئی۔

"اگر میرے ساتھی، میرے ساتھ تعاون کریں تو ہم رکے بغیر یہ سفر جاری رکھ سکتے ہیں... پھر ساحل پر پہنچنے کے بعد کوشش کریں گے کہ ہیڈکوارٹرز سے ہمارا رابطہ قائم ہوجائے۔" نعمان خان نے کہا۔

"ہم لوگ تیار ہیں۔" گوردن، شیرر اور ریوک نے بہ یک زبان ہوکر کہا۔

نعمان خان نے جنرل کی طرف دیکھا۔ وہ اب بالکل ہی نڈھال ہوچکا تھا... پھر وہ دوسرے لوگوں سے مخاطب ہوا۔ "جنرل بھادر کو سنبھالنے کے لیے اب ہمیں دو آدمیوں کی ضرورت پڑے گی۔ یہ اب زیادہ سفر نہیں کرسکتا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اس کی وجہ سے کسی بڑی مصیبت کا شکار ہوجائیں۔"

"تو پھر ایسا کیا جائے کہ ہمارے پاس جو کپڑے موجود ہیں، ان کا ایک اسٹریچر بنا کر، جنرل کو اس پر لٹا دیا جائے۔"

"نہیں، میں تمھارے ساتھ سفر کرسکتا ہوں۔ مجھے اسٹریچر پر لیٹنا پسند نہیں۔" جنرل بھادر نے کہا۔ نعمان خان نے اس کی طرف دیکھا اور بھاری لہجے میں بولا۔

"تم نے خود ہی اپنے لیے مشکلات پیدا کرلی ہیں جنرل! یہ سب کچھ جو ہوا ہے، وہ تو ہونا ہی تھا لیکن اگر تم اپنے ساتھیوں کو ہماری نشان دہی نہ کرتے تو شاید وہ ہماری طرف متوجہ نہ ہوتے۔"

"جو ہونا تھا، ہوچکا... لیکن میں اب تمھارے ساتھ ہر طرح سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"شکریہ جنرل! اس کے باوجود اگر تمھیں تھکن محسوس ہو اور تم ہمارے ساتھ سفر نہ کرسکو تو میں اور میرے ساتھی، تمھیں اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔"

"میرا خیال ہے چیف! ہم لوگوں کو منتشر ہوکر سفر کرنا چاہیے تاکہ قرب و جوار پر بھی نظر رکھ سکیں۔"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم کسی کو بھی کھونا نہیں چاہتے۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

بہرصورت، سفر جاری رہا۔ چھاتا برداروں کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کن کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ شاید وہ کوئی بڑا گھیراؤ ڈالنے کی کوشش کررہے تھے۔ انھیں یقیناً اس بات کا علم ہوچکا تھا کہ وہ لوگ جنگل میں داخل ہوچکے ہیں۔

وہ اُونچی اُونچی خاردار جھاڑیوں کو طے کرتے ہُوئے کافی دُور نکل آئے۔ دفعتہً نعمان خان کو آہٹ سُنائی دی اور وہ سب ایک دم رُک گئے... اُنھیں، جنرل کی طرف سے خطرہ تھا کہ کہیں وہ چیخ کر اُن لوگوں کو اپنی جانب متوجہ نہ کرے. چنانچہ اُس پر نگاہ رکھی جا رہی تھی. پستول کی نال، اُس کی کھوپڑی سے لگادی گئی تھی لیکن جنرل نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا.

چند منٹ بعد ہی دو مسلح سپاہی نظر آئے جو بندوقیں سنبھالے، آہستہ آہستہ جھاڑیوں میں آگے بڑھ رہے تھے. ان لوگوں نے سانسیں روک لیں. سپاہیوں کا رُخ اُن کی جانب نہیں تھا. البتہ وہ اُن کے قریب سے گزر رہے تھے ان کے پیچھے دو اور مسلح سپاہی نمودار ہُوئے. وہ بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے. اس کا مطلب تھا کہ چھاتا بردار جنگل میں داخل ہو چکے تھے.

یہ لوگ چُھپ کر اُنھیں گزر جانے دینا چاہتے تھے. نہ جانے کتنے سپاہی جنگل میں بکھرے ہُوئے ہوں. چاروں طرف سے برسنے والی گولیوں سے بچاؤ ناممکن تھا. دفعتہً کسی طرف سے سیٹی کی آواز آئی اور پھر دوسری جانب سے بھی ویسی ہی سیٹی کی آواز سُنائی دی. اُس کے ساتھ ہی دوڑتے ہُوئے قدموں کی آوازیں اُبھرنے لگیں.

نعمان خان نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا... پھر وہ سب کسی فوری خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے.

**

پہاڑوں میں لاتعداد گھوڑے دوڑ رہے تھے. یہ لوئی کے آدمی تھے اور شیران کی تلاش میں سرگرداں تھے. لوئی کئی روز سے ان پہاڑوں میں بھٹک رہا تھا. اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ شیران کہاں چلا گیا. اُس کی مُڈبھیڑ شیران سے ہوئی تھی اور اُس نے گولیاں بھی چلائی تھیں جس کے نتیجے میں لوئی کے کئی آدمی ہلاک ہو گئے تھے لیکن اُس کے بعد شیران اس طرح غائب ہو گیا تھا جیسے زمین نگل گئی ہو.

لوئی کی آنکھوں میں خون اُترا ہُوا تھا. کئی دن اور کئی راتیں سرگرداں رہنے کے بعد وہ کسی قدر مایوس ہو گیا تھا. اُس نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ شیران اور سدھاشی کو تلاش کریں اور اگر وہ نہ ملیں تو پھر کوئی بھی بستی کا رُخ نہ کرے.

کنگ لوئی کی دیوانگی عُروج پر پہنچی ہُوئی تھی. اُس کا بس نہیں چلتا تھا کہ پتھروں کو چبا ڈالے. زندگی میں اس سے زیادہ اذیت ناک لمحے اُسے کبھی نہیں برداشت کرنا پڑے تھے. ساری زندگی اُس نے لوئی خاندان کا کھویا ہُوا وقار بحال کرنے میں صرف کردی تھی... اور جب وہ اس منصب تک پہنچنے کے لیے تمام مراحل طے کر چکا تھا تو ایک ایسے شخص نے اس کی اُمیدوں پر پانی پھیر دیا تھا جو صرف اُس پر مُسلّط کیا گیا تھا.

وہ جب بھی شیران کے بارے میں سوچتا تو جھنجلاہٹ کا شکار ہو جاتا.

اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے... بالآخر اُس نے پہاڑوں میں بھٹکنے والوں کو جمع کرکے ہدایات دیتے ہُوئے کہا کہ شیران کی تلاش میں زمین و آسمان ایک کر دیے جائیں. وہ تھوڑی دیر کے لیے اُن کا ساتھ چھوڑ رہا ہے... پھر وہ بھی اُن کے ساتھ آ ملے گا لیکن شیران کو اس علاقے سے نکلنا نہیں چاہیے.

اُس کے ساتھیوں نے خوف زدہ انداز میں اُس کی ہدایات سُن کر گردنیں جُھکا دی تھیں. وہ بیچارے بھی کیا کر سکتے تھے، ہر کوشش کرکے تھک گئے تھے. حالانکہ یہ اُن کا اپنا علاقہ تھا لیکن شیران نے اُنھیں اس طرح چکرا رکھا تھا کہ وہ اُس کی گرد کو بھی نہ پا سکے تھے.

وہ بستی سے کافی دُور نکل آیا تھا، اس لیے واپسی کا سفر طے کرتے ہُوئے بھی اُسے تقریباً پورا دن لگ گیا. آدھی رات کو وہ بستی میں داخل ہُوا اور پھر اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا. وہاں سب نیند کی آغوش میں کھوئے ہُوئے تھے. اُس نے ان لوگوں کو جگایا. اُس کے خاص آدمی نے حالات کی تفصیل بتاتے ہُوئے کہا.

"یہاں معاملات ٹھیک ہیں، کنگ جہاں جہاں بروما خاندان کے افراد کو محصُور کیا گیا ہے. وہاں ہمارے آدمی سختی سے اُن کی نگرانی کر رہے ہیں لیکن بُوڑھا زاغل بروما خرابیاں پیدا کر رہا ہے. زاغل شاید ہم سے برگشتہ ہو کر برومیوں سے جا ملا ہے. حالانکہ یہ وہ شخص ہے جس نے ہمیشہ حق بات کہی ہے لیکن اس وقت وہ اور کچھ کہہ رہا ہے."

"کیا کہہ رہا ہے، وہ بُوڑھا پاگل؟" لوئی نے غضبناک لہجے میں پُوچھا.

"اُس نے اپنے بے شمار ہم نوا پیدا کر لیے ہیں. اُس نے کہا ہے کہ برومیوں کو اس وقت تک حبس بے جا میں نہیں رکھا جا سکتا جب تک لوئی اپنی صحیح حیثیت نہ حاصل کر لے. اُس کے بعد بھی لوئی کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ برومیوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں کرے... اُسے برومیوں کے ساتھ انصاف کرنا ہوگا اور اُنھیں اپنی رعایا کی حیثیت دینا ہوگی لیکن یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب لوئی اپنے قول کے مطابق بروما کی بیٹی کو قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دے. اس سے قبل، اُس کی حکومت کی تکمیل نہیں ہوتی. دوسری صورت میں یہ مسند عبُوری حکمرانوں کے سپرد کر دیا جائے گا... زاغل مختلف علاقوں میں تقریریں کرتا پھر رہا ہے. چونکہ اس کی تقریریں مدلّل ہوتی ہیں، اس لیے لوگ اُن کی تردید نہیں کر پاتے. ہمارے آدمیوں نے ایک بار، زاغل کے ایک مجمعے کو منتشر کرنے کی کوشش کی تو خاصی خُونریزی ہو گئی... تقریباً بیس افراد مارے گئے جن میں چودہ آدمی ہمارے تھے اور چھ برومی خاندان

کے... یہ صورتِ حال ہے، کنگ! ہم لوگ، آپ کے لیے پریشان تھے. خاص طور پر آپ کا نائب اور دوست لائش بہت مشکلات کا شکار ہے. اُس کے بے شمار دُشمن پیدا ہو گئے ہیں. ان حالات میں برومیوں پر قابُو پانا مشکل ہو رہا ہے."

"ہُوں..." لوئی غرّایا. "یہ زاغل! میرے انتقام سے نہیں بچ سکے گا. موت کے نزدیک پہنچ کر بھی وہ ان حرکتوں سے باز نہیں آیا. کس کی مجال ہے کہ اب وہ لوئی سے حکومت چھین سکے. بروما کی بیٹی کو میں، دربارِ عام میں پیش کر چکا ہُوں اور اُس کی حقیقت واضح ہو چکی ہے. وہ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں نے اُسے حاصل کر لیا تھا. صبح میں دربارِ عام میں جاؤں گا اور لوگوں کو طلب کروں گا. تم صبح چھ بجے لائش کو میرے سامنے پیش کرو، میں اُسے مزید ہدایات دوں گا." لوئی نے کہا اور اُس کے خادم نے گردن جُھکا دی.

یہ حالات لوئی کے لیے بے حد پریشان کُن تھے. اس کا ذہن ایک پکتا ہُوا پھوڑا بن گیا تھا. تھوڑی دیر بیٹھ کر، اُس نے ایک فیصلہ کیا پھر اپنی رہائش گاہ کے ایک تہ خانے میں پہنچ گیا. اس تہ خانے کے بارے میں اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا.

تہ خانے میں پہنچ کر اُس نے پتھر کی ایک بہت بڑی سِل کو ہٹایا. پتھر کی سِل کے پیچھے ایک عظیم الشان ٹرانسمیشن نظام موجود تھا. اس ٹرانسمیٹر پر ہزاروں میل دُور رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا.

لوئی مصروف ہو گیا... تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر پر سینکڑوں روشنیاں تڑپنے لگیں اور پھر اُس کے اسپیکر پر ایک آواز اُبھری.

"ہیلو... ہیلو... وائی تھری ڈیپارٹمنٹ برانچ... کیا کنگ لوئی نے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"ہاں، لوئی بول رہا ہے لوئی میڈم ایڈنا ڈمپل سے بات کرنی چاہتا ہے."

"لوئی... میڈم ڈمپل اس وقت اپنی آرام گاہ میں ہیں."

"اُن سے کہو کہ اس وقت اُنھیں کال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بہت ہی اہم کام ہے." لوئی نے بگڑے ہُوئے لہجے میں کہا.

"بہتر ہے... اُنھیں، آپ کی خواہش سے آگاہ کیا جا رہا ہے... تھوڑی دیر توقف کریں."

لوئی انتظار کرتا رہا. تقریباً پانچ چھ منٹ کے بعد ایڈنا ڈمپل کی آواز سُنائی دی.

"ہیلو، کنگ لوئی..."

"میڈم! لوئی بول رہا ہے."

"خیریت، کنگ؟ کوئی خاص بات ہُوئی ہے کیا؟ تمھاری طرف سے میں بہت پریشان ہُوں. جو فتنہ، میں تمھارے حوالے کر آئی ہُوں، وہ میرے لیے بھی باعثِ تشویش ہے."

"میڈم! اس وقت، مَیں عزت و احترام کے الفاظ تلاش نہیں کر سکتا. میرے ذہن میں جہنم سُلگ رہا ہے. میں، آپ سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہُوں."

"کہو، بھئی، کہو... کیا بات ہے، بہت زیادہ پریشان معلوم ہو رہے ہو."

"میڈم! مجھ سے کہا گیا تھا کہ جو شخص تنظیم میں شامل ہو جاتا ہے اُس کے ذاتی مفادات ذاتی نہیں رہتے بلکہ تنظیم اُن میں براہِ راست دلچسپی لینے پر مجبور ہو جاتی ہے. میں نے اس پر یقین کر لیا تھا. آپ کو علم ہے، کہ میری زندگی کا مقصد یہ نہیں رہے کہ میں تنظیم کی خدمت کروں اور اس کے جُھوٹے برتن چاٹتا رہُوں. ہم پتھروں کے باسی ہیں اور اپنے معاملات زیادہ تر خود ہی حل کر لیا کرتے ہیں. میں نے تو سوچا تھا کہ تنظیم کی قوت حاصل کرنے کے بعد مَیں، لوئی کے علاقے کو وسعت دوں گا... میڈم ڈمپل! ہر حُکمران کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی نسلیں برقرار رہیں اور حُکمرانی کرتے رہیں. میں نے تنظیم سے وفاداری کا اقرار اسی لیے کیا تھا کہ میرے معاملات پر پوری توجہ دی جائے گی لیکن تنظیم میری طرف سے غافل ہے. آج تک آپ کو یہ کیوں نہیں معلوم ہو سکا کہ میں کس پریشانی کا شکار ہُوں...؟ یہ بھی حقیقت ہے میڈم ڈمپل! کہ ہم اپنی پریشانیوں پر خود ہی قابُو پا لیا کرتے ہیں لیکن جو مصیبت تنظیم کی طرف سے مجھ پر نازل کی گئی ہے. اُس کے لیے میں، آپ سے شکایت کرنے میں حق بجانب ہُوں." لوئی نے کہا.

"لوئی! تم بہت پریشان لگتے ہو. یقیناً تمھارا اشارہ شیران کی طرف ہے."

"وہ ناسپاس، ناہنجار... انسان نہیں جانور ہے، جانور... ہم وحشی شیر کو بھی سدھا سکتے ہیں، جنگلی ہاتھی ہمارے مطیع ہو جاتے ہیں لیکن شیران ایک ایسا جانور ہے جو شاید کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا... دوستی کا جذبہ اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا."

"کیا ہُوا ہے؟ تم اصل بات کیوں نہیں بتاتے؟" ایڈنا ڈمپل پریشان لہجے میں بولی.

"سدھاشی کو میں نے بڑی محنت سے حاصل کیا تھا. میڈم! آپ کو علم ہے کہ اس کے حصُول کے لیے مجھے ایک طویل ڈرامہ کرنا پڑا تھا. پھر میں اُسے لے کر اپنے قبیلے میں آ گیا اور اعلان کر دیا کہ میں نے وہ تمام شرائط پوری کر دی ہیں جو لوئی خاندان کا وقار بحال کرنے کے لیے ضروری تھیں اور بروما کی بیٹی کی قربانی دینے کے بعد میری حُکمرانی مکمل ہو جاتی ہے

مگر مجھے علم نہیں تھا کہ تنظیم میں شمولیت میرے لیے مستقبل کے روشن دروازے بند کردے گی۔"

"کیا ہوا...؟"

"شیران چونکہ سدھاشی کو پہاڑوں سے لے کر آیا اور اُسے اس سے دُشمنی بھی۔ لہٰذا وہ سدھاشی کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے پیش کش کی کہ وہ قربان گاہ پر سدھاشی کو قتل کردے تاکہ ہم دونوں کا مقصد پُورا ہوجائے۔ لیکن وہ وحشی نہ مانا۔ اُس نے کہا کہ وہ سدھاشی کو میرے لیے نہیں بلکہ ذاتی طور پر قتل کرے گا۔ اگر اس نے سدھاشی کو میرے لیے ذبح کردیا تو وہ زندگی بھر اس اذیت کا شکار رہے گا کہ اُس نے اپنا انتقام نہیں لیا... میں نے اُسے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کم بخت لومڑی کی طرح چالاک نکلا۔ وہ مجھے دھوکا دے کر سدھاشی کو نکال لے گیا اور پہاڑوں میں جا چھپا۔ اب میرے تمام معاملات پسِ پُشت جا پڑے ہیں۔ میرے قبیلے میں میرا مذاق اُڑ رہا ہے اور دُشمن بغلیں بجا رہے ہیں۔ میں کامیابی کے قریب پہنچ کر ناکامی سے ہمکنار ہوگیا ہوں۔ میڈم! میں، آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس کامیابی کو حاصل کرنے کے لیے میں نے اپنی زندگی وقف کردی ہے۔ اگر اب میں اُس کے حصول میں ناکام رہا تو دُنیا میں میرے لیے کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ لوئی خاندان کو ہمیشہ کے لیے غاروں میں جانا پڑے گا اور ہم کبھی اقتدار حاصل نہیں کرسکیں گے۔" لوئی خاموش ہوگیا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟" ایڈنا ڈمپل بولی۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں، مادام! کہ مجھے، شیران کو قتل کرنے کی اجازت دی جائے کیونکہ اب وہ، میرے مستقبل کا قاتل بن گیا ہے۔" لوئی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اوہ... تمھاری پریشانی بلاشبہ قابلِ غور ہے۔ تم نے جو کچھ بتایا ہے، وہ بے حد خطرناک ہے... لیکن، لوئی! میں ذاتی طور پر تم کو شیران کے قتل کی اجازت نہیں دے سکتی۔ تم اسے زخمی کرسکتے ہو... اُس کے ہاتھ پاؤں توڑ سکتے ہو، اس طرح کہ وہ علاج سے صحت یاب ہوجائے لیکن تمھیں اُس کے قتل کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ وہ تنظیم کی ایک اہم ضرورت ہے۔"

"مادام! میں، آپ کے اس حکم کو نہیں مان سکتا۔ خواہ اس کے لیے مجھے کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔"

"لوئی! تم تنظیم سے اقرار کرچکے ہو کہ ہمیشہ اپنے مفادات پر اُس کے مفادات کو ترجیح دو گے۔" ایڈنا ڈمپل کے لہجے میں درشتگی آگئی۔

"گھاڈ ونج..." اُس نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہاں میں نے اقرار کیا تھا اور تنظیم نے مجھے یہ اطمینان دلایا تھا کہ وہ میرے مفادات کا بھی تحفظ کرے گی۔ تنظیم نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ، لوئی خاندان کی حُکمرانی بحال کرانے میں اُس کی مدد کرے گی... کیا میں یہ معلوم کرسکتا ہُوں، مادام! کہ شیران، سدھاشی کو لے کر کہاں رُوپوش ہوگیا ہے؟ تنظیم کتنے عرصے میں سدھاشی کو برآمد کرکے، مجھ تک پہنچا دے گی؟ اور کیا میں یہ پوچھ سکتا ہُوں کہ اگر شیران نے سدھاشی کو اپنے انتقام کا نشانہ بنا لیا تو تنظیم نئی سدھاشی کو کس طرح جنم دے گی؟" لوئی کے لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔

"اس کے باوجود تمھیں شیران کی حفاظت کرنی ہے، لوئی!"

"گھاڈ ونج..." لوئی پھر اسی انداز میں دھاڑا۔ "میں گدھا نہیں ہُوں کہ سایوں کے پیچھے بھاگتا پھردں۔"

"لوئی! دیکھو، تمھیں وارننگ دی جارہی ہے کہ شیران کو تمھارے ہاتھوں کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

"مجھے کون روک سکتا ہے؟ شیران کی موت سے قبل، میں تنظیم سے علیٰحدگی اختیار کرتے ہوئے اعلان کرتا ہُوں کہ اب تنظیم سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہاں، شیران کی موت کے بعد تنظیم اگر چاہے تو مجھ سے رابطہ قائم کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ میں اور کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔" کنگ لوئی نے گھونسہ مار کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کردیا...

دوسری طرف سوالیہ روشنیاں جلتی بجھتی رہیں۔ ایڈنا ڈمپل، اُس سے کچھ اور بات کرنا چاہتی تھی لیکن لوئی نے ایک زوردار ٹھوکر مار کر، اُس کی تمام روشنیاں بجھا دیں پھر وحشیانہ انداز میں پلٹا اور تیزی سے چلتا ہُوا تہ خانے سے باہر آگیا۔

**

بالآخر وہ، سُرنگ کے دہانے پر پہنچ گئے۔ چونکہ ابھی تاریکی پھیلی ہُوئی تھی اور دوسری طرف کے علاقے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا چنانچہ شیران نے فیصلہ کیا کہ رات کا باقی حصّہ سرنگ کے دہانے پر گزارا جائے۔ پتہ نہیں دُوسری طرف کیا ہو۔ بہتر یہ ہے کہ دن کی روشنی میں اس علاقے کا جائزہ لیا جائے۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا، اس وقت بڑی فرحت بخش معلوم ہو رہی تھی۔ شیران نے سدھاشی کا بازو دبا کر آہستہ سے کہا۔

"مجھے احساس ہے کہ تم بُری طرح تھک گئی ہو۔"

"شیران! مجھے یقین نہیں آتا کہ تمھارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہُوئی ہے۔"

"بیٹھ جاؤ... بیٹھ کر یقین کرنے میں زیادہ دُشواری نہیں ہوتی" شیران نے تمسخرانہ انداز میں کہا... لیکن سدھاشی کچھ اس طرح جذبات سے سرشار تھی کہ اُسے شیران کے لہجے میں کہیں کوئی کھوٹ نظر نہ آئی۔

وہ بیٹھ گئی۔

"دوسری طرف نہیں چلو گے؟"

"نہیں..."

"کیوں...؟" سدھاشی نے پوچھا۔

"دن کی روشنی میں دیکھیں گے کہ کیسا علاقہ ہے۔ ابھی ہمارے دُشمن، ہم سے زیادہ دُور نہیں ہیں۔"

سدھاشی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ شیران کی محبّت میں سرشار نظر آرہی تھی۔

"شیران..." سدھاشی نے لرزتی ہُوئی آواز میں کہا۔ "کم از کم مجھے یقین تو دلا دو کہ جس کیفیت کا اظہار تم کر رہے ہو، وہ مصنوعی نہیں ہے۔"

"تم میرے کان کھانے سے باز نہیں آؤ گی؟ کون سی کیفیت کی بات کر رہی ہو؟" شیران نے پوچھا۔

"یہی کہ تم میرے دُشمنوں کو اپنا دُشمن کہہ رہے ہو۔ تم نے میرے لیے، لوئی سے دُشمنی مول لی ہے۔ اگر تم مجھے وہاں سے نکال نہ لاتے تو وہ درندہ صفت یقیناً مجھے ذبح کردیتا۔ اس وقت تو مارلینو بھی میری مدد نہیں کرسکتا تھا۔"

"سدھاشی! مارلینو سے کب سے تمھاری ملاقات نہیں ہُوئی؟"

"ہوتی رہتی تھی... ابھی کچھ عرصہ قبل ہی ہُوئی تھی۔"

"اچھا... ایک بات بتاؤ۔"

"پُوچھو..." سدھاشی نے محبّت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم مجھ سے الگ ہونے کے بعد بنکاک میں کس جگہ رُوپوش ہوگئی تھیں؟"

"میں بنکاک میں تھی ہی نہیں۔ شروع میں تو مارلینو کے پاس گانگ ہو چلی گئی تھی۔ مارلینو نے مجھے سمجھایا۔ اس وقت مجھے تم پر شدید غصہ تھا شیران! تم نے میرے ساتھ سلوک ہی ایسا کیا تھا، بتاؤ، کیا میں اس سلوک کی مستحق تھی؟ میں نے تو تمھیں اپنی زندگی کا محور بنا کر برسوں چاہا ہے، اب بھی چاہتی ہُوں۔ بابا چاہتا تھا کہ میں، گوسان سے شادی کرکے تمام عمر انہی پہاڑوں میں گزار دُوں... لیکن میرے دل میں اس کے لیے کبھی ایسے جذبات پیدا نہیں ہُوئے حالانکہ وہ ایک بہت اچھا انسان تھا۔"

"گویا لوئی نے جو کچھ کہا، وہ حقیقت نہیں تھی۔"

"کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں۔"

"مطلب یہ کہ یاتان بردما، گوسان کو لوئی بستی میں واپس لانا نہیں چاہتا تھا۔"

"نہیں، بابا کہتا تھا کہ زندگی صرف حُکمرانی کا نام نہیں ہے حُکمرانی تو جنگلی جانوروں پر بھی کی جاسکتی ہے۔ بابا نے فیصلہ کیا تھا کہ مجھے اور گوسان کو انہی پہاڑوں میں آباد کردیا جائے... تم نے دیکھا، وہ علاقہ ہر طرح کی گندگی سے پاک تھا۔ مجھے بھی اپنا وہ علاقہ بے حد پسند تھا۔ لیکن شیران! تم، میری زندگی میں نہ جانے کہاں سے آ کُودے۔" سدھاشی ناز سے بولی۔

"ہاں، کبھی کبھی تقدیر ایسے ہی فیصلے کرتی ہے۔"

"کیا مطلب...؟"

"مطلب یہ کہ میں خواہ مخواہ تمھاری اُس پُرسکون دُنیا میں ہلچل پیدا کرنے آگیا۔ اگر میں وہاں نہ پہنچتا تو تم سکون سے زندگی بسر کر رہی ہوتیں۔" شیران نے مُسکرا کر کہا۔

"کیسے نہ پہنچتے؟ میری محبّت تمھیں کھینچ ہی لائی۔ کیا تم اِس پر بھروسہ نہیں کرتے؟"

"میں نے کہا نا، سدھاشی! میں نے کبھی ان فضول باتوں کے بارے میں نہیں سوچا۔"

"اب بھی انھیں فضول باتیں کہو گے؟"

"ہاں، سدھاشی! میرے نزدیک یہ فضول باتیں ہیں۔" شیران نے کہا۔

"نہیں، شیران ایسا مت کہو... کیا درحقیقت تم مجھے قتل کردینا چاہتے ہو؟"

"اگر اس کا جواب میں اثبات میں دُوں تو...؟"

"تو، شیران! میں خوشی سے تمھارے ہاتھوں مرجانا پسند کروں گی۔"

"بکواس مت کرو۔ کوئی خوشی سے، کسی کے ہاتھوں قتل ہونا پسند نہیں کرتا۔" شیران کے لہجے میں غرّاہٹ پیدا ہوگئی۔

"کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں۔" سدھاشی کے لہجے میں بھی ہلکی سی غرّاہٹ کا احساس ہونے لگا۔

شیران نے ایک بار پھر خود کو سنبھال لیا... چند لمحے توقف کے بعد بولا۔ "سدھاشی کیا تمھیں نیند نہیں آرہی؟"

"تم بات ٹال رہے ہو، شیران!"

"ہاں، میں بات ٹال رہا ہُوں... لیکن تمھیں میرے کہے ہُوئے کا احترام کرنا چاہیے۔"

"تم ایک دفعہ کہو تو سہی، اُس کے بعد میں ہمیشہ کے لیے اپنی زبان بند کرلُوں گی۔" سدھاشی نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ... کیسی احمق ہوتی ہیں، یہ لڑکیاں... وہ دعوے کرتی ہیں جن پر کبھی پُوری نہیں اُتر سکتیں۔"

"نہیں، شیراں! ایسی بات مت کہو۔ تم ایک بار مجھے آزما کر تو دیکھو۔"

"جب وقت آئے گا، دیکھ لوں گا۔ فی الحال میں بے مقصد باتوں میں نہیں اُلجھنا چاہتا۔ مجھے کچھ سوچنے دو۔"

"کیا سوچ رہے ہو؟ مجھے بتاؤ۔"

"یہی کہ کیا مجھے خودکشی کر لینی چاہیے یا تمھیں قتل کر دینا چاہیے۔"

"تم خودکشی نہ کرو بلکہ مجھے قتل کر دو۔" سدھاشی بدستور محبت بھرے لہجے میں بولی۔

"اوہ، بابا! معاف کر دو مجھے۔" شیراں جھلائے ہُوئے انداز میں ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "اگر اب بھی خاموش نہ رہیں تو میں سچ مچ تمھاری گردن دبا کر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دوں گا۔"

"گردن حاضر ہے۔ دبا کر دیکھو۔ اگر میں جنبش بھی کر جاؤں تو..."

سدھاشی نے کہا اور شیراں دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنے لگا۔

سدھاشی آہستہ سے ہنس پڑی پھر بولی۔ "معاف کرنا، شیراں! میں آج بہت خوش ہُوں... اور اس خوشی میں بہت سی بکواس کرنا چاہتی ہُوں۔"

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"کس بات کا جواب؟"

"مارلینو نے تم سے کیا کہا تھا؟"

"کچھ نہیں، اُس نے مجھے سمجھایا تھا کہ جب شیراں، تمھاری زندگی کا محور ہے تو تمھیں کسی حالت میں بھی اُسے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ پھر اُس نے مجھے بنکاک بھیج دیا۔ میں بنکاک ہی میں مقیم تھی۔ وہ جب بھی بنکاک آتا تھا تو میرے پاس ہی قیام کرتا تھا۔ وہ مجھے بہت چاہتا ہے۔ بہت ہی نفیس انسان ہے۔"

شیراں ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا پھر آہستہ سے بولا۔ "اس کا مقصد ہے کہ مارلینو تمھاری رہائش گاہ سے واقف تھا۔"

"واقف کیا... اُسی نے تو میرے لیے برنو کوائے والی ایک کوٹھی منتخب کی تھی۔"

"برنو کوائے... اور اسی کوٹھی سے کنگ لوئی نے تمھیں اغوا کیا تھا؟"

"ہاں، میں رہتی وہیں تھی۔"

"کیا گریچر اور میگنیشا بھی تمھارے بارے میں نہیں جانتے تھے؟" شیراں نے پوچھا۔

"جانتے تھے لیکن مارلینو نے اُنھیں ہدایت کر دی تھی کہ تمھیں اس بارے میں کچھ نہ بتایا جائے۔"

"اوہ... یہ غلط ہُوا... مارلینو کو مجھ سے یہ غداری نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"اوہ، شیراں... سمجھنے کی کوشش کرو۔" سدھاشی جلدی سے بولی۔

"بکواس بند کرو۔ میں کچھ سمجھنا نہیں چاہتا۔ جب اُسے معلوم تھا کہ مجھے تمھاری ضرورت ہے تو اُس نے مجھے تمھارے بارے میں کیوں نہیں بتلایا؟"

"ارے، ارے... اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے... اگر اُس وقت تم مجھے غصّے میں قتل کر دیتے تو آج تمھاری سدھاشی تمھیں کیسے ملتی؟"

شیراں خاموش ہو گیا... مارلینو، گریچر اور سدھاشی کے لیے اُس کے دل میں غصّہ پیدا ہو گیا تھا۔ حالانکہ مارلینو ایسا آدمی نہیں تھا، جس پر غصّہ کیا جاتا۔ روئے زمین پر وہی ایک شخص تھا جسے شیراں پسند کرتا تھا لیکن وہ اپنی فطرت کو کیا کرتا جو ذرا سی بات کو برداشت نہیں کر پاتی تھی۔

سدھاشی بھی خاموش ہو گئی۔ نہ جانے اُس کے ذہن میں کیا کیا خیالات تھے۔ شیراں بھی خاموشی سے آنے والے وقت کے لیے منصوبہ بندی کرنے لگا... اور پھر تھوڑی دیر بعد، سُرنگ کے دہانے سے اُجالے کی کرنیں اندر رینگ آئیں۔

"میں باہر جا کر صُورتِ حال کا جائزہ لیتا ہُوں۔" شیراں نے سدھاشی کی طرف دیکھتے ہُوئے کہا۔ "اگر کوئی خطرہ نہ ہُوا تو ہم دونوں اس طرف چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" سدھاشی نے جواب دیا اور شیراں، سُرنگ کے دہانے سے نکل آیا۔

دوسری طرف کا منظر دیکھ کر، شیراں کی آنکھیں حیرت اور دلچسپی سے چمک اُٹھیں۔ یہ علاقہ جنّتِ نظیر تھا۔ تاحدِ نگاہ درخت بکھرے ہُوئے تھے جن کی جڑوں میں چٹانیں بھی اُبھری ہُوئی تھیں۔ جگہ جگہ جنگلی پھُولوں کے بے ترتیب کنج نظر آ رہے تھے۔ موسم بے حد خوش گوار تھا۔ ہَوا میں نمی، قُرب وجوار میں پانی کی موجودگی کا پتہ دیتی تھی۔

شیراں آگے بڑھتا رہا... پھر ایک اُونچی چٹان پر کھڑے ہو کر اُس نے دُور دُور تک نظر دوڑائی لیکن پانی کہیں نظر نہیں آیا تھا...

وہ کافی دیر تک اِدھر اُدھر دیکھتا رہا... پھر اُس نے ایک درخت کا انتخاب کیا اور اس پر چڑھنے لگا۔ درخت کی آخری شاخ پر پہنچ کر اُس نے دُور دُور تک نگاہیں دوڑائیں۔ چھوٹے چھوٹے جانور کلیلیں کرتے پھر رہے تھے لیکن دُور دُور تک کسی بستی کا نام ونشان نہ تھا۔

وہ مُسکراتا ہُوا اُتر آیا... پھر بڑبڑانے لگا۔ "واہ، سدھاشی! یہاں تو تیری موت بھی انتہائی حسین ہوگی۔"

وہ سُرنگ کے دہانے پر پہنچا اور سدھاشی کو آوازیں دینے لگا چند لمحوں بعد سدھاشی باہر آ گئی۔ "کیا محسوس کیا؟ کیسا علاقہ ہے؟" سدھاشی نے پوچھا۔

"اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔" شیراں نے جواب دیا اور سدھاشی مُسکرانے لگی۔ وہ پُرمسرت نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

"آہ... میں نے ایسے ہی حسین علاقے کے خواب دیکھے تھے، شیراں! میرے تمام خواب پُورے ہوتے جا رہے ہیں۔ یُوں لگتا ہے جیسے زندگی کی مسرتیں اب میرے قدموں میں آ پڑی ہیں... کاش شیراں! ہم یہاں زندگی بسر کر سکتے۔"

"ہاں، ہم یہاں زندگی بسر کریں اور لوئی اپنے آدمیوں کے ساتھ پہنچ کر ہمارے بدن چھلنی کر ڈالے۔"

"نہیں، نہیں... ایسا مت کہو۔ یہ علاقہ بے حد حسین ہے۔" سدھاشی نے کہا۔

"تمھیں بھُوک نہیں لگ رہی؟"

"ہاں، لگ تو رہی ہے۔" سدھاشی نے گردن ہلائی پھر بولی... "شیراں! تمھارے پاس کوئی ہتھیار تو ہوگا نہیں؟"

"کیوں...؟"

"بس، ایسے ہی پوچھ رہی ہُوں۔"

"پستول تو نہیں ہے لیکن یہ خنجر ہے، میرے ایک دوست کا دیا ہُوا تحفہ۔" اُس نے اپنے لباس میں سے وہ خنجر نکال کر اُسے دکھایا۔ جو کنگ لوئی نے بطور تحفہ اُسے پیش کیا تھا۔ اُس کے دستے پر ننھے ننھے ہیرے جڑے ہُوئے تھے۔

"ٹھیک ہے، اس خنجر سے تم جانوروں کی کھالیں اُتار سکتے ہو لیکن آج میں تم سے پھر وہی فرمائش کروں گی۔"

"کون سی فرمائش؟"

"تم پتھروں سے جانور شکار کر لیتے ہو، نا؟"

"ہاں، اب بھی کر سکتا ہُوں۔" شیراں نے جواب دیا۔

"تو پھر آج مجھے شکار کا گوشت کھلاؤ۔ میں پُرانی یادیں تازہ کرنا چاہتی ہُوں۔"

شیراں وحشیانہ انداز میں ہنس پڑا... پھر اُس نے ایک بڑا سا پتھر اُٹھایا اور اُسے تولتا ہُوا آگے بڑھنے لگا۔ سدھاشی دبے قدموں اُس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بڑا پہاڑی خرگوش نظر آیا۔

شیراں اپنی جگہ جھک گیا۔ خرگوش تنہا تھا اور گھاس میں اپنی
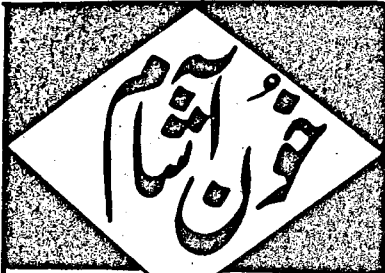
غذا تلاش کر رہا تھا۔ دفعتہً پتھر شیران کے ہاتھ سے سنسناتا ہُوا نکلا اور خرگوش فضا میں دو تین فٹ اُچھل کر گر پڑا۔ وہ بُری طرح تڑپ رہا تھا۔ شیران اس کی جانب دوڑ پڑا۔ اس نے خنجر نکالا اور خرگوش کو پکڑ کر اس کی گردن پر پھیر دیا... پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اس کی کھال اُتار کر پھینک دی اور اُسے ہاتھ میں لٹکائے ہُوئے سدھاشی کی طرف پلٹ پڑا۔

"کیا اب تم اسے بھُوننا پسند کرو گی؟"

"ضرور..." سدھاشی نے کہا اور اُس کے ہاتھ سے خرگوش لے لیا۔

"اس ایک سے کام نہیں چلے گا۔ تم آگ روشن کرو... میں دوسرا خرگوش تلاش کرتا ہُوں۔"

"شیران! ایک بات تو سُنو۔" سدھاشی نے کہا۔ "آگ جلانے سے دُشمن کہیں ہماری طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔"

"اوہ... یہ کھانے کا وقت ہے۔ فضول باتیں نہیں سوچتے۔ پہلے پیٹ کی آگ بجھالیں پھر دُشمنوں کے بارے میں سوچیں گے۔"

سدھاشی کوئی جواب دینے کی بجائے، خشک لکڑیاں اور گھاس پھُوس تلاش کرنے لگی۔ خرگوش، اس نے ایک صاف ستھرے پتھر پر رکھ دیا تھا۔ وہ ایک طویل زندگی ایسے ہی علاقے میں گزار چکی تھی... اور اس زندگی سے مانوس تھی۔ لہٰذا دو پتھروں کو آپس میں رگڑ کر آگ جلانے میں اُسے زیادہ دُشواری نہیں ہُوئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد گوشت بھُننے کی بُو فضا میں پھیل گئی۔ اس دوران میں شیران، دو خرگوش اور شکار کر لایا تھا اور اُس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا کھالیں اُتارنے میں مصروف تھا۔

پہلا خرگوش بھُون کر سدھاشی نے شیران کی طرف بڑھا دیا اور اُس نے سدھاشی کی پروا کیے بغیر اُسے کھانا شروع کر دیا۔ جب سدھاشی نے دوسرا خرگوش بھُونا تو شیران پہلا خرگوش چٹ کر چکا تھا۔ سدھاشی نے دوسرا خرگوش بھی اس کی طرف بڑھا دیا... اور شیران اُس پر ہاتھ صاف کرنے لگا... پھر جب تیسرا خرگوش بھُون کر سدھاشی نے اس کی طرف بڑھایا تو اُس کا ہاتھ رُک گیا۔

"تم نہیں کھاؤ گی، کیا؟"

"نہیں، تم کھالو۔ تم بھُوکے رہ گئے ہو گے۔" سدھاشی بولی۔

"بس، بس... فضول باتوں سے گریز کیا کرو۔ مجھے یہ احمقانہ باتیں پسند نہیں۔ دو خرگوش کم نہیں ہوتے۔" پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہُوا بولا۔ "پانی کے سلسلے میں ہمیں دُشواری اُٹھانی پڑے گی۔"

سدھاشی جب کھانے سے فارغ ہو گئی تو شیران نے اس کی طرف دیکھا اور پھر اُٹھ کھڑا ہُوا۔ "چلو اب یہاں سے آگے چلو۔"

سدھاشی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ یہ علاقہ اتنا حسین تھا کہ سفر کا ایک ایک لمحہ پُرمسرت محسوس ہو رہا تھا۔ دونوں بے تکان آگے بڑھتے رہے۔ اُن کے پیٹ بھرے ہُوئے تھے۔ البتہ پیاس لگ رہی تھی لیکن اس دلکش ماحول میں وہ بھی زیادہ محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

کنگ لوئی کے آدمیوں کا تاحدِ نگاہ کوئی پتہ نہیں تھا۔ شاید اس طرف آنے کا کوئی آسان راستہ اُن کی نظر میں نہیں تھا۔

وہ دوپہر تک سفر کرتے رہے۔ جنگل آہستہ آہستہ ختم ہوتا جا رہا تھا۔ جب وہ اس علاقے کے اختتام پر پہنچے تو سامنے کا منظر بہت ہی بھیانک تھا۔ جس گھنے اور سرسبز جنگل سے گزر کر وہ آئے تھے، وہ جنگل پہاڑ پر پھیلا ہُوا تھا اور یہاں پہاڑ کا اختتام ہوتا تھا۔ اس طرف نیچے ایک نہایت تیز و تند دریا بہہ رہا تھا۔ اس کا پاٹ اتنا چوڑا تھا... کہ دوسری طرف نگاہ نہ پہنچ سکے۔ پتہ نہیں، یہ کون سا دریا تھا، شیران اس کے متعلق نہیں جانتا تھا۔

وہ متحیرانہ نظروں سے اس عظیم الشان دریا کو دیکھتے رہے.. اس کے بہنے کی رفتار بہت تیز تھی۔ آگے راستہ مسدود تھا۔ سدھاشی نے شیران کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہُوئے کہا۔ "شیران: اب کیا کرو گے؟"

"میں یہی سوچ رہا ہوں۔ آگے تو راستہ بند ہے۔ اگر ہم اس پہاڑی راستے پر چلتے رہیں تو ممکن ہے کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔"

"اس بات کا بھی تو امکان ہے کہ ہم گھوم کر پھر لوئی کے علاقے میں جا نکلیں؟"

"ہاں۔ اس کا تعین تو مشکل ہے کہ کون سا راستہ ہمیں کہاں لے جائے گا۔ بہرصورت یہ جگہ بہت عجیب و غریب ہے۔"

"شیران! کیا یہ جگہ ہمارا آئیڈیل نہیں ہے؟"

"کیا مطلب۔ میں نہیں سمجھا۔"

"ہم اس جگہ کو بھی تو اپنا مسکن بنا سکتے ہیں۔ کیا رکھا ہے ان گنجلک بستیوں میں جہاں زندگی بے شمار اُلجھنوں کا شکار ہوتی ہے۔"

شیران کچھ سوچنے لگا تھا۔ اُس کے ذہن میں بہت سے خیالات آرہے تھے۔ درحقیقت اگر وہ یہاں کوئی پناہ گاہ تلاش کر سکے تو یہ جگہ بُری نہیں ہے۔ دریا تک پہنچنے کا بھی کوئی نہ کوئی بندوبست کر ہی لیا جائے گا۔ گویا پانی بھی یہاں مل سکتا ہے۔ ہرچند کہ نیچے اُترنا ذرا مشکل ہی تھا لیکن شیران جیسا آدمی اس سلسلے میں کوشش کر سکتا تھا۔ اگر اس کے کنارے کنارے دُور تک آگے بڑھا جائے اور کوئی ایسی جگہ تلاش کر لی جائے جہاں سے اس علاقے سے باہر نکلنا ممکن ہو تو پھر یہاں رہنا بُرا نہیں ہے تاہم اس نے یہی مناسب سمجھا کہ پہلے یہاں سے

اُترنے کا راستہ تلاش کر لیا جائے، اس کے بعد دُوسری تمام باتیں سوچی جائیں گی۔

چنانچہ وہ سدھاشی کا ہاتھ پکڑ کر اس دیوار پر سفر کرنے لگا۔ شام جھک آئی لیکن چٹانی سلسلہ ختم نہیں ہُوا البتہ رات ہونے سے پہلے اُنھیں ایک ایسی جگہ نظر آگئی جہاں ایسے ڈھلان تھے جن سے نیچے اُترا جا سکتا تھا۔ شیران نے سدھاشی کی طرف دیکھا اور سدھاشی نے مسکراتے ہُوئے گردن ہلا دی۔

"چلیں... نیچے چلیں؟" اس نے پُوچھا۔

"اگر تم نہ چلنا چاہو تو تم یہاں رُکو۔ میں پانی لے کر آتا ہوں۔"

"کیسے لاؤ گے۔ کوئی چیز تو ہے نہیں ہمارے پاس؟"

"اوہ! ہاں یہ بات بھی ہے۔" شیران نے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔

"شیران تم بالکل مطمئن رہو۔ مجھے جنگلوں میں زندگی گزارنے کا اچھا خاصا تجربہ ہے۔ میں یہاں ایسے برتن بناؤں گی جو ہمارے کام آسکیں۔"

"وہ کیسے...؟"

"پہلے ہم دریا کے کنارے سے مٹی حاصل کریں گے پھر اس کو پانی میں گوندھ کر میں برتن بناؤں گی پھر ان برتنوں کو آگ میں پکا لیں گے، اس طرح وہ ہمارے کام آسکتے ہیں۔"

"ہوں۔ بہت لمبا پروگرام بنایا ہے تُو نے۔" شیران مسکرا کر بولا۔

"اب تو بنانا ہی پڑے گا۔ آخر ہماری آئندہ زندگی کا دار و مدار اسی پروگرام پر تو ہو گا۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ آؤ نیچے آؤ۔ پہلے پانی پی لیا جائے۔" شیران نے کہا اور سدھاشی اس کا ہاتھ پکڑ کر نیچے اُترنے لگی۔ شیران سب کچھ برداشت کر رہا تھا۔ اس کے ذہن میں نجانے کون کون سے شیطانی منصوبے جنم لے رہے تھے۔

بہرصورت وہ ڈھلان طے کر کے نیچے پہنچ گئے۔ دریا کی تیزی اور تندی قابلِ دید تھی لیکن اس کے کنارے اس قابل تھے کہ وہاں سے پانی لیا جا سکے اور خاص طور سے اس جگہ دریا کی روانی میں وہ تندی نہیں رہ گئی تھی۔

شیران نے دریا میں پاؤں ڈال کر دیکھا۔ کنارے زیادہ گہرے نہیں تھے۔ وہ تھوڑا سا اور آگے بڑھا اور پھر کمر تک پانی میں پہنچنے کے بعد وہ رُک گیا۔

"بس شیران بس۔ اس سے آگے نہیں۔ پلیز اس سے آگے نہیں۔" سدھاشی بے قراری سے چیخی اور شیران کے حلق سے ایک وحشیانہ قہقہہ نکل گیا۔

"عورت، میری عورت۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور پھر جھک کر پانی پینے لگا۔ سدھاشی نے کنارے سے پانی پی لیا تھا۔ وہ کچھ ایسی بدمست ہو رہی تھی کہ اس پر نشے کی سی کیفیت طاری تھی۔ شام کی کھلاہٹیں جھک آئی تھیں اور ان کھلاہٹوں نے منظر کو کچھ اور حسین بنا دیا تھا۔

"شیران میں نہاؤں گی۔"

"جو کچھ تیرا دل چاہے کر۔" شیران وہاں سے ہٹ کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔

"تم بھی نہالو؟"

"نہیں... میرا دل نہیں چاہتا۔" شیران نے جواب دیا اور سدھاشی مُسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تو پھر تم رُخ بدل کر بیٹھ جاؤ۔"

"کیوں...؟"

"میں اپنے کپڑے نہیں بھگوؤں گی ورنہ اس کے بعد میں کیا پہنوں گی۔" سدھاشی نے جواب دیا اور شیران نے بُرا سا مُنہ بنا کر رُخ بدل لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ لباس بدل کر شیران کے پاس پہنچ گئی۔

"آ... آ اوپر آ جا۔"

اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ڈھلان طے کرنے لگا۔ دریا کے نزدیک کا کنارہ اس قابل نہیں تھا کہ وہ کوئی جگہ منتخب کرتے البتہ اوپر پہنچنے کے بعد شیران پہاڑوں میں کوئی غار تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد اسے ایک ایسی جگہ نظر آگئی جہاں وہ آرام سے تھوڑا بہت وقت گزار سکتے تھے۔ یہ جگہ ایک پہاڑی کٹاؤ میں ایک سائبان کی حیثیت رکھتی تھی، اور سائبان اتنی گہرائی میں تھا کہ وہ اس کے اندر چھپ بھی سکتے تھے۔ اگر سائبان کے سامنے والے حصّے کو کسی طرح پتھروں سے محفوظ کر لیا جاتا تو پھر اُنھیں دُور سے دیکھا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ دونوں نے یہ جگہ پسند کی تھی لیکن یہ جگہ اس ڈھلان سے کافی ہٹ کر تھی اور یہاں وہ چٹانی دیوار اسی شکل میں موجود تھا جیسی وہ دیکھتے چلے آئے تھے یعنی یہاں سے دریا کی گہرائی خاصی تھی اور ادھر سے اُترنے کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔

بہرطور یہ جگہ اُنھوں نے اپنے قیام کے لیے منتخب کر لی۔

شیران کھویا کھویا سا تھا۔ سدھاشی نے اس کے بازو پر تھوڑی رکھ کر کہا۔ "کیا سوچ رہے ہو؟" شیران نے گردن گھما کر اسے دیکھا اور چند لمحات اس کی نگاہیں سدھاشی کے چہرے پر گڑی رہیں۔ سدھاشی نے شرما کر گردن جُھکا لی تھی۔

"میں تمھاری ہوں شیران۔ میں تمھاری ہوں۔" وہ آہستہ سے بولی اور شیران نے ایک دم گردن جھٹک دی۔

"نہیں نہیں۔ میں ایسی کوئی بات نہیں سوچ رہا۔"

"سوچو.. ضرور سوچو شیران تمھیں سوچنے سے کون منع کر رہا ہے۔" سدھاشی دارفتگی سے بولی اور بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ گئی شیران نے اسے روکا نہیں تھا۔ سدھاشی آگے دوڑتی چلی گئی۔ اس نے ایک جگہ سے تھوڑی سی گھاس جمع کی۔ پھر چھوٹے چھوٹے پانچ پتھر اٹھا کر لائی۔ پتھروں کو ایک دائرے میں رکھ کر اس نے گھاس درمیان میں رکھ دی اور پھر شیران سے اس کا خنجر لے لیا۔ شیران دلچسپ نگاہوں سے اس کی یہ تمام حرکات دیکھ رہا تھا۔ سدھاشی نے اپنے داہنے ہاتھ کی کلائی میں ایک چھوٹا سا زخم لگایا اور اس کے زخم سے خون کی بوندیں ٹپکنے لگیں۔ یہ بوندیں اس نے گھاس پر ٹپکا دی تھیں پھر تھوڑا تھوڑا سا خون اس نے ان پانچوں پتھروں پر گرایا اور اس کے بعد محبت بھری نگاہوں سے شیران کو دیکھنے لگی۔

"اپنا ہاتھ دو گے؟"

"کیوں۔ کیا میرا ہاتھ بھی کاٹو گی؟"

"اپنا ہاتھ دو۔" اس نے کہا اور شیران نے ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ سدھاشی نے شیران کی ہتھیلی پر اپنے خون کے چند قطرے ٹپکائے اور پھر زخم اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

"میرا ہاتھ اپنی گرفت میں لے لو۔" اس نے کہا اور شیران کی انگلیاں اس کی کلائی پر جم گئیں۔

"یہ سب کچھ کیا کر رہی ہے؟"

"اب یہ ہاتھ اس گھاس پر رکھ دو۔" سدھاشی بولی اور شیران نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ سدھاشی نے وہ پانچوں پتھر اٹھائے۔ انھیں ایک ایک بار شیران کی پیشانی سے اور پھر اپنی پیشانی سے لگایا اور پھر انھیں فضا میں دور اچھال دیا۔ اس کے بعد وہ گہری سانس لے کر مسکرانے لگی۔

"میں ان ساری حرکتوں کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"میں نے مقدس دیوتاؤں کو آسمان پر رہنے والے خدا کو تمام فریقوں کو گواہ بنا کر تمھیں اپنی زندگی کا پہلا اور آخری مرد مان لیا ہے۔ ہاں شیران اب میں اپنے مذہب کے طور پر تمھاری ہو گئی ہوں۔ تم میرے مرد ہو، میرے شوہر۔" سدھاشی نے جواب دیا۔

"واہ۔ یہ یکطرفہ شوہر کیسے ہو گیا۔ میں نے تو تجھے اپنی عورت نہیں مانا...؟"

"ایسی باتیں مت کرو شیران۔ ایسی باتیں مت کرو۔ مجھے وہ تمام مسرتیں دے دو جو ایک عورت کا حق ہوتی ہیں۔ سدھاشی بالکل ہی بے اختیار ہو گئی تھی۔ اور پھر شیران کی آنکھوں میں شرارے ناچنے لگے۔

★★

وہ دم سادھے ان آوازوں کو سن رہے تھے۔ انھوں نے تین فوجی اپنے بالکل قریب دیکھے۔ وہ اسٹین گنیں سنبھالے جھکے جھکے آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر وہ رک گئے۔ جس جگہ وہ رکے تھے وہ ان سے صرف چند گز کے فاصلے پر تھی اور اس وقت صورت حال اتنی سنگین تھی کہ ان سب کے چہرے خون کی طرح سرخ ہو گئے تھے۔ جنرل تاہر کی معمولی سی جنبش ان سب کی موت کا سبب بن سکتی تھی۔ پستول کی نال جنرل کی کنپٹی سے لگی ہوئی تھی اور یہ پستول نعمان خان کے ہاتھ میں تھا جنرل تھا دو زیرک انسان تھا۔ پستول اگر کسی اور کے ہاتھ میں ہوتا تو اس بات کے امکانات تھے کہ اگر جنرل کی آواز ابھر جاتی تو وہ لوگ پورے اطمینان سے کوئی قدم نہ اٹھا پاتے کیونکہ یہ طور انھیں جنرل کو زندہ حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہو گا لیکن جنرل کا تجربہ بتاتا تھا کہ ان لوگوں کا لیڈر ذرا مختلف فطرت کا آدمی ہے۔ اول تو جنرل اس شخص کی قومیت کے بارے میں ہی کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ وہ کون ہے۔ البتہ اتنا احساس ضرور ہو گیا تھا اسے کہ وہ ایشیائی باشندہ ہی ہے اور اپنی فطرت میں منفرد نوعیت کا حامل ہے چنانچہ پستول جنرل کی کنپٹی پر ہونے کا مقصد یہ تھا کہ اگر جنرل کی طرف سے کوئی حرکت ہوتی تو پہلے وہ اس کی کھوپڑی میں پستول خالی کر دیتا۔ اس کے بعد دوسری طرف متوجہ ہوتا ان حالات میں جنرل کی آواز بند ہی رہی۔

نعمان خان سنسنی خیز نگاہوں سے ان سپاہیوں کو دیکھ رہا تھا جو بڑے پراسرار انداز میں ان لوگوں سے چند فٹ کے فاصلے پر رک گئے تھے لیکن ان کے انداز سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ انھیں دیکھ چکے ہیں۔

ایک بار پھر کھڑکھڑاہٹ کی آوازیں ابھریں۔ آنے والے دو تھے وہ بھی ان لوگوں کے سامنے پہنچ گئے۔

"کیا بات ہے سیٹیاں کیوں بجائی تھیں؟" ان میں سے ایک نے سوال کیا۔

"اوہ ہمیں ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا۔"

"کیا اشارہ تھا؟"

"شاید کسی نے انھیں دور سے دیکھ لیا ہے۔"

"تمھیں کوئی خاص اطلاع دی گئی تھی؟" پہلے سے موجود سپاہیوں نے پوچھا۔

"ہاں بس یہ کہا گیا تھا کہ شمال مشرق بائیں سمت جائیں اور

ہوشیار رہیں کیونکہ وہاں ان لوگوں کی نقل و حرکت محسوس کی گئی ہے۔"

"گویا صحیح طور پر انھیں نہیں دیکھا گیا؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ بس اتنا ہی کہا گیا اور ہم اس جانب دوڑ پڑے لیکن پھر ہمیں ایک خدشہ سا پیدا ہو گیا۔"

"کیسا خدشہ؟"

"یہی کہ چھاتہ برداروں کی اچھی خاصی تعداد یہاں موجود ہے کہیں غلط فہمی میں اور جلد بازی میں ہم ایک دوسرے پر ہی گولیاں برسانا نہ شروع کر دیں۔"

"ہاں اس بات کے امکانات تو ہیں لیکن کیا تمھیں ان لوگوں کا کوئی نشان ملا؟"

"قطعی نہیں۔ پتہ ہی نہ چل سکا کہ وہ کس طرف ہیں۔ ہم شمال مشرقی علاقے کو کھنگالتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔" ایک نے جواب دیا۔

"لیکن یہ بات تم نے بالکل درست کہی ہے۔ ہم آہٹ پر گولیاں نہیں برسا سکتے، اس طرح ہمارے اپنے آدمیوں کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے۔"

"اس کے لیے بہتر طریقہ وہی ہے جو ہم نے طے کیا ہے۔"

"غالباً سیٹیاں؟"

"ہاں... مخصوص انداز میں۔ غالباً تمھیں ان کے بارے میں معلومات نہیں تھیں۔ تم نے غلط سیٹیاں بجائی تھیں۔"

"ہاں سیٹیوں کے بارے میں ہمیں کوئی خاص ہدایت نہیں دی گئی تھیں؟"

"میں تمھیں بجا کر دکھاتا ہوں۔ چاروں طرف یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ پہلے سیٹیاں بجا کر ایک دوسرے کے بارے میں اندازہ کر لیا جائے۔"

"سیٹی بجانے کا انداز کیا ہو گا؟" پہلے تین سپاہیوں میں سے ایک نے پوچھا اور آنے والے دو سپاہیوں میں سے ایک نے منہ سے سیٹیوں کی آوازیں نکال کر انھیں سنائیں۔ یہ آواز پہلی مرتبہ لمبی تھی اور بعد میں دو دفعہ مختصر تھی۔ گویا ایک مرتبہ ذرا لمبی سیٹی بجائی تھی اور دو مرتبہ ہلکی ہلکی۔ یہ ان لوگوں کا جنگل میں ایک دوسرے کے لیے شناختی کوڈ تھا۔ نعمان خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

دوسرے لمحے اس کے ذہن میں ایک دم ایک منصوبہ آ گیا تھا۔ اس نے انگلی کے اشارے سے گوران کو اپنے نزدیک بلایا اور اس کے کان میں سرگوشیاں کرنے لگا، اس طرح کہ جنرل اس کی آواز نہ سن سکے لیکن وہ جنرل کی جانب سے غافل نہیں ہوا تھا۔

گوران نے اس کی بات سنی اور گردن ہلا دی۔ پھر اس نے شیرر سے کچھ کہا اور شیرر نے اپنے بقیہ ساتھیوں سے۔ گویا کوئی خاص بات ان لوگوں کے درمیان طے پا گئی تھی۔ جنرل ان تمام چیزوں سے واقف تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ خود اس کی اپنی کیفیت بھی بہتر نہیں تھی۔ قید رہنا کسے پسند ہوتا ہے اور وہ بھی دشمن کے ہاتھوں میں۔ اس کے بعد ایک لامتناہی اذیت کا سلسلہ شروع ہو سکتا تھا۔ نجانے وہ جنرل کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے اس کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح اپنے آدمیوں کو اس صورتحال سے مطلع کر دے لیکن موت اس کی [illegible] چپکی ہوئی تھی اور وہ جانتا تھا کہ یہ وحشی لیڈر اس کے [illegible] رعایت نہیں برتے گا خواہ اس نقصان کے سلسلے میں اس سے کوئی بھی بازپرس کی جائے۔ ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ دفعتاً لیڈر کا ہاتھ اس کی کنپٹی سے ہٹا اور منہ پر آ جما۔ دوسرے لمحے اس کی کھوپڑی میں ستارے ناچ گئے۔ بڑی خوفناک ضرب تھی۔ غالباً لیڈر نے ہی لگائی تھی۔ منہ پر چونکہ ایک چوڑا ہاتھ جما ہوا تھا جس نے اسے اتنی قوت سے بھینچ رکھا تھا کہ اگر مزید کچھ قوت صرف ہو جاتی تو شاید اس کے دانت ہی حلق میں جا پڑتے۔

جنرل کو کوئی احساس نہ رہا لیکن پتوں میں ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی تھی۔ سپاہی ایک دم سے چونک پڑے لیکن چونکنے کے بعد وہ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ دفعتاً ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

گوران، شیرر اور اس کے تمام ساتھیوں نے نپی تلی چھلانگیں لگائی تھیں۔ پھر وہ ان سپاہیوں کو لیے ہوئے زمین پر آ پڑے۔ اس کے بعد سپاہیوں کے ساتھ رعایت برتنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ انھوں نے سب سے پہلے تو ان کے منہ زمین میں اس طرح گھسیڑ دیے کہ ان کی آواز ہی بند ہو گئی۔ دو سپاہی تو صرف دم ہی گھٹ جانے کی وجہ سے مر گئے تھے۔ باقی تین کو گردن دبا کر ہلاک کر دیا گیا۔

پانچوں سپاہی اس خاموشی سے کام آ گئے تھے کہ چند لمحات پہلے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ان پانچوں سپاہیوں کی موت کا یقین کرنے کے بعد انھوں نے انتہائی پھرتی سے ان سپاہیوں کو برہنہ کر دیا۔ اور ان کے لباس خود پہن لیے۔ جس کو جو وردی فٹ آئی اس نے وہی پہن لی۔ اس طرح مزید پانچ افراد مقامی فوجیوں کی وردی میں ملبوس ہو گئے تھے۔ ان کے ہتھیار بھی ان کے قبضے میں آ گئے تھے۔ جنرل چونکہ بے ہوش تھا، اس لیے اس تمام کارروائی کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اب بھی چند افراد دوسرے لباس میں تھے لیکن وہ ان لوگوں کے نرغے میں تھے۔ اس لیے دور سے انھیں نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کارروائی کے بعد مردہ سپاہیوں کی لاشیں گھسیٹ کر گھنی جھاڑیوں میں پھینک دی گئیں اور وہ زیادہ مطمئن انداز میں آگے کا سفر کرنے لگے۔ ان کا

رُخ اپنے اسی مخصوص راستے کی طرف تھا جس کا نقشے میں تعین کر لیا تھا۔ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ جنرل ہی کا تھا۔ اگر ان کی اپنی ذات کی بات ہوتی تو وہ خونریزی کرتے ہوئے باآسانی نکل جاتے۔

بہر حال وہ سفر کرتے رہے۔ دفعتاً انھیں داہنی سمت تیز تیز قدموں کی آوازیں سنائی دیں دُوسری طرف سے سیٹیوں کی آواز اُبھری اور جواب میں ان لوگوں نے نعمان خان کی ہدایت کے مطابق سیٹیاں بجانی شروع کر دیں۔ ایک بار لمبی اور دو بار چھوٹی چھوٹی سیٹیاں۔ قدموں کی آوازوں نے رُخ بدل لیا تھا۔ گویا چھاتہ بردار مطمئن ہو کر دُوسری جانب بڑھ گئے تھے۔ ان لوگوں کی آنکھوں میں مسرت ناچنے لگی۔ وہ کامیابی سے ان چھاتہ برداروں کو دھوکا دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اس نئی معلومات نے ان کے راستے میں بڑی آسانیاں پیدا کر دی تھیں کیونکہ کئی بار چھاتہ برداروں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اوّل تو مقامی فوجی لباس دوئم یہ سیٹیاں، وہ اپنی منزل کی جانب بڑھ رہے تھے اور چھاتہ بردار ان کی چالاکیوں سے بے خبر اپنی کارروائیوں میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ وہ طویل ترین راستہ عبور کر کے پہاڑوں کے دُوسری جانب پہنچ گئے۔

اس طرف چھاتہ بردار زیادہ تعداد میں نہیں معلوم ہوتے تھے کیونکہ یہ راستہ بھی بے حد دُشوار گزار تھا۔ جنرل تھادر ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا۔ اس دشوار گزار راستے پر جہاں اپنے آپ کو سنبھال کر چلنا ہی بے حد مشکل کام تھا۔ وہ جنرل تھادر کے اس بے ہوش اور وزنی بدن کو سنبھالے ہوئے بمشکل تمام سفر کر رہے تھے۔ یہ آسان کام نہیں تھا لیکن ابھی کسی نے ہمت نہیں ہاری تھی اور دلجمعی سے اپنی کارروائی میں مصروف تھے۔ نعمان خان نے اپنے ساتھیوں پر ہی سب کچھ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ خود بھی کافی دیر تک جنرل تھادر کو اپنے شانے پر سنبھالے رہا تھا۔ اس کے تمام ساتھی اس کی شخصیت سے بہت متاثر نظر آتے تھے۔ اس شخص میں اُنھوں نے یہ خوبی پائی تھی کہ کہیں بھی اس نے لیڈر بننے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ ان سے زیادہ باعمل رہا تھا اور درحقیقت ابھی تک اُس نے جتنے بھی پروگرام بنائے تھے ان میں سے کوئی پروگرام ایسا نہیں تھا جو کامیابی سے ہمکنار نہ ہوا ہو۔ وہ یہ سب تمام باتیں نوٹ کر رہے تھے اور نعمان خان کی سرکردگی میں یہ تمام کام سرانجام دینے پر مسرور تھے۔

سفر جاری رہا۔ یہاں تک کہ بہت دُور ایک چٹیل میدان کے اُس پرے انھیں سمندر نظر آنے لگا۔ سمندر کی ایک جھلک دیکھتے ہی وہ مسرت سے بے قابو ہو گئے تھے۔ ان کی طویل ترین جدوجہد بالآخر بارآور رہی تھی بشرطیکہ عین وقت پر کوئی ایسا حادثہ نہ رُونما ہو جائے جو ان سے ان کی آخری مسرت چھین لے۔ ایک محفوظ جگہ جنرل کو زمین پر ڈال دیا گیا۔ اس علاقے میں سب سے بڑی مصیبت یہی تھی کہ چھپنے کے مواقع

... بہت کم تھے۔ چند ہی ایسی جگہیں آئی تھیں جہاں وہ مق... لوگوں سے محفوظ رہ سکتے تھے ورنہ عموماً بے یار و مددگار کھلی جگہوں پر اپنی زندگی اور موت کا سفر طے کرتے رہے تھے۔ اس محفوظ جگہ پہنچ ٹرانسمیٹر استعمال کیا گیا اور پھر وہ مسلسل ٹرانسمیٹر پر اپنے کوڈ دہرا... رہے لیکن دُوسری طرف سے رابطہ قائم نہیں ہو سکا تھا۔

ایک ڈیڑھ گھنٹے کی مسلسل کوشش میں ناکام رہ کر انھیں ... سی جھنجلاہٹ محسوس ہونے لگی تھی۔ یہ سب سے مشکل مرحلہ تھا۔ چھاتہ برداروں کا ساحل کی طرف نکل آنا ناممکنات میں سے نہیں تھا اور ساحل کے آس پاس کوئی ایسی جگہ نہیں تھی کہ جہاں چھ... کر ان لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رہا جا سکے۔ اب صرف اس بات پر دار و مدار تھا کہ دُوسری طرف سے رابطہ قائم ہو جائے اور ان کی یہ مشکل حل ہو جائے۔

رات کی تاریکی میں نعمان خاں کی مسلسل کوشش بارآور ہوئی اور اس بار دوسری طرف سے ان کا پیغام وصول کر لیا گیا۔

"خان ... خان اسپیکنگ۔ کوڈ نمبر تھری تھری ایٹ فائیو زیرو ایٹ فائیو۔ وائی تھری" نعمان خاں نے دُہرایا۔

"یس خان۔ کیا رپورٹ ہے کتنے فاصلے پر ہو تم لوگ؟"

"ہم سمندر کے کنارے پہنچ چکے ہیں اور مسلسل آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ہمیں ہماری اس کوشش کا جواب کئی گھنٹے کے بعد ملا ہے۔" نعمان خاں نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ! انتہائی افسوس ہوا یہ سُن کر۔ پتہ نہیں کیوں آپ کے پیغام ہمارے ٹرانسمیٹر وصول نہیں کر سکے۔ آپ اپنی ڈائریکشن سے مطلع فرمائیے۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور نعمان خان انھیں سچویشن بتلانے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ سچویشن سمجھ لی گئی ہے آپ کو مزید کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ کوئی فوری خطرہ تو آپ کے اطراف میں موجود نہیں ہے؟"

"فوری خطرے کی بات کر رہے ہو تم لوگ! ہم چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں کوئی بھی لمحہ ہماری موت کا لمحہ بن سکتا ہے۔"

"ہر ممکن کوشش کی جائے گی کہ آپ کو جلد از جلد ساحل پر ریسیو کر لیا جائے۔"

"صورتِ حال کیا ہے۔ کیا سمندر میں مقامی گن بوٹس پھر رہی ہیں؟"

"نہیں ہم نے وقفے وقفے سے جنگی مشقیں شروع کر رکھی ہیں اور ان کا پروگرام خاصا طویل ہے۔ یہ پروگرام ہم نے اس لیے بنایا ہے کہ ساحل کو خطرناک لمحات سے محفوظ رکھ سکیں۔ ابھی تقریباً بارہ گھنٹے قبل

...اپنی ایک مشق ختم کی ہے۔ بارہ گھنٹے کے اندر اندر ہم کسی بھی ...ہم دوسری مشق دوبارہ شروع کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ وہ مشق ہم پر ہی ہو جائے تو ...ہے۔ میں کہتا ہوں جس قدر جلد ممکن ہو سکے ہمارے لیے ...بت کیا جائے ورنہ اس کے بعد۔"

"ٹھیک ہے مسٹر خان۔ ہم انتہائی کوشش کر رہے ہیں کہ ...ز جلد آپ کی اس مشکل کو آسان کر دیں۔ آپ ہمیں سُرخ ...ا دیجیے۔"

"اس کا موقع نہیں ہے جو سچویشن میں نے تمھیں بتائی ہے اس ...کرو اگر ہم نے سگنل دیا تو ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی ...۔" نعمان خان نے کہا۔

"او کے۔ ہم انتظامات کر رہے ہیں۔" دوسری طرف سے

...ب ملاگورن اور شیر نے سکون کی سانسیں لی تھیں۔ نعمان خان ...یہ رویہ بھی اُنھیں بہت پسند آیا تھا ورنہ کس کی مجال تھی کہ اتنے ...ے لوگوں سے اس بگڑے ہوئے لہجے میں بات کر سکے۔

بہر طور اپنے اس لیڈر سے وہ لوگ بے انتہا خوش تھے ...اس بات کے خواہش مند تھے کہ ان کی یہ مہم کامیاب ہو جائے ...ائے سے سرفرازی ملے۔

رات کا شاید تیسرا پہر تھا یہ ساحلی علاقہ بالکل ویران پڑا ...تھا۔ اطراف میں کوئی بستی نہیں تھی اور روشنی کی کوئی کرن دکھائی نہیں ...یتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ صدیوں سے ویران ساحل کسی انسان ...سے ہمیشہ ہی محروم رہا ہو۔ دفعتاً سمندر کے وسطی حصے میں اُونچی اُونچی ...ریں اُٹھنے لگیں اور طوفان کی سی کیفیت نمودار ہوئی۔ آہستہ آہستہ ...جھاگ کی سفید اور دبیز تہ پانی پر پھیلتی چلی گئی اور پھر بھاپ کے بادل ...پانی کی سطح پر اُبھرنے لگے۔ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی ہوئی تاریکی میں جھاگ کی ...اس سفید اور دبیز تہ میں سے ایک ایٹمی آبدوز پانی کی سطح پر نمودار ...ہوا۔ اس وقت آبدوز سمندر کے متلاطم پانی پر ایک بڑی دبیل مچھلی ...کی طرح تیر رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد آبدوز کے کوننگ ٹاور سے ...نکل کر تین چار افراد اس کے عرشے پر اِدھر اُدھر دوڑنے لگے اور ...انھوں نے دُوربینیں اپنی آنکھوں سے لگالیں۔ وہ تیزی سے سمندر ...کا جائزہ لے رہے تھے۔ ہر طرف ہُو کا عالم اور ہولناک تاریکی مسلط ...تھی۔ فضا بالکل ویران اور اُداس اُداس سی تھی۔ آسمان کی وسعتوں ...میں پھیلے ہوئے بادلوں کے آوارہ ٹکڑے رفتہ رفتہ سمٹتے جا رہے ...تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد بارش ہو جائے گی۔

عرشے پر کھڑے ہوئے لوگوں کو کوئی خاص اشارہ نہیں مل سکا تھا لیکن بہت دُور ساحل پر کھڑے نعمان خان نے اس آبدوز کو دیکھ لیا تھا۔ وہ دُوربین آنکھوں سے لگائے اس کا جائزہ لے رہا تھا اور اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ ان لوگوں کو اشارہ دے۔ چنانچہ ایک ننھی سی ٹارچ روشن کی گئی اور آبدوز کی جانب اشارہ دیا جانے لگا۔ یہ اشارہ وائی تھری کی شکل میں تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد یُوں محسوس ہوا جیسے وہ لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے ہوں۔ چند لمحات کے بعد عرشے پر نظر آنے والے لوگ غائب ہو گئے۔ غالباً وہ آبدوز کشتی کے کمانڈر کو اطلاع دینے گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک دُوسرا دستہ اس فولادی مچھلی کے پشتے پر بنے ہوئے گنبد نما چبوترے کی طرف دوڑا، ایک طویل القامت شخص نے اس کی ڈھلوان پر لگی ہوئی آہنی چرخی کو گھمایا جس سے گنبد کے بند پٹ فوراً کھل گئے اور پھر چند ملاحوں نے اس گنبد کے اندر رکھی ہوئی کشتی کو باہر دھکیلا اور اُسے گھسیٹتے ہوئے عرشے کے کنارے پر لے گئے، چند لمحات کے بعد وہ اس کشتی کو سمندر میں اُتارنے کے لیے آہستہ آہستہ نیچے لٹکا رہے تھے اور پھر دو افراد اس کشتی کو لے کر ساحل کی طرف چل پڑے۔

ساحل پر کھڑے ہوئے لوگ اُمید و بیم کی نگاہوں سے کشتی کو دیکھ رہے تھے، اُن کی نگاہیں اطراف کا جائزہ بھی لے رہی تھیں، کسی بھی لمحہ کوئی حادثہ متوقع تھا، اس وقت جب تک کشتی ساحل پر نہ پہنچ جائے اور اُنھیں لے کر آبدوز تک واپسی کا سفر نہ طے کر لے۔

لیکن تقدیر میں کوئی اور حادثہ نہیں لکھا ہوا تھا، کشتی ساحل تک پہنچ گئی اور دونوں ملاح کشتی کو تیزی سے ساحل تک لے آئے۔

سب سے پہلے بے ہوش جنرل کو جسے ہوش میں آنے کے بعد بھی دوبارہ بے ہوش کر دیا گیا تھا، کشتی پر لاد دیا گیا، وہ لوگ یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھے کہ جنرل ہوش میں آ کر کوئی آخری کوشش کر ڈالے، اس لیے جنرل کو بے ہوش کر دیا گیا تھا۔

نعمان خان نے اپنے ہاتھوں سے جنرل کو کشتی میں پہنچایا اور اس کے بعد ایک ایک کر کے وہ سب اس چھوٹی کشتی پر سوار ہو گئے، حالانکہ کشتی اتنے سارے لوگوں کو لے جانے کے لیے نہیں تھی، کیونکہ وہ کافی چھوٹی تھی، لیکن اس کے باوجود کسی بھی شخص کو یہاں نہیں چھوڑا جا سکتا تھا چنانچہ کشتی کو کھچا کھچ بھر لیا گیا، اس کی رفتار بے حد سست رکھی گئی تاکہ وہ آبدوز تک پہنچنے میں کسی مشکل کا شکار نہ ہو جائے۔ آبدوز سے بھی اس بات کا اندازہ کر لیا گیا تھا کہ کشتی خطرے میں ہے چنانچہ چھوٹی چھوٹی دو ڈونگیاں جو غالباً ربر

بوٹس تھیں پانی میں اُتار دی گئیں تاکہ کسی فوری حادثے کے پیشِ نگاہ وہ اس کشتی میں موجود لوگوں کی مدد کر سکیں۔

لیکن ایسا کوئی حادثہ پیش نہ آیا اور کشتی آبدوز سے جا لگی۔ آبدوز سے اعلا پائے کی مضبوط کمانیوں والی سیڑھیاں نیچے لٹکا دی گئی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک جال بھی پانی میں پھینک دیا گیا تھا، تاکہ بے ہوش جنرل کو اُوپر اُٹھایا جا سکے، غالباً وہ لوگ کشتی کا اچھی طرح سے جائزہ لیتے رہے تھے اور اس کی تمام صورتِ حال کو سمجھ چکے تھے۔

بہرطور ان تمام افراد کو اوپر پہنچنے میں کوئی خاص دقت پیش نہیں آئی۔ خالی کشتی بھی آبدوز پر اُتار لی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد آبدوز سمندر کی سطح سے نیچے جانے لگی۔

★★

کنگ لوئی دو دن سے بھوکا پیاسا تھا، وہ نیند بھر کر سویا بھی نہیں تھا، اس کے قرب و جوار میں بسنے والے لوگوں نے اس کی یہ حالت دیکھ کر چہ میگوئیاں شروع کر دی تھیں کہ اب لوئی بستی میں خوف ناک ہنگامہ آرائی ہوگی۔ دو دن تک اپنی آرام گاہ میں گھسے ہوئے لوئی کی بے چینی ان کی نگاہ میں تھی۔ بہرصورت دُوسرے دن کی صبح وہ اس مخصوص عمارت کے تہ خانے میں اُترا، یہ تہ خانہ وہی تھا جس میں ٹرانسیٹر نصب تھا اور جسے اب تباہ کر دیا گیا تھا، اس تہ خانے میں دُوسری بہت سی چیزیں بھی تھیں، جن میں آتشیں اسلحہ، گولہ بارود کا ذخیرہ اور نجانے کیا کیا چیزیں موجود تھیں۔ کنگ لوئی نے ایک قدیم صندوق کھولا، اور اس میں سے کچھ چیزیں نکال کر سامنے رکھیں، یہ چھوٹی چھوٹی رنگین ڈبیاں تھیں جن میں کوئی رنگین سیال بھرا ہُوا تھا جو خاصا گاڑھا اور اب کسی قدر خراب محسوس ہو رہا تھا، اُس نے اس صندوق سے گہرے سبز رنگ کی ایک پٹی بھی نکالی جس پر عجیب و غریب نقش و نگار بھی بنے ہُوئے تھے۔ اس نے رنگین پٹی چوم کر ایک جانب رکھ دی اور پھر رنگین ڈبیوں کے ڈھکن کھول کر اپنی پانچوں اُنگلیاں اس میں ڈبوئیں۔ ان پانچوں اُنگلیوں کو رنگوں میں ڈبو کر اُس نے اپنے چہرے پر نشانات بنائے۔ یہ نشانات بھی کسی مخصوص اہمیت کے حامل تھے، اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

اس کے بعد اُس نے پٹی کو دوبارہ ہاتھوں میں اُٹھایا۔ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بدبدایا اور پٹی اپنے ماتھے پر باندھ لی۔ اب اس کی خوفناک شخصیت کچھ اور خوفناک ہو گئی تھی، اس کے بعد اُس نے ایک دُوسرے صندوق سے ایک لباس نکالا، یہ سیاہ چیتے کی کھال کا لباس تھا، اس لباس کو اُس نے زیبِ تن کیا اب اس کی ہیئت قابلِ دید تھی، بے حد خونخوار درندہ معلوم ہو رہا تھا وہ۔ ایک اور صندوق سے اُس نے ایک چوڑا کھانڈا نکالا، کھانڈے کے دستے پر ہیرے جڑے ہوئے تھے، کھانڈے کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی، اُس نے وہ کھانڈا کمر سے بندھی ہُوئی چوڑی پیٹی میں اڑس لیا۔ ان تمام تیاریوں کے بعد اُس نے چیتے کی کھال کے بڑے بڑے ٹکڑے پنڈلیوں میں باندھے اور پھر جوتے پہن کر تیار ہو گیا، اُس نے آتشیں اسلحے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔

باہر اُس کے خادم بھاگتے پھر رہے تھے، اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کنگ لوئی دو دن سے اپنے کمرے میں گھسا کیا کر رہا ہے۔ جب اس صبح وہ اپنے کمرے سے برآمد ہُوا تو اُس کے خادموں میں ایک عجیب سا خوف پھیل گیا۔

کنگ لوئی خاموشی سے باہر آیا اور عمارت کے صدر دروازے کے سامنے سب سے بلند چبوترے پر چڑھ گیا۔ اس چبوترے کی بارہ سیڑھیاں تھیں، لوگوں نے اُسے چبوترے پر چڑھتے دیکھا تو اس کے اطراف میں جمع ہونے لگے۔ تب کنگ لوئی کی غرّاتی ہُوئی آواز اُبھری۔

"بہت کچھ سُنا ہے مَیں نے، بہت کچھ سُن رہا ہُوں، کہاں ہے وہ کتا زاغل اور کہاں ہے لانش، جو میرے خلاف گمراہ کن باتیں کرتے پھر رہے ہیں۔ میرے لوگو ان دونوں کو گرفتار کر لو اور میرے سامنے پیش کرو۔ اگر وہ فرار ہونے کی کوشش کریں تو اُن کے خاندان کا قتلِ عام کر دو اور اُن کی لاشیں میرے سامنے لے آؤ۔ مَیں انتظار کر رہا ہُوں۔ لوئی نے اپنا کھانڈا نکالا اور اُسے زمین پر ٹیک کر سینہ پھُلا کر کھڑا ہو گیا۔ بستی کے لوگوں کو لوئی کی اس کیفیت کا پتہ چل گیا تھا، سبز رنگ کی پٹی کی خبر عام ہو گئی تھی۔ یہ پٹی کسی عزم و استقلال کے لیے باندھی جاتی تھی، یہ ایک قسم ہوتی تھی جسے کھانے والا زندگی کی قیمت پر اس قسم کو پورا کرتا تھا۔

چنانچہ لوئی کے گرد مجمع جمع ہوتا رہا، لوئی سورج بہ نگاہ گاڑے کھڑا ہُوا تھا، اُس نے ایک بار بھی اس مجمع کی طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی، پستہ قد و قامت درندہ لوگوں کے لیے ہیبت کا باعث تھا، تھوڑی ہی دیر میں لوئی کے آدمی زاغل اور لانش کو لے آئے، اُن کے پیچھے بردمیوں کا ایک گروہ تھا اور وہ اُن کے ہمراہ لوئی کے باشندے۔!

ان دونوں کو چبوترے کے ایک کونے پر کھڑا کر دیا گیا۔ اُن کے چہرے کسی قدر زرد نظر آ رہے تھے، ان کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ تب لوئی کی آواز اُبھری۔

"بردمیو کیا تمھارا خیال تھا کہ کنگ لوئی تم لوگوں سے شکست قبول کرے گا، کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ وہ زہر پی کر خودکشی کر لے گا یا اپنے آپ کو سانپ سے ڈسوالے گا، مَیں جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کو لوئی کے خلاف زہر افشانی کرنے کی جرأت کیسے ہُوئی، یا مَیں نے جو کچھ سُنا اُس میں مبالغہ آمیزی بھی تھی، مجھے اس کا جواب چاہیے۔"

"کنگ لوئی فاتو سبوتو یہاں پہنچنے والا ہے، وہ ہماری طرف سے تمھارے سوالوں کے جواب دے گا۔"

"مَیں کسی پہنچنے والے کا انتظار نہیں کر سکتا، مجھے تم سے جواب چاہیے۔"

"مَیں آ چکا ہُوں کنگ لوئی۔" فاتو سبوتو کی آواز سُنائی دی اور کنگ لوئی کی نگاہیں اُس کی طرف اُٹھ گئیں۔

"عبوری حکومت کے خادم تو کہنا کیا چاہتا ہے؟" لوئی نے پوچھا۔

"تم میری حیثیت کا تعین کر چکے ہو کنگ، بلاشبہ حکومت سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ یہاں کے لوگوں نے اپنے رسم و رواج کے مطابق مجھے یہ اعزاز بخشا تھا کہ اس وقت تک جب تک کہ تم میں سے کوئی اپنا منصب نہ سنبھال لے، یہ ذمّے داری مَیں پوری کروں اور مَیں اس مجمعِ عام کے سامنے اعلان کرتا ہُوں کہ تم نے یاتان بردما کی بیٹی کو پیش کر کے اور اُس کی زبانی ہمیں صورتِ حال سے آگاہ کر کے اپنی برتری ثابت کر دی، یاتان بردما کسی بھی طرح کی سازش کا شکار ہُوا ہو، ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں، ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ لوئی قبیلے کو اُس کی کھوئی ہُوئی حکومت واپس مل گئی، ہاں کنگ لوئی کیا تم بردما کی بیٹی کی قربانی دیے بغیر اپنے اس منصب کو سنبھال لو گے، کیا تمھاری زندگی بے چینی اور اضطراب میں نہیں گزرے گی اور کیا لوئی کے لوگ یعنی وہ، جو ہماری سیاست سے بے نیاز ہیں کیا اس بات کو نظر انداز کر دیں گے کہ تم نے وہ رسمیں ادا نہیں کیں جو ان قبائل کی روایات ہیں، کیا آنے والا ہر لمحہ خواہ کسی پریشانی میں گزرے، لوگوں کے ذہنوں میں یہ احساس نہیں جگائے گا کہ چونکہ آسمانوں میں مقرر کی ہُوئی روایت کو پُورا نہیں کیا گیا اس لیے وہ اس عتاب کا شکار ہُوئے، کیا اس کے بعد تم لوگوں کو اپنا وفادار بنا سکو گے۔ زاغل اور لانش نے یہی الفاظ کہے ہیں ہرچند کہ میں جانتا ہُوں کہ یہ بردما خاندان کا دلی بخار ہے جو الفاظ کی شکل میں ظاہر ہُوا ہے، لیکن حقیقتوں سے انحراف ہمارے لیے ممکن ہے نہ تمھارے لیے۔ زاغل اور لانش بے قصور ہیں اس بات کے لیے کہ اُنھوں نے جو کچھ کیا وہ حقیقت پر مبنی تھا، ہاں اگر تم ان حقیقتوں کو جھٹلا کر کوئی نیا قانون نافذ کرنا چاہتے ہو تو ہم سب ظلم کے سامنے سرنگوں ہونے کے لیے تیار ہیں۔"

لوئی بدستور خونی نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ فاتو سبوتو کے الفاظ، اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے، فاتو سبوتو کے خاموش ہونے کے بعد وہ بولا۔

"سنو اور غور سے سنو، مَیں نے اب تک یہی کوشش کی تھی کہ ان علاقوں کے اُصولوں کے مطابق میں وہی سب کچھ کروں جو صدیوں سے یہاں ہوتا چلا آیا ہے، تم لوگوں نے غیروں کے احکامات قبول کرتے ہُوئے اپنوں کی مدد سے لوئی خاندان کو اس کے حقوق سے محروم کر دیا تھا، لیکن ہم نے کبھی بردمیوں سے شکست قبول نہیں کی، ہم نے صبر کیا، انتظار کیا، اس وقت کا جب تمھارے بنائے ہُوئے اُصولوں کے تحت حکومت ہم لوگوں کو ملے۔ لوئی خاندان نے یہ طویل عرصہ کانٹوں پر گزارا ہے، ہم کسی طور بردمیوں سے کمزور نہیں تھے، ہم جب چاہتے بردمیوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر کے اپنے قبیلوں کی حکومت حاصل کر سکتے تھے لیکن لوئی خاندان کے بزرگوں نے یہی کہا کہ جو کچھ کرو اپنی محنت سے کرو، اپنی قوت سے کرو، ظلم و بربریت، اپنوں کے ساتھ زیب نہیں دیتی، ہمارے اس نرم روّیے سے بردمیوں نے غلط اندازہ لگایا اور خود کو ہمارا مقابل سمجھنے لگے، مَیں بتا دینا چاہتا ہُوں فاتو سبوتو کہ یہ سب غلط فہمی تھی، لوئی حکمران رہنے کے لیے پیدا ہُوئے تھے، تم لوگوں نے ان پر ایک آزمائش کا وقت ڈال دیا تھا، اُنھوں نے خلوصِ دل سے اس امتحان کو قبول کر لیا تھا، بالآخر حالات ہمارے تابع رہے یاتان بردما کتے کی موت مر گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے تمام منصوبے بھی، سدھاشی کو مَیں تمھارے سامنے پیش کر چکا ہُوں، ایک ایسا شخص جو ہم میں سے نہیں تھا اور ہم سے قطعی غیر متعلق ہے لیکن میں جس کی زندگی چاہتا ہُوں اُس کے چند احسانات ہیں میری ذات پر، تو ایک ایسا شخص غدّاری کر کے سدھاشی کو لے بھاگا ہے میرے آدمی اُسے تلاش کر رہے ہیں، تم کیا سمجھتے ہو، کیا ان پہاڑی چٹانوں میں وہ اپنے وجود کو گم کر سکتا ہے، ناممکن ہے میرے دوستو، قطعی ناممکن ہے، مَیں اُسے زندہ یا مُردہ حالت میں تمھارے سامنے پیش کر دُوں گا، لیکن تم سے ڈر کر نہیں صرف اپنی روایت کو برقرار رکھنے کے لیے۔ اگر مجھے ان روایتوں کا پاس نہ ہوتا تو میں اپنے والد کے مطابق دربار میں بیٹھتا کیونکہ مَیں سدھاشی کو تمھارے سامنے پیش کر کے اس کا حقدار ہو چکا ہُوں۔"

لیکن میں نے نہیں چاہا کہ میں کوئی غلط قدم اُٹھاؤں اور یہی وجہ ہے ابھی تک میں نے دربار میں اپنی نشست نہیں سنبھالی۔ میری اس نرمی سے ناجائز فائدہ اُٹھانے والے لوگ خوابوں کی جنّت میں رہتے ہیں، میں انھیں چٹکیوں میں مَسل دُوں گا۔ میں اُن میں سے کسی کو یہ حق نہیں دُوں گا کہ وہ مجھ پہ کیچڑ اُچھالیں۔ زاغل اور لاشکوکس نے یہ حق دیا کہ وہ مجھ پر تبصرہ کریں، بالآخر مجھے ہی اس علاقے کا حکمران بننا ہے، میں نے صرف تم لوگوں کو تنبیہہ کی ہے کہ اپنی زبانیں بند رکھو یوں نہ ہو کہ پہلے میں ان زبانوں کو خاموش کر دُوں اور اس کے بعد اپنے مشغلے میں مصروف ہو جاؤں، میں چاہتا ہُوں کہ تم سب لوگ اور وہ تمام لوگ جو مجھ سے دُشمنی پر کمربستہ ہیں، اپنی بدنصیب آنکھوں سے دیکھ لیں کہ لوئی کس طرح فاتح رہا، میں تم سے آخری بار یہ الفاظ کہہ رہا ہُوں کہ آنے والی مصیبتوں کا انتظار کرو اور میرے غضب کو ہوا نہ دو، یوں نہ ہو کہ تم میں سے کچھ میرے مزید انتقام کا شکار ہو جائیں، اور لوئی قبیلے کی آبادیوں میں کمی واقع ہو جائے۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا، جس کو اپنی جان بچانے کی خواہش ہے، اُسے اپنی زبان بند رکھنی ہوگی، ورنہ حالات کا ذمّے دار وہ خود ہوگا۔

"کنگ لوئی تم نے عہد کی پٹی اپنی پیشانی پر کیوں سجائی ہے اور تمھارے چہرے کے یہ نقش و نگار کس بات کی علامت ہیں" فاتوسبو تر نے پوچھا۔

"تم جانتے ہو فاتوسبو تو کہ یہ عہد کیا نوعیت رکھتا ہے!"

"ہم تمھاری زبان سے سننا چاہتے ہیں۔"

"تو سنو، وہ شخص جو سدھاشی کو یہاں سے اُٹھا لے گیا ہے کچھ عرصہ قبل میرا دوست تھا لیکن اُس نے دوستی کے ناتے ختم کر دیے ہیں اور اب میں نے اُسے اپنے دُشمنوں میں تصوّر کیا ہے، چنانچہ وہ دُشمن کی حیثیت رکھتا ہے میرے لیے، اور یہ عہد اسی دُشمن کے لیے ہے کہ میں اُسے پہاڑوں سے زندہ یا مردہ کھینچ لاؤں گا بس ان الفاظ کے ساتھ میں یہاں سے جا رہا ہُوں لیکن اس کے بعد اگر کنگ لوئی کے بارے میں ایک لفظ بھی کہا گیا، تو کہنے والے کی زندگی اور اس کے خاندان کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی، گھاؤ دیخ!"

لوئی چبوترے سے نیچے اُتر آیا۔ سفید رنگ کا بلند قامت گھوڑا اس کی سواری کے لیے زین سے کسا ہُوا تھا، اپنے بھاری بھرکم وجود کے باوجود وہ اُچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ لوگ سراسیمہ نگاہوں سے قبیلے کے سب سے خطرناک انسان کو دیکھتے رہ گئے تھے۔

★★

سورج کی کرنوں نے بدن میں گدگدی کی تو وہ جاگ [illegible] اُس نے مست نگاہوں سے آسمان کو دیکھا۔ اس سے قبل [illegible] اس قدر شفاف کبھی نہ تھا۔ یہ حسین نیلاہٹیں اجنبی اجنبی لگ رہی [illegible] آہ فضا کس قدر خوبصورت ہے۔ تھوڑے فاصلے پر پرندوں [illegible] ڈار پرواز کر رہی تھی اور اس سے نیچے بھوری پہاڑیاں جو کبھی [illegible] نہیں رہی تھیں لیکن آج - آج وہ کیسی پیاری لگ رہی تھیں۔ [illegible] نزدیک ہی زمین کا سب سے خوبصورت مرد۔ شیران۔ بے [illegible] سو رہا تھا۔ گہری اور بے خبر نیند۔

سدھاشی اُسے دیکھتی رہی۔ زمین کا حُسن اُس کے [illegible] سے ہے۔ اس کا وجود حسنِ کائنات ہے۔ یہ نہیں تھا تو ز[illegible] ویران تھی لیکن آج ہر شے حسین ہے۔ کیا کروں اس کا۔ اسے [illegible] سینے میں سمولوں آنکھوں میں بسا لُوں کیسے یقین کروں کہ یہ میرا [illegible] لیکن گزرے ہوئے لمحات گواہ تھے۔ چٹانوں کی شرارت آ[illegible] مسکراہٹ۔ ہواؤں کی بے باک سرگوشیاں گواہ تھیں کہ اُنھو[ں نے] جو کچھ دیکھا ہے وہ تصدیق کرتے ہیں کہ اب یہ دونوں ایک ہی[ں]۔ شیران میرا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی لباس درست کیا۔ زند[گی میں] پہلی بار خود کو سنوارنے کو جی چاہا لیکن یہاں کیا تھا۔ مٹی تو اُٹھا کر [چہرے] پہ لگائی نہیں جا سکتی تھی۔ نہ ہی میرا شیران مجھے اس رُوپ میں پسند کرتا ہے۔

شیران نے کروٹ بدلی تو وہ اس کے قریب پہنچ گئی [illegible] شیران صبح ہو گئی۔"

"اوں۔" شیران آنکھیں کھول کر اُسے ۔ ۔ ۔ ۔ [illegible] کے انداز میں دیکھتا رہا۔ پھر آنکھوں کا رنگ بدلا ان میں د[illegible] اُبھر آئی، وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھا۔ ان آنکھوں میں خون آیا۔ "زندہ ہو ابھی تک؟" اُس نے آہستہ سے کہا۔ سدھاشی کے الفاظ نہیں سن سکی تھی۔

"کیا کہا؟" اُٹھو گے نہیں کیا!

شیران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھ[تا رہا] پھر اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اُٹھ کھڑا [ہوا]

"تو تو میری عورت بن گئی؟" اُس نے کہا۔

"اب بھی یقین نہیں کرو گے؟"

"یا تان بروماکی بیٹی۔" وہ بولا۔

"شیران کی بیوی۔" سدھاشی ناز سے بولی۔ شیران کا قہ[قہہ]

بقیہ فضا میں گونج اُٹھا تھا۔

"اے شیران۔ کیا پاگلوں کی طرح ہنس رہے ہو۔ آؤ نیچے بس دریا میں نہائیں گے۔"

"دریا میں نہانا چاہتی ہو؟"

"تم نہیں نہاؤ گے؟"

"میں!" شیران پھر ہنس پڑا۔

"پہلے نہائیں گے پھر میرا مرد مجھے شکار کر کے کھلائے گا۔ پھر ہم یہاں سے چل پڑیں گے کچھ اور آگے چل کر ہم کوئی مناسب جگہ تلاش کریں گے۔ وہاں ایک جھونپڑا بنائیں گے اپنے لیے۔"

"اس کے بعد؟" شیران نے پوچھا۔

"اس وقت تک اس جھونپڑی میں رہیں گے جب تک یہاں سے دل نہ اُکتا جائے۔ جب یہاں سے اُکتا جائیں گے تو بھیس بدل کر کسی شہر چل پڑیں گے۔ ایسی جگہ جہاں ہمیں کوئی پہچان نہ سکے۔"

"اس کے بعد؟"

"اپنا ایک گھر بنائیں گے دولت کمائیں گے تاکہ ہمارے بچّوں کو بہتر مستقبل مل سکے۔" سدھاشی بولی۔

"بچّے۔!" شیران کے حلق سے غرّاہٹ نکلی۔

"ہاں بچّے۔ مجھے بچّے بہت پسند ہیں۔ بہت سے بچّے۔ چاروں طرف اُچھلتے، شور مچاتے، چیختے چلّاتے، شرارتیں کرتے بچّے۔ شیران تمھیں بچّے کیسے لگتے ہیں؟"

"آؤ۔" شیران نے اس کی بات کا جواب دیے بغیر کہا۔ اور سدھاشی کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ وہ پہاڑی کٹاؤ کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں ایک چٹان اُبھری ہُوئی تھی۔ "بیٹھ جاؤ سدھاشی۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "شیران پلیز،۔۔۔ نیچے چلو۔"

"چلیں گے سدھاشی چلیں گے۔ کچھ باتیں کرنی ہیں تم سے۔"

"کرو۔!" سدھاشی پتھر پر بیٹھ گئی۔ شیران اسی پتھر پہ ایک پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحات وہ فضاؤں میں گھورتا رہا پھر بولا۔ "میں تمھیں اپنی زندگی کی کہانی سُنا چکا ہُوں سدھاشی۔ مہرو وادی کی داستان تمھارے علم میں ہے۔ شہابہ وہ پہلی عورت تھی جس نے عورت کی حیثیت سے مجھے متاثر کیا تھا۔ ہاں اس کا بے مثال حُسن مجھے مہرو وادی گھسیٹ کے جانا تھا لیکن میں اُسے بھی دُور سے دیکھنا پسند کرتا تھا۔ اُس نے میری زندگی بچانے میں ایک اہم کردار ادا کیا تھا لیکن احمق لڑکی نے مجھ سے کہا کہ وہ میری عورت بننا چاہتی ہے اس سے بڑی گالی میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ مہرو وادی کی فاحشہ شیران کے بچّوں کی ماں بننے کی خواہشمند تھی۔ میں نے اُس کی خواہش پوری کر دی۔ اور پھر اپنی خواہش پوری کی۔ میں نے اُسے قتل کر دیا۔ اُس گالی کا انتقام لے لیا۔ ہاں سدھاشی میرے ذہن میں اپنے بچّوں کی ماں کے لیے ایک الگ تصوّر قائم ہے۔ وہ عورت عام عورت نہیں ہوگی۔ اس میں ایسی خوبیاں ہونی چاہئیں جو شیران میں ہیں۔ میں ایسی ہی عورت چاہتا ہُوں جس کے اشتراک سے پیدا ہونے والے بچّے بہت بڑی چیز ہوں۔"

"شیران۔ شیران تم نے مجھے اتنا بڑا رُتبہ دے دیا ہے۔" سدھاشی والہانہ انداز میں بولی۔

"اس کے بعد کئی عورتیں میری زندگی میں آئیں سدھاشی، میں نے اُن پر رحم کیا، اُنھیں اپنا قُرب نہیں دیا۔ ہاں جو مجھے مجبور کرنے میں کامیاب ہو گئی اُسے میرے قرب کی قیمت اپنی زندگی کی شکل میں ادا کرنی پڑی۔"

"مجھے علم ہے شیران۔"

"اور اس کے باوجود تم نے اپنے لیے موت منتخب کر لی سدھاشی۔!" شیران کی غرّاہٹ بے حد خوفناک تھی۔

"کک۔ کیا مطلب؟" سدھاشی پہلی بار چونکی۔

"وہ عورت کون تھی سدھاشی جو میرے نشانے سے بچ بھاگی تھی، جس نے مجھے حرامی ہونے کی گالی دی تھی۔"

"شیران۔!"

"کون تھی وہ عورت؟" شیران دہاڑا۔

"یہ غلطی مجھ سے ہُوئی تھی۔" سدھاشی سہمے ہُوئے لہجے میں بولی۔

"غلطی بادشاہ خان سے بھی ہُوئی تھی جو پہاڑوں میں اُس کی آبرو کا جنازہ نکال گیا۔"

"لیکن میں۔!" سدھاشی کپکپاتی ہُوئی آواز میں بولی۔ "میں تمھاری بیوی بن چکی ہُوں شیران۔"

"آہ۔ ہاں۔ تم نے ایک اور مذاق کیا تھا مجھ سے۔ لیکن سدھاشی میں جس عورت کو اپنی بیوی بناؤں گا اُس سے اپنے قبیلے کی رسموں کے مطابق شادی کروں گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو شیران؟"

"مذاق کر رہا ہُوں تم سے۔ لوئی میرا دوست نہیں تھا۔ میں نے اُس کی دوستی کیوں چھوڑی؟"

"میری جان بچانے کے لیے۔"

"ہاں۔ میں اُسے اپنے انتقام کا حق نہیں دے سکتا تھا"

اور سدھاشی میں معاف کرنا نہیں جانتا۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو شیران؟"

"یہی کہ تم خوش نصیب ہو اور اپنی زندگی کا حق حاصل کر چکی ہو۔ شیران کا وجود تمھارے قرب کی قیمت تھی۔"

"قیمت تھی سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"بس۔ کتیا۔ چھوٹے قد کی بزدل کتیا۔ کیا تو شیران کی ہم پلہ ہو سکتی ہے۔ کیا میں اتنا ہی گدھا ہوں کہ تجھے معاف کر دوں اور ساری زندگی خود کو حرامی تصور کروں؟"

"شیران۔ شیران"۔ سدھاشی پتھر سے کھڑی ہو گئی۔

"بودھ قبیلے کی گدھی۔ تو نے کبھی آئینہ دیکھا ہے۔ خدا کی قسم تو شہباء کے قدموں کی خاک نہیں۔ خدا کی قسم تو شیران کی کنیز بھی نہیں بن سکتی۔ تو نے یہ کیسے جانا کہ شیران تجھے اپنی بیوی بنا سکتا ہے؟"

"لیکن۔ لیکن تم نے رات کو تو اس کا اظہار کیا تھا شیران۔ تم نے تو کہا تھا کہ تم مجھے اپنے قرب میں جگہ دو گے شیران۔ شیران یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"احمق عورت اگر تو ذرا بھی عقل مند ہوتی تو سوچ لیتی کہ کنگ لوئی جیسے دوست کو میں نے صرف اس لیے چھوڑا تھا کہ وہ تجھ سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا جبکہ تجھے میرے انتقام کا شکار بننا تھا۔ میں نے تجھ سے جو کچھ بھی کہا۔ وہ ایک مذاق تھا تیرے وجود سے تیری ذات سے بھلا تو اس قابل تھی کہ مجھ تک پہنچ سکتی اور آخری لمحات میں، میں نے سوچا، میں نے سوچا سدھاشی کہ تو عورت ہے ویران جنگل ہے اور میں بالکل ہی پاگل نہیں ہوں مجھے بھی عورت متاثر کرتی ہے اور پھر وہ عورت جس کی زندگی چند لمحات میں ختم ہونے والی ہو۔ کیا فرق پڑتا ہے سدھاشی میں نے تیرا نام بھی انھی عورتوں میں لکھ لیا تھا جو میرے نزدیک آنے کے بعد موت کی آغوش میں چلی گئیں چنانچہ اب تو بھی جا۔ میں ایک آزاد انسان ہوں مجھے آزادانہ زندگی پسند ہے میں کوشش کروں گا کہ زندگی کے آخری لمحات تک اپنے پیروں میں بیڑی نہ ڈال سکوں، تو جا سدھاشی بس اب میں تجھ سے گفتگو کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔"

"شیران... شیران تو کیا تم مجھے ہلاک کر دو گے۔ تم مجھے شیران؟" سدھاشی نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا لیکن شیران کی بھرپور لات اس کے سینے پر پڑی تھی۔ وہ پہاڑی کٹاؤ کے بالکل کنارے پر کھڑی تھی۔ نیچے گہرائیوں میں تیز و تند دریا بہہ رہا تھا۔ شیران کی بھرپور لات ایسی نہیں تھی کہ سدھاشی جیسی نازک اندام لڑکی اپنا توازن برقرار رکھ سکتی۔ اس کے قدموں نے کنارے چھوڑ دیئے اس کے حلق سے ایک دل خراش چیخ ابھری اور پھر یہ چیخ ایک لکیر بناتی ہوئی نیچے گہرائیوں میں جانے لگی۔ شیران کا بلند آہنگ قہقہہ پہاڑی چٹانوں کو لرزا رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دیکھا سدھاشی ابھی تک نیچے نہیں پہنچی تھی۔

پھر وہ پانی کی گہرائیوں میں مدغم ہو گئی۔ اتنی گہری جلی تھی کہ اس بلندی سے گرنے کے بعد بھی اس کی لاش کو ابھرنے کا موقع نہیں ملا۔ شیران کنارے کھڑا کسی پاش پاش بدن کو دیکھنے کا خواہش مند رہا لیکن وہ بدن دوبارہ پانی کی سطح پر نہیں ابھرا تھا۔ وہ شاید زمین کی گہرائیوں میں جا پھنسی تھی۔ سدھاشی کا ہولناک انجام ہو چکا تھا۔

شیران کی مٹھیاں بھنچ گئیں پھر اس کی غرائی ہوئی آواز ابھری

"مجھ سے کہتی تھی کہ میں، میں" ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ اس کی نگاہ ایک جانب اٹھ گئی۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا اور اس فاصلے پر اس نے جو کچھ دیکھا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ حیران رہ گیا تھا۔

**

سفید گھوڑا زمین سے پیٹ لگائے دوڑ رہا تھا۔ راستے میں کنگ لوئی کو اپنے بہت سے ساتھی پہاڑوں میں سرگرداں ملے تھے۔ کئی جگہ رک کر اس نے ان سے ان کی کامیابی کے بارے میں پوچھا تھا لیکن ان کے لٹکے ہوئے چہرے دیکھ کر خود ہی اس نے صورتِ حال کا اندازہ لگا لیا تھا۔ شیران ان میں سے کسی کو بھی نہیں ملا تھا لیکن کنگ لوئی کو یقین تھا کہ وہ اسے تلاش کرے گا پھر ایک مخصوص جگہ پہنچ کر وہ گھوڑے سے نیچے آ پڑا۔ اس نے گھوڑے کو لات ماری اور گھوڑا وہاں سے کافی دور چلا گیا۔ کنگ لوئی گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ چند لمحات آنکھیں بند کیے ہوئے وہیں بیٹھا رہا۔ پھر دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے اور زمین سونگھنے لگا۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح زمین سونگھتا رہا تھا پھر اس کی گردن ایک طرف مڑ گئی۔ آہستہ آہستہ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے زمین پر ایک گول نشان بنایا اور وہاں سے اس سمت آگے بڑھنے لگا جس سمت اس نے رخ کر کے دیکھا تھا وہ آگے بڑھتا ہوا کئی قدم چلا گیا پھر اس نے آسمان کی جانب گردن اٹھائی اور فضاؤں میں سونگھنے لگا اور پھر بڑے اطمینان سے اس پہاڑی درے میں داخل ہو گیا جن میں شیران اور سدھاشی نے سفر کیا تھا۔ مسلسل سفر کرتا ہوا وہ سرنگ میں داخل ہوا اور پھر اس کے دہانے سے باہر آ گیا۔ "فضاؤ، ہواؤ میں تمھارا پجاری ہوں۔ میں لاکھوں انسانوں کی تقدیر کا حکمران ہوں میری مدد کرو۔ مجھے اپنے دشمن کی تلاش ہے۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے۔ تمھیں بتانا ہو گا مقدس دیوتاؤ میں نے تمھارے نام سے سفر کا آغاز کیا ہے۔ میں ناکامی، نہیں چاہتا۔"

اس کی ہیبت ناک آواز پتھروں سے ٹکرا کر پلٹ رہی تھی سرنگ کے دہانے سے وہ چند قدم آگے بڑھا اور فضاؤں میں سونگھنے لگا۔ پھر اسی طرح دو زانو بیٹھ کر اس نے زمین سونگھی اور پھر اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک نظر آئی۔

میں تمھارا شکر گزار ہوں۔ میرے نادیدہ رہبرو۔ میں تمھارا شکر گزار ہوں"۔ اس نے پُرمسرت آواز میں کہا اور آگے بڑھتا رہا یہ راستہ صرف اسی سرنگ سے گزر کر اس طرف نہیں آتا تھا بلکہ اگر لوئی بستی سے بائیں سمت سے گزر جاتا تو چند دشوار گزار پہاڑی راستوں سے گزر کر اس علاقے میں پہنچا جا سکتا تھا۔ لوئی کو یقین تھا کہ اس کا کوئی آدمی اس علاقے میں نہیں پہنچا ہو گا۔ اس وقت شیران کی گمشدگی کا راز اب اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔ بہرحال وہ آگے بڑھتا رہا۔ پورا دن گزر گیا۔ ساری رات وہ چلتا رہا تھا۔ آرام اب مجھ پر حرام تھا۔ یہ مقدس عہد جو گہرے سبز رنگ کی پٹی کی شکل میں اس کی پیشانی پر جگمگا رہا تھا یہی تھا کہ جب تک اپنی منزل نہ پالے دنیا کا ہر عیش خود پر حرام کرے گا۔ اس کے قدم اس وقت تک نہ رکیں گے جب تک حواس یا تو زندگی قائم ہے اور عالم ہوش میں اگر اس نے گوہرِ مراد نہ پایا تو ہار کاری ہی اس کی منزل تھی موت صرف ناکامی کی موت زندگی صرف کامیابی کی زندگی۔

صبح کی سرد ہوائیں اس کے بدن کو چھونے لگیں۔ آنکھیں جل رہی تھیں لیکن ابھی تو وہ ایسی کئی راتیں اور کئی دن گزار سکتا تھا۔ ابھی تو تلاش کی ابتدا ہوئی تھی۔ اگر گھوڑا اس کے ساتھ ہوتا تو وہ اس کے عزم کا ساتھی نہیں بن سکتا تھا... اس کی طرح مشقت نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری شام ہو گئی اور پھر رات آ گئی۔ اس وقت وہ ایک حسین ترین علاقے میں سفر کر رہا تھا۔ ساری رات اس نے سفر جاری رکھا اور صبح کو وہ دریائے راسان کی وادی میں داخل ہو گیا۔ ہوائیں رہنما تھیں۔ راسان ابھی دور تھا کہ دفعتاً اسے ایک ایسی چیز نظر آئی۔ جس نے اس کے قدم روک دیئے۔ وہ دوڑتا ہوا اس شے کے پاس پہنچا تھا۔

ہاں یہ اس کا واہمہ نہیں تھا۔ یہاں آگ ہی جلائی گئی تھی دو ایسے پتھر پڑے ہوئے تھے جن سے آگ روشن کی جا سکتی تھی۔ پھر تھوڑے فاصلے پر اسے خون نظر آیا۔ خون کے پاس ہی تین خرگوشوں کی کھالیں اور پھر ان کے نزدیک ہی کھائے ہوئے خرگوشوں کے بدن کی ہڈیاں۔ یہ ثبوت کافی تھے۔ اس کے قدموں کی رفتار تیز ہو گئی۔ اس کے پورے بدن میں بجلیاں بھر گئی تھیں وہ کسی چست و چالاک انسان کی طرح دوڑ رہا تھا جس نے ابھی دوڑنے کی ابتدا کی ہو۔ کبھی کبھی وہ رک کر فضاؤں میں شیران کی بو سونگھتا اور پھر دوڑنے لگتا پھر اس نے کچھ بلندیاں طے کیں اور اوپر پہنچ گیا۔ یہ دریائے راسان کے کنارے کے بلند و بالا پہاڑ تھے۔ پھر ایک ڈھلان سے اس نے سر ابھارا تو اس کی نگاہوں نے ایک انسان کو دیکھا اور یہ انسان شیران کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہاں وہ شیران ہی تھا۔

شیران نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ لوی نے زقند لگائی اور دوڑتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ شیران کے انداز میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ بڑے سے بڑا جیالا اس وقت لوئی کی ہیبت دیکھ کر دل چھوڑ سکتا تھا لیکن یہ گوشت اور ہڈیوں کی چٹان خوف سے نا آشنا تھی۔ وہ بے تکلفی کی نگاہوں سے لوئی کو دیکھ رہا تھا۔

"دوستی کے قاتل۔ مکار بھیڑیئے۔ یہ پہاڑ میرے ہیں۔ ہوائیں میری تاج ہیں کیا وہ مجھے تیرا پتہ نہ دیتیں۔ بول اب کہاں جائے گا میرے ہاتھوں سے بچ کر۔"

"واہ... بنکاک کے نائٹ کلبوں اور سرکسوں میں تیری جیسی شکل و صورت کے مسخرے اکثر نظر آتے تھے۔ اس ویرانے میں تیری یہ شکل مجھے بہت اچھی لگ رہی ہے کنگ لوئی، یوں لگتا ہے جیسے میرا دوست ان ویرانوں میں میرے لیے تفریحِ طبع کا سامان لیے آیا ہے، بندر تو نے کبھی اپنی صورت دیکھی ہے آئینے میں، کیا تو یہ الفاظ کہنے کے قابل ہے کہ میں تیرے ہاتھوں سے بچ کر کہیں بھاگوں گا؟" شیران نے جواب دیا۔

"یہ پہاڑ یہ ویرانے تیری موت کا منظر دیکھیں گے۔ شیران اور یہ موت ایسی اذیت ناک ہو گی کہ کبھی نہ کسی کو اتنی اذیت دے کر قتل کیا گیا... میں تیرے بدن سے ایک ایک بوٹی اتاروں گا۔ تیری ہڈیاں کاٹ کر تجھے زندہ چھوڑ دوں گا اور تیری موت کا منظر دیکھوں گا تو اسی قابل ہے، کاش تو میرے ہاتھوں سے نہ مارا جاتا۔"

"یہ آرزو تیرے دل میں کیسے پیدا ہوئی کنگ لوئی، تجھے میری ذات سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟" شیران نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ میں نے تیرے بارے میں بہتر طور سے سوچا تھا میں نے تجھے اپنا دوست بنا کر رکھنے کا فیصلہ کیا تھا اور سوچا تھا کہ قبیلے میں تجھے ایک نمایاں عزت اور مقام دوں گا، لیکن تو نے میری جڑ ہی کاٹ دی۔ سدھاشی کہاں ہے۔ اسے میرے حوالے کر دے، تو اسے اپنی تحویل میں نہیں رکھ سکے گا۔"

"گویا یہاں تک پہنچتے پہنچتے تیرا دماغ بالکل خراب ہو گیا ہے۔" شیران نے قہقہہ لگا کر کہا۔

کنگ لوئی اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا اچھوتی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا، کبھی کبھی اس کی نظریں اطراف میں بھٹکنے لگتی تھیں۔ سدھاشی کا انجام شاید وہ دیکھ نہیں سکا تھا، ویسے بھی کافی فاصلہ تھا۔ اور کنگ لوئی اسی وقت سامنے آیا تھا جب شیران سدھاشی کو ٹھکانے لگا چکا تھا۔

ویسے شاید کنگ لوئی کو یہ بھی خدشہ ہو کہ سدھاشی کسی طرف سے نکل کر اس پر حملہ آور نہ ہو جائے کیونکہ وہ جان چکی تھی کہ کنگ لوئی اس کے خاندان کا دشمن ہے اور اس کا باپ یاتان برومانگ لوئی ہی کی وجہ سے در بدر ہوا تھا اور یہ بھی جانتی تھی وہ کہ کنگ لوئی اس کی قربانی دے کر اپنے منصب کی تکمیل چاہتا ہے، جب کہ شاید شیران نے اسے بہلا پھسلا کر یہ احساس اس کے دل سے نکال دیا ہو گا کہ وہ اس کا دشمن ہے اور کون جانے شیران کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہیں یا اس کی کوئی چال ہے۔ کنگ لوئی بے پناہ تجربہ رکھنے کے باوجود پہاڑوں کے اس دیو لانے کی فطرت کے ہر پہلو سے ناواقف تھا۔ اس نے ہمیشہ اس میں متضاد کیفیات پائی تھیں اور لمحہ لمحہ بدل جانے والا یہ شخص کسی بھی مسئلے میں قابلِ بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بلاشبہ وہ دلیر تھا، بے جگر تھا، کسی کو خاطر میں نہ لانے والا تھا اور کنگ لوئی کو یہ صفات بے حد پسند تھیں، کیونکہ یہ صفات خود اس میں موجود تھیں۔

لیکن وہ بدنصیب یہ نہیں جانتا تھا کہ شیران کبھی اس طرح اس کی راہ میں آئے گا اور اس کی زندگی بھر کی محنت کو یوں اکارت کر دے گا۔

شیران کے اطمینان میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا تھا بس یہی لگ رہا تھا کہ کنگ لوئی کی بجائے کوئی احمق سا آدمی اس سے لاف و گزاف کر رہا ہے، اور اس بکواس کا کوئی مقصد نہیں ہے کنگ لوئی نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"شیران سدھاشی کہاں ہے؟"

"یہیں موجود ہے، لیکن اس تک پہنچنا تمھارے لیے ممکن نہیں ہے، کیونکہ میں تم کو بتا چکا ہوں کہ وہ میرے انتقام کا شکار ہو گئی۔"

"میں اس بکواس پر اب یقین کرنے کو تیار نہیں ہوں، یوں لگتا ہے جیسے تیری فطرت میں کوئی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے اور یوں بھی محسوس ہوتا ہے کہ ان ویرانوں میں جہاں سدھاشی یاتان رہا کے ساتھ رہ چکی تھی۔ وہ تجھے عورت سے روشناس کرا چکی ہے اور تجھ جیسے احمق کے ذہن پر صرف وہی ایک عورت سوار ہے، ورنہ قبیلے میں، میں نے تجھے ہر طرح کی پیش کش کی تھی، جسے تو نے نامنظور کر دیا۔

"کنگ لوئی تو جن حالات میں یہاں تک پہنچا ہے۔ اس کے بعد تیری یہ حماقت کی گفتگو مجھے عجیب لگ رہی ہے، تو اپنی حکومت کی تکمیل کے لیے اگر سدھاشی کے علاوہ کسی اور لڑکی کو منتخب کر لیتا تو یقین کر میں تیرا دستِ راست ثابت ہوتا، لیکن تو نے یہ نہ سوچا احمق کہ وہ لڑکی جس نے مجھے قسم دی تھی کہ اگر میں اسے قتل نہ کر سکا تو ہنزادسلامن کا بیٹا نہیں ہوں بھلا وہ کس طرح میرے ہاتھوں بچ سکتی تھی، مجھے اپنے مُردہ باپ کی روح پر تو یہ الزام برداشت نہیں کرنا تھا۔

"سدھاشی، سدھاشی۔ سدھاشی کہاں ہے، دفعتاً کنگ لوئی کے انداز میں بے چینی سی پیدا ہو گئی، شیران کے لہجے اس کے انداز اور سدھاشی کی مسلسل گمشدگی نے ایک خوفناک احساس اس کے ذہن میں پیدا کر دیا تھا۔ اب اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔ وہ دو قدم آگے بڑھا، اور غراتی ہوئی آواز میں بولا۔ "سدھاشی کہاں ہے؟"

"دیکھنا چاہتا ہے، لیکن افسوس تو اُسے دیکھ نہ سکے گا اور یہ بھی انوکھی بات ہے کہ تھوڑی ہی دیر ہو گئی اور اگر تو دس منٹ قبل بھی یہاں پہنچ جاتا تو سدھاشی کی موت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا، ہاں صرف دس منٹ پہلے وہ اسی بلند و بالا چٹان سے نیچے گہرائیوں میں چلی گئی، میں نے اُسے ہلاک کر دیا اور اب اس کی لاش اس ہولناک روانی میں چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی گلے ہوئے کپڑے کی طرح جگہ جگہ سے پھٹ گئی ہو گی، دھجیاں اُڑ گئی ہوں گی اس کے بدن کی... سمجھا... یہ تھا انجام تیری اُس سدھاشی کا جسے تو قربان گاہ کی بھینٹ چڑھانا چاہتا تھا جسے تو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا چاہتا تھا، لیکن کنگ لوئی یہ کسی طور ممکن نہیں تھا کہ جسے شیران اپنے انتقام کا شکار بنا چکا ہو وہ کسی اور کے ہاتھوں موت

انوش میں جائے۔"

"نہیں تو بکواس کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے، سدھاشی سدھاشی منے آ، سدھاشی سامنے آ، یہ شخص تمھارا دشمن ہے۔ یہ تجھے ہ نہیں چھوڑے گا آ، میرے سامنے آ، سدھاشی، سدھاشی۔" ‌لوئی پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔ لیکن اس کے حلق سے نکلنے الی یہ آوازیں شیران کے قہقہوں کو بلند کر رہی تھیں، شیران چڑانے ‌اے انداز میں ہنس رہا تھا۔ اس کا مذاق اڑا رہا تھا کنگ لوئی ‌ہوش ہو گیا، اس کی آنکھوں میں خون چھلک رہا تھا اور اس کے ‌ن میں ہلکی ہلکی سی لرزشیں نمایاں تھیں، اس نے بھاری لہجے ‌ں پوچھا۔"

شیران تجھے اپنی مُردہ ماں کی قسم، اپنے مُردہ باپ کی قسم، ‌نے قبیلے کی قسم۔ مجھے بتا تو نے جو کچھ کہا سچ کہا ہے، کیا سدھاشی ‌اقعی تیرے ہاتھوں موت کا شکار ہو گئی۔"

"پہاڑوں کے بے وقوف، لوئی قبیلے کے احمق شیران کبھی ‌ھوٹ نہیں بولتا، سدھاشی کو میرے ہی ہاتھوں مرنا تھا، میرے ‌ہی لیے مرنا تھا، میں کسی اور کے لیے اسے موت کی آغوش میں نہیں ‌ دیکھ سکتا تھا، جس کی زندگی اور موت میرے لیے مخصوص ہو گئی ہو، ‌مجال ہے کسی کی کہ وہ اسے حاصل کرے اور موت کے گھاٹ ‌اتارے میرا نام شیران ہے۔"

"او کتے، کتے، تو نے میری ساری زندگی کی محنت پر پانی پھیر دیا۔ تو نے لوئی خاندان کی تاریخ کو مٹا دیا، تو نے ہماری تقدیر سیاہ کر دی، میں اس سیاہی میں تیرے خون کی سُرخی گھول دوں گا اور یہ سیاہی سیاہی نہیں رہے گی بلکہ تیرے خون کی آمیزش سے ایک عجیب رنگ اختیار کرے گی۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا شیران، سب کچھ چھن چکا ہے مجھ سے، اس کے بعد صرف تیری زندگی ہے جو میری ملکیت ہے، تجھے قتل کرنے کے بعد میں بھی اس چٹان سے کود کر خودکشی کر لوں گا لیکن تیرا قتل میرا ایمان ہے۔ ‌کنگ لوئی نے اپنا چوڑا کھانڈا سنبھال لیا، اس کے مضبوط دستے ‌پر اپنے ہاتھ کی گرفت سخت کر لی اور پھر وہ اپنے پیروں کو عجیب ‌انداز میں جنبش دینے لگا، یہ رقص کرنے کا سا انداز تھا اور یہ رقص ‌لوئی قبیلے کا موت کا رقص تھا۔ جنگجو جب اپنے مدِ مقابل کے سامنے ‌جاتے تھے تو موت کے دیوتا کو آواز دیتے تھے اور یہ دیوتا ان ‌کی پشت پناہی کرتے تھے۔ ان کا ایمان تھا کہ دیوتاؤں کے رقص ‌کے بعد مدِ مقابل کی زندگی ناممکن ہو جاتی ہے، موت صرف موت اپنی ‌ہر با اپنے دشمن کی اور شیران موت کے اس رقص کو دلچسپ نگاہوں

سے دیکھ رہا تھا، بھاری بھرکم بدن کا یہ شخص پھدکتا ہوا بڑا دلچسپ لگ رہا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر ہنس پڑا۔

"تیرے لیے کوئی دلچسپ فقرہ اس وقت میرے ذہن میں نہیں آ رہا۔ ناچتا رہ، ناچتا رہ بلکہ بہتر یہی ہے کہ تو ناچتے ناچتے مر جا، کیونکہ شیران کو قتل کرنے کا عزم کبھی پورا نہیں ہو گا، شیران نے کہا۔ اور اس وقت کنگ لوئی نے اپنا ایک ہاتھ زمین پر ٹکایا ایک زوردار پھرکی اور پھر کھانڈے کی گونج فضا میں اُبھری ہوا میں کاٹتا ہوا کھانڈا شیران کی طرف لپکا اور شیران اس کی زد سے ہٹ گیا، بلاشبہ "پُر وقار" دشمن ایک دوسرے کے سامنے تھے، ایک دوسرے کو خاطر میں نہ لانے والے جن کے انداز سے صرف اور صرف موت جھلکتی تھی، موت کا خوف نہیں۔"

کھانڈے کے گھومنے کی آوازیں ایک مسلسل ساز بن گئی تھیں۔ وہ اس برق رفتاری اور مہارت سے گھوم رہا تھا کہ ہوا میں اس کی آواز معدوم نہیں ہو رہی تھی، شیران اس کی زد میں نہیں تھا، لیکن کھانڈے کی چمک کی لکیروں پر نگاہ جمائے ہوئے مستعد تھا۔ لوئی نے حلق سے ایک وحشیانہ آواز نکالی اور ایک بار پھر شیران پر حملہ آور ہو گیا۔ شیران نے دلیری کا ثبوت دیا، وہ کھانڈے کی چمکدار لکیروں پر نگاہ جمائے اپنے آپ کو اس کی زد سے بچاتا رہا اور لوئی ایک لمحے کے لیے حیران رہ گیا۔

کاٹنے کا یہ طریقہ صرف انہی قبائل میں آزمودہ تھا کسی اجنبی شخص کو کھانڈے کی زد سے بچے بغیر اس کے حملے سے محفوظ رہنے کی تکنیک نہیں آ سکتی تھی، یہ مقامی جنگجو ہی تھے جو اس طریقۂ جنگ سے بچنا جانتے تھے، لیکن یہ اجنبی کنگ لوئی کو اس کے داؤ پر شکست دے رہا تھا، ایک تنہا شخص ایک قبیلے کے ہونے والے حکمران کے ان وحشیانہ حملوں سے بچ رہا تھا، جو اگر ہزاروں انسانوں کے مجمع پر کیے جاتے تو ان کے لیے بھی بچنا مشکل ہوتا تھا اور انھیں بھاگنے میں ہی عافیت محسوس ہوتی تھی لیکن شیران نے اپنی جگہ پامردی سے جمے رہ کر کنگ لوئی کے اس شاہانہ وار کو ناکام بنا دیا تھا۔

لوئی کے ہاتھ ایک لمحے کے لیے رُک گئے، اس کے دل میں ایک آواز پیدا ہوئی، کاش یہ شخص اس کا دشمن نہ ہوتا، کاش اس شخص کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن اس نے اس احساس کو فوراً ہی ذہن سے جھٹک دیا، یہ شخص تو اس کی اُمیدوں کا اس کے مستقبل کا قاتل ہے، نا صرف اس کا بلکہ اس کے قبیلے کے مستقبل کا قاتل۔ سارا لوئی قبیلہ کنگ پر نگاہیں جمائے بیٹھا تھا، اور اب یوں ہو گا کہ جب کنگ لوئی واپس

اپنے قبیلے میں نہیں پہنچے گا تو ماتو سبو تو فوری طور پر لوئی کی حکومت سنبھال لے گا، کیونکہ یہ اس کی فتے داری تھی کہ دونوں قبیلوں میں سے کسی ایک قبیلے کو یہ منصب سونپ کر علٰحدہ ہو جائے، سو لوئی کے بارے میں، خود اس کے قبیلے میں کچھ ایسے احساسات پیدا ہو گئے تھے جنھیں پسندیدہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ بردمیوں کے ساتھ بڑی بدسلوکی ہوئی تھی ان دنوں اور یوں ہوئی تھی کہ لوئی نے سمجھ لیا تھا کہ اب بھلا اس کے راستے میں کون مزاحم ہے، حکومت تو اُسے ملنی ہی ہے اور وہ کیوں تکلّف یا تعرّض کرے، کیونکہ بردمیوں کو اس کے دورِ حکومت میں کتّوں کی سی زندگی گزارنی ہی تھی اور وہ سارے مخالف جو اب تک یہ سوچے بیٹھے تھے کہ ممکن ہے بردمیوں کو اقتدار مل جائے اب اپنی موت کے منتظر تھے، لیکن یوں ہوں گا کہ جب لوئی سدھاشی کی تلاش میں ناکام ہو کر واپس پہنچے گا تو بردمیوں کی بن آئے گی اور وہی حشر لوئی خاندان کا ہوگا جو بردمیوں کا ہونے والا تھا، سو ایسا شخص جو لوئی قبیلے کے لیے اتنا مہلک ہو، قابلِ ہمدردی نہیں تھا، اس کا قتل ضروری تھا اور اسی سوچ کے درمیان شیران کی آواز اُبھری۔

"تم رک کیوں گئے کنگ لوئی، کیا تمھارے کھانڈے کی پہنچ یہیں تک تھی، اگر یہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو صرف چند لمحے تمھاری زندگی کے ہوتے، یہ خنجر دیکھ رہے ہو کنگ لوئی، شیران نے اپنے ہاتھ میں خنجر نکال لیا پہچانتے ہو اسے، یہ وہی ہے جو تم نے مجھے تحفتاً پیش کیا تھا، اگر تمھارے دیئے ہوئے وہ ہیرے اس وقت میری جیب میں ہوتے تو میں انھیں پتھروں کی طرح استعمال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر میں انھیں تم پر پھینک کر مارتا تو کیا اثر کرتے... اسی لیے کنگ لوئی میں نے تم سے کہا تھا کہ ایک آبدار خنجر ان ہیروں سے کہیں زیادہ قیمتی اور کار آمد ہوتا ہے۔ چمکدار پتھروں کے پجاری بے بسی کی موت کا شکار ہوتے ہیں جب کہ یہ خنجر تمھاری موت کا باعث بن جائے گا۔ میرے دشمن کی موت کا باعث تمھیں اس خنجر سے قتل ہو کر مسرت ہوگی کنگ لوئی کیونکہ یہ تمھارا ہی تحفہ ہے"

لوئی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے ایک بار پھر کھانڈا گھمانا شروع کر دیا۔ یہ مشق ہوتی تھی۔ آیندہ حملوں کی اور یہ تمام طریقہ کار جنگی اُصولوں سے وضع کیے گئے تھے۔

پہلے کنگ لوئی نے اسی طرح کھانڈا گھمایا تھا۔ جس طرح کسی گیت کے سُر ہوتے ہیں اور وہ گیت انھی سروں پر ترتیب دیا جاتا ہے۔ اس طرح اس طریقہ جنگ کے بھی پینترے ہوتے ہیں۔ پہلے ان پینتروں کو ایک استھائی کی شکل میں ترتیب دیا جاتا ہے اور اس طرح حملے کا تعین کر لیا جاتا ہے یعنی اس میں وہ تمام پینترے طے ہوتا ہے۔ وہ پورا لائحہ عمل بنایا جاتا ہے جو دشمن پر حملہ کرنے کے لیے ہو۔ ہر وار کا سوال اور اس کا جواب ان پینتروں میں پوشیدہ ہوتا ہے اور یہ پینترے جو اپنی زبان رکھتے ہیں۔ اسے سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں ہوتا۔ برسوں کی مشق اور ریاض اس فنونِ جنگ کی زبان سکھاتا ہے لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ جانور جس نے چٹانوں کی گود میں پرورش پائی۔ ان ساری چیزوں سے بچ رہا تھا پھر جب فضا میں ایک اور مسلسل گونج اُبھری تو شیران سنبھل گیا۔ اس نے خنجر اپنی مٹھی ہی میں دبائے رکھا تھا اور اسی بار رحم کنگ لوئی کے حملے ایسے نپے تُلے اور طوفانی تھے کہ شیران کو بار بار اُچھل کر اپنی جگہ چھوڑنی پڑی۔

کھانڈا زمین تک جاتا لیکن اس سے آدھا انچ اوپر رہ جاتا۔ اس کی دھار پر کوئی نشان نہیں پڑنے دیا تھا لوئی نے لیکن نشانہ تو شیران کے بدن پر بھی نہیں پڑا تھا۔ کھانڈے کی جھپٹ ہی اگر شیران کے بدن کو مس کر جاتی تو جہاں وہ اس کے بدن کو چھوتی وہاں کوئی گہرا شگاف یقیناً ڈال جاتی لیکن شیران اس سے بچ رہا تھا۔

دفعتاً وہ زمین پر گرا اور کھانڈا ایک دائرہ بنا کر اس کے سر کی طرف لپکا لیکن لوئی یہاں بھی شیران کو ڈاج دینے میں ناکام رہا تھا۔ اگر کھانڈا اس کے سر کے ٹکڑے اڑانے کے بجائے اس کے سینے پیٹ یا پیروں کا رُخ کرتا اور کہیں بھی کامیاب ہو جاتا تو لوئی کی خوشی بخش ہوتی لیکن لوئی نے سر کا انتخاب اسی لیے کیا تھا کہ ایک ہی وار میں سر علٰحدہ ہو جائے۔ وہ شیران کے بقیہ بدن کو بھول گیا تھا اور یہ بھی بھول گیا تھا کہ یہ وحشی صفت دلیر ہی نہیں چالاک بھی ہے۔ شیران نے اپنا سر اس کی زد سے بچا یا اور اپنی دونوں ٹانگوں کو جوڑ کر پوری قوت سے دونوں لاتیں لوئی کی پنڈلیوں پر ماریں ہر چند کہ لوئی ایک ستون کی مانند تھا لیکن اس ستون پر پڑنے والی ضرب بھی کسی بلڈوزر کی ضرب سے کم نہیں تھی۔ اس کے پاؤں زمین سے اکھڑ گئے اور وہ ایک قلابازی کھا کر اوندھا ہو گیا گردن میں بہت زور کا جھٹکا آیا تھا۔ کھانڈا زمین پر گر کر اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا لیکن لوئی نے سانپ کی طرح کروٹ بدلی اور کھانڈے کو اپنے چوڑے بدن کے نیچے چھپا لیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا دشمن چھلانگ لگا کر اس کے ہتھیار کو قابو میں کر لے۔

"نہیں کنگ لوئی نہیں تم غلط فہمی کا شکار ہو گئے اٹھو کھانڈا اُٹھاؤ اس وقت تک اپنی آرزو پوری کرتے رہو جب تک خود نہ محسوس کر لو کہ شیران تمھارے بس کی چیز نہیں ہے۔ آخر تمھارا مجھ پر کچھ حق بنتا ہے۔ دوستی رہی ہے ہماری تمھاری اور میں اس دوستی کے نام پر تمھیں تمھاری آرزو پوری کرنے کا موقع دینا چاہتا ہوں اٹھو میرے دوست کھانڈا اٹھاؤ میں تم پر وار نہیں کروں گا اور جب میں تم پر وار کروں گا تو تمھیں اس سے آگاہ کر دوں گا تاکہ تمھیں اپنا اور شیران کا فرق محسوس ہو جائے اٹھو۔

لوئی ایک بار پھر تڑپا اور کھانڈے کا دستہ اپنی مٹھی کی مضبوط گرفت میں لے کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہوش و حواس رُخصت ہوتے جا رہے تھے سدھاشی کی موت کے بعد اب اس کے لیے زندگی کا کوئی جواز نہیں رہ گیا تھا سوائے اس کے کہ شیران کو قتل کر دے، وہ اپنی مسلسل کوششوں میں مسلسل ہی ناکام ہو رہا تھا۔ یہ ناکامی اس کی اپنی شخصیت پر ضرب بھی رکھتی تھی۔ اس نے تو لاتعداد دشمنوں میں گھر کر بھی صرف موت بخشی تھی ناکامی کا منہ اس کے کسی وار نے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن اس وقت۔ اس وقت۔ اس کی تمام قوتیں سلب ہو گئی تھیں یا پھر مدِمقابل ہی نہ مرنے والوں میں سے تھا۔ اس کی تمام کوششیں ناکام ہوتی جا رہی تھیں اور اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ کاش جذبات میں آکر صرف کھانڈا لے کر نہ نکل کھڑا ہوتا ہر جگہ برتری نہیں حاصل ہو سکتی کہیں کہیں ناکامی کا منہ بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ اس نے ہر وہ داؤ آزما لیا جس کا وہ ماہر تھا لیکن مدِمقابل کی موت اس کے مقدر میں نہیں لکھی ہوئی تھی۔

تقدیر اس سے روٹھ گئی تھی اور دیوتا اس سے ناراض ہو گئے تھے تب شیران نے خنجر کو فضا میں اُچھالا اور مٹھی میں لے لیا۔ پھر بولا۔

"میں تیرے اس کھیل سے زیادہ دیر تک محظوظ نہیں ہو سکتا کنگ لوئی اب مجھے سنبھال" کنگ لوئی نے کھانڈے کو دو تین جنبشیں دیں اور پھر اُسے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب اس کی دھار کا رُخ شیران کی جانب تھا اور کنگ لوئی کے دونوں پاؤں نیچے سے چوڑے ہو گئے تھے۔ شیران خنجر ہاتھ میں لیے پینترے بدلتا رہا پھر اُس نے لوئی کو ایک جھکائی دی۔ وہ زمین پر بیٹھا اور لوئی پوری قوت سے اس پر چڑھ دوڑا لیکن درحقیقت لوئی شیران کا مدِمقابل نہیں تھا یہ جھکائی تو صرف دھوکا دینے کے لیے تھی۔ لوئی کا توازن بگاڑنے کے لیے تھی۔ لوئی تو اس پر سیدھا آیا تھا لیکن شیران نے بائیں طرف چھلانگ لگائی اور پھر وزنی دائیں طرف لوئی اپنے وزنی کھانڈے کی زد سے جیسے ہی عدم توازن کا شکار ہوا شیران کا لمبا ہاتھ پھیلا اور لوئی کے پیٹ کو چھوتا ہوا نکل گیا۔ خنجر کا اتنا بھرپور اور تُلا وار شاید ہی کبھی کسی نے زندگی میں دیکھا ہو۔ لوئی کا پیٹ تقریباً بارہ انچ کی لمبائی میں پھٹتا چلا گیا تھا۔

خنجر بڑی صفائی سے اس کے پیٹ سے ہوتا ہوا نکل گیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو لوئی کو احساس بھی نہ ہوا کہ کیا ہو گیا لیکن پھر جب انتڑیاں کٹنے کی تکلیف کا احساس ہوا تو وہ دو تین قدم آگے بڑھ آیا۔ کھانڈا اس کے ہاتھ سے نکلنے لگا تھا لیکن بات یہیں تک نہ رہی۔ ایک بار پھر خنجر اس کے پہلو سے گزرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا اور اس بار لوئی کے پیٹ سے آنتوں کا ایک ڈھیر باہر نکل آیا تھا اور آنتوں کا یہ ڈھیر خون اُگلتا ہوا زمین کی طرف لپکا اور تقریباً بارہ بارہ انچ نیچے جھک گیا لوئی کے پیٹ سے باہر نکلی ہوئی آنتیں نیچے جھول رہی تھیں۔ کھانڈا اس کے ہاتھ سے گر گیا۔

اس نے اندھوں کی طرح خلا میں ہاتھ پاؤں مارے اور پھر اس نے اپنی ان آنتوں کو سمیٹ لیا آنتوں کا ڈھیر اب اس کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔ لوئی نے وحشیانہ انداز میں دانت کچکچا کر اس ڈھیر کو سمیٹا اور کھلے ہوئے زخم سے ان آنتوں کو اندر ٹھونسنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گیا صرف چند ٹکڑے تھے جو اب باہر جھانک رہے تھے۔ آس پاس کا حصّہ بُری طرح خون آلود ہو گیا تھا۔ خون دھاروں کی شکل میں لوئی کے جسم سے بہہ رہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ اپنے پیٹ پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے پھر کھانڈا اُٹھا لیا۔ اس بار وہ پاگلوں کی طرح کھانڈا لیے شیران پر ٹوٹا تھا اور درحقیقت یہ اس کا پہلا وار تھا جو شیران کو خطرناک محسوس ہوا تھا۔ اگر ذرا سی چوک بھی ہو جاتی تو لوئی بھی ناکام نہ رہتا جبکہ شیران تو اپنا کام کر بھی چکا تھا۔

کھانڈا شیران کے شانے اور گردن کے درمیانی حصّے سے نکل گیا اور یہ بدبختی تھی لوئی کی کہ ذرا سا وار چوک گیا ورنہ وہ بھی دل میں یہ حسرت لیے نہ مرتا کہ اس کا مقابل اس پر حاوی رہا۔ شیران کے لیے اب لوئی کو طرح دینا ممکن نہیں تھا چنانچہ کھانڈے کے اس وار سے بچتے ہی اس نے خنجر کا ایک اور وار لوئی کی بغل کے نیچے کیا اور اس کے بعد فوراً ہی دوسرا وار اس کے شانے پر شانے کی ہڈی خنجر کی دھار سے ٹکراتی ہوئی اپنی جگہ بھول گئی۔ شاید کوئی جوڑ کٹ گیا تھا لیکن اب کھانڈا لوئی کے ہاتھ میں نہ رہ سکا۔ وہ اپنے کٹے ہوئے بازو کو دوسرے ہاتھ سے سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ تو زخم سے آنتیں پھر باہر نکل آئیں۔ اب وہ اپنے چھوٹے چھوٹے پیروں سے اِدھر اُدھر ڈھل رہا تھا اور اس کی گردن بے بسی سے چاروں طرف گھوم رہی تھی۔ ایک ہاتھ باقی رہ گیا تھا۔ اس

سے نہ وہ اپنی آنتوں کو سنبھال سکتا تھا اور نہ ڈھلکے ہوئے بازو کو۔

چنانچہ اس نے یہ ہاتھ زمین پر ٹکا دیا اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ دو زانو بیٹھ کر اس نے ایک نگاہ آسمان کی طرف کی۔ پھر گردن اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس کی آنکھیں شیران پر جم گئیں۔

شیران مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ لوئی کی آنکھوں کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی۔ تب وہ آہستہ سے بولا۔

"سدھاشی نے مجھے ایسی گالی دی تھی لوئی کہ میں اسے معاف نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ صرف کوئی ایسی بات کہہ کر نکل گئی ہوتی مجھ سے جس سے میری مردہ ماں اور باپ پر حرف نہ آتا تو شاید میں تیرے لیے اس سے کنارہ کش ہو جاتا تو اچھا انسان ہے اچھا دوست تھا مجھے تیری ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی لیکن میں اپنے دشمنوں کو معاف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں اسے معاف نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے لیے میں تجھ سے شرمندہ ہوں" لوئی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سپاٹ نگاہوں سے شیران کو گھور رہا تھا۔ شیران نے خنجر ایک طرف پھینک دیا اور پھر آگے بڑھ کر لوئی کے کھانڈے کو ٹھوکر ماری کھانڈا دُور جا گرا تھا۔

"مجبوری تھی۔ میرے دوست، مجھے بتا اب میں تیرے لیے کیا کر سکتا ہوں تو اتنا جذباتی نہ ہوتا تو شاید نوبت یہاں تک نہ پہنچتی" لوئی نے کوئی جواب نہ دیا تو شیران اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"مجھے جواب دے لوئی۔ جواب دے مجھے" اس نے لوئی کے سالم شانے کو جھنجوڑتے ہوئے کہا اور لوئی ایک جانب لڑھک گیا۔ شیران حیران رہ گیا تھا لوئی زندہ نہیں تھا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس نے بڑی خاموشی سے جان دے دی تھی۔

"اوہ... اوہ۔ شیران نے اپنی مٹھی کھلی ہوئی ہتھیلی پر مارتے ہوئے کہا" مر گیا۔ مر گیا مگر کیا کروں اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ آ تجھے سدھاشی کے پاس پہنچا دوں آ" اس نے لوئی کے ماتھے کی سبز پٹی چھو کر دیکھی اور پھر اس کے بازو کو پکڑ کر گھسیٹتا ہوا چٹانی دیوار کے کنارے تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد اس نے سہارا لے کر اپنے ایک پاؤں سے لوئی کے وزنی بدن کو نیچے وادی میں دھکیل دیا جہاں تیز و تند دریا اسی روانی سے بہہ رہا تھا۔ خون کے دھبے اطراف میں بکھرے ہوئے تھے اور ماحول میں سناٹے کی چیخیں گونج رہی تھیں۔

شیران پہاڑی کی گہرائیوں میں جھانکنے لگا۔ لوئی کا وزنی بدن کٹے ہوئے شہتیر کی مانند تیزی سے نیچے جا رہا تھا۔ دریا کے کنارے بھی اتنے گہرے تھے کہ لوئی پانی میں غروب ہو گیا۔ شیران نیچے جھانکتا رہا لیکن لوئی پھر سطح پر نہیں اُبھرا تھا۔

کئی منٹ تک شیران اسی طرح جھکا رہا پھر گہری سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔

"اگر مجھے کبھی ان لوگوں پر غور کرنے کی ضرورت پیش آئی جو میرے ہاتھوں موت کا شکار ہوئے تو شاید ان میں واحد شخص تُو ہو گا جس کی موت پر مجھے افسوس ہو گا لیکن میں تجھے قتل کرنے کے لیے مجبور تھا۔ میرے اور تیرے راستے الگ ہو گئے تھے اور میں جو راستہ منتخب کر لیتا ہوں۔ اس پر کسی دوسرے کو چلنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

★★

گریچر اور مگنیشیا نے بارتھم کے چپے چپے کو چھان مارا تھا وہ اندرونی علاقوں میں اتنی دُور نکل آئے تھے کہ اب واپسی کا سفر انھیں دُشوار لگ رہا تھا۔ اگر اسی راستے سے واپس آتے تو مہینوں لگ جاتے اور سفر کی لاتعداد صعوبتیں دوبارہ برداشت کرنی پڑتیں۔ شیران کی تلاش میں ان صعوبتوں کو فراموش کر رہے تھے۔ انھیں خود بھی اس کی لگن تھی۔ شیران انھیں خود بھی اتنا پسند تھا کہ وہ اس کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کو تیار تھے بارتھم کے اندرونی علاقوں کے شناسا اُن کے ساتھ تھے اگر یہ لوگ اُن کے ساتھ نہ ہوتے تو اوّل تو وہ اس قدر ویران علاقوں کا رُخ ہی نہ کرتے اور اگر آ بھی جاتے تو ان راستوں کو یاد رکھنا ان کے لیے مشکل ہوتا۔ مارلینو نے خاص طور سے ان لوگوں کا انتخاب کر کے انھیں یہاں بھیجا تھا اور ان سے اُنھیں بہت مدد ملی تھی۔

اس وقت بھی وہ ایک پہاڑی علاقے میں خیمہ زن تھے سردی کافی تھی۔ دو دن قبل ہلکی برفباری بھی ہو چکی تھی اور اب تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ خیمے کے اندر انگیٹھیاں روشن کر لی گئی تھیں۔ سُرخ آگ کی گرمی سکون بخش تھی۔ ایک خاص قسم کی گھاس کا قہوہ بنایا گیا تھا جو بدن گرم کرنے میں معاون ہوتا تھا گرم قہوے کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ خاموشی سے کچھ سوچ رہے تھے...

"آرمان..." دفعتاً گریچر نے اپنے ایک ساتھی کو پکارا اس کے سامنے بیٹھا دُبلے پتلے بدن کا شخص سوالیہ انداز میں اُسے دیکھنے لگا "کل صبح کے سفر کے بارے میں ہم نے کوئی فیصلہ نہیں کیا؟"

"ویرانوں کے بے مقصد سفر کے بارے میں عموماً فیصلے کرنا بے مقصد ہوتا ہے مسٹر گریچر..."

"بے مقصد سفر...؟"

"ہاں۔ میں ان الفاظ کے لیے معافی کا خواستگار ہوں اب ہمیں یہ احساس ہونے لگا ہے کہ ہمارا یہ سفر بے مقصد ہے۔"

"کیوں؟" گریچر نے سوال کیا۔

"یہ علاقہ اتنا مختصر نہیں ہے جناب کہ ہم اس کے چپے چپے کو کھنگال ماریں اور جسے ہم تلاش کر رہے ہیں۔ اس کے بارے میں پورے یقین سے بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ یہاں موجود بھی ہے یا نہیں نہ ہی ہمیں اس کا پروگرام معلوم ہے۔"

"تم تھک گئے ہو دوست؟" گریچر مسکرایا۔

"میں اس سے انکار نہیں کروں گا جناب۔ دراصل کوئی منزل نہیں ہے ہماری۔ اگر کوئی منزل ہو تو انسان باہمت ہوتا ہے کون جانے وہ کہاں ہے جسے ہم تلاش کر رہے ہیں۔ ہم آگے نکلے ہوں اور ہمارے عقب میں پہنچ گیا ہو۔ کون جانے...؟"

گریچر نے مگنیشیا کی طرف دیکھا "کیوں مگنیشیا تمھاری کیا رائے ہے؟"

"میں کیا کہوں گریچر؟"

"نہیں بھئی! کچھ نہ کچھ کہنا ہی ہے" "تم سب مجھے تنہا کیوں چھوڑ رہے ہو۔ اگر تم سب کی رائے ہو تو میں واپسی کے سفر کے لیے بھی تیار ہوں؟"

"اب یہی مناسب ہو گا جناب" آرمان نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"آہ واپسی کا سفر بھی اتنا ہی مشکل ہو گا" مگنیشیا تھکے انداز میں بولی۔

"نہیں میڈم۔ ہم اس سفر کو آسان بنا سکتے ہیں۔" آرمان نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"جس جگہ ہم موجود ہیں یہ تلکم کہلاتی ہے۔ اگر ہم سیدھ میں چلتے رہیں تو پالی دل کے علاقے سے گزر کر لوئی قبائل کے علاقے میں پہنچ جائیں گے اور اگر یہاں سے بائیں طرف کٹ جائیں تو ایک دُشوار گزار علاقہ طے کر کے دریائے آرسان کے کنارے پہنچ جائیں گے۔ یہ دریا مشرق میں ساحل کے علاقے سے گزر کر تھائی لینڈ تک جاتا ہے اور مغرب میں چلیں تو گانگ ہو کے نزدیک سے گزرتا ہے۔ گانگ ہو ہمارے لیے سب سے قریب جگہ ہے۔ چنانچہ واپسی کے لیے اس سے مناسب راستہ اور کوئی نہیں ہے۔"

"گانگ ہو" گریچر گہری سانس لے کر بولا "ٹھیک ہے آرمان ہمیں آرسان ہی کا رُخ اختیار کرنا چاہیے۔ ہم گانگ ہو پہنچ کر مارلینو کو شیران کی تلاش میں ناکامی کی رپورٹ دیں گے۔"

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بہرحال دوسری صبح انھوں نے خیمے وغیرہ سمیٹ کر رُخ بدل لیا اور آرسان کی طرف سفر کرنے لگے۔ بلاشبہ یہ راستہ بھی بہت ہی تکلیف دہ تھا۔ دلدلیں، گھاٹیاں، ناقابلِ عبور چٹانیں، وحشی جانور۔ جان لیوا مکھیاں اور نہ جانے کیا کیا اگر یہ لوگ زبردست انتظامات کر کے نہ چلے ہوتے تو اب تک موت کا شکار ہو گئے ہوتے۔ لیکن آرمان اور دوسرے لوگ ان علاقوں کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے۔ اس لیے ضروری دوائیں اور کسی بھی ہنگامی حالت میں استعمال کے لیے تمام چیزوں کا بندوبست کر کے چلے تھے۔

آرسان کے کنارے پہنچنے میں بھی تین دن سفر کرنا پڑا تھا۔ تب کہیں دُور سے دریا نظر آیا۔ دریا کیا سمندر تھا۔ اگر اس کی تیز روانی سامنے نہ ہوتی تو سمندر کا دھوکہ بھی ہو سکتا تھا۔ البتہ یہاں موسم معتدل تھا۔ وہ سردی جو پچھلے علاقے میں تھی یہاں نہیں تھی۔ دریا کے کنارے خوبصورت تھے۔ انھوں نے دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالا اور خیمہ نصب کر لیا۔ شام ہو چکی تھی اور دن بھر کے سفر سے وہ چُور چُور ہو چکے تھے۔ گریچر کنارے پر پہنچ کر پانی کے چھینٹے چہرے پر مارنے لگا۔ مگنیشیا خیمے کے پاس موجود تھی۔

گریچر نے چہرہ دھو کر گہری گہری سانسیں لیں اور دفعتاً اس کی نگاہ تھوڑے فاصلے پر جھاڑیوں میں نظر آتے ایک رنگین کپڑے پر پڑی۔ وہ چونک پڑا تھا۔ دوسرے لمحے وہ اُس طرف چل پڑا۔ جھاڑیوں سے ایک پاؤں باہر نکلا ہوا تھا۔ ایک نازک نسوانی... پاؤں۔ گریچر نے جلدی سے جھاڑیوں کو ہٹایا اور پھر اس انسانی بدن کو باہر کھینچ لیا لیکن اس کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی گریچر کے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ اس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"ارے سدھاشی!"

●●●●

گریچر کی آنکھوں کو دھوکا نہیں ہُوا تھا...

سدھاشی کوئی اجنبی تو نہیں تھی اور نہ ہی کوئی ایسی شخصیت تھی جسے ایک آدھ بار سرسری نگاہوں سے دیکھا ہو... گریچر اُسے لاکھوں میں پہچان سکتا تھا... لیکن اس وقت، اس جگہ اور ان حالات میں اُس کا ملنا ناقابلِ یقین تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اُسے دیکھنے لگا۔

یہ کیسے ممکن ہے؟ شکل وصورت، قدوقامت اور بالوں کا انداز وہی ہے۔ اگر یہ سدھاشی کی کوئی ہم شکل ہے تو صُورتوں کی یہ یکسانیت انتہائی حیرت انگیز ہے... اور اگر یہ واقعی سدھاشی ہے... تو بھی یہاں اس کی موجودگی ناقابلِ یقین ہے!

اُس نے ایک بار پھر انتہائی باریک بینی سے اُس کے چہرے کا جائزہ لیا۔ جگہ جگہ نیل پڑے ہُوئے تھے۔ پیشانی پر ایک گہرا زخم بھی تھا جو دریا کے پانی سے دُھل دُھل کر سفید ہو گیا تھا۔ چہرہ، زیادہ خُون بہہ جانے کی وجہ سے ہلدی کی طرح زرد تھا۔ دونوں ہونٹ ایک دوسرے سے جُدا تھے اور اُن کے درمیان سے دو خوبصورت دانت جھانک رہے تھے۔ بائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ دریا کے کنارے سے گھسیٹ کر لانے کی وجہ سے وہ ہاتھ مُڑ گیا تھا۔ گریچر نے سب سے پہلے اُس کے ہاتھ کو صحیح پوزیشن میں رکھا اور پھر دھڑکنیں سُننے کے لیے اُس کے سینے سے کان لگا دیا۔ ننھا سا دل زندگی کا اعلان کرنے کی جدوجہد کر رہا تھا لیکن بدن کی پُوری مملکت خاموش تھی۔

سدھاشی یا اُس کی ہم شکل کے وجود میں زندگی محسوس کر کے گریچر کا متجسس ذہن جاگ اُٹھا۔ اُس نے جلدی سے تھوڑے فاصلے پر نصب اُن خیموں کی طرف دیکھا جہاں، اُس کے دوسرے ساتھی موجود تھے۔ میگنیشا جو خیمے کے دروازے کے پاس کھڑی اطراف کے مناظر میں کھوئی ہُوئی تھی، گریچر کی حرکات وسکنات سے اُس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی، اور اب صُورتِ حال معلوم کرنے کے لیے اُسی طرف آ رہی تھی۔ گریچر نے اُسے آتا دیکھ کر آواز لگائی۔

"میگنیشا! ذرا جلدی آؤ۔"

میگنیشا نے گریچر کے قدموں میں ایک انسانی جسم پڑا دیکھا تو اُس کے قدموں میں تیزی آ گئی۔

"اوہ، میرے خُدا! یہ کون ہے؟" وہ حیرت سے بولی۔

"تم اسے غور سے دیکھو۔ ممکن ہے، میری بصارت مجھے دھوکا دے رہی ہو۔" گریچر نے کہا تو میگنیشا، اُس پر جھک گئی... پھر اُس کے حلق سے سرسراتی ہُوئی آواز اُبھری۔

"ارے، سدھاشی..."

"گویا میری آنکھوں نے دھوکا نہیں کھایا ہے۔" گریچر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"لیکن... یہ یہاں... گریچر! کیا یہ مر چکی ہے؟"

"زندہ ہے لیکن اسے فوراً خیمے میں لے جانا چاہیے۔ اگر اسے فوری طبی امداد نہ ملی تو اس کی موت یقینی ہے۔"

"تو پھر دیر مت کرو۔ سائمن کو آواز دوں؟"

"نہیں، پہلے اسے خیمے میں لیے چلتے ہیں۔ اس کا ایک ہاتھ بھی ٹوٹا ہُوا ہے۔ ذرا اسے اُٹھانے میں میری مدد کرو۔" گریچر نے کہا۔ پھر میگنیشا کی مدد سے اُس نے سدھاشی کو کندھے پر ڈالا اور دونوں خیمے کی طرف چل پڑے۔

اب اُن کے دوسرے ساتھی بھی اُن کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ سائمن ایک بہترین سرجن تھا۔ اُس نے کسی گُفت وشنید کے بغیر اپنی پوری توجہ اُس پر مبذول کر دی اور جو کچھ ابتدائی طبی امداد کے لیے اُس کے پاس تھا، سدھاشی پر صرف کر دیا۔ ٹُوٹے ہُوئے ہاتھ کو کس کر باندھا گیا۔ پیشانی کے زخم پر بینڈیج کی گئی اور جتنی خراشیں تھیں، اُن پر مرہم لگایا گیا... لیکن خُون کی کمی پوری کرنے کی کوئی تدبیر کارگر نہیں تھی۔ سدھاشی دُھلے ہُوئے کپڑے کی طرح سفید ہو رہی تھی۔ وہ سب خاموشی سے ڈاکٹر سائمن کی کوششوں میں اُس کا ہاتھ بٹاتے رہے۔ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میگنیشا نے پوچھا۔

"صُورتِ حال تشویش ناک تو نہیں، سائمن؟"

"سخت تشویش ناک ہے، آپ کو ان کے بارے میں فوری فیصلہ کرنا ہے۔" سائمن نے کہا۔

"کیسا فیصلہ، ڈاکٹر؟"

"اگر یہ آپ کے لیے کوئی اہم شخصیت ہے تو اسے فوراً کسی ایسی جگہ لے چلیے جہاں اس کی زندگی بچانے کے مناسب انتظامات ہو سکیں۔ اُسے خُون کی فوری ضرورت ہے اور یہاں ہمارے پاس ایسا کوئی انتظام نہیں ہے... اور اگر آپ یہ سب کچھ محض انسانی... ہمدردی کے طور پر کر رہی ہیں تو پھر انتظار کیجیے۔ میں نے فوری قوت بحال کرنے والا انجکشن دیا ہے۔ اگر اسے ہوش آ گیا تو اس کی جان بچ جانے کے امکانات ہیں۔"

"اوہ... یہ مسٹر مارلینو کی ایک خاص ساتھی ہے جس سے وہ بہت محبت کرتے ہیں۔ ہمیں اس کی موت کے لیے معاف نہیں کیا جا سکتا۔" گریچر نے کہا۔

"تب براہِ کرم فوراً یہاں سے چل پڑیں بلکہ میری رائے ہے کہ ہمیں گانگ ہو ہی چلنا چاہیے۔ بارتھم کے اس علاقے میں قریب ترین

بڑا گانگ ہو ہی ہو سکتی ہے۔ کوئی چھوٹی بستی ہمارے لیے بے مقصد رہے گی کیونکہ جدید طبی سہُولتوں کا بندوبست نہیں ہو گا۔"

"تم کیا کہتی ہو، میگنیشا؟" گریچر نے پوچھا۔

"جیسا تم مناسب سمجھو، گریچر! ہم جس مشن پر آئے ہیں، ابھی دُور دُور تک اُس کی کامیابی کے امکانات نظر نہیں آتے۔ ہم سدھاشی جیسی شخصیت کی زندگی کا بھی رسک نہیں لے سکتے۔ مسٹر مارلینو، ہماری اس بے حسی پر ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔ ہمیں علم ہے کہ اُنھوں نے شیران جیسی محبُوب شخصیت کو بھی سدھاشی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"شیران..." گریچر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میرے ذہن میں ایک اور خیال بھی ہے۔"

"کیا...؟"

"سدھاشی کے اس علاقے میں موجود ہونے کی وجہ، ممکن ہے، شیران ہی ہو۔ ممکن یہ ہے، یہ دیوانی اُس کی تلاش میں یہاں آئی ہو اور اُس کے انتقام کا نشانہ بن گئی ہو۔"

"اوہ، تمھارا خیال ہے کہ شیران نے...؟"

"ہاں، وہ درندہ سب کچھ کر سکتا ہے۔" گریچر نے کہا اور چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا جیسے کہیں شیران نے اُس کے الفاظ نہ سُن لیے ہوں پھر وہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ پا کر جھینپ گیا۔

"میری ایک رائے اور ہے، مسٹر گریچر!" ڈاکٹر سائمن نے کہا۔

"کیا...؟"

"شیران کی تلاش کے لیے ہم چند لوگوں کو یہاں چھوڑ دیتے ہیں، وہ اپنا کام جاری رکھیں گے۔ ہم ٹرانسمیٹر پر اُن سے رابطہ قائم رکھیں گے جیسے ہی شیران نظر آیا، وہ لوگ اُسے گھیر لیں گے یا ہمیں اطلاع دے دیں گے۔"

"نہیں، ڈاکٹر سائمن! اگر شیران اِن لوگوں کو نظر بھی آ گیا تو کوئی کُودمدہات نہ ہو گی... ہم سب ساتھ ہی چلیں گے۔ براہِ کرم، آپ لوگ واپسی کا انتظام کیجیے۔ ہم، سدھاشی کو گانگ ہو ہی لے چلیں گے۔"

"او۔ کے!" ڈاکٹر سائمن نے کہا... پھر ہنگامی انداز میں روانگی کے انتظامات ہونے لگے۔

میگنیشا مسلسل سدھاشی کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ گریچر کی نگاہیں وقفے وقفے سے اِدھر اُدھر بھٹکنے لگتی تھیں۔ نہ جانے کیوں، اس کے دل میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا تھا کہ سدھاشی کو اس حال میں پہنچانے والا شیران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

دوسری طرف میگنیشا، سدھاشی کے حسین اور معصوم چہرے کو دیکھتے ہُوئے سوچ رہی تھی کہ عورت محبت کے ہاتھوں کس قدر بے بس ہو جاتی ہے... شیران جیسے وحشی صفت شخص سے محبت کی توقع رکھنا فضُول ہے۔ وہ شخص نہ جانے، انسانوں کے کون سے ریوڑ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے دل میں محبت وچاہت کے الفاظ بھلا کہاں؟... لیکن محبت جیسی نامُراد شے، انسان کو عقل وخرد سے بیگانہ کر دیتی ہے اور وہ بار بار دھوکا کھانے میں مسرت محسوس کرتا ہے۔

...پھر سفر شروع ہو گیا۔ وہ برق رفتاری سے گانگ ہو کی جانب بڑھ رہے تھے۔ گریچر گہری سوچ میں ڈوبا ہُوا تھا... لیکن میگنیشا وقفے وقفے سے سدھاشی کے چہرے کی طرف دیکھ لیتی تھی جو ابھی تک زندگی سے عاری محسوس ہوتا تھا۔ صرف سانسوں کی آمد ورفت جاری تھی۔ پتہ نہیں موت اُسے مُہلت دینا چاہتی تھی یا زندگی کے بقایا لمحات پُورے ہو رہے تھے۔ بہرحال اُنھوں نے سفر جاری رکھا۔

...پھر رات کی تاریکی پھیل گئی۔ پُرہول سناٹے اور تاریکی میں یہ سفر بڑا عجیب لگ رہا تھا... وہ مسلسل جاگ کر سفر کر رہے تھے۔ ایک زندگی کا سوال تھا اور زندگی بھی ایسی شخصیت کی جسے مارلینو محبُوب رکھتا تھا... اور اس سلسلے میں کسی قسم کی بھی غفلت کو مارلینو ہرگز معاف نہ کرتا۔

صبح کے وقت سفر میں کافی مشکلات پیش آنے لگیں۔ ٹھنڈی ہَوا، پلکیں جوڑے دے رہی تھی لیکن اُن کا فرض، اُنھیں ہر حال میں بڑھتے رہنے پر مجبُور کر رہا تھا۔ ڈاکٹر سائمن، سدھاشی کے قریب ہی تھا۔

"سدھاشی کی حالت زیادہ بہتر نہیں ہے، جناب!" سائمن نے کہا۔ "بارہ گھنٹے گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک یہ ہوش میں نہیں آئی ہے... مجھے انتہائی تشویش اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ اگر چند گھنٹے اور یہی صُورتِ حال برقرار رہی تو ممکن ہے، اس کی سانسوں کی آمد ورفت رُک جائے۔"

یہ سُن کر سب کے چہروں پر اضطراب کے سائے پھیل گئے۔

"کیا تم اسے کوئی اور انجکشن نہیں دے سکتے، ڈاکٹر؟" گریچر نے پوچھا۔

"دے تو سکتا ہُوں لیکن یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ انجکشن اس پر کارگر ہو گا یا نہیں۔"

"اوہ... پھر تو بڑی مشکل پیش آ گئی ہے۔"

"میں اس مشکل کا ایک حل پیش کرنا چاہتا ہُوں... اگر آپ لوگ پسند کریں تو؟"

"ہاں، ہاں... کہو بھئی... اس وقت ان تکلفات کی گنجائش نہیں ہے۔"

"ہمارے پاس محدود حیطۂ عمل کے ٹرانسمیٹر موجود ہیں۔ اگر

ہم ان میں سے کسی ٹرانسمیٹر پر گانگ ہو کال کرنے کی کوشش کریں تو شاید ہمیں کامیابی حاصل ہو جائے۔"

گریچر چونک کر ڈاکٹر سائمن کو دیکھنے لگا... پھر پُر مسرت لہجے میں بولا۔ "میں، تمہارا مقصد سمجھ گیا، ڈاکٹر! ہمیں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ جتنا سفر ہم طے کر چکے ہیں، اس کے تحت گانگ ہو سے سلسلہ مل جانے کے امکانات روشن ہیں۔ ہم پہلے بھی کوشش کر سکتے تھے... لیکن اس طرف دھیان ہی نہیں گیا۔"

"کمال ہے... میرے ذہن میں بھی یہ خیال نہیں آیا۔" میگنیشا نے بھی ڈاکٹر کے خیال کی تائید کی۔

تھوڑی دیر کے لیے سفر ملتوی کر دیا گیا اور گریچر، ٹرانسمیٹر پر گانگ ہو کال کرنے لگا۔ اس دوران میں ڈاکٹر نے وہ انجکشن تیار کر لیا جو سدھاشی کی زندگی میں چند لمحات کا اضافہ کر سکتا تھا۔

صبح کا وقت تھا۔ گریچر کی کوشش سے تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا... اور جب ٹرانسمیٹر پر سرخ روشنی نمودار ہوئی تو گریچر کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس نے میگنیشا کو اشارہ کیا کہ رابطہ قائم ہو چکا ہے... میگنیشا جلدی سے ٹرانسمیٹر کے قریب پہنچ گئی۔

"ہیلو، ہیلو... ایچ۔ او۔ فور... ہیلو، ایچ۔ او۔ فور..."

"ہاں، ایچ۔ او۔ فور... کہو، کیا بات ہے؟ کہاں سے کال کر رہے ہو؟"

"یہ بارتھم کا مغربی علاقہ ہے۔ ہم ناتھن کی پہاڑیوں کے پاس سے گزر رہے ہیں۔ مسٹر مارلینو کو ایک اہم اطلاع دینی ہے۔"

"چند لمحے انتظار کریں، میں مارلینو سے رابطہ قائم کرنے... کی کوشش کرتا ہوں۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"صرف کوشش ہی نہیں، یقینی طور پر رابطہ چاہیے... یہ ایمرجنسی ہے۔"

"بہتر ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا... پھر خاموشی چھا گئی۔

دونوں امید و بیم کی نظروں سے ٹرانسمیٹر کو دیکھتے رہے۔ سرخ بتی ایک بار پھر روشن ہو گئی اور اس بار ٹرانسمیٹر پر مارلینو کی آواز ابھری تھی۔

"ہیلو... کون ہے؟"

"گریچر بول رہا ہے، مسٹر مارلینو!"

"ہاں، گریچر، کہو... کوئی پتہ چلا؟"

"ابھی تک نہیں، جناب... لیکن سدھاشی، ہمیں انتہائی تشویشناک حالت میں ملی ہے۔"

"اوہ، سدھاشی... مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔ بنکاک سے اس کے بارے میں مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی... صرف یہی ہو سکا کہ اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"وہ بارتھم کے علاقے میں، دریائے آرسان کے کنارے جھاڑی میں پڑی ملی ہے۔ وہ بے حد زخمی ہے۔ اس کے جسم سے کافی خون بہہ چکا ہے۔ وہ تقریباً چودہ گھنٹوں سے ہمارے پاس ہے لیکن ابھی تک ہوش میں نہیں آئی ہے... براہِ کرم، آپ فوری طور پر، ہمارے لیے ایک ہیلی کاپٹر بھیجئے تاکہ سدھاشی کی زندگی خطرے سے باہر ہو سکے۔"

مارلینو چند لمحے خاموش رہا پھر اس کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی... "اس کی یہ حالت کس طرح ہوئی؟ کیا اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا؟"

"نہیں، مسٹر مارلینو! ہم لوگوں کا خیال ہے کہ شاید سدھاشی شیران کی تلاش میں یہاں پہنچ گئی تھی اور یہاں وہ، شیران ہی کا شکار ہو گئی۔"

"اوہ... مجھے اپنی صحیح پوزیشن سے آگاہ کرو۔ میں ہیلی کاپٹر بھیج رہا ہوں۔ باقی تفصیلات بھی تم سے معلوم کروں گا۔"

"ہم دریائے آرسان کے کنارے کنارے سفر کر رہے تھے... لیکن اب اس سے کٹ کر مغربی سمت میں چل پڑے ہیں۔ ہمارے بائیں ہاتھ پر ناتھن کی پہاڑیاں ہیں۔ اگر ہم اسی رفتار سے سفر کرتے رہے... تو پہاڑیوں کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور ہم دلدلی علاقے میں پہنچ جائیں گے گانگ ہو پہنچنے کا یہ راستہ مختصر مگر بے حد دشوار گزار ہے۔"

"تم دلدلی علاقے میں داخل ہونے کی کوشش مت کرنا... ناتھن کی پہاڑیوں کے آخری سرے پر رک کر ہیلی کاپٹر کا انتظار کرنا... میں فوری طور پر انہیں روانہ کر رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا اور سرخ بتی بجھ گئی۔

۞

بھورے رنگ کی چالاک لومڑی دبے قدموں آگے بڑھی... اس کی قوتِ شامہ اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ پتہ نہیں یہ کوئی مردہ جانور تھا یا زخمی تھا۔ انسان سے اس کی شناسائی نہ تھی کیونکہ وہ جن علاقوں میں پیدا ہوئی تھی۔ وہاں انسان کا گزر مشکل ہی سے ہوتا تھا۔ وہاں بڑے بڑے سبز بچھو اور انتہائی زہریلے سانپ بہ کثرت پائے جاتے تھے۔

بارتھم کے علاقوں میں یہ علاقہ سب سے خطرناک قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن کسی بھولے بھٹکے انسان کا اس علاقے میں نکل آنا امکانات میں سے نہیں تھا... چنانچہ اس ننھی سی لومڑی کو حیرت ہوئی تھی کہ یہ ڈھیر کیسا ہے؟ لگتا تو کوئی جاندار ہی ہے۔ پتہ نہیں سو رہا ہے یا مر چکا

ہے۔ اس کے نزدیک سے گزرا جائے یا نہیں... لیکن وہ عادت سے مجبور تھی۔ جب کافی دیر تک اُسے اس ڈھیر میں جنبش محسوس نہ ہوئی تو وہ پنجوں کے بل چلتی، دُم ہلاتی، اس کی جانب بڑھی۔ قریب پہنچ کر اس نے اس جانور کو بغور دیکھا جو اس سے قبل، اس کی نگاہ سے نہیں گزرا تھا۔ بظاہر اس میں زندگی مفقود محسوس ہوتی تھی۔ اگر یہ زندہ نہیں ہے تو پھر بھلا اس کا گوشت کھانے میں کیا عار ہو سکتا ہے؟

چنانچہ وہ آگے بڑھی اور اس جانور کو سونگھنے لگی۔ دفعتاً اس جانور میں جنبش پیدا ہوئی... پھر اس سے قبل کہ لومڑی کوئی لمبی چھلانگ لگاتی، اس کی دونوں اگلی ٹانگیں، اس جانور کی گرفت میں تھیں۔ پھر وہ اٹھ بیٹھا... وہ جانور نہیں، شیران تھا۔ وہ چند لمحوں تک مزاحمت کرتی لومڑی کو دیکھتا رہا... پھر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ لومڑی ایک ہی جست میں جھاڑیوں میں جا کر غائب ہو گئی۔

کنگ لوئی اور سدھاشی کے قتل کے بعد اس نے دریائے آرسان کا وہ کنارا چھوڑ دیا اور ایک پایاب جگہ سے دریا عبور کر کے جنگل میں داخل ہو گیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے بھی اس کے دل میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اس نے کنگ لوئی جیسا دوست کھو دیا ہے یا سدھاشی جیسی حسین لڑکی کو انتہائی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے... وہ اپنے کیے پر نادم یا پشیمان ہونے کا عادی نہیں تھا... چنانچہ اب اس کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ کیا کر آیا ہے۔

دریائے آرسان کو پار کرنے کے بعد وہ جس علاقے میں داخل ہوا اس میں تھوڑا سا سفر کرنے کے بعد ہی اسے محسوس ہو گیا کہ یہ علاقہ ضرورت سے زیادہ ہی خوفناک ہے۔ راتوں کو درندوں کے دھاڑنے کی آوازیں سنائی دیتیں اور وہ جاگ کر اُن کا انتظار کرتا رہتا

جوں جوں وہ آگے بڑھتا رہا، علاقہ خطرناک تر ہوتا گیا۔ اب یہاں چھوٹے جانوروں کا وجود ختم ہو گیا۔ جنہیں وہ وقتاً فوقتاً شکار کر کے پیٹ کی آگ بجھاتا آیا تھا

ایک رات اس نے ایک ہاتھی پر چند گولیاں برسائیں۔ ہاتھی زخمی ہونے کے باوجود بھاگ نکلا... پھر اس کینہ پرور ہاتھی نے کئی بار شیران پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن شیران کے پاس جتنا ایمونیشن تھا، اس نے ہاتھی پر خرچ کر ڈالا۔ بالآخر ایک دن ہاتھی مارا گیا۔

اب شیران کے پاس کنگ کے دیے ہوئے خنجر کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہیں رہ گیا تھا... لیکن یہ خنجر بھی ایک دن، اس وقت اس سے چھن گیا جب اس نے ایک جنگلی تیندوے کو نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ خنجر تیندوے کے جسم میں پیوست ہو گیا اور وہ اسے لے بھاگا۔ شیران نے تیندوے کو بہت تلاش کیا۔ اس کا خیال تھا، شاید وہ کہیں زخمی یا مردہ حالت میں مل جائے گا لیکن تیندوا نہ ملا۔

اب شیران نہتا ہو گیا تھا۔ اوّل تو یہ علاقہ ہی چھوٹے شکار سے خالی تھا، دوسرے یہاں پانی بھی دستیاب نہ تھا۔ کہیں کہیں پانی کے چھوٹے چھوٹے گڑھے تھے لیکن ان میں اتنا گدلا اور بدبودار پانی بھرا ہوا تھا کہ ایک بار اُسے پینے کے بعد کافی دیر تک شیران کی طبیعت متلاتی رہی تھی۔ لیکن اب وہ بھوک سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ دور دور تک کوئی ایسی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جس کے ذریعے وہ پیٹ کی آگ بجھا سکتا۔

اس کا لباس بھی جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا، ڈاڑھی اور سر کے بال بے تحاشا بڑھ گئے تھے... اور ایک بار پھر وہ کوئی وحشی مخلوق معلوم ہونے لگا۔ اُسے سفر کرتے ہوئے پندرہ دن ہو گئے تھے۔ بھوک اور تھکن سے نڈھال ہو کر وہ ایک جگہ بیٹھ گیا۔

دفعتاً کافی فاصلے پر اُسے جھاڑیوں میں تحریک سی محسوس ہوئی۔ اس نے نظر جما کر دیکھا۔ وہ لومڑی تھی۔ اس خطرناک علاقے میں سفر کرتے ہوئے یہ پہلا چھوٹا جانور تھا، جو اُسے نظر آیا تھا... لیکن اس کے پاس لومڑی کو شکار کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہ تھا۔ چنانچہ وہ بے سدھ ہو کر لیٹ گیا کہ شاید لومڑی، اسے مردہ سمجھتے ہوئے اس کے قریب آ جائے اور اس کے جال میں پھنس جائے... بہت صبر آزما کام تھا۔ وہ دو گھنٹے تک وہ بے حس و حرکت پڑا رہا تھا۔ لومڑی انتہائی چالاک جانور ہے۔ اسے معلوم تھا کہ لومڑی نے اگر اس میں ذرا سی بھی... حرکت محسوس کی تو وہ تمام زندگی اس کے ہاتھ نہیں آئے گی۔

آخر اس کی محنت رنگ لائی اور لومڑی دبے قدموں اس کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ اس کے قریب پہنچ کر جیسے ہی اُسے سونگھنے کے لیے جھکی، اس کی دونوں اگلی ٹانگیں شیران کے ہاتھوں میں تھیں... پھر لومڑی کے جسم سے اٹھنے والی بدبو سے اُسے ابکائی سی محسوس ہوئی اور اس نے لومڑی کو چھوڑ دیا۔

چند لمحے وہ بیٹھا سوچتا رہا پھر اُٹھ کر چل پڑا۔ وہ جلد از جلد اس خوفناک علاقے سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اس بار یہ سفر کافی تیز تھا۔ وہ مسلسل پانچ گھنٹے تک چلتا رہا اور اس کی سانس پھولنے لگی۔ اس نے اپنی رفتار کم کر دی۔ اب وہ اُن بھوری پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گیا تھا جو دور سے ایسی محسوس ہوتی تھیں جیسے کبھی قریب ہی نہ آئیں گی۔ اب اُسے پہاڑیوں کی ڈھلانوں پر سبزہ بھی نظر آنے لگا تھا... گویا اس منحوس علاقے سے پیچھا چھوٹنے والا تھا۔

بہرطور، رات ہونے تک وہ پہاڑیوں کے بالکل نزدیک پہنچ گیا لیکن رات کو بھی اس نے اپنا سفر جاری رکھا۔ وہ چڑھائی چڑھتا رہا۔ پھر جب تاریکی اتنی گہری ہو گئی کہ وہ چند گز کے فاصلے پر بھی نہ

دیکھ سکتا تھا تو اُس نے آرام کرنے کے لیے ایک چٹان منتخب کرلی۔

چٹان کافی بڑی اور مسطح تھی۔ صاف ستھری ہونے کی وجہ سے شیران کو اس پر نہایت پُرسکون نیند آئی۔

دوسری صبح وہ جاگا تو پہاڑیوں کی دوسری سمت سے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ کبھی کبھی پرندوں کا کوئی غول اُس کے سر پر سے گزر جاتا تھا۔ شیران نے آسمان کی جانب دیکھا اور پھر اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگا۔ بادل چھائے ہُوئے تھے۔۔۔ کافی عرصے کے بعد اُس نے شفاف نیلگوں آسمان پر بادل دیکھے تھے۔

بہرطور یہاں رُکنا بے مقصد ہی تھا۔ چنانچہ اُس نے پہاڑی کا بقیہ سفر بھی طے کرنا شروع کردیا۔ جب وہ چوٹی پر پہنچا تو دن کے تقریباً نو بجے تھے۔ اُس نے چوٹی کے دوسری جانب دیکھا تو اُس کی آنکھیں مسرت سے چمک اُٹھیں۔

اس طرف دُور تک جنگل پھیلا ہُوا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی سی ندی گنگناتی ہُوئی گزر رہی تھی۔۔۔ پھر جب اُس نے چوٹی سے دوسری جانب اُترنا شروع کیا تو ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی۔

شیران پُرمسرت انداز میں نیچے اُترتا رہا۔ بھوک کا احساس قدرے کم ہوگیا تھا۔ ایک جگہ رُک کر اُس نے ایک چٹان کے گڑھے میں جمع شدہ بارش کا تازہ پانی پیا جس کی وجہ سے بھوک کا احساس پھر بڑھ گیا۔

'یہ منحوس احساس نہ جانے کیوں زندگی کے ساتھ چپکا ہُوا ہے۔ اچھے خاصے ماحول کو خراب کردیتا ہے' اُس نے اُترتے ہُوئے سوچا۔۔۔ بالآخر وہ نیچے سبزہ زار پر پہنچ گیا۔

بارش کی وجہ سے ندی میں پانی کی رفتار کافی تیز ہوگئی تھی۔ اوپر سے یہ ندی ایک چھوٹا سا برساتی نالہ نظر آتا تھا لیکن نیچے پہنچ کر احساس ہُوا کہ خاصی تیز و تند ندی ہے۔ پانی صاف و شفاف اور بہت ٹھنڈا تھا۔ اُس نے خوب سیر ہوکر پیا۔ بارش اب بھی جاری تھی۔ وہ ندی کی روانی کو دیکھتے ہُوئے اُس میں اُترنے کی حماقت نہیں کرسکتا تھا کیونکہ اُس کی گہرائی کا بھی کوئی اندازہ نہیں تھا۔

چنانچہ وہ کنارے کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ وہ ایسی جگہ کی تلاش میں تھا جہاں سے ندی کو عبور کیا جاسکے۔ کافی دُور تک چلنے کے بعد بالآخر اُسے ایک ایسی جگہ نظر آہی گئی جہاں سے وہ اس ندی کو چھلانگ لگا کر عبور کرسکتا تھا۔ گو کہ چھلانگ بہت لمبی لگانی پڑتی اور کوئی بھی ہوش مند آدمی ایسی چھلانگ لگانے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا۔۔۔ لیکن شیران ایسی باتوں کو کبھی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

اُس نے چند قدم پیچھے ہٹ کر چیتے کی مانند زقند لگائی اور اُڑتا ہُوا دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

اب اُس کی نگاہیں شکار کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں۔۔۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جنگل میں داخل ہوگیا۔ یہاں اسے مایوسی نہیں ہُوئی۔ دُور ہی سے کئی چھوٹے بڑے جانور کلیلیں کرتے نظر آرہے تھے لیکن شکار کرنے کے لیے اُس کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتا رہا۔ یہاں ایسے نوکیلے پتھر بھی نہ تھے جن سے شکار کرنے کا طریقہ اُسے معلوم تھا۔

چند لمحے سوچنے کے بعد وہ ایک درخت پر چڑھا اور درمیانے سائز کی ایک شاخ توڑلی۔ شاخ کی ٹہنیاں اور پتّے صاف کرنے کے بعد وہ ایک ڈنڈے کی صُورت اختیار کرگئی پھر وہ اس ڈنڈے کو ہاتھ میں لیے نیچے اُتر آیا اور ان جانوروں کو دیکھنے لگا جو اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ ان میں خرگوش بھی تھے، تیتر بھی تھے اور ایسے ہی چھوٹے چھوٹے کئی جانور تھے۔

شیران، ایک درخت کے تنے سے چپک کر کھڑا ہوگیا اور انتظار کرنے لگا کہ کوئی جانور اِدھر سے گزرے تو وہ اُس کا شکار کرے۔ چند لمحوں بعد ایک خرگوش اپنی جوانی کے زعم میں اس طرف بڑھا۔ دوسرے خرگوش بھی اس کے پیچھے لپکے۔ جونہی وہ خرگوش درخت کے قریب پہنچا شیران کا ہاتھ بجلی کی تیزی سے بڑھا اور لکڑی خرگوش کے سر پر پڑی لیکن وار اتنا کاری تھا کہ اُس کے بھیجے کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ وہ اُچھلا اور پھر گر کر تڑپنے لگا۔

شیران آگے بڑھا اور خرگوش کو اُٹھالیا۔ دوسرے خرگوش پلک جھپکتے میں غائب ہوگئے تھے۔ شیران نے وہیں کھڑے کھڑے خرگوش کی نرم و نازک کھال اُدھیڑ ڈالی اور کچا گوشت دانتوں سے نوچ نوچ کر کھانے لگا۔

خرگوش کھانے کے بعد اُس نے وحشیانہ انداز میں ڈکار لی۔ اب وہ ایک بار پھر چاق و چوبند نظر آرہا تھا۔ درختوں کے طویل سلسلے کو عبور کرکے وہ ایک ایسے میدان میں پہنچ گیا جہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر جھونپڑیاں بنی ہُوئی تھیں۔

میدان کی سب سے پہلی جھونپڑی کے قریب پہنچ کر اُس نے زور سے آواز لگائی۔ "کوئی ہے۔۔۔"

جواب میں جھونپڑی سے جو برآمد ہُوا، اُسے دیکھ کر شیران کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ ایک چھوٹی سی لڑکی تھی جو خدوخال سے اُنہی علاقوں کی رہنے والی معلوم ہوتی تھی۔ شیران پر نظر پڑتے ہی اُس کے حلق سے گھُٹی گھُٹی چیخ نکل گئی۔ شیران ہاتھ اُٹھا کر نہایت نرم لہجے میں بولا۔

"مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تمھیں کوئی نقصان

نہیں پہنچاؤں گا۔" یہ جملہ اُس نے مقامی زبان میں ہی ادا کیا تھا۔

لیکن وہ لڑکی اب بھی سہمے ہُوئے انداز میں جھونپڑی کی دیوار سے چپکی ہُوئی کھڑی تھی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

"تم میرے جسم اور لباس پر جو یہ خون کے دھبّے دیکھ رہی ہو، یہ میرے اپنے خون کے ہیں۔ مجھے جنگلی جانوروں نے زخمی کردیا تھا۔۔۔"

لڑکی پھر بھی کچھ نہ بولی تو شیران نے قدرے غصیلے انداز میں کہا۔ "اندر جا، کوئی اور ہو تو اُسے بُلا کر لا۔"

لڑکی غڑاپ سے جھونپڑی میں گھُس گئی۔ شیران کافی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ جب جھونپڑی سے کوئی برآمد نہ ہُوا تو جھنجلا کر وہ خود جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔ سامنے ہی اُسے ایک شخص نظر آیا جو پیال کے ڈھیر پر بیٹھا پریشان نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر وہ لڑکی سہمی ہُوئی کھڑی تھی۔

شیران نے پیال پر بیٹھے شخص کا بغور جائزہ لیا۔ وہ دراز قامت تھا لیکن مقامی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے دونوں بازو، پٹیوں میں لپٹے، گردن پڑی ڈوریوں میں جھُول رہے تھے۔ اُس کے دونوں پیر بھی زخمی تھے۔ شیران نے اس کی طرف دیکھ کر دوبارہ لڑکی پر نظر ڈالی، پھر ہنس پڑا۔

"کیا یہ جنگلی بلّی تمھاری ہے؟" شیران نے زخمی شخص سے پوچھا لیکن وہ۔۔۔ پریشان نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ شاید مقامی زبان، اُس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔۔۔ پھر شیران نے انگریزی میں پوچھا۔ "اس جنگلی بلّی سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

انگریزی سُن کر اُس شخص کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ جنگلی بلّی دراصل میری میزبان ہے۔" اُس نے جواب دیا۔ "تم سے ڈر کر یہاں آچھپی ہے۔ اپنی چیاؤں میاؤں میں مجھ سے کچھ کہہ رہی تھی۔ اس کی زبان آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ عام حالات میں اشاروں سے کام چل جاتا ہے لیکن خوف زدہ ہونے کے باعث یہ اشارے بھی بھُول گئی ہے۔"

"اوہ۔۔۔" شیران نے قہقہہ لگایا پھر بولا۔ "تم مقامی باشندے نہیں معلوم ہوتے۔"

"ہاں، میرا تعلق یہاں سے نہیں ہے لیکن تم انگریزی روانی سے بول لیتے ہو۔ ویسے شکل صورت سے تم بھی مجھے مقامی نہیں لگتے لیکن تمھارا حلیہ۔۔۔ کیا تم جنگلوں میں بھٹکتے پھرے ہو؟ کوئی مہم سر کرنے نکلے تھے یا کسی خزانے کی تلاش میں سرگرداں تھے؟ تم یا تم کے مشرقی علاقے میں سفر کرتے ہُوئے یہاں تک پہنچے ہو۔ تمھارے بدن پر پڑے ہُوئے نشانات اور کیفیات یہی بتاتی ہیں۔"

"تم بہت اعلا قسم کے قیافہ شناس معلوم ہوتے ہو۔ بہرطور، اس جنگلی بلّی سے کہو کہ مجھے کھانے کے لیے کچھ دے۔ خرگوش کا کچا گوشت کھانے کے بعد میری طبیعت متلانے لگی ہے۔"

"کچا گوشت۔۔۔" اس شخص کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں۔۔۔ پہلے میرے کھانے پینے کا انتظام کرو۔۔۔ کیا یہ جھونپڑا تمھارا ہے؟"

"نہیں، دوست! میں نے بتایا تھا نا۔۔۔ کہ یہ لڑکی میری میزبان ہے۔ اس کا نام چانی کی ہے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر بستی میں رہتی ہے۔ یہاں از راہِ کرم میری میزبانی کررہی ہے۔ دراصل میں شدید زخمی ہوں۔"

"وہ تو نظر ہی آرہے ہو۔ تم اشارے کی زبان میں اس سے کہو کہ میرے کھانے پینے کا بندوبست کرے۔۔۔ بلکہ ٹھہرو، میں خود اس سے بات کرتا ہوں۔"

شیران لڑکی کی طرف متوجہ ہُوا پھر انتہائی نرم لہجے میں بولا۔ "تم نے دیکھا، تمھارے ساتھی نے مجھ سے کوئی خوف نہیں کھایا۔ میں نے اسے اپنے بارے میں بتادیا ہے۔ دراصل میں بھی ایک پریشان حال مسافر ہوں۔ میں جنگلوں میں بھٹک رہا تھا کہ جنگلی جانوروں نے مجھے زخمی کردیا۔ دیکھو، میری کیا حالت ہوگئی ہے۔ میں بھوک سے تڑپ رہا ہوں۔ اچھی لڑکی! کیا تم مجھے کھانے کے لیے کچھ دوگی؟"

لڑکی کے چہرے پر اب کسی قدر اطمینان کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ اُس نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور اُس نے مُسکراتے ہُوئے اثبات میں گردن ہلادی۔ تب لڑکی کے ہونٹوں پر بھی مُسکراہٹ اُبھر آئی۔ اُس نے گردن ہلائی اور شیران کی طرف دیکھ کر بولی۔

"تم تو ہماری زبان بھی جانتے ہو اور شاید اس کی زبان بھی بول لیتے ہو۔ یہ بڑا اچھا ہُوا۔۔۔ ٹھہرو، ابھی میں تمھارے لیے کچھ لاتی ہُوں۔"

"لیکن، سنو لڑکی! کسی کو میرے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ بس خاموشی سے جاؤ اور خاموشی ہی سے لَوٹ آؤ۔"

"میں نے تو اس کے بارے میں بھی کسی کو کچھ نہیں بتایا ہے۔" لڑکی بولی اور قلانچیں بھرتی ہُوئی جھونپڑی سے نکل گئی۔

شیران آرام سے زمین پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ پیال پر بیٹھا ہُوا زخمی آدمی عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے شیران کے ہاتھوں اور مُنہ پر جمے ہُوئے خون کو دیکھ کر اندازہ لگالیا تھا کہ وہ اس کا اپنا خون نہیں تھا کیونکہ اُس کے جسم پر کوئی زخم نظر نہیں آرہا تھا۔۔۔

تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر وہ بولا۔

"میرا نام دنود ہے۔۔۔ تمھارا کیا نام ہے؟"

"پہلے میں کھانا کھا لوں، اس کے بعد تمھارا نام سنوں گا اور اپنا نام بتاؤں گا۔" شیران نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی کھانے پینے کی بہت سی چیزیں لے آئی اور شیران، ان پر ٹوٹ پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے سب کچھ صاف کر دیا پھر اس طرح چونک کر زخمی آدمی کی طرف دیکھا جیسے اب تک اس کی موجودگی سے بے خبر رہا ہو۔

"اوہ، سوری... میں تمھیں کھانے کے لیے پوچھنا تو بھول ہی گیا۔ کیا اس میں تمھارا کھانا بھی شامل تھا؟"

"یقیناً..." زخمی شخص مسکرایا۔ شیران بھی ہنسنے لگا۔

"میں اتنا ہی بھوکا تھا کہ اس وقت مجھے کھانے کے علاوہ کوئی بات یاد نہ رہی تھی۔"

"ہاں، اس کا اندازہ ہو رہا تھا۔"

"کیا تم یقین کرو گے کہ کئی دن کے فاقے کے بعد میں نے صرف ایک کچا خرگوش چبایا تھا۔ کیا یہ خوراک ایک آدمی کے لیے کافی ہے۔"

"کچا خرگوش...؟" اس شخص نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں..." شیران نے کہا اور ہنسنے لگا لیکن اس کی یہ ہنسی بے حد خوفناک تھی... اور اجنبی اپنے جسم میں خوف کی لہریں محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

☐

آبدوز پر ان لوگوں کا شاندار استقبال کیا گیا تھا۔ ان کے آرام کے لیے نشست گاہوں کا بندوبست پہلے ہی کر دیا گیا تھا۔ آبدوز کے زیرِ آب جاتے ہی انھیں سب سے پہلے غسل کرنے کا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ وہ جدید ترین آبدوز تھی جس میں ضروریاتِ زندگی کے سارے لوازمات موجود تھے۔

جب تمام لوگ غسل سے فارغ ہو گئے تو انھیں ڈائننگ روم میں لے جایا گیا۔ جہاں انواع و اقسام کے ڈرائی فروٹ اور دوسری چیزیں میز پر سجی ہوئی تھیں۔ یہاں وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے ایک شخص نے ان سے ملاقات کی جس کے سینے پر نمبر سات لکھا ہوا تھا۔ اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر خان! آپ مجھے وائی تھری سیون کہہ سکتے ہیں۔ میں، اس آبدوز کا کیپٹن ہوں اور میرا تعلق وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے خفیہ سمندری محکمے سے ہے۔ مجھے آپ کے سلسلے میں خصوصی ہدایات کل شام ہی موصول ہوئی ہیں۔ جن کے تحت شاید آپ کے پروگرام میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے۔ مجھ سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر آپ جنرل تماور کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو میں اُسے ایک محفوظ جگہ پہنچا دوں۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ آپ لوگ سمندر میں مستعد کیوں نہیں تھے۔ ہم لوگ کسی بھی لمحے خطرناک حالات سے دوچار ہو سکتے تھے اور ہمارے تمام کیے کرائے پر پانی پھر سکتا تھا۔"

نعمان خان کے درشت رویے پر بھی وائی تھری سیون کے چہرے پر کسی قسم کے تردد کے آثار پیدا نہ ہوئے۔ اس نے کہا۔

"میں نے آپ سے ٹرانسمیٹر پر بھی عرض کیا تھا، یہ اتفاق ہے کہ ہمیں آپ کے پیغامات موصول نہیں ہو سکے۔ غالباً موسم کی خرابی کی وجہ سے ایسا ہوا اور ہم شرمندہ ہیں کہ آپ کو بروقت خوش آمدید نہ کہہ سکے۔"

اس شخص کے نرم رویے نے نعمان خان کی درشتی کم کر دی اور خاموشی سے کھانے پینے کی چیزوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر اُسے خود ہی اپنے سخت رویے کا احساس ہوا اور اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "سوری کیپٹن! میں، آپ کو کھانے پینے کی شرکت کی دعوت نہ دے سکا۔ آپ یقیناً اندازہ لگا چکے ہوں گے کہ ہم کن حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں، اس کے بعد یہ کیفیت فطری تھی۔ تاہم اگر آپ محسوس نہ کریں تو ہمارے ساتھ کافی پیئں۔"

"میں، آپ کی اس دعوت کو شکریے کے ساتھ قبول کرتا ہوں۔" کیپٹن نے فراخ دلی سے کہا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کی ایک شکن بھی نمودار نہیں ہوئی تھی۔ وہ بیٹھ گیا۔

نعمان خان نے اپنے ہاتھ سے کافی بنا کر اُسے پیش کی جسے اس نے شکریے کے ساتھ قبول کر لیا... پھر کافی پینے کے دوران وہ ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ کافی ختم کر کے کیپٹن اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے نعمان خان کو اپنے ساتھ آنے کی دعوت دی۔ نعمان خان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

کیپٹن، اُسے ساتھ لیے ہوئے اپنے کیبن میں آ گیا... نہایت شاندار کیبن تھا۔ اس اٹامک آبدوز کو دیکھ دیکھ کر نعمان خان کو چکر آ رہے تھے۔ ایسی جدید ترین آبدوز کا نعمان خان نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کیپٹن نے ایک رپورٹ، اس کے سامنے پیش کر دی جو اُسے ایک مخصوص ذرائع سے حاصل ہوئی تھی۔ نعمان خان رپورٹ پڑھنے لگا۔ رپورٹ کچھ یوں تھی۔

"جیسا کہ تمھارے بارے میں اطلاع ملتی رہی ہے کہ تم نہایت کامیابی اور جانفشانی سے اپنے معرکے سرانجام دے رہے ہو اور تم نے ہر مشکل پر قابو پایا ہے یہاں تک کہ اب تم اس ساحلی علاقے کے قریب دیکھے گئے ہو جہاں سے تمھیں آبدوز پر پہنچنا ہے۔ تمھیں اطلاع دی جاتی ہے کہ اس کامیاب کاوش پر، جو اب تک تم نے کی ہے، ہماری مبارکباد قبول کرو۔ تمھاری فائل میں

تمھارے اس کارنامے کو بہترین الفاظ میں درج کیا جائے گا۔ نیز یہ کہ ہم نے تمھیں اس قابل پایا کہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے وہ اہم ترین کام تمھیں سونپے جا سکتے ہیں جو ہم اپنے خاص آدمیوں ہی کے سپرد کرتے ہیں... اب اس سلسلے میں ہم نے تمھارے لیے ایک نئی مہم کا آغاز کیا ہے۔ ہر چند کہ یہ مہم تمھاری اپنی کارروائیوں کا ایک حصہ ہے، یعنی وہ پروگرام جو ہم نے تمھیں پیش کیا ہے اور جسے تم نے پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے، اسی پروگرام کی یہ ایک شاخ ہے، جس کے لیے تم جیسے اہم ترین آدمی کا تعین کیا گیا ہے... اس آبدوز پر تمھیں وائی تھری سیون ملے گا۔ تم اسے ایڈمرل کے عہدے تک سمجھ سکتے ہو۔ چنانچہ اس کے احکامات کی پابندی اور اس کے ساتھ تعاون تم پر فرض کیا گیا ہے۔ باقی تفصیلات تمھیں، وائی تھری سیون ہی سے ملیں گی۔"

نعمان خان نے چونک کر کیپٹن کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ نعمان خان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ شخص اتنی بڑی حیثیت کا مالک ہو گا جس سے اس نے درشتی سے بات کی تھی۔ کیپٹن کو مسکراتے دیکھ کر، اس کی آنکھوں میں ندامت کے آثار ابھر آئے... پھر اس نے رپورٹ کیپٹن کی طرف بڑھاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"سوری کیپٹن! میں آپ کے ساتھ، آپ کے شایانِ شان سلوک نہ کر سکا۔ مجھے اس کا شدید دکھ ہے۔"

"اوہ نہیں... تم جن حالات سے گزر کر آئے ہو، اگر میں تمھاری جگہ ہوتا تو میری حالت شاید تم سے زیادہ خراب ہوتی... لہٰذا پچھلی باتیں بھول جاؤ۔"

"آپ ایک فراخ دل انسان ہیں، ایڈمرل! میں، آپ کی شخصیت سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ بہرطور میں اپنے اس مشن کی تکمیل کے لیے بھی دل و جان سے حاضر ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ! میں آپ کو اس نئی مہم کی تفصیلات ابھی بتلاتا ہوں لیکن ایک مخصوص حد تک۔ اس مہم کی کامیابی ہی پر ہمارے مشن کی کامیابی کا دارومدار ہے۔ آپ کو اس سلسلے میں بہت کچھ ذہن نشین کرنا ہو گا اور اس کے ساتھ ہی ان کی مشق بھی کرنا ہو گی۔ اس کے لیے آپ کو پندرہ دن دیے گئے ہیں۔"

نعمان خان نے حیرت سے اس کی باتیں سنیں۔ اسے کیپٹن کی باتوں ہی سے اس مہم کی نزاکت کا احساس ہو گیا تھا

"آپ کو ایک ایسے شخص کا کردار ادا کرنا ہے۔" کیپٹن نے سنجیدگی سے کہا۔ "جو ویلیٹا کا باشندہ ہے لیکن کم عمری ہی میں وہ، ویلیٹا سے نکل گیا۔ اس نے بلجیئم میں پرورش پائی لیکن ویلیٹا میں اس کے اہلِ خاندان موجود ہیں۔ وہ بلجیئم کے ایک خاص کردار کی حیثیت سے وہاں پہنچے گا اور اسی حیثیت سے کچھ کارنامے سرانجام دے گا۔ میں، آپ کو اس شخص کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کر دوں گا۔"

"بہتر ایڈمرل! یہ تفصیلات مجھے کب تک مل جائیں گی...؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"اگر آپ تھکن محسوس نہ کر رہے ہوں تو ابھی بتا دیتا ہوں۔"

"نہیں، میں خود کو کافی تروتازہ محسوس کر رہا ہوں۔ آپ ابھی اس بارے میں بتا سکتے ہیں۔" نعمان خان نے کہا... اور مستعد ہو کر بیٹھ گیا۔

"اس شخص کا نام ٹیری کین ہے۔ ویلیٹا کے ایک دیہات کا باشندہ ہے لیکن نوعمری ہی میں اس کے والدین نے اُسے بلجیئم بھیج دیا تھا... اور اس کے بعد وہ ایک بڑے ملک کے لیے بہت کچھ کرتا رہا ہے۔ اب آپ کو اس کی حیثیت میں ویلیٹا جانا ہے۔"

"اوہ... لیکن کیا میرا قد و قامت، میری جسامت اور شکل و صورت ایسی ہے کہ میں بہ آسانی اس شخص کا روپ دھار سکوں؟"

"بے شک... بہت سوچ سمجھ کر اور دیکھ بھال کر اس سلسلے میں آپ کا انتخاب کیا گیا ہے... صرف آپ کا چہرہ اور چال ڈھال، اس شخص سے مختلف ہے لیکن پندرہ دن تک آپ اس کی مشق کریں گے پھر آپ کے چہرے پر ٹیری کین کا میک اپ کر دیا جائے گا... البتہ آپ کو اس شخص کا روپ دھارنے کے لیے شدید محنت اور مشق کرنا ہو گی۔ کیونکہ ہمارے پاس پندرہ دن سے زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں، ایڈمرل! بہرطور، آپ مجھے پیچھے نہیں پائیں گے۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے، اس وقت کی نشست میں اتنی گفتگو کافی ہے۔ رات بھر مکمل آرام اور بھرپور نیند کے بعد جب آپ بیدار ہوں گے تو نئے اور خوشگوار دن میں ہم آپ کو تمام تفصیلات سے آگاہ کر دیں گے اور پھر آپ کے کام کا آغاز ہو جائے گا۔"

نعمان خان نے گردن ہلا دی۔ گویا سلسلۂ گفتگو ختم ہو گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گیا جو اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے مختصراً اپنے ساتھیوں کو نئی مہم کے بارے میں بتایا۔

وہ سب لوگ اس نئی مہم پر حیرت کا اظہار کر رہے تھے اور کسی

قدر اُلجھے ہُوئے بھی تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ نئی مہم، سابقہ مہم سے زیادہ دُشوار ثابت ہوگی۔

"لیکن جنرل تھادر کے سلسلے میں کیا ہُوا؟ ہمیں تو اس کام پر مامُور کیا گیا تھا۔ کیا حکّام نے آپ کی وہ پہلی مہم منسُوخ کر دی؟" شیرر نے پوچھا۔

"نہیں، یہ مہم بھی اُسی مُہم کا ایک حصّہ ہے اور ہمیں اس کے لیے زیادہ موزوں سمجھا گیا ہے۔"

"کیا آپ مطمئن ہیں، نعمان خان؟"

"ہاں، میں ہر وہ کام کرنے کو تیار ہُوں جو میرے سپرد کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ میرے لیے ایک آزمائش کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی ہدایت میرے خان بابا نے کی ہے۔"

"ٹھیک ہے، ہم لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔" شیرر نے کہا۔

"اب تم لوگ آرام کرو۔ میں بھی آرام کرنا چاہتا ہُوں۔" نعمان خان نے کہا۔

... پھر نعمان خان بستر پر لیٹا تو بارہ گھنٹے کی نیند پوری کرکے ہی بیدار ہُوا۔ اور اس وقت اُس نے خود کو بے حد تر و تازہ محسوس کیا تھا۔ اس کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی یہاں موجود نہیں تھا۔ وہ اپنے کیبن سے نکل آیا اور باتھ روم کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ایک خوبصورت لڑکی اُس کے قریب پہنچ گئی۔

"میرا نام مارٹینا ہے، جناب! باتھ رُوم سے فارغ ہو جائیں تو ناشتے کے لیے ڈائننگ رُوم میں پہنچ جائیں۔ وہاں آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے۔"

"شکریہ، مارٹینا! میں ابھی پہنچتا ہُوں۔" نعمان خان نے کہا۔

چند منٹ بعد ہی وہ، ڈائننگ رُوم میں پہنچ گیا... وہاں وائی تھری سیون اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ رسمی سی علیک سلیک کے بعد ناشتہ خاموشی سے کیا گیا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وائی تھری سیون نے کہا۔

"مسٹر نعمان خان! رات بھر کے سفر کے بعد ہم اس وقت ٹراپیکل نامی جہاز کے قریب موجود ہیں۔ یہ ہمارا اپنا جہاز ہے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو اس جہاز پر منتقل کر دیا جائے گا اور وہاں آپ کی تربیت کا آغاز ہوگا۔"

"اوہ، گویا میری تربیت جہاز پر ہوگی۔" نعمان خان نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"جی ہاں... اور آپ کے ساتھی، آپ کے ساتھ نہیں ہوں گے۔ ان کے بارے میں بعد میں فیصلہ کیا جائے گا کہ آیا اس مہم میں انھیں ہی آپ کے ساتھ بھیجا جائے یا کچھ اور لوگ آپ کے ساتھ ہوں۔"

نعمان خان نے کوئی جواب نہ دیا لیکن اُس کے ساتھی یہ [سُن] کر کسی قدر افسُردہ ہو گئے۔ بہرطور چند رسمی کارروائیوں کے بعد [نعمان] خان کو جہاز پر منتقل کر دیا گیا۔

وائی تھری سیون بھی اُس کے ساتھ جہاز پر پہنچا تھا۔ وہ[اں] اس نے نعمان خان کا تعارف، اسکارو نامی ایک شخص سے کرایا، [جو] اس کا تربیّت کنندہ تھا۔

یہ شخص، بلڈاگ کی سی شکل کا مالک تھا۔ اُس کے جبڑے [لٹکے] ہُوئے تھے اور چہرے پر اس قدر جھُریاں تھیں کہ انھیں شمار کرنا [دُشوار] تھا۔ اُس کی بھنوؤں کے بال تک سفید تھے... لیکن اپنی جسمانی ساخ[ت] اور حرکات و سکنات سے وہ ایک چاق و چوبند اور جوان آدمی م[علوم] ہوتا تھا۔ چنانچہ نعمان خان، اسکارو کے ساتھ ایک کیبن میں چلا گیا۔

یہ ایک بہت بڑا جنگی جہاز تھا۔ چاروں طرف طیّارہ شکن توپیں نصب تھیں۔ لاتعداد فوجی اِدھر اُدھر اپنے اپنے کاموں م[یں] مصروف تھے۔ اس عظیم الشان جہاز کو دیکھ کر نعمان خان نے گہ[ری] سانس لی تھی۔ جس کیبن میں اُسے لے جایا گیا تھا، وہ شاید اس[ی کے] لیے مخصوص تھا۔ کیونکہ کیبن زیادہ کشادہ نہیں تھا اور اس میں آرام کا مختصر سا سامان موجود تھا۔

نعمان خان نے کیبن میں اسکارو کے ساتھ چائے پی۔ ا[سکارو] کا چہرہ بالکل بے تاثر تھا۔ نعمان خان کو یہ شخص کچھ زیادہ پسند نہیں [آیا] لیکن اُس کے چہرے کے برعکس، اُس کی آواز نہایت نرم اور خلیق [تھی۔] بہرطور، نعمان خان کو ان تمام باتوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اُ[سے] پندرہ دن کے اندر اندر اپنی تربیت مکمل کرکے یہاں سے چلے جانا تھ[ا۔]

جب اسکارو، اسے کیبن میں چھوڑ کر چلا گیا تو وہ ایک آرام کر[سی] پر بیٹھ کر اپنے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ کہاں سے چلا تھا اور کہاں [آ] گیا تھا۔ حالات بھی عجیب ہوتے ہیں۔ انسان کو اپنے ہی دھارے پر لیے چلے جاتے ہیں۔ اُسے شیران سے دُشمنی تھی، بہنوں کا انتقام لینا تھا، لیکن تقدیر نے اُسے کہاں اُٹھا پھینکا تھا۔

بہرطور وہ تقدیر سے شاکی نہیں تھا۔ اُس کے سامنے اُس کے بھائیوں کا مستقبل تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اُس کے بھائی، ہر فکر سے بے نیاز ہو کر زندگی گزاریں۔ اُس نے تو اپنی زندگی اپنے اہلِ خاندان کے لیے وقف کر دی تھی۔

... پھر اُس کی تربیت کا آغاز ہو گیا۔ اسکارو، اُسے اُن تمام مراحل کی تفصیلات بتا رہا تھا جن سے اُسے گزرنا تھا۔ سب سے پہلے اس نے نعمان خان کو ویلیٹا کے نقشے ازبر کرائے۔ وہاں کے تمام چھوٹے چھوٹے شہروں اور بستیوں کے نام ذہن نشین کرائے پھر وہاں کے لوگوں کی

عادات اور رسم و رواج کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ اُس کے بعد ٹیری کین کے آبائی گاؤں، اس کے دوستوں، عزیزوں اور رشتے داروں کا نمبر آیا۔

معلومات کے اس بحرِ بیکراں کو یاد رکھنا کس قدر دُشوار کام تھا، اس کا اندازہ نعمان خان کو اب ہو رہا تھا... ان تمام خرافات کو وہ یاد تو کر رہا تھا لیکن اُسے اس بات پر حیرت تھی کہ اس شخص اسکارو کو یہ سب کیسے ازبر تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ٹیری کین کے بارے میں نہیں بلکہ اپنے بارے میں بتلا رہا ہو۔

اپنے ذہن اور ذمّے داری کی اہمیت کے پیشِ نظر، وہ اسکارو کے ساتھ روزانہ تقریباً چودہ گھنٹے کام کرتا۔ وہ اپنی تمام تر کوششیں اس بات پر صرف کر رہا تھا کہ کہیں کسی مرحلے پر ان لوگوں کو اُس کے اندر کسی کمزوری کا احساس نہ ہونے پائے۔

ایک شام اسکارو، اُس کے ساتھ اپنے کیبن میں بیٹھا ہُوا ایک نقشے پر غور کر رہا تھا۔ وہ کافی دیر سے نقشے پر نگاہیں جمائے خاموش بیٹھا تھا اور نعمان خان اُس کی صُورت دیکھ رہا تھا۔ دفعتہً اُس نے سر اُٹھایا اور اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر گھونسہ مارتے ہُوئے بولا

"دقت تو یہ ہے کہ ویلیٹا میں ہمارے بے شمار آدمی پھیلے ہُوئے ہیں لیکن اُن کے وسائل اتنے محدود کر دیے گئے ہیں کہ اب وہ وہاں اپنی نقل و حرکت کے لیے بھی زندگی کی بازی لگانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور کوئی بھی کام آسانی سے نہیں کر سکتے... بدقسمتی یہ ہے کہ ویلیٹا تک کے راستے میں ہمارے دُشمن پھیلے ہُوئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری بھیجی ہُوئی رسد، صحیح و سالم ویلیٹا پہنچ جائے لیکن ہماری رسد کا دو تہائی حصّہ، دُشمن کی آبدوزوں کا شکار ہو جاتا ہے۔" اس نے ایک جگہ نقشے پر اُنگلی رکھتے ہُوئے کہا۔ "دیکھو، یہ ساحلی علاقہ ہے۔ یہ تمام ساحل اور اس کے قرب و جوار میں پھیلا ہُوا، چٹانوں کا لامتناہی سلسلہ ہزاروں میل کے علاقے میں ہے۔ ہم یہ اندازہ نہیں لگا پاتے کہ دُشمن کی آبدوزیں کہاں کہاں مقیم ہیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ آبدوزوں کا خفیہ اڈّا، ویلیٹا کے نزدیک ہی کہیں واقع ہے اور اس علاقے کی خفیہ طور پر کڑی نگرانی کی جاتی ہے۔ ہم نے وہاں اپنے بہت سے ایجنٹ بھیجے مگر ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا... پھر ہم نے وہاں کے مقامی مچھیروں کی خدمات حاصل کیں لیکن ناکام رہے۔ حالانکہ مقامی لوگ ہمارے ہم نوا ہیں۔ وہ موجودہ حکومت کو پسند نہیں کرتے اور آرمینس سراوانو کو برسرِ اقتدار لانے کے خواہش مند ہیں لیکن دُشمن نے وہاں اتنا مضبوط جال پھیلا رکھا ہے کہ وہ کھوج لگانے کی کوشش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اس ناکامی کا ہمیں اعتراف ہے مگر ہم اپنی ترسیلِ رسد پر یہ دباؤ برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمیں احساس ہے کہ ابھی ہمیں مزید نقصانات اُٹھانا ہوں گے لیکن ویلیٹا کے چٹانی دراڑوں میں گھِرے ہُوئے سمندر میں واقع آبدوزوں کا اڈّا ہر حال میں دریافت کرنا ہے... اور یہی تمہاری مہم ہے، نعمان خان!" اسکارو نے کہا۔

"صرف یہی...؟" نعمان خان نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں..."

"گویا آبدوزوں کے صرف ایک اڈّے کی دریافت کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ فرض کیجیے، میں اڈّا دریافت کر لیتا ہُوں، تو کیا اُسے تباہ کرنا بھی میرے فرائض میں شامل ہوگا؟"

"نہیں، ہرگز نہیں... تمھارا کام صرف اتنا ہے کہ اس اڈّے کا سُراغ لگاؤ اور وہاں سے فوراً نکل آؤ اور جس طرح بھی ممکن ہو، اپنی رپورٹ ہم تک پہنچا دو... پھر ہم جانیں اور ہمارا کام جانے۔"

"میرے خیال میں یہ مہم اتنی اہم تو نہیں ہے۔"

"ابھی تمھیں اس کی اہمیت کا احساس نہیں ہے۔ آبدوزوں کے اس خُفیہ اڈّے کی دریافت، ہمارے لیے ایک اہم کارنامے سے کم نہیں ہوگی۔ ویسے تمھیں پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ یہ مہم تمھاری پہلی مہم ہی کا ایک حصّہ ہے لیکن یہ مہم، اس مہم سے زیادہ اہم ہے۔"

"ٹھیک ہے، مجھے صرف کام کرنے سے غرض ہے۔ میں چند سوالات پوچھنا چاہتا ہُوں۔"

"ٹھہرو..." اُس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک تصویر نکال کر، نعمان خان کے سامنے رکھ دی۔ "تم نے پہلے اسے کہیں دیکھا ہے؟"

"جی..."

"کہاں...؟"

"آپ شاید بھُول گئے کہ یہ تصویر آپ ہی نے مجھے دکھائی تھی۔ ٹیری کین کی تصویر ہے۔"

"نہیں... یہ تم ہو... سمجھے تم خود ہو، اس بات کو کبھی فرامو[ش] نہ کرنا۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ تم ویلینس باشندے ہو، جو بلجیئم [میں] تربیت پانے کے بعد ہمارے دُشمن کے لیے کام کر رہا ہے اور اب ایک طویل چھُٹی پر گھر جا رہا ہے۔ میں تمھیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ تمھار[ی] واپسی کے لیے مناسب انتظامات کر دیے گئے ہیں۔ چونکہ کسی کو ا[س] بات کا علم نہیں ہے کہ ٹیری کین مر چکا ہے، اس لیے کسی کو تمھاری واپسی پر حیرت نہیں ہوگی۔"

نعمان خان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس سے بہتر کوئی اور طریقہ ہمارے ذہن میں نہیں آسکتا کہ ویلیٹا ہی کا کوئی باشندہ ہمارے لیے کام کرے' اب تک جو ایجنٹ بھیجے گئے' وہ اس علاقے میں اجنبی تھے لیکن اب تم ویلیٹا کے باشندے ہو اور تمھیں پورا پورا حق ہے کہ ویلیٹا کے اطراف میں گھومو اور وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کرو، وہ تمھارا وطن ہے۔ اس کے علاوہ تمھارے پاس وہاں کی حکومت کے کاغذات ہوں گے جن کی وجہ سے تمھیں وہاں ایک معزز حیثیت حاصل ہوگی اور تمھاری ہر نقل و حرکت، کسی قسم کے بھی شک اور شبہے سے بالاتر ہوگی... ہاں' میں تمھیں یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ وہاں، تمھاری ملاقات' ہمارے کسی ایجنٹ سے بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیے تمھیں اس طرف سے بھی محتاط رہنا ہوگا۔ کیونکہ وہ ایجنٹ' وہاں کی حکومت کی نظروں میں آچکے ہیں۔" اسکارو نے کہا... اور نعمان خان ہنس پڑا۔

"کمال ہے۔ گویا ہمارے دوست' ہمارے دشمن اور ہمارے دشمن' دوست ہوں گے۔"

"بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے' دوست!" نعمان خان نے پہلی بار، اسکارو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔

۞

ناھتن پہاڑیوں کے ساتھ ساتھ اُن کا سفر جاری تھا۔ اب وہ سدھاشی کی زندگی بچانے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کرنا چاہتے تھے۔ مارلینو سے گفتگو کے بعد' انھیں اطمینان ہوگیا تھا کہ اُنھوں نے کوئی غلط قدم نہیں اُٹھایا ہے۔ ویسے بھی اب وہ شیران کی تلاش سے اُکتا گئے تھے۔ بھلا اس وحشی کا کیا ٹھکانہ، نہ جانے کہاں بھٹکتا پھر رہا ہو۔ چونکہ مارلینو کا حکم تھا اور پھر خود اُن کے اپنے ذہنوں میں شیران کے لیے کہیں نہ کہیں کوئی جگہ موجود تھی، اس لیے یہ سب باتیں مل کر، انھیں مجبور کر رہی تھیں کہ شیران کی تلاش جاری رکھیں۔

... اس کے باوجود سدھاشی کی زندگی اُن کی نگاہ میں بے حد اہم تھی۔ کیونکہ وہ، اُن کی ساتھی تھی، شیران کا کیا تھا، اگر وہ اس علاقے میں موجود تھا تب بھی اپنی حفاظت خود کر سکتا تھا۔

اُنھیں بے چینی سے ہیلی کاپٹر کی آمد کا انتظار تھا اور سفر کے دوران بار بار اُن کی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھ رہی تھیں۔ وہ لوگ اس سلسلے میں آپس میں بات چیت بھی کرتے جا رہے تھے۔

"اگر گانگ ہو سے فوری طور پر کوئی ہیلی کاپٹر روانہ ہو جائے تو اسے یہاں پہنچنے میں بہر طور کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگے گا۔ ویسے بھی ناھتن پہاڑیوں کا سلسلہ تاحدِ نگاہ پھیلا ہوا ہے اور اس کا اختتام مجھے بہت دُور نظر آ رہا ہے۔" میگنیشا نے کہا۔

"ہاں، تم ٹھیک کہتی ہو، میگنیشا! میں تو بس یہ چاہتا ہوں... کہ سدھاشی کو فوری طور پر طبی امداد مل جائے۔" گریجر نے کہا اور میگنیشا نے گردن ہلا دی۔ وہ سدھاشی کا سر اپنے زانو پر رکھے بیٹھی تھی۔ سدھاشی کے چہرے پر جا بجا نیل پڑے ہوئے تھے اور جسم کی کئی ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ اس سے ان لوگوں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ کسی بلندی سے گری تھی اور یہ ٹوٹ پھوٹ اسی سلسلے میں ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کے جسم پر کوئی ایسا زخم نہیں تھا جو کسی تیز دھار آلے یا پستول کی گولی کا ہو۔ اُنھوں نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے کہ سدھاشی خود کسی حادثے کا شکار ہوگئی ہو، اور ان کے ذہنوں میں شیران کے لیے خواہ مخواہ نفرت پیدا ہوگئی ہو۔

سب لوگ اپنے اپنے طور پر اندازے ہی لگا رہے تھے، حقیقت کیا تھی، وہ تو صرف سدھاشی ہی بتا سکتی تھی... لیکن سدھاشی کی جو حالت تھی' اُس سے اندازہ ہوتا تھا کہ طویل عرصے تک اُس کے ہوش میں آنے کا امکان نہیں ہے۔

راستے کی صعوبتوں کو سہتے ہوئے وہ آگے بڑھتے رہے۔ ان کے ذہنوں میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح گانگ ہو پہنچ جائیں تاکہ سدھاشی کو بروقت طبی امداد مل سکے۔

اچانک اُنھیں دُور آسمان پر ایک سیاہ دھبّہ نظر آیا۔ میگنیشا نے یہ سیاہ دھبّہ سب سے پہلے دیکھا تھا۔ یہ دھبّہ اُن کی داہنی سمت، شمال مشرق کی جانب نمودار ہوا تھا۔ حالانکہ ہیلی کاپٹر کی آمد اس طرف سے متوقع نہیں تھی۔ تمام لوگ اس طرف متوجہ ہوگئے۔ وہ ایک نہیں بلکہ دو ہیلی کاپٹر تھے۔ دوسرا دھبّہ اُس کے پیچھے نمودار ہوا تھا۔

"یہ کس طرف سے آ رہے ہیں؟" گریجر نے حیرت سے کہا۔

"پتہ نہیں... ممکن ہے، ہم غلط سمت اختیار کر بیٹھے ہوں۔" میگنیشا نے کہا۔

"کیا خیال ہے، انھیں اپنی طرف متوجہ کیا جائے؟" گریجر نے پوچھا۔

"ابھی انتظار کرو۔ پتہ نہیں کون ہیں۔"

دھبّے آہستہ آہستہ واضح ہوتے جا رہے تھے۔ وہ تھوڑے تھوڑے فاصلے سے آگے بڑھ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر اُن کے سروں پر پہنچ گئے... پھر وہ نیچے جھکنے لگے۔ غالباً ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا۔ گریجر نے ایک گہری سانس لی۔ "خُدا کا شکر ہے کہ یہ بروقت پہنچ گئے۔"

ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ نیچے اُترتے آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ زمین پر ٹِک گئے... اور اُن کے پائلٹ اُتر، اُن لوگوں کے قریب پہنچ گئے۔

"آپ لوگ' اس طرف سے کہاں سے آئے ہیں؟" گریجر نے ایک پائلٹ سے پوچھا۔

"شاید ہمیں غلط سمت بتائی گئی تھی۔ ہم کافی دیر تک بھٹکتے رہنے کے بعد یہاں پہنچے ہیں۔" پائلٹ نے بتایا۔

بہرحال، گفتگو میں مزید وقت ضائع کیے بغیر وہ' سدھاشی کو لے کر ہیلی کاپٹروں میں پہنچ گئے۔ گریجر اور میگنیشا، سدھاشی کے ساتھ ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گئے۔ اُن کے دوسرے ساتھی، دوسرے ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگئے۔ تمام سامان اسی طرح چھوڑ دیا گیا تھا کیونکہ ہیلی کاپٹروں میں اُن کی گنجائش نہیں تھی۔ اس کا انتظام بعد میں بھی ہو سکتا تھا۔ سب سے پہلے تو سدھاشی کا مسئلہ تھا۔

سفر بہت تیز رفتاری سے طے ہوا تھا... پھر وہ اس وسیع و عریض عمارت کے احاطے میں اُتر گئے جو گانگ ہو میں اسپتال کے لیے مخصوص تھی۔ یہ اسپتال' مارلینو ہی کے خصوصی احکامات کے تحت تیار کیا گیا تھا۔

مارلینو جیسے شخص نے اسپتال کے سلسلے میں بھی جدید سہولتیں تیار کی تھیں۔ اُن میں اُس کی اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بھی کافی دخل تھا۔ بغیر ہاتھ پاؤں کا یہ شخص، دُنیا کا آٹھواں عجوبہ کہا جا سکتا تھا۔ اُس کی ذہنی وُسعت، کائنات کی وُسعت کی طرح تھی۔ اُس نے گانگ ہو میں ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیے تھے جن کی تفصیلات ابھی منظرِ عام پر نہیں آئی تھیں۔

مارلینو خود بھی وہیل چیئر پر وہاں موجود تھا۔ جب سدھاشی کو ہیلی کاپٹر سے اُتار کر، اسٹریچر پر لِٹایا گیا تو اُس نے گہری نظروں سے سدھاشی کو دیکھا اور اس کی آنکھوں میں غم کے تاثرات اُبھر آئے... پھر وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"اسے گرین چیمبر میں پہنچاؤ۔"

گرین چیمبر، اسپتال کا ایک مخصوص حصّہ تھا۔ مارلینو خود بھی وہیں پہنچ گیا۔ اس نے میگنیشا اور گریجر کو آرام کرنے کی ہدایت دی تھی کیونکہ گرین چیمبر میں کسی غیر متعلق شخص کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔

میگنیشا کے چہرے پر اُلجھن کے آثار تھے۔ گریجر نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بس، ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے' میگنیشا... سدھاشی کی زندگی ہوئی تو وہ بچ جائے گی۔ اب اس سلسلے میں ہمیں کوئی تردد نہیں کرنا چاہیے۔"

"نہیں، مجھے کوئی تردد نہیں ہے۔ ظاہر ہے' اُس بےچاری سے میرا کیا واسطہ۔"

"نہیں، میگنیشا! انسان کا انسان سے ہمیشہ واسطہ رہتا ہے۔ ہم اپنے آپ کو یہ کہہ کر نہیں بہلا سکتے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ سدھاشی کا یہ حشر، کیا واقعی شیران کے ہاتھوں ہوا ہے... اور پھر وہ وہاں پہنچی کیسے؟ اس وقت تو ہنگامی حالات کے تحت' ہم نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا لیکن اب تم مجھے بتاؤ، گریجر! تمھارا کیا خیال ہے، کیا سدھاشی، شیران ہی کے ہاتھوں مضروب ہوئی ہے؟"

"میں اس سلسلے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ویسے میرا خیال ہے کہ جس طرح ہمیں' شیران کے اس طرف ہونے کا علم ہوا تھا' اُسی طرح سدھاشی کو بھی اُس کی وہاں موجودگی کے بارے میں پتہ چلا ہو اور وہ' اُس کی تلاش میں وہاں جا پہنچی ہو۔"

"ہوں، یہ بات تو صاف ہوگئی کہ وہ اپنی محبت کی آگ میں سُلگتی ہوئی وہاں پہنچی تھی۔"

"نہیں، میگنیشا! اس سلسلے میں مجھے تم سے تھوڑا سا اختلاف ہے۔" گریجر نے کہا۔

"وہ کیوں؟"

"شیران کی وحشیانہ فطرت ہر شخص پر عیاں ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے کبھی کسی کے سامنے خود کو نرم چارے کی حیثیت سے پیش کیا ہو۔ وہ جیسا بھی انسان ہے، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ اُسے بعض اوقات انسان سمجھنے کو بھی دل نہیں چاہتا لیکن اس میں ایک خوبی نمایاں ہے۔"

"وہ کیا...؟"

"وہ یہ کہ، وہ لوگوں کو دھوکے میں نہیں رکھتا۔ اُس نے سب کو اپنے بارے میں تفصیل بتا دی ہے۔ اگر وہ چاہتا تو تم سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر سکتا تھا۔ اُسے تم پر دسترس حاصل تھی۔ وہ بالکل ہی جانور بھی نہیں ہے۔ یقینی طور پر اُس نے سدھاشی کو بھی بتا دیا ہوگا کہ اُس کے دل میں اُس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ چند باتیں تو تمھیں خود بھی معلوم ہیں کہ جب وہ ویرانے سے چلنے لگا تھا تو اُس نے سدھاشی کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش نہیں کی تھی... اگر وہ چاہتا تو سدھاشی کو محبت کا فریب دے کر اُسے لوٹتا رہتا اور بعد میں دھتکار دیتا... لیکن پھر ایسا موقع بھی آگیا کہ وہ کھلم کھلا سدھاشی کا دُشمن ہوگیا اور پاگلوں کی طرح چاروں طرف اُسے تلاش کرتا پھرا لیکن سدھاشی اُس کے ہاتھ نہ لگ سکی میں کہتا ہوں' میگنیشا! ان تمام باتوں کو جاننے کے بعد، سدھاشی کو کیا ضرورت تھی کہ وہ، اُس کی دیوانی ہو جاتی اور اُس کی تلاش میں جنگلوں میں ماری ماری پھرتی۔ اُسے خود بھی اپنا وقار قائم رکھنا چاہیے تھا۔ وہ کیوں پہنچی، شیران کی تلاش میں وہاں... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی حادثے

کے تحت وہ وہاں پہنچی ہو اور شیران سے سامنا ہوگیا ہو۔"

میگنیشا عجیب سی نگاہوں سے گریچر کو دیکھ رہی تھی پھر اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ مُسکراہٹ بالکل پھیکی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اُسے مُسکرانے پر مجبور کیا گیا ہو۔

"کیا تم مجھ سے متفق نہیں ہو؟"

"نہیں..."

"کیوں...؟"

"بس، تم یہ مت پوچھو۔ میں اس بحث میں زیادہ دُور تک نہیں جاسکتی لیکن میرا خیال ہے کہ عورت کے بارے میں تمھارا تجزیہ درست نہیں... محبت بڑی بُری شے ہے۔ جب دل و دماغ میں سرایت کرجائے تو انسان اپنی ہی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ خیر چھوڑو... ہم لوگ محبت کی دُنیا کے انسان نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اس کی بلا بجدسے بھی واقف نہیں۔ ہماری زندگی کے دھارے دوسرا رُخ اختیار کرچکے ہیں۔ مارلینو نے ہمیں سدھاشی سے دُور کردیا۔ پتہ نہیں، اس بےچاری کا کیا حال ہے۔"

"اگر تم کہو تو میں اُس سے درخواست کروں کہ وہ، ہمیں سدھاشی کو دیکھنے کی اجازت دے دے۔"

"نہیں، ابھی نہیں... وہ گرین چیمبر میں ہے اور گرین چیمبر پتہ نہیں کیا چیز ہے کہ مارلینو نے ہمیں وہاں لے جانا پسند نہیں کیا۔"

بہرطور۔ وہ دونوں اُلجھنوں کا شکار رہے۔ سدھاشی کے لیے اُن کے دل میں بےحد ہمدردی تھی۔

شام کو تقریباً سات بجے، مارلینو نے انھیں اپنی رہائش گاہ میں طلب کیا اور وہ دونوں وہاں پہنچ گئے۔ مارلینو کا چہرہ پُرسکون نظر آرہا تھا۔ تب میگنیشا نے پوچھا۔

"جناب، سدھاشی کی حالت اب کیسی ہے؟"

"بہتر ہے۔" مارلینو نے جواب دیا۔

میگنیشا کی آنکھوں مسرت کی لہریں پھیل گئیں۔ "وہ بچ تو جائے گی نا، جناب؟"

"یقیناً... ویسے خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا۔ اسے فوری طور پر خون دے دیا گیا ہے جس سے اس کی گرتی ہُوئی حالت سنبھل گئی ہے۔ اب تم لوگ مجھے اُس کے ملنے کا واقعہ سُناؤ۔" مارلینو نے کہا۔

"کوئی خاص واقعہ نہیں ہے جناب! ہم لوگ، آپ کے حُکم کے مطابق شیران کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ دریائے اُرسان کے کنارے ایک جگہ جھاڑیوں میں سدھاشی پڑی پائی گئی۔ اتفاق سے میں مُنہ دھونے اس طرف جانکلا تھا، ورنہ ہمیں پتہ بھی نہ چلتا۔"

"اس بات کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکے کہ اُس کی یہ حالت کس طرح ہُوئی؟"

"قطعی نہیں، جناب!"

"شیران کی اس علاقے میں موجودگی کے نشانات ملے؟"

"نہیں، جناب! ویسے اس علاقے میں چند جگہوں پر کچھ ایسے نشانات ضرور پائے گئے تھے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی ان ویرانوں میں بھٹکتا پھر رہا ہے لیکن ہم کسی کو وہاں نہ پاسکے۔"

"میری اطلاع غلط نہیں تھی۔ شیران اُنہی علاقوں میں موجود تھا۔ میں نے کچھ اور ذرائع سے بھی اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ویسے ایک بات اور میرے ذہن میں آتی ہے۔"

"کیا، مسٹر مارلینو؟" گریچر نے پوچھا۔

"اس بات کے بھی روشن امکانات موجود ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح شیران کے ہتھے چڑھ گئی ہو اور شیران نے اس سے انتقام لینے کی کوشش کی ہو۔"

"خود میرے ذہن میں بھی یہ خیال موجود ہے، جناب! اور ہم دونوں اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے ہیں۔" میگنیشا جلدی سے بولی۔

مارلینو گردن ہلانے لگا پھر مغموم لہجے میں بولا۔ "یہ لڑکی بےحد مظلوم ہے۔ پتہ نہیں، اس پر کیا بیتی۔ یہ خاصے دنوں سے بنکاک سے غائب تھی اور اس کے بارے میں کوئی صحیح پتہ نہ چل سکا تھا... بس اچانک ہی غائب ہوگئی تھی۔"

"جی ہاں، یہ بات تو ہمیں بھی معلوم ہے۔ خیال یہی تھا کہ یہ شیران کی کھوج میں نکل پڑی ہوں گی۔ کیونکہ یہ اُنہی دنوں کی بات ہے، جب بنکاک میں شیران کی مصنوعی لاش پائی گئی تھی۔"

"مصنوعی لاش کا مسئلہ بھی بڑا اُلجھا ہُوا ہے۔ ابھی تک اُس کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں ہوسکی ہے۔"

"جی ہاں، جناب! اس بارے میں کچھ عرض نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے آپ کے خیال میں سدھاشی کب تک ہوش میں آجائے گی؟" گریچر نے سوال کیا۔

"اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ وہ ابھی آکسیجن چیمبر میں ہے۔ ہرچند کہ اُس کی حالت بہتر ہوتی جارہی ہے لیکن اندرونی نظام میں کچھ گڑبڑ ہے۔ وہ خاصی بلندی سے گری ہے یا پھینکی گئی ہے جس کی وجہ سے اُس کی پسلیوں کے پچھلے حصّے میں چوٹ آئی ہے اور اس کی ضرب پھیپھڑوں تک پہنچی ہے۔ پھیپھڑے صحیح طور پر کام نہیں کررہے ہیں، اس لیے اُسے ابھی آکسیجن چیمبر میں رکھا گیا ہے۔ ممکن ہے، چند روز لگ جائیں۔"

"بہرصورت، ہمیں بھی اس سلسلے میں تشویش ہے۔ اب ہمارے لیے کیا حُکم ہے؟"

"فی الحال، آرام کرو۔ بنکاک میں تمھارا کام بخُوبی چل رہا ہے۔ ابھی اس میں کوئی رخنہ پڑنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ میں نے وہاں کچھ اور انتظامات کردیے ہیں۔ شیران نے وہاں جو کچھ کیا ہے، مجھے اُمید ہے کہ میرے ساتھی اُسے بخُوبی سنبھالے رکھیں گے۔ تم لوگ آرام کرو۔ بہرحال شیران کا سُراغ ملنا ضروری ہے اور یہ کام اب میں دوسرے ذرائع سے کروں گا۔ میں... اسے نظرانداز نہیں کرسکتا، پتہ نہیں کہاں بھٹک رہا ہے، وہ احمق۔"

میگنیشا اور گریچر، اُس کے لہجے سے اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکے کہ وہ، شیران سے ناراض ہے یا اب بھی اُس کے دل میں اُس کے لیے وہی محبت باقی ہے۔

کافی دیر تک مارلینو سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ مارلینو نے اُنھیں وہیں رہنے کی اجازت دے دی تھی اور اُن کے لیے ایک مناسب رہائش گاہ کا بندوبست بھی کردیا تھا۔

دو، تین روز اسی انداز میں گزر گئے۔ سیر و تفریح کے علاوہ اُن کے پاس فی الحال کوئی کام نہ تھا۔ میگنیشا اور گریچر کافی پُرسکون تھے۔ ویسے وہ روز سدھاشی کی حالت معلوم کرلیتے تھے۔

چوبیس گھنٹوں کے بعد، اُسے آکسیجن چیمبر سے نکال لیا گیا تھا اور اُس کے مختلف ٹیسٹ لیے گئے تھے جن کی رپورٹ ابھی موصول نہیں ہُوئی تھی۔ بہرطور، وہ مسلسل ڈاکٹروں کے زیرِ نگرانی تھی۔

ڈاکٹر سارڈی ایک یورپین عورت تھی۔ نہایت خوش اخلاق اور ملنسار... وہ بھی اسی جگہ رہتی تھی جہاں، ان لوگوں کا قیام تھا۔ وہ اسی اسپتال میں کام کرتی تھی جہاں سدھاشی کو رکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے ذریعے اُنھیں، سدھاشی کے بارے میں مفصّل معلومات حاصل ہوتی رہتی تھیں۔

...پھر ایک دن، ڈاکٹر سارڈی نے بتایا کہ سدھاشی ہوش میں آگئی ہے اور اب اُس کی حالت قدرے بہتر ہے۔ پھیپھڑوں نے صحیح طور پر کام کرنا شروع کردیا ہے۔ اُس کے صرف ایک بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی جسے اطمینان بخش طور پر جوڑ دیا گیا ہے۔ جو چھوٹے موٹے زخم تھے، وہ بھی تیزی سے مندمل ہورہے ہیں یعنی اب وہ خطرے کی حدود سے نکل آئی ہے... لیکن وہ..."

"لیکن کیا، میڈم سارڈی؟" میگنیشا نے پوچھا۔

"دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ حاملہ ہے۔" سارڈی نے بتایا تو میگنیشا اور گریچر ششدر رہ گئے۔

"میڈم! کیا کہہ رہی ہیں، آپ؟"

"یہ صحیح ہے۔ اُس کے ٹیسٹ سے اتفاقیہ طور پر پتہ چل گیا کہ وہ حاملہ ہے۔"

"اوہ..." میگنیشا نے متحیّرانہ انداز میں گریچر کی طرف دیکھا تو گریچر نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب ڈاکٹر سارڈی چلی گئی تو وہ دونوں اس سلسلے میں گفتگو کرنے لگے۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟ سدھاشی تو کسی اور ہی فطرت کی مالک ہے۔" میگنیشا بولی۔

گریچر کے ہونٹوں پر پھیکی سی مُسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ بولا۔ "کچھ ممکن ہے یا نہیں ہے لیکن اب میں ایک بات کا واضح طور پر اعلان کرسکتا ہُوں۔"

"کیا...؟"

"وہ یہ کہ سدھاشی کی یہ دُرگت شیران ہی کے ہاتھوں بنی ہے۔" گریچر نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میگنیشا متحیّرانہ انداز میں بولی۔

"شاید تمھیں شیران کے بارے میں پوری تفصیل معلوم نہ ہو لیکن میں جانتا ہُوں کہ سدھاشی، شیران ہی کے ہاتھوں، موت کے سفر پر روانہ ہُوئی تھی لیکن یہ اُس کی تقدیر ہے کہ وہ بچ گئی۔"

"لیکن کیسے؟"

"اب میں تمھیں کیا بتاؤں، میگنیشا! شاید تمھیں معلوم ہو کہ شیران کسی عورت کو بھی اپنی زندگی میں شامل نہیں ہونے دیتا۔ اُس کی فطرت میں ایک عجیب خباثت ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ابھی تک ایسی عورت پیدا ہی نہیں ہُوئی ہے جو اُس کی زندگی کی شریک بن سکے۔ ایک بار اُس نے مجھے اپنے کچھ ایسے کارنامے سُنائے تھے جنھیں میں، تمھارے سامنے بیان نہیں کرسکتا۔ بہرحال، مجھے یقین ہے کہ سدھاشی اُسی و کا شکار ہُوئی ہے۔"

"تو... اس کا مطلب ہے کہ..."

"ہاں، میگنیشا! یہ حقیقت ہے... سدھاشی ایک باکردار لڑ ہے۔ کیا تم یہ کہہ سکتی ہو کہ وہ کبھی جذبات کے ہاتھوں بھٹک گئی ہ"

"دعوے سے تو نہیں کہہ سکتی۔" میگنیشا نے جواب دیا۔

"وہ ہم سے دُور ضرور رہی ہے لیکن بہرطور شخصیتوں کا اندازہ لگا مشکل نہیں ہوتا۔ شیران کسی نہ کسی طرح اُسے پالینے میں کامیاب ہوگیا ہوگ پھر اُس نے سدھاشی کو صرف اس مقصد کے تحت فریب دیا ہوگا کہ وہ، اُ ہلاک کردے گا۔ یہ اُس کا مخصوص طریقۂ کار ہے کہ اگر کوئی عورت اُس بھینٹ چڑھ جائے تو وہ اُسے زندہ نہیں چھوڑتا۔"

"لیکن کیوں، گریچر؟" میگنیشا نے حیرت سے پوچھا۔

"بس، محض اس لیے کہ وہ، اُس کے بچّے کی ماں نہ بن جا"

"اوہ..." میگنیشا کا مُنہ حیرت سے کُھل گیا۔

"ہاں... اس طرح وہ کئی عورتوں کو قتل کرچکا ہے۔ ویسے وہ

حالات میں عورتوں کی دُنیا کا آدمی نہیں ہے۔"

"لعنت ہے، اُس پر۔" میگنیشا نے جھلائے ہُوئے لہجے میں کہا۔

اس دوران میں مارلینو سے بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اُس کی
فطرت کی نرمی اور حلاوت، ان دونوں ہی کو بے حد پسند تھی۔ پہلی بار
اتنے دنوں تک انھیں مارلینو کے ساتھ رہنے کا موقع ملا تھا۔ ویسے بھی
جب مارلینو سے اُن کی ملاقات ہوتی تھی تو وہ ہمیشہ دوستوں اور مخلص
بزرگوں ہی کی طرح اُن سے ملتا تھا۔

دس بارہ دن گزر گئے پھر ایک دن مارلینو نے انھیں طلب کر
لیا۔ اس وقت وہ اپنی مخصوص رہائش گاہ میں موجود تھا۔ وہ ایک بہت
خوبصورت مکان تھا جس کے اطراف ایک گول احاطہ بنا ہُوا تھا۔ اس
احاطے میں جگہ جگہ حسین پھولوں کے کنج اور نشستیں موجود تھیں۔ سدھاشی
بھی یہیں مقیم تھی۔

وہ ایک آرام کرسی پر دراز تھی اور خاصی بہتر حالت میں نظر آ
رہی تھی۔ وہ اُن دونوں کو دیکھ کر مُسکرائی۔ وہ دونوں بھی مُسکراتے ہُوئے
اُس کے قریب پہنچ گئے۔

میگنیشا، سدھاشی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہُوئے بولی۔ "کیسی
ہو، سدھاشی؟ تمھیں اس کیفیت میں دیکھ کر خوشی ہُوئی۔"

"میں اب بالکل ٹھیک ہُوں اور تم لوگوں کی شکر گزار بھی، کہ تم
لوگوں نے بروقت میری جان بچالی، ورنہ شاید میں جانبر نہ ہوتی۔"

"یہ تو ہمارا فرض تھا، سدھاشی! ظاہر ہے، تم ایسی شخصیت تو نہیں
ہو کہ تمھیں نظر انداز کر دیا جاتا۔" میگنیشا نے کہا۔

"دیکھو، گریچرا" مارلینو نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔ "میں کتنا مخلص
انسان ہُوں۔ میں جانتا تھا کہ تمھارے ذہنوں میں بھی سدھاشی کے
بارے میں بے حد تجسس ہوگا۔ میں نے اب تک سدھاشی سے صرف
سرسری ملاقاتیں کی ہیں۔ میں نے ابھی تک اس سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ
کس طرح اس حادثے کا شکار ہُوئی ہے... میں نے سوچ رکھا تھا کہ جب
میں سدھاشی سے اُس کی کہانی سُنوں گا تو تم دونوں میرے ساتھ
ہوگے۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ تم بھی میری طرح، اس کی کہانی جاننے کے
لیے بے چین ہوگے۔ دیکھ لو، میں نے دیانت داری سے کام لیا ہے۔"

"ہم، آپ کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ آپ
سب کچھ ہونے کے علاوہ ایک انسان بھی ہیں۔"

"نہیں بھئی، انسان ہونا تو بہت بڑی بات ہے، میں آدمی ہی
کہلاؤں تو یہ میری خوش بختی ہوگی... آؤ، میرے ساتھ چائے پیو۔ اس
کے بعد ہم سدھاشی کی کہانی سُنیں گے۔ ڈاکٹر نے اجازت دے دی ہے
کہ ہم سدھاشی سے اس موضوع پر گفتگو کر سکتے ہیں۔"

سدھاشی کے چہرے پر غم کے سائے لہرانے لگے تھے۔ غالباً وہ
ماضی کو یاد کرکے افسردہ ہو گئی تھی۔ میگنیشا اور گریچرا اُس کی صُورت دیکھ
رہے تھے۔ مارلینو نے بھی شاید اُس کے تاثرات بھانپ لیے تھے۔ اُس
نے کہا۔

"کوئی بات نہیں سدھاشی! زندگی میں پتہ نہیں، ہمارے
ساتھ کیا کیا حادثات پیش آتے رہتے ہیں لیکن ہمیں اُن کے درمیان
ہی زندگی گزارنا ہوتی ہے... اب مجھے ہی دیکھ لو، مجھے تو چاروں ہاتھوں
پیروں سے محرُوم کر دیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود کس خوش اسلوبی سے
زندگی گزار رہا ہُوں۔"

چائے آگئی اور وہ چاروں چائے پیتے ہُوئے آپس میں گفتگو بھی
کرتے رہے... پھر مارلینو کی ہدایت پر سدھاشی بتلانے لگی۔

"میں جو کچھ کہوں گی، اُس میں مبالغہ آرائی نہیں ہوگی اور نہ ہی
میں الفاظ کو تصنع کا لبادہ پہناؤں گی۔ شیران اچانک ہی میری زندگی
میں داخل ہُوا تھا۔ پہاڑوں کا یہ باسی، اچانک ہی ہمارے درمیان
آیا اور میری زندگی پر چھا گیا۔ وہ ایسا با اخلاق اور بے باک نوجوان تھا
کہ میں اُس کے کسی حملے سے بھی اپنے دل کو نہ بچا سکی۔ اُس نے مجھ
سے میرا دھرم چھین لیا۔ مجھے شکار کا گوشت کھلایا اور میں ہر بات اُس
کی مرضی کے مطابق کرتی رہی۔ میں، اُس کے سامنے خود کو بُری طرح
بے بس سمجھتی تھی لیکن میں اس بات کا اعتراف کرتی ہُوں کہ اُس نے
کبھی مجھ سے اظہارِ محبت نہیں کیا۔ اس کے باوجود، وہ مجھے بہت پسند
تھا۔ پہاڑوں کا یہ اجنبی جب میرے علاقے سے چلا تو اُس نے مجھ سے پوچھا
تک نہیں۔ میرا باپ مر چکا تھا، گوسان مر چکا تھا، میں نے اُس کی محبت
چاہی لیکن وہ میری محبت کا مذاق اُڑا کر چلا گیا۔

... لیکن میں اُسے اپنے دل سے نہ نکال سکی... پھر ایک روز
سخت اشتعال میں آکر، میں نے اُسے گالی دے دی۔ میں نے اُس سے
کہا کہ اگر وہ مجھے ہلاک نہ کر سکا تو وہ اپنے باپ کی اولاد نہ ہوگا... بس، اُسی
دن سے اُس نے میرے لیے اپنے دل میں نفرت پال لی۔

میں، آپ کے پاس پہنچ گئی تھی، مسٹر مارلینو! آپ نے مجھے اُس
سے الگ کرکے بنکاک میں مقیم کر دیا... لیکن جب اُس کی لاش کی تصویر
میں نے اخبارات میں دیکھی تو میں خود پر قابو نہ پا سکی اور اُس کی تلاش میں
دیوانہ وار پھرنے لگی حتیٰ کہ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ قتل نہیں ہُوا بلکہ لاش
کسی اور شخص کی تھی۔ شاید کوئی فراڈ کیا گیا تھا۔

اس روز جب میں اپنی رہائش گاہ پر واپس آئی تو مجھے اغوا کر لیا
گیا۔ مجھے اپنے اغوا کنندگان کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ انھوں نے مجھے
لے کر ایک طویل سفر کیا... پھر میری آنکھ، ایک قبیلے میں کھلی جو پہاڑوں

میں آباد تھا۔ یہ لوئی قبیلہ تھا... اور مجھے کنگ لوئی نامی ایک شخص اغوا
کرکے لایا تھا۔ مجھے بعد میں تفصیلات معلوم ہُوئیں، یہ وہی قبیلہ تھا،
جس نے یاتان بروما کو مُلک بدر ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

یہ ایک طویل کہانی ہے جو دو قبیلوں کی چپقلش پر مبنی ہے...
ایک بروما قبیلہ تھا اور دوسرا لوئی... بروما خاندان، ان پہاڑوں پر برسوں
کی حکومت چاہتا تھا لیکن یہ حکومت، لوئی خاندان میں چلی آ رہی تھی۔ بہرطور،
میں اس کی طوالت میں نہیں جاؤں گی۔ مختصر یہ کہ لوئی خاندان کا نیا ولیعہد
کنگ لوئی تھا جسے اُسی وقت لوئی قبیلے کی سرداری مل سکتی تھی، جب وہ
بروما خاندان کی کسی اہم شخصیت کو موت کے گھاٹ اُتار دے اور وہ شخصیت
میں تھی جسے قتل کرنا، اُس کی زندگی کا نصب العین تھا اور میرا باپ یاتان
بروما، اسی کی وجہ سے آبادیاں چھوڑ کر ویرانے میں جا بسا تھا۔

بہرطور، وہ مجھے اغوا کرکے اپنے قبیلے میں لے گیا... اور پھر عین اُس
وقت جب میری زندگی کا سُورج غروب ہونے والا تھا، نہ جانے کس طرح
شیران، لوئی قبیلے میں پہنچ گیا۔ وہ کنگ لوئی کے ساتھ ہی دیکھا گیا تھا...
چونکہ میں شیران کا شکار تھی، اس لیے بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ کنگ لوئی مجھے
اپنے مقصد کی بھینٹ چڑھا دے۔ لہٰذا شیران مجھے وہاں سے نکال کر لے
گیا۔ پہاڑوں میں چھُپ کر اُس نے مجھ سے اظہارِ اُلفت کیا اور یقین دلایا
کہ اب میری طرف سے اُس کے دل میں کوئی کدُورت باقی نہیں ہے...
چنانچہ میں اپنی ہی محبت کے جال میں پھنس گئی اور پھر اُس نے..." سدھاشی
نے گردن جھکالی، چند لمحے توقف کے بعد وہ پھر بولی۔

"پھر اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ صرف مجھے اپنے انتقام
کا نشانہ بنانا چاہتا ہے... بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی اور اس کے شکار
کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرے... پھر اس کے بعد اُس نے ایک
بلند و بالا پہاڑی سے مجھے ایک تیز و تند دریا میں دھکا دے دیا۔ یہ تھی کُل
داستان۔ اس کے بعد جو کچھ ہُوا، وہ آپ کے علم میں ہے۔"

سدھاشی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ مارلینو کا چہرہ سپاٹ
تھا لیکن میگنیشا غصّے سے سُرخ ہو رہی تھی اور گریچرا باری باری سب
کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔

❁

زخمی شخص دیر تک شیران کی شکل دیکھتا رہا۔ کھانے پینے کے بعد
شیران اُسی جگہ دراز ہو گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد زخمی شخص بولا۔

"اجنبی دوست، کھانا کھانے کے بعد یقیناً تمھاری طبیعت سُست
ہو گئی ہوگی۔ اگر تم آرام کرنا چاہو تو شوق سے آرام کرو۔ اگر میں زخمی نہ ہوتا
تو یہاں تمھیں تنہا چھوڑ دیتا لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ میں اپنی جگہ سے ہل
بھی نہیں سکتا۔ دونوں بازوؤں کے ساتھ ساتھ میری ایک ٹانگ بھی
زخمی ہے۔"

"نہیں، تمھارا شکریہ! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پیٹ
بھر کر کھانے کے بعد میری طبیعت پر کسلمندی طاری ہو گئی ہے لیکن میں
ان فضول چیزوں کا عادی نہیں ہُوں۔ اب میں ایک ہفتے تک کچھ
کھائے پیے بغیر بھی پُرمشقت کام کر سکتا ہوں۔"

"بلاشبہ، شکل و صورت سے تم شیر معلوم ہوتے ہو اور مجھے
یقین ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو، وہ درست ہے۔" اجنبی کے نرم
لہجے نے اُس کے دل میں کوئی کدُورت پیدا نہیں ہونے دی۔ وہ
اسی قسم کا آدمی تھا۔ کسی سے دوستی یا دُشمنی کی کوئی خاص بنیاد اُس
کے ذہن میں نہیں ہوتی تھی۔ بس کوئی پسند آگیا تو اُسے دوست بنالیا
لیکن اس حد تک کہ وہ اس کے اپنے کسی معاملے میں مزاحم نہ ہو... اور اگر
بدقسمتی سے اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جاتی تو یہ دوستی چند لمحات
ہی میں دُشمنی میں تبدیل ہو جاتی تھی۔

چونکہ اجنبی کا لہجہ نرم اور اُس کے انداز میں خلوص تھا۔ اس لیے
شیران بھی اُس سے یگانگت محسوس کرنے لگا تھا۔ اُس نے لیٹے ہی لیٹے
کہا۔ "ہاں، ہم لوگوں کے درمیان تعارف کی بات ہو رہی تھی اور شاید
تم نے اپنا نام ونود بتایا تھا لیکن ہمارے تعارف کے درمیان بھُوک
حائل تھی۔ اب مناسب موقع ہے۔ تم کیا بتا رہے تھے، اپنے بارے میں؟"

"میرا نام ونود ہے اور میں ہندوستانی ہُوں۔ ہندوستان کے
ایک مخصوص علاقے سے میرا تعلق ہے۔"

"میرا نام شیران ہے۔ شیران سلامن پہاڑی باشندہ ہُوں۔
ایک قبیلے میں جنم لیا اور وہیں پرورش پائی... پھر کچھ شامت زدہ لوگوں
نے سوئے ہُوئے شیر کو جگا دیا۔ انھوں نے مجھے مجبُور کر دیا کہ دہشت
گردی پر اُتر آؤں۔ لہٰذا میں ان لوگوں کو مناسب سزائیں دے کر
اپنے قبیلے سے نکل بھاگا۔ اُس کے بعد مسلسل حالات کا شکار ہوتا ہُوا
بنکاک تک پہنچ گیا۔ بنکاک سے بارتھم کے علاقے میں ایک خاص مقصد مجھے
لے آیا اور اب میں انہی علاقوں میں آوارہ گردی کرتا پھر رہا ہوں۔ یہ میری
مکمل کہانی ہے۔"

"کہانی تو یہ مکمل نہیں ہے۔ تاہم میں اپنے عزیز دوست شیران
کو کسی ایسی بات کے لیے مجبُور نہیں کروں گا جو اُسے ناپسند ہو۔ یعنی میں
تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ وہ کیا حالات تھے جو تمھیں بارتھم کے علاقے
میں لے آئے کیونکہ یہ ایسے علاقے نہیں ہیں کہ یہاں کوئی تفریحاً آئے۔"

"ہاں، میں تفریحاً نہیں آیا ہُوں۔ ایک شخص مجھے دوست بنا
کر یہاں لایا تھا لیکن پھر میری اُس سے دُشمنی ہو گئی۔ بالآخر میں نے
اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا... اور اب یہیں بھٹک رہا ہوں، اپنے

علاقے میں واپس نہیں جانا چاہتا کیونکہ کوئی جگہ بھی میرے لیے اتنی دلکشی اور دلچسپی کا باعث نہیں ہے اور پھر مجھے یکسانیت بھی پسند نہیں ہے۔ میں ہر لمحہ تبدیلی چاہتا ہوں۔ میں نے زندگی میں کبھی کسی کی پابندی قبول نہیں کی۔ جہاں بھی وقت لے جائے اور جسے بھی دوست بنالے، میں اُس کی دوستی قبول کرلیتا ہوں۔"

"واہ، میں نے تمھیں شیر غلط نہیں کہا تھا۔ شیروں ہی کی سی فطرت پائی ہے تم نے۔ شیر بھی ایک جگہ اور ایک مسکن کا پابند نہیں ہوتا اُسے نئے جہانوں کی تلاش رہتی ہے۔"

"غلط... شیر اپنا مسکن بناکر رہتا ہے۔ جنگلی درندوں کے بارے میں تم میری معلومات کو چیلنج نہیں کرسکتے۔ میری ان سے بہترین دوستی اور بدترین دُشمنی رہی ہے۔" شیران نے کہا اور ونود ہنسنے لگا۔

"ہوسکتا ہے... میں نے دعوا تو نہیں کیا۔ بس یوں سمجھو کر جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ میری کتابی معلومات ہیں۔"

"اُونہہ، کتابیں... کتابیں انسان کو ہر علم فراہم نہیں کرسکتیں۔ صحیح علم تو حقیقت سے قریب تر رہ کر ہی حاصل ہوتا ہے۔ کتابیں لکھنے والے بھی کتابیں پڑھ کر ہی کتابیں لکھتے ہیں۔" شیران بولا۔

ونود ہنسنے لگا۔ وہ زخمی تھا اور جن حالت میں یہاں پڑا ہوا تھا، اُن کے تحت، کسی کی مخالفت مول لینا، اُس کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ صرف دوستی ہی کے سہارے چل سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اس وحشی کی کسی بات سے انحراف نہیں کرے گا۔ شیران کو بھی اُس کی یہ عادت پسند آئی تھی کیونکہ وہ اپنی مخالفت سُننے کا عادی نہیں تھا۔

"کیا تم اپنے بارے میں کچھ اور بتانا پسند کروگے؟" شیران نے پوچھا۔

"میں اپنے دل میں تمھارے لیے بے حد خلوص پاتا ہوں، میرے نوجوان دوست! پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرا کوئی دیرینہ ساتھی میرے پاس آگیا ہو... یا پھر اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ میں خود بےبسی اور کسمپرسی کا شکار ہوں اور اس وقت انسانی ہمدردی میرے لیے دُنیا کی سب سے قیمتی شے ہے۔ یہ لڑکی چانی کی، مقامی باشندہ ہے، اس نے مجھے جنگل میں پڑا ہوا پایا تھا اور بڑی مشکل سے گھسیٹ کر یہاں لے آئی اور اس کے بعد سے بےچاری اپنی سی پوری کوشش کررہی ہے۔ اُس نے اپنے قبیلے والوں کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ اس کے بعد، اُن لوگوں کا سلوک میرے ساتھ کیا ہوگا۔"

"اوہ، کہیں تم نے..." شیران نے معنی خیز انداز میں کہہ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"نہیں دوست! میں اس قسم کا آدمی نہیں ہوں۔ یہ لڑکی میرے لیے قابلِ احترام ہے کیونکہ اس نے بہت بُرے وقت میں میرا ساتھ دیا ہے۔" زخمی بولا۔

"اچھے آدمی ہو۔" شیران نے مُسکرا کر کہا۔ "لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کیسے زخمی ہوئے اور یہاں تک کیسے پہنچے؟"

"بس بدنصیبی سمجھ لو... جب انسان عقل و خرد سے بیگانہ ہوجائے تو ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ میں سیاح قسم کا آدمی ہوں۔ ابتدا ہی سے زندگی عیش و عشرت میں گزاری۔ میرے والدین اچھے کھاتے پیتے اور خوش حال زمیں دار ہیں۔ میں سیاحت کے شوق میں نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتا پھرا ہوں... پھر ایک جگہ، ایک کتاب میرے ہاتھ لگ گئی جو کسی قدیم خزانے سے متعلق تھی۔ اس کتاب کے مطابق، وہ خزانہ انہی علاقوں میں کہیں موجود ہے۔ میں چوری چھپے سرحد عبور کرکے ان علاقوں میں پہنچ گیا اور کافی دنوں تک پریشان حال پھرتا رہا... پھر میری بدنصیبی نے مجھے ایک وحشی قبیلے میں پہنچا دیا۔ وہاں زندگی مزید دُشوار ہوگئی۔ عجیب جھگڑا چل پڑا تھا میرے بارے میں۔ قبیلے کے کچھ لوگ مجھے قتل کردینے کے درپے تھے اور کچھ میری زندگی کے خواہاں تھے۔ چنانچہ قبیلے والوں میں آپس میں جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں، مَیں نے اپنے حامیوں کا ساتھ دیا... اور شدید زخمی ہوگیا۔ وہ لوگ تو اپنے معاملات طے کرکے پُرسکون ہوگئے لیکن میرے لیے وہاں کوئی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ اُنھوں نے مجھے جنگل میں پھنکوادیا... کئی دن کے بعد ہوش آیا تو یہ لڑکی میرے قریب موجود تھی پھر یہ مجھے اس جھونپڑی میں لے آئی۔"

"اوہ، گویا خزانے کے چکر میں مارے گئے۔" شیران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں دوست! دولت کا فریب ایسی ہی منحوس چیز ہے۔ دُنیا کی سب سے بدترین شے زر، سونے کے سکّے اور چمکتے ہوئے پتھر ہیں۔"

"مجھے بھی ان سے نفرت ہے۔ میں انھیں صرف اس حد تک اہمیت دیتا ہوں کہ انسان کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔" شیران نے کہا۔

"تم... تم تو خود ایک بہت بڑی دولت ہو۔ تمھیں واقعی دولت کی طلب نہیں ہوسکتی۔ میں تمھاری شخصیت میں چھپے ہوئے جوہر دیکھ رہا ہوں۔"

"بس، بس..." شیران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "میرے اندر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں، دُشمن کو میں زندہ نہیں چھوڑتا اور کوشش کرتا ہوں کہ دوست کو نقصان نہ پہنچاؤں۔"

"کیا میں تم سے دوستی کی درخواست کرسکتا ہوں؟ دیکھو، سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ میری دوستی تمھارے لیے ایک بوجھ ہی ہوگی... میں اپاہج ہوں، اپنی مرضی سے چل پھر نہیں سکتا لیکن زندہ رہنے کی آرزو

میرے سینے میں ایک چراغ کی مانند روشن ہے۔ میں تنہا اپنی منزل پر کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایسے میں اگر میں کسی دوستی کی خواہش کروں تو وہ صرف خودغرضی پر مبنی ہوگی... اور اگر تم اسے ٹھکرادوگے تو مجھے ذرا بھی افسوس نہ ہوگا کیونکہ میں اپنی موجودہ پوزیشن سے واقف ہوں۔"

"ہوں..." شیران پُرخیال نظروں سے اُسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "میں خواہ مخواہ اپنے سر پر بوجھ لادنے کا عادی نہیں ہوں، دوست! لیکن پتہ نہیں کیوں، تم مجھے اچھے لگ رہے ہو۔ چلو ٹھیک ہے، ہم دوستی کرلیتے ہیں۔" اُس نے اپنا ہاتھ، ونود کے زخمی ہاتھ میں دے دیا۔

ونود کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ وہ رقت آمیز لہجے میں بولا۔ "اس بُرے وقت میں اگر کوئی دوست کی حیثیت سے مجھے قبول کرتا ہے تو میں اُس کی عظمت کو سلام کیے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ وہ ایک بےلوث اور مخلص انسان ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، اب ہماری دوستی ہوگئی ہے اور اس میں اب فضول باتوں کی گنجائش نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ، میں تمھاری کیا خدمت کرسکتا ہوں؟" شیران نے کہا اور ونود، اُسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"خزانہ میرے ذہن کے تمام گوشوں سے نکل چکا ہے... وہ کتاب بھی ضائع ہوچکی ہے، جس میں خزانے کا ذکر تھا۔ ہاں میرے دل میں ایک خواہش ضرور تھی، وہ یہ کہ مرنے سے قبل، ایک بار، میں اپنے اہلِ خاندان کو ضرور دیکھ لوں۔ کیونکہ میں محسوس کررہا تھا کہ زندگی زیادہ عرصے تک میرا ساتھ نہیں دے گی۔ اب اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو صرف اتنا کردو کہ مجھے ایک بار میرے اہلِ خانہ کے درمیان پہنچادو۔"

"یقیناً... میں تمھارا یہ کام بخوشی کروں گا لیکن کیا تم ان راستوں اور علاقوں سے واقف ہو جن سے گزر کر تمھارے مُلک میں پہنچا جاسکتا ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"ہاں، بالکل... سفر شروع کرنے سے پہلے میں نے ان علاقوں کے بارے میں اچھی طرح چھان بین کی تھی... اور مجھے وہ راستے معلوم ہیں جن سے گزر کر ہم اپنی منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔ وہ راستے بلاشبہ دُشوار ہیں لیکن ناقابلِ عبور نہیں ہیں۔ البتہ مجھ جیسا زخمی شخص، تمھارے لیے بوجھ بن جائے گا۔ بعض جگہیں تو ایسی ہیں جہاں گھوڑوں پر سفر ممکن نہیں، وہاں پیدل ہی سفر کیا جاسکتا ہے... میرے دوست! ایک بار پھر اچھی طرح غور کرلینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری دوستی تمھارے لیے مصیبت بن جائے۔" ونود نے کہا۔

"نہیں، جب میں نے تم سے وعدہ کرلیا ہے تو راستے کی صعوبتوں کا مجھے کوئی ڈر نہیں ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اس بستی سے ہمیں کوئی گھوڑا مل جائے... نہ ملا تو دیکھا جائے گا۔"

"میرے خیال میں ہم یہاں سے گھوڑا حاصل کرسکتے ہیں لیکن وہ گھوڑا ہمیں قیمتاً نہیں مل سکتا بلکہ ہمیں یہاں سے لے کر بھاگنا ہوگا۔"

"تو یہ کون سی بڑی بات ہے، ایسا کریں گے۔" شیران نے قہقہہ لگاکر کہا۔ ونود بھی مُسکرانے لگا... پھر شیران نے اُس سے پوچھا۔ "تمھارے زخموں کے علاج کا کیا بندوبست ہے؟"

"کچھ نہیں... بس اس لڑکی نے کچھ جڑی بوٹیاں میرے بازوؤں پر لگاکر پٹیاں باندھ دی ہیں۔ میرے دونوں بازو ٹوٹے ہوئے ہیں... اور ٹانگ بھی شاید اندر سے مضروب ہے۔ خاصی سُوج گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے، تم مجھے نقشہ بناکر سمجھاؤ، میں سفر کا بندوبست کیے لیتا ہوں۔" شیران نے کہا اور ونود ممنون نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

چانی کی، اُن دونوں کے لیے رات کا کھانا لے آئی۔ ونود کے لیے صرف سبزیوں کا سُوپ تھا البتہ شیران کے لیے کافی چیزیں موجود تھیں۔ جب اُس نے یہ سب چیزیں اُن دونوں کے سامنے رکھیں تو شیران نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھ کر کہا۔

"لڑکی! تم بےحد اچھی اور مخلص ہو۔ یہ شخص تو تمھاری باتیں نہیں سمجھ سکتا لیکن میں تمھاری زبان جانتا ہوں۔ کیا تم، میرے چند سوالوں کے جواب دوگی؟"

"کیوں نہیں، تم بھی مجھے اچھے انسان معلوم ہوتے ہو۔ حالانکہ تمھارا حلیہ بےحد خراب ہے۔"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ یہ حلیہ جنگل میں رہ کر خراب ہوگیا ہے۔ کیا تم میرے لیے کسی ایسی چیز کا بندوبست کرسکتی ہو جس سے میں اپنی ڈاڑھی کے بال صاف کرکے، اپنا حلیہ درست کرسکوں؟"

"ہاں، کیوں نہیں... بابا کے پاس بہت سے تیز خنجر ہیں۔ میں تمھیں اُن میں سے ایک خنجر لاکر دے سکتی ہوں۔"

"کیا تمھارے بابا کے پاس آتشیں اسلحہ نہیں ہے، میرا مطلب ہے، پستول یا بندوق وغیرہ؟"

"کیوں، کیا تم آتشیں اسلحے سے اپنی ڈاڑھی کے بال صاف کروگے؟" لڑکی نے کہا اور کِھل کِھلا کر ہنس پڑی۔ شیران بھی ہنسنے لگا۔ ونود رشک آمیز نگاہوں سے اُن دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ ان کی گفتگو، اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

"نہیں، آتشیں اسلحے سے میں ڈاڑھی کے بال نہیں صاف کروں گا لیکن مجھے اس کی شدید ضرورت ہے۔"

"افسوس، ہماری بستی میں آتشیں اسلحہ کسی کے پاس نہیں

ہے۔" لڑکی نے بتایا۔

"کیوں، تمھاری بستی کے لوگ شکار نہیں کھیلتے؟ کیا اُنھیں کبھی اپنے دُشمنوں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا؟"

"نہیں... یہ دوستوں کی بستی ہے۔ یہاں سب ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ یہاں دُور دُور تک کوئی اور بستی نہیں ہے۔ بس ہم کھیتی باڑی کرکے اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ جب کبھی کسی کو دوسری بستی میں جانا ہوتا ہے تو وہ مہینوں کے سفر کی تیاری کرکے نکلتا ہے۔ ہماری بستی پر کبھی کوئی آفت نہیں آئی۔ یہ سکون کی بستی کہلاتی ہے۔"

"خوب... پھر تو یہ بہت اچھی جگہ ہے۔ یہاں کے لوگ بہت خوش و خرم ہوں گے۔"

"ہاں، ہم سب یہاں آرام کی زندگی گزارتے ہیں۔"

"اور اگر مجھ جیسا کوئی غلط آدمی یہاں آجائے تو تم لوگ اُس سے نمٹنے کے لیے کیا کرتے ہو؟"

"ابھی تک تو ایسا نہیں ہُوا۔ یہ اجنبی ہماری بستی کا پہلا مہمان ہے لیکن میں نے اس کے بارے میں کسی کو بھی نہیں بتایا ہے۔"

"گھوڑے وغیرہ ہیں، تمھاری بستی میں؟"

"ہاں، بابا جوہیا کے پاس بہت سے گھوڑے ہیں جو اُن کے احاطے میں بندھے رہتے ہیں اور بابا جوہیا کبھی کبھی ان گھوڑوں کی دوڑ بھی کراتا ہے۔"

"گھوڑوں کی تعداد کتنی ہے؟"

"دس بارہ ہیں لیکن تم گھوڑوں کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟" لڑکی نے پوچھا۔

"بس، ایسے ہی۔ تمھاری بستی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ویسے ایک بات بتاؤ، یہ جھونپڑی، بستی کی دوسری تمام جھونپڑیوں سے الگ کیوں ہے؟"

"یہاں ہماری بستی کا ایک بوڑھا آدمی رہتا تھا۔ اس نے اپنی یہ جھونپڑی بستی سے بالکل الگ تھلگ بنائی تھی۔ جب وہ مرگیا تو یہ جھونپڑی اسی طرح پڑی رہنے دی گئی۔ یہ بات ہمارے اصول کے خلاف ہے کہ کسی مُردہ شخص کے مکان پر قبضہ کیا جائے۔"

"کمال ہے، یہ بستی تو ایک مثالی بستی کی حیثیت رکھتی ہے۔ کسی نے تم سے یہ نہیں پوچھا کہ تم یہ کھانا وغیرہ لے کر کہاں جاتی ہو؟"

"کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا۔ گھر میں بس میں ہوں اور میرے بابا ہیں۔ میری ماں مرچکی ہے اور بہن بھائی بھی کوئی نہیں ہے۔"

"اچھا، یہ بتاؤ، اس شخص کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"اچھا آدمی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ زخمی ہے اور زخمیوں کی مدد کرنا اچھی بات ہے۔"

"تمھارے دل میں اس کے لیے کوئی جذبہ تو نہیں ہے؟"

"تم کس جذبے کی بات کررہے ہو؟"

"کیا تم اس سے محبت کرتی ہو؟"

"کیوں نہیں... ایک انسان کی حیثیت سے مجھے اس سے محبت کرنی چاہیے۔"

"ویری گڈ... بلاشبہ تم ایک مثالی لڑکی ہو... اچھا، اب تم جاؤ، مجھے تم سے اور کچھ نہیں پوچھنا۔"

"اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بتادو۔"

"بس، تمھارے بابا کا ایک خنجر چاہیے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔" شیران نے کہا اور چائی کی مُسکراتی ہُوئی چلی گئی۔

اُس کے جانے کے بعد ونود نے پھیکی سی مُسکراہٹ سے کہا "تم خوش نصیب ہو شیران! ان کی زبان تم کیسے سیکھ گئے؟"

"انہی لوگوں کے درمیان، مَیں نے بنکاک میں کافی وقت گزارا ہے اور خاص طور سے یہاں کی زبان سیکھی ہے۔"

"ہاں زبان بہت بڑا مسئلہ ہوتی ہے۔ افسوس! میں ان لوگوں کی زبان نہیں جانتا۔"

"بہرطور میں نے چائی کی سے کچھ معلومات حاصل کرلی ہیں۔ ہمیں یہاں سے گھوڑے مل سکتے ہیں۔ کوئی بابا جوہیا ہے جس کے پاس بہت سے گھوڑے ہیں۔ اب تم کل دن کی روشنی میں ایک نقشہ بنا لینا۔ کیا تمھارے سامان میں کوئی کاغذ، پنسل وغیرہ موجود ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"ہاں، میرے پاس ایک چھوٹا سا بیگ ہے جس میں کاغذات وغیرہ ہیں۔ وہ اس کونے میں موجود ہے۔" ونود نے ایک سمت میں اشارہ کیا۔

"خیر ابھی ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کل دن کی روشنی میں تم نقشہ بنا کر مجھے روانگی کے راستے بتاؤ گے اور پھر رات کو ہم گھوڑے حاصل کرنے کے بعد یہاں سے روانہ ہوجائیں گے۔"

"تمھارا بہت بہت شکریہ! میں تمھارے اس احسان کو کبھی نہ بھول سکوں گا۔" ونود نے جواب دیا اور شیران مُسکرانے لگا۔

دوسرے روز صبح، چائی کی حسبِ معمول مُسکراتی ہُوئی آگئی... اُس نے اپنے لباس میں ان کے کھانے پینے کی چیزیں چھپا رکھی تھیں اور اُس کے ساتھ ہی ایک تیز دھار خنجر بھی تھا جو شیران کو بے حد پسند آیا... اُس نے چائی کی کا شکریہ ادا کیا۔ پھر وہ تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد واپس چلی گئی۔

شیران نے خنجر سے اپنی ڈاڑھی کے بال صاف کیے اور اُس کا صاف و شفاف چہرہ نمایاں ہوگیا۔ ونود مُسکراتی ہوئی نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"اب تم اور بھی شاندار لگ رہے ہو شیران!"

"بس، بس... ناشتہ کرو اور اس کے بعد نقشہ تیار کرو۔ میں بھی زیادہ عرصے یہاں نہیں رُکنا چاہتا۔ ساکت زندگی مجھے پسند نہیں ہے۔" شیران بولا۔

ناشتے سے فارغ ہوکر، ونود کے اشارے پر شیران نے اُس کا بیگ لاکر، اُس کے پاس رکھ دیا۔ ونود نے بیگ سے ایک بڑا سا کاغذ اور ایک بال پوائنٹ نکالا پھر کاغذ کو زمین پر پھیلا کر شیران کو راستے کے نقشے کے بارے میں بتانے لگا۔ شیران بغور نقشے کو دیکھ رہا تھا۔

"ہمیں اس سرنگ سے نکلنے کے بعد، تھوڑا سا فاصلہ نہایت محتاط ہوکر طے کرنا پڑے گا کیونکہ یہاں سرحدی فوجی پھرتے رہتے ہیں لیکن ہم کوشش کریں گے کہ یہاں رات کے اس پہر پہنچیں جب سرحدی محافظ سوچکے ہوں۔ حالانکہ یہ بہت تھوڑا فاصلہ ہے لیکن اسے طے کرنا ہمارے لیے خاصا مشکل ہوگا۔ اس سے پہلے کے راستے کے بارے میں میں تمھیں بتا ہی چکا ہوں کہ وہ دُشوار گزار ضرور ہیں لیکن وہاں کسی سے ٹکراؤ کا کوئی خطرہ نہیں۔"

شیران ان تمام باتوں کو بغور سُن رہا تھا پھر اُس نے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔ "ٹھیک ہے، جب سفر شروع کردیں گے تو سفر کی دشواریوں کی پروا کرنا بے کار ہے۔"

●

پندرہ روز کی اس شدید مشقت کے بعد پُورا ایک ہفتہ نعمان خان کو آرام کرنے کے لیے دیا گیا۔ تاکہ وہ تازہ دم ہوکر اپنی اس مہم پر روانہ ہوسکے۔

نعمان خان نے اپنے ساتھیوں سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو اسکارف نے معذرت کرتے ہُوئے کہا۔ "سوری، ڈیئر نعمان خان! اب شاید تم اُن سے نہ مل سکو۔ اُنھیں کسی اور مہم پر روانہ کردیا گیا ہے۔"

"کیا مطلب... کیا وہ اس مہم میں میرے ساتھ نہیں ہوں گے؟"

"نہیں، دوست! اب اُن سے تمھارا کوئی واسطہ نہیں رہا... تم ایک نئی شخصیت اختیار کرچکے ہو... ہاں، ممکن ہے، کچھ اور لوگوں کو تمھاری تحویل میں دے دیا جائے لیکن ابھی اس کا فیصلہ نہیں ہُوا ہے۔" اسکارف نے کہا۔

نعمان خان کو ان لوگوں سے ملے بغیر رُخصت ہوجانے کا بہت دُکھ تھا کیونکہ وہ سب اچھے لوگ تھے اور اتنے دنوں تک ساتھ رہنے کی وجہ سے ان سے خاصی اُنسیت ہوگئی تھی... لیکن ظاہر ہے، اُن سے اُس کا کوئی جذباتی تعلق نہیں تھا... صرف ایک مشن ہی کی بات تھی جس میں وہ اُس کے ساتھ تھے۔

بہرطور، اُس نے ایک ہفتہ اُسی جہاز پر مختلف قسم کی ہلکی پھلکی تفریحات میں گزارا۔ حالانکہ جنگی جہاز ہونے کے باوجود وہاں پُرلطف زندگی کے تمام لوازمات موجود تھے۔

ایک ہفتہ پلک جھپکتے میں گزرگیا۔ اس دوران میں اُس نے اپنی اس ذہنی تھکن کو دُور کرلیا تھا جو پندرہ دن کی ذہنی جمناسٹک سے اُس پر طاری ہوگئی تھی۔

... پھر ایک دن صبح ہی صبح اسکارد اُس کے پاس آ پہنچا۔ "اب تمھیں اس سرجن کے سامنے پیش ہونا ہے جو تمھارے چہرے کی اوور ہالنگ کر کے تمھیں ٹیری کین کا رُوپ دے گا۔" نعمان خان نے گردن خم کر دی۔

بہرطور، اُسے سرجن کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسی جہاز پر ایک چھوٹا سا اسپتال موجود تھا۔ سرجن اور اُس کی مددگار نے نعمان خان کے چہرے کو جگہ جگہ سے ٹٹولنا شروع کر دیا۔

سامنے ہی ٹیری کین کی ایک بڑی سی تصویر لگی ہوئی تھی... پھر سرجن نے نعمان کی ناک کا بانسہ پکڑتے ہوئے کہا: "ہم ٹھیک اس جگہ سے اس کو توڑ سکتے ہیں۔ جس سے ناک ذرا سی مُڑ جائے گی لیکن اس کے گالوں پر آپریشن ذرا مشکل کام ہے۔"

"ایک منٹ، ڈاکٹر!" نعمان خان ہاتھ اُٹھا کر غراتے ہوئے بولا۔ "اس سے پہلے کہ آپ لوگ میرے چہرے کو مشقِ ستم بنائیں، اس بات کا خیال رکھیے گا کہ میں اپنے اصلی چہرے میں کوئی مستقل تبدیلی برداشت نہیں کروں گا۔ لہٰذا آپ جو کچھ کریں گے، اُس کی تمام تر ذمّے داری آپ پر ہوگی۔"

"آپ فکر نہ کریں، مسٹر خان! ہم خواہ کچھ بھی کریں لیکن آپ کو آپ کا چہرہ اسی حالت میں لوٹائیں گے جس حالت میں اس وقت ہے۔" ڈاکٹر نے اُسے تسلی دی۔

"ٹھیک ہے۔" نعمان خان نے آمادگی ظاہر کر دی۔

سرجن کے ایک ماتحت نے جو اب تک خاموش کھڑا ٹیری کین کی تصویر سے نعمان خان کے چہرے کا موازنہ کر رہا تھا، کہا۔ "ہمیں چھ گھنٹے کی مہلت درکار ہے۔ اس دوران میں ہم آپریشن کی تیاری مکمل کریں گے۔ اس عرصے میں، اگر آپ چاہیں تو اپنے کیبن میں جا کر آرام کر سکتے ہیں۔ بلکہ بہتر ہوگا کہ یہ آپریشن ہم کل صبح شروع کریں۔"

نعمان خان نے اسکارد کی جانب دیکھا اور اسکارد نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

گویا صبح تک نعمان خان کو چھٹی تھی لیکن یہ عرصہ اُس کے لیے جان لیوا تھا۔ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے وہ ہر قدم اُٹھانے کو تیار تھا لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اگر حالات اُس کے حق میں موافق نہ رہے اور اس کا چہرہ اپنی اصلی حالت میں نہ آ سکا تو کیا ہوگا۔ وہ اپنے رفقاء کے لیے اجنبی ہو جائے گا اور لاکھ وہ اُن کو اپنے بارے میں باور کرانے کی کوشش کرے لیکن صورتِ حال وہ نہ رہے گی جو پہلے تھی۔

یہ احساس ہی اُس کے لیے جان لیوا تھا۔ بہرطور بادشاہ خان کی یہی مرضی تھی تو اُس نے یہ کڑوے گھونٹ پینا بھی گوارا کر لیے۔

دوسرے روز ناشتے سے فارغ ہو کر اُسے آپریشن تھیٹر لے جایا گیا جو جہاز کے اسپتال کے ایک حصّے میں تھا اور پھر وہاں اُسے آپریشن کے لیے بے ہوش کر دیا گیا۔

... پھر دوسرے روز ہی اُسے ہوش آیا تھا۔ ہوش میں آتے ہی اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کا سارا بدن درد سے ٹوٹا جا رہا ہو اور اُس کے جسم میں ہزاروں سُوئیاں گھونپ دی گئی ہوں۔

وہ پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا اور بڑی مشکل سے سانس لے رہا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اُسے اپنی رگ رگ سے... جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ سر اور چہرے پر مضبوطی سے بندھی ہوئی پٹیوں کے باعث شدید کھنچاؤ پیدا ہو رہا تھا۔ آنکھیں سُوج گئی تھیں اور قریب رکھی ہوئی چیزیں بھی نہیں دکھائی دے رہی تھیں۔

وہ اس ناگہانی مصیبت کے بارے میں ابھی سوچ بھی نہ پایا تھا کہ اُسے اسکارد کی آواز سُنائی دی۔

"خان! کیا تم تکلیف محسوس کر رہے ہو؟"

نعمان خان کا جی چاہا کہ اِدھر اُدھر ہاتھ پھیلا کر جو چیز اُس کے ہاتھ میں آئے، پوری قوت سے اس بڈھے کے سر پر دے مارے جو نہایت اطمینان سے پوچھ رہا تھا کہ تمھیں کوئی تکلیف تو نہیں محسوس ہو رہی... حالانکہ تکلیف کا جو عالم تھا، وہ نعمان خان کا دل ہی جانتا تھا تاہم اُس نے صبر سے کام لے کر کسی قدر نرم لہجے میں کہا۔

"سخت تکلیف ہے... بلکہ ناقابلِ برداشت۔"

"بہت خوب..." اسکارد خوش ہو کر بولا۔ "یہی موقع ہے کہ میں تمھیں تکلیف میں بھی سوچنے کی تربیت دوں تاکہ تم ہر قسم کے تشدد کے باوجود اپنی ذہنی قوت بحال رکھ سکو... ہاں، شاباش! اب میرے ہر سوال کا جواب دو لیکن ذرا جلدی جلدی..."

نعمان خان نے غصّے کی شدت سے دانت بھینچ لیے۔ وہ اپنے ذہن کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ پندرہ دن کی تربیت میں اُسے یہی بتایا گیا تھا کہ شدید ترین غصّے کی حالت میں بھی اُسے اپنی موجودہ شخصیت کو نظرانداز نہیں کرنا ہے۔

اب اگر وہ اس عالم میں وہ اسکارد کو کوئی سخت جواب دیتا تو اُس کی پندرہ دن کی محنت پر پانی پھر سکتا تھا۔

حقیقت یہ تھی کہ نعمان خان نے اپنی تربیت کے دوران بارہا سوچا تھا کہ کیا وہ اپنی فطرت کو دبا سکے گا اور اُن کی مرضی کے مطابق کر سکے گا... کیونکہ اُسے بتایا گیا تھا کہ جان لیوا قسم کے حالات میں بھی نارمل رہ کر بلکہ خود کو بزدل ظاہر کر کے، حالات کو اپنے حق میں استوار کرنا ہوگا۔ یہ اُس کے مشن کی کامیابی کے لیے نہایت ضروری ہے۔

بہرحال، اُس نے اس بات کا حلف اُٹھایا تھا اور اب ہر حالت میں عمل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ نہایت سکون سے اسکارد کے ہر سوال کا جواب دیتا رہا۔

یہ سوالات بس اُس کے ذہن کے پردوں سے ٹکرا رہے تھے اور ہر سوال پر یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے پوری قوت سے اس کے سر پر ہتھوڑا دے مارا ہو۔ اُس کے دماغ کی ایک ایک نس فریاد کر رہی تھی اور وہ دل ہی دل میں اسکارد کو گالیاں دے رہا تھا لیکن بظاہر وہ بڑے سکون سے ہر سوال کا جواب دے رہا تھا۔

بہرطور سوال و جواب کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

تیسرے روز جبکہ اُس کی ناک اور کھوپڑی کے زخم ابھی تازہ ہی تھے، اُسے کچھ لوگوں کے سامنے معائنے کے لیے دوسرے جہاز پر لے جایا گیا۔ یہ اُسی بیڑے کا ایک جہاز تھا جو ویلیٹا اور برہٹو کے نزدیکی سمندر میں موجود تھا۔

بہرطور، آخری امتحان کے طور پر اُسے بہت سے شعبوں کے افراد کے سامنے سے گزرنا پڑا۔ ہر شخص نے اپنے اپنے شعبے کے مطابق اُس سے کوئی نہ کوئی سوال ضرور کیا۔ ان لوگوں کی اپنے شعبوں میں کیا حیثیت تھی، نعمان خان کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔

اس امتحان سے فارغ ہونے کے بعد، اُسے اُسی جہاز کے ایک کیبن میں منتقل کر دیا گیا جہاں اُس کا آپریشن کیا گیا تھا۔

اسی رات، اسکارد، اُس کے پاس پہنچا اور اُسے مبارک باد دیتے ہُوئے کہا۔ "اب تم ہر امتحان میں پاس ہو چکے ہو۔ لہٰذا اب تم اپنی مہم پر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"ان امتحانات نے تو میری جان نکال لی ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ میری صلاحیتوں پر بھروسہ کرتے ہُوئے، مجھے اس مہم پر روانہ کر دیا جاتا۔ یقین کرو، میں وہاں کے حالات کو بخوبی سنبھال لیتا۔"

"ہاں، تمھارے بارے میں یہ یقین کیا جا سکتا تھا، نعمان خان! لیکن تمھارے بارے میں ہمیں جو رپورٹ پیش کی گئی تھی، اُس میں بتایا گیا تھا کہ تم ایک آتش مزاج شخص ہو اور کسی بھی مرحلے پر غصّے سے بے قابو ہو سکتے ہو... اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے تمھیں ویسا ہی پایا۔ لیکن اتنے کم عرصے میں تم نے اپنے اندر جو تبدیلیاں پیدا کی ہیں وہ قابلِ ستائش ہیں۔ بہرطور ہماری جانب سے تم مکمل تربیت پا چکے ہو اور اب تمھاری آیندہ کامیابی اور ناکامی کا انحصار تمھاری بصیرت، فیصلے اور حوصلے پر ہے۔ ویلیٹا میں موجود، زیرِزمین سرگرمیوں کے اڈّے بھی تمھیں خود ہی تلاش کرنے ہوں گے۔ اگر میں نے اُن میں سے کسی اڈّے کی نشان دہی کی یا کسی رُکن کا نام بتایا تو تم یقیناً دھوکا کھا جاؤ گے۔ کیونکہ دُشمنوں نے ہمارے ایجنٹوں کو پھانسنے کے لیے بڑا وسیع جال پھیلا رکھا ہے... وہ تمھارے مشن کو آسانی سے ناکام بنا سکتے ہیں۔ اس خطرے کے پیشِ نظر میں یہ ذمّے داری نہیں لے سکتا تاہم وثوق سے کہہ سکتا ہُوں کہ تم کامیاب واپس آؤ گے۔"

"یہ تم قبل از وقت کیسے کہہ سکتے ہو؟" نعمان خان نے مُسکراتے ہُوئے پوچھا۔

"تربیت کے دوران، مجھے تمھاری صلاحیتوں اور قوتِ ارادی کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہے۔ البتہ ابتدا میں تم سے کچھ گڑبڑ ہُوئی تھی لیکن وہ گڑبڑ میری ذات تک محدود تھی لیکن اب ایسی کوئی غلطی نہ کر بیٹھنا جو تمھارے اور مشن کے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔" اسکارد خاموش ہو گیا۔

نعمان خان نے اُس کی تسلی کے لیے، اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہُوئے کہا۔ "میں اس مہم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دوں گا۔"

اسکارد نے مُسکرا کر اُسے کامیابی کی دُعائیں دی تھیں۔

پھر اُسی رات، نعمان خان کو ضروری سامان کے ساتھ ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر میں اُتار دیا گیا۔ آخری وقت تک اُسے معلوم نہ ہو سکا تھا کہ اِس مہم پر وہ تنہا جائے گا یا کچھ افراد اُس کے ساتھ ہوں گے... شیر ربانی اور دوسرے ساتھی اُسے بہت یاد آ رہے تھے۔ سابقہ مہم میں درحقیقت، انہی لوگوں کی وجہ سے اُسے شاندار کامیابی حاصل ہُوئی تھی... اب نعمان خان متوقع تھا کہ اگر وہ لوگ نہیں تو شاید کچھ اور لوگ اُس کے ساتھ بھیجے جائیں گے۔

حالانکہ شروع سے صرف اُسے ہی تربیت دی گئی تھی لیکن وہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ اُسے تنہا بھیجا جائے گا۔ پتہ نہیں کیوں... یہ بات اس سے چھپائی گئی تھی۔

بہرحال، اُسے اپنا کام اسی خوش اسلوبی سے انجام دینا تھا جس کی اُس سے توقع کی جا رہی تھی۔ رفتہ رفتہ کشتی جہاز سے دُور ہوتی چلی گئی۔ اُس میں ضروریاتِ سفر کا تمام سامان موجود تھا اور نعمان خان نے اُس کا جائزہ لے کر مطمئن انداز میں گردن ہلائی تھی۔ سمندر کے طویل اور جان لیوا سفر کے لیے اُس نے بہ مشکل خود کو آمادہ کیا تھا۔

اس سے پہلے کم از کم ایسے حالات سے اُس کا واسطہ نہیں پڑا تھا۔ ہر طرف گہری تاریکی تھی۔ سمندر میں طوفان کی آمد آمد تھی۔ بادل گرج رہے تھے اور جب بجلی کوندتی تو سمندر کی لہریں خوفناک اژدھے کی مانند، اُسے کشتی کی جانب بڑھتی دکھائی دیتیں۔

تربیت کے مراحل سے گزرنے کے بعد، اُس کے ذہن میں کامیابی کی مسرت آمیز کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اُس نے اپنے سامنے

موجود، ریڈیم ڈائل کمپاس کی جانب دیکھا جس کی سوئی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ صحیح سمت میں سفر کر رہا ہے۔

ساری رات، طوفان باد و باراں اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ جاری رہا۔ بپھری ہوئی موجوں نے کشتی کو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ کئی مرتبہ تو کشتی اُلٹتے اُلٹتے بچی لیکن نعمان خان نے ہمت نہیں ہاری۔

صبح کاذب کے دھندلکے جب صبح صادق میں بدل رہے تھے تو طوفان کے جوش و خروش میں کمی واقع ہوئی۔ نعمان خان نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کشتی ایک جزیرے کے قریب سے گزر رہی تھی جس کے چاروں طرف اُونچی اُونچی چٹانیں سر اُٹھائے کھڑی تھیں۔

کشتی ایک چٹان کے قریب سے گزرنے لگی تو اچانک تاریکی میں روشنی کا سیلاب پھوٹ پڑا اور نعمان خان کی کشتی اس میں نہا گئی۔ یہ روشنی اس قدر تیز تھی کہ اُس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ وہ ایک طاقتور سرچ لائٹ تھی جس نے کشتی کو اپنے ہالے میں لے رکھا تھا... پھر فائرنگ شروع ہوگئی اور گولیاں اس کے سر پر سے گزرنے لگیں۔

نعمان خان دم سادھ کر کشتی میں اوندھا لیٹ گیا... پھر اُس نے موٹر بوٹ کے انجن کی پُرشور آواز سُنی جو آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھی۔ چند لمحوں بعد موٹر بوٹ قریب آگئی۔

نعمان خان نے سر اُٹھا کر موٹر بوٹ کی جانب دیکھا۔ اُس پر تین فوجی ہاتھوں میں رائفلیں تھامے کھڑے تھے۔ وہ کشتی میں اُٹھ کھڑا ہُوا اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کر لیے۔ فوراً ایک سپاہی نے اُس کی جانب رسّہ پھینکا اور چیخ کر بولا۔

"اس رسّے کا سرا، اپنی کشتی کے اگلے حصّے میں باندھ لو۔ چلو، جلدی کرو۔ اگر کسی قسم کی بھی غلط حرکت کی تو تمھیں بھُون کر رکھ دیا جائے گا۔" نعمان خان نے خاموشی سے اُن کے حکم کی تعمیل کی اور ایک سپاہی کشتی کو موٹر بوٹ کی جانب کھینچنے لگا... پھر اُس نے کشتی کو موٹر بوٹ سے باندھ کر نعمان خان کو موٹر بوٹ پر آنے کا حکم دیا۔

جیسے ہی نعمان خان موٹر بوٹ پر پہنچا، دو فوجی، اُسے رائفلوں کی نالوں سے دھکیلتے ہُوئے ایک کیبن کی طرف لے گئے۔

کیبن میں بحری کمانڈر کی وردی میں ملبوس ایک شخص میز پر پھیلے نقشے پر جھکا ہُوا تھا۔ اُس نے سر اُٹھا کر نعمان خان کو گھُورا اور اپنی زبان میں پوچھا "کون ہو، تم اور اس طرح مشتبہ حالت میں سمندر میں کیوں گھوم رہے تھے؟"

نعمان خان نے اُس کی زبان سے عدم واقفیت کا اظہار کرتے ہُوئے دونوں ہاتھ پھیلا کر گردن ہلائی تو وہ غصّے سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اُس کے گردن ہلانے سے افسر نے یہ نتیجہ اَخذ کیا تھا کہ وہ کچھ بتلانا نہیں چاہتا۔ وہ، میز پر رکھا ہُوا رُول اُٹھا کر، اُس کی طرف بڑھا تو نعمان خان دو قدم پیچھے ہٹ کر وینیشین زبان میں چیخا۔

"میں... میں، آپ کی زبان نہیں جانتا۔ میں، وینیشیا کا باشندہ ہوں۔" یہ سُن کر افسر رُک گیا اور ٹوٹی پھُوٹی وینیشین زبان میں بولا۔

"اپنے شناختی کاغذات دِکھاؤ۔"

"ابھی دِکھاتا ہُوں، جناب!" نعمان خان نے جیب سے ایک چرمی بٹوا نکال کر، اُس کے حوالے کر دیا۔

افسر نے نہایت بدتمیزی کے ساتھ بٹوے میں سے کاغذات نکالے اور اُن پر ایک سرسری سی نظر ڈال کر چیخا۔ "فرام بلجیئم... جاسوس کُتّے! میں جانتا ہُوں، تو کس مقصد کے تحت سمندر میں گھوم رہا تھا۔"

یہ الفاظ پگھلے ہُوئے سیسے کی مانند، نعمان خان کے کانوں میں اُترے۔ اُسے ان الفاظ میں مخاطب کرنے والا، دوبارہ بولنے کے قابل نہیں رہ سکتا تھا لیکن اُسے دی ہُوئی تربیت، اُس کے کام آ رہی تھی۔ اُسے بہرحال اپنا دماغ ٹھنڈا رکھنا تھا۔ چنانچہ اُس نے سہم جانے کی اداکاری کی اور خوشامدانہ انداز میں بولا۔

"جناب عالی، میں جاسوس نہیں ہُوں۔ میں تو وینیشیا کا ایک بہت پُرانا باشندہ ہُوں۔ میں، آپ سے سچ کہتا ہُوں کہ میں تو اپنے خاندان کو چھوڑ کر ایک طویل عرصے سے بلجیئم میں..."

"بکواس مت کرو۔" افسر نے شکستہ لہجے میں اُس کی بات کاٹ دی پھر اپنے آدمیوں کی طرف رُخ کر کے بولا۔ "اسے لے جاؤ... میں اس کے بارے میں دوسری ہدایات جاری کروں گا۔" یہ کہہ کر، اُس نے کاغذات، نعمان خان کے چہرے پر دے مارے۔

نعمان خان کو لانے والوں نے فوراً ہی اُسے دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا اور گھسیٹتے ہُوئے موٹر بوٹ کے دوسرے حصّے میں لے گئے۔ وہاں اُنھوں نے، سمندر میں گشت کرنے والی ایک دوسری موٹر بوٹ کو سگنل دیا۔ چند لمحوں بعد وہ موٹر بوٹ، اُن کے نزدیک پہنچ گئی۔ اُنہوں نے نعمان خان کو دوسری موٹر بوٹ پر منتقل کر کے، اس بوٹ کے عملے کے حوالے کر دیا...

نعمان خان بالکل پُرسکون تھا۔ جو کچھ بھی ہو رہا تھا، اُس کی توقع کے مطابق ہو رہا تھا۔ دوپہر کے وقت وہ، ایک دوسرے جزیرے پر پہنچ گئے۔ موٹر بوٹ کے ساحل کے ساتھ لگتے ہی چند فوجیوں نے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ وہ، موٹر بوٹ والوں سے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے... پھر وہ لوگ اُسے اپنے گھیرے میں

لے کر چل پڑے اور موٹر بوٹ دوبارہ کھُلے سمندر کی طرف روانہ ہوگئی۔

یہ ایک چھوٹا سا غیر آباد جزیرہ تھا جسے صرف فوجی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا۔ یہاں جگہ جگہ بے ترتیبی سے کئی بھدّی عمارتیں بنی ہُوئی تھیں۔

دفعتہً نعمان خان کے پیچھے چلتے ہُوئے ایک فوجی نے اس کی کمر میں رائفل سے ٹھوکا دیا۔ نعمان خان رُک کر پلٹا اور اُسے گھُورنے لگا۔

"نگاہیں جھکا کر چلو۔ تمھیں اِدھر اُدھر دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔" اُس نے صاف سُتھری وینیشین زبان میں کہا۔

نعمان خان کو مسرّت ہُوئی کہ کم از کم ان لوگوں نے اُسے وینیشیا کا باشندہ تسلیم کر لیا تھا... اور یہ اُس کی پہلی کامیابی تھی۔

مگنیشیا کی آنکھوں میں نفرت کے سائے تھے۔ اُس نے آگے بڑھ کر سدھاشی کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا اور اُسے دلاسہ دینے لگی۔ مارلینو اور گریچر خاموش تھے۔ مارلینو کے چہرے سے اُس کے اندرونی تاثرات کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔

کافی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر مارلینو نے ہی اس خاموشی کو توڑا۔ "اُس نے بہت بُرا کیا۔ عجیب انسان ہے۔ بے حد دلیر ہے لیکن میں نے پہلا ایسا انسان دیکھا ہے جو دلیر ہونے کے ساتھ ساتھ کم ظرف بھی ہے۔ انتقام لیتے وقت وہ طاقت ور اور کمزور کو بھی نہیں دیکھتا یہ بھی نہیں سوچتا کہ کسے ہلاک کرنے کسے معاف کرے بہت انوکھا ہے وہ۔"

"مسٹر مارلینو۔ آپ نے اس کے بارے میں مناسب الفاظ نہیں کہے۔" مگنیشیا احتجاجی انداز میں بولی۔ "وہ قابلِ سزا ہے۔ اسے گھیر کر کُتّے کی موت مار دیا جائے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اُسے زندہ رکھا جائے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے اس کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے۔ آخر ہم اس کے بغیر بھی تو کسی نہ کسی طرح کام چلا ہی رہے تھے۔"

مارلینو نے مُسکرا کر اُسے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "میں اس کے بارے میں ضرور سوچوں گا۔ تم سے مشورہ بھی کروں گا۔"

"میں اپنے ارادے میں اٹل ہُوں مسٹر مارلینو۔ آپ اس کی گرفتاری کے لیے احکامات جاری کر دیں۔"

"میں تم لوگوں سے مشورہ کروں گا۔ یہ وقت اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے نامناسب ہے۔ میری بیٹی کیا چاہتی ہے؟" مارلینو نے سدھاشی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں۔ میں تھک گئی ہُوں اب... میں تھک گئی ہُوں مسٹر مارلینو۔ میں نے حالات سے ہار مان لی ہے۔ میں مرجانا چاہتی ہُوں۔ مجھے سکون چاہیئے۔"

"تو پھر تمھارے لیے میری ایک رائے ہے سدھاشی؟" مارلینو نے پختہ لہجے میں کہا۔

سدھاشی سوالیہ انداز میں اُسے دیکھنے لگی۔ گریچر اس دوران بالکل خاموش رہا تھا۔ "سدھاشی۔ تم گانگ ہُو میں رہو یہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ تم سکون سے یہاں رہ سکتی ہو۔ ساری سرگرمیاں ترک کر دو اور بس آرام کرو یا پھر اگر تم یہاں اُلجھن محسوس کرو تو میں تمھیں یورپ بھجوا دُوں۔ وہاں تم نہایت سکون سے زندگی گزار سکتی ہو۔"

سدھاشی کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں پیدا ہُوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ویرانی چھائی ہُوئی تھی۔ تب مارلینو نے کہا۔

"میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہُوں سدھاشی۔ بعض احساسات وقتی طور پر انسان کے ذہن کو ماؤف کر دیتے ہیں اور وہ یُوں محسوس کرتا ہے کہ دُنیا ویران ہوگئی۔ اب اس میں کوئی دلچسپی کوئی دلکشی نہیں ہے۔ چاروں طرف اُسے تاریکی نظر آتی ہے ایسے حالات میں وہ خودکشی کر لیتا ہے پاگل ہو جاتا ہے یا کوئی بھی ایسا قدم اُٹھا لیتا ہے جو اس کی زندگی کے لیے نقصان دہ ہو لیکن یہ احساس ایک بیماری ہے اور ہر بیماری کا علاج ہوتا ہے۔ بیماری بالآخر دُور ہو جاتی ہے اور بعد میں یاد بھی نہیں رہتی۔ ابھی خود کو پُرسکون رکھو سنبھالو خود کو۔ وقت تمھارا راستہ خود تشکیل دے گا اور تم محسوس کرو گی کہ وہ راستے خوبصورت ہیں۔"

سدھاشی نے آنکھیں بند کر لی تھیں، مارلینو کے الفاظ اس کے ذہن میں گونج رہے تھے، وہ ان پر غور کر رہی تھی، یہ بات تو مارلینو نے سچ کہی تھی، وہ ایک مثال تھا مایوس انسانوں کے لیے اور ایک ایسی مثال تھا جو ناقابلِ تردید تھی۔

"میرے الفاظ کو تنہائی میں اپنے ذہن میں دوہرانا، غور کرنا ان پر، تمھیں وہ غلط نہیں معلوم ہوں گے۔ آؤ مگنیشیا، گریچر، سدھاشی کو آرام کرنے دو۔ ہم بعد میں اس سے اس کا فیصلہ سُنیں گے۔"

گریچر اور مگنیشیا خاموشی سے اُٹھ کھڑے ہُوئے، مارلینو اپنی کُرسی دھکیلتا ہُوا دروازے کی جانب بڑھ گیا... وہ اپنے کمرے کی جانب جا رہا تھا۔ گریچر اور مگنیشیا اُس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ گریچر نے اُس کی کُرسی سنبھال لی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مارلینو اپنے کمرے میں داخل ہوگیا، اس نے ایک پُرسکون گوشہ سنبھال لیا اور کافی دیر تک خاموش آنکھیں بند

کیے بیٹھا رہا۔ دفعتاً اُس نے چونک کر ان دونوں کی طرف دیکھا۔

"او ہو معاف کرنا بھئی، بیٹھو تم لوگ کھڑے کیوں ہو پلیز بیٹھ جاؤ"۔۔۔۔ گریچر اور میگنیشیا اُس کے سامنے پڑی ہوئی آرام کرسیوں پر بیٹھ گئے اور خاموشی سے اُس کی شکل دیکھتے رہے، تب مارلینو نے نگاہیں اُٹھا کر میگنیشیا کی طرف دیکھا۔

"شیران قابلِ نفرت ہے میگنیشیا"

"انتہائی قابلِ نفرت ہے جناب، انسانوں کے کسی گروہ کے ساتھ اس کا تعلق نہیں لگتا، اتنا نیچ اتنا گرا ہُوا انسان ہے وہ، بالکل جنگلی درندہ ہے، ایک ایسا درندہ جو انسانوں کے درپے رہتا ہے، جسے دنیا کی اقدار یا کسی مقصد سے کوئی غرض نہیں ہے، وہ صرف اپنی ذات کے لیے جیتا ہے، وہ آپ کے لیے کبھی کچھ نہیں سوچے گا۔ آپ اس کے لیے جو دل چاہے کہہ دیں، جس طرح چاہیں محبت اور مہربانی سے پیش آئیں، اس وقت تک جب تک آپ اس کے لیے قابلِ اعتبار ہیں گے، وہ آپ کے سامنے خاموش رہے گا، لیکن اگر آپ کی کوئی بات اُسے ناگوار گزری، تو وہ آپ کی زندگی لینے سے کبھی دریغ نہیں کرے گا۔"

"کیوں گریچر کیا کہتے ہو؟ میگنیشیا ٹھیک کہتی ہے نا؟ کیا تمھارے خیال میں شیران کا قتل ضروری ہے؟ کیا اُسے سدھاشی کے ساتھ اس سلوک کی سزا موت کی شکل میں دی جائے؟ مارلینو کے لیے یہ مشکل نہیں ہوگا، وہ بارتھم کے علاقے کے کسی بھی خطے میں ہو، مارلینو کے آدمی اُسے تلاش کریں گے اور اگر میرے آدمی بھی اس کی تلاش میں ناکام رہے، یا کوئی شخص اُسے گرفتار کرنے کی کوشش میں بزدلی کا شکار ہو گیا تو مارلینو کے پاس بہت سے ذرائع ہیں۔ جاسوس شعاعیں اُسے بارتھم کے ایک ایک گوشے میں تلاش کریں گی اور وہ جہاں بھی مل گیا، وہیں اُسے ختم بھی کر دیں گی، ہاں میرے پاس یہ اختیارات ہیں۔ شیران مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ تم کیا کہتے ہو گریچر؟ تمھارا کیا خیال ہے۔ کیا ہم شیران کو سدھاشی کے ساتھ کیے گئے سلوک کے سلسلے میں موت کی سزا دے دیں۔ یہ سزا اُس کے ساتھ زیادتی تو نہ ہوگی؟"

گریچر خاموشی سے مارلینو کی شکل دیکھتا رہا، وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ تب مارلینو کا لہجہ کسی قدر خشک ہو گیا اور وہ سرد لہجے میں بولا۔ "میں تم سے سوال کر رہا ہوں گریچر، میرے اس سوال کا جواب ضروری ہے۔"

"مسٹر مارلینو اگر آپ میری بے لاگ رائے پوچھتے ہیں، تو اس میں شک نہیں۔ شیران نے سدھاشی کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ قابلِ سزا ہے، اور اُسے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے تھا، تھوڑی سی انسانیت بھی ضروری ہے۔ خاص طور سے ایسے کسی انسان کو قتل کرنا دلیری اور بہادری نہیں ہے جو کمزور ہو اور جو بآسانی قتل ہو جائے۔ جو اپنی مدافعت کے لیے ہاتھ پاؤں بھی نہ چلا سکے لیکن مسٹر مارلینو شیران اس قابل نہیں ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔ اس کی شخصیت ایسی ہے کہ میں اس کی موت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا، میرا خیال ہے اس کے لیے موت کا فیصلہ مناسب نہیں رہے گا۔ میں اس کے حق میں نہیں ہوں"۔

"وجہ؟" مارلینو نے درشت لہجے میں پوچھا۔

"بس، میں شاید صحیح الفاظ میں اپنے اس احساس کی تشریح نہ کر سکوں، وہ بلاشبہ درندہ صفت ہے لیکن اس کے ذہن کے کسی گوشے میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ تھوڑی سی انسانیت بھی اُبھر آتی ہے۔ اس سے خواہ مخواہ ایک محبت محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ آپ کے ساتھ بُرا سلوک کرے گا، لیکن آپ کا دل نہیں چاہے گا کہ اسے اس سلوک کی ایسی سزا دی جائے جس کی بنا پر اس کی اپنی شخصیت ختم ہو جائے اور وہ موت کے گھاٹ اُتر جائے۔"

مارلینو نے پھر آنکھیں بند کر لی تھیں، چند لمحات خاموشی رہی۔ میگنیشیا کسی قدر غصیلے انداز میں گریچر کو دیکھ رہی تھی۔ تب اُس نے مداخلت کرتے ہوئے کہا: "مگر مسٹر گریچر انسانیت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص ان پر پورا نہ اُترے، تو کیا اُسے جینے کا حق ہے؟"

"میگنیشیا جنگل میں لاکھوں درندے پھرتے ہیں کیا تم ان میں سے ہر درندے کو موت کے گھاٹ اُتار دو گی؟"

"وہ تو ٹھیک ہے، درندے کم از کم جنگلوں میں تو رہتے ہیں۔ انسانوں میں تو نہیں گھس آتے۔" میگنیشیا بولی اور مارلینو بے اختیار ہنس پڑا۔

"میگی مجھے بتاؤ صحیح جواب دینا، یہ جھوٹ بولنے کا موقع نہیں ہے اور نہ ہی تم مسٹر مارلینو کے سامنے جھوٹ بولنے کی کوشش کرو گی، میرے ان الفاظ کے جواب میں تمھیں کتنی ہی مشکلات سے گزرنا پڑے، لیکن جواب صحیح دو گی۔ مجھے بتاؤ میگنیشیا تمھارے دل کی گہرائیوں میں شیران کے لیے ۔۔۔۔۔۔ محبت چھپی ہوئی ہے یا نہیں؟"

میگنیشیا نے گردن جھکا لی، درحقیقت مارلینو کے سامنے جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں پڑ سکتی تھی، اس شخص کو دھوکا دینا اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف تھا، وہ آہستہ سے بولی۔

"جی ہاں جناب، مجھے بھی اس کی شخصیت پسند آئی تھی

بے حد دلکش محسوس ہوا۔"

"اور تم نے اس سے اظہارِ محبت کیا؟"

"نہیں۔! اس انداز میں نہیں جو کچے ذہن کی لڑکیوں اور عورتوں کا ہوتا ہے۔"

"کوئی بھی انداز ایسا اختیار کیا تم نے، جس سے اسے احساس ہُوا ہو کہ تم اُسے چاہتی ہو۔"

"جی ہاں۔"

"جواب کیا ملا اس کا؟"

"درندگی، دیوانگی اور تمسخر، اُس کے انداز میں ان تینوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔"

"گویا اُس نے تمھاری محبت کو ٹھکرا دیا۔"

"جی ہاں، یہی خیال فرمائیے۔"

"اس کے بعد تم نے کبھی کوشش کی؟"

"جی نہیں۔ ویسے میں آپ سے یہ عرض کر دوں کہ اس احساس نے میرے اندر کوئی بہت بڑی چمک پیدا نہیں کی تھی۔ میں اس کی رفاقت چاہتی تھی، میں نے اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنا چاہا تھا اور اس نے یہ محسوس کر کے کہ میں خصوصی طور پر اُس کی طرف راغب ہوں، میرا مذاق اُڑایا" میگنیشیا نے کہا۔

"پھر تم نے اُسے قتل کیوں نہ کر دیا میگنیشیا؟"

"بات یہاں تک نہیں پہنچی تھی جناب، میں نے خاموشی اختیار کر لی اور اس کے بعد بھول کر بھی اس کے بارے میں نہیں سوچا۔" میگنیشیا نے کہا۔

"میگنیشیا دل کی گہرائیوں میں جو بات چھپی ہوتی ہے بعض اوقات وہ چھپی ہی رہ جاتی ہے لیکن اگر کبھی اُسے ہوا مل جائے تو یہ چنگاری پھر سے بھڑک جاتی ہے، میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ تمھارے اپنے الفاظ میں تمھاری اپنی نسوانیت کی توہین بھی بول رہی تھی۔ میں تمھیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں بلاشبہ میرا دل سدھاشی کے لیے بہت دُکھا ہے، شیران نے اُس کے ساتھ جو کچھ کیا وہ قابلِ نفرت ہے، اسے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن میگنیشیا اس کے بعد میرے سامنے شیران کے قتل کی بات مت کرنا، اس کے بعد میرے سامنے اس کے لیے ایسا کوئی لفظ مت کہنا جس سے میرے دل پر ضرب پڑے شاید میں تم لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ شیران کو میں اپنی شخصیت کا عکس سمجھتا ہوں، میں اس کی طرح درندہ کبھی نہیں تھا، میں اس کی طرح وحشی نہیں تھا لیکن اس وحشی درندے میں جو صفات چھپی ہوئی ہیں، تم اُسے نہیں جانتیں، میگنیشیا تمھاری سطحی نگاہ اُسے نہیں دیکھ سکتی، وہ سچا ہے اگر وہ سچا نہ ہوتا تو وحشی درندوں کو ہلاک نہ کرتا، اگر وہ سچا نہ ہوتا تو اپنی زندگی کی بازی لگا کر وہ ان خونخوار جانوروں کو اس طرح موت کے گھاٹ نہ اُتارتا، کچھ تو اس کی شکل دیکھ ہی خوفزدہ ہو گئے۔ تم نہیں جانتیں وہ یہ سب کچھ کیوں کرتا ہے۔ نہیں میگنیشیا نہیں۔ ہر انسان میں بُرائی موجود ہوتی ہے گو اس میں بُرائی بہت بُری شکل میں موجود ہے، لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ مارلینو کا بیٹا ہے، وہ مجھے اولاد ہی کی مانند عزیز ہے۔ وہ میرا بچہ ہے، میرا بیٹا ہے، اور ایک باپ کے سامنے قتل کی تجویز۔ تم خود غور کرو میگنیشیا، سنو، غور سے سنو، میں اس کا تحفظ کروں گا، میں اُسے دُنیا کے کسی بھی گوشے میں کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ تمام قوتیں سے کر پہنچ جاؤں گا۔ اُسے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا سمجھیں۔ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، جب تک مارلینو زندہ ہے، آئندہ اس کے قتل کی بات مت کرنا، مجھے سخت صدمہ ہوگا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر مارلینو لیکن اگر وہ اس پر آمادہ نہ ہُوئی تو؟"

"ہاں اگر تم اسے اس بات پر آمادہ نہ پاؤ کہ شیران کو قتل کر دیا جائے تو پھر اُسے زندگی کی طرف لانا تمھارا کام ہے میگنیشیا، میں چاہتا ہوں کہ وہ بھی زندہ رہے، اور ہم سب آنے والے وقت کا انتظار کریں۔" مارلینو نے کہا اور میگنیشیا نے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ سخت شرمندگی محسوس کر رہی تھی، وہ واقعی جذباتی ہو گئی تھی اور جذبات میں اُس نے نجانے کیا کچھ کہہ دیا تھا لیکن اس بات کو بھولنا نہیں چاہیے تھا کہ مارلینو شیران کو اپنا نائب کہتا تھا، کوئی نہ کوئی بنیاد تو ہوگی اس کی، کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی اس کی۔

❂

شام کے دُھندلکوں نے خوبصورت ماحول کو اپنی آغوش میں لیا اور مناظر مدھم پڑ گئے۔ شیران اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اُس نے ونود کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا: "میں چلتا ہوں، کیا تم سفر کے لیے خود کو تیار پا رہے ہو؟"

ونود کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔ "ہاں میرے دوست میں جس حالت میں بھی ہوں سفر کے لیے تیار ہوں، یہاں اس جھونپڑے میں میرے سامنے کوئی ایسا راستہ نہیں تھا جس کے تحت میں اپنی منزل پر پہنچ سکتا۔ یہ خواہش میرے دل میں ہمیشہ چٹکیاں لیتی رہی ہے کہ یا تو میں تندرست ہو جاؤں یا پھر کوئی ایسا ذریعہ نکل آئے کہ میں کم از کم اپنے علاقے میں پہنچ جاؤں، وہاں اگر مجھے موت بھی آ جائے تو مجھے زیادہ افسوس نہیں ہوگا۔ اب اگر حالات نے اور تقدیر نے تم جیسا ہمدرد

دوست میرے پاس بھیج دیا ہے تو میں جس حالت میں بھی ہوں سفر کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میرے دوست میرے ان زخموں کا کوئی علاج نہیں ہو رہا، وہ معصوم سی لڑکی جو کچھ بھی کر سکی ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ میں اس سے ٹھیک ہو جاتا بس زندگی کی آس لگائے بیٹھا ہوا تھا، اب حالات نے یہ موقع دیا ہے تو اس سے فائدہ نہ اُٹھانا حماقت ہے۔ تم تیاریاں کر دیں دلی طور پر تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"بس بس میں دوست ذرا کم ہی بناتا ہوں، لیکن تمہارے لیے میرے دل میں گنجائش پیدا ہو گئی ہے، میں تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں، کیوں؟ یہ سوال کبھی نہ کرنا مجھ سے۔" شیران نے کہا اور اُسے تسلی دے کر باہر نکل گیا۔

بستی زیادہ فاصلے پر نہیں تھی، اُس نے یہ بستی نہیں دیکھی تھی لیکن جتنا کچھ اُسے معلوم ہو چکا تھا، وہ کافی تھا...... وہ اپنی منزل تلاش کر سکتا تھا، البتہ بستی میں داخل ہونے کے لیے اُس نے چالاکی سے اپنے آپ کو چھپائے رکھا تھا، وہ جھونپڑوں کی آڑ لیے آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا اور بڑے غور سے ان جگہوں کا جائزہ لے رہا تھا جہاں سے وہ گزر رہا تھا، بستی کے لوگ سرِ شام ہی گھروں میں جا بیٹھے تھے، جگہ جگہ چراغ روشن تھے۔ ایک ایسی بستی تھی جہاں کوئی ترقی نہیں ہوئی تھی، بس لوگوں نے اپنے ہی طور پر زندگی گزارنے کے لیے بندوبست کر لیے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گھوڑوں کے اس اصطبل کے نزدیک تھا جس کے بارے میں چالاکی نے بتایا تھا، اصطبل کے احاطے کا لکڑی کا گیٹ بند تھا لیکن اس طرح کہ گھوڑے اس میں سے نکل کر نہ بھاگ سکیں، باقی اس کی مضبوطی کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا تھا چنانچہ شیران کو اس میں داخل ہونے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔

گھوڑے کھلے ہوئے تھے۔ اسے سب سے زیادہ زین کی تلاش تھی، کیونکہ وہ خود تو گھوڑے کی ننگی پشت پر بھی سفر کر سکتا تھا، لیکن ونود کے لیے یہ سفر آسان نہیں ہوتا، احاطے کے ایک حصے میں ایک چھوٹی سی عمارت بنی ہوئی تھی، اگر گھوڑوں کی زینیں موجود ہوں گی تو اس عمارت ہی میں ہوں گی، چنانچہ وہ عمارت کی طرف چل پڑا اور پھر یہ دیکھ کر اُسے محتاط ہو جانا پڑا کہ عمارت اندر سے روشن ہے۔ گویا گھوڑوں کو سنبھالنے والا اور اس عمارت کی رکھوالی کرنے والا اس عمارت ہی میں موجود تھا۔

وہ عمارت کے دروازے پر پہنچا، دروازہ اندر سے بند تھا۔ شیران نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اُس نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی، قرب و جوار میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ دُوسری بار دستک دینے پر اندر سے قدموں کی آواز سُنائی دی اور پھر کسی نے کچھ کہے سُنے بغیر اندر سے دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولنے والا ایک دراز قامت، چُست و چالاک آدمی تھا، شیران چونکہ تاریکی میں تھا اس لیے وہ شخص اُس کے خدوخال نہ دیکھ سکا تھا، تاہم اُس نے کسی قدر متحیرانہ لہجے میں پوچھا، "کون ہے بھائی، کیا بات ہے؟" لیکن اس سوال کا جواب اُسے بہت ہی مہنگا پڑا، ایک زوردار گھونسہ اس کی پیشانی پر پڑا اور وہ بُری طرح زمین پر جا گرا۔ شیران اس کے سینے پر سوار ہو گیا تھا اُس نے ایک ہاتھ سے اُس کی گردن دبالی اور غُراتی ہوئی آواز میں بولا۔ "گھوڑوں کی زینیں کہاں ہیں؟" نیچے گرے ہوئے شخص نے جو اب اس گھونسے کی ضرب سے کسی حد تک سنبھل گیا تھا، خوفزدہ نگاہوں سے شیران کو دیکھا اور پھر اپنے ہاتھوں سے ناکام جدوجہد کرنے لگا کہ اپنی گردن اُس کی گرفت سے چھڑا لے، شیران نے اُس کی گردن پر گرفت تھوڑی سی ہلکی کر دی اور پھر اسی طرح غُراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "گھوڑوں کی زینیں کہاں ہیں؟" نیچے گرے ہوئے آدمی نے بے اختیار ایک دروازے کی طرف دیکھا جس پر زینیں ٹنگی ہوئی تھیں اور شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "شکریہ دوست تم نے میری مشکل حل کر دی، یہ بتاؤ تمہارے علاوہ اس عمارت میں اور کوئی موجود ہے؟" جواب میں اس شخص نے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے میں تم سے کوئی بُرا سلوک نہیں کروں گا کیونکہ مجھے تم سے کوئی پرخاش نہیں ہے، لیکن سنو میرے بارے میں کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں...... رات کے کسی پہر اگر تم نے اس معاملے میں۔ مگر نہیں ہے تم سے یہ سب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں اس کی گنجائش نہیں چھوڑوں گا۔" شیران نے کہا اور پھر اُس نے اس آدمی کی گردن پر ہاتھوں کا دباؤ بڑھا دیا۔

اس کے بے سُدھ ہوتے ہی شیران نے دو زینیں پسند کیں اور باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر دو تندرست و توانا گھوڑوں کا انتخاب کر کے ان پر زینیں کس دیں۔ شیران گھوڑوں کی لگامیں پکڑے ہوئے باہر نکل آیا، اب اس کا رُخ بستی کے باہر کی طرف تھا جہاں ونود موجود تھا۔ اس جگہ پہنچ کر اُس نے گھوڑے کو جھونپڑے کے بانس سے باندھ دیا اور اس کے بعد اندر پہنچ کر ونود کو سنبھالنے لگا۔ ونود کے دونوں ہاتھ تو شدید زخمی تھے ہی لیکن اس کا پاؤں اُس کے لیے شدید اُلجھن کا باعث بنا ہوا تھا۔ شیران نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اُٹھایا اور باہر نکل آیا۔ پھر اُس نے بے پناہ قوت سے کام لیتے ہوئے ونود جیسے بھاری تن و توش کے آدمی کو گھوڑے

پشت پر بٹھا دیا۔ ونود کے حلق سے کئی بار کراہیں نکل گئی تھیں، تب شیران نے لگام اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "ہم سفر زیادہ تیزی سے نہیں کریں گے۔ کیا تم خود کو گھوڑے پر سنبھال سکتے ہو؟"

"میں کوشش کروں گا......" ونود نے کراہتے ہوئے کہا اور شیران نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ جب وہ بستی سے باہر نکل آئے تو ونود آہستہ سے بولا۔ "اب تم گھوڑے کی رفتار بڑھا سکتے ہو، میں نے اپنے اُوپر قابو پا لیا ہے۔"

"ہے۔" شیران نے حلق سے ایک وحشیانہ سی آواز نکالی اور گھوڑے کی رفتار تیز کر دی لیکن اس کے باوجود یہ رفتار اتنی تیز نہیں تھی کہ ونود کے زخموں کو کوئی نقصان پہنچ سکتا، شیران اس کا خیال رکھ رہا تھا۔

رات کی تاریکی میں ناہموار اور پُرپیچ راستوں کا سفر آسان نہیں تھا اور وہ بھی اس حالت میں جب کہ ایک شدید زخمی شخص ساتھ تھا لیکن شیران کو نجانے کیا سوجھی تھی کہ وہ ونود کو ہر طرح سہارا دیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ونود نے خود بھی اپنی قوتِ ارادی سے کام لے کر خود کو سنبھالے رکھا تھا اور حتی الامکان کوشش کر رہا تھا کہ شیران کی رفتار کا ساتھ دے سکے۔ سفر جاری رہا اور تقریباً چار گھنٹے تک وہ لوگ مسلسل سفر کرتے رہے۔ اندازے کے مطابق وہ بستی سے تقریباً بیس پچیس میل دُور نکل آئے تھے۔

ونود کے زخموں میں ٹیسیں اُٹھنے لگی تھیں لیکن وہ آنکھیں بند کیے مسلسل سفر کر رہا تھا تب شیران ہی کو کچھ خیال آیا اور وہ آہستہ سے بولا۔ "اب اگر بستی والے ہمیں تلاش کرنے کی کوشش بھی کریں تو آسانی سے ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے اور ویسے بھی اُنھیں صرف دو گھوڑوں کا نقصان ہوا ہے۔ فوری طور پر تو وہ یہ اندازہ بھی نہیں لگا پائیں گے کہ یہ گھوڑے کہاں گئے؟ چوری کا تصور شاید اُن کے ذہن میں نہ آئے کیونکہ تمہارے بارے میں کسی کو نہیں معلوم اس لیے اگر تم چاہو تو صبح تک آرام کر سکتے ہو۔ صبح کی روشنی میں ہم اپنے سفر کا آغاز کریں گے۔" ونود نے متشکرانہ نگاہوں سے شیران کو دیکھا اور بولا۔

"میں اس کی شدید ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے اب ہمیں آرام کرنا چاہیے۔"

شیران اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پہاڑی علاقہ تھا۔ چاروں طرف گہرے گہرے غار اور گھاٹیاں بکھری ہوئی تھیں۔ لیکن سرسبز علاقہ تھا جگہ جگہ درخت نظر آ رہے تھے بعض درخت ایسے تھے جن کے اُوپر کسی قسم کے پھل وغیرہ بھی لگے ہوئے تھے جتنا بھی سفر کیا تھا۔ اس میں اُنھیں کہیں بھی خشک اور بے آب و گیاہ چٹانیں نظر نہیں آئی تھیں۔ پہاڑیاں ضرور تھیں لیکن سبزے سے ڈھکی ہوئی، رات کا وقت ہونے کی وجہ سے ماحول بھی خوشگوار تھا ہوائیں سرد تھیں لیکن ناخوشگوار نہ تھیں۔ بہرطور ایک جگہ کا انتخاب کر لیا گیا اور وہاں شیران نے ونود کو سہارا دے کر نیچے اُتارا اور ونود گھاس پر لیٹ گیا۔ وہ لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا۔ شیران نے دونوں گھوڑوں کو ایک چٹان کے پاس چھوڑ دیا اور خود ونود کے پاس آ بیٹھا۔

"تمھیں اس تین چار گھنٹے کے سفر میں کیا محسوس ہوا، اپنے وطن واپس جانے کی خوشی نے میرے خیال میں تمہارے زخموں کی تکلیف کم کر دی ہوگی۔" اس نے کہا۔ ونود کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ آہستہ سے بولا۔ "کاش میں اپنے وطن پہنچ سکوں۔"

"دیکھو دوست مجھے ناامیدی سے اُلجھن ہوتی ہے تم یقیناً اپنے وطن پہنچ جاؤ گے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں تب پھر تم فکر کیوں کرتے ہو؟"

"ایک بات کہوں مسٹر شیران۔" ونود نے کہا۔

"ہاں۔ ہاں کہو کیا بات ہے؟"

"میں تنہا گھوڑے پر سفر نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے ایک اور مصیبت مول لینا ہوگی۔"

"ہاں۔ ہاں کہو کیسی مصیبت؟"

"مجھے اپنے ساتھ ہی اپنے گھوڑے پر رکھو ورنہ میں کسی بھی لمحے اپنے گھوڑے سے گر پڑوں گا۔ میرا بدن میرا ساتھ نہیں دے پا رہا۔"

اور پھر دُوسری صبح جب اُنھوں نے سفر کا آغاز کیا تو شیران نے ونود کو اپنے ساتھ ہی گھوڑے پر بٹھا لیا تھا لیکن دوسرا گھوڑا اُس نے نہیں چھوڑا تھا اُس کی لگامیں اپنے گھوڑے کے ساتھ باندھ لی تھیں۔ اس طرح وہ ناہموار راستوں پر گرتے پڑتے سفر کرتے رہے۔ جب کہ سورج عین اُن کے سروں پر آگ برسانے لگا چنانچہ اُس نے کچھ آرام کی ٹھانی۔ ویسے بھی اُسے بھوک ستا رہی تھی لیکن شکار کرنے کے لیے اُس کے پاس سوائے ایک خنجر کے، جو جاپانی کی نے اُسے شیو بنانے کے لیے دیا تھا، اور کچھ نہ تھا۔

اب یہ خنجر ہی اس کا واحد ہتھیار تھا جس سے وہ کام لے سکتا تھا۔ یہاں شیران کو جانور نظر نہیں آئے تھے۔ سارے راستے اُسے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی تھی جس کو وہ شکار کر کے اپنے پیٹ کی آگ بجھا سکتا۔ البتہ درختوں سے جنگلی پھل توڑے پھر درخت ہی کے نیچے اسے ایک کچھوا نظر آگیا۔ خشکی کا کچھوا جو درخت کی جڑ میں مُنہ چھپائے بیٹھا ہُوا تھا۔ شیران ایک لمحے تک کچھ سوچتا رہا اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"واہ بھئی تمھیں آج تک نہ چکھا تھا۔ آج تم ہی سہی۔" اُس نے مسکراتے ہُوئے کہا اور اِدھر اُدھر دیکھا اور کچھوے کی پُشت پر ہاتھ رکھ دیا۔ کچھوے نے ہاتھ پاؤں سمیٹ لیے تھے لیکن جو شخص اس کے مقابل تھا وہ بہت ہی عجیب و غریب تھا ..... اُس نے کچھوے کو اُلٹ دیا۔ اب کچھوا ہاتھ پاؤں مارنے لگا لیکن ...

اس طرح وہ ونود کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے پھل ونود کے سامنے ڈال دیے اور مُسکرانے لگا۔ ونود نے احسانمندانہ نگاہوں سے اُسے دیکھا تھا۔

"دوست تم میرے لیے جو کچھ کر رہے ہو میں جانتا ہوں کہ کبھی اپنی زندگی میں اس کا صلہ ادا نہ کر سکوں گا۔"

"بس بس اپنا کام کرو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔" شیران نے ہنستے ہُوئے کہا کچھوا اس کے ہاتھ میں بدستور اسی طرح دبا ہُوا تھا۔ دفعتاً ونود کی نگاہ اس پر پڑ گئی اور اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ ... یہ کیا ہے؟"

"شکار۔" شیران قہقہہ مار کر بولا۔

"مم۔ مگر یہ کوئی جانور ہے کیا؟ یہ کون سا جانور ہے؟"

"کچھوا۔" شیران نے کہا اور ایک بار پھر ہنس پڑا۔ ونود کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں اور وہ عجیب سی نگاہوں سے اُسے گھورنے لگا۔

"نام سے تم مسلمان معلوم ہوتے ہو کیا تمھارے ہاں یہ جائز ہے؟"

"دیکھو دوست میں نے کبھی ان معاملات پر غور نہیں کیا گوشت و پوست کا ہر جانور پیٹ کی آگ بجھا سکتا ہے۔ میں ان بدمزہ اور بدذائقہ پھلوں کو کھا کر بھی زندہ رہ سکتا تھا لیکن یہ مجھے خود ہی نظر آگیا۔ یہاں اور جانور تو شاید موجود ہی نہیں ہیں۔ اب یہ حضرت درخت کی جڑ میں بیٹھے ہُوئے تھے تو بھلا میں انھیں کیسے نظرانداز کر سکتا تھا۔"

"اوہ۔ مگر..." ونود نے کہا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ جو پھل اُس نے اپنے ہاتھ میں اُٹھایا ہُوا تھا وہ اُس نے واپس رکھ دیا۔ شاید کڑواہٹ سے اس پھل کو کھانے کی ہمت نہیں کر پایا تھا۔ شیران اس سے بے پروا ایک طرف جا بیٹھا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ خشک گھاس یہاں موجود تھی لیکن اُسے جلانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ وہ متجسس انداز میں چاروں طرف نگاہیں دوڑاتا رہا اور جب کوئی چیز اُسے نظر نہ آئی تو اُس نے کچھوے کے گوشت کو بھوننے پر لعنت بھیجی اور وہیں بیٹھ کر دانتوں سے اُسے اُدھیڑنے لگا۔

اُس نے گوشت کے دو چار ٹکڑے کھائے اور پھر بُرا سا مُنہ بنا کر بولا۔ "جس طرح یہ جانور بدشکل ہے اسی طرح بدمزہ بھی ہے لیکن بہرطور معدے میں اُترنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔" وہ آہستہ آہستہ پُورا کچھوا چبا گیا۔ اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پانی یہاں قرب و جوار میں نظر نہیں آ رہا تھا لیکن وہ پھل جو وہ لے کر آیا تھا۔ پانی سے بھرے ہُوئے تھے چنانچہ اُس نے ونود کے پاس پہنچ کر ان میں سے چند پھل اُٹھائے اور اُنھیں کھانے لگا پھر اُس نے چونک کر ونود سے کہا۔ "ارے۔ تم نے پھل نہیں کھائے۔ کیا بھوک نہیں لگ رہی؟"

"نہیں ابھی نہیں۔ پھر کھاؤں گا۔"

"کمال ہے میں تو اتنی شدت سے بھوکا تھا کہ یہ تھوڑا سا کچھوا میرا پیٹ بھی نہیں بھر سکا ویسے اگر تم گوشت کھانا پسند کرو تو میں کچھ اور تلاش کروں۔"

"نہیں، پلیز نہیں۔ مجھ سے ایسی باتیں مت کرو۔ میں نے زندگی میں کبھی گوشت نہیں کھایا۔" شیران ہنسنے لگا تھا۔ ونود نے شام تک کچھ نہ کھایا۔ یہ احساس ہی اس کے لیے بڑا تکلیف دہ تھا کہ اُس کے ساتھی نے کچھوے کا گوشت کھایا تھا۔ بہرطور وہ اُس

شخص کی معیت کے لیے مجبور تھا لیکن شیران کے بارے میں کوئی اندازہ وہ ابھی تک نہیں لگا سکا تھا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔

سفر پھر جاری ہو گیا اور رات کو اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ چاند پوری طرح نہ نکل آیا۔ ونود بُری طرح تھکن محسوس کر رہا تھا لیکن شیران کے انداز میں لاپروائی تھی۔ وہ ساری عمر کسی بھی خطے میں بھٹک سکتا تھا۔ کافی دیر تک وہ خاموش رہا پھر بولا تو اُس کا لہجہ کاٹ کھانے والا تھا۔

"اے بے وقوف آدمی یہ تو بتاؤ تمھارے خیال میں اب کتنا فاصلہ باقی رہ گیا ہے۔ تمھاری اس سرحد کا جسے عبور کرنے کے بعد تم اپنے وطن کی سرحد میں داخل ہو جاؤ گے۔"

"فاصلہ تو بہت زیادہ نہیں ہے میرے دوست لیکن ہم تیز رفتاری سے سفر نہیں کر سکتے اگر ہمارا سفر تیز رفتاری سے ہوتا تو شاید اب تک ہم اپنی سرحد میں داخل ہو بھی چکے ہوتے تم اگر چاہو تو ایک کوشش کر سکتے ہو۔" ونود نے کہا۔

"وہ کیا؟" شیران نے پوچھا۔

"مجھے گھوڑے پر بٹھاؤ اور جتنی تیز رفتاری سے چل سکتے ہو چلو آگے پہنچ کر ہمیں ایک درّہ ملے گا۔ یہ درّہ تپلا ہے۔ اس کے دونوں طرف بڑی بڑی چٹانی دیواریں ہیں لیکن اس درّے سے گزرنے کے بعد ہم اپنی سرحد میں داخل ہو جائیں گے۔ اس درّے کا اختتام ہماری سرحد ہی پر ہوتا ہے۔ لوگ اس کی جانب زیادہ توجہ نہیں دیتے کیونکہ اس میں سفر کرنا ذرا مشکل کام ہے جگہ جگہ موت کا خطرہ سامنے آتا رہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے تو پھر تم بے فکر ہو جاؤ ہم اسی درّے میں سفر کریں گے اور میں تمھیں تمھاری سرحد تک پہنچا دوں گا، تم میں ہمت ہونی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے کوشش کرتے ہیں۔" ونود نے کہا۔ شیران نے اُسے اُٹھا کر گھوڑے پر بٹھایا اور اُس کے بعد اُس نے گھوڑے کو اس کی مرضی کے مطابق جو راستہ اُس نے بتایا تھا اُسی طرف چھوڑ دیا ..... رفتار خاصی تیز تھی۔ دُوسرا گھوڑا بھی ساتھ ساتھ چلا آ رہا تھا۔ شیران نے ابھی تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا لیکن اب اُسے یہ احساس ہُوا کہ اس گھوڑے کو ساتھ رکھنا بے کار ہے۔ اگر درّے میں سفر کرنا پڑا تو پھر یہ گھوڑا پریشانی کا باعث بھی بن سکتا ہے، چنانچہ اُس نے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی اور گھوڑا کافی پیچھے رہ گیا لیکن وفادار جانور مسلسل اُن کے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ وہ تنہا اس جنگل میں رہ کر کرتا بھی کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ چٹانی درّہ سامنے آگیا جس میں سے گزر کر اُنھیں آگے بڑھنا تھا۔ شیران نے گھوڑے کو درّے میں ڈال دیا اور اُسے جس قدر ممکن رفتار سے دوڑا سکتا تھا دوڑاتا رہا۔ اس کو ونود کے جھٹکتے ہُوئے بدن کا پُورا پُورا احساس تھا۔ اتنا تیز بخار تھا ونود کو کہ شیران کا بدن جلا جا رہا تھا۔ تاہم وہ اُسے اس کی منزل تک پہنچا دینا چاہتا تھا۔

درّے کا سفر طویل تھا۔ کافی دیر تک اس درّے میں گھوڑا دوڑانے کے بعد بالآخر وہ درّے کے دُوسری جانب نکل آئے۔ شیران نے گھوڑے کی رفتار سست کی اور پھر ونود سے کہنے لگا۔

"میرے خیال میں اب تم اپنی سرحد میں داخل ہو گئے ہو۔"

"ہاں۔ ہاں میں اپنی سرحد میں داخل ہو گیا ہوں۔"

"یہاں سے ہمیں کس طرف چلنا ہے؟"

"..... سرحدی فوجیوں سے مڈبھیڑ ہونے کا خطرہ ہے۔ وہ تمھارے لیے تکلیف دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس لیے بائیں سمت کی اس گھاٹی کا رُخ اختیار کرو جو تھوڑے فاصلے پر چلنے کے بعد تمھیں مل جائے گی لیکن اگر مناسب سمجھو تو آرام کر لو۔"

"ٹھیک ہے لیکن یہ کھلی جگہ آرام کرنے کے لیے مناسب نہیں ..... بائیں طرف ہمیں کچھ درخت نظر آ رہے ہیں۔ میرا خیال ہے درختوں کے نیچے تم کچھ دیر سکون کی سانس لے سکتے ہو۔" شیران نے کہا اور ونود نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

چنانچہ شیران نے گھوڑے کا رُخ اس جانب کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ درختوں کے گھنے سائے میں پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر شیران گھوڑے سے اُترا اور اُس نے ونود کو سہارا دے کر نیچے اُتار لیا۔ پھر ایک مناسب جگہ اُس نے ونود کو لٹا دیا۔ ونود کی آنکھیں چڑھ رہی تھیں۔ وہ بہت ہی خراب کیفیت میں تھا۔ اب شیران کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ شاید وہ جانبر نہ ہو سکے۔ شیران نے اُس کے پاس سے ہٹنا چاہا تو ونود نے کراہتی آواز میں کہا۔ "شیران مسٹر شیران براہِ کرم میرے نزدیک آؤ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہُوں۔"

"ہاں، ہاں کہو کیا بات ہے؟" شیران اس کے پاس جھک کر بیٹھ گیا۔

"مجھے یقین ہو چلا ہے کہ اب میں نہیں بچ سکوں گا۔ میرے لباس کے نیچے سینے کے پاس ایک چمڑے کا کیس بندھا ہُوا ہے اس میں کچھ اہم کاغذات موجود ہیں۔ یہ کاغذات میرے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ میرے دوست تم نے مجھ پر جتنا احسان کیا ہے اس کا صلہ میں تمھیں کبھی نہ دے سکوں گا۔ ایک مرتے ہُوئے انسان

یہ آخری احسان اور کر دو۔ یہ کاغذات اپنے پاس چھپا لو اور جب بھی ممکن ہو سکے ہرن پورہ پہنچ کر تم رانی ایراوتی کے بارے میں کسی سے بھی پوچھ سکتے ہو۔ یہ کاغذات رانی ایراوتی کو پہنچانے ہیں۔ یہ اس کی ملکیت ہیں۔ اگر یہ کاغذات رانی ایراوتی تک پہنچ گئے تو میرے اہلِ خاندان ساری زندگی سکون سے بسر کر سکتے ہیں... اُنھیں اتنا کچھ مل جائے گا کہ میرے بعد اُنھیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ کیا ایک مرتے ہوئے انسان پر یہ آخری احسان اور کر دو گے میرے دوست!!"

ہاں! لیکن تم اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ تم بچ جاؤ گے۔ میں خود تمھیں ہرن پورہ پہنچا دُوں گا۔ اپنے آپ کو سنبھالو بہتر یہ ہوگا کہ تم جو کچھ اپنے اہلِ خاندان کو دینا چاہتے ہو اپنے ہاتھوں سے ہی دو۔"

"شیران میرے دوست! مرنے والے کو موت سے چند لمحات قبل احساس ہو جاتا ہے کہ اب وہ جانبر نہیں ہو سکے گا۔ میرے اُوپر یہی کیفیت طاری ہے۔ اب تو بولنے میں بھی دقّت محسوس کر رہا ہُوں میرا لباس کھولو۔" ونود نے التجا کی اور شیران نے اس کی ہدایت کے مطابق اس کا لباس کھول لیا۔ اندر ایک تپلا سا چمڑے کا پیکٹ اس کے سینے پر بندھا ہُوا تھا۔ شیران نے وہ پیکٹ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور ونود کی آنکھوں میں کسی قدر سکون کے آثار نظر آنے لگے۔

"اب میرے خاندان کی بقا تمھارے ہاتھ میں ہے۔ کوئی بھی تمھیں تمھارے اس احسان کا صلہ نہیں دے سکے گا لیکن میں مرنے کے بعد بھی تمھیں یاد رکھوں گا۔" ونود نے کہا اور شیران نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ ونود کی آنکھیں اب جھپکنے لگی تھیں۔ اس کی سانسیں قدرے مدھم ہوتی جا رہی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے دم توڑ دیا۔ شیران عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا پھر جب اُسے احساس ہُوا کہ اب ونود میں زندگی کی رمق باقی نہیں رہی۔۔۔ تو اُس نے ایک عجیب سی آواز حلق سے نکالی اور کھڑا ہو گیا۔

"واہ بھئی تُو نے مجھے اپنی سرحد میں لا کر تنہا چھوڑ دیا۔۔۔ بے وقوف آدمی اگر مجھے پتہ ہوتا تُو مر جائے گا تو میں خوامخواہ تیرے لیے یہ مشقت کیوں اُٹھاتا۔ مرنا تھا تو وہیں مر جاتا، ایسے احمق مجھے سخت ناپسند ہیں اور اب یہ کاغذ۔ یہ کاغذ۔ ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا کہ اسے تیرے اہلِ خانہ تک پہنچا دُوں۔ ویسے بھی اس نئی سرحد میں نئی زندگی کی تلاش میں تو نکلنا ہی ہوگا۔" شیران خود بخود بڑبڑایا رہا پھر اُس نے گھوڑے کی طرف دیکھا اور بُرا سا منہ بنا کر گردن ہلا دی۔

ونود کے لیے اُس کے دل میں جتنی لچک پیدا ہو گئی تھی وہ بھی اُس کی فطرت کے خلاف تھی۔ وہ کسی سے بھی محبت کرنے کا قائل نہیں تھا پتہ نہیں کیوں ونود کے لیے اتنا کچھ کیوں کیا تھا کہ اُسے یہاں تک لایا۔ بہرطور یہ تو کسی طور بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ ونود کی لاش کے سلسلے میں جذباتی ہو جاتا چنانچہ اُس نے ونود کو اسی جگہ چھوڑ دیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس گھاٹی کا رُخ کیا جس کے بارے میں ونود نے بتایا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد اُسے گھاٹی نظر آ گئی۔ اور اُس نے اپنا گھوڑا گھاٹی میں اُتار لیا۔ ڈھلان خاصی خطرناک تھی لیکن شیران اطمینان سے اُس پر گھوڑا دوڑاتا رہا۔ اب ونود کا مسئلہ تو تھا نہیں کہ اُسے محتاط رہنا پڑتا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ گھاٹی میں چلتا گیا۔ سورج آہستہ آہستہ چڑھتا جا رہا تھا۔ اس علاقے میں گرمی کافی تھی۔ جُوں جُوں سورج بلند ہوتا گیا۔ گرمی بڑھتی چلی گئی۔ شیران اطمینان سے اپنا گھوڑا دوڑاتا رہا۔ موسم اس پر بہت زیادہ اثر انداز نہیں ہوتے تھے بس عجیب و غریب گوشت پوست کا بنا ہُوا انسان معلوم ہوتا تھا پھر جب گھاٹی کا دُوسرا سرا اُس کے سامنے آیا تو اُس نے اُسے عبور کرنا شروع کر دیا۔ گھوڑے کے انداز میں کچھ تھکن کے آثار محسوس ہو رہے تھے چنانچہ شیران نے فیصلہ کیا کہ گھاٹی عبور کرنے کے بعد جب وہ ڈھلان کے اوپری حصے کی سمت پہنچے گا تو قیام کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کر لے گا۔ وہ سفر کرتا رہا اور پھر جب ڈھلان کے آخری حصے پر پہنچا تو دفعتاً اُسے چونک کر رُک جانا پڑا۔

غالباً وہ لوگ اُس کے اُوپر آ جانے کے منتظر تھے اور اُنھوں نے اسے گھاٹی ہی میں گھیرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہُوئی تھیں اور ان کی تعداد دس کے قریب تھی۔ فوجی وردی میں ملبوس تھے ان میں چند سکھ بھی نظر آ رہے تھے۔ باقی مقامی لوگ تھے ان کی آنکھیں اس پر جمی ہُوئی تھیں اور ان آنکھوں میں خوشگوار تأثرات نہیں تھے۔ ان میں سے ایک نے غرّاتے ہُوئے لہجے میں کہا۔ "اپنے ہاتھ بلند کر لو اگر ذرا بھی جنبش کرنے کی کوشش کی تو تمھیں قتل کرنے میں ہمیں کوئی دقّت پیش نہیں آئے گی۔"

"میں جانتا ہُوں تم لوگوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں ہیں اس لیے میں خود کو تمھارے حوالے کرتا ہُوں۔" شیران نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں گھبراہٹ کا کوئی عنصر نہیں تھا۔

★★

ذہن پر کچھ غنودگی سی چھا گئی تھی۔ یہ غنودگی آہستہ آہستہ گہری ہوتی گئی اور شاید نعمان خان کو نیند آ گئی۔ بہرطور جب آنکھ کھُلی کمرے میں گھُپ اندھیرا تھا۔ اُسے وقت کا کوئی احساس نہیں تھا۔ چند لمحات وہ اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ دروازہ شاید باہر سے بند تھا۔ اس نے سوچا کہ اُٹھ کر دروازے سے زور آزمائی کرے یہاں قید رہنے کے لیے تو نہیں آیا تھا۔ ویسے یہ صورتِ حال ذرا توقع کے خلاف تھی جیسا کہ اُسے بتایا گیا تھا کہ ویشیا کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے اُسے ویشیا تک پہنچنے میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا بس کوئی ضمنی سی کارروائی ہو سکتی ہے لیکن یہاں ان لوگوں کا رویّہ اُسے کافی سخت محسوس ہو رہا تھا۔

بہرطور ابھی اُس نے دروازے پر زور آزمائی کی ابتدا بھی نہیں کی تھی کہ باہر بھاری جوتوں کی آواز سُنائی دی اور وہ جلدی سے دروازے کے پاس سے ہٹ گیا۔ اُس نے آنے والوں کا انتظار کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا چنانچہ ایک گوشے میں لیٹ کر اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔

چند لمحات کے بعد دروازہ کھلا۔ نعمان خان نے نیم وا آنکھوں سے ایک ٹارچ کی روشنی کمرے میں پھیلتی ہُوئی محسوس کی۔۔۔۔ اور پھر وہ نعمان خان پر آ کر رُک گئی۔ اُسے دو باوردی سپاہی اپنے قریب ہی نظر آئے تھے۔ اُن کے پاس شاید اس وقت رائفلیں نہیں تھیں۔ ایک سپاہی نے اُسے سوتا پا کر اپنی زبان میں کچھ گالیاں دیں جنھیں نعمان خان نے صاف سُنا تھا۔ وہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اس مہم نے اُسے بالکل ہی چوہا بنا کر رکھ دیا تھا۔ ایک سپاہی جو گالیاں بک رہا تھا۔ اس کی طرف آیا اور اُس نے آتے ہی نعمان خان کے پیٹ میں ٹھوکر مارنے کے ارادے سے پاؤں اُٹھایا ہی تھا کہ اُس نے لپک کر اُس کی ٹانگ پکڑ لی اور اسے موڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ وہ منہ کے بل ایک جانب گرا۔

نعمان خان دُوسرے لمحے اس پر پل پڑا تھا اور دو ہی گھونسوں میں اُس نے سپاہی کی طبیعت صاف کر دی۔ اپنے ساتھی کو پٹتے دیکھ کر ٹارچ والا سپاہی بھی اس پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ لیکن نعمان کی لات کی ایک ہی ضرب میں دو تین قلابازیاں کھاتا ہُوا دُور جا گرا اس کے منہ سے چیخ نکلی اور ٹارچ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ نعمان خان نے فوراً ٹارچ پر قبضہ کر لیا اور اُسے بند کر دیا۔ دونوں سپاہی بے ہوش پڑے ہُوئے تھے۔ چند لمحوں کے اندر اندر اُس نے اپنے حواس درست کیے۔ کمرے کا دروازہ بند کیا اور ٹارچ روشن کر کے سپاہیوں کا جائزہ لینے لگا۔ پھر ٹارچ بجھا کر دروازہ کھولا اور دبے پاؤں کمرے سے باہر نکل آیا۔ راہداری تاریک و سنسان پڑی ہُوئی تھی۔ وہ ایک گوشے میں کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی جائے یا پھر ان لوگوں کا انتظار کیا جائے۔ فرار ہونے کی شکل میں اُسے ایک بار پھر۔۔۔ مسلسل مصیبت میں گرفتار ہونا پڑے گا۔ دُوسری شکل یہ تھی کہ وہ انتظار کرے اور دیکھے کہ اس کے ساتھ وہ زیادہ سے زیادہ کیا سلوک کر سکتے ہیں؟ ویسے بھی اس بندرگاہ کے بارے میں اسے یہ احساس ہو چکا تھا کہ وہ زیادہ وسیع نہیں ہے اور وہ کم از کم یہاں رہ کر ان لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ وہ یقیناً اُسے ڈھونڈ نکالیں گے اور پھر اُنھیں یقین ہو جائے گا کہ وہ جاسوس ہے۔ اس جرم میں اُسے گولی سے بھی اُڑایا جا سکتا تھا۔۔۔ پہلی بار نعمان خان کو احساس ہُوا کہ اُس نے اپنے تربیت کنندگان پر بھروسہ کر کے غلطی کی ہے۔ اپنے طور پر بھی اُسے کچھ سوچنا سمجھنا چاہیے تھا۔ ضروری تو نہیں ہے کہ سارے معاملات اُن کی مرضی کے مطابق ہی ہوں اور اس طرح ان سپاہیوں سے لڑ کر بھی اُس نے غلطی کی تھی۔

ابھی وہ اس حماقت کی تلافی کی تدابیر سوچ ہی رہا تھا کہ سامنے سے چار پانچ سپاہی آتے نظر آئے۔ اُس نے موقع غنیمت جانا اور جلدی سے ٹارچ ایک طرف پھینک کر وہیں لیٹ گیا اور یوں کراہنے لگا جیسے دم لبوں پر ہے۔

اُس کی آواز سُن کر وہ دوڑتے ہُوئے آئے اور اُس کے گرد کھڑے ہو گئے پھر اُن میں سے ایک نے اپنی ٹارچ روشن کر کے نعمان خان کا چہرہ دیکھا اور اپنی زبان میں اپنے ساتھیوں سے کچھ کہنے لگا۔ نعمان خان اُس کے الفاظ نہیں سُن سکا تھا لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ سب ہی باری باری اس کا معائنہ کر رہے ہیں۔ نعمان خان نے کراہ کر کروٹ بدلی اور اشارے سے ان سے پانی مانگا۔ وہ ایک دُوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ کچھ دیر آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد اُنھوں نے نعمان خان کے ہاتھ پاؤں پکڑے اور تین چار برآمدے اور راہداریاں عبور کرتے ہُوئے ایک وسیع و عریض کمرے میں داخل ہو گئے جہاں فوجی وردیاں پہنے ہُوئے کچھ آفیسر بیٹھے ہُوئے تھے۔ اُنھوں نے آفیسر کے سامنے نعمان خان کو فرش پر پھینک دیا۔ سپاہیوں نے اُن سے کچھ کہا اور کمرے سے باہر نکل گئے لیکن نعمان خان نے بے ہوش بننے میں ہی عافیت محسوس کی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ ان میں سے ایک شخص اس کے قریب آ کر اُسے بغور دیکھ رہا ہے پھر اُس نے اپنے ساتھی سے آہستہ سے کچھ

کہا یہ الفاظ بھی نعمان خان کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ دونوں ہنسنے لگے چند لمحوں بعد یکایک پانی کا ایک بھرا ہُوا جگ نعمان خان کے سر پر اُنڈیل دیا گیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس انداز میں جیسے اُس کے بدن میں جان ہی نہ ہو۔ ان دونوں نے مل کر اُسے اُٹھایا اور ایک کرسی پر بٹھا دیا۔

نعمان خان اپنے طور پر بھرپور کوشش کر رہا تھا کہ اپنی فطرت کے خلاف لومڑی کی سی مکاری سے کام لے کر ان لوگوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرے حالانکہ جی تو یہی چاہتا تھا کہ وہ مقابل سے بھڑ جائے اور خود مر جائے یا اُسے ہلاک کر دے۔ اس بے عزتی کا اُس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

لیکن جو مہم اُس کے سپرد کی گئی تھی اور اُسے جس شکل میں یہاں بھیجا گیا تھا اس کے تحت مکاری بے حد ضروری تھی۔ پندرہ دن تک اسکارو نے اُسے یہی تربیت دی تھی کہ خطرناک سے خطرناک حالات میں اپنی شخصیت کو بھول کر صرف اسی طرح عمل کیا جائے جس طرح وقت کی ضرورت ہو اور وقت کی اس ضرورت نے نعمان خان کا دل خون خون کر دیا تھا۔ وہ زندگی کو اتنی زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا کہ وہ اس کی ذات پر حاوی ہو جائے۔ یہ لوگ جو کچھ کر رہے تھے وہ نعمان خان کی برداشت سے باہر تھا لیکن وہ آخری لمحات تک اپنے آپ کو کنٹرول کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے آنکھیں کھولیں اور اُٹھنے کی کوشش کی۔ کمرے میں صرف دو موم بتیاں جل رہی تھیں جن کی کانپتی ہُوئی زرد روشنی میں اُس نے ان دونوں آدمیوں کا جائزہ لیا۔ ایک دُبلا پتلا اور طویل القامت تھا جس کی آنکھیں چھوٹی تھیں اور بھنچے ہُوئے پتلے لب ظاہر کرتے تھے کہ وہ حد درجہ سفاک شخص ہے۔

دوسرا اس سے مختلف تھا۔ پستہ قامت اور موٹے بدن کا مالک چوڑا چکلا چہرہ، بڑی بڑی باہر کو اُبھری ہُوئی سُرخ آنکھیں ٹھوڑی کے نیچے ڈھلکا ہُوا گوشت اور چھوٹے چھوٹے بازو وہ اس وقت شاید شراب کے نشے میں دُھت تھا۔ ان کی وردیوں سے یہ اندازہ کرنا دُشوار نہیں تھا کہ وہ دونوں میجر کا عہدہ رکھتے ہیں۔ لمبے آدمی نے نرم لہجے میں پوچھ گچھ کا آغاز کر دیا۔ وہ روانی سے ولیشن زبان بول سکتا تھا۔ اُس نے صرف پانچ سوال نعمان خان سے پوچھے۔ "تم کون ہو؟ تمھارا اصل نام کیا ہے۔ کہاں کہاں رہے، چہرے اور سر پر زخموں کے نشانات کیسے ہیں؟ رات کے وقت سمندر میں کشتی لیے کس مقصد سے گھوم رہے تھے"۔ نعمان خان نے تفصیل سے وہی رٹے رٹائے جواب پیش کر دیے لیکن دراز قد کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان سے مطمئن نہیں ہے۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اُس نے کہا "تمھیں یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ تم یہاں جاسوسی کی غرض سے داخل ہُوئے ہو؟"

"جناب اپنے وطن میں کوئی جاسوس نہیں ہوتا۔ میں مقامی باشندہ ہُوں اور میرے آبا و اجداد صدیوں سے اس ملک کو اپنا وطن بنائے ہُوئے ہیں۔ میرا جُرم صرف اتنا سا ہے کہ میں بلجیم سے اپنے وطن واپس آیا ہوں۔ یہ کشتی مَیں نے بمشکل تمام حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں۔ میں تو اپنی زمین پر آیا ہُوں۔ یہاں میری کافی وسیع جائداد ہے جو میرے لیے ترکے کے طور پر محفوظ کر دی گئی ہے۔" موٹا اور مکروہ صورت میجر جواب تک خاموشی سے یہ تمام باتیں سُن رہا تھا یکایک حلق پھاڑ کر چیخا۔

"تم اس کی بکواس پر یقین نہ کرنا میجر۔۔۔ یہ کچھ نہیں بتائے گا اس کی زبان کھلوانے کے لیے ہمیں وہی طریقے اختیار کرنے پڑیں گے جو زبان کھلوانے کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں۔" وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور کسی بھوکے درندے کی طرح نعمان خان پر پل پڑا۔ اس نے لاتوں گھونسوں اور تھپڑوں سے اس بُری طرح نعمان خان کی پٹائی کی کہ اُسے چھٹی کا دُودھ یاد آگیا۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ وہ ادھ مُوا ہو گیا ہے تو وہ اسے اسی کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ نعمان خان ساری رات ایک ناقابلِ برداشت عذاب میں گرفتار رہا تھا۔ ان لوگوں نے جس طرح اس کو مارا تھا اس سے اس کے بدن میں جگہ جگہ درد ہو رہا تھا لیکن سب سے زیادہ اذیت ناک یہ احساس تھا کہ وہ خاموشی سے مار کھاتا رہا تھا۔

چنانچہ اُس نے ذہن کو پُر سکون کرنے کی کوشش کی اور سوچنے لگا کہ جب اُنھیں پتہ چلے گا کہ اُس نے اُن کے سپاہیوں کی ٹھکائی بھی کی ہے تو شاید یہ لوگ اُسے جان ہی سے مار ڈالیں۔

اس ذہنی انتشار سے بچنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ سونے کی کوشش کی جائے جس طرح بھی ممکن ہو نیند آنکھوں میں آجائے تو بہتر ہے، وہ اس کوشش میں مصروف ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی پھر اُس کی آنکھ اس وقت کھلی تھی جب اُس نے دو آفیسروں کو اپنے قریب کھڑے ہُوئے دیکھا۔

ان میں سے ایک نے اپنے بوٹ کی نوک نعمان خان کی پسلی میں مارتے ہُوئے کہا "اُٹھو بہت عیش کر چکے۔ اب ذرا کچھ کام بھی کر کے دکھاؤ، ورنہ موت تم سے زیادہ دُور نہیں ہو گی۔۔۔" نعمان خان کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ موت کے فرشتے ہی معلوم ہوتے

ہیں۔ چنانچہ وہ خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔ اس کا ذہن ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا، تاہم اپنے پہلے فیصلے کے تحت وہ خاموش رہنا چاہتا تھا۔ وہ لوگ اُسے ساتھ لیے باہر آ گئے۔

باہر ایک جیپ کھڑی ہُوئی تھی، چنانچہ نعمان خان کو اس میں بٹھا کر کسی طرف لے جایا جانے لگا جس جگہ اُسے لے جایا گیا وہ باقاعدہ جیل تھی جس میں سیکڑوں مقامی باشندے قید تھے۔

نعمان خان کو ایک علٰحدہ کوٹھری میں بند کر دیا گیا جہاں سے وہ ان مظلوموں کی آواز بخوبی سُن سکتا تھا جن کو دن رات اذیت دی جاتی تھی۔ دو روز تک وہ اس کوٹھری میں بھوکا پیاسا بند رہا۔ تیسرے روز جب اس کی قوتِ برداشت جواب دیتی جا رہی تھی تو دروازہ کھلا اور ایک باوردی مسلح سپاہی نے اُسے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسے کمرۂ تفتیش میں تین افسروں کے سامنے پیش کیا گیا۔

ان میں دو وہی تھے جو اُسے یہاں لے کر آئے تھے۔ اُنھوں نے ولیشین زبان میں سوالات کا آغاز کیا۔ ان کے ہر سوال میں لفظ جاسوسی شامل تھا، چنانچہ نعمان خان نے افسردہ لہجے میں کہا۔ "جناب والا۔ میں جاسوس نہیں ہُوں۔ بلجیم میں بھی ایک بار مجھے جاسوس سمجھا گیا تھا، حالانکہ میں اپنے وطن کا وفادار، اپنے شاہ کا وفادار اور شریف شہری ہُوں۔ آپ میرے خاندانی حالات میرے اپنے گاؤں سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اگر یہ حالات غلط ثابت ہوں تو پھر آپ جو مناسب سمجھیں میرے ساتھ سلوک کریں۔" دفعتاً ایک آفیسر نے آگے بڑھ کر ایک زوردار گھونسہ نعمان خان کے مُنہ پر رسید کیا اور نعمان خان پیچھے ہٹ گیا۔ دُوسرے آفیسر نے اس کے پیٹ پر لات مار کر رہی سہی کسر پوری کر دی۔ اُس کے کانوں میں آفیسر کے چیخنے کی آواز آ رہی تھی۔ "ابھی پتہ چل جائے گا تم کون ہو۔ ہم تمھارے لیے مناسب بندوبست کر دیتے ہیں۔"

"بہتر ہے کہ اسے اس کے ساتھیوں کے پاس ہی پہنچا دو۔ ہم اس کے لیے واقعی کوئی مناسب بندوبست کریں گے۔" اس شخص نے کہا جو اب تک خاموش رہا تھا۔ دُوسرے لوگ اس کی بات پر غور کرنے لگے پھر اُنھوں نے کہا "ٹھیک ہے اس سے پوچھ گچھ کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔"

چنانچہ نعمان خان کی جان وقتی طور پر بچ گئی۔ اُسے ایک ایسے احاطے میں بھیج دیا گیا جہاں بہت سے بدنصیب ولیشین باشندے بیٹھے ہُوئے تھے۔ دروازے پر مسلح فوجی پہرہ دے رہے تھے۔ ایک آفیسر کونے میں میز لگائے کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

ان لوگوں کی حالت دیکھ کر نعمان خان کو رومن عہد کے وہ غلام یاد آ گئے جو رومنوں کے بحری جہازوں کو چلایا کرتے تھے۔ ان کی حالت مُردوں سے بھی بدتر تھی۔ فاقوں کے باعث اُن کے جسموں کی ایک ایک ہڈی بآسانی گنی جا سکتی تھی۔ اکثر بُری طرح زخمی اور اپاہج تھے کسی کا ہاتھ ٹوٹا تھا تو کسی کی ٹانگ، کسی کی ناک ٹوٹی ہُوئی تھی تو کسی کے چہرے پر ایسے گھاؤ جیسے کہ درندوں نے مُنہ نوچا ہو۔ بعض مظلوموں کی کھوپڑیوں سے اس وقت بھی لہو ٹپک رہا تھا۔ ان کی حالت دیکھتے ہی نعمان خان اپنی تکلیف بھول گیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یکایک اُسے ایک آواز سُنائی دی۔ میز پر بیٹھا ہُوا آفیسر کہہ رہا تھا۔ "اے تم شہنشاہوں کی طرح یہاں بیٹھ کر وقت مت گزارو۔ ان لوگوں کے ساتھ جا کر بیٹھو تمھیں تھوڑا سا کام سونپا جائے گا۔"

"میں تیار ہُوں۔" نعمان خان نے آہستہ سے جواب دیا اور آگے بڑھ کر ان لوگوں کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ یہ صُورتحال تو کچھ اُلٹی ہی نظر آ رہی تھی۔۔۔۔

تاہم وہ اپنے طور پر آخر وقت تک محتاط رہنا چاہتا تھا اور اسی تربیت کے مطابق کام کرنے کا خواہش مند تھا جو اُسے دی گئی تھی۔

اس کا ذہن صحیح طور پر کام نہیں کر رہا تھا۔ بہرطور وہ ان کے درمیان جا کر بیٹھ گیا۔ بہت سے لوگ گردنیں جھکائے بیٹھے ہُوئے تھے۔ کسی نے اُس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی پھر اُس آفیسر نے جو میز پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ اُسے نزدیک بلایا اور نعمان خان اُٹھ کر اُس کے قریب پہنچ گیا۔ آفیسر گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا پھر اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور آہستہ سے نعمان خان سے بولا "کیا تم نے جو کچھ ان لوگوں سے کہا ہے، وہ بالکل صحیح ہے؟"

"جی جناب میں سچ عرض کر رہا ہوں اگر آپ میرے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیں تو میرا آبائی گاؤں یہاں سے دُور نہیں ہے۔ اگر میری دی ہُوئی اطلاعات غلط ثابت ہوں تو مجھے بلاتکلف گولی مار دی جائے۔"

"ہوں۔ لیکن بلجیم سے واپسی کے وقت تمھارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ تمھارے علاقے میں بغاوت ہو رہی ہے اور یہاں دو بڑے ملکوں کی چپقلش کام کر رہی ہے۔ کیا تمھیں یہ احساس نہیں تھا کہ یہ وقت وطن واپس آنے کے لیے مناسب نہیں ہے؟"

"بس مَیں کیا عرض کروں جناب۔ اپنے وطن پہنچنے کا

خواہشمند تھا۔ طویل عرصے کے بعد واپسی ہوئی ہے ۔۔۔۔۔۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں اس طرح مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گا۔"

"وطن کی آزادی کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہو؟"

"افسوس جناب طویل عرصے سے یہاں سے دُور ہوں اور حالات سے ناواقف۔"

"حالات!" آفیسر نے گہری سانس لے کر کہا۔ "حالات جو کچھ ہیں تم دیکھ چکے ہو۔ یہ وہ تمام ویلشین باشندے ہیں جو اپنے وطن کو اس فرعون کی دسترس سے آزاد کرانے کے لیے کوشاں ہیں جس نے ان پر زندگی تنگ کر دی ہے اور ایک ملک کے ہاتھوں کھیل رہا ہے۔" آفیسر کی یہ بات سن کر نعمان خان ششدر رہ گیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا ذہن چکرایا لیکن دُوسرے لمحے وہ پھر مستعد ہو گیا۔ اُس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ اب دُوسری چال ہے اس کی زبان کھلوانے کی ایک نئی کوشش۔ غالباً وہ اس کے بارے میں سب کچھ اس انداز میں جان لینا چاہتے ہیں اور یہ نئی کروٹ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے چنانچہ اس نے خود کو فوراً سنبھال لیا۔

"جناب والا۔ درحقیقت میں ان سارے معاملات سے ناواقف ہوں۔ طویل عرصے وطن سے دُور رہا اور مجھے یہ نہیں پتہ چل سکا کہ وطن کے حالات کیا ہیں؟ آپ خود سوچیں کہ بلجیم سے یہاں تک کا سفر کتنا طویل اور دُشوار گزار ہے۔ بھلا اس طرح مجھے یہاں کے حالات کیسے معلوم ہو سکتے تھے؟"

"سنو اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں چالاکی کر کے تمھاری زبان کھلوانے کی کوشش کر رہا ہوں تو اس خیال کو ذہن سے نکال دو۔ مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ تم کون سے گروپ سے تعلق رکھتے ہو اور کس کے حق میں ہو، تاہم اگر تم یہاں سے نکلنا چاہتے ہو تو میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔ دراصل تم ابھی یہاں نئے آئے ہو اور مجھے زندگی سے اس قدر مایوس نظر نہیں آتے، جتنا یہ دُوسرے لوگ ہیں، اگر تم اپنے وطن کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہو تو میں خلوصِ دل سے تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"لیکن آپ لیکن آپ تو۔۔۔"

"ہاں بظاہر میں ان لوگوں کا حامی ہوں لیکن اندرونی طور پر میرے ذہن میں کچھ اور ہے۔ افسوس میں تمھیں اس کی تفصیل نہیں بتا سکتا۔ ہاں اگر تم میرے خلوص کا یقین کرنا چاہو تو میرے چند الفاظ اس کے لیے کافی ہوں گے۔ سنو میں یہ کوشش کرتا ہوں کہ تمھیں ایک عام آدمی قرار دے کر ان لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھاؤں کہ وہ تمھیں اپنے جاسوس کی حیثیت سے ویلشیا کے اندرونی علاقوں میں بھیج دیں۔ وہ لوگ تمھارے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں یقیناً وہ یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ تمھارا آبائی وطن یہاں ہے یا نہیں یا تمھارا نام پیٹری کین ہے اور تم یہاں سے تعلق رکھتے بھی ہو یا نہیں۔ تمھارے بارے میں وہ مفصل معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ اس کے بعد یا تو وہ تمھیں چھوڑ دیں گے یا اگر تم بدستور ان کی نگاہوں میں مشکوک رہے تو پھر تمھاری بھی کیفیت انہی لوگوں کی سی ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے مکمل تعاون کا اظہار کرو۔ میں انھیں اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے یہ بات کہوں گا کہ تم ویلشیا کے باشندے ہو اور اگر وہ تم سے کچھ کام لینا چاہتے ہیں تو تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ ویلشیا میں زیرِ زمین سرگرمیوں کو جاری رکھنے والے گروپ کون کون سے ہیں اور کس طرح کام کر رہے ہیں گویا وہ تمھیں اپنا جاسوس بنا کر تمھارے وطن بھیج دیں گے۔"

"ہوں۔ لیکن میں۔ میں ان کے لیے یہ سب کچھ کیسے کر سکوں گا؟"

"یہ تمھاری اپنی ذمے داری ہو گی بس اس طرح میں تمھیں یہاں سے نکل جانے کا موقع دوں گا۔ تم ایک ایسے گروپ کے پاس پہنچ سکتے ہو جو یہاں سے تمھیں فرار کرا سکتا ہے۔ میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں وہ تمھیں باآسانی فرار کرا سکتا ہے۔ یہ الفاظ زندگی کی بازی لگا کر میں نے تم سے کہہ دیے ہیں اگر چاہو تو تم میرے بارے میں اُن لوگوں کو بتا دینا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا نا کہ موت کے گھاٹ اُتار دیا جاؤں گا اگر مجھے میری نیکیوں کا صلہ ملنا ہے تو مل جائے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔" نعمان کو اس شخص کے چہرے پر سچائی نظر آئی تھی، چند لمحات وہ اس کو دیکھتا رہا۔ دل اندر سے کہہ رہا تھا کہ اس پر اعتبار کر لیا جائے اس کی باتیں مان لی جائیں لیکن عقل روک رہی تھی اور اس بات کا اظہار کر رہی تھی کہ اُسے اپنی شخصیت سے آگاہ نہ کیا جائے۔ بہرطور یہ بات نعمان خان نے تسلیم کی اور آہستہ لہجے میں کہنے لگا۔ "اگر آپ اُوپر یہ احسان کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کر دیں۔ میں کم از کم اپنے وطن تو پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد حالات جو تقدیر میں ہوں گے، ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ میں تم سے یہ بات کہلوا کر خوشی نہیں محسوس کروں گا کہ دراصل تم اپنے وطن کے جاسوس کر رہے ہو۔ جاؤ فی الحال ان لوگوں کے درمیان بیٹھو۔ میں تمھارے لیے کوشش کرتا ہوں۔" نعمان خان خاموشی سے واپس پلٹا اور دُوسرے لوگوں کے درمیان جا کر بیٹھ گیا۔ اس کا ذہن اس شخص میں اُلجھا ہوا تھا۔ شکل و صورت، چہرے مہرے سے وہ انہی لوگوں میں سے ایک معلوم ہوتا تھا لیکن اُس کے الفاظ۔ بہرصورت دیکھنا یہ تھا کہ حالات کیا کروٹ بدلتے ہیں۔

میگنیشیا دل میں سدھاشی کے لیے بے حد ہمدردی رکھتی تھی، مارلینو نے ابھی انھیں یہاں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس لیے میگنیشیا کا زیادہ تر وقت سدھاشی کے ساتھ ہی گزرتا تھا، پتہ نہیں کیوں اُسے سدھاشی سے اس قدر لگاؤ پیدا ہو گیا تھا۔

شیران کے بارے میں مارلینو نے اس سے سوال کیا تھا، جس کا جواب اُس نے مارلینو کو دے دیا تھا، ہاں یہ حقیقت تھی کہ ایک زمانے میں شیران جب اُس کے پاس پہنچا ہی تھا، تو وہ اس کی شخصیت سے بے حد متاثر ہو گئی تھی۔ پھر جب شیران کی اصلیت کھل کر اس کے سامنے آئی، تو محبت کا وہ احساس اُس کے دل سے ختم ہو گیا۔ ہر چند کہ وہ ایک ایسے پیشے سے منسلک تھی، جس میں شرافت اور نیکیوں کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ مارلینو کے ساتھی کی حیثیت سے اس کے سپرد بعض اوقات کچھ ایسے کام بھی کر دیے جاتے تھے، جنھیں کرنے کو اس کا دل نہیں چاہتا تھا، لیکن بہرطور جب وہ اس پیشے کو اپنا ہی چکی تھی، تو پھر اس سے پرہیز کیا معنی رکھتا تھا۔ سدھاشی کے مسئلے میں وہ بس جذباتی ہو گئی تھی اس کی وجہ شیران کی وہ کیفیت تھی، کہ شیران نے اس مظلوم لڑکی پر اس وقت بھی رحم نہیں کیا تھا جب وہ ساری دُنیا سے کٹ کر اس کے رحم و کرم پر تھی، ایسا انسان اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ کوئی انصاف یا ایمانداری کا سلوک کیا جا سکے، وہ تو اس قابل ہوتا ہے کہ اسے پتھروں پہ رکھ کر سانپ کی طرح کچل دیا جائے اور یہ حقیقت تھی کہ سدھاشی کی جو حالت شیران نے کی تھی اُس کے تحت اگر وہ میگنیشیا کو اس حالت میں مل جاتا تو وہ بلاشبہ اس پر رحم نہ کرتی۔

اس وقت بھی وہ سدھاشی کے پاس جا رہی تھی چند لمحات کے بعد وہ اس کے کمرے میں پہنچ گئی، سدھاشی ایک مسہری پر کہنیاں ٹیکے بیٹھی ہوئی تھی، اُس کی نگاہیں نہ جانے کہاں بھٹک رہی تھیں، اُس کے چہرے پر وہی ویرانی، اور وہی لُٹ جانے کا احساس تھا، جو میگنیشیا کو اُداس کر دیتا تھا، سدھاشی کی شکل دیکھ کر ایک بار پھر اُداس ہو گئی اور محبت سے اُس کے نزدیک جا بیٹھی، اسدھاشی کے بالوں میں اُنگلیاں پھیر رہی تھی۔

سدھاشی کی آنکھوں میں اُسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے استقبالیہ تاثرات پیدا ہوئے، اُس نے ہلکے سے مُسکرانے کی کوشش بھی کی تھی۔

"تمھاری طبیعت اب خاصی بہتر نظر آ رہی ہے سدھاشی۔" میگنیشیا نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔" سدھاشی بُجھے بُجھے لہجے میں بولی۔

"پھر ایسی بُجھی بُجھی کیوں نظر آ رہی ہو؟"

"بس ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا تھا۔"

"اچھا، پھر کیا نظر آیا؟" میگنیشیا نے مُسکراتے ہوئے پوچھا۔

"شیران۔"

"کیا مطلب؟" میگنیشیا چونک پڑی۔

"ہاں یہ میرے چہرے کے نشانات دیکھ رہی ہو، اس نے مجھے اتنی بلندی سے پھینکا تھا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ میگنیشیا مجھے صرف یہ حیرت تھی کہ میرا بدن سلامت کیوں بچ گیا؟ میں سیدھی پانی میں جا گری تھی، لیکن راستے میں کئی جگہ چٹانوں سے ٹکرائی بھی تھی، ایک وہیں پاش پاش کیوں نہ ہو گئی میگنیشیا، پتہ نہیں کیوں تقدیر مجھے زندگی دینے پر تُلی ہوئی ہے۔"

"دیکھو سدھاشی تم وعدہ کر چکی ہو کہ اب ان تمام خیالات کو ذہن سے نکال کر جیو گی۔ اپنے لیے نہیں تو کم از کم۔ کسی دُوسرے وجود کے لیے، جو تمھارے بدن میں پرورش پا رہا ہے۔"

"کیا۔" سدھاشی ایک دم چونک پڑی۔ "کونسا وجود؟"

"کیا مطلب۔۔ کیا۔ کیا ڈاکٹر سارڈی نے؟" میگنیشیا متعجبانہ لہجے میں بولی۔

"میں کچھ نہیں سمجھی میگنیشیا پلیز۔ تمھارے الفاظ نے مجھے حیران ضرور کر دیا ہے۔ کیا کہہ رہی تھیں تم؟"

"سدھاشی۔ سدھاشی، ڈاکٹر سارڈی نے تمھیں کیوں نہیں بتایا آخر؟" تمھیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ تمھارے جسم میں ایک ننھا سا وجود پرورش پا رہا ہے۔"

"کک کیا۔ کیا؟" سدھاشی کا لہجہ بے حد تعجب خیز تھا۔

"اوہ میں نہیں سمجھتی کہ اس کی کوئی خاص وجہ ہے اور نہ ہی میں اس بات کو تم سے چھپانا پسند کرتی ہوں۔۔۔ ممکن ہے تمھارے ذہن پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں۔ سدھاشی تمھارے وجود میں تبدیلی آ رہی ہے سدھاشی، شاید تم نے جو کچھ سنایا اس کے تحت بھی درست ہو کہ وہ شیران کی اولاد ہے۔ ڈاکٹر سارڈی نے تمھاری

چیکنگ کے دوران یہ بات بتائی تھی کہ تم ماں بننے والی ہو۔"

ان الفاظ نے سدھاشی کے بدن میں تشنج سا پیدا کر دیا، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے میگنیشیا کو دیکھتی رہی، اُس کے چہرے پر تاریکی چھا گئی تھی، اُس کے خشک ہونٹوں پر پپڑیاں سی جمنے لگی تھیں، یوں لگتا تھا جیسے وہ بولنے کی کوشش میں ناکام ہوتی جا رہی ہو۔

"کیا۔ کیا یہ واقعی درست ہے؟"

"ہاں سدھاشی تم چاہو تو ڈاکٹر سارڈی سے اس سلسلے میں براہِ راست سوال کر سکتی ہو، اسے تمھارے سوال کا جواب دینا ہی چاہیے۔"

"نہیں میگنیشیا مجھے یقین نہیں، خُدا کے لیے مجھے یقین دلا دو، خدا کے لیے مجھے یقین دلا دو۔"

"اگر میں تمھیں یقین دلا دُوں، تو تمھاری کیفیت کیا ہو گی؟"

"میگنیشیا میں خوشی سے مر جاؤں گی، یقیناً مر جاؤں گی۔ آہ یہ کیسے ممکن ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ میری تنہا زندگی میں کوئی اور۔ کوئی اور۔؟"

"تو پھر سدھاشی تم اس بات کا یقین کر لو اور اگر چاہو تو میں ابھی ڈاکٹر سارڈی کو بلائے دیتی ہوں۔"

سدھاشی نے آنکھیں بند کر لیں، اس کے چہرے کی ویرانی رفتہ رفتہ چھٹتی جا رہی تھی۔ میگنیشیا نے دیکھا کہ اُس کے چہرے پر خون کی سُرخی جھلکنے لگی تھی، ذرا سی دیر میں چہرے کے بدلنے کا یہ انداز میگنیشیا نے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا پھر جب سدھاشی نے آنکھیں کھولیں، تو اُس کی آنکھوں میں مسرتیں رقص کر رہی تھیں۔ وہ مسرور نگاہوں سے میگنیشیا کو دیکھ رہی تھی۔ اُس نے میگنیشیا کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور آہستہ سے بولی "اگر تم نے سچ کہا ہے میگنیشیا، اگر تم نے سچ کہا ہے تو پھر۔۔ تو پھر میں جینا چاہتی ہوں۔ درحقیقت میں جینا چاہتی ہوں میگنیشیا، مجھے زندگی کی وہ ساری خوشیاں مل گئیں، جو مجھ سے دُور تھیں۔ ہاں میگنیشیا میں جینا چاہتی ہوں۔ میں اس ننھے سے وجود کے لیے جینا چاہتی ہوں جو شیران کا عکس ہے۔ آہ میگنیشیا شیران کو شکست ہو گئی، میں نے اُسے شکست دے دی میگنیشیا، دیکھا تم نے۔ وہ میرے ہاتھوں بری طرح شکست کھا گیا۔ میگنیشیا میں جس قدر خوشی کا اظہار کروں کم ہے، درحقیقت میں نے اُسے شکست دے دی، آج شیران کو شکست ہو گئی، اُس کا غرور خاک میں مل گیا۔ میگنیشیا اُس کا غرور خاک میں مل گیا۔" سدھاشی پُرمسرت انداز میں کہہ رہی تھی اور میگنیشیا مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی اور پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ "ہاں سدھاشی گریپر نے جو کچھ بتایا ہے اس کے تحت یہ بات سو فیصد درست ہے کہ شیران کا غرور خاک میں مل گیا۔ تم نے دیکھا حالات کس طرح انسان کو شکست دیتے ہیں، وہ یہی کہتا تھا نا کوئی عورت اس کی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے، اس سلسلے میں وہ کسی آسمانی مخلوق کا منتظر تھا اور دیکھ لیا تم نے کہ وہ آسمانی مخلوق کون تھی؟ وہ تم تھیں سدھاشی۔ تم جو اس بدنگر کو بے پناہ چاہتی تھیں اور بالآخر تم نے اب اس سے اپنا حق وصول کر لیا، اس خبیث وحشی درندے نے تمھیں کس قدر اذیت دی ہے اور دیکھ لو خدا نے تمھیں کتنی بڑی دولت سے نواز دیا، یہ حقیقت ہے سدھاشی کہ تم نے شیران کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ تم اس کے بچّے کی ماں بنو گی۔ اُس بچّے کی جس کے لیے اُس کے ذہن میں بڑے منصوبے تھے، اور سدھاشی میں تو تم سے یہ کہتی ہوں کہ اس بچّے کو شیران کے خلاف ایک مضبوط چٹان بناؤ۔ یہی بچہ شیران کو اس طرح شکست دے کہ شیران تلملا کر رہ جائے۔ ہاں سدھاشی تمھیں اس بچّے کی پرورش کے لیے اپنے آپ کو زندہ رکھنا ہو گا، اس طرح رہنا ہو گا تمھیں کہ تم کوئی غم اپنے پاس نہ پھٹکنے دو، اس صورت میں یہ شیران کے خلاف ایک مضبوط چٹان کی مانند بن سکتا ہے! اس پودے کو سینچو، یہ ساری زندگی کے لیے تمھارے غم دُور کر دے"

"میگنیشیا میری دوست، میری مونس، میری غمگسار، میری ہمدم، تم نے مجھے وہ خوش خبری دی ہے کہ میں تمھیں اس کا صلہ کبھی نہیں دے سکتی، میں زندہ رہوں گی بے فکر رہو، اب میں نہایت سکون سے زندہ رہوں گی اور اگر مارلینو کو یہ بات معلوم ہے تو براہ کرم۔ مجھے اس سے ملا دو، میں اس سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کیا کہو گی سدھاشی اس سے، مجھے بھی بتاؤ؟" میگنیشیا نے سوال کیا۔

"میں اس سے کہنا چاہتی ہوں میگنیشیا کہ میں اب اس ملک میں زندگی نہیں گزاروں گی، میں اپنے بچّے پر شیران کا سایہ نہیں پڑنے دُوں گی، میں نہیں چاہوں گی کہ وہ کبھی مجھ تک پہنچ جائے یا مجھے اور میرے بچّے کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ میں اس وقت تک اس کی نگاہوں سے روپوش رہنا چاہتی ہوں جب تک میں اپنے اس مشن کی تکمیل نہیں کر لیتی۔ میں یورپ میں رہوں گی میگنیشیا، میں یہاں نہیں رہوں گی۔" سدھاشی نے کہا۔

"ٹھیک ہے سدھاشی، میں تمھارے ان خیالات سے مارلینو کو آگاہ کر دُوں گی۔" میگنیشیا نے جواب دیا۔

سدھاشی بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے وجود میں نئی زندگی دوڑ گئی ہو، اُسے اپنی تمام تکلیفیں

بھی محسوس ہو رہی تھیں، وہ عجیب عجیب سی باتیں سوچ رہی تھی۔ میگنیشیا تھوڑی دیر اس کے ساتھ رہی اس کے بعد وہ چلی گئی۔

دوپہر کو اُس نے مارلینو سے سدھاشی کی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اس سے ملنا چاہتی ہے اور مارلینو اسے ساتھ لیتے ہوئے سدھاشی کے پاس پہنچ گیا۔ سدھاشی کے بدلے ہوئے چہرے کو دیکھ کر وہ خود حیران رہ گیا تھا۔ میگنیشیا نے اس بارے میں اسے مزید کچھ نہیں بتایا تھا۔

اس نے مسرور نگاہوں سے سدھاشی کو دیکھا اور محبت سے اس کے قریب پہنچ کر بولا "میری بچی اب خاصی بہتر حالت میں معلوم ہوتی ہے کیسی ہے تو؟"

"میں ٹھیک ہوں مسٹر مارلینو۔" سدھاشی نے جواب دیا۔

"میں نے سُنا ہے کہ تو مجھ سے ملنا چاہ رہی تھی۔ کوئی بات ہے کیا؟"

"ہاں مسٹر مارلینو۔ میں یہ کہہ کر آپ کا وقت ضائع نہیں کروں گی کہ آپ کے احسانات کے بوجھ مجھے زندگی بھر آپ کے سامنے گردن اُٹھانے کا حق نہیں دیں گے، میں آپ سے کچھ اور کہنا چاہتی ہوں۔ میگنیشیا نے میرے بارے میں آپ کو کچھ اور بھی بتایا ہے"۔

"کیا؟" مارلینو نے تحیّر آمیز نگاہوں سے میگنیشیا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا مسٹر مارلینو کہ ڈاکٹر سارڈی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ سدھاشی بچّے کی ماں بننے والی ہے، کیا یہ بات آپ کے ذہن میں ہے؟"۔

"ہاں تم نے مجھ سے کہا تھا۔"

"سدھاشی کو اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ میں نے اسے یہ اطلاع دی ہے تو یہ بہت خوش ہے۔"

"ہاں مسٹر مارلینو، میں واقعی بہت خوش ہوں۔ میں اس لیے خوش نہیں ہوں کہ مجھے شیران کی رفاقت نصیب ہوئی، بلکہ میں اس لیے خوش ہوں کہ میں نے شیران کا غرور خاک میں ملا دیا بلکہ میں گواہ بناتی ہوں آپ کو اس بات کا مسٹر مارلینو کہ شیران نے مجھے دھوکا دیا تھا، اُس نے مجھے اپنے دھرم، اپنے مذہب، اور اپنے دین کے مطابق بیوی نہیں بنایا تھا۔ لیکن میں نے اپنے دین کے مطابق وہ سارے کام کر لیے تھے جو دو انسانوں کو ایک دُوسرے کی زندگی میں ہمیشہ کے لیے شامل کر دیتے ہیں، ہاں میرا یہ بچّہ ناجائز نہیں ہو گا، ہمارے ان کی جائز اولاد ہے، میں اپنے دین پر قائم ہوں، اپنے مذہب پر قائم ہوں اور اس لحاظ سے شیران میرا شوہر ہے۔ اس کا یہ بچّہ معاشرے اور سماج میں وہی حیثیت اور وہی مقام رکھتا ہے، جو جائز والدین کی اولاد کا ہوتا ہے۔ مسٹر مارلینو میں اپنے بچّے کے لیے زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ میرے ذہن میں گناہ کا کوئی احساس نہیں ہے میں بے حد مسرت اور خوشی کے عالم میں اس بچّے کو جنم دُوں گی اُسے پروان چڑھاؤں گی۔ یہ شیران کی اولاد ہے اور اپنی اس اولاد کو دیکھ کر وہ شکست کھا جائے گا۔ اس کا غرور خاک میں مل جائے گا، جو کسی ایسی عورت کی تلاش میں سرگرداں تھا جو اس کے معیار کے مطابق ہو، جو اُس جیسی شیر کی نسل سے تعلق رکھتی ہو اور اس جیسے شیر کو جنم دے سکے۔ آپ دیکھیں گے مسٹر مارلینو کہ یہ بچّہ خواہ لڑکی ہو یا لڑکا، شیران ہی کے نقشِ قدم پر چلے گا۔ اگر یہ لڑکی ہوئی تو میں اسے دُنیا کی سب سے شاندار لڑکی بناؤں گی اور اگر لڑکا ہوا تو کسی طور شیران سے کم نہیں ہو گا۔ لیکن میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں مسٹر مارلینو مجھے اب یہاں سے نکال دیجیے۔ آپ میرے لیے دیوتا سمان ہیں۔ آپ نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ اتنا ہے کہ میں آپ سے مزید کچھ مانگنے کی حقدار نہیں ہوں، لیکن آپ نے مجھے پیش کش کی تھی کہ آپ مجھے یورپ بھجوا سکتے ہیں، مسٹر مارلینو میرے اُوپر یہ آخری احسان اور کیجیے، میں ان علاقوں میں رہ کر اپنے بچّے کے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی اور یہ خطرہ شیران ہی کا ہو سکتا ہے، آپ میرے محافظ ہیں لیکن میں چاہتی ہوں کہ اب میں یہاں نہ رہوں۔"

مارلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی چند لمحات وہ سدھاشی کو دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "ارے ہاں یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی کہ تم۔ تم۔ ہاں ہاں مجھے میگنیشیا نے بھی بتایا تھا، مجھے گریپر نے بھی بتایا تھا کہ ڈاکٹر سارڈی نے ان لوگوں سے کیا کہا ہے۔ واقعی شیران کا بچّہ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، شیران ہی کی مانند ہو گا، اور پھر تم یقینی طور پر اس کی بہترین پرورش کر سکو گی، شیران کا غرور بے شک ٹوٹ جائے گا، اُسے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ سدھاشی کسی طور اس سے کم نہیں تھی، وہ مان جائے گا۔ بالآخر مان جائے گا اور ایک دن تمھارے قدموں میں آ کر جُھکے گا۔ ہاں سدھاشی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ تمھارے قدموں میں آ کر جُھکے گا، حالانکہ میں نے کچھ اور ہی فیصلہ کیا تھا۔"

"کیا فیصلہ؟" سدھاشی نے مارلینو کی شکل دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ گریپر اور میگنیشیا نے مجھ سے کہا تھا کہ شیران کو سزا ملنی چاہیے اور یہ سزا کم از کم موت کی سزا ہو، چنانچہ میں نے غور و خوض کرنے کے بعد ان کی بات مان لی تھی، میں تو بہت جلد اپنے آدمیوں کو یہ احکامات جاری کرنے والا تھا کہ شیران کو تلاش کرو، گھیرو اور قتل

کرنے کے بعد اس کی لاش میرے پاس لاؤ، تاکہ میں اُسے سدھاشی کے حوالے کرکے سدھاشی کو پُرسکون کرسکوں۔" مارلینو نے بغور سدھاشی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میگنیشیا اور گریچر چونک کر مارلینو کو دیکھنے لگے تھے۔

سدھاشی کا چہرہ ایک لمحے میں سفید پڑ گیا۔ اُس کی آنکھوں کی مسرت رُخصت ہو گئی تھی، اُس نے کمزور لہجے میں کہا۔ "نہیں! میں کسی بھی قیمت پہ اس کی موت نہیں چاہتی، آپ یقین کریں مجھے بشیر مواقع ایسے حاصل ہوئے، جب میں اُسے موت کے گھاٹ اُتار سکتی تھی۔ وہ میرا دُشمن تھا، وہ مجھے قتل کردینا چاہتا تھا، اور میں جانتی تھی کہ اگر اُسے موقع ملا تو وہ اس سے دریغ نہیں کرے گا۔ میں تو بس اس لیے اس کے دھوکے میں آگئی کہ وہ مجھے لوٹی سے بچا کر لایا تھا، میں نے سوچا کہ شاید اب اس کے دل میں میرے لیے کوئی جگہ پیدا ہو گئی ہے۔ مسٹر مارلینو میں اس کی موت کی خواہاں نہیں ہوں۔ خدا کے لیے آپ اپنے آدمیوں کو یہ حکم مت دیجیے گا، میں اُس کی موت نہیں چاہتی، آہ کسی قیمت پر نہیں!"

"سوچ لو سدھاشی، اگر کسی قیمت پہ اُسے تمہارے بارے میں پتہ چل گیا اور وہ یورپ میں تم تک پہنچ گیا تو تمہاری اور تمہارے بچے کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"اس کے باوجود نہیں۔ میں کسی بھی قیمت پہ اُس کی موت برداشت نہیں کرسکتی، اس لیے نہیں کہ میں اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں بلکہ مسٹر مارلینو مجھے اب بھی ان سے محبت ہے۔ میں اب بھی اُسے چاہتی ہوں۔" سدھاشی کی آنکھیں ایک بار پھر نمناک ہو گئیں اور مارلینو کھِل کھلا کر ہنس پڑا۔

"نہیں بھئی میں نے شیران کی موت کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ دراصل میری یہ بیٹی میگنیشیا جو ہے نا، یہ تمہارے سلسلے میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئی تھی، اس نے شدت سے مجھ سے کہا تھا کہ میں شیران سے تمہارا انتقام لوں، اور اُسے ہلاک کردوں، تم یقین کرو سدھاشی، میرے ذہن میں اُس وقت بھی یہی بات تھی کہ تم اُس کی موت پسند نہیں کرو گی۔ میں نے عشق و محبت کے کھیل کبھی نہیں دیکھے، میری زندگی میں ان جذبات کا کوئی دخل نہیں رہا ہے، لیکن دُنیا ضرور دیکھی ہے میں نے، میگنیشیا اب تم کیا کہتی ہو، کیا تمہیں اپنے ان الفاظ پر شرمندگی نہیں ہے؟"

میگنیشیا نے گردن جھکالی تھی۔ مارلینو نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ "دیکھو بھئی، میں تم لوگوں کو اپنے بچوں ہی کی طرح عزیز رکھتا ہوں، میں نے زندگی میں کچھ نہیں دیکھا، میرا کوئی خاندان نہیں ہے۔ جو کچھ تھا اُس کے بارے میں تم لوگ بخوبی جانتے ہو کہ اب وہ نہیں رہا چنانچہ اب تم لوگ میرے لیے میرے اہلِ خاندان کی مانند ہو۔ کسی کو شرمندہ کرنا مقصود نہیں ہے، میں تو بس اپنے تجربات کی کامیابی سے خوش ہوں، بہر طور مجھے مسرت ہے کہ سدھاشی نے بھی یہی فیصلہ کیا اور سدھاشی اس سلسلے میں تم بالکل مطمئن رہو، بس مجھے چند دن کی مُہلت دے دو، میں تمہیں تمہارے پسندیدہ مقام پر بھجوا دُوں گا اور کوئی تمہارے بارے میں یہ نہیں جان سکے گا کہ تم کہاں گئیں، کسی کو نہیں بتاؤں گا، یہاں تک کہ گریچر اور میگنیشیا کو بھی نہیں، تاکہ کبھی شیران ان تک پہنچ جائے اور ان کی زبان کھلوانے کی کوشش کرے تو یہ اُسے صحیح بات نہ بتا سکیں، وہاں تمہارے لیے عمدہ بندوبست کردیا جائے گا کہ اس وقت تک جب تک تم وہاں رہنا چاہو گی، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

★★

ایک طویل القامت سکھ افسر نے پستول کی نال اُس کی کنپٹی پہ رکھ کر اُس کے لباس کی تلاشی لی اور جو کچھ اس میں موجود تھا نکال لیا۔ چمڑے کا وہ پیکٹ اور خنجر۔ اس کے علاوہ شیران کے پاس کچھ نہیں تھا۔ یہ دونوں چیزیں قبضے میں کرنے کے بعد سکھ افسر پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے اشارے پہ دو آدمی فولادی ہتھکڑیاں لے کر شیران کی طرف بڑھے تو شیران نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "سنو، میری تلاشی لے چکے ہو۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہے میرے پاس جو تمہارے لیے نقصان دہ ہو۔ تم جانتے ہو میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا۔ لوہے کا یہ زیور میں نے کبھی نہیں پہنا۔ بہتر ہے کہ اب بھی مجھے نہ پہناؤ۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میرے دل میں تمہارے لیے دُشمنی پیدا ہو جائے گی۔ یہ نہ صرف تمہارے لیے بلکہ میرے لیے بھی تکلیف دہ ہوگی، بہتر یہ ہے کہ تم لوگ اس دُشمنی کا آغاز مت کرو، میں تمہیں اپنے بارے میں وہ سب کچھ بتا دُوں گا، جو تم معلوم کرنا چاہتے ہو، بولو کیا خیال ہے؟"

شیران کے لب و لہجہ اور اُس کے انداز میں کوئی ایسی بات تھی کہ وہ لوگ ایک لمحے کے لیے رُک گئے اور اُنھوں نے جھجکتی ہوئی نگاہوں سے اپنے آفیسر کی طرف دیکھا، جو سکھ تھا۔ آفیسر بھی گہری نگاہوں سے شیران کو دیکھ رہا تھا، اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اور پھر اُس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"ٹھیک ہے رہنے دو۔" ہتھکڑی لانے والے ہٹ گئے تھے، تب آفیسر نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میرا نام جوگندر سنگھ ہے۔ تم مجھے کرنل سنگھ کہہ کر پکار سکتے ہو، تمہارا نام کیا ہے؟"

"شیران۔" شیران نے جواب دیا۔

"پڑوسی ملک سے تعلق رکھتے ہو؟"

"جہاں سے دل چاہے سمجھ لو۔ ویسے میں پہاڑوں کا باشندہ ہوں اور بھٹکتا ہوا ادھر نکل آیا ہوں، تم میرا لباس دیکھ رہے ہو، اس سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ میں موسم کی سختیوں کا شکار ہو کر بالکل اتفاقیہ طور پر اس طرف پہنچا ہوں اور کسی کو کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے یہ سب کچھ تو بعد میں معلوم ہو جائے گا، فی الوقت تم نے مجھ سے جو کچھ کہا ہے، میں نے اُسے قبول کرلیا ہے، اگر تم نے کسی قسم کی کوئی حرکت کی تو پھر ہم اپنے آپ کو باز نہیں رکھ سکیں گے اور اپنا فرض پورا کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے انکار نہیں کیا۔" شیران نے جواب دیا اور کرنل جوگندر سنگھ نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک جیپ آئی .... اور شیران کو اس میں بٹھا دیا گیا۔ کرنل جوگندر سنگھ خود بھی اس میں بیٹھ گیا تھا، لیکن تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد اُس نے دفعتاً ڈرائیور کے شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر شیران بہتر یہ ہے کہ تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ دی جائے، اس کی اجازت تو تم ضرور دو گے؟"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔" شیران نے کہا اور اُس کی آنکھوں پہ ایک موٹے کپڑے کی پٹی باندھ دی گئی۔

شیران جیپ میں سفر کرتے ہوئے ان حالات کے بارے میں سوچ رہا تھا، اُسے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ ہندوستان کی سرحد میں آگیا ہے اور یہ لوگ یقیناً اس کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں۔ بہر طور راستہ طے کرتے ہوئے اُس نے اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں سوچ لیا تھا۔

وقت گزر چکا تھا، اُس نے شیران نے سپرد جو کاغذات کیے تھے، وہ ان لوگوں کے قبضے میں چلے گئے تھے اور اب بہتر یہ تھا کہ ان لوگوں کو صاف صاف سارے حالات بتا دیے جائیں، اور اس کے بعد جو بھی صورتِ حال ہو۔ اگر یہ لوگ اس کے باوجود اس کے ساتھ زیادتی کرنے پہ آمادہ ہوں تو پھر اپنے بچاؤ کے لیے ہر ممکن قدم اُٹھایا جائے، ورنہ کاغذات ہرن پورہ شہر کی ایرادتی کے پاس پہنچانے کے بعد ہندوستان کی وسعتوں میں گم ہو جائے، دُنیا کا کوئی ملک اور شہر اُس کے لیے اجنبی نہیں تھا، جہاں بھی زندگی گزارنے کے لیے کوئی بہتر وقت مہیا ہو جائے، اُسی کو وہ اپنا وطن سمجھ لیتا تھا۔

فی الوقت مارلینو اور اس کا گروہ بھی ذہن سے نکل گیا تھا، جب ہنگامہ آرائی کرتے ہوئے بنکاک سے اتنی دُور نکل آیا تو پھر اب ان تمام باتوں اور اُلجھنوں میں پڑنے سے کیا فائدہ ہے۔ ہاں اگر کبھی وقت دوبارہ مارلینو کے راستے پر لے جائے گا تو دیکھا جائے گا، ان حالات میں ایک بار پھر مارلینو سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے، لیکن فی الوقت اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں، اور پھر یوں بھی بنکاک کے ہنگاموں کی یکسانیت نے شیران کے ذہن میں اُکتاہٹ پیدا کردی تھی۔ جیپ کا سفر تقریباً پون گھنٹے کا تھا ..... اس کے بعد وہ ایک جگہ رُک گئی، شیران کی آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی۔

یہ ایک چھوٹی سی فوجی چھاؤنی تھی، بے شمار خیمے چاروں طرف لگے ہوئے تھے، اطراف میں پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے، ان خیموں کے درمیان مختلف جگہوں پر مقامی فوجی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے، کسی نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔

شیران کو اُتار کر پہاڑی کے دامن میں لے جایا گیا، جہاں لکڑی کے چھوٹے چھوٹے کیبن بنے ہوئے تھے، اُسے ایک کیبن میں پہنچا دیا گیا جہاں ایک چھوٹی سی چارپائی، مٹی کا ایک برتن جس میں پانی بھرا ہوا تھا اور ایسی ہی چند دُوسری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

شیران کو کرنل سنگھ اپنے ساتھ لے آیا تھا، اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔ "دیکھو دوست تم نے خواہش ظاہر کی تھی کہ تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہ ڈالی جائیں، میں نے تمہاری اس خواہش کا احترام کیا اور تم سے تعاون کیا۔ اب تم بھی مجھ سے تعاون کرو، یہاں کوئی حرکت کرنے کی کوشش مت کرنا، چار مسلح فوجی تمہارے کیبن پر تعینات کر دیے گئے ہیں، جو چاروں سمتوں سے اس پہ نگاہ رکھیں گے اور ایسی جگہ ہوں گے، جہاں سے یہ کیبن مکمل طور پر ان کی نگاہ میں ہے۔ اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو تمہیں گولی مار دی جائے گی اور اگر پُرسکون رہے تو ہم تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے لیکن بہتر یہی ہے کہ کوئی حرکت کرنے کی کوشش مت کرنا۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، بے فکر رہو، میں اس وقت تک کوئی غلط حرکت نہیں کروں گا جب تک کہ اس کی شدید ضرورت پیش نہ آجائے۔" شیران نے کہا۔

"جس چیز کی تمہیں ضرورت ہو، تمہارے کیبن کے سامنے ایک سنتری موجود ہوگا، اُسے بُلا کر کہہ دینا۔"

"شکریہ۔ میں اس تعاون کو نظر انداز نہیں کروں گا۔" شیران

نے کہا اور کرنل سنگھ مسکراتا ہوا چلا گیا۔ لمبے چوڑے قدوقامت کا یہ سکھ فوجی افسر شیران کو پسند آیا تھا، کم از کم اُس کے انداز میں انسانیت تھی اور وہ باتیں مان لینے کا عادی تھا۔

شیران نے جوتے اُتارے اور کیبن کے اکلوتے پلنگ پر لیٹ گیا۔ اُس کا حلیہ بُری طرح خراب ہو رہا تھا، وہ غسل کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی سے کوئی فرمائش کرنا مناسب نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی نے دروازے پر دستک دی، دروازہ کھلا ہوا تھا، شیران نے اُسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ یہ شخص ہاتھ میں ایک کیتلی اور چائے کی پیالی لیے ہوئے اندر آیا تھا۔ اُس نے دونوں چیزیں شیران کے سامنے رکھ دیں اور بولا۔ "گرم چائے ہے پی لو، کھانا کس وقت کھاؤ گے؟"

"جب تم لوگ لاؤ گے، ظاہر ہے میں تمھارا کوئی معزز مہمان نہیں ہوں۔" شیران نے کہا اور وہ شخص اسے پھاڑ نگاہوں سے دیکھتا ہوا چلا گیا۔

شیران نے چائے کی کیتلی اُٹھائی، ڈھکن کھول کر اُسے دیکھا اور پھر کیتلی کی ٹونٹی مُنہ سے لگالی، خوامخواہ پیالی خراب کرنے سے کیا فائدہ؟ وہ چائے پیتا رہا اور اُس کے ذہن میں مختلف خاکے بنتے بگڑتے رہے اور پھر گہری نیند سو گیا۔ دُوسری صبح جب وہ جاگا تو کوئی کیبن کے دروازے سے جھانک رہا تھا۔

"کون ہے آجاؤ۔" اُس نے کہا اور جھانکنے والا چونک کر پیچھے ہٹ گیا، پھر دروازہ کھول کر اندر آگیا۔

"میں دیکھنے آیا تھا کہ تم سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو فوراً چلو تمھیں کرنل سنگھ نے بلایا ہے۔"

"چلو۔ ویسے تمھارے ہاں پانی کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہے، میں نہانا چاہتا ہوں۔"

"اس کا بندوبست کر دیا جائے گا، پہلے کرنل سنگھ سے مل لو۔" وہ شخص بولا۔

"چلو۔" شیران اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر دو مسلح فوجی کھڑے ہوئے تھے، وہ شیران سے چار قدم پیچھے ہٹ گئے۔ شیران کی رہنمائی کرنے والا اس سے چار قدم آگے تھا اور درمیان میں شیران چل رہا تھا۔ اُنسے تقریباً دو سو گز کا فاصلہ طے کر کے ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچنا پڑا، جہاں ایک بہت بڑا کیبن بنا ہوا تھا۔ کیبن کے دروازے پر دو مسلح فوجی موجود تھے، انھوں نے دروازہ کھولا اور شیران اندر داخل ہو گیا۔

کرنل سنگھ ایک میز کے پیچھے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اُس کے قریب ہی دو تین آدمی اور بیٹھے ہوئے تھے اُس نے کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے شیران کا خیر مقدم کیا اور اُس کی جانب ہاتھ بڑھا دیا۔

گرفتار کرنے والوں کا یہ رویّہ شیران کے لیے باعثِ حیرت تھا۔ بہرطور اس نے اپنا چوڑا ہاتھ کرنل سنگھ کے ہاتھ میں دے دیا اور اس کے بعد باقی دو افراد نے بھی اُس کے ساتھ مصافحہ کیا۔ کرنل سنگھ نے اُسے بیٹھنے کے لیے پیش کش کی تھی پھر کرنل سنگھ نے کہا۔ "ہم تمھارے بارے میں سب کچھ جان لینا چاہتے ہیں شیران۔"

"حماقت کی بات ہے، ظاہر ہے میں تمھیں اپنے بارے میں سب کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"دیکھو اس میں کوئی غیر دوستانہ بات نہیں ہے، بس ہم جاننا چاہتے ہیں کہ تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟"

"آدمی ہوں، آسمان سے آیا تھا، زمین پر پرورش پا رہا ہوں، اس سے زیادہ کچھ بتانا میرے لیے مناسب نہیں ہے۔"

"دیکھو شیران ہم کسی طرح بھی تم سے کوئی تعرض نہیں کرنا چاہتے اچھا چلو یہ بتاؤ، تمھارے لباس سے جو سامان برآمد ہوا ہے۔ اس سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

"کمال ہے تمھارے بدن پر جو وردی ہے اس سے تمھارا کیا تعلق ہے؟" شیران نے کرنل سنگھ سے پوچھا اور کرنل سنگھ کا چہرہ ایک لمحے کے لیے خشک ہو گیا۔ بالآخر فوجی تھا لہٰذا اُلٹے سیدھے جواب ہضم کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی لیکن بہرطور وہ شیران کے جواب کو پی گیا پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تم سرحد میں داخل ہونے کے بعد کہاں جانا چاہتے تھے؟"

"ہوں، مطلب کی بات پر آگئے۔ مجھے ہرن پورہ جانا تھا۔"

"اوہ۔ اوہ، یہی تو تم سے معلوم کرنے کے لیے سوالات کیے جا رہے تھے، یہ پیکٹ تمھارا اپنا ہے جو تمھارے لباس سے نکلا تھا۔ یہ پیکٹ تمھیں کہاں لے جانا تھا؟" کرنل سنگھ نے سوال کیا۔

"ہرن پورہ میں رانی ایراوتی کو یہ کاغذات پہنچانے تھے۔"

"تو میرے دوست اس سلسلے میں اتنی ردّوقدح کی کیا ضرورت تھی، اگر گرفتار ہوتے وقت ہی تم یہ الفاظ ہم سے کہہ دیتے کہ تمھیں رانی ایراوتی سے ملنا ہے، تو شاید تمھیں وہ تکلیف بھی نہ ہوتی جو اب تک ہوئی ہے۔" کرنل سنگھ کا لہجہ بہت نرم ہو گیا تھا۔

شیران کو حیرت ہوئی تھی، اُس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کاغذات

میں رانی ایراوتی سے متعلق کوئی ایسی بات موجود ہے جو کرنل سنگھ کو معلوم ہو گئی ہے اور رانی ایراوتی یقیناً کوئی ایسی ہی شخصیت ہے جس کے لیے یہ لوگ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں، چنانچہ یہ نرم رویّہ ان کاغذات کی وجہ سے بھی پیدا ہوا تھا۔ اب شیران اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا کہ ان لوگوں کو مزید حقائق بتا کر اپنے لیے مشکلات پیدا کرتا۔

کرنل سنگھ نے ہاتھ اُٹھا کر کسی کو کوئی اشارہ کیا اور چند لمحات کے بعد کرنل سنگھ کے کیبن میں بہترین ناشتہ پہنچ گیا۔ پھلوں کے جُوس، خشک میوے وغیرہ ٹرے میں سجے ہوئے تھے، وہ شیران کے سامنے پیش کیے گئے۔

"اگر تمھیں یہاں کوئی تکلیف پہنچی ہے مسٹر شیران تو میں اس کے لیے تم سے معافی چاہتا ہوں، اُمید ہے رانی ایراوتی کو ہمارے خیر سگالی جذبات کی اطلاع دو گے، ناشتہ کر لو اور اس کے بعد غسل کر لو۔ اگر تم ہم میں سے کسی کا لباس استعمال کرنا چاہو، تو ہمیں خوشی ہو گی۔ تمھیں لباس مہیا کیا جا سکتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد تمھیں ہرن پورہ روانہ کر دیا جائے گا۔"

"بہت بہت شکریہ کرنل سنگھ، مجھے یہی بتایا گیا تھا کہ میرے ساتھ بُرا سلوک نہیں ہو گا۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، مجھے تو یہ افسوس ہے کہ میں نے اسی وقت یہ پیکٹ کھول کر کیوں نہیں دیکھ لیا۔ بہرطور اس غلط فہمی کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔"

شیران نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا پھر کرنل سنگھ نے اپنے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ مسٹر شیران کے لیے نہانے کا بندوبست کیا جائے۔ دروازے پر کھڑے ہوئے ایک فوجی نے اُسے ایک وردی پیش کر دی اور شیران نے مسکراتے ہوئے لباس لے لیا۔ چند ساعت کے بعد وہ وردی اُس کے بدن پر فٹ ہو چکی تھی۔ یقیناً اُس کے قدوقامت کے لحاظ سے اس وردی کا انتخاب کیا گیا تھا۔

"شاندار، بے حد شاندار، بلاشبہ تمھیں دُنیا کا حسین ترین انسان کہا جا سکتا ہے، آؤ بیٹھو۔" کرنل سنگھ اُسے دیکھ کر بولا۔ شیران کرسی پر بیٹھ گیا۔ ابھی اُسے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اُس کے لیے چائے آگئی، شیران کرنل سنگھ کے اس سلوک پر متحیّر تھا لیکن اصلیت اُس کی سمجھ میں بھی آ چکی تھی۔ تب ہی کرنل سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں تمھاری اس وردی پر کوئی فوجی نشان آویزاں نہیں کر سکتا جب کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ فوجی نشان آویزاں کر کے میں تمھیں دیکھوں۔۔۔۔ یہ میری احمقانہ خواہش ہے جس کا مجھے اعتراف ہے، بہرطور رانی ایراوتی کے مہمان ہمارے لیے باعثِ تکریم ہیں لیکن مسٹر شیران آپ جس انداز میں سرحد سے اندر آئے تھے اس پر ہمیں تشویش ہونا ہی چاہیے تھی، میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ رانی ایراوتی کو ہم سے کوئی شکایت پیدا نہ ہو، اور اس سلسلے میں یقیناً آپ تعاون کریں گے۔"

"جب مجھے شکایت نہیں ہے تو رانی صاحبہ کو کیا شکایت ہو سکتی ہے۔" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ویسے اُس کے دل میں ایراوتی کے بارے میں تجسّس پیدا ہو گیا تھا جس کی یہ فوجی اتنی عزت کرتے ہیں، آخر وہ کیا شخصیت ہے! ونود سے اس کا کیا تعلق تھا! معاملہ اگر ونود کے اہلِ خاندان ہی کا تھا، تو کیا ونود اتنی بڑی حیثیت کا مالک تھا، بظاہر تو ایسا نہیں لگتا تھا، بہرطور یہ تجسّس اُس نے اپنے ذہن ہی میں رہنے دیا، ان لوگوں سے اُلٹے سیدھے سوالات کر کے وہ اپنی پوزیشن مشکوک نہیں کرنا چاہتا تھا، کم از کم اتنی ذہانت اس کے اندر ضرور پیدا ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد کرنل سنگھ نے وہ چرمی پیکٹ شیران کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "میری ایک اور درخواست بھی ہے مسٹر شیران آپ اس پیکٹ کو کھولنے کے سلسلے میں مجھے بے قصور سمجھیں، کیونکہ آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے مجھے اسے کھولنا پڑا تھا، لیکن اس پر رانی ایراوتی کے مخصوص نشان کو دیکھنے کے بعد میں نے ایک بھی کاغذ اس میں سے نہیں نکالا اور اسے دیکھنے کی ضرورت نہیں محسوس کی، چنانچہ میری آپ سے بنتی ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں، تو رانی ایراوتی کو اس بارے میں کچھ نہ بتائیں۔ کیا آپ وعدہ کریں گے مسٹر شیران؟"

"ٹھیک ہے، میں یہ بات ایراوتی کو نہیں بتاؤں گا۔" شیران نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر شیران، میں نے آپ کی روانگی کا انتظام کر دیا ہے، ابھی تھوڑی دیر کے بعد آپ ہرن پورہ روانہ ہو جائیں گے۔" کرنل سنگھ کے مُنہ سے یہ الفاظ ادا ہی ہوئے تھے کہ ایک لیفٹیننٹ اندر داخل ہوا اُس نے سیلوٹ کیا اور کرنل سنگھ کو گاڑی تیار ہو جانے کی اطلاع دی، تب کرنل سنگھ نے اپنا چوڑا ہاتھ شیران کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "میں اس ملاقات کو یاد رکھوں گا۔" پھر وہ شیران کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر ایک شاندار جیپ کھڑی ہوئی تھی جس میں باوردی ڈرائیور موجود تھا۔ دو اور فوجی اس کے قریب

ہی کھڑے ہوئے تھے، شیران جیپ کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا، اور ڈرائیور نے جیپ اسٹارٹ کر دی۔ دونوں فوجی اس کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔ راستے شروع شروع میں تو کچھ سنسان سے تھے لیکن تھوڑی دُور کے سفر کے بعد سرسبز و شاداب علاقے شروع ہو گئے، جیپ ایک کچی پگڈنڈی پر دوڑ رہی تھی اور شیران خاموشی سے بیٹھا ہوا رانی ایراوتی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کی عزت سرحدوں پر بھی کی جاتی تھی۔

جیپ کا سفر تقریباً تین گھنٹے کا تھا، تین گھنٹے کی مسافت کے بعد جیپ ہرن پورہ پہنچ گئی۔ ہرن پورہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا، لیکن چاروں طرف سے سبزہ زاروں سے ڈھکا ہوا، دُور دُور تک باغات پھیلے ہوئے تھے، درختوں پر پھلوں کے انبار نظر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ قصبے کے آخری حصّے میں اس عظیم الشان سفید محل کے پاس پہنچ گیا جو دُور ہی سے دیکھنے میں شاندار لگتا تھا۔ محل کے عظیم الشان پھاٹک پر سُرخ و سفید وردیوں میں ملبوس سپاہیوں کی ایک اچھی خاصی فوج موجود تھی، جن کے درمیان سے جیپ گزرتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ اور محل کے بیچ میں رُک گئی تب ایک شاندار جسامت کا آدمی جیپ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ چہرے سے بہت زیرک نظر آ رہا تھا۔ سر کے بال رُوئی کی طرح سفید تھے۔۔ اُس نے آنے والوں سے کچھ گفتگو کی۔ شیران یہ گفتگو نہیں سُن سکا تھا، وہ جیپ سے نیچے اُتر آیا تب سفید بالوں والے شاندار آدمی نے آگے بڑھ کر اُسے غور سے دیکھا، اُس کے چہرے پر عجیب سے تأثرات پیدا ہو گئے تھے، پھر اُس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "بھوپت سنگھ۔"

شیران نے بے دلی سے اُس سے مصافحہ کیا، ظاہر ہے وہ یہاں کسی سے مرعوب ہونے نہیں آیا تھا، اُس نے آہستہ سے بھوپت سنگھ سے ہاتھ ملایا اور پھر ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"میرے ساتھ آیئے۔" بھوپت سنگھ اُسے تیز نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا اور شیران اُس کے پیچھے چل پڑا۔

"مجھے رانی ایراوتی سے۔" اُس نے کہنا چاہا اور بھوپت سنگھ نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں ہاں ہمیں علم ہو گیا ہے کہ آپ رانی صاحبہ سے ملنا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے آپ کو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔ رانی صاحبہ اس وقت محل میں موجود نہیں ہیں، سیرو شکار کو گئی ہیں ممکن ہے شام کو واپس آ جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ کئی دن تک نہ پہنچ سکیں۔ بہر طور آپ یہاں آرام کریں، ان کے مہمان کی حیثیت سے ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، مجھے میری آرام گاہ دکھا دی جائے۔" شیران نے جواب دیا اور بھوپت سنگھ اس کے ساتھ چلتا ہوا محل کے ایک حسین ترین حصّے میں پہنچ گیا۔ محل کی شان و شوکت دیکھنے والی تھی، حسین و جمیل باندیاں مشرقی لباسوں میں ملبوس راہداریوں میں چلتی پھرتی نظر آ رہی تھیں، اُن کے انداز میں ادب اور مستعدی تھی۔ بہر طور جس جگہ شیران کو ٹھہرایا گیا تھا وہ بے حد خوب صورت تھی۔ پہاڑوں کے اس وحشی کو ایسی جگہوں سے کم ہی واسطہ پڑا تھا، تاہم اُس نے یہ جگہ پسند کی تھی، وہ اپنی آرام گاہ میں فروکش ہو گیا۔ رانی ایراوتی کے بارے میں اب وہ ذرا مختلف انداز سے سوچ رہا تھا۔

اب تک پیش آنے والے لمحات نعمان خان کے لیے عجیب سی حیثیت رکھتے تھے، اُسے اپنا مشن پوری طرح یاد تھا اور وہ اُس کے لیے ہر طرح کی کارروائی کرنے کو تیار تھا لیکن اوّل تو وہ تنہا رہ گیا تھا اور اُس کے وہ اہم ساتھی اُس کے ساتھ موجود نہیں تھے جن کے ساتھ مل کر اس نے اب تک نہایت دل جمعی سے سارے کام کیے تھے، پھر یہاں کے حالات کچھ اس قدر عجیب و غریب تھے کہ نعمان خان چکرا گیا تھا۔ اُسے تو یہی بتایا گیا تھا کہ ویلشیا کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے اس سے زیادہ تعرّض نہیں کیا جائے گا۔ اس کے کاغذات وغیرہ بالکل ٹھیک تھے۔ لیکن یہ لوگ جو ویلشیا کے نگران بن گئے تھے اور موجودہ حکمران کی ہر ممکن معاونت کر رہے تھے، ضرورت سے زیادہ چالاک تھے۔ ویلشیا میں ایک عجیب سی کیفیت ان لوگوں نے پیدا کر دی تھی، مقامی لوگ غیر محفوظ تھے۔ اس کے علاوہ باہر سے آنے والوں کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی، ہر دُوسرا شخص جاسوسی کا کام انجام دے رہا تھا۔

نعمان خان کو بہر طور اپنے مشن پر پوری ذہانت سے کام کرنا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنے اس مشن کو اُسی طرح انجام دے جس طرح اس سے توقع کی گئی ہے، اور اس میں اس کی اور اس کے اہلِ خاندان کی بھلائی مضمر تھی، اس کے علاوہ بھی یہاں پہنچنے کے بعد وہ جن حالات کا شکار ہوا تھا۔ اس کے تحت یہ اندازہ اُس نے اچھی طرح لگا لیا تھا کہ اگر کہیں لائن سے ہٹنے کی کوشش کی گئی تو موت کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔

بہر صورت دُوسرا دن بھی اسی کیمپ میں گزارا، کیمپ کے بدنصیب لوگوں کا اُس نے اچھی طرح تجزیہ کر لیا تھا، یہ سب ویلشیا کے باشندے تھے اور غالباً اُن پر شبہ تھا کہ وہ باغیوں سے ملے

ہوئے ہیں۔ اس آفیسر سے دُوسرے دن بھی ملاقات ہوئی، لیکن وہ نعمان خان کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ تیسرا دن بھی جب اسی طرح گزر گیا تو نعمان خان کو بے چینی ہونے لگی، یہاں اس کیمپ میں وہ اس طرح زندگی نہیں گزار سکتا تھا، لیکن چوتھا دن تعطّل کا دن نہ رہا، اسی آفیسر نے اُسے طلب کیا تھا پھر اُس نے اُسے ایک کارڈ دیتے ہوئے کہا: "بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے زندگی گند ہو جاتی ہے، ہم نہیں چاہتے کہ تم مُفت کی روٹیاں توڑو۔" اُس نے کرخت لہجے میں کہا۔ اس وقت اس کے ساتھ دو اور آفیسر بھی کھڑے ہوئے تھے۔ "چنانچہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ جانا ہے اور جو کام یہ بتائیں اُسے انجام دینا ہے۔" نعمان خان نے خاموشی سے کارڈ لے لیا تھا، کارڈ لے کر وہ اس جگہ آ بیٹھا جہاں پر کام کے لیے بھیجے جانے والوں کی لائن لگائی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں شخص وہاں سے چلے گئے، جو اس مہربان آفیسر کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے، تب وہ برق رفتاری سے اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھا اور نعمان خان کو اشارے سے اپنے قریب بُلا کر کہنے لگا: "سنو میں نے بڑی مشکل سے تمہارے لیے یہ موقع نکالا ہے جس جگہ تم پہنچو گے وہاں ڈینس نامی ایک شخص تمہیں ملے گا، اس شخص کے اُوپر بھروسہ کر سکتے ہو، یہ تمہارے مقصد کا آدمی ہو گا، اور اگر تم چاہو گے تو تمہارے کام آ سکتا ہے، بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہوں گا۔"

نعمان خان تعجب سے اس کی صُورت دیکھتا رہ گیا تھا، آفیسر اپنی جگہ واپس جا بیٹھا، تھوڑی دیر کے بعد ایک فوجی گاڑی آئی اور ان لوگوں کو لے کر چل پڑی۔ نعمان خان دُوسرے لوگوں کے ساتھ اس فوجی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ جس جگہ اُنھیں پہنچایا گیا، وہاں ایک لمبی نہر کی کھدائی ہو رہی تھی۔ بہت سے مزدوری کاموں میں مصروف تھے، ان کی ٹولیاں بنی ہوئی تھیں۔ نعمان خان کو بھی ایک کدال دے دی گئی، اور وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اس کے اطراف میں بہت سے لوگ کام کر رہے تھے، وہ ان میں ڈینس کو تلاش کرنے لگا۔ کافی دیر تک وہ اپنے کام میں مصروف رہا، محافظ ہاتھوں میں کوڑا لیے کام کرنے والوں کی نگرانی کر رہے تھے۔ نعمان خان کو کام کرتے کرتے کئی گھنٹے گزر گئے، تب اُس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے ایک مزدور سے پوچھا: "ڈینس کہاں ہے؟" یہ سوال اُس نے اتنی روا روی میں کیا کہ کسی کو اس پر شبہ نہ ہو سکا۔ اس مزدور نے دُور درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "وہاں ڈینس کام کر رہا ہے۔ سُرخ جرسی میں ملبوس، وہی ڈینس ہے۔" نعمان خان نے گردن ہلا دی۔ ڈینس تک پہنچنا آسان

نہیں تھا، کام لینے والے محافظ خاصے سخت گیر تھے، پھر ڈینس سے ملاقات کا موقع اُسے دوپہر کو ایک بجے کے قریب ملا جب کھانے کی چھٹی ہوئی تھی۔

وہ لوگ جگہ جگہ بیٹھ گئے تھے، چنانچہ نعمان خان اپنے کھانے کا برتن لے کر تیزی سے آگے بڑھا اور بالآخر ڈینس کے نزدیک پہنچ گیا۔ نعمان خان جب اُس کے نزدیک بیٹھا تو اُس نے عجیب سی نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھا تھا۔

"مسٹر ڈینس۔" نعمان خان نے اُسے مخاطب کیا۔

"اپنے کام سے کام رکھو۔ مجھے فضول باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" ڈینس نے جواب دیا اور نعمان خان کا چہرہ ایک لمحے کے لیے سُت گیا، زندگی میں اس سے زیادہ کٹھن وقت اس پر کبھی نہیں پڑا تھا۔ وہ ان لہجوں کو برداشت کرنے کا عادی نہیں تھا، دیر تک وہ خود کو سنبھالتا رہا، پھر جب اُس نے دوبارہ نگاہیں اُٹھا کر ڈینس کی طرف دیکھا تو ڈینس اُسے ہی گھور رہا تھا۔ دفعتاً اُس کے چہرے میں تبدیلی رُونما ہوئی۔

"کوئی کام ہے مجھ سے؟" اُس نے سوال کیا۔

"ہاں لیکن تمہارے لہجے کی بدتمیزی مجھے اُلجھن میں ڈال رہی ہے۔" نعمان خان نے کہا۔ ڈینس جس قسم کا آدمی تھا اُ[illegible] کے تحت نعمان خان کا اندازہ تھا کہ وہ اس کے الفاظ پر چراغ پا [illegible] جائے گا لیکن وہ خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا، پھر اُس نے کہا: "نیچ نمبر؟"

"بارہ۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"ہوں ہمارا قیام رات کو بائیں سمت کے پہاڑی [illegible] کی طرف ہو گا۔ اسی وقت تم سے ملاقات کی جائے گی۔ تم بھی رات کو اسی طرف ٹھہرو۔"

"ٹھیک ہے۔" نعمان خان نے کہا۔ ویسے اسے حیر[illegible] تھی کہ ڈینس کے روّیے میں ایک دم یہ تبدیلی کیسے پیدا ہو گئی۔

بہر طور شام تک کام ہوتا رہا اور پھر چھٹی ہو گئی۔ چھٹی ہو[illegible] کے بعد تمام قیدیوں کو اسی سمت لے جایا جانے لگا جدھر ڈینس [illegible] اشارہ کیا تھا۔ اب ڈینس نظر نہیں آ رہا تھا۔ شام گزارنے [illegible] لیے یہیں پر کیمپنگ کی گئی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ظاہر ہے یہاں ابھی کافی [illegible] باقی تھا اور وہ لوگ قیدیوں کو روزانہ کیمپ تک لانے اور [illegible] جانے کی ذمّے داری قبول نہیں کر سکتے تھے چنانچہ اُن کے [illegible] وہیں بندوبست کر دیا گیا تھا۔ اطراف میں خاردار تاروں کی [illegible] لگی ہوئی تھی لیکن یہ باڑھ بہت وسیع و عریض احاطے میں لگی [illegible]

ں اور یہاں قیدیوں کی نگرانی کے لیے بہت زیادہ انتظامات نہیں
ے البتہ باڑھ کے چاروں طرف فوجی کھڑے ہوئے تھے یہاں میدان
اف تھا اور اس وسیع و عریض احاطے میں ان کی نگرانی کرنے
لا کوئی نہیں تھا۔

غالباً کسی فوری مقصد کے تحت اس نہر کی کھدائی شروع کی
تھی اور وہ اتنی جلدی میں تھے کہ یہاں قیدیوں کی نگرانی کے لیے
اسب انتظامات نہیں کر پائے تھے البتہ اُنھوں نے اس احاطے
یر رکھا تھا جدھر سے قیدیوں کے میدان سے فرار ہو جانے کا
دشہ تھا۔ اس طرح اُنھوں نے اپنے طور پر تو انتظام کر لیے تھے
ن اندر قیدیوں کی نگہداشت کے لیے کوئی بندوبست نہیں تھا۔
وڑی دیر کے بعد نعمان خان نے ڈینس کو تلاش کر ہی لیا اور آہستہ
ستہ اسی جگہ پہنچ گیا جہاں ڈینس اور اس کے آدمی موجود تھے
اں میدان میں ناہموار جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں اُونچی
ں چٹانیں نظر آ رہی تھیں اور ان چٹانوں کی آڑ میں قیدیوں نے
اپنی ٹولیاں بنالی تھیں جس جگہ ڈینس موجود تھا وہ ایک بہت
ی جھاڑی کے عقب میں تھی۔ یہ جھاڑی انسانی قد سے اُونچی تھی
ر اس کا پھیلاؤ بھی کافی وسیع تھا، گویا اُس کے عقب میں موجود
ں کو کسی دُوسری جگہ سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ نعمان خان اُسی
ماڑی کے عقب میں پہنچ گیا۔

جیسے ہی وہ اس طرف پہنچا تین چار آدمی اپنی جگہ سے اُٹھے
ر نعمان خان کے اردگرد کھڑے ہو گئے۔ ڈینس تھوڑے ہی فاصلے
موجود تھا۔

"کیا خیال ہے چیف ... یہی شخص ہے نا؟" ایک قوی ہیکل
ی نے نعمان خان کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہی ہے۔"

"تو پھر میرے خیال میں اس کا قصہ پاک کر دیا جائے۔"

"نہیں۔ ابھی نہیں ممکن ہے یہ شخص ہمیں کچھ مفید باتیں بتا
ے۔" ڈینس نے کہا۔

"ہاں۔ میں تمھیں کچھ مفید باتیں بتانا چاہتا ہوں۔" نعمان خان
ری لہجے میں بولا پھر اُس نے اپنے عقب میں کھڑے ہوئے
ں کی طرف رُخ کر کے کہا: "ان لوگوں سے کہو کہ اپنی جگہ بیٹھ جائیں
تم لوگوں کے سامنے مجبور نہیں ہوں بس جس مقصد کے تحت میں
ں آیا ہوں یا بھیجا گیا ہوں اُس کی تکمیل چاہتا ہوں اور اگر تمھیں
سے اختلاف ہے تو پھر ان سے کہو کہ ہم جھاڑی کے عقب میں
۔ کوئی اور ہمیں نہیں دیکھ سکتا مجھ پر حملہ کریں اور قابو پالیں۔" نعمان

خان کے لہجے میں غرّاہٹ تھی۔ دراصل اب تک کی اس جھنجلاہٹ
کو وہ رفع کرنا چاہتا تھا۔ ڈینس گہری نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔
پیچھے کھڑے ہوئے چاروں آدمی نعمان خان کے اس چیلنج کو سُن
کر برہم نظر آنے لگے تھے تب ڈینس نے مسکراتے ہوئے اُن سے
کہا۔ "تم لوگ بیٹھ جاؤ۔ میں ذرا اس تیس مار خاں سے بات تو کر لوں۔"
پھر اُس نے نعمان خان کو اپنے قریب بُلایا۔ نعمان خان اُس کے پاس
ہی بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں دوست اب بتاؤ کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟ لیکن
ایک بات کا خیال رکھنا کہ اگر تم نے جھوٹ بولنے یا ہمیں دھوکا دینے
کی کوشش کی تو تمھیں ان جھاڑیوں میں دفن کر دیا جائے گا اور کسی کو
کانوں کان خبر نہ ہوگی۔" ڈینس کا لہجہ بے حد سفّاک تھا۔

"یہ کام تمھارے لیے اتنا آسان نہیں ہوگا مسٹر ڈینس لیکن
میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا ہم سے کچھ معلومات حاصل کرنے کے لیے تمھیں مقرر
کیا گیا ہے؟"

"نہیں اگر میں ان کا جاسوس ہوتا تو کیا خیال ہے کیا اکیلا میں
یہاں آگیا ہوتا۔ یقیناً میرے مددگار بھی اطراف میں موجود ہوتے اور
تم یہ سوچ سکتے ہو کہ ممکن ہے یہاں میرے آدمی موجود ہوں، سب
سے پہلے میں تم سے اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنا
چاہوں گا جو کیمپ میں لکھنے پڑھنے کے کام پر مامور ہے اور غالباً
سب لیفٹیننٹ کا عہدہ رکھتا ہے۔ وہ شخص جو چشمہ لگائے بیٹھا رہتا
ہے۔ اُس نے مجھے تمھارے بارے میں مطلع کیا تھا۔" نعمان خان کے
ان الفاظ نے ڈینس کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا کر دی تھی۔ وہ
نعمان خان کو گھورنے لگا پھر بولا۔ "اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ
بھی روشنی میں آگیا ہے۔"

"نہیں، تم غلط سمجھ رہے ہو اگر تمھارے پاس معلومات کے
کچھ ذرائع ہیں اور وہ شخص واقعی کسی ایسی شخصیت کا مالک ہے جس
کا اظہار اُس نے کیا ہے تو پھر تم میرے بارے میں یہ معلومات
حاصل کر سکتے ہو۔ میرا نام نعمان خان ہے اور مجھے اس مشن کے
لیے بھیجا گیا ہے جس کی تکمیل کے لیے تم کوشاں ہو۔" ڈینس عجیب سی
نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "لیکن میرا ان
تمام معاملات سے کیا تعلق؟"

"ڈیئر ڈینس اگر تم بہت زیادہ محتاط آدمی ہو تو پھر تمھیں
کسی ایسے مقصد کے لیے کام نہیں چاہیے جو قومی حیثیت رکھتا ہو۔
میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ تم مجھے اپنے دوستوں میں تصور کرو اور

مجھ سے تعاون کرو۔"

"تمھارے پاس تمھارے کاغذات تو موجود ہوں گے؟"

"ہاں۔ ویشیا کے ایک باشندے کی حیثیت سے میرے
پاس کاغذات موجود ہیں لیکن حقیقت وہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے میں تم پر اعتبار کیے لیتا ہوں۔ ہم لوگ تو
زندگی اور موت کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ موت جس شکل میں بھی ہم
تک پہنچنا چاہے گی کسی بھی وقت پہنچ جائے گی۔ ہمیں اس کی
پروا نہیں ہے۔"

"یہ مردوں والی بات ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر تمھارے
پاس کچھ ذرائع ہیں تو تم میرے سلسلے میں رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"نہیں کوئی ذریعہ نہیں ہے میرے پاس لیکن یہ بتاؤ تمھیں
کس مشن پر بھیجا گیا ہے؟"

"آبدوزوں کے خفیہ اڈّوں کے بارے میں مجھے معلومات
درکار ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔" ڈینس کے لہجے میں اضطراب پیدا ہوگیا
پھر اُس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "خیر تم جو کوئی بھی ہو میں تمھاری
کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"مجھے وہاں تک پہنچنے کے صحیح راستے بتاؤ۔ دراصل میں
اپنے آبائی وطن پہنچنا چاہتا ہوں وہاں سے معلومات حاصل کرکے
میں اپنے دُوسرے کام کا آغاز کروں گا۔"

"ہوں۔ تمھیں وہاں بھجوانے کے انتظامات کیے جا
سکتے ہیں۔ وہ آفیسر ہم میں سے ایک ہے لیکن اس نے دُوسرا
رُوپ دھار رکھا ہے۔ یہ معلومات اس کے لیے اور خود
ہمارے لیے موت کا باعث بن سکتی ہیں لیکن جب ہم نے خطرات
مول لینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو پھر اس قدر احتیاط بے معنی ہے۔" اُس
نے جواب دیا اور نعمان خان مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا پھر
اُس نے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ "ہاتھ ملاؤ مسٹر ڈینس تم جو خطرہ
مول رہے ہو وہ تمھاری بہادری کی نشانی ہے۔ اب مجھے یہ بتاؤ
کہ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو؟" ڈینس کے ساتھی بھی نعمان خان کی
جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر میں ان سب سے تفصیل
تعارف ہو گیا۔

نعمان خان کو معلوم ہوا کہ کسی کی زیرِ ہدایت بہت
سے گروپ کام کر رہے ہیں اور ایک دن یہ لوگ پروگرام کے مطابق
اس بندرگاہ کو تباہ کر دیں گے، جہاں مقامی حکومت کے مددگار
فوجیوں کی آبدوزوں کے اڈّے ہیں، وہ انھی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

"گڈ۔ مجھے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے
لیے بھیجا گیا ہے اور میں اس سلسلے میں یقیناً بہتر کار۔۔ وائی کر سکوں
بشرطیکہ میں اپنے اس وطن پہنچ سکوں جس کے ایک باشندے کی حیثیت
سے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔" نعمان خان نے کہا۔

"میں نے کہا نا اس کا بندوبست کر دیا جائے گا ہم تمھ
ایسے کاغذات دلوا دیں گے جن کے ذریعے تم یہاں سے نکل کر
اس علاقے میں پہنچ سکو گے لیکن میرے دوست تم سے آخری
کہنا پسند کرتا ہوں کہ ویلیشیا کی قسمت سے کھیلنے کی کوشش مت کر

"بالکل بے فکر رہو۔ ڈینس تم نے جو یہ خطرہ مول لے لیا
میں اس کے لیے تمھارا شکر گزار ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے تمھارا کام ہو جائے گا۔" ڈینس نے
اور نعمان خان نے گردن ہلا دی۔

بہرطور ڈینس سے ہونے والی اس ملاقات نے نعمان
کو خاص تسلی دی تھی اور وہ کسی قدر پُرسکون ہو گیا تھا۔ اب تک
حالات چل رہے تھے وہ کچھ ایسی نوعیت اختیار کر گئے تھے
نعمان خان ذہنی طور پر اُلجھ گیا تھا۔ یقیناً اسکارو کے پروگرام
گڑبڑ ہو گئی تھی۔ وہ موجودہ حالات سے صحیح واقفیت نہیں رکھت
اور نعمان خان اس کی غلط پلاننگ میں پھنس کر اپنا اصل مشن کھ
تھا اور یہاں یہ حالات نہ ہوتے تو بلاشبہ اُسے اپنے مشن کی
میں مہینوں لگ جاتے اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ لوگ
کی جانب سے مشکوک ہو کر اُسے زندہ چھوڑتے یا موت کے گ
اُتار دیتے۔ تاہم نعمان خان اپنے طور پر بھی بہت کچھ کر
صلاحیت رکھتا تھا۔

لیکن وہ اپنے پروگرام میں گڑبڑ نہیں کرنا چاہتا تھا۔
لیے اس نے اب تک خود کو ایک معمولی حیثیت کا انسان
ہی پیش کیا تھا۔ نہر کی کھدائی مسلسل جاری تھی اور تمام لوگ
اور شام اس پر کام کرتے رہتے تھے۔ اسی دوران اُس نے
بار ڈینس کو دیکھا لیکن ڈینس اس کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوا
خان کو یہی خدشہ تھا کہ کہیں یہ ساری پلاننگ کسی سازش کے
نہ ہو۔ اس طرح کہیں اس کی شخصیت کو منظرِ عام پر نہ لایا جا رہا
بہرطور اُس نے یہ خطرہ مول لیا تھا اور یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر
اس کے لیے کسی طور نقصان دہ بنا، یا وہ آفیسر ان لوگوں کا جا
ہُوا اور اُس نے اُسے دھوکا دینے کی کوشش کی۔۔۔ تو پھر
اصل شخصیت استعمال کرے گا اور کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے
کوشش کرے گا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ غالباً اس واقعے ک

دن تھا۔ ۔ ۔ کہ اُسے وہاں سے واپس بلالیا گیا۔ اُسے اس کیمپ میں لایا گیا جہاں سے وہ نہر کی کھدائی کے لیے روانہ کیا گیا تھا یہاں وہی آفیسر موجود تھا۔ آفیسر نے خشک سے انداز میں اُسے دیکھ کر اُس کے کاغذات اُسے واپس کرتے ہوئے کہا "مسٹر ٹیری ۔ ۔ ۔ تمھارے بارے میں حاصل کی گئی معلومات موصول ہو چکی ہیں۔ تمھیں اپنے قصبے وائٹ ہام جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس کے لیے تمھیں ایک ایسی جگہ بھیج دیا جائے گا جہاں سے تم اپنے قصبے جانے کے لیے ٹرین حاصل کر سکتے ہو۔ تیاریاں کر لو آج شام ہی تمھیں روانہ کر دیا جائے گا۔" نعمان خان نے گہری سانس لی تھی۔ ۔ ۔ ۔ آثار یہ بتاتے تھے کہ اس کا داؤ کارگر ہو گیا ہے۔ پھر اسی شام اُسے ایک جیپ کے ذریعے وائٹ ہام جانے کے لیے ایک ریلوے اسٹیشن تک پہنچا دیا گیا۔

گاڑی میں بیٹھا تو سارے راستے سپاہی اس کے کاغذوں کی جانچ پڑتال کرتے رہے۔ پرانے طرز کی گاڑی تھی اور اس میں کوئلے کی بجائے لکڑی جلائی جاتی تھی۔ علاقے کی زیریں وادیوں سے گزر کر ٹرین ایک پہاڑی علاقے میں داخل ہو گئی۔ ان پہاڑوں کے بعد مرغزاروں کا طویل سلسلہ شروع ہوتا تھا جو ویلیشیا کے مرکزی علاقوں سے گزرتا تھا۔ یہ علاقہ تقریباً تین سو میل لمبا تھا اور اس سفر کے تقریباً تہائی حصے میں واقع تھا۔

ڈھائی گھنٹے کے بعد ٹرین وائٹ ہام کے اسٹیشن پر رکی۔ ۔ ۔ اسٹیشن کی عمارت پلیٹ فارم اور شیڈ لکڑی کے بنے ہوئے تھے یہاں پر بھی نعمان خان کے کاغذات کا بغور معائنہ کیا گیا اور دیر تک اُس سے مختلف سوالات کیے جاتے رہے۔ نعمان خان نے اس وقت اسکارو کی دی ہوئی تربیت سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا تھا۔ اور اُسے ٹیری کین کے بارے میں جو بھی معلومات حاصل تھیں اس نے مقامی افسر کو بتا دی تھیں۔

پھر وہ ریلوے اسٹیشن سے شہر میں داخل ہو گیا۔ شہر کیا بس چھوٹی چھوٹی گلیوں اور بازاروں پر مشتمل ایک چھوٹی سی آبادی تھی یہاں ہولناک تباہی کے نشانات صاف دیکھے جا سکتے تھے اکثر عمارتیں تباہ کر دی گئی تھیں اور آگ کی وجہ سے کھنڈروں میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ اگرچہ نعمان خان اپنی عمر میں پہلی مرتبہ اس شہر میں آیا تھا لیکن اسکارو کے رٹائے ہوئے سبق یاد کر کے یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس کا چپہ چپہ اس کا دیکھا بھالا ہے۔ کسی سے پتہ پوچھے بغیر ہی وہ سڑکوں، گلیوں اور بازاروں سے گزرتا ہوا اس مکان تک پہنچ گیا جو ٹیری کین کا آبائی مکان تھا۔ مکان کیا تھا ملبے کا ایک اونچا سا ڈھیر تھا جس پر حسرت برس رہی تھی۔ وہ سامنے کھڑا ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔ دفعتاً عقب سے کسی نے اُسے آواز دی۔ "اوہ۔ ٹیری۔ ٹیری کین، میرے بچے۔ کیا تم واپس آ گئے۔" نعمان خان نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ چھوٹے سے قد کا سوکھا ہوا بڈھا جس کے سر پر ایک بال بھی نہیں تھا۔ اُس کی جانب تیزی سے چلا آ رہا تھا۔ نعمان خان نے اس شخص کو یاد کرنے کی کوشش کی لیکن وہ سمجھ نہیں سکا کیونکہ اُس کا حلیہ اُس کے ذہن میں نہیں تھا۔

"کیا تم ٹیری کین ہو؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ میں ہی بدنصیب ٹیری کین ہوں لیکن یہ میرے مکان کا کیا ہوا، میرے اہلِ خاندان کہاں ہیں؟"

"بے شک تمھیں اپنے مکان کی تباہی پر دُکھ ہونا ہی چاہیے۔" بوڑھے نے رنجیدہ ہو کر کہا۔ "تمھارے اہلِ خاندان کو ملک کی بقا کے لیے قتل کر دیا گیا ہے اور اب تم اس دُنیا میں تنہا ہو۔" بوڑھے نے سنگ دلی سے کہا اور نعمان خان سکتے کے سے عالم میں کھڑا رہ گیا تب بوڑھا آگے بڑھا اور اُس نے نعمان خان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تو زمانے کی ریت ہے بیٹے تم آ گئے ہو اپنی جائداد سنبھالو اور محتاط انداز میں اپنی زندگی کا آغاز کرو۔ ہم سب تمھارے ہمدرد ہیں اور تمھارے خاندان کی تباہی پر تم سے دلی دُکھ کا اظہار کرتے ہیں لیکن افسوس اس اظہار کے لیے ہم کسی ایک جگہ جمع نہیں ہو پائیں گے۔ چونکہ قصبے پر ہمارے دُشمنوں کا راج ہے اور وہ ہر جگہ ہم پر نگاہ رکھتے ہیں۔ میرا خیال ہے تم مجھے پہچان نہیں سکے۔"

"ہاں افسوس طویل عرصے کے بعد وطن واپس آیا ہوں۔ اس لیے کچھ یاد نہیں آ رہا۔"

"میرا نام ہنٹ ہے ڈیو ہنٹ۔ شاید تمھیں یاد آ گیا ہو۔ بچپن میں تم میرے ساتھ رہے ہو اور وہ گارشی ۔ ۔ ۔ تو یقیناً تمھیں یاد ہو گی۔ تمھاری بچپن کی دوست۔"

"اوہ ہاں گارشی، مجھے یاد آ گیا مسٹر ہنٹ، واقعی میں آپ لوگوں کو بھول گیا تھا۔" نعمان خان نے مسکراتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر ہنٹ سے لپٹ گیا۔ پستہ قامت شخص اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی کوشش میں لپک رہا تھا تب نعمان خان نے خود ہی گردن جھکا دی۔ ہنٹ دیر تک اس کا سر سہلاتا رہا اور پھر اُس نے کہا۔ "آؤ۔ اس مکان کو تو درست کرنے میں تمھیں وقت لگے گا۔ میں تمھیں اپنے ساتھ لے چلوں۔" ہنٹ اُسے جس مکان میں لے کر گیا یہ بھی ایک چھوٹا سا مکان تھا معمولی سا فرنیچر موجود تھا۔ اُس نے ایک پلنگ پر بٹھا کر کہا۔ "ٹھہرو میں تمھارے کھانے پینے کے لیے کچھ بندوبست کرتا

ہوں، طویل عرصے کے بعد لوٹے ہو یقیناً تمھیں ان تمام چیزوں کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو گی۔" جس لڑکی کا نام اُس نے لیا تھا وہ شاید اس وقت یہاں موجود نہیں تھی کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہنٹ خود ہی لکڑی کی ٹرے میں کچھ چیزیں سجائے ہوئے اُس کے پاس پہنچ گیا۔

نعمان خان خاموشی سے کھانے پینے میں مصروف ہو گیا۔ اس دوران ہنٹ اُسے اس کے خاندان کی تباہی کے بارے میں بتا رہا تھا۔ بہت سی ایسی باتیں تھیں جو اس خاندان کے بارے میں نعمان خان کو معلوم تھیں اور اُسے یہ سُن کر سچ مچ دُکھ ہوا کہ ٹیری کین کے اہلِ خاندان بہت بُری طرح تباہی کا شکار ہوئے تھے۔ اُس نے بھرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "میری جائداد میرا فارم ان تمام چیزوں کا کیا ہوا؟"

"وہ سب محفوظ ہیں۔ اُنھیں محفوظ رکھا گیا ہے۔ ہم سب ہی کہتے تھے کہ ایک نہ ایک دن تم بلجیئم سے واپس آ جاؤ گے اور اپنے خاندان کا یہ انتظام سنبھال لو گے کیونکہ تم ملک سے باہر تھے اور ان لوگوں کو اس بات کا شک بھی نہیں ہے کہ تم یہاں کی کارروائیوں میں بھی شامل ہو سکتے ہو۔ اس لیے اُنھوں نے تمھاری جائداد پر قبضہ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور پھر یہاں تمھارے بھی ہمدرد موجود ہیں۔ گارشی تو اکثر تمھیں یاد کرتی رہتی تھی حالانکہ تمھاری شکل تک اُس کے ذہن سے محو ہو گئی ہے۔ طویل عرصے کے بعد تم یہاں پہنچے ہو نا۔ تمھارے آنے کی تو کوئی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی بس اس بات کا امکان تھا کہ ممکن ہے اپنے اہلِ خاندان کی موت کی اطلاع سُن کر تم یہاں تک پہنچو لیکن یوں لگتا ہے کہ تمھیں ان بے چاروں کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"یہ حقیقت ہے چچا ہنٹ کہ میں اپنے خاندان کی اس تباہی سے ناواقف تھا۔" نعمان خان نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب تم یہ سوچو کہ تمھیں اپنے لیے کونسی راہیں منتخب کرنی ہیں، آیا ویلیشیا کی سیاست میں حصہ لو گے یا اپنے طور پر خاموشی سے زندگی گزارو گے۔"

"نہیں چچا ہنٹ۔ میں ایسے معاملوں سے بہت دُور ہوں، میں کبھی سیاست وغیرہ کے بارے میں نہیں سوچتا مجھے اپنے اہلِ خاندان کی موت کا بے حد دُکھ ہے لیکن اب اُن کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے۔ میں اپنی زندگی کھونا نہیں چاہتا۔"

"ہاں۔ یہی دانشمندی ہے جو کچھ ہو رہا ہے کرنے والے اس کے لیے بہت کچھ کر رہے ہیں، اگر ہم نہ بھی کریں گے تو کیا ہو جائے گا۔ اس قصبے میں جس طرح تباہی پھیلی ہے اس کے آثار تم نے دیکھ لیے ہوں گے۔ جس گھر پر بھی باغیوں سے ملے ہونے کا شبہ ہوا اُسے مکینوں سمیت جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ قصبے کی آدھی آبادی اِنہی ہنگاموں کی نذر ہو چکی ہے اور اب جو لوگ باقی بچے ہیں وہ تہیہ کر چکے ہیں کہ بذاتِ خود ان کاموں میں حصہ نہیں لیں گے کیونکہ ہمارے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔" نعمان خان اس گفتگو کو ذہن نشین کرتا جا رہا تھا پھر اُس نے کہا۔ "یوں لگتا ہے جیسے ہمارے دُشمن فوجی یہاں باقاعدہ قدم جما چکے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ویلیشیا مکمل طور پر اُن کے قبضے میں آ گیا ہو؟"

"ہاں۔ بدنصیب حکمران نے ویلیشیا کو اپنے حلیفوں کے حوالے کر دیا ہے اور انھیں کے بل پر حکمرانی کر رہا ہے حالانکہ آرمینس سردا تو ہی یہاں پر حکومت کے قابل ہے۔ وہ اپنی سی کوششوں میں مصروف ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ایک دن وہ اپنی عظمت کے چراغ روشن کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ہم میں سے جو کوئی اُس کے لیے جو کچھ کر رہا ہے وہ اس کا حق ہے۔ ہم اسے اپنی زندگیوں کا خراج پیش کر رہے ہیں۔ دیکھیں اُونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔"

"یہاں وائٹ ہام کے پاس تم نے دیکھا، ان لوگوں کے کیمپ تو ضرور ہوں گے۔"

"تم آس پاس کی بات کر رہے ہو۔ وائٹ ہام کا ایک بڑا علاقہ ان کے قبضے میں ہے اور وہاں اُنھوں نے باقاعدہ ایک فوجی چھاؤنی بنا رکھی ہے۔ ہمارے کھیتوں کی آدھی ترکاریاں اُن کے قبضے میں بلا معاوضہ چلی جاتی ہیں۔ ہم لوگ بڑی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ خود تمھارے فارم کی ساری سبزیاں ان کی ملکیت ہیں اور وہاں اُنھوں نے اپنا ایک باقاعدہ آدمی مقرر کر رکھا ہے، جو ان سبزیوں کی نگہداشت بھی کرتا ہے اور اُنھیں ان تک پہنچا دیتا ہے لیکن بہتر یہ ہو گا میرے بچے کہ تم ان سے تعاون کرتے رہو۔ اسی میں تمھارا بھلا ہے۔" نعمان خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُسے یہ جان کر مسرت ہوئی تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے۔ بہر طور یہاں رہ کر وہ ان لوگوں سے تعاون کرے گا اور اس طرح ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ یقیناً وہ حالات ابھی ان لوگوں کے علم میں نہیں ہوں گے جو نعمان خان کو پیش آ چکے تھے۔ اس لیے وہ اس پر کوئی شبہ نہیں کریں گے۔

چنانچہ اُس نے ہنٹ سے بہت سی مفید باتیں معلوم کیں پھر اُس نے گارشی سے ملنے کا ارادہ کیا۔ معصوم سی شکل کی حسین لڑکی تھی اُسے جب یہ پتہ چلا کہ ٹیری کین واپس آ گیا ہے تو وہ دوڑ کر بے اختیار

اُس کے پاس پہنچ گئی۔

"ارو ینڈی۔ ینڈی ڈیئر۔ تم۔ تم کتنے تبدیل ہو گئے ہو۔ بچپن یاد ہے نا تمھیں۔ تمھیں میں یاد ہوں نا!" اُس نے بڑی بے ساختگی سے پوچھا اور نعمان خان نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

نہیں۔ وہ کسی بھی طور ان لوگوں کو کسی شبہے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ بوڑھے ہنٹ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تب گارشی اُس سے کہنے لگی۔ "ڈیڈی۔ میں کچھ روز ینڈی کے ساتھ اُس کے فارم پر گزاروں گی۔ ینڈی کا مکان تو تباہ ہو چکا ہے اور یہاں رہنے کے لیے اُسے از سرِ نو درست کرنا ہو گا اس لیے مجھے یقین ہے کہ ینڈی اپنے فارم ہی پر جائے گا۔ کیا تم مجھے اجازت دو گے؟"

"تم لوگوں کو تو میں نے بچپن ہی سے اجازت دی ہوئی تھی۔ اب بھلا کیا روکوں گا۔" ہنٹ نے کہا۔ وہ بڑا تعاون کرنے والا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ بہرطور اسی شام ایک چھوٹی سی بگھی تیار کی گئی اور نعمان خان گارشی کے ساتھ اپنے فارم پر چل پڑا۔ گارشی بہت زیادہ بولنے کی عادی تھی۔ نعمان خان نے اس کی اس کیفیت سے فائدہ اُٹھایا اور بڑے سادہ سے انداز میں اس سے اطراف کی خبریں معلوم کرنے لگا۔ گارشی سے اُسے معلوم ہوا کہ دُشمن ملک کے فوجی یہاں بڑی بڑی کارروائیوں میں مصروف ہیں اور اگر نعمان خان ذرا سی کوشش کرے تو اُسے یقیناً وہ تمام تفصیلات معلوم ہو سکتی ہیں جن کے لیے وہ یہاں پہنچا تھا۔

فارم شہر سے چار میل دُور تھا۔ یہاں سمر ہاؤس طرز کے مکان بنے ہوئے تھے اور اُن کی چھتیں ڈھلواں تھیں۔ ایک جگہ بہت سے لوگ جن سے نعمان خان کی علیک سلیک ہوئی۔ سبھی نے اُس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔

بالآخر وہ اپنے فارم کے کنارے بنے ہوئے مکان میں داخل ہو گیا جس کے بوسیدہ فرنیچر، برتنوں اور دُوسرے سامان پر گرد کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ گارشی کی مدد سے اُس نے سامان کو جھاڑ پونچھ ڈالا۔ ابھی وہ اس سامان کی صفائی ستھرائی کر ہی رہے تھے کہ ایک پڑوسی کھانے پینے کی بہت سی چیزیں اپنے ساتھ لیے وہاں پہنچ گیا۔ اس کا نام فاؤ تھا۔ اُس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ وہ اس کا پڑوسی ہے اور اکثر اُس کے فارم کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔ فاؤلر نے اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا کہ کم از کم ایک آدمی تو ایسا یہاں پہنچا جو اُن کے اپنے لوگوں میں سے ہے ورنہ زیادہ تر اجنبی لوگ یہاں آ کر آباد ہو گئے ہیں اور اُنہی کے ذریعے سارا کاروبار چلتا ہے۔

بہرطور گارشی نے تمام مکان کی صفائی ستھرائی کر لی تھی اور پھر رات گزارنے کے لیے اُنھوں نے ایک کمرے کا انتخاب کر لیا۔

رات کو گارشی نعمان خان سے اُس کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی۔ وہ اُسے ینڈی کین ہی سمجھ رہی تھی اور اُسے ایک بار بھی شبہ نہیں ہوا تھا کہ وہ ینڈی کین نہیں ہے۔ بہرطور نعمان خان محسوس کر رہا تھا کہ یہاں کے حالات اُس کے لیے سازگار ہیں لیکن اب شرط یہ ہے کہ اطراف کے حالات بھی سازگار ہوں۔ تب ہی بہتر طور سے کام بن سکتا ہے۔

رات کے تقریباً تین بجے تک گارشی اس سے چھوٹی چھوٹی معصوم، معصوم سی باتیں کرتی رہی اور اُس کے بعد بچوں کی طرح گہری نیند سو گئی۔ نعمان خان خود بھی سونے کی کوشش کرنے لگا تھا لیکن دُوسری صبح اُس کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً زوردار دھڑ دھڑاہٹ سُنائی دی اور وہ چونک گیا۔ گارشی بھی چونک کر اُٹھ گئی تھی۔ دونوں دروازے کی طرف دیکھنے لگے جو بند تھا لیکن اُسے کافی زور زور سے ہلایا جا رہا تھا پتہ نہیں کون وحشی تھا۔ نعمان خان کو ایک لمحے میں خطرے کا احساس ہو گیا تھا۔

گارشی نے دروازہ کھولا تو مسلح فوجی اندر گھس آئے۔ وہ دشمن فوجی تھے اور مشین گنوں سے مسلح تھے۔ جب تک نعمان خان صورتِ حال کا اندازہ کرتا۔ وہ اسے گھیرے میں لے کر بے دست و پا کر چکے تھے۔ نعمان خان کی آنکھوں میں خون اُتر آیا مگر مصلحتاً خاموشی اختیار کر لی اور ان کے اشارے پر اُن کے ساتھ چل پڑا۔ وہ اُسے ایک ویران راستے پر لے کر چل پڑے۔ راستے میں وہ ویلیشن زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔

اگر وہ اُسے ویلیشن نہ سمجھتے تو یقیناً کسی دُوسری زبان میں گفتگو کرنے کی کوشش کرتے۔ کافی دُور چلنے کے بعد بالآخر وہ ایک کھنڈر نما عمارت میں داخل ہوئے جس کے اُوپر اس ملک کا جھنڈا لہرا رہا تھا جس کے یہ لوگ تھے عمارت کیا تھی کوئی کباڑ خانہ تھا جس کے اندر بکھری فوج کا ساز و سامان، سپاہیوں اور افسروں کی پھٹی پُرانی اَن گنت وردیاں۔ ٹیلی فون اور وائرلیس کے آلات، ٹائپ مشینیں اور اسی طرح کی دُوسری بہت سی چیزیں اچھی یا بُری حالت میں بکھری پڑی تھیں۔ ایک مختصر سے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ نعمان خان پر پل پڑے اور اس کے بدن کی پوری طرح تلاشی لی گئی لیکن اُس کے پاس سوائے کھانے پینے کی چیزوں اور شناختی کاغذات کے رکھا ہی کیا تھا۔ اس سلسلے میں بہترین انتظامات

لیے گئے تھے۔ خوب دیکھ بھال کے بعد نعمان خان کو کمرے میں چھوڑ دیا گیا۔ اس کے کاغذات اور تھیلا واپس کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد ایک شخص دُوسرے کمرے میں گیا اور چند چھپے ہوئے فارم لے کر آیا۔ پھر اُس نے نعمان خان سے کہا کہ اُسے پُر کرے۔ یہ فارم اُن کی اپنی زبان میں تھے۔ نعمان خان نے پریشان نگاہوں سے اُنھیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جانتا کہ ان میں کیا لکھا ہوا ہے اور میں ان پر کیا لکھوں؟"

"تم بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ صحیح طرح ان فارموں کو پُر کر دو، ورنہ بدن کی ایک ایک ہڈی سے کھال اُتار لی جائے گی۔" ایک فوجی نے غرّاتے ہوئے لہجے میں کہا اور نعمان خان بے بسی کے انداز میں اُسے دیکھنے لگا۔

"تم لوگ یقین کرو میں تمھاری زبان نہیں جانتا میں ویلیشن ہوں۔ زیادہ سے زیادہ میں تھوڑی بہت انگلش سمجھ لیتا ہوں! اس سے زیادہ کچھ نہیں۔" وہ لوگ نعمان خان کو گھورتے رہے پھر اُنھوں نے آپس میں ایک دُوسرے سے کچھ اشارے بازیاں کی تھیں اور وہ کاغذات پُر کرائے بغیر باہر نکل گئے۔ نعمان خان کمرے کے فرش پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا۔ یہ بہان بہرا اہم بڑی صبر آزما تھی اس کے لیے۔ اس کی فطرت کے بالکل خلاف وہ تو دُشمنوں میں گھس کر صرف قتل و غارت گری کرنے کا رسیا تھی لیکن اُسے چوہا بنا دیا گیا تھا۔ پتہ نہیں میں اس کیفیت کو برداشت کر سکتا ہوں یا نہیں۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا اور کمرے کی دیوار سے پُشت لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

وقت جس طرح گزر رہا تھا وہ نعمان خان کے لئے بڑا صبر آزما تھا۔ وہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ لوگ اس کی طرف سے مطمئن ہوئے یا نہیں۔ لیکن دوسری صبح کافی اطمینان بخش تھی۔ گارشی اس کے پہنچی تھی۔

"میں نے ان سے تمہاری آزادی کا پروانہ حاصل کر لیا ہے۔" اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ تمہاری طرف سے مطمئن ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے معذرت کی ہے۔ اب تم میرے ساتھ چل سکتے ہو۔ نعمان خان نے گارشی سے مزید سوالات نہیں کئے اور باہر نکل آیا۔ بہت بڑا خطرہ ٹل گیا تھا اور اب وہ اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر کے اپنی مہم سرانجام دے سکتا تھا۔ لیکن اب وہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ اس نے سارا منصوبہ اپنے ساتھیوں کو بتایا اور بالآخر امید پہنچنے کا وقت مقرر کر کے تیاریاں کرنے لگا۔

❧

رانی ایراوتی کے محل میں شیران کو کوئی تکلیف نہیں تھی۔ لیکن اپنی فطرت کے مطابق اسے کسی محل میں آرام کرنے کی عادت نہیں تھی۔ محل میں اس کو خدمت کے لئے جو باندیاں تعینات تھیں وہ دنیا کی حسین ترین لڑکیاں تھیں لیکن شیران نے انہیں آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ بے چینی سے ایراوتی کا انتظار کر رہا تھا۔ بھوپت سنگھ بھی اس سے ملاقات کرتا رہتا تھا۔

تین دن گزر گئے۔ پھر اس دن شیران نے بھوپت سنگھ سے کہا۔ "رانی ایراوتی کو میری یہاں آمد کی اطلاع دی گئی ہے؟"

"بتا چکا ہوں کہ وہ سیر و شکار کو گئی ہیں۔"

"کہاں؟"

"یہ بتایا نہیں جا سکتا۔" بھوپت سنگھ نے کہا۔ شیران نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور خاموش ہو گیا۔ لیکن اس دن وہ ٹہلتا ہوا اصطبل پہنچا اور اس نے گھوڑے کے ٹرینر سے کہا۔

"کیا رانی ایراوتی سیر و شکار کے لئے تم جیسے جوان کو ساتھ نہیں رکھتی؟"

"پچھلی بار ان کے ساتھ تھا۔" ٹرینر نے کہا۔

"کوئی مخصوص جگہ ہے جہاں وہ سیر کرتی ہیں؟"

"ہاں۔ ان کی شکار گاہ ہے۔"

"مجھے بھی گھوڑے کی سواری کا بہت شوق ہے۔"

"اصطبل میں دنیا کے بہترین گھوڑے موجود ہیں۔"

"کوئی ایسا گھوڑا جو تمہارے خیال میں بہت سرکش ہو۔"

"کالا تیر۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس پر سواری ناممکن ہے۔"

"میں اس پر سواری کر سکتا ہوں؟"

"ناممکن ہے جناب۔"

"اسے لے کر کسی کھلے علاقے میں چلو۔ دیکھتے ہیں۔" شیران نے کچھ اس طرح ٹریز کو آمادہ کیا کہ وہ تیار ہو گیا۔ ٹریز نے سیاہ گھوڑا ساتھ لے لیا تھا۔ آبادی سے دور ایک کھلے میدان میں شیران نے کالا تیر کی لگامیں پکڑیں اور پھر اس پر سوار ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ ابتداء میں تو دقت ہوئی لیکن کچھ دیر کے بعد وہ گھوڑے کی پشت پر تھا۔

"میرے بعد آپ دوسرے آدمی ہیں جناب جسے اس نے اپنی پشت پر برداشت کیا ہے۔" ٹریز نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"رانی ایراوتی کی شکار گاہ کہاں ہے؟"

"یہاں سے کافی فاصلے پر ہے۔"

"مجھے وہاں لے چلو۔"

"نہیں جناب۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔"

"جس کام کے لئے میں کہتا ہوں اس کے لئے کسی اور کی اجازت نہیں ہوتی۔" شیران پر غرور لہجے میں بولا۔

"بھوپت سنگھ مہاراج مجھے سزا دیں گے۔"

"جو سزا میں تمہیں دے سکتا ہوں۔ وہ شاید بھوپت سنگھ نہ دے سکے۔" شیران نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے جناب۔" ٹریز بے بسی سے بولا۔

"جس طرح گھوڑے کی سواری کو ممکن بنا دیا ہے میں نے اسی طرح یہ ناممکن بھی ممکن ہو سکتا ہے۔" شیران نے کہا۔

○

حسین سبزہ زاروں میں لگے ہوئے کیمپ میں جب ایراوتی نے ان دو سواروں کو دیکھا تو چونک پڑی۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے ٹریز کو دیکھا۔ ٹریز نے اسے مختصراً کہانی بتائی۔ ایراوتی نے تعجب سے شیران کو دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "یہ کالے تیر پر سوار ہے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ اس نے اسے بھی قابو میں کر لیا ہے۔" ٹریز نے کہا۔

"اور ہمیں بھی رانی نے آہستہ سے کہا۔" اس کی پر شوق نگاہیں شیران کا طواف کر رہی تھیں۔ اس نے شیران کی بہترین پذیرائی کی تھی۔

لیکن شعلہ غضب بنا ہوا بھوپت سنگھ کیمپ پہنچا تو اس نے ایراوتی کو کچھ اور ہی کہانی سنائی تھی۔

"تم اطمینان رکھو۔ میں اس کا تجزیہ کروں گی۔" ایراوتی نے پر اسرار لہجے میں کہا تھا.........

نعمان خان نے ایک ایک لمحے کی پلاننگ کی تھی اور نہایت جانفشانی سے اس زیرِ زمین بندرگاہ کی تباہی کا پروگرام بنایا تھا۔ دُوسرے تمام ساتھیوں نے اس کے پروگرام سے اتفاق کیا تھا۔ نعمان کی ذات پر انھیں مکمل اعتماد تھا۔ ورنہ وہ تو جب پہلی بار ان غاروں میں داخل ہُوئے تھے اور انھوں نے بندرگاہ دیکھی تھی، اسی وقت اپنے ناممکل وسائل سے کام لے کر اُسے تباہ کرنے کی کوشش کرتے اور یقیناً اس میں ناکام رہتے۔

نعمان خان نے وقت دیکھا اور تیار ہو گیا۔ ان کا نشانہ بزدل

دنوں ٹینک تھے جو غار کی بائیں دلیوار کے ساتھ ساتھ تھے پھر
نے گردن کا اشارہ کیا اور کوارٹرمین پھُرتی سے اپنے ٹارگٹ کی
چل پڑا۔ اُس نے ایک بڑا ٹائم بم ٹینک کے قریب رکھ دیا
سے بے شمار پائپ منسلک تھے اور بندرگاہ تک گئے تھے۔
ان پائپوں کے ساتھ باندھے گئے۔ ہر شخص نہایت پھُرتی اور
ندی سے اپنے کام میں معروف تھا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری جگہوں
ں بم رکھے جاتے رہے تھے اور اسمتھ کو اس وقت نعمان خان کی دردیوں
ن کی افادیت کا احساس ہُوا جب اچانک غار کے ایک سوراخ
ئی دلیشن سپاہی نکل آئے۔ اسمتھ اپنے کام میں معروف تھا۔ اس
ہاتھ بُری طرح کانپ گئے تھے لیکن سپاہی اس پر ایک نگاہ ڈالتے
ئے آگے بڑھ گئے۔ اس کی وردی کی وجہ سے کسی نے اُسے توجہ
ں دی تھی۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو اسمتھ کی جان میں جان آئی

لیکن بھاری بدن والا پیٹ بین اس کی طرح خوش نصیب
ں تھا۔ وہ شاید اس پروگرام کے آخری مراحل میں تھا اور اس
بعد انھیں صرف واپسی کا سفر کرنا تھا کہ دفعتاً ایک دلیشن افسر
اچانک نمودار ہو کر اُسے دیکھ لیا۔ چونکہ پیٹ اسلحہ کے ذخیرے
قریب ٹائم بم رکھ کر اس کا ٹائم فکس کر رہا تھا۔ اس لئے دلیشن
سر اُسے نظر انداز نہ کر سکا۔

"اے۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" یہ الفاظ پیٹ کے کانوں
کے قریب بم بن کر پھٹے۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس لیے
اس نے سیدھے ہوتے ہی پستول نکالا اور افسر پر فائر کر دیا۔ گولی نے
اس کے سینے میں سوراخ کر دیا تھا لیکن وہ بھی جاندار تھا۔ اُبلتے ہُوئے
خون کو نظر انداز کر کے اُس نے بھی پستول نکال لیا اور ہارپر قریب نہ
ہوتا تو پیٹ اس مہم میں کام آ گیا ہوتا۔ ہارپر نے برق رفتاری سے
چھلانگ لگائی اور دلیشن افسر کی ٹانگیں پکڑ لے زمین پر آ رہا۔ گولی
غار کی چھت سے ٹکرائی تھی۔ ہارپر نے گرتے گرتے افسر کی کھوپڑی دوبار
زمین سے ٹکرائی۔ لیکن دونوں فائروں کی آوازیں سن لی گئی تھیں چنانچہ
دُوسرے لمحے کئی بھاگتے ہُوئے قدموں کی آوازیں سُنائی دیں۔ اس
کے ساتھ ہی دفعتاً غاروں میں سائرنوں کی بھیانک آوازیں اُبھرنے لگیں۔

"بھاگو۔ نعمان خان حلق پھاڑ کر چیخا اور وہ سب بھرا مار کر
نکاسی کے دروازوں کی طرف دوڑے۔ دفعتاً نعمان کو گارشی کا خیال
آیا۔ وہ اُس کے قریب ہی اُس کی ہدایت کے مطابق کام کر رہی تھی۔
لیکن جب وہ باہر بھاگا تو وہ ساتھ نہیں تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو
گارشی خلاء میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے ایک قدم بھی نہیں
ہل سکتی تھی۔ نعمان خان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی یہ کیفیت کیونکر ہوئی

ہے بہرطور اس وقت سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں تھا۔ ٹائم بموں کے پھٹنے کے وقت میں صرف بیس منٹ باقی تھے وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور انھیں اس مختصر وقت میں طویل فاصلے طے کر کے باہر نکلنا تھا۔ صورتِ حال بہت خراب ہو گئی تھی اور وہ محسوس کر رہے تھے کہ سائرنوں کی آواز کے ساتھ ہی دلیشن سپاہیوں کے بھاگنے دوڑنے کی آوازیں بڑھتی جا رہی ہیں اور وہ یقیناً انھیں اطراف میں گھیرا ڈال رہے ہیں۔ نعمان خان باز کی طرح جھپٹا اور اُس نے گارشی کو پکڑ لیا۔ گارشی کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی بمشکل تمام وہ بولی۔ "خان۔ میرے پاؤں مفلوج ہو گئے ہیں۔"

"اوہ گارشی خود کو سنبھالو۔ آؤ آؤ۔" نعمان خان نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر بھاگتے ہُوئے کہا۔ دُوسرے ہاتھ میں اُس نے اپنا پستول سنبھالا ہُوا تھا۔ دفعتاً کئی گولیاں اس کے اردگرد زمین سے ٹکرائیں اور پتھروں کی کرچیاں اُڑا اُڑا کر اُن . . . . کے بدن کے کھُلے ہُوئے حصّوں میں لگیں۔ نعمان خان کے دُوسرے ساتھیوں نے اس غار کے دُوسرے حصّوں میں پوزیشن سنبھال لی تھی، دیر تک اُن کے اردگرد گولیوں کی بوچھار ہوتی رہی۔ موقع پاتے ہی نعمان نے ڈھلان پر چھلانگ لگا دی۔ دلیشن سپاہی اس سے صرف دس قدم کے فاصلے پر ڈٹے ہُوئے گولیوں کی بارش کر رہے تھے۔

نعمان خان گارشی کو سنبھالے ہُوئے بمشکل تمام غار کے اندرونی حصّے سے باہر نکلنے کی کوششوں میں کامیاب ہُوا تھا کہ دفعتاً ایک فائر ہُوا اور گارشی کے حلق سے ایک دردناک کراہ نکل گئی۔ اس کی وردی خون میں تر ہو گئی تھی۔ نعمان خان نے اُسے سنبھالا۔ دُوسری گولی پھر گارشی کے سینے میں پیوست ہُوئی اور نعمان خان ایک گہری سانس لے کر رہ گیا اب گارشی کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اُس نے حوصلہ نہیں ہارا اور اُٹھ کر ایک زقند میں اس درز کے اندر جا پڑا پھر اُس نے پوری قوت سے اپنے ساتھیوں کو آوازیں دیں۔ فائرنگ تیز ہوتی جا رہی تھی۔

اب اُس نے اسٹین گن سنبھالی اور اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا جو دلیشن فوجوں کی بوچھار کی وجہ سے آگے بڑھنے میں دقت محسوس کر رہے تھے۔ دلیشن فوجی بُری طرح چیخ رہے تھے یُوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی سمت سے پہاڑی کے اُوپر چڑھ رہے ہوں نعمان نے اشارے سے اسمتھ اور ہارپر کو دُوسرے ڈھلان کی طرف پہنچنے کے لیے کہا۔ اُس نے گھڑی میں ٹائم دیکھا اور بُری طرح چیخا۔

"ہمیں یہاں سے فوراً نکل جانا چاہیئے ٹائم بم پھٹنے ہی والے

"ہیں!" اُس نے سینے پر بندھا ہُوا دستی بم کھولا اور پن کھینچ کر غار کے دہانے کے درمیان رکھ دیا۔ ویلیشین سپاہی دہانے تک پہنچ چکے تھے۔ اُنھوں نے اسٹین گنیں، ریوالور اور دستی بم سنبھال رکھے تھے اور تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے نعمان اپنے ساتھیوں کو لے کر بہت پیچھے غار ہی میں ایک محفوظ جگہ پہنچ گیا۔ دفعتاً سفید اور نیلی روشنیوں نے بندرگاہ کا کونہ کونہ روشن کر دیا۔ ایک لرزہ خیز دھماکہ ہُوا۔ چاروں طرف دُھواں ہی دُھواں پھیل چکا تھا۔ جب دُھویں کے بادل صاف ہُوئے تو وہاں بندرگاہ کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ البتہ ملبے کا ایک اُونچا سا ڈھیر ضرور نظر آ رہا تھا۔ بڑی چٹان بے شمار چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ خفیہ مشن کے سارے کارکن پیٹ کے بل خاصی دُور تک رینگتے ہُوئے ایک محفوظ مقام پر پہنچ چکے تھے۔ تقریباً آٹھ منٹ گزرے تو ملبے کے اس ڈھیر کا بھی صفایا ہو گیا۔

نعمان خان ٹائم بموں کے دھماکے گن رہا تھا۔ جب وہ آٹھ دھماکے گن چکا تو اُس نے سب کو اس راستے سے واپس چلنے کا حکم دیا اور بیس منٹ کے بعد جب وہ غار کی بھول بھلیّوں سے باہر نکلے تو آسمان پر دھویں کے مہیب بادل چھائے ہُوئے تھے۔۔

پیٹ زخمی ہو کر بے ہوش ہو چکا تھا لیکن مارپر اور راسمتھ اس کے بہترین دوست تھے۔ وہ اس کے بھاری بھرکم وجود کو سنبھالے ہُوئے تھے۔ نعمان خان کا اندازہ تھا کہ بندرگاہ کے ساتھ ساتھ سینکڑوں ویلیشین فوجی بھی ہلاک ہُوئے ہیں لیکن وہ بھی گارشی کو کھو چکا تھا اور اس لڑکی کے لیے اُس کا دِل خاصا دُکھ رہا تھا لیکن مجبوری تھی۔ پیٹ نے بھی راستے ہی میں دم توڑ دیا تھا اور اس کی لاش کو بھی وہیں پھینک دیا گیا۔ اس وقت مزید کوئی تکلّف نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کافی دیر کے بعد وہ خستہ حالت میں کیبن تک پہنچے۔ بندرگاہ کی تباہی کے بعد اس کیبن میں رُکنا مناسب نہیں تھا لیکن کاٹرمین نے اس سلسلے میں نعمان خان کو تفصیل بتاتے ہُوئے کہا کہ اُنھیں ساتوں رات ایک ایسی جگہ پہنچنا ہے جہاں سے اُنھیں لے جانے کی کوشش کی جائے گی اور یہ جگہ یہاں سے تقریباً ڈھائی یا پونے تین میل دُور ہے۔

نعمان خان نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ سب ہی اس سفر کے لیے تیار تھے چنانچہ وہ خود بھی چل پڑا۔ تھوڑے بہت زخم ان میں سے ہر ایک کے بدن پر تھے لیکن ان حالات میں ان چھوٹے موٹے زخموں کی پروا نہیں کی جا سکتی تھی وہ اس جگہ پہنچ گئے جس کا انتخاب پہلے سے کر لیا گیا تھا۔ یہ ایک وسیع و عریض سپاٹ میدان تھا جسے چھوٹے جہازوں کے لیے رن وے کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا۔

نعمان خان کو حیرت تھی کہ کاٹرمین نے اُسے اس کے بارے میں کیوں نہیں بتایا۔ بہرطور جب وہ میدان کے [illegible] سرے میں پہنچے تو بائیں سمت سے اُنھیں دو چھوٹی چھوٹی [illegible] نظر آئیں یُوں لگتا تھا جیسے یہ کسی درندے کی آنکھیں [illegible] روشنیاں لیکن جب وہ جل کر بجھیں تو نعمان خان کو احساس ہُوا کہ [illegible] آنکھوں کی روشنیاں نہیں بلکہ مخصوص قسم کی لائٹ ہے۔ جواب میں کاٹرمین نے بھی اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور اُسے مخصوص انداز میں جنبش دینے لگا۔

اُسی وقت اُسے ایک سایہ سا دکھائی دیا۔ ایک شخص تیز رفتاری سے اُس طرف آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اُس نے [illegible] آواز میں کہا۔ "ہیلو مسٹر نعمان خان، میرا نام کلاڈو پارکر ہے اور مجھے آپ کو یہاں سے لے جانے کے لیے بھیجا گیا ہے تقریباً بیس منٹ سے میں آپ کا انتظار کر رہا ہُوں۔" "میں تو ریسانا کی جہاز سے پرواز کر کے یہاں تک پہنچا ہُوں اور اس رن وے پر اپنا چھوٹا سا طیارہ اُتارنے میں مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔"

"اور۔ یہ طیارہ صرف مجھے لے جانے کے لیے یہاں اُتارا گیا ہے؟"

"ہاں مسٹر نعمان خان اس کے علاوہ آپ کو فوری طور پر جہاز پر پہنچانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا" کلاڈو پارکر نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد چھوٹا سا طیارہ رن وے پر دوڑ رہا تھا اور چند ہی لمحات کے بعد وہ فضا میں بلند ہو گیا۔ کلاڈو پارکر بہت ہی زندہ دل اور ہنس مکھ نوجوان تھا وہ بے حد جری اور ٹھوس طبیعت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ طیارے کو وہ اس طرح اُڑا رہا تھا جیسے کرکٹ کھیل رہا ہو۔ اس کے انداز میں ذرا بھی خوف و دہشت کے آثار نہیں تھے بلکہ طیارے کے فضا میں بلند ہونے کے تقریباً دو منٹ کے بعد ہی طیارہ شکن توپوں نے گولے اُگلنا شروع کر دیے تھے رنگین گولے فضا میں طیارے کے اردگرد سے لکیریں بناتے ہُوئے نکل رہے تھے اور کلاڈو پارکر قہقہے لگا رہا تھا۔ نعمان خان نے ایسا جری ہوا باز اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اُس نے سرد لہجے میں پوچھا: "یہاں تک پہنچنے میں تمھیں تمام مراحل سے گزرنا پڑا ہو گا!"

"ہاں۔ یہ تو دن رات کا کھیل ہے۔ ان روشنیوں کے درمیان ہی تو سفر حسین ہوتا ہے دیکھو ہمارے چاروں طرف چراغاں ہو رہا ہے!" کلاڈو پارکر نے پھر قہقہہ لگایا۔ نعمان خان

جھکائے بغیر اسکرین پر نگاہیں جمائے ہُوئے تھا۔ گولوں کے پھٹنے [illegible] علے اس کے طیارے کے گرد لپک رہے تھے۔ بڑا ہیبت ناک [illegible] راؤنا منظر تھا۔ توپ کا گولہ جونہی طیارے سے ذرا فاصلے پر [illegible] چند لمحات کے لیے فضا روشن ہو جاتی اور پھر وہی اتھاہ تاریکی [illegible] راسناٹا چھا جاتا۔ طیارہ آگ کے طوفان میں سے گزر رہا تھا۔ [illegible] خان کو تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ آگ کے شعلوں کے [illegible] بے کراں سمندر میں گھِر گیا ہے۔

یکایک کلاڈو پارکر نے فیصلہ کیا کہ طیارے کو اور نیچے لے [illegible]۔ اسکرین پر نقطوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی تھی جس کا مطلب [illegible] کہ اس اکیلے طیارے پر سینکڑوں ویلیشین توپوں نے اپنے [illegible] ھول دیے ہیں تھوڑی دیر کے بعد پھٹتے ہُوئے گولوں کے [illegible] ے طیارے سے ٹکرانے لگے۔ یک لخت طیارہ پھڑپھڑایا اور [illegible] ک جھٹکے کے ساتھ دائیں طرف مڑ گیا۔ کلاڈو پارکر کے مُنہ [illegible] ایک گندی سی گالی نکل گئی۔

"کیا ہوا؟" نعمان خان نے سرسراتے لہجے میں کہا۔۔۔۔۔

"کچھ نہیں طیارے کی دُم اُڑ گئی ہے" کلاڈو پارکر نے کہا۔

لیکن بہرطور کلاڈو پارکر جیسا جیالا ہوا باز اس کے ساتھ تھا [illegible] طیارے کا کنٹرول اس کے ہاتھ میں تھا چنانچہ وہ بڑی احتیاط سے [illegible] رے کی دُم اُڑنے کے باوجود اُسے اُڑا رہا تھا پھر وہ بندرگاہ کی [illegible] دمیں داخل ہو گیا۔ یہاں اینٹی کرافٹ گنوں کی تعداد کچھ اور بڑھ [illegible] تھی۔ کلاڈو پارکر نے بدستور چہکتے ہُوئے لہجے میں کہا "مسٹر خان [illegible] کی برابر والی سیٹ پر پیراشوٹ رکھا ہُوا ہے۔ اُسے باندھ لیں [illegible] تے کام لیں۔ آپ یقیناً اُسے اپنے بدن پر باندھ سکیں گے۔"

[illegible] ان خان نے اثبات میں سر ہلایا اور پیراشوٹ باندھنے لگا۔

چند لمحات کے بعد جب طیارہ بُری طرح جھٹکے کھانے لگا [illegible] لاڈو پارکر نے نعمان خان کو ہوشیار کیا اور دُوسرے لمحے ان کی [illegible] ٹوں نے اُنھیں فضا میں اُچھال دیا۔ پیراشوٹ تھوڑی دیر [illegible] ا میں گرنے کے بعد کھُل گئے تھے اور طیارہ برق رفتاری سے [illegible] مدر کی جانب جا رہا تھا۔!

★★

ایراوتی بھوپت سے ہونے والی گفتگو کے بعد سے کچھ محتاط [illegible] ی تھی۔ ویسے شیران کے لیے اُس کے دل کے دروازے کھُل [illegible] تھے۔ اُسے شیران سے بے پناہ لگاؤ محسوس ہو رہا تھا۔ وہ معمولی [illegible] یت کی مالک نہیں تھی لیکن بہت بڑے ملک کی اہم ڈیپارٹمنٹ [illegible] ایک نمائندہ اور ایجنٹ۔ ہندوستان میں اٹامک انرجی پلانٹ کے ایک بہت بڑے پروجیکٹ کی نگرانی کر رہی تھی۔ اس نگرانی میں کوئی ٹیکنیکل کام اس کے سپرد نہیں تھا بلکہ اس پروجیکٹ کی حفاظت کی ذمّے داری مکمل طور پر اس کے سپرد کر دی گئی تھی اور اُس نے ہرن پورہ کے اطراف میں ایسے جال پھیلائے تھے کہ اٹامک پلانٹ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ غیر ملکی جاسوسوں کی وجہ سے پیش نہ آ سکے۔ پلانٹ پر ہزاروں افراد کام کر رہے تھے۔ اس میں اس کے ملک کے انجینئرز بھی تھے اور دُوسرے بہت سے ٹیکنیشن بھی جن سے براہ راست اس کا واسطہ نہیں تھا لیکن ان کی زندگیوں کی حفاظت بھی اُسی کے سپرد تھی حالانکہ نسلاً وہ ہندوستانی نہیں تھی بلکہ ایک اور ہی ملک سے اس کا تعلق تھا اور بچپن ہی سے اُس نے اس بڑے ملک میں پرورش پائی تھی اور گویا اس ملک کی باشندہ ہو کر رہ گئی تھی۔

بھوپت سنگھ ہندوستان ملٹری انٹیلیجنس کا کرنل تھا۔ اٹامک انرجی پلانٹ کے تحفّظ کی ذمّے داری اس کے سپرد کی گئی تھی لیکن اسے رانی ایراوتی کی تحویل میں دے دیا گیا تھا اور یہاں اُس کے اپنے آدمی بھی کافی تعداد میں موجود تھے جن کے ساتھ وہ رانی ایراوتی کی ہدایت کے مطابق کام کرتا تھا۔ اُسے یہ ہدایت اپنے محکمے ہی سے ملی تھی کہ رانی ایراوتی کی حیثیت سے تعاون کیا جائے۔

بھوپت سنگھ کے اپنے مشاغل بھی اُسے معلوم تھے وہ اپنی ذمّے داریوں سے فرصت پاتا تو اس کا بہترین مشغلہ ریسلنگ تھا۔ فنِ کشتی میں وہ خود بھی ماہر تھا اور اچھے خاصے تن و توش کا مالک ہونے کی وجہ سے اپنے مخالفوں پر حاوی بھی رہتا تھا۔ چنانچہ اس کے اپنے ساتھیوں میں پروجیکٹ پر کام کرنے والوں میں جو لوگ اس شوق کے حامل تھے اُنھیں جمع کر کے وہ کبھی کبھی محل کے ایک مخصوص حصّے میں کُشتیاں کرایا کرتا تھا۔ یہ وحشیانہ کھیل ایراوتی کو بھی پسند تھا اس لیے بھوپت سنگھ کو اس سلسلے میں ایراوتی کی حمایت بھی حاصل تھی۔ بعض اوقات ایراوتی خود بھی اس تماشے کو دیکھنے پہنچ جاتی اور جانوروں کی طرح لڑتے ہُوئے انسانوں کو دیکھ کر اُسے بڑی مسرت ہوتی تھی۔

"اس شام بھی وہ اتفاق سے ٹہلتی ہُوئی اس حصّے کی جانب چل پڑی تھی" وہاں اُس نے کُشتیوں کا اہتمام دیکھا اور وہیں اس کے ذہن میں ایک بہترین تجویز آئی۔ شیران بھی وہاں موجود تھا۔ پتہ نہیں خود پہنچا تھا یا اُسے اطلاع دے کر بلایا گیا تھا۔ ایراوتی کو دیکھ کر لوگ تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہُوئے لیکن ایراوتی نے ہاتھ اُٹھا کر اُنھیں بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک جگہ بیٹھ گئی۔

"بھوپت سنگھ اکھاڑے میں تھا اور دو پہلوان کُشتیاں لڑ رہے تھے اور بھوپت سنگھ اُن کے لیے ریفری کے فرائض انجام

دے رہا تھا۔ ایراوتی نے شیران کو اپنے پاس بلایا اور شیران اُس کے پاس ہی کُرسی پر آ بیٹھا۔

"تم نے کبھی اس فن میں دلچسپی نہیں لی؟"

"فن!" شیران ہنس پڑا۔

"کیوں! تم اسے فن ماننے کے لیے تیار نہیں ہو؟"

"گِدھوں کی طرح لڑتے ہُوئے انسان مجھے پسند نہیں۔ جنگ صرف اس وقت کرنی چاہیئے جب بالکل مجبوری ہو جائے اور اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو اور پھر جنگ جب شروع کی جائے تو مقابل میں سے ایک کا مر جانا ضروری ہے۔ مَیں اس نمائشی جنگ کا قائل نہیں ہُوں جس میں مارتے ہُوئے احتیاط کرنا پڑے کہ کہیں مقابل کے کوئی ایسی چوٹ نہ لگ جائے جو اُسے نقصان پہنچا دے۔"

"اوہ کبھی موقع ملا اس کا؟" ایراوتی نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کس کا؟"

"میرا مطلب ہے ایسی جنگ کا؟" ایراوتی نے کہا اور شیران پھر ہنسنے لگا۔

"بارہا مواقع ملے اور میں ان میں کامران رہا ہوں۔ میری زندگی اس کی ضمانت ہے۔"

"گویا تمھارا مقابل زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا؟"

"دھونا ہی تھا اُسے۔" شیران نے فخریہ انداز میں کہا۔

"میں چاہتی ہُوں شیران کہ تم بھوپت سنگھ سے کشتی لڑو۔" ایراوتی نے بلا تکلف کہہ دیا اور شیران چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"میں تمھیں بتا چکا ہُوں رانی ایراوتی کہ مَیں نمائشی جنگ کا قائل نہیں ہوں۔"

"تو پھر میں تم سے کچھ اور چاہتی ہُوں۔ بولو میرے لیے کر سکو گے؟"

"کیوں نہیں؟ کیوں نہیں؟" شیران نے کہا۔

"تو پھر بھوپت سنگھ سے کشتی لڑو۔ تمھاری اور اس کی جنگ کا بظاہر اور کوئی جواز تو نہیں نکلے گا لیکن اس اکھاڑے میں تم اس سے زندگی اور موت کی جنگ لڑو اور اُسے شکست دو۔ یہ میری خواہش ہے اور میں تمھارے دل میں اپنا مقام جاننا چاہتی ہُوں۔ مَیں جاننا چاہتی ہُوں کہ تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟" شیران چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا پھر سرد لہجے میں بولا۔

"کیا تم بھوپت سنگھ کی موت چاہتی ہو؟"

"اگر تم اسے ہلاک کر سکو تو؟"

"وجہ؟"

"بس اُس نے میری توہین کی ہے۔ مَیں ہر قیمت پر اس کی موت کی خواہاں ہُوں۔" شیران چند لمحات سوچتا رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔ "ٹھیک ہے ٹھیک ہے مر جائے گا وہ۔" اور وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا لیکن اُس کی سمجھ میں ایراوتی کی یہ بات اب بھی نہ آئی تھی کہ وہ بھوپت کو اس کے ہاتھوں کیوں مروانا چاہتی ہے۔

رات کو کھانے کے بعد ایراوتی نے اُسے اپنے کمرۂ خاص میں بُلا لیا۔ اُس نے شروب کا ایک گلاس شیران کو پیش کرتے ہُوئے کہا۔ "جب سے تم یہاں آئے ہو شیران۔ مَیں اپنے اندر ایک عجیب سی شگفتگی محسوس کر رہی ہُوں۔ مَیں نے اپنی عمر کا ایک طویل حصّہ سادگی سے بسر کیا ہے۔ اپنی تفریحات کے سلسلے میں میں اس حد تک کہہ سکتی ہُوں کہ قدیم انسانی کھیل میرے لیے دلچسپی کا باعث رہے ہیں۔ وحشی درندوں کا شکار میرا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ اس کے علاوہ صرف اپنے معمولات جن کے لیے مجھے متعین کیا گیا ہے اور معمولات کا انتخاب بھی میں نے صرف اس لیے کیا ہے۔ شیران کہ ان میں میری اپنی دلچسپی کا سامان موجود ہے۔ اپنے بارے میں تمھیں تفصیل پھر کبھی بتاؤں گی۔ بس اتنا بتا دُوں کہ میرا تعلق اس ملک سے نہیں ہے۔ ایک یورپین ملک میں پیدا ہُوئی۔ ایک ایشیائی ملک میں تربیت پائی اور وہاں سے تربیت حاصل کر کے یہاں ایک انچارج کی حیثیت سے پہنچ گئی۔ ان لوگوں نے مجھے رانی ایراوتی کا نام دیا اور اس حیثیت سے یہاں میری پذیرائی کی گئی۔ میں نے یہ نام قبول کر لیا۔ میری فطرت میں شیران ایک خاص بات ہے جس کے بارے میں میں تمھیں بتانا ضروری سمجھتی ہُوں۔ میں عام لوگوں کو مُنہ لگانا پسند نہیں کرتی۔ کوئی بھی نوجوان مرد مجھے اپنی پسند کے مطابق نظر نہیں آیا۔ میں مرد کو قدیم دور کا بلکہ پتھروں کے دور کا وہ انسان دیکھنا چاہتی ہُوں جو تھوڑی سی خوراک حاصل کرنے کے لیے اپنے جیسے دُوسرے انسان کو پتھروں سے کچل ڈالتا تھا۔ مَیں وحشی درندوں پر ٹوٹتے ہُوئے اس بھوکے انسان کو دُنیا کا سب سے بہترین مرد سمجھتی ہُوں جو بھوک کے عالم میں اُسے دانتوں سے اُدھیڑ کر پھینک دے اور شیران تم میں مجھے وہ خوبیاں نظر آئی ہیں۔ زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو اپنے ذہن میں جگہ دی ہے۔"

"اچھی بات کہی تم نے رانی ایراوتی۔ شیران بھی یہ بات کہنے میں عار نہیں محسوس کرتا کہ تم اسے پسند ہو۔ ایراوتی میں بھی مختصر تمھیں اپنے بارے میں تفصیل بتا دوں۔ آج تک جس عورت نے بھی میری قربت حاصل کی اُسے زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے۔"

"کیوں؟" رانی ایراوتی حیرت سے بولی۔

"اس لیے کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ شیران کے بچّوں کی ماں بنے۔ مَیں اپنے بچّوں کی ماں کسی ایسی ہی عورت کو بنانا چاہتا تھا جو میری مانند ہو اور مَیں نے وہ عورت تم میں پائی ہے۔"

"کیا واقعی شیران!" رانی ایراوتی جذباتی انداز میں بولی۔

"ہاں اور مَیں نے دل میں یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا۔ تم پر اس کا اظہار کروں گا اور تم سے کہہ دُوں گا کہ اگر تم پسند کرو تو میری زندگی میں شامل ہو جاؤ اور اگر تمھیں یہ بات پسند نہ آئے تو بے تکلفی سے مجھ پر اس کا اظہار کر دو۔"

"شیران۔ میں بہت کم لوگوں سے اتنے سچّے لہجے میں بولی ہوں۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہُوں شیران کہ تمھارے سوا میری زندگی میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں ہوگا لیکن اس کے لیے ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔ میں کچھ اور لوگوں کی تابع ہُوں۔ اُن کے لیے میں ان اہم مقاصد کی تکمیل کر رہی ہُوں اور اس کی تکمیل کے بعد ہی فرصت ہوگی۔"

"مجھے بھی کوئی جلدی نہیں ہے۔" شیران ابھی طویل زندگی کا مالک ہے اور زندگی کے انھی ایام میں اس مرحلے سے گزرنا چاہتا ہے جب وہ اپنی آئندہ زندگی کی جدوجُہد کو ترک کر دے۔ میں بھی ابھی نئے نئے جہان دیکھنے کا شائق ہُوں اور اُنھیں دیکھنے رہنا چاہتا ہُوں۔"

"تو بس پھر ٹھیک ہے۔ ہم عہد کرتے ہیں شیران کہ ایک دوسرے کی زندگی کے ساتھی بن جائیں گے اور جب بھی فرصت ملی کسی پُرسکون مقام پر اس نئی زندگی کا آغاز کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہاں اب یہ بتاؤ بھوپت سنگھ کے بارے میں تم کیا کہہ رہی تھیں۔ تم اُسے کیوں ہلاک کرنا چاہتی ہو؟"

"دیکھو شیران۔ بھوپت سنگھ مقامی حکومت میں ایک نمایاں حیثیت کا مالک ہے۔ وہ ملٹری انٹیلی جنس کا ایک اہم رُکن ہے اور اس کی آواز بھی بہر طور یہاں کافی بلند ہے۔ مَیں کوئی ایسا طریقہ چاہتی ہُوں کہ اس کی موت کا دُوسروں کو صحیح طور پر اندازہ نہ ہو بلکہ ایک اتفاقی حادثہ سمجھا جائے اور اس کے لیے آج ریسلنگ کے دوران میں نے پروگرام ترتیب دے لیا تھا۔ تم کسی بھی وقت اکھاڑے میں اُسے چیلنج کرو اور پھر اکھاڑے میں اس سے جنگ کرو۔ وہ بہت طاقت ور ہے اور یہاں موجود تمام لوگوں پر حاوی رہتا ہے لیکن میری نگاہیں بہت دُور رس ہیں شیران میں جانتی ہُوں کہ وہ تمھارا مقابل نہیں اور تم اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ سکتے ہو۔"

"تم فکر مت کرو۔ یہ کام شیران کے سپرد کیا ہے۔۔۔ تم بس اب اُسے بھول جاؤ۔ ایراوتی دیر تک شیران سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتی رہی اور اس کے بعد شیران اپنی خواب گاہ میں واپس آگیا۔

اس کے لیے واقعی یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ ایراوتی اس کی زندگی میں وہ عورت بن کر داخل ہُوئی تھی جس کی وہ جستجو کرتا تھا۔ اس عورت کے لیے وہ کیا نہیں کر سکتا تھا اور اس کا موقع اُسے جلد ہی مل گیا۔ اس دن ایراوتی بھی محل میں موجود نہیں تھی۔۔۔ بھوپت سنگھ اپنی عادت کے مطابق اکھاڑے میں موجود تھا۔ دو پہلوان کشتی لڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے دُوسرے پہلوان کو غلط طریقے سے مارنا شروع کر دیا تو بھوپت سنگھ نے اُسے روکا لیکن دونوں پہلوان غصّے میں تھے۔ وہ مسلسل غلط لڑ رہے تھے۔ خاص طور سے وہ پہلوان جو غلط کھیل کی ابتدا کرنے کا ذمّے دار تھا ضرورت سے زیادہ بپھرا ہُوا نظر آ رہا تھا۔ بھوپت سنگھ نے اس کی گردن پکڑ کر اُسے اکھاڑے سے باہر پھینک دیا۔ شیران نے پُرجوش انداز میں تالیاں بجائی تھیں۔

"واہ بھوپت سنگھ اس سوکھے سڑے آدمی کو تم نے بہت اچھی طرح اُٹھا کر اکھاڑے سے باہر پھینکا ہے۔" یہ غلط ہے حالانکہ جنگ کے میدان میں یا تمھارے اس مصنوعی میدان جنگ میں جنگ شروع ہو گئی تو پھر قواعد کی پابندی حماقت کے علاوہ کچھ نہیں کہی جا سکتی۔"

"یہ تمھارا کام نہیں ہے شیران۔۔۔ تم تو جنگلی درندوں کو گولیوں سے ہلاک کر کے یا اُنھیں رسّی کے پھندوں سے گرفتار کر کے خود کو بہت دلیر سمجھتے ہو۔ یہ طاقت کا کھیل ہے۔ اگر تمھیں دلچسپی ہے تو آؤ میدان میں آؤ۔ مَیں تمھیں بتاؤں کہ طاقت کا کھیل کیا ہوتا ہے۔ طاقت کا کھیل گولیوں کے کھیل سے مختلف ہوتا ہے شیران!"

"ٹھیک ہے بھوپت سنگھ ہم طاقت کا کھیل کھیلیں گے اور اس میں ہم میں سے ایک کو ہارنا ہوگا اور ہار صرف موت ہوتی ہے۔ موت اور صرف موت۔" شیران نے کہا۔

"تو آؤ آج میں تمھیں موت کا مزا چکھاؤں شیران دیکھو تو اس کا مزا کیا ہوتا ہے۔" بھوپت سنگھ نے مسکراتے ہُوئے کہا لیکن اس مسکراہٹ میں بڑی درندگی بڑی سفاکی تھی۔

شیران اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اُس نے لباس اُتارا اور بدن کے نیچے پہنے ہُوئے لباس کے ساتھ اکھاڑے میں آگیا۔ دُوسری جانب بھوپت سنگھ بھی لنگوٹ کس کر تیار ہو گیا۔ بلاشبہ وہ جسامت میں شیران سے کچھ نکلتا ہُوا تھا لیکن شیران کے بدن کی مضبوطی کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ دونوں آمنے سامنے آ گئے اور اس کے بعد بھوپت سنگھ نے غرّا کر شیران پر حملہ کر دیا۔ وہ فری اسٹائل میں شیران

پر ایک داؤ لگانا چاہتا تھا لیکن مارلینو سے سیکھے ہوئے بہت سارے گُر شیران کو آتے تھے۔ اُس نے اُچھل کر بھوپت سنگھ کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور پھر دونوں پاؤں اُس کے پیٹ پر لگا دیے جو جنو کے چلے ہوئے پاؤں بھوپت سنگھ کے پیٹ سے ٹکرائے اور کسی خاص انداز سے شیران نے گھوم کر اُسے زمین پر دے پٹخا۔ بھوپت سنگھ مُنہ کے بل زمین پر گرا تھا۔ اُس کا باقی بدن مخالف سمت میں مُڑ گیا تھا۔

یہ پہلی ہی ضرب اور پہلا ہی داؤ ایسا تھا کہ بھوپت سنگھ کے حواس بگڑ گئے۔ اس کی گردن زمین سے ٹکی ہوئی تھی اور پاؤں دُوسری طرف مُڑ گئے تھے۔ شیران نے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا۔ وہ فضا میں اُچھلا اور بھوپت سنگھ کے دونوں گھٹنوں سے اُوپر رانوں پر اُس کے دونوں پاؤں پڑے۔ گردن چونکہ غلط انداز میں مُڑی ہوئی تھی۔ اس لیے شیران کے وزنی بدن کی یہ ضرب بھوپت سنگھ کی موت ثابت ہوئی اور ایک لمحے میں فیصلہ ہو گیا۔ بھوپت سنگھ کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ ماہیٔ بے آب کی طرح زمین پر تڑپنے لگا اور چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اُس کے ساتھیوں نے اُسے اُٹھا کر ایک کمرے میں پہنچایا۔ فوری طور پر اُسے طبّی امداد فراہم کی گئی لیکن بھوپت سنگھ جانبر نہ ہو سکا اور اُس نے دَم توڑ دیا۔

یہ بڑا سنگین واقعہ تھا۔ رانی ایرادتی کو اس کی خبر دی گئی اور رانی فوراً پہنچ گئی۔ اُس نے صُورتِ حال کی تحقیقات شروع کر دی۔ بہت تأسف کا اظہار کیا اُس نے لیکن اس کے ساتھ ہی اُس نے یہ بھی کہا تھا۔ "یہ بھوپت سنگھ کا شوق تھا۔ بارہا میں نے اُسے اس وحشیانہ کھیل سے روکا لیکن وہ نہ مانا۔ بہرحال اس جانوروں کے کھیل میں کسی کو کوئی بھی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اس کے لیے کسی کو ذمّے دار قرار نہیں دیا جا سکتا!

●

نعمان خان جہاز پر پہنچ گیا۔ بڑی گہما گہمی تھی۔ دُوسری طرف سے ہونے والی ہر کارروائی کے لیے جوابی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ خفیہ بندرگاہ کی تباہی ایک کاری ضرب تھی جس کی کسک بے سکون کرنے کے لیے کافی تھی اور یہ بے سکونی کسی بھی ناخوشگوار واقعے کو جنم دے سکتی تھی۔

براہِ راست دونوں میں سے کوئی سامنے نہیں تھا لیکن دونوں کے جنگی بیڑے ایک دُوسرے کے سامنے تھے۔ دونوں طویل فاصلے طے کر کے اپنے اپنے جنگی پلان کے ساتھ ملیشیا کے سمندروں میں موجود تھے۔ ایک طرف سے ملیشیا کی موجودہ حکومت کی حمایت ہو رہی تھی تو دُوسری طرف سے آرمینس سرداتو کے لیے بغاوت کو مکمل حمایت حاصل تھی۔ دونوں کے جنگی ماہرین اپنے اپنے حلیفوں کی مدد کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں۔ یوں لگتا ہے جیسے اب ایشیا کی باگ ڈور انہی دونوں ملکوں کے ہاتھوں میں رہ گئی ہو۔ باقی ممالک حکومت تو کر رہے ہوں لیکن اُن کی حیثیت ایک کٹھ پتلی سے زیادہ نہ رہ گئی جنھیں مدد ار نچاتے ہوں۔

ایڈمرل کراؤش نے ایک گھنٹے کے بعد نعمان خان کو اپنے کیبن میں جانے کی پیش کش کی اور نعمان خان ایک پُرتکلف کیبن میں پہنچ گیا جہاں بڑی بڑی معزز شخصیتیں ایک عظیم الشان میز کے گرد جمع تھیں۔

کراؤش نے جو ایک دلیر قامت آدمی تھا۔ پُرتپاک انداز میں نعمان خان کا استقبال کیا اور کہا۔ "ایشیا مغرب کی ہر سازش کو ناکام بنانے کے لیے متحد ہے اور ہم پہلے ملکی پیمانے پر ایک دوسرے کے دوست ہیں، پھر نظریاتی اتفاق ہے، اور اس کے بعد ہم علاقائی دوستی رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک ایشیائی دوست نے آرمینس سرداتو کے مقاصد کی تکمیل میں ایک بڑی رُکاوٹ کو ہٹانے کے لیے جان کی بازی لگائی اور اپنے مشن کو کامیاب بنایا تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہے لیکن ہم اپنے اس دوست کے جذبے کو سراہتے ہیں، اُس نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا اور جب آرمینس سرداتو ملیشیا کے حکمران بنیں گے تو نعمان خان کا نام ملیشین باشندوں کے لیے اجنبی نہیں ہوگا۔"

"میرے سپرد جو ذمّے داری کی گئی تھی جناب اُسے پورا کرنے میں صرف میں نے ہی نہیں بلکہ چند ملیشین جانفروشوں نے بھی اتنا ہی کام کیا ہے جتنا میں نے۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"مسٹر خان آپ کی خوش بختی ہے کہ آپ ایک ایسی شخصیت سے ملاقات کرنے جا رہے ہیں جو آنے والے وقت میں ملیشیا کے لیے بہت بڑی چیز ہوگی۔ میری مراد آرمینس سرداتو سے ہے۔" ایڈمرل کراؤش نے کہا اور اس وقت کیبن میں ایک ایسی شخصیت داخل ہوئی، جو ان سب کے لیے بے حد قابلِ احترام تھی۔

تمام لوگ کھڑے ہو گئے، نعمان خان بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ اندر داخل ہونے والا ایک مناسب بدن اور درمیانی جسامت کا مالک ایک ملیشین شخص تھا جو ایک شاندار سوٹ میں ملبوس کافی اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا اور پھر

اُس نے ایڈمرل کراؤش کے علاوہ نعمان خان سے بھی مصافحہ کیا، وہ بھی نعمان خان سے متأثر نظر آ رہا تھا۔

"میرے لیے جو کوئی بھی جو کچھ کر رہا ہے، میں اُسے فراموش نہیں کر سکتا۔" سرداتو، نعمان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

نعمان خان، آرمینس سرداتو سے مل کر بہت متأثر ہوا تھا۔ بڑی پُرکشش شخصیت کا مالک تھا یہ شخص، اس کے بعد اس سے پوچھا گیا کہ اب اس کی کیا خواہش ہے!

"میری اپنی کوئی خواہش نہیں ہے جناب، اگر میرے سپرد کچھ اور ذمّے داری کرنا چاہیں آپ لوگ تو میں اس کے لیے تیار ہوں، اور اگر یہ صُورتِ حال نہ ہو تو میں بنکاک واپس جانا چاہتا ہوں۔"

"تمھارے لیے کسی نئی مہم کا آغاز وہیں سے کیا جائے گا، جہاں سے تمھیں اس مہم پر بھیجا گیا تھا نعمان خان، آرمینس سرداتو تمھیں ملیشیا کی شہریت پیش کرنا چاہتے ہیں، گو یہ ابھی اس کے مجاز نہیں ہیں، لیکن تمھاری کاوشوں سے ایک اتنی بڑی رکاوٹ دُور ہو گئی ہے کہ اب ملیشیا کی بغاوت کو اتنی ہوا ملے گی کہ وہ روکے نہیں روکی جا سکے گی۔ انتظامات شروع کر دیے گئے ہیں۔ ابھی عارضی ہی سہی، لیکن آرمینس سرداتو کے ہاتھ سے ملیشیا کی شہریت قبول کرو۔" آرمینس سرداتو نے ایک ٹائپ شدہ تحریر بند لفافے میں نعمان خان کو دی، اور نعمان خان نے شکریے کے ساتھ اُسے قبول کر لیا۔ یہ اس کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا اور وہ بے حد مسرور تھا۔

وہ بنکاک جانے کے تصوّر سے خوش تھا، بہت عرصے کے بعد شدید ترین حالات سے گزرنے کے بعد اُسے اپنے بھائیوں کے پاس جانے کا موقع مل رہا تھا۔

اس کے لیے انتظامات کیے گئے اور پھر ایک ہفتے کے بعد ایک مخصوص طیارہ اُسے یہ کہ پہلے ایک اور ملک پہنچا اور پھر وہاں سے دُوسرا طیارہ اُسے بنکاک لے چلا، بھائیوں سے ملاقات کے تصوّر نے نعمان خان کے چہرے پر بشاشت پیدا کر دی تھی اور وہ بے پناہ خوش نظر آ رہا تھا۔

★★

بادشاہ خان مطمئن تھا، نعمان خان کے دُوسرے تمام بھائی اس کی زیرِ نگرانی پرورش پا رہے تھے اور بادشاہ خان نے ان کے لیے اُن کی خواہش کے مطابق بہترین انتظامات کر دیے تھے۔ اُس نے نعمان خان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے ایڈناڈ میل سے مسلسل رابطہ رکھا۔

بہرطور بادشاہ خان مضطرب تھا، درحقیقت اپنے بچّوں سے وہ بے حد مخلص تھا، بس فطرت کی بات تھی، فطرتاً وہ سخت خُو تھا، لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ دُنیا میں ان بھتیجوں کے علاوہ اس کا کوئی نہیں تھا، دولت کی اس کے پاس کوئی کمی نہیں تھی، دُنیا کے بیشتر ممالک میں اُس نے اپنے جال پھیلا رکھے تھے اور ہر وہ کام کرتا تھا جو غیر قانونی ہو لیکن اُس کے ساتھ ہی اُسے اس ماحول میں آنے کے باوجود اقتدار کی ہوس تھی۔ وہ فطرتاً اقتدار پسند تھا اور ہمیشہ ماحول پر اپنا تسلط چاہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پوری طرح مطمئن ہونے کے باوجود اُس نے اس تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ پہاڑوں میں اس کی دہشت تھی۔ کوئی بھی قبیلہ تھمانہ کی طرف بُری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی لیکن چٹانوں کے باسی محدود نہیں ہوتے۔

سرپھرے قبائلی خاموش رہتے ہیں لیکن جب کبھی اُٹھتے ہیں تو پھر اُنھیں بٹھانا ممکن نہیں ہوتا۔ بادشاہ خان کو اپنی طاقت پر اعتماد تھا لیکن وہ پہاڑوں سے غیر مطمئن تھا۔ ہاں اُس کے دل میں یہ خواہش چٹکیاں لے چکی تھی کہ ان پہاڑوں میں وہ مطلق العنان ہو۔ وہاں اس کے نام کا سکّہ جاری ہو اور لوگ جب پہاڑوں کا نام لیں تو بادشاہ خان کے نام کے ساتھ۔ یہ اقتدار وہ اپنے طور پر نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ دُنیا دیکھی تھی تعلیم یافتہ تھا۔ ملکوں کی سیاست سے واقف تھا۔ اُس نے اندازہ لگا لیا کہ کسی بھی اقتدار کو قائم کرنے کے لیے کچھ سہارے درکار ہوتے ہیں۔ ساری دُنیا اسی انداز میں چل رہی ہے۔ چنانچہ اس تصوّر کے ساتھ اُس نے اس تنظیم میں شمولیت اختیار کی تھی۔ تنظیم نے اُسے یقین دلایا تھا کہ اس کے مفادات کے لیے یہ کام کیا جائے گا... اور اُس کے عملی ثبوت بھی دیے گئے تھے اور اس کے اسمگلنگ کے کاروبار کو بھرپور سہارا دیا تھا اور اس طرح بادشاہ خان اس کالے کاروبار کا بے تاج بادشاہ بن گیا تھا۔

لیکن وہ پچھلے چند دنوں سے ایک عجیب سا اضطراب محسوس کر رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اُسے کیا قدم اُٹھانا چاہیے، شیران، مارلینو، نعمان خان، تنظیم، یہ چار ایسے مسئلے تھے جن پر وہ مسلسل سوچ رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک فیصلہ کیا۔

اس کے خاص دوستوں میں سے دو اہم ترین افراد یعنی ہینڈرک اور بربٹو، شیران ہی کے ہاتھوں مارلینو کے لیے موت کے گھاٹ اُتر چکے تھے، یہ خیال اُسے کچھ جاندار محسوس ہو رہا تھا کہ اگر مارلینو کو کسی طور منظرِ عام پر لے آیا جائے تو پھر شیران پر ہاتھ ڈالنا

مشکل کام نہ ہوگا، شیران کے بارے میں اُس نے اب تک جو تفصیلات سُنی تھیں۔ اس میں یہ بات نمایاں تھی کہ شیران مارلینو سے بہت عقیدت رکھتا ہے اور اس کے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے، اگر مارلینو کسی طرح گانگ ہو سے نکل کر عام جگہ آ جائے، اور بادشاہ خان اس پر ہاتھ ڈال سکے تو شیران کو تلاش کرنا مشکل نہ ہوگا۔ اس طرح دو خطرناک دُشمنوں کا خاتمہ ہو سکے گا، ویسے بھی بادشاہ خان پر ان دو آدمیوں کی موت قرض تھی، لیکن وہ تنہا اس سلسلے میں کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا، اپنے باقی ساتھیوں کو بھی اس نے بلانا مناسب سمجھا۔ چنانچہ ایک دن اُس نے ان تمام لوگوں کو تفصیلی خطوط لکھے اور اُنھیں بنکاک میں طلب کر لیا۔ ان میں ایک شخص افریقی نژاد ڈومین نوبو تھا۔ اسی طرح آسٹریلوی باشندہ ایڈی فورک تھا، تیسرا شخص مارٹن کنگ تھا۔ امریکی نژاد جیکارڈ، جس کا پورا نام ہائیٹ جیکارڈ تھا، شکاگو کے اعلیٰ حلقوں میں کالوں کا نگران تھا، جب کہ پانچواں آدمی مشرق وسطیٰ کا ابن حاتم تھا، اپنے فن میں یکتا، بہت سی خصوصیات کا مالک تھا، وہ صرف اسمگلنگ ہی نہیں کرتا تھا بلکہ بردہ فروش بھی تھا، اور اس کا کاروبار بھی دُنیا کے بیشتر ممالک میں پھیلا ہوا تھا، یہ سب ذہنی طور پر بہت چست و چالاک تھے اور اس کے علاوہ سازشوں میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

خطوط پوسٹ کرنے کے اس واقعہ کو تین دن گزر چکے تھے۔ ابھی تک کسی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا، پھر ایک دن اُسے تنظیم کی طرف سے خوشخبری ملی اور بادشاہ خان خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔

بادشاہ خان کو تنظیم کے مخصوص ہیڈکوارٹر میں طلب کر لیا گیا تھا، اس طلبی پر وہ تھوڑا سا حیران ہوا تھا کیونکہ عام طور سے اُسے جو بھی ہدایت ملنا ہوتی تھی ٹرانسمیٹر پر مل جاتی تھی جس جگہ اُسے طلب کیا گیا تھا وہاں وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے چند افراد موجود تھے لیکن ایڈنا ڈمپل وہاں موجود نہیں تھی۔ ایڈنا ڈمپل کے بارے میں بادشاہ خان کے استفسار پر بتایا گیا کہ وہ کسی اہم کام میں مصروف ہے۔

تنظیم کے ایک اہم رُکن کی حیثیت سے بادشاہ خان کا پُرتپاک استقبال کیا گیا۔ وائٹ تھری کے تین نمائندوں نے اُسے خوش آمدید کہا تھا۔

"محترم بزرگ کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ طویل عرصے سے ہمارے درمیان کوئی میٹنگ نہیں ہوئی۔"

"میں نے اس بات کو دُوسرے انداز میں محسوس کیا ہے۔" بادشاہ خان نے بھاری آواز میں کہا۔

"دوسرے لفظوں میں مثلاً؟"

"سفید تنظیم نے مجھے ایک ناکارہ بوڑھا تصور کر لیا ہے۔"

"بھول کر بھی یہ نہیں سوچا جا سکتا۔" ایک تجربے کار شخص سونے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے سپرد کیے گئے کام اس خوش اسلوبی سے نمٹائے ہیں بادشاہ خان کہ آپ کی طرف تنظیم کا کوئی قرض ہی نہیں رہا۔ اب اگر کوئی اہم کام درمیان میں پیش نہیں آیا تو صرف آپریشن کے وقت خان کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تنظیم مجھ پر اعتماد کرتی ہے۔"

"اس کے علاوہ بادشاہ خان نے تنظیم کو ایک اور ہیرا دیا ہے جس کی آب و تاب دیکھ لی گئی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"ہم نعمان خان کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔" جواب ملا اور بادشاہ خان چونک پڑا۔

"کیا اُس نے خود کو ہیرا ثابت کر دیا؟"

"ہاں وہ اپنی شاندار مہم کی تکمیل کر چکا ہے یہی خوشخبری مبارکباد کے ساتھ دینے کے لیے آپ کو یہاں طلب کیا گیا ہے بادشاہ خان۔"

"بادشاہ خان بے اختیار کھڑا ہو گیا تھا۔" اس کا رُواں رُواں مسرت سے کانپ رہا تھا۔ اُس نے لرزتی آواز میں پوچھا۔ "کیا وہ معیار کے اس پیمانے پر پورا اُترا ہے جو اُس کے لیے متعین کیا گیا تھا!"

"سو فیصد!" اُس نے ملیشیا میں ایک شاندار کارنامہ انجام دیا ہے اور بحفاظت واپس پہنچ چکا ہے۔ اب تم نعمان خان کے استقبال کی تیاریاں کرو بادشاہ خان۔ وہ چند روز میں تمہارے پاس بھیج دیا جائے گا۔"

●

چند روز کے بعد وہ بنکاک ایئرپورٹ پر نعمان خان کو ریسیو کر رہے تھے۔ نعمان خان بادشاہ خان کے سینے سے آ لگا... بادشاہ خان اُسے بھینچے کھڑا رہا تھا۔

"شاندار باپ کے شاندار بیٹے کو میں خوش آمدید کہتا ہوں آؤ چلو۔" وہ اُسے اپنی کوٹھی میں لے آیا۔ عید ہو گئی تھی۔ سب بہت خوش تھے۔ بادشاہ خان نے نعمان خان سے اُس کی مہم کی تفصیلات پوچھیں اور اُس کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔

"مجھے تجھ سے یہی اُمید تھی نعمان خان۔ مجھے یقین تھا کہ اگر تجھے صحیح استعمال کیا جائے تو تُو ہیرا ثابت ہو گا!"

"لیکن ایک خنجر اب بھی ہمارے سینے میں پیوست ہے بابا خان اور وہ ہے شیران۔" وہ مردود ابھی تک ہمارے چنگل میں نہیں آیا۔ جب بھی اُس کا تصور کرتا ہوں میرا سینہ دھکنے لگتا ہے۔"

"آہ، صورت حال اب بدل چکی ہے۔ اب نعمان خان ایک ایسی حیثیت رکھتا ہے کہ تراب نسان کا وہ لفنگا اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

"میں نے اس کے بارے میں کسی اور انداز میں سوچا تھا، بابا خان، میری خواہش تھی کہ میں اُسے اس وقت ہلاک کروں جب اُسے اس دُنیا میں دُوسروں کا بھی احساس ہو۔ جب اُسے اپنی موت کا صحیح انداز میں دُکھ ہو۔ اُس کی بیوی ہو، اُس کے بچے ہوں، تاکہ اس کی موت کے بعد بھی اُسے یاد کیا جائے اور وہ بھی مرتے ہوئے سوچے کہ اُس نے جو کچھ کیا ہے اُس کی سزا اُس کی اولاد کو بھگتنی پڑے گی۔"

"ہوں!" بادشاہ خان نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"لیکن ہم اس کے خلاف وہ سب کچھ نہیں کر سکے جو چاہتے تھے۔ اگر وہ عام حالات میں ہمارے ہاتھوں ختم ہو گیا تو اُس کی کہانی ختم ہو جائے گی۔

"ہمیں وقت کا ساتھ دینا چاہیے نعمان خان۔ شیران کے بارے میں یہ کہنے میں مجھے دُکھ تو ہے لیکن حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں کہ وہ کوئی عام انسان نہیں ہے۔"

"ہماری صرف ایک بدبختی ہے بابا خان۔" کہ وہ ہماری نگاہ سے اوجھل رہا ہے۔ اگر وہ ہمارے سامنے ہوتا تو ہم اُس سے چوہے بلی کا کھیل کھیلتے!"

"تو اُسے سامنے لانا چاہتا ہے نعمان خان؟"

"ہاں بابا!"

"تو اُس کے لیے میں جال بچھا دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس جال میں پھنس کر وہ منظر عام پر آ جائے گا۔" اور بادشاہ خان نے ساری اسکیم اُسے سمجھا دی۔

●

ایلا کی حیثیت سے ایڈنا ڈمپل بارتھم کے علاقے میں بھٹک رہی تھی۔ اُسے شیران کے نشانات ملے تھے لیکن شیران نہیں مل سکا تھا۔ نہ جانے کیوں ایڈنا ایک ذہنی اضطراب کا شکار ہو گئی تھی۔ اس کے احساسات اُسے کچوکے دیتے رہتے تھے۔ اُس نے اچھا خاصا وقت شیران کے ساتھ گزارا تھا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے ایڈنا کو ٹھکرا دیا تھا جو اس کے پُرسحر حسن سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ ایڈنا کو اس کی معیت کا ایک ایک لمحہ یاد تھا۔ وہ اس کی زندگی میں واحد شخص تھا جس کے بارے میں ایڈنا کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ شیران کی شخصیت آج تک اُس کے لیے ایک راز کی حیثیت رکھتی تھی۔ اُس نے بڑے بڑے خطرناک لوگوں کو شیران کے پیچھے لگایا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو طاقت بھی رکھتے تھے اور عقل بھی۔ یہ وہ تھے جنھوں نے اس عظیم الشان طاقت کے لیے ایسے ایسے بیش بہا کارنامے انجام دیے تھے کہ عقل دنگ رہ جائے، لیکن جب وہ شیران کے سامنے آئے تو اُنھیں مُنہ کی کھانی پڑی، خود ایڈنا ڈمپل شیران کی معیت میں بدحواس ہو گئی تھی۔ اُسے قابو میں رکھنے کا کوئی گُر اُس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا، مجبور ہو کر اُس نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ شیران پر تسلط قائم نہیں رکھ سکتی۔ بارتھم کے علاقے میں شیران کی تلاش کے سلسلے میں اُس کے بہت سے افراد کام کر رہے تھے۔ کنگ لوئی نے یہ ذمے داری سنبھال لی تھی، لیکن جب کنگ لوئی کے قبیلے میں ایڈنا ڈمپل ایک خاص ذریعے سے پہنچی تو یہاں اس پر عجیب عجیب انکشافات ہوئے، لوئی قبیلا اب لوئی کی سرکردگی میں کام نہیں کر رہا تھا، بلکہ وہاں برما خاندان کی حکمرانی تھی۔ لوئی کی کہانی وہاں کے بچے بچے کو معلوم تھی اور یہ کہانی شیران کے نام سے منسلک تھی۔ ایڈنا ڈمپل کو یہاں آ کر اتنی حیرت ہوئی، اس سے پہلے وہ کبھی اپنی زندگی میں اتنی حیران نہیں ہوئی تھی، اُسے علم ہوا کہ کنگ لوئی شیران کے ہاتھوں مارا گیا ہے، اُس کی لاش ایک گہری کھائی میں پڑی ہوئی پائی گئی تھی۔

ایڈنا ڈمپل اس خبر کو سُن کر حیران رہ گئی تھی کہ کنگ لوئی بھی تنظیم کے لیے ایک بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا، بہرطور اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو کنگ لوئی کی موت کی اطلاع دی اور مطالبہ کیا کہ کنگ لوئی کا قائم مقام کسی اور شخص کو مقرر کیا جائے، کیونکہ ان علاقوں میں کنگ لوئی اُن کے لیے بہت بڑا سہارا تھا اور اس کی موت کے بعد وہ یہاں سے اپنا اقتدار کھو چکے تھے۔ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جواب ملا کہ ابھی وقت کا انتظار کرے، سب سے پہلے شیران کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم کرنی چاہیے اور ایڈنا ڈمپل دن رات اسی کوشش میں سرگرداں تھی۔ کوئی شخص ایسا نہیں ملا تھا جو اُسے شیران کے بارے میں کچھ بتا سکے، پھر وہ ایک بستی میں پہنچی، یہاں اُس کی ملاقات ایک لڑکی سے ہوئی۔ یہ لڑکی ایڈنا ڈمپل کے لیے بہت بڑی اطلاع کا ذریعہ بنی، اس نے جو کہانی ایڈنا ڈمپل کو سُنائی وہ انوکھی تھی۔ اُس نے بتایا کہ ایک زخمی نوجوان یہاں ایک جھونپڑے میں فروکش تھا، وہ شدید

زخمی تھا۔ لڑکی اس کی دیکھ بھال کرتی تھی، وہ بہت ہی اچھا انسان تھا، پھر اُس کے پاس ایک اور وحشی نوجوان آیا۔ یہ پہاڑی تھا۔ دونوں میں مفاہمت ہوگئی اور دونوں نے یہاں سے خاموشی سے روانگی کا ارادہ کرلیا اور وہ پہاڑی نوجوان اس زخمی کو لے کر چلا گیا اُسے بَجّم کے علاقوں کی طرف جاتے دیکھا گیا تھا۔

"یہ معلومات ایڈنا کے لئے کافی کارآمد تھیں"۔ اس نے لڑکی سے دونوں کا حُلیہ پوچھا، شیران کو وہ صاف پہچان گئی تھی لیکن دوسرے نوجوان کو وہ نہیں پہچان سکی تھی، یہاں تک کہ وہ بَجّم کی ان سرحدوں تک پہنچ گئی جو ہندوستان سے ملتی تھیں۔!

ایڈنا ڈمپل نے یہاں آکر اپنے حُلیے میں تبدیلی کی اور اپنے آدمیوں کو سرحد کے ان علاقوں تک دوڑایا جہاں سے اُسے معلومات حاصل ہوسکتی تھیں۔ کرنل سنگھ نامی ایک شخص سے کچھ انکشافات ہوئے کہ شیران، رانی ایراوتی سے ملنا چاہتا تھا اس لیے وہ ہرن پورہ چلا گیا ہے۔ ایڈنا ڈمپل نے یہاں رُک کر مزید تصدیق کی۔ شیران کے بارے میں یہ تفصیل اُس کے حلق سے نیچے نہیں اُتری تھی لیکن شواہد ایسے ملے تھے کہ ان کی تردید بھی ممکن نہیں تھی۔ شیران کے حُلیے کی تصدیق بھی ہوگئی تھی۔

یہ انوکھا اتفاق تھا کہ شیران غیر متوقع طور پر تنظیم کی دُوسری انچارج موفی ماردین کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ موفی ماردین ہندوستان میں اس تنظیم کو سنبھالے ہوئے تھی اور ایڈنا ڈمپل ہی کے پائے کی عورت تھی۔ نسلاً وہ برطانوی تھی لیکن اس طرح کہ اس کا باپ ہندوستانی تھا اور ماں برطانوی نژاد لیکن اُس کے باپ نے برطانیہ ہی میں ہوش سنبھالا تھا۔ وہ ایک ہندوستانی جاگیردار کا بیٹا تھا اور یہ جاگیردار ہرن پورہ کے نواح کا مالک تھا اور وہاں ایک راجہ کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ اُس نے اپنے بیٹے راج پال کو برطانیہ میں پرورش کرایا تھا۔ راج پال نے جوان ہوکر باپ کی مرضی کے بغیر ایک برطانوی دوشیزہ سے شادی کرلی جس کے نتیجے میں اُسے اُس کے باپ نے اپنی وراثت سے محروم کردیا۔

باپ کے ورثے سے محروم ہونے کے بعد راج پال پر بُرا وقت آپڑا۔ وہ اپنی زندگی بہتر طور سے نہ گزار سکا۔ اور بالآخر مرگیا۔ اس دوران موفی ماردین پیدا ہوچکی تھی۔ حالات کی چکی میں پس کر اُس کی ماں غلط راستوں پر چل پڑی۔ موفی کو بھی وہی ماحول ملا اور وہ جرائم پیشہ بن گئی۔ اُس نے ایک گروہ بنالیا جو ڈاکے ڈالتا تھا اور قتل و غارتگری کرتا تھا۔ موفی اس کی سربراہ تھی۔ اب وہ ایک دہشت گرد کی حیثیت سے مشہور ہوچکی تھی۔ اُس نے معقول معاوضہ لے کر آئرش ری پبلک آرمی کے لیے بھی بہت سے خطرناک کارنامے انجام دیے اور اس طرح وہ اس بڑے ملک کی نگاہ میں آگئی جسے ایسے لوگوں کی تلاش رہتی تھی۔ چنانچہ موفی ماردین کو اغوا کر کے وہاں پہنچا دیا گیا۔ وہاں اس بڑے ملک نے اُسے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے تیار کیا اور وہیں موفی ماردین کو اپنی اصل حیثیت معلوم ہوئی۔ اُس کے دل میں خواہش بیدار ہوگئی کہ وہ اپنے باپ کا ترکہ حاصل کرے اور رانی کا خطاب پائے۔ اس ملک نے وعدہ کیا کہ اگر موفی اس کے مقاصد کی تکمیل کے لیے تیار ہوجائے تو اسے اس کا مقام دلایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ موفی نے یہ شرط مان لی۔ اُسے بہترین تربیت دی گئی۔ اُس کے سخت امتحانات لیے گئے اور جب اُسے مکمل پایا گیا تو اُسے ہندوستان روانہ کردیا گیا۔ موفی یہاں آنے سے قبل برطانیہ گئی تو اسے ماں کی موت کی اطلاع ملی۔ بہرحال وہ اپنا حق حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس بڑے ملک نے ہندوستان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور موفی ماردین کو اس کی جاگیر مل گئی۔

دوطرفہ چال تھی۔ موفی ماردین مقامی انچارج کی حیثیت سے اس ملک کے معاملات کی نگرانی کرنے لگی۔ اس کے علاوہ اس کی جاگیر میں اس بڑے ملک نے اپنا ایک اٹامک پروجیکٹ قائم کیا تھا جہاں اطراف کے دُوسرے ممالک کے خلاف بہت سے کام ہوتے تھے۔ اس پروجیکٹ کی نگرانی کے لیے موفی جیسی ہی کسی زیرک شخصیت کی ضرورت تھی چنانچہ یہ مقصد بھی حل ہوگیا اور موفی ماردین وہاں رانی ایراوتی کی حیثیت سے مصروفِ عمل ہوگئی۔ اس نے ہر طرح سے خود کو اس منصب کا اہل ثابت کردیا تھا۔

بہرحال یہ بات قابلِ اطمینان تھی کہ شیران ابھی تنظیم ہی کی تحویل میں ہے۔ یہ ایڈنا ڈمپل کی ذمّے داری تھی کہ وہ شیران کو نگاہ میں رکھے کیونکہ تنظیم شیران سے ایک اہم کام لینا چاہتی تھی۔

جب ڈمپل کو یقین ہوگیا کہ اس کی حاصل شدہ معلومات درست ہیں تو اُس نے بارتم کے علاقے سے واپسی کا فیصلہ کرلیا اور یوں وہ شیران کی تلاش کی ایک طویل مشقت سے نکل کر بنکاک پہنچ گئی۔ اُس نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کو واپسی کی اطلاع دی اور اُسے وائٹ تھری ہاؤس میں طلب کرلیا گیا۔ جہاں اس کا استقبال چند اہم لوگوں نے کیا تھا۔

"شیران کہاں ہے؟" اُس سے سوال کیا گیا۔

"وہ ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوچکا ہے۔"

"کیا واقعی اُس نے کنگ لوئی جیسے شخص کو ہلاک کردیا؟"

"ہاں، شیران کو قریب سے دیکھنے والے اس بات پر حیرت نہیں کرسکتے۔ آپ لوگ اس سے ناواقف ہیں۔"

"خیر یہ دیگر بات ہے۔" اس موضوع پر دُوسرے لوگ ڈسکس کررہے ہیں۔ ہمارے سامنے شیران ہی کا موضوع ہے۔ کیا تم معلوم کرنے میں کامیاب ہوگئیں کہ شیران کس طرح بارتم کے علاقے سے نکل کر ہندوستان میں داخل ہُوا؟"

"جی ہاں جناب۔ میں اس سلسلے میں تفصیل معلوم کرکے ہی واپس آئی ہوں۔ ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا اور تمام تر واقعات تفصیل سے بتادیے۔

"ہوں" شیران کا رانی ایراوتی کے پاس پہنچنا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"خیر یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے۔ رانی ایراوتی یا موفی ماردن سے ہمیں اس سلسلے میں معلومات حاصل ہوسکتی ہیں، اس کا انتظام کرلیا جائے گا لیکن تم سے ایک اور مشورہ کرنا ہے۔"

"جی جناب فرمایئے؟"

"تمھیں جیسا کہ علم ہے ایڈنا، شیران کو ہلاک کیا جاسکتا تھا، اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے وہ ہمارے لیے، تنظیم اتنی ناکارہ نہیں ہے کہ کسی ایک آدمی کو ہلاک نہ کرسکے، لیکن اس کے لیے جو فیصلہ کیا گیا تھا، تنظیم آج تک اُسی پر قائم ہے، پہاڑوں میں بادشاہ خان کی پوزیشن کے بارے میں اب کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ سب سے بڑی پوزیشن کا مالک ہے۔ دراصل ان قبائلیوں کی خُو عجیب ہے، یہ ہر اُس شخص کو اہمیت دیتے ہیں جو اپنے آپ کو برتر ثابت کردے، اور سچی بات یہ کہ شیران، بادشاہ خان کی پوزیشن پر کاری ضرب لگا چکا ہے، اگر بادشاہ خان اُسے ہلاک کرکے اپنے علاقے میں پیش کردے تو وہ اپنی حیثیت بحال کرسکتا ہے، ورنہ دُوسری شکل میں اُس کے قبیلے والے اس کا مذاق اُڑاتے رہیں گے اور اس کی برتری کو تسلیم نہیں کریں گے، بادشاہ خان ابھی تک شیران کا بال بیکا نہیں کرسکا ہے لیکن اُن لوگوں کے دلوں میں شیران کے خلاف بے پناہ نفرت ہے، وہ آج بھی اس کی موت کے خواہاں ہیں، شیران کی افادیت کو ہم نظر انداز نہیں کرسکتے لیکن ابھی چند روز کے اندر اندر بادشاہ خان کے بھتیجے نعمان خان نے تنظیم میں ایک خاص حیثیت حاصل کرلی ہے۔ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے رُکن نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی جناب۔ وہ حیثیت کیا ہے؟" ایڈنا ڈمپل نے پوچھا۔

"جیسا کہ تمھیں معلوم ہے ایڈنا۔ نعمان خان کو ایک اہم ترین مہم پر ویتنام بھیجا گیا تھا۔ نعمان خان نے حیرت انگیز طور پر اپنی فراست و ذہانت سے کام لے کر وہ مہم انجام دی ہے اور جس طرح اُس نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ اُس سے تنظیم بہت متاثر ہوئی ہے۔ نعمان خان جری اور بہادر آدمی ہے۔ ان دونوں چیزوں کے ساتھ ساتھ وہ زیرک بھی ہے، اُس نے جس ذہانت سے خفیہ آبدوزوں کے اڈّے کی تباہی کی پلاننگ کی، اُس سے ایڈمرل کراؤش بہت متاثر ہے اور اُس نے جو رپورٹ تنظیم کو دی ہے وہ نعمان خان کے لیے سو فیصد نمبر لاتی ہے، ایڈمرل کراؤش نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ یہ شخص قابلِ احترام ہے، جب یہ کام کرتا ہے تو موت کو بھول جاتا ہے اور ہر طرح کے خطرناک حالات میں کود پڑنے کے لیے تیار رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اسے جو مہم سونپی جاتی ہے، وہ اس کی انجام دہی کے لیے پوری ذہانت سے کام لیتا ہے، گویا ذہانت اور دلیری اس شخص میں جمع ہوگئی ہیں اور اُسے تنظیم کے ایک اہم رُکن کی حیثیت دی جاسکتی ہے، اس رپورٹ کے بعد ہمارے اعلا حکام کچھ اُلجھنوں کا شکار ہوگئے ہیں۔"

"مثلاً؟" ایڈ ڈمپل نے سوال کیا۔

"مثلاً یہ کہ شیران کو جن خصوصیات کی وجہ سے ہم نے منتخب کیا تھا اور سوچا تھا کہ اگر وہ ہمارے مقصد کے لیے بہتر ثابت ہوسکے تو اُسے بادشاہ خان کی جگہ دے دی جائے اور بادشاہ خان کو بوڑھا ہونے کی وجہ سے معزول کردیا جائے کیونکہ وہ شیران پر قابو نہیں پاسکا، اور ممکن ہے اس کی یہ کمزوری ہمارے آپریشن کے لیے نقصان دہ ثابت ہو لیکن نعمان خان کی پیش کش اور طریقۂ کار سے یہ اندازہ ہُوا کہ نعمان خان بھی بادشاہ خان کی جگہ لینے کا اہل ہے، اس طرح بادشاہ خان کی دِل شکنی بھی نہیں ہوگی اور یہ بات بھی طے ہے کہ بادشاہ خان نے تنظیم کے لیے بہت کچھ کیا ہے، ہم اپنے بہتر مفاد میں اور تنظیم کے مقاصد کے حق میں اگر بادشاہ خان کو معزول کردیتے۔۔۔ تو ہمیں تھوڑا سا تردّد ضرور ہوتا، لیکن بہرطور یہ ہمارے لیے ضروری تھا، اب دو حلقے ہیں، ایک حلقہ بدستور شیران کا طرفدار ہے اور دُوسرا حلقہ نعمان خان کی سفارش کرتا ہے۔ یہاں پر یہ فیصلہ کرنا ہے ایڈنا ڈمپل کہ ہم اپنے آپریشن کے لیے شیران کا انتخاب کریں یا نعمان خان کا۔ چند چیزیں نعمان خان کے حق میں جاتی ہیں اور وہ یہ کہ وہ ذہین ہے اور وحشی ہونے کے ساتھ ساتھ ذہانت کا استعمال بھی کرتا ہے، اس کی دلیری اُسے اس

کے مقصد کے لیے آنکھیں بند کر کے آگے کُود نے پر مجبور کر دیتی ہے، اور اُس کی ذہانت اس کی آگ میں اپنے لیے صحیح راستوں کا انتخاب کرتی ہے، یہ چیز ہمارے حق میں جاتی ہے، جب کہ اس کے برعکس شیران صرف وحشی ہے اور عمل کرنا جانتا ہے؟"

"میں کچھ عرض کروں جناب؟" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"ہاں، ہاں ضرور۔"

"ایک بات نعمان خان کی رپورٹ کے بارے میں اس کے خلاف بھی جاتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"وہ یہ جناب کہ ہمیں ایک دلیر اور وحشی صفت انسان چاہیے۔ عقلمند نہیں، اگر اس کے اندر عقل سے سوچنے کی قوتیں ہیں تو ہمارے آپریشن کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"اوہ، اچھا پوائنٹ ہے، قابل غور بھی ہے۔"

"میں اس کی پُر زور تائید کرتی ہوں جناب۔" اگر نعمان خان زیرک ہے، چالاک ہے تو کیا وہ اپنی بستیوں میں، اپنے علاقوں میں وہ تباہی پسند کرے گا جو ہمارے ذریعے نازل ہوئی ہے، وہ یقیناً اس بارے میں غور کرے گا، سوچے گا اور یہ سوچ ہمارے مقصد کے لیے نقصان دِہ ثابت ہو سکتی ہے، جب کہ اس کے برعکس شیران صرف عمل کا پیکر ہے۔ اس کی وحشت خیزی کو ہوا دے دی جائے تو وہ ہر اقدام کرے گا جو ہمارے مفاد میں ہوگا، وہ صرف تحریک کا متمنی ہے، اس کے دل میں تحریک پیدا کر دی جائے تو وہ اپنے مقصد کی تکمیل میں لگ جائے گا۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اُس سے کیا نتائج پیدا ہوں گے، دُوسری بات یہ ہے کہ ان پہاڑوں سے وہ اتنا مخلص نہیں ہوگا جتنا نعمان خان، وہ صرف اس سے مخلص ہوگا جو اس کے حق میں بہتر ثابت ہوتا ہے۔"

"ہُوں بالکل ٹھیک کہا تم نے۔" واقعی قابل غور بات ہے، سوچا جا سکتا ہے اس پر، بلکہ تمھاری تجویز کو ہم وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے حوالے تحریری طور پر کریں گے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ایڈنا ڈمپل تمھاری اس رائے کے ساتھ ساتھ ہم اس تجویز کی مخالفت بھی نہیں کریں گے جو ہمیں دوسرے ملقوں سے موصول ہوئی ہے۔"

"وہ تجویز کیا ہے جناب؟"

"تجویز یہ ہے کہ نعمان خان کی موجودہ رپورٹ کے مطابق اس کو بھی آزما لیا جائے۔ اور اُس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ان دونوں کو ایک دوسرے کے مقابل لے آیا جائے۔"

"میں نہیں سمجھی؟" ڈمپل نے کہا۔

"شیران کے بارے میں جو معلومات تم سے حاصل ہوئی ہیں۔ اُن کے تحت یہ اندازہ تو ہو چکا ہے کہ وہ اس وقت ہندوستان میں ہے بلکہ ایراوتی کے پاس ہے اور اگر وہ وہاں نہیں ہے اور وہاں سے جا چکا ہے تب بھی مونی ماروِن ہمیں اس کے بارے میں صحیح معلومات فراہم کر سکتی ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہوگا، مونی ماروِن کے بارے میں تم جانتی ہو ایڈنا ڈمپل کہ وہ ذہین عورت ہے اور ہر کام ذہانت سے کرنے کی عادی، اُس نے شیران کو نظر انداز نہیں کیا ہوگا، اُسے پتہ ہوگا کہ شیران کہاں ہے، ہم شیران کے حق میں رُکاوٹیں پیدا نہیں کریں گے لیکن نعمان خان کو اس کے لیے تیار کیے لیتے ہیں کہ وہ شیران سے بھڑ جائے۔"

"لیکن جناب۔" کیا اس سلسلے میں نعمان خان یہ نہیں سوچے گا کہ تنظیم اسے شیران کے خلاف کیوں استعمال کرنا چاہتی ہے۔"

"نہیں ایڈنا ڈمپل، تنظیم کی جو تجویز ہے وہ بہت شاندار ہے، نعمان خان کو بالکل یہ پتہ نہیں چل سکے گا کہ اُسے شیران کے مقابل بھیجا جا رہا ہے، تم جانتی ہو کہ پہاڑوں میں ہونے والے حادثے کی وجہ سے نعمان خان خود بھی شیران کا دُشمن ہے اور یہ لوگ اُسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں، اب اگر کسی مہم پر نعمان خان کو ہندوستان بھیجا جائے اور ان علاقوں میں پہنچا دیا جائے جہاں شیران موجود ہے تو کیا وہ شیران کو دیکھ کر خود پر قابو رکھ سکے گا، نہیں ہرگز نہیں، چنانچہ اس طرح دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ جائیں گے اور فیصلہ ہو جائے گا۔"

"یہ فیصلہ کیا ہوگا جناب؟"

"دونوں میں سے ایک کی موت، شیران کی فطرت کے بارے میں ہمارے پاس بھرپور رپورٹیں موجود ہیں، اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مدِّمقابل کو زندہ چھوڑنے کا عادی نہیں ہے اور نعمان خان ہر چند کہ سمجھ دار اور سلیقے کا نوجوان ہے، لیکن شیران سے اس کے معاملات جس انداز میں چلے ہیں اُس سے یہ بات یقینی ہے کہ وہ شیران کو دیکھنے کے بعد خود پر قابو نہیں پا سکے گا بلکہ ممکن ہے وہ اس وحشت میں تنظیم کے مقاصد بھی فراموش کر دے، ہمیں اس سے غرض نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد تو یہی ہے کہ یہ دونوں آمنے سامنے آ جائیں اور ان میں سے ایک باقی رہ جائے، جو باقی رہ جائے گا اُسے ہم آخری شکل دے دیں گے، یعنی پہاڑوں میں آپریشن کے لیے وہی آخری آدمی ہوگا، جب کہ طے کیا جا چکا

ہے کہ بادشاہ خان ناموزوں آدمی ہے، تاہم ہم اُسے اس وقت تک برقرار رکھیں گے جب تک ہمارا آپریشن شروع نہیں ہو جاتا۔ واقعی تھری ڈیپارٹمنٹ کے اس رُکن نے کہا اور ایڈنا ڈمپل سوچ میں گم ہو گئی۔ اس کے دل پر پھر ایک عجیب سا احساس چھا گیا تھا۔۔ شیران کی صورت اُس کی نگاہوں میں گھوم رہی تھی، اگر نعمان خان شیران کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا تو۔ تو۔ شیران وحشیوں کا وحشی جاہل گنوار۔ درندوں سے درندوں ہی کی طرح لڑنے والا اور اُنھیں ختم کرنے والا سُرخ و سفید چہرے کا حسین نوجوان جس کی ہر ادا میں الھڑپن ہے لیکن ایک سفّاک کیفیت لیے ہوئے۔ اگر شیران مر گیا تو کیا ایڈنا ڈمپل اس کی موت کا خلا پُر کر سکے گی؟ بعض اوقات کچھ لوگ اس طرح ذہن و دل میں سرایت کر جاتے ہیں کہ پتہ بھی نہیں چلتا لیکن وہ تو شاید اس فطرت کا مالک ہی نہیں تھا۔ اس کی فطرت ہی عجیب تھی۔ ایڈنا ڈمپل اس کے خیالوں میں کھو گئی اور وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے آدمی اس کی شکل دیکھتے رہے وہ یہ نہیں سمجھے تھے کہ ایڈنا ڈمپل کی دلی کیفیت کیا ہے وہ تو یہی سمجھ رہے تھے کہ ایڈنا ڈمپل اس بارے میں سنجیدگی سے غور کر رہی ہے پھر اس رکن نے کہا۔

"آپ فیصلہ کریں میڈم ڈمپل آپ کو اس کے لیے کچھ وقت دیا جا سکتا ہے۔ جب آپ اس سلسلے میں آخری فیصلہ کر دیں گی تو ہم اس کارروائی پر عمل کرنے کا کوئی بہتر پروگرام بنا لیں گے۔"

"اوہ۔ نہیں جناب ظاہر ہے تنظیم اپنے مقاصد کے سلسلے میں جو سوچتی ہے وہ بہتر ہی ہوتا ہے بھلا اس میں اعتراض کرنے کا کیا حق رکھتی ہوں؟"

"نہیں ایڈنا ڈمپل آپ اس علاقے کی انچارج ہیں اور یہ سارا معاملہ انہی علاقوں سے تعلق رکھتا ہے۔" آپریشن کے سلسلے میں آپ کو ایک اہم کام انجام دینا ہے چنانچہ ہم آپ کی مرضی اور رائے کے بغیر کچھ نہیں کرنا چاہتے۔ یہ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ ہی کا فیصلہ ہے۔" ایڈنا ڈمپل سے کہا گیا۔

"میں اس تعاون کے لیے شکر گزار ہوں اگر مجھے سوچنے کے لیے وقفہ دے دیا جائے تو میں بہتر طریقہ دریافت کر سکتی ہوں۔"

"کتنا وقت چاہتی ہیں آپ؟"

"بس ایک دن میں اپنے فیصلے سے آپ کو آگاہ کر دُوں گی۔"

"اوکے۔ مس ڈمپل آپ کو آپ کی خواہش کے مطابق وقت دیا جاتا ہے۔" ایڈنا ڈمپل اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گئی پھر اُس نے بڑی گہرائی سے اپنے آپ کو ٹٹولا اور اُسے احساس ہوا کہ شیران اس کے دل و دماغ پر قبضہ کر چکا ہے۔ نعمان خان بے شک تنظیم کے مقاصد میں ایک بہتر مُہرے کی حیثیت رکھتا تھا اور ایڈنا کو خطرہ تھا کہ نعمان خان سچ مچ کہیں شیران کے لیے نقصان دِہ نہ ثابت ہو اس نے بڑی گہرائی سے سوچا اور فیصلہ کیا کہ شیران پر نگاہ رکھنا بے حد ضروری ہے اگر اُس نے اس تجویز کی مخالفت کی تو اس پر شک بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ شک خود اس کے لیے بھی اور شیران کے لیے نقصان دِہ ثابت ہو سکتا ہے چنانچہ اس نے بہت ہی ذہانت سے ایک منصوبہ تکمیل دیا اس نے سوچا کہ تنظیم کی مرضی کے مطابق نعمان خان کو شیران کے مقابل لے آیا جائے لیکن در پردہ شیران کی مدد کی جائے اور اسے اس کا موقعہ فراہم کیا جائے کہ وہ نعمان خان کو ہلاک کر دے۔ ایڈنا ڈمپل بہت چالاک عورت تھی اور یہ کام اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔ آج تک اس نے تنظیم کے مقاصد کے لیے پورے خلوص سے کام کیا تھا لیکن یہ دل کی آواز پہلی بار اس کے کانوں میں اُبھری تھی اور وہ اس کی آواز کو دبا نہیں پا رہی تھی۔ بہت غور و خوض کے بعد اُس نے ایک فیصلہ کیا اور بالآخر اس سلسلے میں وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو مطلع کر دیا کہ وہ اس تجویز سے سو فیصد متفق ہے۔ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے افراد نے اس کے ساتھ پھر ایک نشست رکھی اور اس نشست میں آئندہ کے پروگرام طے ہو گئے۔ ایڈنا ڈمپل نے فیصلہ کیا کہ وہ خود مونی ماروِن کے پاس جائے گی اور اس سے شیران کے بارے میں مکمل کوائف معلوم کرے گی۔ یہ اندازہ لگائے گی کہ شیران وہاں کس مقصد کے تحت گیا تھا کیا کر رہا ہے اور اس کے بعد وہ وہاں کیوں موجود ہے۔ ایڈنا ڈمپل نے یہ بھی کہا کہ وہاں پہنچنے کے بعد وہ تنظیم کو یہ بھی اطلاع دے گی کہ شیران کا نیا ٹھکانہ کہاں ہے تاکہ نعمان خان اس طرف روانہ کر دیا جائے۔ اس فیصلے کے بعد ایڈنا ڈمپل مطمئن ہو گئی تھی۔

بھوپت سنگھ کی موت خاصی ہنگامہ خیز تھی۔ اس سلسلے میں کئی دن تک مونی ماروِن کو مصروف رہنا پڑا۔ اُسے بہت سے لوگوں کو جواب دینا پڑا تھا۔ اُس نے یہی مؤقف اختیار کیا تھا کہ یہ بھوپت سنگھ کا ذاتی شوق تھا اور ایراوتی نے کبھی اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی، حالانکہ بارہا ایسے مواقع آئے ہیں جب بھوپت سنگھ کے لیے زندگی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ مونی ماروِن نے ان لمحات میں بھوپت سنگھ کو ہوشیار کیا اور کہا کہ یہ سب کچھ اس جیسے ذمے دار آدمی کو زیب نہیں دیتا لیکن بھوپت سنگھ نے اس سے درخواست کی کہ اسے

اس کے شوق سے نہ روکا جائے۔ یہ اس کا تنہا اور بالکل ذاتی پسندیدہ مشغلہ ہے۔ ایراوتی نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اُس نے بارہا بھوپت سنگھ کو اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ اس سلسلے میں اس کی جان بھی جاسکتی ہے تب بھوپت سنگھ نے کہا کہ وہ معمولی رسیلر نہیں ہے اور اپنا تحفظ کرنا خوب جانتا ہے چنانچہ بھوپت سنگھ کی یہ موت قطعی اتفاقی ہے اور اس کا ذمے دار کسی کو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ انڈین ملٹری کے کچھ افراد شیران کو طلب کرنے کے لیے آئے تھے اُنھوں نے کہا کہ بھوپت سنگھ کے قاتل کو ان کے حوالے کردیا جائے لیکن ایراوتی نے سختی سے اس بات سے انکار کردیا اور کہا کہ وہ اس کا مہمان ہے اور اس کے ایک مقصد کی تکمیل میں اس کے کام آیا ہے چنانچہ وہ اس کے ساتھ کوئی غلط سلوک کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ مونی مارون کی پوزیشن اتنی محفوظ تھی کہ اُسے کوئی اس سلسلے میں مجبور نہیں کرسکا اور اس کا مقصد حل ہوگیا۔ بھوپت سنگھ راستے سے ہٹ گیا تھا جس نے اس کے اور شیران کے درمیان آنے کی کوشش کی تھی اور اس سلسلے میں مونی مارون سے بدتمیزی بھی کی تھی اور شیران بھی محفوظ ہوگیا۔ اس کے بعد زندگی کے وہی شب و روز کی دلچسپیاں جاری ہوگئیں۔ پروجیکٹ کی طرف سے بالکل بے فکری تھی وہاں کا کام بخوبی چل رہا تھا اور اس سلسلے میں وہ کوئی ایسی بات نہیں ہو پائی تھی جو مونی مارون کے لیے پریشان کن ہوتی چنانچہ وہ شیران کی معیت میں مطمئن تھی۔ دُوسری طرف شیران بھی زندگی میں پہلی بار ایک نیا پن محسوس کررہا تھا۔ ایراوتی کو وہ اپنی مستقبل کی ساتھی کی حیثیت سے پسند کرچکا تھا اور اُس کے ذہن میں یہ خیال جم چکا تھا کہ مونی مارون جیسی کوئی عورت ہی اس کی زندگی کی ساتھی ثابت ہوسکتی ہے اس کے بچّوں کی ماں اس کے اور شیران کے اشتراک سے جو بچّے پیدا ہوں گے وہ شیران ہی کی طرح ہوں گے البتہ ایراوتی کو اس سلسلے میں کچھ وقت درکار تھا۔ شیران کو بھی جلدی نہیں تھی۔ ہرن پور رہ اور اُس کے نواح میں کیا نہیں تھا۔ شکار سے بھرے ہوئے جنگل ہر طرح کے خوفناک درندے اور پھر بہترین آسائشیں جو مونی مارون کی وجہ سے اُسے مہیا ہوگئی تھیں۔ آسائشوں کی اُسے زیادہ پروا نہیں تھی۔ وہ اتنی قوت ارادی رکھتا تھا کہ جب چاہتا اپنے لیے بہتر ماحول فراہم کرلیتا۔ دولت کے حصول میں اس جیسے بے جگر انسان کو بھلا کیا مشکل ہوسکتی تھی لیکن دولت کے حصول کے علاوہ مونی مارون کا حصول بھی اس کے لیے اتنی ہی اہمیت رکھتا تھا پتہ نہیں یہ جنگلی اس عورت سے اس طرح کیوں متاثر ہوگیا تھا ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اب وہ تھک کر آرام کرنے کا خواہش مند تھا۔ ہاں یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کب اس کے ذہن میں کوئی تبدیلی پیدا ہوجائے اور کب ایراوتی اس کا شکار ہوجائے۔ اس بات کا احساس خود شیران کو بھی نہیں تھا بہرطور ایراوتی کی معیت میں خوب سیر و شکار ہورہا تھا۔ کئی بار وہ شکار پر جاچکے تھے۔ اور وہاں شیران نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیے تھے کہ مونی مارون انگشت بدنداں رہ گئی تھی۔ خود اُس نے شیران کے سامنے دلیری کی بہترین مثالیں پیش کی تھیں۔ جنگلی درندوں کو تو گویا اُنھوں نے بالکل ہی ناکارہ کردیا تھا۔ کئی ہاتھی شکار کیے گئے۔ بڑے بڑے خونخوار شیر مارے گئے۔ ہفتے ڈیڑھ ہفتے تک وہ جنگلوں میں شکار کھیلتے اور اس کے بعد مونی مارون اسے اپنے محل میں لے آتی۔ انڈین آرمی کی طرف سے شیران کی طلب کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا لیکن پھر ایک شام اُسے وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے خفیہ ٹرانسمیٹر پر ایک پیغام موصول ہوا اور وہ کسی قدر متوحش ہوگئی۔

پیغام اُسے شام کو اُس وقت ملا جب وہ شیران کے ساتھ شام کی چائے پینے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے اپنے بیڈ رُوم میں آئی تھی۔ ٹرانسمیٹر پہ اشارہ موصول ہوا تو وہ جلدی سے اس الماری کے قریب پہنچ گئی جس میں ٹرانسمیٹر محفوظ رہتا تھا اشارہ ملنے کا ذریعہ کچھ اور تھا۔

اُس نے اپنے بیڈ رُوم کی دیوار میں سوئچ بورڈ پہ کچھ ایسی چیزیں لگا رکھی تھیں جو ٹرانسمیٹر پہ ملنے والی اطلاعات کا اشارہ دیتی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے ٹرانسمیٹر سیٹ آن کرلیا اور دوسری طرف سے وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے چیف کی آواز اُبھری۔ ”ہیلو مونی مارون تم میری آواز پہچان گئی ہوگی؟“

”یس سر کیوں نہیں۔ آپ کی آواز تو میں لاکھوں میں پہچان سکتی ہوں۔“

”کیسے معاملات چل رہے ہیں؟“

”سر بالکل ٹھیک ہیں۔ ابھی تھوڑے دن پہلے میں نے آپ کو رپورٹ پیش کی تھی۔“

”ہاں مونی وہ کاغذات جو تم نے حاصل کرکے یہاں تک پہنچائے ہیں ہمارے لیے بے حد اہمیت رکھتے تھے اور ان کی کامیاب وصولیابی پر ہم تمھیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔“

”شکریہ جناب۔ مجھے کیسے یاد کیا؟“

”مونی ایڈنا ڈمپل تمھارے پاس پہنچ رہی ہے۔ ایک اہم مقصد ہے کہ اس کا استقبال کرو اور اس کے ساتھ تعاون کرو۔“

”او کے سر تنظیم کی اہم رکن کو میں اُس کے شایان شان رسیو کروں گی اور آپ کی ہدایت کے مطابق تعاون بھی کروں گی لیکن مسئلہ

ہے؟“

”مسئلہ وہ تمھیں خود ہی بتائے گی۔ میں نے یہ اطلاع تمھیں فوری طور پر دی ہے۔“

”ٹھیک ہے جناب! مونی وفادار ہے اور تنظیم کے لیے حل کرنے کو تیار ہوگی۔“

”میں چاہتا ہوں مارون کہ ایڈنا ڈمپل کی پوزیشن محفوظ رکھی جائے۔ تم ابھی سے اس کے لیے بندوبست کرلو اور اس قسم کا اظہار کرو جیسے تمھاری کوئی عزیزہ یہاں آرہی ہے۔ میں اُسے بھی ایک ہندوستانی راجکماری کی حیثیت سے وہاں بھیج رہا ہوں۔ تم اُسے اپنا کوئی عزیز بتاسکتی ہو میرا مطلب سمجھ رہی ہو!“

”بالکل سمجھ رہی ہوں جناب۔ آپ مطمئن رہیں۔ ایڈنا ڈمپل کو اس کے شایانِ شان حیثیت دی جائے گی۔“

”شکریہ مونی! میں نے بس یہی اطلاع دینے کے لیے تمھیں کال کیا تھا اور کوئی خاص بات!“

”جی نہیں جناب! اطراف میں مکمل سکون ہے اور ہم حالات پر پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔“

”او کے مارون۔“ دُوسری طرف سے کہا گیا اور ریسیور سیٹ کی روشنی گم ہوگئی۔ مونی مارون نے ریسیور سیٹ الماری میں رکھ دیا اور ایڈنا ڈمپل کے بارے میں سوچنے لگی۔ ڈمپل کو وہ ذاتی طور پر بھی جانتی تھی۔ بہت ہی چالاک قسم کی عورت تھی۔ بہرطور چونکہ دونوں ایک ہی تنظیم سے تعلق رکھتی تھیں اس لیے کبھی ان کے درمیان کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوسکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود مونی مارون کے دل میں چور رہتا۔ شیران کو وہ ہر نگاہ سے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ اپنا رازِ دل کسی پر افشا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس سلسلے میں اُس نے غور کیا اور ایک فیصلہ کرلیا۔

شیران کی فطرت کے بارے میں وہ اندازہ لگاچکی تھی کہ وہ کس ٹائپ کا آدمی ہے اور کس طرح اُسے کس کام کے لیے مجبور کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے مونی نے تیاریاں کرلیں۔

ایک شام وہ محل کے خوبصورت پائیں باغ میں شیران کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ محل کے دو خادم دست بستہ اس کے سامنے پہنچ گئے ”بستی سانگلی کے کچھ لوگ فریاد لے کر آئے ہیں رانی صاحبہ۔“

”کیا بات ہے؟“ مونی مارون نے پُررعب آواز میں پوچھا۔

”سانگلی پہ جنگلی درندے حملہ آور ہوئے ہیں اور اُنھوں نے بستی میں تباہی مچادی ہے۔“

”بلاؤ اُنھیں۔“ مونی مارون نے کہا۔ چار دیہاتی ہاتھ جوڑے اندر آگئے تھے۔

”دہائی ہے رانی ماتا کی۔ دُہائی ہے ایراوتی کی۔ برباد ہو گئے ہیں رانی جی ہم۔ آدم خور جانوروں نے بستی کے آس پاس ڈیرے ڈال لیے ہیں۔ ہر وقت بستی میں کوئی نہ کوئی ان کا شکار ہوجاتا ہے۔ دس آدمی مارے جاچکے ہیں ان کے ہاتھوں۔ ساری بستی آپ کی طرف دیکھ رہی ہے رانی جی!“

”اوہ۔ ایسا کب سے ہوا؟“

”ایک ہفتے سے زیادہ ہوگا مہارانی۔ بھگوان کے لیے ہماری سہائتا کرو، ورنہ پوری بستی خالی ہوجائے گی۔“

”مگر میں تو ان دنوں بہت مصروف ہوں۔ مجھے تو بہت سے کام کرنے ہیں۔“ ایراوتی نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

”آپ کے سوا ہمارا کوئی اور سہارا نہیں ہے رانی جی۔ ہم کس کے پاس فریاد لے کر جائیں۔“

”کہاں ہے تمھاری بستی؟“ شیران نے پوچھا۔

”پہاڑوں کے اُس پار مائی باپ۔“ دیہاتی بولے۔

”شیران، میں پروجیکٹ کے معاملات میں واقعی بہت مصروف ہوں۔ کئی دن لگ جائیں گے مجھے۔“ مونی مارون نے کہا۔

”تو میں چلا جاتا ہوں۔ لیکن تمھیں جب فرصت ملے تو تم آجانا۔“ شیران نے کہا اور مارون مسکرانے لگی۔

”واقعی یہ تو میں بھول گئی تھی۔ اب یہ ذمے داری صرف میری ہی تو نہیں رہ گئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد لوگ رانی ایراوتی کی نہیں، شیران کی دُہائی دیا کریں گے۔“

”ان لوگوں سے کہہ دو کہ یہ جائیں ان کی مشکل دُور کردی جائے گی۔“

”جے ہو داتا کی۔ جے ہو مہاراج کی۔“ دیہاتی چلے گئے اور رانی ایراوتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس سلسلے میں شیران سے گفتگو کرنے لگی۔

اُس نے چار شکاری شیران کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کرلیا تھا اور دُوسرے دن صبح کو شیران روانہ ہورہا تھا۔ رات کو مونی مارون نے ان شکاریوں کو صورت حال سمجھائی۔ یہ اس کے خاص آدمی تھے۔ ان کا سربراہ دیپک نامی شکاری تھا۔

”تم سانگلی کے اطراف میں ڈیرے ڈال دو گے۔ بستی میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سانگلی کے اطراف یوں بھی درندوں سے بھرے ہوئے ہیں اور وہاں کے باشندے عموماً ان کا شکار رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود شیران کو علم نہیں ہونا چاہیے کہ یہ دیہاتی نقلی تھے۔“

"جو حکم رانی صاحبہ: آپ یہ کام مجھ پر چھوڑ دیں۔ ایک اور اطلاع دینا چاہتا ہوں رانی صاحبہ۔"

"ہاں کہو دیپک؟"

"بھوپت سنگھ کا ایک بھائی جے سنگھ ہے۔ آپ اُسے جانتی ہیں؟"

"نہیں۔ کیا بات ہے؟"

"سیکورٹی میں جو کچھ نئے لوگ آئے ہیں اُن کے ساتھ آیا ہے۔ سیکورٹی کے چیف نے اس سے کاغذات وصول کیے ہیں۔"

"آگے کہو دیپک؟"

"اُس نے ماتھے پر بھبھوت تلک لگایا ہے اور قسم کھائی ہے کہ وہ بھوپت سنگھ کے قاتل سے انتقام لے گا۔"

"کیا؟" مونی ماردین اچھل پڑی۔

"اوہ۔" ایراوتی کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی۔ "اُسے معلوم ہے کہ تم سانگلی کی طرف جا رہے ہو۔"

"نہیں مہارانی۔"

"معلوم بھی نہیں ہونا چاہیے۔ تم انعام کے مستحق ہو۔ دیپک لال کہ تم نے مجھے یہ اطلاع دی۔ یہ دس ہزار روپے بطور انعام رکھو!" مونی ماردین نے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر دیپک کے حوالے کر دی۔

"شکریہ رانی صاحبہ۔ میں نے اپنا فرض انجام دیا ہے۔ آپ کا عطیہ ہے اس لیے رکھ لیتا ہوں۔"

"سنو۔ شیران کو اس کی اطلاع نہیں ہونی چاہیے اور تم جنگلوں میں شیران کے اطراف پر پُوری نگاہ رکھو گے۔ اس کے خلاف کوئی سازش نہیں ہونی چاہیے۔ یہ تمھاری ذمّے داری ہے۔"

"میں پوری طرح اس ذمّے داری کو نبھاؤں گا مہارانی۔۔۔"

بلیک کے جانے کے بعد مونی ماردین کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تفکّر کے آثار پھیل گئے تھے۔

تھوڑی دیر تک وہ سوچتی رہی اور پھر اُس نے ایک خادم کو طلب کیا۔ "پروجیکٹ سے بکنس کو بلاؤ۔" اُس نے سرد لہجے میں کہا اور خادم گردن جھکا کر چلا گیا۔

بکنس سفید لمبے بالوں والا ایک غیر ملکی تھا۔ چھوٹی چمکیلی آنکھوں اور بھاری جبڑوں سے اس کی شخصیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ وہ سنگدل اور خطرناک آدمی تھا۔

"ہیلو بکنس۔ تمھارے معاملات ٹھیک چل رہے ہیں؟"

"جی مس ماردین۔ سب ٹھیک ہیں۔"

"کچھ نئے انڈین لوگ آئے ہیں؟"

"جی ہاں! یہ لوگ وہ ہیں جنھیں آپ نے نئی فرنٹ سیکورٹی کے لیے طلب کیا تھا۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔ ان لوگوں میں جے سنگھ نامی ایک شخص بھی ہے۔"

"جی۔ ہے۔"

"اس پر خاص نگاہ رکھو۔ اپنے اہم لوگوں کو اس پر لگا دو، اسے سخت سے سخت ڈیوٹی سونپی جائے اور کم از کم ایک ماہ تک اُسے چھٹی نہ دی جائے۔"

"بہتر میڈم! کیا اس کے بارے میں کوئی خاص اطلاع موصول ہوئی ہے؟"

"ہاں مشکوک آدمی ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں۔ اسے چیک کیا جائے گا۔"

"اوکے۔ جاؤ آرام کرو۔" رانی ایراوتی نے کہا اور بکنس سلام کر کے چلا گیا۔ دُوسرے دن شیران شکار کی اس مہم پر روانہ ہو گیا تھا۔

ایڈنا ڈمپل سارے معاملات مکمل کر چکی تھی۔ اُس نے وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو اپنی آمادگی کی اطلاع دے دی لیکن دل میں اُس نے بہت سے فیصلے کر لیے تھے۔ وہ اپنے دل کے تقاضوں سے مجبور ہو گئی تھی اور اُس نے فیصلہ کیا تھا کہ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کی ہدایت پر عمل ضرور کرے گی لیکن شیران کا تحفّظ بھی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں اُس نے بہت غور و خوض کیا تھا۔ نعمان نان کے بارے میں پوری تفصیل طلب کی تھی اور اس تفصیل سے اسے اندازہ ہُوا تھا کہ نعمان نان واقعی ایک خطرناک شخصیت کا مالک نوجوان ہے۔ وحشت اور بربریت میں وہ شیران کا ہم پلّہ نہیں تھا لیکن تھا انہی پہاڑوں کا باسی اور شیران کے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔

ایڈنا نے اس سلسلے میں کافی تگ و دو کی اور آٹھ خطرناک لوگوں کا ایک گروہ تیار کیا۔ اس گروہ کا انچارج بیتوسار نامی ایک غنڈہ تھا جو نکاک ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ ایڈنا بہت سے معاملات میں اس سے کام لے چکی تھی۔

بیتوسار کو اُس نے ہدایات دیتے ہُوئے کہا "تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہندوستان چلے جاؤ اور ہرن پورہ نامی علاقے کی نزدیکی بستی شالا گڑھ میں قیام کرو جہاں تمھیں نئی ہدایات مل جائیں گی۔"

"مجھے میرے کام کی تھوڑی بہت تفصیلات بتا دی جائیں مادام تاکہ میں ہندوستان میں اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر ایک فضا تیار کر لوں۔"

"شیران نامی ایک قبائلی نوجوان وہاں موجود ہے، کچھ لوگ، فرزند یا کوئی ایک شخص، جو ممکن ہے قبائلی ہو، شیران کو ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ تمھیں ان کی یہ کوشش ناکام بنانی ہے لیکن اس طرح کہ نہ شیران کو، نہ اس کے دُشمنوں کو اور نہ تمھارے ساتھیوں کے علاوہ اور کسی شخص کو اس کا پتہ چلے، راز داری پہلی شرط ہے۔ معاوضہ منہ مانگا۔"

"خادم ہُوں مادام کا۔ ہندوستان میں قیام کے اخراجات اور اس کے علاوہ جو آپ پسند کریں۔"

"اسے کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔" ڈمپل نے کہا۔ "تم جلد جلد پہنچ جاؤ۔"

ایڈنا کو ضروری کارروائیوں کے بعد خود بھی روانہ ہونا تھا۔ ان کارروائی سے اُسے بہت اطمینان ہُوا تھا۔ پروگرام کے مطابق اسے بائتم کے علاقے سے ہی سفر کرنا تھا۔ چنانچہ وہ چل پڑی۔ دس افراد اس کے ساتھ تھے۔ جن میں آٹھ مقامی تھے اور دو غیر ملکی۔ ان آٹھوں کو سرحد تک جانا تھا۔ باقی دو کو ایڈنا ڈمپل کے ساتھ ہرن پورہ جانا تھا۔ سفر جاری رہا۔ ایڈنا کو ایک بار پھر اس علاقے سے گزرنا پڑا، جہاں غاروں میں وہ شیران کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزار چکی تھی۔

اس علاقے میں شیران اُسے بہت یاد آیا۔ اس کی آواز ایڈنا کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اُسے وہ وقت بھی یاد آیا جب گوشت کے ایک ٹکڑے کو حاصل کرنے کے لیے شیران نے پانچ خطرناک ڈاکوؤں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے بڑبڑاتے ہُوئے کہا۔ "نعمان نان تو اس کے سموطت سہی۔ لاکھ ذہین سہی لیکن اس کی سی بات کہاں سے پیدا کرو گے۔ وہ اس زمین کا انسان کہاں ہے"

سفر جاری رہا یہاں تک کہ وہ سرحد کے قریب پہنچ گئی۔ ایک دشوار گزار راستے سے اُس نے سرحد عبور کی جہاں اُس کے آٹھ مقامی ساتھی اُس سے جدا ہو گئے اور وہ بقیہ دو آدمیوں کے ساتھ سرحدی چوکی کے پاس پہنچ گئی جہاں ہندوستانی فوجیوں نے اُسے گھیرے میں لے لیا۔ ایڈنا ڈمپل نے مقامی کمانڈر کو ایک کاغذ دکھایا اور کمانڈر مستعد ہو گیا۔ اس خاص کاغذ کو دیکھنے کے بعد اُسے کوئی سوال کرنے کی جرأت نہیں ہُوئی تھی۔

"میں آج رات یہاں قیام کروں گی۔ کل صبح میرے لیے جیپ کا بندوبست کیا جائے۔ گھوڑے یہیں چھوڑ دیے جائیں گے، میں ہرن پورہ جاؤں گی۔"

"انتظام کر دیا جائے گا مادام۔" کمانڈر نے کہا۔ ایڈنا ڈمپل کے لیے رہائش اور دُوسری آسائشات کا معقول بندوبست کیا گیا۔ کمانڈر نے اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا تھا۔ دوسرے دن ایک شاندار لینڈ روور میں اُنھیں ہرن پورہ پہنچانے کا بندوبست کر دیا گیا اور پھر ایک مختصر سفر طے کر کے ایڈنا ڈمپل ایراوتی پیلس میں داخل ہو گئی۔

مونی ماردین نے اچھے دوستوں کی طرح اُس کا استقبال کیا تھا۔ دو خطرناک عورتیں ایک دُوسرے کے سامنے تھیں۔ ایڈنا ڈمپل نے دلچسپ نگاہوں سے ایراوتی پیلس کی ہر چیز کا جائزہ لیا تھا۔ شام کی چائے پر اُس نے مسکراتے ہُوئے کہا۔ "تنظیم نے یوں تو ہر علاقے کے انچارج کو مراعات دی ہیں ماردین لیکن تمھارے سلسلے میں خاص رعایت برتی گئی ہے۔ تم بلاشبہ کسی ریاست کی رانی بنا دی گئی ہو۔"

"شاید تمھیں میرے بارے میں تفصیل نہیں معلوم ڈمپل۔ یہ سارا علاقہ میری جاگیر ہے۔" مونی ماردین نے مسکراتے ہُوئے فخریہ انداز میں کہا۔

"ہاں میں جانتی ہُوں لیکن تم یہ بھول رہی ہو ماردین کہ تنظیم میں شامل ہونے کے بعد انسان اپنی ذات پر بھی کوئی حق نہیں رکھتا۔ جاگیر وغیرہ تو بہت دُور کی چیز ہے۔ دُوسرے بھی بہت کچھ تھے لیکن اب وہ صرف تنظیم ہیں۔" ڈمپل نے کہا۔

"ہاں! میرے ساتھ یہ رعایت ضرور برتی گئی ہے۔"

"خیر چھوڑو یہاں کے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟"

"نہایت اطمینان بخش۔"

"اس معاملے میں بھی تم دُوسروں سے زیادہ خوش نصیب ہو۔ ہم تو اپنا وطن ہی بھول گئے ہیں۔"

"تنظیم رخصت بھی دیتی ہے۔" مجھے بتایا گیا تھا ڈمپل کہ تم میرے پاس کسی خاص کام سے آ رہی ہو کیا کام ہے وہ۔۔۔؟"

"کیوں نہ ہم اس موضوع پر رات کو ڈنر کے بعد گفتگو کریں۔"

رات کے کھانے سے قبل ایڈنا ڈمپل نے اپنے ساتھ آنے والے دونوں آدمیوں کو طلب کیا اور پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

"ابھی تک وہ نظر نہیں آیا۔۔۔ مادام؟"

"کسی سے معلوم کیا؟"

"آپ کی ہدایت کے مطابق کسی سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا گیا۔" اُنھوں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ابھی اس کی ضرورت نہیں۔" ایڈنا ڈمپل بولی اور اس کے بعد وہ ڈنر کے لیے چل پڑی۔ ڈنر کے بعد اُس نے رانی ایراوتی کے ساتھ ایک تنہا کمرے میں میٹنگ کی۔ اس وقت وہ سنجیدہ تھی۔

"میں ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئی ہُوں، ماروین۔ کچھ عرصہ قبل سرحد عبور کر کے ایک شخص ادھر آیا تھا۔ وہ برن پور کی رانی ایراوتی سے ملنا چاہتا تھا۔ ایک قبائلی جوان تھا۔ وحشی صفت اور شیر سے زیادہ نڈر۔ کیا وہ تم تک پہنچا تھا؟"

موفی ماروین نے اپنی تمام تر ذہنی قوتوں سے کام لے کر خود کو سنبھالا تھا۔ اُسے گمان بھی نہیں تھا کہ ایڈنا ڈمپل صرف شیران کے لیے یہاں آئی ہوگی۔ اُس نے تو صرف احتیاطاً شیران کو یہاں سے ہٹا لیا تھا۔ وہ احمق نہیں تھی چنانچہ ایک لمحے میں فیصلہ کر کے بولی: "شیران سلامن۔!"

"گڈ۔ ہاں میں اسی کے بارے میں کہہ رہی تھی۔"

"ہاں وہ میرے پاس آیا تھا۔ تنظیم کے ایک کام سے میں نے ایک متعلق ایجنٹ کو تمھارے علاقے میں بھیجا تھا۔ ایجنٹ زخمی ہوگیا۔ اُس نے ایک غیر متعلق شخص کو اپنی ذمّے داری سونپ دی اور خود زندہ نہ رہ سکا۔ شیران نامی قبائلی اس کا پیغام لے کر میرے پاس آیا۔ بلاشبہ اُس نے نادانستگی میں تنظیم کے لیے اہم کام انجام دیا تھا۔"

"پھر وہ کہاں گیا؟" ایڈنا ڈمپل کے لہجے کا اضطراب چھپا نہ رہ سکا تھا۔

"سیر و شکار کا رسیا تھا۔ میں نے چند روز اس کی خاطر مدارت کی پھر وہ یہاں سے چلا گیا۔"

"کہاں؟"

"یہ معلوم کرنے کی میں نے ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔"

"اوہ۔ تمھیں کچھ اندازہ تو ہوگا؟"

"کیوں ڈمپل؟" کیا وہ شخص تنظیم کے لیے کوئی خاص اہمیت رکھتا تھا؟"

"ہاں۔ ہاں تنظیم کو اس کی ضرورت تھی۔"

"افسوس مجھے اس کی ہدایت نہ تھی۔"

"یہ تمھارا علاقہ ہے، ماروین۔ اس کی تلاش ضروری ہے۔"

"میں اس کے بارے میں تفصیل جاننا چاہتی ہوں۔"

"تمھیں وہ انوکھا نہیں لگا ماروین؟"

"ہاں کچھ عجیب سا لگا تھا لیکن میں نے زیادہ غور نہیں کیا۔"

"وہ غور کرنے کے قابل تھا۔" اور ایڈنا اُسے شیران کے متعلق بتانے لگی۔

"اوہ ڈمپل عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے یہ شخص۔ واقعی تم نے اس کی ایسی صفتیں بیان کی ہیں کہ مجھے اس کی طرف متوجہ نہ ہونے کا افسوس ہے۔ میں نے اُسے ایک عام سا آدمی سمجھا تھا۔ وفود کا پیغام وصول کرنے کے بعد میں نے اس کی تھوڑی بہت خاطر مدارات کی جس حد تک ایک اجنبی مہمان کے لیے ممکن ہو سکتا تھا اور اس کے بعد میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ اُسے نظر انداز کر دیا۔ ظاہر ہے مجھے اس سے کوئی خاص غرض نہیں تھی لیکن ڈمپل میں تمھارے اندر کچھ اور پڑھ رہی ہُوں۔"

"کیا؟" ایڈنا ڈمپل نے متعجبانہ انداز میں کہا اور موفی ماروین مسکرانے لگی۔

"ہم لوگ کچھ بھی ہیں ڈمپل انسان تو ہیں۔ جذبات بے شک ہمارے جیسے لوگوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن ہم اپنی فطرت کو انسان کی فطرت سے الگ تو نہیں کہہ سکتے۔ مجھے یقین ہے ایڈنا ڈمپل کہ تم اس نوجوان سے متاثر ہو۔"

"اوہ موفی۔ موفی ڈیئر۔ کیا بتاؤں بس تمھیں۔ مجھے اپنے آپ پر ہنسی آتی ہے۔ احساس ہوتا ہے اس حماقت کا جو میرے ذہن و دل میں پروان چڑھ رہی ہے۔ بارہا کوشش کی کہ اس کے خیال کو ذہن سے نکال دوں، نہ نکال سکی۔ میں اس کے لیے مضطرب ہُوں۔"

"گڈ ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ شیران سے تمھارا عشق چل رہا ہے۔؟"

"یہ لفظ ہم جیسے لوگوں کے لیے ایک گالی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن میں یہ گالی قبول کر رہی ہُوں ماروین۔"

"گویا تم دونوں آپس میں عشق کرتے ہو؟"

"ہم دونوں نہیں موفی ماروین۔ یک طرفہ کہو اس کمبخت کے سینے میں تو جذبات ہی نہیں۔ وہ تو ایک وحشی درندہ ہے۔ وحشت خیزی سے اُسے عشق ہے۔ عورت کو وہ پتہ نہیں کیا شے سمجھتا ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ دُنیا کا کوئی حقیر ترین تصور جو اگر انسان کے ذہن میں آ سکتا ہے تو وہ شیران کے لیے عورت کا تصور ہے۔ وہ عام عورتوں کو خاطر میں نہیں لاتا بلکہ اس کا کہنا ہے کہ بیوی کی حیثیت سے وہ عورت اُس کی زندگی میں داخل ہوگی جو اُس کے پائے کی ہو اور جس کے اشتراک سے پیدا ہونے والی اولاد شیران ہی کی مانند ہو۔ وہ کسی کمزور عورت کو یا کسی ہلکی شخصیت کی عورت کو جوتے کی نوک پر نہیں مارتا۔ تمھیں شاید حیرت ہوگی کہ اس کی زندگی میں چند عورتیں آئیں جو کسی نہ کسی طرح اُس کی قربت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں لیکن اُنھیں اس نے زندہ نہ چھوڑا۔ صرف اس احساس کے تحت کہ کہیں وہ اس کی اولاد کو جنم نہ دے دیں۔"

"ہوں۔" موفی ماروین کے دل میں مسرت کے جو لاؤ پھٹ رہے تھے وہ احساس، وہ خدشہ جو اس کے سینے میں پیدا ہُوا تھا ختم ہو چکا تھا۔ شیران کے لیے اُس کے دل میں اور زیادہ محبت پیدا ہو گئی تھی۔ اُس نے شانے ہلاتے ہُوئے کہا: "بہرحال وہ جا چکا ہے ایڈنا اب میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"میں خود ہی کچھ کروں گی۔ اس کی تلاش ضروری ہے۔ کم از کم ن راستوں کا تعین تو کر سکتی ہو جس طرف سے اُس کے جانے کے انات ہیں یا پھر مجھے کچھ ایسے لوگوں سے ملاؤ جو یہ بتا سکیں کہ وہ کہاں ہے۔ ممکن ہے اُس نے کسی کو اپنا پروگرام بتایا ہو۔"

ناممکن۔ وہ یہاں کم ہی لوگوں سے ملتا تھا۔ اس کے علاوہ کے مشاغل میں وہی درندگی اور وحشت خیزی شامل رہی تھی۔ تھوڑے دن پہلے مقامی انٹیلی جنس کا ایک رکن بھوپت سنگھ اس کے وں سے مارا جا چکا ہے۔ بھوپت سنگھ کی موت کے بعد ہی وہ یہاں چلا گیا۔ موفی ماروین نے اس احساس کے ساتھ کہ اگر ایڈنا ڈمپل ان کی یہاں رہائش کے بارے میں معلومات حاصل کرے تو بھوپت معاملے میں وہ یہ نہ سوچے کہ موفی ماروین نے اس سے پردہ پوشی کی۔ اس کے اس انکشاف پر ایڈنا ڈمپل چونک پڑی تھی۔

"کیسے مارا گیا؟"

"بس کھیل کھیل میں۔ بھوپت سنگھ ریسلنگ کا شائق تھا۔ اکھاڑے اُتر کر وہ کسی کو اپنا مدِ مقابل نہیں سمجھتا تھا۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ کا واسطہ شیران جیسے پاگل سے ہے۔ شیران نے اُس کی ہڈیاں بیاں توڑ کر اسے ختم کر دیا۔"

"اوہ۔ تم اس وقت وہاں موجود نہیں تھیں؟"

"مجھے ان کاموں کی نہ فرصت ہے نہ دلچسپی۔ بس میں نے بعد میں نا اور اس کے بعد انڈین آرمی نے شیران کو ہم سے طلب کیا لیکن وہ نا کہاں تھا جو میں اُسے اُن کے حوالے کرتی۔"

"دیکھا میں نے کہا تھا نا کہ وہ ایک انوکھی چیز ہے۔ کوئی ب انسان تو اس کو قابو میں کر ہی نہیں سکتا۔" ایڈنا بولی۔ موفی ماروین فخر کے ساتھ سوچا کہ وہ میں ہُوں جس نے شیران جیسے سرکش کو قابو ل کیا ہُوا ہے۔

"تو پھر موفی ماروین اس سلسلے میں تم میری کیا مدد کر سکتی ہو؟"

"میں کوئی ایسی ترکیب سوچوں گی جس سے یہ اندازہ ہو سکے ر شیران کس سمت میں گیا ہے اور اگر ہمیں اس کی سمت کا اندازہ ہو گیا تو پھر ایڈنا ڈمپل تم واپس چلی جانا۔ میں اس کو کسی نہ کسی طرح قابو ل کر کے تنظیم کے حوالے کر دوں گی۔" موفی ماروین نے کہا۔

"نہیں۔ مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے ہی لوٹوں۔ وہ بڑی اہم شخصیت کا مالک ہے ز نہیں سمجھتیں ماروین؟ تم نہیں سمجھتی ہو۔"

"تو پھر تمھارا کیا پروگرام ہے؟"

"ابھی یہیں قیام کروں گی۔ تم میری مدد کرو۔ اس کے بارے میں جس طرح ممکن ہو سکے تحقیقات کراؤ اور مجھے اس سے مطلع کر دو۔"

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی۔" موفی ماروین نے کہا اور ایڈنا ڈمپل پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

❁

شیران واقعی موفی ماروین سے متاثر ہو گیا تھا اور یہ اس کی فطرت تھی جس سے متاثر ہو جاتا اُس کی تمام باتیں آنکھیں بند کر کے ماننے لگتا تھا۔ مارلینو پہلا شخص تھا جس پر زندگی میں پہلی بار شیران نے اعتبار کیا اور یہ اعتبار اتنا مضبوط تھا کہ دُنیا کے ہر فرد کو دھوکہ دینے اور اس سے لاپروائی برتنے کے باوجود شیران آج تک مارلینو کو نظر انداز نہیں کر سکا تھا اور اس کے مفاد کے لیے ہر وقت کام کرنے کو تیار رہتا تھا۔ مارلینو کی شخصیت اُس کے دل و دماغ میں اس طرح بیٹھ گئی تھی کہ اب اُسے نکالنا غالباً موفی ماروین کے لیے بھی ممکن نہیں تھا۔ دوسری شخصیت موفی ماروین کی تھی جو ایک عورت کی حیثیت سے شیران کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ شیران کی اپنی شخصیت کچھ بھی ہو لیکن بلاشبہ موفی ماروین کا یہ عظیم کارنامہ تھا جسے شیران کے جاننے والے سنتے تو کبھی یقین نہ کرتے اور یقین کر لیتے تو موفی ماروین کو دُنیا کی سب سے ذہین اور زیرک عورت کہہ سکتے تھے۔ بہرطور موفی ماروین نے اسے سانگلی بستی میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا تھا لیکن شکاریوں کو ہدایت تھی کہ شیران کو سانگلی بستی میں لے جانے کے بجائے ایسے علاقوں میں بھٹکاتے رہیں جہاں اُسے خوب اچھی طرح شکار ملے اور وہاں سے بد دل نہ ہو۔

چنانچہ جو شکاری شیران کے ساتھ روانہ ہُوئے تھے۔ وہ موفی ماروین کے انتہائی اعتماد کے لوگ تھے اور شکار کی دُنیا بے مثال حیثیت رکھتے تھے۔ تھاور نامی ایک شکاری شیران کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ نہایت تجربے کار شکاری تھا اور ایک دوپہر اُس نے شیروں کا ایک جوڑا شکار کر کے شیران کی توجہ حاصل کر لی تھی۔ اس وقت وہ کافی دُور تک سفر کرنے کے بعد ایک جگہ آرام کرنے کے لیے بیٹھے تھے کہ تھاور کی نگاہ ایک سمت اُٹھ گئی۔ تقریباً پندرہ گز کے فاصلے پر ایک بہت بڑا چیتل کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے اگلے دونوں پیر مل چکے تھے۔ گردن میں خم پڑ چکا تھا۔ حملہ کرنے سے پہلے چیتل اپنے بدن کو اس طرح تولتا جیسے غالباً اگلے لمحے چیتل اُن پر حملہ کرنے والا تھا لیکن شیروں کے اس مسکن میں شکاری غافل نہیں تھے۔ تھاور نے لپک کر رائفل اُٹھالی دفعتاً کوئی بیس فٹ کے فاصلے پر اُسے کسی جانور کے حرکت کرنے کی آواز سنائی دی اور اُس

کا خیال چیتل کی طرف سے ہٹ گیا۔ ایک لمحے کے لیے وہ اپنے نشانے سے ہٹ کر اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ دُوسرے لمحے اُس نے دیکھا کہ چیتل اپنی جگہ سے بارہ فٹ دُور ہٹ گیا تھا۔ اور پوری قوت سے چاروں ٹانگیں پھیلا کر جست کی حالت میں معلق تھا۔ دوڑتے ہُوئے جانور پر نشانے لگانے میں تھاور کو کمال حاصل تھا لیکن پتہ نہیں کیوں اُس نے فائر نہیں کیا بلکہ اُس کی توجہ دُوسری طرف ہٹ گئی۔ وہ عقب سے آنے والی آواز کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ جس نے اُسے چونکا دیا تھا اور وہیں اُس نے شیروں کا ایک جوڑا دیکھا جو اگلے پنجوں پر بھاگتے ہُوئے چیتل کی طرف دیکھ رہا تھا۔

شیر کے پچھلے پاؤں پیچھے جھاڑی میں چھپے ہُوئے تھے۔ لیکن اگلے پاؤں اور سر صاف نظر آ رہے تھے۔ تھاور کا اور اُس کا فاصلہ بمشکل تمام دس بارہ گز ہوگا اور اس وقت اگر وہ ان پر آن پڑتا تو فائر کرتے کرتے بھی اُن میں سے ایک دو ضرور اُس کا شکار ہو جاتے۔ ایسے نازک وقت میں تھاور نے جسم موڑے بغیر رائفل کا رُخ شیر کی طرف کیا اور فائر کر دیا۔ شیر کی غرّاہٹیں خوفناک تھیں۔ تھاور نے دُوسرا فائر کیا اور یہ دونوں فائر اتنے شاندار تھے کہ شیروں کے اس جوڑے کے سروں کے چیتھڑے اُڑ گئے تھے۔ شیران چونک کر سیدھا ہو گیا تھا۔ شیر کی آواز اُس نے بھی سُن لی تھی پھر جب اُس نے صورتِ حال کا جائزہ لیا تو تھاور کو شاباش دینے پر مجبور ہو گیا۔ بلاشبہ یہ کمال تھا اور وہ خود اس جوڑے کو نہیں دیکھ سکا تھا۔

اس طرح تھاور اس کا منظورِ نظر بن گیا تھا اور اب زیادہ تر وہی شیران کے ساتھ رہتا تھا۔ کئی بار شیران نے سانگل بستی کے بارے میں پوچھا تو تھاور نے کہا کہ بستی میں داخل ہونے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ ہم بستی کے اطراف میں شیروں اور دُوسرے آدم خوروں کا خاتمہ کریں تاکہ بستی والوں کو نجات مل جائے۔ درندے بستی میں موجود نہیں ہیں۔ بلکہ بستی کے اطراف میں گھومتے رہتے ہیں اور یہاں کوئی انسان نظر آتا ہے اسے اپنا شکار بنا لیتے ہیں۔"

"گویا سانگل بستی یہاں سے بالکل قریب موجود ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"ہاں بس تھوڑے ہی فاصلے پر۔" تھاور نے جواب دیا۔

بہرطور شیران یہ سُن کر مطمئن ہو گیا تھا۔ جنگل میں اُسے شکار کے بہترین مواقع حاصل تھے۔ طرح طرح کے جانور نظر آتے تھے اور شیران ان پر خوب مشقِ ستم کر رہا تھا۔

"رانی ایراوتی کا خیال آتا تو وہ سوچتا کہ رانی نے خود ہی اُسے اس مہم پر بھیجا ہے اس لیے یقیناً وہ اس کا انتظار نہیں کر رہی ہوگی۔"

پھر ایک صبح جب بانسوں کے جنگل سے نکل کر وہ بجھر سمت کافی دُور تک چلے گئے تو شیران نے یہاں ایک مختلف جانور دیکھا۔ سُرخ رنگ کا یہ جانور بہت خونخوار محسوس ہو رہا تھا۔ کمر پر گردن سے دُم تک ہلکی سیاہ دھاری، پیٹ اور پیروں کے اندرونی حصّوں کا رنگ میلا زرد، کان کھڑے ہُوئے اور چھوٹے کانوں کی نوکیں سیاہ تھیں۔ ان کے سروں پر سیاہ بالوں کے گچھے اور اُس کے آخری حصّے میں چھوٹا سا سفید بالوں کا دائرہ تھا۔ کمر پتلی، سینہ چوڑا، جبڑا انتہائی بھیانک۔ شیران دلچسپی سے رُک گیا تھا لیکن تھاور کی نگاہ اُس پر پڑی تو اس کا مُنہ خوف و حیرت سے کھُل گیا۔

"یہ کون سا جانور ہے؟" شیران نے کہا۔

"شیران صاحب اُسے شکار نہ کریں اگر آپ نے ایک کو شکار کر لیا تو پھر یہ سمجھیں کہ آپ کو بے شمار جنگلی کتّوں سے واسطہ پڑے گا۔"

"یہ جنگلی کتّا ہے؟" شیران نے سوال کیا۔

"ہاں۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ قدرت نے جنگلی کتّے کو اس لیے بنایا ہے کہ وہ رُوئے زمین کے سب سے تیز دوڑنے والے جانور اور سب سے بڑے حیوان ہاتھی کے علاوہ سب کو ہڑپ کر لے۔ حقیقت یہ ہے شیران صاحب کہ جنگلی کتّا سوائے ہرن کے ہر جانور کو دوڑ کر پکڑ لیتا ہے اور سوائے ہاتھی کے ہر جانور کو مار ڈالتا ہے اور کھا جاتا ہے۔ ان میں عجیب و غریب عادت یہ ہے کہ یہ اکیلے کبھی نہیں رہتے۔ دس بارہ سے لے کر چالیس پچاس کا غول ساتھ رہتا ہے اور ساتھ ہی شکار کے لیے نکلتا ہے۔ یہ کتّا یقیناً تنہا نہیں ہوگا۔ آپ نے اس کا شکار کر لیا تو پھر یوں سمجھیے کہ آپ کو بے شمار کتّوں کے غول سے واسطہ پڑے گا۔"

"واہ۔ ہماری تعداد بھی بہت کافی ہے۔ دیکھیں تو سہی کہ یہ جانور کتنا خطرناک ہے۔" شیران نے کہا اور رائفل سنبھال لی لیکن تقدیر یاور تھی۔ شکاری تو بدحواس ہو گئے تھے کہ اب ان کی شامت آئی لیکن کتّا خود ہی جست کر کے کسی طرف نکل گیا تھا۔

شیران نے رائفل نیچے کر لی کیونکہ کتّا جھاڑیوں میں گم ہو گیا تو اُس نے سرد لہجے میں کہا "اس وقت تو یہ نکل گیا لیکن اُسے تلاش کریں گے۔ میں دیکھوں گا کہ یہ جنگلی کتّے کس طرح انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔"

"آپ شاید یقین نہ کریں گے شیران صاحب کہ جنگلی کتّوں کا وجود شکار کے لیے بے حد مضر ہے چونکہ یہ زیادہ تر چھُپ کر شکار کرتے ہیں۔ اس لیے ان سے دُور دور تک ہر قسم کے درندوں اور چرندوں کو پناہ نہیں ملتی۔ حد یہ ہے کہ پانی میں کُودنے کے باوجود یہ موذی اپنے شکار کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ پانی میں دو سو گز تک تیر کر یہ اپنے شکار

پہنچ جاتے ہیں اور ان کی کمر پر چڑھ کر سر اور گردن نوچنے میں ال کے مشتاق ہیں مگر یہ بھی فطرت کی ستم ظریفی ہے کہ گہرے پانی جنگل تالابوں میں ایک دو مگرمچھ ضرور ہوتے ہیں۔ اُنھیں جب خون کی بو پہنچتی ہے تو شکار اور شکاری دونوں کو پکڑ کر لقمہ بنا لیتے ہیں۔ آپ یہ سن کر بھی حیرت ہوگی کہ سوائے مگرمچھ کے اور کوئی جانور اس جنگل کتے کو نہیں کھاتا۔ بہت سے مگرمچھوں کے پیٹوں سے جنگلی کتّوں کی لاشیں برآمد ہُوئی ہیں۔" تھاور نے کہا۔

"مجھے ان کتّوں سے کافی دلچسپی محسوس ہو رہی ہے۔ کیا ہم ان میں سے دو چار کتّے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے؟ یہ تو شکار کے لیے بہت مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔" شیران نے کہا۔

"ممکن نہیں ہے۔ ان کی مادائیں جب بچے دیتی ہیں وہ جگہ انسانی نگاہوں تک نہیں آتی وہ وہیں پلتے بڑھتے ہیں اور جوان ہو کر اپنے غول کے ساتھ ہی باہر نکلتے ہیں۔" تھاور نے بتایا۔ شیران کی آنکھوں میں گہری دلچسپی کے آثار تھے پھر اُس نے آہستہ سے کہا "تب تو میں ان کتّوں کے بچّوں کو تلاش کروں گا۔ میں اُنھیں رانی ایراوتی کے محل میں پرورش کروں گا۔" شکاری خوفزدہ ہو گئے تھے۔ کتّوں کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ اگر اُنھیں چھیڑا گیا تو پھر ان سے جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔ بہرطور شیران بھی اتنا ہی خونخوار درندہ تھا۔ اس لیے وہ خاموش ہو گئے اب اُن کی یہی تمنا تھی کہ جنگلی کتّوں کا کوئی غول نظر نہ آئے ورنہ شیران کو روکنا اُن کے لیے ممکن نہ ہوگا۔ دُوسری طرف شیران کو ان کتّوں سے اتنی دلچسپی ہو گئی تھی کہ وہ اس علاقے سے ٹلنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا اور مسلسل کتّوں کی تلاش میں سرگرداں تھا۔

شکاریوں کی خوش بختی تھی کہ اس تلاش کے دوران شیران کو جنگلی کتّے نظر نہیں آئے ورنہ اس کا یہی پلان تھا کہ کتّوں پر فائر کیا جائے گا اور پھر اُن کے پیچھے گھوڑے دوڑائے جائیں گے تاکہ ان کے مسکن کا پتہ چلایا جا سکے۔ یہ ایک احمقانہ خیال تھا اور شکاری جانتے تھے کہ یہ ممکن نہیں ہے پھر ان کی بدقسمتی رنگ لائی۔ ایک شام اُنھیں یہ غول نظر آ ہی گیا۔ پندرہ یا بیس کتّے تھے۔

شیران نے اُنھیں دیکھا، اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کیا اور گھوڑا ان کے پیچھے ڈال دیا لیکن بہت جلد اسے احساس ہو گیا کہ گھوڑا ان کتّوں کو پکڑنے میں ناکام رہے گا۔ کتّوں کی رفتار بے پناہ تیز تھی اور وہ سونگھتے ہُوئے ایک سمت جا رہے تھے۔ آن کی آن میں وہ اتنی دُور نکل گئے کہ شیران کا گھوڑا بہت پیچھے رہ گیا۔

شیران گھوڑے کو بُری طرح مار رہا تھا اور گھوڑا اپنی انتہائی قوّت صرف کر کے دوڑ لگا رہا تھا لیکن وہ کتّوں کو نہ پکڑ سکا البتہ یہ ہُوا کہ اس کے شکاری ساتھی بہت پیچھے رہ گئے اور جب کتّوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی معدوم ہو گئیں تو شیران غصّے اور جھنجلاہٹ میں گھوڑے کی باگیں کھینچ کر رُک گیا۔

"وہ چند لمحات کچھ سوچتا رہا پھر اُس نے ایک سمت کا تعین کر کے گھوڑے کو آگے بڑھانا شروع کر دیا۔ شکاری اسے خود بھی تلاش کریں گے۔ اُس نے سوچا اور سفر کرتا رہا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ لق و دق صحرا میں وہ تنہا تھا۔ شام ہوتے ہی جنگلی جانوروں کی آوازیں اور بڑھ گئی تھیں۔ قرب و جوار سے ہولناک آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ شیر کی گرج بھی سنائی دے جاتی تھی۔ شیران ایک لمحے تک کچھ سوچتا رہا۔ ان حالات سے وہ زندگی میں کبھی نہیں گھبرایا تھا لیکن قیام کے لیے اُسے کسی ایسے گھنے درخت کی ضرورت تھی جہاں جانوروں سے پناہ حاصل کی جا سکے۔

چنانچہ اُس نے ایک درخت کا انتخاب کر لیا اور پھر گھوڑے کو درخت کے تنے کے پاس روک کر خود درخت پر چڑھنے لگا۔ درخت کی گھنی اور مضبوط شاخوں کے درمیان اُسے بہترین پناہ گاہ مل گئی اور اُس نے گردن جھٹک کر اس پناہ گاہ کو اپنا لیا۔ اس کے ذہن میں متعدد خیالات گردش کر رہے تھے۔ شکاریوں کو اس تک پہنچ جانا چاہیے ورنہ اُسے اس جنگل میں راستے تلاش کرنے میں خاصی دُشواریاں ہوں گی۔ نجانے وہ بھٹک کر کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا۔

بہرطور اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ دُوسری صبح شکاریوں کو تلاش کرے گا۔ رات بھر سکون رہا۔ بارہا شیران کی آنکھ کھُلی اور اُس نے گھوڑے کو درخت کے تنے کے پاس موجود پایا۔

دوسری صبح شیران درخت سے اُترا۔ بھوک لگ رہی تھی غصّے اور جھنجلاہٹ میں وہ دانت پیس رہا تھا۔ پتہ نہیں کم بخت شکاری کہاں مر گئے تھے۔ دیر تک وہ اُن کا انتظار کرتا رہا۔ کئی بار اُس نے درخت پر چڑھ کر اطراف پر بھی نگاہ ڈالی کہ شاید دن کی روشنی میں شکاری نظر آ جائیں لیکن وہاں کسی کا پتہ نہیں تھا تب وہ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر ایک سمت چل پڑا۔ اب اُسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ شکاری ملتے ہیں یا نہیں ملتے۔

رائفل اور کارتوس اُس کے پاس موجود تھے۔ شکار کیا جا سکتا تھا چنانچہ تقریباً دس بجے دن کو اُس نے ایک چیتل شکار کیا۔ خوبصورت چیتل کو شکار کر کے اُس نے وہیں آگ روشن کی اور اُسے بھوننا شروع کر دیا۔ اس وقت وہ وحشت خیزی کے موڈ میں نہیں تھا ورنہ بھوک اتنی شدید تھی کہ وہ کچا گوشت ہی کھانا شروع کر دیتا۔

شکار کے گوشت بھُننے کی خوشبو چاروں طرف پھیل رہی تھی۔

اور شیران سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے شکاری اس خوشبو کا سہارا لے کر یہاں تک پہنچ جائیں لیکن دُور دُور تک اُسے کسی کا وجود نہیں ملا۔ پیٹ بھرنے کے بعد وہ وہاں سے آگے چلنے کا فیصلہ کرکے گھوڑے کی پُشت پر سوار ہوگیا اور پھر جنگل کے ایک حصّے کو عبور کرکے وہ ایک میدان میں آنکلا لیکن میدان کے انتہائی سرے پر اُسے کچھ تحریک محسوس ہوئی اور وہ بغور اُدھر دیکھنے لگا۔ اس کی تجربہ کار نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ یہ انسان ہی تھے۔ گویا کوئی بستی قریب ہے۔ چلو ٹھیک ہے بستی میں چل کر دیکھا جائے کون سی بستی ہے اور یہاں کے لوگ کس طرح زندگی گزارتے ہیں۔ ممکن ہے یہ سانگل بستی ہو جس کے نواح میں جنگلی درندے طوفان اُٹھائے ہوئے ہیں اگر سانگل بستی میں پہنچ جایا جائے تو پھر ان درندوں سے نمٹنے کے لیے نمایاں طور پر کام کیا جاسکتا ہے۔ شکاری ممکن ہے اُسے تلاش کرتے ہوئے اس طرف آنکلیں۔ چنانچہ اُس نے گھوڑے کا رُخ بستی کی جانب کردیا۔

ایڈنا ڈمپل کو موفی ماروین کی طرف سے کوئی شک نہیں ہو سکا تھا۔ موفی ماروین نے جس انداز میں اُسے شیران کی کہانی سنائی تھی۔ اُس سے ایڈنا نے اندازہ لگالیا تھا کہ چونکہ موفی ماروین شیران کی اصلی حیثیت سے واقف نہیں تھی۔ اس لیے اُس نے واقعی شیران کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ وہ خود شیران سے متاثر تھی لیکن یہ ضروری بات نہیں تھی کہ موفی ماروین بھی اس کی شخصیت سے اتنی ہی متاثر ہوتی تاہم اُسے تشویش تھی کہ آخر شیران کس طرف نکل گیا یہاں وہ فی الوقت موفی ماروین ہی کا سہارا لینا چاہتی تھی تاکہ شیران کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ ہو جائے۔ یہ اندازہ لگانے کے بعد وہ خود بھی شیران کی تلاش کے لیے کوشش کرسکتی تھی۔ اپنی حیثیت سے کام لے کر وہ ہندوستانی آرمی کو بھی اپنے ساتھ ملوث کرسکتی تھی لیکن یہ ساری باتیں اس کے ذہن کے گوشوں میں ہلچل سی مچائے رہتی تھیں۔ شیران کو تلاش کرنا ضروری تھا۔ اس کے تحفظ کا بندوبست بھی وہ کرچکی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ اُس کا آدمی مطلوبہ جگہ پہنچ چکا ہوگا اور وہاں شیران کے تحفظ کے انتظامات کرلیے گئے ہوں گے لیکن یہاں تو شیران ہی لاپتہ تھا۔ موفی ماروین کو وہ دوبارہ اس سلسلے میں یاد دہانی کراچکی تھی اور موفی ماروین نے اس سے یہی کہا تھا کہ وہ شیران کی تلاش کی ہرممکن کوشش کررہی ہے کیونکہ تنظیم کو اس کی ضرورت ہے۔ ایڈنا ڈمپل کو موفی ماروین کی اس بات پر کوئی شک نہیں ہوا تھا لیکن ایک رات وہ عجیب مخمصے میں گرفتار ہوگئی۔ موفی ماروین کے ساتھ ڈنر کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں واپس آگئی تھی اور اپنی مسہری پر لیٹ کر واقعات کا تجزیہ کررہی تھی۔

ماروین نے یہاں اس کا شایانِ شان استقبال کیا تھا اور ایڈنا ڈمپل کو ایاوتی پیلس میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔ اس کے ساتھی بھی مطمئن اور مسرور تھے۔ رات کے تقریباً پونے بارہ بجے تھے کہ ایڈنا ڈمپل کو اپنی خوابگاہ کے دروازے پر ہلکی سی دستک محسوس ہوئی۔ اُس نے اُٹھ کر دروازہ کھولا کیونکہ سونے کے لیے وہ خوابگاہ کا دروازہ اندر سے بند کرچکی تھی۔ دروازہ کھولنے سے پہلے اُس نے آنے والے کے بارے میں استفسار ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اُسے اپنے دونوں ساتھی نظر آئے اُن کے ساتھ ایک تیسرا فرد بھی تھا جو مقامی ہی تھا۔ ایڈنا ڈمپل چونک پڑی۔

"آؤ" اُس نے سرد لہجے میں کہا اور اس کے دونوں ساتھی نئے آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوگئے۔

"ناوقت مداخلت کی معافی چاہتے ہیں۔ مادام لیکن اس شخص کی آپ سے ملاقات کرانا بے حد ضروری تھی۔"

"کون ہے یہ؟" ایڈنا ڈمپل نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"میرا نام جے سنگھ ہے میڈم اور آپ مجھے اپنے خادموں میں سمجھیے۔۔۔ میں آپ کی شخصیت سے واقف ہوچکا ہوں۔"

"ہوں۔ مجھ سے ملاقات کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"میں آپ کے سامنے کچھ انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ انکشاف میری زندگی ختم کرنے کا باعث بھی بن سکتا ہے لیکن مجھے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں ہے۔"

"بیٹھو۔ بیٹھ جاؤ کیا کہنا چاہتے ہو اور سنو تم میں سے ایک دروازے کے قریب جاکر رُکے اور قریب دیوار پر نگاہ رکھے اگر کوئی خطرہ ہو تو مجھے اس سے آگاہ کیا جائے۔" ایڈنا ڈمپل نے صورتِ حال کی نزاکت کو کسی حد تک بھانپ لیا تھا چنانچہ اُس کا ایک آدمی دروازے سے باہر نکل گیا۔ دُوسرا آدمی اندر ہی موجود رہا تھا۔ یہ ایڈنا ڈمپل کے انتہائی رازدار لوگوں میں سے تھے اس لیے ڈمپل ان سے کچھ چھپانے کی خواہش مند نہیں تھی پھر اُس نے نووارد کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ہاں جے سنگھ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو!"

"میڈم آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ میری باتوں پر یقین کریں گی اور مجھ سے ناراض ہوکر کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھائیں گی جو میرے لیے پھانسی کا پھندہ بن جائے۔ ہاں اس بات کا آپ کو اختیار ہے کہ اگر مجھے جھوٹا پائیں تو جس طرح بھی چاہیں میرے لیے سزا تجویز کردیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے کہو کیا بات ہے؟" ایڈنا ڈمپل نے نرم لہجے میں کہا۔

"کیا یہ سچ ہے میڈم کہ آپ شیران نامی قبائلی کی تلاش میں

یہاں آئی ہیں؟" جے سنگھ نے کہا اور ایڈنا ڈمپل پُرخیال نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ سچ ہے اور یہ بات تمھیں معلوم ہے اس کے لیے مجھے کوئی تردّد نہیں ہے کیونکہ بہرطور ہم تمھیں اپنے دوستوں میں تصور کرتے ہیں۔"

"شکریہ میڈم۔ آپ شیران کی تلاش میں آئی ہیں اور مجھے علم ہوا ہے کہ آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ شیران نامی شخص اسی وقت یہاں سے جاچکا ہے۔ جب اُس نے ونود کا پیغام رانی ایراوتی کو دیا تھا۔ مجھے یہ بھی علم ہوا ہے میڈم کہ آپ کو اطلاع دی گئی ہے کہ شیران کی ذات میں یہاں کوئی دلچسپی نہیں لی گئی حالانکہ یہ غلط ہے۔ شیران جب یہاں آیا تھا تو رانی ایراوتی شکارگاہ میں شکار کرنے گئی ہوئی تھیں۔ شیران وہیں شکارگاہ میں پہنچا اور رانی ایراوتی کے ساتھ واپس آیا لیکن صورتِ حال ایسی تھی کہ یہاں موجود تمام لوگ حیران رہ گئے تھے۔ اُنھوں نے تجزیہ کیا کہ شیران کو رانی ایراوتی کی خاص توجہ حاصل ہے پھر پتا نے کس طرح شیران نے بھوپت سنگھ کو ختم کردیا۔ بھوپت سنگھ میرا بھائی تھا میڈم۔ میں اپنے آپ کو ان تمام معاملات میں بے غرض نہیں کہہ سکتا۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ صرف آپ کی وفاداری میں، میں آپ کو یہ اطلاع دینے چلا آیا ہوں بلکہ میرے سینے میں انتقام کا جہنم سلگ رہا ہے۔ میں شیران سے اپنے بھائی بھوپت سنگھ کا انتقام لینا چاہتا ہوں تو میں آپ کو بتا رہا تھا میڈم کہ شیران رانی ایراوتی کا منظورِ نظر تھا۔ میں آپ کو یہ بھی بتا دوں میڈم کہ یہ چیزیں میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھیں لیکن یہاں آکر میں نے جس طور تحقیقات کی ہیں اس سے مجھے یہی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ مجھے یہاں آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا لیکن میرے یہاں آنے کا مقصد شیران تھا کیونکہ مجھے علم ہوچکا تھا کہ یہی میرے بھائی کا قاتل ہے۔ شیران کو میں نے آپ کے آنے سے بارہ گھنٹے قبل محل ہی میں دیکھا ہے جب کہ میری اطلاع کے مطابق آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ شیران یہاں رُکے بغیر چلا گیا تھا۔"

"اوہ تم وثوق سے کہہ سکتے ہو کہ تم نے شیران کو یہاں دیکھا تھا؟"

"میڈم۔ میں آپ کے سامنے یہ بات کہہ رہا ہوں لیکن اگر آپ اپنے ساتھیوں سے اس بات کی تحقیقات کرائیں تو میرا خیال ہے محل کے بیشتر افراد اس بات کی تصدیق کردیں گے۔ شیران اس رات اچانک غائب ہوگیا وہ کہاں گیا۔ اس بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں لیکن میں آپ کو یہ اطلاع دینا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ میں خود بھی اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ مل جائے تو میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرکے پُرسکون ہوسکوں اور یہ محسوس کروں کہ میں نے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لے لیا ہے۔"

"ہوں۔ تمھارا نام جے سنگھ ہے نا!"

"جی میڈم۔"

"جے سنگھ میں تمھیں اس اطلاع پر انعام بھی دے سکتی تھی لیکن تمھارا انعام مجھ پر قرض ہے کیونکہ اگر ابھی میں تمھیں انعام واکرام سے نوازدوں گی تو رانی ایراوتی کو تم پر شُبہ بھی ہوسکتا ہے۔ بہرطور تم اپنے آپ کو میری پناہ میں تصور کرو اور بے فکر رہو تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچ پائے گا۔ ہاں میرے لیے مزید کام یہ کرو کہ شیران کی نئی رہائش گاہ کا پتہ چلاؤ اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ رانی ایراوتی نے اُسے کہاں چھپایا ہے اور اس چھپانے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے!"

"کھلے الفاظ میں سُننا چاہتی ہیں میڈم تو سُن لیجیے کہ رانی ایراوتی شیران کو پسند کرتی ہے۔ وہ کمزور کردار کی عورت نہیں ہے ہم نے آج تک اُسے کبھی کسی سے متاثر ہوتے نہیں پایا۔ اس کا کردار بے داغ رہا ہے۔ وہ اپنا زیادہ تر وقت سیروشکار میں صَرف کرتی ہے یا پھر پروجیکٹ کی دیکھ بھال میں، جو کچھ وہ کررہی ہے اس کے سلسلے میں ہماری حکومت بھی مطمئن ہے اور یقیناً آپ کے ملک کے لوگ بھی مطمئن ہوں گے لیکن اس واقعے نے اسے ہماری نظروں میں مشکوک کردیا ہے۔ آخر اس نے بھوپت سنگھ کے قاتل کو کیوں چھوڑ دیا۔ میری اپنی تحقیقات کا یہی نتیجہ نکلا ہے میڈم کہ رانی ایراوتی شیران [illegible] خاص [illegible] دیکھتی ہے اور شیران اس کی پناہ میں ہے۔"

"[illegible] جے سنگھ جو کچھ بھی ہے یہ تمھاری ہی ذمے داری ہے کہ شیران کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور اگر تمھیں کچھ معلوم ہو جائے تو انتہائی محتاط انداز میں مجھے اس کی اطلاع دے دو۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔ آپ مطمئن رہیں۔ میں آپ کے معاون کے طور پر یہاں کام کروں گا۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔"

ایڈنا ڈمپل نے جے سنگھ سے پُرتپاک انداز میں ہاتھ ہلایا اور جے سنگھ اس آدمی کے ساتھ دروازے سے باہر نکل آیا۔۔۔ وہ چاروں طرف دیکھتا ہوا محتاط انداز میں آگے بڑھ رہا تھا لیکن اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ دو آنکھیں اُسے دیکھ رہی ہیں۔۔۔ دو خوفناک چھوٹی اور چمکیلی آنکھیں جو ہکنس کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھیں اور ہکنس موفی ماروین کا خاص جاسوس تھا جسے جے سنگھ کی نگرانی پر مقرر کیا گیا تھا۔

ایڈنا ڈمپل نے جے سنگھ کے جانے کے بعد دروازہ بند کرلیا۔ وہ اپنے اس وقت کے جذبات کا اظہار کسی پر کرنا نہیں چاہتی تھی تنظیم عام عورتوں کو معمولی حیثیت سے بھی منتخب نہیں کرتی تھی۔ اس تنظیم کا سب سے ادنیٰ رُکن بھی بہترین صلاحیتوں

کا مالک ہوتا تھا اور خوب جانچ پڑتال کے بعد اسے تنظیم کے نام سے روشناس کرایا جاتا تھا۔ چہ جائیکہ تنظیم کے ایسے عہدیدار جن پر اہم ترین معاملات میں بھروسہ کیا جاتا ہو۔ ان کی صلاحیتیں عام لوگوں سے بہت بلند ہوں اور وہ ان تمام انسانی فطری کمزوریوں سے بالاتر ہوں جو جذبات کی غلام ہوتی ہیں۔ وہ عام انسانوں جیسی سوچ ہی نہ رکھتی ہوں۔ ان کی تعلیم ان کی سوچ ان کی ذہانت سب سے برتر ہو۔ انسانی زندگی ان کی نگاہ میں بے وقعت ہو۔ روئے زمین پر اگر کچھ ہے تو تنظیم کا مفاد . . . اس کے لیے کسی چیز کی سلامتی ضروری نہیں ہے۔ تنظیم کے مفاد کے لیے ملک تباہ کیے جا سکتے ہیں انسان کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسی ٹھوس شخصیت تنظیم میں شامل ہوتی تھیں جو دیکھنے میں انسان لیکن انسانوں سے یکسر مختلف۔

ایڈنا ڈمیل اور مونی ماردین بھی انہی سخت ترین امتحانات سے گزاری گئی تھیں۔ انھیں غیر انسانی تربیت دی گئی تھی۔ ان سے ان کی نرم دلی چھین لی گئی تھی۔ ان کے جذبات پتھر کر دیے گئے تھے۔ وہ کندن بن گئی تھیں لیکن سارا کھیل بگڑ گیا تھا۔ سوئے ہوئے جذبات نے ایک معمولی تحریک لے کر کروٹ بدلی اور ساری تربیت سارا عہدہ خاک میں مل گیا۔ وہ فطرت کے تقاضوں کا شکار ہو گئیں۔ درحقیقت کوئی عام انسان ان کے لیے کسی حقیر کیڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن بات عام انسانوں کی ہوتی تب نا۔ سامنے تو شیران آیا تھا۔ وہ اپنی تربیت سے متاثر ہو کر جانور بن گئی تھیں اور ان سے بدترین شخص ایک دلکش شکل میں ان کے سامنے آیا تھا۔ دونوں اس کے لیے پاگل ہو گئی تھیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کے عشق میں بھی وحشت تھی۔

ایڈنا ڈمیل بُری طرح سلگ رہی تھی جے سنگھ کی دی ہوئی اطلاع نے اسے بھسم کر دیا تھا۔ مونی ماردین . . . چالاک عورت نے کتنی چالاکی سے میرے دل کی بات معلوم کر لی تھی اور اپنے سینے میں چھپے ہوئے راز کا نشان بھی نہیں دیا تھا۔ وہ بھی شیران کا شکار ہے۔ چالاکی اور ہوشیاری میں مونی ماردین کسی طور ڈمیل سے کم نہیں تھی۔ ڈمیل یہ بات جانتی تھی اور اس وقت وہ اپنے علاقے سے بھی دور تھی۔ اگر تنظیم کے معاملے کی کوئی بات ہوتی تو اس کے پاس طاقت کی کمی نہیں تھی لیکن یہ معاملہ سو فیصدی ذاتی تھا۔ نہ صرف ذاتی بلکہ تنظیم کو اس رقابت کی ہوا بھی نہیں لگنی چاہیے تھی ورنہ دونوں کو عبرتناک سزا ملتی۔ تنظیم میں بہت سی آزادیاں تھیں لیکن کسی بھی معاملے میں آپس کی چپقلش تنظیم برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ ایڈنا کو بہت کچھ سوچنا تھا۔ اس سلسلے میں کیا ترکیب کی جائے کافی دیر تک وہ غور کرتی رہی پھر کسی خیال کے تحت اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے سامان سے ایک سبز رنگ کا ننھا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر کوئی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگی۔ پھر درمیان میں ایک سبز رنگ کا بلب روشن ہو گیا۔ یہ دوسری طرف سے پیغام وصول کرنے کا اشارہ تھا۔

"بیتو سار . . ." ڈمیل سرد لہجے میں بولی۔ "کہاں ہو؟"

"گوردھن پورہ میں۔ بڑا خوبصورت علاقہ ہے۔ ہمارا مسکن پہاڑوں میں ہے اور ہم یہاں . . ."

"اس علاقے سے کتنی دور ہو جہاں میں ہوں۔" ڈمیل نے درمیان سے بات کاٹ دی۔

"بیس میل . . ."

"اچھی طرح معلومات حاصل کر لی ہیں؟"

"ہاں میڈم۔ بیتو سار کو اتنا ہلکا نہ سمجھیں۔" بیتو سار کی آواز سنائی دی۔ یہ وہی غنڈہ تھا جسے ایڈنا نے خفیہ طور پر یہاں روانہ کیا تھا تاکہ شیران کے تحفظ کے سلسلے میں اس کی مدد کر سکے۔

"نہیں بیتو سار، اگر تجھے ہلکا سمجھتی تو اپنے ذاتی کام کے لیے تیرا انتخاب نہ کرتی۔" ایڈنا ڈمیل نے کہا۔

"میڈم بالکل اطمینان رکھیں۔ بتائیں، بیتو سار کی ضرورت پیش آ گئی؟" بیتو سار نے پوچھا۔

"ابھی نہیں۔ ویسے میں جاننا چاہتی ہوں کہ تو کیا کر رہا ہے؟"

"اپنی نہ پوچھیں میڈم۔ بس یہ سمجھیں کہ آپ کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں اور باقی رہی ہماری بات تو ہم تو تفریح کرنے کے شوقین ہیں۔ گوردھن پورہ کے اطراف میں پہاڑی غار پھیلے ہوئے ہیں۔ انہی غاروں میں سے ایک جگہ ہم نے اپنے لیے بنا لی ہے۔ تین بستیوں میں ڈاکے ڈال چکے ہیں۔ بڑی اچھی بستیاں ہیں میڈم لوگ آسانی سے بات مان لیتے ہیں۔ ان ڈاکوں سے ہمیں مال تو بہت زیادہ نہیں ملا لیکن مزہ بہت آیا۔"

"اوہ . . . اوہ۔ اگر پولیس تمھارے پیچھے پڑ گئی تو میرے لیے بہت سی مشکلات پیش آ جائیں گی۔"

"نہیں میڈم پولیس کا تو یہاں دور دور تک پتہ نہیں ہے۔ سیدھے سادے لوگوں کی بستیاں ہیں۔ بس چیختے چلاتے لوگ سر پیٹنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔"

"اچھا اچھا اب تم اور کوئی ڈاکا نہیں ڈالو گے۔ تمھیں جتنی دولت کی ضرورت ہے وہ میں تمھیں فراہم کر دوں گی۔ تم جانتے ہو میں اس سلسلے میں کنجوسی نہیں کرتی۔"

"ارے نہیں میڈم، دولت کے لیے ڈاکے کون ڈالتا ہے، بس یہ تو ہمارا شوق ہے لیکن اگر آپ کہہ رہی ہیں تو آئندہ نہیں کھیلیں گے اور ایسی کوئی اور حرکت نہیں کریں گے مگر آپ کچھ کام تو بتلائے۔"

"ابھی نہیں، بس بہت تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے پھر میں تمھیں تمھارے کام میں مصروف کر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ جلدی سے ہمیں کام بتلایے۔ بغیر کام کے ہمیں مزا نہیں آتا۔" بیتو سار نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن تمھیں بہت محتاط رہنا ہے۔ تم جانتے ہو تم میرے لیے کتنی اہمیت کے حامل ہیں۔ تمھارے بغیر مجھے یہاں بہت مشکلات پیش آ جائیں گی۔"

"اور بیتو سار کو آپ کے بغیر ہانگ کانگ میں مشکلات پیش آتی ہیں میڈم۔ اس لیے آپ مطمئن رہیں۔ بیتو سار آپ کا کام دل و جان سے کرے گا۔"

"او کے۔" ایڈنا ڈمیل نے گردن ہلائی اور ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

وہ عجیب سی بے چینی کا شکار تھی۔ یہ جاننے کے بعد کہ شیران بھی کسی طرح مونی ماردین کی طرف توجہ ہے۔ اس کا دل و دماغ اپنے قابو میں نہیں رہا تھا۔ وہ بے چین ہو گئی تھی۔ حالانکہ شیران سے . . . اس کا کوئی خاص ذہنی ربط نہیں رہا تھا بلکہ بارہا کی کوشش اور شیران کی روگردانی کے بعد وہ کسی حد تک جھنجلا سی گئی تھی۔ اب تک تو یہی ہوا تھا کہ اس نے جس جانب نگاہ اٹھائی وہاں ٹھکرائے جانے کا کوئی تصور ہی نہیں ابھرا بلکہ لوگ خوشی سے اس کے قدموں میں جان نچھاور کرنے کو تیار ہو جاتے تھے۔ یہ پہلا آدمی تھا جس نے نا صرف اسے ٹھکرایا بلکہ اس پر کسی اور کو ترجیح دینے کا جرم بھی کیا۔ شیران کو اس بات کی سزا ضرور ملے گی۔ یقیناً اسے اس سلسلے میں معاف نہیں کیا جائے گا اور مونی ماردین اس مونی ماردین کی بچی کو تو میں اچھی طرح دیکھ لوں گی۔ ایڈنا ڈمیل کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ وہ اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اس کی نگاہیں چھت پر ٹکی ہوئی تھیں اور ذہن میں نجانے کیسے کیسے خیالات تھے۔

***

بکنس، مونی ماردین کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ ایراوتی پیلس کے ایک خوبصورت حصے میں اس کی یہ رہائش گاہ تھی۔ ایڈنا ڈمیل کو بھی ایک شاندار جگہ قیام کے لیے دی گئی تھی لیکن اس کا فاصلہ مونی ماردین کی قیام گاہ سے کافی دور تھا۔ اس وقت مونی ماردین کے پاس پہنچنا آسان بات نہیں تھی۔ رانی ایراوتی کی وصیت سے اس نے بہت سے ایسے قوانین نافذ کر رکھے تھے جو بہت سخت تھے اور ان کی پوری پوری پیروی کی جاتی تھی چنانچہ چوبداروں نے بکنس کو روک دیا۔

"میں رانی صاحبہ کی خدمت میں ایک اہم پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اگر یہ پیغام انھیں نہ مل سکا تو انھیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ تم اگر چاہو تو انھیں میرے آنے کی اطلاع دے سکتے ہو۔ اس کے باوجود اگر وہ مجھے طلب نہ کریں تو میں اصرار نہیں کروں گا۔"

بمشکل تمام بکنس نے چوکیدار کو اس بات کے لیے آمادہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد بکنس رانی ایراوتی کے سامنے پہنچ گیا۔

ایراوتی غالباً سو چکی تھی۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں، بال بکھرے ہوئے تھے اور اس کا چہرہ عجیب سا نظر آ رہا تھا۔ اس نے خواب آلود نگاہوں سے بکنس کو دیکھا اور پھر اپنے دماغ کو جھٹکے دے کر سنبھل گئی۔

"خیریت بکنس رات کا کونسا پہر ہے یہ . . ."

"پہلا پہر ہے میڈم لیکن میرا یہاں آنا بے حد ضروری تھا۔"

"یقیناً یقیناً۔ تم کسی خاص ہی کام سے آئے ہو گے۔ بیٹھو . . . ایک لمحہ رکو، میں ذرا منہ ہاتھ تو دھو آؤں۔ اس کے بعد سکون سے تم سے گفتگو کروں گی۔"

بکنس انتظار کر رہا تھا۔ چمکیلی آنکھوں والا یہ غیر ملکی رانی ایراوتی کے رازدار ساتھیوں میں سے تھا اور ایراوتی اس پر اعتبار کرتی تھی۔ چنانچہ وہ بکنس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"اب اس وقت تو میں کوئی خاطر تو نہیں کر سکتی۔ پیغام کیا لائے ہو، یہ بتاؤ؟"

"آپ نے مجھے جے سنگھ کی نگرانی پر مقرر کیا تھا نا رانی صاحبہ؟"

"ہاں . . . تو کیا جے سنگھ سے متعلق کوئی رپورٹ ہے؟" ایراوتی [illegible] چونک کر پوچھا۔

"میڈم جے سنگھ پہلے ایڈنا ڈمیل کے دونوں ساتھیوں سے ملا۔ ان سے اس نے جو گفتگو کی وہ تو میری سمجھ میں نہ آ سکی لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ میڈم ایڈنا ڈمیل کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا اور [illegible] کے بعد وہ لوگ کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔"

"کیا گفتگو کی ان لوگوں نے، اس کے بارے میں پتہ چلا؟" مونی ماردین نے مضطربانہ انداز میں پوچھا اور بکنس مسکرانے لگا۔

"میڈم آپ کا یہ خادم احمق نہیں ہے۔ حالانکہ آپ یقین [illegible] ابھی تک یہ گفتگو میں نے بھی نہیں سنی۔"

"کیا مطلب . . .؟"

"ایک منٹ۔" بکنس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا باکس نکال لیا جس کی لمبائی چوڑائی دو انچ سے زیادہ نہیں [illegible] اور وہ ننھے سے چوکور بکس میں کچھ کارروائی کرنے لگا۔ پھر اس نے [illegible] کا اوپری ڈھکن اٹھا دیا اور بکس سے باریک باریک انسانی آوازیں [illegible] لگیں۔ بکس اس نے مونی ماردین کے بالکل قریب رکھ دیا تھا۔ مونی [illegible]

نے آوازیں سُنیں۔

جے سنگھ ایڈنا ڈمپل کو اپنے بارے میں بتا رہا تھا شیران، جیوت سنگھ اور اس کے بعد مونی ماردین... مونی ماردین کے ہونٹ بھنچ گئے، وہ عجیب سے انداز میں گردن جھکائے جے سنگھ کی گفتگو سن رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ یہ گفتگو سنتی رہی... پھر اس نے ہکنس سے کہا۔

"مجھے یہ گفتگو دوبارہ سناؤ ہکنس" ہکنس نے رانی ایراوتی کی خواہش پر عمل کیا۔ تین بار یہ گفتگو سننے کے بعد مونی ماردین نے ہاتھ اُٹھایا۔ ہکنس نے ٹیپ ریکارڈر ٹائپ کی یہ چیز بند کر کے جیب میں ڈال لی۔ مونی ماردین کسی گہری سوچ میں گم تھی اور ہکنس اس کے سامنے خاموش بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر جب مونی ماردین دیر تک کچھ نہ بولی تو ہکنس نے کہا۔

"اب کیا حکم ہے میڈم؟ اس آدمی کو اگر آپ چاہیں تو آج ہی رات موت کی نیند سُلایا جا سکتا ہے۔"

"اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" مونی ماردین بے اختیار بولی۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں بھی اسی موضوع پر سوچ رہی تھی لیکن اسے ہلاک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"جی تو پھر...؟"

"تم خود بتاؤ ہکنس، ہم نے اسے ہلاک کر دیا تو اس سے ہمیں کیا ملے گا، سوائے اس کے کہ ایڈنا ڈمپل کا شبہ یقین میں تبدیل ہو جائے گا اور... اور وہ اپنا کام جاری رکھے گی۔"

"مگر اس کی اطلاع کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔"

"نہیں ہکنس، تم ڈمپل کو نہیں جانتے۔ وہ کیا ہے۔ یہ میں بتا سکتی ہوں۔ اسے کراس کرنا بے حد مشکل کام ہے۔" رانی ایراوتی نے جواب دیا۔

"تو پھر میڈم کیا حکم ہے اس بارے میں...؟"

"جے سنگھ کو اسی طرح رہنے دیا جائے۔ ہاں اگر تمہیں فرصت ہو ہکنس تو پھر اس سلسلے میں ایک باقاعدہ کام کرو۔ صورتِ حال کچھ عجیب سی ہو گئی ہے ہکنس۔ میں نہیں چاہتی کہ شیران، ایڈنا ڈمپل کے ہاتھ لگے۔"

"کیوں...؟"

"بس تم مجھ سے اس کی وجہ نہیں پوچھو گے۔"

"ٹھیک ہے میڈم، وہی ہوگا جو آپ چاہیں گی۔ میں آپ سے اس کی وجہ نہیں پوچھوں گا۔ ہکنس صرف آپ کی خدمات انجام دینے کو ترجیح دیتا ہے۔"

"شکریہ ہکنس۔ اگر یہ بات ہے تو پھر یہ سمجھ لو کہ میں بھی تمہیں اپنے خاص دوستوں کا درجہ دوں گی۔" مونی ماردین نے کہا۔

"یہ ہکنس کے لیے فخر کی بات ہوگی میڈم لیکن اب ہمیں اس موضوع پر سوچنا چاہیے۔"

"وہی سوچ رہی ہوں۔ ایڈنا ڈمپل کے علم میں یہ بات آ چکی ہے کہ میں نے شیران کو اس کی نگاہوں سے چھپانے کی کوشش کی ہے۔ وہ اگر چاہے تو تنظیم کو بھی اس کے بارے میں اطلاع دے سکتی ہے لیکن ہکنس اس کی ایک کمزوری میری نگاہ میں آئی ہے۔ وہ شیران کو شاید چاہتی ہے اور اس کے حصول کے لیے کچھ خفیہ کوششیں کرنے کی خواہش مند ہے۔ تنظیم شیران کے سلسلے میں کیا چاہتی ہے۔ اس بارے میں تو مجھے ابھی تفصیلات نہیں معلوم ہو سکیں لیکن میرے لیے کچھ مشکلات اور بھی ہیں۔ میں تنظیم سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کر کے معلوم بھی نہیں کر سکتی چونکہ تنظیم جب ایک کام کسی شخص کے سپرد کر دیتی ہے تو پھر اس کے بعد دوسروں کو اس کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہ چھان بین کرے۔ شیران کا معاملہ سو فیصدی ایڈنا ڈمپل کے ہاتھ میں ہے اور میں کسی طور پر اس پر قبضہ نہیں رکھ سکتی لیکن ہکنس یہاں میں تھوڑی سی الجھن کا شکار ہوں اور سوچ رہی ہوں کہ کہیں اپنی حماقتوں کی وجہ سے تنظیم کے عتاب کا شکار نہ ہو جاؤں۔"

"حماقتیں...؟" ہکنس نے تعجب سے پوچھا اور مونی ماردین چونک پڑی۔

"ہاں میں اسے حماقت ہی کہہ سکتی ہوں۔" اس نے دوسرے لمحے خود کو سنبھال لیا اور بولی۔ "میں شیران کو ایڈنا ڈمپل سے بچانا چاہتی ہوں اور اس کی ایک خاص وجہ ہے جسے میں ابھی منظرِ عام پر نہیں لا سکتی، ہر چند کہ یہ وجہ تنظیم کے مفاد میں ہی ہے۔"

"میڈم ان معاملات کو بخوبی سمجھ سکتی ہیں۔ میں صرف جے سنگھ کے بارے میں ہدایت چاہتا ہوں۔ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس پر نگاہ رکھوں اور میں نے آپ کے احکامات کی بجا آوری کی ہے۔ اس کے بعد اگر آپ چاہیں کہ میں جے سنگھ پر نگاہ نہ رکھوں تو میں اس کے لیے حاضر ہوں یا پھر مجھے کسی دوسرے حکم سے نوازا جائے۔"

"ہکنس میں بہت جلد تمہیں اس کے بارے میں تفصیلات بتاؤں گی لیکن یہ ٹیپ ریکارڈر ضائع کر دیا جائے اور پلیز اس کے بعد ایڈنا ڈمپل کی کوئی بات سننے کی کوشش نہ کرنا۔ خاص طور سے اس طرح، یہ بڑی خطرناک بات ہے۔"

"وہ کیسے میڈم؟"

"او ہکنس ڈیر تم نہیں جانتے۔ ایڈنا ڈمپل اس ادارے کی تربیت یافتہ ہے جہاں انسان کے ذہن، ذہن کو متاثر کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ میں بھی اسی ادارے کی تربیت یافتہ ہوں۔ میں سمجھتی

ہوں کہ ایڈنا ڈمپل کیسی کیسی حسیات کی مالک ہے۔ وہ ایک ہلکی سی آواز سے یہ اندازہ لگا لے گی کہ یہ آواز کس چیز کی ہے اور اس کے بعد اگر اسے یہ شبہ ہو گیا کہ میں اس کے خلاف کام کر رہی ہوں تو بڑی مشکلات پیش آ جائیں گی۔"

"جی، میں محسوس کر رہا ہوں میڈم کہ آپ کچھ الجھی ہوئی ہیں۔"

"ہاں ہکنس میں اعتراف میں عار نہیں سمجھتی۔ میں واقعی کافی الجھی ہوئی ہوں۔ کل کسی وقت میں تم سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کر کے تمہیں نئی ہدایات جاری کروں گی۔"

ہکنس کے جانے کے بعد مونی ماردین ایک کوچ پر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر تفکرات کی پرچھائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ایڈنا ڈمپل نے اعتراف کر لیا تھا کہ وہ شیران کو چاہتی ہے حالانکہ یہ بات تنظیم کے احکامات کے خلاف تھی۔ تنظیم کی طرف سے اول تو اس بات کی اجازت ہی نہیں تھی کہ وہ لوگ زندگی کے ان تعیشات کی طرف راغب ہوں لیکن انسانی فطرت کو مدِ نگاہ رکھتے ہوئے انہیں اتنی اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنی ذہنی شگفتگی کے لیے تھوڑی بہت تفریحات کر لیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن کسی بھی شخص کو اس قدر قربت نہ بخشی جائے کہ وہ کسی طور تنظیم کے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔ اگر یہ اطلاع... وائی تھری ڈیپارٹمنٹ تک پہنچا دی جائے کہ ایڈنا ڈمپل شیران کے عشق میں مبتلا ہو کر اس کے تحفظ کے لیے سرگرداں ہے تو یقینی طور پر ایڈنا ڈمپل کو واپس بلا لیا جائے گا اور اس کے بعد اسے اس سلسلے میں سرزنش کی جائے گی لیکن یہ کوئی بات نہیں ہوگی۔ ایڈنا ڈمپل اگر اتنی ہی سنجیدہ ہے شیران کے لیے تو ممکن ہے وہ بھی تنظیم کے احکامات ٹھکرا دے اور مونی ماردین یہ بات اچھی طرح جانتی تھی کہ ایڈنا ڈمپل کے ہاتھ کافی لمبے ہیں اور تنظیم اس وقت تک اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی جب تک کہ پوری طرح اس کی طرف سے بدظن نہ ہو جائے۔ اس دوران ایڈنا ڈمپل اپنا کام کر سکتی ہے چنانچہ کوئی ایسی ہی ترکیب ہونی چاہیے جو بہت مضبوط ہو۔

شیران کا تصور جب بھی اس کے ذہن میں آتا، ماردین کی رگ رگ میں کیف و سرور کی لہریں دوڑ جاتیں۔ شیران جیسی شخصیت بلاشبہ صدیوں میں ایک پیدا ہوتی ہے اور اس کا حصول انسان کی سب سے بڑی طلب بن سکتی ہے چنانچہ مونی ماردین شیران کے حصول کے لیے کائنات کی ہر شے ٹھکرانے کو تیار تھی۔ نتیجہ کچھ بھی ہو، خواہ اس کے لیے زندگی سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونا پڑیں۔ میں شیران کو ہاتھ سے نہ جانے دوں گی اور اس کی صرف ایک ہی ترکیب ہے، صرف ایک ترکیب، وہ یہ کہ ایڈنا ڈمپل کو ہلاک کر دیا جائے، اسے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ دو خطرناک عورتیں کسی ایک لائن پر کام کر کے ایک دوسرے پر سبقت حاصل نہیں کر سکتی تھیں۔ اس سلسلے میں مونی ماردین کو کوئی ایسی ہی ترکیب سوچنی تھی جو انتہائی مؤثر اور انتہائی کامیاب ہو۔

چنانچہ تقریباً آدھی رات کو وہ اس بارے میں سوچتی رہی اور پھر اس نے ایک فیصلہ کر لیا۔

دوسرا دن حسبِ معمول تھا۔ ایڈنا ڈمپل ناشتے کی میز پر اس کے ساتھ تھی۔ مونی ماردین کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں تھی لیکن وہ ایڈنا ڈمپل کی آنکھوں میں ایک منفرد کیفیت دیکھ رہی تھی۔ ان آنکھوں میں ہلکی ہلکی سرخی بھی تھی جو رات کے خمار کا نتیجہ نہیں بلکہ اس غصے کا احساس دلاتی تھی جو ایڈنا ڈمپل کے دل میں مونی ماردین کے لیے موجود تھا۔ ان آنکھوں کی یہ سرخی درندگی کی علامت تھی۔ ایڈنا ڈمپل جس قدر خطرناک عورت تھی مونی ماردین سے زیادہ اسے کون جان سکتا ہے۔ دونوں ایک ہی گروہ سے تعلق رکھتی تھیں اور دونوں کی حیثیت ایک ہی تھی تاہم مونی نے خود پر قابو رکھا۔ ایڈنا ڈمپل کو یہ شبہ نہیں تھا کہ جے سنگھ کی اطلاع کے بارے میں مونی ماردین کو بھی کسی طور معلوم ہو گیا ہوگا چنانچہ وہ بھی خود کو سنبھالے ہوئے تھی۔ دورانِ گفتگو شیران کا تذکرہ بھی آیا اور ایڈنا ڈمپل نے بھاری لہجے میں کہا۔

"شیران تنظیم کی ضرورت ہے مونی اور اس کی تلاش کے لیے اگر ہندوستان کا کونہ کونہ بھی چھاننا پڑے تو ہمیں اس سے دریغ نہیں کرنا ہوگا۔ جیسا کہ مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ تم سے درخواست کروں کہ اس کی تلاش میں تم میری مدد کرو۔"

"مجھے انتہائی افسوس ہے ایڈنا ڈیئر کہ ابھی تک اس سلسلے میں میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکی۔ تاہم تم مطمئن رہو، میں نے اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا ہے۔ بہت جلد مجھے شیران کے بارے میں اطلاع موصول ہو جائے گی۔"

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ دونوں گفتگو کرتی ہوئی ایراوتی پیلس کے پچھلے باغ میں نکل آئیں اور ابھی انہیں چہل قدمی کرتے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً دو خاص خادم باغ میں پہنچ گئے اور ان دونوں سے کافی فاصلے پر کھڑے ہو کر رکوع کے انداز میں جھک گئے۔

"کیا بات ہے؟" مونی ماردین نے ایراوتی کی حیثیت سے پوچھا۔

"کچھ مہمان آپ سے ملنے کے خواہشمند ہیں۔"

"کون ہیں وہ، کیا کوئی اجنبی؟"

"نہیں... لیکن انھوں نے درخواست کی ہے کہ آپ کو تنہائی میں ہی ان کا نام بتایا جائے۔"

موفی ماردین ایک لمحے کے لیے چونک پڑی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔ دفعتاً اس کے ذہن میں ایک گمان گزرا اور وہ چور نگاہوں سے ایڈنا ڈمپل کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سنبھل کر کہا۔

"اچھی بات ہے، میں ابھی آتی ہوں۔ تم انھیں نشست گاہ میں بٹھاؤ۔" دونوں خادم واپس چلے گئے تھے۔ ایڈنا ڈمپل نے آہستہ سے کہا۔

"جاؤ موفی دیکھو کون ہے۔ ممکن ہے کوئی کام کا آدمی ہو اور تمھیں اس سلسلے میں جلدی پہنچنا ہو۔" موفی ماردین وہاں سے چل پڑی . . .

ایڈنا ڈمپل کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ دفعتاً اس نے ایک ہاتھ بلند کیا اور اس کی تین انگلیاں اُٹھا دیں۔ یہ اشارہ پتہ نہیں کس لیے تھا لیکن بہرطور تھا اشارہ ہی۔ اس کے بعد وہ اپنے کمرے میں واپس چلی گئی۔

موفی ماردین نشست گاہ کی طرف آئی اور پھر نشست گاہ میں شکاری تھاور کو دیکھ کر وہ ایک دم چونک پڑی۔ اس نے چور نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھا۔ رات کا پروگرام اس کے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ تھاور کی آمد ایک عجیب سی حیثیت رکھتی تھی۔ اس نے بے قراری سے پوچھا۔

"کیا بات ہے تھاور ؟"

"میڈم ایک اطلاع دینے آیا تھا آپ کو۔" تھاور نے کہا۔ "شیران کا پتہ چل گیا ہے۔" تھاور نے جواب دیا اور موفی ماردین بُری طرح چونک پڑی۔ پھر اس نے تیزی سے کہا۔

"خیریت تو ہے . . . خیریت تو ہے نا۔ کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہے ؟"

"نہیں میڈم ؛ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ سانگلی کے گرد و نواح میں ایک بستی ہے جس کا نام ہردوئی ہے۔ وہ اس بستی میں ہے۔ شکار کے دوران وہ ہم سے بچھڑ گیا تھا اور ہردوئی بستی میں اس کا قیام ہے۔ وہاں اس نے بہت سے جنگلی درندوں کو ہلاک کیا ہے اور ابھی بھی وہ وہاں سے واپس آنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تھوڑا سا زخمی بھی ہو گیا ہے لیکن ہردوئی کے لوگوں میں اس کی دلچسپی بہت بڑھ گئی ہے۔"

"ہوں اچھا اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے لیکن کہیں ایسا نہ ہو تھاور کہ وہ وہاں سے چل پڑے اور جنگلوں میں بھٹکتا پھرے۔"

"نہیں میڈم۔ میں آپ کو یہی اطلاع دینے آیا ہوں اور آپ سے نئی ہدایات لینا چاہتا ہوں۔"

"نئی ہدایات ؛ میرا خیال ہے تم واپس چلے جاؤ۔ اگر ہردوئی میں شیران تمھارا اپنے نزدیک رہنا پسند نہ کرے تو اس سے دور رہ کر اس کی حفاظت کرو۔"

"بہتر مادام ایسا ہی ہو گا۔" تھاور نے جواب دیا۔

"سنو تمھارے ساتھ اور کوئی بھی آیا ہے۔" موفی ماردین نے پوچھا۔

"ہاں میڈم دو شکاری اور بھی ہیں۔"

"کون ہیں وہ، کیا نام ہے ان کا ؟"

"ایک کا نام رام دیال ہے اور دوسرے کا ہربنس ہے۔ یہ دونوں ہمارے بہترین شکاریوں میں سے ہیں۔"

"تو تم انھیں چھوڑ جاؤ اور خود واپس چلے جاؤ۔ ان دونوں کی جگہ کسی اور کو لینا چاہتے ہو تو لے لو۔" رانی ایراوتی نے کہا۔

"جی بہتر۔ جیسا آپ کا حکم . . ."

"اور سنو رام دیال اور ہربنس کو میرے پاس بھیج دو۔" موفی ماردین نے کہا اور تھاور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

وہ واپس چلا گیا تھا۔ موفی ماردین کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ چند لمحات کے بعد ہربنس اور رام دیال اس کے پاس پہنچ گئے۔ دونوں نے موفی ماردین کے سامنے گردن جھکائی اور پھر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

"جنگل کی زندگی کیسی لگی تمھیں۔ کتنے درندے ہلاک کیے ؟"

"ہم نے تو کچھ بھی نہ کیا مائی باپ۔ بس شیران ہی شکار کرتا رہا۔ ایسا جیالا شکاری ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔" ہربنس نے جواب دیا اور موفی ماردین کو نہ جانے کیوں فخر کا سا احساس ہوا۔ وہ جیالا شکاری جس کی تعریف کی جا رہی تھی اس کا محبوب تھا۔

"اچھا سنو، میں تمھیں خاص طور سے ایک بات بتانا چاہتی ہوں۔ جے سنگھ کو جانتے ہو ؟"

"اگر وہ تم سے شیران کے بارے میں پوچھے تو اسے بتا دینا کہ شیران ہردوئی میں ہے اور وہاں جنگلی جانوروں کا شکار کر رہا ہے۔"

"لیکن آپ نے پہلے تو منع کیا تھا۔"

"جو کچھ میں کہہ رہی ہوں۔ اس کا خیال رکھنا، وہی کہنا جو تم سے میں نے کہا ہے۔" موفی ماردین نے کہا اور نوٹوں کی ایک ایک گڈی ان دونوں کی طرف بڑھا دی۔ دونوں نے خوش ہو کر گڈی قبول کی اور جھک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے باہر نکل گئے۔ موفی ماردین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

جے سنگھ کے سینے میں جہنم سُلگ رہا ہے۔ ہر چند کہ اُسے وطن میں بہت سی مراعات حاصل تھیں اور اگر وہ چاہتا تو سرکاری پیمانے پر بھوپت سنگھ کے قتل کی تحقیقات کرا سکتا تھا اور اس سلسلے میں موفی ماردین کو بھی مجبور کر سکتا تھا کہ وہ بھوپت سنگھ کے قاتل کو حکومت کے حوالے کر

دے لیکن اس طرح صورتِ حال بگڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ جے سنگھ یہ بات بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ موفی ماردین ایک ایسے ملک سے تعلق رکھتی ہے جس کے اثرات ہندوستان پر بہت زیادہ تھے۔ موفی ماردین کو رانی ایراوتی کی حیثیت سے بہت بڑے اختیارات دیے جا چکے تھے اور وہ اس علاقے کی صحیح معنوں میں رانی بن چکی تھی۔ ایسے حالات میں جے سنگھ کو خطرہ تھا کہ اگر وہ ناکام رہا اور رانی ایراوتی اس کے خلاف کچھ کرنے میں کامیاب ہو گئی تو پھر وہ اپنے بھائی کا بدلہ کبھی نہیں لے سکتا تھا۔ اس لیے اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لیے خاموشی ہی سے کام کیا جائے۔ ایڈنا ڈمپل کے بارے میں اسے تھوڑی بہت تفصیلات معلوم ہو گئی تھیں چنانچہ اس نے اپنے طور پر ایڈنا ڈمپل سے ملاقات کی اور اس سے مل کر اپنے اس مقصد کی تکمیل کا فیصلہ کر لیا۔ اب وہ اس بات کا متمنی تھا کہ شیران کے بارے میں اگر کسی ذریعے سے کچھ معلوم ہو جائے تو ایڈنا ڈمپل کو اپنا رازدار بنا کر کام شروع کر دے۔ اس نے درحقیقت ایک بہترین انتخاب کیا تھا اور یہ انتخاب اس وجہ سے کیا تھا کہ وہ ایڈنا ڈمپل اور موفی ماردین کے معاملات جان چکا تھا۔

یہ اس واقعہ کے تیسرے دن کی بات ہے کہ اس کی ملاقات محل ہی کے ایک شخص گوندا سے ہوئی۔ گوندا سے اس کی اچھی خاصی شناسائی ہو گئی تھی اور گوندا اس سے بہت متاثر تھا اور اس وقت بھی وہ خاص طور سے اس کے پاس پہنچا تھا۔ اسے علم تھا کہ جے سنگھ بھوپت سنگھ کے قاتل شیران کی تلاش میں ہے۔ چنانچہ وہ رازداری کے انداز میں بولا۔

"سنا تم نے جے سنگھ بھیا ؛ ہربنس اور رام دیال واپس آ گئے ہیں۔ واپس آنے کے بعد انھوں نے کچھ ایسی باتیں کہی ہیں کہ مجھے شبہ ہو گیا ہے۔"

"کیسا شبہ . . . ؟" جے سنگھ نے پوچھا۔

"ہربنس کو جانتے ہو نا۔ کیکئی کا ماما ہے۔ شکاری ہے اور کیکئی وہ لڑکی ہے جو ہمارے پاس آتی رہتی ہے۔ کیکئی نے بتایا تھا کہ ہربنس شکار پہ گیا تھا۔ رانی جی نے انھیں خاموشی سے تھاور صاحب کے ساتھ بھیجا تھا۔ تھاور صاحب بھی آ گئے ہیں۔ یہ بات شاید آپ کو معلوم نہ ہو جے سنگھ بھیا۔"

"مطلب کیا ہے ان سب باتوں کا ؟"

"مطلب یہ ہے بھیا کہ رانی ایراوتی نے ہربنس اور رام دیال کو تھاور کے ساتھ سانگلی بستی میں بھیجا تھا اور ان کے ساتھ شیران بھی تھا۔"

"کیا . . . ؟" جے سنگھ اُچھل پڑا۔

"ہاں بھیا ہربنس نے یہ بات کیکئی کو بتائی تھی اور اس نے ہمیں . . ."

"اوہ . . . اوہ۔ کس طرح ہربنس سے اس سلسلے میں بات ہو سکتی ہے ؟"

"کیوں نہیں . . . ؟ ہم ہربنس سے بات کریں گے۔ اگر تم چاہو تو میں . . ."

"تو پھر جاؤ میرے دوست ہربنس کو کس طرح شیشے میں اُتار کر یہاں لے آؤ۔ اگر چاہو تو کچھ انعام بھی دے دینا۔"

"ٹھیک ہے بھیا۔" گوندا نے کہا اور چلا گیا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ ہربنس کے ساتھ واپس آیا۔ جے سنگھ کی کیفیت یہاں ذرا مختلف تھی۔ یہ دونوں قسم کے لوگ تھے۔ ہربنس نے جے سنگھ کو پرنام کیا اور جے سنگھ کے اشارے پر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کوئی خاص بات نہیں تھی ہربنس۔ ہم نے تمھیں صرف اس لیے بلایا تھا کہ ہم سانگلی بستی اور اس کے نواح کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دراصل سانگلی بستی میں ہمارے کچھ رشتے دار بھی رہتے ہیں۔"

"اچھا جناب۔ ہمیں نہیں معلوم تھا اس بارے میں مگر ہم سانگلی بستی تو پہنچے ہی نہیں۔"

"کیوں . . . ؟"

"بس صاحب گڑبڑ ہو گئی تھی۔ رانی صاحبہ نے ہمارے ساتھ شیران صاحب کو بھی بھیجا تھا نا۔ شیران صاحب کو آپ جانتے ہیں صاحب۔ ہاں آپ تو جانتے ہوں گے شیران صاحب یہیں محل میں رہتے تھے۔ کہیں باہر سے آئے تھے رانی ایراوتی کے مہمان تھے . . . پھر وہ شکاری کی حیثیت سے بہت مشہور ہو گئے۔ ہمارے ساتھ انھوں نے جنگل میں وہ کارنامے دکھائے ہیں صاحب کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ان دنوں ہردوئی بستی میں ہیں اور وہاں انھوں نے بے شمار جنگلی درندے شکار کیے ہیں۔ زخمی ہو گئے ہیں۔"

"اوہ اچھا اچھا تو ہردوئی بستی میں وہ کیا کر رہے ہیں ؟"

"کچھ نہیں بس آرام کر رہے ہیں . . . تھاور صاحب نے ان سے کہا کہ واپس چلیں یا پھر سانگلی بستی کے علاقے میں اپنا کام کریں لیکن اُنھوں نے انکار کر دیا۔ من موجی ہیں صاحب اپنی طبیعت کے مالک۔ بھلا کوئی اُنھیں کیسے مجبور کر سکتا ہے۔" ہربنس نے کہا۔

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے ہربنس۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم سانگلی بستی پہنچے ہو یا نہیں ؟"

"نہیں صاحب ابھی کہاں پہنچے۔"

"ویسے یہ ہردوئی سانگلی سے کس طرف ہے ؟"

"سرکار بس دس بارہ میل دُور ہے اور مشہور جگہ ہے۔"

"ہاں، ہاں۔ اتفاق سے ہمارا ان علاقوں میں بہت کم جانا ہوا ہے۔ چلو ٹھیک ہے۔ ہمارے لیے کوئی کام ہو تو بتاؤ۔ ہربنس ویسے تم کب جا رہے ہو؟"

"جب ٹھاکر صاحب کہیں گے صاحب۔ ابھی تو کوئی خاص ارادہ نہیں معلوم ہوتا۔" ہربنس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ جاؤ شاباش آرام کرو۔ لو یہ رکھ لو..." جے سنگھ نے کچھ نوٹ نکال کر ہربنس کو تھما دیے اور ہربنس سلام کر کے چلا گیا۔ جے سنگھ کے چہرے پر شدید اضطراب نظر آ رہا تھا۔ شیران کو وہ کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لیکن صورت ایسی ہو گئی تھی کہ شیران کے بچ جانے کے امکانات ہو گئے تھے۔ وہ اس خوبصورت موقعے کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا اور اس کے لیے ایڈنا ڈمپل کا سہارا بہت ہی مناسب تھا۔ چنانچہ وہ ایڈنا ڈمپل کو صورتِ حال بتانے کے لیے بے چین ہو گیا لیکن محتاط رہنا بھی ضروری ہو گیا تھا۔ اگر کسی طرح رانی ایراوتی کو اس بارے میں معلوم ہو گیا کہ وہ ایڈنا ڈمپل سے کسی قسم کا رابطہ قائم کیے ہوئے ہے تو پھر مصیبت بھی آ سکتی تھی۔ بہرطور رانی ایراوتی کے خلاف ایراوتی پیلس میں کوئی کام کرنا انتہائی مشکل تھا اور اس کے لیے محتاط رہنا بے حد ضروری... چنانچہ اس نے اس وقت صبر کیا اور وقت کا انتظار کرنے لگا۔ رات کے پہلے پہر ہی اسے اس کا موقع مل سکا تھا۔ دن میں اس نے ایراوتی پر کڑی نگاہ رکھی تھی۔ ایراوتی حسبِ معمول اپنے کاموں میں مصروف تھی اور کوئی خاص فرق اسے نظر نہیں آیا تھا۔ بہرطور رات کو وہ چوری چھپے ایڈنا ڈمپل کے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ قرب و جوار میں اور کوئی نہیں تھا۔ آج اس نے ایڈنا ڈمپل کے ساتھیوں سے بھی رابطہ قائم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ دستک دینے پر ایڈنا ڈمپل کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا تھا کہ کون ہے، جے سنگھ کا نام سن کر اس نے دروازہ کھول دیا اور بڑی نرمی اور محبت سے اس سے پیش آئی۔

"آؤ جے سنگھ، بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ یقیناً تمہاری آمد بے مقصد نہیں ہو گی۔ کوئی خاص خبر ہی لائے ہو گے۔"

"ہاں۔ دیوی جی، جے سنگھ کو آپ نے جو ذمہ داری سونپی ہے بس وہ اس کو پورا کرنے ہی کی فکر میں لگا ہوا تھا۔"

"کچھ معلوم ہوا؟"

"ہاں دیوی جی معلوم ہو گیا ہے شیران کے بارے میں...

دیوی جی اپنے من میں بس وہی چتا سلگ رہی ہے۔ بس جی چاہتا ہے کہ شیران کو کتے کی موت مار دیا جائے لیکن... مجبوریاں...

شیران کے بارے میں پتہ چل گیا ہے۔ وہ سانگلی کے علاقے میں ہے۔"

"اوہ یہ سانگلی کا علاقہ بھلا کس جگہ ہے؟"

"مجھے اس کے بارے میں معلومات ہیں دیوی جی۔ سانگلی ہمارے ہی علاقے کی ایک نواحی بستی ہے۔ اس کے پاس ہی ایک چھوٹی سی بستی ہردوئی ہے۔ شیران ان دنوں سانگلی کے نواح میں شکار کھیل رہا تھا اور اب وہ ہردوئی میں ہے۔ سنا ہے تھوڑا سا زخمی ہو گیا ہے۔ شکار کے دوران ہردوئی میں آرام کر رہا ہے۔"

"تمھیں یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں جے سنگھ؟" ایڈنا ڈمپل نے پوچھا اور جے سنگھ اسے ان معلومات کا ذریعہ بتانے لگا۔ ایڈنا ڈمپل پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہی تھی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بہت بہت شکریہ جے سنگھ۔ اب یہ بتاؤ کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"دیوی جی آپ کو بھی میرے من کی بات معلوم ہو گئی ہے۔ آپ نے مجھے انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں انعام میں جو تم مانگو، وہ میں تمھیں دینے کو تیار ہوں۔"

"بس میں یہ چاہتا ہوں دیوی جی کہ مجھے شیران کو قتل کرنے کا موقع دیا جائے۔"

"اوہ اچھا اچھا، مگر میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟" ایڈنا ڈمپل نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے کسی مدد کی ضرورت نہیں دیوی جی۔ بس آپ جا رہی ہیں بہتر ہو کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلیں۔ کسی بھی شکل میں آپ اس کا انتظام کر سکتی ہیں لیکن خیال کر لیجئے، رانی ایراوتی کو یہ بات معلوم نہ ہو۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ایراوتی کو یہ بات معلوم ہونے کا۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں گی؟"

"ہوں۔ مجھے غور کرنے کا موقع دو۔ کوئی صحیح فیصلہ کرنے کے بعد میں تمھیں بتاؤں گی۔"

"یا پھر یوں کر دیں دیوی جی کہ میں پہلے ہی چل پڑوں۔" جے سنگھ نے کہا۔

"نہیں جے سنگھ تمہارا پہلے چلنا مناسب نہیں ہو گا۔ ہم ساتھ ہی چلیں گے۔ میں کوئی نہ کوئی ترکیب نکال ہی لوں گی۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا اور جے سنگھ خاموش ہو گیا۔

"میں اطمینان رکھوں دیوی جی کہ آپ اس سلسلے میں کوئی کام کر کے

مجھے اطلاع دے دیں گی؟"

"ہاں مطمئن رہو بلکہ بے فکر۔ بس اب یوں سمجھو کہ شیران ہمارے شکنجے سے زیادہ دُور نہیں ہے۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا اور جے سنگھ دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کرتا ہوا باہر نکل آیا۔ صورتحال جُوں کی تُوں تھی نہیں ہکنس حسبِ معمول جے سنگھ کے پیچھے تھا اور اس وقت کی کارروائی بھی ہکنس سے چھپی نہ رہی تھی جس وقت ایڈنا ڈمپل جے سنگھ کی اس اطلاع پر غور کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے ان دونوں خاص آدمیوں کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ یہ اس کے لیے خاص اہمیت رکھتے تھے۔ دونوں ہی اس کے پاس پہنچ گئے تھے۔

"جے سنگھ تمہارے پاس تو نہیں آیا؟" ایڈنا ڈمپل نے سوال کیا۔

"نہیں مہارانی جی۔"

"تمھیں معلوم ہے، اس کی رہائش گاہ کہاں ہے؟"

"ہاں... ہاں کیوں نہیں...؟"

"تو پھر جاؤ جے سنگھ کو گردن دبا کر مار دو۔ خبردار یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے تم سے کہ ہوشیاری برتنا۔ ویسے بھی وہ تیز آدمی ہے اور تمہارے لیے مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔"

"ہمارے لیے میڈم؟" ان دونوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"خود پر غرور نہ کیا کرو۔ بعض اوقات وہ ہو جاتا ہے جس کی توقع بھی نہیں ہوتی۔ تمھیں انتہائی ہوشیاری سے یہ کام کرنا ہے۔ ابھی چند لمحات کے اندر اندر اسے قتل کر دیا جائے۔" ایڈنا ڈمپل نے حکم دیا اور وہ دونوں سر جھکا کر باہر نکل گئے۔ ظاہر ہے ڈمپل جے سنگھ کو کوئی موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ اگرچہ جے سنگھ کی زبانی اسے

کچھ اطلاعات موصول ہوئی تھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جے سنگھ شیران کا دشمن تھا (شیران کا) ایڈنا ڈمپل کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ اس شخص کی زندگی کے لیے تو میں اپنی زندگی بھی قربان کر سکتی ہوں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جے سنگھ شیران کا بال بیکا بھی کر سکے اور پھر خوش نصیب ہے کمبخت کہ اس طرح میرے ہاتھوں مارا جا رہا ہے اگر وہ شیران کو قتل کرنے کا فیصلہ کرتا اور شیران کے مقابل آ جاتا تو اس کے ساتھ جو کچھ ہوتا، اس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا شیران اسے وہ موت مارتا کہ اسے مرنے کے بعد بھی یاد رہتا۔ ایڈنا ڈمپل نے اس وقت کافی دیر تک آئندہ پروگرام کے خاکے بنائے اور پھر مطمئن ہو کر آرام کرنے لیٹ گئی۔ اسے یقین تھا کہ اس کے دونوں آدمی جے سنگھ کو ٹھکانے لگا دیں گے حالانکہ یہ ضروری نہیں تھا کہ جے سنگھ کی موت کے سلسلے میں کوئی خاص تفتیش یا کوئی خاص ہنگامہ ہوتا۔ مونی ماردین کے بارے میں وہ جانتی تھی کہ مونی ماردین کسی کی بھی زندگی کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی تھی اور یہی ان سب کی سرشت تھی۔

دوسری طرف ہکنس اپنے چند آدمیوں کو جو جے سنگھ کی نگرانی پر مامور تھے، ہدایت دینے کے بعد پھر مونی ماردین کے پاس پہنچ گیا۔ مونی ماردین نے خشک سے انداز میں اس کا استقبال کیا تھا۔

"یقیناً تم کوئی خاص ہی خبر لائے ہو گے ورنہ اتنی رات گئے مجھے بار بار تنگ کرنا مناسب تو نہیں۔"

"معافی چاہتا ہوں میڈم۔ آپ نے جس کام کے لیے مجھے مخصوص کیا تھا، بھلا میں اس سے کیسے روگردانی کر سکتا ہوں۔ جے سنگھ کے پاس وہ اطلاع پہنچ گئی ہے اور جے سنگھ نے ایڈنا ڈمپل تک وہ خبر پہنچا دی ہے۔"

"... اور کوئی خاص بات؟"

"ابھی تک اور کوئی خاص بات نہیں۔" ہکنس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہکنس آرام کرو۔ اب اس وقت تک اس سلسلے میں مجھ سے رابطہ قائم نہ کرنا، جب تک میں تم سے خود ہی کچھ نہ کہوں۔"

ہکنس باہر نکل گیا۔ مونی ماردین چند لمحات کچھ سوچتی رہی اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ آج اسے کچھ اور کام کرنا تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد چند آدمیوں کے درمیان بیٹھی وہ کچھ ہدایات دے رہی تھی۔ وہ سب غور سے گردن جھکائے اس کی ہدایات سن رہے تھے۔

دوسری صبح مونی ماردین ناشتہ کرنے کے لیے اپنے کمرے سے نکلی ہی تھی کہ اس کے چند خادموں نے اسے ایک اطلاع دی۔

"میڈم! جے سنگھ کو رات قتل کر دیا گیا۔"

"اوہ۔" مونی ماردین کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"کس نے قتل کیا ہے؟" اس نے کہا۔

"معلوم نہیں ہو سکا میڈم! اس کی گردن پر نشانات بھی نہیں ملے لیکن زبان باہر آئی ہے۔ آنکھیں اُبلی پڑی ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے اسے کسی نے گردن دبا کر قتل کیا ہو۔"

"ہوں... سیکیورٹی کو اطلاع دی؟"

"ابھی نہیں..."

"تو پھر جاؤ سیکیورٹی کو اطلاع دو۔ ان سے کہو کہ لاش اُٹھوا کر جے سنگھ کے شہر روانہ کر دی جائے۔" مونی ماردین نے پُرسکون لہجے میں کہا اور ناشتے کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی کتے کی موت کی اطلاع ملی ہو۔ اس کے چہرے کے عضلات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ ویسے اتنا وہ سمجھ گئی تھی کہ جے سنگھ کو کس نے

نے قتل کرایا ہے اور اس بات پر اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جے سنگھ شیران کا جانی دشمن ہے جیسا کہ تفصیلات سے پتہ چلا تھا اور اس کے بعد یہی اندازہ ہوا تھا اُسے کہ ایڈنا ڈمپل شیران کے کسی بھی دشمن کو زندہ نہیں چھوڑ سکتی۔ دل ہی دل میں اس نے آہستہ سے کہا: واہ بھئی بڑا زبردست عشق چل رہا ہے لیکن افسوس ایڈنا ڈمپل تم شیران کو متاثر نہ کر سکی تھیں۔ وہ میری ملکیت بن چکا ہے۔ اب وہ میرے ساتھ اپنی بقیہ زندگی گزارے گا۔ میرے بچوں کا باپ بنے گا ہاں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے ہی تخلیق کیے گئے ہیں: ایڈنا ڈمپل نے ناشتے کے کمرے میں اس کا استقبال کیا۔ دونوں بڑے خلوص سے مسکرائی تھیں۔ دونوں مختلف موضوعات پر باتیں کرتی رہیں۔ اس وقت میز پر ایڈنا ڈمپل اور مونی ماردین کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ تنظیم کے کچھ مسائل زیرِ بحث آئے اور اُن پر گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے ساتھ ہی ناشتہ بھی جاری رہا تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے آہستہ سے کہا۔

"مونی مجھے اس شخص کی طرف سے پریشانی ہے، فکر ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ہیڈکوارٹر کو اس کے بارے میں کوئی اطلاع فراہم کردں؟"

"بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ میں نے اپنے طور پر تو کوشش کی ہے ایڈنا اور مجھے یقین ہے کہ اب نہ سہی، کچھ عرصے کے بعد شیران کے بارے میں ہمیں کوئی نہ کوئی اطلاع مل جائے گی لیکن اگر تمھارے ذہن میں کوئی اور پروگرام ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تمھارے ساتھ ہر تعاون کے لیے تیار ہوں۔ ظاہر ہے یہ میرا فرض ہے"

"میں چاہتی ہوں کہ خود بھی اس کی تلاش میں نکلوں۔ میرے لیے تھوڑے سے انتظامات کرنا ہوں گے تمھیں"

"کمال ہے یہ اطلاع تم مجھے دے رہی ہو۔ تم خود جسے حکم دیتیں، وہ تمھاری ضروریات سے انحراف کر سکتا تھا؟"

"تمھیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے" ایڈنا ڈمپل نے مونی ماردین کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور مونی ماردین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اعتراض ایڈنا ڈمپل کے کسی اقدام پر..." اس نے پُرخلوص انداز میں کہا۔

"اوہ، میں جانتی تھی، میں جانتی تھی۔ تھینک یو مونی بہرطور میں آج ہی سفر شروع کردوں گی۔ اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے جاؤں گی اور ان میں کچھ تمھارے ساتھی بھی ہوں گے جو میری مدد کریں گے"

"بالکل ٹھیک ہے جس طرح تم چاہو۔ میں ایک ایسے آدمی کو تمھارے ساتھ بھیج دوں گی جو تمھارے ہدایات کے مطابق ہر طرح کی ضروریات فراہم کر دے گا۔ میں آج ذرا پروجیکٹ پر مصروف ہوں۔ ممکن ہے دن میں تم سے ملاقات نہ ہو سکے"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ دن میں کسی وقت میں نکل جاؤں گی اور جس دن موقع ملا، تم سے دوبارہ آملوں گی" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"او۔ کے ڈمپل: میں تمھاری واپسی کا انتظار کروں گی" مونی ماردین نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد دونوں ناشتے کے کمرے سے اُٹھ گئیں۔ دو چالاک عورتیں اپنے اپنے طور پر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھیں۔ شیران کی شخصیت میں عجیب و غریب تھی۔ کبھی بھی اُس کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکا کہ وہ کس حیثیت کا مالک ہے۔ آیا اس کی شخصیت کو بہتر شکل میں لیا جا سکتا ہے یا پھر وہ ایک بدترین انسان ہے لیکن بعض اوقات بعض شخصیتیں کچھ اس انداز سے اُبھرتی ہیں اور کچھ اس طرح سامنے آتی ہیں کہ اپنے پیچھے صرف نفرتوں کی کہانی چھوڑ جاتی ہیں۔ ان کی اپنی شخصیت ان کی فطرت نفرتوں کے درخت اگاتی ہے اور لوگ سوچتے ہیں کہ ایسے بدکردار انسان کو بہتر انداز میں یاد کیا ہی نہیں جا سکتا لیکن وقت یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کی اپنی ذات کوئی ایک ایسا لمحہ پالتی ہے جو ان ساری برائیوں کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ شاید شیران کی زندگی میں بھی ایسا لمحہ آنے والا ہو۔ ممکن ہے اس کی زندگی کا کوئی خاص مقصد متعین کیا گیا ہو۔ بہرطور ابھی تک تو اس کے اندر کوئی ایسی خوبی نہیں پائی گئی تھی جس کی تعریف: توصیف کی جاتی۔ ہاں کسی بدکردار کی بھی جب کہانی بیان کی جاتی ہے تو اس میں سچائی کا دخل ہوتا ہے۔ اس کی بدکرداریوں کو بھی اسی طرح بے نقاب کیا جاتا ہے جیسے کسی اچھے انسان کی اچھائیوں کو... وہ جہاں بھی رہا، جہاں بھی گیا اس کے دل میں تباہ و بربادی سفر کرتی رہی۔ اپنے قبیلے میں تھا تو برائی کا نشان رہا۔ تراب زان کا سردار اس کی طرف سے ہمیشہ متفکر رہا اور اُسے ایسی نگاہوں سے دیکھتا رہا جیسے وہ تراب زان کے لیے کسی بہت بڑی تباہی کا پیش خیمہ بن جائے گا۔ صرف ایک عورت تھی اس روئے زمین پر جو شیران کو دنیا کا سب سے بہتر انسان سمجھتی تھی اور وہ تھی اس کی ماں بلاشبہ شیران اپنی ماں کے لیے ایک اچھا انسان تھا حالانکہ وہ اسے بھی دھوکے دیتا رہتا تھا اور پہاڑوں میں بسنے والے درندے شکار کرنے کے لیے فریب دے کر جایا کرتا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ ان درندوں سے دشمنی بھی محبت ہی کا عطیہ تھی۔ شیران کچھ بھی تھا، شاید اپنے باپ کو نہیں بھول سکا تھا۔ بھولا تو وہ اپنی ماں کو بھی نہیں تھا ورنہ اس کے دل میں انتقام کا لاوا مسلسل نہ پکتا رہتا بلکہ وہ عام شخصیتوں کی طرح اپنی ماں کی موت کو بھی بھول جاتا۔ بادشاہ خان نے اس کے ساتھ فریب کیا تھا اور اسی فریب کا جواب اس نے جس انداز میں دیا بے شک وہ بڑا تھا

انتقام کس کا تھا اور لیا کس سے گیا۔ یہ شیران کی فطرت کا ایک بدنما پہلو تھا لیکن بہرطور یہ بدنمائی اس کی شخصیت بن چکی تھی، وہاں سے نکلا کابل پہنچا۔ اس نے ہر اُس شخص کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جو کسی بھی طور اسے اپنی شخصیت کے لیے ذرا بھی تکلیف دہ یا نقصان دہ محسوس ہوا یا پھر اس کے دل نے اس شخص کی زندگی کو پسند نہ کیا۔ یہی اس کی برائی تھی۔ یاتان بروما جیسے نیک انسان کو اس نے بدترین موت مار دیا اور اس کے بعد سدھاشی؛ شیران کی زندگی میں ابھی تک کوئی ایسا پہلو نہیں آیا تھا جسے مثبت کہا جاتا لیکن اگر تجزیہ کیا جاتا تو یہ اندازہ کرنا بھی مشکل نہیں تھا کہ اس کے اندر کوئی ایسا جذبہ ضرور پوشیدہ ہے جس میں محبت کا کوئی عنصر باقی ہے۔ اس کا اظہار مارلینو سے ہوتا تھا۔ شاید یہ ساری دنیا میں اس نے اپنے ماں باپ کے بعد مارلینو ہی کی عزت کی تھی اور اس کے لیے اپنے آپ کو ہمیشہ ضبط کیے رکھا تھا۔ دوسرا نمبر اب اس کی زندگی میں ایرادتی کا تھا۔ پتہ نہیں کیوں وہ اپنی زندگی میں ایرادتی سے متاثر ہو گیا تھا اور یہ بات اس کے ذہن میں جڑ پکڑ چکی تھی کہ ایرادتی ہی وہ عورت ہے جو اس کی زندگی کی ساتھی بننے کے قابل ہے۔ کوئی اور نوجوان ہوتا تو اس فیصلے کے بعد اپنی تمام کوشش اس بات پر صرف کر دیتا کہ ایرادتی کو اپنی زندگی میں شامل کر لے لیکن وہ فطرتاً لاپروا تھا اور اس لاپروائی کی بنا پر اس نے ابھی تک اس سلسلے میں رانی ایرادتی سے کوئی خاص تقاضا نہیں کیا تھا۔

ایڈنا ڈمپل نے اس کے ساتھ پہاڑوں میں ایک عجیب و غریب وقت گزارا تھا اور اس دوران وہ اس سے اتنی متاثر ہو گئی تھی کہ اس کے ذہن و دل پر شیران چھا چکا تھا۔ اس کے حصول کے لیے ایڈنا ڈمپل کے ذہن میں بہت سے منصوبے آئے تھے لیکن اب یہاں آنے کے بعد صورتِ حال بالکل ہی بدل گئی تھی۔ مونی ماردین نے پتہ نہیں کس طرح اسے رام کر لیا تھا لیکن ایڈنا ڈمپل قطعی طور پر یہ پسند نہیں کرتی تھی کہ شیران کسی اور کی زندگی میں اس طرح داخل ہو جائے اور اس کے لیے اب وہ دیوانگی کی حدود کو چھو چکی تھی۔ شیران کے تحفظ کا بندوبست اس نے تنظیم کے اغراض و مقاصد سے ہٹ کر خفیہ طور پر کیا تھا کیونکہ اسے صحیح صورتِ حال معلوم تھی۔ وہ جانتی تھی کہ بہت جلد تنظیم نعمان خان کو شیران کے مقابل کر دے گی حالانکہ شیران کی طرف سے ایڈنا ڈمپل کو بہت سی اُمیدیں تھیں لیکن لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ نعمان خان بھی انہی پہاڑوں کا باشندہ تھا اور ممکن تھا کہ نعمان خان کسی طور شیران پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاتا کیونکہ شیران ایک وحشی ضرور تھا لیکن چالاک گیدڑ نہیں تھا جبکہ نعمان خان کے بارے میں جو تفصیلات معلوم ہوئی تھی ان سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ بے حد چالاک انسان ہے۔ جو شخص ایک اتنی بڑی قوت کو دھوکا دے کر ایک اتنی عظیم الشان مہم سرانجام دے سکے وہ احمق نہیں ہو سکتا۔ اگر شیران خان کو خطرہ تھا تو نعمان خان کی ذہانت سے تھا جسمانی طور پر نعمان خان شاید اس کا مقابلہ نہ کر پاتا۔ اس لیے اس نے بیتو سار کو اس علاقے میں روانہ کیا تھا اور اسے ہدایات جاری کی تھیں لیکن یہاں صورتِ حال مختلف ہو گئی تھی جو کچھ اسے معلوم ہوا تھا اسے سُن کر ایڈنا ڈمپل نے فیصلہ کر لیا تھا کہ سب سے پہلے تو شیران کو مونی ماردین کے چکر سے نکالا جائے اور اس کے بعد کچھ اور سوچا جائے۔ اس کے لیے اس نے بیتو سار ہی کا سہارا لیا اور ایک بار پھر اس سے رابطہ قائم کیا لیکن دوسری طرف صورتحال کچھ عجیب ہی تھی۔ گولیاں چلنے کی آوازیں ٹرانسمیٹر پر صاف سنائی دے رہی تھیں لیکن اس کے بعد بیتو سار نے ٹرانسمیٹر پر اس کا اشارہ وصول کیا اور اس نے پوچھا۔

"یہ سب کیا ہنگامہ ہے؟"

"بہت لطف آرہا ہے میڈم بہت لطف آرہا ہے۔ اس وقت تو میں اور میرے ساتھی ایک بستی کو لوٹ رہے ہیں۔ بستی والے شور مچا رہے ہیں۔ یہاں کی پولیس حرکت میں آگئی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ میں کوئی پہاڑی ڈاکو ہوں۔ وہ میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بے چین ہیں لیکن ابھی تک وہ میری ہوا بھی نہیں پا سکے۔ بستی والوں سے میں نے اچھا خاصا سرمایہ اکٹھا کر لیا ہے۔ یہاں ایک بستی والے نے گولی چلانے کی کوشش کی تھی جس کا نتیجہ اُنھیں بھگتنا پڑ رہا ہے"

"بیتو سار، بیتو سار کیا میں نے تمھیں ان تمام چیزوں کے لیے یہاں بلایا تھا؟"

"دیکھو میڈم، بیتو سار کو جب تک تم کوئی حکم نہیں دیتیں، اس وقت تک اس کی آزادی میں رخنہ اندازی نہ کرو۔ ہم اپنے طور پر تفریحات کر رہے ہیں۔ اس کے بغیر ہماری زندگی ممکن نہیں ہے اور پھر یہاں آکر تو ہمیں بہت لطف آرہا ہے کہو کیا بات ہے۔ کیسے یاد کیا؟"

"میں تم سے کام لینا چاہتی ہوں بیتو سار"

"ہم آئے ہی اس مقصد کے تحت ہیں اور تم سے انحراف ہمارے لیے ممکن نہیں ہے میڈم، کہو کیا کام ہے ہم سے؟"

"سانگلی بستی کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور اس کے اطراف میں پہنچ جاؤ۔ بہت جلد میں تمھیں دوسرا حکم دوں گی"

"سانگلی بستی کے بارے میں ہم نے معلوم کر لیا ہے۔ وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے"

"تو بس تم اس لوٹ مار کے کھیل کو ختم کر کے سانگلی بستی پہنچو۔ میں

تم سے کل دن میں کسی بھی وقت ویں رابطہ قائم کرلوں گی. ممکن ہے میں خود تمھارے پاس پہنچ جاؤں۔"

"لیکن وہاں کسی خاص جگہ...؟"

"تم صرف وہاں چلے جاؤ. میں تمھیں اس علاقے میں تلاش کرلوں گی۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"اوکے میڈم ہم آپ کے احکامات کے پابند ہیں۔ یہ سارا چکّر ختم کر کے ہم سانگلی پہنچ رہے ہیں۔ دُوسری طرف سے جواب ملا اور ایڈنا ڈمپل نے ٹرانسمیٹر بند کر کے ایک طرف رکھ دیا اور اس کے بعد وہ تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔ یہاں سے اس کے ساتھ جانے والے صرف چند افراد تھے جو اس کے خاص ہی آدمی تھے' اس نے مونی ماردین کے آنے سے پہلے ایرادتی پیلس چھوڑ دیا۔ اس نے اپنے ساتھ ایک ایسے شخص کو بھی لے لیا تھا جو ان اطراف کی رہنمائی کر سکتا اور اس شخص کا انتخاب اس نے خوب چھان بین کر کے کیا تھا جے سنگھ کی موت کسی طور پر حیران کن نہیں ثابت ہوئی تھی۔ مونی ماردین نے اس کا نوٹس ہی نہیں لیا تھا۔ بس خاموشی سے جے سنگھ کی لاش ایک تابوت میں رکھ کر اس کے آبائی وطن پہنچا دی گئی تھی۔

یہاں مونی ماردین نے اپنا اچھا خاصا اثر پھیلایا ہوا تھا اور مقامی حکومت اس کے لیے سب کچھ کر رہی تھی۔ ایڈنا ڈمپل کا یہ پُراسرار سفر شروع ہو گیا۔ اس کے ذہن میں بے شمار منصوبے تھے۔ بس اگر ذرا سی اُلجھن تھی تو صرف یہی کہ مونی ماردین اس کے دل کا حال جان چکی تھی۔ اسے علم ہو چکا تھا کہ شیراں ایڈنا ڈمپل کی پسند ہے اور یہ بات بھی کھل کر سامنے آ گئی تھی کہ مونی ماردین بھی شیراں کو چاہتی ہے چنانچہ وہ یقیناً ایڈنا ڈمپل پر نگاہ رکھے گی اور اگر حالات و شواہد سے پتہ چلا کہ اس نے خود ہی شیراں کو یہاں سے فرار کرا کے سانگلی کے علاقے میں بھیجا ہے تو پھر اس کے تحفظ کا بھی کوئی معقول بندوبست کرنا ہوگا۔ وہ یہ بھی سوچتی ہو گی کہ کہیں ڈمپل اس کی تلاش میں نہ گئی ہو۔ چنانچہ ایڈنا ڈمپل کو اس بات کا احساس تھا کہ راستے میں کسی بھی جگہ مونی ماردین کسی سازش سے واسطہ پڑ سکتا ہے۔

اس نے ہر خطرے سے نمٹنے کا تہیّہ کر لیا جو کچھ ہو گا، دیکھا جائے گا۔ اب کیا کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں سفر کرتی ہوئی سانگلی کی طرف بڑھتی رہی۔ اس کا ایک ایک لمحہ اعتیاد میں گزر رہا تھا۔ صورتِ حال مختلف بھی ہو سکتی تھی لیکن ایڈنا کے اپنے دل میں چور تھا۔ اس لیے وہ تنظیم سے کوئی مدد نہیں لے سکتی تھی۔ یہ احساس بھی تھا کہ اگر تنظیم کو پتہ چل جائے کہ وہ اپنے اصل مقصد سے دُوسرے چکّر میں پھنس گئی تھی تو اب تک کے کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا اور وہ موت کی سزا کی مستحق قرار پائے گی لیکن شیراں کو چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو جائے' حالات کچھ بھی ہوں، مونی ماردین شیراں کی مالک نہیں بن سکتی. یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

جنگل خاصا گھنا اور دُشوار گزار تھا لیکن سفر جاری رہا۔ راستے میں ابھی تک کوئی خاص خطرہ پیش نہیں آیا تھا اور وہ سنگھاسی ندی کی جانب بڑھ رہے تھے۔

اس دن چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ فضا میں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ درخت اس روشنی میں جھُومتے نظر آرہے تھے کیونکہ موسم خوش گوار تھا اور روشنی میں ان کے راستے بند نہیں ہوتے تھے. چنانچہ وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

ایڈنا ڈمپل کے ساتھیوں کو نیند نہیں آرہی تھی لیکن ایڈنا کے احکامات کے تحت وہ سفر کر رہے تھے۔ گردھر آج کچھ خوفزدہ سا نظر آرہا تھا۔ دفعتاً اُن لوگوں نے ایک چیتل کو دیکھا جو مُنہ اُٹھائے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ قریب ہی پانی اور مٹّی کی سوندھی سوندھی خوشبو محسوس ہوئی اور اُنھیں اندازہ ہُوا کہ قریب ہی کوئی ندی یا پانی کا تالاب موجود ہے۔ چیتل کے رُخ کے ساتھ ساتھ اُنھوں نے بھی اپنا رُخ تبدیل کر لیا. گردھر ایک دم ہوش میں آ گیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ ہم سنگھاسی کے قریب ہوں۔"

"ہو سکتا کیا، تم ہماری رہنمائی کر رہے ہو اور ہو سکنے کی بات کر رہے ہو. پُورے وثوق سے کیوں نہیں کہتے کہ ہم اس وقت کہاں ہیں؟"

گردھر خاموش ہو گیا۔ دفعتاً وہ ٹھٹک گیا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ سب ہی اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اُنھوں نے بخوبی دیکھا تھا، چاندنی میں ایک بُوڑھا لیکن طاقتور شیر اُن سے کچھ فاصلے پر کھڑا اس چیتل کو گھُور رہا تھا۔ شیر کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے اُن سب کے اوسان خطا ہو گئے لیکن ایڈنا ڈمپل نے اپنی رائفل سنبھال لی۔ گردھر نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"میڈم... میڈم اگر نشانہ خطا ہو گیا تو پھر یہ ہم میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا۔" وہ آہستہ سے بولا۔

ایڈنا ڈمپل نے سُرخ آنکھوں سے اسے گھُورا اور پھر تند لہجے میں بولی۔ "کیا مطلب ہے تمھارا ؟"

"ایک منٹ' ایک منٹ... ایک منٹ انتظار کیجئے' ایک منٹ انتظار کیجئے۔" وہ آہستہ سے بولا اور ایڈنا ڈمپل نجانے کیا سوچ کر رُک گئی۔ شیر نے ان کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہُوا وہ چیتل کے قریب پہنچ گیا اور دُوسرے لمحے اس نے

چیتل پر حملہ کر دیا. پھر اس نے چیتل کو مُنہ میں دبوچا اور بڑے اطمینان سے اُٹھا کر جھاڑیوں کو چیرتا ہُوا غائب ہو گیا۔ ایڈنا ڈمپل گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی. پھر اس نے کہا۔

"آؤ ہم رُکے بغیر آگے بڑھیں گے۔ اگر سنگھاسی ندی قریب ہے تو وہاں ہمیں پہنچنا چاہیئے۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شیر نگاہوں سے اوجھل ہو چُکا تھا اور پھر چونکہ وہ شکار کو لے کر گیا تھا اس لیے اب اس کی واپسی کی کوئی توقع نہیں تھی۔

وہ جنگل کے اس حصّے میں پہنچ گئے جہاں درخت کم جھاڑیاں اور بڑے پتھر زیادہ تھے۔ اُونچے ٹیلوں کے درمیان کہیں کہیں غار بنے ہوئے دکھائی دیے۔ زمین چونکہ سخت اور خشک تھی۔ اس لیے یہاں کسی قسم کے نشانات نظر نہیں آتے تھے۔ گردھر نے ایڈنا ڈمپل کی طرف دیکھا اور بولا۔

"سرکار میری بات مان لیں۔ اب آگے کا سفر نہ کریں۔ رات کا وقت ہے اور چاندنی رات ہے جس طرح ہم انسان لطف اندوز ہوتے ہیں، اسی طرح جنگلی درندے بھی ایسی راتوں میں باہر نکل آتے ہیں اور خوب کلیلیں کرتے ہیں اور سرکار وہ... وہ... ان کی بھی تفریح یہی ہوتی ہے کہ شکار کریں اور عیش کریں۔ اس لیے ہمیں رُک جانا چاہیئے ورنہ ہم لوگ موت کا شکار ہو جائیں گے۔"

"اوہ... اوہ گدھے... چلو ٹھیک ہے۔ کوئی غار تلاش کر لو اور اسے صاف ستھرا کر کے آرام کے لیے تیار کرو۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"جس مقام پر وہ کھڑی تھی' وہاں سے بیس پچیس فٹ کے فاصلے پر دس بارہ درخت نظر آرہے تھے۔ قریب ہی ایک ٹیلہ تھا جس کے اندر ایک غار بنا ہُوا تھا لیکن اس میں زیادہ گنجائش نہیں تھی۔ صرف چند افراد ہی اس میں سما سکتے تھے چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔

ایڈنا نے غار کے اندر پناہ لی اور اس کے ساتھ ہی جو باقی بچ گئے تھے' وہ غار کے سامنے کے حصّے میں آرام کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔ گردھر گھٹنوں میں سر دیے آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا تھا۔ ایڈنا ڈمپل کی نگاہیں یُونہی درختوں کی جانب لگی ہُوئی تھیں۔ دفعتاً اسے احساس ہُوا کہ ان درختوں کے پیچھے کوئی جانور موجود ہے۔ یقیناً کوئی درندہ ہی ہو گا کیونکہ ایک سیکنڈ سے بھی بہت کم وقفے میں ایڈنا نے اس کی چمکتی آنکھیں دیکھ لی تھیں۔ وہ زمین پر لیٹ گئی۔ ایک لمحے تک کچھ سوچتی رہی۔ پھر آہستہ سے باہر نکل آئی اور آہستہ آہستہ درختوں کی طرف رینگنے لگی۔ ابھی اس نے بمشکل چھ یا سات فٹ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ دفعتاً اس کی نگاہ سیاہ چیونٹیوں کی ایک لمبی قطار پر پڑی جو ان درختوں کی جانب جا رہی تھی۔ اس نے غور سے دیکھا... درختوں کے پاس کسی جانور کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اور اس لاش کے قریب ہی ایک چیتا چُپ چاپ کھڑا ایڈنا کو دیکھ رہا تھا۔ چیتے کو دیکھ کر ایڈنا رُک گئی۔ اس نے اپنی رائفل سنبھال لی۔ اُسے اپنی بصارت پر شُبہ ہونے لگا تھا وہ اندازہ لگا رہی تھی کہ واقعی یہ چیتا ہے یا کوئی اور جانور ہے لیکن وہ چیتا ہی تھا۔ چاند کی مدھم روشنی میں اس کی چمکتی کھال پر سیاہ دھبے ایڈنا کو صاف دکھائی دے رہے تھے۔ بہرطور چیتے کو شکار کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔ پھر اس نے فائر کرنے کے لیے رائفل اُٹھائی ہی تھی کہ دائیں جانب سے ایک چرخ نمودار ہُوا۔ چیتے نے چرخ کو دیکھا اور چند قدم آگے بڑھ کر غرّایا۔ چیتے کی آواز سُن کر چرخ زور سے چلّایا اور بدحواسی سے بھاگتا ہُوا سیدھا ایڈنا کی طرف دوڑ پڑا۔

اب ایڈنا کے لیے سنبھلنا ذرا مشکل کام تھا۔ دُوسری طرف گردھر اور اس کے ساتھی بدحواسی سے چیخ پڑے تھے۔ ایڈنا ایک لمحے کے لیے سنبھلی' چیتے پر گولی چلانے کے بجائے اُس نے دھائیں سے چرخ پر فائر جھونک دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چرخ تو وہیں ڈھیر ہو گیا اور چیتا گرجتا ہُوا جنگل میں غائب ہو گیا۔

گردھر اور اُس کے ساتھی خوفزدہ انداز میں کھڑے ہُوئے تھے۔ دہشت سے ان کے بدن کانپ رہے تھے۔ دیر تک چیتے کی آواز جنگل میں سُنائی دیتی رہی۔ چیتے کے یُوں صحیح سلامت فرار ہو جانے کی وجہ سے ایڈنا ایک لمحے کے لیے کھوسی گئی تھی۔ پھر اُس نے آگے بڑھ کر اس جانور کی نعش کو دیکھا۔ یہ نعش نیل گائے کی تھی لیکن اب یہ خطرہ تھا کہ رات کے پچھلے پہر بھُوک سے بے تاب ہو کر وہ دوبارہ ادھر آئے گا۔ گردھر اور ایڈنا کے ساتھی اس کے قریب پہنچ گئے۔ گردھر نے وہ نعش دیکھی اور آہستہ سے بولا۔

"سرکار... یہ... یہ بہت بُرا ہُوا۔ دیکھئے شیر کے دانتوں کے نشان اس کی گردن پر موجود ہیں۔ یُوں لگتا ہے جیسے شیر نے نیل گائے ماری اور اسے گھسیٹتا ہُوا یہاں تک لے آیا لیکن اس کے بعد نجانے کیا ہُوا کہ وہ اپنے شکار کے گوشت سے پیٹ بھرے بغیر چلا گیا اور چیتے کو آنے کا موقع مل گیا۔" گردھر ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ دفعتاً چند گیدڑ شور مچاتے ہُوئے نکلے اور ایک طرف بھاگ گئے۔ ایڈنا نے ایک بار پھر رائفل سنبھال لی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر گھاس ہل رہی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی بڑا جانور آہستہ آہستہ گھاس پر چل رہا ہے۔ دفعتاً گردھر کی بھیانک آواز اُبھری۔

"شیر... شیر... بھاگو شیر... پھر وہ پاگلوں کی طرح ایک درخت

کی طرف دوڑا لیکن ٹھوکر کھا کر گرا اور وہیں پڑے پڑے چیخنے لگا۔ ایڈنا کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس کے ساتھی بھی بے اختیار غار کی جانب دوڑ پڑے تھے۔

دُوسرے لمحے گھاس میں سے ایک قوی ہیکل شیر برآمد ہُوا اور گردھر کی جانب لپکا۔ ایک ہی جست میں اس نے گردھر کو جالیا تھا۔ گردھر کی بھیانک آواز دو تین بار سُنائی دی اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ یہ حادثہ اتنی سُرعت سے پیش آیا تھا کہ سب کے دماغ ماؤف ہو گئے تھے۔ ایڈنا نے اندھا دُھند شیر پر گولی چلائی۔ شیر جھنجلا کر اس کی طرف پلٹا لیکن پھر فوراً ہی رُخ بدل کر ایک طرف دوڑ پڑا۔ ایڈنا نے ایک اور فائر کر دیا تھا لیکن شیر کی آواز پھر سنائی نہ دی۔ پیچھے موجود لوگ بے اختیار غار کے اندر جا گھسے تھے، ایڈنا کو اس طرح نڈر انداز میں وہاں کھڑے دیکھ کر کچھ شرمندہ سے ہُوئے اور پھر واپس پلٹ کر جلدی سے اس کے قریب پہنچ گئے۔ ایڈنا نے ان کی جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور گردھر کے قریب پہنچ گئی جو اَب بالکل سرد ہو چُکا تھا۔

*

بیتوسار فطرتاً درندہ تھا۔ بنکاک، ہانگ کانگ اور اُس کے نواح میں غنڈہ گردی اور قتل و غارت گری اس کا پیشہ تھا۔ اس کے گروہ میں شامل افراد بھی اس کی فطرت کے مالک تھے۔ انھوں نے اپنے لیے کوئی خاص لائن منتخب نہیں کی تھی۔ بس جہاں جن حالات میں بھی دولت کمانے کے مواقع میسر آجاتے تھے لیکن باقاعدہ پولیس مقابلے کی اُنھوں نے کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ چالاک تھے، اس لیے قانون کے رکھوالوں سے بچنے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ البتہ عام آدمیوں کے بارے میں اُنھوں نے اس بات کا اندازہ اچھی طرح لگا لیا تھا کہ وہ امن پسند ہوتے ہیں اور اُن میں بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو منچلے دل کے ہوں اور زندگی کی بازی لگا کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں۔ آج تک بیتوسار نے جو اندازہ لگایا تھا، وہ یہی سب کچھ تھا یا پھر بیتوسار کی تقدیر ہی یاور تھی کہ اسے کبھی خطرناک ترین حالات سے سابقہ نہیں پڑا تھا اور وہ ہر جگہ کامیاب اور کامران رہا تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے اسے بہترین معاوضے پر اپنے لیے مخصوص کیا تھا۔ بیتوسار اور اُس کے ساتھیوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہُوا تھا اور اُنھوں نے اس کی پیش کش قبول کر لی تھی لیکن ہندوستان کے اس علاقے میں پہنچنے کے بعد بیتوسار کے لیے خود کو سنبھالنا ممکن نہ ہُوا۔ ان چھوٹی چھوٹی بستیوں کے سادہ دل لوگوں کو خوفزدہ کر کے ان سے بہت کچھ حاصل کر لینا [illegible] آسان

کام تھا کہ بیتوسار اس سے باز نہ رہ سکا۔ اس نے قرب و جوار کی کئی بستیوں میں ڈاکے ڈالے اور اپنے لیے ہر قسم کی آسائشیں فراہم کریں۔ وہ اپنی ان کوششوں سے بہت خوش تھا لیکن بہرصورت اُسے یہ احساس بھی تھا کہ یہاں وہ ایڈنا ڈمپل کے کام سے آیا ہے چنانچہ جب ٹرانسمیٹر پر ایڈنا ڈمپل نے اُسے سانگلی بستی کے نواح میں پہنچنے کی ہدایت کی تو اُس نے انکار نہ کیا بلکہ معاہدے کے تحت پُورے خلوص کے ساتھ اس علاقے کی جانب چل پڑا۔

سفر تیز رفتاری سے کیا گیا تھا۔ یہ لوگ گھوڑے حاصل کرنے میں باآسانی کامیاب ہو گئے تھے جن پر بیٹھ کر وہ ڈاکے ڈالتے تھے۔ چنانچہ سانگلی بستی کے علاقے کا سفر بہت زیادہ دُشوار کن ثابت نہ ہُوا۔ ہاں یہاں بیتوسار کو درندوں سے ہوشیار رہنا پڑا۔ جنگل میں داخل ہونے کے بعد اسے احساس ہُوا کہ بڑا غلط علاقہ ہے یہ ... اور کسی بستی کی بجائے جنگل میں رہنا ممکن نہیں ہے۔ بہت سے ایسے حادثے پیش آتے آتے رہ گئے جو اُن میں سے کسی کی جان لے سکتے تھے اور اس احساس کے تحت بیتوسار نے بستیوں کی تلاش شروع کر دی۔ چنانچہ ایک جگہ اسے ایک چھوٹی سی بستی نظر آئی اور وہ بستی میں داخل ہو گیا۔

سیدھے سادے لوگوں کی بستی تھی۔ کھیت بستی کے اطراف میں پھیلے ہُوئے تھے اور ان کے بعد جنگلوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ یہاں بیتوسار نے کس قدر شرافت سے کام لیا اور اپنے آپ کو شکاری بتایا جو جنگلوں میں شکار کھیلنے آیا تھا۔ معصوم کسانوں نے اس کا استقبال کیا۔ اسے رہنے کے لیے ایک جگہ دے دی گئی لیکن بچھو کا کام ڈنک مارنا ہے۔ بیتوسار ابھی بستی میں رُک کر نواحی بستیوں کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا اور یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ سانگلی بستی اب یہاں سے کتنی دُور ہے۔ ایک رات شراب کے نشے میں بدمستی کا شکار ہو گیا اور اپنی عادت کے مطابق چند جھونپڑوں میں آگ لگائی اور اس کے بعد فائرنگ کرتا ہُوا بستی میں گھس گیا۔

بستی میں چیخ پُکار مچ گئی تھی۔ بیتوسار اور اس کے ساتھی ایک جھونپڑے میں گھس گھس کر اپنے مطلب کی چیزیں تلاش کر رہے تھے۔ اُنھوں نے وہاں خُوب لُوٹ مار کی۔ تین لڑکیوں کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد وہ واپسی کے لیے مُڑ گئے۔

بستی سے نکلنے کا ایک ہی راستہ تھا۔ باقی بستی تین طرف سے جھونپڑوں سے گھری ہُوئی تھی۔ جب وہ اس راستے کے قریب پہنچے تو [illegible] خوفناک فائرنگ کا سامنا کرنا پڑا۔ فائرنگ سے د

گھوڑوں کی ٹانگیں بے کار ہوگئیں اور دو آدمی گھوڑوں سے گر گئے۔

بیتو سار اور اس کے آدمی رُک گئے۔ اُنھوں نے فائرنگ کرنے والے کو دیکھا اور پھر اُنھیں دفعتاً وہ جگہ نظر آگئی جہاں سے فائرنگ کی جا رہی تھی۔ بستی کے کنارے ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا جس پر سے یہ فائرنگ ہو رہی تھی۔ بیتو سار نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اس ٹیلے کو چاروں طرف سے گھیر لو اور اس کے آدمی ٹیلے کے چاروں طرف پھیل گئے۔ جو لوگ زخمی گھوڑوں سے نیچے گر گئے تھے، وہ پیدل ہی ٹیلے کی طرف بڑھنے لگے۔ اُنھوں نے ٹیلے کو گولیوں کی زد پر رکھ لیا لیکن ٹیلے سے ایسے ایسے نشانے لگائے گئے کہ بیتو سار کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ اس کے دو آدمی وہیں ہلاک ہوگئے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ بیتو سار کو اپنے دو آدمیوں کی جان سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔ وہ ایک لمحے کے لیے رُکا اور اُس نے اپنے آدمیوں کو سمٹ آنے کا اشارہ کیا۔ ان دو آدمیوں کی موت نے اس پر بہت زیادہ اثر ڈالا تھا۔ اتنا پاگل نہیں تھا کہ دو آدمیوں کی موت کی بعد بھی ٹیلے کی طرف بڑھتا رہتا اور اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیتا۔ چنانچہ اس نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو بھاگ چلنے کا حکم دیا لیکن ابھی وہ چند ہی قدم چلا تھا کہ عقب سے اس کے اُوپر گولیاں برسنے لگیں۔ بیتو سار پریشان ہوگیا تھا۔ گھوڑوں پر لڑکیاں بھی لدی ہوئی تھیں لیکن پیچھے آنے والا گھوڑا جو تنہا تھا، مسلسل ان کے قریب آتا جا رہا تھا۔ تب بیتو سار نے حکم دیا کہ لڑکیوں کو گھوڑوں سے پھینک دیا جائے اور بے چاری دیہاتی لڑکیوں کو بے دردی سے گھوڑوں پر سے نیچے لڑھکا دیا گیا لیکن وہ بلا مسلسل اُن کے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ فاصلہ اس نے جان بوجھ کر اتنا رکھا تھا کہ گولیوں کی زد سے بچا جا سکے۔

بیتو سار اور اُس کے ساتھی پلٹ پلٹ کر گولیاں چلا رہے تھے لیکن نجانے وہ چھلاوہ کس قسم کا تھا، وہ مسلسل اُن کی گولیوں سے بچتا چلا آ رہا تھا۔ اب بیتو سار اور اس کے آدمیوں کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بستی میں داخل ہوں۔ بستی میں داخل ہونے کے بعد ان کا نکلنا اور مشکل ہو جاتا کیونکہ یہ بلا جو پیچھے لگ چکی تھی، وہ کسی طرح اُن کا پیچھا چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے یہ سوچ کر جنگلوں کا رُخ کیا کہ جنگلوں میں اسے گھیر... نے میں آسانی ہوگی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ راستہ بدل کر ہردوئی کے جنی علاقے کی طرف چل پڑا۔

سیاہ رنگ کا گھوڑا مسلسل اس کے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ تاروں کی دھندلی چھاؤں میں وہ اس گھوڑے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ کبھی کبھی اس پر سے کوئی فائر ہوتا اور بیتو سار اور اس کے آدمیوں کو یوں محسوس ہوتا کہ بس تقدیر ہی یاور تھی کہ وہ بچ گئے، ورنہ گولی ان کے بالکل قریب سے گزر جاتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ گھنے درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوگئے۔ اب اُنھیں ایسی پناہ گاہوں کی تلاش تھی جہاں سے وہ اس گھڑ سوار پر نگاہ رکھ سکیں۔ اس سلسلے میں بیتو سار نے اپنے آدمیوں کو چیخ چیخ کر ہدایات دیں۔ چنانچہ تھوڑے تھوڑے فاصلے کے بعد گھوڑے چھوڑ دیے گئے اور وہ لوگ ایسے درختوں کی شاخوں میں لٹک گئے، جن کے اُوپر پناہ لی جا سکے۔ وہ شاخوں پر چڑھ کر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ان کی رائفلیں تیار تھیں لیکن اب گھڑ سوار اُنھیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان کے اپنے گھوڑے چاروں طرف بھٹکتے پھر رہے تھے۔ بارہا ایسا ہُوا کہ اُنھوں نے اپنے ہی کسی گھوڑے پر فائرنگ کر دی اور گھوڑے کی ہنہناہٹ کی آواز اور پھر دلخراش چیخ سُنائی دی۔ اس طرح اُنھوں نے اپنے ہی کئی گھوڑے ہلاک کر دیے۔

کافی دیر گزر گئی۔ تب بیتو سار نے سوچا کہ ممکن ہے اس شخص نے جنگل میں داخل ہونے کی کوشش نہ کی ہو اور جنگل سے باہر ہی رُک گیا ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے قریبی درخت پر اپنے ایک آدمی کو آواز دی اور اس سے کہا کہ وہ نیچے اُتر کر صُورتِ حال کا جائزہ لے۔ بیتو سار کے آدمی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ درخت سے نیچے اُترا۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دُور گیا تھا کہ دفعتاً ایک سمت سے شعلہ لپکا اور دُوسرے لمحے بیتو سار کا آدمی اُچھل کر وہیں ڈھیر ہوگیا۔ بیتو سار اور اُس کے آدمیوں نے درختوں پر سے فائرنگ شروع کر دی اور پاگلوں کی طرح گولیاں برساتے رہے۔ ذراسی دیر میں اُنھوں نے کافی گولیاں ضائع کر دی تھیں لیکن اُنھیں ان گولیوں کا نتیجہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کے مدِمقابل کو ان سے کوئی نقصان پہنچا یا نہیں۔ بیتو سار کا ایک اور آدمی ختم ہوگیا تھا۔ اَب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ کافی دیر تک پھر خاموشی رہی۔ اس کے بعد بیتو سار نے ہمت کر کے دوبارہ اپنے ایک ساتھی کو آواز دی لیکن آواز اس کے حلق سے نکلی ہی تھی کہ دفعتاً ایک گولی درخت کے تنے میں پیوست ہوگئی جس پر وہ موجود تھا۔ بیتو سار نے بدحواسی میں نیچے چھلانگ لگا دی تھی اور ایک بار پھر اس نے پاگلوں کی طرح فائرنگ شروع کر دی لیکن اب وہ دہشت زدہ ہو چکا تھا۔ وہ شخص جو اُن کے تعاقب میں یہاں تک آیا تھا۔ پتہ نہیں کس جگہ چھُپا ہُوا تھا۔ نہ جانے کیا بلا تھا وہ، کون تھا؟ بستی میں تو کسی ایسے آدمی کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

بیتو سار کو بہت ہی خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ اس کے آدمیوں کی بھی بُری حالت تھی۔ دفعتاً اس کے ایک آدمی کا پاؤں پھسلا اور وہ نیچے گرنے لگا۔ اس کے بعد جو کچھ ہُوا وہ ناقابلِ یقین تھا

بیتو سار کا آدمی درخت کی جڑ تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ دفعتاً دو گولیاں اس کے بدن میں آکر پیوست ہوگئیں۔ نشانہ بازی کا یہ کمال ناقابلِ یقین تھا۔ اس شخص نے درحقیقت بیتو سار اور اس کے آدمیوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا تھا۔ اس آدمی کی موت نے ان کے رہے سہے حواس بھی چھین لیے اور وہ درختوں سے کُود کُود کر جدھر مُنہ اُٹھا اُدھر بھاگنے لگے۔ بیتو سار کی بھی اب یہاں رُکنے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ وہ دیوانوں کی طرح دوڑنے لگا اور بہت سی گولیوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن تقدیر یاور تھی کہ وہ بچ گیا۔ کافی دیر تک وہ جنگل میں دوڑتا رہا۔ اسے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ بس اسے اپنے چاروں طرف بھُوت ہی بھُوت نظر آ رہے تھے۔ ہر جھاڑی اور ہر تنے کے پیچھے سے اسے یہ احساس ہوتا تھا کہ ابھی ایک شعلہ چمکے گا اور اس کے بدن میں کوئی نہ کوئی سُوراخ ہو جائے گا۔ اس قدر خوف و دہشت اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ اس کے آدمی بھی اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور بیتو سار ان کے دوڑنے کی آوازیں سُن رہا تھا۔ پھر ایک جگہ وہ لوگ رُکے۔ کافی دیر سے کوئی فائر نہیں ہُوا تھا۔ سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔ اس وقت صرف چار آدمی بیتو سار کے پاس موجود تھے۔ باقی نجانے کیا ہوئے کس طرف گئے۔ بیتو سار کو اُن کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔

وہ پانچوں رُک کر کتے کی طرح ہانپنے لگے۔ چند لمحات کے بعد جب اُن کے حواس بحال ہوئے تو بیتو سار نے کہا۔

"یہ... یہ کوئی انسان نہیں معلوم ہوتا۔ یقیناً یہ کوئی انسان نہیں ہے۔ ان جنگلوں میں ہمارے لیے بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔"

"چیف ہمارے پاس تو ایمونیشن بھی ختم ہوگیا ہے۔" اس کے ساتھیوں نے بتایا۔

"ہاں، ہم کتنی دیر سے اُس پر فائرنگ کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ ایمونیشن ہمارے پاس نہیں تھا۔"

"تت تو... تو..." بیتو سار نے اپنی پیٹی میں کارتوس تلاش کیے اور یہ دیکھ کر اس کے حواس بالکل جواب دے گئے کہ اب اس کی پیٹی میں صرف دو کارتوس رہ گئے تھے۔ البتہ بھرا ہُوا پستول اُس کے لباس میں موجود تھا۔ پستول اس کے دو ساتھیوں کے پاس بھی تھے۔ بیتو سار نے وہ دونوں کارتوس احتیاط سے رائفل میں چڑھائے اور پھر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے وہ پیچھے رہ گیا ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے چیف!" اس کے ساتھیوں نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔

"ہمارے تمام ساتھی مارے گئے ہیں کیا؟"

"پتہ نہیں لیکن آج ہمیں جو نقصان ہُوا ہے، اُس نے ہماری کمر توڑ دی ہے، یُوں سمجھیں کہ ہمارا گروہ..."

"اوہ بکواس بند کرو۔ جو کچھ ہُوا ہے، اس کے بارے میں بعد میں سوچیں گے۔ پہلے یہ سوچو کہ ہم جان بچا کر یہاں سے کس طرف نکل سکتے ہیں؟"

"چیف ہمیں ساتھ ساتھ ہی رہنا چاہیئے۔ جتنی دُور یہاں سے جا سکتے ہیں، چلتے رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے پیچھے ہی آ جائے۔"

"لیکن وہ ہے کون...؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے چیف۔ جلدی چلیئے آگے بڑھیے۔ یہاں رُکنا ٹھیک نہیں ہے"

"آواز پیدا کیے بغیر آگے بڑھتے رہو۔" بیتو سار نے کہا اور وہ لوگ بہ آہستگی آگے بڑھتے رہے۔ پتہ بھی کھڑکتا تو ان کے بدن دہشت سے سرد ہو جاتے۔ تقریباً دو یا تین گھنٹے تک وہ مسلسل سفر کرتے رہے۔ رات ختم ہوتی جا رہی تھی اور درختوں کے اُوپر آسمان کی دھندلاہٹ میں روشنی کی کرنیں نمودار ہونے لگی تھیں۔ صبح ہونے کو تھی۔ وہ چلتے رہے۔ پھر ایک جگہ تھک کر گر پڑے۔ اب ان میں اتنی سکت نہیں تھی کہ آگے بڑھ سکتے لیکن وہ گرے ہی تھے کہ دفعتاً ایک اور فائر ہُوا اور گولی بیتو سار کے ایک ساتھی کو چاٹ گئی۔ اتنی دیر تک مسلسل سکوت کے بعد یہ گولی ان کے حواس پر آخری تازیانہ ثابت ہوئی تھی۔

بیتو سار نے ہاتھ پاؤں ڈال دیے۔ اب ان میں بھاگنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ جس آدمی کے گولی لگی تھی۔ وہ بُری طرح تڑپ رہا تھا۔ گولی اس کے سر میں لگی تھی اور سر کے چیتھڑے اُڑ گئے تھے۔ بیتو سار نے ہراساں نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا، پھر اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھنے لگا۔

وہ تینوں اس طرح زمین پر بے سُدھ پڑے تھے جیسے مر گئے ہوں۔ ان کے حواس جواب دے گئے تھے۔ ایک اور گولی چلی اور بیتو سار کا ایک آدمی پاؤں پکڑ کر اُچھلنے لگا۔ وہ اُٹھا اور پھر نیچے گرا۔ پھر دوبارہ اُٹھا لیکن دوبارہ اُٹھنا اُس کے لیے سُودمند نہ ہوا۔ ایک اور گولی چلی اور اُس کی گردن توڑتی ہوئی دُوسری طرف نکل گئی۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ لوگ پھر بھاگیں۔ شیطان یہاں بھی آ پہنچا تھا۔ اب وہ صرف تین رہ گئے تھے۔ یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہوگئی۔ بیتو سار نے اپنی رائفل پھینک دی اور تینوں نے پستولیں نکال لیں اور حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔ وہ ایک چوڑے درخت کے پاس بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگے تھے۔ اب ان کے انداز سے

موت کی مایوسی جھلک رہی تھی۔

*

مونی ماردین بے حد چالاک عورت تھی۔ جے سنگھ کی موت کا اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ جے سنگھ کو کس نے ہلاک کیا ہے۔ جے سنگھ تھا بھی اسی قابل۔ مونی اگر چاہتی تو ایڈنا ڈمپل کو اس سلسلے میں ملوث کر سکتی تھی اور اسے مشکلات کا شکار بنا سکتی تھی لیکن وہ کچی گولیاں نہیں کھیلے ہوئے تھی۔ جانتی تھی کہ ایڈنا ڈمپل اس چھوٹے سے واقعے سے بہ آسانی نکل سکتی ہے لیکن وہ اسی احساس کا شکار ہو جائے گی کہ مونی ماردین اس کی طرف سے بدظن ہے اور اسے کوئی شبہہ ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ جے سنگھ کو جو سزا ملی تھی اس سے مونی ماردین مطمئن تھی۔ وہ اسی قابل تھا۔ بہرطور ایڈنا ڈمپل کی روانگی کے لیے اس نے انتہائی مناسب بندوبست کیا تھا اور کوئی ایسی کسر نہیں چھوڑی تھی جس کی وجہ سے ایڈنا ڈمپل کسی احساس کا شکار ہو سکے۔ ہاں ایڈنا ڈمپل کے روانہ ہونے کے بعد جب اسے یہ اطلاع ملی کہ ڈمپل جنگل کے علاقوں میں داخل ہو گئی ہے تو وہ خود بھی تیار ہو گئی۔ اس نے اپنے آدمیوں کو اس کام کے لیے منتخب کر دیا تھا اور انھیں ایڈنا ڈمپل کی نگرانی کے لیے مصروف کر دیا تھا۔ چنانچہ جب ایڈنا ڈمپل جنگلوں میں داخل ہوئی تو مونی ماردین کو ٹرانسمیٹر پر اس کی اطلاع مل گئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ڈمپل نے کوئی اور چال نہیں چلی تھی اور اس کے بعد وہ خود بھی چل پڑی۔ وہ ڈمپل جیسی خطرناک عورت کو نگاہوں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ معاملہ شیران کا تھا اور حقیقت تھی کہ شیران، مونی ماردین کے لیے بہت ہی اہم حیثیت رکھتا تھا۔ اسی کے لیے وہ تنظیم کے اغراض و مقاصد سے ٹکرا گئی تھی حالانکہ یہی کیفیت ایڈنا ڈمپل کی بھی تھی لیکن مونی ماردین اپنے آپ کو اس میں حق بجانب بھی سمجھتی تھی کیونکہ شیران خود اس کی طرف متوجہ تھا۔

بکنس اور اس کے چار ساتھی جو بہترین شکاریوں میں شمار ہوتے تھے، مونی ماردین کے ساتھ چل پڑے۔ مونی ماردین چونکہ ان علاقوں کے چپے چپے سے واقف تھی۔ اس لیے ایڈنا ڈمپل کی بہ نسبت وہ نہایت مہارت سے جنگلوں میں سفر کرنے لگی۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اس نے ایڈنا ڈمپل کو جا لیا۔ وہ اتنے فاصلے سے ایڈنا ڈمپل کا تعاقب کر رہی تھی کہ ایڈنا ڈمپل کے فرشتوں کو بھی اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ خاص طور سے راستوں کی واقفیت مونی ماردین کی معاون تھی چنانچہ اس نے ایسے نشیبی راستے اختیار کیے جن سے ایڈنا ڈمپل تو واقف نہیں تھی لیکن وہ بہ آسانی ایڈنا ڈمپل پر نگاہ رکھتی ہوئی آگے بڑھ سکتی تھی۔ ایڈنا ڈمپل جس انداز میں سفر کر رہی تھی اس میں اناڑی پن تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جنگلوں کی زندگی سے مکمل طور پر واقف نہیں ہے جبکہ مونی ماردین اس دوران سیر اور شکار کے ذریعے اس علاقے کے ایک ایک چپے سے واقف ہو گئی تھی۔

سفر جاری رہی۔ ایڈنا ڈمپل کو اس وقت تک کوئی پریشانی نہیں آئی تھی لیکن مونی ماردین نے وہ رات بھی دیکھی جب گردھر موت کا شکار ہوا تھا اور یہ ایڈنا ڈمپل کے لیے درحقیقت پریشان کن سانحہ تھا کیونکہ گردھر کی موت کے بعد اول تو اس کا ایک ساتھی کم ہو گیا تھا۔ دوم یہ کہ اسے راستے کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ مونی ماردین خاموشی سے اسے سفر کرتی دیکھتی رہی۔ وہ خود بھی بڑی احتیاط سے اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ مقصد یہی تھا کہ ایڈنا ڈمپل کا انجام دیکھ لے۔ اسے یقین تھا کہ اگر ایڈنا ڈمپل اسی طرح پہاڑوں میں بھٹکتی رہی تو جنگلی درندوں کا شکار ہو جائے گی۔ اس وقت تک اس صورتِ حال میں مونی ماردین نے فیصلہ نہیں کیا تھا کہ اسے ایڈنا ڈمپل کی مدد کرنی چاہیے یا نہیں۔ لیکن اگر ایسا ہو گیا تو وہ کم از کم ایڈنا ڈمپل کی لاش کو یہاں سے ضرور لے جانا چاہتی تھی تاکہ تنظیم کو اس کے بارے میں تفصیلات بتائی جا سکیں اور کہا جا سکے کہ ڈمپل نے خود سری سے کام لیتے ہوئے اس کی مدد کے بغیر جنگلوں میں آوارہ گردی شروع کر دی تھی اور اس طرح وہ جنگلی درندوں کا شکار ہو گئی۔ مونی ماردین کو اس وقت ڈمپل سے کوئی ہمدردی نہیں تھی جبکہ دوسری صورت میں وہ تنظیم کے ایک ایک فرد کی زندگی سے دلچسپی رکھتی تھی۔

رات ہو گئی۔ پھر دوسرا دن آ گیا۔ پھر دوسری رات ہو گئی۔ اس طرح سے وقت گزرتا رہا۔ ایڈنا ڈمپل اب بدترین مصیبتوں کا شکار ہو گئی تھی۔ وہ جنگلوں میں راستہ بھٹک رہی تھی۔ اس نے راتوں کو سونا بند کر دیا تھا اور وہ لوگ دن رات جاگتے ہوئے وحشت کے عالم میں سفر کر رہے تھے۔ پتہ نہیں ایڈنا ڈمپل کی اپنی کیا حالت تھی لیکن مونی ماردین اس کی اس کیفیت سے خاص مسرور نظر آتی تھی۔ بکنس سے اکثر اس موضوع پر اس کی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ بکنس نے اس سے کہا۔

"میڈم اگر آپ مناسب سمجھیں تو اب عورت کو یہاں سے نکال لیں۔ یہاں تو یہ ساری زندگی بھٹکتی رہے گی۔ ہم کب تک اس کا پیچھا کرتے رہیں گے۔"

"اس وقت تک بکنس جب تک یہ موت کا شکار نہ ہو جائے۔"

"اوہ ممکن ہے میڈم وہ یہاں سے نکلنا چاہتی ہو۔"

"اگر نکلنا بھی چاہتی ہے تو تمھارا کیا خیال ہے اسے نکلنے دیا جائے؟"

"میڈم! یہ آپ مناسب سمجھتی ہیں لیکن اگر آپ تنظیم کے رکن کی حیثیت سے اس کی مدد کریں تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا؟"

"نہیں بکنس وہ سازشی عورت میرے ہی خلاف یہاں سازشیں کر رہی تھی۔ مجھے اس سے کوئی ہمدردی اور کوئی دلچسپی نہیں ہے اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ وہ تنظیم کے کسی مقصد کے تحت یہاں نہیں داخل ہوئی۔ اس میں اس کی ذاتی غرض شامل تھی۔ ویسے بکنس اگر ہم اسے مخاطب بھی کریں تو کس انداز میں؟" مونی ماردین نے کسی خیال کے تحت اس سے پوچھا۔

"میڈم! میرا خیال ہے آپ اگر اسے زندہ رکھنا ہی چاہتی ہیں تو پھر یوں کریں کہ ہم براہ راست اس تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے یہی کہیں گے کہ جب ہمیں اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تو ہم اسے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آ گئے۔ اس طرح اس کی جان بچ سکتی ہے۔" بکنس نے کہا اور مونی ماردین کچھ سوچنے لگی۔ بکنس بھی تنظیم کے رکن کی حیثیت رکھتا تھا اور مونی ماردین کے بہترین معاونوں میں سے تھا۔ مونی کو آج تک اس پر کوئی شبہہ تو نہیں ہو سکا تھا لیکن یہ بات سوچی جا سکتی تھی کہ اگر ایڈنا ڈمپل اس طرح سے مر جائے تو ممکن ہے بکنس کسی وقت تنظیم کے اعلیٰ افسران کو اس سلسلے میں تفصیلات بتا دے۔ اس طرح مونی ماردین مصیبتوں کا شکار ہو سکتی تھی۔ تو کیا بکنس کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ مونی ماردین نے سوچا۔ اس کے لیے یہ کام کوئی مشکل نہیں تھا لیکن فی الحال اس نے اپنے اس ارادے کو کچھ وقت کے لیے ملتوی کر دیا۔ بکنس کو اگر قتل بھی کیا جائے تو اس انداز میں نہیں کہ دوسرے لوگوں کو اس کی موت کا صحیح اندازہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ بکنس کو آزمایا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے وہ دل کا وفادار ہو۔

مونی ماردین نے بکنس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا اور کسی گہری سوچ میں گم ہو گئی تھی۔

*

صورتِ حال اب ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ ایڈنا ڈمپل زندگی میں کبھی پریشانی کا شکار نہیں ہوئی تھی لیکن اسی وقت اس کے ذہن میں بھی طرح طرح کے وسوسے ابھرنے لگے تھے۔ جنگل سے نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں ملتا تھا۔ جس طرف بھی جاتی، اسے احساس ہوتا کہ اس طرف سے آگے بڑھنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے ساتھی بھی اب ہراساں ہو چکے تھے۔ ایڈنا ڈمپل اگر انھیں نہ سنبھالتی تو نجانے ان کی کیا حالت ہوتی لیکن وہ بڑی ہمت سے انھیں دلاسے دیے ہوئے تھی اور ان سے کہتی تھی کہ تھوڑی بہت دقت ضرور پیش آ رہی ہے لیکن بالآخر وہ کسی نہ کسی بستی تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھی مایوسی سے گردن ہلا دیتے تھے۔ ایڈنا ڈمپل سے کوئی سخت بات کہنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ بہرطور یوں وقت گزرتا رہا۔ وہ جنگل اور کبھی کبھی میدانوں میں سفر کرتے رہے۔ کسی بستی کے آثار دور دور تک نظر نہیں آتے تھے۔ وحشی جانوروں کی ہولناک آوازیں اب دن رات کا معمول بن گئی تھیں اور ایڈنا سوچ رہی تھی کہ زندگی کا اختتام تو مناسب نہیں۔ شیران کے لیے اس طرح زندگی کھونے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ مونی ماردین کے بارے میں سوچتی تو آنکھوں میں خون اترنے لگتا۔ اس کا جی چاہتا کہ کسی طرح مونی ماردین تک پہنچ جائے اور اسے اپنے دانتوں سے چبا ڈالے۔ اسی کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی تھی۔

اس شام بھی اس نے ایک میدانی علاقے میں قیام کیا تھا۔ دور دور تک چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور درختوں کے جھنڈ اس چھوٹے سے میدان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ پتہ نہیں درختوں کے اس وسیع و عریض حصے میں یہ ایک چٹانی خطہ کہاں سے آ گیا تھا۔ بہرطور ایڈنا ڈمپل نے اسے بھی اپنے قیام کے لیے منتخب کیا تھا۔ بارہا اس سفر کے دوران اسے محسوس ہوا تھا کہ کچھ آہٹیں اس کا تعاقب کرتی رہی ہیں لیکن وہ ان کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا پائی تھی اور یہی سوچ کر خاموش ہو گئی تھی کہ ممکن ہے یہ اس کا وہم ہو یا پھر کچھ جنگلی جانور اُن کے آس پاس سے گزرتے ہوں تو اسے یہ احساس ہوتا ہو۔

وہ ان آہٹوں کے محرک کو ابھی تک نہیں دیکھ سکی تھی۔ اس وقت بھی وہ تھکے تھکے سے انداز میں ایک چٹان کی اوٹ لیے ہوئے تھے کہ دفعتاً اس کے ایک ساتھی نے کس قدر خوفزدہ آواز میں کہا۔

"میڈم... میڈم میں نے ایک انسانی سایہ دیکھا ہے۔ اس طرف ایک انسانی سایہ۔"

"کس طرف؟" ایڈنا ڈمپل چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی رائفل سنبھال لی تھی۔

"اس طرف میڈم۔ درختوں کے اس جھنڈ کی جانب۔"

"ممکن ہے تمھیں وہم ہوا ہو۔"

"وہم...؟" اس کے ساتھی نے الجھے ہوئے سے انداز میں کہا۔

"ہاں۔ ممکن ہے یہ صرف تمھارا وہم ہو۔"

"اوہ... دیکھیے میڈم وہ دیکھیے.... وہ اسی طرف آ رہا ہے۔" اس کے ساتھی نے کہا اور وہ اس کے اشارے کی سمت دیکھنے لگی۔ اس کا خیال درست تھا۔ درحقیقت ایک آدمی تھا جو شرابی کی طرح

رُکھڑاتا ہُوا اس طرف چلا آرہا تھا۔ ایڈنا ڈمپل گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ شام کی کجلاہٹیں ماحول پر پھیل چکی تھی لیکن ابھی اتنی روشنی ضرور تھی کہ وہ اس انسانی سائے کو محسوس کر سکتے۔

ایک لمحے کے لیے ایڈنا ڈمپل کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ آیا اسے وہیں ہلاک کر دے یا پھر قریب آنے کا موقعہ دے لیکن ہلاک کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ پتہ نہیں یہ کون شخص ہے۔ وہ اسے دیکھتی رہی اور پھر اس نے اسے متوجہ کرنے کے لیے ایک ہوائی فائر کیا۔ فائر کی آواز سنتے ہی سایہ زمین پر گر پڑا تھا اور اس کے بعد وہ دیر تک زمین سے نہ اُٹھا۔

"اوہ... دیکھو اسے... میرا خیال ہے وہ دہشت سے بے ہوش ہو گیا ہے۔" ایڈنا نے اپنے آدمیوں سے کہا اور وہ اس سائے کی جانب چل پڑے۔ ایڈنا وہیں ایک چٹان پر چڑھ کر رائفل ہاتھوں میں سنبھالے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اطراف کے ماحول پر بھی نگاہ رکھی تھی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے آدمی اس سائے کے پہنچ گئے، جھکے اور پھر انھوں نے اسے ہاتھوں میں اُٹھا لیا۔ وہ سائے کو اُٹھائے ہُوئے اسی طرف لا رہے تھے۔ ایڈنا خاموشی سے ہونٹ بھینچے اس کا انتظار کرتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے آدمی ایڈنا کے قریب پہنچ گئے۔ اب رات کی تاریکی پوری طرح پھیل گئی تھی اور ایڈنا اس کا چہرہ بخوبی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے ٹارچ روشن کر کے بے ہوش آدمی کے چہرے پر ڈالی اور دُوسرے لمحے اس کو ایک شدید جھٹکا لگا۔

یہ بیتو سار تھا۔ یقیناً یہ بیتو سار ہی تھا لیکن اس قدر خستہ حالت میں کہ یقین نہیں آتا تھا۔ بیتو سار کے بارے میں ایڈنا ڈمپل اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ درندہ صفت انسان تھا۔ بے حد چالاک لومڑی سے زیادہ چالاک اور کسی خوفناک درندے سے زیادہ وحشی۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر ایڈنا بُری طرح چونک گئی تھی۔ بیتو سار کا لباس تار تار تھا۔ اس کے چہرے اور ہاتھوں پر جگہ جگہ خراشیں تھیں۔ گالوں کی ہڈیاں اُبھر آئی تھیں اور ہونٹ اس طرح خشک تھے جیسے اس نے طویل عرصے سے پانی کا قطرہ بھی نہ چکھا ہو۔ ایڈنا ڈمپل نے اسے لٹانے کے لیے کہا اور پھر جلدی جلدی پانی کی بوتل نکال کر اس پر جھک گئی۔ اس نے پانی کے چند قطرے بیتو سار کا مُنہ کھول کر اس میں ٹپکائے اور بیتو سار کو ہوش آ گیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور پھر دہشت بھری ایک چیخ مار کر جلدی سے اُٹھ گیا۔ اس کے بدن میں بجلیاں سی کوندر رہی تھیں۔

ایڈنا ڈمپل نے بڑی مشکل سے اسے قابو میں کیا اور اسے آوازیں دینے لگی۔

"نہیں نہیں مار دے گا۔ وہ مجھے بھی مار دے گا۔ وہ مجھے بھی قتل کر دے گا۔ چھوڑ دو... چھوڑ دو... قتل... قتل، خُون... خُون..." بیتو سار چیخا اور ایڈنا ڈمپل حیران رہ گئیں۔ بیتو سار جیسے آدمی کے لیے یہ خوف بالکل ناقابلِ یقین تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے بیتو سار کو قابو میں کیا۔ اس کے مُنہ پر دو تین تھپڑ لگائے اور بیتو سار آہستہ آہستہ حواس میں آتا چلا گیا۔ اس نے شاید ایڈنا ڈمپل کی آواز پہچان لی تھی۔

"اوہ... میڈم... میڈم... وہ... وہ... مجھے بھی قتل کر دے گا۔ آپ یقین کریں۔ وہ مجھے بھی قتل کر دے گا۔"

"کون کس کی بات کر رہے ہو تم؟"

"مَیں... مَیں نہیں جانتا، وہ انسان نہیں ہے۔ وہ شیطان ہے میڈم... وہ شیطان ہے۔"

"بیتو تمھاری یہ کیفیت دیکھ کر مجھے سخت تعجب ہو رہا ہے۔ تم سے بڑا شیطان بھی کوئی ہو سکتا ہے؟"

"آہ... مَیں کچھ نہیں ہُوں۔ مار دیا اس نے۔ اس نے میرے تمام ساتھیوں کو مار دیا۔ سب کو قتل کر دیا۔ آپ یقین کریں۔ اس نے ایک ایک کر کے سب کو قتل کر دیا۔ وہ ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ وہ مجھے بھی نہیں چھوڑے گا۔ بھاگیے میڈم، یہاں سے بھاگ جائیے ورنہ، ورنہ وہ آپ کو بھی ہلاک کر دے گا۔" بیتو سار ایک مرتبہ پھر اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن ایڈنا کا زوردار گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا اور وہ نیچے گر پڑا۔

"اگر تم ہوش میں نہ آئے تو مَیں خُود تمھیں گولی مار دوں گی۔" ایڈنا غراتی ہُوئی آواز میں بولی اور بیتو سار سہمی ہُوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ بیتو سار جیسے شخص کی یہ کیفیت ایڈنا کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی اور بیتو سار کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ ایڈنا نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ بیتو سار کو کچھ کھلایا پلایا جائے اور اس کے ساتھی اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگے۔ بیتو سار ایڈنا کے قریب بیٹھ کر اس کے آدمیوں کی دی ہُوئی چیزیں کھانے لگا۔ پھر شراب کے چند گھونٹوں نے اس کی کیفیت کسی حد تک بحال کر دی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے چٹان کی پُشت سے ٹیک لگا لی۔ دفعتاً وہ پھر سے چونک پڑا۔

"میڈم... میڈم پلیز۔ اپنے آدمیوں سے کہیے کہ ہوشیار رہیں۔ اُن کے پاس ہتھیار تو ہیں۔"

"ہاں۔ ہتھیار ہیں لیکن بیتو سار جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ وہ کون لوگ ہیں جو تمھارا تعاقب کرتے رہے ہیں اور تمھارے ساتھی کس کا شکار ہُوئے تب تک مَیں یا کوئی اور تمھارے لیے کیا کر سکتا ہے۔ کم از کم تم اپنے حواس بحال کر کے یہ تو بتاؤ کہ تم اب تک تھے کہاں۔ مَیں کتنے عرصہ سے اس جنگل میں بھٹک رہی ہُوں۔ مَیں نے تم سے سانگلی بستی کے نواح میں پہنچنے کو کہا تھا۔ یقیناً یہ سانگلی بستی کے نواح میں ہوں گے لیکن تمھارا کہیں پتہ نہیں چل سکا۔"

"آہ میڈم! میڈم مَیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یُوں سمجھیے کہ یہ میری زندگی کا آخری ہنگامہ ہے۔ اس کے بعد مَیں ساری زندگی کسی قابل نہیں ہو سکتا۔ میرے وہ تمام بہترین ساتھی مارے گئے جو میرے دست و بازُو تھے۔ اب تو مَیں ایک بے جان بدن ہُوں۔ لنگڑا لُولا آدمی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ اگر یہ بات ہے تو مَیں تمھیں بھی زندگی کے اس بوجھ سے چھٹکارا دلائے دیتی ہُوں۔" ایڈنا ڈمپل نے پستول نکال کر اس کا رُخ بیتو سار کی پیشانی کی طرف کر دیا۔ "مَیں تم جیسے بُزدل کو زندہ نہیں چھوڑ سکتی۔ مَیں نے تم پر بہت بھروسہ کیا تھا۔ مَیں نے تمھارے گروہ کو اپنا معاوضہ دے کر اپنے لیے تیار کیا تھا جتنے معاوضے میں، مَیں ہزاروں آدمیوں کو اپنے لیے آمادہ کر سکتی تھی۔"

"مَیں جانتا ہُوں میڈم۔ مَیں جانتا ہُوں۔ آپ یقین کریں، حالات ایسے ہی تھے۔ مَیں کسی رُوح کے چکر میں پڑ گیا ہُوں۔ مَیں ان جنگلوں کو پار کر کے اس کے نواح میں پہنچ گیا تھا۔ سانگلی بستی کے قریب ہی مَیں نے قیام کیا اور پھر اپنی عادت سے مجبور ہو کر ہم نے ایک اور بستی کا رُخ کیا۔ ہم یہاں ڈاکہ ڈالنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس بستی کا نام ہر دوئی ہے۔ ہر دوئی میں پہنچ کر..."

"کیا..." ایڈنا ڈمپل بُری طرح چونک پڑی۔ شیلان کے بارے میں بھی ہر دوئی کا ہی نام لیا گیا تھا۔

"ہاں میڈم ہر دوئی۔ پہنچ کر ہم نے بستی میں لوٹ مار کی۔ کچھ مکان جلائے، سامان لُوٹا اور وہاں سے دو تین لڑکیوں کو بھی اُٹھا لیا۔ اس کے بعد ہم گھوڑوں پر بیٹھ کر جب وہاں سے واپسی کے لیے چلے تو بستی کے داخلی دروازے کے پاس کسی نے ہمیں نشانے پر رکھ لیا۔" بیتو سار نے سارے واقعات ایک ہی سانس میں سُنا ڈالے۔ "وہاں سے بھاگا تو کوئی ہمارے پیچھے لگا چلا آیا اور آپ یقین کریں میڈم وہ کوئی انسان نہیں تھا۔"

ایڈنا ڈمپل کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ چند لمحات وہ خاموشی سے بیتو سار کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے پُوچھا۔

"تم نے اس آدمی کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی۔"

"نہیں مَیں نے اسے دن کی روشنی میں دیکھا لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ مَیں اس کے خدوخال کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔"

"کیا حُلیہ۔ کیا قدوقامت تھا اس کا؟"

"انتہائی شاندار۔ وہ چھ فٹ سے کچھ نکلتا ہُوا ہی تھا۔ اس لحاظ سے اس کے بدن کی چوڑائی بھی تھی۔ دُور سے دیکھنے سے بھی کوئی خوبرو جوان نظر آتا تھا۔"

"اوہ۔ اچھا، اچھا تو... تو تم نے آخری بار اسے کہاں چھوڑا تھا؟" ایڈنا ڈمپل نے دھڑکتے دل کے ساتھ پُوچھا۔

"ان جنگلوں کے اس طرف مجھے یقین ہے کہ دن کی روشنی میں وہ ادھر کا رُخ ضرور کرے گا۔ وہ ضرور آئے گا میڈم! مجھے بچا لیجیے اس سے۔"

"تمھیں یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ تمھارا دُشمن کیسے بن گیا؟"

"مَیں کیسے اندازہ لگا سکتا تھا۔ اس سے کوئی بات ہوتی تو مَیں اندازہ لگاتا۔ مَیں نے چیخ چیخ کر اس سے پناہ مانگی لیکن وہ شاید میری آواز بھی نہیں سُن سکتا تھا۔ وہ کون ہے میڈم کیا آپ اس بارے میں کچھ اندازہ لگا سکتی ہیں۔"

"نہیں۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا لیکن اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

⁂

موفی ماردین نہایت کامیابی سے ایڈنا ڈمپل کا تعاقب کر رہی تھی۔ ڈمپل کی کیفیت بہت بہتر نہیں تھی لیکن باہمت عورت تھی۔ اس لیے مسلسل اپنا سفر جاری رکھے ہُوئے تھی۔ ابھی تک اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ اس شام بھی وہ جنگلوں کے ایک طویل اور عریض خطّے کو عبور کر کے ایک ایسے میدان میں پہنچی تھی جس میں چٹانیں بکھری ہُوئی تھیں۔ میدان زیادہ وسیع نہیں تھا۔ اس کے اطراف میں درختوں کے جُھنڈ پھیلے ہُوئے تھے۔ موفی ماردین نے ان چٹانوں کی پُشت پر پھیلے ہُوئے گھنے درختوں میں پناہ لی جن میں ایڈنا ڈمپل نے اپنا ڈیرہ جمایا تھا۔ ایڈنا ڈمپل اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے صاف نظر آ رہی تھی۔ موفی ماردین اور ہنس ایک درخت پر نزدیک نزدیک بیٹھے ہُوئے تھے۔ ان کے دُوسرے ساتھی بھی درختوں پر چڑھ گئے تھے۔

یہ جنگلوں کے کیڑے ابھی تک کامیابی سے اپنا مشن جاری رکھے ہُوئے تھے اور ایڈنا ڈمپل کو شاید ان کے قدموں کی چاپ بھی نہیں سُنائی دیتی تھی۔ اس وقت بھی جھٹپٹا پھیل چکا تھا اور اطراف کی چیزیں دُھند میں چھپ گئی تھیں۔ تاہم اتنی روشنی ضرور تھی کہ درختوں کے سائے نظر آ سکیں۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ موفی ماردین اُس وقت آنکھوں سے دُوربین لگائے ایڈنا ڈمپل کی کیفیت کا

جائزہ لے رہی تھی اور پھر اس نے کچھ اس قسم کی کیفیت محسوس کی جیسے ایڈنا ڈمپل کسی چیز کو دیکھ کر چونکی ہو۔ اس کے ساتھی اسے کچھ بتا رہے تھے۔

مونی ماردین کی دوربین کا زاویہ بھی ایڈنا ڈمپل کے زاویے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو گیا۔ اس نے ایک انسانی سایہ دیکھا تھا جو درختوں کے درمیان سے دوڑتا ہوا نکلا تھا۔ پھر وہ سایہ سامنے آیا تو ایڈنا ڈمپل نے ایک فائر کیا۔ فائر کی آواز سن کر ہکنس بھی چونک گیا۔ وہ اس صورتِ حال سے ناواقف تھا۔ اس نے متحیرانہ انداز میں مونی کی طرف دیکھا اور مونی اسے صورتِ حال سمجھانے لگی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دوربین ہکنس کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ ہکنس بغور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ دونوں ہی صورتِ حال کا جائزہ لے رہے تھے۔ سایہ زمین پر گر پڑا تھا۔ شائد ڈمپل نے اسے ہلاک کر دیا تھا لیکن وہ کون تھا۔ ہکنس نے چند لمحات کے بعد دوربین مونی ماردین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"میڈم... اسے ہلاک نہیں کیا گیا بلکہ شاید اسے متوجہ کرنے کے لیے فائر کیا گیا ہے۔"

"لیکن وہ کون ہے کچھ اندازہ ہوتا ہے؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کوئی تھائی باشندہ معلوم ہوتا ہے یا ممکن ہے جاپان یا ہانگ کانگ سے اس کا تعلق ہو۔ خدوخال واضح نہیں ہیں صرف حلیے سے میں نے اندازہ لگایا ہے۔ اوہ دیکھئے وہ لوگ اسے سنبھال کر لا رہے ہیں۔"

"ہکنس میں اس صورتِ حال کا قریب سے جائزہ لینا چاہتی ہوں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں یہ کون آدمی ہے۔ آؤ ہم درخت سے اتر کر اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔" مونی نے کہا۔

وہ لوگ اتنی آہستگی اور دبے قدموں یہ فاصلہ طے کر کے اس چٹان پر پہنچے تھے کہ انھیں خود بھی اپنے قدموں کی چاپ نہیں سنائی دی تھی۔ چٹان کے پیچھے وہ سانس روک کر بیٹھ گئے۔ وہ اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ آنے والا کون ہے اور کیا صورتِ حال ہے۔ اس کے بعد انھوں نے میتوسار اور ایڈنا ڈمپل کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی۔ مونی ماردین کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ میتوسار کے بارے میں وہ صحیح اندازہ تو نہیں لگا پائی تھی لیکن جو الفاظ اس کی سمجھ میں آئے تھے۔ اس نے ان سے ایک نتیجہ اخذ کر لیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد صورتِ حال ذرا سی پریشان کن ہو گئی کیونکہ ایڈنا ڈمپل نے اپنے دو آدمیوں کو دو بلند چٹانوں پر پہنچا دیا۔ اس نے انھیں ہدایت کی تھی کہ اطراف میں پوری طرح نگاہ رکھی جائے اور اگر کوئی انسانی سایہ نظر آئے تو اس کے بارے میں اطلاع دی جائے اور اس کے بعد اس نے یہ بھی ہدایت کر دی تھی کہ آنے والے کو ہلاک نہ کیا جائے بلکہ خاموشی سے اس کی نگرانی کی جائے اور اس وقت تک کوئی قدم نہ اٹھایا جائے جب تک ایڈنا اس کی ہدایت نہ دے۔

میتوسار نے اس پر اعتراض بھی کیا تھا لیکن ایڈنا ڈمپل نے کہا کہ وہ مطمئن رہے۔ دراصل وہ دیکھنا چاہتی ہے۔ . . . . کہ وہ کون ہے جس نے میتوسار جیسے شخص کی یہ حالت کر ڈالی ہے۔ مونی ماردین اور ہکنس اصل صورتِ حال سے کسی قدر الجھ گئے کیونکہ جس جگہ ایڈنا ڈمپل کے آدمی پہرہ دینے کے لیے مستعد ہو گئے تھے۔ وہ ایسی تھی کہ وہاں سے ان لوگوں کو بھی دیکھا جا سکتا تھا بشرطیکہ یہ لوگ اپنی جگہ چھوڑنے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ ایک طرح سے وہ اس جگہ قید ہو کر رہ گئے تھے۔ ہاں انھیں اس کا یقین تھا کہ اگر وہ یہاں سے نکلنے کی کوشش نہ کریں اور خاموشی سے صورتِ حال کا جائزہ لیں تو شاید ان لوگوں کو اتنے قریب کسی کی موجودگی کا احساس نہیں ہو سکتا۔ بہرطور اس صورتِ حال سے نمٹنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ خاموشی سے وقت گزرنے کا انتظار کریں اور آنے والے لمحات پر نگاہ رکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ مونی نے ہکنس کے کان میں سرگوشی کر کے اسے یہ ہدایت کر دی کہ وہ خاموشی سے حالات کا جائزہ لے اور ہکنس نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ وقت گزرتا رہا۔ ایڈنا ڈمپل اور میتوسار کی گفتگو کرنے کی آوازیں یہاں انھیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ بہت ہی مختصر فاصلہ تھا۔ بس جس چٹان کے دوسری طرف یہ دونوں تھے اس کے سامنے یہ لوگ موجود تھے۔ چنانچہ یہاں سے میتوسار اور ایڈنا ڈمپل کے درمیان ہونے والی گفتگو صاف سنائی دیتی تھی۔ مونی ماردین نے میتوسار کی زبانی جو کچھ سنا تھا، اسے سن کر مونی ماردین کی کیفیت بھی کچھ بدل سی گئی تھی۔ میتوسار جس جانب اشارہ کر رہا تھا، اس سے تو یہی اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا حریف شیران تھا۔ اس نے جو انداز اور جو حلیہ بتایا تھا۔ وہ شیران ہی سے ملتا جلتا تھا اور مونی ماردین کے علاوہ کوئی اور یہ بات کیسے جان سکتا تھا کہ شیران ہرودی میں موجود ہے۔

بہرطور مونی ماردین اس وجہ سے بھی یہاں سے نہیں ہٹنا چاہتی تھی کہ اگر شیران اس طرف آ ہی نکلتا تو پھر اس کا تحفظ فوری طور پر ضروری ہو جائے گا وہ شیران کو ایڈنا کے ہاتھ نہیں لگنے دینا چاہتی تھی اور اس کا یہی منصوبہ تھا کہ اگر صورتِ حال ناگزیر ہو جائے تو پھر ایڈنا ڈمپل کو اس دنیا سے رخصت کر دینا ہی مناسب ہو گا۔

اتنے طویل وقت تک اس انداز میں سانس روکے بیٹھے رہنا معمولی بات نہیں تھی۔ اگر ایڈنا ڈمپل اور میتوسار کی آوازیں

نہ سنائی دیتیں تو یقیناً یہ وقت بہت کٹھن ہو جاتا ان لوگوں کے لیے لیکن مونی ماردین اور ہکنس، ایڈنا ڈمپل اور میتوسار کے درمیان ہونے والی گفتگو سے کافی دلچسپی محسوس کر رہے تھے۔ ایڈنا ڈمپل میتوسار کو طعنے دے رہی تھی اور ان لوگوں کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ میتوسار بنگال کا ایک خطرناک غنڈہ ہے۔ یہ اپنے گروہ کے ساتھ ڈمپل کے اشارے پر کام کرنے کے لیے یہاں داخل ہوا تھا اور پھر اس نے ڈاکہ زنی کرتے ہوئے ہردوئی پر حملہ کیا تھا جس کے نتیجے میں وہ اپنی زندگی کے سب سے بڑے خسارے سے دوچار ہو گیا تھا۔ مونی ماردین کو اب اس بارے میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ میتوسار کو شکار کرنے والا شیران ہی تھا۔

میتوسار کو خیال بھی نہ ہو گا کہ ہردوئی بستی میں معصوم لوگوں کی اس آبادی میں ایک ایسا خطرناک شخص بھی موجود ہے جو اگر اس کی راہ پر لگ گیا تو پھر اسے موت کے سوا کچھ اور حاصل نہ ہو گا اور ایسا ہی ہوا تھا۔ مونی ماردین کے دل میں شیران کے لیے کچھ اور محبت اور وقعت پیدا ہو گئی تھی۔ شیران جیسی شخصیت اتنی ہلکی نہیں ہے کہ ایڈنا ڈمپل اسے اپنی ملکیت بنانے کے بارے میں سوچے۔ مونی ماردین کو ایک غرور کا سا احساس ہو رہا تھا۔ شیران وہ تھا جس نے اس سے یگانگت اور محبت کا اظہار کیا تھا۔ رات کا پہلا پہر ختم ہونے والا تھا کہ دفعتاً ہکنس نے مونی ماردین کے کان میں سرگوشی کی۔

"میڈم کچھ تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ وہ دونوں آدمی نیچے اتر آئے ہیں اور اب وہ سب سرگوشیاں کر رہے ہیں۔"

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ کچھ ہوا ہے۔ سنبھلو ہکنس سنبھلو۔"

"ہمیں کیا کرنا ہو گا میڈم؟"

"کچھ نہیں بس خاموشی سے حالات کا تجزیہ کرتے رہیے۔ اگر شیران کی زندگی کو کوئی خطرہ پیش آیا تو پھر ہم اس سے نمٹ لیں گے۔" مونی ماردین نے کہا۔

"شیران...؟" ہکنس چونک پڑا۔

"اوہ ہاں ہکنس وہ شیران ہی ہو سکتا ہے جس نے میتوسار کو اس حالت میں پہنچایا ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ۔ آپ واقعی درست کہتی ہیں۔ شیران ہردوئی ہی میں تو تھا۔ یقیناً یقیناً ایسی ہی بات ہے میڈم۔" ہکنس نے کہا اور پھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تاریکی میں دیکھنے۔ انھوں نے محسوس کر لیا کہ کوئی نہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔

دفعتاً تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چھوٹا سا دھماکہ ہوا جیسے کوئی پتھر پھینکا جائے اور میتوسار کے حلق سے دہشت زدہ آواز نکل گئی۔

"وہ... وہ آ گیا... وہ آ گیا مجھے بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔" اس نے مضطربانہ انداز میں کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ ایڈنا ڈمپل نے اسے دبوچ کر بٹھانے کی کوشش کی لیکن میتوسار اچھل کر بھاگا۔

"وہ... وہ مجھے ہلاک کر دے گا۔" اس نے ایک طرف دوڑ لگائی اور دوسرے لمحے دو شعلے یکے بعد دیگرے چمکے۔ اس کے ساتھ ہی دو دھماکے ہوئے۔ میتوسار کی دلخراش کراہ رات کے سناٹے میں اتنی ہولناک محسوس ہوئی کہ ایک لمحے کے لیے مونی ماردین بھی جھرجھری آ گئی۔

دوسرے لمحے اس نے ایڈنا ڈمپل کی آواز سنی: "گولی مت چلانا... گولی مت چلانا۔ میں... ڈمپل ہوں۔ شیران گولی مت چلانا۔" اس کے ساتھ ہی اس نے ایک طاقتور روشنی والی ٹارچ روشن کی اور اس طرف روشنی ڈالنے لگی جدھر سے گولی چلائی گئی تھی لیکن دوسرے لمحے ایک اور فائر ہوا اور ایڈنا ڈمپل کی چیخ نکل گئی اور ٹارچ کا شیشہ نکل گیا اور وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑی۔ پتہ نہیں، وہ خود بھی زخمی ہوئی تھی یا نہیں۔

دوسرے لمحے اس کے دونوں ساتھی بدحواسی کے انداز میں باہر نکلے اور انھوں نے اس ٹیلے کی طرف گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ یہ بدحواسی اس تصور کے ساتھ تھی کہ کہیں ایڈنا ڈمپل ہلاک نہ ہو گئی ہو لیکن ان کی یہ بدحواسی ان کی موت کا سبب بن گئی۔ انھوں نے دوسری طرف کا خیال نہیں رکھا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ دوسری طرف جو شخص موجود ہے، وہ کتنی خوفناک فطرت کا مالک ہے۔ ان کی دل خراش چیخیں فضا میں ابھریں اور ایڈنا ڈمپل ایک بار پھر چیخ پڑی۔

مونی ماردین بدستور مسکراتی رہی۔ ہر چند کہ یہ کھیل ہولناک تھا لیکن اسے اس میں لطف آ رہا تھا۔ وہ اتنی دلچسپ سچویشن کی متوقع نہیں تھی۔ ہکنس نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن اس نے ہکنس کا شانہ دبا کر خاموش کرا دیا اور دوسری جانب متوجہ ہو گئی۔

ایڈنا ڈمپل اب اپنی جگہ سے نکل آئی تھی۔ وہ اپنی زندگی داؤ پر لگانے پر تل گئی تھی۔ مسلسل شیران کو آوازیں دے رہی تھی: "شیران... شیران میں ڈمپل ہوں، میں ایڈنا ہوں۔ گولی مت چلانا شیران، گولی مت چلانا۔" اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔ تب ہکنس خاموش نہ رہ سکا۔ اس نے آہستہ سے مونی ماردین کے کان میں کہا۔

"میڈم اسے یہ یقین کیوں ہے کہ وہ شیران ہی ہے؟"

"یہ یقین تو مجھے بھی ہے ہکنس۔" مونی ماردین نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا میڈم...؟"

"جس انداز میں اس نے ان سب کا خاتمہ کر ڈالا ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شیران ہے۔"

دوسری طرف وہ شخص جواب تک ان پر گولیاں برساتا رہا تھا اپنی جگہ سے نکل آیا تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے تھے تاکہ آنے والے کو اس کی نیت پر کوئی شبہہ نہ ہو سکے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ایڈنا ڈمپل کے قریب پہنچ گیا۔

"آہ مجھے یقین تھا۔ مجھے یقین تھا۔ یہ تم ہی ہو۔ یہ تم ہی ہو سکتے ہو شیران۔ مجھے سو فیصدی یقین تھا کہ یہ تم ہی ہو شیران مجھے پہچانو، میں ایڈنا ہوں۔ ایڈنا ڈمپل..."

"کیا... تو..." آواز شیران ہی کی تھی۔ مونی ماردین نے ذرا سا اپنا سر ابھارا اور اسے دیکھنے لگی۔

"تو کون ہے؟" شیران نے سوال کیا۔

"ایڈنا... ایڈ... ایڈ... ایڈنا... ایڈ... ایڈ..." ایڈنا ڈمپل کی آواز بند ہو گئی۔ دفعتاً اسے یاد آیا تھا کہ شیران سے وہ ایڈنا ڈمپل کی حیثیت سے متعارف نہیں تھی بلکہ وہ تو اسے ایلا کی حیثیت سے جانتا تھا اور ایڈنا ڈمپل اب تک اسے ایڈنا ایڈنا کہہ کر اپنے بارے میں بتاتی رہی تھی۔ اس غلطی کا احساس کر کے اس کی زبان بند ہو گئی تھی۔ مونی ماردین اور ہکنس نہیں سمجھ سکے تھے کہ ایڈنا ڈمپل کی یہ کیفیت کیوں ہوئی ہے۔ وہ ساکت و جامد کھڑی رہی تھی۔ شیران اس کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔

"ایلا یہ تو ہی ہے نا؟" شیران کی آواز ابھری۔

"ہاں شیران یہ میں ہی ہوں۔ یہ میں ہی ہوں۔"

"اوہ... لیکن تو ان جنگلوں میں کیا کر رہی ہے۔ تو اپنی خانقاہ چھوڑ کر یہاں کیسے آ گئی ایلا؟" شیران نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"شیران، شیران تم نے میرے کئی ساتھیوں کو ہلاک کر دیا۔ تم نے مجھے تباہی سے دوچار کر دیا شیران، میں تمھاری ہی تلاش میں ان جنگلوں میں بھٹک رہی تھی۔ میں تمھیں تلاش کرتی پھر رہی تھی شیران، میں... میں تمھیں..."

"تیرے ساتھی... کون تھے تیرے ساتھی۔ کیا وہ جن کا پیچھا کرتا ہوا میں یہاں تک پہنچا ہوں؟"

"ہاں، وہ میرے ساتھی تھے۔ میتوسار اور اس کے آدمی... اور پھر میرے یہ آدمی جنھیں تم نے ابھی ابھی ہلاک کر دیا۔ میری آواز تو سن لی ہوتی شیران۔ تم نے... تم نے یہاں مجھے ان ویرانوں میں بالکل تنہا کر دیا ہے۔"

"ایلا بلکہ ابھی تو نے اپنا نام کچھ اور بتایا تھا۔ کیا نام بتایا تھا تو نے ابھی اپنا...؟"

"ایڈنا ڈمپل... یہ میرا اصل نام ہے، عرف عام میں۔ میں ایلا کہلاتی ہوں۔"

"اچھا اچھا عرف عام بھی تھی تو...؟ خانقاہ میں بھلا کون آتا ہو گا؟ تو تو وہاں گیان حاصل کر رہی تھی۔ تو تو وہاں ترک دنیا کر کے آ بیٹھی تھی ایلا... پھر عرف عام میں تجھے ایلا کہنے والا کون تھا۔ یا تو نے اپنا نام ایڈنا ڈمپل سے بدل کر ایلا کیوں رکھ لیا تھا۔"

"بیٹھ جاؤ شیران بیٹھ جاؤ۔ میں ابھی اس ذہنی جھٹکے سے سنبھل نہیں پائی ہوں جو تم نے مجھے پہنچایا ہے۔" ایڈنا بولی۔

"ایک ذہنی جھٹکا تو تو نے بھی مجھے دیا ہے ایلا۔"

"کیا شیران؟"

"تو تو ایک بزرگ تھی، ایک راہبہ تھی، ایک پیش گو تھی۔ دنیا کے آنے والے حالات بتاتی تھی اور گزرے ہوئے حالات کے بارے میں بتا کر تو نے مجھے بھی حیران کر دیا تھا لیکن در پردہ کیا تو ڈاکو تھی؟ کیا اس خانقاہ میں تو اس لیے چھپی بیٹھی تھی کہ تیرے ساتھی قرب و جوار میں ڈاکے ڈالیں اور اپنی لوٹی ہوئی دولت جمع کر کے تیرے پاس لے آئیں۔ بول ایلا کیا تو ان ڈاکوؤں کی سردار تھی؟"

"نہیں شیران نہیں، میتوسار بے وقوف تھا۔ وہ ایک بے وقوف شخصیت کا مالک تھا۔ یہ ڈاکہ زنی اس نے اپنی مرضی سے کی تھی۔ میں تو تیری تلاش میں بھٹکتی ہوئی اس کے ساتھ یہاں تک آئی تھی۔ میں نے تو اسے اس کام پر مامور کیا تھا کہ ان جنگلوں میں اور اس کی آس پاس کی بستیوں میں تجھے تلاش کرے۔ پتہ نہیں کہاں کہاں سے تیرا پتہ لگاتی ہوئی یہاں تک پہنچی تھی شیران... لیکن تو نے... تو نے میرے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا۔"

"ایلا، بلکہ معزز راہبہ تیرے یہ ساتھی اس بستی میں ڈاکا ڈال رہے تھے۔ انھوں نے بستی میں کئی مکانوں کو، کئی جھونپڑوں کو آگ لگا دی۔ بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا اور پھر کچھ لڑکیوں کو اٹھا کر گھوڑوں پر ڈالا اور پھر وہاں سے چل پڑے۔ میں کئی دن سے اس بستی میں تھا۔ بستی والوں نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔ وہ مجھے ایک دیوتا کا درجہ دیتے تھے اور ہر طرح سے میری خدمت میں لگے ہوئے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اطراف کے چند جنگلی جانور ہلاک کر ڈالے تھے۔ بس اتنی سی بات تھی جس کا احسان انھوں نے اس قدر مانا کہ مجھے دنیا کی ہر ضرورت سے بے نیاز کر دیا... تو ایلا وحشی جانوروں کا شکاری وحشی جانوروں کو کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ تیرے ساتھیوں

نے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں ڈاکا زنی کی۔ یہی کام تو جنگلی جانور بھی کرتے تھے، سو مَیں نے اُنھیں بھی اِسی طرح مار دیا۔ اسے اور اس کے ساتھیوں کو مَیں نے بہت طویل تعاقب کر کے ختم کیا ہے۔ ذرا دیکھوں تو اس کتے کی لاش کہاں ہے، جو بچتا ہُوا یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ شیران نے کہا اور پھر اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ پھر بیتوسار کی لاش اسے نظر آگئی اور وہ اس کے قریب پہنچ کر اُسے دیکھنے لگا۔

"خوب خوب یہ کتا، یہ چھوٹے سے قد کا گدھا شیران کے مقابل تھا لیکن کوئی بات نہیں، مَیں نے بھی اسے اس کی پسند کی موت دی ہے۔ مَیں نے اسے بیشتر مواقع دیے کہ زیادہ سے زیادہ دُور بھاگ جائے لیکن یہ نہ بھاگ سکا۔ جنگلی درندوں کا پیچھا کر کے جب تک اُن کا شکار نہ کیا جائے، مزہ نہیں آتا۔ ایک جگہ کھڑے ہُوئے درندے کو تو کوئی بھی ہلاک کر سکتا ہے۔ لطف تو یہ ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دو اور پھر اس کا تعاقب کرو۔ اس کے بعد دیکھو کہ اس کے اندر کتنی ہمت ہے کتنی قوت ہے۔ کتنا دوڑ سکتا ہے وہ" شیران نے کہا اور وحشیانہ انداز میں ہنسنے لگا۔

مونی مارون کے بدن میں جھرجھریاں سی دوڑ رہی تھیں... ایڈنا ڈمپل اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو مل گیا شیران، اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ اب مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ یہ سب مر گئے، مر جائیں۔ اُنھیں مرنا ہی تھا۔ بس تو میرے پاس موجود ہے۔ مجھے تیرے وجود کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اب تو مجھے مل گیا شیران۔ مَیں تجھ سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کہہ نا... کہہ نا... ہاں کھانے پینے کو کچھ ہے تیرے پاس؟" شیران نے پوچھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ دوں...؟" ایڈنا ڈمپل نے پوچھا۔

"ہاں جو کچھ ہے مجھے دے، بھوکا ہُوں میں۔ صرف کچے گوشت پر گزارا کرتا رہا ہُوں۔"

"کچا گوشت؟"

"ہاں ہاں مجھ سے فضول باتیں مت کر۔ تو ایلا نہیں ایڈنا ڈمپل ہے اور سن اب میرے دل میں تیری وہ عزت نہیں ہے جو ایلا کی حیثیت سے تھی۔"

"شیران مَیں تجھے سب کچھ بتا دُوں گی، سب کچھ اور ایک بار پھر تم میری عزت کرنے لگو گے لیکن شرط یہی ہے کہ میرے تمام باتیں سن لینا اور اس پر یقین کر لینا۔"

"اچھا اب باتیں نہ بنا مجھے کھانے کو دے۔" شیران نے کہا اور ایڈنا ڈمپل اپنا سامان کھولنے لگی۔ مونی مارون اور رکمسن گہرے سکتے کے عالم میں چٹان سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اُن کی آنکھیں اور کان اب بھی اُسی طرف لگے ہُوئے تھے۔ دونوں شیران کو کھاتے دیکھتے رہے۔ ایڈنا ڈمپل تھکے تھکے انداز میں ایک چٹان پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ بھی خاموشی سے شیران کو دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد شیران فارغ ہو گیا۔

"اور کچھ دُوں...؟" ایڈنا نے پُوچھا اور شیران چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس کی آواز اُبھری۔

"ایلا... تو... تو بہت خوبصورت ہے۔ تو عام عورتوں سے بالکل مختلف۔ مَیں نے پہلے تجھ پر غور و خوض نہیں کیا تھا۔"

"مَیں... مَیں تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہُوں شیران۔ مَیں تا حیات تمھارا قرب چاہتی ہُوں۔"

"تا حیات...؟" شیران آہستہ سے بولا اور پھر زور سے ہنس پڑا۔ "تا حیات، ہاں میں اس کے لیے تیار ہُوں۔ تو نے مجھ سے پُوچھا تھا نا کہ کچھ اور چاہیے؟"

"ہاں شیران..."

"تو اب مجھے تیری ضرورت ہے ایلا۔ کئی دن سے پریشان پھر رہا ہُوں، بھوکا پیاسا۔ اب مجھے ایلا درکار ہے۔"

"شیران...؟" ایڈنا ڈمپل کی آواز میں خوف تھا۔

"ہاں... ہاں تو بھی تو مجھے پسند کرتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ... کہ تم مجھے ختم کر دینا چاہتے ہو۔ اس کا مطلب ہے شیران۔ تم مجھے وہ حیثیت نہیں دینا چاہتے، جو میں چاہتی ہوں۔"

"کیا مطلب مقدس راہبہ؟" شیران مضحکہ اُڑانے والے انداز میں بولا۔

"مجھے علم ہے شیران۔ تم عورت کو ایک کتیا کا مقام دیتے ہو۔ تمھاری نگاہ میں اپنی عورت کا تصور بہت بلند ہے۔ تم ایک بلند حیثیت اس عورت کو دو گے جو تمھارے معیار کی ہو گی اور باقی عورتیں تمھارے نزدیک ایک عام حیثیت رکھتی ہیں۔ تم نے ان تمام عورتوں کو ہلاک کر دیا ہے جو کسی حادثے کے تحت یا تمھاری وقتی کیفیت کے تحت تمھارے نزدیک آگئی ہے۔ کیا مَیں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"نہیں... بالکل سچ کہا تو نے۔"

"تو پھر میری کیا حیثیت ہے؟"

"تو نے ابھی کہا تھا کہ تو تا حیات میرا قرب چاہتی ہے۔ بے فکر رہ۔ تیری حیات بھی لمحاتی ہے۔ میرا قرب حاصل کرنے کی

آرزُو دل میں لے کر اس دُنیا سے رُخصت نہ ہو۔ تو تا حیات میرے پاس رہے گی، یہ دُوسری بات ہے کہ تیری حیات رات کے دُوسرے پہر تک ہو۔" شیران نے کہا اور ہنس پڑا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو شیران؟" ایڈنا دہاڑی۔

"سن کتیا۔ مجھے یاد نہیں کہ مَیں نے کسی ایسے انسان کو کبھی معاف کیا ہو جس نے ایک بار بھی مجھے دھوکا دیا ہو۔ ہاں تو یقین کر اس کی موت میری زندگی کا مسلک بن جاتی ہے۔"

"مَیں نے تجھے کب دھوکا دیا شیران؟" ایڈنا رو دینے والے انداز میں بولی۔

"کیا نام ہے تیرا؟"

"مم... میرا نام... میرا نام... کیوں نام پُوچھ رہے ہو میرا...؟"

"ایلا... یا ایڈنا ڈمپل؟ جواب دے۔"

"مَیں تمھیں اس بارے میں بتا چکی ہُوں۔"

"تو راہبہ ہے، تارک الدنیا... اور تو مجھے بلنگ کانگ کیوں لے گئی تھی میرے دشمنوں سے ملاقات کرانے کے لیے اور اس کے بعد۔ اس کے بعد اے مقدس راہبہ تو نے مجھے لونی قبیلے کے اس گدھے کے حوالے کس لیے کیا تھا، احمق عورت۔ کچھ دیر کے بعد سہی لیکن تیری اصلیت کھل کر سامنے آ ہی گئی اور تو اُن لوگوں میں شامل ہو گئی جنھیں شیران اپنی فہرست میں درج کر لیتا ہے۔ تو اتفاق سے یہاں مل گئی ایلا ورنہ مَیں تجھے تلاش ضرور کرتا اور پھر ہلاک کر دیتا اور اب بھی مَیں تجھے ہلاک کر دُوں گا۔ موت سے قبل اگر تیری اپنی خواہش ہو تو شیران تجھے اس وقت نہیں ٹھکرائے گا۔ ایک مرنے والے انسان کی آخری آرزُو پُوری کرنا انسان کا فرض ہے۔"

"شیران...!" ایڈنا کی آواز میں جھلاہٹ تھی۔ "تو بے حد مغرور انسان ہے۔"

"تیرے تصور سے کہیں زیادہ ایڈنا فیصلہ کر۔ بول کیا ارادہ ہے تیرا؟" شیران نے کہا۔

"میرا ارادہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے شیران۔ مجھے ہدایت ملی تھی کہ... لیکن مَیں تجھے نہیں بتا سکتی۔ سن شیران، مَیں تیری زندگی کی خواہاں ہُوں میرے سینے میں ایک ایسا راز چھپا ہُوا ہے جو مَیں تجھے بتا دُوں تو تو خوش ہو جائے گا۔ اس راز کا جاننا تیرے لیے بہت ضروری ہے اور یہ راز تجھے صرف مجھ سے معلوم ہو سکتا ہے۔"

"راز...؟" شیران پھر ہنس پڑا۔ "جتنے راز میری زندگی سے وابستہ ہیں ایڈنا ڈمپل یا ایلا۔ وہ مجھے معلوم ہے اور جو مجھے نہیں معلوم مجھے اُن سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میری ذات سے جو راز وابستہ ہوتے ہیں وہ خود بخود کھل جاتے ہیں میرے سامنے۔"

"تب پھر جہنم میں جا۔ مجھے تجھ سے اتنی دلچسپی بھی نہیں ہے۔ تو مونی مارون سے عشق کرتا ہے نا؟"

"کون مونی مارون؟"

"وہ جو رانی ایلادتی بنی ہُوئی ہے۔"

"اوہ... اس کے بھی دو نام ہیں؟"

"تو میری بات سن لے۔ تو اسے بھی نہیں اپنا سکے گا۔ مَیں تجھ سے مایوس ہو گئی ہُوں مگر تو مجھے اپنا لیتا تو مَیں ساری دُنیا سے بغاوت کر سکتی تھی لیکن اب بیکار ہے۔ مَیں چاہتی تو تجھے ختم بھی کر سکتی تھی لیکن نہیں، مَیں یہ کام کروں، کوئی اور ہی کیوں نہ کرے۔ ان کی خواہش کیوں نہ پُوری ہو جو... جو..." ڈمپل خاموش ہو گئی۔ وہ غیر محسوس انداز میں اپنے دونوں ہاتھ پیچھے لے گئی تھی۔

"تو مجھے ختم کر اے ایلا۔ مَیں دیکھنا چاہتا ہُوں کہ ایک عورت کیسے مجھے ہلاک کر سکتی ہے۔ ورنہ دُوسری شکل میں... دُوسری شکل میں...؟" شیران نے دفعتاً پستول نکال لیا۔

...لیکن اس سے قبل کہ وہ ایڈنا ڈمپل پر فائر کرتا، دفعتاً ایک زوردار دھماکہ ہُوا۔ ایڈنا ڈمپل نے کوئی چیز پُشت پر ہاتھ موڑ کر نکال لی تھی اور پھرتی سے اسے پھینک دیا تھا۔ دھماکے کے ساتھ ہی اُس نے اُلٹی قلابازی کھائی اور پھر برق رفتاری سے ایک طرف چھلانگ لگا دی۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہُوا تھا کہ مونی مارون اور رکمسن بھی خود کو نہ سنبھال پائے۔ دھماکے نے ان کے اعصاب کشیدہ کر دیے تھے۔ اُن کے کان سُن ہو گئے تھے اور آنکھوں میں چکاچوند پیدا ہو گئی تھی۔ اُنھیں نہیں معلوم تھا کہ شیران کا کیا حشر ہُوا۔

مونی مارون

اور رکمسن کو اس بات کا قطعی اندازہ نہیں تھا کہ یہاں ان حالات میں بھی ایڈنا ڈمپل کے پاس ایسی کوئی چیز ہو گی جو اس طرح کا دھماکا پیدا کر کے صُورتِ حال کو اچانک تبدیل کر دے۔ وہ خود بھی ایسی کسی حرکت کے لیے تیار نہیں تھے اور ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو میں بُری طرح محو تھے۔ اس لیے دھماکے نے ان کے اعصاب کشیدہ کر دیے۔ ایک لمحے کے لیے وہ سوچنے سمجھنے کی قوت کھو بیٹھے تھے۔ اُنھیں اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اس دھماکے کے کیا نتائج ہُوئے۔ آیا شیران ہلاک یا زخمی ہو گیا، یا بچ گیا۔ دُھوئیں کے کثیف بادل دھماکے کے ساتھ بلند ہُوئے اور سامنے کا ماحول چند لمحات کے لیے اس دُھوئیں کی آغوش میں گُم ہو گیا تھا۔ ہوا زیادہ تیز نہیں تھی لیکن کھلی فضا تھی اس لیے دُھواں جلد ہی منتشر ہو گیا اور

جب یہ بادل چھٹے تو انھوں نے شیران کو دیکھا۔ وہ آنکھیں مَل رہا تھا۔ اس کے کھڑے ہونے کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ زخمی نہیں ہُوا ہے۔ ہاں یہ صُورتِ حال اس کے لیے بھی اتنی ہی غیر متوقع تھی جتنی ان لوگوں کے لیے۔ اس لیے وہ بھی اعصابی کشیدگی کا شکار ہوگیا تھا اور ایک لمحے کے لیے گُم صُم رہ گیا تھا۔ اس بات سے مونی ماروین نے اندازہ لگالیا کہ ڈمپل نے جو بم پھینکا تھا، وہ صرف دھماکا کرنے والا تھا اور یہ بم اسی لیے پھینکا گیا تھا کہ وہ دھوئیں کی چادر میں گُم ہو جائے اور ایسا ہی ہُوا تھا۔ دھواں چھٹا تو ایڈنا وہاں موجود نہیں تھی۔ شیران سنبھل چکا تھا۔

... اور اس کی عقابی نگاہیں دُور دُور تک کا جائزہ لے رہی تھیں پھر اُنھوں نے اُسے ایک سمت چھلانگ لگاتے دیکھا۔ بہت دُور۔ کافی فاصلے پر درختوں کے قریب ان لوگوں نے بھی ایک سایہ سا دیکھا تھا جو آن کی آن میں درختوں کی آڑ میں گُم ہوگیا۔ شیران اِسی سائے کو دیکھ کر اس کی طرف لپکا تھا۔ مونی ماروین نے ایک گہری سانس لی اور ہکسن کی طرف دیکھنے لگی۔ ہکسن بھی اب اعصابی کھنچاؤ سے آزاد ہوگیا تھا۔ اُس نے بھرّائی ہُوئی آواز میں کہا۔ "یہ کیا ہُوا میڈم؟"

"جو کچھ ہُوا ہمارے حق میں بہت بہتر ہُوا۔" مونی ماروین گہری سانس لے کر بولی۔

"ہمارے حق میں بہتر ہوا؟" ہکسن نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں بہت بہتر۔ ہماری خوش بختی تھی کہ شیران کو درختوں کے قریب وہ سایہ نظر آگیا۔ اگر اُسے اس طرف شُبہ نہ ہوتا تو وہ آس پاس ایڈنا ڈمپل کو تلاش کرتا بلکہ اصولی طور پر اُسے اسی طرف آنا چاہیے تھا۔ جہاں ہم اس وقت موجود ہیں۔ ایسی حالت میں جب کہ ہم اِسی کی نگاہوں سے بچنے کے لیے کوئی فوری عمل بھی نہیں کر سکتے تھے، کیا ہم اس کی نگاہ میں نہ آجاتے۔ کیا اُسے اندازہ ہو جاتا کہ ہم اس ڈرامے کے خاموش تماشائی ہیں اور اس کے نتائج کا اندازہ کر رہے ہیں۔ کوئی فوری جواز بھی پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بڑی مشکل پیش آجاتی۔"

"اوہ۔ آپ کا خیال درست ہے میڈم۔"

شکر ہے ایڈنا نے اُس طرف سے نکل جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ بھی ہمیں دیکھ سکتی تھی۔

"لیکن میں شدید حیران ہوں میڈم۔" ہکسن نے کہا۔

"کس بات پر؟"

"یہ دھماکہ کتنا اچانک تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ ان حالات میں بھی ڈمپل کے پاس ایسی کوئی چیز ہو سکتی ہے۔" ہکسن کی اس بات پر مونی ماروین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہکسن نے یہ مسکراہٹ دیکھی تو تعجب سے بولا۔ "میں نے کوئی غلط بات کہی ہے میڈم؟"

"ڈمپل بہت بڑی تنظیم کی رُکن ہے ہکسن۔ اس کے بارے میں اتنے معمولی انداز میں سوچنا حماقت ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ ایک خطرناک علاقے کو کنٹرول کر رہی ہے۔"

"سوری میڈم۔ آپ کا خیال درست ہے۔" ہکسن آہستہ سے بولا۔ غالباً سوچ رہا تھا کہ میڈم آپ بھی تو اسی تنظیم کی رُکن ہیں، آپ بھی تو ایک بڑے علاقے کو کنٹرول کر رہی ہیں۔۔۔۔ آپ کے پاس اس وقت کیا کیا ہے؟ لیکن ظاہر ہے وہ یہ سوال نہیں کر سکتا تھا۔ مونی ماروین کسی قدر شکست ہو گئی تھی۔ اس کے انداز سے تھکن کا سا اظہار ہو رہا تھا۔ ہکسن چند لمحوں تک خاموش رہا، غالباً وہ مونی ماروین کے کچھ بولنے کا انتظار کر رہا تھا، اس کے علاوہ شاید اُسے یہ بھی حیرت تھی کہ اس ہنگامہ خیزی کے باوجود مونی ماروین کے انداز میں سکون پایا جاتا تھا، وہ شیران کا تعاقب کرنے کے لیے مضطرب نہیں تھی اور اُسے یہ پریشانی نہیں تھی کہ جنگل میں داخل ہونے کے بعد کہیں شیران اور ایڈنا ڈمپل کا تصادم، کوئی خطرناک شکل اختیار نہ کر لے صحیح بات تو یہ تھی کہ ہکسن کو مونی ماروین کے بارے میں بھی کوئی اندازہ نہیں تھا، ایک بہت بڑے ملک کی فرستادہ یہ عورت جس انداز میں اتنے بڑے علاقے پر رانی ایاماتی کی حیثیت سے چھائی ہُوئی تھی، وہ معمولی بات نہیں تھی اُس کا اقتدار رعب و دبدبہ تھا کہ کبھی اُس کے خلاف اس علاقے میں کوئی سازش نہیں ہُوئی تھی، وہ صحیح معنوں میں ان علاقوں کی بے تاج ملکہ تھی، بعض اوقات تو ہکسن جیسے چالاک آدمی کو بھی اس عورت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو پاتا تھا کہ وہ کس انداز میں سوچ رہی ہے۔

چند لمحات اِسی طرح گزر گئے، پھر مونی ماروین جیسے خود کو مخاطب کرتے ہُوئے بولی۔ "چند باتیں اس وقت بڑی دلچسپ ہُوئی ہیں، ہکسن! ایڈنا ڈمپل ایسی کوئی حرکت نہ کرتی، اگر اُسے ذرا بھی اس بات کا اندازہ ہوتا کہ شیران کس طور پر کھیل سکتا ہے۔ چالاک عورت ہے، شیران کے انداز اور اُس کی گفتگو سے سمجھ گئی تھی کہ کسی طور اس کی دال نہیں گل سکتی، اس چکّر میں جونک لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بڑی مشکل سے وہ شیران تک پہنچی تھی، اس طرح یہاں سے کبھی نہ بھاگتی۔ اگر اُسے ایک فیصد بھی اس بات کا امکان ہوتا کہ وہ شیران کو رام کر لے گی اور میں دعوے سے کہتی ہوں، ہکسن کہ اگر وہ چند لمحات اور شیران کے سامنے رہ جاتی تو شیران اُسے ہلاک کر دیتا، وہ اِسی قسم کا آدمی ہے۔"

"واقعی میڈم پہاڑوں کا یہ وحشی آدمی میری سمجھ میں بھی نہیں آیا!"

"اور ہکسن، اس کے بارے میں اس انداز سے گفتگو مت

کرو، وہ بہت عمدہ شخصیت کا مالک ہے، بڑی دلچسپ چیز ہے وہ، تم اس کے بارے میں دُوسرے طریقے سے غور کرو تو تمھیں بھی اس کی شخصیت پُرلُطف معلوم ہوگی، لیکن ایڈنا ڈمپل کم بخت ایک دردِ سری میرے لیے بھی چھوڑ گئی۔"

"وہ کیا میڈم؟" ہکسن نے پوچھا۔

"شیران مجھ پر اعتبار کرتا ہے، وہ یہ سُن کر کتنا حیران ہُوا تھا کہ میری کوئی دوہری شخصیت بھی ہے، ایڈنا ڈمپل کمبخت اُسے میری حقیقت سے آگاہ کر گئی۔"

"ہاں، لیکن یہ کوئی مشکل بات نہیں ہوگی میڈم! اب جب بھی آپ کی شیران سے ملاقات ہو، تو کسی بھی انداز میں آپ یہ بات اُس کے سامنے واضح کر دیں کہ آپ مونی ماروین بھی ہیں۔"

"میں یہی سوچ رہی تھی، یقیناً ایسا کرنا ہوگا، اُس کے سوال سے پہلے مجھے اپنے بارے میں بتانا ہوگا، ورنہ صُورتِ حال بگڑ جائے گی۔ وہ کسی سے بدظن ہو جاتا ہے تو تازندگی اس پر اعتبار نہیں کرتا۔"

"ایک ذاتی سا سوال کروں میڈم، آپ ناراض تو نہیں ہوں گی؟"

"نہیں ہکسن! اس وقت جو حالات پیش آئے ہیں وہ غیر متوقع اور کسی قدر تشویشناک تھے، لیکن ان سے میں جس قدر خوش ہُوں بیان نہیں کر سکتی، مجھے اپنی حقیقت معلوم ہوگئی ہے، مجھے یہ احساس ہوگیا ہے کہ جس شخص کو میں نے ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہے وہ بہت بڑی شخصیت کا مالک ہے، وہ معمولی آدمی نہیں ہے اور مجھے اپنے اس فیصلے پر کبھی تردّد نہیں ہوگا۔" مونی ماروین نے جواب دیا۔

"بس میڈم، یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ واقعی شیران سے اس قدر متاثر ہو گئی ہیں، دراصل میں نے آپ کی شخصیت میں کبھی یہ لچک نہیں پائی تھی، میں نے تو ہمیشہ یہی سوچا تھا کہ کوئی بھی مرد، رانی ایماوتی کو متاثر نہیں کر سکتا۔" ہکسن نے کہا۔

"تم مجھے انسانی فطرت سے الگ کر رہے ہو ہکسن؟"

"نہیں میڈم، آپ واقعی انسانی فطرت سے الگ ہیں۔ آپ وہ نہیں ہیں جو عام لوگ ہوتے ہیں۔"

"ہُوں، شاید تمھارا خیال دُرست ہو۔"

"شاید نہیں، بلکہ واقعی درست ہے، میڈم! اب دیکھیے نا شیران، ایڈنا ڈمپل کے پیچھے دوڑا گیا ہے، ڈمپل جانتی ہے کہ اب شیران سے چھٹکارا اس کے لیے ممکن نہیں ہے چنانچہ وہ اپنی زندگی بچانے کے لیے شیران کو قتل کرنے کی کوشش کر سکتی ہے، اور جیسا کہ آپ بتا چکی ہیں کہ وہ جس بڑے ملک کی فرستادہ ہے وہ کسی عام عورت پر بھروسہ نہیں کرتا، تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ شیران اُس کے ہاتھوں نقصان اُٹھا جائے۔"

"نہیں ہکسن، شیران کو کوئی خطرہ نہیں ہے، بے فکر رہو اگر ایسی بات ہوتی تو میں اپنی زندگی کی بازی لگا کر اُس کی جان کا تحفظ کرتی، لیکن اعتماد بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ شیران کو ایڈنا ڈمپل کے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، یہ دُوسری بات ہے کہ جب وہ، ہرن پورہ میں داخل ہو تو ایڈنا ڈمپل کی لاش اس کے گھوڑے کی پشت پر رکھی ہو۔" مونی ماروین کے لہجے میں اس قدر اعتماد تھا کہ ہکسن متعجبانہ انداز میں اُسے دیکھنے لگا۔ اُس نے کہا۔

"آپ زیادہ بہتر سمجھتی ہیں میڈم، اب کیا پروگرام ہے؟"

"جو کچھ ہونا تھا وہ میری نگاہوں کے سامنے ہوگیا، جو کچھ میں سُننا چاہتی تھی، وہ میں نے اپنے کانوں سے سُن لیا، چنانچہ اب اِن جنگلوں میں بھٹکتے رہنا ہمارے لیے بے مقصد ہے تاہم میں چاہتی ہُوں ہکسن کہ تم کچھ اور آدمیوں کو ساتھ لے آؤ اور اِن جنگلوں میں اُس وقت تک شیران پر نگاہ رکھو، جب تک شیران، ہرن پورہ واپسی کا فیصلہ نہ کر لے، اگر واقعی اُسے کوئی خطرناک صورتِ حال پیش آجائے تو تم اس سلسلے میں اس کی مدد کر سکتے ہو۔" مونی ماردین نے کہا۔

"بہتر میڈم! میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا، لیکن میرے ذہن میں ایک اور بات تھی۔ اگر ہم شیران کو ساتھ لے لیتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔"

"نہیں وہ غائب نہیں ہوگا، اور یہ بات مناسب نہیں ہوگی، وہ ہمارے ساتھ نہیں جائے گا، کیونکہ ڈمپل بچ نکلی ہے، وہ اس کا تعاقب کرتا رہے گا، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ آئندہ کے حالات کیا ہوتے ہیں، ہاں ایک بات میں تمھیں ضرور بتانا پسند کرتی ہُوں، وہ یہ کہ ان واقعات کی اطلاع عام نہ ہو پائے، اگر محل میں کسی اور شخص کی زبانی میں نے یہ سب کچھ سُن لیا تو اس کا ذمے دار میں تمھیں قرار دُوں گی ہکسن!" مونی ماروین نے کہا اور ہکسن نے گردن جھکا دی۔

"ایسا ہی ہوگا میڈم، آپ مطمئن رہیے، ہکسن کبھی آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائے گا۔"

"شکریہ ہکسن، آؤ یہاں سے واپس چلتے ہیں، تم انتظامات کرنے کے بعد پھر ان جنگلوں میں پھیل جاؤ اور میں واپس ہرن پورہ نیل جاؤں گی۔"

"ایڈ نا ڈمپل کے بارے میں کیا حکم ہے میڈم؟" اگر وہ ہمیں مل جائے تو کیا ہم؟"

"نہیں نہیں، اس کے ساتھ کوئی بہتر سلوک کرنے کی ضرورت نہیں، ویسے وہ کہیں نہیں جائے گی، زندہ رہی تو میرے پاس ہی پہنچے گی۔ شیران اس کے بس کی بات نہیں ہے، یہ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں" مرقی ماروین نے کہا اور ریکسن نے گردن جھکا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ وہاں سے واپسی کا سفر کر رہے تھے۔

★★

جب وہ درختوں میں داخل ہوا تو دُور دُور تک کسی کا پتہ نہیں تھا۔ ویسے شیران نے اُسے بہت دُور سے دیکھا تھا لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ ایڈ نا ڈمپل کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ شیران کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔ ایڈ نا ڈمپل نے اُسے دھوکا دیا تھا اور ایک طرح سے موت کے مُنہ میں دھکیل دیا تھا۔ وہ اُسے مسلسل بے وقوف بناتی رہی تھی۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اس پر اپنے روشن ضمیر ہونے کا رُعب جماتی رہی تھی۔ لیکن درحقیقت وہ فراڈ تھی اور اس وقت بھی اُس نے شیران کی آتشِ غضب کو بھڑکا دیا تھا۔ اگر ڈمپل یہ حرکت نہ کرتی تو یقیناً وہ اس پر گولی چلا دیتا اور نتیجے میں وہ ماری جاتی لیکن شیران کو اس بات پر بھی غصہ تھا کہ اُس نے جان بچانے کی کوشش کیوں کی؟ اور اب وہ اسے درختوں کے درمیان تلاش کر رہا تھا۔ درخت کافی گھنے تھے اور ان میں کسی ایک انسان کی تلاش آسان کام نہیں تھا۔ لیکن وہ جنون کے عالم میں بڑھتا رہا۔ وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا اور شیران جنگلوں میں نہ جانے کتنا سفر طے کر چکا تھا پھر جب شام جھکی تو وہ چونک پڑا۔ اُسے احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ کتنی دُور نکل آیا ہے۔ وہ رُک گیا۔

"ٹھیک ہے بدبخت! تو ان جنگلوں سے نکل کر کہاں جائے گی؟ زندہ رہی تو میں تمہیں ضرور تلاش کر لوں گا۔ اُس نے اطراف میں نگاہ دوڑائی، پرندے گھونسلوں کی طرف واپس جا رہے تھے۔ ان کی آوازیں جنگل میں گونج رہی تھیں۔ درختوں پر بندر اُچھل کود مچانے ہوئے تھے۔ وہ رُک کر ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ اب مزید آگے بڑھنا مناسب نہیں ہے۔ قیام کے لیے کوئی جگہ تلاش کی جائے واپسی کا سفر کسی طور ممکن نہیں تھا اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ اس نے درختوں ہی کے ایک جھنڈ میں پناہ گاہ تلاش کر لی۔

رات ہو گئی وہ ایڈ نا ڈمپل کے بارے میں سوچتا رہا۔ بھوک بھی لگ رہی تھی لیکن کھانے پینے کی کوئی چیز پاس نہیں تھی۔ اس کے ذہن میں جھلاہٹ اُبھر آئی۔ "یہ کیفیت تیری ہی وجہ سے ہوئی ہے۔ دیکھ لوں گا تجھے اچھی طرح۔ پھر وہ سونے کے لیے لیٹ گیا۔ اطراف میں اب بھی سرسراہٹیں اُبھر رہی تھیں۔ رات کے شکاری شکار کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تھے لیکن اُسے کسی چیز کی پروا نہیں تھی وہ گہری نیند سو گیا۔

... اور پھر صبح ہی کو وہ بیدار ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ تھوڑی دیر تک اپنی جگہ کھڑا صورتِ حال کا جائزہ لیتا رہا پھر آگے بڑھ گیا۔ بھوک لگ رہی تھی اور اُسے پھل دار درختوں کی تلاش تھی۔ اس کے ساتھ ہی اُسے ایڈ نا ڈمپل یاد آ رہی تھی۔ اگر وہ اس جنگل سے نکل گئی تو روپوش ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس کا نشان بھی نہیں ملے گا لیکن پھر کسی خیال کے تحت بے اختیار اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ڈمپل! میرے دُشمنوں کی تقدیر بہت خراب ہوتی ہے۔ قسمت کبھی نہ کبھی اُنھیں گھیر گھار کر میرے سامنے لے آتی ہے جیسے سدھا فی، خود بخود مجھ تک پہنچ گئی تھی۔ تو بھی کبھی نہ کبھی میرے سامنے آ ہی جائے گی۔ وہ چلتا رہا۔ جنگل میں درختوں کی بہتات تھی لیکن کوئی درخت پھل دار نہیں تھا۔ اُس کا غصہ بڑھتا رہا۔ بھوک نے اُسے چڑچڑا کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔ موسم معتدل تھا۔ درختوں سے ہوا ٹکرا کر چل رہی تھی لیکن اس وقت اُسے کوئی چیز اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

جاری ہے

اِس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات تیسرے حصّہ میں ملاحظہ فرمائیں

ہمالیہ
5112
3
ایم اے راحت

سنگلاخ چٹانوں کے دیس سے خون ورقوں میں ڈوبی ہوئی داستان حیرت

ایڈنا ڈمپل نے شیراں کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر یقین کر لیا تھا کہ اب وہ اُسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ شیراں کی فطرت اس سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ اُسے سب کچھ معلوم ہو گیا تھا۔ اُسے پتہ چل گیا تھا کہ وہ ایلا نہیں ایڈنا ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ڈمپل نے اُسے چالاکی سے گنگ لوئی کے جال میں پھنسا دیا تھا اور یہ سب کچھ معلوم ہونے کے بعد اس کے دل میں ایڈنا ڈمپل کے لیے کوئی گنجائش ممکن نہیں تھی۔ اس کا اندازہ ڈمپل کو بخوبی ہو گیا تھا۔ اگر کوئی گنجائش ہوتی تو ایڈنا ڈمپل وہ قدم کبھی نہ اُٹھاتی جو اُس نے حالات کا اندازہ کرنے کے بعد اُٹھایا تھا۔ اس وقت جان بچانے کا ایک ہی طریقہ تھا جو اُس نے استعمال کیا تھا۔ ایسی چیزیں وہ عادتاً اپنے ساتھ رکھتی تھی۔ یہ شاک بم تھا جو صرف دُھویں اور دھماکے کا بم تھا اور صرف ایک بم اس کے لباس میں موجود تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو پھر شیراں سے جان بچانے کی اور ترکیب نہیں رہ جاتی تھی۔ دھماکے کے ساتھ ہی اُس نے سامنے کی سمت دوڑ لگا دی تھی۔ اُسے اندازہ تھا کہ شیراں چاروں طرف گولیاں برسائے گا۔ کوئی گولی اُسے زخمی بھی کر سکتی تھی۔۔ بہر حال یہ خوش قسمتی تھی کہ شیراں دھماکے کے اثرات کا شکار ہو گیا تھا

اور اُس نے فوراً ہی کوئی جوابی کارروائی شروع نہیں کر ڈالی تھی۔ درختوں کی طرف دوڑتے ہوئے اُس نے دو تین بار پلٹ کر بھی دیکھا تھا۔ اُس کی دلی خواہش تھی کہ وہ شیراں کے اس طرف متوجہ ہونے سے پہلے درختوں تک پہنچ جائے کیونکہ شیراں جیسے خونخوار شخص سے صرف اسی شکل میں جان بچا سکتی تھی کہ اُسے درختوں میں پناہ مل جائے۔ جونہی وہ درختوں کے پاس پہنچی، اُس نے شیراں کو اپنی طرف دوڑتے دیکھا۔ اس جنگلی درندے کو سمت کا اندازہ ہو گیا ہے، اُس نے ہراساں انداز میں سوچا، اور دوڑنے کی رفتار تیز کر دی لیکن اب وہ درختوں کے جھنڈ میں تھی، لمبی لمبی گھاس تا حدِ نگاہ پھیلی ہوئی تھی، گو وہ اتنی لمبی نہیں تھی کہ ایڈنا ڈمپل کو پناہ دے سکتی، لیکن بہر طور اُس کے درمیان دوڑتے ہوئے بعض جگہوں پر اس کے امکانات تھے کہ شیراں اُسے نہ دیکھ پائے۔ اب اُسے شیراں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے، لیکن جانتی تھی کہ اُس نے اُسے دیکھ لیا ہے اور اب وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا، کوئی ایسی ترکیب، کوئی ایسا انداز ہونا چاہیے کہ شیراں دھوکا کھا جائے۔ جس سمت سے وہ جنگل میں داخل ہوئی تھی اُس نے وہ سمت بدل دی اور اپنے بائیں سمت دوڑنے لگی، اگر شیراں یہ سوچے کہ وہ سیدھی ہی دوڑتی چلی گئی ہے تو ممکن ہے اس کی جان بچ جائے، بس یہی ایک ترکیب تھی، ورنہ شیراں بہت تیز دوڑنے والا تھا، وہ یقیناً اُسے آلیتا۔

ایک تناور درخت کے قریب پہنچ کر اُس کے پاؤں کو ایک پتھر سے ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑی۔ گرتے ہوئے اُس کی نگاہیں اُوپر کی جانب اُٹھ گئی تھیں، درخت کی شاخیں گنجان پتوں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور وہ اتنا گھنا تھا کہ کہیں سے بھی آسمان نظر نہ آتا تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے سوچا کہ دوڑنے کی بجائے اگر اس درخت پر چڑھ کر اس کی گھنی شاخوں میں پناہ لی جائے تو یہ دوڑنے سے کہیں بہتر ہوگا، اس خیال کو تیزی سے عمل جامہ پہنانے کے لیے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی، جوتے اُتارے اور پھرتی سے درخت پر چڑھنے لگی۔ عام حالات میں اُسے بھی ایک نارمل عورت نہیں کہا جا سکتا تھا خطرناک تنظیم نے اُس کی جو تربیت کی تھی، اُس نے اُسے بھی وحشی بلی بنا دیا تھا اور وہ عام عورتوں سے بالکل مختلف تھی۔ اُس کے دل میں رحم و انسانی کے جذبات نہ ہونے کے برابر تھے، پتہ نہیں سیاہ دل کے کون سے گوشے میں سفیدی رہ گئی تھی کہ شیراں اُس تک آ بسا، ورنہ اُس کے دل میں ان حماقتوں کی گنجائش کہاں تھی۔ اُس نے تو کبھی بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ زندگی میں اپنے علاوہ کسی اور انسان سے بھی متاثر

ہو گی، جس طرح کی تربیت اِن لوگوں کو دی جاتی تھی اس کے بعد تو بس تنظیم ہی اُن کی زندگی کا مقصد رہ جاتی تھی، زندگی کے دوسرے لوازمات مثلاً کھانا پہننا، سونا اگر سیفٹی ضرورت میں شامل نہ ہوتے تو شاید وہ اس سے بھی گریز کرتی۔ مگر اس بار وہ بُری طرح پھنس گئی تھی اور پھنسنے کے بعد جب اُس نے اپنی شخصیت پر غور کیا تھا تو اُسے احساس ہوا تھا کہ وہ تو واقعی غیر انسانی فطرت کی مالک بن گئی ہے۔ بہر طور درختوں کی گھنی شاخوں میں سے ایک شاخ، اُس نے اپنی پناہ کے لیے منتخب کی اور اس پر اوندھی لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی، اس بھاگ دوڑ سے تھکن ہو گئی تھی، اس کی سانس بڑی تیزی سے چل رہی تھی، اعصاب میں کشیدگی تھی اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ دماغ کو تھوڑی دیر کے لیے سکون دے لیکن وہ اپنی اس طلب پر عمل نہیں کر سکتی تھی۔ شیران سے آگاہ ہونا ضروری تھا۔ اُس کی نگاہیں اُس سمت بھی ہوئی تھیں جہاں سے وہ درختوں کے جھنڈ میں داخل ہوئی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد اُس نے شیران کو وحشیانہ انداز میں درختوں کے درمیان گھستے ہوئے دیکھا۔ وہ جنگلی درندے کی طرح گھاس کو روندتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا، اور اُس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ چند لمحات کے لیے وہ رُکا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا اس کے آگے بڑھنے کے بعد ایڈ نا ڈمپل نے گہری گہری سانسیں لیں اور اپنی پیشانی درخت کی کھردری شاخ سے ٹکا دی۔ دل و دماغ کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی، وہ اپنے بارے میں اور شیران کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ شیران کی چاہت کا احساس بہت دیر کے بعد اُسے ہوا تھا جب شیران کے سلسلے میں تنظیم نے اُسے ہدایات دی تھیں۔ ایلا کی حیثیت سے وہ خاصے عرصے تک شیران کے ساتھ رہی اور پھر یار تھم کے خوفناک علاقوں میں ہنگامہ خیزی کے خوف سے اللہ شیران کی زندگی جانے کے احساس سے وہ ہانگ کانگ چلی آئی تھی لیکن تنظیم کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اُسے شیران کو کنگ لوئی کے حوالے کرنا پڑا۔ اور اس کے بعد کنگ لوئی کا جو حشر ہوا وہ ایڈ نا ڈمپل کے سامنے تھا حالانکہ یہ معمولی بات نہیں تھی، کنگ لوئی جیسا خوفناک شخص شیران کے ہاتھوں اس طرح مارا جائے گا، نہ صرف ایڈ نا ڈمپل بلکہ تنظیم نے بھی اس بارے میں نہیں سوچا تھا، کیونکہ کنگ لوئی کا انتخاب بھی بڑے غور و خوض سے کیا گیا تھا اور یہ طے کر لیا گیا تھا کہ اُسے کوئی قبیلے کا سردار بنانے کے بعد تنظیم کے اہم مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے گا اور ان اطراف میں اس کے ذریعے حالات پر قابو پایا جائے گا، لیکن تنظیم کا ایک زبردست مہرہ پٹ گیا تھا اور ایڈ نا ڈمپل کی نگاہ میں یہ بہت بڑا نقصان تھا لیکن اس کے باوجود جب اُس نے شیران کے بارے میں سوچا تو اُسے احساس ہوا کہ وہ ایسی چیز نہیں ہے جسے نقصان پہنچایا جائے، اور وہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے صرف اسی لیے یہاں تک پہنچی تھی کہ اُس کا تحفظ کرے، اس کے لیے زندگی میں پہلی بار اس نے تنظیم سے چھپا کر ایسا عمل کیا تھا جو اگر تنظیم کو پتہ چل جاتا تو ایڈ نا ڈمپل کے لیے نقصان دہ ہو سکتا تھا یعنی بینو سارا کا تقرر۔ لیکن بدنصیب بینو سارا نہیں جانتا کہ وہ جس شخص کے لیے کام کر رہا ہے اُس کے لیے اُسے کتنا محتاط رہنا ہے، اب اُسے بدنصیبی ہی کہا جا سکتا ہے بینو سارا کی، کہ اُس نے یہاں آکر اپنی سرشت کے مطابق ڈاکا زنی شروع کر دی اور پھر یہ بھی اس کی بدنصیبی تھی کہ وہ اس بستی میں جا پہنچا جہاں شیران موجود تھا۔

حالات کا یہ چکر ایڈ نا ڈمپل کے لیے خاصا پریشان کن تھا، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی، لیکن شیران کے خلاف اُس کے دل میں اب بھی کوئی شدید جذبہ نہیں اُبھرا تھا۔ اُس کی دلی خواہش تھی کہ شیران کو اپنے قبضے میں کرے، وہ شدید ترین رقابت کا شکار ہو گئی تھی، کم از کم شیران کو موفی مارون کے ہاتھ نہیں لگنا چاہیے پہاڑوں میں گزارے ہوئے وہ لمحات اُس کے لیے بڑے جانکاہ تھے، جب شیران پوری طرح اس کی تحویل میں تھا۔ اس کی عزت کرتا تھا، اس کا احترام کرتا تھا۔ اس سے عقیدت رکھتا تھا، لیکن ایلا کی یا ایڈ نا ڈمپل کی متعدد کوششوں کے باوجود اس کی طرف رغبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اگر موفی مارون کے بارے میں اُسے یہ معلوم نہ ہوتا کہ وہ شیران کی توجہ حاصل کر چکی ہے تو شاید اُس کے دل میں یہ جذبہ اتنا شدید نہ ہوتا، لیکن اب اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ شیران اُن لوگوں میں سے ہے جو کسی بھی بات سے متاثر ہو کر قابو میں آ سکتے ہیں، تو وہ سوچ رہی تھی کہ اس کے اندر کس چیز کی کمی ہے موفی مارون اس کی نسبت شیران کو پسند کیوں ہے اور وہ کیوں شیران کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی، اسی جذبے نے اُسے دربدر بھٹکنے کے لیے مجبور کر دیا تھا اور اب صورتِ حال یہ تھی کہ وہ اس درخت پہ چڑھی ہوئی تھی اور شیران اُس کی زندگی کا خواہاں تھا۔

کچھ بھی ہو جائے شیران، میں نہ تمہیں ہلاک کروں گی اور نہ ہی تمہیں چھوڑوں گی، خواہ مجھے تمہارا برین واش کرانا پڑے، لیکن تم صرف میری ذات کے لیے وقف ہو گئے، میں نے ساری زندگی تنظیم کے لیے صَرف کر دی ہے۔ اب اگر میری ذات کے لیے کوئی چیز قابلِ توجہ بن گئی ہے تو یہ تنظیم کا فرض ہے کہ اُسے میرے سپرد کر دے، ہاں میں ایک اچھی زندگی کے علاوہ اپنے مستقبل کے لیے بھی کوئی راستہ چاہتی ہوں، اسی طرح تو میں ختم

نہیں ہو جاؤں گی، کچھ نہ کچھ تو مجھے اپنی زندگی کے لیے بھی درکار ہو گا اور تنظیم کا یہ فرض ہے کہ مجھے میری طلب دے، لیکن اس وحشی جانور کو کیسے رام کیا جائے۔ اگر یہ اپنی اوریجنل شکل میں ہی میرے تابع ہو جائے تو یہ میری انتہائی خوش نصیبی ہو گی، ورنہ اگر یہ مجھے ایک پاگل کتے کی حیثیت سے بھی حاصل ہو سکا تو میں اسے زنجیر ڈال کر اپنی خوابگاہ میں باندھنا پسند کروں گی اور شیران تم وحشی ہو بڑے جنگلی بالکل کسی خونخوار درندے کی مانند لیکن درندے بھی پنجرے میں دیکھے جاتے ہیں، میں ایک دن ضرور تمہیں پنجرے میں قید کروں گی اور وہ دن میری مسرتوں کا دن ہو گا، میں تم پر دسترس حاصل کر لوں گی، خواہ اس کے لیے مجھے جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔ اس احساس نے ایڈ نا ڈمپل کے بدن میں ایک عجیب سی چستی پیدا کر دی۔ وہ چند لمحات اُسی طرح رہی اور پھر نیچے اُتر آئی۔ وہ شیران کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر کہیں روپوش ہو جائے اور اُسے تلاش کرنے میں دشواریاں پیش آئیں۔

وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر شیران کو کوئی صحیح راستہ مل گیا اور وہ موفی مارون تک پہنچ گیا تو یقیناً موفی مارون اس بار اُسے اس طرح غائب کر دے گی کہ ایڈ نا ڈمپل کے لیے اُسے تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ شیران کو نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتی تھی اور وہ انتہائی چالاکی سے شیران کا تعاقب کرنے لگی۔

یہ احتیاط رکھ کر کہ شیران اُسے دیکھنے نہ پائے، یقیناً شیران اُس کی تلاش میں ہے اور اُسے یہ بھی یقین ہے کہ ایڈ نا اسی سمت آئی ہے۔ اس لیے وہ اُسے تلاش کرتا ہوا آگے بڑھتا رہے گا۔

. . . . کافی وقت گزر گیا تھا، ایڈ نا کو خود بھی اس تعاقب میں کافی دشواریاں پیش آ رہی تھیں، وہ بھی شیران ہی کی مانند بھوکی پیاسی اس کا تعاقب کرتی رہی تھی، یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب شیران پر ایک جنگلی بکرا حملہ آور ہوا اور شیران نے اُسے اُدھیڑ کر رکھ دیا۔ ایڈ نا ڈمپل نے تھوڑے ہی فاصلے سے اس خونی منظر کو دیکھا تھا اور اس کے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

یہ جنگلی انسان آخر ہے کیا بلکہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، انسانی فطرت میں بے شک درندگی کافی حد تک شامل ہے، تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ خون آشام ہر دور میں پیدا ہوتے رہتے ہیں شیران بھی کسی طور ان سے کم نہیں تھا، لیکن وہ خون آشام جو انسانی قتل و غارتگری میں بُری طرح ملوث تھے، کم از کم اپنی ذات کے لیے اتنے وحشی نہیں تھے جب کہ اس وحشی میں یہ فطرت بدرجۂ اتم موجود تھی۔

جنگلی بکرے کو جس طرح شیران نے ہلاک کیا تھا اور جس طرح
اس کی زندگی میں ہی اس کا گوشت چبا ڈالا تھا، وہ بڑی ہی ہولناک
بات تھی، ایڈ نا ڈمپل اپنے بدن میں جھرجھری محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی
کیا شیران کی اور شیر کی فطرت میں کوئی فرق تھا۔ کیا ا
جیسے آدمی کو وہ اپنی زندگی میں ہمیشہ رکھ سکے گی؟" وہ سوچتی رہی او
اس کی نگاہیں شیران پر جمی رہیں۔

"خود وہ ایک ایسی محفوظ جگہ تھی جہاں سے وہ شیران پر نگا
رکھ سکتی تھی لیکن شیران اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا، اب کم از کم ایڈ نا ڈمپ
اتنی چالاک تو تھی ہی کہ شیران جیسے جنگلی جانور سے اپنے آپ کو محفوظ
رکھ سکتی۔"

تھوڑی دیر کے بعد شیران آگے بڑھ گیا، لیکن ایڈ نا ڈمپل
کے دل میں ایک عجیب سی خواہش بیدار ہو گئی۔ کچا گوشت اُس نے
زندگی میں کبھی نہیں کھایا تھا، بھوک سے اُس کی بھی بُری حالت تھی
"کیا شیران کی پیروی کی جا سکتی ہے!"

کچھ دیر تک وہ سوچتی رہی اور پھر اُس نے دل میں یہ فیصلہ کر
لیا کہ وہ بھی یہی عمل دُہرائے گی، چنانچہ وہ وہاں سے آگے چل پڑی
شیران دُور نکل گیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ ان جنگلوں میں سفر کرتے
ہوئے شیران کو پالینا کوئی مشکل عمل نہیں ہو گا۔ چنانچہ اگر تھوڑی دیر اس
جگہ صرف ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اس کے پاس بھی خاصا سامان
موجود تھا جس میں آتشیں ہتھیار نہیں تھے لیکن چند چیزیں ضرور موجود
تھیں، جنہیں وہ احتیاطاً ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتی تھی، انہی میں ایک
لمبا شکاری چاقو بھی تھا۔ بکرے کے قریب پہنچ کر اس نے بکرے
کے بدن کو ٹٹولا اور بکرے نے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیے۔ آہ
وہ ابھی تک زندہ تھا، چونکہ نہایت طاقت ور تھا اس لیے ابھی تک
اس میں زندگی کی رمق باقی تھی، ایک ظالم اس پر مشقِ ستم کر کے جا چکا
تھا اور دوسرا ظالم اس کے سر پہ پہنچ گیا تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے بھی اپنا حصہ تم سے اسی کیفیت میں
وصول کرنا پڑے گا، لیکن میں تمہارے ساتھ ایک احسان کر سکتی ہوں"
اُس نے کہا اور بکرے کی تھوتھنی پر ہاتھ رکھ کر چاقو اس کی گردن پر پھیر
دیا۔ اُس نے بکرے کی گردن پشت کی کھال تک کاٹ دی تھی خون
کا فوارہ بکرے کی گردن سے بہہ نکلا اور دفعتاً ایڈ نا ڈمپل کو ایک خیال
آیا۔ وہ اس خیال کے تحت بُری طرح چونک پڑی تھی، دوسرے لمحے
اُس نے اپنے شانے سے لٹکے ہوئے تھیلے سے پلاسٹک کا
ایک پیکٹ نکالا اس پیکٹ میں کھانے پینے کی چیزیں موجود تھیں۔

لیکن ایڈنا ڈمپل نے اُسے ایک دم خالی کر کے سیلوفین کی تھیلی بکرے
کی گردن سے لگا دی اور سیلوفین کی تھیلی میں خون جمع ہونے لگا، خون
اس شدت سے نکل رہا تھا کہ چند ہی منٹ کے بعد تھیلی آدھی بھر گئی تھی
تب ایڈنا ڈمپل نے اُسے ہٹایا اور اس کا مُنہ کس کر اُس میں ایک
گرہ لگا دی، پتہ نہیں بکرے کا یہ خون اُس نے کیوں حاصل کیا تھا، لیکن
وہ ایک زیرک اور دانش مند عورت تھی، اس لیے اُس سے کسی
حماقت کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی، تھوڑی دیر کے بعد بکرا سرد ہو گیا
اب وہ اپنی مشکلات سے آزاد ہو گیا تھا، چنانچہ ایڈنا ڈمپل نے پوری
کوشش کرنے کے بعد بکرے کے گوشت کے چند ٹکڑے حاصل کیے
اور پھر ان میں سے ایک ٹکڑا مُنہ کے قریب لے جا کر اُسے چبانے
کی کوشش کرنے لگی لیکن یہ اُس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اُسے بہت
زور کی اُبکائی آئی اور اُس نے پریشان نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا،
"میں شیران کی طرح یہ کچا گوشت نہیں کھا سکتی"، وہ آہستہ سے بڑبڑائی
اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ شیران اتنی دُور نکل جائے
کہ اگر اُسے آگ جلانے کی ضرورت پیش آئے تو وہ دیکھی نہ جا سکے۔
چنانچہ اُسے ایک گھنٹہ انتظار کرنا پڑا، ایک گھنٹہ انتظار
کرنے کے بعد اُس نے اطراف سے خشک لکڑیاں جمع کیں اور ان
کا ایک ڈھیر جمع کر کے ایک لکڑی میں گوشت کا ایک ٹکڑا چاقو سے
سوراخ کر کے پرو دیا، پھر اُسے آگ پر بھوننے لگی۔ آگ جلانے
کے لیے اُس کے پاس ماچس وغیرہ موجود تھی۔
اب یہ گوشت وہ کیفیت نہیں رکھتا تھا جو بالکل ہی کچا گوشت
رکھتا تھا، چنانچہ ایڈنا ڈمپل نے اُسے آسانی سے اپنے معدے میں
اُتار لیا اور شکم سیر ہو گئی، اس کے بعد اُس نے اپنے دوسرے پروگرام
پر عمل کیا اور بکرے کا پیٹ چاک کر کے اُس کی آنتیں باہر نکالنے لگی،
اُس کے ہاتھ کہنیوں تک خون آلود ہو گئے تھے لیکن بہر طور اُس نے
کافی آنتیں نکال لیں اور پھر اُنھیں بھی ایک بڑے کاغذ میں رکھ کر پیک
کر لیا۔ یہ دونوں چیزیں احتیاط سے اُس نے اپنے تھیلے میں رکھ لی
تھیں۔ بھنے ہوئے گوشت کا بھی اچھا خاصا ذخیرہ اُس کے پاس موجود
تھا جسے اُس نے احتیاط سے تھیلے ہی میں رکھا اور اُس کے بعد آگے
کا سفر کرنے لگی۔
اب وہ تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی، گوشت کھانے سے
بدن میں توانائی آ گئی تھی، گو پیاس اب بھی شدت سے لگ رہی تھی،
لیکن وہ اُسے برداشت کر رہی تھی، اب وہ شیران کو پا لینا چاہتی تھی۔
کافی دُور نکل آئی تھی وہ، لیکن شیران کا اُسے کوئی سُراغ نہ ملا
تو اُسے تشویش ہونے لگی، کہیں وہ رُک نہ گیا ہو، کہیں اُسے دیکھ نہ
لیا جائے۔ وہ ٹھٹک کر چاروں طرف دیکھنے لگی، لیکن دُور دُور تک
ویرانی پھیلی ہوئی تھی، بس درندوں کا شور، جانوروں کے اُچھلنے کودنے
کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں، ان کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں تھی؛
چنانچہ وہ پھر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

کم بخت ایلا یا تو اس علاقے میں آئی ہی نہیں ہے اور اسے
شروع ہی سے دھوکا ہوا ہے یا پھر وہ اتنی تیز رفتاری سے نکل
گئی کہ شیران اُس تک نہیں پہنچ سکا۔ وہ جنگلوں میں ہی سفر کرتا رہا،
ابھی تک اُسے کوئی آبادی نظر نہیں آئی تھی، جنگلوں کا سلسلہ کہیں
کہیں بہت گھنا ہو جاتا اور کہیں درخت چھدرے چھدرے نظر
آتے تھے پھر جنگلوں کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور تا حدِ نگاہ پہاڑی علاقہ
پھیلا ہوا نظر آیا۔
یہاں بھی درخت لگے ہوئے تھے، لیکن خال خال چٹانیں
اور ناہموار میدان زیادہ تھا، کافی دُور چلنے کے بعد اُسے محسوس
ہوا کہ آگے ڈھلان شروع ہو گئے ہیں لیکن ابھی یہ احساس ہی تھا
وہ ڈھلان تک پہنچا نہیں تھا، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ ڈھلانوں
کے پاس پہنچ گیا، یہاں سے نیچے تک خشک چٹیل اور بے آب و
گیاہ میدان پھیلے ہوئے تھے، درختوں کا یہ سلسلہ یہاں آ کر ختم ہو گیا تھا۔
شیران ان ڈھلانوں پر اُتر گیا۔ اس کی نگاہ چاروں طرف
بھٹک رہی تھی، بے آب و گیاہ پہاڑیوں کے علاوہ یہاں اور کچھ
نہیں تھا۔ اگلی رات وہ ایسے علاقے میں جا پہنچا جہاں تھوہڑ کے درخت
اور ناگ پھنی کی جھاڑیاں بے پناہ بکھری ہوئی تھیں۔ اس علاقے
میں خشک سالی کا سا احساس ہوتا تھا۔
یہ رات یہاں گزارنے کے بعد جب دُوسری صبح اُس نے
نئے سفر کا آغاز کیا تو ایک ایسے علاقے میں پہنچ گیا جہاں پہاڑوں
کے درمیان ایک چھوٹی سی بستی پھیلی ہوئی تھی، یہ پہلی بستی تھی جو اس
طویل ترین سفر کے دوران شیران کو نظر آئی تھی۔
بستی کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں دلچسپی کے آثار پیدا ہو
گئے، جنگلوں میں اتنا وقت گزارنے کے بعد اُسے انسانوں کے
درمیان آ کر خوشی ہوئی تھی، چنانچہ وہ تیزی سے اُس بستی کی جانب
چل پڑا۔ اُسے اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہاں کون لوگ رہتے ہیں،
ظاہر ہے مقامی قبائل ہی ہوں گے، چنانچہ وہ تھوڑی دیر کے بعد
ان کے درمیان پہنچ گیا، خشک سالی کے باعث یہ پورا علاقہ سنسان
اور ویران تھا، یہاں رہنے والوں کے چہروں سے غربت اور
افلاس ٹپک رہا تھا، ننگ دھڑنگ بچے اِدھر اُدھر مارے مارے

پھر رہے تھے۔ زہریلی مکھیوں کے ڈسے ہوئے نیم مردہ ڈھانچے
بھی نظر آئے۔ کتنے ہی بچے زندہ رہنے کے لیے کوڑے کرکٹ
کے ڈھیروں سے خوراک ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔
بستی بہت ہی فلاکت زدہ تھی، شیران ان لوگوں کے درمیان
سے گزرتا رہا، وہ خالی خالی نگاہوں سے شیران کو دیکھ رہے تھے۔
ایک جگہ زمین پر جانوروں کی ہڈیاں نظر آئیں، تا حدِ نگاہ دیہاتیوں
کے جھونپڑے پھیلے ہوئے تھے۔ ان جھونپڑوں میں بعض جھونپڑے
بلند و بالا تھے۔ کہیں بھی سبز فصلوں کا نشان نہیں تھا اور چاروں ہی
طرف خشکی ہی خشکی پھیلی نظر آتی تھی سوائے ان جھاڑیوں کے جو خود رو
ہوتی ہیں۔ اُداس اور افسردہ ماحول پر نیلگوں آسمان کا سائبان تنا
ہوا تھا، جس میں اُڑتے ہوئے پرندے فضا میں زندگی کی علامت
بنے ہوئے تھے۔
شیران نے کچھ لوگوں کو جھونپڑوں سے گروہ در گروہ نکلتے
دیکھا جیسے وہ کسی تقریب میں حصّہ لینے جا رہے ہوں۔ ان کے
لباس بہت ہی مختصر تھے، چند لمحات کے بعد ان میں سے دو افراد
آگے بڑھے اور شیران کے پاس پہنچ گئے۔ اُنھوں نے اپنی زبان
میں شیران سے کچھ کہا، لیکن شیران اُن کی زبان نہیں سمجھ سکا تھا۔
وہ سوالیہ انداز میں شیران کو دیکھتے رہے تب شیران نے کہا "میں
تمھارے قبیلے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں،
میں ایک مسافر ہوں، راستہ بھٹک کر اس طرف آ گیا ہوں، میں
چاہتا ہوں کہ تم لوگ میری منزل کی طرف میری رہنمائی کرو، لیکن ان کا
انداز بھی ویسا ہی تھا۔ دفعتاً ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور
اُس نے بڑی نرمی سے شیران کا ہاتھ پکڑ لیا۔ شیران اس کا مطلب
سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن نہ سمجھ پایا البتہ جب اس شخص نے
اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھنے کی کوشش کی تب وہ سمجھ گیا کہ وہ اُسے
کسی خاص جگہ لے جانا چاہتا ہے۔
چنانچہ وہ ان کے ساتھ چل پڑا۔ گروہ کی شکل میں چلنے والے
اب دُور نکل چکے تھے، عجیب و غریب موسم اور عجیب و غریب
ماحول نظر آ رہا تھا۔ یہاں تھوڑی دیر کے بعد وہ اُسے لیے ہوئے
ایک عجیب سی جگہ پہنچ گئے۔
یہ بہت بڑا جھونپڑا تھا جس کے اِرد گرد احاطہ بنا ہوا تھا۔
احاطے میں چند پتھر پڑے ہوئے تھے اور سامنے پتھروں میں سے ایک
پتھر پر ایک پستہ قد ڈراؤنی اور بیمار سی شکل و صورت کی عورت بیٹھی
ہوئی تھی۔ اس کی عمر تقریباً چالیس سال ہوگی، سوکھا ہوا چہرہ، سر پر
چھدرے موٹے گھنگھریالے بالوں کے گچھے، وہ بڑی شان سے

بیٹھی ہوئی تھی۔

جس پتھر پر وہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس پر چیتے کی کھال منڈھی ہوئی تھی، ننگے پاؤں بھی چیتے کی کھال پر رکھے ہوئے تھے، پنڈلیاں سوکھی ہوئی تھیں لیکن سونے اور چاندی کی باریک چوڑیاں اُن میں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے نزدیک ہی کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے انداز سے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ اُس کے سامنے مؤدب ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے بدن کا بہت کم حصّہ ڈھکا ہوا تھا، البتہ اُن کے قوی ہیکل بدن صاف نظر آ رہے تھے۔

شیران یہ دلچسپ نظارا دیکھتا رہا۔ چند لمحات کے بعد وہ اس عورت کے نزدیک پہنچ گئے۔

عورت نے اپنی بے رونق اور مدقوق سی نگاہیں اُٹھا کر شیران کو دیکھا اور پھر مقامی زبان میں کچھ کہا۔

شیران نے اپنی زبان میں جواب دیا کہ وہ ان کی زبان نہیں سمجھتا اور اس وقت وہ حیران رہ گیا، جب اس عورت نے شیران ہی کی زبان میں کہا۔ "ہم اپنی بستی میں تمھیں خوش آمدید کہتے ہیں اجنبی، لیکن افسوس بستی خشک سالی کا شکار ہے۔ کئی سال سے یہاں بارش نہیں ہوئی اور اب صورتِ حال اتنی خراب ہو گئی ہے کہ ہم اس علاقے سے سفر کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔"

"آہ تم ہماری زبان بھی بول سکتی ہو۔" شیران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں، میں دُنیا کی ہر زبان بول سکتی ہوں۔ یہ میرا علم ہے، یہ میرا جادو ہے۔" عورت نے جواب دیا۔

"خوب۔ تو کیا تم جادوگرنی ہو؟" شیران نے سوال کیا اور عورت نے اپنی نگاہیں اُٹھا کر اُسے دیکھا، شیران کو اُس کی آنکھوں میں ایک مقناطیسی قوت محسوس ہوئی اور اُس نے اُس کی آنکھوں سے نگاہ ہٹالی۔ عورت بہت ہی خطرناک معلوم ہوتی تھی، شیران نے کہا۔

"مجھے بہت سی جادوگرنیاں ملتی رہی ہیں لیکن تم واقعی جادوگرنی معلوم ہوتی ہو، اگر یہ بات ہے تو میں تم سے کچھ درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم جہاں سے آ رہے ہو، میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی، ہاں اگر میں اپنے علم کو آواز دُوں تو تمھارے بارے میں اندازہ لگا سکتی ہوں، لیکن اگر تم اس بستی میں قیام کے بارے میں سوچ رہے ہو تو تمھیں مایوسی ہو گی، کیونکہ ہم کسی مہمان کی خاطر مدارات نہیں کر سکتے۔ ہاں ہمارے اطراف میں شکار بھی نہیں ہے بھلا ہاتھی کا شکار کیا حیثیت رکھتا ہے۔ تاہم اگر تم ہاتھی کا گوشت کھانا پسند کرو تو ان لوگوں کے ساتھ شکار میں شریک ہو جاؤ، جو پیٹ بھرنے کے لئے جانوروں کے شکار کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔"

شیران چند لمحات سوچتا رہا، پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔ "نہیں، مجھے ابھی خوراک کی ضرورت نہیں ہے، میرے پاس شکار کا گوشت موجود ہے لیکن اگر تم مجھے اجازت دو تو میں چند لمحات تمھاری بستی میں گزارنا چاہتا ہوں۔"

"ہمیں تمھاری خدمت کر کے خوشی ہو گی، آنے والے مہمان بعض اوقات اپنے ساتھ برکتیں لاتے ہیں اور ہم ان برکتوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے، ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اس میں سے تھوڑا سا حصّہ تمھیں بھی دیا جا سکتا ہے۔" پھر اُس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ایک شخص سے کہا۔ "مہمان کو کسی مناسب جھونپڑے میں قیام کرنے کے لیے لے جاؤ۔"

اس شخص نے عورت کے حکم کی تعمیل کی، تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ شخص شیران کو لیے ہوئے ایک گول جھونپڑے کے نزدیک پہنچ گیا۔ جھونپڑا اندر سے بے حد صاف ستھرا تھا لیکن اُس کی زمین کھُردری اور خشک تھی، جھونپڑے میں سوائے پھوس کی دیواروں کے اور کچھ نہیں تھا، تاہم شیران کو یہ جگہ غنیمت محسوس ہوئی، اُس نے اپنے ساتھ لایا ہوا سامان زمین پر رکھ دیا اور آرام کرنے کے لیے بیٹھ گیا، آئندہ کے لیے اس کے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ یہاں کچھ دیر قیام کرنے کے بعد وہ اس عورت سے ہردوئی کا راستہ معلوم کرے گا، یا اگر ہردوئی نہ پہنچ سکا اور ہرن پورہ یہاں سے قریب ہوا تو وہ اس طرف جا نکلے گا، فی الحال قیام کے لیے یہ جگہ بُری نہیں تھی لیکن یہاں کے حالات بڑے عجیب سے لگتے تھے۔ کچھ دیر کے لیے شیران کے دل سے ایڈنا ڈمیل کا خیال نکل گیا تھا، وہ اتنے طویل عرصے تک نہیں ملی تھی۔ اس وجہ سے شیران کے دل میں مایوسی پیدا ہو گئی تھی۔

رات ہو گئی، جھونپڑوں میں جگہ جگہ چراغ روشن کر دیئے گئے، جو شاید جانوروں کی چربی سے جلائے گئے تھے، کیونکہ اُن کے جلنے کے بعد فضا میں ایک عجیب طرح کی بُو پھیل گئی تھی۔ بہرطور یہ بُو ناقابلِ برداشت نہیں تھی۔

شیران رات میں بھی اس علاقے کا نظارا کرتا رہا، پتہ نہیں اس قبیلے کا کیا نام تھا اور یہ ہندوستان کے کون سے حصّے میں آباد تھا۔

دُوسری صبح اُس کے سامنے چند چیزیں پیش کی گئیں۔ سوکھا ہوا گوشت اور پیلے رنگ کے کچھ پھل جو خشک ہو چکے تھے

اور غالباً محفوظ کر کے رکھے گئے تھے، یہاں کی عُسرت اور زبوں حالی دیکھ کر شیران کو تھوڑا سا افسوس ہوا، یہ لوگ پتہ نہیں کس طرح زندگی گزار رہے تھے۔ بہرطور اُس نے اُس ناشتے میں سے کچھ نہ کھایا اور یہ چیزیں واپس کر دیں، اس کے ساتھ تھوڑا سا شکار کا گوشت موجود تھا جسے کھا کر اُس نے اپنے پیٹ کی آگ بجھائی اور سوچنے لگا کہ اب کوئی نہ کوئی قدم اُٹھانا ضروری ہے۔ اس قبیلے میں زیادہ وقت نہیں گزارا جا سکتا۔

چنانچہ اس خیال کے تحت وہ اس جھونپڑے کی جانب چل پڑا جو یقیناً یہاں کی سردار یا ملکہ کا جھونپڑا تھا، باہر کا منظر وہی تھا، لیکن اس میں ذرا سی تبدیلی یہ تھی کہ اب سردار کے جھونپڑے کے سامنے ایک ہجوم نظر آ رہا تھا جو دائرے کی شکل میں یہاں جمع ہو گیا تھا، پھر اُنھوں نے اپنی زبان میں کچھ نعرے لگائے اور سردار نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر دیئے۔

وہ سب گردنیں جھکا کر باہر نکل گئے تھے، اُس کے بعد سردار عورت کی نگاہ شیران پر پڑی اور اُس نے اشارے سے اُسے اپنے قریب بُلا لیا، پھر ایک پتھر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ لوگ جو سردار یا ملکہ کے حاشیہ بردار یا مصاحب تھے بدستور اسی انداز میں بیٹھے ہوئے تھے، پستہ قد سردار عورت نے شیران کی جانب نگاہ کی، ان آنکھوں میں کوئی ایسی ہی کیفیت تھی کہ شیران کا ذہن جھنجھنا جاتا تھا۔

چنانچہ اُس نے عورت پر سے نگاہ ہٹالی اور بولا۔ "میں تمھارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں سردار تم نے مجھے ایک رات قیام کے لیے جگہ دی، کیا میں اس قبیلے کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر سکتا ہوں؟"

"بیٹھو، آرام سے بیٹھو، میں تمھیں وہ سب کچھ بتاؤں گی، جو تمھارے ذہن میں ہے۔" سردار عورت نے کہا۔ پھر بولی۔ "اس قبیلے کا نام چوگانا ہے، ہماری آبادی ہمارے اعداد و شمار کے مطابق تین ہزار کے قریب ہے۔ یہاں اکثر پریشانیاں اور مصائب سر اُبھارتے رہتے ہیں، خشک سالی ہماری زندگی کے لیے بہت ہی بھیانک چیز ہے، یہاں بارشیں نہیں ہوتیں، اطراف میں کچھ فاصلے پر جنگل ہے لیکن جنگلی درندوں کی وجہ سے ہم وہاں نہیں رہ سکتے، ہمارے اور اُن کے درمیان جادو کی ایک لکیر کھینچ دی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ درندے یہاں نہیں آتے اور ہمیں نقصان نہیں پہنچاتے لیکن شرط یہی ہے کہ ہم بھی جنگلوں میں داخل ہو کر انھیں نقصان نہ پہنچائیں۔ ہاں بائیں سمت ایک گھنا جنگل پھیلا ہوا ہے جس میں صرف ہاتھی ملتے ہیں۔ دُوسرے جانور یہاں بہت کم ہوتے ہیں۔ ہمارا ان جانوروں سے کوئی معاہدہ نہیں ہے اس وجہ سے ہمارے قبیلے کے لوگ اکثر ہاتھی کے شکار کے لیے اس طرف جاتے رہتے ہیں۔ ہاتھی کو مشترکہ طور پر شکار کیا جاتا ہے اور یہاں ہاتھی ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہماری غذا کے کام آتا ہے، صبح کو جو گوشت تمھیں پیش کیا گیا تھا، وہ ہاتھی ہی کا گوشت تھا۔"

"اوہ۔ اور وہ پھل؟"

"وہ یہاں درختوں میں پیدا ہوتے ہیں، لیکن بہت کم تعداد میں، ہمارے ہاں وہ پھل بہت قیمتی سمجھے جاتے ہیں، لیکن تم نے ان میں سے کچھ نہیں کھایا۔"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میرے پاس اپنی خوراک کا سامان موجود تھا۔ ویسے تم اس قبیلے کی سردار ہو؟"

"ہاں۔ ہمارے قبیلے میں عورت ہی سردار ہوتی ہے۔ ملکہ کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا جاتا ہے اور اس کا ہر فیصلہ آخری ہوتا ہے، چنانچہ میں نئی ملکہ ہوں اور یہ قبیلا اس وقت میری سرکردگی میں زندہ ہے۔"

"بڑی دلچسپ جگہ ہے، میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں چوگانا کی ملکہ کہ یہاں سے کوئی دُوسری بستی کتنے فاصلے پر ہے؟"

"ہم نہیں جانتے، ہم میں سے کوئی اس کے بارے میں نہیں جانتا۔" ملکہ نے جواب دیا۔

"تم لوگ اپنی بستی کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاتے؟"

"ہاں۔ ہم کبھی ایک مقررہ حد سے آگے نہیں جاتے۔ یہ حد ہمارے لیے ہمارے اجداد نے مقرر کی ہے۔ ایک بار یہ حد عبور کرنے کی کوشش کی گئی تھی تو بستی پر تباہی نازل ہو گئی تھی۔۔۔ درندے ہماری آبادی میں گھس آئے تھے اور آدھی آبادی موت کے گھاٹ اُتر گئی تھی۔"

"اوہ کبھی دُوسری بستی سے لوگ بھی یہاں نہیں آئے؟"

"نہیں۔ ہم نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔" ملکہ نے جواب دیا۔

"میں اگر ہاتھی کے شکار میں دلچسپی لینا چاہوں تو؟"

"جنگل کسی کے محکوم نہیں ہوتے۔"

"میں تمھارے آدمیوں کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔"

"ہم تمھاری اس خواہش کو ضرور پورا کریں گے۔" ملکہ نے کہا اور مقامی زبان میں اپنے آدمیوں کو حکم دینے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد دس مسلح قبائلیوں کا گروہ جمع ہو گیا جو شیران کے ساتھ جنگلی ہاتھی کے شکار کے لیے تیار تھا۔ شیران نے اپنے جھونپڑے

میں جاکر اپنا سامان سنبھالا اور ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔ وہ اُسے ایک مخصوص سمت لے جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ڈھلان میں اُتر گئے۔ بہت دُور ہاتھیوں کا ایک غول اُنھیں نظر آیا لیکن ایک لمحے کے لیے' دُوسرے لمحے' وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

پھر تھوڑے فاصلے پر دُوسرا غول نظر آیا لیکن وہ بھی اسی طرح آن کی آن میں غائب ہو گیا۔ شیران نے اندازہ لگایا کہ وہ لوگ غول پر حملہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ کسی تنہا ہاتھی کی تلاش میں ہیں . . . لہٰذا وہ ان ہی ہاتھیوں کے پیروں کے نشانات پر خاص طور سے نگاہ رکھ رہے تھے۔

شیران خود بھی ان کی پیروی کرنے لگا۔ وہ خود بھی ایسے ہی نشانات تلاش کر رہا تھا۔ ہر چند کہ یہ جگہ بھی پتھریلے میدانوں پر مشتمل تھی لیکن یہاں اِن پتھروں پر سلیٹی رنگ کی ریت کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ پتہ نہیں یہ ریت کہاں سے آئی تھی۔ قریب یا کچھ دُور کوئی ایسا علاقہ ضرور تھا جس کے نزدیک پانی ہو۔ ایسی ریت عموماً دریاؤں کے کنارے ہوتی ہے لیکن اس سے ہاتھی کے شکاریوں کی رہنمائی ضرور ہوتی تھی۔ جگہ جگہ ہاتھیوں کے پیروں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ عموماً یہ بہت سے ہاتھیوں کے پیروں کے نشانات تھے لیکن قبائلی اِن نشانات پر توجہ نہیں دے رہے تھے جو ہاتھیوں کے غول کی نشاندہی کر رہے تھے وہ کسی تنہا ہاتھی کے پیروں کے نشان کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ شیران ان کا مطلب سمجھ کر خود بھی ان سے دُور ہٹ کر ایسے نشان تلاش کرنے لگا۔ وہ ان قبائلیوں کے گروہ سے کافی دُور ہٹ آیا تھا اور پھر دفعتاً وہ ٹھٹک گیا۔ اُس نے ہاتھیوں کے پیروں سے ایک مختلف نشان دیکھا تھا۔ یہ نشان اتنا عجیب و غریب تھا کہ شیران اس میں دِلچسپی لیے بغیر نہ رہ سکا۔ اگر اس کا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ جُوتے کا نشان تھا۔ ایک زنانہ جوتے کا۔ لیکن یہ نشان۔

دفعتاً وہ اُچھل پڑا۔ ایڈنا ڈمپل۔ اُس کے ذہن نے نعرہ لگایا اور اس کے بعد ہاتھیوں کے شکار اور قبائلیوں سے اُس کی دِلچسپی یکلخت ختم ہو گئی۔ وہ دہرے ناچنے لگا اور اُس نے جوتوں کے نشانات کی تلاش شروع کر دی۔

عقب میں کچھ آوازیں سُنائی دیں۔ بہت دُور قبائلی زمین پر جھکے ہوئے تھے پھر وہ بھالے اور کمانیں سنبھالے ہوئے ان نشانات کو دیکھتے آگے بڑھنے لگے۔ ان کی سمت مختلف تھی۔ شیران کو اب اِن سے کوئی دِلچسپی نہیں رہی تھی۔ وہ اپنی ہی تلاش میں مصروف تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اُس نے ایسے ہی نشانات تلاش کر لیے۔ اب یہ نشانات ترتیب سے نظر آ رہے تھے اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ بالکل تازہ معلوم ہوتے تھے۔ شیران اب اِن نشانات کے سہارے دوڑنے لگا۔ آن کی آن میں وہ بہت دُور نکل آیا۔ نشانات اسے ایک چٹان کے عقب میں لے گئے۔ یہاں کچھ ایسی کیفیت تھی جیسے کوئی یہاں رُکا ہو۔ جس علاقے میں وہ نکل آیا تھا یہاں چٹانیں دُور دُور تک بکھری ہوئی تھیں لیکن ریت یہاں بھی موجود تھی' اور اس پر نشانات موجود تھے۔ وہ اِن نشانات کا تعاقب کرتا رہا۔ اب قبائلیوں کا کہیں پتہ نہیں تھا اور اُسے یہ بھی اندازہ نہیں رہا تھا کہ وہ اِن سے کتنی دُور نکل آیا ہے۔ نشانات بالکل واضح تھے اور یُوں لگتا تھا جیسے کوئی اس سے آگے دوڑ رہا ہو۔ اس احساس کے ساتھ ہی وہ چونک پڑا۔ اُس نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور پھرتی سے ایک ٹیلے پر چڑھنے لگا۔ ٹیلے کی بلندیوں سے اُس نے اطراف میں نگاہ دوڑائی۔ چاروں طرف خاموش چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ وہ متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ پھر کسی خیال کے تحت اُس نے ہاتھ میں پکڑا ہُوا پستول فضا میں بلند کر کے ایک فائر کر دیا اور اس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ بہت دُور۔ کافی فاصلے پر کوئی ایک چٹان کے عقب سے نکل کر بھاگا۔ شیران نے رنگین لباس دیکھ لیا تھا اور اُسے لباس پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی . . .

وہ ایڈنا ڈمپل ہی تھی۔

"اوہ . . . تو میرے ساتھ ساتھ ہی سفر کر رہی ہے۔ اب کہاں جائے گی بچ کر۔" شیران غرّایا اور اُس نے ٹیلے سے اُتر کر دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ اسی رُخ پر دوڑ رہا تھا۔ اُس نے دُور ایڈنا کو دیکھا تھا۔ کئی بار اُس نے فائر بھی کیے۔ حالانکہ اُس کے اور ایڈنا کے درمیان کافی فاصلہ تھا لیکن وہ پوری قوت سے دوڑ رہا تھا۔ پھر وہ اس ٹیلے کے عقب میں پہنچ گیا جہاں اُس نے ایڈنا کو دیکھا تھا۔ دفعتاً اُس کے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔ ٹیلے یا چٹان کے پاس ایڈنا کے جُوتے پڑے ہوئے تھے۔

"واہ۔ جُوتے چھوڑ بھاگی۔ کب تک بچے گی میرے ہاتھوں سے۔ یہ تو خوب ہُوا کہ مجھے تیرا نشان مل گیا اور یہ ریت میری بڑی محسن ہے۔" اُس نے ریت پر پیروں کے نشانات تلاش کیے۔ ان نشانات کو مٹانا ایڈنا کے بس کی بات نہیں تھی لیکن ان کے فاصلے سے اندازہ . . . ہوتا تھا کہ ایڈنا ڈمپل کس بری طرح یہاں سے بھاگی ہے۔

خود ایڈنا کو بھی اندازہ تھا کہ خونخوار بلا اُس کے پیچھے لگی ہُوئی ہے۔ وہ شیران کو ڈاج دے کر کہیں چھُپ بھی سکتی تھی لیکن یہ اُس کی بدنصیبی تھی کہ میلوں دُور تک یہ علاقہ چکنی ریت سے ڈھکا ہُوا تھا

اور اس پر پیروں کے نشانات بنتے چلے جا رہے تھے۔ اس بھاگ دوڑ میں نہ جانے کتنا وقت صرف ہو گیا۔ نہ جانے وہ کتنی دُور نکل آیا۔ کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ وہ تو اس وقت چونکا جب پاؤں کے نشانات دُھندلانے لگے۔ رات ہو گئی تھی اور اندھیرے میں یہ نشانات غیر واضح ہو گئے تھے۔

آہ یہ بُرا ہُوا۔ اب اس . . . کو نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔

اُس نے نگاہ اُٹھا کر دُور دُور تک دیکھا۔ چٹانوں کا سلسلہ کوئی دو فرلانگ جا کر ختم ہو گیا تھا اور پھر درختوں کے جھُنڈ نظر آ رہے تھے۔ ایڈنا نے اس سے بچنے کے لیے یقیناً اسی جنگل کا رُخ کیا ہوگا اور اگر وہ جنگل میں داخل ہو گئی تو پھر اس کا سُراغ پانا ممکن نہ ہوگا۔

وہ جنگل کی طرف دوڑنے لگا اور جب وہ جنگل کے پہلے درخت کے پاس پہنچا تو رات مکمل طور پر فضا کے بسیط پر مسلط ہو چکی تھی۔ شیران کے انداز میں مایوسی اُبھر آئی۔ وہ رُک گیا۔ بھاگ دوڑ کا یہ سلسلہ اتنا طویل تھا کہ عام حالات میں اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کا بدن تھکن سے چُور تھا۔ اس نے وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔ اور پیروں سے جُوتے کھولنے لگا۔ ایڈنا یقیناً دِل گردے کی عورت تھی۔ اتنی برق رفتاری سے اور اتنی دُور تک دوڑنا کسی عام عورت کے بس کی بات نہیں تھی۔ جنگل میں وہ کتنی دُور جائے گی، وہ بھی یقیناً تھک گئی ہوگی۔ بہرحال مجبوری ہے کل دن کی روشنی میں تجھے دیکھ لُوں گا۔

وہ لیٹ گیا۔ پُورے بدن میں دُکھن ہو رہی تھی۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ تھکن شدّت سے سوار تھی لیکن نیند نہیں آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد چاند نکل آیا۔ بکھرے ہُوئے چاند کی روشنی درختوں سے چھن کر زمین پر پڑنے لگی اور رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی پھر اس وقت شیران کی آنکھ لگی ہی تھی کہ دفعتاً اُس نے ایک دِلدوز نسوانی چیخ سُنی۔ اس کے فوراً بعد اُسے کسی درندے کی غرّاہٹ سُنائی دی کہ وہ کسی پر حملہ آور تھا۔ نسوانی چیخیں بدستور سُنائی دے رہی تھیں۔ اور ساتھ ہی درندے کی غرّاہٹ بھی۔ شیران سمت کا اندازہ لگانے لگا۔ اس بات میں تو اب کوئی شبہ ہی نہیں تھا کہ ایڈنا ڈمپل کسی خوفناک درندے کا شکار ہو گئی ہے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد اُسے سمت کا اندازہ ہو گیا اور وہ رائفل سنبھال کر اُس طرف چل پڑا۔ آوازیں معدوم ہو گئی تھیں۔ اس سے شیران کو مایوسی ہُوئی کیونکہ آوازوں کے بغیر وہاں پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ وہ بہت دیر بھٹکتا رہا لیکن اُسے وہ جگہ نہ معلوم ہو سکی جہاں یہ واردات پیش آئی تھی۔ اُسے بے چینی ہو گئی تھی۔ اب سکون سے بیٹھنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ وہ کافی دیر تک ایڈنا ڈمپل کو تلاش کرتا رہا اور پھر اس کام سے تھک گیا۔

اب صبح کا انتظار کرنا ہوگا لیکن اسے اس علاقے میں درندوں کی موجودگی کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس لیے اب زمین پر قیام ممکن نہیں تھا۔ اس نے ایک گھنا درخت تلاش کیا اور اس پر چڑھنے لگا پھر اُس نے درخت پر ایک ایسی جگہ تلاش کر لی جہاں وہ آرام سے رات گزار سکتا تھا۔ یہ جگہ اتنی بلند تھی کہ نیچے سے کوئی درندہ چھلانگ لگا کر یہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اُسے ایڈنا کے اس بھیانک انجام کا افسوس تھا۔ وہ خود اُسے ہلاک کرنا چاہتا تھا لیکن یہ کام کسی درندے نے کر دیا تھا۔ مقصود ایڈنا کی موت تھی۔ اب وہ کسی طرح بھی ہُوئی ہو۔ اب اِن جنگلوں اور صحراؤں میں بھٹکنا بے سُود تھا۔ کوئی بستی ملنی چاہیئے۔ اُس نے سوچا اور آنکھیں بند کر لیں۔

نیند تو کیا آتی درخت پر۔ لیکن غنودگی نے تھوڑا سا سکون بخشا تھا پھر جب صبح کا اُجالا درخت کے پتّوں سے چھننے لگا تو وہ نیچے اُتر آیا۔ دن بہت چمکدار تھا اور درخت سے کچھ دور چلنے کے بعد ہی اُس نے ایڈنا ڈمپل کے کپڑوں کی جھلک دیکھ لی۔ وہ اس رنگ کو پہچانتا تھا۔ وہ کشاں کشاں اس کے قریب پہنچ گیا۔ ایڈنا کے اطراف میں خون بکھرا ہُوا تھا۔ یہ خون رات بھر میں جم کر سیاہ ہو گیا تھا۔ بہت سا خُون اُس کے سینے کے پاس تھا۔ اس کا لباس بُری طرح پھٹا ہُوا تھا۔ پیٹ سے آنتیں باہر نکل پڑی تھیں۔ جبڑا بُری طرح ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ بال بکھرے ہُوئے تھے۔ آنکھیں بھیانک انداز میں پھٹی ہُوئی تھیں۔ درندے نے اُسے بُری طرح بھنبھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

شیران اُس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔ "مِیش گو۔ تجھے اپنے اس بھیانک انجام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ لیکن مجھے افسوس ہے وہ کام جو میں کرنا چاہتا تھا کسی درندے نے کر ڈالا۔" اُس نے ایڈنا کے سانس سے تنفّس کو محسوس کرنے کی کوشش کی لیکن اب اِس میں زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ شیران اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ ایک لمحے تک وہ سوچتا رہا اور پھر ایک سمت کا تعیّن کر کے آگے بڑھ گیا . . .

ایڈنا کی موت بڑی بھیانک تھی۔ درحقیقت وہ بڑی عجیب عورت تھی۔ شیران اس کے بارے میں بہت سی باتیں یاد کر رہا تھا۔ اُس نے کافی دِن ایڈنا کے ساتھ جنگل میں گزارے تھے اور پھر ہانگ کانگ میں بہت پُراسرار عورت تھی وہ۔

جُوں جُوں وہ آگے بڑھتا گیا۔ مناظر خوشگوار ہوتے گئے۔ ایسے کچھ جنگلی پھلوں کے درخت بھی نظر آئے تھے جن سے اُس نے پھل

توڑ کر کھانے پھرا۔ اُسے ایک تالاب ملا اور شیران کے حلق سے مسرت بھری چیخ نکل گئی۔ تالاب میں وہ دیر تک غسل کرتا رہا تھا۔ اس غسل نے اُسے بڑی شگفتگی بخشی۔ اس کے بعد وہ شام تک سفر کرتا رہا۔ رات ہوئی تو جنگلوں کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ لیکن جونہی جنگلوں کا سلسلہ ختم ہوا اُسے کچھ نشیب نظر آئے اور ان نشیبوں میں جلتے ہوئے چراغوں کو دیکھ کر اُس کی باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔ پھر کوئی بستی آ گئی تھی۔

بستی چھوڑ کر جنگل میں قیام کرنا حماقت تھی۔ چنانچہ اُس نے بستی میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا اور اُس کے سفر کی رفتار بڑھ گئی۔ چراغ بہت دُور سے نظر آ رہے تھے۔ ان تک پہنچنے میں بھی کافی دیر لگ گئی اور پھر وہ بستی کے قریب پہنچ گیا۔ چلتے پھرتے انسان نظر آ رہے تھے۔ اُسے دیکھ کر لوگ ٹھٹک جاتے تھے۔ اُس نے ایک تنہا آدمی کو دیکھ کر پکارا۔ بات سنو۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص قریب آ گیا۔ "جے ہو مہاراج کی۔" اُس نے کہا۔ شیران کے حلیے اور جسامت سے وہ مرعوب ہو گیا تھا۔

"یہ کونسی بستی ہے؟"

"مسافر ہو مہاراج؟"

"ہاں۔"

"یہ سانگل بستی ہے مائی باپ۔"

"سانگل۔!" شیران کے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔

"ہاں مہاراج۔ سانگل۔"

"ہر دوئی بستی یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"کوئی بیس کوس مہاراج۔ آپ کو ہردوئی جانا ہے؟"

"اور ہرن پورہ؟" شیران نے پوچھا۔

"ہرن پورہ کوئی ساٹھ ستر کوس ہے مہاراج۔"

"کوئی ہوٹل ہے یہاں؟"

"ہوٹل کیا ہوتا ہے گرو دیو؟" سادہ لوح دیہاتی نے تعجب سے پوچھا۔

"اوہ۔ کوئی ایسی جگہ جہاں کھانے پینے کو مل سکے جہاں رہنے کے لیے جگہ مل جائے۔"

"ہو ہو ہو۔ مٹھو کی سرائے کو آپ ہوٹل کہتے ہیں گرو دیو۔!" دیہاتی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ مٹھو کی سرائے کہاں ہے؟"

"آؤ ہمارے ساتھ۔" دیہاتی بولا۔ اور شیران اُس کی رہنمائی میں آگے بڑھنے لگا۔

مٹھو کی سرائے ایک کچے مکان میں تھی۔ بڑا عجیب سا ماحول تھا۔ چھوٹے چھوٹے تنگ کمرے بنے ہوئے تھے جن کے سامنے احاطہ تھا جس میں ایک چبوترا بنا ہوا تھا۔ چبوترے پر تندور لگا ہوا تھا اور اسی چبوترے میں دیگچیاں دفن تھیں جن کے نیچے بھی ہلکی آگ روشن نظر آ رہی تھی۔

"ارے او مٹھوا۔ مٹھوا رے۔ دیکھ کسے لایا ہوں تیرے لیے۔" راہبر نے آواز لگائی۔

"آؤ سرکار۔ آؤ مائی باپ۔" مٹھوا چبوترے سے نیچے اُتر آیا۔

"رہنے کے لیے جگہ چاہیے۔"

"یہاں سرکار۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ ارے او چھیا، چل ری مہمان آئے ہیں، جل پانی کا بندوبست کر۔ آؤ مہاراج۔" مٹھوا اُسے ایک کمرے میں لے گیا۔ "ہم ابھی کھاٹ بچھا دیویں ہیں سرکار۔ لٹیا آ جائے تو منہ ہاتھ دھو لو۔" مٹھوا بولا اور اُس نے ایک چارپائی لا کر کمرے میں بچھا دی پھر ایک عورت لوٹے میں پانی لے آئی، اور شیران منہ دھونے لگا پھر وہ چارپائی پر بیٹھ گیا۔

"کتنے پیسے ہوتے ہیں یہاں رہنے کے؟" شیران نے پوچھا۔

"ہمکا گنہگار مت کرو مہاراج جاتے ہوئے جو من کرے دے دینا۔ ہم مہمان سے بھاؤ تاؤ نا کریں ہیں۔ کھانا لے آئیں تمہرے لیے۔" مٹھو نے کہا اور باہر نکل گیا۔ شیران چارپائی پر دراز ہو گیا تھا۔ جنگلوں کی طویل اور تھکا دینے والی زندگی کے بعد انسانوں کی یہ بستی اُسے بہت دلکش محسوس ہو رہی تھی اور یہ چارپائی اُسے کائنات کی سب سے عمدہ جگہ لگ رہی تھی۔ اُس نے پاؤں پھیلائے اور چت لیٹ کر چھت کی طرف تکنے لگا جو گھاس پھونس سے بنی ہوئی تھی۔

⊡

گیدڑوں کا ایک غول دبے پاؤں آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے جا رہے تھے۔ کوئی ایسی شے دیکھ لی تھی اُنھوں نے جو اُن کے لیے باعثِ دلچسپی تھی پھر وہ اُس کے قریب پہنچ گئے۔

یقین نہیں آ رہا تھا اُنھیں کہ وہ کوئی انسانی لاش ہے۔ ممکن ہے اس سے قبل بھی ان کا واسطہ کسی انسان سے پڑ گیا ہو اور وہ اس بات سے واقف ہوں کہ روئے زمین کی سب سے خطرناک شے یہ حضرتِ انسان ہی ہیں۔ لومڑی خالہ اور گیدڑ بھائی سے بھی زیادہ چالاک۔ اس لیے خون کی بو پانے کے باوجود وہ بے اختیار نہیں ہوئے تھے۔

دبیں ہوئے تھے۔

اور پھر اُنھیں اندازہ ہو گیا کہ احتیاط دُنیا کی سب سے عمدہ چیز ہے اگر دھوکا کھا کر اس لاش کے قریب پہنچ گئے ہوتے تو دوچار کی مصیبت ہی آ گئی تھی۔ ابھی وہ لاش سے چند گز دُور ہی تھے کہ دفعتاً لاش میں جنبش پیدا ہو گئی اور دُوسرے لمحے وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ گیدڑوں کا غول یُوں پلٹ کر بھاگا کہ تیزی کے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اب ان کا دُور دُور تک پتہ نہ تھا۔

یہ ایڈنا ڈمپل تھی۔ وہ اپنی زندگی کے سب سے بدترین دور سے گزر رہی تھی اور اس عرصے میں اُسے چند خطرناک مراحل سے گزرنا پڑا تھا اور یہ مراحل جان لیوا تھے لیکن ایسے بھی نہیں کہ زندگی بوجھ محسوس ہونے لگے۔ اس کے بعد کی زندگی گو خطرات سے پُر تھی لیکن اُسے کبھی ایسے واقعات کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اب تو اُسے یُوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے پیدائش کے بعد سے آج تک ایک مسلسل عذاب میں گرفتار رہی ہو۔ سکون کا ایک لمحہ بھی اُسے میسّر نہ آیا ہو۔ شہزادیوں جیسی زندگی گزارتے ہوئے اُس نے خود کو دُنیا کی سب سے مکار، سب سے باہمت، سب سے عقلمند اور سب سے خطرناک عورت تصوّر کیا تھا، لیکن زندگی کے اس بدترین دور میں وہ پہلی بار خوف جیسی شے سے آشنا ہوئی تھی۔

وہ بھی محبت کے ہاتھوں۔ آہ محبت انسان کی سب سے بدترین کمزوری ہے۔ منحوس شیران اگر اس کے ذہن میں اِتنی شدت نہ اختیار کر جاتا تو شاید اِن حالات کا تصوّر بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اُسے کیا پڑی تھی ان منحوس ویرانوں میں بھٹکنے کی۔ ہو تنظیم کے لیے اگر کوئی کام کرنا ہوتا تھا تو اس کے اردگرد بے شمار افراد بکھرے ہوتے تھے... جو اُسے ہر طرح کی آسائش فراہم کر سکتے تھے لیکن وہ یہ صُورتِ حال۔

اب تو اُسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ اسے اِن وحشتناک جنگلوں اور صحراؤں میں بھٹکتے ہوئے کتنے دن گزر گئے۔ اِس لیے بدن میں ایک ابتری سی پیدا ہو گئی۔ ناک کے نتھنوں سے جو بو ٹکرا رہی تھی وہ اُسے پاگل کیے دے رہی تھی۔ اُس نے بمشکل تمام ہاتھ بڑھائے اور اپنے بدن سے غلاظت صاف کرنے لگی۔ سینے پر سے بڑے بڑے آنتوں کے ڈھیر ایک طرف دھکیل دیے اور اس سے تو گھن سی ہو گئی۔ بدبو اور خون اُس کے بدن پر جگہ جگہ پھیلا ہوا تھا۔ اُسے کسی طور صاف نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کوئی صورت نہیں تھی جو کچھ تھا، اُسے برداشت کرنا تھا۔

گزرے ہوئے لمحات بہت بھیانک تھے۔ تقدیر ساتھ دے رہی تھی کہ اب تک شیران کی نگاہ سے بچی ہوئی تھی۔ ورنہ کئی بار وہ شیران سے اس قدر قریب ہو گئی تھی کہ اگر شیران کو ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا تو وہ اُسے کبھی نہ چھوڑتا۔ اس سنگدل جانور کی سنگدلی کو وہ بخوبی دیکھ چکی تھی۔ اُسے کسی حالت میں ایڈنا ڈمپل پر رحم نہیں آ سکتا تھا۔ قطا زندہ بستی میں بھی وہ اس کے قریب تھی۔ اور جب وہ بستی کے لوگوں کے ساتھ ہاتھی کے شکار کو چلا تب بھی ایڈنا نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا لیکن جنگل میں اُسے ایک حادثہ پیش آ گیا۔ وہ ان لوگوں سے کافی دُور چل رہی تھی کہ دفعتاً اس نے ہاتھیوں کا ایک غول دیکھا جو بُری طرح دُھول اُڑاتا اس کی طرف دوڑ پڑا تھا۔ ہاتھیوں نے اُسے دیکھا نہیں تھا اور یہ اُس کی خوش بختی تھی ورنہ وہ اسے زندہ نہ چھوڑتے۔ اُس نے بھاگ کر ایک ٹیلے کے عقب میں پناہ لی تھی لیکن شیران اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ ہاتھیوں کا غول آگے نکل گیا اور پھر وہ کسی بہتر پوزیشن کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد شیران اُسے دوبارہ نظر آ گیا۔

وہ لوگ زمین پر کچھ تلاش کر رہے تھے۔ غالباً ہاتھیوں کے قدموں کے نشانات پھر ایڈنا ڈمپل نے شیران کو مڑ کر تکتے دیکھا اور دفعتاً ہی اُس کی نگاہ زمین پر جا پڑی۔ ایک لمحے میں صُورتِ حال اُس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس سے پہلے اُس نے زمین پر پڑی اس منحوس چکنی ریت پر غور نہیں کیا تھا اب جو جائزہ لیا تو اُسے اندازہ ہو گیا کہ ریت پر ہر شے کے نشان صاف بن جاتے ہیں اور شیران کا چونکنا بے معنی نہیں تھا۔ اُس نے شیران کو قبیلے کے لوگوں سے کٹ کر نشانوں کے سہارے اس طرف آتے دیکھا، جہاں وہ چھپی ہوئی تھی اور یہ یقین کر لینے میں اب کوئی عار نہیں تھا کہ شیران اس کی اِن علاقوں میں موجودگی سے واقف ہو چکا ہے۔ جان بچا کر بھاگنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ وہ جان توڑ کر بھاگی۔ وسیع و عریض میدانوں میں کسی کا نظر آ جانا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اِس لیے مسلسل بھاگتے رہنا بے حد خطرناک تھا۔ اُس نے تھوڑے سے فاصلے پر ایک چٹان کی آڑ میں پناہ لی لیکن اپنے جوتوں سے بننے والے نشانات کو وہ کسی طرح نہیں مٹا سکتی تھی۔ شیران بلائے بے درماں کی طرح اس کی بو سونگھتا اسی طرف چلا آ رہا تھا۔

ایڈنا کی آنکھوں میں موت کا خوف اُمنڈ آیا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ اب شیران سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ پھر اُس نے فائر کی آواز سُنی اور اُسے یقین ہو گیا کہ شیران نے اُسے دیکھ لیا۔ اُس نے جوتے اُتار پھینکے اور برق رفتاری سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور اس کے بعد

وہ دوڑتی رہی۔ اس کا سینہ خوف سے پھٹا جا رہا تھا۔ لیکن جان کسے نہیں پیاری ہوتی۔ وہ بھی جان کے خوف سے دوڑ رہی تھی یہاں تک کہ رات کی سیاہی نے اُسے زندگی کی خوشخبری سُنائی۔ شیران اُسے اب تک نہیں پا سکا تھا گو اُس نے کئی اور فائر کیے تھے لیکن گولی ایڈنا کی طرف نہیں آئی تھی جس سے اُس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ فائر ہوائی ہیں اور کوئی نشانہ لے کر نہیں چلائے گئے۔ اس بات سے اُسے سکون ملا تھا۔

میدان ختم ہو گیا اور درختوں نے اُسے اپنے سائے میں پناہ دی۔ شیران بھی درختوں کے نیچے آ گیا تھا۔

ایڈنا کی حالت اتنی خراب ہو گئی تھی کہ اب اُس کے حواس ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ اس کا بُرا حال تھا۔ ٹانگیں سُوج گئی تھیں۔ عضو عضو چیخ رہا تھا۔ سر میں اتنا درد تھا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھائے جا رہا تھا۔ شیران سے جان بچانے کی ساری ترکیبیں ناکام ہو گئی تھیں۔ وہ اُسے پاگلوں کی طرح تلاش کر رہا تھا، اور اب ایڈنا کو یقین ہو گیا تھا کہ شیران اُسے ضرور پا لے گا۔ اب وہ بھاگ نہیں سکتی تھی۔ پھر کیا شیران کے ہاتھوں مر جائے۔ اس کے ہاتھوں جس کے حصول کی طلب اب بھی اُس کے دِل میں تھی۔

دفعتاً اُسے ایک خیال آیا۔ اس کے پاس چند چیزیں موجود تھیں۔ ان چیزوں کو محفوظ کرتے وقت اُس کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اُن کے استعمال کی نوبت اس طرح آ جائے گی، لیکن اب وہ یہ ترکیب آزمانا نہیں چاہتی تھی۔ یہ خیال ایک پُرانی داستان سے اُس کے ذہن میں آیا تھا جو اُس نے کہیں سُنی تھی لیکن شیران کو اس طرح بے وقوف بنانا آسان نہیں ہوگا۔ تاہم اُس نے یہ سب کچھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بکرے کا خون پلاسٹک میں محفوظ تھا اور اُس کی آنتیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ وہ راستے بھر اُن کا تعفن محسوس کرتی آئی تھی۔ کئی بار اُس نے اُنھیں پھینکنے کے بارے میں سوچا تھا لیکن پھر سوچا تھا کہ تھوڑی دیر اور سہی اور اس وقت یہ چیزیں زندگی بچانے کا آخری سہارا تھیں۔

خون گاڑھا سیاہ ہو چکا تھا۔ آنتوں سے بھی تعفن اُٹھ رہا تھا۔ ان دونوں چیزوں پر شُبہ کیا جا سکتا تھا لیکن اب اور کوئی ترکیب نہیں تھی ایڈنا کے پاس۔ اُس نے اپنا لباس بُری طرح پھاڑ دیا۔ گندا خون چہرے پر اور بدن کی مختلف جگہوں پر لگایا۔ آنتیں پیٹ کے پاس اس طرح ڈال لیں جیسے یہ اُسی کے پیٹ سے نکلی ہوں اور پھر پوری مہارت کے ساتھ اُس نے حلق سے وحشی درندے کی آوازیں نکالیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ خود بھی بھیانک آوازیں چیخی تھی۔ کئی چیخیں مارنے کے بعد وہ خاموش ہو گئی۔۔

اُس نے شیران کی تحریک محسوس کی تھی وہ اُسے تلاش کر رہا تھا۔ ایڈنا اب اس کی آمد کی منتظر تھی لیکن شیران کو یہ جگہ نہیں مل سکی۔ جہاں ایڈنا موجود تھی۔ ایڈنا اس طرح کی آوازیں نکال چکی تھی جو اندازہ ہو کہ وہ اب زندہ نہیں ہے چنانچہ اس کے بعد اور کوئی آواز شیران کو مشکوک کر سکتی تھی۔۔ اس لیے اُسے صبح تک انتظار کرنا پڑا۔ اور پھر صبح کو اس کی ان کوششوں کا امتحان تھا۔ اِس کی توقع کے مطابق شیران نے اُسے دیکھ لیا۔ اس کے پاس پہنچا۔ ایڈنا نے ایک مخصوص انداز میں اپنا چہرا ٹیڑھا کیا اور سانس روک لی۔

یوگا کی مشقوں کے دوران اُس نے حبسِ دم کی مشق بھی کی تھی اور اس میں خوب ماہر تھی۔ اُسے بس ایک خطرہ تھا۔ خون کے رنگ اور آنتوں سے اُٹھنے والی بدبو پر شیران کو شک نہ ہو جائے چند گھنٹوں کے اندر اندر نہ تو خون کا یہ رنگ ہو سکتا ہے اور نہ آنتوں سے اتنا تعفن اُٹھ سکتا ہے۔ یہ لمحات ایڈنا کے لیے زندگی اور موت کے لمحات تھے۔

لیکن تقدیر نے ساتھ دیا۔ شیران نے اس بدبو کے باوجود اُسے خوب غور سے دیکھا تھا لیکن اس کی توجہ ان دونوں باتوں کی طرف نہ جا سکی تھی اور اُس نے اُسے مُردہ سمجھ کر اس کے بارے میں چند الفاظ کہے پھر آگے بڑھ گیا۔ ایڈنا ڈمپل تسلیم کرتی تھی کہ وہ خوف کا شکار ہو گئی ہے۔ اس سے قبل میں نے زندگی میں کبھی ایسا خوف نہیں محسوس کیا تھا۔ آہ۔ اس کوشش نے اس کی جان بچا لی تھی۔ وہ اُس وقت تک اس بات کا یقین نہیں کر سکتی تھی جب تک شیران کے دُور چلے جانے کا یقین نہ ہو جائے۔ وہ درندہ پلٹ بھی سکتا ہے اس وقت اس سے جان بچانے کی اس سے عمدہ اور کوئی ترکیب ایڈنا کے ذہن میں نہیں آئی تھی پھر کافی دیر ہو گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ شیران دُور نکل چکا ہے تو وہ اُٹھی اُس نے شدید کراہت کے ساتھ اپنے بدن سے یہ غلاظت دُور کی۔ دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ عضو عضو شدید تھکن محسوس کر رہا تھا۔ وہ کراہنے لگی۔ اُس کے حلق سے کسی شدید بیمار کے انداز کی کراہیں نکلتی رہیں۔ یہ کراہیں اُسے سکون دے رہی تھیں۔ دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی کراہتی رہی۔ آدکاش کوئی مدد مل جائے۔ اب اس طرف کا رُخ کرنا تو بالکل حماقت ہے جدھر شیران گیا ہے۔ بڑی مشکل سے جان بچی ہے۔ کوئی اور راستہ۔ کوئی اور جگہ۔ وہ گرتی پڑتی ایک سمت بڑھنے لگی۔ اُسے شدت سے کسی منزل کی آرزو تھی۔ وہ کسی آرام گاہ کی تلاش میں تھی۔ ایک

قدم پر حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں لیکن ان جنگلوں میں موت اُسے پسند نہیں تھی، کوئی بھی جگہ۔ کوئی بھی سکون کی جگہ۔ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ اُسے ان علاقوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔

اس شدید کیفیت میں اُس نے دو دن اور دو راتوں کا سفر کیا۔ زندگی کی اس مشکل کا کوئی حل نہیں مل سکا تھا اس دوران، لیکن تیسری صبح اُس کے ستارے گردش سے نکل آئے۔ وہ ایک میدان میں تھی اور میدان بے آب و گیاہ نہیں تھا۔ اس میں روئیدگی نظر آ رہی تھی۔ بہت فاصلے پر اُسے ایک جگہ آبی پرندے اُڑتے نظر آئے اور وہ اس طرف چل پڑی۔ یہ ایک چھوٹی سی جھیل تھی۔ وہ سوچے سمجھے بغیر اس جھیل میں اُتر گئی۔ ٹھنڈا شیریں پانی اس وقت کائنات کی سب سے قیمتی شئے محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا دِل پانی سے نکلنے کو نہیں چاہ رہا تھا لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اُس کے کانوں نے ایک آواز سُنی۔ کسی گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز تھی۔ ایڈنا ڈمپل نے پانی میں غوطہ لگا دیا۔ کون ہو سکتا ہے یہ۔ کون ہے۔ کہیں شیران۔ آواز دُوسری بار قریب سے محسوس ہوئی تھی۔ اُس نے سہمے ہوئے انداز میں تھوڑی سی گردن نکال کر دیکھا۔ ایک نوجوان آدمی تھا۔ چہرے سے ہی سادگی اور دیہاتی پن ٹپکتا تھا۔ ایڈنا اس کا جائزہ لیتی رہی اور پھر پانی سے نکل آئی۔

دیہاتی چُلّوؤں سے پانی بھر کر مُنہ دھو رہا تھا۔ ایڈنا کو دیکھ کر اس کی حالت خراب ہو گئی۔ وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ ایڈنا ڈمپل اس کے قریب پہنچ گئی۔ وہ بڑے دلآویز انداز میں مُسکرا رہی تھی۔

"کون ہو تم؟"

"جج۔ جگّومل۔ جگّومل چورسیہ۔"

"یہاں کیسے آئے؟"

"جے بھگوان۔ میرے رام۔ میرے اوم۔" دیہاتی کے حلق سے ڈری ڈری آوازیں نکل رہی تھیں۔ اُس نے کئی بار ایڈنا کے پیروں کی طرف دیکھا تھا۔

"میرے پیروں کو کیوں دیکھ رہے ہو تم؟"

"ہرے ماتا۔ ہرے کرشنا۔ تمہارے پاؤں تو سیدھے لگتے ہیں۔"

دیہاتی نے ڈری ڈری آواز میں کہا۔

"کیا مطلب۔ پاؤں سیدھے نہ ہوتے تو کیسے ہوتے؟"

ایڈنا ڈمپل نے دلآویز انداز میں پوچھا۔ وہ اس دیہاتی کو شیشے میں اُتارنا چاہتی تھی، اس سے زیادہ قیمتی شئے اس وقت اسے جنگلوں میں نہیں مل سکتی تھی۔

"ہم میرا مطلب تھا چھل پیری۔ تم چھل پیری تو نہیں ہو، تمھیں بھگوان کی سوگند، سچ سچ بتا دو۔"

"ارے بے وقوف آدمی یہ چھل پیری کیا ہوتی ہے، میں تو یہ بھی نہیں جانتی۔"

"ہری اوم ہری اوم، بھوتنیا ہوتی ہے اور کیا ہوتی ہے،" دیہاتی نے جواب دیا۔

"یعنی بھوت،" ایڈنا ڈمپل نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"اگر تم بھوت نہیں ہو تو اس سنسان جنگل میں اس جھیل میں کیا کر رہی ہو؟"

"سیر کرنے نکلی تھی، میرا گھوڑا مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا، اس کے بعد سے ان جنگلوں میں بھٹک رہی ہوں، دیکھ لو کیا حالت ہو گئی میری،" ایڈنا ڈمپل نے درد بھرے انداز میں کہا۔

"ہم مگر دیوی جی تمھیں بھگوان کی سوگند، کھاؤ بھگوان کی سوگند کہ تم بھوتنی نہیں ہو۔"

"بھگوان کی سوگند میں بھوتنی نہیں ہوں،" ایڈنا ڈمپل نے اسی کے انداز میں کہا اور اس کی زبان سے بھگوان کا نام سُن کر نوجوان دیہاتی کو کسی قدر اطمینان ہوا، بھوت پریت کم از کم بھگوان کا نام نہیں لیتے، اُس نے گہری گہری سانسیں لیں اور سر سے پیر تک ایڈنا ڈمپل کو دیکھنے لگا، پھر بولا "تمہارے تو کپڑے بھی خراب ہو گئے ہیں۔"

"تو اور کیا۔ میں نے کہا نا تم سے کافی دِنوں سے اِن جنگلوں میں بھٹک رہی ہوں، بھوکی پیاسی، نجانے کہاں کہاں بھٹکتی ہوئی اس جھیل تک پہنچی ہوں، لیکن کیا تمھاری بستی یہاں سے قریب ہے؟"

"نہیں دیوی جی بستی تو دُور ہے، پر ہم دوسری بستی سے کچھ سامان لینے جا رہے تھے، ہرن پورہ میں ہمارے چچا جی رہتے ہیں، یہاں سے ہرن پورہ جائیں گے اور وہاں سے دُکان کے لیے سامان لے کر آئیں گے، مہینے میں ایک دفعہ ہم اس راستے سے گزر کر ہرن پورہ جاتے ہیں۔"

"ہرن پورہ یہاں سے کتنی دُور ہے؟" ایڈنا ڈمپل نے دھڑکتے دِل کے ساتھ پوچھا۔

"ہے کوئی سولہ سترہ کوس، مگر بھگوان کی سوگند ہمیں اب بھی ڈر لگ رہا ہے تمھیں دیکھ کر۔"

"میں بھی تمھارے سامنے بھگوان کی سوگند کھا چکی ہوں کہ میں کوئی بھوت پریت نہیں ہوں، بلکہ ایک پریشان حال عورت ہوں۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

"بتا تو چکا ہوں، جگّومل چورسیہ ہے اپنا نام۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"اوہ ہاں جگو مل کیا تم میری مدد نہیں کرو گے؟"

"کیا مدد کروں میں تمہاری؟"

"مجھے ہرن پورہ پہنچا دو۔"

"پہنچا تو دوں پرنت گھوڑا ایک ہی ہے۔ ہم بیٹھیں گے اس پر کہ تم؟"

"دونوں مل کر بیٹھ جائیں گے۔"

"ارے نہ نہ، کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا۔ ایک جوان عورت اور ہم۔ ارے نا بابا نا، ہمارے بابا بڑے سخت مزاج ہیں، مار مار کر ہمارا منکا توڑ دیں گے۔"

"مگر تم اپنے بابا کے پاس کہاں جا رہے ہو، تم تو ہرن پورہ جا رہے ہو، مجھے ہرن پورہ چھوڑ دینا، اپنے جیجا جی کے گھر بھی ساتھ لے چلنا۔"

"خیر جیجا جی کی تو کوئی بات نہیں ہے، وہ بڑے اچھے آدمی ہیں، اگر ہم انھیں ساری بات بتائیں گے تو وہ کبھی ہم پر شک نہیں کریں گے، وہ جانتے ہیں کہ جگو مل کتنا شریف آدمی ہے۔"

"تو یہ تو اور بھی اچھی بات ہے، اپنے جیجا جی کے پاس لے جا کر تم مجھے کپڑے وغیرہ بھی دلوا دینا، تمہاری بہن بھی تو ہوگی وہاں پہ، اس کے کپڑے یا پھر کوئی لباس جو مجھے اس لباس سے چھٹکارہ دلا دے۔ ایڈنا ڈمپل نے کہا اور نوجوان دیہاتی سوچنے لگا پھر بولا "منش کی مدد کرنا منش کا کرتویہ ہے، پرنت ہمیں ڈر لگتا ہے دیوی جی۔"

"کب تک ڈرتے جاؤ گے، کسی مظلوم کی مدد کرنا ایک نوجوان اور طاقت ور آدمی کا فرض نہیں ہے؟"

"ہے تو یہی، نوجوان اور طاقت ور کے الفاظ نے جگو مل کو کچھ احساس دلایا تھا۔"

"بس تو پھر میری مدد کرو، ورنہ میں بھوکی پیاسی ان جنگلوں میں مر جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے دیوی جی۔ لو یہ ہمارا انگوچھا اپنے بدن پر ڈال لو اور تو ہمارے پاس کوئی کپڑے ہیں ہی نہیں، نوجوان نے پیازی رنگ کا ایک انگوچھا اس کی طرف بڑھا دیا اور ایڈنا ڈمپل نے اسے شال کی طرح اپنے شانوں پر اوڑھ لیا، پھٹے پرانے لباس کا کچھ حصہ اس انگوچھے سے چھپ گیا تھا، پھر وہ اطمینان سے نوجوان کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ گھوڑا جاندار تھا اور ان دونوں کو لیے ہوئے مناسب رفتار سے دوڑ رہا تھا۔

سولہ سترہ میل کا سفر بھی کافی لمبا ثابت ہوا اور پھر جب ہرن پورہ کے آثار نظر آئے تو نوجوان نے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"بس اب ہم پیدل چلیں گے دیوی جی، بات دراصل یہ ہے کہ جنگل کا اتنا لمبا راستہ تو پیدل کٹ نہیں سکتا تھا، لیکن بستی کے لوگ ہمیں دیکھیں گے تو کیا کہیں گے؟"

"ٹھیک ہے جیسا تم پسند کرو، میں گھوڑے سے اتر جاتی ہوں، تم گھوڑے پر بیٹھے رہو، میں تمہارے پیچھے پیچھے چل آؤں گی۔"

ارے نہیں دیوی جی، آپ عورت ہیں، یہ بات ہمارے لیے اچھی نہیں ہوگی۔"

"تو پھر یوں کرتے ہیں، دونوں گھوڑے سے نیچے اتر جاتے ہیں اور گھوڑے کی باگیں پکڑ لیتے ہیں؟"

"ایسا کر لیتے ہیں دیوی جی، آپ کی مرضی ہے ویسے میرے جیجا جی کا گھر زیادہ دور نہیں ہے جگو مل نے کہا اور ایڈنا ڈمپل بھی گھوڑے سے اتر آئی۔"

جگو مل کے جیجا جی کا گھر چھوٹا سا تھا، لیکن بہت صاف ستھرا۔ ایک خوش شکل آدمی اور ایک عورت نے ان دونوں کا استقبال کیا۔ خوش شکل آدمی نے شریر نگاہوں سے جگو مل کو دیکھا تھا اور پھر وہ اپنے ساتھ کھڑی ہوئی عورت کو ٹہوکا مار کر بولا "دیکھا میں نہ کہتا تھا اپنا جگو بھیا کسی دن کوئی لمبا ہی کام دکھاوے گا۔ آؤ دیوی جی آؤ جگو اندر آ جاؤ، اس شخص نے کہا اور ایڈنا ڈمپل پُراسرار مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرے اندر چلی گئی، وہ ان سادہ لوح لوگوں کو کیا کہہ سکتی تھی۔

بہر طور جگو مل نے ہکلاتے ہوئے انداز میں ایڈنا ڈمپل کی کہانی ان لوگوں کو سنائی اور ان لوگوں نے اس سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی ہر مدد کا وعدہ کیا، لباس وغیرہ اُسے مہیا کر دیا گیا، سفید رنگ کی ایک دھوتی ایڈنا ڈمپل نے اپنے بدن کے گرد لپیٹ لی اور پھٹے پرانے اور غلیظ لباس سے چھٹکارا حاصل کر لیا جس سے بہت سی کراہت آمیز یادیں وابستہ تھیں۔

کھانا وغیرہ کھانے کے بعد جگو مل کے بہنوئی نے ایڈنا ڈمپل سے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی اور پوچھنے لگا "دیوی جی ہرن پورہ میں تمہارا کوئی جاننے والا ہے؟"

"ہاں ہے! ایڈنا ڈمپل نے پُرسکون لہجے میں کہا۔"

"تو پھر تم ہمیں اس کا پتہ بتاؤ، تاکہ ہم تمہیں وہاں پہنچا دیں۔"

"ایراوتی پیلس۔ رانی ایراوتی میری دوست ہے۔ ایڈنا ڈمپل بولی کیا۔ جگو مل کے جیجا جی کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ اُس کی بہن بھی شدت حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی تھی۔"

"ہاں میں اُسی کی مہمان تھی اور اسی کے پاس جاؤں گی۔"

"ہرے رام، دیوی جی آپ نے پہلے کیوں نہیں بتا دیا تھا کر دیں، ہم نے آپ کی شان کے مطابق سواگت نہیں کیا۔"

"نہیں نہیں ٹھیک ہے سب ٹھیک ہے، اب تم میرے لیے انتظام کر دو، میں ایراوتی پیلس جاؤں گی۔ ایڈنا ڈمپل نے کہا اور وہ سب بھاگ دوڑ میں معروف ہو گئے، اتنی بڑی شخصیت کے ساتھ انھوں نے کوئی خاص سلوک نہیں کیا تھا۔

★★

ہکسن نے ہرن پورہ پہنچ کر رانی ایراوتی سے ملاقات کی۔ ہکسن کے آنے کی اطلاع ملتے ہی ایراوتی نے اُسے محل کے خاص کمرہ میں بلا لیا، یہ ساؤنڈ پروف کمرہ تھا اور دروازے بند کرنے کے بعد یہاں کی آواز کہیں بھی نہیں سُنی جا سکتی تھی، بہت ہی احتیاط اور جدید ترین آلات کی مدد سے اس کمرے کا ماحول ترتیب دیا گیا تھا۔

موتی مارورین نے متجسس نگاہوں سے ہکسن کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا "کہو ہکسن کیا خبر لائے ہو، تمہاری واپسی میرے لیے بڑی سنسنی خیز ہے۔" دیسے میں بڑی بے چینی سے تمہاری طرف سے ملنے والی اطلاعات کا انتظار کر رہی تھی۔"

"حالات بڑی طرح اُلجھ گئے تھے میڈم، شیران اچانک میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا اور میں انتہائی کوشش کے باوجود اس کا پتہ پانے میں ناکام رہا تھا، اسی طرح مجھے ایڈنا ڈمپل کے بارے میں بھی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی تھی اور میں پاگلوں کی طرح پہاڑوں میں بھٹک رہا تھا، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ دونوں کس طرف نکل گئے، آپ میری پریشانی کا اندازہ نہیں لگا سکتیں میڈم شیران کے گم ہو جانے سے میں کتنے وسوسوں کا شکار رہا ہوں، میں جانتا تھا کہ مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے اور رانی صاحبہ مجھے اس کے لیے کبھی معاف نہیں کریں گی، چنانچہ میری انتہائی کوشش یہ تھی کہ میں کسی بھی طرح شیران کا پتہ معلوم کر لوں۔

"اوہ، تمہید مت باندھو، یہ بتاؤ شیران خیریت سے تو ہے نا؟"

"جی ہاں بالکل خیریت سے ہے، ہکسن نے مسکرا کر جواب دیا اور موتی مارورین کے چہرے پر سکون کے آثار نظر آئے۔

"تھینکس گاڈ، یہ خوشخبری میرے لیے بہت اطمینان بخش ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ وہ کہاں ہے؟"

"طویل عرصے کے بعد میڈم سانگل بستی میں اُسے دیکھا گیا، وہ نجانے کتنا طویل سفر طے کر کے سانگل بستی پہنچا تھا، مجھے یقین ہے کہ وہ زندگی اور موت کی کش مکش میں گرفتار تھا، بہرحال میں نے اُسے سانگل بستی ہی میں دیکھا، لیکن اُس کے قریب پہنچنے کی کوشش نہیں کی میں نے۔" ہکسن نے کہا۔

"گڈ یہ اچھا کیا تم نے اُسے یہ اندازہ نہیں ہونا چاہیے تھا کہ ہم اس کی کھوج میں ہیں۔ موتی مارورین نے کہا پھر بولی۔ "کیا وہ اس وقت بھی سانگل ہی میں ہے؟"

"نہیں میڈم۔ سانگل سے ہردوئی چلا گیا ہے، ہردوئی اُسے بہت پسند ہے اور کیوں نہ ہو، ہردوئی کے باشندے اُسے اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں، ڈاکوؤں سے ہردوئی کے باشندوں کو نجات دلانا شیران ہی کا کام تھا، اور اس سے پہلے وہ اُن کے لیے وہاں بہت سے جنگلی درندے شکار کر چکا ہے، اس لیے وہاں کے لوگ اُسے ایک دیوتا کی حیثیت سے پوج رہے ہیں اور وہ ان لوگوں کے درمیان خوش ہے۔

گڈ ویری گڈ، ابھی وہ اِدھر آنے کا ارادہ تو نہیں رکھتا؟"

"بظاہر تو نہیں۔"

"تم نے سانگل سے ہردوئی تک اس کا تعاقب کیا تھا؟"

"ہاں میڈم، مسلسل تعاقب، میں نے اُسے ایک لمحے کو بھی اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔

"ہماری دوست کے بارے میں کچھ بتاؤ، اس کا بھی کچھ پتہ چل سکا؟"

"میرا خیال ہے اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے، ہکسن نے جواب دیا اور موتی مارورین چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔"

"تم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہو یہ بات؟"

"وثوق سے تو نہیں، لیکن شیران ان جنگلوں سے نکل آیا... ایڈنا ڈمپل کا کہیں پتہ نہ چل سکا، میں نے ساری اطراف چھان ماری تھیں، صرف وہی ایک سمت ایسی رہ گئی تھی جو میں نہیں دیکھ سکا تھا اور جدھر شیران گیا تھا، ایڈنا ڈمپل بھی اسی سمت گئی تھی، لیکن وہاں جنگلوں سے نہیں نکل سکی، اور یہ بات تو طے ہے کہ شیران ایڈنا ڈمپل کا دشمن تھا، اگر وہ اُسے نظر آ جاتی تو وہ اُسے کبھی نہ چھوڑتا، یا پھر اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ اُس نے ایڈنا ڈمپل کو ہلاک کر دیا۔ ورنہ وہ اتنا مطمئن اور مسرور نظر نہ آتا اگر یہ بات نہ ہوتی۔

"اوہ۔ اوہ کاش تم کسی طرح شیران کے بارے میں معلوم کر

سکتے ہو؟" موفی مارین نے کہا۔

"میں بس احتیاطاً اُس سے نہیں ملا، وہ عجیب طبیعت کا انسان ہے، میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے حکم سے کسی بھی طرح کا انحراف ہو، آپ نے مجھے یہی ہدایت کی تھی۔"

"ہاں یہی ہدایت کی تھی لیکن اب کسی بھی طرح یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایڈنا ڈمپل کا کیا حشر ہوا؟ اگر وہ مر بھی گئی ہے تو کسی بھی طرح ہمیں اس کے بارے میں تنظیم کو اطلاع دینا ہوگی، بڑے پیچیدہ حالات ہو گئے ہیں ہکسن، یوں سمجھو، مجھے اپنی زندگی کے پریشان ترین دور سے گزرنا پڑ رہا ہے، یہ کم بخت ایڈنا ڈمپل نجانے کہاں سے یہاں آ مری، بڑی اچھی زندگی گزر رہی تھی۔ میری اور اس زندگی میں، موفی مارین خاموش ہوگئی، ہکسن نے بھی اس کے آگے کے الفاظ کے بارے میں اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ وہ موفی مارین کا بہت احترام کرتا تھا اور اُس کی ہدایت کے مطابق ہی عمل کرتے رہنا چاہتا تھا، تاکہ اُسے کسی طرح شکایت کا موقع نہ مل سکے۔ موفی مارین کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی، تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اُس نے کہا۔ "تھینک یو ہکسن، تم نے واقعی میرے لیے بہترین خدمات انجام دیں لیکن میرے عزیز ابھی تمھیں تھوڑی سی کوششیں اور کرنا ہیں۔"

"میں حاضر ہوں میڈم۔"

"تو سنو پہلی بات تو یہ کہ ایڈنا ڈمپل کے بارے میں اپنے کچھ آدمیوں کو معروف کر لو، تاکہ وہ یہ پتہ لگانے کی کوشش کریں کہ کیا ایڈنا ڈمپل موت کا شکار ہوگئی، اگر ایسا ہوا تو کیسے ہوا، ویسے یہ سوال تم شیران سے بھی کر سکتے ہو، لیکن اس سے پہلے ہی اپنے کچھ آدمیوں کو اس کے لیے مخصوص کر دو اور پھر تم ہردوئی چلے جاؤ۔"

"بہتر میڈم۔ ہردوئی جا کر مجھے کیا کرنا ہوگا؟" ہکسن نے پوچھا۔

"شیران سے ملاقات کر لو، چاہو تو میرے پیغام کے ساتھ تحائف کا ایک بار پھر شیران کے پاس لے جاؤ اور شیران کو وہیں سیر و شکار میں اُلجھائے رکھو، باتوں باتوں میں تم اس سے ایڈنا ڈمپل کے بارے میں معلوم کر سکتے ہو، لیکن خیال رہے اسے کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے۔"

"آپ مطمئن رہیں میڈم، میں اُسے ہینڈل کرنے کا طریقہ جانتا ہوں۔"

"اسے اس وقت تک یہاں نہ آنے دو، جب تک میں تمھیں اس سلسلے میں دوبارہ اطلاع نہ دوں۔"

"بہتر میڈم، ایسا ہی ہوگا، آپ مطمئن رہیے" ہکسن نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ موفی مارین سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔

موفی مارین کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، وہ ایڈنا ڈمپل کے بارے میں سوچ رہی تھی، کم بخت بڑی موت ماری گئی اور اگر زندہ بھی ہے تو یقیناً بدترین حالات کا شکار ہوگی، اس کے ساتھ یہی سب کچھ ہونا چاہیے تھا، اُسے یہی سزا ملنی چاہیے تھی۔

دُوسرے دن وہ تقریباً گیارہ بجے پروجیکٹ سے واپس آئی تھی کہ اُسے گیٹ پر ہی ایک سنسنی خیز خبر ملی اور وہ ایک لمحے کے لیے گم صم سی رہ گئی، اُس کے ایک ماتحت نے اُسے بتایا تھا۔ "میڈم آپ کی دوست آپ کی مہمان واپس آ گئی ہیں۔"

"کون؟"

"ایڈنا ڈمپل۔" اُس شخص نے جواب دیا اور موفی مارین ساکت رہ گئی تھی، پھر اُس نے خود کو سنبھال کر کہا "کب واپس آئی ہے وہ؟"

"ابھی ابھی تھوڑی دیر قبل۔" اُس شخص نے جواب دیا۔

"ہوں کہاں ہے؟"

"آپ کے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر قبل اُنھوں نے کہا تھا کہ آپ کو ان کی واپسی کی اطلاع دی جائے۔"

"گڈ ویری گڈ، ٹھیک ہے" موفی مارین نے کہا۔ اُس کا چہرہ ایک دم سُت گیا تھا، ایڈنا ڈمپل کی زندگی کی خبر اُس کے لیے بم کے دھماکے سے کم نہیں تھی۔ تاہم مضبوط اعصاب کی عورت تھی، جس طرح شیران بچ بچا کر پہلے سانگلی اور پھر وہاں سے ہردوئی پہنچ گیا، اسی طرح ایڈنا ڈمپل بھی کسی طرح ان جنگلوں سے بچ کر نکل آئی۔ بہرطور موفی مارین یہ تو اچھی طرح جانتی تھی کہ ایڈنا ڈمپل عام عورت نہیں ہے اور اُسے مارنے میں بھی مشکلات پیش آئیں گی، بہرطور ایڈنا ڈمپل کے سامنے وہ کسی ایسے انداز میں نہیں پہنچنا چاہتی تھی کہ ایڈنا ڈمپل کو اس پر شبہ ہو جائے۔ دو چالاک اور ذہین شخصیتیں ایک دُوسرے کے سامنے آ رہی تھیں، دونوں ہی اپنے آپ کو کنٹرول کرنے کے لیے بھرپور تیاریاں کر چکی تھیں، چند لمحات کے بعد موفی مارین اس کمرے میں پہنچ گئی، جہاں ایڈنا ڈمپل ایک آرام دہ کوچ پر دراز تھی، یہاں آ کر اس نے اپنا لباس بدل لیا تھا اور وہ دھوتی اُتار دی تھی جو اُسے ایک مقامی باشندے کے ہاں سے ملی تھی، موفی مارین نے مسکراتے ہوئے اُس کا خیر مقدم کیا تھا، اور ہیلو ایڈی کہتی ہوئی اُس کی جانب بڑھی تھی، ایڈنا ڈمپل نے بھی بڑے دلآویز انداز میں اُس کا استقبال کیا تھا۔

"کہو ایڈی کیسا لگا ہمارا یہ علاقہ تمھیں؟"

"نہایت دلکش نہایت حسین، میں تو اس علاقے کو دیکھ کر بڑی متاثر ہوئی ہوں۔"

"خوب، سیر و شکار کیسا رہا تمھارا؟"

"جیسا سیر و شکار ہوتا ہے، سنسنی خیز، ایڈونچر سے بھرپور اور کسی قدر تکلیف دہ بھی۔"

"تکلیف دہ کیوں؟"

"اس لیے کہ میرے ساتھی اس شکار کے دوران ہلاک ہو گئے۔"

"اوہ وہ کیسے؟"

"بس جنگلی درندوں سے مقابلہ کرنے نکلے تھے ہم لوگ، ظاہر ہے وہ ہمارا مہذب طریقے سے استقبال تو نہیں کر سکتے تھے، وہ لوگ ان کا شکار ہو گئے۔"

"اوہ ویری سوری، رئیلی ویری سوری، مجھے بے حد افسوس ہوا تو، تمھیں بھی مشکلات سے گزرنا پڑا ہوگا؟"

"میری شکل نہیں دیکھ رہیں، جنگلوں میں پریشان ہوتی رہی ہوں، بڑی بڑی مشکلوں سے سامنا کرنا پڑا، لیکن مجھے زندگی کی یہی دلچسپیاں پسند ہیں، تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟"

"حسبِ معمول، معروفیات کا وہی عالم ہے، پروجیکٹ پر بھرپور نگاہ رکھنی ہوتی ہے، سارے کام بخوبی چل رہے ہیں لیکن مجھے افسوس ہے ڈمپل کہ میں تمھارے شایانِ شان انتظام نہ کر سکی، تم نے خود ہی اس بات کو پسند نہیں کیا تھا، ورنہ شاید تمھیں یہ دُشواریاں اور یہ اُلجھنیں برداشت نہ کرنا پڑتیں۔"

"نہیں نہیں، مجھے اس سلسلے میں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے، البتہ شیران کا معاملہ بدستور اُلجھا ہوا ہے، تم نہیں جانتیں موفی مارین کہ شیران تنظیم کے لیے کس قدر اہم ہے۔ اس کی تلاش اور اس کا پانا ہمارے لیے بے حد ضروری ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم یہاں کی انچارج ہونے کے باوجود اس قدر بے بس ہو کہ ایک آدمی کو تلاش نہیں کر سکتیں۔"

"ہندوستان کوئی چھوٹی سی جگہ نہیں ہے ایڈنا اور پھر میرا اپنا کام کچھ اس قسم کا ہے کہ مجھے اس پر نگاہ رکھنے میں خاصی مشکلات پیش آتی ہیں، کسی ایک آدمی کی تلاش پورے ہندوستان میں ممکن نہیں ہے۔"

"ناممکن بھی نہیں ہے موفی مارین، بہرطور مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے، البتہ مجھے وائی تھری سے رابطہ قائم کر کے اب تک کی رپورٹ پیش کرنی ہے، براہ کرم اس کے لیے انتظام کر دو۔"

"اوہ تم وائی تھری سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہو؟" موفی مارین نے پوچھا۔

"ہاں، اور مجھے یقین ہے کہ اس سلسلے میں تم میری مدد کرو گی۔"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں، کب پروگرام ہے تمھارا؟"

"آج کسی بھی وقت۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، تم اگر چاہو تو میں ابھی تمھارے لیے یہ کام کر سکتی ہوں۔" موفی مارین نے کہا۔

"تو میں تمھاری شکر گزار رہوں گی۔" ایڈنا ڈمپل بولی پھر مسکرانے لگی "لیکن موفی میری گفتگو خفیہ ہوگی، مجھے یقین ہے کہ تم اُس میں دخل انداز ہونے کی کوشش نہیں کرو گی۔"

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا ڈمپل کہ میں وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے اور تمھارے درمیان آنے کی کوشش کروں گی۔"

"نہیں سوچا، بس میں تمھیں بتا رہی تھی یہ بات۔"

"بتانا نہیں چاہیے تھا تمھیں، ویسے تم میری مہمان ہو، اس لیے میں تمھاری کسی بات پر بھی اعتراض نہیں کروں گی۔" موفی مارین نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ شکریہ بہت شکریہ، تو پھر میں چلوں؟"

"ہاں، آؤ میرے ساتھ،" موفی مارین بولی اور اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ محل کے مختلف گوشوں سے گزرتی ہوئی ایک ایسی جگہ پہنچ گئی جہاں چھوٹا سا تہ خانہ بنا ہوا تھا، یہاں بہت بڑی وائرلیس مشین موجود تھی، ایڈنا ڈمپل نے چاروں طرف دیکھا اور پھر گردن ہلا کر بولی "شکریہ میں اس مشین کو آپریٹ کر سکتی ہوں۔"

"او کے ڈمپل، تمھارا مطلب ہے میں جاؤں؟"

"میں تمھاری شکر گزار رہوں گی۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا اور موفی مارین خاموشی سے وہاں سے نکل گئی۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ یہاں ہونے والی گفتگو نہیں سن سکتی تھی، جب کہ اُس کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح وائی تھری ڈیپارٹمنٹ اور ایڈنا ڈمپل کے درمیان ہونے والی گفتگو اس کے علم میں آ جائے، لیکن اس کا کوئی ذریعہ نہیں تھا، اگر وہ فوری طور پر ایڈنا ڈمپل کو گفتگو کرنے کا موقع نہ دیتی تو ایڈنا یقیناً محتاط ہو سکتی تھی اور پھر وہ موفی مارین کی طرف سے بھی مشکوک ہو جاتی۔

"بہرطور کوئی حرج نہیں تھا۔ ایڈنا ڈمپل جو بھی گفتگو کرے گی اگر اس کا تعلق کسی بھی طور موفی مارین سے ہوا تو وہ سامنے آ جائے گی۔ بہرطور وہ بے چین تھی۔ اس کے علم میں نہیں تھا کہ ایڈنا ڈمپل وائی تھری ڈیپارٹمنٹ سے کیا گفتگو کرنا چاہتی ہے۔"

★★

ایڈنا ڈمپل موفی مارین کے جانے کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھی اور اُس نے تہ خانے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور اُس کے بعد اُس نے وہاں تیز روشنی کی اور پھر تقریباً بیس منٹ تک وہ ان دیواروں کا جائزہ لیتی رہی جو تہ خانے میں موجود تھیں، ایک ایک انچ حصے کو وہ گہری نگاہ سے دیکھ رہی تھی اور یہ اندازہ لگا

رہی تھی کہ یہاں کوئی ایسی چیز تو پوشیدہ نہیں ہے جس سے سوفی مارون کو یہاں ہونے والی گفتگو کے بارے میں پتہ چل جائے، اس کی تمام تر تلاش کا نتیجہ کچھ نہ نکلا اور اس کے بعد اُسے اس بات کا بھروسہ کر لینا پڑا، کہ یہاں کی گفتگو باہر کہیں سُننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے چنانچہ اُس نے ٹرانسمیٹر کھول کر وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ سے رابطے کی کوشش شروع کر دی۔

رابطہ قائم ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی صرف چند منٹ صرف ہوئے اور دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو، سوفی مارون کیا بات ہے؟"

"سر، میں سوفی مارون نہیں، ایڈنا ڈمپل ہوں۔" میں وائٹ تھری ایٹ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں، میری یہ گفتگو بے حد اہم اور ضروری ہے اس لیے اگر وائٹ تھری ایٹ لائن پر موجود نہ ہوں تو براہ کرم اُن سے رابطہ قائم کر کے مجھے اطلاع دی جائے، میں لائن پر موجود ہوں۔"

"تو پھر چند لمحات انتظار کرو ایڈنا، ہم وائٹ تھری ایٹ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں" دُوسری طرف سے جواب ملا۔

"میں انتظار کر رہی ہوں سر، ایڈنا ڈمپل نے کہا اور دُوسری طرف سے آواز منقطع ہو گئی۔ ٹرانسمیٹر پر اسپارک کرتا ہوا بلب بجھ گیا تھا، ایڈنا ڈمپل خاموشی سے انتظار کرتی رہی۔ چار منٹ گزر گئے، پانچویں منٹ کا پہلا سیکنڈ شروع ہوا ہی تھا کہ سبز بلب پھر روشن ہو گیا اور دُوسری طرف سے آواز آئی، "ہیلو ایڈنا ڈمپل۔"

"یس سر ایڈنا ڈمپل آن دی لائن۔"

"وائٹ تھری ایٹ سے گفتگو کرو، تمھارا اُن سے رابطہ قائم کر دیا گیا ہے۔"

"شکریہ جناب۔"

"ہیلو ڈمپل کیسی ہو؟"

"آپ کی خادم بالکل ٹھیک ہے سر، مجھے کچھ ضروری امور پر آپ سے گفتگو کرنا تھی۔"

"ہاں کہو، ویسے تم سوفی مارون کے پاس ہو نا مجھے اس بارے میں تفصیلی رپورٹ مل چکی ہے۔"

"جی ہاں سر، مجھے ایک اہم مشن پر بارتم کے علاقے میں بھیجا گیا تھا، یقیناً آپ کو اس کا علم ہو گا، میں آپ سے یہ سوال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی کہ آپ اس بارے میں نہیں جانتے۔"

"شیران کی بات کر رہی ہو نا۔"

"جی ہاں سر، تنظیم کے لیے یہ شخص ایک اہم حیثیت اختیار کر چکا ہے اور مجھے ہدایت ملی تھی کہ اُس کا تحفظ کیا جائے، کیونکہ یہ ہمارے گریٹ آپریشن کے لیے ایک اہم مہرہ ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے یہ تمام رپورٹس میرے پاس موجود ہیں، اور اس وقت بھی تمھاری فائل میرے سامنے ہے۔"

"جنابِ عالی، میں بارتم کے علاقے سے جو معلومات کر کے واپس پہنچی تھی، اس کی رپورٹ میں نے دی تھی اور اس کے بعد مجھے حکم ملا کہ میں شیران کی تلاش میں یہاں پہنچوں اور یہاں اُس پر پوری نگاہ رکھوں۔

"ہاں، تمھیں اپنے مشن میں کس حد تک کامیابی ہوئی ایڈنا ڈمپل؟"

"سر، میں مکمل طور پر کامیاب ہو جاتی، آپ جانتے ہیں کہ ایڈنا ڈمپل نے بہت کام ادھورے چھوڑے ہیں، لیکن اگر ہمارے اپنے ساتھی ہی ہم سے عدم تعاون کا مظاہرہ کرنے لگیں، تو آپ بتایئے ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟"

"مراد؟" دوسری طرف سے سرد اور خشک لہجے میں پوچھا گیا

"سوفی مارون نے مجھ سے تعاون نہیں کیا۔ میں نے اُس سے ملاقات کی، شیران کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور پوچھا کہ وہ نوجوان جو وتو دنامی شخص کا پیغام لے کر یہاں پہنچا تھا کہاں گیا؟ اس کے جواب میں سوفی مارون نے مجھے بتایا کہ چونکہ وہ صرف ایک پیغامبر تھا۔ اس لیے پیغام وصول کرنے کے بعد اُس پر نگاہ نہیں رکھی گئی اور نا ہی اس میں کوئی دلچسپی لی گئی وہ چلا گیا۔ میں نے سوفی مارون سے درخواست کی کہ اس کی تلاش میں میری مدد کرے تو اُس نے وعدہ کر لیا، لیکن جناب یہیں ایراوتی پیلس میں رہ کر میری ملاقات کچھ ایسے لوگوں سے ہوئی جن سے مجھے پتہ چلا کہ شیران کے بارے میں مجھے جو اطلاعات دی گئی ہیں، وہ غلط ہیں، شیران ابھی چند روز پہلے تک یہیں تھا اور جب میں یہاں آئی تو اُسے ہٹا دیا گیا۔"

"وجہ۔" دُوسری طرف سے متعجبانہ انداز میں پوچھا گیا۔

"وجہ کچھ عجیب سی ہے سر، سنا یہ گیا ہے کہ سوفی مارون شیران سے بحیثیت عورت متاثر ہو گئی تھی، اور نہیں چاہتی تھی کہ شیران کسی طرح بھی مشکلات کا شکار ہو، جس شخص نے مجھے یہ اطلاع دی تھی سر، اُسے قتل کر دیا گیا، اُس کے بعد میں نے شیران کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں اور اپنے طور پر کارروائی کی، جس کے نتیجے میں جگہ جگہ میرا راستہ روکا گیا اور مجھے بارہا موت کی مشکلات میں دھکیل دیا گیا، لیکن میں تمام مشکلات پر قابو پا کر بالآخر ایراوتی پیلس پہنچ ہی گئی، یہاں پہنچ کر سر، میں نے آپ سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا، اس گفتگو میں چند اہم باتیں ہیں، جو میں پہلی بار آپ کے سامنے جرأت

مندی سے کام لے کر گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔"

"کہو کہو۔ بڑا اُلجھا ہوا معاملہ پیش کیا ہے تم نے ہمارے سامنے ایڈنا ڈمپل"

"جی ہاں سر۔ معاملہ واقعی اُلجھ گیا ہے، سر میں عرض کرنا چاہتی تھی کہ یہ قبائلی نوجوان جو کچھ عرصہ پہلے تنظیم کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور جس کے بارے میں بعد میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ اسے گریٹ آپریشن کے لیے ریزرو رکھا جائے گا، بہت انوکھی شخصیت کا مالک ہے، وحشی اور درندہ صفت انسان جسے انسانیت کی کسی اقدار سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن اس کی شخصیت میں ایک ایسی کشش ہے سر کہ صنفِ مخالف اس کے لیے پاگل ہو سکتی ہے۔ ہمیں جو تربیت دی گئی تھی اس میں خاص طور سے اس بات کا خیال رکھا گیا تھا اور ہمیں ہدایت کی گئی تھی کہ ہمیں کسی آدمی کے سامنے کمزور نہیں پڑنا ہے، بحیثیت عورت اپنی شخصیت کو ختم کر دینا ہے، سر میرا ریکارڈ گواہ ہے کہ میں نے تربیت اور ہدایات کے مطابق ایسا ہی کیا اور آج تک میری ذات سے ایسی کوئی احمقانہ مثال وابستہ نہیں ہے لیکن سر، دل کی گہرائیاں ٹٹولنے سے مجھے پتہ چلا کہ ابھی میرے اندر عورت پن کی کوئی نہ کوئی رمق موجود ہے اور اس کا احساس مجھے شیران کے قرب سے ہوا، بارتم کے علاقے میں ایک راہبہ کی حیثیت سے میں اُس سے ملی، سر میں اپنے دل کے تقاضوں کے باوجود، تنظیم کے مقاصد کو مدِنگاہ رکھا اور شیران کو خود سے اِسی طرح دُور رکھا جس طرح مجھے ہدایت کی گئی تھی، یہاں تک کہ اُسے کنگ ووتی کے حوالے کر دیا گیا اور اُس نے کنگ ووتی کو ہلاک کر کے اِس طرف کا رُخ کیا۔ سر یہاں سوفی مارون نے نجانے اس پر کیا جادو چلایا، میں سوفی مارون کے بارے میں کوئی شکایت آمیز الفاظ نہیں کہنا چاہتی لیکن بہر طور اُس نے بھی تنظیم کے احکامات کو رد کر دیا اور میں اس سلسلے میں ایک ہزار ثبوت آپ کو پیش کر سکتی ہوں۔"

"سوفی مارون نے یہ اچھا نہیں کیا، اس بات کی اُس سے بازپُرس کی جائے گی۔"

"سر بات بازپُرس کی حدود سے نکل گئی ہے، میں آپ سے یہ کہنے میں عار محسوس نہیں کرتی کہ سر میں خود بھی شیران سے اتنی ہی متاثر ہوں کہ اس کے بغیر خود کو ادھورا سمجھتی ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو ایڈنا ڈمپل کیا تمھیں یہ اندازہ نہیں ہے کہ تنظیم کے احکامات سے بغاوت تمھارے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے، ہمارے اصولوں میں کوئی ترمیم ممکن نہیں ہے، ایڈنا ڈمپل تمھیں ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنے احمقانہ خیالات اپنے ذہن سے نکال دو، دُوسری طرف سے آواز کافی سخت ہو گئی تھی، ایڈنا ڈمپل نے آنکھیں بند کر لیں، وہ اپنے اعصاب کو پُرسکون کرنے کی کوشش کر رہی تھی، پھر اُس نے سرد لہجے میں کہا: "میں جانتی ہوں سر کہ میں ایک ایسے جُرم کا ارتکاب کر رہی ہوں جو ناقابلِ معافی ہے لیکن میں بڑے فخر سے اپنی واردات کا اظہار آپ کے سامنے کر رہی ہوں جبکہ سوفی مارون نے منافقت سے کام لیا اور شیران کو تنظیم کے مقاصد سے ہٹا دیا۔ سر اس لحاظ سے میرا درجہ اس سے بہتر ہے اور اب ان تمام باتوں کے بعد میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ شیران میری زندگی کی اتنی اہم ضرورت ہے جتنی میری زندگی کے لیے ہوا اور پانی، اگر یہ دونوں چیزیں مجھ سے چھین لی جائیں تو میں مر جاؤں گی سر، لیکن میں اس تیسری چیز کو بھی اتنی ہی اہمیت دیتی ہوں۔ میں اپنی آج تک کی خدمات کا حوالہ دے کر اپنی اس کمزوری میں آپ کی مدد کی خواہاں ہوں۔" ایڈنا چند لمحات کے لیے خاموش ہو گئی پھر وائٹ تھری ایٹ کی آواز اُبھری۔ "مجھے بے حد حیرت ہے ڈمپل ہم لوگ دورانِ تربیت جہاں تم لوگوں کو عام انسانوں سے بلند کرنے کی نفسیاتی کوششیں کرتے ہیں، وہیں تم لوگوں کے لیے ایسے انتظامات بھی کرتے ہیں کہ تمھارے ذہن سے اس قسم کے احمقانہ خیالات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں اور یقیناً ایڈنا ڈمپل تم دونوں کے لیے بھی یہ سب کچھ کیا گیا تھا۔ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ یہ جراثیم تمھارے اندر کیسے پیدا ہو گئے۔ بے شک تم تنظیم کے لیے ایک اہم حیثیت رکھتی ہو اور ہمیں تمھاری مسلسل خدمات کی ضرورت ہے لیکن جو احساس جو جذبہ تمھارے ذہن میں پیدا ہو گیا ہے وہ کمزوری کی علامت ہے اور اب یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ تمھیں تمھارے منصب سے ہٹا کر واپس تجربہ گاہوں میں پہنچایا جائے اور تمھارا ذہنی تجزیہ کیا جائے۔"

"ایک بات عرض کروں سر انسانی فطرت کو آپ کتنا ہی تبدیل کر دیں کبھی نہ کبھی وہ اُبھر آتی ہے ہم لوگ روبوٹ نہیں ہیں، اگر ہم مشینی انسان ہوتے تو ہمارے ذہن سے محبت کا تصور مٹایا جا سکتا تھا لیکن گوشت پوست کے انسان ہونے کی حیثیت سے ہم اس جذبے سے بہت دُور نہیں جا سکتے۔ سر آپ یقین کیجیے کہ شیران نے اس دوران مجھ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا۔ وہ میری زندگی کا خواہاں تھا۔ ایک ایک لمحے اُس نے مجھے موت سے ہمکنار کرنے کی کارروائی کی ہے اگر تنظیم کا مفاد میری نگاہ میں نہ ہوتا تو سر میں اپنی زندگی بچانے کے لیے یا اپنے جذبات کی پامالی کا انتقام لینے کے لیے اُسے قتل کر سکتی تھی۔ بارہا میرے ذہن میں یہ تصور اُبھرا کہ ایک ایسے شخص کو جو میرا نہیں بن سکتا کیوں نہ قتل کر دُوں۔ وہ انتہائی بدترین انداز میں میری موت کا خواہاں تھا سر آپ نہیں جانتے کہ میں نے

کس طرح اُس کے ہاتھوں سے اپنی زندگی بچائی ہے اور اب، اب وہ میرے لیے ایک چیلنج بن گیا ہے۔ میں اُسے اپنے سامنے جھکانے کی خواہش مند ہوں۔ سر میں آپ کی اجازت چاہتی ہوں کہ میں اُسے ہانگ کانگ لے جاؤں۔ وہاں پہنچ کر میں اُس کا برین واش کروں اور اُسے غلام بنا کر اپنے ساتھ رکھوں۔ ہاں سر! آپ یقین کیجیے میرے ذہن کے گوشوں میں یہ خواہش اتنی شدت پکڑ چکی ہے کہ میں اُسے دبا نہیں سکتی۔ سر میں نے تنظیم کے لیے اپنے جذبات کو دبا دیا اور اب بھی میں نے یہی کیا ہے لیکن اب صورتحال بدل گئی ہے۔ سر میں شیران کو وہاں لانا چاہتی ہوں، مجھے اس کی اجازت دی جائے۔ میں اس کو جھکاؤں گی ورنہ جان دے دوں گی۔ مجھے شیران کی شکل میں ایک غلام چاہیئے۔ صرف ایک غلام مجھے درکار ہے۔ آپ میرے اس جذبے کو خواہ کچھ بھی سمجھ لیں۔"

"ایڈنا، وہ تنظیم کے لیے بے حد اہم ہے۔ تم اپنی خواہشات کو تنظیم کے مفادات پر زیادہ اہمیت دیتی ہو۔ بے شمار افراد نے ہمارے لیے اپنے خاندانوں کو قتل کر دیا ہے۔ اپنے وہ مقاصد ترک کر دیے ہیں جن سے اُن کی زندگی وابستہ تھی۔ میری خواہش ہے ایڈنا ڈمپل کہ تنظیم کے ایک وفادار رُکن کی حیثیت سے اپنے اس جذبے کو سینے میں دبا دو اور وہی کرو جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے۔"

"سر یہ ممکن نہیں ہے۔ اب یہ ممکن نہیں ہے۔ یہ کسی طور ممکن نہیں ہے۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔"

"تب پھر تم پاگل ہو گئی ہو۔"

"ہاں سر میں پاگل ہو گئی ہوں۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں پاگل ہو گئی ہوں۔"

"تمہارا علاج بے حد ضروری ہے ایڈنا ڈمپل۔"

"ٹھیک ہے سر! اگر تنظیم میری اس چھوٹی سی خواہش کا احترام نہیں کر سکتی تو پھر اُسے میرا علاج ہی کرنا ہوگا، اگر یہ ہونا ہے تو یہی ہوگا میں خود ہی کچھ کروں گی۔ میں نے آپ سے پُرخلوص امداد چاہی تھی لیکن آپ نے مجھے مایوس کر دیا اور اب، اب میں تنظیم کے مقاصد کی پابند نہیں رہی۔ یہ تنظیم جب میری ذات کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تو پھر میں اس کے لیے اپنی زندگی دفن کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے ایڈنا ڈمپل اگر تم تنظیم سے بغاوت کا اعلان کرتی ہو تو تمہارے یہ احساسات بھی اعلیٰ حکام تک پہنچا دیے جائیں گے۔ وہی تمہارے بارے میں صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

"اب مجھے کسی فیصلے کی پروا نہیں ہے سر! میں نے اپنے طور پر آپ سے مدد چاہی تھی لیکن ٹھیک ہے جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

ایڈنا ڈمپل نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں آگ رقص کر رہی تھی۔ چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا تھا۔ اس کے انداز سے خطرناک ارادے ظاہر ہوتے تھے۔ چند لمحات وہ اس انداز سے بیٹھی رہی پھر اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ وہ تہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھی لیکن کسی خیال کے تحت ایک دم رُکی اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ کوئی ایسی چیز اُسے نظر نہیں آئی تھی جسے وہ اپنے کام کے لیے استعمال کر سکتی لیکن ایک چیز ایسی تھی۔ یہ ایک پیتل کا گلدان تھا جو ایک کارنس پر سجا ہوا تھا وہ آگے بڑھی اور اُس نے کارنس سے گلدان اُتار لیا۔ اس کے بعد وہ ٹرانسمیشن مشین کی جانب بڑھ گئی اور پھر اُس نے گلدان دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر پوری قوت سے مشین پر دے مارا، وہ وحشیانہ انداز میں مشین پر مسلسل وار کر رہی تھی اور ذرا سی دیر میں اُس نے مشین توڑ پھوڑ کر پھینک دی، وہ جانتی تھی کہ موفی ماروین یہاں نہیں ہے۔ اُس نے سچائی کے ساتھ اُسے وائی تھری ڈیپارٹمنٹ سے گفتگو کرنے کی اجازت دے دی ہے لیکن اب جب وہ یہاں سے جائے گی تو وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے اُسے اشارہ موصول ہوگا اور ممکن ہے اس مشین کے کچھ زیرِ زمین تار اُس کی خواب گاہ تک پہنچے ہوں اور اسے یہاں سے ملنے والا اشارہ فراہم کرتے ہوں، ایسا ہی ہوگا۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا اور جب وہ اس تہ خانہ سے نکل جائے گی تو موفی ماروین کو اشارہ موصول ہوگا۔ موفی ماروین یہاں آئے گی اور اُسے حکم دیا جائے گا کہ ایڈنا ڈمپل کو گرفتار کر لیا جائے یا ختم کر دیا جائے۔" چنانچہ اس نے یہ مشین ہی ختم کر دی تھی تاکہ موفی ماروین کو اس سلسلے میں کوئی ہدایت ہی موصول نہ ہو۔ تہ خانے سے نکلتے ہوئے اُس کے ذہن میں بے شمار خطرناک منصوبے بن رہے تھے۔ تنظیم سے بغاوت کوئی آسان بات نہیں تھی لیکن اُس نے بے پناہ صبر کیا تھا۔ تنظیم نے اُسے ایک فولادی شخصیت بخشی تھی اور اب اس شخصیت کے بعد وہ اپنے آپ کو نچلی سطح پر لانے کے لیے تیار نہ تھی۔ شیران نے اس کی جو بے عزتی اور توہین کی تھی۔ اس کے انتقام کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ واقعی شیران کو غلام کی طرح اپنے قدموں پر جھکا دے۔ اگر تنظیم کی امداد اُسے حاصل ہو جاتی تو وہ یقیناً سائنسی ذرائع سے شیران کو ذہنی طور پر مفلوج کر دیتی اور اس کے بعد اُسے اپنے کسی خادم کی حیثیت سے رکھتی۔ اس طرح اس کی اَنا کو تسکین مل سکتی تھی لیکن اب صورتحال مختلف ہو گئی تھی۔

شیران کے لیے اُس نے اپنی ساری زندگی، سارا ماضی ترک کر دیا تھا۔ اُسے قابو میں کرنا اُس کی زندگی کی سب سے بڑی ضرورت تھی وہ اس مشکل کام کا آغاز کر چکی تھی اور اُس کے لیے اس کو زندگی کی بازی لگانی تھی۔

تہ خانے سے نکل کر وہ سیدھی موفی ماروین کے پاس نہیں پہنچی بلکہ موفی ماروین نے اس کے لیے جس قیام گاہ کا بندوبست کیا تھا وہ وہاں آئی تھی چند لمحات وہ وہاں بیٹھ کر سوچتی رہی اور پھر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ موفی ماروین کو اب تنظیم کی طرف سے تو اشارہ موصول نہیں ہو سکتا لیکن وہ تہ خانے میں جا سکتی ہے اور جب وہ تہ خانے میں ٹوٹی ہوئی مشین دیکھے گی تو ممکن ہے اس صورت حال کا اُسے کچھ اندازہ ہو جائے اور اس کے بعد وہ کوئی بھی قدم اُٹھا سکتی ہے لیکن اس کے کوئی قدم اُٹھانے سے پہلے بہتر یہ ہے کہ موفی ماروین کو راستے سے ہٹا دیا جائے تاکہ تنظیم کی طرف سے کسی اور ذریعے سے ملے ہوئے پیغام پر وہ فوری طور پر ایڈنا کے خلاف کوئی عمل نہ کر سکے۔ کسی دوسرے نمائندے یا کارندے کی یہاں وہ حیثیت نہیں ہوگی کہ تنظیم براہِ راست اُسے کسی طور پر ہدایت دے سکے اور اس دوران ایڈنا ڈمپل کو یہاں سے نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔

جہاں تک بات رہی شیران کی تو اگر ان جنگلوں سے وہ زندہ بچ کر واپس آ گیا اور موفی ماروین تک پہنچا تو یقیناً وہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے گی اور پھر ان معلومات کی روشنی میں وہ ایڈنا ڈمپل کے خلاف کارروائی کر سکتی ہے اس لیے بہتر طریقہ یہی ہے کہ موفی ماروین کو کوئی موقع ہی نہ دیا جائے۔" اس کے ذہن میں خطرناک منصوبے بنتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ موفی ماروین کے سامنے تھی۔ موفی ماروین اُسے دیکھ کر مسکرائی۔

"ہیلو ڈمپل آؤ بیٹھو تمہارا کام ہو گیا۔"

"ہاں ڈیئر کام ہو گیا لیکن بس کچھ عجیب سی ہدایات ہیں شیران کے بارے میں شاید تمہیں اس بات کا علم نہ ہو کہ تنظیم شیران کے لیے بہت ہی اہم ارادے رکھتی ہے۔ تنظیم ایک خاص علاقے میں ایک اہم کھیل کھیلنے کی خواہش مند ہے اور اُس کے لیے طویل تر منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ اس اہم کھیل کے مقاصد بے حد وسیع ہیں اور ان کے لیے طویل عرصے سے کام ہو رہا ہے۔ شیران کو اس سلسلے میں ایک اہم مہرہ بنایا گیا ہے اور اس کے تحفظ کا مناسب بندوبست کرنے کے لیے مجھے مخصوص کیا گیا تھا لیکن افسوس میں شیران کے تحفظ میں ناکام رہی۔ مجھے پتہ نہیں وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"ہاں ایڈنا واقعی شیران کے بارے میں مجھے بھی کچھ نہیں معلوم ویسے تم اگر کوشش کرو تو یہ کام اتنا مشکل بھی نہیں ہوگا۔"

"موفی ڈیئر! مجھے تم سے شکایت ہے تم میرے ساتھ وہ تعاون نہیں کر رہی ہو جو تمہیں کرنا چاہیئے۔"

"مجھے بہت افسوس ہے۔ میں نے تم سے کون سے تعاون کے لیے منع کیا ہے ڈمپل!"

"میں تم سے ایک خاص کام لینا چاہتی ہوں موفی اگر تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکو تو میں تمہاری بے حد شکرگزار ہوں گی۔"

"کہو کیا خاص کام ہے؟"

"کیا تم مجھے تھوڑا سا وقت دے سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں، کہو۔"

"میں تمہیں ایک بہت ہی اہم بات بتانا چاہتی ہوں لیکن موفی تمہیں میرے ساتھ تھوڑی دور چلنا ہوگا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے میں تیار ہوں۔" موفی ماروین نے خلوص سے کہا۔

"تو پھر آؤ ہم وقت ضائع نہیں کریں گے۔ شیران کے بارے میں کوئی فیصلہ کر لینا ضروری ہے تاکہ ہم کسی ایک بات پر متفق ہو جائیں۔"

"میں تیار ہوں چلو کہاں چلوگی تم؟"

"بس یہاں سے کسی ایسی سنسان جگہ جہاں ہمارے تمہارے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔"

"چلو میں تیار ہوں۔" موفی ماروین نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ انتظام کر کے ایک جیپ میں بیٹھ کر باہر نکل آئیں۔

ایڈنا ڈمپل چہرے سے اُداس نظر آ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں اُداسی کی جھلکیاں صاف دیکھی جا سکتی تھیں اور درحقیقت موفی ماروین لاکھ چالاک ہونے کے باوجود اس وقت اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کر پائی تھی بلکہ اس کے ذہن میں تجسس تھا کہ آخر ایڈنا ڈمپل اس سے کیا کہنا چاہتی ہے اور کسی سنسان علاقے کا رُخ کس لیے کیا گیا ہے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ پروجیکٹ کے بائیں سمت ایک پہاڑی علاقے میں پہنچ گئیں۔ یہاں چاروں طرف خوبصورت باغات پھیلے ہوئے تھے۔ ان باغات میں خوبانی اور لیچی کے درختوں کی بہتات تھی کہیں کہیں نشیب نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف ایک چھوٹا سا جھرنا بہہ رہا تھا۔ جگہ بے حد حسین تھی۔ موفی ماروین نے وہاں جیپ روک لی۔

اسی دوران اُسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ایڈنا ڈمپل کے ہاتھ غیر محسوس انداز میں کئی بار اُس کے بدن سے ٹکرائے ہیں۔ بظاہر ہاتھوں کے اس طرح ٹکرانے کا کوئی مقصد نہیں تھا لیکن چالاک عورت اسی طرح موفی ماروین کے جسم کا جائزہ لے کر یہ اندازہ لگا چکی تھی کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ تو نہیں ہے اور چونکہ موفی ماروین بغیر کسی تردد

کے یا خاص خیال کے یہاں آئی تھی۔ اس لیے واقعی اُس نے اپنے ساتھ کوئی ہتھیار نہیں لیا تھا اور بالکل نہتی تھی۔

یہ اُس کا علاقہ تھا اور اس علاقے کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایڈنا ڈمپل اُسے کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے نہ ہی ایڈنا ڈمپل کے بارے میں اس کا یہ تصور تھا کہ وہ تنظیم کے اغراض ومقاصد کے خلاف اس کے ساتھ کوئی ایسی کارروائی کر سکتی ہے جو اُس کے لیے جان لیوا ثابت ہو۔

"آؤ۔" اُس نے جیپ سے اُترتے ہوئے کہا اور موفی مارورین جیپ سے نیچے اُتر کر ٹہلنے کے سے انداز میں اُس کے ساتھ چلنے لگی۔

ایڈنا ڈمپل کی پُراسرار خاموشی موفی مارورین کو کھل رہی تھی، تاہم وہ اس کے بولنے کی منتظر تھی۔

"کافی خوبصورت جگہ ہے۔" ڈمپل نے کہا۔

"ہاں یہ پورا علاقہ حسین ہے۔"

"میرے خیال میں موفی تمھارے ساتھ تنظیم نے کافی جانبداری سے کام لیا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"تمھیں اس علاقے میں رانی کی حیثیت دی گئی ہے۔"

"ہاں۔ لیکن مجھے تمھارے پہلے الفاظ پر اعتراض ہے۔"

"مثلاً؟"

"تنظیم کبھی کسی کے ساتھ جانبداری نہیں برتتی۔"

"یہ علاقہ مجھے بھی دیا جا سکتا تھا۔"

"تم اب بھی اس کے لیے درخواست کر سکتی ہو۔"

"تم یہ جگہ چھوڑ دو گی۔"

"کیوں نہیں۔ کام کہیں بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"مشکل ہو گا موفی۔"

"یہ تم کہہ رہی ہو ڈمپل۔ اب میں ثبوت کیسے پیش کروں۔ ویسے میں بھی تم سے ایک سوال کر دوں؟"

"ضرور۔"

"تمھیں اپنی موجودہ پوزیشن پسند نہیں؟"

"فارایسٹ۔" ڈمپل نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بُری جگہ نہیں ہے لیکن زندگی کے یہ تعیشات وہاں نہیں ہیں یا پھر یُوں کہو کہ اس سے قبل میں نے اس بارے میں نہیں سوچا تھا۔"

"میری طرف سے پیش کش ہے کہ اگر تنظیم تمھیں یہاں تعینات کرنا چاہے تو میں خوشی سے یہ جگہ چھوڑ دُوں گی۔"

"تم تنظیم کے لیے دل میں بہت خلوص رکھتی ہو۔"

"یہ میری فطرت ہے۔"

"یہ نہیں بلکہ بنائی گئی ہے۔"

"جو کچھ بھی ہو اب یہ فطرت بن چکی ہے اور اب میں تنظیم کے مفادات کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ سکتی۔"

"خیر ایسی بات نہیں ہے۔" ڈمپل ہنسی۔

"میں نہیں سمجھی۔" موفی مارورین نے کسی قدر ناگواری سے کہا۔

"بعض اوقات انسان اپنی ذات کے لیے دُنیا کی ہر شے سے بغاوت کر ڈالتا ہے۔"

ٹہلتے ٹہلتے وہ کافی دُور نکل آئی تھیں۔ موفی مارورین رُک گئی پھر بولی۔ "تم مجھ سے کیا کہنا چاہتی تھیں ڈمپل۔"

"ہُوں۔" ایڈنا ڈمپل گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ موفی مارورین سوالیہ انداز میں اُسے دیکھ رہی تھی پھر ڈمپل نے کہا۔ "رُک کیوں گئیں آگے بڑھو۔"

"میرے خیال میں ہم کافی دُور نکل آئے ہیں۔ تمھیں اگر کچھ کہنا ہے تو کہو یا کوئی چیز دکھانا چاہتی ہو، یہاں تک آنے کا کوئی خاص مقصد ہے یا پھر یونہی۔"

"موفی۔" دفعتاً ڈمپل کی سرد آواز اُبھری۔

"تم سسپنس پیدا کر رہی ہو ڈمپل، کہو کیا بات ہے؟"

"تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا موفی کہ تمھیں شیران کے بارے میں علم نہیں ہے۔ بس سمجھ لو کہ میں مجبور ہُوں۔"

"یہ مجبوری جاننے کے لیے ہی تم نے میرا قیمتی وقت ضائع کیا ہے۔" موفی مارورین نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ہاں یہی سمجھ لو۔"

"یہ سوالات تم مجھ سے ایڈوائس پیلس میں کر سکتی تھیں۔"

"وہ جگہ اس سوال کے لیے مناسب نہیں تھی موفی ڈارلنگ۔"

ڈمپل کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی کہ موفی چلتے چلتے رُک گئی۔ اُس نے چبھتی نگاہوں سے ڈمپل کو دیکھا پھر بولی۔ "تم بے شک سے مکمل معلومات حاصل کر چکی ہو ڈمپل اور اس کے بعد اُسے قتل بھی کر چکی ہو پھر تم نے طویل عرصے تک جنگلوں کی خاک بھی چھانی ہے اور شاید تم شیران سے ملاقات بھی کر چکی ہو۔"

"اوہ تمھاری معلومات قابلِ قدر ہیں۔"

"میں تم سے کسی طور کم نہیں ہُوں ڈمپل تم کیا سمجھتی ہو مجھے۔" موفی مارورین نے کہا۔

"اس بات پر پہلے ہم رشک کرتے تھے خود پر لیکن یہ کمبخت شیران ہمارے درمیان تنازعہ بن گیا ہے۔"

"اب کیا چاہتی ہو ڈمپل؟"

"تمھاری موت۔"

"اوہ۔ کیا یہ اتنی آسان بات ہے ڈمپل؟"

"میرے لیے ضروری ہے۔ تم بھی بھٹک گئی ہو موفی میں بھی بھٹک گئی ہُوں۔ فیصلہ ضروری ہے۔ میں نے اسی لیے تمھارے محل سے اتنی دُور تمھیں زحمت دی ہے۔"

"تمھارا ذہنی توازن درست نہیں ہے ڈمپل۔ آؤ واپس چلیں، میں تمھاری اس حماقت کو چند شرائط پر معاف بھی کر سکتی ہُوں۔"

"غلط فہمی کی شکار ہو موفی۔ ہمارے درمیان دُنیا کی کسی بات پر اختلاف نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ بات ہم دونوں جانتی ہیں کہ ہم ایک ہی شخص سے متاثر ہیں اور اس بات پر کوئی سمجھوتہ کسی شکل میں نہیں ہو سکتا۔ میں یہ بھی جانتی ہُوں موفی کہ شیران کے سلسلے میں تمھارا پلّہ بھاری ہے اور تم نے کسی طرح اُسے جال میں پھانس لیا ہے۔"

"ہاں۔ میں یہ بھی جانتی ہُوں کہ اُس نے تمھیں کس بُری طرح دھتکار دیا تھا اور پھر تم جنگلوں میں اس سے جان بچاتی پھر رہی تھیں۔"

"اگر تم اتنا بھی نہ جانتیں موفی تو تمھیں اس تنظیم کا کوئی عہدے دار ہونے کا حق نہیں تھا۔ میں اپنی اس توہین کا رازدار کسی کو نہ رہنے دوں گی اس لیے۔" ایڈنا ڈمپل نے فوراً ایک چھوٹا سا پستول نکال لیا جس پر سائلنسر لگا ہُوا تھا۔

"تم تیاریوں کے ساتھ آئی ہو ڈمپل لیکن تمھارا کیا خیال ہے۔ میں بے وقوف ہُوں؟"

"کیا مطلب؟" ڈمپل پہلی بار چونکی تھی۔

"یہ میری مملکت ہے۔ یہاں کا چپّہ چپّہ میرے احکامات پر عمل کرتا ہے۔ ڈمپل کو ہلاک کر دو۔" موفی نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کسی کو مخاطب کیا اور ڈمپل نے اپنے عقب میں ایک آواز سُنی۔ لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ یہ آواز موفی مارورین کے حلق سے نکلی تھی اور محسوس یُوں ہوتا تھا جیسے وہ عقب سے آئی ہو۔ ایڈنا ڈمپل سانپ کی طرح پلٹی اور اُس نے ایک فائر جھونک مارا لیکن وہاں تھا کون البتہ موفی مارورین کی لات اس زور سے اس کی کمر پر پڑی کہ وہ اچھل کر دُور جا گری۔

دُوسرے لمحے موفی مارورین اس کے سر پر تھی لیکن ایڈنا ڈمپل ایک بار پھر سنبھلی اُس نے سیدھے ہوتے ہی فائر جھونک مارا اور گولی موفی مارورین کا ایک کان اُڑاتی ہُوئی نکل گئی۔

موفی مارورین کو بڑے زور کا چکر آیا تھا۔ وہ پھرتی سے ڈمپل پر گر پڑی۔ اُس طرح وہ دُوسری گولی سے بچ گئی اور اب اُس نے ایڈنا کا پستول والا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ دونوں زور آزمائی کر رہی تھیں۔ ایڈنا ڈمپل نے دُوسرے ہاتھ سے موفی مارورین کے بال پکڑے اور اُسے جھٹکے دینے لگی۔ وہ پستول والا ہاتھ موفی کی گرفت سے آزاد کرانا چاہتی تھی لیکن اسی حرکت میں موفی کی زندگی چھپی ہُوئی تھی۔ گولی نے اُس کا کان اُڑا دیا تھا اور وہ موفی مارورین کی کنپٹی کو چھوتی ہُوئی گزری تھی اس لیے کان کی شدید تکلیف کے ساتھ اس کا دماغ بھی چکرا رہا تھا اور اس چکراتے ہُوئے دماغ پر قابو پانا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ ایڈنا ڈمپل کے لیے ٹیڑھی کھیر ثابت ہُوئی۔ اُس نے ایڈنا ڈمپل کو رگید کر رکھ دیا۔ ایڈنا ڈمپل کو چند لمحات میں احساس ہو گیا کہ جسمانی طور پر مارورین اُس پر بھاری پڑ رہی ہے۔ دونوں ہی مارشل آرٹس کی تربیت یافتہ تھیں، اس لیے گتھم گتھا ہونے کے باوجود ایک دُوسرے پر قابو نہیں پا سکی تھیں پھر موفی مارورین کو ایک موقع مل گیا۔ اُس نے ایڈنا ڈمپل کا پستول والا ہاتھ ایک نوکیلے پتھر پر دے مارا اور ڈمپل کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ پستول اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا لیکن اُس نے پھرتی سے پلٹ کر پستول پر پاؤں مارا اور وہ دُور جا پڑا پھر اُس نے دونوں پاؤں جوڑ کر موفی کے پاؤں پر مارے لیکن موفی مارورین نے اُس کے بال پکڑ رکھے تھے جس کی وجہ سے ایڈنا ڈمپل کا داؤ خود اُس کے لیے نقصان دہ ثابت ہُوا۔ شدید جھٹکے سے اُس کے بال موفی مارورین کے ہاتھ میں آ گئے اور ڈمپل خود بھی بُری طرح اوندھی گری لیکن وہ موفی مارورین کے اُوپر گری تھی۔

دفعتاً اُس کی نگاہ موفی مارورین کے خُون آلود چہرے پر پڑی۔ بائیں سمت کا رخسار خُون میں ڈُوبا ہُوا تھا اور یہ خون کان کے زخم سے بہ رہا تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے اس زخم پر نگاہ ڈالی تو اُسے موفی مارورین کا ایک کان ہی غائب نظر آیا اور ایڈنا ڈمپل کو اس سے بہتر کوئی ترکیب نظر نہ آئی کہ موفی کے اس زخم سے فائدہ اُٹھائے۔ موفی مارورین پُوری قوت صرف کر کے اُسے پلٹنے کی کوشش کر رہی تھی کہ دفعتاً ایڈنا نے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی اُس کے کان کے زخم پر رکھ کر اُسے زور سے رگڑ دیا۔

یہ کاری وار تھا۔ زخم بے حد نازک تھا۔ موفی مارورین کے حلق سے ایک دلدوز کراہ نکلی اور اس کا بدن ایک دم ڈھیلا پڑ گیا۔ دُوسرے لمحے ایڈنا ڈمپل اُس کی گرفت سے نکل گئی۔ اُس کے ساتھ ہی اُس نے دُور پڑے ہُوئے پستول پر چھلانگ لگا دی۔

پستول اُس کے ہاتھ میں آ گیا تھا اس کے بعد اُس نے تاخیر نہ کی۔ یکے بعد دیگرے پستول سے دو گولیاں نکلیں اور موفی مارورین کے سینے میں پیوست ہو گئیں۔ موفی مارورین دوبارہ آدھے دھڑ سے اُٹھی لیکن کھڑی نہ ہو سکی اب وہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے بند ہوتی ہُوئی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دونوں گولیاں دل کے مقام پر لگی تھیں۔

"سوری موفی تمھارا ختم ہونا ضروری تھا۔ شیران تمھاری موت

کا باعث ہے۔کوئی اور اختلاف مجھے اس حد تک نہیں لے جا سکتا تھا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کوئی ایک شخص انسان کی پوری زندگی کو تہ و بالا کر دیتا ہے۔ اگر شیران تمھاری طرف ملتفت نہ ہوتا تو تم میرے لیے بے حقیقت ہوتیں لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ تم دونوں یک جا ہو جاؤ۔ ہاں مونی میں نے اس کے لیے تنظیم سے بھی بغاوت کر دی ہے اور تمھاری موت تنظیم سے میری بغاوت کا پہلا معرکہ ہے۔ میں نے آج تک اپنی صلاحیتیں تنظیم کے لیے وقف کر رکھی تھیں لیکن اب۔ میں انھیں اپنے لیے استعمال کروں گی۔ بہت سے معرکے ہوں گے تنظیم سے، شیران سے لیکن یہ سُن لو مونی میری غلامی شیران کی تقدیر ہے۔ یہ ڈمپل کا عہد ہے۔"

مونی مارون ایک طرف لڑھک گئی۔ اس کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں۔ وہ مر چکی تھی۔

ایڈنا ڈمپل نے ایک نگاہ اُس پر ڈالی پھر وہ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جیپ کے پاس پہنچ گئی۔ اُس نے جیپ اسٹارٹ کی اور وہاں سے چل پڑی لیکن ظاہر ہے اب اُس کا رُخ ایرادتی پیلس کی طرف نہیں ہو سکتا تھا۔

⧈

پروجیکٹ کی ایک اسٹاف کار نے اِدھر سے گزرتے ہوئے سب سے پہلے ایرادتی کی لاش دیکھی تھی۔ تین آدمی اس کار میں سوار تھے۔ ناقابلِ یقین بات تھی۔ اُنھیں یقین نہیں آرہا تھا کہ لاش مونی مارون کی ہے لیکن آنکھوں کو کیسے جھٹلا سکتے تھے۔ پروجیکٹ انچارج مسٹر فینٹک کو اطلاع دی گئی اور اس کے بعد تمام متعلقہ لوگ مونی مارون کی لاش کے گرد جمع ہو گئے، رانی ایرادتی کی موت کوئی معمولی سانحہ نہیں تھی، ہرن پورہ اور اُس کے نواح کا سارا علاقہ اُس کی ملکیت تھا اور وہاں اُس کی حکومت چلتی تھی، اُس کے علاوہ خود ہندوستان کے اعلا حکام کی نگاہوں میں اُس کی بڑی وقعت تھی اور ایک مخصوص اٹامک پروجیکٹ کی سربراہ ہونے کی حیثیت سے اُسے سیاسی حیثیت بھی حاصل تھی، چنانچہ دُور دُور تک اطلاعات دی جانے لگیں، اس کے ساتھ ہی فوری طور پر ایک تحقیقاتی کمیشن بیٹھ گیا، جسے یہ اندازہ لگانا تھا کہ مونی مارون کا قاتل کون ہو سکتا ہے؟"

ہکسن سے زیادہ اس سلسلے میں معاون اور کون ہو سکتا تھا اور درحقیقت ہکسن ہی اس سلسلے کا صحیح رازدار تھا۔ چنانچہ مسٹر فینٹک کو ہکسن نے تنہائی میں بتایا کہ مونی مارون کی موت کی ذمے دار سو فیصد تنظیم کی ایک اور اہم سربراہ جو بنکاک اور اس کے نواح میں تنظیم کے معاملات سنبھالے ہوئے ہے، ایڈنا ڈمپل ہو سکتی ہے۔ ایڈنا ڈمپل کی تلاش کے لیے چاروں طرف کوششیں کی جانے لگیں۔

"ایرادتی پیلس میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں تو آہستہ آہستہ ملازمین اور خادماؤں کے ذریعے زنجیر کی کڑیاں بنتی چلی گئیں، ہکسن کو ایڈنا ڈمپل کی آمد کے بارے میں معلوم تھا۔ اس کے علاوہ جو حالات ہکسن کے علم میں تھے، وہ ایسے نہیں تھے کہ ایڈنا ڈمپل مونی مارون کی موت کے شبہے سے بچ سکے، چنانچہ ہکسن نے تمام تحقیقاتی رپورٹ مرتب کر کے فیصلہ کیا کہ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو اس سے آگاہ کر دیا جائے۔"

عام حالات میں وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ صرف مونی مارون ہی کر سکتی تھی لیکن اب مجبوری تھی کہ ہکسن خود اس سلسلے میں کوشش کرے اور وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو اس بارے میں تفصیلات بتائے، وہ اس تہ خانے میں پہنچا جہاں ٹرانسمیشن مشین موجود تھی، لیکن وہاں کی حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں مشین ٹوٹی پھوٹی پڑی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ ایڈنا ڈمپل نے پہلے ہی انتظامات کر لیے تھے، لیکن یہ تو تنظیم کے خلاف ضرب کاری تھی۔ ایڈنا ڈمپل نے نہ صرف مونی مارون کو ہلاک کیا تھا بلکہ اُس نے یہ قدم تنظیم کے خلاف اُٹھایا تھا، ہکسن نے باہر نکل کر ایک بار پھر مسٹر فینٹک کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ تمام تفصیلات تو وہ اُنھیں نہیں بتا سکا تھا، لیکن بہرطور اُس نے پورے وثوق سے یہ بات کہہ دی کہ مونی مارون کی قاتل ایڈنا ڈمپل کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ حالات نے یہ تصدیق بھی کر دی تھی کہ ایڈنا ڈمپل اور مونی مارون، تھوڑی دیر پہلے ایرادتی پیلس سے نکل کر ایک جیپ میں آئی تھیں۔ جیپ کا وہاں پتہ نہیں تھا۔

ہکسن نے فوری اقدامات کے تحت ڈمپل کی تلاش کے لیے چند افراد روانہ کیے اور اُنھیں ہدایت دے دی کہ ایڈنا ڈمپل جہاں بھی ملے اُسے ہر قیمت پر گرفتار کر لیا جائے اگر وہ بے گناہ نکلی تو اُس سے معذرت کر لی جائے گی کیونکہ جو کچھ کیا جا رہا ہے تنظیم کے مفاد میں کیا جا رہا ہے۔

ساری ہنگامی کارروائیاں شروع ہو گئی تھیں۔ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو یہاں سے براہِ راست اطلاع نہیں دی جا سکی، لیکن حکومت کے تعاون سے یہ اطلاع متعلقہ افراد تک پہنچا دی گئی کہ ایڈنا ڈمپل نے مونی مارون کو قتل کر دیا ہے اور خود یہاں سے فرار ہو گئی ہے۔ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ وائٹ تھری ایٹ نے فوری رابطہ قائم کیا اور حکم دیا کہ ایڈنا ڈمپل کو فوراً گرفتار کر لیا جائے۔

بادشاہ خان کے پانچوں دوست اس کی دعوت پر بنکاک پہنچ گئے تھے۔ اسمگلنگ کی دُنیا کے پانچ بڑے آدمی۔ اگر بنکاک پولیس کو ان کی آمد کے بارے میں معلوم ہو جاتا تو شاید پورے علاقے میں کھلبلی مچ جاتی لیکن پانچوں آدمی احمق نہیں تھے۔ وہ بہت احتیاط سے یہاں داخل ہوئے تھے اور اپنے طور پر قیام کا بندوبست کر کے پھر اُنھوں نے بادشاہ خان کو اپنی آمد کی اطلاع دی تھی۔

بادشاہ خان خود فرداً فرداً اُن سے ملاقات کر کے اُن کی آمد کا شکریہ ادا کیا لیکن اس نے سب سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اس دعوت کے بارے میں تفصیل وہ اس وقت بتائے گا جب سب جمع ہوں گے اور اس میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ بادشاہ خان نے اس دعوت کا اہتمام کر لیا تھا لیکن ذہین بوڑھے نے اس میٹنگ میں نعمان خان کو شریک نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے زیادہ تر معاملات محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔

جس عمارت میں دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا وہ بے حد شاندار تھی دریائی کے کنارے بنی ہوئی تھی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ ایک دوسرے بڑے ہال میں داخل ہو گئے جس کا آدھا حصہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا ور موٹے شیشے کی دیوار کروڑوں ٹن پانی کو اندر داخل ہونے سے روکے ہوئے تھی۔

مارٹن کنگ نے مُسکرا کر بادشاہ خان سے کہا "پچاسی سالہ جوان کو دیکھ کر رشک آتا ہے۔ اس عمر میں لطافتوں کا تصور او جھل ہو جاتا ہے لیکن تم نے زندگی کا سارا حُسن جمع کر رکھا ہے۔"

"بادشاہ خان شاید ایک سو پچاسی سال کی عمر میں بھی اتنا ہی جوان نظر آئے گا۔" لوپو نے کہا۔

"دوستو بڑھاپا ایک احساس کا نام ہے۔ بدن کی تبدیلیوں کو میں بڑھاپا کہنے کا قائل نہیں ہوں۔ گزرنے والی عمر تجربات دیتی ہے اور یہ تمیز ہو جاتی ہے کہ کیا اچھا ہے کیا بُرا۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت سے مقاصد حاصل کر لیے ہیں لیکن ابھی تشنہ ہوں۔ اس لیے میں نے خود کو بوڑھا تسلیم نہیں کیا ہے۔"

"اچھی منطق ہے لیکن ہمیں کب تک سسپنس میں رکھو گے۔ وہ کون سا معاملہ ہے جس کے لیے تم نے ہمیں طلب کیا ہے؟" بن حاتم نے کہا۔

"ایک اور بات پر روشنی ڈال دوں بادشاہ خان۔ ہمارے درمیان معاہدہ ہے کہ کوئی کام جس کا تعلق کسی کی ذات سے ہو اخلاقی پیمانے پر نہیں کیا جائے گا ماں مشترکہ مفاد کے لیے سب ہم کسی بھی وقت کسی بھی جگہ جمع ہو سکتے تھے۔" امریکی نژاد جیکارڈ نے کہا۔

"ہاں مجھے یہ معاہدہ یاد ہے اگر میری یہ دعوت بامقصد ثابت نہ ہو تو اسے ایک دوستانہ اجتماع تصور کر لیا جائے اور آپ آمد و رفت کا خرچ گراں گزرے اور وقت کے زیاں کی قیمت کا تعین ہو جائے تو اس کی ادائیگی میرا۔ ۔ ۔ ۔ دوستانہ فرض ہو گی۔" بادشاہ خان نے کسی قدر ناگواری سے کہا۔

"اوہ۔ ڈیئر بادشاہ خان۔ جیکارڈ کی بات کا بُرا مت مانو جہاں تک معاہدے کا تعلق ہے میں اسے تسلیم کرتا ہوں لیکن اس امریکی نژاد کے بارے میں تمھیں علم ہے کہ یہ یہودی ہے۔" مارٹن کنگ نے کہا۔

"ہاں مجھے اس کا اعتراف ہے اور میں وقت کا بدل صرف دولت سمجھتا ہوں۔"

"ان دلچسپ باتوں میں اگر کام کی بات بھی جاری رہے تو کیا حرج ہے۔" بن حاتم نے کہا۔

"میں اس کے لیے زیادہ تمہید نہیں باندھوں گا۔ اس کا احساس تم سب کو ہو گا کہ آج کی اس میٹنگ میں صرف چھ آدمی شریک ہیں، افسوس ان دو کے بارے میں کسی نے کچھ نہیں کہا جو اس سے پہلے ہمارے درمیان موجود تھے۔"

"اور وہ اب موجود نہیں ہیں۔" جیکارڈ بولا۔

"کیا ان کی غیر موجودگی قابلِ افسوس نہیں ہے؟"

"وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس کا ہم سب کو علم ہے۔"

"اور ان کی موت کی وجہ کا بھی علم ہو گا؟"

"دیکھو بادشاہ خان۔ موت صرف موت ہوتی ہے۔ وجہ تو لوگوں کے تذکرے کے لیے ہے۔ غالباً وہ کسی دُشمن کے شکار ہوئے ہیں۔ یہی کہنا چاہتے ہو تم؟"

"ہاں، اور دُشمن بھی وہ جو کسی ایک کا نہیں ہم سب کا دُشمن ہے۔ یعنی مارلینو۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"وہ بے بس دیہاتی جو ہماری تفریح کا ذریعہ بنا تھا؟"

"ہاں وہی بے بس دیہاتی، جس کے ہم نے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے تھے اور جسے ہینڈرک نے اپنی تفریح کے لیے پتہ نہیں کیا کچھ بنا دیا تھا، اُس نے اپنی سائنسی یادداشت اس بے بس دیہاتی کے ذہن میں محفوظ کر دی تھی، یہ سوچ کر کہ وہ صرف اس کے لیے ایک فائل کی حیثیت رکھتا ہے، جو اس بچاری کی تجوری میں رکھا ہوا ہے لیکن وہ بے بس دیہاتی ہینڈرک کی یادداشتوں کے سہارے اس وقت ان علاقوں میں سب سے بڑا سائنسدان بن چکا ہے۔ اُس نے ایک ایسا نظام قائم کیا ہے جسے عبور کرنا ناممکنات میں شمار ہوتا ہے اور جو ہمارے ہی بل پر ایک ایسی قوت بن چکا ہے جسے ناقابلِ تسخیر کہا جا سکتا ہے۔" "کیا وہ اسمگلر ہے؟"

"ہاں۔ وہ اسمگلنگ بھی کرتا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے تمام ناجائز کاروبار بھی جو حکومت کے لیے پسندیدہ نہیں ہیں اور جو ہماری راہ میں رُکاوٹ بن کر آتے ہیں۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"کیا اُس نے ہمارے مقاصد کو کوئی نقصان پہنچایا ہے بن حاتم نے پوچھا۔"

"ایسا ویسا نقصان۔ ناقابلِ برداشت نقصان۔ بنکاک میں منشیات کے اڈّوں پر تقریباً ہمارا قبضہ تھا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ منشیات کی تجارت کے سلسلے میں یہ علاقے گولڈن کہلاتے ہیں۔ تم نے محسوس نہیں کیا کہ یہ تجارت ہمارے لیے اب فائدہ مند نہیں رہی ہے۔ اور میں نے طویل عرصے سے مال نہیں منگوایا۔ اس کی وجہ صرف مارلینو ہے۔"

"لیکن بادشاہ خان منشیات کے سلسلے میں جو مال تم منگوایا کرتے تھے یا جس کا تبادلہ ہم لوگ آپس میں کر لیا کرتے تھے وہ اتنی بڑی حیثیت کا حامل کہاں تھا کہ ہم لوگ اس کے لیے تشویش کا شکار ہو جاتے؟" بن حاتم نے کہا۔

"قطرہ قطرہ دریا بنتا ہے اور کیا یہ بات قابلِ افسوس نہیں ہے کہ ہم اپنا ایک شعبہ کھو چکے ہیں۔"

"بہر طور آگے کہو بادشاہ خان۔" جیکارڈ نے درمیان میں دخل اندازی کی۔

"مارلینو نے ایک ایسے قبائلی نوجوان کو اپنا نائب مقرر کیا ہے جس کا تعلق میرے ہی علاقے سے ہے لیکن جو شیر کی طرح نڈر اور لومڑی کی طرح چالاک ہے، اس قبائلی نوجوان نے مارلینو کی عقیدت میں قسم کھائی ہے کہ وہ ان آٹھوں انسانوں سے انتقام لے گا جو اُسے یعنی مارلینو کو اس حالت میں پہنچانے کے ذمّے دار ہیں اور وہ آٹھوں افراد کون ہیں؟ ہم لوگ۔ صرف ہم لوگ۔ ہم اس کی بات کو مسکرا کر ٹال سکتے تھے لیکن تم نے دیکھ لیا کہ ڈاکٹر برٹھا اور رہینڈرک اب اس دُنیا میں موجود نہیں ہیں، اور یہ دونوں اسی نوجوان کا شکار ہوئے ہیں۔"

"خوب خوب، دلچسپ کہانی ہے کہتے رہو۔" مارٹن کنگ نے کہا۔

"مارٹن کنگ، تم اس خطرے کو محسوس نہیں کر رہے، جو ہم سب کے سروں پر منڈلا رہا ہے، میں نے صرف اسی لیے تم لوگوں کو زحمت دی ہے کہ تم لوگ اس خطرے کو محسوس کرو اور میرے شانے سے شانہ ملا کر کام کرو۔"

"ایک سوال کر سکتا ہوں بادشاہ خان۔" ڈونٹی لوبو نے کہا۔

"ہاں ہاں ضرور پوچھو۔"

"کیا تمھاری قوتیں اب اتنی ناکارہ ہو چکی ہیں کہ تم کسی ایسے دشمن کو ختم نہ کر سکو اور اس کے لیے آٹھ بڑوں کی میٹنگ بلا لو۔"

"میں اس طنز کو برداشت کر گیا ہوں ڈونٹی لوبو اور یہ اعتراف کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ میں تنہا اس سلسلے میں کام نہیں کر سکا، میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ مارلینو کو اور اس کے دستِ راست شیران کو راستے سے ہٹا دوں لیکن اس میں، میں کامیاب نہیں ہو سکا، اور میں جانتا ہوں کہ اگر تم کچھ عرصے یہاں رہ کر مارلینو کی قوتوں کا اندازہ لگاؤ تو تمھیں اس سنگین خطرے کا احساس ہو جائے گا جو ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔"

"گویا تمھارا خیال ہے کہ وہ قبائلی نوجوان جس کا تعلق تمھارے علاقے سے ہے، بالآخر ہم سب کو قتل کر ڈالے گا؟"

"ہاں اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اُسے میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔"

"دیکھو بادشاہ خان ہم تمھاری اس دوستانہ بات کا بُرا نہیں مانتے لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ جس طرح مارلینو کے سلسلے میں ہم لوگوں نے ایک دلچسپ رات منائی تھی، ایسی بے شمار راتیں ہم اپنے اپنے علاقوں میں منا چکے ہیں جیسے انتہا لوگ جو ہمارے دُشمن ہیں، کسی بھی مکان میں کسی بھی علاقے میں کسی بھی ہم پر ہم سب پر گولیوں کی بوچھاڑیں کی جا سکتی ہیں، ہم مارے جا سکتے ہیں کیونکہ لوگ ہم سے اسی طرح عاجز ہیں، یہ دُشمن تو ہم نے چپّے چپّے پر پال رکھے ہیں، لیکن ہم نے کبھی اپنے دُشمنوں کے لیے سب بڑوں کو نہیں بُلایا، اور نہ ہی یہ بات ہم جیسے معیاری لوگوں کو زیب دیتی ہے، مارلینو ہو سکتا ہے کوئی بڑی قوت بن چکا ہو، لیکن بادشاہ خان سے بڑی قوت نہیں ہے، ہم لوگ اسی طرح اپنے آپ کو آزماتے رہتے ہیں، کیوں جیکارڈ تم بتاؤ شکاگو میں والتھر میکو کتنی بڑی قوت رکھتا تھا، ایک ہزار سیاہ فام جرائم پیشہ اُس کے گروہ میں شامل تھے والتھر میکو کس کے ہاتھوں تباہ ہوا؟"

"میرے۔" جیکارڈ نے ایک وحشیانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا

"بن حاتم، تم بتاؤ ترکی شاد ملی ایاشے کون تھا۔ کیا وہ ایک وحشتناک زلزلہ نہیں تھا۔ کس کے ہاتھوں مارا گیا؟"

"میرے ہاتھوں۔" بن حاتم نے جواب دیا۔

"اور مارٹن کنگ تم کتنے دُشمنوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر چکے ہو؟"

"سینکڑوں کو۔ مجھے ان کی گنتی یاد نہیں ہے۔" مارٹن کنگ نے جواب دیا۔

"ہم میں سے ہر ایک وہ ہے جو اپنے دُشمنوں کے لیے صرف موت کہلاتا ہے اور ہم بادشاہ خان کو بھی انہی میں سے ایک سمجھتے تھے، بادشاہ خان مارلینو تمھارے علاقے میں ہے، تم یُوں کرو اسے افریقہ بھیج دو، کہیں بھی بھیج دو، اور ہم سے کہو کہ اُسے فنا کر دیں، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمھیں اپنی مدد کے لیے نہیں بُلائیں گے، پھر یہ تم نے کیسی عجیب بات کی کہ ایک انسان کے خاتمے کے لیے ہم سب کو یہاں طلب کیا۔"

"اوہ، اوہ گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ احمق ہُوں میں، بُزدل ہُوں میں۔"

"نہیں بادشاہ خان، ہم اگر تم سے یہ کہہ دیں کہ چلو ٹھیک ہے ہم سب مل کر مارلینو کے خطرے کا مقابلہ کرتے ہیں، اُسے قتل کر دیتے ہیں، تو کیا یہ بات خود ہمارے لیے شرمناک نہ ہوگی۔ نہیں بادشاہ خان، ہم چاہتے تو ایک میٹنگ الگ سے کر سکتے تھے، تمھاری پیش کش پر غور کر سکتے تھے اور اُس کے بعد تم سے اس سلسلے میں انکار کر سکتے تھے، لیکن جو بات تم نے کہی ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس پر غور بھی کریں۔" ایڈی فورک نے کہا۔

"گویا۔ گویا۔ بادشاہ خان کے چہرے پر شکست خوردگی کے آثار پھیل گئے تھے۔"

"ہاں بادشاہ خان اس سلسلے میں بہتر یہی ہے کہ تم مزید ایسی کوئی بات ہم سے نہ کہو۔ ہم تو یہی سمجھے تھے کہ کوئی بہت بڑا بین الاقوامی منصوبہ تمھارے ذہن میں ہے، اور تم نے اس کے لیے ہمیں تکلیف دی ہے۔"

"تم لوگوں نے سنجیدگی سے میری بات کا نوٹس نہیں لیا اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں کہیں کوئی مالی مفاد نظر نہیں آیا۔ میں تمھیں یہ بھی پیش کش کر سکتا ہوں کہ اگر تم بنکاک میں مارلینو کے قائم کیے ہوئے اڈّوں پر قبضہ کر لو تو میں تم میں سے ہر ایک کو اتنی بڑی رقومات دے سکتا ہُوں جو تمھارے وقت کے زیاں کا بدل ثابت ہوں۔"

"نہیں بادشاہ خان، ہم ایک اجنبی جگہ اپنی قوت کا مظاہرہ نہیں کر سکتے، ہاں یہ دُوسری بات تھی کہ اگر اس اجنبی جگہ سے ہمیں کسی ایسی شخصیت کے خلاف کام کرنے کا موقع ملتا، جو ہمارے قابو سے باہر ہوتی اور جسے قابو کرنے کے بعد ہم کوئی عظیم الشان مالی منصوبہ بنا سکتے تو ہمیں اس پر اعتراض نہیں تھا۔"

"گویا تم لوگ میرا ساتھ دینے پر تیار نہیں ہو۔"

"اس میں ساتھ دینے کی بات ہی نہیں ہے بادشاہ خان، معاہدے کے تحت ہم صرف کسی ایسے مشترکہ مفاد کے لیے کام کر سکتے ہیں جو واقعی کوئی حیثیت رکھتا ہو۔ ایک چھوٹے سے دُشمن کی بات ہے اس کے لیے جو کچھ بھی کرنا ہے تمھیں ہی کرنا ہے، جہاں تک رہا ہم سب سے دُشمنی کا مسئلہ تو تم یہ کر سکتے ہو کہ شیران کو ہمارے علاقے کا پتہ دے سکتے ہو وہ پہلے جس علاقے میں پہنچ گیا وہاں سے ہم تمھیں اس کی لاش پہنچوا دیں گے۔" جیکارڈ نے جواب دیا۔

بادشاہ خان خاموشی سے گردن ہلانے لگا تھا، چند لمحات وہ خاموشی سے کچھ سوچتا رہا اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تب تو پھر مجھے تم سے معذرت کرنی چاہیے دوستو کہ میں نے تمھیں زحمت دی۔"

"اگر یہ زحمت ملاقات کی حد تک رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اچھا ہُوا طویل عرصے کے بعد ہم سب ایک بار پھر مل بیٹھے، کچھ ایسے منصوبے بھی ہیں جن پر میٹنگ کرنے کی ضرورت تھی، دُنیا بڑی پُرسکون جا رہی ہے اور یہ سکون ہر طرح سے ہمارے لیے نقصان دہ ہے، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا مشترکہ منصوبہ بنایا جائے، جس سے ہمارا کاروبار پھر سے جاری ہو، مثلاً کسی جلد باز دو ملکوں میں جنگ کرا دو اور ان میں اسلحہ سپلائی کرو، بہترین کاروبار ہے، اس کے لیے ایک بار میری اور ایڈی فورک کی ملاقات ہو چکی ہے اور ہم اس سلسلے میں تبادلۂ خیال کر چکے ہیں، جلد باز مُلکوں میں جنگ کرا کر ان کی دُشمنی سے فائدہ اُٹھا کر اسلحے کی فروخت سے ہمیں بہترین فائدہ ہو سکتا ہے، اور اس سلسلے میں، میں اور ایڈی فورک ایک منصوبہ بنا رہے ہیں، میرا خیال ہے کہ تم مارلینو کو قتل کرنے کے بعد ہمارے اس منصوبے کی تکمیل کے لیے ہم سے ملاقات کرو۔ میں نے دو ملکوں کا انتخاب کیا ہے یہ دونوں ایک دُوسرے کے دُشمن ہیں اور ہمیشہ ایک دُوسرے کے خلاف صف آرا رہتے ہیں۔ میرا خیال ہے اگر ہم تھوڑی سی کوشش کر کے اُن کے درمیان پہلے جھڑپیں اور پھر جنگ شروع کرا دیں تو دونوں ہی ملک ایک دُوسرے پر چڑھ دوڑیں گے اور جب وہ اپنا محفوظ اسلحہ ختم کر چکیں گے تو پھر اُنھیں مزید اسلحے کی ضرورت ہوگی۔ اس دوران ہم خفیہ پیمانے پر اسلحے کے حصول کے لیے اعلیٰ پیمانے پر کوشش کرتے ہیں اور جس قدر اسلحہ ہمیں مہیا ہو سکتا ہے، خریدتے ہیں، لُوٹ لیتے ہیں اور اسے جمع کر لیتے ہیں۔ کیا خیال ہے بادشاہ خان، کیسی تجویز ہے کیا تم اس میں حصّہ لینے کے لیے تیار ہو؟"

"نہیں، اگر یہ سب کچھ کرنا چاہتے ہو تو تم پانچوں کرو۔ میرے اپنے مسائل بے پناہ ہیں اور میں اُن سے نمٹے بغیر کسی دُوسرے کام کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ خان نے جواب دیا

❖

ایک اور میٹنگ بنکاک کے نواح کی ایک پُراسرار عمارت میں ہو رہی تھی، جو باہر سے بھدّی اور میلی نظر آتی تھی لیکن اندر سے بے حد شاندار تھی۔ اس میٹنگ کے شرکا بھی پتہ نہیں کہاں کہاں سے پہنچے تھے، چپّے چپّے پر مسلح افراد متعین تھے اور ایک ایک لمحے پر گہری نگاہ رکھ رہے تھے۔

آنے والے سب کے سب سیاہ نقابوں میں ملبوس تھے اور اُن میں سے کوئی بھی ایک دُوسرے کو اپنی جھلک دکھانے پر آمادہ نہیں تھا۔ ایک ہال نما کمرے کے درمیان میں ایک بہت بڑی سبز پتّھر کی میز بنی ہُوئی تھی، جس کی سطح اتنی چمکدار تھی کہ اس میں چہرے صاف

تنظرآ رہے تھے۔ اکرسیوں کے سامنے ان کے عہدوں کی چٹیں لگی ہوئی تھیں۔ درمیان میں وائی تھری کا ایک بینر نصب تھا۔ یہ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ میٹنگ تھی۔ جب تمام شرکاء پہنچ گئے تو دروازے بند کر دیے گئے اور ساؤنڈ پروف کمرہ ہر قسم کی بیرونی مداخلت سے محفوظ ہو گیا۔ ایک رکن نے ایک بڑی سی مشین کا سوئچ آن کیا اور مشین پر ایک اسکرین روشن ہو گئی۔ یہ اسکرین شاید کسی کمپیوٹر سے منسلک تھی چنانچہ اس پر ایک مخصوص زبان میں ایک تحریر آنے لگی جس کا مفہوم یہ تھا کہ پوری طرح اطمینان کر لیا گیا ہے کہ ساؤنڈ پروف کمرے میں نہ تو کوئی ہتھیار موجود ہے اور نہ ہی کوئی ایسا آلہ جس پر یہاں ہونے والی گفتگو ریکارڈ کی جا سکے۔ ہر طرح سے اطمینان کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

یہ تحریر تین دفعہ اسکرین پر نمودار ہوئی اور اس کے بعد اسکرین تاریک ہو گئی۔ تمام لوگوں نے پُراطمینان انداز میں گردنیں ہلائی تھیں پھر وائی تھری ایٹ کی سیٹ سے ایک گونجدار آواز اُبھری۔

”دوستو! یوں تو تنظیم کی راہ میں بے شمار مسائل آتے رہتے ہیں اور ہم انھیں حل کرنے کے لیے جمع ہوتے رہتے ہیں لیکن اس بار پے در پے دو ایسے ہنگامے واقع ہوئے ہیں جن کی بنا پر ہمیں تشویش کا شکار ہونا پڑا ہے۔ تنظیم میری تراشی ہے اور یہ میرے ساری دُنیا میں تنظیم کے مقاصد کے لیے جو کچھ کر رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں کسی بھی طرح کی فضول گوئی سے پرہیز کرتے ہوئے آپ لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری آج کی میٹنگ ایڈنا ڈمپل اور موتی مارون کے سلسلے میں ہے۔ ایڈنا ڈمپل بلاشبہ ایک بہترین تربیت یافتہ کارکن تھی اور ان علاقوں میں اُس نے بڑی ذمے داری سے اپنے فرائض کو سنبھالا ہوا تھا، ایک بار بھی ہمیں اس کا موقع نہ مل سکا کہ اس کی کارکردگی میں کوئی نقص نکال سکیں، ہم نے ان علاقوں میں جو چاہا وہ ہمیں حاصل ہو گیا، لیکن حالات نے اور وقت نے ہمیں اُس اہم کارکن سے محروم کر دیا، میں نہیں جانتا کہ آپ سب لوگوں کو ان تفصیلات کا علم ہے یا نہیں، میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کون کون ہے جو اُن کے بارے میں نہیں جانتا۔ برائے کرم مجھے بتایئے“ تقریباً سات افراد نے اپنے سامنے رکھے ہوئے سُرخ بلب روشن کر دیے تھے۔ باقی سیٹوں کے سامنے سبز بلب روشن ہو گئے تھے۔ اس کا مقصد تھا کہ سرخ بلب والے افراد ان واقعات کے بارے میں نہیں جانتے۔

”شکریہ، دُوسرا مسئلہ موتی مارون کا ہے۔ موتی مارون ہندوستان میں بڑے اعلا پیمانے پر اپنا کام انجام دے رہی تھی۔ بہت بڑا علاقہ تھا وہ اور اس بہت بڑے علاقے کو اُس نے اپنی مٹھی میں کسا ہوا تھا، کسی بھی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں تھی جو ہمارے لیے قابلِ تشویش ہوتی، چنانچہ یہ کہنے میں عار نہیں کہ موتی مارون بھی ہماری ان بہترین کارکنوں میں سے ایک تھی جن پر ہم فخر کر سکتے ہیں لیکن افسوس موتی مارون اب اس دُنیا میں نہیں ہے یہ سوال کرنا بے کار ہے کہ وہ لوگ جو ایڈنا ڈمپل کے بارے میں تفصیلات نہیں جانتے، موتی مارون کے بارے میں جانتے ہوں گے ہمیں انتہائی تشویش ہے کہ ہماری اتنی اہم تربیت یافتہ اور قابلِ اعتماد کارکنوں کے ذہنوں میں وہ کون سی کمی باقی رہ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ اِن حالات کا شکار ہوئیں۔ بات ایڈنا ڈمپل سے شروع کی جاتی ہے۔ اس عظیم کارکن نے انتہائی اعلا پیمانے پر یہاں کے معاملات کنٹرول کر رکھے تھے اور بڑی خوبی سے اپنے کام انجام دے رہی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے ہمیں علم ہوا کہ ہماری تنظیم کے ایک سیکنڈ بادشاہ خان نے ایڈنا ڈمپل سے ذاتی طور پر درخواست کی تھی کہ وہ اس کے دُشمن شیران نامی ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کی خدمت میں پیش کر دے۔ بادشاہ خان وہ شخص ہے جو ہمارے پہاڑی مشن کے لیے اہم مُہرہ ہے اور اس پہاڑی مشن کے بارے میں کچھ تفصیل بتانا بالکل ہی بے مقصد ہے اس وقت یہ کام تنظیم کے اہم ترین کاموں میں شمار ہوتا ہے، تو بادشاہ خان کو ہم نے اس لیے محفوظ کر رکھا ہے کہ وہ ہمارے اس پہاڑی مشن میں ہمارے لیے انتہائی شاندار کارکن ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اسی علاقے کا باشندہ ہے اور اس علاقے میں اس کی ہیبت ہے۔ مختصراً میں آپ کو یہ ضرور بتاؤں گا کہ بادشاہ خان ان قبیلوں میں سب سے شاندار اور جنگجو قبیلے کا سربراہ ہے اور یہ اس سربراہ ہی کا کارنامہ ہے کہ پہاڑ اس کے نام سے ہلتے ہیں۔ ایسا آدمی ہمارے مشن کی تکمیل کے لیے کس قدر کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ لوگ خود لگا سکتے ہیں۔ بادشاہ خان کی دُشمنی شیران سلامن نامی ایک شخص سے ہو گئی اور یہ شیران سلامن اتنا وحشی انسان نکلا کہ بادشاہ خان جیسے آدمی کے قبضے میں نہ آیا اور اس کے منہ پر کالک مَل کر پہاڑوں سے نکل بھاگا۔ انتقاماً بادشاہ خان قبیلوں میں تباہی مچانا چاہتا تھا لیکن عین وقت پر ہم نے اُسے رد اور اس سے وعدہ کیا کہ اس کے دُشمن کو تباہ کرنے میں ہماری کوشش شامل ہوں گی اور وقت سے پہلے یہ کام شروع کر کے وہ اس علاقے حکومت کو اپنی جانب متوجہ نہ کرے کیونکہ اگر حکومت اس کے اقدامات کے تحت اس کی طرف متوجہ ہو گئی تو ہمیں وہاں نقصانات پہنچنے کا ہے۔ بادشاہ خان پہاڑی آدمی ہے اور آپ لوگ جانتے ہیں پہاڑوں کے رہنے والے جنگجو اور خطرناک ہوتے ہیں لیکن بہرطور اس نے ہماری بات تسلیم کر لی اور اپنے مشن کو ترک کر دیا، لیکن ان لوگوں بارے میں یہ تفصیلات جان کر آپ کو اور دلچسپی محسوس ہو گی کہ یہ دُشمن

کو اپنی زندگی کا سب سے اہم مقصد قرار دیتے ہیں اور اس کے بغیر ان کی زندگی کی تکمیل ممکن نہیں ہوتی۔ بادشاہ خان اپنے سینے میں آج بھی انتقام کی آگ روشن کیے ہوئے ہے اور شیران کی موت چاہتا ہے جب بادشاہ خان نے ایڈنا ڈمپل سے شیران کی موت کی درخواست کی تو اسی دن اصولی طور پر ہم اس کی جانب متوجہ ہو گئے اور ہم نے شیران نامی اس شخص کو ہلاک کرنے کے لیے اپنے بہترین کارکن لگا دیے۔

لیکن ایک ایک کر کے شیران نے ان تمام کارکنوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور اس طرح اس کی یہ حرکت تنظیم کو چونکانے کا باعث بنی چنانچہ تنظیم نے اس شخص کا جائزہ لیا اور اس کے بارے میں یہ اندازہ قائم کیا کہ پہاڑی مشن کی تکمیل کے سلسلے میں وہ بادشاہ خان سے بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔ بادشاہ خان کی عمر اس وقت پچاسی سال ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے اس مشن کے آغاز پر اس کی عمر کیا ہو گی کیونکہ جس سلسلے میں ہم انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے لیے وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ دس پندرہ یا بیس سال بھی لگ سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے اس اہم مشن کا آغاز کرنے میں اور اگر ہم پندرہ سال تک اس مشن کی ابتدا نہ کر سکے تو اس کا مقصد ہے کہ بادشاہ خان اس وقت سو سالہ بوڑھا ہو گا۔ بے شک وہ بہترین قوی اور بہترین جسمانی ساخت کا مالک ہے۔ اس کی ذہنی قوتوں کا تجزیہ کیا جاتا رہا ہے، وہ ایک مکمل آدمی ہے لیکن پندرہ سال اسے بڑھاپا بخش سکتے ہیں۔ اور اس وقت ایک بوڑھا آدمی ہمارے لیے قابلِ توجہ نہیں ہو گا۔

چنانچہ جو رپورٹیں شیران کے بارے میں موصول ہوئیں وہ اس قدر چونکا دینے والی تھیں کہ ہمیں شیران کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔ یہ توجہ ہمارے مشن سے تعلق رکھتی تھی سوچا یہ گیا کہ وہ شخص جو پہاڑوں میں رہ کر پہاڑوں کے پہاڑ بادشاہ خان کی گرفت میں نہ آ سکا اور جو تنظیم کے ایسے شاندار لڑاکوں اور بہترین دماغوں کو شکست دینے کا باعث بنا جن پر مکمل اعتماد و بھروسہ کیا جا سکتا تھا وہ کیا چیز ہے؟

پوری طرح تجزیہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ شیران کو محفوظ رکھا جائے۔ اس مقصد کے لیے کہ اگر بادشاہ خان اس وقت ہمارے قابل نہ رہے تو اس کا نعم البدل شیران ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے ایڈنا ڈمپل کو ہدایات جاری کیں کہ وہ شیران کو تنظیم کے مقاصد کے لیے پرورش کرے۔ میں نے پرورش کرنے کا لفظ صحیح استعمال کیا ہے۔ شیران کی فطرت کے بارے میں ایک مختصر سا جائزہ میں آپ لوگوں کو پیش کر دوں۔ وہ انسان نما درندہ یا درندہ انسان ہے جنگلی جانوروں کو ہلاک کرنا اُس کا شوق ہے اور وہ جنگلی جانوروں کے ساتھ بھی ایسی ہی درندگی کرتا ہے۔ جیسی درندے انسانوں کے ساتھ بھی نہ کرتے ہوں گے۔ اُسے ہر پہلو سے ٹھونک بجا کر دیکھا گیا ہے۔ وہ ذہین بھی ہے چالاک بھی ہے اور خونخوار بھی کچھ ایسی دلچسپ شخصیت کا مالک نکلا۔ یہ شخص کہ ہماری زیادہ سے زیادہ توجہ اس کی جانب ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ایڈنا ڈمپل کی ڈیوٹی لگا دی گئی کہ وہ اسے محفوظ رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے اور ایڈنا ڈمپل ان احکامات پر عمل کرنے لگی۔ اس سلسلے میں اُسے کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑا۔ یہ ذرا مختلف بات ہے جس کا تذکرہ اس مختصر وقت میں ممکن نہیں ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسے ان حالات میں شیران کے قریب رہنے کا موقعہ ملا۔ کنگ لوئی جیسی شخصیت جو خود ایک قبیلے کا خونخوار سربراہ تھا جب شیران کے ہاتھوں کے درمیان آیا تو شیران نے اُسے فنا کر کے رکھ دیا۔ گویا ہر محاذ پر ہمیں اس بات کا اندازہ ہوا کہ شیران ایک ذہین طاقتور اور وحشی انسان ہے اور جب پہاڑوں میں ہمارے مشن کا آغاز ہو گا تو ہم اُسے اسی طرح مولڈ کر لیں گے کہ وہ ہمارے لیے بہترین ثابت ہو یقیناً وہ بادشاہ خان سے زیادہ مؤثر شخصیت کا مالک ہے۔ اسی اثنا میں ہماری نگاہوں کے سامنے ایک اور شخصیت آئی جس کا نام نعمان خان ہے۔ یہ بادشاہ خان کا بھتیجا ہے اور تعلیم یافتہ بھی ہے جب کہ شیران اس کے برعکس بالکل ناخواندہ آدمی ہے۔ اس بھتیجے نے بھی ہماری توجہ اپنی جانب مبذول کی اور ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا ایک بڑا حصہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

چنانچہ بادشاہ خان کی اجازت سے اور اس کے علم میں لانے کے بعد اُسے ایک مشن پر بھیجا گیا اور نعمان خان نے انتہائی ذہانت اور اعلا کارکردگی کا مظاہرہ کر کے اس مشن کی تکمیل کر ڈالی۔ اس سلسلے میں میں آپ لوگوں کو بتا دوں کہ یہ آرمینس سرماتو کا مشن تھا۔ اس کے بارے میں آپ سب لوگ بہتر طور پر جانتے ہیں۔ اس کی تکمیل نعمان خان کے ہاتھوں ہوئی۔ نعمان خان کو اس مشن کی تکمیل کے بعد واپس بُلا لیا گیا اور اب معاملہ ان دو شخصیتوں کے درمیان تھا کہ اسی دوران شیران ایڈنا ڈمپل کی نگاہوں کی زد سے باہر نکل گیا اور بعد میں اس کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ ہندوستان میں داخل ہو چکا ہے۔ اتفاقیہ بات تھی کہ وہ موتی مارون کے علاقے میں پہنچ گیا تھا اور کسی طرح موتی مارون کا مہمان بھی بن گیا تھا۔ ایڈنا ڈمپل کو ہدایت کی گئی کہ وہ ہندوستان جا کر شیران کو حاصل کرے اور بدستور اُس کی نگرانی کرے۔

چنانچہ ایڈنا ڈمپل وہاں پہنچ گئی اور اس کے بعد ہی ان تکلیف دہ حالات کا جائزہ ہمارے سامنے آیا جن پر ہمیں انتہائی افسوس ہے۔ ایڈنا ڈمپل شیران کے عشق میں گرفتار ہو گئی۔ یہ بات ناقابلِ یقین تھی چونکہ تجربہ کار عورت سے اس قسم کی حماقتوں کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی لیکن ایسا ہو چکا تھا۔ دُوسری طرف یہ بھی رُوح فرسا اطلاع ملی کہ موتی مارون بھی اِس

وحشت کا شکار ہے۔ میں نے شیران کو صرف تصویروں میں دیکھا ہے۔ درحقیقت وہ اتنا پُرکشش نوجوان ہے کئی نازک ہستیاں اُس کے لیے پاگل ہو سکتی ہیں لیکن میں اس پاگل پن کی توقع ان دو شاندار عورتوں سے نہیں کر سکتا تھا لیکن دونوں ہی پوری طرح اسکی طرف مائل تھیں۔ ایڈنا ڈمیل نے مونی ماروین کی شکایت کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ مونی شیران کو اس سے چھپا رہی ہے۔ میں نے اُسے سمجھایا تو اس نے تنظیم سے بغاوت کی دھمکی دے دی اور پھر فوراً ہی اس پر عمل کر ڈالا۔ بلاشبہ تنظیم سے بغاوت کر دینے کے بعد کسی کی زندگی ممکن نہیں ہوتی اور یہ بات ایڈنا ڈمیل اچھی طرح جانتی تھی چنانچہ اُس نے عمل بھی کر ڈالا اور مونی ماروین اس کے ہاتھوں قتل ہو گئی۔ اس طرح دو اہم علاقے جو ہمارے لیے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہمارے کارکنوں سے محروم ہو گئے اور آج کی یہ میٹنگ اسی سلسلے میں طلب کی گئی ہے کہ ان علاقوں میں سربراہوں کی جگہ کسے متعین کیا جائے۔

درحاصل ایڈنا ڈمیل ان علاقوں سے واقف تھی اور مونی ماروین اپنے علاقوں سے حالانکہ ہندوستان میں ہمارے مفادات کی تکمیل بہت مشکل کام نہیں ہے وہاں ہم سے مکمل تعاون کیا جاتا ہے لیکن پروجیکٹ جس طرح چل رہا ہے اس کے تحت ہمیں کسی ایسے ہی اہم آدمی کو متعین کرنا تھا جو ہماری توقعات پر پورا اتر سکے یوں تو تنظیم میں ایسے ایسے ہزاروں افراد موجود ہیں جو اُن کا بدل ثابت ہو سکتے ہیں لیکن سب کے سب اپنی جگہوں پر اس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے انگوٹھی میں نگینے۔ اُنھیں ہلانا ایک علاقے کے نظام کو متزلزل کرتا ہے۔ ہمیں ایسے دو آدمیوں کی ضرورت ہے جو فوری طور پر ان علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کر سکیں اور یہ میٹنگ اسی سلسلے میں طلب کی گئی ہے۔"

"سر۔ آپ نے اس بارے میں کیا سوچا ہے!"

"میں نے جو سوچا ہے وہ آپ کو بتاؤں گا لیکن بعد میں! اس سے قبل اگر آپ کے ذہن میں ایسے کسی فرد کا تعین ہو تو براہ کرم مجھے مشورہ دیجیے۔"

"ایڈنا ڈمیل کہاں گئی؟" ایک دُوسری کُرسی سے سوال کیا گیا۔

"وہ مونی ماروین کو قتل کرنے کے بعد ہندوستان ہی میں رُوپوش ہو گئی ہے۔ اس کے سلسلے میں ایک خصوصی مشن روانہ کر دیا گیا ہے جو اُسے تلاش کر کے قتل کرے گا یا گرفتار کر کے ہمارے پاس لے آئے گا۔ کیونکہ تنظیم کے مقاصد سے واقف کسی شخصیت کا آزاد رہنا تنظیم کے لیے بے حد خطرناک ہے۔"

"کیا ایڈنا ڈمیل سے اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ تنظیم کے خلاف ایسی کارروائی بھی کرے گی؟"

"میرا خیال ہے نہیں لیکن اس کے باوجود یہ بات تنظیم کے اصولوں کے خلاف ہے کہ وہ اپنے کسی اتنے اہم کارکن کو اپنے آپ سے بغاوت کرنے کے بعد آزاد چھوڑ دے۔ ایڈنا ڈمیل صرف شیران کا حصول چاہتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ ہماری باغی بھی ہے۔

"بالکل درست فرمایا آپ نے اب جس شخصیت کو ہندوستان میں متعین کیا جائے گا۔ اس کی ذمے داری یہ بھی ہوگی کہ وہ ایڈنا ڈمیل کو تلاش کر کے ہلاک کر دے یا گرفتار کر کے تنظیم کے سامنے پیش کر دے۔

"بے شک یہ اس شخصیت کی پہلی ڈیوٹی ہوگی کیونکہ باقی معاملات تو ابھی تک کنٹرول میں ہیں۔ اور اُن میں کوئی اُلجھن پیدا نہیں ہو سکی ہے۔"

"تو سر بجائے اس کے کہ ہم اپنے ناقص ذہنوں کو استعمال کریں آپ ہی فرمایئے کہ آپ کے ذہن میں کیا ہے!"

"میرے کہنے سے پہلے کوئی تجویز اگر تمھارے ذہن میں ہو تو بتاؤ" ہنڈائی تھری ایٹ نے کہا۔

"نہیں سر۔ آپ فرمایئے اس پر غور کیا جائے گا۔"

"تو پھر سنو۔ فی الوقت ہمارے پاس بادشاہ خان اور نعمان خان سے بہتر کوئی شخصیت موجود نہیں ہے۔ بادشاہ خان طویل عرصے سے بنکاک میں قیام پذیر ہے۔ یہاں کے معاملات اچھی طرح جانتا ہے ایڈنا ڈمیل کا بہت سے موقعوں پر ساتھ بھی دے چکا ہے اگر یہ سارا کنٹرول اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے اور اُسے یہ ذمے داری سونپ دی جائے تو وہ خوش بھی ہو جائے گا اور ہمیں یقین ہے کہ بڑی دلجمعی سے اپنا کام بھی کرے گا۔"

"نہایت مؤثر اور نہایت عمدہ تجویز ہے۔" چاروں طرف سے آوازیں آئیں۔

"نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اس میں کوئی نقص تلاش کریں۔"

"قطعاً ہر کوئی نقص نہیں ہے سر اور یہ دونوں آدمی ایسے ہیں جنھیں فی الحال اس کام پر مامور کیا جا سکتا ہے ہاں۔ اس میں ذرا سی ترمیم کر لی جائے کہ اُن کے یہ عہدے عارضی ہوں۔ مگر اُنھیں اس کی اطلاع نہ دی جائے، لیکن یہ بات ذہنوں میں رکھی جائے اور یہاں کے لیے کسی اور شخصیت کو تلاش کرنے کی کوششیں بدستور جاری رکھی جائیں تو بہتر ہوگا۔"

"مجھے تم لوگوں سے اس بات پر اتفاق ہے۔ نعمان خان اپنی ذہانت کا لوہا منوا چکا ہے۔ آرسنس سرداتو کے معاملے میں اُس نے جس ذہانت سے ہمارے دُشمن ملک کے مفادات کو نقصان پہنچایا ہے وہ قابلِ تحسین ہے اور اسی احساس نے ہمیں ذہنی طور پر اُلجھا دیا ہے۔"

"ہم نہیں سمجھے سر۔" ایک کُرسی پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔

کے گھوڑے پر ایک زوردار ہاتھ جما دیا۔ گھوڑا بھڑک کر بھاگا اور اُس نے کمال پھرتی سے کام لیتے ہوئے اُس کی لگامیں تھام لیں۔

شیران اُس کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا لیکن بادشاہ خان کے ذہن میں یہ بات آگئی تھی کہ اُس نے شیران خان کے گھوڑے کو کیوں سنبھالا ہے اور جونہی وہ بادشاہ خان کے پاس پہنچا بادشاہ خان پھرتی سے شیران کے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور دُوسرے لمحے وہ دونوں وہاں سے ہوا ہو گئے۔ شیران غراتا ہوا اپنی رائفل کی طرف دوڑا تھا جو کافی دُور جا گری تھی لیکن جب اُس نے رائفل اُٹھا کر اس سمت نگاہیں اُٹھائیں تو وہ لوگ رائفل کی رینج سے دور نکل چکے تھے اور درختوں کے درمیان اب ان کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔

"کتے۔ کُتے تیری موت شیران کا مقصد بن گئی ہے اور سچ بھی یہی ہے کہ ان جنگلوں میں یُونہی بھٹکتے رہنا مجھے بھی زیب نہیں دے رہا تھا تُو نے میرے لیے ایک مشغلہ تلاش کر دیا ہے، دیکھ لُوں گا تجھے۔ دیکھ لُوں گا۔" شیران کے ہونٹوں سے بڑبڑاہٹ نکلی لیکن یہ بڑبڑاہٹ ان دونوں گھڑسواروں تک نہیں پہنچ سکی تھی جو سرپٹ دوڑے جا رہے تھے۔

بادشاہ خان حیران تھا نوجوان نے جو کچھ کیا تھا وہ بادشاہ خان ... کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔ پتہ نہیں یہ فرشتہ کہاں سے آگیا تھا۔ شیران نے جو کچھ کیا تھا وہ بادشاہ خان جیسے آدمی کے لیے قابلِ برداشت نہیں تھا لیکن گردشِ آسمان کو بادشاہ خان بخوبی محسوس کر چکا تھا کہ اس کے ستارے اس کا ساتھ نہیں دے رہے۔ چاروں طرف ذلت اور رُسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے اور شیران کے ہاتھوں بھی اُس کی ایسی بے عزتی ہُوئی تھی کہ اُسے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی گردن کاٹ لینی چاہیے تھی لیکن وقت کا ساتھ دینا ضروری تھا وہ اس سے پہلے نہیں مرنا چاہتا تھا جب تنظیم اپنے ارادوں میں ناکام ہو جائے چنانچہ اُس نے صبر کیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار صبر کیا تھا ورنہ اب سے کچھ دن پہلے تک جب دُردا خان نے شیران کی مدح سرائی کی تھی بادشاہ خان وہی بادشاہ خان تھا۔ اس مدح سرائی کی سزا کے طور پر اس نے اطمینان سے دُردا خان کو خنجر کا نوالہ بنا دیا تھا لیکن آج صورتِ حال تبدیل ہو چکی تھی۔ آج اُسے کسی ایسے شخص کی ضرورت آپڑی تھی لیکن یہ اجنبی مددگار۔ اُس نے گھوڑا دوڑاتے ہوئے اپنے ساتھ دوڑتے ہوئے اس نوجوان کو دیکھا بہت ہی کمسن تھا یہ اور بہت ہی کم عمر تھا لیکن اس کی شخصیت ۔ اس کی قوت۔ اور دفعتاً بادشاہ خان کے ذہن میں ایک نام اُبھرا۔ عدنان سلاسن۔ وہ نام جو تراب نان کے اطراف میں گونج رہا تھا۔

ایک نیا اور انوکھا انکشاف۔ کیا یہ عدنان سلاسن ہو سکتا ہے۔ لیکن۔ لیکن۔ بادشاہ خان کے دماغ میں بہت سی اُلجھنیں بیدار ہو گئیں۔

●

تینوں ہیلی کاپٹر نیچی پروازیں کرتے ہوئے بڑی مہارت سے فرانہ کی عقبی پہاڑیوں میں نیچے اُترے تھے۔ سب سے پہلے اُترنے والے دونوں ہیلی کاپٹروں میں سے چار چار مسلح افراد نیچے اُترے اور اطراف کی پوزیشن سنبھال کر کھڑے ہو گئے۔

تب تیسرے ہیلی کاپٹر میں سے ایک شخص اُترا۔ اُس کے ساتھ ساتھ اُس کے چار باڈی گارڈ اُترے تھے اور اس کے بعد وہ خاموشی سے پہاڑوں کے راستے طے کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ابھی اُنھیں چلتے ہوئے دو تین منٹ سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ دفعتاً سامنے سے اُنھیں دو گاڑیوں کی ہیڈلائٹس نظر آئیں۔

اور دُوسرے لمحے اُنھیں پوزیشن لینے پر مجبور ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ وہ شخص بھی جو بڑے پُروقار انداز میں سب سے آگے آگے چل رہا تھا ایک ٹیلے کی آڑ لیے بغیر نہ رہ سکا۔ دونوں گاڑیاں اُن کے نزدیک پہنچ کر رُک گئی تھیں اور پھر ایک گاڑی میں سے ایک شخص نیچے اُترا اُس نے بڑے نرم لہجے میں کہا "تنظیم کے معزز مہمانوں کو مارلینو خوش آمدید کہتا ہے۔ براہِ کرم آپ حضرات بے فکر ہو کر باہر نکل آیئے۔" ٹیلے کی آڑ میں چھپے ہوئے شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ باہر نکل آیا۔ ....

وہ شاندار سُوٹ میں ملبوس ایک شاندار شخصیت کا مالک تھا۔ جس شخص نے اپنے آپ کو مارلینو کہہ کر متعارف کرایا تھا اُس نے آگے بڑھ کر اس شخص کا خیرمقدم کیا اور گردن خم کر کے بولا "مارلینو کے علاقے میں اِس طرح آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں تھی جناب۔ کیا میں آپ سے تعارف حاصل کر سکتا ہُوں؟"

"یقیناً مسٹر مارلینو لیکن آپ نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ میں انتہائی چالاکی سے اس علاقے تک پہنچا ہُوں یہ کیسے ممکن ہو سکا کہ آپ نے میرے بارے میں سب کچھ جان لیا۔"

"میں نے اِس کا اظہار کب کیا ہے جناب میں تو صرف

اِتنا جانتا ہُوں کہ بیلی کاپٹروں پر تنظیم کے مخصوص نشانات ہیں اور یہ مغربی سمتوں کی سرحد سے اندر داخل ہُوئے ہیں بس اِتنا ہی میرے لیے کافی تھا۔ تنظیم کے معزز ارکان مارلینو کی حدود میں داخل ہوں اور مارلینو ان سے لاعلم رہے تو اس کا یہی مقصد ہوگا کہ مارلینو اپنے فرائض میں کوتاہی برت رہا ہے۔"

"آپ نے نہ صرف مجھے بلکہ میری پُوری تنظیم کو حیران کر دیا ہے مسٹر مارلینو۔ کس قدر بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہیں آپ اس موقعے پر آپ نے ہمیں واقعی شکست دی ہے۔"

"تشریف لایے۔ مَیں تعارف سے ابھی تک محروم ہُوں۔"

"کیا ٹرانسمیٹر پر اُبھرنے والی آواز تمھارے ذہن میں نہیں آتی۔ مَیں وائی تھری ایٹ ہُوں۔"

"اوہ۔" مارلینو ایک لمحے کے لیے حیران رہ گیا پھر اُس کا انداز مؤدبانہ ہوگیا۔

"مَیں چیف کو اپنے علاقے میں خوش آمدید کہتا ہُوں۔ براہِ کرم گاڑی میں تشریف لے چلیے۔ دُوسرے معزز مہمانوں کو بڑے احترام سے لے آیا جائے گا۔ آپ اطمینان رکھیے۔"

وائی تھری ایٹ، مارلینو کے ساتھ گاڑی میں سوار ہوگیا۔ مارلینو نے گاڑی سے ڈرائیور کو نیچے اُترنے کے لیے کہا اور خود اس گاڑی کی ڈرائیونگ سنبھال لی۔

"کیا آپ دُنیا کے عجوبوں میں شمار نہیں ہوتے مسٹر مارلینو۔ مَیں نے سُنا ہے کہ آپ مصنوعی ہاتھ پاؤں کے سہارے زندگی گزار رہے ہیں، آپ ڈرائیونگ بھی کر سکتے ہیں؟"

"ہاں میں نے اپنے معذور اعضاء کا نعم البدل تلاش کرلیا ہے۔" مارلینو نے مسکراتے ہُوئے کہا۔

"کمال کے انسان ہیں آپ۔" وائی تھری ایٹ نے اعتراف کیا۔ مارلینو اُسے لیے ہُوئے فراز کے اُس محل میں آگیا جو فیروز خان کی ملکیت تھا۔

محل کے ایک عالیشان ڈرائنگ ہال میں اُس نے وائی تھری ایٹ کو بڑے احترام سے بٹھایا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

"اگر مجھے آپ کے آنے کی اطلاع مل گئی ہوتی تو میں آپ کے شایانِ شان استقبال کرتا۔" مارلینو وائی تھری ایٹ کی آنکھوں میں دیکھتا ہُوا بولا۔

"نہیں بس یُوں سمجھ لیں کہ ہنگامی بنیادوں پر مجھے اسی وقت یہاں آنا پڑا ہے۔"

"خیریت۔ کیا بات ہے؟"

"ان اطراف میں آپ نے بڑی خوش اسلوبی سے سارا نظام سنبھالا ہُوا ہے اور مَیں آپ کی شمولیت سے جس قدر اطمینان کا اظہار کر چُکا ہُوں اس میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن کچھ باتیں ایسی ہو رہی ہیں جو میرے لیے بھی غیر متوقع ہیں۔ اسی سلسلے میں، مَیں نے آپ سے بذاتِ خود ملاقات کرنا ضروری سمجھا۔"

"مَیں حاضر ہُوں۔ فرمایے کیا بات ہے؟"

"مسٹر مارلینو آپریشن کا وقت قریب سے قریب تر آتا جا رہا ہے۔ مَیں نے طویل عرصے میں اِن علاقوں میں جو استحکام پیدا کیا تھا وہ اچانک بگڑ گیا ہے اور مَیں محسوس کر رہا ہُوں کہ اب کوئی ایسا ٹھوس اقدام کرلینا چاہیے کہ جس کی بُنیاد پر ہم آپریشن کو آگے بڑھا سکیں ورنہ ہمارا یہ مِشن انتشار کا شکار ہو جائے گا۔"

"کوئی نئی بات ہُوئی ہے مسٹر وائی تھری ایٹ؟" مارلینو نے سوال کیا۔

"ہاں۔ مَیں نے کچھ اقدامات آپ کے مشورے سے کیے تھے مسٹر مارلینو مثلاً شاید آپ کو اس بات کا علم ہو کہ بادشاہ خان یہاں واپس آکر گھریلو قسم کی مصروفیات میں لگ گیا ہے وہ درحقیقت اِتنا عمر رسیدہ ہے کہ اب اُس کے لیے پُرسکون گوشے ہی مناسب ہیں۔ ہم نے اس کے عوض نعمان خان کے بارے میں یہ تصور کیا تھا کہ وہ ہمارے کام کا آدمی ثابت ہو سکتا ہے ساتھ ہی ساتھ شیران بھی ذہن میں تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ آج تک ہمیں شیران سے بہتر کوئی ایسا شخص نہیں مِلا تھا جسے ہم اپنا آلۂ کار بنا سکتے لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ شیران ہمارے ہاتھ نہیں آسکا۔ بادشاہ خان نے اپنے پوتے کا جشن منایا تھا جس میں، مَیں نے ایک وفد بھیجا تھا جس کے ہاتھوں وہی پیغام مَیں نے بادشاہ خان اور نعمان خان کو دیا تھا۔ یعنی اس علاقے کو خالی کرانے کا مسئلہ۔ اس سلسلے میں موصول شدہ

رپورٹ کے مطابق نعمان خان اس بات پر بہت زیادہ چراغ پا ہوگیا۔ وہ وطن پرست قسم کا نوجوان ہے اور اپنے لوگوں کا تحفظ چاہتا ہے جس کا اظہار یہاں پہاڑوں میں آنے کے بعد اس کے عملی اقدامات سے بھی ہوتا ہے۔ ہمیں ایسا آدمی نہیں چاہیے مسٹر مارلینو، ہمیں تو ایسا شخص چاہیے جسے پہاڑوں میں رہنے والوں سے کوئی ہمدردی کوئی دِلچسپی نہ ہو اور شیران کی طرح ذرا سی دُشمنی کی بنیاد پر قبیلے کے قبیلے تباہ کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ ہم نے یہی سوچا تھا کہ شیران کو کسی طرح بھڑکا دیں گے تاکہ وہ

پہاڑوں سے اپنی تمام تر دِلچسپیاں ختم کر دے۔ بادشاہ خان کا رویّہ بہت زیادہ بُرا نہیں تھا لیکن وہ بوڑھا بالآخر اپنے آٹھ بھتیجوں کے ہاتھوں مجبور ہو جائے گا۔ اِس لیے اب اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

چنانچہ اب تھمانہ میں انتشار ضروری ہے تاکہ بادشاہ خان کی قوّت ختم ہو جائے اور اس کے لیے ہم نے ایسے مواقع پیدا کیے ہیں مسٹر مارلینو کہ بادشاہ خان اور نعمان خان ... کے درمیان ٹھن جائے۔ دونوں ہی مقامی ہیں اور آتش مزاج بھی، مَیں نے اپنے کچھ مخصوص آدمیوں کے ذریعے نعمان خان کی بیوی اور اُس کے بچّے کو اغوا کرا دیا ہے اور اُس کا نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہُوا ہے۔ یعنی تھمانہ کے محل میں شدید انتشار برپا ہوگیا ہے لیکن ایک ذرا سی گڑبڑ ہو گئی، بادشاہ خان اپنے پوتے اور بہو کی تلاش میں چل پڑا ہے اور نعمان خان اور اُس کے بھائی بھی پہاڑوں میں بکھر گئے ہیں۔"

"اِس طرح تھمانہ اس وقت بالکل خالی ہے مجھ سے جواب طلبی کی گئی ہے کہ مَیں نے آپریشن کے سلسلے میں آخری فیصلہ کیا کیا ہے چنانچہ مسٹر مارلینو اس وقت مجھے فوراً آپ کے پاس اس لیے آنا پڑا کہ مَیں آپ سے اس بارے میں آخری گفتگو کرلوں۔"

"ایک منٹ جناب جن لوگوں نے نعمان خان کی بیوی اور اس کے بچّے کو اغوا کیا ہے وہ کہاں ہیں؟" مارلینو نے پوچھا۔

"یہ وہ لوگ تھے مارلینو، جو مقامی ہی تھے لیکن ہمارے لیے کام کر رہے تھے۔ اُنھیں اِن علاقوں کے بارے میں پُوری پُوری معلومات حاصل ہیں۔ اِن کے انچارج نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ اس وقت تک اِن پہاڑوں میں دونوں افراد کو محفوظ رکھے گا جب تک کہ ہمیں دوبارہ اِن کی ضرورت پیش نہ آجائے۔ ہم اُنھیں قتل نہیں کرانا چاہتے تھے کیونکہ اِس طرح ممکن ہے ہمارے آئندہ کسی مسئلے میں رُکاوٹ پڑ جاتی، چنانچہ اُن کے لیے آپ فکر نہ کریں وہ محفوظ ہیں۔"

"ٹھیک ہے جناب میرے لیے کیا حُکم ہے؟"

"مسٹر مارلینو۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہُوں کہ کیا آپ نے عدنان سلامن کا بخوبی جائزہ لے لیا ہے کیا وہ ہمارے مقصد کی تکمیل کے لیے مکمل طور پر کارآمد ثابت ہوگا؟"

"مَیں آپ سے پہلے بھی اس کا اظہار کر چُکا ہُوں جناب، آپ مطمئن رہیں۔ مَیں نے اُس کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ وہ اِن پہاڑوں کا حکمران ہے جس وقت آپ چاہیں گے۔ وہ ایک حکمران کی حیثیت سے یہاں کا انتظام سنبھال لے گا۔"

"تب پھر مَیں اس کے بارے میں پہاڑوں میں پروپیگنڈہ چاہتا ہُوں۔"

"یہ کام بھی مَیں نے شروع کر دیا ہے۔ آپ اپنے طور پر معلومات حاصل کرایئے، تراب زان اور پہاڑوں کے دُوسرے قبائل کے درمیان ایک ایسے نوجوان کا تبصرہ کیا جا رہا ہے جو قبائلی ہے لیکن جس کے بارے میں لوگ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے، لوگ اس سے خاصے متاثر نظر آتے ہیں۔"

"بہت خوب۔ مَیں بھی یہی چاہتا ہُوں لیکن اَب مَیں اِس بات کا خواہش مند ہُوں کہ تراب زان یا اطراف کے کسی بھی علاقے سے اُسے ایک معزز شخص کی حیثیت سے منظرِ عام پر لایا جائے۔ میرے خیال میں اِس کے لیے تراب زان ہی بہتر رہے گا کیونکہ شیران کا تعلق اِسی سے تھا اور وہ نوجوان بہرطور شیران سے اپنا رِشتہ ظاہر کرنا پسند کرے گا۔ اس کے ساتھ ہماری قوّت ہو گی۔ مَیں نے مسٹر مارلینو خصوصی طور پر آپ کو اِطلاع دینے کے لیے یہاں پہنچنے کی کوشش کی ہے کہ مغربی پہاڑوں کی سمت سے کالی گھاٹی نامی علاقے میں ہم نے ضروری تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ کالی گھاٹی کا علاقہ پہاڑوں اور کھائیوں پر مشتمل ہے۔ ہم نے یہاں بڑے زور و شور سے کام شروع کر دیا ہے۔ یہ سرحد بھی ہمیں استعمال کے لیے مل گئی ہے۔ چنانچہ اس طرف سے ہم نے اسلحہ اور دُوسری تمام چیزیں داخل کرنا شروع کر دی ہیں جو یہاں ہمارے آپریشن کے سلسلے میں کارآمد ہو سکتی ہیں۔ مَیں نے ایک نقشہ ترتیب دیا ہے جس کے تحت ہمارے آدمی ان علاقوں سے گزریں گے اور ان سرحدوں کی ناکہ بندی کرلیں گے جو اس مُلک سے ملتی ہیں جو یہاں پر مسلّط ہے۔ ان سرحدوں پر پوری طرح مورچہ بندی کرنے کے بعد

آپ عدنان سلامن کو تراب زان کے سربراہ کی حیثیت سے سامنے لائیں گے اور اس کی حکمرانی کا اعلان کر رہے گے۔ اس سلسلے میں قبائل کے تمام سرداروں کو گرفتار کرلیا جائے گا اور اُنھیں جمع کر کے اُن سے یہ حلف لیا جائے گا کہ وہ نئے سربراہ کے وفادار ہوں گے یہی ہمارا آپریشن ہے۔ اس کے بعد دُوسری کارروائیاں شروع ہو گئیں یعنی اگر اس طرف سے فوجی کارروائی ہو تو اس کا مؤثر جواب دیا جائے یہ کام نہایت احتیاط سے کرنا ہے۔ ہمیں یہاں چھوٹے چھوٹے جنگی مقاصد کے لیے استعمال

ہونے والے ہوائی اڈّے بھی استعمال کرنا ہوں گے اور اس کے لیے مَیں اپنے ساتھ ایک نقشہ لایا ہُوں۔" وائی تھری ایٹ نے جیب سے ایک بڑا کاغذ نکال کر مارلینو کے سامنے پھیلا دیا اور پھر وہ تقریباً تین گھنٹے تک مارلینو کو اپنے اغراض و مقاصد سمجھاتا رہا۔

اس کے تحت پہاڑوں کے علاقے میں چھ ہوائی اڈّے ایسی جگہوں پر تعمیر کرنے تھے جہاں دوسروں کی نگاہ بھی نہ پہنچ سکے اور جہاں سے اِس ملک کے خلاف کارروائی کی جا سکے جس کے تحت یہ علاقہ تھا اور اس کے بعد ایک آزاد ملک کا اعلان کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں ریڈیو اسٹیشنوں کی تعمیر بھی طے کی گئی تھی جو تھمانہ، تراب زان اور قرانہ کے علاقے میں بنائے جانے والے تھے۔

وائی تھری ایٹ نے بتایا کہ تقریباً چھ ہزار افراد کالی گھاٹی کے علاقے سے اندر داخل ہوں گے، جس میں سے تقریباً ڈیڑھ ہزار افراد اندر داخل ہو چکے ہیں اور اُنھوں نے پہاڑوں میں ایسی جگہیں منتخب کر لی ہیں جہاں وہ اپنے سامان کے ذخائر جمع کریں گے۔ مزدور انہی قبیلوں سے لیے جائیں گے اور انجنیئر وہاں سے مہیا ہوں گے۔

سارلینو اس تفصیل کو بخوبی سمجھ رہا تھا اور اچھی طرح اُسے ذہن نشین کر رہا تھا۔ اُس نے وائی تھری ایٹ سے کہا۔

"نہایت بہترین منصوبہ بندی ہے جناب! مَیں اس سلسلے میں بالکل متفق ہُوں اور اب صرف اپنی ڈیوٹی جاننا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر مارلینو! آپ عدنان سلامن کو ان تمام معاملات سے روشناس کرا کے اس کے لیے تیار رکھیں گے کہ وہ اپنی سربراہی سنبھالنے کے لیے مستعد ہو جائے۔ اسے ان تمام حالات سے آگاہ رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ بہترین معاون ثابت ہو، ہم کسی باہر کے آدمی کو اس ملک کا سربراہ نہیں بنا سکتے ورنہ ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت نہ ہوتی۔"

"بالکل ٹھیک جناب۔ عدنان کی طرف سے آپ بالکل اطمینان رکھیں۔ مَیں کسی مناسب وقت پر آپ کی اس سے ملاقات بھی کراؤں گا۔" مارلینو نے کہا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں مسٹر مارلینو! آپ نے جس طرح صورتِ حال سنبھالی ہُوئی ہے ہمیں ایک بار پھر اس پر اعتماد کا اظہار کرنا چاہیے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ آپ کا قیام کب تک یہاں رہے گا؟"

"نہیں مسٹر مارلینو۔ مَیں ابھی یہاں نہیں رہوں گا کیونکہ مجھے کالی گھاٹی کے علاقے سے باقی سامان یہاں پہنچانا ہے اور اس کے بعد ہوائی اڈّوں کی تعمیر کے لیے انجنیئر خفیہ طور پر آپ کے پاس پہنچ جائیں گے اور اپنا کام شروع کر دیں گے۔ اس طرح ہمیں آسانیاں ہو جائیں گی۔ سرحد کا وہ علاقہ ہم نے مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لے لیا ہے اور ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا جا رہا ہے چنانچہ بہت سے طیارے یہاں پہنچ جائیں گے اور ان ہوائی اڈّوں پر اُن کے لیے خفیہ جگہیں منتخب کر لی جائیں گی۔" مارلینو نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی تھی۔ وائی تھری ایٹ ساری رات اُس کے ساتھ رہا اور پھر صبح کی روشنی ہونے سے پہلے وہ اس سے رخصت ہو گیا لیکن سارلینو کے ذہن میں بے پناہ سنسنی پھیلی ہُوئی تھی۔

دُوسری طرف سے یہ کارروائی اُس کے لیے بڑی غیر متوقع تھی۔ تھمانہ کے نئے حالات کے بارے میں اُسے ابھی تک نئی رپورٹ نہیں مل سکی تھی۔ وائی تھری ایٹ اپنے ہیلی کاپٹر پر سوار ہو کر پرواز کر گیا تو مارلینو واپس چل پڑا۔ وہ اُسے چھوڑنے یہاں تک آیا تھا۔ اور اس کے بعد وہ تیز رفتاری سے اپنی کمین گاہ کی جانب چل پڑا۔ اب اُسے بہت سے اہم اقدامات انجام دینے تھے۔

عدنان، بادشاہ خان کو ساتھ لیے ہُوئے تیزی سے آگے بڑھتا رہا۔ بادشاہ خان اس صُورتِ حال سے خاصا متاثر ہُوا تھا۔ اس کے چہرے کی سُرخی میں کمی آ گئی تھی۔ شیران جیسے مُوذی شخص سے مفاہمت کی کوئی اُمید نہیں رہی تھی اگر یہ نوجوان اس کی مدد نہ کرتا تو یقینی طور پر آج بادشاہ خان اپنے بدترین دُشمن کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتر جاتا۔ زندگی اور موت کی اس جنگجُو کو بھی کوئی پروا نہیں تھی لیکن موت کا یہ انداز اُسے قبول نہیں تھا۔ شاید اگر وہ شیران کے ہاتھ سے مارا جاتا تو مرنے کے بعد بھی اُس کی رُوح بے چین رہتی۔

بہت بڑا احسان کیا تھا اس دلیر لڑکے نے اور یہ معمولی بات نہیں تھی کہ اُس نے شیران جیسے وحشی کو ایسی ہولناک شکست دی تھی کہ شیران کی ساری زندگی کی کسر پوری ہو گئی تھی، جب وہ جنگلوں میں بہت دُور نکل آئے اور اُنھیں یہ اندازہ ہو گیا کہ اب شیران یہاں تک نہیں پہنچ سکتا تو بادشاہ خان نے اپنے گھوڑے کی رفتار سُست کرتے ہُوئے کہا۔ "اگر کوئی دقت نہ محسوس کرو جوان تو ذرا تھوڑی دیر کے لیے رُک جاؤ۔"

"ہاں۔ کیوں نہیں بابا خان۔ اس طرف آ جاؤ یہاں سے بائیں سمت تھوڑا سا چلنے کے بعد ہمیں ایک آبشار ملے گا۔ میرا خیال ہے وہ جگہ ہماری تھکن دُور کرنے کے لیے بہت مناسب ہو گی۔" نوجوان نے کہا اور بادشاہ خان نے اس طرف گھوڑے کا رُخ موڑ دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ آبشار کے کنارے پہنچ گئے۔ بادشاہ خان گھوڑے سے اُترا اور کپڑوں سمیت آبشار سے بننے والی چھوٹی سی ندی میں اوندھے مُنہ جا گرا۔ اس کے وجود میں جو آگ لگ رہی تھی وہ اسی طرح ٹھنڈی ہو سکتی تھی۔ زندگی میں پہلی بار وہ کسی شخص کے سامنے اس قدر بے بس ہُوا تھا۔ شیران نے درحقیقت اُسے موت سے ہمکنار کر دیا تھا۔ اب تو اس کی زندگی اس دلیر اور خوش رو نوجوان کی رہینِ منت تھی۔ کافی دیر تک وہ اس طرح پانی میں ڈُوبا رہا۔ نوجوان مُسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا پھر بادشاہ خان اُٹھا اور داڑھی اور چہرے پر سے پانی خشک کرتا ہُوا آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھ کر ایک چٹان پر جا بیٹھا۔ نوجوان اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر اپنے گھوڑے کی پُشت کو سہلا رہا تھا۔ بادشاہ خان نے اُس کی جانب دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "اپنے محسن کا نام پوچھنا چاہتا ہوں؟"

"عدنان سلامن ہے میرا نام۔" نوجوان نے جواب دیا اور بادشاہ خان حیرت سے اُچھل پڑا۔

"سلامن۔ کیا تمھارا تعلق تراب زان سے ہے!"

"ہاں خان بابا۔ سلامن خاندان ایک ہی گزرا ہے اور اُس کا تعلق تراب زان سے ہے۔"

"لیکن۔ لیکن سلامن خاندان کا آخری فرد تو شیران تھا۔" بادشاہ خان نے کہا اور پھر چونک کر نوجوان کی شکل دیکھنے لگا۔

"تمھارا خیال درست ہے بابا خان میں شیران ہی کا بیٹا ہوں۔"

"کیا!" بادشاہ خان چٹان سے اُتر کر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں بابا خان شیران سلامن میرا باپ تھا اور اُس کا باپ بہزاد سلامن تھا۔"

بادشاہ خان کی کھوپڑی ہَوا میں معلّق ہُوئی جا رہی تھی۔ وہ شدتِ حیرت سے نوجوان کی صُورت دیکھ رہا تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن زیرک بُوڑھے نے فوری طور پر عدنان سلامن سے ایسا کوئی سوال نہیں کیا جو اس کے لیے ہیبت کا باعث بن جائے۔ وہ تجربے کی آنکھ سے اس نوجوان کے سَراپا۔۔ کا جائزہ لے رہا تھا اور اُسے احساس ہو رہا تھا کہ نوجوان سچ ہی کہہ رہا ہے۔ اس کا قدوقامت اس کی چُستی اور مستعدی اُس کے چہرے پر حُسن کے ساتھ ساتھ پائی جانے والی ایک خشونت اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس کا تعلق شیران سے ضرور ہے۔

لیکن عقل حیران کر دینے والی بات یہ تھی کہ ابھی تھوڑی دیر قبل اس نوجوان نے شیران ہی کے ہاتھوں سے بادشاہ خان کو بچایا تھا۔

"تمھیں حیرت ہُوئی بابا خان جانتے ہو میرے باپ کو؟" نوجوان نے سوال کیا اور بادشاہ خان ایک جھُرجھُری لے کر رہ گیا۔

"ہاں۔ مَیں نے شیران سلامن کا نام بہت سُنا ہے۔"

"بابا خان۔ تمھارا اپنا نام کیا ہے۔ تمھاری شخصیت اتنی شاندار ہے کہ مَیں تم سے بہت متاثر ہُوا ہُوں۔ درحقیقت پُورے یورپ میں مَیں نے ایسا بڑھاپا نہیں دیکھا یہ پہاڑوں ہی کی شان ہے کہ یہاں چٹانیں صدہا سال سے اپنی جگہ جمی ہُوئی ہیں اور اُن کی شان جُوں کی تُوں ہے۔"

"اوہ۔ تم نے یورپ میں پرورش پائی ہے۔"

"ہاں بابا خان۔ مَیں وہیں پیدا ہُوا اور وہیں پروان چڑھا بہرحال مجھے تمھاری مدد کر کے بے حد خوشی ہُوئی ہے تمھارا نام مَیں نہیں جان سکا۔"

"میرا نام بادشاہ خان ہے۔" بادشاہ خان نے نوجوان کی آنکھوں میں جھانکتے ہُوئے کہا لیکن نوجوان کے انداز میں کوئی ایسی بات پیدا نہ ہُوئی جس سے بادشاہ خان کو اندازہ ہوتا کہ وہ اُس کی شخصیت سے واقف ہے۔ بادشاہ خان کی حیرت اب بھی برقرار تھی اور اُس کے ذہن میں شدید تجسّس بیدار ہو گیا تھا تب اُس نے کہا۔ "آؤ بیٹے میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ مَیں تم سے تمھاری کہانی سُننا چاہتا ہُوں۔ میرے محسن! ممکن ہے تمھاری شخصیت اِن پہاڑوں کی کہانیوں میں کچھ ایسی تبدیلیاں رُونما کر دے جو لوگوں کے لیے ناقابلِ یقین ہوں۔" عدنان اُس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ "میرے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو بابا خان؟"

"اِن پہاڑوں کے بارے میں تمھاری معلومات کہاں تک ہیں؟ یُوں لگتا ہے جیسے تم ان جنگلوں کے بارے میں بہت

کچھ بیان جھلکے ہو ورنہ اتنے اعتماد سے تم مجھے یہاں نہ لے آتے۔"

"میں نے یہاں کا چپہ چپہ چھان مارا ہے بابا خان۔ دراصل میرے ذہن میں بچپن ہی سے جنگلی درندوں سے نفرت بیٹھی ہوئی ہے۔ مجھے ان جنگلی اور وحشی درندوں کو ہلاک کر کے ایک روحانی سکون ملتا ہے بے شمار درندے میں نے ہلاک کیے ہیں خان بابا۔ آپ جانتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ دراصل میرے دادا بہزاد سلامن کو ایک وحشی درندے ہی نے ہلاک کیا تھا۔ اس لیے میرے دل میں ان کے خلاف بے پناہ نفرت ہے۔"

"تمھاری ماں کون ہے؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"سدھاشی۔ وہ میری ماں ہے ایک عظیم ماں۔"

"کہاں سے تعلق ہے اس کا؟"

"انسانوں کی اس سرزمین سے۔ میں نے اس بارے میں کبھی غور نہیں کیا۔ وہ ایک مثالی ماں ہے۔"

"کہاں رہتی ہے وہ؟"

"فرانسہ میں۔ اگر تم چاہو تو میں تمھیں اس سے ملا سکتا ہوں۔"

"میں ضرور ملوں گا بیٹے۔ میں ضرور اس عظیم عورت سے ملاقات کروں گا کیونکہ وہ میرے محسن کی ماں ہے۔"

"بابا خان۔ پتہ نہیں... کیوں تمھاری شخصیت سے میرا دل بہت زیادہ متاثر ہوا ہے یوں تو یہ میری فطرت ہے کہ کہیں بھی کسی جگہ کسی طاقت ور کو کسی کمزور پر غالب آتے دیکھوں تو میرا خون کھول اٹھتا ہے لیکن میں نے اس شخص کو ہلاک نہیں کیا بس اس لیے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ تم دونوں کے درمیان کیا دشمنی ہے۔ میں نے دور سے بس یہی دیکھا تھا کہ وہ تمھیں زیر کر کے ہلاک کر دینا چاہتا ہے اور بس میں نے اپنا فرض سمجھا کہ تمھاری مدد کروں۔"

"تم نے شیران سے کب ملاقات کی تھی بیٹے۔ میرا مطلب ہے کتنے عرصے سے تمھارے باپ سے تمھاری ملاقات نہیں ہوئی؟"

"کتنے عرصے سے۔" عدنان ہنس پڑا۔ "میں نے کبھی اس کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ بابا خان۔ میں نے کبھی اسے نہیں دیکھا۔"

"لیکن کیوں؟"

"اس لیے کہ میری ماں نے مجھے یورپ میں پرورش کیا تھا جیسا کہ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں وہیں پیدا ہوا تھا۔ مسٹر مارلینو میرے محسن ہیں۔ مسٹر مارلینو نے اس وقت میری ماں کو سہارا دیا جب وہ بے سہارا تھی۔ شیران نے ہمیں چھوڑ دیا تھا بابا خان لیکن اس کے باوجود میری ماں کہتی تھی کہ وہ قصوروار نہیں ہے بس حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے۔ میرے دل میں اسے دیکھنے کی شدید خواہش ہے بابا خان لیکن میری بدقسمتی ہے کہ میں آج تک باپ کی شکل نہیں دیکھ سکا۔"

"مارلینو سے تمھارا کیا تعلق ہے؟" بادشاہ خان پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

"وہ ہمارا محسن ہے۔ اس نے میری ماں کو بیٹی کی حیثیت سے پرورش کیا ہے۔ بڑی انوکھی کہانی ہے ہماری بابا خان اور تم یقین کرو کہ شاید تم دوسرے آدمی ہو جسے میں نے یہ کہانی سنا دی ہے ورنہ میں ہمیشہ اس سے پرہیز کرتا ہوں کہ میں لوگوں کو اپنے بارے میں بتاتا پھروں۔"

"میں اس کے لیے تمھارا شکر گزار ہوں۔ میں تمھاری ماں سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔"

"اس کے لیے مجھے مسٹر مارلینو سے اجازت لینی پڑے گی بابا خان۔ مسٹر مارلینو کا حکم ہے میرے لیے کہ میں عام لوگوں سے ذرا محتاط رہوں۔ پتہ نہیں کیوں کچھ ایسے ہی معاملات چل رہے ہیں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے یہاں۔"

"تم یورپ سے یہاں کب پہنچے ہو؟"

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا مسٹر مارلینو ہی ہم دونوں کو لے کر یہاں آ گئے تھے۔"

"مسٹر مارلینو کہاں ہیں؟"

"فرانسہ میں۔ وہ وہیں رہتے ہیں۔" بادشاہ خان چکراتے ہوئے ذہن سے بہت کچھ سوچ رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں مسٹر مارلینو سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمھاری ماں سدھاشی سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے ضرور ان سے ملاؤ۔"

"تب پھر تمھاری قیام گاہ کے لیے بھی وہی جگہ مناسب رہے گی جہاں کچھ اور لوگ پناہ گزین ہیں۔"

"کون لوگ ہیں وہ؟"

"بس تمھاری طرح پریشان کن حالات میں گھرے ہوئے۔ چلو میرا خیال ہے ان سے ملاقات کر کے تمھیں خوشی ہوگی...."

عدنان نے کہا اور بادشاہ خان نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی پھر وہ گھوڑے کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔ "تو پھر آؤ چلیں۔"

"کیوں۔ کیا تمھاری تھکن دور ہو گئی؟"

"ہاں۔ اس فرحت بخش پانی نے میرے بدن سے ساری تھکن نچوڑ لی اور اس کے بعد تمھاری باتوں نے۔" بادشاہ خان نے جواب دیا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ عدنان اسے لے کر چل پڑا تھا۔

کافی طویل فاصلہ طے کرنا پڑا تھا ان دونوں کو۔ اس کے بعد عدنان سلامن، بادشاہ خان کو لے کر ان پہاڑوں کے نزدیک پہنچ گیا جو فرانسہ کے عقب میں تھے اور جہاں اس نے آئیوی اور نوریز کو رکھا ہوا تھا۔ یہاں اس نے ان دونوں کے لیے تمام مناسب سہولتیں مہیا کر دی تھیں۔ گھوڑوں کو چٹانوں کی آڑ میں چھوڑ کر وہ غار کے دہانے کی طرف بڑھ گئے۔ ایک چٹان نے غار کے اس سوراخ کو اس طرح بند کیا ہوا تھا کہ اگر کوئی گزرنے والا ادھر سے گزرتے ہوئے اس جگہ کو دیکھے تو سوچ بھی نہ سکے کہ اس چٹان کے پیچھے کوئی گہرا غار موجود ہوگا۔

یہ عدنان سلامن کی کارروائی تھی۔ اس نے چٹان کو سرکایا اور اندر موجود آئیوی اور نوریز چونک پڑے۔ عدنان نے ان لوگوں کو اسلحہ مہیا کر دیا تھا چنانچہ جب عدنان نے اندر قدم رکھا تو اندر سے نوریز کی آواز سنائی دی۔ "خبردار اپنے ہاتھ بلند کر لو ورنہ پورا بدن گولیوں سے چھلنی ہو جائے گا۔" لیکن پھر اس نے عدنان کو پہچان لیا اور پھر مسکراتا ہوا بولا۔ "یہ الفاظ دراصل میں نے رٹ لیے ہیں۔ مسٹر عدنان اس کے لیے میں۔" اور دفعتاً ہی وہ خاموش ہو گیا۔ اس کی نگاہ بادشاہ خان پر پڑ گئی تھی۔ غار گو کہ اندر سے بند تھا لیکن اندر اس میں ایسے رخنے موجود تھے جن سے ہوا اور روشنی غار میں پھیل جاتی تھی اور دن کی روشنی میں غار خاصا منور رہتا تھا۔

بادشاہ خان کے لیے یہ دن حیرتوں کا دن تھا۔ اس دن... نے آج اس کے لیے بہت سے فیصلے کیے تھے۔ شیران کے ہاتھوں شکست، شیران کے بیٹے کے احسان اور پھر ان دونوں کا مل جانا جن کی تلاش میں وہ پاگلوں کی طرح بھٹک رہا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ دفعتاً نوریز کے حلق سے آواز نکلی۔ "بابا خان۔" اور اس کے بعد وہ دوڑ کر آگے بڑھا اور بادشاہ خان سے لپٹ گیا۔ آئیوی سرد نگاہوں سے بادشاہ خان کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں بھی بادشاہ خان کے لیے کچھ برائی آ گئی تھی کیونکہ نعمان خان نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ بادشاہ خان نے نوریز کو بھینچ لیا۔ عدنان اب حیرت سے ان ان دونوں کو دیکھ رہا تھا پھر اس کی آواز ابھری۔ "اگر یہ سب کچھ ہوا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی کا بہترین کارنامہ انجام دیا ہے۔ تم دونوں کا آپس میں کیا تعلق ہے؟"

"یہ میرے بابا خان ہیں۔"

"وہ تو میرے بھی ہیں یہ کون سی نئی بات ہوئی؟" عدنان نے کہا۔

"یہ میرے دادا جان ہیں۔" نوریز بولا۔

"اوہ۔ یہ بات میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ میرے دادا کا نام بہزاد سلامن تھا۔" عدنان نے جواب دیا۔

"آئیوی میری بیٹی! میری بچی۔" بادشاہ خان نے آئیوی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور آئیوی سر جھکائے ہوئے آگے بڑھ آئی۔ نعمان خان کے کہنے سے پہلے وہ بادشاہ خان کا دل سے احترام کرتی تھی کیونکہ وہ نہ صرف اس کے باپ کا دوست تھا بلکہ ایک طرح سے اس کا محسن بھی تھا جس نے نعمان خان کو اس کی زندگی میں شامل کر کے اس پر احسان کیا تھا لیکن شوہر کی محبت دنیا کی ہر محبت سے زیادہ تھی اس کے دل میں چنانچہ نعمان خان کی کہی ہوئی باتوں کو آج بھی اپنے دل کی چبھن سمجھتی تھی۔ تاہم بادشاہ خان کا احترام اسے نہ روک سکا اور وہ بادشاہ خان کے قریب پہنچ گئی۔

بادشاہ خان نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے عدنان کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو یہ ہیں وہ تمھارے پناہ گزیں جنھیں تم نے پناہ دی ہے۔"

"ہاں۔ بابا خان اور یہ جان کر مجھے بے انتہا خوشی ہوئی کہ ان کا تعلق تم سے ہے۔ کیا تم بھی تمانہ ہی کے رہنے والے ہو؟"

"ہاں۔ بیٹے۔ مگر انھیں بھی کیا تم نے اسی خونخوار شخص سے حاصل کیا ہے؟"

"نہیں بابا خان اس شخص کو تو میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔"

"تو یہ تمھیں کہاں سے ملے؟"

"آٹھ دس آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد میں انھیں ان کے چنگل سے نکالنے میں کامیاب ہوا ہوں۔" عدنان نے کہا اور پھر پوری کہانی بادشاہ خان کو سنا دی۔

"اوہ۔ اوہ ان لوگوں کے پاس سے کچھ چیزیں حاصل کی ہیں تم نے؟"

"کیا مطلب بابا خان؟"

"مطلب یہ کہ ان کے چہرے کیا وہ مقامی لوگ تھے؟"

"ہاں۔ بابا خان مقامی ہی تھے۔"

"ان کے لباس وغیرہ کی تلاشی لی تم نے؟"

"نہیں بابا خان۔ اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ بھلا کیا ضرورت پڑی تھی؟"

"کوئی ایسی چیز جس سے اُن کی شناخت کی جا سکے؟" بادشاہ خان نے تجسس سے کہا۔

"مَیں نہیں جانتا۔ البتہ اُن کے کچھ ہتھیار مَیں نے اِن لوگوں کے لیے اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔"

"کہاں ہیں وہ مجھے دکھاؤ؟" بادشاہ خان نے کہا اور اُن لوگوں کے ہتھیار بادشاہ خان کے حوالے کر دیے گئے۔ بادشاہ خان نے غور سے ان پستولوں کو دیکھا اور اُس کے ہونٹ بھنچ گئے گویا اُس کا دوسرا اندازہ درست تھا۔ یہ پستول اس ملک کے بنے ہوئے تھے جس کے لیے بادشاہ خان کام کر رہا تھا۔ تو یہ تنظیم کا کام تھا۔ بادشاہ خان نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

اِن لوگوں پر وہ کچھ اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا پھر اُس ... نے عدنان کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "عدنان بیٹے بہتر یہ ہے کہ تم ہمیں فوراً فرانہ لے چلو۔"

"اس کے لیے مَیں مجبور ہُوں خان بابا۔ تم چاہو تو یہاں انتظار کر سکتے ہو۔ مَیں کل تک تمھیں اپنے گھر لے جا سکتا ہُوں۔ مسٹر مارلینو سے گفتگو کیے بغیر یہ میرے لیے ممکن نہیں ہوگا۔" عدنان نے کہا اور مارلینو کا نام سُن کر آئیوی بھی چونک پڑی۔

"کون مارلینو؟" اُس نے سوال کیا۔

"بادشاہ خان جانتا تھا کہ... آئیوی ڈاکٹر بریٹو کی بیٹی ہے اور یقیناً ڈاکٹر بریٹو کی موت کی وجہ جانتی ہوگی۔ اُسے علم ہوگا کہ مارلینو ہی ڈاکٹر بریٹو کی موت کا ذریعہ بنا ہے۔ چنانچہ اُس نے بات پلٹنے کے لیے کہا "نہیں آئیوی جو کچھ تم سمجھ رہی ہو اُسے ذہن سے نکال دو۔ یہ وہ مسٹر مارلینو نہیں ہیں۔" بادشاہ خان کے اِس جواب پر آئیوی خاموش ہو گئی۔ کافی دیر تک عدنان اُن کے درمیان رہا۔ وہ اِن لوگوں سے پہاڑوں کے سلسلے میں گفتگو کرتا رہا تھا پھر اُس نے آئیوی سے کہا۔ "ممی! آپ اپنے معزز مہمان کی خاطر مدارت کریں۔ آپ لوگوں نے جو مشن میرے سپرد کیا ہے میں اُس کے لیے چلتا ہُوں۔"

"تم بے فکر رہو عدنان! یہاں ہم لوگ بہت اچھی طرح ہیں۔ بس تم میری ملاقات مسٹر مارلینو سے کرا دو۔" بادشاہ خان نے کہا اور عدنان اِن لوگوں سے رُخصت ہو کر باہر نکل گیا۔

بادشاہ خان کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ مارلینو اس کا دُشمن، لیکن آج صُورتِ حال کچھ اس طرح ہو گئی تھی کہ وہ آج اپنے دُشمنوں کی پناہ میں تھا۔ ایک بڑے دُشمن سے اپنے وطن کو بچانے کے لیے، وہ اپنے چھوٹے چھوٹے دُشمنوں کا سہارا لینے پر مجبور تھا۔ اُس نے اپنی اَنا توڑ دی تھی۔ بادشاہ خان اب وہ بادشاہ خان نہیں تھا جس کی ہیبت سے پہاڑ کانپتے تھے۔ اب وہ ایک عام انسان تھا اور جب اُس نے یہ حیثیت قبول کر لی تھی تو یہ چھوٹے چھوٹے دُشمن اُس کے لیے کچھ نہ رہے تھے۔

مارلینو سے ملاقات کر کے وہ اُس کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آج وہ ایک ایسے دُشمن سے سہارا مانگنے پر مجبور ہو گیا تھا جس کو اُس نے کبھی خود بے بسی سے موت سے ہمکنار کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ بے عزّتی کی انتہا تھی لیکن بادشاہ خان اب ہر قسم کی بے عزّتی کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ وطن کی مٹّی کی سوندھی بُو اس کی رُوح میں رچ بس گئی تھی اور اب اس سے زیادہ اُسے کوئی شے عزیز نہیں تھی۔

❀

عدنان فرانہ میں داخل ہو گیا۔ اُسے زیادہ فاصلہ طے کرنا نہیں پڑا تھا۔ محل میں پہنچ کر اُس نے اپنا گھوڑا ملازموں کے حوالے کیا اور مارلینو کی تلاش میں اندر چل پڑا۔ سدھاشی محل ہی میں رہتی تھی۔ اس وقت بھی وہ دائیں سمت کے باغ میں چہل قدمی کر رہی تھی۔ عدنان کے گھوڑے کو اس نے اندر آتے ہُوئے دیکھ لیا تھا۔ عدنان پر نظر پڑتی تو اُس کی آنکھیں خود بخود جُھک جاتی تھیں کہ کہیں عدنان کو نظر نہ لگ جائے۔ ایسا ہی گبھرو اور شاندار جوان تھا وہ، بہرطور وہ پھر اندر چل پڑی لیکن عدنان، مارلینو کو تلاش کرتا ہُوا اُس کے کمرے تک پہنچ گیا تھا۔

مارلینو، عدنان کو دیکھ کر مسّرت سے کھل اُٹھا۔ "آؤ عدنان کیا ہو رہا ہے؟"

"آپ کی شہنشاہی میں عیش مسٹر مارلینو۔" عدنان نے جواب دیا۔

"بیٹھو! سیر و شکار میں کیسا وقت گزر رہا ہے؟"

"بہت شاندار۔"

"کب واپس آئے؟"

"ابھی ابھی! سیدھا آپ ہی کے پاس آ رہا ہُوں۔"

"کوئی خاص بات تو نہیں۔"

"خاص ہی بات ہے مسٹر مارلینو۔" عدنان نے کہا اور مارلینو چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"کیا خاص بات ہے؟"

"مسٹر مارلینو! دراصل۔" ابھی عدنان اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ سدھاشی اندر داخل ہوئی۔

"ہیلو ممی کیسی ہیں آپ؟"

"ٹھیک ہُوں۔ تمھیں آتے ہُوئے دیکھ لیا تھا مَیں نے۔"

"آیئے ممی تشریف رکھیے۔ مَیں آپ کو دلچسپ واقعہ سُنانا چاہتا ہُوں۔"

"کیا بات ہے بھئی مجھے تجسس کا شکار کر رہے ہو تم۔ جلدی بتاؤ؟"

"مسٹر مارلینو۔ چند روز پہلے مَیں نے سیر و شکار کرتے ہُوئے ایسے لوگوں کو دیکھا جو ایک غار کے نزدیک مسلح پہرہ دے رہے تھے۔ غار سے مَیں نے ایک بچّے کو نکلتے ہُوئے دیکھا جس کی عمر زیادہ نہیں تھی جو بہت خوبصورت، بہت دلیر اور تندرست و توانا ہے۔ عدنان پُوری کہانی ان دونوں کے سامنے سنانے لگا۔ اس نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی اُنھیں سُنا دی اور بادشاہ خان کا نام سُن کر مارلینو کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا۔

اس پُوری کہانی میں جو واقعات پیش آئے تھے، مارلینو نے اِن کی حقیقت کو سمجھ لیا تھا اور وہ شخص اس کے ذہن میں چکرا رہا تھا جو بادشاہ خان کو ختم کر دینے کا خواہش مند تھا۔ یہ بڑی دلچسپ، بڑی عجیب اور بڑی حیرت انگیز بات تھی اور کسی حد تک سنسنی خیز بھی۔

مارلینو چونکہ شیران کے بارے میں معلومات حاصل کر چکا تھا اور اُسے علم تھا کہ شیران اِن ہی اطراف میں موجود ہے اس لیے اِس کو یقین ہو گیا کہ وہ شیران ہی ہو گا جو بادشاہ خان کو ختم کرنے کے درپے تھا لیکن اپنے بیٹے کے ہاتھوں شیران نے زندگی میں پہلی بار شکست کھائی۔

مارلینو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ مسّرت کا اظہار کرے یا حیرت کا۔ ویسے اسے اس خطرناک صُورتِ حال کا بھی اندازہ تھا جو عدنان نے شیران کو اپنا دُشمن بنا کر پیدا کر لی تھی۔ شیران جس قسم کا آدمی تھا مارلینو اس سے اندازہ لگا سکتا تھا کہ شیران اپنا انتقام لیے بغیر نہیں چھوڑے گا کیونکہ یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ عدنان اس کا بیٹا بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح عدنان بھی شیران سے ناواقف تھا۔

مارلینو نے جو کچھ کرنا تھا سوچ سمجھ کر کرنا تھا چنانچہ اُس نے بہت غور و خوض کے بعد کہا۔ "تو بادشاہ خان مجھ سے ملنا چاہتا ہے؟"

"ہاں۔ مَیں آپ سے اجازت لیے بغیر اُسے یہاں نہیں لا سکتا تھا۔"

"اُسے فوراً یہاں تک لے آؤ۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے اور سنو تمھارے ساتھ اور لوگ بھی جائیں گے جو اُنھیں آسانی سے یہاں تک پہنچانے کا بندوبست کر دیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر مارلینو! میرا خیال ہے ہمیں یہ کام کر لینا چاہیے۔" اور مسٹر مارلینو نے کسی کو بُلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔ آنے والے کو اُس نے کچھ ہدایات دیں۔ عدنان سلامت اتنی دیر مارلینو کے سامنے بیٹھا رہا تھا۔ سدھاشی خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی تب مارلینو نے سدھاشی سے کہا۔ "تم جانتی ہو نا اس بادشاہ خان کو؟"

"ہاں مسٹر مارلینو۔ مَیں جانتی ہُوں۔" سدھاشی آہستہ سے بولی۔

"کمال ہے، سارے لوگ ایک دُوسرے سے شناسا ہیں، بڑی دلچسپ بات ہے۔"

"تم نے عدنان بہت ہی عمدہ کام کیا ہے جو میرے راستوں میں معاون ثابت ہوگا۔" مارلینو کی آنکھیں کسی خیال کے تحت چمک رہی تھیں۔

ایک بڑی گاڑی عدنان کو لے کر چل پڑی۔ آٹھ مسلح آدمی اس گاڑی میں موجود تھے۔ خاص قسم کی گاڑی تھی جو پہاڑی راستوں پر بھی بآسانی چل سکتی تھی۔ اِس کے باوجود وہ اس جگہ تک نہیں پہنچ سکی تھی جہاں عدنان نے اِن لوگوں کو دیکھا تھا اس سے تقریباً ایک فرلانگ اِدھر ہی رُکنا پڑا کیونکہ آگے کے راستے ایسے ناہموار تھے کہ ان تک گاڑی کو نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔

عدنان اپنے ساتھ چھ آدمیوں کو لے کر چل پڑا اور فاصلہ اُنھیں پیدل ہی طے کرنا پڑا تھا جب وہ اس غار کے نزدیک پہنچا تو اُس نے اپنے آدمیوں کو اِدھر اُدھر منتشر کر دیا اور اس کے بعد وہ غار میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ خان اُسے دیکھ کر کھل اُٹھا تھا۔ نوریزا اور آئیوی بھی اس دوران کافی گفتگو کر چکے تھے۔ اِن کے ذہن بادشاہ خان کی طرف سے صاف ہو گئے تھے اور

آئیوی کو دُکھ تھا کہ نعمان خان، بادشاہ خان کی طرف سے غلط فہمیوں کا شکار ہُوا۔

عدنان اُنھیں ساتھ لے کر چل پڑا۔ مسلح محافظ چاروں طرف نگاہ رکھے ہُوئے تھے اور اس کے بعد وہ وین تک پہنچ گئے۔ بند وین میں اُنھیں بٹھایا گیا اور وین واپس چل پڑی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں سے مشین گنوں کی نالیں باہر جھانک رہی تھیں۔

مارلینو نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی تھی کہ کسی بھی خطرے پر وہ تکلف سے کام نہ لیں اور ان لوگوں کو یہاں تک پہنچانے کا باحفاظت بندوبست کریں لیکن یہ سب بھی نہیں دیکھ سکے تھے کہ بہت دور ایک بلند ٹیلے پر ایک دیو قامت انسان ان کی جانب نگراں ہے اور کینہ توز نگاہوں سے اُنھیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے عدنان، بادشاہ خان، نور یزا اور آئیوی کو ان مسلح افراد کی حفاظت میں یہ راستہ طے کرتے ہُوئے دیکھا تھا اور پھر بند گاڑی کو بھی دیکھا تھا جس کا رُخ فرانہ کی طرف تھا۔

ان سب کو دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں نفرت کی آگ روشن ہوگئی تھی وہ شیراں تھا۔

مارلینو نے جن لوگوں کو عدنان کے ساتھ بھیجا تھا وہ اس کے خاص لوگوں میں تھے۔ بند گاڑی کا انتخاب بھی اسی لیے کیا گیا تھا کہ عام لوگوں کو نئے مہمانوں کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو۔ جس جگہ مہمانوں کا استقبال کیا جانے والا تھا وہاں بھی مارلینو کے خاص آدمی تعینات تھے اور اُنھیں ہدایت تھی کہ مارلینو کی اجازت کے بغیر وہاں پرندہ بھی پَر نہ مار سکے۔

فرانہ کے اس محلِ خاص کے ایک مخصوص حصّے میں مارلینو نے مہمانوں کا استقبال کیا تھا۔ آج مارلینو کا قد عام دنوں سے زیادہ لمبا تھا۔ وہ بہت چست و چالاک اور توانا نظر آ رہا تھا....

بادشاہ خان نے وین سے اُتر کر اُسے دیکھا اور اُس کے دل پر ایک شدید ضرب لگی۔ برسوں پہلے وہ خونی ڈرامہ اُسے یاد آ گیا تھا۔ مارلینو کے نقوش نہیں بدلے تھے۔ وہی سادہ چہرہ تھا جو آٹھ درندوں سے رحم کی بھیک مانگ رہا تھا جو اُس کی زندگی کے درپے تھے۔

بادشاہ خان اپنی جگہ کھڑا رہ گیا۔

مارلینو ایک قد آور دیو کی مانند کھڑا ہُوا تھا پھر اُس کے بدن میں جنبش ہُوئی اور وہ آگے بڑھ کر بادشاہ خان کے نزدیک پہنچ گیا۔ "آؤ بادشاہ خان۔ فرانہ کے اس محل میں تم اجنبی نہیں ہوگے۔ تمھارے گھر میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہُوں۔"

"کیا میں تم سے ایک دوستانہ مصافحہ کر سکتا ہُوں؟" بادشاہ خان نے پھسپھسی آواز میں کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" مارلینو نے ایک ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھایا اور بادشاہ خان نے اپنا چوڑا ہاتھ آگے بڑھا کر مارلینو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اُس نے گردن قدرے خم کر کے ہاتھ کو جو جھٹکا دیا تو مارلینو کا مصنوعی ہاتھ بازو سے اُکھڑ کر اس کے ہاتھ میں آ رہا۔

بادشاہ خان کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ وہ بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اُسی وقت عدنان تیزی سے آگے بڑھا اور بادشاہ خان کے ہاتھ سے وہ مصنوعی ہاتھ لے کر بولا۔ "اوہ خان بابا۔ دراصل مسٹر مارلینو کے چاروں ہاتھ پاؤں مصنوعی ہیں۔"

مارلینو قہقہہ لگا کر دُوسری طرف مُڑ گیا تھا۔ اُس نے نور یزا کی طرف دیکھا اور اُس کے قریب پہنچ کر بولا۔ "بادشاہ خان کے پوتے تمھیں یہ تماشا پسند آیا؟"

"کیا یہ حقیقت ہے مسٹر مارلینو؟" نور یزا متحیرانہ نگاہوں سے مارلینو کو دیکھ کر بولا۔

"ہاں میرے بچے۔ یہ حقیقت ہے۔" مارلینو نے کہا۔ چند گز کے فاصلے پر لوہے کا ایک انتہائی وزنی گولا پڑا ہُوا تھا جسے اُس کی جگہ سے ہلانا ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں تھی، مارلینو نے وہ وزنی گولا کسی معمولی سے پتھر کی مانند اپنے ہاتھ میں اُٹھا لیا اور پھر اسی ہاتھ کی مدد سے اُسے دُور پھینکتے ہُوئے بولا۔ "میرے دونوں ہاتھ اور پاؤں مصنوعی ہیں مگر تمھارا بابا خان بہت طاقت ور ہے۔ آؤ بادشاہ خان اندر آؤ۔"

بات کسی اور کی سمجھ میں آئی ہو یا نہ آئی ہو لیکن بادشاہ خان پانی پانی ہوگیا تھا۔ ایک وسیع و عریض ڈائننگ ہال میں پہنچ کر مارلینو نے کہا۔ "بیٹھو بادشاہ خان۔ یہاں تم بالکل محفوظ ہو۔"

"شکریہ مارلینو۔"

"تم بھی بیٹھو بیٹی۔ عدنان لاؤ میرا بازو میرے شانے پر کس دو یہ سب اس میں اُلجھ گئے ہیں۔"

"اوہ، ہاں مسٹر مارلینو۔" عدنان نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد مارلینو کا بازو اس کے شانے پر فٹ ہوگیا۔

"آپ کے یہ ہاتھ پاؤں کہاں گئے مسٹر مارلینو؟" نور یزا نے پوچھا۔

"کبھی فرصت سے بتا دیں گے ان کے بارے میں بیٹے۔ سناؤ بادشاہ خان کیسے مزاج ہیں؟"

"انتہائی کسمپرسی اور پریشان حالی کی کیفیت میں تمھارے پاس آیا ہُوں مارلینو تمھارے رحم و کرم پر ہُوں۔ تمھارے وجود کے سائے تلے پناہ لینا چاہتا ہُوں۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"مارلینو اپنی زندگی سے زیادہ تمھاری حفاظت کرے گا دوست۔ آٹھ ہزار وفا شعار تمھارے گرد حصار ہیں خود کو تمام وسوسوں اور پریشانیوں سے آزاد کر لو۔" مارلینو کا رویّہ بدل گیا۔

بادشاہ خان شرمسار نگاہوں سے مارلینو کو دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اگر تم مجھ پر احسان کرنا چاہتے ہو مارلینو تو پھر تمھیں میرے بارے میں تفصیلات سُننا ہوں گی۔"

"مہمان ہو بادشاہ خان مہمانوں پر احسان نہیں کیا جاتا بلکہ وہ قابلِ احترام ہوتے ہیں۔ تمھاری بہو اور تمھارا یہ پوتا میرے لیے میری اولاد ہی کی مانند ہیں۔ ابھی مَیں ان لوگوں کو سدھا شی کے حوالے کر دینا چاہتا ہُوں۔ سدھا شی میری بیٹی ہے۔ عدنان یہ تمھارا فرض ہے کہ مہمانوں کو اندر لے جاؤ اور ان کی ایسی خاطر مدارت کرو کہ اُنھیں اندازہ ہو جائے کہ تم پہاڑوں کے بیٹے ہو۔"

"جو حکم مسٹر مارلینو۔" عدنان نے کہا۔ بادشاہ خان شاید یہی چاہتا تھا کہ باقی لوگ وہاں سے چلے جائیں جب عدنان ان سب کو لے کر باہر نکل گیا تو بادشاہ خان نے مارلینو سے کہا۔ "کیا تم میرا مقصد سمجھ گئے تھے مارلینو؟"

"ہاں بادشاہ خان مَیں محسوس کرتا ہُوں کہ تم تنہائی میں کچھ کہنا چاہتے تھے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں مسٹر مارلینو، وہ معصوم دیہاتی آج بھی مجھے یاد ہے جس کے ساتھ ہم نے وحشیانہ سلوک کیا تھا اور مارلینو اس کے بعد تمھیں جو کچھ ملا وہ بھی میرے علم میں آ چکا تھا۔ مَیں نے ہمیشہ تمھارے خطرے کو اپنی شہ رگ سے قریب محسوس کیا تھا اور اس کے لیے مَیں نے بینکاک میں اِن سب کی میٹنگ بھی بُلائی تھی اور ان سے کہا تھا کہ وہ مارلینو کو فنا کرانے کے لیے اپنی اپنی ذمّے داریاں پُوری کریں ورنہ ایک دِن مارلینو اُنھیں ہلاک کر دے گا۔ مسٹر مارلینو آپ یقین کریں کہ اگر مجھے کبھی موقع مل جاتا اور آپ میرے بازوؤں کے حلقے میں آ جاتے تو مَیں سب سے پہلا فرض آپ کو ختم کرنا سمجھتا لیکن تقدیر نے مجھے یہ موقع نہیں دیا اور نہ ہی ہمارا اور آپ کا ٹکراؤ ہُوا۔

اس کے بعد ایک اور کھیل شروع ہوگیا۔ یہ کھیل شیراں کا تھا۔ شیراں نے آپ کا آلۂ کار بن کر ان کئی افراد کو قتل کر دیا جو آپ کو نقصان پہنچانے کے ذمّے دار تھے اور مَیں نے یہ محسوس کیا کہ دو مضبوط دُشمن آپس میں مل گئے ہیں۔ مَیں نے آپ لوگوں کے خلاف جو کارروائی ممکن ہو سکتی تھی کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا پھر فیروز خان کا ایک اور بیٹا رزاق خان شیراں کے ہاتھوں مارا گیا۔ ہاں مسٹر مارلینو میری معلومات محدود نہیں رہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ بھی میرے اور شیراں کے رشتے سے لاعلم نہ ہوں گے۔ ہمارے درمیان گہری دُشمنی کی بنیاد ہے اور مَیں نے ساری زندگی انگاروں پر گزاری ہے۔ میری زندگی کا سب سے بڑا زخم شیراں تھا۔ مسٹر مارلینو مَیں وحشت و بربریت کی اس شاہراہ پہ آج سے چند روز پہلے تک دوڑتا رہا ہُوں اور یہ حقیقت ہے کہ بادشاہ خان وہ بادشاہ خان نہیں رہا جو آج سے چند روز پہلے تھا اور اس کی وجہ یہ تھی مسٹر مارلینو کہ وہ تنظیم جس کے بارے میں مجھے علم ہے کہ اب آپ بھی اِس کے رُکن ہیں۔ ان پہاڑوں میں آباد لوگوں کو تباہ و برباد کر کے یہاں اپنے مقاصد کی تکمیل چاہتی ہے۔ مسٹر مارلینو کیسی احمقانہ بات ہے بادشاہ خان کی کہ جس تنظیم کے آپ رُکن ہیں اور ان پہاڑوں کے لیے آپ کے سینے میں کوئی ایسا جذبہ نہیں ہو سکتا جس کا تعلق جذبات سے ہو لیکن اِس کے باوجود بادشاہ خان آپ کے پاس ایسی تنظیم کے خلاف امداد حاصل کرنے کے لیے حاضر ہُوا ہے۔

بات یہ ہے مسٹر مارلینو کہ مَیں بے بس ہو چکا ہُوں مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تنظیم کے گھناؤنے ہاتھ تیمانہ کو اپنی گرفت میں لے چکے

ہیں۔ ہتھانہ کا شیرازہ منتشر ہوگیا ہے نعمان خان میرا بھتیجا اور میرے بقیہ بھتیجے مجھ سے بدظن ہو چکے ہیں اور اس کی وجہ آئیوی اور نورتریز کا اغوا تھا جس کا شبہ میری طرف مبذول کر دیا گیا۔ میں پوری زندگی تنظیم کا وفادار رہا ہوں مسٹر مارلینو لیکن یہ نہیں جانتا تھا میں کہ تنظیم میرے وطن کے لوگوں کو نیست و نابود کر دینے کے منصوبے بنا رہی ہے۔

ہاں مسٹر مارلینو اگر مجھے یہ بات ابتدا ہی سے معلوم ہو جاتی تو شاید میں تنظیم کے خلاف ایک طویل منصوبہ بندی کرتا اور بالآخر میں اُسے ناکام کر دیتا۔ ایک علیحدہ وطن کے نام پر ہمیں غلامی کا تاج پہنایا جا رہا ہے۔ ابتدا میں مجھے وہ لوگ یہ دھوکا دیتے رہے کہ میں اِن پہاڑوں کا حکمران بنا دیا جاؤں گا۔ میں نے یہ بات نہیں سوچی تھی کہ یہ طریقۂ کار ہوگا ان کا۔

بہر طور اس کے بعد میں آئیوی اور نورتریز کی تلاش میں چل نکلا۔ شیران بھی میرے ذہن میں تھا مجھے معلوم ہُوا کہ وہ ترابزان واپس آگیا ہے۔ ترابزان کے سردار داؤد نے مجھے بتایا کہ شیران بے شک یہاں آگیا ہے لیکن وہ جنگلوں میں بھٹکتا پھرتا ہے میں اُلجھنوں اور پریشانیوں میں ڈوبا ہُوا اِن اطراف سے گزر رہا تھا مسٹر مارلینو کہ مجھے شیران مل گیا۔ شیران نے مجھے صحیح معنوں میں بے دست و پا کر دیا۔ اِس کی وجہ شاید یہ ہے مسٹر مارلینو کہ آپ میری عمر کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میرے قویٰ دیکھنے میں بہتر ضرور ہیں لیکن میرے اندر اب وہ چستی اور تیزی نہیں رہی ہے۔

شیران مجھے اپنی دُشمنی کی بُنیاد پر نہیں بلکہ مارلینو کے نام پر ہلاک کرنا چاہتا تھا اور اس وقت جب کہ اُس نے مجھ پر قابو پا لیا تھا اور یوں سمجھو کہ میرا آخری وقت تھا کہ عدنان سلامن نے مجھے شیران کے ہاتھوں سے بچایا اور شیران کو بے بس کر کے مجھے وہاں سے لے کر فرار ہو گیا۔ اس کے بعد اُس نے مجھے ان دو لڑکوں سے ملایا جنھیں اس نے تنظیم کے ارکان کے ہاتھوں سے آزاد کرایا تھا یعنی آئیوی اور نورتریز کو اور اس کے بعد مسٹر مارلینو بھلا عدنان سلامن کا پاؤں میری گردن پر کیوں نہ ہوتا اُس نے مجھے میری بیوی اور میرا پوتا دے دیا تھا۔ ہاں مسٹر مارلینو میں تھک چکا ہوں اس دُنیا سے اب لڑنے کی قوت نہیں پا رہا اپنے اندر پہاڑوں میں سربلند رہا ہُوں لیکن اب میری گردن اتنی جُھک گئی ہے کہ میں زمین بوس ہُوا چاہتا ہُوں ایسے حالات میں جب مجھے معلوم ہُوا کہ عدنان سلامن تمھارا پروردہ ہے تو میں حیران رہ گیا۔ عدنان نے مجھے بعد میں یہ بھی بتایا کہ وہ شیران کا بیٹا ہے۔

بات حیرانی کی ضرور تھی اور اس بات پر مزید حیرت تھی مجھے کہ دونوں باپ بیٹے مدِ مقابل آئے لیکن ایک دُوسرے کو پہچان نہیں سکے۔ یہ راز میرے ذہن میں اب تک راز ہے اور میں نہیں جان سکا کہ ایسا کیوں ہُوا۔ بہر طور ان تمام اُلجھنوں کو لے کر میں تمھارے پاس آیا ہُوں مجھے بتاؤ مارلینو تم بھی صاحبِ وطن ہو تمھارا اپنا بھی ایک علاقہ ہے۔ گانگ ہُو کے بارے میں میں جانتا ہُوں وہاں تمھاری حکومت ہے تم مجھے بتاؤ کیا میں حق بجانب نہیں ہُوں۔ ان پہاڑوں کے تحفظ میں۔ مجھے بتاؤ ان چٹانوں میں میرے آبا و اجداد دفن ہیں کیا میں ان سے غداری کروں؟

نہیں ہرگز نہیں۔ تنظیم کی وفاداری تو کیا تنظیم اگر مجھ سے میری زندگی بھی چھین لے میرے پُورے اہلِ خاندان کو تباہ کر دے تب بھی میں اُس کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی موت یا اپنے اہلِ خاندان کی تباہی سے خوفزدہ نہیں ہُوں مسٹر مارلینو لیکن ان پہاڑوں کو میں ان لوگوں کی تحویل میں نہیں دینا چاہتا۔ یہ میرے لیے مشکل ہوگا تو اگر وقت ایک صاحبِ وطن کے سامنے ایک ایسے شخص کی گردن خم ہے جس کا وطن اس سے چھینا جا رہا ہے مجھے بتاؤ مارلینو۔ کیا تم اپنی فراخ دلی سے کام لے کر۔ کیا تم اپنے خون کی بلندی صفائی اور پاکیزگی سے کام لے کر اس سلسلے میں میری مدد کر سکتے ہو؟ میں جانتا ہُوں کہ تنظیم سے غداری تم قبول نہیں کرو گے لیکن اس کے باوجود میں تم سے یہ درخواست کرتا ہُوں۔

"بادشاہ خان۔ بڑی انوکھی بڑی دلچسپ اور بڑی حیرت انگیز کہانی سُنائی ہے تم نے مجھے اور بادشاہ خان تم یہ بھی جانتے ہو کہ تم نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ کس بے چارگی کے عالم میں گزارا ہے ہاں بادشاہ خان میرے ساتھ زیادتی ہُوئی تھی۔ بہت زیادتی کی تم نے میرے ساتھ لیکن وقت گزر گیا ہے بادشاہ خان مجھے ان پُراسرار قوتوں نے سہارا دیا تھا جو انسانی تخلیق کا باعث بنتی ہیں اور پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط کر دیا اتنا مضبوط کہ آج تم میرے آگے سرنگوں کھڑے ہو۔ میں نے اپنی روایتی فراخ دلی سے کام لے کر ان پُراسرار قوتوں کے رحمدلانہ جذبے کو قبول کر کے تمھیں معاف کر دیا ہے بادشاہ خان اب میری تم سے کوئی دُشمنی نہیں ہے۔

باقی رہی شیران کی بات تو سُنو بادشاہ خان بہت بُرا انسان ہے اتنا بُرا کہ بُرائی اس پر ختم ہو جاتی ہے، اتنا بدفطرت ہے انسانیت اُس سے شرماتی ہے لیکن بادشاہ خان وہ میرا بیٹا ہے اس سے پیار ہے۔ میرے پاس آیا تھا سرکش، ضدی، مغرور کسی خاطر میں نہ لانے والا، کسی کی فکر نہ کرنے والا، اپنے دُشمن کو اُس وقت نہیں چھوڑتا جب تک اُسے فنا نہ کر دے وہ کسی کا نہیں ہے، اُس نے کسی سے پیار نہیں کیا۔ کسی کے لیے اُس کے دل میں محبت نہیں ہے

جانتے ہو اُس نے مجھ سے بہت دور رہ کر میرے مشن کی تکمیل کی۔ اس کا مقصد ہے کہ اُس کے ذہن کے کسی گوشے میں مارلینو موجود ہے اور بادشاہ خان اِنسان کی ذات میں صرف ایک ہی چیز دیکھی جاتی ہے میں نے شیران کے دل میں اپنا پیار پایا ہے اور تم یقین کرو کہ میرے اور اُس کے دل تک براہِ راست راستے آتے اور جاتے ہیں۔

تو بادشاہ خان جس وقت تنظیم نے مجھے اپنا رُکن منتخب کیا تو میں ذہنی طور پر بہت خوش تھا میں سوچ رہا تھا کہ اب میں گانگ ہُو ہی میں محدود نہیں رہوں گا بلکہ اس بڑی قوت کے سہارے پھیلوں گا۔ بادشاہ خان میرا خاندان وسیع نہیں ہے میرے اپنے عزیزوں میں کوئی باقی نہیں بچا ہے لیکن اقتدار کی ہوس ہر دل میں ہوتی ہے اپنی سربلندی کی خواہش اور پھر بھی وہ ایک ایسے آدمی کے دل میں جو ہاتھوں اور پیروں سے معذور ہو، میں اس خواہش سے مغلوب تھا۔

لیکن آہستہ آہستہ جب تنظیم مجھ پر اعتماد کرنے لگی تو اُس نے پہاڑوں کے بارے میں مجھے بتایا اگر یہ علاقہ شیران کا نہ ہوتا تو یقین کرو بادشاہ خان کہ مارلینو تنظیم کے ساتھ اتنا مخلص اور اتنا وفادار ہوتا تو پھر بھلا کیا ممکن تھا کہ تنظیم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو پاتی۔ میں تنظیم سے علیحدگی بھی اختیار کر سکتا تھا لیکن جانتے ہو میں نے علیحدگی کیوں نہیں اختیار کی، شیران کی وجہ سے کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ شیران کا وطن ہے میرے ذہن میں یہ احساس تھا کہ ممکن ہے زندگی کی آخری سانسوں تک کسی بھی وقت شیران کے دل میں وطن کی محبت جاگ اُٹھے اور اُسے یہ معلوم ہو کہ مارلینو اس کے وطن کی تباہی کا باعث بنا ہے تو ممکن ہے اُس کے دل میں مارلینو کے خلاف کوئی بال آ جائے۔ ممکن ہے اُسے پچھتاوا محسوس ہو اس بات پر کہ اُس نے مارلینو سے اتنی عقیدت کیوں رکھی؟

چنانچہ بادشاہ خان میں یہاں صرف اِس مقصد کے تحت آیا ہُوں کہ شیران کے وطن کو بچاؤں ہاں بادشاہ خان اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تنظیم کے ارادے بہت خوفناک ہیں ممکن ہے تمھیں ان ارادوں سے پُوری طرح واقفیت نہ ہو۔ وہ یہاں اپنے قدم جمانے کے بعد بہت دُور تک سفر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ملک اپنے لیے آسانیاں حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں وہ طویل عرصے سے منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ جس چھوٹے سے کام کو تم لوگ بہت چھوٹا سمجھ رہے ہو وہ بہت بڑا کام ہے اور کئی ملکوں کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے خاص طور پر ان مسلم ملکوں کو جو اطراف ہی میں ایک جگہ پھیلے ہوئے ہیں انھیں اتنا شدید خطرہ لاحق ہے کہ انھیں انسانی ذہن سوچ بھی نہیں سکتا۔

مارلینو بہت بڑی قوت نہیں ہے اور خاص طور سے اس ملک کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا لیکن میرے ذہن میں کچھ منصوبہ بندیاں تھیں۔ شیران کے بارے میں جو کہانی تم نے سُنائی ہے وہ بہت دلچسپ ہے۔ ہم لوگ شیران کو تلاش کر رہے ہیں۔ شیران ہمیں مل جائے گا تو ہم اُسے بہت عزت و احترام سے فرانہ لائیں گے اور پھر ترابزان اُس کے حوالے کر دیں گے۔ بادشاہ خان اس دوران میرے اور تنظیم کے درمیان بہت سے مذاکرات چلتے رہے ہیں۔ تنظیم کا خیال یہ تھا کہ تم بُوڑھے ہو چکے ہو سنو بادشاہ خان جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسے غور سے سُنو یہ بات آج کی نہیں ہے بہت پہلے کی بات ہے تم کیا سمجھتے ہو کیا تنظیم نے شیران کو قتل کرنے کے لیے تمھاری معاونت کی تھی؟

نہیں ہرگز نہیں جب ایڈنا ڈیمپل شیران کو ملی اور تمھارے ایما پر ملی اور مقصد یہی تھا کہ اُسے قتل کر دے تو اُسے احساس ہُوا شیران ایک انتہائی دلیر اور انتہائی شجاع نوجوان ہے چنانچہ اُس نے تنظیم سے سفارش کی کہ اگر پہاڑوں میں بُوڑھے بادشاہ خان کی جگہ شیران کو عزت و مرتبہ دیا جائے تو شیران اس کا زیادہ اہل ہے۔

چنانچہ اس کے بعد تنظیم کے ایما پر شیران کی حفاظت کی گئی اور اُسے تم سے محفوظ رکھا گیا۔ اُسے ایک آزاد اور سرکش گھوڑے کی مانند چھوڑ دیا گیا اور شیران اس دوران وحشت خیزی کرتا رہا۔ وہ بار بار تنظیم کے ہاتھ آ کر نکل جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایڈنا ڈیمپل اور موفی ماروین بھی اسی کی وجہ سے ماری گئیں لیکن پھر ایک موقعے پر تنظیم شیران کو کھو بیٹھی۔ میں نے بھی شیران کو تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اُسے نہ پا سکا۔ اس دوران تنظیم نے نعمان خان کو بھی اسی راستے پر لا کر دیکھا۔ نعمان خان بلاشبہ ایک صحیح آدمی ثابت ہُوا تھا لیکن شیران کے مقابلے پر وہ کچھ نہیں تھا۔ اس سلسلے میں تنظیم نے شیران اور نعمان خان کا سامنا کرانے کی بھی کوشش کی۔ تفصیلات تمھیں بھی معلوم ہوں گی بادشاہ خان۔ کیونکہ تم بہر طور تنظیم سے غیر متعلق آدمی نہیں ہو۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ شیران کے لیے میں نے یہ سوچا کہ اُس کے وطن کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے اور اس سلسلے میں میں نے تنظیم کی زیادہ سے زیادہ قربت حاصل کی، یہاں تک کہ مجھے وائی تھری ایٹ نے اپنا نائب مقرر کر کے اس علاقے میں پہنچا دیا۔

مجھے ہدایات دی گئیں کہ میں تم لوگوں پر بھرپور نگاہ رکھوں لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی احساسات تھے۔ عدنان سلامن، شیران کا بیٹا ہے اور اس کی تفصیل میں تمھیں نہیں بتاؤں گا بادشاہ خان لیکن یُوں سمجھ لو کہ شیران کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ دونوں باپ بیٹے ایک دُوسرے کی شکلوں سے ناواقف ہیں۔ عدنان کو یہ معلوم تھا کہ اس کے باپ کا نام شیران ہے۔ شیران سے اُسے بہت

کچھ ملا ہے لیکن اس کی ماں نے اُس کی فطرت میں وہ درندگی پیدا نہیں ہونے دی جو شیران کے ذہن میں تھی۔ انسانوں سے نفرت نہیں سکھائی گئی اب تنظیم کے ذہن میں یہی منصوبہ ہے کہ عدنان کو منظر عام پر لایا جائے اور اُسے ان پہاڑوں میں وہ عہدہ دیا جائے جو تنظیم کے کٹھ پتلی حکمران کا ہوگا۔ تنظیم کے ارکان کو یہ معلوم نہیں ہے شیران بھی یہاں تک آ چکا ہے۔ میں نے اس بات کو بڑی احتیاط سے چھپایا ہے جب کہ یہ بات میرے علم میں تھی کہ شیران یہاں موجود ہے میرے آدمی اُسے تلاش کر رہے ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ وہ تمھیں اور عدنان کو مل گیا۔ ہمارے آدمیوں کو ابھی تک نہیں مل سکا. بہر طور وہ لاابالی اور بے پرواسا انسان ہے تو میں یہ کہہ رہا تھا بادشاہ خان کہ تنظیم نے ایک منصوبہ بندی کے تحت تمھیں اور نعمان خان کو لڑانے کے لیے یہ سب کچھ کیا ہے اور اس کے آئندہ پروگرام بھی بہت خطرناک ہیں یہاں ایک علاقہ ایسا ہے بادشاہ خان جس میں تنظیم نے اپنے کام کی ابتدا شروع کر دی ہے۔

میری تازہ ترین اطلاع کے مطابق ڈیڑھ ہزار آدمی ضروری ساز و سامان کے ساتھ کالی گھاٹی کے علاقے میں پہنچ گئے ہیں اور وہاں تنصیبات کر رہے ہیں۔ یہ علاقہ دشوار گزار اور سنسان ہے ادھر انسانی قدم نہیں پہنچ پاتے۔ اُنھوں نے ایک سرحد کو اس سلسلے میں کھول دیا ہے اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ تنظیم کی طرف سے آنے والے انجینئروں کو فراہم میں طلب کر کے یہاں تین علاقوں میں ہوائی اڈے تعمیر کراؤں تاکہ تنظیم کی طرف سے کارروائیوں کا باقاعدہ آغاز ہو سکے۔

نعمان خان کے بارے میں میری اطلاع ہے بادشاہ خان کہ وہ ان سرحدوں سے نکل گیا ہے اور ہمارے ملک کے دارالخلافہ میں موجود ہے۔"

"کیا۔" بادشاہ خان اُچھل پڑا۔

"ہاں بادشاہ خان، یہ میری اطلاعات ہیں جو یقیناً غلط نہیں ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ اتنا بڑا فراڈ، اتنی بڑی جانبازی، خدا کی پناہ۔ کاش مجھے یہ بات پہلے معلوم ہو جاتی!"

"تمھیں معلوم ہو سکتی تھی بادشاہ خان وہ لوگ تم سے محتاط تھے۔"

"تو مسٹر مارلینو۔ اب تم جانتے ہو کہ ہماری کیا کیفیت ہے، مارلینو صحیح معنوں میں میں اس بات کا حقدار نہیں ہوں کہ تم سے کسی قسم کی درخواست کروں لیکن آج میں اپنے بدترین دشمن شیران ہی کے نام پر تم سے اپنے وطن کی بقا کی بھیک مانگتا ہوں۔ اس ملک کی زمینوں کا تحفظ مانگتا ہوں مارلینو، شیران کے نام پر۔"

"بادشاہ خان۔ شیران تمھارا دشمن ہے۔ اس نے تمھیں نقصان پہنچایا ہے کیا تم نے شیران سے اپنی دشمنی ختم کر دی؟"

"مارلینو۔ میں نے اب دیتا ہے اپنی دشمنی ختم کر دی ہے میرا دشمن صرف ایک ہے وہ جو میرے وطن کا دشمن ہے۔ ہاں میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے شیران پر اپنی بھتیجیوں کا خون معاف کر دیا۔ اس دنیا میں، میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا لیکن روزِ حشر مجھے یہ حق حاصل تھا کہ میں شیران کو خدا کے سامنے فریاد کر کے طلب کروں لیکن میں اپنا یہ حق واپس لیتا ہوں۔ میں شیران کو خلوص دل سے معاف کرتا ہوں اگر کبھی زندگی میں ہم دونوں آمنے سامنے ہو جائیں۔ دوبارہ کبھی ہماری ملاقات ہو جائے مسٹر مارلینو تو تم شیران سے کہنا کہ وہ بادشاہ خان کو قتل کر کے اپنا انتقام پورا کر لے۔ مارلینو کے مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کر لے۔ لیکن اُس وقت تک اُسے زندگی کی بھیک ضرور دے جب تک وہ اپنے وطن سے دشمنوں کے ناپاک قدموں کو واپس جاتے نہ دیکھ لے۔" بادشاہ خان کی آواز بھرا گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی پیدا ہو گئی تھی تب مارلینو اپنی جگہ سے اٹھا۔ اُس نے اپنا مصنوعی ہاتھ بادشاہ خان کے شانے پر رکھا اور آہستہ سے بولا "بادشاہ خان بڑے آدمی صرف تم ہی نہیں ہو وہ سب میرے سینے میں ہے آؤ دونوں گلے مل جائیں میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے بادشاہ خان جو زیادتی تم لوگوں نے میرے ساتھ کی تھی۔ وہ اب میں نے معاف کر دی ہے اور ان لوگوں کو بھی میں نے خلوص دل سے معاف کر دیا جو زندہ بچ گئے ہیں۔ سنا بادشاہ خان۔ میں نے تم سب کو خلوص دل سے معاف کر دیا ہے۔"

بادشاہ خان، مارلینو کے سینے سے لپٹ گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور اُس کی سفید لمبی داڑھی میں پیوست ہو رہے تھے۔ درحقیقت اُس کے چہرے کی تر و تازگی اب خاصی ختم ہو گئی تھی۔ مارلینو نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور اُسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ پھر اُس نے ایک ملازم خاص کو بلوا کر دونوں کے لیے مخصوص قہوہ طلب کیا۔ قہوے کی دو تین پیالیاں پینے کے بعد مارلینو بادشاہ خان سے کہنے لگا۔

"تم نہیں سمجھتے بادشاہ خان کہ ان لوگوں کا منصوبہ کیا ہے وائی تحری ایٹ خود مجھ سے ملاقات کے لیے آیا تھا۔"

"اوہ کب؟"

"بہت کم وقت گزرا ہے۔ ٹھہرو میں تمھیں ایک تماشا دکھاتا ہوں۔" مارلینو نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ پوری الماری تھی اس نے الماری کے دونوں پٹ کھولے سامنے ہی لباس ٹنگے ہوئے تھے۔ لیکن دفعتاً اُس نے ایک

دبایا اور الماری اپنی جگہ سے گھوم گئی۔

اب اُس کا دوسرا رُخ سامنے آگیا تھا اور اس رُخ پر ایک بہت ہی جدید ساخت کی مشینری فٹ تھی۔ مارلینو ایک ریورس بٹن دباتا رہا اور ایک اسپول تیزی سے گھومنے لگا۔ اسپول رک گیا تو مارلینو نے ایک سرخ بٹن آن کر دیا۔

اور چند لمحات کے بعد ڈرائنگ روم میں وائی تحری ایٹ اور مارلینو کی آواز گونجنے لگی یہ وہی گفتگو تھی جو وائی تحری ایٹ اور مارلینو کے درمیان ہوئی تھی۔

بادشاہ خان ساکت اس گفتگو کو سن رہا تھا اور اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔ تمام تر گفتگو مارلینو نے انتہائی ذہانت سے ریکارڈ کر لی تھی اور اب بادشاہ خان کسی طور اس بات پر شک نہیں کر سکتا تھا کہ پہاڑوں کی آزادی پوری طرح خطرے کی گرفت میں آ چکی تھی۔

گفتگو ختم ہو گئی تو مارلینو نے بٹن آف کیا اور الماری کو واپس اس کی جگہ پہنچا دیا۔

"یہ سب کچھ میں نے انتہائی خطرہ مول لے کر کیا ہے۔ بادشاہ خان تم سمجھتے ہو کہ اس بڑے ملک کے آگے میری حیثیت کیا ہے لیکن بہر طور زندگی میں کچھ ہی مواقع ایسے آتے ہیں کہ انسان اپنا سب کچھ گنوانے کو تیار ہو جاتا ہے۔ شاید تم نے میری اس بات سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ شیران کے لیے میرے دل میں کیا وقعت ہے؟"

"ہاں۔ بعض اوقات وہ لوگ جو زندگی بھر قابلِ نفرت رہتے ہیں اور جن کی وجہ سے ہمیشہ فتنہ و فساد پھیلتے رہتے ہیں کتنے بڑے کام کر جاتے ہیں اس کی مثال شیران کی ذات ہے۔"

"بے شک بادشاہ خان یہ سب کچھ میں نے شیران ہی کی محبت میں پیش نہیں کیا ہے۔ بہر طور چھوڑو ان باتوں کو ہم دونوں ایک ہی منزل کے راہی ہیں۔ مارلینو کا تعلق گو ان پہاڑوں سے نہیں ہے میرا خمیر اس مٹی سے نہیں اُٹھا لیکن اس کے لیے میں اتنا ہی پریشان ہوں جتنے تم ہو سکتے ہیں، ہمیں مل کر کوئی لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے۔"

"ایک بات بتائیں مسٹر مارلینو" بادشاہ خان نے کہا۔

"ہاں۔ ہاں پوچھو؟"

"کیا میری یہاں آمد کو شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا" بادشاہ خان بولا۔

"بشرطیکہ کسی کو معلوم ہو جائے۔"

"لیکن میں تو یہاں کھلم کھلا آیا ہوں۔"

"نہیں بادشاہ خان ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے چند خاص آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ اس بند گاڑی میں کون آیا ہے! اس کے علاوہ میں نے تمھارے اس مکان میں کچھ ایسی تبدیلیاں کر لی ہیں جو میری ضرورت کے مطابق ہیں۔ چنانچہ یہاں تمھیں پوشیدہ رکھنے کے لیے بہترین جگہ موجود ہے ایسی جگہ جہاں تم لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" بادشاہ خان شکر گزار نگاہوں سے مارلینو کو دیکھنے لگا پھر اُس نے کہا۔ "تو پھر اب اس سلسلے میں کیا منصوبہ ہے مسٹر مارلینو؟"

"کوئی بہت ٹھوس منصوبہ تو میرے ذہن میں نہیں ہے لیکن یہ بہت اچھا ہوا بادشاہ خان کہ ایک ایسا شخص میرے پاس آگیا جو مجھے اس سلسلے میں بہتر مشورے دے سکتا ہے۔ تمھاری مدد سے بادشاہ خان میں اس علاقے کے ایک ایک چپے کا نقشہ بناؤں گا۔ تمھاری مدد سے میں وہ سب کچھ کروں گا جو ان پہاڑوں کے مفاد میں ہوگا۔ سب سے پہلا کام مجھے یہ کرنا ہے کہ اپنے کچھ خاص آدمیوں کو نعمان خان کے پاس روانہ کر دوں گا۔ اس کے لیے تمھیں ایک پیغام دینا ہوگا بادشاہ خان۔"

"میں تمھاری ہر ہدایت پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"تو بس پھر اتنی جلدی بھی نہیں ہے آؤ میں تمھیں تمھاری رہائش گاہ دکھا دوں۔ یہاں غیر متوقع طور پر بھی لوگ آ جاتے ہیں اور پھر میں نہیں جانتا کہ تنظیم نے یہاں موجود لوگوں میں سے کس کس کو اپنا آلۂ کار بنا رکھا ہے۔ ہمیں تمام تر حالات کے باوجود محتاط رہ کر کام کرنا ہوگا اور ہر شخص سے پوری طرح چوکنا رہنا ہوگا۔ میں پہلے تمھیں اس پوشیدہ مقام تک پہنچا دوں تم جب تک یہاں رہنا پسند کرو بادشاہ خان میرے لیے باعثِ خوشی ہوگا۔ میں کسی طور تم سے منحرف نہیں ہو سکتا اب ہمارا اور تمھارا مشن ایک ہے کیونکہ ہم گہرے دوست بن چکے ہیں۔" مارلینو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ صرف تمھاری بڑائی ہے مارلینو اور میں اس تصور سے کبھی اپنے آپ کو آزاد نہیں کر سکوں گا کہ میں نے ایک بڑے انسان کے ساتھ برائی کی تھی۔"

"گزری ہوئی بات تھی اب سب کچھ بھول جاؤ جب میں نے اُسے معاف کر دیا تو تم کیوں یاد رکھتے ہو۔" بادشاہ خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مارلینو اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ بادشاہ خان نے اُنیری اور نوررز کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ کسی نے مارلینو اور بادشاہ خان کے درمیان ہونے والی گفتگو میں دخل نہیں دیا تھا۔ مارلینو نے سدھاشی سے کہا "تمھارے اوپر مہمانوں کی ذمہ داری ڈالی جاتی ہے۔ سدھاشی!"

"میں اس ذمّے داری کو خوشی سے قبول کرتی ہوں مسٹر مارلینو۔" سدھاشی نے کہا اور وہ سب اس کمرے سے باہر نکل آئے جہاں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ مارلینو ان کی رہنمائی کرنے لگا۔ بہت سے کمروں اور راہداریوں سے گزر کر وہ ایک اندرونی کمرے میں پہنچے اور مارلینو کی کسی حرکت کے باعث کمرے کا فرش نیچے بیٹھنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک عظیم الشان ہال میں تھے جہاں بہت سی مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔

"مسٹر مارلینو۔ یہ نایاب جگہ آپ نے کب دریافت کی؟ مجھے تو اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں تھیں۔" عدنان نے کہا۔

"نہیں بیٹے۔ مجھے بھی ان بے شمار غاروں کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں جو جنگلوں میں تمہاری کمین گاہیں ہیں۔" مارلینو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور عدنان مسکرانے لگا۔

"ممی۔ تمہارا یہ سپوت بہت چالاک ہے۔" اس نے کہا اور سدھاشی اسے گھورنے لگی۔

"سوری ممی۔ سوری مسٹر مارلینو۔" عدنان نے جلدی سے کہا اور نورینہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تم جانتے ہو اس کائنات میں سب سے خوفناک چیز کیا ہے؟"

"آگ۔ زلزلہ۔ سمندر یا کچھ اور؟" نورینہ نے کہا۔

"نہیں۔ میری ممی کی آنکھیں۔"

"یہ آپ کی رہائش گاہ ہے بادشاہ خان۔ یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" مارلینو نے کہا۔

"بہت عمدہ جگہ ہے۔" بادشاہ خان نے جواب دیا پھر بولا۔ "یہاں میں کس طرح آپ سے مخاطب ہو سکتا ہوں مسٹر مارلینو؟"

"آپ کو ہر لمحہ حالات سے باخبر رکھا جائے گا۔ بادشاہ خان۔ میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ آپ کے سہارے ہی اب میں قدم آگے بڑھاؤں گا۔"

"میں اس سلسلے میں سب کچھ داؤ پر لگا چکا ہوں۔ بہت ...ب ہوں میں۔"

"میرا اضطراب بھی تم سے کم نہیں ہے بادشاہ خان فکر مت کرو۔ بات کچھ گہری ہے نورینہ خان۔ فکر مت کرو۔ میں بھی تمہیں حالات سے باخبر رکھوں گا۔ ویسے یار تم دوست بہت اچھے ہو لیکن ذرا چھوٹے ہو۔" عدنان نے کہا۔

"ہاں یہ گڑبڑ تو ہے لیکن فکر مت کرو میں جلدی جلدی بڑا ہونے کی کوشش کروں گا۔" نورینہ نے جواب دیا اور سب ہنس پڑے۔ ان دونوں نے اس سنجیدہ ماحول کو خوشگوار کر دیا تھا۔ بادشاہ خان کبھی کبھی تشویش کی نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگتا تھا۔ یہ دو بدترین دشمنوں کی اولاد تھے۔ کیا آنے والا وقت انھیں دوست رکھ سکے گا۔ کیا تاریخ میں یہ عظیم الشان تبدیلی ہونے والی ہے۔ لیکن عدنان سلامن۔ وہ شیران کو نہیں پہچانتا تھا لیکن اس نے شیران کو شکست دی تھی۔ کیا ہوگا؟ کیا ہونے والا ہے؟

❀

مارلینو نے عدنان کی شکل دیکھی اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔ عدنان غور سے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے ان حالات سے لاعلم رکھنا ضروری تھا مسٹر مارلینو" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"وقت کا انتظار کر رہا تھا عدنان۔ اس دوران میں چاہتا تھا کہ تم آزاد ذہن سے اپنی زمین کا جائزہ لے لو۔" مارلینو نے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے یہی ضروری ہوگا۔ کچھ حالات جان سکتا ہوں؟"

"یقیناً وقت بھی آگیا ہے۔ میں خود تمہارے خیالات سے آگاہ ہونا چاہتا ہوں۔"

"شکریہ مسٹر مارلینو۔ بیٹھ جاؤں؟"

"ہاں عدنان۔ بادشاہ خان سے گفتگو کے دوران کسی حد تک حالات تمھیں معلوم ہو چکے ہوں گے۔"

"میں اس گفتگو کو جذباتی گفتگو قرار دیتا ہوں۔ وہ کسی بات کے جاننے کے لیے مناسب نہیں تھی۔"

"پہاڑوں کی اس سرزمین کے بارے میں تمہارے کیا احساسات ہیں؟"

"یہاں آنے کے بعد نہیں مسٹر مارلینو۔ میری ماں نے مجھے زمین کی اتنی کہانیاں سنائی ہیں کہ یہ بچپن ہی سے میرے لیے عظیم..."

"ایک بہت بڑا ملک اس زمین پر ہمارے ذریعے قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اس وقت تم اس کے مرکزِ نگاہ ہو۔" مارلینو نے ... بارے میں مکمل تفصیلات اس کی کارروائی اور اس میں اپنی ... اپنے دل کی آواز، ایک ایک چیز کی تفصیل عدنان کو بتا دی۔ ... کا چہرہ یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے چہرے ... ایک نقاب سی سرک گئی ہو اور اب وہ ایک ذہین شخص تھا پھر اس نے کہا۔

"اس سلسلے میں کیا پروگرام ہے مسٹر مارلینو؟"

"بے شمار الجھنوں کے درمیان سے گزر رہا ہوں۔ دماغ کی رگیں ڈھیلی پڑ گئی ہیں۔"

"اس سلسلے میں مجھے بھی اہم کردار ادا کرنا ہے؟"

"تمھیں خود اندازہ ہو گیا ہوگا۔"

وہ سب کچھ کر دیا تھا جو ایک باپ کی ذمّے داریاں ہوتی ہیں۔ اس نے انھیں تفصیل تو نہیں بتائی تھی لیکن کہہ دیا تھا کہ وہ ایک طویل مہم پر جا رہا ہے ہر چند کہ خان بابا یہاں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود انھیں محتاط زندگی گزارنی ہوگی۔

رزاق خان کو ساتھ لے کر وہ ہندوستان روانہ ہو گیا... ایک ہیلی کاپٹر اسے اور رزاق خان کو لے کر سرحد تک گیا تھا اور سرحد پار سے ایک دوسرے ہیلی کاپٹر نے اسے ایراوتی پیلس پہنچا دیا، جہاں ایک پوری فوج نے نئے سربراہ کی حیثیت سے اس کا استقبال کیا تھا۔ بہت بڑے بڑے فوجی افسر بھی اس کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ پروجیکٹ انچارج اور ایراوتی پیلس کے خاص رکن کلین نے بھی اس سے ملاقات کر کے اسے اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

دوسرے دن اس نے پروجیکٹ کا معائنہ کیا۔ ایٹمک پروجیکٹ کو دیکھ کر وہ بے حد متاثر ہوا تھا۔ اس نے فینک سے اس کے بارے میں بہت سی تفصیلات معلوم کیں۔ مقامی حالات میں اس کی جو ذمّے داریاں تھیں اور دورانِ تربیت اسے جن معاملات کے بارے میں بتایا گیا ان کی خبر گیری کی اور پورے معاملات سے واقف ہو کر مطمئن ہو گیا۔ رزاق خان کو یہاں بھی اس نے تفریحات فراہم کر دی تھیں۔

چھ دن مصروف رہنے کے بعد اس نے ساتویں دن سے اپنے خاص کام کا آغاز کر دیا۔ یہ مونی مارون کی موت کے سلسلے میں تفتیش تھی۔ اس سلسلے میں کلین اس کا سب سے اچھا معاون ثابت ہوا تھا۔

کلین نے مونی مارون کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے شیران کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور کہا۔ "یہ درست ہے جناب کرانی ایراوتی شیران کو محفوظ رکھنا چاہتی تھیں۔"

"وہ اس سے متاثر تھی؟"

"بہت زیادہ اور جب میڈم ڈمپل یہاں آئیں تو رانی صاحبہ نے شیران کو سانگل کے علاقہ میں بھجوا دیا تاکہ اس کا تحفظ ہو سکے۔"

"شیران کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"ایک ایسا شخص جو مافوق الفطرت ہستی رکھتا ہے۔ وہ انسانوں کی کون سی قسم ہے۔ اس کا اندازہ میں نہیں لگا سکا۔"

"ایراوتی کے قتل کی تفتیش کون کر رہا ہے؟"

"ہندوستان بھر تک ان دونوں کی تلاش جاری ہے۔ اس قتل کا مجرم علم میں ہے اس لیے کسی خاص تفتیش کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔ ڈمپل نے ہائی کمان سے گفتگو کے رابطے ختم کر دیے تھے۔ مسٹر فینک نے انھیں کال کر دیا ہے۔"

"ہاں مجھے علم ہے کہ اس نے ٹرانسمیٹر کو تباہ کر دیا تھا۔" نعمان خان نے کہا۔

"اس کی جگہ نیا ٹرانسمیٹر لگا دیا گیا ہے۔"

"یہ سب کچھ تو ہے کلین، لیکن اینا ڈمپل اور شیران کی تلاش کے لیے کوئی مؤثر ترکیب سوچو۔"

"اینا کی تلاش کے سلسلے میں کچھ لوگ آئے تھے۔ مسٹر پیری پاول اس مشن کے انچارج تھے۔ یہاں انھوں نے سارے نقشے حاصل کیے اور پھر یہاں سے چلے گئے۔"

"اس کے بعد انھوں نے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا؟"

"ابھی تک نہیں۔"

"کوئی ایسی شخصیت جس سے مدد مل سکے۔"

"ہندوستانی حکومت ہمیں تمام آسانیاں فراہم کرتی ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں اس سلسلے میں رابطہ قائم کر لوں۔"

"کس سے رابطہ قائم کرو گے؟"

"مسٹر سیرام سے۔" مقامی سیکرٹ سروس کے انچارج ہیں۔ بہت بھلے آدمی ہیں۔"

"ان سے کہو میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" نعمان خان نے کہا اور کلین نے گردن ہلا دی۔

سیرام سے ملاقات تیسرے دن ہو سکی تھی۔ شاندار قد و قامت کا ہندوستانی نوجوان تھا۔ نعمان خان سے بڑے تپاک سے ملا تھا۔

"میں مصروف تھا لیکن جلدی جلدی اپنی مصروفیتیں نمٹا رہا تھا تاکہ آپ سے ملاقات کر سکوں۔" اس نے کہا۔

"بہت شکریہ۔ کوئی خاص بات تھی؟"

"یہی خاص بات تھی کہ آپ نئے سربراہ ہیں۔ رانی ایراوتی سے میری اکثر ملاقات رہتی تھی اور میرے لائق جو بھی خدمت ہوتی تھی، وہ مجھے بتا دیتی تھیں۔"

"مجھے بھی آپ کے تعاون کی ضرورت ہے مسٹر سیرام۔"

"میں داس ہوں مہاراج۔" سیرام نے کہا۔

"یہاں کی ذمّے داریوں کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم ذمّے داری مجھے سونپی گئی ہے۔ ایراوتی کے قاتل اور اس قبائلی شیران کی تلاش اور مجھے اس سلسلے میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"ہم دل و جان سے حاضر ہیں مہاراج۔"

"مسٹر پیری پاول سے اس سلسلے میں کوئی بات چیت ہوئی؟"

"ہاں چند روز قبل مسٹر پیری پاول کو رام نگر نامی شہر میں وہ جیپ مل گئی تھی جس میں اینا ڈمپل فرار ہوئی تھی۔"

"اوہ۔ تو ڈمپل کو وہاں تلاش کیا گیا؟"

"غیر فطری بات تھی۔ وہ ایک لمحے اس شہر میں نہ رُکی ہوگی جہاں اُس نے جیب چھوڑی تھی۔ ظاہر ہے وہ اپنا نشان نہیں دے سکتی تھی۔ وہ یقیناً جیب چھوڑنے کے بعد وہاں سے نکل گئی ہوگی۔"

"اس کے امکانات بھی ہیں کہ وہ وہاں سے نہ گئی ہو۔"

"وہ کیسے جناب؟"

"چالاک عورت اس انداز میں بھی تو سوچ سکتی ہے جس انداز میں آپ سوچ رہے ہیں مسٹر سیہ رام۔ ممکن ہے اُس نے وہیں رہ کر آپ لوگوں کو غلط راستوں پر ڈالنے کی کوشش کی ہو۔"

سیہ رام کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ "میرے خیال میں مسٹر پیری باڈل نے اُسے وہاں نہیں تلاش کیا یا پھر ممکن ہے اُنھوں نے اپنے طور پر اس امکان کا جائزہ لیا ہو۔"

"اس وقت وہ کہاں ہیں؟"

"دہلی میں موجود ہیں اور اپنا کام وہیں سے انجام دے رہے ہیں۔ ہمارے آدمی ہندوستان کے چپے چپے میں پھیل کر اُسے تلاش کر رہے ہیں۔" سیہ رام نے جواب دیا۔

"میں اِن سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس میں آپ کو کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"ہمیں اس قبائلی شیران کی بھی تلاش ہے۔ پتہ نہیں مسٹر باڈل نے اس کے سلسلے میں بھی کچھ کیا ہے یا نہیں۔"

"مجھ سے اس بارے میں کوئی گفتگو نہیں ہوئی جناب۔"

"شکریہ مسٹر سیہ رام۔ پہلے میں دہلی میں مسٹر باڈل سے گفتگو کروں گا اور اُن سے گفتگو کی روشنی میں اِن دونوں کو تلاش کروں گا۔" نعمان خان نے کہا۔

"اگر آپ پسند کریں مسٹر خان تو میرے ساتھ ہی دہلی چلیں۔ کتنا وقت لگ جائے گا آپ کو دہلی روانہ ہونے میں؟"

"زیادہ نہیں۔ یہاں کے معاملات میں تقریباً سنبھال چکا ہوں۔ اس کے بعد میرا دُوسرا قدم یہی تھا اور میں چاہتا ہوں کہ اِس سلسلے میں دیر نہ کروں۔"

"تو پھر میں آپ کا انتظار کروں گا۔ آپ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہاں سے روانگی کی تیاریاں کریں۔ ہم دونوں ساتھ ہی چلیں گے۔" سیہ رام نے کہا اور نعمان خان نے گردن ہلا دی۔ اِس گفتگو کے تیسرے دِن شام کو نعمان خان سیہ رام کے ساتھ دہلی کے لیے روانہ ہو گیا۔

❁

یہ اطمینان ہو جانے کے بعد کہ براؤن سن کم از کم تنظیم کا رُکن نہیں ہے اور اس کی تلاش میں سرگرداں ہونے والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، ایڈنا ڈمپل کو کافی سکون محسوس ہُوا تھا۔ براؤن سن کی تصویر ایک بار اُسے ایک ریکارڈ کے ساتھ فراہم کی گئی تھی۔ اس شخص کے بارے میں اُسے تفصیلات بتائی گئی تھیں اور آگاہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ اِن علاقوں میں نظر آئے تو ایڈنا ڈمپل اس پر گہری نگاہ رکھے۔ بے شمار جرائم پیشہ افراد کے بارے میں تنظیم کو معلومات رکھنا پڑتی تھیں۔ کیونکہ ایسے لوگ جو بین الاقوامی جرائم پیشہ ہوتے تھے بعض اوقات کرائے پر بھی تنظیم کے لیے حاصل کر لیے جاتے تھے اور تنظیم اُن سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھاتی تھی۔

وکٹر مورلے کا ریکارڈ طویل عرصے قبل ایڈنا ڈمپل کو بنکاک ہی میں فراہم کیا گیا تھا اور ایڈنا ڈمپل نے اس پر تھوڑا وقت صرف کیا تھا۔ یہ ضمنی کارروائی تھی اور ایڈنا ڈمپل نے اس کے بارے میں خصوصی طور پر نہیں سوچا تھا چنانچہ صرف یہی وجہ تھی کہ ایڈنا ڈمپل کو وہ فوری طور پر یاد نہیں آسکا تھا۔ ویسے براؤن سن کا اصل نام وکٹر مورلے تھا۔ یورپ اور امریکہ میں ہر بڑے چھوٹے شہر کے ہر چھوٹے بڑے اخبار میں اس کی تصویر چھپ چکی تھی۔ ٹیلی وژن پر دکھائی جا چکی تھی۔ پولیس کے پاس پہنچ چکی تھی۔ بچہ بچہ جانتا تھا کہ وکٹر ایک بہت بڑا فراڈ ہے۔ اُس نے کئی بینکوں میں بڑے بڑے ڈاکے ڈالے تھے اور بے شمار ممالک اس کے حصول کے خواہاں تھے۔

مورلے نے قانون کی محافظت کے تمام دعوے داروں کو ہر قدم پر شکست دی تھی۔ اُس نے درجنوں بینک اور ڈیپارٹمنٹل اسٹور لُوٹے تھے نجانے کتنی تجوریوں کے تالے توڑے تھے جن کے بارے میں مشہور تھا کہ کوئی نقب زن اُن کے پیچیدہ نظام کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اِن تجوریوں کے لیے جدید ترین خودکار حفاظتی انتظامات موجود تھے جو ماہرینِ فن نے لاکھوں ڈالر کا معاوضہ لے کر اپنی تمام ذہانت اور بڑی مہارت سے انتہائی رازداری کے ساتھ ایسے پوشیدہ طریقے پر نصب کیے تھے کہ عام طور پر اپنے پیشے میں مہارت یافتہ نقب زن بھی اُنھیں ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے لیکن مورلے اپنے فن کا بہت بڑا اُستاد تھا۔ لاکر تجوریاں اور اسٹرانگ رُوم اُس کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتے تھے اور کسی بھی الارم سسٹم کو ناکارہ بنا دینا اس کے لیے ناممکن نہیں تھا۔ وہ تقریباً پندرہ سال سے لُوٹ مار کر رہا تھا اور لاکھوں ڈالر نقد، ہیرے جواہرات اور نوادرات اُس کی ملکیت تھے۔ دُنیا کے پتہ نہیں کون کون سے بینکوں میں اُس کا سرمایہ موجود تھا۔ اس کے بارے میں ایڈنا ڈمپل کو جو تفصیلات فراہم کی گئی تھیں ان کا ذکر کرتے ہُوئے بتایا گیا تھا کہ وہ شاہانہ زندگی بسر کرنے کا عادی ہے اور اس کے پاس اتنا سرمایہ موجود ہے کہ وہ اپنی بقیہ زندگی سُکھ چین سے بسر کر سکتا ہے۔ وہ اگر چاہے تو دُنیا کے بہت بڑے سرمایہ کاروں میں شامل ہو کر اس سرمائے کو دُگنا چوگنا کر سکتا ہے لیکن وہ فطرتاً ڈاکو

ہے اور اپنی خطرات پسند اور مہم جو فطرت کے تقاضے سے مجبور ہو کر مسلسل اس قسم کے کاموں میں سرگرداں رہتا ہے۔ بے فکر پُرسکون زندگی کی بجائے اُسے۔۔۔ طوفانی زندگی پسند ہے۔ تنظیم ایک خاص وقت میں اُس کی جانب متوجہ ہُوئی تھی۔ اُس نے ایک بینک لُوٹنے کی ناکام واردات کی تھی اور اس میں وہ منظرِ عام پر آگیا تھا۔

لیکن فوری طور پر وہ اس علاقے سے نکل آیا اور ویسٹ انڈیز چلا گیا لیکن وہاں بھی اس کے بارے میں تفصیلات موجود تھیں چنانچہ وہ وہاں سے بھی بھاگا اور اس کے بعد اُس نے کچھ ایسے ممالک میں زندگی گزاری جو وقتی طور پر اس سے ناواقف تھے لیکن اس کی متلاطم زندگی وہاں بھی پُرسکون نہ رہ سکی اور اُس نے کچھ ایسی وارداتیں کیں کہ چند خاص حلقے اُس کی جانب متوجہ ہو گئے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایڈنا ڈمپل کو بھی اس کے بارے میں اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص کہیں بھی نظر آئے اور اُس سے کسی بھی شکل میں رابطہ قائم کیا جا سکے تو ضرور کیا جائے۔ کام کا آدمی ہے لیکن یہ کام کا آدمی اس وقت ایڈنا ڈمپل سے ٹکرایا تھا۔ جب ایڈنا ڈمپل کے پاس کوئی کام ہی نہیں رہا تھا اور وہ تنظیم سے باغی ہو کر چھپتی پھر رہی تھی۔

لیکن وکٹر مورلے کا ساتھ اُس کے لیے بے حد مُعاون ثابت ہو سکتا تھا۔ پتہ نہیں اُس نے جس مُورتی کا تذکرہ کیا ہے اس میں حقیقت ہے یا یہ سب کوئی فراڈ ہے لیکن سوچنے کے لیے تو بہت سی باتیں تھیں مثلاً یہ کہ وکٹر مورلے براؤن سن کی حیثیت سے اس سے کیوں مخاطب ہُوا ہے۔ اتنا بڑا شاطر اس چھوٹے سے شہر میں جو چاہتا کر سکتا تھا۔ ہندوستانی پولیس اتنی ذہین نہیں تھی کہ اس جیسے شاطر کو پا جاتی پھر اُس نے ایڈنا ڈمپل سے شناسائی پیدا کرنے کی کوشش کیوں کی ہے؟ اگر صرف ایک عورت کی حیثیت سے وہ اس سے متاثر ہُوا ہے تو عورت وہ تنہا ہی یہاں نہیں تھی۔ ہندوستان میں لاکھوں مواقع موجود تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اُس نے اس مُورتی کا تذکرہ بھی کچھ ایسے انداز میں کیا تھا، جس سے یہ اظہار ہوتا تھا کہ وہ ایڈنا ڈمپل کو مورتی کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

ڈمپل سوچتی رہی اور پھر اُس نے دِل میں فیصلہ کر لیا کہ وکٹر مورلے سے تعلقات بڑھانے چاہئیں۔ اگر اس کے ذریعے اُسے ہندوستان میں پوشیدہ رہنے کا کوئی بہتر موقع مل سکا تو وہ ضرور اس موقع سے فائدہ اُٹھائے گی۔ بے شک یہاں زندگی گزارنے کے لیے دولت کی ضرورت تھی۔ دولت کے بغیر کوئی بھی جگہ بالکل بے کار ثابت ہوتی ہے اور پھر ہندوستان سے نکلنے کا وہ ابھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کیونکہ یہاں شیران موجود تھا۔

ایڈنا ڈمپل شیران کے سلسلے میں جنونی ہو گئی تھی اور یہ جنون لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس کی دِلی خواہش تھی کہ کسی طرح شیران کو قابو میں کر لے اور اس کی یہ خواہش اب صرف خواہش نہ رہی تھی بلکہ ایک طرح سے زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکی تھی۔ وہ شیران کو موت کی قیمت پر بھی حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن وکٹر مورلے پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا جائے کہ وہ اُسے پہچانتی ہے۔ اس طرح وہ محتاط ہو جائے گا اور خود اس کے بارے میں سوچنے لگے گا۔

نہیں نہیں۔۔۔ مورلے کو احمق بنانا بے حد ضروری ہے اُس نے آخری فیصلہ کیا۔ دُوسرے دِن جب حسبِ وعدہ وکٹر مورلے یا براؤن سن سے اُس کی ملاقات ہُوئی تو وہ پہلے دِن سے زیادہ بیباک سے اُس کے ساتھ پیش آئی۔

"ہیلو براؤن سن کیسے ہو تم؟"

"میڈم فامینا آپ نے مجھ پر کچھ اتنی پابندیاں لگا دی ہیں کہ آپ سے بے تکلفی سے گفتگو کرتے ہُوئے بھی محتاط رہتا ہوں ورنہ دِل تو یہ چاہتا ہے کہ آپ سے اِتنی باتیں کی جائیں کہ ان کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو۔"

"اس ہوٹل میں۔ یہاں کے بور ماحول میں ہم کیا گفتگو کریں گے؟"

"تو پھر رام نگر کے اطراف بے حد حسین ہیں۔ ارے ہاں۔ میں بھُول گیا۔ کیا آپ کو اس عظیم الشان قیمتی مُورتی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کیا آپ اسے دیکھنا پسند نہیں کریں گی؟"

"کیوں نہیں!" تم نے اس انداز میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ میرے دِل میں بھی اسے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔"

"مگر افسوس آپ نے اس بارے میں میری ذرا بھی پذیرائی نہیں کی بلکہ مجھے چور قرار دیا۔" براؤن سن نے کہا۔

"سوری میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

"نہیں میڈم۔ اس سے بات نہیں بنے گی۔ دَراصل قیمتی نوادرات کے چور کو چور نہیں کہتے۔ قدردان کہتے ہیں اب آپ دیکھیے نا کہ کوئی حسین چیز کسی اور کے قبضہ میں ہو تو انسان کے دِل پر کتنا بڑا بوجھ رہتا ہے وہ شے جو اُس کی اپنی ملکیت ہونی چاہیے۔ اس سے کتنے فاصلے پر ہوتی ہے کیا یہ فاصلے برداشت کیے جا سکتے ہیں؟"

"نہیں کیے جا سکتے بابا۔ نہیں کیے جا سکتے۔ بس اب اس سلسلے میں میرے کان مت کھاؤ۔ چلو کہیں باہر گھومنے چلتے ہیں۔ میں اِن اطراف سے بے خبر ہوں۔"

"میرے پاس کار موجود ہے۔" براؤن سن نے کہا۔

"اوہ۔ تب تو اور بھی ٹھیک ہے۔"

"میں ذرا لباس تبدیل کر لوں۔" تھوڑی دیر کے بعد وہ کار میں جا

بیٹھے۔ رام نگر کے اطراف کی سیر کر رہے تھے۔ پہلی نظر سے گھرا ہُوا یہ شہر بے حد حسین تھا اور ایڈنا ڈمپل اِس حُسن میں کھو کر تھوڑی دیر کے لیے اپنے آپ کو فراموش کر بیٹھی تھی۔

وکٹر مورلے اور جو کچھ بھی تھا وہ الگ بات تھی لیکن وہ دلچسپ گفتگو کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اور ایڈنا ڈمپل نے کئی بار سوچا تھا کہ وہ صِنفِ مقابل کے لیے بے حد پُرکشش ہے اور کسی بھی معصوم لڑکی کو شیشے میں اُتار لینا اُس کے لیے مشکل نہیں ہے بشرطیکہ وہ ایڈنا ڈمپل نہ ہو۔

لیکن ڈمپل یہ بھی سمجھ چُکی تھی کہ مورلے نے اس کا ساتھ کیوں حاصل کیا ہے! وہ اس سلسلے میں کسی کو قربانی کا بکرا بنانا چاہتا تھا اور اِس سلسلے میں اُس کی نگاہِ انتخاب ڈمپل پر پڑی تھی۔ شاید اس تصوّر کے ساتھ کہ ڈمپل مقامی نہیں ہے۔ مقامی لوگ مذہبی جذبات بھی رکھتے ہیں۔ کسی اور مسئلے پر ممکن ہے کوئی مورلے کا ساتھ دینے پر تیار ہو جاتا لیکن یہ مذہبی معاملہ تھا اور اس کے لیے کوئی ایسی ہی ہستی کار آمد تھی جس کا تعلق اس مذہب سے نہ ہو۔ چنانچہ ایڈنا ڈمپل سے کار آمد عورت اور کون ہو سکتی تھی!

دورانِ گفتگو مورلے نے ڈمپل سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں لیکن اس طرح کہ ڈمپل کو شُبہ نہ ہو سکے۔ یہ دُوسری بات تھی کہ ایک شاطر دُوسری بڑی شاطر سے ٹکرا گیا تھا۔ ڈمپل نے اسے اپنے بارے میں جو کہانی سُنائی تھی وہ مورلے کو یقین دلانے کے لیے کافی تھی کہ ڈمپل اس کے لیے سو فیصد کار آمد عورت ہے۔ اُس نے کہا تھا کہ وہ نیوزی لینڈ کے ایک ایسے خاندان کی عورت ہے جو دولت مند تھا لیکن جب دولت اور جائداد کی تقسیم ہُوئی تو اُس کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ اپنوں نے بے وفائی کی اور وہ بددل ہو کر سیاحت پر نکل کھڑی ہُوئی اور اب وہ مالی مشکلات کی شکار ہے۔

"یہ میرا فرض ہے ڈیئر کہ دیارِ غیر میں، مَیں مغرب کے رشتے سے تمھاری مدد کروں۔ یہ رکھ لو۔ مجھ سے جو ہو سکا وہ مَیں تمھارے لیے کروں گا۔" مورلے نے نوٹوں کی ایک گڈّی زبردستی ڈمپل کے پرس میں ٹھونس دی۔ آج کی یہ بس ملاقات ڈمپل کے لیے نہایت کار آمد تھی...

دُوسرے دن ملاقات کا وعدہ کر کے مورلے چلا گیا۔ دو خونخوار مکڑیاں ایک دُوسرے کے گرد جالے بُن رہی تھیں۔

دُوسرے دن ایڈنا کے انداز میں کچھ اور نرمی آ گئی اور مورلے کے حوصلے بڑھ گئے۔

تیسرے دن اُس نے کہا "اس مُورتی کے بارے میں جب بھی سوچتا ہُوں دل کی حالت خراب ہونے لگتی ہے۔ ڈیئر فلمینا تمھارے دل میں ابھی تک اس کے حصول کا خیال نہیں آیا؟"

"حصول۔ کیا اسے حاصل کرنا آسان ہے؟" ڈمپل نے کہا۔

"ہم دونوں مل کر اُسے آسان بنا سکتے ہیں۔"

"کیسے؟"

"اگر تم پروگرام بناؤ تو تمھاری مدد سے مَیں اُسے حاصل کر سکتا ہُوں فلمینا۔ صرف تم ہی میرا ساتھ دے سکتی ہو اور کسی کو مَیں اس قابل نہیں سمجھتا۔ اگر تم مورتی کے حصول میں میری مدد کرو تو مَیں تمھیں اِس امداد کے عوض مقامی کرنسی میں دَس لاکھ روپے ادا کر سکتا ہُوں یا پھر تم کسی بھی ملک کی کرنسی طلب کر سکتی ہو۔ مَیں فراہم کروں گا۔"

"دس لاکھ۔ کیا واقعی؟" ایڈنا نے چکرا جانے کے انداز میں اداکاری کی۔

"ہاں۔ یا پھر اس مورتی کی فروخت سے جو بھی حاصل ہو، اس کا آدھا۔ بولو منظور ہے؟"

"مَیں اس کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہُوں ڈیئر براؤن سَن۔ سب کچھ۔" ایڈنا ڈمپل نے ہانپتے ہُوئے کہا۔

"تب ہمارے درمیان یہ معاہدہ ہے اور ہم دو بہترین ساتھیوں کے طور پر ایک دُوسرے کے وفادار رہنے کا وعدہ کرتے ہیں۔" مورلے نے گرمجوشی سے ایڈنا سے ہاتھ ملاتے ہُوئے کہا اور وہ مُسکرا دی۔

▼

یہ حکم حالات کی روشنی میں دیا گیا تھا۔ ایڈنا نے وائی تھری ایٹ کو خود اس بات سے آگاہ کیا تھا کہ اُس کے ذہن میں بغاوت کے جراثیم پرورش پا رہے ہیں اور سوفی مارون کی موت اس کی تصدیق کرتی تھی۔ بڑے ہنگامی حالات ہو گئے تھے۔ تنظیم کو بہت بڑا دھچکا پہنچا تھا۔ دو علاقے اچانک خالی ہو گئے تھے۔ دونوں عورتیں نہایت خوش اسلوبی سے اپنے اپنے علاقے سنبھالے ہُوئے تھیں اور تنظیم کے مقاصد کی تکمیل کے لیے بہترین پیمانے پر کام کر رہی تھیں، اور دونوں ہی بے حد ذہین تھیں۔ اچانک ہی ان دونوں سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔

اور جس کے لیے یہ سب کچھ ہُوا تھا۔ وہ اطمینان سے ہرن پُوری میں چین کی بنسی بجا رہا تھا۔ ہرن پُوری کے لوگوں کے لیے تو وہ دیوتا بن گیا تھا۔ اُس نے نہ صرف ہرن پُوری اور اس کے نواح کو درندوں سے پاک کر دیا تھا بلکہ اُس نے ہرن پُوری کی تین بیٹیوں کو ڈاکوؤں کے چنگل سے بھی بچایا تھا۔

چنانچہ وہاں کے لوگ اُسے پُوج رہے تھے۔ یہاں سے جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اُس کا لیکن پھر ایک دن اُس نے رانی ایراوتی کی موت کی خبر ہرن پُوری میں سُنی۔ لوگ اس بارے میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ شیران حیران رہ گیا

"کیا بکواس ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ہرن پورہ سے اعلان ہُوا ہے۔"

"ناممکن ناممکن۔ مَیں ہرن پورہ جاؤں گا۔ کچھ لوگ میری رہنمائی کریں وہاں تک۔" اُس نے کہا۔ اُس کے عقیدتمند فوراً تیار ہو گئے اور شیران ہرن پُورہ چل پڑا۔ رانی ایراوتی کے محل تک اُس کی پوری طرح رسائی تھی۔ یہاں اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ ایراوتی اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔

"اُسے کس نے ہلاک کیا؟" اُس نے سوال کیا لیکن عام لوگ اس بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ تب اُس کی ملاقات بکسن سے ہُوئی۔

"رانی صاحبہ ایڈنا ڈمپل کے ہاتھوں ہلاک ہُوئی ہیں۔ شیران صاحب۔"

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟" شیران حیرت سے بولا۔

"وہ ہلاک ہو گئی تھی۔ وہ شیطان ہے شیران صاحب۔"

"مَیں نے اُسے اپنی آنکھوں سے یہاں دیکھا ہے۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہلاک ہو گئی تھی؟"

"مَیں نے اس کی لاش دیکھی تھی۔"

"دُنیا کی چالاک ترین عورت ہے وہ شیران صاحب۔"

"وہ لاش اُس کی نہیں ہو گی۔ مَیں اس کے بارے میں آپ کو دُوسرے لوگوں سے تصدیق کرا سکتا ہُوں۔" بکسن نے کہا۔

"مَیں کیسے مان لوں۔ اُسے کسی وحشی درندے نے اُدھیڑ کر رکھ دیا تھا۔"

"فریب ہو گا وہ۔ وہ زندہ تھی۔"

"ناقابلِ یقین ہے لیکن وہ اس کی رُوح بھی نہیں ہو سکتی۔ ایراوتی مر چکی ہے۔ واقعی مر چکی ہے؟"

"ہاں شیران صاحب۔"

"اور ایڈنا زندہ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو خدا کی قسم زندہ نہیں رہے گی۔ مَیں اُس سے انتقام لُوں گا۔ وہ ایراوتی کی قاتل ہے۔ مَیں اُسے زمین کی گہرائیوں سے نکال لُوں گا۔ مَیں۔" شیران کا چہرہ انگارہ ہو گیا تھا۔ پوری زندگی میں ماں کی موت کے بعد پہلی بار اُسے کسی کی موت کا صدمہ ہُوا تھا۔ پہلی بار اُس کا دل غم سے آشنا ہُوا تھا۔ وہ واقعی ایراوتی کو چاہنے لگا تھا اور اُسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کر چُکا تھا۔

دُوسرے دن وہ محل میں نظر نہیں آیا۔ رات کے کسی حصّے میں وہ ہرن پورہ سے نکل گیا تھا۔

کئی اور ملاقاتیں ہو چکی تھیں۔ ایڈنا جانتی تھی کہ وکٹر مورلے بے وقوف آدمی نہیں ہے اور اس شخص کی پوری ہسٹری... ایڈنا ڈمپل کو معلوم تھی اور وہ اس سے پوری طرح ہوشیار تھی۔ دوسری طرف مورلے بھی اس عورت کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ اس کی شاطرانہ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ فریب کھا رہا تھا لیکن صورتِ حال بھی تو ایسی کبھی نہیں ہُوئی تھی۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ اس کا ٹکراؤ ایک ایسی عورت سے ہو گیا ہے جس نے زندگی میں بہت کچھ حاصل کیا ہے جس کی تربیت

ایسے خوفناک ذہنوں کی ہے جو پوری دُنیا میں سازشوں کا جال بچھانے بیٹھے ہیں۔ وہ اپنے طور پر ایڈنا کے بارے میں اندازے لگا رہا تھا۔ بارہا اُس نے ایڈنا کا تعاقب کیا تھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ مورتی کے بارے میں معلوم ہونے کے بعد ایڈنا یا فلمینا تنہا ہی اُس کے حصول کی کوشش تو نہیں کرتی۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ وہ مندر بہت مشہور تھا جہاں یہ مورتی موجود تھی ایڈنا اگر چاہتی تو اُسے تلاش کرتی ہوئی بہ آسانی وہاں پہنچ سکتی تھی لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ مورلے نے اب دُوسرا کھیل بھی شروع کر دیا تھا۔ وہ ایڈنا سے متاثر ہونے کا سوانگ رچا رہا تھا اور ایک شریف انسان کی مانند اُس نے ڈھکے چھپے انداز میں اس کا اظہار کر دیا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ یوں لگتا ہے، مس فلمینا کہ یہ مورتی ممکن ہے۔ ہماری ملاقات کے لیے وجود میں آئی ہو۔

"میں نہیں سمجھی مسٹر براؤنسن۔"

"اب تو مجھے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ میرے لیے اِس مورتی کا حصول زیادہ پُرکشش ہے یا آپ کی قربت؟"

"اوہ۔ شکریہ۔ مسٹر براؤنسن، میں بھی بے چینی سے آپ کا انتظار کیا کرتی ہوں۔"

"ایسا کیوں نہ کریں فلمینا کہ تم بھی ہوٹل فراز میں آ جاؤ۔"

"آپ نے پہلے ہی میرے اُوپر کم احسانات کیے ہیں مسٹر براؤنسن جو آپ پر اور بوجھ ڈال دُوں۔"

"میری تو خواہش ہے کہ آپ پوری زندگی کا بوجھ مجھ پر ڈال دیں۔" براؤنسن نے جذباتی لہجے میں کہا اور پھر اپنے الفاظ کا تاثر ایڈنا کے چہرے پر تلاش کرنے لگا۔ اُس نے ایڈنا کی آنکھوں میں نمی دیکھی تھی۔

"ارے۔ کیا ہوا؟ ڈیئر۔ کوئی غلط بات کہدی ہے میں نے؟" وہ جلدی سے بولا۔

"نہیں۔ بس ایسے ہی۔" ایڈنا بھاری لہجے میں بولی۔

"کیا بات ہے فلمینا مجھے نہیں بتاؤ گی؟"

"میں نے جب بھی کوئی دِل خوش کن بات سوچی ہے مسٹر براؤنسن مجھے مایوسی ہی ہوئی ہے۔ بڑی مشکل سے میں نے خود کو یقین دلایا ہے کہ میں اُن بدنصیب لڑکیوں میں سے ہوں جو زندگی بھر منتشر رہتی ہیں۔ اُنھیں کبھی سہارا نہیں ملتا۔ براہِ کرم مجھے خواب نہ دکھائیں...."

ایڈنا کی آواز گلوگیر ہو گئی اور وہ ناک سے شوں شوں کرنے لگی۔

مورلے خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔ "مجھے اس کا موقع دو فلمینا کہ میں تمھارے ذہن سے یہ خیال کھرچ پھینکوں۔ آنے والا وقت تمھارے دل میں میرا اعتماد قائم کرے گا۔"

اس کے بعد والی ملاقات میں کچھ اور بے تکلفی پیدا ہو گئی تھی۔ دونوں ایک دُوسرے سے ذہنی قربت کی اداکاری کر رہے تھے۔ ایڈنا جانتی تھی کہ مورلے معمولی آدمی نہیں ہے اُسے ہینڈل کرنا بے حد مشکل کام ہے چنانچہ اپنی فطرت کے خلاف وہ بڑے صبر سے انتظار کر رہی تھی۔ مورلے اُسے فراز میں لے آیا تھا۔ اُس نے اپنے نزدیک کا کمرہ ایڈنا کے لیے حاصل کر لیا تھا اور اب وہ عموماً ہر وقت یکجا رہنے لگے تھے۔ "تم مورتی کے سلسلے میں خاموش کیوں ہو گئے براؤنسن کیا تم نے اُس کے حصول کا خیال ترک کر دیا ہے؟" .... ایڈنا نے معصومیت سے اس سے سوال کیا۔

"نہیں ڈیئر۔ یہ بات نہیں ہے۔ بس یُوں سمجھو تم سے ملاقات کے بعد میری سوچ کے دھارے بدل گئے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

زندگی میں پہلی بار میں نے اپنے شانوں پر ایک دوسری شخصیت کی ذمّے داری محسوس کی ہے فلمینا! اس سے پہلے کی زندگی کے بارے میں، میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ نہایت لاابالی گزری ہے۔ اپنے اطراف میں کسی ایسی شخصیت کو نہ دیکھ کر جو میرے دِل کی گہرائیوں کو چھُوتی ہو میں بھی دُنیا سے بے خبر سا ہو گیا تھا اور صرف اپنے بارے میں سوچنا جانتا تھا لیکن تم سے ملاقات کے بعد، تم سے گفتگو ہونے کے بعد، میں نے اپنی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی محسوس کی اور سچّی بات یہ ہے فلمینا کہ اس تبدیلی کو محسوس کرنے کے بعد میں نے اپنے دل میں ایک ٹھوس ارادہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ میں تمھیں اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں گا۔ میری زندگی اب اِن راستوں پر نہیں چلے گی فلمینا جن پر آج تک چلتی رہی ہے اور اس لیے میں نے اپنے پروگرام میں ذرا سی تبدیلی کی ہے۔"

"اوہ۔ ڈیئر براؤنسن، تبدیلی کیا ہے؟" ایڈنا نے پوچھا۔

"پہلے میرا یہ خیال تھا کہ اس مورتی کو یہاں سے لے جا کر اپنے نوادرات میں شامل کروں گا لیکن اس کے لیے مجھے ایک طویل وقت درکار ہو گا۔ میں نے اب اپنی اس نئی ذہنی تبدیلی کے تحت یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مورتی کو یہیں ہندوستان میں فروخت کر دُوں گا۔ اگر مورتی کو فروخت کرنے کے لیے مجھے کچھ لوگوں کا انتظار رہے۔"

"کون لوگ؟" ایڈنا نے بدستور معصومیت سے پوچھا۔

"مسٹر پیٹر فاکسن، میرا خیال ہے یہ نام تمھارے لیے اجنبی نہیں ہو گا۔ ڈائمنڈ تاور نامی فرم کے مالک مسٹر فاکسن ساری دُنیا میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ہیروں کا اُن سے بڑا تاجر شاید دُنیا میں کوئی اور نہیں ہے، وہ اور ان کے نمائندے پوری دُنیا میں نوادرات

کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں اور اُن کی مُنہ مانگی قیمت ادا کرتے ہیں۔ ڈائمنڈ تاور میں جو جو ہیرے موجود ہیں اس وقت دُنیا میں اُن کی مثال موجود نہیں ہے لیکن یہ بات بھی ہم جیسے لوگ ہی جانتے ہیں کہ مسٹر پیٹر فاکسن ان ہیروں کے حصول کے لیے ہر وہ کام کر لیتے ہیں جس کا ان کے نام کے ساتھ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ویسے تم اتنا تو جانتی ہی ہو گی، ڈیئر.... کہ دُنیا کے تقریباً تمام ہی بڑے آدمی چھوٹی چھوٹی فضول باتوں پر یقین نہیں رکھتے۔ دولت کی آمد کسی راستے سے بھی ہو اُنھیں بُری نہیں لگتی۔ چنانچہ مسٹر فاکسن کے نمائندے ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں اور وہاں اپنے مقصد کی چیزیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔ میں نے اُن سے رابطہ قائم کیا ہے اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ مجھے علم ہوا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد مسٹر فاکسن یہاں آنے والے ہیں اور یہاں رہ کر وہ چند ہیروں کی نمائش بھی کریں گے اور اس کے ساتھ ہی خریداری بھی۔ چونکہ ہندوستان اس معاملے میں بہت مشہور جگہ ہے میں چاہ رہا تھا کہ اس مورتی کو حاصل کرنے کے بعد زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور مسٹر فاکسن یا اُن کے کسی نمائندے سے اس کے سلسلے میں بات چیت ہو جائے۔ اس طرح اس بار ہم نقد رقم حاصل کریں گے اور پھر میں تمھیں لے کر یہاں سے چل پڑوں گا۔ ڈیئر، میں اس انتظار میں تھا۔"

"اوہ۔ ڈیئر براؤن سن تم میرے لیے اتنی گہرائی میں سوچ رہے ہو؟" ایڈنا نے متاثر لہجے میں کہا۔

"میں تمھارے لیے کیا سوچ رہا ہوں فلمینا، اس کا اندازہ تم نہیں لگا سکتیں۔" براؤنسن نے کہا۔ بات آئی گئی ہو گئی تھی۔ ایڈنا ڈمپل کے اپنے ذہن میں بھی کچھ نئے خیالات پیدا ہو گئے تھے اگر پیٹر فاکسن واقعی یہاں آ رہا ہے اور ایسا کوئی پروگرام ہے تو پھر اسے اس کے کام میں مزید دُشواری نہیں ہو گی۔ پیٹر فاکسن کی شخصیت کے بارے میں براؤن سن نے جو کچھ بتایا تھا ایڈنا بھی بہت پہلے یہ تمام تفصیل جانتی تھی۔ بھلا اس ذہین عورت سے کون سی بات چھُپی رہ سکتی تھی۔ اس نے پیٹر فاکسن کے بارے میں اکثر مورلے سے مزید معلومات حاصل کیں کہ وہ کہاں قیام کریں گے کس جگہ رہیں گے اور کس طرح اُن سے مُلاقات کی جا سکتی ہے۔ یہ تمام باتیں روا روی میں ہوئی تھیں لیکن براؤنسن یا ڈاکٹر مورلے اسے تمام تفصیلات سادہ دِلی سے بتاتا رہا تھا۔ وقت گزرتا رہا۔ رام نگر کے مختلف علاقوں کی سیر اُنھوں نے مل جُل کر ہی کی۔ بہت سے تاریخی مقامات یہاں موجود تھے جس میں ایک منارہ نامی ایک عمارت بہت شاندار اور تاریخی حیثیت کی حامل تھی۔

اس مینار کی بلندی بے پناہ تھی اور یہاں سے کائنات بہت چھوٹی نظر آتی تھی۔ ان لوگوں نے بھی اس مینار کی بلندی ناپی تھی اور یہاں ایک دُوسرے کو بے وقوف بنایا تھا۔ اکثر سیّاح یہاں آتے رہتے تھے اور اس جگہ کو خاصی اہمیت دیتے تھے۔ چاندنی چودھویں رات یہاں خاص طور سے منائی جاتی تھی اور عموماً غیر ملکی سیّاح اس رات یہاں ضرور آتے تھے کیونکہ یہاں سے رام نگر کے اطراف کا ماحول بے حد حسین نظر آتا تھا۔ مینار کی بلندیوں پر ایڈنا ڈمپل اور ڈاکٹر مورلے کے درمیان بہت سی باتیں ہوئی تھیں جو در حقیقت ان لوگوں کی سطح اور معیار کی نہیں تھیں لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کو بے وقوف بنانے کے لیے مکمل کارروائیاں کر رہے تھے اور اس سلسلے میں خود کو کامیاب سمجھ رہے تھے۔ بالآخر ایک دن ڈاکٹر مورلے نے ایڈنا ڈمپل کو بتایا کہ وقت آ گیا ہے جب اس سلسلے میں کام شروع کر دیا جائے۔

"کیا مطلب، کیا مسٹر پیٹر فاکسن آ گئے ہیں؟"

"ہاں۔ مسٹر پیٹر فاکسن وہیں پہنچ چکے ہیں اور بہت جلد وہاں پر اُن کے جواہرات کی نمائش ہونے والی ہے۔ یہ اطلاع مجھے مل گئی ہے۔"

"گڈ۔ گویا اب تم اپنی کارروائی کے لیے تیار ہو؟" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"بالکل۔" ڈاکٹر مورلے نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ ایڈنا اپنے دل میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ اب اُسے زیادہ محنت سے اپنی کاوشوں کو عملی جامہ پہنانا تھا۔ چنانچہ دوسرے دن پروگرام کے مطابق وہ سیاح کی حیثیت سے رام نگر کے اس مندر کی زیارت کے لیے نکل گئے جہاں مورتی موجود تھی۔ راستے میں ڈاکٹر مورلے اُسے مورتی کے بارے میں تفصیلات بتاتا جا رہا تھا۔

"یہ مورتی ایک مخصوص کمرے میں رکھی ہوئی ہے۔ اس کے گرد شیشے کا ایک بکس بنا ہوا ہے اور اس کی زیارت کرنے والے یاتری ایک مخصوص فاصلے سے اُسے دیکھتے ہیں اور چلے آتے ہیں حالانکہ مذہبی معاملہ ہے اور مندر میں پنڈتوں اور پجاریوں کی کافی تعداد رہتی ہے لیکن سُنا ہے کہ انھیں پنڈتوں اور پجاریوں کے درمیان محکمۂ خفیہ کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور وہ لوگ اس مورتی کی حفاظت کے لیے متعین ہیں۔ یہ شیشے کا شو کیس ایک ایسے کمرے میں ہے جہاں اور کچھ نہیں ہے۔ کمرے کے دروازے خودکار ہیں اور کسی برقی نظام سے کھلتے ہیں۔ دروازے گن میٹل کے بنے ہوئے ہیں چنانچہ توڑے نہیں جا سکتے۔ یہی حال دیواروں کا ہے جو ڈیڑھ

فٹ موٹی کنکریٹ کی بنی ہُوئی ہیں اور اُن کے اندر لوہے کا جال بچھا ہُوا ہے۔ یہ بھی اِطلاع ملی ہے کہ مُورتی سے کوئی برقی تار منسلک ہے جس کا زیرِ زمین سلسلہ بہت دُور تک گیا ہے اور ایسے الارموں سے جا ملا ہے کہ اگر کوئی مُورتی کو ہاتھ بھی لگائے تو پولیس اسٹیشن میں الارم بج اُٹھیں اور مختلف مقامات پر سائرن چلانے لگیں۔ مسلح محافظ تو شاید ہے مندر کے اطراف دِن اور رات گشت کرتے رہتے ہیں۔

"کیا اِن محافظوں نے کبھی اس مُورتی کو چُرانے کا پروگرام نہیں بنایا؟" ایڈنا نے پُوچھا اور وکٹر مورلے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں۔ مَیں تم سے کہہ چکا ہُوں کہ اوّل تو مقامی لوگوں کے لیے وہ ایک مذہبی حیثیت رکھتی ہے۔ لوگ بڑی عقیدت سے اُس کی زیارت کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں مشہور ہیں۔ دُوسری بات یہ کہ وہ محافظ معمولی ملازم ہیں وہ جانتے ہیں کہ مُورتی کو چُرانا آسان ہے لیکن اُس کے ذریعے کوئی فائدہ حاصل کرنا بہت مُشکل ہے وہ ہندوستان میں کہیں بھی اُسے لے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور پھر عام قسم کے لوگ یہ تمام کارروائی نہیں کر سکتے ڈیئر یہ کام تو وہی کر سکتا ہے جس کا رابطہ بین الاقوامی سطح پر ہیرے جواہرات اور سونا اسمگل کرنے والوں سے ہو۔"

"ہاں۔ یہ بات تو ہے لیکن کیا کوئی ایسا خطرناک چور بھی اس طرف متوجہ نہیں ہُوا جو اسے پروگرام بنا کر چُرا لے؟"

"بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہماری تقدیر میں ہے۔"

"تم اس سلسلے میں بہت مطمئن ہو براؤن سن کیا تمھیں یقین ہے کہ تم اُسے چُرا سکو گے؟"

"ہاں۔ مجھے یقین ہے۔" براؤن سن نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ایڈنا ڈمپل نے اس کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا تھا کیونکہ اگر وہ وکٹر مورلے نہ ہوتا تو شاید وہ اس بات پر مُسکرا دیتی۔

سونا مندر اس عمارت کے بالکل نزدیک تھا جو یہاں کی تاریخی عمارتوں میں شمار ہوتی تھی۔ اس کی زیارت کرنے والے ملکی اور غیر ملکی تمام لوگ ہوا کرتے تھے جس وقت وہ لوگ یہاں پہنچے اس وقت بھی سونا مندر میں یاتریوں کا ہجوم لگا ہُوا تھا۔ لوگ مختلف علاقوں میں مختلف حرکات کے مرتکب ہو رہے تھے۔ کچھ لیٹ جا کر رہے تھے اور کچھ وہ تھے جو صرف اس مُورتی کو دیکھنے یہاں آئے تھے۔ اِن دونوں نے بھی وہ مُورتی دیکھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ اس موضوع پر گفتگو بھی کرتے جا رہے تھے۔ یہ گفتگو سرگوشی کے انداز میں تھی اور اس بات کو مدِنظر رکھا گیا تھا کہ کہیں یہاں گفتگو سُننے کا بھی کوئی انتظام نہ کر رکھا گیا ہو۔ ایڈنا نے وکٹر مورلے سے پوچھا۔

"اِسے دیکھنے کے بعد تمھارا کیا پروگرام ہے براؤن سن؟"

"بہت آسان پروگرام ہے، میں شام ہونے کے بعد یہاں داخل ہو جاؤں گا اور اپنے پوشیدہ ہونے کے لیے کوئی مُناسب جگہ تلاش کروں گا جب کہ تم باہر سے اندر داخل ہو گی۔ میں مناسب وقت پر کسی محافظ کو ٹھکانے لگا دُوں گا اور اس کی وردی پہن لوں گا۔ ہمیں چاند کی چودھویں رات کا انتظار کرنا ہوگا۔ اس رات یہاں سیاح خاص طور سے آئیں گے اور مینار کے قریب موجود ہوں گے چونکہ رات کو مندر بند ہو جاتا ہے اور مُورتی کی زیارت نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے تم ان سیاحوں میں شامل ہو کر آؤ گی اور یہاں ان پر نگاہ رکھو گی۔ اسی دوران میں محافظ بن کر یہاں اپنی کارروائی مکمل کر لُوں گا اور مُورتی اُٹھاؤں گا۔ ہم لوگ اس مُورتی کو لے کر زیادہ لمبا سفر نہیں کریں گے بلکہ ہوٹل پہنچ کر اس کے ہیرے نکال لیں گے اور سونا یہیں کہیں ضائع کر دیں گے کیونکہ وہ سونا اِتنا نہیں ہے کہ ہم اس کے لیے کوئی خطرہ مول لے سکیں۔ بہرطور تم مطمئن رہو۔ مَیں اس سلسلے میں اپنے ذِہن میں تمام پروگرام مکمل کر چکا ہُوں بس تمھاری معاونت کی ضرورت جہاں جہاں ہو گی میں تمھیں اس بارے میں بتا دُوں گا۔"

"ٹھیک ہے ڈیئر براؤن سن مجھے تو سنسنی سی محسوس ہو رہی ہے۔"

"نہیں ڈیئر اپنے آپ پر مکمل قابو پانا ہی کامیابی کی دلیل ہوتی ہے۔" براؤن سن نے جواب دیا اور وہ لوگ وہاں سے نکل آئے۔ فراز میں اِن لوگوں کی نشستیں اکثر ساتھ ہی رہا کرتی تھیں۔ براؤن سن کو چودھویں رات کا انتظار تھا اور پھر اس رات جب وہ اپنی کارروائی کرنے والے تھے۔ کافی وقت ایڈنا ڈمپل نے براؤن سن کے کمرے میں گزارا۔ اس دوران مختلف قسم کی گفتگو ہوتی رہی اور ایڈنا ڈمپل اپنے طور پر اپنے کام میں مصروف تھی۔ آج اُس کے لیے بھی عملی زندگی کا ایک اہم دن تھا جس کے ذریعے وہ نہ صرف تنظیم کے ہاتھوں سے محفوظ ہو جائے گی بلکہ ہندوستان میں اپنے لیے کوئی محفوظ مقام بھی تلاش کر سکے گی جس میں اُسے بہت دیر لگ گئی تھی۔ شیراں کی یاد اُس کے دِل میں چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ اب وہ عام عورتوں کی طرح اس کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ اُس نے ا[illegible] شخصیت کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا کہ درحقیقت وہ عا[illegible] شخصیت کی مالک ہے۔ یہ دُوسری بات ہے کہ تنظیم میں شامل کے بعد اس سے اس کا عورت پن چھین لیا گیا تھا۔

★★

ایرادتی کی موت نے شیراں پر جو اثر ڈالا تھا وہ حیرت انگیز تھا۔ زندگی میں اب اُسے ذرا سی اُلجھن ہونے لگی تھی۔ اُس کا ذہن کسی شے کا خواہش مند تھا۔ وہ اپنی ہر نئی جگہ یہ سوچتا تھا کہ کب تک اسی طرح بھٹکتا رہے گا۔ کوئی تو ایسا کام ہو جو اُسے ٹھوس حیثیت دے سکے لیکن ایسا کوئی کام اُس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ذرا سے کھانے پینے کے لیے اُس نے مار پیٹ کر کے اپنے آپ کو مجرم بنا لیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ پولیس اسے گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی اور وہ اپنی جگہ چھوڑ کر اتنی دُور نکل آیا تھا کہ وہ جُرم جو وہ کر چکا تھا پیچھے رہ گیا تھا اور اس سلسلے میں اسے یہاں نہیں پایا جا سکتا تھا۔ یہ بھی ایک بڑا شہر تھا جس کی آبادی بے پناہ تھی۔ بڑی بڑی کشادہ سڑکیں بڑی بڑی عمارتیں اطراف میں بکھری ہُوئی تھیں۔ شیراں اِن عمارتوں کے درمیان بھٹک رہا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ اب اس کی منزل کون سی ہو گی لیکن کسی سکون کی جگہ بیٹھ کر وہ یہ ضرور سوچنے لگتا تھا کہ اس طرح بھاگتے بھاگتے پھرنا زندگی نہیں ہے کوئی ایسا کام ہونا چاہیے، کوئی ایسی کوشش ہونی چاہیے جس سے زندگی میں کوئی دلچسپی تو پیدا ہو، ایراوتی تو اب مر ہی چکی ہے اس کے بارے میں سوچنا حماقت ہے۔ بعض اوقات اُسے ایرادتی کی یاد پر جھنجلاہٹ ہونے لگتی تھی۔ اُس نے اپنے دِل میں ایڈنا ڈمپل کے قتل کا تہیہ کیا تھا۔ چنانچہ اس کی یہ تلاش بھی جاری تھی۔ ہر جگہ وہ ایڈنا ڈمپل کو تلاش کرتا تھا لیکن ظاہر ہے وہ چالاک عورت اس طرح تو منظرِ عام پر نہیں آئے گی کہ لوگ اُسے تلاش کر لیں چنانچہ اب تک وہ اس میں ناکام رہا تھا۔

یہاں آکر اُسے سب سے زیادہ مالی پریشانیاں اُٹھانی پڑی تھیں۔ اس سے قبل اُسے ایسے حالات سے نہیں گزرنا پڑا تھا۔ چنانچہ ان دنوں وہ شدید جھنجلاہٹوں کا شکار تھا۔ ایک دِن ایک بینک کے سامنے سے گزرتے ہوئے وہ ٹھٹک کر رُک گیا۔ لوگ بینک میں آ جا رہے تھے۔ مختلف طریقوں سے دولت کا اُلٹ پھیر ہو رہا تھا۔ شیراں کے ذہن میں بہت سے خیالات گردش کرنے لگے۔ بنک میں داخل ہو کر اگر کوئی بڑی رقم لُوٹ لی جائے تو کیا حرج ہے لیکن اس کے لیے بھی کچھ ایسی کارروائی کرنی ہو گی جس سے اُسے کامیابی نصیب ہو سکے۔ فطرت سے مجبور تھا لیکن اب اس کی فطرت میں چالاکی بھی پیدا ہو گئی تھی چنانچہ اُس نے اپنے دِل میں فیصلہ کر لیا کہ بہتر طریقہ یہی ہے کہ اس بار کسی بینک میں ڈاکا ڈالا جائے تاکہ وقتی طور پر چھوٹی موٹی پریشانیوں سے نجات مل جائے اور اب اُس نے اس سلسلے میں اپنے دل میں ایک مکمل فیصلہ کر لیا تھا چنانچہ وہ اپنی کارروائی میں مصروف ہو گیا۔ اسے ایسے ہتھیاروں کی تلاش تھی جو ڈاکا ڈالنے میں اُس کے کام آ سکیں اور ان کا حصول سوائے مقامی پولیس کے کسی اور سے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اب اکثر پولیس افسران اس کے مرکزِ نگاہ رہنے لگے۔ وہ سنسان سڑکوں پر ایسے پولیس آفیسروں کو تلاش کرتا تھا جو مسلح ہوں اور ایک دن اس کا کام بن ہی گیا۔ یہ ایک کشادہ سڑک تھی لیکن اطراف میں درختوں کی قطاریں کھڑی ہُوئی تھیں اور یہاں سے گاڑیوں کے گزرنے کی رفتار بھی بہت سُست ہوتی تھی۔ ایک سارجنٹ ایک موٹر سائیکل پر سوار اسی طرف آ رہا تھا۔ شیراں کو اس سے بہتر موقع اور کوئی نصیب نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ وہ سڑکوں کے بیچوں بیچ ہاتھ اُٹھا کر آ کھڑا ہُوا۔۔۔

سارجنٹ نے موٹر سائیکل کی رفتار سُست کر دی۔ اچھا خاصا قوی ہیکل آدمی تھا۔ شیراں کے نزدیک پہنچ کر وہ رُک گیا۔ شیراں نے بڑے احترام سے اُسے مخاطب کیا۔ "جناب عالی میں ایک سیاح ہُوں۔ یہاں ان علاقوں سے بالکل ناواقف ہُوں۔ کیا آپ براہِ کرم مجھے شہر چھوڑ دیں گے؟"

"شہر یہاں سے زیادہ دُور تو نہیں ہے تم پیدل جا سکتے ہو۔" سارجنٹ نے بے رُخی سے کہا۔

"وہ تو آپ نے صحیح فرمایا لیکن اگر آپ میری مشکل حل کر دیں تو کیا حرج ہے؟" شیراں غیر محسوس انداز میں سارجنٹ کے قریب پہنچ گیا۔ سارجنٹ کو اس کی نیت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

"سوری۔ مَیں ڈیوٹی پر ہُوں۔ تمھارے لیے یہ نہیں کر سکتا۔"

سارجنٹ نے کہا اور موٹر سائیکل کی طرف متوجہ ہو گیا لیکن اُسے یہ گمان بھی نہیں تھا کہ دُوسرے لمحے میں کیا ہونے والا ہے۔ شیراں کا طاقتور گھونسا اس کی گدّی پر پڑا تھا اور وہ موٹر سائیکل سمیت زمین پر اوندھا ہو گیا۔ شیراں کو اس وقت اس کے ریوالور سے زیادہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ نیچے گرتے ہی اُس نے دو ٹھوکریں سارجنٹ کے بدن پر لگائیں اور اُس کے بعد ایک ٹھوکر سر پر رسید کر دی۔ سر پر پڑنے والی ٹھوکر نے سارجنٹ کے ہوش و حواس گم کر دیے تھے۔ شیراں نے پھُرتی سے اُس کا ریوالور اُٹھایا اور کارتوسوں کی پیٹی بھی اپنے قبضے میں لے لی۔ اس کا پہلا کام مکمل ہو گیا تھا چنانچہ اس کے بعد اُسے شہر واپس آنا تھا۔ اس سلسلے میں اُس نے سارجنٹ کی موٹر سائیکل کا استعمال مناسب نہیں سمجھا۔ اس سے نقصان ہو سکتا تھا۔ سارجنٹ کو موٹر سائیکل سمیت گھسیٹ کر اُس نے سڑک کے کنارے درختوں کے جھنڈ میں ڈال دیا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ رفتار خاصی تیز تھی۔ ریوالور اُس نے چھپا کر احتیاط سے اپنے لباس میں رکھ لیا تھا ویسے اُسے یقین تھا کہ سارجنٹ ہوش میں آنے کے بعد اس

کی تلاش کے لیے زمین وآسمان ایک کردے گا۔ اس سلسلے میں اُسے اپنے بچاؤ کا بندوبست بھی کرنا تھا۔ کافی دُور آنے کے بعد دفعتاً اُس کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا۔ سارجنٹ کی جیب میں ضرور کچھ نہ کچھ موجود ہوگا۔ اگر وہ بھی حاصل کرلیا جاتا تو وقتی طور پر کچھ مشکل دُور ہو جاتی اور کوئی حرج نہ ہوتا۔ کل دِن کی روشنی میں وہ اپنا کام مکمل کرلیگا۔ اس کی تلاش کے لیے سارجنٹ نے کیا کیا اور وہ کب ہوش میں آیا۔ اس کا تو شیران کو کوئی علم نہیں تھا لیکن وہ اپنے پروگرام کے تحت اپنی کمین گاہ سے باہر نکل آیا۔ اس بینک کا وہ پہلے ہی جائزہ لے چکا تھا جس میں اُسے اپنی کارروائی کرنا تھی۔

چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ بینک میں داخل ہوگیا۔ بینک کا کاروبار معمول کے مطابق جاری تھا۔ ایک مسلح محافظ بینک کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ شیران نے ابتدا ہی خطرناک پیمانے پر کی اور اُس کے ریوالور سے نکلی ہوئی ایک گولی نے محافظ کا کام تمام کر دیا۔ گولی شیران کے ہاتھ سے چلی تھی چنانچہ محافظ کے دِل کے علاوہ اور کون سی چیز نشانہ بن سکتی تھی لیکن حیرت انگیز طور پر بینک میں موجود افراد اس خوفناک حادثے سے ہراساں نہیں ہوئے تھے۔ وہ چند قدم بڑھ کر کاؤنٹر پر پہنچ گیا لیکن کاؤنٹر پہ کھڑے ہوئے ایک شخص نے غیر متوقع طور پر ریوالور نکال لیا۔ مجبوراً شیران نے اُسے بھی ٹھکانے لگا دیا۔ اس کا ریوالور ہاتھ میں تھا اور وہ تیزی سے اپنا عمل کر رہا تھا۔ لیکن جس شخص نے اس پر ریوالور تان کر گولی چلانے کی کوشش کی تھی۔ اُس کا ریوالور نیچے گر گیا اور گرے ہوئے ریوالور کو ایک اور شخص نے پھرتی سے اپنے ہاتھ میں اُٹھا لیا۔ مجبوراً شیران کو اس کا کام بھی تمام کرنا پڑتا تھا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ حاضرین میں جیالوں کا تناسب اتنا بڑھ گیا تھا ورنہ عموماً ایک آدھ گولی چلنے کے بعد باقی لوگ بہ رضا و رغبت تھر تھر کانپنا شروع کر دیتے تھے۔ اس دُوسرے آدمی کے گرتے ہی منیجر سامنے آگیا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے ایک شخص نے ٹیلی فون کرنے کی کوشش کی لیکن شیران جیسا جانور موقعے کی نزاکتوں پر غور نہیں کرتا تھا۔ ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھایا ہی گیا تھا کہ ایک گولی شیران کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول سے چلی اور ٹیلی فون کرنے والے کے دماغ میں پیوست ہوگئی۔ اسی وقت ایک اور شخص نے دوسرے ٹیلی فون پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی اور وہ بھی شیران کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔۔۔ جبکہ تین افراد دروازہ بند کرنے کی کوشش میں مارے گئے۔

بہرطور وہ کامیابی سے بینک سے نوٹوں کی گڈیوں کا ایک بڑا تھیلا لے کر باہر نکلا تو اندر بارہ لاشیں موجود تھیں۔ اس سے پہلے بھی بینکوں میں ڈاکہ زنی کی وارداتیں ہوئی تھیں لیکن جس وحشیانہ انداز میں یہ واقعہ ہوا تھا وہ بے حد خوفناک تھا۔ شیران نوٹوں کی گڈیاں لے کر باہر نکل آیا۔ باہر ہنگامہ ہو رہا تھا لیکن دو تین فائر اُس نے باہر بھی کیے اور پھر پھرتی سے دوڑتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ لوگوں نے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کی لیکن پستول کی گولیوں کے آگے کون رُک سکتا تھا۔ شیران اپنی تمام تر مہارت کا ثبوت دے رہا تھا۔ وہ دوڑتا رہا کیونکہ پیچھے بہت سی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں لیکن اس وقت اس کی رفتار بہت تیز تھی اور پھر ایک کار اُس کے ہاتھ لگ گئی۔ کار کا ڈرائیور غالباً اس ہنگامے کو دیکھنے کے لیے رُک گیا تھا۔ لیکن اس کا اس طرح رُکنا اس کے لیے عذاب بن گیا۔ کار کا دروازہ کھلا اور کسی نے اُسے گردن سے پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا پھر ایک گھونسے نے ڈرائیور کے ہوش وحواس گم کر دیے اور چند ہی لمحات کے بعد کار اسٹارٹ ہو کر ہوا ہوگئی۔ پورے شہر میں ہنگامہ مچ گیا تھا۔ بینک میں ڈاکے تو پہلے بھی پڑتے تھے لیکن جو قتلِ عام ہوا تھا وہ پولیس کے لیے بھی بدنامی کا باعث تھا چنانچہ آن کی آن میں شہر کی ناکہ بندی کی جانے لگی لیکن شیران پلک جھپکتے ہی شہر کی حدود سے باہر نکل چکا تھا۔ کار کے بارے میں تفصیلات نشر کی جانے لگیں اور اس سلسلے میں جو کچھ بھی کارروائی ہوسکتی تھی کی گئی۔

لیکن شیران وہاں سے نکل چکا تھا وہ اندھا دُھند کار دوڑا رہا تھا پھر ایک جگہ پہنچ کر اُسے اندازہ ہوا کہ کار میں پٹرول زیادہ نہیں ہے پٹرول بتانے والی سُوئی آخری حدود کو چھُو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کار نے ایک جھٹکا لیا اور رُک گئی۔ اب کار چھوڑنے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ شیران نے اطراف میں دیکھا پیلی سرسوں کے کھیت تا حدِ نگاہ پھیلے ہوئے تھے۔ اِس وقت بہتر طریقہ یہی تھا کہ وہ ان کھیتوں میں نکل جائے چنانچہ وہ سڑک چھوڑ کر کھیتوں کی جانب دوڑنے لگا۔ اور پھر سرسوں کے خوبصورت پودوں کو روندتا ہوا کافی تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا وہاں سے دُور نکل گیا۔ سرسوں کے کھیتوں کا اختتام ایک بستی پر ہوا تھا جو تقریباً دو سو کچے مکانات پر مشتمل تھی۔ شیران نے نوٹوں کی گڈیاں سنبھال کر تھیلے میں رکھیں اور بستی کے بازاروں میں گھومنے لگا۔ لوگ اُسے اجنبی نگاہوں سے ضرور دیکھ رہے تھے لیکن کسی کی آنکھوں میں کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔ شیران نے وہاں پہنچ کر قیام کے لیے کوئی جگہ تلاش کی تو پتہ چلا کہ یہاں صرف ایک سرائے ہے جہاں اُسے قیام کی جگہ مل سکتی ہے۔

سرائے شیران کے اپنے ماحول کے منظر کی عکاسی کرتی تھی پہاڑوں میں بھی ایسے چھوٹے چھوٹے قہوہ خانے بنے ہوا کرتے تھے جہاں قیام کے لیے جگہ دستیاب ہوجاتی تھی چنانچہ اُس نے وہاں

ایک کمرہ حاصل کیا اور اس میں مقیم ہوگیا۔ کچی مٹی کی دیواروں کا بنا ہوا یہ کمرہ اُسے اپنے ماحول کی یاد دِلا رہا تھا۔ رات کی خاموشیوں میں اُس نے پہاڑوں کی بستی کو یاد کیا اُس کا اپنا قبیلہ اُس کا اپنا گاؤں جہاں اُس نے زندگی کی ابتدا کی تھی کتنا خوبصورت تھا۔ وہ سب کچھ یہ دُنیا بہت وسیع ہے۔ اس کائنات میں لاکھوں ہنگامے بکھرے پڑے ہیں۔ اِن ہنگاموں میں گم ہونے کے بعد انسان وقتی طور پر اپنے آپ کو بھُول جاتا ہے لیکن جہاں اُس نے اپنی زندگی کی ابتدا کی ہوتی ہے وہاں کے خوشگوار لمحے اس کے ذِہن کے خلیوں میں ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔ آج نجانے کیوں شیران کو ترب زان یاد آیا تھا۔ اپنی بستی یاد آئی تھی۔ بستی کے رہنے والے یاد آئے تھے۔ اپنے وہ دوست یاد آئے تھے جو دوست یاد آتے تھے دوست تو تھے اور اچھے بُرے موقعوں پر ساتھ بھی دیا کرتے تھے لیکن وہ اس کے تحفظ کے لیے کوئی کوشش نہیں کرسکتے تھے اور اس وقت جب بادشاہ خان نے اس پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا۔ یہ تمام دوست ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ شیران کو ان سے شکایت تھی۔ نفرت کا تصور وہ ابھی تک اپنے ذِہن میں پروان نہیں چڑھا سکا تھا لیکن آج نجانے کیوں اُس کے دِل میں یہ احساس بار بار اُبھر رہا تھا کہ اگر ایک بار پھر ترب زان کا رُخ کیا جائے تو کیا وہاں کی زندگی اُسے راس آسکے گی۔ وہاں ہنگامے نہیں تھے۔ وہ لاعلم تھا کہ اپنے وطن جانے کے بعد وہاں کے پُرسکون ماحول میں رہ بھی سکے گا یا نہیں۔

جتنا کچھ اُس نے باہر کی دُنیا میں دیکھ لیا تھا۔ اس کے بعد وہ خاموش اور پُرسکون بستی پتہ نہیں کیسی لگے گی۔ دیر تک سوچتا رہا دُوسری صبح سرائے کے مالک نے اُسے کھانا پیش کیا۔ اُس کی شخصیت سے وہ کچھ خوفزدہ سا نظر آ رہا تھا لیکن شیران نے یہاں اپنے آپ کو بالکل تبدیل کرلیا۔ اُس نے سرائے کے مالک سے بڑی عاجزی سے کہا کہ اس کے پاس بڑا نوٹ ہے۔ کیا وہ یہاں بھُن جائے گا۔ سرائے کا مالک نوٹ لے کر چلا گیا اور پھر کافی دیر کے بعد اُس نے واپس آکر شیران کو اس کے چھوٹے نوٹ پیش کر دیے تھے۔ شیران نے یہاں رہائش کی ادائیگی کی اور سرائے کے مالک کو اس کے علاوہ بھی کچھ نوٹ دیے۔ سرائے کا مالک خوش ہوگیا تھا۔ تب وہ اس سے اس بستی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ پتہ یہ چلا کہ یہ بستی بہت چھوٹی سی ہے یہاں سے تقریباً دس میل پیدل چلنا پڑتا ہے اور اس کے بعد ایک ایسا شہر آجاتا ہے جہاں ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے۔ اور وہاں ٹرینیں آتی ہیں۔ اس شہر کا نام دھرم پور تھا۔ شیران نے معلوم کیا کہ دھرم پور جانے کے لیے کوئی سواری مل سکتی ہے تو اُسے پتا چلا کہ یہاں بیل گاڑیاں چلتی ہیں جو دھرم پورہ تک کا فاصلہ تقریباً پورے دن میں طے کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا چنانچہ شیران نے سرائے کے مالک سے درخواست کی کہ اسے دھرم پورہ تک پہنچانے کا بندوبست کر دیا جائے۔ بیل گاڑی چلانے والے کو جو بھی رقم وہ طلب کرے گا ادا کر دی جائے گی۔ سرائے کے مالک کو چونکہ کچھ نوٹ زائد ہی مل چکے تھے، چنانچہ وہ مجسم عجز و نیاز بنا ہوا تھا۔ اس نے فوراً ہی بیل گاڑی کا بندوبست کرنے کا وعدہ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔ لیکن شیران اپنے حلیے میں یہاں سے نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس حلیے کو تبدیل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے کہ اس کی نگاہ ایک دیہاتی آدمی پر پڑی وہ دھوتی باندھے کرتا پہنے اور ایک مخصوص انداز کی ٹوپی پہنے سامنے سے گزر رہا تھا۔ شیران کے ذہن میں ایک خیال کلبلایا اور دفعتاً اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جب سرائے کا مالک واپس آیا تو اس نے آکر بتایا کہ بیل گاڑی تیار کی جا رہی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر میں بیل جوت لئے جائیں گے اور بیل گاڑی والا یہیں سرائے پر پہنچ جائے گا تب شیران نے اس سے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے بابا؟"

"چندن ہے سرکار۔ تو پھر چندن بابا تم نے میرے بارے میں کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کی۔"

"میں کیا پوچھوں سرکار۔ مجھے تو لگتا ہے آپ بہت بڑے آدمی ہیں۔"

"یہ سچ ہے چندن بابا میں ایک بہت بڑے آدمی کا بیٹا ہوں۔ گوپال ہے میرا نام لیکن یہ بہت بڑا آدمی مجھ سے نفرت کرتا ہے کیونکہ میں ذرا لاابالی فطرت کا مالک ہوں۔ میں نے لباس اور یہ حلیہ جو تم دیکھ رہے ہو اس لئے اختیار کیا ہے کہ میں اس کی نگاہوں سے بچ سکوں لیکن اس لباس میں مجھے بڑی الجھن ہو رہی ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم اپنے جیسا ایک لباس میرے لیے مہیا کرو۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں چندن بابا مجھے کہیں سے اپنے جیسا لباس لا دو اور پیسوں کی تم پرواہ نہ کرو' یہ نوٹ رکھ لو۔"

"اتنا بڑا نوٹ سرکار۔ اب تو اس کا کھلا بھی نہیں مل سکے گا ہمیں۔"

"تم یہ پورے کا پورا رکھ لو۔ بس کہیں سے مجھے یہ لباس لا دو۔ چندن بابا کے لئے سو روپے کا نوٹ اتنی بڑی حیثیت رکھتا تھا کہ اس کے حواس گم ہوگئے۔ گرتے پڑتے وہاں سے نکلا اور اس وقت واپس لوٹا جب لباس اس کے ہاتھ میں تھا۔ کھدر کا کرتا' دھوتی'

دیہاتی قسم کا جوتا اور ایک ٹوپی اُس کے ہاتھ میں تھی۔ اُس نے یہ کُرتا شیران کی جسامت کے لحاظ سے ہی حاصل کیا تھا اور اس کا اندازہ وہ لگا کر گیا تھا۔

شیران کو اس انداز میں دھوتی باندھنے میں کافی دُشواری پیش آئی۔ چندن بابا نے اُسے دیکھ کر مُسکراتے ہُوئے کہا۔ "یوں لگتا ہے ٹھاکر جیسے تم دھوتی باندھتے ہی نہیں۔"

"ہاں چندن بابا میں پتلون وغیرہ پہنتا ہُوں لیکن اب اپنے لباس میں آنا چاہتا ہُوں۔"

"ہم تمھاری مدد کریں؟"

"تمھاری بڑی مہربانی ہوگی۔" شیران نے سرائے کے مالک کی مدد سے دھوتی باندھی کُرتا پہنا ہرچند کہ یہ لباس اُسے بڑا مضحکہ خیز لگ رہا تھا لیکن وہ زندگی میں ہر قسم کی تفریحات کرنے کا عادی تھا۔ چنانچہ اُس نے بہ آسانی اس لباس کو قبول کر لیا۔ ٹوپی پہن کر اُس نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا۔ ایک چھوٹا سا آئینہ کمرے میں لگا ہُوا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ اس وقت چندن بابا اندر آ گیا۔ وہ بولا۔ "مالک بیل گاڑی آ گئی ہے۔"

"اوہ چندن بابا تمھارا بہت بہت شکریہ۔" چندن بابا اُسے دیکھنے لگا تھا پھر اُس کی آنکھوں میں محبت کے آثار اُبھر آئے۔ "بڑے گھبرو جوان ہو مالک کسی بہت ہی بڑے خاندان کے لگتے ہو نظر نہ لگ جائے تمھیں ٹیکا لگا دوں؟"

"لگا دو بابا اگر تمھارا خیال ہے تو وہ بھی لگا دو۔" چندن بابا نے اُس کی پیشانی پر تلک لگا دیا۔ تلک لگانے کے بعد شیران نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا تو اُس کا قہقہہ نکل گیا... یہ قبائلی جوان اس لباس میں کتنا مضحکہ خیز نظر آ رہا تھا۔ اس کا اسے خود ہی اندازہ تھا لیکن چندن بابا اُسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی دیوتا اس کے سامنے ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ بیل گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ اپنے حُلیے سے اب اُسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ آسانی سے نہیں پہچانا جا سکے گا۔ بیل گاڑی سفر کرتی رہی۔ بیلوں کی رفتار پر اُسے بہت غصّہ آ رہا تھا۔ راستے میں بیل گاڑی والا دماغ چاٹے جا رہا تھا۔ پتہ نہیں کہ کہاں کہاں کے قصّے سُنائے جا رہا تھا۔ شیران کا دل چاہ رہا تھا کہ اس کی گردن مروڑ کر پھینک دے لیکن پھر اُس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ ہر جگہ یہ کیفیت مناسب نہیں ہوتی چنانچہ اُس نے بیل گاڑی والے کی بکواس برداشت کی اور ویسے بھی دس میل کا یہ فاصلہ جو نہایت سُست رفتاری سے طے ہو رہا تھا طے کرنا آسان نہیں تھا۔ اگر بالکل ہی خاموشی اختیار کر لی جاتی تو ذہن پر خیالات کی یلغار ہو جاتی۔ اس طرح بیل گاڑی والے کی بک بک بھی غنیمت تھی۔

خُدا خُدا کر کے دس میل کا یہ فاصلہ طے ہُوا اور بیل گاڑی شہر میں داخل ہو گئی۔ بیل گاڑی کے مالک نے اُسے ریلوے اسٹیشن پر اُتار دیا تھا۔ پھر وہ اپنا کرایہ لے کر سلام کر کے واپس چل پڑا تھا۔ شیران ہاتھ میں چھوٹا سا تھیلا لیے بالکل مقامی لوگوں کی مانند ریلوے پلیٹ فارم پر آ گیا۔ اُس نے یہاں موجود لوگوں سے ٹرین کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ ایک ٹرین اب سے دو گھنٹے بعد اُسے دہلی جانے کے لیے مل جائے گی۔ دہلی کے بارے میں شیران کی معلومات کچھ بھی نہیں تھیں لیکن اُس نے سوچا کہ جتنا زیادہ سے زیادہ سفر کر لیا جائے بہتر ہے۔ یہ سفر اُسے کم سے کم پولیس کی نگاہوں سے محفوظ رکھے گا۔ پھر دو گھنٹے بعد جب ٹرین آئی تو وہ ٹکٹ لے کر اس میں سوار ہو گیا، اور اب وہ دہلی کی جانب رواں دواں تھا۔

●

چاندنی پوری آب و تاب کے ساتھ نکلا ہُوا تھا۔ حسین چاندنی تاحدِ نگاہ پھیلی ہُوئی تھی۔ ایڈنا ڈمیل پُرسکون انداز میں کار ڈرائیو کرتی رہی۔ سڑکیں سنسان تھیں۔ اِکّا دُکّا پیدل چلنے والوں کے یا ایک آدھ تانگے کے علاوہ یہاں اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ کافی دُور چلنے کے بعد اُس نے کار اس جگہ روک دی جس کا تعین وہ دن ہی میں کر چکے تھے۔ یہ کار وکٹر مورلے نے کہیں سے حاصل کی تھی۔ اُس نے اس کار کی چابی ایڈنا ڈمیل کو دیتے ہُوئے کہا تھا کہ وہ کار لے کر اُس مخصوص جگہ پہنچ جائے اور وہاں کار کھڑی کر دے۔ اُس کے بعد وہ خود ایک منارہ عمارت کے پاس اس کا انتظار کرے۔ وہ اپنا کام مکمل کرنے کے لیے وہاں پہنچ جائے گا لیکن ایڈنا وکٹر مورلے جیسے شخص سے واقف تھی۔ کوئی عام لڑکی ہوتی تو اب تک وکٹر مورلے کے جال میں پھنس چکی ہوتی لیکن ایڈنا جانتی تھی کہ مورلے پر نگاہ رکھنا بے حد ضروری ہے۔ عین ممکن تھا کہ مورلے اپنے ذہن میں کوئی اور ہی منصوبہ رکھتا ہو۔ یہ بات تو صرف حماقت ہی تصور کی جا سکتی تھی کہ وہ ایڈنا کو اپنی زندگی بھر کا ساتھی بنانے پر غور کرے گا البتہ اس بات کے امکانات تھے کہ وکٹر مورلے نے دہلی میں جس شخص کے آنے کا تذکرہ کیا تھا وہ وہیں موجود ہو اور وکٹر مورلے سے مورتی کے بارے میں گفتگو کر چکا ہو۔

بہرطور اگر ایسا نہیں بھی ہُوا تو ایڈنا ڈمیل خود بھی اتنی محدود نہیں تھی کہ ہیروں کی فروخت کا کام نہ کر سکتی۔ ہاں اگر مسٹر پیٹر فاکسن واقعی دہلی میں موجود ہیں تو پھر ہیرے فروخت کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کیونکہ پیٹر فاکسن کی شخصیت سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔ کار اُس نے مخصوص جگہ روک دی تھی۔ جہاں اُن کے درمیان یہ بات طے ہُوئی

تھی۔ یہاں کار روکنے کے بعد اُسے اس عمارت کی طرف جانا تھا لیکن اُس نے اپنے ذہن میں کچھ اور ہی منصوبہ بندی کی ہُوئی تھی۔ کار سے اُترنے کے بعد اُس نے کار لاک کی اور پھر اپنے لیے کوئی ایسی مُناسب جگہ تلاش کرنا شروع کر دی جہاں رہ کر وہ مورلے پر نگاہ رکھ سکے۔ اُسے یقین نہیں تھا کہ مورلے عمارت کی طرف جائے گا اور وہاں اُسے تلاش کرے گا۔ اس بات کا امکان تھا کہ مورلے اُسے یہاں چھوڑ کر کار ہی لے اُڑے اور پھر ہوٹل کا رُخ ہی نہ کرے۔ ہوٹل میں ایڈنا ڈمیل نے مورلے سے محفوظ رہنے کے لیے ایک اور کارروائی بھی کر ڈالی تھی جو خاصی دلچسپ تھی اور اُسے یقین تھا کہ مورلے کو بھی اس کا علم نہیں ہو سکا ہوگا۔

بہرطور اُس نے ایک درخت کی آڑ تلاش کر لی۔ یہ جگہ ایسی تھی جہاں سے وہ مورلے پر نگاہ رکھ سکتی تھی۔ بشرطیکہ اُس کا اندازہ درست ہو۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی وہ مورلے کا انتظار کرتی رہی وہ جانتی تھی کہ مورلے اس وقت مندر کے محافظ کی حیثیت سے وہاں موجود ہوگا اور اپنی کارروائی کرنے میں مصروف ہوگا۔ چنانچہ وہ انتظار کرتی رہی۔ اُس نے کار کا ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ لاک لیا تھا لیکن دُوسری طرف کے دروازے کا ہینڈل کھول دیا تھا تاکہ بوقتِ ضرورت اُسے کار میں داخل ہونے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ وہ آرام سے اپنی جگہ انتظار کرتی رہی۔

بہت دیر کے بعد اُسے ایک سایہ سا کار کی طرف بڑھتا ہُوا محسوس ہُوا۔ ایڈنا ڈمیل کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ گویا اُس کا اندازہ درست تھا۔

☆☆

وکٹر مورلے کے بارے میں ایڈنا ڈمیل کا خیال غلط نہیں تھا وہ درحقیقت اس سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا تھا بس اُسے اپنے لیے ایک ایسے ساتھی کی ضرورت تھی جو آنکھیں بند کر کے اُس پر اعتبار کر سکے۔ اُس نے ایڈنا ڈمیل کو جس کا نام اُس کے خیال کے مطابق فلمینا تھا۔ شیشے میں اُتارنے کے لیے وہ تمام کارروائیاں کر ڈالی تھیں جو ایک مرد عورت کے لیے کر سکتا تھا اور اُسے یقین تھا کہ فلمینا وقتِ مقررہ پر کار لے کر اُس جگہ پہنچ جائے گی جہاں سے اُسے فرار ہونے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ اُس نے فلمینا کو مینار کے پاس جانے کے لیے کہا تھا اور اُن کے درمیان یہی فیصلہ ہُوا تھا کہ وہ وہاں پہنچ کر مورتی کو چھپانے کا بہتر بندوبست کریں گے اور پھر وہاں سے ہوٹل فراز واپس آ جائیں گے۔ اس کے بعد مناسب وقت پر اس مورتی کے ہیرے حاصل کر کے وہ یہاں سے چل پڑیں گے لیکن درحقیقت مورلے کا پروگرام دُوسرا ہی تھا۔ اُس نے جو کار ایڈنا ڈمیل کو دی تھی۔ اس کی ایک چابی اپنے پاس رکھی تھی تاکہ بوقتِ ضرورت اُسے استعمال کر سکے۔

سرِشام ہی وہ اس مندر میں داخل ہو گیا تھا اور اس محافظ کی تاک میں لگ گیا تھا جو جسامت میں اس کی طرح تھا۔ محافظ اُسے تھوڑی دیر کے بعد ہی دستیاب ہو گیا اور اُس نے اُسے بآسانی گردن دبا کر مار ڈالا۔ اس کے بعد محافظ کا لباس پہننے میں اُسے کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ اُس نے پہلے ہی سے وہ تمام تیاریاں مکمل کر لی تھیں جو محافظ کا رُوپ دھارنے میں معاون ثابت ہو سکتی تھیں چنانچہ اپنے اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ بآسانی اس محافظ کی جگہ تعینات ہو گیا یہاں وہ صرف تنہا ہی محافظ نہیں تھا بلکہ دُوسرے محافظ بھی تھے جن کی ڈیوٹی دُوسری طرف لگی ہُوئی تھی۔

بالآخر وہ وقت آ گیا جب اُسے اپنی کارروائی پر عمل کرنا تھا چنانچہ وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ہیروں سے جڑی ہُوئی مُورتی اس کی نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔ اس سے پھُوٹتی ہُوئی روشنی اس کے ذہن و دِل کو منوّر کیے ہُوئے تھی۔ وہ ایک بہت بڑی بہت ہی قیمتی شے حاصل کرنے کے لیے تیار تھا۔ الارم سسٹم اس کی توقعات کے عین مطابق بہت سیدھا سادا تھا۔ وکٹر مورلے جیسے شخص کے لیے اس کو ناکام بنا دینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اس کی نگاہوں نے فوراً تاڑ لیا تھا کہ بجلی کے تار کہاں سے کہاں تک جا رہے ہیں اور اب وہ اپنا کام اندھیرے میں آنکھیں بند کر کے بھی کر سکتا تھا۔

وہ آگے بڑھ گیا۔ مندر کے عقبی حصّے کی دیوار پھلانگ کر وہ اندر اس حصّے میں داخل ہو گیا جہاں سے مُورتی والے کمرے کی طرف جایا جا سکتا تھا چنانچہ وہ ایک گیلری سے گزرتا ہُوا اس دُوسری گیلری میں پہنچ گیا جہاں سے وہ مُورتی کے ہال کے عقبی حصّے میں پہنچ سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے ایک شیشہ کاٹا اور اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی کھول دی۔ وہ اطمینان سے اندر داخل ہو گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد اُس نے ربر کے ہینڈل والی پلاس سے وہ تمام تار کاٹ دیے جو الارم سے منسلک تھے پھر اُس نے شیشے کے شوکیس کو توڑنے کے لیے ہاتھ پر ایک کپڑا لپیٹا اور شیشے پر ایک مکّا مارا لیکن مکّا مارتے ہی سائرن کی ایک خوفناک آواز رات کے سنّاٹے میں بلند ہو گئی۔ تب وکٹر مورلے کو اندازہ ہُوا کہ کوئی باریک سا تار شیشے کے اندر سے بھی گزر رہا ہے اُس نے پلک جھپکتے میں مُورتی اُٹھائی اور برق رفتاری سے دوڑتا ہُوا باہر نکل آیا۔ اس وقت تک تمام محافظ ہوشیار ہو گئے تھے اور چاروں طرف سے روشنیاں ہونے لگی تھیں۔ جب اُس نے دیوار پر سے چھلانگ لگائی تو پہلا فائر ہُوا، مگر گولی کچھ فاصلے پر دیوار پر لگی

دوسرا فائر اس وقت ہوا جب وہ گودھ چکا تھا۔ وہ برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ ویسے اُسے اندازہ تھا کہ محافظ کی دو نالی بندوق ہی فائر کر رہی ہے اور اب اس کو دوبارہ گولیاں بھرنے میں بھی کچھ وقت لگے گا لیکن سائرن کی آوازوں اور فائر کی آواز سے اردگرد کے لوگ متوجہ ہوگئے تھے۔ ہرچند کہ یہاں آبادی نہیں تھی لیکن سیاح بہرطور موجود تھے۔ وہ پھرتی سے دوڑنے لگا۔ اس کے پیروں میں پنکھے سے لگے ہوئے تھے۔ دُوسرے لمحے وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں اُس نے فلمینا کو کار کھڑی کرنے کے لیے کہا تھا۔ کار کو دیکھ کر اُس کی آنکھیں مسرت سے چمک اُٹھیں گویا معصوم فلمینا اپنا کام بخوبی انجام دے چکی ہے اور اب وہ مینارے کے قریب اُس کی آمد کا انتظار کر رہی ہوگی۔ وکٹر مورلے نے مسکراتے ہوئے جیب سے چابی نکالی اور کار کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا لیکن اُس کی آنکھیں یہ نہیں دیکھ سکی تھیں کہ اس کے کار میں داخل ہونے سے قبل تاریکی میں ایک سایہ رینگتا ہوا آیا تھا اور دُوسری جانب سے کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر رینگ گیا تھا۔ اُس نے کار اسٹارٹ کی اور اُسے ریورس کر کے باہر لایا۔ اس دوران مندر کے اطراف میں ہنگامہ برپا ہو رہا تھا۔ لوگوں کو صحیح صورتحال کا تو اندازہ نہیں تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ مندر قیمتی مُورتی کی وجہ سے بہت مشہور ہے ممکن ہے کسی نے مُورتی ہی چُرالی ہو چنانچہ وہاں بھاگ دوڑ ہو رہی تھی لیکن ایسے انتظامات وہاں نہیں تھے کہ فوراً ہی چور کا تعاقب کیا جا سکتا چنانچہ اس دوران وکٹر مورلے کو وہاں سے فرار ہونے کا پورا پورا موقعہ مل گیا تھا۔

کار برق رفتاری سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی اور وکٹر مورلے کا دل خوشیوں سے بھرا ہوا تھا۔ بےچاری لڑکی مینارہ کے پاس میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ چاندنی رات میں اُسے ہر سیاح پر میرا دھوکا ہو رہا ہوگا۔ اس کی نگاہیں میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے سوچا اور ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔ کار کافی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ رفتار بتانے والی سُوئی اسی اور نوے کے درمیان لرز رہی تھی۔ اُس نے اپنے طور پر ایک نقشہ ترتیب دے لیا تھا جس کے تحت اُسے آگے روانہ ہونا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو فلمینا کو قتل بھی کر سکتا تھا کیونکہ اُس سے ایک غلطی ہو چکی تھی جس کا اُسے شدت سے احساس تھا۔ غلطی یہ تھی کہ اُس نے مسٹر پیٹر کے بارے میں اُسے تفصیلات بتا دی تھیں۔ یہ حقیقت تھی کہ پیٹر فاکسن سے وہ مُورتی فروخت کرنے کا معاہدہ پہلے ہی کر چکا تھا اور اُس نے اُنھیں اطلاع دے دی تھی کہ وہ وقت مقررہ پر وہیں پہنچ جائے گا لیکن اس سلسلے میں وکٹر مورلے کو یہ احساس تھا کہ اُس نے اس لڑکی کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش میں اس پر یہ انکشاف کر کے غلطی کی ہے۔ اب اگر وہ کسی طرح پولیس تک پہنچ جاتی ہے تو پولیس اُسے پیٹر فاکسن کے اطراف میں تلاش کر سکتی ہے۔ اس کے لیے اُسے کوئی ایسی کارروائی کرنی ہوگی جس سے پیٹر فاکسن سے رابطہ بعد میں قائم کر لیا جائے۔ اُسے اطلاع دے دی جائے کہ پہلے وہ اپنے اطراف سے باخبر ہو جائے اس کے بعد ہی پیٹر فاکسن سے ملاقات کرے گا۔ اس غلطی کا اُسے بعد میں احساس ہوا تھا لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ وہ بےچارہ نہیں جانتا تھا کہ جس شخصیت کے بارے میں اُس نے اپنے طور پر یہ سب کچھ سوچا ہے وہ کیا چیز ہے۔ بالآخر اُسے ایک شہر کی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ اس شہر کے بارے میں اُسے پہلے ہی علم تھا۔ اس کا پروگرام یہی تھا کہ اس کار کو وہ اسی شہر میں چھوڑ دے گا اور یہاں سے بذریعہ ٹرین وہیں روانہ ہو جائے گا جو یہاں سے زیادہ دُور نہیں رہی تھی۔ شہر کا فاصلہ اب چار پانچ میل سے زیادہ نہیں تھا اور وہ پُورے اطمینان سے کار چلا رہا تھا کہ دفعتاً اُسے کار کے عقبی حصے میں کچھ سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ فطری طور پر اُس کا پاؤں ایکسیلیٹر سے ہٹ گیا اور کار کی رفتار سست ہونے لگی چونکہ کار اسپیڈ سے جا رہی تھی اس لیے ایکسیلیٹر پر سے پاؤں ہٹانے میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی لیکن تھوڑی دور چلنے کے بعد رفتار اس حد تک سست ہوگئی کہ اُسے گیئر تبدیل کر کے اس گیئر میں لانا پڑا جو اس کی رفتار سے مطابقت رکھتا تھا۔ سرسراہٹ کی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آسکی تھی لیکن پھر ایک ٹھنڈی سی گول شے اس کی گردن سے آ چپکی۔ کار کی رفتار اتنی تھی کہ اب اُسے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ وکٹر مورلے ایک لمحے کے لیے ششدر رہ گیا۔ وہ اس ٹھنڈی شے کو بخوبی پہچانتا تھا۔ یہ پستول نال تھی۔

"میرا خیال ہے اب گاڑی روک دو،" عقب سے ایک ز آواز سُنائی دی اور اس کا پاؤں بے اختیار بریک پر جا پڑا۔ رفتار زیادہ نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اچھا خاصا جھٹکا لگا تھا۔ کار ر کے بیچوں بیچ رُک گئی۔ وکٹر مورلے نے حیرت سے پلٹ کر دیکھا۔ اُس کے سامنے مسکرا رہی تھی۔

"ہاں ڈیئر، یہ ضروری تھا مجھے شبہ تھا کہ تمھارے پاس کی ڈپلیکیٹ چابی موجود ہوگی۔"

"تت۔ تم۔ تم۔"

"میں تو زندگی تمھارے ساتھ بسر کرنے کا منصوبہ بنا چکی دیکھو تو انسان کے خیالات کتنے ناپائیدار ہوتے ہیں۔ کیا وہ کسی بارے میں بھروسے سے کچھ کہہ سکتا ہے؟" فلمینا نے کہا۔

وکٹر مورلے کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ کوئی ایسا لفظ نہیں تھا۔ اس کے پاس جس کے ذریعے وہ اس لڑکی کو مطمئن کر سکتا۔ چند لمحات وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا، دفعتاً اُس کے ذہن نے پلٹی کھائی۔ اُس نے سوچا کہ آخری کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ وہ گہری سانس لے کر ہکلاتا ہوا بولا: "یہ پستول پیچھے کر لو تم میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہوگئی ہو فلمینا!"

"ہاں۔ ہاں شاید ایسا ہی ہے۔" لڑکی نے پستول پیچھے ہٹا لیا۔ وکٹر مورلے کے ذہن کو سکون کا ہلکا سا احساس ہوا تھا۔ پستول کا ہٹ جانا اُس کے لیے غیر متوقع تھا، اُسے اس کی امید نہیں تھی کہ لڑکی ایک دم اس کی بات مان لے گی، لیکن بدحواسی میں وہ خود بھی ذہن پر زور نہیں دے سکا تھا، اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ جو لڑکی اتنی چالاکی سے اُس کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک آ سکتی ہے، وہ بھلا ایک دم اُس کی باتوں کے جال میں کیسے آ جائے گی، تاہم بدحواسی ہی کے انداز میں وہ ہکلا ہکلا کر کہہ رہا تھا: "دراصل۔ دراصل صورتحال اتنی خطرناک ہوگئی تھی کہ میں فوری طور پر اور کچھ نہ کر سکا لیکن جانتی ہو ڈیئر... میرا کیا پروگرام تھا؟"

"کیا پروگرام تھا ڈیئر؟" لڑکی نے سکون سے کار کی پچھلی سیٹ سے کمر ٹکاتے ہوئے کہا۔

"میں نے سوچا تھا کہ یہ شہر جو نظر آ رہا ہے اس میں پہنچنے کے بعد کار چھوڑ دوں گا اور فوری طور پر دُوسری کار لے کر یہاں پہنچوں گا، دراصل مندر کے اطراف میں بڑا ہنگامہ برپا ہوگیا تھا۔ مجھ پر گولیاں چلائی گئی تھیں، کئی گولیاں میرے اطراف سے اس طرح نکلیں کہ میں بال بال بچا، اور اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی صورتِ حال نہیں تھی کہ میں پھرتی سے کار تک پہنچوں اور اُسے لے کر نکل بھاگوں ممکن ہے ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہو اور اس وقت تک مندر کے محافظ اس قیمتی مُورتی کے چوری ہو جانے کی اطلاع پولیس کو دے چکے ہوں۔ ہمیں جلد از جلد شہر پہنچ جانا چاہیے لیکن حیرت کی بات ہے کہ تم حیرت انگیز طور پر اس کار میں موجود تھیں۔"

"جی ہاں کچھ باتیں حیرت انگیز طور پر تکمیل پا جاتی ہیں۔ ڈیئر براؤن سن۔!"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ حیرت انگیز طور پر تمھاری جیب میں اِس کار کی ڈپلیکیٹ چابی موجود تھی۔"

"اوہ اوہ، وکٹر مورلے ایک دم نروس ہوگیا۔ اس بات کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کا ہاتھ غیر محسوس انداز میں اپنی جیب کی جانب رینگ رہا تھا جس میں پستول موجود تھا۔"

"تو پھر تم کیا کرتے ڈیئر، مجھے یہ تو بتاؤ؟" لڑکی نے سوال کیا۔ وہ وکٹر مورلے کی طرف سے اب بالکل لاپروا نظر آنے لگی تھی۔

"میرا خیال ہے۔ ڈیئر... تم اگلی سیٹ پر آ جاؤ، ہم گاڑی لے کر تیزی سے شہر چلتے ہیں، یہ بڑا اچھا ہوا کہ تم اتفاقیہ طور پر میرے ساتھ آ گئیں، شہر پہنچ کر ہم اس کار سے چھٹکارا پا لیں گے، اس کے بعد ہمیں کوئی دِقت نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے میں یہیں سے آ جاتی ہوں" لڑکی نے کہا اور پچھلی سیٹ سے چھلانگ مار کر اگلی سیٹ پر وکٹر مورلے کے برابر بیٹھ گئی۔ وکٹر مورلے کار کے اسٹیئرنگ کی جانب متوجہ ہوگیا لیکن دوسرے لمحے لڑکی نے ہاتھ بڑھا کر سوئچ آف کر دیا۔

"ارے ارے یہ کیا؟"

"ابھی تھوڑی سی گفتگو باقی رہ گئی ہے ڈیئر۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یہ کہ تم مجھے دوبارہ شہر سے لینے کے لیے یہاں آتے۔ کیوں، یہی پروگرام تھا نا تمھارا؟"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمھارے لہجے میں شُبہے کی جھلک ہے۔"

"ارے نہیں، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، ویسے یہ بتاؤ کیا تم مُورتی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے؟"

"کیوں نہیں، دیکھو یہ موجود ہے۔" وکٹر مورلے نے مُورتی کی طرف اشارہ کیا۔ مقصد یہی تھا کہ لڑکی جونہی مُورتی کی طرف متوجہ ہو، وہ پھرتی سے پستول نکالنے میں کامیاب ہو جائے اور یہی ہوا۔ لڑکی جونہی مُورتی کی طرف متوجہ ہوئی، وکٹر مورلے نے پستول اُس کی کنپٹی پر رکھ دیا۔

"ہاں ڈیئر تو یہ ہے صُورتِ حال، مجھے یقین ہے کہ اب تم مجھے کار اسٹارٹ کرنے کی اجازت دے دوگی۔" مورلے نے کہا۔

لڑکی ایک لمحے تک اُسے دیکھتی رہی، پھر اُس کے حلق سے ایک قہقہہ سا نکل گیا۔

"وکٹر مورلے تمھارے بارے میں، میں نے جو کچھ سُنا تھا، میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ غلط تھا۔ ممکن ہے اتفاقات تمھارا ساتھ دیتے رہے ہوں اور تم یورپ میں اپنی شاندار وارداتیں کرنے میں کامیاب ہوتے رہے ہو۔ لیکن تمھاری بدقسمتی ہے کہ اس بار تمھارا واسطہ ایک غلط ہستی سے پڑ گیا ہے۔"

"کک کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم شروع ہی سے میرے ساتھ بہت محبت

اور پیار کا سلوک کرتے آرہے ہو، تم نے اپنا نام بھی شاید مجھے اسی لیے غلط بتایا تھا اور آج تک اس پر کاربند رہے وکٹر مورلے۔"

وکٹر مورلے کے حواس اب جواب دیتے جا رہے تھے لیکن پستول اُس کے پاس موجود تھا، پھر اس کے ہونٹوں پر ایک زہرخند مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم ضرورت سے زیادہ جانتی ہو ڈیئر... ہونا تو یہ چاہیئے کہ میں تم سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ یہ معلوم کروں کہ تم کون ہو اور وکٹر مورلے کو کیسے جانتی ہو لیکن افسوس فی الوقت اس کا موقع نہیں ہے، چنانچہ تم رُخصت ہو جاؤ۔ آں ہاں خبردار پستول کو حرکت دینے کی کوشش مت کرو، میرے پستول میں چھ گولیاں ہیں اور شاید وہ سب تمہارے لیے ہیں۔"

"وہ تمہارے پستول میں نہیں ہیں ڈیئر" وہ اب میری جیب میں ہیں۔ فلمینا نے جواب دیا اور وکٹر مورلے ایک لمحے کے لیے بوکھلا گیا۔ اس کے بدن میں سرد سی لہر دوڑ گئی تھی لیکن اب انتظار بے کار تھا۔ اُس نے ٹرائیگر پر دباؤ ڈالا اور فائر کر دیا لیکن پستول سے بیچ کی آواز نکل کر رہ گئی تھی، اور اب وکٹر مورلے کا بدحواس ہو جانا یقینی تھا۔

"واقعی، واقعی ڈیئر مورلے، ہونا تو یہی چاہیئے تھا کہ ہم دونوں کسی مناسب مقام پر بیٹھ کر دوستانہ انداز میں گفتگو کریں، اور ایک دُوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور معلومات فراہم کریں لیکن تمہاری بات مجھے درست ہی معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے پولیس واقعی اب شہر سے باہر چل پڑی ہو۔ اس لیے انتظار کرنا مناسب نہیں ہے۔"

لڑکی نے پستول وکٹر مورلے کی پیشانی پر رکھا اور دوسرے لمحے مورلے کی پیشانی میں سُوراخ ہو گیا۔ اس کے ہاتھ تشنجی انداز میں پھیلے لیکن لڑکی بہت مستعد اور پھرتیلی تھی۔ وہ جلدی سے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر نیچے اُتر گئی، پھر گھوم کر اُس نے دُوسری طرف کا دروازہ کھولا اور وکٹر مورلے کو گھسیٹ کر نیچے پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ اطمینان سے اسٹرنگ پر بیٹھ گئی اور اسٹیرنگ سائیڈ کا دروازہ بند کرنے کے بعد اُس نے کار چند گز آگے بڑھائی اور پھر بریک لگا کر اُسے روک دیا۔ بریک لگانے کے بعد اُس نے وکٹر مورلے کا نشانہ لے کر تین فائر کیے اور یہ اطمینان ہو جانے کے بعد کہ اب وکٹر مورلے کی زندگی ناممکن ہے اُس نے کار تیزی سے آگے بڑھا دی۔

● بات صرف اِسی حد تک محدود نہیں تھی کہ نعمان خان کو شیران کی تلاش تھی، بلکہ اب اُسے تنظیم کی طرف سے ایک اہم عہدہ دے دیا گیا تھا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ تنظیم کی طرف سے اُسے یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ شیران کو تلاش کر کے گرفتار کرے، چنانچہ نعمان خان نہایت مستعد تھا۔

سیہ رام کے ساتھ سفر کرتے ہوئے وہ راستے کے مختلف شہروں میں رُکا۔ رزاق خان بھی اُس کے ساتھ تھا۔ ان شہروں میں کئی کئی دن رُک کر اُس نے شیران کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ شیران اِن راستوں سے گزرا ہے یا نہیں... لیکن بدقسمتی تھی اس کی کہ اب تک اُسے شیران کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا، کوئی بھی شخص یہ بتانے سے قاصر رہا کہ اس قسم کا کوئی قبائلی اِن راستوں سے گزرا ہے، نعمان خان کو بھی بخوبی احساس تھا کہ شیران کی تلاش کے لیے وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ کوئی ٹھوس کام نہیں ہے۔ اس کی تلاش کے لیے کوئی ایسا منصوبہ بنایا جائے، جس سے وہ قابو میں آ سکے۔ بہت غور و خوض کر رہا تھا وہ اس سلسلے میں، لیکن دماغ کسی طور ساتھ ہی نہیں دے رہا تھا۔

سیہ رام نے اپنی تمام تر خدمات اُس کے لیے وقف کر دی تھیں اور اُسے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچا رہا تھا، رزاق خان بھی اس سفر میں نعمان خان کا ساتھی تھا لیکن وہ کوئی باعمل انسان نہیں تھا نعمان خان نے اپنے بھائیوں کو اس قدر آسانیاں فراہم کر دی تھیں کہ وہ اب عیش پرست ہو گئے تھے اور زندگی کی تفریحات کے علاوہ اُنھیں اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں محسوس ہوتی تھی۔ ہر چند کہ شیران کے سلسلے میں رزاق خان بھی سنجیدہ تھا، لیکن وہ بار بار یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ شیران خان کی تلاش اس قدر آسان کام نہیں ہے۔ جتنی نعمان [illegible] سمجھ رہا ہے تاہم وہ بڑے بھائی کی کسی بات پر تعرض نہیں کر سکتا تھا اس لیے خندہ پیشانی سے اُس کے ساتھ مصروفِ عمل تھا۔

سفر کرتے ہوئے وہ بالآخر دہلی پہنچ گئے، سیہ رام خود بھی [illegible] ہُوا تھا، دونوں کئی بار اس سلسلے میں گفتگو کر چکے تھے، لیکن کوئی [illegible] صورتِ حال سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

سفر ختم ہو گیا تھا اور سیہ رام نے نعمان خان کے قیام کے [illegible] ایک بہتر رہائش گاہ فراہم کر دی تھی، اس رہائش گاہ کے ایک [illegible] گوشے میں بیٹھا ہُوا نعمان خان اس وقت بھی آنے والے وقت [illegible] غور کر رہا تھا۔

کیا کرنا چاہیئے، نہ ہی ایڈنا ڈمیل کے بارے میں پتہ چل [illegible] اور نہ ہی شیران کے بارے میں۔ اگر وہ اپنی اس کوشش میں ناکا[illegible] تو کیا اس کے بارے میں یہ نہیں سوچا جائے گا کہ جو عہدہ اُسے دیا [illegible] ہے وہ اس کے قابل نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو، کسی بھی قیمت پر ہو، شیر[illegible] کے بارے میں تو معلوم ہونا ہی چاہیئے۔ باقی رہی بات ایڈنا ڈ[illegible]

کی تو اس کے سلسلے میں اُسے کوئی خاص ذمّے داری نہیں سونپی گئی، کافی دیر تک غور و خوض کرنے کے بعد اُس نے ٹیلی فون پر سیہ رام سے رابطہ قائم کیا اور تھوڑی دیر کے بعد یہ رابطہ قائم ہو گیا۔

"مسٹر سیہ رام میں مسٹر پیری پاؤل کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"پیری پاؤل۔ سیہ رام نے سوال کیا۔"

"ہاں۔ پیری پاؤل کو ایک مشن پر یہاں بھیجا گیا ہے، وہ لوگ ایڈنا ڈمیل کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اُنھوں نے اب تک ایڈنا ڈمیل کی تلاش کے سلسلے میں کیا کیا ہے؟"

"اتفاق کی بات ہے مسٹر نعمان خان کہ مجھے مسٹر پیری پاؤل کے بارے میں تفصیلات نہیں بتائی گئیں، تاہم اگر میں وزارتِ داخلہ سے رابطہ قائم کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں تو مجھے اس میں ناکامی نہیں ہوگی۔ اگر آپ کی یہ ہدایت ہے تو میں اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ سیہ رام نے جواب دیا۔"

"براہِ کرم اس پر عمل کیجیے اور یہ معلوم کیجیے کہ پیری پاؤل نے کس طرح حکومت سے رابطہ قائم کیا ہے یا نہیں یا پھر اُنھیں ایڈنا ڈمیل کے بارے میں کچھ معلومات ہو سکیں یا نہیں۔"

"جی بہتر ہے۔ میں اس سلسلے میں معلوم کر کے آپ کو اطلاع دُوں گا۔"

تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد نعمان خان نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ رزاق خان کے قدموں کی آواز اُسے سُنائی دی۔ رزاق خان اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

"آؤ رزاق خان۔"

"بھائی جان میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں...۔"

رزاق خان نے کہا۔

"ہاں ہاں کہو۔"

"شیران کی تلاش کے سلسلے میں جو کارروائی کی جا رہی ہے میں اس سے مطمئن نہیں ہوں۔"

"میں ہی کہاں مطمئن ہوں۔ رزاق خان، کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی جو کارآمد ہو۔ میں اس کی تلاش کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں، لیکن ایسا لگتا ہے جیسے وہ ہندوستان کی وسعتوں میں گم ہو گیا ہے۔ اتنا بے وقوف آدمی نہیں ہے کہ آسانی سے اپنے نشانات چھوڑ جائے اگر کوئی مناسب ترکیب تمہارے ذہن میں آتی ہے تو تم ہی بتاؤ۔"

"میں شیران کے بارے میں تھوڑی سی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں کہو۔"

"وہ فطرتاً کس قسم کا آدمی تھا؟"

"تراب زمان میں تم نے اس کے بارے میں تفصیلات سُنی ہوں گی، عیش پرست تھا، زندگی کی اُن دلچسپیوں میں حصّہ لیتا تھا جو عام نگاہوں میں اچھی نہیں سمجھی جاتیں، شکار اور آوارگی اُس کا دلچسپ مشغلہ تھا۔"

"یہی معلوم کرنا چاہتا تھا میں آپ سے، کیا یہ ممکن نہیں ہے بھائی جان کہ شیران ہمیں کسی ایسی جگہ دستیاب ہو سکے جو تفریحی جگہ کہلاتی ہے، میرا مطلب ہے اسے ناچ گانے کا شوق تھا، تو کیا یہاں آ کر اُس نے اپنی اِن دلچسپیوں کو ترک کر دیا ہو گا؟"

نعمان خان گہری نگاہوں سے رزاق خان کو دیکھنے لگا، پھر اُس نے کہا۔ "مزید تفصیل بتاؤ۔ کیا خیال ہے تمہارے ذہن میں؟"

"کیوں نہ اُسے ایسی ہی جگہوں پر تلاش کیا جائے؟" رزاق خان نے کہا اور نعمان خان اُسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک بے اختیار مسکراہٹ آنے والی تھی کہ اُس نے اُسے روک لیا، رزاق خان کا مطلب وہ بخوبی سمجھ گیا تھا، چنانچہ اُس نے کہا۔ "اگر تم چاہو تو اپنے طور پر کوئی بھی ایسی کارروائی کر سکتے ہو، مجھے اعتراض نہ ہوگا۔"

"ہاں، میں چاہتا ہوں کہ جو مشن آپ کے سپرد کیا گیا ہے اس کی تکمیل میں، میں بھی آپ کی مدد کروں۔"

"تو تم اپنے طور پر اپنا کام شروع کر دو لیکن سنو، کوئی بھی رات تم یہاں سے باہر نہیں گزارو گے اور دن بھر کی کارروائیوں کے بارے میں مجھے رپورٹ دو گے۔"

"اور اگر بھائی جان رات کو واپسی میں دیر ہو جائے تو؟"

"دیر گوارا کی جا سکتی ہے لیکن گمشدگی نہیں۔" نعمان خان نے کہا اور رزاق خان گردن ہلا کر خاموش ہو گیا۔

"تم اگر جانا چاہو تو جا سکتے ہو، آج ہی سے اپنی کارروائیوں کا آغاز کر دو۔ نعمان خان نے کہا اور جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر رزاق خان کی طرف اُچھال دی۔"

"اس سلسلے میں تمہیں رقم کی ضرورت ہو گی، اِسے لے جاؤ اور اپنا کام شروع کر دو۔" رزاق خان نے شکریے کے ساتھ نوٹوں کی گڈی جیب میں ٹھونس لی اور باہر نکل گیا۔

نعمان خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، جہاندیدہ شخص تھا، زندگی کو بہت قریب سے دیکھا تھا اس لیے، جانتا تھا کہ رزاق

خان نے یہ چالاکی اس سے کیوں کی ہے؟ یہاں آکر اُس کی تفریحات محدود ہو گئی تھیں اور ظاہر ہے جن تفریحات کے یہ لوگ عادی ہو گئے تھے، نعمان خان اپنے بھائیوں سے بے پناہ پیار کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ان کا تھا ہی کون، چنانچہ اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ اپنے بھائیوں کو زندگی کی تفریحات میں حصّہ لینے سے روکے۔ وہ رزاق خان کی چالاکی پر مسکراتا رہا اور پھر اپنے کمرے کی طرف چل پڑا، اُسے نیند آ رہی تھی۔

رزاق خان سے ملاقات دوسری صبح ہی ہو سکی تھی، اُس نے اس کی رات کی مصروفیات کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا اور منتظر رہا کہ رزاق خان خود ہی اُسے اس سلسلے میں کچھ بتائے لیکن رزاق خان نے اُسے کچھ نہیں بتایا تھا۔

نعمان خان ناشتے کے دوران اخبار بھی دیکھتا جا رہا تھا، اخبار دیکھتے دیکھتے دفعتاً اس کی نگاہ ایک خبر پر پڑی اور چائے کی پیالی اُس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی، اُس نے چائے کی پیالی رکھی اور اخبار کی اس خبر پر نگاہیں جما دیں۔ یہ خبر ایک ڈاکے کے متعلق تھی، جو ایک دُوسرے شہر میں ڈالا گیا تھا۔ ڈاکے کی تفصیلات بے حد ہولناک تھیں، ڈاکو ایک تھا اور اُس نے بینک میں داخل ہو کر بارہ انسانوں کو قتل کر ڈالا تھا اور لاکھوں روپے لے اُڑا تھا۔ وہاں موجود لوگوں نے ڈاکو کے بارے میں جو تفصیلات بتائی تھیں اُسے پڑھ کر نعمان خان دنگ رہ گیا۔

ڈاکو کی شکل و صورت اور حُلیہ شیران ہی کا تھا۔ اس بات کا نعمان خان کو یقین ہو گیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ نعمان خان کو ہندوستان میں شیران کی موجودگی کا پہلا نشان ملا تھا۔ دُوسرے لمحے اخبار رکھ کر وہ تیزی سے ٹیلی فون کی جانب دوڑا اور سیہ رام سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد سیہ رام سے رابطہ قائم ہو گیا تھا، سیہ رام اپنے گھر سے ہی بول رہا تھا۔

"میں نعمان خان بول رہا ہوں سیہ رام۔ تم بھی سوچتے ہو گے کہ میں نے تمھیں پریشان کر ڈالا ہے۔"

"نہیں جناب، مجھے ہدایات دی گئی ہیں اور یہ میری ڈیوٹی ہے کہ میں آپ کو ہر طرح کی سہولت بہم پہنچاؤں۔ فرمایئے کیا بات ہے؟"

"میں آج کے اخبار کی طرف تمھاری توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، کیا تم اخبار پڑھ چکے ہو؟"

"ہاں تقریباً۔"

"اس میں ایک ڈاکے کے بارے میں تفصیلات ہیں۔"

"جی ہاں، ایک چھوٹی سی خبر ہے تو سہی۔"

"ڈاکو کا حُلیہ تم نے نوٹ کیا؟"

"میں نے غور نہیں کیا جناب۔"

"تو پھر غور کرو سیہ رام، اخبار منگوا لو۔" نعمان خان نے کہا اور سیہ رام نے اُسے ہولڈ کرنے کے لیے کہا۔ چند لمحات کے بعد سیہ رام کی پُرجوش آواز سُنائی دی۔

"اوہ جناب آپ کا مطلب ہے، وہ ڈاکو۔ وہ قبائلی بھی ہو سکتا ہے، بلاشبہ جس سُرخ و سفید لمبے چوڑے آدمی کا تذکرہ کیا گیا ہے اُس کا حُلیہ شیران سے ملتا جُلتا ہے۔"

"کیا تم اِس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل نہیں کر سکتے سیہ رام؟"

"کیوں نہیں، آپ نے بہت اچھا کیا جو میری توجہ اس طرف مبذول کرا دی، اگر آپ مجھے فوری اجازت دیں تو بہتر ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم اس سلسلے میں دیر کریں۔"

"سیہ رام فوری طور پر اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کرو اور یہ اندازہ لگاؤ کہ وہ کہاں ہے؟ مجھے یقین ہے کہ جو بہیمیت اور درندگی اس ڈاکے کے سلسلے میں دِکھائی گئی ہے وہ شیران ہی کی فطرت کا خاصہ ہے، اتنے قتل شیران کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا تھا جبکہ خبر کے مطابق ڈاکو اکیلا تھا۔ اور یُوں بھی بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ڈاکا ڈالتے وقت انسانی زندگی کو اس طرح فراموش کر دیتے ہیں، ڈاکے تو ڈالے جاتے ہی سیہ رام، لیکن دیکھا یہی گیا ہے کہ ڈاکو انتہائی ناگزیر صُورتِ حال کی بنا پر ایک یا دو آدمیوں کو ختم کر کے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن جس درندگی اور خوفناک انداز میں اس بینک میں قتلِ عام کیا گیا ہے وہ چیخ چیخ کر یہ اشارہ کرتا ہے کہ وہ شیران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"آپ مطمئن رہیں، میں تفصیلات معلوم کر کے آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔"

نعمان خان بے حد پُرجوش ہو گیا تھا، ہندوستان سے ابھی اس کی اس قدر واقفیت نہیں تھی کہ خود بھی دوڑ پڑتا اور اس سلسلے میں کوئی کارروائی عمل میں لاتا، اُسے بے چینی سے سیہ رام کی ٹیلی فون کال کا انتظار تھا۔ یہ انتظار اُسے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک کرنا پڑا۔ اس دوران رزاق خان اس کے ساتھ ہی رہا تھا، اور نعمان خان سے گفتگو کرتا رہا تھا اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ شیران کا کوئی نشان سامنے آیا ہے وہ بھی کافی پُرجوش ہو گیا تھا۔

"آپ مطمئن رہیں بھائی صاحب، میں انتہائی کوشش کروں گا کہ اُسے تلاش کر سکوں۔ اگر یہ ڈاکا شیران ہی نے ڈالا ہے تو اس کا مقصد ہے کہ اس کی مالی ضروریات تو پوری ہو گئی ہیں، اور اب وہ تفریحات

میں حصّہ لے گا۔"

"تم اپنا کام جاری رکھو، اگر کوئی خاص بات ہو تو مجھے اطلاع دے دینا، ورنہ اس سلسلے میں اطلاع دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" نعمان خان نے کہا اور رزاق خان نے گردن ہلا دی۔

ڈیڑھ گھنٹے کے بعد اُسے سیہ رام کا فون موصول ہُوا، سیہ رام نے ڈاکے کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کی تھیں، اس ڈاکو کا حُلیہ بھی سیہ رام نے دوہرایا تھا جو اخبار میں چھپے ہُوئے حُلیے کے عین مطابق تھا، سیہ رام نے کہا کہ اُس نے اپنے چار آدمی فوری طور پر وہاں روانہ کر دیئے ہیں، مزید معلومات لے کر یہاں پہنچیں گے۔ ویسے اندازہ یہ ہو گیا ہے کہ اگر وہ ڈاکو شیران ہی تھا تو اب وہ اس شہر میں نہیں ہے۔ وہاں سے نکل چکا ہے۔

"یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ اُس نے کون سا رُخ اختیار کیا ہے؟"

"نہیں جناب کچھ نہیں کہا جا سکتا، لیکن اُس شہر سے اگر کوئی صحیح معنوں میں اپنی پوزیشن محفوظ رکھنے کے لیے فرار ہونا چاہے تو پھر دہلی کے علاوہ وہ اور کسی طرف کا رُخ نہیں کرے گا۔"

"اس کا مقصد ہے کہ اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ شیران دہلی میں ہو۔"

"جی ہاں۔ مزید معلومات میرے آدمی وہاں سے واپس آکر مجھے فراہم کریں گے لیکن آپ اس بات کو نظرانداز نہ کریں۔ ڈاکے کو جتنا وقت گزر چکا ہے۔ اس کے بعد اگر شیران نے اپنا مسلسل سفر جاری رکھا ہے تو یقیناً وہ اس وقت دہلی میں ہو گا۔"

"تو پھر سیہ رام تمھیں ان تمام کارروائیوں کے ساتھ ایک اور کارروائی بھی کرنا ہے۔"

"حکم دیجیے جناب۔"

"اپنے بہترین آدمی دہلی کے چپّے چپّے پر پھیلا دو۔ وہ ایک ایک شخص کی نگرانی کریں جہاں تک ممکن ہو سکے وہ ہر شخص کو ذہن میں رکھیں، اور ایسے لمبے چوڑے قبائلی کو ذہن میں رکھیں، جو اس حُلیے پر پورا اترتا ہو۔"

"بہت بہتر، آپ کی ہدایت پر عمل کیا جائے گا۔" سیہ رام نے جواب دیا اور نعمان خان خاموش ہو گیا۔

▣ وکٹر مورلے کی موت تو اسی دن اُس کا مقدر بن چکی تھی، جب ایڈنا ڈمپل جیسی شاطر عورت سے اُس کی ملاقات ہُوئی تھی، اُس نے اپنی دانست میں ایک ایسی ساتھی کو تلاش کر لیا تھا، جو یورپین تھی اور وکٹر مورلے جیسے بآسانی بے وقوف بنا سکتا تھا لیکن ایڈنا جیسی شاطر عورت کے لیے مورلے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا، درحقیقت وکٹر مورلے جیسے ہزاروں آدمی اس کے لیے کام کرتے رہے تھے اور ایڈنا ذہنی طور پر اُن سے اس قدر بلند تھی کہ وہ اُن سے بآسانی کام لیتی رہی تھی چنانچہ وکٹر مورلے اس کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔

کافی دُور پہنچنے کے بعد ایڈنا نے اس مُورتی کو اُٹھایا جو وکٹر مورلے کے پیروں کے پاس رکھی ہُوئی تھی اور پھر اُسے برابر کی سیٹ پر رکھ لیا۔

اس سے قبل اس مُورتی کی پوجا ہوتی تھی، ہزاروں یاتری عقیدت سے اُسے دیکھنے کے لیے آتے تھے لیکن اب وہ ایڈنا ڈمپل کے لیے ایک کھلونے سے زیادہ نہیں تھی۔ ہیروں کی چمک دمک نے ماحول کو خیرہ کر دیا اور ایڈنا ڈمپل نے جلدی سے ان ہیروں کو ایک کپڑے سے ڈھک دیا تاکہ یہ روشنی کہیں اور سے نہ دیکھی جا سکے۔

ویسے وہ چاروں طرف سے محتاط تھی، اُس نے ایک بار پھر اپنا پستول گولیوں سے بھر لیا تھا اور بڑی تیک روی سے ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ ان علاقوں کے بارے میں اُسے بہت زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ اس لیے اُسے بہت زیادہ محتاط رہنا پڑ رہا تھا، پولیس کسی بھی وقت اُس تک پہنچ سکتی تھی اور۔ اور کچھ نہ ہوتا تو کم از کم وہ یہی پُوچھ سکتی تھی کہ ایک یورپین عورت اس کار میں کہاں سے چلی آ رہی ہے، اور اُسے ان جگہوں کے بارے میں کیسے معلوم ہے۔ ایڈنا ڈمپل اس وقت پولیس کو کچھ نہیں بتا سکتی تھی، چنانچہ خوامخواہ کی اُلجھنیں مول لینا پڑتیں، بہرطور وہ سفر کرتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد اس شہر میں داخل ہو گئی جو اب زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد اُس نے فیصلہ کیا کہ اب اس کار سے چھٹکارہ حاصل کر لے، چنانچہ ایک مناسب جگہ اُس نے کار روکی۔ اس وقت بھی وہ حسبِ معمول ساڑھی میں ملبوس تھی، یہاں آنے کے بعد اُس نے خاص طور سے اس لباس کا انتخاب کیا تھا، حالانکہ اس کی شخصیت اس لباس میں صحیح طور پر چھپ نہیں سکتی تھی بلکہ اور نمایاں ہو جاتی تھی لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا، بہرطور ایڈنا ڈمپل نے کار کو ایک مناسب جگہ کھڑا کر کے اُس پر سے اپنی اُنگلیوں وغیرہ کے نشانات صاف کئے، ہینڈل، اسٹیئرنگ کو خاص طور سے اُس نے صاف کیا تھا۔ اُس نے یہ تمام نشانات صاف کیے اور پھر مُورتی کو سنبھال کر کار سے نیچے اُتر آئی، وکٹر مورلے کی دی ہُوئی کرنسی اس کے پاس اب بھی موجود تھی، اس قیمتی شے کو چُھپانے کے لیے کوئی مُناسب چیز اُسے درکار تھی، لیکن اس وقت ایسی کوئی چیز اُسے حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ تنہا ان سنسان و ویران سڑکوں پر

ماری ماری پھرتی رہی، کچھ لوگ اُسے نظر بھی آئے، لیکن ان میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں تھا جس سے وہ کسی بھی قسم کی مدد لے سکتی۔ بہرطور تھوڑی دیر کے بعد وہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئی۔

یہ صرف اس کی کاوشوں کا ہی نتیجہ تھا، یا صرف اتفاق کہ اُسے ریلوے اسٹیشن پہنچنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی تھی۔ چند لمحات وہ وہاں کھڑی سوچتی رہی پھر اُس نے فیصلہ کیا کہ کم از کم یہاں سے آگے بڑھ جائے کیونکہ کار اُس شہر میں تھی اور زیادہ دُور نہیں تھی۔ ایڈنا جانتی تھی کہ وکٹر مورلے نے جو کار اس کام کے لیے استعمال کی تھی، وہ چوری کی تھی اور یقیناً اُس کی تلاش کے لیے کارروائی کی جا رہی ہوگی یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ پولیس رام نگر سے وکٹر مورلے کے پیچھے لگی ہوئی یہاں تک آ جائے۔ اس طرح ایڈنا ڈمپل کی شخصیت کسی نہ کسی طرح منظرِ عام پر بھی آ سکتی تھی، چنانچہ اُس نے محتاط ہو کر کام کرنے کا فیصلہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ریلوے پلیٹ فارم پر پہنچ گئی۔ اب اُسے کسی ایسی چیز کی تلاش تھی، جسے وہ مُورتی کو چھپانے کے لیے استعمال کر سکے۔ اور اُس کے لیے اِس نے انتخاب کر لیا۔ چند سادہ لوح دیہاتی فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے تھے، اُن کے پاس مختلف قسم کا سامان رکھا ہُوا تھا، اور یہ سامان ٹاٹ کے بوروں میں بندھا ہُوا تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے چالاکی سے ایک بورے کو سرکایا، اُس میں معمولی قسم کے کپڑے ٹھنسے ہُوئے تھے، تھوڑے سے فاصلے پر چلنے کے بعد اُس نے بورے کو ہاتھوں میں اُٹھا لیا۔ بے چارے دیہاتیوں کو پتہ بھی نہیں چل سکا تھا کہ ان کا کوئی بورا غائب ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ بورے کو ہاتھ میں لیے آگے بڑھتی رہی۔ اس کے بعد ایک محفوظ جگہ پہنچ گئی۔ یہاں اُس نے بورے میں سے کپڑے نکال کر اُسے خالی کیا اور پھر مُورتی چند کپڑوں میں لپیٹ کر بورے میں رکھ دی، اس کے بعد اُس نے بورا بند کیا اور اُسے اطمینان سے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اب اُس کا حجم کم ہو گیا تھا، اس لیے سادہ لوح دیہاتی بھی اپنے سامان کو نہیں پہچان سکتے تھے، اس سامان کو لٹکائے ہوئے وہ پلیٹ فارم کے ہی ایک حصے میں جا بیٹھی، تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی اور پھر گزرتے ہُوئے ٹی ٹی کو دیکھ کر اُس نے اُسے مخاطب کیا۔ ٹی ٹی اس شاندار عورت کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے متحیّر رہ گیا تھا۔ ایڈنا نے بڑے پُر اخلاق لہجے میں کہا۔ "جناب میں آپ کے ملک میں اجنبی ہوں، کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟"

ٹی ٹی کو اس نرم لہجے کی توقع نہیں تھی چنانچہ وہ مجسّم اخلاق بن گیا اور پھر اس ٹی ٹی کی مدد سے ایڈنا ڈمپل کو باآسانی تمام معلومات حاصل ہو گئیں، اُسے پتہ چل گیا کہ اُسے یہاں سے دہلی کے لیے ٹرین مل سکتی ہے۔ چنانچہ اُس نے دہلی جانے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹی ٹی نے اُسے بڑے ادب سے ایک کمپارٹمنٹ میں سوار کرا دیا تھا اور اُس کے عوض ایڈنا ڈمپل نے اُسے ایک اچھی خاصی رقم پیش کی تھی جسے ٹی ٹی نے بڑے تکلف کے ساتھ بالآخر قبول کر لیا۔

ایڈنا ڈمپل کو اس پُرسکون کمپارٹمنٹ میں جگہ مل گئی تھی، جس میں چند لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، ایک مارواڑی خاندان تھا جو خراٹے بھر رہا تھا۔ ان لوگوں کو پتہ بھی نہیں چل سکا تھا کہ کوئی ان کے ڈبے میں سوار ہُوا ہے۔ بہرطور ایڈنا نے ایک مُناسب جگہ سنبھال لی تھی اور خاموشی سے بیٹھی ہُوئی آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگی۔

کمپارٹمنٹ سے باہر گہری تاریکی چھائی ہُوئی تھی، تاریکی میں یہ سفر جاری رہا، سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، ایڈنا اتنی قیمتی چیز کے ساتھ غیر محتاط نہیں ہونا چاہتی تھی چنانچہ وہ جاگتی رہی صبح تک وہ جاگتی رہی تھی۔ اس وقت صبح کا اُجالا پھوٹ رہا تھا جب ٹرین دہلی کے اسٹیشن پر رُکی۔ ایڈنا ڈمپل نے دہلی کا بورڈ پڑھا اور اپنا چھوٹا سا بورا لیے نیچے آ گئی۔

دہلی کے اسٹیشن پر خاصی رونق تھی، ایڈنا اس بدنما بورے کو ہاتھوں میں اُٹھائے ہُوئے خود بھی محسوس کر رہی تھی کہ لوگ اس جیسی عورت کے ہاتھوں میں ایسا سامان دیکھ کر متحیّر ہیں لیکن ان سب سے لاپرواہ اسٹیشن سے باہر نکل آئی۔ باہر مختلف سواریاں کھڑی ہُوئی تھیں لیکن اُس نے تانگے کا ہی انتخاب کیا۔ تانگے میں بیٹھ کر اُس نے تانگے والے سے کہا... "میں ہوٹل میں قیام کرنا چاہتی ہوں، مجھے کسی ہوٹل تک پہنچا دو۔"

"ٹھیک ہے بی بی صاب۔ لیکن ہم پچیس روپے لیں گے۔" تانگے والے نے کہا۔

"ٹھیک ہے لے لینا۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا اور تانگے والا اُسے لے کر چل پڑا۔

ایڈنا ڈمپل دُنیا کی بہت سی زبانوں کی ماہر تھی۔ چنانچہ مقامی زبان وہ آسانی سے بول لیتی تھی، چنانچہ اُسے ہندوستانی لوگوں سے بولنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ تانگے والے نے اپنی دانست میں اُسے ایک اچھے سے ہوٹل میں پہنچا دیا۔ یہ ہوٹل اسٹیشن سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا، تین منزلہ عمارت تھی اور خاصی بوسیدہ اور بے رنگ روپ لیکن ایڈنا ڈمپل کو یہ عمارت خاصی بہتر محسوس ہُوئی۔ کیونکہ اِس وقت کسی اعلیٰ ہوٹل میں قیام کرنا اس کے لیے مضر ہو سکتا تھا۔ بہت سارے لوگ اس کی جانب متوجہ ہو جاتے، حالانکہ بات چھوٹے ہوٹل میں بھی اتنی ہی پریشان کن تھی لیکن بہت زیادہ اُلجھن کی بات

بھی نہیں تھی کیونکہ دہلی میں بے شمار غیر ملکی ٹھہرتے تھے، جن میں معمولی قسم کے آوارہ گرد بھی ہوتے تھے اور اعلیٰ پلے کے لوگ بھی اس کا شمار زیادہ سے زیادہ آوارہ گردوں میں ہی کر لیا جائے گا۔ چنانچہ اس وقت تک جب تک کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جائے، اُس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اسی معمولی سے ہوٹل میں قیام کرے گی جس کا نام "ہوٹل کرم راج" تھا۔

کرم راج کی دُوسری منزل پر اُسے کمرہ مل گیا اور یہ جان کر اُسے خاصی مسرت ہُوئی کہ کرم راج ہوٹل بہت سستا ہوٹل ہے اور عام طور سے یہاں غیر ملکی آوارہ گرد قیام کرتے ہیں، ایڈنا ڈمپل نے فیصلہ کیا کہ اب وہ اپنا حُلیہ بدل لے گی۔ آوارہ گردوں کا لباس حاصل کرنے میں اُسے کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی۔ بہرطور رات بھر جاگنے کے بعد بھی وہ اس وقت اسی قدر خوش و خرم اور چُست و چالاک تھی۔ مورتی کو ہوٹل کے کمرے میں ایک محفوظ جگہ چھپا دیا اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

ہوٹل میں اٹیچ باتھ نہیں تھا، کامن باتھ رُوم میں جا کر اُس نے مُنہ ہاتھ دھویا اور اپنے کمرے میں جا کر سوچنے لگی کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیے۔ پھر اُس نے ایک ویٹر کو بلا کر اپنے لیے چائے لانے کو کہا۔

صبح ہو چکی تھی اور چائے ملنے میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ویٹر چائے لے آیا لیکن چائے کے برتن بے پناہ گندے تھے، ایڈنا ڈمپل کو ایک لمحے کے لیے سخت کراہت کا احساس ہُوا، لیکن دوسرے لمحے اُس نے خود کو سنبھال لیا، وہ عام عورت نہیں تھی، اُسے وقت پر کوئی بھی چیز مل جاتی تو اُسے قبول کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔

یہی کیفیت اس وقت بھی ہُوئی، اُس نے بڑے اطمینان سے پیالی میں چائے نکالی اور اس کے چھوٹے چھوٹے سِپ لینے لگی، چائے کے دوران وہ اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں غور کرنے لگی، اور اس کی سمجھ میں ایک ہی بات آئی، وہ یہ کہ آوارہ گردوں کے حُلیے میں یہاں چھپا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں اُسے کوئی دقت بھی پیش نہیں آ سکتی تھی البتہ آوارہ گردوں کا لباس حاصل کرنا مسئلہ تھا اور اس کے لیے اُسے کام کرنا پڑے گا۔

لیکن دُوسرے دن جب تقریباً ساڑھے آٹھ یا نو بجے تھے اُسے اس مسئلے میں بھی کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اُس نے اپنے قد و قامت ہی کی ایک عورت دیکھی، جو بیگی اور جینز پہنے ہُوئے ہوٹل کی پتلی سی راہداری سے گزر رہی تھی۔

ایڈنا ڈمپل نے ایک لمحے میں اُس سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر مُسکراتی ہُوئی اُس کے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو۔" اُس نے پُر اخلاق لہجے میں کہا اور عورت رُک گئی۔ اُس کی آنکھوں کے گرد گہرے حلقے چھائے ہُوئے تھے، ہونٹ خشک تھے، بال بُری طرح بکھرے ہُوئے تھے۔ چہرے سے وہ فاقہ کش نظر آتی تھی، وہ تھکی تھکی سی مُسکراہٹ کے ساتھ ایڈنا ڈمپل کے سلام کا جواب دینے لگی۔

"میں آپ سے متعارف ہونا چاہتی ہوں۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"سوری اس وقت میں مصروف ہوں۔ دراصل میں۔ میں۔"

عورت ہچکچا کر رُک گئی۔

"اگر کوئی خاص مصروفیت نہ ہو تو آپ چند لمحات میرے ساتھ گزار دیجئے۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

عورت چند لمحات کچھ سوچتی رہی پھر تھکے تھکے سے قدموں سے ایڈنا ڈمپل کے ساتھ اس کے کمرے تک آ گئی۔

"آپ اِسی ہوٹل میں مقیم ہیں؟" ایڈنا ڈمپل نے پوچھا۔

"ہاں!"

"نام کیا ہے آپ کا؟"

"فیری۔ فیری گراہم۔"

"مجھے کیتھرائن کہتے ہیں۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"خوشی ہُوئی تم سے مل کر، لیکن میں تمھیں اپنے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔"

"ہاں ہاں کہو، کیا بات ہے؟"

"دراصل میں اس وقت بہت بھُوکی ہُوں۔ پچھلے دن سے مَیں نے کچھ نہیں کھایا، ہوٹل کے کمرے کا کرایہ بھی میرے پاس موجود نہیں ہے، میرے ساتھ دھوکا ہُوا ہے، میرا ساتھی جو کئی دن سے یہاں میرے ساتھ مقیم تھا، مجھے چھوڑ کر فرار ہو گیا ہے۔ اگر میں ہوٹل والوں کو اُس کے فرار کے بارے میں بتا دُوں اور اُن سے یہ کہوں کہ میرے پاس اُنھیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے تو پتہ نہیں میرے ساتھ کیسا سلوک ہو۔ میں اس وقت اسی سلسلے میں جا رہی تھی کہ کہیں سے کچھ مانگ کر لاؤں اور اپنا کام چلاؤں، بڑی پریشان کن کیفیت ہے میری، دراصل میرا تمام سامان ہوٹل کے اسی کمرے میں موجود ہے، اگر میں سامان لے کر یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرتی ہُوں، تو بھی بہتر نہیں ہو گا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں؟"

"اوہ ڈیئر فکر مت کرو، تمھارے کمرے کا کرایہ میں ادا کروں گی۔ تم یورپ کے کون سے مُلک سے تعلق رکھتی ہو؟" ایڈنا ڈمپل نے سوال کیا۔

"برٹش ہُوں، خاص لندن سے میرا تعلق ہے۔" فیری نے

جواب دیا۔ یہ الفاظ اس کے لیے بڑے دلکش تھے کہ کیتھرائن ہوٹل کا بل ادا کرے گی اور یقیناً اُسے جب یہ پتہ چل چکا ہے کہ فیری بھوکی ہے تو وہ اُسے کھانے پینے کی پیش کش بھی ضرور کرے گی اور یہی ہوا۔

اس سے کچھ پوچھے بغیر کیتھرائن نے ویٹر کو بلایا اور ناشتے کا آرڈر دے دیا۔ فیری گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی۔ اس وقت تک اِن لوگوں نے کوئی بات نہیں کی جب تک کہ ویٹر ناشتے کا سامان نہ لے آیا۔ ایڈناڈمپل نے ناشتہ فیری کے سامنے لگا دیا اور فیری بلاتعرض اس پر ٹوٹ پڑی۔

ایڈناڈمپل خاموش نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ کوئی خاص مقصد نہیں تھا اُس عورت سے تعارف حاصل کرنے میں اُس کا، بس اُسے آوارہ گردوں کا لباس درکار تھا اور یہ عورت اس سلسلے میں اس کی مدد کر سکتی تھی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو گئی تو ایڈناڈمپل نے مسکراتے ہوئے اُس سے پوچھا: "اور کچھ درکار ہے ڈیئر فیری؟"

"نہیں بس بہت بہت شکریہ، میں بہت بُری حالت میں ہوں، تم اس کا تصور نہیں کر سکتیں۔" اُس نے مدھم لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں ہے انسان کی مدد کرنا انسان ہی کا فرض ہے۔ اب مجھے دیکھو میں بھی ذرا سی پریشان ہوں۔"

"کیوں؟"

"یہ لباس۔ یہ ہندوستانی لباس جو میرے بدن پر ہے۔ مجھے ذرا بھی اچھا نہیں لگتا، لیکن بدقسمتی سے میرے پاس اور کوئی لباس بھی نہیں ہے۔" میں سوچ رہی تھی کہ کس طرح لباس حاصل کروں، یہ لباس مجھے ایک ہندوستانی شخص نے دیا تھا۔ بہت ہی عجیب و غریب قسم کا آدمی تھا، بس خوامخواہ مجھ سے فضول باتیں کرتا رہا اور پھر اُس نے مجھے یہ قیمتی ساڑھی دے دی، حالانکہ میں نے اُسے کوئی لفٹ نہیں دی تھی۔"

ایڈناڈمپل نے ہنستے ہوئے کہا اور فیری گراہم بھی مسکرانے لگی پھر اُس نے کہا۔ "ہاں یہاں کے لوگ بہت عجیب ہیں، بند بند سی طبیعت کے مالک بس گہری نگاہوں سے دیکھتے ہیں، گھورتے ہیں، لیکن کچھ کہہ نہیں پاتے، ہاں خوش اخلاق ضرور ہیں۔" فیری بے اختیار ہنس پڑی۔ ایڈناڈمپل بھی اس ہنسی میں اُس کا ساتھ دے رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔ "اوہ ڈیئر فیری، اگر تم چاہو تو میں یہ قیمتی لباس تمھیں دے سکتی ہوں، اس کے عوض تم مجھے اپنا کوئی معمولی سا لباس دے دو، کیا تمھارے پاس اور لباس موجود ہیں؟"

"ہاں کیوں نہیں، لیکن میں تم سے یہ لباس نہیں لوں گی۔"

"کیوں کیا یہ لباس تمھیں پسند نہیں ہے؟" ایڈناڈمپل نے اُس سے پوچھا۔

"بات پسند کی نہیں دوست، دراصل۔ میں۔ میں۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھے کچھ رقم دے دو، میں تمھیں لباس دے دوں گی، میں یہ ہوٹل چھوڑنا چاہتی ہوں، میں جانتی ہوں کہ ویکسن اب میرے پاس نہیں آئے گا۔ وہ بہت ہی کمینی طبیعت کا مالک ہے۔"

"ویکسن کون ہے۔ کیا تمھارا ساتھی ہے؟"

"ہاں طویل عرصے کا ساتھی، لیکن وہ ہمیشہ کا خود غرض ہے۔"

فیری کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے۔

"اوہ فیری، ان مردوں پر زیادہ اعتماد کرنا بھی حماقت ہے اچھا ڈیئر تم میرے لیے ایک لباس لے آؤ، تمھارا بہت بہت شکریہ۔" اُس نے کہا اور فیری گردن ہلا کر اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی دانست میں ایک اچھا لباس ایڈناڈمپل کے لیے لے آئی۔ یہ ایک بوسیدہ قسم کے موٹے کپڑے کی فراک تھی، اور اس کے ساتھ ایک اسکارف بھی تھا لیکن یہ لباس ایڈناڈمپل کے لیے نہایت موزوں تھا، اس لباس میں وہ آوارہ گردوں میں کھپ سکتی تھی، چنانچہ اُس نے فوراً ہی لباس لے لیا اور اس کے عوض فیری گراہم کو خاصی رقم دی، جس کے ذریعے وہ ہوٹل کے واجبات ادا کر سکتی تھی۔ فیری گراہم اُسے ممنون نگاہوں سے دیکھتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

ایڈناڈمپل نے فوراً اپنی ساڑھی اُتار کر وہ لباس پہن لیا اور آئینے میں خود کو دیکھنے لگی۔ اسے اپنے آپ پر ہنسی آنے لگی۔ بال بکھرانے سے اس کی شکل بالکل ہی آوارہ گردوں کی سی ہو گئی تھی۔ ویسے ان ہپیوں میں بھی بہت سی خوبصورت لڑکیاں ہوتی تھیں اور ایڈناڈمپل کے چہرے مہرے پر کوئی اس قسم کا شبہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کوئی خاص عورت ہے اس کے لیے ایڈناڈمپل نے بعد میں کچھ خاص کارروائیاں بھی کر لی تھیں مثلاً یہ کہ بالوں کو گرد آلود کر لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ لپ اسٹک سے آنکھوں کے گرد کچھ ایسے نشانات بنا لینا جیسے وہ نشے کی عادی ہو، ایڈناڈمپل جیسی عورت کے لیے مشکل کام نہیں تھا، چنانچہ اب کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ہپی آوارہ گرد نہیں ہے۔ ہوٹل والوں کا رویہ ان غیر ملکیوں کے ساتھ زیادہ بہتر نہیں تھا، وہ بات بات پر اُن سے پیسوں کا تقاضا کرنے لگتے تھے اور پھر جب تک اُنھیں ادائیگی نہیں ہو جاتی تھی، اُن کی بدمزاجی میں کوئی فرق نہیں آتا تھا چنانچہ ایڈنا نے اپنے اس ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک کو اپنے قیام کے لیے ایک ہفتے کا کرایہ پیشگی ادا کر دیا تھا، جو کم از کم ہوٹل والوں کے لیے حیرت انگیز بات تھی۔ بہرطور وہ اس کے لیے مجسم اخلاق بن گئے تھے۔

فیری گراہم اس کے بعد ایڈناڈمپل کو نظر نہیں آئی تھی، شاید

اُس نے یہ ہوٹل ہی چھوڑ دیا تھا۔ لیکن ایڈناڈمپل کو اب اُس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اپنے اس کام سے مطمئن ہونے کے بعد وہ خاصی پُرسکون ہو گئی تھی، اُس نے فیصلہ کیا کہ ایک آدھ دن خاموش ہو کر اسی ہوٹل میں گزارے اور اُس کے بعد اپنے آگے کے معاملات کے لیے کوئی عملی کارروائی کرے۔

ہوٹل میں چونکہ آوارہ گردوں کی اچھی خاصی تعداد مقیم تھی۔ اس لیے کوئی بھی خاص طور سے اس پر توجہ نہیں دے رہا تھا۔ وہ پُرسکون انداز میں وقت گزارتی رہی۔ اخبارات کا البتہ وہ بڑی گہرائی سے مطالعہ کرتی تھی اور غالباً اس ہوٹل میں قیام کے تیسرے ہی دن کی بات تھی کہ اُسے اخبار میں ایک اشتہار نظر آیا۔

"مسٹر پیٹر فوکسن جو ہیروں کے بہت بڑے تاجر ہیں اور ڈائمنڈ ٹاور نامی فرم چلاتے ہیں۔ کچھ دنوں سے دہلی آئے ہوئے ہیں اور ایک مقامی ہوٹل میں اُن کے ہیروں کی نمائش ہے۔"

ایڈناڈمپل کا دِل فرطِ مسرت سے جھوم اُٹھا، ویسے اُس نے ابھی تک کے اخبارات میں رام نگر کے مندر سے چوری ہو جانے والی مورتی کی کوئی خبر نہیں پڑھی تھی، یا پھر یہ عین ممکن تھا کہ وہ اخبار اس کی نگاہ ہی سے نہ گزرا ہو، بہرطور اس سلسلے میں کوئی خاص تگ و دو یا چھان بین نہیں ہوئی تھی، پیٹر فاکسن کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کے بعد ایڈناڈمپل کو خاصا سکون محسوس ہوا تھا اور پھر اُسی رات ایڈناڈمپل نے اپنے طور پر کارروائی شروع کر دی۔

اُس نے پہلی بار اس مورتی کو تھیلے سے نکال کر گہری نگاہوں سے دیکھا، اب تک اُس نے مورتی کو اس کی جگہ چھپا رہنے دیا تھا اور یہ غالباً اس کی سیر چشمی کی بات تھی۔ اگر وہ کوئی پُرتجسس عورت ہوتی اور کبھی دولت سے نہ کھیل چکی ہوتی، تو یقیناً یہ مورتی اُس کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہوتی، لیکن اس نے تو وہ عیش دیکھے تھے جس کا بڑے بڑے لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، وہ ایک مطلق العنان کی حیثیت سے وقت گزار چکی تھی، چنانچہ اب اُسے اس مورتی سے صرف یہی دلچسپی تھی کہ وقت پڑنے پر وہ اس کے کام آ جائے اور وہ یہاں بہتر طریقے سے زندگی گزارنے کے مواقع حاصل کرے۔

مورتی کو اُس نے بغور دیکھا، بلاشبہ نایاب چیز تھی، پتہ نہیں کہ کتنی قدیم تھی اس کی تاریخ، ایک عجیب بدہیئت بُت بنا ہوا تھا جس میں متعدد ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ یہ غالباً اِن لوگوں کی خوش عقیدگی ہی تھی کہ اُنھوں نے سونے کا ایک بدہیئت بُت بنا کر اُسے ہیروں سے جڑ دیا تھا۔ ایڈناڈمپل کو احساس ہو گیا کہ یہ ہیرے کافی قیمتی ہیں۔ بہرصورت ہیرے نکالنے میں اُس نے کافی مہارت سے کام لیا تھا اور اس بات کا خیال رکھا تھا کہ کسی ہیرے پر کوئی نشان نہ پڑ جائے، اس کے لیے اُس نے سونے کو کافی فاصلے سے کھودا تھا۔

تمام ہیرے نکالنے کے بعد اُس نے کپڑے کی تھیلی میں بند کیے اور اس تھیلی کو ایک بھدّے سے کپڑے میں ملفوف کر لیا اب سونے کے اس مجسّمے کا معاملہ تھا، اس نے سوچا کہ فی الحال اُسے اسی طرح رہنے دے، یہ مجسمہ بھی کافی قیمتی تھا، اور کسی معمولی شخص کے ہاتھ لگ جاتا تو شاید خوشی سے اُس کا ہارٹ فیل ہی ہو جاتا، لیکن ایڈناڈمپل کی نگاہوں میں اُس کی کوئی خاص حیثیت نہیں تھی، چنانچہ اُس نے مجسّمے کو وہیں اُسی جگہ محفوظ کر دیا اور ہیرے اپنے سرہانے رکھے رہے، ساری رات وہ طرح طرح کے خواب دیکھتی رہی دوسرے دِن اُس نے فیصلہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح ہیروں کی اس نمائش میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ وہ اپنے طور پر تیاریاں کرنے کے لیے نکل گئی۔

بازار سے اُس نے عمدہ قسم کے کپڑوں کی خریداری کی، یہ کپڑے یورپین اسٹائل ہی کے تھے، ایک بیگ بھی خریدا اور یہ تمام چیزیں حاصل کرنے کے بعد وہ واپس آ گئی پھر ہوٹل پہنچ کر اُس نے لباس تبدیل کیا اور تیار ہو گئی، فیری گراہم اُسے نظر نہیں آئی تھی اور دُوسرے آوارہ گردوں میں سے کسی کی طرف دوستی بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ہوٹل سے وہ اس طرح باہر نکلی کہ عام نگاہیں اس پر نہ پڑ سکیں۔ اس وقت چونکہ وہ نہایت اعلا لباس میں تھی اس لیے اُس کی شخصیت نکھر آئی تھی، البتہ بالوں کے اسٹائل میں اُس نے تبدیلی پیدا کر لی تھی تاکہ کوئی اُسے پہچان نہ سکے۔

یہاں جو حالات اس پر گزر رہے تھے وہ بے حد سنسنی خیز تھے، سب سے بڑا مسئلہ تنظیم کے لوگوں کا تھا۔ اُسے سب سے بڑا خطرہ یہی تھا کہ کہیں تنظیم کے آدمی اُسے تلاش نہ کر لیں لیکن اب یہ خطرہ مول لیے بغیر کوئی چارۂ کار بھی نہیں تھا۔ جب تک کہ کوئی مناسب حیثیت نہ حاصل ہو جائے۔ وہ اپنی شخصیت میں کوئی نمایاں تبدیلی کرنے کے قابل نہیں تھی۔

ہیروں کی نمائش عام لوگوں کے لیے نہیں تھی لیکن داخلے میں کوئی قباحت نہیں تھی، یہ نمائش ایک شاندار ہوٹل میں لگائی گئی تھی اور آج ہی اس کا افتتاح ہونے والا تھا چنانچہ مختلف لوگوں کے ساتھ ایڈناڈمپل بھی وہاں پہنچ گئی۔

یہاں اُس نے مسٹر پیٹر فاکسن کو دیکھا، جن کا تعارف نمائش کے افتتاح سے قبل کرایا گیا تھا۔ پیٹر فوکسن کے قریب پہنچنے کی ایڈنا ڈمپل نے بالکل کوشش نہیں کی تھی بس وہ بھی عام قسم کے لوگوں میں شامل رہی اور پھر ہیروں کی نمائش کا افتتاح ہو گیا۔

بلاشبہ اعلا پائے کے ہیرے اس نمائش میں رکھے گئے تھے، بڑی بڑی ریاستوں کے نواب اور دوسرے دولت مند لوگ اس نمائش میں شریک تھے اور ہیروں کی جانچ پڑتال کر رہے تھے۔ پولیس کا بھی معقول انتظام تھا، اور ہر خطرے سے نمٹنے کے لیے معقول تیاریاں کی گئی تھیں، اس موقع پر ایڈنا ڈمپل کو وکٹر مورلے یاد آیا، اگر وہ یہاں اس نمائش میں شامل ہوتا تو، اپنا کاروبار بھول کر ان ہیروں کے حصول کے لیے کوشاں ہو جاتا اور اس جیسے شاطر آدمی کے لیے یہ کام مشکل نہیں تھا کہ وہ اس نمائش میں کوئی نہ کوئی گڑبڑ کر ڈالتا، لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں تھا۔ یوں بھی ایڈنا ڈمپل کے خیال کے مطابق ہندوستان بے حد وسیع ملک تھا، چھوٹی چھوٹی وارداتیں یہاں تو لاکھوں ہی ہوتی رہتی ہوں گی اور کون جانتا تھا کہ وکٹر مورلے جیسا شخص جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا یہاں اتنی آسانی سے قتل ہو گیا ہے۔ اس کی لاش ملی ہوگی۔ ایک غیر ملکی کی لاش کی حیثیت سے، تھوڑی سی چھان بین کی گئی ہوگی اس کے بارے میں اور جب یہ پتہ چلا ہوگا کہ وہ براؤنسن نامی کوئی سیاح ہے تو چھوٹی موٹی کارروائیاں کرنے کے بعد اس سلسلے کو ختم کر دیا گیا ہوگا اور جہاں تک مورتی چرانے کا مسئلہ تھا، اس سلسلے میں بھی کچھ نہ کچھ کارروائیاں ہوئی ہوں گی اور ہو رہی ہوں گی۔ لیکن ان کے اثرات دہلی تک نہیں پہنچ سکے تھے، چنانچہ اس سلسلے میں بھی ایڈنا ڈمپل کو کوئی ایسی خبر نہیں ملی تھی، جو قابلِ تشویش ہوتی۔ بہرطور اس نے ذہن میں فیصلہ کر لیا تھا کہ آج مسٹر پیٹر فوکسن کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کی جائیں گی اور اس سلسلے میں اُس نے اپنے آپ کو ان اخباری نمائندوں کے قریب رکھا جو مسٹر پیٹر فوکسن کے اردگرد چکر لگا رہے تھے، اُنھوں نے مسٹر پیٹر فوکسن سے مختلف سوالات کیے، اور مسٹر پیٹر فوکسن نے اُنھیں بتایا کہ وہ کسی ہوٹل میں مقیم ہیں اور اُنھوں نے کہا کہ اگر تفصیلی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو کوئی بھی شخص اُن سے ملنے ہوٹل آ سکتا ہے۔ ایڈنا ڈمپل ہونٹوں پر ایک پُراسرار سی مسکراہٹ لیے واپس آ گئی، اُس کا کام بن گیا تھا۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ یہاں اس ہوٹل میں وہ مُبری شخصیت کس طرح گزارے، اگر آوارہ گردوں کے میک اپ میں یہاں رہتی ہے تو اُسے آوارہ گرد ہی سمجھا جائے گا۔ اس اعلا قسم کے لباس میں لوگ اُسے تعجب سے دیکھیں گے۔ اب تک تو اُس نے کوشش یہ کی تھی کہ عام لوگوں کی نگاہوں سے بچتی رہے لیکن یہ کام اُسے زیادہ دیر پا نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے لیے اُس نے بالآخر ایک فیصلہ کر لیا، شہر میں موجود سارے ہوٹلوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر ایک اعلا پائے کے ہوٹل میں ٹیلی فون کر کے کمرہ بُک کروا لیا، اس طرح اسے کچھ آسانیاں فراہم ہو گئیں۔ اس نے یہ دن تو اپنے لیے مخصوص نہیں رکھا لیکن دُوسرے دن جب وہ نمائش میں گئی تو اُس نے خاصی دیر تک حالات پر گہری نگاہ رکھی۔

مسٹر پیٹر فوکسن نمائش میں شام کو سات بجے تک رہتے تھے اور اس کے بعد وہ اپنے ہوٹل ہی واپس چلے جاتے تھے۔ ایڈنا ڈمپل نے یہ تمام تفصیلات معلوم کرنے کے بعد اسی دن ان کے ہوٹل کا رُخ کیا، وہ اس مسئلے کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتی تھی۔

مسٹر پیٹر فوکسن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے فوراً پتہ چل گیا کہ وہ کون سے کمرے میں مقیم ہیں، ایڈنا ڈمپل نے ان کی سیکرٹری سے مل کر ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

سیکرٹری جو ایک یورپین لڑکی تھی اُسے دیکھ کر خاصی متاثر ہوئی تھی۔ ایڈنا ڈمپل اس وقت ایک خوبصورت لباس میں تھی اور بہت ہی صاف ستھری شخصیت کی مالک نظر آ رہی تھی۔ اُس کے پاس ایک پینسل اور پیڈ موجود تھا۔

"آپ کس سلسلے میں مسٹر فوکسن سے ملنا چاہتی ہیں؟" سیکرٹری نے جس کا نام ڈوروتھی تھا، اُس سے پُوچھا۔

"میرا نام کیتھرائن ہے اور مَیں ایک یورپی اخبار کی نمائندہ ہُوں۔ مسٹر پیٹر فوکسن سے میری پہلے بھی ملاقات ہو چکی ہے اور میں اُن کے بارے میں بہت کچھ لکھ چکی ہُوں، میری خواہش ہے کہ ہندوستان کے بارے میں اُن کے تاثرات معلوم کروں؟"

ڈوروتھی نے مسٹر پیٹر فوکسن سے رابطہ قائم کیا اور تھوڑی دیر کے بعد مسٹر فوکسن نے اُسے طلب کر لیا۔ اس وقت مسٹر فوکسن کے پاس دو اور اخباری نمائندے موجود تھے، جن میں ایک لڑکی تھی اور ایک مرد تھا۔ اُنھوں نے ایڈنا ڈمپل کی طرف دیکھا اور پھر مسٹر فوکسن کی طرف رُخ کر کے بولے: "جنابِ عالی ہم آپ کے شکرگزار ہیں کہ آپ نے ہمیں بہت سی مفید معلومات سے نوازا۔ اب ہمیں اجازت دیجیے۔"

دونوں کھڑے ہو گئے، مسٹر فوکسن نے ان سے مصافحہ کیا اور وہ دونوں باہر نکل گئے، تب مسٹر فوکسن مُسکراتے ہُوئے ایڈنا ڈمپل کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"آپ لوگ بڑی محنت کرتے ہیں، مجھے تو آپ لوگوں کی محنت دیکھ کر رشک آتا ہے، اخباری رپورٹروں کی زندگی بھی کتنی عجیب ہے، بے چارے پتہ نہیں کہاں کہاں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اس لیے میں ہمیشہ ان سے تعاون کرتا ہُوں، مَیں آپ کو خوش آمدید کہتا ہُوں مس کیتھرائن، کیا مَیں آپ کو مس کہوں؟"

"جی ہاں، جی" ایڈنا ڈمپل نے مُسکرا کر کہا۔ مسٹر فوکسن نے اُسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ ایڈنا ڈمپل بیٹھ گئی۔

"جی آپ مجھ سے کیا پُوچھنا چاہتی ہیں؟" اُس نے سوال کیا۔

"مسٹر پیٹر فوکسن، مَیں آپ سے جو سوالات کروں گی وہ انتہائی نجی نوعیت کے ہوں گے، کیا مَیں اُمید کروں کہ یہاں ہماری گفتگو سننے والا اور کوئی نہیں ہے؟"

"قطعی نہیں، آپ بالکل مطمئن ہو کر مجھ سے بات چیت کریں۔"

"تب مَیں آپ کو سب سے پہلی بات یہ بتاؤں کہ میرا کسی اخبار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" ایڈنا ڈمپل نے پیٹر فوکسن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ پیٹر فوکسن ایک لمحے کے لیے چونک گئے تھے۔

"کیا مطلب؟ مَیں نہیں سمجھا۔"

"مطلب یہ کہ مَیں اخباری رپورٹر نہیں ہُوں۔"

"پھر؟" ان کے لہجے میں ایک لمحے کے لیے لرزش پیدا ہو گئی تھی۔ اتنا دولت مند آدمی اپنی ذات کے لیے مصیبت ہی بن جاتا ہے۔ ہر لمحہ یہ خطرہ کہ کہیں اس کے خلاف کوئی سازش نہ ہو جائے، اور پھر مسٹر پیٹر فوکسن جانتے تھے کہ وہ ہیروں کے بہت بڑے تاجر ہیں، ان کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے اُلجھن کے آثار اُبھر آئے تھے لیکن پھر اُنھوں نے سنبھل کر کہا: "تو پھر آپ کس سلسلے میں مجھ سے ملاقات کرنے آئی ہیں؟" غالباً وہ یہ بات بھی سوچ رہے تھے کہ سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی معلوم کر چکی ہے کہ اس وقت اِن لوگوں کی گفتگو کوئی نہیں سُن رہا، اگر وہ ذرا سی بھی کوشش کرے تو مسٹر فوکسن کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔

"دراصل مَیں آپ سے وکٹر مورلے کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہُوں۔"

مسٹر فوکسن پھر بُری طرح چونک پڑے تھے، اُنھوں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا۔ "وکٹر مورلے، یہ کون شخص ہے؟"

"وہ جس نے آپ سے ملاقات کرنے کے لیے وقت مقرر کیا تھا۔"

"میرے علم میں نہیں ہے، ممکن ہے میری سیکرٹری اِس سے واقف ہو، کیا مَیں اُسے طلب کر لوں؟"

"نہیں مسٹر فوکسن، سب سے پہلے تو مَیں آپ کو یہ بتا دُوں کہ میری ذات سے آپ کو، کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ سمجھ لیجیے کہ مَیں مسٹر مورلے کی دستِ راست ہُوں، میرا نام کیتھرائن ہی ہے لیکن بہت کم لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ مَیں مسٹر وکٹر مورلے کی بیوی ہُوں۔"

"کیا؟" پیٹر فوکسن بدستور تعجب سے بولے۔

"جی ہاں۔ مورلے مجھے آپ کے بارے میں تمام تفصیلات بتا چکا ہے، یورپ میں اُسے ایک ایسی جگہ جانا پڑا جہاں اُس کے اپنے خیال میں اُسے انتہائی مالی منافع حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن اس سے قبل وہ یہاں جس مقصد کے لیے آیا تھا اُسے انجام دے چکا تھا، چنانچہ اُس نے یہ ڈیوٹی میرے سپرد کر دی کہ مَیں آپ سے ملاقات کر لُوں۔"

"اوہ اوہ لڑکی، تمھاری بات کے جواب میں کوئی ثبوت ہے تمھارے پاس؟"

"جی ہاں۔ وکٹر مورلے کا نام۔ میں خود اور وہ ہیرے جنھیں مَیں آپ کے حوالے کرنا چاہتی ہوں۔"

پیٹر فوکسن کے چہرے پر سنسنی کے آثار پھیل گئے تھے۔ وہ چند ساعت کچھ سوچتے رہے، پھر بولے۔

"کیا وہ ہیرے تمھارے پاس موجود ہیں؟"

"جی ہاں۔ اس وقت بھی مَیں اُنھیں آپ کے سامنے پیش کر سکتی ہوں۔"

"ایک منٹ رُک جاؤ۔" اُنھوں نے کہا اور اُٹھ کر دروازے کے نزدیک پہنچ گئے، دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور پھر اُسے اندر سے بند کر دیا۔

"ہاں اب بتاؤ تم کیا کہہ رہی تھیں!"

"میں نے اب تک آپ سے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل حقیقت ہے جناب، یہ ہیرے میرے پاس محفوظ ہیں۔" ایڈنا ڈمپل نے اپنے زیریں لباس سے وہ تھیلی نکالی جس میں ہیرے موجود تھے اور پھر اُس نے تھیلی کا مُنہ پیٹر فوکسن کے سامنے کھول دیا۔

وہ خود بھی ہر قسم کے خطرات مول لینے کی عادی تھی اور پھر یہ مجہول سی شخصیت اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اُسے پُورا پُورا یقین تھا۔

پیٹر فوکسن درحقیقت ہیروں کے پجاری تھے، ہیروں کی چمک دمک دیکھ کر وہ سب کچھ بھول کر اس کے نزدیک آ گئے، ایک ایک ہیرے کو ہاتھ میں اُٹھا اُٹھا کر دیکھنے لگے، اُن کے چہرے پر شدید مسرت کے آثار تھے، پھر اُنھوں نے پُرمسرت نگاہوں سے ایڈنا ڈمپل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اوہ ڈیئر کیتھرائن اب مجھے یقین آ گیا کہ تم جو کہہ رہی ہو وہ صحیح ہے، ہاں یہ وہی ہیرے ہیں جن پر عرصے سے میری نگاہ تھی اور سچی بات تو یہ ہے شاید تمھیں اس بات کا علم ہو

کہ مَیں نے ہی وکٹر مورلے کو اس طرف متوجہ کیا تھا اور مورلے میرے ہی ایما پر خطرہ مول لے کر یہاں آیا تھا۔ اس کا مقصد ہے اُس نے نہایت خوبصورتی سے اپنا کام انجام دیا۔ وہ بلاشبہ ایک ذہین اور باصلاحیت آدمی ہے لیکن وہ اچانک واپس کیوں چلا گیا؟ میں تو نہایت بے چینی سے اُس کا انتظار کر رہا تھا۔"

"مَیں نے آپ سے عرض کیا نا کہ وہ یورپ میں شدید مصروفیت کا شکار ہے، مَیں خود بھی اس کے ساتھ ہی چلی جاتی کیونکہ اُس کی دستِ راست کی حیثیت سے مَیں اُس کی ہر معاملے میں مدد کرتی ہوں، اِن ہیروں کے حصول کے لیے بھی مَیں نے اُس کے ساتھ کام کیا ہے، لیکن اب اُس نے یہ ذِمّے داری میرے سپرد کر دی ہے کہ اِن ہیروں کی قیمت آپ سے وصول کر لوں۔"

"مَیں تمھیں ہر وہ قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہوں جس کا تم تعین کرو، بتاؤ وکٹر مورلے نے اس سلسلے میں کتنی رقم کا تعین کیا ہے؟"

"جنابِ عالی وکٹر مورلے آپ کا نیا واقف کار نہیں ہے۔ آپ اس پر جس قدر اعتماد کرتے ہیں اُسی قدر وہ آپ پر اعتماد کرتا ہے۔ اُس نے میرے سپرد صرف یہ ذِمّے داری کی ہے کہ ہیرے آپ کے ہاتھوں تک پہنچا دوں اور اِن کی قیمت وصول کر لوں، یہ قیمت کتنی ہو گی، اس کا اس نے کوئی تعین نہیں کیا، شاید کمی وبیشی کے بارے میں وہ یورپ ہی میں آپ سے ملاقات کرے۔"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن یہ قیمت تم مقامی کرنسی میں وصول کرو گی۔"

"جی ہاں، مورلے نے یہی کہا ہے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے، مَیں باآسانی تمھیں یہ کرنسی فراہم کر سکتا ہوں، لیکن اس کے لیے تمھیں مجھے دو دن کا وقت دینا پڑے گا، اس دوران تم چاہو تو یہ ہیرے اپنے پاس ہی رکھ سکتی ہو۔"

"کاروباری اصول کے تحت یہ مناسب ہو گا مسٹر فوکسن، لیکن مورلے آپ پر بے حد اعتماد کرتا ہے اس کا خیال رکھیے گا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو بے بی! تم نہیں جانتیں کہ مورلے سے میرے کیسے تعلقات ہیں؟" ویسے حیرت کی بات ہے کہ اُس نے اب تک مجھے اپنی بیوی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے نجی موضوعات پر گفتگو ہی نہیں کی تھی۔ بہرطور ایک منٹ بعد پیٹر فوکسن اپنی جگہ سے اُٹھے، ایک کاغذ اور پینسل نکال لائے اور پھر وہ بیٹھ کر حساب کتاب کرنے لگے، ایک ایک ہیرے کو وہ دیکھتے جا رہے تھے اور اس کی قیمت کا تخمینہ لگاتے جا رہے تھے، پھر اُنھوں نے بھاری لہجے میں کہا "فی الحال مَیں تمھیں اِن ہیروں کی قیمت ڈیڑھ کروڑ روپے مقامی کرنسی میں پیش کر سکتا ہوں، اگر اس سلسلے میں کوئی اور بات ہوئی تو ہم اس کا تعین کر لیں گے۔ ڈیڑھ کروڑ روپے کے کرنسی نوٹ تمھارے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیے جائیں گے، مجھے بتاؤ تمھارا اکاؤنٹ یہاں کس بینک میں ہے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بھلا مَیں کسی بینک میں اکاؤنٹ رکھوں گی، بس یہ تو مورلے کی ہدایت تھی جو مَیں نے آپ کو بتا دی۔"

"گویا یہ رقم تم نقد حاصل کرنا چاہتی ہو؟"

"جی ہاں۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے مَیں تمھیں یہ رقم نقد ادا کر دوں گا، بہرحال تم مجھ سے یہ رقم لے سکتی ہو۔"

"یہ سودا کس جگہ مسٹر پیٹر فوکسن؟"

"بہتر یہ ہو گا کہ تم خود ہی جگہ کا تعین کر دو، مَیں وہاں رقم کے ساتھ پہنچ جاؤں گا۔"

"تو پھر میں فون پر آپ کو اس سلسلے میں مبہم الفاظ میں اطلاع دے دوں گی۔"

"مَیں تمھارا منتظر رہوں گا لیکن یہ ہیرے کیا تم بحفاظت اپنے پاس رکھ سکو گی؟"

"جی ہاں مسٹر فوکسن، یہ کاروباری اصول کے خلاف ہے کہ رقم کے حصول سے قبل یہ ہیرے آپ کے حوالے کر دوں۔"

"ہاں مَیں تمھیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔" مسٹر پیٹر فوکسن نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے مَیں اجازت چاہتی ہوں۔" ایڈنا ڈمپل تمام ہیرے دوبارہ اسی تھیلی میں بھر لیے۔ مسٹر فوکسن مطمئن نظر آ رہے تھے، چند لمحات کے بعد اُنھوں نے کہا "مجھے تشویش رہے گی تو یہ کہ کہیں تم یہ ہیرے ضائع نہ کر بیٹھو۔"

"نہیں مسٹر فوکسن آپ مطمئن رہیے، مورلے بلاوجہ مجھ پر اعتماد نہیں کرتا۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا اور مسٹر فوکسن گردن ہلانے لگے۔

"اچھا اب مَیں چلتی ہوں۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"او کے بے بی۔" مسٹر مورلے اُسے دروازے تک چھوڑنے آئے تھے، دروازے کے نزدیک پہنچ کر اُنھوں نے کہا "تم مجھے کب فون کرو گی؟"

"جب آپ حکم دیں۔"

"میرا خیال ہے کل دن میں تین بجے تم مجھے فون کر دو، کیونکہ چار بجے مجھے نمائش پہنچنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے مَیں تین بجے آپ کو فون کر کے یہ بتا دوں گی

کہ یہ سودا کس جگہ مجھے آپ سے رقم وصول کرنی ہے۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا اور پھر وہ مسٹر پیٹر فوکسن سے سلام و دُعا کرنے کے بعد وہاں سے نکل آئی۔ اس کا دِل بلیوں اُچھل رہا تھا لیکن وہ اپنے آپ کو محتاط بھی رکھ رہی تھی۔ مسٹر پیٹر فوکسن پر اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، چنانچہ مختلف ٹیکسیوں میں بیٹھ کر وہ مختلف سڑکوں پر سفر کرتی رہی اور جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ اس کے تعاقب میں کوئی نہیں ہے، تو اس نے اپنے نئے ہوٹل کا رُخ کیا جس میں اُس نے نئی حیثیت سے قیام کیا تھا۔

★★

شیران بے شک ایک قبائلی نوجوان تھا، سادہ سی طبیعت کا مالک، لیکن باہر کی دُنیا میں آنے کے بعد اُس کی طبیعت سادہ نہیں رہی تھی۔ ہرچند کہ اُس کی فطرت میں پہاڑوں کا غرور چھپا ہوا تھا، اپنے سامنے کسی کی حیثیت نہیں سمجھتا تھا۔ وہ کسی موقع پر جب حالات اُس کے قابو سے باہر ہو جاتے تو اس کی فطرت میں وہی کیفیت اُبھر آتی جسے دبانا اُس کے بس کی بات نہیں تھی۔

دہلی میں داخل ہو کر اُس نے نہایت ذہانت سے اپنے لیے ایک مقام بنا لیا تھا۔ یہاں سب سے پہلے کوشش کر کے اُس نے اپنے لیے ایک مکان خریدا۔ مکان ایسے علاقے میں تھا جو متوسط لوگوں کا علاقہ کہلاتا ہے، لیکن اس کے باوجود مکان بے حد خوبصورت تھا۔ اُس نے اپنے لیے ایک دو ملازم بھی تلاش کیے۔ ویسے وہ اپنے آپ کو چھپانے میں مکمل طور پر کامیاب ہو گیا تھا، اُس نے اپنے حلیے میں بھی ایسی تبدیلی کر لی تھی کہ عام لوگ اُسے دیکھ کر نہیں پہچان سکتے تھے۔ گو چہرے پر میک اَپ کرنے کے سلسلے میں اُسے کمال حاصل نہیں تھا لیکن پھر بھی اپنے طور پر کوشش کر کے اپنے چہرے میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کر لی تھیں اور ایک اچھا خاصا آدمی نظر آنے لگا تھا۔ رقم اس کے پاس اس قدر تو موجود تھی کہ وہ مہینوں عیش و عشرت سے گزارا کر سکتا تھا، چنانچہ یہاں قدم جمانے کے بعد اُس نے باہر کی دُنیا دیکھنے کا فیصلہ کیا۔

دہلی تاریخی شہر تھا، گو اس کے بارے میں شیران کو زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں، لیکن رفتہ رفتہ اُسے دہلی کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہو گئیں۔ اُس نے یہاں کے ایک ایک علاقے کو دیکھا، یہ سب کچھ اس لیے بھی ضروری تھا کہ اگر کبھی خطرناک حالات سے سابقہ پڑ جائے تو وہ اپنا بچاؤ کر سکے۔ مکان وغیرہ خریدنے کی وہ زحمت نہ کرتا، لیکن کسی ہوٹل میں قیام کرنا اس کے لیے خطرناک ہو سکتا تھا اور پھر اتنی بڑی دولت میں سے مکان کی تھوڑی سی قیمت نکل جاتی تو کیا حرج تھا، اس کے علاوہ اُس نے ابھی فی الحال اپنے لیے کوئی خاص بندوبست نہیں کیا تھا۔ یہ ساری باتیں تھیں لیکن وہ اپنی طبیعت میں وہ کیفیت اب بھی محسوس کر رہا تھا جس نے اُسے بے چین کر دیا تھا۔ تنہائی کا احساس، دوستوں کی کمی اور شناساؤں کی کمی اُسے بے حد محسوس ہوتی تھی۔ بارہا مارلینو کا خیال بھی آیا تھا، مارلینو درحقیقت اس کے لیے سب سے بڑا محب تھا۔ اُس نے سوچا کہ کسی طور مارلینو سے رابطہ قائم کرے، لیکن پھر اپنے فیصلے کو خود ہی رد بھی کر دیا۔ مارلینو سے رابطہ قائم کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مارلینو کسی نہ کسی طرح پھر یہاں آ پہنچتا اور اُسے واپس چلنے کے لیے مجبور کرتا، جب کہ شیران ابھی کسی طور واپس جانے کے لیے آمادہ نہیں تھا، وہ اپنے طور پر بھی بہت کچھ کرنا چاہتا تھا، یہ بے نام سی خلش اُس کے رگ و پے میں ہر وقت گردش کرتی رہتی تھی، کسی چیز میں دل نہیں لگتا تھا، تاریخی مقامات دیکھنے کے لیے اُسے خاصی فرصت حاصل ہوئی تھی، لیکن اس کے بعد کیا کیا جائے۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، اِتنی تیزی ابھی اس کے اندر نہیں تھی کہ یہاں دوستی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاہم اُسے اس چیز سے کوئی خاص دِلچسپی تھی۔

ایڈنا ڈمپل سے انتقام کا تصور بھی کبھی کبھی اس کے ذہن میں آ جاتا تھا، لیکن اب وہ اس تصور کو بھولتا جا رہا تھا۔ فطرت ہی ایسی تھی، کسی بھی معاملے میں جم کر کام کرنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ حالانکہ سدھاشی بھی اس کے لیے ایک گالی بن چکی تھی لیکن سدھاشی کو ختم کرنے کے بعد وہ اسے بالکل ہی بھول گیا تھا، اور اب اُس کے ذہن میں کبھی اس کا نام بھی نہیں آتا تھا، البتہ کبھی کبھی اس کے ذہن میں یہ خیال بھی پیدا ہوتا تھا کہ ایراوتی کے بعد وہ کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکے گا۔ وہ ایسی ہی شاندار عورت تھی کہ شیران نے اُسے اپنے لیے منتخب کر لیا تھا، لیکن حالات نے اُس کا ساتھ نہیں دیا۔

پھر ایک دِن اُسے ایک مخصوص علاقے سے گزرتے ہوئے طبلے کی تھاپ اور گھنگروؤں کی جھنکار سُنائی دی اور اُس کے ذہن میں ایک نیا خیال پیدا ہوا۔ کیوں نہ ان لوگوں کے ساتھ تفریحات میں وقت گزارا جائے۔ چنانچہ یہ تصور اسے بالا خانے پر لے گیا۔

بالا خانے کا ماحول واقعی ان تمام جگہوں سے مختلف تھا جو آج تک وہ دیکھ چکا تھا، یہاں ایک تہذیب تھی وقار تھا۔ بُرے علاقے میں ہونے کے باوجود وہ یہاں کچھ اچھائیاں بھی محسوس کر رہا تھا۔

بالا خانے پر پہنچنے کے بعد اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ایک معمّر عورت نے اس کا استقبال کیا اور بڑی خوش اخلاقی سے اُسے لے جا کر ایک مسند پر بٹھا دیا، دو لڑکیاں رقص کر رہی تھیں، تماشبین موجود تھے، اِن میں چھچھورے لوگ بھی تھے اور بڑے وقار بھی تھے، جو چھچھورے تھے

وہ اپنی فطرت کے مطابق حرکتیں کر رہے تھے اور جو پُروقار تھے اور خاموشی سے صرف رقص و سرود سے لطف اندوز ہونے کے لیے آئے تھے۔ اپنی جگہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے، اُن کے انداز دُوسروں سے مختلف تھے۔ شیران خود بھی بیٹھا ہُوا رقاصاؤں کو رقص کرتے دیکھتا رہا اُس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات جنم لے رہے تھے، یہاں آنے کے بعد اُس نے کسی قدر اپنی فطرت میں تبدیلی محسوس کی تھی۔

کافی دیر تک وہ وہاں بیٹھا رہا، پھر جب وہاں سے اُٹھا تو نوٹوں کی ایک گڈی اس نے نکال کر معمّر عورت کے حوالے کر دی۔

معمّر عورت کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں۔ بڑے بڑے رئیس آتے تھے یہاں، تماشبین ہوتے تھے اور رقص و سرود پر رقمیں لٹاتے تھے، لیکن بڑے نوٹوں کی ایک پوری گڈی لا پرواہی سے دے کر نکل جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اس سے اُس شخص کی شخصیت کا اندازہ ہوتا تھا اور بھلا ایسے شخص کو نائکہ کیسے نظرانداز کر سکتی تھی۔

وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اُٹھی اور دروازے سے نکلتے ہوئے شیران کے قریب پہنچ گئی۔

”حضور سرکار، نواب صاحب، کچھ ناراض ہو گئے آپ اتنی جلدی واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے تھوڑی دیر اور بیٹھیے ابھی تو ہمارا دل بھی نہیں بھرا آپ سے، ابھی تو ہم نے آپ کی کچھ خاطر مدارت بھی نہیں کی۔ تشریف لائیے حضور، آپ کو ہماری قسم۔“

شیران نے پلٹ کر مضحکہ خیز نگاہوں سے معمّر عورت کو دیکھا اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”میں تو بہت دیر سے بیٹھا ہُوا تھا۔“ اُس نے کہا۔

”اے حضور کیا بتاؤں؟ یہ موئے بچّے تماشبین آ جاتے ہیں۔ اُن کے سامنے کسی معزز شخص کی خاطر مدارت بھی تو صحیح طور پر نہیں کی جا سکتی، بس اب تھوڑی دیر کے بعد محفل ختم ہونے والی ہے، وقت ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ کے لیے ایک نئی محفل جماؤں گی، مجھے تو اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا کہ کتنی بڑی سرکار ہمارے غریب خانے پر تشریف لائی ہے، آپ بیٹھیے حضور، ابھی جلدی نہ کیجیے جانے کی۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے پھر آؤں گا تمھارے پاس۔“

”اگر کوئی مصروفیت ہے سرکار تو بندی روکے گی نہیں آپ کو، لیکن اگر فرصت ہے تو دل رکھ لیجیے ہمارا۔“

”نہیں نہیں بس پھر آؤں گا۔“ شیران نے جواب دیا اور وہاں سے پلٹ پڑا، معمّر عورت اُسے دیکھتی رہ گئی تھی، پنچھی نکل گیا تو خاصا نقصان ہو جائے گا، لیکن اب وقت گزر گیا تھا، پہلے ہی اگر اندازہ لگا لیتی تو ٹھیک ہوتا، خاص طور سے اہتمام کرتی اس کے لیے لیکن بہرطور اگر تماشبین ہے تو پھر آئے گا، البتہ اُسے نگاہ میں رکھنا ضروری ہے، اس نے سوچا اور واپس چلی گئی۔ شیران مسکراتا ہُوا نیچے اُتر آیا تھا۔

معمّر عورت کی باتیں اُسے بڑی دلچسپ لگی تھیں جب تک وہ وہاں بیٹھا رہا، اس وقت تک تو معمّر عورت کو کوئی خاص فکر نہیں ہوئی تھی اُس کی۔ لیکن جونہی نوٹوں کی گڈی دیکھی اُس کی کیفیت ہی بدل گئی۔

شیران مسکراتا ہُوا پیدل چلتا رہا۔ چاروں طرف سے طبلے سارنگی کی آوازیں اُبھر رہی تھیں، اسے مہرجادی یاد آ گئی۔ مہرجادی کا ماحول بھی تقریباً ایسا ہی تھا لیکن یہاں زیادہ آزادی تھی، جب کہ مہرجادی پر بے پناہ پہرے لگے ہوئے تھے۔ بہرطور دل بہلانے کے لیے کوئی بُری جگہ نہیں ہے۔ اُس نے سوچا اور واپس اپنی قیام گاہ کی جانب چل پڑا۔

★★

پیٹر نوکس زمانے بھر کا گھاگ تھا، بہت بڑا کاروبار تھا اُس کا، کروڑوں روپے اِدھر سے اُدھر کر دینا اُس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن ایڈنا ڈمپل جیسی عورت سے ٹکرایا تھا اُس نے ذرا سا بھی شبہ نہیں ہونے دیا اور ہیروں کی قیمت کی ادائیگی ہو گئی۔

ویسے بھی پیٹر نوکس کم ازکم اس معاملے میں کھرا آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کے لوگوں سے کسی قسم کی بدمعاملگی زندگی کے چراغ بجھا دیتی ہے، لاکھوں کروڑوں اربوں ڈالر اس کی ملکیت تھے، ڈائمنڈ ٹیلور جیسی فرم کا مالک تھا، تو پھر زندگی کو کسی چھوٹی سی بے ایمانی کے ذریعے کیوں کھوتا۔ چنانچہ اس کا اصول تھا ایسے لوگوں سے جو کاروبار کرتا تھا، اس کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا تھا، چھوٹی موٹی رقم نہیں تھی لیکن اس کی ساکھ اتنی زبردست تھی کہ دُنیا کا کوئی بھی بینک اُسے قرض دینے کے لیے تیار ہو جاتا تھا۔ بہرطور ایڈنا ڈمپل کو ڈیڑھ کروڑ روپے کی رقم مل گئی۔ اس رقم کو سنبھالنا بھی مسئلہ تھا لیکن کم ازکم ایڈنا جیسی عورت کے لیے نہیں، اس نے اس رقم کو سنبھالنے کے انتظامات کر لیے اور اس کے بعد اس نے نئی زندگی کا آغاز کرنے میں دیر نہ لگائی۔

اُس نے اس قسم کے لوگوں سے ملاقات کی جو مکانوں وغیرہ کی خریداری کے سودے کرتے ہیں، اور ان کے ذریعے اُس نے دہلی کے شاندار علاقے میں ایک مکان حاصل کر لیا۔ یہاں رہ کر وہ اپنا مقصد تلاش کرنا چاہتی تھی یعنی شیران اور اب اُسے اس کام میں زیادہ دقت ہوتی، کیونکہ وہ مسئلہ حل ہو چکا تھا جو سب سے بڑی حیثیت رکھتا تھا اس کے پاس پیسے کی کمی تھی جسے اُس نے حاصل کر لیا تھا، اس طرح بے شمار لوگوں کو خریدا جا سکتی تھی، اور پھر ہندوستان جیسے غریب ملک: تو اُسے تھوڑی سی رقم کے عوض ہی خاصے کام کے لوگ مل سکتے تھے،

اس کی مسلسل تکمیل کرتے۔

اپنے اس مکان کو اُس نے بہترین طور پر آراستہ کیا اور پھر اُس بروکر کے ذریعے اُس نے کچھ ملازموں وغیرہ کا بندوبست کیا، جس نے اُسے مکان فراہم کیا تھا۔ بروکر نے اُسے سات ملازمین مہیا کیے جن میں چار مرد اور تین عورتیں تھیں پھر ان سات ملازمین نے مل کر کوٹھی کا پورا انتظام سنبھال لیا اور اس طرح ایڈنا ڈمپل نے اپنی نئی زندگی کا آغاز کیا۔

اس کے ذہن میں لاتعداد منصوبے تھے، تنظیم میں رہ کر اُس نے اتنے عیش و عشرت میں زندگی گزاری تھی کہ عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا، اب وہ اس عیش و عشرت کی عادی ہو گئی تھی اور سچی بات تو یہ تھی کہ دولت کا حصول بھی اس جیسی عورت کے لیے مشکل نہیں تھا، جب بھی اور جس طرح بھی چاہتی، وہ دولت کے حصول کے لیے کوشش کر سکتی تھی اور یقیناً دولت اس کے قدموں میں ہوتی۔

چنانچہ اب وہ اعلا سوسائٹی میں اپنا ایک خاص مقام بنانا چاہتی تھی لیکن اُسے سب سے بڑا خطرہ تنظیم کا تھا۔ تنظیم کے اغراض و مقاصد اس کے علم میں تھے۔ وہ جانتی تھی کہ یہ تنظیم کس طرح ساری دُنیا میں اپنے پنجے گاڑے ہوئے ہے اور اس تنظیم کے ذریعے دُنیا کے مختلف ملکوں میں کیا ہو رہا ہے۔ اسے تنظیم کے بہت سے منصوبوں کا علم تھا اور اسی علم کی بنیاد پر اُس کی زندگی تنظیم کے لیے بے حد خطرناک تھی، وہ جانتی تھی کہ تنظیم کے بہترین دماغ اس کی موت کا انتظام کرنے چل پڑے ہوں گے اور پتہ نہیں ہندوستان کے کون کون سے شہر میں اُس کی تلاش کی جا رہی ہو گی۔

چنانچہ اُس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے چہرے میں کوئی ایسی تبدیلی کرے، جس سے تنظیم کے لوگ اسے فوری طور پر پہچان نہ سکیں۔ میک اپ کرنا اُس کے لیے بہت معمولی سی بات تھی، بس میک اپ کا سامان حاصل کرنا تھا، چنانچہ ایک دن اُس نے یہ انتظامات بھی کر لیے، جب وہ میک اپ کرنے بیٹھی، تو دفعتاً اُس کے ذہن میں ایک روشنی سی چمکی، میک اپ کرتے ہوئے وہ اپنے اس مقصد کو بھی نہیں بھول جانا چاہتی تھی جس کے لیے اُس نے زندگی کی یہ لعنت قبول کی تھی، ورنہ تنظیم کے رکن کی حیثیت سے اُسے ساری دُنیا میں جو مقام حاصل تھا وہ دُنیا کے بڑے بڑے ملکوں کے حکمرانوں کو بھی حاصل نہیں تھا۔ یہ مقصد شیران تھا۔ زندگی میں ایڈنا ڈمپل کو ایسے بے شمار نوجوانوں سے واسطہ پڑا تھا، جو اپنی مثال آپ تھے، جن کی ذہانت اور عقل و فراست بے نظیر تھی، جن کی شکلیں بہت حسین تھیں، لیکن اُس نے مردوں سے متاثر ہونا نہیں سیکھا تھا، پتہ نہیں اس پاگل پہاڑی نے اس پر کیا جادو کر دیا تھا کہ وہ اُس کے لیے سب کچھ کھونے پر آمادہ ہو گئی تھی، حالانکہ ابتدا میں اُسے شیران سے بھی کوئی خاص رغبت محسوس نہیں ہوئی تھی بس اُس کے چند کارناموں نے اُسے متاثر کیا تھا اس نے اندازہ لگایا تھا کہ شیران بلاشبہ انسانوں کی کسی ایسی نسل سے تعلق رکھتا ہے جو نایاب ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اُس کے دِل میں شیران کے لیے جو مقام پیدا ہُوا، وہ خود بھی نہیں سمجھ سکتی تھی کہ کیوں پیدا ہُوا۔ لیکن اب شیران کے علاوہ اُس کی زندگی میں اور کچھ نہیں تھا۔ اگر وہ اپنے طور پر اپنا جائزہ لیتی تو اُسے خود بھی اندازہ ہو جاتا کہ شیران کے لیے اُس نے اپنی تمام کائنات کھو دی ہے، چنانچہ اب جب کہ سب کچھ کھو گیا تھا، شیران بھی اگر اُس کی زندگی میں شامل نہ ہو سکتا تو کیا فائدہ۔ لیکن اُس کے لیے اس وقت اس کے پاس کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ اس وقت میک اپ کرتے ہوئے ایک نیا ہی خیال اُس کے ذہن میں آیا تھا اور اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

ہرچند کہ یہ بات بھی تنظیم کو شبہ دلانے کے لیے کافی تھی، لیکن ایڈنا ڈمپل بالکل ہی روپوش بھی نہیں ہونا چاہتی تھی، میک اپ کرتے ہوئے اُس نے اپنے چہرے میں یہ خاص خیال رکھا تھا کہ اُس کی شکل میں رانی ایراوتی کی جھلکیاں نظر آئیں . . . اور جب وہ اس کام سے فارغ ہوئی اور اُس نے آئینہ دیکھا تو اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ ہُوبہُو رانی ایراوتی معلوم ہو رہی تھی۔ یہ خدوخال ترتیب دیتے ہوئے اُسے شدید ترین ذہنی کوفت کا شکار ہونا پڑا تھا، لیکن بعض اوقات محبت ایسے کام کرا لیتی ہے جو انسان کسی اور جذبے کی بنا پر نہیں کر سکتا۔ وہ جانتی تھی کہ شیران ایراوتی سے متاثر تھا اور اس سے شادی کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ شیران کو یہ علم ہو چکا ہو گا کہ رانی ایراوتی ایڈنا ڈمپل کے ہاتھوں قتل ہوئی ہے، چنانچہ اس وقت شیران اس کو اپنا بدترین دُشمن سمجھ رہا ہو گا اور اس وقت ایڈنا ڈمپل اسے اپنی ذاتی کوششوں سے حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ ہاں یہ دُوسری بات ہے کہ جب شیران اُسے مل جائے اور وہ کسی طور اس پر اپنا جال مضبوط کرنے میں کامیاب ہو جائے تو ایک وقت ایسا لایا جا سکتا ہے جب شیران کو وہ اپنی اصل حیثیت سے آگاہ کر دے لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا۔

رانی ایراوتی کا میک اپ کرتے ہوئے، اُس نے اپنے چہرے میں ایسی بہت سی تبدیلیاں کر رکھی تھیں، جو اُسے رانی ایراوتی سے مختلف ظاہر کریں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اُس کے ذہن میں تھوڑی سی اُلجھنیں بھی تھیں، تنظیم کا کوئی فرد اگر اُسے اس شکل میں دیکھے گا تو کم ازکم یہ سوچے گا ضرور کہ وہ رانی ایراوتی کی ہمشکل کیوں ہے!

لیکن اس طرح شیران کے حصول میں آسانی ہو سکتی ہے، بہر طور اپنی اس کوشش سے وہ غیر مطمئن نہیں تھی، زندگی میں اتنا ہنگامہ تو ہونا ہی چاہیے، کہ انسان کو اس کا دلی احساس ہوتا رہے۔ اس میک اپ سے فارغ ہونے کے بعد، وہ کافی دیر تک آئینے کے سامنے بیٹھی اپنے منصوبے پر غور کرتی رہی۔ اُس نے فیصلہ کیا تھا کہ اب وہ یہاں کی اعلا سوسائٹی کی ایک رُکن بن جائے گی۔ یہاں بے شمار لوگوں سے رابطہ قائم کرے گی اور اُن میں ایسے لوگوں کو تلاش کرے گی جو اُس کے کام کے ثابت ہو سکیں، چنانچہ اُس نے اس کا آغاز کردیا۔ ابتدا اُس نے ایک کلب سے کی تھی، کلب میں داخلے کی اجازت صرف ممبروں کو تھی، لیکن اُس نے کسی نہ کسی طرح وہاں داخل ہونے کا اجازت نامہ حاصل کر ہی لیا اور پھر بھلا ممبر شپ اُس کے لیے کیا مشکل ہو سکتی تھی، کلب میں بے تحاشا رقم ہارنے کے بعد اُس نے بہت سے ایسے دوست بنا لیے جو اُسے کلب کی ممبر شپ باآسانی دِلا سکتے تھے، ان میں بہت سے لوگ تھے جو بڑی بڑی حیثیت کے حامل تھے، ایڈنا ڈمیل نے یہاں خود کو کماری کیلاشی کے نام سے رُوشناس کرایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شناسا مسٹر دھرم لال کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کون ہے؟ اُس نے دھرم لال کے سوال کے جواب میں کہا تھا "میرا نام کیلاشی ہے تنہا ہوں، عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہی ہوں، آپ لوگوں کی دوستی کی شائق ہوں، میرا خیال ہے اس سے زیادہ کچھ پوچھنا غیر اخلاقی بھی ہے اور میرے لیے کچھ بتانا ناممکن بھی۔"

دھرم لال نے اس حسین معیت کو بخوشی قبول کر لیا تھا اور پھر اسی دن اُسے اس کلب کا ممبر بنا دیا گیا، چنانچہ ایڈنا ڈمیل نے اس طرح اپنی نئی زندگی کا آغاز کیا۔ وہ بہت مطمئن تھی، بس اس کا مقصد ایک ہی تھا کہ کسی طرح شیران کے بارے میں پتہ لگا لے۔ اگر وہ ہندوستان سے کہیں اور نکل گیا تو شاید وہ اُسے کبھی نہ پا سکے۔ یہ تردد اُس کے ذہن میں موجود تھا، چنانچہ اُس نے برق رفتاری سے اپنا کام شروع کر دیا . . . بہت سے ایسے لوگوں کو اُس نے اپنے لیے حاصل کر لیا، جو اُس کی خواہش پر اس قبائلی کو تلاش کر سکتے تھے، جس کی تصویر ایڈنا ڈمیل نے اُنھیں فراہم کردی تھی، چنانچہ وہ لوگ اس کام میں مصروف ہو گئے۔ خود ایڈنا ڈمیل اپنے طور پر بھی دہلی کے مختلف حصّوں میں چکراتی رہتی تھی اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی کہ کہیں شیران دہلی تو نہیں پہنچ گیا ہے۔

کافی دن اسی طرح گزر گئے، اس دوران ایڈنا ڈمیل کو اپنی زندگی گزارنے میں کوئی خاص دقت پیش نہیں آئی تھی۔ وہ اپنے طور پر پُرسکون زندگی گزار رہی تھی اب اُس کے بہت سے دوست بن چکے تھے، باصلاحیت عورت تھی اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو اپنی جانب راغب کرنا جانتی تھی۔ بہت سے ایسے ساتھی بھی ملے، جنھوں نے اُسے بحیثیت عورت اپنا دوست بنانا چاہا، لیکن ایڈنا ڈمیل نے اُنھیں اُن کی حیثیت کا احساس دِلا دیا تھا، وہ کسی بھی طرح اُسے اپنے لیے نہیں حاصل کر سکتے تھے۔ دولت کے ذریعے اور نہ کسی دوسری حیثیت سے۔ بہر طور یہاں اُس کے چاہنے والوں کی تعداد میں بھی اچھا خاصا اضافہ ہو چکا تھا لیکن اُسے جس چاہنے والے کی تلاش تھی، اُس کا کہیں پتہ نہیں چل سکا تھا لیکن پھر ایک دن اُس کے ایک ساتھی نے جو رتعالی ہی تھا، اُسے ایک ایسی اطلاع دی کہ وہ چونک پڑی۔ اس کے ساتھی نے اُسے ایک اخبار دکھایا تھا۔ اس اخبار میں ایک ڈاکے کے بارے میں تفصیلات تھیں جو یہاں سے کافی دُور ایک شہر میں ڈالا گیا تھا اور اس ڈاکے میں کئی افراد کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اخبار میں ڈاکا ڈالنے والے کا جو حلیہ بتایا گیا تھا ایڈنا ڈمیل کے ساتھی کے خیال کے مطابق یہ حلیہ شیران سے ملتا جلتا تھا، ایڈنا ڈمیل نے بھی اس واقعہ کی تفصیل پڑھی اور اُس کا دِل دھک سے ہو کر رہ گیا، یقیناً حالات شیران کی جانب ہی اشارہ کرتے تھے، چنانچہ اُس نے ایک پروگرام ترتیب دے کر ان لوگوں کو شیران کی تلاش کے لیے مامور کر دیا۔ اُنھیں ایڈنا ڈمیل نے خصوصی طور پر ہدایات دی تھیں اور کہا تھا کہ اگر اس شخص کے حصول کے لیے سینکڑوں خون بھی کرنا پڑیں تو کر دیئے جائیں، لیکن اس پر ہاتھ ڈال کر اُسے یہاں لانے کے لیے مجبور نہ کیا جائے بلکہ اُسے نگاہوں میں رکھ لیا جائے۔ باقی کام وہ خود انجام دے لے گی۔ اس اطلاع سے ایڈنا ڈمیل کی اُمیدیں کافی بندھ چکی تھیں اور اب وہ کسی بھی طور شیران کو تلاش کر لینا چاہتی تھی، اُسے اس وقت کا انتظار تھا کہ کم از کم اس کے بارے میں اطلاع تو ملے، چنانچہ اب اُس کے دن و رات انتہائی بے چینی سے گزر رہے تھے۔

☆☆

"ایڈنا ڈمیل کی اپنی یہ کارروائیاں جاری تھیں اور اِدھر شیران اپنے طور پر زندگی گزار رہا تھا، دہلی کی فضائیں اُسے راس آ گئی تھیں یہاں ٹھہرا ہوا تھا، وہ ہنگامہ خیزی، وہ گہما گہمی نہیں تھی، جو اب تک اُس کی زندگی میں شامل تھی اور اپنی زندگی کی اس تبدیلی پر فی الحال شیران کو اطمینان نصیب ہوا تھا۔ دراصل اس کی فطرت میں جو تبدیلیاں رُونما ہو رہی تھیں، اُنھوں نے اُسے سکون کی جانب راغب کیا تھا۔ بالا خانوں کی سیر اب اُس کا محبوب مشغلہ بن چکا تھا۔ اُس نے یہاں کے بارے میں دلچسپ معلومات حاصل کی تھیں، معتبر عورتیں جو عُرفِ عام میں نائکہ کہلاتی ہیں۔ دولت کے حصول میں ہر وہ کام کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں جو کہ

پر بھی جائز یا ناجائز ہو۔ وہ عورت جس سے پہلی ہی بار اُس کی ملاقات ہوئی تھی، اُسے ایک نواب کی حیثیت سے جانتی تھی۔ شیران نے اپنا ایک نام بھی رکھ لیا تھا اور اب وہ اسی نام سے بالا خانوں میں جانا جاتا تھا۔ وہ جب بھی بالا خانوں کی طرف سے گزرتا تو اُس کے لیے تمام دروازے کھل جاتے تھے، لیکن اس پورے بازار میں اُسے صرف ایک ہی لڑکی پسند آئی تھی جس کا نام شاردا تھا۔

شاردا ہندو دھرم سے تعلق رکھتی تھی لیکن شکل و صورت میں وہ شہابہ جیسی تھی، اور شہابہ کی شکل و صورت یاد کرکے ہی شیران اُس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ شہزادی کی شہابہ کو شیران نے اپنے ہاتھوں قتل کیا تھا، لیکن وہ آج بھی اُس کے ذہن میں زندہ تھی اور جب شاردا کو اس نے شہابہ کا ہمشکل پایا تو اُس کی جانب راغب ہونا ایک فطری عمل تھا، چنانچہ ان دنوں اس کا زیادہ وقت شاردا کے ساتھ ہی گزرتا تھا۔

شاردا بظاہر اس سے رغبت کا اظہار کرتی تھی لیکن خالص کاروباری لڑکی تھی، دُوسرے لوگوں کو لبھانا بھی اُس کی ذمّے داری میں شامل تھا۔ اور ایسی ہی ایک شام اس بالا خانے پر ایک خوفناک واقعہ پیش آ گیا۔ شیران اس وقت وہاں موجود تھا۔ دُوسرے تماشبین بھی تھے۔ شاردا رقص کر رہی تھی لیکن اس کی زیادہ تر توجہ شیران ہی کی جانب مبذول رہتی تھی۔ زیادہ دیر اُسے رقص کرتے ہوئے نہیں گزری تھی کہ وہاں ایک اور شخص داخل ہوا۔ عمدہ قسم کے لباس میں ملبوس تھا لیکن چہرے پر ایک خشونت تھی اور ایک ایسا خاص تاثر تھا جس سے دُوسرے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ شیران نے اُسے دیکھا اور ایک لمحے کے لیے وہ سانپ کی طرح بل کھا کر رہ گیا۔ اُس کی یادداشت خراب نہیں تھی، یہ شخص رزاق خان تھا، نعمان خان کا بھائی۔ اُسے یہاں دیکھ کر شیران کو اتنی حیرت ہوئی تھی کہ چند لمحات وہ خاموشی سے ٹکٹکی باندھے اُسے دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ رزاق خان جو نعمان خان کے اشارے پر اپنے لیے یہ مراعات حاصل کر چکا تھا کہ وہ بالا خانوں کی سیر کرے، ان سب چیزوں کا رسیا تھا۔ اُس نے اندر داخل ہونے کے بعد عام تماشبینوں کو نہیں دیکھا تھا، بلکہ اُس کی نگاہ شاردا کے رقص پر تھی اور اُسے یہ لڑکی بہت پسند آئی تھی، چنانچہ وہ ایک جگہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، اُس نے اپنے سامنے نوٹوں کی چند گڈیاں نکال کر رکھ لیں اور شاردا کو اپنی طرف متوجہ کیا لیکن شاردا کو شیران کی عادت معلوم تھی، جب شیران اس محفل میں شریک ہوتا تھا تو شاردا کو اجازت نہیں تھی کہ وہ دُوسرے لوگوں کے سامنے بیٹھ کر گائے، ہاں تماشبینوں کی حد تک شیران کو اعتراض نہیں تھا، کیونکہ اس کی درخواست گلبدن بائی نے کی تھی جو شاردا کی ماں تھی۔ شیران خود بھی جانتا تھا کہ یہ لوگ پیشہ ور ہیں اور ان کا کاروبار ہی یہ ہے، چنانچہ اُس نے یہ بات صاف کہہ دی تھی کہ جب تک وہ یہاں ہو، شاردا کسی اور کی جانب متوجہ نہیں ہو سکتی۔

رزاق خان نے شاردا کو اپنی جانب بلانے کی بہت کوشش کی، لیکن جب وہ کامیاب نہ ہو سکا تو اُسے بھی غصّہ آ گیا۔ قبائلی تھا اور غصّے کو برداشت کرنا اُس کے بس سے بھی باہر تھا چنانچہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا، سامنے رکھی ہوئی گڈیوں کو اُس نے ٹھوکر ماردی تھی اور پھر وہ چند قدم آگے بڑھ کر شاردا کے نزدیک پہنچ گیا۔ اُس نے شاردا کا بازو پکڑ لیا تھا۔ "بے وقوف لڑکی میں نے اس سے پہلے بھی بہت سے بالا خانوں کی سیر کی ہے، لیکن یوں لگتا ہے جیسے تم یہاں کے آداب سے واقف نہیں ہو۔" رزاق خان کی آواز پر سازندوں کے ساز رُک گئے اور شاردا ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی۔

"میں بڑے بڑے سرکشوں کا غرور توڑنا جانتا ہوں اور تم نے یہ جو کچھ کیا ہے اس سے تم نے اپنی تقدیر پر مُہر لگائی ہے۔ اب اِس بالا خانے پر اس وقت تک کوئی نہیں آئے گا جب تک کہ میں نہ چاہوں۔ اے تم سب لوگ یہاں سے نکل جاؤ، رزاق خان نے غرّاتی ہوئی آواز میں سب کو دیکھتے ہوئے کہا اور اب شیران کے لیے برداشت کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ آگے بڑھا اور آہستہ آہستہ اس کے سامنے پہنچ گیا۔

"بادشاہ خان کے گیدڑ کیا تیری موت میرے ہی ہاتھوں لکھی ہے۔ شیران نے اُسے براہِ راست مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اپنے تایا کا نام سُن کر رزاق خان بُری طرح چونکا تھا، اُس نے شیران کو دیکھا اور فوراً پہچان لیا۔ ہاں وہ شیران ہی تھا اُس کی بہنوں کا قاتل، اور جسے تلاش کرنا نعمان خان نے اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا تھا... دُوسرے لمحے اُس نے شاردا کا بازو چھوڑ دیا اور سانپ کی سی پھرتی سے پلٹ پڑا۔ "اوہ شیران خان۔"

"پہچان لیا تُو نے مجھے، کیا بادشاہ خان بھی دہلی میں ہی موجود ہے، کیا اُس کی موت اُسے یہاں لے آئی ہے؟"

"اُس کی موت تو اُسے یہاں نہیں لائی شیران خان، لیکن تیری بدقسمتی ہے کہ تیری زندگی کی کہانی اس کوٹھے پر ختم ہونے والی ہے، واہ کیا موت ہوگی شیران سلطان کی۔ رزاق خان نے اپنے لباس سے پستول نکال لیا لیکن شیران اس کے لیے پہلے سے تیار تھا۔ اس سے قبل کہ رزاق خان کا ہاتھ باہر آتا اور پستول سیدھا ہوتا، شیران کا ہاتھ اُس کے پستول پر پڑا اور پستول اُس کے ہاتھ سے جا گرا۔ شیران نے ایک ٹھوکر مار کر اُسے دُور پھینک دیا تھا، اُس کے ہونٹوں پر بڑی خوفناک مسکراہٹ تھی، تماش بینوں نے یہ نظارہ دیکھا تو اُنھوں نے یہاں سے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی، گلبدن اور شاردا ایک کونے میں

سمٹ گئی تھیں، پھر گلبدن کی گھٹی گھٹی آواز اُبھری ۔" ارے ارے یہ کیا شروع کر دیا تم لوگوں نے ؟"

ہم لوگ ناچ گا کر تمہارا دل بہلاتے ہیں ۔ یہ ہنگامہ یہاں نہ کرو، خدا کے لیے۔ اُس نے ہمت کر کے ان دونوں کے درمیان آنے کی کوشش کی لیکن رزاق خان نے اُس کو بالوں سے پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور گلبدن بائی ایک زوردار چیخ کے ساتھ دیوار سے جا ٹکرائی ۔ اُس کی پیشانی کی کھال پھٹ گئی تھی۔ شاردا اپنی جگہ سہمی ہوئی پستول کو دیکھ رہی تھی جو اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ رزاق خان نے وحشیانہ طور پر شیران پر حملہ کر دیا تھا لیکن ایک انتہائی طاقت ور و توانا جوان ہونے کے باوجود وہ شیران کا مدِ مقابل نہیں تھا۔ شیران نے اپنے پاؤں پر اس کا حملہ روکا اور اُسے پیچھے دھکیل دیا۔ رزاق خان اُلٹی قلابازی کھا کر پھر سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ نعمان خان نے بلاشبہ اپنے بھائیوں کو اتنے عیش و عشرت میں رکھا تھا کہ وہ جسمانی طور پر بالکل فٹ تھے لیکن لڑائی بھڑائی کا زیادہ تجربہ اُنھیں نہیں تھا یا اگر ہو گا بھی تو کم از کم شیران جیسے آدمی کے سامنے وہ لڑائی لڑنے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔

چنانچہ رزاق خان ایک بار پھر شیران پر حملہ آور ہوا۔ شیران نے ایک لمحے میں کوئی فیصلہ کر لیا تھا۔ دُوسرے لمحے اُس نے رزاق خان کو اپنے ہاتھوں پر روکا اور پھر اُس کا زوردار گھونسہ رزاق خان کے داہنے گال پر پڑا۔ رزاق خان کا گال پھٹ گیا تھا۔ شیران فوراً ہی آگے بڑھا۔ اُس نے رزاق خان کو گریبان سے پکڑ کر اُٹھایا اور پھر زمین سے کافی بلند کر کے نیچے دے مارا۔ اس بار رزاق خان کی ریڑھ کی ہڈی میں چوٹ لگی تھی، وہ کوشش کے باوجود سیدھا نہ ہو سکا۔ شیران کی ٹھوکر اُس کی پسلی پر پڑی اور غالباً اُس کی پسلی ٹوٹ گئی کیونکہ رزاق خان بُری طرح تڑپنے لگا تھا پھر شیران کی دُوسری ٹھوکر اُس کی پنڈلی کی ہڈی پر پڑی اور تڑاخ کی زوردار آواز سُنائی دی تھی۔ رزاق خان کے ہوش و حواس جواب دیتے جا رہے تھے ۔ وہ درحقیقت شیران خان کے سامنے کچھ نہیں تھا۔ شیران نے مار مار کر اُس کو ادھ مرا کر دیا' البتہ وہ رزاق خان کو قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ رزاق خان تو چند ہی لمحات بعد بے ہوش ہو گیا تھا لیکن شیران نے اس کا حلیہ اس طرح بگاڑ دیا کہ رزاق خان کی شکل تک نہ پہچانی جا سکے ۔ گلبدن بائی چیخ رہی تھی ۔ شاردا اپنی جگہ کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی لیکن شیران دیوانوں کی طرح رزاق خان کو کوٹ رہا تھا اور پھر جب رزاق خان کی شکل و صورت ناقابلِ شناخت ہو گئی تو اُس نے اُسے چھوڑ دیا پھر وہ گلبدن بائی کی طرف رُخ کر کے بولا ۔" گلبدن بائی پولیس کو ٹیلی فون کر دو اور اس آدمی کا نام رزاق خان ہے اور یہ کسی نعمان خان کا بھائی ہے۔ تم پولیس کو اس کے بارے میں اطلاع دے سکتی ہو۔ اس کے لباس کی تلاشی بھی لے لینا ممکن ہے اس سلسلہ میں کوئی ایسی چیز نکل آئے جو اس کے گھر کی شناخت کر دے۔ مجبوراً یہ کام بھی مجھے ہی کرنا ہوگا ۔ شیران نے کہا اور پھر جھک کر رزاق خان کی تلاشی لینے لگا لیکن اُس کے لباس میں سے کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی تھی جس سے اُس کے گھر وغیرہ کا پتہ چل سکتا۔ تب شیران سیدھا ہو گیا

"دیکھیں گلبدن بائی، یہ میرا بہت پرانا دُشمن تھا، جلد از جلد پولیس کو اطلاع دو اور اگر تم سے معلومات حاصل کی جائیں تو تم پولیس کو بیان دے سکتی ہو کہ شیران خان نے اس آدمی کا یہ حشر کیا ہے یہ اطلاع ضرور دے دینا پولیس کو گلبدن بائی۔

"لیکن نواب صاحب، آپ تو ۔ آپ تو"

"بس۔ بس نواب صاحب ختم ہو گئے، جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہی کرو اور ہاں آج کا تمہارا نقصان، شیران نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر گلبدن بائی کی جانب اُچھال دی ، پھر وہ شاردا کی طرف مخاطب ہو کر بولا ۔" لڑکی تو ایک ایسی لڑکی کی شکل ہے جس کے ساتھ میں بہت وقت گزار چکا ہوں۔ وہ وقت میری معصومیت کا وقت تھا۔ میں اس لیے تیرے پاس آتا تھا لیکن میں بے وقوف نہیں ہوں۔ ممکن ہے آئندہ میں تم سے ملاقات کے لیے نہ آ سکوں۔ اس لیے میری طرف سے کوئی اچھا سا تحفہ خرید لینا۔ شیران خان نے ایک اور گڈی جیب سے نکال کر شاردا کی طرف اُچھال دی۔ اس دوران نیچے ہنگامہ ہو گیا تھا۔ بھاگنے والے تماش بینوں نے بالاخانے پر جھگڑے کی اطلاع دے دی تھی۔ لوگ جمع ہو رہے تھے۔ شیران نے رزاق خان کا پستول ہاتھ میں اُٹھایا اور اُسے لیے ہوئے باہر نکل آیا۔ مجمع اُسے دیکھتے ہی کائی کی طرح چھٹ گیا تھا۔ شیران خان پستول ہاتھ میں لیے آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اُسے سواری مل سکتی تھی۔ مجمع میں سے کسی نے اس کا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کی تھی ۔ اس کا حلیہ اور شکل و صورت ایسی ہی تھی کہ لوگ اس کے راستے میں آنا پسند نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ وہ گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑا لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اس مجمع میں سے نکل کر ایک شخص اس کے پیچھے چل پڑا ہے اور جیسے ہی شیران نے سفر شروع کیا۔ وہ خود بھی ایک گاڑی میں بیٹھ کر اُس کے پیچھے چل پڑا۔ یہ چھریرے بدن کا ایک نوجوان آدمی تھا۔ جس کی آنکھیں بے حد تیز اور چمکیلی تھیں ۔ مقامی تھا لیکن چہرے سے کافی تیز اور خطرناک معلوم ہوتا تھا۔ خاص طور سے اُس کی تھوڑی کا وہ زخم جس سے اُس کی ٹھوڑی دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔

یہ شخص شیران کے پیچھے لگا ہوا اُس کی رہائش گاہ تک پہنچا اور اس نے شیران کی رہائش گاہ اچھی طرح دیکھ لی تھی۔

پھر جب شیران اپنی سواری چھوڑ کر اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو گیا تو وہ اپنی کار کھڑی کر کے نیچے اُتر آیا تھا۔ کافی دیر تک وہ شیران کے اُس مکان کے سامنے ٹہلتا رہا اور جب اُسے یہ اندازہ ہو گیا کہ اب شیران خان باہر نہیں نکلے گا تو پھر وہ برابر کے مکان کے ایک دروازے پر دستک دینے لگا۔ مکان کے دروازے سے ایک شخص باہر نکلا۔

"مجھے مسٹر فرقان سے ملنا ہے۔ اس شخص نے کہا۔

"مسٹر فرقان۔ میں کسی مسٹر فرقان کو نہیں جانتا۔ یہاں کوئی مسٹر فرقان نہیں رہتے ۔"

"اوہ۔ شاید مکان نمبر کا دھوکا ہوا ہے ۔ یہ برابر کون صاحب رہتے ہیں؟" اُس نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔ ایک آدمی ہے' ایک سُرخ و سفید آدمی کسی سے بات نہیں کرتا۔ یہ خاموشی سے گھر میں آتا ہے اور چلا جاتا ہے' ابھی تھوڑے ہی دن قبل اُس نے یہ مکان خریدا ہے ۔"

"نام معلوم ہے آپ کو اس کا ؟"

"نہیں۔ میں نہیں جانتا" اس شخص نے جواب دیا۔

"معافی چاہتا ہوں آپ کو زحمت دی۔ شاید فرقان کہیں اور رہتا ہو" اس شخص نے کہا اور پلٹ کر واپس چل پڑا۔ اُس نے یہ اندازہ لگانے کے لیے یہ سوالات کیے تھے کہ ممکن ہے یہ شخص یہاں نہ رہتا ہو اور عارضی طور پر ہی یہاں آیا ہو لیکن کسی فرضی فرقان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے اُسے پتہ چل گیا تھا کہ وہ شخص یہیں رہتا ہے جس کی کماری کیلاشی کو تلاش ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ایک تھا جسے ایڈنا ڈمپل نے شیران کی تصویر دکھا کر اس کی تلاش پر مامور کیا تھا۔ گویا اب ایڈنا ڈمپل کو شیران کا سراغ مل گیا تھا۔

*

سیہ رام نے نعمان خان سے پیری پاؤل کی ملاقات کا بندوبست کر دیا تھا اور اس وقت وہ خود پیری پاؤل کو لے کر نعمان خان کے پاس پہنچا تھا۔ پیری پاؤل کا تعلق کینیڈا سے تھا۔ بھاری بھرکم بدن کا یہ شخص تنظیم کے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا... اور طویل عرصے سے اس کے لیے کام کر رہا تھا۔ ایڈنا ڈمپل کی تلاش اُس کے سپرد کی گئی تھی اور پیری پاؤل اپنے تمام آدمیوں کے ساتھ اُس کی تلاش میں مصروف تھا۔ اسے سیہ رام کا پیغام، ایک دوسرے شہر میں ملا تھا لیکن نعمان خان کی شخصیت سے آگاہ کرا دیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ نعمان خان سے ملاقات کرنے کے لیے طویل فاصلہ طے کر کے یہاں پہنچا تھا۔ نعمان خان نے مُسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا۔

"ہیلو مسٹر پاؤل ! آپ کے بارے میں مجھے زیادہ تفصیلات نہیں معلوم لیکن اتنا علم ضرور ہے کہ آپ ایڈنا ڈمپل کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔"

"ہاں، مسٹر نعمان خان ! لیکن مجھے آپ کے بارے میں تمام تفصیلات بتا دی گئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب آپ تنظیم کے کارکنوں کی نگاہ میں بہت بڑی شخصیت کے مالک بن چکے ہیں ویسے بھی مجھے آپ کے بارے میں تفصیل معلوم ہے اور میں دلی طور پر آپ کی عزت کرتا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ ! لیکن یہاں آ کر میں محسوس کر رہا ہوں کہ نہ صرف میں بلکہ آپ بھی اپنے مشن میں ناکام رہے ہیں۔ میرے سپرد بھی ایک شخص کی تلاش ہے جس کا نام شیران خان ہے۔ اس شخص کے ذمے میرے اپنے ذاتی حسابات بھی ہیں لیکن فی الحال میں اُسے تنظیم کے لیے تلاش کر رہا ہوں تاکہ اُسے زندہ گرفتار کر کے تنظیم کے سامنے پیش کر دوں۔"

"بڑی عجیب و غریب کہانی ہے' یہ۔ ایڈنا ڈمپل کا تعلق بھی اس شخص سے ہے' جناب ! مجھے تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا گیا تھا کہ ایڈنا ڈمپل نے صرف اس کے لیے مونی ماروین کو قتل کیا تھا۔"

"ہاں، یہ تفصیلات میرے علم میں ہیں لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایڈنا ڈمپل کی تلاش کے لیے آپ نے کیا کارروائیاں کی ہیں۔ دراصل میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے۔ وہ یہ کہ ایڈنا ڈمپل خود بھی شیران کی تلاش میں ہو گی۔ چنانچہ اس جیسی چالاک عورت سے جس کے بارے میں مجھے تمام تر تفصیلات مل چکی ہیں، یہ بات متوقع ہو سکتی ہے کہ وہ ہم لوگوں سے زیادہ ذہانت سے کام

کر رہی ہوگی اور ممکن ہے، وہ اس وقت شیران کے آس پاس ہی کہیں منڈلا رہی ہو۔ میں نے دراصل آپ کو اس لیے زحمت دی ہے کہ آپ سے معلوم کروں کہ کیا آپ کو ایڈنا ڈمپل کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہوئیں؟"

"نہیں، ابھی تک نہیں۔ مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ میں اس کا نشان بھی پانے میں ناکام رہا ہوں۔ اگر آپ میری رہنمائی کریں تو مجھے خوشی ہوگی۔" پیری پاؤل نے کہا۔

پھر چائے کا دور چلنے لگا۔ سیہ رام بھی اس میٹنگ میں شریک تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور نعمان خان نے اُن لوگوں سے معذرت کر کے ریسیور اُٹھالیا۔ اس نے دوسری طرف سے کچھ سُنا اور ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ اُس کے چہرے پر ایسا ہی تغیر رُونما ہُوا تھا کہ سیہ رام اور پیری پاؤل بھی چونکے بغیر نہ رہ سکے... چند لمحوں تک نعمان خان دوسری طرف سے کچھ سنتا رہا پھر بھرّائی ہُوئی آواز میں بولا۔

"تم لوگوں کو یقین ہے... کیا تمھیں یقین ہے؟" اس کے لہجے میں حد درجہ جذباتیت تھی۔ "ٹھیک ہے، اُس کی نگہداشت کی جائے میں ابھی پہنچ رہا ہُوں۔" اس نے جھٹکے سے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا...

"مسٹر سیہ رام! میرے بھائی کو شدید زخمی کر دیا گیا ہے۔ یہ فون ایک اسپتال سے موصول ہُوا ہے۔ براہِ کرم، اس وقت آپ لوگ... میں اس وقت آپ لوگوں سے معذرت چاہتا ہُوں۔"

"کون... رزاق خان زخمی ہو گیا ہے؟" سیہ رام نے پُوچھا۔

"ہاں مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ شدید زخمی ہے۔"

"مگر کیسے؟"

"میں اس وقت کچھ بتا نہیں سکتا۔ اگر تم چاہو تو میرے ساتھ چل سکتے ہو۔"

"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا، نعمان خان! اس وقت یہ ممکن نہیں ہے کہ میں آپ کی پریشانی کا سُن کر اپنے آپ کو روک سکوں۔" پیری پاؤل نے کہا۔ پھر وہ نعمان خان کے ساتھ باہر نکل آئے۔ نعمان خان نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ راستے میں سیہ رام نے پوچھا۔

"ٹیلی فون کون سے اسپتال سے آیا تھا؟"

"دیارام اسپتال سے... کیا آپ اس کا پتہ جانتے ہیں؟"

"ہاں، آپ سیدھے چلتے رہیے۔ میں آپ کو گائیڈ کر رہا ہوں۔" سیہ رام نے کہا۔ اُس کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار تھے۔ ویسے یہ معاملہ اُن کے اپنے معاملات سے تعلق نہیں رکھتا تھا لیکن نعمان خان کے سلسلے میں سیہ رام کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ اس سے بھرپور تعاون کیا جائے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دیارام اسپتال پہنچ گئے۔

رزاق خان کو اسپیشل رُوم میں رکھا گیا تھا۔ اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں دقت نہ ہُوئی اور جب نعمان خان اس کمرے میں داخل ہُوا جہاں رزاق خان موجود تھا تو وہ دروازے ہی میں ٹھٹک کر رہ گیا۔ رزاق خان کا پُورا جسم پٹیوں سے ڈھکا ہُوا تھا۔ صرف اُس کی آنکھیں کھلی ہُوئی تھیں۔ دروازے ہی میں اُس کی ملاقات ڈاکٹر سے ہُوئی۔ ڈاکٹر نے اس کا نام پوچھا اور پھر بڑے ادب سے کہا۔

"نعمان خان صاحب! تشریف لائیے۔ مریض نے آپ کا حوالہ دیا تھا۔ وہ ٹھیک سے بول بھی نہیں سکتا۔" نعمان خان دوڑتا ہُوا بھائی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ رزاق خان کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ اس وقت ہوش میں نہیں تھا۔ نعمان خان کا چہرہ شدتِ غم سے دُھندلا گیا۔ سیہ رام اور پیری پاؤل اُسے تسلی دینے لگے۔

"یہ تو پتہ چلے کہ یہ جھگڑا ہُوا کہاں؟ کیا آپ اس سلسلے میں کچھ بتا سکتے ہیں، ڈاکٹر؟"

"جی نہیں... مجھے علم نہیں ہے۔ چند لوگ اسے یہاں لائے تھے۔ غالباً یہ بازارِ حسن کے کسی حصے سے لائے گئے ہیں۔ ایک شخص بتا رہا تھا۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"ہُوں..." نعمان خان نے ایک گہری سانس لی۔ "ڈاکٹر اس کے بدن پر زخم کہاں کہاں ہیں؟"

"پنڈلی کی ہڈی ٹوٹی ہُوئی ہے، ریڑھ کی ہڈی... اور دو پسلیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ چہرہ بُری طرح زخمی ہے۔ غالباً بایاں جبڑا بھی ٹوٹ چکا ہے۔ ان کا پورا جسم اس طرح زخمی تھا جیسے انھیں ہتھوڑوں سے کُوٹا گیا ہو۔"

"اوہ... اوہ! جس نے اُس کی یہ حالت بنائی ہے۔ خُدا کی قسم! اس رُوئے زمین پر اس کا وجود باقی نہیں رہے گا۔ خُدا کی قسم! میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا، مسٹر سیہ رام! یہ آپ کا کام ہے، آپ اس بارے میں معلومات حاصل کریں۔ اسے بازارِ حُسن کے کون سے حصّے سے لایا گیا۔ اس شہر میں جتنی طوائفیں ہیں، سب کو گرفتار کر کے لایا جائے۔ براہ کرم آپ میرا یہ کام ضرور کریں، مسٹر سیہ رام! یہ میرا ذاتی کام نہیں ہے بلکہ اس کی نوعیت بھی آپ سرکاری ہی سمجھیں۔" نعمان خان نے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں، آپ، نعمان خان! میں، آپ کے لیے ہر وہ کام کرنے کو تیار ہُوں جس کی آپ کو خواہش ہو۔ آپ مطمئن رہیں بہت جلد اس کے بارے میں آپ کو تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔" سیہ رام نے کہا اور فوراً باہر نکل گیا۔ مسٹر پیری پاؤل نعمان خان کے پاس کھڑے

تھے۔ نعمان خان نے اُن کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"سوری مسٹر پاؤل! میں اس وقت آپ سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں اس وقت کیسے اندوہناک حادثے سے دوچار ہُوا ہُوں۔"

"میں جانتا ہوں۔ میرے لائق جو بھی خدمت ہو، مجھے بتائیے۔"

"بہت بہت شکریہ! میں بہت جلد آپ سے مُلاقات کر کے بات کروں گا۔ آپ ابھی یہیں دہلی میں قیام کریں۔" نعمان خان نے کہا اور پیری پاؤل نے گردن خم کر دی۔ اس کے بعد اُس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ نعمان خان اُسے وہاں نہیں دیکھنا چاہتا۔ چنانچہ وہ معذرت کر کے وہاں سے رخصت ہو گیا۔ نعمان خان کی آنکھوں سے خُون اُبل رہا تھا... اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ رزاق خان جیسے بانکے جوان کا یہ حال کس نے کیا ہے۔ کون ہے، وہ مردود؟ کوئی بھی ہو، اُس کی زندگی کی شام تو یقینی تھی۔ اُس نے ڈاکٹر کی طرف رُخ کر کے پُوچھا۔ "ڈاکٹر... کیا یہ بے ہوش ہے؟"

"ہاں، انھیں تھوڑی دیر کے لیے سکون کا انجکشن دیا گیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ یہ زیادہ عرصے بے ہوش نہیں رہیں گے۔"

"میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، ڈاکٹر! کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے کوئی شدید نقصان پہنچ جائے۔ ویسے کسی قسم کا خطرہ تو نہیں ہے، اسے؟ اس کی زندگی تو محفوظ ہے؟"

"ابھی رپورٹیں موصول ہو رہی ہیں۔ ہم نے فوری طور پر جو بھی کارروائی ممکن ہو سکتی تھی، کر لی ہے۔ تمام رپورٹیں موصول ہو جائیں تو اندازہ لگایا جائے گا کہ اس کا آپریشن کیا جائے یا نہیں۔"

"اوہ... اوہ..." نعمان خان ہتھیلی پر گھونسے مارنے لگا پھر وہ رزاق خان کی طرف بڑھا اور اُس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ "رزاق خان! میرے بچے! کچھ تو بول، مجھے بتا کہ تیرا یہ حشر کس نے کیا ہے؟ مجھے بتا، رزاق خان!" پھر نعمان خان نے رزاق خان کے ہونٹوں میں حرکت محسوس کی۔ تھوڑی دیر بعد رزاق خان نے آنکھیں کھول دیں اور اس کی آنکھوں کی کوروں سے آنسو نکل پڑے۔ نعمان خان اُس پر جُھک گیا۔

"میرے بچے، میرے بیٹے! بتا، تیرے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ کون تھا، وہ؟" رزاق خان کے ہونٹ ہلنے لگے۔ وہ آہستہ آہستہ کچھ بول رہا تھا۔ نعمان خان نے اُس کے مُنہ سے کان لگا دیا... پھر جو کچھ اُس کے کان نے سُنا، اُس نے نعمان خان کو ایسا جھٹکا دیا کہ وہ ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ "کیا... کیا کہا، تو نے؟ شیران خان... شیران، ہمارا دُشمن..." اور رزاق خان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوہ، نہیں... یہ ممکن نہیں ہے... یہ نہیں ہو سکتا... کیسے ہُوا؟ یہ سب کچھ کیسے ہُوا؟ مجھے بتا، رزاق خان! یہ کیسے ہُوا؟" اُس نے رزاق خان کے ہونٹوں سے پھر کان لگا دیے۔ رزاق خان کچھ بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آواز پوری طرح اُس کے ہونٹوں سے خارج نہیں ہو رہی تھی۔

"رزاق خان! زور سے بولو... مجھے بتاؤ، شیران کہاں ہے؟ وہ تمھیں کہاں مِلا تھا؟ کیسے مِلا؟" لیکن آواز رزاق خان کے ہونٹوں میں پھنسی کی پھنسی رہ گئی۔ اس کے بدن میں ہلکی سی تھرتھراہٹ پیدا ہُوئی اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔ ڈاکٹر جو چند قدم کے فاصلے پر کھڑا، اُس کی یہ کیفیت دیکھ رہا تھا، ایک دم آگے بڑھا اور اُس نے نعمان خان کو کندھوں سے پکڑ کر ہٹا دیا۔

"براہِ کرم ایک طرف ہو جایے۔" ڈاکٹر نے کہا اور جُھک کر رزاق خان کو دیکھنے لگا۔ رزاق خان کے حلق سے خرخراہٹیں خارج ہو رہی تھیں پھر وہ بھی بند ہو گئیں۔ تب ڈاکٹر نے مغموم نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھا اور بولا۔ "مجھے افسوس ہے، جناب! یہ مر چکا ہے۔"

نعمان خان کے پورے جسم میں آگ کا سمندر کھولنے لگا۔ وہ اپنے بھائی کی موت پر جس قدر صدمے کا شکار ہوتا، کم تھا لیکن مرتے مرتے رزاق خان نے ایک ایسا نام لے دیا تھا جس نے نعمان کے جسم میں چنگاریاں ہی چنگاریاں بھر دی تھیں۔ اُس کا وجود پھنکا جا رہا تھا۔ اُس کا ذہن ہواؤں میں اُڑ رہا تھا۔ اُس نے اپنے سر کے بال نوچنا شروع کر دیے۔ ڈاکٹر نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہُوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے، جناب! براہِ کرم خود پر قابو رکھیے..."

نعمان خان نے خُون اُگلتی نگاہوں سے ڈاکٹر کو دیکھا اور ڈاکٹر خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔ ایسی خوفناک درندگی، اس سے قبل اس نے کسی انسان کے چہرے پر نہیں دیکھی تھی۔

نعمان خان کے حلق سے غراہٹ اُبھری۔ "رزاق خان! میں تیری حفاظت نہیں کر سکا، میں تجھے بچا نہیں سکا... لیکن تُو نے جو کچھ کہا ہے، اگر وہ سچ ہے تو میں نہیں جانتا کہ آنے والا وقت کیسا ہوگا۔"

سیہ رام نے اپنے طور پر تمام جگہوں پر ٹیلی فون کر کے ہدایات جاری کر دی تھیں اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ نعمان خان کے پاس پہنچ گیا۔ باہر ہی اُسے علم ہو گیا تھا کہ رزاق خان مر چکا ہے... وہ بُری طرح پریشان تھا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہُوا تھا جس کی وہ توقع نہیں کر سکتا تھا۔ وہ معمولی حیثیت کا آدمی نہیں تھا لیکن کیا کرتا، سرکاری طور پر اُسے نعمان خان کی مصاحبت کی ہدایت ملی تھی۔ حالانکہ یہ سب کچھ اُسے پسند نہیں تھا لیکن بہرطور اُس کی اپنی ڈیوٹی ہی یہ تھی۔ اس کی اپنی زندگی ہی یہ تھی۔ وہ اپنے وطن کے لیے کام کر رہا تھا اور یہ سب کچھ اُس کا فرض تھا۔ اُس نے نعمان خان کی

کیفیت دیکھی اور کافی دیر تک کچھ نہ بول سکا۔

"جانتے ہو، سیہ رام..." نعمان خان نے کہا۔ "اُس نے اپنے قاتل کا کیا نام بتایا ہے؟"

"کک... کیا... رزاق خان نے اپنے قاتل کا نام بتا دیا ہے؟"

"ہاں... وہ شیران ہے۔ ہمارے خاندان کا دشمن۔ ہمارا بدترین دُشمن، جس نے مجھے میری چار بہنوں سے محروم کیا تھا اور آج میرا دستِ راست، میرا بازو بھی ٹوٹ گیا ہے اور اسی کے ہاتھوں۔ تم نے کیا کیا ہے، سیہ رام؟ کیا اُن عورتوں کو گرفتار کرایا، جہاں یہ موجود تھا؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"اگر آپ پسند کریں تو میرے ساتھ پولیس ہیڈ کوارٹرز چلیں۔ وہاں میں نے پورے بالاخانے کی طوائفوں کو طلب کر لیا ہے۔"

"نہیں... میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ میں ابھی سوچنا چاہتا ہوں۔ براہِ کرم مجھے تنہا چھوڑ دو۔" نعمان خان نے کہا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکا تھا۔ اُن آنکھوں سے تو بس آگ برس رہی تھی اور اس آگ کو سیہ رام نے اچھی طرح محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ وہ وہاں سے باہر نکل آیا۔

نعمان خان تھوڑے ہی فاصلے پر پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کی نگاہیں، رزاق خان کے مُردہ چہرے پر جمی ہوئی تھیں... پھر کچھ سرکاری حکام وہاں پہنچ گئے۔ انھیں سیہ رام نے ٹیلی فون کیا تھا... اور پھر بہ مشکل تمام سمجھا بجھا کر نعمان خان کو وہاں سے باہر لایا گیا۔ باہر نکلنے کے بعد نعمان خان نڈھال ہو گیا تھا۔ وہ لوگ اُسے لے کر اُس کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ نعمان خان کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ بُری طرح بڑبڑا رہا تھا اور اُس کی آنکھوں میں وحشت جھلک رہی تھی۔ "میں... میں جب تک خون نہیں بہالوں گا، مجھے سکون نہیں ملے گا۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر بڑبڑایا۔

"خود کو سنبھالیے، نعمان خان! آپ ایک ایسی ذمّے داری قبول کر چکے ہیں جو نہایت اہم ہے۔"

"اوہ... مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ میں... میں تو بس ایک مقصد کے لیے جی رہا تھا... اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے میں نے اپنے آپ کو ختم کر دیا تھا۔ لیکن مجھے ایک اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے، ایک اور شکست ہوئی ہے مجھے۔ سیہ رام! براہِ کرم، بادشاہ خان سے میرا رابطہ قائم کراؤ۔"

"بہت بہتر... میں اس سلسلے میں پوری پوری کوشش کرتا ہوں۔" سیہ رام نے جواب دیا۔

پھر وہ نعمان خان سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ وہ نعمان خان کی اس کیفیت کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی اپنی بھی ایک حیثیت تھی جو نعمان خان کے سامنے کُھل کر رہ گئی تھی۔ بہرطور اُس نے بہتر یہی سمجھا کہ ہرن پورہ میں مسٹر فلینک اور رکسن سے رابطہ قائم کیا جائے اور یہ ذمّے داریاں انھیں سونپ دی جائیں۔ چنانچہ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد، اُس نے مسٹر فلینک سے رابطہ قائم کر لیا۔ مسٹر فلینک نے تمام صورتِ حال سُن کر کہا۔ "بہت بہتر... میرے لیے کیا ہدایت ہے؟"

"تم فوراً بنکاک سے رابطہ قائم کر کے، بادشاہ خان کو اس حادثے کی اطلاع دے دو۔ اُس سے کہو کہ نعمان خان کی حالت خراب ہے۔ اگر اُس نے آکر نعمان خان کو نہ سنبھالا تو صورتِ حال کافی حد تک بگڑ سکتی ہے۔" فلینک نے اُس سے وعدہ کر لیا۔

رزاق خان کی لاش، اسپتال ہی کے سرد خانے میں محفوظ کر دی گئی۔ بادشاہ خان کی آمد کا انتظار تھا۔ اسی شام تمام بالاخانوں کی طوائفوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ انھیں پولیس ہیڈ کوارٹرز میں جمع کر لیا گیا تھا اور سیہ رام اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ [illegible]ن سے صورتِ حال معلوم کر رہا تھا۔

گلبدن بائی نے تمام تفصیل، سیہ رام کو بتا دی اور وہ تفصیل سیہ رام کے ذریعے نعمان خان کو معلوم ہو گئی۔ گلبدن بائی نے صاف صاف کہا تھا کہ رزاق خان کو مارنے والے نے اُسے اپنا نام بتلاتے ہوئے کہا تھا کہ جب پولیس معلوم کرے کہ اس شخص کی یہ حالت کس نے بنائی ہے تو اُسے بتا دیا جائے کہ اس کی یہ کیفیت کرنے والا شیران خان ہے، اُس کا دُشمن...

جب نعمان خان کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ گردن ہلا کر خاموش ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ شیران خان کی طرف سے اُس کے لیے چیلنج ہے۔

اسی رات بادشاہ خان، دہلی پہنچ گیا۔ وہ خود بھی اس خبر سے لرز گیا تھا۔ اُس کی اپنی کیفیت بھی نعمان خان سے مختلف نہیں تھی۔ اُس نے نعمان خان کو اپنے سینے سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

"نعمان خان! یہ جو کچھ ہوا ہے، اس کا کوئی بدل ہمارے پاس نہیں ہے لیکن دہلی کے چپے چپے پر شیران کو تلاش کرو لیکن اُسے قتل مت کرنا، نعمان خان! اُسے قتل کر دینا بہت آسان سی بات ہو گی۔ ہم اُسے زندہ یہاں سے لے جائیں گے۔"

"کس لیے، بادشاہ خان؟ صرف اس لیے کہ اُسے تنظیم کے سامنے پیش کر کے تم اپنے آقاؤں سے کہہ سکو کہ دیکھو، اس حادثے کے باوجود تم نے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا ہے... بادشاہ خان! ایک بار پھر میرے ذہن میں یہ بات بیٹھ رہی ہے کہ تم صرف اپنے مقصد کے غلام ہو، تم

[illegible]ں تمہارے لیے شطرنج کی بساط پر رکھے ہوئے مہروں سے زیادہ حیثیت [illegible]ہیں رکھتے۔ ٹھیک ہے، رزاق خان مارا گیا، اب نعمان خان ہے [illegible]پھر اس کے بعد اس کے اور بھائی بھی ہیں۔ تم اپنی شاطرانہ چالیں چلتے [illegible]ہو... نہیں، بادشاہ خان! اب میں تمہارے فریب میں ہرگز نہیں [illegible]ؤں گا۔"

"نعمان خان، میرے بیٹے! اگر یہ الفاظ دُنیا کے کسی بھی شخص [illegible]نے، خواہ وہ کسی ملک کا حکمران ہی کیوں نہ ہوتا، کہے ہوتے تو بادشاہ خان اُس کی زبان، حلق کے آخری حصّے سے کھینچ کر نکال لیتا۔ تو جذباتی ہو رہا ہے، میرے بچّے! بادشاہ خان بدنصیب ہے کہ تم لوگوں سے محبّت کرنے کے باوجود تمہارا اعتماد حاصل نہیں کر سکا ہے۔ ٹھیک ہے، نعمان خان! [illegible]بادشاہ خان اب تجھ سے کچھ نہیں کہے گا۔ جو تیرا دل چاہے کر۔ میں شاید رزاق خان کی تدفین میں بھی شریک نہ ہو سکوں۔ ان الفاظ کے بعد میرا تیرے پاس رُکنا مناسب نہیں ہے۔ سمجھا، نعمان خان! بادشاہ خان اب تجھ سے الگ ہے۔ تُو نے بادشاہ خان پر جو الزامات لگائے ہیں، وہ اس قدر سنگین ہیں کہ بادشاہ خان اُن کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تو کیا سمجھتا ہے، بادشاہ خان محتاج ہے تیرا... کوئی خاص بات ہے تم لوگوں میں! اگر میں چاہتا تو اپنے قبیلے میں رہ کر بھی حکمرانی کر سکتا تھا، اپنا خاندان بڑھا سکتا تھا لیکن تم لوگوں کے لیے میں نے دُنیا کا ہر عیش و آرام ترک کر دیا اور تم مجھے یہ الزام دے رہے ہو۔ ٹھیک ہے، اب میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

بادشاہ خان کچھ اس طرح دل برداشتہ ہو گیا تھا کہ اُس نے فوری طور پر وہاں سے واپسی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ سیہ رام اور دوسرے لوگوں نے بادشاہ خان سے تنہائی میں ملاقات کی۔ سیہ رام نے بادشاہ خان سے کہا۔

"میں، آپ کو کوئی مشورہ تو نہیں دے سکتا، بادشاہ خان! لیکن آپ جانتے ہیں کہ نعمان خان نوجوان ہے۔ اس کا خون گرم ہے۔ بھائی کی موت نے بھی اُس پر بُرا اثر ڈالا ہے۔ اگر ان حالات میں آپ بھی اُسے چھوڑ کر چلے گئے تو ممکن ہے، آپ کو ایک اور صدمہ برداشت کرنا پڑے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو، تم؟" بادشاہ خان نے خونی نگاہوں سے سیہ رام کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"آپ اسے ایک ایسے دُشمن کے سامنے چھوڑے جا رہے ہیں جو کسی بھیڑیے کی طرح خونخوار اور کسی لومڑی کی طرح چالاک ہے... نعمان خان تو نوجوان ہے لیکن آپ زیرک اور سمجھ دار ہیں۔ اگر اس جوش کے عالم میں وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھا جو اُس کے لیے نقصان دہ ہوئی تو کیا آپ کو اس سے خوشی ہو گی؟"

"لیکن وہ مردود، مجھے کیا کچھ کہہ رہا ہے... ارے، تم لوگ نہیں جانتے، کوئی بھی نہیں جانتا کہ یہ سب میرے لیے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے زندگی میں ایک ہی غلطی کی ہے... اس ایک غلطی کے علاوہ بادشاہ خان نے اپنی زندگی میں کوئی ایسی حماقت نہیں کی جس کے لیے اُسے پچھتانا پڑا ہو، وہ غلطی یہ تھی کہ میں نے اپنے بھائی فیروز خان کے بیٹوں کو، اور اُس کے خاندان کو اپنا ہی خاندان سمجھا۔ میں نے ساری زندگی شادی نہیں کی۔ میں چاہتا تو اپنے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن میرا ذہن اس طرف راغب نہیں ہوا۔ عُمر کے اس حصّے میں جب مجھے اولاد کی خواہش ہوئی تو میں نے سوچا کہ میری اولاد نہ سہی، فیروز خان کی اولاد بھی میری اولاد ہے۔ میں نے ان سب سے بے پناہ محبّت کی ہے۔ میں خود بھی اسی آگ میں جل رہا ہوں جس میں نعمان خان جل رہا ہے لیکن اس نے کتنی غیریت کے انداز میں مجھے اپنے سے الگ کر دیا۔"

"اگر ممکن سمجھیں، بادشاہ خان! تو نعمان خان کو پچھتانے کا موقع دیں۔ اس وقت وہ دیوانگی کے عالم میں ہے اور یہ دیوانگی اُس کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ وہ اتنی بڑی حیثیت کا حامل ہے کہ ہم اُسے کسی اقدام سے باز بھی نہیں رکھ سکتے... کیا آپ اُسے چھوڑ جائیں گے؟"

بادشاہ خان کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا... یہ حقیقت تھی... کہ نعمان خان اسی کا خون تھا اور یہ بھی حقیقت تھی کہ بادشاہ خان، ان سب کو اپنی اولاد ہی کی مانند چاہتا تھا۔ واقعی اگر نعمان خان دیوانگی کے عالم میں کچھ کر بیٹھا تو بادشاہ خان کے پاس پچھتانے کے لیے بھی کچھ نہیں رہ جائے گا۔ ابھی تو اُس کے بھائی بھی تھے جنھیں بادشاہ خان نے اس سلسلے میں اطلاع دینا مناسب نہیں سمجھا تھا، وہ سب مل کر مصیبت ہی بن جاتے۔ اسی لیے بادشاہ خان نے انھیں صورتِ حال سے آگاہ نہیں کیا تھا اور خود ہی بنکاک سے یہاں چلا آیا تھا۔ اُس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے، میں خود ہی بے غیرت ہو گیا ہوں۔ یہ بے غیرتی بھی گوارا کر لوں گا لیکن میں آج تک جو کچھ کرتا رہا ہوں، اُس کا مجھے کوئی صلہ نہیں ملا۔ اس کا مجھے موت کے بعد بھی افسوس رہے گا۔ ٹھیک ہے، میں یہاں موجود ہوں۔ نعمان خان کو اطلاع دے دینا کہ بادشاہ خان ابھی گیا نہیں ہے، ابھی وہ بے غیرت کچھ اور سُننے کے لیے یہاں موجود ہے۔"

"آپ حوصلہ رکھیں، بادشاہ خان! ہم انتہائی کوشش کریں گے۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ صورتِ حال جیسی بھی ہے، آپ کے علم میں ہے اگر کہیں ہم سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو براہِ کرم ہمیں اس بارے

میں ہدایات دیجیے۔ ہم کسی بھی طور آپ سے الگ نہیں۔" سیہ رام بہت بڑی حیثیت کا مالک تھا۔ اُس نے اپنے اختیارات سے کام لے کر وہ تمام کارروائیاں شروع کر دیں جو شیران کا سُراغ لگانے کے لیے ممکن ہو سکتی تھیں۔ اس نے اپنے طور پر یہ معلومات حاصل کر لی تھیں کہ شیران وہاں سے کسی پرائیویٹ سواری میں بیٹھ کر روانہ ہُوا تھا۔ چنانچہ اس اطراف میں جتنی بھی سواریاں موجود تھیں، اُن سب کے ڈرائیوروں کو ایک ایک کر کے پولیس ہیڈکوارٹرز طلب کر کے معلومات حاصل کی جانے لگیں۔ بہت سے افسر اس کام پر مامُور کر دیے گئے تھے۔

دوسرے روز، دہلی ہی کے ایک قبرستان میں رزاق خان کی تدفین کر دی گئی۔ بادشاہ خان بھی اس تدفین میں شریک تھا۔ نعمان خان نڈھال سا ایک طرف کھڑا تھا۔ بادشاہ خان کی اُس سے نگاہیں ملیں تو نعمان خان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اُسے احساس ہُوا کہ اُس نے اپنے بزرگ، اپنے محترم بزرگ کو اتنا سخت و سُست کہا ہے کہ اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا۔ بادشاہ خان ہی تو اُس کا سب کچھ تھا۔ بادشاہ خان نے اُس کے لیے کیا کچھ نہیں کیا تھا... آج نعمان خان کی جو حیثیت تھی، وہ بادشاہ خان ہی کے مرہُونِ منت تھی۔ وہ اپنے بھائیوں کو بہت چاہتا تھا۔ فیروز خان کی زندگی میں وہ نہایت عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے لیکن فیروز خان کی موت کے بعد بادشاہ خان نے کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ یتیم ہیں۔

ان لوگوں کو یورپ سے بُلوانے کے لیے بادشاہ خان نے کتنا طویل جال پھیلایا تھا۔ کیسی کیسی دِقتیں اُٹھا کر اُنھیں بنکاک بُلوایا تھا اور پھر نعمان خان کو یہ بھی یاد آیا کہ بادشاہ خان نے اُن کے لیے، اُن کے مستقبل کے لیے کتنی عظیم قُربانیاں دی تھیں... اور بالآخر اُسے ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا تھا جہاں اُس کے لیے زندگی بھر کی آسائشوں کا سامان موجود تھا۔ نعمان خان کے دل میں گداز پیدا ہُوا... بھائی کی موت کا صدمہ، اُس کے دل میں دُھوئیں کی طرح بھرا ہُوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہُوا بادشاہ خان کے قریب پہنچ گیا اور گلوگیر آواز میں بولا۔

"میں روؤں گا نہیں، خان بابا! آنسو بُزدلی کی علامت ہوتے ہیں؛ ہار جانے کی علامت ہوتے ہیں... اور میں نے ہار نہیں مانی ہے... مگر... مگر میں تیرے سہارے کے بغیر کھڑا بھی نہیں رہ سکتا... خان بابا! مجھے اپنے چوڑے سینے کا سہارا دے ورنہ میں بالکل ٹُوٹ جاؤں گا۔ میرے بازو ٹُوٹ چکے ہیں، باقی جسم بھی چُور چُور ہو جائے گا... خان بابا! میں نے جو کچھ کہا ہے، اُسے معاف کر دے۔ مجھے صرف تیرا سہارا درکار ہے۔ خان بابا! مجھے معاف کر دے۔"

بادشاہ خان نے نگاہیں اُٹھا کر اُسے دیکھا اور بولا۔ "تُو نے جو کچھ کہا ہے، نعمان خان! اس کا ایک ایک لفظ میرے سینے میں زخم بن گیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ زخم کبھی بھریں گے یا نہیں... لیکن اس کے باوجود میں یہ بات کہنے میں اب بھی عار نہیں محسوس کرتا کہ تم لوگ میری اولاد نہیں ہو لیکن تمھاری موجودگی میں، مَیں نے کبھی اولاد کی کمی محسوس نہیں کی۔ جو کچھ ہُوا، نعمان خان: اس کی کہانی کہاں سے بیان کروں؟ اگر میری سچائی کے تم اور بھی ثبوت چاہتے ہو تو میں تمھیں ماضی کے اُس دَور میں لے چلتا ہُوں جب پہاڑوں پر برف باری ہو رہی تھی۔ برف کے بڑے بڑے تودے اپنی جگہ چھوڑ رہے تھے اور میں اپنے گھوڑے کی پُشت پر سوار، تمھاری طرف دوڑ رہا تھا۔ صرف اس لیے کہ تم اکیس سال کے ہو چکے تھے اور اس روز وہ سنہرا موقع تھا جب قبیلے سربلند ہوتے ہیں... اور اپنے باپ کا، دُشمنوں سے انتقام لیتے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو، شیران میرے ہاتھوں سے بچ سکتا تھا... کاش، میں اُسی وقت شیران کو اپنے ہاتھوں سے ٹھکانے لگا دیتا اور اُس کی لاش لے کر تمھارے پاس پہنچتا اور فخر سے سربلند کر لیتا لیکن میں نے تمھارے لیے گالی پسند نہیں کی تھی۔ پہاڑوں کے لوگ کہتے کہ فیروز خان کا بیٹا انتقام لینے کے قابل نہیں تھا۔ چنانچہ اُس کے تایا نے چھوٹے بھائی کا انتقام لیا... لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ میرا یہ خلوص میری تمام زندگی کے لیے ایک رِستا ہُوا ناسُور بن جائے گا۔ ہاں نعمان خان: وہی ایک غلطی ہُوئی تھی مجھ سے... گالی تمھیں دی جاتی، بادشاہ خان کو کیا غرض ہوتی۔ کاش! میں اتنا ہی خود غرض بن کر، اُس وقت سوچ لیتا۔"

نعمان خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "یہاں سے چلو، خان بابا! مجھے تمھاری ضرورت ہے۔ میں تمھارے قدموں میں گر کر تم سے معافی مانگ لُوں گا... لیکن تم میرے سینے میں دہکتا ہُوا جہنم دیکھو، اس جہنم میں تمھیں ہر چیز خاکستر نظر آئے گی۔ ہر احساس اس آگ میں جل چکا ہے۔ مجھے سہارا دو، خان بابا! مجھے سہارا دو۔ اگر تم نے سہارا نہ دیا تو میں زندہ نہ رہ سکوں گا۔"

بادشاہ خان کسی سوچ میں گُم ہو گیا تھا۔ چند لمحے غور کرنے کے بعد وہ بولا۔ "نعمان خان! تم نے جو کچھ کہا ہے، کیا تمھارا ضمیر، اس پر تمھیں ملامت نہیں کرتا؟"

"کرتا ہے، خان بابا! مگر میں کیا کروں، میرے جذبات، میرے احساسات جل کر خاکستر ہو چکے ہیں۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو، نعمان خان! ایک نوّے سالہ بُوڑھے پر تم جذباتی ہو رہے ہو اور تمھارا اصل دُشمن جو میرا بھی دُشمن ہے، اپنی کارروائی کر کے اتنی آسانی سے تمھارے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔ کیا فیروز خان کے بیٹے کا لہُو سفید ہو گیا ہے، کیا تمھارے بدن میں اب سُرخ

باقی نہیں رہے؟ نہیں، نعمان خان! مجھ پر اپنا غصّہ نکالنے کی بجائے اپنے سینے میں آتشِ انتقام کو فروغ دو۔ اُس نے تمھارے سینے پر ایک اور زخم کا اضافہ کر دیا ہے۔"

"مجھے یاد نہ دلاؤ، خان بابا! مجھے سکُون چاہیے۔"

"آؤ، میرے ساتھ۔ ابھی تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔ میرے مشورے کے بغیر تم کچھ نہیں کرو گے۔ وعدہ کرو، نعمان خان! کہ میں جو کچھ کہوں گا، تم صرف اسی پر عمل کرو گے۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"خان بابا! میں اس قابل نہیں رہا ہُوں کہ اپنے طور پر کچھ سوچ سکوں... میرا دل تو یہ چاہ رہا ہے کہ مشین گن لے کر باہر نکل جاؤں اور جو بھی میرے سامنے آئے، اُسے ہلاک کر دوں۔ اتنے آدمی ہلاک کر دوں کہ اُن کی لاشوں کے مینار بن جائیں۔"

"بے گناہوں کو مار کر، کیا تمھیں ذہنی سکُون حاصل ہو جائے گا، نعمان خان؟"

"نہیں حاصل ہو گا، خان بابا! لیکن مجھے بتاؤ، میں کیا کروں؟ کس کا خُون پیُوں؟" وہ بے بسی سے بولا۔

"فی الحال، صبر کرو، نعمان خان! ہمیں عقل سے کام لینا ہو گا۔ آؤ، میرے ساتھ۔ میں اس سلسلے میں مناسب انتظامات کر دُوں گا۔" بادشاہ خان نے کہا اور نعمان خان اُس کے ساتھ چل پڑا۔

نعمان خان نے بادشاہ خان کی قیام گاہ پر رہائش اختیار کر لی تھی۔ مقامی طور پر بادشاہ خان کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ سوائے اس کے کہ تنظیم کے ارکان کے ساتھ مِل کر شیران کی تلاش کے لیے مناسب اقدامات کرے۔ اب اس بات میں کوئی شُبہ نہیں رہ گیا تھا کہ شیران دہلی ہی موجود تھا... لیکن وہ اس قدر چالاک اور خطرناک تھا کہ اس کے بارے میں کوئی... فیصلہ کُن بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔ آج تک جس طرح وہ ان سب سے بچتا رہا تھا، یہ بات اس کا ثبوت تھی کہ وہ ذہنی طور پر بھی کم تر نہیں ہے، اُسے گرفتار کرنا آسان نہ ہو گا۔

اپنی قیام گاہ پر بیٹھ کر بادشاہ خان نے اس بارے میں غور کیا... دفعتاً اس کے دل میں خوف کا ایک سیاہ دھبّہ نمودار ہُوا... کہیں نعمان خان بھی اپنی اسی دیوانگی کا شکار نہ ہو جائے... شیران کی تلاش میں کہیں وہ بھی اپنی زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے... شیران اندھیرے کا تیر تھا، کس طرف سے آئے گا، کہاں پیوست ہو جائے گا، اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ یہ خوف شاید زندگی میں پہلی بار بادشاہ خان کے دل میں نمُودار ہُوا تھا۔ اُسے یُوں محسوس ہُوا جیسے دو خُونخوار آنکھیں اُسے گھُور رہی ہوں، موقعے کی تاک میں ہوں کہ کب وہ غافل ہو اور وہ اس پر حملہ کر دیں... نہیں، یہاں رہنا مناسب نہیں ہے، دہلی میں قیام مناسب نہیں ہو گا۔ اُس نے اپنے طور پر فیصلہ کیا اور پھر اُسی رات، اُس نے سیہ رام سے ملاقات کی۔

سیہ رام کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تعزیت کے لیے آئے تھے۔ اُن میں مسٹر فلینک بھی تھے، ہکسن بھی تھا۔ بادشاہ خان کو تنظیم کے ایک عہدے دار کی حیثیت حاصل تھی، اس لیے یہ لوگ اس کی عزت بھی کرتے تھے۔

"مسٹر فلینک! پروجیکٹ کے معاملات آپ دیکھتے ہیں۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہُوں کہ ان اطراف میں آپ کی گرفت کیسی ہے؟"

"مقامی حکُومت کا بھرپُور تعاون حاصل ہے اور ہمیں اپنے کام میں کوئی دِقت نہیں ہوتی۔"

"تنظیم کے کتنے رُکن یہاں کام کر رہے ہیں؟"

"بے شمار ہیں، جناب! وہ لوگ جو پروجیکٹ پر رہ کر کام کرتے ہیں، صرف پروجیکٹ ہی سے منسلک ہیں اور باقی لوگ یہاں ہر جگہ ہمارے مفادات کی نگرانی کر رہے ہیں۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے؟"

"ہاں، سمجھ رہا ہُوں... مسٹر پیری پاؤل! آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"مجھے افسوس ہے، بادشاہ خان! کہ میں ابھی تک اپنی کاوشوں میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ پتہ نہیں کن لوگوں سے ہمارا سابقہ ڈال دیا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ بھی تنظیم کی ایک اہم رُکن ہے۔ میرا اشارا ایڈنا ڈمپل کی طرف ہے۔ وہ جانتی ہے کہ تنظیم کا طریقۂ کار کیا ہے۔ وہ یہ بھی جانتی ہے کہ اُسے تلاش کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی اس جیسا باصلاحیت نہیں ہے لیکن اُس کے پلّے کے لوگ کم ہی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ایک اتنے بڑے علاقے کو کنٹرول کرنے کے لیے متعین نہ کی جاتی۔ چنانچہ میرے خیال میں اُس کی تلاش کسی ایسے انداز میں ہونی چاہیے جو اُس کے لیے ناقابلِ فہم ہو۔ ورنہ دوسری صُورت میں ہم وقت ضائع کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔" پیری پاؤل نے کہا۔

"میرا خیال ہے مسٹر پیری پاؤل! کہ آپ اس سلسلے میں وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو اطلاع دے دیں۔"

"جی ہاں، میں خود بھی یہی سوچ رہا ہُوں۔ میں تنظیم کے اُن وفاداروں میں سے ہُوں جو صرف اس کے مفاد کے لیے جیتے ہیں، میں کسی بھی لمحے اپنی زندگی قربان کر سکتا ہُوں، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ لیکن یہ قربانی اگر تنظیم کے مفاد میں ہو تو بہتر ہے۔ مجھے اگر میرے عہدے سے معزول کر دیا جاتا ہے تو میں اسے بھی اپنے لیے

اعزاز سمجھوں گا چونکہ یہ تنظیم کی طرف سے ہوگا لیکن جو کچھ میں ابھی نہیں کر پایا، اس کی شرمندگی سے میں بچنا چاہتا ہوں۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو، مسٹر پیری پاڈل! کہ تم ایڈنا ڈمپل کی تلاش میں ناکام رہے ہو۔"

"مکمل طور پر۔ مجھے یہ کہنے میں باک نہیں ہے۔" پیری پاڈل نے جواب دیا۔

"ویسے تمھارا کیا خیال ہے، سیہ رام؟ کیا شیران اور ایڈنا ڈمپل مل گئے ہیں؟"

"جو حالات میرے علم میں ہیں، جناب! اُن کے تحت یہ ناممکن ہے۔ شیران کے بارے میں سُنا ہے کہ وہ رانی ایراوتی سے متاثر تھا۔ مونی مارون بھی اُسے چاہنے لگی تھی اور یہ انتشار اسی کی وجہ سے پھیلا ہے۔ جب ایڈنا ڈمپل نے مونی مارون کو قتل کر دیا تو پھر شیران، اُس کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ دونوں یکجا نہیں ہوئے لیکن مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ شیران کی شخصیت سے مجھے مکمل واقفیت نہیں ہے۔"

"ہوں..." بادشاہ خان کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر اُس نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ فی الحال میری خواہش ہے کہ میں نعمان خان کو لے کر ہرن پورہ روانہ ہو جاؤں اور مسٹر سیہ رام! آپ اس سلسلے میں جو کارروائی کر سکتے ہیں، کرتے رہیں۔ آپ معمولی شخصیت کے آدمی نہیں ہیں لیکن اس بار آپ کا سابقہ ایک ایسے آدمی سے پڑا ہے جو غیر معمولی طور پر مکار اور نڈر ہے لیکن بہر صورت، یہ آپ کا ملک ہے اور آپ اس ملک کے ایک ایک شہری کی پڑتال کر کے، اُن میں سے اپنا مطلوبہ آدمی نکال سکتے ہیں۔ براہِ کرم، آپ یہ کام جاری رکھیں۔ ہم کل صبح ہی ہرن پورہ روانہ ہو جائیں گے۔"

کسی نے اس بات پر اعتراض نہیں کیا... دوسرے روز وہ لوگ ہرن پورہ روانہ ہو گئے۔

*

ایڈنا ڈمپل، کماری کیلاشی کے نام سے بہترین انداز میں اپنی زندگی گزار رہی تھی۔ اُس کے ذہن میں بس ایک ہی خیال تھا کہ اگر شیران اُس کی زندگی میں شامل ہو جائے تو اُسے ایک نیا رنگ دے کر باقی زندگی سکون سے بسر کی جائے۔ دُنیا کی ہنگامہ خیزیاں اب اُس نے ترک کر دی تھیں اور اُنھیں ترک کرنے کے بعد اُسے احساس ہو رہا تھا کہ بے شک ہنگامی زندگی انسان کی بقا کے لیے ضروری ہے، سکون اُسے کاہل کر دیتا ہے لیکن ایک طویل ہنگامی زندگی گزارنے کے بعد اگر سکون کے کچھ لمحات میسر ہوں تو سکون کی افادیت کا احساس ہوتا ہے۔ اُس نے بے شمار لوگوں کو اپنے خرچ پر شیران کی تلاش پر مامور کر رکھا تھا اور وہ لوگ اُسے مسلسل رپورٹیں دیتے رہتے تھے۔

ایڈنا ڈمپل خود بھی اپنے طور پر دہلی کے مختلف علاقوں میں گشت کرتی رہتی تھی اور وہ جب بھی اپنا جائزہ لیتی تو اُسے خود پر حیرت ہونے لگتی تھی۔

ایلا کی حیثیت سے اُس نے جنگل میں شیران کے ساتھ کافی وقت گزارا تھا۔ اس وقت درحقیقت کچھ ایسے لمحات بھی آئے تھے، جب اُس نے شیران کو گہری نگاہوں سے دیکھا تھا... اور اس وقت بھی وہ اُس کی نگاہوں کو بھایا تھا لیکن اس وقت جذبہ شدید نہیں تھا۔ اس کا تجزیہ تھا کہ محبت کے لیے رقیب کا ہونا ضروری ہے۔ مونی مارون اگر شیران کو اس قدر نہ چاہتی اور اُسے ایڈنا ڈمپل کے لیے اس طرح ناقابلِ حصول نہ بنا دیتی تو شاید ایڈنا ڈمپل کے دل میں وہ طوفانی جذبے نہ جاگتے۔

اس وقت بھی وہ اپنے وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں بیٹھی، کھلی کھڑکی سے باہر کا نظارہ کر رہی تھی۔ موسم بے حد خوش گوار تھا اور ماحول میں خنکی رچی ہوئی تھی۔ بادلوں کی چھاؤں میں درخت جھومتے نظر آ رہے تھے اور اُن پر کھلے ہوئے پھول ایڈنا کو بے حد حسین محسوس ہو رہے تھے۔ اسی وقت اُس نے ایک موٹر سائیکل کو سامنے والے دروازے سے اندر داخل ہوتے دیکھا۔ چوکیدار نے جس طرح گیٹ کھولا تھا، اُس سے اندازہ ہوتا تھا کہ آنے والا کسی جانی پہچانی شخصیت کا مالک ہے۔

پھر ایڈنا ڈمپل کی تیز نگاہوں نے اس شخص کو پہچان لیا۔ اُس کا نام موہن لال تھا، مقامی آدمی تھا۔ اس کے بارے میں ایڈنا ڈمپل کو مختلف ذرائع سے معلوم ہوا تھا کہ وہ بے حد خطرناک آدمی رہ چکا ہے اور اب وہ ایڈنا ڈمپل کے لیے، شیران کی تلاش کا کام کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد خادمہ نے آ کر اُسے اطلاع دی کہ موہن لال اُس سے ملنا چاہتا ہے۔ ایڈنا ڈمپل نے اُسے ڈرائنگ روم ہی میں بلوا لیا۔

ایڈنا ڈمپل کی اپنی شخصیت ایسی نہیں تھی کہ اُس کے لیے کام کرنے والے اُسے نظر انداز کر سکتے یا اس کا احترام نہ کرتے۔ اُس نے سب کو متاثر کر لیا تھا۔ ویسے بھی وہ اپنی فطرت کے خلاف، ان لوگوں کے ساتھ نہایت نرم سلوک کر رہی تھی۔

موہن لال نے ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر اُسے تعظیم دی اور اُس کے اشارے پر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کہو، موہن لال؟" ایڈنا نے استفہامیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھا۔

"میڈم! میں، آپ کے لیے خوش خبری لایا ہوں۔" موہن لال نے کہا۔

ایڈنا ڈمپل نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔ اُس کے لیے اس سے بڑی خوش خبری اور کیا ہو سکتی تھی کہ شیران کا سُراغ لگا لیا گیا ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے تجسس کو دباتے ہوئے پوچھا۔ "کیا خوش خبری ہے، موہن لال؟"

"میڈم! آپ کا مطلوبہ آدمی مل گیا ہے۔"

"کیا...؟" ایڈنا ڈمپل اپنی آواز کے شوق کو نہ دبا سکی۔

"جی ہاں..."

"کہاں ہے، وہ؟ کس طرح ملا؟"

موہن لال، اسے بالاخانے پر ہونے والی واردات کے بارے میں بتانے لگا۔ "میں اس علاقے میں اپنے ایک رشتے دار گوبند لال سے ملنے گیا تھا۔ وہ اس علاقے کا دادا بھی ہے۔ دفعتاً میں نے گلبدن بائی کے کوٹھے پر ہنگامے کی آوازیں سُنیں۔ نیچے لوگ جمع ہو رہے تھے۔ میں معلومات حاصل کرنے کے لیے اس طرف بڑھا۔ میں ابھی نیچے کھڑے ہوئے لوگوں کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص ہاتھ میں پستول لیے نیچے اُترا۔ اُس پر نظر پڑتے ہی میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ یہ وہی شخص تھا جس کی نشان دہی آپ نے کی تھی۔ ہر چند کہ وہ آپ کے بتائے ہوئے حلیے پر پورا نہیں اُترتا تھا لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اُس نے حلیے میں تبدیلی کی ہوئی ہے تاہم اُس نے اپنی شکل و صورت کو چھپانے کے لیے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا تھا۔ اُس نے نیچے آ کر دہشتیانہ انداز میں دو، تین ہوائی فائر کیے اور مجمعے میں بھگدڑ مچ گئی... پھر وہ ایک طرف کو بھاگ نکلا۔ تھوڑی دُور جا کر اُس نے ایک ٹیکسی روک لی۔ میں اُس کا پیچھا کرتا ہوا، اس مکان تک پہنچ گیا جہاں وہ قیام پذیر ہے۔ جب وہ مکان میں داخل ہو گیا تو میں نے برابر والے مکان کے دروازے پر دستک دے کر ایک فرضی نام کے بارے میں پوچھا پھر باتوں ہی باتوں میں، میں نے اُس سے اُس کے پڑوسی کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔ اُس نے بتایا کہ یہ شخص چند روز قبل ہی یہاں آیا ہے، کسی سے ملتا جلتا نہیں ہے۔ دن بھر باہر رہتا ہے اور رات کو واپس آ جاتا ہے۔ مجھے اس کا نام نہیں معلوم ہو سکا لیکن مجھے یقین ہے کہ یہی آپ کا مطلوبہ شخص ہے۔"

"تو پھر چند منٹ رکو، میں تمھارے ساتھ چلتی ہوں۔" ایڈنا جلدی سے اُٹھتے ہوئے بولی۔

"جیسا آپ کا حکم میڈم!" موہن لال نے کہا۔

اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر ایڈنا ڈمپل نے لباس تبدیل کیا اور ایک پستول اپنے لباس میں چھپا کر باہر نکل آئی۔ "تم، میرے ساتھ کار میں چلو گے، موہن لال!"

"جو حکم میڈم!" موہن لال نے جواب دیا... پھر اُس نے ایڈنا کی کار کا اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ ایڈنا عقبی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کا دل بلیوں اُچھل رہا تھا۔ اگر موہن لال کو غلط فہمی نہیں ہوئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اُس نے شیران کو پا لیا... لیکن ابھی اُسے شیران کے حصول کے لیے بہت کچھ کرنا تھا۔ فی الحال یہی کیا کم بات تھی کہ اُسے شیران کا سُراغ مل گیا تھا۔

کار تیزی سے سڑکوں پر دوڑتی رہی پھر تھوڑی دیر بعد وہ، اس علاقے میں پہنچ گئے جہاں شیران کا مکان تھا۔ موہن لال نے اشارے سے ایڈنا ڈمپل کو اس مکان کے بارے میں بتایا۔ ایڈنا نے اُسے کار روک لینے کو کہا۔ موہن لال نے مکان سے تھوڑے فاصلے پر ایک دیوار کی آڑ میں کار روک لی۔

ایڈنا ڈمپل، سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگا کر گہری گہری سانسیں لینے لگی پھر وہ بولی۔ "پتہ نہیں، وہ اس وقت گھر میں موجود ہے یا نہیں۔"

"اس سلسلے میں، مَیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر آپ کہیں تو جا کر معلوم کر لوں؟"

"اوہ، نہیں... یہ مناسب نہیں ہوگا۔ ہم انتظار کریں گے، خواہ کتنا ہی وقت صرف کرنا پڑے۔"

"جو حکم..." موہن لال نے کہا... اور پھر وہ انتظار کرنے لگے۔ تقریباً چھ گھنٹے اُنھیں مسلسل انتظار کرنا پڑا۔ یہ چھ گھنٹے بڑے صبر آزما تھے... پھر گیٹ کھلا اور کوئی شخص باہر نکل آیا۔ ایڈنا ڈمپل نے اُسے غور سے دیکھا تو اس کا دل یکبارگی دھڑک اُٹھا۔ شیران اُس کے لیے کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ اُسے ہر حلیے میں پہچان سکتی تھی۔ درحقیقت وہ شیران ہی تھا۔

شیران، گیٹ سے نکل کر پیدل ہی ایک طرف کو چل پڑا تھا۔ موہن لال نے پلٹ کر ایڈنا سے پوچھا۔ "آپ نے دیکھ لیا، میڈم؟"

"ہاں..."

"کیا یہ وہی ہے؟"

"ہاں... تمھاری اس تلاش پر تمھیں بہترین انعام دیا جائے گا، موہن لال!"

"شکریہ، میڈم! مجھے خوشی ہے کہ میرے ذریعے آپ کا کام ہو گیا..."

"چلو، گاڑی اسٹارٹ کرو۔ کیا تم اس طرح اس کے پیچھے چل سکتے ہو کہ نہ تو یہ نگاہوں سے اوجھل ہو اور نہ ہی اسے اپنے تعاقب کا علم ہو سکے؟" ایڈنا ڈمپل نے پوچھا۔

"میں کوشش کروں گا میڈم!"

شیراں سست رفتاری سے ایک طرف چلا جا رہا تھا۔ اُس کے انداز میں لاپروائی تھی۔ پتہ نہیں، گلبدن بائی کے کوٹھے پر وہ کیا ہنگامہ کر کے آیا تھا۔۔ لیکن وہ کسی بھی بات کو زیادہ محسوس کرنے کا عادی نہیں تھا۔ عجیب بے فکرا اور لاپروا آدمی تھا۔۔ کنگ لوئی کی موت کو ایڈنا فراموش نہیں کر سکتی تھی۔ کنگ لوئی پورا ایک قبیلہ تھا۔ اتنا خطرناک انسان تھا وہ کہ ایڈنا ڈمپل سے زیادہ اسے اور کون جان سکتا تھا۔ اس کے علاوہ۔۔۔ کچھ ایسے لوگ بھی شیراں کے ہاتھوں مارے گئے تھے جن پر تنظیم کو ناز تھا۔۔۔ اُس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ گوشت کے ایک ٹکڑے کے لیے شیراں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا تھا، جو اُس علاقے کا زلزلہ کہلاتے تھے۔ اُس کی یہ بے باکی اور لاپروائی۔۔۔ اس کی بے پناہ قوت اور صلاحیتوں ہی کا نتیجہ تھی۔

اس وقت بھی وہ نہایت بے فکری سے چلا جا رہا تھا۔ اُس نے ایک بار بھی اپنے اطراف کا جائزہ نہیں لیا تھا، یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ جو کچھ کر کے آیا ہے، اس کی وجہ سے نئے خطرات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

ایڈنا ڈمپل کو ایک عجیب سی اُلجھن کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ شیراں کے لیے مضطرب تھی۔ فوری طور پر وہ اُس کے سامنے نہیں جا سکتی تھی۔ اس طرح شیراں مشتبہ ہو سکتا تھا۔۔۔ پھر وہ اپنے ذہن میں ایک خاص منصوبہ ترتیب دینے لگی۔

شیراں تھوڑی دیر بعد ایک کشادہ سڑک پر پہنچ گیا۔۔۔ وہاں اُس نے ایک ٹیکسی روکی اور اُس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ موہن لال کو اب اس کا تعاقب کرنے میں دقت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

ٹیکسی مختلف علاقوں سے گزرتی ہوئی، لال قلعے پہنچ گئی۔ وہاں شیراں نے ٹیکسی سے اُتر کر کرایہ ادا کیا اور ٹہلنے والے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ لال قلعے کے اطراف میں بھی اچھی خاصی رونق تھی۔ مختلف لوگ اِدھر اُدھر آجا رہے تھے۔ ایڈنا ڈمپل بھی کار سے اُتر آئی اور موہن لال سے اسی جگہ انتظار کرنے اور ہر قسم کے ہنگامی واقعے کے لیے تیار رہنے کا کہہ کر آہستہ آہستہ اُس طرف بڑھنے لگی جس طرف شیراں گیا تھا۔ اُس کا دل شدّت سے دھڑک رہا تھا۔۔۔ اب وہ اس طرح شیراں کے سامنے آنا چاہتی تھی کہ اُسے، اُس پر شبہ نہ ہو سکے۔ وہ شیراں کا تعاقب کرتی رہی۔

شیراں، لال قلعے کے اندر داخل نہیں ہوا تھا بلکہ اُس کے اطراف میں فٹ پاتھ پر لگے ہوئے اسٹالوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اُس کے انداز میں وہی لاپروائی اور بے باکی تھی جو اُس کی فطرت کا خاصہ تھی۔

ایک جگہ ایڈنا ڈمپل کو موقع مل گیا۔ وہ تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد، سامنے کی سمت سے شیراں کی طرف آئی اور آگے بڑھتی ہوئی اس کے بالکل نزدیک پہنچ گئی اور ایک اسٹال پر رُک کر یونہی چیزوں کو اُلٹنے پلٹنے لگی۔

شیراں نے ایڈنا ڈمپل کو دیکھا۔ سرسری سی نگاہ تھی لیکن دوسرے ہی لمحے ایڈنا نے اُسے بُری طرح چونکتے محسوس کیا۔ وہ ششدر کھڑا رہ گیا تھا۔ ایڈنا ڈمپل کن انکھیوں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کے دل میں مسرت کی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تھی۔ شیراں پاگلوں کے سے انداز میں اُسے گھور رہا تھا۔۔۔ پھر جب ایڈنا، اسٹال سے چند چیزیں خرید کر پلٹی تو اُس نے شیراں پر ایک اُچٹتی سی نگاہ ڈالی اور آگے بڑھ گئی۔

شیراں اُس کے پیچھے چل پڑا تھا۔ ایڈنا ڈمپل تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر اسٹالوں پر پھرتی رہی۔ شیراں مسلسل اُس کے تعاقب میں تھا۔۔۔ پھر ایڈنا اپنی کار کے نزدیک پہنچ گئی۔ موہن لال بھی صورتِ حال کا جائزہ لے چکا تھا۔ اُسے حیرت تھی کہ وہ شخص کیلاشی کے پیچھے پیچھے کیوں آرہا ہے؟ اگر وہ، کیلاشی کو جانتا ہے تو اُس نے اُس سے بات کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ بہر طور یہ سب کچھ سوچنا اُس کا کام نہیں تھا۔

ایڈنا ڈمپل کار میں آبیٹھی اور آہستہ سے موہن لال سے بولی
"موہن لال! وہ میری طرف متوجہ ہو چکا ہے۔ گاڑی اسٹارٹ کر دو اور اُسے اتنا موقع دو کہ وہ خود بھی کوئی سواری تلاش کر سکے۔"

"اوہ، میڈم! کیا وہ آپ کا تعاقب کرے گا؟"

"ہاں۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

موہن لال نے گردن ہلائی اور گاڑی کو سیلف لگانے لگا۔ ایڈنا نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ شیراں بے چینی سے کسی سواری کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑا رہا تھا لیکن قرب و جوار میں سواری موجود نہیں تھی۔ موہن لال کو بھی احساس ہو گیا کہ اُسے سواری تلاش کرنے میں دقت پیش آئے گی۔ چنانچہ اُس نے سیلف بند کیا اور نیچے اُتر کر کار کا بونٹ اُٹھا دیا اور خواہ مخواہ سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔ شیراں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے ٹیکسی نظر آگئی اور اُس نے جلدی سے اشارہ کر کے روک لیا پھر وہ ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ ایڈنا ڈمپل نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے، موہن لال! بس اب چلو، اس طرح کہ اُسے ہمارا تعاقب کرنے میں دقت محسوس نہ ہو۔"

موہن لال نے اثبات میں سر ہلایا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔۔۔ اور شیراں کی ٹیکسی، اُن کا تعاقب کرنے لگی۔۔۔ پھر ٹیکسی اُن کی کار کے پیچھے پیچھے اس عمارت تک پہنچ گئی جہاں ایڈنا ڈمپل کا قیام تھا۔ چوکیدار نے گیٹ کھولا اور کار کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ ایڈنا ڈمپل کار سے اُتر آئی اور موہن لال سے مخاطب ہوئی۔

"ٹھیک ہے، موہن لال! اب تم آرام کرو لیکن ابھی یہاں سے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ممکن ہے، مجھے تمہاری ضرورت پیش آئے۔"

موہن لال نے گردن جھکا دی اور ایڈنا ڈمپل اندر چلی گئی۔۔۔ اور ڈرائنگ روم میں پہنچ کر وہ کھڑکی کھول دی جس سے گیٹ نظر آتا تھا۔ پردے کی اوٹ میں کھڑی ہو کر وہ باہر دیکھنے لگی۔ پتہ نہیں، ٹیکسی وہاں رُکی تھی یا نہیں؛ شیراں اب اس سلسلے میں کیا اقدام کرے گا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اُس نے گیٹ پر شیراں کو چوکیدار سے باتیں کرتے دیکھا۔

چوکیدار اُسے کچھ بتا رہا تھا۔۔۔ پھر وہ اسے اپنے ساتھ لیے ہوئے برآمدے کی طرف آنے لگا۔ ایڈنا ڈمپل خوشی سے بے قابو ہوئی جا رہی تھی۔۔۔ تھوڑی دیر بعد، موہن لال نے برآمدے میں شیراں کا استقبال کیا اور پھر وہ اسے ساتھ لیے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑا۔

ایڈنا ڈمپل سنبھل کر بیٹھ گئی تھی اور ہر لمحہ آہٹوں کی منتظر تھی۔ چند ہی لمحوں کے بعد ڈرائنگ روم کے دروازے پر دستک ہوئی اور موہن لال نے اندر داخل ہو کر کہا، "میڈم! ایک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں بہت ضروری کام ہے۔"

"بلاؤ، کون ہے؟" ایڈنا ڈمپل نے حتی الامکان لہجہ اور آواز بدل کر کہا اور چند لمحوں کے بعد شیراں اندر داخل ہو گیا۔

اُس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا اور اس کے انداز میں بھی ہیجان پایا جاتا تھا۔ وہ اندر پہنچ گیا پھر اس نے واپس مُڑ کر موہن لال سے کہا، "ٹھیک ہے! تم جاؤ، میں میڈم سے بات کروں گا۔"

"آئیے مسٹر! افسوس ہے کہ میں آپ کو نہیں پہچان سکی۔ تشریف رکھیے۔" اُس نے مہذب لہجے میں شیراں سے کہا لیکن شیراں اپنی جگہ کھڑا اُسے گھورتا رہا تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے چونکنے کی اداکاری کی اور پھر تعجب سے بولی، "کیا بات ہے؟ آپ کون صاحب ہیں اور مجھ سے کیا کام ہے؟" اُس نے اپنے انداز کو حتی الامکان ایراوتی سے مشابہہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ شیراں پتھر کے بُت کی طرح ساکت و جامد کھڑا تھا۔ ایڈنا ڈمپل خود ہی چند قدم آگے بڑھ کر اُس کے نزدیک پہنچ گئی اور بے چین لہجے میں بولی۔

"مسٹر! میں آپ سے پوچھ رہی ہوں کہ آپ کیوں مجھ سے ملنے آئے تھے؟"

"تم زندہ ہو۔۔۔ زندہ ہو تم۔۔۔!" شیراں کی بھرّائی ہوئی آواز اُبھری۔

"جی! کیا میں آپ کو مُردہ نظر آ رہی ہوں؟ کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"اوہ نہیں، نہیں۔۔۔ تم۔۔۔ تم ایراوتی ہو نا؟" شیراں نے بھرّائے ہوئے لہجے میں پوچھا اور ایڈنا ڈمپل نے چونکنے کی اداکاری کی۔

"ایراوتی۔۔۔ ایراوتی کو تم کیسے جانتے ہو، کیا تم اس کے شناسا ہو؟"

"تم کون ہو۔۔۔ جو میں پوچھ رہا ہوں اُس کا جواب دو؟"

"میرا نام کیلاشی ہے لیکن تم نے ایراوتی کا نام کیوں لیا؟"

"کیا تم کسی ایراوتی کو جانتی ہو؟" شیراں نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں، وہ میری بہن تھی۔ رام پورہ میں رہتی تھی۔ وہ پورا علاقہ ہماری ملکیت تھا۔۔۔ لیکن تھوڑے دن قبل۔۔۔ تھوڑے دن قبل ایک منحوس دن مجھے اس کے قتل کی اطلاع ملی۔ وہ ختم ہو گئی بے چاری۔۔۔!"

"اوہ تم ایراوتی کی بہن ہو!" شیراں نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں میرا نام کماری کیلاشی ہے۔"

"لیکن ایراوتی نے تو کبھی تمہارا تذکرہ نہیں کیا!"

"کیا مطلب۔۔۔ کیا تم مجھ سے اپنا تعارف نہیں کراؤ گے؟ بیٹھ جاؤ، عجیب انسان ہو، مجھ سے ملنے بھی آئے ہو اور یہاں اس طرح کھڑے ہوئے ہو جیسے بیٹھنا پسند نہیں کرو گے۔"

"او و نہیں، نہیں یہ بات نہیں!" شیراں نے چونک کر کہا اور پھر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ ایڈنا ڈمپل اس کے بالکل سامنے آبیٹھی تھی پھر اُس نے کہا، "تم میری بہن کے شناسا کیسے ہو؟"

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ ایراوتی نے مجھ سے تمہارا تذکرہ کیوں نہیں کیا تھا؟"

"بھلا میں کیا بتا سکتی ہوں، میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ ان سے تمہارے کیسے تعلقات تھے۔ ممکن ہے، تمہارے تعلقات ان سے اتنے گہرے نہ ہوں کہ انھوں نے تم سے میرا تذکرہ کرنا ضروری سمجھا ہو۔"

"نہیں میرے ان سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ میرا نام شیراں ہے۔"

"شیراں۔۔۔ لیکن مسٹر میں نے یہ نام کبھی نہیں سُنا۔ دراصل میں

تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ میری بہن مجھ سے ناراض رہتی تھی اور بہت عرصے سے ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ میں بھی بڑی بدنصیب ہوں، مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ اس طرح مجھ سے ہمیشہ کے لیے رُوٹھ جائے گی، ورنہ میں خود ہی اسے منا لیتی۔ بس ایک چھوٹی سی بات پر ہم دونوں میں اختلاف ہو گیا تھا۔ میں یہاں رہتی تھی اور وہ وہاں... اس کا کہنا تھا کہ میں بھی ہرن پورہ ہی آ جاؤں لیکن میں دہلی نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ یہ اختلاف ہمارے درمیان اس قدر بڑھا کہ اُس نے ایک بار مجھے بہت سخت سُست کہا اور کہا کہ آیندہ وہ میری شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرے گی۔ اس کے بعد سے میری اس سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی اور اس بات کو بھی تقریباً تین سال گزر چکے ہیں۔

"اوہ... اوہ! تمہیں معلوم ہے کہ ایرادتی کو قتل کر دیا گیا!"

"ہاں، یہ اطلاع مجھے مل گئی تھی۔"

"اس کے بعد بھی تم ہرن پورہ نہیں گئیں۔"

"گئی تھی۔ وہاں جا کر میں نے اپنی بہن کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ پتہ نہیں کون بدبخت تھی وہ جس نے اُسے قتل کر دیا، سُنا ہے کوئی عورت ہی تھی۔"

"میں اس عورت کو جانتا ہوں، میں اُس کی تلاش میں ہوں۔"

"مگر مسٹر شیران آپ کے ایرادتی سے کیسے تعلقات تھے؟"

"وہ... وہ بہت کچھ تھی میرے لیے... ہم دونوں ساری زندگی کا ساتھ قبول کر چکے تھے۔ میں نے زندگی میں پہلی بار کسی عورت سے متاثر ہو کر اُسے اپنی بیوی بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ گویا تم... اگر یہ سب کچھ ہو جاتا تو میں تمہارا بہنوئی ہوتا۔"

ایڈنا ڈمپل عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی پھر اُس نے گردن جھکا کر کہا: "مجھے افسوس ہے کہ اس سلسلے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہوا اور مجھے یہ بھی افسوس ہے کہ تم دونوں یکجا نہ ہو سکے۔ ویسے مسٹر شیران آپ میری بہن کی حفاظت نہ کر سکے۔ کوئی بھی اس کی حفاظت نہ کر سکا۔ کاش اس کی حفاظت کا مناسب بندوبست ہوتا۔" ایڈنا ڈمپل کے حلق سے سسکیاں اُبھرنے لگیں۔

شیران بے چینی سے اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس کے نزدیک آ کر بیٹھ گیا۔ "میں تمہارے لیے ایک اجنبی آدمی ہوں کماری کیلاشی... لیکن حیرت انگیز بات ہے، بالکل اتفاقیہ بات ہے کہ ایک ایسا رشتہ ہمارے، تمہارے درمیان نکل آیا جسے کسی بھی طور نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ میں تمہیں بتاؤں، میں لال قلعے سے تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ میں نے وہیں تمہیں دیکھا تھا۔"

"اوہ ہاں، شاید میری نگاہ بھی تم پر پڑی تھی لیکن میں نے اس بات پر غور بھی نہیں کیا لیکن تم... تم... اوہ میں سمجھ گئی چونکہ تمہیں میرے بارے میں علم نہیں تھا اس لیے تم میرے پاس نہیں آئے اور جب تم نے مجھے دیکھا تو شاید ایرادتی ہی سمجھے تھے۔"

"ہاں بہت معمولی سا فرق ہے تم میں اور اس میں بہت ہی معمولی سا فرق ہے۔ تمہاری شکل دیکھ کر میرے ذہن کے تار جھنجنا اُٹھے ہیں کیلاشی۔ میں اپنے بارے میں تمہیں کوئی تفصیل بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔ تمہیں اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہو گا۔ میں ساری زندگی کسی سے متاثر نہیں ہوا لیکن ایرادتی وہ عورت تھی جس نے مجھے رنگین خواب دکھائے اور جب اُسے قتل کر دیا گیا تو مجھے بہت دُکھ ہوا تھا۔ کماری کیلاشی رانی ایرادتی کو میں کبھی اپنے ذہن سے نہیں نکال سکتا، یہ دوسری بات ہے کہ میں وقت اور ماحول کے ساتھ ڈھل جانے کا خواہش مند ہوں۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں ایڈنا ڈمپل کو تلاش کر کے قتل کر دوں، یہ خواہش ابھی تک پوری نہیں ہو سکی لیکن ایک نہ ایک دن ضرور پوری ہو جائے گی۔ میں اسے ضرور تلاش کر دوں گا اور جب بھی وہ مجھے ملی میں اُسے قتل کر دوں گا، یہ میرا عہد ہے۔"

"میں تمہارے ساتھ شامل ہوں مسٹر شیران، واقعی اب تو تم سے بڑی ذہنی قربت محسوس ہو رہی ہے۔ تم دہلی کب آئے، ٹھہرو مجھے یہ بتاؤ کیا پیو گے؟"

"کچھ نہیں تمہیں دیکھ کر طبیعت کچھ اس طرح نڈھال ہو گئی ہے کہ کچھ کھانے پینے کو جی نہیں چاہتا۔"

"میں بھی تمہاری ہی طرح مغموم ہوں۔ بہت عرصے کے بعد میری بہن کا ذکر اس طرح میرے کانوں میں آیا ہے اور تم ان میں سے ہو جو میری بہن کے مرکزِ نگاہ تھے۔ ہاں مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے مسٹر شیران! تم میرے لیے بے حد قابلِ احترام ہو۔" ایڈنا ڈمپل نے چالاکی سے کہا۔ وہ بے حد جذباتی اداکاری کر رہی تھی۔

شیران ٹکٹکی باندھے اسے دیکھے جا رہا تھا، بالکل ویسا ہی قد، بہت ہی خوبصورت تھی یہ عورت... بالکل ایرادتی کی مانند... اگر اس کے ساتھ کھڑی ہو جاتی تو پہلی نگاہ میں ان میں فرق کرنا مشکل ہو۔ دفعتاً شیران نے پوچھا۔ "تم ایرادتی کی جڑواں بہن ہو؟"

"نہیں، میں اس سے ایک سال چھوٹی ہوں۔" ایڈنا ڈمپل نے

"اس کے باوجود تم دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے بس گہری نگاہ سے دیکھا جائے تو ایک معمولی سا فرق محسوس ہوتا ہے۔"

"ہاں، سب کا یہی کہنا ہے کہ میں اپنی بہن سے بہت مشابہ

"یہاں تمہارے ساتھ اور کون کون رہتا ہے؟"

"کوئی نہیں... بس میرے ملازمین ہیں اور میں ہوں۔ ہم دونوں بہنوں کا ایک دوسرے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے تم یہاں تنہا ہو؟"

"بالکل تنہا ہوں۔"

"تم نے شادی نہیں کی؟" شیران نے پوچھا۔

"نہیں، یہ کام میری بڑی بہن کا تھا، وہی میرے لیے اس سلسلے میں آخری فیصلہ کر سکتی تھی۔ میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"تم سے مل کر خوشی بھی ہوئی اور افسوس بھی... افسوس اس لیے کہ تمہاری شکل ایک ایسی شخصیت کی یاد دلاتی ہے، جو میرے دل سے بے حد قریب تھی۔ میں نے اور اُس نے ساتھ ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا... اگر یہ حادثہ نہ ہو جاتا تو ہم دونوں یکجا ہو جاتے اور میں باقی زندگی ہرن پورہ میں ہی گزار دیتا۔ ایرادتی سے ملنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب زندگی کے دوسرے ہنگامے ترک کر دیے جائیں اور سکون سے کچھ وقت گزار دیا جائے۔ میں خود بھی اپنی نسل بڑھانا چاہتا تھا لیکن شاید..." شیران مضمحل انداز میں ہنس پڑا۔ ایڈنا ڈمپل گہری نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی اس نے اپنا مقصد پا لیا تھا لیکن یہ بات اس کے ذہن میں کچوکے لگا رہی تھی کہ وہ اپنے طور پر شیران کو کبھی حاصل نہیں کر سکتی۔ اس کے ذہن سے یہ خیال مٹانا مشکل ہی ہو گا۔ ایڈنا ڈمپل کے بارے میں اُس نے الفاظ کہے تھے اس سے ایڈنا ڈمپل نے اپنی حیثیت کا اندازہ لگا لیا تھا کبھی بھی اگر وہ ایڈنا ڈمپل کی حیثیت سے شیران کے سامنے آ جائے تو شیران اس کے ٹکڑے اُڑا دے گا۔ یہ بات معمولی نہیں تھی لیکن ایڈنا ڈمپل جیسی عورت ہی یہ فیصلہ بھی کر سکتی تھی کہ وہ ساری زندگی شیران کو احمق بنائے رکھے گی۔ اس کی زندگی میں اب شیران کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ اس کے حصول کے لیے وہ سب کچھ کر سکتی تھی چنانچہ اُس نے اپنے اس جذبے کو مار لیا اور پوری خندہ پیشانی سے شیران سے گفتگو کرتی رہی۔ شیران نے وہاں سے واپس جانے کی خواہش کی تو اس نے بڑے غم زدہ لہجے میں کہا: "میں اس قدر اجنبی بھی نہیں ہوں۔ آپ کے لیے مسٹر شیران، واسطہ کسی بھی طریقے سے پڑا ہو لیکن کیا آپ اس طرح مجھے نظرانداز کر کے چلے جائیں گے؟" شیران نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھا پھر بولا۔

"میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں کماری کیلاشی؟"

"کچھ نہیں کر سکتے، تھوڑا سا ساتھ تو دے سکتے ہیں۔"

"بس میں اُلجھ گیا ہوں۔ اپنے آپ میں کچھ عجیب سے احساسات میرے ذہن میں پیدا ہونے لگے ہیں۔"

"مجھے اس کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔"

"نہیں، مناسب نہیں ہو گا۔"

"خیر نہ سہی، یہ تو وعدہ کیجیے کہ ملاقاتیں ہوتی رہیں گی... ملتے رہیں گے۔"

"ہاں... ہاں کیوں نہیں، میرا خیال ہے میں خود بھی تمہیں نظرانداز نہیں کر سکتا۔"

"تو ابھی نہ جائیے آج تھوڑا وقت میرے ساتھ ہی گزار دیجیے، میں آپ کی شکرگزار ہوں گی۔"

"تمہیں تکلیف ہو گی۔" شیران نے کہا۔

"نہیں... مجھے جس قدر مسرت ہوئی ہے آپ سے مل کر، میں بیان نہیں کر سکتی، پتہ نہیں کیوں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے آپ نئے شناسا نہ ہوں، آپ یقین کیجیے مسٹر شیران! میں نے کبھی کسی سے اتنی قُربت محسوس نہیں کی۔ یہ چند لمحے میرے لیے بڑے عجیب ہیں، میں خود بھی اپنے اس جذبے کو کوئی نام نہیں دے سکی۔" شیران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایڈنا ڈمپل گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی، اسے محسوس ہو رہا تھا کہ شیران اپنی شخصیت کے خلاف اس وقت بہت ہی نرم خو نظر آ رہا تھا، ورنہ اس وحشی جانور میں یہ گداز کہاں تھا۔

شیران نے کافی وقت اس کے ساتھ گزارا۔ انھوں نے رات کا کھانا ایک ساتھ ہی کھایا اور پھر کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک شیران اس کے ساتھ بیٹھا مختلف موضوعات پر گفتگو کرتا رہا پھر اُٹھتا ہوا بولا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں۔ کل دن میں کسی وقت تم سے ملاقات کروں گا۔"

"ایک بات تو میں نے آپ سے پوچھی ہی نہیں مسٹر شیران! آپ یہاں دہلی کب آئے؟"

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ میں یہیں ایک علاقے میں ایک مکان لے کر رہ رہا ہوں۔ ویسے یہ بھی شاید میری زندگی کا پہلا ہی موقع ہے کہ میں نے اپنے لیے کوئی باقاعدہ ٹھکانہ تلاش کیا ہے، ورنہ اس سے پہلے میں زندگی میں ٹھہراؤ کا قائل نہیں تھا۔" ایڈنا ڈمپل گہری نگاہوں سے اُسے دیکھتی رہی پھر اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"میں تمہارا انتظار کروں گی شیران! پتہ نہیں کیوں تم نے میرے ذہن میں عجیب سے احساسات جگا دیے ہیں کیا تم میرے ان احساسات کی پذیرائی کرو گے؟"

"میں تم سے دوسری ملاقات کروں گا، کماری کیلاشی! اب مجھے اجازت دو۔" شیران وہاں سے نکل آیا۔ ایڈنا ڈمپل اُسے باہر تک چھوڑنے آئی تھی پھر اُس نے موہن لال سے کہا۔ "موہن لال تم جاؤ اور شیران صاحب کو بصد احترام ان کی رہائش گاہ تک چھوڑ آؤ۔"

"بہتر میڈم! آپ مطمئن رہیے۔" موہن لال نے گردن خم کر کے

کہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ شیراں کوٹے کروانہ ہوگیا۔ ایڈنا ڈمپل اپنی جگہ کھڑی تاریکی میں گم ہوتی ہوئی سُرخ روشنی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آرہے تھے۔ اس وقت اس کی دِلی خواہش یہ تھی کہ شیراں اب اس کے پاس سے کہیں نہ جائے لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کی یہ کوشش شیراں کو مشتبہ کردے گی۔ دراصل ایڈنا ڈمپل کو شیراں کی شخصیت کا بخوبی اندازہ تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس درندے کو قابو کرنے کے لیے انتہائی ذہانت اور چالاکی سے کام لینا ہو گا اور اگر اسے ذرا بھی شُبہہ ہوگیا تو پھر خود اُس کی اپنی ہی خیر نہیں تھی وہ اپنے آپ پر ہنسنے لگی۔ زندگی میں پتہ نہیں کیا کچھ کیا تھا لیکن اس آخری وقت میں وہ کسی ایسی اُلجھن کا شکار ہوجائے گی اور اسے اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لیے یہ سب کچھ کرنا پڑے گا یہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اپنے بارے میں... غور کرتی تو اسے خود پر جھنجلاہٹ محسوس ہوتی آخر وہ ایک انسان کے لیے اس قدر پاگل کیوں ہوگئی ہے لیکن شاید انسان اسی کا نام ہے۔ کسی کو نہ محسوس کرے تو ساری زندگی نہ محسوس کرے اور جب محسوس کرے تو اس احساس کے علاوہ اس کا سرمایہ اور کچھ نہیں رہ جاتا۔ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی وہ اپنے ڈرائنگ رُوم میں آگئی اور کھڑکی سے باہر نگاہ جمادی جہاں بے کراں تاریکی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

❋

بادشاہ خان، نعمان خان کو لے کر ہرن پورہ پہنچ گیا تھا۔ اس علاقے کے مکمل اختیارات نعمان خان کے پاس تھے اور فلینک اور ہکسن اس کے معاون کی حیثیت سے اس کی ہر خدمت بجالانے کے لیے تیار تھے۔

بادشاہ خان کو صورتِ حال کے بگڑنے کا احساس ہورہا تھا۔ درحقیقت وہ خود بھی بے حد بددل ہوگیا تھا۔ شیراں نوان کے لیے ایک ایسا ناسور بن گیا تھا جس کا کوئی علاج ہی نہیں تھا۔ بار بار وہ ان کے خلاف کامیابی حاصل کرکے نکل جاتا تھا اور وہ اس کے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتے تھے۔ یہ کیفیت بادشاہ خان کے لیے بے حد ناخوشگوار تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ شیراں کے خلاف کیا کرے، کس طرح اسے قابو میں کرکے پیس ڈالے۔ نعمان خان کی کیفیت بُری طرح بگڑی ہوئی تھی۔ اس نے ہرن پورہ پہنچ کر اپنے آپ کو ایک کمرے میں بند کرلیا تھا اور اب چوبیس گھنٹے ہوچکے تھے۔ اُس نے کچھ کھایا تھا اور نہ ہی پیا تھا۔ بادشاہ خان کئی بار اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دے کر اُسے پُکار چکا تھا لیکن نعمان خان نے کہہ دیا تھا کہ وہ آرام کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت بھی رات کا تقریباً ایک بجا تھا۔ بادشاہ خان اس کے لیے پریشان تھا۔ نعمان خان کے کمرے میں روشنی ہورہی تھی۔ بادشاہ اپنے کمرے کے دروازے سے بیٹھا بار بار اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

پھر دفعتاً اُس نے نعمان خان کے کمرے کا دروازہ کھلتے دیکھا۔ نعمان خان باہر نکل آیا تھا۔ بادشاہ خان نے خود بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور اُس کے قریب پہنچ گیا۔

"نعمان خان! کہاں جارہے ہو؟"

"اوہ بابا خان... بابا خان... مَیں پاگل ہورہا ہُوں۔ مجھے محسوس ہورہا ہے کہ میری ذہنی صلاحیتیں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ بابا خان مَیں اِس قابل نہیں ہُوں کہ اس دُنیا میں رہوں۔ مَیں اپنی زندگی کا صرف ایک مقصد سمجھتا ہُوں۔ شیراں کی تلاش اور اُس کی موت۔ اس کے علاوہ مجھے افسوس ہے، بابا خان کہ مَیں کوئی اور کام کرنے کے قابل خود کو نہیں پا..."

"نعمان خان! مَیں نے مسلسل سیہ رام سے رابطہ قائم کررکھا۔ مقامی حکومت ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کررہی ہے۔ اب تو تم خود تم سے واقف ہوچکے ہو۔ جانتے ہو کہ تنظیم کتنے بڑے مقصد کے لیے یہاں کام کررہی ہے اور اس مقصد کی کامیابی کی ذمے داریاں تمہارے شانوں پر ڈال دی گئی ہیں۔ کیا تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تم ان ذمے داریوں کو اُٹھانے کے قابل نہیں ہو؟"

"مَیں یہ ثابت نہیں کرنا چاہتا بابا خان بلکہ اس کا اعلان کرنا چاہتا ہُوں کہ مَیں اس منصب کو نہ سنبھال سکوں گا۔ واقعی مَیں محسوس کررہا ہُوں بابا خان کہ مَیں ان کارروائیوں کے لیے ایک ناکارہ آدمی ہُوں۔ وہ شخص جو ایک آدمی کو گرفتار نہ کرسکے، وہ جو ایک آدمی کو حاصل نہ کرسکے کیا وہ اتنی بڑی ذمے داری اُٹھانے کے قابل ہے؟"

"یہ تمہارا وقتی جنون ہے نعمان خان! تمہیں رزاق خان کی ہلاکت پر جتنا صدمہ ہے کم ہے۔ مَیں تمہاری دِلی کیفیت سمجھتا ہُوں لیکن بیٹے زندگی اسی کا نام ہے۔ ہم نے بہت سے صدمے برداشت کیے ہیں۔ ہمیں رزاق خان کے صدمے کو بھی برداشت کرنا ہوگا۔ بڑا مقصد حاصل کرنے کے لیے چھوٹے مقصد کو نظرانداز کرنا پڑتا ہے۔ مَیں جانتا ہُوں کہ رزاق خان کی موت کوئی چھوٹی بات نہیں ہے لیکن اگر دُشمن ہمارے سامنے ہو تو ہم اُس کے خلاف سب کچھ کرسکتے ہیں۔ شیراں کو تلاش کرنا پڑے گا تم ابھی ہندوستان ہی میں ہو۔ ہماری ہر طرح سے معاونت کی جارہی ہے۔ وہ یہاں سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ ہم نے مکمل طور پر انتظامات کرلیے ہیں۔ انتظار کرو نعمان خان اُس وقت کا انتظار کرو جب وہ ہمارے قابو میں آجائے۔"

"یہ انتظار شاید ہمیں ساری عمر ہی کرنا پڑے گا بابا خان! مَیں چاہتا ہُوں کہ واپس وہیں چلا جاؤں۔ مجھے احساس ہورہا ہے کہ مَیں نے یہاں آکر غلطی کی ہے۔ مَیں وہیں جاکر اسے تلاش کرنا چاہتا ہُوں، اب تو میری زندگی کا صرف ایک ہی مقصد رہ گیا ہے۔ خود مر جاؤں یا اُسے ہلاک کردوں۔" بادشاہ خان لاجواب سا ہوکر نعمان خان کی شکل دیکھنے لگا پھر اُس نے کہا۔

"نعمان خان میرے بچّے! مَیں نے اتنی دولت کمائی ہے کہ تُو اور تیرے تمام بھائی ساری زندگی اُسے خرچ کریں تو کبھی ختم نہ ہو۔ دولت دوسری چیز ہوتی ہے اور منصب دوسری چیز... مَیں پہاڑوں میں تجھے وہ مقام دلانا چاہتا تھا جو میری آرزو ہے۔ مَیں تو ضعیف ہوچکا ہُوں اور قریب المرگ ہُوں۔ موت کسی بھی وقت میرا دامن تھام سکتی ہے لیکن مَیں فیروز خان کی نسل کو پہاڑوں کا حکمران دیکھنا چاہتا ہُوں۔ تنظیم جن اغراض و مقاصد کے لیے کام کررہی ہے وہ بہت وسیع ہیں۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ جب وہ پہاڑوں میں آپریشن شروع کریں گے تو مجھے وہاں کی حکمرانی دی جائے گی۔ مَیں اپنے طور پر یہ سب کچھ اپنے لیے نہیں حاصل کرنا چاہتا بلکہ اس کے لیے مَیں نے ہمیشہ چشمِ تصور میں تجھے سامنے رکھا ہے۔ نعمان خان میری یہ آخری خواہش پوری ہولینے دے میرے بچّے اس کے بعد مَیں نہیں کہہ سکتا کہ مَیں اپنے دل میں کبھی کوئی اور خواہش پیدا کرنے کے لیے زندہ رہوں گا یا نہیں۔ مَیں تجھے ایک مشورہ دیتا ہُوں، نعمان خان! اگر تُو پسند کرے تو اسے قبول کرلے... اگر تو محسوس کرتا ہے کہ تُو یہاں رہ کر یہ تمام ذمے داریاں نہیں سنبھال سکتا تو پھر میرے ساتھ بنکاک چل، مَیں تیرے سلسلے میں تنظیم کے ہیڈکوارٹر سے بات کیے لیتا ہُوں اور اس سے ہدایت لیے لیتا ہُوں۔ جیسی بھی تنظیم کی طرف سے ہدایت ملے گی تجھے وعدہ کرنا ہوگا کہ تُو بھی اس پر عمل کرے گا۔"

"اور بابا، شیراں کو ایسے ہی چھوڑ دوں!"

"نہیں بیٹے... اگر تُو محسوس کرے کہ شیراں کی تلاش کے لیے ہماری کارروائیوں میں کچھ کمی ہے تو بے شک تجھے اختیار ہے کہ تُو ہمیں ہدایت دے۔ مَیں اس سلسلے میں وائی تھری ڈپارٹمنٹ سے آخری گفتگو کرنے کا خواہش مند ہُوں اور اگر تُو پسند کرے تو خود بھی میرے ساتھ چل۔" نعمان خان چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اُس نے گردن ہلاکر کہا۔

"ٹھیک ہے بابا خان! آپ یہ کام بھی کرلیں لیکن مجھے اس کے کچھ نتائج نکلتے نہیں محسوس ہوتے۔"

"اگر کوئی ایسی ترکیب میرے ذہن میں ہوتی بیٹے جس کے ذریعے ہم شیراں سے اپنا انتقام لے سکتے تو مَیں فوراً اس پر عمل کرتا لیکن ابھی وہ ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ سیہ رام اسے تلاش کررہا ہے۔ تُو جانتا ہے، وہ معمولی شخصیت کا مالک نہیں ہے۔ اتنے بڑے ملک کی سیکرٹ سروس کنٹرول کررہا ہے۔ کیا تیرے خیال میں وہ شیراں کو

تلاش کرنے میں ناکام رہے گا۔ اس میں کچھ وقت ضرور لگ رہا ہے نعمان خان... لیکن آنے والا وقت ہمیں خوشخبری ہی سُنائے گا۔"

"آہ... میرے لیے اب کوئی خوشخبری نہیں رہی ہے۔ بابا خان تاہم مَیں تم سے اتنا بُرا بھلا کہہ چکا ہُوں کہ مجھے خود اپنے الفاظ پر شدید شرمندگی ہے۔ مَیں تمہارا دل نہیں توڑوں گا۔ سچّی بات تو یہ ہے کہ جنون کے عالم میں، مَیں بہت کچھ بک گیا تھا۔ تمہارے لیے لیکن میرا ابھی تو اس دُنیا میں سوائے تمہارے اور کوئی نہیں ہے جیسا تم پسند کرو۔"

"میرے بچّے، مَیں خود بھی اتنا ہی مغموم ہُوں تو کیا سمجھتا ہے۔ تم میرے ستون ہو تم لوگ اور ستون اُکھڑ جائیں تو عمارت کمزور ہوتی چلی جائے گی۔ یہ داغ تجھ سے زیادہ میرے سینے میں ہے اور مَیں اسے فراموش نہیں کرسکتا۔ بادشاہ خان، نعمان کو لیے ہوئے اس تہ خانے میں آیا جہاں ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ وسیع حیطۂ عمل کے اُس ٹرانسمیٹر پر اُس نے تنظیم کے ہیڈکوارٹر سے رابطہ قائم کرنا شروع کردیا۔ ابتدائی مراحل سے گزرنے کے بعد اُسے وائی تھری ایٹ سے گفتگو کرنے کا موقع مل گیا اور چند لمحوں کے بعد دوسری طرف سے وائی تھری ایٹ کی آواز سُنائی دی۔

"ہیلو! نعمان خان، کیا بات ہے؟"

"نعمان خان نہیں، مَیں بادشاہ خان بول رہا ہُوں، وائی تھری ایٹ...؟"

"اوہ بادشاہ خان مجھے علم ہُوا ہے کہ تم بھی وہیں موجود ہو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"صرف اتنا ہی علم ہُوا ہے یا اس سے زیادہ بھی کچھ علم ہوچکا ہے؟" بادشاہ خان نے سوال کیا۔

"ہاں، مَیں تنظیم کے کسی بھی مسئلے سے ناواقف نہیں رہتا۔ مجھے اس بات کا پتہ چل گیا ہے کہ دہلی میں رزاق خان کو شیراں خان کے ہاتھوں قتل ہونا پڑا ہے۔ رزاق خان، نعمان خان کا بھائی ہے، نا؟"

"ہاں... اور یہ قتل شیراں کے ہاتھوں ہی ہُوا ہے!"

"ہاں، مَیں کہہ چکا ہُوں مجھے علم ہے۔"

"مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت دی جائے۔ مَیں شکایت کرنا چاہتا ہُوں جناب کہ ہمارے ذاتی مسئلے میں اس حد تک دلچسپی نہیں لی گئی جس حد تک لی جانی چاہیے تھی۔"

"مجھے تم سے اختلاف ہے، بادشاہ خان! کیا مَیں نے تنظیم کے تمام ارکان کو اور خود تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دی تھی کہ تم شیراں کو تلاش کرو اور اسے میرے پاس پہنچادو۔ مَیں نے تم سے وعدہ بھی کیا تھا کہ اس سے جو انتقام لیا جائے گا تمہارے ہاتھوں ہی لیا جائے گا۔ مَیں بس اسے ایک خاص مقصد کے تحت حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن کیا تم نے بات

کا اعتراف نہیں کرو گے بادشاہ خان کہ تم خود بھی اس کی تلاش میں اور اسے حاصل کرنے میں ناکام رہے ہو اور وہ پھر تم پر ایک کاری ضرب لگا کر نکل گیا ہے مجھے بتاؤ بادشاہ خان کہ ایسے آدمی کے لیے تم یہ کیوں تصور کرتے ہو کہ ہم اسے فوراً پلیٹ میں سجا کر تمھارے سامنے پیش کر دیں گے ہاں... تم سے یہ بات آج بھی کہی جاتی ہے کہ شیران کی تلاش تنظیم کے اُن تمام اغراض و مقاصد میں سے ایک ہے جن کے لیے وہ کام کر رہی ہے اور بہت جلد کسی نہ کسی طور اس کو گرفتار کر کے قابو میں کر لیا جائے گا اور اس وقت تمھیں آزادی دی جائے گی کہ تم اس کے لیے جو بھی سزا تجویز کرو تنظیم کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا نعمان خان سے کہو کہ زندگی میں یہ واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں اگر وہ خود اپنے دشمن کو تلاش کرنے کے لیے اتنے عرصے سے تگ و دو کرنے کے باوجود ناکام رہا ہے تو پھر تنظیم سے یہ توقع کیوں رکھی جاتی ہے کہ وہ فوراً ہی اسے گرفتار کر لے گی۔ ہم نے کبھی تم سے انحراف تو نہیں کیا۔

"مَیں جانتا ہُوں جناب، مجھے علم ہے۔ واقعی ہم لوگوں کو اس بات کا اعتراف ہے کہ شیران ہماری توقع سے کہیں آگے کی چیز ثابت ہُوا ہے لیکن کیا ہم اسے ناقابلِ حصول شئے قرار دے دیں۔"

"یہ مَیں نے کب کہا تم سے... نعمان خان کی کیا کیفیت ہے؟"

"پاگل ہو رہا ہے، دیوانہ ہو رہا ہے وہ اور یہ دیوانگی مجھے تشویش ناک محسوس ہوتی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مَیں سوچ رہا ہُوں جناب کہ کیا اس دیوانگی کے عالم میں وہ تنظیم کے مقاصد کے لیے بہتر طور پر کام کر سکے گا؟" بادشاہ خان کے اس سوال پر تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی تھی پھر وائی تھری ایٹ نے کہا۔

"ہر چند کہ اس سلسلے میں، مَیں کوئی فوری فیصلہ نہیں کر سکتا بادشاہ خان لیکن اگر تم محسوس کرتے ہو کہ نعمان خان اس قابل نہیں ہے کہ ابھی وہ وہاں اپنے فرائض انجام دے سکے تو بہتر ہوگا کہ اسے لے کر بنکاک چلے آؤ یہاں اس کے لیے سکون کا بندوبست کرو۔ اس دوران وہاں تنظیم کے انتظامات سنبھالنے کے لیے نیلنک موجود ہے۔ نعمان خان کے لیے وہ جگہ خالی رہے گی اور اگر وہ نارمل ہو کر دوبارہ اپنی فرائض داریاں سنبھالنے پر تیار ہو جائے تو ہم بخوشی اسے اس کا منصب دے دیں گے۔ فی الحال اس مسئلے کو وہیں چھوڑ دو اگر تم نعمان خان کو داؤ پر لگانا چاہتے ہو تو پھر مجھے اس پر بھی اعتراض نہیں ہوگا کہ تم اسے وہیں چھوڑ کر آ جاؤ البتہ تمھیں یہاں واپس آ کر یہاں کے معاملات کی نگرانی کرنی چاہیے بادشاہ خان... اگر تم خود کو بھی اس قابل نہیں پاتے تو پھر اصول کے مطابق تنظیم کو باقاعدہ استعفیٰ پیش کرو۔ بادشاہ خان ایک لمحے کے لیے خاموش رہ گیا وہ تنظیم کے معاملات سے ناواقف نہیں تھا تنظیم کی رکنیت سے استعفیٰ دینا کسی طور ممکن نہیں تھا کیونکہ اس کے بعد زندگی کی کوئی ضمانت نہیں رہ جاتی تھی۔ نعمان خان کے لیے وائی تھری ایٹ کی طرف سے جو حکم موصول ہُوا تھا۔ وہ فی الحال اسے بہتر ہی محسوس ہُوا کیونکہ اگر نعمان خان تنظیم کے لیے ناکارہ ثابت ہو کر اس سے علیٰحدگی اختیار کرنے کا اعلا[ن] کرے تو پھر اس کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس وقت ا[سے] بچانے کا بہتر طریقہ یہی تھا کہ وہ اسے بنکاک لے جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"بادشاہ خان نے ہمیشہ تعمیلِ حکم کی ہے۔ ٹھیک ہے مَیں اسے لے کر بنکاک آ رہا ہُوں۔"

"اوکے بادشاہ خان! ہماری تمام ہمدردیاں تمھارے اور نعما[ن] خان کے ساتھ ہیں۔ دوسری طرف سے جواب ملا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ بادشاہ خان، نعمان کی طرف دیکھنے لگا، جو گردن جھکائے بیٹھا تھا۔

"تم نے سُنا نعمان خان؟"

"ہاں... مَیں نے سُنا اور محسوس بھی کیا۔"

"کیا محسوس کیا؟"

"یہی کہ ہم تنظیم کے جال میں پھنس چکے ہیں اب ہماری زندگی ہماری اپنی نہیں ہے بلکہ ہمیں اسی کے اشاروں پر چل کر زندہ رہنا ہوگا۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"نعمان خان وقت کا انتظار کرو سب مجھے تمھاری زندگی کی ضرورت ہے میرے بچے اپنے بوڑھے تایا پر اعتبار کرو، مَیں تمھارے لیے کبھی برا نہیں سوچوں گا۔"

"ٹھیک ہے بابا خان آپ جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہوگا۔" نعمان خان نے جواب دیا اور بادشاہ خان اس کا شانہ تھپ تھپانے لگا۔

*

شیران اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا تھا کماری کیلاشی سے ملا[قات] کے بعد اُس کی ذہنی کیفیت کچھ بہتر نہیں رہی تھی۔ وہ مسلسل اس پر [غور] کیے جا رہا تھا کماری کیلاشی، ایراوتی کی بہن تھی، اس کی ہم شکل تھی، ا[سی کی] مانند تھی اور پھر شیران نے یہ محسوس کیا تھا کہ اس کے بارے میں جا[ننے کے] بعد وہ اس سے بہت زیادہ متاثر ہو گئی تھی تنہا عورت تھی۔ [اب اسے] کیا کرنا چاہیے۔ اس کی قربت حاصل کر لی جائے تو کیا ایرا[وتی] یاد دل سے نکل سکتی ہے۔ تقریباً آدھی رات تک وہ اسی م[سئلے پر] سوچتا رہا تھا اسے اپنی زندگی کی اُن تبدیلیوں کا بخوبی احساس [تھا] جو اب اُس کے اندر پیدا ہو رہی تھیں۔ یہ تمام چیزیں اب اس [کی] اُلجھاوے کا باعث بن گئی تھیں۔ وہ جوش اور اُمنگ نہیں رہی تھی، وہ ہمیشہ اس کی فطرت میں شامل رہتی تھی۔

ممکن ہے، یہ وقتی تاثر ہو لیکن بہرطور وہ اس سے متاثر ضرور تھا آدھی رات کے بعد وہ سو گیا۔ دوسرے دن کافی دیر میں جاگا تھا اور شاید خود نہیں جاگا تھا کوئی ایسی آواز تھی جس نے اسے جگا دیا تھا۔ وہ پھرتی سے اُٹھ بیٹھا کیفیت کچھ بھی ہو لیکن اپنے دُشمنوں سے وہ ہمیشہ چوکنا رہنا چاہتا تھا جو واردات اس نے کی تھی اُس کا اسے بخوبی احساس تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نعمان خان احمق نہیں ہوگا یقینی طور پر وہ خود بھی اس کی تلاش میں سرگرداں ہوگا اور پھر پولیس بھی بے وقوف تو نہیں ہوتی ممکن ہے کوئی اس تک پہنچ گیا ہو۔ اس نے پھرتی سے اپنا پستول نکالا۔ اس کے چیمبر چیک کیے اور اپنے پلنگ سے اُتر کر نیچے آ گیا پھر وہ دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ دروازہ آہستہ سے کھُلا اور شیران نے پستول سیدھا کر لیا لیکن دروازے میں نظر آنے والی شکل کسی دُشمن کی نہیں بلکہ کماری کیلاشی کی تھی۔ وہ مسکراتا ہُوا چہرہ لیے اس کے سامنے موجود تھی پھر اُس نے پستول دیکھ کر کہا۔

"اوہ! یہاں تو ہمارے قتل کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔"

"تم... آؤ اندر آؤ۔ اتنی صبح اچانک...!" شیران نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں! ایسی ہی ضرورت پیش آ گئی تھی کہ مَیں یہاں آئے بغیر نہیں رہ سکی۔"

"آؤ... آؤ... تمھاری آمد سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے آؤ بیٹھو! یہ مکان بہت چھوٹا سا ہے لیکن شیران کا ہے۔" شیران نے کہا اور کیلاشی اندر داخل ہو گئی۔ شیران آنکھیں مل کر اسے دیکھنے لگا پھر مسکراتا ہُوا بولا۔

"بھئی میرا حلیہ تو بہت خراب ہو رہا ہے تم مجھے اجازت دو کہ مَیں ذرا مُنہ ہاتھ وغیرہ دھو لوں!"

"کمال ہے! شیر ہمیشہ اپنی اصلی شکل میں ہی اچھا لگتا ہے اور اب تو مَیں تمھاری اصلی شکل سے بخوبی واقف ہو چکی ہُوں۔"

"اب تو سے کیا مُراد ہے تمھاری؟"

"بہت سی مُرادیں ہیں فی الحال یہ اخبار دیکھو جو مَیں تمھارے لیے لے کر آئی ہُوں۔ کماری کیلاشی نے کہا اور ایک اخبار کھول کر شیران خان کے سامنے رکھ دیا۔ سامنے ہی کے صفحے پر اس کی تصویر چھپی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ تحریر بھی تھی۔ شیران خان اس تحریر کو پڑھنے لگا اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ گلبدن کے کوٹھے پر ہونے والے قتل کے بارے میں تفصیلات درج تھیں۔ رزاق خان کی تصویر بھی چھپی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ دن پہلے والے واقعے کا بھی ذکر کیا گیا تھا جس میں ایک خطرناک ڈاکو نے بینک لُوٹتے ہوئے بارہ آدمیوں کو وحشیانہ انداز میں قتل کر دیا تھا۔ پولیس نے صاف صاف یہ بات کہی تھی کہ وہ ڈاکو اور گلبدن کے کوٹھے پر قتل کرنے والا قاتل ایک ہی شخصیت کے دو رُوپ ہیں۔ پولیس نے بڑے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ بہت جلد وہ اسے گرفتار کر لے گی۔ اس ٹیکسی ڈرائیور کی تلاش کی جا رہی ہے، جو اُسے لے کر گیا تھا جونہی ٹیکسی ڈرائیور ملا پولیس اس کے ذریعے معلومات حاصل کر کے قاتل کو گرفتار کر لے گی۔ شیران کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"اوہ! یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔"

"کیا یہ خبر حقیقت ہے، شیران؟"

"ہاں! اس میں کوئی بات جھوٹی نہیں ہے۔"

"وہ ڈاکہ بھی تم نے ہی ڈالا تھا؟"

"ہاں، مجھے رقم کی ضرورت تھی۔" شیران نے لاپروائی سے جواب دیا اور کماری کیلاشی کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اُس کے چہرے پر اس بات کا ردِ عمل دیکھنا چاہتا تھا لیکن اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"بے وقوف کہیں کے... ایک شیر کو پکڑنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے، شیران؟"

"تمھیں اب میری شخصیت کے بارے میں کیا محسوس ہو رہا ہے کیا اس کے باوجود مَیں اس قابل ہُوں کماری کیلاشی کہ تم مجھے اپنے شناساؤں یا دوستوں میں شمار کرو۔"

"مجھ سے سوال کر رہے ہو شیران اور میرے جواب کو حقیقت تصور کرو گے؟"

"ہاں... ہاں کر لوں گا اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔" شیران نے جواب دیا۔

"تو پھر سُنو! مَیں خود بھی ایسی ہی فطرت کی مالک ہُوں۔ مجھے زندگی میں ٹھہراؤ پسند نہیں یہ سب کچھ تو زندگی کی علامت ہے۔ تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا، مَیں اس بارے میں کچھ نہیں جاننا چاہتی۔ تم نے ڈاکہ ڈالتے ہوئے بارہ آدمیوں کا خون کیوں کیا مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں ہے مَیں تو صرف یہ جانتی ہُوں کہ تم وہ دلیر انسان ہو جو وقت آنے پر اپنے مدِ مقابل کو چیونٹی کی طرح مَسل سکتا ہے۔ شیران پاگل کر دیا ہے، تمھاری اس ادا نے مجھے... پتہ نہیں کیا محسوس کر رہی ہُوں، مَیں اپنے سینے میں۔" شیران چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ رات کو جو احساسات اور جو خیالات اس کے دل میں آئے تھے، کماری کیلاشی کے الفاظ انھیں سہارا دے رہے تھے وہ اپنی جگہ کھڑا کماری کیلاشی کو گھورتا رہا اور پھر اُس کے قریب پہنچ کر بولا۔

"مَیں چاہتا تھا کہ جو عورت میری زندگی کی ساتھی بنے وہ میری ہی طرح چُست و چالاک اور دلیر ہو۔ ایراوتی میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں

اور اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم ایراوتی کا نعم البدل ہو۔ میں نے، جو بات سوچی ہے کبھی اس کے اظہار سے گریز نہیں کیا۔ خواہ وہ کیسی ہی بات ہو۔ کیا تم یہ پسند کرو گی کماری کیلاشی کہ تم ایراوتی کی جگہ لے لو؟

"میں نہیں سمجھی شیران!" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں اپنی بیوی بنانا چاہتا ہوں۔ اپنی عورت، جو صرف میرے لیے ہو، جو صرف مجھے چاہے، مجھ سے محبت کرے، میرے بچوں کی ماں بنے، بولو کیا تم اپنے لیے یہ منصب قبول کرو گی؟" شیران نے کہا اور ایڈنا ڈمپل کی گردن ایک لمحے کے لیے جھک گئی۔ اس کا دل ایک بار پھر عجیب سے احساسات کا شکار ہو گیا تھا لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال لیا۔ ان تمام چیزوں کے لیے تو وہ کافی عرصے خود کو تیار کرتی رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا تم مجھے قبول کرو گے شیران؟"

"ہاں، میں خوشی سے تمہیں قبول کر لوں گا۔ بولو جواب دو کیا تم میری زندگی میں شامل ہونا پسند کرو گی؟"

"دل و جان سے... مجھے بھی تم ہی جیسے ساتھی کی تلاش تھی" ایڈنا نے جواب دیا اور اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ شیران نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے تھے۔

"تو پھر سمجھ لو کہ ہم نے زندگی کے لیے یہ بہترین فیصلہ کر لیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم میری معیت میں خوش رہو گی۔"

"یہ الفاظ تو میں تم سے کہنا چاہتی تھی۔ تم سے ملاقات کے بعد نہ جانے میں کیا کیا سوچتی رہی ہوں تمہارے بارے میں۔ بس یوں سمجھو کہ میں نے بھی زندگی میں پہلی بار کسی ساتھی کا انتخاب کیا ہے۔ اس سے پہلے میں نے کبھی اس بارے میں سوچا ہی نہیں تھا" کیلاشی نے کہا۔

"واہ! یہ خوب رہی۔ اچھا اب مجھے منہ ہاتھ دھو لینے دو۔"

"نہیں شیران اچھا ہو گا کہ تم یہاں سے نکل چلو۔"

"کیا مطلب؟"

"اگر وہ ٹیکسی ڈرائیور انہیں مل گیا تو ہمیں پریشانیوں سے گزرنا پڑے گا۔ دلیری اچھی چیز ہوتی ہے لیکن عقل و ذہانت اس سے بھی اچھی چیز۔"

شیران چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے... اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو پھر چلو!"

تھوڑی دیر کے بعد تیاریاں کر کے وہ کیلاشی کی کار میں آ بیٹھا اور کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ ایڈنا ڈمپل مسرت سے لرز رہی تھی۔ یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا۔ اب شیران اس کا تھا۔ نہ سہی اس کی اپنی حیثیت... کسی بھی حیثیت سے سہی۔ بہر طور اب وہ اس کی زندگی میں شامل تو ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی کوٹھی میں داخل ہو رہی تھی۔ خوشیوں کے گہوارے میں جھولنے کے ساتھ ساتھ اسے یہ احساس بھی تھا کہ یہاں ہندوستان میں اس کی اور شیران کی زندگی خطرے میں ہے۔ وہ شاید اس سے پہلے ہی یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرتی اگر اس کا مطمع نگاہ شیران نہ ہوتا۔ اب جب کہ شیران اسے حاصل ہو گیا تھا تو وہ خطرات کیوں مول لے۔ چنانچہ یہ فیصلہ بھی اس نے اسی وقت کر لیا تھا کہ جس قدر ممکن ہو سکے گا، ہندوستان چھوڑ دے گی۔ شیران ہاتھ لگ گیا ہے اب بھلا اسے کیا دقت ہو سکتی تھی لیکن اس سرکش گھوڑے کو قابو میں رکھنا بھی مشکل کام تھا۔ اس کی فطرت سے ایڈنا ڈمپل کے علاوہ اور کون واقف ہو سکتا تھا۔ شیران کو کسی ایک جگہ محدود کرنا آسان کام نہیں تھا اور اگر اسے آزاد فضاؤں میں چھوڑ دیا جائے تو پھر وہ بے پناہ خطرات میں گھر جائے گا۔ بہر طور یہ پورا ملک تھا، ایک شخص یا کچھ افراد اس کی تلاش میں نہیں لگے ہوئے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ اس سلسلے میں اس کے خلاف کیا کیا کارروائیاں ہو رہی ہوں گی۔ تھوڑی دیر کے بعد شیران غسل وغیرہ سے فارغ ہو گیا تو اس نے ناشتہ لگوا دیا۔ ناشتے کی میز پر مسکراتے ہوئے اس نے شیران سے کہا۔ "شیران اب جب کہ ہمارے تمہارے درمیان سے تکلفات کے تمام پردے ہٹ گئے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ایک دوسرے سے کھل کر گفتگو کیا کریں۔ تم یہ بتاؤ مجھے کہ تم کب مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنا رہے ہو؟"

"کماری کیلاشی میں مسلمان ہوں۔ میرا مذہب شادی کے سلسلے میں کچھ خاص روایات رکھتا ہے اور بہتر یہ ہوتا ہے کہ شادی روایات کے تحت ہی کی جائے۔ میرے ذہن میں یہ سوال بھی ابھرا تھا کہ تم ہندو مذہب سے تعلق رکھتی ہو۔ میں نہیں جانتا اس سلسلے میں تمہارے کیا جذبات ہیں۔ کیا تم اپنے مذہب کے مطابق ہی یہ شادی کرنا چاہتی ہو؟"

"میں اس کے بجائے ایک ایسی بات کرنا چاہتی ہوں، جو اگر تمہیں ناگوار گزرے تو مجھے ضرور بتا دینا کیونکہ میں ہر طرح سے تمہاری خوشی چاہتی ہوں۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں شیران کہ ایک دوسرے کو قبول کرنے کا نام ہی شادی ہے۔ ہم لوگ ذہنی طور پر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کو اپنا مان چکے ہیں تو پھر ان ساری رسموں کی کیا ضرورت ہے لیکن اگر تم یہ نہ پسند کرو تو میں ہر اس کام کے لیے تیار ہوں، جو تمہاری خواہش کے مطابق ہو۔" شیران کچھ سوچنے لگا... پھر سوچتے سوچتے وہ ہنس پڑا۔ اس نے کہا۔

"بات تو یہی ہے۔ انسانی ذہن ایک دوسرے کو قبول کر لیتے ہیں! زبان اس قبولیت کی ادائیگی کر دیتی ہے تو زندگیاں یکجا ہو جاتی ہیں۔ ان ساری رسموں کو درمیان میں لانے کی کیا ضرورت ہے۔ ٹھیک۔ کماری کیلاشی مجھے تمہاری بات سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یوں سمجھ کہ ہماری شادی ہو گئی۔"

"شیران اب اس مقدس لمحے کے حوالے سے میں تمہاری تمام زندگی کی ساتھی بن گئی ہوں۔ مجھ پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ اب میں تمہاری ہر قسم کی فلاح کا خیال رکھوں۔ تمہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے دوں۔ تم اندازہ لگا چکے ہو شیران کہ ہمارا ٹکراؤ ایک پوری حکومت سے ہے۔ میرا خیال ہے، ہم یہاں مطمئن و مسرور زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ ہم ہندوستان چھوڑ دیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہندوستان سے مجھے کیا لینا ہے۔ یہاں داخل ہونے میں بھی میرے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ میں نے بڑی عجیب و غریب زندگی گزاری ہے کماری کیلاشی۔ میں تم سے یہ کہنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ زندگی میں پہلی بار کسی عورت نے مجھے متاثر کیا تھا تو وہ تمہاری بہن ایراوتی تھی۔ اور سنو کیلاشی، ایراوتی تمہاری بہن تھی، میں تمہیں اس کے لیے کبھی مجبور نہیں کروں گا کہ تم ایڈنا ڈمپل کی تلاش میں میری مدد کرو لیکن زندگی میں آخری بار میں ایک قتل اور کروں گا۔ آخری بار میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اب تم میری زندگی میں داخل ہو گئی ہو تو میں کوشش کروں گا کہ اپنی پرانی زندگی کو بھول جاؤں اور اس دنیا کے انسانوں کی طرح زندگی بسر کروں لیکن اگر ایڈنا ڈمپل کبھی میری نگاہوں کے سامنے آ گئی تو میں اسے ضرور قتل کر دوں گا۔ بہت ہی دھوکے باز عورت تھی وہ، اس نے ایک طویل عرصے تک مجھے اپنی شخصیت کے جال میں پھانسے رکھا۔ ایلا کی حیثیت سے وہ مجھے بے وقوف بناتی رہی اور پھر نہایت چالاکی سے اس نے مجھے ایک شخص کنگ لوئی کے حوالے کر دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کنگ لوئی میرے ہی ہاتھوں مارا گیا۔ بہر طور، اگر تم ہندوستان سے باہر چلنا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں اس قسم کا آدمی ہوں۔ جب تک میں اپنے بارے میں سوچتا رہا اس وقت تک مجھے کسی دوسری چیز کی فکر نہیں تھی اور جب ایک اور ہستی میری زندگی میں شامل ہو گئی تو پھر میں اس کے لیے بھی اتنا ہی سوچنا چاہتا ہوں جتنا اپنے لیے۔" ایڈنا ڈمپل کا دل ایسے الفاظ پر خون ہو جاتا تھا لیکن وہ تقدیر پر شاکر ہو گئی تھی۔ تقدیر نے اس کی من پسند شخصیت کو اس کا دشمن بنا ڈالا تھا لیکن بعض اوقات دل کمبخت ایسے کھیل بھی کھیلتا ہے کہ دشمن ہی سب سے پیارا ہوتا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی اپنی شخصیت شیران کی نگاہوں میں کچھ نہیں ہے، وہ ادھار کی شخصیت میں زندہ رہ سکتی ہے اور ساری زندگی اسے اپنے محبوب کو دھوکا دینا پڑے گا لیکن اب وہ اتنی جذباتی بھی نہیں تھی کہ خواہ مخواہ ان چکروں میں پڑ کر زندگی کے حسین لمحات کھو بیٹھتی چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ صبر کرنے کی عادت ڈالے گی، اور جب تک بھی زندگی ہے، شیران کو احمق بنا کر اپنی شخصیت تبدیل کر کے اس کے ساتھ رہے گی۔ وہ مسکرانے لگی اس کے بعد ان کے درمیان یہ بات طے ہو گئی کہ وہ دونوں ہندوستان سے نکل جائیں گے۔ ایڈنا ڈمپل کو اس سلسلے میں بھی خاصے اہم کام کرنے تھے۔

دو تین دن شیران کے ساتھ پرسکون اور ہنسی خوشی گزرے۔ ایڈنا کو اپنا مقصد حیات مل گیا تھا۔ شیران درحقیقت مجسم محبوب تھا۔ ایڈنا ڈمپل کو اندازہ ہوا کہ زندگی کا یہ رخ عام زندگی سے کتنا بدلا ہوا ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ صدیوں سے ہمیشہ سے یہی سب کچھ ہوتا آیا ہے اور درحقیقت انسان کی زندگی کا یہی ایک مقصد ہے۔ یہاں پر بات پھر اس ہستی پر آ جاتی ہے، جو تخلیق کرتی ہے انسان کو اور اس نے راہیں متعین کر دی ہیں۔ اس کے لیے اور اگر کوئی ان راہوں سے بھٹک جائے اور اپنے آپ کو فطرت سے جدا کرے تو مطمئن و مسرور نہیں رہ سکتا کہ زندگی چند جذبوں اور چند ذمے داریوں ہی کا نام ہے۔ شیران بھی ایڈنا ڈمپل سے اتنا تعاون کر رہا تھا کہ ایڈنا ڈمپل کو اس کی شخصیت بدلی بدلی محسوس ہونے لگی تھی۔ ان تمام دنوں میں اس نے ایک لمحہ بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا اور اس کی ہر بات مانتا رہا تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے یہ شیران کا وجود ہی نہ ہو پھر ایڈنا ڈمپل کو احساس ہوا کہ ہندوستان میں اور خاص طور سے دہلی میں شیران کو بچائے رکھنا بے حد مشکل کام ہو گا۔ اخبارات اس کے پاس آتے رہتے تھے۔ شیران کی تلاش کے لیے جس شدت سے کارروائی ہو رہی تھی، اس کا اسے احساس تھا جب کہ شیران اس سے بے خبر تھا۔

اگر وہ ایڈنا ڈمپل کے ساتھ یہ تعاون نہ کر رہا ہوتا اور یہاں ایڈنا ڈمپل کی رہائش گاہ میں محصور نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ اب تک پولیس کے ہاتھ لگ چکا ہوتا۔ ایڈنا ڈمپل کو ان تمام باتوں کا احساس تھا تب ایک دن اس نے شیران سے کہا۔

"ڈیئر! میں چاہتی ہوں کہ تمہارے چہرے پر میک اپ کر دوں۔ تم اخبارات دیکھ رہے ہو گے۔ رزاق خان کے قتل کا معاملہ اور ان بارہ افراد کے قتل کا معاملہ تمہاری ذات سے منسوب ہے جنہیں تم نے بینک ڈکیتی میں ہلاک کیا تھا۔ ہندوستان کی پولیس تمہاری تلاش میں چپے چپے پر چھاپے مار رہی ہے۔ تمہارے دھوکے میں سینکڑوں آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس صورت میں تمہارا اپنی اصلی شکل میں رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"اگر تو کوئی بات مناسب سمجھتی ہے کیلاشی تو مجھ سے اس سلسلے میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے تو اب اپنے آپ کو تیری ذات میں ضم کر دیا ہے جیسا تیرا دل چاہے۔" شیران نے پھر ایک غیر متوقع جواب دیا اور ایڈنا ڈمپل اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہ گئی۔

بہر طور وہ اس بات پر مسرور تھی کہ شیران اب اس کی ہر بات

مان لیتا ہے، وہ اس سرکش درندے کو اسی طرح اپنے قابو میں دیکھنا چاہتی تھی پہلے اس کے دل میں نفرت سی پیدا ہو گئی تھی شیران کے لیے اور اس نے تنظیم کے سربراہان سے مطالبہ کیا تھا کہ شیران کی شکل میں ایک کتا اُسے درکار ہے لیکن اب جب کہ شیران ایک انسان ہی کی حیثیت سے اس کی زندگی میں آ گیا تھا تو اس کے تمام گلے مٹ گئے تھے، بہرحال، وہ میک اَپ کا سامان لے کر شیران کے پاس پہنچ گئی اور پھر اس نے اپنی تمام تر ذہانتوں کے ساتھ اس کے چہرے کی مرمت شروع کر دی لیکن اس نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ شیران کی اپنی اصل شخصیت بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ اس قوی ہیکل اور لمبے چوڑے آدمی کو وہ کوئی ایسی بدنما شکل نہیں دے سکتی تھی جس سے وہ بُرا لگنے لگے چنانچہ اس میک اَپ کے نتیجے میں شیران پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گیا تھا سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ اب اس کا چہرہ ایک نرم خُو اور پُرمحبت انسان کا چہرہ نظر آنے لگا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس چہرے کے پیچھے وہی درندہ آج بھی چھپا ہوا تھا جس کی نگاہوں میں انسانی زندگی کی کوئی وُقعت نہیں تھی، اس کام سے فارغ ہو کر وہ بےحد مطمئن ہو گئی، اس نے فیصلہ کیا کہ اب شیران کو اعلا قسم کے سوٹوں میں ملبوس رہنا چاہیے۔ وہ ایک بہترین اور خوش لباس آدمی قرار دیا جانا چاہیے کیونکہ شیران کو جاننے والے اور وہ جو اُس کی شخصیت سے ذرا سے بھی واقف تھے یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ شیران لباس کے معاملے میں بالکل ہی کورا ہے۔ وہ ہر قسم کے لباس استعمال کر لیتا ہے لیکن بھدے اور بھونڈے انداز میں اسے کبھی لباسوں کی پروا ہی نہیں رہی ہے۔

چنانچہ اب اس بدلی ہوئی شکل میں اگر ایک خوش لباس انسان نظر آئے گا تو لوگ شک بھی نہیں کر سکتے کہ وہ شیران ہو سکتا ہے۔ اس نے اپنا نام کماری کیلاشی رکھا تھا تو شیران کا نام اس نے کنور پرتاب رکھ دیا تھا۔ کنور پرتاب کی حیثیت سے اب وہ شیران کو منظرِ عام پر لانا چاہتی تھی لیکن اس طرح کہ بس ضرورت پوری ہو جائے۔ یہاں سے نکلنے کے بعد شیران کی شخصیت کو کوئی بھی نام کوئی بھی رنگ دے دیا جانے کوئی حرج نہیں تھا۔ ایڈنا ڈمپل کی حیثیت سے دُنیا کے ہر بڑے ملک میں اسکے ایسے شناسا موجود تھے، جو اُس کے ایک اشارے پر سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتے لیکن اب وہ ان سے بھی ملاقات نہیں کر سکتی تھی ہاں... کچھ ایسے پرائیویٹ لوگ بھی موجود تھے جن کا تعلق تنظیم سے نہیں تھا بلکہ وہ صرف ایڈنا ڈمپل کی ذات سے ہی تعلق رکھتے تھے ایڈنا ڈمپل نے بیشتر ممالک میں ایسے لوگوں سے کام لیے تھے اور انھیں خاصا مالی منافع بھی پہنچایا تھا۔ اس کے علاوہ چند ایسے افراد بھی تھے، جو اس کی وجہ سے اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ مختلف معاملات اور مختلف واقعات تھے جن میں ایڈنا ڈمپل کے احسانات بہت سے ایسے لوگوں پر تھے جو اس کے کام آ سکتے تھے لیکن بدقسمتی سے ایسی کوئی شخصیت ہندوستان میں موجود نہیں تھی کیونکہ ایڈنا ڈمپل کا واسطہ ہندوستان سے کبھی نہیں رہا تھا۔

چنانچہ یہاں سے نکلنے کے لیے اُسے جو کچھ کرنا تھا خود ہی کرنا تھا البتہ اس نے ایک فیصلہ ضرور کیا وہ یہ کہ یہاں سے یورپ جانے کے بجائے وہ جاپان جائے گی۔ جاپان میں اُس کا ایک ایسا آدمی موجود تھا جو ایک بہت بڑا اسمگلر تھا اور جس کا تعلق صرف ایڈنا ڈمپل سے تھا اور شاید وہ تنظیم کے بارے میں جانتا بھی نہیں تھا۔

کماری کیلاشی کی حیثیت سے اس نے یہاں کے حلقوں پر اپنا ایک مقام پیدا کر لیا تھا چنانچہ ایک دن وہ تیار ہو کر شیران کو اُس کوٹھی میں رہنے کی ہدایت کر کے باہر نکل آئی اور اُس نے اپنے اُن شناساؤں سے ملاقات کی۔ اس نے انھیں بتایا کہ وہ اور اُس کا ایک دوست کنور پرتاب جاپان جانا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے وہ لوگ تیاریوں میں اس کی مدد کریں۔ بہت سے ایسے لوگ تھے جو بحیثیت عورت ایڈنا ڈمپل کو پسند کرتے تھے اور اس کے لیے سب کچھ کرنے پر تیار تھے حالانکہ وہ چالاک عورت صرف انھیں احمق بنائے ہوئے تھی... لیکن یہ لوگ اس حماقت میں بھی لُطف محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ ایڈنا ڈمپل کو اس سے زیادہ تگ و دو نہ کرنی پڑی کہ وہ صرف ان سے مل چکی تھی اور بار بار مل لیتی تھی۔ ایک ہفتے کے اندر اندر اس کے جاپان جانے کے انتظامات ہو گئے۔ اس نے بڑی بڑی رقموں کے چیک بنوائے اور دوسرے ذرائع سے بھی یہ رقم جاپان منتقل کر دی۔ اس کے علاوہ اُس نے ایسا بندوبست کر لیا تھا کہ جب بھی وہ چاہے ہندوستان سے رقوم منگوا سکے۔ جتنی رقم اُس نے یہاں سے منتقل کر لی تھی وہ اتنی تھی کہ جاپان میں وہ بہترین زندگی گزار سکتے تھے اور پھر ایڈنا ڈمپل جانتی تھی کہ وہ خود بھی بےصلاحیت نہیں ہے اور شیران، وہ تو شیطان ہے۔

بہرطور تمام تیاریوں کے بعد ایڈنا ڈمپل ایک دن شیران کے ساتھ ایئرپورٹ پہنچ گئی اور پھر ایک طیارہ انھیں لے کر جاپان چل پڑا وہ جو منصوبے لے کر یہاں آیا تھا ان میں سے کسی کی تکمیل نہیں ہوئی تھی رانی ایراوتی سے وہ شادی نہیں کر سکا تھا۔ ایڈنا ڈمپل کو وہ ہلاک نہیں کر سکتا تھا البتہ اس نے اپنے بدترین دُشمن نعمان خان کے سینے پر ایک گھاؤ ضرور لگا دیا تھا۔

وائی تھری زیڈ کی ایک ہنگامی میٹنگ ہو رہی تھی۔ اس میٹنگ میں تمام ارکان شریک نہیں تھے بلکہ میٹنگ ہال میں صرف پانچ آدمی تھے جن کے چہرے معمول کے مطابق نقابوں میں ڈھکے ہوئے تھے اور ان کے سینوں پر گول دائرے میں ان کے نمبر آویزاں تھے جس میز کے اطراف یہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہاں بہت سی کُرسیاں لگی ہوئی تھیں لیکن صرف پانچ کُرسیاں بھری ہوئی تھیں۔ میز کے مختلف حصوں میں بڑی بڑی چوکور مشینیں رکھی ہوئی تھیں اور ان مشینوں پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ ایک مشین پر وائی تھری ایٹ کا نمبر بھی پڑا ہوا تھا۔ یہ تمام ارکان اس میٹنگ میں فوری طور پر شریک نہیں ہوئے تھے لیکن جس جگہ اور جس ملک سے وہ موجود تھے وہیں سے انھوں نے اس میٹنگ میں بذریعہ وائرلیس شرکت کی تھی اور گویا ان کی غیر موجودگی بے معنی ہو کر رہ گئی تھی اور وہ اس میٹنگ میں براہِ راست شریک تھے میٹنگ کا آغاز وائی تھری ایٹ ہی نے کیا تھا۔

"تمام ممبر اپنی جگہ پہنچ چکے ہیں؟" وائی تھری ایٹ نے سوال کیا۔

"تقریباً جناب!"

"تمام ٹرانسمیٹر آن ہیں؟"

"جی ہاں جناب ہر نمبر روشن ہے" بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک آدمی نے تمام مشینوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ سُرخ ڈائل روشن تھے اور اُن میں ان سب کے نمبر چمک رہے تھے۔"

"ہاں! تفصیل پیش کی جائے۔"

"تفصیل کسی حد تک آپ کے علم میں ہے سر لیکن اس کے باوجود میں ایک بار پھر آپ کو تفصیل سے بتاتا ہوں۔ نعمان خان نے ہرن پورہ پہنچ کر اپنی ذمے داری سنبھال لی تھی۔ وہ بنکاک سے اپنے ایک بھائی رزاق خان کو ساتھ لے گیا تھا۔ رزاق خان بھی ایک بہادر جنگجو آدمی تھا اور اچھی شخصیت کا مالک تھا نعمان خان نے وہاں پہنچ کر جس انداز میں پروجیکٹ کے انتظامات سنبھالے وہ بہت تسلی بخش تھا اور یوں لگتا تھا جیسے وہ آسانی سے موفی مارون کی جگہ پُر کر سکتا ہے لیکن چونکہ کچھ اور ذمے داریاں اس کے سپرد کر دی گئی تھیں اس لیے وہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد شیران کی تلاش میں چل پڑا اس کا بھائی اس کے ساتھ تھا۔ ہندوستانی محکمۂ خاص کا ایک رُکن نعمان خان کے ساتھ تعاون کر رہا تھا اور یہ لوگ اپنے ذرائع سے شیران کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ دہلی پہنچ گئے۔ دہلی پہنچنے کے بعد انھوں نے شیران کے سلسلے میں خصوصی کارروائیاں شروع کر دیں اور بے شمار افراد اس کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔ شیران خان کے بارے میں ایک رپورٹ یہ موصول ہوئی تھی کہ اس نے ایک شہر کے بینک میں ڈاکہ ڈالا اور لاکھوں روپے کی کرنسی لے اُڑا۔ اس ڈاکے کے دوران اس کے ہاتھوں بارہ افراد قتل ہو گئے۔ بہرحال دہلی کے ایک بالاخانے میں شیران خان کا ٹکراؤ رزاق خان سے ہو گیا اور شیران خان نے رزاق خان کو بُری طرح زدوکوب کیا۔ ہمارے نمائندوں نے ہمیں جو اطلاعات دی ہیں ان سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر شیران چاہتا تو رزاق خان کو اس جگہ قتل بھی کر سکتا تھا لیکن اس نے رزاق خان کو نیم مُردہ حالت میں چھوڑ دیا اور وہاں موجود لوگوں سے کہا کہ جب پولیس اس شخص کی اس کیفیت کی وجہ معلوم کرے تو شیران خان کا نام لیا جائے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے جناب کہ شیران خان اپنے دشمنوں کو اپنے آبائی دشمنوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس نے ان کے سینے پر پھر ایک کاری ضرب لگائی ہے۔ اس کے بعد شیران روپوش ہو گیا اور یہ پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کہاں گیا دہلی کے چپے چپے پر اس کی تلاش کی جا رہی ہے لیکن اس کے بارے میں ابھی تک کوئی نشان نہیں مل سکا دوسری طرف مسٹر پیری پاڈل ایڈنا ڈمپل کی تلاش میں مکمل طور پر ناکام رہے ہیں۔ شیران کے بارے میں تو کچھ دہشت خیز خبریں بھی مل گئیں لیکن ایڈنا ڈمپل تو بالکل ہی نگاہوں سے اُوجھل ہے اُس کے روٹ کا بھی پتہ نہیں چل سکا اور یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اب وہ کہاں ہے۔ ان حالات کو مدِنگاہ رکھتے ہوئے۔ رپورٹ مکمل کر لی گئی ہے۔

دوسری طرف نعمان خان اپنے بھائی کے قتل کے بعد نیم دیوانگی جیسی کیفیت کا شکار ہے۔ رزاق خان کی موت کی اطلاع ملنے کے بعد بادشاہ خان فوراً ہرن پورہ پہنچ گیا تھا اور پھر وہاں سے دہلی وہ نعمان خان کو ہرن پورہ لے آیا تھا لیکن بعد میں اسے احساس ہوا کہ اگر اس نے نعمان خان کو وہاں چھوڑ دیا تو نعمان خان دیوانگی کے عالم میں کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے گا جو اس کے لئے اور تنظیم کے لئے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ نعمان خان کو سمجھا بجھا کر بنکاک لے آیا ہے۔ نعمان خان کی ذہنی کیفیت کا تجزیہ کر لیا گیا ہے جناب، وہ قطعی اس قابل نظر نہیں آتا کہ اب تنظیم کے لئے کوئی کام سرانجام دے سکے۔ وہ ایک بالکل ناکارہ شخصیت بن گیا ہے۔ اس کے ذہن پر صرف انتقام کا بھوت سوار ہے اور وہ فیصلہ کر چکا ہے کہ شیران کو قتل کئے بغیر وہ دُنیا کا کوئی کام نہیں کرے گا۔ یہ ہے موجودہ صورتِ حال جناب جس کی تفصیل آپ کو پیش کر دی گئی!" وہ شخص خاموش ہو گیا۔

"دوسرے لوگوں کی کیا رائے ہے اس سلسلے میں ہر شخص اپنا تجزیہ پیش کرے۔"

"سر، تنظیم کو صرف ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنی کوئی ذات نہ رکھتے ہوں۔ وہ صرف تنظیم کے لئے جئیں، تنظیم کے لئے مریں۔ ایسے لوگ قابلِ اعتماد نہیں ہوتے جو دوسرے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ نعمان خان اور کسی حد تک بادشاہ خان بھی انھیں حالات کا شکار ہیں۔"

"جو شخص کسی جذباتی دیوانگی کا شکار ہو جائے اسے تنظیم کے لئے مفید نہیں کہا جاسکتا۔" دوسری آواز ابھری۔

"نعمان خان کارآمد ہے لیکن ناتجربے کار ہے۔"

"تنظیم اس کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتی ہے۔"

"اس پائے کی کارروائی کے لئے کسی ایسے آدمی کا انتخاب نہیں کیا جاسکتا جس کی عقلی پہنچ محدود ہو۔"

"نعمان خان پر اس عظیم الشان پروجیکٹ کے سلسلے میں بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔" چاروں طرف سے آوازیں ابھریں پھر خاموشی چھاگئی۔

چند لمحات مکمل خاموشی طاری رہی۔ پھر وائی تھری ایٹ کی آواز ابھری۔

"تمام ممبران نے پوائنٹ نوٹ کئے؟"

"جی ہاں جناب۔"

"نتیجہ کیا اخذ کیا گیا؟"

"مرحلے وار جناب، مثلاً اب اس بات کو کہنے میں ہم کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ شیران، نعمان خان سے زیادہ طاقت ور، زیادہ ذہین، پھرتیلا اور بہتر کارکردگی کا مالک ہے۔ نعمان خان اور اس کا کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بات درست ہے کہ نعمان خان نے ایک ایسی مہم سرانجام دی جس میں ذہانت کا عنصر موجود تھا اور وہ اپنے طور پر سوچنے سمجھنے کے قابل بھی ہے اور عمل بھی کرسکتا ہے یعنی اس کی کارکردگی بھی بہتر ہے اور سوچ کا انداز بھی۔ ہم اسے بلاشبہ دوسرے لوگوں پر ترجیح دے سکتے ہیں لیکن مسئلہ یہ نہیں ہے کہ نعمان خان جیسے آدمی کو تنظیم میں شامل کرکے اس کے ذریعے بہت سے ممالک میں کارروائیاں کرائی جائیں، اگر نعمان خان کی ذہنی سطح سے بلند لوگ اسے ٹکرا گئے تو... پھر نعمان خان اُن کے سامنے ناکارہ ہو جائے گا۔ یعنی وہ اس قسم کے لوگوں میں شمار نہیں کیا جاسکتا، جو ہر طرح کے حالات کنٹرول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور پھر چونکہ ہمیں کسی ایسے آدمی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمیں تو اپنے مخصوص آپریشن کے لئے ایک ایسا کارندہ درکار ہے، جو اس علاقے میں ہمارے مفادات کو صحیح طور پر کنٹرول کرسکے۔ بادشاہ خان کے بارے میں جو رپورٹیں ہمارے پاس موجود ہیں وہ بہت اچھی ہیں۔ وہ ہر طرح سے ایک مکمل آدمی ہے لیکن کا مسئلہ یہاں بھی درپیش آجاتا ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ درحقیقت بادشاہ خان اپنی بہترین صلاحیتیں آہستہ آہستہ کھوتا جارہا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس کچھ نوجوان ایسے جو ہماری کارکردگی میں معاون ثابت ہوسکتے ہیں اور اس سلسلے میں سرِفہرست شیران کا نام ہے۔ شیران اگرچہ بین الاقوامی طور پر اعلیٰ کارکردگی کا مالک نہیں ہے لیکن ہمارے اس مشن کے لئے اس سے موزوں انسان اور کوئی نہ ہوگا اور پہاڑوں کے معاملات وہ بہ آسانی سنبھال لے گا، بشرطیکہ ہم اسے شیشے میں اتار سکیں۔ چنانچہ یہ بات مکمل طور پر کہی جاسکتی کہ نعمان خان اور شیران میں سے اگر کسی ایک کا انتخاب کیا سکے تو وہ شیران ہی ہوگا۔ نعمان خان شیران کے ہاتھوں کا طور پر شکست کھا چکا ہے۔"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو تم؟ ان تمام معاملات میں نعمان خان شیران سے براہِ راست ٹکراؤ تو نہیں ہوا۔"

"نہیں جناب، اگر یہ بات مدِنگاہ رکھی جائے تو کیا نعمان خان اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر شیران کو گرفتار کرسکا، کیا وہ کوئی ایسا منصوبہ بنا سکا جو شیران کے خلاف ایک مؤثر منصوبہ قرار دیا جاسکتا۔"

"ہاں اس پوائنٹ سے تم یہ بات کہہ سکتے ہو۔" وائی تھری ایٹ نے اعتراف کیا پھر اس نے کہا۔ "لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کیا جائے۔ پروجیکٹ اور ہیرن پورہ کا علاقہ فی الحال خالی پڑا ہے۔ ہم ان لوگوں پر بھروسہ نہیں کرسکتے جو ماتحتوں کی حیثیت سے وقتی طور پر اس علاقے کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ ہمیں تو کسی ایسے ہی ذہین آدمی کی وہاں ضرورت ہے، جو مکمل طور پر اپنا کام سرانجام دے سکے اور فی الحال ہمارے پاس کوئی ایسی شخصیت موجود نہیں ہے جسے ہم مکمل اعتماد کے ساتھ اس کام کے لئے پیش کرسکیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے جناب، یہ مسئلہ نہایت ہی سنگین صورت اختیار کرگیا ہے۔"

"کوئی تجویز اس سلسلے میں۔"

"وقتی طور پر صرف ایک کام کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ

کہ بادشاہ خان کو ان دونوں علاقوں کی سربراہی سونپ دی جائے۔ وہ پروجیکٹ بھی دیکھے اور یہاں رہ کر اپنے معاملات بھی سنبھالے، گو اس پر دوہری ذمے داریاں پڑ جائیں گی لیکن میرا خیال ہے بادشاہ خان میں حالات کو اس انداز سے کنٹرول کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے، بادشاہ خان کو ہم نے اس سلسلے میں منتخب کرلیا لیکن کیا رزاق خان کی موت پر بادشاہ خان ذہنی طور پر معطل نہیں ہے۔ کیا اس کی ذہنی کیفیت حد سے زیادہ خراب نہیں ہوگئی۔" وائی تھری ایٹ نے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے نہیں جناب۔ وہ بہت زیادہ دل برداشتہ ضرور ہے لیکن کوئی ایسی حرکت ہمارے علم میں نہیں آئی ہے جس سے یہ اندازہ ہو کہ وہ بھی نعمان خان کی طرح ذہنی طور پر دیوالیہ ہوگیا ہے۔ وہ بڑی ہوشیاری سے نعمان خان کو سنبھالے ہوئے ہے اور تنظیم کے معاملات کے لئے باقاعدہ وقت دے رہا ہے۔ فی الحال نعمان خان کو اس نے ایک طرح سے نظربند کر رکھا ہے اس کے بھائی اس کی نگرانی کررہے ہیں اور بادشاہ خان نے ان سے کہہ دیا ہے کہ اگر نعمان خان یہاں سے نکل گیا تو ان لوگوں کو اس سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ یہ بات بھی اب پورے دعوے سے کہی جاسکتی ہے کہ بادشاہ خان اب شیران سے خوف زدہ ہوگیا ہے اور اس کی وہ کیفیت نہیں ہے جو کچھ عرصہ قبل تھی۔ وہ شیران سے انتقام ضرور لینا چاہتا ہے لیکن اب وہ اندھے اقدامات سے گریز کررہا ہے، چنانچہ وقتی طور پر ہم اگر بادشاہ خان کو وہاں متعین کردیں، تو کوئی ہرج نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے میں تمہاری اس تجویز سے متفق ہوں، اس سلسلے میں بادشاہ خان سے بھی بات کی جاسکتی ہے لیکن اب نعمان خان کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

"اس وقت سب سے اہم مسئلہ نعمان خان ہی ہے جناب، ایک طرح سے وہ تنظیم کے لئے ناکارہ ہوچکا ہے، وہ کوئی ایسا کام کرنے کے لئے تیار نہیں جو شیران کے خلاف نہ ہو اور ہم یہ محسوس کرتے ہیں بلکہ یہ بات اچھی طرح محسوس کرلی گئی ہے کہ اس وقت کوئی ذمے داری نعمان خان کے سپرد کرنا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔"

"لیکن اس کے باوجود نعمان خان اس تنظیم سے واقف ہوچکا ہے۔ ہرچند کہ اسے ابھی تنظیم کے اغراض و مقاصد مکمل طور پہ معلوم نہیں ہوسکے لیکن اگر کہیں اس کی زبان کھل جائے یا کھلوالی جائے تو تنظیم بہت سی نگاہوں میں آسکتی ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ ہم یہ بات کبھی پسند نہیں کریں گے۔"

"جی ہاں جناب، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نعمان خان اب تنظیم کے لئے ان ناپسندیدہ لوگوں میں شامل ہوگیا ہے جن کے لئے موت تجویز کردی جاتی ہے۔"

"لیکن اس میں کچھ اُلجھنیں پیش نہیں آئیں گی ہمیں؟"

"مثلاً۔"

"مثلاً یہ کہ نعمان خان کی موت ہمارے بہت سے معاملات کے لئے رکاوٹ بن جائے گی۔"

"ہم ذرا تفصیل جاننا چاہتے ہیں جناب۔"

"کیا بادشاہ خان ہم سے برگشتہ نہیں ہو جائے گا؟

"ہاں، اس بات کے سو فیصدی امکانات ہیں، بادشاہ خان کو کسی بھی طرح نعمان خان کی موت برداشت نہیں ہوسکے گی۔"

"تو اس طرح ہمارا پورا پروگرام خطرات میں نہیں پڑ جاتا، کیا پہاڑوں میں ہمارا آپریشن ان حالات میں کامیاب ہوسکتا ہے؟ کیا ہم ایک عظیم خسارے سے دوچار نہیں ہو جائیں گے؟"

"اس کے امکانات ہیں جناب۔ سو فیصدی امکانات ہیں۔"

"تو پھر اس سلسلے میں کوئی بہتر تجویز تلاش کرو اور مجھے بتاؤ کہ ہم کیا کرسکتے ہیں۔" وائی تھری ایٹ نے کہا اور ایک بار پھر وہاں کی فضا خاموش ہوگئی۔ لوگ اپنے اپنے طور پر ذہن دوڑا رہے تھے۔ پھر وائی تھری ایٹ سکس نے کہا۔

"ایک تجویز میرے ذہن میں بھی آئی ہے جناب۔"

"ہاں کہو۔"

"کیوں نہ نعمان خان کو شیران کے ہاتھوں قتل کرایا جائے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ شیران کو کسی طرح نعمان خان کی راہ پر ڈال دیا جائے۔ یا پھر نعمان خان کو ایسی جگہ پہنچا دیا جائے جہاں شیران موجود ہو اور دونوں کا براہِ راست ٹکراؤ کرادیا جائے، اگر نعمان خان شیران کے ہاتھوں مارا جاتا ہے تو ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائے گا اور بادشاہ خان یہی سوچتا رہے گا کہ شیران نعمان خان کا قاتل ہے۔"

"تجویز بہت اچھی ہے لیکن اس میں بے شمار خامیاں ہیں۔"

"مثلاً جناب۔"

"مثلاً یہ... تم شیران کو اپنی جیب میں تصور کرتے ہو، کیا تمہیں علم ہے کہ اس وقت شیران کہاں ہے، کیا تم نعمان

خان کو باآسانی اس تک پہنچا سکتے ہو؟"

"اوہ"۔ وائی تھری ایٹی سکس نے شرمندگی کے انداز میں کہا۔

"لیکن تمہاری اس تجویز سے ایک اور روشنی میرے ذہن میں پیدا ہوئی ہے، ویسے اگر فرض کرو تم نے شیران کو پا بھی لیا اور نعمان خان کو اس کے راستے میں لا ڈالا تو نعمان خان کی ہلاکت کے بعد کیا بادشاہ خان بددل نہیں ہو جائے گا، وہ تنظیم سے بھی اس سلسلے میں مدد کی درخواست کر چکا ہے اور اگر تنظیم ایک آدمی کو قتل کرنے میں ناکام رہتی ہے اور اس کے بجائے شیران کے ہاتھوں نعمان خان کو نقصان پہنچ جاتا ہے تو بادشاہ خان پھر تنظیم میں شامل نہ رہ سکے گا، یہ دوسری بات ہے کہ ہم بادشاہ خان کو ہلاک کر دیں لیکن اس کی ہلاکت سے ہمارا منصوبہ کھٹائی میں پڑ جاتا ہے"۔

"جی ہاں جناب اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بادشاہ خان تنظیم سے برگشتہ ہو جائے گا"۔

"لیکن ابھی میں نے تم سے یہ الفاظ کہے تھے کہ تمہاری اس تجویز سے مجھے ایک روشنی دکھائی دی ہے اور اس نئی روشنی کے تحت ہم اپنے کام میں آسانیاں پیدا کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ ایک انتہائی شاندار تجویز میرے ذہن میں آئی ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اسے تم لوگوں کے سامنے پیش کروں"۔

"جناب عالی! آپ کی رہنمائی تو ہمیشہ ہی ہمارے لئے مشعلِ راہ رہتی ہے"۔

"تو پھر سنو دوستو، نعمان خان بنکاک میں ہے۔ بادشاہ خان بھی یہیں ہے۔ ان دونوں کو مطمئن کرنے کا ایک بہترین ذریعہ میرے ذہن میں آیا ہے اور وہ یہ کہ ایک نقلی شیران پیدا کر دیا جائے"۔

"جی..." تمام آوازیں حیرت زدہ تھیں۔

"ہاں ایک باقاعدہ شیران پیدا کیا جائے اور اسے مصروفِ عمل کر دیا جائے اور پھر نعمان خان کو کسی خونخوار کتے کی طرح اس پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ دوسرا شیران بے شک اپنے حلیے، اپنی جسامت اور اپنے انداز سے شیران سے مماثلت رکھتا ہو گا لیکن ظاہر ہے وہ شیران نہیں ہو گا، پھر نعمان خان کی پوری پوری مدد کی جائے گی اس سلسلے میں تنظیم کے ارکان اسے بھرپور امداد دیں گے اور اس کے ساتھ شیران کے قتل کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ نعمان خان کے ہاتھوں نقلی شیران قتل کرا دیا جائے۔ اس طرح بادشاہ خان بھی مطمئن ہو جائے گا اور نعمان خان بھی۔ ممکن ہے ان حالات میں نعمان خان کی ذہنی حالت بھی اعتدال پہ آ جائے اور وہ ہیرن پورہ میں ہمارے مفادات سنبھال لے۔ کم از کم ایک طرف سے تو اسے ذہنی سکون نصیب ہو گا"۔

"انتہائی شاندار تجویز ہے جناب لیکن اگر کبھی شیران منظرِ عام پہ آ گیا تو...؟"

"یہ بعد کی بات ہے، ویسے شیران کے بارے میں جہاں تک میرا اندازہ ہے، وہ خود ان لوگوں کے پیچھے نہیں لگا ہوا۔ کیونکہ وہ تو ان لوگوں کو نقصان پہنچانے اور شکست دینے والوں میں شامل ہے۔ رزاق خان اگر اس کے راستے میں نہ آتا تو وہ شاید اسے کبھی قتل نہ کرتا۔ اس طرح اگر نعمان خان بھی اس سے بچتا رہے اور اپنے کام میں مصروف رہے، تو پھر شیران کو کیا پڑی ہے کہ نعمان خان کے چکر میں پڑے۔ اس پر ہم لوگ نظر ضرور رکھیں گے اور اگر کبھی وہ ہمارے علم میں آ گیا تو پھر ہم اس کے لئے مناسب بندوبست کر لیں گے۔ ویسے بھی شیران ہمارے لئے بے حد قیمتی ہے اور تنظیم اس سلسلے میں انتہائی کوشش کرے گی کہ شیران کا پتہ چلا کر کم از کم اسے نگاہ میں رکھا جائے لیکن اس طرح ہم بادشاہ خان اور نعمان خان کو مطمئن کر سکتے ہیں۔ اور یہ باب بند ہو جائے گا۔ کیا خیال ہے تم لوگوں کا؟"

"انتہائی نفیس خیال ہے جناب، میرے خیال میں اس سے عمدہ ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی"۔ وائی تھری سکسٹی ٹو نے کہا

"تو پھر اس سلسلے میں بندوبست کیا جائے"۔

"جناب عالی! میرا خیال ہے اس تجویز سے کسی کو اختلاف نہیں ہو گا"۔ وائی تھری سکسٹی ٹو نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ٹرانسمیشن بکس سے بھی آوازیں آ رہی تھیں اور وہ سب لوگ بھی اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔ تب وائی تھری سکسٹی ٹو نے کہا۔

"جناب عالی! تقریباً تمام ہی لوگ اس بات پہ متفق ہیں"۔

"سیون فورٹی نائن، فورٹی ایٹ، سکسٹی ون۔ کیا آپ سب لوگ میری اس تجویز سے متفق ہیں؟" وائی تھری ایٹ نے کہا

"جناب عالی! مکمل طور پہ"۔

"تو پھر وائی تھری تھری ٹو، یہ ذمے داری میں تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ ایک ہفتے کے اندر اندر قبائلی علاقوں سے افغانستان سے یا کسی بھی ایسی جگہ سے ایک ایسی شخصیت تلاش کر کے لائی جائے جسے ہم شیران کا روپ دے سکیں۔ کیا تم یہ کام بہ آسانی کر سکتے ہو"۔

"میرے ذہن میں ایک اور تجویز ہے جناب"۔ وائی تھری تھری ٹو نے کہا۔

"ہاں، ہاں وہ کہو"۔

"میں تو ان علاقوں میں ایسے لوگوں کو تلاش کرتا ہی ہوں لیکن آپ بھی اس مخصوص علاقے کو نظر انداز نہ کریں، جہاں اس حلیے اور جسامت کے لوگ پائے جاتے ہیں اور وہ علاقہ ہمارے ہی ملک میں ہے"۔

وائی تھری ایٹ خاموش ہو گیا تھا۔ کافی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"وائی تھری تھری ٹو تمہاری اس نشاندھی سے اور تمہاری اس بہتر تجویز سے میں پوری طرح متفق ہوں اور اپنے اس پہلے پروگرام کو کینسل کرتا ہوں یعنی تم قبائلی علاقے سے کسی نئے آدمی کو تلاش نہ کرو بلکہ میں خود ہی اس کا بھی بندوبست کئے لیتا ہوں۔ بہت جلد میں تمہیں اس کے بارے میں اطلاع دوں گا"۔

"بہت بہتر جناب، جو آپ کا حکم"۔ وائی تھری تھری ٹو نے کہا۔

"اس سلسلے میں کوئی اور تجویز؟"

"نہیں میرا خیال ہے جو بہترین تجویز آپ کے ذہین دماغ نے تیار کی ہے اس کے بعد مزید کسی تجویز کی گنجائش نہیں رہتی"۔

"تو پھر اس سلسلے میں بادشاہ خان سے بات کی جائے ابھی نہ کی جائے"۔

"میرا خیال ہے جناب، اگر اس پروگرام میں ہمیں بہت زیادہ وقت نہ صرف کرنا پڑے تو پھر بادشاہ خان سے ابھی ہیرن پورہ کے بارے میں بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اسے تسلی دیتے ہوئے یہ کہا جائے کہ اس وقت وہ تنہا نہیں ہے بلکہ تنظیم مکمل طور پہ اس کی پشت پناہ ہے اور بہت جلد تنظیم اس کے لئے کوئی ایسا کام کرے گی جس سے اُسے اطمینان نصیب ہو اور وہ خود کو شیران جیسے درندے سے محفوظ تصور کرے"۔

"ٹھیک ہے، یہ تجویز بھی بہت اچھی ہے لیکن ہیرن پورہ کے حالات کو نگاہ میں رکھا جائے اور ہم میں سے بھی کوئی اہم شخصیت وہاں کی باقاعدہ نگرانی جاری رکھے"۔

"یہ ذمے داری میں قبول کرتا ہوں جناب"۔ وائی تھری تھری نے کہا۔

"تمہیں کوئی دقت تو نہیں ہو گی۔ وائی تھری تھری"۔ وائی تھری ایٹ نے پوچھا۔

"نہیں جناب، میں باآسانی اپنا کام انجام دے لوں گا"۔

"گڈ... اس کے ساتھ ہی میں میٹنگ برخاست کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں ہم ایک بہترین تجویز ترتیب دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں"۔ وائی تھری ایٹ نے کہا اور اس کے بعد ان لوگوں کی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ٹرانسمیٹروں پر نمبر بجھنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ سب اس ہال سے باہر نکل آئے۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے زبردست میٹنگ ہو رہی تھی۔

❁

ایڈنا ڈمپل جاپان پہنچ گئی تھی۔ شیران کے ساتھ اس کے شب و روز بہت دلکش گزر رہے تھے۔ یہ نئی زندگی اس کے لئے بڑی انوکھی تھی۔ جاپان کے دارالحکومت ٹوکیو کے سب سے شاندار ہوٹل میں ان کا قیام تھا۔ وہ خود کیلاشی کے روپ میں تھی شیران بدستور میک اپ میں تھا۔ دونوں عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے تھے۔ ایڈنا خوش تھی اور شیران بھی مسرور تھا۔ یہاں انہیں تقریباً تین ماہ گزر چکے تھے اور یہ تین ماہ دونوں کی زندگی کے بہترین دن تھے۔ وہ سیر و تفریح کرتے تھے، خوب کھاتے پیتے کوئی فکر نہیں تھی۔ ایک شام دونوں ہوٹل کی بلند و بالا چھت پہ بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے تھے۔ وسیع و عریض چھت پر بہترین انتظامات کئے گئے تھے۔ دوسرے بہت سے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔

گفتگو کرتے ہوئے ایڈنا ڈمپل کو دفعتاً ایک روشنی کا سا احساس ہوا جو ایک لمحے میں چمک کر معدوم ہو گئی تھی۔ اس کی نگاہ ایک طرف اٹھ گئی۔ وہ دو آدمی تھے۔ کسی سرد ملک سے تعلق رکھتے تھے۔ ایڈنا ڈمپل کی میز سے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے لیکن جس چیز نے ایڈنا ڈمپل کو چونکنے پر مجبور کیا تھا وہ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں دبا ہوا ننھا سا کیمرہ تھا جسے پلک جھپکتے ہی اس شخص نے اپنے لباس میں رکھ لیا تھا اور پھر اس نے ایک دم سے ایڈنا سے آنکھیں چرا لی تھیں۔

کوئی عام انسان ہوتا تو اسے اندازہ بھی نہ ہوتا لیکن وہ ڈمپل تھی۔ ایک لمحے میں اس نے اندازہ لگا لیا کہ اس کی تصویر لی گئی ہے۔ سو فیصدی روشنی کام کر رہی تھی۔

دوسرے لمحے اس نے سنبھل کر شیران سے دوبارہ گفتگو شروع کر دی لیکن اس کا ذہن منتشر ہو گیا۔ وہ ان دونوں کی قومیت

کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکی تھی لیکن کوئی گڑبڑ ضرور تھی۔

ٹوکیو آنے کے بعد ابھی تک کوئی ایسا مرحلہ پیش نہیں آیا تھا جو شیران سے ہٹ کر ہوتا لیکن اس وقت۔۔۔ اس وقت وہ پریشان ہو گئی تھی۔ کوئی ایسی ترکیب ہو جس سے شیران سے تھوڑی دیر کے لیے علیحدگی اختیار کی جا سکے۔ بڑا خطرناک وقت آن پڑا تھا۔ بہت سے وسوسے تھے اس کے دل میں۔ شیران جیسے شخص کو احمق بنانا بھی آسان کام نہیں تھا اور اس کی موجودگی میں وہ ان لوگوں سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

کیا کیا جائے؟

اس کا دل بیٹھنے لگا۔ کوئی بہتر ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ کس طرح ان لوگوں کی اس حرکت کی وجہ معلوم کی جائے۔ کون ہیں وہ اور انھوں نے اس کی تصویر کیوں حاصل کی ہے؟

کافی دیر گزر گئی اور پھر ایڈنا نے ان دونوں کو اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے دیکھا۔ آہ، اگر وہ نکل گئے تو اچھا نہ ہوگا۔ اب تو فوراً ہی کچھ کرنا ہے۔ فوراً۔

شیران ان سارے حالات سے بے خبر ہال کی دلچسپی میں گم تھا۔ دفعتاً ایڈنا ڈمپل نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور وہ ڈمپل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ایکسکیوز می ڈیئر۔ میں ابھی آئی"

"کہاں؟"

"باتھ روم" ایڈنا نے مسکراتے ہوئے کہا اور شیران نے گردن ہلا دی، وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر چل پڑی۔ دونوں آدمی بھی باہر نکل چکے تھے۔ وہ مناسب رفتار سے سامنے کی سمت جا رہے تھے اور پھر وہ لفٹ میں داخل ہو گئے۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ہوٹل سے باہر نہیں جا رہے۔ کم از کم یہ سکون کی بات ہے لیکن اب؟ اُس نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس کی نظریں اُوپر اُٹھ گئیں۔ لفٹ میں روشن ہوتے ہوئے نمبروں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ لفٹ مسلسل اُوپر اُٹھ رہی ہے پھر چھٹی منزل کا نمبر چند لمحات روشن رہا۔ گویا لفٹ یہاں رُکی تھی۔ اس کے بعد وہ اُوپر جانے لگی۔ اس وقت لفٹ میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ ایسی شکل میں وہ اس چھٹی منزل پر اُتر سکتے تھے بس ایک اندازہ تھا جو غلط بھی ہو سکتا تھا۔

وہ لفٹ کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ چند منٹ کے بعد لفٹ واپس آ گئی۔ ایڈنا اس دوران تیاریاں کر چکی تھی۔ لفٹ کا دروازہ کھلا اور لفٹ بوائے باہر نکل آیا لیکن ایڈنا کے ہاتھ میں ایک نوٹ چمکتا دیکھ کر وہ چونک پڑا تھا۔

"یس میڈم" اُس نے کہا۔

"وہ دونوں کون سی منزل پر اُترے ہیں؟"

"چھٹی منزل پر میڈم"

"کون سے کمرے میں گئے ہیں؟" ایڈنا نے پوچھا۔

"چھ سو گیارہ۔ دونوں اسی کمرے میں رہتے ہیں" لفٹ بوائے نے بتایا۔

"لو یہ نوٹ رکھو۔ میرا تعلق پولیس سے ہے۔ ان دونوں کے بارے میں چھان بین ہو رہی ہے اور تم جانتے ہو پولیس کے معاملات کسی کو بتائے نہیں جاتے"

"یس میڈم" لفٹ بوائے نے کہا اور نوٹ لے کر جیب میں رکھ دیا۔ اس وقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دیر ہوئی تو شیران شُبے کا شکار ہو سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ شیران کے پاس واپس پہنچ گئی۔ کافی دیر تک وہ ہال میں بیٹھے یہاں کے ماحول سے لُطف اندوز ہوتے رہے۔ ایڈنا کا ذہن بار بار ان کی طرف بھٹک جاتا تھا لیکن شیران کو اس کیفیت کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ رات گئے تک دونوں اکٹھے تھے۔

کمرے میں آ کر ایڈنا نے لباس تبدیل کیا اور مسکراتی نگاہوں سے شیران کو دیکھنے لگی۔ شیران بھی مسکرا اُٹھا تھا پھر وہ اس وقت تک انتظار کرتی رہی جب تک شیران گہری نیند نہیں سو گیا تھا۔

خطرہ مول لیے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ شیران گہری نیند سونے کا عادی تھا لیکن اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ جاگ بھی سکتا ہے کچھ بھی ہو ان لوگوں کی حقیقت جاننا بھی ضروری ہے۔ اُس نے ایک نگاہ شیران کو دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ آئینے کے سامنے جا کر اُس نے بال بکھرائے۔ چہرے پر نشے کے تاثرات پیدا کر کے دیکھا اور پھر کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ احتیاط سے دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔

چند لمحات کے بعد وہ چھٹی منزل کی راہداری میں تھی۔ رُوم نمبر چھ سو گیارہ کے دروازے پر پہنچ کر وہ رکی اور پھر اُس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر تاریکی تھی۔ لیکن تیسری بار دستک دینے سے اندر روشنی ہو گئی پھر قدموں کی چاپ سُنائی دی اور دروازہ کھل گیا۔

"اتنی جلدی سو گئے ڈارلنگ؟" ایڈنا نشیلی آواز میں بولی اور دروازہ کھولنے والے کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اُسے دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

وہ شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھا اور تعجب سے ایڈنا کو دیکھ رہا تھا۔ ایڈنا نے دروازہ بند کر دیا۔ وہ بُری طرح لڑکھڑا رہی تھی۔

"آپ۔ آپ کس سے ملنا چاہتی ہیں خاتون" بمشکل تمام اس شخص کے حلق سے آواز نکلی تھی۔ ایڈنا کمرے کے درمیان کھڑی ہو کر جھومنے لگی ویسے اُس نے دُزدیدہ نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لے لیا تھا۔ بڑا کمرہ تھا اور اُس میں دو بیڈ بچھے ہوئے تھے۔ لیکن دُوسرا بیڈ خالی تھا۔ اُس کی چادر بھی بے شکن تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ دُوسرا آدمی اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ شاید ابتدا ہی سے نہیں ہے کیونکہ بیڈ کی بے شکن چادر اس بات کی غماز تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو ڈیئر۔ میں اپنے کمرے میں نہیں ہوں کیا؟" ایڈنا نے نشے سے لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔

"اوہ میڈم۔ شاید آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ غلط کمرے میں آ گئی ہیں" اس شخص نے اب اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔

"غلط کمرے میں۔ یہ میرا کمرہ نہیں ہے" ایڈنا نے نشیلی آنکھیں اُٹھا کر چاروں طرف دیکھا۔

"سوری میڈم۔ آپ کے کمرے کا نمبر کیا ہے؟ چلیے میں آپ کو آپ کے کمرے تک پہنچا دوں"

"بے وقوف ہو" ایڈنا اُنگلی اُٹھا کر تنقیدی انداز میں مُسکراتی ہوئی بولی۔ اُس نے اپنے بالوں کو ایک جھٹکے سے پیچھے کر لیا تھا۔

"جی" اس شخص نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور ایڈنا ڈمپل ہنسنے لگی۔

"بدھو ہو۔ بالکل ہی بدھو ہو۔ رات کتنی تاریک ہے اور باہر کا موسم ذرا کھڑکی کھول کر دیکھو"

"جی۔ جی وہ" نوجوان چونکہ نیند کی جھونک میں تھا اس لیے پوری طرح سنبھل نہیں پایا تھا لیکن ایڈنا نے محسوس کیا کہ وہ رفتہ رفتہ سنبھلتا جا رہا ہے۔ اُس نے بند دروازے کی طرف دیکھا پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا۔ اس کے بعد گہری سانس لے کر بولا "آپ بہت زیادہ نشے میں معلوم ہوتی ہیں۔ بیٹھ جائیے سکون سے بیٹھ جائیے۔ مجھے بتائیے میں آپ کو کون سے کمرے میں پہنچا دوں؟"

"نہیں بیٹھتی۔ میں نہیں سوؤں گی۔ کسی کا بھی کمرہ ہو تم تو ہو۔"

وہ شخص اُلجھی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا پھر ایڈنا نے بدستور نشے میں ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "تم کیسے آدمی ہو۔ اِدھر آؤ بیٹھ جاؤ میرے پاس۔ میں تنہا ہوں سب کچھ ہے میری زندگی میں لیکن تنہائی میرا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اے اِدھر آؤ۔ بے وقوفوں کی طرح کھڑے کیوں ہو؟" اور نوجوان سلیپنگ

سوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر آہستہ آہستہ اُس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا تمہاری آمد اتفاقیہ ہے؟" اُس نے جھک کر کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"پھر آئیے۔ میں آپ کو سمجھاؤں۔" نوجوان نے ایڈنا کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ایڈنا لڑکھڑاتی ہوئی اُٹھی اور نوجوان اُسے سنبھالے ہوئے باتھ رُوم کی طرف بڑھ گیا۔ شاید وہ ایڈنا کے سر پر پانی ڈال کر اُس کا نشہ ہرن کرنا چاہتا تھا۔ ایڈنا بدستور لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی ویسے دل ہی دل میں مُسکرا بھی رہی تھی۔ اُس نے سوچا کہ تم نے صحیح جگہ کا انتخاب کیا ہے دوست، کمرے کی آوازیں تو باہر بھی جا سکتی تھیں لیکن تمہیں باتھ رُوم تک لے جانا ایک مسئلہ ہی بن جاتا میرے لیے۔ نوجوان نے باتھ رُوم کا دروازہ کھولا اور اُسے اندر دھکیلتا ہُوا بولا۔ "آئیے سمجھانے کے لیے اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہوگا۔ یہاں کے نلکوں میں بے حد ٹھنڈا پانی آتا ہے۔" وہ خود بھی باتھ رُوم میں داخل ہوگیا۔ ایڈنا نے ایک بار پھر لڑکھڑاتے ہُوئے اس کا سہارا لیا لیکن اس بار اُس نے اپنا کام دکھا دیا تھا۔ سہارا لے کر اُس نے ایک زوردار گھونسہ نوجوان کی ٹھوڑی پر جڑ دیا اور نوجوان بُری طرح لڑکھڑا کر باتھنگ ٹب پر جا گرا۔ اُس نے بمشکل تمام سہارا لے کر خود کو روکا تھا، ورنہ شاید اوندھے مُنہ باتھنگ ٹب میں جا پڑتا۔ اس دوران ایڈنا نے ... باتھ رُوم کا دُروازہ بند کر دیا تھا۔ اب نوجوان کو سنبھلنا پڑا۔ اُس نے متحیرانہ نگاہوں سے ایڈنا کو دیکھا اور پھر دُوسرے لمحے اُس کی مُٹھیاں بھینچ گئیں۔ وہ کھڑا ہوگیا تھا۔

"ہُوں۔ تو تم نشے میں نہیں ہو۔"

"نشے میں تو میں پیدائش کے دُوسرے دن سے ہوں میری جان لیکن اب تمہارا نشہ اُتر جانا چاہیئے۔"

"ایک عورت کی پٹائی کرتے ہُوئے مجھے اچھا نہیں لگے گا۔" نوجوان نے کہا۔

"تب تم گدھے ہو۔ ابتدا ہی سے مرد عورت پر حاوی رہا ہے۔ بعض اوقات اُسے ایسے واقعات سے سابقہ بھی پڑ جاتا ہے جس میں اُسے عورت کی پٹائی ضرور کرنا پڑتی ہے۔ اگر تم یہ جذبہ اپنے سینے میں نہیں رکھتے تو پھر میں دعوے سے کہہ سکتی ہُوں کہ تم سو فیصد مرد نہیں ہو۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو... کون ہو تم؟"

"اب میں نشے میں نہیں ہُوں ڈارلنگ، تمہارا یہ باتھ رُوم واقعی بڑی عجیب و غریب جگہ ہے۔ یہاں قدم رکھتے ہی میرا سارا نشہ اُتر گیا۔ لیکن میں چاہتی ہُوں کہ اب تمہارا نشہ بھی اُتر جائے تو بہتر ہے ورنہ کیا فائدہ؟ تمہارے ہاتھ پاؤں میں ٹوٹ پھوٹ ہو جائے گی۔"

"بکواس مت کر۔" نوجوان دھاڑا اور دُوسرے لمحے وہ ایڈنا کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن جس تیزی سے وہ ایڈنا کے قریب آیا تھا اسی تیزی سے اُسے واپس لوٹ جانا پڑا۔ اس بار وہ دیوار میں لگے ہُوئے نل کی ٹونٹی سے جا ٹکرایا تھا۔ ٹونٹی اُس کے شانوں کے درمیان لگی تھی اُس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نظر آنے لگے۔

"سنو۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم عقل سے کام لو۔ میں تمہاری ایک ایک ہڈی توڑ سکتی ہُوں اور اگر تمہیں شوق ہی ہے تو آؤ پہلے میرے ہاتھوں پٹ لو اچھی طرح اس کے بعد کچھ اور بات کرنا۔" ایڈنا آگے بڑھی اور وہ اُچھل کر کھڑا ہوگیا لیکن دُوسرے لمحے ایڈنا کی ٹھوکر اُس کی پنڈلی پر پڑی اور اُس کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ اُس نے چوٹ کے باوجود سنبھل کر سوئپ لگانے کی کوشش کی لیکن اس کوشش سے بھی اُسے ہی نقصان پہنچا۔ ایڈنا اپنی جگہ سے اُچھلی اور اُس کی ٹانگ پر ایک اور ضرب لگا دی۔ نوجوان کی دونوں ٹانگیں مضروب ہو گئی تھیں، وہ اُٹھا اور پھر گر پڑا

"رُک جاؤ، رُک جاؤ۔ مم میں۔ میں۔"

"رُک جاتی ہُوں۔ تم اس باتھنگ ٹب پر بیٹھ جاؤ اور سنو میں تم جیسے دس آدمیوں کی مرمت بیک وقت کر سکتی ہُوں، اگر میں نے کوئی صحیح ہاتھ جڑ دیا تو تمہاری ہڈی تڑخ جائے گی۔ اس سے گریز کرو مجھے تم سے کوئی پرخاش نہیں ہے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتی بس تھوڑی سی معلومات درکار ہیں تم سے۔" نوجوان ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہُوئے اُسے دیکھ رہا تھا۔ چار چھ ہاتھوں ہی میں اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مدِمقابل حیرت انگیز طور پر طاقتور ہے اور اُس کے خلاف کوئی کارروائی حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگی۔ ایڈنا ڈمپل کی آنکھوں میں بھوکی بلی کی سی کیفیت نظر آ رہی تھی اور وہ اپنے شکار کو گھور رہی تھی پھر اُس نے کہا۔ "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تم جتنی جلد ممکن ہو سکے اپنی زبان کھول دو۔"

"کک۔ کیا پوچھنا چاہتی ہو تم مجھ سے؟" نوجوان نے سوال کیا۔

"تم نے آج شام کو ڈائننگ ہال میں میری تصویر لی تھی۔ اس کی وجہ بتا سکتے ہو؟"

"کک۔ کیا۔" نوجوان کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔

اُسے اُمید نہیں تھی کہ یہ عورت اس قدر چالاک نکلے گی۔

"کیا تم اس سے انکار کر دو گے؟" ایڈنا نے پوچھا۔

"نہیں تم ٹھیک کہتی ہو۔" نوجوان نے جواب دیا جو عورت اس قدر باخبر ہو سکتی ہے اس سے کچھ چھپانا ہی بے سُود تھا۔ وہ تو اس بات پر ہی حیران رہ گیا تھا کہ اُسے ان کی رہائش گاہ کیسے معلوم ہوگئی۔ بہر طور اب وہ مدافعت کی قوت... کھو بیٹھا تھا اور ایڈنا کو سب کچھ بتانے پر آمادہ نظر آتا تھا۔

"ہوں۔ تم نے تصویر لی تھی نا۔"

"میں نے نہیں۔ میں نے نہیں۔ میرے ساتھی نے۔"

"ایک ہی بات ہے یہ تصویر تم نے کس لیے حاصل کی تھی۔"

"میری ایک بات کا جواب دو گی۔" اُس نے پُوچھا۔

"ہاں پوچھو۔ یقیناً وہ میرے سوال سے ہی متعلق ہوگی۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"ہاں۔ وہ سو فیصد تمہارے سوال سے متعلق ہے کیا تمہارا نام موفی ماروین ہے۔" اس شخص نے پوچھا اور ایڈنا ڈمپل چونکے بغیر نہ رہ سکی۔ لیکن اُس نے نوجوان پر اپنے تاثر کا اظہار نہ ہونے دیا تھا۔ نوجوان اس کی ہدایت کے مطابق باتھنگ ٹب پر بیٹھا تھا اور اس کے انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا جیسے اب وہ کسی مدافعت کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس کے اعصاب بالکل جواب دے چکے تھے۔ دُوسری طرف ایڈنا سنبھل گئی تھی اور اسے اس سوال پر حیرت نہیں ہُوئی کیونکہ اُسے خود بھی اندازہ تھا کہ کوئی بھی شخص ایک نگاہ دیکھنے میں اُسے موفی ماروین سمجھے گا لیکن "کون ہے؟" اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"موفی ماروین کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"

"وہ رانی ایاوتی کی حیثیت سے ہندوستان میں مقیم تھی۔ وہاں تنظیم کے لیے کام کرتی تھی۔"

"ہوں۔ تمہارا تعلق تنظیم سے ہے؟"

"ہاں۔ ہم تنظیم کے ادنیٰ رکن ہیں۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"کیا کرتے ہو؟"

"مختلف کام۔ بس یُوں سمجھ لو کہ اگر تم تنظیم کے بارے میں جانتی ہو اور موفی ماروین ہی ہو تو تمہیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگا کہ ہم لوگ عام آدمیوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور کسی بھی جگہ وہ سارے کام کرتے ہیں جو تنظیم کے مقاصد کے لیے ہوں۔"

"تمہارا انچارج کون ہے؟"

"مسٹر پیری پاؤل۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو تم پیری پاؤل کے لوگ ہو۔"

"ہاں عجیب و غریب واقعات ہو چکے ہیں۔ میڈم آپ کی موت کی اطلاع تنظیم کو ملی تھی اور آپ کے بارے میں علم ہُوا تھا کہ ایڈنا ڈمپل نے آپ کو قتل کیا ہے۔ ایڈنا ڈمپل کو بھی آپ ضرور جانتی ہوں گی۔"

"ہاں۔ ہاں جانتی ہوں۔ تم آگے بولتے رہو۔"

"میڈم موفی ماروین کو قتل کر دیا گیا۔ اُس کی لاش بھی دستیاب ہو چکی تھی۔ ایڈنا ڈمپل کی تلاش کے لیے مسٹر پیری پاؤل نے ہندوستان کا کونہ کونہ چھان مارا ہے لیکن وہ اُنھیں نہیں مل سکی۔ اُنھوں نے ایشیا کے مختلف ممالک میں اپنے آدمی روانہ کیے ہیں۔ اُنھیں خطرہ تھا کہ ایڈنا ڈمپل ہندوستان سے باہر چلی گئی ہے اور ممکن ہے وہ ایشیا کے ہی کسی ملک میں ہو۔ ہمیں جاپان بھیجا گیا ہے اور ہم ٹوکیو میں تقریباً بارہ دن سے مقیم ہیں۔ ہمارا مقصد کچھ بھی نہیں ہے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ یہاں کے اعلا ہوٹلوں میں ایڈنا ڈمپل کو تلاش کریں۔ اتفاق کی بات ہے کہ ہمارا قیام اس ہوٹل میں تھا اور آج ہم نے آپ کو دیکھ لیا۔"

"مگر میں ایڈنا ڈمپل تو نہیں ہوں۔" ایڈنا نے مُسکراتے ہُوئے لہجے میں کہا۔

"یہی تو حیرت کی بات ہے کہ تلاش کر رہے تھے ہم ایڈنا ڈمپل کو اور مل گئیں آپ۔ ہمیں انتہائی حیرت ہُوئی اور میرے ساتھی نے طے کیا کہ وہ اس عجیب و غریب بات کی اطلاع فوراً مسٹر پیری پاؤل کو دے چنانچہ وہ اس سلسلے میں گیا ہُوا ہے۔"

"کہاں؟"

"رنک اسٹور نامی ایک جگہ ہے یہاں جہاں سے مسٹر پیری پاؤل سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس اسٹور میں ہمارے ہی آدمی کام کرتے ہیں بظاہر وہ ایک اسٹور ہے جو مختلف اشیاء بیرونِ ملک بھیجتا ہے لیکن وہ تنظیم کے مفادات کی نگرانی بھی کرتا ہے۔ میرا ساتھی اب تک دہلی میں مسٹر پیری پاؤل کو یہ اطلاع دے چکا ہوگا کہ حیرت انگیز طور پر ایڈنا ڈمپل کے بجائے اُس نے موفی ماروین کو دیکھا ہے جو یہاں موجود ہے۔ اس کے علاوہ میڈم آپ کے ساتھ جو شخص ہے اُس پر بھی ہمیں شُبہ ہے۔ شیران نامی ایک شخص کی تلاش بھی مسٹر پیری پاؤل کو ہے اور اس کے بارے میں یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اب وہ ایڈنا ڈمپل کے پاس ہوگا یا اس کے کہیں اطراف میں نظر آئے گا ہم یہ اُمید نہیں کر سکتے تھے کہ آپ دونوں کو کہیں یکجا دیکھا جائے گا۔ میرا مطلب ہے کہ ہم ایک ایسی عورت کو یہاں

دیکھ رہے ہیں جو قتل ہوگئی ہے اس تعجب خیز واقعے کی اطلاع مسٹر پیری پاؤل کو دینا ضروری تصور کیا گیا تھا۔"

"اور یہ اطلاع اب پیری پاؤل کو مل گئی ہوگی۔۔؟" ایڈنا نے پوچھا۔

"یقیناً میرے ساتھی نے مجھے ٹیلی فون کرکے کہا تھا کہ وہ رات کو واپس نہیں آئے گا کیونکہ رنک اسٹور سے مسٹر پیری پاؤل سے رابطہ قائم نہیں ہوسکا ہے البتہ یہ کام چند گھنٹوں کے اندر ہو جائے گا۔ اس لیے وہ رنک اسٹور ہی میں قیام کرے گا۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"مگر یہ تعجب خیز بات نہیں ہے کہ تم ایڈنا ڈمیل کے بجائے موفی ماروین کی اطلاع پیری پاؤل کو دے رہے ہو۔"

"یہی تو تعجب خیز بات ہے میڈم۔ اب براہِ کرم آپ یہ بتا دیجیے کہ کیا آپ موفی ماروین ہیں۔ آپ قتل نہیں ہوئیں؟"

"تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو ڈیئر۔" ایڈنا ڈمیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھنے لگی۔ نوجوان چونک پڑا تھا۔

"نہیں۔ اگر آپ نہیں بتانا چاہتیں تو ظاہر ہے میں آپ کو ان حالات میں مجبور نہیں کرسکتا۔" اُس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں ڈیئر۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس پر مجھے تشویش ہوتی۔ تم نے میری تصویر کھینچی تھی اس لیے مجھے حیرت ہوئی تھی اور اب اگر تم اس شبہے کا شکار ہو تو مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر بات چیت کریں۔ میں تمھیں بتاؤں گی کہ میں موفی ماروین نہیں ہوں۔" ڈمیل اس کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ نوجوان کی آنکھوں میں چند لمحے وحشت رہی لیکن اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ سنبھل گیا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمھارا ساتھی کون ہے؟ وہ بھی خوبصورت آدمی ہے۔"

"ہے مگر تم سے زیادہ نہیں۔" ایڈنا ڈمیل نے کہا اور دفعتاً اس کا ہاتھ نوجوان کے عقب میں رینگتا ہوا اُس کے سر تک پہنچ گیا پھر اُس نے نوجوان کے بال پکڑ کر اُسے ایک زوردار جھٹکا دیا اور وہ بری طرح ٹب میں آگرا۔ ایڈنا ڈمیل اس پر جھک گئی تھی۔ اُس نے نوجوان کی گردن پکڑ لی تھی۔ نوجوان نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن اوّل تو وہ پورے کا پورا ٹب میں پڑا ہوا تھا اور دوسری بات یہ تھی کہ ایڈنا ڈمیل کے ہاتھ کی گرفت غیر معمولی تھی۔ اُس کے حلق کی نالیاں بند ہوگئی تھیں اور دم گھٹنے لگا تھا۔

ایڈنا ڈمیل نے اُسے پوری قوت سے دبائے رکھا اور نوجوان کی جدوجہد آہستہ آہستہ سست پڑنے لگی، اُس کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں، زبان باہر نکل آئی تھی، چند لمحات کے بعد وہ بے سدھ ہوگیا۔ وہ مر چکا تھا۔

ایڈنا ڈمیل نے اُس کے لباس کی تلاشی لی، پھر اُس کے لباس سے اپنی اُنگلیوں کے نشانات رگڑ رگڑ کر صاف کر دیے اس کے بعد اُس نے باتھنگ ٹب میں لگا ہوا نل کھول دیا اور ٹب میں پانی بھر گیا۔ وہ اطمینان سے اپنی جگہ کھڑی اُسے دیکھتی رہی، جب ٹب اُوپر تک بھر گیا تو اُس نے پانی بند کر دیا۔ وہ اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ نوجوان کے اندر سانس کی کوئی رمق تو موجود نہیں ہے، لیکن اب اس قسم کا کوئی احساس باقی نہیں رہا تھا چنانچہ وہ ہاتھ جھاڑتی ہوئی وہاں سے مایوس پلٹی اور باتھ روم کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ یہاں بھی ہینڈل سے وہ اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کرنا نہ بھولی تھی۔

اس کے بعد وہ پُرسکون انداز میں چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل آئی۔ تردّد تھا تو صرف ایک کہ کہیں شیران جاگ نہ گیا ہو۔ اپنی منزل پر پہنچی تو راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی، ویسے اُس نے اپنے دل میں ایک کہانی گھڑ لی تھی اگر شیران جاگ گیا تو وہ کوئی بہانا بنا سکتی ہے اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کا اندازہ درست ہی نکلا۔

شیران مسہری پر بیٹھا ہوا کسی سوچ میں گم تھا۔ دروازے پر آہٹ ہوئی تو وہ چونک کر ایڈنا ڈمیل کو دیکھنے لگا۔ ایڈنا ڈمیل نے فوراً ہی اپنے چہرے پر تجسس کے آثار پیدا کر لیے تھے، پھر گہری گہری سانسیں لیتی ہوئی شیران کے پاس پہنچ گئی۔

"کہاں چلی گئی تھیں تم؟" شیران کا لہجہ کسی قسم کے شبے سے پاک تھا۔

"اوہ ڈیئر صورتِ حال کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے، شاید" ڈمیل نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب، میں نہیں سمجھا؟"

"شام ہی سے میں ایک شبہے کا شکار تھی۔ دو آدمی طرح ہماری نگرانی کر رہے تھے، جیسے وہ کوئی خاص اندازہ لگانا ہوں، میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ تمھاری طرف دیکھ کر آپ آہستہ آہستہ کچھ گفتگو بھی کر رہے ہیں چونکہ میرے شبے کی اُس وقت تصدیق نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے تم سے

کرنا مناسب نہیں سمجھا، اس وقت بھی میں سو رہی تھی کہ میں نے دروازے پر ایک آہٹ سی محسوس کی، مجھے یوں لگا جیسے کوئی دروازے پر موجود ہو اور میں انتہائی خاموشی سے اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ غالباً میرے قدموں کی چاپ ان لوگوں نے سُن لی تھی، کیونکہ میں نے راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنی تھیں۔ اس کے بعد ڈیئر شیران میں بھلا کہاں باز رہ سکتی تھی۔ میں نے اُن کا تعاقب کیا، وہ زینوں سے نیچے اُترے تھے۔ بدقسمتی یہ تھی کہ لفٹ بھی نیچے تھی، اُسے اُوپر آنے میں دیر لگتی، چنانچہ میں بھی زینوں پر دوڑنے لگی اور نیچے پہنچ گئی لیکن فاصلہ بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ میں نے اِن لوگوں کو پارکنگ لاٹ پر دیکھا اور اُس کے بعد وہ سیدھا دوڑتے ہوئے سڑک پر نکل گئے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ کون تھے۔ شیران میں تمھارے لیے ہمیشہ خدشات کا شکار رہتی ہوں، پتہ نہیں کیوں بار بار مجھے یوں محسوس ہوا ہے جیسے کوئی تمھاری تاک میں ہے اور تمھیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ شیران میری زندگی میں تمھارے علاوہ اب اور کچھ نہیں ہے، ہم لوگ زندگی ... آخری سانس تک ساتھ ہی گزاریں گے۔ میں نہیں چاہتی کہ اب تم فضول قسم کے ہنگاموں میں اُلجھو، میں بہت پریشان ہوں شیران، بے حد پریشان ہوں، میں تمھارے بغیر اب اس زندگی کا تصور بھی نہیں رکھتی۔" ایڈنا ڈمیل اپنی مسہری پر بیٹھ گئی، شیران اُس کے قریب آ گیا تھا۔

"اوہ کیلاشی، شیران امن پسند ضرور ہوگیا ہے لیکن اُس کے دشمن جب بھی اُس کے سامنے آئیں گے، بچ کر نہیں جا سکیں گے، تم متفکر کیوں ہو؟"

"نہیں شیران، اب تک تم تنہا تھے اور تمھاری زندگی پر صرف تمھارا حق تھا، تم اپنی زندگی کو کسی بھی طرح خطرات میں ڈال سکتے تھے لیکن اب تم صرف میرے لیے ہو، میں تمھارے اردگرد کوئی خطرہ نہیں دیکھ سکتی، شیران ہم جاپان چھوڑ دیں گے اور کیوں چھوڑ دیں گے؟"

"ارے ارے ابھی ہمیں یہاں آئے ہوئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں، یہاں تو ہمارے کچھ اور منصوبے بھی تھے۔" شیران نے کہا۔

"نہیں شیران میں ان سارے منصوبوں پر لعنت بھیجتی ہوں، ہمارے منصوبے تمھاری بقاء کے ساتھ ہیں، اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو شیران، اگر تم مجھے کچھ سمجھتے ہو، تو میری بات مان لو، ہم ابھی اور اسی وقت خاموشی سے یہاں سے نکل چلتے ہیں اور رات کہیں اور گزارنے کے بعد کل سارا دن اسی کوشش میں گزار دیں گے کہ ہم جاپان سے روانہ ہو جائیں۔"

"مگر کہاں چلو گی اور کیا اتنی جلدی یہ سب انتظامات ہو سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں ہوسکتے، یہ کون سا مشکل کام ہے، تم یہ سارے کام اپنی کیلاشی پر چھوڑ دو۔"

"ٹھیک ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن تم یہاں سے چلو گی کہاں؟"

"میرا خیال ہے ہم ایران چلتے ہیں۔ ایران میں کچھ وقت گزاریں گے، وہاں کے نوادرات دیکھیں گے اور پھر وہاں سے آگے بڑھ جائیں گے۔"

"ایران ہی کیوں؟" شیران نے سوال کیا۔

"بس یونہی میرا دل چاہتا ہے بلکہ یہ بات بہت عرصے سے میرے ذہن میں تھی کہ میں ایران دیکھوں گی۔" کیلاشی نے کہا۔

"ٹھیک ہے، میں نے اس وقت تک زندگی میں اپنے آپ کو سب سے برتر سمجھا تھا، جب تک مجھے اپنی زندگی کا کوئی تم جیسا ساتھی نہیں ملا تھا، اب شیران تمھارا ہے۔ اپنے لیے تو میں اب تک جیتا رہا ہوں، اب میں تمھارے لیے جی رہا ہوں ڈارلنگ جیسا تم پسند کرو۔"

"تو پھر بہتر یہ ہے شیران کہ ہم اپنا مناسب سامان لے کر خاموشی سے یہاں سے نکل جائیں۔"

"ابھی۔"

"ہاں ابھی اور اسی وقت۔"

"اوہ میں جانتا ہوں، ہاں میں جانتا ہوں کہ تم خوفزدہ ہوگئی ہو، تمھارا خیال ہے کہ جو لوگ ہماری نگرانی کر رہے تھے ممکن ہے وہ ہمارے خلاف کوئی فوری کارروائی کریں۔"

"اگر یہ میرا خیال ہے شیران، تو تم بھی وعدہ کر چکے ہو کہ مجھ سے تعاون کرو گے۔"

"ہاں ہاں اب تو شیران کسی دوسرے کی مٹھی میں آگیا ہے اب بھلا اس کی سوچ کہاں باقی رہ گئی ہے،" شیران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ ڈیئر شیران یہ بات نہیں ہے تم سمجھتے ہو میں اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ سب کچھ کر رہی ہوں۔"

"تو میں نے کب انکار کیا تھا۔ حالانکہ میں گہ... نیند سو ...!

تھا اور نیند اب تک میرے حواس پر طاری ہے۔"

"اُٹھو ڈیئر غسل خانے میں جاؤ، مُنہ ہاتھ دھولو، اور لباس تبدیل کرلو، ہم ابھی اور اسی وقت یہ ہوٹل چھوڑ دیں گے۔۔۔!"

ایڈنا ڈمپل نے کہا اور ضروری سامان سمیٹنے لگی۔

رات کے اِس وقت ہوٹل چھوڑنا ایک عجیب سی بات تھی، لیکن وہ دونوں خاموشی سے وہاں سے نکل آئے۔ کاؤنٹر پہ جب ایڈنا ڈمپل نے چابی دی، تو کاؤنٹر کلرک حیران رہ گیا۔

"اس وقت میڈم؟"

"ہاں، بس اچانک ہی ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ وہاں سے نکل گئے تھے۔

ایڈنا ڈمپل کو یہ بھی احساس تھا کہ صبح کو یا کسی بھی وقت اِس کمرے میں لاش مل جائے گی اور ممکن ہے شبہہ اِن لوگوں کی طرف جائے، کیونکہ وہ مشکوک انداز میں ہوٹل چھوڑ کر گئے ہیں، اس لیے وہ چاہتی تھی کہ ہنگاموں سے محفوظ رہ کر یہاں سے نکل جائے۔

ایران جانے کا فیصلہ اُس نے اِس لیے کیا تھا کہ ایران میں کچھ ایسے لوگ موجود تھے، جو اس کی مدد کر سکتے تھے، ان کا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ یہ ایسے لوگ تھے، جو مُناسب مُعاوضہ لے کر دُنیا کے ہر شخص کے لیے ہر طرح کا کام کر سکتے تھے۔ ایڈنا ڈمپل بھی بعض اوقات مختلف ممالک میں مختلف لوگوں سے کام لیا کرتی تھی اور یہ کام وہ اُن سے ذاتی طور پر ہی لیتی تھی۔ اور اس کام کا مُعاوضہ ادا کرتی تھی چنانچہ وہ ایڈنا کو ذاتی طور پر بھی جانتے تھے، جیسے جاپان میں ٹینکو۔

ایڈنا ڈمپل کے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی کہ وہ ٹینکو کو کوئی کہانی سُنا کر یہاں سے نکلنے کا فوری طور پر انتظام کرے۔ وہ اِس قسم کی عورت تھی، چنانچہ اِن تمام باتوں کو سوچنے کے بعد وہ مطمئن ہوگئی۔ بہرطور صورتِ حال کچھ بھی ہو، کم از کم تنظیم کے افراد کو اس پہ قابو پانے کے سلسلے میں دانتوں پسینے آسکتے تھے، اُسے آسانی سے قابو میں کرنا بے حد مشکل کام تھا اور اِس کا اظہار بار بار ہو رہا تھا۔

❀

وکٹر مارلوف ساڑھے چھ فٹ لمبے قد و قامت اور بھرے بھرے جسم کا مالک تھا، یہ ایک دیہات سے تعلق رکھتا تھا، لیکن اچھے خاندان کا تھا، بچپن ہی سے بُرائیوں میں پڑ گیا تھا اور ان بُرائیوں نے اُسے جرائم پیشہ بنا دیا تھا۔ یہ جرم کسی خاص نوعیت کے نہیں ہوتے تھے، بس فطرتاً وہ وحشی واقع ہوا تھا اور اسی وحشت میں اُس نے ایک بار سات آدمیوں پر مشتمل ایک گھرانے کو نیست و نابود کر دیا تھا جس کے نتیجے میں اُسے گرفتار کر لیا گیا اور اس کے لیے موت کی سزا تجویز ہوئی۔ عین اس وقت جب کہ اُسے بجلی کی کُرسی پر بٹھایا جانے والا تھا، کچھ خاص لوگوں نے ایک خاص ہدایت کے تحت اُسے وہاں سے حاصل کر لیا اور اُس کے بارے میں مشہور کر دیا گیا کہ اُسے موت کی سزا دے دی گئی ہے۔

وکٹر مارلوف کو اس وقت اپنی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی زندگی چند لمحات کی مہمان ہے۔ لیکن اس طرح زندگی بچ جانے پر وہ اِن لوگوں کا ممنونِ کرم ہوگیا۔

بہت ہی پیچیدہ انداز میں اُسے مختلف علاقوں میں چھپایا جاتا رہا، اور اُس نے یہی سمجھا کہ کچھ لوگ اپنی کسی غرض سے اس کی زندگی کے خواہاں ہیں، لیکن وہ خلوصِ دِل سے اُن کے لیے کام کرنے پہ آمادہ ہوگیا تھا جو اس کی زندگی بچانے کا باعث بنے تھے چنانچہ وہ اُن کے لیے کام کرنے لگا۔

یہ کام ابتدا میں معمولی نوعیت کے تھے لیکن اِس کے ساتھ ساتھ ہی وکٹر مارلوف کی تربیت بھی کی جا رہی تھی اور یہ تربیت اِتنی سائنٹیفک تھی کہ چند سالوں میں ہی وکٹر مارلوف ناقابلِ تسخیر قوت بن گیا۔

وہ مارشل آرٹس کا ماہر تھا، دُنیا کے تمام فنونِ حرب کے بارے میں جانتا تھا، اِس کے علاوہ جاسوسی کے مختلف شعبوں سے اُسے خاص طور پر روشناس کرایا گیا تھا۔ تقریباً سات سال تک وکٹر مارلوف یہی نہ جان سکا کہ جن لوگوں کے لیے وہ کام کر رہا ہے وہ کس حیثیت کے مالک ہیں اور اُن کے ذرائع کہاں تک ہیں۔ وہ تو یہ محسوس کرتا تھا کہ دُنیا کے ہر ملک میں بھی وہ لوگ چاہتے اپنی مَن مانی کر سکتے تھے، اُنھیں کہیں بھی شکست نصیب نہیں ہوئی تھی، اِس کے ساتھ ساتھ ہی وکٹر مارلوف کو ایسے مالی فوائد بھی حاصل تھے کہ اَب اُسے کیا غرض پڑی تھی کہ ان لوگوں سے الگ ہونے کے بارے میں سوچتا۔

سات سال کی شدید محنت اور تربیت کے بعد اُسے بتایا گیا کہ جس ملک نے اُس کے لیے سزائے موت تجویز کی تھی اُسی ملک کی حکومت نے اُسے نئی زندگی بھی دی ہے اور اُسے صرف اُس کی صلاحیتوں کی بُنیاد پر بچایا گیا

وہ ملک چاہتا تھا کہ ایسے زبردست آدمی کو ضائع نہ کیا جائے یہ جان کر وکٹر مارلوف کو بڑی حیرت ہوئی تھی لیکن وہ خوش بھی تھا کہ کم از کم اپنے ہی وطن میں وہ مجرم نہیں ہے۔ آج تک اِن لوگوں کے لیے اُس نے جتنے بھی کارنامے انجام دیے تھے اس میں اُس کی شخصیت اُجاگر ہوگئی تھی۔

وہ کسی طوفان کی مانند تھا تیز و تند طوفان کی مانند جو جس طرف بڑھتا ہر شے کو بہالے جاتا تھا چنانچہ اُس کی کارکردگی بے مثال ہوتی جا رہی تھی، اُس کے ساتھ ساتھ ہی تنظیم کی طرف سے اُسے ہر طرح کی مراعات بھی دی جا رہی تھیں۔

ہر ملک میں جہاں وہ لوگ اُسے بھیجتے، وکٹر مارلوف کے لیے بے شمار آسانیاں فراہم کر دی جاتیں اور اُسے اپنے کام کی انجام دہی کے لیے کوئی خاص دقت پیش نہ آتی۔ ذہنی طور پر بھی وہ بہت تیز تھا اور اپنے طور پر فیصلے کر سکتا تھا۔

اِن دِنوں بھی وہ ایک افریقی ملک میں ایک خاص کام پہ مامور تھا، یہ کام اب تقریباً ختم ہونے والا تھا اور اُس نے یہاں بھی بہترین کامیابیاں حاصل کی تھیں لیکن ابھی اُس کام کا کچھ حصّہ باقی تھا اور اُس کے ماتحت بڑی ہوشیاری سے اپنی ذمّے داریاں سنبھالے ہوئے تھے کہ اُسے مُلک واپسی کا حُکم دیا گیا۔

وکٹر مارلوف اس خاص پیغام کو وصول کرنے کے بعد وہاں سے چل پڑا اور اپنے وطن واپس پہنچ گیا، یہاں تنظیم کے ہیڈ کوارٹر میں اُس کی پذیرائی کی گئی اور اُسے چار دِن آرام کرنے کے بعد وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ کوارٹر میں طلب کر لیا گیا۔ اس ڈیپارٹمنٹ کا سربراہ وائٹ تھری ایٹ تھا۔

وائٹ تھری کی شکلیں کبھی کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا یا تو وہ نقاب میں ہوتے یا پھر میک اپ میں۔ چنانچہ اس وقت جس شخص نے وکٹر مارلوف کا استقبال کیا وہ ایک جسیم اور قدآور آدمی تھا، چہرہ انگارے کی طرح سُرخ، سر کے بال اور بھویں سفید تھیں، آنکھیں دہک رہی تھیں۔ وکٹر مارلوف کی تیز نگاہوں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ بہترین قسم کے میک اَپ ماسک میں ہے، اُس نے اپنا چوڑا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "وائٹ تھری ایٹ تم سے مخاطب ہے مسٹر مارلوف!"

"اوہ جناب میرے لیے یہ خوش بختی کا مقام ہے کہ میں آپ کو بے نقاب دیکھ رہا ہوں لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ آپ کی اصلی شکل ہے؟"

"مسٹر مارلوف تمھیں اس بات سے دِلچسپی نہیں ہونی چاہیے کہ مَیں اصلی شکل میں ہوں یا نہیں، لیکن تمھاری ذہانت سے مجھے یہ توقع نہیں تھی کہ تم مجھ سے ایسا سوال بھی کر سکتے ہو۔ ظاہر ہے ہم لوگ اپنی اصلی شکل میں کسی کے سامنے نہیں آسکتے۔"

"گویا میرا اندازہ درست ہے یہ آپ کی اصلی شکل نہیں ہے جناب؟"

"ہاں تمھارا اندازہ درست ہے لیکن مَیں ایک بار پھر تم سے کہوں گا کہ تمھیں ایسی باتوں سے دِلچسپی نہیں ہونی چاہیے، صرف اپنے کام سے کام رکھو یہی بہتر ہے۔" وائٹ تھری ایٹ کا لہجہ خاصا سرد تھا۔

"ٹھیک ہے جناب بات ختم ہوگئی، مجھے میرے مشن سے جلدی واپس بُلا لیا گیا ہے، اس کی وجہ معلوم کر سکتا ہوں؟"

"تمھاری شخصیت، تمھارے بارے میں جو رپورٹ ہمارے پاس موجود ہے، وہ یہی ہے کہ تمھیں صرف اہم ترین کام سونپے جائیں، جو تمھارے شایانِ شان ہوں، عام کاموں کے لیے ہمارے پاس دُوسرے بہت سے لوگ موجود ہیں۔!"

"مَیں ان الفاظ میں اپنے لیے ایک مقام پاتا ہوں، جناب اس لیے میں آپ کا شکریہ ضرور ادا کروں گا۔"

"ہاں وکٹر مارلوف اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وائٹ تھری ایٹ ڈیپارٹمنٹ تم پہ ناز کرتا ہے، چنانچہ اس بار بھی مَیں نے تمھیں ایک خاص مقصد کے لیے بُلایا ہے۔!"

"میں جاننا چاہتا ہوں جناب، اور جاننے سے پہلے یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ جس کام کے لیے مجھے منتخب کیا گیا ہے اس کی انجام دہی مَیں قبول کر چکا ہوں اور مجھے خوشی ہوگی کہ کوئی اہم کام ہی میرے سپرد کیا جائے۔" وکٹر مارلوف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ ویری گڈ، مَیں بلا تمہید تمھیں اس کام کی نوعیت بتاؤں گا مسٹر مارلوف۔ تمھیں ایک ایسے قبائلی شخص کا کردار ادا کرنا ہے جو پہاڑوں کا باشندہ ہے، اس قبائلی کے بارے میں تمھیں تمام تفصیلات فراہم کی جائیں گی۔ یہ شخص درندہ صفت ہے اور اُس نے اتنی کارروائیاں کی ہیں کہ تم اُسے اپنا مدِّ مقابل سمجھ سکتے ہو، لیکن وہ تمھارا مدِّ مقابل نہیں ہوگا، بلکہ تمھیں صرف اس کا کردار ادا کر کے کچھ لوگوں کو یہ باور کرانا ہوگا کہ وہ ایک خاص علاقے میں موجود ہے، تمھیں اِس شخص کے بارے میں ایک ایک تفصیل فراہم کی جائے گی جس سے تم اس کی شخصیت کا اندازہ لگا لو، تمھارے چہرے پہ معمولی سا میک اَپ کیا جائے گا، کیونکہ قبائلی باشندہ

ہونے کی وجہ سے وہ شخص بھی تمھاری ہی طرح سُرخ و سفید ہے اور تمھاری ہی جسامت کا مالک ہے۔ اس کارروائی کے لیے خاص طور پر تمھارا انتخاب صرف اِس لیے کیا گیا ہے کہ تم میں اور اس میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ مَیں یہ جاننا چاہتا ہوں مسٹر مارلوف کہ کیا تم اس نئے کام کی انجام دہی کے لیے تیار ہو۔"

"جناب عالی تنظیم نے میرے اُوپر جو احسان کیا ہے اور جس دن سے کیا ہے اُس دِن سے آج تک مَیں نے تنظیم کے کس حکم سے کب بغاوت کی ہے۔ مَیں نے آنکھیں بند کر کے تنظیم کے احکامات کی تعمیل کی ہے اور ساری عمر کے لیے اپنے دِل میں یہی جذبہ رکھتا ہوں۔"

"گڈ ویری گڈ، میری اور تمھاری گفتگو صرف اسی حد تک تھی مسٹر مارلوف۔ اس کے بعد تم وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے ریکارڈ سیکشن کے چیف سے ملاقات کرو گے اور چیف تمھیں اِس کردار کی مکمل تفصیل بتانے کے ساتھ ساتھ تمھاری تربیت بھی کر دے گا۔"

وکٹر مارلوف نے گردن خم کی اور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ وائی تھری ایٹ نے بذاتِ خود اُسے اپنے پاس بلا کر یہ کام اس کے سپرد کیا تھا۔ وہاں سے وہ ریکارڈ سیکشن کے چیف سے ملا، چیف کو اس بارے میں پہلے ہی ہدایات جاری کر دی گئی تھیں۔ اس نے مارلوف کا استقبال کیا اور اُسے اپنے سامنے بیٹھنے کی پیش کش کی۔

"یُوں تو اِس سلسلے میں تمھاری مکمل تربیت کی جائے گی مسٹر مارلوف، لیکن مَیں ویسے بھی تمھیں اس شخص کے بارے میں مکمل تفصیلات بتاؤں گا۔ تمھیں اس وقت کوئی اور کام تو نہیں ہے"

"نہیں سر۔ مَیں صرف اپنے فرائض کی انجام دہی سے دلچسپی رکھتا ہوں۔" مارلوف نے جواب دیا۔

"گڈ ویری گڈ۔ تو پھر سنو۔ اِس شخص کا نام شیران سلامن ہے، اس کے باپ کا نام بہزاد سلامن تھا، ایک خاص علاقے میں ایک قبیلہ جس کا نام تراب زان ہے اس کا مسکن تھا... وہ تراب زان کے باشندوں میں سے ایک تھا، اُس کا بہترین مشغلہ جنگلی درندوں کا شکار تھا، جنگلی درندوں کو وہ اس طرح مارتا تھا کہ لوگ یقین نہیں کر سکتے تھے، ان خونخوار درندوں سے اس کی دُشمنی اس لیے تھی کہ ایک درندے نے اُس کے باپ کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا تھا اور اُس کے بعد سے اُس نے اپنا یہ مسلک بنا لیا تھا کہ وہ وحشی درندوں کو جہاں دیکھتا ہلاک کر دیتا تھا۔

کافی عرصے قبل اسی علاقے کے ایک دوسرے شخص بادشاہ خان سے جو ایک دوسرے قبیلے نہمانہ کا سربراہ تھا، اُس کی دشمنی ہو گئی، یہ دشمنی اس لیے تھی کہ بادشاہ خان کے بھائی فیروز خان کو شیران سلامن کے باپ بہزاد سلامن نے قتل کر دیا تھا، یا پھر بادشاہ خان کو یہ دھوکا ہُوا تھا کہ اُس کے بھائی کا قاتل بہزاد سلامن ہے کیونکہ شیران اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ اُس کے باپ نے بادشاہ خان کے بھائی فیروز خان کو قتل کیا تھا۔ قبیلے کے لوگوں کی اس بارے میں متضاد آراء ہیں، کوئی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ فیروز خان کا قاتل بہزاد سلامن تھا اور کوئی کہتا ہے کہ فیروز خان کا قاتل بہزاد سلامن نہیں تھا لیکن بادشاہ خان کو اس بات کا یقین تھا کہ فیروز خان کا قاتل بہزاد سلامن ہی ہے۔

چنانچہ بادشاہ خان نے اپنی ایک رسم کے مطابق جب فیروز خان کا سب سے بڑا بیٹا نعمان خان اکیس سال کا ہو گیا تو شیران سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا۔ بہزاد سلامن کے بیٹے کو ایک جگہ بُلایا گیا، لیکن وہاں شیران کے بجائے اُس کی ماں بادشاہ خان اور اُس کے بھتیجے کے ہاتھوں ماری گئی۔ بادشاہ خان کے نو بھتیجے تھے جن میں سب سے بڑا نعمان خان تھا، اِن کے علاوہ اُس کی چار بھتیجیاں بھی تھیں۔

شیران خان اپنی وحشی فطرت سے مجبور تھا، ماں کے قتل کا انتقام لینے کے لیے اُس نے ایک انوکھا طریقہ نکالا، اور فیروز خان کی چار بیٹیوں کو ہلاک کر دیا۔ تین بیٹیاں وہیں پہاڑوں میں شیران کے ہاتھوں قتل ہو گئیں اور چوتھی بیٹی نے خودکشی کر لی۔

اس بات سے بادشاہ خان بہت زیادہ مشتعل ہو گیا اور اُس نے قسم کھائی کہ وہ شیران کو قتل کر دے گا لیکن ایک انتہائی طاقت ور سردار ہونے کے باوجود وہ اپنی تمام کوششوں میں ناکام رہا اور شیران سلامن وہاں سے نکل آیا۔ اس کے بعد مختلف لوگوں سے جنگ و جدل کرتا ہُوا وہ ایک ایسے علاقے میں پہنچا جو ویران تھا وہاں اُس کی ملاقات ایک بُدھ بھکشو سے ہُوئی۔ بُدھ بھکشو کی ایک لڑکی بھی تھی جس کا نام سدھاشی تھا، لیکن کسی نہ کسی طرح سدھاشی کے ساتھ وہ ان پہاڑوں سے نکل آیا۔ بُدھ بھکشو وہیں مر گیا، سدھاشی سے اس کی دوستی تو نہیں کیونکہ وہ اِس قسم کا اِنسان نہیں تھا، لیکن بہرطور وہ شاید انسانی ناطے سے ہی اُسے اِن ویرانوں سے نکال لایا تھا۔ وہاں سے نکلنے کے بعد وہ بنکاک کے علاقے میں پہنچا اور مختلف علاقوں سے ہوتا ہُوا وہ گانگ ہُو پہنچ گیا جہاں ایک شخص مارلینو

نے اُسے اپنا بیٹا بنا لیا۔ مارلینو ایک عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے، اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کٹے ہُوئے ہیں، لیکن وہ ایک اعلا پائے کا سائنسدان ہے۔ اُس نے مصنوعی ہاتھ پاؤں کے ذریعے اپنے آپ کو عام انسانوں سے زیادہ بہتر بنا لیا ہے۔

چنانچہ شیران سلامن مارلینو سے متاثر ہو گیا اور اُس نے مارلینو کے لیے کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ بنکاک میں اُس نے منشیات کے تمام اڈے جنگ و جدل کر کے وہاں کے مقامی لوگوں سے حاصل کیے اور وہاں سب جگہ مارلینو کی طرف سے منشیات کی سپلائی شروع ہو گئی، اس سپلائی کو آج تک کوئی چیلنج نہیں کر سکا اور مارلینو وہاں پر اپنا کام بخوبی انجام دے رہا ہے چنانچہ دکٹر مارلوف تمھیں بنکاک جانا ہو گا۔ اب اس سلسلے کی مزید تفصیل یوں سُنو کہ بادشاہ خان نامی شخص بنکاک میں ہی موجود ہے اور وہاں وہ تنظیم کے لیے کام کر رہا ہے، نعمان خان اُس کا بھتیجا ابھی کچھ عرصہ قبل تنظیم کے ایک رُکن کی حیثیت سے ہندوستان پہنچ گیا تھا۔ اِس کے ساتھ اس کا بھائی بھی تھا چونکہ یہ لوگ شیران سے دشمنی رکھتے ہیں اور شیران کے بارے میں اُنھیں یہ علم ہو چکا تھا کہ وہ بھی اِن دنوں ہندوستان میں ہے اس لیے نعمان خان اُس کے قتل کا یا اُسے گرفتار کرنے کا پروگرام لے کر وہاں پہنچا لیکن وہاں شیران کے ہاتھوں اُس کا ایک بھائی رزاق خان مارا گیا۔

اب یہاں سے ایک اور کہانی شروع ہوتی ہے، بلکہ اس سے پہلے ہی شروع ہو چکی ہے، وہ ہے ایڈنا ڈیبل اور موتی ماروین کی۔

موتی ماروین کو تنظیم کی طرف سے ہندوستان کے ایک علاقے ہرن پورہ میں بھیجا گیا تھا، وہ ہندوستان میں تنظیم کے مفادات کی نگران تھی، اور ایڈنا ڈیبل کو بنکاک کے علاقے کا انچارج بنایا گیا تھا لیکن ہُوا یہ کہ ایڈنا ڈیبل شیران پر عاشق ہو گئی، دُوسری طرف موتی ماروین بھی اسی کیفیت کا شکار ہو گئی تھی، چنانچہ اِن دونوں میں رقابت ہو گئی اور اس رقابت کی بنا پر موتی ماروین، ایڈنا ڈیبل کے ہاتھوں ماری گئی۔ ایڈنا ڈیبل ہندوستان میں رُوپوش ہو گئی اور شیران بھی ہندوستان میں ہی کہیں رُوپوش ہو گیا۔ اِن دونوں کا ابھی تک کوئی پتہ نہیں چل سکا، لیکن تنظیم کے اعلا ارکان کا کہنا ہے کہ اب وہ ہندوستان تک موجود نہیں ہیں چنانچہ اب یہاں سے تمھارا اپنا وہ کردار شروع ہوتا ہے جو تمھیں انجام دینا ہے۔

بنکاک میں تم اپنی حیثیت نمایاں کرو گے اور شیران کا کردار ادا کرو گے، یہ کردار صرف اس لیے منظرِ عام پر لایا جائے گا تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ شیران سلامن زندہ ہے، اس سے تنظیم کے کچھ بہترین مفادات وابستہ ہیں جن کی تفصیل تمھیں وہاں پہنچنے کے بعد معلوم ہو جائے گی۔ یہ مختصر تفصیل ہے اس سلسلے کی باریکیوں کے بارے میں تمھیں رپورٹیں فراہم کی جائیں گی اور وہ تمام تربیت بھی دی جائے گی جو اس مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری ہے، اب مجھے تمھارا جواب درکار ہے مسٹر وکٹر مارلوف، کیا تم بخوشی یہ کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہو؟"

"آپ خوشی کی بات کر رہے ہیں، مَیں تو اس کردار کو ادا کرنے کے لیے بے چین ہو گیا ہُوں، واقعی وہ شخصیت جس کا مجھے یہ کردار ادا کرنا ہے بے نظیر ہے اگر وہ مجھے مِل جائے تو مَیں ضرور اُس سے ملاقات کروں، دیکھوں تو سہی وہ کیسا انسان ہے، بلکہ آپ سے مجھے ایک سوال بھی کرنا ہے کہ کیا اس دوران میرا شیران سے ٹکراؤ ہونے کا امکان نہیں؟"

"اس کی خبر گیری تنظیم رکھے گی، تمھیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اگر وہ وہاں مِل گیا اور تنظیم نے مناسب سمجھا تو تمھاری اُس سے ملاقات بھی کرا دی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے آپ مجھے اِن تمام کاموں کے لیے آمادہ سمجھیے، مَیں اپنے تربیتی مراکز جلد از جلد پہنچ جانا چاہتا ہُوں۔" دکٹر مارلوف نے کہا۔

"گڈ ویری گڈ، یہ فارم پُر کر دیجیے، آپ کو بہت جلد اس سلسلے میں تفصیلات فراہم کر دی جائیں گی، اور ہر وہ ممکن تربیت دی جائے گی، جس کی آپ کو ضرورت ہو گی۔" ریکارڈ رُوم کے انچارج نے کہا اور اُس کے سامنے ایک فارم بڑھا دیا۔

*

مارلینو کے قائم کیے ہُوئے منشیات کے اڈے بخیر و خوبی کام کر رہے تھے۔ گرے پیرا اور میگنیشا اپنی پُوری ٹیم کے ساتھ ان کا انتظام سنبھالے ہُوئے تھے۔ کافی عرصے تک تو ان لوگوں کو انتشار کا شکار رہنا پڑا، جو چھوٹے چھوٹے لوگ منشیات کی سپلائی کا کام کرتے تھے، اُنھوں نے کافی شورش برپا کی تھی، لیکن شیران اپنی موجودگی میں ہی ان سب کو فنا کر گیا تھا اور اس کے بعد بنکاک میں کوئی بھی مارلینو کا مدِمقابل نہ رہا۔ ان اڈوں سے بہت بڑی آمدنی تھی مارلینو کو۔ گانگ ہُو کا مکمل نظام سنبھالنے کے لیے اُسے بہت سے کام کرنا پڑتے تھے، فطری طور پر وہ جرائم پیشہ نہیں

بلکہ سائنسدان تھا، اور اُسے اپنے سائنسی امور میں اتنا مصروف رہنا پڑتا تھا کہ دُوسرے کاموں کی طرف وہ پُوری طرح توجہ نہیں دے پاتا تھا اس لیے یہ اڈے اُس کے وجود کو قائم رکھنے کے لیے بہت بڑا کردار ادا کر رہے تھے۔ دُوسرے مالی وسائل بھی تھے جو کچھ اور ممالک میں پھیلے ہُوئے تھے، لیکن وہاں چونکہ مارلینو بذاتِ خود نگاہ نہیں رکھ سکتا تھا ہر چند کہ اُس نے اپنی صلاحیتیں بڑھائی تھیں، لیکن اِن صلاحیتوں میں تخریبی عنصر بہت کم تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مجرمانہ کام بخوبی نہیں انجام دے سکتا تھا، جب کہ دولت کے حصول کے لیے کوئی شریفانہ کام اتنا مؤثر ثابت نہیں ہوتا۔

چنانچہ شیران کی وجہ سے اُسے جو فائدہ حاصل ہُوا تھا اُسے وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا، شیران گم ہو گیا تھا اور مارلینو اُس کے لیے بے حد بے چین رہتا تھا، اُس نے اپنے تمام ذرائع استعمال کر ڈالے تھے، ہر وہ کوشش جو شیران کی تلاش کے لیے ممکن ہو سکتی تھی اُس نے کرائی تھی یہاں تک کہ جب شیران کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ وہ ہندوستان میں ہے، تو مارلینو نے اپنے کچھ نمائندوں کو وہاں بھیج دیا لیکن جب ایک پُورے ملک کی تنظیم شیران کو تلاش کرنے میں ناکام رہی، تو پھر بھلا یہ نمائندے اُسے کیسے پا سکتے تھے۔ چنانچہ اُسے چاروں طرف سے ناکامی کی اطلاع ملی تھی۔ اِس کے سینے میں اضطراب کی لہریں اُٹھتی تھیں، لیکن مجبوری تھی، اس سے زیادہ شیران کی تلاش کے لیے اور کیا کیا جا سکتا تھا، ویسے شیران درحقیقت مارلینو کے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا، اور مارلینو نے کبھی کسی اور سے اتنی زیادہ محبت نہیں کی تھی۔ بہت سی بار گریچر اور میگنیشا کے ساتھ بیٹھ کر اُس نے شیران کی تلاش کے پروگرام بنائے تھے لیکن اس کے کسی منصوبے کو کامیابی نصیب نہ ہُوئی، اُس کے نمائندے شیران کی تلاش میں ناکام رہے تھے۔

ان اڈوں پر پُرسکون انداز میں کام ہو رہا تھا لیکن اس شام یہاں پہلی بار کچھ انتشار پیدا ہُوا۔

وہ آٹھ آدمی تھے لمبے لمبے بالوں والے، مقامی نہیں تھے، شاید آوارہ گردوں سے تعلق رکھتے تھے، لیکن مالی طور پر مضبوط لوگ محسوس ہوتے تھے، مارلینو کے ایک اڈے پر اُنھوں نے ہنگامہ برپا کیا اور مارلینو کے پانچ آدمیوں کو ہلاک کر کے اس اڈے کی تمام منشیات لُوٹ لیں اور عام لوگوں میں تقسیم کر دیں، دُوسرے اڈوں پر جب یہ اطلاع پہنچی تو بہت سے افراد اِن کی تلاش میں نکل کھڑے ہُوئے، لیکن اُن کا کہیں پتہ نہ چل سکا۔ طویل عرصے کے بعد کوئی ایسا مدِّمقابل سامنے آیا تھا جس نے مارلینو کے کسی اڈے پر اس قسم کی تباہی مچانے کی کوشش کی تھی۔

بہر طور اڈہ دوبارہ آباد کر دیا گیا، لیکن اس واقعہ کے تیسرے ہی دِن پھر ایک اڈے پر وہ آٹھوں نظر آئے۔۔ وہ سب عمدہ قسم کی موٹر سائیکلوں پر سوار ہوتے تھے یہاں پہنچ کر اُنھوں نے اڈے کے انچارج سے رابطہ قائم کیا اور اُس سے کہا کہ یہاں جتنی منشیات موجود ہیں، اُنھیں آوارہ گردوں میں مُفت تقسیم کر دیا جائے۔!

ان آٹھوں آدمیوں کی شہرت پچھلے واقعہ سے ہو چکی تھی چنانچہ اس اڈے کے انچارج نے چالاکی سے کام لیتے ہُوئے اُن سے کہا کہ منشیات کے ذخیرے موجود ہیں وہ اپنے ہاتھوں سے اُنھیں تقسیم کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اُس نے دُوسرے اڈوں سے خفیہ طور پر مدد منگوائی اور تھوڑی دیر کے بعد ہی اس جگہ میدانِ کارزار گرم ہو گیا۔ دو گھنٹے تک زبردست فائرنگ ہُوئی جس کے نتیجے میں بے شمار آدمی ہلاک ہُوئے، اِن میں بے قصور آوارہ گرد بھی شامل تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہاں پولیس پہنچ گئی اور اُس نے اڈے پر موجود تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ مارلینو کا ایک اور اڈہ تباہ ہو چکا تھا۔

پولیس سے باقی معاملات جس قسم کے بھی چلتے ہوں لیکن کم از کم اس قسم کی بدنظمی پولیس برداشت نہیں کر سکتی تھی، ان آٹھوں آدمیوں کے خلاف بھی مقدمہ درج کر لیا گیا تھا۔ پانچ دن خاموشی رہی، چھٹے دِن ایک تیسرے اڈے پر وہ آٹھوں نظر آئے۔

گریچر اور میگنیشا نے تمام رپورٹیں مارلینو کو روانہ کر دی تھیں اور مارلینو نے اس سلسلے میں کچھ خاص احکامات دیے تھے جن کے تحت اِن راستوں کی نگرانی کی جانے لگی جو اڈوں کی سمت آتے تھے چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہاں سے گریچر اور میگنیشا کو یہ اطلاع موصول ہو گئی کہ وہ آٹھوں موٹر سائیکل سوار یہاں نظر آئے ہیں۔

ابتدائی کارروائی کے طور پر اڈوں پر تعینات لوگوں نے اُنھیں روکا۔ تین آدمی تھے جنھوں نے باقاعدہ اُن سے مقابلہ شروع کیا لیکن یہ تین کتنی دیر کے تھے، آٹھوں موٹر سائیکل سواروں نے اُنھیں ہلاک کر دیا اور پھر وہ آگے بڑھ کر اس عمارت کے

نزدیک پہنچ گئے جو منشیات کی سپلائی کے لیے وہاں تعمیر کی گئی تھی۔

عمارت کے دروازے سے وہ اندر داخل ہونے ہی والے تھے کہ کسی طرف سے ایک آدمی نے آ کر اُن کا راستہ روک لیا۔ آٹھوں آدمی خونخوار نگاہوں سے اُسے گھُورنے لگے، پھر اُنھوں نے کوئی بات کیے بغیر آگے بڑھ کر اُس پر حملہ کر دیا۔

بہت سے لوگ اطراف میں جمع ہو گئے تھے، خود اڈے کا انچارج بھی باہر نکل آیا تھا اور پھر اُس نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا، راستہ روکنے والے شخص نے اُن سے جنگ شروع کر دی تھی، ذرا سی دیر میں اُس نے اِن میں سے دو کو ٹھکانے لگا دیا۔ اُس کے زبردست گھونسوں نے اُنھیں زمین چٹائی اور اس کے بعد اُس نے پیروں کی ٹھوکروں سے مارنا شروع کر دیا۔ باقی چھ بھی اس پر حملہ آور تھے، لیکن اُس نے اِن سب کی اس طرح مرمت کی کہ اُنھیں بھاگتے ہی بن پڑی، وہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔ ان دونوں آدمیوں نے تھوڑی ہی دیر میں دَم توڑ دیا تھا، جو اس شخص کے ہاتھوں پٹے تھے۔

اُس نے اڈے کے انچارج کو ہدایت کی کہ فوراً اِن لاشوں کو یہاں سے غائب کر دیا جائے، تاکہ اگر پولیس یہاں پہنچے، تو اُسے کچھ نہ مل سکے۔

اِس بات کی اطلاع گریچر کو ملی تو وہ حیران رہ گیا۔ اُس نے اڈے کے انچارج سے اس شخص کا حُلیہ پُوچھا تو بُری طرح اُچھل پڑا۔ کیونکہ یہ حُلیہ شیران کے حُلیے سے مختلف نہیں تھا۔ گریچر نے میگنیشا کو اس بارے میں اطلاع دی اور میگنیشا بھی ششدر رہ گئی لیکن ابھی اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی تھی چنانچہ تین چار دِن کے بعد جب ایک اور اڈے پر وہ چھ موٹر سائیکل سوار نظر آئے اور وہاں بھی شیران نے اُن کا راستہ روکا اور ان میں سے مزید تین کو ہلاک کر دیا تو گریچر اور میگنیشا چونکے بغیر نہ رہ سکے، کیونکہ اس اڈے کا انچارج، مارلینو کا قدیم ملازم تھا اور شیران کو بخوبی پہچانتا تھا۔ اُس نے اطلاع دی کہ اُس نے اپنی آنکھوں سے شیران کو دیکھا ہے، اُس کے لڑنے کا انداز بھی وہی تھا اور اُس کی وحشیانہ قوت بھی وہی تھی۔

یہ تینوں لاشیں بھی غائب کر دی گئی تھیں۔ اس کے بعد اِن تینوں آدمیوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا، جو بچ گئے تھے۔

کافی دِن تک گریچر اور میگنیشا اِن اڈوں پر مارے مارے پھرتے رہے، جہاں ابھی تک تباہی نہیں پھیلی تھی، لیکن وہاں اُنھیں شیران نظر نہیں آیا۔

پھر ایک دِن دوپہر کے وقت ایک بھری پُری سڑک پر گولیاں چلنے لگیں، وہ تین موٹر سائیکل سوار تھے جن کے بال لمبے لمبے تھے اور اپنے سُرخ چہروں کی وجہ سے وہ کسی یورپی ملک کے باشندے نظر آتے تھے، پولیس نے سڑک کی ناکہ بندی کر دی، اور لڑنے والوں کو روکنے کی کوشش کی۔ پولیس نے اس شخص کو بھی دیکھ لیا تھا جو اِن تینوں سے بھڑا ہُوا تھا، یہ ایک سُرخ و سفید قبائلی تھا۔ آن کی آن میں اس جنگ کا فیصلہ ہو گیا، قبائلی نے اِن تینوں کو ہلاک کر دیا تھا اور اس کے بعد وہ انتہائی کامیابی سے وہاں سے فرار ہو گیا۔

بھری پُری سڑک پر تین غیر ملکیوں کا قتل معمولی بات نہیں تھی، پولیس کافی تگ و دو کر رہی تھی۔ اِس شخص کا حُلیہ نوٹ کر لیا گیا تھا جس کی ان تینوں سے جنگ ہُوئی تھی اور جب اس حُلیے کو پولیس ہیڈکوارٹر میں ریکارڈ فائل میں چیک کیا گیا تو پتہ چلا کہ یہ قبائلی پہلے بھی یہاں بہت سی وارداتیں کر چکا ہے، اُس نے ایک پولیس سارجنٹ کو ہلاک کیا تھا، ایک ہوٹل میں زبردست ہنگامہ کیا تھا، بہت سے کیس اُس کے نام سے منسوب تھے، چنانچہ اُس کا حُلیہ اخبارات میں شائع کر دیا گیا اور اُس کے بارے میں تفصیلی معلومات طلب کر لی گئیں، سب کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ اس شخص کو جہاں بھی دیکھا جائے اُس کے بارے میں فوراً اطلاع دی جائے، یہ آدمی بہت خطرناک ہے۔

یہ تمام تفصیلات اخبارات کے ذریعے گریچر اور میگنیشا نے بھی پڑھیں اور اُنھیں اس بات میں اب کوئی شک نہ رہا، کہ شیران کسی نہ کسی طرح واپس آ گیا ہے۔

چنانچہ اسی دن مارلینو سے رابطہ قائم کیا گیا۔۔۔ مارلینو گاٹنگ ہوم میں ہی تھا اور حسبِ معمول اپنے کام انجام دے رہا تھا۔ گریچر اور میگنیشا ٹرانسمیٹر مشین کے پاس موجود تھے، جب دُوسری طرف سے مارلینو کی آواز سُنائی دی اور گریچر نے رسمی گفتگو کے بعد کہا "مسٹر مارلینو، شیران کے بنکاک واپسی کے نشانات مل رہے ہیں۔ میں پہلے بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ پہلے بھی کچھ واقعات ایسے ہُوئے ہیں، جن سے شیران کی یہاں آمد کا اشارہ ملا ہے، لیکن اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ وہ یہاں واپس آ چکا ہے۔"

"اگر وہ واپس آ چکا ہے تو اُس نے تم لوگوں سے ملاقات کیوں نہیں کی؟" مارلینو نے تمام تفصیلات سُننے کے بعد کہا۔

"ممکن ہے اُس نے مناسب نہ سمجھا ہو، ویسے آپ جانتے ہیں سر کہ وہ موڈی آدمی ہے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا، البتہ اُس نے ہمارے منشیات کے اڈوں پر جو کام کیا ہے، اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ وہ شیران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، اُس نے بالآخر ان آٹھوں آدمیوں کو قتل کر دیا، جو ہمارے لیے مصیبت بنے ہوئے تھے۔ اگر وہ مقامی لوگ ہوتے جناب، تو یقیناً ہم باآسانی اُن سے نمٹ سکتے تھے لیکن یہ آٹھوں جلاوے تھے اور اُنھوں نے ہمارے دو اڈوں کو شدید نقصان پہنچایا تھا۔ شیران ہی ایک ایسی شخصیت ہے جناب جو اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ تمام اڈے اُس کے قائم کیے ہوئے ہیں، مجھے یقین ہے جناب کہ شیران کے علاوہ اور کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جس نے یہ کام انجام دیا ہو اور پھر پولیس نے اخبارات میں جو تفصیلات شائع کی ہیں اُن سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شیران ہی ہے۔"

"ہوں، تو پھر انتظار کرو، ممکن ہے اِن حالات میں وہ تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے۔"

"بہت بہتر جناب، اور اگر وہ ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کرے تو کیا ہم اُن سے ملاقات کر سکتے ہیں؟"

"یقیناً اس میں کیا ہرج ہے، تم مکمل طور پر اُس کے لیے مصروفِ عمل ہو جاؤ، دیوانہ آدمی ہے پولیس کی پروا نہیں کرے گا، لیکن بہر طور پولیس سے بھڑنا اچھی بات نہیں ہوتی، یُوں بھی قانون کو ہاتھ میں لینے سے بچنا چاہیئے۔ سارے معاملات برداشت کیے جا سکتے ہیں لیکن غیر قانونی حرکات قانون کی نگاہ میں ناقابلِ برداشت ہوں گی اور ممکن ہے اس طرح شیران کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"بہت بہتر ہم اپنی پُوری کوششیں اس بات پر صرف کر دیں گے کہ اس کے بارے میں اندازہ لگا لیں۔" گریبر نے کہا اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ گریبر میگنیشا کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور میگنیشا پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہی تھی پھر اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔ "پتہ نہیں کیوں دِل اندر سے گواہی نہیں دیتا، شیران اگر اتنے عرصے کے بعد یہاں واپس آیا تھا تو ہم سے ملاقات کرنے کی کوشش ضرور کرتا، کیا آپ کو یاد نہیں ہے مسٹر گریبر کہ تھوڑے عرصے پہلے شیران کی لاش کی نمائش کی گئی تھی اور اُس کے بعد سدھاشی کو اغوا کر لیا گیا تھا، کیا یہ سب کچھ ہمارے علم میں نہیں ہے۔" میگنیشا نے کہا۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو، جو کہنا ہے صاف صاف کہو۔" گریبر بولا۔

"بہت صاف بات ہے، میرے خیال کے مطابق یہ بھی کوئی نقلی شیران ہی ہے۔"

"تم کس بُنیاد پر کہہ رہی ہو؟ پہلے تو صرف اس کی لاش کی نمائش کی گئی تھی جو ایک آسان کام تھا لیکن اب شیران کی فطرت کی نمائندگی ہو رہی ہے اور ہم اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔" گریبر نے کہا اور میگنیشا گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

*

ایڈنا ڈمیل کو شیران سے اس بات کی اُمید نہیں تھی کہ وہ اِتنا تعاون کرنے والا ثابت ہو گا۔ شیران کی فطرت کو تو اُس نے قدم قدم پر دیکھا تھا، وہ وحشیانہ فطرت کا مالک تھا، جنگ جُوئی اور تُند خوئی اُس کی رگ رگ میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہُوئی تھی، کسی بھی عورت سے وہ کبھی متاثر نہیں ہوتا تھا، اس کا اندازہ ایڈنا ڈمیل کو ایلا کی شکل میں ہو گیا تھا جبکہ تنہائی تھی اور وہ شیران کے قبضے میں تھی۔ یہ دُوسری بات ہے کہ اس کی حیثیت دُوسری تھی اور شیران اس حیثیت سے بھی متاثر ہو گیا تھا۔ اُسے خیال تھا کہ جہاں شیران اپنی فطرت کو دبتا ہوا دیکھے گا وہاں اُس سے ضرور انحراف کرے گا، لیکن اس کی زندگی میں شامل ہونے کے بعد کچھ یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے شیران کی اپنی کوئی ذات ہی نہ رہی ہو۔ وہ ایک انتہائی تعاون کرنے والا مرد ثابت ہُوا تھا۔ بہر طور ایڈنا ڈمیل جیسی عورت کے لیے یہ کام مشکل نہیں تھا کہ وہ جاپان سے نکل آتی۔ بہر طور وہاں اُس نے مختلف ذرائع سے کام لے کر اپنے لیے فوری تیاریاں کر لیں اور ایک بار پھر تنظیم کے چنگل سے بچ نکلی۔ اُسے یقین تھا کہ وہ دُوسرا آدمی جو تنظیم کے ایک رُکن پیری پاؤل کو اس کے بارے میں اطلاع دینے گیا تھا، یقینی طور پر اپنی کاوشوں میں کامیاب ہو گیا ہو گا اور اس کے بعد جب اُس نے اپنے ساتھی کی لاش دیکھی ہو گی تو اُسے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اُس کا قاتل کون ہے۔ ممکن ہے مسٹر پیری پاؤل کو بھی اس بات کا شبہ ہو گیا ہو کہ موفی مارون کے میک اپ میں خود ایڈنا ڈمیل موجود ہے کیونکہ شیران بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ اس طرح کم از کم تنظیم کو اس بات کا علم ہو گیا ہو گا کہ اب ایڈنا ڈمیل اور شیران مل بیٹھے ہیں، یہ دُوسری بات ہے کہ وہ نہیں جانتے ہوں گے کہ ایڈنا ڈمیل نے کس طرح شیران کو اپنے قابو میں کیا ہے۔

ایران میں تقریباً ڈیڑھ سال اُنھوں نے نہایت خوش اسلوبی سے گزارا تھا، یہاں اُنھوں نے اپنی رہائش کے لیے ایک مکان خرید لیا تھا اور اس جگہ وہ بڑے سکون کی زندگی گزار رہے تھے، اُنھوں نے ایران کا چپّہ چپّہ دیکھ ڈالا تھا، سیر و سیاحت کے علاوہ اُن کی زندگی میں اب کچھ نہیں تھا، ہر جگہ دلچسپیاں ہی دلچسپیاں بکھری ہُوئی تھیں۔ اس دوران شیران نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی جو ایڈنا ڈمیل کے لیے پریشانی کا باعث بنتی، وہ تو بس ایڈنا ڈمیل کی معیت میں گُم رہتا تھا، اُس نے ایک بار بڑے مسرور لہجے میں کہا تھا۔ "یُوں لگتا ہے جیسے اب تک کی زندگی بے مقصد گزری ہو، درحقیقت کائنات کی سب سے حسین شئے عورت ہے اور تو جانتی ہے کیلاشی، بلکہ میں تجھے بتا چکا ہُوں کہ عورت کبھی بھی میرے ہاتھ کی گرفت سے دُور نہیں رہی لیکن میرے ذہن میں ایک مقصد تھا، میرا خیال تھا کہ جو بھی عورت میری زندگی میں میری بن کر آئے گی، وہ میری پسند کے مطابق ہو گی، لیکن ابھی تک تُو نے مجھے بیٹا نہیں دیا۔" ایسے موقعوں پر ایڈنا ڈمیل صرف مُسکرا کر رہ جاتی تھی۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ وہ اپنے آپ میں بڑی تبدیلیاں پا رہی تھی، شیران کی نگہداشت وہ اس طرح کرتی جیسے کوئی محبوبہ اپنے محبوب کی کرتی ہے، اُسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہ ایڈنا ڈمیل ہے جو اتنی بڑی تنظیم سے منسلک تھی، بلکہ یہی لگتا تھا جیسے اُس نے اب تک کا وقت شیران جیسے ساتھی کی تلاش میں گزارا ہو۔

ڈیڑھ سال کے بعد اُن کا دِل ایران سے اُکتا گیا تو وہ یہاں سے چل پڑے، اس دوران تنظیم کی طرف سے کوئی ایسی شخصیت سامنے نہیں آئی تھی جس سے ایڈنا ڈمیل کو خطرہ ہوتا، ویسے بھی اُس نے ایران آ کر سب سے پہلا کام یہ کیا تھا کہ اپنے چہرے کا میک اپ بدل لیا تھا، اُس نے یہ کام ضرورت کے تحت کیا تھا اور اس کے لیے شیران سے اجازت لے لی تھی۔ شیران نے اُسے بخوشی اجازت دیتے ہُوئے کہا تھا کہ وہ تو اُس کی ذات سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اس کے خدوخال کیسے ہی ہوں اُسے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔

ایڈنا ڈمیل جب بھی شیران کی فطرت پر غور کرتی اسے اپنے دِل میں ایک خلا کا سا احساس ضرور ہوتا تھا۔ وہ یہ کہ کاش وہ اپنی اصلی شکل میں شیران کے لیے قابلِ قبول ہوتی۔ میک اپ کرنے میں وہ ماہر تھی اور جانتی تھی کہ جو میک اپ اُس نے کیا ہے اُسے سمجھ لینا کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اپنے دِل کے خلا کو وہ کبھی پُر نہ کر سکی تھی، وہ جانتی تھی کہ وہ اُدھار میں چل رہی ہے اور اگر شیران کو یہ علم ہو جائے کہ وہ کیلاشی یا موفی مارون کی بہن نہیں ہے بلکہ اُس کی دُشمن ایڈنا ڈمیل ہے تو اس وقت نہ جانے اس کا ردِّ عمل کیا ہو، ممکن ہے وہ وحشی پھر سے وحشی بن جائے اور اپنی تمام عنایتیں ختم کر ڈالے چنانچہ وہ کبھی یہ خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی کہ شیران کے سامنے اپنی اصل شکل میں آ جائے۔

ایران میں اُنھوں نے جتنا وقت گزارا تھا، دوسری شکل میں ہی گزارا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ تنظیم کے کسی رُکن کی نگاہ اُن پر نہیں پڑ سکی تھی ورنہ ایڈنا ڈمیل کے علاوہ کون یہ بات جان سکتا تھا کہ تنظیم کے نمائندے دُنیا کے کون سے مُلک میں موجود نہیں ہیں۔

ڈیڑھ سال کے بعد اُنھوں نے ایران چھوڑ دیا اور اس بار اُن کا مسکن نیوزی لینڈ تھا۔ قدیم لوگوں کا یہ قدیم ملک ایڈنا ڈمیل کو خاصا پسند آیا تھا۔ وہ یہاں کی دلچسپیوں میں گم ہو کر رہ گئے۔ پُرانا نیوزی لینڈ اب بھی ایک حصے میں آباد تھا۔

نیوزی لینڈ کی کہانی بھی عجیب تھی۔ بحرالکاہل کے جنوبی سمندروں کی لہروں کے درمیان دو بڑے شمالی اور جنوبی اور چند چھوٹے چھوٹے جزیروں پر مشتمل

بہر حال نیوزی لینڈ کی دلچسپیوں میں یہ لوگ کم ہو گئے اور اس مُلک کے چھوٹے چھوٹے جزیروں کی سیر و تفریح کرتے رہے، اُنھیں وہاں کے رسم و رواج سے بڑی دلچسپی محسوس ہوتی تھی اور ایڈنا ڈمیل اپنے تفریح کے لمحات اِنہی کے درمیان گزارتی تھی۔

بہر طور شیران کو بھی ان لوگوں کا طرزِ زندگی خاصا پسند آیا تھا اور اس طرح اُنھوں نے نیوزی لینڈ میں تقریباً تین سال گزار دیے۔ زندگی کے طویل لمحات گزرتے جا رہے تھے، لیکن شیران اولاد سے محروم تھا۔ اس سلسلے میں بارہا وہ ایڈنا ڈمیل سے گفتگو کر چکا تھا، ہر چند کہ ایڈنا ڈمیل نے اُسے بہلانے کی کوشش کی تھی اور کہا تھا کہ یہ سب کچھ تو وقتی چیزیں ہیں زندگی کی جو دلچسپیاں اُنھیں آپس میں ایک دُوسرے سے ملے جُلے رہنے سے حاصل ہو رہی ہیں وہ کسی تیسری شخصیت سے نہیں حاصل ہو سکتیں۔ شیران ایسے موقعوں پر کسی سوچ میں ڈوب جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اِس طرح اس کا نام روشن نہیں ہو سکے گا۔ اُسے ہر قیمت پر اولاد کی ضرورت ہے جو شیران کا اپنا رُوپ اختیار کر لے۔ اُس کی یہ باتیں سُن کر ایڈنا ڈمیل خاموش ہو جاتی تھی، اُس نے ہر ممکن ذرائع سے یہ کوشش کی تھی کہ شیران کی یہ خواہش پُوری کر دے۔ ... اور ایسی کوئی پیچیدگی نہیں تھی جس سے اُن کے ہاں اولاد نہ ہوتی، لیکن شاید اولاد اُن کی تقدیر میں ہی نہیں تھی۔

نیوزی لینڈ، پھر سوئٹزرلینڈ، اس کے بعد ناروے اور ناروے سے وہ امریکہ پہنچ گئے۔ امریکہ میں اُنھوں نے اپنی رہائش کے لیے معقول بندوبست کیا، یہاں وہ ایک سیاح کی حیثیت سے آئے تھے، ویسے بھی اُن کے پاس کسی خاص مُلک کی شہریت نہیں تھی، لیکن کچھ ایسے خصوصی ذرائع اُنھوں نے حاصل کر لیے تھے جس کے تحت وہ کسی بھی ملک میں زیادہ سے زیادہ وقت گزار سکتے تھے۔

اُنھوں نے امریکہ کی تمام ریاستیں دیکھنے کا پروگرام بنایا تھا اور پھر اپنے اس پروگرام پر اُنھوں نے عملدر آمد شروع کر دیا۔ یہاں کی زندگی بھی شیران کو بے حد پسند آئی تھی اور اُس نے اِس بات کا اظہار کیا تھا کہ یہاں وہ ایک طویل عرصہ قیام کرے گا اِن لوگوں کے لیے دولت کا حصول کوئی مشکل کام نہیں تھا... اِنتہائی شاہانہ انداز میں ہر جگہ خرچ کرتے تھے۔ ایڈنا ڈمیل نے وکٹر مورلے کو قتل کرنے کے بعد جو عظیم الشان دولت حاصل کی تھی، ابھی اُس کا ایک بڑا حصہ اُس کے پاس باقی تھا، یہ رقم اب بھی اِتنی تھی کہ وہ کافی آرام سے کافی عرصہ گزارا کر سکتے تھے، اِس کے باوجود دولت کا حصول اِن دونوں کے لیے مُشکل نہیں تھا، چنانچہ اِس طرف سے اُنھیں اطمینان تھا۔ امریکہ جیسی مہنگی جگہ پر وہ انتہائی صبر و سکون سے اپنے اخراجات پُورے کر رہے تھے، اور اِس سلسلے میں اُنھیں کوئی دقت کبھی پیش نہیں آئی تھی۔

بارہا شیران نے ایڈنا ڈمیل سے اس موضوع پر گفتگو کی تھی اور کہا تھا کہ مزید رقم حاصل کرنے کے لیے کوئی کام سوچا جائے لیکن ایڈنا نے مُسکراتے ہُوئے کہا تھا: "نہ تم ابھی بُوڑھے ہُوئے ہو اور نہ میں۔ ہمارے لیے رقم حاصل کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے تم اگر میری صلاحیتوں کو آزمانا چاہتے ہو تو مجھے بتاؤ، فوری طور پر کتنی رقم کا بندوبست کر دوں؟"

شیران اُس کی اس بات پر ہنس پڑا تھا پھر اُس نے کہا: "مرد میں ہُوں تو نہیں کیلاشی یہ کام تیرا نہیں ہے، ہو سکتا ہے تُو بہترین صلاحیتوں کی مالک ہو کیونکہ تو موتی مارون کی بہن ہے۔ لیکن اگر تُو یہ الفاظ شیران سے کہتی ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ابھی شیران کی زندگی کے کچھ ایسے حصّے ہیں جن سے تُو واقف نہیں ہے۔"

"نہیں شیران میں تم سے بہت اچھی طرح واقف ہُوں، میں جانتی ہُوں کہ یہ سب کچھ تمھارے لیے مشکل نہیں ہوگا لیکن میں تمھیں اِتنا چاہتی ہُوں کہ میری خواہش ہے کہ کبھی تمھیں کچھ نہ کرنے دُوں۔ تم آرام سے زندگی بسر کرو، جو کچھ میرے پاس موجود ہے وہ اتنا ہے کہ ابھی ایک طویل عرصے تک ہمیں رقم کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

شیران خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا، تو ایڈنا ڈمیل بولی: "کیوں کیا سوچنے لگے؟"

"یہ سب کچھ تو ٹھیک ہے کیلاشی، لیکن میری وہ خواہش پُوری نہیں ہُوئی، میں اپنے اندر عجیب سی تبدیلیاں محسوس کرتا ہُوں، تُو نے دیکھا میں نے اِن دنوں کتنے سکون سے زندگی بسر کی ہے، میں نے اپنی وہ تمام تفریحات بھی ترک کر دی ہیں جن کا میں رسیا تھا، سیر و شکار کا مجھے اس دوران موقع ہی نہ مِلا، اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے اِس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی، تیری موجودگی مجھے تمام چیزوں سے بے نیاز کیے ہُوئے ہے لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ شیران اپنے وجود میں سو گیا، بس میں اِن تبدیلیوں کا اعتراف کرتا ہُوں، لیکن ان کا کوئی نتیجہ نہیں نِکلا، مجھے میری منزل نہیں مِلی، میں ایک بیٹا چاہتا ہُوں اور میں چاہتا تھا کہ جب وہ میرے کندھے کے برابر پہنچ جاتے تو زندگی میں ایک بار صرف اُسے لے کر اپنے وطن واپس جاؤں۔ تراب زان میرا قبیلہ ہے، آج بھی اُس کی یاد میرے دِل میں چٹکیاں لیتی ہے، میں سوچتا ہُوں کہ جب میں اپنے بیٹے کو لے کر تراب زان میں داخل ہوں گا تو میرے جاننے والے حیران رہ جائیں گے، میں جانتا ہُوں کیلاشی کہ شیران کی کہانی تراب زان کی وادیوں میں کبھی گم نہیں ہوگی، شیران وہاں ہمیشہ زندہ رہے گا اور پھر میرے بہت سے دُشمن بھی ہیں جن کا حساب میں اپنے بیٹے کے ساتھ مِل کر چُکانا چاہتا تھا لیکن یہ سب کچھ نہیں ہُوا۔"

ایڈنا ڈمیل گردن جُھکا کر کسی سوچ میں ڈُوب گئی، اُس نے بے بسی کی نگاہوں سے شیران کو دیکھا اور کچھ آزردہ سی نظر آنے لگی۔

تب شیران نے ہنس کر کہا: "ارے نہیں نہیں، تو اُداس مت ہو کیلاشی، میں تجھے افسردہ نہیں دیکھنا چاہتا اور پھر ابھی کونسا وقت گزر رہا ہے، ابھی تو ہم طویل عرصے تک جوان رہیں گے۔" وہ ایسے موقعوں پر ایڈنا ڈمیل کو بہلانے کی کوشش کرتا تھا۔ بہرطور اسی طرح وقت گزرتا رہا۔

اِن دنوں وہ لاس اینجلز میں تھے، لاس اینجلز کا مشینی شہر ان کی نگاہوں کے سامنے تھا، نزدیک ہی ہالی وُڈ تھا اور وہ کئی بار وہاں کا چکر لگا چکے تھے۔ یہاں اُنھوں نے ایک اعلیٰ پائے کے ہوٹل میں قیام کیا تھا، امریکہ کی مہنگی زندگی میں یہ ہوٹل بھی انتہائی مہنگا تھا، لیکن وہ دونوں بے حد خوش تھے، ایڈنا ڈمیل کو اپنی موجودہ زندگی میں ایک اعتماد حاصل ہو چکا تھا اور وہ یہ یقین کر بیٹھی تھی کہ

شیران کا اِس کی زندگی سے اِتنا گہرا تعلق ہے کہ اِن دونوں میں کبھی جُدائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اس شام وہ مارک گلاسے نامی ہوٹل کے ایک فلور پر بیٹھے ہُوئے اسنیک سے شغل کر رہے تھے کہ ایڈنا ڈمیل کو وہاں ایک شکل نظر آئی، ایک ایسی شکل جسے دیکھ کر وہ چونک پڑی۔

یہ اُس کا ایک قدیم شناسا تھا اور اُس کا نام جیکارڈ تھا، جیکارڈ امریکہ میں ایک خوفناک شخصیت کی حیثیت سے مشہور تھا، اور بارہا وہ ایڈنا ڈمیل کے لیے کام کر چُکا تھا۔ تنظیم کی طرف سے ایک بار ہدایت کی گئی تھی کہ وہ جیکارڈ سے رابطہ قائم کرے، لیکن جیکارڈ نے اپنے طور پر تنظیم کے لیے کام کرنے سے منع کر دیا تھا۔ تب ایڈنا ڈمیل نے اس سے ذاتی طور پر تعلقات بڑھائے تھے اور ذاتی تعلقات کی بنا پر جیکارڈ اس کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

جیکارڈ کے ساتھ ایڈنا ڈمیل کا جو وقت گزرا تھا وہ اِتنا دِلچسپ تھا اور اُس سے ایسے ایسے واقعات منسوب تھے کہ اس وقت بھی ایڈنا ڈمیل کے ذہن میں جیکارڈ سے ملاقات کی خواہش جاگے بغیر نہ رہ سکی۔

شیران ہر طرح سے قابلِ اعتماد ساتھی تھا، کسی بھی سلسلے میں وہ ضرورت سے زیادہ چھان بین نہیں کرتا تھا بس ایڈنا کو خود ہی اس کا احساس ہوتا تھا کہ شیران کسی مسئلے میں اس کی طرف سے شُبہے کا شکار نہ ہو جائے، لیکن آج تک تو کوئی ایسی بات نہیں ہُوئی تھی، چنانچہ اُس نے شیران کی طرف جُھک کر کہا: "ڈیئر ایک ایسی شکل مجھے نظر آگئی ہے، جسے میں نے طویل عرصے کے بعد دیکھا ہے، اس کے بارے میں تفصیلات تو بعد میں بتاؤں گی، اگر تم اجازت دو تو چند لمحات کے لیے اُس سے ملاقات کر لوں؟"

شیران نے لاپروائی سے گردن ہلاتے ہُوئے کہا: "ٹھیک ہے کیلاشی، مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے... اگر تمھاری کوئی شناسا شخصیت تمھارے سامنے آ ہی گئی ہے تو تم اس سے ملاقات کر لو۔!"

ایڈنا اپنی جگہ سے اُٹھ گئی، درحقیقت شیران کو اِس بات پر کوئی اعتراض نہیں تھا، اب وہ اِن تمام معاملات سے بہت دُور ہٹ گیا تھا۔ ایڈنا آہستہ آہستہ چلتی ہُوئی جیکارڈ کی میز کے پاس پہنچ گئی۔!

خونخوار شکل کے اِنسان نے گردن اُٹھا کر اُسے دیکھا اور پھر اُس کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات اُبھر آئے۔

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہُوں؟" ایڈنا نے سوال کیا۔ جیکارڈ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، وہ ایڈنا کو گھُورتا رہا تب ایڈنا نے کہا: "میں جانتی ہُوں بڑے آدمی کہ تم عام لوگوں کی قُربت پسند نہیں کرتے، لیکن سُنو میں بھی عام شخصیت کی مالک نہیں ہُوں۔"

"مجھے جانتی ہو؟" جیکارڈ نے سخت لہجے میں پُوچھا۔

"ہاں۔" ایڈنا ڈمیل پُر اعتماد انداز میں بولی۔ "خُوب بہت خُوب، کیا نام ہے میرا؟" جیکارڈ کا انداز اب بھی سخت ہی تھا۔

"مسٹر جیکارڈ۔" ایڈنا ڈمیل نے مُسکراتے ہُوئے کہا اور بے تکلفی سے کُرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"لڑکی، جیکارڈ اپنے عام قسم کے شناساؤں کو کبھی اتنی اہمیت نہیں دیتا کہ وہ بے تکلفی سے کُرسی گھسیٹ کر اُس کے سامنے بیٹھ جائیں۔ تم نے ایک ایسی حماقت کی ہے جس کی تمھیں سخت سزا بھی مِل سکتی ہے، لیکن فوراً اپنے بارے میں تفصیل بتا دو تاکہ تمھاری جاں بخشی کر دی جائے۔"

"اور تم بھی جب میرے بارے میں جان جاؤ گے جیکارڈ تو تمھیں اپنے اِن الفاظ پر ضرور شرمندگی ہوگی۔" ایڈنا ڈمیل نے کہا۔

جیکارڈ کسی قدر متحیّر نظر آنے لگا تھا پھر اُس نے بھاری لہجے میں کہا: "ہندوستانی۔ تمھارے خدوخال یہی بتاتے ہیں۔"

"خدوخال ہی تمھیں دھوکا دے رہے ہیں، ورنہ شاید تم ایسی گفتگو نہ کرتے۔"

"اوہو! اوہو تو پھر مجھے بتاؤ، تم کون ہو کیا ہو؟ میں بہت زیادہ صبر کرنے کا عادی نہیں ہُوں۔"

"میں جانتی ہُوں جیکارڈ کو۔ میرا نام ایڈنا ڈمیل ہے۔"

"کیا۔" جیکارڈ اُچھل پڑا، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایڈنا کو دیکھ رہا تھا، پھر اُس نے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر ٹکاتے اور کُرسی سے تھوڑا اُٹھ کر خم ہوتے ہُوئے بولا: "اگر آپ درست کہہ رہی ہیں میڈم تو پھر تو واقعی آپ نے جیکارڈ کو بُری طرح شرمندہ کر دیا ہے لیکن آپ کے خدوخال؟"

"اصلی نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میک اَپ میں ہُوں مسٹر جیکارڈ، یہ آپ بُوڑھوں کے سے انداز میں کیوں سوچنے لگے ہیں؟"

"اوہ نہیں نہیں، میں واقعی شرمندہ ہُوں ڈیئر ایڈنا لیکن سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس طرح اس شکل میں سامنے آ جاؤ گی۔ بارہا میں نے تمھارے بارے میں سوچا، لیکن بس مصروف

زندگی میں ایسا کوئی وقت نہیں نکال سکا، جس میں تم سے ملاقات کر لیتا۔ لیکن تم نے دیکھا کہ یہ نام میرے ذہن سے کس طرح چپکا ہوا ہے، میں نے تمہارے صرف ایک دفعہ کہنے سے تمہیں پہچان لیا!"

"شکریہ مسٹر جیکارڈ، ویسے بھی ہم اتنا عمدہ وقت ساتھ گزار چکے ہیں کہ اُسے بھولا نہیں جا سکتا!"

"ہاں بالکل بالکل، میں تمہارے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کو اپنی زندگی کے شاندار لمحات قرار دیتا ہوں، اور اس دوران جو مہم ہم نے سر کی تھی وہ تو ابھی تک میرے ذہن میں محفوظ ہے، تمہیں یاد ہے میڈم جب ہم نے تیل کے عظیم الشان ذخیرے تباہ کیے تھے، ماہ کئی مہینوں تک ان علاقوں میں آگ لگی رہی تھی اور لوگ ان شخصیتوں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے، جنہوں نے یہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا تھا۔ آج بھی حکومت امریکا کے ریکارڈ میں یہ واقعہ محفوظ ہوگا اور اگر کہیں سے اُسے یہ اطلاع مل جائے کہ ان واقعات کے ذمّے دار دونوں افراد اس وقت ایک میز پر بیٹھے ہوئے ہیں، تو جانتی ہو، اس وقت کیا ہو جائے۔ میرا خیال ہے حکومت امریکا اس پورے ہوٹل کو بم سے اڑانے سے دریغ نہ کرے۔" جیکارڈ نے کہا اور ہنس پڑا۔ ایڈنا بھی مسکرانے لگی تھی۔

"ہاں مسٹر جیکارڈ اور اس وقت جو دوسرے دلچسپ واقعات پیش آئے تھے، مثلاً وہ دوسرے غیر ملکی جاسوس، جو مصیبت کا شکار ہو گئے تھے اور جن کے خلاف ہم نے ایک ایسی سازش کی تھی کہ وہی وقتی طور پر اس کے ذمّے دار قرار دے دیے گئے تھے، پھر ان کے ساتھ کیا ہوا یہ معلوم نہ ہو سکا۔"

"مجھے معلوم ہے، بعد میں اُن لوگوں کی پوزیشن صاف ہو گئی تھی لیکن اس وقت جب ان میں سے تین ہلاک ہو چکے تھے۔" جیکارڈ نے جواب دیا اور پھر ایڈنا ڈمپل کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ "اوہ ایڈی۔ ایڈی ڈیئر، واقعی تم جیسی عورت دوبارہ میری نگاہ سے نہیں گزری، میں نے اپنے بڑے بڑے ساتھیوں سے تمہارا تذکرہ کیا تھا۔ دوستوں سے تمہارا تذکرہ کیا تھا اور ان سب کو اشتیاق تھا کہ تم سے ملاقات کریں، لیکن اتنا وقت گزر گیا کہ اب تو سب بھول بھی گئے ہوں گے۔"

جیکارڈ بہت خوش نظر آنے لگا تھا۔ اُس کی شخصیت بھاری بھرکم تھی، صورت ہی سے خطرناک معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ایڈنا کا نام جاننے اور ان حوالوں کے تذکرے کے بعد اُس کی شخصیت میں خاصی تبدیلی رونما ہو گئی تھی۔

"یہاں کب آئیں ایڈی؟ یقیناً تم کوئی خاص پروگرام لے کر آئی ہو گی۔"

"اوہ نہیں جیکارڈ نہیں۔ میں اب وہ زندگی چھوڑ چکی ہوں۔"

"کیا مطلب؟ یہ کیسے ممکن ہے۔"

"بس میں نے اس ناممکن کو ممکن بنا لیا ہے جیکی۔" ایڈنا نے جواب دیا۔

"مگر میری معلومات تو کچھ اور ہیں۔"

"کیا!" ایڈنا نے سرسراتے لہجے میں پوچھا۔

"تم جس تنظیم سے متعلق تھیں اور جس کے لیے تم نے مجھ سے کچھ کام لیے تھے، اس کے بارے میں تو میں نے سُنا ہے کہ کسی کی زندگی میں اس کا اس سے الگ ہونا ممکن نہیں ہے، ہاں یہ دُوسری بات ہے کہ الگ ہونے کے بعد اُس کی زندگی ختم کر دی جائے۔ نہیں ایڈی میں یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"میں تم سے صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں جیکارڈ کہ تم سے جھوٹ بولنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔" ایڈنا نے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اگر ہے تو ہونی بھی نہیں چاہیے، جیکارڈ اپنے دوستوں کو کبھی نہیں بھولتا، اس کے لیے وہ دوست زیادہ اہم رکھتے ہیں۔ دُوسرے لوگ نہیں، اور پھر تم یہ بات اچھی طرح جانتی ہو کہ میں نے صرف اس لیے تمہارا ساتھ دیا تھا کہ تم نے ذاتی طور پر مجھ سے اس کے لیے درخواست کی تھی۔ ورنہ تمہاری تنظیم کے لیے میں نے کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔"

"ہاں میں جانتی ہوں اور تم بھی اس بات کو نوٹ کر لو کہ اگر تم صرف تنظیم کے ذریعے میرے شناسا ہوتے تو شاید اس وقت تمہیں دیکھتے ہی یہاں سے فرار ہو جاتی!"

"کیوں کیوں؟ کیا تنظیم تمہارے پیچھے ہے؟"

"ہاں بہت بُری طرح سے لیکن میں بھی ایڈنا ڈمپل ہوں، کوئی معمولی عورت نہیں! ... میں کئی سالوں سے اُنھیں چکمہ دے رہی ہوں۔"

"لیکن ایسا کیوں ہوا ایڈنا۔ تنظیم تو تمہارے لیے بے کارآمد تھی۔"

"ہاں، بس یُوں سمجھو زندگی میں کچھ حماقتیں ضرور ہوتی ہیں اور بعض اوقات یہی حماقتیں زندگی بن جاتی ہیں اور اُن کے

زندگی میں کچھ اور نہیں رہتا۔" ایڈنا ڈمپل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم سے کیا حماقت ہوئی؟"

"میری حماقت وہ بیٹھی ہے، اس میز پر، اس طرف دیکھو۔" ایڈنا ڈمپل نے ایک طرف اشارہ کیا اور جیکارڈ شیران کو دیکھنے لگا۔ شیران کسی اور طرف متوجہ تھا۔ وہ اُسے دیکھتا رہا اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو یہ ہے تمہاری حماقت۔"

"ہاں۔"

"تم نے شادی کر لی ہے؟"

"ہاں جیکارڈ۔"

"لیکن تمہاری بدلی ہوئی شکل۔ میرا مطلب ہے یہ خدوخال تم نے کیوں تبدیل کر لیے۔"

"شادی کرنے کے لیے۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"بھئی تم مجھے اُلجھا رہی ہو، تم جیسے پائے کی عورت کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتی جو معمولی نوعیت کی ہو، کیا تمہارا شوہر انہی خدوخال کے ذریعے تمہیں جانتا ہے؟"

"ہاں۔"

"گویا وہ تمہاری اصلی شکل سے واقف نہیں؟"

"نہیں۔"

"تمہاری شادی کو کتنا عرصہ ہو گیا؟"

"کئی سال، خاصا طویل وقت گزار چکے ہیں ہم لوگ ساتھ ساتھ۔"

"اور اس طویل وقت میں اسے تمہارے میک اپ پر کوئی شبہ نہیں ہوا؟"

"نہیں۔ میرا نام ایڈنا ڈمپل ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ایڈنا لیکن ایسا تم نے کیوں کیا؟"

"دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر۔ وہ صرف اسی شکل میں مجھے قبول کر سکتا تھا، ورنہ میری اپنی اصل شکل اس کے لیے قابلِ قبول نہ ہوتی۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"وہ کیوں؟"

"وہ تنظیم کا دُشمن ہے اور تنظیم اُس کی جان کے درپے تھی اگر میں اصلی شکل میں اُس کے سامنے آتی تو وہ مجھے تنظیم کی نمائندہ سمجھ کر کبھی قبول نہ کرتا۔"

"اوہ اچھا یہ بات تھی، کیا وہ بھی تمہاری ہم پلہ شخصیت ہے؟"

"اُس سے بھی کچھ زیادہ۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"بھئی بڑی خوشی ہوئی۔ اس سے میرا تعارف کراؤ مجھے ملاؤ اس سے!"

"ملاؤں گی جیکارڈ، لیکن میرے خیال میں ابھی مناسب نہیں ہے، جب تک وہ خود ہی تم سے ملاقات کی خواہش ظاہر نہیں کرے گا، میں اُسے تم سے نہیں ملا سکتی۔"

"اس کا مقصد ہے کہ پارٹی زبردست ہے۔" جیکارڈ نے ہنس کر کہا پھر بولا۔ "کیا پیو گی؟"

"کچھ نہیں، بس تم سے ملاقات مقصود تھی تو تمہارے پاس چلی آئی۔ مجھے بتاؤ کہاں مقیم ہو؟"

"یہیں لاس اینجلز میں۔ میرا اپنا علاقہ ہے اور میں اس علاقے کا بے تاج بادشاہ کہلاتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے بلکہ میں جانتی بھی ہوں کہ جیکارڈ کیا چیز ہے؟"

"تو پھر ایڈنا ڈمپل امریکہ میں جب تک تمہارا قیام ہے مجھ سے ملاقات کرتی رہو گی، بلکہ کئی منصوبے میرے ذہن میں ہیں، جنھیں میں تمہارے لیے آگے بڑھا سکتا ہوں، کیونکہ میں تو جو کچھ کر رہا ہوں اس سے بے حد مطمئن ہوں، اور مجھے جب بھی کسی شئے کی ضرورت ہوتی ہے، مجھے اس کے حصول میں بہت زیادہ دقّت نہیں ہوتی۔ میرا اپنا کاروبار چل رہا ہے لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تنظیم سے علیحدگی کے بعد تمہارے وسائل محدود ہو گئے ہوں گے!"

"تمہارا شکریہ جیکارڈ، ویسے فی الحال میں اپنے شوہر کے ساتھ ایک طویل ہنی مون منا رہی ہوں ہم لوگ دُنیا گردی کر رہے ہیں، پتہ نہیں کن کن سے ملک میں سیر گردی کرتے ہوئے ہم یہاں تک پہنچے ہیں، البتہ اگر امریکہ میں جی لگ گیا تو ممکن ہے طویل عرصے یہاں قیام کر ڈالوں ویسے اس دوران تم سے ملتی رہوں گی اور اگر کبھی تمہاری مدد کی ضرورت پڑی تو بلا عذر تم سے مدد مانگ لوں گی۔"

"جیکارڈ تمہارا دوست ہے ایڈنا ڈمپل۔ وہ تم جیسی عورتوں کی قدر کرتا ہے، جرائم پیشہ خواتین میں چند ہی نام ایسے ہیں جن پر مکمل طور پر فخر کیا جا سکتا ہے، میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

"اگر میں تم سے کبھی ملاقات کرنا چاہوں تو کہاں مل سکتی ہوں؟"

"لاس اینجلز کے کسی چوہے سے بھی میرا پتہ پوچھو گی تو وہ سیدھا اپنے بل میں جانے کی بجائے تمہیں میرے ٹھکانے پر پہنچا دے گا۔" جیکارڈ نے کہا اور ایڈنا ہنسنے لگی۔

"میں جانتی ہوں جیکارڈ اسی پائے کا آدمی ہے، اچھا

اَب مَیں چلتی ہُوں۔"

"بیٹھو بیٹھو ڈیئر میرے ساتھ کچھ تو پیو؟"

"نہیں مُناسب نہیں ہو گا، وہ شخص بے حد خطرناک ہے جو میرا شوہر ہے۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا اور جیکارڈ ہنسنے لگا پھر اُس نے کہا۔ "اگر کبھی اتفاقیہ طور پر تمھارے شوہر سے ملاقات ہو جائے اور تم صحیح طور پر اپنا تعارف نہ کرا سکو تو مجھے بتاؤ مَیں کس نام سے تمھیں مخاطب کروں؟"

"اوہ بڑا اچھا سوال کیا تم نے۔ مَیں کماری کیلاشی ہُوں، اور تم مجھے موئی مارورین کی بہن کی حیثیت سے جانتے ہو۔"

"موئی مارورین یہ وہ تو نہیں جو تمھاری تنظیم کی ایک رُکن تھی۔"

"ہاں اُسی کی بات کر رہی ہُوں۔ وہ اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔"

"پتہ نہیں کیا کیا تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ بہر طور ٹھیک ہے کیا نام بتایا تھا تم نے؟"

"کیلاشی۔"

"بڑا عجیب نام ہے تاہم مَیں یاد رکھوں گا۔" جیکارڈ نے کہا اور ایڈنا ڈمپل ہنستی ہُوئی اس جگہ سے اُٹھ گئی۔ اِس دوران شیران اپنی جگہ خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا۔ نجانے کون کون سے خیالات تھے جو اُس کے ذہن میں آتے تھے، لیکن اپنے طور پر وہ ناخوش نہیں تھا، یہ زندگی اُسے خاصی دِلچسپ محسوس ہُوئی تھی، اَب اُسے زندگی سے تھکن کا احساس نہیں ہوتا تھا، ایڈنا ڈمپل کی معیت اُس کے لیے بہت خوشگوار تھی اور وہ اُس کے ساتھ پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔

جب ایڈنا ڈمپل کو اس جگہ سے اُٹھے ہُوئے کافی دیر گزر گئی، تو اس کی نگاہیں اس طرف اُٹھ گئیں، جہاں ایڈنا ڈمپل بیٹھی ہُوئی اپنے شناسا سے گفتگو کر رہی تھی۔ اُس نے اس شناسا کی شکل کو بغور دیکھا اور دفعتاً اُس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا، اُس کے ذہن کے کچھ خانے روشن ہو گئے تھے اور ان خانوں میں یہ تصویر موجود تھی۔

کون ہے یہ شخص، اسے کہاں دیکھا ہے۔ شیران غور کرنے لگا۔

٭

گریچر اور میگنیشا شیران کو تلاش کر رہے تھے، نہ صرف وہ بلکہ اُن کے جتنے آدمی یہاں موجود تھے سب کے سب اسی کام میں مشغول تھے۔ اُنھوں نے تمام اڈوں کو بھی ہدایت کر دی تھی کہ اگر کبھی شیران وہاں نظر آئے تو اس کے بارے میں فوراً اطلاع دی جائے، چنانچہ اُن کے تمام ذرائع شیران کی تلاش میں مصروف تھے، ویسے مقامی پولیس کے معاملات پر بھی یہ لوگ نِگاہ رکھے ہُوئے تھے۔ پولیس بڑی شدومد سے شیران کو تلاش کر رہی تھی، لیکن جب کافی دِن تک اُس کی تلاش میں کوئی کامیابی نصیب نہ ہو سکی تو گریچر نے ایک چھوٹا سا پروگرام ترتیب دیا، اُس نے اپنے چند لوگ مخصوص کر دیے جو ان تمام معاملات سے متعلق نہیں تھے بلکہ مارلینو کے دُوسرے کاموں کی نگرانی کرتے تھے۔ ان لوگوں نے مارلینو کے اڈوں پر جاکر ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔ فرضی مار پیٹ کی گئی اور دو اڈوں کو نقصان پہنچایا گیا اور گریچر کی اس کوشش کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہُوا تھا۔

یہ غالباً اِن واقعات کے تیسرے دِن کی بات ہے کہ ایک بار ایک اڈے پر ایسا ہی مصنوعی ہنگامہ برپا کیا گیا اور شیران کو وہاں دیکھا گیا۔ وہ ہنگامہ آرائی کرنے والوں کو تلاش کرتا پھر رہا تھا جو اپنا کام انجام دے کر وہاں سے جا چکے تھے۔

فوری طور پر گریچر اور میگنیشا کو اطلاع دی گئی اور ان لوگوں نے اس اڈے پہ پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ آوارہ گردوں کا مجمع عام تھا جو ہنگامہ ختم ہو جانے کے بعد بدستور اپنی خرمستیوں میں مصروف تھا، منشیات کے دور چل رہے تھے، خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ میگنیشا اور گریچر وہاں پہنچ گئے۔

اُنھوں نے دُور سے شیران کو دیکھ لیا تھا اور اُسے دیکھ کر ساکت رہ گئے تھے، بھلا شیران کو وہ کیوں نہ پہچانتے۔ گریچر نے میگنیشا سے کہا۔

"میگنیشا معلوم تو یہ شیران ہی ہوتا ہے، موڈی آدمی ہے، مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہُوں، ممکن ہے اس نے ہم لوگوں سے ملاقات کی ضرورت ہی نہ محسوس کی ہو، بھلا اسے کون مجبور کر سکتا ہے، دُور رہ کر اس کی نگرانی کرتا ہُوں، تم اس کے سامنے پہنچو، لیکن اُس سے شناسائی کا اظہار کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر مِلنا چاہو، ایسے مِلو جیسے تم اس کے لیے اجنبی ہو، اس طرح ہم شیران کے بارے میں صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔"

"او کے۔" میگنیشا نے کہا اور گریچر اس سے الگ ہٹ گیا۔ میگنیشا آوارہ گردوں کے درمیان گھُومنے لگی۔ شیران اب بھی کوششوں میں مصروف تھا۔ اُس نے بہت سے لوگوں سے ہنگامہ آرائی کرنے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں

اَب بھی اس کوشش میں مصروف تھا کہ میگنیشا اس کے سامنے پہنچ گئی۔

"آپ کسی خاص شخص کو تلاش کر رہے ہیں یہاں؟" اُس نے شیران سے پُوچھا اور شیران اُسے دیکھنے لگا۔

"ہاں مَیں مارلینو کے اِن اڈوں کا نگران ہُوں، ہنگامہ آرائی کرنے والے شاید یہ بھُول گئے ہیں کہ شیران نے جن اڈوں کو قائم کیا ہے، اُنھیں تباہ ہوتے ہُوئے نہیں دیکھ سکتا، مَیں ہر اُس شخص کو فنا کر دُوں گا جو ان اڈوں کی طرف بُری نگاہ سے دیکھے گا۔"

میگنیشا ششدر رہ گئی تھی، یا تو شیران کا دماغ اُلٹ گیا تھا، یا پھر وہ شیران نہیں تھا، حالانکہ شکل و صُورت، بات کرنے کا انداز تمام تر چیزیں وہی کی وہی تھیں لیکن وہ میگنیشا کو نہیں پہچان سکا تھا۔ میگنیشا نے کہا۔

"جناب عالی ابھی کچھ دِن پہلے بھی اِن جگہوں پہ ایسے ہی ہنگامے ہو چکے ہیں۔ میرا خیال ہے مَیں آپ کی رہنمائی اِن لوگوں تک کر سکتی ہُوں۔"

"میگنیشا ہے میرا نام، یہیں کی رہنے والی ہُوں۔ میرے شوہر یہاں چھوٹا موٹا کاروبار کرتے ہیں۔" میگنیشا نے جواب دیا!

"شکریہ، اگر تم مجھے اِن لوگوں کے بارے میں بتا سکو، تو مَیں تمھارا شکر گزار رہوں گا۔"

"کیا آپ مجھے اپنا پتہ دے سکتے ہیں جناب؟"

"مَیں آوارہ گرد ہُوں۔ جب بھی میری ضرورت ہو، مارلینو کے کِسی اڈے پہ تلاش کر لینا۔" شیران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

میگنیشا کا دِل ڈوب سا گیا تھا۔ پتہ نہیں کیوں اُسے ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہو رہا تھا۔ یہ شیران نہیں تھا یقیناً یہ شیران نہیں تھا، تو پھر کون تھا؟ میک اَپ کر کے شیران کی شکل ضرور اختیار کی جا سکتی تھی لیکن اتنی زبردست کاپی کرنا ایک مشکل کام تھا، آخر وہ شیران کی کاپی کیوں ہے؟ کیا وہ شیران کا کوئی بھائی ہے، لیکن یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ میگنیشا کو شیران کی پوری کہانی معلوم تھی پھر یہ کیا معاملہ ہے، یقیناً کوئی پُراسرار بات ہے۔ اُس نے سوچا اور پھر آہستہ آہستہ ٹہلتی ہُوئی وہ گریچر کے پاس پہنچ گئی۔ گریچر نے گردن ہلا کر کہا۔ "مَیں جانتا ہُوں تم کیا کہو گی؟"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ وہ شیران نہیں ہے۔"

"ہاں گریچر وہ شیران نہیں ہے۔" میگنیشا نے پُرتاسف لہجے میں کہا۔

"تم نے اس کا اندازہ کیسے لگایا میگنیشا؟" گریچر نے پُوچھا۔

"اس کے چہرے پہ شناسائی کا کوئی تاثر نہیں تھا گریچر، وہ بالکل اجنبی نظر آ رہا تھا، لیکن ہم اُسے دماغی مریض بھی نہیں کہہ سکتے، اس کی کسی حرکت سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنی یادداشت کھو چکا ہے، لیکن شیران سے اتنی مشابہت، مجھے بے حد تعجب ہے۔"

"یقیناً وہ شیران نہیں ہے، مَیں خُود بھی اس کا اندازہ لگا چکا ہُوں لیکن پھر وہ شیران کی کاپی کیوں کر رہا ہے؟" گریچر نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

اس دوران میگنیشا اُسے اپنے اور شیران کے اس ہمشکل کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتاتی رہی تھی۔ پُوری گفتگو سُننے کے بعد گریچر نے کہا۔ "میگنیشا ہم اُس کا تعاقب کریں گے، ہم اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔"

"ٹھیک ہے گریچر۔" میگنیشا نے جواب دیا تھا۔

شیران ابھی اس اڈے پہ موجود تھا اور یُوں لگتا تھا جیسے وہ یہاں کافی دیر رُکنے کا اِرادہ رکھتا ہے، چنانچہ گریچر اور میگنیشا نے اس کے تعاقب کے لیے مناسب بندوبست کر لیا تھا۔

٭

نعمان خان کی حالت اب تک بہتر نہیں ہُوئی تھی۔ بادشاہ خان ہرن پُورہ سے اُسے بنکاک لے آیا تھا۔ یہاں نعمان خان نے اپنے بھائیوں کو رزاق خان کی ہلاکت کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور وہ سب مشتعل ہو گئے، اُنھوں نے اپنی تمام تفریحات ترک کر دی تھیں اور نعمان خان کے ساتھ مِل کر قسم کھائی تھی کہ وہ رزاق خان کے قاتل کو تلاش کریں گے لیکن وہ محدود تھے اور صحیح بات یہ تھی کہ اب وہ اس قابل بھی نہیں رہے تھے کہ اپنے کسی دُشمن سے انتقام لینے کے لیے اپنے آپ کو محدود کر لیں۔ مختلف تفریحات اُن کی زندگی بن چکی تھیں۔ نعمان خان نے اُنھیں جو تعیشات مہیا کر دیے تھے، اُن کے تحت وہ تقریباً ناکارہ ہو کر رہ گئے تھے، البتہ قبائلی خُون تھا، کسی بھی وقت گرم ہو جاتا تو پھر اُسے ٹھنڈا کرنا نہایت مُشکل ہوتا۔

البتہ نعمان خان کی کیفیت دِیگر تھی۔ بارہا اُس نے بادشاہ خان سے اجازت چاہی کہ اُسے شیران کو تلاش کرنے دیا جائے لیکن بادشاہ خان نے نہایت بُردباری اور حلیمی سے اس سے سوال کیا کہ شیران خان کی تلاش میں وہ زمین کے کون سے خطّے کو اپنا ہدف بنائے گا؟

اس سوال کا نعمان خان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا تب بادشاہ خان نے اُسے سمجھاتے ہُوئے کہا کہ تنظیم اس سلسلے میں ان کے ساتھ پُوری پُوری معاونت کر رہی ہے۔

"وہ تو ٹھیک ہے خان بابا، لیکن مَیں خود بھی اُسے تلاش کرنا چاہتا ہُوں، مَیں چاہتا ہُوں کہ اُسے تلاش کرکے اُس کے بدن پر اتنے داغ لگاؤں کوئی اُسے پہچان نہ سکے۔"

"سب ٹھیک ہے نعمان خان، پہلے اُسے مِل تو جانے دو، مَیں بھی اُس کی تلاش میں مصروف ہُوں، میرے بہت سے کارندے اُسے تلاش کر رہے ہیں، تنظیم نے مجھے ہرن پورہ کا چارج بھی دے دیا ہے، یہ چارج عارضی طور پر مجھے دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں مزید کارروائیاں ہو رہی ہیں، ممکن ہے مجھے یہاں سے ہندوستان منتقل کر دیا جائے لیکن اُس وقت ... جب کہ یہاں کے لیے تنظیم کو کوئی بہتر آدمی مہیا ہو سکے۔ ہرن پورہ میں، مَیں نے وائرلیس کے ذریعے رابطہ قائم کر رکھا ہے اور نعمان خان وہاں بھی میرے بیشتر آدمی صرف اسی کام میں مصروف ہیں۔ وہ ہندوستان کے ایک ایک گوشے میں شیران کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بنکاک اور اس کے گرد و نواح میں ہم لوگ شیران کو تلاش کر رہے ہیں۔ وہ کم بخت پتہ نہیں کیا چیز ہے؟ اس طرح رُوپوش ہو گیا ہے کہ کہیں اُس کا کوئی نشان نہیں مِل رہا۔ دُوسری طرف ایڈتا ڈمپل بھی ابھی تنظیم کے ہاتھ نہیں لگی ہے، بدقسمتی سے اُس کی تلاش کا کام بھی میرے ہی سپرد کر دیا گیا ہے۔ مَیں اِن دنوں جن ذہنی اُلجھنوں کا شکار ہوں، نعمان خان ان کا اندازہ بھی تمہیں ہو رہا ہو گا۔ میرے بچے رزاق خان کا زخم میرے سینے میں بھی ہے، تم مجھ پر لاکھ الزامات لگاؤ، لیکن میرے بچّے یہ بُوڑھا خان اپنی زندگی میں اگر ٹوٹا ہے تو تمہارے سامنے۔ مَیں اعتراف کرتا ہوں میرے بچّو کہ اگر تم فیروز خان کی اولاد نہ ہوتے تو میری اولاد ہوتے۔ مَیں تمہیں قطعی اپنی اولاد سے مختلف نہیں سمجھتا۔ حالانکہ نعمان خان تم نے جوش کے عالم میں مجھ سے جو کچھ کہا ہے وہ میری زندگی کا پہلا واقعہ ہے، مجھے اس کا موقع دو کہ مَیں تمہاری خدمت کر سکوں، شیراں ہمیں ایک دن ضرور مِل جائے گا، بات یہیں تک نہیں ہے، مَیں بہت جلد ایک اور پروگرام ترتیب دینے والا ہُوں، مَیں اپنے تمام ساتھیوں کو اس بارے میں اطلاع دُوں گا کہ وہ دُنیا کے جس حصّے میں جائیں وہاں شیراں کو تلاش کریں۔ نعمان خان کہیں نہ کہیں وہ ضرور ملے گا، میری خواہش ہے میرے بچّے کہ تم خود کو سنبھالو، تنظیم نے جو عہدہ تمہارے سپرد کیا تھا، وقتی طور پر تمہیں اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا ہے، لیکن اگر کل تم اپنی ذہنی حالت درست کر لیتے ہو تو مَیں تنظیم سے درخواست کروں گا کہ تمہارا عہدہ تمہیں واپس دے دیا جائے۔"

"اوہ بابا خان مجھے اب کسی عہدے کی ضرورت نہیں مَیں ٹوٹ چکا ہوں، آپ یقین کریں جب تک شیراں کا فیصلہ نہیں ہو جاتا، مَیں خود کو کسی قابل نہیں کہہ سکتا۔ مجھے اس سلسلے میں معذور سمجھیے، بے شک آپ کے دِل میں میرے لیے بہت سے خیالات ہوں گے، میرے بارے میں بہت کچھ سوچا ہو گا آپ نے، لیکن اگر زندگی نے موقع دیا اور مَیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو پھر آپ ہی میرے آئندہ کے مستقبل کا فیصلہ کریں گے، لیکن اُس وقت تک مجھے معاف کیجیے، مَیں کچھ نہیں کر سکوں گا۔" نعمان خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹے، مَیں کب کہتا ہُوں کہ تم مصروف ہو جاؤ، مَیں تو صرف یہ چاہتا ہُوں کہ تم زندگی کی دلچسپیوں کو بھرپور حصّہ لو، رزاق خان کی موت بھلائی نہیں جا سکتی اور اسی طرح مَیں آج بھی اپنی ان چاروں بیٹیوں کی موت کو نہیں بھُولا ہُوں، میرے سینے میں کتنا ناسُور ہے۔ نعمان خان تم شاید اِس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

نعمان خان خاموش ہو گیا، یہ حقیقت تھی کہ بادشاہ خان سے بڑا ہمدرد کوئی نہیں تھا، اس رُوئے زمین پر لیکن نعمان خان واقعی اب اتنا مضمحل ہو گیا تھا کہ اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی تھی، اگر بادشاہ خان اُسے نہ روک لیتا تو وہ پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر بھٹکتا رہتا، گوشے گوشے میں شیراں کو تلاش کرتا رہتا اور شاید اسی کوشش میں جان دے دیتا، شیراں کے بارے میں اُس نے جو بھی منصوبہ بندی کی تھی اس میں وہ ناکام رہا تھا بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ شیراں کے مقابلے میں اِن لوگوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ شیراں جب بھی اُن کے سامنے آیا، اُن کے مُنہ پر تھپڑ مار کر نکل گیا، ان کے سینے پر ایک نیا زخم لگا کر چلا گیا اور وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تھے، یہ تمام باتیں جب نعمان خان کے ذہن میں چکراتیں تو اُس کا دِل چاہتا کہ ساری کائنات کو آگ لگا دے، زمین کے ایک ایک گوشے کو اُلٹ پلٹ کر کے رکھ دے اور اس میں سے شیراں خان کو کھود نکالے۔

لیکن یہ اِتنا آسان کام بھی نہیں تھا، جب عقل ساتھ دے

اور وہ سوچتا تو اُسے احساس ہو جاتا کہ شیراں ٹیڑھی کھیر ہے اور زندگی گنوائے بغیر اُس کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

معمولات اسی طرح چل رہے تھے کہ ایک دن صبح کے وقت جب وہ جاگ جانے کے باوجود کاہلوں کے سے انداز میں ... بستر میں گھُسا ہُوا تھا، بادشاہ خان نے اس کا دروازہ پیٹ ڈالا۔ دروازہ اس بُری طرح پیٹا جا رہا تھا کہ نعمان خان بوکھلا کر دروازے کی طرف لپکا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔

بادشاہ خان کا چہرہ انگارے کی طرح سُرخ ہو رہا تھا، اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں، اس چہرے میں کوئی ایسی بات تھی کہ نعمان خان چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

بادشاہ خان اندر داخل ہو گیا، اُس کے ہاتھ میں ایک اخبار اٹھا ہوا تھا، اُس نے اخبار نعمان خان کے سامنے کر دیا، اور ایک خبر پر اُنگلی رکھ کر بولا۔ "اسے پڑھو نعمان خان۔"

نعمان خان نے خبر پڑھنا شروع کر دی۔ یہ منشیات کے اڈے پر ہونے والی ہنگامہ آرائی کی خبر تھی، جس میں ایک قبائلی جوان نے تین آدمی ہلاک کر دیے تھے۔

نعمان خان خود بھی اُچھل پڑا، کیونکہ قبائلی جوان کا جو حلیہ اُس کے بارے میں جو تفصیلات شائع کی گئی تھیں، وہ شیراں کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی تھیں۔ نعمان خان نے اخبار مُٹھی کی گرفت میں لے لیا۔ اس کا چہرہ بھی انگارہ بن گیا تھا، پھر اُس نے کہا۔ "اس کا مطلب ہے بابا خان وہ یہاں آ چکا ہے۔" "ہاں، وہ شیراں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا، تم جانتے ہو وہ یہاں مارلینو کے اڈوں کی نگرانی کرتا تھا اور اُس نے یہ اڈے یہاں قائم کرائے تھے۔ نعمان خان شیراں یہاں آ چکا ہے۔"

"بابا خان اَب تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟" نعمان خان نے بھرّائی ہُوئی آواز میں پوچھا۔

"نعمان خان مَیں تجھے آزادی دیتا ہُوں، تُو اور تیرے ساتھی اور خُود مَیں اِس وقت تک کوئی دوسرا کام نہیں کریں گے جب تک شیراں خان کو ٹھکانے نہ لگا دیں، مَیں آج ہی تنظیم کے تمام افراد کو اس سلسلے میں مخصوص کیے دیتا ہُوں، تنظیم نے اگر مجھے یہ عہدہ بخشا ہے، وہیں مجھے یہ حق بھی حاصل ہے کہ مَیں اس کام کے لیے جس کی اطلاع تنظیم کو ہے اور جس کے لیے وہ مجھ سے تعاون کا وعدہ بھی کر چکی ہے، تنظیم کے افراد کو بھی استعمال کروں۔ مَیں نے پہلی اطلاع تجھے دی ہے نعمان خان، تیار ہو جا لیکن اپنے اطراف سے باخبر رہنا مت بھُولنا، تم اپنے

بھائیوں کو اس سلسلے میں استعمال نہ کرو، تو میرے خیال میں، بہتر ہے، وہ پُرجوش نوجوان ہیں لیکن تم یہ بھی جانتے ہو کہ شیراں خان کیا چیز ہے!"

"مَیں جانتا ہُوں بابا خان، مَیں جانتا ہُوں، یہ میرا کام ہے، صرف میرا کام ہے۔" نعمان خان نے جواب دیا اور اُس کے بعد اُس نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا، وہ تیار ہو کر باہر نکل آیا تھا۔

بادشاہ خان اُس کی ذہنی حالت سے بخوبی واقف تھا، چنانچہ سب سے پہلا کام جو اُس نے کیا وہ یہ کہ آٹھ خاص آدمیوں کو نعمان خان کے پیچھے روانہ کر دیا۔ ان لوگوں کو ہتھیاروں سے مسلح کر دیا گیا تھا، اور اُن سے کہا گیا تھا کہ نعمان خان کی ایک ایک لمحہ نگرانی کی جائے، اگر وہ ایک لمحے کے لیے بھی اُس سے غافل ہُوئے تو یہ اِن کے حق میں بہتر نہیں ہو گا۔ بادشاہ خان نے اُنھیں شیراں کے بارے میں مکمل ہدایات دے دی تھیں، آٹھ خطرناک آدمی نعمان خان کے علم کے بغیر اُس کے پیچھے چل پڑے۔

دُوسری طرف بادشاہ خان نے اپنے دُوسرے ساتھیوں کو بھی اِس بارے میں اِطلاع دے دی تھی۔ اخبار کی خبر کا حوالہ دیتے ہُوئے اُس نے کہا تھا کہ شیراں کو بنکاک کے ایک ایک کونے میں تلاش کیا جائے، کوئی بھی ہوٹل، کوئی بھی ایسی جگہ نہ چھوڑی جائے، جہاں کوئی باہر کا آدمی قیام کر سکتا ہے، مارلینو کے اِن تمام اڈوں کی نگرانی کی جائے، جہاں منشیات سپلائی کی جاتی ہیں، جہاں بھی کہیں شیراں نظر آئے، اُس کے بارے میں اطلاع دی جائے، اِن کارروائیوں کے بعد بادشاہ خان خود بھی اپنی

سے اُس کے مقاصد پُورے ہو گئے تو تنظیم اُسے واپس بُلا لے گی، اور یہاں سے واپس جاتا اُس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا، چہرے سے میک اَپ اُتار دیتا تو سارا مسئلہ ہی حل ہو جاتا۔ اس کی صُورت تو کسی طور شیران سے نہیں ملتی تھی۔ بہرطور یہ کام اُسی وقت کیا جا سکتا تھا جب تنظیم کی طرف سے کسی کارروائی کی اطلاع ملتی۔ وہ انتظار کرتا رہا، اُس نے اپنے لیے ایک کمین گاہ بنالی تھی جہاں وہ ابھی تک پولیس سے محفوظ رہا تھا۔ لیکن پھر ایک دن وہ اپنی اس قید سے تنگ آ کر دوبارہ باہر نکل کھڑا ہُوا تنظیم کے اغراض و مقاصد کسی حد تک اُس کے علم میں آ چکے تھے، وہ یہ جانتا تھا کہ اُسے اپنی اس نئی شکل کو مشہور کرنا ہے، چُنانچہ جب اُسے یہ اِطلاع ملی کہ منشیات کے کچھ اور اڈوں پر بھی ہنگامہ آرائی ہو رہی ہے تو اُس نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ وہ خاموش بیٹھا رہے، اپنی اس حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے اُسے اِن اڈوں پر کارروائی کرنا پڑی۔ اور اس شام بھی وہ اپنے اسی کام میں مصروف تھا، ہنگامہ آرائی کرنے والے نکل چکے تھے، لیکن وکٹر ہارلوف کو اُن کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں تھی۔ اُسے تعجب تھا کہ یہ نئے لوگ کون پیدا ہو گئے ہیں، وہ آٹھوں آدمی جن کے بارے میں اُسے اِطلاع دی گئی تھی وہ تو اس کا شکار ہو گئے تھے ممکن ہے تنظیم نے کچھ نئے آدمیوں کو یہاں بھیجا ہو، لیکن اُسے ہدایت تھی کہ وہ تنظیم کے کسی بھی رُکن سے رابطہ قائم نہ کرے۔ اس کے ساتھ ہی اُسے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اگر مقامی پولیس اُس کے راستے پر پڑ گئی اور کسی نہ کسی طرح اُسے گرفتار کر لیا گیا تو وہ مطمئن رہے، تنظیم اس کا دفاع کرے گی۔ بہرطور وکٹر ہارلوف اپنے کام میں مصروف تھا، وہ یہاں ہنگامہ آرائی کرنے والوں کے بارے میں پُوچھتا پھر رہا تھا۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے، کافی دیر یہاں گزر گئی تو اُس نے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑا۔

جس جگہ منشیات کا یہ اڈہ واقع ہُوا تھا۔ وہ بنکاک کے نواح میں تھی اور یہاں سے اُسے خاصا فاصلہ طے کرنا تھا۔ وہ کار مناسب رفتار سے دوڑاتا ہُوا آگے بڑھتا رہا، لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اُسے چونکنا پڑا۔ آگے سڑک بند تھی۔

ایک بہت بڑا ٹرک سڑک پر اس طرح کھڑا ہو گیا تھا کہ اُس نے سڑک پر پُورا راستہ روک لیا تھا، سڑک کے دونوں طرف نشیب تھے جن کی وجہ سے کار کو نشیب میں اُتار کر بھی نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔

وکٹر ہارلوف نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا، ٹرک کا سڑک پر کھڑے ہونے کا مقصد اس پر واضح تھا، اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی جا رہی تھی، لیکن وہ کوئی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے فوراً کار کو ریورس گیئر میں ڈال کر موڑا اور پھر اسی چھوٹی سی جگہ میں ہی کار کو ٹرن دے کر واپس اس سڑک پر ہو گیا جدھر سے وہ آ رہا تھا، اگر وہ کسی مناسب جگہ پہنچ جائے تو ٹرک کی اس کارروائی سے محفوظ رہا جا سکتا ہے، اُس نے سوچا لیکن ابھی وہ تھوڑی ہی دُور چلا تھا کہ اُس نے دو گاڑیاں سڑک پر ترچھی کھڑی دیکھیں، گویا اس طرف سے بھی اُسے روک لیا گیا تھا۔

وکٹر ہارلوف نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر اُس نے کار روکی اور نیچے کُود گیا۔

بھرے ہُوئے دو پستول اُس کے پاس موجود تھے۔ اُس نے دونوں پستول ہاتھ میں لیے اور سڑک کے نشیب میں اُتر گیا۔ دفعتاً کئی فائر ہُوئے اور گولیاں اُس کے بدن کو چھُوتی ہُوئی گزر گئیں، اُس نے کئی افراد کو اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھا تھا، وکٹر ہارلوف دوڑنے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، وہ تیز رفتاری سے دوڑتا رہا پھر دفعتاً اُس نے ایک جیپ سڑک کے نشیب میں اُترتی ہُوئی دیکھی، بدقسمتی یہ تھی کہ سڑک سے اُترنے کے بعد جو میدان پڑے ہُوئے تھے وہ ناہموار نہیں تھے، کم از کم ایسے تھے کہ جیپ اُن پر دوڑائی جا سکتی تھی، نا ہی وہاں ایسے درخت وغیرہ موجود تھے جو جیپ کی راہ میں مزاحم ہوتے اور وکٹر ہارلوف کو اس سے محفوظ رکھتے۔ جیپ جس طوفانی انداز میں سڑک پر نشیب پر آئی تھی، اُس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ جیپ ڈرائیو کرنے والا معمولی آدمی نہیں ہے۔

وکٹر ہارلوف دوڑ رہا تھا اور جیپ بدستور اُس کے پیچھے چلی آ رہی تھی، وہ اپنے بدن کی پُوری قوت سے راستے کاٹتا ہُوا دوڑ رہا تھا، اُسے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں رُک کر وہ جیپ پر فائرنگ کر کے اُسے ناکارہ بنا سکتا، لیکن رُکنا موت کی نشانی تھی کیونکہ جیپ سے مسلسل گولیاں برسائی جا رہی تھیں، یہی غنیمت تھا کہ وکٹر ہارلوف ابھی تک ان گولیوں سے بچتا رہا، یہ بھی تقدیر ہی کی بات تھی یا پھر اُس کے دوڑنے کا انداز تھا کہ گولیاں اِس کے بدن کو نہیں چھُو پائی تھیں لیکن جیپ جس طرح ڈرائیو کی جا رہی تھی اُس سے وکٹر ہارلوف کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بہت جلد اُس کے سر پر پہنچ جائے گی۔

دفعتاً اُس نے دوڑتے دوڑتے پلٹ کر دو فائر کیے اور ایک لمحے کے لیے رُک کر اُن کا نتیجہ دیکھنے لگا۔ پستول کی گولیاں جیپ سے ٹکرائی تھیں، لیکن اُس کی رفتار پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اسی طرح طُوفانی انداز میں دوڑتی ہُوئی وکٹر ہارلوف کی طرف آ رہی تھی، اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ وکٹر ہارلوف کے سر پر پہنچ گئی۔

وکٹر ہارلوف نے اُس کی زد سے بچنے کے لیے چھلانگ لگائی، لیکن جیپ فوراً ہی مُڑ گئی، وکٹر ہارلوف کا پاؤں پھسلا اور وہ نیچے گر پڑا، دُوسرے لمحے جیپ اُس کے دونوں پیروں پر سے گزرتی چلی گئی، وکٹر ہارلوف کے دونوں پیروں کی ہڈیاں چکنا چُور ہو گئی تھیں۔ وہ اس صُورتِ حال کے لیے تیار نہیں تھا، اُس کے حلق سے دلخراش چیخیں نکلنے لگیں لیکن پھر اُس نے پلٹ کر آگے بڑھتی ہُوئی جیپ پر دو فائر کیے۔ اور اُس کے بعد پستول اُس کے ہاتھ سے نیچے جا پڑے۔ جیپ ریورس میں اسی طرف آ رہی تھی اور چند لمحات کے بعد وہ پھر وکٹر ہارلوف کے بدن پر سے گزر گئی۔

اس بار وکٹر ہارلوف کے سینے کی تمام پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں، دُوسرے لمحے اُس کے مُنہ سے خُون کی ایک پھوار نکلی، جیپ ریورس میں دوڑتی ہُوئی تھوڑی دُور پیچھے گئی اور اس کے بعد پھر اسی خونخوار انداز میں آگے بڑھی اور اس بار ٹائر نے وکٹر ہارلوف کا بھیجہ پچکا دیا تھا، مر تو وہ اُسی وقت چکا تھا، جب جیپ اُس کے سینے پر سے گزری تھی، لیکن جیپ ڈرائیور کو شاید صبر نہیں آیا تھا، وہ ایک بار پھر جیپ آگے لا رہا تھا، اور چند لمحات کے بعد ایک خوفناک لاش اس پتھریلے میدان میں پڑی ہُوئی تھی۔ وکٹر ہارلوف کا بدن ریزہ ریزہ ہو چُکا تھا، جیپ اتنی بار اس پر سے گزری تھی کہ اس کے جسم کا کوئی حصّہ سلامت نہیں رہا تھا۔ جب اُس کا ایک ایک عضو چکنا چوُر ہو گیا تو جیپ ایک جگہ رُک گئی، اِسی اثناء میں کچھ اور گاڑیاں بھی وہاں پہنچ چکی تھیں، کچھ لوگ دوڑتے ہُوئے اس طرف آ رہے تھے۔ جیپ ڈرائیور نیچے اُتر آیا اور وکٹر ہارلوف کے نزدیک پہنچ کر اُسے دیکھنے لگا۔

وکٹر ہارلوف کا چہرہ اب اتنا مسخ ہو گیا تھا کہ اُس کے خدوخال پہچانے نہیں جا رہے تھے، چنانچہ لاش کی شناخت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

جیپ سے اُترنے والا سینہ تانے اُس کے سامنے کھڑا ہُوا تھا، اُس کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات نظر آ رہے تھے۔ پھر بہت سے آدمی اُس کے قریب پہنچ گئے، اِن میں وہ سفید ریش بُوڑھا بھی تھا، جس کی صحت و تندرستی اور قدو قامت قابلِ رشک تھا، اُس نے جیپ کے نزدیک کھڑے ہُوئے نوجوان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”مبارک ہو نعمان خان، تمھیں مبارک ہو۔“

⊛

گریچر اور میگنیشا اُس وقت وہاں سے چلے تھے جب شیران کے ہمشکل نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی، ان کے درمیان جو گفتگو ہُوئی تھی اس کا لُبِ لُباب یہی تھا کہ وہ شیران نہیں ہے۔ میگنیشا نے پُورے وثوق سے کہا تھا کہ وہ شیران کا ہمشکل ضرور ہے، لیکن شیران نہیں ہے، اور اس پر گریچر نے شُبہے کا اظہار کیا تھا کہ ممکن ہے اس شخص کے چہرے پر شیران کا میک اَپ ہو۔ یہ بات انتہائی تجسّس کا باعث تھی، چنانچہ اُنھوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ شیران کے ہمشکل کا تعاقب کر کے اُس کے بارے میں پُوری معلومات حاصل کی جائیں گی اور اس کا مقصد معلوم کیا جائے گا۔ گریچر نے کہا۔

”اگر وہ شیران نہیں ہے جیسا کہ تم نے اندازہ لگایا، تو پھر شیران کا میک اَپ اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی، وہ خود کو شیران کیوں ظاہر کرنا چاہتا ہے اور اگر واقعی وہ شیران نہیں ہے تو پھر اُسے مارلینو کے اڈوں سے کیا دِلچسپی ہے؟ اِس کے پس پردہ کوئی ایسی ہی خاص بات ہے میگنیشا جس کا پتہ لگانا ضروری ہے اور مجھے یقین ہے مارلینو اس عجیب و غریب بات پر توجہ دیے بغیر نہ رہ سکے گا۔“

”تمھارا خیال درست ہے مسٹر گریچر، لیکن کیا ہم اِس چالاک آدمی کا پیچھا کر کے اِس کی رہائش گاہ کا پتہ چلانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

”کوشش کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے میگنیشا لیکن اسے نظرانداز کرنا کسی طور مناسب نہیں ہو گا۔“ گریچر نے پُرخیال انداز میں جواب دیا اور میگنیشا خاموش ہو گئی۔

وہ لوگ بڑی ہوشیاری سے اس کا تعاقب کر رہے تھے، لیکن زیادہ فاصلہ طے نہیں ہُوا تھا کہ دفعتاً ایک ایسا واقعہ ہُوا جس کی وجہ سے اُنھیں کار کی رفتار سست کرنا پڑی، چند گاڑیاں سڑک کے نشیب سے اُبھری تھیں اور اُنھوں نے سڑک روک لی تھی۔

گریچر چونک پڑا، اُنھوں نے کار پھُرتی سے سائیڈ میں

سے اُس کے مقاصد پُورے ہو گئے تو تنظیم اُسے واپس بُلا لے گی، اور یہاں سے واپس جانا اُس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ چہرے سے میک اَپ اُتار دیتا تو سارا مسئلہ ہی حل ہو جاتا۔ اس کی صُورت تو کسی طور شیران سے نہیں ملتی تھی۔ بہر طور یہ کام اُسی وقت کیا جا سکتا تھا جب تنظیم کی طرف سے کسی کارروائی کی اطلاع ملتی۔ وہ انتظار کرتا رہا، اُس نے اپنے لیے ایک کمین گاہ بنالی تھی جہاں وہ ابھی تک پولیس سے محفوظ رہا تھا۔ لیکن پھر ایک دن وہ اپنی اس قید سے تنگ آ کر دوبارہ باہر نکل کھڑا ہُوا تنظیم کے اغراض و مقاصد کسی حد تک اُس کے علم میں آ چکے تھے، وہ یہ جانتا تھا کہ اُسے اپنی اس نئی شکل کو مشہور کرنا ہے، چنانچہ جب اُسے یہ اطلاع ملی کہ منشیات کے کچھ اور اڈوں پر بھی ہنگامہ آرائی ہو رہی ہے تو اُس نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ وہ خاموش بیٹھا رہے، اپنی اس حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے اُسے ان اڈوں پر کارروائی کرنا پڑی۔ اور اس شام بھی وہ اپنے اسی کام میں مصروف تھا، ہنگامہ آرائی کرنے والے نکل چکے تھے، لیکن وکٹر ہارلوف کو اُن کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں تھی۔ اُسے تعجب تھا کہ یہ نئے لوگ کون پیدا ہو گئے ہیں، وہ آٹھوں آدمی جن کے بارے میں اُسے اطلاع دی گئی تھی وہ تو اس کا شکار ہو گئے تھے ممکن ہے تنظیم نے کچھ نئے آدمیوں کو یہاں بھیجا ہو، لیکن اُسے ہدایت تھی کہ وہ تنظیم کے کسی بھی رُکن سے رابطہ قائم نہ کرے۔ اس کے ساتھ ہی اُسے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اگر مقامی پولیس اُس کے راستے پر پڑ گئی اور کسی نہ کسی طرح اُسے گرفتار کر لیا گیا تو وہ مطمئن رہے، تنظیم اس کا دفاع کرے گی۔

بہر طور وکٹر ہارلوف اپنے کام میں مصروف تھا، وہ یہاں ہنگامہ آرائی کرنے والوں کے بارے میں پُوچھتا پھر رہا تھا۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے، کافی دیر یہاں گزر گئی تو اُس نے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل پڑا۔

جس جگہ منشیات کا یہ اڈہ واقع ہُوا تھا۔ وہ بنکاک کے نواح میں تھی اور یہاں سے اُسے خاصا فاصلہ طے کرنا تھا۔ وہ کار مناسب رفتار سے دوڑاتا ہُوا آگے بڑھتا رہا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اُسے چونکنا پڑا۔ آگے سڑک بند تھی۔

ایک بہت بڑا ٹرک سڑک پر اس طرح کھڑا ہو گیا تھا کہ اُس نے سڑک پر پُورا راستہ روک لیا تھا، سڑک کے دونوں طرف نشیب تھے جن کی وجہ سے کار کو نشیب میں اُتار کر بھی نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔

وکٹر ہارلوف نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا، ٹرک کا سڑک پر کھڑے ہونے کا مقصد اس پر واضح تھا، اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی جا رہی تھی، لیکن وہ کوئی حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے فوراً کار کو ریورس گیئر میں ڈال کر موڑا اور پھر اسی چھوٹی سی جگہ میں ہی کار کو ٹرن دے کر واپس اس سڑک پر ہو گیا جدھر سے وہ آ رہا تھا، اگر وہ کسی مناسب جگہ پہنچ جائے تو ٹرک کی اس کارروائی سے محفوظ رہا جا سکتا ہے، اُس نے سوچا لیکن ابھی وہ تھوڑی ہی دُور چلا تھا کہ اُس نے دو گاڑیاں سڑک پر ترچھی کھڑی دیکھیں، گویا اس طرف سے بھی اُسے روک لیا گیا تھا۔

وکٹر ہارلوف نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر اُس نے کار روکی اور نیچے کُود گیا۔

بھرے ہُوئے دو پستول اُس کے پاس موجود تھے۔ اُس نے دونوں پستول ہاتھ میں لیے اور سڑک کے نشیب میں اُتر گیا۔ دفعتاً کئی فائر ہُوئے اور گولیاں اُس کے بدن کو چھُوتی ہُوئی گزر گئیں، اُس نے کئی افراد کو اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھا تھا، وکٹر ہارلوف دوڑنے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، وہ تیز رفتاری سے دوڑتا رہا پھر دفعتاً اُس نے ایک جیپ سڑک کے نشیب میں اُترتی ہُوئی دیکھی، بدقسمتی یہ تھی کہ سڑک سے اُترنے کے بعد جو میدان پڑے ہُوئے تھے وہ ناہموار نہیں تھے، کم از کم ایسے تھے کہ جیپ اُن پر دوڑائی جا سکتی تھی، تاہی وہاں ایسے درخت وغیرہ موجود تھے جو جیپ کی راہ میں مزاحم ہوتے اور وکٹر ہارلوف کو اس سے محفوظ رکھتے۔ جیپ جس طوفانی انداز میں سڑک سے نشیب پر آئی تھی، اُس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ جیپ ڈرائیو کرنے والا معمولی آدمی نہیں ہے۔

وکٹر ہارلوف دوڑ رہا تھا اور جیپ بدستور اُس کے پیچھے چلی آ رہی تھی، وہ اپنے بدن کی پُوری قوت سے راستے کاٹتا ہُوا دوڑ رہا تھا، اُسے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں رُک کر وہ جیپ پر فائرنگ کر کے اُسے ناکارہ بنا سکتا، لیکن رُکنا موت کی نشانی تھی کیونکہ جیپ سے مسلسل گولیاں برسائی جا رہی تھیں، یہی غنیمت تھا کہ وکٹر ہارلوف ابھی تک ان گولیوں سے بچتا رہا، یہ بھی تقدیر ہی کی بات تھی یا پھر اُس کے دوڑنے انداز تھا کہ گولیاں اس کے بدن کو نہیں چھُو پائی تھیں لیکن جیپ جس طرح ڈرائیو کی جا رہی تھی اُس سے وکٹر ہارلوف کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بہت جلد اُس کے سر پر پہنچ جائے گی۔

دفعتاً اُس نے دوڑتے دوڑتے پلٹ کر دو فائر کیے اور ایک لمحے کے لیے رُک کر اُن کا نتیجہ دیکھنے لگا۔ پستول کی گولیاں جیپ سے ٹکرائی تھیں، لیکن اُس کی رفتار پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ وہ اسی طرح طوفانی انداز میں دوڑتی ہُوئی وکٹر ہارلوف کی طرف آ رہی تھی، اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ وکٹر ہارلوف کے سر پر پہنچ گئی۔

وکٹر ہارلوف نے اُس کی زد سے بچنے کے لیے چھلانگ لگائی، لیکن جیپ فوراً ہی مُڑ گئی، وکٹر ہارلوف کا پاؤں پھسلا اور وہ نیچے گر پڑا، دُوسرے لمحے جیپ اُس کے دونوں پیروں پر سے گزرتی چلی گئی، وکٹر ہارلوف کے دونوں پیروں کی ہڈیاں چکنا چُور ہو گئی تھیں۔ وہ اس صُورتِ حال کے لیے تیار نہیں تھا، اُس کے حلق سے دلخراش چیخیں نکلنے لگیں لیکن پھر اُس نے پلٹ کر آگے بڑھتی ہُوئی جیپ پر دو فائر کیے۔ اور اُس کے بعد پستول اُس کے ہاتھ سے نیچے جا پڑے۔ جیپ ریورس میں اسی طرف آ رہی تھی اور چند لمحات کے بعد وہ پھر وکٹر ہارلوف کے بدن پر سے گزر گئی۔

اس بار وکٹر ہارلوف کے سینے کی تمام پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں، دُوسرے لمحے اُس کے مُنہ سے خُون کی ایک پھوار نکلی، جیپ ریورس میں دوڑتی ہُوئی تھوڑی دُور پیچھے گئی اور اس کے بعد پھر اسی خونخوار انداز میں آگے بڑھی اور اس بار ٹائر نے وکٹر ہارلوف کا بھیجہ پچکا دیا تھا، مگر تو وہ اُسی وقت چکا تھا، جب جیپ اُس کے سینے پر سے گزری تھی، لیکن جیپ ڈرائیور کو شاید صبر نہیں آیا تھا، وہ ایک بار پھر جیپ آگے لا رہا تھا، اور چند لمحات کے بعد ایک خوفناک لاش اس پتھریلے میدان میں پڑی ہُوئی تھی۔ وکٹر ہارلوف کا بدن ریزہ ریزہ ہو چکا تھا، جیپ اتنی بار اس پر سے گزری تھی کہ اس کے جسم کا کوئی حصّہ سلامت نہیں رہا تھا۔ جب اُس کا ایک ایک عضو چکنا چُور ہو گیا تو جیپ ایک جگہ رُک گئی، اِسی اثناء میں کچھ اور گاڑیاں بھی وہاں پہنچ چکی تھیں، کچھ لوگ دوڑتے ہُوئے اس طرف آ رہے تھے۔ جیپ ڈرائیور نیچے اُتر آیا اور وکٹر ہارلوف کے نزدیک پہنچ کر اُسے دیکھنے لگا۔

وکٹر ہارلوف کا چہرہ اب اتنا مسخ ہو گیا تھا کہ اُس کے خدوخال پہچانے نہیں جا رہے تھے، چنانچہ لاش کی شناخت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

جیپ سے اُترنے والا سینہ تانے اُس کے سامنے کھڑا ہُوا تھا، اُس کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات نظر آ رہے تھے۔ پھر بہت سے آدمی اُس کے قریب پہنچ گئے، ان میں وہ سفید ریش بُوڑھا بھی تھا، جس کی صحت و تندرستی اور قد و قامت قابلِ رشک تھا، اُس نے جیپ کے نزدیک کھڑے ہُوئے نوجوان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”مبارک ہو نعمان خان، تمھیں مبارک ہو۔“

★

گریچر اور میگنیشا اُس وقت وہاں سے چلے تھے جب شیران کے ہمشکل نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی، ان کے درمیان جو گفتگو ہُوئی تھی اس کا لُبِ لُباب یہی تھا کہ وہ شیران نہیں ہے۔ میگنیشا نے پُورے وثوق سے کہا تھا کہ وہ شیران کا ہمشکل ضرور ہے، لیکن شیران نہیں ہے، اور اس پر گریچر نے شُبہے کا اظہار کیا تھا کہ ممکن ہے اس شخص کے چہرے پر شیران کا میک اَپ ہو۔ یہ بات انتہائی تجسّس کا باعث تھی، چنانچہ انھوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ شیران کے ہمشکل کا تعاقب کر کے اُس کے بارے میں پُوری معلومات حاصل کی جائیں گی اور اس کا مقصد معلوم کیا جائے گا۔ گریچر نے کہا۔

”اگر وہ شیران نہیں ہے جیسا کہ تم نے اندازہ لگایا، تو پھر شیران کا میک اَپ اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی، وہ خود کو شیران کیوں ظاہر کرنا چاہتا ہے اور اگر واقعی وہ شیران نہیں ہے تو پھر اُسے مارلینو کے اڈوں سے کیا دلچسپی ہے؟ اِس کے پس پردہ کوئی ایسی ہی خاص بات ہے میگنیشا جس کا پتہ لگانا ضروری ہے اور مجھے یقین ہے مارلینو اس عجیب و غریب بات پر توجہ دیے بغیر نہ رہ سکے گا۔“

”تمھارا خیال درست ہے مسٹر گریچر، لیکن کیا ہم اِس چالاک آدمی کا پیچھا کر کے اِس کی رہائش گاہ کا پتہ چلانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

”کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے میگنیشا لیکن اسے نظر انداز کرنا کسی طور مناسب نہیں ہو گا۔“ گریچر نے پُرخیال انداز میں جواب دیا اور میگنیشا خاموش ہو گئی۔

وہ لوگ بڑی ہوشیاری سے اس کا تعاقب کر رہے تھے، لیکن زیادہ فاصلہ طے نہیں ہُوا تھا کہ دفعتاً ایک ایسا واقعہ ہُوا جس کی وجہ سے اُنھیں کار کی رفتار سُست کرنا پڑی، چند گاڑیاں سڑک کے نشیب سے اُبھری تھیں اور اُنھوں نے سڑک روک لی تھی۔

گریچر چونک پڑا، اُنھوں نے کار پھُرتی سے سائیڈ میں

کر کے روک لی اور پستول سنبھال کر نیچے اُتر آئے۔

"کیا خیال ہے، کیا ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے؟" میگنیشا نے کہا۔

"شاید۔ ممکن ہے کچھ خطرناک حالات سے سابقہ پڑ جائے۔" گریچر نے کہا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، پھر وہ سڑک کے نشیب میں پھرتی سے اُترتا چلا گیا، میگنیشا اس کے پیچھے دوڑی تھی، گریچر نے اِن حالات سے نپٹنے کے لیے یہی فیصلہ کیا تھا کہ فوری طور پر کوئی راہِ فرار اختیار کی جائے اور کوئی ایسی صورت نکال لی جائے کہ اِن لوگوں سے محفوظ رہا جا سکے۔ سڑک کے نشیب میں پتھریلے میدان پھیلے ہوئے تھے، ان میں اتفاق سے کوئی ٹیلہ وغیرہ نہیں تھا، جس کی وجہ سے وہ کوئی آڑ نہیں لے سکتے تھے، اس وقت یہی بہتر تھا کہ سڑک سے جتنی دُور نکل جائیں بہتر ہے، چنانچہ وہ برق رفتاری سے دوڑ رہے تھے، لیکن میگنیشا نے گریچر کو آواز دی اور گریچر ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟"

"اوہ گریچر دیکھو۔ دیکھو وہ کیا ہے؟" میگنیشا نے مضطربانہ انداز میں کہا اور گریچر اُس کے اشارے کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُسے بھی ٹھٹکنا پڑا تھا، یہاں صورتِ حال ذرا مختلف نظر آ رہی تھی۔

سڑک کے نشیب میں ایک جیپ انتہائی برق رفتاری سے نیچے اُتری تھی اور اُس سے گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ تھوڑے ہی فاصلے پر کوئی شخص دوڑ رہا تھا۔ حلیئے اور لباس سے اُنھیں یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی کہ وہ شیران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا یعنی وہی شخص جو شیران کا ہمشکل قرار دیا گیا تھا۔ گولیوں کا زبردست تبادلہ ہو رہا تھا، جیپ طوفانی انداز میں آگے بڑھ رہی تھی، بڑی عجیب سی پوزیشن تھی۔ اُنھوں نے سڑک کے دُوسری طرف بھی دیکھا، وہاں ایک بڑا سا ٹرک سڑک کو روکے ہوئے کھڑا تھا، تب اُنھیں یہ اندازہ لگانے میں کوئی دُشواری پیش نہیں آئی کہ دراصل اِن گاڑیوں نے اِن کا راستہ نہیں روکا تھا بلکہ شیران کے ہمشکل کا راستہ روکا گیا تھا اور اَب اِن لوگوں نے اُسے گھیرے میں لے لیا تھا۔

ہنگامہ جاری رہا اور اُنھوں نے یہاں سے بخوبی وہ منظر دیکھا جب شیران کے ہمشکل پر جیپ چڑھا دی گئی تھی، وہ اس وحشیانہ کارروائی کو دیکھتے رہے۔ میگنیشا کے بدن پر پسینہ آگیا تھا۔ کافی دیر تک وہ خونی ڈرامہ جاری رہا۔ اور اس کے بعد وہاں بہت سے لوگ پہنچ گئے۔ اِتنے فاصلے سے ان کی شکلیں نہیں دیکھی جا سکتی تھیں، لیکن وہ پولیس کے آدمی نہیں تھے، بلکہ عام ہی لوگ نظر آتے تھے، اِتنے اعلا پیمانے پر اُس شخص کے خلاف کارروائی ہُوئی تھی۔ گریچر نے میگنیشا کے شانے دباتے ہُوئے کہا: "یُوں لگتا ہے شیران کے دُشمن اُس کی تاک میں ہوں۔ ممکن ہے یہ شخص شیران کے دھوکے میں ہی مارا گیا ہو۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ اوہ۔ اوہ کتنی بربریت کی گئی ہے۔ میرا سَر چکرا رہا ہے گریچر۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو میگنیشا، خود کو سنبھالو، کیا ہم لوگ اِتنے نازک طبع ہیں کہ قتل کے ایک واقعہ پر پریشان ہو جائیں۔"

"اوہ، وہ جو کچھ بھی تھا شیران کا ہمشکل تو تھا۔"

"تم آج تک شیران کو اپنے ذہن سے نہیں نکال سکیں میگنیشا، اُس کی فطرت کو نہیں بھول سکیں تم۔"

"نہیں گریچر کچھ بھی تھا وہ ہمارا ساتھی تھا۔ مَیں۔ مَیں۔"

"پلیز خاموش ہو جاؤ، ہم اس موضوع پر بعد میں بات چیت کریں گے، اندازہ یہ لگانا ہے کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟"

وہ خاموشی سے اُنھیں دیکھتے رہے، اُنھیں اپنی جگہ ساکت ہونا پڑا تھا، یہ خطرہ بھی پیدا ہو گیا تھا کہ اگر اُنھیں دیکھ لیا گیا تو پھر اس شخص کے قاتل اُنھیں بھی ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے، کیونکہ وہ کسی کو گواہ نہیں چھوڑیں گے۔

لیکن ایسا نہ ہُوا، اُنھوں نے اس طرف توجہ ہی نہیں دی تھی، ویسے بھی فاصلہ کافی تھا، اُنھیں تو شاید اس دُوسری کار کا بھی علم نہیں ہو گا جو گریچر اور میگنیشا کی تھی۔ کافی دیر تک وہ لوگ وہاں رُکے رہے اور اِس کے بعد وہاں سے چل پڑے۔

ٹرک نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی اور سیدھا چلا گیا تھا۔ اِسی طرح سڑک کا راستہ روکنے والی دُوسری گاڑیاں بھی اپنا کام ختم کرنے کے بعد وہاں سے واپس چلی گئی تھیں پھر جیپ بھی سڑک پر پہنچ گئی، اور اس کے بعد وہاں سناٹا چھا گیا۔ اس کی لاش کو اُٹھانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔

گریچر اور میگنیشا خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے، اِسی اثنا میں دو تین گاڑیاں اور گزر گئی تھیں۔ یہ گاڑیاں اڈے کی سمت سے آئی تھیں اور اُنھیں اِس خونی واقعہ کی اطلاع بھی

نہیں ہو سکی تھی۔

قاتلوں نے جو کارروائی کی تھی، نہایت اطمینان سے کی تھی اور ان کی راہ میں کوئی مزاحمت نہیں ہُوئی تھی، چند لمحات کے بعد گریچر نے کہا۔ "آؤ ہم بھی واپس چلیں، سڑک سے گزرنے والوں کو تو اس واقعہ کی بھنک بھی نہیں ملی ہے۔"

"واپس چلیں؟" میگنیشا نے عجیب سے انداز میں سوال کیا

"تو پھر کیا چاہتی ہو تم؟"

"گریچر کیا تم اُسے دیکھنے کی کوشش نہیں کرو گے؟"

"ہُوں۔" گریچر نے گردن ہلاتے ہُوئے کہا پھر بولا "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے آؤ ہم اُسے دیکھیں گے، لیکن میرا خیال ہے کار وہاں سڑک تک لے چلو جہاں سے نیچے اُتر کر اس تک پہنچنے میں فاصلہ کم ہو گا۔ اگر یہاں سے ہم وہاں تک جائیں گے تو کافی دیر تو ہمیں وہاں پہنچنے میں ہی لگ جائے گی۔" میگنیشا نے گردن ہلا دی۔

چند لمحات کے بعد گریچر نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی اور پھر اُس جگہ روک لی، جہاں سے وہ نشیب میں اُتر کر اس انسانی بدن تک پہنچ سکتے تھے جو بہت فاصلے پر ایک دھبے کی مانند نظر آ رہا تھا۔ گریچر اور میگنیشا کار سے نیچے اُتر آئے، کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے، جہاں چٹانیں اور پتھریلا میدان خون سے رنگین تھا، خون کے چھینٹے فواروں کی شکل میں دُور دُور تک گئے تھے۔ اور یہاں جو لاش نظر آئی، اُسے دیکھ کر اُن کے اعصاب واقعی جواب دینے لگے لاش کی ہڈیاں تک زمین سے چپک گئی تھیں، پُورا بدن لوتھڑوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا، اِن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے یہ ہولناک منظر دیکھا تھا، جیپ بار بار اُس کے بدن پر سے گزر رہی تھی۔ کسی انسان کو اس سے قبل اِتنے وحشیانہ انداز میں قتل نہیں کیا گیا ہو گا، اس کے بدن کا کوئی عضو سلامت نہیں تھا۔ غالباً اُس کا پُورا بدن ریزہ ریزہ ہو گیا تھا اور اب اس لاش کو سمیٹا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ گوشت کے لوتھڑوں کو گٹھڑی بنا کر یہاں سے لے جایا جائے۔

میگنیشا نے گریچر کا بازو پکڑ لیا تھا، گریچر خود بھی اپنے بدن میں ہلکی سی لرزش محسوس کر رہا تھا، پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "آؤ میگنیشا، اَب کیا کیا جا سکتا ہے۔" میگنیشا لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھ گئی اور پھر باقی راستہ اُنھوں نے بالکل خاموشی سے طے کیا۔

بہت بُری حالت تھی دونوں کی۔ میگنیشا خاص طور سے اس لیے زیادہ پریشان تھی کہ وہ شیران کا ہمشکل تھا، بار بار اُس کے ذہن میں لاتعداد خیالات آ رہے تھے، وہ سوچ رہی تھی کہ ممکن ہے شیران کا ذہنی توازن درست نہ رہا ہو، ممکن ہے وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہو اور میگنیشا کو نہ پہچان سکا ہو لیکن گریچر کا اعتراض بھی درست تھا، اُس کا کہنا تھا کہ اگر شیران اپنی یادداشت بھی کھو بیٹھا ہے تو پھر اُس نے اڈوں کی حفاظت کی ذمّےداری کیوں سنبھالی۔ یہ تو اُس کا کام تھا۔ بہرصُورت بات بہت اُلجھی ہُوئی تھی، وہ اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے، میگنیشا نے گریچر سے کہا۔ "گریچر میرا خیال ہے اس واقعہ کی اطلاع مارلینو کو دینا ضروری ہے، کم ازکم مارلینو کو صُورتِ حال کا اندازہ تو ہو ہی جائے گا۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے اس میں، مسٹر مارلینو سے بات کر لو۔"

"تم بھی آؤ۔" میگنیشا نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ مارلینو سے رابطہ قائم کرنے لگے۔ میگنیشا اپنے اعصاب لاکھ سنبھال رہی تھی لیکن وہ غیر مطمئن تھی، مارلینو کے لیے اہم کام انجام دیتی تھی اور خاصی سخت دِل تھی لیکن شیران۔ اس کی موت کا تصور بے حد تکلیف دِہ تھا۔ بس اس جذبے کا کوئی نام نہیں تھا۔ وہ ایک پاگل، دیوانہ وحشی جس کی نگاہ میں کسی کی عزت نہیں تھی، وہ زندگی کو حقیر سمجھتا تھا، میگنیشا کی بھی اُس نے توہین کی تھی۔ لیکن... اس کی موت... کیا وہ مر گیا۔ کیا وہ واقعی مر گیا؟

مارلینو سے رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی تھی۔ میگنیشا نے دُوسری طرف سے مارلینو کی آواز سُنی۔

"میگنیشا بول رہی ہے جناب۔"

"ہاں میگنیشا کہو۔ مَیں تمھاری کال کا انتظار کر رہا تھا۔"

"بڑے پریشان کُن حالات ہیں جناب۔ مَیں نے آپ کو شیران کے بارے میں اِطلاع دی تھی۔ ہم لوگ مسلسل اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش میں معروف تھے لیکن اندازہ ہُوا کہ وہ شیران نہیں تھا بلکہ اس کا کوئی ہم شکل تھا۔"

"اس اندازے کی بنیاد؟"

"مَیں خُود اس کے سامنے گئی تھی جناب لیکن اس کی آنکھوں میں میرے لیے شناسائی کے آثار نہیں تھے۔ وہ ہُو بہُو شیران تھا لیکن کوئی ایسی بات تھی جس سے وہ شیران نہیں لگتا تھا۔"

"ہُوں۔ اب کیا پوزیشن ہے؟"

"جو اطلاع میں آپ کو دینے والی ہوں وہ بے حد ہولناک ہے۔ شیران کے ہمشکل کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا ہے۔ قاتلوں نے اتنی درندگی سے اُسے ہلاک کیا ہے کہ اس کی شناخت مشکل ہے۔"

"اوہ میگنیشا، بہت پریشان کن اطلاع ہے۔ تمہیں پورا یقین ہے کہ وہ شیران نہیں تھا؟"

"لیکن عرض کیا کروں جناب۔ میں شدید اُلجھن کا شکار ہوں۔ بس اُس کے انداز میں میرے لیے شناسائی نہیں تھی۔ ورنہ باقی ہو بہو وہ شیران تھا۔ میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتی جناب اس وقت ہمیں آپ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"میں پہنچ رہا ہوں میگنیشا۔ میرا انتظار کرو۔" مارلینو کی آواز میں شدید اضطراب تھا۔ چند رسمی جملوں کے بعد مارلینو نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

میگنیشا نے گریچر کی طرف دیکھا۔ گریچر خود بھی یہ گفتگو سن چکا تھا۔ دونوں کے چہرے پریشانی کی تصویر بنے ہوئے تھے۔

●

بادشاہ خان اور نعمان خان مسرت سے دیوانے ہو رہے تھے، اُن کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے۔ وہ اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گئے۔ دونوں ہی کھلے پڑ رہے تھے۔ نعمان خان اپنے بھائیوں کو سینے سے لگا لگا کر کہہ رہا تھا: "میرے بھائیو میں نے اپنی بہنوں کا انتقام لے لیا ہے، افسوس رہا تو صرف ایک کہ میں شیران کی لاش کو تراب زان نہ لے جا سکا، بابا خان! بالآخر ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے۔ ہمارا دُشمن فنا ہو گیا، میری دلی خواہش ہے کہ میں اپنے قبیلے میں واپس جاؤں، تھمانہ میں جشن مناؤں، پہاڑوں میں منادی کرا دوں کہ بہزاد سلامن کے بیٹے شیران سلامن کو کتے کی موت مار دیا گیا ہے، بلکہ کتا بھی شاید اتنی بدتر حالت میں سڑک پر دم نہ توڑتا ہو جس طرح اُس نے دم توڑا۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو نعمان خان، میرے دل میں بھی یہی آرزو ہے، لیکن ابھی ہمارے حالات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم اپنے علاقے میں واپس جائیں، البتہ اگر تمہاری یہ خواہش ہے میرے بیٹے تو میں کچھ عرصے کے بعد تمہیں اپنے قبیلے میں ضرور لے جاؤں گا اور وہاں پھر ہم جشن منائیں گے۔ صرف تھمانہ میں ہی نہیں بلکہ تمام قبائل میں جشن منائے جائیں گے۔ اور جس قبیلے نے اس جشن میں شرکت نہ کی اس کے سردار کو سزا دی جائے گی۔ یہ حکم عام ہو گا کہ شیران کی موت کا جشن منایا جائے۔"

"ٹھیک ہے بابا خان، اب میں آپ کی کسی بات سے انحراف نہیں کروں گا، میرا اپنا مشن پورا ہو چکا ہے اور میری باقی زندگی ایک آزاد زندگی ہے، اب مجھے کسی چیز کی فکر نہیں ہے۔" نعمان خان خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اور اس کے بھائی ناچ رہے تھے۔ یہ ان کی وحشیانہ فطرت تھی جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی تھی۔ کافی دیر تک ہنگامہ خیزیاں رہیں، نعمان خان خوشی سے پاگل ہوا جا رہا تھا، بہت دیر گزر گئی تو بادشاہ خان نے کہا۔ "نعمان خان میرا خیال ہے، ہم اس اہم ترین واقعہ کی اطلاع وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو بھی دے دیں۔ اُن سے کہہ دیں کہ ہمارا اپنا کام ختم ہو گیا ہے اور اب ہم تنظیم کے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہیں۔"

"بابا خان جیسا آپ پسند کریں، ویسے میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں آپ سے۔" نعمان خان نے کہا۔

"بابا خان میں بہت تھک گیا ہوں، میں جانتا ہوں کہ آپ نے میرے لیے جو کچھ سوچا ہے وہ میرے مستقبل کے لیے بہت بڑی چیز ہے، لیکن بابا خان میں اب ان ہنگاموں میں زندگی گزارنا نہیں چاہتا یا پھر مجھے اتنا موقع دیں کہ میں خود کو ذہنی طور پر تنظیم کے کاموں کے لیے تیار کر لوں، ابھی کوئی ذمے داری میں سنبھالنے کو تیار نہیں ہوں۔"

بادشاہ خان کسی گہری سوچ میں ڈُوب گیا تھا، نعمان خان پر جو کچھ بیتی تھی وہ بہت زیادہ تھی، اور اتنے بڑے حادثے کے بعد اُسے فوری طور پر دُوسرے کاموں کی طرف راغب کرنا مناسب نہیں تھا، وقت اُسے خود بخود ان کاموں کے لیے تیار کر دے گا، جلدی کی کوئی ضرورت نہیں تھی، چنانچہ اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو اچھا کیا تم نے مجھے پہلے سے بتا دیا، اب میں وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو اطلاع دیتے ہوئے، تمہاری خواہش کو مدِنظر رکھوں گا، آؤ میرے ساتھ۔" بادشاہ خان نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔

وائٹ تھری ایٹ نے اس کا پیغام وصول کیا۔

"جناب عالی میں آپ کو ایک خوشخبری دینا چاہتا ہوں۔ ہم نے اپنے دُشمن شیران خان کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہم نے اُسے کتے کی موت مار دیا ہے، ہمارا وہ مشن پورا ہو گیا ہے جس نے سالہا سال سے ہمارے ذہنوں کو پراگندہ کر رکھا تھا، رزاق خان کے قاتل کو قتل کر دیا گیا ہے اور اب۔ اب ہم ذہنی طور پر بالکل آزاد ہیں، آپ دیکھیں گے جناب کہ اب بادشاہ خان اور نعمان خان

تنظیم کے لیے کیا کچھ کرتے ہیں۔"

"میری طرف سے بھی مبارکباد قبول کرو بادشاہ خان۔ واقعی تم لوگوں نے اپنا فرض اور اپنا عہد پورا کر دکھایا ہے، یہ تمہاری بڑائی کی دلیل ہے، نعمان خان کو بھی ہماری طرف سے مبارکباد پہنچا دو اور اب یہ بتا دو کہ تمہارا آئندہ کا کیا پروگرام ہے کیا نعمان خان ہندوستان میں پروجیکٹ کا انتظام سنبھالنے کے لیے تیار ہے؟"

"جناب عالی ویسے تو آپ کا جو بھی حکم ہو گا، ہم اُسے انجام دینے سے گریز نہیں کریں گے، لیکن بہتر یہ ہو گا کہ نعمان خان کو ابھی یہ مشن نہ سونپا جائے، اُسے آزاد رہنے دیا جائے، لیکن وہ آپ کی کسی بات سے کبھی انحراف نہیں کرے گا، اگر آپ نے کوئی ذمے داری اس کے سپرد کی تو وہ اُسے بخوبی انجام دے گا۔"

"ہوں، بادشاہ خان ہمیں اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن اس سلسلے میں تھوڑی سی تبدیلی بے حد ضروری ہے۔"

"وہ کیا جناب عالی؟"

"وہ یہ کہ تم اپنی تمام تر تیاریاں کرنے کے بعد ہرن پورہ پہنچ جاؤ۔ ہرن پورہ پروجیکٹ میں مکمل طور پر تمہارے حوالے کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں، اس علاقے کو خالی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ تمہیں وہاں کے سلسلے میں تمام پالیسیاں فراہم کر دی جائیں گی۔ نعمان خان تھوڑا بہت وہاں کے معاملات کو سمجھ چکا ہے، وہ بھی اس سلسلے میں تمہاری مدد کر دے گا، تم جلد از جلد اس علاقے کا چارج لے لو۔"

"بہت بہتر جناب، ویسے یہاں کا علاقہ؟"

"اسے ہمارے اُوپر چھوڑ دو، ہم اس کے لیے ایک دُوسرے آدمی کا انتخاب کر چکے ہیں۔ اس کے بارے میں تمہیں بعد میں اطلاع دے دی جائے گی۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے جناب، میں تو تنظیم کا وفادار ہوں، اس کے لیے ہر کام کرنے کو دل و جان سے تیار رہتا ہوں۔"

"ہمیں یقین ہے بادشاہ خان اور تنظیم میں تمہارا جو مقام ہے تمہیں خود بھی اس کا علم ہو چکا ہو گا۔ ایک بار پھر میں تمہیں تمہاری کامیابی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

"شکریہ جناب۔ مجھے کب تک ہرن پورہ روانہ ہونا ہے؟"

"اس کی رپورٹ تم پیش کرو گے، مقصد یہ کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، تم وہاں کا چارج سنبھال لو، ہمیں فوری طور پر وہاں تمہاری ضرورت ہے۔"

"بہتر جناب۔" بادشاہ خان نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد خود بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

اس کی پیشانی پر گہری لکیریں پڑی ہوئی تھیں پھر اُس نے نعمان خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہندوستان کے حالات کیسے ہیں نعمان خان؟"

"بہت اچھے ہیں بابا خان، اس علاقے سے کہیں زیادہ خوبصورت علاقہ ہے وہ، یہاں زندگی بند بند ہے لیکن ہندوستان کی کھلی فضا میں مستیاں ناچتی ہیں۔ وہاں کی ہوائیں زندگی کا پیغام دیتی ہیں،" نعمان خان نے جھومتے ہوئے کہا اور بادشاہ خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر اُس نے کہا۔ "میں صرف اس کام میں خوش ہوں، نعمان خان جس میں تم لوگ خوش ہو۔ تیاریاں کرو، ہم لوگ ہندوستان روانہ ہو رہے ہیں۔" نعمان خان نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی۔

★ ★

مارلینو بنکاک پہنچ گیا، وہ بے حد پریشان تھا جس کا احساس گریچر اور میگنیشا کو بخوبی ہو گیا تھا، ان لوگوں سے تمام تفصیلات معلوم کرنے کے بعد اُس نے کہا۔ "بات کسی طور پر نہیں بن سکتی، اس کے بعد تم نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ شیران کے ہمشکل کی لاش کا کیا کیا گیا؟"

"نہیں جناب ہم بھی اُسے اُسی کیفیت میں چھوڑ آئے تھے۔ لاش کی حالت یہ تھی کہ اُسے زمین سے اُٹھایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔"

"ٹھیک ہے میں اس سلسلے میں اپنے طور پر کارروائی کرتا ہوں، ہمیں لاش کے بارے میں تفصیلات معلوم ہونا ضروری ہے۔" مارلینو نے کہا اور پھر وہ ان لوگوں سے رُخصت ہو کر چل پڑا۔

معمولی شخصیت کا مالک نہیں تھا وہ، اعلیٰ حکام بنکاک کے مارلینو کے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے چنانچہ وہاں اس سے ہر طرح کا تعاون کیا گیا۔ شیران کی لاش سرد خانے میں محفوظ تھی، کسی راہگیر کی اطلاع پر پولیس وہاں پہنچی تھی اور اُس نے وہاں سے ہڈیوں اور گوشت کے اس ملغوبے کو بمشکل تمام سمیٹا تھا اور اُسے ہسپتال لے آیا گیا تھا، لاش کے پاس یا دُور دُور تک کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے اُس کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ لگایا جا سکتا۔۔۔ مارلینو سے بھی اس بارے میں سوالات کیے گئے اور پوچھا گیا کہ یہ شخص کون ہو سکتا ہے لیکن مارلینو نے اس بارے میں صرف ایک شبہے کا اظہار کیا تھا۔ اُس نے کہا

تھا کہ اُس کا ایک آدمی گُم ہے، اور چونکہ چند لوگوں سے اُس کی دُشمنی چل گئی تھی، اُس لیے اُسے شُبہ ہُوا کہیں یہ وہ شخص نہ ہو، پولیس کے ریکارڈ میں بھی اس شخص کے قتل کی تفصیل اسی انداز میں درج کی گئی تھی لیکن پولیس کو یہ شُبہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے سڑک پر تین غیر ملکیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا، دراصل لاش کے لباس سے بھی ایسی کوئی چیز نہیں مِل سکی تھی جس سے لاش کے بارے میں پتہ چل سکتا اور پولیس اپنی کارروائی کو آگے بڑھا سکتی، یہ بات تو صرف چند ہی لوگ جانتے تھے کہ یہ وہی شخصیت ہے جس نے تین دفعہ میں آٹھ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا۔

بہرصُورت مارلینو غیر مطمئن ہی واپس آیا تھا۔ گریچر اور میگنیشا کی پریشانی کا اُسے بخوبی اندازہ تھا، اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”مَیں دعوے سے کوئی بات نہیں کہہ سکتا، لیکن پتہ نہیں کیوں مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ شیران کو اس طرح سے قتل نہیں کیا جا سکتا، بات بہت اُلجھی ہُوئی ہے کاش یہ کسی طرح سُلجھ سکتی۔ بہرطور مَیں کوشش کروں گا کہ کسی نہ کسی طرح اس مسئلے کو سُلجھا لوں۔“

گریچر اور میگنیشا نے پریشانی کے انداز میں گردن ہلا دی تھی پھر میگنیشا رُندھی ہُوئی آواز میں بولی۔ ”وہ درندہ تھا، وحشی تھا، لیکن اس کے باوجود وہ ایسی شخصیت کا مالک تھا کہ اس سے محبت کی جا سکتی تھی۔“

”تم اُسے ’تھا‘ نہ کہو میگنیشا، مجھے رنج ہوتا ہے مَیں اُسے مُردہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہُوں، وہ ہے۔ وہ زندہ ہے، اس طرح اُسے ہلاک کر دیا جاتا ممکن نہیں تھا۔ ہاں اگر ہمیں یہی اندازہ ہو جاتا کہ وہ لوگ کون تھے، جو اس کی ہلاکت کا باعث بنے، تو شاید ہم ان سے رابطہ قائم کر کے کسی طور تفصیلات معلوم کر سکتے تھے۔“

”واقعی جناب اس بات پر ہم نے بعد میں غور کیا تھا۔ ہم نے سوچا تھا کہ ہمیں کسی نہ کسی طرح ان کی گاڑیوں کے نمبر نوٹ کر لینے چاہئیں تھے، اس طرح کم از کم ان کی شخصیت پر روشنی پڑ سکتی تھی، لیکن افسوس ہے کہ اس وقت ہم ذہنی طور پر اِتنے منتشر ہو گئے تھے کہ یہ کارروائی نہیں کر سکے۔“

”خیر کوئی ہرج نہیں ہے، میں کچھ لوگوں کو یہاں اس کام کے لیے مخصوص کر دوں گا، ہر چیز کا کوئی نہ کوئی حل ضرور ہوتا ہے، میرا شیران اس طرح نہیں مر سکتا، پتہ نہیں کیوں میرے دِل کو اس بات پر یقین نہیں آتا۔“ مارلینو کی آواز میں بھرّاہٹ تھی

درحقیقت شیران اُس کی زندگی میں بہت بڑا مقام رکھتا تھا، طویل عرصے سے وہ مارلینو سے جُدا تھا، لیکن مارلینو کے دِل سے وہ کبھی جُدا نہیں ہُوا تھا۔

مارلینو، گریچر اور میگنیشا کے ساتھ اُن کی رہائش گاہ پر ٹھہرا ہُوا تھا، یہ دُوسرے دِن کی بات ہے۔ دِن کے دس بجے تھے جب مارلینو کو اُس کی ملازمہ نے آکر اطلاع دی کہ تین آدمی اس سے مِلنا چاہتے ہیں۔ ملازمہ نے بتایا کہ وہ مقامی نہیں ہیں۔ مارلینو نے کہا ٹھیک ہے ان سے ان کا کارڈ طلب کرو۔ ملازمہ چلی گئی، لیکن تھوڑی دیر کے بعد اُس نے آکر کہا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے پاس کارڈ نہیں ہے، لیکن اُن سے ملاقات مارلینو کے لیے بہتر ثابت ہوگی۔

مارلینو نے حُکم دیا کہ اُنھیں ڈرائنگ رُوم میں بٹھایا جائے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے مصنوعی پیروں کے سہارے چلتا ہُوا ڈرائنگ رُوم میں پہنچ گیا۔ تینوں آدمی شکل وصُورت سے بے حد شاندار معلوم ہوتے تھے، سُرخ و سفید چہروں سے ان کی قومیت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

مارلینو کو کسی قدر حیرت ہُوئی ان تینوں نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو مارلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”مَیں آپ سے مصافحہ کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا، لیکن جو چیز آپ کے ہاتھ میں آئے گی وہ اصل نہیں ہوگی۔“

”سوری مسٹر مارلینو، واقعی ہم یہ بھُول گئے تھے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں آتے وقت یہ بات ہمارے ذِہن میں تھی کہ آپ چاروں ہاتھ پیروں سے محروم ہیں، ذِہنوں میں یہ تجسّس بھی تھا کہ آپ کو دیکھیں کہ آپ کی شخصیت اس حادثے کے بعد کیسی ہے، لیکن جب آپ ڈرائنگ رُوم میں داخل ہُوئے تو ہمارے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ہم کسی مصنوعی ہاتھ پاؤں والے اِنسان کو دیکھ رہے ہیں، بلاشبہ مسٹر مارلینو دُنیا کا کوئی بھی شخص آپ کو ایک نِگاہ دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ، آپ کِسی بھی طور معذور ہیں۔“

”آپ کا بہت بہت شکریہ۔“ مارلینو نے کہا اور اپنی مخصوص چیئر پر بیٹھ گیا جو عام کُرسیوں سے ذرا مختلف تھی کیونکہ جب وہ یہاں آیا تھا تو اُس کے لیے ہر جگہ ایسی مخصوص نشستوں کا انتظام کر دیا گیا تھا، یہ کارروائی میگنیشا اور گریچر کی تھی، جو مارلینو

سے اپنے بزرگوں ہی کی مانند عقیدت رکھتے تھے اور اُس کی ہر آسائش کا خیال رکھتے تھے۔

مارلینو نے نرم انداز میں اُن کی شکلیں دیکھیں اور پھر اُن سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”آپ حضرات میرے لیے اجنبی ہیں، تاہم مَیں آپ کو خوش آمدید کہتا ہُوں اور یہ جاننا چاہتا ہُوں کہ آپ مجھ سے کیوں مِلنا چاہتے تھے۔“

”ہماری شکلیں دیکھ کر آپ نے یہ اندازہ لگا لیا ہوگا مسٹر مارلینو کہ ہمارا تعلق اس ملک سے نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم اپنی قومیت آپ پر ظاہر کرنا پسند کرتے ہیں اور پھر ہم اپنے بارے میں تفصیل بتائیں گے، یہ ہم میں سے ہر ایک کے کارڈ ہیں، جو ہم نے کسی اور کے ہاتھ میں دینا پسند نہیں کیے تھے۔“ اُنھوں نے اپنی جیب سے بڑے سائز کے کچھ مخصوص قسم کے شناختی کارڈ نکال کر مارلینو کے سامنے رکھ دیے۔

مارلینو نے یہ کارڈ اُٹھا کر دیکھے اور اس کی آنکھوں میں کسی قدر تعجب کے آثار نظر آنے لگے۔

یہ تینوں آدمی جو بڑے عام سے انداز میں اِس سے مِلنے کے لیے آ گئے تھے ایک بہت بڑے ملک سے تعلق رکھتے تھے اور وہاں کی بڑی بڑی شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے، مارلینو متعجبانہ انداز میں اُنھیں دیکھنے لگا پھر اُس نے کہا۔ ”حیرت کی بات ہے اوّل تو مجھے تعجب ہے کہ آپ لوگوں کو میری یہاں آمد کا پتہ کیسے چل گیا، دُوسری بات یہ کہ مجھے اس قابل کیوں سمجھا گیا کہ اس ملک کی اتنی بڑی بڑی شخصیتیں اور ایسے بڑے عہدے دار مجھ سے ملاقات کریں۔“

”اس لیے مسٹر مارلینو کہ بڑے آدمیوں سے بڑے ہی آدمی ملتے ہیں، آپ کی سطح کے لوگوں کو اُس مقصد کے لیے یہاں بھیجا گیا، جو ہمارا ملک آپ سے رکھتا ہے، اگر ہم یہاں نہ آتے تو ہمیں اطمینان نہ ہوتا، چنانچہ کسی عام آدمی کو یہاں بھیجنے کی بجائے ہم نے بذاتِ خود آپ سے ملاقات کرنا مناسب خیال کیا۔“

”مَیں آپ لوگوں کو دوبارہ خوش آمدید کہتا ہُوں۔ اِس کے علاوہ یہ ضروری نہیں تھا کہ آپ یہ پتہ لگا کر یہاں آتے کہ مَیں بنکاک آیا ہُوا ہُوں، ہانگ کانگ ہی آپ کو خوش آمدید کہتا، مَیں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ اتنی عظیم شخصیتوں سے ملاقات کروں، تاہم اگر مجھے اس قابل سمجھا گیا تھا تو پھر ہانگ کانگ ہی آنا بہتر ہوتا۔“ مارلینو نے کہا۔

”مسٹر مارلینو ہم ہانگ کانگ بھی آ گئے ہیں لیکن آپ کی دعوت پر سُنا ہے آپ نے اُسے اور اُس کے نواحی علاقوں کو ایک عجیب وغریب چیز بنا لیا ہے، ہمیں آپ کے بارے میں تفصیلات اکٹھا کرنے میں خاصی مشکلات سے گزرنا پڑا۔ درحقیقت آپ آہنی خول میں بند ہیں۔“ مارلینو مُسکرانے لگا۔ پھر بولا۔ ”حالانکہ اس سے قبل یہ جملے آپ کے بارے میں کہے جاتے تھے۔“ تینوں پُرتکلّف انداز میں ہنسنے لگے تھے، پھر ایک نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ ”نہیں مسٹر مارلینو آپ کی بے پناہ صلاحیتوں سے کسی کو اِنکار نہیں ہے اور اَب جب ہم آپ سے اپنا تعارف کرا چکے ہیں تو یہ کہنے میں عار محسوس نہیں کرتے کہ دُنیا کے اہم ترین لوگوں میں آپ کا شمار بھی ہوتا ہے، ہمارے پاس دُنیا کے اہم ترین لوگوں کی فائلیں موجود ہیں، جن میں سے ایک فائل آپ کی بھی ہے، اس فائل میں آپ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اگر آپ اُسے دیکھیں گے تو بے حد خوش ہوں گے۔“

”میں اس کے لیے شکریہ ادا کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہُوں۔ ویسے یہ فرمایئے مَیں اس وقت آپ کی کیا خاطر کروں۔“

”بہتر گفتگو سب سے بڑی خاطر ہوتی ہے اور اس وقت ہم کسی چیز کے طالب نہیں ہیں۔“

”مَیں کیا خدمت کر سکتا ہُوں، مجھے کس لیے اس قابل سمجھا گیا؟“

”مسٹر مارلینو ابتدائی گفتگو ہم یہیں کریں گے، اگر آپ اس سلسلے میں کچھ مہلت طلب کریں گے اور ہمیں دعوت دیں گے تو ہم ہانگ کانگ آکر آپ سے ملاقات کر لیں گے۔“

”ٹھیک ہے، یہ بہتر ہوگا۔“ مارلینو نے جواب دیا اور پھر وہ اُن کی ابتدائی گفتگو سُننے کے لیے تیار ہو گیا۔ تب اُن میں سے ایک نے کہا۔ ”مسٹر مارلینو آپ کو علم ہے کہ ہمارا ایک مخصوص ڈیپارٹمنٹ پوری دُنیا میں، ہمارے ملک کے مقاصد کے لیے کام کرتا ہے، اس ڈیپارٹمنٹ میں جتنے افراد شامل ہیں آپ اس سے بھی غافل نہیں ہوں گے، چونکہ آپ معمولی شخصیت کے مالک نہیں ہیں۔“

”ہاں، مَیں آپ کے ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں کچھ تفصیلات جانتا ہُوں۔“

”ہم اپنے ادنا سے ادنا رُکن کو اتنی ہی حیثیت دیتے ہیں جتنی اپنے بڑے بڑے ڈیپارٹمنٹس کے بڑے بڑے عہدیداروں کو۔ ہماری ایک تنظیم ہے اور اس تنظیم سے مُراد وہی ڈیپارٹمنٹ ہے، اور اس تنظیم کے ارکان کو مختلف سیکشنوں میں بانٹ دیا

گیا ہے، ہر سیکشن الگ الگ کام کرتا ہے اس میں پولیٹیکل سیکشن الگ ہے، ہر کیٹیکل الگ ہے، مقصد یہ کہ ہر سیکشن الگ الگ ہے اور انھیں مخصوص قسم کے نمبر دیے گئے ہیں۔ مثلاً ہمارا ایک ڈیپارٹمنٹ ہے، جو ساری دنیا میں ہمارے مفادات کے لیے ہر وہ کام کرتا ہے، جو ہماری ضرورت ہو، ہم اُسے وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کہتے ہیں، وائی تھری ڈیپارٹمنٹ میں سربراہان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یہ تعداد تقریباً تین سو ارکان تک پہنچتی ہے، یہ تین سو ارکان برابر کے عہدے دار ہیں اور ان پر صرف ایک ایک انچارج ہے، ہمارے اس انچارج کو وائی تھری ایٹ کا درجہ حاصل ہے۔ آٹھویں نمبر کا یہ شخص اس پورے ڈیپارٹمنٹ کو کنٹرول کرتا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے ایک سیکشن ہیں، جسے وائی تھری سے منسوب کیا جاتا ہے، ہم لوگ الگ الگ عہدوں پر کام کر رہے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے ممبر بھی ہیں اور خود بھی اپنے لیے وائی تھری کا درجہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ میرا نمبر وائی تھری ون ہنڈرڈ فائیو ہے۔ یہ میرے دوست وائی تھری ون ہنڈرڈ ایٹی سکس ہیں اور یہ وائی تھری فورٹی ون ہیں۔ چنانچہ ہم تینوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ہم آپ سے ملاقات کریں۔"

"میں ایک بار پھر آپ لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں اور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میری ضرورت کس لیے پیش آگئی؟"

"مسٹر مارلینو، وائی تھری ڈیپارٹمنٹ نے مختلف وائی تھریز کو مختلف علاقوں میں تعینات کر رکھا ہے، وہاں وہ تنظیم کے مفادات کی مکمل طور پر نگرانی کرتے ہیں، تنظیم انھیں بے شمار افراد اُن کے اپنے علاقوں میں مہیا کرتی ہے اور ان افراد کے سیکشن میں بھی انہی کو فوقیت دی جاتی ہے، یعنی اگر کوئی شخص اپنی مرضی کے کچھ لوگوں کو اس ڈیپارٹمنٹ میں شامل کرنا چاہے تو تنظیم کو اعتراض نہیں ہوتا لیکن یہ بات صرف اس کے علاقے تک محدود ہوتی ہے۔ بین الاقوامی پیمانے پر وہ کسی پسندیدہ شخص کا انتخاب نہیں کر سکتا، چنانچہ اس علاقے میں بھی ہمارا ایک رکن تنظیم کے مفادات کی نگرانی کرتا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ زندہ نہ رہ سکا، یا پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ تنظیم کا وفادار نہ رہ سکا، چنانچہ ہمیں اس علاقے میں ایک کارکن کی ضرورت تھی جو یہاں کا عہدے دار ہو، مسٹر مارلینو ہم بہت غور و خوض کے بعد کسی بھی سلسلے میں فیصلہ کرتے ہیں اور آپ کو یہ سن کر ہنسی آئے یا یقین نہ آئے کہ تقریباً ڈیڑھ سال سے آپ کا مسئلہ ہمارے درمیان زیرِ بحث تھا اور ہم آپ کا جائزہ لے رہے تھے۔

مکمل جائزے کے بعد اور متفقہ فیصلے کے بعد یہ طے کیا گیا کہ اگر آپ ان علاقوں کی سربراہی قبول کرلیں تو یہ ہماری خوش بختی ہوگی اس کے سلسلے میں اگر آپ یہ تصور کریں تو غلط نہ ہوگا کہ اس آدھے ملک کے حکمران آپ ہوں گے، یعنی یہاں کی حکومت کچھ بھی ہو لیکن حکومت اور عام لوگوں اور ہمارے ملک کے لیے یہاں آپ کی حیثیت اس ملک کے آدھے حکمران کی سی تصور کی جائے گی اور آپ کو ان تمام مراعات سے نوازا جائے گا، جو کسی حکمران کے لیے ضروری ہوتی ہیں، آپ اس ملک کی تقدیر بدلنے کے لیے ایک مؤثر کردار ادا کرنے کے مجاز ہوں گے۔ مثلاً کسی بھی ملک میں وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کا جو بھی سربراہ تعینات ہوتا ہے اس کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ملکی مفاد اور سیاست کو مدِ نگاہ رکھتے ہوئے وہاں کی حکومت میں تبدیلی لائے اور یہ تبدیلی اُس کے ہاتھوں آتی ہے گویا یُوں سمجھ لیں کہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا مقامی سربراہ اس ملک کی حکومتوں کو تبدیل کرتا ہے، اس بات سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ اسے کتنی بڑی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ الفاظ صرف ہماری خوش فہمی ہی نہیں ہیں، دُنیا کے بیشتر ممالک میں جہاں ہم انقلاب لائے ہیں اور جہاں ہمارے مقاصد کے لیے کام ہو رہا ہے، وہ ہمارے آدمیوں کا ہی کارنامہ ہوتا ہے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے مفادات کسی اور ملک کے مفادات سے ٹکرا جاتے ہیں، اس وقت ہمارے درمیان کام ہوتا ہے، جنگیں ہوتی ہیں، سازشیں ہوتی ہیں۔ بہت کچھ ہوتا ہے اور پھر فیصلہ ہو جاتا ہے کہ ہم میں سے کون کامیاب رہا۔ میرا خیال ہے میں آپ کو اپنے بارے میں اور اپنے ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں تفصیلات بتا چکا ہوں کہ مقامی طور پر ہم آپ کو اپنی تنظیم کا سربراہ بنانا چاہتے ہیں، آپ اگر اس سلسلے میں ہمیں فوری طور پر جواب دینا پسند کریں تو ہمیں بے حد خوشی ہوگی۔"

مارلینو حیرت و تعجب سے انھیں دیکھ رہا تھا، اُن کی گفتگو سن رہا تھا، اُس کے ذہن میں بہت سے بھنور بن رہے تھے۔ اپنے طور پر وہ جو کچھ بھی کر رہا تھا اُس سے خوش اور مطمئن تھا، لیکن جس عہدے کی اُسے پیش کش کی جارہی تھی وہ واقعی بہت بڑا تھا۔ اُس نے کافی دیر تک غور کرنے کے بعد گردن اُٹھا کر کہا۔ "اگر میں یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کردوں تو؟"

"فی الوقت ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا لیکن جب تنظیم میں شمولیت اختیار کرلی جائے تو اس کے بعد تنظیم کے کاغذات

میں اور تنظیم کے اغراض و مقاصد میں موجود ایک لفظ ہماری امانت بن جاتا ہے اور ہم آپ کو دھوکے میں نہیں رکھیں گے مسٹر مارلینو، اس کے بعد اگر کوئی شخص تنظیم سے علٰحدہ ہونے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی زندگی تنظیم کے مفاد میں نہیں ہوتی، چنانچہ اُسے ہلاک کردیا جاتا ہے۔"

مارلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اُس نے کہا۔ "بڑی خوفناک تنظیم ہے آپ کی، کیا کوئی مجھ جیسا آدمی جو چاروں ہاتھ پیروں سے محروم ہو، تنظیم کے لیے کارآمد ہوسکتا ہے؟"

"اس کا فیصلہ آپ کو نہیں کرنا ہے مسٹر مارلینو یہ فیصلہ کیا جاچکا ہے، ہم اس معذور شخص کی اعلا صلاحیتوں اور کارکردگی کا اچھی طرح جائزہ لے چکے ہیں۔"

"لیکن میں خود بھی کسی جھگڑے سے بچنا چاہوں گا، میں اس پیش کش کو سر آنکھوں پر رکھتا ہوں اور اس کا احترام کرتا ہوں، لیکن میرا ذہن یہ کہتا ہے کہ بلاشبہ اتنی بڑی قوت حاصل ہوجانے کے باوجود میں اس فرض کو نبھا نہیں پاؤں گا۔"

"مسٹر مارلینو کیا آپ نے یہ الفاظ پورے غور و خوض کے بعد کہے ہیں؟"

"دیکھیے اگر غور و خوض کی بات کرتے ہیں آپ، تو مجھے موقع ہی نہیں ملا۔ آپ نے مجھ سے اس سلسلے میں جواب مانگا اور کہا کہ آپ میرے اس جواب سے خوش ہوں گے، تو میں نے فوری طور پر جو فیصلہ کیا وہ آپ کو بتادیا۔"

"مسٹر مارلینو آپ جیسے ذہین اور پُروقار لوگ جلد بازی میں جو فیصلے کرتے ہیں، وہ غلط نہیں ہوتے، اور ہم یہ جرأت نہیں کرسکتے کہ آپ سے کہیں کہ آپ نے غلط فیصلہ کیا ہے، تاہم آپ سے درخواست ضرور کی جاسکتی ہے کہ آپ اس سلسلے میں کچھ وقت لے لیں، سوچ لیں اور اس کے بعد جواب دے دیں۔"

"اور اگر میں آپ سے یہ عرض کروں کہ میں وقت نہیں چاہتا بلکہ آپ کو جواب دینا چاہتا ہوں تو آپ کو کوئی اعتراض ہوگا؟"

"نہیں۔ میں نے کہا نا ابھی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے ابھی تو آپ کو صرف یہ پیش کش کی گئی ہے لیکن اس سلسلے میں جو الفاظ آپ سے کہے گئے ہیں وہ یُوں سمجھ لیجیے کہ باہمی اعتماد کی بنیاد پر ہیں، آپ کبھی کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کریں گے کہ کوئی تنظیم ایس انداز میں کام کر رہی ہے، دیکھیے مسٹر مارلینو ہم آج منظرِ عام پر نہیں آئے ہیں، یہ تنظیم کتنے عرصے سے کام کر رہی ہے، یقینی طور پر آپ کو بھی اس کا اندازہ ہوگا، چنانچہ تنظیم تو اسی طرح چلتی رہے گی، لیکن اگر آپ نے تنظیم کے مفادات کے خلاف نادانستگی میں بھی کوئی قدم اُٹھایا تو وہ آپ کے لیے نقصان دِہ ہوگا، تنظیم اس سلسلے میں کسی کو معاف نہیں کرسکتی۔"

"میں جانتا ہوں۔" مارلینو نے انتہائی فراخدلی سے کہا۔

"ہم ذرا سا یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں آپ سے مسٹر مارلینو کہ آپ تنظیم کی اس پیش کش کو کیوں ٹھکرا رہے ہیں؟"

"صرف اس لیے کہ میں اپنی زندگی کو اتنا زیادہ متحرک نہیں پاتا کہ اتنا بڑا عہدہ سنبھال سکوں۔"

"اگر یہ بات ہے تو آپ صرف عہدہ سنبھال لیجیے آپ کو وقتاً فوقتاً مشورے دیے جاتے رہیں گے۔ آپ کے شانہ بشانہ کام کیا جاتا رہے گا لیکن ہمارا خیال یہی تھا کہ اس علاقے میں آپ سے بہتر کوئی اور آدمی ہمارے لیے موجود نہیں ہے۔"

"ہُوں۔" مارلینو نے گردن جھکائی، اس کے چہرے پر کش مکش کے آثار نظر آرہے تھے۔ درحقیقت اگر وہ چاہتا تو سوچنے کے لیے وقت لے لیتا، لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اتنی بڑی ذمّے داری لینے سے کیا فائدہ؟ وہ جس انداز میں کام کرنے کا عادی تھا، اسی کو بہتر سمجھتا تھا، ہر چند کہ اس کے حوصلے بلند تھے اور وہ زندگی میں بہت کچھ کرنا چاہتا تھا، لیکن اتنے بڑے جھمیلے میں پھنس کر ممکن ہے اس کی راہ میں کچھ مشکلات پیدا ہوجائیں۔ تب تنظیم کے ایک رُکن نے کہا۔ "آپ صرف یہی نہ سمجھیں مسٹر مارلینو کہ آپ کے ذریعے تنظیم کو فائدے ہوں گے، تنظیم کے ذریعے بھی آپ کو بے شمار فوائد حاصل ہوسکتے ہیں، اگر آپ چاہیں تو میں اس سلسلے میں ایک نام لے سکتا ہوں جس کے لیے آپ مضطرب ہیں اور غالباً اس کے لیے آپ یہاں پہنچے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" مارلینو نے سوال کیا۔

"شیران۔"

"کک، کیا مقصد! شیران!... شیران کہاں ہے؟" مارلینو نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں مسٹر مارلینو۔ یہ نام آپ کے لیے جس قدر دلکشی کا باعث ہے، ہم اس کے بارے میں اچھی طرح سے جانتے ہیں۔"

مارلینو ایک لمحے کے لیے بے چین ہوگیا تھا۔ اس کے نام لینے کی تُک اُس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی، ویسے یہ حقیقت تھی کہ یہ نام بہت سے معاملات پر بھاری تھا۔ اس نام کے سہارے مارلینو کو مجبور کیا جاسکتا تھا وہ چند لمحات تک اُس شخص کی شکل دیکھتا رہا جس نے شیران کے بارے میں کہا تھا، اور پھر اُس نے بھاری

لہجے میں پوچھا: "شیران کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ آپ کو یہ بات کیسے معلوم کہ میں اسی سلسلے میں آیا ہوں۔"

وہ شخص مسکرانے لگا، پھر بولا۔ "مسٹر مارلینو، ہم آپ سے عرض کر چکے ہیں کہ آپ کے بارے میں تمام تر تفصیلات معلوم کرنے کے بعد ہی ہم نے آپ تک پہنچنے کی جرأت کی ہے، آپ کو اس بات پر حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ ہمیں اس بارے میں کیسے معلوم ہوا!... تنظیم معمولی نوعیت کی حامل نہیں ہے اور پھر جو شخص ہماری توجہ کا مرکز ہوتا ہے ہم اس سلسلے میں کوشش کرتے ہیں کہ اس شخص کی زندگی کا کوئی راز، راز نہ رہے، اس کی زندگی کا ایک ایک واقعہ ہمارے علم میں ہونا چاہیے۔ مثلاً ہم جب آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے نکلے تو ہمیں پتہ چلا کہ آپ کا تعلق ایک چھوٹے سے دیہات سے تھا، غالباً گانگ ہو کا ہی کوئی علاقہ تھا، آپ سیدھے سادے معصوم سے آدمی تھے، آپ نادانستگی میں کچھ ایسے لوگوں کے ہاتھ لگ گئے جو جرائم پیشہ تھے اور اپنے طور پر پلاننگ کر رہے تھے، آپ نے اُن کے الفاظ سُن لیے۔ اُنھوں نے آپ کو پالیا اور اُس کے بعد اُنھوں نے تفریحی طور پر آپ کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے پھر انہی میں سے ایک نے آپ کو اپنے ساتھ لے جا کر اپنے تجربات کا مرکز بنایا اور آپ نے وہیں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک ایسی ناقابلِ تسخیر قوت بن کر سامنے آئے کہ دنیا ششدر رہ گئی۔ یہ ساری تفصیلات آپ کے بارے میں معلوم کر لی گئیں، اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی معلوم ہے۔ مسٹر مارلینو کہ آپ نے شیران کو اپنا نائب بنایا، اور شیران نے آپ کے مفادات کے لیے بہت کچھ کیا۔ آپ کے بارے میں یہ بھی علم ہے کہ آپ شیران کو بے پناہ چاہتے ہیں۔ بہت سی باتیں ہمارے علم میں ہیں، کوئی ایسی بات نہیں ہے، جو آپ کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں اور آپ کے بارے میں ہمیں معلوم نہ ہو۔" اس شخص نے اپنی بات ختم کی اور کرسی سے ٹک گیا۔ مارلینو دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا، پھر اس نے مسکرا کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ درحقیقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کچھ اور لوگ بھی میرے بارے میں اس قدر معلومات رکھتے ہیں۔ اب تو آپ نے میری توجہ اس طرف مبذول کرا ہی دی ہے، میں مزید کچھ سوچتا ہوں۔"

"ہاں مسٹر مارلینو ہم ہر قیمت پر یہ بات پسند کریں گے کہ آپ ہم میں شامل ہو جائیں۔"

"میں اس سلسلے میں کوئی شرط بیان کر سکتا ہوں آپ لوگوں سے!"

"جی ہاں۔ آپ فرمائیے!"

"جب آپ کی معلومات اس قدر وسیع ہیں تو کیا آپ مجھے شیران کی موجودہ پوزیشن بتا سکتے ہیں؟"

اس سوال پر ان تینوں نے مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا، پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔ "مسٹر مارلینو آپ جو بھی فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا، اور ہم اِسے شرط نہیں سمجھتے جو آپ نے کہا ہے بلکہ یہ ایک دوستانہ تعاون بھی قرار دیا جا سکتا ہے، ہاں ہمیں شیران کی موجودہ پوزیشن معلوم ہے اور ہم اس سلسلے میں آپ کو بتانے میں عار نہیں محسوس کرتے۔"

"اوہ، اوہ، پھر مجھے بتاؤ، شیران کہاں ہے اس وقت؟"

"مسٹر مارلینو، اس بات کا ہمیں علم نہیں ہے لیکن ہم آپ کو یقین دلا سکتے ہیں کہ شیران زندہ ہے اور یہ بھی یقین دلا سکتے ہیں آپ کو کہ آپ کی خواہش پر تنظیم اُسے دُنیا کے ایک ایک چپے میں تلاش کر کے آپ کے سامنے پیش کر دے گی۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندہ ہے؟" مارلینو نے پوچھا۔

"اس لیے مسٹر مارلینو کہ جس شخص کی لاش آپ نے دیکھی ہے، وہ شیران نہیں تھا بلکہ اس کا ایک ہمشکل تھا، اور غالباً یہ معلوم کر کے آپ کو یقیناً حیرت ہوگی کہ وہ شخص تنظیم کا ہی ایک رُکن تھا۔"

اب مارلینو کی قوتِ مدافعت جواب دے گئی تھی۔ اس سے زیادہ وہ تجسس برداشت نہیں کر سکتا تھا، چند لمحات وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُن میں سے ایک ایک کی شکل باری باری دیکھتا رہا، پھر اُس کے مُنہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ "تنظیم کا ایک رُکن۔"

"ہاں، اُسے شیران کا ہمشکل بنا کر خاص طور سے بھیجا گیا۔"

"اس کی وجہ؟"

"مسٹر مارلینو جو کچھ آپ کو بتایا گیا ہے اس میں ذرا بھی شک وشبے کی گنجائش نہیں ہے۔ جہاں تک وجہ کا معاملہ رہا تو اُس کے لیے آپ سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ اگر آپ تنظیم کے عہدے کو قبول کر لیتے ہیں اور ہمارے ساتھیوں میں شامل ہو جاتے ہیں تو پھر آپ کو کسی بھی مسئلے سے لاعلم نہیں رکھا جائے گا۔"

"کیا آپ لوگ یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ شیران زندہ ہے؟"

"ہاں پورے وثوق سے ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ وہ شخص

جس کا نام شیران ہے وہ زندہ ہے۔"

"وہ اس وقت کہاں ہے؟"

"اس بارے میں ہم نہیں بتا سکتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے لیکن اس کی زندگی کے بارے میں آپ کو مکمل یقین دہانی کرائی جاتی ہے، آپ شیران کے بارے میں ہم سے اگر کچھ اور معلومات کرنا چاہیں، تو ہم آپ کو اس کی تفصیل بھی بتا سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ یہاں اُس نے آپ کے لیے منشیات کے اڈے قائم کیے، اُن کی مکمل نگرانی کی، اُنھیں تحفظ اور استحکام بخشا۔ اس کے بعد وہ یارتم کے علاقے میں پہنچ گیا، وہاں اُس نے یاتان برما کی بیٹی سدھاشی کو قتل کیا، سدھاشی کو قتل کرنے کے بعد وہ وہاں سے چلا تو ہندوستان پہنچ گیا اور ہندوستان سے آگے کے بارے میں بھی تفصیلات کسی حد تک ہمیں معلوم ہیں، لیکن یہ آپ کو فراہم نہیں کی جا سکتیں، تاوقتیکہ آپ ہم سے تعاون کا اعلان نہ کر دیں۔"

"اوہ، اوہ میں مانتا ہوں، سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ حیرت انگیز ہیں، واقعی آپ کی معلومات بے حد وسیع ہیں، لیکن مجھے اِس سلسلے میں مزید کچھ بتایئے، میں اُس کے لیے بے حد پریشان ہوں، آپ نے آخر اس کے ہمشکل کو یہاں کیوں بھیجا اور اس سے آپ کا مقصد کیا تھا؟"

"آپ یہ بھی تصور کر سکتے ہیں مسٹر مارلینو کہ آپ کو متوجہ کرنے کے لیے۔ ہمارے آدمی نے وہی سب کچھ کیا جس سے آپ ہماری طرف متوجہ ہو سکتے ہیں، اس نے شیران کے میک اَپ میں شیران کے فرائض بھی سنبھالے تھے، جس کا اندازہ آپ کو اپنے اڈوں پر ہونے والے موجودہ ہنگاموں سے ہوا ہوگا اور غالباً یہی وجہ تھی کہ آپ اس طرف متوجہ ہوئے۔"

"تو گویا یہ صرف مجھے بُلانے کی ایک کوشش تھی؟" مارلینو نے پوچھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں تھی، ہم آپ سے کہہ چکے ہیں کہ ہم گانگ ہو میں بھی آپ سے ملاقات کر سکتے تھے، کچھ اور معاملات ہیں جو ابھی نہیں بتائے جا سکتے، لیکن جن کی تفصیل بعد میں آپ کو فراہم کر دی جائے گی، اب آپ اس سلسلے میں غور کر لیجیے۔ بلاشبہ آپ کا ذہن انتہائی تجسس کا شکار ہو گیا ہے ہمیں اِس کا اعتراف ہے اور ہم آپ کو سوچنے کے لیے مناسب وقت دیتے ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، میں تقریباً ایک ہفتے کا وقت چاہتا ہوں آپ لوگوں سے لیکن میری بنیادی شرائط یہی ہوں گی کہ اگر شیران کی زندگی کی ضمانت مجھے مل جائے اور یہ پتہ چل جائے کہ وہ کہاں ہے، تو پھر شاید میں تنظیم میں شامل ہو جاؤں۔"

وہ شخص مُسکرانے لگا، پھر بولا۔ "تنظیم بہت بڑی ہے مسٹر مارلینو، شیران سے آپ کی محبت کو ہم لوگ چیلنج نہیں کر سکتے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تنظیم سے آپ کو بہت کچھ ملے گا آپ غور کر لیجیے اور اب ہمیں اجازت دیجیے۔"

"میں آپ لوگوں کی آمد کا شکرگزار ہوں لیکن تھوڑا سا ہیت میری طرف سے۔ میرا مطلب ہے بغیر جانے بوجھے آپ یہاں سے چلے جائیں گے؟"

"نہیں مسٹر مارلینو جب ہمیں آپ گانگ ہو میں بلائیں گے تو پھر ہم آپ کو اس کا موقع دیں گے کہ آپ ہماری خاطر مدارات کریں۔"

"آپ سے رابطے کا کیا ذریعہ ہوگا؟"

"وہ بھی آپ کو بتا دیا جاتا ہے۔" اُس شخص نے کہا اور ایک چھوٹا سا واچ ٹرانسمیٹر جیب سے نکال کر مارلینو کو پیش کر دیا۔

"اس ٹرانسمیٹر پر آپ ہم سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ اس کے استعمال کا طریقہ بہت آسان ہے۔" وہ اُسے ٹرانسمیٹر کے استعمال کا طریقہ بتانے لگے اور اس کے بعد ان لوگوں نے اجازت چاہی۔ مارلینو اُنھیں دروازے تک رُخصت کرنے آیا تھا اور پھر وہ دُور جاتی ہوئی کار کو دیر تک دیکھتا رہا۔ اس کے ذہن میں نجانے کیا کیا خیال آ رہے تھے۔ بہت ہی مضطرب، بہت ہی پریشان، بہت ہی اُلجھا ہوا تھا وہ۔

★ ★

ایڈنا ڈمپل شیران کے پاس واپس پہنچ گئی۔

"سوری ڈیئر۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ مجھے کچھ دیر ہو گئی، تم بور تو نہیں ہوئے؟"

"اوہ۔ نہیں نہیں۔" شیران نے سنبھل کر جواب دیا اور ایڈنا ڈمپل کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھنے لگا، پھر اُس نے پوچھا۔

"کون تھا وہ شخص؟"

"میرا ایک بہت پُرانا شناسا، اس شخص نے میرے لیے بہت کچھ کیا تھا۔ بہت گہرا دوست ہے میرا لیکن ہم ایک طویل عرصے کے بعد آپس میں ملے ہیں، تمھیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے ڈیئر؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو کیلاشی بھلا مجھے تمھارے دوستوں پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے کبھی تم نے میری فطرت میں یہ بات

محسوس کی ؟"

"نہیں ڈیئر۔ تم۔ تم تو میرے لیے جانے کیا ہو۔ مَیں جانتی ہُوں۔"

"اپنے دوست سے میرا تعارف نہیں کراؤ گی ؟"

"مَیں نے اُسے تمہارا نام نہیں بتایا اور ابھی بتاؤں گی بھی نہیں۔ مَیں نہیں چاہتی کہ اُسے تمہارے بارے میں تفصیلات معلوم ہوں۔"

"کیوں ؟" شیران نے پُوچھا۔

"یُوں ہی بس۔ مَیں تمہیں اپنے جیون ساتھی کی حیثیت سے رُوشناس کرانا چاہتی ہُوں۔" ایڈنا مسکراتی ہُوئی بولی۔

"چلو۔ کوئی حرج نہیں ہے۔"

"ویسے اگر تم چاہو تو مَیں تمہارا تعارف کرا سکتی ہُوں۔ یُوں بھی اُس نے ہمیں اپنے پاس آنے کی دعوت دی ہے۔"

"جیسا تم پسند کرو۔ مجھے ان تمام چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" شیران نے لاپرواہی سے کہا لیکن دل ہی دل میں وہ بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ بہت سے منصوبے بن رہے تھے اس کے دل میں طویل عرصے کے بعد اُسے اپنا ماضی یاد آیا تھا۔ کیلاشی کے ساتھ اُس نے اپنا جو وقت گزارا تھا وہ اس کی زندگی کا سب سے مختلف وقت تھا۔ اس تمام عرصے میں اُس نے ایک بھی شخص کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ اپنی پُرانی تفریحات کو اُس نے تقریباً ترک کر دیا تھا۔

جنگلی درندوں کا شکار، خونریزی، دہشت گردی سے وہ اب بہت دُور نکل آیا تھا۔ درحقیقت وہ اپنی زندگی میں بے شمار تبدیلیاں پیدا کرنے کا خواہشمند تھا۔ اُس نے اپنی زندگی کو دو حصّوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ پہلا حصّہ وہ اُسے قرار دیتا تھا جب وہ تراب زان سے نکلا تھا۔ تراب زان کی زندگی کو وہ بچپن پر محمول کرتا تھا جو کچھ بھی ہُوا تھا وہ صرف معصومانہ اور طفلانہ حرکتیں تھیں۔

اُس نے اپنے طور پر یہ سارے فیصلے کر لیے تھے۔ اس کے بعد پہلی زندگی کا وہ دور وہاں تک ۔۔۔۔۔ پہنچا تھا جب وہ موتی مارون سے متاثر ہُوا تھا۔ اس وقت تک کی جو ہنگامہ خیزیاں تھیں اُنہیں یاد کر کے شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی تھی۔ بہرطور اُس نے ایک خوبصورت زندگی گزاری تھی۔ اس وقت بھی وہ حالات پر قادر اور حکمران رہا تھا۔ اور اپنی زندگی کے دوسرے دور میں بھی وہ مطمئن و مسرور تھا۔

بلاشبہ رانی ایاوتی اُسے نہیں مل سکی تھی جو اُس کے ذہن و دل پر قابض ہو چکی تھی لیکن کیلاشی بھی رانی ہی کا دُوسرا رُوپ تھی اور پھر اتنی محبت کرنے والی عورت تھی وہ کہ شیران کو اس کی محبت میں کبھی کوئی فریب اور کھوٹ نظر نہیں آیا تھا۔ پتہ نہیں کیوں اُس نے اپنی فطرت کا پہلی بار غور سے تجزیہ کیا تھا تو اُسے محسوس ہُوا تھا کہ لاکھوں بُرائیاں ہونے کے باوجود اُس کے اندر ایک خُوبی بھی موجود ہے وہ ایسے شخص کو ضرور پسند کرتا ہے جو اس سے مخلص ہو۔ حالانکہ زندگی کے ابتدائی دور میں بھی کچھ مخلص لوگ ملے تھے، لیکن وہ خود کسی سے مخلص نہیں ہُوا تھا اور یہ اُس کی فطرت کا ایک رُوپ تھا لیکن یہ رُوپ اب بدل چکا تھا۔ کیلاشی کی معیّت میں اُس نے اس بات کو اچھی طرح محسوس کیا تھا کہ مخلص ساتھی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس کے خلوص کا اعتراف کرنا چاہیئے۔ کیلاشی سے اُسے وہ سب کچھ مل گیا تھا جو اُس کی خواہشات میں شامل تھا، سوائے اولاد کے۔ حالانکہ شیران اُس کے لیے پاگل نہیں ہو رہا تھا لیکن اُس نے یہی سوچا تھا کہ زندگی میں جب بھی کبھی اس قسم کا موقع ملا اور تقدیر نے اُسے بیٹا دیا تو وہ اس بیٹے کی پرورش اپنی ہی مانند کرے گا تاکہ شیران کا نام ہمیشہ زندہ رہے یہ سب کچھ نہیں ہو سکا تھا۔ بارہا شیران کے دل میں یہ خواہش اُبھری تھی لیکن کیلاشی کی محبت نے اس خواہش کو دبا دیا تھا اور اب اُس نے اس خواہش کا تذکرہ کرنا بھی چھوڑ دیا تھا تاکہ کہیں کیلاشی اس بات سے متاثر نہ ہو۔

شیران کی زندگی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ اُس نے کیلاشی کو اپنے مذہب کے طریقے کے مطابق نہیں اپنایا تھا۔ درحقیقت انسانیت کی بے شمار قدروں سے وہ بے حد دُور تھا حالانکہ اصولی طور پر وہ اپنے آپ کو اپنے مذہب ہی میں کہلانا پسند کرتا تھا۔ اگر کوئی اس کا نام بدلنے کی کوشش کرتا یا اُسے ایسے کسی مذہب کے پیروکار کی حیثیت سے پکارتا جو اُس کے مذہب سے مختلف ہوتا تو وہ اس بات کو قطعی طور پر برداشت نہ کر پاتا۔ گو اُس نے کیلاشی سے باقاعدہ شادی نہیں کی تھی اور کبھی اس کے ذہن میں یہ تصوّر بھی نہیں آیا تھا کہ کیلاشی اُس کی باقاعدہ بیوی نہیں ہے بس وہ سمجھتا تھا کہ ذہنی طور پر دونوں نے ایک دُوسرے کو قبول کر لیا ہے۔ اِس لیے کیلاشی اُس کی اپنی ہے اور اب ان دونوں کے درمیان اب ایسی کوئی چیز حائل نہیں ہے جو اُن کے رشتوں میں رخنہ اندازی کا سبب بن سکے۔ اپنی زندگی کے پہلے اور دُوسرے دور سے اب تک وہ مطمئن تھا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ شیران کی فطرت میں کب ۔۔۔ کوئی تبدیلی پیدا ہو جائے۔ اُسے شاید خود بھی اس کا اندازہ نہیں تھا چنانچہ اس وقت اس شخص کو دیکھ کر اُس کے ذہن میں

ماضی کی بے شمار یادیں کلبلا اُٹھی تھیں۔ اُسے یہ شخص یاد آ گیا تھا یہ جیکارڈ تھا۔ مارلینو نے آٹھ آدمیوں کی تصویریں اُسے دکھائی تھیں جن میں ایک بادشاہ خان تھا۔ ہینڈرک تھا، بریٹو تھا اور دُوسرے کئی لوگ تھے اور ساتھ ساتھ ہی یہ شخص بھی اس میں شامل تھا۔ اور شیران کو اپنی یادداشت پر مکمل بھروسہ تھا۔ تاہم اُس نے کیلاشی سے پوچھا۔ "اس کا نام کیا ہے کیلاشی ؟"

"جیکارڈ۔ لاس اینجلس کا بے تاج بادشاہ ہے۔ بہت بڑی قوّت رکھتا ہے یہاں تم اس کے بارے میں سُنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ شیران، یہ بے انتہا دولت مند آدمی ہے شیران اور حکومت کے معاملات میں اس کا بہت ہاتھ ہوتا ہے۔"

"لیکن یہ ایک عام آدمی کی طرح اس ہوٹل میں کیوں بیٹھا ہوا ہے ؟"

"اس لیے کہ وہ عام آدمی کی مانند ہی رہنا چاہتا ہے۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔ شیران کے اس تجسس کو اُس نے کوئی خاص معنی نہ پہنائے تھے۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا، کہ شیران کے ذہن میں کیا کھچڑی پک رہی ہے لیکن شیران کو اب کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا۔ بلاشبہ مارلینو نے بھی اس کا نام جیکارڈ ہی بتایا تھا۔ اُس نے دل ہی دل میں کہا "مارلینو میں نے تمہارے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن ابھی تک مَیں یہ سمجھتا ہُوں کہ مَیں تمہاری محبت کا فرض ادا نہیں کر سکا تم وہ پہلے آدمی ہو جس نے میرے دل کی گہرائیوں کے ان گوشوں کو چھوا ہے جو بالکل گمنامیوں میں پڑے ہُوئے تھے۔ پتہ نہیں کیوں تمہاری طرف سے میرے دل میں کبھی کوئی کھوٹ نہیں پیدا ہُوئی اور شاید دُوسری شخصیت میں موتی مارون کو کہہ سکتا ہُوں۔ یہ کیلاشی اگر موتی مارون کی ہم شکل نہ ہوتی تو کبھی میری زندگی میں شامل نہ ہو پاتی۔ تو ڈیئر مارلینو میں جہاں بھی رہوں گا۔ وہاں تمہارے مفادات کا خیال رکھوں گا۔ تمہارے دل میں آرزو تھی ناکہ تم اپنے ان آٹھوں ساتھیوں کو قتل کر دو، تو خوش ہو جاؤ، ایک اور شکار میرے جنگل میں آ پھنسا ہے۔"

"کیا سوچنے لگے شیران۔" ایڈنا ڈمپل نے پُر تجسس نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہُوئے کہا اور شیران مُسکرا دیا۔

"کچھ نہیں۔ بس اس شخص کے متعلق سوچ رہا تھا جو تمہارا دوست ہے۔"

"کیوں تم اس سے ملنا پسند کرو گے ؟"

"کیوں نہیں بھلا جو تمہارا دوست ہے وہ میرا دوست کیوں نہیں ہو سکتا ؟" شیران نے بدستور مسکراتے ہُوئے کہا اور ایڈنا خوش ہو گئی۔ جیکارڈ کو وہ اپنی کہانی سُنا چکی تھی۔ اِس لیے اب اُسے کوئی خدشہ نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی کہ جیکارڈ اب اُسے کیلاشی کے نام سے ہی مخاطب کرے گا۔ جیکارڈ نے پُرتپاک نگاہوں سے اُس کا استقبال کیا تھا۔

"آپ سے مل کر بے حد خوشی ہُوئی مسٹر آپ نہیں جانتے کہ کیلاشی میری کتنی عزیز ہے، یہ میرے بہترین دوستوں میں شمار ہوتی ہے۔"

"بہت خوشی ہُوئی، آپ سے مل کر مسٹر جیکارڈ، کیلاشی کے دوست میرے بھی دوست ہیں۔" شیران نے مُسکراتے ہُوئے اپنا چوڑا ہاتھ جیکارڈ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ جیکارڈ نے اس ہاتھ کی سختی کا بخوبی اندازہ لگایا تھا پھر وہ لوگ کافی دیر تک بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔ شیران، جیکارڈ کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ اس کے بارے میں بہت سے اندازے قائم کر رہا تھا پھر جیکارڈ نے اُٹھتے ہُوئے کہا۔ "مَیں آپ لوگوں کو اپنی رہائش گاہ پر دعوت دیتا ہُوں کب مل رہے ہیں آپ مجھ سے ؟" اُس نے سوال کیا۔

"جب آپ پسند کریں۔"

"میری پسند ناپسند کا سوال نہیں پیدا ہوتا مَیں تمہاری تقریبات میں بھی رخنہ اندازی نہیں کرنا چاہتا لیکن مجھے خوشی ہوگی کہ اگر تم کل لنچ میرے ساتھ کرو، اس کے بعد ممکن ہے ہم آئندہ کے لیے خوبصورت پروگرام بنا سکیں۔ کیلاشی امریکہ آئی ہے تو جیکارڈ کا فرض ہے کہ اُسے یہاں کی پُرلطف زندگی سے رُوشناس کرائے۔ میری شکارگاہ بھی ہے اور وہاں بہترین شکار ملتا ہے۔"

"کیا واقعی ؟" شیران نے مسرور ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔ تم کو میری شکارگاہ یقیناً پسند آئے گی۔ مَیں نے ایک بہت خوبصورت فارم بنایا ہے۔ فارم سے آگے کا علاقہ جنگل کا علاقہ ہے اور وہاں ہمیں شکار کے لیے بہترین جانور دستیاب ہیں۔"

"تب تو میں کیلاشی سے مشورہ کیے بغیر ہی آپ کی دعوت قبول کرتا ہُوں مسٹر جیکارڈ۔" شیران نے مُسکراتے ہُوئے کہا اور جیکارڈ ہنسنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ان سے رُخصت ہو کر باہر نکل گیا۔ شیران اور کیلاشی وہیں بیٹھے رہے تھے۔

"کیا خیال ہے تمہارا جیکارڈ کے بارے میں شیران ؟"

"عمدہ آدمی معلوم ہوتا ہے، مجھے اس سے مل کر خوشی ہُوئی ہے۔" شیران نے جواب دیا لیکن اس کے ہونٹوں پر ایک مکارانہ مُسکراہٹ پھیلی ہُوئی تھی، وہ سوچ رہا تھا کہ کیلاشی مجھے افسوس ہے کہ پہلی بار تمہارے اور میرے درمیان ایک

اختلاف پیدا ہوگا لیکن تم سے بری ایک اور شخصیت میرے لیے محترم ہے اور وہ ہے مارلینو۔ مارلینو کے مفادات کو میں دُنیا کے کسی بھی خطے میں کسی بھی شخصیت کے لیے نظرانداز نہیں کر سکتا۔

●

وہ تینوں چلے گئے تھے لیکن مارلینو کو شدید اضطراب کا شکار کر کے چھوڑ گئے تھے۔ وہ خود کو سنبھالنے کی بہت کوشش کر رہا تھا لیکن سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ شیران کے بارے میں اُسے جو اطلاع ملی تھی اُس نے اُسے ایک عجیب اِضطراب کا شکار بنا دیا تھا۔

اس کے علاوہ اس بہت بڑے ملک کی اِس تنظیم نے جس طرح اُسے اپنے نمائندے کے طور پر منتخب کیا تھا۔ اِس پر بھی مارلینو بہت غور و خوض کر رہا تھا۔ گریچر اور میگنیشا کو اُس نے اس سلسلے میں اپنا ساتھی بنانا پسند نہیں کیا تھا چونکہ وہ اس گفتگو کی اہمیت سے پوری طرح واقف تھا، بہر طور دُوسرے ہی دن وہ وہاں سے گانگ ہو روانہ ہو گیا۔

ان تینوں کے بارے میں گریچر اور میگنیشا نے کوئی سوال کرنے کی جُرأت نہیں کی تھی اور نہ ہی مارلینو نے اُنھیں بتایا تھا گانگ ہو میں اپنی رہائش گاہ پر واپس آنے کے بعد بھی وہ شدید اِضطراب کا شکار رہا اور تیسرے دِن اُس نے اپنے طور پر بہت سے فیصلے کیے۔ اِس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس پیش کش کو قبول کر لے۔ اِس پیش کش سے اُسے بہت سے فائدے حاصل ہو سکتے تھے نقصان بظاہر کچھ نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ اُس کا عہدہ بڑھ جائے گا اور اس کی ذمے داریاں بھی بڑھ جائیں گی۔ لیکن اس کے لیے اُسے بے شمار ساتھی مہیّا کر دیے جائیں گے۔ مارلینو کا خیال تھا کہ اس طرح وہ اپنی قوت میں اضافہ کر سکے گا اور اپنے مقصد کے لیے اُسے اور آسانیاں حاصل ہو جائیں گی، چنانچہ اُس نے اِن کے دِیے ہوئے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دُوسری طرف رابطہ قائم ہو گیا۔

"مسٹر مارلینو"۔ دُوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ، ویری گڈ۔ آپ کو یہ علم تھا کہ اِس وقت میں ہی آپ سے مخاطب ہوں گا؟"

"ہاں۔ ہمارے ہاں، اس قسم کے انتظامات ہیں مسٹر مارلینو کہ جس ٹرانسمیٹر پر ہمیں کوئی کال کرے اس کے بارے میں یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ کس کے پاس موجود ہے۔"

"ٹھیک۔ ٹھیک۔ بالکل صحیح، میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ گانگ ہو میں تشریف لا کر مجھے عزت بخشیں گے؟"

"وہاں آنا ہمارے لیے بھی باعثِ افتخار ہوگا مسٹر مارلینو کب پہنچ جائیں ہم لوگ؟"

"اب یہ آپ پر منحصر ہے۔ کسی وقت بھی پہنچ جائیں، میں آپ لوگوں کا منتظر رہوں گا۔"

"تو پھر ہمارے لیے گانگ ہو پہنچنا زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ دراصل ہم اس مشن پر آئے ہوئے ہیں کہ آپ سے آپ کا جواب لے لیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ کس وقت پہنچ رہے ہیں؟"

"اب سے چند گھنٹے کے بعد کیا آپ گانگ ہو کے ہیلی پورٹ پر ہمارا اِنتظار کریں گے؟"

"یقیناً۔ میں آپ کو وہاں خوش آمدید کہنے کے لیے تیار رہوں گا۔" مارلینو نے جواب دیا۔

اس دوپہر اُس نے اِن لوگوں کو گانگ ہو کے مخصوص ہیلی پورٹ پر خوش آمدید کہا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر سے آئے تھے۔ ہیلی کاپٹر ہیلی پورٹ پر اُتر گیا اور مارلینو نے آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کیا۔ وہی تینوں آدمی تھے اس کے علاوہ ایک پائلٹ تھا جو ہیلی کاپٹر ہی کے نزدیک کھڑا رہا تھا۔ مارلینو اُنھیں اپنی لمبی شاندار کار میں بٹھا کر اپنی رہائش گاہ پر لایا۔ راستے میں وہ گانگ ہو کو دیکھتے ہوئے آئے تھے۔ اُنھوں نے اِس کے بارے میں بہت سے تعریفی کلمات کہے اور کہا کہ مسٹر مارلینو آپ نے گانگ ہو کو ایک مثالی قصبہ بنایا ہے۔ بلاشبہ آپ اِس کے لیے قابلِ مُبارک باد ہیں۔

"آپ کے لیے تو یہ قصبہ اجنبی نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے آپ میرے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے گانگ ہو سے بھی پوری طرح واقف ہو گئے ہوں گے؟"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے ہم نے بذاتِ خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن اس کے بارے میں تمام تفصیلات آپ کی فائل میں موجود ہیں"۔ اُن میں سے ایک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، میں آپ کی آمد کا شکر گزار ہوں۔"

دوپہر کے کھانے کے بعد ان لوگوں کی ایک نشست ہوئی اس نشست میں مارلینو نے اعلان کیا۔ "میں غیر مشروط طور پر تنظیم کا دیا ہوا عُہدہ قبول کرتا ہوں۔ باقی تمام باتیں

جن کا تعلق میرے مفاد سے ہے میں آپ لوگوں سے ضرور دوں گا لیکن یہ باتیں کسی شرط میں شامل نہیں ہیں۔ تنظیم کے مفاد کے لیے اگر کوئی ایسی بات ہو جس کا مجھ سے چھپایا جانا ضروری ہو تو میں اُسے معلوم کرنے پر اِصرار نہیں کروں گا۔ میں نے پورے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ تنظیم کی طرف سے مجھے جو ذمے داریاں پیش کی جائیں گی۔ ان کو میں اپنی تمام تر حیثیت، شخصیت اور صلاحیتوں کے مطابق انجام دُوں گا۔"

"ہماری طرف سے اس بہترین فیصلے کی مُبارکباد قبول کیجیے مسٹر مارلینو باقی رہا آپ کے ذاتی مفادات کی بات تو ہم اس سلسلے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ آپ ہم سے جو بھی سوال کریں اس کا آپ کو تسلی بخش جواب دیا جائے گا اور ہمیں یہ ہدایت ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے چیف وائٹ تھری ایٹ کی طرف سے دی گئی ہے۔"

"اس کے لیے میں آپ لوگوں کا مزید شکر گزار ہوں اس سلسلے میں جو بھی کارروائیاں کاغذی حیثیت رکھتی ہیں وہ کر لی جائیں میں ان سب کی تکمیل کے لیے موجود ہوں"۔ مارلینو نے جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ۔ یہ کارروائیاں ہو جائیں گی، کچھ کاغذات آپ کے پاس پہنچائے جائیں گے جو آپ کی رکنیت کے کاغذات ہوں گے اور اس کے بعد آپ مکمل طور پر ہمارے آدمی شمار کیے جائیں گے۔ مسٹر مارلینو آپ کے وطن میں، آپ کے ملک میں ہمارا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو ایک محبِ وطن کی حیثیت سے آپ کے لیے تکلیف دِہ ہو۔ ہاں۔ ہمارے ملک کی جغرافیائی پوزیشن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ ہی سمجھے ہوں گے کہ ہمیں کون کون سی سرحدوں سے کن کن خطرات کا سامنا ہے اور کہاں کہاں ہمیں سرکاری تحفظ درکار ہے۔"

"میں جانتا ہوں اس کے علاوہ جو کچھ مجھے بتایا جائے گا میں اُسے ذِہن نشین رکھوں گا۔" مارلینو نے جواب دیا۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں مسٹر مارلینو، یہ تنظیم جو دُنیا بھر میں ہمارے مُلک کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہے، کیا معمولی نوعیت کی ہے، ہم اس تنظیم کے ادنا سے ادنا رکن کا انتخاب بہت ٹھوس بنیادوں پر کرتے ہیں، آپ کے بارے میں ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ جب آپ خلوص سے تنظیم کی رکنیت قبول کر چکے ہیں تو پھر تنظیم کے مفادات کے علاوہ کچھ بھی نہیں سوچیں گے، تنظیم کی سالانہ میٹنگ ہمارے وطن کے دارالحکومت میں ہوتی ہے اس میٹنگ میں آپ ایک عہدے دار کی حیثیت سے شریک ہوں گے اور چونکہ یہ میٹنگ زیادہ دُور نہیں ہے اس لیے وائٹ تھری ایٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ اسی میٹنگ میں وہ آپ سے ملاقات بھی کرے گا، آپ کے اس اقرار کے بعد یوں سمجھیے کہ باقی بات صرف کاغذی کارروائیوں کی رہ گئی ہے، ورنہ آپ ہماری تنظیم کے ایک معتبر رکن بن چکے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ، میں اس عہدے پر فخر کرتا ہوں۔" مارلینو نے جواب دیا۔

پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"مسٹر مارلینو تنظیم کی رکنیت اختیار کرنے کے بعد انسان کی اپنی ذات صرف تنظیم کے لیے وقف ہو کر رہ جاتی ہے اور اس کی ذاتی حیثیت کچھ نہیں رہتی۔ گانگ ہو میں آپ نے جو کچھ کیا، آپ نے اپنی ابتدائی زندگی سے اب تک جو کچھ کیا، وہ صرف آپ کے لیے ہی نہیں بلکہ تنظیم کے لیے بھی محترم ہے اور آپ کا کوئی بھی مسئلہ اب آپ کا ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ تنظیم کا مسئلہ ہے، تنظیم اس سلسلے میں آپ کو اپنی بھرپور معاونت پیش کرے گی اور ہر وہ کام جو آپ کی ذات سے منسوب ہوگا، تنظیم کا اپنا کام تصور کیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تنظیم آپ سے اس بات کی خواہشمند بھی ہے کہ ذاتی عناد یا دُشمنی کی بنا دپر آپ ایسی کوئی کارروائی نہیں کریں گے جو تنظیم کے مفاد میں نہ ہو۔"

"میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ ایسی کوئی کارروائی کسی بھی بنیاد پر نہیں کی جائے گی لیکن ایک سوال میں آپ سے ضرور کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی جی ضرور۔"

"کیا اس بات میں کوئی خاص اشارہ ہے، کیا مجھے کوئی خاص ہدایات دی جا رہی ہیں اس سلسلے میں؟" مارلینو نے پوچھا۔

"ہاں یہی سمجھ لیجیے، دراصل شیران کے بارے میں آپ کو بتانے سے پہلے یہ بات آپ کو بتا دینا ضروری تھی۔" تنظیم کے اعلا رُکن نے کہا اور مارلینو گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

کافی دیر تک وہ غور و خوض کرتا رہا، اُس کے بعد اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں آپ نے جو کچھ کیا، مجھے اس پر پورا اعتماد ہے، اور میں آپ سے وعدہ بھی کر چکا ہوں کہ جو کچھ جس انداز میں کہا گیا میں نے اُسے خلوصِ دِل سے قبول کر لیا، لیکن شیران کے سلسلے میں ایسی کونسی بات درپیش آئی، جس کے لیے آپ یہ الفاظ کہنے پر مجبور ہوئے؟" مارلینو کی آواز کا اضطراب چھپا نہیں رہ سکا تھا۔

"مسئلہ صرف شیران کا نہیں ہے مسٹر مارلینو بلکہ ممکن ہے کچھ ایسے لوگ ہمارے ساتھی ہوں جن سے آپ کو اختلاف ہو اور ممکن ہے یہ اختلاف شدید ترین ہو، ایسی صورت میں جب کہ وہ تنظیم کے بہترین رکن ہیں تو آپ تنظیم کے ساتھ کیا رعایت کر سکیں گے؟"

"میں پھر یہی سوال کروں گا، کیا ایسے کسی خاص آدمی کی نشاندہی کی جا سکتی ہے؟"

"اس کے لیے آپ کو انتظار کرنا ہوگا، لیکن مسٹر مارلینو آپ اپنے کسی چھوٹے سے مفاد کے لیے تنظیم کے مفاد کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ ہم مائی تھری ایٹ سے یہ درخواست کریں گے کہ آپ کو اگر کوئی خاص صورتِ حال درپیش ہو تو اس سے آگاہ کر دیا جائے، لیکن یہ بات اب آپ کے فرائض میں داخل ہو چکی ہے کہ تنظیم کے تمام معاملات پر آپ پوری طرح توجہ دیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔"

مارلینو نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی تھی پھر اُس نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا "یہ ٹھیک ہے اگر ایسی کوئی بات سامنے آتی ہے کسی شخص سے میرا ذاتی اختلاف ہوتا ہے، خواہ اُسے میں اپنا بدترین دُشمن سمجھتا ہوں، تو میں اس معاملے کو تنظیم ہی کے سپرد کر دوں گا اور خود اس میں دخل دینے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ، بس آپ کے یہی الفاظ ہمیں درکار تھے۔" تمام کارروائیاں مکمل ہو چکی تھیں، اس کے بعد وہ لوگ رخصت ہو گئے۔ مارلینو نے بڑی عزت اور احترام کے ساتھ اُنہیں رخصت کیا تھا۔

●

جیکارڈ نے اپنی شاندار رہائش گاہ میں اپنے معزز مہمانوں کا استقبال کیا تھا، ایڈنا ڈمیل کی شخصیت سے وہ بے حد متاثر تھا، ویسے بھی چالاک آدمی تھا، بے شمار ہنگامے پھیلا رکھے تھے، اس نے اپنی زندگی میں اور انہی کو زندگی سمجھتا تھا، مزید ہنگاموں کا شوقین تھا۔ ایک ایسی عورت جو بے مثال حیثیت کی مالک تھی، اگر اُس کے کچھ معاملات میں شریک ہو جاتی تو وہ اس سے بہت سے کام لے سکتا تھا، وہ جانتا تھا کہ ایڈنا ڈمیل بڑے اعلا پائے کی عورت ہے اور اُسے ساتھی بنانے میں فائدے ہی فائدے ہیں۔

جیکارڈ یہ بھی جانتا تھا کہ تنظیم کے حوالے سے وہ ایڈنا ڈمیل کو بلیک میل بھی کر سکتا ہے۔ ایڈنا ڈمیل نے ہر چند کہ اس پر اعتماد کیا تھا اور وہ اس اعتماد کو دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا، لیکن اگر ایڈنا ڈمیل اس کے مفادات کے لیے کام کرنے سے انکار کر دیتی تو پھر تنظیم کا سہارا لیا جا سکتا تھا، یعنی یہ کہ وہ ایڈنا ڈمیل کو اپنے کام کے لیے یہ کہہ کر مجبور کر سکتا تھا کہ اگر وہ اس کے مقاصد کی تکمیل پر راضی نہ ہوئی تو اس کے بارے میں تنظیم کو اطلاع دے دی جائے گی۔

شیران اس وقت ایک شاندار لباس میں ملبوس تھا اور ایڈنا ڈمیل بھی ایک انتہائی جدید طرز کا لباس پہنے ہوئی تھی۔

دونوں شاندار کار سے نیچے اُترے تو جیکارڈ نے آگے بڑھ کر بڑے پُرجوش انداز میں اُن کا استقبال کیا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے ایڈنا ڈمیل اور پھر شیران سے ہاتھ ملایا اور معزز مہمانوں کو لے کر اندر داخل ہو گیا۔

شیران اس کی اس شاندار کوٹھی کو دیکھ رہا تھا، جو بے مثال تھی، وہ یہاں موجود لوگوں کا بھی جائزہ لے چکا تھا۔ یہاں زیادہ تر خطرناک چہرے ہی نظر آ رہے تھے، یہ سب مقامی یعنی امریکی ہی تھے، لیکن ان کی شکلوں اور شخصیتوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سب جرائم پیشہ انسان ہیں۔ شیران اپنے طور پر یہاں کا اچھی طرح سے جائزہ لے رہا تھا۔ مارلینو کا مشن ایک بار پھر اُس کے ذہن میں تازہ ہو گیا تھا اور وہ اپنا یہ فرض آج بھی انجام دینے کے لیے کمربستہ تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ طویل عرصہ گزر جانے کے بعد مارلینو اس کے ذہن سے نکل چکا تھا، لیکن اب جب کہ مارلینو کا مفاد اس کے سامنے آیا، تو وہ اسے پوری طرح یاد آ گیا، مارلینو سے کتنا بھی وہ دُور رہے، لیکن مارلینو کی شخصیت اس کی ذات پر اس طرح اثر انداز ہوئی تھی کہ وہ کبھی اُسے فراموش نہیں کر سکتا تھا۔

جیکارڈ نے اُن کی انتہائی خاطر مدارت کی۔ لنچ پر ان تینوں کے سوا کوئی نہیں تھا، حالانکہ ایک عظیم الشان میز لگی ہوئی تھی۔ جیکارڈ نے مسکراتے ہوئے کہا "میں اپنے معزز مہمانوں کے اعزاز میں یہاں کے بڑے بڑے لوگوں کو دعوت دے سکتا تھا، لیکن میں جانتا ہوں کہ کماری کیلاشی کس حیثیت کی مالک ہے۔ اس کے ساتھ بیٹھنے والوں کو بھی اتنا ہی اعلا ہونا چاہیے جتنی وہ خود ہے۔"

"مسٹر جیکارڈ آپ نے میری جس انداز میں عزت افزائی کی ہے، میں اُس کے لیے آپ کی بے حد شکر گزار ہوں۔"

"آپ نے اپنے شوہر کا مکمل تعارف نہیں کرایا۔ کماری کیلاشی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ میں انہیں صرف آپ کے شوہر کی حیثیت سے جانتا ہوں، مجھے ان کا اصلی نام تک معلوم نہیں ہے۔"

"اوہ یہ شیران ہیں۔ شیران سلامی" ایڈنا ڈمیل نے جواب دیا، نجانے کیوں جیکارڈ کے ذہن میں بھی ایک ہلکی سی کلک ہوئی تھی، کوئی چیز اُس کے ذہن سے ٹکرائی تھی، یہ نام اُس نے پہلے بھی سُنا ہے، اس نے سوچا لیکن کہاں سُنا ہے، یہ بات اُس کے ذہن میں نہیں آئی تھی۔

"گڈ، ویری گڈ۔ مسٹر شیران آپ کا تعلق بھی ہندوستان ہی سے ہے؟"

"نہیں، میں پہاڑوں کا رہنے والا ہوں۔"

"خوب، کیا نام ہے آپ کے علاقے کا؟" جیکارڈ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میری بستی کا نام تُراب زان ہے۔ ایک پہاڑی قبیلہ جہاں کی روایات آج بھی اُس کی شان کا اعلان کرتی ہیں۔"

"خوب خوب۔ ویسے مسٹر شیران آپ نے اپنی زندگی انہی پہاڑوں میں گزاری ہے، یا جدید دُنیا سے بھی آپ کا رابطہ رہا ہے؟"

"ابتدا پہاڑوں ہی میں کی تھی۔ ایک خاص عمر تک پہاڑوں میں رہا اور اُس کے بعد وہاں سے نکل آیا۔ اس کی بنیاد ایک دیرینہ دُشمنی تھی اور اُس کے بعد میں نے اپنی زندگی مختلف مراحل میں گزاری، لیکن زندگی کا اختتام کماری کیلاشی کے دروازے پر آ کر ہوا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو شیران۔ میرے پاس آنے کے بعد تو صحیح معنوں میں زندگی کا آغاز ہوا ہے، تم اس آغاز کو اختتام کہتے ہو۔"

"میں نے اپنی زندگی کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا تھا کیلاشی، پہلے حصّے کا اختتام ہو چکا ہے اور اب میری زندگی کا نیا دور شروع ہوا ہے، جو میرے لیے انتہائی قابلِ سکون اور باعثِ دلکشی ہے۔" شیران نے جواب دیا۔

جیکارڈ ہنسنے لگا تھا، لیکن اُس کا ذہن اب بھی اسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، وہ غور کر رہا تھا کہ اس نام کو اُس نے کہاں سُنا ہے لیکن اس نے اس کا اظہار ان دونوں پر نہیں کیا تھا۔

جیکارڈ نے شام کی چائے تک ان دونوں کو اپنے ساتھ روکا اور پھر بڑے احترام سے انہیں رخصت کر دیا لیکن ان دونوں کے جانے کے بعد بھی وہ انہی کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ کون ہے یہ، کون ہے؟ جب اُسے کچھ یاد نہ آ سکا تو وہ اپنی اُس مخصوص نشست گاہ میں پہنچ گیا، جہاں اُس کے ضروری یادداشتوں کے ریکارڈ رہتے تھے۔ اُس نے یادداشتوں کی ان فائلوں کی تلاش شروع کر دی اور اس کام میں اُسے رات ہو گئی لیکن کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی جس سے شیران کا نام اُس کی نگاہوں کے سامنے واضح ہوتا۔

ریکارڈ میں اُسے اپنے ساتھیوں کے نام بھی نظر آئے تھے، جن کے ساتھ وہ پوری دُنیا میں مشترکہ طور پر بزنس کرتا تھا، ان ساتھیوں میں سے چند ساتھی بچھڑ چکے تھے، یعنی ڈاکٹر برٹو اور ہینڈرک۔ باقی تمام --- ابھی وہ اتنا ہی سوچ پایا تھا کہ دفعتاً اُس کے ذہن میں کھٹ سے ایک آواز آئی۔ اُسے شیران کا نام یاد آ گیا تھا۔

بادشاہ خان۔ بادشاہ خان بھی تو اُس کا ساتھی ہے اور بادشاہ خان نے کئی سال پہلے ایک بار ان سب کو بنکاک میں جمع کیا تھا، بنکاک میں اُس نے اپنے تمام ساتھیوں کے سامنے شیران کا نام پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ شیران مارلینو کا دستِ راست ہے اور مارلینو وہ شخصیت ہے جس نے ہینڈرک اور ڈاکٹر برٹو کو قتل کروایا ہے، اُس انتقامی جذبے کے تحت جو اُس کے سینے میں تھا۔ مارلینو کی کہانی یاد آئی تو جیکارڈ کسی حد تک فکرمند ہو گیا۔ اُس نے پریشانی سے سوچا کہ شیران مارلینو کے دستِ راست کی حیثیت سے اُس کا بھی تو دُشمن ہے، بادشاہ خان نے اس طرف اشارہ بھی کیا تھا جس پر جیکارڈ نے کہا تھا کہ اگر کبھی شیران اُس کی زندگی میں آیا اور اُس کا اُس سے ٹکراؤ ہوا تو وہ اپنے دُشمن سے خود نمٹ لے گا، جو مارلینو کا متعین کردہ ہے۔ یہ تمام باتیں جیکارڈ کو یاد آ گئیں اور اُس کے بعد اُسے اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا کہ یہ وہی شیران ہے جو اُس کا دُشمن ہے۔ "کیا یہ کسی خاص مقصد کے تحت یہاں پہنچا ہے؟ کیا ایڈنا ڈمیل، کیا ایڈنا ڈمیل اُس کی دستِ راست ہے؟ کیا ان لوگوں کی کوئی مشترکہ سازش انہیں یہاں تک لائی ہے؟ کیا صرف اتفاق ہے کہ وہ عین اُس وقت وہاں پہنچے جب جیکارڈ ہوٹل مارک گاسے میں موجود تھا؟"

جیکارڈ سوچتا رہا۔ وہ بہت چالاک آدمی تھا۔ جرائم کی زندگی میں اُس کی پوری عمر گزر چکی تھی۔ اپنے دُشمنوں سے ہوشیار رہنا جانتا تھا اور انہیں ٹھکانے کے گُر بھی اُسے آتے تھے، اُس نے اس بات کو نظر انداز نہیں کیا کہ یہ دونوں کسی سازش کے تحت بھی اُس تک آ سکتے ہیں۔ حالانکہ اُسے ایڈنا ڈمیل پر اعتماد

تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے اپنی عملی زندگی میں اُس سے بہت سے ایسے کام لیے تھے جن سے جیکارڈ کو لاکھوں ڈالر کا منافع ہوا تھا، تنظیم کے لیے وہ ایک بڑی مقتدر رکن کی حیثیت رکھتی تھی۔ لیکن اب وہ تنظیم سے علیحدہ ہو گئی تھی۔ جیکارڈ نے ایک بات اور بھی سوچی۔ اگر وہ واقعی تنظیم سے علیحدہ ہو چکی ہے تو پھر اُس نے جیکارڈ کو اپنا رازدار کیوں بنایا؟ وہ یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ وہ ابھی تک تنظیم سے منسوب ہے اور تنظیم کے لیے ہی کام کر رہی ہے۔ اس طرح کم از کم جیکارڈ کے ذہن میں یہ بات تو نہ آتی کہ ایڈنا ڈمپل کو تنظیم کے حوالے سے بلیک میل کیا جا سکتا ہے۔ وہ اُلجھ گیا۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ وہ دونوں اتفاقیہ طور پر ہی اس سے آٹکرائے ہوں اور اس میں ان کی کوئی سازش نہ ہو۔

بہر طور بڑا گھمبیر معاملہ تھا اور اسے اس سلسلے میں کافی غور و خوض کر کے کوئی نہ کوئی قدم اُٹھانا تھا ورنہ اپنے کسی ایسے دُشمن کو آزاد چھوڑ دینا اِس جیسے شخص کے لیے ممکن نہیں تھا۔ اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ ایڈنا ڈمپل کو چیک کر لیا جائے، چنانچہ اُس نے اپنے کچھ خاص آدمیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں، اُس نے اِن دونوں کی نگرانی کے لیے سخت انتظامات کرا دیے تھے۔

امریکہ میں وہ جرائم کی دُنیا کا بے تاج بادشاہ تھا، بہت سی زیرِ زمین تنظیمیں اس کے احکامات کے تحت چلتی تھیں اور کبھی کبھی تو یُوں بھی ہوتا کہ حکومتِ امریکہ اُسے اپنے معاملات میں بھی استعمال کر لیتی تھی، اسی صُورتِ حال کے تحت اُسے یہاں اور قُرب و جوار کے بہت سے علاقوں میں اِتنی مراعات حاصل تھیں کہ شاید ہی کسی دُوسرے جرائم پیشہ شخص کو حاصل ہوں، امریکہ کے تقریباً تمام ہی بڑے جرائم پیشہ گروہ اس سے خوفزدہ رہتے تھے اور اُس سے بنا کر رکھتے تھے، بعض معاملات میں جیکارڈ انہیں اپنے طور پر استعمال بھی کر لیتا تھا، یہ سب کچھ تھا اس کے باوجود حکومتِ امریکہ جیکارڈ کے اُوپر نگاہ رکھتی تھی اور اس کا جائزہ لیتی رہتی تھی کہ کہیں وہ حکومتِ امریکہ کے مفاد کے خلاف کوئی کام کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے۔ حکومتِ امریکہ جانتی تھی کہ جیکارڈ جیسے لوگ دولت کے لیے دُنیا کا ہر کام کرنے کو تیار رہتے ہیں، تاہم ابھی تک جیکارڈ کے خلاف ایسا کوئی ثبوت حکومت کو نہیں مِلا تھا، جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ وہ جرائم کی دُنیا میں اپنی حکومت کے خلاف بھی کوئی کام کر سکتا ہے، اس طرح حکومت کی نگاہوں میں جیکارڈ کا اچھا خاصا اعتماد قائم ہو گیا تھا۔

جیکارڈ کے آدمی دِن رات ایڈنا ڈمپل کی نگرانی کر رہے تھے، شیران بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ اِن کی نگاہوں میں تھا۔ اِن دونوں کی ایک ایک لمحے کی مصروفیات کا بخوبی جائزہ لیا جاتا تھا اور یہ اندازہ لگایا جاتا تھا کہ وہ کن کن لوگوں سے ملاقات کر رہے ہیں، اس کے علاوہ ان کی ہوٹل کی رہائش گاہ کی تلاشی بھی لی جا چکی تھی اور اس مہارت اور چالاکی کے ساتھ یہ تلاشی لی گئی تھی کہ ایڈنا ڈمپل یا شیران کے فرشتوں کو بھی اِس کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ جو کچھ سامان اُن کا یہاں ہوٹل کے اس کمرے میں موجود ہے اس کی ایک ایک تفصیل کہیں نوٹ کر لی گئی ہے۔ یہاں اِن کی مصروفیات صرف تفریح کی حد تک تھیں۔ جیکارڈ سے بھی ایک آدھ بار اور ملاقات ہو چکی تھی، وہ نہایت خندہ پیشانی سے ملا تھا اور اس نے ایڈنا ڈمپل کو پیش کش کر دی تھی کہ یہاں امریکہ میں اُسے جس طرح کی سہولتیں درکار ہوں گی، فراہم کر دی جائیں گی یہ اُس کا وعدہ ہے۔ ایڈنا ڈمپل نے کہا تھا کہ اگر اُسے ضرورت پیش آئی تو وہ ضرور جیکارڈ کو تکلیف دے گی۔

تقریباً پندرہ یا بیس دِن کی رپورٹیں جیکارڈ کے پاس موجود تھیں اور ان رپورٹوں سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ شیران یا ایڈنا ڈمپل کسی بھی طور جیکارڈ کے چکر میں نہیں ہیں، اُن کا کسی سے بھی رابطہ قائم نہیں ہے، وہ ایک رُومانی جوڑے کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں اور دونوں ایک دُوسرے سے بے حد خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں۔ ان کی تفریحات بھی عام قسم کی ہیں اور ان میں کوئی خاص بات نہیں ہے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صرف سیر و تفریح کی غرض سے یہاں آئے ہوئے ہیں، چنانچہ جیکارڈ کے دِل سے آہستہ آہستہ وہ شُبہ نکلتا جا رہا تھا، کئی بار اُس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ وہ بادشاہ خان سے رابطہ قائم کر کے شیران کے بارے میں اِطلاع دے، لیکن یہ اِس وقت مُناسب ہوتا جب شیران اُس کی ذات کے لیے کسی بھی طور پر نقصان دِہ ہوتا، جہاں تک بادشاہ خان کا معاملہ تھا، وہ بے شک اِس کا بزنس پارٹنر ضرور تھا اور بزنس کے مفادات میں وہ سب ایک دُوسرے سے منسلک تھے، لیکن ذاتی طور پر کوئی بھی ایک دُوسرے کے کام آنے کو تیار نہیں تھا، چنانچہ اُس نے اپنا یہ پروگرام ملتوی کر دیا۔ ایڈنا ڈمپل جیسی عورت کو اپنے ساتھ شامل کر کے وہ یہ سمجھتا تھا کہ دو بہترین ذہن یکجا ہو جائیں گے اور ایڈنا ڈمپل اُس کے مفادات کے لیے بہترین ثابت

ہو گی۔ اُسے بہت عرصے سے ایک ایسی عورت کی تلاش تھی جو عورت ہونے کے باوجود عورت نہ ہو اور ایڈنا ڈمپل اِنہی خصوصیات کی حامل تھی۔

جیکارڈ ایک طرح سے اُسے اپنے آپ سے بھی برتر سمجھتا تھا لیکن یہ اُس وقت کی بات تھی، جب اُس کا تعلق ایک بڑی تنظیم سے تھا، حالانکہ حکومتِ امریکہ اس تنظیم کے خلاف تھی۔ اور اگر جیکارڈ اس تنظیم کے خلاف حکومتِ امریکہ کو اطلاع دے دیتا، تو ہر چند کہ ایڈنا ڈمپل اس تنظیم سے علیحدہ ہو چکی تھی، لیکن اس کی شخصیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حکومتِ امریکہ فوراً اُس کی گرفتاری کے احکامات صادر کر دیتی، گویا ایڈنا ڈمپل مکمل طور پر جیکارڈ کے قبضے میں تھی اور وہ بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ ایڈنا ڈمپل کو اپنے ساتھ کام کرنے کے لیے کسی نہ کسی طور پر آمادہ کرے۔

اس دوران وہ خود بھی ایک دفعہ اُن سے ملاقات کرنے کے لیے اُن کے ہوٹل جا چکا تھا اور ان دونوں نے جیکارڈ کا اس کے شایانِ شان استقبال کیا تھا۔ بہر طور جیکارڈ اپنے دِل میں یہ آخری فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ ایڈنا ڈمپل کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی بھرپور کوشش کرے گا، چنانچہ اسی خیال کے تحت ایک دِن اُس نے ایڈنا ڈمپل سے فون پر رابطہ قائم کیا۔

رابطہ فوراً ہی قائم ہو گیا تھا۔ اس نے اپنا نام بتایا اور ایڈنا ڈمپل خوش اخلاقی سے بولی۔ "ہیلو مسٹر جیکارڈ کیسے ہیں آپ؟"

"ٹھیک ہوں، کئی دِن ہو گئے، تم سے رابطہ ہی قائم نہ ہو سکا۔"

"ہاں شیران بھی یہی کہہ رہا تھا کہ وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔"

"ایڈنا، کیا شیران کے بغیر ہماری کوئی ملاقات نہیں ہو سکتی؟"

"کیوں کیا کوئی خاص بات ہے مسٹر جیکارڈ؟" ایڈنا ڈمپل نے پُوچھا۔

"ہاں تم سے کچھ ایسی باتیں کرنا تھیں، جو تنہائی میں ہی مناسب ہوں گی۔"

"شیران اَب میری زندگی میں اس حد تک رَچ بَس چُکا ہے مسٹر جیکارڈ کہ میرا کوئی بھی معاملہ اُس سے پوشیدہ نہیں رہتا۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے میڈم ڈمپل؟" جیکارڈ نے پوچھا۔

"نیچے ڈائننگ ہال میں، میں کسی کام سے اپنے کمرے میں آئی تھی، ورنہ شاید اس وقت ٹیلی فون پر آپ سے بات نہ ہو سکتی۔"

"ایڈنا ڈمپل میں تم سے ایک ایسی بات کہنا چاہتا ہوں جو ممکن ہے تمہیں پسند نہ آئے۔ میں شیران کو تمہاری زندگی میں ایک اعلیٰ حیثیت کا حامل سمجھتا ہوں، مجھے اندازہ ہے کہ تم اُس سے مخلص ہو، لیکن ڈیئر تمہارے خلوص میں ایک گنجائش ہے، تم اپنی اصل حیثیت سے اس کے علم میں نہیں ہو، کیا تمہارا دِل اِس بات پر دُکھتا نہیں! کیا تمہیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ تم ایک اُدھار کا چہرہ لیے پھر رہی ہو، اور اگر وہ چہرہ تمہارے وجود سے ہٹ جائے تو شاید شیران تمہیں قبول نہ کرے۔"

"ہوں، مسٹر جیکارڈ، میں نے طویل عرصے تک اس سلسلے میں اپنے دِل کو دُکھی محسوس کیا ہے، لیکن اب یہ میری عادت بن چکی ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ اب میں خود اپنا چہرہ بھُول چکی ہوں۔"

"اور اگر کسی وقت یہ چہرہ شیران کی نگاہوں میں آ جائے تو؟"

"میں نہیں جانتی اُس وقت کیا ہو گا؟" ایڈنا ڈمپل نے آزردگی سے کہا۔

"خیر یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسے میں زیرِ بحث لانا نہیں چاہتا۔ البتہ ایک بات ضرور کہوں گا ڈیئر ڈمپل، محسوس مت کرنا۔"

"جی جی کہیے، میں سُن رہی ہوں۔"

"ڈمپل تم جیسی اعلیٰ پائے کی عورت شیران جیسے جنگلی اور وحشی شخص سے محبت تو کر سکتی ہے، مجھے معاف کرنا میں تمہارے شوہر کے لیے ایسے الفاظ استعمال کر رہا ہوں، لیکن کیا تم نے اپنی پوری شخصیت اُسے سونپ دی ہے؟"

"میں سمجھی نہیں مسٹر جیکارڈ۔"

"ایڈنا ذہنی طور پر اور بین الاقوامی پوزیشن کے تحت تم اس سے اِتنی بلند ہو کہ اُس جیسے لوگ تمہارے پیروں کی گرد چھونے کا تصور نہیں کر سکتے، محبت بے شک اِنسان کی ذات میں سرایت کر جائے تو پھر اُسے محبوب کے سوا کچھ یاد نہیں رہتا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم ایک ہوشمند عورت ہو۔ ہوشمندی بے حد ضروری ہے، کیا تم اپنے سارے معاملات میں اُسے اتنا ہی برتر سمجھتی ہو کہ اُس کے بغیر کچھ نہ کر سکو؟"

"میں معاملات کی وضاحت چاہتی ہوں مسٹر جیکارڈ۔"

"بھئی میں تم سے تنہائی میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور میرا وعدہ ہے کہ اس ملاقات میں، میں تمھیں تمھارے شوہر کے خلاف بہکاؤں گا نہیں، بلکہ کچھ ایسی گفتگو کروں گا جو ہمارے اور تمھارے دونوں کے مفاد میں انتہائی بہتر ثابت ہو۔"

جیکارڈ کے اس جملے پر ایڈنا کافی دیر تک غور کرتی رہی، پھر اُس نے گردن ہلا کر کہا۔ "میں اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتی مسٹر جیکارڈ کیونکہ بہرطور آپ کی شخصیت بھی میرے لیے کافی محترم ہے۔ آپ کو میں نے اپنا راز سونپا ہے جو میں کسی دُوسرے کو نہیں بتا سکتی تھی۔ یہاں تک کہ شیران کو بھی نہیں۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں اور میں اس بات کا بڑا احترام کرتا ہوں، یہ الفاظ میرے اُوپر قرض ہیں اور میں اِس اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔"

"میں نے اس یقین کے ساتھ آپ سے یہ سب کچھ کہا تھا۔"

"تو پھر اسی رشتے، اسی ناتے سے، جو تم نے مجھے شیران سے مختلف سمجھ کر اور شیران کے بارے میں تفصیلات بتا کر قائم کیا ہے، میں تم سے ذاتی طور پر گفتگو کرنے کا خواہش مند ہوں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جیکارڈ، اوّل تو شیران میرے معاملات میں مزاحم نہیں ہوتا، اگر میں کہیں تنہا جانا چاہوں تو وہ کبھی تعرض نہیں کرتا اور نہ ہی میں کبھی اُس پر اعتراض کرتی ہوں، ہاں میں اس پر اس لیے نگاہ رکھتی ہوں کہ اُس کی فطرت میں وحشت ہے۔ وہ کہیں بھی کسی بھی جگہ اپنی مرضی کے خلاف کوئی عمل دیکھ کر بپھر جاتا ہے۔"

"لیکن کبھی کبھی اُسے تنہا بھی چھوڑ دیا کرو۔ یہ ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے، دراصل وہ گھوڑ سواری کا ایک خاص پروگرام دیکھنے کے لیے یہاں سے جانا چاہتا تھا، مجھے بھی اُس نے پیش کش کی تھی، لیکن میں نے معذرت کرلی کیونکہ مجھے اس پروگرام سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے، چنانچہ کل صبح شاید وہ روانہ ہوجائے، غالباً ایک ڈیڑھ دن کا پروگرام ہوگا، یہ ہمارے لیے فرصت کا وقت ہے۔"

"واہ۔ تب تو میں نے نہایت بروقت تم سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا۔"

"جی ہاں اتفاق ہے۔"

"تو پھر کل اُس کے روانہ ہونے کے بعد میں اپنی رہائش گاہ پر تمھارا انتظار کروں گا۔" جیکارڈ نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں آپ سے ملاقات کروں گی۔"

"کل کس وقت؟"

"تقریباً گیارہ بجے۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا اور جیکارڈ نے سلسلہ منقطع کردیا۔

●

ایڈنا ڈمپل یہاں مسرور و مطمئن زندگی گزار رہی تھی، اُس کے ذہن میں اس دوران بہت سے خیالات آتے تھے، شیران کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے اُسے زندگی کی وہ تمام دلچسپیاں حاصل ہوگئی تھیں، جن کی وہ طالب تھی اور حقیقت یہی تھی، صرف ایک چبھن تھی اُس کے ذہن میں اور وہ یہ کہ شیران اگر اُسے اس کی اصل حیثیت سے قبول کرلیتا تو پھر دُنیا اُس کے لیے حسین ترین جگہ ہوتی۔ اب بھی وہ غیر مطمئن نہیں تھی، بس یہی ایک احساس اُس کے دِل میں کبھی کبھی چٹکیاں لینے لگتا تھا کہ وہ اپنی اصل حیثیت سے شیران کے ساتھ نہیں ہے اور شاید اس کی اصل حیثیت سے شیران کبھی قبول نہ کرے۔ اس کی کبھی ہمت نہیں پڑ سکی تھی کہ وہ شیران کو اپنے بارے میں تفصیل بتا دے۔ بارہا اُس نے اس بارے میں بھی سوچا تھا، شیران کی محبت کا تجزیہ بھی کیا تھا، اور یہی اندازہ لگایا تھا کہ شیران درحقیقت ایک بہترین ساتھی ہے۔ اُس کی ذات میں کبھی کوئی لغزش نہیں پائی گئی تھی۔ ایڈنا ڈمپل کو کبھی اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوسکی تھی۔ وہ ایڈنا ڈمپل پر مکمل قناعت کیے ہوئے تھا اور اُس کی نگاہوں میں کبھی بھٹکنے کے آثار نہیں پائے گئے تھے۔ اِن تمام چیزوں نے شیران کو ایڈنا ڈمپل کی نگاہوں میں بہت ممتاز کردیا تھا، بس چبھن تھی تو صرف ایک، جیکارڈ نے اس سے جو گفتگو کی تھی اُسے ایڈنا ڈمپل نے سنجیدگی سے سُنا تھا، اُس پر غور کیا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اُس نے جیکارڈ کو اپنے بارے میں بتا کر اپنا ایک اہم راز اُسے سونپ دیا تھا لیکن ایڈنا ڈمپل انسان ہی تھی۔ دِل میں کبھی کبھی یہ خواہش چٹکیاں لینے لگتی تھی کہ کاش ایسا کوئی ساتھی ہو جس سے کھُل کر دِل کی بات کہی جاسکے، لیکن جیکارڈ اس بارے میں اُسے کوئی مُناسب مشورہ نہیں دے سکا تھا۔

بہرصُورت دُوسرے دِن وہ شیران کو رُخصت کرنے کے بعد وہاں سے پلٹی اور سیدھی جیکارڈ کی طرف گئی۔ جیکارڈ نے اُسے اپنی رہائش گاہ پر خوش آمدید کہا تھا۔ اُس نے ایڈنا ڈمپل

سے بڑا پُرجوش مصافحہ کیا اور اُسے لیے ہُوئے اپنے خاص کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں اُس نے احترام سے ایڈنا ڈمپل کو بٹھایا اور بولا۔ "میں اُس وقت سے مسلسل اس احساس کا شکار ہُوں کہ کہیں تم نے میری باتوں کا بُرا نہ مانا ہو۔"

"اس میں ایسی کوئی بات نہ تھی مسٹر جیکارڈ، جو بُرا ماننے کے قابل ہوتی۔" ایڈنا ڈمپل نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"بھئی دیکھو تم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہو، یقیناً تم دونوں میں اتنی قُربت ہوگی کہ کوئی دُوسرا وہ جگہ نہیں لے سکتا، لیکن ایڈی، بعض اوقات دوستوں کا بھی بڑا مقام ہوتا ہے اور میں خلوصِ دِل سے اپنے آپ کو تمھارے مخلص دوستوں میں پاتا ہُوں۔"

"مجھے اس کا یقین ہے مسٹر جیکارڈ۔"

"اِسی احساس کے تحت میں نے سوچا تھا ایڈی کہ تم جیسے پائے کی عورت کو خاموشی سے نہیں بیٹھنا چاہیئے ... شیران کی محبت میں کبھی کوئی کمی نہ کرو، اُسے اپنے ساتھ مستقل اِسی انداز میں رکھو کہ اُسے کبھی تم سے کوئی شکایت نہ ہو، لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اپنی حیثیت کو بھی نظر انداز مت کرو۔ تمھارا مقام میرے دِل میں ہے ایڈنا، میں تمھاری عظمت کو جانتا ہُوں۔ اس لیے بارہا یہ خیال میرے دِل میں پیدا ہوتا ہے کہ اب تم ایک عام سی زندگی گزار رہی ہو، لیکن میں تمھیں عام قسم کی عورت سمجھ ہی نہیں سکتا۔"

"یہ آپ کی محبت ہے مسٹر جیکارڈ، میں اس سلسلے میں کیا کرسکتی ہوں؟"

"پہلے تو میں تم سے یہ سوال کروں گا ڈیئر ایڈی کہ مستقبل میں تمھارا کیا پروگرام ہے؟ آوارہ گردی، سیاحت بے شک بہترین چیزیں ہیں، لیکن تاوقتیکہ، کبھی نہ کبھی انسان کو کسی پُرسکون گوشے کی تلاش تو ہوتی ہی ہے۔ چلو یُوں نہ سہی یُوں سہی کہ جب تم اپنی سیاحتوں سے تھک جاؤگی تو کسی نہ کسی جگہ کو تو اپنا ٹھکانہ بناؤگی؟"

"ہاں، یہ خیال بارہا میرے ذِہن میں آیا ہے اور میں نے اس سلسلے میں کافی گہرائی سے سوچا ہے۔"

"کوئی فیصلہ بھی کیا؟" جیکارڈ نے سوال کیا۔

"ہاں، ایک فیصلہ تو کیا ہے میں نے۔"

"کیا؟ مجھے بتانا پسند کروگی ایڈی۔"

"یقیناً، جب میں نے اِس بارے میں سوچا تھا، تب ہی اس بات کا فیصلہ بھی کیا تھا کہ آپ سے اس سلسلے میں ضرور مشورہ لوں گی۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"اوہ، کیا فیصلہ ہے وہ؟"

"یہ کہ اگر میں امریکہ ہی کو اپنا مستقل ٹھکانہ بناؤں تو کیا ہرج ہے؟"

"تم نے میرے مُنہ کی بات چھین لی ہے ایڈنا ڈمپل۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا اور یہ تمھارے حق میں ہر طرح سے بہتر ہے، کم ازکم یہ ملک ایسی جگہ ہے جہاں تمھاری مخالف تنظیم، جس سے کبھی تم منسلک تھیں۔ وہ تمام کارروائیاں اس پیمانے پر نہیں کرسکتی جس پیمانے پر وہ دُوسرے کسی بھی ملک میں کرسکتی ہے۔"

"ہاں مجھے اس بات کا یقین ہے۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"تو میری طرف سے تمھیں پیش کش ہے کہ تم امریکہ کو اپنا مستقل ٹھکانہ بناؤ۔ سیر و سیاحت کے پروگرام ضرور شروع کرو۔ لیکن یہاں سے۔ اس کے بعد یہیں واپس آجاؤ۔" جیکارڈ نے کہا۔

"کیا اس سلسلے میں آپ میری مدد کرسکتے ہیں مسٹر جیکارڈ؟"

"تم مدد کی بات کررہی ہو، میں کہتا ہُوں یہ میری خواہش ہے اور تم جس وقت بھی چاہو میں اُسی وقت تمھارے لیے اس ملک کی شہریت کا انتظام بھی کرسکتا ہُوں۔"

"اس طرح تو میری ایک بہت بڑی مشکل حل ہوگی۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"یقیناً، اور یہ جیکارڈ کی ذمّے داری ہے ایڈنا۔ میں تمھیں یہاں کی شہریت دِلوا دُوں گا، جیکارڈ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔"

"میرے بارے میں چھان بین کی جائے گی؟"

"قطعی نہیں۔ اگر چھان بین کی گئی تو پھر یہ کام تو تم خود بھی کرسکتی ہو۔ یا کوئی بھی آدمی کرسکتا ہے۔ جیکارڈ جب یہ بات کہے گا کہ یہ دو افراد امریکہ کے شہری ہیں، تو پھر امریکہ کے کسی بھی شخص کو یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ وہ اس سلسلے میں کوئی دوسرا سوال کرے۔"

"اوہ مسٹر جیکارڈ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں یہی چاہتی ہُوں۔" ایڈنا ڈمپل نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ بات طے کہ ڈیئر ڈمپل کہ تم اب امریکہ کی شہری بن گئیں، میں بہت بڑی بات تو نہیں کرتا، لیکن جو کچھ میں کہہ رہا

ہوں اُسے کرانے کی اہلیت رکھتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں مسٹر جیکارڈ۔"

"اچھا چھوڑو اِن باتوں کو، یہ سب کچھ تو ہو جائے گا تم بالکل بے فکر رہو، میں یہاں تمھیں ایک ایسی رہائش گاہ فراہم کروں گا جو تمھارے شایانِ شان ہو، یہ جیکارڈ کے ذمّے ہے، لیکن میں اب تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ زندگی گزارنے کے لیے تمھارے ذہن میں، کچھ نہ کچھ خیالات بھی ہوں گے۔ میں کبھی تم سے یہ بات نہیں کہوں گا ڈمپل کہ تم کسی بھی طور مالی مشکلات میں پھنس سکتی ہو، تم جس پائے کی عورت ہو مجھ سے زیادہ اِس بارے میں کون جان سکتا ہے، میں یہ بات کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کر سکتا کہ میں ایک وقت میں تمھارا ملازم رہ چکا ہوں۔"

"اوہ نہیں مسٹر جیکارڈ، براہِ کرم ایسے الفاظ کہہ کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔"

"نہیں ڈیئر، یہ ہو چکا ہے اور جو ہو چکا ہے اُسے ہم نظرانداز کیسے کر سکتے ہیں؟"

"پھر بھی اُس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے جس ذریعے سے آپ نے میرے لیے کام کیا تھا اب وہ ذریعہ ہی نہیں رہا، تو ہم میں سے کسی کو بھی اس کے بارے میں کچھ کہنے کا حق نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میری خواہش ہے ایڈنا کہ مالی فائدے کے لیے بھی اور اپنے آپ کو دلچسپیوں میں مصروف رکھنے کے لیے بھی، تم میرے ساتھ شمولیت اختیار کر لو اور ہم دونوں مل کر کوئی ایسا پروگرام بناتے ہیں جس کے ذریعے ہمیں بڑی رقم حاصل ہو۔"

ایڈنا ڈمپل سوچ میں پڑ گئی، پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر جیکارڈ، اور میں یہ جانتی ہوں کہ امریکہ جیسے مہنگے ملک میں ایک معیاری زندگی گزارنا بلاشبہ ایک مشکل کام ہے، اس کے علاوہ میں اتنا کچھ خرچ کر چکی ہوں کہ میں نے ایک خاص ذریعے سے جو دولت حاصل کی تھی، اب اُس کا بہت تھوڑا حصّہ میرے پاس رہ گیا ہے، لیکن براہِ کرم آپ اسے خود پرستی نہ تصوّر کریں۔ مسٹر جیکارڈ دولت حاصل کرنا میرے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ میں کوئی بھی چھوٹا موٹا منصوبہ بنا کر اپنے لیے بہت کچھ کر سکتی ہوں، اور میں جانتی ہوں مجھے مستقبل قریب میں یہ سب کچھ کرنا ہوگا، اگر آپ کے ساتھ مل کر کچھ کر لیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے بلکہ یہ بہتر ہوگا۔"

"ہاں میری بھی یہ خواہش ہے، بعض اوقات ایسے منصوبے بناتے ہیں جن پر ہم تنہا کام نہیں کر سکتے۔ تم جانتی ہو ایڈی کہ میرے ساتھ بے شمار کارکن ہیں اور وہ میرے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ رہتے ہیں، لیکن میں اپنے برابر کی اپنے معیار کی ایک ایسی خاتون چاہتا ہوں، جو وہ تمام شعبے سنبھال لے، جو کسی خاتون ہی کے سپرد کیے جا سکتے ہیں۔"

"اور آپ اس کے لیے مجھے بہتر سمجھتے ہیں؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو ایڈی، میں نہ صرف تمھیں بہتر سمجھتا ہوں، بلکہ میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ میری خوش بختی ہے کہ تم میرے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤ۔"

"کام کیا ہے۔ کیا کوئی خاص پروگرام ہے آپ کے ذہن میں؟"

"ہاں، فوری طور پر ایک پروگرام ہے میرے ذہن میں۔"

"کیا؟"

"پرنس، آرسیانو۔ ڈیوک آرسیانو ایک بہت بڑا آدمی ہے، یہاں کے ایک جزیرے کا تنہا مالک ہے، وہاں وہ جس انداز کی زندگی گزارتا ہے تم تصوّر کر سکتی ہو، بہت دولت مند آدمی ہے ایک شپنگ کمپنی قائم کر رکھی ہے اُس نے، ایک اپنا ذاتی ٹیلی ویژن اسٹیشن لگا رکھا ہے۔ کروڑوں ڈالرز کی آمدنی ہے اُس کی۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اس آمدنی میں ہمارا حصّہ بھی شامل ہو جائے۔" جیکارڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوب۔ لیکن اس کے لیے کوئی منصوبہ ہے آپ کے ذہن میں؟"

"ہاں۔ نہایت جامع اور مکمل منصوبہ ہے لیکن اِس منصوبے کی تکمیل کے لیے مجھے ایڈنا ڈمپل کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"ہمیں اپنے منصوبے کی تکمیل کے بعد کتنی بڑی رقم حاصل ہو سکتی ہے؟" ایڈنا ڈمپل نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے اتنی بڑی کہ تم تقریباً پانچ سال تک نہایت شاہانہ انداز سے زندگی گزار سکتی ہو۔"

"ہوں، قابلِ توجہ بات ہے، آپ مجھے پرنس آرسیانو کے بارے میں اور کچھ تفصیل بتائیں گے؟"

"مکمل تفصیل بتا دوں گا، مکمل منصوبہ پیش کروں گا، پہلے یہ بتاؤ کہ تمھیں اس سلسلے میں یہ کام کرتے ہوئے کوئی دقت تو پیش نہیں آئے گی؟"

"آنی تو نہیں چاہیے۔"

"اور شیران؟"

"بہتر یہ ہوگا کہ میں شیران کو اپنے اس پروگرام میں شریک

کروں۔ کیا میرے کام میں اس کی کہیں گنجائش نکل سکتی ہے؟"

"سو فیصد نکل سکتی ہے۔ وہ تمھارے ساتھی کی حیثیت سے ہر لمحہ تمھاری مدد کرے گا۔"

"پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، البتہ ایک بات میں تم سے ضرور پوچھنا چاہوں گی مسٹر جیکارڈ۔"

"وہ کیا؟"

"بہتر یہ ہوگا کہ شیران کو اس سلسلے میں اہمیت دی جائے آپ اس منصوبے کی مکمل تفصیلات پر اس سے گفتگو کریں اور وہ یہ محسوس کرے کہ آپ نے میری نسبت اُسے زیادہ اہمیت دی ہے تو یہ ہم دونوں کے مفاد میں ہوگا۔" جیکارڈ گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ "میں سمجھ رہا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہتر ہے اس میں کوئی ہرج نہیں ہے، میرے اور تمھارے درمیان جو تعلقات ہیں، ہم اِن سے شیران کو الگ نہیں کرتے لیکن بعض لوگوں کو ہینڈل کرنے کے لیے تھوڑی سی گڑبڑ کرنا ہی پڑتی ہے۔" جیکارڈ نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایڈنا ڈمپل بھی مسکرانے لگی۔

"ہاں اس میں کوئی ہرج نہیں ہے، آپ تمام معاملات پر مجھ سے گفتگو کریں اور اُس کے بعد شیران کو ازسرِنو اِس سلسلے میں دعوت دیں اور بہتر یہ ہوگا کہ تنہا دعوت دیں تاکہ وہ یہ محسوس کرے کہ آپ نے اُسے فوقیت بخشی۔ اِس کے ذریعے ہی یہ پروگرام مجھ تک پہنچے تو بہت ہی بہتر ہوگا۔"

"ٹھیک ہے میں اِس سلسلے میں تمھیں تفصیلات بتاتا ہوں۔" جیکارڈ نے کہا اور پھر وہ پرنس آرسیانو کے بارے میں اپنے منصوبے کی تفصیلات ایڈنا ڈمپل کو بتانے لگا۔

❁

شیران اب پہلے والا شیران نہیں تھا جو صرف ایک جذباتی اور سرپھرا نوجوان تھا، وقت اور حالات نے اُسے غور و خوض کرنے کا عادی بنا دیا تھا اور اب وہ جو کچھ کرتا تھا اُسے سوچ سمجھ کر کرتا تھا۔

جیکارڈ کے سلسلے میں بھی یہی صورتِ حال تھی، ایڈنا ڈمپل کی معیّت میں اُس نے اپنی فطرت میں جو تبدیلیاں پیدا کی تھیں۔ وہ بدستور تھیں اور اِن میں کوئی ردّ و بدل نہیں ہوا تھا۔ لیکن جیکارڈ کو دیکھنے کے بعد ایک بار پھر مارلینو اس کے ذہن میں تازہ ہو گیا تھا اور اُس نے مارلینو کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہی سوچا تھا کہ جیکارڈ کو قتل کر دے۔ چنانچہ اُس نے اپنے ذہن میں اِس سلسلے میں منصوبہ بندی شروع کر دی تھی، البتہ اُس نے یہ بھی اندازہ لگایا تھا کہ کماری کیلاشی جیکارڈ کی دوست ہے، یہاں اب اُسے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ کماری کیلاشی کو وہ اپنی اس کوشش کے بارے میں کچھ بتائے یا نہ بتائے اور اُس نے کافی غور و خوض کے بعد یہی سوچا تھا کہ کماری کیلاشی کو اس سے لاعلم رکھنا بہتر ہوگا۔ چونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جیکارڈ کی سفارش کرے اور اس سے درخواست کرے کہ جیکارڈ نے مارلینو کے لیے کچھ بھی رہا ہو اُسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس کے علاوہ امریکہ میں شیران کو جیکارڈ کی حیثیت کا کسی حد تک اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اُسے قتل کرنا آسان نہ ہوگا، اِس لیے بھی وہ محتاط رہنا چاہتا تھا۔

کماری کیلاشی اس کی زندگی کا مرکز تھی، لیکن جیکارڈ سے ملنے کے بعد پہلی بار شیران کے دِل میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہوئی تھی، جو اُس کے اور کماری کیلاشی کے خلوص میں رُکاوٹ بن رہی تھی۔ یعنی وہ جیکارڈ کے بارے میں اپنے منصوبے سے کماری کیلاشی کو آگاہ نہیں کرنا چاہتا تھا اور اِس سلسلے میں اُس نے یہی سوچا تھا کہ کسی بھی مناسب موقع پر جیکارڈ کو قتل کر دے گا، اور اس کا اظہار نہیں کرے گا کہ جیکارڈ کا قتل اُس نے کیا ہے، ضروری نہیں تھا کہ کماری کیلاشی کو اس بارے میں کچھ بتایا جاتا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ مارلینو کے بارے میں کیلاشی سے گفتگو ہوئی تھی، لیکن شیران نے اُس سے اِن افراد کا تذکرہ نہیں کیا تھا، جنھیں اُسے قتل کرنا تھا، ہاں کماری کیلاشی کو خود ہی اگر یہ بات معلوم ہو جاتی تو دُوسری بات تھی، بہرطور شیران اپنے ذہن میں منصوبہ بندی کر رہا تھا، اگر وہ پہلے کی طرح ہوتا تو اُس کا سب سے پہلا کام یہی ہوتا کہ جو کچھ اُس نے سوچا تھا اُس پر عمل کر ڈالتا، لیکن اب وہ غور و خوض کرنے کا عادی ہو گیا تھا اور سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا چاہتا تھا، چنانچہ اِس سلسلے میں ابھی اُس کے ذہن میں کوئی ٹھوس منصوبہ نہیں آیا تھا۔ البتہ اُس نے یہ سوچا تھا کہ جس قدر جلد موقع ملا کسی مناسب وقت پر جیکارڈ کو ٹھکانے لگا دے گا اور اس سلسلے میں اگر موقع مِلا تو مارلینو کو ایک گمنام خط بھیج کر اس سے تذکرہ کر دے گا کہ اُس نے اُس کے آخری دشمنوں میں سے ایک اور دُشمن کو ختم کر دیا ہے۔

یہ منصوبہ شیران کے ذہن میں پرورش پا رہا تھا، زندگی کی دُوسری تفریحات بھی جاری تھیں۔

روڈیو شو دیکھنے کے لیے اُسے ایک اور جگہ جانا تھا چنانچہ وہ کیلاشی سے رُخصت ہو کر یہاں آ گیا تھا، روڈیو شو کی بہترین تفریحات اُس کے لیے باعثِ دلچسپی تھیں۔ اُس کا دِل خود بھی چاہ رہا تھا کہ گھڑسواری کے اس شاندار مظاہرے میں حصّہ لے لیکن اُس

نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس شو میں جو گھڑ سوار حصہ لے رہے ہیں بلاشبہ وہ اس سے زیادہ ماہر اور مشاق ہیں اور وہ ان کے مقابلے پر کوئی بہتر پرفارمینس پیش نہیں کر سکے گا، چنانچہ اُس نے اپنی اس خواہش پر قابو پالیا تھا۔

بہرطور تیسرے دن وہ وہاں سے واپس چل پڑا اور کماری کیلاشی کے پاس پہنچ گیا۔

ایڈنا ڈمپل اُسے دیکھ کر خوش ہو گئی تھی، اُس نے کہا۔

"ڈیئر تین دن کی یہ جُدائی، مجھے کیا محسوس ہوئی ہے، میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"کیفیت تو میری بھی تم سے مختلف نہیں تھی، لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کیلاشی، کہ ہمیں اپنی محبت کو مسلسل بڑھانے کے لیے اس قسم کے وقفے دیتے رہنا چاہئیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اِن تین دنوں میں، مَیں نے تمھارے بارے میں سوچا اور ہر لمحہ اپنے ذہن میں تمھاری محبت پہلے سے زیادہ پائی۔ کیا تمھاری کیفیت مجھ سے مختلف تھی؟"

"نہیں۔" ایڈنا ڈمپل نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اسی لیے مَیں کہہ رہا ہوں کہ اپنی محبت قائم رکھنے کے لیے ہمیں ایک دُوسرے سے جُدا رہنا چاہیئے۔ یہ جُدائی ہماری محبت کو اور بڑھائے گی اور ہم ایک دُوسرے کے لیے زیادہ پسندیدہ رہیں گے۔"

"عجیب منطق ہے تمھاری۔ مَیں اس بات کو پسند نہیں کرتی۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے، ایک تجویز پیش کی تھی مَیں نے۔ بہرطور تم جب بھی پسند کرو، اپنے طور پر بھی تفریحات کر سکتی ہو۔" شیران نے کہا اور ایڈنا ڈمپل اُسے بغور دیکھنے لگی، پھر شیران بولا۔

"خیر چھوڑو، یہ بتاؤ، اِن تین دِنوں میں تم کیا کرتی رہیں؟"

"زیادہ تر ہوٹل کے کمرے میں رہی اور کبھی کبھی تھوڑی سی سیر و تفریح کے لیے باہر بھی نکل گئی۔"

"مسٹر جیکارڈ سے ملاقات ہوئی اس دوران؟"

"ہاں ایک بار۔ بہت سی باتیں کر رہے تھے مجھ سے۔ ٹیلی فون کر کے بلایا تھا مجھے، مَیں نے تمھارے بارے میں بتایا تو کہنے لگے کہ مَیں تمھارے ساتھ کیوں نہیں گئی۔ مَیں نے کہا کہ کبھی کبھی شیران کو تنہا بھی چھوڑنا چاہیئے۔"

"ہُوں، کوئی خاص بات؟" شیران نے سوال کیا۔

"کوئی خاص بات نہیں، مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ میرا کیا منصوبہ ہے اور اب میں کہاں جانے کا اِرادہ رکھتی ہوں۔ مَیں نے کہا کہ مَیں اِس سلسلے میں شیران سے مشورہ کر کے جواب دُوں گی۔"

"مشورہ؟" شیران نے سوالیہ انداز میں اُسے دیکھا۔

"ہاں شیران مَیں تم سے صاف گوئی سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں، مَیں کسی بھی طور ایسا کوئی کام نہیں کروں گی جس سے تمھیں اختلاف ہو لیکن یہ بات بہت دِنوں سے میرے ذِہن میں ہے کہ ہم کہیں اپنا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں بنائیں گے، تم اگر چاہو تو مَیں دُنیا کے کسی بھی خطّے میں تمھارے ساتھ زندگی بسر کر سکتی ہوں، گھوم پھر سکتی ہوں، اس وقت کا انتظار کر سکتی ہوں جب کہیں بھی ہمیں موت آ دبوچے لیکن مَیں نے صاف گوئی کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ میرے اپنے ذِہن میں جو کچھ ہے، وہ میں تم سے کہہ دُوں۔"

"تو کہو نا ڈارلنگ، اِس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟"

"شیران اگر ہم امریکہ کو ہی اپنی سکونت گاہ بنالیں تو کیسا رہے، ظاہر ہے یہ جدید ترقی یافتہ ملک ہے اور ترقی یافتہ ممالک میں ہم اسے سرفہرست کہہ سکتے ہیں، یہاں زندگی کی تمام آسائشیں موجود ہیں اور ہمارے لیے بہترین شکار گاہ بھی۔ یعنی یہ کہ جب بھی ہمیں دولت کی ضرورت ہو، ہم کوئی بھی شکار کر سکتے ہیں اور اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو۔ چنانچہ اگر ہم امریکہ میں ایک طویل عرصہ قیام کرنے کا پروگرام بنالیں تو اس میں کیا ہرج ہے؟ سیر و سیاحت کا جہاں تک معاملہ ہے، تو بھلا ہمیں یہاں سے جانے سے کون روک سکے گا، جب دِل چاہے جہاں دِل چاہے جائیں گے اور اس کے بعد پھر اپنا گھر سمجھ کر واپس لوٹ آئیں گے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے یا اس میں ایسی کون سی بات ہے جس سے مجھے اختلاف ہو؟" شیران نے کہا۔

"اوہ ڈیئر، اس کا مطلب ہے کہ تم یہاں رہائش اختیار کرنے کے لیے تیار ہو؟"

"ہاں بخوشی۔ مَیں خود بھی یہی چاہتا ہوں کیلاشی کہ ہم اپنا ایک گھر بنالیں، جو ہماری مستقل رہائش گاہ ہو، جب تک دِل چاہے یہاں رہیں اور جب دِل چاہے سیر و سیاحت کے لیے دُنیا کے کسی بھی حصّے میں نکل جائیں اور جب سیر و تفریح سے تھک جائیں تو یہاں آ کر میرا مطلب ہے اپنے گھر میں سکون کے گہرے گہرے سانس لیں۔" شیران نے کہا

"شیران، شیران تم ایک بہترین ساتھی ہو، قابلِ قدر دوست ہو، ایک ایسے انسان ہو جس کی معیت پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے۔ مَیں تو سوچ رہی تھی کہ شاید تم اس بات سے اختلاف کرو۔"

"نہیں ڈیئر مَیں تمھاری کسی بھی ایسی بات سے اختلاف نہیں ...وں گا، جس میں کوئی نقصان دِہ پہلو نہ ہو۔" شیران نے جواب دیا۔

"تو پھر جیکارڈ اس سلسلے میں ہماری بہترین مدد کر سکتے ہیں، ...ں تمھیں بتاؤں اُنھوں نے مجھ سے یہی سوال کیا تھا اور مَیں نے ...نھیں یہی جواب دیا تھا کہ مَیں شیران سے مشورہ کرنے کے بعد بتاؤں ...، ویسے اپنے طور پر مَیں نے اُن سے کہا تھا کہ اگر شیران رضامند ...و گیا تو مَیں امریکہ میں سکونت اختیار کرنا پسند کروں گی۔"

"تو ٹھیک ہے، میں راضی ہوں۔" شیران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے شیران، مَیں مسٹر جیکارڈ کو اس بارے ...ں اِطلاع دے دُوں گی۔"

اور پھر اسی شام اُنھوں نے ٹیلی فون پر مسٹر جیکارڈ سے ...ت کی۔ جیکارڈ نے ٹیلی فون پر شیران سے اس کی خیریت پُوچھی ...ور راڈیو شو کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں پھر کہنے لگا۔ "مسٹر شیران اگر آپ مناسب سمجھیں تو کسی دن تنہائی میں مجھ سے بات ...ریں، بات دراصل یہ ہے کہ کماری کیلاشی سے میرے دیرینہ مراسم ...ں اور ان مراسم کی بنیاد پر مَیں اُن کی عزت بھی کرتا ہوں لیکن بعض ...عاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں کسی خاتون پر مکمل بھروسہ نہیں کیا ...جا سکتا۔"

"اوہ مسٹر جیکارڈ کماری کیلاشی ایک بہترین بیوی، ایک ...بہترین ساتھی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ ایک عام عورت ...ہیں ہے، زندگی کے ہر معاملے میں اُسے ساتھ رکھا جا سکتا ہے، ...ں پہ اعتماد کیا جا سکتا ہے۔" شیران نے جواب دیا۔

"یہ آپ لوگوں کی بے مثال محبت کا اظہار ہے، مَیں اسے ...سلیم کرتا ہوں، لیکن مَیں پھر یہی بات کہتا ہوں کہ زندگی کے بے شمار ...ور ایسے ہیں جن میں ایک مرد ہی صحیح فیصلہ کر سکتا ہے۔"

"تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں مسٹر جیکارڈ؟"

"میری خواہش ہے کہ آپ مجھے ایک بار تنہائی میں ملاقات ...موقع دیں، مَیں آپ سے کچھ اہم موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ...ہوں، یہ دُوسری بات ہے کہ آپ اُنھیں سُن کر اپنے طور پر کماری ...کیلاشی سے اس سلسلے میں مشورہ کریں۔ مَیں آپ سے یہ کبھی نہیں ...کہوں گا کہ آپ اُن کی مرضی کے بغیر یا اُن سے ہٹ کر کوئی ایسا کام ...کریں جو اُنھیں پسند نہ ہو۔"

"ہاں ہاں تنہا ملاقات میں کوئی ہرج نہیں ہے مسٹر جیکارڈ، ...جب آپ حکم دیں گے میں حاضر ہو جاؤں گا۔" شیران نے مُسکراتے ہوئے کہا، اس کے ذِہن میں ایک کھٹک سی ہوئی تھی اور ایک تصوّر اس کے ذِہن میں جنم لینے لگا تھا۔

"تو پھر آپ یُوں کریں کل شام کو چھ بجے آپ مجھ سے میری رہائش گاہ پہ ملاقات کریں۔"

"ٹھیک ہے مجھے پتہ بتا دیجیے، مَیں حاضر ہو جاؤں گا۔" شیران نے کہا اور جیکارڈ اُسے پتہ بتانے لگا جہاں وہ شیران سے ملنا چاہتا تھا، تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ایڈنا ڈمپل گہری نگاہوں سے شیران کو دیکھ رہی تھی، لیکن شیران کے متوجہ ہوتے ہی اُس نے اپنے انداز میں سادگی پیدا کر لی۔

"کیا کہہ رہے تھے مسٹر جیکارڈ، کیا کوئی خاص بات ہے تمھاری گفتگو میں، مَیں بھی شامل تھی، کیا گفتگو ہو رہی تھی، مجھے بھی بتاؤ۔" اُس نے ناز بھرے انداز میں کہا اور شیران اُسے جیکارڈ سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتانے لگا۔ ایڈنا ڈمپل نے اُس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"مجھے تم پر ناز ہے شیران، مجھے تم پہ ناز ہے۔"

"مسٹر جیکارڈ مجھ سے کیا گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ کیا تم کوئی اندازہ لگا سکتی ہو؟" شیران نے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کوئی خاص بات نہیں ہوگی، ممکن ہے وہ تمھیں کسی کاروباری معاملے کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہوں۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"کاروباری معاملہ؟"

"ہاں۔ امریکہ میں سکونت اختیار کرنے کے لیے وہ ہماری مدد کریں گے اور مسٹر جیکارڈ جن اختیارات کے مالک ہیں، اس کا اندازہ تو تمھیں خود بھی ہو گیا ہوگا، اِس کے ساتھ ساتھ وہ ہمارے بہی خواہ کی حیثیت سے یہ بھی چاہتے ہوں گے کہ ہمارے لیے کچھ اس قسم کے راستے فراہم کریں، جو امریکہ میں ہمیں ممتاز زندگی بخش دیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو مسٹر جیکارڈ واقعی ہمارے محسن ہیں۔" شیران نے مکّاری سے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے ذِہن میں جو منصوبہ رکھتا تھا اب اُس کے بارے میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اُس کی ہَوا بھی کماری کیلاشی کو نہیں لگنے دے گا۔

ایڈنا ڈمپل اُسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی اور اُس کے بعد وہ دُوسری گفتگو میں مصروف ہو گئے۔

دُوسرے دن شیران نے مکمل تیاریاں کیں، اُس کے اپنے ذِہن میں جو کچھ تھا، اُس کا تذکرہ اُس نے کماری کیلاشی سے نہیں کیا تھا۔ ہاں یہ فیصلہ اُس نے کر لیا تھا کہ اگر کیلاشی کو پتہ چل گیا کہ جیکارڈ کو شیران کے ہاتھوں نقصان پہنچا ہے تو وہ اس کا

اعتراف کرے گا اور اُسے بتا دے گا کہ مجبوراً ہی اُسے یہ راہ اختیار کرنا پڑی تھی، اُسے یقین تھا کہ کماری کیلاشی اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اُسے معاف کر دے گی وہ اُس پر اتنا ہی اعتماد رکھتا تھا۔

تمام تر تیاریوں کے بعد وقتِ مقررہ پر وہ جیکارڈ کے بتائے ہوئے پتے پر روانہ ہو گیا۔ اُس نے اپنے سلسلے میں مکمل بندوبست کر لیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ ساحلِ سمندر کے نزدیک تھا۔

جیکارڈ کی یہ رہائش گاہ سمندر کے کنارے پر بنی ہوئی تھی، سفید رنگ کی یہ ہٹ انتہائی خوب صورت تھی اور جیکارڈ جیسے آدمی کی دولت کا مظاہرہ کرتی تھی۔ ہٹ کے چھوٹے سے سرسبز احاطے میں جیکارڈ نے اس کا استقبال کیا تھا۔ وہ تنہا نظر آ رہا تھا۔ کوئی بھی اس کے ساتھ موجود نہیں تھا۔

اُس نے آگے بڑھ کر شیران سے مصافحہ کیا اور اُسے احترام سے لے کر اپنی اس ہٹ کے اندرونی کمرے میں داخل ہو گیا۔

"تشریف رکھیے مسٹر شیران، آپ کو یہاں دیکھ کر مجھے انتہائی مسرت ہوئی ہے، مَیں دوستوں سے محبت کا قائل ہوں، اور آنے والا وقت میری اس بات کا ثبوت پیش کرے گا۔"

"شکریہ مسٹر جیکارڈ آپ کا یہ ہٹ بہت خوبصورت ہے، مَیں سمندر کے کنارے اتنی خوبصورت رہائش گاہ کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے یہاں اطراف میں دُوسری عمارتیں بھی بنی ہوئی ہیں، لیکن میرے خیال میں اِن میں سب سے خوبصورت عمارت آپ کی ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں، اس علاقے کی خوبصورت ترین عمارت ہے یہ۔"

"یہاں آپ تفریحاً ہی آتے ہوں گے۔" شیران نے سوال کیا۔

"ہاں، جب بھی سمندر کی تفریحات کے لیے دِل چاہتا ہے، مَیں یہاں نکل آتا ہوں۔"

"یہاں آپ نے ملازم وغیرہ رکھے ہوئے ہیں؟"

"نہیں اس کی ضرورت پیش نہیں آتی، یہاں کا ایک مستقل چوکیدار ہے، جو یہاں کے تمام ہٹوں کی نگرانی کرتا ہے، قانون کے مطابق وہی چوکیدار ان ہٹوں کی نگرانی کا حق رکھتا ہے۔"

"گویا جب آپ یہاں آتے ہیں تو اپنے ملازم وغیرہ کو لے آتے ہوں گے۔"

"ہاں اگر اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں تو لے آتا ہوں، حالانکہ عام حالات میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہاں مَیں زندگی کے تمام لوازمات اکٹھا کر رکھے ہیں۔ بتایئے آپ کو کس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے؟" جیکارڈ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں شکریہ۔ ویسے اگر کھانے پینے کی کسی چیز کی ضرورت ہو تو کیا آپ خود ہی اس کا انتظام کرتے ہیں۔"

"ہاں۔ مَیں نے یہاں وہ تمام جدید سامان مہیا کر رکھے ہیں جن کے ہوتے ہوئے مجھے کسی ملازم کی ضرورت پیش نہ آ۔" جیکارڈ نے کہا۔

"گویا آپ یہاں بالکل تنہا ہیں؟" شیران نے سوال کیا اور جیکارڈ ایک لمحے کے لیے چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ پتہ نہیں شیر(ان) اس سلسلے میں بار بار کیوں پوچھ رہا ہے لیکن اُس نے اس بات کو کوئی خاص معنی نہیں پہنائے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے شیران کے سامنے کافی کے دو مگ لا کر رکھے، پھر اُن میں سے ایک مگ خود اُٹھا لیا۔

"مسٹر شیران آپ کو تعجب ہو گا کہ وہ کون سی بات ہے جس کے لیے مَیں نے کماری کیلاشی کو آپ سے دُور رکھنا پسند"

"ہاں مجھے تعجب تو ہوا ہے کیونکہ مجھ سے زیادہ کماری کیلاشی آپ کی دوست ہے اور آپ کے لیے زیادہ قابلِ اعتماد بھی۔" شیران نے کہا۔

"اور کماری کیلاشی جس شخص پر اعتماد کرتی ہے کیا مجھے اس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ مَیں نے اس سلسلے میں کماری کیلاشی سے بھی بات چیت کی تھی اور اُس نے یہی کہا تھا کہ اگر شیران کسی بارے میں کوئی فیصلہ کریں تو بھلا اُسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے، چنانچہ مَیں نے یہی مناسب سمجھا مسٹر شیران کہ آپ سے گفتگو کروں، دراصل اس کی بُنیادی وجہ یہی ہے اور وہ یہ کہ زندگی کے مسائل کو جس طرح آپ سمجھ سکتے ہیں، کماری کیلاشی لاکھ ذہین سہی لیکن وہ ان کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتی۔ کماری کیلاشی سے میری بات چیت ہوئی تھی، بلکہ مَیں نے خود ہی اُسے پیش کش کی کہ وہ امریکہ میں سکونت اختیار کریں، اُس نے اس پر آمادگی کا اظہار کر دیا لیکن یہ کہا کہ آخری فیصلہ آپ کریں گے اور مسٹر شیران جب دوستوں کو مخلص پایا جائے اور اُن سے محبت ہو جائے، تو پھر دوست کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو زندگی گزارنے کے بہتر مواقع فراہم کر کے دے، اور اُن کے بارے میں خلوصِ دل سے سوچے، مَیں نے آپ لوگوں کے لیے ایک انتہائی خوب صورت جگہ منتخب کی ہے، جسے مَیں آپ کو

تحفتاً پیش کروں گا اور وہ آپ کی رہائش گاہ ہو گی لیکن اس کے وجود آپ کو یہ اختیار ہو گا کہ اگر وہ جگہ آپ کے شایانِ شان نہ ہو تو اُسے مسترد کر دیں۔"

"اوہ شکریہ مسٹر جیکارڈ، اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی، ہم اگر یہاں رہنے کا فیصلہ کر لیتے تو پھر جگہ کا بندوبست بھی کر لیتے۔"

"نہیں یہ بات کہہ کر آپ میرے خلوص کی توہین نہ کریں مسٹر شیران، مَیں چاہتا ہوں کہ امریکہ میں آپ کو ایک ایسی ممتاز حیثیت حاصل ہو جائے جس سے آپ میرے دوستوں میں شمار کیے جائیں۔"

"مگر مگر، اس کا مقصد ہے کہ اس میں آپ کا اپنا مفاد بھی وابستہ ہے؟" شیران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں، مَیں اپنے دوستوں کو وہ معیاری حیثیت دینا چاہتا ہوں جو ان کے اور میرے دونوں کے شایانِ شان ہو۔" جیکارڈ نے کہا۔

"اس کے لیے مَیں بہت شکر گزار ہوں آپ کا، فرمایئے مجھے کیسے یاد کیا؟"

"ان تمام باتوں سے مقصد یہی تھا کہ مَیں آپ کو اس بات پر راضی کروں کہ یہاں امریکہ میں رہ کر آپ دولت کے حصول کے لیے کوئی ایسا کام انجام دیں جو آپ کو کم از کم پانچ سال کے لیے فکرِ معاش سے آزاد کر دے۔"

شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ "آپ کی یہ پیش کش میرے لیے باعثِ احترام ہے مسٹر جیکارڈ۔ مگر بدقسمتی سے میرے اور آپ کے درمیان ایک ایسی پھانس موجود ہے جسے مَیں کوشش کے باوجود نہیں نکال سکا۔"

"پھانس؟" جیکارڈ نے متعجبانہ انداز میں پُوچھا۔

"ہاں۔ دراصل مسٹر جیکارڈ آپ کو میری زندگی کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں، پہاڑوں میں زندگی گزاری ہے مَیں نے، ایک فارغ البال اور مست انسان کی حیثیت سے۔ میرا مشغلہ صرف سیر و شکار تھا، جنگلی درندوں کو میں بڑی دلچسپی سے شکار کیا کرتا تھا اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ایک درندے نے میرے باپ کو ہلاک کر دیا تھا، مَیں نے جس قدر بھی ممکن ہو سکا درندوں کی نسلوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور اُنھیں موت کے گھاٹ اُتارتا رہا، پھر ایک اور پاگل بھیڑیا میری طرف متوجہ ہوا، اُسے مجھ سے دُشمنی تھی، یہ پہاڑوں کا ہی باشندہ تھا اور اُسے شبہ تھا کہ میرے باپ نے اس کے بھائی کو قتل کر دیا ہے، اس نے مجھ سے انتقام لینے کے لیے منصوبہ بندی کی لیکن بدقسمتی سے یا میری لاعلمی سے میری ماں اُس کی سازش کا شکار ہو گئی، اور وہ وہیں ہلاک ہو گئی، اس کے نتیجے میں، مَیں نے اس خاندان کی چار لڑکیوں کو بے عزت کر کے ہلاک کر دیا، اور اس کے بعد مَیں وہاں سے نکل آیا، کیونکہ وہ درندہ صاحبِ اقتدار تھا، اس کے بعد مَیں نے دُنیا کے بہت سے ممالک میں، جو ایشیا سے ہی تعلق رکھتے تھے، سیر و تفریح کی اور مختلف واقعات و حالات سے گزرتا ہوا بالآخر کیلاشی تک پہنچ گیا۔

کیلاشی میری زندگی میں ایک مختلف حیثیت سے شامل ہوئی تھی، وہ عورت جسے مَیں نے بحیثیت عورت زندگی میں پہلی بار چاہا تھا، کیلاشی کی بڑی بہن تھی اور کیلاشی اُس کی ہمشکل تھی، جس کی وجہ سے مَیں کیلاشی سے متاثر ہوا اور بالآخر مَیں نے اُسے اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔ اگر آپ اس بات پر غور کریں۔ مسٹر جیکارڈ تو آپ کو یہ اندازہ ہو گا کہ مَیں نے اُسے صرف اس کی بڑی بہن کا ہمشکل ہونے کی بناء پر قبول کیا تھا لیکن اس کے بعد مَیں نے اس کے ساتھ مخلصانہ زندگی گزاری دی۔ گویا میری وحشی فطرت میں تمام وحشت کے باوجود تھوڑا سا خلوص بھی شامل ہے۔ میری زندگی کے باب میں ایک شخص مجھ سے ٹکرایا تھا جس نے اِن حالات میں میری معاونت کی جب کہ مَیں بالکل یکہ و تنہا تھا۔ نہ صرف یہ کہ اُس نے میری معاونت کی بلکہ اُس نے مجھے ایک ایسی زندگی بھی دی جو بعد میں میرے لیے بہت ہی سکون بخش ثابت ہوئی، اس شخص کا نام مارلینو تھا۔"

شیران نے ایک لمحے کے لیے جیکارڈ کی شکل دیکھی۔ جیکارڈ کے چہرے پر اب کچھ تبدیلیاں پیدا ہونے لگی تھیں۔

"تو مسٹر جیکارڈ مارلینو نے مجھے اپنی زندگی سے رُوشناس کراتے ہوئے بتایا کہ چند درندوں نے اُس کے ساتھ ایک ایسا وحشیانہ سلوک کیا تھا جو بالکل انسانیت کے منافی تھا، ایک معمولی سی بات پر اُنھوں نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اُسے ایک ناکارہ شخصیت بنا دیا تھا اور پھر انہی میں سے ایک نے اُسے اپنے تجربات کا نشانہ بنایا، وہ ایک سائنسدان تھا، آپ اس سائنسدان کو بخوبی جانتے ہیں مسٹر جیکارڈ۔ وہ آپ کا ساتھی ہینڈرک تھا۔"

"مارلینو۔ ہینڈرک۔" جیکارڈ کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔

"جی ہاں مسٹر جیکارڈ، ہینڈرک کے ذریعے مارلینو کو بے شمار

قوتیں حاصل ہوگئیں اور پھر ایک دِن ایسا ہُوا کہ مارلینو وہاں سے فرار ہوگیا لیکن وہ ہینڈرک کی بہت سی چیزیں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اِس کے بعد اُس نے گانگ ہُو میں اپنا ایک مستقل ادارہ قائم کیا اور ایک ناقابلِ تسخیر شخص بن گیا۔ یہ وہی شخص تھا مسٹر جیکارڈ جس نے میری معاونت کی تھی اور اس معاونت کے سلسلے میں مَیں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ اُس کے اِن آٹھوں دُشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتار دُوں گا، جنھوں نے اُسے اس حالت تک پہنچایا تھا۔ یہ مارلینو کا مشن تھا جو بعد میں مَیں نے اپنے ذمّے لے لیا اور اِس کے نتیجے میں مسٹر جیکارڈ آپ جانتے ہیں کہ ہینڈرک اور ڈاکٹر بریٹو میرے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں۔

اِن واقعات کو طویل عرصہ گزر چکا ہے، مارلینو یہ نہیں جانتا کہ شیران زندہ ہے اور مَیں یہ نہیں جانتا کہ مارلینو کی موجودہ پوزیشن کیا ہے، لیکن مَیں نے زندگی میں اُس سے ایک وعدہ کیا تھا، مَیں بہت بُرا انسان ہُوں مسٹر جیکارڈ، لیکن تھوڑی سی اچھائی بھی ہے میرے اندر، اور وہ یہ کہ جس شخص سے مَیں متاثر ہُوا اُسے مَیں کبھی نہیں بھُولا، پھر اُس کے لیے مَیں نے اپنے دِل میں ہمیشہ مخلصانہ جذبات رکھے، جیسے مارلینو۔ جیسے کماری کیلاشی کو آج تک مجھ سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہُوئی۔ یہی کیفیت مارلینو کی ہے۔ مارلینو سے علیحدہ ہُوئے مجھے ایک طویل عرصہ گزر گیا، مگر وہ آج بھی میرے ذہن میں موجود ہے، گو گزرتے سالوں نے اُس کی یاد پر گرد ڈال دی تھی، لیکن جب مَیں نے گرد صاف کی تو اس کا چہرہ نمایاں ہو گیا۔ ہو سکتا ہے میرے افعال اور اقدامات مارلینو کے لیے تکلیف دِہ ثابت ہُوئے ہُوں لیکن مارلینو سے مَیں نے جو وعدہ کیا تھا اُسے مَیں اپنی زندگی کے آخری دور تک فراموش کرنے کا اِرادہ نہیں رکھتا۔ آپ کو مَیں نے پہلی بار ہوٹل مارک گا سے میں دیکھا تھا مسٹر جیکارڈ آپ کو اسی وقت مَیں نے پہچان لیا تھا، آپ اُنہی لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے مارلینو کو نقصان پہنچایا تھا اور جب مارلینو میرے ذہن میں جاگا تو پھر میرا وہ جذبہ بھی میرے سینے میں زندہ ہو گیا یعنی مارلینو کے دُشمنوں کو ٹھکانے لگانے کا جذبہ۔ مسٹر جیکارڈ یہ پہلا موقع ہے جب مَیں نے کماری کیلاشی کو اپنے کسی منصوبے سے آگاہ نہیں کیا۔ مَیں آپ کی یہ معیّت اور دوستی ضرور قبول کر لیتا بلکہ اس کا احترام کرتا، اگر آپ مارلینو کے دُشمنوں میں شمار نہ ہوتے۔"

جیکارڈ کے بدن میں سنّاٹا دَر آیا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہو گیا تھا، شیران نے جس سادگی سے یہ انکشاف کر دیا تھا اُس سے اس کے اِرادے ظاہر ہوتے تھے۔ جیکارڈ جیسے شخص کو یہ بات سمجھنے میں زیادہ دِقت پیش نہیں آئی کہ شیران کیا کہ رہا ہے،

"مَیں زیادہ وضاحتیں کرنا نہیں جانتا مسٹر جیکارڈ۔ آپ اِس بات کا اعتراف کریں گے کہ آپ اُن آٹھ آدمیوں میں شامل تھے جنھوں نے مارلینو کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک کیا تھا۔"

"مَیں اس وقت کسی مارلینو کے بارے میں گفتگو کرنے کے مُوڈ میں نہیں ہُوں اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ مَیں اُس بات کا اعتراف کروں تو ہاں مجھے اعتراف ہے کہ مَیں اُن لوگوں میں شامل تھا اور ہاں مجھے بادشاہ خان کی کہانی بھی معلوم ہے، شاید تمھیں اِس بات کا یقین نہ آئے کہ بادشاہ خان نے ایک بار مجھے بنکاک طلب کیا تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ مَیں شیران کے شکار میں اُس کی مدد کروں، لیکن مَیں نے اُسے منع کر دیا تھا، دراصل مَیں احمقانہ حرکات کرنے کا عادی نہیں ہُوں، نہ صرف مَیں نے بلکہ میرے دُوسرے ساتھیوں نے بھی یہی کہا کہ یہ اُس کا ذاتی معاملہ ہے اور وہ اس ذاتی معاملے کو خود دیکھے، ہمارا اِس سے کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ مَیں نے یہ بھی کہا تھا، اس سے مسٹر شیران کہ شیران کبھی ہم تک پہنچا، تو ہم میں سے ہر شخص اتنی اہلیت رکھتا ہے کہ اُس سے اپنے طور پر نمٹ سکے۔"

"مَیں آپ کو اس کا موقع دینا چاہتا ہُوں مسٹر جیکارڈ، آپ کو یہی کہنا چاہیئے تھا، جب آپ نے پہلی بار مجھے کماری کیلاشی کے ساتھ دیکھا تھا تو آپ کو محتاط ہو جانا چاہیئے تھا، لیکن اِنسان بعض اوقات ایسی احمقانہ حرکت کر جاتا ہے، جو بعد میں اُس کے لیے مُضر ثابت ہوتی ہے، اور آپ وہ حرکت کر چکے ہیں۔"

"مقصد کیا ہے تمھارا؟"

"مقصد یہ ہے کہ مَیں آپ کے اِس خلوص کو قبول نہیں کر سکتا، آپ کی اس پیش کش کو قبول کرنا بھی میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ مَیں صرف آپ کو قتل کرنا چاہتا ہُوں تاکہ مَیں اپنے عہد کو ایفا کر سکوں۔"

"اوہ محسوس ہوتا ہے کہ تم اِنتہائی بے وقوف آدمی ہو، اور یہ صرف محسوس ہی نہیں ہو رہا، بلکہ مجھے اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے لیکن مَیں تو صرف کماری کیلاشی کی حد تک بے وقوف سمجھتا تھا، مجھے یہ اُمید نہیں تھی کہ اس کے بعد کے معاملات میں بھی تم بے وقوف ثابت ہو گے۔"

"کماری کیلاشی کی حد تک؟" شیران نے سوال کیا۔

"ہاں میرے عقلمند دوست، تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو،

اس لیے نا کہ مَیں مارلینو کے دُشمنوں میں شامل ہُوں لیکن کماری کیلاشی کو تم نے آج تک قتل نہیں کیا، جب کہ وہ تمھاری محبوبہ کی قاتل ہے۔"

"مَیں نہیں سمجھا مسٹر جیکارڈ، اب آپ کوئی نیا کھیل کھیل رہے ہیں؟"

"احمق، بے وقوف انسان، اوّل تو امریکا میں رہ کر تم جیکارڈ کا بال بیکا نہیں کر سکتے، اس کے علاوہ دُنیا کے کسی بھی ملک میں تمھیں اپنے آپ سے مقابلہ کرنے کا چیلنج دے سکتا ہُوں۔ مَیں نے جو محبّت اور جو شرافت تمھارے ساتھ برتی، اس کا مجھے افسوس ہے، خیر ایسا ہو ہی جاتا ہے، زندگی میں حماقتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں، تمھیں پہچاننے کے بعد مجھے یہی چاہیئے تھا کہ مَیں پہلے تمھیں ٹھکانے لگا دیتا، باقی رہی ایڈنا ڈمیل کی بات تو اُس سے مَیں اپنے طور پر کوئی بہتر معاہدہ کر سکتا تھا۔"

"ایڈنا ڈمیل کی بات۔ تم ایڈنا ڈمیل کو جانتے ہو؟" شیران نے چونک کر کہا۔

"ہاں میرے بے وقوف دوست بلکہ بے وقوف دُشمن، اب مَیں تمھیں دوستوں میں شمار نہیں کر سکتا، چنانچہ تمھارے دل کو یہ چرکا لگانے میں مجھے عار نہیں ہے کہ مَیں تمھیں کماری کیلاشی کی حقیقت سے آگاہ کر دُوں۔ مَیں اب اس عورت سے بھی کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، جو ممکن ہے تمھاری سازش میں شریک ہی ہو۔ کیا تم اِس بات کا جواب دو گے کہ کماری کیلاشی تمھارے دِل کا حال جانتی ہے؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے جیکارڈ، اِس لیے میں تمھیں اِس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا، لیکن تم کماری کیلاشی اور ایڈنا ڈمیل کا نام ایک ساتھ کیوں لے رہے ہو؟" شیران نے جیکارڈ کو دیکھتے ہُوئے پوچھا۔

"اِس لیے احمق شیران کہ تمھاری کیلاشی درحقیقت ایڈنا ڈمیل ہے، سمجھے تم، تمھاری محبوب بیوی تمھیں مستقل دھوکا دے رہی ہے، اُس نے کئی سالوں سے تمھیں بے وقوف بنایا ہُوا ہے، ہاں وہ ایڈنا ڈمیل ہے۔ ایڈنا ڈمیل میری بہت پُرانی شناسا ہے اور اُس دِن جب اُس نے مجھے مارک گا سے میں دیکھا تو اپنے آپ پر قابو نہ پا سکی اور میرے پاس پہنچ گئی۔ مَیں اُسے اُس کی اصل حیثیت سے جانتا ہُوں، اس کی اِس شکل سے نہیں جانتا تھا، چنانچہ مَیں نے اُسے اجنبی نگاہوں سے دیکھا، تب اس نے مجھ سے اپنا تعارف کراتے ہُوئے کہا تو اُس نے مجھے بتایا کہ اُس کا نام ایڈنا ڈمیل ہے۔ مَیں نے اُس سے اس کی شکل کے بارے میں پُوچھا تو اُس نے مجھے اپنی اور تمھاری کہانی سُنادی۔ وہ ایڈنا ڈمیل ہے جس نے تمھاری محبوب مونی مارورین کو قتل کیا اور اس کے بعد ہندوستان میں رُوپوش ہو گئی پھر تم اُسے نظر آئے تو اُس نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بندی کر لی اور اُس نے اپنے چہرے پر کماری کیلاشی کا میک اَپ کر کے یہ ظاہر کیا کہ وہ مونی مارورین کی بہن ہے۔ اِس لیے اُس کی ہم شکل ہے اور تم جو ایک احمق آدمی تھے... پہاڑوں میں رہنے والے وحشی، جاہل اور گنوار، تم نے اُسے کماری کیلاشی کی حیثیت سے قبول کر لیا اور اس لیے اُسے اپنی زندگی میں شامل کر لیا کہ وہ مونی مارورین کی چھوٹی بہن ہے اور اُس کی شکل تمھیں مونی مارورین کی یاد دِلاتی رہے گی لیکن احمق شیران کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ تم ایک بے وقوف آدمی نہیں ہو، وہ کتنی کامیابی سے آج تک تمھیں احمق بناتی ہُوئی ہے۔ جاؤ میرے دوست پہلے اپنی محبوبہ کی خبر لو جیکارڈ کا مسئلہ تو بہت بعد میں آتا ہے۔ ہاں مَیں تمھیں اس کا موقع دے سکتا ہُوں، تم یہاں سے نکل کر جا سکتے ہو، یہاں سے جاؤ۔ ایڈنا ڈمیل کے چہرے پر میک اَپ تلاش کرو، اُسے اس کی اصل شکل میں لاؤ اور اُسے قتل کر دو۔ اِس کے بعد مَیں تمھیں دعوت دُوں گا کہ تم میرے راستے پر آؤ۔ جیکارڈ ایک دلیر آدمی ہے۔ مَیں اِس لیے تم سے یہ سب کچھ نہیں کہہ رہا کہ مَیں اپنی جان بچانا چاہتا ہُوں۔ اگر تم چاہو تو مجھ سے مقابلہ کر سکتے ہو۔"

شیران ایک لمحے کے لیے چکرا گیا تھا، اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، وہ بُری طرح بوکھلا گیا تھا لیکن دُوسرے لمحے میں وہ سنبھل گیا۔

اگر جیکارڈ جیسے چالاک آدمی نے اُس کے ساتھ کوئی چال چلی ہے تو بلاشُبہ یہ چال انتہائی بھیانک ہے اور اس چال اور اس کے اِن الفاظ نے بلاشُبہ شیران کے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے، لیکن اگر یہ حقیقت ہے تب بھی، ایڈنا ڈمیل سے تو بعد میں نمٹا جا سکتا ہے۔ ایک دُشمن نگاہوں کے سامنے ہو تو سب سے پہلے اس کا اختتام ضروری ہے، ممکن ہے یہ صرف جیکارڈ کی چال ہو اور اُس نے اِسے اس جذباتی اُلجھن میں مُبتلا کر کے اپنی جان بچانے کی کوشش کی ہو، چنانچہ اُس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور مُسکراتے ہُوئے بولا۔ "یہ میرے اصول کے خلاف ہے مسٹر جیکارڈ، اگر کماری کیلاشی نے مجھے دھوکا دیا

ہے اور وہ کیلاشی نہیں ایڈنا ڈمپل ہے، تو پھر اس سے بھی حساب کتاب کروں گا لیکن فی الحال تو تم ہی میری نگاہوں کے سامنے ہو۔"

"بکواس مت کرو، مَیں نہیں چاہتا کہ تمھاری موت اِس جگہ ہو، مَیں نے تمھیں دوستانہ انداز میں بُلایا تھا اور مَیں تمھیں اسی طرح واپس جانے کی اِجازت دیتا ہُوں" اور اس کے بعد جب دُوسری بار ملیں گے تو دو دُشمنوں کی حیثیت سے ملیں گے۔"

جیکارڈ اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا، شیران بھی آہستہ آہستہ کھڑا ہوگیا تھا پھر دفعتاً اُس نے کافی کے مَگ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور انتہائی پھرتی سے اُسے جیکارڈ کے چہرے پر اُچھال دیا۔

گرما گرم کافی جب جیکارڈ کے مُنہ پر پڑی تو ایک لمحے کے لیے اُس کی آنکھیں بند ہوگئیں اور یہی لمحہ شیران کے لیے کافی تھا۔ اُس نے جیکارڈ پر چھلانگ لگادی تھی جیکارڈ خود بھی ٹھوس بدن کا طاقت ور آدمی تھا، وہ ایک لمحے کے لیے تو بوکھلا گیا لیکن دُوسرے لمحے اُس نے خود کو سنبھال کر شیران کی کمر پکڑلی۔ اُس نے شیران کی کمر کو ایک زوردار جھٹکا دیا اور اُس کی گرفت سے نِکل گیا لیکن اُسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اُس کا سابقہ کیسے وحشی اور جنگلی اِنسان سے پڑا ہے۔ دُوسرے لمحے شیران نے اُچھل کر اُس کے سر پر ٹکر ماردی، شیران کی اِس ٹکر سے جیکارڈ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ شیران نے اُچھل کر اُس کے سینے پر گھٹنا مارا اور پھر اُس کی گردن پر اپنا پاؤں پھنسا دیا۔ جیکارڈ نے اُس کی گردن میں دونوں پاؤں پھنسائے اور ایک بار پھر وہ شیران کو خود سے دُور کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ بدقسمتی سے اُس کے پاس ریوالور نہیں تھا، اس کے تصوّر میں بھی کوئی ایسی بات نہیں تھی، چنانچہ اُس نے پھرتی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر ایک پیتل کا وزنی گلدان اُٹھا لیا۔ اب وہ شیران پر حملہ کرنے کے لیے پینترے بدل رہا تھا اور شیران اُس سے بچنے کے لیے پُوری طرح مستعد تھا۔ دفعتاً جیکارڈ نے ایک خوفناک غرّاہٹ کے ساتھ شیران پر چھلانگ لگائی۔ گلدان شیران کے کندھے کے پاس سے نِکل گیا۔ اگر ذرا سی لغزش ہوجاتی تو یقیناً شیران کا بھیجہ اُڑ گیا ہوتا، لیکن وہ بھی شیران تھا۔ اُس نے جیکارڈ کے توازن کو سنبھالا اور دُوسرے لمحے اُس کی گردن میں قینچی ڈال کر اُسے ایک زوردار جھٹکا دیا،

شیران ایک بار پھر اس پر چھا گیا، اس نے جیکارڈ کے مُنہ پر تابڑ توڑ گھونسے مارے اور جیکارڈ کا حُلیہ بگڑ گیا، پھر اُس نے جیکارڈ کے بال پکڑ کر اُسے کھڑا کیا اور ایک زوردار گھونسہ اُس کے چہرے پر مارا۔ جیکارڈ اس گھونسے کی تاب نہ لاکر دیوار سے جا لگا تھا، لیکن ایک بار پھر وہ سنبھلا اور اُس نے شیران پر چھلانگ لگادی۔

اس بار دونوں گتھم گتھا ہوکر زمین پر آرہے تھے۔ اب صرف دو جسموں کی طاقت آزمائی ہورہی تھی۔ جیکارڈ شیران پر حاوی نہیں ہورہا تھا۔ وہ لاکھ طاقت ور سہی، لیکن شیران جیسے جنگل کا مقابلہ کرنا اُس کے بس کی بات نہیں تھی، چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد شیران نے اُسے اوندھا کیا اور اُس کا مُنہ زمین سے رگڑنے لگا۔ جیکارڈ کا چہرہ لہولہان ہوگیا تھا۔ شیران نے پھر اُس کے بال پکڑے اور اس کا چہرہ پُوری قوت سے زمین پر دے مارا۔ جیکارڈ کی پیشانی پھٹ گئی تھی اور اس سے خُون اُبل اُبل کر بہنے لگا، ایک بار پھر جیکارڈ نے کوشش کی، لیکن شیران نے اُسے پوری قوت سے رگیدنا شروع کردیا تھا پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور اُس نے جیکارڈ کو کھڑا کر کے پھر ایک بار دیوار سے دے مارا۔ لیکن جیکارڈ نے دیوار سے ٹکتے ہی دفعتاً ایک طرف چھلانگ لگادی تھی، وہ ایک سوئچ بورڈ کے نزدیک تھا، اُس نے سوئچ بورڈ کے ایک بٹن پر اُنگلی رکھ دی اور کہیں دُور گھنٹی کی آواز گُونجنے لگی۔

شیران نے تیزی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر پیتل کا وہی گلدان اُٹھا لیا، وہ جیکارڈ کو منزل میں لگا کر ہلاک کردینا چاہتا تھا لیکن جیکارڈ نے جو کچھ کہا تھا وہ شاید درست نہیں تھا۔ یہاں اُس کے کچھ آدمی بھی موجود تھے وہ تنہا نہیں تھا۔ کیونکہ چند لمحات کے بعد ہی شیران نے بھاگتے ہُوئے قدموں کی آوازیں سُنی تھیں، اُس نے پوری قوت سے پیتل کا گلدان جیکارڈ کے سر پر دے مارا، اور جیکارڈ کا سر بُری طرح پھٹ گیا، شیران کے پاس اب بالکل موقع نہیں تھا، کیونکہ دروازے پر آہٹیں سُنائی دے رہی تھیں اور یہ آہٹیں کئی آدمیوں کی معلوم ہورہی تھیں۔

چنانچہ وہ برق رفتاری سے دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ دروازہ شاید باہر ہی سے کُھلتا تھا، چونکہ دُوسرے ہی لمحے کئی ۔ ۔ ۔ آدمی دروازہ کھول کر اندر گُھس آئے۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو جیکارڈ کو اُنھوں نے شدید زخمی حالت میں دیکھا۔ وہ پلٹے تو شیران پستول لیے ان کے سامنے موجود تھا۔ دُوسرے لمحے ان لوگوں نے اپنے پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن شیران کے پستول

سے کئی شعلے نکلے، آخری گولی اُس نے جیکارڈ پر چلائی تھی جو اس کے پیٹ میں لگی اور اس کے بعد اُس نے کُھلے ہُوئے دروازے سے باہر چھلانگ لگادی لیکن باہر بھی اُسے چند لوگوں سے ملاقات کرنا پڑی۔ یہ تعداد میں تین تھے اور ان کے ہاتھوں میں پستول تھے، چونکہ اندر سے اُنھوں نے گولیوں کی آوازیں سُن لی تھیں، دُوسرے لمحے کئی گولیاں سنسناتی ہُوئی شیران کے اِردگرد سے نِکل گئیں، خوش قسمتی تھی جو وہ اِن گولیوں کے صحیح نشانے پر نہیں آسکا تھا، اُس نے اپنے پستول کی باقی گولیاں بھی چلادیں اور اب اُس کا پستول خالی ہوگیا تھا، پستول کو دوبارہ لوڈ کرنے کے لیے وقت درکار تھا لیکن وہ اِن گولیوں سے صرف دو آدمی ہلاک کرسکا تھا، تیسرے آدمی نے اس پر اندھا دُھند فائرنگ شروع کردی اور اب شیران کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ یہاں سے دوڑ لگا دے، چنانچہ وہ اس کی گولیوں سے بچتا ہُوا دوڑتا رہا، اور چند ہی لمحات کے بعد وہ سفید عمارت کے احاطے سے کُود کر باہر نِکل گیا تھا۔ اندر جو لوگ زندہ بچ گئے تھے، وہ بے تحاشا چیختے ہُوئے باہر دوڑ رہے تھے، لیکن شیران اب اپنی پُوری مہارت سے دوڑ رہا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُن سے کافی دُور نِکل آیا، تھوڑے فاصلے پر پہنچنے کے بعد اُس نے ایک جگہ آڑ لی اب اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں، اس کی کار جیکارڈ کی

رہائش گاہ کے احاطے کے نزدیک باہر ہی کی سمت کھڑی ہُوئی تھی، اگر کسی طرح وہ کار تک پہنچ جائے تو یہاں سے اُسے فرار ہونے میں آسانی ہوسکتی ہے، بہر طور اس جگہ کی آڑ لے کر وہ اپنا پستول لوڈ کرچکا تھا اور پھر عین اُس وقت جب دو آدمی اُس کے نزدیک پہنچے، وہ ان کو نشانہ بنانے کے لیے تیار تھا۔۔۔ دوسرے لمحے پستول سے دو گولیاں نکلیں اور ان دونوں کے بھیجے اُڑ گئے، شیران نے اپنی جگہ سے سَر اُبھار کر دیکھا، عمارت کے صدر دروازے کے نزدیک دو آدمی کھڑے ہُوئے تھے، وہ اسی طرف دیکھ رہے تھے، غالباً اُن کے پستول خالی ہوچکے تھے اور وہ اُنھیں دوبارہ لوڈ کرنا چاہتے تھے، شیران نے ایک لمحے کے لیے اُنھیں دیکھا اور پھر دُوسرے لمحے اُس کے پستول سے ایک گولی نِکلی اور ان میں سے ایک آدمی ڈھیر ہوگیا، دُوسرے نے فوراً پیچھے ہٹ کر آڑ لے لی تھی اور پھر وہ وہاں سے شیران پر گولیاں برسانے لگا، لیکن شیران کو اب بھاگنے کا موقع مل

گیا تھا، وہ پھرتی سے اس طرف دوڑا جدھر اُس کی کار کھڑی ہُوئی تھی اور چند ہی لمحوں کے بعد وہ کار میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اِس کے بعد کار طوفانی انداز میں اسٹارٹ ہُوئی اور تیز رفتاری سے چل پڑی پیچھے سے چند گولیاں کار کے عقبی حصّے سے ٹکرائی تھیں، لیکن پچھلا شیشہ بچ گیا تھا، شیران انتہائی پھرتی سے کار کو ڈرائیو کرتا ہُوا اِس علاقے سے دُور نِکل آیا، وہ اپنا کام انجام دے چکا تھا، جیکارڈ پر اُس نے جو حملے کیے تھے، اُن پر اُسے یقین تھا کہ اب وہ جانبر نہیں ہوسکے گا، آخری کوشش اُس نے پستول کی گولی چلا کر جیکارڈ کو بالکل ختم کرنے کے لیے کی تھی اور غالباً وہ اس میں بھی کامیاب ہوگیا تھا۔

چنانچہ مسرت کی لہریں اُس کے بدن میں دوڑ رہی تھیں، اس کے ساتھ ساتھ ہی جو کچھ ہُوا تھا اُسے اِس کی اُمید نہیں تھی، جیکارڈ نے یہاں چالاکی سے کام لیا تھا، یقیناً اُس نے اپنے آدمی پوشیدہ کردیے تھے، پتہ نہیں کیوں، ممکن ہے اس کے ذہن میں شیران کی طرف سے کوئی خطرہ موجود ہو، بہر طور اس سلسلے میں شیران کوئی صحیح فیصلہ نہیں کرپایا تھا۔ وہ کار دوڑاتا ہُوا اِس علاقے سے کافی دُور نِکل آیا۔ اس نے اپنے تعاقب میں کوئی کار نہیں دیکھی تھی،

کار جب شہر میں داخل ہوگئی تو شیران نے اپنے آپ کو پُرسکون کرنے کے لیے اُسے ایک جگہ روکا اور اپنے لباس وغیرہ پر نگاہیں دوڑانے لگا، اس کا لباس مَسل ضرور گیا تھا لیکن اس پر نہ تو خون کا کوئی دھبہ تھا

اُس نے اپنے لباس کی شکنوں کو دُرست کیا، بالوں کو سنوارا اور اس کے بعد ایک بار پھر کار اسٹارٹ کرکے چل پڑا، اب اُس کے ذہن میں جیکارڈ کی سُنائی ہُوئی داستان اُبھر رہی تھی۔

ایڈنا ڈمپل یہ نام بہت عرصے کے بعد اُس کے سامنے آیا تھا اور اس نام کے ساتھ جو کہانی منسوب کی گئی تھی وہ ناقابلِ یقین تھی۔ شیران کو کسی طور پر یقین نہیں آرہا تھا کہ کماری کیلاشی میک اپ میں ہے اور دراصل وہ ایڈنا ڈمپل ہے۔ کیا جیکارڈ کی کہانی حقیقت ہے۔ کیا اُس نے درست کہا ہے۔ دیکھنا ہوگا، پتہ لگانا پڑے گا اور اگر یہ کہانی سچ ہے تو۔ تو۔ شیران کے وجود میں دُھواں اُٹھنے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں خُون کا سمندر موجزن ہوگیا۔" تو ایڈنا ڈمپل کو اس کی چالاکی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔"

شیراں اب وہ شیراں نہیں رہا تھا۔ موقعے کی نزاکت اور حالات کو سمجھنے کی صلاحیتیں اس میں پیدا ہو گئی تھیں۔ دُنیا کے سرد و گرم نے اسے سمجھا دیا تھا کہ طاقت اس وقت تک بے اثر ہے جب تک اس کے ساتھ عقل استعمال نہ کی جائے۔ اگر کاری کیلاشی درحقیقت ایڈنا ڈمپل ہے تو بے شمار جرائم کی مرتکب ہوئی ہے۔۔۔ اس نے شیراں کو پوری زندگی دھوکے دیئے ہیں۔ وہ موٹی مارون کی قاتل ہے اور اس کی سزا صرف موت ہے، صرف موت۔

لیکن صورتِ حال کی نزاکت کے تحت آتش ریزی مناسب نہیں ہے۔ جیکارڈ کی موت کے اس پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جیکارڈ کے اختیارات دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ممکن ہے اس کے ساتھی مصیبت بن جائیں۔ اس صورت میں ڈمپل کا تعاون بہت کارآمد ہو گا۔ جب وہ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہُوا تو اس نے خود کو پوری طرح پُرسکون کر لیا تھا۔

ایڈنا ڈمپل نے مسکراتی نگاہوں سے اس کا استقبال کیا تھا۔ وہ ایک حسین لباس میں ملبوس نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔ شیراں بھی مسکراتا ہُوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"ہیلو شیراں!"

"ہیلو!" وہ آہستہ سے بولا۔

"لباس تبدیل کر لو۔ کیا میں تمہارے لئے چائے یا کافی بنوا دُوں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں، کافی!" شیراں نے کہا۔

"میں بیرونی لان میں تمہارا انتظار کر رہی ہُوں!" اس نے کہا۔

اور شیراں لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔ جب وہ لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد باہر لان پر پہنچا تو ڈمپل اس کا انتظار کر رہی تھی۔ شیراں ایک کُرسی پر بیٹھ گیا۔ ایڈنا نے کافی بنا کر اس کے سامنے رکھی اور پھر مسکراتی ہوئی بولی۔

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے اور مسٹر جیکارڈ کے درمیان کوئی بہترین پروگرام بن گیا ہو گا۔ میں اس کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہُوں!"

"یقیناً ہو گی!"

"مسٹر جیکارڈ ایک بہترین انسان ہیں۔ کچھ لوگ بُرائی کے کاموں میں ملوث ہونے کے باوجود مخلص ہوتے ہیں!"

"اس میں کوئی شک نہیں لیکن صرف کچھ لوگ۔ جن میں مسٹر جیکارڈ شامل نہیں ہیں!" شیراں نے کہا اور ایڈنا ڈمپل جو کافی کی پیالی ہونٹوں تک لے جا رہی تھی ایکدم رُک گئی۔

"کیا مطلب؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"تمہاری رائے مسٹر جیکارڈ کے بارے میں بہت اچھی ہے نا!"

"ہاں، تمہیں اس سے اختلاف ہے؟"

"شدید!"

"اس کی کوئی خاص وجہ ضرور ہو گی!" ایڈنا نے بغور اس کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے اس شخص کی گفتگو میں بے پناہ خود غرضی کی جھلک پائی تھی۔ وہ انسان شناس بھی نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ وہ امریکہ میں ہمیں بہترین زندگی فراہم کر دے گا اور ہم یہاں کے دولت مند ترین لوگ بن جائیں گے لیکن کیا ہمیں ایسے معاملات میں کسی کی مدد کی ضرورت ہے؟"

"اتنی زیادہ بھی نہیں لیکن دوسروں کے کاندھوں پر رکھ کر بندوق چلانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے!"

"شیراں سے کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ کیونکہ شیراں اب کیلاشی کا مالک ہے۔ کیلاشی کے مستقبل کے لئے وہ اپنی فطرت کے خلاف سنجیدہ ہو گیا ہے۔ کیا تم میرے لئے ایک بہترین مستقبل کے خواہاں نہیں ہو شیراں؟"

"یقیناً ہُوں۔ بولو تمہیں کیا درکار ہے؟"

"میں جانتی ہُوں شیراں۔ میں تمہیں جانتی ہُوں لیکن یہاں قدم جمانے کے لئے اگر ہم اس کا سہارا لے لیں تو کوئی حرج بھی نہیں ہے!"

"میں پٹھان ہُوں کیلاشی۔ ہم لوگ اپنے گھروں کو خود سنبھالتے ہیں دوسروں کی مدد سے اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھاتے!"

"کیا کوئی ایسی بات ہوئی شیراں، جو تمہارے ذہن کو ناگوار گزری؟" ایڈنا ڈمپل بغور شیراں کی شکل دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں، وہ بے غیرت انسان تمہارے ذریعے میرا مستقبل بنانے کے بارے میں بات کر رہا تھا، میں نے ایک ناواقف شخص کی حیثیت سے اُسے سنبھالنے کی کوشش کی، میں نے اسے بتایا کہ کاری کیلاشی کا ماضی جو کچھ بھی رہا ہو اور وہ اس کے بارے میں کچھ بھی جانتا ہو لیکن اب وہ میری زندگی میں ایک ایسی حیثیت سے داخل ہے کہ اب میں اسے اپنی عزت سمجھتا ہُوں۔ مگر ان لوگوں کی نظروں میں مرد اور عورت کا مسئلہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ تم بتاؤ کیلاشی، کیا میری اجازت کے بغیر کسی غیر مرد کے لئے وہ سب کچھ کر سکتی ہو جو میری مرضی کے خلاف ہو؟"

"نہیں شیراں، میں ایسا نہیں کر سکتی لیکن مسٹر جیکارڈ اس قسم کے انسان نہیں ہیں۔ اگر یہ بات اُن کے علم میں آ جاتی کہ تم کس فطرت کے آدمی ہو اور کس جگہ تم مجھے کوئی کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے تو وہ اس کے لئے اصرار نہیں کرتے!"

"نہیں کیلاشی اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ میں نے اُسے جس شریفانہ انداز میں سمجھانے کی کوشش کی، وہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا اور تمہارے بارے میں اس نے کچھ ایسے الفاظ ادا کئے جو میرے لئے ناقابلِ برداشت تھے!"

"تو پھر۔۔!" ایڈنا ڈمپل نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ پوچھا۔ شیراں کی یہ سرد آواز اس کے رگ و پے میں خون جمائے دے رہی تھی اور عجیب سے وسوسے اس کے دل میں پیدا ہو چکے تھے۔

کافی کی آدھی پیالی اس نے میز پر رکھ دی تھی لیکن شیراں اپنی پیالی سے چھوٹے چھوٹے گھونٹ مسلسل لے رہا تھا۔ پھر اُس نے آخری گھونٹ حلق سے نیچے اُتارتے ہوئے کہا۔

"اور پھر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کاری کیلاشی کہ میرے لئے اس کی زندگی ناقابلِ برداشت ہو گئی!"

"تو پھر۔۔!" ایڈنا ڈمپل کی آواز رُندھی سی ہو گئی تھی۔

"پھر وہی ہُوا جو ہونا چاہیئے تھا۔ میں نے اُسے ہلاک کر دیا!"

ایڈنا ڈمپل کے حلق سے اب کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ وہ کُرسی کی پشت سے ٹیک لگائے پھٹی پھٹی نگاہوں سے شیراں کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے اور کافی دو!" شیراں بھاری لہجے میں بولا لیکن ایڈنا ڈمپل کے بدن میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ ہاتھ بھی ہلا سکتی۔ شیراں کے آخری الفاظ نے اُسے سنسنی خیز کیفیت کا شکار کر دیا تھا۔ اور وہ اپنے بدن کو پتھر کی طرح ساکت محسوس کر رہی تھی۔

شیراں نے بھویں اُٹھا کر اُسے دیکھا اور پھر اسی انداز میں بولا۔

"تم نے سُنا نہیں، مجھے کافی دو!"

"پلیز شیراں پلیز۔ تم خود لے لو۔ تم نے ایک ایسی خبر مجھے سُنا دی ہے جس نے میرے اعصاب شل کر دیئے ہیں!" وہ بمشکل تمام بولی۔

"کمال کی عورت ہو تم، کسی ایسے انسان کی موت پر افسوس کا اظہار کر رہی ہو، جو میری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا!"

"کیا کہا اس نے تم سے، اور کیا کہا۔ مجھے بتاؤ تو سہی!" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"تم مجھے کافی دو یا پھر یہاں سے اُٹھ کر چلی جاؤ۔ میں حکم عدولی برداشت نہیں کر سکتا!" شیراں بولا اور ایڈنا ڈمپل نے

بے بسی کے انداز میں اس کی پیالی میں کافی اُنڈیلی لیکن اس کی کیفیت بدستور رہی تھی پھر اس نے پوچھا۔

"کیا یہ حقیقت ہے شیران؟ کیا یہ حقیقت ہے۔ آہ، اگر یہ حقیقت ہے تو۔ ۔ ۔ تو" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"کافی پیو۔ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تم میرے ہاتھوں کسی کے قتل سے خوف زدہ ہو جاؤ" شیران نے کہا۔

اسی وقت ایڈنا ڈمپل نے کافی کی پیالی اُٹھائی اور باقی کافی حلق میں انڈیل کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" شیران نے پوچھا۔

"اُٹھو تم بھی اُٹھو" وہ بولی۔

"کیا مصیبت آگئی ہے تم پر؟" شیران نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھ پر اعتماد کرو پلیز شیران۔ اگر مجھ پر اعتماد رکھتے ہو تو اُٹھو، جلدی کرو" ایڈنا نے جلدی سے کہا۔

"عورت اتنی ہی بڑی مصیبت ہے۔ اس سے پہلے بھی میرے ہاتھوں سے بہت سے قتل ہو چکے ہیں لیکن کبھی کسی نے مجھے اس طرح خوف زدہ کرنے کی کوشش نہیں کی"۔

"میری محبت کے نام پر" ایڈنا پریشان لہجے میں بولی اور شیران قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"گدھے بھی ریکنے لگتے ہیں۔ میں تو انسان ہوں" اس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ اور ایڈنا ڈمپل اسے ہاتھ سے پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی اندر لے گئی۔ اس نے اندر پہنچ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ فون اپنے نزدیک گھسیٹ لیا۔ پھر وہ کوئی نمبر ڈائل کرنے لگی۔

"کسے فون کر رہی ہو؟" شیران نے سوال کیا اور ایڈنا نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"بس ایک منٹ ڈارلنگ" پھر وہ ماؤتھ پیس میں بولی۔

"ہیلو۔ ہوٹل الفانسو۔ میں لیڈی گیسپر بول رہی ہوں۔ ایک ڈبل روم چاہیے۔ ہاں میں ایئر پورٹ سے بول رہی ہوں۔ مسٹر اینڈ مسز گیسپر۔ ہاں ہم لوگ آدھے گھنٹے تک پہنچ رہے ہیں۔ اوکے، تھینک یو" اس نے فون بند کر دیا۔

"کیا کر رہی ہو تم۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا" شیران نے اسے گھورتے ہوئے کہا لیکن وہ سب کچھ سمجھ چکا تھا۔

"پلیز شیران اس وقت تک مجھ سے تعاون کرو جب تک میں اپنا کام نہ کر لوں۔ میرے لئے۔ پلیز۔ میرے لئے"۔

"اب تو چوہے بھی میرے سر پر دُم اُٹھا کر رقص کرنے لگیں، تو مجھے خاموش ہی رہنا پڑے گا"۔

"پلیز شیران۔ پلیز" ایڈنا نے لجاجت سے کہا۔

"اب مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟" شیران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"آؤ میرے ساتھ" وہ بولی۔ اس کے بعد وہ شیران کو ایک کمرے میں لائی اور میک اپ بکس نکال کر بیٹھ گئی۔ گھنی مونچھوں اور بھاری فرنچ کٹ داڑھی نے شیران کی شکل میں نمایاں تبدیلی پیدا کر دی تھی۔ اس سے فارغ ہو کر ڈمپل نے اپنے چہرے پر ماسک لگا لی اور سر پر وِگ اوڑھ کر وہ بھی ایک ادھیڑ عمر عورت نظر آنے لگی۔

"اس شکل میں میں تمہارے ساتھ ایک گھنٹہ بھی نہیں رہ سکتا"۔

"عارضی ہے۔ بالکل عارضی ہے" ایڈنا نے جلدی جلدی اپنے اور شیران کے چند جوڑے سوٹ کیس میں رکھتے ہوئے کہا۔

پھر اس نے چند اور ضروری چیزیں سمیٹیں اور تیار ہو گئی۔

"کہاں جاؤ گی؟"

"ہوٹل الفانسو"۔

"اوہ، لیکن" شیران نے احتجاجی انداز میں ہونٹ سکوڑے لیکن ڈمپل اسے گھسیٹتی ہوئی باہر لے آئی تھی۔ بیرونی برآمدے کو عبور کر کے وہ گیٹ کی طرف بڑھی تو شیران نے کہا۔

"پیدل چلو گی؟"

"نہیں ڈیئر۔ ٹیکسی مل جائے گی تم آؤ تو سہی"۔

"عورت، عورت تیرا ساتھ حماقت ہے" شیران ٹھنڈی سانس لے کر بولا لیکن وہ ایڈنا کے ساتھ باہر نکل آیا تھا۔ تھوڑی دُور چل کر انہیں ٹیکسی مل گئی۔

"مارلن تھروٹ" ایڈنا نے ٹیکسی ڈرائیور کو حکم دیا اور شیران اس کی شکل دیکھنے لگا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن ایڈنا ڈمپل نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔ شیران ایڈنا ڈمپل کی کیفیات کو بخوبی محسوس کر رہا تھا اور دل ہی دل میں مزے لے رہا تھا لیکن اس وقت وہ انتہا پسندی کے موڈ میں تھا اور اپنی فطرت کے خلاف خاصی شگفتگی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ مارلن تھروٹ کے بارے میں وہ جانتا تھا کہ ہوٹل الفانسو وہاں نہیں ہے بلکہ ایک بالکل ہی مخالف سمت میں ہے لیکن وہ جانتا تھا کہ ایڈنا ڈمپل کسی خاص وجہ سے ہی مارلن تھروٹ کی طرف جا رہی ہے۔

ٹیکسی ابھی ان کی رہائش گاہ سے تھوڑی ہی دُور آگے بڑھی تھی کہ سیاہ رنگ کی ایک مرسیڈیز کار ان کی رہائش گاہ کے گیٹ پر آ کر رکی اور اس میں سے چھ افراد نیچے اتر کر عمارت کی جانب لپکے۔ ایڈنا ڈمپل اور شیران نے ان لوگوں کو بخوبی دیکھ لیا تھا۔ شیران نے مسکراتے ہوئے ایڈنا ڈمپل کی طرف دیکھا اور کہا۔

"واہ بھئی واہ، یہ مسٹر جیکارڈ کے آدمی تو بڑے مستعد ہیں"۔

ایڈنا ڈمپل نے شیران کے بازو پر ہاتھ رکھ کر ملتجی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"براہ کرم خاموش رہو" شیران نے گہری سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ ویسے اُسے اب اپنے آپ پر فخر ہو رہا تھا۔ اگر وہ جوش اور جذبات میں فوراً ہی ایڈنا ڈمپل پر ساری صورت حال واضح کر ڈالتا تو اس کے بعد نہ جانے کیا صورتِ حال پیش آتی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ فیشن ایبل عورت اس کے لئے مناسب آسانیاں فراہم کر سکتی ہے اور جیکارڈ کے آدمیوں سے نمٹنے کے لئے وہ بہترین مہرہ ثابت ہو سکتی ہے۔

جیکارڈ کے قتل سے شیران کو ایک قلبی سکون حاصل ہوا تھا۔ زندگی میں سب سے زیادہ متاثر کرنے والے شخص کے لئے وہ دُنیا کے کسی بھی خطے میں اپنا فرض انجام دے سکتا تھا اور اس کے لئے ضروری نہیں تھا کہ مارلینو کو اس کی کارکردگی کا علم ہوتا۔ مارلینو سے تو اب اس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں رہا تھا۔

ٹیکسی مطلوبہ جگہ پہنچی تو ڈرائیور نے اسے سڑک کے کنارے کر کے روک دیا۔ ایڈنا ڈمپل نے اسے اشارہ کیا تھا۔ کرایہ ادا کر کے وہ نیچے اُتر آئے اور ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگے۔ کافی دُور چلنے کے بعد ایڈنا ڈمپل نے سڑک پار کی اور سڑک پار کر کے وہ فٹ پاتھ کی دوسری طرف آ گئے۔ جب اسے مکمل طور پر اس بات کا یقین ہو گیا کہ کوئی ان پر نگاہ نہیں رکھ رہا، تو اس نے گزرتی ہوئی ایک اور ٹیکسی کو روکا اور اس میں بیٹھ کر ڈرائیور کو ہوٹل الفانسو چلنے کے لئے کہا۔

شیران نے اب مکمل خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ٹیکسی نے انہیں الفانسو کے پارکنگ لاٹ میں اُتار دیا۔ دو پورٹر ان کے منتظر تھے۔

میڈم گیسپر کا نام سننے کے بعد وہ دونوں انہیں لے کر اندر پہنچے اور تھوڑی دیر بعد انہیں ہوٹل الفانسو کی آٹھویں منزل کے ایک خوب صورت کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔ یہاں پہنچ کر ایڈنا ڈمپل تھکے تھکے انداز میں ایک صوفے پر گر پڑی۔

اس کے چہرے سے شدید پریشانی کا اظہار ہو رہا تھا۔ شیران، اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک آرام کرسی پر دراز ہو کر پاؤں ہلانے لگا۔ چند لمحات اسی طرح گزر گئے پھر اس نے مسکرا کر کہا۔

"کماری کیلاشی تمہاری یہ کیفیت میرے لئے اجنبی ہے"۔

ایڈنا ڈمپل نے آنکھیں اُٹھا کر اسے دیکھا اور پھر پھیکے انداز میں مسکرائی۔ پھر اس نے کہا۔

"تمہارے لئے میں آدھی دنیا کو ختم کر سکتی ہوں شیران"۔

"خوب۔ ۔ ۔ اور باقی آدھی دُنیا کا کیا ہو گا؟" شیران نے پُرمذاق انداز میں کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ تم ختم کر دو گے۔ اگر تم اسی طرح قتلِ عام کرتے رہے"۔

"جیکارڈ کی موت سے تم بہت متاثر ہوئی ہو"۔

"صرف اس لئے کہ وہ معمولی شخصیت کا مالک نہیں تھا اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ امریکہ میں ہم اس کے ذریعے بہت مستحکم حیثیت حاصل کر سکتے تھے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ یہ ثابت ہونے کے بعد کہ اس کے قاتل تم ہو، ہمارے لئے یہاں رہنا اور یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہو جائے گا"۔

"اس کے باوجود میں اسے معاف نہیں کر سکتا تھا" شیران نے غصیلے انداز میں کہا۔

"آخر اس نے کیا کہہ دیا تھا تم سے؟"

"میں دُہرانا نہیں چاہتا اور مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد تم اس بارے میں کوئی سوال نہیں کرو گی"۔

ایڈنا ڈمپل نے ایک جنگلی سانڈ پالا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ سرکش وحشی انسانوں کی اس نسل سے ہے جس کا کوئی سر پیر نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود وہ شیران کو چاہتی تھی اور اس کا غصہ مول نہیں لے سکتی تھی۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اچھا یہ تو بتا دو جس جگہ اس نے تم سے ملاقات کی وہاں وہ تنہا تھا؟"

"کیا مطلب؟"

"کیا کچھ لوگ، میرا مطلب ہے کہ اس کے ساتھی اس بات سے واقف ہیں کہ تم اس کے قاتل ہو؟"

"نہ واقف ہوتے تو اتنی جلدی میری تلاش میں وہاں پہنچ جاتے؟" شیران بولا۔

"اوہ، گویا کچھ لوگ وہاں موجود تھے"۔

"صرف موجود ہی نہیں تھے بلکہ ان لوگوں سے میرا مقابلہ بھی ہوا تھا"۔

"کوئی اور بھی مارا گیا تمہارے ہاتھوں" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"ہاں چھ سات آدمی اور مارے گئے۔ مجھے کوئی افسوس نہیں ہے" شیران نے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"میرے خدا۔ میرے خدا۔ تم یہ کاروباری گفتگو کر کے آ رہے ہو" ایڈنا گہری سانس لے کر بولی۔

"میں تمہیں بکواس کرنے کے لئے منع کر چکا ہوں" شیران نے غصیلے انداز میں کہا۔ لیکن ڈمپل نے اس کے الفاظ پر غور نہیں کیا تھا۔

پھر وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"ہمیں لاس اینجلس چھوڑنا ہوگا شیران۔ یہ ضروری ہے۔"

"جو دل چاہے کرو۔ مجھے اعتراض نہیں ہے۔ اسے مرنا تھا مر گیا اور اب جو کچھ بھی ہوگا مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اچھا آرام کرو۔ میں ذرا باہر جاؤں گی۔"

"جاؤ، جاؤ۔ میں اب کچھ نہیں سُننا چاہتا۔" شیران نے ہاتھ اُٹھا کر کہا اور جوتے اُتارنے لگا۔

"اگر مجھے دیر ہو جائے ڈیئر تو فکر مت کرنا۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا اور شیران خاموشی سے غسل خانے کی طرف چل پڑا۔ واپس آیا تو ڈمپل جا چکی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جیکارڈ کی بات کی اگر تصدیق ہو گئی تو تم دُنیا کی تمام فکروں سے آزاد ہو جاؤ گی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا اور مسہری پر دراز ہو گیا۔ لیکن بھرا ہُوا پستول اس نے اپنے لباس میں محفوظ رکھا تھا۔

رات ہو گئی تقریباً آٹھ بجے ڈمپل واپس آئی۔ اس کے پاس پلاسٹک کا ایک بیگ تھا۔ جسے وہ کھول کر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ تفکرات کی آماجگاہ بنا ہُوا تھا۔

"یہ کیا ہے۔" شیران نے پوچھا۔

"میک اپ کا سامان۔ ہمیں نئے چہرے اپنانے پڑیں گے۔" ایڈنا نے کہا۔

"اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"فی الحال ہالی ووڈ چل رہے ہیں۔ وہاں سے کہیں اور چلیں گے۔"

"کافی پریشان معلوم ہوتی ہو۔"

"ہاں۔ جیکارڈ کے قتل کی اطلاع پولیس کو دے دی گئی ہے۔ شام کے اخبارات نے اس کی لاش کی تصویریں چھاپی ہیں اور۔۔۔ اور۔۔۔"

"اور کیا؟"

"قاتل شیران نامی ایک نوجوان ہے، جسے تلاش کیا جا رہا ہے۔"

"اور کتنے مارے گئے ہیں جیکارڈ کے ساتھ؟" شیران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پانچ افراد قتل ہوئے ہیں جیکارڈ کے علاوہ۔"

"خوب، اور کیا خبریں ہیں۔" شیران پُرسکون لہجے میں بولا۔

"بڑی ہنگامہ خیزیاں ہو رہی ہیں شیران، تم نہیں جانتے کہ جیکارڈ لاس اینجلس کی کس قسم کی شخصیتوں میں سے ہے۔ اعلیٰ حکام کی نگاہوں میں اس کا الگ ایک مقام ہے اور زیرِ زمین دُنیا میں وہ مجرموں کا پیر سمجھا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ اس کا نام لے کر جرائم کا آغاز کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا براہِ راست جیکارڈ سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن جیکارڈ کی وجہ سے وہ انتہائی خوش گوار زندگی گزار رہے ہیں۔ تمام زیرِ زمین تنظیمیں حرکت میں آ گئی ہوں گی اور تمہاری تلاش میں سرگرداں ہوں گی۔ ان حالات میں ہمارے لئے یہاں سے نکل جانا ہی بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ میں بے حد پریشان ہُوں شیران، پلیز جلدی کرو ہم لوگوں کو ہر ممکن طریقے سے یہاں سے جلد از جلد نکل جانا ہے۔"

"اوہو، دیکھا جائے گا، دیکھا جائے گا۔ تم فکر مت کرو۔" شیران نے کہا۔

"شیران میں تمہیں ہر طرح سے محفوظ رکھنا چاہتی ہُوں۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ جیکارڈ سے میں نے بھی بے پناہ اُمیدیں وابستہ کر رکھی تھیں لیکن اس شکل میں کہ وہ میرے اور تمہارے لئے ایک معاون شخص ثابت ہوگا لیکن کوئی ایسی بات ہوئی۔۔۔ جسے تم برداشت نہ کر سکے تو ٹھیک ہے مجھے تو تمہاری زندگی درکار ہے۔"

شیران نے جلتی ہوئی نگاہوں سے ایڈنا ڈمپل کی طرف دیکھا لیکن چونکہ وہ اسی کی جانب متوجہ تھی اس لئے اُسے سنبھلنا پڑا لیکن دل میں اس نے سوچا تھا: مکار عورت تجھ پر تو میرا قرض ہے۔ تُو نے تو میری زندگی کے اتنے سال مجھ سے چھینے ہیں کہ میں ان کی کمی کبھی پوری نہیں کر سکتا۔ میں نے قسم کھائی تھی کہ مونی مارون کے قاتل کو زندہ نہیں چھوڑوں گا اور شاید میں اس بات پر تاقیامت افسوس کرتا رہوں کہ میں نے کماری کیلاشی کی حیثیت سے تجھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا لیکن اب تجھے یہ سارے قرض چکانے ہوں گے۔

اس نے فیصلہ کیا کہ اب ایڈنا ڈمپل کو زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہیئے، چنانچہ وہ میک اپ کے لئے تیار ہو گیا۔ ایڈنا ڈمپل نے اس بار اس کے چہرے پر ایک مختلف میک اپ کیا تھا، ایک بوڑھے مرد اور بوڑھی بے وقوف سی عورت کی حیثیت سے وہ ہوٹل الفانسو سے باہر نکل آئے۔ انھوں نے اپنا سامان بھی چھوڑ دیا تھا۔

ایڈنا ڈمپل دن سے نکلی ہوئی تھی، تو یقیناً کچھ ایسی کارروائیاں کر کے آئی ہوگی جو مؤثر ہی ہوں گی۔ شیران نے اب اس سلسلے میں اس سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا، ایک بار پھر انھیں ٹیکسی سے سفر طے کرنا پڑا۔

لاس اینجلس سے ہالی ووڈ جانے کے لئے کوئی طویل سفر نہیں اختیار کرنا پڑتا تھا چونکہ یہ دونوں شہر تقریباً ایک ہی تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور ایک سیاہ فام نیگرو تھا۔ دراز قامت اور خوفناک شکل کا مالک۔ ٹیکسی پکڑتے ہوئے انھوں نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا۔ شیران ایڈنا کی بے پناہ پریشانی کو محسوس کر رہا تھا۔

وہ بہت خاموش تھی۔ جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"بات اتنی مختصر نہیں معلوم ہوتی کہ تم اس قدر پریشان ہو جاؤ۔ کماری کیلاشی کو شیران سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا۔ مجھے بتاؤ اگر کوئی خاص بات ہے تو میں بھی اس سے ہوشیار رہنا چاہتا ہُوں۔"

"نہیں ڈیئر یقین کرو، کوئی خاص بات نہیں۔ بس یوں سمجھ لو جیکارڈ جرائم پیشہ افراد کی دُنیا میں بھی بہت مقبول تھا اور اس کی موت پر بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اس کا انتقام لینا اپنی زندگی کا اہم مقصد تصوّر کرتے ہیں، وہ جیکارڈ کے قاتل کو خواہ وہ کہیں بھی مل جائے، قتل کر دینا اپنا ایمان سمجھتے ہوں گے۔ میں اپنے آپ کو اور تمہیں ہالی ووڈ میں بھی محفوظ نہیں سمجھتی اور میری پریشانی صرف یہی ہے کہ ہم ہالی ووڈ سے بھی نکل جائیں اور میں اسی سوچ میں ڈوبی ہوئی ہُوں۔ سُنا ہے کہ بے شمار افراد قسمیں کھا کر اپنے اپنے ٹھکانوں سے باہر نکل آئے ہیں اور وہ سب جیکارڈ کے قاتل سے بدلہ لینا چاہتے ہیں۔"

"یہ درست ہے میڈم۔" دفعتاً اگلی سیٹ سے آواز سُنائی دی اور وہ دونوں چونک پڑے۔ یہ آواز سیاہ فام ٹیکسی ڈرائیور کی تھی جس نے یہ جملے ادا کرتے ہی سُنسان سڑکوں پر دوڑتی ہوئی ٹیکسی کو سڑک سے ایک سائڈ پر کر کے روک دیا تھا اور اس کے بعد وہ پھُرتی سے اُتر گیا تھا۔ اطراف میں بھاری مشینری کے چھوٹے چھوٹے کارخانے بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں کہیں کہیں روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ چند کارخانے سڑک کے بالکل قریب تھے۔

اس سے قبل کہ وہ لوگ کوئی فیصلہ کرتے ٹیکسی ڈرائیور ٹیکسی سے کود کر ایک طرف دوڑ پڑا تھا۔ شیران اور ڈمپل ایک لمحے کے لئے حیران رہ گئے۔ لیکن دوسرے لمحے ان کے لئے بھی ضروری تھا کہ وہ ٹیکسی سے نیچے اُتر آئیں۔ دونوں نے پستول نکال لئے تھے اور کسی قدر تعجب بھرے انداز میں اس سمت دیکھ رہے تھے، جدھر سیاہ فام نیگرو دوڑتا ہُوا گیا تھا۔

"یہ کیا ہُوا؟" شیران نے تعجب لہجے میں کہا۔

"نکل چلو شیران، یہاں سے نکل چلو۔" ڈمپل نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف دوڑتی چلی گئی۔ شیران اس کے ساتھ کھنچا چلا آیا تھا لیکن پھر اس نے سختی سے ڈمپل کو روکا اور بولا۔

"میں دعوے سے کہہ سکتا ہُوں کہ دُنیا کی ہر عورت احمق ہے۔ بے وقوف عورت ہمارے لئے ٹیکسی سے اُتر کر بھاگنے سے بہتر یہ تھا کہ ہم خود ٹیکسی لے کر ہالی ووڈ کی جانب چل پڑتے۔"

اب ڈمپل کو اپنی اس حماقت کا احساس ہُوا تھا۔ پھر اس نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر بدحواسی کے انداز میں بولی۔

"آؤ واپس چلیں۔"

شیران ٹیکسی کی طرف دوڑنے ہی والا تھا کہ دفعتاً کئی گولیاں اس کے آس پاس سے گزریں۔ ٹیکسی گولیوں کے نشانے کی زد پر آ گئی تھی۔ اس کے شیشے ٹوٹنے کی آوازیں فضا میں منتشر ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی دونوں کو زمین پر جھک جانا پڑا۔ کیونکہ کچھ اور گولیاں اُن پر سے گزر گئی تھیں۔ دفعتاً ٹیکسی کے بغلی سمت کے دو ٹائر پھٹنے کی آوازیں بلند ہوئیں اور ان کا منصوبہ تشنہ رہ گیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ یہیں رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کریں۔

دونوں ہی کی غلطی تھی۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور کی موجودگی کو نظر انداز کر کے جیکارڈ کے بارے میں گفتگو کرنے میں مصروف ہو گئے تھے یقیناً نیگرو ٹیکسی ڈرائیور جیکارڈ کے معتقدین میں سے تھا اور ان لوگوں کی گفتگو سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ جیکارڈ کے قاتل فرار ہو رہے ہیں لیکن اس کی کارروائی حیرت انگیز تھی۔ شاید وہ نہتا تھا اور ان سے مقابلہ کرنے کے مناسب انتظامات نہیں رکھتا تھا لیکن یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ جس جگہ سے وہ گزر رہے تھے وہاں شاید ان کارخانوں ہی میں سے کسی میں ایسے لوگ موجود تھے جو جیکارڈ کے نام پر اس کا ساتھ دے سکتے تھے۔ یہ کارروائی جس برق رفتاری سے ہوئی تھی۔ اس نے ڈمپل اور شیران کو حیرت زدہ کر دیا تھا اور اب وہ گھر گئے تھے۔

جیکارڈ کے ہمدرد ان کے سروں پر موجود تھے اور ان پر اندھا دھند گولیاں برسا رہے تھے۔ ایڈنا نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر سرگوشی کے سے انداز میں بولی۔

"اُدھر، اس طرف شیران۔ وہاں ہم ان کی گولیوں سے بچ سکتے ہیں۔" اس کا اشارہ ایک چھوٹے سے پُل کی طرف تھا جس کے نیچے بہنے والا پہاڑی نالہ خشک پڑا تھا۔ شیران تیز رفتار سانپ کی طرح زمین پر رینگتا ہُوا اس طرف بڑھ گیا۔ ایڈنا کسی طرح اس سے کم نہیں تھی۔

دونوں تیزی سے پُل کے نیچے پہنچ گئے۔ پُل کی دیوار سے ٹیک لگا کر انھوں نے گہری گہری سانسیں لیں اور پھر ایڈنا نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

"افسوس ٹیکسی ناکارہ ہو گئی۔"

"فکر مت کرو۔ ان کی موت انھیں گھیر رہی ہے۔" شیران کے

لہجے کا یہ اعتماد ڈیمپل کو عجیب محسوس ہُوا۔ اس شخص کے سینے میں دل کی جگہ کیا ہے۔ اس نے سوچا۔ جیکارڈ تو داس کے لئے ایک دوست سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا ہاں اگر اس سے کچھ آسانیاں حاصل ہو جاتیں تو کوئی حرج نہیں تھا۔ البتہ ایک بات سے وہ خوف زدہ تھی۔ جیکارڈ اس کی اصل شخصیت سے واقف تھا اور اگر وہ اس سے انحراف کرتی تو وہ اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ یہ بات بھی ابھی تک اس کے لئے معمّہ بنی ہوئی تھی کہ آخر جیکارڈ نے شیران سے ایسی کون سی بات کہہ دی کہ شیران اس قدر برافروختہ ہو گیا۔ بہرحال شیران جیسے شخص سے کچھ بعید نہیں تھا۔ کوئی بہت معمولی بات بھی اس کے لئے بڑی حیثیت اختیار کر جاتی تھی لیکن جیکارڈ جیسے شخص کا قتل . . .

وہ سوچ کی دُنیا سے نکل آئی۔ قدموں کی آوازیں اسے پہل کے پاس سُنائی دی تھیں۔ پھر ایک آواز اُبھری۔

"میں دعوے سے کہتا ہوں وہ اسی طرف آئے ہیں"۔

"ایک غلطی ہو گئی" دوسری آواز اُبھری۔

"کیا؟"

"کاش ہم ٹارچ ساتھ لے آتے"۔

"چھوڑو، انہیں تلاش کرو اور ہلاک کر دو۔ ان کی لاشیں ہمارے لئے اس صدی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں"۔

"ڈینی تم اس طرف جاؤ۔ ڈیگم تم اس طرف" یہ آواز اسی نیگرو کی تھی اور پھر قدموں کی آوازیں دُور ہوتی سُنائی دیں لیکن وہ جانتے تھے کہ ان میں سے کم از کم ایک یہاں ضرور موجود ہے۔

"کیلاشی۔ تم پستول قطعی نہیں استعمال کرو گی۔ خیال رکھنا" دفعتاً شیران نے ایڈنا کے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا . . . رہے ہو؟"

"فضول بو اس سے گریز کیا کرو" شیران نے سرد لہجے میں کہا اور ایڈنا کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ شیران کی آواز میں چھپی ہوئی درندگی کو اس نے صاف محسوس کر لیا تھا۔ اس نے اپنا پستول بغلی ہولسٹر میں لگا لیا اور ایڈنا نے اس کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہُوا خنجر دیکھا جسے شاید اس نے اپنے موزے سے نکالا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے کھسک گیا تھا۔

ایڈنا سانس روکے رات کی تاریکی میں آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً اس نے شیران کے سائے کو اُبھرتے دیکھا اور دوسرے لمحے اس نے کسی وحشی چیتے کی طرح اپنے شکار پر چھلانگ لگا دی۔ سیاہ فام نیگرو اس اچانک حملے سے دہشت زدہ ہو کر اس تیزی سے پیچھے ہٹا کہ توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ پیچھے کی سمت اُلٹ گیا تھا۔ گرتے گرتے بھی اس کے حلق سے دہشت بھری آواز نکلی۔

"بچاؤ، بچاؤ"۔ لیکن اس دوران شیران چھلانگ لگا کر اس کے سینے پر سوار ہو گیا تھا۔ ایڈنا نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تھا۔ اس سے قبل کی زندگی جیسی گزری تھی اس کے بارے میں ایڈنا نے کبھی غور نہیں کیا تھا۔ موت اور زندگی کا کھیل اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا لیکن کسی انسان کو اس نے کسی آدم خور چیتے کے روپ میں کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس وقت ایک ایسا ہی آدم خور وحشی اس کے سامنے تھا۔

خنجر چمکا او نیگرو کے حلقوم میں پیوست ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی شیران نے اس کے ہاتھ میں دبا ہُوا پستول چھین لیا تھا لیکن نیگرو کی چیخ نکل گئی تھی۔ کوئی دوڑتا ہُوا اس طرف آیا اس سے قبل کہ شیران نیگرو کے بدن سے اُٹھ کر کھڑا ہوتا، دفعتاً اس پر کسی نے چھلانگ لگا دی۔ وہ جو کوئی بھی تھا شیران نے اس کی قوت کا اعتراف کیا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لئے شیران پر چھا گیا لیکن شیران کے ہاتھ میں دبے خنجر کو وہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ اسے تو اس وقت احساس ہُوا جب اس کا دایاں رخسار گردن تک چِرتا چلا گیا تھا لیکن پستول اس کے پاس بھی موجود تھا چنانچہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ رہا کہ شیران اس پر گولی چلا دے۔ اپنا پستول نکالنے کے بجائے اس نے اسی پستول سے اس شخص کا نشانہ لے کر گولی داغ دی جو اس نے اپنے پہلے شکار کے ہاتھ سے نکالا تھا۔

ایک کرب ناک چیخ اُبھری۔ پھر دوسرا فائر ہُوا اور دوسری چیخ۔ ایڈنا ڈمپل نے غالباً اس تیسرے شخص کو دیکھ لیا تھا اور خود پر قابو نہیں رکھ سکی تھی۔ شیران چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"کہیں فائرنگ کی آواز کارخانے میں نہ سُن لی گئی ہو" ایڈنا نے خدشہ ظاہر کیا۔

"اس کے امکانات نہیں ہیں"۔

"کیوں"۔

"بھاری مشینوں کی گڑگڑاہٹ میں کام کرنے والے یہ آواز نہیں سُن سکتے" شیران بولا۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"

"چلو، یہاں رُکنا خطرے سے خالی نہیں لیکن ہمیں سڑک کے بجائے نیچے نیچے سفر کرنا چاہیئے۔ سڑک پر چلنے والوں کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ جیکارڈ کے آدمی ہوں، ویسے

کتنے تعجب کی بات تھی کہ یہ ٹیکسی ڈرائیور بھی جیکارڈ کا آدمی نکلا"۔

"عموماً اس قسم کے پیشوں میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں ذاس قسم کے کام کرتے ہیں لیکن درپردہ ان کا تعلق کسی نہ کسی گروہ سے ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمہارے ہاتھوں مرنے والا یاہ فام نیگرو صرف ٹیکسی ڈرائیور رہی ہو، ممکن ہے اس کا تعلق کسی یسے گروہ سے ہو جو جیکارڈ کا حامی ہے"۔

"اوہ جیکارڈ، جیکارڈ، جیکارڈ۔ مر گیا وہ کتّا، اب اس کا رمت کرو۔ دیکھوں گا اس کے کتنے ہمدرد اب میرا تعاقب کرتے ہیں" شیران نے کہا۔ ایڈنا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

کافی دُور تک فٹ پاتھ کے کنارے کنارے سفر کرتے رہے، ں دوران بہت سی گاڑیاں سڑک کے دونوں اطراف سے گزری تیں۔ شیران کہنے لگا۔

"اگر ہم سڑک پر پہنچنے کی کوشش کریں تو خطرناک ضرور ہے، یکن ممکن ہے کسی غیر متعلق آدمی سے ہمیں لفٹ مل جائے"۔

"میرا خیال ہے رات کی تاریکی میں یہ مناسب نہیں ہوگا البتہ ن کی روشنی میں ہم یہ کام کر سکتے ہیں، اگر تم طویل سفر نہ کرنا چاہو تو ؤ کسی جگہ قیام کرتے ہیں" ڈیمپل نے پیش کش کی۔ شیران نے تاریکی یں اُسے گھور کر دیکھا جسے ڈیمپل محسوس نہیں کر سکی تھی۔ شیران کی ولی فطرت عود کر آئی تھی۔ تین قتل کرنے کے بعد اس کا دل چاہ ہا تھا کہ ابھی کچھ اور قتل کرے۔ جہاں قیام ہوتا وہاں ایڈنا ڈیمپل ی موت یقینی تھی۔ اگر وہ اپنی زندگی کے لمحات کو مختصر کرنا چاہتی ہے تو ٹھیک ہے اسے کیا اعتراض ہو سکتا تھا چنانچہ اس نے محبت بھرے انداز میں ڈیمپل کو پیش کش کی۔

"ٹھیک ہے ڈارلنگ۔ بہتر ہوگا کہ ہم سڑک سے کچھ دُور ٹ جائیں۔ اوہ، وہ دیکھو، اس طرف چند درخت نظر آ رہے یں۔ ان کے سائے میں"۔

ایک سائے دار درخت کے رخنوں سے چاندنی چھن رہی ی۔ نیچے نرم گھاس کی سیج بچھی ہوئی تھی۔ ایڈنا ڈیمپل اس پُرسحر احول میں سب کچھ بھول گئی تھی۔ زمانۂ قدیم کا وحشی اس کے ساتھ تھا اور صرف نم بستہ ہواؤں کی اس ماحول میں کوئی اہمیت نہ تھی۔

ڈیمپل کی بوجھل سانسیں اعتدال پر آئیں تو اس نے محبت بھری نگاہوں سے شیران کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس جدید دور میں کوئی ہم جیسے سرپھروں کا تصور کر سکتا ہے"۔

"پتہ نہیں" شیران مسکرا کر بولا۔

"تم پچھلے چند گھنٹوں میں نو قتل کر چکے ہو اور اسی طرح پُرسکون ہو"۔

"میں پچھلے چند برسوں میں اتنے قتل کر چکا ہوں کہ مجھے ان کی تعداد بھی یاد نہیں" شیران نے کہا۔

"قتل و غارت گری کی اس زندگی سے دل اُکتا گیا ہے شیران کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم دہشت خیزی کی اس دُنیا سے نکل جائیں اور اپنے ماضی کو بھول جائیں"۔

"اگر میں تمہاری یہ بات مان لوں کیلاشی، تو کیا تم ایک سچے ساتھی، ایک مخلص محبوب کی مانند میرے ساتھ زندگی بسر کر سکو گی؟" شیران نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"تمہیں میرے خلوص میرے پیار پر کوئی شک ہے شیران!"

"شک نہیں بس افسوس ہے"۔ شیران بولا۔

"کیوں؟ میں سمجھی نہیں"۔

"تم نے اپنے سینے میں ایک راز چھپایا ہُوا ہے کیلاشی۔ کسی تنہا خاموش مقام پر زندگی کی ہنگامہ خیزیوں سے دُور کیا تمہارے دل میں ایک مصنوعی زندگی کا احساس باقی نہیں رہے گا"۔

ایڈنا ڈیمپل کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے شیران کو دیکھا لیکن مکار شیران کے چہرے پر اس وقت پیار کی کہکشاں جگمگا رہی تھی۔ یہ مکاری اس نے جدید دُنیا سے سیکھی تھی اسی پر صرف کر رہا تھا۔ ایڈنا کے سہمے سہمے انداز پر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی لیکن اس سادہ سی مسکراہٹ کی تہ میں ایڈنا ڈیمپل کی زندگی اور موت چھپی ہوئی تھی۔

"کون سے راز کی بات کر رہے ہو شیران؟" اس نے کہا۔ شیران اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"اگر تم اس دوسری دُنیا اور سکون کی وادیوں کا ذکر نہ کرتیں تو شاید میں تمہیں تمہارے اس خول میں ہی رہنے دیتا۔ کبھی تم سے کچھ نہ پوچھتا لیکن تمہاری بے پناہ محبت کے باوجود اپنے راز کی پردہ پوشی مجھے ہمیشہ گراں گزری ہے" شیران سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"کون سے راز کی بات کر رہے ہو شیران؟" ایڈنا ڈیمپل کی ہذیانی آواز اُبھری۔

"اگر تمہاری حقیقت میری زبان پر آ گئی کیلاشی تو سمجھ لو سلا کھیل ختم ہو گیا"۔

"تمہیں ضرور . . . ضرور جیکارڈ نے بتایا ہے۔ ضرور وہی شخص تمہارا ذریعۂ معلومات ہے"۔ ایڈنا پاگلوں کی طرح بولی۔

"معلومات!" شیران طنزیہ انداز میں بولا۔

"تم کیا جانتے ہو میرے بارے میں، بولو شیران تم کیا جانتے ہو؟"

"گویا تمھارا راز مجھے کھولنا پڑے گا۔ یہی بات ہے نا میڈم ایڈنا ڈمپل! یہی بات ہے نا تارک الدنیا ایلا! یہی بات ہے نا مونی ماردین کی قاتل، یہی ہے نا دھوکے باز عورت! میں نے تجھ سے کہا تھا کہ اپنی زبان کھول دے لیکن نصیب کی بات ہے تو آخر تک خود کو چھپانے کی کوشش میں مصروف رہی۔ کیا ایسی عورت زندگی میں کبھی وفا کرتی ہے؟ کیا اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟"

"شیران تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔ اس کی آواز بدل گئی تھی۔

"یہی کہ تم ایڈنا ڈمپل ہو۔"

"ہاں میں ایڈنا ڈمپل ہوں۔ ہاں میں بدنصیب ہوں کہ اپنی دیوانگی کا شکار ہو گئی۔ یہ بھی حقیقت ہے شیران کہ بچپن سے خطرناک حالات کا شکار رہنے کے باوجود میں اپنی خودسری کو برقرار رکھ سکی۔ میں نے ایسے آٹھ مردوں کو قتل کر دیا جو میری قربت کے خواہاں تھے۔ میری نگاہ میں مرد کی کوئی وقعت نہیں تھی لیکن بالآخر انسانی کمزوریوں کا شکار ہو گئی اور تمھاری محبت کے جنوں میں اپنا وقار، اپنا مرتبہ سب کھو بیٹھی۔ میں اپنے اس پاگل پن کا اعتراف کرتی ہوں تمھیں حاصل کرنا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن گیا اور۔ ۔ ۔ اور اس کے لئے میں نے جو کچھ کیا تمھارے علم میں ہے۔"

"لیکن تم مجھے بے وقوف بناتی رہی ہو۔"

"مجبوری تھی۔"

"اور تمھاری اس دھوکہ دہی کی تمھیں سزا دینا میری مجبوری" شیران نے کہا۔

"کیا چاہتے ہو تم؟" ایڈنا ڈمپل اب نڈر ہو چکی تھی۔ اس کا ہاتھ غیر محسوس انداز میں اپنے پستول تک رینگ گیا تھا۔

"موت۔ صرف تمھاری موت۔"

"اس سزا میں کوئی تبدیلی کر سکتے ہو؟"

"مونی ماردین تم سے بدرجہا بہتر تھی۔ میں اس کے نام پر تمھیں قتل کرتا ہوں ڈمپل۔" شیران نے اچانک پستول کا رُخ اس کی طرف کر دیا لیکن ایڈنا ڈمپل نے بھی اسی پھرتی سے پستول نکال لیا تھا۔

"دونوں گولیاں ایک ساتھ چلیں گی شیران۔ میں تمھیں اپنے بچاؤ کے لئے قتل نہیں کروں گی بلکہ تمھاری موت اس لئے ہو گی کہ میری موت کے بعد تم کسی اور کے تصرف میں نہ جاؤ۔"

شیران کے حلق سے قہقہہ نکلا اور اس نے گولی چلا دی لیکن اس کے ساتھ ہی ڈمپل نے بھی فائر کیا تھا۔ شیران کی چلائی ہوئی گولی اس کے سینے میں اُتر گئی تھی لیکن خود ایڈنا کے پستول سے ٹریچ کی آواز نکل کر رہ گئی تھی۔ ڈمپل نے لگاتار ٹریگر دبایا لیکن ایک بھی فائر نہیں ہوا جب کہ شیران کی دوسری گولی نے اس کی پسلیوں میں جگہ بنائی تھی۔

ایڈنا کے چہرے پر کرب کے آثار اُبھر آئے۔ پھر وہ بولی۔

"میرا پستول خالی تو نہ تھا۔"

"اسے خالی کر دیا گیا تھا ایلا۔" شیران دلچسپی سے بولا۔

"یہ دھوکہ دہی نہیں؟"

"ابتدا تم نے کی تھی۔"

"واقعی مجھے شکست ہو گئی۔ جب تک تم زندہ رہو گے میری رُوح بھٹکتی رہے گی۔ افسوس مجھے اس کا اندازہ نہ تھا۔ تیسری گولی چلاؤ شیران، میں جانکنی کی اذیت برداشت کر سکتی ہوں، یہ احساس نہیں کہ تم زندہ ہو اور اب کوئی اور عورت۔ ۔ ۔ چلاؤ گولی۔ ۔ ۔ پلیز۔ اچھے دنوں کا یادگار تحفہ مجھے اس شکل میں دے دو۔"

"جو حکم جانِ من۔" شیران نے کہا اور تیسری گولی نے ڈمپل کے دل میں سوراخ کر دیا۔ وہ تڑپی پھر ٹھنڈی ہو گئی۔ شیران نے ایک حقارت بھری نگاہ اس پر ڈالی اور بولا۔ "میں شیران کی تاریخ میں کوئی تبدیلی نہیں ہونے دوں گا۔" اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اب یہاں رُکنا بے معنی تھا لیکن اب وہ تنہا رہ گیا تھا۔ امریکہ چلے آنے کا مقصد فوت ہو چکا تھا۔

رات کی تاریکی میں وہ آگے کا سفر طے کرتا رہا۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ رات کے بقیہ حصے میں اس نے کافی سفر طے کر لیا تھا پھر صبح ہو گئی اور شیران نے ایک محفوظ مقام پر ڈیرا ڈال لیا۔ اس پر تھکن اور اُکتاہٹ سوار تھی۔ چنانچہ اس تھکن کو دُور کرنے کے لئے سو جانا ضروری تھا۔ ایڈنا ڈمپل کیلاشی کی حیثیت سے اتنا طویل وقت اس کے ساتھ گزار چکی تھی کہ اب اس کی غیر موجودگی کے اثرات شیران کو پریشان کر سکتے تھے۔ اس نے حسبِ عادت انتقام تو لے لیا تھا لیکن اس تنہا سفر نے اس پر بُرے اثرات مرتب کئے تھے اور اس وقت بھی سو جانے کی خواہش اسی احساس کا نتیجہ تھی۔ جس جگہ وہ سونے کے لئے لیٹا تھا وہ پُرسکون تھی اس لئے نیند آنے میں دیر نہیں لگی۔ وہ گہری نیند سو گیا اور جب جاگا تو شام ہو چکی تھی۔ پرندے شور مچا رہے تھے اور اسے شدید بھوک پیاس کا احساس ہو رہا تھا۔ ہونٹ خشک تھے اور زبان پر کانٹے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ جگہ پُرسکون ضرور تھی لیکن دُور دُور تک آبادی کا نشان

اور نہ کوئی ایسا درخت جس پر پھل لگے ہوں۔

لعنت ہے اس علاقے پر۔ ۔ ۔ اس کے حلق سے بھرائی ہوئی نکلی۔ شور مچاتے ہوئے پرندے اسے زہر لگ رہے تھے۔ موسم ے تھا لیکن سورج ڈھل جانے کی وجہ سے یوں محسوس ہو رہا تھا آسمان ابر آلود ہو۔ چند لمحے وہ وہیں بیٹھا رہا پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی لیکن احتیاط کے پیشِ نظر اس ڑک سے نیچے رہ کر ہی یہاں تک سفر کیا تھا۔ ان لوگوں نے یعنی ڈمپل نے اور اس نے ابتدا ہی اس انداز میں کی تھی۔ اب شیران یات معلوم نہیں تھی کہ پولیس جیکارڈ کے قاتلوں یا قاتل کے بارے لیا کر رہی ہے یا جیکارڈ کے آدمی اس کی تلاش میں کہاں کہاں روف ہیں لیکن وہ ان باتوں پر دھیان بھی نہیں دینا چاہتا تھا خاص سے اس وقت جب اسے شدید بھوک لگ رہی تھی۔

اس وقت اس کے سامنے صرف پیٹ کا مسئلہ تھا اور دُور دُور کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی تھی جس سے وہ پیٹ کی آگ بجھا سکے۔ یہ دیوانگی اسے سڑک کی جانب لے چلی۔ اس وقت وہ شدید غصے عالم میں تھا۔ ایڈنا ڈمپل کو گالیاں دے رہا تھا اور کبھی کبھار نے آپ کو بھی۔

اپنے آپ کو گالیاں دینے کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ بات اتنی سی تھی کہ بھوک کیوں لگ رہی ہے۔

سڑک پر سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ وہ سڑک پر اسی سمت آگے ضے لگا جو ہالی ووڈ جانے کا راستہ تھا۔ واپس جانا تو حماقت ہی لیکن اس بات کا بھی اسے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ ہالی ووڈ کتنی رہے۔

روشنیاں دُور دُور تک نظر نہیں آ رہی تھیں جس سے ئی اندازہ ہوتا۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ اس وقت وہ سڑک کے حصے میں سفر کر رہا تھا وہ نشیب میں ہو، چنانچہ کوئی اُمید صورتِ حال نظر نہیں آتی تھی۔ جھنجلاہٹ اور غصے کی شدت درمیان وہ آگے ہی کی جانب سفر کرتا رہا۔ نگاہیں اطراف میں ٹکنے لگی تھیں کہ ممکن ہے کہیں پانی یا پھلوں کے درخت وغیرہ ر آ جائیں۔

بہت دُور تک سفر طے کر لیا لیکن ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی تہ اس وقت جب وہ سڑک کے عین بیچوں بیچ بے خیالی کے انداز چلا جا رہا تھا عقب سے کسی موٹر سائیکل کی آواز سُنائی دی۔ پلٹ ر دیکھا تو کافی فاصلے پر روشنی کا ایک نقطہ نظر آ رہا تھا جو آہستہ آہستہ قع ہوتا جا رہا تھا۔

شیران رُک گیا۔ اس کے انداز میں وحشی چیتے کی سی چمک پیدا ہو گئی۔ سڑک پر کھڑے ہو کر اس نے دونوں ہاتھ سامنے پھیلا دیئے۔ موٹر سائیکل کی ہیڈ لائٹ چند ہی لمحات کے بعد اسے اپنی روشنی کے دائرے میں لے چکی تھی اور اس کے ساتھ ہی موٹر سائیکل سوار نے موٹر سائیکل کو بریک لگا دیئے تھے۔ چند ہی لمحات کے بعد شیران اس کے قریب آ کر رُک گیا اور موٹر سائیکل کی پشت پر سوار شخص کے حلق سے خوف ناک سی غراہٹ نکلی۔

"کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر۔ یہاں کیوں مر رہے ہو؟" لہجہ جاندار تھا، آواز جھلائی ہوئی تھی۔ شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"براہِ کرم میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" شیران نے نرم لہجے میں کہا۔

"شہر تک مرنا چاہتے ہو لیکن میں تمھیں اس کا موقع نہیں دے سکتا۔ میں جلدی میں ہوں۔" اس شخص نے کہا اور ایک بار پھر موٹر سائیکل کو ایک طرف تھوڑا سا گھما کر چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔

لیکن جونہی وہ شیران کے قریب سے گزرا شیران کی زبردست لات اس کی پسلی پر پڑی اور دوسرے لمحے موٹر سائیکل لڑھک گئی۔ وہ شخص قلابازیاں کھاتا ہوا دُور جا گرا تھا لیکن چیز وہ بھی کچھ شاندار ہی تھی۔ قد و قامت شیران سے کسی طور کم نہیں تھا اور تن و توش میں بھی وہ بہت عمدہ تھا۔

شیران کی اس حرکت سے اسے کافی چوٹیں آئی تھیں لیکن وہ اس کی پروا کئے بغیر شیران کے مدِمقابل آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک سفاک سی کیفیت جھلک رہی تھی۔

شیران نے اس کے خدوخال دیکھے، کوئی شریف آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ رُکے بغیر شیران پر پل پڑا لیکن غلطی تھی اس احمق کی۔ کم از کم مدِمقابل کا جائزہ لے کر ہی حملہ کرنا چاہیئے اور یہ حملہ اُسے بہت مہنگا پڑا۔ وہ جونہی شیران کے نزدیک آیا، شیران کا۔ ۔ ۔ خوف ناک گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا اور اس کی گردن ایک لمحے کے لئے دوسری سمت گھوم گئی اور پھر وہ چکر کھا کر نیچے گر پڑا۔ اب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ شیران اسے لاتوں پر رکھ لے۔

اس کی پے درپے ٹھوکروں سے گرنے والے کے حلق سے چیخیں نکل رہی تھیں۔ اس نے کئی بار سانپ کی طرح پلٹ پلٹ کر شیران کا پاؤں پکڑنے کی کوشش کی لیکن طوفان سے مقابلہ آسان نہیں ہوتا۔ وہ خود بھی لڑائی بھڑائی کا ماہر معلوم ہوتا تھا لیکن موقع ملتا تب نا۔ شیران نے اسے اُدھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ ذرا سی دیر

میں اس کے جبڑے ٹوٹ چکے تھے۔ شانے پر اتنی زوردار ضرب پڑی تھی کہ ایک ہاتھ جواب دے گیا تھا۔ ناک، منہ اور پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ پسلیوں پر اتنی جگہ چوٹیں آئی تھیں کہ اب اس سے کراہا بھی نہ جا رہا تھا۔

شیران اس کے سینے پر گھٹنا رکھ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس کا گھونسہ اس کی پیشانی پر مسلسل پڑنے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ شخص بے جان ہو گیا۔ بیچارہ راہگیر ذرا سی غلطی سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ پتہ نہیں وہ کون تھا۔

شیران نے گریبان سے پکڑ کر اسے زمین سے دو فٹ اونچا اٹھایا اور پھر حلق سے ہلکی سی غراہٹ نکال کر اسے وہیں پھینک دیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ گری ہوئی موٹر سائیکل کی طرف متوجہ ہو گیا، جس کی ہیڈلائٹ جل رہی تھی اور پچھلا ٹائر مسلسل گھومے جا رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر موٹر سائیکل کا سوئچ آف کر دیا۔ البتہ روشنی جلی رہنے دی تھی۔ پھر کسی خیال کے تحت اس نے موٹر سائیکل کا رخ ہلایا اور موٹر سائیکل کی روشنی نے زمین پر گرے ہوئے شخص کو اپنے دائرے میں لے لیا۔

شیران پھرتی سے اس شخص کے قریب پہنچ گیا تھا۔ پھر وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا تھا۔ اس کی جیب سے کرنسی نوٹوں کی اچھی خاصی تعداد نکلی۔ ایک ڈرائیونگ لائسنس نکلا جس پر کوئی تصویر نہیں تھی لیکن جو مقامی ہی تھا۔ ڈرائیونگ لائسنس کے مطابق اس شخص کا نام مارٹن ہوپ تھا۔ بہرطور اس کے پاس سے جو کچھ شیران کو مل سکا، اس نے نکال کر اپنے قبضے میں لے لیا۔ پھر کسی خیال کے تحت اس نے مارٹن ہوپ کی لاش اٹھائی اور سڑک کے کنارے جھاڑیوں میں دھکیل دی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اطراف کا جائزہ لیا کہ کہیں اس کے بارے میں کوئی نشان تو یہاں نہیں رہ گیا اور جب اس بات کا اطمینان ہو گیا تو موٹر سائیکل کے قریب پہنچ کر اس نے موٹر سائیکل کو اٹھا لیا۔

سوئچ آن کر کے اس نے موٹر سائیکل کو دوبارہ اسٹارٹ کیا اور اس کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"اے کاش تمہارے پاس اس لمبے سفر میں کچھ کھانے پینے کا سامان بھی ہوتا لیکن اس بدنصیب موٹر سائیکل پر تو کوئی کریٹ بھی نہیں ہے۔" اس نے موٹر سائیکل خاصی رفتار سے آگے بڑھا دی۔

شام کی کہلاہٹیں رات کے سیاہ سناٹے میں بدل چکی تھیں اور موٹر سائیکل کی ہیڈلائٹ اس سڑک کو واضح کرتی چلی جا رہی تھی، جو سانپ کی طرح بل کھاتی دور تک چلی گئی تھی۔

شیران کو اس سڑک کی طوالت پر غصہ آ رہا تھا اور پھر جب اسے پہلی روشنی نظر آئی تو موٹر سائیکل کی رفتار بتانے والی سوئی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ بالآخر آبادی اس کے نزدیک آتی چلی گئی۔ اونچی نیچی عمارتیں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ سب سے پہلی عمارت شیران کو نظر آئی اس نے اسی کے نزدیک پہنچ کر موٹر سائیکل کا انجن بند کر دیا۔ بند موٹر سائیکل بھی تھوڑی دور تک دوڑتی چلی گئی تھی۔ اس کے بعد شیران نے بریک لگا کر اسے اسٹینڈ پر کھڑا کر دیا۔

عمارت کا عقبی دروازہ اس کے سامنے تھا۔ سامنے کے دروازے تک پہنچنے کے لئے عمارت کے باقی حصے کو عبور کر کے گھوم کر دوسری طرف جانا پڑتا، اس لئے اس نے یہی عقبی راستہ استعمال کیا۔

زینے خاصے کشادہ تھے اور ان پر بلب لگے ہوئے تھے جن کی روشنی عمارت کو روشن کئے ہوئے تھی۔ پہلی ہی منزل پر سامنے والے فلیٹ کا دروازہ شیران کے سامنے پڑا۔ ایک لمحے کے لئے رک کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر دروازے پر لگی ہوئی بیل پر انگلی رکھ دی۔

بیل پر انگلی رکھتے ہی اندر گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تھی۔ پھر چند ہی ساعت کے بعد کسی کے قدموں کی آواز ابھری۔ پھر دروازے کی چٹخنی کھلنے کی آواز آئی اور جونہی دروازہ کھلا، شیران نے ایک زوردار ٹکر دروازہ کھولنے والے کے بدن پر ماری اور ایک نسوانی چیخ اس کے کانوں میں لہرا گئی۔

اس نے پھرتی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد وہ مڑا، دروازے کے سامنے والے اندرونی حصے میں سفید رنگ کا دودھیا بلب جل رہا تھا، جس کی روشنی میں وہ اندر کا منظر دیکھ سکتا تھا۔

دروازہ پھرتی سے بند کرنے کے بعد وہ مڑا اور فرش پر پڑے ہوئے شخص کو دیکھنے لگا جس کے بدن پر ٹکر مارتے ہوئے اور جس کی نسوانی آواز کو سننے کے بعد شیران نے محسوس کیا تھا کہ وہ کوئی عورت ہے۔

زمین پر گری ہوئی شخصیت ایک لڑکی تھی جو اُسے سہمی سہمی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ خوف سے اس کے چہرے کی رنگت سفید پڑ چکی تھی اور وہ دہشت زدہ نظر آ رہی تھی۔

اس کی عمر پچیس، چھبیس سال کے درمیان معلوم ہو رہی تھی۔ شیران نے آگے بڑھ کر اُسے اُٹھنے کے لئے کہا تو لڑکی خوفزدہ انداز میں دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر کھڑی ہو گئی پھر اس کی کمسناتی ہوئی آواز ابھری۔

"کون ہو تم؟ کیا چاہتے ہو؟"

"جو کچھ میں چاہتا ہوں اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو تمہاری گردن توڑ کر پھینک دوں گا۔" شیران اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا اور لڑکی جلدی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"نہیں... نہیں، تم... معاف کر دو مجھے، یہاں... یہاں کچھ نہیں ہے لیکن جو کچھ تم چاہتے ہو حاصل کر لو اور خدارا میری زندگی بخش دو۔"

"چلو میرے لئے کھانے کا بندوبست کرو، میں بہت بھوکا ہوں۔" شیران نے اس کے ٹخنے پر ہلکی سی ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ٹھوکر سے لڑکی ایک دم جھک گئی لیکن شیران کو آگے بڑھتے دیکھ کر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور جلدی سے سیدھی ہو گئی۔ خوف اور دہشت سے اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ وہ ایک سمت بڑھ گئی۔ اس کا رُخ کچن کی طرف تھا۔

شیران اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ یہ ایک قیمتی فلیٹ تھا جو بہترین قسم کے ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ کمروں میں خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا جس کا رنگ کمرے کی دیواروں کے رنگ سے مطابقت رکھتا تھا۔ بائیں سمت چند سیڑھیاں تھیں جن میں گملے رکھے ہوئے تھے۔ دیواروں کے ساتھ ساتھ بھی... خوبصورت ڈیکوریشن پیس آراستہ تھے۔ جدید طرز کے فرنیچر سے آراستہ ڈرائنگ روم تھا جس سے فلیٹ کے اندرونی حصے میں داخل ہوتے ہوئے گزرنا پڑتا تھا۔

دائیں طرف کی دیوار میں شیشے کا دروازہ بنا ہوا تھا جس کی دوسری جانب غالباً ڈائننگ روم تھا۔ کیونکہ ڈائننگ ٹیبل، ریفریجریٹر اور دوسری چیزیں سجی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

شیران یہ معلوم کئے بغیر کہ فلیٹ میں اس لڑکی کے علاوہ اور کون کون ہے، اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا کچن تک پہنچ گیا۔ وہ مستعد ضرور تھا اور اس بات کا متوقع نہیں تھا کہ لڑکی فلیٹ میں تنہا ہو گی۔

سامنے کچن کا دروازہ نظر آیا اور لڑکی اس میں داخل ہو گئی۔ اس نے پھرتی سے الماری کھول کر الیکٹرک کیتلی نکالی اور اس میں پانی چڑھا دیا۔ وہ کسی معمول کی طرح کام کر رہی تھی لیکن اُس کی نگاہیں بار بار شیران کی طرف اُٹھ رہی تھیں۔

شیران اس پر پوری طرح نظر رکھے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا رُخ دروازے کی جانب بھی تھا۔ کچن میں ایک بڑا سا ڈیپ فریزر بھی رکھا ہوا تھا جس میں سے لڑکی نے کھانے پینے کی چند چیزیں نکالیں اور سامنے والی الماری سے ڈبل روٹی نکال کر بیف اور مکھن کے سینڈوچز بنانے لگی۔ اس کے ساتھ ہی کافی کا پانی کھول چکا تھا۔ لڑکی نے لرزتے ہاتھوں سے کافی بنائی اور جلدی جلدی سینڈوچز بنا کر انہیں پلیٹ میں سجا دیا۔ یہ دونوں چیزیں تیار کرنے کے بعد وہ شیران کو دیکھنے لگی۔

"اگر کچھ اور چاہو تو...؟"

"نہیں نہیں، بس کافی ہے۔" شیران نے کہا اور پلیٹ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔ کھڑے کھڑے ہی اس نے دو تین سینڈوچ ملا کر اپنے منہ میں ٹھونس لئے۔ لڑکی دہشت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ شیران سینڈوچ کے ساتھ ساتھ کافی کے گھونٹ بھر رہا تھا۔ وہ بمشکل تمام یہ سینڈوچ حلق سے اتار رہا تھا۔ کیونکہ حلق اب بھی سوکھا ہوا تھا۔ ابتدائی سینڈوچ حلق سے اتارنے کے بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز میں لڑکی سے پوچھا۔

"گھر میں اور کون کون ہے تمہارے علاوہ؟" لڑکی جو ابھی تک سہمی ہوئی تھی اب اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور بولی۔

"کوئی نہیں۔ میں تنہا ہوں۔"

"بکواس کرتی ہو۔ چلو باہر نکلو۔" شیران نے کہا اور لڑکی خوفزدہ انداز میں اُسے دیکھتی ہوئی کچن کے دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔

"ایک منٹ، ایک منٹ۔ اس میں کافی اور انڈیل دو۔" شیران نے کہا اور اپنا کپ لڑکی کے آگے کر دیا۔

لڑکی پھر واپس پلٹی اور اس نے کیتلی سے کافی کا پانی نکال کر دوبارہ اس کپ میں ڈالا اور کافی بنا کر ایک بار پھر شیران کا کپ بھر دیا۔

"شکریہ۔ چلو آگے بڑھو۔" شیران نے کہا۔ جونہی لڑکی کچن سے باہر نکلی، شیران اس کے پیچھے پیچھے آگے بڑھنے لگا۔ وہ لڑکی کو ہدایات دیتا جا رہا تھا اور لڑکی اسے ایک ایک کمرے کا دروازہ کھول کر دکھا رہی تھی۔ مقصد یہی تھا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے غلط تو نہیں ہے۔

شیران نے اسی طرح سینڈوچ کھاتے اور کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے پورا فلیٹ دیکھ ڈالا اور اس کے بعد اس نے کافی کا آخری گھونٹ لیا اور نرم لہجے میں بولا۔

"اچھی لڑکی کیا تم میرے لئے ایک کپ کافی اور لانا پسند کرو گی؟"

لڑکی نے تھوک نگلتے ہوئے اس کی جانب دیکھا اور پھر اس کا کپ لینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ شیران نے کافی کا مگ اس کے ہاتھ میں دے دیا تھا لیکن وہ لڑکی کے پیچھے پیچھے آنا نہیں بھولا تھا۔ جب کچن میں پہنچ کر لڑکی نے اس کے لئے کافی بنائی تو شیران زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم اگر چاہو تو اپنے لئے بھی کافی بنا سکتی ہو، میرا خیال ہے کہ تم نے پانی کافی مقدار میں رکھا تھا۔"

لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے خاموشی سے کافی کا تیسرا کپ بنا کر شیران کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔ جتنے سینڈوچ تھے، وہ شیران اپنے معدے میں اتار چکا تھا اور ان سے اس کی بھوک ختم ہو گئی تھی۔ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا ہوا وہ لڑکی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ چند لمحے قیمتی فرنیچر کو دیکھتا رہا پھر ایک صوفے پر نیم دراز ہو کر بولا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"ڈیزی۔ مگر تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"جو کچھ چاہتا تھا وہ تم سے حاصل کر چکا ہوں اس کے علاوہ میری اور کوئی خواہش نہیں تھی، اب میں تم سے اس زیادتی کی معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں جو میں نے تمہارے ساتھ کی ہے۔ بھوک نے مجھے پاگل کر دیا تھا... اور اسی پاگل پن میں اگر تمہارے کچن میں کھانے کی اور کوئی چیز نہ ہوتی تو شاید میں تمہیں ہی کھا جاتا۔"

لڑکی کے چہرے کے تاثرات آہستہ آہستہ تبدیل ہوتے جا رہے تھے۔ اس کے اندر اب خود اعتمادی پیدا ہو گئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے جو کچھ کیا ہے، اچھا نہیں کیا۔"

"ہاں مجھے اس کا احساس ہے لیکن مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ میں صحیح جگہ پہ پہنچا ہوں۔" شیران نے مسکراتے ہوئے کہا اور لڑکی چونک گئی۔

"کیا مطلب؟"

"آرام کے لئے یہ جگہ بری نہیں ہے۔ خاص طور سے اس شکل میں کہ تم تنہا ہو۔"

"اس تصور میں مت رہنا، یہاں اور لوگ بھی رہتے ہیں۔ اس وقت اتفاق سے کوئی نہیں ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد تمہارا مقابلہ ایسے افراد سے ہوگا، جو تمہارا دماغ درست کر کے رکھ دیں گے۔"

"میرا دماغ تو تم نے ہی درست کر دیا ہے ڈیئر۔" شیران مسکراتا ہوا بولا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

رات کے قیام کے لئے درحقیقت اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ لڑکی نے جن افراد کا تذکرہ کیا تھا، اگر وہ واقعی آنے والے ہیں، تو پھر ان کے لئے یہی مناسب ہوگا کہ وہ یہاں آنے کے بعد واپس نہ جائیں۔ اس اجنبی جگہ پر شیران ادھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے اپنی اس پہلی منزل کو ہی اپنے لئے بہتر تصور کر رہا تھا۔ اس کی فطرت میں ایک بار پھر وہی وحشت خیزی اُبھر آئی تھی، جو اُس کا خاصہ تھی۔

ایڈنا ڈیل کی موت سے جو خلا پیدا ہوا تھا وہ اسے جھنجلاہٹ کا شکار کر رہا تھا۔ وہ تنہا رہنا بھول چکا تھا اور اب اسے بڑی بے بسی کا احساس ہو رہا تھا اور جب بھی اسے بے بسی کا احساس ہوتا، وہ شدید جھنجلاہٹ کا شکار ہو جاتا اور اس کی جھنجلاہٹ کے آثار درندگی ہی کی شکل میں نمودار ہوتے تھے۔ چنانچہ لڑکی اگر اس سے انحراف کرتی تو یقیناً اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔

وہ چند لمحات گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ لڑکی اس دوران اس کا چہرہ دیکھتی رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے اپنے آپ پر مکمل قابو پا لیا ہو۔ یوں بھی وہ اچھے خاصے تن و توش کی مالک تھی اور بظاہر ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ آسانی سے خوف زدہ ہو جانے والوں میں سے ہو اور پھر وہ ایک شاندار فلیٹ میں تنہا رہتی تھی۔ تنہا رہنے والے یوں بھی عام لوگوں سے زیادہ بہادر ہو جاتے ہیں۔

شیران کو نگاہ بھر کر دیکھنے کے بعد اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ شیران کی نگاہ جب اس سے ملی تو اس نے اس کی مسکراہٹ کو دیکھ لیا تھا۔

"کیوں... دانت کیوں نکال رہی ہو؟" شیران غراتے ہوئے لہجے میں بولا اور ڈیزی ہنس پڑی۔

"میں نے تمہیں غور سے دیکھ لیا ہے۔" اس نے کہا۔

"تو پھر...؟" شیران غرایا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہارے چہرے کی بناوٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم بہت سنگدل اور خطرناک فطرت کے مالک ہو لیکن کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ مجھے تم جیسے خطرناک لوگوں سے عشق ہے۔"

"واہ، ابھی تھوڑی دیر پہلے تو اس عشق کا مظاہرہ کسی خوف زدہ چوہیا کی مانند کر رہی تھیں۔"

"ہوں تو انسان ہی نا۔ تمہاری اچانک آمد اور اچانک حملے سے بدحواس ہو گئی تھی، تم اسے خوف کا نام نہیں دے سکتے۔" لڑکی بولی اور شیران نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، اب اگر تم نے اپنے آپ کو سنبھال لیا ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ اچھا ہے۔ ہم زیادہ دلچسپ انداز میں گفتگو کر سکیں گے۔"

"اگر تم اجازت دو تو میں اپنے لئے کافی بنا لاؤں؟"

"کچھ کرنا چاہتی ہو؟" شیران نے پوچھا۔

"نہیں۔ چاہو تو تم بھی آ سکتے ہو، میرا کافی پینے کو جی چاہ رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"تمہارا شکریہ۔ ویسے میرا خیال تھا کہ تم آرام کرنے کے موڈ میں تھے لیکن میں بھی کافی پیئے بغیر نہیں رہ سکتی۔" ڈیزی نے کہا۔

ایک بار پھر شیران اس کے ساتھ کچن تک آیا تھا پھر کچن سے واپسی پر لڑکی نے کافی کے دو مگ بنائے اور ایک مگ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

"میں جانتی ہوں کہ اگر میں تمہیں ایک درجن کافی کے مگ پلا دوں، تب بھی تم پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔" شیران ہنستا ہوا بولا اور پھر اسی صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟" وہ بولی۔

"کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

شیران نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر اطمینان سے بولا۔ "ہوپ مارٹن۔"

"کیا کرتے ہو؟"

"قتل کرتا ہوں، ڈاکے ڈالتا ہوں۔"

"کیا واقعی۔" لڑکی کی آنکھوں میں مسرت کی جھلک تھی۔ شیران اسے گھورنے لگا۔ پھر بولا۔ "کیوں تم اس بات سے خوش کیوں ہوئی ہو؟"

"اس لئے کہ مجھے تم جیسے ایک شخص کی ہی تلاش تھی۔"

"واہ، کوئی گہری چال چل رہی ہو لیکن تمہاری بدقسمتی ہے کہ میں چالوں میں آنے والا نہیں ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، رات گزارنا چاہتے ہو تو جاؤ آرام سے سو جاؤ، تم نے بیڈ روم دیکھ لیا ہے۔" وہ تنک مزاجی سے بولی اور شیران اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں، وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں آرام سے سونے دوں گی اور تمہاری نیند میں مداخلت نہیں کروں گی۔"

"خیر میں کافی دیر تک سو چکا ہوں اور ابھی مجھے نیند نہیں آ رہی ہے، ممکن ہے ساری رات جاگتا رہوں لیکن صبح سے پہلے تمہارے اس آرام دہ فلیٹ کو چھوڑنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ صبح تم مجھے عمدہ سا ناشتہ کراؤ گی اور اس کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"کہاں جاؤ گے۔ کیا ہالی ووڈ میں تمہارے شناسا موجود ہیں، یا تم یہیں کے باشندے ہو؟"

"تفصیل بتانا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔" شیران نے جواب دیا۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ مارٹن ہوپ کا نام لے کر اس نے غلطی کی ہے۔ اس شخص کی موت کی اطلاع بہر طور کچھ دیر بعد پولیس کو ہو جائے گی اور اس وقت یہ لڑکی اس کی نشاندہی کر سکتی ہے۔ ظاہر ہے مارٹن ہوپ نام بتانے والا مارٹن ہوپ کا قاتل ہی ہو سکتا ہے لیکن اب کیا کیا جا سکتا تھا۔ حماقت میں یہ نام اس کے منہ سے نکل گیا تھا۔ وہ سوچنے لگا تھا۔

لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ "اگر چاہو تو غسل کر لو، غسل خانہ سامنے ہی ہے۔ اپنا حلیہ درست کر لو۔"

"کیوں میرے حلیے میں کیا خرابی ہے؟"

"بال بکھرے ہوئے ہیں، آنکھیں چڑھی ہوئی ہیں، داڑھی بڑھی ہوئی ہے اور تم عجیب و غریب نظر آ رہے ہو۔ میں تمہاری جسامت کا لباس تو تمہیں نہیں دے سکتی لیکن تمہارے اس لباس کو درست کر سکتی ہوں۔ تم غسل کرو، میں تمہارا یہ لباس درست کر کے تمہیں دے دیتی ہوں۔"

"نہیں، تمہارا شکریہ۔ مجھے ان تمام چیزوں میں سے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

لڑکی آہستہ سے مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ میں ایک عجیب کیفیت تھی، جسے شیران نے محسوس کیا اور دفعتاً اسے گزری ہوئی رات آگئی، جب ایڈنا ڈمبل اس کے بالکل قریب موجود تھی۔ اس کی آنکھوں میں آہستہ آہستہ چمک پیدا ہونے لگی اور پھر وہ مسکرا دیا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ مجھے اپنا حلیہ درست کر لینا چاہیئے۔"

رات کے آخری پہر میں لڑکی نے کہا، "سنو اگر تم واقعی جرائم پیشہ آدمی ہو، تو میں تمہارے لئے بہترین کام مہیا کر سکتی ہوں۔ ایک ایسا کام، جسے کر کے تمہیں خوشی ہوگی۔"

"ہوں۔ وہ کیا؟" شیران نے کہا۔

"پہلے تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے بتا دو، ایک بات کا وعدہ کرتی ہوں، بلکہ تمہیں اجازت دیتی ہوں کہ اگر میری کوئی بات غلط ثابت ہو جائے تو تم جب چاہے مجھے قتل کر سکتے ہو۔ میں نے تم سے یہ بات غلط نہیں کہی تھی کہ میرا تعلق کچھ ایسے لوگوں سے ہے، جو کبھی کبھی یہاں آتے ہیں لیکن وہ بھی اچھے لوگ نہیں ہیں۔ جرائم کی زندگی سے ان کا گہرا تعلق ہے اور یہی ان کا ذریعۂ معاش بھی۔"

"تمہارا ان سے کیا تعلق ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"میں بتا چکی ہوں کہ میں کوئی اچھی عورت نہیں ہوں۔ میں ایک جنرل اسٹور میں اسٹور کیپر کی حیثیت سے ملازمت کرتی ہوں اور میرے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر لوگ یہی اندازہ لگاتے ہیں کہ میں اسٹور کے مالک کی منظورِ نظر ہوں لیکن کوئی نہیں جانتا کہ اسٹور کا مالک مسٹر شیلڈن درحقیقت ایک ایسے گروہ سے تعلق رکھتا ہے جو ہر قسم کے مجرمانہ کام کرتا ہے۔ جن چند آدمیوں کا میں نے تم سے تذکرہ کیا ہے، یہ وہی لوگ ہیں جو شیلڈن کے گروہ کے رکن ہیں۔ میں اپنی مرضی سے بھی مسٹر شیلڈن کے گروہ میں کچھ لوگوں کو شامل کر سکتی ہوں اور اس کا انتخاب مجھ پر ہی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس وقت مسٹر شیلڈن کے ساتھی مختلف کاموں میں مصروف ہیں اور کہیں گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مسٹر شیلڈن نے جو منصوبہ بنایا ہے اس میں انھوں نے مجھے بھی دعوت دی ہے کہ میں اگر چاہوں تو کسی کام کے آدمی کو اپنے ساتھ شامل کر سکتی ہوں۔" ڈیزی بولی۔

"میں تمہاری باتوں پہ یقین نہیں کرتا۔"

"نہیں یقین کرتے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تم صبح یہاں سے جانے کا وعدہ کر چکے ہو۔" لڑکی نے غصیلے انداز میں کہا اور

شیران ہنسنے لگا۔

"تمہاری شخصیت کے متضاد پہلو میری نگاہوں کے سامنے آئے ہیں اور میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تمہارے بارے میں۔" شیران ہنستے ہوئے بولا۔

"میں نے کہا نا ایک رات کے مہمان سے بہت زیادہ دلچسپی کا اظہار بھی حماقت ہوتی ہے۔ تم جس طرح یہاں داخل ہوئے اور تم نے جس طرح مجھے مجبور کر کے کھانے پینے کی چیزیں طلب کیں اس نے مجھے تمہاری طرف متوجہ کر دیا، یہ لمحات جو ہم گزار چکے ہیں، میری نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ میں تمہیں صاف صاف بتا دوں کہ میں بارہا ان مراحل سے گزر چکی ہوں۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے آگے بولو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ میری طرف سے تمہیں اپنے منصوبے پہ کام کرنے کی پیش کش ہے تم جو کوئی بھی ہو، مجھے تمہاری شخصیت بے حد پسند آئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرے ساتھی بھی تمہیں ناپسند نہیں کریں گے، تاہم ان سے تعارف کراتے ہوئے مجھے تمہارا نام وغیرہ تبدیل کرنا پڑے گا۔ بہتر یہ ہوگا کہ اپنے حلیے میں بھی تبدیلی کر لو۔ میں یہ کام باآسانی کر سکتی ہوں۔"

"کمال کی عورت ہو تم۔ بلاوجہ ایک اجنبی پر بھروسہ کر رہی ہو۔ ممکن ہے میرا تعلق پولیس سے ہو۔"

ڈیزی آہستہ سے ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ "نہیں پولیس میں تم جیسے لوگ نہیں ہوتے اور پھر تمہاری شخصیت میں کوئی ایسی بات ہے، جس کے بارے میں میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکتی تاہم یہ ہی کہہ سکتی ہوں کہ تم مجھے ایک خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"اچھا اچھا اب سونے نہیں دو گی کیا؟"

"پہلے فیصلہ کر لو، اس کے بعد سو جانا۔ مجھے اعتراض نہیں ہوگا"

"ویسے سونا میرے لئے خطرناک ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے تم میرا کوئی معقول بندوبست کر دو۔"

"تو پھر اس سلسلے میں میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"کچھ نہیں، میں تم پہ اعتماد کروں گا۔" شیران نے کہا او کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ عجیب کیفیات کا شکار تھا۔ جس وقت اس نے اندر داخل ہو کر ا پر تشدد کیا تھا تو وہ ایک معصوم سی لڑکی نظر آئی تھی لیکن آہ آہستہ اس کی کیفیات میں تبدیلیاں پیدا ہوئیں اور وہ معصو

سی لڑکی ایک جرائم پیشہ کی حیثیت سے اس کے سامنے آگئی تھی۔ کون سی بات پہ یقین کرتا اور کون سی بات پہ یقین نہ کرتا۔ ممکن ہے لڑکی اس طرح سے جھانسہ دے کر اپنا انتقام پورا کرنا چاہتی ہو۔ سپیدۂ سحر نمودار ہونے لگا تھا۔ باہر سے ہلکی ہلکی آوازیں اُبھرنے لگی تھیں۔ یہ آوازیں غالباً گاڑیوں وغیرہ کی تھیں۔

دفعتاً شیران کو وہ موٹر سائیکل یاد آئی، جسے وہ عمارت کے بغلی حصے میں چھوڑ آیا تھا۔ وہ موٹر سائیکل یہاں دیکھی گئی تو پولیس اس عمارت کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔ شیران عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔ لڑکی شاید اس کی تمام کیفیات پر نگاہ رکھے ہوئے تھی اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم کسی پریشانی کا شکار ہو؟"

"ہاں میں سوچ رہا ہوں کہ اب مجھے چلنا چاہیئے۔"

"میری بات نہیں مانو گے؟" وہ بولی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں تم پر یقین کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"تمہاری مرضی۔ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں، اگر تم مجھ پر یقین نہیں کر سکتے تو میں تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی۔"

"جانے سے پہلے ناشتہ بھی نہیں کراؤ گی مجھے؟"

"کیوں نہیں، تم چاہو تو غسل کر لو میں وعدہ کرتی ہوں کہ کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گی جو تمہارے لئے نقصان دہ ہو۔"

شیران نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر اس کی نگاہ ٹیلی فون کی جانب اُٹھ گئی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور پھر ٹیلی فون کے تار باہر نکال دیئے لڑکی خاموشی سے اس کی شکل دیکھتی رہی تھی۔ جب شیران ٹیلی فون کے تار باہر نکال کر پلٹا تو وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے اپنے اندرونی لباس سے ایک چابی نکال کر شیران کو دی اور بولی۔

"بیرونی دروازہ اندر سے لاک کر دو اور چابی اپنے پاس محفوظ کر لو۔ فلیٹ تم دیکھ چکے ہو اس سے باہر نکلنے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے جس سے تمہیں یہ خدشہ ہو کہ میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ جاؤں گی۔" شیران نے ایک لمحے کے لئے حیرت سے اس پیش کش پر غور کیا۔ واقعی دلچسپ بات تھی لیکن شیران اس پر اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے چابی لی اور دروازے کے قریب پہنچ کر اسے اندر سے لاک کر دیا۔ اب کم از کم کوئی اس وقت تک اندر نہیں آسکتا تھا جب تک دروازے کو اندر سے نہ کھولا جائے۔

"جاؤ اب غسل کر لو میں تمہارے لئے ناشتہ تیار کرتی ہوں۔"

شیران اسے گھورتا ہوا غسل خانے کی جانب بڑھ گیا۔ ٹھنڈے پانی سے نہاتے ہوئے اس نے اس لڑکی پہ غور کیا۔ اگر وہ سچ کہہ رہی ہے تو کیا حرج ہے۔ ہالی ووڈ اس کے لئے بالکل اجنبی جگہ ہے اگر یہاں کچھ لوگوں کا ساتھ حاصل ہو جائے تو کم از کم اسے یہاں سے نکلنے میں آسانیاں فراہم ہو سکتی ہیں اور پھر لڑکی نے ایک اور پیش کش بھی کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اگر وہ اس کا تعارف اپنے ساتھیوں سے کرائے گی تو مارٹن ہوپ کے نام سے نہیں۔ مارٹن ہوپ کا نام تو ویسے بھی شیران کے لئے مصیبت بن سکتا تھا۔ جلد بازی میں وہ اس نام کو لے تو گیا تھا لیکن اس کے بعد سے اب تک اس سلسلے میں پریشان تھا۔

وہ غسل کر کے باہر آیا اور پھرتی سے کچن کی جانب چل پڑا۔ کچن سے خوشبوئیں اُٹھ رہی تھیں اور لڑکی نے بہترین ناشتہ تیار کر لیا تھا۔ اس وقت وہ ناشتے کو ٹرالی میں سجا رہی تھی اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"دیکھ لیا تم نے۔ ٹیلی فون تو تم خراب کر چکے ہو دروازہ بھی بند ہے اس کے باوجود میں نے یہاں سے نکلنے کی کوشش نہیں کی۔ آؤ میں تمہیں دکھاؤں کہ اگر میں باہر جانا چاہتی تو کہاں سے جا سکتی تھی۔" اس نے آخری پلیٹ رکھتے ہوئے کہا اور ٹرالی دھکیلتی ہوئی باہر نکل آئی۔ وہ سامنے کی سمت سے گزرتے ہوئے ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"اس کھڑکی میں سلاخیں نہیں ہیں اور اس کی دوسری طرف ایسی جگہ ہے جہاں کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ دو مضبوط پائپ نیچے گئے ہیں اور یہ پہلی منزل ہے اگر اس بغیر سلاخوں والی کھڑکی سے نیچے اُتر کر میں باہر پہنچنا چاہتی تو مجھے اس میں کوئی دقت نہ ہوتی باہر جانے کے لئے میں باتھ روم کا دروازہ باہر سے لاک بھی کر سکتی تھی۔ تم نے غور نہیں کیا تو اب بھی جا کر دیکھ لو۔ باتھ روم کا دروازہ اگر باہر سے بند ہو جائے تو اسے آسانی سے نہیں کھولا جا سکتا۔" شیران پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ لڑکی اسے لئے ہوئے ڈائننگ روم میں آگئی اور پھر اس نے نفاست سے ناشتہ میز پر سجا دیا۔

"اطمینان سے ناشتہ کرو، ہم لوگ دوستوں کے انداز میں گفتگو کریں گے۔" شیران خاموش سا ناشتے کی میز پہ بیٹھ گیا۔ لڑکی نے نفیس ترین ناشتہ تیار کیا تھا اور خود بھی اس کے ساتھ مصروف ہو گئی تھی لیکن اس نے زیادہ نہیں کھایا اور صرف چند سلائس

وغیرہ لے کر اپنے لئے کافی انڈیل لی۔ شیران نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ آہستہ سے بولی۔

"میں بہت ہلکا ناشتہ کرنے کی عادی ہوں"۔ شیران نے خود کوئی تکلف نہیں کیا تھا۔ وہ تمام چیزوں پر ہاتھ صاف کر رہا تھا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد پلیٹیں آہستہ آہستہ خالی ہونے لگیں لڑکی اپنے لئے دوسرا کافی کا کپ بنا کر کرسی کی پشت سے ٹیک گئی تھی۔ شیران کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا لیکن دفعتاً اسے اپنے ذہن میں سناٹے کا سا احساس ہوا۔ اس کی طبیعت ایکدم بوجھل ہو گئی تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی۔ دفعتاً اسے بڑے زور کا چکر آیا اور اس نے جلدی سے کافی کی پیالی میز پر رکھ دی۔ بوجھل نگاہوں سے اس نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ نیند کا حملہ کچھ اس طرح ہوا تھا کہ لڑنے کی کوشش بھی کامیاب نہ ہو سکی اور چند لمحات کے بعد اس نے اپنا سر میز کی سطح پر رکھ دیا۔ ڈیزی خاموش نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی چند لمحات کے بعد اس نے شیران کا بازو پکڑ کر اسے زور سے جھٹکا دیا۔

"مسٹر ہوپ۔ مسٹر ہوپ۔ کیا بات ہے آپ خیریت سے تو ہیں؟" اس نے سوال کیا لیکن شیران اب ہوش و حواس سے بے گانہ ہو چکا تھا تب لڑکی خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور شیران کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے شیران کو غور سے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے شیران کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ شیران کے وزنی جسم کو اٹھانا آسان کام نہیں تھا لیکن کسی نہ کسی طرح لڑکی اسے گھسیٹتی ہوئی بالآخر بیڈروم تک لے آئی۔ بیڈروم میں پہنچ کر اس نے شیران کو بستر پر ڈالا اور پھر بمشکل تمام اسے بستر پر سیدھا کر دیا۔ اس کے جوتے اتارے اور پھر اسے دھکیلتی ہوئی بولی۔

"اب تم سکون سے سو جاؤ۔ میں دروازہ باہر سے بند کئے دیتی ہوں"۔

شیران کو ہوش آیا تو ذہن بوجھل بوجھل سا محسوس ہو رہا تھا۔ وقت کا کوئی تعین نہیں کیا جا سکتا تھا نہ جانے کیا بجا تھا اس نے آہستہ سے ایک کروٹ بدلی۔ اس وقت... کمرے میں لگی ہوئی دیوار گیر گھڑی نے چھ گھنٹے بجائے تھے۔ شیران کو اس کی آواز بہت عجیب محسوس ہوئی تھی۔ بالکل اجنبی لیکن بہت خوبصورت اور نغمگیں آواز تھی۔ ان چھ ضربوں نے اس کے حواس جگا دیئے اور وہ متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"گھنٹوں کی یہ آواز کہاں سے آئی"۔ اس نے سوچا اور پھر دفعتاً اس کے ذہن میں بجلیاں سی کوند گئیں۔ یہ کون سی جگہ ہے؟ وہ کہاں ہے؟ ایک لمحے کے لئے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا لیکن جب آنکھیں بھینچ کر سر کو دو چار جھٹکے دیئے تو رفتہ رفتہ احساسات جاگ گئے اور وہ اُچھل کر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ واقعات اسے یاد آتے جا رہے تھے اور آخری تصویر جو اس کے ذہن میں آئی وہ ڈیزی کی تھی جو ناشتے کی میز پر اس کے سامنے بیٹھی ہوئی کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہی تھی لیکن... لیکن... وہ بے ہوشی... اوہ، چوٹ ہو گئی اس نے دل ہی دل میں سوچا اور اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔

"دھوکہ دینے والوں کو میں کبھی زندہ نہیں چھوڑتا"۔ اس نے کہا اور بستر سے نیچے اتر آیا۔

"مگر تمہیں دھوکہ نہیں دیا گیا ڈیئر۔ کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا"۔ ڈیزی دروازے سے اندر داخل ہوتی ہوئی بولی اور شیران چونک کر خونخوار نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔ ڈیزی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ نکھرے نکھرے چہرے والی یہ لڑکی پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ اس نے پُر اطمینان قدموں سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"یقیناً تمہارے ذہن میں میرے لئے اچھے خیالات نہیں ہوں گے لیکن مجھے موقع دو کہ میں دوستانہ انداز میں تم سے کچھ کہہ سکوں"۔

شیران خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔ وہ اطمینان سے ایک صوفے پر دراز ہو گئی تھی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ بہت کم لوگ میری زندگی میں اس طرح داخل ہوئے ہیں، جس طرح تم... تم نہ صرف ایک جارح بن کر میرے سامنے آئے بلکہ اس کے بعد تم نے اپنے لئے میرے ذہن میں ایک مقام بھی پیدا کر لیا۔ ایسے حالات بہت ہی کم پیدا ہوئے ہیں ڈیئر ہوپ کہ میں خوف زدہ ہوئی ہوں لیکن تمہاری شخصیت نے مجھے مرعوب کر دیا تھا اور اس کے بعد بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ میں تم سے متاثر نہ ہوتی۔ اگر تم ذہنی طور پر ابھی تک فریش نہیں ہو تو میں تمہیں ایک بہترین مشروب پلاتی ہوں کیا خیال ہے"۔ وہ صوفے سے ذرا سی اٹھی تو شیران دو قدم آگے بڑھ آیا۔

"بیٹھی رہو۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ میں اتنی گہری نیند سو کیسے گیا تھا؟"

"میں نے سُلایا تھا کیونکہ تم رات بھر جاگتے رہے تھے۔ تمہیں نیند کی ضرورت تھی اور میں جانتی تھی کہ تم شکی مزاج انسان ہو آسانی سے نہیں سوؤ گے۔ اگر میں تمہیں چھ گھنٹے تک یقین دلاتی رہتی کہ میں تمہارے لئے کسی طور نقصان دہ نہیں ہوں تب بھی شاید تم شکوک و شبہات کا شکار رہتے اور سوتے نہیں۔ جبکہ میں محسوس کر رہی تھی کہ تمہارے چہرے کی وہ تازگی نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے کسی قدر مرجھاتی جا رہی تھی۔ بس اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب میرے ذہن میں نہیں آئی کہ تمہیں کوئی خواب آور دوا دے کر گہری نیند سُلا دوں۔ میرا خیال ہے تمہاری نیند پوری ہو چکی ہو گی"۔

"باہر کون کون ہے؟" شیران نے غُراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دوستوں سے بہت دُور رہے ہو شاید، یا پھر فطرت میں اعتماد نہیں ہے؟"

"دوسرا خیال درست ہے تمہارا، میں کسی پر اعتبار نہیں کرتا"۔

"مگر میں قابلِ اعتبار ہوں۔ جاؤ باہر جا کر دیکھو۔ کسی کو تمہاری یہاں موجودگی کا شبہ تک نہیں ہے۔ میں نے یہ حرکت صرف تمہیں سُلانے کے لئے کی تھی تاکہ تم تھک نہ جاؤ"۔ اس نے کہا اور شیران دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا باہر نکل کر اس نے ایک ایک کمرہ، ایک ایک گوشہ دیکھا۔ ڈیزی اس کے پیچھے نہیں آئی تھی اور اس کے بعد وہ واپس اسی کمرے میں آ گیا۔ اب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"مجھ پر اعتماد قائم کرنے کی کوشش مت کرو لڑکی، میں اعتماد کی دنیا کا انسان نہیں ہوں"۔

"نہ سہی، میں اپنی کوشش تو کر سکتی ہوں۔ مجھے تو تم پر مکمل اعتماد ہے بلکہ یوں سمجھو کہ میں اپنی زندگی میں تمہیں ایک بڑا مقام دے چکی ہوں"۔

"ہُنش..." شیران نے حقارت سے کہا اور غسل خانے کی جانب مڑ گیا۔ گرم اور ٹھنڈے پانی کی لائنیں تھیں۔ موسم بھی گرم نہیں تھا لیکن وہ ٹھنڈا پانی اپنے سر پر انڈیلتا رہا۔ حواس یکجا ہوتے جا رہے تھے۔ دِل ہی دل میں اس نے سوچا کہ ہالی ووڈ میں اجنبی اور امریکی پولیس کی نگاہوں کا شکار ہو کر اس کے لئے بے پناہ مسائل موجود تھے اور پھر پیکارڈ کے قتل کے بعد اس کی پوزیشن بہت خراب ہو گئی تھی۔ لاس اینجلس اور ہالی ووڈ صحیح معنوں میں دو الگ الگ شہر تھے ہی نہیں۔ لاس اینجلس میں ہونے والی واردات کے بعد پولیس کا ہالی ووڈ تک پہنچنا مشکل کام نہیں ہو گا اور ہالی ووڈ سے نکلنے کے لئے اسے بے شمار انتظامات کرنا ہوں گے۔ اگر ایسے حالات میں یہ لڑکی جس کے پاس وہ بالکل اتفاقیہ طور پر پہنچا تھا اس سے متاثر ہو گئی ہے اور اس کے لئے کچھ کرنے کی خواہاں ہے تو اس میں حرج کیا ہے۔ منتشر ذہن کو سکون کے لمحات مہیا کرنے میں وہ کافی معاون ثابت ہوئی تھی اور پھر یہاں رہ کر وہ صورتِ حال کا با آسانی جائزہ لے سکتا تھا اور اپنے لئے موقع تلاش کر سکتا تھا کہ کس طرح وہ یہاں سے نکل سکتا ہے چنانچہ بہتر یہی ہے کہ لڑکی کا ساتھ قبول کر لیا جائے اور تھوڑا سا وقت اس کے فلیٹ میں گزارنے کے بعد اس کے ذریعے ہالی ووڈ سے نکلنے کی کوشش کی جائے۔

باتھ روم سے واپس آیا تو وہ اپنے دِل میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اسے لڑکی کے ساتھ کیا رویّہ اختیار کرنا ہے۔ لڑکی کمرے میں موجود نہیں تھی۔ وہ بے اختیار باہر نکل آیا لیکن وہ اسے سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک لباس تھا۔

"ارے بہت جلد غسل سے فارغ ہو گئے تم۔ میرا تو خیال تھا کہ تم کافی دیر تک غسل خانے میں رُکو گے"۔

"یہ کیا ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"تمہارا نیا لباس"۔ اس نے لباس شیران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" شیران تعجب سے بولا۔

"اسے تبدیل کر لو"۔

"مگر.. مگر کیا یہ میرے بدن پر آ جائے گا"۔ شیران کو خود بھی اپنے اس لباس سے وحشت ہو رہی تھی لیکن مجبوری یہ تھی کہ اس کے پاس اور کوئی لباس موجود نہیں تھا۔

"مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو یہ پہن کر دیکھ لو"۔ ڈیزی نے معنی خیز لہجے میں کہا اور شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ واقعی ڈیزی سے یہ بات پوچھنا اب ضروری نہیں تھا۔ وہ لباس لے کر باتھ روم میں چلا گیا۔ پہن کر دیکھا تو لباس اس کے بدن پر بہت فٹ تھا۔ باہر نکلا تو ڈیزی اس کا انتظار کر رہی تھی اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

"آؤ صبح کے ناشتے کے بعد دوپہر کا کھانا تو گول ہی ہو گیا لیکن چائے تیار کر لی ہے میں نے"۔ ڈائننگ روم میں آنے کے بعد شیران نے اس کے ساتھ چائے پی۔ ساتھ ساتھ دوسرے کچھ لوازمات بھی تھے۔ چائے کی میز پر وہ کہنے لگا۔

"کیا یہ لباس پہننے کے بعد بھی مجھے بے ہوش رہنا پڑے گا؟"

"اوہ نہیں۔ ممکن ہے تم میری بات پر یقین نہ کر پائے ہو لیکن آنے والا وقت تمھیں مجھ پر یقین دلا دے گا میں کسی طور تمھاری دشمن نہیں ہوں اور پھر تم کیوں یہ سوچتے ہو کہ میں کسی کو تمھارے بارے میں اطلاع دوں گی۔ ان لمحات سے گزرنے کے بعد کیا ان باتوں کی گنجائش رہ گئی ہے؟"

"تمھارے بارے میں بہت سی باتیں ابھی تک میرے ذہن میں تشنہ ہیں۔" شیران نے کہا۔

"پوچھو، میں نے کب منع کیا ہے۔"

"میں پھر اس بات پر حیرت کا اظہار کروں گا کہ جب میں صرف پیٹ بھرنے کے لئے تمھارے فلیٹ میں داخل ہوا تھا تو تم بےحد خوف زدہ نظر آ رہی تھیں جبکہ اس کے بعد میں نے تمھاری کیفیت میں ایک ٹھوس انداز محسوس کیا ہے۔ کیا یہ متضاد بات نہیں ہے؟"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ تمھارے اس جارحانہ انداز پر میں تم سے ڈر گئی تھی۔ میں اپنے بارے میں تمھیں کسی حد تک بتا چکی ہوں کہ میرا تعلق عام طور سے ایسے لوگوں سے رہا ہے جن کا ذریعۂ معاش بہتر نہیں ہے۔ میں خود بھی ان کے لئے تھوڑا بہت کام کرتی رہی ہوں اور جیسا کہ میں نے تمھیں بتایا کہ میری فرم کے مالک مسٹر شیلڈن نے مجھے بظاہر ملازم رکھا ہوا ہے لیکن یہ فلیٹ انہی کا عطیہ ہے اور یہ عطیہ بلا وجہ نہیں ہے میں نے بھی اس کے عوض انھیں بہت سے مالی فائدے پہنچائے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈیئر ہوپ، ہم لوگ مختلف منصوبوں پر غور کرتے رہتے ہیں اور مسٹر شیلڈن کا خیال ہے کہ میں ایک بہترین پلانر ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی چھوٹی موٹی کارروائیوں میں مجھے شامل رکھتے ہیں۔ تو میں یہ بات تسلیم کرتی ہوں کہ اُس وقت میں تم سے خوفزدہ ہو گئی تھی لیکن بعد میں مَیں نے خود کو سنبھال لیا اور یہ تمھارے بارے میں جاننے کے بعد ہوا تھا۔"

"میرے بارے میں کیا جان سکی ہو تم؟" شیران نے پوچھا۔

"یہی کہ تم بظاہر بُرے نظر آنے کے باوجود بُرے نہیں ہو اور تم میں دوستی کے جذبے موجود ہیں۔" شیران پھر حقارت آمیز انداز میں ہنس پڑا تھا لیکن لڑکی یا تو اس کے انداز کو سمجھ نہیں سکی تھی یا پھر اس نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"اور اس کے باوجود تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند نہیں کرو گے؟"

"مجھے یقین ہے کہ اس دوران تم میرے لباس کی تلاشی بھی لے چکی ہو گی۔ تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ میں کون ہوں؟"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے میرے ذہن میں تجسس تھا۔ تمھارے کاغذات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تم نے جو کچھ کہا تھا، غلط نہیں کہا تھا۔" دفعتاً شیران کو کچھ یاد آیا اور وہ چونک پڑا۔

"کیا اس دوران تم باہر گئی تھیں؟"

"ہاں، بازار گئی تھی تمھارے لئے لباس وغیرہ خریدنے۔ کیوں؟"

"کچھ نہیں۔ میں ذرا نیچے جانا چاہتا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔" شیران نے کہا اور اپنی جیب میں موٹر سائیکل کی چابی تلاش کرنے لگا۔

"شاید تم وہ چابی تلاش کر رہے ہو لیکن وہ تمھارے دوسرے لباس میں موجود تھی۔ میں نے اسے سنبھال کر رکھ دیا ہے۔"

"تم نے میری موٹر بائیک دیکھی تھی؟"

"نہیں غور نہیں کیا۔ چابی چاہیئے؟"

"ہاں دو۔" شیران نے کہا اور پھر وہ چابی لے کر نیچے اُتر آیا لڑکی اس کے پیچھے نہیں آئی تھی۔ موٹر سائیکل اسی جگہ کھڑی ہوئی تھی، جہاں شیران نے اسے کھڑا کیا تھا۔ حیرت ناک بات یہ تھی کہ کسی نے اس کی جانب توجہ نہیں دی تھی لیکن اب یہاں اس کا موجود رہنا مناسب نہیں تھا۔ شیران اس پر بیٹھا، اسے اسٹارٹ کیا اور اسٹارٹ کر کے اسے کافی دُور لے گیا۔ اس نے ایک ایسی سنسان جگہ کا انتخاب کیا جو تھوڑے ہی فاصلے پر تھی۔ ویسے بھی یہ شہری علاقے کا آخری حصہ تھا اور اس کے بعد پہاڑی علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ چنانچہ شیران نے ایسی جگہ موٹر سائیکل کھڑی کر دی جہاں اسے کوئی آسانی سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کے بعد اس نے حتی الامکان اس پر سے اپنے تمام نشانات مٹا دیئے اور موٹر سائیکل کی چابی اسی میں لگی چھوڑ کر وہاں سے واپس دھیرے دھیرے فلیٹ کی جانب چل پڑا۔ لڑکی اپنی جگہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ شیران کو دیکھ کر وہ مسکرائی لیکن اس نے اس کے جانے اور واپس آنے کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ شیران کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"ہاں تو تم کیا کہہ رہی تھیں؟"

"میں تم سے تمھارے بارے میں کچھ اور پوچھنا چاہتی تھی، ڈیئر ہوپ میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ میں تمھارا نام ہوپ نہیں لوں گی بلکہ کسی اور نام سے تمھیں مخاطب کروں گی۔"

"اس کی وجہ؟" شیران نے پوچھا۔

"محسوس تو نہیں کرو گے۔" لڑکی بولی۔

"نہیں۔ میں تم سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔" شیران مسکرا کر بولا۔

"بہت اچھا فیصلہ ہے اور تم دیکھو گے کہ میرے ساتھ رہ کر تمھیں کوئی دقت نہیں اُٹھانی پڑے گی۔"

"میں تم سے پوچھ رہا تھا کہ تم میرا نام کیوں تبدیل کرنا... چاہتی ہو۔"

"اس لئے کہ تم غالباً پولیس کو مطلوب ہو یا پھر اپنے کچھ ایسے دشمنوں سے چھپتے پھر رہے ہو جو کسی وجہ سے تمھاری مخالفت پر آمادہ ہوں اور تمھیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتے ہوں۔"

"اس کا اندازہ تم نے کس طرح لگایا؟"

"مسٹر شیلڈن کا خیال ہے کہ میں بہت ہی زیرک لڑکی ہوں اور میری نگاہیں بہت تیز ہیں۔ میں تو شاید یہ بھی کہہ سکتی ہوں، ڈیئر ہوپ کہ جو کاغذات تمھاری جیب سے برآمد ہوئے ہیں وہ اصل نہیں ہیں۔ کیونکہ عام نگاہوں سے چھپنے والا کبھی اصل کاغذات کے ساتھ دوسروں کے سامنے نہیں آتا۔ تاہم اس کے باوجود اگر تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہ بتانا چاہو تو یقین کرو میں تم سے کچھ نہ پوچھوں گی اور نہ ہی اس بات میں دلچسپی کا اظہار کروں گی۔ میں اپنے طور پر تمھیں ایک نام دے دوں گی اور اس نام سے تمھیں جانوں گی۔"

"کیا تم اپنے الفاظ میں اتنی ہی مخلص ہو جتنا ظاہر کر رہی ہو؟"

"اس کا اندازہ لگانا چاہو تو میرے ساتھ کچھ وقت گزار لو۔"

"ٹھیک ہے لیکن میں تمھارے احسانات کا بدلہ کس طرح ادا کروں گا؟"

"اس کا طریقہ بھی میں ہی تمھیں بتا دوں گی۔" لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا اور شیران بھی ہنسنے لگا۔

"مجھے اس انداز میں صاف گفتگو کرنے والی لڑکیاں پسند ہیں۔"

"شکریہ۔ میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیا تمھارے بارے میں میرا اندازہ درست ہے۔"

"ہاں، یہ حقیقت ہے کہ میں پولیس اور جرائم پیشہ افراد دونوں ہی کو مطلوب ہوں۔" شیران نے جواب دیا۔ یہ جواب اس نے بہت سوچ سمجھ کر دیا تھا۔ لڑکی کی معیت قبول کرتے ہوئے اسے یہ بتا دینا ضروری تھا کہ وہ دونوں طرف سے خطرات میں گھرا ہوا ہے اور اگر لڑکی کو اس کے مفادات عزیز ہیں تو یہ دونوں صورتیں ہی ذہن میں رکھنا ہوں گی۔ وہ آہستہ آہستہ گردن ہلانے لگی اور بولی۔

"کچھ قتل وغیرہ کا مسئلہ ہے۔"

"ایک قتل کا نہیں، بس یوں سمجھ لو کہ بہت سے کھیل کھیلے ہیں میں نے۔"

"تمھارے بارے میں میرا اندازہ بالکل غلط نہیں تھا۔ تم کسی خونخوار چیتے کی طرح پھرتیلے اور چوکنے آدمی ہو اور شیر کی طرح دلیر و نڈر۔ تمھاری جسمانی ساخت بتاتی ہے کہ تم بےپناہ قوت رکھتے ہو اور تمھارے چہرے کی بناوٹ سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ تم سنگدل فطرت کے مالک ہو اور جو سوچ لیتے ہو اس پر عمل کر ڈالتے ہو اور ایسے لوگ عام نہیں ہوتے۔ ہاں تو مجھے بتاؤ کہ میں تمھیں کیا نام دوں؟"

"مجھے ناموں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تم جس نام سے چاہو مجھے پکار سکتی ہو۔"

"اپنی قومیت کے بارے میں کچھ بتاؤ گے۔"

"نہیں اسے چھپا ہی رہنے دو تو میرے حق میں بھی بہتر ہے اور تمھارے حق میں بھی۔"

"ویسے مجھے یقین ہے کہ تم یورپین باشندے نہیں ہو۔ تمھارا انگریزی بولنے کا انداز اسپینش لوگوں سے ملتا جلتا ہے لیکن تمھارے خدوخال تمھیں اسپینش بھی نہیں ظاہر کرتے۔ تاہم اگر میں اپنے دوستوں سے تمھیں ایک اسپینش باشندے کی حیثیت سے متعارف کراؤں تو تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے کسی بات پر اعتراض نہیں ہو گا لیکن تم اپنے دوستوں سے میرا تعارف کیوں کرانا چاہتی ہو؟"

"اس لئے کہ ان سے تمھیں ملانا بہت ضروری ہو گا لیکن تمھاری اجازت کے ساتھ ڈیئر ہوپ اپنے یہ کاغذات ضائع کر دو۔ آج سے تمھارا نام بارینو رکھتی ہوں کیا خیال ہے؟"

"بارینو۔" شیران نے کہا اور آہستہ سے ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ جو تمھارا دل چاہے رکھ دو لیکن میں نے اسپین دیکھا بھی نہیں ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ بہرطور مسٹر بارینو میں تمھاری یہاں آمد سے بہت خوش ہوں۔ میں تمھیں اپنے بارے میں تمام تر تفصیلات بتاؤں گی۔ ٹیلی فون درست کرا لیا ہے میں

نے۔ تمھیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔" وہ بولی اور شیران ایک بار پھر چونک پڑا لیکن اب لڑکی پر بھروسہ کرنے کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار نہیں تھا" اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے جو کچھ کر لیا ہے ٹھیک ہے۔ اب میں تم سے کسی قسم کے شک و شبے کا اظہار نہیں کروں گا۔"

"اور اس اعتماد پر تمھیں مایوسی بھی نہیں ہوگی۔" لڑکی نے جواب دیا۔ وہ بلاشبہ بے پناہ صلاحیتوں کی مالک تھی۔ شیران کو آہستہ آہستہ اس کے بارے میں اندازہ ہوتا جا رہا تھا۔ ڈیزی نے اس پر بہت اخراجات کئے تھے۔ بے شمار لباس اس نے شیران کے لئے خریدے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے شیران کے چہرے پر ایک میک اپ ماسک بھی لگایا تھا جس سے شیران کے چہرے میں نمایاں تبدیلی ہو گئی تھی۔ اب وہ ایک خوب صورت اسپینش باشندہ نظر آتا تھا۔ یہ میک اپ انتہائی مہارت سے کیا گیا تھا اور اس میں کچھ نمایاں خصوصیات تھیں۔ ہالی ووڈ جیسے شہر میں اس قسم کی چیزوں کی کمی نہیں تھی۔ فلمی زندگی کا یہ شہر مصنوعی زندگی کے لئے بے حد معاون تھا۔ اس کے بعد ڈیزی نے اسے باہر گھمانا شروع کر دیا۔ اس کے پاس ایک خوب صورت الفا رومیو کار تھی اور اس کار میں بیٹھ کر کبھی وہ سیر و تفریح کے لئے نکلتی تو اس کی شخصیت میں نمایاں تبدیلی ہوتی۔ اس وقت کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک جنرل اسٹور میں کام کرنے والی لڑکی ہے۔

بہرطور کئی دن گزر چکے تھے اور ڈیزی کی عنایتیں شیران پر بدستور تھیں پھر ایک دن اس نے کہا۔

"اگر تم اجازت دو بار بنو تو میں تمھارا تعارف اپنے دوستوں سے کراؤں"۔

"اس کی کوئی خاص ضرورت ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"ہاں۔ یوں سمجھ لو کہ اس کی ہمیں بے پناہ ضرورت ہے۔"

"اگر تم محسوس کرتی ہو تو تمھاری مرضی۔" شیران نے جواب دیا۔ ڈیزی اس کے لئے خاص اہمیت اختیار کر گئی تھی اور اس کی وجہ یہی تھی کہ ایڈنا ڈمپل کے اثرات کو وہ ذہن سے فراموش کرنا چاہتا تھا۔

"میں تمھیں آج تھوڑی سی تفصیلات بتانا چاہتی ہوں ڈیئر باربنو اس کے لئے تمھیں مکمل آزادی ہے کہ اگر تم میرے منصوبے میں شریک ہونا چاہو تو ہو جانا اور اگر ان ہنگاموں سے دور رہنا پسند کرو تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"کیسے ہنگامے؟" شیران نے پوچھا۔

"مسٹر شیلڈن کے بارے میں میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ وہ ایک جنرل اسٹور چلاتے ہیں لیکن ان کا اصل کاروبار کچھ اور ہے۔ بے پناہ دولت مند آدمی ہیں اور بڑی اچھی شہرت بھی رکھتے ہیں لیکن در پردہ ہم لوگ ایسے چھوٹے موٹے کام کرتے رہتے ہیں جو ہمارے لئے مالی منافع مہیا کر سکیں سو اس بار ہم نے ایک بہترین منصوبہ ترتیب دیا ہے اور اس میں ہمیں اتنی بڑی آمدنی ہونے کی توقع ہے کہ اس سے پہلے ہم نے اتنی دولت کبھی نہیں کمائی ہے۔"

"اوہ۔ کیا منصوبہ ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"منصوبے کی تفصیلات بتانے سے پہلے میں تمھیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میری خواہش ہے کہ اس میں تمھیں بھی شریک کر لیا جائے۔"

"مجھے؟ میں باقاعدہ جرائم پیشہ آدمی نہیں ہوں لیکن اس بات سے بھی منحرف نہیں ہوں کہ میں نے زندگی عام انداز میں گزاری ہے۔ دولت حاصل کرنے کے لئے میں نے بینک بھی لوٹے ہیں، بے شمار افراد کو قتل بھی کیا ہے اور جب مجھے دولت کی ضرورت ہوتی ہے تو یوں سمجھ لو کہ ہر راستہ میں اپنے لئے کھلا ہوا محسوس کرتا ہوں۔"

"تم کیا سمجھتے ہو باربنو۔ تمھاری شخصیت سے میں کیا اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتی تھی۔"

"ممکن ہے، ممکن ہے۔ ویسے تم مجھے کافی چالاک معلوم ہوتی ہو۔"

"ہاں میں چالاک ہوں۔ اتنی چالاک کہ شیلڈن جیسا شخص میری ناز برداریاں کرتا ہے اور میرے ہر قسم کے اخراجات برداشت کرتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی میں نے شیلڈن کو کوئی پروگرام دیا اسے اس میں مکمل طور پر کامیابی حاصل ہوئی، نہ صرف شیلڈن بلکہ فلیش بیرن اور راس پینتھر بھی اس سلسلے میں مجھے اپنا استاد سمجھتے ہیں اور اس بار میں نے جو منصوبہ ان لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے اس نے ان سب کے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے ہیں چونکہ یہ منصوبہ بہت بڑا ہے اور اس میں ہمیں تقریباً دس لاکھ ڈالر کی آمدنی ہونے کی توقع ہے۔ ان دس لاکھ ڈالر میں یوں سمجھو کہ اس سے پہلے ہم چار آدمی شریک تھے، یعنی پینتھر، فلیش بیرن، شیلڈن اور میں یعنی ڈیزی لیکن اب ایسا موقع آ گیا ہے کہ یہ رقم ہم میں برابر تقسیم ہو جائے، یعنی اس رقم کو حاصل کرنے والے پانچ افراد ہوں گے جن میں ایک نام مسٹر باربنو کا ہے۔" اس نے کہا۔

"اوہ، اوہ۔ مجھے دولت سے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں ہے

شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ اگر میں چاہوں تو ہالی ووڈ کو جہنم بنا سکتا ہوں۔ اتنی دولت حاصل کر سکتا ہوں کہ مجھ سے گنی بھی نہ جا سکے لیکن میں نے دولت کے حصول کے لئے کبھی ایسا نہیں کیا۔ میں تمھیں اپنی فطرت کے چند پہلو بتا دینا چاہتا ہوں۔ خیال رکھنا اس چیز کا، جس سے میری دشمنی ہو جائے، جو مجھ پر پہلا وار کر دے میں اسے کبھی معاف نہیں کرتا۔ اگر میرے دوست اور میرے دشمن اس بات کا خیال رکھیں تو یقیناً انہیں مجھ سے تحفظ حاصل ہو سکتا ہے۔"

"میں اس بات کا مکمل طور پر خیال رکھوں گی۔" ڈیزی نے جواب دیا۔

"صرف تمھاری اس عنایت کے جواب میں جو تم نے مجھ پر کی۔ بے ہوں تمھارے اس منصوبے میں شریک ہو سکتا ہوں اس کے علاوہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ دو لاکھ ڈالر کا سٹہ میرے لئے کوئی بڑی حیثیت نہیں رکھتا۔ مجھے اپنی ضرورت کی رقم درکار ہوتی ہے اور بس۔" ڈیزی شیران کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ غالباً وہ کچھ اندازہ کر رہی تھی اس شخص کے بارے میں اس نے جو کچھ اندازے لگائے تھے یہ ان پر سو فیصدی پورا اتر رہا تھا اور ڈیزی جانتی تھی کہ کون سا شخص کس معاملے میں کام آ سکتا ہے اور کس حد تک اس کا ساتھ گوارا کیا جا سکتا ہے۔ اس کے اندازے کے مطابق شیران اس منصوبے میں اس کے لئے ایک بہترین انسان تھا اور پھر وہ لوگ جو اس کے ساتھ کام کرتے تھے یعنی فلیش بیرن، پینتھر اور شیلڈن۔ بے شک وہ مخلص لوگ تھے لیکن اتنی بڑی رقم کے لئے وہ ڈیزی کو دھوکہ بھی دے سکتے تھے اور ڈیزی کی دلی خواہش تھی کہ ایسا ایک آدمی اس کے ساتھ موجود ہو جو اس کا تحفظ بھی کر سکے اور۔ . .

جرائم کی زندگی میں کسی پر اعتماد کرنا حماقت کی بات تھی اکثر اس نے ان لوگوں کے درمیان اختلافات پائے تھے لیکن ایسے کہ بظاہر نمایاں نہ ہوں، بلکہ دل ہی دل میں منصوبہ بندیاں جاری رکھی جائیں اور اگر کام بن جائے تو واہ۔

چنانچہ ڈیزی اس کام کی ابتدا سے محسوس کر رہی تھی کہ اسے اپنے ساتھ کسی اور شخص کو بھی شریک کر لینا چاہیے اور اس سلسلے میں وہ آزاد تھی اور یہ معاہدہ تھا ان کے درمیان کہ وہ جو پروگرام پیش کرے گی اور اس میں جتنے افراد کی ضرورت پیش آئے گی وہ لوگ اس پر اعتراض نہیں کریں گے چنانچہ ڈیزی شیران کی شمولیت کی خواہش مند تھی۔

"میری طرف سے کسی شبے کا شکار ہو تم۔" شیران کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو ڈیئر۔ البتہ ایک بات تم پر واضح کر دینا چاہتی ہوں۔" ڈیزی گہری سانس لے کر بولی۔

"کیا؟"

"جرائم کی دنیا میں تمھاری عمر کیا ہے اور تمھارا تجربہ کتنا ہے اس کا مجھے کوئی علم نہیں ہے لیکن اس کا پہلا اصول یہ ہے کہ سب سے قریبی ساتھی کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھو۔ یہ سب میرے شناسا ہیں اور کبھی دھوکے باز ثابت نہیں ہوئے۔ اس سے قبل کبھی بڑی رقم ہمارے درمیان نہیں آئی۔"

"میں خیال رکھوں گا۔" شیران نے جواب دیا۔

شیران نے مسٹر شیلڈن، پینتھر اور بیرن سے ملاقات کی تینوں شاندار شخصیت کے مالک تھے۔ جسیم، قدآور اور خطرناک چہرے والے۔ ڈیزی نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ بھی غلط نہیں تھا وہ ان لوگوں کا دماغ تھی کسی تمہید کے بغیر اس نے کہا۔

"مسٹر باربنو اسپین کے باشندے ہیں۔ میرے لئے مکمل طور پر قابلِ اعتماد اور اس پروگرام میں ان کی شمولیت ہمارے لئے ضروری تھی۔"

"اس چھوٹے سے گروہ میں، ہم مسٹر باربنو کو خوش آمدید کہتے ہیں۔" شیلڈن نے گرمجوشی سے کہا۔

"کیا مسٹر باربنو کو اس پروگرام کی تفصیل بتا دی گئی ہے؟" پینتھر نے پوچھا۔

"ابھی تک نہیں لیکن اب ہمیں اس کا آغاز کر دینا چاہیئے۔ میں صرف آپ لوگوں کی اجازت چاہتی تھی۔"

"مس ڈیزی آپ ہمارے لئے سربراہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کے کسی فیصلے سے آج تک انحراف نہیں کیا گیا ہے۔"

"مسٹر باربنو۔ کیا تم ان لوگوں کے ساتھ کوئی ایسا کام کرنا پسند کرو گے جس میں تمھیں دو لاکھ ڈالر کی خالص آمدنی ہو جائے۔"

"کیوں نہیں۔ مجھے یہ تینوں اچھے ساتھی معلوم ہوتے ہیں"۔

"منصوبہ بہت پیچیدہ ہے۔ امریکی محکمۂ جنگ ایک خاص قسم کے طیارے بنا رہا ہے جن کی کارکردگی جنگ باز ملکوں کے لئے باعثِ تشویش ہے۔ ان طیاروں کی تفصیل نے بہت سے ممالک میں تشویش کی لہر دوڑا دی ہے۔ ہمیشہ کی مانند روس ان طیاروں کے بارے میں شدید بے چینی کا اظہار کر رہا ہے اور روسی محکمے کے جی بی نے ان کے بارے میں معلومات

حاصل کرنے کا جال بچھا رکھا ہے۔ وہ بڑی تندہی سے ایسے لوگوں کو تلاش کر رہے ہیں جو ان طیاروں کے بارے میں مفصل معلومات فراہم کر سکیں اور انھوں نے شدید تگ و دو کے بعد ایک ایسے شخص کا انتخاب کر لیا ہے جو اس سلسلے میں کام کر سکتا ہے۔ اس شخص کا تعلق آسٹریلیا سے ہے اور طیارہ ساز کمپنی میں اس شخص نے ایک انجینئر کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی ہے اور بڑے اہتمام سے کام کر رہا ہے۔ اس نے طیاروں کے نقشے اور ایسے خاص پرزے چرانے میں کامیابی حاصل کر لی ہے جو اگر روسی ایجنٹوں کے حوالے کر دیئے جائیں تو روسی ایجنٹ ان کی منہ مانگی قیمت ادا کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اس شخص نے ان پرزوں اور نقشوں کا سودا دس لاکھ ڈالر میں طے کر لیا ہے اور اب وہ ضروری کارروائیوں میں مصروف ہے... ہماری نگاہ میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو ایڈی فورک کے مستقل پروگرام سے ہمیں آگاہ کر سکتا ہے۔"

ایڈی فورک کا نام سن کر شیران اچھل پڑا تھا۔ ایڈی فورک آسٹریلیا کا باشندہ، ایک جرائم پیشہ۔ مار بینو کے دشمنوں میں ایڈی فورک کا نام بھی شامل تھا۔ کیا یہ وہی ایڈی فورک ہے؟ لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا۔ ان خطرناک لوگوں کے درمیان ایڈی فورک سے خصوصی دلچسپی کا اظہار خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔

"اس شخص پر ہماری نگاہ ہے۔ دوسری طرف ہمارا ذریعہ معلومات ہمیں اطلاعات فراہم کر رہا ہے کہ بات کہاں تک پہنچ چکی ہے اور تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ کسی بھی وقت اس کارروائی پر عمل ہو سکتا ہے۔" ڈیزی نے کہا۔ سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات تھے لیکن شیران کے ذہن میں صرف ایک نام گونج رہا تھا۔ ایڈی فورک... ایڈی فورک...

"اس کے بعد میں مسٹر مار بینو کے سامنے اپنا پروگرام دہرانا چاہتی ہوں جبکہ میرے دوسرے ساتھی اس سے واقف ہیں۔" ڈیزی بولی۔ "دس لاکھ ڈالر کی کثیر رقم کے عوض یہ پرزے اور نقشے روسی ایجنٹوں کے حوالے کئے جائیں گے۔ ہمیں اس بات سے دلچسپی نہیں ہے کہ نقشے اور پرزے کہاں جاتے ہیں۔ اگر روسی ایجنٹ انھیں نکال لے جانے میں کامیاب ہو گئے تو مجبوری۔ ہماری دلچسپی صرف اس دس لاکھ ڈالر کی رقم سے ہے جو آسٹریلوی باشندہ وصول کرے گا۔ وہ رقم ہمیں ملنی چاہیئے۔"

"اس سلسلے میں کیا تمہارے ذرائع معلومات مستحکم ہیں؟" شیران نے سوال کیا۔

"بالکل اسی طرح جس طرح آپ لوگ میرے سامنے موجود ہیں۔" ڈیزی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس شخص ایڈی فورک کے بارے میں معلومات، ہمیں کس پائے کے آدمی سے نمٹنا ہو گا؟"

"بہترین سوال ہے۔" شیلڈن نے تعریفی انداز میں کہا۔

"خطرناک آدمی ہے۔ آسٹریلیا کا مشہور جرائم پیشہ جس کی تقریباً تمام زندگی جرائم میں گزری ہے۔ خاصا وسیع گروہ رکھتا ہے لیکن اس مقصد کے لئے اس نے اپنے گرد بھیڑ نہیں لگائی۔"

"یہاں اتنی اہم جگہ وہ کیسے داخل ہوا؟" شیران نے پوچھا اور ڈیزی فخریہ انداز میں مسکرانے لگی۔

"آپ نے مسٹر مار بینو کے سوالات پر غور کیا۔ کیا میرا انتخاب غلط ہے؟" اس نے کہا۔

"نہیں ہرگز نہیں۔ واقعی ایڈی فورک کے بارے میں ہماری معلومات مکمل ہونی چاہیئں۔" پینتھر نے کہا۔

"بلاشبہ۔ یہ ایڈی فورک ہے۔" ڈیزی نے ایک تصویر نکال کر سامنے رکھ دی۔ "اس اہم کام کے لئے یہ شخص روسی محکمے کے جی بی کی دریافت ہے۔ کیونکہ ایک امریکی انجینئر مسٹر آرتھر بلانک کا ہم شکل ہے۔ ہر فن مولا آدمی ہے لیکن دو ماہ تک اس نے ماسکو میں جہاز سازی کے ضروری امور کی تربیت لی ہے اس کے بعد مسٹر آرتھر کو اغوا کر کے اسے ان کی جگہ دی گئی ہے۔" ڈیزی نے جواب دیا۔

شیران نے تصویر کو بغور دیکھا اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ ایڈی فورک وہی شخص ہے جس کی ہلاکت کی ذمے داری شیران نے قبول کی تھی۔ اس پروگرام سے اس کی دلچسپی بے پناہ ہو گئی تھی۔

شیلڈن نے کہا۔ "دوسرے لوگوں کے بارے میں مستقل گفتگو کی جا رہی ہے لیکن ہم اس ننھی منی سی لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے جس نے یہ معلومات حاصل کی ہیں۔"

"ہمیں ڈیزی پر فخر ہے۔" دوسرے لوگ بولے۔

"یہ منصوبہ ہماری اس زندگی کا سب سے بڑا منصوبہ ہے اور اس کے بعد ہمیں طویل عرصے تک کسی نئے پروگرام پر کام کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔"

"ہاں۔ ہم نے اپنے ذہنوں میں اس منصوبے کی کامیابی کے بعد کے بے شمار پروگرام بنا رکھے ہیں۔"

"میں ایک بہترین فلم پروڈیوس کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔"

لیشں بیرن نے کہا۔

"اور میں جنرل اسٹور کو ایک شاندار ڈیپارٹمنٹل اسٹور بنانا چاہتا ہوں۔" شیلڈن بھی بچگانہ انداز اختیار کر کے بولا۔ دولت کی چمک ان کی آنکھوں میں بسی ہوئی تھی۔

ڈیزی نے کہا۔ "اس نئے ممبر کو آپ لوگوں سے روشناس کرانے کی تقریب ختم ہو گئی اور کوئی خاص بات؟"

"ہم لوگ صرف عمل ہیں۔ دماغ تو تم ہو ڈیزی۔" شیلڈن نے کہا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو شیران نے کہا۔

"مجھے صرف ایک بات پر تعجب ہے ڈیزی۔"

"کس بات پر ڈارلنگ؟"

"جس وقت میں تمہارے فلیٹ میں داخل ہوا تھا تو تم یہ نہیں۔ کیا تم کوئی ایسا بندوبست نہیں کر سکتی تھیں جس کے ذریعے سے اس طرح گھس آنے والے کو درست کیا جا سکتا۔"

ڈیزی ہنسنے لگی تھی۔

ایڈی فورک شیران کے ذہن میں جاگ رہا تھا لیکن وہ کچے ذہن کا انسان نہیں تھا۔ اپنے اصل مقصد کی اس نے کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ تقریباً ایک ہفتہ مزید گزر گیا۔ اس دوران ڈیزی اسے اپنی الفا رومیو میں ہالی ووڈ اور اس کے نواح کی سیر کراتی پھر رہی تھی۔ شیلڈن اور دوسرے ساتھیوں سے بھی کئی ملاقاتیں ہو چکی تھیں۔ پھر ایک دن ڈیزی نے شیران سے کہا۔

"وقت نزدیک آ گیا ہے ڈیئر مار بینو۔ ہمیں ایک شخص سے آخری معلومات حاصل کرنی ہیں آج رات۔"

"خوب۔ میں خود بے چینی سے منتظر ہوں۔ کیا ایڈی فورک اپنا کام مکمل کر چکا ہے؟"

"ہاں تقریباً لیکن اس کے پروگرام کی آخری تفصیل یہی شخص بتائے گا جس کا نام وائلڈ ٹیرس ہے۔"

"یہ ذمہ داری میرے سپرد کر دو۔" شیران نے کہا۔

"سارے کام اجتماعی حیثیت سے ہوں گے۔" ڈیزی نے جواب دیا۔

"کیا تمہیں اندازہ ہے کہ جہاز کے نقشے اور پرزے کون سی جگہ ان لوگوں کے سپرد کئے جائیں گے؟"

"بالکل صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن تھوڑی بہت معلومات جو حاصل ہوئی ہیں ان کے تحت یہ تبادلہ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر واقع ایک جزیرے پر ہو گا جو ایک دولتمند شخص کی ملکیت ہے اور وہاں اس کی عیش گاہ بنی ہوئی ہے۔ پروگرام کے مطابق جہاز کے بھاری پرزے جنھیں ایڈی فورک حاصل کر کے کسی جگہ پوشیدہ کر چکا ہے یا پھر ان کی نقل تیار کر چکا ہے، ایک مخصوص ٹرک کے ذریعے بندرگاہ پہنچائے جائیں گے جہاں سے کسی جہاز کے ذریعے انھیں جزیرہ پومیٹو تک پہنچایا جائے گا اور یہاں سے وہ لوگ باقی معاملات طے کریں گے۔"

"کیا کسی پرائیویٹ جزیرے پر یہ سودے بازی وہاں کے مالک اور محافظوں کے علم کے بغیر ہو گی؟"

"افسوس اس بارے میں معلومات نہیں حاصل ہو سکیں۔"

"جزیرے کا محل وقوع علم میں ہے۔ یہ اندازہ ہو سکا ہے کہ وہاں محافظوں کی تعداد کتنی ہوتی ہے؟"

"اس بارے میں تفصیلات ٹیرس سے ہی معلوم ہو سکیں گی۔" ڈیزی نے جواب دیا۔

"ہمیں اس شخص ایڈی فورک کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات کی ضرورت ہے۔ کیا تم اس شخص سے مکمل واقفیت رکھتی ہو؟"

"میں نے اس کی کوشش نہیں کی۔" ڈیزی نے جواب دیا اور شیران خاموش ہو گیا۔ ڈیزی بولی۔

"آج رات اس شخص یعنی وائلڈ ٹیرس سے معلومات حاصل کرنی ہیں۔ اس کے بعد دوسرے کاموں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔"

ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اس وقت جب وہ ٹیرس کی رہائش گاہ میں داخل ہوئے۔ ان کے چہروں پر نقاب چڑھے ہوئے تھے اور وہ مخصوص لباسوں میں ملبوس تھے۔ اپنا کام انجام دینے کے بعد انھیں ہر وہ چیز ضائع کر دینی تھی جو اس وقت ان کے ساتھ موجود تھی۔ ٹیرس کے اہل خاندان میں ایک درمیانی عمر کی عورت، دو نوجوان لڑکے تھے جنھیں بیرن اور پینتھر نے گھس کر ایک کمرے میں بند کر دیا۔ ان سب کو بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد وائلڈ ٹیرس کو جگایا گیا۔ بھاری بدن کا یہ شخص جبڑوں کی بناوٹ سے بہت سخت گیر معلوم ہوتا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر اس کا چہرہ سکڑ گیا۔ اس نے تکیے کے نیچے ہاتھ ڈالا تو شیلڈن نے اس کا پستول سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ہمارے پاس موجود ہے مسٹر ٹیرس اور جو سوالات ہم آپ سے کرنے والے ہیں ان سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ہم کون ہیں۔ کیا آپ فائل نمبر بیس کے بارے میں بتانا پسند کریں گے جس کا تعلق مسٹر آرتھر بلانک سے ہے؟" اس سوال پر ٹیرس کا

سانس رُک گیا تھا۔

"آپ کی آسانی کے لئے آسٹریلوی جرائم پیشہ شخص ایڈی فورک کا نام بھی لیا جاسکتا ہے تاکہ آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں دقت نہ ہو کہ آپ بات کہاں سے شروع کریں۔" شیران نے کہا۔

"مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" ٹیرس نے سنبھل کر کہا۔

"آپ کی یادداشت جگانے کے لئے ہمارے پاس معقول بندوبست ہے۔" شیران نے کہا اور پھر اس نے جیب سے بجلی کی تاروں کا ایک گچھا نکالا۔ دو تار ساکٹ میں پھنسائے۔ دوسرے سرے پر ایک ہینڈل والی نوکیلی سوئی لگی ہوئی تھی۔ "ہم آپ کو ہاتھ پاؤں سے محروم نہیں کرنا چاہتے کیونکہ اس طرح خون خرابہ ہوتا ہے اور لباس خراب ہوجاتے ہیں لیکن یہ سوئی، ذرا آپ اس کی کارکردگی دیکھیں۔" شیران نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور اس نے ٹیرس کو قابو میں کرکے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا اور ٹیپ چپکا دیا۔ "جب تکلیف آپ کے لئے ناقابلِ برداشت ہوجائے تو گردن ہلا کر اس بات کا اظہار کردیں کہ آپ زبان کھولنے پر آمادہ ہیں۔"

سوئی سُرخ ہوگئی تھی۔ شیلڈن نے ٹیرس کی ایک اُنگلی پکڑ کر سوئی اس کے ناخن پر رکھی اور پلک جھپکتے سوئی اُنگلی کی ہڈی سے گزر کر دوسری طرف نکل گئی۔ ٹیرس کا بدن پھڑکنے لگا تھا۔

"یہ نمونہ تھا۔ کلائی کی ہڈی پھر دونوں پنڈلیاں اور اس کے بعد آپ کے جبڑوں میں ایسے ہی باریک باریک سوراخ بنادیئے جائیں گے اور اگر آپ پھر بھی سچ بولنے پر آمادہ نہ ہوئے تو ناکامی کے انتقام کے طور پر یہ سوئی آپ کے دماغ میں اُتار دی جائے گی۔ کیا خیال ہے؟" ٹیرس نے پنڈلیوں تک مقابلہ جاری رکھا اور اس کے بعد اس کی ہمت جواب دے گئی۔ اس دوران یہ لوگ اس سے دلچسپ فقرے بازی کرتے رہے تھے۔ ٹیرس کی ہمت کی تعریف کرتے رہے تھے۔ پھر جب اس نے آمادگی کا اظہار کیا تو اس کے مُنہ سے ٹیپ ہٹا کر کپڑا نکال دیا گیا۔

ٹیرس کراہنے لگا تھا۔ "کراہ کراہ کر ہی سہی لیکن آپ ہمارے سوالات کے جواب دیتے رہیں۔" شیلڈن نے بڑے ادب سے کہا۔

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"طیارے کے پُرزے اس وقت کہاں ہیں؟"

"ایڈی فورک کی تحویل میں۔"

"کس جگہ رکھا گیا ہے انھیں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"کب لے جائے جارہے ہیں وہ؟"

"اٹھارہ تاریخ کی رات کو۔"

"کون سے علاقے سے؟"

"ڈیک فور سے۔ بورس ڈے نامی لانچ انھیں جزیرہ پومیلو لے جائے گی۔"

"انھیں لے جانے والوں میں کون کون شامل ہوگا؟" اس بار شیران نے پوچھا تھا۔

"ایڈی فورک۔ اس کے علاوہ کون ہوگا یہ نہیں معلوم۔"

"طریقِ کار کیا ہوگا؟"

"انھیں وصول کرنے والے طیارے کے ذریعے پومیلو آئیں گے۔ رقم ان کے ساتھ ہوگی۔ وہ پومیلو ایئر فیلڈ پر اُتریں گے جہاں نقشے اور پُرزے ان کے حوالے کردیئے جائیں گے۔ اس وقت صرف دو افراد وہاں موجود ہوں گے جو مطلوبہ اشیا ان کے حوالے کریں گے۔ یہ لوگ غیر مسلح ہوں گے اور رقم لانے والوں کی نگرانی میں ہوں گے۔ جب تمام سامان بار ہوجائے گا تب انھیں رقم لے جانے کی اجازت ہوگی۔"

"جزیرے پر اس سلسلے میں کیا انتظامات کئے گئے ہیں۔ کیا جزیرے کا مالک بھی اس پروگرام میں شریک ہے؟"

"نہیں لیکن وہاں کے محافظوں کو رقم ادا کردی گئی ہے۔ پرائیویٹ ایئر فیلڈ پر مکمل سناٹا ہوگا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ اتفاقیہ طور پر جزیرے کا مالک وہاں پہنچ جائے؟"

"اٹھارہ تاریخ کو اس کی بیٹی کی شادی ہے۔ وہ ہمپ شائر میں ڈنر دے رہا ہے۔"

"گویا یہ چانس ہے؟"

"ہاں۔ اٹھارہ تاریخ اسی لئے منتخب کی گئی ہے۔"

"کیا یہ پروگرام مکمل ہے؟"

"ہاں۔"

"شکریہ مسٹر ٹیرس۔ کوئی اور سوال میڈم۔" شیلڈن نے ڈیزی سے پوچھا۔

"میرے خیال میں معلومات مکمل ہیں۔"

"چنانچہ اب مسٹر ٹیرس کی آخری رسم ادا کردی جائے۔" شیلڈن نے مسکرا کر کہا اور ڈیزی شیران کی طرف دیکھنے لگی۔ شیراز نے جیب سے تیز اُسترا نکالا اور اطمینان سے ٹیرس کے نرخرے پھیر دیا۔ قتل کرنے کا یہ بھیانک انداز ان کو بھی لرزانے کا

باعث بن گیا تھا۔ انسانی زندگی کو اس بے جھجک انداز میں ختم کردینے والے اس شخص کے ہاتھ کی جنبش اور چہرے کے تاثرات کو ان سب نے بخوبی نوٹ کیا تھا اور دل ہی دل میں اس سے خوف زدہ ہوگئے تھے۔

اٹھارہ تاریخ دور نہیں تھی۔ اس سلسلے میں ان لوگوں نے اپنی کارروائیوں کا آغاز کردیا تھا۔ بورس ڈے نامی لانچ چھوٹے موٹے جہاز کی مانند تھی۔ وہ ڈیک نمبر چار کے قریب پانی میں ڈول رہی تھی۔ یہ بندرگاہ ایک تفریحی ساحل کی حیثیت رکھتی تھی اور یہاں بے شمار ریستوران کھلے ہوئے تھے۔ چار بوٹنگ بیس بھی تھے جہاں سے کرائے پر لانچیں مل جایا کرتی تھیں۔ اٹھارہ تاریخ کا دِن شدید مصروفیت کا دن تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے شیلڈن اور شیران کرائے کی ایک بوٹ میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ دوسری بوٹ میں پینتھر اور ڈیزی روانہ ہوئے تھے۔ لمبا سفر طے کرکے یہ لوگ جزیرہ پومیلو کے قریب سے گزرے اور جزیرے سے کچھ دُور گہرے پانی میں شیران اور ڈیزی اپنی اپنی بوٹ سے اُتر گئے۔ دونوں احتیاط سے تیرتے ہوئے ساحل کی طرف چل پڑے۔ شیلڈن اور پینتھر وہیں آگئے تھے۔ شام کو چار بجے نئی اطلاعات کے ساتھ پینتھر اور شیلڈن واپس آئے اور اس بار پینتھر کو ساحل تک آنا تھا۔ یہاں جھاڑیوں کے ایک مخصوص جھنڈ میں شیران اور ڈیزی نے اس کا استقبال کیا تھا۔ شیلڈن واپس چلا گیا۔ سات بجے انھوں نے بورس ڈے کو جزیرے پر آتے دیکھا۔ وہ جزیرے کے مخصوص ڈیک سے آلگی تھی اور تقریباً دس افراد نے اس میں سے چار بڑی پیٹیاں اُتاری تھیں۔ جنھیں ایک جیپ پر دو دفعہ بار کرکے رَن وے کے نزدیک ایک چبوترہ نما عمارت میں پہنچادیا گیا تھا۔ اس کے بعد لانچ کچھ افراد کے ساتھ واپس چلی گئی تھی۔ تینوں افراد اس کارروائی کو ایک محفوظ جگہ سے دیکھ رہے تھے۔ ساڑھے آٹھ بجے شیلڈن اور فلیش بیرن ایک چھوٹی سی کشتی کے ذریعے یہاں تک آئے اور کشتی ایک تاریک جگہ چھپادی گئی تاکہ ان کی واپسی کا مکمل بندوبست ہوسکے۔ اس دوران جزیرے کا طائرانہ نگاہ سے جائزہ لے لیا گیا تھا اور یہ اندازہ لگا لیا گیا تھا کہ یہاں صرف چند محافظوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے چنانچہ ابتدائی پروگرام کے تحت ان محافظوں کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔ خطرہ یہ تھا کہ جھونپڑے میں ایڈی فورک وغیرہ موجود تھے۔ ان لوگوں کے اندازے کے مطابق ایڈی فورک صرف ایک آدمی کے ساتھ یہاں موجود تھا۔ گویا صرف دو افراد تھے جو رقم وصول کرنے اور مال حوالے کرنے والوں میں تھے۔ اگر محافظوں کو ختم کردیا اور ان دونوں کو محافظوں سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو کیا کیا جائے۔

اس موقعے پر شیران نے کہا۔ "ہم ان محافظوں کی جگہ لے سکتے ہیں اور اگر ان لوگوں کے آنے سے قبل ہی ہم ایڈی فورک اور اس کے ساتھی کو بھی قابو میں کرلیں تو پھر صرف ایک پارٹی سے ہمیں نمٹنا ہوگا۔"

"ایڈی فورک بے حد خطرناک آدمی ہے۔ اوّل تو اس پر قابو پانا ہی مشکل ہے اور اگر فرض کرو ایسا ہو بھی گیا تو ہم اس کی زبان کسی قیمت پر بھی نہیں کھلوا سکتے۔ پھر ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ مال وصول کرنے والی پارٹی سے ابتدائی معاملات کیا ہوں گے؟"

"یہ ذمّے داری میں قبول کرتا ہوں۔" شیران بولا۔

"محافظوں کو کس طرح قابو میں کیا جائے؟"

"میرے خیال میں فلیش بیرن کو میرے حوالے کردیا جائے۔" شیران بولا۔

چونکہ جزیرے پر اس وقت زیادہ محافظوں کی ضرورت نہیں تھی اس لئے صرف تین افراد اس وقت یہاں موجود تھے۔ باقی لوگ امیر آدمی کی بیٹی کی شادی میں شرکت کرنے کے لئے چلے گئے تھے۔ جس وقت فلیش کے ہمراہ شیران اس عظیم الشان عمارت میں داخل ہُوا تو دروازے پر اس کی ملاقات ایک مسلح محافظ سے ہوگئی۔ دو اجنبی شکلوں کو دیکھ کر وہ بُری طرح چونک گیا۔ دوسرے لمحے اس کا پستول باہر نکل آیا۔

"بے وقوف آدمی۔ ہم مسٹر فورک کے ساتھی ہیں۔۔۔ تمھارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟" شیران فوراً بولا اور محافظ تذبذب میں پڑگیا لیکن تذبذب کا یہ لمحہ اس کے لئے موت کا لمحہ ثابت ہُوا۔ فلیش نے اس کے پستول والے ہاتھ پر لات ماری اور شیران نے اس کی گردن پر ہاتھ ڈال دیا۔ پھر بس ایک ہلکی سی چٹاخ کی آواز اُبھری تھی اور محافظ کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔

اس کی لاش ایک محفوظ جگہ ڈالنے کے بعد وہ دونوں آگے بڑھے ہی تھے کہ باقی دو افراد چائے کی ایک ٹرے سنبھالے برآمد ہوئے اور یہ دونوں آڑ میں ہوگئے۔ فلیش کی ذمّے داری یہ تھی کہ وہ چائے کی ٹرے نہ گرنے دے اور اسے سنبھال لے، باقی کام شیران کا تھا۔ وہی ہُوا۔۔۔ فلیش اچانک ان کے سامنے آیا تھا۔

"لاؤ چائے مجھے دے دو۔" اس نے معصومیت سے

دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے اور ایک نفسیاتی ردعمل کے تحت ٹرے اس کے ہاتھوں میں آ گئی۔ محافظوں نے ایک خالی ہاتھ شخص کو دیکھا تھا جو صرف ان سے چائے کی ٹرے مانگ رہا تھا اور جب وہ سنبھلے تو اچانک عقب سے کسی نے ان کی گردنیں آہنی شکنجوں میں جکڑ لیں۔ دونوں کے سر اس قوت سے ایک دوسرے سے ٹکرائے کہ کاسۂ سر کی ہڈیاں ٹوٹ کر ایک دوسرے میں پیوست ہو گئیں اور مزید کسی کارروائی کی ضرورت نہ پیش آئی۔ فلیش بیرن کے ہاتھوں میں البتہ ٹرے کانپنے لگی تھی جس کا احساس اس میں رکھی پیالیوں کے بجنے سے ہو رہا تھا۔ ان دونوں محافظوں کی لاشیں بھی محفوظ جگہ چھپا دی گئیں البتہ اس کام میں اتنا وقت لگ گیا تھا کہ چائے ٹھنڈی ہونے لگی تھی۔

"بہتر ہے یہ چائے پی لی جائے۔ ویسے بھی ہمیں یہاں چائے نصیب نہیں ہو گی۔ کیا خیال ہے اور پھر معزز مہمانوں کے لئے ٹھنڈی چائے لے جانے سے کیا فائدہ؟" شیران نے تجویز پیش کی اور بیرن پھٹی پھٹی آنکھوں سے دُنیا کے اس سب سے عجیب انسان کو دیکھ رہا تھا جس نے معمولی جانوروں کی طرح چند انسانوں کو بڑے وحشیانہ انداز میں قتل کر دیا تھا اور اُس کے چہرے پر بے سکونی کی ایک شکن بھی نہیں تھی اور وہ صرف چائے پینے کی بات کر رہا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اس نے چائے پیالیوں میں اُنڈیل بھی لی تھی اور ان میں سے ایک پیالی فلیش بیرن کی طرف بڑھا دی اور دوسری خود اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے گھونٹ لینے لگا۔ چائے کے ایک دو سِپ لینے کے بعد اس نے کہا۔

"ٹھنڈی اور بے مزہ۔ کیا یہ چائے ہم اپنے معزز مہمانوں تک پہنچا سکتے تھے تاہم اسے لے کر وہاں تک جانا ضروری ہے، کیا تم اپنے آپ کو اس کے لئے تیار پاتے ہو؟" اس نے بیرن سے پوچھا اور فلیش بیرن نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔

چنانچہ شیران چائے کی ٹرے سنبھالے بیرن کے ساتھ رن وے کے آخری سرے پر بنے ہوئے اس جھونپڑے کی جانب بڑھ گیا، جو رن وے پر اُترنے والے طیارے یا ہیلی کاپٹر کو نشانات فراہم کرتا تھا۔

جھونپڑے میں شیران کے عہد کا دُشمن یعنی ایڈی فورک اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ موجود تھا۔ مارلینو واقعی خوش نصیب تھا کہ شیران جیسا لاپروا شخص اس کی شخصیت کو ذہن کی انتہائی گہرائیوں میں محسوس کرنے پر مجبور تھا۔ ورنہ شاید وہ اپنی ماں کا بھی احسان مند نہ ہوتا جس نے اپنا دودھ پلا کر اسے پروان چڑھایا تھا۔ اس کی فطرت میں بھول جانے کا عنصر شامل تھا۔ دوست اور دُشمن کا کوئی احساس اس کے ذہن میں نہیں تھا۔ نہ جانے انسانی حسیات میں، وہ جذبہ کہاں مفقود ہو گیا تھا جو فطرت کا خاصہ ہوتا ہے۔ اُس کے دل میں کسی کی محبت نہ تھی۔ یائے دے کر اگر ذکر کیا جائے تو پھر دوسری خوش نصیب ماروین تھی جسے وہ اپنی زندگی میں شامل کرنے کا تہیہ کر چکا تھا اور یقیناً اگر موتی ماروین کی زندگی وفا کرتی تو شیران اس کے لئے ایک بہترین شوہر ثابت ہو سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ اگر موتی ماروین اسے راہِ راست پر لانا چاہتی تو شیران بھی انسانوں کی صف میں آ کھڑا ہوتا لیکن یہ موقع بھی ضائع ہو گیا تھا اور اس نے بڑے سکون سے ایڈنا ڈمپل کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

ذہن میں لاتعداد خیالات گردش کرتے رہے اور بالآخر وہ جھونپڑے میں داخل ہو گیا۔

ایڈی فورک اور اس کا قوی ہیکل ساتھی آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں اندازہ تھا کہ مال وصول کرنے والا طیارہ کس وقت یہاں پہنچے گا۔ محافظوں پر انہوں نے توجہ بھی نہیں دی تھی لیکن صورتِ حال وہ نہ تھی جو ان کے خیال میں تھی...

چائے لانے والے دونوں چہرے اُس وقت بھی اُن کے لئے اجنبی تھے اور اس وقت بھی وہ ان پہ کوئی شبہہ نہیں کر سکے تھے۔ چائے کی ٹرے شیران کے ہاتھوں میں تھی۔ اس دوران شیران نے ایڈی فورک کو اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ اُن کی اسٹین گنیں اُن کے پیروں کے نزدیک پڑی ہوئی تھیں اور ذرا سی جنبش ان اسٹین گنوں کو ان کے ہاتھوں تک پہنچا سکتی تھی۔ مسئلہ ان دونوں پر قابو پانے کا تھا اور فلیش بیرن بھی اس کے لئے تیار تھا۔

شیران نے غالباً چائے کی ٹرے اس لئے اپنے ہاتھ میں رکھی تھی کہ وہ اپنے مدِمقابل پر بھرپور وار کر سکے۔ چنانچہ وہ بڑے احترام سے جھکا۔ اس دوران اس نے سچویشن کا بڑی اچھی طرح اندازہ لگا لیا تھا اور اپنا عمل کرنے کے لئے پوری طرح مستعد تھا۔

دفعتاً چائے کی ٹرے پوری قوت سے ایڈی فورک کے چہرے پر پڑی۔ شیران اس انداز سے جھکا تھا جیسے اسے نیچے رکھ رہا ہو۔

چائے دانی، دودھ دان، پیالیاں اور اس میں رکھے ہوئے دوسرے لوازمات ایڈی فورک کے چہرے پر پڑے

تھے اور اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک وجود نے اسے چھاپ لیا تھا۔

فلیش بیرن جانتا تھا کہ اس موقع پر اسے کیا کرنا چاہیئے الانکہ بیٹھے ہوئے دونوں انسانوں کے درمیان کوئی خاص اصلہ نہیں تھا لیکن فلیش بیرن نے اپنے شکار کو سنبھال لیا تھا ونوں نے اس طرح اُن پر چھلانگیں لگائی تھیں کہ وہ چت و گئے تھے۔ اسٹین گنیں اب ان کے ہاتھوں کی زد سے باہر تھیں لیکن ان دونوں پر حملہ کرتے ہوئے خاص طور سے اسٹین گنوں خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ہلکی ہلکی ٹھوکروں نے انہیں دروازے ے قریب پہنچا دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے شکار کو بُری ح رگید رہے تھے۔

ایڈی فورک جیسا خطرناک آدمی اتنا حلوۂ تر نہیں تھا کہ شیران ام سے اُسے نگل لے۔ بے شک ابتدائی حملے اور اچانک پیش نے والی صورتِ حال سے ایک لمحے کے لئے وہ مغلوب ہو گیا لیکن پھر اس کے پاؤں پیچھے سے اُٹھے اور سینے پر چڑھے نے شیران کی گردن میں آ پھنسے۔

جھٹکا بے حد زوردار تھا لیکن مدِمقابل بھی شیطان سے نہیں تھا۔ شیران بے شک اس کے سینے سے لڑھک کر نیچے ا تھا لیکن نیچے گرتے گرتے بھی اس نے ایڈی کے دونوں ں پکڑ لئے تھے اور پھر ان پاؤں کے سہارے ہی وہ دُور نے سے بچ سکا تھا۔ ایڈی فورک نے جھٹکے سے اپنے پاؤں انے کی کوشش کی لیکن اس کے پیروں کی کھال چھل گئی۔ مقابل مُردوسرے ہاتھ اتنے ہی خوفناک تھے۔ شیران نے پوری قوت اُسے اُلٹ دیا۔ اب ایڈی فورک اوندھے مُنہ نیچے گرا تھا ن نے اس کے دونوں پاؤں اپنی گرفت میں لئے لئے موڑنا ع کر دیئے اور اس کے بعد وہ ان پیروں کا سہارا لے کر کھڑا ا۔ اب اس کا ایک پاؤں ایڈی فورک کی گردن پر تھا اور سے بُری طرح رگڑ رہا تھا۔ جبکہ فلیش بیرن کو اپنے شکار بو کرنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آئی تھی۔ وہ اتنا طاقتور نہیں تھا۔ تاہم جھونپڑے میں شدید جدوجہد ہو رہی تھی۔

شیران کو ایڈی فورک سے بہترین مقابلہ کرنا پڑا.... انے اپنے بازوؤں کے بل اُوپر اُٹھنا شروع کر دیا تھا۔ ہ اس کے دونوں بازو سیدھے ہو گئے تھے لیکن شیران ں بدستور اُس کی گردن پر تھا۔

شیران اس کی گردن کو جھٹکے دے رہا تھا لیکن ایڈی فورک شاید ریسلنگ سے بھی بخوبی واقف تھا اور اس قسم کے داؤ پیچ جانتا تھا جو پہلوان عموماً ریسلنگ میں آزمایا کرتے ہیں۔

وہ اُٹھا اور اُٹھنے کے بعد اس نے پوری قوت سے اپنے آپ کو ایک بار پھر پلٹ لیا۔

شیران گرتے گرتے بچا تھا لیکن اب شیران کی وحشی فطرت عود کر آئی تھی۔ اس نے ایک دم ایڈی فورک کے دونوں پاؤں چھوڑ دیئے اور آگے بڑھ کر اس کے پیٹ پہ ایک زوردار ٹھوکر لگائی اور پھر اپنا گھٹنا پوری قوت سے اس کے سینے پر دے مارا۔

ایڈی فورک کو اس ضرب سے شدید تکلیف پہنچی تھی اور اب وہ کسی قدر بے بسی محسوس کرنے لگا تھا۔ اگر کوئی عام مدِمقابل ہوتا تو ایڈی فورک اس کی چٹنی بنا کر رکھ دیتا لیکن بدقسمتی بعض اوقات ایسے ہی گل کھلاتی ہے۔ وہ اپنے تمام داؤ پیچ بھولتا جا رہا تھا۔ مدِمقابل اسے موقع ہی نہیں دے رہا تھا کہ وہ کوئی کارروائی کر سکے۔ تب شیران نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے ڈیئر ایڈی فورک۔ تم اس کام کے سلسلے میں نہیں مارے جا رہے، جو تم کر رہے ہو۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ میرے ساتھی اس سلسلے میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میں تو تمہیں کسی اور ہی کے نام پر قتل کر رہا ہوں۔" شیران نے کہا۔

"ک... کون ہو تم؟ کیا چاہتے ہو مجھ سے۔ ٹھہر جاؤ، کوئی ایسی حرکت نہ کرو۔ میں تم سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔" ایڈی فورک کی پھٹی پھٹی آواز اُبھری۔

"افسوس، تمہارا تعاون میرے ساتھ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ تم خاموشی سے مر جاؤ۔ کیونکہ میں نے کسی کے ساتھ تمہاری موت کا وعدہ کیا تھا۔"

"ک... کیا بکواس کر رہے ہو۔ کون ہو تم؟"

"میں تمہیں ایک شخص کے نام پر قتل کر رہا ہوں ایڈی! وہ شخص جس کی زندگی سے تم نے بدترین مذاق کیا تھا۔ ممکن ہے مارلینو تمہارے ذہن میں محفوظ نہ ہو لیکن میں تمہیں اس مظلوم انسان کا حوالہ دوں گا جو دیہاتی تھا اور پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے شہر آیا تھا۔ تم نے اسے اپنی درندگی کا نشانہ بنایا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے۔ میری مراد مارلینو سے ہے اور اس کے بعد تمہارے ایک ساتھی ہینڈرک نے

اسے اپنے سائنسی تجربات کا نشانہ بنایا۔"

"لیکن تم... تم کون ہو... تم مارلینو تو نہیں ہو؟" ایڈی فورک بولا۔

"شاید تم نے کبھی میرا نام سنا ہو لیکن افسوس اس وقت میں تمہیں اپنے بارے میں تفصیل نہیں بتا سکتا اور نہ ہی میرے پاس اس کے لئے وقت ہے۔"

شیران جھکا اور اس نے ایڈی فورک کی گردن پر اپنا گھٹنا رکھ دیا۔ ایڈی فورک کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکلیں، اس نے کچھ کہنا چاہا، کوئی پیش کش کرنا چاہی لیکن سننے والا، سمجھنے والا نہیں تھا۔

گھٹنے کا دباؤ بڑھتا چلا گیا۔ ایڈی فورک بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ بُری طرح سے پھیل گئے تھے۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں اور زبان باہر نکلی ہوئی تھی، وہ کچھ کہنے کے لئے بے چین تھا شاید کوئی پیش کش کرنا چاہتا تھا شیران کو۔ شاید زندگی کی بھیک مانگنا چاہتا تھا لیکن درندوں سے کچھ مانگنا حماقت ہی ہوتی ہے۔

آہستہ آہستہ اس کی قوت مدافعت سست پڑتی چلی گئی اور اس کے بعد اس کی آنکھیں بے جان ہو گئیں۔ شیران اس کی گردن کو بدستور جھٹکے دے رہا تھا۔ پھر اُس نے اپنی مٹھیوں سے اس کے دونوں کان پکڑے اور گردن کو ایک مخصوص انداز میں جھٹکا دیا جس سے گردن کے منکے ٹوٹ گئے۔

دوسری طرف فلیش بیرن اپنے مدمقابل کو ختم کر چکا تھا اور اس کی کیفیت بہتر نہیں تھی۔ غالباً وہ قتل و غارت گری کا انسان نہیں تھا۔ ذہنی جرائم دوسری حیثیت رکھتے ہیں اور انسانی زندگیوں سے کھیلنا بالکل ہی مختلف بات ہے۔ ممکن ہے یہ فلیش بیرن کی زندگی کا پہلا قتل ہو۔ کیونکہ اس کے چہرے پر زردی کھنڈی ہوئی تھی۔

شیران اپنے مدمقابل کو چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس کے حلق سے آواز نکلی۔

"کاش میرے پاس کیمرہ ہوتا۔ یہ شخص مُردہ حالت میں مجھے بہت دلکش لگ رہا ہے۔"

فلیش بیرن نے تعجب سے یہ الفاظ سنے۔ دفعتاً شیران نے گردن ہلا کر کہا۔

"اس کے باوجود میں اس کی لاش کو یہاں سے لے جاؤں گا اور اس کی تصاویر بنوا کر اپنے دوستوں کو روانہ کروں گا۔"

"گ... کیا مطلب؟" فلیش بیرن نے کہا اور شیران چونک پڑا۔ اُس نے سرد نگاہوں سے فلیش بیرن کو دیکھا اور فلیش بیرن کو یوں محسوس ہُوا جیسے اس وقت کوئی بالکل ہی اجنبی چہرہ اس کے سامنے ہو۔ ان آنکھوں میں اتنی درندگی، اتنی وحشت تھی کہ فلیش بیرن اس سے نگاہ ملانے کی ہمت نہ کر سکا۔ تب شیران بولا۔

"میرا خیال ہے اپنے ساتھیوں کو سگنل دے دو۔ جھونپڑے پر اب ہمارا قبضہ ہے۔"

"میں ہی چلا جاؤں؟" فلیش بیرن نے پوچھا۔ شیران ایک لمحے تک سوچتا رہا، پھر اُس نے کہا۔

"ہاں تم جاؤ اور ان لوگوں کو یہاں بُلا لاؤ۔"

فلیش بیرن اس وقت ہر قیمت پر باہر نکل جانا چاہتا تھا سو وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ شیران ایڈی فورک کو دیکھتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد متعلقہ افراد بھی یہاں پہنچ گئے پتہ نہیں فلیش بیرن نے انھیں کوئی بات بتائی تھی یا نہیں۔ بہرطور نارمل نظر آ رہے تھے۔ تمام کارروائی کو خوش اسلوبی سے وبنے پر شیلڈن نے خاص طور سے شیران کو اور فلیش بیرن کو مبارک باد دی اور اس سلسلے میں تفصیلات پوچھتا رہا۔

دونوں لاشیں جھونپڑے ہی کے ایک کونے میں سمت رکھ دی گئی تھیں طے یہ کیا گیا تھا کہ واپسی میں جھونپڑے کو آگ لگا دی جائے گی۔

پیٹرول کے دو چھوٹے کنستر یہاں موجود تھے۔ یہ اس لئے تھے کہ رات کے وقت رن وے پر آنے والے طیاروں کو گائیڈ لائن دی جا سکے۔ بہرطور ان لوگوں نے انتظامات مکمل کر لئے تھے۔

تقریباً ایک بج کر دس منٹ پر انھوں نے پیٹرول وے کے ساتھ ساتھ ڈال کر آگ جلا دی۔ کیونکہ اُوپر انھوں نے طیارے کی روشنیاں دیکھ لی تھیں جو آہستہ آہستہ نیچے آیا اور رن وے کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔

تمام تیاریاں مکمل تھیں۔ صرف شیلڈن اور فلیش منظر عام پر تھے، باقی ڈیزی، پینتھر اور شیران اسٹین گنیں ہوئے ایسی جگہوں پر مورچے بنائے ہوئے تھے جہاں وہ طیارے سے اُترنے والوں کا بہترین استقبال کر تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد طیارے کا دروازہ کھل گیا اور

میں سے کچھ افراد نیچے اُترنے لگے۔ سب سے پہلے اُترنے والے تین آدمی تھے اس کے بعد مزید پانچ آدمی طیارے سے نیچے اُتر آئے۔ گویا ان کی تعداد کل آٹھ تھی۔ ان میں سے دو آدمیوں نے بڑے بڑے سوٹ کیس اُٹھا رکھے تھے اور وہ بڑی احتیاط سے چند افراد کی نگرانی میں چل رہے تھے۔

پھر جب ڈیزی، پینتھر اور شیران نے محسوس کر لیا کہ اب طیارے میں اور کوئی شخص باقی نہیں رہا ہے چنانچہ انھوں نے فائر کھول دیا۔ اسٹین گنوں کے پہلے برسٹ نے آنے والوں میں سے تین کو گرا دیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے واپس دوڑ لگا دی۔ وہ بُری طرح دوڑتے ہوئے واپس طیارے کی طرف جا رہے تھے لیکن شیلڈن اور فلیش بیرن رن وے پر ہی موجود تھے اور بھاگنے والوں کا صحیح نشانہ لے سکتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی انھیں اپنے آپ کو بھی بچانا تھا۔ چونکہ گولیاں دو طرف سے ان کا استقبال کر سکتی تھیں، طیارے والے بھی اور ان کے ساتھی بھی جو نشانہ چوک جانے کی وجہ سے ان کا شکار کر سکتے تھے۔

چنانچہ شیلڈن نے بھاگنے والوں میں سے دو کو گرا لیا۔ یہ وہ تھے جو صحیح طور پر بھاگ نہیں پا رہے تھے کیونکہ ان کے ہاتھوں میں وزنی سوٹ کیس تھے۔ باقی لوگ طیارے کے نزدیک پہنچے ہی تھے کہ دفعتاً اسٹین گنوں کی اندھا دھند فائرنگ نے انھیں بھی بھون کر رکھ دیا اور یہ یک طرفہ جنگ چند منٹ میں ہی ختم ہو گئی۔ تمام لوگ اس طرف دوڑ پڑے تھے لیکن شیلڈن اور فلیش بیرن نے وہاں رُکنا ضروری نہیں سمجھا۔ رقم کے سوٹ کیس وہیں پڑے ہوئے تھے لیکن ان کی جانب توجہ دیئے بغیر وہ اسٹین گنیں سنبھالے پھرتی سے طیارے میں داخل ہو گئے۔ فلیش بیرن نے پہلے طیارے کے پائلٹ کیبن کو دیکھا اور شیلڈن اس کے عقبی حصے کا جائزہ لینے لگا لیکن پائلٹ بھی شاید ان لوگوں کے ساتھ ہی نیچے اُتر آیا تھا۔ طیارہ بالکل خالی تھا۔ وہ متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتے رہے اور مطمئن ہو کر باہر نکل آئے۔

ڈیزی، شیران اور پینتھر اب سوٹ کیسوں کے قریب کھڑے تھے لیکن انھوں نے سوٹ کیسوں کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ پہلے اندر کی پوزیشن کا پتہ چل جانا ضروری تھا۔ جب شیلڈن اور فلیش بیرن نیچے اُتر کر ان کے نزدیک پہنچ گئے تو انھوں نے خوشیوں کے نعرے لگائے۔ شیلڈن نے انھیں بتایا کہ طیارے سے آنے والے صرف یہی آٹھ افراد تھے اور اب طیارے میں اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد سوٹ کیسوں کی طرف توجہ دی گئی اور انھیں کھول کر اطمینان کر لیا گیا کہ ان میں صرف نوٹ بھرے ہوئے ہیں یا کوئی اور چیز بھی موجود ہے۔ اس عظیم الشان کامیابی پر سب کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور وہ بے انتہا مسرور نظر آ رہے تھے۔ تب شیلڈن بولا۔

"ہمیں مزید وقت نہیں ضائع کرنا چاہیئے۔ چلو بیرن اور پینتھر، تم لوگ یہ سوٹ کیس اُٹھا کر کشتی کی جانب چلو۔" چنانچہ بیرن اور پینتھر نے وزنی سوٹ کیس اپنے شانوں پر رکھ لئے اور اس جانب چل دیئے جہاں انھوں نے کشتی چھپا رکھی تھی۔ ڈیزی اور شیلڈن پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ دفعتاً شیران نے کہا۔

"اگر آپ لوگ مجھے چند لمحات کی اجازت دیں تو میں ابھی واپس آیا۔" شیلڈن اور ڈیزی چونک کر اسے دیکھنے لگے تھے۔

"کہاں مسٹر ہارمینو؟" شیلڈن نے پوچھا۔

"اس جھونپڑے میں میری ایک چیز رہ گئی ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہُوں۔"

"وہ کیا ہے؟"

"ابھی پہنچتا ہُوں تھوڑی دیر میں۔" شیران نے جواب دیا اور جھونپڑے کی طرف دوڑ گیا۔ جھونپڑے میں پہنچ کر اس نے ایڈی فورک کی لاش اُٹھا کر کاندھے پر ڈالی اور اس کے بعد اس جانب روانہ ہو گیا جہاں کشتی چھپائی گئی تھی۔ ابھی اس نے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ دفعتاً دو فائر ہوئے اور شیران ایک دم ٹھٹک گیا۔ یہ فائر کہاں سے ہوئے، اس نے سوچا لیکن کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ صرف ایک لمحے کے لئے وہ اپنی جگہ رُکا اور اس کے بعد اس نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ بالآخر وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں کشتی کھڑی کی گئی تھی اور یہاں اس نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ کشتی سامنے موجود تھی اور اس سے تھوڑے فاصلے پر ڈیزی ہاتھ میں پستول سنبھالے کھڑی ہوئی تھی۔ شیلڈن ان دونوں لاشوں کو دیکھ رہا تھا جو فلیش بیرن اور پینتھر کے علاوہ کسی کی نہیں تھیں۔ شیران ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا لیکن ان لوگوں کے قریب پہنچنے میں اس نے دیر نہیں لگائی تھی شیلڈن اور ڈیزی کا سفاک چہرہ اس کے سامنے تھا اور وہ دونوں کسی قدر کھوئی کھوئی سی کیفیت کا شکار تھے۔

"یہ... یہ کیا ہُوا؟" شیران نے متحیرانہ انداز میں پوچھا اور شیلڈن سنبھل گیا۔

"مسٹر ہارڈینو یہ دونوں اب ایک بے کار شے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھے۔" اس کی آواز سن کر شیران ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا تھا۔

"میں نہیں سمجھا۔" شیران بولا۔

"دس لاکھ ڈالر میں سے چار لاکھ ان کا حصہ بن جاتے کیا خیال ہے تمہارا، یہ مناسب نہیں تھا۔" شیلڈن نے مکارانہ لہجے میں کہا پھر بولا۔

"... اور اب ہم صرف تین افراد ہیں یعنی میں، تم اور ڈیزی تین لاکھ تینتیس ہزار ڈالر ہم میں سے ہر شخص کے حصے میں آتے ہیں جو بہر طور صرف دو لاکھ ڈالر سے زیادہ ہیں۔" اس نے مسکراتی نگاہوں سے شیران کی جانب دیکھا۔ شیران ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گیا تھا، یہ بات اسے بڑی عجیب سی لگی تھی لیکن اس سے قبل کہ اس کے ذہن میں کوئی خیال آتا، شیلڈن نے آگے بڑھ کر دونوں سوٹ کیس ہاتھوں میں اٹھا لئے اور پھر شیران کی طرف دیکھ کر بولا۔

"آؤ میرے دوست چلو ڈیزی۔" ڈیزی آہستہ قدموں سے بوٹ کی جانب بڑھ گئی۔ شیران خاموشی سے کھڑا کچھ سوچتا رہا تھا پھر وہ آگے بڑھا اور بوٹ کے نزدیک پہنچ گیا۔ شیلڈن نے دونوں سوٹ کیس چھوٹی سی کشتی میں ڈال دیئے اور پھر ڈیزی کا ہاتھ پکڑ کر اسے سہارا دیتے ہوئے بولا۔

"مسٹر ہارڈینو براہ کرم، لیکن ایک منٹ، یہ تمہارے کاندھے پر کیا ہے، لاش۔ کون ہے یہ؟"

"میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔" شیران بولا۔ شیلڈن نے ڈیزی کو کشتی میں کھینچ لیا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"لیکن میرے دوست تم نے دیکھا نہیں بوٹ چھوٹی ہے اور پھر زندہ انسانوں سے دلچسپی تو ایک معنی رکھتی ہے لیکن یہ لاش، تمہارا اس لاش سے کیا کام ہے۔"

"میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"افسوس ساتھ تو ہم تمہیں بھی نہیں لے جانا چاہتے، یہ لاش کیا حیثیت رکھتی ہے۔" شیلڈن کی مکارانہ آواز ابھری۔ یہ تصور شیران کے ذہن میں موجود تھا۔ جب شیلڈن نے اپنے دو دیرینہ ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا تو پھر شیران اس کے لئے کیا حیثیت رکھتا تھا لیکن ڈیزی کا رویہ اس کے ساتھ جو کچھ رہا تھا اس کے تحت شیران کے ذہن میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ڈیزی بھی اس سلسلے میں شیلڈن کی ساتھی بن جائے گی۔

"مقصد کیا ہے تمہارا؟" شیران نے غراتے ہوئے انداز میں کہا اور لاش کو اس طرح ڈھیلا کر لیا کہ ضرورت کے وقت اپنی ڈھال بنا سکے۔

"میرا مقصد یہ ہے میرے دوست۔" شیلڈن نے کہا اور دفعتاً اس کے ہاتھ میں چھپی ہوئی اسٹین گن کا برسٹ شیران پر پڑا۔ شیران نے انتہائی مہارت اور پھرتی سے اپنے پورے بدن کو لاش کی آڑ میں چھپانے کی کوشش کی تھی لیکن معاملہ پستول کا نہیں تھا۔ اسٹین گن کی کچھ گولیاں اس کی بائیں سمت کے حصے کو رگڑتی ہوئی گزر گئیں۔ شیران کے حلق سے ایک وحشت ناک چیخ نکلی اور دوسرے لمحے وہ لاش کے ساتھ ڈھیر ہو گیا۔ شیلڈن نے فوراً ہی بوٹ آگے بڑھا لی تھی۔ شیران کے بائیں پہلو میں آگ لگ رہی تھی۔ گرم گرم خون نکل کر اس کے لباس کو تر کر رہا تھا اور سینے میں اٹھنے والی درد کی ٹیسیں اسے تڑپائے دے رہی تھیں لیکن انتقامی جذبے اس شخص میں جس قدر شدید تھے شاید ہی دوسرے لوگوں میں ہوں۔ وہ سانپ کی طرح تڑپا اور اس نے اپنی اسٹین گن سنبھال لی۔ اس وقت اسے شیلڈن کی دور ہوتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تو طے یہ ہوا کہ ہم دونوں آپس میں پانچ پانچ لاکھ ڈالر تقسیم کر لیں گے اور اس کے بعد...۔" اس کے بعد شیلڈن کی آواز معدوم ہو گئی لیکن شاید یہ اس کی زندگی کے آخری الفاظ تھے کیونکہ اسٹین گن شیران کے ہاتھ میں آچکی تھی اور دوسرے لمحے اس نے آنکھیں بند کر کے کشتی کا نشانہ لے کر فائرنگ شروع کر دی۔ کشتی اسٹین گن کی رینج سے دور نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اس میں بیٹھے ہوئے دونوں افراد گولیوں کا شکار ہو گئے۔ شیران تکلیف کی پروا کئے بغیر پھرتی سے کنارے پر پہنچا اور مسلسل کشتی پر فائرنگ کرنے لگا۔ کشتی سے دو ہولناک چیخیں ابھری تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک ہولناک دھماکہ ہوا۔ سمندر کے سینے پر آگ کے کچھ شعلے ابھرے اور اس کے بعد معدوم ہو گئے۔ دس لاکھ ڈالر کی رقم دو انسانی لاشوں کے ساتھ سمندر کی گہرائی میں دفن ہو رہی تھی۔ شیران نے جلتی ہوئی نگاہوں سے سمندر کے اس حصے کو دیکھا جہاں اب پانی پر چند بلبلوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اور پھر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔

"اعتبار صرف اپنی ذات پر کرنا بہتر ہوتا ہے۔ دنیا میں اگر کسی دوسرے شخص پر اعتبار کیا تو کتے کی موت تقدیر بن جاتی

ہے۔" اس کے بعد اس نے اپنے زخموں کو دیکھا۔ گولیاں کافی گہرے زخم بناتی ہوئی دوسری جانب نکل گئی تھیں لیکن یہ زخم کنارے کنارے تھے اور کوئی گولی جسم کے کسی اور عضو کو پھاڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ تاہم جتنا خون نکل رہا تھا وہ کسی بھی انسان کو نڈھال کر دینے کے لئے کافی تھا اور اس خون کو مناسب انداز میں روکنے کا کوئی ذریعہ شیران کے پاس نہیں تھا۔ اس نے اپنی قمیص اتاری اور اسے کس کر زخموں پر باندھ دیا۔ ایڈی فورک کی لاش اس کے نزدیک ہی پڑی ہوئی تھی اور اس کا پورا بدن اسٹین گن کی گولیوں سے چھلنی ہو گیا تھا جو شیلڈن نے اس پر برسائی تھیں۔ اگر یہ لاش شیران کے پاس نہ ہوتی اور وہ اسے بروقت اپنے لئے ڈھال کے طور پر استعمال نہ کرتا تو یقیناً اس وقت اس تنہا اور ویران جزیرہ پومیٹو پر اس کی زندگی کی کہانی ختم ہو گئی ہوتی لیکن کہانیاں تو بارہا ختم ہوتی ہیں، بار بار جنم لیتی ہیں۔ کون جانے کہ صحیح اختتام کہاں ہوتا ہے۔

وقت کی رفتار تھم گئی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک ایک لمحہ ٹھہر ٹھہر کر گزر رہا ہو۔ زخموں کی تکلیف انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اگر شیران جیسا وحشی فطرت انسان نہ ہوتا تو اس تکلیف کو برداشت کرنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ خون کسی طور رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اوپری بدن برہنہ ہو چکا تھا۔ کیونکہ قمیص اتار کر وہ زخموں پر کس چکا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی جگہ پڑا سمندر کو گھورتا رہا۔ ذہن ابھی تک معطل نہیں ہوا تھا اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں باقی تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی جگہ بیٹھا رہا جو کچھ ہوا تھا وہ بلاشبہ غیر متوقع تھا لیکن شیران کو اپنی زندگی میں بارہا ایسے معاملات سے گزرنا پڑا تھا۔

انسانوں کے بارے میں اس کا تجزیہ ہمیشہ یہی رہا تھا کہ کوئی قابل اعتماد نہیں ہوتا۔ اعتماد کی منزل میں جب بھی قدم رکھو، نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور اس وقت بھی اس نے نقصان اٹھایا تھا۔ ڈیزی بھی اس سے مخلص نہیں تھی اور صرف ایک منصوبے کے تحت اس سے خلوص کا اظہار کرتی رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنی جگہ بیٹھا رہا پھر بمشکل اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کوئی ایسی ترکیب نہیں تھی جسے استعمال کر کے وہ یہاں سے نکل جائے۔ جزیرے میں بہت سی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ محافظوں کے جھونپڑے میں ایک لاش موجود تھی۔ عمارت میں دو چار لاشیں موجود تھیں جنہیں اس نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا۔ قتل کرنے والے قتل ہونا بھی جانتے ہیں۔ تکلیف کی شدت بے پناہ ہوتی جا رہی تھی اور اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے پھر ایک زوردار چکر آیا لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ وہ کسی ایسی محفوظ جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں دن کی روشنی میں جزیرے پر آنے والے محافظ اسے تلاش نہ کر پائیں۔ رن وے کے نزدیک پہنچ کر وہ اس کے دوسری طرف جھاڑیوں میں پہنچ گیا۔ اس کے سامنے ایک وسیع وادی پھیلی ہوئی تھی جس کے اختتام پر بلند پہاڑوں کے ہیولے نظر آرہے تھے۔ یہ پہاڑ بھی پومیٹو ہی کا ایک حصہ تھے۔ جھاڑیوں میں پہنچ کر وہ لیٹ گیا۔ اس پر نیم بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ زخم کی تکلیف کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سی کیفیت سینے میں پیدا ہو چکی تھی اور حالت ابتر سے ابتر ہوتی جا رہی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جھاڑیاں کانٹے دار ہیں اور بہت سے کانٹے اس کے کھلے ہوئے بدن میں چبھ چکے ہیں لیکن وہ اپنے ان زخموں کو ٹٹول کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا اور پھر اس کے ذہن پر نیم غنودگی کی سی کیفیت طاری ہوتی چلی گئی۔ بے ہوشی کی منزل نہیں آئی تھی کیونکہ جب اس کے کانوں میں قدموں کی چاپ پڑی تو وہ چونک گیا۔ شدید تکلیف کے باوجود وہ محتاط رہنا چاہتا تھا لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اب یہاں کون ذی روح موجود ہے۔ اندازے کے مطابق تو یہ جزیرہ اس وقت زندہ انسانوں سے خالی تھا لیکن کوئی تھا ضرور، کوئی ضرور تھا جو اس طرف آرہا تھا اور پھر طاقت ور ٹارچوں کی روشنیاں جھاڑیوں پر لہرانے لگیں اور شیران کسی درندے کی طرح چوکنا ہو گیا۔ اس کی وحشی فطرت نے ایک لمحے کے لئے زخموں کو فراموش کر دیا تھا۔

★★

وہ دونوں اس طیارے کے پائلٹ تھے جو ایک اہم مشن پر جزیرہ پومیٹو پہنچا تھا۔ جو کچھ بھی پلاننگ تھی دوسرے لوگوں کی تھی۔ ان کا کام صرف یہ تھا کہ وہ پومیٹو پر طیارے کو لے جائیں اور وہاں سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بخیریت اس ٹھکانے پر پہنچ جائیں جہاں کی انہیں ہدایت کی گئی تھی اور جہاں سے انھوں نے پرواز کی تھی۔ چنانچہ اس وقت جب طیارہ پومیٹو کے رن وے پر اترا تو انہوں نے اپنے آٹھ ساتھیوں کے ہمراہ نیچے جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ان کے سربراہ میجر تھامسن نے انھیں یہی ہدایت کی تھی کہ وہ پائلٹ کیبن میں موجود رہیں کیونکہ ممکن ہے،

کوئی ناگزیر صورتِ حال درپیش ہو جائے ایسے وقت میں وہ ان کی مدد کر سکتے ہیں۔

چنانچہ دونوں پائلٹ کیبن ہی میں بیٹھ کر باہر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام روسکی تھا اور دوسرے کا پشکن۔ دونوں ہم پیشہ ہونے کے علاوہ گہرے دوست بھی تھے۔ اس وقت وہ دہشت زدہ ہو گئے جب انھوں نے اپنے تین ساتھیوں کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھا۔ دونوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے باہر کا منظر دیکھا اور ایک لمحے کے لئے ششدر رہ گئے۔ ان کے بدن میں لرزش پیدا ہو چکی تھی لیکن وہ کوئی فوری عمل نہ کر سکے چونکہ اس قسم کے معاملات سے براہِ راست ان کا واسطہ نہیں پڑا تھا۔ پھر انھوں نے اپنے باقی ساتھیوں کو بھاگ کر واپس آتے دیکھا لیکن انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ لوگ بھی بالآخر طیارے کے نزدیک پہنچ کر گولیوں کا شکار ہو گئے۔

انھیں اندازہ ہو گیا تھا کہ دشمن ان کے ساتھیوں پر حاوی ہو چکا ہے اور اب یقیناً ان کی باری تھی۔ چنانچہ روسکی نے پشکن سے کہا کہ فوراً طیارے کے دوسرے ایمرجنسی ڈور سے نیچے کود کر جھاڑیوں میں روپوش ہو جانا مناسب ہے۔

انتہائی ہولناک اور خونی منظر وہ اپنی نگاہوں سے دیکھ چکے تھے اور انھیں بخوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ ان کے ساتھیوں میں سے کوئی متنفس باقی نہیں بچا ہے۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ اس کے بعد کیا ہو گا۔ ممکن ہے یہ لوگ طیارہ لے کر ہی فرار ہو جائیں۔ ان کے ذہن شدید ہیجان کا شکار تھے لیکن زندگی بچانے کا تصور ان پر حاوی تھا چنانچہ کافی دیر تک وہ وہیں پوشیدہ رہے۔ نہ جانے کیا کیا کارروائی عمل میں آتی رہی۔ اس کے بعد انھوں نے دو فائروں کی آواز سنی اور پھر کہیں دور سے اسٹین گن چلنے کی آواز ابھری۔ دیر تک وہ اپنی جگہ چھپے بیٹھے رہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کریں۔ کافی دیر جب اسی طرح گزر گئی تو پشکن نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور بولا۔

"طیارہ بظاہر محفوظ ہے۔ کیا خیال ہے کیا ہم اسے لے کر فرار ہو جائیں؟"

"جو کچھ ہو چکا ہے پشکن، وہ اتنا خوف ناک ہے کہ اس کے بارے میں کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا لیکن ہمارے لئے یہ لازم ہے کہ اگر صورتِ حال کسی حد تک نارمل ہو جائے اور ہمارے دشمن طیارے کے بغیر یہاں سے چلے جائیں تو ہم کم از کم اپنے ساتھیوں کی لاشیں ہی طیارے میں رکھ کر لے جائیں۔"

"لیکن ہمارا مشن؟"

"ہمارے پاس صرف رات کے چند گھنٹے باقی ہیں۔ دن کی روشنی ہونے سے قبل ہمیں اپنے ٹھکانے پر واپس پہنچ جانا ہے۔ کیا اس دوران پورے جزیرے کی تلاشی لی جا سکتی ہے کیا ہمیں اس بات کا علم ہے کہ ہمیں کس سمت جانا چاہیئے؟"

"پھر بھی میرا خیال ہے ہمت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے آؤ۔" روسکی بولا اور دونوں وہاں سے باہر نکل آئے۔ سب سے پہلے وہ اس ایمرجنسی ڈور سے طیارے میں داخل ہوئے۔ اس سلسلے میں انھیں کافی تگ و دو کرنی پڑی تھی۔ طیارہ خالی تھا اور شکر تھا کہ پائلٹ کیبن کو نقصان نہیں پہنچایا گیا تھا۔ دوسرے دروازے سے اتر کر وہ نیچے آئے تو انھیں اپنے پانچ ساتھیوں کی لاشیں نظر آئیں جو سرد ہو چکی تھیں ان لاشوں کو انھوں نے بمشکل تمام طیارے کے عقبی حصے میں ڈالا اور پھر آگے بڑھ کر بقیہ تینوں لاشیں اٹھالیں۔ اس کے بعد وہ وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

طیارے سے انھوں نے تیز روشنی والی ٹارچیں ساتھ لے لی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کے لباسوں میں چھپے ہوئے پستول بھی، جنھیں وہ باآسانی استعمال کر سکتے ہیں۔ پہلے وہ طیارے سے تھوڑے فاصلے پر بنی ہوئی اس جھونپڑی میں، جو رن وے پر کنٹرول کیبن کی حیثیت رکھتی تھی پہنچے۔ وہاں انھیں ایک لاش پڑی ہوئی نظر آئی تھی۔ اس کے علاوہ جھونپڑے میں کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھی۔ پھر وہ وہاں سے بائیں سمت سمندر کے کنارے سے تھوڑے فاصلے پر اگی ہوئی جھاڑیوں کی طرف چل پڑے۔ مقصد کچھ نہیں تھا صرف تھوڑا بہت جائزہ لینے کے بعد وہ یہاں سے روانہ ہو جانا چاہتے تھے۔

جو چیز لینے کیلئے یہ گروپ یہاں تک آیا تھا اس کا کہیں پتہ نہیں تھا اور اسے تلاش کرنا ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اسی وقت ان کی تیز ٹارچوں کی روشنیاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ہر شے کو منور کرتی جا رہی تھیں کہ دفعتاً ایک خوف ناک واقعہ پیش آیا۔ جن جھاڑیوں کے قریب سے وہ گزر رہے تھے ان [illegible] اچانک کسی خوف ناک درندے نے ان پر چھلانگ لگا دی۔

اوسکی اور پشکن پہلے ہی بوکھلائے ہوئے تھے اور اس ہولناک حملے نے ان کے رہے سہے حواس بھی چھین لیے۔ ان کے حلق سے خوفزدہ آوازیں نکلیں اور ٹارچیں اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دُور جا گریں۔

حملہ آور انھیں لپیٹ میں لیے ہوئے زمین پر آ رہا تھا۔ اُس نے ان دونوں کو دبوچ رکھا تھا اور اب اُن کی گردنیں اُس کے شکنجے میں تھیں۔ اوسکی نے دونوں ہاتھ کمرے کر کے پوری قوت سے اُس کی کمر پہ مارے۔ ابتدائی بدحواسی یہ جان کر کم ہو گئی تھی کہ حملہ آور بھی انسان ہی ہے جب کہ جس طرح اُس نے جھاڑیوں سے باہر چھلانگ لگائی تھی اس سے اُنھیں شبہ ہُوا تھا کہ وہ کوئی درندہ ہے۔

حملہ آور کے حلق سے کراہ نکلی۔ اس دوران پشکن کو بھی موقع مل گیا اور اُس نے دونوں اُنگلیاں کھڑی کر کے حملہ آور کی آنکھوں میں چبھو دیں۔ آنکھوں پر کیے جانے والے اس وار نے حملہ آور کی گرفت بالکل ڈھیلی کر دی اور اس کے بعد وہ اُسے نیچے دھکیلنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر جونہی وہ اُٹھے حملہ آور نے پشکن کی ٹانگوں میں قینچی ڈال کر اُسے گرا لیا اور ایک بار پھر اسے دبوچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کا ایک ہاتھ کسی وزنی ہتھوڑے کی مانند پشکن کے مُنہ پہ پڑا اور پشکن کے سامنے کے چمکدار دانتوں میں سے چار دانت اپنی جگہ چھوڑ گئے۔ اگر اوسکی اس موقع پہ پوری قوت سے ایک لات حملہ آور کی پُشت پہ نہ مارتا تو پشکن کی زندگی آخری مراحل میں داخل ہو گئی تھی۔

حملہ آور اوندھا جا گرا اور اس کے لبھا گھوں نے اُسے اُٹھنے کی مُہلت نہیں دی تھی۔ اگر حملہ آور کی آنکھیں متاثر نہ ہوئی ہوتیں تو شاید ان لوگوں کے لیے اس پہ قابو پانا ممکن نہ ہوتا لیکن اس کے ہاتھ بار بار آنکھوں پہ پہنچ جاتے تھے پشکن اور اوسکی اندازہ لگا چکے تھے کہ اگر وہ ایک بار بھی اس کی گرفت میں آ گئے تو اس بار وہ اُنھیں چبا ہی جائے گا۔ اس لیے وہ اُس کی زد سے بچتے ہوئے صرف اس کے بدن کے مختلف حصّوں پہ ٹھوکریں لگا رہے تھے۔ پشکن کا بُرا حال تھا لیکن زندگی بچانے کی جدّوجُہد ہر احساس پہ حاوی تھی۔

"اسے گولی مار دو۔" اُس نے اوسکی سے کہا اور اپنا پستول نکال لیا۔

"حماقت مت کرو۔ اسے زندہ رکھنا بہتر ہوگا۔" اوسکی جلدی سے ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "آخر کیوں؟" پشکن نے سوال کیا۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہُوں وہی مناسب ہے پشکن لیکن تمھاری آواز کیوں بدل گئی ہے۔ تمھارے بولنے کے انداز میں۔"

"میرے سامنے کے دانت اس بدبخت نے توڑ دیے ہیں۔" پشکن عجیب سے لہجے میں بولا۔

اوسکی نے حملہ آور کی کھوپڑی پہ آخری ٹھوکر لگائی اور جُھک کر اُسے دیکھنے لگا۔ اب شاید حملہ آور بے ہوش ہو چکا تھا پھر وہ پشکن کے نزدیک پہنچ کر بولا۔ "کیا تم زیادہ تکلیف محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں مجھے اپنے آپ پہ قابو پانا مشکل ہو رہا ہے۔" پشکن نے تکلیف بھرے لہجے میں کہا۔

"دونوں ٹارچیں اُٹھا لو پشکن اور طیارے کی طرف واپس چلو۔" اوسکی نے کہا اور جُھک کر حملہ آور کو اُٹھانے لگا۔ پشکن تکلیف سے بے چین ہو رہا تھا۔ اُس کے لیے زبان ہلانا بھی مشکل ہو رہا تھا، اس لیے اُس نے اوسکی کی اس حماقت کے بارے میں کچھ نہ پوچھا حالانکہ اُس کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ اُسے طیارے میں لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟

"یہ کسی بھینسے کی طرح وزنی ہے۔" اوسکی ہانپتا ہُوا بولا اور بے ہوش حملہ آور کو شانوں پہ لادے ہوئے ڈگمگاتے قدموں سے طیارے کی جانب بڑھنے لگا۔ پشکن نے دونوں ٹارچیں اُٹھالی تھیں۔ حملہ آور کو طیارے میں لے جانا بڑا مشکل کام تھا لیکن اوسکی نے یہ کام انجام دے ہی ڈالا۔ حملہ آور کو طیارے کی سیٹوں کے درمیان پھینکتے ہوئے کہا۔ "لعنت ہے اس پہ۔ دروازہ بند کر دو پشکن۔" اور پشکن نے اس پہ عمل کیا۔ سب سے پہلے اوسکی نے فرسٹ ایڈ بکس کھول کر دوا میں ڈوبی ہُوئی رُوئی پشکن کے دانتوں کے خلاء میں رکھی۔ اندر کی روشنی میں پشکن کی خُون میں ڈوبی ہُوئی قمیض نظر آ رہی تھی۔ "مجھے افسوس ہے پشکن لیکن اس وحشی کے ہاتھوں ہماری زندگی بچ جانا بھی ایک انوکھا واقعہ ہے۔ اِس سے زیادہ طاقت ور آدمی نہ صرف میں نے بلکہ شاید تم نے بھی اس سے قبل نہ دیکھا ہوگا۔ ہم مزید خطرات مول نہیں لے سکتے۔ یہ جزیرہ نہ جانے اس جیسی کتنی بلاؤں کا مسکن ہو، اور پھر تمھاری حالت بھی ایسی نہیں رہی ہے کہ اب ہم طیارے سے باہر جا کر جزیرے کی تلاشی لے سکیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں۔" پشکن نے سر ہلا دیا تھا۔

"کیا تم بہت زیادہ نقاہت محسوس کر رہے ہو؟" اوسکی نے کہا اور پشکن نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "تو آؤ میری مدد کرو۔" اوسکی بولا اور پشکن سیکنڈ پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ نامناسب انتظامات کے تحت طیارے کو فضا میں لے جانا بھی مشکل کام تھا لیکن خطرات

مول لیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ دونوں انتہائی مہارت سے طیارے کو فضا میں لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔

طیارے کو سیدھا کرنے کے بعد اوسکی نے گہری سانس لے کر کہا۔ "میرے خیال میں اب تم رُوئی نکال پھینکو خُون رُک گیا ہوگا اور تمھارا زخم بھی سُن ہو گیا ہوگا۔" پشکن نے اس کی ہدایت پہ عمل کیا تھا۔ "کیا ہم زندگی کے سب سے خوفناک ہنگامے سے دوچار نہیں ہُوئے؟"

"آہ۔ میرے دانت۔ میری شکل بہت بدنما ہو گئی ہوگی اوسکی، دیکھو گفتگو کرتے ہُوئے میری زبان بار بار باہر نکل جاتی ہے۔" پشکن مظلومیت سے بولا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے پشکن، لیکن ہماری زندگیاں ہی بچ گئیں کیا یہ کم ہے! ارے۔ لیکن ہم ایک بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں کہیں سے کوئی رسّی تلاش کر کے اُس کے ہاتھ پاؤں مضبوطی سے کس دو اگر وہ ہوش میں آ گیا تو طیارہ تباہ کر دے گا۔"

پشکن کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اُٹھ کر پائلٹ کیبن سے باہر نکل آیا پھر اُس نے پیراشوٹ اسٹاک سے نائلون کی رسّیاں کاٹیں اور حملہ آور کی مشکیں کسنے لگا۔ تب اُس کی نگاہ اس کی کمر کے زخموں پر پڑی جس سے مسلسل خون رِس رہا تھا۔ یہ نشانات گولیوں کے تھے اور خُوب گہرے زخم تھے۔ پشکن کو چکر آنے لگے۔ اِن خطرناک اور خُون رِستے ہُوئے زخموں کے باوجود اس شخص نے اِتنا خونریز مقابلہ کیا تھا۔ اگر وہ اِتنا شدید زخمی نہ ہوتا تو کیا ہوتا! اُس نے سوچا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اُس نے ایک نگاہ بے ترتیب پڑی لاشوں پہ ڈالی۔ یہ سب اس کے ساتھی، اس کے ہم وطن تھے اور وہاں کے بڑے لوگ تھے جو ایک انوکھے مشن پہ یہاں آئے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے وہ زندہ تھے لیکن اب... دِل میں غم کی کیفیات لیے ہُوئے وہ واپس پائلٹ کیبن میں داخل ہو گیا۔

"کام ہو گیا؟" اوسکی نے پوچھا۔

"ہاں۔" وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"وہ بدستور بے ہوش ہے۔"

"ہاں کیا تم اس کی زندگی چاہتے ہو؟"

"ہاں، صرف اس وقت تک جب تک ہم اسے اپنے حکام کے سامنے پیش نہ کر دیں۔"

"تب فرسٹ ایڈ بکس مجھے دو۔ وہ شدید زخمی ہے۔" پشکن نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"شاید اسٹین گن کی گولیاں اس کے بغلی حصّے کو چیرتی ہُوئی نکل گئی ہیں۔ اس کے بدن سے بہتے ہُوئے خون سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب اُس کے جسم میں خُون نہیں باقی رہا ہوگا۔"

"اوہ! اسے زندہ رکھنا ہے اوسکی تاکہ وہ ہمارے اِس مشن کی ناکامی کے اسباب بتا سکے۔"

پشکن فرسٹ ایڈ بکس لے کر باہر نکل گیا اور پھر اُس نے حتی الامکان اِن زخموں کی مرہم پٹی کر دی، وہ خود بھی بڑی تھکن محسوس کر رہا تھا لیکن ابھی ایک طویل سفر باقی تھا اور مستعدی ہی زندگی کی ضمانت تھی۔

★

وسیع و عریض عمارت کے ایک بڑے سے کمرے میں شیران بہت سی نگاہوں کا مرکز تھا۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔ اُسے خُون کی پانچ بوتلیں دی جا چکی تھیں اور ڈاکٹروں نے اعلان کیا تھا کہ اب اُس کی حالت تسلی بخش ہے۔ ایک اہم مشن بُری طرح ناکام ہو چکا تھا اور اس کے خطرناک اثرات ابھی ظاہر نہیں ہُوئے تھے۔

آٹھوں لاشیں وطن بھجوا دی گئی تھیں اور چند اہم لوگوں کی آمد متوقع تھی۔ ہدایت ملی تھی کہ گرفتار شُدہ شخص کو مکمل طبّی سہولتیں دی جائیں۔ اس کی زندگی بے حد ضروری ہے۔ جتنے لوگ اِس عمارت میں موجود تھے، بے حد سنجیدہ تھے۔

یہ عمارت اس ملک میں اس مشن کا ہیڈ کوارٹر تھی اور یہاں موجود تمام لوگ اس مشن سے متعلق تھے، اُن کی نگاہ میں یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی کہ آٹھ بہترین افراد موت کا شکار ہو گئے تھے اور مشن مکمل طور پہ ناکام رہا تھا۔ اس کی ناکامی کے اسباب کا کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا، جس ماہر پائلٹ کو اُنھوں نے اِس مشن کے ایک اہم رُکن کی حیثیت سے روانہ کیا تھا، وہ بھی بے چارہ صُورتحال صحیح طور سے نہیں بتا سکا تھا اور جس شخص کو یہ لوگ شدید زخمی حالت میں گرفتار کر کے لائے تھے، اُس کے بارے میں بھی دعوے سے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ اِس مشن کی ناکامی کے اسباب پر کچھ روشنی ڈال سکتا ہے یا نہیں، تاہم اس کی شخصیت اُن لوگوں کے لیے باعث دلچسپی تھی۔

وقت گزرتا رہا، شیران کی بے ہوشی بالآخر ٹوٹ گئی۔ اُس کی تیمارداری کرنے والی ایک نرس نے متعلقہ لوگوں کو اطلاع دی کہ مریض اب کافی بہتر حالت میں ہے اور اُسے ہوش آ گیا ہے لیکن وہ ابھی ایسی پوزیشن میں نہیں ہے کہ اس کے بارے میں حتمی طور پر یہ کہہ دیا جائے، وہ ہوش و حواس میں ہے۔

وہ لوگ جنھیں اس مشن کی ناکامی کے سلسلے میں یہاں آنا تھا اسی رات پہنچنے والے تھے، شام کے تقریباً ساڑھے پانچ بجے تھے، جب شیران نے کراہ کر کروٹ بدلی اور اپنی ناک میں لگی ہوئی نلکیاں نکال کر پھینک دیں۔ نرس نے اُسے سہارا دینے کی کوشش کی تو اس نے اُس کا بازو جھٹک دیا اور تلخ نگاہوں سے اُسے دیکھتا ہوا بولا "میں ٹھیک ہوں اب، اِن فضول چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ کسی ایسی زبان میں بولا تھا، کہ نرس کی سمجھ میں اُس کا ایک لفظ بھی نہیں آسکا، شیران آہستہ آہستہ ہوش میں آگیا تھا۔

نرس نے ڈاکٹروں کو اس بارے میں اطلاع دی اور چند ڈاکٹر اس کمرے میں پہنچ گئے، ان کی ذمّے داری تھی کہ مسلسل اِس بے ہوش شخص کی خبر گیری رکھیں اور وہ مستعدی سے اپنا کام انجام دے رہے تھے، ڈاکٹروں نے نہایت ہمدردانہ انداز میں شیران سے گفتگو کی "مسٹر ہم آپ کا نام نہیں جانتے، لیکن یہ جو کار روائیاں کی گئی ہیں یہ آپ کی صحت کے لیے بے حد ضروری تھیں۔ آپ کی بہت مہربانی ہوگی، اگر آپ ہم سے اپنی صحت کے لیے تعاون کریں۔"

شیران سپاٹ نگاہوں سے اُنھیں دیکھتا رہا، پھر اُس نے آہستہ سے کہا "میں اب ٹھیک ہوں ڈاکٹر، براہِ کرم اس قسم کے کام آپ اب نہ کریں۔" لہجہ نرم اور حیرت انگیز طور پر شرافانہ تھا۔

لیکن ڈاکٹروں کو اس پر کوئی تعجب نہیں ہوا، کیونکہ وہ اِس شخص کی اصل کیفیت و شخصیت سے ناواقف تھے، بہر طور شکل تمام شیران نے طاقت کے وہ دو انجکشن قبول کیے تھے جو خود ڈاکٹر نے اپنے ہاتھ سے لگائے تھے پھر اُس نے کہا "میں بھوک محسوس کر رہا ہوں، کچھ کھانے کو دیا جائے مجھے۔"

"ٹھیک ہے ہم اس کا انتظام کیے دیتے ہیں۔" ڈاکٹر نے کہا اور نرس کو ہدایت کر دی گئی لیکن جو کھانا شیران کے سامنے پیش کیا گیا، اُسے اُس نے اُٹھا کر پوری قوت سے سامنے کے دروازے پر دے مارا۔

"میں تم سے کہہ چکا ہوں۔" وہ انگلی اُٹھا کر بولا "کہ میرے ساتھ اِس قسم کی فضول حرکات نہ کی جائیں۔ میرا زخم شاید ٹھیک ہو چکا ہے، میں تم لوگوں کا احسان مند ہوں کہ تم نے میری تیمار داری کی ہے لیکن اگر میری یہ باتیں بھی تم لوگ مان لو، تو یہ میرے حق میں بھی بہتر ہوگا اور تمہارے حق میں بھی۔" اس بار وہ اسی زبان میں بولا تھا، جس میں اس سے گفتگو کی گئی تھی، چنانچہ اُس کے الفاظ کو سمجھ لیا گیا۔

نرس نے ڈاکٹر سے ہدایات مانگیں اور ڈاکٹر نے اُسے حکم دیا کہ وہ مریض سے اس کی ضروریات کے بارے میں پُوچھے۔

"گوشت اور کافی۔ بس یہ دو چیزیں مجھے فراہم کر دی جائیں۔"

ڈاکٹر نے اجازت دے دی تھی لیکن نرس اس شخص کے وحشیانہ کھانے کے انداز سے خوفزدہ ہو گئی تھی، اُسے بھُنا ہوا مُرغ پیش کیا گیا تھا جسے اُس نے آن کی آن میں اُدھیڑ کر رکھ دیا اور پھر نرس کی طرف دیکھ کر نرم لہجے میں بولا "ڈیئر اس ایک مُرغ سے میرا کوئی بھلا نہیں ہوا۔ براہِ کرم تین چار مُرغ مجھے اور دو۔"

"مسٹر معاف کیجیے گا، ڈاکٹری اصولوں کے مطابق یہ غلط ہوگا، ورنہ میں آپ کے حکم کی تعمیل ضرور کرتی۔" شیران پھاڑ کھانے والی نگاہوں سے اُسے تکنے لگا تھا، پھر وہ شانے اُچکا کر بولا "ٹھیک ہے، تم لوگوں کے رحم و کرم پر ہوں، جو سلوک چاہو کرو۔" اس کے بعد وہ بُرا سا منہ بنا کر لیٹ گیا۔

گزرے ہوئے واقعات اُس کے ذہن سے زیادہ دُور نہیں تھے، اُسے یاد تھا کہ کیا صورتِ حال پیش آئی تھی، جزیرے پر وہ تقریباً بے بس ہو چکا تھا، گہرے زخموں سے بہہ جانے والے خون نے اُسے نڈھال کر دیا تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ ان دو آدمیوں کی صحیح طور سے مرمّت نہیں کر سکا تھا اور وہ اُس کے ہاتھ سے زندہ بچ گئے تھے، اِس کے بعد اُسے کچھ ہوش نہیں رہا تھا لیکن ہوش میں آنے کے بعد صورتِ حال کا جائزہ لینے میں اُسے کوئی دقّت پیش نہیں آئی۔ اُس نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ لوگ کس طرح اُسے جزیرے سے اُٹھا لائے ہیں اور غالباً جس جگہ وہ ہے، وہ کوئی ہسپتال ہے چنانچہ یہاں کسی قسم کی حماقت کا مظاہرہ کرنا مناسب نہیں تھا، کھانے پینے کے سلسلے میں بھی اُسے بس شدید بھوک کی وجہ سے غصّہ آگیا تھا، لیکن بعد میں اُس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اور یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ مکمل طور پر صورتِ حال کا جائزہ لیے بغیر کوئی کارروائی کرنا مناسب نہیں ہے۔

بہر طور تھوڑا سا کھانے کے بعد اُسے بڑا سکون محسوس ہوا تھا، طبیعت میں فرحت کا احساس ہو رہا تھا، یُوں لگتا تھا جیسے یہ تھوڑا سا آرام اور سکون کے یہ لمحات اُس کے ذہن پر خوشگوار اثرات مرتب کرنے کا باعث بنے ہوں، البتہ آگے کے اقدامات بہت سوچ سمجھ کر کرنے تھے۔

ایڈی فورک ہلاک ہو چکا تھا، اور وہ چوہیا جس کا نام ڈیزی تھا، نوٹوں کی گڈیوں کے ساتھ سمندر کی گہرائیوں میں پہنچ چکی تھی، شیران کو اِس بات کا مکمل یقین تھا، لیکن اگر حیرت تھی تو صرف اس بات پر کہ وہ کون لوگ تھے، جو اُسے اُٹھا کر یہاں تک

لے آئے تھے اور اُنھوں نے اُسے زندہ رکھنے کی مہربانی کیوں کی تھی!

حقیقت بھی یہی تھی کہ اس بار شیران کو اپنی مکمل شکست کا یقین ہو گیا تھا اور بے ہوش ہونے کے بعد وہ لوگ چاہتے، تو آسانی سے اُس کی گردن کاٹ کر پھینک سکتے تھے۔ اِس لیے وہ کوئی بھی ہوں، اُنھوں نے بہر طور اس پر احسان کیا ہے، اور اگر اس احسان کو کسی شکل میں ادا کرنا پڑا تو وہ اس سے دریغ نہیں کرے گا، خود اُس کی اپنی زندگی کے، کوئی خاص مقاصد نہیں تھے، نہ کسی کے معاملات سے اُسے کوئی دلچسپی۔

رات کو اُسے عُمدہ قسم کا دُودھ پینے کے لیے دیا گیا، دو اور انجکشن برداشت کرنا پڑے اور اُس کے بعد اُس کی فرمائش پر کافی کا ایک بڑا سا مگ بھی اُسے دیا گیا، وہ بالکل مطمئن اور مسرور تھا، نرس کو اُس نے اپنا نام بارمینو بتایا تھا، حالانکہ یہ ذلیل نام ایک ایسی شخصیت کا بخشا ہوا تھا، جس سے موت کے بعد بھی اُسے بے پناہ نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ بدقسمتی سے اگر ڈیزی زندہ رہ جاتی تو شیران کے اضطراب کا ٹھکانہ نہ ہوتا اور وہ یہی سوچتا کہ اس لڑکی کی زندگی اس کے سینے پر بارِ گراں بنی رہے گی، اُسے کسی بھی طور فراموش نہیں کیا جا سکتا تھا، لیکن اُسے اور شیلڈن کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد وہ مطمئن تھا کہ اُسے دھوکا دینے والے زندہ نہ رہ سکے۔

باقی رہا کرسی کا معاملہ تو شیران کو اُس کی کوئی فکر نہ تھی، بلکہ اُس نے تو اِس کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔

رات کے شاید ساڑھے دس یا پونے گیارہ بجے تھے جب چند افراد اُس کے نزدیک پہنچ گئے، ان میں وہ ڈاکٹر بھی تھا جو اب تک خاص طور سے شیران کی دیکھ بھال کرتا رہا تھا، باقی پانچ افراد اور تھے، جو اعلا قسم کے سُوٹوں میں ملبوس شاندار شخصیتوں کے مالک تھے۔

شیران کے بستر کے گرد کرسیاں لگا دی گئیں اور نرس کو کمرے سے باہر نکال کر دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا۔ وہ سب شیران کو دیکھ رہے تھے، ان میں سے ایک دراز قامت شخص شیران کو دیکھ کر چونکا، اُس کے نزدیک آیا اور جھک کر بغور اُسے دیکھنے لگا۔

شیران کی نگاہیں اس سے ملیں، تو وہ ایک لمحے کے لیے ان آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا اور پھر مسکرا کر پیچھے ہٹ گیا، شیران خاموشی سے دُوسرے لوگوں کو دیکھنے لگا تھا پھر اُس نے کہا۔ "تم لوگ کون ہو اور کیا تماشا لگا رکھا ہے تم نے؟"

"مسٹر بارمینو، آپ نے اپنا نام یہی بتایا تھا نا؟"

"ہاں یہی نام بتایا تھا میں نے۔" شیران نے اُس شخص کو جواب دیا، جو اُس کے لیے قطعی اجنبی تھا۔

"ہم آپ کی عیادت کے لیے آئے ہیں، کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟"

"نرس اور ڈاکٹر سے پوچھو، وہ تمھیں بہتر طور پر بتا سکیں گے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ دوستانہ انداز میں ہم سے بات چیت کریں۔ شاید آپ کو پچھلے واقعات یاد آگئے ہوں، ہم لوگ وہ ہیں، جو آپ کو زخمی دیکھ کر اُٹھا لائے تھے۔"

"اور وہ دونوں چوہے کون تھے، جو میرے زخمی ہونے سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"ان کی لاشیں، ہمیں وہیں آپ کے نزدیک دستیاب ہوئی تھیں۔" ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا اور شیران کی آنکھوں میں مسّرت کے آثار پھیل گئے۔

"کیا واقعی؟" شیران نے مسرور لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔ وہ شاید آپ کو زخمی کرنے کا باعث بنے تھے لیکن آپ نے شدید زخمی حالت میں بھی اُنھیں نہیں چھوڑا۔"

"او نہیں نہیں۔ میرے یہ زخم، جو میری کمر پر موجود ہیں، گولیوں کے زخم ہیں، مجھ پر اسٹین گن سے گولیاں برسائی گئی تھیں، جو اتفاق سے کارگر نہیں ہو سکیں اور صرف مجھے زخمی کرنے کا باعث بنیں، ان دونوں نے مجھے زخمی حالت میں پایا تھا اور میں نے اُنھیں دُشمن سمجھ کر حملہ کیا تھا۔ کیا واقعی وہ دونوں ہلاک ہو گئے؟"

"ہاں، ان کی لاشیں ہم اسی جزیرے پر چھوڑ آئے ہیں۔" وہ شخص جو شیران سے بات کر رہا تھا، بھاری بھرکم بدن اور چھوٹے سے قد کا مالک تھا، لیکن چہرے سے نہایت زیرک اور موقع شناس آدمی معلوم ہوتا تھا، وہ جانتا تھا کہ اس وقت اِس شخص سے کس انداز میں گفتگو کی جائے، تاکہ جواب میں دوستی کا مظاہرہ ہو سکے، اور شاید وہ نفسیات دان بھی تھا اور چہرہ شناس بھی۔ اُس نے یقیناً شیران کے بارے میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کس قسم کا انسان ہے، چنانچہ وہ اِسی انداز میں اس سے گفتگو کر رہا تھا۔

"پھر مجھے یہاں کون لایا؟" شیران نے پوچھا۔

"میں۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"او، تم اس جزیرے پر کیا کر رہے تھے؟"

"ہم ایک خاص مشن پر وہاں پہنچے تھے۔"

"میں سمجھ گیا۔ تمہارا تعلق کیا انہی لوگوں سے نہیں تھا، جو طیارے لے کر نقشے اور جہازوں کے پرزے پہنچنے لیے گئے تھے؟" شیران نے کہا اور وہ سب ایک لمحے کے لیے ساکت ہو کر رہ گئے۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے ڈاکٹر کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "ڈاکٹر کیا آپ مریض کی حالت بالکل بہتر محسوس کرتے ہیں؟"

"جی ہاں، آپ اندازہ لگا چکے ہوں گے، وہ حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے، اور اس وقت اس کی اندرونی کیفیت بالکل نارمل ہے۔"

"تب براہ کرم آپ باہر تشریف لے جایئے۔ یہاں آپ کی موجودگی مناسب نہیں ہے۔" ڈاکٹر خاموشی سے باہر نکل گیا تھا۔ ایک دُوسرے آدمی نے پلٹ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ کمرہ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف تھا اس لیے اندر کی آوازیں باہر جانے کا احتمال قطعی نہیں تھا، وہی شخص دوبارہ پھر شیران کے نزدیک پہنچ گیا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ شدید تکالیف سے گزر چکے ہیں مسٹر باربینو، اس کے باوجود ہم آپ کو تکلیف دے رہے ہیں، ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہمیں آپ اپنا دوست سمجھتے ہوئے ہمارے لیے یہ تکلیف گوارہ کریں گے۔"

"مجھے احساس ہے کہ تم لوگوں نے میری جان بچائی ہے اور یہی احساس مجھے تمہارے سوالات کے جواب دینے پر مجبور کر رہا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ۔ آپ نقشوں اور طیاروں کے متعلق کیا جانتے ہیں؟"

"دیکھو اگر تم ان معاملات سے متعلق ہو تو میں تمہیں پوری تفصیل بتائے دیتا ہوں، اس کے بعد اگر تمہارے ذہن میں کوئی سوال اُبھرے تو مجھ سے پوچھ لینا۔"

"ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے مسٹر باربینو۔" بھاری بھرکم شخص نے کہا۔

"وہاں پر میرا مطلب ہے جزیرہ لوپیٹو پر تمہیں جو لاشیں ملیں، کیا تم نے ان کا جائزہ لیا؟"

"نہیں اتفاق سے ہم اس ہنگامی کیفیت میں اُس کا جائزہ نہیں لے سکے۔" بھاری بھرکم شخص نے ذہانت سے جواب دیا کیونکہ پائلٹ اوسکی نے اور اس کے ماتحت بلکن نے وہاں کے تمام حالات من و عن انہیں سُنائے تھے، اس لیے یہ وہاں کی پوزیشن سے پُوری طرح واقف تھے، لیکن جو باتیں وہ لوگ نہیں بتا سکے تھے وہ ان کے علم میں بھی نہیں تھیں اور دوبارہ اس جزیرے تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، انہی باتوں کی روشنی میں یہ بھاری بھرکم شخص شیران سے گفتگو کر رہا تھا تب اس نے کہا۔ "کیا ان لاشوں کے متعلق کوئی خاص بات آپ بتانا چاہتے ہیں؟"

"ہاں لیکن اس سے پہلے میں بھی آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"فرمایئے مسٹر باربینو۔" اس شخص نے مجسّم اخلاق بن کر کہا۔

"کیا تم لوگ رُوسی ہو؟"

"کیا مقصد؟"

"مقصد یہ کہ کیا تمہارا تعلق اُن لوگوں سے ہے، جو ایڈی فورک کے ذریعے امریکی طیاروں کے پرزے اور اُن کی ساخت کے نقشے حاصل کرنا چاہتے تھے؟"

بھاری بھرکم شخص ایک لمحے کے لیے سکتے میں رہ گیا تھا۔ اُسے اُمید نہیں تھی کہ یہ شخص اس قدر معلومات رکھتا ہوگا، اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ اس بات کا کیا جواب دے، تاہم یہ تو ہو سکتا تھا کہ اس شخص کو اس ہسپتال سے زندہ واپس نہ جانے دیا جائے اور یہ کام اُس کے لیے قطعی مشکل نہ تھا، چنانچہ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ اس کا اعتراف کرنے میں احتراز نہ کیا جائے، البتہ ایک بات کا فیصلہ کرنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا، یہ معلوم کرنے کے بعد کہ اس کا تعلق طیاروں کے پرزے حاصل کرنے والوں میں سے ہے، باربینو کا ردِ عمل کیا ہو گا۔ تاہم ایک لمحے میں فیصلہ کر کے اُسے شیران کے سوال کا جواب دینا تھا۔ چنانچہ اُس نے کہا۔ "آپ کا خیال بالکل درست ہے مسٹر باربینو، ہم وہی لوگ ہیں، لیکن کیا آپ ان لوگوں سے اختلاف رکھتے ہیں، جو یہ کارروائی کر رہے تھے، میری مراد ہے آپ سے ہے؟"

"نہیں مجھے تم لوگوں سے اختلاف نہیں، دراصل میری دُشمنی ایڈی فورک سے تھی۔ ایڈی فورک کے بارے میں تم یقیناً جانتے ہو گے کہ وہ آسٹریلیا کا ایک خطرناک غنڈہ تھا اور تم لوگوں نے غالباً اُسے کرائے پر حاصل کیا تھا، بہر طور پر اُس نے اپنی کارروائی بڑے شاندار پیمانے پر انجام دی تھی، لیکن اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اُس کا ایک بدترین دُشمن اُس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔"

"کون تھا وہ دُشمن؟" بھاری بھرکم شخص نے بے اختیار سوال کیا۔

"میں۔" شیران مسکرا کر بولا اور وہ سب ایک بار پھر حیرت زدہ ہو گئے۔

"تمہارا ایڈی فورک سے کیا جھگڑا تھا؟" بھاری بھرکم شخص نے سوال کیا۔

"چونکہ تمہارا یہ سوال ان واقعات سے قطعی متعلق نہیں ہے۔ س لیے میں اس کا جواب نہیں دُوں گا۔ ایڈی فورک سے میری پرینہ دُشمنی تھی اور جلد یا بدیر میں اس سے انتقام لینے کا فیصلہ چکا تھا۔ یہ اتفاق کی بات تھی کہ وہ مجھے ان معاملات میں ملوّث ل آ گیا، شیلڈن نامی ایک شخص جو یہاں چھوٹے سے اسٹور کا مالک ہے کسی طرح تمہاری کارروائیوں سے باخبر ہو گیا تھا اور اُس نے یزی نامی ایک سگار لڑکی اور دُوسرے چند افراد کے ساتھ مل کر منصوبہ بنایا تھا کہ جب تم لوگ رقم لے کر جزیرہ لوپیٹو پر پہنچو گے یڈی فورک اور اُس کے ساتھی تمہیں نقشے وغیرہ فراہم کریں ، تو وہ رقم ایڈی فورک کے قبضے میں پہنچنے کی بجائے ان لوگوں قبضے میں آ جانی چاہیئے۔ میں صرف اتفاقات کے تحت اُن کا ڈ کار بن گیا تھا، اُنھوں نے مجھے اس رقم میں سے بھی ایک معقول صّہ دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن تم لوگ اگر میری بات پر یقین کر لتے ہو تو کر لینا کہ مجھے رقم سے زیادہ ایڈی فورک سے دلچسپی تھی۔ یڈی فورک کی بُو پانے کے بعد میں اُسے زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا، ناچہ میں صرف اسی لالچ میں وہاں گیا تھا اور مجھے خوشی ہے کہ یڈی فورک میرا شکار بن گیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ لوگ بھی پس میں جنگ و جدل کر کے ہلاک ہو گئے، کیونکہ اُن میں سے ہر شخص س لاکھ ڈالر کی وہ رقم تنہا ہی حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ آخری ا فراد جو باقی رہ گئے تھے، یعنی مسٹر شیلڈن اور وہ جو بیاڈ بزی۔ نھوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی، لیکن میں صرف زخمی ہی ہو سکا اور ان دونوں کو میں نے نوٹوں کے بریف کیس سمیت سمندر کی رائیوں میں دفن کر دیا۔ ممکن ہے اب ان کی لاشوں کے پنجر سطح سمندر پر اُبھر آئے ہوں اور وہ نوٹ بھیگ کر سمندر کی تہ میں پہنچ گئے ہوں۔" شیران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو تم اپنے ساتھیوں کی گولیوں سے زخمی ہوئے تھے؟"

"ہاں۔"

"اور اس کے بعد وہ پائلٹ اور اس کا ساتھی، میرا مطلب ہے وہ دونوں افراد، جو بعد میں تم تک پہنچے تھے؟" بھاری بھرکم شخص نے پوچھا۔

"بس اس وقت تک میرے بدن کا بہت سا خون بہہ چکا تھا اور میں شدید کمزوری کے عالم میں تھا، ورنہ وہ لوگ مجھے بے ہوش کرنے میں کامیاب نہ ہو پاتے۔"

"ہوں اب تم سے ایک اور اہم سوال ہے میرے دوست یہ صرف اتفاق ہے کہ تم براہِ راست ہمارے دُشمنوں میں نہ نکلے اور اگر نکل بھی آتے تو تمہاری اس شاندار شخصیت کے تحت تمہیں نقصان پہنچانا ہمارے بس کی بات نہیں تھی، مجھے صرف یہ بات بتاؤ کہ کیا ایڈی فورک نقشے اور جہازوں کے پرزے لے کر جزیرے تک پہنچا تھا؟"

"سو فیصد۔ وہ تمہارے کام میں مخلص تھا۔" شیران نے جواب دیا۔

"پھر کہاں گئے؟ میرا مطلب ہے نقشے اور طیاروں کے پرزے۔"

"وہ اُس نے جھاڑیوں میں چھپا دیے تھے، تاکہ مناسب وقت پر تمہارے حوالے کر دیے جائیں، وہیں رَن وے کے قریب وہ جھاڑیاں موجود ہیں اور اگر جزیرے کے مالک نے ان لاشوں کو دیکھ کر امریکی حکام کو اطلاع نہیں دی ہے تو پھر اُنھیں وہیں ہونا چاہیئے، مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ تم وہ پرزے حاصل کر لیتے ہو یا نہیں کرتے۔ اگر تم چاہو تو اُنھیں رَن وے کے بائیں جانب کی جھاڑیوں میں تلاش کر کے حاصل کر سکتے ہو۔ باقی تمہاری تقدیر کا معاملہ ہے۔"

شیران کے اس جواب پر وہ سب ہی شدید بے چینی کا شکار ہو گئے تھے، اس کے بعد بھاری بھرکم شخص نے شیران کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم نے جو کچھ ہمیں بتایا ہے، وہ ہمارے لیے نہایت قیمتی اور قابلِ قدر ہے، ہم ایک بار پھر تمہیں اپنی دوستی کا یقین دلانا چاہتے ہیں، تم انتہائی مطمئن انداز میں یہاں وقت گزارو، جب بھی تمہاری حالت بہتر ہو جائے گی اور ڈاکٹر تمہیں چلنے پھرنے کی اجازت دے دیں گے تو ہم تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق اس جگہ پہنچا دیں گے، جہاں تم جانا چاہو۔" شیران نے گردن ہلا دی تھی۔

بھاری بھرکم شخص نے اس سے پُر جوش مصافحہ کیا۔ دُوسرے لوگوں نے بھی خوش اخلاقی سے گردنیں ہلائیں اور اس کے بعد وہ سب دروازے سے باہر نکل گئے۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی بھاری بھرکم شخص نے اپنے ساتھیوں سے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"انتہائی تکلیف دہ، انتہائی پریشان کُن۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے جناب کہ ہم اپنے اس مشن میں بہت ہی اناڑی پن کا ثبوت دے چکے ہیں اور اس کی وجہ ان تمام افراد کی اچانک ہلاکت ہے جو ایک بہت ہی معمولی سی سازش کا شکار ہو گئے ہیں۔"

"بہر طور فوری طور پر وہاں سے معلومات حاصل کرائی جانی چاہیں

کہ جزیرہ ٹپوسیٹو پر افریقی پولیس پہنچ گئی ہے یا نہیں اور کیا جھاڑیوں سے اُس نے وہ اشیاء برآمد کر لی ہیں یا ابھی تک وہ وہیں پوشیدہ ہیں۔ اگر جھاڑیوں کا راز بدستور راز ہے تو ایک بار پھر اس سلسلے میں کوشش کی جائے گی۔"

"مسٹر کرٹ میں آپ سے کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہوں۔" اُس طویل القامت شخص نے جس نے شیران کو بغور دیکھا تھا، بھاری بھر کم شخص کے شانوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "جی جی فرمایئے۔"

"تنہائی بپاہ کرم تنہائی۔"

"تو پھر تشریف لایئے میرے ساتھ، آپ لوگوں کو پتہ چل گیا کہ اب میں کیا چاہتا ہوں؟" اس بار اُس نے دوسرے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

"جی ہاں مسٹر کرٹ، آپ مطمئن رہیئے، ہم آپ کی ہدایت کے مطابق فوری طور پر عمل کریں گے۔"

کرٹ اس دُوسرے آدمی کو لے کر اسی عمارت کے ایک اور کمرے میں پہنچ گیا، جس نے اس سے کچھ خاص گفتگو کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، یہ کمرہ بھی ساؤنڈ پروف تھا، دروازہ بند کرنے کے بعد کرٹ نے ایک بٹن دبایا اور کمرے کے دروازے سے پر جست کی ایک موٹی سی چادر رینگ آئی، جس سے کمرے کی آوازیں مکمل طور پر کمرے میں ہی محدود ہو کر رہ گئی تھیں۔ تب اُس نے صوفے پر طویل القامت شخص کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یقیناً آپ اس سلسلے میں کوئی بہت ہی خاص بات کرنا چاہتے ہوں گے، مسٹر موناف۔"

"ہاں مسٹر کرٹ، لیکن یہ بات آپ کے کیس سے تعلق نہیں رکھتی۔"

"کیا مطلب؟" مسٹر کرٹ نے دلچسپی سے پُوچھا۔

"افسوس میرے پاس اس وقت وہ تصویر نہیں ہے جو وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے میرے محکمے کو موصول ہوئی تھی۔ ورنہ وہ دکھاتے ہوئے میں آپ سے کہتا کہ اس تصویر سے اس شخص کا جس کا نام بارجینو ہے موازنہ کر کے دیکھیئے، دونوں میں سرمُو فرق آ جائے تو اس کی ہر سزا میں قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

"لیکن کیا مطلب؟ کیسی تصویر؟ کیا وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو اس شخص سے کوئی دلچسپی ہے؟"

"نہ صرف دلچسپی، بلکہ یوں سمجھیے کہ وائٹ تھری پلان کا بہت ہی اہم مہرہ ہے، یہ شخص اور اس کے لیے ہمارے ڈیپارٹمنٹ نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں، لیکن طویل عرصے سے یہ ڈیپارٹمنٹ کی نگاہوں سے اوجھل ہے اور ڈیپارٹمنٹ نے تقریباً تمام ملکوں کو اس کی تصویریں فراہم کر کے ہدایت دی ہے کہ جہاں بھی یہ شخص نظر آ جائے اس کی مکمل حفاظت و نگرانی کی جائے اور وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو اس بارے میں اطلاع دی جائے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ مگر یہ شخص ہے کون؟"

"پہاڑوں کا رہنے والا ایک قبائلی نوجوان جس کا نام شیران سلطان ہے۔"

"قبائلی۔ پہاڑوں کا رہنے والا۔ کون سے علاقے کا؟" مسٹر کرٹ نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"مشرق کے ان پہاڑوں کا، جہاں وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کا ایک اہم ترین منصوبہ زیرِ عمل ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ تب تو۔ تب تو یُوں سمجھا جائے کہ یہ شخص ہمارے لیے انتہائی کارآمد ہے اور اس کی شخصیت اچانک تبدیل ہو چکی ہے۔"

"جی ہاں۔ کیا آپ اسے میری تحویل میں دینا پسند کریں گے مسٹر کرٹ؟"

"کیسی باتیں کرتے ہیں مسٹر موناف ہم سب کا ایک ہی مقصد اور ایک ہی مسلک ہے۔ پارٹی کے لیے ہر شخص ہر جگہ کام انجام دینے کا پابند ہے وہ کام جو پارٹی کے اور حکومت کے مفاد میں ہو۔"

"تو پھر آپ اُس شخص سے اگر مزید کوئی کام نہ لینا چاہتے ہوں تو مجھے اس کا انچارج بنا دیا جائے۔"

"آپ کو اس سلسلے میں مکمل اختیار حاصل ہے۔" کرٹ نے جواب دیا۔

★

گانگ ہو کا بے دست و پا اور ان علاقوں کا سب سے بااختیار شخص مارلینو گانگ ہو ہی میں مقیم تھا۔ اور وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کی رکنیت قبول کر چکا تھا۔ تنظیم کی کئی میٹنگوں میں شرکت کرنے کے بعد وہ تنظیم کے اغراض و مقاصد سے واقف ہو چکا تھا، چونکہ اس کی اپنی زندگی بھی اسی قسم کی تھی اور وہ ذہنی طور پر کسی بھی ملک کا وفادار نہیں تھا۔ اس لیے اپنے طور پر اُس نے فیصلہ کیا کہ تنظیم میں شامل ہو کر وہ دُنیا کے بیشتر ممالک میں اپنے لیے آسانیاں حاصل کرے گا، چنانچہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان سے منسلک ہونے کے بعد اُس نے باقاعدگی سے مقامی طور پر تنظیم کے مفادات کی ذمّے داری کا عہدہ سنبھال لیا تھا اور خوش اسلوبی سے اپنا کام انجام دے رہا تھا۔ کچھ عرصے قبل شیران کا معاملہ اُس کے لیے سوہانِ رُوح بنا ہوا تھا۔ شیران کی حیثیت سے ایک شخص کو قتل کر دیا گیا اور گریچر اور

میگنیشا نے اُسے اس بارے میں اطلاع دی تھی لیکن بنکاک پہنچنے کے بعد جو رپورٹیں اور جو معلومات مارلینو کو حاصل ہوئی تھیں وہ مشتبہ تھیں اور حتمی طور پر یہ بات نہیں کہی جا سکتی تھی کہ حادثے کا شکار شخص شیران خان ہی تھا۔ میگنیشا اور گریچر نے چونکہ اپنے آپ کو شیران کے سامنے پیش کیا تھا اور اُس نے اُنھیں قطعی نہیں پہچانا تھا۔ اِس لیے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی تھی کہ وہ اصل شیران نہیں تھا لیکن اس سلسلے میں جو کارروائی ہوئی تھی اور جس کے تحت شیران کا ہم شکل نعمان خان کے ہاتھوں قتل کرایا گیا تھا اس کی کوئی اطلاع مارلینو کو نہیں مل سکی تھی۔

وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے اپنے کام ایسے ہی ہُوا کرتے تھے بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی صرف اتنی ہی باتیں بتائی جاتی تھیں جتنی تنظیم کے مفادات میں ہوں، ابھی تک مارلینو کو یہ بھی علم نہیں ہو سکا تھا کہ کون کون سے علاقوں میں کون کون سی شخصیتیں انچارج کی حیثیت رکھتی ہیں اُسے بتا دیا گیا تھا کہ اُسے کسی اور علاقے سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آئے گی تو پھر اُسے اطلاع دے دی جائے گی کہ وہاں انچارج کون ہے؟

مارلینو کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہُوا تھا۔ اس نے گانگ ہو ہی میں تنظیم کے لیے ایک ڈیپارٹمنٹ کھول لیا تھا اور اپنی پسند کے افراد کو وہاں رکھا ہُوا تھا جو نہایت خوش اسلوبی سے وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے کام انجام دے رہے تھے لیکن شیران کی پھانس مارلینو کے دل میں ہمیشہ چبھتی رہی تھی۔ وہ نوجوان بھلائے جانے کے قابل نہیں تھا۔ مارلینو نے ہر ممکن کوشش کر لی تھی کہ کسی طرح شیران کے بارے میں کوئی اندازہ ہو سکے لیکن اس کی تمام تر کوششوں میں ناکامی رہی تھی اور کہیں سے بھی شیران کا کوئی سُراغ نہیں مل سکا تھا۔

چنانچہ آہستہ آہستہ مارلینو شیران کو صبر کر بیٹھا تھا لیکن جب بھی اس کا تصوّر اس کے ذہن میں آتا مارلینو کے دل کی کیفیت بہتر نہ رہتی۔ ایسے دنوں میں اُسے اکثر اُداس و ملول دیکھا گیا تھا۔ تنظیم کے لیے اُسے ابھی تک کوئی ایسا کام نہیں کرنا پڑا تھا جو اُس کے ضمیر کے خلاف ہو بس چھوٹے چھوٹے معاملات تھے جو اُسے دیکھنا پڑتے تھے بعض اہم معاملوں میں بھی اس کی رائے اور مشورہ شامل حال ہوتا، بنکاک میں اُسے تنظیم کی طرف سے بہت سی عمارتیں اور افراد دیے گئے تھے جن کے تحت ضرورت پڑنے پر وہ کام لے لیا کرتا تھا۔ ابھی تک کوئی ایسا کام اس کے سپرد نہیں کیا گیا تھا جو بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہو بس ایڈنا ڈمپل کی جگہ وہ انچارج کی حیثیت سے منتقل کر دیا گیا۔ تنظیم کی طرف سے اُسے جو مراعات ملی تھیں وہ بھی اس کے لیے قابلِ قدر تھیں اب بیشتر معاملات میں اُسے آسانیاں فراہم ہو گئی تھیں۔ چنانچہ وہ تنظیم سے مخلص تھا۔

ویسے تنظیم نے اُسے جب بھی کوئی کام سونپا اُس نے اتنی خوش اسلوبی سے انجام دے دیا کہ تنظیم بھی اس کی طرف سے مطمئن ہو گئی۔

گانگ ہو اور اس کے نواح میں تنظیم کے معاملات بخیر و خوبی چل رہے تھے اور مارلینو اپنی تمام کارروائیوں سے مطمئن تھا کہ ایک بار پھر اُس کے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔ وہ گانگ ہو ہی میں تھا کہ گریچر نے ایک بار اُس سے اپنے مخصوص ٹرانسمیٹر پہ گفتگو کی۔

مارلینو نے گریچر کا پیغام وصول کیا تھا۔

"کہو گریچر کیا بات ہے خیریت تو ہے کوئی اُلجھن کوئی پریشانی؟"

"نہیں جناب دراصل گانگ ہو میں رہ کر بہت سے معاملات آپ کے کانوں میں نہیں پہنچ پاتے۔ میں پچھلے دنوں کچھ غیر ملکی اخبارات کا جائزہ لے رہا تھا اور آج اِس کام میں مصروف تھا کہ میری نگاہ ایک خبر پہ پڑی جس نے مجھے اُلجھا دیا ہے۔"

"کیسی خبر ہے گریچر؟ کیا بات ہے؟"

"جناب عالی اگر آپ حکم دیں تو میں وہ خبر آپ کو پڑھ کر سناؤں؟"

"ہاں ٹھیک ہے یقیناً کوئی ایسی ہی بات ہوگی کہ تمھیں مجھ سے رابطہ قائم کرنا پڑا۔"

"خبر یہ ہے کہ لاس اینجلس میں جیکارڈ نامی ایک شاندار اور معزز آدمی کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ قاتل نے مسٹر جیکارڈ کو نہایت خوفناک انداز میں ہلاک کیا ہے اور یہ شخص ایشیا کا ایک قبائلی نوجوان ہے جسے شیران کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ پہاڑوں کا یہ رہنے والا کچھ عرصے قبل ایک عورت کماری کیلاشی کے ساتھ یہاں آ کر مقیم ہُوا تھا اور اسی کے ساتھ رہتا تھا۔ کماری کیلاشی جس کا اصل نام بعد میں ایڈنا ڈمپل ظاہر ہُوا اُس کی بیوی یا محبوبہ کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہ رہی تھی مسٹر جیکارڈ سے اُس کے دیرینہ تعلقات تھے اور شیران اس کی معرفت مسٹر جیکارڈ سے ملا تھا لیکن اُس نے مسٹر جیکارڈ کو قتل کر دیا اور اس کے بعد کماری کیلاشی یا ایڈنا ڈمپل نامی عورت کی لاش بھی پہاڑوں میں پائی گئی۔ شیران ہالی وُڈ کی جانب جاتا ہُوا دیکھا گیا لیکن اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ جیکارڈ لاس اینجلس کی بہت بڑی شخصیتوں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ بہت سی بھاری صنعتوں اور کارخانوں کا مالک تھا اور ایک معزز ترین شخصیت شمار کیا جاتا تھا۔ پولیس شیران کی تلاش میں سرگرداں ہے اور امریکا سے نکاسی کے راستوں پر مکمل نگرانی عائد کر

دی گئی ہے۔ ابھی تک شیران کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔" جوں جوں گریچر خبر پڑھتا جا رہا تھا مارلینو کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی پھر جب گریچر خبر پڑھ چکا تو دیر تک مارلینو کی آواز نہیں ابھری۔ مارلینو کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے وہ عجیب سے انداز میں بیٹھا ہوا تھا، گریچر نے اُسے پکارا۔

"مسٹر مارلینو!"

"ہاں گریچر ہاں۔ اب بتاؤ شیران زندہ ہے یا نہیں؟"

"جناب عالی کھل کر لکھا گیا ہے اس کے بارے نا۔ اس کا مقصد ہے کہ امریکی پولیس نے بھی بڑی زبردست چھان بین کی ہے ورنہ اتنی زبردست تفصیلات کس طرح معلوم ہوتیں۔"

"ہاں بے شک اس میں کچھ شک نہیں ہے گریچر۔ تم اور میگنیشا میرے پاس پہنچ جاؤ، مجھے اس وقت تمہاری ضرورت ہے باقی باتیں میں تم سے تمہارے سامنے بیٹھ کر کروں گا۔"

"بہتر جناب ہم حاضر ہو رہے ہیں۔" گریچر نے جواب دیا اور سلسلہ گفتگو منقطع ہو گیا۔ مارلینو متضاد کیفیات کا شکار تھا۔ اُس کے دل میں شیران کی یاد ایک بار پھر تازہ ہو گئی تھی، حالانکہ طویل عرصہ گزر چکا تھا اور اب تو شیران کا تصور دھندلانے لگا تھا، لیکن کیا کیا جاتا، اس بدبخت کو جس نے اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہیں بنایا تھا بس آوارہ گردی اور ماحول سے فرار اس کی فطرت بن چکا تھا۔ سال ہا سال ہو چکے تھے مارلینو نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ وہ نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا تھا۔ ہندوستان کے بارے میں سُنا تھا کہ وہاں وہ مونی مارون کے ساتھ میں دیکھا گیا ہے۔ تنظیم میں شامل ہونے کے بعد مارلینو کو اس سلسلے میں تمام معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ یہ معلومات خاص طور سے اُس نے شیران کے بارے میں حاصل کی تھیں اور اُسے پتہ چل گیا تھا کہ رانی ایراوتی کے نام سے جو عورت ہندوستان میں تنظیم کے مفادات کی نگرانی کرتی تھی وہ رقابت کا شکار ہو گئی اور ایڈنا ڈیمل جس پر تنظیم کو مکمل بھروسہ تھا شیران کی محبت کا شکار ہو کر تنظیم سے بغاوت کر بیٹھی۔ مارلینو کو یہ علم ہو چکا تھا کہ ایڈنا ڈیمل اتنی چالاک عورت تھی کہ ہر قسم کی کوششیں اُسے پانے میں ناکام رہیں اور تنظیم کے بہترین دماغ اس کا کھوج نہیں لگا سکے۔ پتہ نہیں کس طرح وہ شیران کے ہاتھ لگی اور شیران نے بالآخر اُسے ختم کر دیا۔ مارلینو جوں جوں شیران کے بارے میں سوچتا تھا، اُس کے اندر ایک عجیب سا ہیجان ایک عجیب سا اضطراب پیدا ہونے لگتا تھا۔

شیران بے شک ایک لاؤبالی شخص تھا۔ زندگی کے تمام انداز سے نابلد کسی بھی شخص کے لیے اُس کے دل میں رعایت یا گنجائش نہیں تھی لیکن مارلینو کے لیے اُس نے جہاں بھی موقع ملا تھا کام کیا تھا۔

ہینڈرک اور ڈاکٹر بریٹو کا قتل معمولی بات نہیں تھی یہ دونوں اتنے خطرناک افراد تھے کہ ان کے بارے میں کوئی مجرمانہ کارروائی کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن شیران نے اُنھیں موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا اور اس کے بعد وہ مارلینو کے ان دشمنوں کو نہیں بھولا تھا جنھوں نے مارلینو پر مظالم کیے تھے۔ شیران کسی کے لیے کچھ بھی ہو لیکن مارلینو کے لیے وہ بہت مخلص تھا اور اس سے محبت کرتا تھا۔ مارلینو کی آنکھوں میں آنسو رواں رہے۔ پھر جب اُس کے ایک خادم نے دروازے پر دستک دی تو وہ آنسو خشک کر کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے خود اپنے پیروں سے چل کر دروازہ کھولا، یہ مصنوعی پاؤں اور مصنوعی ہاتھ اب اُس کے لیے اجنبی نہیں تھے۔ خادم سے گفتگو کرنے کے بعد وہ پھر اپنی جگہ آ بیٹھا۔ شیران کو تلاش کرنا ضروری تھا وہ اُسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے فیصلہ کیا کہ تنظیم کو کم از کم ایڈنا ڈیمل کی موت کے بارے میں اطلاع دے دی جائے۔

وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے انچارج وائی تھری ایٹ سے رابطہ ایسے خصوصی مواقع پر ہی قائم کیا جاتا تھا جب کوئی بہت ہی اہم بات درپیش ہو لیکن وائی تھری کے لیے اس رابطے پر کوئی پابندی نہیں تھی، چنانچہ جب مارلینو نے ڈیپارٹمنٹ کو اپنا کوڈ نمبر بتایا تو فوراً ہی اس کا رابطہ وائی تھری ایٹ سے قائم کرا دیا گیا۔ مخصوص قسم کے وسیلۂ عمل کے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور اُس کے بعد وائی تھری ایٹ کی جانی پہچانی آواز اُبھری۔

"ہانگ کانگ کے سب سے بڑے آدمی کو میری طرف سے سلام۔ کہو مارلینو کیا بات ہے؟"

"میں نے یہ ضروری سمجھا سر کہ آپ کو وہ اطلاع فراہم کی جائے جو مجھے حاصل ہوئی ہے۔ امریکی اخبار کا مطالعہ کرتے ہوئے میرے ماتحت نے مجھے ایڈنا ڈیمل کی موت کی اطلاع دی اور بتایا ہے کہ ایڈنا ڈیمل لاس اینجلس سے ہالی ووڈ جانے والی سڑک پر مُردہ پائی گئی ہے مجھے یقین تھا کہ یہ اطلاع آپ کے لیے مفید ہوگی۔"

"اور آپ کو یہ بھی معلوم ہوا ہوگا مسٹر مارلینو کہ ایڈنا ڈیمل کو شیران نامی شخص نے قتل کیا ہے اور اس سے پہلے وہ"، اینجلس کے ایک خطرناک آدمی مسٹر جیکارڈ کو ختم کر چکا ہے، مسٹر جیکارڈ تو سمجھ لو کہ لاس اینجلس کے بے تاج بادشاہ تھے اور وہاں کافی صاحب اختیار تھے، اس جیسے شخص کو قتل کر دینا عام بات نہیں تھی، لیکن

ل وہ تھا جس نے ایڈنا ڈیمل جیسی خطرناک عورت کو قتل کر دیا۔"

"اوہ۔ گویا یہ اطلاع آپ تک پہنچ چکی ہے!" مارلینو نے ت سے کہا۔

"ہاں ہمیں عالمی واقعات سے پوری طرح باخبر رہنا ہوتا مسٹر مارلینو ویسے یہ خوشی کی بات ہے کہ آپ نے اپنا فرض پورا تے ہوئے ہمیں یہ اطلاع دی۔ یقیناً آپ کو ایڈنا ڈیمل کے بارے تفصیلات معلوم ہوں گی اور اگر میں آپ سے یہ بھی کہوں مسٹر مارلینو یں آپ کے اور شیران کے تعلقات کا بخوبی علم ہے اور اس بات ی کہ شیران نے جیکارڈ کو آپ کے نام پر قتل کیا ہے۔" وائی تھری ایٹ یہ الفاظ مارلینو کے لیے کافی تعجب خیز تھے۔ اُس نے متحیرانہ ازمیں کہا۔

"گڈ۔ گویا آپ کی معلومات میرے بارے میں بھی کافی ہیں۔"

"ہاں مسٹر مارلینو۔ وائی تھری ایٹ ڈیپارٹمنٹ اپنے معزز ساتھیوں سے پوری طرح باخبر رہتا ہے اور اُن کے ہر طرح کے مفادات نگرانی بھی کرتا ہے۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ جو ذمے داری آپ سونپی گئی ہے اس میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑا گیا بلکہ ہم ہر جگہ اپنے ساتھیوں کی خبرگیری بھی رکھتے ہیں۔"

"ہاں۔ مجھے اس کا اندازہ ہے۔"

"ایڈنا ڈیمل کے بارے میں بھی آپ کو تفصیلات فراہم کر دی گئی تھیں کہ وہ شیران ہی کے لیے تنظیم سے باغی ہو گئی تھی لیکن یہ اطلاع رے لیے بھی دلچسپ اور کسی قدر حیرت انگیز تھی کہ ایڈنا ڈیمل کسی ری کیلاشی کی حیثیت سے خود شیران کے ساتھ تھی۔ وہ اعلا پائے عورت تھی مسٹر مارلینو جو محبت کے ہاتھوں مجبور ہو گئی تھی ورنہ شیران بس کی نہیں تھی، جو عورت تنظیم کے ہاتھ نہیں آسکی اور جس نے معنوں میں تنظیم کی پیشانی پر دھبہ لگا دیا وہ بھلا شیران کے قابو کس طرح آسکتی تھی لیکن انسانی فطرت کے کچھ پہلو اتنے کمزور ہیں مار کھا ہی جاتا ہے۔ میں آپ کو اس کے علاوہ بھی تازہ ترین اطلاعات فراہم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اتفاق سے اس موضوع پر گفتگو کل ہی ہوئی ہے تو میں آپ کو اس سے لاعلم نہیں رکھ سکتا۔"

"کوئی اور بات جناب عالی؟"

"ہاں مسٹر مارلینو۔ شیران ایڈنا ڈیمل اور جیکارڈ کو قتل کرنے کے بعد ہالی ووڈ پہنچا اور وہاں ایسی سازش میں شریک ہو گیا، جو براہِ راست ہمارے خلاف نہیں تھی لیکن جس سے براہِ راست ں نقصان پہنچا ہے ایک ایسا معاملہ تھا جس میں ہمارے کچھ ں کو ایک مخصوص علاقے میں کام کرنا تھا شیران چند جرائم پیشہ افراد کے ساتھ ہمارے خلاف کام کرنے پر آمادہ ہو گیا لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اور جو بیان شیران نے اس بارے میں دیا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ صرف ایک شخص کی ہلاکت کے لیے اس کام میں شریک ہوا تھا کیونکہ اس کے بعد اُس نے جو کارروائیاں کی ہیں اُن سے یہ بات صاف ظاہر ہو گئی کہ وہ جرائم پیشہ افراد کے مقاصد کا حامی نہیں تھا مختصراً یوں سُنو کہ دس لاکھ ڈالر کی رقم تھی جسے لوٹنے کے لیے جرائم پیشہ افراد نے ایک پروگرام بنایا تھا اور شیران بھی اس میں شامل تھا۔ ہمارے کئی آدمیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ان لوگوں میں آپس میں غالباً رقم پر پھوٹ پڑ گئی اور شیران نے نوٹوں سمیت اُنھیں ہلاک کر کے غرق کر دیا۔ اس کا مقصد ایڈی فورک نامی ایک شخص کو قتل کرنا تھا جو ہمارے لیے کام کر رہا تھا۔ اور اُس نے ایڈی فورک کو ہلاک کر دیا لیکن شدید زخمی حالت میں ہمارے ہاتھ لگا اور اب وہ ہماری تحویل میں ہے۔"

اس نئے انکشاف نے ایک بار پھر مارلینو کو انگشت بدنداں کر دیا تھا۔ چند لمحات کی خاموشی کے بعد اُس نے کہا۔ "گویا شیران اب آپ کی تحویل میں ہے جناب۔"

"ہاں مسٹر مارلینو!"

"وہ کہاں ہے، کیا میں اس بارے میں کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"فی الحال اس کی تفصیل نہیں بتائی جا سکتی لیکن تم سے اس کے سلسلے میں کچھ کام لینے پر غور کیا جا رہا ہے۔"

"مم میں نہیں سمجھا!"

"مسٹر مارلینو۔ ایڈی فورک کے بارے میں بھی ہماری اطلاعات یہی ہیں کہ وہ آپ کے دشمنوں میں شامل تھا یعنی ان لوگوں میں سے جنھوں نے آپ کو نقصان پہنچایا تھا!"

"یہ درست ہے جناب بالکل درست ہے اور میں اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ شیران نے میرے اِن تمام دشمنوں کو قتل کرنے کا بیڑہ اُٹھایا تھا اور آپ کی اس نئی اطلاع کے بعد اس نے میرے چار دشمنوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ میں آپ سے بیان نہیں کر سکتا جناب کہ میں کتنا خوش ہوں۔ البتہ مجھے افسوس ہے کہ وہ آپ کی راہ میں مزاحم ہوا لیکن ایک بات آپ بھی سُن لیجیے وہ دولت کا خواہش مند نہیں ہے۔ دولت اس کے لیے ایک بے حقیقت شئے ہے وہ عجیب و غریب فطرت کا مالک نوجوان ہے جناب۔ وہ کسی سے محبت نہیں کرتا، لیکن جب کسی سے متاثر ہوتا ہے تو اپنی زندگی اس کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ میں اس کے بارے میں حتمی طور پر کوئی بات نہیں کہہ سکتا

البتہ ایک درخواست ضرور کرنا چاہتا ہوں آپ سے' اسے محفوظ رکھا جائے اُسے کوئی سزا نہ دی جائے یہ میری درخواست ہے آپ سے اور مجھے یقین ہے کہ میری اس پہلی درخواست کو ضرور قبول کر لیا جائے گا۔"

"نہیں مسٹر مارلینو شیران کو نقصان پہنچانے کا کوئی ارادہ ہمارے ذہن میں نہیں ہے۔ ایسے چھوٹے موٹے واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں اور پھر براہِ راست وہ ہمارے خلاف کسی سازش کا مرتکب نہیں ہوا تھا بلکہ چند جرائم پیشہ افراد کے ساتھ مل کر ایک ایسے مقصد کی تکمیل کے لیے آمادہ ہو گیا تھا جو اس کے ذہن میں تھا یعنی ایڈی فورک کا قتل۔ بہر طور اب وہ ہمارے پاس ہے اور بہتر حالت میں ہے کوئی پریشانی کی بات نہیں۔"

"آپ اس کے سلسلے میں مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں' جناب؟" مارلینو نے پوچھا۔

"اس کی تفصیل آپ کو بعد میں بتا دی جائے گی مسٹر مارلینو۔"

"کیا شیران کو میرے حوالے کیا جا سکتا ہے؟"

"یقیناً لیکن اس کے لیے آپ کو تھوڑا سا انتظار کرنا ہوگا۔"

"کیا آپ اس کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں؟"

"مطلب؟" وائی ٹیری ایٹ نے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں اسے کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے اور اب جب کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قابلِ معافی ہے' اور آپ اُسے معاف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو میری درخواست ہے کہ وہ جن لوگوں کی تحویل میں ہے ان سے کہیے کہ اس کی دلجوئی کرتے رہیں۔ وہ دلیرانہ صفت آدمی ہے اگر اُسے ان لوگوں سے پرخاش ہو گئی یا کوئی ایسی بات ہوئی جو اُس کی مرضی کے خلاف ہو تو پھر وہ آپ کا دوست نہیں رہ سکے گا۔"

"شیران کے بارے میں ہم شاید اتنا ہی جانتے ہیں مسٹر مارلینو جتنا آپ۔ مطمئن رہیے۔ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"وہ میرے پاس کب تک پہنچ سکے گا؟"

"اس کا کوئی وقت متعین نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں چاہتا ہوں جناب کہ مجھے اس سلسلے میں تمام تر تفصیلات جلد از جلد بتا دی جائیں۔"

"یقیناً بتا دی جائیں گی بس یوں سمجھ لیجیے کہ ہم اُسے آپ کی تحویل میں دے کر اُس کی حفاظت چاہتے ہیں۔ شیران ہمارے لیے بھی ایک قیمتی شخصیت کا مالک ہے۔ بس اس سے زیادہ تفصیل ابھی آپ کو قطعی نہیں بتائی جا سکتی۔ امید ہے آپ مطمئن ہو جائیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ جناب۔" مارلینو نے جواب دیا اور پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جیکارڈ کے قتل کی اطلاع گریچر نے دی تھی اور یہ نئی اطلاع! یعنی ایڈی فورک بھی قتل ہو گیا مارلینو کے دل میں شیران کی محبت کے طوفان اُمنڈنے لگے۔ بہر طور اس کے بعد وہ بڑی بے چینی سے گریچر کا منتظر رہا تھا۔ گریچر اور میگنیشا بالآخر گانگ ہو پہنچ گئے۔ مارلینو نے اُن کا پُرتپاک استقبال کیا جب کہ وہ دونوں متفکر تھے۔

"تم دونوں کو علم ہے کہ جیکارڈ کے علاوہ اُس نے ایڈی فورک کو بھی قتل کر دیا ہے' ہاں۔ ان چار کتّوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ شیران کے ہاتھوں' جنھوں نے میری زندگی کو داغدار کیا تھا۔ جنھوں نے ایک مظلوم انسان پر ظلم کیا تھا۔ تم نے محسوس نہیں کیا گریچر اور میگنیشا کہ شیران ہمیں بھولا نہیں ہے وہ جو کچھ بھی ہے اُس کے بارے میں دعوے سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ شاید وہ دُنیا میں کسی کو نہیں چاہتا وہ ہر شخص کو دھوکہ دے سکتا ہے' ہر شخص کے ساتھ درندگی کر سکتا ہے کوئی بھی اُس کی راہ میں مزاحم ہو تو وہ اُسے نہ چھوڑتا لیکن میں اس بات کی تردید کرتا ہوں کہ وہ محبت کرنے والا نہیں ہے۔ وہ ایک ایسی ٹھوس چٹان ہے جس میں کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ جس مقصد کو اپنا لے وہ مقصد اُس کے ذہن میں کبھی فنا نہیں ہوتا۔ مجھے آج بے پناہ خوشیاں نصیب ہوئی ہیں۔ مجھے اس کی ترقی کی اطلاع ملی ہے جبکہ اس کے بارے میں اُلجھنوں کا شکار رہتے تھے اس بات کا بھی احساس ہوا ہے کہ وہ مارلینو کو نہیں بھولا' وہ روزمرہ زندگی کے مشاغل میں بھی مجھے یاد رکھے ہوئے ہے۔ اس نے جیکارڈ کو قتل کیا تم جانتے کتنے مفادات کو قربان کر کے تم یقین کرو میگنیشا کہ جیکارڈ معمولی شخصیت کا مالک نہیں تھا اور پھر اُس کے گھر میں جا کر قتل کرنا۔ ارے تم غور تو کرو کہ شیران کیا ہے؟ کوئی مقابل ہے اس کا' کوئی آس کے سامنے آ سکتا ہے مجھے جیکارڈ کو اُس نے اُس کے گھر جا کر قتل کیا۔ لاس اینجلس پر کا وہ بے تاج بادشاہ تھا۔ امریکی پولیس اُس کے پیچھے ہو گی' لیکن خدا کا شکر ہے کہ اُسے تحفظ مل گیا ہے۔" گریچر اور مارلینو کی اس کیفیت کو محسوس کر رہے تھے لیکن مارلینو کے الفاظ نے اُنھیں چونکا دیا تھا۔

"تحفظ مل گیا ہے میں سمجھی نہیں جناب۔" میگنیشا بولی۔

"ہاں۔ وہ اب محفوظ ہاتھوں میں ہے اور یقیناً حفاظت کی جائے گی کم از کم مجھے یہ اطمینان ضرور ہو گیا ہے کہ

اب وہ امریکی پولیس کے ہاتھ نہیں لگے گا۔"

"کیا اس سلسلے میں آپ تفصیلات بتانا پسند کریں گے جناب؟" میگنیشا نے پوچھا۔

"یوں سمجھ لو کہ وہ تنظیم کی پناہ میں آ چکا ہے حالانکہ اُس نے تنظیم کے خلاف کام کیا ہے لیکن یہ لوگ اُسے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں کیوں آخر کیوں؟" بمشکل تمام مارلینو نے مختصر الفاظ میں گریچر اور میگنیشا کو ایڈی فورک کے قتل کے بارے میں بتایا' ڈنر ٹیبل پر گفتگو ہوتی رہی اور بہت دیر تک یہ لوگ بیٹھے شیران کے بارے میں بات چیت کرتے رہے۔

مارلینو نے کہا "میں نے تمھیں اس لیے بلایا تھا کہ تمھیں فوری طور پر امریکہ روانہ کر دوں اور وہاں پر تم شیران کو تلاش کر کے مجھ تک لانے کی کوشش کرو لیکن اب اس پروگرام میں فوری طور پر تبدیلی پیدا کر دی گئی ہے مطمئن رہو شیران یقیناً ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔۔۔ بس یوں سمجھو کہ کچھ عرصہ گزر رہا ہے کہ وہ ہمارے پاس آ جائے گا۔"

"یہ خوشی کی بات ہے جناب' ویسے اگر آپ حکم دیں' تو ہم اب وہاں جا کر اُس کی نگرانی کریں اور اُسے تحفظ فراہم کریں۔۔۔؟" میگنیشا بولی۔

"نہیں گریچر میرا خیال ہے اب اس کی ضرورت نہیں ہے' تمھارا بہت بہت شکریہ اب آرام کرو۔" مارلینو نے کہا اور گریچر اور میگنیشا خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد مارلینو سے کچھ کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ دُوسرے دِن وہ گانگ ہو سے واپس چلے آئے لیکن مارلینو کے اضطراب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تنظیم شیران سے کیا دلچسپی رکھتی ہے اور اس سلسلے میں اب اُس کے ذہن میں شدید تجسس پیدا ہو چکا تھا وہ تنظیم کے ساتھ خلوصِ دِل سے شامل ہوا تھا اور جو اغراض و مقاصد اس کے سامنے آئے تھے اِن میں مارلینو نے اپنا کردار ادا کرنے میں بُرائی محسوس نہیں کی تھی لیکن تنظیم شیران میں اِس قدر دلچسپی کیوں لے رہی ہے؟ یہ جاننا ضروری ہے۔ اس کے لیے مارلینو نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے طور پر کام کرے گا یہ تک یہ کام تنظیم کے خلاف نہ ہوگا بلکہ اُس کی اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے سب کچھ کیا جائے گا اور اس کے لیے اس کا ذہن مناسب منصوبے بنانے لگا۔

★

شیران مر چکا تھا ان لوگوں کی زندگی میں وہ ایک گھر سے گھاؤ کی حیثیت رکھتا تھا اُس نے جو کچھ کیا تھا وہ درحقیقت نعمان خان اور بادشاہ خان کی پیشانی کا ایک ایسا بدنما داغ تھا کہ وہ جی تو رہے تھے لیکن زندگی سے شرمسار تھے۔

نعمان خان کا گھر اُجڑ چکا تھا۔ اس کی ماں بے بسی کی موت کا شکار ہوئی تھی۔ اس کی چاروں بہنیں شیران کی دیوانگی کی بھینٹ چڑھ چکی تھیں اور ایک آخری گھاؤ شیران نے یہ لگایا تھا کہ نعمان خان کے ایک بھائی کی زندگی اس کے ہاتھوں فنا ہو گئی تھی۔ نعمان خان درحقیقت اب اپنے آپ کو بے حد کمزور محسوس کرنے لگا تھا اور اس وقت جب اُس کا بھائی قتل ہو گیا تھا تو اُس نے اپنی زندگی ہی ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن جو کچھ ہوا بروقت ہوا۔ شیران اُس کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اب یہ حقیقت تو کچھ اور ہی لوگوں کو معلوم تھی کہ اصل میں کیا ہوا ہے لیکن نعمان خان مطمئن ہو گیا تھا۔

بادشاہ خان خود بھی زخموں سے چُور تھا جو پروگرام اُس نے ترتیب دیا تھا وہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا تھا۔ پہاڑوں میں جا کر شیران خان کی لاش کی تشہیر نہیں کی جا سکی لیکن بہر طور ایک دُشمن کا خاتمہ ہو گیا تھا اور اب جب کبھی پہاڑوں میں واپس لوٹا جائے گا تو شیران کی کہانیاں سُنائی جا سکتی تھیں۔

بہر طور تنظیم کے مفادات کی نگرانی کرتے ہوئے بادشاہ خان کا اپنا کاروبار بھی جاری تھا اور اُسے کوئی دِقت نہیں ہو رہی تھی۔ تنظیم نے اُسے ہندوستان میں سربراہ بنا کر بھیج دیا تھا اور نعمان خان کے بارے میں جو فیصلہ پہلے کیا گیا تھا اُسے منسوخ کر کے مارلینو کو ان علاقوں میں متعین کر دیا گیا تھا۔ بادشاہ خان کو اس بارے میں اطلاع تھی۔ مارلینو اس کے ذہن میں تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ بادشاہ خان کے ذہن میں ایک چور بھی تھا۔ اُسے مارلینو اچھی طرح یاد تھا' اور اُس کی تنظیم میں شمولیت پر بادشاہ خان نے کچھ اعتراض بھی کیے تھے جنھیں مسترد کر دیا گیا اور سختی سے یہ بات کہہ دی گئی تھی کہ تنظیم کے معاملات میں کسی کی رخنہ اندازی پسند نہیں کی جا سکتی چنانچہ بادشاہ خان خاموش ہو گیا تھا۔ مارلینو سے اُس کی کوئی پرخاش نہیں تھی بس ایک احساس اُس کے ذہن میں تھا جس کے تحت وہ کسی قدر خائف رہتا تھا۔

زندگی کی طویل دوڑ لگانے کے باوجود بادشاہ خان کے انداز میں وہ تھکن نہیں پیدا ہو سکی تھی جو عمر کا تقاضا ہوتی ہے۔ وہ اب بھی اتنا ہی مستعد' اتنا ہی چاق و چوبند تھا' اُس کا ذہن صحیح طور پر کام کرتا تھا اور وہ مناسب فیصلے کر سکتا تھا۔

تنظیم کی طرف سے دی گئی مراعات کے تحت نعمان خان سے

وہ تمام کام بے جا سکتے تھے جنھیں پُورا کرتے ہُوئے بادشاہ خان کو کس قدر اُلجھنوں سے گزرنا پڑتا تھا، چنانچہ اس انداز میں تکلیم کے لیے وہ دونوں ہی بہترین انداز میں کام کر رہے تھے اور کوئی دقت درمیان میں نہیں تھی۔ زندگی کے ایک بڑے معاملے سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ خان نے نعمان خان کے بارے میں سوچا کہ اب اُسے حقیقت کے راستوں کی جانب گامزن کیا جائے چنانچہ اس سلسلے میں اُس نے تگ و دو شروع کر دی۔ نعمان خان کا ذہنی جائزہ لیا گیا تو بادشاہ خان کو احساس ہُوا کہ وہ ایک پژمردہ انسان ہے اور جب بادشاہ خان نے اپنی سی کوششیں اس سلسلے میں کیں تو نعمان خان کھُل کر سامنے آ گیا۔ اُس نے بڑے سادا سے لہجے میں بادشاہ خان سے کہا "بابا خان۔ مَیں نے اپنی زندگی کا ایک مقصد بنایا ہُوا تھا۔ میری بدنصیبی ہے کہ مَیں اپنے ایک بھائی کو بھی کھو کر بیٹھا۔ اس کے بعد سے زندگی کی عام تفریحات سے دل اُچاٹ ہو گیا ہے۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ خاموشی سے اسی طرح اپنا کام پُورا کرتا رہوں۔"

"تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو نعمان خان! بے شک وہ تمھارے اپنے سلوانے کے مطابق صحیح ہو گا لیکن تمھارے خاندان کا ایک بزرگ ہو کر مَیں اپنے فرائض سے غافل نہیں رہ سکتا۔"

"تو پھر آپ کا کیا حکم ہے بابا خان؟"

"مَیں چاہتا ہُوں کہ تمھیں زندگی کے ان راستوں کی طرف گامزن کر دُوں جو ہمارے آبا و اجداد کے راستے تھے اور جن سے گزر کر یہ دُنیا اپنی منزل تک پہنچتی ہے۔"

"یعنی؟"

"مَیں تمھاری شادی کرنا چاہتا ہُوں۔"

"بابا خان اس سلسلے میں آپ کا کیا ارادہ ہے؟"

"جہالت کی رسموں سے ہٹ کر میں تمھیں اس کا موقع دیتا ہُوں نعمان خان کہ تم مجھے اپنی پسند سے آگاہ کر دو۔ میں تمھاری پسند کا احترام کروں گا۔"

"بابا خان بدنصیبی نے مجھے اتنی مُہلت ہی نہیں دی کہ مَیں اس سلسلے میں کوئی صحیح فیصلہ کر سکتا لیکن ایک لڑکی میری طرف مائل ہُوئی تھی اور اپنا سب کچھ لُٹا بیٹھی میرے لیے۔ میرے دل میں اس کے لیے گداز ہے۔"

"کون تھی وہ۔ کون ہے؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"ڈاکٹر برشر کی بیٹی آئیوی جو اب اس دُنیا میں تنہا رہ گئی ہے جو صرف میرے لیے اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آئی تھی اور جس نے میرے لیے بہت بڑی قربانی دی ہے۔" بادشاہ خان کی آنکھوں میں خوشی کے آثار نظر آنے لگے پھر وہ بولا "تو باظرف ہے نعمان خان بلاشبہ تو بڑا ہے اور تیری بڑائی پر جس کی گردن غرور سے تن جائے گی وہ بادشاہ خان کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ مَیں آئیوی کو طلب کر لیتا ہُوں تُو مطمئن رہ۔ مَیں تیری شادی اس سے کروں گا۔" نعمان خان خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد کی کارروائیاں بادشاہ خان کی ذمہ داری تھی، چنانچہ بادشاہ خان نے اس سلسلے میں عمل کا آغاز کیا۔ آئیوی کو ایک بار پھر طلب کر لیا گیا اور وہ ہندوستان آ گئی۔

نعمان خان نے آئیوی کو دیکھا تو اُسے بہت دُکھ ہُوا، وہ پہلے جیسی نہ رہی تھی۔ پہلے وہ پھُول کی طرح شگفتہ تھی۔ کھِلے ہُوئے پھُول کی طرح یہ لڑکی اسے پہلے بھی پسند آئی تھی۔ جب اُس نے پہلا بار اُسے دیکھا تھا۔ بڑے دلچسپ حالات میں ان دونوں کی ملاقات ہُوئی تھی۔ نعمان خان کو وہ ساری باتیں یاد آ گئیں۔ آئیوی بادشاہ خان کی طلب پر یہاں پہنچی تھی اور بادشاہ خان اُس کے باپ کا دوست تھا لیکن اُسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اُسے کیوں طلب کیا گیا۔

پہلی ملاقات بادشاہ خان ہی نے اُس سے کی تھی۔

"تمھارے مشاغل کیا ہیں؟"

"کچھ نہیں انکل خان۔ بس زندگی گزار رہی ہُوں۔"

"تم نے شادی کیوں نہیں کی؟"

"دل نہیں چاہا انکل خان اور نہ ہی آئندہ ایسا کوئی ارادہ"

"مگر بیٹے یورپ کے اصول بلاشبہ ہمارے ہاں سے بڑے مختلف ہیں۔ وہاں کسی کے ذہن پر کوئی بوجھ نہیں ہوتا، لڑکیاں اپنی مرضی سے شادی کر لیتی ہیں اور والدین ان شادیوں کو قبول کر لیتے ہیں لیکن کیا تم اپنے انکل خان کی پہاڑی رسموں سے واقف ہو؟"

"ہاں انکل خان میں نے آپ لوگوں کے بارے میں بہت کچھ پڑھا ہے۔"

"کیا تم یہ جانتی ہو بیٹے کہ ہمارے ہاں لڑکیوں اور لڑکوں کی شادی کس طرح کی جاتی ہے؟"

"بہت ہی دلچسپ انداز میں بلکہ بعض اوقات مَیں نے سُنا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہوتا، جو لوگ شادیاں کر رہے ہیں آپس میں ایک دُوسرے کو جانتے ہوں۔ یہ سارے معاملات اُن کے والدین طے کرتے ہیں اور وہ خوشی سے ساری زندگی کے لیے ساتھی کو قبول کر لیتے ہیں۔"

"ہاں۔ بالکل سچ ہے یہ اور شاید تمھیں اس بات کا علم ہو کہ والدین کی مرضی سے منتخب کیے ہوئے ساتھی ان نوجوان لڑکوں

اور لڑکیوں کے لیے نہایت موزوں ثابت ہوتے ہیں اور وہ پُوری زندگی بڑی خوشی سے گزارتے ہیں۔"

"اس بات پر مجھے ہمیشہ حیرت رہی ہے۔"

"تم پہاڑوں کے ماحول کو دیکھو گی تو تمھیں واقعی بہت تعجب ہو گا۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ ایک بار تم میرے اپنے وطن کو بھی دیکھو۔"

"میرے دل میں بڑی خواہش ہے انکل خان لیکن یہ کس طرح پُوری ہو سکتی ہے؟"

"مَیں کوشش کروں گا، کہ تمھاری یہ خواہش پوری ہو جائے اور اب مَیں تم سے ایک سوال بھی کرنا چاہتا ہُوں۔"

"جی انکل خان۔"

"تمھارے باپ کا انتقال ہو چکا ہے، وہ ہمارے درمیان نہیں ہے اگر مَیں پہاڑوں کی رسمیں تم پر مسلط کروں تو کیا تم اپنے بُوڑھے انکل خان کی بات کا مان رکھ لو گی؟"

"انکل خان"۔ آئیوی کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ "مَیں نے اپنے آپ کو ڈیڈی کی موت کے بعد بڑا تنہا محسوس کیا ہے۔ مَیں سہاروں سے محروم ہو گئی ہُوں، ممکن ہے ذہنی طور پر مَیں بھی پسماندہ ہُوں اور اپنے وطن کے قوانین سے متفق نہ ہو سکی ہُوں، لیکن انکل خان مَیں نے ہمیشہ ایک خواہش سی محسوس کی ہے اپنے دل میں۔ یہ تنہائی اور خود مختاری کی زندگی مجھے کبھی پسند نہیں آئی، مَیں نے اپنے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں تو کسی کو اس جگہ نہ دیکھا، جہاں میرے ڈیڈی تھے اور اس کے بعد مایوسیوں کے علاوہ میری زندگی میں کچھ نہیں رہا۔ اگر آپ۔ انکل خان اگر آپ میری سرپرستی کریں گے تو یوں سمجھیے کہ مجھے ایک نئی زندگی مل جائے گی۔"

"جو کچھ مَیں کہوں گا، اُسے ماننے میں تمھیں کوئی اُلجھن تو نہیں ہو گی آئیوی؟"

"نہیں انکل خان۔ مَیں اپنی زندگی کے اس خلا کو پُر کرنا چاہتی ہُوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے مَیں تمھیں واپس نہیں جانے دُوں گا، تم میرے ساتھ رہو گی۔"

"مجھے خلوصِ دل سے یہ بات قبول ہے انکل خان! اگر آپ کو میری موجودگی بوجھ نہ محسوس ہو تو مَیں ساری زندگی آپ کے ساتھ گزارنا چاہتی ہُوں۔"

"تنہا نہیں۔ مَیں تو بُوڑھا آدمی ہُوں، پتہ نہیں کس وقت موت مجھے پکارے اور مَیں یہاں سے چلا جاؤں، مَیں تمھیں ایک ایسا مضبوط سہارا دینا چاہتا ہُوں جو عرصہ دراز تک تمھارا ساتھ دے سکے میرے دیے ہُوئے سہارے کو تم قبول کر لو گی؟"

"مَیں نہیں سمجھی انکل خان۔"

"نعمان خان بہت اچھا لڑکا ہے۔ ذہین، زیرک اور مطمئن کُن، مَیں چاہتا ہُوں کہ تمھاری شادی اُس کے ساتھ کر دُوں۔" بادشاہ خان کے الفاظ پر آئیوی بھونچکی رہ گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے بادشاہ خان کو دیکھتی رہی اور پھر اُس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسرّت اُبھر آئی۔

"سنو۔ ہمارے ہاں یہ رسم بھی ہے کہ اگر لڑکیاں اپنے بزرگوں سے کچھ کہنا چاہتی ہیں تو الفاظ میں نہیں کہتیں بلکہ اُن کے سامنے گردن جھکا دیتی ہیں۔ اگر تمھیں میرا فیصلہ منظور ہے تو اپنی گردن خم کر دو۔"

آئیوی آگے بڑھ کر بادشاہ خان کے سینے سے لپٹ گئی تھی۔

"انکل خان۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔" بادشاہ خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی لیکن آئیوی کے انداز میں اب بھی بے چینی پائی جاتی تھی۔ بادشاہ خان نے اس بے چینی کو سمجھا اور پھر بولا۔

"جاؤ نعمان خان سے مل لو وہ یہیں موجود ہے۔"

نعمان خان اس وقت اپنی آرام گاہ میں بیٹھا ہُوا خلا میں گھُور رہا تھا۔ حسین ترین علاقے کے حسین ترین مناظر اُس کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ پرو جکٹ کی چمنیوں سے دُھواں نکل رہا تھا اور دھوئیں کے یہ مرغولے فضاؤں میں گم ہوتے ہوئے عجیب سے لگ رہے تھے۔ ان کجلائے ہُوئے دُھندلکوں میں نعمان خان کو نہ جانے زندگی کی کون کون سی کہانیاں یاد آ رہی تھیں کہ آئیوی اُس کے پاس پہنچ گئی۔ اُس کے آنے کی اطلاع نعمان خان کو مل چکی تھی، لیکن ابھی تک اُس کی ملاقات آئیوی سے نہیں ہُوئی تھی۔ اُس نے آئیوی کے قدموں کی آہٹ پر گردن گھُما کر اُسے دیکھا اور پھر اُس کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا۔ آئیوی مسکراتی ہُوئی نعمان خان کے قریب پہنچ گئی تھی، وہ اجنبی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ ان آنکھوں میں محبت کا ایک سمندر موجزن تھا۔ چند لمحات وہ خاموشی سے کھڑی نعمان خان کو گھُورتی رہی پھر آگے بڑھی اور اُس کے قریب پہنچ گئی۔

"تمھاری صحت پہلے سے بہتر نظر آ رہی ہے۔"

"ہاں۔" نعمان خان نے کہا۔

"میرے آنے پر تمھیں حیرت نہیں ہُوئی؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ مجھے تمھارے آنے کی اطلاع تھی۔"

"اوہ۔ انکل خان نے تمھیں میرے یہاں آنے کی وجہ بھی بتادی ہوگی"

"بتادی تھی"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو نعمان خان، اس کے باوجود تم نے انکل خان کو اس سے نہیں روکا"

"بیٹھ جاؤ آئیوی، بیٹھو پلیز" نعمان خان نے کہا اور آئیوی بیٹھ گئی۔

"کیا تم بابا خان سے مل چکی ہو؟"

"ہاں"

"اُنھوں نے تم سے گفتگو بھی کی ہے"

"ہاں۔ باتیں کر رہے تھے"

"کیا انھوں نے تمھیں یہ بھی بتایا کہ اُنھوں نے تمھیں کس لیے طلب کیا ہے؟"

آئیوی چند لمحات خاموش رہی پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔ وہ بتا چکے ہیں"

"آئیوی تمھارے ساتھ ماضی میں جو کچھ ہوا ہے۔ اس کے بعد میں اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ تم مجھے خوشی سے قبول کرلو گی۔ اس دوران آئیوی میں نے تمھارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کی چونکہ مجھے اپنے اندر کمی کا احساس تھا۔ مجھے یہ احساس تھا کہ میں نے کبھی تمھاری پذیرائی نہیں کی اور اس کے بعد میں خود کو اس قابل نہیں سمجھ پاتا تھا کہ تمھیں اپنا مقصد پورا ہو جانے کے بعد پریشان کروں، اب بھی تمھیں مکمل طور پر آزادی ہے کہ اگر تم مجھے اس قابل سمجھو کہ بابا خان نے جو بات کہی ہے اس پر تم عمل کر سکو تو مجھے بے پناہ مسرت ہوگی لیکن اگر تم ماضی کی روشنی میں اس بات کو ناپسند کرو گی تو یقین کرو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا"

"رومانی گفتگو میں نہیں کر سکتی نعمان خان، نہ ہی مجھے کوئی جذباتی گفتگو کرنا آتی ہے۔ میں شاید اپنے وطن کے رہنے والوں سے بہت مختلف طبیعت کی مالک ہوں اور شاید یہ اس لیے ہے کہ میری تقدیر میں پہاڑ لکھے ہوئے تھے۔ پہاڑوں کی دُلہن بن کر مجھے بے حد مسرت ہوگی۔ یہ میری دلی آرزو ہے، تھی اور رہے گی۔ پوری ہو جائے تو میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھوں گی اور نہ پوری ہوئی تو میں ان یادوں کے ساتھ باقی زندگی بسر کروں گی"

نعمان خان فرطِ مسرت سے کھڑا ہو گیا۔ اُس نے پُرجوش انداز میں کہا "آئیوی۔ تم سچ کہہ رہی ہو"

"ہاں نعمان خان میں جھوٹ نہیں بولتی"

"تو پھر یُوں سمجھو کہ ہماری زندگی خوشگوار لمحات سے دوچار ہونے جا رہی ہے۔ آئیوی تمھیں اپنی زندگی میں شامل کر کے مجھے بے پناہ مسرت ہوگی۔ میں اب یہ بات کہنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ میں نے زندگی میں سب سے پہلی بار صرف تمھاری جانب اس انداز میں دیکھا ہے اور دل میں ہمیشہ تمھارے لیے گدگداہٹیں ہوتی رہی ہیں لیکن حالات نے کبھی اس کی اجازت نہیں دی تھی اور اب حالات میرے حق میں آچکے ہیں اور آئیوی میری تحویل میں"

آئیوی ہنسنے لگی تھی۔

نعمان خان کا ارادہ بادشاہ خان کو بہت جلد معلوم ہو گیا اور کچھ عرصے بعد بادشاہ خان نے نہایت سادگی کے ساتھ ان دونوں کو ایک دُوسرے کی زندگی میں شامل کر دیا۔

حسین ترین لمحات نعمان خان کی زندگی میں شامل ہو گئے تھے۔ آئیوی ایک بہت ہی ذمے دار شخصیت کی مالک تھی، اُس نے نعمان خان کی ذہنیت سمجھ کر اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اس شادی سے پہلے اُس نے نعمان خان کا مذہب بھی قبول کر لیا تھا۔ اور نعمان خان نے اس کا نام پشمینہ رکھا تھا۔ یہ پہاڑی نام نعمان خان کو ہمیشہ سے پسند تھا۔ آئیوی بھی اس نام کا تلفظ ادا کرنے میں بڑی مسرت محسوس کرتی تھی جسے وہ کافی عرصے تک صحیح طور پر ادا نہیں کر سکی تھی۔

وقت کچھ اور گزر گیا۔ نعمان خان اپنا ایک بھائی کھو بیٹھا تھا لیکن یہ کمی پُوری ہو گئی۔ ایک خوبصورت ننھا منا سا بچہ آئیوی نے اس کے بازوؤں میں دے دیا اور نعمان خان فرطِ مسرت سے جھوم اُٹھا۔ اس کے باقی بھائی بھی خوشی سے پاگل ہو گئے تھے اور ننھا نوریز اُن کے لیے مسرتوں کا پیغامبر تھا۔ سات طاقتور اور جنگجو جوانوں کے بازوؤں میں نوریز پروان چڑھنے لگا اور وقت کی گردش اُسی رفتار سے جاری رہی۔

نوریز قدموں چلنے لگا تھا پھر وہ باتیں بھی کرنے لگا۔ آئیوی اور نعمان خان بھی بے پناہ خوش تھے، اس ننھے مہمان کی آمد کے بعد اُن کی زندگی میں کچھ اور مسرتیں آگئی تھیں۔ پہاڑوں کا ذکر اکثر ہوتا تھا اور آئیوی کی وہ خواہش اب تک برقرار تھی۔

حالات چونکہ معمول پر تھے اور کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کی وجہ سے نعمان خان کو اس سلسلے میں مشکلات درپیش آتیں، چنانچہ اُس نے پہاڑوں میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ بہت عرصے تک وہ یہاں زندگی گزار چکا تھا لیکن اب صُورتِ حال بالکل

مُناسب تھی اور اُسے وہاں جانے میں کوئی دقت نہیں تھی۔۔۔

بادشاہ خان تنظیم کے کام بخیر و خوبی کنٹرول کر رہا تھا اور اس تمام عرصے میں اسے کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی تھی جس کی وجہ سے وہ نعمان خان کی ضرورت شدت سے محسوس کرتا، چنانچہ ایک بار نعمان خان نے اس سلسلے میں بادشاہ خان سے اجازت طلب کی۔ بادشاہ خان کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"میں خود بھی چاہتا تھا نعمان خان کہ ننھے نوریز کو پہاڑوں سے روشناس کراؤ کہیں یُوں نہ ہو کہ اس دُنیا میں آنکھ کھولنے کے بعد وہ چٹانوں کی سختیوں کو بھول جائے، ہماری دُنیا وہی ہے نعمان خان اور پچھلے دنوں سے میں تھمانہ کے بارے میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں۔ تھمانہ اپنے سردار سے محروم ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ میں نے جن لوگوں کو وہاں متعین کیا ہے وہ بخیر و خوبی تھمانہ کا وقار بلند رکھے ہوئے ہیں اور کوئی ایسی بات نہیں جو باعث پریشانی ہو، لیکن میری خواہش ہے کہ اب تم پہاڑوں میں جا کر وہاں کا اقتدار سنبھال لو"

"میں تیار ہوں بابا خان لیکن تنظیم کو تو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا"

"بہتر یہ ہوگا کہ میں وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ سے اس سلسلے میں ہدایات حاصل کر لوں" بادشاہ خان نے کہا اور نعمان خان اس بات کے لیے تیار ہو گیا۔ بادشاہ خان نے وائٹ تھری ایٹ ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کیا اور اس سلسلے میں اجازت مانگی تو دُوسری طرف سے اُس سے کہا گیا کہ وہ کچھ انتظار کرے۔ اس کے بعد اُسے اطلاع دے دی جائے گی کہ وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ نے اس سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہے۔ بادشاہ خان اس فیصلے کا انتظار کر رہا تھا اور یہ انہی دنوں کی بات ہے۔

بادشاہ خان کو جب بھی فُرصت ملتی وہ اپنے ساتھیوں سے بھی رابطہ قائم کر لیتا، چنانچہ ایک کاروباری مسئلے میں اسے بن حاتم سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔ بن حاتم مشرقِ وسطیٰ میں اپنے کام جاری رکھے ہوئے تھا۔ جب اُس سے بادشاہ خان کا رابطہ قائم ہوا تو اُس نے کچھ حیرت انگیز انکشافات کیے۔ "بادشاہ خان، یُوں لگتا ہے جیسے تم اب بڑھاپا تسلیم کر چکے ہو۔ تمھاری معلومات انتہائی ناقص ہیں" ایڈی فورک اور جیکارڈ کی خیریت پوچھنے کے جواب میں بن حاتم نے کہا۔

"کیوں خیریت۔ کیا بات ہے، میری معلومات کیسے ناقص ہیں؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"کیا تمھیں علم نہیں کہ ایڈی فورک اور جیکارڈ شیران کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ وہی قبائلی جوان جو مارلینو کا دست راست بن گیا تھا" بادشاہ خان پر ایک لمحے کے لیے شدید حیرت کا حملہ ہوا، اُسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا، چنانچہ اُس نے بن حاتم سے کہا "میں اب تمھاری معلومات کو ناقص قرار دے سکتا ہوں، بن حاتم یہ کیسے کہہ سکتے ہو تم کہ جیکارڈ اور ایڈی فورک ہلاک ہو گئے اور ان کا قاتل شیران تھا؟"

"اس لیے کہ جیکارڈ کے بارے میں تمام تر تفصیلات امریکی اخبارات میں چھپی ہیں۔ وہ قبائلی نوجوان جس کا نام شیران تھا اس کا قاتل تھا اور اُس نے جیکارڈ کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ ایڈی فورک کے قتل کی اطلاع مجھے نہیں مل سکی تھی۔ میں نے اس سلسلے میں ایڈی فورک سے رابطہ قائم کیا تو آسٹریلیا سے مجھے اس سلسلے میں مزید معلومات فراہم ہوئیں۔ ایڈی فورک بھی ایک مہم کے دوران شیران کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بارے میں تمام شواہد ان لوگوں کے پاس موجود ہیں"

"مگر یہ شیران کون تھا؟" بادشاہ خان نے پریشان لہجے میں کہا۔

"قبائلی نوجوان۔ وہ جو مارلینو کے نام پر ہینڈرک اور برشیو کا قتل کر چکا ہے اور بادشاہ خان اُس نے مارلینو کے مزید دو دُشمنوں کو قتل کر دیا، اب تو مجھے یُوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی نہ کسی دن وہ ہم تک بھی پہنچ ہی جائے گا"

"اوہ۔ بکواس۔ بکواس۔ تمھاری معلومات انتہائی احمقانہ ہیں۔ میں تمھاری اطلاع کے لیے تمھیں یہ بتا دُوں کہ شیران کو ہم نے قتل کر دیا ہے۔ اس سے ہماری خاندانی دُشمنی چل رہی تھی اور میں تمھیں اس بارے میں ایک بار بتا بھی چکا ہوں، جب یہ تم نے کوئی توجہ نہیں دی" بادشاہ خان جھلا رہا تھا۔

"ہاں۔ مجھے یاد ہے بادشاہ خان بنکاک میں ہماری تمھاری مُلاقات ہوئی تھی اور تم نے پیش کش کی تھی کہ ہم سب مل کر شیران کو ہلاک کر دیں اور اس پر ہم نے کہا تھا کہ جب اس کے ہاتھ ہم تک پہنچے تو ہم اُسے دیکھ لیں گے لیکن یُوں محسوس ہوتا ہے، جیسے تمھاری بات نہ مان کر ہم نے غلطی کی تھی۔ شیران نے ہم میں سے دو کو کم کر دیا"

"مگر۔ مگر وہ مر چکا ہے"

"وہ زندہ ہے بادشاہ خان اور آج تک لاپتہ ہے، تم کیا سمجھتے ہو، کیا ایڈی فورک کے ساتھی اتنے ہی احمق ہیں کہ وہ

شیران کو نظر انداز کر دیں گے۔ وہ چپّے چپّے پر اُس کی تلاش میں سرگرداں ہیں لیکن شیران آج تک کسی کی نگاہوں میں نہیں آسکا۔"

"اوہ۔ اوہ۔ بن حاتم۔ ایک بار پھر غور کر لو۔ ایک بار پھر اس سلسلے میں تصدیق کر لو۔"

"میں تصدیق کر چکا ہوں، بادشاہ خان بہر طور یہ سُناؤ کہ کاروباری معاملات کیسے چل رہے ہیں، بہت عرصے سے ہمارے تمھارے درمیان کوئی کاروبار نہیں ہوا۔ یُوں لگتا ہے جیسے یا تو تم اس کاروبار سے کنارہ کش ہو گئے ہو یا پھر محدود۔"

"ٹھیک ہے بن حاتم۔ میں تم سے پھر کسی مناسب وقت پہ کاروباری گفتگو کروں گا۔ اس وقت تم مجھے اجازت دو۔"

"اوہ کیا بات ہے۔ کیا شیران کا بھوت تم پر بھی سوار ہو گیا ہے۔ یقیناً وہ ایسی ہی شخصیت ہے کہ لوگوں کو پریشانی کا شکار کر دے۔ اچھی بات ہے جب بھی تم چاہو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔" بن حاتم نے جواب دیا اور ان دونوں کے درمیان سلسلۂ گفتگو منقطع ہو گیا۔ بادشاہ خان کا چہرہ خون کی طرح سُرخ ہو گیا تھا۔ یہ اطلاع اُس کے لیے کسی بم کے دھماکے سے کم نہ تھی، اُسے اپنا وجود بے حد ہلکا محسوس ہو رہا تھا شیران تو مر چکا تھا، یہ کیسے ممکن ہے، پھر بھلا اُس کے ہاتھوں اینڈی فورک اور جیکارڈ کا قتل کیسے ممکن ہے۔ کیا کیا جائے اِس سلسلے میں کس طرح معلومات حاصل کی جائیں، کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ بہر طور وہ پُورا دن اِس سلسلے میں پریشان رہا۔ اگر شیران زندہ ہے تو آخر کس طرح! وہ کون تھا جو شیران کا ہمشکل تھا۔ یہ سب کچھ کیا تھا، کیا ہے یہ سب کچھ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ مارلینو سے اس سلسلے میں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں لیکن مارلینو کس طرح ہاتھ لگے گا۔ بادشاہ خان مارلینو کے بارے میں تفصیلات سُن چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مارلینو بہت بڑی قوت حاصل کر چکا ہے لیکن اس سلسلے میں اس کا بادشاہ خان کیا کر سکتا ہے۔ اس کی کوئی ترکیب اس کی سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ ایک بار پھر اُس نے اپنا معاملہ تنظیم سے کرنا چاہا کیونکہ پہاڑوں میں اس وقت جب بادشاہ خان شیران کی تلاش میں قتلِ عام کرانا چاہتا تھا تنظیم کے ارکان نے اُسے روک دیا تھا اور یہ وعدہ کیا تھا کہ شیران کا مسئلہ تنظیم اپنے ہاتھ میں لے لے گی۔

چنانچہ یہ معاملہ مسلسل ٹلتا رہا تھا اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ بادشاہ خان نے بارہا اس سلسلے میں تنظیم کو یاد دہانی کرائی تھی لیکن تنظیم نے اس سلسلے میں کوئی مؤثر اقدام نہیں کیا تھا اور اُسے دلاسے دیے جاتے رہے تھے۔ ایک بار پھر وہ... وائی تھری ایٹ سے اس بارے میں شکایت کرنا چاہتا تھا اور اس کی اِمداد سے شیران کو اپنے قبضے میں لینے کا خواہشمند تھا۔ اس کا ایک ہی منصوبہ اس کے ذہن میں تھا اور وہ یہ کہ مارلینو کے ذریعے شیران کو قابو میں کیا جائے۔

ہر چند کہ اُس کا ذہن اَب بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا کہ شیران زندہ ہے، چونکہ شیران کو نعمان خان نے قتل کیا تھا اور اتنے عرصے کے بعد اُس کی زندگی کا یہ ثبوت کس طرح مل گیا!

بہر طور نعمان کے سلسلے میں بھی اُسے وائی تھری ایٹ سے گفتگو کرنا تھی۔ وہ صبر و سکون سے انتظار کرتا رہا لیکن یہ صبر کرنے کے لیے اُسے بے پناہ مشکلات سے گُزرنا پڑا تھا، نعمان خان کا مسئلہ ذرا سنگین نوعیت کا تھا۔ اس کی زندگی میں جو خوشیاں آگئی تھیں اور جس طرح وہ مطمئن و مسرور تھا۔ وہ شیران کی زندگی کی خبر سے تباہ ہو سکتی تھیں اور نعمان خان ایک بار پھر اذیتوں کی اس وادی میں پہنچ سکتا تھا۔ جہاں سے نکالنے کے لیے بادشاہ خان کو بڑی تگ و دو کرنا پڑی تھی۔ وائی تھری ایٹ کی جانب سے یہ پیغام غالباً تیسرے دن موصول ہوا تھا۔ اِطلاع ملنے پر بادشاہ خان ٹرانسمیٹر کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے اس وقت تک اِس لیے صبر کیا تھا کہ وائی تھری ایٹ کی طرف سے کوئی گفتگو ہو تو بادشاہ خان اس سلسلے میں کام کرے۔

رابطہ قائم ہونے کے بعد رسمی گفتگو ہوئی اور پھر وائی تھری ایٹ نے کہا: "بادشاہ خان تمھاری درخواست پہ غور کیا گیا اور ہمیں اس بات پہ کوئی اعتراض نہیں ہے کہ نعمان خان کو پہاڑوں میں واپس بھیج دیا جائے بلکہ بہتر یہ ہو گا کہ نعمان خان وہاں تمھارے قائم مقام کی حیثیت سے سرداری سنبھال لے اور اپنی بیوی بچے کے ساتھ وہاں قیام کرے۔ تمھیں نعمان خان کے سپرد کچھ ذمے داریاں کرنی ہیں۔ اُن کی تفصیلات بہتر طریقے سے نوٹ کر لو تاکہ کوئی بات ایسی نہ رہ جائے جس میں اعتراض کی گنجائش پیدا ہو سکے۔"

"جی۔ کیا حکم ہے؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"بادشاہ خان تنظیم کے کسی بھی رُکن کو تنظیم کی نگاہوں سے اوجھل رہ کر زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہوتی اور تم نے اپنی آدھی زندگی تنظیم کی وفاداریوں میں صرف کر دی ہے۔ ہم اِس بات کو بھی خلوصِ دِل سے تسلیم کرتے ہیں۔ تنظیم اپنے وسیع تر مفادات حاصل کرنے کے لیے پہاڑوں میں جو کارروائی کرنا

چاہتی ہے اُس کے لیے ہمیں تم جیسے اور نعمان خان جیسے ذہین افراد کی ضرورت ہے۔ یہ بات بھی تم سے کہی جا چکی ہے کہ اس کے بعد جو حیثیت حاصل ہو گی اُس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ تنظیم کے اغراض و مقاصد پُورے ہونے کے بعد یُوں سمجھو کہ ایک طرح سے وہاں تمھاری حکومت ہو گی اور تم اِن علاقوں کے مطلق العنان شہنشاہ کی مانند وہاں رہو گے لیکن کوئی بھی بڑی حیثیت حاصل کرنے کے لیے بے شمار قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور ہم تمھیں اپنی پرکھ پر مطمئن پاتے ہیں۔ نعمان خان سے کہو کہ وہاں رہ کر وہ اپنے قابلِ اعتماد ساتھیوں اور بھائیوں کی سرکردگی میں قبائل کی قوت کا جائزہ لے اور اُن کے رجحانات کا پتہ لگائے۔ نعمان خان کو وہاں اس حکومت کے خلاف زہر پھیلانا ہے جو ان پہاڑوں کی نگران ہے، ہر چند کہ تمھارے علاقے آزاد ہیں اور نزدیکی حکومت وہاں پہ تمھیں لوگوں کی اجازت سے مداخلت کرتی ہے لیکن اَب پہاڑوں میں یہ رُجحان شدت اختیار کر لینا چاہیے کہ وہ حکومت پہاڑی قبائل کے لیے نقصان دِہ ہے اور اس کی دسترس اِن علاقوں سے ختم ہونی چاہیے۔ چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہنی چاہئیں اور آزاد حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں رہنا چاہیے۔ یہ نعمان خان کی ذمے داری ہو گی۔ یُوں سمجھو کہ اُسے پہاڑوں میں رہنے کی اجازت دی جا رہی ہے لیکن تنظیم کے مقاصد کو پُورا کرنے کے لیے ہم یہ چھوٹی موٹی کارروائیاں شروع کر دینا چاہتے ہیں تاکہ بڑے آپریشن کے لیے زمین تیار کی جا سکے۔"

"جو کچھ حکم دیا گیا ہے اُس کی مکمل طور سے تعمیل ہو گی۔ اِس سلسلے میں مجھے جن مراعات کی ضرورت ہو گی، میں تنظیم کو ان کے بارے میں اطلاع دے دُوں گا۔"

"بالکل ٹھیک ہے، تمھیں وہاں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی، میرا مقصد ہے نعمان خان کو۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اِس کے علاوہ میں کچھ ذاتی گفتگو بھی کرنا چاہتا ہُوں۔"

"ہاں کہو، بادشاہ خان۔"

"شیران زندہ ہے۔" بادشاہ خان نے کہا اور دوسری طرف چند لمحات خاموشی چھا گئی۔

"غالباً تم ایک امریکی شخص جیکارڈ کی موت کے بارے میں کچھ سُن چکے ہو اور شیران کی نشان دہی وہیں سے ہوئی ہے۔"

"نہ صرف جیکارڈ بلکہ میرا ایک اور ساتھی اینڈی فورک بھی شیران کا شکار ہُوا ہے جناب۔"

"یہ اطلاع تمھیں کہاں سے ملی بادشاہ خان؟" پوچھا گیا۔

"میرے دوست بن حاتم نے جو ہم آٹھ افراد کے گروہ میں شامل ہے، مجھے یہ اطلاعات دی ہیں۔ بات دراصل بہت دُور تک جاتی ہے جناب اور مجھے تنظیم سے شکایت ہے۔ اس وقت جب شیران سلامن نے میرے سینے میں خنجر پیوست کیا تھا۔ میں اس سے اپنا اِنتقام لینے کے لیے پہاڑوں میں خون کے دریا بہا دینا چاہتا تھا اور اس کے لیے میری تیاریاں مکمل تھیں اور اس وقت میں پہاڑوں کی ایک ناقابلِ تسخیر قوت تھا لیکن مجھے روکا گیا۔ اس وعدے کے ساتھ کہ میرا معاملہ تنظیم کا معاملہ ہے اور یہ انتقام شیران سلامن سے لے لیا جائے گا۔ میں نے تعاون کیا تھا اور اس کے بعد میں مسلسل شیران سلامن کے بارے میں تنظیم کو یاد دہانی کراتا رہا۔ اپنے آپ کو روک کر میں نے بارہا ایسے مواقع گنوائے جب میں شیران پہ قابو پا سکتا تھا، صرف اس تصور کے ساتھ کہ تنظیم میرے ساتھ تعاون کرے گی لیکن میں نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہُوں جناب کہ تنظیم نے ایسا نہیں کیا۔ شیران نامی یا شیران کے ہم شکل ایک شخص کو ہم نے قتل کیا، لیکن وہ شیران نہیں تھا۔ میں یہ درخواست کرنے میں حق بجانب ہُوں کہ تنظیم کو میری اس بات پہ پُوری پُوری توجہ دینی چاہیے۔"

"تم کیا چاہتے ہو، بادشاہ خان؟" وائی تھری ایٹ نے پوچھا۔

"ایک نئی اسکیم، نئی تدبیر میرے ذہن میں ہے، جس کے لیے میں تنظیم سے تعاون کا خواہاں ہُوں۔" بادشاہ خان کہنے لگا۔

"بتاؤ۔" دُوسری طرف سے کہا گیا۔

"مارلینو نامی ایک شخص بنکاک کے اطراف میں گانگ ہُو نامی علاقے میں رہتا ہے۔ شیران اُس کا دستِ راست ہے، ہم لوگوں کی اس سے دیرینہ دُشمنی تھی اور اس دُشمنی کی بُنیاد پہ اُس نے شیران کو اپنے ساتھی کی حیثیت سے تیار کیا جس کے نتیجے میں ڈاکٹر برنیٹو ہینڈرک، اینڈی فورک اور جیکارڈ جیسے آدمی ختم ہو گئے، یہ چاروں شیران کا شکار بنے تھے۔ مارلینو اس کے شانے پر بندوق چلا رہا تھا۔ میری خواہش ہے جناب کہ شیران کے سلسلے میں مارلینو پہ ریڈ کیا جائے... اُسے اپنی تحویل میں لے لیا جائے اور یہ تمام کارروائی کرنے کی مجھے اجازت دی جائے، اگر تنظیم میرے تحفظ کی خاطر اس سلسلے میں خود کوئی عمل کرنے کو تیار ہے تو مجھے اس پہ کوئی اعتراض نہیں ہو گا لیکن دُوسری شکل میں تنظیم کے سہارے چل کر میں مارلینو کو اپنے قابو میں کر سکتا ہُوں۔ مارلینو کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد میں یہ اعلانِ عام کرا دُوں گا کہ اگر شیران، مارلینو کی زندگی کا

خواہاں ہے تو مجھ سے آ کر ملاقات کرے اور اُس کے بعد شیران اور میرے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔"

"لیکن تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو بادشاہ خان کہ شیران زندہ ہے؟"

"مَیں دعوے سے کہہ سکتا ہُوں جناب کہ وہ زندہ ہے اور جس شخص کو ہم نے قتل کیا تھا وہ شیران نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے بادشاہ خان ممکن ہے تمھاری معلومات درست ہوں لیکن جو تجویز تم نے سوچی ہے وہ قطعاً ناقابلِ عمل ہے۔"

"مَیں نہیں سمجھا جناب۔"

"مارلینو کے بارے میں تمھیں یہ بتا دینا اب ضروری ہو گیا ہے کہ وہ وائی تھری تو ہے' تنظیم کا ایک رُکن' تمھاری مانند۔"

"کیا؟" بادشاہ خان ایک بار پھر اُچھل پڑا تھا۔

"ہاں۔ نعمان خان کو تمھارے ساتھ منسلک کرنے کے بعد ہمیں ان علاقوں میں ایک ایسے فرد کی ضرورت تھی جو یہاں سے مکمل واقفیت رکھتا ہو اور یہاں کے انتظامات کو بخوبی سنبھال سکتا ہو' چنانچہ اس کے لیے مارلینو کا تقرر کر دیا گیا تھا۔ یہ بات بھی تنظیم کے علم میں تھی کہ مارلینو سے تمھاری دُشمنی ہے لیکن ہم یہ بھی جانتے تھے کہ مارلینو نے تم کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ تم نے مارلینو کو نقصان پہنچایا تھا اور یہ بات اب قصۂ پارینہ بن چکی ہے چنانچہ صرف اس بات کی کوشش کی گئی تھی' مارلینو کو یہ علم نہ ہونے پائے کہ ہندوستان میں وائی تھری ون کون ہے اور تمھیں بھی اس سلسلے میں اطلاع دینا ضروری نہیں سمجھا گیا تھا۔ یہ حرکت کسی سازش کے تحت نہیں کی گئی تھی بلکہ صرف اِس بات کا خیال رکھا گیا تھا کہ دو ساتھی متصادم نہ ہوں' اگر مارلینو کو یہ علم ہو جائے کہ بادشاہ خان وائی تھری وَن ہے اور وہ اِس بات کا خواہشمند ہو کہ بادشاہ خان کو اپنے انتقام کا شکار بنائے تو تنظیم اُسے کسی قیمت پر بھی یہ سب کچھ نہیں کرنے دے گی اور بادشاہ خان کے مفادات کی حفاظت کرے گی۔ اسی طرح بادشاہ خان کو بھی ہدایت دی جا سکتی ہے کہ اگر وہ شیران سے دُشمنی کی تکمیل چاہتا ہے تو کم از کم مارلینو کو اس کا راستہ نہ بنائے۔ شیران کی تلاش کے لیے کسی اور انداز میں کام کیا جا سکتا ہے اور جب بھی وہ ہاتھ لگ گیا اس کے بارے میں بادشاہ خان کو اطلاع دی جائے گی۔ فی الحال بادشاہ خان کی ذمّے داریاں بڑھ گئی ہیں' اس لیے اُسے چاہیے کہ وہ اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہُوئے تنظیم سے تعاون کرے۔" بادشاہ خان یہ تفصیلات سُن کر سکتے میں رہ گیا۔

ٹرانسمیٹر سیٹ پر جب اُس کی خاموشی طویل ہو گئی تو دُوسری طرف سے وائی تھری ایٹ کی آواز سُنائی دی۔ "کس سوچ میں ڈوب گئے' بادشاہ خان؟"

"میرے لیے صرف اُلجھنیں پروان چڑھائی گئی ہیں' جناب یہ نئی اطلاع میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے اور مجھے یُوں لگتا ہے جیسے تنظیم کو صرف اپنے مفادات سے دلچسپی ہے۔ ہم لوگ اس کے لیے صرف ایک مُہرے کی حیثیت رکھتے ہیں اور وہ جس طرح چاہتی ہے کسی بھی مُہرے کو کسی بھی شکل میں آگے بڑھا دیتی ہے۔"

"اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے' بادشاہ خان۔ تنظیم سے وفاداری کا اظہار کرتے ہُوئے تم نے اِس بات کا اقرار کیا تھا کہ تنظیم اپنے مفادات کے لیے جب بھی چاہے گی' تم سے ایسا کوئی کام بھی لے سکتی ہے' جو تمھاری مرضی کے خلاف بھی ہو اور تم نے اس معاہدے پر دستخط بھی کیے تھے۔" وائی تھری ایٹ نے کہا۔

"مَیں مانتا ہُوں اور مَیں نے اس معاہدے کی پابندی بھی کی ہے' لیکن کیا یہ بات مُناسب ہے کہ دو دُشمنوں کو ایک ہی عہدے پر فائز کر دیا جائے۔ اگر مارلینو کو میرے بارے میں علم ہُوا' تو کیا وہ اپنی دیرینہ دُشمنی فراموش کر دے گا۔ نہیں' ہرگز نہیں۔ مَیں دعوے سے کہہ سکتا ہُوں کہ مارلینو کو علم ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہی کرے گا کہ مجھے ختم کرنے کی کوشش کرے۔"

"اگر مارلینو نے ایسا کیا تو مارلینو کو ختم کر دیا جائے گا۔" وائی تھری ایٹ کی آواز اُبھری۔

"آپ کی بات سے مَیں انحراف نہیں کرتا جناب لیکن نعمان خان کے لیے میں کیا کروں' اُسے کس طرح سمجھاؤں؟"

"نعمان خان کو خاموشی سے اوّل وقت میں پہاڑوں میں بھیج دو اور اس کے کانوں تک شیران خان کی زندگی کی اطلاع نہ پہنچنے دو۔" دُوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ' اوہ گویا ہمارے سینوں کا یہ زخم ہماری زندگی کی آخری سانسوں تک برقرار رہے گا۔ ٹھیک ہے اگر تنظیم یہی چاہتی ہے تو ہم اس کے لیے تیار ہیں' جو کچھ ہم کر چکے ہیں' اس کے بعد تنظیم سے کسی قسم کا انحراف ہماری فطرت سے نکل چکا ہے۔ بہتر ہے جناب' ایسا ہی کیا جائے گا' لیکن ایک بات مَیں ہمیشہ یاد رکھوں گا کہ تنظیم نے مجھے میرے ایک کام سے روک کر مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ کام وہ پُورا کر دے گی لیکن اُس کے بعد اُس نے مُنہ موڑ لیا۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"تم سے اِس بات کا وعدہ کیا جاتا ہے' بادشاہ خان کہ جس وقت بھی مناسب ہو سکا' شیران کے مسئلے پر پُوری طرح عمل کیا جائے

گا اور ممکن ہے ایسا بھی ہو کہ جب تم پہاڑوں کے مطلق العنان شہنشاہ ہو' تب شیران کو پابہ زنجیر تمھارے سامنے پیش کیا جائے اور تم اس کی موت کی پہاڑوں میں پُوری طرح تشہیر کر سکو۔"

بادشاہ خان خاموش ہو گیا تھا' لیکن اُس کا ذہن مطمئن نہیں تھا۔

یہ وعدے تو اُس سے بارہا کیے جا چکے تھے لیکن تنظیم اِس سلسلے میں اب تک کوئی عمل کرنے میں ناکام رہی تھی۔ تاہم اُسے اتنا ہی سکون ہو گیا تھا کہ نعمان خان کو پہاڑوں میں بھیجنے کی اجازت دے دی گئی تھی' چنانچہ یہ سلسلہ گفتگو منقطع کرنے کے بعد وہ کافی دیر تک خاموش رہا اور پھر اُس نے یہی مُناسب سمجھا کہ سب سے پہلے نعمان خان کو پہاڑوں میں روانہ کر دیا جائے اور اُس کے بعد اس قسم کی پابندیاں اس پر لگا دی جائیں کہ وہ باہر کی دُنیا سے اپنا رابطہ منقطع کر لے۔ اِس کے لیے بادشاہ خان کو بڑی جُرأت سے کام لینا تھا اور کافی غور و خوض کر کے اُنہے اِن اقدامات پر عمل کرنا تھا' چنانچہ اُس نے نعمان خان سے ملاقات کی۔ نعمان خان کی فطرت میں اب بہت سی تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ آئیوری اُس کی ساتھی تھی اور بہت ہی اچھی بیوی تھی' نعمان خان کے معاملات میں وہ برابر کی شریک رہتی تھی ننھے نوریز کی پرورش بھی بہت ہی اچھے انداز میں ہو رہی تھی' آئیوری نے اُس کی فطرت میں نعمان خان کی شخصیت کو شامل کرنے کے لیے بڑے نفسیاتی انداز میں عمل کیا تھا۔ نعمان خان نے بادشاہ خان کو دیکھا اور دونوں میاں بیوی اُس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔

"آیئے بابا خان' خیریت تو ہے۔ کیا نوریز سے ملاقات کرنے کو جی چاہا تھا' آپ حُکم بھجوا دیتے' اُسے آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا جاتا۔"

"آہ نوریز خان' میرے خاندان کا چراغ' ہماری عظمت میں روشنی کا مینار' مَیں اِس کی شکل دیکھ کر جیتا ہُوں' لیکن بیٹے ہماری زندگیاں حالات کی تابع ہوتی ہیں' کبھی کبھی وہ کرنا پڑتا ہے' جو ہماری خواہش نہیں ہوتی' میرے مسائل مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ مَیں اس علاقے کو چھوڑ کر اپنی دُنیا میں واپس چلا جاؤں' لیکن مجبوری ہے' نوریز سے جُدائی کا وقت آ گیا ہے۔"

"مَیں سمجھا نہیں بابا خان۔" نعمان خان نے کہا۔

"تمھیں اب تہمانہ کا نظم و نسق سنبھالنا ہو گا۔ ہم طویل عرصے سے پہاڑوں سے دُور ہیں اور پہاڑ سرکشوں کو جنم دیتے رہتے ہیں' بہت سے ایسے سرکش ہوں گے جو تہمانہ اور ہمارے دُوسرے علاقوں کی طرف نگاہ لگائے بیٹھے ہوں گے' اِن کے دِلوں میں خواہش ہو گی کہ وہ وہاں کی سرداری حاصل کر لیں اور ہماری بے انتہا زمینیں' کھیت اور باغات ان کی تحویل میں آ جائیں۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ اس دوران سرکش پہاڑی قبائل سَر اُٹھانے کے قابل ہو گئے ہوں' ممکن ہے کوئی اور سردار اپنے آپ کو تہمانہ سے بلند سمجھنے لگا ہو' مَیں تمھیں تہمانہ کی باگ ڈور دے رہا ہُوں۔ نعمان خان' جاؤ اور از سرِ نو سرداری سنبھالو اور قبیلوں کو اپنا مطیع بنا لو۔ ہونا یہ چاہیے کہ کوئی بھی قبیلے کا سردار یا کوئی بھی سرکش تہمانہ کے سامنے سے گزرتے ہُوئے گردن اُٹھا کر سفر نہ کرے' یہی ہونا چاہیے نعمان خان' بادشاہ خان نے اپنی زندگی کے قیمتی سالوں میں تہمانہ کو یہی عظمت عطا کی ہے اور اَب تم اس کے امین ہو۔"

نعمان خان بغور بادشاہ خان کی شکل دیکھ رہا تھا۔ آئیوری بھی بادشاہ خان کی تمام گفتگو اچھی طرح سمجھ رہی تھی' کیونکہ نعمان خان نے اُسے اپنی زبان اچھی طرح سکھا دی تھی۔ تب نعمان خان آئیوری کی طرف رُخ کر کے بولا۔ "لیڈی پشینہ' مَیں نے تم پر مکمل اعتماد کیا ہے اور اپنے بیٹے کو تمھارے سپرد کر دیا ہے' جہاں اس کے قدم ڈگمگائیں وہاں تم اُسے سہارا دینا اور سُن لو' ہماری عظمت اسی میں ہے کہ ہمارے سامنے کوئی بھی آنکھ اُٹھنے نہ پائے' پہاڑوں کی سَرزمین بہت خُوبصورت ہے' وہاں کی روایات بے حد حسین ہیں اور تمھیں وہاں پہلی عورت کا درجہ حاصل ہو گا۔"

"نعمان خان تم کب تک تیار ہو جاؤ گے؟"

"جب آپ حکم دیں' بابا خان۔ لیکن کیا مجھے وہاں تنہا جانا ہو گا؟"

"نہیں۔ مَیں تمھارے ساتھ وہاں تک جاؤں گا۔ وہ ساری رسوم ادا کروں گا' جو پہاڑوں میں نئے سردار کے لیے ادا کی جاتی ہیں اور اُس کے بعد مَیں واپس آ جاؤں گا۔"

"مگر بابا خان' مَیں وہاں آپ کے نام پر سرداری کروں گا۔" نعمان خان نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"خان بادشاہ خان تہمانہ کا سردار ہو گا اور نعمان خان اُس کے بھتیجے کی حیثیت سے اُس کے فرائض سنبھالے گا۔"

"نہیں نعمان خان' تہمانہ تمھیں دیا مَیں نے۔ میرا مسئلہ جہاں تک ہے' اگر میرا بھتیجا وہاں کا سردار ہو گا تو میں ہمیشہ خود کو اس منصب پر فائز محسوس کروں گا۔"

نعمان خان نے آئیوری کی طرف دیکھا پھر بولا۔ "مجھے تھوڑی

دیر کے لیے اجازت دو دوشیزہ، میں بابا خان سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ضرور۔" آئیری نے آہستہ سے کہا اور نوریز کو لے کر باہر نکل گئی۔ بادشاہ خان خاموش نگاہوں سے اُس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا، "میں جانتا ہوں کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"ہاں بابا خان، یہ سوال میرے ذہن میں موجود ہے۔"

"تنظیم کی طرف سے تمہیں اجازت دے دی گئی ہے کہ تم پہاڑوں میں جا کر رہو۔ تنظیم اس سلسلے میں تم پر مکمل اعتماد کا اظہار کر چکی ہے اور نعمان خان تنظیم کی طرف سے کچھ ذمے داریاں بھی تم پہ عائد کی جا رہی ہیں اور سنو، وہاں سے تم براہِ راست تنظیم سے رابطہ قائم رکھ سکتے ہو، چونکہ تنظیم تمہیں وہاں کے بارے میں ہدایات بھی جاری کرتی رہے گی۔"

"بابا خان ایک سوال طویل عرصے سے میرے ذہن میں مچل رہا ہے۔ بڑا دل چاہتا ہے کہ مجھے میرے سوال کا جواب مل جائے، لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں، وہ میرے حق میں بہتر ہی ہوگا اور اگر آپ نے اس سلسلے میں تنظیم سے کوئی سوال نہیں کیا یا اگر سوال کر لیا ہے اور مجھے اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا، اس کی بھی یقیناً کوئی وجہ ہوگی۔ میں جرأت تو نہیں کر پاتا کہ آپ سے اس بارے میں کچھ پوچھوں، لیکن دل چاہتا ہے، بابا خان کہ آپ سے سوال کروں؟"

"اتنی تمہید کی ضرورت نہیں ہے نعمان خان، جو دل چاہتا ہے پوچھو۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"تنظیم پہاڑوں میں کیا کرنا چاہتی ہے بابا خان، اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟"

"وہ پہاڑوں میں ہماری حکومت قائم کرنا چاہتی ہے، اور جب ہم وہاں اپنی حکومت قائم کریں گے، تو وہ پہاڑوں سے معدنیات نکالیں گے، ہماری تحویل میں آ کر وہ ایک بڑے علاقے میں مختلف اشیاء کی تلاش شروع کریں گے اور ان اشیاء کی رائلٹی ہمیں دی جائے گی، علاقہ ہمارا ہوگا لیکن وہاں تنظیم کے انجینئر کام کریں گے اور وہاں سے جو کچھ برآمد ہوگا، وہ تنظیم کی ملکیت ہوگا، ہم اُسے کسی اور ملک کو فروخت نہیں کر سکیں گے۔"

"گویا بابا خان، ایک طرح سے وہ اس علاقے کے اصل مالک بن جائیں گے۔"

"نہیں اس علاقے کے اصل مالک ہم ہوں گے۔"

"کیا تنظیم نے اس بارے میں آپ کو بھی تفصیلات بتائی ہیں؟"

"نہیں، تنظیم نے اس سلسلے میں مجھے کوئی تفصیل نہیں بتائی، یہ میرا اپنا اندازہ ہے، ظاہر ہے اس کے علاوہ اِن لوگوں کو اس علاقے سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"

"بابا خان کیا تنظیم نے اِس سلسلے میں آپ کو کچھ نہیں بتایا، میرا مقصد یہ ہے کہ کچھ تو اُنھوں نے بتایا ہوگا آپ کو؟"

"ہاں، بس اتنا ہی، اِس سے زیادہ میری معلومات اور کچھ نہیں ہیں، یہ کام اس وقت کیا جائے گا، جب آپریشن شروع ہوگا۔"

"میں اسی آپریشن کی طرف سے متفکر ہوں بابا خان، آخر وہ آپریشن کیا ہوگا؟"

"نہیں بیٹے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، یقیناً کوئی کام ایسا نہیں ہو سکتا جو ہماری مرضی کے خلاف ہو، وہ ہمارا علاقہ ہے، پہاڑوں کی زمین ہماری ہے، تنظیم ہماری مرضی سے ہی جو کچھ کرنا چاہے گی کرے گی، تم نے مشرقِ وسطیٰ کے ان بے شمار ممالک کے بارے میں کچھ معلومات حاصل نہیں کیں، جہاں سے تیل برآمد ہوا ہے، مختلف ممالک نے ان علاقوں میں تیل کی کھدائی کی ہے اور تم دیکھ لو ان علاقوں کی تقدیر کس طرح بدل گئی ہے، ان پہاڑوں کو بھی ہم گلزار بنا دیں گے، میرے دِل میں بہت آرزو ہے اس کی۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

نعمان خان گردن ہلانے لگا تھا پھر اُس نے کہا، "تو مجھے کب روانہ ہونا ہے بابا خان؟"

"بس بیٹے تم تیاری شروع کر دو، جس قدر یہاں سے جلد روانہ ہو سکتے ہو، ہو جاؤ، میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔" نعمان خان نے گردن ہلا دی اور اُس کے بعد بادشاہ خان اس سے رُخصت ہو کر باہر نکل آیا۔

اس گفتگو کے پانچویں دن نعمان خان نے پہاڑوں کا سفر شروع کر دیا تھا، بنکاک سے اپنے مخصوص علاقے تک روانہ ہوتے ہوئے بادشاہ خان اُس کے ساتھ تھا۔ طویل عرصے کے بعد یادوں کی سرزمین پر ان سب نے قدم رکھا تھا، آئیری، ننھا نوریز، بادشاہ خان، نعمان خان اور اُس کے سب بھائی، اپنی سرزمین کی سرحد میں داخل ہونے کے بعد بے حد مسرور ہو گئے تھے۔ تہمانہ کے رہنے والے ابھی تک اس بات سے لاعلم تھے کہ اُن کا سردار واپس آ رہا ہے، تہمانہ میں آج بھی بادشاہ خان کے نام سے حکومت ہوتی تھی، بادشاہ خان نے وہیں کے لوگوں کو اپنا

نائب مقرر کر دیا تھا اور یہ نائب بادشاہ خان کو تہمانہ کے حالات سے باخبر رکھتے تھے۔ جب بھی کوئی ضرورت پیش آتی وہ بادشاہ خان کو تمام حالات سے باخبر کر دیا کرتے تھے اور بادشاہ خان سے ہدایت طلب کرتے، بادشاہ خان اِن مسائل کا حل اُن کے سامنے پیش کر دیا کرتا تھا۔ ابھی تک تو ایسی صورتِ حال پیش نہیں آئی تھی، جس کے لیے بادشاہ خان کو تہمانہ جانے کی ضرورت پیش آتی۔ پہاڑوں، دروں اور گھاٹیوں کا سفر انتہائی خوشگوار تھا۔ آئیری تو اِن علاقوں کو دیکھ کر ہی دہشت زدہ ہو گئی تھی، لیکن اس دہشت میں بھی ایک تجسس، ایک شوق، ایک دلچسپی تھی۔ پیچ در پیچ پتلی سڑکوں پہ سفر کرتے ہوئے اُس نے کئی بار خوفزدہ انداز میں کہا تھا۔

"نعمان خان، یہ تمہاری زمینیں کس قدر دلکش ہیں لیکن کتنی خوفناک محسوس ہوتی ہیں۔"

"ہاں۔ اِنہی پہاڑوں سے ہمارا خمیر اُٹھا ہے دوشیزہ، اور اب ننھا نوریز ان پہاڑوں کا حکمران ہوگا۔" آئیری فرطِ مسرت سے جھوم گئی، اُسے یہ حسین وادیاں بہت ہی اچھی لگی تھیں۔ بالآخر وہ تہمانہ کے اس عظیم الشان دروازے کے سامنے پہنچ گئے، جہاں سے بادشاہ خان کی مملکت شروع ہوتی تھی۔

قبیلے والوں کو بادشاہ خان کی آمد کے بارے میں اطلاع نہیں تھی لیکن بہت جلد مخبروں نے یہ اطلاع اندر پہنچا دی اور اس کے بعد تہمانہ والوں کا جوش و خروش دیکھنے کے قابل تھا، حالانکہ سب جلدی جلدی میں آئے تھے۔ تمام کاروبار چند لمحات میں بند ہو گئے تھے، لیکن بہر طور وہ بادشاہ خان کے استقبال کو پہنچے تھے۔ انسانوں کا جمِ غفیر اُمنڈ آیا تھا اور اُنھوں نے اِن تمام افراد کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ وہ روایتی طور پر بے شمار جانور ساتھ لے گئے تھے، گھوڑوں کے رقص ہو رہے تھے اور اُن کے درمیان بادشاہ خان اور نعمان خان وغیرہ کو لے جایا جا رہا تھا۔ آئیری بے پناہ خوش تھی، یورپین ہونے کی حیثیت سے اُسے مشرقِ وسطیٰ کی روایات سے ویسے بھی کافی دلچسپی تھی اور یہ تو اُس کے شوہر کی سرزمین تھی، چنانچہ وہ بے پناہ خوش تھی۔ اس طرح اُنھیں محل لے جایا گیا اور طویل عرصے کے بعد بادشاہ خان نے ایک بار پھر اپنے محل میں قدم رکھا۔

لیکن یہاں قدم رکھنے کے ساتھ ہی اُس کے دِل میں ایک کسک پیدا ہو گئی تھی، نعمان خان اور اُس کے بھائی بھی متاثر نظر آ رہے تھے، یہاں ایک بہت ہی سنگین واقعہ پیش آیا تھا، دروازے کے پاس وہ بے لباس لڑکی اب بھی نظر آ رہی تھی، جو بادشاہ خان سے انصاف مانگنے آئی تھی اور جس نے بادشاہ خان کا سر جھکا دیا تھا۔

بادشاہ خان کے چہرے پر چند لمحات کے لیے غم کے سائے لہراتے رہے، اندرونی احساس اور جذباتی کشمکش نے اُسے خاصی حد تک مضطرب کر دیا تھا، لیکن پھر ملنے کے لیے آنے والے مہمانوں کے سامنے وہ چوکس ہو گیا۔ اس کے خاص نائب زریاب خان نے اُس کے سامنے اپنی تلوار پیش کر دی اور گردن خم کر کے اُس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

بادشاہ خان نے زریاب خان کو حکم دیا کہ کل وہ قبیلے والوں کو صبح دس بجے طلب کرے، بادشاہ خان اُنھیں اپنی خاص ہدایات جاری کرنا چاہتا ہے۔

چنانچہ دُوسرے دن صبح دس بجے بادشاہ خان کے محل کے سامنے انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ بادشاہ خان نے نعمان خان وغیرہ کو تیار کر لیا تھا۔

دس بجے وہ اس چبوترے پر پہنچ گئے، جہاں سرداروں کے منصب کا اعلان کیا جاتا تھا، بادشاہ خان نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا، "دوستو، تہمانہ کا بادشاہ خان طویل عرصے کے بعد تمہارے درمیان پہنچا ہے، تہمانہ کی روایات میں بادشاہ خان نے کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ میرا تعلق زیادہ تر بین الاقوامی دُنیا سے رہتا ہے اور میں وہاں رہ کر تہمانہ کے مفادات کی نگرانی کرتا ہوں۔ تہمانہ کے لوگو تمہیں پوری آزادی دی جاتی ہے، اس دوران جب تک میں یہاں موجود نہیں رہا اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہو تو مجھے اِس کے بارے میں بتاؤ، میں تم میں سے دُس افراد کو طلب کرتا ہوں یہ دس افراد ایسے ہونے چاہئیں، جن پہ تم سب کو اعتماد ہو، وہ میرے نزدیک آئیں اور مجھ سے تمہاری شکایت بیان کریں، میں دُس افراد کو طلب کرتا ہوں۔" بادشاہ خان نے کہا۔

لوگوں نے اپنے اپنے گروہ میں سے ایک ایک شخص کو نامزد کیا اور دُس آدمی بادشاہ خان کے چبوترے کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔

"تہمانہ کے معزز لوگو۔ جن لوگوں نے تمہارا انتخاب کر کے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے، یقیناً اُنھیں تم پر اعتبار ہوگا، اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اُن کی صحیح ترجمانی کرو۔ مجھے بتاؤ اس دوران تہمانہ اور میرے بھائی فیروز خان کے قبیلے میں ایسی کوئی بات ہوئی ہے، جو تم لوگوں کے لیے افسوس ناک ہو، تمہیں کسی طور پہ کوئی کمی پیدا ہوئی ہے، تم لوگوں کو کسی تکلیف سے دوچار ہونا پڑا ہے؟"

اگرایسی کوئی بات ہے تو مجھے بتاؤ تاکہ تمھارے ساتھ انصاف کیا جاسکے، تم "۔اُس نے ایک شخص کی طرف اُنگلی اُٹھا کر کہا "تم مجھے میری بات کا جواب دو۔"

"نہیں بادشاہ خان، میں اپنے تمام ساتھیوں کی طرف سے اِس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ آپ کی غیر موجودگی میں تھمانہ کے معاملات اسی طرح چلتے رہے ہیں اور فرانہ کے معاملے میں بھی ہم نے ایسی کوئی بات نہیں سُنی، جو دُکھ کے قابل ہو۔"

"اور تم۔" بادشاہ خان نے ایک اور شخص کی طرف اُنگلی اُٹھا کر کہا "میں اپنے پہلے ساتھی کے الفاظ سے متفق ہوں۔"

"تم یہ بتاؤ۔" بادشاہ خان نے تیسرے آدمی کی طرف اشارہ کیا "۔ کوئی قرب وجوار کے قبائل کا سردار کیا اس بات کی جرأت کرسکا ہے کہ تھمانہ کے لوگوں کو نقصان پہنچائے اور بادشاہ خان کے غضب کو للکارے۔"

"نہیں بادشاہ خان، تمام قبائل میں محبت و اخوت کا جذبہ موجود ہے، سب آپس میں ایک دُوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔"

"تم بتاؤ، کیا اس دوران کوئی ایسا واقعہ تو پیش نہیں آیا جو دُشمنی کی بُنیاد رکھتا ہو؟"

"حیرت انگیز طور پر بادشاہ خان، اس دوران ایسا کوئی واقعہ سُننے میں نہیں آیا۔"

بادشاہ خان باری باری ایک ایک سے یہاں کے حالات کے بارے میں پُوچھتا رہا اور جب وہ مطمئن ہوگیا تو اُس نے ان سارے افراد کو ۔ ۔ ۔ ۔ جانے کی اجازت دے دی پھر بولا۔ "تھمانہ کے لوگو، میں ایک خاص مسئلے میں اپنے بھتیجے نعمان خان، اُس کی بیوی یشمینہ، اُس کے بیٹے نور یزاور اپنے سات بھتیجوں کے ساتھ یہاں پہنچا ہوں۔"

"بادشاہ خان ہمارے ذہن میں فوراً ایک سوال پیدا ہوگیا ہے" ایک بُوڑھے شخص نے اُٹھ کر کہا "کیا معزز بزرگ؟"

"فیروز خان کے نو بیٹے تھے، ایک بیٹا کہاں ہے؟"

"خُدا نے اُسے ہم سے چھین لیا۔" بادشاہ خان نے غمزدہ لہجے میں کہا اور نعمان خان کی مُٹھیاں بھینچ گئیں۔

"کیا وہ کسی اتفاقی حادثے کا شکار ہُوا تھا؟"

"ہاں۔ وہ ایک حادثے کا ہی شکار ہُوا تھا، لیکن اس کی تفصیل مَیں ابھی نہیں بتانا چاہوں گا۔"

"ٹھیک ہے بادشاہ خان، وہ تمھارا مسئلہ ہے لیکن ہم سب اس بات پر غم کا اظہار کرتے ہیں کہ فیروز خان کا ایک بیٹا ہم سے جُدا ہوگیا۔" بُوڑھا شخص ایک جانب بیٹھ گیا تب ہی ایک اور شخص نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا "لیکن بادشاہ خان ایک سوال جو پورے تھمانہ اور فرانہ کا سوال ہوگا، میں تم سے پُوچھنا چاہتا ہوں۔"

یہ شخص خوش دِل خان اوگیزئی تھا۔

خوش دِل خان اوگیزئی تھمانہ قبیلے کا معزز شخص تھا، وہ بہت بڑا زمیندار تھا اور نہایت ہی دیندار قسم کا انسان بھی تھا۔ خوش دِل خان عمر رسیدہ ہونے کے باوجود بہترین صحت کا مالک تھا اور اس کے خاندان کی نجابت تھمانہ میں مشہور تھی۔

بادشاہ خان نے عجیب سی نگاہوں سے خوش دِل خان کو دیکھا اور بولا۔ "ضرور پوچھو خوشدل خان اوگیزئی۔ ۔ ۔ کیا سوال ہے تمھارا؟"

"طویل عرصے قبل تھمانہ کی سرزمین پہ اور فرانہ کے قابلِ احترام سردار فیروز خان کے گھر میں ایک دردناک اور دلدوز واقعہ پیش آیا تھا اور اس کے بعد حالات بد سے بدتر ہو گئے تھے۔ میرا اِشارہ فیروز خان کی بیٹیوں کی جانب ہے جنھیں تراب زان کے ناپاک شخص شیران خان نے بے عزّت کیا تھا اور پہاڑوں میں اِن کی دلدوز چیخیں گونجتی رہی تھیں، میں پھر اس لڑکی کا واقعہ سناؤں گا جو صرف بادشاہ خان کی عزّت ہی نہیں، پُورے تھمانہ کی عزّت تھی، لیکن وہ ہماری نگاہیں جُھکانے کے لیے گھوڑے کی پُشت پہ بیٹھ کر بادشاہ خان سے انصاف طلب کرنے کے لیے آئی تھی اور اس کے بعد تراب زان سے شیران کو طلب کیا گیا تھا، لیکن سردار داؤد کے مکمل تعاون کے باوجود سانپ نما شیران نکل گیا تھا اور اِس کے بعد پہاڑوں میں اس کی تلاش کی ہر ممکن کوشش ناکام ہو گئی تھی، یہاں تک کہ تمام قبائل ایک دُوسرے سے نبرد آزما ہونے کی کیفیّت میں آگئے تھے اور اس کے بعد بادشاہ خان، تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ شیران خان کو پہاڑوں میں لاکر کتّے کی موت دی جائے گی۔ کیا بادشاہ خان اپنے اس عہد کو بھُول گیا ہے؟ شیران کہاں ہے؟ اگر ہے تو بادشاہ خان اب تک اُسے زندگی کیوں دیے ہُوئے ہے؟"

"خوشدل خان اوگیزئی!" بادشاہ خان غُرّاتے ہُوئے لہجے میں بولا "ہاں بادشاہ خان میں آپ کے سامنے ہُوں۔" خوشدل خان نے کہا۔

"یہ وقت اس سوال کا نہیں ہے خوشدل خان۔"

"بادشاہ خان، خوشدل خان تھمانہ کی سرزمین کے لیے اپنا اور اپنے خاندان کا خُون بہانے کی ہمّت رکھتا ہے، وہ ہر وقت

تیار رہتا ہے، اس بات کے لیے کہ اپنی مٹی کا وجود قائم رکھنے کے لیے اپنا خُون بہا ڈالے۔ میرے پانچ بیٹے ہیں بادشاہ خان۔ میں اُنھیں تمھاری تحویل میں دیتا ہُوں، تلوار اُٹھاؤ اور اُن کی گردنیں تن سے جُدا کردو۔ تم خوشدل خان کے ماتھے پہ شکن نہیں پاؤ گے لیکن یہ سوال تھمانہ کی عزّت ہے اور اس کا جواب ہمارے دِلوں میں سکون پیدا کرے گا۔ بادشاہ خان، اس دوران جب تم تھمانہ میں موجود نہیں تھے، ہم لوگ وہ دِن یوم سیاہ کی حیثیت سے مناتے رہے ہیں، جب شیران سلامن نے ہمارے سینوں میں گرم سلاخیں گھونپ دی تھیں۔"

"تو تم لوگوں کا کیا خیال ہے! کیا یہ غیرت صرف تمھارے حصّے میں آئی ہے خوش دِل خان؟"

"نہیں۔ بادشاہ خان جیسے غیرت مند انسان کی سربراہی پر ہم سب فخر کرتے ہیں، لیکن کیا ہم غم نصیبوں کے لیے خوشی کے کچھ کلمات بادشاہ خان کے پاس موجود نہیں ہیں، جو اس کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔"

"اس کا جواب مَیں آپ کو دیتا ہُوں، بابا خوشدل خان اوگیزئی، اس کا جواب میرے پاس موجود ہے۔" نعمان خان نے کھڑے ہوکر کہا۔

"غیور فیروز خان کے بیٹے ہم منتظر ہیں۔"

"تو سنو خوشدل خان، اور سنو میرے قبیلے والو۔ شیران کو بنکاک کی سرزمین پہ، میں نے کُتّے کی موت مارا ہے، میں نے اُسے اپنی گاڑی کے ٹائروں سے کُچل کُچل کر اس طرح بے شکل کر دیا تھا کہ اس کی لاش مسخ ترین ہو کر رہ گئی تھی، ہاں بہزاد سلامن کا بیٹا، میری بہنوں کا قاتل، بہزاد سلامن، جس کے نام سے میرے باپ کی موت منسوب ہے، اس کا بیٹا شیران خان میرے ہی ہاتھوں موت کا شکار ہُوا تھا، میں ہُوں وہ جس نے اپنی بہنوں کی عزّت کا انتقام لیا ہے۔ سُنا آپ لوگوں نے، میں نعمان خان آپ کو یہ بتا رہا ہُوں کہ میں مطمئن و مسرور ہُوں کہ میں نے بہزاد سلامن کے بیٹے کو رُوئے زمین سے فنا کردیا اور اُس کی لاش کو اس طرح پیس کر رکھ دیا کہ اس کے ذرّات بھی زمین سے نہ اُٹھائے جاسکیں۔"

خوشدل خان اوگیزئی نے چند قدم آگے بڑھ کر نعمان خان کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا "نعمان خان ہم تم سے کسی غلط بیانی کی اُمید نہیں رکھتے۔"

"ایسا سوچنا بھی نہیں چاہیے آپ لوگوں کو۔ میں اتنا بے غیرت انسان نہیں ہُوں کہ اپنی بہنوں کا انتقام لیے بغیر اِس زمین پہ قدم رکھتا، سمجھے آپ لوگ۔ میں اپنی بہنوں کی عزّت اور عصمت کی قسم کھا کر کہتا ہُوں، میں پیر بابا کی قسم کھا کر کہتا ہُوں کہ جو کچھ میں نے آپ لوگوں سے کہا بالکل درست کہا۔ میں شیران کا قاتل ہُوں۔" نعمان خان نے اپنے سینے پر گھونسہ مارتے ہُوئے کہا۔

بادشاہ خان کے پُورے چہرے پہ کرب کے آثار اُمنڈ آئے تھے، اس کے ہاتھ دوبارہ اُٹھے۔ اس وقت جب نعمان خان، پیر بابا اور اپنی بہنوں کی عزّت و عصمت کی قسم کھا رہا تھا، بادشاہ خان کے پُورے وجود میں تھرتھری پیدا ہوگئی تھی، لوگوں کی نگاہیں چونکہ نعمان خان کی طرف تھیں، اس لیے کوئی بادشاہ خان کی اس کیفیت کا تجزیہ نہیں کر سکا تھا۔

بادشاہ خان کا سُرخ و سفید چہرہ زرد پڑ گیا تھا، وہ اِن بڑی بڑی قسموں کا متحمّل نہیں ہوسکا تھا، بہت بڑا ظلم تھا یہ، بہت بڑی گالی تھی یہ قبیلوں کے رہنے والوں کے لیے کہ اتنے بڑے بڑے ناموں کی قسمیں جھوٹی کھائی جائیں اور وہ جو اُنھیں جاننے والا ہو، جو اصل بات سے آگاہ ہو خاموش کھڑا رہے لیکن بادشاہ خان کی زبان نہیں کھُل سکی تھی۔ نعمان خان کی زندگی میں وہ زہر نہیں گھول سکتا تھا، ابھی تو خوشیوں کی ابتدا بھی نہیں ہُوئی تھی، بادشاہ خان کس دِل سے اِن خوشیوں پر غموں کی چادر ڈال دیتا، لیکن اس کے اپنے اضطراب کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

قبیلے میں چاروں طرف غلغلہ سا اُٹھا، لوگ خوشیوں کے نعرے لگانے لگے، سب نے اِن قسموں کو قبول کرلیا تھا، سب نے مان لیا تھا کہ بے شک غیور فیروز خان کا بیٹا غلط نہ کہہ رہا ہوگا۔ خوشدل خان اوگیزئی نے اپنی کمر سے پیش قبض کھینچ کر نعمان خان کے قدموں میں رکھ دیا اور پُر اعتماد لہجے میں بولا "ہمیں ایک عظیم خاندان کے عظیم چشم و چراغ کے الفاظ پہ بھروسہ ہے اور ہم اپنے عظیم سردار کو جس کے سپرد ہمارے مستقبل کی باگ ڈور ہوگی ایک عظیم اور غیور انسان تسلیم کرتے ہیں۔"

خوشدل خان اوگیزئی کے اس اعتراف کے بعد کسی اور کے بولنے کی گنجائش نہیں رہی تھی، بادشاہ خان کی کیفیت مختلف تھی، لیکن پُرجوش لوگوں نے اس وقت بُوڑھے خان کی جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی، اُنھوں نے نعمان خان کو اپنا نیا سردار تسلیم کرلیا تھا۔

اِن ہنگاموں سے فراغت پانے کے بعد نعمان خان نے عقیدت کی نگاہوں سے اپنے تایا بادشاہ خان کو دیکھا اور کہنے لگا۔ "آپ نے اِن قبیلوں کی سربراہی مجھے سونپ دی ہے

بابا خان، لیکن میں ہمیشہ آپ سے رہنمائی کا طالب رہوں گا۔"
"بادشاہ خان کی زندگی میں تم لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، چنانچہ جتنا وقت میں باہر کی زندگی میں گزار سکتا ہوں، گزاروں گا اور اگر زندگی نے وفا کی تو واپس اپنی ان بستیوں میں آجاؤں گا، مجھے اپنی بستی کی بقا عزیز ہے لیکن ایک حکمران کی حیثیت سے!" بادشاہ خان نے جواب دیا۔ اس کے انداز میں اب وہ پختگی اور اعتماد نہیں پایا جاتا تھا جو کچھ عرصے قبل اُس کی شخصیت کا خاصہ تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ شیران زندہ تھا۔
بادشاہ خان کے بوڑھے دل کا ناسور، اُس کے بھائی کا قاتل بیٹا اُس کی سفید اور بے داغ پیشانی پر بدنما نشان اور اب تو اُس کے دل میں تردّد کے کچھ اور گہرے گھاؤ بن گئے تھے، اُسے یقین نہیں تھا کہ تنظیم شیران کے سلسلے میں اس کی کوئی بھرپور مدد کر سکے گی۔ یہ کیسا نوجوان تھا جو آج تک کامیابی اور کامرانی سے جی رہا تھا، اپنے لاتعداد دُشمنوں کے درمیان، کیا خوبی تھی اس میں؟ اس کا جواب صرف ایک ہی تھا، اس کے ستارے روشن تھے اور موت ابھی اُسے قبول کرنے کو تیار نہیں تھی لیکن بادشاہ خان اپنی زندگی میں اس بات سے سرخرو ہو سکے گا، اگر نعمان خان کو اس بات کا پتہ چل جائے تو اُس کی اپنی کیفیت کیا ہوگی۔ بادشاہ خان مجرم نہیں تھا، نعمان خان شیران کی موت کا سہرا اپنے ہی سر سمجھتا تھا اور یہی بات اس کے اطمینان کا باعث تھی، اگر نعمان خان کو یہ پتہ چلے گا کہ شیران خان زندہ ہے تو کم از کم نعمان خان اس سلسلے میں بادشاہ خان کو مجرم نہیں گردان سکے گا، ہاں یہ دُوسری بات ہے کہ بادشاہ خان کے اپنے دل میں چور تھا کیونکہ اُسے شیران کی زندگی کے نشانات مل چکے تھے۔
کسی قدر بددل سا ہو کر وہ پہاڑوں سے واپس اپنے منصب پر پہنچ گیا، جہاں اُسے تنظیم کے معاملات کے لیے خاصی کڑی مشقت کرنا پڑتی تھی، لیکن اب اُس کے دل میں کسی قدر بددلی سی پیدا ہو چلی تھی۔ تنظیم صرف اُسے اپنے اغراض و مقاصد کی خاطر استعمال کر رہی ہے، حکمرانی کا نشہ بہت گہرا ہوتا ہے، بادشاہ خان کے اپنے ذرائع کم نہیں تھے، ان ذرائع نے اُسے بے پناہ دولت مہیا کر دی تھی۔ تنظیم میں شمولیت دولت کی خاطر نہیں تھی بلکہ اُسے یہی بتایا گیا تھا کہ تنظیم کی کامیابی کے بعد بادشاہ خان اور اُس کے خاندان کو ہمیشہ کے لیے حکمران کی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ صحیح طور پر تنظیم کے اغراض و مقاصد کا خود بادشاہ خان کو علم نہیں تھا، بس جس قدر اُسے بتایا گیا تھا وہ اتنا ہی سمجھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بڑے بڑے ممالک اپنے وسائل کے حصول کے لیے ساری دُنیا میں سازشوں کا جال پھیلائے ہوئے ہیں، کسی بھی علاقے میں اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے وہ اپنے پسندیدہ حکمرانوں کو منتخب کر لیتے ہیں اور پھر وہاں ذریعہ وہ اُن کی حکمرانی قائم ہو جاتی ہے۔
مشرقِ وسطیٰ کے بیشتر چھوٹے چھوٹے ممالک بادشاہ خان کی نگاہوں میں تھے اور وہاں کے شیوخ جس عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے تھے، وہ خود کو بھی انہی کا ہم پلّہ سمجھتا تھا۔ اقتدار اور دولت کی ہوس نے اس کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی تھیں، اپنی عمر کو بھول کر وہ صرف اس بات کے لیے سرگرداں تھا کہ تنظیم اپنا آپریشن مکمل کرے، تو وہ اپنی زندگی کے کچھ لمحات یا بقیہ لمحات ایک مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے گزارے۔
قبائل کے لیے اُس کے دل میں کبھی نفرت نہیں تھی، بے شک وہ ان لوگوں کا دُشمن تھا، جو اس کی برتری تسلیم نہیں کرتے تھے اور اُس کے سامنے جرأت مندانہ انداز میں کھڑے ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن اگر وہ سرکش لوگ اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں تو بادشاہ خان ان پہاڑوں کو سبزہ زاروں سے لہلہاتے ہوئے دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ واپس آنے کے بعد بھی اُس نے نعمان خان کی کارکردگی پر نگاہ رکھی اور اس کے لیے اُسے تنظیم کی طرف سے اجازت مل چکی تھی۔
وہ جب بھی چاہتا قبائل میں چلا جاتا۔ بلکہ اب تھنّے نور کی وجہ سے اُس کی آمد و رفت کافی بڑھ گئی تھی، نعمان خان کے معاملات میں اُس نے کسی طرح کی مداخلت نہیں کی تھی اور نعمان خان جس طرح اپنی ذہانت و فراست سے کام لے کر اپنے بھائیوں کی مدد سے تہمانہ اور رفرانہ کے علاقوں کو جنّت نظیر بنا رہا تھا، اس سے بادشاہ خان بے حد خوش تھا، پہاڑوں میں نعمان خان کا رابطہ تنظیم کے ارکان سے بھی رہتا تھا اور اُسے ہدایات بھی ملتی رہتی تھیں، جن کا ذریعہ عموماً بادشاہ خان ہی ہوتا تھا۔
سرسبز و شاداب درخت اس علاقے کا حُسن بڑھانے لگے تھے اور پہاڑوں کی رونقوں میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہونے لگی تھیں۔ نعمان خان کے دل میں اب یہ جذبہ پروان چڑھنے لگا تھا کہ غیر تعلیم یافتہ اور جاہل پہاڑیوں کو بھی زندگی کے دُوسرے لوازمات سے آشنا ہونا چاہیے۔ وہ ان کی جہالت ختم کر کے ان کے دلوں میں علم کی روشنی پیدا کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اُس نے کام شروع کر دیا تھا۔
بیرونی دُنیا سے اُسے امداد حاصل ہوتی رہتی تھی۔ ذرائ

لیے بھی بھاری مشینری کا انتظام کر لیا گیا تھا اور نعمان خان اس کا انتظار کر رہا تھا لیکن بادشاہ خان کے دل کا اضطراب کم ہونے کا نام نہیں آ رہا تھا اور اب تو وہ بارہا یہ سوچنے لگا تھا کہ شاید اپنی زندگی میں وہ یہ مژدۂ جانفزا نہ سن سکے کہ شیران کُتے کی موت مارا گیا۔

★

کرٹ اور موٹاف اس مہم کے انچارج تھے، لیکن جس طرح ان کی یہ مہم ناکام ہوئی تھی، وہ انتہائی قابلِ شرم بات تھی۔۔۔ چند جرائم پیشہ انسانوں نے اُنھیں ایک بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار ہونے سے روک دیا تھا، ورنہ سارے معاملات مکمل ہو چکے تھے۔
جزیرہ لپوسیٹو کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ انتہائی دل شکن تھیں۔
لپوسیٹو کا مالک جو اپنی بیٹی کی شادی میں مصروف تھا، تمام معاملات سے فارغ ہونے کے بعد جب جزیرہ لپوسیٹو پہنچا تو وہاں اُسے ایک خوفناک تباہی نظر آئی۔ سب سے پہلے تو اُس نے اس تباہ شدہ کنٹرول کیبن ہی کو دیکھا تھا اور اس کے بعد دیر ہی سے اُسے کچھ لاشیں بھی نظر آگئی تھیں۔ اس منظر نے اسے خوفزدہ کر دیا اور اُس نے فوری طور پر وہاں اُترنے کی بجائے حکام سے رابطہ قائم کیا۔ نتیجے میں پولیس مختلف ذرائع سے لپوسیٹو پہنچ گئی اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ انتہائی خوفناک تھا۔
جھاڑیوں سے جہازوں کے نقشے اور اُن کے ماڈلز مل گئے، جو ایڈی فورک نے مہیا کیے تھے اور اس کے بعد امریکن سی آئی اے حرکت میں آگئی، جس نے تھوڑے ہی عرصے کی کوششوں کے بعد یہ پتہ چلا لیا کہ کس طرح اُن کے جدید ترین رازوں کو خفیہ طور پر چرا لے جانے کی کوشش کی گئی تھی اور اس کوشش میں یقیناً اُن کے دُشمنوں کو ناکامی ہوئی تھی۔
اس اتفاقیہ ناکامی کا راز ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا تھا، البتہ جزیرہ لپوسیٹو مکمل طور پر فوجی تحویل میں آ چکا تھا۔
یہ تمام تفصیلات کرٹ اور موٹاف کے لیے انتہائی غم و اندوہ کا باعث تھیں اور ان کی حکومت نے انھیں اس سلسلے میں ناکام ترین لوگوں میں شمار کر لیا تھا، تاہم موٹاف نے وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو شیران کے بارے میں تمام تر تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا اور جب اُس نے ڈیپارٹمنٹ کو شیران کے بارے میں اطلاع دی تھی ایک بار پھر وائٹ تھری ایٹ اپنے سیکشن کے لوگوں کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھ گیا تھا، شیران کے بارے میں فیصلے کیے جا رہے تھے، اور سوچا جا رہا تھا کہ اب اُس کا کیا کیا جائے۔
پہاڑوں کے مشن کو کامیاب بنانے کے لیے شیران کی ضرورت کو اب بھی نظر انداز نہیں کیا گیا تھا، چنانچہ موٹاف کو حکم دیا گیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے شیران کو کنٹرول میں رکھا جائے، اس کے بعد بادشاہ خان اور نعمان خان کا سلسلہ شروع ہوا تھا اور موٹاف کا رابطہ مسلسل وائٹ تھری ایٹ سے قائم تھا، اسے شیران کے تحفظ کی ذمّے داری سونپ دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ موٹاف کو شیران کی فطرت سے آگاہ کر دیا گیا تھا اور اُسے بتایا گیا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جسے کنٹرول کرنے کے لیے اب تک تمام ذرائع ناکام ہو چکے ہیں۔ نئی اطلاع پہنچنے تک جس طرح بھی ممکن ہو سکے، اُسے قبضے میں رکھا جائے۔ موٹاف کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ شیران کے زخموں سے فائدہ اُٹھائے اور اُنھیں مکمل طور پر ٹھیک نہ ہونے دے، بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے، شیران کو زخموں میں اُلجھائے رکھے اور اُس کے لیے موٹاف نے ڈاکٹروں سے مل کر کارروائی شروع کر دی تھی۔
اسے اس قسم کے انجکشن دیے جا رہے تھے، جن سے وہ نیم غنودگی کی کیفیت کا شکار رہتا تھا، خاصا طویل عرصہ شیران کو ہسپتال میں گزر گیا تھا، یہ وہ وقت تھا جب نعمان خان کو پہاڑوں میں بھیج دیا گیا تھا اور وہاں اس کی کارکردگی کا جائزہ لیا جا رہا تھا۔
تنظیم اس سلسلے میں جو کارروائیاں کر رہی تھی اس کی بھنک بھی نعمان خان یا بادشاہ خان کے کانوں تک نہیں پہنچنے پائی تھی۔ پہاڑوں میں نعمان خان کی کیفیت کا اندازہ لگایا جا رہا تھا اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کے بارے میں جو رپورٹ تنظیم کو موصول ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ نعمان خان ممکن ہے کسی موقع پر تنظیم کے مفادات کو نظر انداز کر دے کیونکہ اُس کے دل میں جذبۂ حُب الوطنی ہے، وہ پہاڑوں میں رہنے والوں کو خوش حال دیکھنا چاہتا ہے اور اُس کے لیے اُس نے بہت مختصر سے وقت میں جو کارروائیاں کی ہیں وہ قابلِ تشویش ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جب تنظیم ان پہاڑوں میں اپنا آپریشن شروع کرے گی تو اُسے نعمان خان کا تعاون حاصل ہوگا یا نہیں۔
وائٹ تھری ایٹ ڈیپارٹمنٹ کی ایک اور میٹنگ میں نعمان خان اور شیران خان کا جائزہ لیا گیا۔ ماہرین نے اپنی رائے پیش کر دی، جس کا لُبِ لُباب یہی تھا کہ نعمان خان کی نسبت شیران کی فطرت تنظیم کے مفاد میں جاتی ہے، چونکہ جذبۂ حُب الوطنی اس کے سینے میں موجود نہیں ہے۔ حُب الوطنی تو دُوسری چیز ہے، وہ ایک معمولی سی بات پر اپنے بے حد قریبی دوستوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے سے دریغ نہیں کرتا۔ وہ ان پہاڑوں میں ایک کامیاب مُہرہ ثابت

ہو سکتا ہے، کیونکہ اس کی نگاہوں میں اِنسانیت کی بھلائی کا کوئی تصوّر نہیں ہے۔

چنانچہ یہاں بھی شیران کی افادیت کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔

موٹاف کو اس سلسلے میں جو آخری ہدایات ملیں وہ یہ تھیں کہ شیران کی صحت خراب نہ ہونے دی جائے۔ اس کی زندگی کی مکمل حفاظت کی جائے اور اب اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بے ہوش رہے، بلکہ اس کے معاملات کو کسی ایسے دلچسپ رُخ کی جانب موڑ دیا جائے جو اس کے لیے باعث دلچسپی ہو اور وہ اِس میں اُلجھ کر رہ جائے چونکہ موٹاف اپنی مہم میں ناکام رہا تھا اور اس کے سلسلے میں عتاب کا شکار بھی ہو سکتا تھا، اِس لیے اُس نے بہتر یہی سمجھا کہ اپنے اس نئے منصب کو کامیابی سے پُورا کرے، چنانچہ وہ پُوری تندہی سے شیران کے سلسلے میں مصروف ہو گیا۔

شیران کی زندگی کے بارے میں ایک ایک تفصیل اُسے وائٹ ٹیری ایٹ ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ کوارٹر سے موصول ہو گئی، اور اس میں یہ بات موٹاف کے لیے انتہائی باعث دلچسپی تھی کہ شیران کچھ لوگوں سے شدید دُشمنی رکھتا ہے اور اُن کی موت کا خواہش مند ہے۔ ان لوگوں کی تفصیل حاصل کرنے میں بھی موٹاف کو کوئی دِقت نہ ہوئی۔ اُسے پتہ چل گیا تھا کہ وائٹ ٹیری ایٹ ڈیپارٹمنٹ کے ایک مخصوص رُکن مارلینو کی وجہ سے شیران ان لوگوں کا دُشمن بنا ہے اور وہ مارلینو سے عقیدت رکھتا ہے، چنانچہ موٹاف نے مزید معلومات کر کے اِس بات کا بھی پتہ چلا لیا کہ شیران مارلینو کے آٹھ دُشمنوں میں سے چار کو ختم کر چکا ہے، پانچویں کی پوزیشن اس لیے محفوظ تھی کہ وہ تنظیم کا رُکن تھا اور وائٹ ٹیری ڈیپارٹمنٹ سے عہدہ حاصل کر چکا تھا۔ باقی تین افراد رہ گئے تھے اور اِن تین افراد کی تفصیل موٹاف نے اچھی طرح معلوم کر لی تھی۔

بِن حاتم جس کا تعلق مشرق وسطیٰ سے تھا۔ ٹونن لوبو جو ایک افریقی ملک سے تعلق رکھتا تھا اور مارٹن کنگ جو فرانس میں مقیم تھا۔

یہ تین افراد شیران کے لیے باعث دِلچسپی تھے اور شیران کو مصروف رکھنے کے لیے اگر ان تین افراد کو نشانہ بنا لیا جائے تو خاصا وقت گزر سکتا ہے، چنانچہ موٹاف نے اپنے مخصوص لکموں کے تحت ان تینوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔

ہیڈ کوارٹر کی طرف سے ملنے والی ہدایات کے تحت شیران کی صحت کا تحفظ بھی ضروری تھا۔ ڈاکٹروں کے مشورے سے انجکشن بند کر دیے گئے کیونکہ اُن کے مضر اثرات بھی ہو سکتے تھے۔

شیران مزید چند ہفتے بستر پر رہا اور اُس کے بعد صحتیاب ہو گیا۔ اِس دوران موٹاف اِس کے رجحانات کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا۔ ایک سے ایک حسین نرس شیران کی تیمارداری کرتی تھی لیکن کوئی اُسے اپنی جانب راغب نہیں کر سکی تھی۔ موٹاف کو اب فوری طور پر ہیڈ کوارٹر کی طرف سے بھیجی جانے والی تجاویز پر عمل کرنا تھا، ورنہ شیران کا اب اُن کے قبضے میں رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ چنانچہ وہ پُوری ذہانت سے کوئی پلان ترتیب دینے میں مصروف تھا۔ اِن تینوں کے بارے میں اُسے رپورٹیں موصول ہو رہی تھیں۔ شیران کو اس طرح معاملات میں اُلجھانا تھا کہ اُسے شبہ نہ ہو سکے ورنہ اس بات کے امکانات موجود تھے کہ وہ اِن لوگوں کی طرف سے مشکوک ہو کر رُوپوش ہو جائے اگر دُوسری بار موٹاف کسی کام کے سلسلے میں ناکام ہو جاتا تو پھر موت کے سوا اور کوئی سزا اُس کے لیے تجویز نہ ہوتی۔ چنانچہ وہ پُوری ذہانت سے ایک پروگرام ترتیب دینے میں مصروف تھا۔

چونکہ اُسے ہدایت ملی تھی کہ وہ تین افراد ہی شیران کی توجہ حاصل کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ اس لیے ان میں سے کسی ایک کی تلاش ضروری تھی اور موٹاف کو اس سلسلے میں کامیابی نصیب ہو گئی تھی۔ مارٹن کنگ کے بارے میں اُسے علم ہوا کہ وہ اِس وقت کوپن ہیگن میں موجود ہے اور وہاں منشیات کی تجارت کے سب سے بڑے مرکز کو چلا رہا ہے۔ وہ کوپن ہیگن کے بے تاج بادشاہ کی حیثیت سے مشہور ہے چنانچہ اس صُورت حال سے پُوری طرح فائدہ اُٹھانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

شیران کو جزیرہ پوسیٹو سے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا تھا اور اس کے بعد سے آج تک وہ اسی جگہ مقیم تھا۔ کچھ ایسا لاابالی شخص تھا وہ کہ اُس نے آج تک اِس جگہ کے بارے میں کوئی چھان بین نہیں کی تھی جہاں وہ موجود تھا۔ اِس لیے اگر اُسے خاموشی سے کوپن ہیگن پہنچا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں تھا۔ اُس نے ایک ایکشن گروپ ترتیب دیا اور آخری بار شیران کو بے ہوش کر کے نہایت خاموشی سے کوپن ہیگن منتقل کر دیا گیا۔

شیران کی زندگی میں ایک دِلچسپ اور حیران کُن باب کا اضافہ ہُوا تھا۔ اس رات سونے کے بعد وہ جاگا تو ماحول بدلا ہُوا تھا۔ وقت کا بھی کوئی اندازہ اُسے نہیں ہو سکا تھا۔ دماغ میں عجیب سی سیٹیاں بج رہی تھیں۔ اُس نے آنکھیں مل مل کر اِردگرد کے ماحول کو دیکھا۔ یقیناً یہ وہ جگہ نہیں تھی۔ یہ تو کوئی گھٹیا سے مکان کا گھٹیا سا کمرہ تھا۔

وہ پریشان سا ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ سامنے ہی دروازہ نظر آ رہا تھا اور شاید بند نہیں تھا۔ چکراتے ہُوئے ذہن کو سنبھال کر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔ تین کمروں کا ایک بوسیدہ سا فلیٹ تھا۔ ایک کمرے میں اُسے ایک مجہول سا شخص صوفے پر سوتا ہُوا نظر آیا۔ وہ گھٹنوں میں سر دیے عجیب سے انداز میں سو رہا تھا۔ شیران اُسے گھُورنے لگا پھر اُس نے صوفے کی پُشت پکڑ کر اُسے اوندھا کر دیا اور سوتا ہُوا شخص اطمینان سے زمین پر آ پڑا۔ دُوسرے لمحے وہ بُری طرح گھگھیانے لگا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور چیخ رہا تھا "بس ایک بار، صرف ایک بار میری زندگی بخش دو۔ اس کے بعد تمھیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی"

شیران نے اس کا گریبان پکڑا اور ایک جھٹکے سے اُسے کھڑا کر دیا اور مضحکہ خیز شکل کے مالک ایک نوجوان آدمی نے آنکھیں کھول دیں۔ "ہیں؟" اُس کے مُنہ سے حیرانی کی آواز نکلی۔ "کون ہو تم؟"

"رُوح قبض کرنے والا فرشتہ۔ ہوش میں آؤ۔" شیران غرّایا۔

"تم اپنا کام کرو بھائی مجھے سونے دو۔" اُس نے کہا اور دوبارہ صوفے کی طرف بڑھ گیا لیکن کمر پر پڑنے والی لات نے اُسے دُور اُچھال دیا اور وہ زمین پر چاروں شانے چت گر پڑا۔

"اے۔ اوہ۔ اُفوہ۔ ہائے۔ لعنت ہو تم پر۔ کمر توڑ دی میری۔ یہ میرے احسان کا صلہ ہے۔" وہ کراہتا ہُوا اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ابھی تمھارے بہت سے احسانات باقی ہیں مجھ پر۔ پُورا حساب کر لو۔" شیران نے آگے بڑھتے ہُوئے کہا۔

"ارے او بھائی۔ او شہزادے کونسی نسل کے ہو یار۔ میرے پیچھے کیوں پڑے ہو۔ ارے گریبان چھوڑو میرا۔"

"جینا چاہتے ہو تو فوراً بکو۔ یہ کون سی جگہ ہے اور مجھے کون یہاں لایا ہے؟" شیران نے اُسے جھنجوڑتے ہُوئے کہا۔

"میرا فلیٹ ہے برادر اور یہاں تک تمھیں لاد کر لاتے ہُوئے میری پسلیاں کھسک گئی تھیں۔ آہ اب بھی درد باقی ہے۔"

"کہاں سے لائے تھے مجھے؟"

"ہرانن ہاؤس کے فٹ پاتھ سے۔ ایک فرلانگ سے کم نہیں ہے۔" اُس نے کمر پر ہاتھ رکھتے ہُوئے مظلومیت سے کہا اور شیران سر کھجانے لگا۔

"میں فٹ پاتھ پر پڑا تھا؟" وہ تعجب سے بولا۔

"اپنی دانست میں تم پرنس سینڈرم کی مسہری پر سو گئے، اتنی زیادہ نہ پیا کرو کہ برداشت نہ کر سکو۔ رات کو تم فٹ پاتھ پر اس طرح پڑے تھے کہ آدھا دھڑ سڑک پر تھا۔ کوئی تمھارے جیسا اطمینان سے تمھارے اُوپر سے کار گزار کر لے جا سکتا تھا اور تمھیں خبر بھی نہ ہوتی۔ وہ تو اتفاق سے میں اُدھر سے گزرا اور اتفاق سے ہوش میں تھا، ورنہ گئے تھے کام سے۔"

شیران حیرت زدہ ہو کر دُوسرے بوسیدہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ مفلوک الحال شخص بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا تھا اور صوفے پر بیٹھ کر بُرے بُرے مُنہ بنا رہا تھا۔

"کیا نام ہے تمھارا؟" تھوڑی دیر کے بعد اُس نے پوچھا۔

"کوبرے۔ میکائل کوبرے۔ اچھے خاندان کا ایک فرد لیکن بُرے حالات کا شکار۔"

"یہ کونسی جگہ ہے؟"

"مفلوک الحال کا قبرستان۔ ڈیمنڈی کہتے ہیں اس علاقے کو۔ یہ میرا فلیٹ ہے جس کی مالکہ مِس کراموِل مر چکی ہے اور یہ بات میرے سوا کسی کو نہیں معلوم۔ اِس لیے اطمینان سے یہاں رہتا ہُوں۔ کرائے وغیرہ کی پریشانی نہیں ہوتی۔"

شیران کو اپنا ایک بہت پُرانا دوست یاد آ گیا جس کا نام تاؤنی تھا۔ اِس شخص میں اس کی جھلکیاں پائی جاتی تھیں۔ وہ بے اختیار مُسکرا پڑا۔ اِن پُراسرار لوگوں پر اُسے حیرت تھی جو اُسے جزیرے سے اُٹھا کر لائے تھے۔ اس کا علاج کیا تھا اور اُس کے بعد اُنھوں نے اُسے اس طرح فٹ پاتھ پر پھنکوا دیا تھا۔ اُسے اپنے زخم یاد آئے مگر اب اُن کا معمولی سا نشان باقی رہ گیا تھا، اور بس۔ وہ کسی بھی مسئلے پر زیادہ پریشان ہونے والوں میں سے نہیں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب وہ اُن کے لیے ایک ناکارہ فرد رہ گیا تو اُنھوں نے اس سے اِس طرح نجات پا لی۔ ظاہر ہے وہ بھی جرائم پیشہ لوگ تھے اُس کا کیا کرتے، لیکن بڑے سے کمینے لوگ تھے۔ واقعی اس شخص نے اس کی بے لوث امداد کی تھی۔

"کیا کرتے ہو تم؟" کچھ دیر کے بعد شیران نے پوچھا۔ اب اس کے انداز میں نرمی آ گئی تھی اور یہ اس بے لوث اِمداد کے تصوّر کا نتیجہ تھی۔

"کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ ریس کھیلتا ہُوں، جُوا کھیلتا ہُوں۔ جُوئے میں جیت کر ریس میں ہار جاتا ہُوں اور بس۔" اُس نے سکون سے جواب دیا۔

"کیا تم مجھے اپنے پاس رہنے کی جگہ دو گے؟"

"یہ فلیٹ میرے باپ کا ورثہ نہیں ہے۔ کھانے پینے کا خرچ خود برداشت کرو گے۔"

شیراں نے اپنی جیبیں ٹٹولیں اور بولا: "میرے پاس کچھ نہیں ہے۔"

"چند روز میں تم کو رکھ سکتا ہوں پھر کچھ انتظام کر لینا۔"

"چلو یہی سہی۔ کھانے پینے کا بندوبست کرو۔" شیراں اُسے چمکارتا ہوا بولا اور وہ کسی رُوٹھے ہوئے بچے کی طرح باہر نکل گیا لیکن کھانے کے لیے وہ جو کچھ لے کر آیا تھا وہ غیر معیاری نہیں تھا۔ خود وہ شیراں کے ساتھ شریک نہیں ہوا تھا جس کی وجہ سے اُن کی دوستی پکی ہو گئی۔

کوبرے بے حد دلچسپ انسان تھا۔ چند روز میں اُن کی دوستی پکی ہو گئی۔ شیراں اُس کے ساتھ بہت خوش تھا، اپنے بارے میں زیادہ غور کرنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔ کوبرے کے ساتھ وہ مختلف تفریح گاہوں میں جا چکا تھا۔ کوبرے واقعی تاش کا بادشاہ تھا لیکن لوگ اُسے شاطر کی حیثیت سے پہچانتے تھے، اس لئے بہت کم لوگ اس کے سامنے کھیلتے تھے۔

"اس سلسلے میں مَیں بہت پریشان ہوں۔ کئی کلبوں میں تو مجھے گھسنے بھی نہیں دیا جاتا۔ اکثر وہ لوگ میری بے عزتی کرتے ہیں۔"

"مجھے ان کے نام بتاؤ۔ انھیں چھاڑ کر رکھ دوں گا۔۔۔" شیراں نے اُسے چمکارتے ہوئے کہا۔

"نہیں دوست، یہ مناسب نہیں ہوگا۔ ابھی تو کام چل جاتا ہے۔ چند کلبوں کے سپروائزر کمیشن لے کر مجھے کھیلنے دیتے ہیں، اگر ایسا ہو گیا تو اس سے بھی جائیں گے۔" کوبرے نے کہا اور شیراں خاموش ہو گیا۔

کوبرے نے ایک دن شیراں کے ساتھ ریس کورس میں جیبیں خالی کر دیں چنانچہ اس رات جوا کھیلنا ضروری تھا۔ دِقت یہ تھی کہ کھیلنے کے لیے بھی رقم نہیں تھی۔ شیراں نے کہا۔ "آج مَیں تجھے اپنا کھیل دِکھاتا ہوں کوبرے۔"

"رقم کہاں کھیلتے ہو برادر؟"

"سیدھا سیدھا کھیل۔ کسی کی گردن مروڑو اور رقم حاصل کر لو۔"

"آج رہنے دو برادر۔ آؤ کوئنز چلتے ہیں، وہاں پر ایک مستقل شناسا ہے۔ کمیشن ففٹی پرسنٹ لیتا ہے لیکن رقم جتنی چاہو لے لو۔" کوبرے نے جواب دیا۔ کوئنز کے اسٹیکرز کاؤنٹر پر ایک کھونگے نما آدمی نے کوبرے کو دیکھ کر دانت نکال دیے۔

"رقم نہیں ہے۔" کوبرے نے کہا۔

"تمھارا بینک کھلا ہوا ہے کوبرے لیکن۔۔۔"

"ففٹی پرسینٹ۔" کوبرے نے کہا۔

"سنو۔ ٹیبل نمبر آٹھ پر مت جانا وہاں ڈیج مین کھیل رہا ہے۔ دال نہیں گلے گی۔" اُس نے کوبرے کے طلب کیے ہوئے اسٹیکرز اُسے دے کر کہا۔

"یہ ڈیج مین کون ہے؟"

"خطرناک آدمی۔ اسمگلر ہے اور بے شمار غنڈوں کا باپ۔"

"آؤ۔" کوبرے نے کہا اور دونوں ہال میں آ گئے۔ پُورے ہال میں رَش تھا، میزیں خالی نہیں تھیں صرف آٹھ نمبر کی میز پر دو کرسیاں خالی تھیں، ڈیج مین اِسی میز پر کھیل رہا تھا۔ شانوں تک بکھرے بال، چوڑے گچھے دار، خونیوں جیسی آنکھوں والا ڈیج مین بہت خطرناک لگتا تھا۔ کوبرے نے پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھا تو شیراں نے اس میز کی طرف اِشارہ کر کے کہا: "وہاں جگہ ہے۔"

"وہ ٹیبل نمبر آٹھ ہے عزیزم۔"

"آؤ۔" شیراں نے اس کا بازو کھینچتے ہوئے کہا اور کوبرے بے اختیار اس کے ساتھ کھنچا چلا گیا لیکن اس کی رُوح قبض ہو رہی تھی۔

کھیلنے والوں نے نگاہیں اُٹھا کر اِن دونوں کو دیکھا، اور پھر ان میں سے ایک کی آواز اُبھری: "کیا بدتمیزی ہے؟"

"کھیلیں گے۔" شیراں بولا۔

"بھاگ جاؤ۔" اُس نے حقارت سے کہا لیکن شیراں نے کُرسی کو ٹھوکر ماری اور کوبرے کو زبردستی بٹھا لیا۔ کوبرے کے بدن میں تھرتھراہٹ تھی جس شخص نے یہ الفاظ ادا کیے تھے اُس نے کُرسی کھسکا کر کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن ڈیج مین نے اس کا بازو پکڑ لیا اور پھر اُس کی غرّاہٹ اُبھری۔

"بیٹھ جاؤ، کھیلنے دو۔"

"شکریہ جناب۔" کوبرے نے اسٹیکرز سامنے لگائے۔ شیراں بھی کھیل میں شریک ہو گیا تھا۔ ڈیج مین نے ایک شخص کی طرف دیکھ کر کہا: "بانٹو۔" اور اُس نے کارڈ تقسیم کرنا شروع کیے۔ شیراں اِن چند دِنوں میں کوبرے کا کام دیکھ چکا تھا۔ اِس صفائی سے پتے بدلتا تھا کہ جادوگری کا گمان ہوتا تھا۔ ڈیج مین کے سامنے نروس معلوم ہوتا تھا لیکن کھیل کے دوران اُس نے جو کچھ کیا شیراں کے علم میں بھی نہ آ سکا۔ اسٹیکرز کی ڈھیری اُس کے سامنے اُونچی ہونے لگی۔ کارڈ اُس کے ہاتھ میں آتے تو پھر کوئی گنجائش ہی نہ رہی اور ان سب کے سامنے سے ڈھیریاں کھسکتی رہیں۔ دفعتاً ڈیج مین کے ایک ساتھی نے گدّی پر ہاتھ رکھ

دیا۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ یُوں بھی وہ قوی ہیکل اور خطرناک آدمی تھا۔۔۔ اُس کا ایک کان غائب تھا۔ "بے ایمانی ہو رہی ہے باس۔ یہ دونوں ساتھی ہیں۔ آپ کے سامنے ان کی یہ جرأت!"

"گڈّی میرے ہاتھ تھماؤ۔" شیراں کی غرّاہٹ اُبھری۔

"اوہ۔ نہیں نہیں مسٹر۔ اس کی ضرورت نہیں۔ ناراض کیوں ہوتے ہو بھائی!۔۔۔ کیوں جناب آپ کیا کہتے ہیں؟" کوبرے بولا۔

"گیپر۔ بے ایمانی ثابت کرو۔" ڈیج مین کی نگاہ شیراں پر تھی۔

"مَیں اِسے قتل کر دُوں گا۔" گیپر نے اُچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور پھر اُس نے جھک کر نہایت پھُرتی سے چاقو نکال لیا۔ شیراں نے بھی پھُرتی سے اُس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیا اور وہ قریب کی ایک میز پر جا پڑا۔ بہت سے کھیلنے والے اُچھل کر کھڑے ہو گئے تھے۔

گیپر نے خود کو سنبھالا اور پھر دیوانوں کی طرح پے در پے چاقو کے وار کرنے لگا لیکن بدقسمتی کا مدِّ مقابل شیراں تھا۔ شیراں سکون سے اُس کے وار خالی دے رہا تھا پھر گیپر نے ایک بار بالکل قریب آ کر وار کیا اور یہ اُس کی بدنصیبی تھی۔ شیراں نے اُس کا بازو پکڑ لیا پھر اُس کے حلق سے ایک غرّاہٹ نکلی اور اُس نے گیپر کو سر سے بُلند کر کے ایک میز پر دے مارا۔ گیپر کے ہاتھ کا چاقو خود اُس کی پسلیوں میں گھُس گیا تھا۔

کلب میں بھگدڑ مچ گئی لیکن کوبرے ایک اچھا ساتھی تھا۔ بھاگتے ہُوئے بھی اُس نے شیراں کو ساتھ لے لیا تھا اور اس لڑائی کے دوران اسٹیکر بھی سمیٹ لیے تھے پھر کاؤنٹر کے قریب سے گزرتے ہُوئے اُس نے کاؤنٹر مین سے کہا: "حساب رکھنا ورنہ تم سے رقم قبر میں بھی وصول کر لی جائے گی۔" اس کے بعد وہ شیراں کو کھینچتا ہُوا باہر لے آیا تھا۔ "اس وقت جان بچاؤ برادر، بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" شیراں کو صورتِ حال کا اندازہ تھا۔ اِس لیے اُس نے تعرّض نہیں کیا۔

"گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میرے خیال میں وہ مر جائے گا۔ ڈیج مین کا آدمی ہے معمولی بات نہیں تھی۔"

"یہ ڈیج مین میرے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔" شیراں نے جواب دیا۔ کلب کے ہنگامے کر اس دوران وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ تھوڑی دُور نکلنے کے بعد کوبرے نے ٹیکسی روکی، اور دونوں اس میں بیٹھ گئے لیکن جس جگہ وہ ٹیکسی سے اُترے تھے وہ ایک نئی جگہ تھی۔

"اس عمارت کی پانچویں منزل پر میری ایک سابقہ دوست رہتی ہے۔ ہمیں یہی جگہ سُوٹ کرتی ہے اگر وہ مر گیا تو پولیس کو ہماری ضرورت پیش آئے گی اور ممکن ہے ڈیج مین کے آدمیوں کو بھی یہاں رہ کر حالات کا جائزہ لیں گے۔" کوبرے نے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہُوئے کہا۔

"تم نے مجھے اس سابق دوست کے بارے میں کبھی نہیں بتایا۔"

"اپنا حساب کتاب بہت لمبا ہے برادر۔ آؤ۔" کوبرے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

کوبرے کی یہ سابقہ دوست ایک کال گرل تھی۔ نام وِینا تھا۔ جو کچھ بھی تھی مگر خوش اخلاق تھی۔ کوبرے نے اُسے الگ لے جا کر بات کی اور وہ مجسّم اخلاق بن گئی۔ لیکن کھانے کی میز پر شیراں کو اُس کا طرزِ گفتگو پسند نہیں آیا تھا۔ وِینا کسی کام سے اُن کے پاس سے ہٹی تو اُس نے کوبرے سے کہا۔

"اپنی اس سابقہ یا حالیہ دوست کو سمجھا دینا۔ مجھ سے بے تکلّف ہونے کی کوشش کی تو اس کے بال پکڑ کر کھال سمیت اُتار لُوں گا، صرف کچی کھوپڑی رہ جائے گی اس کی۔"

"ضرور، ضرور سمجھا دُوں گا برادر۔ تم اطمینان رکھو۔" کوبرے نے دانت نکال کر کہا۔ کھانے کے بعد شیراں کو ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں آرام دِہ مسہری لگی ہوئی تھی۔

نئے ہنگامے دِلچسپی کے لحاظ سے بُرے نہیں تھے پھر اُس کی زندگی کا تصوّر کیا تھا چنانچہ شیراں نے کچھ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی تھی البتہ رات کا غالباً پہلا پہر تھا جب فلیٹ کی کال بیل زور زور سے بجنے لگی۔ اُس کی آواز سے شیراں کی آنکھ کھُل گئی تھی۔ باہر کی آوازیں صاف سُنائی دے رہی تھیں۔ وہ اُٹھ کر دروازے کے پاس آ گیا۔

"کون ہے؟" وِینا کی آواز اُبھری اور پھر شاید اُس نے دروازہ کھول دیا پھر وہ چیخی: "ارے۔ کون ہو تم لوگ، یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"پولیس میڈم۔" جواب ملا۔

"یہاں کیا جُرم ہو رہا ہے جو اس طرح۔۔۔؟"

"کیا تم تنہا ہو؟"

"میرے بارے میں جانتے ہو تو یہ سوال۔۔۔"

"جو کوئی یہاں موجود ہے ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔" کہا گیا اور شیراں دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ وہ چار افراد تھے۔ شیراں کو دیکھ کر وہ اُس کی طرف بڑھ آئے تھے۔

"کیا بات ہے؟" شیراں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"آپ کے علاوہ بھی یہاں کوئی موجود ہے؟"
"صرف میں ہوں عالی جناب۔ فرمایئے۔" کوبرے بھی باہر آ گیا تھا۔
"پولیس کو ایک قتل کے سلسلے میں دو آدمیوں کی تلاش ہے تم دونوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"
"ہمیں اعتراض نہیں ہے آفیسر لیکن ہم دونوں ہی کو کیوں؟" کوبرے نے سوال کیا۔
"سوال نہیں، آؤ۔" ایک مسلح آفیسر نے کہا اور کوبرے نے سوالیہ انداز میں شیران کو دیکھا۔ شیران نے شانے ہلا دیے۔ وہ پولیس والوں کے ساتھ نیچے آ گئے۔ نیچے دو پولیس کاریں کھڑی تھیں۔ ایک کار کا دروازہ کھول کر انھیں بیٹھنے کی پیش کش کی گئی اور شیران نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کوبرے کو اشارہ کیا۔ دونوں اندر بیٹھ گئے تھے۔ ایک شخص اُن کے برابر بیٹھ گیا۔ باقی لوگوں میں سے دو آگے بیٹھ گئے تھے۔ ایک نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ دوسری کار عقب میں آ رہی تھی۔
شیران جانتا تھا کہ پولیس اسٹیشن میں ان دونوں کی شناخت ہو جائے گی اور اس کے بعد۔ اس لیے موقع دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ جُونہی کار کو جھٹکا لگا۔ اُس نے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص کی گردن دبوچ لی اور پھر اس کا پستول نکالنے میں اُسے دقت نہ ہوئی۔ آگے بیٹھے ہوئے لوگ تو اس دیوانگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے جس شخص کی گردن کھینچی گئی تھی، اُس نے جدّوجہد کی تو شیران نے پستول کی نال اس کے حلق پر رکھ کر ٹرائیگر دبا دیا۔ گولی اُس کے حلق سے گدّی میں داخل ہوئی اور برابر کی کھڑکی کا شیشہ توڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ڈرائیور بدحواس ہو گیا تھا۔ چنانچہ اُس کا ہاتھ اسٹیرنگ پر بہک گیا۔
لیکن بزدل کوبرے بھی اس وقت کام کا آدمی ثابت ہوا تھا۔ اُس نے پُھرتی سے برابر کا دروازہ کھول کر خون اُگلتے ہوئے پولیس مین کو باہر دھکا دے دیا۔ اس دوران شیران نے ڈرائیور کے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص کے سر کا نشانہ لے کر دُوسرا فائر کر دیا، جو پستول نکال کر پلٹنے ہی والا تھا۔ اس بار بھی گولی اس شخص کے سر کی ہڈی کو توڑ کر ونڈ اسکرین سے باہر نکل گئی تھی۔ شیران کی وحشت عود کر آئی تھی اُس نے پُوری قوت سے آگے جُھک کر ڈرائیور کا سر اسٹیرنگ سے ٹکرا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے اسٹیرنگ پیچھے سے سنبھال لیا تھا۔ کوبرے نے پچھلا دروازہ بند کر دیا، لیکن کار پوری سڑک پر لہرا رہی تھی اور ڈرائیور کے پاؤں کا دباؤ ایکسیلیٹر پر بڑھ گیا تھا۔
کوبرے نے پیچھے کا دروازہ بند کر کے خود بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور پھر اسٹیرنگ کے برابر کا دروازہ کھول کر اس دوسرے شخص کو باہر دھکیلنے لگا۔ شیران اس دوران اسٹیرنگ والی سیٹ کی پُشت پر چڑھ بیٹھا تھا۔ وہ خود بھی اسٹیرنگ کے برابر کا دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا پھر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گیا اور زبردست اور طاقتور ہاتھ نے ڈرائیور کو اسٹیرنگ سیٹ سے اُٹھا کر باہر پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی کوبرے پُھرتی سے آگے آ گیا تھا۔ اُس نے بڑی مہارت سے اسٹیرنگ کنٹرول کر لیا تھا۔
کاریں خون ہی خون بکھرا ہوا تھا۔ تعاقب کرنے والی کار ان پھیکتی ہوئی لاشوں کے چکر میں پھنس گئی تھی۔ اس لیے تعاقب جاری نہ رہ سکا تھا۔ اب صُورتِ حال اُن کے قابو میں تھی۔
لیکن یہ سفر تھوڑی ہی دیر کے بعد پُرسکون نہ رہ سکا تھا۔ وہ ایک چوراہے سے گزرے ہی تھے کہ اچانک تین چار پولیس کاریں خوفناک آوازیں سائرن بجاتی اُن کی طرف لپکیں۔ ان کی سُرخ بتیاں تیزی سے گھوم رہی تھیں۔ کوبرے نے پُھرتی سے کار چوراہے سے گُھما کر ایک مختلف راستے پر ڈال دی اور پولیس کاریں جھونک میں آگے بڑھ گئیں پھر خوفناک آوازیں سُنائی دیں۔ کاریں بریکوں کی چرچراہٹ کے ساتھ گھوم رہی تھیں۔
"اب کیا خیال ہے برادر" کوبرے کی آواز سُنائی دی۔
"اسٹیرنگ سنبھالے رکھو۔" شیران کی چیخکار سُنائی دی اور پھر اُس نے پیچھے مُڑ کر پستول کے دستے سے کار کا عقبی شیشہ توڑ دیا۔ پستول میں صرف چار گولیاں تھیں اور پیٹرول پولیس کی کاروں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے زمین یہ کاریں اُگل رہی ہو۔

شیران کو اندازہ ہو چکا تھا کہ صورتِ حال پُوری طرح خراب ہو چکی ہے اور اب پولیس کے ہاتھ لگ جانے کا مطلب یہ ہے کہ پُوری زندگی یا تو جیل میں گزر جائے یا پھر اطمینان سے الیکٹرک چیئر۔ اس لیے اب کسی تکلف کا سوال نہیں تھا۔ اُس نے سب سے آگے والی کار کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ نشانہ اسٹیرنگ پر بیٹھے ہوئے ڈرائیور کا لیا گیا تھا اور پہاڑوں کے باسی چُوکنے والے نشانے نہیں لگاتے۔
پیچھے آنے والی کاریں ایک ہولناک حادثے کا شکار ہو گئیں۔ چونکہ وہ انتہائی برق رفتاری سے اور ایک دُوسرے سے بالکل قریب قریب آ رہی تھیں چنانچہ جُونہی آگے والی کار کے ڈرائیور کو گولی لگی۔ اس کا اسٹیرنگ گھوم گیا اور پیچھے آنے والی کئی کاریں اس پر چڑھ گئیں۔ خوفناک دھماکے ہو رہے جن ڈرائیوروں نے اسٹیرنگ کاٹ کر اپنی کاروں کو بچانے کی کوشش کی وہ دُکانوں اور عمارتوں میں گُھس گئے۔ اس طرح شیران کی کار کو دُور نکل جانے کا موقع مِل گیا۔ کوبرے کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا اور اب سکون سے کار چلا رہا تھا۔

"مسٹر کوبرے۔" شیران نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "بہتر یہ ہے کہ اب کار کسی مناسب جگہ روک دو اور نکل چلو۔ ہمارا تعلق پولیس سے نہیں ہے۔"
"اوہ۔ ہاں۔" کوبرے نے جلدی سے رفتار سُست کر کے کار ایک سائڈ پر کر لی۔ دونوں پُھرتی سے نیچے اُترآئے اور تیز تیز قدموں سے ایک طرف چل پڑے۔ اُنھیں کسی ایسی خاص جگہ کی تلاش تھی جہاں رُکے ہوئے سانس لے سکیں اور آئندہ کے بارے میں کچھ فیصلے کر سکیں۔ یہاں مکمل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ آگے بڑھ کر وہ دائیں سمت گھوم گئے۔ اس طرح تھوڑی دُور چلنے کے بعد وہ ایک خوبصورت علاقے میں پہنچ گئے۔ ایک نہر جو شہر کے نواحی علاقے کو سیراب کرتی ہوئی دُور نکل جاتی تھی اُن کے سامنے تھی۔
"کام بن گیا برادر۔" کوبرے نے کہا۔
"کیا ہوا؟"
"ہمیں کسی پُرسکون جگہ کی تلاش تھی نا۔ اس نہر کے کنارے دولت مند لوگوں کے ہٹ بنے ہوئے ہیں۔ فرصت کے اوقات میں یہاں مچھلی کے شوقین لوگ آ جاتے ہیں اور اپنے گھر کے آنگن میں بیٹھ کر مچھلیاں شکار کرتے ہیں۔ دُنیا کی بہترین نسل کی مچھلیاں یہاں پروان چڑھائی جاتی ہیں یہ نہر فشنگ پیراڈائز کہلاتی ہے چنانچہ ہمیں یہاں خالی مکان مِل سکتے ہیں جن میں داخل ہو کر ہم کچھ وقت گزار سکتے ہیں۔"
"خوب۔ چلو کوئی خالی مکان تلاش کریں۔" شیران نے کہا اور وہ نہر کی اُترائی کی جانب چل پڑے۔ نیچے اُترنے کے لیے جگہ جگہ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اس لیے کوئی دِقت نہیں ہوئی اور پھر سب سے پہلی جگہ انھیں نظر آئی اسی کو اُنھوں نے منتخب کر لیا۔
چھوٹے سے خوبصورت ہٹ میں مکمل تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ چھ فٹ اُونچی دیوار کو پھلانگنے میں کوئی دِقت نہیں ہوئی اور وہ احاطے میں پہنچ گئے پھر وہاں سے ہٹ کے دروازے پر۔ دروازے کو دھکیل کر دیکھا تو وہ کُھل گیا اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔ سامنے لمبی راہداری تھی اور اس کے اختتام پر ایک کمرے کا دروازہ تھا۔ ویسے ہٹ میں چار پانچ کمرے اور... بھی تھے لیکن اُنھوں نے اسی کمرے کا انتخاب کیا۔ اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور

دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کر کے روشنی کر دی۔

کمرہ بہترین آراستہ تھا۔ صوفے پڑے ہُوئے تھے۔ تیز روشنی میں اُنھوں نے اپنا حلیہ دیکھا۔ لباس خُون آلود ہو رہا تھا۔ کوبرے بولا "فکر مت کرو برادر۔ میں لباس دھو کر استری کر لوں گا۔ یہاں اس کے انتظامات ضرور ہوں گے۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔ مَیں کسی بات کی فکر نہیں کرتا۔"

"کچن میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔"

"کیا یہاں چوکیدار نہیں ہوتا؟" شیران نے سوال کیا۔

"نہیں۔ عموماً نہیں ہوتا مگر علاقہ کمیٹی کے کچھ ممبر ضرور ہوتے ہیں جو دن کی روشنی میں یہاں صفائی وغیرہ کر دیتے ہیں۔"

... ابھی کوبرے نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً اُنھیں ایک آہٹ سُنائی دی۔ کوبرے خاموش ہو گیا۔

"روشنی گُل کر دو۔" شیران نے کہا اور کوبرے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا لیکن اسی وقت دروازہ کُھل گیا تھا۔ اُن کے حلق سے آوازیں نکل گئیں۔ دونوں نے چونک کر دروازے پر کھڑی ہُوئی شخصیت کو دیکھا... درمیانے قد کی ایک خُوبصورت لڑکی تھی جو شب خوابی کے لبادے میں ملبوس تھی۔ بال بکھرے ہُوئے تھے اور میک اَپ بگڑا ہُوا نظر آ رہا تھا لیکن اس کے ہاتھ میں دبے ہُوئے پستول کا رُخ اُنھی کی جانب تھا۔ آنکھوں میں ایسی کیفیت تھی جیسے وہ سوتے سوتے جاگ اُٹھی ہو۔ اُس نے سرد نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا اور دفعتاً اس کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ وہ بے اختیار کئی قدم آگے بڑھ آئی... اور آگے بڑھنے کی اس کوشش میں احتیاط نہیں تھی، اگر یہ لوگ چاہتے تو اس موقعے پر لڑکی پر حملہ کر سکتے تھے اور با آسانی اس پر قابو پا سکتے تھے۔

"اوہ۔ اوہ مائی گاڈ! کیا یہ سچ ہے؟ کیا یہ واقعی تم دونوں ہو؟" اس کے مُنہ سے حیرت آمیز آواز نکلی اور کوبرے چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کون ہو تم، کیا چاہتی ہو؟" کوبرے نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہُوئے کہا۔

"اتفاق ہے بالکل اتفاق ہے۔ ایسے حادثے بعض اوقات ناقابلِ یقین ہوتے ہیں۔"

"ہاں۔ ہوتے تو ہیں لیکن تمھارا جغرافیہ کیا ہے؟" کوبرے نے کہا۔ لڑکی نے پستول لاپروائی سے ایک سمت ڈال دیا۔ شیران کی آنکھوں میں حیرانی کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ پستول اُس کی دسترس سے دُور نہیں تھا۔ حالانکہ پستول اُس کے پاس بھی موجود تھا اور اُس میں ابھی تین گولیاں باقی تھیں لیکن لڑکی کے پستول پر قبضہ جمانے میں اُس نے دیر نہیں کی تھی۔ لڑکی نے لاپروائی کی نگاہوں سے شیران کی یہ کوشش دیکھی اور پھر مُسکرا کر بولی "پستول لانے کی وجہ یہ تھی کہ مَیں نہیں جانتی تھی، میرے ہٹ میں داخل ہونے والے کون ہیں؟ مَیں تم لوگوں کی آمد پر بہت خوش ہُوں۔"

"ہم لوگ ایسی ہی شخصیت کے مالک ہیں کہ ہم سے ملنے والے عموماً خوش ہو جاتے ہیں۔" کوبرے دانت نکال کر بولا۔ لڑکی اطمینان سے اُن کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گئی اور پھر اُس نے مُسکراتے ہُوئے کہا.... "میرا نام جین تھامس ہے، تم لوگ مجھے جین کے نام سے پکار سکتے ہو۔"

"اپنی اس اداکاری کا مقصد بتاؤ۔" شیران نے سرد لہجے میں کہا۔

"اداکاری؟" لڑکی نے دلچسپی سے شیران کو دیکھتے ہُوئے کہا اور پھر مُسکرا کر بولی "کون سی اداکاری کی بات کر رہے ہو۔ مَیں نے یہ بھرا ہُوا پستول اس طرح تمھارے سامنے پھینک دیا ہے غالباً اس بات پر تمھیں تعجب ہُوا ہے۔"

"ہمیں کسی بات پر تعجب نہیں ہوتا، اچھے اچھے ہمیں دیکھ کر بدحواس ہو جاتے ہیں۔" کوبرے بولا۔

"مگر میرے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہے مَیں تو تمھیں اس طرح دیکھ کر خوش ہُوئی ہُوں۔" جین نے کہا۔

"اس خوشی کی وجہ بتانا پسند کرو گی؟" کوبرے بولا۔

"ہاں۔ کیونکہ مجھے تمھاری تلاش کی ذمّےداری سونپی گئی تھی اور ہدایت کی گئی تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے تم سے رابطہ قائم کروں۔"

"کس نے سونپی تھی یہ ذمّے داری؟" کوبرے نے سوال کیا۔

"ڈیج مین نے۔ اُس نے جس کے سامنے تم اُس کے ایک ساتھی کو ہلاک کر کے اطمینان سے نکل آئے تھے۔" لڑکی نے کہا اور کوبرے ٹیڑھی نگاہوں سے شیران کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم اس ہٹ میں کیا کر رہی تھیں؟" شیران نے پوچھا۔

"مَیں یہیں رہتی ہُوں ڈیج مین نے یہ رہائش مجھے دے دی ہے۔ اتفاق سے یہ اُسی کی ہٹ ہے۔"

"بڑا دلچسپ اتفاق ہے۔" کوبرے نے مسکراتے ہُوئے کہا... پھر پوچھا "لیکن ڈیج مین نے تمھیں ہماری تلاش کی ذمّےداری

کیوں سونپی تھی؟"

"تم جس طرح وہاں سے فرار ہُوئے تھے، اس طرح تمھارے لیے چلے آنا ضروری نہیں تھا کیونکہ ڈیج مین جن لوگوں کو پسند کرتا ہے وہ دُنیا کی ہر آفت سے محفوظ رہتے ہیں۔" لڑکی نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔ ایک بار پھر کوبرے نے شیران کی طرف رُخ کر کے اُسے آنکھ سے اشارہ کیا۔

"ڈیج مین نے ہم لوگوں کو پسند کر لیا ہے؟"

"ہاں۔"

"اور اپنے ساتھی کی موت کا انتقام لینا چاہتا ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو! ڈیج مین جس سے انتقام لینا چاہتا ہے اُسے مرنے سے کوئی نہیں روک سکتا لیکن وہ دلیروں کا قدردان ہے۔ اگر وہ چاہتا تو تم ہوٹل سے باہر بھی نہیں آ سکتے تھے۔"

"اے لڑکی بات سُن۔ ڈیج مین سے کہنا کہ وہ جہاں چاہے ہم سے ملاقات کر لے اور ہمیں روکنے کی کوشش کرے۔" شیران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

"نہیں نہیں۔ غصّے میں آنے کی ضرورت نہیں، ڈیج مین تمھیں اپنے دوستوں میں شامل کرنا چاہتا ہے۔"

"اور اس کے لیے اُس نے تجھے اس ہٹ میں بھیج دیا کیوں؟" شیران بولا۔

"مَیں بتا چکی ہُوں تمھیں کہ مَیں اسی ہٹ میں رہتی ہُوں۔"

"ٹھیک ہے ہمیں ڈیج مین سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ رات ہم اسی ہٹ میں گزاریں گے اور اس کے بعد ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔" شیران لاپروائی سے بولا۔

"لیکن مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ اگر تم لوگ کہیں مِل جاؤ تو جس طرح بھی ممکن ہو سکے تمھیں ڈیج مین سے دوستی پر آمادہ کروں۔" شیران نے کچھ بولنا چاہا لیکن کوبرے نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"ٹھیک ہے اگر ڈیج مین ہمارا مخالف نہیں ہے تو ہم اپنی مرضی کے مطابق کسی وقت بھی اس سے ملاقات کر لیں گے۔"

"یہ تمھارا پیغام ہے تو مَیں اسے ڈیج مین تک پہنچا دُوں گی۔" لڑکی نے کہا اور پھر مسکرائی "مَیں تمھیں اس ہٹ میں خوش آمدید کہتی ہُوں اب یہ تمھاری مرضی ہے کہ چاہو تو یہاں رہو یا اگر یہاں سے جانا چاہو تو چلے جاؤ لیکن اگر یہاں رہنا چاہو، تو مجھے بتاؤ مَیں تمھاری کیا خدمت کروں؟"

"کافی مل سکتی ہے۔" کوبرے نے پُوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں کافی کے ساتھ بھی اگر کچھ چاہو تو۔"

"لیکن اس میں بے ہوشی کی دوا نہیں ہونی چاہیے۔" کوبرے بولا۔

"بہتر ہو گا کہ تم میں سے کوئی ایک میرے ساتھ کچن میں چلے تاکہ تمھیں مجھ پر اعتماد رہے۔"

"ہم دونوں ہی چلتے ہیں۔ کیوں لارڈ؟" کوبرے نے آنکھ مار کر شیران کی طرف دیکھا اور شیران نے گردن ہلا دی۔ لڑکی کے ساتھ وہ کچن میں پہنچ گئے۔ ہٹ کے کچن میں تقریباً تمام سامان موجود تھا۔ فریج میں مختلف قسم کی کھانے پینے کی چیزیں اور پھل وغیرہ رکھے ہُوئے تھے۔ اُس نے اُن کے سامنے کافی بنائی اور برتن میں ڈال کر دُوسری چیزیں ٹرے میں سجانے لگی۔

"اب مجھے اس بات کا حق تو دو کہ میں یہ ٹرے لے کر تمھارے ساتھ چلوں۔" اپنے کام سے فارغ ہو کر وہ بولی۔

"ہاں۔ ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے آ جاؤ۔" کوبرے نے کہا اور وہ جین کے ساتھ کمرے میں آ گئے۔ جین خود بھی اُن کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی تب پھر اُس نے کہا "ڈیج مین کی فطرت کے بارے میں، مَیں تم لوگوں کو کیا کیا بتاؤں بس یُوں سمجھ لو کہ وہ خطرناک بھی ہے لیکن بُرے لوگوں میں وہ ایک اچھا انسان ہے۔"

"اچھی انسان تم ہو جو ایک بُرے آدمی کی تعریف کر رہی ہو۔" شیران بولا۔

"نہیں۔ ایسا نہ کہو۔ میرے ساتھ اُس نے بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ مَیں ایک مظلوم اور بے سہارا لڑکی تھی۔ دُنیا کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہُوئی تھی۔ فٹ بال بنا دیا تھا اُنھوں نے مجھے۔ ڈیج مین نے میرے سر پہ ہاتھ رکھا اور اس کے بعد میری تقدیر بدل گئی۔ مَیں خُود اُس کی بے حد شکرگزار ہُوں۔ وہ میرے ساتھ اپنی بیٹیوں جیسا سلوک کرتا ہے۔"

"کمال ہے اپنی بیٹیوں کو وہ ایسے کاموں پر بھی لگا دیتا ہے۔" کوبرے ہنسا۔

"نہیں ایسی بات نہ کہو پلیز۔ مَیں تم سے درخواست کرتی ہُوں۔ میرا کام صرف یہ ہے کہ مَیں اُس کے لیے چھوٹے موٹے کام کرتی رہوں ایسے جو قابلِ دست اندازی پولیس نہ ہوں۔" اس نے کہا اور دفعتاً اُس کے ہاتھ سے کافی کی پیالی چھوٹتے چھوٹتے بچی۔ اُس نے ان لوگوں کے کپڑوں پر پڑے ہُوئے خُون کے دھبوں کو دیکھ لیا تھا۔

"یہ خون کیسا ہے؟"

"بہت اچھا ہے چونکہ پولیس والوں کا ہے۔ اس لیے تم فکر مت کرو۔" شیران مسکرا کر بولا۔

"پولیس والوں کا خون" لڑکی سرسراتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہاں ہمارے ہاتھوں چند پولیس والے قتل ہو گئے ہیں۔"

"بات خطرناک ہے میرا خیال ہے تمھیں فوراً ڈیج مین سے مل لینا چاہیئے، پولیس ویسے بھی تمھاری تلاش میں سرگرداں ہے۔" لڑکی بولی۔ شیران کچھ سوچنے لگا تھا کوبرے اس دوران کہنے لگا "میں نے کہا تاہم اس سے اپنی مرضی کے مطابق ہی ملیں گے۔"

"نہیں" شیران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "اگر لڑکی کہتی ہے کہ وہ بہت اچھا انسان ہے تو پھر مجھے اس سے ملنے میں کوئی اعتراض نہیں۔"

"ہاں۔ میں تم سے اس بات کی درخواست کرتی ہوں۔" لڑکی نے کہا "ممکن ہے ہمیں دیر ہو جاتے۔"

"تو پھر کب لے جاؤ گی تم ہمیں ڈیج مین کے پاس۔"

"جب تم چاہو اگر اسی وقت چلنا چاہو تو میں اس کا انتظام کر سکتی ہوں۔" لڑکی بولی۔ کوبرے نے سوالیہ نظروں سے شیران کو دیکھا اور شیران گردن ہلا کر بولا۔ "ہمیں کوئی اعتراض نہیں . . . لیکن رات کا یہ وقت اس سے ملاقات کے لیے موزوں رہے گا؟"

"جس جگہ وہ رہتا ہے وہاں راتیں جاگتی ہیں۔"

"تو پھر ہم بھی جاگ رہے ہیں کافی پینے کے بعد چلتے ہیں۔" شیران بولا اور لڑکی تیار ہو گئی۔ پھر اُس نے کہا "یہاں میرے پاس کار موجود نہیں ہے اگر تم اجازت دو تو میں ٹیلی فون کر کے کار منگوا لوں؟"

"یہاں ٹیلی فون ہے؟"

"ہاں دُوسرے کمرے میں ہے شاید تم نے دیکھا نہیں۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے اُسے فون کر دو۔" شیران نے کہا اور لڑکی اُٹھ کر باہر نکل گئی۔ کوبرے نے پریشان نگاہوں سے شیران کو دیکھا اور بولا "یہ اچانک تمھارے اُوپر اتنی شرافت کیسے طاری ہو گئی برادر؟"

"شرافت؟" شیران مسکرا کر بولا۔ "اُس نے کہا تھا کہ اگر وہ چاہتا تو ہم کلب سے نہیں نکل سکتے تھے، اب میں اُس کے گھر جا رہا ہوں دیکھتا ہوں وہ مجھے کیسے روکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ڈیئر برادر۔ کوبرے تو وہاں ہے جہاں تم۔"

لڑکی ٹیلی فون کر کے واپس آ گئی۔ کوبرے کے خیال میں شیران نے حسبِ عادت ایک احمقانہ اقدام کیا تھا۔ فوری طور پر ڈیج مین سے ملاقات کوئی بہتر بات تو نہ تھی لیکن کوبرے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتا تھا۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد ایک کار وہاں آ گئی اور دونوں لڑکی کے ساتھ بیٹھ کر چل پڑے۔ رات خاصی گزر گئی تھی لیکن اب بھی بعض علاقے پُر رونق تھے۔ یہ ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں کے علاقے تھے۔ کار ڈرائیور ایک ٹھگنے سے قد کا آدمی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوبصورت نائٹ کلب کے سامنے پہنچ گیا جس پر "گرائن" کے نیون سائن جگمگا رہے تھے۔ گرائن کلب کی راہداری سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے ہال میں پہنچ گئے۔

"عمارت خاصی کشادہ اور خوبصورت تھی۔ فرش پر سُرخ قالین بچھے ہوئے تھے۔ شاندار راستوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک ہال میں پہنچ گئے جہاں ایک دراز قد آدمی نے اُن کا استقبال کیا اور اُنھیں بیٹھنے کی پیش کش کی۔ ہال میں شاندار فرنیچر سجا ہوا تھا۔ لمبا آدمی اُنھیں وہاں بٹھا کر ایک دروازے سے اندر چلا گیا تھا۔ کوبرے نے سوالیہ نگاہوں سے جین کی طرف دیکھا تو وہ بولی "یہ کلب ڈیج مین ہی کی ملکیت ہے۔ میں نے تم لوگوں کو بتایا تھا کہ وہ ان علاقوں کا شہنشاہ ہے۔ اس کے ہاتھوں کی پہنچ بہت دُور تک ہے۔ ایسے ایسے کئی کلب اور ہوٹل اس کی ملکیت ہیں۔"

"دیکھیں گے دیکھیں گے۔" شیران نے گردن ہلا کر کہا۔ چند لمحات بعد دراز قد آدمی باہر نکلا اور اُس نے لڑکی کی طرف رُخ کر کے کہا "جین تم واپس جا سکتی ہو۔ ڈیج مین دونوں معزز مہمانوں سے تنہا ملاقات کرے گا۔" جین نے خاموشی سے گردن ہلا دی اور واپسی کے لیے مُڑ گئی، شیران اور کوبرے دراز قامت شخص کی درخواست پر اندرونی دروازے کی جانب چل پڑے تھے۔ اس دروازے کے دُوسری طرف بھی ایک ہال نما کمرہ تھا جو انتہائی خوبصورتی سے آراستہ تھا۔ ڈیج مین اس کمرے میں ایک شاندار کُرسی پہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پہ ایک بہت خوبصورت لڑکی صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی جس کی عمر انیس بیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ بڑے حسین لباس میں تھی . . . اور اُس کے چہرے میں ایسی کشش تھی جس کی وجہ سے ایک بار اُسے دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کی خواہش دل میں پیدا ہو جاتی تھی۔ ڈیج مین نے مُسکراتی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا اور پھر ایک طرف اِشارہ کر کے بولا۔ "بیٹھو تم لوگوں کے اِس قدر جلد مل جانے کی توقع نہیں تھی تاہم میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"اس لڑکی نے کہا تھا کہ اگر ڈیج مین چاہتا تو ہم اس کلب سے باہر نہیں نکل سکتے تھے جس کے جواب میں، میں نے اُس سے کہا کہ ڈیج مین جہاں ہمیں طلب کرے، ہم پہنچ جائیں گے اور اس کے بعد وہ ہمیں نکلنے سے روک سکتا ہے تو روک لے۔" شیران کے اِن الفاظ

پر کوبرے کا تو دم ہی نکل گیا . . . لیکن ڈیج مین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں اندازہ لگا چکا ہوں کہ تم جنگل کے شیر کی مانند ہو، جو آبادیوں میں آ گیا ہے۔ میں نے تمھارے لڑنے کا انداز دیکھا تھا، لیکن شاید جین نے تمھیں میرے بارے میں تفصیل نہیں بتائی۔ میں تمھیں کسی دُشمنی کی بُنیاد پر نہیں بلکہ دوستوں کے انداز میں طلب کیا تھا۔" اُس نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہم بھی دوستی کا جواب دوستی سے ہی دیتے ہیں لیکن وہ جو ہمارے سامنے بڑے بننے کی کوشش کرتے ہیں فائدے میں نہیں رہتے۔" شیران بولا۔

"ٹھیک ہے ایسا ہونا بھی چاہیئے۔ طاقت اور عقل اگر یکجا ہو جائیں تو قابلِ قدر ہوتی ہیں۔ بہر طور میں ایک بار پھر تم سے کہتا ہوں کہ میں نے تمھیں دوستوں کی مانند بُلوایا ہے۔" ڈیج مین بُرا مانے بغیر بولا۔

"کیا چاہتے ہو ہم سے؟" شیران بولا۔

"ایسے لوگوں کو میں اپنے ساتھیوں میں دیکھنا پسند کرتا ہوں بشرطیکہ وہ قبول کر لیں۔"

"تمھارے ساتھیوں کو کیا کرنا ہوتا ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"عیش صرف عیش اور اگر وہ پسند کریں تو میری ذمّے داریوں میں ہاتھ بٹا سکتے ہیں لیکن میں ایسے لوگوں کو اپنے آپ سے دُور نہیں رکھتا . . . میں تمھیں پیش کش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو ڈیج مین کے ساتھیوں کی حیثیت سے زندگی عیش سے گزار سکتے ہو لیکن تمھیں اپنے آپ کو ڈیج مین کے دوستوں میں تسلیم کرنا ہوگا۔" ڈیج مین بولا۔

"عمدہ بات ہے گویا یہاں ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔" شیران تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"ڈیج مین جو کچھ کہتا ہے اُس پر ہمیشہ عمل کرتا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے جناب تو میرا خیال ہے کہ اس سے بڑھ کر ہماری خوش قسمتی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔" کوبرے بولا۔

"ہاں۔ ہاں ٹھیک ہے ہم بھی دوستوں کو نظر انداز نہیں کرتے۔" شیران نے کہا اور ڈیج مین مُسکراتے ہوئے گردن ہلانے لگا پھر اُس نے کہا "سنو۔ میری آنکھیں کمزور نہیں ہیں۔ میں انسانوں کو شناخت کر سکتا ہوں۔ عام لوگوں کو میں قطعی گھاس نہیں ڈالتا کیا تاش میں تم اتفاقیہ طور پر جیت رہے تھے؟" اس بار اُس نے کوبرے کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"نہیں مسٹر ڈیج مین وہ ہاتھوں کا کمال تھا۔"

"یہ کیا کمال تھا کہ تم پتّوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے تھے۔"

"بس کمال کمال ہوتا ہے یہ ہماری روزی ہے مسٹر ڈیج مین۔"

"صرف اس کی۔ میری نہیں۔" شیران نے درمیان میں لقمہ دیا۔

"ہاں۔ ہاں میں جانتا ہوں یہ کارروائی یہی شخص کر رہا تھا لیکن خوب تھی مجھے پسند آئی۔" ڈیج مین نے کہا۔

"شکریہ جناب۔" میں آپ کی اس عنایت کا دل سے شکر گزار ہوں۔" کوبرے بولا۔

"اس دوران پولیس سے تو تمھارا واسطہ نہیں پڑا۔" ڈیج مین نے پوچھا۔

"واسطہ پڑا ہے چیف۔" کوبرے ایک دم بول پڑا۔ لیکن شیران نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"میں دوستوں سے کوئی بات چھپانے کا قائل نہیں ہوں ڈیج مین جو کچھ ہوا ہے کوبرے تمھیں بتا دے گا لیکن مسٹر ڈیج مین ہم دُوسروں کے شانوں پر بندوق رکھ کر نہیں چلاتے جو کچھ ہم نے کیا ہے اس کے ذمّے دار ہم خود ہی ہیں۔"

"کیا ہُوا بتاؤ؟" ڈیج مین بولا اور کوبرے نے تمام تفصیلات اُسے بتا دیں۔ اس دوران لڑکی بالکل خاموش بیٹھی رہی تھی وہ کچھ مغرور سی معلوم ہوتی تھی اُس کے چہرے پر اُن دونوں کے لیے کوئی تاثر نہیں اُبھرا تھا۔ تمام تفصیل سُننے کے بعد ڈیج مین نے کہا۔ "خیر اس مسئلے کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔ تم اس سلسلے میں اطمینان رکھو میں ٹھیک کر لوں گا۔"

"تو پھر اب ہمارے لیے کیا حکم ہے چیف؟"

"کچھ نہیں۔ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا تھا اور تمھیں اپنے ساتھ شامل کرنے کا خواہشمند تھا سو یہ ہو گیا۔ اس کے بعد تمام تر ذمّے داریاں میں قبول کرتا ہوں۔ یہ میری بیٹی گرائنا ہے۔ گرائن اِسی کے نام سے منسوب ہے۔"

"بہت خوشی ہوئی مس گرائنا سے مل کر۔" کوبرے بولا، لیکن لڑکی نے اس کے بعد بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"بہتر ہے اب تم لوگ آرام کرو فی الحال میں گرائن کے اوپری حصّے میں تمھارے لیے رہائش کا بندوبست کیے دیتا ہوں، اِس کے بعد جو کچھ بھی ہوگا تمھاری مرضی سے ہی ہوگا۔" کوبرے نے شیران کی طرف دیکھا اور شیران نے آہستہ سے گردن ہلا کر کہا۔

"اگر مسٹر ڈیج مین ہمارے ساتھ یہ مہربانی کرنا چاہتے ہیں تو اُسے قبول کرنے میں اعتراض نہیں کرنا چاہیئے۔" ڈیج مین نے

صوفے کے ہتھے میں لگی ہُوئی گھنٹی بجادی۔ وہی لمبا آدمی اندر داخل ہُوا... ڈیج مین نے اُسے ہدایت دی۔

"معزز مہمانوں کو میرے ذاتی بیڈ رُوم میں لے جاؤ۔ انھیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیئے۔"

"بہت بہتر جناب۔" دراز قامت شخص نے گردن خم کرکے کہا اور ڈیج مین نے کھڑے ہوکر گرمجوشی سے اُن سے ہاتھ ملا کر اُنھیں رخصت کردیا...

گرائن ایک خوبصورت کلب تھا۔ یہاں اُنھیں دُنیا کی ہر آسائش مُہیّا کردی گئی تھی۔ ایک ہفتے سے زیادہ گزر گیا تھا۔ ایک قیمتی کار اُنھیں دے دی گئی تھی اور اُنھیں ہر جگہ جانے کی آزادی تھی۔ کوبرے بھی بہت خوش تھا۔ اُسے کئی بار اپنی دوست لڑکی یاد آئی تھی۔ "نہ جانے پولیس نے بے چاری دینا کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا؟ دل چاہتا ہے کہ ایک بار اُس کی خیریت معلوم کی جائے۔"

"اس میں دقت کیا ہے؟ مل آؤ اُس سے۔"

"نہیں برادر۔ مَیں دلیر نظر آتا ہُوں، لیکن ہُوں نہیں۔ کسی پولیس والے پر نگاہ پڑ جاتی ہے تو آنکھیں بند کرلیتا ہُوں۔ مجھے یقین ہے پولیس دینا کی نگرانی کر رہی ہوگی... اور اس بلڈنگ میں تو شاید ہر فلیٹ میں پولیس موجود ہو... جہاں میں رہتا تھا۔" کوبرے نے جواب دیا۔ شیران ہنسنے لگا تھا پھر اُس نے کہا۔ "ہم کب تک یہاں حرام خوری کرتے رہیں گے۔ ڈیج مین اچھا انسان ہے لیکن مفت کی روٹیاں توڑنا بھی تو اچھی بات نہیں ہے۔"

"برادر۔ سمجھ دار لوگوں کا کہنا ہے کہ جب تک آرام سے ملتی رہے نہ چھوڑو۔ مجبوری دُوسری بات ہے۔"

"یہ بات تمھارے بزرگوں نے کہی ہوگی۔ میرے بزرگوں کو اگر اس کا شبہ بھی ہو جائے تو پھانسی پر چڑھا دیں گے۔"

"شکر ہے ان میں سے کوئی یہاں موجود نہیں ہے۔" کوبرے بولا۔

"تم بھی مکھیاں مار رہے ہو، گرائن میں بھی جُوا ہوتا ہے کیوں نہ ڈیج مین سے اجازت لے کر تم یہاں اپنا کام کر دکھاؤ۔"

"برادر۔ برادر۔ پولیس کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے اور مَیں ایک شاطر کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہُوں۔ آخر پریشانی کی کیا بات ہے یہاں سب کچھ تو نصیب ہے ہمیں جب تک ڈیج مین بے وقوف بن رہا ہے ٹھیک ہے جب اُسے عقل آنے لگی دیکھا جائے گا۔"

"بکواس مت کرو۔ ڈیج مین سے اس موضوع پر بات کرنی ہوگی۔" شیران نے کہا اور کوبرے پریشان نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے کہا۔ "اپنے ساتھ مجھے بھی مروا دو گے برادر۔ پتہ نہیں تم کس قسم کے انسان ہو۔ شراب نہیں پیتے لڑکیوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ یہ ڈیج مین کی بیٹی تمھارے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ مغرور، خودسر اور بد۔ اوہ۔ او غوب۔" شیران نے پانی کا جگ اُٹھا کر اُس کے سر پر اُنڈیل دیا تھا یخ پانی تھا اور موسم خُوب سرد۔ کوبرے کے حواس درست ہو گئے تھے۔ "لڑکیاں کبھی میرے لیے چیلنج نہیں ہوتیں۔ آئندہ خیال رکھنا!"

"او کے برادر۔ خیال رکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ عقل آجائے گی۔ لعنت ہے مجھ پر۔" کوبرے وہاں سے اُٹھ گیا۔

شیران دھن کا پکّا تھا۔ ڈیج مین سے اُس نے بہت جلد ملاقات کی جس میں اُسے کوئی دقت نہیں ہُوئی تھی۔ ڈیج مین نے مسکراتے ہُوئے اُس کا استقبال کیا تھا۔

"حرام کی روٹیاں توڑتے بہت وقت گزر چُکا ہے... بہتر ہے کہ یہاں سے جانے کی اجازت دے دو یا پھر کوئی ایسی ذمّے داری دو جو تمھارے ان احسانات کا بدل ہو۔"

"یہ خیال تمھیں کیوں آیا دوست کوئی بات ہو گئی ہے؟"

"بالکل نہیں۔ بس اس طرح کی زندگی پسند نہیں آرہی۔ ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا مجھے پسند نہیں ہے۔"

"یہ دُوسری بات ہے۔ میرے سارے کام تسلی بخش طور پر چل رہے ہیں ایسا کوئی کام نہیں ہے جو تمھارے سُپرد کیا جا سکے تاہم مطمئن رہو تمھارے شایانِ شان کوئی کام نکال لیا جائے گا۔"

"کب تک؟" شیران نے پوچھا۔

"زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ اب تم نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے تو مَیں کوئی ایسا کام تلاش کروں گا تمھارے لیے۔ لیکن اطمینان رکھو زیادہ وقت نہیں لگے گا۔" ڈیج مین نے اُسے اطمینان دلاتے ہُوئے کہا۔

اسی رات شیران کو کلب کی تفریحات میں اُلجھا کر ڈیج مین نے کوبرے کو اپنے مخصوص کمرے میں طلب کرلیا۔ کوبرے عام حالات میں ڈیج مین کے سامنے بے تکلف تھا لیکن اس وقت دونوں کی شخصیت بدلی ہُوئی نظر آرہی تھی۔

"کیا حکم ہے سر؟"

"وہ اُکتاہٹ کا شکار ہو گیا ہے۔" ڈیج مین نے اُسے گھورتے ہُوئے کہا۔

"مَیں اپنی سی تمام کوششیں کر چُکا ہُوں لیکن وہ سرکش

گھوڑا رام نہیں ہوتا۔ نہ وہ شراب سے دلچسپی رکھتا ہے اور نہ ہی لڑکیاں اُسے متاثر کرتی ہیں۔ اس کی فطرت عجیب ہے۔"

"میں تم سے نفسیاتی مشورے نہیں مانگ رہا۔ اس کی وجہ سے مجھے حالات پر قابو پانا مشکل ہو رہا ہے۔ پولیس کے جوان تمھاری موجودگی میں قتل کر دیے گئے اور تم اُسے روک نہ سکے۔ نہ جانے کس طرح مَیں نے صُورتِ حال سنبھالی ہے۔ تم کوئی ترکیب کر سکتے تھے لیکن یُوں لگتا ہے جیسے مَیں نے تم پر بھروسہ کر کے غلطی کی ہے۔"

"گستاخی نہ تصوّر کریں سر تو مَیں اس کی ہسٹری کے چند باب پیش کروں۔ ایک نہایت معمولی آدمی کو اس جیسے جانور کی تربیت پر مامور کیا گیا ہے۔ مَیں کیا اوقات رکھتا ہُوں۔ ایڈرتا ڈمپل نے اسے کنگ لوئی جیسے شخص کے سُپرد کیا تھا اور نتیجے میں کنگ لوئی اس کے ہاتھوں مارا گیا۔ جب اس پر خُون سوار ہوتا ہے تو وہ دوست دُشمن کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ میری زندگی تنظیم کی امانت ہے کسی بھی وقت ختم ہو جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مَیں اس سے خوفزدہ رہتا ہُوں۔ اب اس پر قابو پانا مشکل ہے۔"

ڈیج مین کسی سوچ میں ڈُوب گیا پھر بولا۔ "کیا گرائنا بھی اُسے کنٹرول کرنے میں ناکام رہے گی؟"

"مس گرائنا کے بارے میں آپ بہتر جانتے ہوں گے لیکن ایک خادم کی حیثیت سے مَیں یہ مشورہ نہیں دُوں گا کہ آپ مس گرائنا کو خطرے میں ڈالیں۔"

"اوہ، مَیں نے بے بی کو فولاد بنا دیا ہے۔ تم لوگ اُسے نہیں سمجھ سکتے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہوگا چیف۔ مَیں صرف ایک خادم ہونے کی حیثیت سے یہ بات عرض کر رہا ہُوں۔ باقی آپ کی مرضی ہے۔" کوبرے نے کہا۔

"تنظیم نے اس بار ایک بہت مشکل کام ہمارے سپرد کیا ہے لیکن اس کی نوعیت مختلف ہے... مجھ سے کسی وحشی درندے کے قتل کی بات کی جائے مَیں خوشی سے اس کام کے لیے آمادہ ہو جاؤں گا لیکن پاگل ہاتھی کی زندگی کا تحفّظ بہت مشکل کام ہے۔"

"کچھ عرض کروں چیف؟" کوبرے بولا۔

"ہاں کہو۔"

"اس کی دوستی اور دُشمنی یکساں ہے، دماغ ایک معمولی کی بات سے گھوم جاتا ہے اور وہ خونخوار ہو جاتا ہے۔ آپ بے بی گرائنا کے لیے خطرہ مول نہ لیں... اس کے علاوہ جو بھی مناسب سمجھیں کریں۔"

"مجھے اس سلسلے میں مسٹر موتاف سے بات کرنا پڑے گی۔ حالانکہ مجھے ایک راہِ عمل متعیّن کر کے دے دی گئی ہے۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ جب تک ممکن ہو سکے مَیں اُسے یہاں کنٹرول میں رکھوں اور اگر وہ بے قابو ہونے لگے تو پھر اُسے مارٹن کنگ کی راہ پر ڈال دُوں۔ اگر مارٹن کنگ کا کھیل ختم ہو جائے تو پھر افریقہ میں ٹونی لوبو موجود ہے لیکن ایک ذمّے داری مسلسل نبھانی پڑے گی یعنی اس دوران اس کی زندگی کی حفاظت۔ مارٹن کنگ کے بارے میں تم جانتے ہو؟"

"اچھی طرح چیف۔"

"پھر بولو کیا ارادہ ہے؟"

"چیف مجھ سے یہ سوال کر کے مجھے بہت بڑا اعزاز دے رہے ہیں لیکن مَیں خُود اُلجھن میں ہُوں۔ کاش اس سلسلے میں کوئی بہتر مشورہ دے سکتا۔"

"مارٹن کنگ سے مَیں براہِ راست بھڑنا نہیں چاہتا تھا، لیکن یُوں لگتا ہے جیسے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔"

"تنظیم اس سلسلے میں امداد نہیں کرے گی؟"

"اُنھیں مجھ پر بھروسہ ہے اور اس اعتماد کو توڑا نہیں جا سکتا۔ مَیں گرائنا سے بھی مشورہ کیے لیتا ہُوں۔ اس وقت تک تم اُسے سنبھالے رہو۔"

"او کے چیف۔"

"بس اب جاؤ، اُسے گُمان بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ تمھارے اور میرے درمیان کوئی اور تعلق بھی ہے۔"

"او کے چیف۔" کوبرے نے اسی انداز میں کہا اور پھر سلام کر کے وہاں سے نکل گیا۔ اب اُسے پھُرتی سے شیران کے پاس پہنچنا تھا کیونکہ ذرا سا بھی شُبہ اُس کی زندگی کے [illegible] ہو سکتا تھا۔

★★

مارلینو نے اب تک تنظیم کے لیے جو کچھ کیا تھا اُس پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا تھا اور اُسے ہر طرح کی مراعات دے دی گئی تھیں۔ تنظیم کے مقاصد کافی حد تک مارلینو کے علم میں آ چکے تھے اور اُن میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو مارلینو کے لیے ناقابلِ قبول ہوتی۔ چنانچہ وہ خوش اسلوبی سے اپنا کام انجام دے رہا تھا اور اس سے اُسے خُود بھی بہت سی آسانیاں حاصل ہو گئی تھیں لیکن شیران کے سلسلے میں اس کے ذہن میں کسک تھی۔ وائی تھری ایٹ

ے جو تنظیم کے اس ڈیپارٹمنٹ کا چیف تھا۔ شیران کے بارے میں جو گفتگو ہوئی تھی وہ مارلینو کے لیے تسلی بخش نہیں تھی وہ جاننا چاہتا تھا کہ شیران کہاں ہے اور تنظیم اس سے کیا چاہتی ہے؟ اب تک وہ انتظار کر رہا تھا لیکن اس دن کے بعد سے اب تک اُسے شیران کے بارے میں کوئی اور معلومات حاصل نہیں ہو سکی تھیں اور وہ اس سلسلے میں پریشان تھا۔ کئی بار اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی کہ وہ وائی تھری ایٹ سے اس بارے میں معلومات حاصل کرے لیکن احتیاط دامن گیر رہی تھی۔ وہ ان لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اُن کی قوت کا اندازہ کر چکا تھا۔ ظاہر ہے ایک بہت بڑے اور بہت طاقت ور ملک کی بات تھی جس کے سامنے مارلینو ایک حقیر چیونٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ بذاتِ خود مارلینو جو کچھ کر رہا تھا اُس پر اُسے کوئی تردّد نہیں تھا بلکہ اُسے بہت سی آسانیاں حاصل ہو گئی تھیں۔ اپنی بہترین کارکردگی اور بھرپور تعاون کی وجہ سے وہ تنظیم کی نگاہوں میں بھی ایک نمایاں مقام حاصل کر چکا تھا۔ چنانچہ تنظیم کے اعلا ترین رُکن بھی اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔

اِس تازہ ترین میٹنگ میں دُوسرے اہم موضوعات کے ساتھ مارلینو بھی زیرِ بحث رہا تھا اور بہت سے اہم فیصلے کیے گئے تھے۔ ایک اہم محکمے کے سربراہ نے کہا "مارلینو کی ذاتی حیثیت کیا ہے؟"

"اس کے ریکارڈ میں اس کے بارے میں مکمل معلومات درج ہیں" ایک شخص نے کہا۔

"مسٹر وائی۔ آپ براہِ کرم اس کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔"

وائی تھری ایٹ نے گردن خم کی اپنی جگہ سے اُٹھا اور ایک خاص قسم کے کیبنٹ کو کھول کر اس میں سے ایک پیکٹ نکال لیا۔ سُرخ رنگ کے اس پیکٹ میں ایک پنچ کیا ہُوا کارڈ موجود تھا۔ اپنی جگہ سے ہٹ کر اس نے وہ کارڈ ایک مشین میں لگا دیا اور پھر چند سوئچ آن کیے۔ مشین سے آوازیں اُبھرنے لگی تھیں پھر ایک ہلکی سی سیٹی اس سے مسلسل سُنائی دینے لگی۔

"پورا نام؟" سربراہ کی آواز اُبھری۔

"لیوئی تھائی مارلینو۔"

"تفصیل۔"

"ایک دیہاتی نوجوان تھا۔ نوکری کی تلاش میں بنکاک آیا تھا۔ سادہ لوح انسان تھا۔ ایک ناکردہ جُرم کے خوف سے ایسی جگہ جا چھپا تھا جہاں چند خطرناک لوگ موجود تھے۔ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو اُس نے سُن لی اور اُنھوں نے اُسے دیکھ لیا۔ افشائے راز کے خوف سے اُنھوں نے اُسے ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ہاتھ پاؤں کاٹ کر ایک جگہ ڈال دیا لیکن اس عالم میں بھی جب وہ زندہ رہا تو اُنہی میں سے ایک اُسے لے گیا۔ یہ سائنسداں تھا۔ جرمن سائنسداں ہینڈرک نے اُسے ہاتھ پاؤں دے کر روبوٹ کی حیثیت سے استعمال کرنا چاہا لیکن وہ انسان تھا۔ وہاں سے بھاگ آیا اور گانگ ہو میں پناہ لی اور پھر ہینڈرک کی مکمل سائنسی یادداشت کے سہارے اُس نے ایک عظیم الشان لیبارٹری قائم کی اور ایک ناقابلِ تسخیر قوت بن گیا۔"

مشین سے غیر انسانی آواز اُبھر رہی تھی اور سب لوگ اُسے غور سے سُن رہے تھے۔ جب آواز بند ہو گئی تو اُس شخص نے پھر کہا "موجودہ سائنسی قوت کیا ہے؟"

"نامعلوم۔"

"ذہنی تجزیہ؟"

"تنظیم سے مکمل وفاداری، قابلِ اعتماد کیفیت۔"

"مالی حالت؟"

"بے حد اطمینان بخش۔" جواب ملا اور اُس شخص کے اشارے پر وائی نے مشین بند کر دی۔

"شکریہ مسٹر وائی، چونکہ اب وہ لمحات قریب آگئے ہیں ج[...] ہم پہاڑوں میں اپنے کام کا آغاز کرنے والے ہیں۔ اس لیے ا[...] تک کی کارروائی کا مکمل جائزہ لے لینا ضروری ہے اور ان [...] کا انتخاب کرنا ہے جو اِس مشن میں نمایاں خدمات انجام د[...] تمام محکموں کو ان کی ذمّے داریاں بانٹ دی گئی ہیں۔ مجھے ہدا[...] کی گئی ہے کہ اس سلسلے میں آخری فیصلہ کر کے رپورٹ پیش کردو[...]"

"اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ آپ سے تعاون کرو[...]" وائی تھری ایٹ نے کہا۔

"شکریہ۔ پہاڑوں میں آپریشن کے سلسلے میں بادشاہ نامی شخص کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اس عمر رسیدہ پہاڑی سردار کے [...] میں جو کچھ معلوم ہُوا وہ یہ تھا کہ یہ ایک سنگدل تُند خو اور تعلیم یا[...] اِنسان ہے جو صرف حکمرانی اور برتری کا خواہاں ہے۔ بعد میں [...] اور کردار سامنے آئے ہیں جن میں اس کا بھتیجا نعمان خان اور ا[...] دُشمن شیران سلامت ہے۔ نعمان خان کو ابتدا کے لیے پہاڑوں [...] بھیج دیا گیا ہے لیکن کیا وہ شخص قابلِ اعتماد ہے؟"

"پہاڑوں میں جانے کے بعد اُس نے جو کچھ کیا ہے اُ[...] رپورٹ موجود ہے۔ بنجر پہاڑوں میں لاتعداد ٹیوب ویل لگوا کر [...] نے لاکھوں ایکڑ اراضی قابلِ کاشت بنالی ہے۔ قبائل کی ایک [...]

[...]نے کے لیے وہ مسلسل جدّوجہد کر رہا ہے اور اطراف کے بہت [...]ل کو اُس نے اپنا ہمخیال بنا لیا ہے اس سلسلے میں کام ہو رہا ہے۔"

"کیا وہ اپنے مشن سے واقف ہے؟"

"ابھی تک نہیں۔"

"تب اس کا یہ جذبہ خطرناک ہے، اگر اپنے مشن سے واقف [...]اس کارروائی کا آغاز کرتا تو ہم سوچ سکتے تھے کہ وہ اپنی پوزیشن [...]بر رہا ہے اور تنظیم کے لیے کام کر رہا ہے لیکن یہ شکل خطرناک ہے۔"

"اس بات کے امکانات ہیں جناب کہ تنظیم کے اغراض و مقاصد [...]قف ہو کر وہ اپنا رُخ بدل لے۔ بادشاہ خان ہمارا خاص آدمی [...]س طرح دو اہم لوگ ہمارے مقصد کی تکمیل کے لیے معروف [...]ں گے۔" ایک اور شخص نے کہا۔

"شیران کا کیا معاملہ ہے؟ مجھے اس کے ماضی کی پُوری [...]علوم ہے۔ تازہ ترین صُورتِ حال جاننا چاہتا ہُوں۔"

"وہ وحشی چیتا ہے جناب، سیدھے راستوں پر چھلانگیں لگانے [...]رت عمل کرنے والا خطرناک دلیر۔ آپ کو اگر اس کی کہانی معلوم [...]پ خود اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟" وائی تھری نے کہا۔

"آپ کے خیال میں مسٹر وائی، شیران، ہمارے آپریشن [...]شاہ خان اور نعمان خان کی نسبت زیادہ کار آمد ہو سکتا ہے؟"

[...]جی ہاں، میرا یہی اندازہ ہے۔"

[...]لیکن کیا اس کی فطرت پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ میرے [...]ا وہ ناقابلِ اعتبار انسان ہے۔"

[...]نہیں جناب۔ اس کی شخصیت کی گہرائیوں میں ایک [...]سان پوشیدہ ہے جس کی تلاش مشکل ضرور ہے لیکن اُس [...]سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ کچھ بھی ہے لیکن اُس نے مارلینو [...]ل پُورا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ آپ کو حالیہ واقعات بھی [...]یں۔ اُس نے امریکہ میں دو قتل کیے ہیں صرف مارلینو کے [...]ر طویل ترین عرصہ سے مارلینو سے اُس کا کوئی تعلق کوئی رابطہ [...]ہے۔"

"ہاں، دلیل وزنی ہے لیکن کیا بادشاہ خان سے آپ [...]کل مایوس ہو گئے ہیں؟"

"نہیں جناب، قطعی نہیں۔ بادشاہ خان آخر تک ہمارے اندر رہے گا۔ اسی طرح اس کا بھتیجا نعمان خان بھی۔"

"تفصیل بتاؤ وائی۔"

"شیران طویل عرصہ سے ہماری نگاہوں سے اوجھل رہا ہے۔ ایڈناڈیبل اپنی حماقت کا شکار ہو گئی تھی۔ بالآخر اُس کے ہاتھوں ماری گئی۔ اس وقت شیران ہمارے قابو میں ہے لیکن اس کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کب وہ غائب ہو جائے ہم چاہتے ہیں کہ اب وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل نہ ہو سکے۔ اس کے لیے مَیں نے پلاننگ ڈیپارٹمنٹ سے رجوع کیا تھا اور ڈیپارٹمنٹ نے مجھے ایک منصوبہ دیا ہے۔"

"کیا منصوبہ ہے؟"

"شیران اس وقت ڈیپارٹمنٹ او سیون کے ایک افسر مسٹر موتاف کی زیرِ نگرانی ہے۔ مسٹر موتاف ہی نے اُسے دریافت کیا تھا اور اس کے بعد اُنھوں نے مجھ سے رابطہ قائم کر کے مجھے تفصیل بتائی اور فوری طور پر مسٹر موتاف کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ شیران کو کسی بھی طرح کنٹرول کریں اور اُسے نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیں چنانچہ مسٹر موتاف نے ڈیج ین کی تنظیم کے ایک رُکن کے سپرد شیران کی نگرانی کا کام کر دیا۔ ڈیج ین ابھی تک شیران پر قابو پائے ہُوئے ہے لیکن شیران ایک آتش مزاج انسان ہے اور کسی بھی لمحے اس کے نکل جانے کا خطرہ موجود ہے۔

. . . . چنانچہ وہ اس وقت شیران کے بارے میں کوئی جامع منصوبہ طلب کرنے پر مجبور ہے۔ جب ڈیج ین نے مسٹر موتاف کو شیران کے سلسلے میں اپنی تشویش سے آگاہ کیا اور کہا کہ شیران انوکھی شخصیت کا مالک ہے اور کسی وقت اُس کے قبضے سے نکل سکتا ہے چنانچہ اس کے لیے کوئی مؤثر منصوبہ بندی کی جائے۔ ہم نے عارضی طور پر اُسے مارلینو کے ایک دُشمن مارٹن کنگ کے سلسلے میں معروف کر دیا ہے۔ مارٹن کنگ اس وقت اِنہی علاقوں میں ہے جہاں شیران موجود ہے چنانچہ مزید کچھ عرصہ مارٹن کنگ کے سلسلے میں گزارا جا سکتا ہے لیکن یہ عرصہ طویل نہیں ہوگا۔ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کا کہنا ہے کہ مارلینو کو شیران کے سلسلے میں معروف کر دیا جائے اور شیران کو اب ان تمام ہنگامہ خیزیوں سے ہٹا کر پہاڑوں میں پہنچا دیا جائے تاکہ وہ ایک مضبوط حیثیت اختیار کر لے۔ پہاڑوں میں گو اس کی کوئی آواز نہیں ہے کیونکہ نہ تو وہ کسی سردار کا بیٹا ہے اور نہ کبھی اُسے اچھی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے لیکن ہمیں اس کے لیے راستے بنانا ہوں گے۔ شیران کے کچھ ہمنوا بھی وہاں موجود ہیں جن کی مدد سے ہم شیران کو ایک مضبوط مقام دلائیں گے اور یہ کام مارلینو کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا جس طرح کہ ابھی تھوڑی دیر قبل مارلینو کے بارے میں گفتگو کرتے ہُوئے ہم نے فیصلہ کیا کہ مارلینو نے اپنے آپ کو ایک قابلِ اعتماد شخصیت کے

طور پر منوالیا ہے اسی طرح ہم دعوے سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ مارلینو کے علاوہ اور کوئی شخص شیران کو کنٹرول نہیں کر سکتا۔ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ کی مہیا کردہ سفارشات سے مَیں پُوری طرح متفق ہُوں جناب اور اس بات پر یقین رکھتا ہُوں کہ شیران کو صرف مارلینو کنٹرول کر سکتا ہے چنانچہ اُنھیں پہاڑوں میں بھیج دیا جائے۔"

"مگر اس سے ایک اُلجھن پیدا ہوتی ہے، نعمان خان کو جب اس بات کا علم ہوگا کہ شیران خان پہاڑوں میں موجود ہے تو کیا وہ اپنی دُشمنی کی جانب متوجہ نہیں ہو جائے گا؟"

"ہاں اس بات کے امکانات موجود ہیں لیکن ہم ہوشیاری سے ان معاملات کو کنٹرول کریں گے اور اس کی ذمّے داری بھی مارلینو ہی کے سپرد کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ خود بھی اس بات کی نگرانی کریں گے اور جس وقت بھی موقعے کے لحاظ سے جو ضرورت پیش آئی اُسی پر عمل بھی کریں گے۔"

"بہرحال مَیں اس دوران صرف ایک بات محسوس کرتا رہا ہُوں وہ یہ کہ پہاڑوں میں ہمیں جتنی اہم کارروائیاں انجام دینا ہیں اُن کے سلسلے میں کوئی انتہائی مؤثر کام نہیں ہو سکا ایسا جس پر ہم پُورے طور پر... یقین کر سکیں۔"

"نہیں جناب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مائی تھری ڈیپارٹمنٹ یہ ذمّے داری قبول کرتا ہے کہ جن مُہروں کو اُس نے آگے بڑھایا ہے وہ نہایت کارآمد رہیں گے اور ہمیں اپنے کام میں کوئی بہت بڑی اُلجھن پیش نہیں آئے گی۔"

"چونکہ یہ معاملات مائی تھری ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے مَیں اس میں کسی مداخلت کا ارادہ نہیں رکھتا۔ مَیں آپ لوگوں سے اتفاق کرتے ہُوئے کہتا ہُوں کہ اگر شیران کو مارلینو کے ذریعے واپس بُلا کر پہاڑوں میں پہنچایا جا سکتا ہے تو اس کے سلسلے میں کارروائی کرلی جائے اور مارلینو سے گفتگو کر کے اس سے بھی پوچھ لیا جائے کہ کیا وہ اس سلسلے میں مکمل طور پر تعاون کر سکتا ہے اور کامیاب ہو سکتا ہے یا نہیں۔"

"اس کے لیے مَیں آپ کے سامنے ایک بات ضرور کہہ دینا چاہتا ہُوں۔"

"ہاں کہیے۔"

"مارلینو کو ہمیں اپنے پروگرام کے بارے میں تفصیلات بتانا ہوں گی کیونکہ اس کے بغیر ہم اس کا اعتماد نہیں حاصل کر سکتے اور وہ جس قسم کی شخصیت ہے اور جس مخلصانہ جذبے سے ہمارے ساتھ شریک ہُوا ہے اُس کے تحت اُسے لاعلم رکھنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"کیا وقت سے پہلے اپنے اس راز کا انکشاف ک... ہمارے لیے نقصان دہ نہیں ہو سکتا؟"

"اس سلسلے میں شخصیتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔... پہاڑوں کے مفادات سے کسی طور متاثر نہیں ہو سکتا یہ اُ... اپنے معاملات نہیں ہیں بلکہ تنظیم کے لیے وہ جس خلوص کا ثبو... چکا ہے اُس کے تحت اُسے اس راز میں شامل کر لینا چاہیے..."

"مائی تھری ایٹ ڈیپارٹمنٹ پہاڑوں کے اس آپر... انچارج ہے۔ ہم تمام لوگ اس کی کامیابی کے خواہاں ہیں... کے لیے اپنی ذمّے داریاں اور اپنی خدمات مائی تھری ڈیپا... کو پیش کرتے ہیں۔ میرے ذہن میں جو چند خیالات آئے تھے مَیں نے اس میٹنگ میں پیش کر دیا۔ ایک بار پھر اُن کی تفصیل... لوگوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہُوں تاکہ کچھ اہم نکات جو باقی ہوں تو اُن پر تبصرہ کر لیا جائے۔ مَیں یہ سمجھتا ہُوں کہ طویل عر... بادشاہ خان کی سرپرستی کی جا رہی ہے اور پہاڑوں میں اُسے... کی مراعات دی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے کارو... بین الاقوامی پیمانے پر تنظیم کی امداد شامل رہی ہے۔ بادشاہ خ... معقول معاوضہ بھی ادا کیا گیا ہے اور اس کی فطرت کا تجزیہ ک... فیصلہ بھی کیا گیا تھا کہ وہ پہاڑوں کے آپریشن میں کامیاب آد... ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اُس کی شخصیت بھی ہمارے لیے... تھی۔ اس کے بعد اس کا بھتیجا ہمارے سامنے آیا اور تنظیم... اپنے اہم ترین مقاصد کے لیے استعمال کر کے ایک طرح سے... دے دیا۔ یہ دو افراد اس آپریشن کے سلسلے میں بہت مضبو... کیے گئے تھے لیکن ایک تیسرے فرد کا اضافہ کر لیا گیا ہے جو ... ہے اور نہ ذہنی طور پر کوئی نارمل انسان تاہم پلاننگ ڈیپار... اس مہم کے انچارج مسٹر مائی تھری ایٹ یقیناً اس بات کو پسن... ہوں گے کہ شیران کو بھی اس سلسلے میں آزمایا جائے چنانچہ میں... معاملات میں مداخلت نہ کرتے ہُوئے صرف اتنی درخواست... ہُوں کہ جو کچھ بھی کیا جائے اس پر مکمل طور پر غور کیا جائے اگر می... ساتھیوں میں سے کوئی میری اس بات کی تردید یا نفی کرنا... مَیں اُسے دعوت دیتا ہُوں۔" تمام لوگ خاموش رہے تھے... اہم شخصیت نے شانے ہلاتے ہُوئے کہا۔ "بہر طور سیرا ہر طر... مائی تھری ایٹ کے ساتھ ہے۔ مارلینو کو اس معاملے میں شا... کی منظوری دی جاتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ ہدا... کی جاتی ہے کہ مارلینو پر بھی پوری نگاہ رکھی جائے ہرچند کہ و...

...م سے متاثر نہیں ہوتا لیکن پھر بھی ہر طرح سے اُس کا خیال ...ئے۔" اس گفتگو کے بعد یہ میٹنگ برخاست ہو گئی تھی۔

★★

...ج ین کی خوبصورت اور ذہین لڑکی گرانشا بلاشبہ اپنی عمر اور ...صُورت سے قطعاً مختلف تھی۔ ڈیج ین تنظیم کا ایک رُکن ...ے علاوہ اپنا بہت بڑا کاروبار بھی رکھتا تھا جو نشہ آور ادویات ...ں اور اُنھیں سپلائی کرنے پر مشتمل تھا۔ گرانشا اس کے لیے ...کارنامے انجام دے چکی تھی لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ...ظیم سے وفاداری کی اہمیت کو بھی سمجھتا تھا۔ اس تنظیم کی ...اُسے بے پناہ آسانیاں حاصل تھیں۔

...مالی طور پر تنظیم سے رابطے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اُس ...ی پوزیشن بھی بہت شاندار تھی لیکن بعض ایسے معاملات میں ...ں کے لیے ایک ڈھال کی حیثیت رکھتی تھی جنھیں وہ خود حل ...نا تھا۔ تنظیم نے کئی بار اُسے ڈوبنے سے بچایا تھا اور اب ...طرح اُس کے شکنجے میں تھا چنانچہ تنظیم کے مفادات سے ...ہٹ کر سوچنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ اُس نے اپنے طور پر ...ف سے رابطہ قائم کیا اور مسٹر موٹاف نے بڑی تفصیل سے ...تے ہُوئے کہا۔ "پھر اس طرح سے شیران ہمارے ایک ...ے منصوبے کو ناکام بنانے کا باعث بنا ہے کہ تم تصوّر ...تے۔ اس منصوبے کی ناکامی کے عوض چند افراد کو گنوا دیے ...ل ہے۔ مَیں بھی انہی میں شامل ہوتا اگر یہ میرے ہاتھ نہ لگ ...اس کا مل جانا میری زندگی بچ جانے کا باعث ثابت ہُوا ...ہمیں بھی سمجھو مسٹر ڈیج ین کہ اُسے تنظیم کی ضرورت کے تحت ...رکھنا تمھارے لیے انتہائی سُودمند اور کارآمد ہے۔ ...رصہ اُسے قابو میں رکھو بلکہ بہتر یہ ہے کہ اُسے مارٹن ...راہ پر لگا دو اور خود اس کی نگرانی کرو۔"

"جناب عالی مارٹن کنگ معمولی شخصیت کا نام نہیں ہے ...ن اُس کے ہاتھوں کوئی نقصان نہ اُٹھا جائے۔"

"اس تصوّر کو ذہن سے نکال دو البتہ سب اطراف سے ...اگر کبھی اس کا اور مارٹن کنگ کا سامنا ہو جائے تو پھر تم ...مّے داری باقی نہیں رہتی۔" دُوسری طرف سے کہا گیا اور ...حیران رہ گیا۔ یہ الفاظ بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ اس کا ...ہے کہ تنظیم کو شیران پر بہت زیادہ اعتماد تھا حالانکہ مارٹن ...مولی شخصیت نہیں تھی۔ تنظیم بھی اس کے بارے میں تھوڑا ...جانتی تھی لیکن بہرطور جو حکم اُسے دیا گیا تھا اُس کی تعمیل کرنا بھی اُس کا فرض تھا۔ شیران کو ہر حالت میں اپنے قابو میں رکھنا تھا۔

مسٹر موٹاف سے گفتگو کرنے کے بعد وہ اپنی بیٹی گرانشا سے ملا اور شیران کے بارے میں اُس سے تفصیلی گفتگو ہُوئی۔ گرانشا نے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔ "یہ کون سا مشکل کام ہے ڈیڈ وہ انسان ہی تو ہے اور پھر مَیں اُس سے مُلاقات کر چکی ہُوں، بے شک اکھڑ مزاج ہے اور یہ شاید اس وجہ سے کہ آج تک چٹانوں سے سر پھوڑتا رہا ہے لیکن مَیں اُسے درست کر سکتی ہوں۔"

"کس طرح بے بی؟"

"کچھ نہ کچھ سوچ لُوں گی اس کے بارے میں۔"

"نہیں، مَیں تمھیں ایک مشورہ دیتا ہُوں، مارٹن کنگ سے اُس کی دُشمنی ہے تم اسے اس طرح مارٹن کنگ کے بارے میں بتاؤ کہ اُسے کوئی شُبہ نہ ہو سکے اور پھر تم خود اس کے ساتھ شریک رہ کر اُسے مارٹن کنگ کے خلاف کام کرنے میں مدد دو اس طرح اس کی دلچسپی قائم رہ سکے گی۔"

"ٹھیک ہے ڈیڈ۔ جیسا آپ کہہ رہے ہیں ویسا ہی کر دوں گی۔" گرانشا نے کہا۔ اس دن اُس نے خاص طور سے شیران سے ملاقات کی تھی۔ اپنے مخصوص انداز سے ہٹ کر دہ کسی قدر نرم و خلیق لہجے میں شیران سے مخاطب ہو کر بولی۔

"آپ کی تفریحات بہت محدود ہیں۔ مَیں آپ کو کسی خاص طرف متوجہ نہیں دیکھتی۔"

"خاص سے مراد اگر تم خود کو لیتی ہو تو یہ تمھاری حماقت ہے اور پھر نک چڑھی لڑکیوں کے بارے میں تو مَیں ایک انداز میں سوچتا ہُوں سنو گی تو دل خوش ہو جائے گا۔" شیران کا جواب تھا۔ گرانشا کے تن بدن میں آگ لگ گئی... لیکن ڈیج ین نے اس منہ زور گھوڑے کو رام کرنے کی ذمّے داری سونپی تھی۔ اس لیے اُس نے خود کو سنبھالا اور بولی۔

"کیا سوچتے ہیں آپ نک چڑھی لڑکیوں کے بارے میں؟"

"ان کا سر انڈے کے چھلکے کی مانند صاف کر دیا جائے اور سر پر شہد لگا کر مکھیاں چھوڑ دی جائیں۔"

"مگر مَیں نک چڑھی نہیں ہُوں۔"

"کوبرے کا یہی کہنا ہے۔" شیران نے کہا اور کوبرے کا منہ خوف سے کھل گیا پھر وہ خوفزدہ انداز میں بولا۔ "بعض اوقات مذاق جان لیوا ثابت ہوتے ہیں بہادر، براہِ کرم مس گرانش سے میرے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہو جو میری موت کا سبب بن جائے۔"

"بس۔ بس۔ تم بہت زیادہ خوشامدی گفتگو مت کیا کرو۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ میں نک چڑھی نہیں ہوں لیکن تم خود سوچو دُنیا کا ہر تیسرا آدمی کسی بھی لڑکی کو دیکھ کر بہت زیادہ خوش اخلاق بننے کی کوشش کرنے لگتا ہے اور اپنے اس اخلاق کے سہارے اس کے نزدیک آنا چاہتا ہے۔ اب کیا لڑکیاں اتنی ہی احمق ہوتی ہیں کہ ہر شخص کو اس حیثیت سے قبول کر لیں۔ تمھاری طرف میں صرف اس لیئے متوجہ ہوئی ہوں کہ تم کم ازکم اس معاملے میں نفیس اِنسان ہو بیشک نک چڑھی لڑکیوں کے بارے میں تمھارے ذہن میں جو تصوّر ہے وہ دلچسپ ہے۔ لیکن ذرا گھٹاؤنا ہے کیا خیال ہے مسٹر کوبرے ؟"

" درست کہا مس درست کہا۔ کوبرے کو اس قیامت خیز لڑکی سے اس نرم انداز کی توقع نہیں تھی۔

"بہتر یہ ہے کہ تم یہاں سے اُٹھ جاؤ کیونکہ اگر تمھارے بارے میں کچھ اور باتیں میں نے سُن لیں تو شاید میں اپنے ہاتھ پہ قابو نہ پا سکوں۔"

"میں بھی یہی چاہتا تھا مس"۔ کوبرے جلدی سے اُٹھا اور باہر نکل گیا۔ شیران دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا تھا پھر اُس کی نظریں گرانٹا پر مرکوز ہو گئیں۔

" ویسے میں آج تمھارے اندر کچھ تبدیلیاں پا رہا ہوں۔"

" اتفاق ہے تم سے کوئی تفصیلی ملاقات نہیں ہوئی۔ میرے ڈیڈ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ مہمانوں کے ساتھ یہ سلوک مناسب نہیں ہوتا پھر وہ مہمان جو ڈیڈ کے لیے قابلِ احترام ہوں کم ازکم مجھے ان کے ساتھ انفرادیت برتنی چاہیئے۔"

"نہیں بے بی مجھے کسی انفرادیت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خوش ہوں"۔ شیران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ دوبارہ گرانٹا کو اپنے ذہن پر قابو پانے کے لیے محنت کرنا پڑی تھی۔ شیران نے اُسے بے بی اس انداز میں کہا تھا جیسے وہ بالکل ہی بچّی ہو لیکن وہ اس بات کو بھی پی گئی تھی البتہ اُس نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا تھا۔

"تم نے مجھے بے بی کہہ کر مخاطب کیا ہے۔"

"ہاں اس لیے کہ میں تمھیں بچّی ہی سمجھتا ہوں۔"

" ۔ ۔ ۔ خیر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اگر تم عمر کی وجہ سے مجھے بے بی کہہ رہے ہو تو اس خیال کو ذہن سے نکال دو۔ اب تک میرے یہ نازک ہاتھ چھ قتل کر چکے ہیں"۔ پہلی بار شیران نے دلچسپ نگاہوں سے لڑکی کو دیکھا اور پھر تمسخرانہ انداز میں ہنس پڑا۔

"چھ قتل۔ ہاتھوں نے کیے ہیں یا آنکھوں نے ؟"

"میں مذاق نہیں کر رہی تمھیں ثبوت پیش کر سکتی ہوں۔ مارٹن کنگ نے میرے لیے اپنے کئی آدمی وقف کر رکھے ہیں۔ پر مجھے قتل کرا دینا چاہتا ہے اور یہ بات میرے ڈیڈ بھی

"کون مارٹن کنگ ؟" شیران نے سرسری انداز

"خطرناک آدمی ہے یہاں کا بے تاج شہنشاہ اور سچّی بات یہ ہے کہ اس کا گروہ بے بھی بڑا دُنیا کے مختلف میں کام کرتا رہتا ہے آج کل یہیں مقیم ہے۔"

"مارٹن کنگ کیا اسی شہر میں رہتا ہے ؟"

"ہاں۔ وہ یہاں پر منشیات کے بڑے تاجر ہوتا ہے۔ میں اُسے تاجر ہی کہوں گی کیونکہ اسمگلر ہوتے وہ بڑی مستحکم پوزیشن رکھتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے لوگوں کو تو نہیں رہنے دیتا اور کاروباری میدان میں شکست دے اپنا غلام بنا لیتا ہے لیکن ہم بڑی پامردی سے اُس کا مقابلہ ہیں۔ میرے ڈیڈ نے کبھی اس کی برتری تسلیم نہیں کی اکثر مڈبھیڑ ہوتی رہتی ہے لیکن ہم نے اُس سے ہار نہیں مانی او پر نقصانات اُٹھاتے چلے گئے۔ وہ مالی طور پر بھی بہت اور اپنی دولت کے سہارے اعلا حکام کی نگاہوں میں مقام رکھتا ہے۔"

"مجھے اس کی تصویر دکھا دو ہو سکے تو اس کے مزید کچھ بتاؤ ۔ ۔ ۔ "شیران دلچسپی سے بولا۔

"کیوں۔ تمھیں اس سے کیا دلچسپی ہے ؟" گر

"لڑکی۔ پہلے مجھے میرے سوال کا جواب درکا اس کے بعد میں کوئی دوسرا سوال سُننا پسند کرتا ہوں۔" شی

گرانٹا نے خونخوار نگاہوں سے اُسے دیکھا لیکن کر کے سنبھل گئی اور کہنے لگی "ٹھیک ہے میں تمھیں اس دُوں گی۔"

"دکھا دُوں گی غلط لفظ ہے دکھا دو۔"

"اگر اتنی ہی جلدی ہے تمھیں تو آؤ میرے سا بولی اور شیران جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مارٹن کنگ کے ان آٹھ دشمنوں میں شامل تھا۔ اگر یہ وہی مارٹن ک پھر ایک اور دلچسپی شیران کے ہاتھ آنے والی تھی۔ گرا وہ وہاں سے نکل کر کافی فاصلے پر بنے ہوئے ایک اور کم گیا۔ یہ غالباً گرانٹا کی نشست گاہ تھی۔ وہ گرانٹن کی عمار رہتی تھی بلکہ یہاں اُس نے اپنے لیے ایک آرام گاہ کا کر رکھا تھا چونکہ اس وقت پُوری پلاننگ سے آئی تھی اس انتظامات بھی کر لیے گئے تھے۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر

ایک نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر ایک الماری سے چھوٹا سا یف کیس نکال لائی۔ بریف کیس میں کئی تصویریں موجود تھیں جن میں ے ایک تصویر نکال کر اُس نے شیران کے سامنے رکھ دی اور شیران آنکھیں فرطِ مسرت سے چمک اُٹھیں بلاشُبہ یہ مارٹن کنگ تھا وہی ٹن کنگ جس کی تصویر مارلینو کے پاس محفوظ تھی اور مارلینو نے صویر دکھاتے ہوئے کہا تھا کہ اُس کے سینے میں موجود آٹھ ناسوروں ں سے ایک ہے اور وہ اُن کی موت چاہتا ہے۔ چنانچہ اب یہ رُوری تھا کہ گرانٹا کے ذریعے مارٹن کنگ تک پہنچا جائے اور اسی وقت ممکن تھا جب اُسے گرانٹا کی دوستی حاصل ہو جائے۔ ں نے سوچا کہ اگر اپنے روّیے میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لی جائے کوئی حرج نہیں چنانچہ اب اُس کا لہجہ بدل گیا تھا۔

"اور تم نے اُس کے چھ ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔" اُس مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ مجھے اُس سے بے پناہ نفرت ہے اور میرے دل ں شدید خواہش ہے کہ اگر موقعہ مل جائے تو اسے بھی فنا کے اٹ اُتار دُوں۔"

"مجھے ایسے لوگوں کے خلاف کام کر کے بے پناہ مسرت تی ہے جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہوں اور پھر مسٹر ڈیج مین۔ وہ ریف آدمی بے مقصد مجھ پر عنایات کی بارش کیے ہوئے ہے۔ ایں تمھیں شکل سے احسان فراموش نظر آتا ہوں۔" شیران نے کہا۔

"میں نہیں سمجھی۔" گرانٹا نے کہا۔

"مزدور مسٹر ڈیج مین کو بھی مارٹن کنگ کے ہاتھوں نقصانات ٹھانے پڑے ہوں گے۔"

"لاتعداد۔" گرانٹا بولی۔

"بس تو ٹھیک ہے یُوں سمجھو کہ مارٹن کنگ کا کھیل ختم۔" یران نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آسان کام نہیں ہے۔" گرانٹا نے کہا۔

"آسان ہوتا تو میں اِس کے بارے میں کبھی نہ سوچتا مجھے شکل کاموں سے دلچسپی ہے۔ ہاں اُس کے لیے تمھاری مدد کی رُورت بھی ہو گی۔ تم کہہ چکی ہو کہ تم خود بھی مارٹن کنگ کی موت کے رہے ہو۔ میں تم لوگوں کے ساتھ کافی دِن گزار چکا ہوں، اور سوس کرتا ہوں کہ تمھارا روّیہ میرے ساتھ بہت اچھا رہا ہے۔ انچہ اگر یہ چھوٹا سا کام ہیں، تمھارے ساتھ مل کر کر لوں تو مجھے ی ہو گی۔" گرانٹا آہستہ سے مُسکرائی پھر بولی۔

"یہ معمولی کام نہیں علاوہ ازیں مجھے خطرہ ہے کہ میرے ڈیڈ تمھیں اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ مارٹن کنگ معمولی شخصیت نہیں ہے اور ڈیڈ کبھی پسند نہیں کریں گے کہ تمھیں اس کے ہاتھوں نقصان پہنچے۔"

"بے بی میری بات سنو۔ میں اپنے معاملات میں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں محسوس کرتا جو کچھ مجھے کرنا ہو گا میں خود کر لُوں گا تم سے میں نے جس امداد کی بات کی تھی وہ صرف مارٹن کنگ کے بارے میں معلومات تک محدود تھیں باقی تم کیا سمجھتی ہو، مجھے کسی کا جسمانی سہارا درکار ہو گا" شیران بولا۔ گرانٹا گہری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی پھر اُس نے کہا۔ "میں خود بھی یہی چاہتی ہوں اور اس کے لیے کیا ضروری ہے کہ ہم ڈیڈی کو بتائیں۔ میں ایک ایسا پروگرام تمھیں بتا سکتی ہوں جس کے ذریعے مارٹن کنگ خود بخود ہماری جانب کھنچا چلا آئے اور اِس کے بعد ہم اس سے نمٹ لیں گے۔ ڈیڈی کو بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیا تمھارے ذہن میں ایسی کوئی ترکیب ہے ؟"

"کیوں نہیں۔ میرے بیشتر پروگرام ڈیڈی کے لیے بہت ہی کار آمد ثابت ہوئے ہیں۔"

"گویا تو مارٹن کنگ سے مڈبھیڑ کے لیے تمھارے ذہن میں کیا پروگرام ہے ؟"

"سنو۔ ہم ایک لانچ لے کر سمندر میں گشت کریں گے۔ لانچ میں ہم اس قسم کا سامان رکھ لیں گے جس سے مارٹن کنگ کو شُبہ ہو کہ ہم منشیات لے جا رہے ہیں۔ وہ لازمی طور پر ہم تک پہنچے گا اور اس کے بعد ہم لازمی طور پر اس سے نمٹ لیں گے۔ میں نے کئی بار یہ پروگرام بنایا۔ ۔ لیکن ڈیڈی نے کبھی مجھے اس سے براہِ راست مقابلہ نہیں کرنے دیا البتہ جب بھی مجھے موقعہ ملا میں نے اس کے ایک آدھ آدمی کو ختم کر دیا اور ڈیڈی کی خواہش کے مطابق کبھی اس کا پتہ نہیں چلنے دیا لیکن میری دلی آرزو ہے کہ مارٹن کنگ کو میرے بارے میں معلومات حاصل ہوں اور ایک بار کھُل کر ہم دونوں کے درمیان مقابلہ ہو جائے۔"

"تم بہادر لڑکی ہو میں دل سے تمھاری قدر کرتا ہوں اور تمھارے پروگراموں سے اتفاق کرتا ہوں۔ کب سے یہ پروگرام ترتیب دے رہی ہو ؟"

"دیکھو۔ میں بہت سخت گیر فطرت کی مالک ہوں اپنے معاملات میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی اور تمھارے بارے میں مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم میرے آڑے نہ آ جاؤ۔"

"مارٹن کنگ کو قتل کرنے کی ذمّے داری میں نے قبول کی ہے تم اگر میرے ساتھ تعاون کر سکتی ہو تو کرو ورنہ میں یہ کام خود بھی

انجام دے سکتا ہُوں اور اس کے علاوہ اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ مَیں زندگی میں کسی شخص کی برتری تسلیم کرنے کا عادی نہیں ہُوں، اور وہی کرتا ہُوں جو میری اپنی خواہش ہوتی ہے۔" گرانٹا خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی تھی پھر اُس نے کہا۔ "ٹھیک ہے ان تمام باتوں سے تمہیں مستثنیٰ رکھا جائے گا۔"

"تو پھر کب اپنی لانچ لے کر سمندر میں نکل رہی ہو؟"

"بہت جلد مَیں تمہیں اس بارے میں اطلاع دُوں گی۔"

گرانٹا نے جواب دیا اور شیران سے رُخصت ہو گئی۔ اُس نے ڈیج مین کو اس بارے میں اطلاع دی اور بتایا کہ صورتِ حال بالکل ٹھیک ہے چنانچہ ڈیج مین نے اپنے طور پر تیاریاں شروع کر دیں مسٹر موٹاف سے اُسے ہدایات مل گئی تھیں کہ ابھی شیران کو ہر طرح سے قابو میں رکھنا ہے اور کچھ بھی ہو جائے اُسے نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چنانچہ ڈیج مین اپنی ذمّے داریاں پوری کر رہا تھا۔

گرانٹا کی ہدایات کے مطابق اُس نے ایک لانچ کا بندوبست کر دیا لیکن گرانٹا کو اس لانچ پہ بیٹھتے ہُوئے وہ خاصا متردد تھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو ڈیڈ۔ میں اس جنگلی جانور سے خوفزدہ ہو سکتی ہُوں اگر تم مجھے اجازت دو تو مَیں اُسے ایسا سبق سکھاؤں کہ زندگی بھر یاد رکھے۔ یہ سب کچھ جو برداشت کر رہی ہُوں صرف تمہاری خواہش کے مطابق ہے۔"

"گرین ڈیرز وہ بدبخت ہمارے لیے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے ورنہ مَیں بھلا اُسے اتنی چھوٹ کیوں دیتا تاہم تم اُسے کنٹرول میں رکھنا۔"

"او کے ڈیڈ۔"

تیاریاں مکمل ہو گئیں اور گرانٹا نے شیران کو اس بارے میں اطلاعات دے دیں۔ شیران کو بھلا اس کے ساتھ سفر کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا تھا چنانچہ وہ اور کوبرے ایک رات گرانٹا کے ساتھ ساحل کی جانب چل پڑے۔ شیران نے اپنی فطری خود مختاری سے کام لیا تھا اور اس سلسلے میں ڈیج مین کو اطلاع دینے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ ساحل پہ ایک بڑا اسٹیمر نظر آ رہا تھا جس پہ اس وقت روشنی نہیں تھی۔ اندھیرے میں اس کا سایہ سطحِ سمندر پہ ڈول رہا تھا۔ وہ سب اسٹیمر پہ پہنچ گئے اور شیران نے یہاں گرانٹا کی حکومت دیکھی۔ اسٹیمر کا کپتان ایک طویل القامت آدمی تھا جو انتہائی احترام سے گرانٹا سے پیش آ رہا تھا۔ اُس نے اس شخص سے تیاریوں کے بارے میں پوچھا اور اُس نے بڑے اعتماد انداز میں گردن ہلا دی۔ "جیسا آپ نے حکم دیا تھا میڈم اُس کے مطابق سب کچھ کیا گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مَیں ابھی جائزہ لے لیتی ہُوں۔ تم اسٹیمر کو آگے بڑھا دو۔" پھر وہ شیران کی طرف دیکھ کر بولی۔ "گریبڑ ہمارا قابلِ اعتماد آدمی ہے۔ اُسے تمام ہدایات دے دی گئی ہیں۔ اس وقت اسٹیمر پر جو سامان نظر آ رہا ہے۔ یہ صرف خالی کارٹن ہیں۔ اسٹیمر کو ہلکا رکھا گیا ہے تاکہ اگر سمندر میں مارٹن کنگ کے آدمیوں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ہم اسے پوری طرح استعمال کر سکیں۔"

"ایک بات بتاؤ مجھے تم اس مہم کو کنٹرول کر رہی ہو لیکن میرے لیے بھی معلومات ضروری ہیں۔ تم یہ بات کس طرح کہہ سکتی ہو کہ سمندر میں ہماری مڈبھیڑ مارٹن کنگ سے یقینی طور پر ہو گی؟"

"اس کی وجوہات ہیں۔" گرانٹا نے کہا۔

"وہی جاننا چاہتا ہُوں۔"

"سمندر کے کچھ علاقے مخصوص ہیں جو صرف اسمگلنگ کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مَیں اس سلسلے میں تمہیں زیادہ تفصیلات تو نہیں بتا سکوں گی۔ یُوں سمجھ لو کہ حکومت بھی ان علاقوں کی طرف سے آنکھیں بند رکھتی ہے اور اس کے لیے ذمّے دار اشخاص کو بہت بڑی بڑی رقومات ادا کی جاتی ہیں۔ ان علاقوں میں جو لانچیں آتی جاتی ہیں ان پہ یقینی طور پر اسمگلنگ کا مال اور خاص طور پر منشیات بار ہوتی ہیں اگر اس علاقے سے کوئی اجنبی لانچ گزرے گی تو مارٹن کنگ کو یقینی طور پر اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں گی اور پھر وہ اس لانچ کی تفتیش کے لیے فوراً چڑھ دوڑے گا۔ بہت ہی محتاط آدمی ہے وہ خود ہر چیز کا جائزہ لیتا ہے اور اپنے آپ کو کنگ سمجھتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے مَیں سمجھ گیا۔" شیران نے مسکراتے ہُوئے کہا اور تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ گرانٹا اُس کے نزدیک ہی کھڑی ہُوئی تھی اور کوبرے اِدھر اُدھر بھٹک رہا تھا۔ بڑی شاندار لانچ تھی اور اُس کا انجن کافی طاقتور تھا۔

آہستہ آہستہ وہ رفتار پکڑتی جا رہی تھی۔ لانچ پر کافی افراد موجود تھے اور ان کی تعداد کا صحیح اندازہ شیران نے گننے کی کوشش نہیں کی تھی، بہرطور وہ لانچ میں کھڑے سمندر کا نظارا کرتے رہے۔ گرانٹا خاموش تھی۔ کوبرے کا وہاں کوئی پتہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیران نے اُس سے پوچھا۔ "تمہارا کیا اندازہ ہے۔ ہمارا یہ سفر کتنا طویل ہو گا۔ میرا مقصد ہے ہمیں اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنے کے لیے سمندر میں کتنی دیر لگے گی؟"

"میرا خیال ہے ہم ایک بجے کے قریب اس علاقے میں پہنچ جائیں گے۔"

ہوں گے۔" گرانٹا نے جواب دیا۔ ٹھاٹھیں مارتا ہُوا سمندر ان کے چاروں طرف پھیلا ہُوا تھا اور وہ خاموشی سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ گرانٹا کئی بار تیز نگاہوں سے شیران کا جائزہ لے چکی تھی نجانے کیا اُس کے ذہن میں کیا تھا۔ اُس نے خاموشی توڑتے ہُوئے شیران کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم بالکل خاموش ہو۔"

"ہُوں۔ کچھ سوچ رہا ہُوں۔" شیران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کیا!" گرانٹا بولی اور شیران چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ گرانٹا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"مجھے بھی ایسے لوگ بہت پسند ہیں جو ہر وقت ایک ہی کیفیت کا شکار رہتے ہیں۔ مَیں نے تمہارے اندر ایک انوکھی شخصیت چھپی ہُوئی دیکھی ہے۔"

"ایک ہی کیفیت کا شکار رہنے سے تمہاری کیا مُراد ہے؟" شیران نے پُوچھا۔ گرانٹا اس کے لہجے کے سپاٹ پن کو محسوس نہیں کر سکی تھی۔ وہ آہستہ سے بولی۔ "تنہائیوں میں انسان کے ذہن میں ایک ہی قسم کے خیالات اُجاگر ہوتے ہیں اور اگر کوئی حسین لڑکی ساتھ ہو تو پھر خوامخواہ ذہن بھٹکنے لگتا ہے۔"

"لڑکی۔ میرے اندر جھانکنے کی کوشش مت کرو تمہیں میری ہستی میں کچھ نہیں ملے گا۔"

"کیوں بات کیا ہے دُکھے ہُوئے ہو؟" گرانٹا نے پُوچھا۔

"بس بس۔ مَیں دُکھتا نہیں ہُوں، دُکھ دیتا ہُوں۔"

"بڑی وحشیانہ فطرت کے مالک ہو۔" گرانٹا آسمان کی طرف دیکھ کر بولی۔ شیران نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ دفعتاً دونوں ہی چونک پڑے۔ شیران آہستہ سے بولا۔ "یہ کیا ہے؟" گرانٹا بھی اپنے ان احساسات کی دُنیا سے باہر نکل آئی تھی جو اچانک اس کے ذہن میں پیدا ہو گئے تھے۔ اُس نے تھوڑے فاصلے پہ روشنی دیکھی اور پھر زور سے گریبڑ کو آواز دی۔ کیپٹن گریبڑ دوڑتا ہُوا اُس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

"کیا خیال ہے؟"

"بالکل ٹھیک میڈم، اس طرف پولیس کی گشتی لانچیں نہیں ہوتیں۔"

"اس کا مطلب ہے مارٹن۔"

"صدفی صد۔"

"چلو آؤ دیکھیں۔" گرانٹا نے کہا اور کنٹرول رُوم کی جانب چل پڑی۔ اُس نے کنٹرول رُوم کی طرف بڑھتے ہُوئے شیران کا بازو پکڑنے کی کوشش کی تھی لیکن شیران نے ایک ہلکے سے جھٹکے سے اس سے اپنا بازو چھڑا لیا اور اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہُوا کنٹرول روم میں داخل ہو گیا۔

گرانٹا اب ایک سمندری ماہر کی طرح اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔ روشنیاں کئی سمتوں سے نمودار ہو رہی تھیں اور اندازہ ہو رہا تھا کہ اس لانچ کو کئی لانچیں گھیرے میں لے رہی ہیں۔

"ایسی حالت میں وہ لوگ مقابلہ کرتے ہیں یا کوئی اور طریقۂ کار اختیار کرتے ہیں؟" شیران نے پوچھا۔

"صرف اور صرف مقابلہ۔"

"تو پھر ہمیں کیا کرنا ہو گا؟"

"مقابلہ۔ لیکن یہ مقابلہ مارٹن کنگ کی موت پر ختم ہو گا۔"

"اس کی لانچیں کافی تعداد میں ہیں۔" گریبڑ بولا۔

"چلو تم اپنے آدمیوں کو چاروں طرف پھیلا دو۔"

"م۔ مگر میڈم اگر ہم اس سے لڑے بغیر یہاں سے نکل جائیں تو کیا حرج ہے۔" گریبڑ نے کہا۔

"کیا بکواس کرتا ہے؟" گرانٹا غرّائی۔

"میڈم۔ مَیں چیف کو جوابدہ ہُوں اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو سوال مجھ سے ہی کیا جائے گا۔"

"بکواس مت کرو مَیں جو کچھ کہہ رہی ہُوں اس پہ عمل کرنا ہے تم نہیں جانتے کہ میرا پروگرام کیا ہے۔"

"مگر میڈم اتنی ساری لانچوں سے مقابلہ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ مَیں آپ کو اس کی اجازت نہیں دُوں گا۔"

"۔ ۔ ۔ تو مجھے اجازت دے گا۔"

"پلیز میڈم۔ میری بات مان لیجیے آپ سادہ طبیعت کی مالک ہیں لیکن باس۔" دفعتاً گرانٹا نے اپنی بیلٹ میں لگا ہُوا پستول نکال لیا اور اُسے کیپٹن گریبڑ کی جانب سیدھا کر کے بولی۔

"اگر تم نے میری ہدایت پہ عمل نہ کیا تو تُو جانتا ہے کہ مَیں کیا کروں گی؟" گریبڑ نے بے بسی سے شیران کی جانب دیکھا۔ ۔ ۔ شیران نے رُخ بدل لیا تھا۔ اس معاملے میں وہ کوئی دخل نہیں دینا چاہتا تھا۔ گریبڑ نے شانے ہلائے اور آہستہ سے بولا۔ "مسٹر آپ گواہ ہیں کہ مَیں نے میڈم کو حتی الامکان روکنے کی کوشش کی تھی۔"

"مَیں کہتی ہُوں، بکواس بند کر اور فوراً اسلحہ نکال کر اپنے آدمیوں کو چاروں طرف پھیلا دے۔ تو کیا سمجھتا ہے مَیں نے لانچ پر جو انتظام کیے ہیں وہ سب مذاق ہے۔" گرانٹا نے کہا

اور گریئر آگے بڑھ گیا۔ چند ہی لمحات کے بعد اُس نے لانچ کے چاروں طرف اپنے آدمیوں کو پھیلا دیا۔

دُوسری طرف سے گھیرا ڈالنے والی لانچیں نزدیک آتی جا رہی تھیں پھر ان پر سے میگا فون کے ذریعے کہا گیا "تمھاری ایک ایک حرکت پہ نگاہ رکھی جا رہی ہے تم جو کوئی بھی ہو اپنے آپ کو خاموشی سے ہمارے حوالے کر دو ورنہ تم میں سے ایک کی زندگی بھی نہیں بچ سکے گی" گرانشا نے اس سلسلے میں بھی انتظام کر لیا تھا۔ چنانچہ فوراً ہی میگا فون کے ذریعے جواب دیا گیا۔

"ہم لوگ راستہ بھٹک کر اس طرف آ نکلے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ہماری لانچ کی تلاشی لی جائے تو ہم اپنے آپ کو تمھارے حوالے کرنے کو تیار ہیں" یہ اطلاع دینے کے بعد اُس نے گریئر کو حکم دیا کہ وہ لانچ کو آہستہ آہستہ ان لوگوں کی جانب لے چلے۔ گریئر نے انجن ڈرائیور کو احکامات جاری کر دیے لیکن وہ شدید ہیجان کا شکار نظر آ رہا تھا۔ اُس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"میڈم۔ میڈم آپ آخر کیا کرنا چاہتی ہیں؟"

"کچھ نہیں صرف اِن لانچوں کو تباہ کرنا ہے"

"یہ ممکن نہیں ہوگا، آپ کیا سمجھتی ہیں' مارٹن کنگ کوئی بے وقوف آدمی ہے"

"گریئر تجھے مارٹن کنگ کے گن گانے کی تنخواہ نہیں دی جاتی جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس پر عمل کرو ورنہ میں تجھے گولی مار دوں گی"

ان لوگوں کو گھیرے میں لینے والی لانچیں بڑھتی ہوئی بالآخر اُن کے بالکل قریب پہنچ گئیں اور اسی وقت گرانشا کی ہدایت پر لانچ کا فائر کھول دیا گیا۔ لیکن دُوسری طرف سے آنے والے واقعی بے وقوف نہیں تھے۔ اُنھوں نے ایسے انتظامات کر رکھے تھے کہ اگر اچانک کوئی ایسی صورتِ حال پیش آ جائے تو اس سے نبٹ سکیں۔

چنانچہ ان لانچوں کی طرف سے کوئی کارروائی عمل میں نہیں آئی... بلکہ اُن پر جلتی ہوئی روشنی ایک دم بجھ گئی تھی اور اب صرف اس لانچ پر روشنی تھی جس پر شیران اور گرانشا موجود تھے۔ دفعتاً لانچ پر سفید سفید دُھویں کے گولے آ کر گرنے لگے یہ یقیناً آنسو گیس کے شیل ہی تھے... اور کسی ایسی گن وغیرہ سے پھینکے جا رہے تھے جیسی آنسو گیس شیل پھینکنے کے لیے استعمال ہوتی ہے چنانچہ لانچ پر افراتفری پھیل گئی تھی...

دھواں اتنا سریع الاثر تھا کہ آن کی آن میں لانچ پر ہونے والی فائرنگ رُک گئی اور وہاں موجود لوگ ایک ایک کر کے اِدھر اُدھر لڑھکنے لگے۔ گرانشا بھی شاید اس کا شکار ہوئی تھی لیکن شیران واحد آدمی تھا جس نے پانی میں چھلانگ لگا دی تھی اور تیرتا ہوا لانچ کے بالکل نیچے پہنچ گیا تھا۔ وہ لانچ کے نیچے سے ہو کر اس سمت بڑھنے لگا جدھر دُوسری لانچیں تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ اگر سمندر کے اِس حصّے میں رہ گیا تو پھر شاید زندگی ہی سے مایوس ہونا پڑے کیونکہ وہ جتنے فاصلے پر نکل آئے تھے وہاں سے تیر کر کسی مخصوص جگہ تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔

اپنی انتہائی کوششوں سے وہ مارٹن کنگ کی ایک لانچ پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا جب کہ دُوسری جانب مارٹن کنگ کی لانچیں اب گرانشا کی لانچ سے جا لگی تھیں اور اُس کے آدمی گرانشا کی لانچ پر اُتر گئے تھے۔

★★

بالآخر وائی تھری ایٹ کی جانب سے مارلینو کو اس مخصوص میٹنگ میں شرکت کا دعوت نامہ موصول ہو گیا، مارلینو معمول کے مطابق اپنے کاموں میں مصروف تھا اور اُس کے ذہن میں اس ملاقات کا کوئی مقصد واضح نہیں ہوا تھا، تاہم اس طلبی پر اُسے مطلوبہ جگہ پہنچنا پڑا، جہاں اُس کا شاندار استقبال کیا گیا۔

یہ جگہ ہانگ کانگ کے مشرق میں ایک چھوٹا سا خوبصورت سا علاقہ تھا، جسے خاردار تاروں کی باڑھ سے محفوظ کر لیا گیا تھا۔ مارلینو اپنے ہیلی کاپٹر سے یہاں پہنچا تھا اور ہیلی پیڈ پر تقریباً بارہ افراد نے اُسے خوش آمدید کہا تھا، یہ سب وائی ڈیپارٹمنٹ کے ممبر تھے۔

ہیلی کاپٹر کے اس علاقے سے گزرتے ہوئے مارلینو نے یہاں کے انتظامات بخوبی دیکھے تھے، بہرطور یہ تنظیم جس بڑے ملک سے تعلق رکھتی تھی، اُس کے لیے کم از کم ایشیا میں ایسی جگہیں حاصل کر لینا مشکل کام نہیں تھا، لاتعداد صنعتیں اُس نے ایشیا کے مختلف ممالک میں لگا رکھی تھیں، بادشاہ خان جس پروجیکٹ کو کنٹرول کرتا تھا، وہ بھی اِسی سلسلے کی ایک کڑی تھی، بظاہر یہ پروجیکٹ صرف صنعتی اغراض و مقاصد کے لیے وجود میں لایا گیا تھا، لیکن اس میں کیا کچھ ہوتا تھا، یہ صرف جاننے والے ہی جانتے تھے۔

وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے آدمیوں نے اس معذور شخص کو حیرت سے دیکھا تھا، جس کے بارے میں اُنھوں نے

سُن رکھا تھا کہ وہ چاروں ہاتھ پیروں سے محروم ہے لیکن اُس کی چال ڈھال اور اس کے مصنوعی ہاتھ پیروں کا لوچ ان سب کے لیے شدید حیرت کا باعث تھا۔

مارلینو نے اُن سے مصافحہ کیا تو اُنھیں محسوس ہُوا کہ ایک سو فیصد انسانی ہاتھ، جس کے اندر زندگی کی حرارت موجود ہے' اُن کے ہاتھوں سے مَس ہُوا ہے۔

میٹنگ ہال میں ایک معزز آدمی نے مارلینو سے سوال کر ہی ڈالا "مسٹر مارلینو آپ کے بارے میں تو ہم نے کچھ اور سُنا تھا"

"وہ کیا؟" مارلینو نے مُسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہُوئے کہا۔ "یہ کہ آپ کے ہاتھ پاؤں مصنوعی ہیں، جب کہ مَیں نے آپ سے مصافحہ کر کے محسوس کیا کہ آپ میں زندگی کی مکمل حرارت موجود ہے، آپ کی چال ڈھال کسی طور مصنوعی نہیں لگتی"

"اِن سوالوں کا جواب اِتنی بار دے چکا ہُوں کہ اَب مجھے اِس سے وحشت ہوتی ہے، جب آپ نے میرے بارے میں یہ سُنا تھا کہ مَیں اس طرح ہاتھوں اور پیروں سے محروم ہُوں تو یہ بھی یقیناً سُن رکھا ہوگا کہ مَیں نے کس طرح اپنے آپ کو باعمل بنایا"

"بلاشبہ، آپ کا ایک خاکہ ہمارے ذہن میں ضرور تھا لیکن آپ اس قدر مکمل ہوں گے اس کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا"

گفتگو وائی تھری ایٹ کی آمد پر ختم ہو گئی، وائی تھری ایٹ نے پُرجوش انداز میں مارلینو سے مصافحہ کیا تھا، اور اُس کے بعد میٹنگ ہال میں وہ مخصوص لوگ باقی رہ گئے تھے، جنھیں اِس میٹنگ میں شرکت کرنا تھی، باقی لوگ باہر چلے گئے تھے۔ دروازے بند ہو گئے تو وائی تھری ایٹ نے کہا "جس طرح آپ کو مدعو کیا گیا ہے مسٹر مارلینو وہ ایک عام سا انداز تھا۔ لیکن مَیں ذاتی طور پر آپ کو اس میٹنگ کی اہمیت کا احساس دِلانا چاہتا ہُوں، یوں سمجھ لیجیے کہ اب تک تنظیم نے آپ پر جس قدر بھروسہ کیا ہے اور آپ نے جس طرح تنظیم کے اعتماد کو برقرار رکھا ہے، یہ انکشاف جو آپ پر کیا جانے والا ہے، ہمارے آپ پر مکمل اعتماد کا ثبوت ہے"

"مَیں اس کے لیے شکر گزار ہُوں اور متردّد بھی ہُوں کہ تنظیم کے مفادات کا بوجھ اپنے ناتواں کندھوں پر سنبھال بھی سکوں گا یا نہیں"

"ہم نے بڑے یقین کے ساتھ آپ کو اپنے ساتھ شامل کیا ہے اور ہم اپنے اس اقدام پر بہت مسرور ہیں، یہ چند افراد جو آپ کے سامنے موجود ہیں، ہمارے ملک کی مقتدر ترین شخصیات ہیں، اور ہمارے وسیع تر مفادات کے لیے اپنی تمام تر ذہانت دن رات استعمال کرتے ہیں۔ مسٹر مارلینو آپ کو ایک ایسے راز میں شریک کیا جا رہا ہے، جو اس وقت ہمارے وطن کے صرف چند افراد کو معلوم ہے، ہمارا ملک بے شک اپنے عہدیداروں کو بہت بڑی حیثیت دیتا ہے، ایسے کسی فرد کو ہم اپنے رازوں میں شریک نہیں کرتے، جو کسی طرح ہمارے اپنے اعتماد پر پورا نہ اُترے' لیکن اس کے ساتھ ہی ہم اپنے اِن رازوں کو محدود بھی رکھتے ہیں' آپ کو جس مسئلے میں شامل کیا جا رہا ہے یوں سمجھ لیجیے کہ وہ تقریباً نصف صدی سے ہمارے ذہنوں میں ہے اور ہمارے ہاں اعلا پیمانے پر اس کے لیے کام ہو رہا ہے، افراد بدلتے رہتے ہیں، حکومتیں بدلتی رہتی ہیں، سربراہان بدلتے رہتے ہیں' لیکن مقاصد کبھی نہیں بدلتے۔ ہمارے وطن کی ایک اہم ترین ضرورت ہے، جس کی تکمیل چند مخصوص علاقوں پر ہمارے قبضے کے بعد ہی ہو سکتی ہے، یہ سلسلہ کچھ اس طرح اُلجھا ہُوا ہے کہ ہم قوت آزمائی کے ذریعے اپنے وہ مقاصد حاصل نہیں کر سکتے، ورنہ اَب تک فوج کشی کر کے بہت کچھ کیا جا سکتا تھا، ہم نے اس کے لیے بہترین پلاننگ کی ہے لیکن ابھی وہ کام پورا ہونے کا وقت نہیں آیا، تاہم اس کا ایک حصّہ تکمیل کے مراحل کے قریب ہے' اور اُس کے لیے ہم آپ کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں"

"آپ حضرات جانتے ہیں اور میں یہ الفاظ کسی فخر یا غرور کی بُنیاد پر نہیں کہہ رہا کہ میری محدود زندگی کے لیے میرے موجودہ وسائل کافی ہیں۔ مَیں نے تنظیم میں شمولیت صرف اِس لیے قبول کی ہے کہ میں اس کے اغراض و مقاصد سے متفق ہوں اور اپنے لیے سُودمند پاتا ہُوں اس میں... اقتدار کا مسئلہ نہیں ہے، دولت کے حصول کا معاملہ نہیں ہے، تو آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میری تمام پیش کش مخلصانہ ہیں اور جو لوگ صرف خلوص کے جذبے سے کام کرتے ہیں' وہ دوست ہوتے ہیں"

"بے شک، بے شک ہم آپ کے اِن الفاظ سے متفق ہیں... چنانچہ اب مزید کسی تفصیل تمہید کے، مَیں آپ سے اپنا مقصد بیان کرتا ہُوں، مَیں آپ کی توجہ اس علاقے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہُوں جسے ہم اپنی اصطلاح میں پوائنٹ ٹرپل او فور کہتے ہیں، ٹرپل او فور کا نقشہ سامنے موجود ہے، یہ سُرخ روشنی اِن جگہوں کی نشاندہی کرتی ہے" وائی تھری ایٹ نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا اور مارلینو کی نگاہیں اُس جانب

اُٹھ گئیں۔ دیوار پر لگے ہوئے الیکٹرونک نقشے پر سُرخ لکیریں اس علاقے کی وضاحت کر رہی تھیں، جس کا نام ٹرپل اوفور لیا گیا تھا۔

مارلینو کے بدن میں تناؤ پیدا ہو گیا، اس علاقے کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا تھا، لیکن بہر طور پر اُس نے خود کو سنبھال لیا۔

"کیا آپ اس کی جغرافیائی نوعیت سے واقف ہیں مسٹر مارلینو؟"

"کیوں نہیں۔ مَیں نے خود کو ان چیزوں سے لاعلم نہیں رکھا۔"

"تو پھر یُوں سمجھ لیجیے یہ علاقہ... جسے ہم ٹرپل اوفور کہتے ہیں، ہمارے لیے دروازے کی حیثیت رکھتا ہے اور اس دروازے سے گزر کر ہم جس علاقے میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ وہ ٹرپل ون فائیو کا علاقہ کہلاتا ہے، براہِ کرم نقشے پر دوبارہ نگاہ دوڑا لیجیے۔"

مارلینو نے اِس بار ٹرپل ون فائیو کا علاقہ بغور دیکھا تھا، وہ چند لمحات اس پر نگاہیں دوڑاتا رہا پھر ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلانے لگا۔

"آپ نے مکمل طور پر اندازہ لگا لیا ہوگا، یہ بات فی الوقت قطعی غیر ضروری ہے کہ آپ کو ہم ان علاقوں سے اپنی دلچسپی کی وجوہات بتائیں، لیکن یُوں سمجھیے کہ ان علاقوں میں ہم اپنا اقتدار چاہتے ہیں اور اُس کے لیے ہمیں ایک بہت بڑا آپریشن کرنا ہے، ہمیں پہاڑوں میں اپنے ایسے ساتھیوں کے انتخاب کی ضرورت پیش آئی جو آپریشن کے وقت ہمارا ساتھ دے سکیں اور اُس کے لیے ہم نے تہمانہ قبیلے کے سردار کا انتخاب کیا۔ بادشاہ خان کو ہم نے اپنے آپ میں شامل کر کے اُس کے تمام مفادات کی نگرانی کی اور اُسے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ پہاڑوں میں ہونے والے ایک واقعے نے بادشاہ خان کو مشتعل کر دیا اور وہ وحشیانہ انداز میں تمام قبیلوں سے جنگ کرنے کے منصوبے بنانے لگا تو ہم نے اُسے روکا، اُس کی وجوہات معلوم کیں تو پتہ چلا کہ شیران نامی ایک پہاڑی نوجوان، بادشاہ خان کی دُشمنی کا باعث ہے اور اس کے لیے یہ ہلاکت خیزی عمل میں آ رہی ہے لیکن ہم نہیں چاہتے تھے کہ ان پہاڑوں سے منسلک حکومت اس طرف متوجہ ہو اور کچھ ایسی کارروائیاں عمل میں آئیں جو ہمارے کام میں رُکاوٹ بن سکیں، چنانچہ بادشاہ خان کو یقین دلایا گیا کہ شیران کو اُس کے لیے ہلاک کر دیا جائے گا، بس وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ بادشاہ خان نے ہماری یہ بات تسلیم کر لی لیکن جب ہماری نگاہوں میں شیران آیا، تو دفعتاً ہمارے منصوبے میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔"

وائی تھری ایٹ کے ان الفاظ پر مارلینو کے چہرے کے عضلات میں ایک بار پھر تبدیلیاں پیدا ہوئی تھیں، اگر اُس وقت یہاں کوئی ایسا مشینی نظام موجود ہوتا، جو ذہنی اور جسمانی کیفیات کا تجزیہ کر سکتا تو یقینی طور پر تنظیم، مارلینو کے اضطراب سے واقف ہو جاتی لیکن ایسی چیز کی یہاں ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی۔ مارلینو خود کو پُرسکون کرنے میں ماہر تھا۔ اُس نے آہستہ سے پوچھا۔ "میں سمجھا نہیں جناب۔"

"اگر آپ اس نام پر نہیں چونکتے تو ہمیں حیرت ہوتی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ شیران سے آپ کو بھی دِلی لگاؤ ہے؟"

"ہاں اگر یہ اُسی شیران کی بات ہو رہی ہے تو مَیں مختصر طور پر اس کے بارے میں آپ لوگوں کو بتانا چاہتا ہُوں، آپ کو یقیناً اس بات کا علم ہوگا کہ مَیں شیران سے دِلی لگاؤ رکھتا ہُوں اور وہ بے وقوف بھی اپنی وحشی فطرت سے باغی ہو کر میرے لیے اپنے سینے میں جذبات سجائے ہُوئے ہے!"

"بے شک، بے شک ہم اسی شیران کی بات کر رہے ہیں، وہ شیران ہماری نگاہوں میں بھی جچ گیا ہے اور ہم یہ سوچنے لگے ہیں کہ پہاڑوں میں اس جیسی فطرت کا کوئی آدمی ہمارا کارکن ہونا چاہیے، بادشاہ خان کی عمر بہت زیادہ ہو چکی ہے، ہر چند کہ وہ اس طویل العمری میں بھی انتہائی چاق و چوبند اور مستعد آدمی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ... وہ اپنی اُلجھنوں کا بھی شکار ہو گیا ہے۔ ہمارے درمیان یہ تنازعہ چل رہا ہے کہ کیوں نہ اس سلسلے میں شیران خان کو استعمال کیا جائے۔ بادشاہ خان کا ایک بھتیجا نعمان خان، جو درحقیقت شیران کا اصل دُشمن ہے، اپنے آپ کو تنظیم کے لیے ایک ٹھوس ہستی ثابت کر چکا ہے، اور مسٹر مارلینو مختصراً آپ کو یہ بھی بتا دیا جائے کہ نعمان خان کو پہاڑوں میں بھیج دیا گیا ہے، اس مقصد کے تحت کہ وہ وہاں کے معاملات سنبھال لے لیکن اس کے باوجود ہم شیران کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کر سکے اور ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ شیران کو آپ کے ذریعے کنٹرول کیا جائے۔"

"مَیں کچھ مزید وضاحتوں کا طالب ہُوں!" مارلینو نے کہا۔

"ہم جانتے ہیں کہ آپ کے ذہن میں بے شمار سوالات

اُبھر رہے ہوں گے، آپ سوالات کیجیے، ہم آپ کو ان کا جواب دیں گے۔"

"مثلاً شیران پر آپ نے اس قدر مکمل بھروسہ کیا؟" مارلینو نے سوال کیا۔ وائی تھری ایٹ اُسے شیران کے بارے میں مکمل تفصیلات بتانے لگا۔ مارلینو کو ایڈیٹا ڈیپل، موئی مارون، کنگ لوئی اور دُوسرے تمام لوگوں کے بارے میں تفصیلات بتائی گئیں جن سے شیران کا واسطہ پڑا تھا اور شیران کسی خونخوار اژدہے کی طرح ایک ایک کر کے ان سب کو نگل لیا تھا۔ اس طرح تنظیم یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ اگر وہ تنظیم کے لیے کارآمد ٹھہرو ثابت ہو تو اُسے پہاڑوں کی حکمرانی سونپ دی جائے۔ نعمان خان اور بادشاہ خان کے بارے میں بھی وائی تھری ایٹ نے اُسے ساری تفصیل بتائی اور مارلینو کے ذہن میں پھلجھڑیاں چھوٹنے لگیں۔ ان علاقوں کے بارے میں جو معلومات اُسے وائی تھری ایٹ کی زبانی حاصل ہُوئی تھیں۔ اُنھوں نے مارلینو کو ششدر کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ شیران کے وطن کے خلاف ایک ایسی عظیم الشان سازش ہو رہی تھی، جو اگر پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے تو اُس کے بعد یہ جنگجو اور وحشی قبائل کبھی سر اُٹھا کر رہنے کے قابل نہ ہو سکیں گے، اُنھیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لیا جائے گا اور وہ اس طرح زمین کی گہرائی میں دفن ہو جائیں گے کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہے گا، مارلینو ان قبیلوں کی داستانیں جانتا تھا، یہ قبیلے کبھی کسی کے آگے سرنگوں نہیں ہُوئے تھے، بڑی بڑی حکومتیں آئی تھیں، بڑے بڑے جابروں نے ان پر قابو پانے کی کوششیں کی تھیں، لیکن پہاڑوں کے سرکش جیالے پہاڑوں ہی کی مانند سر اُٹھائے آج تک جی رہے تھے اور اب اُن کے خلاف یہ خوفناک سازش تیار کی گئی تھی۔ مارلینو نے اپنے آپ کو تولا، کیا ان بلند و بالا انسانوں کو زمین کی پستیوں میں دھکیلنے کے لیے وہ کوئی اہم کردار انجام دے سکتا ہے...؟ اُس کے دل نے نفی میں جواب دیا نہیں وہ شیران کے وطن کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا نہیں دیکھ سکتا۔ شیران جو اس کا کچھ نہ ہونے کے باوجود ہر جگہ اُس کے مفادات کا نگراں ہے، شیران اُس کا اپنا، اُس کا نائب اُس کی اولاد کی مانند۔ مارلینو کے دِل میں شیران کی محبت کا طوفان اُمڈ آیا۔

لیکن وہ یہ جذبات اپنے چہرے سے ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا، اس کے وجود میں جو زلزلہ آ گیا تھا اُسے سنبھالنا ضروری تھا، کیونکہ اُس کے سامنے انتہائی شاطر قسم کے لوگ تھے جو اس کی کسی بات سے متاثر ہو کر کھیل کی نوعیت ہی بدل سکتے ان کے سامنے اُسے خود پر قابو رکھنا تھا۔ یہی شیران اور اُس کی قوم کے مفاد میں تھا۔

تب وائی تھری ایٹ نے کہا: "جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے۔ شیران کے اتنے قریبی انسان ہونے کی حیثیت سے کیا آپ اِن تمام باتوں سے واقف تھے؟"

"نہیں جناب، وحشت میں ڈوبا یا تان بروما کی لڑکی کے ساتھ تانگ ہُو میں نکل آیا تھا۔ تانگ ہُو کے لوگ میری بہت عزت کرتے ہیں۔ مجھے ایک اوتار کا درجہ دیتے ہیں۔ اس کا انداز مختلف تھا، مجھے بھا گیا۔ مَیں نے اُسے اس کی فطرت کے مطابق کنٹرول کیا۔ کوئی مفاد اس سے وابستہ نہیں تھا، لیکن بعد میں وہ میرے لیے کارآمد بن گیا۔ اُس نے بنکاک میں میرے لیے سپلائی اسٹیشن قائم کیے اور کوئی دوسرا اُس کے سامنے نہ ٹِک سکا۔ تب مجھے اس سے دِلچسپی پیدا ہو گئی لیکن کبھی مَیں نے اس کے ذاتی معاملات سے دِلچسپی نہیں رکھی۔ میرے چند دُشمنوں کے بارے میں اُسے معلومات حاصل ہو گئیں، تو اُس نے اُنھیں قتل کر دیا، جس سے میرے دل میں اُس کی وقعت اور بڑھ گئی لیکن میں جانتا ہُوں کہ اس وحشی فطرت کے نوجوان کو کنٹرول کرنا معمولی بات نہیں ہے، کوئی عام آدمی اُسے ہینڈل نہیں کر سکتا۔ مَیں خود بھی دعوے سے یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ مَیں کہاں تک اس پر قابو پا سکتا ہُوں، یہ ہے شیران کے بارے میں میرا علم، جو مَیں نے آپ کے گوش گزار کر دیا۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے مسٹر مارلینو، ہماری معلومات بھی یہیں تک محدود ہیں، لیکن وائی تھری ڈیپارٹمنٹ پہاڑوں میں جو کارروائی کر رہا ہے اُس کے لیے... مزید ٹھوس بنیادوں پر کام کرنا مقصود ہے، آپ کو ہم نے اس سلسلے میں اپنا مشیر اور خصوصی معاون متعین کیا ہے اور میں ذاتی طور پر آپ سے مدد کا خواہشمند ہُوں۔"

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے جناب، مارلینو نے تنظیم کی وفاداریاں قبول کرنے کے بعد اپنے مفادات اس سے وابستہ کر دیے ہیں اور اُس کے مفادات اپنے آپ میں ضم کر دیے ہیں، چنانچہ مَیں ہر خدمت کے لیے حاضر ہُوں۔"

"مَیں آپ کا ذاتی طور پر شکر گزار ہُوں مسٹر مارلینو، بلاشبہ آپ کی شمولیت ہمارے لیے بڑی تقویت کا باعث ہے بلکہ میں تو اس بات پر شرمندہ بھی ہُوں کہ اس سے پہلے آپ کا انتخاب کیوں نہ کر لیا گیا، ہم نے لوئی قبیلے کے روحانی پیشوا کنگ

لوئی کو ان علاقوں میں تنظیم کے وفادار کی حیثیت سے منتخب کیا تھا لیکن اس کی جگہ ہمیں ابتدا میں ہی آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا تاہم کوئی حرج نہیں ہے، اب سہی۔ یوں سمجھ لیجیے مسٹر مارلینو کہ آپ کو پہاڑوں کے آپریشن میں ایک اہم کردار ادا کرنا ہے۔ آپ اس سلسلے میں میرے معاون رہیں گے اور بہت ہی جلد میں اپنی حکومت سے آپ کے لیے یہ تقرری حاصل کر لوں گا اب میں آپ کے مشورے چاہتا ہوں۔ بادشاہ خان کے بارے میں جیسا کہ مجھے علم ہے وہ آپ کے ان آٹھ دشمنوں میں سے ایک ہے، جنھوں نے آپ کے ساتھ وحشیانہ سلوک کر کے آپ کو بے دست و پا کر دیا تھا، لیکن تنظیم کے عظیم تر مفادات کے لیے آپ اپنی اس دشمنی کو بھول جائیں گے۔ نعمان خان جو بادشاہ خان کا بھتیجا ہے، ایک مہم میں جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر چکا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم شیران کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تاکہ اگر پہاڑوں میں ہمارا ایک مہرہ ناکام ہو جائے تو دوسرے کو صحیح طور پر استعمال کیا جا سکے، اس وجہ سے ہم مجبور ہیں کہ بادشاہ خان اور اُس کے بھتیجے کو اُس وقت تک تنظیم میں شامل رکھیں جب تک کہ تنظیم ان کی ضرورت محسوس کرے، اور جب اُن کی ضرورت ختم ہو جائے گی تو ہم اپنے دُوسرے مُہرے یعنی شیران خان کو استعمال کریں گے۔"

"بڑی عمدہ بات کہی آپ نے وائی تھری ایٹ تھوڑی دیر پہلے آپ نے فرمایا تھا کہ آپ شیران کو پہاڑوں کی پُوری ذمے داری سونپ دینا چاہتے ہیں، میں آپ سے کہنا ضروری سمجھتا ہُوں کہ شیران کسی باقاعدہ ذمّے داری کو نبھانے کا اہل نہیں ہے، ہاں کوئی ایسا وقتی کام اس سے یقیناً لیا جا سکتا ہے جو دُوسرے انجام نہ دے سکیں۔ اس کے علاوہ نعمان خان کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تاہم میں ایک تجویز ضرور پیش کروں گا اس سلسلے میں۔"

"جی... وہ کیا؟"

"بہتر ہے کہ آپریشن شروع کرنے سے قبل نعمان خان کو اس سلسلے میں آزما لیا جائے۔"

"وہ کس طرح؟"

"کوئی ایسا کام اُس کے سپرد کر کے، جو آپ کے خیال میں پہاڑوں کے مفادات کے خلاف ہو، یا آپریشن کے سلسلے میں ابتدا ہو۔ نعمان خان اس دوران کھل کر سامنے آ جائے گا، اور ہم شیران کے بارے میں بہتر فیصلہ کر سکیں گے۔"

وائی تھری ایٹ گہری نگاہوں سے مارلینو کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔ "واہ مسٹر مارلینو، کتنی اچھی تجویز ہے یہ کہ میں نے اسے فوراً قبول کر لیا ہے، سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ میرے ذہن میں آپ کے لیے بھی ایک اور بات آئی ہے۔"

"وہ کیا؟" مارلینو نے سوال کیا۔

"کیوں نہ آپ خفیہ طور پر پہاڑوں میں اپنی کوئی پناہ گاہ قائم کر لیں اور وہاں رہ کر صورتِ حال کا بغور جائزہ لیں۔ میں چاہتا ہُوں کہ شیران کو وہاں سے واپس بُلا لیا جائے جہاں وہ اس وقت موجود ہے کیونکہ اس کے بارے میں کوئی بھی دعوے سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس پر مکمل قابو پائے رکھے گا۔ وہ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ ہو جانے والوں میں سے ہے اور وہ کسی بھی لمحے وہاں سے بھاگ سکتا ہے، ہم چاہیں تو اُسے پابہ زنجیر کر کے اپنے قبضے میں رکھ سکتے ہیں، لیکن ابتدا ہی سے ہم نے یہ بات پسند نہیں کی، اور یہ فیصلہ کیا کہ اُسے آزادانہ طور پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دے دی جائے اور اُس وقت اُس کے حصول کی کوشش کی جائے، جب آپریشن بالکل قریب ہو، کیونکہ طویل عرصے انتظار کرنے والوں میں سے نہیں ہے۔ اس لیے تنظیم نے فیصلہ کیا ہے کہ اُسے اس جگہ سے بُلا لیا جائے جہاں وہ آج کل رہ رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے، تنظیم اگر یہ ذمّے داری مجھے سونپنا چاہتی ہے تو میں بخوشی اُسے قبول کرنے کے لیے تیار ہُوں۔" مارلینو نے جواب دیا۔

"اس کے لیے میں آپ کا پیشگی شکریہ ادا کرتا ہُوں مسٹر مارلینو، ابھی تھوڑے دن پہلے ہمارے درمیان ایک میٹنگ ہُوئی تھی جس میں ہم نے بہت سے فیصلے کیے تھے لیکن میں سمجھتا ہُوں کہ آپ سے مُلاقات کے بعد ہمیں ان فیصلوں میں تھوڑی سی تبدیلیاں کرنا ہوں گی، چونکہ ہمیں آپ ایک انتہائی کارآمد ساتھی کی حیثیت سے مل گئے ہیں۔"

"میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔" مارلینو نے جواب دیا۔

"شیران کو کنٹرول کرنا آپ کا کام ہے مسٹر مارلینو، میں چاہتا ہُوں کہ بہت جلد اُسے آپ کی تحویل میں دے دیا جائے۔ اُسے بنکاک لانے کے لیے کوئی بہتر تجویز جو آپ پسند فرمائیں گے، تنظیم آپ سے مکمل طور پر تعاون کرے گی۔ پہاڑوں میں انتظام سنبھالنے کے لیے بھی ہمیں آپ کی طرف سے تجاویز کا انتظار

رہے گا، آپ جس طرح بھی پسند کریں گے، ہم آپ کو آسانیاں فراہم کریں گے لیکن مسٹر مارلینو کہ آپ ایک ہفتے کے اندر اندر ہمیں اپنی تجاویز سے آگاہ کر دیں۔" وائی تھری ایٹ نے کہا اور مارلینو نے یہ ذمّے داری قبول کر لی پھر پوری طرح تنظیم سے تعاون کا وعدہ کر کے وہ یہاں سے واپس چل پڑا۔

ذہن و دل میں اضطراب کا طوفان لیے، دل میں شیران کی محبت اور اُس کے وطن کی سلامتی سے سرشار مارلینو گانگ ہو واپس چلا آیا۔ اُسے تنظیم کے بھیانک مقاصد سے وفاداری کا اقرار کرنا پڑا تھا، لیکن دل ہی دل میں وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اپنی زندگی میں وہ شیران کے وطن کو نقصان نہیں پہنچنے دے گا، حالانکہ اس بڑی طاقت کے مقابلے میں وہ ایک حقیر کیڑے کی مانند تھا، لیکن اُسے دوہری چال چلنا تھا، ایسی چال جو اس خوفناک سازش کو ناکام بنا دے۔

★★

"لانچ خاصی بڑی اور کشادہ تھی، اس پر تقریباً پندرہ بیس آدمی موجود تھے اور یہ سب کے سب اسی جانب متوجہ تھے، جدھر گرانشا کی لانچ پر ان لوگوں نے مکمل قبضہ کر لیا تھا۔ شیران اپنے لیے کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا، جہاں وہ ان لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکے۔ اُسے اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ لانچیں گرانشا کو بے بس کر دیں گی اور اب اس کا اُن کے قبضے میں آ جانا یقینی اَمر بن چکا ہے لیکن مارٹن کنگ کے راستے پر لگنے کے بعد اب اُسے اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہی تھی، اُسے بے انتہا مسرّت تھی کہ مارلینو کا ایک اور دُشمن اُس کی نگاہوں کے سامنے آ گیا ہے۔

لانچ پر بالآخر وہ ایک ایسی جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا جہاں وہ چھُپ سکتا تھا، یہاں لنگر ڈالنے والی رسّیوں کے انبار پڑے ہُوئے تھے، اُس کے ساتھ ساتھ ہی شراب کے خالی بیرل بھی یہاں ڈھیر تھے، یہ خالی بیرل خطرناک ہو سکتے تھے اس لیے شیران اُن کے قریب نہیں گیا، البتہ رسّیوں کے ڈھیر میں چھُپ کر بیٹھ گیا۔ اور اُس کے بعد اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ باہر کی دُنیا سے لاتعلق ہو جائے اور صرف مارٹن کنگ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

پتہ نہیں دُوسری جانب کیا کیا کارروائیاں ہوتی رہیں، گرانشا کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد شیران نے محسوس کیا کہ لانچ واپس جا رہی ہے۔ کسی نے اس کی جانب توجہ نہیں دی تھی، حالانکہ بہت سے افراد رسّیوں کے قریب سے گزرے تھے اور شیران نے اپنے آپ کو ساکت و جامد کر لیا تھا۔

اُسے اندازہ نہیں تھا کہ دُوسری لانچیں اُس کے ساتھ ساتھ آ رہی ہیں یا کہیں اور چلی گئی ہیں، بس وہ اپنی جگہ چھپا ہُوا آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا بحری سفر طے کیا گیا اور اُس کے بعد لانچ کا انجن بند کر دیا گیا پھر اُسے کنارے لگانے کی کوششیں کی جانے لگیں۔

شیران نے ایک بار بھی رسّیوں کے ڈھیر سے سر نہیں اُٹھایا تھا۔

لانچ ایک جھٹکے کے ساتھ غالباً ساحل سے لگ گئی، اور اُس کے بعد وہ لوگ نیچے اُترنے لگے۔ طرح طرح کی آوازیں شیران کے کانوں میں گُونج رہی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ کہ اب اُسے پُوری مہارت اور چالاکی کے ساتھ نیچے اُتر جانا چاہیے تاکہ وہ لوگ اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جائیں...

تھوڑی دیر کے بعد جب اُس نے لانچ کی آوازیں کچھ کم محسوس کیں تو رسّیوں کے اُس ڈھیر سے گردن نکال کر باہر دیکھا، لوگ آس پاس موجود تھے، لیکن اس لانچ کو یہاں سے ہٹانے کی کارروائی کی جا رہی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد اُس کا انجن دوبارہ اسٹارٹ ہو گیا۔

شیران ایک لمحے کے لیے اُلجھن میں پڑ گیا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیے، لیکن پھر اُس نے اُوپر دیکھ لیا۔ چھوٹا سا ڈیک بنا ہُوا تھا، جس پر لوہے کی راڈیں لگی ہُوئی تھیں۔ غالباً وہ جگہ خالی کی جا رہی تھی، جہاں یہ پہلی لانچ لگی تھی تاکہ دُوسری لانچ یہاں لگائی جا سکے۔

اب شیران کے لیے پُل کے نچلے حصّے کو پکڑ کر اُوپر چڑھنا ناممکن نہ رہا، چونکہ وہ صُورتِ حال کا اندازہ لگا چکا تھا، چنانچہ جونہی لانچ اپنی جگہ سے ہٹ کر تھوڑے فاصلے پر پہنچی وہ کھڑا ہو گیا۔ اُس کا سر لوہے کے گاڈر کے قریب تھا، اُس نے ہاتھ بڑھا کر گاڈر پکڑ لیا اور اُس سے لٹک گیا، چند لمحات وہ اپنے وزن کو سنبھالے ہُوئے وہیں لٹکا رہا اور اُس کے بعد آہستہ آہستہ اُوپر اُٹھ کر تختوں سے بنے ہُوئے مضبوط پُل پر پہنچ گیا۔

یہاں ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہُوئی تھی، جو دُور سے آ رہی تھی، بڑی بڑی کرینیں یہاں موجود تھیں، یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ یہ باقاعدہ بندرگاہ ہے یا پرائیویٹ گودی۔ لیکن اس کا اندازہ لگانے

کے لیے اُس کے پاس کافی وقت تھا۔۔۔ چنانچہ وہ ایک کرین کی آڑ میں ہو گیا۔ اور پھر یہ محسوس کر کے کہ اس طرف کوئی بھی آ سکتا ہے اُس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر ان گوداموں کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کر لیا، جو تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہے تھے، گوداموں کے نزدیک پہنچ کر وہ اُن کی نگاہوں سے محفوظ ہو گیا تھا، یہاں رُک کر اُس نے مکمل طور پر اُس چھوٹی سی بندرگاہ کا جائزہ لیا، اور یہ اندازہ لگانے میں اُسے کوئی دقت نہ ہوئی کہ یہ کوئی باقاعدہ بندرگاہ نہیں ہے بلکہ شاید عارضی طور پر یہ ڈیک بنایا گیا تھا۔ کرینیں بھی وہاں نصب نہیں تھیں۔ اُن کے پہیئے نظر آ رہے تھے، ضرورت کے وقت اُنھیں چلا کر یہاں تک لایا جاتا ہو گا اور اُس کے بعد ہٹا دیا جاتا ہو گا، پتہ نہیں کونسی جگہ تھی اُس کا اندازہ شیران کو نہیں ہو سکا، تاہم اُس نے ایک بار پھر ایسی جگہوں کی تلاش شروع کر دی، جہاں سے وہ اپنا کام جاری رکھ سکے۔

ڈیک پر اُسی جگہ جہاں اُس کی لانچ لگی تھی دوسری لانچ لگی ہوئی تھی، اُس لانچ سے کچھ لوگوں کو نیچے اُتارا گیا اور شیران نے مدھم روشنی میں صاف پہچان لیا کہ ان میں گرانٹا بھی موجود ہے۔

گرانٹا کے دونوں ہاتھ پُشت پر کس کر باندھ دیے گئے تھے، چند افراد بھی اُس کے ساتھ موجود تھے۔ اُنھیں بھی قیدی بنا لیا گیا تھا اور باقی شاید کام آ گئے تھے۔

شیران کو اندازہ نہیں تھا کہ کوبرے کا کیا حشر ہوا۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جس طرف گرانٹا کو لے جایا جا رہا تھا اُس طرف جانے کے لیے شیران نے راستہ تلاش کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ آگے بڑھتا ہوا گوداموں کے دُوسری جانب کے علاقے میں پہنچ گیا، جہاں چند گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔

گرانٹا کو جس گاڑی میں لے جایا جا رہا تھا وہ ایک اُونچی باڈی کی ویگن تھی، جس کے اُوپر بھی سامان رکھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی، لیکن وہاں سامان نہیں رکھا گیا تھا۔ اب شیران کو اِس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کس طرح وہ اس وین تک پہنچ سکے، چنانچہ وہ نہایت احتیاط کے ساتھ رینگتا ہوا اُس جانب بڑھنے لگا، بندرگاہ کی نسبت یہاں روشنی نہ ہونے کے برابر تھی، ۔۔۔ آسمان صاف تھا اور تارے نکلے ہوئے تھے، اس لیے اُن کی مدھم چھاؤں میں یہ مناظر دیکھے جا سکتے تھے، وہ آہستہ آہستہ احتیاط سے آگے بڑھتا ہوا وین کے قریب پہنچ گیا۔ وین کے اُوپر چڑھنے کا مسئلہ واقعی بڑا سنگین تھا، لیکن اس وقت شیران نے نہایت دلیری سے کام لیا، اور کچھ آگے بڑھتے ہوئے لوگوں کے ساتھ خود بھی شامل ہو کر وین کے نزدیک پہنچ گیا، سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اس لیے کسی نے اُس کی طرف توجہ نہیں دی، کیونکہ اُن کے ساتھی اطراف میں بکھرے ہوئے تھے۔ اِس لیے شیران اُن کے درمیان کوئی اجنبی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ البتہ وین پر چڑھنے کے لیے اُس نے بڑی مہارت سے کام لیا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ وین کی چھت پر لیٹ گیا، اب وہ کسی قدر پُرسکون تھا اگر کسی نے اُوپر سامان رکھنے کی کوشش نہ کی۔۔۔۔۔۔ تو وہ کامیابی سے گرانٹا کا تعاقب جاری رکھ سکے گا۔

اور اس کی تقدیر یہاں بھی اُس کا ساتھ دے رہی تھی۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی، اب شیران کو پتا نہیں تھی کہ بندرگاہ پہ باقی لوگوں کا کیا حشر ہوا، اور دُوسرے قیدیوں کو کہاں لے جایا گیا؛ وہ وین کی چھت پر اطمینان سے لیٹا ہوا تھا اور اُس نے دونوں سائڈ کی ریلنگ پکڑی ہوئی تھی، تاکہ اس کا بدن اِدھر اُدھر ہل نہ سکے اور پیچھے والوں کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔

وین کا انجن بے آواز تھا اور وہ نہایت سبک روی سے ایک ہموار راستے پر دوڑ رہی تھی، لیکن اُس کا یہ سفر زیادہ طویل نہ ثابت ہوا اور تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ ایک عمارت میں داخل ہو کر رُک گئی۔

وین سے گرانٹا اور دُوسرے قیدیوں کو نیچے اُتارا گیا، اور اُس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ شیران اب بھی اطمینان سے وین کی چھت پر لیٹا ہوا کھلے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ جب اُس کے اطراف میں سناٹا چھا گیا تو وہ وین سے نیچے اُتر آیا، اُس نے اس وسیع و عریض عمارت کے احاطے کو دیکھا اور اُس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک پیدا ہو گئی۔ احاطہ درختوں سے بھرا ہوا تھا، غالباً اس عمارت کے مکین کو سبزے سے کافی دلچسپی تھی، چونکہ بہت تھوڑا سا راستہ خالی چھوڑا گیا تھا جس سے گاڑیاں گزر سکیں، باقی سارا احاطہ کسی نہ کسی قسم کے درختوں یا پودوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہ درخت اس اصل عمارت کو بھی چھپائے ہوئے تھے جو روشن ہونے کی وجہ سے نظر آ رہی تھی۔ اور ان درختوں کے ذریعے اس عمارت تک پہنچنا شیران کے لیے مشکل نہ ثابت ہوا۔ ایک درخت پر چڑھ کر وہ عمارت کی چھت پر اُتر گیا۔

دو منزلہ عمارت تھی، وہ دُوسری منزل کی چھت پر پہنچا تھا، وہاں سے لوہے کے پائپ کے ذریعے نیچے آنا اُس کے لیے مشکل ثابت نہ ہوا، چھپتا چھپاتا وہ بالآخر ایک ایسی جگہ پہنچ

ا، جہاں روشنیاں کمروں کی کھڑکیوں سے جھلک رہی تھیں، وہ ڑکیوں کے ذریعے اندر کا جائزہ لینے لگا، ایک ہال نما کمرے ں اُسے گرانٹا اور دُوسرے قیدی نظر آ گئے، کچھ لوگ ان سے والات کر رہے تھے، لیکن آواز اِتنی دِھیمی تھی کہ شیران ان سوالات رسُن نہیں پایا تھا، پھر اُس نے سوچا کہ کیوں نہ عمارت کا اندرونی جائزہ بھی لیا جائے، ممکن ہے یہاں دیر تک پوشیدہ رہنے کی ضرورت پیش آ جائے، چنانچہ وہ عمارت کے مختلف حصّوں میں چکرانے لگا۔ عمارت بہت خوبصورت تھی۔ اعلا درجے کے فرنیچر سے آراستہ، شیران اندرونی راہداریوں سے گزرتا ہوا ایک اور کمرے کے پاس پہنچ گیا اور ابھی وہ اس کمرے کے کھُلے ہوئے دروازے سے اندر جھانکنے بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً اُسے راہداری میں قدموں کی آوازیں سُنائی دیں۔ راہداری روشن تھی اور دُوسری جانب آگے جا کر راستہ بند ہو گیا تھا۔ اس لیے شیران کے لیے بڑی دقت پیدا ہو گئی۔ واپس بھی نہیں دوڑ سکتا تھا۔ چھپنے کے لیے مناسب جگہ نہیں تھی، سوائے اس کمرے کے جس کا دروازہ کھُلا ہوا تھا اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا کہ وہ اس کھُلے دروازے سے اندر داخل ہو جائے چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اندر کے بارے میں اُسے اندازہ نہیں تھا کہ وہاں کون موجود ہے لیکن جب کمرے میں داخل ہوا تو اُسے ایک لمحے ہی میں اندازہ ہو گیا کہ کمرہ خالی ہے۔

وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور پھر چھپنے کے لیے اُسے ایک مُناسب جگہ نظر آ گئی۔ بڑی سی الماری تھی جو دیوار سے تھوڑی ہٹا کر رکھی ہوئی تھی۔ آنے والے کے قدموں کی چاپ قریب آتی جا رہی تھی چنانچہ شیران الماری کے پیچھے سرک گیا۔ جگہ اتنی تھی کہ وہ پھنس پھنسا کر وہاں آ سکے یہ اُس کی تقدیر تھی کہ آنے والے کو اُس کے بارے میں اندازہ ہوتا ہے یا نہیں چند لمحات کے بعد دروازہ اندر سے بند ہو گیا یقیناً جو کوئی یہاں آیا تھا اُس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

شیران سانس روکے کھڑا تھا۔ کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دفعتاً اُسے ایک اور دروازہ کھُلنے کی آواز سُنائی دی اور اس کے بعد پانی گرنے کی ہلکی ہلکی آوازیں آئیں۔

شیران بغور ان آوازوں کو سُن رہا تھا اور اس سے اُسے اندازہ ہوا تھا کہ کمرے میں کوئی ملحقہ باتھ رُوم بھی موجود ہے اور یقیناً آنے والا باتھ رُوم میں ہے۔ اُس نے بڑی احتیاط سے الماری کے پیچھے سے گردن نکالی اور باہر جھانکا۔ کمرہ خالی پڑا تھا۔۔۔ پھر اُسے باتھ رُوم کا دروازہ بھی نظر آ گیا۔ پانی گرنے کی آوازیں اُدھر سے آ رہی تھیں۔ شیران اگر چاہتا تو اس موقعے سے فائدہ اُٹھا کر نکل سکتا تھا لیکن وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ دروازہ اگر اندر سے کھول دیا جاتا تو پھر کمرے میں موجود شخص کو کسی بیرونی شخص کی آمد کا ضرور پتہ چل جاتا، چنانچہ انتظار کرنا ہی مناسب تھا۔ وہ صبر و سکون سے انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد باتھ رُوم کا دروازہ کھول کر وہ شخص باہر نکل آیا، چند لمحات خاموشی چھائی رہی۔ شیران نے بڑی احتیاط سے الماری کے عقب میں سے تھوڑی سی گردن نکالی اور اُس شخص کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن دُوسرے لمحے اُسے پھرتی سے اندر ہو جانا پڑا۔ کیونکہ بند دروازے پر دستک سُنائی دی تھی۔ دروازہ کھُلنے کی آواز سُنائی دی اور اُس کے بعد کئی قدم اندر آتے ہوئے سنائی دیے۔ ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور سسکی کی سی آواز اُبھری شیران کے کان کھڑے ہو گئے وہ بغور باہر کی آوازیں سُننے لگا، تب ایک بھاری آواز نے کہا۔ ”ٹھیک ہے اسے چھوڑ جاؤ اور تم جاؤ۔ دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا تھا۔ شیران اب اپنے آپ کو باہر کے حالات سے لاعلم نہیں رکھ سکتا تھا، چنانچہ اُس نے گردن نکال کر جھانکا۔ سامنے ہی اُسے گرانٹا پڑی۔۔۔ نظر آ گئی تھی۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی اور کوئی اُس کے قریب کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ دیکھنے والے کی پُشت چونکہ شیران کی جانب تھی۔ اس لیے اُس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا لیکن جب اُس نے گرانٹا کو سہارا دے کر اُٹھایا اور واپس پلٹا تو شیران کے بدن میں مسرت کی لہریں دوڑ گئیں۔ یہ مارٹن کنگ ہی تھا۔ اتنی جلدی اُسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو جائے گی، اس کا اندازہ شیران کو نہیں تھا۔ مارٹن کنگ، گرانٹا کو سہارا دے کر دیوار کے نزدیک رکھی ہوئی ایک آرام دہ کرسی کے قریب پہنچ گیا۔۔۔ پھر اُس نے گرانٹا کا رُخ بدل کر اُس کے دونوں ہاتھ کھول دیے اور پھر اُس کی نرم آواز اُبھری۔

”آرام سے بیٹھ جاؤ لڑکی اور مجھے میرے سوالات کے جواب دو۔“ شیران گہری نگاہوں سے اس دلچسپ منظر کو دیکھ رہا تھا۔ یہاں سے اُسے دروازہ صاف نظر آ رہا تھا اور یہ دیکھ کر اُسے اطمینان ہو گیا۔۔۔ کہ دروازہ اندر سے بند

ہے گویا اب کسی اور کے یہاں آنے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

گرانٹا کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ کمرے کی تیز روشنی میں اُس کے خدوخال صاف دیکھے جا سکتے تھے ایک اور روشنی مارٹن کنگ نے ابھی ابھی کی تھی اور یہ تیز طاقت ور بلب تھا جو گرانٹا کی کرسی کے عین اُوپر تھا۔

اس کے چہرے پر اس وقت بھی غرور کی شکنیں پڑی ہوئی تھیں تب مارٹن کنگ کی آواز اُبھری۔ "ہاں لڑکی کون ہے تو؟ میں نے پہلی بار تجھے دیکھا ہے؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں تمھارے کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی۔"

"نہیں لڑکی جواب تو تجھے دینا ہی پڑے گا۔ میں کسی لڑکی کو قتل کر کے زیادہ خوشی نہیں محسوس کرتا اور پھر اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ تم پر قابو پانے کے بعد میں تم سے کوئی کاروباری بات کر سکوں۔ دراصل مجھے ایک بھی ایسا آدمی پسند نہیں ہے۔ ان علاقوں میں جو میرے مقابلے پر اپنی لانچیں لے کر نکلے جب پولیس میرے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی تو کوئی چھوٹا موٹا اسمگلر بھلا میرا راستہ کیسے کاٹ سکتا ہے۔ میں نے اسی لیے تم لوگوں کو یہ سبق دیا تھا جونہی مجھے اطلاع ملی کہ کوئی لانچ مشتبہ انداز میں میرے علاقے سے گزر رہی ہے۔ میں نے تمھاری طرف توجہ دی۔ سوالات تیرے دوسرے ساتھیوں سے بھی کیے جا سکتے ہیں لڑکی لیکن میں نے سُنا ہے کہ جب میرے آدمیوں نے ان سے سوال کیا کہ اس لانچ کو ہینڈل کرنے والا انچارج کون ہے تو ان لوگوں نے تیرا نام لیا ہے۔ یہ مال کس کا ہے اور کہاں لے جا رہی تھی تو اسے۔" مارٹن کنگ نے سوال کیا۔

"اور میں بھی تجھے جواب دے چکی ہوں کہ اس سلسلے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ آخری فیصلہ سمجھ لے میرا۔"

"خیر آخری فیصلے تو میں آسانی سے بدلوا لیا کرتا ہوں، مجبوری ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ میں تم پر تشدد کروں کیا اب بھی اس بات کی گنجائش ہے کہ میں تجھ سے تیرے بارے میں کوئی سوال کروں؟"

"یہ نہیں بتائے گی تمھیں، مجھ سے سنو۔" دفعتاً شیران اپنی جگہ سے نکل آیا۔ اور دونوں ہی اُچھل پڑے۔ مارٹن کنگ نے ایک لمحے کے لیے حیران نگاہوں سے شیران کو دیکھا۔

گرانٹا بھی تعجب سے مُنہ کھول کر رہ گئی تھی۔ شیران پُر اطمینان انداز سے مسکراتے ہوئے مارٹن کنگ کے سامنے آ گیا تھا۔ مارٹن کنگ اچھے خاصے تن و توش کا مالک تھا۔ عمر رسیدہ تھا لیکن طاقت ور نظر آتا تھا۔ شیران کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے اُس کی جو کیفیت ہوئی تھی، اُس پر اُس نے فوراً قابو پا لیا اور پھر غصیلی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "اوہ۔ تو ساتھی ہے اس کا۔ یہاں تک کس طرح پہنچا؟" اُس نے سوال کیا۔

"دیکھو۔ میں اس دروازے سے اندر داخل ہوا ہوں، میں تمھیں بتاتا ہوں۔" شیران نے کہا اور بڑے سادہ سے انداز میں مارٹن کنگ کے قریب سے گزرا لیکن مارٹن کنگ نے ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن پکڑ لی تھی۔ اگر وہ اُس کی گردن نہ پکڑتا تو دوسرے لمحے خود اُس کے ساتھ یہی ہوتا لیکن بھڑوں کے چھتے پر اُس نے ہاتھ ڈال دیا تھا۔ شیران ایک جھٹکے کے ساتھ اس طرح گھوما جیسے گردن پکڑنے سے اُس کے اعصاب شل ہو گئے ہوں۔

لیکن دُوسرے لمحے اُس کا بھرپور تھپڑ مارٹن کنگ کے مُنہ پر پڑا اور ایسا شاندار تھپڑ تھا کہ مارٹن کنگ کو واقعی دِن میں تارے نظر آ گئے تھے۔ اُس نے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلائے اور اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے ایک دیوار کا سہارا لینے کی کوشش کی۔

کنگ لڑائی بھڑائی کا زیادہ ماہر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ پتہ نہیں کس طرح وہ اپنے اس گروہ کو کنٹرول کیے ہوئے تھا۔ شیران سے بھڑنے کی بجائے اُس نے اپنے آدمیوں کو بلانے کے لیے بیل بجانے کی مسلسل کوششیں کیں جو دیوار میں لگی ہوئی تھی لیکن شیران اُس کا ارادہ بھانپ گیا تھا۔ اُس نے مارٹن کنگ کو بیل تک پہنچنے ہی نہیں دیا۔ جب بھی مارٹن کنگ اُٹھ کر اس بیل کی جانب دوڑتا شیران کا گھونسہ یا لات اُسے دوبارہ فرش پر لے آتی۔ گرانٹا فرطِ مسرت سے بے قابو ہوئی جا رہی تھی، لیکن بے وقوف نہیں تھی۔ اُس نے ایک بار بھی حلق سے آواز نہیں نکالی تھی مبادا باہر سے اس آواز کو سُن لیا جائے۔

پتہ نہیں مارٹن کنگ بھی پاگل ہو گیا تھا یا شیران کے زوردار ہاتھوں نے اُس کے حواس چھین لیے تھے کہ اُس نے ایک بار بھی چیخنے کی کوشش نہیں کی بلکہ بیل بجانے کے لیے ہی کوششیں کرتا

ہا۔ اور ان کوششوں کے درمیان شیران سے مار کھاتا رہا۔ ہاں تک کہ اُس کا چہرہ لہولہان ہو گیا اور اب اُس کے بدن ں زبردست سنسناہٹ پیدا ہو گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں ے شیران کو دیکھ رہا تھا۔ شیران نے آخری ہاتھ اُس کے سینے رسید کیا اور وہ اُچھل کر چاروں شانے چت نیچے گر پڑا۔ تب ران اُس کے قریب پہنچا اور اُس کے سینے پر گھٹنا رکھ کر بیٹھ گیا۔

"مجھ سے نہیں پوچھو گے میری جان کہ میں کون ہوں؟" طنزیہ لہجے میں بولا۔

"تم۔ تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکو گے۔" مارٹن گ نے دہشت کے عالم میں کہا۔

"مجھے حیرت ہے کہ لوگ تم سے اس قدر خوفزدہ کیوں تھے، گرانٹا تم نے دیکھا ڈیج مین اسی شخص کے بارے میں کہتا تھا۔۔۔ جیسے اِن علاقوں کا بے تاج بادشاہ کہا جاتا ہے۔ جب کی بات ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ مارلینو نے اپنے س دُشمن کی بزدلی کا تذکرہ مجھ سے نہیں کیا۔ یہ آدمی تو دشمن سمجھنے کے قابل ہی نہیں ہے۔"

"مم۔ مارلینو۔" مارٹن کنگ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں ڈیئر کنگ، مجھے پہچانو۔ شاید میرا نام تمھارے کانوں سے گزرا ہو، شاید تم نے میری تصویر دیکھی ہو۔۔۔ شیران، مارلینو کا دستِ راست۔ جس نے ابھی حال ہی میں تمھارے دو اور ساتھیوں کو قتل کیا ہے۔"

"شیران!" مارٹن کنگ وحشت زدہ انداز میں بولا اور ب اس نے پھر ہاتھوں پر زور ڈال کر اُٹھنے کی کوشش کی۔ ن شیران کے گھٹنے نے اُسے زمین پر ٹکے رہنے پر مجبور کر دیا ا۔ اب مارٹن کنگ کو ہوش آیا۔ اُس نے حلق پھاڑ کر چیخنے وشش کی لیکن یہ کوشش بعد از وقت تھی۔ شیران نے اپنا را ہاتھ اُس کے مُنہ پر رکھ دیا۔

"نہیں نہیں، خاموشی سے سُنتے رہو ورنہ موت کے بعد بھی سس برقرار رہے گا۔ یہ لڑکی ڈیج مین کی بیٹی ہے اور ہم صرف ارے راستے پر آئے تھے کیونکہ مجھے تمھیں قتل کرنا تھا۔ میں مارلینو سے اس کا وعدہ کیا تھا۔ مارلینو یاد ہے نا تمھیں یقیناً ہے کیونکہ ابھی تم نے اس کا نام بڑی دہشت کے عالم میں تھا تو پیارے مارٹن کنگ میں نے مارلینو سے وعدہ کیا کہ اُس کے آٹھوں دُشمنوں کو قتل کرنے کی انتہائی کوشش کروں پہلے میں نے ڈاکٹر بریٹو کو ہلاک کیا پھر ہینڈرک اور اس کے

بعد جیکارڈ میرے ہاتھوں سے مارا گیا اور پھر ایڈی فورک۔ پانچواں شخص تم ہو جس کی موت کی خوشخبری میں مارلینو کو دُوں گا۔ عجیب اتفاقات ہیں میں تو جیسے اس مہم پر ہی نکلا تھا یا اٹیناڈ مبل مجھے اِسی پروگرام کے تحت یہاں لائی تھی بھئی واہ۔ لیکن وقت ضائع کرنا بے سُود ہے کیوں ڈیئر۔ گرانٹا۔ تمھارا بہت بہت شکریہ، میں تم سے اب ہر طرح کی مفاہمت کروں گا، چونکہ تم نے میرا ایک مقصد پُورا کرنے میں میری مدد کی ہے جو میرے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا۔ میرا خیال ہے ہمیں مارٹن کنگ کے جھگڑے سے نجات حاصل کر کے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔" مارٹن کنگ نے شیران کے شکنجے میں پھنسے پھنسے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن شیران مُسکرا کر بولا۔ "اگر تم نہ چیخنے کا وعدہ کرو تو میں تمھارا مُنہ کھول سکتا ہوں۔"

مارٹن کنگ نے زور سے گردن ہلا کر اس بات کا اظہار کیا تھا کہ وہ چیخے گا نہیں۔ شیران نے اس کا مُنہ چھوڑ دیا تب مارٹن کنگ گڑگڑاتے ہوئے بولا۔ "میں۔ میں۔ میں تمھیں ایک پیش کش کرنا چاہتا ہوں میں تمھیں اتنی دولت دُوں گا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ڈیج مین کو میں یہ سارے علاقے دے دُوں گا لڑکی تم اس شخص سے میری سفارش کر دیں۔ میں زندگی چاہتا ہوں۔"

"مگر افسوس شیران موت کا نام ہے۔ تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مِل کر ایک مظلوم دیہاتی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے تھے۔ اس وقت تم نے سوچا بھی نہیں ہو گا۔۔۔ کہ وہ بے دست و پا انسان تمھارے لیے موت کا پیغامبر بن سکتا ہے مارلینو کے مفادات کو میں کسی قیمت پر فروخت نہیں کر سکتا سمجھے ڈیئر کنگ اور اب تم رُخصت ہو جاؤ۔"

"سنو میری بات سنو۔" کنگ نے خوفزدہ انداز میں کہنا چاہا لیکن شیران کے ہاتھ اُس کی گردن پر جم گئے تھے اور پھر وہ اس وقت تک مارٹن کنگ کی گردن پر دباؤ ڈالتا رہا جب تک کہ اُس کی آنکھیں اور زبان باہر نہ نکل آئی۔ وہ سرد ہو گیا تھا۔

گرانٹا عجیب سی نگاہوں سے شیران کو دیکھ رہی تھی۔ اس وحشی صفت نوجوان کی حرکات و سکنات سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایک سنگدل نوجوان ہے لیکن وہ اس قدر خونخوار ہو گا۔ اس کا گرانٹا کو ابھی تک اندازہ نہیں تھا۔ شیران اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہُوا اور بولا۔ "لانچ کا کیا ہُوا؟"

"وہ ان لوگوں کی تحویل میں چلی گئی۔"

"یہ جگہ کون سی ہے؟"

"میں نہیں جانتی مجھے کچھ نہیں بتایا گیا۔"

"کیا کوبر سے مار گیا؟"

"مجھے نہیں معلوم ممکن ہے وہ ان لوگوں کا قیدی ہو۔"

"پھر اب کیا کرنا ہے؟"

"یہ۔ یہ فیصلہ تم ہی کرو تو بہتر ہے"۔ وہ آہستہ سے بولی اور شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیوں تمہاری اکڑ نکل گئی کیا؟" اُس نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا اور گرانشا اس بات پر چراغ پا ہونے کے بجائے مُسکرادی پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ "ہاں"۔ شیران نے ایک حقارت آمیز آواز کے ساتھ رُخ بدل لیا اور پھر اُس کی نگاہیں کمرے کا جائزہ لینے لگیں۔ اس کے بعد وہ اطمینان سے گرانشا کی طرف بڑھا اور اُس کے ہاتھ کھول دیے پھر وہ بولا۔ "مَیں جانتا تھا لڑکیاں زیادہ دیر تک اداکاری نہیں کر سکتیں۔"

"کیسی اداکاری؟"

"تم خود کو بہت مغرور اور خودسر ثابت کرتی رہی ہو لیکن اس وقت کیا خیال ہے؟"

"ہاں۔ اس وقت مَیں خود کو تمہارے سامنے کمتر تسلیم کر چکی ہُوں۔"

"اور اس حالت میں تم بالکل بے کشش ہو گئی ہو"۔ شیران بولا اور گرانشا کے ہونٹ سکڑ گئے لیکن اُس نے شیران کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"آؤ"۔ شیران نے کہا اور گرانشا کا بازو پکڑ کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

۔۔ اور پھر باہر نکلنے سے پہلے وہ آہستہ سے بولی۔ "کیا تمہارے پاس پستول موجود ہے؟"

"ہاں ہے مگر بے کار ہو چکا ہے کیونکہ پانی میں بھیگ گیا تھا۔"

"تو پھر بہتر ہے کہ اس کمرے میں کوئی ہتھیار تلاش کرنے کی کوشش کرو۔"

"گڈ۔ اچھا آئیڈیا ہے"۔ شیران نے کہا اور دروازہ کھولتے کھولتے رُک گیا۔ واپس آ کر اُس نے سب سے پہلے مارٹن کنگ کی تلاشی لی لیکن مارٹن کنگ نہتا تھا، اگر پستول اُس کے پاس ہوتا تو وہ شاید شیران پر استعمال کرنے کی کوشش کرتا۔ البتہ کمرے میں ایک میز کی دراز سے ایک بھرا ہُوا پستول مل گیا تھا جو نہایت ہی نفیس اور جدید تھا۔ شیران اُسے ہاتھوں میں سنبھالے واپس گرانشا کے پاس پہنچا اور پھر دونوں دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔۔۔ باہر کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ شیران ایک لمحے کے لیے کچھ سوچتا رہا۔ گرانشا نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔ "اگر ہم یہاں کی لائٹ فیوز کر دیں تو ہمیں یہاں سے نکلنے میں آسانی ہو گی۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔۔۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ آجاؤ ہمیں اُنھیں ہوشیار نہیں کرنا چاہیئے۔ خاص طور سے اس لیے کہ ہمیں اس جگہ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم"۔ گرانشا نے گردن ہلادی۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ پھر سرگوشی کے انداز میں بولی۔ "کیا اپنے ساتھیوں کو آزاد کرانے کی کوشش نہیں کرو گے؟"

"مَیں نے سب کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔۔۔ میں خود یہاں سے نکل جانا چاہتا ہُوں۔ وہ لوگ اگر زندہ رہے تو خود بچ کر نکل آئیں گے ورنہ اُن کی تقدیر"۔ گرانشا نے اُس کے لہجے کی سفاکی کو محسوس کیا۔۔۔ اور بہتر سمجھا کہ اپنی ہی جان بچالے۔

تھوڑی دیر بعد وہ عمارت سے باہر نکل آئے۔ عمارت کے احاطے میں اُنھیں کچھ لوگ نظر آئے تھے لیکن اُنھوں نے ان سے بھڑنا مناسب نہیں سمجھا اور چار دیواری کُود کر دوسری طرف پہنچ گئے۔

باہر بے کراں تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔ ناہموار جھاڑیاں دُور دُور تک بکھری ہُوئی تھیں۔ کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کون سی جگہ ہے۔ گرانشا شیران کے ساتھ ساتھ تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔ جب عمارت کافی پیچھے رہ گئی تو شیران ایک لمحے کے لیے رُکا اور اُس نے جھلّائے ہُوئے لہجے میں کہا۔ "تم ان علاقوں کی رہنے والی ہو یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ کون سی جگہ ہے"۔ شیران کا لہجہ ایسا تھا کہ گرانشا میں اگر کوئی تبدیلی نہ پیدا ہُوئی ہوتی تو شاید اس وقت دونوں آپس میں اُلجھ ہی پڑتے لیکن پتہ نہیں گرانشا کو کیا ہو گیا تھا۔ وہ نرمی سے بولی۔ "مَیں یہی غور کر رہی ہُوں مسٹر شیران۔ یہی نام بتایا تھا نا آپ نے مارٹن کنگ کو؟"

"کیا غور کر رہی ہو۔ اس کا جواب دو۔"

"میں غور کر رہی ہُوں کہ مارٹن کنگ کے نام سے کون سی جگہیں منسوب ہیں۔"

"کتنی دیر میں غور کر لو گی اس بات پر؟"

"بہتر ہے کہ چلتے رہو وہ سامنے جو روشنیاں نظر آ رہی ہیں ممکن ہے وہ ساحل کی روشنیاں ہوں۔"

"اگر یہ کوئی جزیرہ ہُوا تو؟" شیران بولا۔

"امکانات ہیں اس بات کے لیکن ذہن میں نہیں آ رہا کہ کون سا جزیرہ مارٹن کنگ کی ملکیت ہو سکتا ہے"۔ راستے ناہموار تھے جھاڑیوں میں کبھی کبھی کوئی نہ کوئی جانور بھاگتا نظر آ جاتا۔ بعض جگہ سانپوں کی سرسراہٹ بھی سُنائی دے جاتی تھی اور ایسے موقعوں پر گرانشا کو خوف محسوس ہوتا تھا۔ وہ دُوسرے معاملات سے نمٹنا جانتی تھی لیکن حشرات الارض کا خوف فطری تھا۔ اس کے بعد اُن کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہُوئی اور وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔

چھوٹی بڑی عمارتیں چاروں طرف بکھری ہُوئی تھیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ جس جگہ کو وہ ساحل سمجھ رہے تھے وہ ساحل نہیں تھا بلکہ اب اُنھیں یہ احساس ہو چلا تھا کہ وہ یقینی طور پر کسی جزیرے پر نہیں ہیں۔ شیران گرانشا سے۔۔۔ آگے آگے چلتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک پتلی سی سڑک پر پہنچ گئے۔ دونوں اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے تب شیران نے گرانشا کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "اب بھی تم یہ علاقہ نہیں پہچان سکتیں؟"

"سمجھ میں نہیں آ رہا مسٹر شیران کہ یہ کون سی جگہ ہے!"

"ٹھہرو مَیں دیکھتا ہُوں"۔ شیران بولا۔ اسے ایک عمارت کے سامنے ایک متحرک سایہ نظر آیا تھا۔ یہ غالباً اس عمارت کا چوکیدار تھا۔ گرانشا نے منہ کھول کر کچھ کہنا چاہا لیکن شیران اتنی تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا کہ وہ کچھ کہہ نہ پائی اور پھر خود بھی تیزی سے اس طرف چل پڑی جدھر شیران گیا تھا۔ شیران چوکیدار کے قریب پہنچ گیا اور پھر یہ جان کر گرانشا بھی خوشی سے مسکرادی کہ وہ کسی جزیرے پر نہیں بلکہ ایک ساحلی قصبے تکونا میں ہیں جو اُن کے شہر سے تیس میل دُور ہے۔ لیکن یہ قصبہ اُن کے لیے خطرناک تھا۔ شیران کو اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن گرانشا جانتی تھی کہ مارٹن کنگ کا عظیم الشان گروہ آسانی سے اُنھیں نہیں چھوڑے گا۔ اُنھیں ہر جگہ تلاش کیا جائے گا اور یہ قصبہ ان کی پہنچ سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ راتوں رات یہ جگہ چھوڑ دی جائے۔

چوکیدار اُنھیں مشتبہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ گرانشا شیران کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

"قصبے میں ہوٹل وغیرہ ضرور ہوں گے۔ ہم کسی ہوٹل میں وقت گزاریں گے اور کل کوئی انتظام کر کے یہاں سے چل دیں گے۔"

"میں تمہیں شیران کہہ سکتی ہُوں۔ یہ نام مجھے بہت پسند ہے۔" گرانشا نے کہا اور شیران عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا پھر اُس نے گرانشا سے اپنا بازو چھڑاتے ہُوئے کہا۔

"فوج مین کی بیٹی ہے تو۔ ہوش میں رہ مجھے یا میرے نام کو پسند کرنے کا نتیجہ تجھے نہیں معلوم۔ بہتر یہ ہے کہ کام کی بات کر۔"

گرانشا چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔ اُسے بے پناہ توہین کا احساس ہُوا تھا۔ یہ توہین دُوسری بار ہُوئی تھی۔ گرانشا مغرور ترین لڑکیوں میں سے تھی اپنی مختصر سی زندگی میں آج تک اُس نے کسی سے مُسکرا کر گفتگو بھی نہیں کی تھی لیکن شیران کی وحشی فطرت اُسے پسند آئی تھی۔ وہ خود بھی دلیر تھی اور کر گزرنے ہی کو سب کچھ سمجھتی تھی۔ اور ایسا ہی یہ شخص بھی تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ وہ بے کشش ہو گئی ہے اور اب وہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہوش میں رہے۔ کوئی اور موقع ہوتا تو گرانشا اُسے زندہ نہ چھوڑتی لیکن اس وقت اُسے سنبھل کر کام کرنا تھا بمشکل اُس نے خود پر قابو پایا اور بولی۔ "مَیں کہنا چاہتی تھی کہ یہاں رُکنا مناسب نہیں ہے۔ یہاں سے اسی وقت نکل چلو تو بہتر ہے۔ یہاں ہوٹل ضرور ہیں لیکن رات کے اس آخری حصے میں اگر ہم کسی ہوٹل میں جائیں گے تو سب کی نگاہ میں مشتبہ ہوں گے، اور ہمارے دشمنوں کے لیے ہمیں تلاش کرنا مشکل نہ ہو گا۔ مارٹن کنگ کے آدمی ہماری تلاش میں ہوں گے۔"

"بس بس۔ اتنی لمبی تقریر کی ضرورت نہیں۔۔۔ واپس چلنا ہے تو چلتے ہیں تم میری رہنمائی کر سکو گی؟"

"یہاں تکونا سے ہمارے شہر کا فاصلہ تیس میل کے قریب ہے۔ مجھے راستہ تلاش کرنے میں دقت نہیں ہو گی"۔ گرانشا نے بمشکل کہا۔ شیران کا توہین آمیز انداز اب اُس کے لیے ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔

"دیکھو دیکھو۔ کوئی شریف انسان ہماری مدد کے لیے آ رہا ہے۔ آؤ آگے بڑھو"۔ شیران نے دُور سے ایک روشنی دیکھ کر کہا۔ شاید موٹر سائیکل تھی۔ گرانشا کچھ نہیں سمجھ سکی تھی لیکن وہ شیران کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ شیران سڑک کے درمیان آ کھڑا ہُوا تھا۔

موٹر سائیکل پولیس سارجنٹ کی تھی۔ ایک بھاری بھرکم افسر پوری وردی میں ملبوس اس پر موجود تھا۔ ان دونوں کے قریب پہنچ کر آفیسر نے موٹر سائیکل روک لی لیکن دُوسرے لمحے اُسے خبر نہ ہوئی۔ خود گرانشا بھی اس حرکت کی متوقع نہیں تھی۔ شیران نے پولیس آفیسر کی پیشانی کو نشانہ بنا کر گولی داغ دی تھی۔ پیشانی کی ہڈی توڑ کر گولی دماغ میں داخل ہو گئی تھی۔ آفیسر کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند ہُوئے لیکن شیران نے آگے بڑھ کر موٹر سائیکل سنبھال لی تھی۔

"شکریہ آفیسر"۔ اُس نے منزنیت سے کہا اور پھر پیچھے بیٹھ کر پولیس آفیسر کو نیچے دھکیل دیا۔ "اے۔ اب مُنہ دیکھتی رہو گی۔" اُس نے گرانشا کو مخاطب کر کے کہا۔ گرانشا سکتے کے عالم میں رہ گئی تھی تاہم اُسے شیران کے عقب میں بیٹھنا پڑا اور پھر شیران نے موٹر سائیکل

آگے بڑھا دی۔ "راستہ بتاؤ!"

"سیدھے چلتے رہو!" گرانٹا نے بمشکل کہا۔

"تمہاری جان کیوں نکل رہی ہے؟" راستے میں شیران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں... اُسے مارنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"کسے؟"

"پولیس آفیسر کے بارے میں کہہ رہی ہوں۔"

"تم نے کوشش کر لی ہوتی۔ شاید وہ تمہارے تیرِ نظر کا شکار ہو کر موٹر سائیکل تمہارے حوالے کر دیتا!"

گرانٹا اس جواب پر خاموش ہو گئی چند لمحات اسی طرح خاموشی کے عالم میں گزر گئے پھر وہ آہستہ سے بولی "کس بات پر ناراض ہو گئے ہو مجھ سے!"

"نہیں کیوں۔؟ یہ اندازہ تمہیں کیونکر ہوا؟"

"مسلسل تلخ گفتگو کیے جا رہے ہو!"

"تلخ گفتگو نہیں میرے ذہن میں ایسی کوئی بات نہیں ہے تم خود بتاؤ اب اگر میں اس پولیس آفیسر سے کہتا کہ برادرم مجھے آپ کی موٹر سائیکل درکار ہے تو کیا وہ شرافت سے اپنی موٹر سائیکل میرے حوالے کر دیتا۔ پولیس افیسر تھا یقیناً اُس کے ذہن میں تجسس بیدار ہوتا اور وہ ہم لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا!"

"اُسے بے ہوش بھی کر سکتے تھے!" گرانٹا بولی۔

"اب تم عورتوں کی سی باتیں کر رہی ہو۔ بے ہوش کرنے... اور مارنے سے کیا فرق پڑتا ہے اگر پوری طرح بے ہوش نہ ہوتا تو اپنے ساتھیوں کو اطلاع بھی دے سکتا تھا اور پھر خوامخواہ رات کا باقی حصہ بھی ضائع ہو جاتا!" شیران نے جواب دیا۔

"لیکن پولیس کو اس طرح بے دریغ قتل کرنا خطرناک بھی ہو سکتا ہے!"

"میری پوری زندگی خطرناک حالات میں گزر رہی ہے۔ اس لیے میں خطرات کی پروا نہیں کرتا!" شیران نے جواب دیا اور گرانٹا خاموش ہو گئی۔ شیران کی طرف سے اُس کے دل میں ایک بال سا آ گیا تھا حالانکہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا جب اچانک شیران اُس کی توجہ کا مرکز بنا تھا لیکن اُس کے لہجے اور اُس کی گفتگو سے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ گرانٹا کی شخصیت سے ذرا بھی متاثر نہیں ہے اور یہ بات گرانٹا کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھی۔ آج تک ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ شیران کو راستہ بتاتی رہی اور موٹر سائیکل ہواؤں سے باتیں کرتی رہی۔

وہ خود بھی رش ڈرائیونگ کی عادی تھی لیکن اس وقت جو کچھ ہو رہا تھا وہ اُس کی توقع سے کہیں زیادہ تھا۔

کئی بار تو... اُسے خوف سے آنکھیں بند کر لینی پڑی تھیں لیکن شیران ایک ماہر موٹر سائیکل سوار ثابت ہوا تھا۔ صبح کی روشنی بکھرنے بھی نہیں پائی تھی کہ وہ تیس میل کا فاصلہ طے کر کے شہر میں داخل ہو گئے اور اس کے بعد گرانٹا کی خواہش پر شیران نے ایک نائٹ کلب کے سامنے موٹر سائیکل چھوڑ دی۔ تھوڑی دیر تک وہاں چہل قدمی کرتے رہے اور اس کے بعد واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑے۔

ڈیج مین شاید اپنی خوابگاہ میں تھا اور اس سے ملاقات اس وقت ممکن نہیں تھی۔ شیران اپنی آرام گاہ میں چلا گیا اور گرانٹا اُسے رخصت کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آ گئی۔ جو واقعات گزرے تھے وہ اس قدر حیرت انگیز تھے کہ گرانٹا ان پر سوچ سوچ کر حیرت کا شکار ہو رہی تھی۔

شیران اچانک ہی اُس کے لیے ایک عجیب حیثیت اختیار کر گیا تھا لیکن اُس کی اپنی خواہشات اور تصورات کی جو توہین ہوئی تھی گرانٹا اُسے برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ عجیب دوہری کیفیت کا شکار ہو گئی تھی۔ اُس کا کبھی تو دل چاہتا کہ ڈیج مین سے کہے کہ اس مصیبت سے فوراً چھٹکارا پا لینا چاہیے۔ یہ پاگل شخص کہیں سب کے لیے عذاب کا باعث نہ بن جائے اور کبھی اس احساس کا خیال آتا جو اچانک اس کے دل میں بیدار ہوا تھا تو اُس کے دل میں شیران کی اہمیت بڑھ جاتی۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر ہی ڈیج مین سے ملاقات ہو سکی تھی۔ شیران نے اپنا ناشتہ اپنے کمرے میں طلب کر لیا تھا۔ ڈیج تک ان دونوں کی آمد کی خبر پہنچ چکا تھا اور شاید گرانٹا سے ملنے کے لیے بے چین تھا کیونکہ انتظار کیے بغیر اس نے گرانٹا سے کہا۔

"میں رات سے نتائج کا بے چینی سے منتظر ہوں۔ باقی لوگ کہاں گئے، کیا ہوتا رہا ہے؟ مجھے اس سلسلے میں بتاؤ؟"

"کیا ہمارے جانے کے بعد آپ سو گئے تھے ڈیڈی؟"

"سو نہیں سکتا تھا۔ میں بڑی اُلجھنوں کا شکار تھا۔ مختلف طریقوں سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا تھا کہ مجھے علم ہوا کہ تمہاری مڈبھیڑ مارٹن کنگ کے آدمیوں سے ہوئی تھی!"

"ہونا ہی تھی ڈیڈی!"

"نتیجہ کیا ہوا؟"

"نتیجہ بہت ہی عجیب و غریب ہے ڈیڈی!" گرانٹا نے کہا

اور شروع سے لے کر آخر تک ساری تفصیل ڈیج مین کو سنا دی۔ ڈیج مین محویت اور دلچسپی سے یہ باتیں سن رہا تھا پھر اُس نے کہا "مسٹر موشاف نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر مارٹن کنگ کا اور اس کا سامنا ہو جائے تو پھر میری ذمّے داریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ بات انہوں نے غلط نہیں کہی تھی!"

"مسٹر موشاف کون ہیں ڈیڈی؟"

"بے بی میرے کچھ کاروباری معاملات ہیں جن کے بارے میں میں نے تمہیں مختصراً بتایا تھا۔ مسٹر موشاف اس تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں جس نے کچھ ذمّے داریاں ہمیں سونپ دی ہیں اور اُن کے عوض ہمیں معقول معاوضہ ملتا ہے!"

"ایک بات ضرور کہوں گی ڈیڈی یہ شخص انتہائی بے ہودہ اور بدتمیز ہے انتہائی سنگدل، زندگی اُس کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ہر شخص کو چیونٹی کی طرح مسل دینے کو تیار رہتا ہے میرا خیال ہے اس خطرناک آدمی سے ہوشیار رہا جائے۔ پولیس سارجنٹ کو قتل کر دینا معمولی بات نہیں تھی ہم کب تک اُس کی حفاظت کر سکیں گے۔ میں سمجھتی ہوں، اگر پولیس اس راستے پر لگ گئی تو ہمارے تمام تعلقات دھرے کے دھرے رہ جائیں گے!"

"ہاں۔ میں خود بھی اس سلسلے میں پریشان ہوں۔ میرا خیال ہے تنظیم نے پہلی بار میرے سپرد کوئی خطرناک کام کیا ہے۔ مارٹن کنگ اس طرح مارا جائے گا کیا تم سوچ سکتی تھیں بے بی؟"

"نہیں ڈیڈی۔ واقعی اُس نے بڑی بے دردی سے مارٹن کنگ کو قتل کر ڈالا۔ اتنے بڑے آدمی کی موت اس طرح ہو جانا ایک افسانوی بات لگتی ہے۔ میرا خیال ہے اس بات پر اس کے ساتھیوں کو بھی یقین نہیں آئے گا!"

"شیران کو پوشیدہ رکھنے کی ضرورت ہے ابھی بہت عرصہ چاہیے اُسے سنبھالنے کے لیے اور مجھے اس سلسلے میں تمہاری ہی مدد کی ضرورت ہے بے بی!"

"میں اور کیا کر سکتی ہوں ڈیڈی۔ آپ مجھے بتائیے نہایت بدتمیز آدمی ہے وہ کسی کو بھی خطرے میں نہیں لاتا!"

"اس کے باوجود تمہیں میری مدد کرنی چاہیے۔ میں تم سے یہی توقع کر سکتا ہوں!" ڈیج مین نے کہا۔ اور گرانٹا خاموشی سے گردن ہلانے لگی۔ شیران سے اُس نے اس کے کمرے ہی میں ملاقات کی تھی۔ اس وقت شیران بڑے اچھے موڈ میں تھا۔ اس سے کہنے لگا۔ "ہیلو سا اپنے باپ کو رات کے واقعات کی تفصیل بتا دی ہے!"

"ہاں۔ بالکل لیکن کچھ باتیں ان میں ایسی تھیں جو میں انہیں بھی نہ بتا سکی!" گرانٹا نے اپنے آپ کو مکمل طور پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

"مثلاً۔ مثلاً!"

"مثلاً یہ کہ تم مسلسل میری توہین کرتے رہے ہو ظاہر ہے یہ بات میں انہیں نہیں بتا سکتی تھی!"

"پتہ نہیں تم کون سی توہین کا تذکرہ بار بار کر رہی ہو؟"

"میں نے تمہارے نام پر پسندیدگی کا اظہار کیا تھا جس کے جواب میں تم نے مجھ سے کچھ ایسے الفاظ کہے تھے جو مناسب نہیں تھے!"

"بے بی یہ تمہارے حق میں ہے جو لڑکیاں مجھے پسند کرتی ہیں وہ نقصان میں رہتی ہیں۔ میں ایسی ہی فطرت کا مالک ہوں!"

"میں نہیں سمجھی!"

"اگر سمجھ گئیں تو سمجھنے کے بعد زندہ نہیں رہو گی!" گرانٹا خاموشی سے اُس کی شکل دیکھتی رہی پھر اُس نے کہا "کیا تم زندگی میں کبھی کسی لڑکی سے متاثر نہیں ہو سکے، کیا تمہاری نگاہوں میں صنفِ نازک کی کوئی وقعت نہیں ہے؟"

"ہے، بالکل ہے۔ میں ان لڑکیوں کو بے حد پسند کرتا ہوں جو میرے قریب آنے کی خواہش مند ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ میری رفاقت حاصل کرنے کے بعد خوشی سے موت کو گلے لگاتی ہیں!"

گرانٹا سوالیہ انداز میں اُسے دیکھتی رہی تب شیران مسکرا کر بولا "ان چکروں میں نہ پڑو بے بی تمہارے لیے نقصان دہ ہوں گے۔ یہ میرا مخلصانہ مشورہ ہے تمہارے لیے!"

"میں نہیں جانتی کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو لیکن ایک بات غور سے سن لو شیران! میں نے زندگی میں جس چیز کی خواہش کی ہے اُسے حاصل کر کے چھوڑا ہے اور اگر وہ چیز مجھے نہیں حاصل ہوتی تو پھر۔ پھر۔"

"ہاں۔ ہاں۔ آگے کہو!" شیران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں تم غور کر لینا۔ میں تم سے محبت کا اظہار کرتی ہوں اور اس کا جواب محبت ہی سے چاہتی ہوں بے شک تم ایک خطرناک اور سنگدل آدمی ہو لیکن شیران میرا نام بھی گرانٹا ہے!" گرانٹا نے کہا اور بپھری ہوئی شیران کے کمرے سے نکل آئی۔ وہ تیزی سے ایک جانب چل پڑی تھی۔ شیران کا فلک شگاف قہقہہ اُس کے کانوں میں زہر گھول رہا تھا۔ یہ مغرور انسان یہ سنگدل وحشی، اگر پاگل کتے کی طرح دُم ہلانے پر مجبور نہ ہو جائے تو میرا نام بھی گرانٹا نہیں... اُس نے سوچا۔

★★

مارلینو کو ان علاقوں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی جن کے بارے میں وہ سازش کی گئی تھی لیکن شیران کی محبت اُس کے دل

میں اس درجہ سرایت کرگئی ہے اس کا احساس اُسے آہستہ آہستہ ہی ہو رہا تھا۔ وہ بے چین ہوگیا تھا اور اس بے چینی کا کوئی حل ابھی تک اُس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ گریچر اور میگنیشا اُس کے خاص ماتحتوں میں سے تھے اور اُنھوں نے جس وفاداری اور ذہانت سے مارلینو کے مفادات کے لیے کام کیا تھا اس سے مارلینو کے دل میں ان کی وقعت بڑھ گئی تھی۔ وہ بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا۔ گانگ ہو اور اُس کے نواح میں اُس کے بے شمار معتقدین پھیلے ہوئے تھے جو اُس کے اشارے پر اپنی زندگیاں قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ ہزاروں افراد پر مشتمل گروہ کو وہ کنٹرول کرتا تھا اور یہ لوگ جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔

لیکن فطرتاً مارلینو بُرا نہیں تھا۔ اُس نے وحشت و درندگی سے ہمیشہ پرہیز کیا تھا حالانکہ اُس کی زندگی چند وحشیوں ہی کی وحشت کا شکار ہوئی تھی۔ وہ صرف ان سے نفرت کرتا تھا جنھوں نے اُسے اس حال کو پہنچا دیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے، چھوٹے موٹے جرائم بھی کرلیا کرتا تھا۔ لیکن شیران کی فطرت میں وہ کوئی نمایاں تبدیلی نہیں پیدا کرسکا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ شیران اپنی اسی فطرت میں زندہ رہ سکتا ہے، مارلینو کو یہ بھی علم تھا کہ شیران بذاتِ خود اپنے قبیلے یا اپنے علاقے سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا لیکن نجانے کیوں مارلینو کو یہ احساس بھی تھا کہ شیران بالآخر ایک بار انسانیت کی زندگی میں واپس ضرور جائے گا اور مارلینو شیران کو اس کی محبت کا صلہ ضرور دینا چاہتا تھا۔

چنانچہ جب کئی دن تک سوچ بچار کے بعد وہ کوئی فیصلہ نہ کرسکا تو اُس نے گریچر اور میگنیشیا کو ایک بار پھر گانگ ہو طلب کرلیا۔ ان دونوں کو اپنا انتہائی رازدار بنانے میں اب اُسے کوئی تامل نہیں تھا کیونکہ وہ اب اس کے اہل ثابت ہوچکے تھے۔ مارلینو نے ان کے سامنے تنظیم کے اغراض و مقاصد کی تفصیل پیش کردی، ... گریچر اور میگنیشیا ششدر رہ گئے ... مارلینو نے کہا۔ "اور وہ شیران کی آبادی ہے وہاں اُس کی قوم رہتی ہے۔ میں ان علاقوں میں کبھی نہیں گیا۔ میں نہیں جانتا کہ وہاں کے رہنے والے کس انداز میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کے جذبے کیا ہیں لیکن بس اتنا کافی ہے میرے لیے کہ شیران انھی پہاڑوں میں جوان ہوا تھا۔ میں کوئی ایسی مؤثر تدبیر چاہتا ہوں، گریچر جس سے شیران کی آبادی اس سازش کا شکار نہ ہونے پائے۔ میں یہ دعوے سے نہیں کہہ سکتا کہ خود شیران بھی ان معاملات میں کوئی دلچسپی لے گا یا نہیں لیکن بس میرا دل چاہتا ہے کہ آج تک زندگی میں جو کچھ کیا ہے وہاں خرچ کردوں، تمھارا کیا مشورہ ہے؟"

"کیا تنظیم کے خلاف کام کرکے آپ مشکلات کا شکار نہیں ہوجائیں گے مسٹر مارلینو؟"

"سو فیصد ہوجاؤں گا لیکن میں یہ جُوا کھیلنا چاہتا ہوں۔"

"مگر جس کے لیے آپ یہ سب کچھ کررہے ہیں اُس کی خود اپنی کیا کیفیت ہے اس کا اندازہ کیسے ہو؟"

"ہوجائے گا۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ شیران کو واپس لے آیا جائے۔ تنظیم اس سلسلے میں میری معاونت کرنے کو تیار ہے اور اتفاقی بات ہے کہ شیران اس وقت ان کی نگاہوں میں ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کب وہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے؟"

"تو پھر میرا خیال ہے مسٹر مارلینو آپ کو اس سلسلے میں کام کرلینا چاہیے۔" میگنیشیا نے کہا۔

"میں ایک اُلجھن کا شکار ہوں میگنیشیا۔ تنظیم کی طرف سے مجھے یہ ہدایت بھی ملی ہے کہ میں ان پہاڑوں میں جاکر اپنی ایک ایسی لیبارٹری قائم کروں جس کے ذریعے تنظیم کے آپریشن کے وقت میں اُسے ضروری امداد فراہم کروں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی شیران کو فوری طور پر قبضے میں کرنے کا معاملہ بھی ہے۔ اُلجھن یہ ہے کہ میں اگر شیران کی تلاش میں جاتا ہوں تو پھر اپنے اس مشن کے سلسلے میں کام کس طرح انجام دوں؟"

"اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان پہاڑوں میں آپ کے مقاصد کو پُورا کرنے کی کوشش کریں۔"

"ہاں۔ اگر تم اس کی ذمے داری قبول کرلو تو میں خود شیران کے لیے روانہ ہوجاؤں اور یہی مناسب ہوگا تم لوگوں کو وہ چکر دے سکتا ہے لیکن پتہ نہیں کیوں مجھے اس پر بے حد اعتماد ہے۔ وہ اگر مجھے مل گیا تو پھر میرے ساتھ آنے سے انکار نہیں کرے گا..."

"آپ ہمارے لیے ضروری ہدایات تجویز فرمادیں ہم آپ کی مرضی کے مطابق عمل کریں گے۔"

"پہاڑوں کی اس اجنبی دُنیا میں تمھیں نہایت محتاط رہ کر کام کرنا ہوگا۔ شیران کا دیس شیران جیسے وحشیوں سے بھرا پڑا ہو، ممکن ہے تمھیں مشکلات سے گزرنا پڑے۔"

"اگر آپ تنظیم کو ان... معاملات میں ہماری معاونت کرنے کی ہدایت کردیں تو شاید ہمیں اتنی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔" گریچر بولا۔

"ہاں۔ تنظیم کو اس سلسلے میں تمھارا ساتھ دینا ہوگا لیکن میرے ذہن میں جو منصوبہ ہے اُس کی تکمیل صرف تم ہی کرسکتے ہو۔ تمھیں نہایت رازداری سے یہ کام انجام دینا ہوں گے۔" مارلینو گریچر اور میگنیشیا کو اپنے پروگرام کی تفصیل سمجھاتا رہا۔ ان لوگوں سے گفتگو کرنے کے بعد اُسے کافی سکون حاصل ہُوا تھا پھر جب تمام ہدایات اُنھیں دے دی گئیں تو مارلینو نے اُنھیں واپسی کی اجازت دے دی اور کہا کہ وہ فوری طور پر تیاریاں شروع کردیں۔ اس کے بعد اُس نے وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کیا اور وائٹ تھری ایٹ نے اُس کا پُرخلوص خیر مقدم کیا۔

"آپ نے مجھے ایک ہفتے کا وقت دیا تھا جناب، میرا خیال ہے میں اپنا پروگرام ترتیب دے چکا ہوں۔"

"گڈ۔ ہم بھی یہی چاہتے تھے مسٹر مارلینو کہ اس سلسلے میں زیادہ وقت ضائع نہ کیا جائے۔"

"میں اپنے چند معتمدوں کو پہاڑوں میں روانہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ صحیح جگہ کا انتخاب کریں، وہاں میرے لیے ایک چھوٹی سی لیبارٹری قائم کردی جائے۔ میں آپ لوگوں کو اس بارے میں کوئی تکلیف نہیں دُوں گا سوائے اس کے کہ وہاں میرا ٹھکانہ بنانے میں میری مدد کی جائے۔"

"فکر نہ کرو بادشاہ خان اور نعمان خان بھی اس سلسلے میں تمھاری مدد کریں گے مسٹر مارلینو۔"

"کیا بادشاہ خان اس بات پر خوشی سے تیار ہوجائے گا؟"

"یہ تنظیم کا کام ہے اسے تم اپنے ذہن پر مسلط نہ کرو۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں اپنے دو آدمیوں کو آپ کی خدمت میں روانہ کردوں گا جہاں اور جس طرح آپ حکم دیں گے وہ آپ کی ہدایت پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوجائیں گے اور میں خود شیران کو واپس لاؤں گا۔"

"آپ کے لیے تمام انتظامات کرلیے جائیں گے مسٹر مارلینو۔ ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ اب آپ شیران کو قابو میں کرلیجیے۔ آپ وہ آخری آدمی ہیں جس پر ہم شیران کے سلسلے میں اعتماد کررہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ آپریشن کے وقت تک اس پر قابو پائے رکھیں گے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ میں نے آپ سے کہا تھا، میں آپ کو اس مشن کے لیے اپنا نائب مقرر کرچکا ہوں۔ چنانچہ آپ کو یہ سُن کر خوشی ہوگی مسٹر مارلینو کہ مجھے ہیڈکوارٹر سے اس کے لیے منظوری مل چکی ہے۔"

"میں اس کے لیے شکرگزار ہوں اور آپ دیکھیں گے کہ میں تنظیم کے مفادات کے لیے اپنی تمام کوششیں وقف کردوں گا۔" مارلینو نے جواب دیا۔ وائٹ تھری ایٹ سے اطمینان بخش گفتگو کرنے کے بعد مارلینو نے سلسلہ منقطع کردیا۔

گانگ ہو میں ایک پُرسکون زندگی بسر کرنے والا مارلینو ہیجان کا شکار ہوگیا تھا اور اس کی وجہ صرف شیران تھا۔ تقریباً دس یا بارہ دن بعد وہ ہانگ کانگ پہنچ گیا۔ گریچر اور میگنیشا تنظیم کے ارکان کی نگرانی میں پہاڑوں کی جانب روانہ ہوگئے تھے۔

چنانچہ مارلینو کو ایک طیارے کے ذریعے وہاں بھجوانے کا انتظام کردیا گیا جہاں آج کل شیران مقیم تھا۔

★★

شیران بدستور گرائن ہی میں مقیم تھا باہر کیا ہنگامے ہورہے تھے۔ اس کے بارے میں اُسے کوئی اندازہ نہیں تھا البتہ کوبرے کی موت اس کے لیے تھوڑے سے رنج کا باعث بنی تھی لیکن کسی بھی سلسلے میں زیادہ غور و خوض کرنا اس کی فطرت میں شامل نہیں تھا۔ مارٹن کنگ کی موت کے سلسلے میں جو ہنگامہ خیزیاں ہُوئی تھیں، اُس کی اطلاعات ڈیج مین ہی کے ذریعے شیران کو فراہم ہُوئی تھیں۔ یہ خوش قسمتی تھی کہ گرانشا کی شناخت نہیں ہوسکی تھی لیکن اس لانچ کے مالکان کے بارے میں مسلسل تحقیقات کی جارہی تھیں جو سمندر میں مارٹن کنگ کے آدمیوں کا شکار ہُوئی تھی۔

ڈیج مین نے شیران کو بتایا تھا، یہ اُس کی خوش قسمتی ہے کہ لانچ ایک بالکل ہی فرضی نام سے حاصل کی گئی تھی اور کوئی زندہ آدمی ان لوگوں کے ہاتھ نہیں لگ سکا جس پر تشدد کرکے وہ لانچ کے اصل مالک کا پتہ لگا سکتے۔ اس کے علاوہ ڈیج مین نے شیران سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ فی الوقت اپنے آپ کو گرائن کی دُنیا میں محصور رکھے کیونکہ باہر کی دُنیا میں خطرات منڈلا رہے ہیں۔ شیران کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہُوا تھا چونکہ گرائن کی تفریحات بھی اُس کے لیے ناپسندیدہ نہیں تھیں۔

البتہ ڈیج مین کی بیٹی گرانشا کئی بار اس سے ملاقات کرچکی تھی اور اس کا انداز شیران کے لیے اب کسی قدر ناپسندیدہ ہوگیا تھا۔ وہ گرانشا کو ڈیج مین کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ کئی بار اُس نے گرانشا کی شدید بے عزتی کی تھی۔ اس تصور کے تحت کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال لے لیکن گرانشا پر بھی جنون سوار ہوگیا تھا۔ وہ اب اپنے باپ سے چھپ کر شیران کے خلاف منصوبہ بندی کرنے میں مصروف تھی اور گرائن کے چند کارکن اُس کے آلۂ کار بن گئے تھے چنانچہ اسی رات جب شیران نے گرائن کے ڈائننگ ہال میں کھانا کھایا اور اپنی میز سے اُٹھ کر اس حصے کی طرف بڑھا

جہاں رقص و سرود کی محفل جاری تھی تو اُس کے قدم لڑکھڑا گئے۔ اُسے زور کا چکر آیا اور اس کے بعد وہ بے حواس ہوگیا۔

ہوش میں آیا تو ایک اجنبی جگہ موجود تھا۔ دِن کی روشنی اُس کمرے کے رخنوں سے چھن چھن کر اندر آ رہی تھی۔ لکڑی کا بنا ہُوا کمرہ تھا اور اُس کا دروازہ باہر سے مقفل تھا۔ شیران گزرے ہُوئے واقعات کو یاد کرنے لگا۔ اور اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نمودار ہو گئے۔

بیہر طور وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے کے قریب پہنچا اور اُسے زور زور سے کھٹکھٹانے لگا چند ہی لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا تھا۔ دو مسلح آدمی پستول تان کر . . . اُس کے سامنے موجود تھے۔ شیران نے حیرت بھری نگاہوں سے اُنھیں دیکھا اور پھر بھاری لہجے میں بولا ”میں کس کا قیدی ہُوں۔ صرف یہ بتاؤ؟“

”یہ آپ کو معلوم ہوجائے گا مسٹر شیران لیکن ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ کسی بھی غلط حرکت پر آپ کو بے دریغ گولی ماردی جائے۔“

”ناشتہ ملے گا؟“ شیران نے سوال کیا۔

”ہاں یقیناً ناشتہ ابھی پہنچا دیا جائے گا، صرف آپ کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔“ جواب ملا اور شیران گردن جھکا کر دُوسری طرف پلٹ گیا۔ یہ بات اُس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ گرانی میں اس کے خلاف یہ سازش کس نے کی تھی۔ لیکن جب وہ دونوں افراد ناشتہ لے کر آئے تو اُن کے پیچھے ہی گرانا موجود تھی۔ اس کی شکل دیکھ کر شیران حیرت سے مُنہ پھاڑ کر رہ گیا۔ اُس نے تعجب سے گرانا کو دیکھتے ہُوئے کہا۔ ”اوہ گرانا کیا تم بھی قیدی کی حیثیت سے موجود ہو۔ کیا ہمیں قید کرنے والے مارٹن کنگ کے آدمی ہیں؟“

”نہیں۔ اس وقت تم میرے قیدی ہو۔“ گرانا سرد لہجے میں بولی اور شیران احمقوں کی طرح مُنہ پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگا۔ چند لمحات اسی طرح گزر گئے پھر وہ گردن جھٹک کر بولا ”معدہ خالی ہے کوئی بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ ان دونوں کو یہاں سے بھگا دو، ورنہ میں انھیں ناشتے کے ساتھ کھا جاؤں گا۔“ اشارہ دونوں مسلح افراد کی طرف تھا۔

گرانا نے چند لمحات سوچا اور پھر وہ ان دونوں کی طرف رُخ کر کے بولی ”ٹھیک ہے تم دونوں دروازے کے باہر رک کر ہوشیار رہنا۔“ دونوں مسلح افراد سر جھکا کر باہر نکل گئے تھے۔ شیران نے ناشتے کی ٹرے سامنے سرکائی اور ناشتے میں مصروف ہوگیا۔ یہ نئی صورت حال ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

گرانا خاموشی سے اُس کی شکل دیکھ رہی تھی۔ ناشتے کے دوران اُس نے ایک بار بھی گردن نہیں اُٹھائی تھی پھر جب پُوری ٹرے خالی ہوگئی تو اُس نے ٹرے ایک طرف سرکا دی اور مسکراتا ہُوا بولا۔ ”ہاں خوبصورت لڑکی اب کہو کیا کہہ رہی تھیں؟“

”میرا نام گرانا ہے۔“

”خوشی ہُوئی تم سے مل کر۔ آگے کہو۔“

”تمھارا غرور بالآخر تمھاری موت بنے گا۔ کیا سمجھتے ہو تم خود کو۔ میں ڈیچ مین کی بیٹی ہُوں۔ کس کی مجال ہے کہ مجھ سے انحراف کرے۔ میں۔ میں اب تم سے نفرت کرتی ہُوں۔ شدید نفرت۔ کیونکہ تم نے۔ تم نے مجھے ٹھکرایا ہے۔“

”مگر میں اب تم سے محبت کرتا ہُوں۔ شدید محبت۔ کیونکہ تم واپس آگئی ہو۔“ شیران نے بدستور مسکراتے ہُوئے کہا۔ اُسے شاید اپنی بھرپور اور حسین مسکراہٹ کا پُورا پُورا احساس تھا۔ اس کے مضبوط سفید چمکدار دانت بڑی پُرکشش ترتیب میں تھے۔ مسکراتے وقت اُس کے چہرے کی دلکشی نمایاں ہو جاتی تھی لیکن جو اس مکارانہ مسکراہٹ سے واقف تھے، انھیں معلوم تھا کہ اس مسکراہٹ کے پیچھے موت چھپی ہُوئی ہے۔

★★★★★

ضعیف العمر سلال خاں بہت دنوں کے بعد نظر آیا تھا۔ بابا گل نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ ”گرہ دے تو گرہ کی بات کہوں۔“ مجذوب نے ہاتھ آگے بڑھا کر کہا۔

”کہو سلال خاں، پہاڑوں میں یہ پُراسرار خاموشی کیوں چھائی ہُوئی ہے۔ کیا ہو رہا ہے آسمانوں میں؟“

”گرہ دے تو گرہ کی بات کہوں۔ آسمان کی بات آسمان والے جانیں کچھ وہاں ہو رہا ہے کچھ یہاں چٹانوں سے کان لگا آوازیں سُن لے۔ چٹانیں خود بولتی ہیں کیونکہ وہ پتھر ہیں اُن کے سینوں میں کمزور دِل نہیں جو جھُوٹ بولیں۔ گرہ نہیں دے گا کیا؟“

”جتنا دِل چاہے لے لو بابا سلال خاں۔ چٹانوں کی بات ہم بہرے لوگ کیا جانیں۔ تم بتاؤ۔“

سلال خاں نے گرہ چباتے ہُوئے کہا۔ ”آبشار پتھر گرا رہے ہیں خونی آنکھیں چٹانوں کو گھور رہی ہیں۔ دریا ندی نالے خوف سے سمٹ رہے ہیں۔ کوئی چھپا ہُوا ہے دیکھنے والا دیکھ رہا ہے۔ ہوس کی آنکھیں پوشیدہ ہیں لیکن پتھر ہوشیار ہیں۔ عروج و زوال کی کہانیاں تو صدیوں سے جاری ہیں۔ کچھ سچائیاں پہاڑوں کے سینوں میں اُبل رہی ہیں۔ لاوا سُرخ ہوگیا ہے دیکھو چنار پھُول

دے رہے ہیں مگر یہ سُرخی درختوں کی چوٹیوں سے نہیں اُبل رہی، یہ خُون ہے۔ ہاں یہ خُون ہے۔ کچھ سفید کچھ سُرخ، دیکھنا یہ ہے کہ سُرخی سفیدی کو نگلتی ہے یا سفیدی سُرخی کو۔ یہ زمین کی کہانی ہے، آسمان کی کہانیاں آسمان والے جانیں۔ دھت ترے کی گڑ میں مکھی نکل آئی۔ تھُو تھُو۔ گڑ میں مکھی۔“ سلال خاں نے سارا گڑ پھینک دیا اور اُٹھ کھڑا ہُوا۔

”اور گڑ لے لو سلال خاں۔ بیٹھ جاؤ پوری بات تو کرو۔“

”بس بات پُوری ہوگئی۔ باقی کہانی وقت سُنائے گا لو اور سُنو۔ گڑ میں مکھی بٹھا دی ہے اور بات پوری سُنو گے۔ سب کی ایک ہی سوچ ہے۔“ سلال خاں بڑبڑاتا ہُوا آگے بڑھ گیا۔ بابا گل اسے دیکھ رہا تھا۔

”کہو گل خاناں، کیا ہو رہا ہے؟“ پیر شاہ کی آواز سُن کر گل چونک پڑا۔

”کچھ نہیں پیر خاناں۔ آؤ بیٹھو۔“

”بوڑھا مجذوب تم سے باتیں کر رہا تھا۔ بہت کم بولتا ہے اور جو بولتا ہے وہ سچ ہوتا ہے کوئی بات کہی اُس نے؟“

”کہتا ہے چٹانوں کے سینوں میں سچائی کھول رہی ہے اور ہوس کی پوشیدہ آنکھیں تاک میں ہیں۔ کیا مطلب ہُوا ان باتوں کا پیر خاناں۔“

”سلال خاں کی باتیں سچی ہوتی ہیں لیکن سمجھ میں کہاں آتی ہیں۔ پہاڑوں کے حالات میں تبدیلیاں اچھی نہیں ہیں۔“

”کون سی تبدیلیوں کی بات کرتے ہو پیر خان؟“

”تبدیلیاں تو ہوئی ہیں۔ تھمانہ میں نعمان خان نے حکومت سنبھال لی ہے اور بادشاہ خان بدستور باہر ہے۔“

”اس سے کیا ہوتا ہے۔ نعمان خان بادشاہ خان کا بھتیجا ہے“

”دیکھنے کی بات کہنا ہی پڑتی ہے۔ نعمان خان کی بیوی فرنگی ہے اور پہاڑ ان فرنگیوں سے ہمیشہ پاک رہے ہیں لیکن اپنے ہی اُنھیں کاندھوں پہ بٹھا کر لے آئیں تو اُنھیں کون روک سکتا ہے۔“

”سُنا ہے تھمانہ کے میدان ہرے بھرے ہو گئے ہیں۔ بڑی ترقی ہُوئی ہے وہاں۔۔۔ مشینوں نے انسانوں کا کام سنبھال لیا ہے۔ مشینیں کھیت اُگا رہی ہیں، مشینیں ہل چلا رہی ہیں، مشینیں پانی نکال رہی ہیں اور جب مشینیں انسانوں کو خوراک دیتی ہیں تو ہڈیاں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ رائفلوں کے نشانے غلط ہوتے جاتے ہیں۔ نسلیں یُونہی تو بگاڑی جاتی ہیں۔“

”یہ فرانہ میں کیا ہو رہا ہے؟“

”فیروز خاں کی بستی ہے۔ طور خاں، دِل زماں اور آذر خاں سردار جو دِل چاہے کریں ہم کون ہیں؟“

”یہ چھوٹے قد کے تبتی یہاں کیوں آئے ہیں؟“

”فرانہ کی تقدیر بدلنے۔“

”کیا یہ آسمان کے باشندے ہیں۔ کیا قدرت نے فرانہ ان کے حوالے کردیا ہے؟“

”قدرت کی باتیں قدرت جانے۔“

”میرے دل میں تو بار بار ایک خیال آتا ہے۔“

”کیا؟“

”فیروز خاں فرانہ کا سردار تھا، اپنی آل اولاد کو لے کر وہ غیر ملک نکل گیا، فرانہ ہمیشہ بے سردار رہا ہے، بادشاہ خان الگ اپنی مستیوں میں گم رہا ہے، باہر کی دُنیا اُسے اس طرح راس آئی کہ اُس نے صرف تھمانہ میں اپنے جھنڈے گاڑے رکھنے پر ہی اکتفا کیا، شادی بھی نہ کی۔ بوڑھے خان نے مانتا ہُوں کہ تھمانہ کو ترقی دی، اور پہاڑوں میں بڑا کہلایا لیکن یہ بڑائی انھی فرنگیوں سے دھاری ہُوئی تھی۔ اُس نے ہمیشہ فرنگیوں کو اپنے محل میں جگہ دی۔ فیروز خاں کے بیٹے یہاں آئے نوجوانوں کو گنوا بیٹھے ماں

بھی بے چاری ماری گئی۔ فیروز خاں تو خیر ختم ہو ہی چکا تھا۔ اُس کے بعد انتقام کا کھیل شروع ہُوا، لیکن بہزاد سلامن کا بیٹا اُن کے مُنہ پر تھوک کر نکل گیا۔ اب باہر سے آکر کوئی لاکھ کہے کہ اُس نے بڑے تیر مارے ہیں۔ پہاڑوں کی ریت تو ادھوری رہ گئی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ شیران کی موت ضروری تھی، دُشمنی کی بات تھی جس میں بُرے کھیل کھیلے گئے. ساری باتیں مان لیں، لیکن فزانہ سرداروں کی ملکیت تو نہیں ہے، یہاں دُوسرے لوگوں کی بھی زمینیں ہیں، سب ہی جینا چاہتے ہیں، پھر یہ چھوٹے قد کے تبتیوں کو لاکر ہمارے سروں پر کیوں بٹھا دیا گیا ہے، مَیں تو کہتا ہُوں ہم بھی بڑے ہیں، بزرگ ہیں، اچھائی بُرائی میں ہمیں ہمیشہ شامل رکھا گیا ہے اب ہم دُودھ کی مکھی کیوں بن گئے۔ بھائی بابا گل میرا تو یہی خیال ہے کہ بستی کے جتنے بڑے بُوڑھے ہیں ان سب کو جمع کرو اور اس بات پر غور کرو کہ یہ مسئلہ ہم سے کیوں چھپایا جا رہا ہے؟"

"لیکن سرداری تو فیروز خان ہی کے قبضے میں ہے نعمان خان خود ان تبتیوں کو فزانہ میں ٹھہرا کر گیا ہے، کوئی کسی کو اپنے گھر میں ٹھہرا دے تو تم بھلا کیسے روکو گے؟"

"ٹھہرنے کی بات اور ہے، مہمان مہمان ہوتے ہیں لیکن مہمان میزبان بننے کی کوشش شروع کر دیں تو پھر تو بات دُوسری ہو جاتی ہے، مجھے لگتا ہے جیسے دال میں کچھ کالا ہے۔" پیر شاہ نے کہا۔

"اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ طور خاں، دل زمان اور آذر خاں سرداری سے بات کی جائے۔"

"وہی میرا مقصد ہے، کم از کم ہمیں پتہ تو چلنا چاہیئے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے، یہ لوگ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور کیوں آئے ہیں، کونسی زمینیں یہ سرسبز کرنا چاہتے ہیں اور مشینیں لاکر یہاں کیا کچھ کیا جا رہا ہے؟"

"سوچ لو پیر شاہ کہیں بات کا تبنگڑ ہی نہ بن جائے۔"

"ارے تو یہاں ڈرتا کون ہے؟ اپنی آواز حلق میں دبا کر تو نہیں رہ سکتے ہم لوگ۔"

"تو پھر کیا ارادے ہیں؟"

"مَیں آج ہی سب سے ملوں گا، بات کروں گا۔" پیر شاہ نے کہا اور تھوڑی دیر تک بابا گل سے مزید گفتگو کرنے کے بعد وہاں سے اُٹھ گیا۔

بستی کا بزرگ تھا، زمین کی محبت دِل میں تھی۔ اس لیے تشویش کا شکار رہتا۔ ابھی تھوڑے دِن پہلے کی بات تو تھی جب تہمانہ سے نعمان خان آیا تھا، اُڑنے والی مشین میں بیٹھ کر اور پھر اُس کی حویلی از سرِ نو درست ہُوئی تھی۔ وہ حویلی جس میں خانم کی زندگی گُزری تھی، فیروز خان کی بیوی نے اسی حویلی میں خودکشی کی کوشش کی اور جب تک زندہ رہی تھی اپنی بیٹیوں کا ماتم کرتی رہی تھی۔ اُس کے بعد حویلی ویران ہو گئی۔ صرف بُوڑھا چوکیدار وہاں رہ گیا تھا، جو کبھی کبھی اُس کی صفائی کر دیا کرتا تھا اور برسوں سے ویران اس حویلی کو اب آباد کیا تھا تو ان چھوٹے قد کے چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے باشندوں نے جو تبتی سمجھے جاتے تھے، ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی، پہلے تو چند ہی آئے تھے لیکن اس کے بعد ان کی تعداد بڑھتی چلی گئی تھی اور وہ چند افراد جو بستی میں معزز حیثیت رکھتے تھے، یعنی طور خاں، دل زماں اور آذر خاں سرداری۔ اُنھوں نے ان کی غلامی سنبھال لی تھی اور بستی کی زمینوں پر پُراسرار کارروائیوں میں مصروف ہو گئے تھے، وہ پتہ نہیں کیا کر رہے تھے۔ کم از کم بستی والو کو اس بات سے آگاہ تو کرنا چاہیئے تھا، ٹھیک ہے زمینیں فیروز خا کی ہیں لیکن ان زمینوں پر جو آبادیاں ہیں، یا ان کے اطراف میں لوگ رہتے ہیں وہ بھی تو فیروز خان کے دُشمن نہیں تھے، یہ ضرور تھا لوگوں نے پیر شاہ کی بات سُنی۔ پیر شاہ بھی ایک معزز بوڑھا تھا اور اُس کے نام کے ساتھ ایسی کوئی بات وابستہ نہیں تھی، جو بستی والوں کے دِلوں میں اُس کے لیے کوئی پُرخاش پیدا کرتی، سارے بوڑھے لوگ یہی سوچ رہے تھے جب کہ نوجوانوں کی باتیں کچھ اور تھیں چونکہ وہ تو دلچسپیوں کے رسیا تھے جب کہ چھوٹے قد کے تبتیوں نے اُن کی دلچسپیوں کے لیے بھی مزید سامان کرنا شروع کر دیا تھا۔

نوجوانوں کا اخلاق بگڑتا جا رہا تھا، تھوڑے دِنوں کے بعد بائیسکوپ بھی لگتا تھا، یوں نوجوانوں کا اخلاق مزید خراب ہوتا جا رہا جب بڑے بُوڑھے سر جوڑ کر بیٹھتے تو پھر یہی باتیں ہونے لگیں

"ٹھیک ہے حویلی فیروز خان مرحوم کی تھی، اُس کے بیٹے نے کسی کو دی۔ مہمان کی حیثیت سے وہ جو دِل چاہے کریں، شکار کھیلیں عیش کریں، لیکن کم از کم یہاں اپنے پاؤں اس طرح تو نہ گاڑیں کہ یہ پوری آبادی ہی تبتیوں کی آبادی بن جائے، بڑھتے ہی چلے آ رہے ہیں روزانہ اُڑنے والی مشینوں کے ذریعے کچھ لوگ یہاں پہنچ جاتے ہیں یہ مشینیں روزانہ ہی آ رہی ہیں اور پھر دلاور خان نے ایک قافلہ بھی دیکھا تھا جو شام کے دُھندلکوں میں چیونٹیوں کی طرح رینگتا چلا آ رہا تھا بڑا ساز و سامان تھا اُس کے ساتھ، کہیں کوئی پہاڑوں پر سازش نہ ہو رہی ہو، اسلحہ جمع نہ کیا جا رہا ہو تاکہ پہاڑوں میں ہنگامہ خیزیاں کی جائیں اور ہماری زمینوں پر تسلط قائم کر لیا جائے۔ آخ

انگریز بھی تو اسی طرح ہندوستان میں آئے تھے، بڑے معصوم بن کر اور اُس کے بعد ہندوستان کی تقدیر کے مالک بن بیٹھے تھے، نہیں بھائی پہاڑوں کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ طور خان، دِل زمان اور سرداری سے بات کی جائے گی، ہم اُن سے اپنا حق مانگیں گے اور پوچھیں گے کہ یہ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔ ہم طور خان سے کہیں گے کہ وہ ہمیں سارے حالات سے آگاہ کرے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے پیر شاہ، یہ کام ہم تمہارے سپرد کرتے ہیں۔"

"ارے ہاں ہاں جو دِل چاہے میرے سپرد کر دو۔ پیر شاہ زندگی اور موت سے نہیں ڈرتا، بستی کا پیار دل میں رکھتا ہے، ورنہ اُسے کیا چاہیئے، دو گز زمین ہی نا، کوئی نہ کوئی اُسے لے جا کر دفن کر ہی دے گا، ہیں۔ تم لوگ جس سے کہو اُس سے ملاقات کروں اور جو کہو۔ وہ معلوم کر لوں گا۔"

"تو پھر بہتر یہ ہوگا کہ تم طور خان سے بات کرو وہ سب سے زیادہ سرکش آدمی ہے اور کسی کی بات سُننا پسند نہیں کرتا۔" کسی نے تجویز پیش کی۔

"اس بد دماغ آدمی نے اگر پیر شاہ سے کوئی بد کلامی کی تو حالات بگڑ جائیں گے۔" کسی نوجوان نے کہا۔

"نہیں۔ پیر شاہ اکیلا کیوں جائے گا وہاں، ہم لوگ بھی اس کے ساتھ چلیں گے، پانچ آدمیوں کا انتخاب کر لو اور طور خان سے ملنے چلو۔ اس کے بعد گُل زمان سے اور اس کے بعد آذر خان سرداری سے، بستی کے بارے میں ساری معلومات سارے لوگوں کو ہی ہونی چاہیئے، ایک آدمی اُس کی تقدیر کا مالک نہیں بن سکتا۔" پیر شاہ پُرجوش آدمی تھا، جب وہ اپنا وفد تیار کر کے خان بابا گل کی دُکان کے سامنے سے گُزرا تو بابا گل دُکان سے اُتر کر اُس کے پاس پہنچ گیا۔

"کہاں چلے پیر شاہ؟ اور یہ سب لوگ۔۔۔"

"بس ہم طور خان کے پاس جا رہے ہیں، اس سے باتیں کریں گے۔"

"دورانِ گفتگو خیال رکھنا پیر شاہ کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے، جو پٹھانوں میں خونریزی کا سبب بن جائے، بوڑھے سلال خان کی باتیں بڑی دِل دہلا دینے والی ہوتی ہیں، لیکن ان کی سچائی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

طور خان نے ان لوگوں کی آمد کا ذکر سُنا تو اپنی فطرت کے خلاف بڑی نرمی سے ان کے ساتھ پیش آیا اور اُس نے تمام بوڑھوں کو بڑے احترام کے ساتھ بیٹھنے کی جگہ پیش کی۔

"خدا تمھیں خوش رکھے طور خان، تم نے اپنے رویّے میں کچھ تبدیلیاں پیدا کر لی ہیں۔" پیر شاہ نے کہا۔

"بابا مجھے سنگدل اور بدتمیز سمجھا جاتا رہا ہے جب کہ مَیں ہُوں نہیں، بستی کے بُزرگوں کی عزت کرنا میرا فرض ہے۔ آپ لوگ میرے پاس کسی کام سے آئے ہیں تو یہ میرے لیے لازم ہے کہ مَیں آپ کا استقبال آپ کی شان کے مطابق کروں۔"

"خدا تمھیں خوش رکھے طور خان، ہم سخت پریشان ہیں، یہ چھوٹے قد کے لوگ جو تبت کی بلندیوں سے یہاں تک پہنچے ہیں، کون ہیں؟ اور یہاں کیوں لایا گیا ہے اُنھیں؟ ان کی تعداد کیوں بڑھتی جا رہی ہے اور یہ لوگ ہماری زمینوں پر کیا کر رہے ہیں؟"

"اوہ پہلی بات تو یہ ہے بابا صاحب کہ یہ لوگ تبتی نہیں ہیں، یہ تبت کی بلندیوں سے نہیں آئے، بلکہ نمکاک کے شہری ہیں، ان میں ایک مسٹر گریچر ہیں جو یہاں رہ کر ایسے کام کر رہے ہیں، جو پہاڑوں کی بھلائی میں ہوں، آپ جانتے ہیں کہ فزانہ نعمان خان کی ملکیت ہے اور نعمان خان خود اُنھیں لے کر آیا ہے۔ اگر کوئی کسی کو مہمان بنا کر اپنے گھر میں رکھے تو یہ کوئی قابلِ گرفت بات نہیں ہے۔ باقی رہی ان لوگوں کے بڑھنے کی بات تو اس سلسلے میں نعمان خان نے فزانہ کے اطراف میں جو کچھ کیا ہے، وہ آپ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہوگا، آپ نے دیکھا کہ فزانہ کے اطراف تھوڑے ہی دِنوں میں دُگنی بلکہ تین گُنی فصلیں پیدا کرنے لگے۔ وہاں ترقی کا دور دورہ ہے، جدید ترین مشینیں آ رہی ہیں، لوگوں کو پہننے کے لیے عُمدہ لباس مہیا ہو رہے ہیں اور کھانے کے لیے عُمدہ خوراک۔ نعمان خان سارے پہاڑوں میں تو اصلاحات نہیں کر سکتا، لیکن تہمانہ اور فزانہ اُس کی ملکیت ہیں۔ تہمانہ بادشاہ خان کی سرزمین ہے اور فزانہ فیروز خان کی۔ وہ اِنہی دونوں علاقوں میں اصلاحات کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں اُس کے دِل میں بڑی نیک خواہشات ہیں۔"

"وہ کیا؟" بوڑھے دولہا خان نے پوچھا۔

"وہ چاہتا ہے کہ اس کی اصلاحات کو دوسرے قبیلے کے لوگ بھی دیکھیں اور اگر چاہیں تو فنّی مہارت حاصل کرنے کے لیے اُن سے رجوع کریں، یہ پستہ قامت باشندے ہمارے ملازموں کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ انجینئر ہیں اور یہاں جو کچھ کر رہے ہیں ہماری بھلائی میں ہے۔" طور خان نے کہا۔

"سوچ لو طور خان، پہلے بھی یہی ہُوا تھا، انگریز بھی ہندوستان میں اسی طرح داخل ہُوئے تھے۔"

"نہیں بابا۔ پہاڑ ہماری ملکیت ہیں اور ان کی تاریخ ہے کہ ان پر کبھی غیروں کا قبضہ نہیں ہو سکا، مجال ہے کسی کی، جو انگریزوں کی طرح انھیں ہندوستان سمجھ سکے، ہم اِن لوگوں کو اتنی گہرائیوں میں دفن کر دیں گے کہ پھر اُن کے وجود کی خوشبو تک نہ اُٹھ سکے گی، تم کیا سمجھتے ہو بابا، کیا طورخان غدار ہے۔ بے شک ہم دولت مند لوگ ہیں اور ہم نے تھوڑی بہت تعلیم بھی حاصل کی ہے، ہم پہاڑوں کی اچھائی اور بُرائی کے بارے میں بہتر طور سے جانتے ہیں۔ ہم اگر کبھی بُرائیوں کی جانب راغب ہوں اور ہم سے پہاڑوں کو کوئی خدشہ لاحق ہو، تو تمھیں حق ہے کہ اپنے ہاتھ ہماری گردنوں کی طرف بڑھاؤ اور اُنھیں پکڑ لو لیکن اس وقت تک جب تک تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچے، ایسا کوئی کام نہ کرو جس سے ہم دُنیا میں بے عزت ہو جائیں، نعمان خان جو کچھ کر رہا ہے اُسے خود مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی غلط کام نہیں کر رہا۔"

"پہاڑوں کی دُنیا الگ ہے طورخان، ہم ان پہاڑوں کو غیروں کے حوالے نہیں کر سکتے۔"

"یہ پہاڑ غیروں کی ملکیت نہیں بن سکتے بابا صاحب، آپ میں سے کوئی بھی جب چاہے اور جہاں چاہے وہاں جا کر دیکھ لے۔"

"مگر وہ پہاڑی نوجوانوں کا اخلاق خراب کر رہے ہیں۔"

"دیکھو بابا خان یہ اپنے گھر کی بات ہے۔ اپنے بچوں کو سنبھالنا تمھارا فرض ہے، اس طرف کوئی نہ جائے، وہ ایک محدود علاقے میں جو کچھ چاہتے ہیں کرتے ہیں، اس سے آگے اُنھیں بھی اجازت نہیں ہے، ہاں اگر یہ تالاب تمھاری بستیوں تک پہنچنے لگیں، یا بائیسکوپ تمھاری بستیوں میں لگنے لگیں تو تم اُنھیں اُکھاڑ کر پھینک دینا، اُنھیں کبھی تعمیر نہ ہونے دینا۔"

طورخان کی باتیں کچھ ایسی وزن دار تھیں کہ سب لوگ سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ پھر بوڑھے بابا گل نے کہا: "تم ٹھیک کہتے ہو طورخان لیکن ہم اجنبیوں کی آمد سے خوفزدہ ہیں۔"

"ہاں بیٹے طورخان ہم اپنی عمر کا وہ حصہ گزار چکے ہیں، جو جدوجہد کا ہوتا ہے۔ بیٹے طورخان ہماری نسبت تم جوان ہو، کسی سے بھی مقابلہ کر سکتے ہو، جبکہ ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ بیٹا سوچ لینا۔ ان چٹانوں کی آغوش سے تمھارا خمیر اُٹھا ہے، ان کے ساتھ غداری کی تو دُنیا کے انہی لوگوں میں تمھارا نام بھی شامل ہو گا، جن پر آج تک تھوکا جاتا ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں بابا خان ہم میں سے کوئی غدار نہیں ہے۔" طورخان نے کہا اور بوڑھے مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔

طورخان تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔۔۔ اس کے بعد اُس نے اپنے گھوڑے پر زین کسی اور اس علاقے کی جانب چل پڑا، جو بنکاک سے آنے والوں کے لیے مخصوص تھا۔ بے شک نعمان خان نے اُسے تاکید کی تھی کہ پست قامتوں کے ساتھ اتنا مکمل تعاون کیا جائے کہ اُنھیں کسی شکایت کا موقع نہ ملے لیکن بوڑھوں کی بات بھی تو غلط نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کا گھوڑا اُس علاقے میں پہنچ گیا جہاں خاردار تاروں کی ایک وسیع باڑ لگائی گئی تھی اور اس باڑ کے دُوسری جانب فیروز خان کی حویلی تھی، کچھ اور مکانات بھی تھے جو اس باڑ کے آس پاس تھے، خالی کرا لیے گئے تھے اور وہاں کے باشندوں کو ان کا بہترین معاوضہ ادا کیا گیا تھا، جس کی بنا پر اُنھوں نے خوشی خوشی اپنے مکانات چھوڑ دیے تھے، ہرچند کہ یہ مکانات بھی فیروز خان ہی کی ملکیت تھے لیکن وہاں پر بسنے والوں پر مظالم نہیں کیے گئے تھے اور اُنھیں بغیر کسی جبر کے وہاں سے ہٹایا گیا تھا۔

گریچر اور میگنیشا کو مارلینو کی طرف سے جو ہدایات موصول ہوئی تھیں، اُن کے تحت اُنھیں جس مشکل انداز میں کام کرنا پڑ رہا تھا، اُن کا دِل ہی جانتا تھا، دراصل وہ دوہری کیفیات کا شکار تھے، مارلینو تنظیم کے مفادات کے لیے یہاں یہ جگہ قائم کر رہا تھا، لیکن درپردہ کچھ قافلے آتے تھے، جو گانگ ہو سے براہِ راست ایک راستہ بنا کر یہاں پہنچتے تھے، اِس جگہ تک پہنچنے کے لیے اُنھیں ایسی شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ گریچر اور میگنیشا کو اس سے پہلے کبھی اس قسم کا اُلجھا ہُوا کام نہیں کرنا پڑا تھا، مختلف علاقوں میں گانگ ہو سے مشینیں اور دُوسری چیزیں آتی تھیں اور حویلی کے عقبی حصے میں، جو گہری سُرنگ کھودی گئی تھی اس میں پوشیدہ کر دی جاتی تھیں۔ یہ بات نہ صرف مقامی باشندوں سے پوشیدہ تھی بلکہ کچھ ایسے لوگوں سے بھی اُسے چھپائے رکھنا پڑتا تھا، جو یہاں تنظیم کے آدمی سمجھے جاتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ ہی اس اجنبی علاقے کا وحشت خیز ماحول ان لوگوں کو خوفزدہ کیے رہتا تھا۔ یہ سب قدم قدم پر محتاط رہتے تھے کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے کہ وقت سے پہلے ان کا راز فاش ہو جائے۔

مارلینو کی ہدایات کو اچھی طرح سمجھ کر ان پر عمل کرنا گریچر کا مسلک تھا، وہ مارلینو کا ملازم ہی نہیں بلکہ اس کا عقیدت مند تھا اور میگنیشا

اس کی بہترین دست راست تھی۔ مارلینو نے کچھ اور افراد بھی گریچر کو مہیا کیے تھے جو اس کے غلاموں میں سے تھے، یہ سب مارلینو کے معتقدین تھے اور اس کے اشارے پر ایک لمحے میں زندگی قربان کرنے کو تیار رہتے تھے، یہی وجہ تھی کہ اس ویرانے میں گریچر اور میگنیشا اپنا کام بخوبی چلا رہے تھے۔ مقامی باشندوں کو سنبھالنے کے لیے بھی اُنھوں نے ہر طرح کے انتظامات کر رکھے تھے۔ طورخان بے شک نعمان خان کا خاص آدمی تھا اور نعمان خان نے ان تین افراد کو اس سلسلے میں ان کے حوالے کیا تھا اور کہا تھا کہ ہر طرح کی آواز کو دبانے میں یہ تینوں معاون ثابت ہو سکتے ہیں، لیکن گریچر نے ابھی تک کوئی ایسا موقع نہیں آنے دیا تھا، کہ مقامی باشندوں سے اس کی چپقلش چلتی۔ حالات ابھی تک گریچر کے حق ہی میں چل رہے تھے اور اُسے ایسی کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی، جس سے وہ خوفزدہ ہو جاتا۔

طورخان نے اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور چند ہی لمحات کے بعد اُسے گریچر کے سامنے پہنچا دیا گیا، میگنیشا بھی وہیں موجود تھی۔

طورخان نے حسبِ معمول اسے سلام کیا اور پھر اپنی آمد کا مقصد بتاتے ہوئے کہا کہ بستی کے چند بوڑھوں کو ان قافلوں کی آمد پر تشویش ہے، جو یہاں بڑی تعداد میں پہنچ رہے ہیں، بستی کے لوگ اِن تالابوں سے بھی خوفزدہ ہیں، جو بستی سے باہر بنائے گئے ہیں گو میں نے اُنھیں ہر طرح سے مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ جاننا چاہتے ہیں کہ اُن کا مقصد کیا ہے؟

"کیا تمھارے پاس ان لوگوں کے اِن سوالات کا جواب نہیں تھا طورخان؟" گریچر نے نرم لہجے میں سوال کیا۔

"میں نے اپنے طور پر اُنھیں مطمئن کرنے کی تمام کوششیں کی ہیں مسٹر گریچر۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ بستی کے بزرگوں کو یہ احساس بھی ہے کہ کہیں پہاڑوں کے خلاف کوئی سازش نہ ہو رہی ہو۔ میں صاف گو آدمی ہوں، میری خواہش ہے کہ آپ ان بزرگوں کو مطمئن کرنے کا کوئی انتظام کریں۔"

"طورخان، نعمان خان نے یہ ذمّے داری تمھارے سپرد کی تھی اور تمھیں اس سلسلے میں مکمل اختیارات دیے گئے تھے۔ میں نے کبھی تمھارے اختیارات میں مداخلت نہیں کی۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ پہاڑوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ تمھارے مفاد میں ہے تم لوگوں میں سے جو جس وقت چاہے یہاں آ کر اس کام کا معائنہ کر سکتا ہے جو ہم لوگ کر رہے ہیں۔ باقی رہی اِن قافلوں کی بات تو ہمارے آدمی آتے جاتے رہتے ہیں اور چونکہ ہمارے ہیلی کاپٹر اتنی تعداد میں روزانہ یہاں نہیں آ سکتے کہ ہماری مطلوبہ اشیا یہاں تک پہنچا سکیں۔ اس لیے ہم نے ان راستوں کا انتخاب کیا ہے جو آسانی سے یہاں ہمارا سامان پہنچا سکتے ہیں۔ بس یہ معاملہ ہے، میری طرف سے تمھیں اجازت ہے کہ تم جب چاہو اپنے ان بزرگوں کو یہاں لا کر اس جگہ کا معائنہ کرا سکتے ہو، ہمیں کبھی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"بزرگوں کا کہنا ہے کہ تم نے جو نہانے کے تالاب بنائے ہیں۔ ان سے ہمارے نوجوانوں کا اخلاق خراب ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے یہاں جس کسی کو جو تکلیف اور جو پریشانی لاحق ہو وہ ہمیں بتا دی جائے تالاب فوری طور پر ڈھکوا دیے جائیں گے اور ایسا بندوبست کر دیا جائے گا۔۔۔ کہ باہر سے یہاں کے مناظر نظر نہ آ سکیں۔"

"تمھارا شکریہ مسٹر گریچر تم نے مجھے مطمئن الفاظ دے کر سرخرو کیا ہے میں کسی بھی وقت بزرگوں کو یہاں لا کر اس علاقے کا معائنہ کرا دُوں گا۔" طورخان مطمئن ہو کر چلا گیا۔ گریچر اور میگنیشا ایک دُوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ گریچر گہری سوچ میں ڈوبا ہُوا تھا پھر اُس نے آہستہ سے کہا: "یہ اچھا نہیں ہُوا میگنیشا ہمارے قافلے ان لوگوں کی نگاہوں میں آ گئے۔"

"پہاڑوں کے یہ باشندے مجھے تو بہت خطرناک لگتے ہیں گریچر تم یقین کرو میں راتوں کو لرزتی رہتی ہوں یہاں تو ہر شخص شیران نظر آتا ہے۔"

"نہیں۔ یہ بات نہیں شیران اِن لوگوں میں منفرد تھا۔ میں نے اس جیسی آن بان والا ایک بھی اس علاقے میں نہیں دیکھا۔"

"اس کے باوجود میں خوفزدہ رہتی ہوں۔ اب بتاؤ اس سلسلے میں کیا کرو گے؟"

"فی الحال تو مسٹر مارلینو سے ہمارا رابطہ بھی قائم نہیں ہو سکتا۔ ان قافلوں کی آمد روکنی پڑے گی اور اگر نعمان خان کو اس بارے میں پتہ چل گیا تو ہم کہیں گے کہ ہاں تین بار ہمارے آدمی مختلف راستوں سے یہاں پہنچے ہیں۔ دراصل ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ یہ لوگ پہاڑوں کے ایسے پُرپیچ علاقوں پر بھی نگاہ رکھتے ہوں گے جہاں کسی کی توجہ نہیں جاتی گویا ہمارا طریقۂ کار غیر مناسب ہے۔ اب اِن معاملات کو سنبھالنا ہی پڑے گا۔ قافلے تو ضرور آئیں گے چونکہ ہمارے پاس ان ضروری اشیا کو یہاں تک پہنچانے کے لیے اور ذرائع نہیں ہیں جو مارلینو کی ہدایات کے مطابق ہم منگوا

رہے ہیں لیکن اِن قافلوں کے راستے بدل دیے جائیں گے۔"

"ہاں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے چٹانوں پر بسنے والے ہر وقت اِن چٹانوں کے نگراں رہتے ہیں۔"

"میگنیشا تمھیں معلوم ہے کہ مسٹر مارلینو نے ہم سے جو باتیں کہی ہیں اُن کا مقصد کیا ہے؟"

"کسی حد تک سمجھ چکی ہوں لیکن مزید گہرائی میں جانے کی خواہش مند ہوں۔"

"وہ نام نہاد تنظیم جو ایک بہت بڑے ملک سے تعلق رکھتی ہے دراصل اِن پہاڑوں میں ایک عظیم الشان انقلاب لانا چاہتی ہے غور کرو میگنیشا تو یہ باتیں بہت دُور تک جاتی ہیں۔ میں نے خاص طور سے اِن علاقوں کے بارے میں تفصیل معلومات حاصل کی ہیں اس سے قبل ہم صرف مخصوص دائرۂ کار میں کام کرتے رہے ہیں یعنی مارلینو کے مفادات کے دائرہ عمل میں، لیکن یہ ایک بہت بڑے علاقے کی سالمیت کا معاملہ ہے۔ مارلینو نے اس بار اپنی ٹانگ ایک ایسے مسئلے میں اُلجھائی ہے جس کے بارے میں کچھ نہیں آتا کہ مارلینو نے اس انداز میں کیوں سوچا کسی بہت بڑے ملک سے ٹکر لینا معمولی بات نہیں ہے اگر یہ بات منظرِ عام پر آگئی تو یُوں سمجھ لو کہ اس بار ہماری توقتیں کم پڑ جائیں گی۔ میں بُنیادی طور پر مارلینو کے اِن اقدامات سے اختلاف رکھتا ہُوں لیکن بہر طور ہم اُس کے حُکم کے غلام ہیں وہ جس مقصد کے لیے بھی یہ سب کچھ کر رہا ہے وہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔"

"میں بعض معاملات میں حالات سے ناواقف ہوں گریکپر! براہ کرم مجھے کچھ اور بتاؤ۔"

"وہ بہت بڑا ملک اِن علاقوں میں اپنا تسلّط قائم کرنا چاہتا ہے اور ان قبیلوں کو غلام بنانے کے بعد وہ اس سے ملحق ایک ایسے مُلک پر قبضہ کرنے کا خواہشمند ہے جو اُس کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ بہت لمبی سازش ہے۔ مسٹر مارلینو نے مجھے بھی تفصیلات نہیں بتائیں کیونکہ یہ تفصیلات تنظیم کے راز کے طور پر اُن کے پاس محفوظ ہیں لیکن جو کچھ اُنھوں نے بتایا ہے اور جو میں نے خود تجزیہ کیا ہے اُس سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔"

"مگر تعجب ہے مسٹر مارلینو کو اِن سیاسی معاملات میں اُلجھنے کی کیا ضرورت تھی! ہم اس سے براہِ راست تو متعلق نہیں ہیں۔ ہمارا معاملہ بالکل مختلف ہے پھر مسٹر مارلینو اس طرف کیوں متوجہ ہُوئے؟"

"اس کی ایک ہی وجہ میری سمجھ میں آتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"شیران۔"

"شیران کس طرح؟" میگنیشا نے کسی قدر اُلجھے ہُوئے انداز میں پوچھا اور گریکپر کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مارلینو نے اپنے آپ کو شیران کی ذات میں ضم کر دیا ہو۔ شیران اس اپاہج شخص کی ذات پر اس طرح مسلّط ہو چکا ہے کہ وہ اس سے ہٹ کر کچھ سوچتا ہی نہیں۔"

"گویا اِن علاقوں میں یہ کارروائی بھی شیران کی وجہ سے ہے۔"

"ہاں۔ میرا یہی اندازہ ہے میگنیشا لیکن بہر طور جو کچھ ہو گا، سامنے آ جائے گا۔"

"کسی ایک شخص کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دینا کہاں کی دانشمندی ہے؟"

"مارلینو کے اقدامات کو تم چیلنج نہیں کر سکتیں، بہر طور میں اپنی زندگی کے مشکل ترین دور سے گزر رہا ہوں۔ اس بار معاملہ کچھ جرائم پیشہ افراد کو کنٹرول کرنے کا نہیں... بلکہ اس خوفناک ماحول میں اپنی بقاء اور مارلینو کے مفادات کے تحفّظ کا ہے۔" گریکپر اور میگنیشا سوچ میں ڈوب گئے تھے۔

★★

گرانشا اُس کی مُسکراہٹ میں کھو گئی۔ اُس کی نگاہیں ایک لمحے کے لیے اُس کی مُسکراہٹ پر جم سی گئی تھیں اور اس وقت اُس

اُس نے دِل میں سوچا کہ خوبصورت مسکراہٹ سے نگاہیں چُرانا دُنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔

لیکن پھر اُسے یاد آیا کہ اُس نے گرانشا کی توہین کی تھی۔ دو متضاد کیفیتیں اُس کے ذہن میں گردش کرنے لگیں اور اُس نے آہستہ سے کہا۔ "کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"لڑکی تو شکل و صُورت کی بُری نہیں ہے لیکن اُس وقت جب تُو محبّت کی حماقتوں میں گرفتار ہو کر اپنی شخصیت کھو بیٹھی تھی تو مجھے بالکل پسند نہیں آئی تھی۔ محبّت ایک احمقانہ جذبہ ہے جو انسان کو مفلوج کر دیتا ہے اگر کسی کے دِل میں کسی کی چاہت اُبھرے تو اسے صرف وقتی حیثیت دینا چاہیے...

میں چاہتا ہُوں تم ہمیشہ ایسی ہی نظر آؤ۔ لانچ کے سفر میں حماقت تم سے ہُوئی تھی مجھ سے نہیں۔"

"تم دیوانے معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں شاید ایسا ہی ہو، میں اپنی ذات پر مغرور ہُوں اور بقول تیرے میرا غرور میری موت کا سبب بن گیا ہے۔ ناشتہ نہیں کیا تھا

تو... مرنے کو بھی دِل نہیں چاہ رہا تھا۔ اب تو چاہے تو خوشی سے مجھے قتل کر سکتی ہے۔ ویسے میرا خیال ہے تُو نے بڑی مشکل سے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے غالباً وہ کھانا جو میں نے گرانٹ میں کھایا تھا خواب آلود کر دیا گیا تھا۔ مجھ سے کبھی توقع خود اپنے قدموں سے چل کر یہاں تک پہنچ جاتا۔ چھوڑ اِن باتوں کو۔ کیا چاہتی ہے؟"

"تمھیں اِنسان بنانے کی خواہش مند ہُوں۔"

"احمقانہ خواہش ہے جس نے بھی یہ خواہش کی موت کے گھاٹ اُتر گیا مجھے جانور بنا رہنے دے انسان بنا تو مر جاؤں گا۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر یہ میرا عہد ہے مسٹر شیران کہ میں تمھیں جانور سے اِنسان بنا دُوں گی۔" لڑکی نے کہا اور شیران گردن ہلانے لگا پھر بولا۔ "ممکن ہے تُو اِس میں کامیاب ہو جائے میں تیرے اندر بہت سی پوشیدہ قوتوں کو دیکھ رہا ہُوں۔" دِل ہی دِل میں وہ ہنس رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو گرانشا اس کے قتل کے در پے تھی اور اَب اِسے اِنسان بنانے پر تُلی ہُوئی تھی۔ اُس نے سوچا کہ بے وقوف لڑکی تُو مجھے کیا انسان بنا سکتی ہے۔ اَب تو صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ تُو بھی اُن بے شمار لڑکیوں میں شامل ہو جائے گی جو شیران کے ہاتھوں موت کا شکار ہُوئی ہیں۔ گرانشا تھوڑی دیر تک اُس کے پاس رہی۔ اس کے بعد اُس نے اپنے آدمیوں کو کچھ احکامات دیے اور وہاں سے نکل گئی۔

شیران کے لیے ہوٹل گرانٹ یا گرانشا کی یہ قید یکساں حیثیت رکھتی تھی۔ اُسے اِس بات کی قطعی پروا نہیں تھی کہ وہ کہاں ہے، کس حال میں ہے بس عیش و عشرت کی وہ زندگی جو وہ وہاں گزار رہا تھا اگر یہاں بھی جاری رہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

چنانچہ وقت مطمئن انداز میں گزرنے لگا۔ بے وقوف گرانشا اِس کی محبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔ وہ شیران کو ایک شاندار نوجوان بنانے کی خواہش مند تھی اور اس سلسلے میں اُس نے حالات اپنے باپ سے بھی پوشیدہ رکھے تھے۔ ڈچ مین کو شیران کی گمشدگی پر شدید پریشانی ہوئی تھی۔ بات معمولی نہیں تھی کیونکہ تنظیم کی طرف سے اس پر شیران کی حفاظت کی ذمّے داری عائد کی گئی تھی۔ وہ مسٹر موٹاف کو اطلاع بھی نہیں دے سکا کہ شیران اچانک گم ہو گیا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اس سلسلے میں اُس پر شدید عتاب نازل ہو گا چنانچہ اپنے طور پر وہ شیران کی تلاش میں آیا تھا اور اُس کے آدمی چپّے چپّے پر شیران کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

گرانشا اپنے باپ کی کارروائیوں سے پوری طرح باخبر تھی اور کوئی ایسا موقع فراہم نہیں کرنا چاہتی تھی جس سے اُس پر شبہ ہو سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ شیران کی اصلاح کے چکّر میں پڑی ہُوئی تھی۔ پہلے اُس کے دِل میں انتقامی جذبہ تھا لیکن شیران نے انتقام کے سارے جذبے چھین لیے تھے اور اب وہ شیران کو صرف وجیہہ جوان کے رُوپ میں دیکھنے کی خواہش مند تھی اور سمجھتی تھی کہ اگر ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئی تو یہ اُس کی زندگی کا عظیم کارنامہ ہو گا۔

دُوسرے دِن ہی اُس نے شیران کے لیے اپنی پسند کے لباس منگوائے اور ہدایت کی کہ وہ لباس پہن لے۔ مکار بھیڑیا اس سے تعاون کرنے پر آمادہ تھا۔ شاید اُس کے ذہن میں بھی کوئی منصوبہ پروان چڑھ رہا تھا۔

تقریباً ایک ہفتے تک شیران مسلسل وہ سب کچھ کرتا رہا تھا جو گرانشا کی خواہش تھی اور پھر اُس نے ایک اور خواہش کا اظہار کیا۔

"ڈیئر گرانشا۔ اگر تم مجھے واقعی اِنسان بنانا چاہتی ہو تو پھر میں اِس ماحول سے نکلنے کا خواہش مند ہُوں۔"

"کیا مطلب؟"

"دُنیا کے کسی اور خطّے میں کسی اور جگہ میں تمھارے ساتھ ایک پُرسکون زندگی بسر کرنے کا خواہش مند ہُوں۔ یہاں سے میں اُکتا گیا ہُوں اگر تم نے میری یہ بات نہ مانی تو پھر سمجھ لو کہ میں تمھاری قید میں نہ رہ سکوں گا۔"

"تم اِسے قید سمجھتے ہو شیران؟"

"ہاں جس جگہ میں اپنی مرضی کے مطابق نہ رہوں وہ میرے لیے قید خانہ ہی ہوتی ہے۔"

"تو کیا چاہتے ہو؟"

"یہاں سے باہر نکلنے کا بندوبست۔"

"اور میں تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"

"ہاں۔"

"تو پھر تم جس جگہ جانا چاہتے ہو مجھے بتا دو، میں وہاں کے لیے انتظامات کر لیتی ہُوں۔"

"یہ تمھاری مرضی پر منحصر ہے۔" شیران نے جواب دیا۔

"تو پھر کیوں نہ ہم ایشیا کی جانب رُخ کریں؟" شیران چند لمحات سوچتا رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔ "اگر تم یہی چاہتی ہو تو یہی سہی مگر کون سے علاقے کا انتخاب کرو گی؟" اور جواب میں گرانشا نے جس علاقے کا نام لیا۔ اُسے سُن کر شیران ایک لمحے کے لیے

خاموش ہوگیا تھا، یہ تو وہی علاقہ تھا جس کے اطراف میں وہ زندگی گزار چکا تھا یعنی تبت اور اُس کا نواحی علاقہ لیکن یورپ میں اچھی خاصی زندگی گزارنے کے بعد وہ یہاں کے ماحول سے کسی قدر اُکتاہٹ محسوس کرنے لگا تھا۔ اُس نے سوچا کہ کیا حرج ہے؟ ۔۔ اپنی علاقوں کی طرف جا کر ایک آدھ بار مارلینو سے ہی ملاقات کرلی جائے ۔ مارلینو سے جُدا ہوئے اُسے طویل عرصہ گزر چکا تھا یُوں شیران نے گرانا کو اس بات کے لیے راضی کرلیا کہ گرانا اس کے لیے پاسپورٹ اور دُوسرے کاغذات تیار کرا لے۔ گرانا خُفیہ طور پر ان کارروائیوں میں مصروف ہوگئی۔

اور اُس شام جب مُوسلا دھار بارش ہورہی تھی، گرانا برساتی میں ملبوس اپنی اس خفیہ قیام گاہ پر پہنچی جو اُس نے شیران کو قید کرنے کے لیے منتخب کی تھی۔ شیران کی جانب سے مکمل تعاون کی وجہ سے گرانا اب کافی حد تک مطمئن ہوگئی تھی اس شام وہ شیران کے لیے ایک تحفہ لائی تھی۔ یہ تحفہ اُس کا پاسپورٹ اور دُوسرے ضروری کاغذات تھے جو اُس نے خُفیہ طور پر تیار کرائے تھے ۔ اپنے کاغذات بھی اُس نے تیار کرالیے تھے اور اس دوران مسلسل کوششوں میں مصروف رہی تھی کہ ڈیج مین اُسے مُلک سے باہر جانے کی اجازت دے دے ۔

ڈیج مین بے چارہ اپنی ہی پریشانی کا شکار تھا۔ ابھی تک اُس نے مسٹر موٹاف کو شیران کے بارے میں اطلاع نہیں دی تھی۔ چنانچہ اُس نے گرانا کو باہر جانے کی اجازت دے دی۔ گرانا آج یہ خوشخبری شیران کو سُنانے کے لیے آئی تھی۔ اور شیران اوہ بھی اِس وقت عجیب سے موڈ میں تھا۔ کاغذات اور پاسپورٹ دیکھ کر اُس نے ایک طویل قہقہہ لگایا۔ گرانا اس قہقہے کی وجہ نہ سمجھ سکی تھی جب شیران خاموش ہُوا تو اُس نے پُوچھا: "تم ہنس رہے ہو۔ اس کی وجہ؟"

"لڑکیاں اس بات کی وجہ ضرور پُوچھتی ہیں۔ خوشی میں انسان ہنستا نہیں تو کیا روتا ہے؟"

"اوہ۔ تم یہاں سے باہر نکلنے کے لیے اتنے بے چین تھے"

"ہاں ڈیئر۔ دراصل میں کسی ایک جگہ طویل زندگی نہیں گزار سکتا اور اب تو میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میں اگر مزید کچھ عرصے اس دُھواں دھار ماحول میں رہا تو میری اپنی شخصیت ہی ختم ہو جائے گی۔ تم نے بہت اچھا کیا ہے گرانا! اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہُوں۔"

"میں تمہارے لیے وہ سب کچھ کرسکتی ہُوں جو انسانی زندگی کے لیے ممکن ہو لیکن صرف اس شکل میں کہ تم ساری زندگی کے لیے مجھے اپنالو۔"

"لڑکی باہر کون کون موجود ہے؟" شیران نے ایک بے تکا سوال کیا۔

"کوئی نہیں ہے، باہر موسلا دھار بارش ہورہی ہے، کیا تمہیں بارش کا موسم پسند نہیں ہے؟"

"یہاں تو ہر تیسرے دن ہی بارش ہوجاتی ہے میرا خیال ہے، یہ موسم یہاں اپنی دلکشی کھو بیٹھا ہے۔ ہمارے علاقوں کی بات دُوسری ہے۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو لوگ باقاعدہ جشن منانے کے لیے نکل پڑتے ہیں۔"

"یقیناً ایسا ہوتا ہوگا۔ بہرطور شیران میں تمہارے ساتھ، تمہارے علاقے کی بھی سیر کروں گی۔"

"میرے ساتھ؟" شیران ہنس پڑا۔

"کیوں۔ مجھے وہاں نہیں لے جاؤ گے؟"

"میں خود نہیں لے جاؤں گا لڑکی بلکہ تجھے وہاں بھیج سکتا ہوں۔"

"تنہا تو میں کہیں نہیں جاؤں گی بس اب تم تیاریاں کرو اور یہ بتاؤ کہ کب تک ہم اس سفر کا آغاز کریں گے؟"

"اس کے لیے کسی وقت کا تعین ضروری نہیں ہے جب بھی چاہوں گا یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

"نکل جاؤ گے کیا مطلب؟"

"اوہ۔ کوئی مطلب نہیں تو آج بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔" شیران نے گرانا کو دیکھتے ہوئے کہا اور گرانا اس کی نگاہوں کی چمک سے مسحور ہوگئی۔

اور شیران، وہ اپنی زندگی کا وہی خُونی کھیل کھیلنے کو تیار تھا جو وہ آج تک کھیلتا آیا تھا۔ یہ اُس کا عہد تھا۔

چنانچہ ان لمحات نے گرانا کو موت سے اتنا قریب کر دیا تھا کہ وہ ان کی آہٹوں پہ اگر غور کرتی تو محسوس کرسکتی تھی اور یہی ہُوا۔

گرانا پُرخلوص انداز میں اس سے باتیں کررہی تھی۔ شیران کی چاہت حاصل کرنے کے بعد وہ خُود کو دُنیا کی عظیم ترین عورت محسوس کررہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ بالآخر اُس نے شیران کو فتح کرہی لیا۔ اس کا اظہار کرنے سے وہ باز نہ رہ سکی۔

"شیران بلاشبہ اب میں محسوس کرتی ہوں کہ اگر ساری زندگی تم میرے ساتھ نہ رہے تو شاید میں مر جاؤں۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تمہاری غلامی میں نہیں رہ سکتا اور تمہارا مر جانا یقینی ہوگا تو جو کام کل کا ہو وہ آج کیوں نہ ہو جائے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"مطلب یہ کہ تم مر جاؤ۔" شیران نے آہستہ سے کہا اور گرانا ہنسنے لگی۔

"تو پھر تم ہی مجھے قتل کردو یہ زیادہ بہتر ہوگا، میرے لیے"

"کیا واقعی؟" شیران وحشیانہ انداز میں بولا لیکن گرانا اُس کی وحشت خیزی کو نہ سمجھ سکی تھی۔

"ہاں میں حاضر ہُوں۔"

"مرنا تو تجھے تھا ہی لڑکی کیونکہ یہ میرے عہد کے خلاف بات ہوتی بہرطور تیری اس خواہش نے میرا کام اور آسان کر دیا ہے۔" شیران نے اپنے ہاتھ اُس کی گردن کے گرد حمائل کر دیے۔ گرانا بدستور مُسکرا رہی تھی۔ محبّت کا یہ انداز وہ اپنی دانست میں بہت ہی منفرد سمجھ رہی تھی لیکن جب شیران کے دونوں انگوٹھے اُس کے نرخرے پر عین اُس جگہ آجمے جسے دبانے سے موت واقع ہوسکتی تھی تو وہ چونک پڑی۔ اس نے ان انگوٹھوں کا دباؤ غیر معمولی طور پر محسوس کیا تھا۔ بمشکل تمام اُس نے اپنے ہاتھ شیران کی کلائیوں پر رکھے اور پھنسی پھنسی آواز میں بولی: "کیا واقعی ختم کردو گے!"

"ہاں۔ تو نہیں جانتی گرانا۔ میں اِس سے قبل ایسی تمام لڑکیوں کو قتل کرچکا ہُوں جنھوں نے میری چاہت حاصل کی تھی مجھے صرف اس پاسپورٹ اور یہاں سے نکلنے کے لیے ان کاغذات کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد میرے لیے کوئی کام مشکل نہیں رہا ہے اور تو کہتی ہے کہ باہر بھی کوئی موجود نہیں ہے۔ سب موسم کا لُطف اُٹھا رہے ہیں تو پھر بہتر یہ ہے کہ تیری رُوح آسمانوں میں پرواز کر جائے اور حقیقی لُطف تو روح ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ فانی جسم تو ایک بے کار شئے ہے خواہ مخواہ ایک بوجھ ایک نزاکت۔" شیران نے انگوٹھوں کا دباؤ اِس حد تک بڑھا دیا کہ گرانا کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اُس نے جدّوجُہد کی کوشش کی لیکن یہ ایک احمقانہ بات تھی۔

بھلا اِس جیسی کمزور شئے شیران کے مضبوط و توانا ہاتھوں سے کیسے بچ سکتی تھی، چنانچہ ذرا سی دیر میں اُس کی سانس بند ہوگئی۔

وہ اپنی زندگی کے بدترین کھیل کا شکار ہوئی تھی۔ مذاق ہی مذاق میں اُس نے اپنی زندگی کھو ڈالی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس کی رُوح اُس کے بدن سے نکل گئی۔ شیران نے اس بے جان لاشں کو فرش پر پھینک دیا اور حقارت آمیز لہجے میں کہنے لگا: "احمق، بیوقوف، چھپکلی۔ سمجھتی تھی کہ شیران کو اپنے دام میں پھانس لیا ہے۔ کتنی کوششیں ہوئیں کوئی کامیاب ہُوا؟"

اُس نے اپنے وہ کاغذات سمیٹے جو گرانا نے اُسے بطور تحفہ پیش کیے تھے۔ کرنسی اُس کے پاس خاصی تعداد میں موجود تھی۔ یہ بھی گرانا ہی کی فراہم کردہ تھی اور شیران کو اس میں سے کچھ خرچ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی۔

چنانچہ اُس نے اپنا لباس پہنا۔ گرانا کی برساتی شانوں پر ڈالی اور آہستہ سے اِس مکان سے باہر نکل آیا جس میں اب گرانا کی لاش کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ اس کے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔

لیکن وہ جانتا تھا کہ ڈیج مین گرانا کی موت کے بعد اُس کی تلاش کے لیے زمین و آسمان ایک کردے گا۔ وہ اب مزید جھمیلوں میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔ گرانا نے جن علاقوں کا انتخاب کیا تھا۔ شیران خود بھی وہیں جانے کا خواہش مند تھا۔

چنانچہ وہاں سے نکل کر اُس نے ایک ایسے ہوٹل میں قیام کیا جو غیر معروف سا تھا اور جہاں اُسے تلاش کرنا عام طور سے ممکن نہیں تھا۔

اس کے بعد صرف یہاں سے نکل جانے کی تیاریاں کرنی تھیں۔ اِس دوران گرانا نے اُسے بتا دیا تھا کہ اُسے اغوا کرنے کے لیے اُس نے اپنے خاص ساتھیوں کی خدمات حاصل کی تھیں اور ڈیج مین کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے؟ یہ بات بھی شیران کے حق میں جاتی تھی۔ گرانا کی موت کے بارے میں ابھی ڈیج مین کو کچھ نہیں معلوم تھا۔ پہلے تو یہ تعین کرنا ہوگا کہ اُس کا قاتل کون ہے؟ وہ لوگ جو گرانا کے ساتھ اس سازش میں شریک تھے، اُس کی موت سے واقف ہو کر اپنی جان بچانے کی فکر میں سرگرداں ہو جائیں گے اور کبھی اس پروگرام میں اپنا نام شامل نہ ہونے دیں گے۔ گویا فرار کے لیے کافی وقت ہے۔ ہاں اگر آنجہانی گرانا اس کی خواہش پہ پاسپورٹ اور دیگر کاغذات نہ تیار کرا لیتی تو ضرور مشکل ہوتی۔ "آنجہانی" وہ مُسکرا دیا۔

موٹاف نے مارلینو کا شاندار استقبال کیا تھا۔ اُسے اطلاع مل گئی تھی کہ دائی تحری ایٹ کا نائب دائی تحری ٹو اُس سے ملاقات کرنے آرہا ہے۔ موٹاف اُسے اپنی خوش بختی سمجھتا تھا کہ شیران کا معاملہ درمیان میں آگیا تھا۔ ورنہ [illegible] سے جو حماقت ہو چکی تھی اُس کا ازالہ ناممکن تھا اور اُس کے [illegible] یقینی تھی لیکن اس بات کے درمیان میں آنے سے اس کی جان بچ گئی تھی۔

اس انوکھی شخصیت کے مالک شخص کا اُس نے پُرجوش استقبال کیا اور اُسے اپنی خدمات پیش کردیں۔ رسمی گفتگو کے بعد

مارلینو نے شیران کے بارے میں پوچھا۔ "پہاڑوں کا رہنے والا وہ نوجوان میرے ایک بہترین کارکن ڈیج ہین کی تحویل میں ہے۔"

"کیا آپ اس کی مسلسل خبرگیری کرتے رہے ہیں؟"

"کیوں نہیں مسٹر مارلینو۔ ڈیج ہین مجھے مسلسل اس کے بارے میں رپورٹیں دیتا رہا ہے۔ اسے اس نوجوان کے بارے میں تفصیلی ہدایات جاری کی جا چکی ہیں۔ ابھی کچھ دن قبل وہ ایک خطرناک اور ظالم شخص مارٹن کنگ کو قتل کر چکا ہے۔"

"کیا نام لیا تم نے؟" مارلینو چونک پڑا۔

"مارٹن کنگ۔ ایک خطرناک شخص۔"

"شیران نے اُسے قتل کر دیا؟"

"ہاں۔"

"مسٹر موٹاف میں خود شیران سے ملنا چاہتا ہوں۔" مارلینو نے کہا۔

"میں آپ کی ہدایت کے مطابق اُسے فوراً یہاں بُلوانے کے انتظامات کرتا ہوں۔" موٹاف نے کہا۔

"میں خود اس سے ملوں گا۔ آپ مجھے وہاں لے چلیے۔"

"بہتر ہے۔" موٹاف نے کہا اور پھر مارلینو کی ہدایت کے مطابق فوری روانگی کا بندوبست کیا گیا۔ مارلینو بے حد خوش تھا۔ طویل عرصے کے بعد شیران سے ملاقات ہونے والی تھی۔ مارلینو نے فیصلہ کیا تھا کہ ہر قیمت پر اسے اپنے ساتھ لے جائے گا اور اُس کے دل میں وطن پرستی کا جذبہ پیدا کرے گا تاکہ اُس کا مشن شیران ہی کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچے۔

موٹاف کو شیران کی گمشدگی کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں تھی اس لیے وہ نہایت اطمینان کے ساتھ مارلینو کو لے کر ڈیج ہین کی خصوصی قیام گاہ پہنچ گیا۔ ڈیج ہین کے سیکرٹری نے اس کا استقبال کیا تھا۔

"ڈیج ہین کو میری آمد کی اطلاع دو۔"

"وہ ہسپتال میں داخل ہیں سر۔" سیکرٹری نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"کیا بیمار ہے وہ؟ مجھے اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے۔"

"وہ ایک حادثے کا شکار ہو کر اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے ہیں جناب۔ آج انھیں ہسپتال میں داخل ہوئے تیسرا دن ہے۔"

"کیا؟" موٹاف اچھل پڑا۔

"جی ہاں جناب۔ اُن کی اکلوتی بیٹی مس گرانا قتل کر دی گئی ہیں۔ بڑے انوکھے واقعات ہیں۔"

"کس نے قتل کیا ہے اُسے؟"

"شیران نامی ایک پہاڑی نوجوان نے جو ایشیا سے تعلق رکھتا ہے۔" سیکرٹری نے جواب دیا۔

"شیران کہاں ہے؟" مارلینو نے بے اختیار پوچھا۔

"وہ فرار ہو گیا ہے۔ اُس کی تلاش کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں۔ اس سلسلے میں ابھی اقدامات کیے جا رہے ہیں لیکن ابھی تک کوئی امید افزا خبر نہیں ملی۔"

"اوہ نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ڈیج ہین کا کہنا تھا کہ وہ پوری طرح اُس کے کنٹرول میں تھا۔" موٹاف نے شدید پریشانی کے عالم میں کہا۔

"کچھ عرصے قبل تک ایسا ہی تھا جناب۔ مسٹر ڈیج ہین نے اُس شخص کے لیے تمام آسائش فراہم کر دی تھی۔ اُس نے مس گرانا کے ساتھ مارٹن کنگ نامی ایک بہت بڑے اسمگلر کو ہلاک کیا اور اس کے بعد وہ اچانک روپوش ہو گیا۔ چیف ان دنوں شدید پریشان تھے اور انھوں نے ہم سب کو اس شخص کی تلاش پہ مامور کر دیا تھا لیکن صورتِ حال کچھ اور تھی۔ مس گرانا کی آتش مزاجی انھیں لے ڈوبی۔ اُس نے کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر اُسے بے ہوش کیا اور اپنی قید میں رکھ لیا اور وہیں وہ مس گرانا کو قتل کر کے فرار ہو گیا۔"

موٹاف کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ مارلینو کا موڈ بھی سخت خراب ہو گیا تھا۔ اُس نے صرف اتنا کہا۔

"آپ اس پہ مسلسل نگاہ رکھے ہوئے تھے مسٹر موٹاف۔ بہرطور آپ اس بارے میں تنظیم کو رپورٹ پیش کر دیں۔ میں اپنے وقت کے زیاں کا حساب بھی آپ پہ ہی رکھتا ہوں۔"

"میں تھوڑی سی مہلت چاہتا ہوں مسٹر مارلینو۔ بہت جلد میں اُسے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا خواہ وہ زمین کی گہرائیوں میں روپوش کیوں نہ ہو گیا ہو۔"

"آپ اب ساری زندگی اُسے نہیں تلاش کر سکیں گے جس شخص کا نام شیران ہے آپ اُسے نہیں جانتے۔"

مارلینو موٹاف کے ساتھ واپس آ گیا پھر وہیں سے اُس نے وائی تھری ایٹ سے رابطہ قائم کیا اور تمام صورتِ حال کی رپورٹ اُسے پیش کر دی۔ اس دوران وہ بہت کچھ سوچتا رہا تھا اور اس کے ذہن میں ایک نئی سوچ اُبھری تھی۔

وائی تھری ایٹ نے سخت برہمی کا اظہار کیا تھا اور موٹاف کو ایک غیر ذمے دار شخص قرار دے کر اُس کے خلاف کارروائی کا وعدہ کیا تھا پھر اُس نے کہا۔ "مجھے آپ کا وقت

ضائع ہونے کا افسوس ہے مسٹر مارلینو۔ آپ کی واپسی کب تک متوقع ہے۔"

"کچھ اہم کام انجام دینا ہو گا تو واپس آ جاؤں گا جناب میرے اپنے بھی کچھ ذرائع ہیں جنھیں میں شیران کی تلاش پہ لگانا چاہتا ہوں۔"

"آپ گانگ ہو پہنچ کر مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ اس بارے میں نئی منصوبہ بندی کرنی ہے۔"

"بہتر۔" مارلینو نے جواب دیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس کے بعد مارلینو نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ اُس نے اپنے ساتھ آنے والوں میں سے چند کو واپسی کی ہدایت کر دی۔۔۔ اور پھر اپنے تین خاص معتمدوں کو لے کر کسی نامعلوم مقام کی طرف چل پڑا۔۔۔ یہاں پہنچ کر اُس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور پھر ایک مختصر توقف کے بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو اُس نے ایک پتہ بتا دیا تھا۔ ایک خوبصورت علاقے میں جو شہری آبادی سے تقریباً سو کلومیٹر دُور تھا، پہنچ کر مارلینو نے ایک خوبصورت فارم ہاؤس کے قریب ٹیکسی رکوا دی اور بل ادا کر کے فارم ہاؤس کے گیٹ پر پہنچ گیا۔

چند لوگ احاطے میں مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ ان میں سے ایک نے نووارد اجنبی کو دیکھا تو مارلینو کے قریب پہنچ گیا۔

"فرمائیے جناب!"

"کیا میڈم انوتھا تشریف رکھتی ہیں؟"

"آپ کا کارڈ۔ تشریف لائیے۔" ملازم نے شائستگی سے کہا اور مارلینو کو ساتھ لے کر اندر پہنچ گیا۔

"بدقسمتی سے کوئی کارڈ نہیں ہے میرے پاس۔ آپ میڈم سے صرف اتنا کہیں کہ گانگ ہو سے ان کا ایک عزیز آیا ہے۔"۔۔ ملازم اطلاع دینے چلا گیا اور پھر ایک خوبصورت پُروقار عورت تیز قدموں سے چلتی ہوئی عالیشان ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔ یہ سدھاشی تھی۔ مارلینو کو دیکھ کر وہ سکتے میں رہ گئی تھی، پھر وہ بے اختیار آگے بڑھ کر مارلینو سے لپٹ گئی۔

"آپ۔ آپ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ آپ مسٹر مارلینو، آپ!" وہ سسکیاں بھرنے لگی۔ مارلینو کے مصنوعی ہاتھ اُس کے سر پہ پہنچ گئے تھے۔

"میں رشتوں سے محروم ہوں سدھاشی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ محبتوں کے لمس کیا ہوتے ہیں؟ لیکن کچھ اجنبی میری زندگی میں میرے دل کی گہرائیوں میں اتنے نیچے اُتر گئے ہیں کہ میری دھڑکنوں سے ہم آہنگ ہیں۔ تم اور شیران مجھے اپنی اولاد لگتے ہو۔"

"آپ کی محبت نے مجھے زندہ رکھا ہے مسٹر مارلینو۔ میں نے ہر لمحہ آپ سے رابطہ رکھا ہے۔ اندر آئیے۔ یہ آپ کی جگہ نہیں ہے یہاں اجنبیوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ آئیے پلیز۔" سدھاشی نے کہا اور مارلینو کے بازو سے لگی ہوئی۔۔۔ اندرونی کمرے میں داخل ہو گئی۔ یہ اُس کی خواب گاہ تھی۔ مارلینو سدھاشی کی محبت کا جائزہ لے رہا تھا۔ غلام لڑکی اپنے باپ یاتان بروما سے جدا ہونے کے بعد بے یار و مددگار رہ گئی تھی۔ شیران جیسے جنگلی کی محبت کا شکار ہوئی اور ایک موقع پہ زندگی کھوتے کھوتے بچی، مارلینو کے علاوہ دُنیا میں اُس کا تھا ہی کون؟ مارلینو نے اِس حادثے کے بعد اُسے بیرونِ ملک بھجوا دیا تھا اور اس کے بعد سدھاشی کی نئی زندگی کا آغاز ہوا تھا۔ اب تو سالہا سال بیت گئے تھے۔ طویل عرصے کے بعد مارلینو سے اس کی ملاقات ہوئی تھی اور وہ خوشی سے دیوانی ہوئی جا رہی تھی۔

مارلینو اس کے احساسات کو، اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"آپ نے مسٹر مارلینو اتنی مصروف زندگی میں میرے لیے وقت کیسے نکال لیا۔" سدھاشی نے کہا۔

"میں کبھی تمھاری طرف سے غافل نہیں رہا سدھاشی، مجھ سے اپنی زندگی کے اہم ترین واقعات پُوچھ لو۔"

"میں جانتی ہوں۔ مجھے یقین ہے۔"

"پھر یہ سوال کیوں؟"

"اس میں صرف خلوص ہے۔ میں آپ کی مصروفیات جانتی ہوں۔"

"کام بھی تھا تم سے۔ ایک خیال آیا تھا ذہن میں تو تمھارے پاس چلا آیا۔"

"مجھے بُلا لیا ہوتا۔ اپنے وطن کی خوشبو بھول گئی ہوں۔"

"ان علاقوں تک آیا تھا۔"

"اوہ۔" سدھاشی نے آہستہ سے کہا۔

"کیسی ہے یہ زندگی؟" مارلینو نے پوچھا۔

"آپ کی محبت شامل نہ ہوتی تو دردناک ہوتی۔ اب بہت مطمئن ہوں۔"

"تمھاری زندگی کا غرور کہاں ہے! میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اس کی زندگی بھی آپ کی رہینِ منت ہے۔"

"اس کا نام عدنان ہے نا؟"

"عدنان سلامن۔ اس دوران میں نے شیران کے علاقے پہ ریسرچ کی ہے جس طرح بھی ممکن ہو سکا اس کا کلچر اور اس قوم کے

رہن سہن کے بارے میں مواد اکٹھا کرتی رہی ہوں۔ میں نے اس کی زبان بھی سیکھی ہے اور اُسے بھی سکھائی ہے۔"

"خوب! تم معمولی حیثیت کی مالک نہیں ہو۔ عورت ہو، مگر ایسی مکمل عورت جس کی مثال ناممکن ہے۔"

"مجھے یہ قوت آپ نے بخشی ہے۔"

"کیسا ہے وہ؟"

"دیارِ غیر میں، میں نے اُسے یہاں کی ہواؤں سے بچایا ہے۔ وہ دُوسرا شیران ہے۔"

"ذرا میں اُسے دیکھنا چاہتا ہُوں۔"

"وہ ہم سے آٹھ گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ براڈو کے جنگل علاقے میں اُس کی پرورش کی جارہی ہے تاکہ اگر کبھی شیران اُس سے ملے تو اُسے یقین ہو جائے کہ وہ اُس کی اولاد ہے۔"

"کون سے علاقے ہیں؟" مارلینو نے دلچسپی سے پُوچھا۔

"میزرو ویل کے علاقے ہیں۔ وہ جدید اور قدیم کے درمیان ہے اور اس کے تربیت کنندگان ذہین ترین لوگ ہیں۔"

"قد و قامت کیسا ہے؟"

"اپنی عمر سے دس سال آگے ہے۔ میں نے دُنیا اُس کے سامنے کھول دی ہے۔ اس کا ذہن اور بدن مکمل ہو چکا ہے اس عمر میں بھی وہ شیران کے قد تک پہنچ چکا ہے۔"

"شکل و صورت؟"

"باپ کی مانند۔ خدوخال میں میری جھلک بھی ہے۔ نہ ہوتی تو میں اُسے پیار نہ کر پاتی۔ اس میں کچھ میرا بھی رنگ ہے۔"

"تربیت میں تعلیم بھی شامل ہے نا؟"

"ہاں میزرونا دہشت پسندوں نے اُسے علم کی ذہانت سے محروم نہیں رکھا۔"

"تم نے اتنا بڑا خطرہ کیسے مول لے لیا؟"

"میرا حکم اس کا ایمان ہے۔ اس کائنات میں وہ صرف مجھے افضل سمجھتا ہے، باقی کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کہیں بھی ہو میرا حکم اُس کے لیے آخری ہوتا ہے۔ اِس لیے غلط راستوں پہ اُس کے بھٹکنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ میں بارہا تجربہ کر چکی ہوں۔"

"فطرتاً کیسا ہے؟" مارلینو کو سدھاشی کے لہجے کے غرور پر بے پناہ مسرت ہُوئی تھی۔

"شیران کی مانند، وحشی، خود پسند اور کسی کو خاطر میں نہ لانے والا۔ البتہ میں نے اُس کے اندر شیران کی سی وہ دیوانگی نہیں پیدا ہونے دی کہ وہ دُنیا کا سب سے برتر انسان ہے، میں نے اُس کے اندر لچک رکھی ہے۔"

"تم نے اُس کی تشکیل میں بے پناہ محنت کی ہے سدھاشی" مارلینو توصیفی انداز میں بولا۔

"وہ میری زندگی کا سنگِ میل ہے مسٹر مارلینو۔ اس کے علاوہ اِس کائنات میں میرے لیے اب کیا رہ گیا ہے؟"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہُوں، اُسے دیکھنا چاہتا ہُوں، اور میں سمجھتا ہُوں کہ مجھے اپنے اس پروگرام میں کچھ تبدیلیاں کرنا ہوں گی، تم نے اِس قدر تعریفیں کی ہیں اُس کی کہ میں اُسے نظر انداز کر کے نہیں جا سکتا۔ پتہ نہیں اس کے بعد وقت ملے یا نہ ملے۔"

"میں آپ کو اُسے دیکھے بغیر جانے بھی نہ دُوں گی مسٹر مارلینو، آپ اُسے دیکھ کر یقیناً مسرت محسوس کریں گے، ویسے آپ سے یہ سوال کرتے ہُوئے غیرت محسوس ہوتی ہے، آپ اُس کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔"

"شیران کی بات کر رہی ہو؟"

"ہاں۔ اُس کی جدائی صرف خواب کی مانند ہے میرے لیے۔" سدھاشی کی آواز ڈُوبنے لگی تھی۔ مارلینو چند لمحات گردن جُھکائے رہا پھر بولا "ہمیشہ کی طرح، طویل عرصہ ہو گیا ہے، اتنا طویل کہ اُس کے خدوخال بھی میری نگاہوں میں دُھندلا گئے ہیں، وہ ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے، ہنگامی زندگی اُس کی فطرت میں شامل ہے۔ وہ میرے لیے بہت کچھ کر چکا ہے اور کر رہا ہے۔ میں تمھیں کیا بتاؤں، سدھاشی وہ ایک ایسا انسان ہے جس کے کارنامے سُن کر اُس سے بے پناہ نفرت کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن جب اُس پر غور کرو تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ تو دِل کے ایک ایک گوشے میں چُھپا ہُوا ہے۔ میرے دُشمنوں کو فنا کرنے میں اُس نے کبھی کوئی کسر نہیں چھوڑی حالانکہ وہ مجھ سے دُور ہے اور اُس کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں ہے کہ مجھے اپنے دُشمنوں کی موت کا علم ہو گا لیکن وہ مصروف رہتا ہے اور جہاں بھی موقع ملتا ہے، اپنے کام سے نہیں چُوکتا۔ مجھ سے اس کا کوئی رابطہ نہیں ہے، میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے؟ لیکن میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ اس وقت ایک اہم ضرورت کے تحت مجھے اسی کی تلاش ہے، کچھ نشانات ملے تھے، اُس کے قدموں کے لیکن جب میں وہاں پہنچا تو وقت کی گرد ان نشانات کو صاف کر چکی تھی، میں نے اپنے آدمیوں کے ذریعے اسے کافی تلاش کرایا لیکن سمجھ میں نہیں آتا وہ کہاں ہے؟"

"یعنی وہ نہیں ملا؟"

"ہاں مجھے پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی، وحشت خیز کو جس کسی

نے بھی اپنے دباؤ میں رکھنے کی کوشش کی، وہ موت سے ہمکنار ہو گیا، ہاں وہ دوست بن کر رہ سکتا ہے محکوم بن کر نہیں اور کچھ احمقوں نے یہی کیا تھا کہ اُسے دوست کے ساتھ ساتھ محکوم بنانے کی بھی کوشش کر ڈالی تھی اور ان کی یہی کوشش اُن کی موت کا سبب بن گئی اور وہ وہاں سے غائب ہو گیا، اس کے بعد میں بھی اُسے نہ پا سکا۔"

"آہ وہ ایسا ہی ہے، آپ نے اُسے کتنے عرصے سے نہیں دیکھا؟"

"ہاں میں نے بھی اُسے طویل عرصے سے نہیں دیکھا۔"

"میں جاننا چاہتی تھی کہ اُس کے سرکش خدوخال کچھ دُھندلائے یا نہیں، اس کے بالوں میں سفیدی نمایاں ہُوئی یا نہیں، اس کے سینے میں یہ احساس جاگا کہ وہ عمر کے ڈھلوان پر ہے یا نہیں۔"

"نہیں، میرا خیال ہے ایسا نہیں ہے اور میرا یہ بھی خیال ہے کہ وہ اب بھی اتنا ہی دلکش، اتنا ہی جری، اتنا ہی قوی اور اتنا ہی جوان ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو ایک خطرناک شخصیت اُس سے اس حد تک متاثر نہ ہوتی۔"

"کوئی عورت تھی وہ؟" سدھاشی نے سوال کیا۔ مارلینو چند لمحات کے لیے خاموش ہُوا پھر گہری گہری سانسیں لے کر بولا "نہیں۔ ایک مرد تھا، جو اُس کی خوب صورت شخصیت سے متاثر ہو کر اُس کا گرویدہ ہو گیا تھا اور چاہتا تھا کہ اُسے اپنا محکوم بنائے رکھے۔"

عورت کا تجربہ مارلینو کی زندگی میں براہِ راست نہیں داخل ہُوا تھا، لیکن کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو براہِ راست اگر خود تک نہ پہنچیں تب بھی اُن سے واقفیت ہو ہی جاتی ہے۔ مارلینو جانتا تھا کہ سدھاشی کے دِل میں شیران کے لیے بے پناہ پیار موجود ہے اور اُس نے شیران کے ہاتھوں موت تک قبول کر لی۔ اگر لڑکیوں کا تذکرہ درمیان میں آئے گا تو وہ مزید اُداس ہو جائے گی اس لیے اُس نے سدھاشی سے جھُوٹ بولا تھا۔

مارلینو کی آمد پر سدھاشی جس قدر بھی مسرت کا اظہار کر سکتی تھی، کرتی رہی۔ کھانے کے بعد آدھی رات تک وہ مارلینو سے گفتگو کرتی رہی۔ اور یہ سلسلہ دُوسرے دِن بھی جاری رہا لیکن مارلینو کو بقیہ رات میں جو موقع ملا وہ اُس کی سوچ میں کافی تبدیلیاں پیدا کرنے کا باعث بنا تھا۔

سدھاشی نے عدنان سلامن کے بارے میں جو کچھ کہا تھا، مارلینو اس سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا تھا، شیران ایک بار پھر اُس کی نگاہوں سے اوجھل تھا اور نہیں کہا جا سکتا تھا کہ زندگی میں دوبارہ اُس سے ملاقات ہو بھی سکے گی یا نہیں لیکن عدنان سلامن کے بارے میں سدھاشی نے جو کچھ بتایا تھا، اُس نے مارلینو کے دِل میں کچھ اور خیالات پیدا کر دیے تھے اور وہ اپنے پہلے پروگرام پر مزید مستعد ہو گیا تھا، جو کچھ اُس نے اِس سے پہلے سوچا تھا اب اُس کے لیے ایک لازمی چیز بن گیا تھا، چنانچہ اُس نے اس سلسلے میں انتظامات شروع کر دیے۔ ہوٹل میں اُس کے آدمی موجود تھے، اُس نے انھیں طلب کر لیا اور کچھ ہدایات دینے کے بعد اُن میں سے دو افراد کو روانہ کر دیا، تیسرے آدمی کو اُس نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا۔

سدھاشی اُس کی میزبان تھی اور مارلینو اپنی دُنیا سے ہٹنے کے بعد محسوس کر رہا تھا کہ زندگی میں یہ مقامات بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، جب کسی اپنے پر... اپنا تمام بار ڈال دیا جائے اور یہ محسوس کیا جائے کہ ساتھی بڑے خلوص سے اُس کا بار برداشت کیے ہُوئے ہے۔

تیسرے دِن مارلینو کو تنظیم کی طرف سے اس پروگرام کی اجازت مل گئی، جو اُس نے اپنے ساتھیوں کے ذریعے تنظیم تک بھیجا تھا۔ دائی تھری ایٹ نے خفیہ الفاظ میں مارلینو کو ایک پیغام بھیجا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ مارلینو اگر چاہے تو ابھی کچھ عرصہ وطن سے دُور رہ کر گزار سکتا ہے۔ اِس سلسلے میں براڈو کے علاقے میں مارلینو نے جو مراعات طلب کی تھیں، اُس کے لیے اُسے اطلاع مل گئی تھی کہ وہاں اُس کی خواہش کے مطابق انتظامات کر لیے جائیں گے، اُسے چند لوگوں کے نام بھی مُہیا کیے گئے تھے جن سے وہ رابطہ قائم کر کے اپنے پروگرام پر عمل کرنے میں مدد مل سکتی تھی۔

چنانچہ مارلینو اس نئے تجربے کے لیے تیار ہو گیا۔ ذہنی طور پر وہ ذرا سا اُلجھا ہُوا تھا، سدھاشی نے اپنی ایک دُنیا تعمیر کر لی تھی اور اس دُنیا کو اُجاڑ کر اُسے ایک ایسی جگہ لے جانا جہاں زندگی محدود تھی، کچھ مُناسب بات نہیں تھی، لیکن مارلینو کے مقصد کی تکمیل کے لیے یہ ضروری بھی تھا اور وہ اسی سلسلے میں سدھاشی سے گفتگو بھی کرنا چاہتا تھا۔ بس وہ خود کو آمادہ نہیں کر پا رہا تھا، لیکن دو دن سوچنے کے بعد اُس نے سدھاشی سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

اس دِن دوپہر کے کھانے پر سدھاشی نے مارلینو کی شکل دیکھی تو کسی قدر چونک سی پڑی۔

"آپ کسی سوچ میں ڈُوبے ہُوئے ہیں مسٹر مارلینو!"

"ہاں سدھاشی تم سے کچھ ایسی باتیں کرنا چاہتا ہُوں،

جن کے بارے میں میرا دل مطمئن نہیں ہے اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ وہ تمھارے لیے بارِ خاطر نہ ہوں۔" مارلینو نے جواب دیا۔

"میں آپ کی تخلیق ہوں مسٹر مارلینو، ہاں یہ حقیقت ہے، یہ الفاظ میں بلاوجہ نہیں کہہ رہی، موت کی سرحد میں داخل ہو چکی تھی، ایسی حالت میں تھی کہ زندگی کا تصور بھی ممکن نہیں تھا، آپ کی عنایت نے مجھے یہ زندگیِ واپس لوٹائی، نہ صرف زندگی بلکہ زندگی کا ایک بہت بڑا سہارا بھی۔ سو آپ کی بات کیوں نہ مانوں گی، آپ کے دل میں جو بھی بات ہے، بے دھڑک کہہ دیں۔"

"تمھیں مجھ پر اعتماد ہے سدھاشی؟"

"مکمل۔"

"تو پھر سنو سدھاشی۔ شیران سے تمھیں نفرت نہیں ہے، یہ بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں، یقیناً تمھیں شیران کے دونوں بازو کٹ جانے کا بے حد افسوس ہوگا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

سدھاشی بری طرح چونک پڑی، کھانے پر اُس کے ہاتھ رُک گئے، اُس کے چہرے پر کرب کے آثار نظر آئے، آنکھوں میں غم کی پرچھائیاں اور پھر اُس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔

"یہ۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر مارلینو! کیا۔ کیا شیران کو۔ شیران کو؟"

"نہیں سدھاشی۔ یہ بات میں نے بطور مثال کہی ہے، اگر شیران کے دونوں بازو کٹ جائیں تو کیا تمھیں افسوس نہیں ہوگا؟"

"میرا دل بند ہو جائے گا۔" سدھاشی نے جواب دیا۔

"اگر کوئی ایسا نقصان شیران کو پہنچنے والا ہو، جو تمھارے علم میں آجائے، تو کیا تم اُسے بچانے کی کوشش نہیں کروگی؟"

"میں آج بھی اس کے لیے اپنی زندگی ہزار بار قربان کرنے پر تیار ہوں۔" سدھاشی آنسو بھری آواز میں بولی۔

"تو پھر یُوں سمجھو کہ سرکش اور وحشی شیران کی زمین کو بچانے کے لیے اُس کے ماضی کی یادوں کو زندہ رکھنے کے لیے، اس وقت تمھاری قربانی کی ضرورت ہے۔"

"براہ کرم مسٹر مارلینو، ذرا تفصیل سے بتائیں، مبہم الفاظ مجھ سے برداشت نہیں ہوں گے کیونکہ معاملہ شیران کا ہے۔" سدھاشی بے چینی سے بولی۔

"میں تمھیں تفصیل نہیں بتا سکتا، بس یُوں سمجھ لو کہ کچھ غاصب جو بہت بڑی قوت رکھتے ہیں، یا پھر یہ سمجھ لو کہ وہ بہت بڑا ملک ہے، جو شیران کے علاقے پر قبضہ کرکے وہاں سے اپنی چیرہ دستیوں کا آغاز کرنا چاہتا ہے، بہت بڑی سازش ہے جس میں ہمارا شریک ہونا ضروری نہیں تھا، لیکن میں تمھیں اپنے دل کی کیفیت بھی بتا دوں، شیران کو بھی اتنا ہی چاہتا ہوں جتنا کوئی باپ اپنی اولاد کو چاہ سکتا ہے، اگر تم میری بات پر یقین کرو تو یُوں سمجھ لو کہ عدنان سلامن کے لیے تمھارے دل میں جو محبت موجود ہے، شیران کے لیے میرے دل میں وہی پیار ہے۔ میں اُس کے کھلونے ٹوٹنے نہیں دینا چاہتا، حالانکہ جن لوگوں سے ہمیں اس سلسلے میں ٹکرانا پڑے گا اُن کی قوت بہت بڑی ہے، ہم اُن کے لیے ایک ذرّے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ اپنی کاوشوں سے ہم اس بات کو منظرِ عام پر لے آئیں گے کہ اُن کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ میں خود ان لوگوں میں شامل ہو چکا ہوں اور مجھے اُن کی طرف سے مسلسل ہدایات مل رہی ہیں۔ میں چاہتا ہوں سدھاشی کہ تم شیران کے بیٹے کے ساتھ اُس کی دُنیا آباد کرو۔ تم ان پہاڑوں میں جاکر رہو، جہاں پاگل اور وحشی بستے ہیں۔ میں اُنھیں پاگل اور وحشی اِس لیے کہوں گا کہ وہ آپس کی دُشمنیوں میں گُم ہو کر اپنے وطن کو فراموش کر چکے ہیں اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں، وہ گویا تباہی کی جانب دوڑ لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم وہاں پہنچ کر حالات کو اپنے قابو میں کرو، اِس سلسلے میں، میں تمھارا معاون ہوں گا، تمھاری مدد کروں گا۔۔۔۔ میں نے ان پہاڑوں میں اِنتہائی محنت اور جانفشانی کے ساتھ اپنی ایک چھوٹی سی دُنیا قائم کی ہے۔۔۔ صرف اِس لیے کہ شیران کی دُنیا کو بچا سکوں۔ بولو سدھاشی، کیا تم اس عیش و عشرت کی دُنیا کو چھوڑ کر پہاڑوں کی اُس بے آب و گیاہ دُنیا میں جانا پسند کروگی، جہاں زندگی بہت سخت اور دُشوار گزار ہوتی ہے۔"

سدھاشی عجیب نگاہوں سے مارلینو کو دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں سے عجیب و غریب کیفیات جھلک رہی تھیں، پھر اُس نے کہا۔ "مسٹر مارلینو، میں نے زندگی کی اِن طاقتوں کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیا۔ میں نے شیران کے بیٹے کو اسی لیے ایک وحشی شیر بنایا ہے کہ اُسے اپنے باپ کی زمین پر آباد ہونا ہے۔ میں نے اُسے زندگی کی اِن دلچسپیوں میں گُم ہونے نہیں دیا، اس کی وجہ آپ سمجھ سکتے ہیں مسٹر مارلینو۔ میں اُسے جدید اور مہذب دُنیا میں ایک اجنبی اور وحشی گھوڑا نہیں بنانا چاہتی تھی، بلکہ میں نے اُسے یہ سب کچھ اسی لیے دیا ہے کہ ایک دن شیران اُسے دیکھے اور محسوس کرے کہ وہ اس کا بیٹا ہے اور میرے بطن سے پیدا ہوا ہے، آپ کیسی باتیں کرتے ہیں مسٹر مارلینو، شیران کی وہ بدنما اور بے آب و گیاہ زمین ہی تو میرے لیے سُہاگ کی حیثیت رکھتی ہے،

مجھے اور کچھ تو نہ مل سکا، لیکن اگر اس زمین کی مٹی کو اپنی پیشانی پر سجاؤں تو میں سمجھوں گی۔۔ شیران نے مجھے گھر بنا کر دے دیا ہے۔"

مارلینو نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر سدھاشی کی پیشانی چوم لی، وہ پیار بھری نظروں سے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا، جو شیران کو اپنے مَن مندر کا دیوتا بنائے ہوئے تھی، حالانکہ شیران نے کبھی اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہوگا۔ سدھاشی کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تھی، جسے مارلینو نے اپنے ہاتھوں سے صاف کر دیا اور پھر بولا۔ "ہم پرسوں چل رہے ہیں سدھاشی تیاریاں کرلو۔" سدھاشی نے خاموشی سے گردن جھکا دی تھی۔

★★

نعمان خان کو اپنی مصروف زندگی بے حد پسند تھی وہ اس سر زمین پر واپس آگیا تھا جہاں سے اُس کا خمیر اُٹھا تھا اور جہاں اُس کے باپ دادا کی روایات بکھری ہوئی تھیں۔ اُسے اس سرزمین سے بے پناہ اُلفت محسوس ہو رہی تھی حالانکہ فیروز خان نے اپنی تقریباً تمام زندگی بیرونی ممالک میں گزار دی تھی اور بس کبھی کبھی ہی وہ فرانہ آجاتا تھا اس لیے اُس کے بیٹے اور بیٹیاں مغربی ماحول کے پروردہ تھے۔ تاہم خانم نے اُنھیں اُن کی سرزمین سے بے خبر نہیں رکھا تھا اور اُنھیں وہاں کی روایات ایسے دلکش پیرائے میں سناتی تھیں کہ اُن کے ذہنوں میں اپنے وطن سے محبت کا احساس ہمیشہ جاگزیں رہا تھا۔ حالات کے تیز و تند دھارے نعمان خان کو نہ جانے کہاں کہاں لے گئے، بہت کچھ کھویا اُس نے، اپنا بھائی بھی وہ اسی شیران سلامن کے ہاتھوں کھو بیٹھا جو اس کے لیے ایک خاندانی دُشمن کی حیثیت رکھتا تھا اور جس کی زندگی اُس کی پیشانی کا سب سے بدنما داغ تھی لیکن اب پہاڑوں میں واپس آکر اُس نے اپنے دِل سے سارے داغ دھو دیے تھے اور بڑی تندہی سے اپنے معصوم ساتھیوں کی بہبود کے لیے کوشاں تھا جو اس کے اطراف میں بکھرے ہوئے تھے اور جو اس کی ذات میں ہر چیز کو مکمل سمجھتے تھے لیکن تنظیم کی کارروائیاں بعض اوقات اُسے بے حد پُراسرار لگتی تھیں۔

اسے اس آپریشن کے بارے میں علم تھا جو پہاڑوں میں کیا جانے والا تھا لیکن وہ کیا تھا؟ اس کی کوئی تفصیل ابھی تک اُس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکی تھی اور جب بھی وہ تنہائی میں بیٹھتا تو اس کے ذہن میں یہ وسوسے سر اُبھارنے لگتے کہ وہ آپریشن جو یہاں کیا جائے گا مقامی باشندوں کے لیے کوئی عذاب تو نہ بن جائے گا۔ بے شک اُسے علاقے کی حکمرانی سے دلچسپی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ قبیلوں پر اُسے ایک ممتاز حیثیت حاصل ہو لیکن اُس کے دل میں یہ خواہش نہیں تھی کہ آبادیوں کو ختم کرکے وہ پہاڑوں کا شہنشاہ کہلائے۔ بارہا اس کے دل میں یہ تجسس جاگا تھا اور اُس نے اس کا اظہار بادشاہ خان سے بھی کیا تھا کہ آخر تنظیم کے اغراض و مقاصد کیا ہیں۔ کم از کم اِس کی تفصیل تو ان لوگوں کو معلوم ہونی چاہیے۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ بادشاہ خان خود بھی ابھی تک اس سے ناواقف تھا۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں کیا تھا؟ یہ کھل کر سامنے تو نہیں آسکا تھا لیکن نعمان خان نے اپنے سوالوں کے جواب میں اُس کی پیشانی پر کچھ شکنیں دیکھی تھیں۔

یہ ہدایت بھی بادشاہ خان نے نعمان خان کو پہنچائی تھی کہ تنظیم فرانہ کے علاقے میں کچھ کارروائیاں کرنا چاہتی ہے اور اس کے لیے نعمان خان کو فرانہ میں تنظیم کے ارکان کی امداد کرنا ہوگی۔۔۔ بادشاہ خان کو اس سلسلے میں تفصیلات نہیں بتائی گئی تھیں بلکہ وائٹ تھری ایٹ نے اُسے ہدایت کی تھی کہ وہ پروگرام کے مطابق اب دُوسرے مرحلے کا آغاز کردے اور اس کے لیے اُسے فرانہ میں وہ حویلی تنظیم کے حوالے کرنا تھی جو فیروز خان کی ملکیت تھی۔

بادشاہ خان کو اس حویلی کے سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن وہ صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تنظیم کے وہ ارکان جو اس علاقے میں کچھ کرنا چاہتے ہیں، آخر کیا کریں گے؟ جب اُس نے وائٹ تھری ایٹ سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو وائٹ تھری ایٹ کا جواب سُنائی دیا۔

"بادشاہ خان تنظیم کے بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ اس کے اہم ترین ارکان کو بھی نہیں معلوم ہوتے۔ ہم بے شک پہاڑوں میں جو آپریشن کرنا چاہتے ہیں اُس کے لیے بااختیار ہیں لیکن پلاننگ ڈیپارٹمنٹ بعض اوقات اگر کوئی ہدایت جاری کرتا ہے تو یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کے بارے میں ہمیں اطلاعات دی جائیں۔ ہمارے اصول فوجی نوعیت کے ہیں یعنی صرف حکم پر عمل کیا جائے۔ سو جانا جانا بہتر یہ ہوگا کہ اس بارے میں جاننے کی کوشش نہ کرو۔ میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ تم۔۔۔ ماضی کی طرح اپنا کام جاری رکھو گے۔" بادشاہ خان کو بہر طور نعمان خان کے پاس پہنچنا پڑا تھا اور نعمان خان کو یہی ہدایات جاری کرنا پڑی تھیں، چونکہ بادشاہ خان کا حکم تھا اور نعمان خان اس سے سرتابی نہیں کر سکتا تھا اس لیے اُس نے مکمل تعاون کیا۔

تنظیم کے دو خاص افراد جن میں ایک مرد اور ایک عورت تھی وہاں پہنچ گئے اور نعمان خان اُنھیں ساتھ لے کر اپنی آبائی

حویلی پہنچ گیا۔ فرازنہ میں نعمان خان کی خاصی قدرو منزلت تھی چونکہ یہ علاقہ فیروز خان کی ملکیت تھا اور یہاں زیادہ تر زمینیں فیروز خان ہی کی تھیں۔ یہ بات نہیں کہ پُورا فرازنہ ہی فیروز خان کی ملکیت ہو۔ بڑے بڑے معززّ اور دولت مند لوگ یہاں پھیلے ہُوئے تھے لیکن اُنھوں نے بھی نعمان خان کو ایک ممتاز حیثیت دی تھی۔

نعمان خان نے جو کچھ کیا وہ تنظیم کے احکامات کے مطابق تھا لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کچھ سرکش لوگ اس کے احکامات کے خلاف بھی عمل کر سکتے ہیں چنانچہ اُس نے تین افراد کو اس سلسلے میں منتخب کیا جو یہاں نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور اُن کے ذریعے اس کام کی تکمیل کرانا شروع کر دی۔

گریچر اور سیگنیشا نامی دونوں افراد بظاہر خوش اخلاق اور تعاون کرنے والے تھے لیکن وہ بھی یہ بتانے سے قاصر رہے کہ یہاں کیا ذمّے داریاں اُن کے سپرد کی جارہی ہیں۔

نعمان خان نے اس دوران تین چار بار یہاں کا دورہ کیا اور ان کارروائیوں کو تشویش ناک نگاہ سے دیکھا جو یہاں کی جارہی تھیں۔ اسے سب سے زیادہ تردّد ان کوتاہ قامت لوگوں سے تھا جو یہاں خاصی تعداد میں آکر آباد ہوتے جارہے تھے اور یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ مستقل قیام کا ارادہ رکھتے ہوں اور اپنی آبادی بڑھا رہے ہوں۔ اس بات کو نعمان خان نے بڑی شدّت سے محسوس کیا تھا۔ پہاڑوں میں اِن اجنبی لوگوں کی آمد کو یقیناً اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا جائے گا اور عین ممکن ہے کہ قبائل اس سلسلے میں اس سے بازپُرس کریں۔

پھر جب بادشاہ خان اس سے مُلاقات کرنے کے لیے آیا تو اُس نے اپنی تشویش اُس کے سامنے بیان کی۔

"بابا خان۔ میری مجال نہیں تھی کہ مَیں آپ سے آپ کے اقدامات کے بارے میں سوال کروں لیکن آپ کی یہ تنظیم جو مجھے ایک طویل عرصے تک موت و زیست کی کیفیت میں مُبتلا کیے رہی ہے اور مجھ سے نمایاں فائدہ حاصل کر چکی ہے آخر ہمیں اس قابل کیوں نہیں سمجھتی کہ اپنے معاملات میں شامل کرے، یہ پہاڑ ہماری آبائی زمین ہیں یہاں کچھ ایسے لوگ، ایسے اقدامات کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے لوگوں کے لیے تکلیف دِہ بھی ہو سکتے ہیں لیکن ہم اُن کے مددگار و معاون ہیں اور آنکھیں بند کر کے اُن کے ساتھ قدم بہ قدم چل رہے ہیں اگر پہاڑوں میں کوئی ایسی سازش ہُوئی جو یہاں کے رہنے والوں کے لیے ناقابلِ برداشت ہو تو کیا ہم قابلِ مُعافی ہوں گے! کیا ہم اِن غدّاروں میں شمار نہیں کیے جائیں گے جو اپنی زمین کو غیروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں۔ بابا خان آپ نے مجھے اِن پہاڑوں میں بھیجا ہے۔ میرا دل لرزتا ہے۔ مَیں اپنے آپ کو غدّار کہلانا پسند نہیں کرتا، مجھے وہ حکومت نہیں چاہیے جس کا تخت میرے اپنے ساتھیوں کی لاشوں پر رکھا ہُوا ہو!"

"تم نے یہ کیسے محسوس کیا نعمان خان کہ جو کچھ یہاں ہوگا، وہ ہمارے لوگوں کے خلاف ہوگا" بادشاہ خان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اس کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہے بابا خان اور جس کے لیے وہ لوگ اِتنے طویل عرصے سے جدّوجہد کر رہے ہیں وہ کوئی معمولی بات نہیں ہو سکتی۔ آپ اس سلسلے میں تنظیم سے آخری گفتگو کریں اور یہ پتہ لگائیں کہ وہ کرنا کیا چاہتے ہیں؟ اگر کوئی ایسا کام نہ ہُوا جو ہماری زمین کے خلاف سازش تصوّر کیا جائے تو ہم زیادہ تندہی اور زیادہ محنت سے ان کے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہوں گے!"

"نعمان خان میں تھکن محسوس کر رہا ہُوں۔ مجھے یُوں لگ رہا ہے جیسے مَیں نے اپنی زندگی میں کچھ غلطیاں کی ہوں، میں اپنا کام جو بہر طور بہتر نوعیّت کا نہیں تھا خوش اسلوبی سے جاری رکھے ہُوئے تھا۔ تنظیم کے جال میں کچھ اس طرح پھنسا کہ اس کے بعد نکل نہ سکا۔ مَیں نے سوچا تھا کہ اپنے علاقوں پر برتر حکمران ہُوں گا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ حکومت صرف پتھروں پر نہیں کی جا سکتی۔ اِس کے لیے انسانوں کا ہونا ضروری ہے لیکن میرے بیٹے میں تنظیم کے جال میں اس طرح پھنس گیا ہُوں کہ اب اِس سے نکلنے کی کوئی صُورت نظر نہیں آتی!"

"یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے بابا خان۔ ہم اِن پہاڑوں کے رہنے والے ہیں، ہم تنظیم سے قطع تعلق کر سکتے ہیں۔ ہم قبیلوں کو ہوشیار کر سکتے ہیں اور قبیلے اگر ہوشیار ہو گئے اور ایک مشترکہ آواز بن گئی تو پھر کس کی مجال ہے کہ بُرے ارادے سے ان چٹانوں میں قدم رکھ سکے!" نعمان خان کا لہجہ پُرجوش ہو گیا۔

"نہیں نعمان خان، ابھی نہیں۔ کچھ انتظار کرو۔ کچھ وقت انتظار کرو!"

"بابا خان میں انتظار کر سکتا ہُوں، جب تک آپ حکم دیں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے کچھ کرنے کی اجازت بھی دی جائے!"

"کیا؟" بادشاہ خان نے سراسیمہ لہجے میں پُوچھا۔

"میں کوئی ایسا کام نہیں کروں گا بابا خان جو آپ کے لیے پریشان کُن ہو۔ مَیں صرف قبیلوں کو یکجا کرنا چاہتا ہُوں۔ ان کی اپنی خواہشات کی بُنیاد پر مَیں اُن سے یہ نہیں کہوں گا کہ میں اُن پر قادر اور حکمران ہُوں۔ ابھی یہ سب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں لیکن کم از کم مَیں اُنھیں ہم آواز بنانا چاہتا ہُوں تاکہ اگر کوئی ایسا وقت پڑ جائے ہم پر تو ہم ایک دُوسرے سے متنفر نہ ہوں!" بادشاہ خان کسی سوچ میں ڈُوب گیا تھا پھر اُس نے آہستہ سے کہا "لیکن اس کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرو گے؟"

"تنظیم ہمیں اِن علاقوں پر حکمران دیکھنا چاہتی ہے نا، بابا خان!"

"ہاں۔ اُن کا یہی کہنا ہے!"

"تو پھر مَیں تمام لوگوں کو یکجا کر کے اس زمین پر زرعی اصلاحات کرنا چاہتا ہُوں تاکہ زمینیں سرسبز ہو جائیں اور ہم لوگ خوراک کی قلّت سے بچ جائیں جب بھی سردیوں کا موسم آتا ہے بابا خان ہمارے لیے مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ قبیلوں کو کم از کم اس بنیاد پر یکجا کروں گا اور اُنھیں اپنے ساتھ مفاہمت پر آمادہ کر لوں گا۔ ہم تنظیم کی دی ہُوئی مراعات کے تحت اُنھیں جدید ٹیکنالوجی مہیّا کریں گے اور اُنھیں بتائیں گے کہ اگر صرف اس حد تک تعاون کر لیا جائے کہ ہماری خوراک کی قلّت دُور ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے!"

"میں سمجھتا ہُوں اس کام میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو تنظیم کے مفاد کے خلاف ہو!"

"ہاں بابا..... ہم یہی اعلان کریں گے کہ ہم لوگ سب کام ..... تنظیم کے بہتر مفاد کے لیے کر رہے ہیں!"

"تم اس کام کا آغاز کر دو ویسے نعمان خان میں تم سے پہلے بھی اس بات کا اظہار کر چکا ہُوں کہ اب میں کچھ تھکن محسوس کرتا ہُوں۔ میرا خیال ہے میں اپنے منصب سے استعفاد ے دُوں اور تنظیم سے مطالبہ کروں کہ مجھے ان پہاڑوں میں فروکش ہونے کی اجازت دی جائے!" بادشاہ خان نے کہا۔

"اس سے زیادہ خوشی کی اور کوئی بات نہیں ہوگی بابا خان آپ کی سربراہی میں، مَیں بہتر طریقے سے کام کر سکوں گا!"

"مَیں بات کروں گا تنظیم سے، میں خود بھی اب اپنے نورتیز کے ساتھ رہنا چاہتا ہُوں" بادشاہ خان نے کہا۔

نورتیز نعمان خان اور آئیوری کا بیٹا تھا۔ تندرست و توانا پہاڑوں میں پَل رہا تھا۔ اِس لیے اس کا قدوقامت اور رنگ و رُوپ دیکھنے کے قابل تھا۔

وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ لگتا تھا۔ پہاڑوں اور چٹانوں میں بھٹکتے رہنا اُس کا محبوب مشغلہ تھا۔ سیروشکار کا رسیا تھا۔ نشانہ بازی کا ماہر نعمان خان کے نقشِ قدم پہ چل رہا تھا۔ اپنے چچاؤں کی سرکردگی میں وہ ایسے کام سرانجام دے ڈالتا تھا کہ نعمان خان کا سینہ فخر سے پھُول جاتا۔ بادشاہ خان کو اپنے اِس پوتے سے بے پناہ محبّت تھی اور اب وہ اپنے دِل میں کچھ ایسی تبدیلیاں پا رہا تھا جو اس سے قبل اُس کے وجود میں کبھی رُونما نہیں ہُوئی تھیں۔ بادشاہ خان نے نعمان خان سے وعدہ کیا کہ وہ تنظیم سے اس سلسلے میں مکمل طور پر بات چیت کرے گا اور اس کے بعد وہاں سے رُخصت ہو گیا۔ نعمان خان پہ یہ لازم تھا کہ وہ فرازنہ پہ بھی نگاہ رکھے اور اُن لوگوں کو وہ آسانیاں فراہم کرتا رہے جو اُنھیں درکار ہوں۔ اور اپنے اس کام پر وہ اس وقت تک عمل پیرا رہنا چاہتا تھا جب تک کوئی ایسا واقعہ رُونما نہ ہو جائے جس سے اُسے اس بات کا صحیح طور پر پتہ چل جائے کہ اس کے وطن کے خلاف کوئی سازش نہیں ہو رہی ہے۔

بہر طور وہ ذہن میں انتشار لیے ہُوئے اپنے علاقے میں واپس پہنچا تھا جہاں اُسے دائی حمزی ژان کی حیثیت حاصل تھی لیکن نعمان خان کے کہے ہُوئے الفاظ اُس کے ذہن کو مسلسل زخمی کر رہے تھے وہ غور کرتا تو اُسے اندازہ ہوتا کہ بے شک تنظیم نے مختلف ممالک میں اُس کے چھوٹے چھوٹے مفادات کے لیے کام کیا ہے۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ بادشاہ خان جن راستوں کا راہی تھا... اُس کے لیے اُسے جہاں اور جس ملک میں بھی کچھ مشکلات پیش آئیں تنظیم کے ارکان نے اور اُس کے ایسا ماروں نے جو ساری دُنیا میں اپنی زہریلی دوائیوں کے لیے مشہور تھے بادشاہ خان کے حق میں کام کیا تھا اور وہ مسائل چٹکیوں میں حل کر کے رکھ دیے تھے جو بادشاہ خان کو بہت بڑے محسوس ہوتے تھے۔

شاید یہی وجہ تھی کہ بادشاہ خان کو تنظیم میں شمولیت فائدہ مند محسوس ہوتی رہی تھی لیکن اگر اِن چھوٹے چھوٹے مفادات کے عوض تنظیم واقعی اس سے کوئی ایسا کام لینے پہ آمادہ ہو گئی جو پہاڑوں میں اُسے ایک غدّار کا نام دے دے تو بادشاہ خان اس سودے کو بہتر نہیں سمجھتا تھا۔ آپریشن کی تفصیلات اُسے کم از کم اس حد تک تو معلوم ہونا ہی چاہئیں جس حد تک اُسے حیثیت دی گئی ہے۔

شیران کا معاملہ تنظیم ہی کی وجہ سے اس قدر غم ناک پہلو اختیار کر گیا تھا کہ بادشاہ خان جب بھی سوچتا اُسے انتہائی غیرت محسوس ہوتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر شیران کبھی منظرِ عام پر آ گیا تو بادشاہ خان، نعمان خان کے سامنے اس طرح ذلیل و خوار ہو کر رہ جائے گا کہ پھر کوئی پہلو نہ رہے گا اس کے لیے، یہ سب کچھ بادشاہ خان کے لیے بہتر نہیں تھا۔ تنظیم سے اب اُسے مالی مفادات کی بھی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اُس کے پاس اب اتنی دولت اکٹھی ہو چکی تھی کہ اگر وہ چاہتا تو نعمان خان اور اُس کی نسلیں پہاڑوں میں سکون کی زندگی بسر کر سکتی تھیں۔ اُس نے سوچا کہ بے شک وہ اپنے قبیلے میں ایک معمّر ترین انسان ہے لیکن زندگی کے بارے میں کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی تھی۔ موت کے وقت اگر وہ ایک رُوسیاہ غدّار کی حیثیت سے اپنے قبیلے کے سامنے پہنچا تو اس کا دُکھ اُسے موت کے بعد بھی رہے گا۔

کافی غور و خوض کے بعد اُس نے وائی تھری ایٹ سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا اور بالآخر ایک دن اُس نے ہائی فریکوئنسی کے ٹرانسمیٹر پر وائی تھری ایٹ سے رابطہ قائم کر لیا۔ حسبِ معمول نرم لہجے اور پُر اخلاق انداز میں اُس کی اس کال۔۔ کی پذیرائی کی گئی اور وائی تھری ایٹ نے اس سے اس وقت مخاطب کرنے کی وجہ پوچھی۔

"یوں تو بہت سی وجوہات ہوتی ہیں جن میں کچھ کو ہم اہمیت بھی دیتے ہیں لیکن اس وقت میں آپ سے کچھ ایسی گفتگو کرنا چاہتا ہوں چیف! ممکن ہے وہ آپ کے لیے پسندیدہ نہ ہو۔"

"تمھارے لہجے کی سنجیدگی بتاتی ہے بادشاہ خان کہ کوئی اہم معاملہ ہے۔"

"ہاں۔ میں آپ سے براہِ راست ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہو۔ کیا بات ہے؟"

"پہاڑوں میں جو آپریشن کیا جائے گا اُس کی نوعیت کیا ہے؟" بادشاہ خان نے سوال کیا اور دُوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی طاری ہو گئی پھر پوچھا گیا۔

"یہ سوال کرنے کی ضرورت تمھیں کیوں پیش آئی بادشاہ خان؟"

"اس لیے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں اور جو کرنا ہے اُس سے میرے لیے واقفیت ضروری ہے۔"

"ہم تمھیں صرف اتنا بتا سکتے ہیں کہ جو کچھ ہو گا تمھارے حق میں بہتر ہو گا۔"

"میں اپنی ذات کی بات نہیں کرتا مجھے آپ یہ جواب دیں کہ کیا وہ میرے وطن، میری زمین اور اس پہ بسنے والوں کے حق میں بہتر ہو گا یا نہیں؟"

"اوہ بادشاہ خان۔ کیا تم نے وطن پرستی کا کوئی خواب دیکھا ہے۔ یہ اس وقت تم پر اپنے ہم وطنوں کی محبّت کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے؟"

"اس وقت نہیں، پہاڑوں کے کچھ اصول ہوتے ہیں، وائی تھری ایٹ! ہم لوگ آپس میں نبرد آزما بھی ہو جاتے ہیں، محبتوں سے بھی رہنے لگتے ہیں۔ دراصل کچھ طریقے ہیں ہمارے، دُشمنیاں چلتی ہیں، خونریزی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود ہم ان پہاڑوں میں زندگی ختم کر دینے کے خواہش مند نہیں ہوتے۔ اپنے آپ کو میں وطن پرست نہیں کہتا۔ اپنے مفادات کے لیے میں کسی بھی شخص کو موت کے گھاٹ اُتار سکتا ہوں، خواہ وہ میرا ہم وطن ہی کیوں نہ ہو لیکن اجتماعی طور پر اپنے پُورے ملک کا دُشمن نہیں ہوں۔ مجھے ان پہاڑوں کی بقا عزیز ہے۔ چنانچہ میری خواہش ہے کہ مجھے اس آپریشن کے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دی جائیں۔"

"اور اگر یہ ممکن نہ ہو، بادشاہ خان؟"

"تو پھر مجھے مزید اس سلسلے میں عمل کرنے سے معذور سمجھا جائے۔"

"بادشاہ خان۔ بادشاہ خان! تمھاری حالت کچھ بہتر نہیں معلوم ہوتی۔"

"ہاں شاید ایسا ہی ہے۔"

"تو پھر ہم تمھارے لیے معالج کا بندوبست کریں گے، تمھیں وہ سکون مہیا کریں گے جو تمھارے اعصاب کے لیے ضروری ہے۔"

"میں نے پہاڑوں میں زندگی گزاری ہے، وائی تھری ایٹ! اور عمر کے اس دور میں میرا تم سے رابطہ قائم ہوا ہے جو بڑھاپے کی عمر ہوتی ہے لیکن تم نے یہ دیکھ لیا ہو گا کہ میں کس طرح اپنا کام کرتا ہوں۔ عمر کا وہ حصّہ میں نے اپنا علاج خود کر کے گزارا ہے تنظیم سے تو میری ملاقات بہت بعد میں ہوئی۔ میں اپنا علاج خود کرنا جانتا ہوں اور اس وقت، ان الفاظ کے بعد میں محسوس کرتا ہوں تنظیم صرف مجھے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہی ہے۔ میں تنظیم سے بغاوت کا اعلان نہیں کرتا لیکن میری یہ خواہش ہے کہ مجھے

تنظیم کے اغراض و مقاصد کے بارے میں تفصیل بتا دی جائے۔ اس بات کے امکانات موجود ہیں مسٹر وائی تھری ایٹ کہ میں تنظیم سے مکمل تعاون کروں اور کچھ ایسی تبدیلیاں کرنے کے بعد ہمارے درمیان مفاہمت ہو جائے جو کوئی اہم حیثیت نہ رکھتی ہوں لیکن صرف مجھے اس بارے میں معلومات فراہم کر دی جائیں۔"

"تو پھر ہمیں اس کے لیے موقع دو، بادشاہ خان! بہت جلد میں ایک میٹنگ طلب کر کے تمھاری یہ مانگ دُوسرے لوگوں کے سامنے رکھ دیتا ہوں، وہاں سے اس سلسلے میں جو بھی فیصلہ ہو گا تمھیں سُنا دیا جائے گا۔"

"اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں، مسٹر وائی تھری ایٹ بلکہ اب مجھے وائی تھری ون کے عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے اور یہاں کسی ایسے شخص کا انتخاب کر لیا جائے جو بہتر طور پر خدمات انجام دے سکے۔"

"اس کی وجہ؟"

"میری عمر اور میرے ذہن کی تبدیلی"۔ بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہم یقینی طور پر کوئی نہ کوئی ایسا درمیانی راستہ نکال لیں گے جو ہم دونوں کے لیے قابلِ قبول ہو۔ اور کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"نہیں شکریہ۔" بادشاہ خان نے ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کر دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اُسے کچھ اور بھی کرنا تھا۔ تنظیم سے اگر بات بگڑ جائے تو پہاڑوں کی پناہ ضروری تھی اور بادشاہ خان احمق نہیں تھا۔

وہ اس بات کا خواہش مند تھا کہ پہاڑوں میں پہنچ کر اپنے لیے مورچہ بندی کر لے اور تنظیم کی کسی سازش کا شکار نہ ہو، چنانچہ اس گفتگو کے فوراً بعد اُس نے اپنے اطراف ایک حصار کھینچنے کا عمل شروع کر دیا جو ذہانت اور دانشمندی سے کھینچا جا رہا تھا۔

بادشاہ خان احمق نہیں تھا نہ ہی وہ تنظیم سے ناواقف تھا۔ خود وہ تنظیم کے لیے ایسے کئی لوگوں کو قتل کر چکا تھا جو ساری زندگی ان لوگوں کے لیے کام کرتے رہے اور جب اُنھوں نے کسی معمولی بات پر اعتراض کیا تو تنظیم نے ان کی موت کے احکامات صادر کر دیے۔ ان حالات میں اُسے بخوبی اندازہ تھا کہ اس کی اس گفتگو کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں!

★★

ایک شاندار عمارت میں لمبی میز کے گرد بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ وائی تھری ایٹ بھی ان میں شامل تھا۔ کسی اہم مسئلے پر غور ہو رہا تھا۔

"یہ شخص" ایک بھاری بھرکم آدمی نے کہا۔ "ذہنی طور پر کس سطح کا آدمی ہے؟"

"ہم اُسے خطرناک کہہ سکتے ہیں لیکن وہ سازشی ذہن نہیں رکھتا، نہ ہی عمدہ پلاننگ کر سکتا ہے، اگر ایسا ہوتا تو وہ شیران کو ہلاک کرنے کے لیے کوئی شاندار منصوبہ بندی کر سکتا تھا۔"

"اور اس کا بھتیجا نعمان خان۔"

"اُسے آزمایا جا چکا ہے۔ اعلا کارکردگی کا مالک ہے لیکن بہترین دماغ نہیں ہے۔"

"دونوں باتیں ہمارے حق میں ہیں لیکن وائی تھری ایٹ! میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس سلسلے میں تمھارا انتخاب ٹھوس نہیں رہا۔ تم نے چند کمزور لوگوں کو اس اہم کام کے لیے منتخب کیا ہے۔"

"بادشاہ خان میں یہ تبدیلیاں بعد میں رُونما ہوئی ہیں، جناب!"

"ہمیں ابتدا میں ہی اس کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ اس کے جو الفاظ تم نے بتائے ہیں اُن سے بغاوت کی بُو آتی ہے۔ اس کے الفاظ خطرناک قرار دیے جا سکتے ہیں۔ نعمان خان کے بارے میں جو رپورٹیں ہمارے پاس ہیں وہ بھی اطمینان بخش نہیں ہیں۔ یہ شخص قومی ہمدردی کے جذبے کا شکار نظر آتا ہے۔ ایسا انسان ہمارے لیے کارآمد نہیں ہو سکتا۔ رہی بات شیران کی تو ہم نااہل لوگوں کی وجہ سے اُسے ایک بار پھر کھو چکے ہیں۔ مارلینو کی رپورٹ آپ کو معلوم ہے۔"

تمام لوگوں نے گردن جھکا لی تھی۔ تب اس شخص نے کہا۔ "گویا طویل عرصے سے جو منصوبہ بندی کی جاری تھی وہ تکمیل کے وقت ناقص ہو گئی ہے۔ اُس کے نتائج آپ جانتے ہیں مسٹر وائی تھری ایٹ؟"

"میں ان اُلجھنوں کو تسلیم کرتا ہوں جناب لیکن منصوبہ بندی کو ناکام قرار نہیں دے سکتا۔"

"وہ کس بناء پر؟"

"میں نے متبادل مہرے رکھے ہیں اور اس سلسلے میں ان مہروں کی طرف سے بالکل ہی مایوس نہیں ہوں!"

"مثلاً؟"

"مثلاً شیران، نعمان خان، بادشاہ خان اور پھر میرا نائب مارلینو۔"

"مارلینو ان پہاڑوں میں وہ حیثیت حاصل نہیں کر سکتا جو وہاں کے کسی مقامی آدمی کو حاصل ہو سکتی ہے۔"

"وائی تھری ایٹ اپنے لیے ایسے پروگرام رکھتا ہے جناب جو ہمارے بہتر مفاد میں ہوں، میں ابھی بتانا تو نہیں چاہتا تھا لیکن میرا دوست تنظیم کے مقاصد کے لیے مسلسل عمل پیرا ہے اور میرے اور اس کے درمیان اس موضوع پر بہت سی باتیں ہو چکی ہیں۔۔ ہم مسلسل ان کوششوں میں مصروف رہے ہیں کہ اگر پہاڑوں میں تنظیم کے مفادات حاصل کرنے کے لیے ایک کیریکٹر ناکام ہو جاتا ہے تو دوسرا نہیں تو تیسرا اور تیسرا نہیں تو چوتھا کیریکٹر کام آ سکتا ہے، ہمارے پاس ابھی اتنا وقت ہے کہ ہم ان تمام کرداروں پر تجربات کر سکتے ہیں۔"

"کیا آپ نے کوئی اور نیا کردار منتخب کیا ہے مسٹر وائی تھری ایٹ؟"

"جی ہاں۔"

"وہ کون ہے؟"

"عدنان سلامن۔"

"کیا مطلب؟"

"جی ہاں، وقت سے پہلے میں اپنے اس منصوبے کو آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنا نہیں چاہتا تھا جب تک کہ اس کی تکمیل نہ ہو جائے، لیکن آپ نے میری منصوبہ بندی کو ناکام قرار دیا ہے اس لیے میں مجبور ہوں کہ آپ کو اس کے بارے میں بتاؤں۔"

"یہ عدنان سلامن کون ہے؟"

"شیران کا بیٹا، شیران ہی کی مانند دلیر، نڈر اور نوجوان۔"

"کیا؟"

"جی ہاں۔ یہ مارلینو کی رپورٹ ہے اور مارلینو اس سلسلے میں بہت جلد مؤثر کارروائی کرنے والا ہے، میں آپ کو صرف یہ اطمینان دلانا چاہتا ہوں جناب کہ اس مختصر سے عرصے میں ہم ایسی کوئی نہ کوئی ٹھوس شخصیت تنظیم کے لیے تیار کر لیں گے جو پہاڑوں میں ہماری منصوبہ بندی کی تکمیل کر سکے، اس منصوبے کو ناکام قرار نہ دیا جائے، وائی تھری ایٹ ڈیپارٹمنٹ اس کی مکمل ذمہ داری قبول کرتا ہے۔"

"اوہ، اگر ایسی بات ہے تو آپ کی یہ رپورٹ ہائی کمان کو پیش کر دی جائے گی اور اس سلسلے میں آپ کے شانوں پہ خاص ذمے داریاں ڈالی جائیں گی۔"

"انھیں قبول کرنے سے مجھے کوئی انکار نہ ہوگا۔" وائی تھری ایٹ نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"تو پھر اس نشست کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ بہتر تو یہ ہوتا، آپ مکمل طور پر اس بات کا اعلان کر دیتے کہ تمام ذمے داریاں آپ کو قبول ہیں اور دوسرے لوگوں کی اس میں مداخلت ضروری نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود میں حقائق سے اپنے ساتھیوں کو آگاہ رکھنا چاہتا تھا۔"

"ٹھیک ہے وائی تھری ایٹ، ہم اس گفتگو کو یہیں ختم کر دیتے ہیں، کیونکہ میرے خیال میں یہ غیر ضروری ہے۔" انھی الفاظ کے ساتھ یہ نشست برخاست ہو گئی۔۔ اور تمام لوگوں کے چلے جانے کے بعد وائی تھری ایٹ اپنی خوابگاہ میں داخل ہو گیا جو نجانے کون سے ملک کے کون سے حصے میں تھی اور جہاں وائی تھری ایٹ جیسی پُراسرار شخصیت بھی کسی پردے کے بغیر قیام پذیر تھی، وائی تھری ایٹ کا چہرہ تفکرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں گہری سوچ کے آثار تھے۔

گھوڑے نے تیسری بار ٹھوکر کھائی اور اس کی پشت پہ بیٹھا ہوا سوار اس بار بھی گرتے گرتے بچا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے، اطراف کا ماحول سنسان تھا اور گھوڑا کافی دور نکل آیا تھا۔ مینز وکرانز کے اس علاقے کے یہ اطراف خاصے خطرناک کہلاتے تھے، جرائم پیشہ لوگوں کی آبادیوں میں اس جگہ تک نکل آنا عام دل گردے والے آدمی کا کام نہیں تھا، لیکن خوب صورت شخصیت کا مالک یہ کم سن نوجوان جس کی آنکھوں میں ذہانت و دلیری کی چمک تھی، عموماً اس طرف آتا رہتا تھا اور اکثر مختلف تجربات سے دوچار ہونے کے باوجود اور اپنے اتالیق کی نصیحتوں کو نہ مانتے ہوئے وہ بارہا اس طرف آ نکلتا تھا۔

گھوڑا اس کی زندگی کا ایک جزو معلوم ہوتا تھا اس کی پشت پہ گزارے ہوئے دن اور رات ممکن ہے دوسرے لوگوں کے لیے باعث حیرت ہوں لیکن نوجوان کے لیے بالکل ایسے ہی تھا، جیسے اپنے گھر کی خوابگاہ ہو۔ لیکن گھوڑے نے یہ تیسری ٹھوکر بلاوجہ نہیں کھائی تھی، اسے رکنے کے لیے مجبور ہونا پڑا۔

اس نے گھوڑے کی باگیں کھینچیں اور اس کی پشت سے نیچے اتر آیا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ گھوڑے کو یہ ٹھوکریں کیوں لگ رہی ہیں۔ دفعتاً اسے کچھ خیال آیا اور اس نے گھوڑے

کے دونوں اگلے سُموں کو اٹھا کر دیکھا، گھوڑے کے دونوں سُموں کے نعل غائب تھے، یہ نعل آسانی سے نہیں نکل سکتے تھے۔ یقیناً اس میں کوئی گہری سازش کارفرما تھی۔

دفعتاً اسے بہت سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور وہ کسی خونخوار چیتے کی مانند گھوم گیا، اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن یہ اندازہ نہ ہو سکا۔۔۔ کہ گھوڑے کس طرف سے آ رہے ہیں پھر اسے کسی ایسی جگہ کی تلاش ہوئی، جہاں سے وہ دور تک دیکھ سکے، تھوڑے ہی فاصلے پہ ایک چھدرا درخت موجود تھا۔ نوجوان پھرتی سے درخت کے نزدیک پہنچ گیا، اس نے جوتے اتارے اور درخت پہ چڑھنے لگا۔ اس بات سے بے خبر کہ درخت کے اوپری حصے میں تین آدمی پوشیدہ ہیں اور ان کے چہرے سیاہ کپڑے سے ڈھکے ہوئے ہیں۔

جونہی نوجوان اوپر پہنچا، دفعتاً ان تینوں نے اس پر حملہ کر دیا اور بلندی سے نیچے آ رہے۔ ان میں سے ایک نے نوجوان کے ناک پہ رومال رکھ دیا تھا اور شاید یہی اس کی خوش بختی تھی کیونکہ خاصی بلندی سے گرنے کے باوجود نوجوان نے نیچے میں جس پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا اس کے تحت یہ معلوم ہوتا تھا اگر وہ اٹھ گیا تو ان تینوں کو پیس کر رکھ دے گا۔ لیکن ناک کے ذریعے دماغ تک چڑھنے والی ایک تیز بُو نے نوجوان کے حواس معطل کر کے رکھ دیے اور اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ زمین پہ بیٹھتا چلا گیا۔ وہ یقیناً بے ہوش ہو گیا تھا۔

آنکھ کھلی تو اس نے ایک عجیب قسم کا شور سنا۔ شور کے ساتھ ساتھ اس کا بدن بھی ہل رہا تھا، چند لمحات تو وہ خالی الذہنی کے عالم میں آنکھیں پھاڑے سامنے نظر آنے والی چھت کو گھورتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے حواس واپس آنے لگے۔ اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے ہلتے ہوئے جسم اور اس شور پر غور کیا، یہ آواز یہ آواز۔ اس کے ذہن نے نعرہ لگایا، اسٹیمر کے انجن کے علاوہ اور کسی چیز کی آواز نہیں ہو سکتی، یقیناً وہ کسی اسٹیمر ہی میں سفر کر رہا ہے اس طرح ہلتے ہوئے بدن کا معمہ بھی حل ہو گیا۔

لیکن اسٹیمر پہ اس کی موجودگی؟ تھوڑے ہی فاصلے پر کسی کے بات چیت کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، وہ چونک پڑا۔ باتیں کرنے والے زیادہ دور نہیں تھے، ممکن ہے وہ اس کے اتنے قریب موجود ہوں کہ اس کی حرکات و سکنات تک دیکھ سکتے ہوں، چنانچہ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور جسم کو ساکت رکھا، جب تک حالات کا اندازہ نہ ہو جائے آنکھیں کھول کر ہوش میں آنے کا اظہار نہ کیا جائے، ہوش میں آنا اس وقت مناسب نہیں تھا لیکن گفتگو کے الفاظ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ وہ کون تھے اور اسے کیوں اغوا کر کے لائے تھے۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی اور جب کوئی مقصد حل ہوتا نظر نہ آیا تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکالی تاکہ وہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور ایسا ہی ہوا۔ ان میں سے ایک نے چونک کر کہا۔ "اوہ اسے ہوش آ گیا!"

"کوئی بات نہیں۔۔۔ اب سفر بھی مختصر ہے۔"

"کیا خیال ہے، اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے جائیں، کہیں کوئی حرکت نہ کر بیٹھے۔" کسی اور نے کہا اور پھر دو افراد اٹھ گئے، وہ اس کے قریب پہنچے اور انھوں نے اس کے ہاتھ پشت پر کس دیے، لیکن ذہین، فطین اور زیرک نوجوان جانتا تھا کہ جب ہاتھ باندھے جا رہے ہوں تو انھیں کس زاویے پر رکھا جائے کہ رسی کے پھندے سے نکال لینے میں دشواری نہ ہو، چنانچہ اس نے بڑے سکون کے ساتھ ہاتھ بندھوا لیے اور خاموشی سے ان لوگوں کو گھورنے لگا، ان سب کے خدوخال اس کے لیے اجنبی تھے، لیکن اس نے ان سے کوئی سوال نہ کیا۔ وہ سب عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے، ان کے اس طرح دیکھنے پر نوجوان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر اس نے آہستہ سے کہا: "میں اپنے دوستوں کے بارے میں کچھ جان سکتا ہوں؟"

"ہمارے بارے میں جاننے کی بجائے اپنے بارے میں سوچو۔"

"میں نے اپنے بارے میں کبھی نہیں سوچا، ویسے اگر تم چاہو تو مجھے بتا دو کہ میں تمھارے کس کام آ سکتا ہوں؟"

"افسوس تم ہم سے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکتے، ہم تمھیں یہ سب کچھ بتانے سے قاصر ہیں۔"

"تمھاری مرضی، میں تمھیں اس سلسلے میں مجبور تو نہیں کر سکتا۔" نوجوان نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ اسٹیمر کی رفتار سست ہونے لگی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کنارے پہ پہنچ گیا اور اس کا انجن بند ہو گیا۔

ان افراد میں سے ایک دو آدمی باہر نکل گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئے اور انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "سب ٹھیک ہے۔"

"تو پھر بے چلیں اُسے!"

"ہاں"۔ اُنھوں نے اُسے بازوؤں سے پکڑا اور اسٹیمر کے کیبن سے باہر نکال لائے۔ سامنے ہی ساحل نظر آ رہا تھا، دُور دُور تک خاموشی اور سناٹے کا راج تھا، ساحل سے تھوڑے ہی فاصلے پر لکڑیوں کے تختے سے بنے ہوئے تھے۔ راستے کے بعد ایک ویگن نظر آ رہی تھی۔ ویگن میں چڑھتے ہوئے نوجوان نے نمبر پلیٹ پر نگاہ ڈالی اور اُسے ذہن نشین کر لیا۔ کوئی بھی اندازہ لگانا مشکل تھا کہ کونسی جگہ ہے اور وہ کتنے عرصے تک بے ہوش رہا ہے، یہ لوگ اُسے کہاں لائے ہیں اور اُسے لانے کا مقصد کیا ہے؟ البتہ اپنی بہت ہی مختصر اور کم سنی کی زندگی میں ہی اُس نے اپنے بے شمار دُشمن پیدا کر لیے تھے اور اُس کا کوئی بھی دُشمن جو اُس کے ہاتھوں کہیں بھی نقصان اُٹھا چکا تھا، اس کے خلاف یہ کارروائی کر سکتا تھا۔

ویگن کا سفر شروع ہو گیا، راستوں کو ذہن میں رکھنے کی کوئی صورت نہیں تھی، چنانچہ نوجوان نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر شاید آدھے یا پون گھنٹے کے سفر کے بعد ویگن کسی عمارت میں داخل ہو گئی۔

چوڑی سیڑھیوں کے نزدیک اُسے اُتارا گیا اور سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد اُسے ایک بہت بڑے ہال میں لایا گیا جہاں کچھ اور لوگ بھی اُس کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ یہ تمام چہرے اُس نوجوان کے لیے اجنبی تھے، اُن میں سے ایک بھاری بھرکم شخص نے آگے بڑھ کر کہا: "چھوٹی سی عمر کے خطرناک شخص کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔"

"شکریہ لیکن اس طرح میزبان بننے کی ضرورت آپ حضرات کو کیوں پیش آئی؟" نوجوان نے بے باکی سے پوچھا اور ان سب کی آنکھوں میں تحسین کے آثار اُبھر آئے۔

"تمھیں اپنی اس طرح گرفتاری پر خوف محسوس نہیں ہوتا نوجوان؟"

"محسوس ہوتا ہے بے شک لیکن میں صرف یہ سوچتا ہوں کہ یہاں کتنے لوگ موجود ہوں گے اور اُنھیں قتل کرنے میں مجھے کیا کیا مشکلات پیش آئیں گی؟"

"ممکن ہے تمھیں اس کی ضرورت ہی نہ پیش آئے۔" اسی شخص نے کہا۔

"نہیں، اپنی ضروریات کے بارے میں میں خود جانتا ہوں۔ مجھے جس طرح گرفتار کر کے لایا گیا ہے اس سے کم از کم ان افراد کی موت تو یقینی ہو گئی ہے، جو اس کا باعث بنے ہیں۔"

"بڑی باتیں نہیں کرتے بیٹے، تم یقیناً ابھی اس قابل نہیں ہو کہ اتنے بڑے دعوے کر سکو۔"

"آپ بزرگوں کی صحبت میں رہ کر ہی یہ سب کچھ سیکھا ہے، ممکن ہے اس میں خامی ہو لیکن کم از کم مجھے یہ تو بتایا جائے کہ آپ لوگوں نے مجھے اس طرح گرفتار کر کے کیوں بلوایا ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں، ہم دراصل مائیکل جونس کے قاتل کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔"

"مائیکل جونس؟"

"ہاں، مائیکل جونس، جسے تم بہت اچھی طرح جانتے ہو مسٹر عدنان۔" بھاری بھرکم شخص نے کہا۔

"اوہ آپ اس مائیکل جونس کی بات تو نہیں کر رہے جو اسکیٹنگ کلب کا انسٹرکٹر تھا؟"

"ہاں ہم اُسی کی بات کر رہے ہیں، مائیکل جونس کی موت سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں... لیکن اس کے پاس جو کچھ تھا اور وہ جس طرح غائب ہوا، وہ ہمارے لیے باعثِ دلچسپی ہے اور ہم یہ جاننا چاہتے ہیں نوجوان کہ اُسے قتل کرنے کے بعد تم نے وہ اشیاء اس سے حاصل کر کے کسے پہنچائیں ہمیں تم سے کوئی غرض نہیں ہے، لیکن جس شخص نے اس کام کے لیے تمھارا انتخاب کیا ہے، وہ بے شک ہمارے لیے باعثِ دلچسپی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس سے وہ چیزیں حاصل کریں۔"

"ہوں، چلو ٹھیک ہے، میں مانتا ہوں کہ مائیکل جونس میرے ہاتھوں قتل ہوا اور یہ بھی مانتا ہوں کہ اُس کے پاس جو کچھ تھا میں نے حاصل کیا اور کسی کو دے دیا۔ دراصل مسٹر میں آپ لوگوں میں سے کسی کا نام نہیں جانتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ مائیکل جونس کے گرد جتنے افراد پھیلے ہوئے تھے اور جو اُس کی نگرانی کر رہے تھے، وہ کسی ایسے شخص کے انتظار میں تھے جو عمر رسیدہ ہو اور جو بہترین طریقے سے سازش کر سکے، لیکن بقول آپ کے جب ایک چھوٹی سی عمر کے نوجوان نے یہ کام کیا تو آپ کو اس کی توقع نہیں تھی کہ مائیکل جونس کے دُشمن کسی ایسے نوجوان سے بھی کام لے سکتے ہیں۔ کیا آپ کو اس بات پر حیرت نہیں ہوئی؟"

"بے پناہ، ہمیں تمھاری صلاحیتوں کا اعتراف کرنا پڑا۔ تم نے اتنی کم عمری میں جس طرح مائیکل جونس جیسے چھٹے

ہوئے بدمعاش کو قتل کیا، وہ معمولی بات نہیں ہے۔"

"تم لوگوں نے میرا خیال ہے کافی دیر تک مجھے اپنی قید میں رکھا ہے، بے ہوش کرنے کے لیے غالباً تم لوگوں نے کلوروفارم استعمال کیا تھا، کیونکہ میرا ذہن ابھی تک کشیدہ ہے اور میں خود کو بہتر محسوس نہیں کر رہا۔"

"ہاں یہ بات درست ہے لیکن ہم اس کے لیے آپ کو آرام کرنے کا موقع دیں گے، لیکن اس آرام کے بعد ہمیں یقین ہے کہ آپ ہم سے تعاون کریں گے، آپ ابھی کم سن ہیں مسٹر عدنان اور دلکش بھی۔ دُنیا ابھی آپ کے لیے ایک سربستہ راز کی مانند ہے اور اس دلکش دُنیا کو آپ کافی دیر تک دیکھتے رہنا پسند کریں گے۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔" نوجوان نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ آرام کیجیے۔ سوالات اس کے بعد ہی ہو جائیں گے۔" بھاری بھرکم شخص نے کہا اور اپنے پیچھے موجود لوگوں کو اشارہ کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نوجوان کو ایک اوپری کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔

عمارت بہت خوب صورت تھی، اب تک نوجوان نے عمارت کے جتنے بھی حصّوں کو دیکھا تھا اُس سے یہی اندازہ ہوتا تھا، کمرے میں لانے کے بعد اُس کے ہاتھ بھی کھول دیے گئے تھے اور اس کے بعد وہ کمرے کو مقفل کر کے چلے گئے۔

نوجوان نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ ظاہر ہے، وہ کسی ایسی جگہ اُسے نہیں لا سکتے تھے، جہاں سے فرار ہونا اُس کے لیے آسان ثابت ہو سکے۔ روشنی کے لیے کچھ راستے ضرور تھے، لیکن ایسے نہیں کہ اُن سے باہر نکلا جا سکے۔ اُس نے کمرے کی ایک ایک چیز کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ خوب صورت مسہری کی ساخت، اُس پر بچھے ہوئے گدے کا... اور گدے بنانے والی کمپنی کا نام دروازے پر لگے ہوئے لاک پر بھی اُس نے کمپنی کا نام تلاش کیا، غرض کہ وہ ان سب چیزوں کو بغور دیکھ کر اُس سے کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں، زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دروازے پر قدموں کی آہٹ سُنائی دی اور نوجوان کی نگاہیں اُس طرف اُٹھ گئیں۔ لیکن دفعتاً کسی خیال کے تحت وہ بجلی کی سی سُرعت سے آگے بڑھا اور اُس نے لاک کھول دیا، پھر اسی تیزی سے واپس اپنی جگہ آ بیٹھا۔

دروازہ باہر سے کھولا جا رہا تھا، پھر وہ لوگ اندر آ گئے، یہ چہرے اُس کے لیے اجنبی تھے، آگے آنے والے دو آدمیوں کے پیچھے ایک طویل القامت شخص موجود تھا جس کا چہرہ بے حد خطرناک تھا، اُس کی آنکھیں سُرخ تھیں اور داہنا جبڑا اس طرح نیچے تک چرا ہوا تھا کہ دو حصّوں میں منقسم ہو گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور عدنان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"بے وقوف لڑکے! مجھے یقین ہے کہ تم نے کوئی مناسب فیصلہ کیا ہو گا؟"

"یہ جنگلی سانڈ کہاں سے پکڑ لائے ہو تم۔" نوجوان نے خوفناک شکل کے آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور خوفناک شکل کے آدمی کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار پھیل گئے۔

"ہوں یہ جنگلی سانڈ تمھارا قیمہ بنا کر رکھ دے گا، جواب دو، مائیکل جونس کے پاس سے تم نے جو پیکٹ حاصل کیا تھا، وہ کس کو دیا تھا؟"

"سنو تم لوگوں نے مجھے آرام کرنے کا موقع دیا تھا اور جتنی دیر میں اس کمرے میں رہا ہوں اُسے آرام کا وقت نہیں کہا جا سکتا، میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ فوراً یہاں سے نکل جاؤ اور مجھے آرام کرنے کا موقع دو، ورنہ اُس کے بعد جو کچھ ہو گا اس کے ذمّے دار تم خود ہو گے۔"

"کیا میں اس کی زبان کاٹ لوں؟" دیو قامت نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور نوجوان تحقیر آمیز انداز میں ہنسنے لگا۔ دیو قامت نے آگے بڑھ کر جیب سے ایک ڈوری نکالی اور پیچھے کھڑے ہوئے آدمی نے پستول کا رُخ عدنان کی طرف کر دیا، لیکن عدنان نے ہاتھ بندھوانے میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی البتہ یہ دُوسری بات ہے کہ اُس نے اپنی تکنیک استعمال کی تھی۔ وہ اب بھی کلائیوں کو رسّیوں میں سے بآسانی نکال سکتا تھا، طویل القامت شخص اُسے لے کر ایک دُوسرے کمرے میں آ گیا، یہ کمرہ بالکل خالی تھا بس ایک کونے میں لکڑی کی میز رکھی ہوئی تھی، طویل القامت نے اُس کی طرف دیکھا اور بولا: "ہوں تو کیا فیصلہ کیا تم نے؟"

"یہی کہ تم نہایت احمق اور بے وقوف ہو۔" عدنان بولا۔

"لڑکے میں تیری ہڈیاں پیس کر رکھ دوں گا۔" اس نے کہا اور اُسی وقت عدنان نے نہایت اطمینان سے اپنے دونوں ہاتھ رسّی سے نکال کر رسّی طویل القامت شخص کی طرف

پھینک دی۔ طویل القامت ایک لمحے کے لیے حیرت زدہ رہ گیا تھا لیکن پھر وہ سنبھل گیا۔ اُس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔ اُس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور بڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ جیسے نوجوان کو بازوؤں میں لے کر بھینچ ہی ڈالے گا لیکن جو کچھ ہُوا غیر متوقع طور پہ ہُوا تھا جونہی وہ نوجوان کے قریب پہنچا۔۔۔ اُس نے اپنا داہنا پاؤں اُٹھا کر پوری قوت سے اُس کی جھکی ہوئی پیشانی پہ مارا اور طویل القامت اُلٹی قلابازی کھا کر دُور جا گرا شاید اُس کے فرشتوں کو بھی اس کی توقع نہیں تھی، وہ تو یہی محسوس کر رہا تھا کہ نوجوان کو بازوؤں میں بھر کر اس قوت سے دبائے گا کہ اُس کی ہڈیاں پسلیاں چیخ اُٹھیں گی اور اس کے بعد زبان کھولے بغیر کوئی چارہ اُس کے پاس نہیں رہے گا۔

جسامت میں اس کا اور اس نوعمر لڑکے کا کوئی جوڑ نہیں تھا لیکن جو کچھ اُس نے کیا تھا اُس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ صورتِ حال کافی خوفناک ثابت ہوگی۔ دیو قامت کو چوٹ تو لگی تھی لیکن اُس نے اُٹھنے میں دیر نہیں لگائی اور اس کے بعد کسی اَرنے بھینسے کی طرح نوجوان پر پل پڑا۔ اُس نے اس بار اس کی گردن گرفت میں لینے کی کوشش کی تھی لیکن صورتِ حال بالکل ہی مختلف ہوگئی۔

خود اُس کی گردن نوجوان کی گرفت میں چلی گئی تھی۔۔۔!

نوجوان نے اُسے اپنے بازو اور سینے کے درمیان جکڑ کر عجیب انداز میں بل کھایا اور وہ زمین پر گر پڑا۔

موٹے کا سر پُوری قوت سے زمین سے ٹکرایا تھا اور نوجوان قلابازی کھا کر اُٹھ کھڑا ہُوا تھا لیکن اب دیو قامت شخص پر بھی جنون طاری ہوگیا تھا۔ اُس نے بیٹھے انداز میں اُٹھ کر اس بار پھر نوجوان کی کمر کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کی، لیکن نتیجہ پھر بھی کچھ نہ نکلا۔ نوجوان نے پھر اس کی گردن اور سر کو اپنے بازوؤں کی گرفت میں لے کر اسی انداز میں موڑ دیا تھا۔

طویل القامت پھر نیچے گر پڑا اور اس بار اُس کی ریڑھ کی ہڈی پر ایک زوردار ٹھوکر پڑی اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے دیوار سے جا لگا۔ اُس کی آنکھوں میں جنون کے ساتھ ساتھ حیرت کے بھی آثار نظر آ رہے تھے پتہ نہیں باہر والوں کو اس ہنگامے کا علم تھا یا نہیں یا وہ مطمئن ہو کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

لیکن اندر کی صورتِ حال بالکل مختلف ہوتی جا رہی تھی۔ نوجوان نے اسی پہ اکتفا نہ کیا، وہ طویل القامت شخص کے پاس پہنچا اور اس بار اُس نے اس کا گریبان پکڑ کر اُسے اُٹھایا، یہ بھی معمولی بات نہیں تھی، وزن کے لحاظ سے وہ شخص، نوجوان سے تین گنا یا اس سے بھی کچھ زیادہ ہی ہوگا لیکن نوجوان نے اُسے آسانی سے اُٹھا لیا اور پھر وہ اُسے لے کر دوڑتا ہُوا سامنے کی دیوار کی طرف بھاگا اور پُوری قوت سے اُسے دیوار کی طرف دھکیل دیا۔

زوردار دھماکا ہُوا تھا لیکن اس کے بعد طویل القامت کے حواس بحال نہ رہ سکے۔ اُس کی پیشانی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی یا کھال پھٹ گئی تھی۔ خون بھل بھل کر کے بہتا ہُوا اُس کی آنکھوں، ناک اور مُنہ پر بہہ رہا تھا اور وہاں سے سینے پہ۔ وہ خلاء میں اس طرح اپنے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جیسے کسی غیر مرئی شئے کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہو اور اُس کے بعد وہ اوندھا زمین پہ چلا آیا۔

نوجوان ایک لمحے کے لیے رُکا ہی تھا کہ دفعتاً اُوپر سے ایک سفید کانچ کا گولا اندر پھینکا گیا جو نیچے گرتے ہی پھٹ گیا تھا اور اُس میں سے سفید سفید دُھواں خارج ہونے لگا۔

نوجوان نے اپنی ناک اور مُنہ دبا کر دروازے کی جانب دوڑ لگائی لیکن دروازہ اب باہر سے بھی بند کر دیا گیا تھا۔ غالباً وہ لوگ اندر کی صورتِ حال سے ناواقف نہیں تھے۔ نوجوان نے رُکتی ہُوئی سانس پہ قابو پانے کی کوشش کی اور پھر اُس کے حلق سے غرّاہٹیں نکل گئیں۔ "کتے کے بچو۔ اس کے علاوہ بھی کچھ اور کر سکتے تھے تم۔" آہستہ آہستہ اُس کے اطراف میں دُھند سی چھاتی چلی گئی۔ اس کا دماغ اس دھوئیں کا شکار ہوگیا تھا اور اس کے بعد اُسے کچھ ہوش نہ رہا۔

لیکن بہر طور ہوش تو آنا ہی تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد اُس نے اپنے ماحول پر نگاہ ڈالی اور ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ یہ بھی ایک کمرہ ہی تھا لیکن وہ نہیں تھا جس میں طویل القامت سے اُس کی جنگ ہُوئی تھی۔ اس کے برعکس یہ کمرہ انتہائی متعفن تھا۔ سامنے والی دیوار میں موٹی موٹی سلاخیں لگی ہُوئی نظر آ رہی تھیں جس میں باہر تالا لٹکا ہُوا تھا۔

اُس کے نیچے کھُردری زمین تھی جس پر وہ لیٹا ہُوا تھا اور کھُردری زمین پر لیٹے رہنے کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے بہت سے پتھر اُس کے بدن میں چبھ گئے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور سلاخوں والے دروازے کے پاس آ کھڑا ہُوا۔ موٹی موٹی سلاخیں پکڑ کر اُس نے باہر کا منظر دیکھا۔ عجیب سی جگہ تھی جہاں تھوڑے فاصلے پر چند آدمی نظر آ رہے تھے۔ اُس نے زور زور

سے جنگلا بجایا اور وہ لوگ اُس کی جانب متوجہ ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کئی آدمی اُس کے قریب پہنچ گئے تھے۔۔۔ وہ اُنھیں بغور دیکھنے لگا۔ "یہ کون سی جگہ ہے؟" اُس نے سوال کیا۔

"تمھاری آخری آرام گاہ۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"لعنت ہے تم اسے آرام گاہ کہتے ہو کم از کم زمین پر کوئی بستر تو بچھا دیا ہوتا۔"

"فکر مت کرو، اس کے بعد یہ زمین ہی تمھارا بستر ہوگی۔" ان میں سے ایک کرخت لہجے میں بولا۔

"تمھارے اس دیو قامت پہلوان کا کیا حال ہے، میرا خیال ہے کم از کم پندرہ دن کے لیے وہ بستر کا ہوگیا ہوگا البتہ اگر تم وہ حرکت نہ کرتے تو شاید اُس کی زندگی ہی سے محروم ہو جاتے۔"

"تمھیں اس گستاخی کی ایسی سزا ملے گی کہ موت کے بعد بھی یاد رکھو گے۔"

"کب ملے گی میرے دوست۔ میں چاہتا ہُوں کہ فیصلہ جلد ہی ہو جائے۔" اسی وقت ایک اور شخص جو لمبوترے چہرے اور سُرخ ناک والا تھا اور عمدہ لباس میں ملبوس تھا وہاں پہنچ گیا اور وہ تمام آدمی جو اس سے قبل وہاں کھڑے ہُوئے تھے، اس طرح مؤدب ہو کر پیچھے ہٹ گئے جیسے وہ اُن کے لیے کوئی محترم شخص ہو۔ وہ چند قدم کے فاصلے پر کھڑے ہو کر نوجوان کو گھُورنے لگا اور پھر اُس کی بھاری آواز اُبھری۔ "مائیکل جونس سے تم نے جو کچھ حاصل کیا ہے نوجوان دوست! اُس کے بارے میں تفصیلات بتاؤ اور بہتر یہ ہے کہ اُس کے حصول میں ہماری مدد کرو ورنہ کیا فائدہ زندگی کھونے سے؟"

"تم سب ایک ہی مرض کا شکار معلوم ہوتے ہو اور میں تمھارے لیے صرف ہمدردی کے جذبات رکھتا ہُوں۔"

"نوجوان لڑکے باز آ جاؤ زندگی کھونے سے، یہ میرا بزرگانہ مشورہ ہے بہتر یہ ہے کہ مائیکل جونس سے حاصل شُدہ شئے کے بارے میں تفصیل بتا دو وہ ہمارے لیے بے حد ضروری ہے۔"

دفعتاً نوجوان کے چہرے پہ گہری سوچ کے آثار نظر آئے اور پھر وہ کسی قدر نرم لہجے میں بولا۔ "آخر وہ ایسی کیا شئے ہے جس کے حصول کے لیے تم پریشان ہو۔"

"وہ جو کچھ بھی ہے تم یُوں سمجھ لو کہ تمھارے لیے تو کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن ہماری زندگی اور موت کا دار و مدار اس پر ہے۔"

"تو بہتر ہے کہ کسی پُرسکون ماحول میں بیٹھ کر تم مجھ سے اس موضوع پہ بات کرو ظاہر ہے تمھارے تشدد اور تمھاری ان مجرمانہ کوششوں کے نتیجے میں تو میں تم سے تعاون نہیں کر سکتا۔" اس بار نوجوان نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ سُرخ ناک والے کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے بشاشت دوڑ گئی اور اُس نے فوراً کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو میں تمھیں ایک شریفانہ نشست کی دعوت دیتا ہُوں۔ بیٹھو ہمارے ساتھ چائے پیو۔" نوجوان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سُرخ ناک والے نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ لوگ دروازے کا تالا کھولنے لگے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی سُرخ ناک والے نے اِدھر اُدھر اشارہ کیا تھا اور دو اسٹین گن بردار سامنے آ گئے اور اُنھوں نے اسٹین گنیں سیدھی کر لیں۔ سُرخ ناک والا بھی بے وقوف نہیں معلوم ہوتا تھا بہر طور نوجوان کو لے کر وہ اس کمرے سے باہر نکل آئے۔

یہ کمرہ اس عمارت کا کوئی حصّہ نہیں معلوم ہوتا تھا جس میں اب تک نوجوان نے وقت گزارا تھا۔ یقیناً وہ اِسے کہیں اور لے آئے تھے اور یہ بھدّی اور بدنما عمارت، اس عمارت سے بالکل مختلف تھی جس میں نوجوان اِس سے پہلے تھوڑا سا وقت گزار چکا تھا۔ اور جس میں طویل القامت کرائے ماسٹر سے اس کا مقابلہ ہُوا تھا۔

اِس بار اُسے جس کمرے میں لایا گیا وہ بھی خاصا کشادہ تھا۔ یہاں قدیم طرز کا فرنیچر بھی نظر آ رہا تھا۔ ساگوان کی ایک بڑی میز تھی جس کے اطراف میں خوبصورت ساخت کی کرسیاں لگی ہُوئی تھیں۔ سُرخ ناک والے کے علاوہ یہاں تین آدمی اور پہنچ گئے۔ سُرخ ناک والے نے کسی غیر معروف زبان میں ان تینوں سے کچھ کہا اور وہ نوجوان عدنان کی جانب دیکھنے لگے اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "مسٹر عدنان بےشک مائیکل جونس ہمارے لیے اہم ترین شخصیت کا مالک تھا اور اُس کے پاس ہماری جو امانت رکھی ہُوئی تھی وہ ہماری زندگی کے لیے انتہائی ضروری تھی لیکن مائیکل جونس کا قاتل ہونے کے باوجود ہم آپ سے اس شرط پر بہتر سلوک اور دوستی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں کہ کم از کم آپ ہمیں وہ شئے واپس دلا دیں یا ان لوگوں کے نام بتا دیں جنھوں نے آپ کو اس کام کے لیے آمادہ کیا تھا اور جن کے پاس وہ پیکٹ اب بھی موجود ہے۔ آپ نہیں جانتے مسٹر عدنان کہ ہم اس کے لیے کس قدر بے چین ہیں۔ براہِ کرم تشریف رکھیے۔" عدنان اطمینان سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ

گیا۔ اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں اور پھر دزدیدہ نگاہوں سے اُس نے اس کھڑکی کی جانب دیکھا جس میں سلاخیں نہیں تھیں اور جو بائیں سمت کھلی ہوئی تھی۔ دُوسری طرف کیا ہے اس بارے میں تو عدنان کو معلوم نہیں تھا لیکن وہ کھلا آسمان صاف دیکھ چکا تھا جس سے اُسے اندازہ ہوگیا تھا کہ کھڑکی سے باہر کھلی جگہ ہے۔

اور یہ جگہ اُس کے لیے باعثِ دلچسپی تھی... وہ اسٹین گن بردار جو سلاخوں والے کمرے یا قید خانے سے اُسے لے کر یہاں تک پہنچے تھے اب بھی موجود تھے اور دو کونوں میں اُس پر نگاہ رکھے کھڑے ہوئے تھے گویا اِس دوستانہ ماحول کے باوجود اِس کی خطرناک شخصیت کا ان لوگوں کو احساس تھا۔

پھر وہ سب بھی کرسیوں پر نوجوان کے سامنے بیٹھ گئے اور چند لمحات کے بعد وہاں عمدہ قسم کی چائے کے برتن سجا دیے گئے گرم گرم چائے کی پیالیاں ان سب کے سامنے پہنچیں اور اس کے بعد سُرخ ناک والے نے دوستانہ انداز میں پوچھا: "میں جانتا ہوں کہ تم ایک شاندار شخصیت کے مالک ہو اور یقیناً جن لوگوں نے تمھیں اپنے کام کے لیے منتخب کیا۔ اُنھوں نے کمال کیا۔ مائیکل جونس جیسے شخص کو قتل کر دینا معمولی بات نہیں تھی، لیکن جب تم نے ہمارے ایک شاندار لڑاکے کو چت کر دیا تو مائیکل جونس اس کے سامنے کیا حیثیت رکھتا تھا...

"بہر طور نوجوان! مائیکل جونس کے قتل کو معاف بھی کیا جاسکتا ہے لیکن وہ پیکیٹ جس میں ایک اہم دستاویز بند تھی، ہمارے لیے بے حد ضروری ہے تم صرف یہ بتا دو کہ تمھیں اس کام کے لیے آمادہ کرنے والے کون لوگ تھے؟"

"میرے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" نوجوان نے چائے کی پیالی اپنی جانب سرکاتے ہوئے کہا۔

"افسوس کچھ نہیں بلکہ جب ہم پر یہ انکشاف ہوا کہ مائیکل جونس کا قاتل ایک ایسا نوعمر نوجوان ہے جو ان ممالک سے بھی تعلق نہیں رکھتا تو ہمیں بے حد حیرت ہوئی تھی پھر جب تم پہلی بار ہماری نگاہوں میں آئے تو ہم مزید حیران ہوگئے لیکن اس کے باوجود تمھیں معاف تو نہیں کیا جاسکتا تھا۔"

"میرا نام عدنان سلامن ہے۔ یہاں میں براڈو کیمپ میں تربیت حاصل کر رہا ہوں اور میرو کرانزر کے سرکردہ لوگ میری سرپرستی کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے اپنے ذاتی معاملات کے لیے بھی رقم درکار ہوتی ہے وہ دو سیاہ فام تھے غالباً افریقہ کے کسی ملک سے تعلق رکھنے والے جنھوں نے مائیکل جونس کی نشاندہی کرتے ہوئے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں اس شخص سے کسی طرح وہ پیکیٹ حاصل کرلوں جو اُس کے نچلے لباس میں ہمیشہ پوشیدہ رہتا ہے تو اُس کے عوض وہ مجھے ایک بڑی رقم دیں گے۔ بے شک میرے اتالیق میری ہر ضرورت پوری کر دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود میں ذرا تنگ دست رہتا ہوں اور مجھے رقم کی ضرورت پیش آتی ہے چنانچہ میں نے اُن کی اِس خواہش کی تکمیل کر دی اور وہ پیکیٹ حاصل کر کے اُن کے حوالے کر دیا۔"

"اوہ۔ ان کے بارے میں مزید کچھ تفصیل بتاؤ۔" سُرخ ناک والے نے میز پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا لیکن اس وقت وہ ہوگیا جو کسی طور اُن کے تصور میں نہیں تھا۔ دفعتاً نوجوان نے اپنے سامنے رکھی ہوئی گرم گرم چائے کی پیالی اُٹھائی اور سُرخ ناک والے کے چہرے کی طرف اُچھال دی۔ گرم چائے سے اُس کا چہرہ بُری طرح جھلس گیا تھا اور وہ کرسی پر اس طرح پیچھے ہٹا کہ کرسی اُلٹ گئی۔ اس کے نزدیک بیٹھے ہوئے لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے تھے اور غالباً دونوں کونوں میں کھڑے ہوئے اسٹین گن بردار یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ اُنھیں کیا کرنا چاہیے۔ اگر وہ اسٹین گن سے گولیاں برساتے تو یہاں موجود دُوسرے افراد بھی اُن کی لپیٹ میں آسکتے تھے اور ان کی اسی کشمکش اور تذبذب نے نوجوان کو موقع فراہم کر دیا۔ دُوسرے لمحے اُس نے کھلی ہوئی کھڑکی سے دُوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ دُوسری طرف کیا ہے!

لیکن یہ کوشش خودکشی بھی نہیں تھی بلندی سے کُودنے کا اُسے کوئی خاص فن آتا تھا! اور اس وقت اس کے پاؤں سیدھے زمین پر پڑے تھے۔ وہ کسی بھی طرح گرتا کتنی ہی بلندی سے گرتا پنجے قدموں کے بل ہی پہنچتا تھا لیکن کھڑکی زیادہ بلند نہیں تھی۔ اُسے صرف چند فٹ نیچے گرنا پڑا تھا اور پھر وہ دُوسری پوزیشن میں آگیا یہ بہتر ہی ہوا جہاں وہ گرا تھا دس بارہ گولیاں زمین سے ٹکرائیں اور جب دُوسری پوزیشن پر گولیاں آئیں تو وہ اس جگہ کو بھی چھوڑ چکا تھا۔ اس کے پاؤں میں پنکھے لگے ہوئے تھے۔

سات آٹھ فٹ بلند دیوار پھلانگنے میں اُسے کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی اور آن کی آن میں وہ عمارت سے باہر نکل گیا۔ عمارت کے اطراف چاروں طرف اُونچی اُونچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں بھدّے طرز کی بوسیدہ عمارتیں بھی نظر آجاتی

تھیں۔ وہ چٹانوں کی آڑ لے کر دوڑتا رہا اور اس عمارت سے کافی دُور نکل آیا لیکن اُس نے یہاں رُکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ کسی ایسی سمت چلا جانا چاہتا تھا جہاں تعاقب کرنے والے اُسے تلاش نہ کرسکیں۔

اُسے اندازہ ہوچکا تھا کہ عمارت کے مکین اُس کے پیچھے دوڑ پڑے ہیں۔ بہر طور وہ دوڑتا رہا کافی دُور جاکر اُسے ایک سڑک نظر آئی وہ سڑک کے نشیب میں دُوسری طرف پہنچ گیا۔ وہ اس سڑک کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا اور اس بات کی کوشش بھی کر رہا تھا کہ تعاقب کرنے والوں کے بارے میں اُسے صحیح اندازہ ہوسکے لیکن اب اطراف میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

...یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے تعاقب کرنے والے یا تو اس کی سمت کا اندازہ نہیں لگا پائے یا کسی وجہ سے اُس کا تعاقب کرنے سے باز آگئے ہیں۔ کافی دیر تک وہ سڑک پر اس جگہ چھپا رہا جہاں نشیب تھا اور پھر کسی خیال کے تحت اپنی جگہ سے نکل آیا۔ اطراف میں چھوٹے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ اُس نے کئی پتھر اُٹھائے اور اُنھیں اِدھر اُدھر اُچھال دیا لیکن مسلسل خاموشی چھائی رہی تھی۔

پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سڑک پر آگیا اور اُس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں۔ وہ سڑک پر کوئی ایک سمت منتخب کر کے چل پڑا تھا۔ زیادہ دُور نہیں گیا تھا کہ دُور سے اُسے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سُنائی دی اور وہ ہوشیار ہوگیا۔

یہ تعاقب کرنے والے بھی ہوسکتے تھے اور اجنبی لوگ بھی۔ بہر طور ایک لمحے میں فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کرنا چاہیے، چنانچہ آخری فیصلہ کرنے کے بعد وہ سڑک پر آگیا۔

اگر وہ تعاقب کرنے والے بھی ہیں تو کسی طور اس گاڑی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جائے گی جو اُن کے پاس موجود ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد گاڑی سامنے آگئی لمبی سی شیورلیٹ تھی اور اس میں دو آدمی بیٹھے نظر آرہے تھے۔ نوجوان ہاتھ سیدھے کر کے سڑک پر آگیا اور چند لمحات کے بعد کار اُس کے پاس آرُکی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی عورت بیٹھی ہوئی تھی اور اُس کے برابر کوئی مرد بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن دفعتاً نوجوان ٹھٹک گیا۔ شیشے کے پیچھے اُسے جو شکل ڈرائیونگ سیٹ پر نظر آئی تھی اُسے دیکھ کر نوجوان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ دُوسرے لمحے وہ تیزی سے آگے بڑھا اور ڈرائیونگ سیٹ کی کھڑکی کے نزدیک پہنچ گیا۔

"مما آپ!" سدھاشی کا مُسکراتا ہوا چہرہ اُس کے سامنے تھا۔ یہ اُس کی ماں تھی اور نزدیک بیٹھا ہوا شخص اُس کے لیے بالکل اجنبی حیثیت رکھتا تھا۔

"آؤ، پیچھے بیٹھ جاؤ۔" سدھاشی کی آواز اُبھری اور وہ پھرتی سے پچھلا دروازہ کھول کر عقبی سیٹ پر جا بیٹھا۔

"جلدی چلو مما۔ میرے کچھ دُشمن میرا تعاقب کر رہے ہیں۔" اُس نے کہا۔ سدھاشی نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"مگر۔ مما۔ تم۔ تم یہاں کیسے۔ تم اِس طرح۔ اچانک یہاں براڈو میں تمھارا کیا کام۔ کب آئیں۔ کیا میری تلاش میں سرگرداں رہی تھیں؟" اُس نے بے شمار سوالات ایک ساتھ کر ڈالے اور پھر اُس کی نگاہ ماں کے قریب بیٹھے ہوئے شخص پر پڑی اور اُس نے آہستہ سے کہا: "یہ شخص کون ہے؟"

"ساری باتیں یہیں پوچھ لوگے عدنان، کچھ دیر صبر نہیں کر سکتے؟" سدھاشی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ مما۔ میں دراصل بے حد۔ بے حد" وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔ سدھاشی اطمینان سے کار ڈرائیو کرتی رہی تھی۔ لمبی سڑک عبور کرنے کے بعد وہ شہری آبادی میں داخل ہوگئی اور پھر ایک خوب صورت ہوٹل کے سامنے اُس نے کار روک دی۔

"یہاں مما۔ یہاں؟" عدنان نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ میں یہیں ٹھہری ہوئی ہوں آؤ۔" سدھاشی نے کہا اور گاڑی کا انجن لاک کر کے نیچے اُتر آئی۔ نوجوان اُس کے ساتھ ساتھ ہی اُتر گیا۔ دُوسری طرف سے وہ شخص بھی نیچے اُتر آیا تھا۔

"مما آپ نے اِن صاحب کا تعارف نہیں کرایا، یہ کون ہیں میں نے اس سے پہلے انھیں نہیں دیکھا۔" نوجوان پھر بولا لیکن سدھاشی خاموشی سے ہوٹل کے اندرونی حصّے کی جانب چل پڑی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تینوں ایک خوبصورت کمرے میں داخل ہوگئے۔ نوجوان کئی بار اس اجنبی شخص کو دیکھ چکا تھا جس کے چہرے پر ایک نرم اور پُرمحبت مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ کمرے میں پہنچ کر سدھاشی نے دروازہ بند کر دیا اور پھر نوجوان کی طرف دیکھ کر بولی: "تم اپنی ذہانت سے کام لے کر بتاؤ کہ یہ کون ہوسکتے ہیں؟"

"مما۔ میں جن حالات سے گزر چکا ہوں اُن کے تحت میرا ذہن منتشر ہے۔ اس وقت ذہن پر زور نہیں دے سکتا۔

تم خود ہی بتا دو کہ یہ کون ہیں؟"

"بیٹے کیا تم میرا نام سُن کر میرے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتے ہو؟" اجنبی نے نرم لہجے میں کہا۔

"کوشش کروں گا۔" نوجوان بولا۔

"میرا نام مارلینو ہے۔" اجنبی شخص نے بتایا اور عدنان ایکدم چونک پڑا۔ وہ تعجب سے اس اجنبی چہرے کو دیکھ رہا تھا اور پھر وہ آہستہ سے آگے بڑھا اور اُس نے بھاری بھرکم اجنبی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا پھر اُسے ہونٹوں کے قریب کرتا ہُوا بولا۔ "مَیں اس مضبوط ہاتھ کو انسانیت کا سرپرست اور اپنے لیے سب سے محترم تصوّر کرتا ہُوں کیونکہ یہ میری ماں کے سر پہ سایہ فگن رہا ہے۔" اُس نے مارلینو کا ہاتھ چُوم لیا۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔" مارلینو نے نوجوان کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ "مجھے فخر ہے بیٹے۔ مجھے فخر ہے تم پر اور سدھاشی تم پر بھی۔ بلاشبہ تم نے ایک شیر کو جنم دیا ہے اور اُس کی تربیت بھی شیر ہی کی مانند کی ہے بیٹھو۔" مارلینو نے کہا۔ سدھاشی مُسکراتی ہُوئی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ مارلینو خود بھی ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور عدنان اُس کے سامنے پہنچ کر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ دفعتاً چونک کر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ مارلینو اور سدھاشی بھی اُسے بیٹھتے بیٹھتے اُٹھتے دیکھ کر چونک پڑے تھے۔ مارلینو نے کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھولا ہی تھا کہ نوجوان عدنان نے اُنھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ چیتے کی طرح جست لگا کر دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اُس نے پُوری قوّت سے ہینڈل کھولا اور دُوسرے لمحے باہر ہاتھ نکال دیا۔

اور اس کے بعد بجلی سی کوند گئی۔ ایک شخص بُری طرح لڑکھڑاتا ہُوا اندر آ گرا۔ فرش پر گرتے ہُوئے وہ سینٹر ٹیبل سے ٹکرایا اور اُس کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی... عدنان نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا اور پھر وہ اُس شخص کی طرف بڑھا اُسے دیکھ کر اُس کے ہونٹوں پر طنزیہ مُسکراہٹ پھیل گئی تھی "ہوں! تو تم پہنچ گئے یہاں۔" اُس نے کہا۔ یہ وہی لسبورتے چہرے اور سُرخ ناک والا آدمی تھا جس نے عدنان سے مائیکل جونس کے قتل کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ مارلینو نے بھی اُسے دیکھا اور بے اختیار ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "ارے نہیں نہیں، بس بس عدنان بیٹے بس۔ یہ اپنا آدمی ہے۔" عدنان نے چونک کر مارلینو کی طرف دیکھا اور پھر اپنی ماں کی طرف۔ سدھاشی نے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔ "ہاں عدنان پلیز، یہ مسٹر مارلینو کے ساتھی ہیں۔"

"مگر مما۔ یہ۔ یہ لوگ تو...۔"

"اوہ مسٹر رونسکی آپ یہاں کیسے آ گئے؟ آپ کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟" مارلینو نے آگے بڑھ کر زمین پر گرے ہُوئے شخص کو اُٹھایا اور اُسے سہارا دے کر صوفے پر بٹھا دیا چوٹ لگنے کے باوجود وہ مُسکرا رہا تھا۔

"آپ نے ہمیں کس جن کے حوالے کر دیا تھا مسٹر مارلینو۔ ستیاناس کر کے رکھ دیا اس نے ہم سب کا۔"

"مَیں نے غلط تو نہیں کہا تھا مسٹر رونسکی، مَیں نے تنظیم کو ایک اور شیر سے رُوشناس کرا دیا ہے۔" مارلینو نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"مَیں آپ کو یہی اطلاع دینے آیا تھا کہ وہ ہمارے قبضے سے نکل گیا لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ حضرات یہاں جمع ہو چکے ہیں۔ آہ میرا خیال ہے کہ میری ریڑھ کی ہڈی پر زبردست چوٹ آئی ہے۔" وہ کراہتا ہُوا بولا۔

"سوری مسٹر رونسکی۔ لیکن کیا آپ کمرے کے دروازے پر کچھ لمحے کے لیے رُکے تھے؟"

"رُکا نہیں تھا، دستک دینے والا تھا میرا ہاتھ آہستہ سے کمرے کے دروازے پر پڑا تھا کہ مجھ پر یہ قیامت ٹوٹ پڑی۔" رونسکی نے جواب دیا۔

"عدنان سلامن سے مِل کر تمھیں یقیناً خوشی ہُوئی ہو گی مسٹر رونسکی؟"

"آپ خوشی کی بات کر رہے ہیں۔ زندگی بھر اس ملاقات کو یاد رکھوں گا۔ یہ نوجوان چھوٹی سی عمر میں اِتنا کچھ ہے تو آگے چل کر کیا ہو گا؟" سُرخ ناک والے نے عدنان کی طرف دیکھا۔ عدنان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اُس نے کئی بار سوالیہ نگاہوں سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ لیکن اُس کے ہونٹوں پر ایک پُراسرار مُسکراہٹ کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آیا تھا، چنانچہ وہ سمجھ گیا کہ کوئی لمبا ہی چکر چل رہا ہے۔ تب مارلینو نے رونسکی سے کہا۔ "مسٹر رونسکی تمام کام ہو چکا ہے۔ آپ آرام کیجیے، ہم لوگ کچھ گفتگو کر رہے ہیں، کیا آپ آسانی سے جا سکتے ہیں؟"

"ہاں مَیں چلا جاؤں گا اور کوئی حکم مسٹر مارلینو؟" رونسکی نے صوفے کا سہارا لے کر اُٹھتے ہُوئے کہا۔

"نہیں بہت بہت شکریہ، آپ نے اِس سلسلے میں مجھ سے جو تعاون کیا ہے، میں اس کے لیے بے حد شکرگزار ہُوں۔"

"تو پھر مجھے اجازت دیجیے۔" رونسکی اب بھی سیدھا نہیں ہو رہا تھا۔

"اگر آپ ضرورت محسوس کریں تو مَیں فون کر کے آپ کے لیے...۔" مارلینو نے پیش کش کی۔

"نہیں نہیں، باہر میرے آدمی موجود ہیں۔ ویسے واقعی میری ریڑھ کی ہڈی میں سخت چوٹ آئی ہے، مجھے اسپتال جانا پڑے گا۔" رونسکی نے کہا اور کراہتا ہُوا باہر نکل گیا۔

"بس بیٹے دروازہ بند کر دو مزید کسی کو اندر لانے کی ضرورت نہیں ہے۔" مارلینو نے پُرمزاح انداز میں کہا اور عدنان نے شانے اُچکا کر دروازہ بند کر دیا۔ اِس کے بعد وہ اطمینان سے اُن کے سامنے آ بیٹھا۔ اس کے انداز میں لاپروائی تھی۔

مارلینو گہری نگاہوں سے عدنان کا جائزہ لے رہا تھا۔ یقیناً شیران اب تنہا نہ رہا تھا۔ عدنان اُس کا جواب تھا۔ ہرچند اُس کے خدوخال شیران سے ہُوبہُو نہیں ملتے تھے لیکن اس میں شیران کی جھلکیاں موجود تھیں۔ تن و توش، قوّت، آنکھوں کی تیز چمک، شیران کی جوانی پیش کرتی تھیں البتہ شیران جیسی درندگی اس میں نہیں تھی۔ وہ اخلاق و مروّت سے آشنا تھا یا پھر سدھاشی نے مارلینو کے بارے میں اُس سے جو کچھ کہا تھا وہ اُس سے بہت متاثر تھا۔

"ممّی! مسٹر مارلینو کو کچھ پلائیے۔" اُس نے کہا۔

"مسٹر مارلینو سے پوچھو!" سدھاشی نے کہا۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے جناب؟"

"کافی۔" مارلینو نے مُسکراتے ہُوئے کہا اور عدنان کافی کا بندوبست کرنے لگا۔ کافی پیتے ہُوئے مارلینو نے کہا۔ "دیارِ غیر میں تم نے کافی زندگی بسر کر لی عدنان۔ پہاڑوں کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"بارہا مَیں نے ممّی سے کہا کہ مَیں اپنے باپ کی سرزمین کے بارے میں جاننا چاہتا ہُوں۔ اُسے دیکھنا چاہتا ہُوں لیکن ممّی نے ہر بار ایک ہی جواب دیا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ مسٹر مارلینو وہ وقت کب آئے گا؟"

"اپنے باپ کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"اُس نے زندگی میں صرف ایک غلطی کی ہے۔" عدنان نے آہستہ سے کہا۔

"وہ کیا؟"

"میری ممّی کو قتل کرنے کی کوشش۔ ممی معصوم ہے اور اتنی اچھی ممّی کے ساتھ یہ سلوک مناسب نہ تھا۔" عدنان نے کہا۔

"اُس نے اس جیسی بہت سی لڑکیوں کو قتل کیا ہے۔ کیا تمھاری ممّی نے یہ بات نہیں بتائی؟"

"میرے باپ کے بارے میں اِتنا کچھ بتایا ہے ممّی نے کہ اَب مَیں اُس کے قدموں کے نشان دیکھ کر بتا سکتا ہُوں، وہ شیران سلامن ہے۔"

"تمھارا کیا خیال ہے اُس کے بارے میں؟"

"آئیڈیل ہے وہ میرا۔ ایسا شاندار باپ مِلنا مشکل ہے۔" عدنان نے جواب دیا۔

"اُس کی خونریز فطرت؟" مارلینو بولا۔

"جنگل کا شیر ہے وہ۔ کون اُس کا ہمعصر بن سکتا ہے! شیر خونخوار نہ ہو تو بیدڑ میں اور اُس میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ لومڑیاں اس کے گرد کیوں چکراتی تھیں۔ یہ جاننے کے باوجود کہ وہ شیر ہے۔" عدنان کے لہجے میں غرور تھا۔

"تمھاری ماں بھی تو ان میں شامل تھی۔"

"نہیں مسٹر مارلینو، وہ شیرنی ہے۔ شیرنی اور شیر کے امتزاج ہی سے ببّر شیر پیدا ہوتا ہے۔ میرا باپ اُسے پہچان نہیں سکا تھا۔"

"وہ تمھیں مِل جائے تو کیا کرو گے؟"

"پیار کروں گا اُسے۔ عقیدت سے اُس کے پاؤں چُوم لُوں گا لیکن اِس کے ساتھ ہی اُسے مجبور کروں گا کہ وہ میری ماں کو چاہے۔ اسے اس کا جائز مقام دے اور اُسے یہ کرنا ہو گا۔"

"شیران آج تک صرف وہی کرتا رہا ہے جو اُس نے چاہا۔ کوئی اُسے مجبور نہیں کر سکا۔"

"میں کروں گا۔ مَیں کروں گا۔"

"ہاں۔ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ تم اپنی آبائی زمین پر جانا پسند کرو گے؟"

"دِل و جان سے۔ یہ میری خواہش ہے۔ مگر ممّی۔"

"مسٹر مارلینو جو چاہیں گے، وہی میری آرزو ہوگی عدنان" سدھاشی نے کہا۔

"کیوں مسٹر مارلینو کیا آپ؟"

"ہاں عدنان تمہاری وادیوں کو تمہاری اشد ضرورت ہے۔ میں یہاں تمہیں لے جانے کے لیے رُکا ہُوں" مارلینو نے جواب دیا۔

"اوہ مسٹر مارلینو۔ مسٹر مارلینو" عدنان اپنی جگہ سے اُٹھا اور مارلینو کو گود میں اُٹھا کر ناچنے لگا۔ پھر بولا "مگر یہ رونسکی اور اس کے ساتھی کون تھے؟"

"اُس کی تفصیل بعد میں بتاؤں گا" مارلینو نے کہا۔ عدنان نے ضد نہیں کی تھی۔ دُوسرے دن مارلینو نے سُرخ ناک والے زخمی شخص سے کہا "عدنان کی مکمل رپورٹ ڈیپارٹمنٹ کو دے دو اور اطلاع دے دو کہ میں اُسے لے کر پہاڑوں میں جا رہا ہُوں"۔

ڈیج مین جیسے خطرناک آدمی کی اکلوتی بیٹی کو قتل کر کے نکل آنا معمولی بات نہیں تھی۔ شیران جانتا تھا کہ ڈیج مین اُس کی تلاش میں زمین کا کونا کونا چھان مارے گا۔ اس لیے وہ کسی ایک جگہ نہ رُکا۔ گرانا نے اُسے جو کاغذات مہیا کیے تھے اُن کے ذریعے وہ گرانا کا مُلک چھوڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ایک بار پھر اُس کے قدم سرزمینِ ایشیا پر آ پڑے تھے۔

لیکن اب اُسے آبادیوں سے اُکتاہٹ ہو رہی تھی۔ زندگی کی یکسانیت گراں گزر رہی تھی۔ بہت کچھ سیکھا تھا اُس نے دُنیا سے اور یہی اندازہ لگایا تھا کہ جدید آبادیاں سازشوں اور جرائم سے بھری پڑی ہیں۔ وہاں رہنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اپنے جیسے انسانوں کو قتل کرتے رہو، ضرورت کی ہر چیز چھین لو اور اگر کوتاہی کرو تو مر جاؤ! اور نہ جانے کیوں انسانی خون کے اِس کھیل سے اب اُسے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ جہاں بھی قیام کرتا وہاں ہفتوں اپنی آرام گاہ سے نہ نکلتا اور کاہلوں کے سے انداز میں پڑا رہتا۔ خود اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا چاہتا ہے۔ اِن دِنوں بھی وہ ایک بڑے شہر کے ایک عمدہ ہوٹل میں مقیم تھا۔ یہاں آئے ہُوئے اُسے نو دن گزر گئے تھے اور اب اُس کے پاس کرنسی بھی ختم ہو گئی تھی اور اس ہوٹل کا بِل ادا کرنے کے لیے اُس کے پاس کچھ نہیں تھا لیکن "کچھ" حاصل کر لینا اُس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ البتہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ اب وہ کیا چاہتا ہے؟ زندگی کی اِس طویل دوڑ میں اُسے اب تک کیا ملا ہے۔ نہ کوئی دوست نہ ہمدرد نہ کوئی ایسا جس کے ساتھ کچھ باتیں کی جائیں۔ سب کے سب عجیب سے۔ یا پھر یہ اُس کی کوتاہیاں ہیں، اس کی سوچ غلط ہے۔ لیکن اس بات کو اس کا دِل تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اُس نے آج تک غلط نہیں سوچا۔ دُنیا میں رہنے والے ہی غلط ہیں۔ کیوں نہ اِن سے دُور ان ویرانوں کو اپنایا جائے جہاں انسان نہیں ہوتے۔ گنگناتی ہُوئی ندیاں حسین آبشار، لہلہاتے جنگل اور اُن کے درمیان وحشی جانور ہوتے ہیں، جنہیں ہلاک کرو اور لطف اُٹھاؤ۔ یہ جانور خوراک بھی بن سکتے ہیں۔ یہی مُناسب ہے۔ کبھی جنگلوں سے دِل اُکتا یا تو دیکھا جائے گا۔

لیکن اپنی پسند کی جگہ تلاش کرنا بھی تو ایک مسئلہ ہے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ اپنی قیام گاہ سے نکل آیا۔ اُس نے ہوٹل کے عملے سے آنکھ بچا کر نکلنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس میں اُسے کوئی دقت نہیں ہُوئی تھی۔

ہوٹل سے نکل کر وہ سڑک پر آ گیا اور پھر پُراطمینان قدموں سے ایک سمت چل پڑا۔ ذِہن میں کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا۔ بے خیالی کے انداز میں نہ جانے اُس نے کتنا سفر طے کیا اور پھر اُسے احساس ہُوا کہ وہ آبادیاں پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ یہ راستہ شہر سے باہر جانے کا تھا۔ ایک سنگِ میل پر اُسے شہر کی آخری حدود کے الفاظ نظر آئے تھے لیکن وہ آبادی سے دُور ہی جانا چاہتا تھا۔ وہ چلتا رہا۔ کئی گھنٹے گزر گئے۔ سڑک کے اطراف میں دو رویہ درختوں کی قطاریں نظر آ رہی تھیں۔ اُن کے درمیان بچھی ہُوئی سڑک ٹھنڈی تھی اور اُس پر چلتے ہُوئے اُسے کوئی پریشانی نہیں ہو رہی تھی۔

رات ہو گئی اور وہ سڑک سے اُتر کر ایک ہموار جگہ رُک گیا۔ یہاں اُس نے آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر تک وہ جاگتا رہا اور پھر پلکیں جُڑ گئیں لیکن سوئے ہُوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اُسے جگا دیا گیا۔ کسی نے اُس کی گردن شکنجے میں کسی ہُوئی تھی۔ پستول کی نال اُس کی پیشانی سے چپکی ہُوئی تھی۔

چند لمحات تو شیران کو صُورتِ حال کا اندازہ نہ ہو سکا، لیکن پھر وہ سنبھل گیا اُسی وقت اُسے ایک کرخت آواز سنائی دی "خبردار جُنبش کی تو کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا!"

شیران ساکت ہو گیا۔ اُسے دبوچنے والا خاصے لمبے چوڑے بدن کا مالک تھا اور اس وقت شیران پر پوری طرح چھایا ہُوا تھا۔ دفعتاً شیران نے تھوڑے ہی فاصلے پر کچھ آوازیں سُنیں اور

اُس کا دُشمن اُس کے کان سے قریب مُنہ کر کے بولا "ہلکی سی آواز بھی نکلی تو" اُس نے پستول کا دباؤ شیران کی پیشانی پر بڑھا دیا۔

"کس مصیبت کا شکار ہو تم؟" شیران کو غصہ آنے لگا۔ پستول کا دباؤ ڈالنے والے نے اس کی گردن چھوڑ کر اپنا ہاتھ اُس کے مُنہ پر رکھ دیا۔ وہ شاید فائر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

تقریباً دس منٹ اسی طرح گزر گئے پھر اطراف میں بکھری ہُوئی آوازیں معدوم ہو گئیں اور پھر کسی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہُوا۔ اُس کے بعد گاڑی دُور نکل گئی۔ تب اس شخص نے شیران کے مُنہ پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"یہاں کیوں مر رہے تھے تم۔ کون ہو؟" اُس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"تم پر کیا مصیبت نازل ہُوئی ہے؟" شیران نے اُٹھتے ہُوئے کہا۔

"مجھ پر" اس شخص نے آہستہ سے کہا۔ پھر بولا "بتا دُوں گا۔ پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ" اس بار اُس کا لہجہ نرم تھا۔

"مسافر ہُوں"

"اور یہ جگہ مسافر خانہ۔ کیوں؟" وہ ہنس پڑا۔

"یہی سمجھ لو"

"پیدل سفر کر رہے تھے؟"

"ہاں"

"کہاں جا رہے تھے؟"

"کوئی منزل نہیں تھی"

"آوارہ گرد ہو؟"

"یہی سمجھ لو"

"حُلیہ تو آوارہ گردوں کا نہیں ہے"

"بکواس کر چکے یا کچھ اور بکو گے؟" شیران نے کہا اور وہ آنکھیں پھاڑنے لگا پھر بولا۔

"خوفزدہ نہیں ہو مجھ سے؟" شیران خاموش رہا۔۔ اُس کا ذِہن پُوری طرح جاگ گیا تھا۔ اُس شخص نے اس کی گردن دبوچی تھی، پستول کی نال رکھی تھی اس کی پیشانی پر اور شیران کے اصولوں کے مطابق قابلِ سزا ہو گیا تھا پھر اُس کا سوال شیران کو بھڑکانے کے لیے کافی تھا لیکن غصے کے ساتھ ساتھ فطرت کی مکاری بھی عود کر آئی تھی، چنانچہ وہ ایک دم بدل گیا۔

"کیا تم بھوت ہو؟" اُس نے کہا۔

"اُس سے بھی زیادہ خطرناک"

"ایسا ہی لگتا ہے۔ کون لوگ تھے وہ؟"

"میرے دُشمن"

"کیا تم بھی پیدل سفر کر رہے تھے؟"

"نہیں میری گاڑی اُس جھنڈ میں گھسی ہُوئی ہے۔ ذرا سا رُخ بدل جاتا تو تم اُس کے نیچے پس ہی گئے تھے"

"قصہ کیا ہے؟" شیران نے پوچھا لیکن وہ خاموش رہا، پھر اُس نے کہا "میں نہیں جانتا تم کون ہو لیکن جو کوئی بھی ہو، دلیر معلوم ہوتے ہو۔ کیا تم ایک بڑی رقم حاصل کرنا پسند کرو گے؟"

"کتنی؟" شیران نے پوچھا۔

"اتنی کہ کئی سال تک عیش کر سکو"

"کیا حرج ہے؟" شیران بولا۔

"تو پھر اُٹھو۔ مَیں تمھاری تقدیر بدل دُوں گا۔ میرا نام مائیک شیلرے ہے۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

"تم مجھے براؤن کہہ سکتے ہو۔"

"آؤ ڈیئر براؤن۔ اگر ہم دُشمن سے بچ کر اس جگہ پہنچ گئے جہاں میری منزل ہے تو مَیں پچاس ہزار ڈالر تمھیں پیش کروں گا۔ نقد۔ اور اس میں کوئی فریب نہیں ہے۔ یہ رقم میرے پاس موجود ہے۔ دِن کی روشنی میں تم اُسے دیکھ سکتے ہو۔" شیلرے نے کہا۔

"جانا کہاں ہے؟"

"اس سڑک کا اختتام ہروکا نامی بستی پر ہوتا ہے۔ وہاں سے یہ تین سمتوں میں بٹ جاتی ہے۔ ہمیں چوتھی سمت دریائے کاؤن کی طرف جانا ہے جہاں میری کشتی پوشیدہ ہے۔ تم صرف دریائے کاؤن تک میرا ساتھ دو۔"

"سفر ابھی شروع کرو گے؟"

"ہاں۔ ابھی۔"

"لیکن آگے تمھارے دُشمن جا رہے ہیں۔"

"ہم ان کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ دراصل میرے پاس وقت نہیں ہے۔ مجھے ہر قیمت پر مطلوبہ وقت میں وہاں پہنچنا ہے۔ دِن کی روشنی میں وہ زیادہ مؤثر ذرائع سے مجھے تلاش کریں گے۔"

"لعنت ہے تم پر۔ چلو میں تیار ہُوں۔" شیران نے کہا اور مائیک شیلرے اُسے ساتھ لے کر جھاڑیوں کے اس جھنڈ میں داخل ہو گیا جہاں اُس کی کار کھڑی ہُوئی تھی۔ اُس نے کار میں گھُس کر اِنجن اسٹارٹ کیا اور اُسے باہر نکال لایا۔

"ان پچاس ہزار ڈالر کے عوض مجھے کیا کرنا ہو گا؟" شیران نے پوچھا۔

"ہم ہروکا پہنچیں گے۔ اس دوران تم میرے دُشمنوں پر نگاہ رکھو گے۔ پھر کل صبح دس بجے ہم ہروکا کے ہیلی پیڈ پر ایک چھوٹا سا کام کریں گے اور بس۔ مَیں دریائے کاؤن کے ساحل پر پہنچ کر تم سے جُدا ہو جاؤں گا۔ اتنا سا کام اور معاوضہ پچاس ہزار ڈالر۔"

"وہ چھوٹا سا کام کیا ہو گا مسٹر شیلرے؟" شیران نے پوچھا۔

"یہ تمھیں کل دس بجے ہی معلوم ہو سکے گا۔" شیلرے نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔ مائیک شیلرے کار ڈرائیو کرتا رہا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔ "اطراف پر نگاہ رکھو۔ وہ لوگ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے لیکن اُنھیں مجھ پر شک ہو گیا ہے۔ ممکن ہے راستے میں وہ ہمارے منتظر ہوں۔"

شیران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر اچانک جھلاہٹ کا حملہ ہُوا تھا اور وہ اس منحوس شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس کے آرام میں مخل ہو گیا تھا۔ کوئی خوبصورت بیڈرُوم ہو یا جنگل کی یہ گھنی جھاڑیاں، نیند تو آ گئی تھی اس کے بعد تو صبح ہی کو آنکھ کھُلتی لیکن اس صُورت حرام نے ۔۔۔ اور اُوپر سے اس کی فضول بکواس لیکن شیران نے کسی جھلاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ شیلرے بہت مستعد اور پھُرتیلا تھا۔ وہ بڑی مہارت سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ راستے میں کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ہُوئی اور یہ طویل سفر جاری رہا۔ پھر کسی آبادی کے آثار نظر آئے اور شیلرے نے کار کی رفتار سُست کر دی۔ وہ دُور تک نگاہ دوڑا رہا تھا اور پھر اُس نے کار ایک کچے راستے پر اُتار دی۔ دُھول کی چادر بُلند ہو گئی تھی۔ کار اس دُھول میں اندھا دُھند سفر کرتی ہُوئی بالآخر ایک جگہ رُک گئی۔ یہ ایک کھنڈر تھا۔ کچی مٹی سے بنی ہُوئی قدیم عمارت جو ویرانے میں تھی۔ شیلرے اپنی کار عمارت کی دیواروں سے اندر لے گیا اور پھر اُس نے اِنجن بند کرتے ہُوئے کہا۔ "موزوں جگہ ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"مَیں نے غور نہیں کیا۔" شیران بولا۔

"تم کچھ اُکھڑے اُکھڑے سے ہو، کیا بات ہے؟"

"اور تم غیر ضروری بکواس کرنے کے ماہر معلوم ہوتے ہو۔ نیند سے جگایا، مجھے یہاں تک لائے اور ایک بھی بات ایسی نہیں بتائی جو تمھاری ذات سے متعلق ہو۔ اِس کے برعکس نہ جانے کیا کیا بکے جا رہے ہو۔"

شیلرے نے کلائی پر بندھی ہُوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور بولا۔ "تم اگر سونا چاہو تو مجھے اعتراض نہیں ہو گا لیکن یہاں جھاڑیاں بھی نہیں ہیں اور نہ ہی وقت رہ گیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر میں روشنی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے تم کیا کرنے والے ہو اور کیا چاہتے ہو، اِس سے مجھے دِلچسپی نہیں ہے۔ وہ رقم دِکھاؤ مجھے جو تم نے مجھے دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

"اوہ۔ وہ۔ ہاں کیوں نہیں۔" اُس نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال دیا لیکن جب اُس کا ہاتھ باہر آیا تو اُس میں پستول چمک رہا تھا۔ شیران چونک پڑا۔ مائیک شیلرے کے ہونٹوں پر عجیب سی مُسکراہٹ تھی اور وہ شیران کو تمسخر آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ زندگی اور موت کے کھیل میں صرف چند لمحات تھے صرف چند لمحات۔

شیران کی نگاہ مائیک شیلرے پر جمی ہُوئی تھی۔ شیلرے نے پستول گود میں رکھا اور پھر دوبارہ جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹوں کی ایک گڈی نکال لی اور شیران کے سامنے ڈالتا ہُوا بولا۔ "ان بڑے نوٹوں کی مالیت کا اندازہ لگاؤ۔ تمھیں اِطمینان ہو جائے گا۔ لیکن یہ اسی وقت تمھاری ملکیت بن سکتے ہیں جب میرا کام ہو جائے۔"

"بار بار کام کا تذکرہ کر کے میرا ذہن خراب مت کرو۔ مجھے اس کام کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تو مَیں اس کے بارے میں سُننا بھی نہیں چاہتا۔"

"بہت جلد باز معلوم ہوتے ہو۔" شیلرے ہنستا ہُوا بولا پھر کہنے لگا۔ "زندگی کس طرح گزار رہی ہے؟ کیا کرتے رہے ہو؟"

"صرف آوارہ گردی۔"

"ویرانوں میں سکون کی گہری نیند سونے والے کو بڑے دِل کا مالک کہا جا سکتا ہے۔ کبھی جرائم کی زندگی سے بھی کوئی واسطہ رہا؟"

"مُجرم کو اگر مُجرم سمجھا جائے تو کرنا ضروری نہیں ہے۔ موقع کی مُناسبت سے ہر کام ضرورت ہوتا ہے۔"

"کسی کو قتل کرنے کا اتفاق ہُوا؟" شیلرے نے پوچھا۔

"اگر تم پولیس کے آدمی ہُوئے تو میرے اعتراف پر مجھے گرفتار کر لو گے۔ اس لیے مَیں اقرار کیوں کروں۔" شیران نے مُسکراتے ہُوئے کہا اور شیلرے بھی ہنسنے لگا۔

"مَیں ایک قتل کرنا چاہتا ہُوں۔ اسی کے لیے اس علاقے میں آیا ہُوں۔"

"صرف ایک قتل کے لیے اتنی تگ و دو۔"

"وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔"

"کون ہے؟"

"ایک بہت بڑے ملک کی بہت اہم شخصیت جو یہاں ایک خاص پروگرام کے تحت آ رہی ہے۔ بڑی آبادیوں میں ایسے کام بہ آسانی ہو سکتے ہیں لیکن مَیں نے اس کے پروگرام میں سے یہ علاقہ منتخب کیا ہے۔ یہ موزوں ترین جگہ ہے۔"

"کوئی سیاسی معاملہ ہے؟"

"ہاں یہی سمجھ لو۔" شیلرے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"دریائے کاؤن کے راستے تم نے کام کے بعد واپسی کا بندوبست کر لیا ہے؟"

"ہاں۔ بہت سادہ سے انداز میں۔"

"یعنی؟"

"وہاں ایک کشتی موجود ہے جو مجھے تاریان کے جنگل علاقے میں لے جائے گی، کچھ عرصہ وہاں رُوپوش رہوں گا اور اس کے بعد جنگل کی سرحد عبور کر کے وہاں سے نکل جاؤں گا۔"

"ایجنٹ ہو کسی ملک کے؟"

"اب تم مُلک کا نام بھی پوچھو گے۔ تجسّس کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ میرے دوست اِس لیے پہلا سوال ہی نہ کیا جائے۔" شیلرے نے کہا اور شیران خاموش ہو گیا پھر اُس نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"مجھے تمھارا کام بہت دِلچسپ لگتا ہے۔ مَیں پُوری طرح اِس میں شریک ہونا چاہتا ہُوں۔"

"تم اس کام میں شریک ہو چکے ہو۔" شیلرے نے کہا اور پھر بولا۔ "کار میں کافی کا تھرمس موجود ہے۔ کیوں نہ کافی پی جائے۔"

روشنی نمودار ہو گئی تھی۔ مائیک نے تیاریاں شروع کر دیں۔ اُس نے کار کے مختلف حصّوں سے ایک جدید ترین رائفل کے مختلف ٹکڑے نکالے اور اُنھیں جوڑنے لگا پھر اُس نے تین پیس کی ایک دُوربین اس پر فٹ کی اور اِس کا جائزہ لے کر رائفل لوڈ کر لی۔ شیران دِلچسپی سے اس کا کام دیکھ رہا تھا۔ تیار ہو کر وہ مُسکرایا اور پھر شیران کے ساتھ ایک طرف چل پڑا۔ شیران اِس کے قدموں سے قدم مِلا کر چل رہا تھا۔ دِن کی روشنی میں مُسکراتے ہُوئے چہرے والا یہ شخص اُسے بہت خطرناک محسوس ہُوا تھا۔ وہ طویل فاصلہ طے کر کے ایک بُلند ٹیلے کے عقب میں پہنچ گیا پھر اُس نے دُوسری طرف جھانکا۔ ایک وسیع و عریض میدان میں بہت سے مسلّح پولیس والے کھڑے ہُوئے تھے۔ یہ جگہ غالباً ہیلی پورٹ تھی۔ اطراف میں بہت سی جیپ گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔

شیران نے کہا۔ "تم نے اس ٹیلے کا انتخاب پہلے ہی کر لیا تھا؟"

"ہاں۔ میری ریہرسل مکمل ہے۔ ایسے کام اچانک نہیں ہوتے بلکہ اُن کے لیے پوری پلاننگ کی جاتی ہے۔" شیلرے نے کہا۔

"آؤ بلندی سے چل کر اُنھیں دیکھیں۔" شیران نے آگے بڑھتے ہُوئے کہا لیکن شیلرے نے جلدی سے اُس کا شانہ دبوچ لیا۔

"اپنی طرف سے کوئی جُنبش مت کرو۔ اب تھوڑی دیر کے بعد ہمیں اِن جھاڑیوں میں پناہ لینی ہو گی۔"

"کیوں؟"

"اُوپر سے ہیلی کاپٹر گزریں گے۔ ہمیں آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔" شیلرے نے جواب دیا۔

"اوہ۔ ہاں۔" شیران نے گردن ہلائی۔ "پروگرام کے مطابق

شیرے اُسے ساتھ لے کر جھاڑیوں میں داخل ہو گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کی آمد کا انتظار کرنے لگے اور پھر فضا میں ہیلی کاپٹر کی گڑگڑاہٹ سُنائی دی اور شیلرے مستعد ہو گیا۔ دونوں نے ہیلی کاپٹر سر سے گزرتے ہوئے دیکھا تھا۔ جب وہ ٹیلے سے گزر کر ہیلی پیڈ پر پہنچ گیا تو شیرے کسی تیز رفتار سانپ کی طرح رینگتا ہوا ٹیلے کی طرف بڑھ گیا۔ شیران بھی اُس کے تعاقب میں تھا۔ مسلح افراد مستعد تھے۔ ہیلی کاپٹر نیچے اُتر رہا تھا پھر اُس کی مشین بند ہو گئی اور اُس کے دروازے سے دو آدمی اُترے اُن کے پیچھے گرے کلر کے سُوٹ میں ملبوس ایک اور شخص نیچے اُترا۔ شیرے اطمینان سے اپنا ہدف درست کر رہا تھا اور پھر اُس شخص کی جنبش کے ساتھ اُس کی رائفل گھومتی رہی پھر جونہی وہ ایک کھلی ہوئی جیپ کے نزدیک پہنچا شیلرے کی رائفل سے ٹھُس کی آواز بلند ہوئی اور شیران نے گرے سُوٹ والے کے سینے سے خون کا فوارہ بلند ہوتے محسوس کیا۔ شیرے نے رائفل ایک طرف جھاڑیوں میں اُچھال دی اور پھر برق رفتاری سے ٹیلے سے نیچے اُترنے لگا۔

"بائیں سمت۔" اُس نے کہا اور دونوں طوفانی رفتار سے دوڑتے ہوئے بائیں سمت کے گھنے جنگلوں میں داخل ہو گئے۔ شیلرے یہاں بھی اِسی رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ شیران اُس سے پیچھے نہیں تھا یہاں تک کہ جنگل کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس کے اختتام پر شیلرے رُک گیا۔ سامنے ہی تیز و تُند دریا نظر آ رہا تھا۔ شیرے برگد کے ایک عظیم الشان درخت کے قریب پہنچا اور پھر اُس نے درخت کے کھوکھلے تنے میں ہاتھ ڈال کر ایک بڑا بنڈل نکال لیا۔

"یہ کیا ہے؟" شیران نے تعجب سے پوچھا۔

"کشتی۔" شیرے نے جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے تنے سے ایک پمپ نکال لیا تھا۔ وہ کشتی کے نوزل کو کھول کر اُس میں ہَوا بھرنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک شاندار کشتی تیار ہو گئی۔ شیران دلچسپی سے سارے مناظر دیکھ رہا تھا۔ تب شیلرے نے کہا: "کام ختم ہو گیا دوست۔ تمھارا معاوضہ۔" اُس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر بُری طرح بوکھلا کر جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں پھر جب شیران پر اُس کی نگاہ پڑی تو وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کا پستول شیران کے ہاتھ میں نظر آ رہا تھا۔

"یہ۔ یہ تمھارے پاس؟" وہ تعجب سے بولا۔

"جس وقت تم ٹیلے پر اپنا ہدف لے رہے تھے۔ میں نے نکال لیا تھا۔" شیران مُسکرا کر بولا۔

"کیوں؟"

"اس لیے ڈیئر کہ کشتی صرف ایک آدمی کا وزن اُٹھا سکتی ہے اور میرے لیے واپسی کے راستے مسدود ہو چکے ہوں گے۔" شیران مُسکرا کر بولا۔

"مگر میرے اور تمھارے درمیان مُعاہدہ تھا۔"

"میں اُسے پُورا کرنے کے لیے تیار ہُوں۔ لاؤ پچاس ہزار دے دو، میں پستول تمھیں واپس کر دُوں گا۔"

"میں وہی تمھیں دینے لگا تھا۔ رہی دوستوں کی بات تو اس کے ذمّے دار تم خود ہو۔" شیرے نے گڈی نکال لی۔

"میرا نام شیران ہے شیرے۔ تم ایک چالاک قاتل ضرور ہو لیکن احمق ہو۔ نہ جانے کیوں تم نے یہاں تک مجھے اپنے ساتھ لگائے رکھا شاید یہ تمھاری کمزوری ہے کہ تم تنہائی برداشت نہیں کر سکتے۔ میرا تمھارے بارے میں یہی تجزیہ ہے کیونکہ تم نے مجھ سے کوئی کام نہیں لیا۔ بس میں اب تک صرف ایک مصاحب کی حیثیت سے تمھارے ساتھ رہا ہُوں اور یہ گڈی، نوٹ میرے لیے اجنبی نہیں ہیں۔ اُوپر نیچے نوٹ لگا کر درمیان میں اسی سائز کے کاغذ رکھے گئے ہیں۔ عموماً شاطر یہ کام کرتے ہیں۔"

"سنو۔ اُن کے پاس ہیلی کاپٹر موجود ہے۔ وہ اگر ہماری تلاش میں نکل پڑے تو۔" شیرے پر بوکھلاہٹ طاری تھی۔

"ایسا نہیں ہوگا ڈیئر شیرے۔ وہ لوگ ہمیں تلاش ضرور کریں گے لیکن جیپوں کے ذریعے۔ ہیلی کاپٹر وہ تمھارے شکار کو ہسپتال پہنچانے کے لیے استعمال کریں گے۔"

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"تمھاری موت اسی وقت تمھاری تقدیر بن گئی تھی جب تم نے سوتے ہوئے میری گردن دبوچی تھی اور اس کے بعد میرے لیے ہتک آمیز الفاظ استعمال کیے تھے اور اس وقت اگر یہ پستول تمھارے پاس ہوتا تو، میں جانتا ہُوں تم کیا کرتے؟ مجھے اِس کشتی کی ضرورت ہے ڈیئر شیرے۔ اگر یہ دو انسانوں کا بوجھ اُٹھا سکتی تو ممکن تھا کہ اب میں تمھیں اپنی مصاحبت میں جگہ دے دیتا۔ جیپیں اب قاتل کی تلاش میں چل پڑی ہوں گی اس لیے شیران نے پستول سے اس کے دل کا نشانہ لیا اور شیرے کے ہاتھ خوفزدہ انداز میں سینے پر پہنچ گئے لیکن دونوں گولیوں نے اُس کے ہاتھ میں سُوراخ کر کے دل میں گھر کر لیا تھا۔

شیرے زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ شیران نے جھک کر اس کی جیبوں کی تلاشی لی اور پھر جو کچھ ملا نکال کر اپنی جیبوں میں ٹھونس لیا پھر ربر کی کشتی اُٹھا کر دریا کی طرف چل پڑا۔

ربر کی خوبصورت کشتی اس کے بدن کا بوجھ سنبھالے پانی کے بہاؤ پر بہنے لگی۔ شیران کی آنکھوں میں مسرت کے آثار تھے۔ "میرے قابلِ احترام دوست اگر میں تاریان کے جنگلی علاقے میں پہنچ گیا تو تمھاری اس عنایت کو کبھی نہیں بھُولوں گا۔"

■

بہت سے ہنگامی فیصلے ہوئے تھے۔ وائی تھری ایٹ کی پوزیشن خطرے میں پڑ گئی تھی۔ آپریشن کا وقت قریب سے قریب تر آتا جا رہا تھا اور صورتِ حال اچانک بگڑ گئی تھی۔ کوئی بھی شخص قابلِ اعتماد نہیں رہا تھا۔ بہرحال اُس نے کچھ اہم فیصلے کیے تھے اور پہلے قدم کے طور پر اُس نے بادشاہ خان سے رابطہ قائم کر کے کہا تھا:

"ڈیپارٹمنٹ نے تمھاری درخواست قبول کر لی ہے بادشاہ خان کیوں بھی اَب ہمیں پہاڑوں میں تمھاری ضرورت ہے۔"

"کیا مجھے یہاں سے سبکدوش کر دیا گیا؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"ہاں۔ تمھاری خواہش پر صرف تمھاری خواہش پر ورنہ ہمیں تم جیسے زیرک کی یہاں بھی ضرورت تھی۔"

"اب میری ذمّے داریاں کیا ہوں گی؟"

"آپریشن انچارج کی نئی پوسٹ دی گئی ہے تمھیں۔ تم پہاڑوں میں واپس جاؤ اور وہاں کے معاملات سنبھال لو۔ نعمان خان کو تمھاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"میری سب سے بڑی اُلجھن ابھی دُور نہیں ہُوئی۔"

"وہ کیا بادشاہ خان؟"

"پہاڑوں کے آپریشن کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"آپ پہاڑوں میں پہنچیں بادشاہ خان۔ انچارج کی حیثیت سے اَب آپ کو اس پروگرام سے لاعلم نہیں رکھا جائے گا۔"

"بہتر۔ میں تعمیل کروں گا۔" بادشاہ خان نے جواب دیا تھا۔ اس دوران وائی تھری ایٹ کو تنظیم کے ایک خصوصی ڈیپارٹمنٹ سے عدنان سلامن کے بارے میں رپورٹ مل گئی تھی۔ عدنان سلامن کو مارلینو کی ہدایت پر ایک چھوٹے سے امتحان سے گزارا گیا تھا۔ اور ڈیپارٹمنٹ نے اس کے بارے میں بہترین ریمارکس لکھے تھے۔ اُس کے ساتھ ہی اُسے یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ مارلینو عدنان اور اُس کی ماں کو لے کر پہاڑوں میں پہنچ گیا ہے۔

مارلینو نے خود کو وائی تھری ایٹ کے نائب کے عہدے کے قابل ثابت کر دیا تھا اور وائی تھری ایٹ کو اب اس پر مکمل اعتماد تھا۔ چنانچہ ان اہم معاملات کے سلسلے میں اسے مارلینو سے بھی رابطہ قائم کرنا تھا۔ بادشاہ خان سے گفتگو کرنے کے بعد اس نے وسیع ترحیطۂ عمل کے اس عجیب ٹرانسمیٹر پر مارلینو سے رابطہ قائم کیا جس کے بارے میں اُسے رپورٹ مل گئی تھی۔ کافی دیر کے بعد مارلینو سے رابطہ قائم ہُوا تھا۔ رسمی گفتگو کے بعد وائی تھری ایٹ نے کہا۔

"مجھے شیران کے دوبارہ ہاتھ سے نکل جانے کی خبر سُن کر بہت افسوس ہُوا مسٹر مارلینو۔ ذمّے دار لوگوں کے لیے سزا تجویز کر لی گئی ہے۔ ہم اس نقصان کو نظر انداز نہیں کر سکتے لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے سُنا ہے کہ تم نے ایک اور دلچسپ شخصیت دریافت کر لی ہے۔"

"تنظیم نے جو ذمّے داری میرے سپرد کی ہے میں اُس کی اہمیت کو سمجھتا ہُوں جناب اور میری دلی خواہش ہے کہ آپ اپنے مشن میں کامیاب ہوں۔ وہ لڑکا شیران سلامن کی اولاد ہے۔ اسی کی طرح زیرک اور دلیر۔ اس کی بہترین تربیت ہوئی ہے۔ اور اب میں اُسے اپنے مقصد کے لیے تیار کر رہا ہُوں۔"

"مجھے تمھارے انتخاب پر فخر ہے مارلینو۔ تنظیم کا خیال ہے کہ اس آپریشن کے سلسلے میں میری منصوبہ بندی ناقص ہے۔ میں اس خیال کو غلط ثابت کرنا چاہتا ہُوں۔"

"میرا مکمل تعاون آپ کے لیے ہے سر وائی تھری ایٹ۔ میرے لیے جو حکم بھی ہو فرما دیں۔"

"میری خواہش تو یہ تھی کہ تم سے بالمشافہ بات چیت کی جاتی لیکن تمھاری مصروفیات میں دخل بھی نہیں دینا چاہتا، کیونکہ میں جانتا ہُوں کہ تم اہم کاموں میں مصروف ہو۔ موجودہ صُورتِ حال میرے لیے پریشان کُن ہے۔ بادشاہ خان اور نعمان خان پر میں اس سلسلے میں مکمل بھروسہ نہیں کر سکتا۔ بادشاہ خان ایک انتہا پسند بُوڑھا ہے اس کی صلاحیتیں بھی بُوڑھی ہو گئی ہیں۔ نعمان خان ٹھیک آدمی ہے لیکن پہاڑوں میں وہ جو کچھ کر رہا ہے تشویش ناک ہے۔ وطن پرست شخص ہمارے لیے قطعی موزوں نہیں ہو گا۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

"آپ سے متفق ہُوں۔"

"عدنان کو تم کن خطوط پر ٹرینڈ کر رہے ہو؟"

"ایک مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے اُسے سکھایا جا رہا ہے کہ حکومت طاقت کے ذریعے کی جاتی ہے، اور باقی

چیزیں ڈھکوسلہ ہیں۔ طاقت ور انسان ہی حکومت کر سکتا ہے۔ جو راستے میں آئے اُسے پلا تخصیص پیس کر رکھ دو۔ کچھ حاصل کرنے کے لیے بہت کچھ لٹا دینا ضروری ہے۔ طاقت ور دوست بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُن کی معیت سب سے قیمتی چیز ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ بادشاہ خان نے درخواست کی تھی کہ اُسے سُبکدوش کر دیا جائے۔ ہم نے اُس کی یہ درخواست قبول کر لی ہے اور اُسے پہاڑوں میں واپس بھیجنے کا فیصلہ کر کے اطلاع دے دی گئی ہے۔ ویسے اُسے آپریشن انچارج کی حیثیت دی گئی ہے جو بہر طور صرف ایک اعزاز کے طور پر ہے۔"

"کیا بادشاہ خان یہاں آ گیا ہے؟"

"ابھی نہیں لیکن وہ بہت جلد پہنچ جائے گا۔"

"ایک سوال کرنا چاہتا ہوں جناب۔"

"ضرور۔"

"بادشاہ خان اس آپریشن کی تفصیلات سے واقف ہے؟" مارلینو نے پوچھا۔

"نہیں لیکن اب اس کا یہ مطالبہ شدت اختیار کر گیا ہے کہ اُسے آپریشن کی تفصیلات بتائی جائیں۔ اس سلسلے میں تمھارا کیا مشورہ ہے؟"

"مکمل تفصیلات تو ابھی اُسے نہیں معلوم ہونی چاہئیں لیکن میری رائے ہے کہ ان لوگوں کو آزما لیا جائے۔"

"کوئی منصوبہ ہے تمھارے ذہن میں؟" وائی تھری ایٹ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس کے لیے کسی بڑی منصوبہ بندی کی ضرورت نہیں ہے جناب۔ میں نے ان علاقوں کا سروے کیا ہے۔ تھمانہ کے بائیں جانب کچھ آبادیاں ہیں جو آپریشن کے وقت ہمارے لیے مشکلات کا باعث بن سکتی ہیں۔ سرحد کا وہ علاقہ ہماری ضرورت ہے۔ نعمان خاں سے کہا جائے کہ وہ علاقہ خالی کرا دے۔ اس ضمن میں اگر تھوڑی بہت تفصیلات بتا دی جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نعمان خان اگر اس سلسلے میں بھرپور تعاون نہیں کرتا تو اس کے بارے میں اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح اس کا امتحان بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس طرف ایک بند بنا ہوا ہے جسے یہ لوگ شہباز بند کہتے ہیں۔"

"ہاں، یہ نقشے میں موجود ہے۔"

اگر نعمان خان عُذر کرتا ہے کہ اس علاقے کے لوگ وہ زمین خالی کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو وہ بند اُڑایا جا سکتا ہے۔ علاقے زیرِ آب آ جائیں گے اور وہ زمین خود بخود خالی ہو جائے گی۔ اگر نعمان خاں اس ہدایت پر عمل نہیں کرتا تو پھر اُسے تنظیم کا وفادار کیسے کہا جا سکتا ہے؟"

وائی تھری ایٹ نے چند لمحات توقف کیا اور پھر سرور لہجے میں بولا۔ "ایک بار پھر تمھاری تجربے کار ازصلاحیتوں کا اعتراف کرتا ہوں مسٹر مارلینو۔ بلاشبہ یہ ایک شاندار مشورہ ہے اور میں اس کے دُور رس نتائج کا اندازہ لگا رہا ہوں۔ نعمان خان کی شخصیت کھل کر سامنے آ جائے گی البتہ ایک بات اور قابلِ توجہ ہے۔"

"وہ کیا جناب؟"

"ان لوگوں کے اس علاقے میں اثرات۔ آپریشن سے قبل اگر یہ لوگ بغاوت پر آمادہ ہو گئے تو کیا ہمارے لیے مشکلات پیدا نہیں ہو جائیں گی!"

"اس کے لیے مارلینو وہاں موجود ہے لیکن ہمارے پاس دُوسرے لوگ بھی موجود ہیں اُنھیں استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

"مثلاً؟"

"شیران زندہ ہے۔"

"ہاں، مگر بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"نعمان خان نے تھمانہ کے لوگوں کو قسمیں کھا کر بتایا ہے کہ اس نے اپنے بدترین دُشمن کو خاک و خون میں نہلایا ہے۔"

"گڈ۔ میں سُن رہا ہوں۔"

"بادشاہ خان نے اس کی تصدیق کی ہے۔"

"ہاں۔ یقیناً۔"

"نعمان خان کو شیران کی زندگی کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جس شخص کو شیران کی حیثیت سے مروایا گیا تھا وہ بادشاہ خان کا ایک مہرہ تھا تو نعمان خان کو بے حد خوشی ہو گی۔ تایا اور بھتیجے میں چل جائے گی اور دُوسرے معاملات میں ان کی دلچسپی کم ہو جائے گی۔ اپنے بحران کا شکار ہو کر وہ دُوسرے معاملات سے بے تعلق ہو جائیں گے۔"

"بہترین آئیڈیا ہے۔" وائی تھری ایٹ نے پُرمسرت انداز میں کہا۔

"لیکن یہ کام دُوسرے مرحلے میں ہو گا۔ پہلے مرحلے کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ ابتدا وہیں سے مُناسب ہو گی۔"

"تمھاری تجاویز کی کاغذی کارروائیاں فوراً مکمل کی جائیں گی مارلینو۔ ایک بار پھر میں ذاتی طور پر تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تم نے میری بہت سی ذمے داریاں سنبھال لی ہیں۔ گانگ ہوم میں تمھارا کام کیسے چل رہا ہے؟"

"اطمینان بخش۔"

"تنظیم کے لیے کوئی خدمت؟"

"شکریہ۔ کوئی ضرورت ہوئی تو ضرور تکلیف دُوں گا۔"

مارلینو کا جواب ملا۔ رسمی گفتگو کے بعد وائی تھری ایٹ نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

●●

بادشاہ خان تھمانہ پہنچ گیا۔ نعمان خان نے اہلِ خاندان کے ساتھ اُس کا پُرجوش استقبال کیا تھا۔ نعمان خان نے پُوچھا۔

"بغیر اطلاع کے اچانک آ مد بابا خان؟"

"نور یز کی محبت نے کمر توڑ دی نعمان خاناں۔ اس کے بغیر اب کہیں دل نہیں لگتا۔ میں نے تنظیم سے درخواست کی ہے کہ مجھے میری ذمے داریوں سے سُبکدوش کر کے اب پہاڑوں میں رہنے دیا جائے۔"

"کیا یہ درخواست منظور کر لی گئی؟"

"ہاں نعمان خان۔ میں اب ہمیشہ کے لیے پہاڑوں میں واپس آ گیا ہوں۔"

"یہ خبر نہ صرف میرے لیے بلکہ سب کے لیے مسرت افزا ہے بابا خان، ہمیں ہر لمحہ آپ کی سرپرستی کی ضرورت ہے۔ میں اس خوشی میں ایک جشن ضرور مناؤں گا جس میں دوست قبیلے شریک ہوں گے۔"

"ان ہنگاموں کی کیا ضرورت ہے نعمان خان۔ میں نے بہت سے فیصلے کیے ہیں بہت کچھ سوچا ہے میں نے۔"

"وہ کیا بابا خان؟"

"میری عمر کا کچھ اندازہ ہے تمھیں۔ سچ مچ بُوڑھا ہو گیا ہوں اور بڑھاپا موت کا آغاز ہوتا ہے۔"

"ہم سب آپ کی زندگی کی دُعائیں کرتے ہیں بابا خان۔" نعمان خان بولا۔

"اور کتنا زندہ رہوں گا نعمان خان۔ اب تو منافع میں جی رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں اب اپنا کاروبار سمیٹ لوں۔ ساری دُنیا میں میرا سرمایہ پھیلا ہُوا ہے۔ اس کی دیکھ بھال اب میرے لیے مشکل ہے۔ میں اب اپنی زندگی محدود کرنے کا خواہشمند ہوں۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے بابا خان۔"

"میں تمھیں اس بارے میں ساری تفصیلات بتاؤں گا۔ تمھیں اپنے بھائیوں کی مدد سے یہ کارروائی کرنا ہو گی۔"

"دل و جان سے بابا خان۔"

"تنظیم نے آپریشن انچارج کی حیثیت سے ایک نئی ذمے داری مجھے دی ہے۔ ابھی کوئی اہم کام میرے سپرد نہیں کیا گیا۔ دیکھو اس سلسلے میں کیا ہوتا ہے۔ یہاں کے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟"

"آپ خود علاقوں کا دورہ کریں بابا خان۔ آپ کی دُعا سے پہاڑوں میں رہنے والوں کی زندگی میں بہت بڑا انقلاب آیا ہے۔ وہ پہلے سے بہت اچھی زندگی گزار رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے قبیلوں کے سردار میرے پاس آتے رہتے ہیں اور مجھے اپنے مسائل سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ میں اُن کے لیے جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کر دیتا ہوں۔ آبپاشی کا انتظام بہتر ہو گیا ہے۔ ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے بہت سے مدرسوں کی تعمیر کا حکم دیا ہے۔ کام شروع ہو گیا ہے۔ لوگ ہم سے تعاون کر رہے ہیں ایک اور مسئلہ زیرِ غور ہے۔"

"وہ کیا؟"

"قبیلے چاہتے ہیں کہ ہمارے درمیان ذرائع آمد و رفت بہتر ہو جائیں، اس کے لیے سڑکوں کی ضرورت ہے۔ سڑکوں کی تعمیر کر کے ہم بسوں کا انتظام کریں گے۔ میں نے اُن سے وعدہ کیا ہے۔"

بادشاہ خان کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار نمودار ہو گئے پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "یہ قدم اُٹھانے سے پہلے تنظیم سے مشورہ کرنا ہو گا۔ ممکن ہے وہ لوگ یہ بات پسند نہ کریں۔"

"کیوں بابا خان؟" نعمان خان چونک کر بولا۔

"تم بھول رہے ہو نعمان خان۔ تنظیم ان علاقوں میں کچھ کرنا چاہتی ہے ممکن ہے ہماری یہ کوشش اُسے پسند نہ ہو۔"

"یہ ہماری زمین ہے بابا خان۔ ہم ان پہاڑوں کے باسی ہیں، یہاں کے مسائل ہم سمجھتے ہیں دُوسرے نہیں۔"

"ہاں۔ لیکن ہم تنظیم کے رُکن ہیں۔"

"کارکن ہیں غلام نہیں اور پھر یہ کوئی غلط کام نہیں ہے۔ ہم لوگوں کی بہبود کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔"

"مانتا ہوں نعمان خان لیکن تم جانتے ہو کہ تنظیم یہاں اپنی پسند کی حکومت چاہتی ہے۔ پوری تفصیل تو میں نہیں بتا سکتا لیکن ابتدا میں یہ بات مجھ سے کہی گئی تھی کہ ان تمام قبائل کی ایک فیڈریشن ہو گی اور اُنھیں یکجا کرنے کے بعد ایک حکومت بنا دی جائے گی۔ جس کا سربراہ میں یا میرے خاندان کا کوئی فرد ہو گا۔ اس طرح ہمیں اس آپریشن کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات تو حاصل ہیں اور چونکہ ہم تنظیم سے وفاداری کا اعلان کر چکے ہیں۔ اس لیے ہمیں اس کے اشاروں پر ہی کام کرنا ہو گا۔"

"بابا خان۔ کسی جاہل قبائلی کے لیے یہ ایک خوبصورت داستان ہو سکتی ہے لیکن میں جاہل نہیں ہوں۔"

"مطلب؟"

"تنظیم کا تعلق ایک بڑے ملک سے ہے۔ طویل عرصے سے اور کروڑوں روپے خرچ کر کے وہ اس آپریشن کی تیاریاں کر رہے ہیں کیا یہ سب کچھ بے مقصد ہو گا۔ ان کا اپنا کوئی مفاد اس سے وابستہ نہیں ہو گا؟"

"یہ تو یقینی ہے۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"کیا یہ بہتر ہو گا بابا خان۔ اگر ہمیں یہاں کی حکومت کے لیے نامزد کر دیا جائے گا کیا ہم اس آزاد مملکت میں غیروں کے غلام نہ ہوں گے؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں ابتدا ہی سے محسوس کر رہا ہوں بابا خان۔ ان کے ارادے اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ وہ یہاں کوئی خوفناک کھیل کھیلنا چاہتے ہیں کہیں یہ کھیل ہماری گردنوں کی زنجیر نہ بن جائے۔ کہیں ہم حکومت کے لالچ میں پہاڑوں کے دشمن نہ بن جائیں بابا خان۔ اگر ایسا ہوا تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ ہماری اولادیں ہم پر لعنت بھیجیں گی۔ آپ سوچیں بابا خان، آپ غور کریں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"شاید نہیں نعمان خان لیکن اتنا خیال تو ہمارے ذہنوں میں پہلے بھی موجود تھا۔ تنظیم کے اور اس کے خالق ملک کے اپنے مفادات ضرور ہوں گے، اور ہمیں اسی بنیاد پر کام کرنا ہو گا۔"

"ہاں بابا خان۔ میں خود کو اس بات سے بری الذمہ قرار نہیں دوں گا۔ میں نے بھی یہ بات سوچی تھی لیکن بابا خان اس وقت مجھے پہاڑوں سے الفت نہیں تھی۔ میں صرف ان کے درمیان رہنے والا تھا۔ میں نے یہاں رہ کر انھیں غور سے نہیں دیکھا تھا۔ بہت دنیا دیکھی ہے بابا لیکن چٹانوں کی اس سرزمین کی سی خوبصورتی کہیں نہیں دیکھی۔ پہاڑوں پر جب صبح مسکراتی ہے بابا تو کائنات گیت گانے لگتی ہے۔ میں نے ان چٹانوں کی آنکھوں سے محبت کے سوتے ابلتے دیکھے ہیں۔ یہ ہمیں چاہتی ہیں۔ ہم سے پیار کرتی ہیں ہم انھیں دھوکہ نہیں دے سکتے بابا خان۔"

"تم جذباتی ہو رہے ہو نعمان خان۔ خود کو سنبھالو۔"

"تنظیم سے اب ہمارا پہلا سوال یہی ہے بابا خان کہ پہاڑوں کا آپریشن کیا ہے؟ اس کے بعد ہی ہم فیصلہ کر سکیں گے۔"

"میں یہ سوال کر چکا ہوں۔"

"کیا جواب ملا بابا خان؟"

"وہ لوگ مجھے تفصیل بتانے کا وعدہ کر چکے ہیں۔"

"اور انھوں نے آپ کو اس مشن کا انچارج بنا کر بھیجا ہے۔ کیوں بابا خان؟"

"اس کے باوجود جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے تنظیم کے خلاف ہم کوئی عمل نہیں کر سکتے۔"

"ہم ان پہاڑوں کے خلاف بھی کوئی عمل نہیں کر سکتے۔"

"اب اس بحث کو چھوڑو۔ غور کریں گے اس پر۔"

"میں ایک سوالنامہ تیار کروں گا بابا خان۔ ہمیں ان سے یہ سارے سوالات کرنے ہیں۔"

"نوریز کہاں ہے؟"

"جنوبی جنگل میں شکار کھیلنے گیا ہے۔ آپ آ گئے بابا خان اب اسے آپ سنبھالیں۔ آپ کا سایہ اس پر ہو گا تو پہاڑوں میں ایک اور شیر جنم لے گا۔ ایک اور بادشاہ خان پہاڑوں کی تاریخ بنے گا۔"

"تم اسے بھول جاؤ۔ اب میں اس کا اتالیق ہوں۔" بادشاہ خان نے مسکراتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "کونسا شکار کرتا ہے وہ؟"

"ابھی تو چھوٹے موٹے شکار کیے ہیں اس نے لیکن شیر کے شکار کا شوقین ہے۔ میں نے اسے ابھی اس کی اجازت نہیں دی۔"

"میں جنوبی جنگلوں میں جانا چاہتا ہوں انتظام کرو۔"

انتظام میں کیا مشکل ہو سکتی تھی۔ چند گھوڑے جنوبی ترائی کی طرف چل پڑے۔ نعمان خان کے آدمی بادشاہ خان کی رہنمائی کر رہے تھے۔ طویل سفر مسلسل کیا گیا اور بادشاہ خان اس کیمپ میں پہنچ گیا جہاں نوریز شکار کھیل رہا تھا۔ نوعمر نوریز دلیر اور حسین تھا۔ پہاڑوں کی ساری رعنائیاں اس میں سمٹ آئی تھیں۔ دو چیتل شکار کیے تھے اس نے جس وقت بادشاہ خان وہاں پہنچا وہ اپنی نگرانی میں چیتلوں کی کھال اتروا رہا تھا۔

"خان دادا!" بادشاہ خان کو دیکھ کر اس نے خوشی کا نعرہ لگایا اور دوڑ کر بادشاہ خان سے لپٹ گیا پھر وہ شکار کی داستانیں سناتا رہا۔ بادشاہ خان بہت خوش تھا۔

رات کو مصاحبوں کی محفل جم گئی۔ سیر و شکار کی کہانیاں ہونے لگیں۔ "میرے دل میں شیر کے شکار کی آرزو ہے دادا خان۔"

"بہت جلد تم شیر کا شکار کرو گے نوریز۔"

"شیر کے شکار میں کونسی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے خان دادا؟"

"سب بتا دوں گا اپنے بیٹے کو۔ شیر جنگل کا شہنشاہ ہے۔ اس کے ساتھ ذہنی مقابلہ کر کے انسان زیادہ کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔"

"ذہنی مقابلہ؟"

"ہاں۔ شیر کو شیر کی طرح نہیں۔ لومڑی کی طرح مارنا چاہیے۔ کوئی احمق شکاری شیر سے زیادہ دلیر بننے کی کوشش کرتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔ میں نے ایسے کسی شکاری کو کامیاب ہوتے نہیں دیکھا جو شیر کے سامنے آ کر مقابلہ کرنے کا سودا دل میں رکھتا ہو۔"

"خانِ اعظم۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک ایسا شکاری دیکھا ہے۔ میں اس شکار کو کبھی نہیں بھول سکتا۔" ایک مصاحب نے کہا۔

"کون تھا وہ۔ کیا دیکھا تم نے دودا خان؟" نوریز نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کالاسدر کا جنگل علاقہ تھا۔ سات فٹ لمبا ببر شیر گرج رہا تھا۔ ہماری ایک ٹولی اس طرف سے گزر رہی تھی۔ شیر کی آواز سن کر ہم رک گئے اور خوفزدہ ہو گئے۔ لیکن ہم نے دیکھا شیر ایک مصیبت میں گرفتار ہے۔ شیر کو کبھی میدان سے بھاگتے نہیں دیکھا صاحب لیکن ہم دیکھ رہے تھے کہ شیر بھاگ جانا چاہتا ہے لیکن اس کا مدِمقابل اس کی اس کوشش کو مسلسل ناکام بناتے ہوئے ہے۔"

"مدِمقابل؟" نوریز دلچسپی سے بولا۔

"ہاں نوریز خان۔ ایک انسان۔ گوشت پوست کا انسان اس کے راستے روکے ہوئے تھا۔ اس کے ہاتھ میں صرف خنجر تھا۔ نوریز خان۔ اور وہ شیر کے بالکل قریب تھا۔ شیر اس پر چھلانگ لگاتا اور نوجوان اس کے بدن پر خنجر کا وار کرتا تھا۔"

"وہ خود زخمی نہیں ہوا؟" نوریز نے پوچھا۔

"وہ شیر سے زیادہ پھرتیلا تھا۔ اس سے زیادہ نڈر اور جنگجو تھا۔ ہم اپنا خوف بھول گئے اور یہ تماشا دیکھتے رہے۔ اس نے اتنے زخم شیر کے بدن پر لگائے کہ آس پاس کا علاقہ سرخ ہو گیا اور جب شیر میں اٹھنے کی سکت بھی نہ رہی تو اس نے اس کی گردن علیحدہ کر کے پھینک دی۔"

"اپنے خنجر سے؟"

"ہاں۔"

"بالکل کاٹ دی گردن۔"

"نہ صرف گردن بلکہ اس کے ہاتھ پاؤں بھی الگ کر کے پھینک دیے۔"

"تب تو شیر کی کھال ضائع ہو گئی ہو گی۔"

"اسے شیر کی کھال سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو اس کی جان کا دشمن تھا کیونکہ اس کے باپ کو کسی جانور نے ہی ہلاک کیا تھا۔"

"کون تھا وہ دودا خان؟"

"شیران سلامن۔ تراب زان۔" دودا خان نے کہا۔ بادشاہ خان نے پہلو بدلا تو دودا خان کی نگاہ اس سے جا ملی۔ بادشاہ خان کی آنکھوں سے غصے کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ اچانک ہی دودا خان کو احساس ہوا کہ وہ کیا حماقت کر گیا ہے۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ بھول گیا تھا کہ شیران کون تھا۔

"اب وہ کہاں ہے دودا خان؟" نوریز نے پوچھا۔

"وہ۔ بس نوریز خان۔ بس پھر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے تو خواب دیکھا تھا۔" دودا خان نے کہا۔

"محفل برخاست آرام کرو۔" بادشاہ خان نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر خیمے میں چلا گیا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں وہ دودا خان کو اشارہ کر گیا تھا۔

دودا خان اس کے خیمے میں پہنچ گیا۔ بادشاہ خان نے خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھا اور پھر دودا خان کی طرف مڑا جو تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بادشاہ خان خونی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"پھر کیا ہوا دودا خان؟" بادشاہ خان کی پھنکار سنائی دی۔

"غلطی ہو گئی خان۔ آئندہ ...."

"تیری موت دودا خان۔ کسی شیر کے ہاتھوں ہو گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔" بادشاہ خان نے غرا کر کہا اور اسے باہر دھکا دے دیا۔

دودا خان باہر آ گیا تھا۔ سیر و شکار کے آٹھ دن گزر چکے تھے۔ دادا، پوتے جنگلوں کی خاک چھان رہے تھے۔ بہت سے جانور شکار ہوئے تھے۔ نوریز کا نشانہ بے نظیر تھا اور پھر بادشاہ خان جیسا استاد۔ لوگوں نے تسلیم کیا کہ بادشاہ خان اس عمر میں بھی ہزار جوانوں کا ایک جوان ہے۔ وہ دس دس گھنٹے گھوڑے کی پشت پر گزار دیتا تھا۔ نوریز اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ دن کے علاوہ رات کو بھی شکار ہوتا تھا اور اب کیمپ یہاں سے اٹھا دیا گیا تھا۔

ایسی ہی ایک رات کی بات ہے۔ شکاری قافلہ پیدل سفر کر رہا تھا۔ علاقے میں شیر کے نشانات پائے گئے تھے۔ گھوڑوں کو چند لوگوں کی تحویل میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ چاند نکلا ہوا تھا لیکن درختوں سے اس کی روشنی چھن چھن کر نیچے آ رہی تھی اور بہت سے حصے تاریکی میں چھپے ہوئے تھے۔ نوریز کے ہاتھ میں رائفل تھی جس کا استعمال وہ چند دن میں ہی سیکھ گیا تھا۔ ایک جگہ بادشاہ خان نے پڑاؤ ڈال دیا۔ اس نے نوریز کو شیر کا شکار کھلانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ضروری تیاریاں ہو گئیں۔ دودا خان بھی دوسرے لوگوں کی مانند مصروف تھا۔ اطراف میں گھنی جھاڑیاں اور درخت پھیلے ہوئے تھے۔ رات کا نہ جانے کونسا وقت تھا کہ بادشاہ خان چونک پڑا۔ اس نے نزدیک بیٹھے ہوئے نوریز کو ہوشیار کیا اور نوریز نے رائفل سنبھال لی، پھر

بادشاہ خان نے دودا خان سے کہا جو قریب ہی بیٹھا ہُوا تھا۔ "تم سامنے کی جھاڑیوں میں پوزیشن لے لو میری آواز پر ہی گولی چلانا۔"

دودا خان خاموشی سے اُٹھ کر جھاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ لیکن جونہی وہ جھاڑیوں میں گھُسا دفعتاً اُس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی۔ ساتھ ہی شیر کی ہولناک دہاڑ اُبھری تھی۔ تمام لوگ بدحواس ہو گئے لیکن رات کی تاریکی میں کوئی کچھ نہیں کر سکا تھا البتہ بادشاہ خان نے نوریز کو سنبھال لیا تھا۔ اِس کی آنکھیں جھاڑیوں پر جمی ہُوئی تھیں پھر چند لمحات کے بعد شیر باہر نکلا۔ دودا خان اُس کے مُنہ میں دبا ہُوا تھا۔ نشانہ نوریز کا نہیں تھا لیکن گولی اُس نے چلائی تھی۔ شیر کی خوفناک دہاڑ دوبارہ اُبھری۔ اُس نے کئی فٹ اُونچی چھلانگ لگائی لیکن اُس وقت نوریز کے ہاتھ میں دبی رائفل سے دُوسرا شعلہ نکلا اور شیر آواز نکالے بغیر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ دودا خان پہلے ہی اُس کی گرفت سے نکل کر زمین پر گر پڑا تھا۔

شیر کے مرتے ہی سب دوڑ پڑے اور دودا خان کے نزدیک پہنچ گئے۔ دودا خان اوندھا پڑا ہُوا تھا۔ وہ خون میں لت پت تھا اور اِس کا لباس تار تار ہو رہا تھا۔ بایاں جبڑا چِر کر ایک طرف لٹک گیا۔ دائیں پسلیوں میں ایک بڑا سُوراخ نمایاں تھا جس سے انتڑیاں نکل کر باہر پھیل گئی تھیں۔ اُس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں مارے اور دَم توڑ دیا۔ رات کی تاریکی میں دُوسرے لوگ نہیں دیکھ سکے کہ بادشاہ خان کے ہونٹوں پر ایک پُرمسرت مُسکراہٹ پھیل ہُوئی ہے۔ شیران کی مدح سرائی کی سزا تو اُس کا مقدر بن چکی تھی اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ بادشاہ خان نے شیر کو دیکھنے کے بعد ہی اُسے جھاڑیوں کی طرف بھیجا تھا۔

حاشیہ برداروں کو دودا خان کی موت کا دُکھ ضرور تھا لیکن نوریز کے پہلے شکار پر بادشاہ خان خوش تھا تو وہ کیوں نہ خوش ہوتے۔ اس کے بعد بادشاہ خان جنگلوں میں نہیں رُکا تھا۔ دودا خان اتفاقیہ حادثے کا شکار ہو گیا تھا۔ ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ نوریز کے شکار کی خوشی میں ایک جشن کا انتظام ہونے لگا اور دوست قبیلوں کو اس جشن میں شرکت کی دعوت دے دی گئی تھی۔

●●

شیران کا سفر جاری تھا۔ چھوٹی سی کشتی میلوں کا سفر طے کر چکی تھی اور ویران تنہائیوں نے شیران کے ذہن میں کوئی خوف نہیں پیدا کیا تھا۔ انسانوں کے جنگل سے نکل کر اب وہ حیوانوں کی آبادیوں میں وقت گزارنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس تیز و تند دریا کے بارے میں بھی وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ شیار سے نے یہ کام لیا تھا اور اُسے یاد ہو گیا تھا جنگلوں کی تلاش میں اُس نے ابھی یہ سفر ترک نہیں کیا تھا۔

دریا کہیں چوڑا اور کہیں پتلا ہو جاتا تھا۔ کہیں اُس کا بہاؤ تیز ہوتا اور کہیں مدھم پڑ جاتا لیکن اس طویل سفر میں اُسے کوئی مُشکل پیش نہیں آئی تھی۔ یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ آ گئی جہاں دریا کے دونوں طرف گھنے جنگل پھیلے ہُوئے تھے۔ یہاں بہاؤ بھی زیادہ تیز نہیں تھا۔ شیران نے سُست رفتار کشتی کو کنارے کی طرف چلانا شروع کر دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کنارے سے جا لگا۔ کشتی کی اب کوئی ضرورت نہیں تھی چُنانچہ اُس نے اسے پانی کے بہاؤ پر دھکیل دیا۔ اُس کے پاس پستول موجود تھا بس یہی اُس کا ساتھی تھا۔ کشتی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو اُس نے جنگلوں کا جائزہ لیا۔ سبز جنگل تا حدِ نگاہ پھیلا ہُوا تھا۔ درخت بے حد گھنے اور آپس میں جُڑے ہُوئے تھے۔ زمین کی حالت بتاتی تھی کہ وہ انسانی قدموں سے پاک ہے البتہ تھوڑے ہی فاصلے پر اُسے جانوروں کی خُشک ہڈیاں بکھری ہُوئی نظر آئیں۔ اِن میں بڑے جانور بھی تھے اور چھوٹے بھی۔ شیران کی تجربہ کار نگاہوں نے جانچ لیا کہ جنگل درندوں سے بھرا پڑا ہے۔ اِس کے ہونٹوں پر پُرسکون مُسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ زندگی اُسے بہت پسند تھی۔ جنگلی درندوں کا ازلی دُشمن تھا وہ۔ اُس کے ذہن میں صرف مارنے کا تصوّر ہوتا تھا۔ مَر جانے کا احساس اُس کی فطرت میں ہی نہیں تھا۔ پستول موجود تھا لیکن کارتوس نہیں تھے اور ان کے حصول کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ شہری زندگی میں رہ کر شیران نے اپنے وجود میں کچھ تبدیلیاں محسوس کی تھیں، لیکن یہ شہر کی حد تک ہی تھیں۔ یہاں آ کر وہ خود کو پھر اسی طرح چاق و چوبند پا رہا تھا۔

گھنے جنگل میں داخل ہونے سے قبل اُس نے جنگلی درندوں سے مؤثر دفاع کے لیے بندوبست کر لینا مناسب سمجھا۔ درختوں کی شاخوں کو منتخب کر کے شکاری چاقو سے ان کی سیدھی لکڑیاں کاٹیں۔ ان کے سرے نوکیلے کر کے اُنھیں ایک مضبوط چھال سے باندھ لیا۔ ایک چوڑی لکڑی جس کے اگلے سرے پر کئی شاخیں تھیں جھاڑیوں کو راستے سے ہٹانے کے لیے ساتھ لے لی۔ اس اہتمام کے بعد وہ جنگل میں داخل ہو گیا۔ جنگل بے حد خطرناک اور گھنا تھا۔ خاردار جھاڑیاں درختوں کے درمیان کثرت سے بکھری ہُوئی تھیں۔ شیران خُشک ٹہنیوں کو ہٹاتا ہُوا آگے بڑھتا رہا۔

کئی گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا اور پھر یہاں تک کہ درختوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک نالہ نظر آ رہا تھا۔

گھنے جنگل میں یہ نالہ کتنا خطرناک ہو سکتا ہے شیران جانتا تھا عموماً جنگلی درندے ایسی ہی جگہوں کے آس پاس چھُپے ہوتے ہیں۔ تاہم شیران بھی اُسے نظر انداز نہیں کر سکا تھا۔ وہ پانی پینے کے لیے نالے کے پاس پہنچ گیا۔ ابھی فارغ بھی نہیں ہُوا تھا کہ اچانک عقب سے غرّاہٹ سُنائی دی اور وہ ٹھٹک گیا۔ دوسرے لمحے ایک جیگوار نے اُس پر چھلانگ لگائی تھی لیکن قدِ مقابل اس سے زیادہ خونخوار تھا۔ جیگوار اس پر سے اُچھلتا ہُوا نالے میں جا گرا تھا۔ اِس وقت شیران نے اپنا خود ساختہ ہتھیار سنبھال لیا۔

جیگوار نے تیر کر نالہ عبور کیا۔ لیکن پانی سے باہر چھلانگ لگانے میں وہ قوت نہیں تھی۔ شیران نے اُسے لکڑی کے مضبوط بھالے کی نوک پر لے لیا لیکن زوردار چھلانگ نہیں تھی اس لیے جیگوار پوری طرح اِس بھالے کی زَد میں نہیں آ سکا اور زخمی ہو گیا۔ لیکن اُس نے اپنی فطرت کے خلاف دوبارہ حملہ نہیں کیا بلکہ برق رفتاری سے دوڑ کر جنگل میں گھُس گیا۔ اب شیران جانتا تھا کہ وہ اس کا تعاقب کرتا رہے گا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر ایک ٹیلے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹیلے سے دُور دُور نگاہ دوڑائی لیکن درختوں کی چوٹیوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آیا۔

بہرحال وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ جھٹپٹا ہو چلا تھا۔ تاریکی کی چادر دبیز ہوتی جا رہی تھی۔ کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیے جہاں رات گزاری جا سکے۔ وہ آگے بڑھ گیا تھا جنگل کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ تاریکی میں بڑے جھاڑ جھنکاڑ میں راستہ ٹٹولتا ہُوا وہ آگے بڑھتا رہا۔ نہ جانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی۔ دفعتاً اُسے عقب میں آہٹ محسوس ہُوئی۔ جیگوار کے بارے میں اُس کا اندازہ درست تھا۔ وہی تھا۔ اُس نے اپنے مخصوص انداز میں چھلانگ لگائی لیکن شیران پھُرتی سے نیچے بیٹھ گیا۔ درندے کا وار خالی گیا۔ وہ شیران کے سامنے خاردار جھاڑیوں میں گرا لیکن فوراً ہی اُس نے اُٹھ کر دُوسرا حملہ کیا تھا۔ اس کی آنکھیں جوشِ غضب سے دہک رہی تھیں۔

زخمی جیگوار کو اب چھوڑنا مناسب نہیں تھا۔ درندہ مسلسل تنگ کرتا رہے گا۔ چنانچہ شیران نے پستول نکال لیا اور جونہی جیگوار نے دُوسری چھلانگ لگائی۔ شیران نے اس کا وار خالی دے کر پستول سے فائر کر دیا۔ گولی جیگوار کی کھوپڑی میں لگی تھی۔ جونہی وہ نیچے گرا شیران نے خود ساختہ بھالا سنبھال کر اُس پر حملہ کر دیا اور بھالا جیگوار کی پسلیاں توڑتا ہُوا زمین میں پیوست ہو گیا۔

وہ آج بھی اِتنا ہی طاقتور تھا۔ جیگوار کے بدن سے خون کے فوّارے اُبل رہے تھے۔ بہرحال وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ شیران نے اپنا قیمتی نیزہ اُس کے بدن سے کھینچ لیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک تناور درخت تلاش کر کے اُس پر چڑھ گیا۔ اور ایک اُونچی شاخ منتخب کر کے اُس پر آرام کے لیے جگہ بنا لی۔

جنگل میں خوفناک آوازیں گُونج رہی تھیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد اُسے نیند آ گئی۔ دُوسری صبح اُس نے پھر اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ دن اور رات سیر و شکار۔ درندوں کے درمیان ایک اور درندہ آ گھُسا تھا۔ ایک ایک لمحہ حالتِ جنگ میں گزر رہا تھا۔ بے شمار جانور اس کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتر چکے تھے۔ وہ خود بھی دو تین بار زخمی ہُوا تھا لیکن جنگل کی زندگی کے بارے میں اُسے اچھی خاصی معلومات حاصل تھیں، چنانچہ سبز رنگ کی ایک گھاس جس کے اُوپری سرے سرخی مائل تھے توڑ کر اُس نے اپنے ساتھ رکھ لی تھی۔ اس گھاس کو کچل کر زخموں پر لگایا جاتا تو زخم حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہو جاتے تھے۔

وہ سفر کرتا رہا۔ جنگلی جانور اُس کی خوراک بن جاتے تھے۔ بالآخر تقریباً دس بارہ دن کے بعد اُس کا گزر ایک اور خشک نالے کے قریب سے ہُوا جہاں درختوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ دونوں طرف پہاڑوں کی بلند دیواریں کھڑی ہُوئی تھیں۔ شیران اس دن تھکن سے کافی چُور ہو گیا تھا۔ گرمی بھی شدید تھی بہرطور اُسے اپنے لیے کوئی جگہ تلاش کرنی تھی۔ ایک جگہ اُسے ایک پہاڑی چشمہ نظر آیا تو ہاتھ مُنہ دھویا جنگل پھل توڑ کر کھائے اور ایک پتھر پر لیٹ گیا۔

اچانک اُسے محسوس ہُوا جیسے اُس کی دونوں ٹانگیں مفلوج ہو گئی ہیں۔ شاید دورانِ خون بند ہو گیا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھا اور خوفناک منظر اُس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ ایک بہت بڑا اژدہا اُس کی ٹانگوں سے لپٹا ہُوا تھا۔ اُس نے شیران کو یُوں کس لیا تھا جیسے کسی قیدی کو بیڑیاں پہنا دی گئی ہوں۔ اُس کی ٹانگیں ذرا بھی جُنبش نہیں کر سکتی تھیں۔

لیکن دُوسرے لمحے اُس نے کمر سے شکاری چاقو نکالا اور پے در پے وار کر کے اژدہے کو شدید زخمی کر دیا۔ اُس کی گرفت رفتہ رفتہ ڈھیل پڑتی گئی اور چند لمحات کے بعد شیران اُس کی گرفت سے آزاد ہو چکا تھا۔ اُس کی ٹانگوں میں دورانِ خون شروع ہُوا تو اُس نے اُٹھ کر اژدہے کا معائنہ کیا۔ بیس فٹ لمبا اژدہا تھا۔

سُرخی مائل مٹیالا رنگ بدن پر تین لمبی سیاہ دھاریاں اور ان میں پیلے گول نشان تھے۔

یہ علاقہ بہت زیادہ خطرناک تھا۔ ابھی اس مصیبت سے فارغ ہُوا ہی تھا کہ سامنے درخت پر ایک اور سانپ لٹکتا ہُوا نظر آیا۔ وہ کسی پرندے کو نگل رہا تھا اور ارد گرد درختوں پر اس طرح کے بے شمار سانپ موجود تھے اور ان میں حیران کُن فرق یہ تھا کہ عام سانپوں کے برعکس ان کے پیر بھی تھے جن کی مدد سے وہ زمین پر تیزی سے دوڑ سکتے تھے اور درختوں پر بھی باآسانی چڑھ جاتے تھے۔ شیران نے اپنی زندگی میں پہلی بار اِس قسم کے سانپ دیکھے تھے۔ اس کو ان سے کافی دلچسپی محسوس ہُوئی لیکن ان مُوذی سانپوں سے بچنا بھی ضروری تھا چنانچہ وہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تاکہ چوٹی پر جا کر جان بچا سکے۔

پہاڑ کے اطراف میں گھُومتے گھامتے اُسے تقریباً ایک ہفتہ گزر گیا۔ جنگل کا دُوسرا سرا نظر نہیں آ رہا تھا۔ بہر طور وہ مسلسل سفر کرتا رہا۔ جنگل کی اس ہولناک زندگی میں بھی اُسے بے حد لطف آ رہا تھا۔ پھر ایک دن ایک بارہ سنگھے کا تعاقب کرتے ہُوئے وہ ایک خُوبصورت ندی کے قریب جا پہنچا۔ کافی دیر سے وہ بارہ سنگھے کا تعاقب کر رہا تھا اس لیے تکان کی وجہ سے نڈھال ہو گیا تھا۔

جب بارہ سنگھا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو اُس نے تعاقب چھوڑ دیا اور ندی کے نظارے میں محو گیا۔ اُس نے ندی میں اپنا مُنہ ہاتھ دھویا۔ ہاتھ پاؤں دھونے کے بعد گردن اُٹھائی تو دفعتاً اُس کی نگاہ ندی کے دُوسرے کنارے پر جا پڑی۔ اِس طویل ترین جنگلی زندگی میں پہلی بار اُس نے کسی انسان کو دیکھا۔ درمیانی جسامت کا ایک بُوڑھا آدمی تھا جو جانور کی کھال کے لباس میں ملبوس ندی کے دُوسری جانب کھڑا ہُوا نظر آیا تھا۔

اِس جنگل میں اِنسان کی موجودگی شیران کے لیے بہت حیرت انگیز تھی چنانچہ وہ دریا پار کرنے سے باز نہ رہ سکا۔ اِس کا خیال تھا کہ وہ شخص بھاگ جائے گا۔ لیکن وہ خُود بھی اسی طرح ٹکٹکی لگائے شیران کو دیکھ رہا تھا۔ شیران اِس کے پاس پہنچا تو اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ شخص کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتا تھا خاصا عمر رسیدہ تھا۔ شیران نے بغور اس کا جائزہ لیا اور اس وقت بُوڑھا آگے بڑھ آیا۔

"ہیلو۔ کیا میری آنکھیں دھوکا کھا رہی ہیں یا یہ کوئی وہم ہے؟" اس نے شستہ انگریزی میں کہا۔

"نہیں میری کیفیت بھی تم سے مختلف نہیں ہے۔" شیران نے آہستہ سے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ آؤ بیٹھ کر بات کریں گے۔" اُس نے کہا اور شیران کو ساتھ لے کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک ٹیلے کی آڑ میں شیران نے ایک چھوٹی سی جھونپڑی دیکھی۔ اس جھونپڑی کے ارد گرد خاردار کانٹوں کی باڑھ بنی ہُوئی تھی۔ جھونپڑی کے اندر ایک کونے میں گھاس پھُونس کا بستر لگا تھا۔ اُس نے بڑے احترام سے شیران کو اس پر بٹھا دیا پھر پتھروں سے رگڑ کر آگ جلائی اور ایک برتن میں مچھلی بھُوننے لگا۔ مچھلی کی خوشگوار خوشبو شیران کی شدید بھُوک چمکا رہی تھی۔ اِس طویل عرصے میں کچے گوشت کے علاوہ اُسے اور کچھ نہیں ملا تھا۔ بُوڑھے نے اسے مچھلی پیش کی، اور شیران اُسے بلا تکلف کھانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے پُوچھا "تمھاری یہاں پر موجودگی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"بس یُوں سمجھ لو کہ انسانوں کے جنگل سے گھبرا کر جانوروں کے جنگل میں پناہ لی ہے دُنیا سے اپنا رابطہ توڑ چکا ہُوں۔"

"اس بڑھاپے میں تمھیں اِن جنگلی جانوروں کے درمیان زندگی گزارتے ہُوئے کوئی تکلیف نہیں ہوتی؟"

"کوشش کرتا ہُوں کہ اِن سے کوئی جھگڑا مول نہ لُوں۔" بُوڑھے نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"تمھاری کہانی میرے لیے دلچسپی کا باعث ہوگی۔" شیران نے پاؤں پھیلا کر دراز ہوتے ہُوئے کہا۔ مچھلی خاصی مقدار میں کھائی تھی۔ اسی لیے پیٹ بھر گیا تھا اور چونکہ بدن تھکن سے چُور چُور تھا۔ اس لیے گھاس کے اس بستر پر آرام کرتے ہُوئے اُسے بے انتہا لطف آ رہا تھا۔ بُوڑھے نے آہستہ سے گردن ہلائی اور بولا۔

"ہاں۔ کہانیاں سُننا اِنسان کا اوّلین شوق ہوتا ہے اور پھر اس جنگل میں دو اِنسانوں کا مل جانا کسی جادوئی واقعے سے کم نہیں ہے۔ مَیں تو سوچتا تھا کہ اس طرف میرے علاوہ اور کوئی آنے کی ہمت نہیں کرے گا۔"

"ہاں۔ تم یُوں سمجھ لو کہ مَیں بھی مہذب دُنیا کے اِنسانوں سے بیزار ہو گیا ہُوں اور اس جنگل میں درندوں کے ساتھ جنگ کرتا ہُوا یہاں تک پہنچا ہُوں۔"

"تمھارے بدن پر جگہ جگہ خُون کے دھبّے ہیں۔ کیا تم زخمی ہو؟" اُس نے سوال کیا۔ اُس کے انداز میں ہمدردی تھی۔

شیران نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"مَیں زخم لگانے کا شوقین ہُوں۔ زخم کھانے کا نہیں۔ یہ خُون اُن وحشی درندوں کا ہے جو خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے۔"

بُوڑھے کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات اُبھر آئے۔ اس نے گہری سانس لے کر کہا "ہاں تم جوان ہو۔ طاقتور ہو۔ یقیناً انسانوں کی دُنیا میں بھی تم فاتح ہو گے لیکن درندوں کی یہ سزا نہیں۔"

"یورپین ہو تم؟"

"مَیں ماضی کو بھُول چُکا ہوں دوست۔ اب تو یہی جنگل میری دُنیا ہے۔ سب کچھ بھُول چُکا ہوں۔"

"لیکن میرے لیے اپنی کہانی یاد کرو گے۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔"

"تمھیں ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ کسی کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ ستم رسیدہ اِنسان ہُوں۔ امریکی ہُوں لیکن فطرتاً امریکی نہیں تھا۔ سر جھکا کر رہنے والوں میں سے ہُوں۔ لوگوں کو میرا اِس طرح جینا بھی پسند نہ آیا۔ ایک قتل دیکھ لیا تھا اِن گنہگار آنکھوں نے۔ قاتلوں نے افشائے راز کے خوف سے مجھے میرے خاندان سمیت ختم کرنے کا منصُوبہ بنایا اور ایک بھیانک رات ہمیں گولیوں کی... باڑھ پر رکھ دیا گیا۔ سب مر گئے مَیں بدنصیب زندہ رہ گیا۔ طویل عرصہ تک دماغی مریض رہا۔ ہسپتالوں میں زندگی گزاری اور پھر ہوش آ گیا۔ یہ زندگی موت سے بدتر تھی۔ انسان نما درندوں کے ساتھ جینے کو جی نہ چاہا تو زمین کے ایسے گوشوں کی تلاش شروع کر دی جہاں اِنسان نہ ہوں اور بس۔ اتنی سی کہانی ہے میری۔"

"کیا نام ہے تمھارا؟"

"پال میکنیا۔" اُس نے جواب دیا۔

"میرا نام شیران خان ہے۔ یہ علاقہ کونسا ہے؟"

"صرف جنگل ہے۔ مَیں نہیں جانتا، انسان اسے کس نام سے پکارتے ہیں۔"

"تاریان کے جنگلات کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"مَیں نے کہا نا۔ مَیں نے اِن جنگلات کے بارے میں جاننے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ بس یہ میری پناہ گاہ ہیں۔ یہاں موت کا اِنتظار کر رہا ہُوں۔"

شیران خاموش ہو گیا۔ بڈھا بے ضرر تھا اور پھر اُس نے شیران کی خاطر مدارت کی تھی۔ اِس لیے شیران کے دِل میں اُس کے خلاف کوئی کدورت نہیں اُبھری۔ بُوڑھا اُسے آرام کا مشورہ دے کر باہر نکل گیا تھا۔ شیران کچھ دیر سوچتا رہا پھر گھاس کے نرم بستر پر دراز ہو کر سو گیا۔

جاگا تو شام گہری ہو گئی تھی۔ باہر سے مچھلیاں بھُننے کی خوشبو آ رہی تھی۔ شیران باہر نکل آیا۔ بوڑھا پتھروں کا چُولہا بنا کر مچھلیاں بھُون رہا تھا پھر اُس نے کہا "مچھلیاں یہاں بکثرت مل جاتی ہیں۔ جاؤ دریا پر مُنہ ہاتھ دھو لو بلکہ نہا لو تو تازہ دم ہو جاؤ گے۔"

دریا پہ شیران کو ویسے ہی سانپ نظر آئے۔ واپسی پر اُس نے بُوڑھے سے ان کے بارے میں پوچھا۔

"وہ بے ضرر ہیں۔ ان میں کاٹنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ ہاں وہ چھوٹے جانوروں کو جکڑ کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ یہی جانور ان کی غذا ہیں۔" بُوڑھے نے رات کا کھانا شیران کے ساتھ ہی کھایا۔ شیران اِس سے اطراف کا جُغرافیہ پُوچھ رہا تھا۔

"جنگل پُرسکون ہیں اِن کا سلسلہ زیادہ وسیع نہیں ہے۔ تھوڑی دُور چلنے کے بعد کالی پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اُس کے دُوسری طرف کیا ہے۔ مَیں نے کبھی نہیں دیکھا۔"

"کالی پہاڑیاں؟"

"ہاں۔ ایک عظیم الشان سلسلہ کوہ ہے۔ میرا خیال ہے وہ آتش فشانوں کا علاقہ ہے۔ زمین پر پتھریلے کوئلوں کے انبار ہیں۔ کبھی یہاں آتش فشانی ہُوئی ہو گی۔"

بُوڑھے کے ساتھ تقریباً دو ماہ گزر گئے۔ شیران کو یہاں کوئی تکلیف نہیں تھی۔ بُوڑھا کسی نوکر کی طرح اُس کے سارے کام کرتا تھا۔ دریا پر جا کر اُس کے کپڑے دھولاتا تھا۔ اُسے مچھلیاں پکڑ کر کھلاتا تھا۔ شیران جنگل میں درندوں کے شکار پر نکل جاتا تو وہ اُسے تلاش کرتا پھرتا تھا۔ بارہا اُس نے شیران کو درندوں کے شکار سے منع کیا تھا تو ایک بار شیران نے اُسے اپنی کہانی سُنا دی تھی۔ اُس کے بعد سے بُوڑھے نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔

پھر ایک شام اس وقت جب شیران آسمان پر چھائے بادلوں پر نگاہ جمائے کچھ سوچ رہا تھا۔ اچانک اُسے گڑگڑاہٹ سُنائی دی۔ یہ بادلوں کی گڑگڑاہٹ نہیں تھی جس جگہ وہ بیٹھا ہُوا تھا۔ وہاں سے زمین کھسک رہی تھی۔ کھڑے ہونے کی کوشش کی تو گرتے گرتے بچا۔ اُسی وقت بُوڑھا خوفزدہ چہرہ لیے اُس کے پاس پہنچ گیا۔

"زلزلہ۔" اُس نے کہا۔

"اوہ۔ یہ زلزلہ ہے۔" شیران نے اِتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً

ایک ہولناک دھماکہ سُنائی دیا۔ اِتنا خوفناک دھماکا تھا کہ چٹانیں اُڑ گئیں۔ بے شمار تناور درخت زمین بوس ہو گئے، اور پھر کالی پہاڑیوں کی طرف سے گرد و غبار کا ایک انبوہ عظیم آسمان کی طرف پرواز کرتا نظر آیا۔ بُوڑھے کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

"پہاڑ پھٹ گیا ہے" بھاگو یہاں سے۔ پہاڑ پھٹ گیا ہے۔ سماعت ختم ہو گئی تھی۔ ہولناک گڑگڑاہٹ نے زمین و آسمان یکساں کر دیے تھے۔ جنگلی جانور چیختے چلّاتے دوڑ رہے تھے۔ پہاڑ کے پہاڑ فضا میں بلند ہو گئے تھے اور آسمان سے پتھر برس رہے تھے۔ بھاگنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ شیران نے بُوڑھے کا ہاتھ پکڑا اور ندی کی طرف دوڑنے لگا۔ اُس نے ندی کے نشیب میں پناہ لی تھی۔ وہ پتھریلی سطح پر پیٹ کے بل لیٹ گئے تھے۔

پھر پہاڑ آگ اُگلنے لگے۔ دھماکوں کے ساتھ آگ کی چنگاریاں آسمان کی جانب پرواز کر رہی تھیں اور فضا میں حدّت پیدا ہو گئی تھی۔ خشک جھاڑیوں نے آگ پکڑ لی تھی اور یہ آگ پھیلتی جا رہی تھی۔ ایک بے ہنگم شور تھا۔ جانوروں کی دل ہلا دینے والی چیخیں چاروں طرف گونج رہی تھیں۔ اُن کے دوڑنے کی دھمک زمین ہلنے کی آوازیں مدغم ہو رہی تھیں۔ غول کے غول بدحواسی سے اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔ بیشتر درندوں نے اِن پر سے بھی چھلانگیں لگائی تھیں۔ زمین و آسمان کانپ رہے تھے۔ کوئی جگہ محفوظ نہیں تھی۔

ہولناک آتش فشانی ساری رات جاری رہی۔ زمین جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی۔ راستے بند ہو گئے تھے۔ ایک طرف آتش فشاں غیض و غضب کے عالم میں پھنکار رہا تھا، اور دُوسری طرف جنگل کی آگ۔ لے دے کر ندی کا راستہ محفوظ تھا۔ چنانچہ شیران کے ذہن میں اِسی راستے سے آگے بڑھنے کا خیال آ رہا تھا۔ بُوڑھا نیم غشی کی کیفیت میں تھا۔ اس کے حواس ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

"مسٹر میکنیا" شیران نے اُسے پکارا۔ . . . .

بُوڑھے نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

"اوہ بے وقوف بُوڑھے کہتا تھا کہ جنگل کی زندگی اس کے علاوہ اور کوئی نہیں گزار سکتا۔ ایک بار پھر حماقت کرنا چاہتا ہے۔ آؤ آؤ جنگل کی مصیبت" اُس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ کنارے پر اب بھی شاخوں اور گھاس کے انبار بکھرے ہوئے تھے۔ اُس نے کچھ لچک دار شاخیں اُٹھائیں۔ اُنھیں رسّی کی طرح بٹا اور پھر بُوڑھے کو اپنی پُشت پر باندھ لیا۔ اس کے بعد وہ پانی میں اُتر گیا۔ کافی دُور تک اُسے پانی میں تیرنا پڑا۔ اِس کے بعد بہاؤ تیز ہو گیا۔ اور پانی اُسے آگے دھکیلنے لگا۔ کناروں پر درختوں سے شعلے اُبھر رہے تھے۔

فضا دُھواں دھار تھی۔ یہاں مرغولے آسمان کی جانب بلند ہو رہے تھے۔ ندی کا پانی بھی تپش سے گرم ہونے لگا تھا۔ شیران پوری مہارت سے آگے بڑھتا رہا تھا۔ یہ کام بھی اِسی جیسے وحشی کا تھا ورنہ عام آدمی تو خوف سے ہی مر جاتا۔ دوپہر کا جھلسا دینے والا سُورج سر سے گزر گیا تب کہیں جا کر وہ اس علاقے سے نکل پائے۔ اب اطراف میں چٹیل میدان بکھرے ہوئے تھے جن میں سُوکھی جھاڑیوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ چاروں طرف دہشت برس رہی تھی۔ ویران سناٹے میں کبھی کبھی کوئی نامانوس جانور دوڑتا نظر آ جاتا تھا جس سے زندگی کا احساس ہوتا تھا۔ بُوڑھے کو کمر پر لادے لادے اتنا طویل سفر کرنا آسان کام نہیں تھا۔ شیران نے ابھی تک غور نہیں کیا تھا۔ لیکن پھر اُس نے کنارے پر نکل آنا مناسب سمجھا۔ کنارے پر آ کر اُس نے بُوڑھے کو کھول دیا تھا۔

"مسٹر میکنیا۔ ہوش میں آؤ"

"مَیں ہوش میں ہُوں" اُس نے بھرّائی ہُوئی آواز میں کہا۔

"خود کو سنبھالو، ہم اس جہنّم سے نکل آئے ہیں"

"تمھارا شکریہ شیران اور کیا کہوں" اُس نے جواب دیا لیکن وہ شیران کے ساتھ آگے نہیں بڑھ سکا تھا۔

"آؤ۔ اس جگہ رُک کر کیا کریں گے؟" شیران نے کہا۔

"شیران۔ میرے دوست میرے بچّے، ایک بات کہوں تم سے۔ بُرا تو نہیں مانو گے" بُوڑھے میکنیا نے لجاجت سے کہا۔

"کہو۔ کیا بات ہے؟"

"مجھے یہیں چھوڑ دو۔ مَیں اِسی جگہ اپنے لیے آرام گاہ بنا لُوں گا"

"یہاں زندگی اِتنی آسان نہ ہو گی"

"میری آخر عمر اَب آسائشوں کی طلب گار نہیں ہے۔ مجھے یہیں چھوڑ دو۔ میری بات مان لو"

"تمھاری مرضی" شیران نے شانے ہلائے اور پھر چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ دائیں سمت پہاڑی سلسلہ پھیلا ہُوا تھا۔ اُسے بائیں سمت کے میدانوں کے بعد درختوں کی لکیر نظر آ رہی تھی۔ "چلو۔ یہاں تک چلیں۔ اس کے بعد کوئی جگہ منتخب کر لیں گے"

بُوڑھے نے بے بسی سے شیران کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں ہچکچاہٹ کے آثار تھے پھر اُس نے کہا "شیران۔ میرے پاؤں مفلوج ہو گئے ہیں۔ مَیں چل نہیں سکتا"

"اوہ" شیران کے ہونٹ سکڑ گئے۔ اَب بات اُس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ بُوڑھا اس سے وہیں رہ جانے کے لیے کیوں کہہ رہا تھا۔

۔۔۔ت ایک لمحے اُس نے سوچا اور دُوسرے لمحے جُھک کر اُس نے بُوڑھے کو کندھے پر اُٹھا لیا۔ بوڑھا عجیب سی آواز میں چیختا رہ گیا تھا۔ شیران درختوں کی طرف چل پڑا تھا۔

منظر بدلتا گیا۔ جُوں جُوں وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ ماحول خوشگوار ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں درخت زیادہ گھنے نہیں تھے۔ اُن کے درمیان سبز گھاس لہرا رہی تھی جس میں نمی پائی جاتی تھی۔ درختوں کے اس مختصر سلسلے کو عبور کیا تو دُوسری طرف ایک خوبصورت جھیل نظر آئی جس کے کنارے پتھر پڑے ہُوئے تھے۔ ایک طرف نارنجی رنگ کے پھلوں کے جھُنڈ بکھرے ہُوئے تھے۔

شیران ہنس پڑا۔ "لو مسٹر میکنیا تمھیں اس سے بھی زیادہ خوبصورت جگہ مل گئی جھونپڑی بنانے کے لیے۔ پھل حیرت انگیز طور پر میٹھے اور خوش ذائقہ تھے۔ خوب کھائے پھر جھیل کا شیریں پانی پیا اور اس کے بعد دونوں سطح پتھروں پر لیٹ گئے۔ پلکیں ایک منٹ میں جُڑ گئی تھیں۔

"آنکھ کھُلی تو رات ہو گئی تھی۔ میکنیا جاگ گیا تھا اور پتھر سے ٹیک لگائے ہُوئے بیٹھا تھا۔ اُس کی آنکھیں تاریکی میں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔

"کیا تم نہیں سوئے؟" شیران نے پوچھا۔

"سو گیا تھا"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"اپنے ماضی کے بارے میں"

"اس سے کیا ملتا ہے؟"

"بہت کچھ شیران"

"بیکار باتیں ہیں۔ مَیں کبھی اپنے ماضی کے بارے میں نہیں سوچتا۔ فضول بات ہے"

"ابھی تمھاری عمر ہی کیا ہے شیران۔ ماضی یادوں کی کتاب ہوتی ہے۔ آخری عمر میں پڑھنے کے لیے"

"اوہ ٹھیک ہے۔ جو دل چاہے سوچتے رہو۔ کیا اس جھیل میں مچھلیاں ہوں گی؟"

"دِن کی روشنی میں تلاش کریں گے"

"مگر تمھارے تو پیر ہی ساتھ نہیں دے رہے" شیران نے کہا اور بُوڑھے کی سرد آواز اُبھری "پھر اُس نے کہا۔ "زندگی کا اختتام اِسی انداز میں ہوتا ہے۔ میرے اعصاب وہ ہولناک تباہی برداشت نہیں کر پائے مگر شیران تم میرا بوجھ کب تک سنبھالے رہو گے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو"

"دیکھو میکنیا۔ مَیں زندگی میں بہت کم ایسے کھیل کھیلتا ہُوں۔۔۔ مجھے بار بار اِس طرف متوجّہ مت کرو"

"تم نے اپنے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا"

"مَیں تمھارے سامنے ہُوں اور کیا بتاؤں؟"

"تم کون ہو۔ یہاں اِن ویرانوں میں کیوں نکل آئے۔ دنیا سے"

"بس۔۔۔ من موجی ہُوں۔ اِنسانوں سے اُکتایا تو جنگلوں میں نکل آیا جنگلوں سے دِل بھر گیا تو پھر انسانی آبادیاں تلاش کرنے لگا" شیران نے جواب دیا۔ پھر بولا "پھل کھاؤ گے؟"

"نہیں مَیں شکم سیر ہُوں" شیران پھر اُسی پتھر پر لیٹ گیا۔ اُس کا پیٹ بھی بھرا ہُوا تھا۔ بُوڑھے سے اور کیا گفتگو کرتا۔۔۔ آنکھیں بند کر لیں اور غنودہ ہو گیا۔

اِس وقت نہ جانے کیا بجا تھا۔ آخری تاریخوں کے چاند کی مدھم روشنی پھیلی ہُوئی تھی۔ دفعتاً بُوڑھے کی دلدوز چیخ اُبھری اور شیران جاگ گیا۔ ایک لمحے اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن زوردار آوازیں اُبھر رہی تھیں اور کسی قسم کی کش مکش ہو رہی تھی۔ چنانچہ وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ تب اُس نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔ بوڑھا میکنیا ایک قدآور بھینسے کے سینگوں کو پکڑ کر لٹکا ہُوا تھا۔ اور بھینسا اُچھل کُود رہا تھا۔ وہ اُسے بُری طرح رگید رہا تھا۔

شیران نے حلق سے ایک دہاڑ نکالی اور بھینسے نے اُسی وقت بُوڑھے میکنیا کو اُچھال دیا۔ وہ بُری طرح ایک چٹان پر گرا تھا۔ بھینسا ایک سمت دوڑ پڑا۔

شیران پھُرتی سے میکنیا کی طرف دوڑا۔ وہ خُون میں لت پت تھا۔ پسلیاں اور ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ باچھوں سے خون بہہ رہا تھا۔

"اوہ۔ تم تو بہت زیادہ زخمی ہو گئے اَب مَیں کیا کروں؟"

"کچھ نہیں۔ کچھ۔۔۔ نہیں۔ خدا۔ حافظ۔ تم یہاں سے۔ نکل جاؤ شیران۔ میرے بچّے" اُس کی آواز مدھم ہو گئی۔ اُسے خُون کی بڑی سی اُلٹی ہُوئی اور پھر اُس کی آنکھیں بے نُور ہو گئیں۔

"یہی بہتر تھا تمھارے لیے" شیران نے آہستہ سے کہا اور بُوڑھے کے پاس سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہُوا تھا۔ بڑی جسامت کا بھینسا تھا۔ اس وقت تو ڈر کر بھاگ گیا تھا لیکن دوبارہ بھی حملہ آور ہو سکتا تھا۔ اُس نے پستول چیک کیا۔ اُس میں چند گولیاں باقی تھیں لیکن پستول کی گولیاں بھلا اس خوفناک جانور کو کیا نقصان پہنچا سکتی تھیں۔

بُوڑھے کی لاش اُس کے لیے اَب قابل توجہ نہیں تھی۔ بقیہ

رات جاگ کر گزاری۔ دُوسری صبح اُس نے بہت سے پھل توڑے اور اُنھیں جیبوں میں ٹھونس کر وہاں سے چل پڑا۔

سارا دن سفر کرتا رہا تھا۔ رات ہُوئی تو درختوں کے درمیان تھا۔ درخت چھدرے سے تھے اور دُوسری طرف پہاڑ نظر آ رہے تھے۔ فاصلہ اِتنا تھا کہ رات کے وقت وہ پہاڑوں تک نہیں جا سکتا تھا۔ چنانچہ یہ رات بھی ایک درخت کی شاخوں پر گزاری۔ بھینسے کا تجربہ ذہن میں تھا۔ درخت البتہ محفوظ تھے۔ پھل ساتھ دے رہے تھے۔ چنانچہ دُوسری صبح وہ کافی تیز رفتاری سے پہاڑوں کی جانب سفر کرنے لگا۔ دوپہر کو پہاڑوں کے قریب پہنچا تھا۔ پھر جب وہ سب سے اُونچی جگہ پہنچا تو اُس نے دُوسری طرف پہاڑی ڈھلوان دیکھے۔ ان ڈھلانوں پر جنگل بکھرے ہُوئے تھے اور اِن جنگلوں میں ہرنوں کی ایک ڈار کلیلیں کرتی پھر رہی تھی لیکن ڈھلان کا یہ جنگل شیران کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ اس جنگل کو دیکھ چکا تھا۔ وہ کئی بار اس طرف آ چکا تھا۔ ہاں۔ ساری نشانیاں وہی تھیں۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ علاقہ تو اس کا اپنا ہی تھا۔ یہ پہاڑ یہ جنگل تو تراب زان کے مشرقی جنگل تھے۔ "ناممکن" شیران کے حلق سے آواز نکلی۔

■

داراب خاں اپنے تین بیٹوں کے ساتھ کوہالہ کے علاقے سے واپس آ رہا تھا۔ سفر کو مختصر کرنے کے لیے اُس نے مشرقی جنگلوں کے کنارے پر گھوڑے ڈال دیے تھے۔ یہ پہاڑی جنگل درندوں سے بھرے ہُوئے تھے۔ شیر چیتے، جنگلی بھینسے یہاں بکثرت پائے جاتے تھے لیکن بوڑھا داراب خان اپنی جوانی میں بہترین شکاری تھا۔ اُس نے اپنے بیٹوں کو بھی شکاری بنایا تھا اور اب وہ اُس کے قد سے بھی اُونچے نکل گئے تھے۔ اس وقت وہ اُس کے ساتھ تھے اس لیے داراب خاں کو زیادہ پروا نہیں تھی۔ اس کے باوجود وہ درختوں کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اور جنگل میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دفعتاً عاقل خان کے گھوڑے نے کنوتیاں بدلیں اور الف ہو گیا۔ عاقل خان داراب خان کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ بہترین گھڑ سوار تھا۔ اُس نے گھوڑے کو تو سنبھال لیا لیکن اُسے اندازہ ہو گیا کہ آس پاس کوئی جنگلی جانور ضرور موجود ہے۔

"کیا بات ہے عاقل خان؟ بوڑھے داراب خان نے پُوچھا لیکن اس کی بات مکمل بھی نہ ہو پائی تھی کہ دفعتاً ایک درخت سے سیاہ رنگ کے ایک چیتے نے عاقل خان پر جست لگائی اور گھوڑے بدک گئے۔ عاقل خان چیتے کی اس جست سے تو بچ گیا لیکن رائفل اُس کے شانے سے نیچے گر پڑی۔ اُسی وقت گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور سوار سمیت نیچے آ گرا۔ صُورتِ حال اتنی خوفناک ہو گئی تھی کہ داراب خان یا اُس کے دُوسرے بیٹے اپنی رائفلیں بھی استعمال نہیں کر سکتے تھے کیونکہ عاقل خان گولیوں کی زد میں آ سکتا تھا۔ چیتا پہلی جست کی ناکامی سے جھنجلا کر دُوسری جست کی تیاریاں کر رہا تھا کہ دفعتاً عقب سے ایک بُلا نمودار ہُوئی اور چیتے پر چھا گئی۔ بجلی سی چمکی اور ایک لمبا خنجر چیتے کے بائیں پہلو میں ترازو ہو گیا۔ چیتے کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی تھی۔ وہ پچھلے پنجوں کے بل اُٹھا اور خُود پر نازل ہونے والی بُلا پر حملہ کر دیا۔ لیکن وہ اِنسان تھا یا چھلاوہ۔ ایک لمحے میں اُس نے لڑھکنی کھائی اور پھر چیتے پر پل پڑا۔ خنجر اس صفائی سے چیتے کے دائیں شانے میں پیوست ہُوا تھا کہ ایک لمحے کے لیے شاید چیتے کو بھی پتہ نہ چلا ہو گا۔ اس سے قبل کہ وہ پھر سنبھلے نوجوان اُلٹی قلا بازی کھا کر سیدھا ہو گیا۔ اور چیتے پر تیسرا وار کرنے میں دیر نہ کی۔ دونوں آمنے سامنے تھے۔ زخمی چیتا ایک لمحہ رُکے بغیر بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن وہ جدھر بھی رُخ کرتا۔ اس خوفناک بُلا کو سامنے پاتا۔ نوجوان نے اس پر اتنے وار کیے کہ بالآخر وہ نڈھال ہو کر گر پڑا۔ وہ اپنے مدِمقابل کے بدن پر ایک خراش بھی نہیں لگا سکا تھا۔ عاقل خان اپنی جگہ ٹھہرا ہُوا تھا۔ داراب خان اور اُس کے بیٹے بُتوں کی طرح ساکت تھے۔ جب چیتا ختم ہو گیا تو نوجوان اِن لوگوں کی طرف رُخ کر کے بولا۔ "اگر تمھاری زندگی کا مسئلہ نہ ہوتا تو مَیں اِس کی کھال اس طرح ضائع نہ کرتا۔ مَیں دو دِن سے اس چیتے کی کھال پر نظر لگائے ہُوئے تھا۔ مگر کوئی بات نہیں۔ تمھاری جان بچ گئی۔"

داراب خان گھوڑے سے اُتر آیا تھا۔ اُس کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمک رہی تھیں۔

"کون ہے تُو نوجوان۔ کس ماں کا لعل ہے تو؟" اُس کے مُنہ سے آواز نکلی۔

"فرشتہ۔ نیکی کا فرشتہ۔ اب تم لوگوں سے یہی کہو گے۔" نوجوان نے مُسکرا کر کہا۔ اس کی مُسکراہٹ بے حد دلکش تھی۔ ایسا گبھرو ایسا بانکا جوان تھا کہ چہرے سے نگاہ نہ ہٹے۔

"عمل تو ایسا ہی ہے تیرا۔ تُو نے داراب خان پر احسان کیا ہے۔ مَیں اور میرا خاندان اُسے ہمیشہ یاد رکھے گا۔ کونسا قبیلہ ہے تیرا؟"

"چھوڑو بزرگ۔ بس ایک شکاری ہُوں۔" اُس نے کہا اور چیتے کے نزدیک بیٹھ گیا پھر اُس نے کفِ افسوس ملتے ہُوئے کہا۔ "اگر اس طرح وار نہ کرتا تو یہ تمھارے بیٹے کو چبا ڈالتا۔ مگر اب یہ کھال اُتارنا بیکار ہے۔"

"تم تراب زان کے باشندے ہو؟" نوجوان کے انداز میں اشتیاق پیدا ہو گیا۔

"ہاں۔ اِن جنگلوں سے پرے پہاڑوں کے پیچھے تراب زان ہے۔" داراب خان نے کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ خان کہ مَیں تمھارے کسی کام آیا۔"

"دوستوں سے خود کو چھپاتے نہیں جیالے۔ عاقل خان کی زندگی اَب تمھاری مرہُونِ منت ہے۔ ہمیں نام تو بتا دو اپنا۔" اس بار عاقل خان نے کہا۔ اس کے بقیہ بھائی بھی نوجوان کے گرد کھڑے ہو گئے تھے۔

اسی وقت سیاہ رنگ کا ایک قد آور گھوڑا وہاں پہنچ گیا۔ یہ شاندار گھوڑا ایسے ہی سوار کی زینت تھا۔ نوجوان نے گھوڑے کی پُشت پر ہاتھ رکھا اور پلک جھپکتے ہی اُس پر سوار ہو گیا۔

"میرا نام عدنان سلامن ہے خاناں۔" اُس نے کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ آن کی آن میں وہ درختوں میں روپوش ہو گیا تھا۔

"سلامن" داراب خاں کے مُنہ سے حیرت کے عالم میں نکلا۔

"کیوں بابا جان۔ کیا آپ اس بارے میں کچھ جانتے ہیں؟" عادل خان نے پُوچھا جو داراب خان کا منجھلا بیٹا تھا۔

"ہاں بیٹے۔ سلامن خاندان صدیوں سے تراب زان میں آباد رہا ہے۔ بہزاد سلامن قبیلے کا ایک۔ اور۔ عدنان سلامن۔ درندوں کا دُشمن اور۔ اور اُنھیں بیدردی سے ہلاک کرنے والا۔ ایسا تو ایک ہی جوان تھا تراب زان میں۔"

"کون؟"

"شیران سلامن۔ مگر اس جوان کا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"آؤ بابا جان۔ وقت گزر رہا ہے۔" چھوٹے بیٹے نے کہا اور اُن کے گھوڑے تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئے۔

■ چوپال میں اِسی جوان کی باتیں ہو رہی تھیں۔ گلاب خان کے بیٹے شمروز خان نے کہا۔ "ہاں بابا داؤد خان۔ مَیں نے بھیروناکے جنگلات میں اِس نوجوان کو دیکھا تھا۔ اُس نے صرف خنجر کی مدد سے ایک وحشی ریچھ کو مارا تھا۔"

"مَیں بھی اِسی جوان کی بات کر رہا تھا اُس دِن۔ لوگوں نے میری بات پر یقین نہیں کیا تھا۔ کوہِ لامان کے دامن میں اُس نے ایک بھینسے کے سینگ اُکھاڑ دیے تھے۔ بھینسا پاگل ہو گیا تھا لیکن جوان کے ہاتھوں میں ایک سُرخ کپڑا تھا جسے ہلا ہلا کر وہ بھینسے کو مشتعل کر رہا تھا۔ پھر جب بھینسا تھک گیا تو اُس نے اطمینان سے اُس کی گردن پر خنجر پھیر دیا تھا۔" غالب خاں نے بتایا۔

"کون ہے وہ؟" بوڑھے داؤد خان کی حیرت زدہ آواز اُبھری۔

"کیا شیران؟" کسی نے کہا، اور داؤد خان چونک پڑا۔

"کیا بات کرتے ہو۔ وہ شیران کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا تم نے بادشاہ خان کی واپسی، تیمانہ پر نعمان خان کی حکومت اور اُس کے اعلان کے بارے میں نہیں سُنا؟" داؤد خان نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ خود اُس کے ذہن میں بھی یہ داستانیں سُن کر ایک ہی نام گُونجا تھا۔ شیران۔ شیران۔ اور یہ حقیقت تھی کہ تراب زان کی تاریخ میں اُس کے بعد کوئی ایسا جوان نہیں پیدا ہُوا تھا جو خوفناک درندوں کو اس طرح للکار للکار کر مارے۔ یہ صرف شیران ہی کا شوق تھا اور اس شوق کے پیچھے ایک جذباتی کہانی چھپی ہُوئی تھی۔ بہزاد سلامن کی موت اس سے قبل کہ داؤد خان کچھ اور کہے۔ اِن لوگوں نے چند گھوڑوں کو دیکھا جو اِسی جانب آ رہے تھے ان پر داراب خان اور اُس کے بیٹے سوار تھے۔

وہ بھی اِن کی جانب متوجہ ہو گئے۔ داراب خان نے جو چوپال پر یہ رنگ دیکھا تو اسی طرف بڑھتا چلا آیا۔ لوگوں کے سامنے اِس بہادر جوان کا قصہ دُہرانے کا اِس سے اچھا موقع اور کوئی نہیں تھا کہ چوپال جمع تھی۔ گھوڑے نزدیک پہنچ گئے اور داراب خان نیچے اُتر آیا۔ اُس کے بیٹے نوجوانوں کی جانب بڑھ گئے تھے۔ بُوڑھے داؤد خان نے اُس کا خیر مقدم کرتے ہُوئے کہا۔ "آؤ داراب خان کہاں گئے تھے؟"

"ایک کام سے گیا تھا سردار خان لیکن ایک عجیب کہانی لے کر واپس آیا ہوں۔" داراب خان نے جواب دیا۔

"چوپال پر کہانیاں ہی ہو رہی تھیں۔ ایک ایسے جوان کی کہانیاں جو جنگلی علاقوں میں دیکھا جاتا ہے اور جو جنگلی جانوروں کو اس طرح ہلاک کرتا ہے کہ صرف ایک ہی داستان معلوم ہو۔"

"آہ۔ مَیں بھی اِسی کی داستان سُنانے آیا تھا۔" داراب خان نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"مگر کوئی نئی داستان ہے یا وہی پُرانی باتیں۔" ارغل خان نے مُسکراتے ہُوئے کہا۔

"پُرانی باتیں کیا ہیں بزرگ مجھے معلوم ہیں لیکن میں جو

کہانی سُنا رہا ہُوں وہ آپ لوگوں کو چونکا دے گی۔ کیا آپ لوگ یہ یقین کریں گے کہ جنگلوں میں ایک ایسا جوان موجود ہے جو جنگلی جانوروں کو صرف ایک خنجر کی مدد سے قتل کر ڈالتا ہے جو اُن کے ساتھ اتنی بے دردی کا سلوک کرتا ہے کہ ناقابلِ یقین محسوس ہو۔" شمروز خان نے کہا اور داراب خان کی آنکھیں اُس کی جانب گھوم گئیں۔

"کیا تمھارا واسطہ بھی اس سے پڑ چکا ہے؟"

"اس وقت بھی اسی کی کہانیاں ہو رہی تھیں داراب خان، لیکن ہم لوگ تمھاری کہانی سُننے کے لیے بے چین ہیں۔" داؤد خان نے کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل میرا بیٹا عاقل خان، ایک وحشی چیتے کا شکار ہوتے ہوتے رہ گیا۔ سیاہ رنگ کا چیتا یوں سمجھو کہ عاقل خان کی زندگی ختم کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔ اگر وہ جوان سامنے نہ آجاتا۔"

"اور اُس نے چیتے کو ہلاک کر دیا۔" شمروز خان بولا۔

"ہاں۔ صرف ایک خنجر کی مدد سے۔ لیکن تم لوگوں کی کہانیاں ابھی تک میرے کانوں تک نہیں پہنچیں۔ میں نے ایسا جوان اس سے قبل نہیں دیکھا۔ اتنا حسین اتنا خوبرو کہ نگاہ اس پر جم نہ پائے لیکن دَرحقیقت مجھے وہ کوئی جنگل کی مخلوق ہی معلوم ہوتی تھی۔ ایسی مخلوق جو صرف لوگوں کی امداد کے لیے کبھی کبھی عالمِ ظہور میں آتی ہے۔"

"اس کے نقش و نگار کیا تھے داراب خان تم قبیلے کے پُرانے آدمی ہو بچے جوان ضرور ہو گئے ہیں لیکن بوڑھی آنکھیں ابھی اتنی کمزور نہیں ہُوئیں کہ شکلوں کو نہ پہچان سکیں۔"

"میں سمجھا نہیں داؤد خان"۔ داراب خان نے کہا۔

"داراب خان۔ تم نے شیران سلامن کو دیکھا تھا؟"

"ہاں دیکھا تھا۔"

"کیا وہ شیران ہو سکتا ہے؟"

"نہیں وہ عدنان ہے۔" داراب خان نے مُسکراتے ہُوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" دُوسرے بہت سے لوگوں کی آوازیں اُبھریں۔

"عدنان سلامن۔" داراب خان نے جواب دیا۔ اس انکشاف پر بہت سی آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں پھر کسی نے کہا۔

"کیا وہ سلامن خاندان سے ہی تعلق رکھتا ہے؟"

"ہاں۔"

"مگر تمھیں کیسے معلوم ہُوا داراب خان؟"

"میں نے اس سے اس کے بارے میں پُوچھا تھا۔ اُس نے اپنا نام عدنان سلامن بتایا۔"

"مگر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ شیران خان کو بادشاہ خان کے بھتیجے نعمان خان نے بہت بُری موت مارا تھا۔ اُس نے قبیلے میں اعلان کیا تھا کہ شیران خان اُس کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور اس سلسلے میں اُس نے بہت سی قسمیں بھی کھائی تھیں۔"

"شیران مارا گیا ہے مگر عدنان سلامن اُس کی ہُوبہو تصویر ہے۔"

"کیا اُس کی اولاد؟"

"ممکن ہے ایسا ہو۔"

"مگر شیران کی کہانی معلوم نہیں ہو سکی۔ اُس کی یہ اولاد کہاں سے آگئی۔ کیا شیران نے شادی کر لی تھی؟" داؤد خان نے پوچھا۔

"تفصیل اِس نوجوان لڑکے نے مجھے نہیں بتائی مگر کیا جوان تھا۔ یقین کرو بابا خان اِس میں شیران کی جھلکیاں موجود تھیں وحشی نہیں تھا۔ وہ درندہ صفت نہیں تھا لیکن شیران ہی کی مانند وحشی جانوروں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اُس نے وحشی سیاہ چیتے کو صرف خنجر کی مدد سے قتل کیا تھا۔ تمھارا کیا خیال ہے کیا اس دور میں کسی جوان کے پاس آتشیں اسلحہ نہیں ہو سکتا یا اس کا حصول کسی کے لیے مشکل ہے مگر اُس نے ایسا نہیں کیا۔ خنجر کی مدد سے اُس نے چیتے پر اتنے زخم لگائے کہ چیتے نے دَم توڑ دیا۔ اور دلچسپ بات یہ تھی کہ چیتا اُسے چھُو بھی نہیں سکا۔ آہ۔ ایسی پھُرتی بالکل یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے آسمانی بجلیاں اُس کے بدن میں کوندرہی ہوں۔"

"یہی۔ بالکل یہی کیفیت شیران خان کی بھی تھی۔"

"ایک بُوڑھے چشم دید نے بتایا۔ میں نے خود اُسے جنگلی درندوں کا شکار کرتے ہُوئے دیکھا تھا البتہ شیران وحشی اور خونخوار تھا۔ اس کے چہرے پر اِن درندوں سے زیادہ وحشت اور درندگی ہُوا کرتی تھی بلکہ میں تو یہ کہتا ہُوں کہ شاید درندے بھی اُسے دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتے ہوں۔"

"آہ۔ مگر یہ کہانی کس جوان کی ہے۔ وہ کہاں سے آیا؟ سلامن خاندان تو ہمارے خیال میں ختم ہو ہی گیا تھا۔ بہزاد سلامن کی موت کے بعد شیران ہی ایسا تھا جو اگر شرافت کی زندگی بسر کرتا تو اُس کے خاندان کا نام چل سکتا تھا مگر تراب زان سے یہ خاندان تقریباً مٹ ہی گیا۔ مگر اَب یہ عدنان سلامن کون ہے؟"

"بابا داؤد خان! میرا خیال ہے ایک بار اُسے جنگلوں میں چل کر ضرور دیکھو۔ یُوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ جنگلوں ہی میں رہتا ہے۔" داراب خان نے کہا۔

"میں ضرور چلوں گا۔ میرے دِل میں بھی اشتیاق کی آگ بھڑک اُٹھی ہے۔ اگر وہ شیران سلامن کا بیٹا ہے تو ہم اُسے عزت و احترام سے تراب زان میں جگہ دیں گے بے شک شیران وحشی صفت تھا اور اُس کے نام کے ساتھ بہت سی بُرائیاں وابستہ تھیں لیکن اُس کی یاد آج بھی دِل میں چُٹکیاں لیتی ہے کم از کم اِس لڑکے سے یہ کہانی تو معلوم ہو سکے گی کہ شیران خان کہاں گیا اور اُس کی اولاد کہاں سے آئی۔ اُس کی ماں کہاں سے آئی۔ یہ تمام باتیں میرے ذِہن میں گردش کر رہی ہیں۔ میں ضرور جاؤں گا۔ میں عدنان خان کو تلاش کروں گا۔" بوڑھے داؤد خان نے کہا۔

کافی دیر تک اس موضوع پر گفتگو ہوتی رہی پھر داراب خان نے کہا۔ "مجھے اجازت دو داؤد خان! میں اپنے بیٹے کی جان کا صدقہ اُتاروں گا۔ آج میرے سب سے بڑے بیٹے عاقل خان کی جان بچ گئی ہے اور یہ بات میں کبھی نہیں بھُول سکتا کہ اُسے بچانے والا ایک نوجوان ہے۔ سردار داؤد جب تم پہاڑوں میں اس کی تلاش کے لیے جاؤ تو مجھے ضرور ساتھ لے جانا۔ میں کوشش کروں گا کہ اس جوان کو اپنے ساتھ تراب زان لے کر آؤں اور اُسے اپنا قبیلہ دِکھاؤں۔ کیا تم اس بات کا یقین کرو گے کہ جب میں نے اُسے یہ بات بتائی کہ میں تراب زان کا رہنے والا ہُوں تو اُس کے انداز میں اشتیاق جھلکنے لگا تھا اور پھر اُس نے کہا تھا کہ مجھے خوشی ہے خان کہ میں تمھارے کسی کام آیا۔ اس کا مقصد ہے کہ تراب زان سے اُسے کوئی خاص لگاؤ ہے۔"

"آہ۔ کیا وہ شیران خان کا بیٹا ہو سکتا ہے؟" بُوڑھے داؤد خان نے جیسے خود کو مخاطب کیا اور پھر داراب خان سے بولا۔ "ہمیں یہ بات ضرور معلوم کرنی ہوگی داراب خان۔ ہمیں اِس بات کا پتہ چلانا ہوگا۔"

"میں تمھارے ساتھ ہُوں سردار داؤد خان۔ واقعی اِس لڑکے کے لیے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ شیران خان کے بعد بہزاد سلامن کی جتنی زمینیں ہیں وہ اُسے واپس کی جائیں گی اور اُسے تراب زان میں ایک معزز مقام دِیا جائے گا۔" داراب خان اس سے بہت زیادہ متاثر تھا اور کیوں نہ ہوتا۔ اِس کے بیٹے کی زندگی اس نوجوان کی وجہ سے بچی تھی ورنہ آج وہ اپنے ساتھ غموں کا پہاڑ لیے بستی میں داخل ہُوا ہوتا۔

✿

اُس کی بھٹی بھٹی نگاہیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر وہ نشانات تلاش کر رہی تھیں جنھیں وہ اچھی طرح پہچانتا تھا اور بے شک اُس کی عُمر پہلے سے کافی بڑھ چکی تھی لیکن اُس کی آنکھوں میں وہی تیز چمک باقی تھی۔ اُس نے ابھی تک عُمر کی رفتار کو قبول نہیں کیا تھا۔ وہ اَب بھی پہلے کی مانند چُست و چالاک اور پھُرتیلا انسان تھا۔

لیکن پہاڑوں کی ہوائیں اُسے جذباتی کر رہی تھیں۔ ایک عجیب سا احساس اُس کے رگ و پے میں سرایت کرتا جا رہا تھا۔ بہت سی یادیں اِن پہاڑوں سے وابستہ تھیں۔ بہت سی داستانیں اِن چٹانوں میں رقم تھیں۔ اور شیران انسان ہی تھا۔

خواہ اِنسانیت کی حدود سے اُس کے قدم کتنے ہی آگے نِکل گئے ہوں لیکن دِل کے گوشوں میں وہی نمی تھی جو عام انسانوں کے دِلوں میں ہوتی ہے اور یہ بات اُسے ایک عجیب سے احساس کا شکار کر رہی تھی۔ وہ کچھ اور آگے بڑھا۔ یقین اب مستحکم ہوتا جا رہا تھا۔ یقیناً تقدیر اُسے اس کی اپنی دُنیا میں ہی واپس لے آئی تھی۔ ہاں یہ اُسی کا اپنا علاقہ تھا۔ اِنہی قبیلوں کا علاقہ جہاں ایک وحشی بچھڑے نے جنم لیا تھا۔

اور اس کے بعد وہ ایک خوفناک اِنسان کی شکل میں تبدیل ہو گیا تھا۔ دِل میں بہت سی یادیں بہت سے خیالات لیے ہُوئے وہ آگے بڑھتا رہا۔ ایک مسرت ایک انبساط کی سی کیفیت تھی۔

وحشی جانور بھی نظر آئے لیکن نہ جانے کیوں آج شیران کا دِل اِن کا شکار کرنے کو نہ چاہا۔ اس کے ذِہن میں تو یادوں کے کنول کھِل رہے تھے۔

بائیں سمت جو برفانی چوٹیاں جاتی ہیں۔ وہ ایک چھوٹے سے درّے میں سے گزُرتی ہوئی نہر وادی میں پہنچ جاتی ہیں۔ نہر وادی کی ہوائیں پتہ نہیں آج وہاں موجود بھی ہیں یا نہیں، انہی میں شہابہ بھی تھی۔

ہاں۔ شہابہ جس نے اُس کی معیت میں زندگی بسر کرنے کے خواب دیکھے تھے خود کو بیچنے والی یہ لڑکی غلط فہمی کا شکار تھی۔ یہ درست تھا کہ اُس نے خود کو شیران کے لیے وقف کر دیا تھا اور اُسی کی خدمت کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیا تھا لیکن شیران جیسے آدمی کے لیے بھلا یہ کہاں ممکن تھا کہ وہ ایسی لڑکی کے نام سے اپنے نام کو منسوب دیکھے جس پر دُوسرے بھی نِگاہ رکھتے ہوں۔

اُس نے تو ایسی ایسی حسیناؤں کو قبول نہیں کیا تھا جو باعزّت مقام رکھتی تھیں۔ اس سلسلے میں اُس کا اپنا ایک معیار تھا۔ مونی مارون ایک واحد عورت تھی جسے شیران نے اپنی زندگی میں داخل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن وہ اس سے محروم رہا اور پھر ایڈنا ڈمیل نے مونی مارون کی بہن کی حیثیت سے اُس کا قُرب

اصل کر لیا تھا۔ لیکن نتیجہ اِن عورتوں سے مختلف نہیں ہُوا تھا جو
شیران کی بھینٹ چڑھ گئی تھیں۔
چنانچہ بھلا شیران کے لیے کہاں ممکن تھا کہ وہ کسی ایسی لڑکی
و اپنے قدموں میں جگہ دے۔
لیکن قبیلے کی بات کچھ اور تھی۔ یادیں آہستہ آہستہ اُبھرتی
ہیں اور اُسے سفر کا اندازہ ہی نہیں ہُوا تھا۔ وہ اس وقت بھی
نے جنگلوں کے اِن علاقوں سے گزر رہا تھا جس کے چپّے چپّے
ے اُسے واقفیت تھی۔ ہاں اِس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اِس
ستے سے یہاں تک نہیں پہنچا تھا جہاں سے اُس نے اپنے
ن کو پہچانا تھا بلکہ ایک علاقے ہی میں محدود رہا اور اس طرف
ے آگے نہیں بڑھا تھا۔
کابل جانے کے لیے اُس نے دُوسرے راستے منتخب کیے
ے لیکن اس جگہ آنے کے بعد اُسے اپنی بستی کی ہواؤں کی خوشبوئیں
بتر ہو گئی تھیں اور اب وہ اِن چیزوں کو نظر انداز نہیں کر سکا
ھا۔ اُس کے دِل میں بے اختیار خواہش اُٹھ رہی تھی کہ وہ تراب زان
و رہنے والوں سے ملے۔
ہر چند کہ وہ جانتا تھا کہ وہاں کے رہنے والوں کا سلوک
س کے ساتھ بہتر نہیں ہوگا لیکن اس کے باوجود وہ اِس کی بستی
ں۔ کم از کم اس پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد وہ اپنی زندگی کی
رینہ یادوں کو تازہ کرے گا۔
یوں بھی اس طویل ترین تھکا دینے والے سفر سے اب
ے اُکتاہٹ سی ہو گئی تھی۔ خاص طور پر گورڑمے ہال بکنیا کی
ت کے بعد اُس کے دِل پر کچھ عجیب سی اُداسی کی تہیں چڑھ
تھیں ممکن ہے یہ بھی کوئی اعصابی کھنچاؤ ہو جس نے وقتی طور پر
ے متاثر کر دیا ہو۔
جُوں جُوں وہ آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ راستے اس کے
منے بے نقاب ہوتے جا رہے تھے۔ درّے سے گزر کر نہر وادی
دائیں سمت چلتے ہُوئے بالآخر اُسے بہت دُور گہرائیوں میں
ب زان کی آبادی نظر آئی۔ ہاں یہ تراب زان ہی تھا۔
اس جگہ کھڑے ہو کر وہ کافی دیر تک تراب زان کے اُونچے
ے مکانات کا جائزہ لیتا رہا۔ اِنہی مکانات میں اُس کا اپنا
ن بھی تھا جہاں وہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا تھا۔
ماں۔ جس کو اُس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ
رام اور سب سے زیادہ عزّت دی تھی۔
وہ ماں سے بے پناہ پیار کرتا تھا لیکن یہ اُس کی وحشی

فطرت تھی کہ ماں کی حادثاتی موت کے بعد اُس نے آنسو نہیں
بہائے بلکہ اُس کی آنکھوں سے آگ کی لکیریں نکلنے لگیں اور ان
لکیروں نے فیروز خان کی چاروں بیٹیوں کو جلا کر خاکستر کر دیا یہ اُس
کے انتقام کا ایک رُخ تھا اور اُس کے بعد اُس نے اپنے طور پر
اپنے آپ کو مطمئن سمجھ لیا۔
بادشاہ خان اور نعمان خان براہ راست اُس کے راستے میں
کبھی نہیں آئے تھے اگر آجاتے تو شاید وہ ان لوگوں کی جانب بھی
متوجہ ہو جاتا جب کہ رزاق خان اُس کی بھینٹ چڑھ گیا تھا اور وہ
بھی صرف اتفاقیہ طور پر، ورنہ شیران کے ذہن میں اب اِن لوگوں
سے انتقام کا کوئی منصوبہ یا کوئی جذبہ نہیں تھا۔
کافی دیر تک وہ اسی جگہ کھڑا تراب زان کی گہرائیوں کو دیکھتا
رہا اور پھر اُس کے دِل میں ایک خواہش اُبھری۔
کیوں نہ اپنا گھر دیکھے اِس خواہش کے ساتھ ہی ایک اور
جذبہ بھی اُس کے سینے میں پیدا ہُوا۔ اگر کسی نے اُس کے گھر پر
قبضہ جمانے کی کوشش کی ہو تو وہ اُسے جا کر بتا دے گا کہ یہ گھر آج بھی
بہزاد سلامن کی یادوں سے معمور ہے اور جس نے یہ مجال کی کہ بہزاد
سلامن کے گھر پر اپنے ناپاک قدم رکھنے کی کوشش کی تو اُسے اپنے
قدموں پر کھڑا نہیں رہنا چاہیے۔
یہ احساس دُوسرے تمام احساسات پر حاوی ہو گیا تھا۔
اور یہی احساس تراب زان کی جانب تیز رفتاری سے سفر کرنے
کا باعث بن گیا۔ جس وقت وہ تراب زان کے پہلے سرحدی دروازے سے
اندر داخل ہو گیا تو شام کے جھٹپٹے فضاؤں میں اُترنے لگے تھے۔
قبیلے کے لوگ معمول کے مطابق اپنے کام کاج میں مصروف
تھے۔ سب سے پہلے اُسے دیکھنے والا عادل شاہ تھا۔ اس کا بچپن
کا دوست، اور اُس کا اُس وقت کا شناسا جب شیران وہ شیران
نہیں تھا جو وہ بن چکا تھا۔
دوست کی نگاہوں نے دوست کو پہچان لیا۔ عادل شاہ
ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا اور پھر بے اختیار شیران کی
طرف دوڑا اور جا کر اُس کی گردن سے لپٹ گیا۔
اپنے دیرینہ دوست کا یہ پُر محبت انداز شیران کو پسند آیا تھا۔
اُس نے اس کی کمر تھپتھپاتے ہُوئے کہا۔ "او عادل شاہ تُو اب
بھی ویسے کا ویسا ہی ہے کوئی تبدیلی نہیں ہُوئی تجھ میں"
"کیا میں یقین کر لُوں یہ تُو ہی ہے شیران۔ کیا میں یقین کر
لُوں۔ اگر میں رُوحوں پر اور بد ارواحوں پر یقین رکھتا تو یہ یقیناً یہ
سوچتا کہ یہ تمہیں تیری رُوح ہے۔ کیا واقعی یہ تُو ہی ہے شیران خان؟"

"عادل شاہ۔ شیران خان وہی ہے دیکھ لے۔ میرے بدن
کی چٹان جُوں کی تُوں ہے۔ آج بھی مَیں اِنسانوں اور جانوروں کی
گردن مروڑنے کی قوت رکھتا ہُوں۔ اِن ہاتھوں کو دیکھ اِن کی
سختی کو محسوس کر تجھے یقین ہو جائے گا کہ میں شیران ہی ہُوں"
"او نے شیرانا۔ کہاں چلا گیا تھا تُو۔ کہاں غائب ہو گیا تھا
میرے یار۔ آ میرے ساتھ آ بابا اور بابا تجھے دیکھ کر کتنے خوش
ہوں گے۔ اُس کا تجھے اندازہ نہیں ہے"
"کیا تراب زان میں مجھے دیکھ کر خوش ہونے والے بھی پیدا
ہو گئے ہیں"
"وہ جو تجھ سے محبت کرتے تھے آج بھی تجھے پیار کرتے
ہیں شیران! اور جب اُنھوں نے تیری موت کی خبر سُنی تھی تو اُن
کے چہرے اُداس ہو گئے تھے۔ گو اُنھوں نے زبان سے کچھ نہیں
کہا لیکن مَیں نے دیکھا خود مجھ سے پُوچھ شیرانا کہ مَیں کتنا اُداس ہو گیا تھا۔
"میری موت کی خبر کیا تراب زان میں، مَیں مر چکا ہُوں"
"یہ ایک لمبی داستان ہے شیران آ تجھ سے بہت سی باتیں
ہوں گی" عادل شاہ اُسے ساتھ لیے ہُوئے چل پڑا۔
چوپال جمنا شروع ہو گئی تھی۔ داؤد خان چوپال میں آ گیا تھا۔
حقّے کے تمباکو کی خوشبو فضا میں چکرا رہی تھی۔
بہت سے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ بہت سے جمع ہو رہے
تھے۔ عادل شاہ کے مکان کی جانب جو راستہ جاتا تھا وہ چوپال کی ہی
جانب سے گزرتا تھا اور چوپال میں بیٹھے ہُوئے لوگ چونکہ دُنیا
جہان کے کاموں سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس لیے اُن کی نگاہیں
آنے جانے والوں پر جمی رہتی تھیں اور وہ ان پر تبصرے کیا کرتے تھے
کہ یہی یہاں کی زندگی تھی۔
چھوٹی چھوٹی باتیں زندہ رہنے میں مدد دیتی ہیں سو شیران خان
کو عادل شاہ کے ساتھ دیکھ لیا گیا اور تنہا عادل شاہ ہی نہیں تھا
جو شیران کو پہچانتا بلکہ وہاں بے شمار لوگ تھے جن کی نگاہوں میں
اَب بھی اس شیطان صفت انسان کی صُورت محفوظ تھی جو بستی کے
لیے ہوّا بنا ہُوا تھا اور جس کی وجہ سے کئی بار ایسے واقعات پیش آ
چکے تھے کہ تراب زان کی سلامتی ہی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ لوگ بے اختیار
کھڑے ہو گئے کیونکہ اِن دنوں عدنان سلامن کی داستانیں تراب زان
میں عام تھیں اس لیے شیران کو یہاں دیکھ کر بہت زیادہ تجسّس
و سنسنی محسوس کی گئی۔ داؤد خان کے شانے پر کسی نے ہاتھ رکھتے
ہُوئے کہا "بابا داؤد خان۔ وہ دیکھو شیران"
"کیا" داؤد خان کے مُنہ سے حقّے کی نَے نکل کر نیچے گر پڑی۔

"ہاں بابا خان۔ وہ شیران ہی ہے۔ یقین کرو ہماری آنکھوں
نے دھوکا نہیں کھایا"
"کہاں ہے۔ کس طرف؟"
"وہ دیکھو عادل شاہ کے ساتھ اس طرف جا رہا ہے"
"اسے دوڑو بلاؤ اُسے، بلاؤ اُسے اگر وہ شیران ہی ہے مگر
یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے آہ۔ دیکھو اب مُردے بھی زندہ ہونے لگے
ہیں۔ داؤد خان کی بات پُوری ہونے سے پہلے ہی بہت سے
لوگ شیران کی جانب دوڑ چکے تھے۔ اِن میں بزرگ بھی تھے۔
جوان بھی۔ ... ذرا سی دیر میں شیران کے گرد مجمع لگ گیا۔ شیران
اِن سب کو دیکھ رہا تھا تب دِل مُراد خان نے کہا "شیران خان یہ
تُو ہی ہے ہمیں یقین دِلا دے کیا یہ تُو ہی ہے۔ آ اس طرف آ، سردار
داؤد تیری واپسی پر یقین نہیں رکھتا" لوگ اُسے اور عادل شاہ کو گھیر
کر چوپال کی طرف چل پڑے۔
سردار داؤد پاگلوں کی طرح کھڑا شیران کو دیکھ رہا تھا۔ بہت
سے لوگ موجود تھے یہاں لیکن مکمل خاموشی چھائی ہُوئی تھی۔
"سردار داؤد خان کی خدمت میں سلام۔ کیسے ہو خان بابا داؤد۔
پہچان لیا مجھے؟ بالوں کی سفیدی کے علاوہ تمہارے اندر اور کوئی
تبدیلی نہیں ہُوئی"
"لباس کے علاوہ تیرے اندر بھی کوئی تبدیلی نہیں ہُوئی۔
شیران خان"
"تو کیسا ہے؟"
"دیکھ لو داؤد خان، پہلے سے زیادہ طاقتور ہُوں"
"آؤ بیٹھو۔ تمہاری زندگی تمہاری سلامتی ہمارے لیے
دِل خوش کن ہے" "بڑی خوشی ہُوئی تمہیں دیکھ کر"
"چوپال پر آیا ہُوں تو بہت سی باتیں پوچھنا چاہتا ہُوں۔
تراب زان کے رہنے والے جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ میری آمد کو
کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟"
"تُو بستی کا بیٹا ہے شیران خان اور بیٹے جب طویل عرصے
کے بعد گھروں کو لوٹتے ہیں تو بزرگوں کو خوشی ہوتی ہے" ایک
بزرگ نے کہا۔
"بہت سے ناخوش ہوں گے" شیران نے مسکراتے ہُوئے کہا
"شاید ایسا کوئی نہیں ہے" سردار داؤد نے کہا۔
"شاید" شیران ہنس پڑا۔
"تُو نے کہاں زندگی گزار دی شیران خان؟"
"دُنیا کے بہت سے حصّوں میں۔ دُنیا بہت بڑی ہے

داؤد خان۔"

"کیا سیکھا تُو نے اِس دُنیا میں ؟"

"تمھیں جان کر خوشی نہیں ہوگی بابا داؤد۔"

"کیوں ؟"

جو کچھ مَیں نے اِس دُنیا سے سیکھا ہے وہ تمھارے اصولوں سے ہٹ کر ہے۔"

"مثلاً ؟"

"طاقت کائنات کی حکمراں ہے۔ دولت اس کا ستون ہے جو اسے قائم رکھتی ہے۔ انسان سب کچھ ہے لیکن مطلبی ہے۔ سب سے پہلے خود سے دوستی کرو اس کے بعد دُوسروں کا نمبر آتا ہے۔ دُشمن کو پاتال کی گہرائیوں میں تلاش کر کے اُسے ہلاک کرو۔ اگر رحم کیا تو وہ تمھیں ختم کر دے گا۔ مجھ میں ایسی ہی کچھ باتیں ہیں۔"

"گویا تجھے اس دُنیا نے کچھ نہیں دیا۔"

"ہاں تمھارے خیال کے مطابق ایسا ہی ہے۔" شیران نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تمھاری بیوی کہاں ہے شیران خان کتنے بچّے ہیں تمھارے؟"

"بیوی بچّے۔ یہ ایک تماشا ہے۔ تھکے ہارے لوگوں کا مشغلہ۔ شیران بھیڑیے نہیں پالتا بیوی کیا پالے گا۔"

"کیا مطلب ؟" سب حیران رہ گئے۔

"اوئے عادل شاہ۔ مطلب سمجھانے کا کام تُو کر۔ میرا یار ہے نا۔" شیران نے اِسی اُجڈپن سے کہا۔

"لیکن سلامن خاندان صرف تراب زان میں تھا۔ وہ کون ہے ؟" داراب خان نے کہا۔

"کون داراب خان ؟" شیران نے براہِ راست پُوچھا۔

"عدنان سلامن۔ کون ہے ؟"

"یہی سوال مَیں تم لوگوں سے کرتا ہوں۔"

"وہ تیری طرح نڈر ہے۔ تیری مانند جنگلی جانوروں کا دُشمن ہے۔ تیری ہی طرح چالاک طاقتور اور پھرتیلا ہے۔"

"اوئے کون ہے وہ ولدالحرام۔ کہاں ہے ذرا میرے سامنے لاؤ۔" شیران نے چونک کر کہا۔

"تُو نے شادی نہیں کی شیران خان۔"

"مَیں شاد ہُوں سردار بابا۔ کوئی غم نہیں ہے مجھے کو"

"مگر وہ عدنان سلامن ہے۔"

"اسے اس بات کی سزا ضرور ملے گی۔ اُس نے میرے خاندان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہے۔"

سب حیران رہ گئے تھے۔ شیران کے لہجے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اتنا ہی اُکھڑ اور جنگلی تھا۔ "کہاں ہے وہ اُسے ذرا میرے سامنے تو لاؤ۔"

"یہاں نہیں ہے۔ جنگلوں میں رہتا ہے۔ جانوروں کو ہلاک کرتا ہے لوگوں کی زندگیاں بچاتا ہے۔"

"اِسی سے اندازہ لگا لو۔ وہ شیران کی اولاد کیسے ہو سکتا ہے ؟"

"کیوں شیران بھلا اس بات سے اندازہ کیسے ہو سکتا ہے ؟" کسی نے پوچھا۔

"مَیں نے کبھی کسی کی زندگی بچانے کی کوشش نہیں کی ؟" شیران مُسکرا کر بولا اور لوگ خاموش ہو گئے۔ اِس نامعقول بات کا کوئی کیا جواب دیتا۔ "تاہم میں اس ولدالحرام کو ضرور تلاش کروں گا۔"

"تم نے اتنا وقت کہاں گُزارا شیران ؟"

"اِسی کائنات عظیم میں۔"

"لیکن ..." کسی نے کچھ کہا اور سردار داؤد نے اِس کا شانہ دبا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اِس کے بعد وہ شخص کیا سوال کرنا چاہتا ہے۔" چنانچہ وہ خاموش ہو گیا۔

"پھر حاضری دُوں گا سردار داؤد، مَیں اب واپس آ ہی گیا ہُوں۔" شیران نے کہا اور عادل شاہ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ سب لوگ اُسے جاتے ہُوئے دیکھ رہے تھے۔

"تم اس سے کیا سوال کرنا چاہتے تھے۔" گُل خان۔

"اِن لوگوں کے بارے میں جنھوں نے قسمیں کھا کر اس کی موت کا اعلان کیا تھا۔"

"مُناسب نہیں تھا گُل خان۔ اِسی لیے مَیں نے تمھیں روکا تھا۔" سردار داؤد نے آہستہ سے کہا۔

"نعمان خان نے جُھوٹ بولا تھا ؟"

"شیران کو زندہ سلامت دیکھنے کے بعد اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"گویا بادشاہ خان کے مُنہ پر شیران نے کالک لگا دی ہے۔"

"ایسے الفاظ اپنے مُنہ سے ادا مت کرو۔ میری آنکھیں دُور تک دیکھ رہی ہیں۔" سردار داؤد نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

"کیا سردار داؤد ؟"

"تم لوگ خود نہیں سوچ سکتے۔ شیران کی واپسی کسی بڑی تباہی کا پیشِ خیمہ بن سکتی ہے۔ تراب زان پر سب سے زیادہ آفت آ سکتی ہے۔ اگر بادشاہ خان کو اس کا علم ہو گیا تو کیا وہ یہ نہیں کہے گا کہ اس کے مجرم کو اس کے حوالے کیا جائے۔"

"بادشاہ خان اَب کس مُنہ سے یہ بات کہے گا۔ داؤد خان وہ تو بہزاد سلامن کے بیٹے سے انتقام لینے کا دعوا کر چکا ہے۔ اُس نے تو قبیلوں کے سامنے اعلان کیا تھا۔"

"پتہ نہیں یہ سب کچھ کیا ہے۔ وہ لڑکا کون ہے جو خود کو سلامن خاندان کا ایک فرد بتاتا ہے ؟"

"ہاں اُس کی شخصیت واقعی بے حد پُراسرار ہے۔"

"کہیں شیران اس کے لیے مصیبت نہ بن جائے۔" کسی اور نے تبصرہ کیا۔ اس بات کا کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

"مَیں ایک اور بات سوچ رہا ہُوں۔" سردار داؤد پُرخیال انداز میں بولا۔

"کیا سردار ؟"

"شیران پر گہری نگاہ رکھی جائے۔ اس کے ایک ایک قدم کو نگاہ میں رکھا جائے۔ ہم تراب زان پر کوئی نئی مصیبت نازل نہیں کر سکتے اگر شیران کسی طرح تراب زان کے لیے خطرہ بن جائے تو۔" سردار داؤد خاموش ہو گیا۔

دُوسرے لوگ بھی سردار داؤد کے ان الفاظ پر پریشانی کا شکار ہو گئے تھے وہ اِس خطرے کو محسوس کر رہے تھے۔

شیران عادل شاہ کا مہمان تھا۔ اِس کی واپسی کی خبر جنگل کی آگ کی مانند چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ اور لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔

"عادل شاہ نے پوچھا۔" اَب تمھارا کیا اِرادہ ہے شیران ؟"

"بہت کچھ میرے دوست۔" شیران مُسکرا کر بولا۔

"مثلاً ؟"

"تراب زان واپسی ایک حادثے کے تحت ہُوئی ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ حالات نے کسی خاص مقصد کے لیے مجھے اِن دوستوں میں بھیجا ہے یہ بتاؤ میری زمینوں پر کون کام کر رہا ہے ؟"

"کیا مطلب ؟"

"لوگوں نے وہ زمین لاوارث تصوّر کر لی ہوگی۔ کون نصیب اَب اِن زمینوں پر ہل چلا رہا ہے۔ اگر کسی نے ایسی جُرأت کی ہے تو کیا وہ قابلِ معافی ہے ؟" شیران نے کہا۔

"زمینیں خالی پڑی ہُوئی ہیں شیران خان۔ سردار داؤد نے اس کے احکامات جاری کیے تھے۔"

"اور میرا گھر ؟"

"اس کا دروازہ بند کر کے اِس کے گرد خاردار جھاڑیاں لگا دی گئی ہیں۔ اِس میں تمھارا سامان جُوں کا تُوں محفوظ ہے۔"

عادل شاہ نے جواب دیا۔

"تراب زان کے رہنے والے سمجھدار ہیں۔ ایسا کر کے اُنھوں نے اپنی زندگیاں بچائی ہیں لیکن وہ ولدالحرام میرے ذہن میں چُبھ رہا ہے پہلے مَیں اُسے تلاش کروں گا۔ کیا نام بتاتا ہے وہ اپنا ؟"

"عدنان سلامن۔"

"واہ بھئی۔ میری ناجائز اولاد بھی کوئی نہیں ہے۔ اِس بدبخت نے میری ولدیت ہی چُرالی۔ بچ کر کہاں جائے گا میرے ہاتھ سے۔"

■ دودا خان صرف چند الفاظ کی بنا پر مارا گیا تھا۔ بادشاہ خان نے پہلے ہی اُسے بتا دیا تھا پھر وہ کیسے بھُولتا۔ لوگوں کو بھی دودا خان کی موت فراموش کرنی پڑی تھی۔ بادشاہ خان کا حکم تھا۔

نوریز نے پہلا درندہ شکار کیا تھا۔ بادشاہ خان نے جشن کا اعلان کر دیا تھا اور فوراً ہی تیاریاں شروع کر دی گئی تھیں۔ اِس جشن میں قبیلوں کے سرداروں اور دُوسرے معززین کو مدعو کیا گیا تھا۔ تہمانہ کو دُلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ چاروں طرف رقص و سرود کی محفلیں جمی ہُوئی تھیں۔

نعمان خان خوشی سے پھُولا نہیں سما رہا تھا۔ اُس کی بیوی آئینوی بھی خوش تھی۔ اُس نے پہاڑوں کے اِس ماحول کو پُوری طرح اپنا لیا تھا اور نعمان خان کا مذہب قبول کرنے کے بعد ایک مذہبی عورت بن گئی تھی۔ نوریز اُن کی آرزوؤں کا مرکز تھا۔

جشن کا دِن جُوں جُوں قریب آتا جا رہا تھا۔ ہنگامے بڑھتے جا رہے تھے اور سب اِن ہنگاموں میں گُم تھے۔ باہر سے آنے والے آنا شروع ہو گئے تھے اور ان کے لیے تہمانہ کے بڑے دروازوں کے عین سامنے خیموں کا ایک شہر آباد کر دیا گیا تھا۔ بڑے بڑے سردار وہاں قیام پذیر تھے اور اُن کی خاطر مدارات کے لیے معقول انتظام کر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جشن کا دن آ گیا۔ دُوسرے دِن نوریز کے دستار باندھی جانے والی تھی۔

"اِسی شام۔ پہاڑوں کی فضا میں ایک ہیلی کاپٹر نظر آیا۔ جسے دیکھ کر بادشاہ خان کو اِطلاع دی گئی۔ بادشاہ خان سمجھ گیا تھا کہ وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں ؟"

"یہ ہیلی کاپٹر بابا خان ؟ نعمان خان نے اندرونی حصّے میں بنے ہُوئے ہیلی پیڈ پر۔ بادشاہ خان سے کہا۔

"تنظیم کے ارکان ہو سکتے ہیں۔"

"بغیر اطلاع۔"

"ہاں۔ ممکن ہے کوئی اہم معاملہ ہو۔"

ہیلی کاپٹر نیچے اُتر گیا۔ اُس سے تین خوش پوش لوگ نیچے اُترے تھے۔ یقیناً وہ تنظیم کے افراد تھے۔

بادشاہ خان اور نعمان خان نے آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کیا تھا۔ سب سے آگے والے شخص نے کہا۔ "تمھاری خوشیوں میں شرکت ہمارا فرض تھی۔ بادشاہ خان گو ہم بن بُلائے مہمان ہیں۔"

"قبیلوں کی رسم میں صرف قبیلے کے لوگ ہی شرکت کرتے ہیں۔ اِسی لیے آپ لوگوں کو دعوت نہیں دی گئی تھی۔"

"ہم اپنی خوشی سے شریک ہُوئے ہیں اور تمھارے لیے وائی تھری کے کچھ پیغامات لائے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی تمھارے بھتیجے کے لیے کچھ تحائف بھی۔"

پلاٹینم کا ایک خوبصورت تاج نوریز کے لیے پیش کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بے شمار قیمتی چیزیں جو لاکھوں روپے کی مالیت کی تھیں۔ بادشاہ خان نے معزز مہمانوں کے لیے قیام کا انتظام محل ہی میں کیا تھا، ٹیم کے سربراہ نے کہا۔ "ہمیں رات ہی کو واپس جانا ہے بادشاہ خان۔ اگر اپنی مصروفیتوں میں سے کچھ وقت نکال سکو تو . . ."

"مَیں آپ لوگوں کو کل کا جشن دیکھنے کی دعوت دیتا ہُوں۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"افسوس یہ ممکن نہیں ہے۔ ہمیں یہی ہدایت کی گئی ہے۔"

"تب مَیں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔ رات کے کھانے کے بعد ہماری نشست رہے گی۔"

"اس نشست میں نعمان خان کی شرکت بھی ضروری ہے بادشاہ خان۔" تنظیم کے وفد کے سربراہ نے کہا۔

"کوئی ہدایت ہے ہمارے لیے؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔ رات کی نشست میں نعمان خان بھی ہمارے ساتھ ہوگا۔" بادشاہ خان نے جواب دیا لیکن وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں وہ ہدایات کیا ہیں؟

نعمان خان بھی یہ سُن کر اُلجھ گیا تھا۔ اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ہمارا جشن خراب نہ ہو جائے بابا خان۔ اُنھوں نے بڑے غلط وقت کا انتخاب کیا ہے۔"

"حالات کچھ بھی ہوں نعمان خان میری ایک بات تمھیں ضرور ماننا پڑے گی۔"

"کیا بابا خان؟"

"خود کو پُرسکون رکھوگے۔ کسی قیمت پر اُن سے انحراف ہمارے حق میں نہیں ہوگا۔ یہ ضروری ہے بیٹے۔ ہم بعد میں آپس میں صلاح مشورے کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے بابا خان۔ مَیں خیال رکھوں گا۔" نعمان خان نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔ رات کو یہ محفل جم گئی۔ بادشاہ خان اور نعمان خان نے خوش اسلوبی سے مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا تھا۔ پھر وفد کے سربراہ نے کہا۔ "اس عظیم مقصد کے لیے بادشاہ خان، تنظیم نے تمھارا انتخاب کیا تھا جس کے سلسلے میں طویل عرصے سے مہم چلائی جا رہی ہے۔ اِس مقصد کے لیے ہمارے ملک نے اربوں ڈالر خرچ کر کے وائی تھری ڈیپارٹمنٹ قائم کیا ہے اور تم جانتے ہو کہ اس ڈیپارٹمنٹ کے اخراجات کیا ہیں؟"

"ہاں مَیں یہ بات تسلیم کرتا ہُوں۔"

"ہم نے بڑی رازداری سے یہ مہم چلائی ہے اور ہمارے ملک کے غیر متعلق بڑوں کو بھی اِس منصوبے کے بارے میں آج تک کوئی اِطلاع نہیں ہے۔ صرف وہی ڈیپارٹمنٹ اس بارے میں جانتا ہے جو اس سلسلے میں مصروفِ عمل ہے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہوگا۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"یہی وجہ تھی بادشاہ خان کہ وقت سے پہلے تم بھی اِس سلسلے کی تفصیلات سے واقف نہ ہو سکے۔"

"مجھے اس پر پہلے بھی اعتراض تھا اور آج بھی ہے۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ مَیں ابتدا سے اِسی مہم سے متعلق ہُوں۔"

"ہاں بادشاہ خان تمھارا تو اس آپریشن میں سب سے اہم کردار رہا ہے لیکن کچھ اصول ہوتے ہیں جن کے تحت کام کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ہمیں تم پر مکمل اعتماد رہا ہے لیکن بس اصولوں کی پیروی کی گئی ہے۔ تم جانتے ہو بادشاہ خان کہ تنظیم نے ہمیشہ تم پر اعتماد کیا ہے اور تمھاری ہر تجویز کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے یہاں تک کہ تمھارے ایما پر نعمان خان کو بھی تنظیم نے ایک بلند مقام دیا جب کہ ہم صرف اُنھیں لوگوں کو خود میں شامل کرتے ہیں جو برسوں کے پختہ کار ہوں اور ہمارے معیار پر پُورے اُترتے ہوں۔"

"کیا نعمان خان ایک طویل امتحان پر پُورا نہیں اُترتا ہے؟" بادشاہ خان نے کسی قدر ناگوار لہجے میں کہا۔

"اس سے کس کو انکار ہے بے شک نعمان خان تمھارا بہترین نعم البدل ہے اور ہم تمھارے شکر گزار ہیں کہ تم نے تنظیم کو

ایک اور شاندار شخصیت دی۔ آپریشن وائی تھری جب اپنے مراحل سے گزر جائے گا تو پہاڑوں کا حکمران بادشاہ خان ہی ہوگا۔ ہاں اگر وہ اپنا جانشین نعمان خان کو مقرر کر دے گا تو تنظیم اُسے بخوشی قبول کر لے گی۔"

"نعمان خان اِس کا اہل ہے۔" بادشاہ خان نے فخریہ کہا۔

"لیکن مَیں تنظیم کے اغراض و مقاصد جاننا چاہتا ہُوں۔ ہمیں معلوم تو ہو کہ آپریشن وائی تھری کیا ہے؟" نعمان خان نے کہا۔

"ہر چند کہ یہ قبل از وقت ہے لیکن فیصلہ کیا گیا ہے کہ تمھیں بھرپُور اعتماد دینے کے لیے تنظیم اپنے عزائم سے تمھیں آگاہ کر دے۔" وفد کے لیڈر نے جواب دیا۔

"ہمیں اس سے بے حد خوشی ہوگی۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"جو مقصد ہمارے ملک کے بڑے بڑے لوگ نہیں جانتے بادشاہ خان۔ اس سے تمھیں آگاہ کر کے ایک اعزاز دیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ تم اُسے تسلیم کرو گے اور پُوری نیک نیتی سے تنظیم کے مفادات پر عمل کرو گے۔"

"ایسا ہی ہوگا جناب۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"اِن پہاڑوں سے پرے جو مُلک ہے اُس کی پالیسی ہمارے حق میں نہیں ہے لیکن اِس علاقے سے ہمارے ملک کے عظیم مفاد وابستہ ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ یہاں ہماری پسند کی حکومت قائم ہو جائے۔ پہاڑوں کے رہنے والے خود کفیل ہو جائیں تم لوگ اس ملک میں شامل رہ کر کیا فائدہ حاصل کر رہے ہو۔ یہاں کیا ہوتی ہیں تمھیں۔ سرکاری مشنری یہاں تمھارے مفادات کا کیا خیال رکھتی ہے۔ تمھارے مصائب دُور کرنے کے لیے یہاں کیا کیا، انتظامات کیے گئے ہیں۔ زراعت تعلیم اور دُوسرے بے شمار مسائل کے حل کے لیے پہاڑوں کے دُوسری طرف کی حکومت نے کیا کیا ہے۔ کتنے اسکول کالج کھلے ہیں تمھارے لیے۔ آسمانی مصیبتیں برفباری، زلزلے اور دُوسرے ایسے مقاصد میں تمھاری کیا مدد کی جاتی ہے۔ حکومت کیا امداد دیتی ہے تم لوگوں کو۔ تم جس طرح اس قدرتی وسائل کی زمین پر بے بسی کی زندگی گزار رہے ہو بادشاہ خان کیا تمھیں کبھی اس کا احساس نہیں ہوتا کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تم بھی آزاد انسانوں کی حیثیت سے زندگی گزارو، تمھارے بچے تعلیم سے آراستہ ہوں، پُوری دُنیا میں نام پیدا کریں۔ اُنھیں بھی سکون کی زندگی گزارنے کے مواقع حاصل ہوں۔ تمھارے ہاں مشینیں لگیں صنعتیں قائم ہوں اور ایک آزاد مملکت وجود میں آئے جو تمھاری اپنی ہو۔ ہم تمھیں یہ موقع دینا چاہتے ہیں۔ ہم تمھیں ایک آزاد وطن کے حصول کے لیے امداد دیں گے۔ آواز تمھاری ہوگی اور کام ہمارا۔ یہ نیا ملک تمھارا ہوگا اور صرف تمھارا۔ اس سلسلے میں ہم تمھاری ہر طرح امداد کریں گے۔ اسلحہ افرادی قوت اور سب کچھ۔ پہاڑوں میں آزادی کی آواز اُٹھے گی لیکن اس وقت جب ہم پُوری طرح مضبوط ہو جائیں گے۔ سرحدیں بند [illegible] تمھیں مکمل تحفظ دیا جائے گا بادشاہ خان اور اس کے بعد ان پہاڑوں میں ایک نئی حکومت قائم ہو گی۔ تمھاری حکومت جس کے سربراہ تم ہو گے تمھاری سربراہی میں اِن پہاڑوں کی شکل بدل جائے گی۔ کیا تمھیں یہاں جدید شہر آباد دیکھنے کی خواہش نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں؟" بادشاہ خان بے اختیار بولا۔

"ہم تمھارا یہ خواب پُورا کریں گے بادشاہ خان۔"

"ایک منٹ جناب۔ آپ ہمارے لیے یہ سب کچھ کریں گے۔ پہاڑی باشندے آپ کو اِس کے جواب میں کیا دیں گے؟" نعمان خان نے بڑی فراست سے سوال کیا۔

"سب کچھ بتایا جا رہا ہے نعمان خان۔ مبہم الفاظ میں تمھیں بتایا جا چکا ہے کہ اس نئی حکومت سے ہمارا مفاد بھی وابستہ ہوگا۔ ہم یہاں اپنے کچھ ڈیپارٹمنٹ قائم کریں گے۔ اطراف کے ممالک ہمارے لیے باعثِ دلچسپی ہیں۔ یہاں قدم جما کر ہم اپنے لیے کچھ اڈّے تعمیر کریں گے اور ذرائع نقل و حمل میں ہمیں آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔ ہمارے ملک کی جغرافیائی پوزیشن کس قدر تکلیف دہ ہے ہمارے لیے۔ ہم اپنی یہ تکلیف دُور کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہاں جو حکومت بنے گی وہ تمھارے مفادات کی نگرانی کرے گی؟"

"سو فیصد۔ یہی ہمارا مقصد ہے۔"

"اس حکومت کے قوانین تمھاری مرضی سے وضع ہوں گے۔"

"نہیں۔ ہم صرف اپنے مفادات کی تکمیل میں مداخلت کریں گے۔ باقی حالات سے ہمیں سروکار نہ ہوگا۔"

"اس کی کوئی ضمانت ہوگی؟" نعمان خان نے پُوچھا۔

"ہمیں اعتماد کرنا ہوگا نعمان خان اور ہم جانتے ہیں کہ تنظیم سب کچھ ہمارے مفادات کے لیے کر رہی ہے۔" بادشاہ خان نے فوری مداخلت کی۔ اُسے نعمان خان کا یہ سوال سخت محسوس ہُوا تھا۔

"اِن اڈّوں کی نوعیت کیا ہوگی جو ان علاقوں میں قائم کیے جائیں گے؟" نعمان خان نے دُوسرا سوال کیا۔

"اس کی تفصیل ابھی نہیں بتائی جا سکتی۔"

"ہمارے ملک کا اس سلسلے میں کیا رویہ ہوگا۔ کیا وہ اس بات کو پسند کرے گا؟" نعمان خان نے کہا۔

"کون سے ملک کی بات کر رہے ہو۔ کون سے ملک کو اپنا کہہ رہے ہو۔ اُسے جو تمھارے حقوق کا خیال نہیں رکھتا جس نے آج تک تمھارے لیے کچھ نہیں کیا؟ تم اب بھی اس ملک کو اپنا کہتے ہو نعمان خان۔ رہا اس کی پسندیدگی کا سوال تو میں اس سوال کو قطعی بچکانہ تصور کرتا ہوں۔" لیڈر نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ سوال بچکانہ ہے۔" بادشاہ خان نے مُسکرا کر بات برابر کرنے کی کوشش کی۔

"تمھیں اس مُلک کو بچانا ہے نعمان خان۔ وہ کبھی تمھاری علٰحدگی پسند نہیں کرے گا۔ وہ تمھارے حقوق غصب کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔ چنانچہ تنظیم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کا ابتدا کر دی جائے۔"

"وہ ابتدا کیا ہوگی؟" بادشاہ خان نے پُوچھا۔

"ہمیں ایک بڑے علاقے میں زیرِ زمین فیکٹری تیار کرنی ہوگی، اس کے لیے ایک وسیع رقبہ درکار ہے۔"

"فیکٹری میں کیا ہوگا؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"یہ بات صیغۂ راز میں رہے گی۔"

"میں صرف اپنے لیے یہ بات پوچھ رہا ہوں۔"

"یہ بات کسی کو بھی نہیں بتائی جا سکتی۔ فیکٹری میں جو کچھ ہوگا وہ اس آپریشن کے مفاد میں ہوگا اور یہ کارروائی مکمل صیغۂ راز میں رہے گی۔"

"کیا اس علاقے کا تعیّن کر لیا گیا ہے۔ جہاں یہ فیکٹری قائم ہوگی؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"ہاں اس کے نقشے ساتھ لائے ہیں ہم لوگ۔" لیڈر نے کہا اور جیب سے ایک نقشہ نکال کر میز پر پھیلا دیا اور پھر وہ سب نقشے پر جُھک گئے۔ نعمان خان نے نقشے کو سمجھنے کے بعد کہا۔

"مگر یہاں تو آبادی ہے۔ کیا فیکٹری کی کارروائی اس آبادی سے متاثر نہیں ہوگی؟"

"اس آبادی کو یہاں سے ہٹانا ہوگا۔" لیڈر نے کہا۔

"یہ لوگ صدیوں سے یہاں آباد ہیں۔"

"کہیں دُور آباد ہو جائیں گے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ اجداد کی بستیاں چھوڑ دینا، آسان تو نہیں ہوتا۔" نعمان خان نے کہا۔

"یہ کام آسان نہیں ہوتا نعمان خان۔ ان مشکلات کو دُور کرکے ہی کچھ حاصل ہوتا ہے۔" لیڈر نے کہا۔

"بے شک آپ نے ٹھیک کہا لیکن بہت خطرناک صورتحال پیدا ہو جائے گی۔ ہمیں ان قبیلوں سے مخالفت مول لینی پڑے گی۔"

"نہیں بادشاہ خان۔ عقل ہمیشہ ہر طاقت پر حاوی ہوتی ہے۔ طاقت کے بجائے تمھیں عقل استعمال کرنی ہوگی۔"

"میں نہیں سمجھا جناب۔"

"نقشے پر لگے ہوئے اس سُرخ نشان پر تم نے غور نہیں کیا بادشاہ خان۔ بتاؤ یہ کیا ہے؟"

بادشاہ خان اس نشان پر جُھک گیا اور پھر اُس نے کہا "یہ بند ہے۔"

"ہاں یہ بند ہے اور یہ آبادی اسی بند کے پاس ہے معمولی سی کوشش سے یہ بند ٹوٹ سکتا ہے۔ آبادی خود بخود خالی ہو جائے گی۔"

نعمان خان کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا۔ بادشاہ خان اِس صورتِ حال سے پریشان ہو گیا۔ نعمان خان نے کہا۔

"بند ٹوٹ جانے سے آبادی کا جانی و مالی نقصان بھی ہوگا۔"

"مجبوری ہے۔ یہ کام آپ لوگوں کو کرنا ہے مسٹر خان۔ اس کے لیے آپ کا انتخاب کیا گیا ہے۔"

"یہ کیسے جانا آپ نے کہ ہم لوگ بے غیرت اور غدّارِ وطن ہیں۔ یہ کس نے کہا آپ سے کہ ہم اپنے بھائیوں کو پانی کے دھارے میں بہا دیں گے۔ کیسے یقین کر لیا آپ نے کہ ہم غیروں کو اپنی زمین پہ سازش کی اجازت دیں گے۔ بتایئے یہ گالی آپ نے ہمیں کیوں دی؟" نعمان خان جوش میں ڈُوب گیا۔

"نعمان خان۔ مہمانوں کا احترام کرو۔" بادشاہ خان نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بابا خان۔ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اُسے سُن کر آپ کے ذہن میں مہمان نوازی رہ جاتی ہے۔ جواب دیں بابا خان معاف کیجیے میں آپ کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔" نعمان خان اُٹھ کر باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر تک مکمل خاموشی رہی پھر لیڈر نے کہا۔ "یہ صورتِ حال خطرناک تصوّر کی جا سکتی ہے۔"

"مشن انچارج مجھے بنایا گیا ہے اس لیے اس بارے میں فیصلہ میں کروں گا۔ نعمان خان کی بات کو اہمیت نہ دی جائے۔" بادشاہ خان نے خشک لہجے میں کہا۔

"لیکن تنظیم کے مقاصد پُورے کرنے میں کوئی رُکاوٹ ناقابلِ برداشت ہے۔ تنظیم اُسے قبول نہیں کرے گی۔"

"مشورہ ہر لحاظ سے غیر مناسب تھا۔ یہ حادثہ تشہیر کا باعث بھی نہیں بن سکتا تھا اور بند ٹوٹنے کے اسباب کا جائزہ لینے کے لیے حکومت کے انجینئر بھی آ سکتے ہیں۔ اس طرح کیا تنظیم کی کارروائیاں راز رہ سکتی ہیں؟" بادشاہ خان بولا۔

"ہمیں اس علاقے کی شدید ضرورت ہے۔"

"اُسے حاصل کرنے کا کوئی اور طریقہ بھی ہو سکتا ہے؟"

"مثلاً؟"

"اس پر غور کیا جائے گا۔"

"جواب کب تک مل سکے گا؟" لیڈر نے سوال کیا۔

"بہت جلد۔"

"ہمیں کچھ اور نہیں کہنا بادشاہ خان، آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ اب ہمیں اجازت دیں۔" لیڈر کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ خان ہیلی پیڈ تک انھیں چھوڑنے آیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بُلند ہو گیا۔ بادشاہ خان کی آنکھوں میں تشویش کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے پھر وہ محل میں واپس آ گیا۔

"نعمان خان کہاں ہے؟" اُس نے ایک ملازم سے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہیں خان۔ کیا میں انھیں اطلاع دوں؟"

"نہیں۔" بادشاہ خان نے جواب دیا اور نعمان خان کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ نعمان خان سگار کے گہرے گہرے کش لے رہا تھا۔ بادشاہ خان کو دیکھ کر اُس نے جلدی سے سگار چھپا لیا۔ بادشاہ خان نے خود بھی نگاہ چُرا لی تھی۔ نعمان خان سیدھا ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔

"ذہنی اُلجھنوں میں اِتنا پریشان ہُوں کہ ادب و آداب بھی بُھول گیا۔ کیا کر رہے ہو؟"

"پریشان ہُوں بابا خان۔"

"وجہ؟"

"بہت بڑی وجہ ہے۔ آپ جانتے ہیں۔"

"ہمارے تمھارے درمیان معاہدہ ہُوا تھا کہ صبر و سکون سے اُن کی بات سُنیں گے۔"

"آپ نے یہ تو نہیں کہا تھا بابا خان کہ ہمیں گالیاں بھی سُننی پڑیں گی۔" نعمان خان نے کہا۔

"تم جذباتی ہو رہے ہو نعمان خان۔"

"میں پاگل ہو رہا ہُوں بابا خان۔ میں ان پہاڑوں میں روشنی کے پھُول کھلے دیکھنا چاہتا ہُوں۔ ان میں رہنے والوں کو آگ میں جُھلستے نہیں دیکھنا چاہتا۔ آپ نے سُنا وہ ان پہاڑوں میں رہنے والوں کی زندگی سے کتنی دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ ایک پُوری آبادی کو کتنی آسانی سے ختم کرنے کی بات کرتے ہیں۔ آپ نے یہ سب نہیں سُنا بابا خان؟"

"سُنا ہے میں نے۔ کسی بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے قُربانیاں دینا ہوتی ہیں نعمان خان۔"

"بڑا مقصد۔ کونسا بڑا مقصد؟"

"پہاڑوں میں رہنے والوں کی نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔ یہ پسماندہ لوگ بھی زندگی کی آسائشوں کو حاصل کر سکیں گے۔"

"بابا خان۔ بابا خان۔ اپنے دِل میں جھانکیے۔ اپنے سینے کو ٹٹولیے بابا خان۔ کیا ہم اپنے مُلک سے غدّاری کرکے ایک نیا مُلک بنائیں گے۔ اپنا مُلک ٹکڑے کرکے ایک ٹکڑے کو اپنا ملک کہیں گے۔ آپ کا دِل کیا کہتا ہے بابا خان اس سے پُوچھیے۔"

"تمھارے جذبات کا طوفان اُتر جائے گا تب میں تم سے بات کروں گا۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"بات اِتنی معمولی نہیں ہے بابا خان۔ یہ طوفان شدّت اختیار کر جائے گا۔ اِس کے اُترنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ میں یہاں سے واپس یورپ چلا جاؤں گا۔ زمین کے کسی گوشے کو اپنا لُوں گا لیکن غدّاری نہیں کروں گا۔ بیٹھ جایئے بابا خان غور کیجیے۔ وہ کروڑوں روپے خرچ کرکے طویل عرصے سے یہ منصوبہ بنا رہے ہیں کیوں؟ کیا صرف اس لیے کہ وہ ہماری بہتری چاہتے ہیں۔ نہیں بابا خان اِن پہاڑوں میں بسنے والے کسی فرد سے اُنھیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ یہاں پنجے گاڑ کر اپنے ملک کی سرحد وسیع کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہاں سے ہمارے وطن اور اطراف کے دُوسرے مُلکوں پر دباؤ ڈال سکیں۔ یہ طویل منصوبہ بندی ہے۔ وہ ہماری ثقافت بدل دیں گے۔ یہ قومیں صرف اپنا مفاد دیکھتی ہیں بابا خان۔ انگریزوں نے ہندوستان لُوٹ لیا۔ یہ لوگ ہمارے وطن کو لُوٹنا چاہتے ہیں۔ غور کر لو بابا خان۔ آج وہ ایک فیکٹری قائم کرنے کے لیے ایک بڑی آبادی کو بند کے پانی میں غرق کرنے کی بات کرتے ہیں۔ کل وہ کسی اور مفاد کو حاصل کرنے کے لیے پہاڑوں کے ایک ایک باسی کو فنا کر دیں گے۔ کون روکے گا انھیں۔ آپ۔ میں۔ ہم ہم غدّار رہیں گے نہیں، بنالو بابا خان ایک اور وطن بنالو۔ حکومت کرو یہاں لیکن کس پر حکومت کرو گے چٹانوں پر۔ پتھروں پہ۔ پہاڑوں کے غیوروں کی تاریخ کبھی کسی اجنبی آقا کو قبول نہیں کرتی۔ ایک ایک فرد مٹ جائے گا۔ غلام نہیں بنے گا۔ اِسے لکھ لو بابا خان۔ کون جانے اس فیکٹری میں کیا بنے گا۔ کیمیائی اسلحہ یا میزائلوں کے اڈّے تعمیر ہوں گے۔ کیا ہوگا یہاں۔ اربوں روپے بلاوجہ خرچ نہیں کیے جاتے۔"

"جشن کے بعد میں تم سے اس بارے میں بات کروں گا نعمان خان۔"

"جشن - اب کونسا جشن منائیں گے بابا خان - آخری جشن منالیں.... اپنے ہموطنوں کی تباہی کا جشن - لیکن بابا خان ... کارڈ ابھی ہمارے ہاتھ میں ہے - سنبھل جایئے - اپنا فرض پُورا کیجیے۔"

"تم کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھاؤ گے نعمان خان جو اپنے خاندان کی تباہی بن جائے - یہ میرا حکم ہے۔"

"آپ کا حکم میری گردن کاٹ سکتا ہے بابا خان لیکن پہاڑوں کو زنجیر نہیں پہنا سکتا۔"

"ہم سوچ سمجھ کر کام کریں گے نعمان خان - جلد بازی میں کوئی فیصلہ مت کرنا۔"

"آپ نے تو آدھی زندگی میں نہیں سوچا بابا خان - اب کیا سوچیں گے - آپ کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ آپریشن وائی تھری کیا ہے - مجھے تو یہ افسوس ہے کہ ان لوگوں نے مجھے بھی غداروں میں شمار کر لیا - مَیں تو صرف آپ کے حکم سے ...... ان میں شامل ہُوا تھا ورنہ - ورنہ بابا خان۔"

"نعمان خان - گستاخی کر رہے ہو تم - خود کو سنبھالو نقصان اُٹھاؤ گے۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"سنبھالوں گا بابا خان - واقعی خود کو سنبھالوں گا" نعمان خان نے جواب دیا۔

بادشاہ خان باہر نکل گیا تھا۔

"جشن کا آغاز صبح ہی سے ہو گیا تھا - چاروں طرف بندوقیں چل رہی تھیں - لوک رقص ہو رہے تھے - خیمہ گاہوں میں بھی ہنگامہ خیزیاں ہو رہی تھیں - سردار تیاریاں کر رہے تھے - شام کو چار بجے ایک وسیع میدان میں نوریز کو لایا گیا اور سردار چڑھاوے چڑھانے لگے - نوریز کو درازیِ عمر کی دُعائیں ملنے لگیں - بادشاہ خان کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔

بادشاہ خان بے حد خوش تھا - اُس نے معزز مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور پھر ایک تقریر کی۔

"پہاڑوں کے جیالے سردارو - معزز قبیلوں کے جانبازو یہ جشن صرف ایک جشن ہی نہیں - میرے دل میں آپ سب کو ایک جگہ جمع کرنے کی آرزو بھی تھی - مَیں آپ لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے ایک پیغام دینا چاہتا تھا - اِس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہے - مَیں کچھ کہنا چاہتا ہُوں آپ سے۔"

"کہو بادشاہ خان؟"

"عظیم پہاڑوں کے بیٹو - صدیوں سے ہم اِن پہاڑوں میں آباد ہیں - صدیوں سے ہمارے رسم و رواج یکساں رہے ہیں - ہم ایک ہی انداز میں زندگی بسر کرتے رہے ہیں - ہمارے جغرافیائی حالات یہاں کے رہنے والوں کے لیے لاتعداد پریشانیوں کا باعث رہے ہیں - دُنیا بہت آگے بڑھ چُکی ہے لیکن ہم آج بھی لکیر کے فقیر ہیں - ہمارے ہاں کوئی ترقی نہیں ہُوئی - آج جب کہ جدید دُنیا کے لوگ راکٹ میں بیٹھ کر چاند کا سفر کر رہے ہیں - ہم خچروں پر بیٹھ کر اِن دُشوار گزار گھاٹیوں میں بھٹکتے پھر رہے ہیں، برف کے طوفان ہماری بستیوں کو تہ و بالا کر دیتے ہیں، زلزلے اور بارش ہمیں بار بار اُجاڑ دیتے ہیں، سینکڑوں زندگیاں ضائع ہو جاتی ہیں اور ہم اپنے دیش کا چراغ گُل کر بیٹھتے ہیں، کیا آپ لوگوں نے سوچا کہ کیوں صرف اِس لیے کہ ہم نے ترقی کی طرف کوئی قدم نہیں بڑھایا - ہم لکیر کے فقیر رہے ہیں، ہم نے باہر کی دُنیا کو غور سے نہیں دیکھا، ہم نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی کہ باہر کے لوگ اپنے آپ کو اِن آفتوں سے کس طرح محفوظ رکھتے ہیں، اور یہ کوشش ہم کرتے بھی کیسے؟ ہم نے اِن پہاڑوں سے باہر جا کر کچھ بھی نہیں دیکھا اور اِنہی میں بھٹکتے رہے، کیا آپ لوگوں کے دِل میں یہ آرزو نہیں ہے کہ آپ بھی اِسی طرح کی زندگی گزاریں جس طرح کی دُنیا کی مہذب اور معزز قومیں گزار رہی ہیں، کیا کمی ہے ہمارے اندر؟ کیا ہم طاقتور نہیں ہیں؟ کیا ہم محنت کش نہیں ہیں؟ اگر ہم یہ سب کچھ ہیں، تو پھر ہم اِتنے پسماندہ کیوں ہیں؟ مَیں آپ لوگوں کو غور کرنے کی دعوت دیتا ہُوں اور اِس کے ساتھ ہی ساتھ یہ پیش کش بھی کرتا ہُوں کہ مجھ سے پوچھیں کہ ایسا کیوں ہے؟ جب آپ مجھ سے پُوچھیں گے تو مَیں آپ کو جواب دُوں گا کہ آپ نے جو رسم و رواج بنا ڈالے ہیں، وہ ناقص ہیں، علم کہیں سے بھی حاصل ہو، ترقی اور زندگی میں آسانیاں کہیں سے بھی فراہم ہوں، ہم اُنھیں حاصل کرنے کے حقدار ہیں اور یہ ہمارا حق ہے کہ ہم بھی زندہ قوموں کی طرح بنیں، کوئی بھی حق بغیر کوشش کے نہیں ملتا، اِنتہا پسندی ہمیشہ پسماندہ رکھتی ہے لیکن مَیں نے اپنا فرض سمجھتے ہُوئے یہ قدم اُٹھا لیا ہے اور اِسی قدم کی برکت ہے کہ آپ کے ملک میں تھمانہ اور قرانہ کی کھیتیاں لہلہا رہی ہیں، زمینیں سیراب ہو چکی ہیں - ذرائع آمد و رفت بہتر ہوتے جا رہے ہیں - زندگی اپنا مفہوم پا رہی ہے، بہت کچھ ہو رہا ہے اس علاقے میں - میرے بھتیجے نعمان خان نے جدید دُنیا سے روشنی حاصل کی ہے! اسی روشنی کی چھاؤں میں ہم قدم بہ قدم ترقی کی راہ پر آگے کی جانب سفر کر رہے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہماری نگاہیں صرف قرانہ اور تھمانہ پر رہتی

ہیں، پہاڑوں میں رہنے والے تمام لوگ ہمارے بھائی ہیں، اور ہمارے دِل میں شدید خواہش ہے کہ اگر ہم سکون کی زندگی گزاریں تو پہاڑوں میں رہنے والے بھی اِس سے محروم نہ رہیں، ہم آپ ہی لوگوں میں سے ہیں اور ہم نے اپنا فرض سمجھتے ہُوئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس روشنی سے آپ کی بستی کو بھی منوّر کریں۔ کیا آپ لوگوں کو میرے اس اقدام سے کوئی اِنکار ہے؟"

"ہرگز نہیں بادشاہ خان - اِس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔" بہت سے سرداروں نے جواب دیا۔

"تو مجھے حق دیجیے کہ مَیں پہاڑوں میں ایک نئی روشنی لانے کے لیے جو کچھ بھی کرنا چاہوں، کروں - معزز سردارو مجھے یقین تھا کہ آپ کبھی میری اِن کاوشوں سے انحراف نہیں کریں گے - اِس کے لیے ہمیں جہاں سے بھی مدد حاصل ہو سکتی ہے، ہم وہاں سے مدد حاصل کریں گے - اگر ہماری مدد کرنے کے لیے کچھ ایسے افراد یہاں آئیں، جو انجینئر ہوں، الیکٹریشن ہوں، صنعتکار ہوں، زراعت میں مہارت رکھتے ہوں، تو کیا ہم اُنھیں قبول کرنے سے انکار کر دیں گے؟" میری رائے ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ہمیں اِن سے بھرپُور تعاون کرنا ہو گا، اگر وہ ہماری زمینوں پر سونا اُگا دیتے ہیں تو ہم میں سے کسی کو اعتراض نہیں ہو گا، اس مقصد کے لیے اُنھیں یہاں رہنا ہو گا، اور اُن کے یہاں رہنے پر ہم میں سے کوئی اعتراض نہیں کرے گا کیونکہ یہ سب کچھ ہماری فلاح کے لیے ہو گا۔ میرے معزز دوستو، مَیں آپ سے بھی یہی سب کچھ چاہتا تھا، ایک زبان اور ایک آواز ہو کر اپنی کاوشوں کو جلا بخشیں، ہمیں آج تک نظر انداز کیا جاتا رہا ہے، مُلک آباد ہوتے ہیں تو اُس کا ہر گوشہ مُلک کا ایک گوشہ کہلاتا ہے، پھر یہ کیا بات کہ پُورا ملک جدید زندگی کے گہوارے میں جھُول رہا ہو، اور صرف ایک حصّہ پسماندہ ہو، اِس پسماندہ حصّے میں زندگی اتنی کٹھن ہو جائے کہ اُسے گزارنا مشکل ہو جائے، کیا ہمارے دِل اِس بات پر نہیں روتے اگر ہمارے ساتھ یہ نااِنصافی جاری رہی تو ہم اس بات پر احتجاج کریں گے، اپنا حق حاصل کرنے کے لیے ہمیں جو قدم بھی اُٹھانا پڑا اِس سے ہمیں کوئی روک نہیں سکے گا - کیا آپ لوگ میری آواز میں اپنی آواز شامل کریں گے" بادشاہ خان نے مجمع پر ایک نگاہ ڈال کر کہا۔

ایک گوشے میں بیٹھا ہُوا نعمان خان پیچ و تاب کھا رہا تھا، بادشاہ خان کی اس تقریر کا مقصد اُس کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ اِس کا ذہن بغاوت پر آمادہ تھا - وہ سوچ رہا تھا کہ یہ تقریر ...ق نہیں ہو سکتی، اِس کا مقصد ہے کہ بادشاہ خان کے ذہن میں ایک منصوبہ تھا اور یہ جشن اسی منصوبے کی ایک کڑی تھا -- گویا بادشاہ خان نے نعمان خان سے بھی حقیقتوں کو چھپایا ہے کیا عجب ہے کہ بادشاہ خان کو خود بھی اِن لوگوں کی کارروائی کا علم ہو اور وہ پُوری مہارت اور چالاکی سے اس بات کو نعمان خان سے بھی پوشیدہ رکھے ہُوئے ہو، بلکہ یہ کوشش کر رہا ہو کہ نعمان خان کو بھی اپنا ہمنوا بنا لے۔

بے شک ایسا ہی تو ہُوا تھا، اُس نے نعمان خان کو تنظیم کا غلام بنا دیا تھا، وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کا ایک بڑا عہدے دار بنا کر اُس نے نعمان خان کی زبان بند کرنے کی کوشش کی تھی، بے شک بادشاہ خان نے ایسا کیا تھا - اِس کا مقصد ہے بابا خان، اپنے وطن اپنے ملک سے مخلص نہیں ہے۔

نعمان خان کے دِل پر قیامت بیت رہی تھی، وہ جانتا تھا کہ بادشاہ خان نے اُسے زندگی کے تمام راستوں پر کھُلا چھوڑ دیا ہے اور اس کے لیے اِتنا کچھ کیا ہے کہ نعمان خان اس کے احسان کا بدلہ نہیں اُتار سکتا تھا، لیکن اس احسان کے عوض وہ اپنی زندگی دے سکتا تھا - اپنے خاندان کو قربان کر سکتا تھا، لیکن اپنے وطن کو نہیں - یہ غداری ہے، یہ سو فیصد غداری ہے۔

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر مجمع عام میں پہنچ گیا، اُس کے ذہن میں لاوے کھَول رہے تھے، بادشاہ خان کی تقریر جاری تھی، وہ مختلف طریقوں سے اِنہی پہلوؤں پر بات کر رہا تھا، جن کے تحت غیر ملکیوں کو پہاڑوں پر مسلط کیا جا سکے، بادشاہ خان کی تقریر کا ایک ایک لفظ اِس بات پر مبنی تھا کہ وہ جو کچھ کرے گا، پہاڑوں کے مفاد میں ہی کرے گا اور لوگوں کو اس کے خلاف آواز نہیں اُٹھانا چاہیے - سادہ لوح لوگ بادشاہ خان کی باتوں سے متاثر ہو رہے تھے، نعمان خان اِن کی گفتگو سُن رہا تھا لیکن پھر اُس نے کچھ اور باتیں بھی سُنیں اور اس کے قدم ٹھٹک کر رُک گئے۔ باتیں کرنے والے اس کی قربت سے لاعلم تھے - ایک شخص کہہ رہا تھا۔

"بادشاہ خان جو کچھ کہہ رہا ہے، پتہ نہیں اس میں کیا حقیقت ہے، لیکن میں بھی تم سے جو کچھ کہہ رہا ہُوں وہ بھی سچ ہے۔"

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے - نعمان خان نے اپنے دین و مذہب کی قسم کھا کر یہ بات کہی تھی کہ وہ اپنے دُشمن شیران کو ہلاک کر چکا ہے۔"

"ٹھیک ہے نعمان خان قسمیں کھا سکتا ہے لیکن ہماری آنکھوں میں بینائی ابھی باقی ہے، تم جانتے ہو مَیں تراب زان کا باشندہ ہُوں اور شیران تراب زان ہی میں موجود ہے - وہ اسی طرح

حیاق وچوبند اور تندرست وتوانا ہے اور اُس نے اپنے گھر آکر نئی زندگی کا آغاز کیا ہے، بہزاد سلامن کا بیٹا اِتنا کچا نہیں تھا، اگر اِتنا کچا ہوتا تو وہ اِن وادیوں سے نکل نہ جاتا۔ تم لوگوں نے دیکھ لیا کہ شیران خان، بادشاہ خان کے مُنہ پر کالک مَل کر صاف نکل گیا تھا، اگر بادشاہ خان اِتنا ہی عظیم ہوتا تو دُور دُنیا میں جاکر شیران خان کو تلاش کرنے کی کوشش کیوں کرتا، وہ تو یہیں اُسے ہلاک کر دیتا۔ نہیں بھائی نہیں اگر تم کبھی شیران خان کو دیکھنا چاہو تو اِن جنگلوں میں چلے جانا جو تراب زان کے اطراف میں ہیں، یا پھر تراب زان آجانا، اُس کا گھر جگمگا رہا ہے۔"

"تعجب کی بات ہے اگر ایسا ہُوا ہے تو نعمان خان نے جھوٹی قسمیں کھائی ہیں۔ ہمارے سامنے اور جھوٹی قسمیں کھانے والے بھلا وفادار کیسے ہو سکتے ہیں۔ اپنی قوم سے وہ جھوٹی قسمیں کھا کر کسی بھی طرح کی غدّاری کر سکتے ہیں" نعمان خان کی آنکھوں سے خُون رِسنے لگا، اُس نے اس شخص کو نگاہ میں رکھ لیا جو تراب زان کا باشندہ تھا، اور یہ گفتگو کر رہا تھا، بر سرِعام اُس نے اس شخص سے گفتگو نہیں کی تھی، بلکہ اس تاک میں تھا کہ وہ تنہا مل جائے تو اُس سے شیران کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔

.... دوسری چوٹ لگی تھی اُس کے دِل پر۔ بادشاہ خان کی تقدیر ہی کیا کم تھی جس نے اُسے اِس بات کا احساس دِلا دیا تھا کہ بادشاہ خان اِس سے بھی مخلص نہیں ہے، وہ صرف حکمرانی چاہتا ہے اور اُس چاہت نے اُسے اپنوں سے بھی بیگانہ کر دیا ہے۔ اُس نے کیسے سچ بولا ہوگا شیران کے بارے میں یقیناً بادشاہ خان نے شیران کی موت کے بارے میں غلط کہا تھا، لیکن وہ شخص جسے نعمان خان نے خود اپنے ہاتھوں ہلاک کیا تھا۔ وہ کون تھا؟ کیا بادشاہ خان جانتا ہے کہ اصلی شیران زندہ ہے، پھر۔ پھر وہ نقلی شیران کون تھا؟ اور نعمان خان کے ذہن میں مختلف خیالات آنے لگے۔ اس نے سوچا کہ بادشاہ خان جیسے شخص کے لیے یہ بات مشکل نہیں ہے کہ تنظیم کے ارکان کی مدد سے وہ ایک ایسا نقلی شیران تیار کر دے جسے ہلاک کر کے نعمان خان یہ سوچنے لگے کہ اُس نے شیران کو ہلاک کر دیا ہے، آہ بابا خان تم یہ سب کچھ کروگے، مجھے اس کی اُمید نہیں تھی، اب تو مجھے بہت کچھ سوچنا پڑے گا، جب تم مجھ سے مخلص نہیں ہو تو نعمان خان تم سے کیسے مخلص ہو سکتا ہے، ہاں آج بھی یہ میرا عہد ہے بابا خان کہ میں تمہارے لیے جان دے دُوں گا، لیکن جو کچھ تم کرنا چاہ رہے ہو، نعمان خان اپنی زندگی میں وہ سب کچھ نہیں کرنے دے گا، اس کا بھی ایک مشن ہے بابا خان، اُس کا بھی ایک مشن ہے، شیران کی موت اور اپنے ملک سے وفاداری۔ میں ایک آزاد مملکت نہیں بننے دُوں گا، میں اِن پہاڑوں میں آزادی کے نام پر خُونریزی نہیں ہونے دُوں گا، میں ان پہاڑوں کو آزادی کے نام پر غلامی کی ایسی زنجیر میں جکڑنے نہیں دُوں گا بابا خان جس سے وہ کبھی گردن نہ اُٹھا سکیں، اور جس سے پہاڑوں کی تاریخ مسخ ہو جائے۔"

وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا۔

پھر اُسی رات جب جشن ختم ہو گیا تھا اور تحفوں کے انبار محل کے ایک کمرے میں لگا دیے گئے تھے اور بادشاہ خان نور ریز کے ساتھ اِن تحفوں کو دیکھ رہا تھا۔ بہت سے سردار رُخصت ہو چکے تھے اور بہت سے جانے کی تیاریاں کر رہے تھے، نعمان خان کے چار آدمی اس شخص کی نگرانی کر رہے تھے جس کی سمت نعمان خان نے اشارہ کیا تھا، تو پھر بھلا اس شخص کو اغوا ہونے سے کون روک سکتا تھا؟ وہ تاریکی میں تھا اور یونہی چہل قدمی کر رہا تھا کہ دفعتاً عقب سے ایک کمبل نے اُسے ڈھک لیا اور اس کے بعد کمبل کھُلا تو وہ نعمان خان کے سامنے تھا، وہ نعمان خان کو پہچانتا تھا اور اس وقت بھی اُس نے نعمان خان کو دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی خان؟" اُس نے گھگھیاتے ہُوئے لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں دوست مجھے افسوس ہے کہ تمہیں اس طرح اپنے پاس بُلانا پڑا لیکن میں تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہُوں۔"

"خان میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں تو میں تو مہمان ہُوں۔"

"میں جانتا ہُوں اور تم اِس پر اطمینان رکھو، تمہیں کسی قیمت پر کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، میں تم سے شیران کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہُوں۔"

"شیران کے بارے میں۔ کیا معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں خان؟"

"شیران کہاں ہے؟"

"اس وقت ترابذان میں موجود ہے۔"

"تم نے اپنی آنکھوں سے اُسے دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ پُورا تراب زان جانتا ہے۔ سردار داؤد کو بھی اس کا علم ہے لیکن سردار داؤد نے شاید مصلحتاً اس کا تذکرہ نہیں کیا، وہ تراب زان کے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔"

"شیران؟ ہاں کب پہنچا؟" --

"زیادہ دِن کی بات نہیں ہے سردار نعمان خان، ابھی تھوڑے دِن قبل ہی وہ بھٹکتا ہُوا اس طرف آ نکلا تھا، سردار داؤد کو بھی بے حد حیرت ہُوئی تھی اور سچی بات یہ ہے کہ سب نے یہ سوچا تھا کہ نعمان خان نے تو شیران خان کی موت کا دعوا کیا تھا۔"

"تم پُورے وثوق سے کہہ سکتے ہو یہ بات کہ وہ شیران ہی ہے؟"

"ہاں سردار بھلا اُسے کون نہیں پہچانتا؟ سب کو اِس بات پر حیرت ہُوئی تھی۔"

"تمہارا بے حد شکریہ، تمہیں اُسی جگہ واپس پہنچا دیا جائے گا جس جگہ سے لایا گیا ہے، لیکن ایک بات کی درخواست میں تم سے کرنا چاہتا ہُوں۔"

"حکم دو خان۔"

"کسی سے بھی اِس بات کا تذکرہ مت کرنا کہ میں نے تمہیں اِس طرح بُلایا تھا۔"

"یہ ایک پٹھان کا وعدہ ہے، اِنشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔"

اُس نے کہا اور نعمان خان نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور اس شخص کو خاموشی سے اس کے ٹھکانے پر واپس پہنچا دیا گیا۔ لیکن نعمان خان کے سینے پر منوں بوجھ آ پڑا تھا۔

اِس وقت جب اُس نے تمنا میں بادشاہ خان کی جگہ سنبھالی۔ اُس کے سر پر سرداری کی دستار بندھی تھی۔ اُس نے بڑے فخر سے کہا تھا "میں نے اپنے دُشمن شیران خان کو کُتّے کی موت مار دیا ہے بہزاد سلامن کا بیٹا اب اِس دُنیا میں نہیں ہے۔ اُس نے قسمیں کھائی تھیں اور لوگوں نے ان پر یقین کر لیا تھا۔"

"لیکن آج۔ اگر بات دُوسرے قبیلوں تک نہیں پھیلی ہے تو پھیل جائے گی اور اس وقت لوگ کیا سوچیں گے، نعمان خان کے بارے میں اور فیروز خان کے خون کے بارے میں۔"

"تراب زان کے باشندے نے کہا تھا۔ سردار داؤد کو بھی حیرت ہُوئی تھی اور سچی بات یہ ہے کہ سب نے یہ سوچا تھا کہ نعمان خان نے شیران کی موت کا دعوا کیا تھا۔"

"یہ سوچ کیا ہو گی؟ نو بزدل نوجوان ایک دُشمن کو زیر نہ کر سکے۔ لعنت ہے اِن نو بھائیوں پر جو اپنی بہنوں کی بے حُرمتی کر کے اُنھیں موت کے گھاٹ اُتارنے والے کے زندہ رہنے کے باوجود جی رہے ہیں، عیش کر رہے ہیں۔"

دِن بھر ہنگامے رہے تھے۔ سب خوش تھے۔ سب سو رہے تھے لیکن نعمان خان کے سینے میں آگ سُلگ رہی تھی۔ بادشاہ خان نے اُسے اِتنا بڑا دھوکا دیا تھا یا پھر دھوکا دینے والا کوئی اور تھا۔ کہیں یُوں تو نہیں کہ بادشاہ خان خود بھی اس بات سے لاعلم ہو۔

"حقیقت کیا ہے؟ اصلیت کیا ہے؟ سارا کھیل فریب پر چل رہا ہے لیکن کیوں؟ بابا خان کیا چاہتا ہے؟ صرف اقتدار۔ لیکن یہ لفظ "صرف" پر نہیں ختم ہو جاتا۔ نعمان خان تعلیم یافتہ تھا۔ جانتا تھا کہ اقتدار کے لیے تاریخِ عالم میں بہت کچھ ہُوا ہے ملک کے مُلک ڈھا دیے گئے ہیں۔ بابا خان کی بوڑھی زندگی میں اگر یہ تصوّر موجود ہے تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔"

"لیکن اب وہ کیا کرے؟" ساری رات منصوبہ بندیاں کرتے گزر گئی تھی۔

جاری ہے

اِس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات چوتھے (آخری) حِصّہ میں ملاحظہ فرمائیں

ھمالیہ
24112
4
ایم اے راحت

ایم اے راحت

سنگلاخ چٹانوں کے دیش، خون اور آہوں میں ڈوبی ہوئی

تیز رفتار، تیز دھار اور مزیدار سلسلے وار کہانی

"وائی تھری ایٹ" کے ہیڈ کوارٹر میں اس وقت وائی تھری کے علاوہ چند دوسرے اہم لوگ بھی جمع تھے۔ جو وفد تہمانہ گیا تھا اس کا لیڈر بھی موجود تھا اور اپنی رپورٹ پیش کر رہا تھا۔ "بادشاہ خان کا رویہ نعمان خان کی نسبت بہتر تھا اور وہ شاید ہمارا ہم خیال نظر آتا تھا لیکن نعمان خان کے بارے میں دعوے سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہمارے آپریشن میں رکاوٹ بنے گا۔ وہ جذباتی اور وطن پرست ہے علیحدہ ملک کی بات نے اُسے متاثر نہیں کیا ہے۔"

"تم نے ریکارڈنگ کی ہے؟" وائی تھری ایٹ نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔"

"سناؤ۔" وائی تھری ایٹ نے حکم دیا اور وفد کے لیڈر نے اپنی گھڑی کھول کر رکھ دی۔ گھڑی کا ڈھکن اُٹھا تو اس میں دو اسپول نظر آئے جن کا تعلق وائرلیس ایمپلی فائر سے کر دیا گیا اور پھر ہال میں وفد کے لیڈر اور بادشاہ خان اور نعمان خان کی آوازیں اُبھرنے لگیں۔

پوری گفتگو چالاکی سے ریکارڈ کرلی گئی تھی۔ کئی بار یہ گفتگو سُنی گئی اور پھر وہاں موجود ماہرین اس پر تبادلۂ خیال کرنے لگے۔

"نعمان خان کے لہجے کا تاثر شدید ہے۔ اس کے الفاظ میں کوئی لچک نہیں ہے۔"

"اور بادشاہ خان؟"

"وہ تنظیم کے حق میں ضرور ہے لیکن ٹھوس نہیں ہے۔ نعمان خان اُس کے اندر لچک پیدا کرسکتا ہے۔"

"اس کا مقصد ہے کہ ان دونوں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔"

"امکانات اسی بات کے ہیں۔"

"کوئی تجویز؟" وائی تھری ایٹ نے کہا اور سب سوچ میں ڈوب گئے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "بادشاہ خان کو تجرباتی لسٹ میں رکھا جاسکتا ہے۔"

"کس طرح؟"

"نعمان خان کے خلاف اس کا تحفظ کیا جائے لیکن ان دونوں کے درمیان نفرت کا بیج بو دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی مسٹر مارلینو سے کہا جائے کہ کسی بھی طور عدنان سلامن کو مقبول کیا جائے۔"

"مارلینو اس کام میں مصروف ہے اور یہ شخص حیرت انگیز

طور پر ہمارے لیے کارآمد ثابت ہُوا ہے۔ عدنان کے لیے اُس نے پُوری ذِمّے داری لی ہے۔ مجھے اس پر اعتماد ہے۔"

"بادشاہ خان اور نعمان خان کے سلسلے میں ایک تجویز میرے ذِہن میں ہے۔ وائی تھری ایٹ۔"

"کیا؟"

"نعمان خان کی بیوی آئیوی اور اُس کے بیٹے نوریز کو اغوا کرا لیا جائے۔ اِس طرح کہ شُبہ بادشاہ خان پر جائے لیکن واضح ثبوت نہ ہوں۔ اُن کا اختلاف ہمارے لیے کارآمد ہوگا۔"

"صُورتِ حال بگڑ نہ جائے۔"

"بادشاہ خان بُوڑھا ہونے کے باوجود عاشق مزاج ہے۔ نعمان کے اِس شُبے پر وہ چراغ پا ہو جائے گا اور پھر وہ خود ہی اُسے سنبھال لے گا۔ اِس کے برخلاف اگر ہم نعمان خان کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے تو بادشاہ خان برداشت نہ کر پائے گا لیکن اِن پر نگاہ رکھی جائے گی اور اگر وہ تنظیم کے خلاف کچھ کریں تو پھر اُنھیں راستے سے ہٹا دیا جائے۔"

"تجویز پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اس کے اہم نکات پر بحث کی جائے۔" وائی تھری ایٹ نے حکم دیا۔

لوگ خاموشی سے کچھ سوچنے لگے پھر اُن میں سے ایک شخص بولا۔ "بادشاہ خان سے فیکٹری کی جگہ خالی کرانے کے بارے میں مزید کوئی گفتگو کی جائے گی؟"

"آپ کو کی کیا رائے ہے؟"

"نعمان خان اور بادشاہ خان کے درمیان آگ بھڑکانے کی کوششوں کے سلسلے میں میرے خیال میں یہ کارروائی ایک بار اور کر لی جائے۔ کیا وہاں ٹرانسمیشن مشین موجود ہے؟"

"کیوں نہیں؟"

"تو پھر ایک بار بادشاہ خان سے مزید بات کریں۔ اس کا نقطۂ نگاہ معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔"

"مَیں اِس سے بات کر لُوں گا۔ پہلی تجویز کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"ہمارے خیال میں بہتر ہے۔ اِس سے دوہرا فائدہ ہوگا۔ نعمان خان اس اُلجھن میں پڑ کر ناکارہ ہو جائے گا اور بادشاہ خان نعمان خان کا شکار ہو جائے گا۔ یُوں مارلینو کو بہتر کام کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

"مارلینو۔" وائی تھری ایٹ کے مُنہ سے نکلا پھر اُس نے دُوسرے لوگوں کو دیکھتے ہُوئے کہا۔ "اس سلسلے میں کوئی اور رائے مشورہ؟"

"کوئی بات تشنہ نہیں رہی۔"

"میٹنگ برخاست۔" وائی تھری ایٹ نے کہا اور تمام ارکان اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد وائی تھری ایٹ اپنے ٹرانسمیشن رُوم میں آیا اور اُس نے پہلے بادشاہ خان سے رابطہ قائم کیا جس میں اُسے زیادہ دیر نہیں لگی۔

"بادشاہ خان۔"

"تمھارا دوست بادشاہ خان۔"

"حکم جناب؟"

"کیسے مزاج ہیں بادشاہ خان؟"

"ٹھیک ہُوں۔"

"جشن بخیر و خوبی ہو گیا؟"

"ہاں وہ ہماری ایک ذاتی تقریب تھی۔"

"میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔"

"شکریہ۔"

"میرا ایک وفد تم سے ملا تھا؟"

"جی ہاں۔"

"کچھ تجاویز تھیں اس کی تم نے غور کیا؟"

"فیکٹری کے لیے وادی خالی کرانے کی بات کر رہے ہیں جناب؟"

"ہاں۔ سُنا ہے نعمان خان نے اس پر بہت برہمی کا اظہار کیا، اِس بات سے مَیں تشویش کا شکار ہُوں بادشاہ خان۔"

"جوان خون ہے جناب۔ زندگی کے نشیب و فراز سے ناواقف ہے، مَیں اُسے سنبھال لُوں گا۔"

"کوئی اُلجھن نہ پیدا ہو جائے بادشاہ خان؟"

"مَیں یہاں موجود ہُوں جناب۔"

"کیا فیصلہ کیا تم نے اس بارے میں؟"

"بند توڑ کر آبادی کو ہلاک کر دینا تو کسی طور مناسب نہیں ہوگا جناب، ہم دُوسرے انداز میں کوشش کر سکتے ہیں۔"

"مثلاً؟"

"مَیں اِس سلسلے میں منصُوبہ بندی کر تا رہا ہُوں۔ وہ زمین خالی کرانا میرا کام ہے۔"

"مجھے بھی تو بتاؤ بادشاہ خان۔ کس طرح وہ زمین خالی کراؤ گے؟"

"فرانہ کے شمال میں ایک خطۂ زمین میرا اپنا ہے۔ اِس کے اطراف میں باغات لگے ہیں اور وہاں کا موسم بھی بہت اچھا ہے۔ وادی کے لوگوں کو مَیں یہ بتاؤں گا کہ یہ زمین غیر محفوظ ہے۔ اِسے خالی کر دیں۔ اِس کے بدلے میں مَیں تھیں وہ زمین دے دُوں گا۔ اُنھیں مالی امداد بھی دی جائے گی اور اس طرح وہ خوش خُوش وہاں سے منتقل ہو جائیں گے۔"

"تجویز بُری نہیں ہے بادشاہ خان۔ اس سلسلے میں سرمایہ ہم خرچ کریں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پہاڑوں میں رہنے والے کسی بھی ذی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ لیکن ایک بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کچھ مجبوریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔"

"میں جانتا ہوں جناب۔"

"نعمان خان کے روّیے پر تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے، لیکن مَیں نے تم پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے بادشاہ خان۔"

"آپ اطمینان رکھیں، آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچے گی۔"

"ہماری طرف سے نعمان خان کو اطمینان دلا دو بادشاہ خان۔ ہم پہاڑوں میں رہنے والے ایک بھی انسان کو تکلیف دینے کے خواہاں نہیں ہیں۔ یہ سب کچھ تو باہمی اعتماد کے سہارے ہوگا۔ اس میں کسی کو تکلیف ہُوئی تو وہ ہماری تکلیف ہوگی۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں۔ مَیں حالات سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہُوں۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔ اور وائی تھری ایٹ سے رسمی گفتگو کے بعد ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اِس کے بعد اس نے مارلینو سے بات کی تھی۔ رابطہ قائم ہونے پر اُس نے کہا۔ "کیسے مزاج ہیں مسٹر مارلینو؟"

"بالکل ٹھیک ہُوں۔"

"عدنان سلامن کیسا ہے؟"

"وہ بھی ٹھیک ہے۔ سیر و شکار کا رسیا باپ کے نقشِ قدم پر ہے۔" مارلینو نے جواب دیا۔

"کوئی خاص بات؟"

"کچھ نہیں۔ بادشاہ خان نے ہتمانہ میں جشن منایا تھا۔ اِس میں اُس نے تنظیم کے مفادات کے لیے تقریر کی ہے۔"

"اوہو۔ یہ بات میرے علم میں نہیں ہے۔"

"میرے پاس وہ تقریر ریکارڈ ہے۔"

"اسے سیکشن فور پر منتقل کر دو مارلینو۔ مَیں اِس کے بارے میں جاننا چاہتا ہُوں۔"

"کر دی جائے گی جناب۔"

"تمھاری تجویز کے مطابق نعمان خان کو چھُو کر دیکھا گیا ہے۔ وادی خالی کرانے کی بات اِس سے ہوئی ہے۔" وائی تھری ایٹ نے کہا اور مارلینو کے اِستفسار پر اُس نے پُوری تفصیل مارلینو کو بتا دی۔ مارلینو نے کہا۔

"مَیں نے آپ سے پہلے بھی یہی بات کہی تھی جناب۔"

"تمھارے سپرد مَیں ایک اور ذِمّے داری کرنا چاہتا ہُوں مسٹر مارلینو۔"

"ضرور جناب۔"

"نعمان خان پر نگاہ رکھو۔ کچھ ایسے لوگوں کا بندوبست کرو جو نعمان خان کی نگرانی رکھیں۔"

"مَیں سمجھ رہا ہُوں جناب۔"

"یہ ضروری ہے۔ میری پوزیشن خراب ہو رہی ہے اور ایسے وقت میں مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"آپ مارلینو پر مکمل اعتماد کر سکتے ہیں۔"

"عدنان سلامن اس وقت ہمارے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگر تم اِس کی ذِمّے داری قبول نہ کرتے تو ہم کوئی اور بندوبست کرتے۔ بادشاہ خان اور نعمان خان تنظیم کا اعتماد کھو چکے ہیں۔ مَیں ذاتی طور پر اَب اِن پر اعتماد نہیں کرتا۔"

"یہ حالات واقعی تشویشناک ہیں مجھے احساس ہے۔"

"مَیں نے تمھیں صُورتِ حال سے واقف کر دیا ہے۔ اُمید ہے کہ تم حالات کو نگاہ میں رکھ کر مناسب اقدامات کرو گے۔"

"مَیں آپ کو اپنی مستعدی کا یقین دِلاتا ہُوں جناب۔" مارلینو نے جواب دِیا اور وائی تھری ایٹ نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

▣ تین دِن خاموشی سے گُزر گئے۔ نعمان خان نے بادشاہ خان کا سامنا نہیں کیا تھا۔ بادشاہ خان خود بھی اُس سے کترا رہا تھا۔ دونوں کے درمیان ایک سرد جنگ چل رہی تھی۔

آئیوی نعمان خان کی اس خاموشی سے پریشان تھی۔ اُسے صُورتِ حال کا علم نہیں تھا لیکن جشن کے بعد سے آج تک نعمان خان کی پُراسرار خاموشی کا اُسے احساس تھا۔ نعمان خان نے اُسے بھرپُور اعتماد دیا تھا۔ تنظیم کے بارے میں آئیوی کو معلومات تھیں لیکن وہ صرف انھیں باتوں پر اکتفا کرتی تھی جو نعمان خان اُسے بتاتا تھا۔ خود کسی معاملے میں وہ دخل اندازی نہیں کرتی تھی۔ مسلسل خاموشی سے پریشان ہو کر اُس نے بالآخر نعمان خان سے پُوچھ ہی لیا۔

"خان۔ تم کچھ پریشان ہو۔"

نعمان خان نے پُرتشویش نگاہوں سے آئیوی کو دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولا "کچھ نہیں۔ مَیں بہت پریشان ہُوں آئیوی"

"جو کچھ تم نے مجھے سکھایا ہے نعمان خان اس میں یہ بھی شامل ہے کہ اسلام نے عورت کے کچھ حقوق رکھے ہیں۔ کیا تم مجھے اپنی پریشانی کی وجہ نہیں بتاؤ گے؟"

"آئیوی تمھیں پہاڑوں کی یہ زندگی کیسی لگی؟"

"بے مثال۔ یہاں زندگی اپنے اصل رُوپ میں ہے"

"یہ ماحول تمھارے لیے اجنبی ہے۔ کیا تمھیں اِس میں کوئی اپنائیت محسوس ہوتی ہے؟"

"یہ سب کچھ میرا اپنا ہے"

"تمھیں اِس سے محبت محسوس ہوتی ہے؟"

"خُدا کی قسم نعمان خان۔ مَیں یہاں کے ایک ایک ذرّے سے پیار کرتی ہُوں"

"اگر نوریز کو ان پہاڑوں سے کوئی خطرہ لاحق ہو تو کیا ہم اِن پہاڑوں کو نیست و نابُود کرنے کی سازش کر سکتے ہیں۔ سوچ سمجھ کر جواب دینا آئیوی"

"نہیں نعمان خان۔ ہم نوریز کو اس خطرے سے بچانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ پہاڑوں سے دُشمنی نہیں کی جا سکتی"

"درست کہا تم نے۔ تنظیم کے بارے میں جانتی ہو؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں؟"

"تنظیم اِن پہاڑوں میں ایک خُونی انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے۔ ایک بہت بڑے ملک سے اِس کا تعلق ہے جو اس علاقے کو ایک آزاد مملکت کا نام دے کر اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ اسے یہاں کے بسنے والوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے مقاصد کی تکمیل چاہتا ہے۔ وہ ہمیں آلۂ کار بنانا چاہتا ہے۔ اس کے عوض وہ ہمیں یہاں کی حکمرانی دے گا۔ ہم یہاں کے کٹھ پُتلی حکمراں کہلائیں گے۔ ڈور اس ملک کے ہاتھ میں ہو گی ناچیں گے ہم۔ ہمیں اِس ملک کے مقاصد پُورے کرنے کے لیے اپنے ہزاروں ہموطنوں کا خُون بہانا پڑے گا۔ اِس لیے تنظیم نے ہمیں مراعات دی ہیں اور یہی ہمارا مصرف ہے آئیوی"

"کیا تنظیم سے ایسی ہدایات ملی ہیں؟" آئیوی نے سرسراتی آواز میں پُوچھا۔

"ساری بُنیاد یہی ہے آئیوی"

"تمھیں پہلے سے اس بارے میں معلوم تھا؟"

"نہیں جانم۔ البتہ کسی آپریشن کا ذِکر بار بار میرے سامنے آیا لیکن ہمیں اِس کے بارے میں کبھی نہیں بتایا گیا۔ یہ اس تنظیم کا وفد تھا"

"اب بتایا گیا ہے؟"

"ہاں"

"بابا خان سے بات ہُوئی ہے؟"

"ہاں۔ بابا خان تنظیم کے حق میں ہیں"

"گویا وہ۔ گویا وہ۔ یہ کیسے ممکن ہے نعمان خان؟"

"یہی ہو رہا ہے۔ اور یہی قابلِ افسوس ہے۔ بابا خان بہت پہلے سے اُن کے لیے کام کر رہے ہیں اور کسی حد تک وہ اِن حالات سے واقف تھے"

"اس آزاد مملکت کے لیے ہمیں اپنے وطن سے غدّاری کرنا ہو گی نعمان خان؟"

"ہاں۔ اس کے بدلے ہمیں حکومت ملے گی"

"کیا یہ حکومت۔ کیا یہ اقتدار ایک لعنت نہیں ہو گا؟ ہمارے ملک کا.... ایک ٹکڑا الگ نہیں ہو جائے گا؟ کیا تاریخ ہمیں غدار نہیں کہے گی؟ ہماری ساری معصوم زندگی لاکھوں نگاہوں میں قابلِ نفرت نہیں بن جائے گی خان؟ ٹھیک ہے ہمیں اقتدار مل جائے گا لیکن اس اقتدار کے ساتھ کیا ہماری عمریں طویل ہو جائیں گی؟ کیا ہم میں سے کوئی اِس درمیان موت کا شکار نہیں ہو سکتا؟ کیا مرنے کے بعد ہمیں کوئی خاص مقام مل جائے گا۔ اگر نہیں نعمان خان تو اس اقتدار کا تم کیا کرو گے؟ کیا عام انداز کی زندگی نہیں ہوتی؟ کیا یہ اقتدار پُروقار ہو گا؟ نہیں نعمان خان مجھے نوریز کے لیے ایسی بادشاہت نہیں چاہیے۔ مجھے تمھارے لیے یہ اقتدار نہیں چاہیے۔ ایک بھی پہاڑی باشندے کا خُون ہماری ہوس پر بہا تو مَیں۔ مَیں اپنے ہاتھوں سے نوریز کو زہر دے دُوں گی سمجھے خان۔ مَیں مغرب کی تخلیق ہُوں لیکن کتابوں نے مجھے علمِ مشرق دیا ہے۔ علمِ دین دیا ہے۔ تم جواب دو نعمان خان کیا تمھیں یہ اقتدار گوارا ہو گا؟"

"نہیں ہرگز نہیں"

"تم نے کوئی جواب نہیں دیا"

"ہاں۔ یہ جواب ہمارے لیے مصائب کا آغاز کر سکتا ہے"

"اگر مصائب ہماری زندگی میں آتے ہیں تو ہم خود کو اُن کے لیے تیار کریں گے۔ ہم وہ مصائب برداشت کریں گے لیکن ہم اپنے وطن سے غدّاری نہیں کریں گے" آئیوی کے عزم و

اِستقلال سے نعمان خان کی آنکھوں میں مسرت کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ وہ تحسین و محبت کے جذبات سے آئیوی کو دیکھ رہا تھا پھر اُس نے کہا "شاید تمھیں اپنی زندگی میں شریک کرنے کا فیصلہ میری زندگی کا سب سے اچھا فیصلہ تھا آئیوی"

"کیوں نعمان خان؟"

"مگر کوئی بات مجھے کھُل کر قدم اُٹھانے سے روکتی تھی۔ آئیوی تو تمھارا خیال تھا۔ مَیں تمھیں ایک عام عورت سمجھا تھا۔ میرا خیال تھا کہ تم عیش و طرب کی رسیا ہو گی تمھارے دل میں بھی خواہش ہو گی کہ تم ملکہ کہلاؤ۔ ایک بڑی حیثیت تمھیں حاصل ہو"

"نعمان خان۔ مَیں دعوے تو نہیں کرتی لیکن کسی حد تک کہہ سکتی ہُوں کہ کتابوں نے مجھے اِس دِین سے رُوشناس کرا دیا ہے۔ جسے میں نے تمھارے لیے اپنایا تھا لیکن جس کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے معلوم ہُوا کہ نیکیوں اور سچائی کی دُنیا الگ ہے اور اِس میں پھُول ہی پھُول ہیں۔ مجھے اِن پھُولوں سے پیار ہے نعمان خان۔ سُنو۔ میری حیثیت اگر تمھاری نگاہوں میں بڑی ہے تو کائنات کے کسی اور اِنسان کی مجھے پروا نہیں ہے۔ ہم اپنے خاندان کو غدّاروں کا خاندان نہیں کہلوائیں گے نعمان خان۔ ہمیں اقتدار نہیں وطن دوستی کے راستے اپنانے ہیں"

"میری مدد کرو آئیوی۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"تنظیم سے علیحدگی۔ اس کے مقاصد سے کھُلا انحراف"

"مگر ایک رُکاوٹ ہے"

"کیا؟"

"بابا خان۔ جو تنظیم کے حلیف ہیں"

"اگر اُنھیں سمجھانے کی کوشش کی جائے تو؟"

"مشکل ہے آئیوی"

"تب اِن سے اِختلاف کرنا ہو گا۔ سارے رِشتے ناتے وطن کی سلامتی پر قربان کیے جا سکتے ہیں"

"تم عظیم ہو آئیوی۔ تم"

"نہیں نعمان خان۔ میں نے تمھیں سچ کی راہ دکھائی ہے۔ وطن یُوں ہی نہیں بنتے۔ قومیں یُونہی نہیں بن جاتیں۔ سب کچھ قربان کرنا ہوتا ہے۔ ان پر سب کچھ"

"لیکن صرف میری بغاوت کچھ نہیں کر سکتی۔ آئیوی ہمارے دُشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے"

"تب پھر مَیں تمھیں ایک مشورہ دُوں گی نعمان خان"

"دارالحکومت چلے جاؤ اور حکومت کو اس سازش کی اِطلاع دو" آئیوی نے کہا اور نعمان خان سکتے میں رہ گیا۔ کافی دیر خاموشی کے بعد اُس نے کہا "اِس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا لیکن اِن حالات میں یہ تو۔ تم نوریز؟"

"وطن پرست بنو نعمان خان۔ ہماری پروا مت کرو۔ ہمیں خُدا کے حوالے کر دو"

"مَیں ایسا ہی کروں گا آئیوی۔ تم نے میرے ذہن میں روشنی کر دی ہے، تم نے میرے دِل میں چراغ ہی چراغ روشن کر دیے ہیں" نعمان خان نے کہا۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہُوئی ایک ملازمہ تھی جس نے اِطلاع دی کہ نعمان خان کو بادشاہ خان طلب کرتا ہے۔

نعمان خان نے آئیوی کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ بادشاہ خان اپنے کمرۂ خاص میں اُس کا منتظر تھا۔

"بابا خان کی خدمت میں سلام"

"بیٹھو" بادشاہ خان نے بھاری آواز میں کہا اور نعمان خان بیٹھ گیا۔ "بڑا افسیر۔ پرمیری واقعی تمری ایف سے گفتگو ہُوئی ہے"

"کیا کہتا ہے بابا خان؟"

"وفد سے تمھاری گفتگو غیر مناسب تھی نعمان خان حالانکہ مَیں نے پہلے تمھیں آگاہ کیا تھا"

"کیا مجھے اِن کی تجویز پر تالیاں بجانی چاہیے تھیں۔ بابا خان یہ کہنا چاہیے تھا کہ واہ کیا تجویز ہے۔ ان سب کو پانی کے دھارے میں بہانے کا منظر کتنا دِلکش ہو گا۔ یہی کہنا چاہیے تھا بابا خان؟"

"مَیں پہلے بھی تمھیں تمھاری گستاخانہ گفتگو کی طرف متوجہ کر چکا ہُوں نعمان خان یہی احترام ہے تمھارے دل میں میرے لیے؟"

"میرے بزرگ۔ میرے سرپرست میری گردن حاضر ہے۔ لیکن میرے بھائیوں، میرے وطن کے خلاف عمل کرنے والے کے لیے میرے دِل میں کوئی گنجائش نہیں ہے" نعمان خان نے کہا۔

"تم احمقانہ حد تک جذباتی ہو رہے ہو۔ اِنسانوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک وہ جو حال سے مستقبل بنا لیتے ہیں ایک وہ جو حماقتوں میں گم ہو کر اپنی تقدیر تاریک کر لیتے ہیں یہی بننے کا وقت ہے اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔"

"مَیں دُوسری قسم کا اِنسان ہُوں بابا خان"

"لیکن مَیں اپنے خاندان کی بقا چاہتا ہُوں۔ آج مجھے احساس ہو رہا ہے کہ مَیں نے شادی نہ کر کے کتنی حماقت کی۔ میری اپنی اولاد ہوتی تو وہ میرے حکم سے بغاوت نہ کرتی"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا بابا خان۔ ممکن ہے اُس کے دِل میں وطن کی محبت کے پھول کھل جاتے۔"

"وطن کی محبت، وطن کی محبت کون فنا کر رہا ہے تمھارے وطن کو، ان کے لیے جدید آسائیاں حاصل کر کے تم ان کی زیادہ خدمت کر سکتے ہو۔"

"وہ مخلص نہیں ہیں بابا خان۔ وہ ہمارے نام پر اپنے لیے آسائیاں فراہم کر رہے ہیں۔ اپنے بھائیوں کی زندگی کے عوض ہمیں اقتدار دے رہے ہیں وہ۔"

"اوہ۔ اوہ۔ مَیں نے بات کی ہے اُن سے۔ مَیں اِس آبادی کو وہاں سے منتقل کر دُوں گا۔ اُنھیں نئی زمین دُوں گا اور وہاں آباد ہونے کے لیے اُنھیں روپیہ بھی دیا جائے گا۔"

"اِس سے بھی کچھ نہیں ہوگا بابا خان۔ اُن کے ناپاک اِرادے ظاہر ہو چکے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مفاہمت کر کے وہ یہاں پہنچ جائیں گے اور اِس کے بعد مَن مانی کریں گے۔ نہیں بابا خان۔ ہم ان کی کوئی بات نہیں مان سکتے۔"

"ہم نہیں صرف مَیں کہو نعمان خان۔ بادشاہ خان ان سے تعاون کرے گا۔ مَیں اپنے خاندان کو برباد نہیں ہونے دُوں گا۔ اب صرف وہ ہوگا جو مَیں چاہتا ہُوں۔"

"صرف اس مسئلے میں، مَیں آپ سے تعاون نہیں کر سکوں گا بابا خان۔ مجھے معاف کر دیں۔ مَیں یہ کہنے پر مجبور ہُوں کہ آپ اپنے خاندان کی بہبودی کے خیال سے نہیں بلکہ صرف تنظیم سے وفاداری کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔"

"نعمان خان۔ بادشاہ خان کی دہاڑ اُبھری۔"

"ہاں بابا خان آپ شروع سے انھیں راستوں پر چل رہے ہیں اور نہیں تو۔ بتائیے۔ شیران کہاں ہے؟"

"کیا؟" بادشاہ خان لرز گیا۔

"شیران کہاں ہے بابا خان۔ اپنے اجداد کی قسم کھائیے۔ اپنے خاندانی وقار کی قسم کھائیے۔ اپنے دِین کی قسم کھائیے بابا خان کیا آپ کو شیران کی زندگی کے بارے میں معلوم نہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے بابا خان کہ وہ زندہ ہے۔ اگر جانتے ہیں تو بتائیے کہ تھمانکی سرداری قبول کرتے ہُوئے مَیں نے جب قسمیں کھا کر لوگوں کو بتایا تھا کہ مَیں نے اپنے دُشمن کو ختم کر دیا ہے تو آپ خاموش کیوں رہے۔ جواب دیجیے بابا خان۔ کیا شروع ہی میں مَیں آپ کی سازشوں کا شکار نہیں رہا؟" جواب دیجیے بابا خان۔

"بادشاہ خان خاموش تھا۔ اِس کے ذِہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ اس کا قوی ہیکل بدن لرز رہا تھا۔"

طوفان آ گیا تھا۔ اس کی ہولناک گڑگڑاہٹ سُنائی دے رہی تھی۔ بادشاہ خان کی آنکھوں میں خُون اُترا ہُوا تھا۔ بادشاہ خان کی آنکھوں میں بیباکی تھی۔ ایسی غضبناک نگاہوں سے بادشاہ خان کا کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ وہ خاموشی سے مُڑا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ یہ خاموشی بے معنی نہیں تھی۔

تب نعمان خان بھی کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کی آنکھیں سوچ میں ڈُوبی ہُوئی تھیں۔ اُسے یقین ہو چکا تھا کہ بادشاہ خان کو شیران کی زندگی کے بارے میں معلوم تھا۔ اُس کی خاموشی یہی بتاتی تھی۔

اور اب نعمان خان کو دُوہری دُشمنی سے سابقہ تھا۔ بادشاہ خان اب اِس کا دوست نہیں رہا تھا۔ آئیوی کے مشورے کے مطابق وہ حکومت کو اس سازش کی اِطلاع دینے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن اب کچھ اور انتظامات کرنا بھی ضروری تھے اور اس کے لیے اُس کے ذِہن میں اپنے بھائیوں کا خیال آیا۔ اس نازک وقت میں وہی اس کے ساتھی تھے۔ اُن سے مشورہ کرنا ضروری تھا چنانچہ وہ ان کی تلاش میں چل پڑا۔ نعمان خان کے بھائی اُسے باپ کی جگہ تصوّر کرتے تھے۔ اس نے اُنھیں دُنیا بھر کی اُلجھنوں سے دُور رکھا تھا۔ اِسے وہ ہمیشہ اپنا بڑا مانتے تھے۔ نعمان خان نے اِن سب کو اکٹھا کر لیا۔ سب حیران تھے۔

"توقیر خان۔ رزاق خان کی موت کے بعد تم میرے بعد سب سے بڑے ہو۔ گو میری نگاہوں میں تم سب ابھی بچے ہو۔ میرے نور ریز کی مانند لیکن مَیں جانتا ہُوں تم لوگ بھی اب دُنیا شناس ہو چکے ہو حالات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ مَیں جو کچھ کہوں گا وہ تمھارے لیے بے حد تعجب خیز ہوگا لیکن جو کچھ مَیں کہہ رہا ہُوں وہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔"

"کیا بات ہے بھائی جان؟"

"ایک سوال کرنا چاہتا ہُوں تم سے؟"

"کہیں بھائی جان۔"

"مجھ پر بھروسہ رکھتے ہو؟"

"خُدا کے بعد۔" سب نے جواب دیا۔

"اگر مَیں کہوں کہ کل سے سُورج رات کو نکلے گا تو کیا اس بات کا یقین کر لو گے؟"

"بات انہونی ہوگی لیکن خُدا کی قسم اس پر یقین کر لیں گے کیونکہ وہ آپ نے کہی ہوگی۔"

"اور تھمانہ اب ہمارے لیے دُشمنوں کا شہر ہے۔" نعمان خان نے کہا اور تمام بھائی حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگے۔ "ہاں یہی بات ہے۔ ہمارے دُشمن اب بابا خان ہیں ہمارے اپنے بابا خان۔"

"بھائی جان؟"

"ہاں توقیر خان۔ ہمارے درمیان ایک شدید اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ ربِّ ذوالجلال کی قسم! اگر میری قوم میری نسل اور ان پہاڑوں کی سلامتی کی بات نہ ہوتی تو مَیں بابا خان سے کبھی اختلاف نہ کرتا۔ تمھیں تفصیل تو نہیں بتا سکتا بس یوں سمجھو کہ بابا خان کچھ سنہرے دھوکوں کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ اپنی تمام تر ذہانت اور اپنے بھرپور تجربے کے باوجود وہ کچھ غیر ملکی دُشمنوں کی سازش کا شکار ہو گئے ہیں۔ توقیر خان اگر یہ سازش ہمارے اپنے خاندان کے خلاف ہوتی، ہم سب بھائیوں کے خلاف ہوتی تو ہم ہنس کر اپنی زندگیاں بابا خان کو پیش کر دیتے لیکن یہ سازش پہاڑوں میں رہنے والے ہر انسان کے خلاف ہے۔ مَیں اپنے قبیلوں کو تباہی کے مُنہ میں نہیں جانے دُوں گا۔ بولو تم ایسا پسند کرو گے؟"

"کبھی نہیں بھائی جان۔"

"یہی ہو رہا ہے توقیر خان اور بابا خان اس میں پیش پیش ہیں۔ تمھیں مَیں نے اس لیے تکلیف دی ہے میرے بھائیو کہ مَیں ایک مشن پر جا رہا ہُوں۔ اپنے وطن کو اس خوفناک سازش کے جال سے نکالنے کے لیے جا رہا ہُوں۔ نور ریز اور آئیوی دونوں یہیں رہیں گے ان کا خیال رکھنا۔"

"کیا بابا خان؟"

"ہاں۔ بابا خان اب ہمیں کوئی بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"بابا خان تو نور ریز کو بہت چاہتے ہیں بھائی جان۔"

"وہ مجھے بھی بہت چاہتے تھے اور تمھیں بھی۔"

"خُدا کی قسم اس صدی کی سب سے حیرت انگیز بات ہے یہ لیکن آپ نے کہی ہے بھائی جان اس لیے ہمیں یقین ہے اس پر۔ لیکن تھمانہ ہمارے لیے اب امن کی جگہ نہیں ہے تو کیوں نہ ہم فرانہ چلے جائیں۔"

"نہیں۔ ہمیں یہیں رہنا ہوگا۔ پہاڑوں میں بادشاہ خان کا اثر ہے۔ یہ جگہ ہمارے لیے مخدوش ہے تو پھر تھمانہ ہی ٹھیک ہے۔"

"جو حکم بھائی جان۔ ہم متحد رہیں گے۔" سب نے کہا اور نعمان خان کسی گہری سوچ میں ڈُوب گیا۔

رات کا آخری پہر تھا۔ تھمانہ کے سردار بادشاہ خان کے محل میں اس وقت پانچ نقاب پوش اسٹین گنوں سے مسلح تاریک غلام گردشوں سے گزر رہے تھے۔ پورے محل میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ملازمین بھی سو چکے تھے۔ نعمان خان رات کے دوسرے پہر محل سے جا چکا تھا۔ اُس نے باہر جانے کے لیے محل کے چور دروازے کا انتخاب کیا تھا اور تھمانہ کے بڑے داخلی دروازے سے گزر کر سکون کی سانس لی تھی۔

نقاب پوشوں کا رُخ آیشوی کے کمرے کی طرف تھا۔ دونوں ماں بیٹے ایک ہی کمرے میں سو رہے تھے۔ کمرے کے باہر دو پہرے دار موجود تھے جو اس سے پہلے نہیں ہُوا کرتے تھے۔

دونوں پہرے دار گہری نیند سو رہے تھے کہ مسلح نقاب پوش ان کے سروں پر پہنچ گئے۔ اُنھوں نے کلوروفارم میں بھیگے ہُوئے رومال سوتے ہُوئے پہریداروں کی ناکوں پر رکھ دیے تھے۔ وہ کسمسائے اور پھر بے ہوش ہو گئے۔ تین آدمی دروازے پر جم گئے۔ دو میں سے ایک نے دروازے کو دیکھا . . . . اس کے بعد دونوں دبے قدموں اندر داخل ہو گئے۔ کلوروفارم میں بھیگے ہُوئے رومال اب بھی اُن کے ہاتھوں میں دبے ہُوئے تھے۔ آن کی آن میں وہ آیشوی اور نوریز کے سروں پر پہنچ گئے اور اُنھوں نے کلوروفارم میں بھیگے ہُوئے رومال اُن کے چہروں پر رکھ دیے۔ صرف چند لمحات اور اس کے بعد اُنھوں نے جھک کر آیشوی اور نوریز کو اٹھایا، اور بازوؤں میں لیے ہُوئے باہر نکل آئے۔ باہر موجود لوگوں نے اُنھیں اُن کے ہاتھوں سے لے کر کندھوں پر ڈال لیا اور برق رفتاری سے اسی راستے پر چل پڑے جہاں سے گزر کر وہ یہاں آئے تھے۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے مخصوص اور پوشیدہ راستے منتخب کیے تھے۔ کئی سُرنگوں سے گزر کر وہ تھمانہ کے عقبی حصے میں پہنچ گئے جہاں مزید نقاب پوش تاریکی میں کھڑے ہُوئے تھے۔ اُن کے نزدیک دو گھوڑوں کی ایک مخصوص قسم کی گاڑی موجود تھی جس کے گھوڑے ناک سے آوازیں نکال رہے تھے۔

"کام ہو گیا؟"

"چلو اندر لٹا دو۔" آیشوی اور نوریز کو گاڑی میں ڈال دیا گیا اور دونوں آدمیوں نے کوچوانی کے فرائض سنبھال لیے باقی لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے جو وہیں موجود تھے اور پھر کوچوانوں نے گھوڑے دوڑا دیے۔ وہ برق رفتاری سے ناہموار راستے طے کر رہے تھے۔ وہ سڑک استعمال نہیں کی گئی تھی جو حال ہی میں نعمان خان نے تعمیر کرائی تھی۔ اس کے بجائے اُنھوں نے ناہموار راستہ اختیار کیا تھا۔

گھوڑا گاڑی رُکے بغیر سفر کرتی رہی۔ اس کا سفر انتہائی طویل تھا۔ گھوڑے رُکے بغیر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔ اب اُن کے اطراف جنگل بکھرے ہُوئے تھے۔ ان جنگلوں کے دُوسرے سرے پر پہاڑی ٹیلے بکھرے ہُوئے تھے جن میں بڑے بڑے غاروں کے دہانے نظر آ رہے تھے۔ ایسے ہی ایک غار کے دہانے کے پاس گاڑی رُک گئی۔ گاڑی سے اِن دونوں کو نکالا گیا اور غار میں پہنچا دیا گیا۔ غار میں بہترین انتظامات کیے گئے تھے۔ آرام دہ بستر لگے ہُوئے تھے۔ ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان وہاں موجود تھا۔ کھانے پکانے کی چیزیں تک تھیں۔

"آؤ۔ باقی کام بھی کر لیں۔" نقاب پوشوں نے کہا اور وہ سب باہر نکل آئے۔ ٹیلے کے باہر اُنھوں نے گھنی جھاڑیاں اور ٹہنیاں جمع کر رکھی تھیں غالباً وہ سارے انتظامات مکمل کر چکے تھے چنانچہ اُنھوں نے یہ جھاڑیاں گھسیٹ گھسیٹ کر ٹیلے کے اطراف میں بکھیر دیں اور صرف غار کا دہانہ اس حد تک کھلا چھوڑ دیا کہ اس میں سے ایک آدمی اندر جا سکے۔ اس کے بعد وہ نقابیں اُتار کر وہیں بیٹھ گئے۔

"ٹھہرا ایک۔ تم تھوڑی دیر کے بعد یہ گھوڑا گاڑی لے کر چلے جاؤ اور اسے اس کی جگہ چھوڑ آؤ۔ اس کا یہاں موجود ہونا خطرناک ہو گا۔"

"ٹھیک ہے مَیں چلا جاتا ہُوں۔"

"کیا خیال ہے اِن دونوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے جائیں؟" دوسرے شخص نے پوچھا۔

"نہیں بے وقوف آدمی اس کی اجازت نہیں ہے۔ اِن کے لیے ہدایت کی گئی ہے کہ ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا جائے بس اُنھیں یہاں سے فرار نہ ہونے دیا جائے۔" دوسرے آدمی نے جواب دیا اور یہ بات کہنے والا خاموش ہو گیا۔

●

آیشوی اور نوریز کے اپنی خواب گاہ میں نہ ہونے کی خبر صبح ہی صبح پھیل گئی۔ آیشوی صبح خیزی کی عادی تھی، اور آج تک اس کے اصولوں میں فرق نہیں آیا تھا۔ اُس کی خدمتگار خادمہ نے جب اُسے صبح کی چائے پیش کرنے کے لیے دروازہ کھولا تو چونک پڑی

آیشوی اور نوریز نہیں تھے۔

نوریز دیر تک سونے کا عادی نہیں تھا۔ جب خادمہ نے ممکنہ جگہیں تلاش کر لیں اور وہ دونوں نہ ملے تو وہ پریشان ہو گئی۔ اُس نے ایک ملازم سے ... دوسرے ملازم نے تیسرے ملازم سے بات کی حد ہی سبھی کسران دونوں پہریداروں نے پوری کر دی۔ جنھوں نے اپنے انچارج کو اطلاع دی کہ رات کو اُن کے ساتھ کوئی سمجھ میں نہ آنے والا واقعہ ہُوا ہے۔ وہ دونوں بے ہوش ہو گئے تھے۔

توقیر خان کو اس کے خادم نے یہ اطلاع دی اور ساتوں بھائی دوڑ پڑے۔ ان کے چہرے سُرخ ہو گئے تھے۔ وہ دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ بادشاہ خان صبح کی سیر کے لیے گیا ہُوا تھا یہ اس کا معمول تھا۔ اس لیے اُسے ابھی اس حادثے کی اطلاع نہیں ملی۔

توقیر خان نے خواب گاہ کا جائزہ لیا تو اُسے پتہ چل گیا کہ دونوں میں سے کوئی اپنی مرضی سے نہیں گیا۔ اُن کے جوتے اُن کی چارپائیوں کے پاس موجود تھے۔ اس کے علاوہ نعمان خان کے بارے میں بھی انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ وہ رات پروگرام کے مطابق چلا گیا ہے۔ وہ اپنا فرض پورا نہیں کر سکے تھے۔ وہ اپنا وعدہ نہیں نبھا سکے تھے۔

محل کے ایک ایک فرد کو جمع کر کے اُس کی کھال اُدھیڑ دی گئی۔ ساتوں بھائی قہر و غضب بنے ہُوئے تھے۔ بادشاہ خان ... جب ہوا خوری کے بعد محل میں داخل ہُوا تو دنگ رہ گیا ایک قیامت آئی ہُوئی تھی۔ ملازم عتاب میں گرفتار تھے۔

"نادر خان۔ عاقل خان۔ کیا ہو رہا ہے یہ۔ کیا بدتمیزی ہے یہ ہمارے قدیم خادم ہیں۔"

ان دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو بادشاہ خان غضب کے عالم میں دہاڑا۔ "مَیں کہتا ہُوں کیوں کوڑے برسائے جا رہے ہیں ان غریب لوگوں پر؟"

"جواب توقیر خان دیں گے، بابا خان۔"

"کیا بکواس ہے۔ مَیں تم سے پوچھ رہا ہوں؟" بادشاہ خان ... نادر خان کے سامنے پہنچ کر دہاڑا۔

"جواب توقیر خان سے ملے گا۔" نادر خان نے کہا اور غصّے سے ایک طرف مڑ گیا۔ اُس کی ہیبت اور اُس کے جلال سے محل کے در و دیوار کانپتے تھے۔ یہ ملازم سالہا سال سے اس کی اَبرو کے اشارے پر کانپ جاتے تھے۔ آج ان سب کے سامنے بادشاہ خان کی عزت دو کوڑی کی ہو گئی تھی۔ اُس نے غضب کے عالم میں جیب میں اُڑسا ہُوا پستول نکال لیا۔

"نادر خان!" وہ گرجا اور اُس نے ہوائی فائر کر دیا۔ نادر خان نے پلٹ کر دیکھا اور پُرسکون قدموں سے اندر داخل ہو گیا۔

بادشاہ خان کا منبطہ جواب دے گیا تھا۔ اُس نے خونی نگاہوں سے عاقل خان کو دیکھا۔ "مَیں نے تجھ سے جواب مانگا تھا۔"

"نادر خان جواب دے چکا ہے بابا خان۔" عاقل خان نے جواب دیا اور نادر خان کی مانند ہی اندر کی طرف چل پڑا ....

بادشاہ خان پستول ہاتھ میں لیے کھڑا رہ گیا تھا۔ پھر وہ اندر چل پڑا۔ کسی اور سے اُس نے کچھ نہیں پوچھا۔

وہ سب توقیر خان کے کمرے میں جمع تھے۔ بادشاہ خان ... غصّے سے کانپتا ہُوا اندر داخل ہو گیا۔ "کیا محل میں بغاوت ہو چکی ہے کیا تم سب مجھ سے میری حیثیت چھیننے کی سازش کر چکے ہو؟" اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔ "بابا جان۔" توقیر خان نے سرد لہجے میں کہا۔ "نوریز کہاں ہے؟"

"تم سب میرے ایک اشارے پر کتوں کی موت مر سکتے ہو سمجھے۔ مَیں نے تم سب کی زندگی بنانے کے لیے جو اقدامات کیے تھے آج مجھے ان پر افسوس ہو رہا ہے۔ جواب دینے کے بجائے تو سوال کر رہا ہے توقیر خان مَیں تجھ سے پوچھتا ہُوں یہ کیا ہو رہا ہے محل میں؟" بادشاہ خان گرجدار آواز میں بولا۔

"نوریز کہاں ہے بابا خان؟" توقیر خان نے اُسی لہجے میں پھر سوال کیا اور بادشاہ خان شدّتِ غضب سے اپنی قوّتِ گویائی کھو بیٹھا۔ وہ خونخوار نگاہوں سے اُن سب کو دیکھ رہا تھا جن کی آنکھوں میں اس کے لیے اب احترام نہیں رہا تھا بلکہ وہ سب عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ خان کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ پستول اب بھی اُس کے ہاتھ میں تھا وہ اگر چاہتا تو ان سب پر گولیاں برسا کر بھون دیتا۔

غصّے کی شدّت کی یہی کیفیت تھی لیکن اب عمر نے عقل کا ساتھ دینا شروع کر دیا تھا۔ یہ سوال ہی اس کے لیے تعجب خیز تھا چنانچہ اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا چند ساعت اپنی جگہ کھڑا رہا پھر پستول ایک طرف پھینک کر آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم سب نے آج جس طرح میری عزت افزائی کی ہے اُس نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ بہت عرصے سے محسوس کر رہا ہُوں کہ نعمان خان اور تم سب میرے خلاف سازش کر رہے ہو مجھ سے میرا وقار میری حیثیت چھیننے کی کوششوں

میں مصروف ہو۔ ارے بے غیرت انسانو میرا اس دُنیا میں کون ہے میں نے آج تک جو کچھ کیا ہے تمھارے لیے ہی تو کیا ہے، بولو جواب دو عمر کی کون سی منزل میں ہوں میں۔ کیا میں مزید سو سال تک اور جی سکتا ہوں اگر نہیں تو پھر مجھے بتاؤ کہ تمھارے علاوہ میں نے اور کس کے بارے میں سوچا ہے سب کچھ۔۔۔۔ یہ سوچ کر کیا تھا کہ میری اپنی زندگی تو گزر رہی تھی، فیروز خان میرا بھائی مجھے بے پناہ چاہتا تھا۔ ساری زندگی جب تک وہ زندہ رہا اُس نے کبھی مجھ سے نظر ملا کر بات نہیں کی۔ اس کا لہجہ اتنا مدہم تھا کہ۔۔۔" بادشاہ خان کی آواز میں تھراہٹ پیدا ہو گئی اور وہ پھر غضب ناک ہو گیا۔

"اور تم۔ اور تم مجھ سے اس انداز میں گفتگو کر رہے ہو۔ دل تو چاہتا ہے کہ تم میں سے ایک ایک کو موت کی نیند سلا دوں لیکن سوچتا ہوں کہ روزِ قیامت فیروز خان کی سوالیہ نگاہیں مجھ پر اُٹھیں گی تو میں اُسے کیا جواب دوں گا۔ وہ مجھ سے پوچھے گا کہ بابا خان جوشِ غضب میں میرا خاندان ہی تباہ کر دیا۔ سنبھل جاؤ تم لوگ، مجھے حشر کے روز کے لیے گناہگار نہ کرو۔ مجھے اپنے بھائی کے سامنے شرمندہ مت کرو۔"

"بابا خان جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں انتہائی قابلِ احترام ہے ہمارے لیے اور ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے لیکن نور ریزہ خان کی گمشدگی بھابی کی غیر موجودگی ہمیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم لوگ مجھے کم از کم بتاؤ تو سہی۔" بادشاہ خان کا غصہ آہستہ آہستہ سرد پڑ گیا۔ توقیر خان کے الفاظ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔

"وہ دونوں محل میں موجود نہیں ہیں کوئی گوشہ نہیں چھوڑا گیا ہر جگہ دیکھ لیا گیا اُنھیں اغوا کر لیا گیا ہے۔ اُن کے جوتے ان کی مسہریوں کے پاس پڑے ہوئے ہیں اور اندازے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں اُن کی مرضی کے خلاف کہیں لے جایا گیا ہے۔"

"ناممکن۔" بادشاہ خان دہاڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ ہو چکا ہے بابا خان؟"

"تو تم۔ تو تم۔ مجھ سے اس انداز میں کیوں گفتگو کر رہے ہو؟ تمھارا مقصد کیا ہے؟"

"بابا خان نعمان خان نے کہا تھا کہ ان دونوں کو خطرہ ہو سکتا ہے کسی سے بھی، تم سے بھی بابا خان۔"

"اوہ۔ اوہ۔ مجھ سے بھی۔ مجھ سے میرے جگر گوشے کے لیے خطرہ محسوس کیا گیا۔ آئیوی کے لیے خطرہ محسوس کیا گیا مجھ سے، کیوں آخر کیوں، ایسا کیوں ہوا؟"

"یہ ہم نہیں جانتے بابا خان۔"

"نعمان خان کہاں ہے؟ اُسے میرے سامنے لاؤ، میں اُس سے سوال کروں گا سنو۔ بادشاہ خان تم لوگوں کو چیلنج کرتا ہے تم میں سے جو اپنے آپ کو طاقت ور سمجھتا ہے جو اپنے آپ کو ذہین سمجھتا ہے آئے اور ان بوڑھی ہڈیوں سے ٹکرا کر دیکھ لے۔ میں تمھارے بدن کو لوتھڑے میں تبدیل کر دوں گا۔ میں ان کو پروان چڑھا سکتا ہوں تو میں ان کو فنا بھی کر سکتا ہوں لیکن یہ کیوں سوچا تم نے کہ میں اپنے بچوں کے خلاف سازش کروں گا۔ نور ریزہ کو اغوا کروں گا۔ آہ۔ یہ کیوں سوچا تم نے۔ نعمان خان۔" بادشاہ خان زور سے دہاڑا اور دروازے کی جانب بڑھا۔

"نعمان خان محل میں نہیں ہے بابا خان۔" توقیر خان نے جواب دیا اور بادشاہ خان پلٹ پڑا۔

"کہاں ہے وہ کہاں تلاش کرنے گیا ہے ان لوگوں کو؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔"

"کیا اُس نے تم سے یہ کہا تھا کہ میں نے اس کے بیوی بچے کو اغوا کیا ہے؟" بادشاہ خان نے سوال کیا لیکن اس سوال کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تب بادشاہ خان خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اُس کا ذہن ڈوب رہا تھا۔ دل و دماغ میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ سینے میں درد محسوس ہو رہا تھا اُسے۔۔۔

آخر نور ریزہ اور آئیوی کہاں گئے؟ کس نے اغوا کیا اُنھیں! کیسے اغوا کیا؟ اس کا شبہ اُس پر کیوں کیا گیا؟ وہ لرزتے قدموں سے اپنی رہائش گاہ کی جانب آ گیا۔ آج اچانک وہ اپنے آپ کو بوڑھا محسوس کرنے لگا تھا۔ اُسے لگ رہا تھا جیسے اُس کے قویٰ بے جان ہو گئے ہوں۔ وہ اپنے پیروں سے چل بھی نہ سکتا ہو۔ ایک آرام کرسی پر دراز ہو کر اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن دفعتاً وہ چونک پڑا۔ آنکھیں بند کر کے بیٹھ جانے سے کام نہیں چلے گا نور ریزہ اور آئیوی آخر گئے کہاں؟ اس سلسلے میں معلومات تو حاصل کرنا ہی ہوں گی۔ اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا ایک لمحے کو نعمان خان سے ہونے والی گفتگو یاد آئی اور ایک بار پھر وہ چونک پڑا۔

"کیا۔ کیا نعمان خان نے اس سلسلے میں اپنے بھائیوں کو آگاہ کر دیا تھا، کیا جو گفتگو اس کے اور بادشاہ خان کے درمیان ہوئی تھی۔ اُس نے نعمان خان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ بادشاہ خان

اُس کے خلاف کوئی ایسی سازش کر سکتا ہے۔ آہ۔ یہی بات ہے۔ یقیناً نعمان خان اس قدر بدگمانی کا شکار ہو گیا ہو گا۔ اُس نے سوچا ہو گا کہ میں نے تنظیم کے مفاد میں یہ کام کیا ہے اور اس کے لیے اُس نے اپنے بھائیوں سے میرے خلاف شبہے کا اظہار کیا ہو گا۔ غلط فہمیاں اس حد تک پہنچ سکتی ہیں۔ بادشاہ خان کو گمان بھی نہیں تھا۔

تنظیم کے لیے اُس کے دل میں ایک لمحے کے لیے نفرت پیدا ہو گئی اور اُس کے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ ممکن ہے یہ کوشش تنظیم کی طرف سے کی گئی ہو۔ پہاڑوں میں تو کسی کی مجال نہیں تھی کہ بادشاہ خان سے دُشمنی مول لے یقیناً تنظیم کے افراد نے ہی ایسا کیا ہے۔

لیکن۔ لیکن۔ اس سلسلے میں تنظیم سے گفتگو کرنا مناسب نہیں ہو گا۔ تنظیم اگر ان لوگوں کے خلاف یہ سازش کر سکتی ہے تو اس کا مقصد ہے کہ آج تک اُس کے لیے جو کچھ کیا گیا وقت ضائع کرنے کے مترادف تھا۔

وہ لوگ اپنی مطلب برآری کے لیے دُنیا کا ہر کام کر سکتے ہیں بادشاہ خان کو ایک لمحے میں یہ خیال آیا تھا کہ تنظیم کے سلسلے میں نعمان خان نے جو کچھ کہا تھا وہ درست تھا۔ تنظیم صرف اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے ان لوگوں کو بے وقوف بنا رہی ہے اور اس میں ذرا بھی رخنہ اندازی پسند نہیں کرتی۔

ٹھیک ہی تو کہا تھا اس گدھے نے بس یوں سمجھو کہ سمجھنے میں غلطی ہو گئی تھی واقعی اگر تنظیم نے ایسا کیا ہے تو پھر اس کا ساتھ دینا حماقت ہے اور اس سے اس قدر خوف بھی نہیں کھانا چاہیے، یہ پہاڑ ہمارے ہیں ہم اگر چاہیں تو تنظیم کیا اس جیسی دس تنظیمیں مل کر بھی پہاڑوں میں اپنے قدم نہیں جما سکتیں۔ ان کی سازشیں ہمارے ہی ذریعے پروان چڑھ رہی ہیں ورنہ ناممکن ہے ایسا ہونا۔

لیکن اس شکل میں جب یہ ثابت ہو جائے کہ یہ کارروائی تنظیم کی جانب سے ہی ہوئی ہے ایک اور خیال بھی اُس کے ذہن میں اچانک آیا۔ اس نے سوچا کہ شیران زندہ ہے۔ نعمان خان کو پتہ چل چکا ہے کہ شیران زندہ سلامت ہے اور تراب زان سے جو آواز اٹھی ہے وہ غلط نہیں ہو گی۔ یعنی شیران ان پہاڑوں میں پہنچ گیا ہے۔

تو کیا۔ کیا یہ شیران کی کارروائی نہیں ہو سکتی کیا وہ ان لوگوں کو اغوا نہیں کر سکتا؟ شیران جیسے خطرناک شاطر سے یہ بات بعید از قیاس نہیں تھی۔

بادشاہ خان بُری طرح اُلجھ کر رہ گیا تھا۔ اُس نے تھوڑی دیر مزید کچھ سوچا اور پھر فرید خان کو طلب کر لیا۔ فرید خان محل کا داروغہ تھا۔ اس کے سپرد تمام محل کی دیکھ بھال تھی اور وہی یہاں کی نگرانی کی ذمے داری رکھتا تھا۔ فرید خان کو شاید پہلے ہی اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اب مصیبت اسی کی آئے گی، کیونکہ یہ ذمے داری بھی اس پر عائد ہوتی تھی۔ اس کا رنگ دُھلے لٹھے کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بادشاہ خان کے سامنے پہنچ گیا۔

"فرید خان یہ سب کچھ کیا ہوا؟"

"خانِ اعظم۔ فرید خان کی گردن حاضر ہے جو کوتاہی مجھ سے ہوئی ہے میں اُس کے لیے معافی کا کوئی تصور نہیں رکھتا البتہ اتنا ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ سازش انتہائی منظم پیمانے پر ہوئی ہے۔ اغوا کنندگان نے بڑی چالاکی سے اپنا کام کیا ہے۔ ہمیں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ رات کو دو پہرے دار حسبِ معمول پہرہ دے رہے تھے اُن کا کہنا ہے کہ کسی چیز سے اُنھیں بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ خواب آور دوا کے اثرات اُن کے ذہن پر اس وقت تک طاری ہیں۔"

"یہ اندازہ نہیں لگا سکتے تم کہ اغوا کرنے والوں نے کون سے راستے اختیار کیے؟"

"خانِ اعظم اگر یہ اندازہ ہو جاتا تو فرید خان اپنی زندگی کی بازی لگا کر ان دونوں کو واپس لاتا خواہ اس کے لیے اُس کے بدن میں ہزار گولیاں پیوست ہو جاتیں۔"

"نعمان خان ان کی تلاش میں کس سمت گیا ہے؟"

"خانِ اعظم ایک بات میرے ذہن کو پریشان کیے ہوئے ہے"

"کیا۔" بادشاہ خان نے بھویں اُٹھا کر اُسے دیکھا؟"

"خان نعمان خان صبح سے مجھے نظر نہیں آئے۔ کل شام تک میں نے اُنھیں دیکھا تھا لیکن اس کے بعد اُن کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟"

"صبح کو جب خانم اور نور ریزہ خان کے اغوا کی اطلاع ہوئی تو سب لوگ بھاگ دوڑ کر رہے تھے لیکن خان نعمان کا کہیں پتہ نہیں تھا۔"

"اوہ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ محل کے چکر میں پڑنے کے بجائے فوراً ہی باہر نکل گیا ہو۔"

"یہ میں نہیں عرض کر سکتا خانِ اعظم۔"

"یوں بھی ہو سکتا ہے کہ" بادشاہ خان کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔ اُس نے فرید خان کی طرف دیکھا اور بولا "تم جا سکتے ہو فرید خان لیکن یہ سوچ لو کہ ہم سب کی زندگیوں کا انحصار اس بات پر ہے کہ نور ریز اور خانم مل جائیں۔"

"میرے لیے حکم صادر فرمائیے خانِ اعظم میں ہر قسم کی تکمیل کے لیے حاضر ہوں۔"

"جاؤ اپنے آدمیوں کو اپنے طور پر تیار کرو اور ان دونوں کو پہاڑوں میں تلاش کرو۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" فرید خان نے کہا اور گردن خم کیے ہوئے باہر نکل گیا۔

ایک نیا خیال بادشاہ خان کے ذہن میں آیا تھا۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ احمق نعمان خان نے اس سے گفتگو کرنے کے بعد اور ان الفاظ سے جو بادشاہ خان نے غصّے کے عالم میں کہے تھے کوئی غلط نتیجہ اخذ کر کے اپنے بیوی بچّے کو یہاں سے کہیں منتقل کر دینا ہی مناسب سمجھا ہو اور وہ خود ہی اُنھیں لے کر نکل گیا ہو۔

لیکن جیسا کہ توقیر خان نے کہا کہ ان کے جوتے ان کے بستروں کے پاس پڑے پائے گئے تھے اگر وہ نعمان خان کے ساتھ اپنی مرضی سے جاتے تو اس انداز میں نہ جاتے کچھ تھوڑا بہت سامان وغیرہ بھی لے جاتے۔

حالات بے پناہ اُلجھے ہوئے تھے۔ تین فریق ہو گئے تھے۔ اب تنظیم پر بھی اغوا کا شبہ کیا جا سکتا تھا۔ نعمان خان کے بارے میں بھی یہ سوچا جا سکتا تھا کہ ممکن ہے اُس نے اس انداز میں ان لوگوں کو یہاں سے ہٹا دیا ہو۔

اور اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ شیران نے یہ قدم اُٹھایا ہو لیکن اب کرنا کیا چاہیے یہ لڑکے پاگل ہو رہے تھے۔ ان کے پاگل پن کی وجوہات کیا ہیں۔ ایک بار پھر بادشاہ خان کے ذہن میں توقیر خان سے گفتگو کرنے کا خیال آیا حالانکہ ان لڑکوں نے جس طرح اُس کی بے عزّتی کی تھی وہ اُس کے لیے پوری زندگی میں اجنبی چیز تھی۔

اس انداز میں گفتگو کرنے والے کو کبھی زندہ نہیں چھوڑا گیا تھا۔ دُودا خان کی مثال سامنے تھی جو حال ہی میں بادشاہ خان کا شکار ہوا تھا صرف اس لیے کہ اُس نے شیران کی تھوڑی سی تعریف کی تھی جس کی بنا پر وہ موت کا شکار ہو گیا۔ بادشاہ خان انتہائی کینہ پرور انسان تھا اور کسی ایسے شخص کو اُس نے آج تک زندہ نہیں چھوڑا تھا۔ جس نے کسی بھی طرح اُس کے سامنے زبان کھولی ہو اور ایسے الفاظ ادا کیے ہوں جو بادشاہ خان کی پسند کے خلاف ہوں۔

لیکن اب کرنا کیا چاہیے؟ محل میں گھسے رہنے سے کچھ نہیں ہوگا کوئی نہ کوئی کام ہونا ضروری ہے۔ بہر طور اُس نے توقیر خان کو اپنے پاس طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد توقیر خان آ گیا جس انداز میں وہ بادشاہ خان کے ساتھ پیش آیا تھا اُس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ شاید وہ اس کی طلب کو بھی ٹھکرا دے لیکن توقیر خان وہاں پہنچ گیا تھا۔

"بابا خان کیا حکم ہے؟" اُس نے سوال کیا۔

"تم لوگ مجھے مجرم سمجھتے ہو تم یہ جانتے ہو کہ نور ریز میری زندگی کی سب سے خوبصورت اور سب سے حسین چیز ہے۔ اس کے سہارے میں اپنی زندگی کا بقیہ وقت پُرسکون رہ کر گزارنا چاہتا ہوں۔ تم اس کی محبت کا اندازہ نہیں لگا سکتے... لڑکو۔ تم توقیر خان تیرے بارے میں اور تیرے بھائیوں کے بارے میں، میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ [illegible] بادشاہ خان کو زندگی کے آخری دور میں اس طرح توڑ مروڑ کر رکھ دو گے۔ آہ اگر تم میرے نہ ہوتے تو یقین کرو تمھاری نسلیں مٹا دی جاتیں۔ مگر یہ بدقسمتی ہے کہ تم میری نسل ہو اور اپنی نسل کو میں کبھی تباہ نہیں کر سکتا۔ یہ مت سوچنا توقیر خان کہ میں زندگی کی آخری سانسوں تک تمھیں معاف کر دوں گا۔ میں تم سے نفرت کرتا رہوں گا، شدید نفرت۔"

"کیا حکم ہے بابا خان۔" توقیر خان نے اُسی انداز میں سوال کیا۔

"سنو۔ نور ریز اور خانم آئیوی کو میں نے اغوا نہیں کیا۔ نہ ہی میں یہ مذموم کام کر سکتا تھا۔ یہ میرا محل ہے۔ مجھے اس میں قتل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اگر میں تم سب کو گولیاں مار دُوں تو کوئی مجھ سے پوچھنے والا بھی نہیں ہوگا لیکن تم جانتے ہو کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میری خواہش ہے توقیر خان کہ تم مجھے اس بارے میں جو کچھ بھی جانتے ہو بتا دو تاکہ ان دونوں کو تلاش کرنے کے لیے مؤثر اقدامات کر سکوں۔"

"کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ۔ بابا خان؟" توقیر خان نے کہا۔

"پہلے تو یہ سوال کروں گا میں کہ اس سلسلے میں تمھارا شبہ میری طرف کیوں گیا؟"

"ہمیں نعمان خان نے ہوشیار کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ آئیوی اور نور ریز کو خطرہ درپیش ہو سکتا ہے۔"

"یہ خطرہ کس سے تھا؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"نعمان خان نے کہا تھا کہ وہ آپ بھی ہو سکتے ہیں بابا خان۔"

"اوہ۔ اوہ ٹھیک ہے یہ وقت بھی آنا ضروری تھا۔ خدا جسے چاہے عزّت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلّت۔ اس کے کاموں میں مداخلت ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ نعمان خان کہاں گیا ہے؟"

"یہ بات ہمیں نہیں معلوم بابا خان۔"

"وہ کب گیا ہے؟"

"یہ بھی نہیں معلوم ہمیں۔"

"صبح کو وہ اس وقت موجود تھا جب آئیوی اور نور ریز کے اغوا کی اطلاع ملی تھی؟"

"ہمیں یہ بھی نہیں معلوم بابا خان۔"

"میں پوچھتا ہوں آخر نعمان خان کہاں ہے، وہ خود مجھ سے بات کیوں نہیں کرتا؟"

"وہ محل میں موجود نہیں ہے۔"

"اور تم لوگ جانتے ہو کہ وہ کہاں گیا ہے؟"

"اگر جانتے بھی ہیں بابا خان تو آپ کو کسی قیمت پر بتایا نہیں جا سکتا۔"

دفعتاً بادشاہ خان کے ذہن میں ایک اور تیر لگا۔ نعمان خان... نعمان خان ارے کہیں وہ۔ کہیں وہ۔" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا اور وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"جاؤ نکل جاؤ تم یہاں سے۔ جاؤ دفعان ہو جاؤ۔" اس نے توقیر خان سے کہا اور توقیر خان ایک جھٹکے سے مڑ کر واپس نکل گیا۔ بادشاہ خان کے ذہن میں اب یہ وسوسے بھی سر اُبھارنے لگے تھے کہ کہیں نعمان خان حکومت کو اس سازش کے بارے میں مطلع نہ کرنے چلا گیا ہو۔

وہ دیوانوں کی طرح کمرے میں ٹہلنے لگا اور پھر اُس کے ذہن میں ایک گڑگڑاہٹ سی پیدا ہوئی۔ تنظیم کے لیے اب اُس کے ذہن میں بھی کوئی ہمدردی نہیں رہی تھی اگر نعمان خان واقعی حکومت کو اس سلسلے میں مطلع کرنے چلا گیا ہے تو پھر مجھے بھی تیاریاں کر لینی چاہئیں۔ مجھے بھی یقیناً اس بارے میں اطلاع دینی چاہیے۔ اس صورتِ حال کے لیے اگر سب ہی تیار رہیں تو زیادہ بہتر ہے یقینی طور پر اب ایک منصوبہ عمل کرنا ضروری ہے۔ آئیوی اور نور ریز کی تلاش، اس کے ساتھ ساتھ ہی تنظیم کے معاصر سے قبیلوں کو ہوشیار کرنا دوہری ذمّے داری آ پڑی تھی اس پر اور پھر شیروں کا شیر تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اُس نے موٹی کھال والا لباس پہنا، سر پر بڑے بالوں والی ٹوپی لگائی۔ کارتوس کی پیٹیاں کمر سے باندھیں۔ بڑے کارتوسوں والا تھیلا شانے پر لادا۔ کھانے کے لیے کچھ اشیاء ساتھ لیں اور اس شان سے وہ تہمانہ کے بڑے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اُس کا رُخ اب تراب زان کی جانب تھا جہاں سے وہ شیران کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آسمان پر بادل جمع ہو رہے تھے اور زمین پر گہری بجلیاں اُتری ہوئی تھیں۔ بادشاہ خان کا گھوڑا سنگلاخ چٹانوں کے درمیان سرپٹ دوڑنے لگا۔ ایک بار پھر زلزلہ آ گیا تھا۔ تھوڑی دُور اس نے سفر کیا تھا کہ ہلکی ہلکی برفباری شروع ہو گئی تھی لیکن بادشاہ خان کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں خون کی سُرخی رچی ہوئی تھی اور وہ گھوڑا دوڑا رہا تھا۔

★★

عدنان سلامن قطر تا عجیب نوجوان تھا۔ سدھاشی نے اُس کی تربیت میں ایک خاص انداز نگاہوں کے سامنے رکھا تھا۔ سدھاشی نے اپنے دل کی کیفیت کا اظہار کسی پر نہیں کیا تھا۔ شیران نے اپنی دانست میں اُسے موت کی نیند سُلا دیا تھا اور سدھاشی جانتی تھی کہ شیران جیسا انسان زندگی کے کسی دور میں اب اس کا تصوّر بھی نہیں کرے گا لیکن وہ اپنے وجود کی گہرائیوں میں جب بھی کبھی کسی کی چاہت تلاش کرتی تو اُسے احساس ہوتا کہ شیران کے علاوہ اُس کی زندگی میں کچھ اور نہیں ہے۔ شیران نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کے تحت سدھاشی کے ایک ایک رونگٹے کو شیران کا دُشمن بن جانا چاہیے تھا اور بارہا اُس کے دِل میں شیران کے خلاف نفرت کا تصوّر بھی اُبھرا تھا۔ ساری کہانی جب اُس کے ذہن میں آتی تو اس کو احساس ہوتا کہ انسانی شکل صورت کا ایک خونخوار درندہ جسے کسی بھی درندے سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی تھی چونکہ درندوں میں بھی کبھی کبھی رحم کے جذبات نمودار ہو جاتے ہیں لیکن شیران ان جذبات سے ناآشنا تھا۔ اُس نے جس طرح سدھاشی کو اُس کی حسین زندگی سے محروم کیا تھا اُس کا خیال جب اُسے آتا تو وہ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو جاتی۔ یاتان بردما شیران کی ہی وجہ سے موت کا شکار ہوا تھا۔ وہ بے چارہ اندھا لڑکا جس نے زندگی بھر سدھاشی کی پوجا کی تھی شیران ہی کی بنا پر زندگی سے محروم ہو گیا تھا اور اس کے بعد جب شیران نے پہاڑوں کا سفر کیا تو اُس کے ذہن میں سدھاشی کا

کوئی تصور نہیں تھا۔ ایک غیر انسانی بات تو یہی تھی کہ وہ ایک اکیلی اور بے سہارا لڑکی کو ان سنگلاخ پہاڑوں اور جنگلوں میں چھوڑے جا رہا تھا کوئی اور شخص ہوتا تو اس کے دل میں یہ احساس ضرور جاگتا کہ تنہا لڑکی کسمپرسی کی موت کے علاوہ کیا حاصل کر سکتی ہے۔

سدھاشی بے غیرت بن کر زبردستی اُس کے ساتھ سفر کرنے پر آمادہ ہوگئی تھی اور وہ مجبوراً اُسے ساتھ لے آیا تھا۔ اِس کے بعد بھی سدھاشی نے کبھی اُس کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت کے جذبات نہیں پائے۔ اگر مارلینو جیسا عظیم انسان سدھاشی کا ساتھ دینے پر تیار نہ ہوتا تو وہ مہذب دُنیا میں پہنچنے کے بعد بھی دَر بدر ہو چکی ہوتی۔ مارلینو نے سدھاشی کی اپنی بیٹیوں کی طرح پرورش کی تھی اور سدھاشی کا اَنگ اَنگ اس کے احسان میں ڈُوبا ہُوا تھا لیکن کمبخت دِل جو بظاہر تو سینے کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے بعض اوقات اِنسان کے وجود پر کس طرح حاوی ہو جاتا ہے .... اِس کا احساس سدھاشی کو تھا اور جب یہ احساس اُس کے ذِہن میں جاگتا تو وہ شیران کو بھی بے قصور سمجھنے لگتی تھی۔ اُسی نے تو شیران کو چاہا تھا۔ شیران نے تو کبھی اس سے چاہت کا اظہار نہیں کیا تھا وہ اپنی فطرت میں زندہ تھا۔ تُند خو، سرکش اور خود مختار۔ سدھاشی خود ہی اُس کے پیچھے لگی رہی تھی اور یہ حقیقت تھی کہ جب اُس نے جھلا کر شیران کو گالیاں دی تھیں تو شیران اپنی فطرت کے مطابق اس سے انتقام لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔

سدھاشی تو خود ہی اس کے پاس پہنچی تھی، اب یہ دُوسری بات ہے کہ مکّار شیران نے اپنا انتقام اس طرح پُورا کیا تھا۔ پہاڑوں کی داستان بھی تو وہ سنا چکا تھا کہ کس طرح اُس نے فیروز خان کی بیٹیوں کو سرِ عام رُسوا کر کے موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

پہاڑوں کے رہنے والے کینہ پروری سے دُور تھے۔ دُشمنیاں چلتی تھیں اور یہ دُشمنیاں اُن کے ایمان کے بعد دوسری حیثیت رکھتی تھیں۔ جب تک وہ اِنتقام نہیں لے لیتے تھے سکون سے نہیں بیٹھتے تھے لیکن انتقام کا یہ انداز شیران جیسی شخصیت ہی اِستعمال کر سکتی تھی بھلا اِن بے قصور لڑکیوں کا کیا قصور تھا اِن کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیا گیا۔ یہ تمام احساسات سدھاشی کے تھے لیکن اِس کے باوجود شیران کی چاہت اُس کے دِل میں مدھم نہ پڑ سکی یہاں تک کہ وہ مکّار شیران کی وحشت کا شکار ہو گئی لیکن اگر اُسے کوئی خوشی تھی تو بس یہ کہ اُس نے شیران کی محبوبیت میں وقت گزارا تھا اور اپنے دِین کے مطابق خود کو شیران کی بیوی بنا چکی تھی۔ جو کچھ ہُوا تھا اُس میں گناہ نہیں تھا ہاں یہ دُوسری بات ہے کہ شیران کے نزدیک اُس کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ گریچر اور سیگنیشا اُسے اُٹھا لائے تھے اُن کی معیت میں جب اُسے ہوش آیا تھا تو اُس کے دِل میں زندہ رہنے کا کوئی جذبہ باقی نہیں تھا لیکن جب اُسے معلوم ہُوا کہ وہ شیران کے بچّے کی ماں بننے والی ہے تو دفعتاً اُس کے دِل میں بے شمار آرزوئیں پیدا ہوگئیں۔ اِن آرزوؤں میں انتقام کا تصور نہیں تھا لیکن وہ شیران کے اس احساس کو شکست دینا چاہتی تھی کہ کوئی عورت اِس کے بچّے کی ماں نہیں بن سکتی۔

اب یہ موقع سدھاشی کو ملا تھا تو وہ اُسے گنوانا نہیں چاہتی تھی۔

مارلینو نے اس پر احسان کیا کہ اُسے مغربی ممالک میں بھیج دیا۔ یہاں عدنان پیدا ہُوا اور سدھاشی نے شیران ہی کی مناسبت سے اُس کا نام عدنان سلامن رکھا۔ صحیح معنوں میں یہ لڑکا اُس کے لیے شیران کا ہم پلّہ تھا چنانچہ سدھاشی نے اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر عدنان کی پرورش کے لیے وہ سب کچھ کیا جو کسی عام عورت کے لیے ممکن نہیں تھا۔ اُس نے عدنان کو اُس وقت اُس کی شخصیت سے روشناس کرایا جب عدنان کا ذہن سوچنے سمجھنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ اُس نے بتایا کہ اُس کا باپ شیران اِس لیے وحشی درندوں سے نفرت کرتا ہے کیونکہ اس کے اپنے باپ کو ایک درندے نے ہلاک کر دیا تھا۔

سدھاشی نے عدنان کو سمجھایا کہ عدنان میں اپنے باپ کی سی خصوصیات پیدا ہونی چاہئیں، ورنہ وہ اپنے باپ کی اولاد کہلانے کے قابل نہیں ہوگا۔ اُس نے عدنان کو ایک سرکش گھوڑا بنا دیا تھا، جس کی ناک میں نکیل ڈالی ہی نہیں جا سکتی تھی ہاں یہ دُوسری بات تھی کہ اس کے ساتھ ساتھ ہی اُس نے عدنان کو وحشت کے اُن راستوں پر نکلنے نہیں دیا تھا جو غیر اِنسانی ہوتے ہیں۔ تھوڑا تھوڑا سا محبّت کا جذبہ بھی اُس نے عدنان کے دِل میں پیدا کیا تھا اور پھر مغربی ماحول کی تربیت نے عدنان کو دوہری شخصیت بخش دی تھی۔ وہ ایک طاقت ور چیتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اُس کے دِل میں اِنسانوں کا خون بہانے کا جذبہ نہیں تھا۔ ہاں اُس وقت وہ ایک وحشی درندہ ہوتا جس وقت اُس کے دُشمن اُس کے سامنے ہوتے۔

بات صرف سدھاشی کی تربیت ہی کی نہیں تھی یہ شیران کے خون کا بھی اثر تھا کہ عدنان میں اُس کی صفات پیدا ہو گئی تھیں۔ حالانکہ وہ عُمر کی اس منزل میں نہیں تھا جسے پختگی کا رُخ مِل جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ مکمل طور پر ایک سمجھ دار نوجوان تھا۔

تقدیر نے سدھاشی کو شیران کی دُنیا میں لا ڈالا۔ وہ عزّت

اور احترام کے ساتھ مارلینو کے ساتھ فرانس کے محل میں رہ رہی تھی اور عدنان کو مارلینو نے ایک خاص پروگرام کے تحت اِن پہاڑوں میں چھوڑ دیا تھا جو اس کے باپ کے خاندانی روایات کے حامل تھے۔

مارلینو عدنان کی نگرانی کرتا تھا اور ہر طرح سے اُس نے اُس کے تحفظ کا بندوبست بھی کر لیا تھا۔ عدنان کے تو فرشتوں کو بھی گُمان نہیں تھا کہ چند آنکھیں کس کس طرح اُسے دیکھ رہی ہیں اور اس کی نگراں ہیں۔ وہ خود اتنا شاطر اور چالاک تھا کہ کبھی کسی چکر میں نہیں پھنسا تھا لیکن اگر ایسی کوئی صُورتِ حال پیش آ جاتی تو اُس کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہ ہوتا کہ کیسے کیسے سائنسی ذرائع اُس کے لیے متعین کر دیے گئے ہیں۔ مارلینو اپنی تمام تر توجہ اس پر مرکوز کیے ہُوئے تھا۔ دُوسری جانب اُس نے تنظیم سے بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ پہاڑوں میں اُسے ایک ایسا مطلق العنان حکمران دے گا جو اس کے سارے مقاصد پُورے کر دے گا لیکن درحقیقت مارلینو کے دِل میں خواہش تھی کہ وہ شیران کی اِس سرزمین کو غیر ملکی تسلط سے محفوظ رکھے۔ اس نے تنظیم میں شامل رہ کر ایسے انتظامات کیے تھے کہ جب تنظیم پہاڑوں میں آتش فشانی شروع کرے تو اُسے بدترین ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑے، اور اُس کے لیے اُس نے اب تک کافی انتظامات کر لیے تھے اور صُورتِ حال کا بخوبی جائزہ لے رہا تھا۔

اُس دِن شام کو وہ اپنی آرام گاہ میں بیٹھا ہُوا تھا کہ گریچر اور سیگنیشا اندر داخل ہُوئے۔ یہ لوگ بھی اب مستقل طور پر مارلینو کے ساتھ ہی تھے۔ مارلینو نے مُسکراتی نگاہوں سے اِن کا جائزہ لیا اور بولا "کیا بات ہے؟ تم لوگوں کے چہروں پر جو تجسس نظر آ رہا ہے وہ قابلِ غور ہے۔"

"ہاں مسٹر مارلینو ایک ایسی ہی خبر لائے ہیں ہم آپ کے لیے کہ اگر آپ تک وہ اطلاع نہیں پہنچی تو آپ ششدر رہ جائیں گے۔"

"کیا خبر ہے؟"

"شیران تراب زان واپس آ چکا ہے۔"

بلاشُبہ یہ بات مارلینو کے لیے شدید حیرت کا باعث تھی وہ واقعی چونک پڑا "کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو؟"

"اگر یقین نہ ہوتا ہو تو ہم آپ تک آنے کی جرأت نہ کرتے۔"

"ہاں، یہ ناممکن نہیں ہے۔ تفصیل بتاؤ؟"

"تراب زان میں اُسے دیکھا گیا ہے اور ہم نے وہاں سے مکمل معلومات حاصل کر لی ہیں۔ شیران تراب زان میں ہے۔ اُس نے اپنا گھر اپنی رہائش کے لیے آراستہ کر لیا ہے اور شاید اُسے عدنان کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو گئی ہیں۔ اُس کا کہنا ہے کہ وہ ولد الحرام کون ہے جو اپنے نام کو اس کے نام کے ساتھ منسوب کر رہا ہے!"

"اگر ایسا ہُوا تو میں سمجھ رہا ہُوں کہ آسمان کوئی نئی کہانی ترتیب دے رہا ہے! شیران کے بارے میں مجھے مکمل تفصیلات سے آگاہ رکھو۔"

"کہیں شیران اور عدنان کا سامنا نہ ہو جائے مسٹر مارلینو۔ صورتِ حال خاصی خطرناک ہو جائے گی۔"

"فکر مت کرو تم عدنان کی، جو کچھ ہو رہا ہے اس سے میں اچھی طرح واقف ہُوں، ہاں میں یہ چاہتا ہُوں کہ شیران کے بارے میں مجھے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہوتی رہیں۔ اس کے لیے میں بھی کوشش کروں گا۔" مارلینو نے جواب دیا۔ اس کا دِل خرطِ مسرّت سے دھڑک رہا تھا۔ اس کی نگاہیں کسی گہری سوچ میں ڈُوب گئیں تب گریچر اور سیگنیشا نے اُس سے واپسی کی اجازت مانگی اور اجازت ملنے پر وہاں سے چلے گئے۔

شیران کی آمد مارلینو کے لیے انتہائی مسرّت کا باعث تھی۔ وہ ضروری انتظامات میں مصروف ہو گیا۔ اب اس کھیل کو کچھ اور نئے رنگ مِل گئے تھے۔ یہاں یہ سب کچھ تھا اور دوسری طرف عدنان سلامن تراب زان کے اطراف کے پہاڑوں میں بھٹک رہا تھا۔ شیر دِل نوجوان کی زندگی نے دِلچسپ مشغلہ حاصل کر لیا تھا۔ مغرب کے جدید ماحول میں اُس نے بہت کچھ دیکھا تھا۔ ماں کی تربیت نے اِس کو بُرے راستوں پر بھٹکنے نہیں دیا تھا۔ عورت اِس کی زندگی میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی حالانکہ اتنے خوش شکل اور متناسب نوجوان کے لیے یورپ کی لڑکیاں دِیوانی ہو گئی تھیں لیکن عدنان اُنھیں صرف پاگل تصوّر کرتا تھا۔ اُس نے کسی کو اپنے قریب آنے کی دعوت نہیں دی تھی۔

اس کے بعد مارلینو جب اُسے ان پہاڑوں میں لے آیا تو عدنان کو یُوں محسوس ہُوا جیسے اُسے اسی زندگی کی تلاش تھی مغرب کے ماحول میں وہ اس زندگی کو ڈھونڈتا پھرتا تھا لیکن اُسے کہیں بھی اس کی جھلک نظر نہیں آئی تھی۔ یہاں پہاڑوں کی صبح و شامیں اِتنی خوشگوار تھیں کہ اُس کا دِل چاہتا تھا کہ عُمر کی آخری سانسیں بھی اِن ہی پہاڑوں میں بسر کر دے۔ یہاں کے حسین مناظر اُس کی روح میں رَچے ہُوئے تھے اور یہ شاید باپ کے خون کا اثر تھا۔

سیر و شکار کی زندگی اُسے بڑی خوشگوار محسوس ہوتی تھی۔ جنگلی جانوروں سے اُسے قلبی نفرت تھی اور اس کے نتیجے میں بہت سے جنگلی جانور اُس کے ہاتھ سے ہلاک ہو چکے تھے۔ اُسے

ان جانوروں کی کھالیں جمع کرنے کا شوق تھا۔ پہاڑ اُس کی ملکیت تھے۔ اُس نے ایسے ایسے غار دریافت کر لیے تھے جہاں پہاڑوں پر رہنے والوں کا تصور بھی نہیں پہنچا تھا۔ اِن غاروں میں اُس نے اپنے لیے بڑی بڑی آسانیاں پیدا کر لی تھیں اور اکثر وہ راتیں اِنہی غاروں میں بسر کرتا تھا۔ اکثر یوں بھی ہوتا تھا کہ کئی کئی دن گھوڑے کی پُشت پر گزر جاتے اور عدنان کسی نہ کسی وحشی جانور کے پیچھے لگا رہتا۔ اِن دِنوں ایک چیتا اُسے بہت پریشان کر رہا تھا۔ کئی بار دونوں کا آمنا سامنا بھی ہو چکا تھا لیکن وحشی جانور بھی شاید پہچان چکا تھا کہ اس کا مدِّ مقابل اس سے زیادہ وحشی ہے۔ چنانچہ اب وہ عدنان کا سامنا کرنے سے کتراتا تھا۔ البتہ ایک بار اُسے موقع مِلا تھا اور اُس نے عدنان پر چھلانگ لگا دی تھی۔ عدنان کا بازو تھوڑا سا زخمی ہو گیا تھا گو وہ زخم بہت معمولی سا تھا لیکن عدنان کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا۔ چیتا فرار ہو گیا تھا اور عدنان اب اُس کے لیے دیوانہ ہو رہا تھا۔ وہ دِن رات ایک کیے ہوئے تھا اور چیتے کے نشانوں کو ڈھونڈتے ہوئے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس وقت بھی سُورج نکلے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ وہ تراب زان کے ایک علاقے میں تھا جس کے بعد کالی پہاڑیوں کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ ہر چند کہ یہ علاقہ تراب زان سے بہت دُور تھا لیکن اسی کی حدود میں شمار ہوتا تھا۔ چاروں طرف جنگل بکھرا ہوا تھا۔ چیتے کی بُو عدنان کو محسوس ہو رہی تھی اور وہ گھوڑے سے اُتر کر چیتے کی تلاش میں کسی چیتے ہی کی طرح پنجوں کے بَل آگے بڑھ رہا تھا کہ دفعتاً اُس نے ایک انسانی چیخ سُنی۔ وہ چونک پڑا۔ چیخ کی دُوسری آواز پر اُس نے سمت کا اندازہ لگا لیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ اس طرف دوڑ پڑا۔ پھر دو گولیاں چلنے کی آوازیں سُنائی دیں اور عدنان ٹھٹک گیا۔ اس نے انتہائی احتیاط سے درختوں کی آڑ سے نکل کر دیکھا۔ اس کا شکار زمین پر دَم توڑ رہا تھا اور تھوڑے ہی فاصلے پر ایک شدید زخمی شخص بیٹھا ہوا تھا۔ چند افراد اُسے سنبھال رہے تھے۔ عدنان اِن لوگوں کو یہاں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ شکل سے وہ شکاری نہیں معلوم ہوتے تھے۔ شکاریوں کا انداز تو مختلف ہوتا ہے۔ پھر یہ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ عدنان کو چیتے کی دُوسروں کے ہاتھوں ہلاکت کا بہت افسوس تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار اپنے دُشمن کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اُتارنے میں ناکام رہا تھا جس کا اُسے دُکھ تھا لیکن اِن لوگوں کو دیکھ کر اُس کی چھٹی حس کچھ کہنے لگی۔ اُس نے اِن کے سامنے جا کر اِن کا احوال پُوچھنا مناسب نہ سمجھا بلکہ خاموشی سے ان پر نگاہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

زخمی شخص کے ساتھی اُسے اُٹھا کر ایک درخت کے نیچے لے گئے اور وہاں اُسے ایک چادر بچھا کر لٹا دیا گیا۔ وہ لوگ اُس کی مرہم پٹّی کر رہے تھے لیکن زخمی شخص بُری طرح چیتے کا شکار ہوا تھا۔ عدنان نے دُور ہی سے اندازہ لگا لیا تھا کہ اِس کے جسم کا گوشت جگہ جگہ سے اُدھڑا ہوا ہے اور اس کا زندہ بچ جانا ممکن نہیں ہے۔ اِس نے ایک ایسی جگہ منتخب کر لی جہاں سے وہ ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھ سکتا تھا۔ ایک درخت تھا جو پہاڑی ٹیلے کے نزدیک بالکل تنہا کھڑا تھا لیکن اتنا گھنا اور تناور تھا کہ اس پر بیک وقت کئی آدمی بھی چھپ سکتے تھے۔ عدنان نے اُسی درخت پر بسیرا کیا تھا۔ گھوڑے کے سلسلے میں اُسے کوئی تشویش نہیں تھی۔ گھوڑا بھی اِنہی جنگلوں کا عادی تھا اور اپنے تحفّظ کا طریقہ جانتا تھا۔ اُسے یہ بھی پتہ تھا کہ جب تک وہ گھوڑے کو بُلائے گا نہیں، گھوڑا اُس کے قریب آنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

اِن لوگوں کے بارے میں مکمل معلومات ضروری تھیں۔ کافی وقت گُزر گیا اور شاید اس شخص نے دَم توڑ دیا تھا۔ اِس کے ساتھیوں کی تعداد آٹھ نو کے قریب تھی۔ وہ سب مسلّح اور جدید ہتھیاروں سے لیس تھے لیکن ان کی یہاں موجودگی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

عدنان خاموشی سے ان کی حرکات و سکنات دیکھتا رہا۔ اُنھوں نے اپنے ساتھی کو زمین کھود کر دفن کر دیا تھا لیکن ان میں سے کوئی بھی ملول نظر نہیں آتا تھا۔ وہ اپنے مشاغل میں معروف رہے۔ غالباً وہ بھی شکار کے گوشت پر کام چلا رہے تھے، کیونکہ دوپہر کو اُنھوں نے چادر بچھا کر بُھنا ہُوا گوشت کھایا اور اُس کے بعد وہیں آرام کرنے لیٹ گئے۔ اپنے ساتھی کی موت کی طرف سے وہ بالکل لاپروا ہو گئے تھے۔

عدنان سوچتا رہا پھر دفعتاً چونکتے ہوئے اُس نے دیکھا اُن کے عقب میں جو غار موجود تھا وہاں جھاڑیاں ہِل رہی تھیں۔ عدنان کو اس سے پہلے اس غار کی موجودگی کا احساس نہیں ہُوا تھا لیکن ہلتی ہُوئی جھاڑیوں سے اُس نے ایک نوعمر لڑکے کو برآمد ہوتے ہُوئے دیکھا۔ وہ سب چونک کر لڑکے پر جھپٹے تھے اور پھر وہ اُسے گھسیٹتے ہُوئے جھاڑیوں کے پیچھے لے گئے۔

عدنان کو اب اس بات پر کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ ان لوگوں نے اس لڑکے کو کہاں قید کر رکھا ہے اور اس کی نگرانی کے لیے

مامور ہیں۔ وہ لڑکا کون ہے؟ عدنان نے سوچا۔ فطرت میں تجسّس تھا نوجوانی کا تجسّس۔ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے اس راز کو معلوم کرنے کے بعد ہی یہاں سے جائے گا۔

سورج اب واپسی کا سفر طے کر رہا تھا۔ عدنان کو یہاں بیٹھے بیٹھے کئی گھنٹے گُزر گئے تھے۔ کوئی مؤثر ترکیب اُس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی چنانچہ اب کوئی نہ کوئی کارروائی عمل میں آ جانی چاہیے لیکن یہ یقین کرنا بھی ضروری تھا کہ اِن لوگوں کی یہاں موجودگی کی کیا وجہ ہے اور وہ نوعمر لڑکا جو غار سے نکل کر باہر بھاگا تھا وہ کون ہے اور اُسے یہاں قید کرنے کی وجہ کیا ہے؟ یہ معلومات انتہائی ضروری تھیں کیونکہ وہ لوگ جدید ہتھیاروں سے مسلّح تھے اور اگر عدنان سے ان کا باقاعدہ سامنا ہو جائے اور وہ لوگ ہتھیار استعمال کر ڈالیں تو ایسا نہ ہو کہ وہ بے گناہ ان کے ہاتھوں مارا جائے۔ پتہ تو چلے کہ یہ سارا قصّہ کیا ہے اور یہ ساری معلومات حاصل کرنے کے لیے یہ وقت موزوں نہیں تھا اس کے لیے رات کی تاریکیاں ہی موزوں ہو سکتی تھیں۔

عدنان نے اپنے ذِہن میں کچھ فیصلے کیے اور پھر وہ درخت سے ٹیلے پر اُتر گیا ٹیلے کے پیچھے ہی پیچھے وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں اس کا گھوڑا موجود تھا۔ گھوڑے کو لے کر وہ اس علاقے سے تھوڑے فاصلے پر نکل گیا تاکہ ان لوگوں کو وہاں اس کی موجودگی کا شُبہ نہ ہو سکے۔ باقی وقت اُس نے وہیں گزارا تھا پھر گھوڑے کو اتنی دُور چھوڑ کر جہاں سے اِن لوگوں کو اس کی موجودگی کا اندازہ نہ ہو سکے وہ واپس اسی جانب چل پڑا۔ وہ کسی چوکنّے چیتے کی مانند بے قدموں اسی پہاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جس کے ٹیلے میں وہ غار تھا جہاں اُنھوں نے جھاڑیاں وغیرہ لگا کر اپنے قیدیوں کو قید کر رکھا تھا۔ درخت کے نیچے ان لوگوں کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا گو چاروں طرف تاریکی چھائی ہُوئی تھی لیکن ان لوگوں نے آگ بھی روشن نہیں کی تھی اور شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دُوسروں کو اپنی موجودگی سے بے خبر رکھنا چاہتے تھے وہ کون تھے اور انھوں نے کچھ انسانوں کو ان غاروں میں کیوں قید کر رکھا تھا۔ اس کے بارے میں عدنان کو کچھ نہیں معلوم تھا لیکن اس نوعمر لڑکے کو دیکھ کر اُسے یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ یہ قیدی خطرناک نہیں ہو سکتے۔

یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ اس نوعمر لڑکے کے علاوہ اور کون کون اِن غاروں میں قید ہے لیکن عدنان سلامن اپنی فطرت کے مطابق اس تجسّس کو دبا نہیں سکتا تھا خواہ اُس کے لیے اُسے کچھ بھی کرنا پڑے۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ دبے قدموں جھاڑیوں کے اندر سے گزر کر اُس غار میں جائے گا اور پہلے ان قیدیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا، اگر وہ واقعی قابلِ ہمدردی ہیں تو پھر ان کی گلو خلاصی عدنان نے اپنا فرض سمجھ لی تھی۔

لیکن درخت کے نیچے بیٹھے ہُوئے لوگ بھی بے حد چوکنّے تھے اُنھیں شاید عدنان سلامن کے قدموں کی آہٹ مِل گئی تھی۔

عدنان یہ نہیں جانتا تھا کہ اُن کے پاس ہتھیاروں کے علاوہ ٹارچیں بھی موجود ہیں چنانچہ اُس نے جیسے ہی اپنی جگہ چھوڑی دفعتاً تیز ٹارچ کی روشنی اُس پر پڑی، اور دوسرے لمحے وہ سب چیختے چلاتے اُس کی جانب دوڑ پڑے۔ اب عدنان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنا تحفّظ کرے۔

جونہی ٹارچ کی روشنی نے اس کے بدن کو حلقہ میں لیا اُس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگا دی اور ایک ایسے ٹیلے کی آڑ میں پوشیدہ ہو گیا جہاں فوری طور پر خود کو سنبھال سکے۔ وہ دوڑتے ہُوئے قدموں کی آوازیں سُن رہا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ ان سے جنگ کرے ورنہ وہ اُسے گولیوں کا نشانہ بنا ڈالتے۔

چیختے چلاتے آدمی بدحواسی کے عالم میں ٹیلے کے عقب میں پہنچے تو عدنان سلامن کے پستول کی دو گولیاں ان میں سے دو کو چاٹ گئیں باقی سب اُلٹے قدموں واپس بھاگے تھے جو گولیاں عدنان نے چلائی تھیں۔ اُنھوں نے سب سے آگے آنے والے دو آدمیوں کی پیشانی کے چیتھڑے اُڑا دیے تھے، بھاگنے والوں نے تھوڑی ہی دُور پہنچ کر مورچے سنبھال لیے اور پھر گولیوں کی بارش شروع کر دی۔

لیکن یہ بارش بے مقصد تھی۔ عدنان ایسی جگہ پوشیدہ تھا جہاں پر یہ گولیاں کارگر نہیں ہو رہی تھیں۔ ابتدا میں تو وہ بدحواسی کے عالم میں گولیاں چلاتے رہے لیکن اس کے بعد اُنھیں احساس ہُوا کہ وہ غیر مؤثر کارروائی کر رہے ہیں چنانچہ اُنھوں نے خود کو سنبھال کر منتشر کر لیا اور ایک لمبے دائرے

میں عدنان کو گھیرے میں لینے لگے۔ اپنی اس کوشش میں وہ ضرور کامیاب ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب اس طرف سے عدنان پر گولیاں چلنا شروع ہوئیں۔ جدھر سے وہ ان کی گولیوں کی رینج میں آتا تھا تو عدنان کو اپنی پوزیشن تبدیل کرنا پڑی لیکن اس تبدیل شدہ کیفیت میں بھی وہ محفوظ نہیں تھا۔ کیونکہ اس طرف بھی لوگ موجود تھے۔

چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ زمین پر لیٹ جائے اور ان گولیوں کی سیدھ میں خود بھی نشانے لگائے عدنان کو اس خطرناک صورتِ حال کا پوری طرح احساس ہو گیا تھا۔ جواب اسے درپیش تھی وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ان لوگوں کو نہ مارا تو وہ اسے ختم کر دیں گے۔

ایک شکاری چیتا انگڑائی لے کر جاگ اُٹھا تھا اور اس کے بعد قتل و غارتگری میں اُسے کوئی عار نہیں تھا۔ آخر شیران کی فطرت کا کچھ نہ کچھ حصّہ تو اُسے ملا ہی تھا اور اس کے تحت خطرناک حالات میں انسانی زندگی اس کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی۔

ہاں مہذب دُنیا نے اُسے اتنا شعور ضرور دے دیا تھا کہ بلا وجہ کسی انسان سے دُشمنی اور اس کی ہلاکت غیر مناسب ہے۔

چنانچہ اس بار جب سامنے کی سمت سے دو فائر ہوئے تو عدنان نے نہ صرف خود کو بچایا بلکہ اُس نے خود بھی اس نشانے پر گولی چلا دی۔

ایک چیخ اُبھری دُوسرا آدمی اُچھل کر اپنی جگہ سے بھاگا تھا۔ اُس کا ہلکا سا سایہ عدنان نے محسوس کیا اور دُوسری گولی اس آدمی کو بھی چاٹ گئی۔

عدنان فنِ نشانہ بازی میں بے مثال مہارت کا حامل تھا۔

پہاڑوں کا یہ فن اُسے ورثے میں ملا تھا حالانکہ اُس نے ان لوگوں سے یہ فن نہیں سیکھا تھا لیکن نشانہ بازی کے ماہرین کا کہنا تھا کہ اس میں بہترین نشانہ لگانے کی قدرتی صلاحیتیں موجود ہیں اور یہ بھی پہاڑوں کا عطیہ تھا۔

چار آدمی ہلاک ہو چکے تھے باقی نجانے کتنے رہ گئے تھے۔ گولیاں اب بھی برس رہی تھی اور عدنان اب اُن پر کاری ضربیں لگا رہا تھا۔ وہ نہایت مہارت سے ایک ایک کارتوس خرچ کر رہا تھا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد دُوسری طرف خاموشی طاری ہو گئی۔

عدنان کے اندازے کے مطابق آٹھ آدمی اُس کی گولیوں کا شکار ہوئے تھے۔ باقیوں نے اس خوفناک بلا سے مقابلہ کرنے کے بجائے بھاگ جانے کو ترجیح دی تھی۔

لیکن عدنان حماقت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دُشمن کی چالوں سے باخبر رہنے کی اُسے خاص طور سے تربیت دی گئی تھی۔ یہ خاموشی چال بازی بھی ہو سکتی تھی چنانچہ اُس کی چوکنی نگاہیں دُور دُور تک ایسی جگہوں پر بھٹک رہی تھیں جہاں سے پوزیشن لے کر یا پوزیشن تبدیل کر کے اُسے نشانہ بنایا جا سکتا تھا پھر اُس نے ایک اور بات سوچی۔ کہیں بھاگے ہوئے آدمی غار میں موجود قیدیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔

اس خیال کے تحت وہ تیزی سے چھپکلی کی طرح چاروں ہاتھ پیروں پر رینگتا ہوا ایسی سمت آ گیا جہاں سے غار کے سامنے والے حصّے پر نگاہ رکھ سکے۔ اس طرف بھی کسی کی موجودگی کا کوئی نشان نہیں ملا۔ تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک عدنان اسی طرح نگاہیں جمائے اپنی جگہ ساکت و جامد لیٹا رہا پھر جب اُسے یقین ہو گیا کہ اب اطراف میں کوئی موجود نہیں ہے تو ایک اور خیال اُس کے ذہن میں آیا۔

مرنے والوں کی لاشیں اطراف میں بکھری پڑی تھیں عدنان نے ان لوگوں کے پاس تیز روشنی والی ٹارچیں دیکھی تھیں یقیناً وہ ٹارچیں ان لاشوں کے پاس موجود ہوں گی۔

چنانچہ وہ تیزی سے واپس پلٹا۔ سب سے پہلے اُس نے ٹیلے کی آڑ میں پڑے دو آدمیوں کو دیکھا جو سب سے پہلے اُس کی گولی کا نشانہ بنے تھے۔

ٹارچیں ان دونوں ہی کے پاس موجود تھیں اور ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر پڑی ہوئی تھیں۔ عدنان نے اُن کے پستول اپنے قبضے میں لیے اور پھر دونوں ٹارچیں اُٹھا لیں۔ اس کے بعد وہ تیزی سے جھاڑیوں کی سمت چل پڑا۔

اس سے قبل وہ اگر اس علاقے کو اس انداز میں دیکھتا تو اُسے شبہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ جھاڑیاں غیر قدرتی ہیں لیکن چونکہ وہ لڑکے کو دن کی روشنی میں جھاڑیوں سے نکلتے اور پھر دوبارہ غار میں واپس جاتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ اس لیے اُسے جھاڑیوں کے درمیان جگہ بنا کر اندر پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ اُس نے دونوں ٹارچیں روشن کر رکھی تھیں جن کی تیز روشنی میں وہ جھاڑیوں سے گزر کر غار میں داخل ہوا۔ اور پھر جیسے ہی اُس نے غار میں قدم رکھا۔ دفعتاً کوئی اُس پر ٹوٹ پڑا۔

یہ عدنان کی خوش قسمتی تھی کہ حملہ آور کے ہاتھوں میں کوئی ہتھیار موجود نہیں تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اُس کے بدن کی قوت اتنی نہیں تھی کہ وہ عدنان کو نقصان پہنچا سکے۔ عدنان

گر تو پڑا اور ایک ٹارچ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی لیکن دُوسرے لمحے اُس نے حملہ آور کو اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ یہ دیکھ کر اُسے شدید حیرت ہوئی تھی کہ یہ حملہ آور وہی نوعمر لڑکا تھا جس نے پلٹ کر اس کی کمر میں قینچی لگانے کی کوشش کی تھی لیکن اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ عدنان جیسے شخص کو زیر نہیں کر سکا تھا۔ عدنان نے ٹارچ ایک سمت رکھی اور دونوں ہاتھوں سے لڑکے کی دونوں کلائیاں پکڑ لیں۔

چوڑی اور مضبوط کلائیاں تھیں جن کی قوت کا عدنان کو ایک لمحے ہی میں اندازہ ہو گیا لیکن بہرطور وہ اس کی دونوں کلائیاں قابو کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لڑکے نے ایک زوردار ٹکر اُس کے مُنہ پر ماری۔ عدنان نے چہرہ اُوپر اُٹھا لیا ورنہ یقینی طور پر اُس کی ناک کو نقصان پہنچتا تب وہ آہستہ سے بولا۔ "میرے بھائی۔ میرے بھائی ذرا اس وحشت کو کم کرو۔ مَیں تمہارا دوست ہوں دُشمن نہیں سنو تم جو کوئی بھی ہو اپنے آپ کو سنبھالو۔ پہلے مجھ سے کچھ گفتگو کر لو اس کے بعد ہم دونوں یہ مذاق بھی کر لیں گے۔"

عدنان کے ان الفاظ نے لڑکے کے بدن کا تناؤ کسی قدر کم کر دیا۔ یُوں محسوس ہُوا جیسے وہ عدنان کی باتوں پر غور کر رہا ہو۔ عدنان نے اپنی کمر کو جنبش دیتے ہوئے اپنے پیروں کی گرفت ڈھیلی کی اور پھر اُسے اطمینان سے اُتار کر اُسے نیچے کھڑا کر دیا۔

اس وقت کوئی اور بھی اُن کے قریب پہنچ گیا وہ ٹارچ جو عدنان کے ہاتھ سے نیچے گری تھی اُٹھالی گئی اور ٹارچ کی روشنی نے عدنان کا احاطہ کر لیا تب ہی اُسے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"نوریز۔ یہ اُن میں سے نہیں ہے پیچھے ہٹ جاؤ۔ نوریز ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔"

"آپ کون ہیں ماں جی۔ آپ دونوں کے علاوہ یہاں اور کون کون ہے؟" عدنان نے سوال کیا۔

"باہر گولیاں کیوں چل رہی تھیں؟"

"بس یُونہی آٹھ لاشیں آپ کے اطراف میں بکھری پڑی ہیں۔ میری طرف سے آپ انھیں تحفتاً قبول کر لیں۔" عدنان نے مسخرے پن سے کہا۔

"آٹھ لاشیں!" نوعمر لڑکے کی آواز اُبھری۔

"ہاں برادرم فی الحال آٹھ ہی ہیں۔ دن کی روشنی میں اگر ان بقیہ لوگوں نے اِدھر آنے کی کوشش کی تو ان کی گنتی بھی تمہارے سامنے پیش کر دوں گا۔"

"بیٹے۔ تم کون ہو؟"

"واہ۔ یہ ہُوئی نا بات۔ مَیں نے آپ کو ماں جی کہا۔ آپ نے مجھے بیٹا کہا۔ بات ختم ہو گئی کیوں برادرم مَیں نے تمھیں غلط نام سے مخاطب تو نہیں کیا تھا۔" عدنان نے نوعمر لڑکے کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو پھر۔ تو پھر مجھے تم سے معافی مانگنی چاہیے۔" "کیا مَیں اِن لاشوں کو دیکھ سکتا ہُوں؟"

"تشریف لائیے آپ کو اعتبار کب آئے گا۔ اس نامعقول بھائی پر آئیے۔ آئیے۔" عدنان نے کہا اور پھر چونک کر بولا۔ "سُنیے آپ کی تسلی کے لیے مَیں صرف یہی کر سکتا ہوں۔ عدنان نے وہ پستول نوعمر لڑکے کی طرف بڑھا دیا جو اُس نے ابھی ابھی اُٹھایا تھا۔

نوعمر لڑکے نے پستول اُس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔ عدنان اُس کا جائزہ لے رہا تھا۔ لڑکے نے فوری طور پر پستول کے چیمبرز چیک کیے اور عدنان کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ اُس نوعمر لڑکے کی ذہانت کا ثبوت تھا کہ وہ عدنان کے ہاتھوں بے وقوف نہیں بنا تھا دُوسری طرف عورت خاموش کھڑی تھی۔

جب نوعمر لڑکا عدنان کے ساتھ باہر نکلا تو عورت بھی اُس کے پیچھے پیچھے جھاڑیوں کو ہٹاتی ہُوئی باہر نکل آئی تھی۔

"افسوس یہاں تاریکی پھیلی ہُوئی ہے۔ میرا بس چلتا تو مَیں سُورج نکال دیتا لیکن ماں جی ٹارچ آپ کے ہاتھ میں موجود ہے آئیے مَیں آپ کو اِن لاشوں کی زیارت کرا دُوں۔"

عدنان جانتا تھا کہ ان لوگوں کو اس وقت تک اس پر یقین نہیں آئے گا جب تک وہ اپنی آنکھوں سے اِن لاشوں کو نہیں دیکھ لیں گے۔

چنانچہ سب سے پہلے اُس نے ٹیلے کے پیچھے پڑی ہُوئی لاشیں اِن دونوں کو دکھائیں۔

"آہ۔ یہ وہی ہیں۔ وہی ہیں یہ۔"

"باقی لاشیں کہاں ہیں؟" نوعمر لڑکے نے پوچھا۔

"تشریف لائیے۔" عدنان نے اس طرح کہا جیسے کوئی سیلز مین شو رُوم میں سجا ہُوا مال دکھاتا ہے۔ جب مزید دو لاشیں دیکھ لی گئیں تو عورت نے آہستہ سے کہا۔ "نوریز۔ ٹھیک ہے جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں۔ درست کہہ رہے ہیں۔"

"اب فرمایئے ماں جی کیا خدمت کروں آپ کی؟"

"آہ ہمیں تھمانہ پہنچا دو۔ ہم۔ ہم۔۔۔"

"تھمانہ" عدنان نے انھیں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں"

"ماں جی اگر آپ رات کے اِن ہولناک سناٹوں میں کچھ

وقت میری مہمان رہ جائیں تو میں آپ کا شکرگزار ہوں گا۔ اوّل تو مجھے تھمانہ کا راستہ نہیں معلوم اور پھر اگر معلوم بھی ہوتا تو ان تاریکیوں میں اتنا طویل سفر آسان نہیں ہوگا۔

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ممی بہتر یہ ہے کہ ہم یہ جگہ چھوڑ دیں کہیں سکون سے بیٹھیں اور اس کے بعد اس موضوع پر گفتگو کریں۔" نوعمر لڑکے نے کہا۔

عدنان کو اس کے پُروقار لہجے اور بولنے کے انداز سے خاصی دلچسپی محسوس ہوئی تھی۔

"اگر یہ بات قابلِ قبول ہے تو براہ کرم آپ تشریف لائیے" عدنان بولا اور عورت تیار ہوگئی جو یقیناً آئیوی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔

عدنان نے تھوڑے فاصلے پر پہنچنے کے بعد ایک زوردار سیٹی بجائی اور چند ہی لمحات کے بعد گھوڑا اُن کے نزدیک پہنچ گیا۔

نوریز دلچسپی سے اس شاندار گھوڑے کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ایک گھوڑا اور تین سوار۔ کیسے کام چلے گا بڑے بھائی؟"

"چھوٹے بھائی ہم دونوں کو کیا مزا آئے گا۔ ماں جی کی موجودگی میں گھوڑے پر سواری کرتے ہوئے۔ ماں جی کو گھوڑے پر سوار کرا دیتے ہیں۔"

"نہیں نہیں، میں پیدل چل سکتی ہوں۔"

"نہیں ماں جی۔ جب ماں جی کہا ہے تو احترام کرنا بھی فرض ہوگیا ہے۔ آپ گھوڑے پر تشریف رکھیے۔ ہم دونوں اس کی باگیں پکڑ کر آپ کے ساتھ پیدل چلیں گے۔"

"مگر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"اب تکلف نہ کیجیے آ جائیے۔" عدنان نے کہا اور سہارا دے کر آئیوی کو گھوڑے پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد وہ گھوڑے کی باگ پکڑ کر ایک مخصوص حصے کی جانب چل پڑا جو اُس کے خیال میں محفوظ ترین جگہ تھی اور جسے وہ اپنے ٹھکانے کے طور پر بھی استعمال کرسکتا تھا۔ ان جنگلوں میں بھٹکتے ہوئے عدنان نے ایسی بہت سی جگہیں تلاش کرلی تھیں جہاں وہ قیام کرتا تھا اور وہیں سے اپنی شکاری کارروائیوں میں حصہ لیتا رہتا تھا۔

چنانچہ قریب ترین جگہ ایک غار ہی تھی جہاں عدنان نے ضروریات کی چند چیزیں جمع کرلی تھیں۔ وہ اس غار میں پہنچ گیا جو عجیب و غریب نوعیت کا حامل تھا۔ ایک پہاڑی ٹیلے کے اوپری حصے میں ایک سوراخ سا تھا اور اس سوراخ سے ہی نیچے اُترنے کا راستہ تھا وہاں پہنچنے کے بعد عدنان ان دونوں کو لے کر اس غار میں داخل ہوگیا۔ اندر پہنچ کر اُس نے ایک کیروسین لیمپ روشن کردیا اور عورت کو احترام سے ایک گھاس کے بستر پر بٹھا دیا۔

کیروسین لیمپ کی پیلی روشنی میں ان سب کے چہرے نمایاں تھے۔ آئیوی اور نوریز اپنے اس ہمدرد نوجوان کو دیکھ رہے تھے جس کی سج دھج بے مثال تھی۔ کشادہ پیشانی، روشن سیاہ آنکھیں، سُتے نقوش، چہرہ قابلِ دید، جسامت قابلِ رشک وہ بلاشبہ ایک حسین ترین نوجوان تھا۔

آئیوی کی آنکھوں میں نجانے کیوں محبت کے جذبات اُمڈ آئے۔ یہ شاندار نوجوان اُسے ماں جی ماں جی کہہ کر مخاطب کرتا رہا تھا۔ جب ان دونوں کی نگاہیں ملیں تو آئیوی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ عدنان دلچسپی سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا جو مقامی لباس میں بے حد دلکش اور پُراسرار نظر آ رہی تھی۔

"ماں جی اب ہم سب کا ایک دوسرے سے تعارف ہو جائے۔"

"تو پھر تم ہی اپنے بارے میں بتا دو۔" عورت نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ماں جی میرا نام عدنان ہے۔ فرانہ میں رہتا ہوں اور ان جنگلوں میں شکار کرتا ہوں۔ شکار میرا شوق ہے۔ جنگلی درندوں کو خاص طور سے نشانہ بناتا ہوں اور ان کی کھالیں جمع کرتا ہوں۔ میں آپ کو اپنا کھالوں کا ذخیرہ دکھاؤں گا۔"

"مجھے بھی شکار سے بہت دلچسپی ہے اور میں نے۔" نوریز کہتے کہتے رک گیا۔ بادشاہ خان کی تربیت اور نعمان خان کی توجہ نے اُسے وقت سے پہلے جوان کردیا تھا۔ وہ صورتِ حال کی نزاکتوں کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرچکا تھا کہنا چاہ رہا تھا کہ میں نے بھی ایک شیر ہلاک کیا ہے لیکن پھر اس شیر کی ہلاکت کی تفصیل بھی بتانی پڑتی اس لیے ایک دم خاموش ہوگیا۔ لیکن عدنان کی نگاہیں اُس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"ہاں تم نے بھی ایک۔"

"میں نے بھی ایک بار ایک جنگلی درندے کو شکار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن۔ لیکن ابھی مجھے اتنی مہارت نہیں ہے۔" نوریز نے فوراً بات بنا دی۔ آئیوی نے گہری نگاہوں سے اپنے بیٹے کو دیکھا اور دوسرے لمحے اُسے بھی احساس ہوگیا کہ نوجوان تم بھی سہی اُن کا مددگار و ہمدرد سہی لیکن انھیں اپنی شخصیت کا ابھی اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اس احساس کے تحت وہ محتاط ہوگئی۔ اُسے یہ بھی افسوس ہوا کہ اُس نے فوراً ہی تھمانہ کا نام کیوں لے دیا تھا۔

چنانچہ اُس نے بھی تو یہی کیا اور یہ فیصلہ کرلیا کہ اس وقت تک، جب تک کہ اس نوجوان کی شخصیت کے بارے میں مکمل اندازہ نہ ہو جائے اُسے اپنی پوزیشن بتانا ضروری نہیں ہے۔

"یہ تو تھا میرا تعارف اور اب میں آپ لوگوں کے بارے میں بھی جاننا چاہتا ہوں۔"

"میرا نام نوریز ہے اور یہ میری ممی ہیں۔"

"ماں جی آپ کے خدوخال اور چہرے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ کا کسی مغربی ملک سے تعلق ہے میں پہاڑوں میں بکھرے ہوئے حُسن کو دیکھ چکا ہوں۔ ہمارے ہاں بھی بہت خوب صورت خواتین ہوتی ہیں اور اُن کے خدوخال عموماً یورپین لوگوں سے مل جاتے ہیں لیکن آپ کے لہجے میں ایک ایسی تبدیلی ہے جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ آپ کی مادری زبان نہیں ہے جو آپ بول رہی ہیں بلکہ آپ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے اُسے سیکھا ہے۔"

"تم یورپین ممالک کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" آئیوی نے پوچھا۔

"طویل عرصہ یورپ میں گزار چکا ہوں بلکہ یوں سمجھیے کہ میں وہیں پیدا ہوا وہیں پرورش پائی بہت تھوڑے عرصے قبل اپنے وطن واپس آیا ہوں۔"

"اوہ۔ تمھارے خاندان کے بارے میں، میں واقفیت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"چھوڑیے ماں جی! ابھی تو مجھ سے ہی مل لیجیے کبھی موقع ملا تو اپنے خاندان سے بھی روشناس کرا دوں گا۔" عدنان نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر بولا "ہاں۔ تو آپ تھمانہ جانے کی بات کر رہی تھیں۔"

"میرا خیال ہے ممی ہمارا ابھی تھمانہ جانا مناسب نہیں ہے۔" نوریز نے کہا، اور آئیوی پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔" آئیوی نے کہا اور نوریز عدنان سے باتیں کرنے لگا۔ پھر عدنان ہی نے سوال کیا تھا۔

"یہ تو بتاؤ دوست کہ تم یہاں کن لوگوں کے قیدی تھے یہ کون لوگ تھے؟"

"برادرم میرا تعلق تھمانہ سے ہے۔ تھمانہ کے ایک امیر ترین خاندان کا چشم و چراغ ہوں میں اور یہ میری ممی ہیں۔ میرے ڈیڈی ایک ضروری کام سے ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ اُن کی غیر موجودگی میں کچھ جرائم پیشہ لوگوں نے مجھے اور میری ممی کو اغوا کرلیا۔ مقصد یہی تھا کہ ہمارے اغوا کے عوض ایک بڑی رقم حاصل کی جائے ان لوگوں نے پتہ نہیں ہمارے خاندان والوں سے رابطہ قائم کیا یا نہیں یا پھر... ممکن ہے وہ اس دوران ہمیں قید رکھ کر میرے ڈیڈی کی واپسی کا انتظار کر رہے ہوں بہرطور وہ ہم پر سخت نگرانی رکھتے تھے البتہ اور کوئی تکلیف انھوں نے ہمیں نہیں دی۔"

"ہوں۔ تو یہ بات ہے۔" عدنان پُرخیال انداز میں اُنھیں دیکھتا ہوا بولا۔ اُسے نوریز کی بات پر کوئی شک نہیں گزرا تھا۔ بہرطور طبیعت میں تھوڑی بہت سادگی بھی تھی جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں وہی ہوگا نہ ہی اُسے بہت زیادہ تجسس تھا صرف اس حد تک تجسس ضرور تھا کہ یہ قیدی کون ہیں اور کن لوگوں سے ان کا تعلق ہے سو وہ بات ہموار ہوگئی تھی چنانچہ اُس نے کہا:

"اگر ایسی بات ہے تو میرا خیال ہے نوریز ٹھیک کہتے ہیں ہم لوگوں کو ابھی تھمانہ واپس نہیں جانا چاہیے۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس سلسلے میں آپ کی مزید مدد کرسکتا ہوں۔ آپ یہاں تو نہیں رہیں گے لیکن میں آپ کو ایسی جگہ لے جاؤں گا جو فرانہ کے عقب میں ہے وہ جگہ ایسی ہے کہ آپ شہری آبادی سے زیادہ دُور بھی نہیں رہیں گے اور وہاں آپ کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوگی۔ دراصل میں نے اپنی شکاری زندگی کے لیے کچھ ایسے ٹھکانے بنا رکھے ہیں جو میرے کام آتے ہیں۔ میں آپ کو غاروں میں منتقل کردوں گا وہاں کچھ عرصے آرام کریں۔ اس کے بعد اگر آپ چاہیں گی تو میں تھمانہ جاکر آپ کے شوہر کے بارے میں معلومات حاصل کرلوں گا۔ اگر وہ واپس آگئے ہوں گے تو اُن سے مل کر آپ کے بارے میں تفصیلات بتا دُوں گا اور آپ کو عزت و احترام کے ساتھ وہاں پہنچا دُوں گا۔ اس دوران اگر آپ لوگ میرے مہمان رہے تو مجھے بے پناہ مسرت ہوگی۔" آئیوی خاموشی سے عدنان کی شکل دیکھتی رہی۔ اس نوجوان پر اُسے پیار بھی آ رہا تھا اور اُس کے الفاظ پر اُسے اعتماد بھی تھا۔ اتنا خوش شکل اتنا حسین شخص کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ نجانے کیوں آئیوی اس سے بے حد متاثر ہوگئی تھی پھر اُس نے آہستہ سے کہا

"نوریز ہمیں عدنان کی بات مان لینی چاہیے اور احسان بہرطور بڑا ہی انسان کرتا ہے کسی پر۔ عدنان معمولی شخصیت کا آدمی معلوم نہیں ہوتا میں اس پر مکمل اعتماد کرتی ہوں عدنان بیٹے! ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ہم تمھارے اس احسان کا صلہ دے دیں گے لیکن . . ."

"بس بس آپ نے مجھے اتنے بھرپور انداز میں بیٹا کہہ دیا میری ماں بھی ہیں۔ کسی مناسب وقت ان کو آپ سے ملاؤں گا بس یوں سمجھ لیجیے کہ آپ بھی اِنھی کی جگہ ہیں۔ مجھے آپ کی خدمت

کرکے خوشی ہوگی۔ مگر نور یز میرا خیال ہے ہمیں راتوں رات منتقل ہو جانا چاہیے جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ یہ صرف آٹھ آدمی میری گولیوں کا نشانہ بنے' باقی فرار ہو گئے ممکن ہے وہ اور امداد لے کر یہاں پہنچیں اور اس کے بعد ہمیں اطراف میں تلاش کیا جائے۔ اب دیکھو تا ہم اتنے بہادر تو نہیں ہیں کہ پوری بٹالین سے مقابلہ کر سکیں چنانچہ بہتر یہی ہے کہ راتوں رات ہم یہاں سے دُور نکل جائیں اور میں آپ لوگوں کو اس جگہ منتقل کر دُوں جہاں پہنچانا چاہتا ہوں۔"

آئیری اور نور یز نے عدنان کی بات سے اتفاق کیا تھا چنانچہ عدنان اُنھیں لے کر وہاں سے چل پڑا۔

بادشاہ خان تراب زان کی سرحد میں داخل ہُوا تو کھلبلی مچ گئی۔ سب سے پہلے اُسے ایک چرواہے نے دیکھا تھا۔ بادشاہ خان کی شخصیت ایسی نہیں تھی جسے پہاڑوں میں رہنے والے نہ پہچانتے ہوں۔ چرواہا اس بُری طرح دوڑا تھا کہ جیسے اُس کے پیروں میں پہیے لگ گئے ہوں۔ وہ سیدھا سردار داؤد کی رہائش گاہ میں پہنچا تھا۔ اس کی سانسیں اعتدال پر نہیں تھیں۔ سردار داؤد کے ملازموں نے اس پاگلوں کی طرح گھس آنے والے کو روکا اور اُس نے بمشکل تمام کہا: "مجھے۔ مجھے جلدی سردار کے پاس پہنچا دو۔" سردار داؤد کو اس بارے میں اطلاع ملی تو اُس نے فوراً ہی چرواہے کو طلب کر لیا۔

"کیا بات ہے مرجان خان تم اتنے پریشان کیوں ہو؟"

"بادشاہ خان۔ سردار بادشاہ خان۔"

"کیا مطلب؟" سردار داؤد نے اُسے تعجب سے گھورتے ہُوئے کہا۔

"وہ اپنے گھوڑے پر سوار تراب زان کی سرحد سے اندر داخل ہُوا ہے اور اب۔ اب وہ پہنچنے ہی والا ہوگا۔"

"اوہ" سردار داؤد بُری طرح چونک پڑا۔ اس سے زیادہ اُس نے مرجان خان چرواہے سے کچھ نہیں پوچھا تھا وہ پھرتی سے باہر نکل آیا اور پھر اُس نے اپنے ملازموں کو تراب زان کے تمام معززین کو بُلانے کے لیے دوڑا دیا۔

بادشاہ خان کی آمد معمولی بات نہیں تھی۔ بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا۔ وہ تراب زان میں خود چل کر آئے۔ یہ بات سردار داؤد کے لیے انتہائی حیران کُن تھی لیکن اُس کے زیرک ذہن نے ایک اور اعلان بھی کیا تھا۔ بادشاہ خان یقیناً شیران کی وجہ سے یہاں آیا ہے۔ شیران کی آمد سردار داؤد کو ایک مستقل خطرہ معلوم ہُوئی تھی ہر چند کہ اس دوران شیران نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا البتہ اُس کے تیور وہی تھے کوئی بھی کمی نہیں آئی تھی اُس کی شخصیت میں بس عمر کچھ اور بڑھ گئی تھی لیکن فطرت جوں کی توں تھی اور اس کی فطرت کے انسان سے ہمیشہ چوکنا رہنا ہی مناسب تھا۔

چنانچہ سردار داؤد نے درپردہ کئی آدمی شیران پر متعین کر دیے تھے جو انتہائی خفیہ طور پر اس کی نگرانی کرتے تھے اور اب تک شیران کے بارے میں جو رپورٹ ملی تھی وہ یہی تھی کہ وہ پاگلوں کی طرح سارا دن اور بعض اوقات رات رات بھر اس نوجوان کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے جس کا نام عدنان ہے۔ آج کل اُس کے ذہن پر یہی دُھن سوار ہے کہ وہ اس نوجوان کو دیکھے جو اُس کے لیے اجنبی ہے۔

وہ گھر بھی واپس آجاتا ہے لیکن زیادہ وقت گھر پر نہیں گزارتا اور لوگوں سے اس نوجوان کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھرتا ہے وہ پوچھتا ہے کہ ان میں سے کسی نے اُسے پھر تو نہیں دیکھا اور اگر دیکھا تو کس علاقے میں۔ بہر طور سردار داؤد یہ بھی جانتا تھا کہ شیران خان اگر تراب زان واپس آگیا ہے تو یقینی طور پر بادشاہ خان .... اِس سے ناواقف نہیں رہے گا اور اس کے بعد وہی ہنگامہ پھر سے شروع ہو جائے گا جو ایک بار خطرناک شکل اختیار کر گیا تھا۔

زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ بادشاہ خان اگر تراب زان میں داخل ہُوا تھا تو سردار داؤد کے علاوہ کسی اور سے کب مل سکتا تھا۔ اس دوران چند لوگ سردار داؤد کے پاس پہنچ گئے تھے اور دوسرے بھی آرہے تھے۔

سردار داؤد نے اپنے مکان کی ڈیوڑھی کے باہر کھڑے ہو کر بادشاہ خان کا استقبال کیا۔ قد آور سفید ریش بادشاہ خان آج بھی گھوڑے کی پُشت پر بیٹھا ایک شخصیت نظر آتا تھا بلاشبہ اُس کا رُعب اُس کا دبدبہ قابلِ دید تھا۔

بھاری بھرکم بدن لمبی سفید داڑھی سفید بھویں سفید بال ہاتھوں کی چوڑی کلائیاں جو سفید رنگ کے بالوں سے بھری ہُوئی تھیں۔ کشادہ سینہ جس پر ریچھ کی طرح بال ہی بال نظر آتے تھے کشادہ پیشانی روشن آنکھیں دیکھنے کے قابل شخصیت تھی اس کی۔ اس عمر میں بھی۔ سردار داؤد نے آگے بڑھ کر بادشاہ خان کے گھوڑے کی باگیں پکڑ لیں۔

یہ اظہارِ دوستی تھا اور اظہارِ احترام بھی۔ بادشاہ خان کو اس احترام سے سکون کا احساس ہُوا اور وہ گھوڑے سے نیچے اُتر آیا۔

"سردار داؤد کی خدمت میں سلام۔"

"اور سردار داؤد' بادشاہ خان جیسی عظیم شخصیت کو تراب زان میں داخل ہوتے دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو رہا ہے۔ کاش میں تمھارے شایانِ شان تمھارا استقبال کرتا بادشاہ خان۔"

"نہیں داؤد میں اس وقت تمھارے پاس پریشانی کے عالم میں آیا ہُوں اور میں قطعی تنہا ہُوں۔"

"پُورا تراب زان تمھارا ہے بادشاہ خان' یہاں تم تنہائی کا ذکر نہ کرو۔ آؤ اندر آؤ۔ آج میرا خیال ہے میرے اس گھر کو وہ عزت و دقار ملا ہے کہ میرا خیال ہے میں ہمیشہ سرفراز رہوں گا۔" سردار داؤد نے کہا اور پھر بادشاہ خان کو بڑے احترام سے لے جا کر مسند پر بٹھایا۔ خود اُس نے اِس کے قریب بیٹھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ مسند کے آخری کونے پر جا بیٹھا۔

تمام معززین اس مسند سے بھی دُور بیٹھے تھے۔ سردار داؤد نے ملازموں کو حکم دیا اور کہا کہ بادشاہ خان کے پاؤں دُھلائے جائیں چنانچہ فوراً ملازم زرکار برتن اور پانی کے آفتابے لے کر وہاں پہنچ گئے۔ بادشاہ خان نے اپنے پاؤں پھیلا دیے اور ملازم اُس کے پاؤں دُھلانے لگے۔ یہ بھی قبیلوں کی ایک رسم تھی۔ اس کے بعد قہوے کے چھوٹے چھوٹے برتن آگئے جو بادشاہ خان کے سامنے رکھ دیے گئے اور پھر سب سے پہلے بادشاہ خان نے اپنے قہوے کا برتن اُٹھایا اس کے بعد دُوسروں کے لیے قہوہ اُنڈیلا گیا۔

گویا سردار داؤد نے بادشاہ خان کو وہ تمام احترام دیا تھا جو اُس کی شخصیت کے مطابق تھا اور اس بات نے بادشاہ خان کے ذہن کو پُرسکون رکھا تھا۔ قہوے کا آخری گھونٹ لے کر بادشاہ خان نے پیالی رکھی اور سردار داؤد کی طرف رُخ کرکے بولا "میں اس وقت تمھارے پاس ایک مقصد لے کر آیا ہُوں سردار داؤد۔"

"بادشاہ خان۔ سردار داؤد اور تراب زان کی خوش بختی ہے کہ تم یہاں آئے جو کچھ تم سوچ کر آئے ہو اُسے بے کم و کاست بیان کرو ہم سب تمھاری خدمت کرکے فخر محسوس کریں گے۔"

"تمھارے اس تعاون کا میں دِل سے احترام کرتا ہُوں داؤد خان۔ تم نے مجھے جو درجہ دیا ہے میں اُسے نہیں بھُولوں گا۔"

"شکریہ بادشاہ خان' سردار داؤد ہمیشہ تمھارے اطاعت گزاروں میں رہا ہے۔ یہ دُوسری بات ہے کہ زندگی کے کچھ لمحات ایسی غلط فہمیوں میں گزرے کہ تراب زان خود کو بادشاہ خان سے جُدا محسوس کرکے بے سہارا ہو گیا تھا لیکن ہمیں اس کا کوئی دُکھ نہیں ہے۔"

"ہاں۔ بدقسمتی سے وہی ایک نام پھر ہماری نگاہوں کے سامنے آگیا ہے جو ہمارے انتشار کا باعث تھا۔" بادشاہ خان نے کہا اور سردار داؤد کے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔۔۔ بادشاہ خان کی زیرک نگاہیں سردار داؤد کے چہرے پر جمی ہُوئی تھیں، پھر اُس نے کہا۔ "کیا شیران' تراب زان میں داخل ہُوا ہے؟"

"ہاں بادشاہ خان، بھلا تم سے جھوٹ بولنے کی جرأت کس میں ہو سکتی ہے؟"

"کب پہنچا وہ یہاں؟"

"زیادہ عرصہ نہیں ہُوا۔ بادشاہ خان، جشن سے کچھ عرصے پہلے وہ تراب زان آگیا تھا۔"

"کیا اس سے قبل پہاڑوں سے کہیں اس کے بارے میں کوئی اطلاع ملی تھی؟"

"نہیں بادشاہ خان، وہ طویل عرصے کے بعد پہاڑوں میں داخل ہُوا ہے؟"

"کیا اس نے تم سے ملاقات کی تھی؟"

"ہاں بادشاہ خان۔"

"کیا کیفیت تھی اُس کی؟"

"ویسا ہی سرکش، ویسا ہی تُندخُو، اتنا ہی جنگجو۔" سردار داؤد نے جواب دیا۔

"ہم لوگوں کے بارے میں اس کے کیا تاثرات ہیں؟"

"بادشاہ خان جیسا کہ میں کہہ چکا ہُوں کہ تمھارے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا، میں تمھیں جشن کے دوران اس کی یہاں آمد کے بارے میں اطلاع بھی دے سکتا تھا لیکن بادشاہ خان ماضی کے کچھ واقعات ہمارے لیے انتہائی تکلیف دِہ ثابت ہُوئے تھے۔ شیران کے سلسلے میں تراب زان کا ہر شخص بے قصور ہے۔ وہ اسی جگہ پیدا ہُوا اسی جگہ اُس کا خاندان آباد تھا، اس لیے ہم اُسے تراب زان سے نکال نہیں سکتے تھے، لیکن جو کچھ وہ کر رہا تھا اس کے بارے میں، میں نے پیش گوئی کر دی تھی کہ شیران ان علاقوں کے لیے خطرناک ثابت ہوگا اور ایسا ہی ہُوا۔ ہم اُسے اپنی خوش بختی سمجھتے ہیں کہ اُس کا فتنہ یہاں سے نکل گیا تھا لیکن اب اُس کی واپسی کے بعد سے آج تک ہم لرزتے رہے ہیں بادشاہ خان، ہماری درخواست ہے تم سے کہ شیران کے سلسلے میں تم جو کچھ کرو، اس میں تراب زان کو ملوث مت کرنا، ہمیں حکم دو ہم شیران کے سلسلے میں کیا کریں، بات یہ نہیں ہے بادشاہ خان کہ شیران سے تراب زان کے لوگ کانپتے ہیں، اُس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اُس کی دُشمنی کسی بھی شخص کے لیے

مصیبت کا باعث ہوتی ہے اسے قتل بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن بادشاہ خان قبیلوں کی یہ ریت نہیں ہے، جسے اُس کے ہاتھوں براہِ راست نقصان پہنچے، وہی اُس کی ہلاکت کے لیے کمربستہ ہو سکتا ہے، کوئی اور اُس کی جگہ نہیں لے سکتا، کیا یہ بات میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نہیں سردار داؤد، میں مانتا ہوں اور اس وقت بھی مجھے افسوس ہے کہ میں جوش کے عالم میں تم سب کے لیے خطرے کا باعث بن گیا تھا، وہ وقت گزر چکا ہے داؤد خان اور مجھے احساس ہو چکا تھا کہ اس سلسلے میں کسی اور کا کوئی قصور نہیں ہے، شیران کو ہم صرف تراب زان کا باشندہ نہیں کہہ سکتے، وہ تو تمام پہاڑی علاقوں کے لیے ناسور کی حیثیت رکھتا ہے لیکن سردار داؤد تم یہ تو بتا سکتے ہو کہ اس کے مشاغل کیا ہیں۔ وہ کن کن لوگوں سے دوستی بڑھا رہا ہے، کون اُس کے پُشت پناہ ہیں، کیا کر رہا ہے وہ آج کل؟"

"اس کے بارے میں جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ میرے آدمی اُس کے نگران ہیں، صرف یہی اطلاعات ملتی ہیں کہ وہ سیر و شکار میں دلچسپی لے رہا ہے، یا پھر اس کی توجہ اُس نوجوان کی جانب ہے جو خود کو عدنان سلامن کہتا ہے۔ وہ حیران ہے کہ سلامن خاندان کا کوئی اور فرد کیسے پیدا ہو گیا؟"

"اس دوران اُس نے کوئی ایسی حرکت تو نہیں کی، جو تم لوگوں کے لیے کسی طور پر پریشان کن ہو؟" بادشاہ خان نے کہا۔ دراصل وہ کس مُنہ سے یہ بات کہہ سکتا تھا کہ شیران اُس کے بھتیجے کے بیٹے اور بہو کو اغوا کر لایا ہے اور پھر یہ بات پایۂ ثبوت کو بھی نہیں پہنچ سکتی تھی، بادشاہ خان جیسی شخصیت کسی اور شخص سے اس طرح کی مدد نہیں لے سکتی تھی، لیکن وہ معلومات بھی حاصل کرنے کا خواہشمند تھا۔

"نہیں ابھی تک اُس نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی، جو خطرناک ثابت ہو۔"

"کیا اُس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی دیکھے جاتے ہیں؟"

"نہیں۔ تراب زان میں اُس کے جو دوست تھے وہ زندگی کے راستوں پر چل پڑے ہیں اور ان کے پاس اب اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ شیران کی مصاحبی میں وقت گزاریں۔ وہ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ ہاں کبھی کبھی شیران سے اُن کی ملاقات ہو جاتی ہے۔"

بادشاہ خان دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا پھر اُس نے کہا۔ "سردار داؤد مجھے شیران کی تلاش ہے۔ میں اس سلسلے میں تم سے صرف اتنی ہی مدد چاہتا تھا کہ تم مجھے اس کے مشاغل اور اس کے ملنے کی جگہ کی نشاندہی کر دو۔ میرا خیال ہے اب مجھے اُسے تراب زان کے نواحی جنگلات میں تلاش کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ میں تم سے کچھ ذاتی گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں، جس کے لیے ان لوگوں کی موجودگی غیر ضروری ہے۔" بادشاہ خان نے دُوسرے لوگوں کی طرف رُخ کر کے کہا اور ایک ایک کر کے تمام لوگ وہاں سے نکل گئے تب بادشاہ خان آہستہ سے بولا۔ "سردار داؤد تم پہلے آدمی ہو جسے میں اپنا رازدار بنا رہا ہوں اور اس اطمینان کے ساتھ کہ تم زیرک اور ٹھنڈے مزاج کے آدمی ہو، پُرجوش ہونے کی ضرورت نہیں، میں تمھیں ایک خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسا خطرہ بادشاہ خان؟"

"ممکن ہے ان پہاڑوں میں کوئی غیر ملکی مداخلت ہو، مجھے اس بات کے شواہد ملے ہیں کہ ایک بڑا ملک پہاڑوں میں داخل ہو کر یہاں اپنا تسلط قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے وہ یقیناً فوجی کارروائی بھی کرے گا، میں حالات سے آگاہ ہونے کی مکمل کوششوں میں مصروف ہوں لیکن اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ ہم ان کوششوں میں کامیاب نہ ہو پائیں۔ میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تراب زان کے نواح میں جو قبائل آباد ہیں، ان میں کون کون سے زیرک سردار ایسے ہیں، جنہیں اگر تم اس معاملے میں اپنا رازدار بنا لو تو وہ اتنی ہی رازداری سے حالات پر نگاہ رکھیں، میری پوری بات سُن لو سردار داؤد، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم انتہائی رازدارانہ طور پر یہ مہم شروع کر دو اور جن سرداروں کو تم اپنا رازدار بناؤ ان سے بھی کہہ دو کہ وہ اپنی تمام تر توتیں مجتمع کریں۔ اپنے علاقوں میں اور آس پاس کے علاقوں پر نگاہ رکھیں، ایسی مورچہ بندیاں کریں کہ اگر ہمیں کبھی مقابلے کی ضرورت پیش آئے تو ہم پیچھے نہ رہیں، یہ مقابلہ انتہائی سخت ہو سکتا ہے سردار داؤد ہمیں ہر قسم کے مہلک ہتھیاروں سے واسطہ پڑے گا، میں اپنے طور پر ان کوششوں میں مصروف ہوں کہ مناسب دفاع کا بندوبست کروں، لیکن اس کے لیے مجھے پہاڑوں کے چپے چپے پر تم سب کی مددگار ہوگی۔ میں یہ عزم کر چکا ہوں سردار داؤد کہ غیر ملکیوں کو اپنی زمین پر قابض نہ ہونے دُوں گا اور مجھے یقین ہے کہ تم میں سے ہر شخص کی یہی آرزو ہوگی۔"

سردار داؤد کا چہرہ حیرت کی تصویر بن کر رہ گیا تھا، اُس

کی آنکھوں سے شدید تشویش جھانکنے لگی تھی تب اُس نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "یہ خطرہ ہمیں کون سے ملک سے درپیش ہو سکتا ہے بادشاہ خان؟"

"افسوس اس کا نام ابھی نہیں بتایا جا سکتا لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے اسی کے سلسلے میں، میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تم غیر ملکیوں کو اپنی زمین پر قابض ہونے دو گے؟"

"ہرگز نہیں بادشاہ خان یہی تو ہمارا کمال ہے یہی تو ہماری شان ہے کہ ان پہاڑوں پر اس وقت سے لے کر اب تک جب ان میں ہمارے درجنوں پشتوں کے افراد جاں گزیں ہوئے تھے، کوئی غیر ملکی قدم نہیں جما سکا، ہم پر بارہا اُفتاد پڑی ہے بے شمار قوموں نے ہمارے علاقوں پر یورشیں کی ہیں، ان کے بارے میں دل میں لالچ رکھا ہے، لیکن پہاڑ آج بھی سربلند ہیں اور ان کی سربلندی کے نگران ہم لوگ ہیں۔"

"تو سردار داؤد میرا پیغام میری زبانی تم تک پہنچا ہے، غفلت کرو گے تو تاریخ بدل جائے گی۔"

"آپ مطمئن رہیں بادشاہ خان، ایسا ہی ہوگا۔" سردار داؤد نے کہا۔

"افسوس میں زیادہ وقت تمھارے پاس نہیں ٹھہر سکوں گا، ابھی مجھے اپنے دشمن شیران کی تلاش ہے۔"

سردار داؤد نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن وہ کہہ نہ سکا جس کی اُسے خواہش تھی، اُس کے دل میں خواہش تھی کہ بادشاہ خان سے کہے کہ بادشاہ خان شیران کی دُشمنی ختم کر دو، اُسے معاف کر دو، اب تو طویل عرصہ گزر چکا ہے، پہاڑوں کو اگر کوئی خطرہ درپیش ہے تو اس وقت پہاڑوں میں موجود ہر شخص ایک قیمتی حیثیت رکھتا ہے لیکن سردار داؤد جانتا تھا کہ بادشاہ خان ... کیسی شخصیت کا مالک ہے۔ چنانچہ اُس نے آہستہ سے کہا۔ "میری خواہش تھی بادشاہ خان کہ آپ کچھ وقت میرے مہمان بنتے۔"

"تو یُوں سمجھ لو سردار داؤد میں تمھارا مہمان ہُوں، لاؤ مجھے کچھ پلوا دو، تھوڑا سا نمک کھلوا دو تا کہ تمھیں یقین ہو جائے کہ بادشاہ خان ایک سچا انسان ہے۔"

"مجھے فخر ہے بادشاہ خان آپ کے ان الفاظ پر۔" سردار داؤد نے کہا پھر اُس نے فوری طور پر کچھ انتظامات کیے، اور بادشاہ خان کی خاطر مدارت کی پھر اُس کے گھوڑے کی باگیں پکڑے پکڑے تراب زان کی سرحد تک پیدل آیا۔ بادشاہ خان اُس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا یہاں پہنچ کر اُس نے سہارا دے کر بادشاہ خان کو گھوڑے پر سوار کرایا اور۔ بادشاہ خان اُس کی طرف الوداعیہ ہاتھ ہلاتا ہُوا گھوڑے کی پُشت پر بیٹھ کر آگے بڑھ گیا۔ سردار داؤد کے کانوں میں اُس کے الفاظ گُونج رہے تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ بادشاہ خان کی شخصیت میں اتنی عظیم الشّان تبدیلی ہُوئی ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یقیناً بادشاہ خان جتنا بُرا انسان ہے وہ اپنی جگہ لیکن اُس کے دل میں زمین کی محبت ضرور ہے۔ وہ ان پہاڑوں کے لیے اتنا بُرا نہیں ہے لیکن جو کچھ اُس نے کہا تھا وہ سردار داؤد کے لیے ایک بہت بڑی ذمّے داری بن چکا تھا۔ اُسے بادشاہ خان کے کہے ہُوئے الفاظ دُوسروں تک پہنچانے تھے۔ اتنی ہی رازداری اور اتنی ہی احتیاط کے ساتھ!

★★

داؤد خان کی سوچ کافی حد تک درست تھی بادشاہ خان ... کے وجود میں درحقیقت بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ بہت کچھ سوچا تھا اُس نے بہت غور کیا تھا۔ ماضی کا ایک ایک نقش اُس کے ذہن کے پردوں پر کسی فلم کی طرح گردش کر رہا تھا۔ اسمگلنگ اور دُوسرے مجرمانہ کاموں کا سلسلہ اتنا وسیع تھا کہ اُس کے پاس دولت کی کمی کبھی نہیں رہی تھی۔ ابتدا سے ہی وہ سرکش اور خود پسند آدمی تھا۔ شادی وغیرہ کا تصور ہی اُس کے ذہن میں نہیں جاگا تھا۔ اُس کی زندگی کے مشاغل ذرا مختلف تھے۔ دولت کے انبار لگانا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ چنانچہ اس لیے اُس نے دُنیا کے بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد کے ساتھ مل کر ایک گروہ بنا لیا تھا۔ جس میں ہینڈرک، ڈاکٹر پریشوا اور دُوسرے افراد شامل تھے جو اپنی اپنی فیلڈ میں زبردست شخصیتوں کے مالک تھے۔

بادشاہ خان نے اپنے آپ کو ان سے منوایا تھا۔ ساری دُنیا میں اس کا ایک بھائی تھا فیروز خان اور جب فیروز خان قتل ہو گیا تو بادشاہ خان نے اپنی فطرت کو کنٹرول کر دیکھا، پہاڑ کا خون اتنا تبدیل نہیں ہُوا تھا کہ وہ دُشمن کے خیال کو ذہن سے نکال دیتا۔

بادشاہ خان کا ایکسواں سال اس کے لیے بہت پُرکشش تھا حالانکہ وہ بیرونی ممالک میں رہتا تھا لیکن تہمانہ کو وہیں سے کنٹرول کیا کرتا تھا اور جب بھی اس کی ضرورت ہوتی تھی وہ پہاڑوں میں آ موجود ہوتا تھا۔

فرانہ فیروز خان کی ملکیت تھا اور آج تک ان بھائیوں کی تحویل میں چلا آرہا تھا لیکن اقتدار تبدیل ہو گئے تھے اور کوئی بھی کسی بھی علاقے کا مطلق العنان حکمران نہیں تھا البتہ پہاڑوں میں طاقت کا سکہ چلتا تھا جو زیادہ مضبوط ہوتا اُس کی سرداری زیادہ مضبوط ہوتی اور بادشاہ خان نے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دیا تھا کہ وہ نہ صرف تھمانہ کی بلکہ دوسرے علاقوں کی بھی سربراہی کر سکے بیشتر ایسے مواقع آئے تھے جب اُسے قبیلوں سے جنگ کرنا پڑی تھی اس کے بعد یہی ہوا تھا کہ بادشاہ خان کی قوت کے سامنے سب کو سر جھکانا پڑا تھا پھر اس قوت میں تنظیم کی قوت بھی شامل ہو گئی۔ تنظیم نے بادشاہ خان کو ایک عہدہ پیش کیا اور اُسے ایسے سبز باغ دکھائے کہ بادشاہ خان یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ تنظیم میں شمولیت کا فائدہ ہی فائدہ ہے چنانچہ اُس نے رُکنیت قبول کر لی اور تنظیم کے لیے کام کرنے لگا۔

اس میں بادشاہ خان کا کوئی مالی مفاد وابستہ نہیں تھا لیکن تنظیم کے ذریعے اُسے بے شمار دوسرے فوائد حاصل ہوتے تھے اور وہ تنظیم میں شامل ہو کر اپنے آپ کو گھاٹے میں نہیں محسوس کرتا تھا۔ پھر ایک اور منصوبہ اُس کے سامنے آیا اور اُسے وائی تھری کا نام دیا گیا اُسے بتایا گیا کہ یہ آپریشن بادشاہ خان ہی کے علاقے میں ہوگا اور بادشاہ خان کو تنظیم کی پوری پوری مدد کرنی ہوگی۔

بادشاہ خان کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ آپریشن کے بعد تمام قبائل کی ایک فیڈریشن بنادی جائے گی اور اس فیڈریشن کا کنٹرولر خود بادشاہ خان ہی ہوگا۔ تنظیم جس بڑے ملک سے تعلق رکھتی ہے اس کے ذریعے بادشاہ خان کو وہ تمام مراعات فراہم کرے گی جس کے تحت اُس کی حکمرانی قائم رہے۔ اسے تمام علاقے پر فوقیت حاصل ہوگی اور جب دولت سے انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر اُس کے ذہن میں فرعونیت پیدا ہوتی ہے۔ دولت تو بادشاہ خان ... کے ہاتھ کا میل تھی لیکن وہ اپنی ذات کی برتری چاہتا تھا اور یہ سنہرا خواب اُسے بہت حسین محسوس ہوا۔ وہ پہاڑوں کا شہنشاہ کہلانے کا خواہش مند تھا لیکن اُس وقت بھی اُس کے ذہن میں یہ بات نہ تھی کہ اُسے پہاڑوں کی شہنشاہیت کے لیے پہاڑوں پر رہنے والوں کی قربانیاں دینی پڑیں گی۔

وہ اس آپریشن کی نوعیت کو نہیں سمجھ سکا تھا اُس کا خیال تھا کہ فیڈریشن کے مخالفین کو بس کچلنا ہوگا اور اس کے بعد اُس کا اقتدار قائم ہو جائے گا۔ تنظیم میں شامل ہونے کے بعد دنیا کے کسی بھی ملک میں اس کے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا اس نے بہت سے ذاتی فائدے بھی تنظیم کے ذریعے حاصل کیے تھے۔

چنانچہ پکچھ لو کچھ دو والی بات تھی جس پر اُسے کبھی اعتراض نہیں ہوا تھا لیکن اس وقت جب شیران اکیس سال کا ہوا اور فیروز خان کی بیٹیاں اُس کے ہاتھوں ہلاک ہو گئیں تو بادشاہ خان اپنی نگاہوں میں خود ہی ذلیل ہو گیا۔ شیران کی تلاش کے سلسلے میں اُس نے جو کارروائیاں کیں اور لوگوں میں جو انتشار پیدا ہوا اُسے روکنے کے لیے تنظیم کے اعلا ارکان نے بادشاہ خان سے ملاقات کی اور کہا کہ پہاڑوں میں انتشار کسی طور پر موزوں نہیں ہوگا۔ شیران کے سلسلے میں تنظیم بادشاہ خان کی مدد کرے گی۔ اس کا جواز جو بتایا گیا تھا وہ بادشاہ خان کے ذہن میں اتر گیا اور اُس نے تنظیم کی بات مان لی لیکن اس کے بعد حالات ... کچھ ایسی پیچیدگی اختیار کر گئے کہ بادشاہ خان اُلجھ گیا۔ شیران اس کی آنکھ میں کانٹا بن کر چبھ گیا تھا۔ اس کی وجہ سے اُس کے بھتیجے جنھیں وہ فیروز خان کی بجائے اپنی اولاد تصور کرتا تھا اور جن کے بارے میں اُس کا نظریہ تھا کہ اس کے بعد وہی اس کے وارث ہوں گے اس سے بچھڑ گئے۔

بادشاہ خان اپنی سی کاوشوں میں مصروف رہا۔ شیران اس کے ہاتھ نہ آسکا یہاں تک کہ وہ اُس کے قریب تھا۔ اُس نے تنظیم سے مدد مانگی اور اس کے نتیجے میں ایڈ نا ڈیسل اور مونی مارون جیسی خطرناک عورتیں ہلاک ہو گئیں لیکن شیران اُس کے ہاتھ نہ لگا اور پھر نعمان خان دوبارہ اُس کی تحویل میں آ گیا۔ تنظیم نے ... نعمان خان کے لیے بھی ایک پیش کش کی اور بادشاہ خان بھی خاموش ہو گیا۔ نعمان خان کو اس کا بدل تنظیم دے رہی تھی چنانچہ بادشاہ خان اپنے کام میں مصروف رہا اور نعمان خان کے لیے بہتر مستقبل کے راستے کھوجتا رہا پھر شیران کی شکل کا ایک شخص نعمان خان کے ہاتھوں قتل کروا دیا گیا۔ بادشاہ خان درحقیقت اس سازش سے ناواقف تھا لیکن اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ تنظیم کے اس اقدام کو نہ سمجھ پاتا۔

جب اُسے شیران کی زندگی کی خبر ملی تو اُسے سو فیصد یقین ہو گیا کہ یہ بادشاہ خان اور نعمان خان کو معتدل کرنے کی ایک کارروائی تھی [illegible] شیران تنظیم کے ہاتھ بھی نہیں لگ سکا تھا، بہر طور یہ سارے معاملات اسی طرح چل رہے تھے کہ آپریشن کا وقت آ گیا۔ بادشاہ خان کو اس سلسلے میں جو کچھ بتایا گیا تھا وہ بادشاہ خان کے لیے بھی اتنا ہی ناقابلِ عمل تھا جتنا ... نعمان خان کے لیے درحقیقت بادشاہ خان کے دل کی گہرائیوں میں

اپنے ہم وطنوں کے ساتھ اس سلوک کا تصور نہیں تھا۔ وہ صرف ان سرکشوں کو دبانے کا خواہش مند تھا جو اُس کے حکمران ہونے پر اعتراض کرتے تھے لیکن اُس نے کھلم کھلا تنظیم کے اس وعدے سے انحراف نہیں کیا جو ایک آبادی کو خالی کروانے کے لیے آیا تھا۔ .... البتہ اُس نے یہ سوچا تھا کہ تنظیم جو کچھ کر رہی ہے اُس کا گہری نگاہ سے جائزہ لیا جائے اور اُس کے احکامات کو اس صورت میں پورا کیا جائے کہ پہاڑوں کے باشندوں کو نقصان نہ ہو لیکن نعمان خان جذباتی تھا وہ جذبات میں لیڈر کے سامنے کچھ ایسی باتیں کر گیا کہ بادشاہ خان کو اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کرنی پڑی۔ یہ بات شاید غلط ہو گئی تھی۔ بادشاہ خان اپنے خون کی سرخی سے صحیح طور سے واقف نہیں ہو سکا تھا۔

جب اس جیسا شخص اپنے وطن کے لیے جذباتی ہو سکتا تھا تو نعمان خان تو پھر کل کا بچہ تھا۔ بادشاہ خان نے نعمان خان سے جو گفتگو کی تھی نعمان خان اُسے غلط رنگ میں لے گیا اور یہاں بادشاہ خان کو اپنی کوتاہی کا احساس ہوا تھا اور اس نے سوچا تھا کہ نعمان خان سے کھل کر بات کر لینا بہت ضروری تھا لیکن تیر ہاتھ سے نکل چکا تھا اور اب جو خوفناک بحران پیدا ہوا تھا اُس کا کوئی حل بادشاہ خان کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ آئیوی اور نور ریز کے اغوا نے خود بادشاہ خان کے سینے پر بھی گہرا گھاؤ لگایا تھا۔ اس کا تصور رہ رہ کر شیران اور تنظیم پر ہی جاتا تھا۔

نعمان خان کے بارے میں جو اُسے شواہد ملے تھے اُن سے اندازہ ہوتا تھا کہ نعمان خان کسی اور مشن پر نکل گیا ہے اور آئیوی اور نور ریز کو وہ اپنے ساتھ نہیں لے گیا۔ اس کے بعد دو ہی شکلیں رہ جاتی تھیں یا تو شیران نے آئیوی اور نور ریز کو اپنے انتقامی جذبے کے تحت اغوا کیا ہے یا پھر یہ کوشش تنظیم کی ہے لیکن شیران کے لیے تھمانہ کے راستے اتنے آسان نہیں تھے کہ وہ اتنی آسانی سے اپنا کام کر جاتا۔ بادشاہ خان کو اتنا اندازہ ضرور تھا کہ شیران اتنے وسائل نہیں رکھتا تو پھر کیا تنظیم؟ اس کا ذہن بار بار یہی گردان کرتا تھا۔

وہ شیران کی تلاش میں نکلا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ... اُس نے تراب زان میں سردار داؤد کو اپنا ہم راز بنا لیا تھا اور اُس کا خیال تھا کہ جہاں جہاں وہ شیران کی تلاش میں جائے وہاں اپنا پیغام چھوڑتا جائے ہر چند کہ یہ کام بے حد خطرناک تھا لیکن بادشاہ خان کے پاس اب کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ یہ کوشش کر ڈالے۔

تراب زان سے نکلنے کے بعد اُس کا گھوڑا تراب زان کی عقبی پہاڑیوں میں دوڑنے لگا جہاں کے بارے میں اطلاع ملی تھی کہ وہ شیران کا مسکن ہیں۔

شام کے جھٹپٹے فضا میں پھیل چکے تھے جنگلی جانوروں کے چیخنے چلانے کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ ماحول دہشت ناک تھا۔ اُس کا گھوڑا ابھی بار بار بدک رہا تھا چنانچہ بادشاہ خان نے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا جو درختوں سے خالی تھی البتہ تھی درختوں کے درمیان ہی۔ اس مسطح جگہ بادشاہ خان نے اپنے لیے حفاظتی انتظامات کیے اور گھوڑے کو محفوظ جگہ باندھ دیا اور اس کے بعد آرام کرنے لیٹ گیا۔

وہ آسمان پر نگاہیں جمائے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ رات کو نہ جانے کس وقت تک وہ جاگتا رہا اور اس کے بعد اُسے نیند آ گئی۔ کئی بار آنکھ کھلی اور اُس نے اطراف کا جائزہ لیا اور پھر سو گیا۔ گھوڑا اپنی جگہ موجود تھا صبح کی پہلی کرن نے جب اُس کے پپوٹوں کو ٹٹولا تو اُس کی آنکھ کھل گئی۔ شاندار بستروں پر سونے والا آج کھردری زمین کا مزہ چکھ رہا تھا۔

زندگی میں بہت سی تبدیلیاں محسوس ہو رہی تھیں اپنے آپ پر غور کرتا تو بڑی عجیب سی کیفیات کا شکار ہو جاتا۔ اُسے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب شیران کے لیے بھی اس کے دل میں کوئی خاص پرخاش نہ رہ گئی ہو بلکہ یہ صرف آئیوی اور نور ریز کا خیال تھا جو اُسے شیران کی تلاش پر مجبور کیے ہوئے تھا۔

اُس نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر آئیوی اور نور ریز شیران کے پاس مل گئے تو اُس سے درخواست کرے گا کہ کچھ وقت کے لیے دشمنی بھلا دے اور ان دونوں کو اس کے حوالے کر دے اور اگر ان کے عوض اُسے بادشاہ خان کی ضرورت ہو تو وہ ایک مخصوص وقت گزرنے کے بعد اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے گا اور نعمان خان کو بھی نہیں بتائے گا کہ اس کی ہلاکت کا ذریعہ شیران خان ہے۔ بڑے عجیب سے جذبات پیدا ہو گئے تھے ان دنوں بادشاہ خان کے دل میں، شاید یہ بڑھاپے کو تسلیم کرنے کا وقت تھا۔

دوسری صبح اُس نے گھوڑا کسا اور اس پر بیٹھ کر آگے کی جانب چل پڑا۔ یہ احساس بھی تھا کہ صحرا گردی کہیں وقت ضائع کرنے کے مترادف نہ ہو۔ نہ اُسے شیران ملے اور نہ ہی نور ریز اور آئیوی ... اگر یہ لوگ یہاں نہ ملے تو پھر تنظیم سے فریاد کرنا پڑے گا۔ کسی بھی قیمت پہ ان دونوں کو حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

خواہ اُس کے لیے جان کی بازی لگا کر تنظیم کی دُشمنی کیوں نہ مول لی جائے۔ اِن ہی خیالات میں غلطاں چلا جا رہا تھا کہ دفعتاً اُس کا گھوڑا ٹھٹک گیا۔ کسی اور گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز داہنی سمت سے اُبھری تھی۔ بادشاہ خان نے چونک کر اس جانب دیکھا تو ایک انتہائی شاندار اور قدآور گھوڑا اُس کی جانب چلا آ رہا تھا۔ آنے والے کو وہ دُور سے نہ پہچان سکا لیکن جب وہ قریب پہنچا تو بادشاہ خان کے بدن کا رُواں رُواں تھرّا اُٹھا۔

ہر چند کہ طویل وقت گزر چکا تھا اور اُس نے شیران کو زیادہ دیکھا بھی نہیں تھا لیکن یہ شیران کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ خُوبرو مگر سفّاک چہرہ، شیر جیسی شان۔ گھوڑے پہ بیٹھا وہ اِس قدر شاندار نظر آتا تھا کہ آج پہلی بار بادشاہ خان کو اعتراف کرنا پڑا کہ شیران بلاوجہ ہی یہ سب کچھ نہیں ہے۔ شیران کی نگاہیں بھلا بادشاہ خان کو کیوں نہیں پہچانتیں، البتہ اُس کے چہرے پر حیرت کے نقوش تھے پھر اُس کی آنکھوں میں خون کی سُرخی لہرائی اور گھوڑے کو ایک چکّر دے کر وہ بادشاہ خان کے عین سامنے آکر رُک گیا۔ اُس کی آنکھیں بادشاہ خان کی آنکھوں پر جمی ہُوئی تھیں۔ دونوں خاموشی سے ایک دُوسرے کو دیکھتے رہے اور خاصا وقت گزر گیا۔ گھوڑے پہلو بدل رہے تھے۔ لیکن اُن کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ تب شیران کے ہونٹ کھلے۔

”عظیم خان آپ تراب زان کے اِن جنگلات میں؟“

”مَیں تمھاری ہی تلاش میں آیا تھا شیران خان۔“

”اوہ۔ کیسے پتہ چلا گریٹ خان کو کہ شیران سلامن ان جنگلات میں مل جائے گا؟“

”شیران خان تہمانہ میں تم اپنے قدموں کے نشان چھوڑ آئے تھے۔ مَیں پہاڑوں میں رہنے والے کسی شخص کو بُزدل نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس سے پہاڑوں کی توہین ہوتی ہے۔ ہاں، شیران خان مَیں تمھیں بُزدِل نہیں کہوں گا اور اس وقت بھی مَیں نے تمھیں بُزدِل نہیں کہا تھا جب تم نے فرازنہ کی بیٹیوں کو پہاڑوں میں رُسوا کیا تھا... ہاں۔ شیران خان یہ کسی بُزدل کا کام نہیں تھا کہ بادشاہ خان کے سینے میں خنجر گھونپ دے اور اس کے بعد اُس کی آنکھ سے بچ کر نکل جائے۔ مَیں نے اُس وقت بھی یہی کہا تھا کہ بہرطور شیران میرا بدترین دُشمن ہے۔ اُس کی موت میرا ایمان ہے لیکن یہ کسی بُزدِل کا کام نہیں ہے البتہ انتقام کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے وہ کسی غلیظ فطرت کی نشاندہی کرتا ہے اور شیران خان آج بھی مَیں تمھیں بُزدل نہیں کہوں گا۔ بادشاہ خان کے محل سے اُس کے پوتے اور بہو کو نکال لانا بُزدلوں کا کام نہیں ہے لیکن خان بہزاد سلامن کے بیٹے مجھے یہ اقدام بُزدِلی کا ہی نظر آتا ہے کیوں۔ آخر کیوں؟“

”گریٹ خان گریٹ خان۔ شاید عمر نے تمھارا دماغ بھی خراب کر دیا ہے۔ پاگل لگ رہے ہو یہ باتیں کرتے ہُوئے مجھے۔ میری بہادری کا اعتراف کر رہے ہو بولو کیا چاہتے ہو، کیا چاہتے ہو، کیا جان بخشی؟“ شیران کے الفاظ زہریلے تیر کی مانند بادشاہ خان... کے رگ و پے میں پیوست ہُوئے جا رہے تھے۔ اُس کا خُون پُرشور آواز میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن خُون کے اِس اَنتشار کو روکنا تھا۔ عمر کا تجربہ اِس الفاظ بے چراغ پا ہونے سے روک رہا تھا۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ ”پہاڑوں کے بیٹے دُشمنی اپنی جگہ ہوتی ہے لیکن اگر مَیں تم سے یہ کہوں کہ تمھارے باپ سلامن نے بزرگوں کا احترام کیا تھا تو غلط نہیں ہو گا۔ تھوڑی دیر کے لیے ہم دُشمنی کے دائرے سے باہر نکل آتے ہیں اور مَیں تمھیں دعوت دیتا ہُوں کہ بہزاد سلامن کے بیٹے ہونے کے ناتے سے میری سنو اور میرے سوالوں کا جواب دو۔“

”اوہ۔ اوہ اگر میرا باپ کوئی شریف آدمی تھا تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے بادشاہ خان۔ یہ اُس کا ذاتی مسئلہ تھا باقی رہا تمھاری بزرگی کا معاملہ تو میرے بُوڑھے جوان تم آج بھی اتنے ہی شیطان صفت ہو۔ ہاں بادشاہ خان بہت عرصے پہلے تمھاری سرکردگی میں میری ماں کو قتل کر دیا گیا تھا۔ وہ بھی ایک بزرگ کے مزار پر۔ بادشاہ خان۔ شیران سے جان بچانا چاہتے ہو تو اس بزرگ کو راستہ دو، پیر بابا کی بات کر دیں تمھیں موقع دُوں گا کہ تم یہاں سے طویل سفر کر کے پیر بابا کے مزار پر پہنچ جاؤ اور وہاں جا کر شیران سے جان کی امان مانگو تو شیران پیر بابا کے احترام کے طفیل تمھیں مزار کے احاطے میں قتل نہیں کرے گا۔ پتہ نہیں میرا مذہب کیا ہے؟ مَیں یہ بھی نہیں جانتا کہ بہزاد سلامن نے میرے بارے میں کیا سوچا تھا لیکن پیر بابا کے احاطے میں مجھ جیسا آدمی بھی تمھیں قتل نہیں کر سکتا جب کہ تم نے وہاں میری ماں کو قتل کر دیا تھا۔“

بادشاہ خان کی آنکھیں جھک گئیں لیکن شیران کے قہقہے نے اُسے چونکا دیا تھا۔

”شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں بادشاہ خان جو کچھ تم نے کیا تھا مَیں نے اُسی کا ہم پلّہ جواب دیا۔ باظرف ہم میں سے

کوئی نہیں تھا۔ پیر بابا کے احاطے میں میری ماں کو قتل تم نے کیا اور مَیں نے فیروز خان کی چاروں بیٹیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ مجھے وہ داستان سُن کر اتنی خوشی ہُوئی تھی بادشاہ خان جب تمھاری ایک بھتیجی تہمانہ میں دیوانی ہو کر پھر رہی تھی اور میرے ظلم کا رونا رو رہی تھی اور اس کے بعد تم آتش فشاں بنی ہُوئی چٹانوں سے سر ٹکراتے پھر رہے تھے۔ مَیں تمھاری آنکھوں کے درمیان سے نکل گیا اور بادشاہ خان اُس کے بعد بھی میرے اور تمھارے درمیان کئی معرکے رہے یہاں تک کہ تمھارا ایک بدقسمت بھتیجا بھی میرے ہاتھوں سے مارا گیا جس کے بارے میں مجھے بعد میں معلوم ہُوا کہ وہ بھی فیروز خان کا چراغ تھا کیا لُطف آیا بادشاہ خان مجھے یہ معلوم کر کے۔ اگر ایک ایک کر کے تمھارے تمام بھتیجے میرے سامنے آتے رہیں تو بادشاہ خان مَیں اُنھیں قتل کر کے فخر محسوس کروں گا۔“

”ایسا نہ کہو۔ ایسا نہ کہو شیران۔ اس طرح گفتگو نہ کرو۔ مَیں تم سے مصالحت کی زبان میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”مجھ سے۔ اپنے اولاد کے قاتل سے۔ بُزدلی کا مفہوم جانتے ہو۔ مجھے بہادر کہہ کر اپنے آپ کو بُزدل کہہ رہے ہو۔“

”ایسا ہی سمجھ لو شیران خان۔ مجھے میری بہو اور نور ریز واپس کر دو۔“

”یہ دونوں کیا چیزیں ہیں؟ بادشاہ خان کس یاران کا نام لے چکے ہو۔“ شیران نے کہا۔

”نہیں شیران تم اس بات سے انکار نہیں کرو گے کہ تم نے تہمانہ کے محل سے میری بہو اور میرے پوتے کو اغوا کیا ہے۔“

”اوہ۔ یہ معاملہ ہے بادشاہ خان! کون سے بیٹے کی بہو تھی بادشاہ خان؟“

”نعمان خان کی۔“

”بُزدلوں کے خاندان میں کسی بہادر خاندان کی بیٹی آگئی ہو گی اُس نے سوچا ہو گا کہ یہ لوگ بھی کوئی انسانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ بھاگ گئی ہو گی کسی بہادر کے ساتھ۔“

”نہیں،“ بادشاہ خان وحشت زدہ لہجے میں غرّایا۔

”شیران! خدا کے لیے۔ خدا کے لیے اپنا لہجہ درست کرو ایسے الفاظ مت اختیار کرو کہ میرے اور تمھارے درمیان مصالحت کی فضا خراب ہو جائے۔“

”مجھ سے معافی مانگو بادشاہ خان۔ اپنی اس غلطی کی معافی مانگو جو تم نے بہزاد سلامن کے بیٹے کو للکار کر کی تھی۔ معافی مانگو بادشاہ خان۔“

”شیران جو کچھ ہُوا تھا وہ پہاڑوں کی ریت تھی۔ مَیں ناکامی کا اعتراف کر لیتا ہُوں لیکن معافی نہیں مانگوں گا۔“

”چلو ٹھیک ہے ایک بے بس آدمی کو مَیں خود ہی معاف کر دُوں گا۔ مَیں نے تمھیں معاف کر دیا بادشاہ خان۔“

”اوہ۔ شیران مجھے اب سنجیدگی سے بتاؤ نور ریز اور اُس کی ماں کو تم نے اغوا نہیں کیا؟“

”نہیں۔ بادشاہ خان اس وقت سے اَب تک مَیں نے تم لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ وہ کیوں نہیں..... ...کہ میرا انتقام تو ختم ہو گیا تھا۔ تم نے میری ماں کو قتل کیا مَیں نے اس قتل کا بدلہ لے لیا۔ بس اس کے بعد میری تم سے دُشمنی ختم ہو گئی۔ اِس کے بعد تم ہی پاگل کتّے کی طرح میرے پیچھے مارے مارے پھرتے رہے لیکن میرا کچھ بگاڑ نہیں سکے۔ مَیں تم سے کوئی دُشمنی نہیں رکھتا اور اس بات کا تمھیں یقین دلاتا ہُوں کہ تمھارے بیٹے اور بہو کو مَیں نے اغوا نہیں کیا۔ مَیں بہزاد سلامن کا بیٹا ہُوں کم از کم اس مسئلے پر تم سے جھُوٹ نہیں بولوں گا۔“

”اوہ۔ اس کا مقصد ہے۔“ بادشاہ خان نے غرّاتے ہُوئے انداز میں کہا۔ اس کی دُنیا ہی لُٹ چکی تھی نعمان خان، توقیر خان اور فیروز خان کے دُوسرے بیٹوں نے اُس کی ایسی بے عزّتی کی تھی اور اتنے افراد کے سامنے کی تھی تو وہ شیران کے ان الفاظ کو کیا کہتا جنھوں نے اُسے سر سے پاؤں تک ایک بے ضمیر اور بے غیرت انسان بنا کر رکھ دیا تھا۔ بادشاہ خان خودکُشی کرنا پسند کر لیتا لیکن اس بے عزّتی کو برداشت نہ کرتا تاہم وہ زندہ رہنے کا خواہش مند تھا۔ اس وقت تک جب تک کہ اُس کا بھرا ہُوا زہر کا پیج خود اُس کے ہاتھوں ہی فنا نہ ہو جائے۔ اس نے خاموشی سے گردن جھکائی اور گھوڑے کو موڑنے لگا تب شیران نے گھوڑا دوڑایا اور اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ ”کہاں جا رہے ہو بادشاہ خان، زندہ واپس جا رہے ہو؟“

”کیا مطلب ہے تمھارا؟“ بادشاہ خان غرّایا۔

”میرا کھیل ختم ہو گیا لیکن تمھیں مار لینو یاد ہو گا بادشاہ خان۔ وہ بے بس دیہاتی جسے تم لوگوں نے مل کر ہاتھوں اور پیروں سے محروم کیا تھا۔ شاید یہ تمھاری بدقسمتی تھی۔ شاید یہ تمھارے ساتھیوں کی بدقسمتی تھی کہ میرا دل اس کٹے ہُوئے ہاتھ پاؤں والے شخص کے

خلوص میں اُلجھ گیا۔ وہ مجھے پیار کرتا ہے بادشاہ خان! میں نے زندگی میں صرف ایک شخص کے خلوص کو دل سے تسلیم کیا ہے اور وہ میرے اُوپر اثرانداز ہوا ہے۔ بھولے نہیں ہوگے بادشاہ خان اور یہ بھی نہیں بھولے ہوگے کہ اِن لوگوں میں تم بھی شامل تھے جنھوں نے مارلینو کو اپاہج کیا تھا اور یہ بھی نہیں بھولے ہوگے بادشاہ خان کہ ڈاکٹر برٹو، ہینڈرک اور مارٹن کنگ اور تمھارے دُوسرے کئی ساتھی میرے ہی ہاتھوں ہلاک ہوئے کیونکہ میں نے مارلینو سے وعدہ کیا تھا کہ اِس کے دُشمنوں سے میں انتقام لوں گا بادشاہ خان! .... بات چونکہ مارلینو کی ہے اس لیے میں تو تمھیں معاف بھی نہیں کر سکتا۔"

"بکواس مت کرو شیران۔ یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ ہم اس قسم کے معاملات میں اُلجھیں۔ تم نہیں سمجھتے کہ میں کیا کرنے جارہا ہوں۔"

"میں سمجھنا بھی نہیں چاہتا بادشاہ خان! میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ تمھیں بھی قتل کردوں اور مارلینو کے سامنے سرخرو ہو جاؤں۔" شیران نے پستول نکالا اور دُوسرے لمحے فائر کردیا۔ اُس نے بادشاہ خان کے گھوڑے کو گولی کا نشانہ بنایا تھا۔ گولی گھوڑے کی گردن توڑتی ہوئی دُوسری جانب نکل گئی۔ گھوڑا ایک لمحے کے لیے الف ہوا اور پھر سر کے بل نیچے آرہا۔ نیچے گرتے ہی بادشاہ خان نے رائفل سنبھال لی لیکن شیران کے پستول کی دُوسری گولی نے اُس کے ہاتھوں سے رائفل نکال دی تھی اور اب شیران پستول گھماتا ہوا اُس کے گرد چکر لگا رہا تھا۔

"اگر تمھارا ہاتھ پستول کی طرف بڑھا بادشاہ خان تو میں اِتنے سوراخ کروں گا تمھارے بدن میں کہ تم ان سوراخوں کو گن بھی نہیں سکو گے۔"

دفعتاً کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور اس بار ریوالور شیران کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ فائر ایک دوڑتے ہوئے گھوڑے سے کیا گیا تھا جو اسی جانب آرہا تھا۔ شیران نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور دُوسرے ہی لمحے وہ اپنے پستول پہ جا پڑا لیکن گھوڑے پہ دوڑنے والا بھی بلا کا نشانے باز تھا۔ شیران کا ہاتھ جیسے ہی پستول پر پڑا۔ پستول ایک بار پھر اُس سے چند گز کے فاصلے پہ جا گرا تھا۔ شیران نے ایک لوٹ لگائی اور تیسری بار پستول اُٹھانے کی کوشش کی لیکن اس بار پستول پھر دُور جا گرا تھا اب گھوڑا بالکل اُس کے نزدیک پہنچ گیا تھا اور وہ اِتنی برق رفتاری سے شیران کے گرد ایک دائرے میں چکر لگا رہا تھا کہ شیران کی نگاہیں گھوڑے پر بیٹھے ہوئے سوار پر جم بھی نہیں سکی تھیں۔

تیسری بار جب پستول ہاتھ سے نکلا تو اُس کی شکل بگڑ گئی تھی اور وہ استعمال کے قابل نہیں تھا۔ شیران نے پھرتی سے ایک بار پھر چھلانگ لگائی اور اپنے گھوڑے کی پشت پہ پہنچنے کی کوشش کرنے لگا جہاں گھوڑے کی زین کے ہولسٹر میں اُس کی رائفل لگی ہوئی تھی لیکن گھڑ سوار نے برق رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے اُس کے گھوڑے کو ٹکر ماری اور اس ٹکر کے ساتھ ہی وہ رائفل کو نکال لے گیا تھا۔

بادشاہ خان ہونقوں کی طرح اس اجنبی گھوڑے سوار کو دیکھ رہا تھا جس کا قد و قامت بہت شاندار تھا اور جس کی شکل و صُورت اِتنی حسین تھی کہ اس پر سے نگاہ ہٹانے کو دل نہ چاہے۔ رائفل شیران کے گھوڑے سے نکل کو بہت دُور جا گری تھی اور اِسی چکر سے شیران ایک بار پھر نیچے جا گرا تھا تب گھڑ سوار نے گھوڑا روک لیا اور اپنے ہاتھ میں تھامی رائفل کا رُخ شیران کی طرف کرکے بولا "بس بس ---- دلیر بس۔ میں نہیں جانتا کہ اس بُوڑھے شخص سے تیرا کیا جھگڑا ہے لیکن غور تو کر سوچ تو سہی اِتنا عمر رسیدہ اِنسان اتنی اچھی شکل و صُورت کا مالک اِتنا صحت مند تجھ جیسے آدمی کے ہاتھوں مارا جائے تو کیا یہ اچھی بات ہوگی۔ نہیں جوان نہیں۔ بے شک تیرے اندر ایک شان پوشیدہ ہے بے شک تو ایک شاندار شخصیت کا مالک ہے لیکن شاندار شخصیتوں کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ قابلِ احترام بزرگوں کو بے بس کرکے ماریں۔ آہ۔ اس بے چارے گھوڑے سے بھی تیری دُشمنی تھی جس کی تُو نے گردن میں سوراخ کردیا۔ نہیں جوان یہ چیز تو بڑی تکلیف دِہ ہے۔ اُٹھو بزرگ! اُٹھ جاؤ اِس شخص سے غلطی ہوگئی اُسے معاف کردو۔"

"اوہ۔ کُتّے! اوہ خنزیر! او ولد الحرام کون ہے تُو؟ رائفل رکھ کر نیچے آ۔ میں تجھے بتاؤں کہ دلیری کیا چیز ہوتی ہے؟"

"دیکھو جوان! گالیاں دی ہیں تم نے مجھے لیکن معاف کرتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں تمھیں اِس بات پہ جب کہ تم جانتے ہو کہ تم اس وقت میرے رحم و کرم پر ہو۔ اس بزرگ کے ساتھ مجھے یہ بدتمیزی پسند نہیں آئی۔ رہی تمھارے اور میرے درمیان کی بات تو ہمارے پاس ابھی وقت ہے فیصلہ کریں گے کسی وقت۔ تم اِن پہاڑوں میں چاہو تو میرا انتظار کر سکتے ہو، میں یہیں بھٹکتا رہتا ہوں۔" اُس نے کہا اور دُوسرے لمحے شیران

مشیران۔ وہی شیران۔ جب نعمان خان اپنے مشن میں کامیاب ہو کر واپس لوٹا تو یہ تصور ذہنوں میں آیا کہ کیوں نہ وہ جگہ جو شیران کو دی جانے والی تھی اور جس سے بادشاہ خان کو ہٹا کر اس کی جگہ نئی شخصیت کو متعین کرنا تھا نعمان کو دی جائے۔ نعمان خان نے بھی خود کو اس کا اہل ثابت کر دیا تھا لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ اس سلسلے میں دو گروہ ہوگئے۔ ایک نعمان خان کا طرفدار ہے اور دُوسرا شیران کا۔ چنانچہ ہمارے درمیان یہ بات طے پائی کہ آئندہ معرکہ نعمان خان اور شیران کے درمیان ہو۔ پھر اِن دونوں میں سے جو بھی باقی رہ جائے اُسے اپنے مقصد کے لیے چُن لیا جائے۔ نعمان خان بھی کم وحشی نہیں ہے۔ دِلچسپ بات یہ ہے کہ وہ تعلیم یافتہ بھی ہے اور جب اس کے سامنے ہمارے مقاصد آئیں گے تو وہ خلوصِ دل سے اِن پہ کام کرنے کے لیے تیار ہوگا۔ ان حالات میں نعمان خان پر زیادہ بھروسہ کیا جا سکتا ہے لیکن شیران کے طرفدار گروہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ان دونوں کو کسی مُناسب جگہ آپس میں متصادم کر دیا جائے اور اس کے بعد یہ اندازہ لگا لیا جائے کہ کون اس منصب کا اہل ہے۔"

"بات دلچسپ ہے جناب" چند لوگوں نے بیک وقت کہا۔

"یہ دلچسپ بات اب بھی جاری ہے نعمان کو موفی ماردین کی جگہ ہندوستان بھیجا جائے گا۔ وہ وہاں چارج لے گا اور اس کے بعد اس کی ذِمّے داری یہی ہوگی کہ وہ اینڈ نا ڈمپل اور شیران کو تلاش کرے۔ اینڈ نا ڈمپل کی تلاش کے لیے جیسا کہ میں آپ لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ ایک اور مشن روانہ کیا جا چکا ہے لیکن اُسے ہدایت کر دی گئی ہے کہ اگر شیران اُن کے راستے میں آبھی جائے تو وہ اسے چھیڑ نہ کریں لیکن نعمان خان کی مکمل ذِمّے داری یہی ہوگی کہ وہ شیران خان کو گرفتار کرے یا اُسے قتل کر دے۔ اس طرح یہ ٹرائل مقابلہ تنظیم کے لیے دلچسپ بھی ہوگا اور نتیجہ خیز بھی۔ یہ میرا پلان ہے۔ آپ لوگ اس پر غور کرنے کے بعد مجھے جواب دیں۔" وائی ٹھری ایٹ نے کہا اور سب لوگ آپس میں صلاح مشورے کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد سب نے متفقہ طور پر اس پروگرام کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

"فی الحال اس پروگرام سے بہتر اور کوئی پروگرام نہیں بنایا جا سکتا۔ لیکن ہیڈکوارٹر ایسے لوگوں کے انتخاب میں مصروف ہے جنھیں مستقل بنیاد پران علاقوں کی ذِمّے داری سونپ دی جائے۔ میں بتا چکا ہوں کہ ان اہم جگہوں پر ان دونوں کا تقرر عارضی ہوگا۔ اِن الفاظ کے ساتھ میں یہ میٹنگ برخاست کرتا ہوں۔"

❁

بادشاہ خان اپنی آرام گاہ میں تھا، اُس نے دروازہ بند کر رکھا تھا اور وہ شدید بے چینی کے عالم میں تھا۔ اُس کے ساتھیوں نے خود غرضی کا ثبوت دیا تھا اور اس معاملے میں پڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ بادشاہ خان کو اس کی اُمید نہیں تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ مارلینو کا نام سُن کر اور یہ سوچ کر کہ مارلینو کے ہاتھوں اس گروہ کے دو سربراہ مارے گئے ہیں۔ ضرور اس طرف متوجہ ہوں گے اور پھر یہ سارے عفریت مل کر شیران کی زندگی کا چراغ گل کردیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے مارلینو پر غور بھی نہیں کیا تھا اور ایک ایک کرکے رخصت ہوگئے تھے۔

شیران بادشاہ خان کے لیے دماغ کا ناسور بن گیا تھا اب تو وہ سوچنے لگا تھا کہ کیا شیران پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ کہیں انتقام کی حسرت دِل میں لیے موت کی آغوش میں ہی نہ جانا پڑے۔

ابھی تک اُس نے نعمان خان کے سینے میں سوئی ہوئی غیرت کو نہیں جگایا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ وہ نعمان خان کو شیران کے مقابلے پر نہیں لانا چاہتا تھا۔ اُسے خطرہ تھا تشویش تھی کہ کہیں نعمان خان شیران کے ہاتھوں شکست نہ کھا جائے۔ وہ آج تک اسی خوف کا شکار رہا تھا اور نعمان خان کو شیران کے مقابل لانے سے کترا رہا تھا۔ لیکن اب جب صُورتِ حال آخری حدوں تک پہنچ گئی تھی۔ یہ آخری اُمید بھی ٹوٹ گئی تھی۔ اگر وہ لوگ مارلینو کے خطرے کو محسوس کرکے اس کے خلاف کام کرنے پہ کمربستہ ہو جاتے تو بادشاہ خان نعمان خان کو بالکل الگ رکھ کر ان لوگوں کو شیران کے پیچھے لگا دیتا کیونکہ شیران مارلینو کا دستِ راست تھا۔

اب کیا کرنا چاہیے۔ وہ بے چینی سے سوچ رہا تھا۔ اس کے سوا چارۂ کار نہیں تھا کہ نعمان خان کو صورتِ حال بتائی جائے اور اُس کے خون کو گرمایا جائے۔ ابھی وہ اسی سوچ میں تھا کہ اُسے تنظیم کے ٹرانسمیٹر پہ اشارہ موصول ہوا۔ خفیہ ٹرانسمیٹر ایک مخصوص کمرے میں تھا لیکن خوابگاہ میں الارم لگا ہوا تھا جو ٹرانسمیٹر کے اشارے کا پتہ دیتا تھا۔

بادشاہ خان نے بُرا سا منہ بنایا۔ اس وقت اسے یہ دخل اندازی خوشگوار نہیں لگی تھی۔ لیکن مجبوری تھی۔ وہ تہہ خانے کے اُس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں ٹرانسمیٹر موجود تھا اور چند لمحات کے بعد اُس نے رابطہ قائم کرلیا۔

"بادشاہ خان" دُوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں ہی بول رہا ہوں۔"

"وائی تھری ایٹ" آواز آئی اور بادشاہ خان بُری طرح چونک پڑا۔

"ایٹ؟" اُس نے حیرانہ انداز میں دُہرایا۔

"ہاں۔ بادشاہ خان میں ہی تم سے مخاطب ہوں۔"

"اوہ جناب۔ لل لیکن آپ۔ براہِ راست" خیریت تو ہے؟"

"یہ درست ہے بادشاہ خان کہ میں تنظیم کے کارکنوں سے

براہِ راست کبھی مخاطب نہیں ہوتا لیکن وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے عہدے داروں سے میں براہِ راست ہی بات کرتا ہوں اور اُنھیں احکامات دیتا ہوں اور آنے والا وقت، تمھاری اعلا کارکردگی، تمھارا اطمینان بخش کردار اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ تمھیں اس ڈیپارٹمنٹ کے عام کارکنوں میں نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں سمجھا نہیں جناب۔"

"سمجھنے کے لیے کنگ ہاؤس میں رات کو آٹھ بجے مجھ سے ملاقات کرو۔" دُوسری طرف سے آواز آئی۔

"آپ سے۔ آپ یہاں! مجھے علم بھی نہیں تھا۔"

"نعمان خان کہاں ہے؟"

"نعمان خان۔ وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ کوئی حکم ہے اس کے لیے؟" بادشاہ خان نے پوچھا۔

"اُسے بھی اپنے ساتھ لے آنا۔"

"بہتر۔ اور کوئی حکم۔"

"باقی گفتگو بالمشافہ ہوگی۔" دُوسری طرف سے جواب ملا اور پھر رسمی الفاظ کے بعد سلسلہ منقطع ہوگیا۔

بادشاہ خان ٹرانسمیٹر آف کر کے گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ وائٹ تھری ایٹ اس ڈیپارٹمنٹ کا سربراہ تھا۔ اُس کے چرچے بہت سُنے جاتے تھے۔ بہت کم لوگ اس سے براہِ راست گفتگو کا شرف حاصل کر سکتے تھے۔ سُنا گیا تھا کہ وہ نہ صرف اس ڈیپارٹمنٹ کا سربراہ ہے بلکہ اس بڑے ملک کا بہت بڑا عہدیدار بھی ہے۔ وہ صرف وائٹ تھری سے گفتگو کر کے ہدایات دیتا تھا اور اس کے زیرِ نگرانی یہ پُورا ڈیپارٹمنٹ چل رہا تھا۔ اُس اتنی بڑی شخصیت نے اس سے بات کی تھی۔ اسے ملاقات کے لیے بُلایا تھا۔ وجہ کیا تھی؟ کوئی خطرہ بھی ہو سکتا تھا۔ کوئی ایسی غلطی جو ڈیپارٹمنٹ کے لیے ناقابلِ برداشت ہو لیکن بادشاہ خان غور و خوض کے باوجود ماضی میں اپنی ایسی کوئی حماقت تلاش نہیں کر سکا۔ تب اُسے وائٹ تھری کے الفاظ پر بھروسہ کرنا پڑا۔ اُس نے کہا تھا کہ تمھاری اعلا کارکردگی، تمھارا اعلا کردار اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ تمھیں اس ڈیپارٹمنٹ کے عام کارکنوں میں نہیں رہنا چاہیے۔

لیکن نعمان خان۔ اسے کیوں بلایا گیا ہے۔ یہ سب کچھ سوچا تو جا سکتا تھا لیکن اس کا جواب رات کو آٹھ بجے ہی مل سکتا تھا۔ چنانچہ وہ نعمان خان کی تلاش میں نکل آیا۔ نعمان خان سے رابطہ قائم کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔

"رات کو آٹھ بجے ہمیں تنظیم کے سربراہ وائٹ تھری ایٹ نے طلب کیا ہے۔"

"مجھے بھی بابا جان؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"ہمیں کا یہی مطلب ہوتا ہے۔" بادشاہ خان نے کہا اور پھر وہ دیر تک وائٹ تھری ایٹ کی پُراسرار شخصیت کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ نعمان خان خود بھی اس بات پہ حیران تھا کہ بادشاہ خان کے ساتھ ساتھ اُسے کیوں طلب کیا گیا ہے؟ اُس نے کہا۔

"ممکن ہے بابا جان کہ وہ کوئی مشترکہ مہم ہمارے سپرد کرنا چاہتے ہوں۔"

"ہاں ممکن ہے۔" بادشاہ خان نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔

"بابا جان آپ جانتے ہیں کہ مَیں آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرتا ہوں، میری فطرت اسی قسم کی ہے، کسی پہ یقین کرتا ہوں تو مکمل یقین کر لیتا ہوں، بدگمان ہوتا ہوں تو کسی طور اس پہ اعتماد نہیں کرتا، لیکن بابا جان ابھی تک مجھے اس تنظیم کے مقاصد نہیں معلوم ہو سکے، یہ کیا کرنا چاہتی ہے، اس کا علم تو مجھے ہو چکا ہے کہ اس کا تعلق ایک بہت بڑے ملک سے ہے لیکن ہمارے ذریعے یہ کیا کام کرنا چاہتی ہے؟ اس کا مجھے کوئی علم نہیں ہو سکا۔"

"نعمان خان تم نے اس بارے میں کیوں سوچا؟ کیوں ضرورت پیش آئی تمھیں اس بات کی؟ تنظیم میں شامل ہونے کا مقصد ہے کہ ساری دُنیا میں اپنی حیثیت کا لوہا منوالو، یہ تنظیم جتنی بڑی قوت کی حامل ہے۔ اس کے بارے میں تم نے خود بھی اندازہ لگا لیا ہوگا، مُلکوں کی تقدیریں اس تنظیم کے ہاتھوں تبدیل کی جاتی ہیں۔ جہاں تک رہا ہمارے وسائل کا مسئلہ تو تنظیم کی طرف سے جو سالانہ وظیفہ ملتا ہے، وہ اتنا ہوتا ہے کہ اس کی صرف ایک سال کی آمدنی سے انسان اپنی ایک پشت کے لیے آسائشیں مُہیا کر سکتا ہے، تمھیں اس کے علاوہ اور کیا چاہیے؟"

"نہیں بابا جان۔ میرا یہ مقصد نہیں تھا، مَیں تو یہ سوال کر رہا تھا کہ کیا آپ اس بارے میں کچھ جانتے ہیں؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"نہیں نعمان خان، یقین کرو، بادشاہ خان جھوٹ نہیں بول رہا۔ مَیں نے صرف تنظیم کے اغراض و مقاصد میں اپنا کردار جاننے کے بعد اس میں شمولیت قبول کر لی تھی اور اس کے بعد مجھے تھوڑی سی تحویت دی گئی اور مَیں نے تھوڑے ہی عرصے میں یہ اندازہ لگا لیا کہ تنہا زمین میری جو طاقت ہے اور اس کے علاوہ بین الاقوامی طور پر مَیں نے جو کچھ کیا ہے وہ اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے، جو تنظیم میں شامل ہونے کے بعد مجھے حاصل ہُوا تھا۔ مَیں طاقت کا پُجاری ہُوں، جب تک زندہ رہُوں گا، اپنے ہاتھ میں وہ طاقت رکھوں گا جو کسی بھی اُس شخص کو میرے سامنے جُھکا دے جس نے گردن اُٹھائی ہو، اسی لیے مَیں نے تنظیم میں شمولیت قبول کی تھی، ورنہ نعمان خان دولت کے حصول کے میرے پاس

بے شمار ذرائع تھے، اور طاقت تم جانتے ہو کہ میرے پاس پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے۔ نعمان خان مَیں یہ چاہتا ہُوں کہ اپنی زندگی میں ہی جو کچھ ہُوں، وہ تمھیں بنا دُوں، مَیں نے ہمیشہ بادشاہ خان کو اپنے بعد جب بھی دیکھا ہے تمھاری شکل میں دیکھا ہے میری اس بات پہ ہمیشہ بھروسہ کرنا میرے بچّے۔"

"بابا خان مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے۔" نعمان خان نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔

رات کو آٹھ بجے وہ کنگ ہاؤس پر موجود تھے۔ کنگ ہاؤس ایک اچھی اور شاندار سی عمارت تھی، پُراسراری کیفیت کی حامل چار آدمیوں نے کنگ ہاؤس کے برآمدے میں اُن کا استقبال کیا۔ یہ سب بادشاہ خان اور نعمان خان کے لیے اجنبی تھے۔ لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ خود بادشاہ خان سے اچھی طرح واقف نہوں۔

وہ اِن دونوں کی رہنمائی کرتے ہُوئے ایک بڑے ہال نُما کمرے میں پہنچ گئے، جہاں نیم تاریکی پھیلی ہُوئی تھی، ایک سمت ایک چوڑی کُرسی پہ ایک انسانی وجود نظر آ رہا تھا، لیکن وہ اس طرح تاریکی میں چھپا ہُوا تھا کہ صرف اس کا ہیولہ محسوس کیا جا سکتا تھا، البتہ اس کے سامنے جو میز پڑی ہُوئی تھی اس پہ روشنی تھی، میز کے گرد صرف دو کُرسیاں ڈالی گئی تھیں، باقی کُرسیاں اس جگہ سے کافی دُور ہٹا دی گئی تھیں۔

اِن دونوں کے داخل ہونے کے بعد خود کار دروازہ بند ہوگیا اور ایک بھاری آواز سُنائی دی، جو یقیناً وائٹ تھری ایٹ کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی۔

"بادشاہ خان۔ نعمان خان تم آؤ اور ان کُرسیوں پر بیٹھ جاؤ۔"

دونوں نے اس آواز کی ہدایت پہ عمل کیا تھا۔

"ہماری براہِ راست ملاقات پہلے کبھی نہیں ہُوئی۔ بادشاہ خان، لیکن اپنے کارکنوں میں، مَیں نے تمھیں ہمیشہ سرِفہرست پایا ہے اور تمھارے بارے میں وہ سب کچھ مجھے معلوم ہے جو تمھاری شخصیت میں چھپا ہُوا ہے۔"

"وائٹ تھری ایٹ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا چیف ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ کتنی بڑی شخصیت ہے، اس لیے اس بات پہ ہمیں قطعی تعجب نہیں ہُوا کہ وائٹ تھری ایٹ ہمارے بارے میں اتنی تفصیلات جانتا ہے۔"

"اور یہ نعمان خان، اس نے آرمینس سرداتو کے کیس پر کام کر کے تنظیم کا دل جیت لیا ہے اور تنظیم کی نگاہ میں ہر وہ شخص جو اس کے مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دے اور اعلا کارکردگی کا مظاہرہ کرے، قابلِ عزت ہوتا ہے اور ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ تنظیم میں شامل

لوگوں کے ذاتی معاملات بھی ہمارے اپنے ہوتے ہیں اور ہم اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ اُنھیں ذہنی کوفت کا شکار نہ ہونے دیں، بادشاہ خان تمھاری شکایات ایڈنا ڈمپل کے ذریعے ہمیں موصول ہُوئی تھیں، شیران نامی شخص سے تم نالاں تھے اور تم نے اس کی گرفتاری کے لیے تنظیم سے مدد کی درخواست کی تھی۔ ایڈنا ڈمپل کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اس سلسلے میں تمھاری اُلجھنوں کا حل تلاش کرے لیکن ہمارے ادارے کے کئی رُکن شیران کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے اور اندازہ یہ ہُوا کہ وہ شیطانی قوّتوں کا حامل ہے، چنانچہ وقتی طور پر اس مسئلے کو پسِ پُشت ڈال کر دُوسرے کاموں میں مصروف ہو جانا پڑا، لیکن وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کی لسٹ پہ یہ شخص موجود تھا اور ظاہر ہے اب اس کی سرکوبی کا معاملہ تمھارا ذاتی معاملہ نہیں بلکہ تنظیم کے مقاصد میں شامل تھا، ممکن ہے بادشاہ خان اس دوران تم نے سوچا ہو کہ تنظیم نے تمھاری ذاتی ضرورت کو پسِ پُشت ڈال دیا، اگر تم نے ایسا سوچا ہے تو آئندہ کبھی مت سوچنا، ہم لوگ ٹھوس بنیادوں پہ کام کرتے ہیں اور ہمارے ہاں جتنے کام ہوتے ہیں وہ سب باقاعدگی سے ہوتے ہیں، ان میں بھول جانے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔"

"مَیں ان الفاظ کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا جناب۔ مجھے مسرّت ہے کہ میری اُلجھنوں کو تنظیم کی اُلجھنیں تصوّر کیا گیا۔"

"بہر طور تمھاری گفتگو کے لیے اتنے الفاظ کافی تھے، مَیں نے تم سے کہا تھا کہ تمھاری اعلا کارکردگی اور تنظیم دوستی کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس سلسلے میں جب ایک اہم جگہ کو پُر کرنے کا خیال آیا تو تمھارا نام سرِفہرست رکھا گیا اور نعمان خان کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا، ہر چند کہ اس نوجوان نے ابھی تنظیم کے لیے صرف ایک کارنامہ انجام دیا ہے، لیکن اس کارنامے کی تفصیلی رپورٹ مجھ تک پہنچ چکی ہے اور مَیں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ بادشاہ خان کا بھتیجا نعمان خان کسی بھی طرح

بادشاہ خان سے کم نہیں ہے، مسئلہ یہ ہے بادشاہ خان کہ ایڈنا ڈمپل کو اس کے موجودہ عہدے سے ہٹا دیا گیا ہے اور اب وہ ان علاقوں میں چیف کی حیثیت نہیں رکھتی اور نہ ہی اُسے تنظیم کی آرگنائزیشن کا سربراہ رکھا گیا ہے بلکہ اُسے اس عہدے سے معزول کر دیا گیا ہے۔"

"اوہ، یقیناً اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی جناب؟"

"ہاں بادشاہ خان، اس کی خاص وجہ ہے لیکن ابھی تم اس موضوع پر گفتگو نہ کرو، یہ سب کچھ تمھیں خود بخود معلوم ہو جائے گا، ایڈنا ڈمپل ان علاقوں میں جو کچھ کرتی رہی ہے، اس کا تفصیلی ریکارڈ موجود ہے، میں تمھیں یہ خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ ہم نے اعلا کارکردگی اور ذہانت کی مثال کو پرکھتے ہوئے تمھارے ہر کام پر نگاہ رکھتے ہوئے، فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں ایڈنا ڈمپل کی جگہ ان علاقوں میں وائی تھری کا عہدہ دیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ خان میں تمھیں مبارکباد دیتا ہوں کہ اب تم وائی تھری ٹو کا عہدہ سنبھال چکے ہو۔"

بادشاہ خان کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو گیا تھا۔ یہ اتنا بڑا اعزاز تھا کہ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا۔ وائی تھری کے اختیارات ساری دُنیا میں تھے اور پوری دُنیا میں اس کے رُکن پھیلے ہوئے تھے، جو آنکھیں بند کر کے وائی تھری کے احکامات پر عمل کرتے تھے، اس کے علاوہ بھی اس ڈیپارٹمنٹ کے عہدے دار کو جو مراعات حاصل تھیں وہ کسی بھی ملک کے وزیر اعظم سے کم نہیں تھیں، بہت بڑی شخصیت بن جاتی تھی، وہ بہت بڑا اعزاز تھا یہ اس کے لیے، بادشاہ خان نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر گردن خم کی اور پُر مسرت لہجے میں بولا۔ "میں اس عہدے کا اہل نہیں تھا، جناب، یہ آپ کی عنایت ہے لیکن اس بات کا آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنے ایک ایک لمحے کو تنظیم کے مقاصد کے لیے وقف کر دوں گا، اور اتنی محنت سے کام کروں گا کہ تنظیم کو کبھی مجھ سے شکایت نہ ہو۔"

"ہمیں یقین ہے بادشاہ خان۔ دُوسرا عہدہ نعمان خان کو دیا جاتا ہے، جو تمھارے عہدے سے متوازی ہے۔ ہندوستان میں موفی ماروین اس عہدے پر کام کر رہی تھی لیکن اب وہ اس عہدے پر نہیں ہے، چنانچہ نعمان خان کو موفی ماروین کی جگہ وائی تھری فور کا عہدہ دیا جاتا ہے۔"

بادشاہ خان ایک بار پھر مسرت سے اُچھل پڑا تھا۔ اُس نے مسکراتی نگاہوں سے نعمان خان کو دیکھا۔ نعمان خان بھی خوش نظر آ رہا تھا۔ بادشاہ خان نے اُس کے شانے پکڑ کر اُسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا "نعمان خان تقدیر کے اس دھماکے کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا، تمھیں وہ عہدہ مل گیا ہے جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ کم از کم اس کے حصول کے لیے تمھیں پندرہ سال لگ جائیں گے اور ان پندرہ سالوں میں تمھیں وہ کچھ کرنا ہوگا، جو تمھیں اس منصب کا اہل قرار دے۔ لیکن جو عہدہ تمھیں اتنی جلدی بخش دیا گیا ہے وہ بہت بڑی عنایت ہے ہمارے ساتھ، میں تمھیں مبارکباد پیش کرتا ہوں، شکریہ ادا کرو۔"

نعمان خان نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر وائی تھری ایٹ کا شکریہ ادا کیا تھا۔

"یہ عہدے تمھیں دینے کے بعد میں محسوس کرتا ہوں کہ تم نے اپنے کاندھوں پر اہم ذِمّے داریاں قبول کر لی ہیں، اس سے زیادہ مجھے اس بارے میں تمھیں تفصیلات نہیں بتانی چاہئیں، کیونکہ تمھارا ڈیپارٹمنٹ خود تمھیں یہ تفصیلات فراہم کرے گا۔ مختصراً میں تمھیں یہ بتا دُوں کہ ان عہدوں کو سنبھالنے کے بعد تمھیں بہت سی ذمّے داریوں کو سنبھالنا پڑے گا۔"

"یقیناً، ہمیں اس کا احساس ہے جناب۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"تمھارے ذہن میں یہ احساس تو پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ خان کہ اچانک ایڈنا ڈمپل کو اور موفی ماروین کو ان کی جگہ سے ہٹا کر تمھیں یہ عہدے کیوں دے دیے گئے؟"

"فطری امر ہے جناب، لیکن میں آپ سے سوال کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"میں نے یہی سوچا تھا بادشاہ خان کہ جب تم دونوں اپنا اپنا چارج سنبھالو گے تو صورت حال کا علم تمھیں خود بخود ہو جائے گا، لیکن ان چند لمحات کی خاموشی میں میں نے ایک بات اور سوچی، وہ یہ کہ جب تک تم حالات کی تہ تک پہنچو گے خاصا وقت گزر چکے گا اور ہمیں جس پروگرام پر کام کرنا ہے، اس میں وقت ضائع کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، چنانچہ میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے، میں تمھیں اس سلسلے میں تفصیلات بتانے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔" وائی تھری ایٹ نے کہا۔

"یہ بہت بہتر ہوگا جناب، اس طرح ہمیں بڑی مدد مل جائے گی۔ بادشاہ خان نے کہا۔"

"تو پھر سنو، ایڈنا ڈمپل نے تمھاری درخواست پر شیران کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس سلسلے میں اُس نے اپنے اہم ترین لوگوں کو شیران کے پیچھے لگا دیا۔ ان لوگوں کا شیران سے ٹکراؤ ہوا اور شیران ان پر حاوی ہو گیا۔ اس نے ان لوگوں کو قتل کر دیا اور قتل کرنے کے بعد وہ بارتھم کے علاقے میں نکل گیا۔ ایڈنا ڈمپل کو اس علاقے میں بھیجا گیا، تاکہ تنظیم اپنی روایات سے نہ ہٹے، اور اپنے کارکنوں سے اس نے جو وعدے کیے ہیں، اُنھیں پورا کرنے کی اہل ثابت ہو، ایڈنا ڈمپل نے جو رپورٹ پیش کی اس سے یہ پتہ چلا کہ شیران ہندوستان نکل گیا ہے اور اب وہ موفی ماروین کے پاس ہے۔"

"موفی ماروین۔" بادشاہ خان تعجب سے بولا۔

"سنتے رہو بادشاہ خان، وہ اتفاقیہ طور پر ہی موفی ماروین کے پاس پہنچا تھا اور موفی ماروین نے اُسے اپنا مہمان بنا کر رکھا تھا لیکن

تنظیم کو ایک انتہائی تلخ تجربے سے دوچار ہونا پڑا اس وقت، جب تنظیم کو یہ معلوم ہوا کہ موفی ماروین بحیثیت عورت شیران سے متاثر ہو گئی ہے اور اُسے اپنے ساتھ رکھنے کی خواہش مند ہے، سو ایڈنا ڈمپل کو ہندوستان بھیجا گیا، تاکہ وہ شیران کو گرفتار کر کے یہاں لے آئے اور ہم اُسے تمھارے حوالے کر دیں۔ ایڈنا ڈمپل ہندوستان پہنچ گئی، وہ موفی ماروین سے ملی لیکن موفی ماروین کو شاید ان حالات کا علم ہو گیا چنانچہ اس نے شیران کو اس علاقے سے ہٹا دیا۔ ایڈنا ڈمپل نے یہ بات بہت جلد معلوم کر لی کہ موفی ماروین اور شیران ایک دُوسرے سے متاثر ہیں، لیکن وہ بدبخت عورت بھی شیران کا شکار نکلی، یعنی وہ خود بھی شیران کو اسی حیثیت سے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ یہ بات ناقابل برداشت تھی۔ یہ ایک طرح سے تنظیم سے بغاوت کا اعلان تھا، تاہم ایڈنا ڈمپل کو موقع دیا گیا، لیکن وہ تنظیم سے بالکل ہی باغی ہو گئی، اُس نے کھل کر یہ بات کہہ دی کہ اب وہ تنظیم سے بالکل دلچسپی نہیں رکھتی، اُسے شیران درکار ہے جو ابھی تک اس کے ہاتھ نہیں لگا، میں موجودہ وقت کی بات نہیں کر رہا، کچھ عرصہ قبل کی کر رہا ہوں، شیران ایڈنا ڈمپل کو نہیں مل سکا تھا، لیکن ایڈنا ڈمپل نے محض رقابت میں تنظیم کی ایک اہم کارکن موفی ماروین کو قتل کر دیا۔"

"قتل۔" بادشاہ خان پھر چونکا۔

"ہاں قتل۔ اُس نے موفی ماروین کو قتل کر دیا اور ہندوستان کی وُسعتوں میں گم ہو گئی، چنانچہ اس طرح یہ علاقہ بھی خالی ہو گیا اور ہندوستان کا وہ علاقہ بھی جو تنظیم کے تحت چل رہا تھا اور جسے موفی ماروین بڑی خوش اسلوبی سے چلا رہی تھی اور اس سلسلے میں ہم نے عارضی طور پر تم دونوں کا تقرر کیا۔ عارضی کا لفظ میں نے اس لیے استعمال کیا ہے بادشاہ خان کہ یہ تنظیم کے معمولات میں شامل ہے۔ ہم چھ سال تک کسی بھی شخص کو عارضی عہدے پر رکھتے ہیں اور اس کی صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہیں، اگر وہ ان صلاحیتوں پر پُورا اُترتا ہے تو وہ عہدہ اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے ورنہ وہ عہدہ اس کی جگہ کسی اور شخص کو دے دیا جاتا ہے، چنانچہ بادشاہ خان تمھاری ذِمّے داری یہ ہے کہ تم یہاں رہ کر تنظیم کے اغراض و مقاصد کو کنٹرول کرو اور پوری طرح ان پر عمل کرو اور نعمان خان تم ہندوستان چلے جاؤ، تمھیں ایک بہت بڑا علاقہ دیا جا رہا ہے، جہاں تمھاری حیثیت ایک حکمران کی سی ہوگی، تمھیں وہ ساری مراعات حاصل ہوں گی، جن کا تم تصور کر سکتے ہو۔ لیکن دو کام تمھیں تنظیم کے لیے سب سے پہلے کرنا ہوں گے۔ شیران کی گرفتاری، ایڈنا ڈمپل کی موت یا گرفتاری۔ شیران کی گرفتاری کا لفظ میں نے صرف اس لیے استعمال کیا ہے کہ تنظیم اُسے حاصل کرنا چاہتی ہے اور اُسے عبرتناک سزا دینا چاہتی ہے جس کا کسی اجنبی کو کبھی گمان بھی نہ گزرا ہو کیونکہ اُس نے تنظیم پر کاری ضربیں لگائی ہیں، میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ شیران کو زندہ گرفتار کرو اور ایڈنا ڈمپل کو زندہ یا مردہ۔ یہ دونوں ہندوستان کی سرحدوں کے اندر موجود ہیں اور وہاں سے باہر نہیں نکلے، اس سلسلے میں ہمیں مکمل معلومات حاصل ہیں۔ تم وہاں جا کر اپنے طور پر تمام معلومات حاصل کرو اور پتہ لگاؤ کہ ایڈنا ڈمپل اور شیران کون سے راستے سے آگے بڑھے ہیں۔ وہ دونوں مل گئے یا نہیں، اس کے علاوہ تمھیں یہ آسانیاں فراہم کی جاتی ہیں کہ جس وقت تم ہندوستان پہنچو گے تو تمھیں کچھ ایسے ماتحت فراہم کر دیے جائیں گے جو وقتی طور پر پروجیکٹ اور وہاں کے معاملات کو تمھاری زیر ہدایت سنبھال لیں گے، وہ تمھیں مختصراً چارج دے دیں گے اور تمھیں وہاں وہ حیثیت حاصل ہو جائے گی جس کے بعد خود ہندوستان کی حکومت تم سے بھرپور تعاون کرے گی اور پھر تمام اہم معاملات میں تمھاری مددگار اور معاون ثابت ہوگی، اگر تم اس سلسلے میں کوئی سوال کرنا چاہتے ہو نعمان خان تو کر سکتے ہو۔" وائی تھری ایٹ نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب۔ میرا خیال ہے جو کچھ آپ نے بتایا ہے وہ میرے لیے کافی ہے۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

بادشاہ خان کی باچھیں مسرت سے کھلی جا رہی تھیں اُسے تو وہ سب کچھ مل گیا تھا جس کے لیے وہ بے حد پریشان تھا۔ اُس نے اپنے پانچوں خطرناک ساتھیوں کو اس لیے طلب کیا تھا کہ کسی طرح انھیں مارلینو کا خوف دلا کر اُنھیں اس بات پر رضامند کرے کہ وہ مارلینو اور راسس کے دست راست شیران کو ختم کرنے پر کمربستہ ہو جائیں لیکن وہ کم بخت خود غرضی دکھا کر فوچکر ہو گئے تھے اور بادشاہ خان شدید ذہنی عذاب کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ مایوسیوں کے اندھیرے میں تھا کہ دفعتاً اس کے چاروں طرف تیز روشنی پھیل گئی تھی، اُمید کی روشنی۔

اگر تنظیم شیران کو اس قدر اہمیت دے رہی ہے تو اس کا مقصد ہے کہ اب تک تنظیم سے اس کی بدگمانی احمقانہ تھی اور وہ اس بات پر مسرور تھا کہ تنظیم کو اس کی بزدلی کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا تھا۔

لیکن اب سارے کام خود بخود ہو گئے تھے۔ نعمان خان ایک ایسی قوت لے کر شیران سلامن کے مقابلے پر جا رہا تھا جو ناقابل تسخیر تھی، اور ایک شیران اس عفریتی قوت کے سامنے بھلا کیسے ٹک سکتا تھا، اُس کا رُواں رُواں مسرت سے کانپ رہا تھا۔

"تو اس سلسلے میں اور کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ بادشاہ خان"

"نہیں جناب میرا خیال ہے اُس کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی ہے۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"تو پھر تم فوری طور پر ان علاقوں کا چارج لے لو، میں متعلقہ افراد کو ہدایات دیے دیتا ہوں اور نعمان خان تم ہندوستان روانہ

ہو جاؤ۔"

"بہت بہتر، ہم تعمیلِ حکم کریں گے۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"بس اب اس کے بعد مزید کوئی گفتگو نہیں رہ جاتی، اس لیے مجھے اجازت دو۔" والی مُتری ایٹ نے کہا۔

نعمان خان اور بادشاہ خان اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُنھوں نے رسمی الفاظ ادا کیے اور وہاں سے باہر نکل آئے۔ بادشاہ خان کے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ باہر نکلتے ہی نعمان خان کو سینے سے لپٹا لیا۔

"میرے بیٹے، میرے بھائی کی نشانی، اس سے زیادہ میں تیرے لیے نہیں چاہتا تھا، یُوں سمجھ لے کہ میری دِلی آرزو پُوری ہُوئی ہے اور تجھے وہ سب کچھ اچانک مل گیا ہے جس کا میں نے طویل عرصے میں تعین کیا تھا۔"

"شکریہ بابا جان، مَیں اپنے آپ کو اس منصب کا اہل ثابت کر کے دکھاؤں گا۔"

"مجھے یقین ہے۔" بادشاہ خان نے پُرمسرت انداز میں کہا اور اپنی کار کی جانب بڑھ گیا۔ اس کی بے پایاں مسرت کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا تھا۔ البتہ نعمان خان کے چہرے سے کوئی اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

"تو خاموش کیوں ہے نعمان۔ کیا تجھے خوشی نہیں ہے کہ تو اپنے بدترین دُشمن کے خلاف جنگ کرنے کے بہترین مواقع حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے؟"

"ایک بات میرے ذہن میں کھٹک رہی ہے خان بابا۔" نعمان خان نے کہا۔

"وہ کیا ہے؟"

"تنظیم شیران کی زندگی کیوں چاہتی ہے؟ وہ میرا شکار ہے خان بابا اور میرا شکار زمین پر میری امانت ہے۔ مَیں کسی اور کے ہاتھوں اس کی ہلاکت پسند نہیں کروں گا۔"

"ایسا ہی ہو گا میرے شیر۔ ایسا ہی ہو گا۔ میں زندہ ہُوں لیکن ایک ایک قدم چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس وقت وہی کرو جس کا وعدہ کر کے آئے ہو۔" بادشاہ خان نے کہا اور نعمان خان نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

ایڈنا ڈمپل جوشِ رقابت میں اندھی ہو گئی تھی۔ سوچنے سمجھنے کی تمام قوتوں سے عاری ہو گئی تھی۔ مونی مارون اس کی رقیب تھی۔ مونی مارون وہ تھی جسے شیران اپنی زندگی میں اپنی شریکِ حیات کی حیثیت سے قبول کرنے کو تیار ہو گیا تھا۔ شیران جلا ب ایڈنا ڈمپل کی نگاہوں میں بہت بڑی حیثیت اختیار کر گیا تھا حالانکہ ایسے ادارے کی تربیت یافتہ تھی جس کی تربیت یافتہ خواتین یا مرد ناقابلِ تسخیر کہلاتے تھے اور درحقیقت یہ دُنیا ایڈنا ڈمپل کی نگاہوں میں بہت چھوٹی تھی۔ اس دُنیا میں رہنے والوں کو وہ بھیڑ بکریوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی تھی۔ خود کو ان سب سے برتر سمجھنے والی عورت بالآخر شیران کا شکار ہو گئی تھی۔ ہاں۔ شیران نے اُسے قدم قدم پر یہ باور کرا دیا تھا کہ وہ سب سے بڑی قوت نہیں ہے اور جب وہ تسخیر ہُوئی تو ایسی تسخیر ہُوئی کہ وہ سب کچھ بھُول گئی۔

تنظیم نے اُسے جو اختیارات دیے تھے جو مراعات دی تھیں ان کے تحت وہ درحقیقت ایسی ہی زندگی گزار رہی تھی کہ دُنیا اُس کی نگاہوں میں ہیچ ہو جائے لیکن جب اس کے دِل میں چاہت جاگی تو یہ تمام چیزیں اُسے اس محبت کے سامنے ہیچ محسوس ہُوئیں۔ وہ جوشِ رقابت میں اس طرح سُلگی کہ اپنا سب کچھ گنوا بیٹھی۔ اُس نے تنظیم سے بغاوت کر دی۔ تنظیم کی ایک اہم رُکن مونی مارون کو اپنی زندگی کی بازی ہار کر قتل کر دیا۔ وہ وہ صعوبتیں شیران کے لیے اُٹھائیں جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی بلکہ اگر عام حالات میں اُسے اِن صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑتا تو ہزاروں قتل ہو جاتے اور۔ اور نجانے کیا کر ڈالتی وہ۔ لیکن اب اُس کا وجود شیران کے وجود سے منسلک تھا۔ وہ شیران کو حاصل کرنا چاہتی تھی اور اِس سلسلے میں اس کے احساسات بے حد عجیب تھے۔ شیران اُس کے مَن مندر کا دیوتا تھا لیکن وہ اس دیوتا کو اپنے مَن میں نہیں پُوج سکتی تھی بلکہ یہ دیوتا اُسے کسی کتے کی طرح گلے میں زنجیر پڑا ہُوا زیادہ اچھا لگتا جب کہ اس کی زنجیر خود اُسی کے اپنے ہاتھ میں ہوتی۔ یہ انتقامی جذبہ بھی محبت کی تکمیل تھا اور اس آگ میں وہ بُری طرح جھُلس رہی تھی۔ اُس نے اتنا عظیم خطرہ مول لے لیا تھا کہ لمحہ لمحہ اُس کی زندگی بندوق کی گولی پر تھی۔

وہ جانتی تھی کہ مونی مارون کا قتل کوئی معمولی بات نہیں ہے جسے نظر انداز کیا جا سکے اور پھر خاص طور سے وہ ہندوستان میں تھی جہاں مونی مارون کے اختیارات بہت وسیع تھے اور تنظیم بھی جہاں ہر جگہ سے زیادہ مضبوط تھی چنانچہ اُسے یقین تھا کہ اس کی تلاش کے لیے وہ سب کچھ کیا جائے گا جو امکان میں ہے لیکن وہ اپنا بچاؤ کرنا چاہتی تھی۔ شیران کی تلاش اُس کی زندگی کا مقصد تھی اور اُسے یقین تھا کہ وہ اپنی ذہنی صلاحیتوں سے کام لے کر بالآخر شیران کو تلاش کر لے گی۔

وہ یہ بھی جانتی تھی کہ تنظیم شیران کی زندگی کی خواہاں ہے۔ ایڈنا ڈمپل کو اگر تنظیم کا ایک ادنا رُکن بھی پا جاتا تو اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا لیکن شیران کی زندگی ہر طرح محفوظ تھی کیونکہ خود ایڈنا ڈمپل نے شیران کے لیے ایک ایسا لائحہ عمل پیش کیا تھا جو تنظیم کے لیے بہت دلکش تھا۔

چنانچہ شیران محفوظ تھا۔ ایڈنا ڈمپل احمق عورت نہیں تھی۔ تنظیم کے بارے میں ہر پہلو سے جانتی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ اس وقت تک ہندوستان کے چپے چپے میں اُس کے بارے میں تفصیلات مہیّا کی جا چکی ہوں گی اور لاکھوں آدمی اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے، اور اب ایڈنا ڈمپل کو ان لاکھوں افراد کی نگاہوں سے محفوظ رہنا ہے اس کے لیے وہ اس اجنبی دیس میں اپنا مقام تلاش کرنا چاہتی تھی۔ جیپ میں تین جگہ رُک کر پیٹرول بھروایا جا چکا تھا اور ان علاقوں سے وہ اتنی دُور نکل جانا چاہتی تھی کہ جب اس کی تلاش شروع ہو تو کم از کم یہ تصور بھی نہ کیا جا سکے کہ وہ اتنی دُور نکل گئی ہو گی۔ ان علاقوں سے اتنے فاصلے پر نکل آنے کے بعد وہ کسی ایسی جگہ پناہ حاصل کرنا چاہتی تھی جہاں تک تنظیم کے کارکنوں کو پہنچتے ہُوئے وقت لگے۔

اسی لیے وہ اندھا دھند سفر کر رہی تھی۔ تین راتیں اور تین دن اُسے سفر کرتے ہُوئے گُزر چکے تھے۔ جیپ میں پیٹرول ڈلوایا جا رہا تھا۔ اُس نے ریزرو ڈبّے بھی اپنے ساتھ رکھے تھے اور یہ جو چوتھا دن تھا جب وہ ایک اچھے خاصے شہر میں داخل ہُوئی تین رات اور تین دن مسلسل ڈرائیونگ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی لیکن ایڈنا ڈمپل انسانوں سے ذرا مختلف چیز تھی۔ اس کا بُرا حال ہو گیا تھا۔ آنکھیں گہری سُرخ ہو گئی تھیں۔ اس سُرخی کو چھپانے کے لیے اُس نے سیاہ چشمہ لگا لیا تھا جو اس کے پاس موجود تھا۔ چوتھے دن اُس نے فیصلہ کیا کہ اب جیپ چھوڑ دی جائے اور سفر کے طریقۂ کار کو بدل دیا جائے۔ اس شہر کے بارے میں اسے کوئی علم نہیں تھا لیکن یہ اندازہ لگا چکی تھی کہ بڑا شہر ہے۔ کافی دُور تک پھیلا ہُوا ہے اور جدید تہذیب کا حامل ہے۔ بہرطور اس شہر میں اُسے اب ایک ہوٹل تلاش کرنا تھا۔

اس کے لیے اُس نے عقل سے کام لیا۔ ایک بھرے پُرے بازار میں اس نے ایک جگہ جیپ روک دی اور نیچے اُتر آئی۔ تھوڑی دُور تک پیدل چلتی رہی۔ ہر قدم ڈگمگا رہا تھا لیکن اُس نے اپنی مضبوط قوتِ ارادی سے سب کچھ سنبھال رکھا تھا۔ مقامی کرنسی اُس کے پاس موجود تھی۔ اس لیے وقتی طور پر کسی پریشانی کا کوئی احتمال نہیں تھا پھر اس نے ایک ٹیکسی روکی اور دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

"کہاں چلوں؟" ٹیکسی ڈرائیور نے اُسے غیر ملکی خدوخال کا حامل پا کر ٹوٹی پھُوٹی انگریزی میں کہا۔

"کسی بھی عمدہ سے ہوٹل میں، میں ہوٹل میں قیام کرنا چاہتی ہُوں۔" ڈمپل نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے اپنے مطلب کے مطابق اس کا مفہوم سمجھ لیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد اُس نے ٹیکسی ایک ہوٹل کے سامنے لے جا کر روک دی جس پر نیشنل ہوٹل کا نام لکھا ہُوا تھا۔

عمارت پانچ منزلہ تھی۔ ہوٹل صاف ستھرا معلوم ہوتا تھا لیکن اس وقت ان ساری چیزوں کو دیکھنے کی فرصت کسے تھی۔ ایڈنا ڈمپل نے ایک نوٹ نکال کر ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھا اور آگے بڑھ گئی۔

خود کو سنبھالنے کے لیے اُسے کافی جدوجہد کرنی پڑ رہی تھی۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح اُس نے ہوٹل میں ایک کمرہ حاصل کیا اور جب پورٹر نے دروازہ کھول کر اُسے کمرے میں داخل ہونے کے لیے کہا تو اُس نے اس طرح سکون کی گہری سانس لی جیسے اُسے کائنات کی تمام مسرتیں حاصل ہو گئی ہوں۔ سامنے لگا ہُوا بستر اس کی زندگی کے لیے ایک اہم حیثیت کا حامل تھا۔ بمشکل تمام اُس نے پورٹر سے کہا۔ "دیکھو مَیں آرام کروں گی جب تک مَیں خود کسی کو نہ بُلاؤں براہ کرم کوئی یہاں آ کر مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔" پورٹر نے ادب سے گردن جھُکا دی تھی پھر ایڈنا ڈمپل نے بمشکل تمام دروازہ بند کیا اور لڑکھڑاتے قدموں سے بستر پر پہنچ گئی۔ اُس نے جُوتے اُتار کر پھینکے اور اوندھے منہ بستر پر گر پڑی۔

لیٹنے کے بعد اُس کے بدن کی تمام تکالیف اُبھر آئی تھیں۔ آنکھیں نیند کے دباؤ سے ایک دُوسرے سے چپکی جا رہی تھیں لیکن لیٹ کر دماغ میں ایک عجیب سی سنسنی پیدا ہونے لگی۔ لہٰذا اُسے ایک خواہش ہُوئی کہ کم از کم سات آٹھ خواب آور گولیاں کھا کر فوری طور پر نیند حاصل کر لے۔ ہر احساس سے وہ چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن نیند فوراً آنے والی چیز نہیں تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھی کمرے سے نکلی باتھ رُوم میں گئی۔ شاور کھول کر سر اُس کے نیچے کر دیا اور اُس کے بال پانی سے بھیگنے لگے۔

سر پر کافی پانی گرانے کے بعد اُس نے بالوں کو جھٹک کر پیچھے کیا۔ شاور بند کیا اور باہر نکل آئی اور پھر اس طرح بھیگے سر کے ساتھ بستر میں گھُس گئی۔ اُسے اپنے حُلیے کا بھی کوئی اندازہ نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے اُسے نیند آئی تھی۔

طویل نیند کے بعد جب اُس کی آنکھ کھُلی تو ہوٹل کی کھڑکیوں سے شام کی کجلاہٹیں اندر جھانک رہی تھیں۔ چاروں طرف ویرانی پھیل رہی تھی۔ کاروں کے ہارن اور اُن کے انجنوں کی گڑگڑاہٹ ضرور اُبھر رہی تھی لیکن ذہن اب بھی شدید بھاری تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ صرف تھکن کے اثرات ہیں جو فوری طور پر زائل نہیں ہو سکتے تھے بلکہ اس کے لیے رات کی طویل نیند درکار تھی۔ پیٹ خالی تھا اور شدید بھُوک محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کراہتی ہُوئی اپنی جگہ سے اُٹھی اپنے حُلیے کو آئینے میں دیکھا اور مُسکرا دی۔ بھُتنی لگ رہی تھی پُوری۔ کیا سوچا ہو گا ہوٹل والوں نے۔ پھر دُوسرے لمحے وہ چونک پڑی۔ ہوٹل والوں نے جو کچھ بھی سوچا ہو گا اس کے بارے میں وہ اس کے حق میں بہتر نہیں تھا۔ اُسے اپنے آپ کو سنبھالنا تھا۔

چنانچہ وہ سیدھی باتھ رُوم میں داخل ہوگئی جو لباس اُس کے بدن پر موجود تھا اس کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی چیز نہیں تھی لیکن اب بہت کچھ کرنا تھا۔ اُس نے اپنے پاس موجود کرنسی دیکھی فی الحال اتنی تعداد میں تھی کہ اس کی ضروریات پُوری کر سکتی تھی لیکن اس کا حصول بھی ضروری ہے۔ ظاہر ہے وہ ایک عام آدمی کے انداز میں زندگی گزارنے کی عادی نہیں تھی۔ اُسے بہت سے لوازمات درکار تھے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ غسل کرنے کے بعد وہ باہر نکلی تو طبیعت میں کسی قدر ہلکے پن کا احساس ہوا۔ وہ لباس جو چار دِن سے اُس کا ساتھی تھا دوبارہ پہننا بڑا مشکل معلوم ہو رہا تھا لیکن اُس نے چاروناچار اُسے ہی پہن لیا اور پھر ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجادی۔

تھوڑی دیر کے بعد مُنہ پھیکی اشیاء کی ٹرے سجی ہوئی رکھی تھی۔ اور وہ جلدی جلدی اُن پر ہاتھ صاف کر رہی تھی پھر اُس نے ویٹر کو بُلا کر سب سے عُمدہ سگریٹ کا ایک پیکٹ لانے کو کہا اور ویٹر نے اس کے حکم کی بھی تعمیل کردی۔

پیٹ بھر چُکا تھا اور اب طبیعت میں کافی حد تک بشاشت محسوس ہو رہی تھی۔ سگریٹ کے گہرے گہرے کشوں نے اس کا ذہن کچھ اور صاف کردیا تھا۔ اُس نے پہلے سگریٹ کا ایک آخری کش لیا، اور باقی ماندہ ٹکڑے کو جُوتے سے مسل دیا۔ ہوٹل کی تیسری منزل پر کمرے کے آگے مختصر سی بالکونی سے اُس نے چالیس پینتالیس فٹ نیچے سڑک کو دیکھا جس پر سے کبھی کبھار کوئی پُرانے ماڈل کی کار دُھواں چھوڑتی گڑگڑاتی ہُوئی گزر جاتی تھی۔ پیدل چلنے والوں میں ہر طرح کے لوگ تھے۔

ہندوستان، ہندوستان ہے، مشرق مغرب سے اتنا ہی دُور ہے جتنا زمین آسمان سے لیکن یہ فرق فطری ہے۔ اُس نے دُوسری سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبائی اور ماچس سے اُسے سُلگانے لگی۔

دُوسری تیسری اور چوتھی سگریٹ نے اُس کے ذہن سے وہ افسردگی دُور کردی۔ اس ویرانی کا احساس صرف اس کے دل کے گوشے میں موجود تھا اور اُس کا ذہن اِن اثرات کا شکار تھا۔ وہ آہستہ سے مُسکرا دی۔

اس نے اپنے آپ کو آواز دی۔ ایڈنا ڈمپل۔ خود کو بھول رہی ہو۔ تنظیم سے منسلک رہ کر تم نے اپنی شخصیت کو کبھی غور سے نہیں دیکھا۔ بے شک تنظیم نے تمھیں ایک فولادی حیثیت بخش دی تھی لیکن وہ حیثیت تمھاری ملکیت ہے۔ تم نے اگر خود کو نہ بچایا تو تنظیم کے عتاب کا شکار ہو جاؤ گی کیونکہ تم تنظیم کی باغی اور اُس کی ایک اہم رُکن کی قاتل ہو اور پھر تمھیں اپنی زندگی کا وہ مقصد بھی حاصل کرنا ہے جس کے لیے تم ان دونوں جرائم کی مرتکب ہُوئی ہو۔ اگر ذہن و دل اور جسم پر یہ اضمحلال طاری رہا تو تم اسے صرف موت کا دُوسرا نام دے سکتی ہو اس لیے اپنے وجود میں واپس آجاؤ۔ اضمحلال کیا چیز ہے! تھکن کیا چیز ہوتی ہے! یہ سوچنا تمھارا کام نہیں ہے۔ تم صرف عمل ہی سے زندہ رہ سکتی ہو اور اب عمل کی اس دُنیا کی جدّوجہد بہت تیز ہوگئی ہے۔ اپنے آپ میں واپس آجاؤ، واپس آؤ ایڈنا ڈمپل، اور وہ ایک جُھرجُھری لے کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔

آدھ جَلی سگریٹ کو اُس نے بالکونی میں ڈال کر جُوتے سے مَسل دیا۔ اُس کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو گئے اور اس احساس نے ایک دَم ذِہن پر چھائی ہُوئی دُھند کو صاف کردیا۔

لباس۔ اُس کے ذِہن میں پہلا خیال آیا اور ایک بار پھر وہ بالکونی میں جا کھڑی ہُوئی۔ اُس نے نیچے چلتے پھرتے لوگوں کو دیکھا عجیب جُوں جُوں کا مربّہ شہر تھا۔ موٹر کاریں، بیل گاڑیوں کے راستے میں آنے کی وجہ سے رُکی کھڑی تھیں۔ گھوڑے سڑکوں پر گندگی پھیلاتے پھر رہے تھے۔ تانگوں کے لکڑی کے پہیّوں کی چرچراہٹ سماعت پر بُرا اثر ڈال رہی تھی۔

لیکن بہرطور یہی شہر اب اُس کی زندگی کے ضامن تھے اور اُسے اُنھیں کے درمیان اپنے آپ کو محفوظ کرنا تھا چنانچہ وہ چند لمحات کے بعد اپنے کپڑوں کی شکنوں کو درست کرتی ہُوئی باہر نکل آئی کمرے کا تالا لگایا اور چابی اُنگلی میں جُھلاتی ہُوئی نیچے کاؤنٹر پر پہنچ گئی۔

کاؤنٹر کلرک ایک مجہول سا آدمی تھا۔ اُسے دیکھ کر مستعد ہوگیا۔

"ہیلو!" وہ دلآویز انداز میں مُسکرائی اور کاؤنٹر کلرک کے ہونٹوں پر بھی مُسکراہٹ کی لکیر کِھنچ گئی۔ اُس نے خوش اخلاقی سے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔

"میرے لیے کوئی خدمت میڈم؟"

"ہاں ڈیئر۔ میں اس شہر میں اجنبی ہُوں کچھ شاپنگ کرنا چاہتی ہُوں۔ کیا تم میرے لیے ایک گائیڈ فراہم کر سکتے ہو۔"

"اوہ کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ یہ ہمارے فرض میں شامل ہے آپ کو بیس روپے فی گھنٹہ سے اُس کی ادائیگی کرنا ہوگی۔"

"اس کی تم فکر ہی نہ کرو۔" ایڈنا ڈمپل نے سو روپے کا نوٹ کھینچ کر کاؤنٹر کلرک کے سامنے رکھ دیا۔

"ابھی نہیں۔ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے بل میں شامل کر دیا جائے گا۔"

"نہیں ڈیئر جو چار جز ہوں وہ تم بل میں شامل کر دینا یہ صرف تمھارے تعاون کا انعام ہے۔" کاؤنٹر کلرک نے سو روپے کا نوٹ دیکھا پھر پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایڈنا ڈمپل کا دیا ہُوا نوٹ اُس نے اپنے لباس کے انتہائی اندرونی حصّوں میں چُھپا کر رکھ لیا پھر وہ کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر کسی طرف دوڑ گیا اور چند لمحات کے بعد جب واپس آیا تو قمیص اور پتلون میں ملبوس ایک نوجوان شخص اُس کے ساتھ تھا۔ نوجوان نے گردن جُھکائی اور شُستہ انگریزی میں کہنے لگا "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں میڈم؟"

"گڈ۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

"جی موہن۔"

"موہن۔ میں اپنے لیے شاپنگ کرنا چاہتی ہُوں لباس وغیرہ خریدنے ہیں اور دُوسرا ضروری سامان بھی کیا تم بازار تک میری رہنمائی کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں خاتون۔ میں حاضر ہُوں آئیے۔" موہن نے کہا اور ایڈنا ڈمپل اُس کے ساتھ چل پڑی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھے ہُوئے جا رہے تھے۔ راستے میں ایڈنا ڈمپل نے اس آدمی سے کوئی بات نہیں کی بس وہ سڑکوں پر نگاہیں دوڑاتی ہُوئی یہاں کے ماحول کا نظّارہ کر رہی تھی پھر ایک نسبتاً صاف ستھرے بازار میں ٹیکسی رُک گئی اور ایڈنا ڈمپل نے دُوسرا نوٹ نکال کر ڈرائیور کو دے دیا۔

"جی میرے پاس۔۔۔"

"کوئی بات نہیں میڈم۔ میں دیے دیتا ہُوں، آپ بعد میں مجھے واپس کر دیں۔" موہن نے کہا اور اپنی جیب سے ٹیکسی کا کرایہ نکال کر ڈرائیور کو دیا پھر ایڈنا ڈمپل کے ساتھ چل پڑا۔

اچھی خاصی دُکانیں تھیں۔ یہ غالباً یہاں کا سب سے شاندار بازار تھا۔ ایڈنا ڈمپل نے چند دُکانوں میں داخل ہو کر اپنے لیے ساڑھیاں خریدیں اور ایسے ہندوستانی لباس جنھیں وہ اپنی بالکونی سے دیکھ چکی تھی پھر کچھ اور لوازمات خریدنے کے بعد اُس نے اطمینان سے گردن ہلادی گویا اب وہ واپس جانا چاہتی تھی۔ وہ تمام چیزیں چمڑے کے ایک سُوٹ کیس میں رکھوا کر اُس نے موہن کے ہاتھ میں تھمائیں اور پھر وہ ٹیکسی سے ہوٹل واپس آگئے۔ ایڈنا ڈمپل نے سو روپے کا نوٹ موہن کے حوالے بھی کر دیا تھا۔ اُس نے نہایت اَدب سے گردن خم کی اور ایڈنا کا سامان اُس کے کمرے تک چھوڑ گیا۔ ایڈنا ڈمپل اندر آگئی۔ اُس نے مُسکراتی نگاہوں سے آئینے میں خود کو دیکھا اور پھر زندگی میں پہلی بار اُس نے ہندوستانی لباس یعنی ساڑھی استعمال کی۔

اُسے یہ لباس سب سے عُمدہ نظر آیا۔ چنانچہ اُس نے پُورے اہتمام کے ساتھ ساڑھی زیبِ تن کی۔ وہ اس لباس کو بنکاک میں بھی کافی دیکھ چُکی تھی اور اُسے اُس کے استعمال کا بھی سلیقہ تھا چنانچہ جب اُس نے ساڑھی زیبِ تن کی تو کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اس کے استعمال سے ناواقف ہے۔ آئینے میں اُس نے خود کو دیکھا اور نجانے کیوں اُس نے خود ہی اپنے آپ کو بہت دلآویز محسوس کیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ میچنگ کلر کی لپ اسٹک لگانے کے بعد اُس کا چہرہ بے حد حسین نظر آنے لگا تھا۔ لباس نے اُس کے حُسن میں چار چاند لگا دیے تھے اور اس کے بعد اُس نے ہوٹل کے کمرے میں محصور رہنا مناسب نہیں سمجھا اور دروازے کو تالا لگا کر نیچے ڈائننگ ہال میں آگئی۔

ڈائننگ ہال اب پُوری طرح بھر چُکا تھا۔ طرح طرح کے لوگ یہاں موجود تھے۔ ہوٹل معیاری ہی تھا، اس کا اندازہ ایڈنا ڈمپل پہلے ہی لگا چکی تھی۔ جب وہ دروازے سے اندر داخل ہُوئی تو ایک لمحے کے لیے کلیوں جیسی بھنبھناہٹ خاموش ہوگئی تقریباً تمام ہی نگاہیں اُس کے چہرے کی نگراں تھیں۔ لوگوں کے چہروں پر طرح طرح کے سوالات پڑھتی ہُوئی وہ آگے بڑھی۔ ایک ویٹر نے اس کی رہنمائی ایک خالی میز کی جانب کر دی اور وہ اپنی میز پر جا بیٹھی۔

"مینو!" ویٹر کے قریب آنے پر اُس نے آہستہ سے کہا اور ویٹر نے مینو لا کر اُس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہاں کون کون سے مشروبات کا رواج ہے لیکن مینو میں وہ تمام ہی چیزیں درج تھیں جو کسی اعلا پائے کے ہوٹل میں فراہم ہو سکتی تھیں۔

چنانچہ اُس نے ایک مشروب کا آرڈر دے دیا اور چند ہی منٹوں کے بعد مشروب کے برتن اُس کے سامنے سَرو کر دیے گئے۔

ایڈنا ڈمپل اب بھی محسوس کر رہی تھی کہ بے شمار نگاہیں اُس کی طرف ہیں۔ وہ ان نگاہوں کے مفہوم سے ناواقف نہیں تھی۔ ان نگاہوں میں کوئی خاص بات نہیں تھی بس ایک اچنبھا تھا۔ اُس کی پُرسحر شخصیت کا اعتراف تھا ان نگاہوں میں۔

ہندوستان کے بارے میں اس کی معلومات محدود نہیں تھیں۔ یہاں کے لوگوں کا طرزِ معاشرت رہن سہن اس کی نگاہوں میں تھا اور وہ ان کی بہت سی داستانیں سُن چکی تھی۔

یہاں رُومان تھا لیکن تہذیب کے لبادے میں لپٹی ہُوئی وہ بے حجابی اور بے شرمی نہیں تھی جو یُورپ کے شہروں میں پائی جاتی تھی اور یہ بات ایڈنا ڈمپل کو پسند تھی لیکن پھر پتہ نہیں کہاں سے ایک احمق اس کے نزدیک پہنچ ہی گیا یا تو یہ یورپ زدہ تھا یا پھر۔۔۔

ایڈنا ڈمپل نے نگاہیں اُٹھا کر اُسے دیکھا اور ایک لمحے کے لیے اُس کے ذہن کے کیمرے میں کِلک کی سی آواز ہُوئی۔ ایک تصویر اُس کی آنکھوں میں گھوم گئی۔ یہ خدوخال یہ چہرہ یہ قدوقامت۔ یہ شخص۔ یہ شخص کہیں محفوظ تھا۔ ہاں ذہن کے کسی خلیے میں محفوظ تھا۔

ایڈنا ڈمپل کی یادداشت بے پناہ شاندار تھی۔ وہ اتنی ہی خوناکوں مہوشوں کی مالک تھی کہ تنظیم نے اُسے وائٹ تھری کا عہدہ بخش دیا تھا۔ کوئی ہلکی سی تصویر بھی اگر اس کے ذہن کے کسی گوشے سے گزر جاتی تو پھر وہ اس کی یادداشت کے خانوں میں محفوظ رہتی تھی اور یہ شخص ایسی ہی شخصیت کا مالک تھا جس کی تصویر ایڈنا ڈمپل کے ذہن کے خانوں میں محفوظ تھی لیکن کب۔ کہاں۔ کیسے اُسے دیکھا ہے یا اُس سے ملاقات کی ہے اس کے بارے میں فوری طور پر ذہن نے کام نہیں کیا۔ وہ تو دوہری بلکہ بہت سی کیفیتوں کا شکار تھی۔ تب اس شخص نے میز پہ ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔ "اگر میں غلطی نہیں کر رہا میڈم تو آپ ہندوستانی لباس میں کوئی یورپین خاتون ہیں مگر انگلستان یا ہندوستان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔" ایڈنا ڈمپل نے ایک لمحے کے لیے سوچا اگر کوئی عام سا شخص ہوتا اور اُس سے اس وقت میل بیٹھنے کے لیے کوشش کرتا تو وہ بڑے اطمینان سے اُسے دھتکار کر بھگا سکتی تھی لیکن اس شخص کی تصویر ذہن میں کیوں ہے۔ اس ایک لمحاتی سوال نے اُسے محتاط کر دیا اور اُسے اپنے رویے میں تبدیلی کرنی پڑی۔

"...اپنی ہمہ دانی کا رعب ڈالنا چاہتے ہو تو کم از کم بیٹھ کر ڈالو۔" اُس نے اپنے آپ پر قابو رکھا تھا۔

نوجوان شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔ وہ تیکھے خدوخال کا مالک نیلی آنکھوں والا کوئی یورپین ہی تھا۔ بال اخروٹی رنگت کے تھے۔ لباس نہایت نفاست سے پہنے ہوئے تھا۔ ہاتھوں کی بناوٹ اس بات کا احساس دلاتی تھی کہ یہ ہاتھ انتہائی پھرتی سے اپنی کارگزاری پوری کر سکتے ہیں۔ لانبی لانبی انگلیاں تھیں جن میں سے دو میں انگشتریاں پڑی ہوئی تھیں اور ان انگشتریوں کے سرے پر جو نگینے جگمگا رہے تھے وہ بلاشبہ قیمتی ہیرے تھے۔ نوجوان نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھا اور اُس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"بڑی فراست ہے تم لوگوں کو اجنبی لوگوں کے بارے میں اندازے قائم کرنے کی۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"کون سے ملک سے آپ کا تعلق ہے خاتون؟"

"فضول باتوں سے گریز کرو، تمہیں اس ملک سے یقیناً کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔"

"آپ سے تو ہے۔" نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھ سے میری باتیں کرو۔"

"اس ہندوستانی لباس میں آپ بے حد حسین لگ رہی ہیں لیکن آپ اپنے خدوخال کی اجنبیت کو نہیں چھپا سکی ہیں۔"

"کیوں۔ کیا مقامی عورتوں میں یہ خدوخال نہیں پائے جاتے؟" ایڈنا ڈمپل نے سوال کیا۔

"پائے جاتے ہیں۔ بہت حسن بکھرا ہوا ہے یہاں پر لیکن اس حسن میں ایک گمبھیرتا ہے۔ ایک ٹھہراؤ ہے وہ تیز رفتاری نہیں ہے جو آپ کے چہرے کی رگوں کے دوڑتے ہوئے خون کی روانی میں ہے۔"

"خوب۔ خوب صورت الفاظ کا استعمال کر کے کچھ بھونڈی گفتگو کر رہے ہو۔ کیا نام ہے تمہارا؟" ایڈنا ڈمپل نے اپنا انداز برقرار رکھتے ہوئے کہا حالانکہ اس کا ذہن شدید وسوسوں کا شکار تھا۔ یہ جانی پہچانی شکل وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ سے بھی تعلق کی حامل ہو سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ نجانے کون کون اُس کی تلاش میں سرگرداں ہوگا۔ نجانے وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ نے کتنے افراد کو اُس کے پیچھے لگا رکھا ہوگا اگر یہ بھی انہیں میں سے کوئی ایک ہوا تو کیا ہوگا؟ لیکن یہ سارے احساسات اُس نے اپنے سینے میں محفوظ کر رکھے تھے اور اس شخص کے ساتھ بہتر انداز میں پیش آ رہی تھی۔ "آپ کی گفتگو میں ایک پُروقار تمکنت ہے اور مجھے ایسے لوگ بے حد پسند ہیں جو رکھ رکھاؤ رکھنے کے باوجود بااخلاق بھی ہوں۔"

"میں نے کہا نا اگر سادہ اور آسان الفاظ میں گفتگو کرو تو تمہاری مشکلات میں کچھ کمی ہو سکتی ہے۔" ایڈنا ڈمپل نے کہا۔

"اچھی بات ہے ہم سادہ سادہ الفاظ میں گفتگو کریں گے۔" نوجوان نے ہتھیار ڈال دیے۔

شیران وحشی بھیڑیے کی مانند ایڈنا ڈمپل کی تلاش میں سرگرداں تھا، اُس علاقے سے نکلنے کے بعد وہ بھی مسلسل سفر کر رہا تھا، یہ دوسری بات ہے کہ یہ سفر ایڈنا ڈمپل کی طرح کسی گاڑی میں نہیں کیا جا رہا تھا۔ بلکہ بیشتر حصہ اُس نے پیدل سفر کر کے طے کیا تھا پھر ایک بستی میں اُسے بس مل گئی تھی، پھر وہ اس بس کے ذریعے دوسری بستی میں پہنچ گیا لیکن ایڈنا ڈمپل کی تلاش کے سلسلے میں کوئی منصوبہ اُس کے ذہن میں نہیں تھا، مونی مارورین وہ پہلی عورت تھی جسے اُس نے پسند کیا تھا اور اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن اس تمام وقفے میں جب سے اُسے مونی مارورین کے قتل کی اطلاع ملی تھی، اُس کے ذہن میں مو مارورین کا عشق نہیں جاگا تھا، اُس کی موت کا افسوس ضرور تھا اور جب وہ سوچتا کہ اُس کی زندگی جو ایک ٹھہراؤ سے منسلک ہوتی جا رہی تھی بالآخر منتشر ہو گئی ہے، تو اُسے تھوڑا سا افسوس ضرور ہوتا تھا۔

اس تمام بھاگ دوڑ کا آج تک کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا تھا ما نے اُسے ایک حیثیت بخشی تھی۔ اگر چاہتا تو بنکاک ہی میں رہ کر اپنی اس حیثیت کے تحت ایک اعلیٰ زندگی گزار سکتا تھا لیکن اُس

ذہن میں قرار تھا ہی نہیں، وہ بھٹکتے رہنا چاہتا تھا، نئے نئے جہان دیکھنے کا شوق اُس کے خمیر میں رچا ہوا تھا، خاص طور سے اُس وقت سے جب وہ تاب زان سے نکلا تھا اور اُس کی زندگی ایسے حادثات سے دوچار ہو گئی تھی جو اُس کے لیے ناگزیر تھے، چنانچہ مونی مارورین کی موت سے زیادہ اُسے اس بات پر جھنجھلاہٹ تھی کہ ایڈنا ڈمپل نے اُسے دھوکہ دیا ہے۔

"یہ عورت شروع ہی سے دھوکہ باز تھی" ابلہ بن کر اُس نے شیران کو احمق بنایا، شیران اس بات کو نہیں بھولا تھا کہ وہ مونی مارورین کی قاتل بھی بن گئی، اور اس کے بعد یہ شیران کا عہد ہو گیا کہ وہ ایڈنا ڈمپل کو ہلاک کر دے گا، اُس سے انتقام لے گا، شدید ترین انتقام۔

اور اسی انتقام میں جھلستا ہوا وہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ایڈنا ڈمپل کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔

ایڈنا ڈمپل کی تلاش معمولی کام نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ چالاک عورت آسانی سے اُس کے ہاتھ نہیں آئے گی، لیکن بس جنون تھا وہ ہر عورت کو شک کی نگاہ سے دیکھتا، کئی بار اس سلسلے میں دلچسپ واقعات بھی پیش آ چکے تھے۔

ایڈنا ڈمپل کے قدوقامت کی کچھ عورتیں جو پردہ پوش تھیں اُس کی نگاہوں کا مرکز بن گئیں اور اُس نے اُس وقت تک اُن کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک کہ اُن کی شکلیں سامنے نہ آ گئیں۔ بعض جگہ تو اُسے ہنگاموں سے بھی دوچار ہونا پڑا تھا، لیکن شکر تھا کہ ان ہنگاموں میں کوئی اُس کے ہاتھوں ہلاک نہیں ہوا تھا۔

بہر طور صحرا گردی ہو رہی تھی، شہر شہر بھٹک رہا تھا، گاؤں دیہاتوں میں گھوم پھر رہا تھا، اُس کے پاس خرچ کے لیے زیادہ پیسے نہیں تھے، لیکن شیران جیسے آدمی کے لیے پیسوں کا حصول مشکل نہیں تھا، اُس نے کئی بار چھوٹی موٹی وارداتیں کیں اور لوگوں سے اُن کی رقمیں چھین لیں۔ یہ وہ رقومات ہوتی تھیں جو اُس کی نگاہوں کے سامنے آ جاتی تھیں۔ ابھی تک اُس نے زیادہ رقم حاصل کرنے کے لیے کوئی منصوبہ نہیں بنایا تھا۔ ذہنی انتشار کچھ کم ہوا تو ایک دن ایک بستی میں رک کر اُس نے اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں سوچا۔

مونی مارورین ختم ہو چکی تھی، ہیرن پورہ واپس جانا حماقت کی بات تھی، ظاہر ہے مونی مارورین کے علاوہ وہاں اُس کا اور تھا ہی کون! ایڈنا ڈمپل یقیناً ان علاقوں سے اتنی دور نکل آئی ہوگی کہ اُس کو تلاش کرنا ناممکن تھا۔ جن علاقوں میں اُس کے پائے جانے کے امکانات ہو سکتے تھے، شیران جانتا تھا کہ رانی ایراوتی کے آدمی ایڈنا ڈمپل کو تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے اور وہ اُسے آسانی سے نہیں چھوڑیں گے، لیکن اُن کے ہاتھ آنے سے پہلے وہ خود ایڈنا ڈمپل کو اپنے شکنجے میں جکڑ لینے کا خواہش مند تھا۔

اس بستی سے سفر کرنے کے بعد جب وہ ایک بھرے پُرے شہر میں پہنچا تو اُسے اندازہ ہو گیا کہ اس شہر میں زندگی گزارنا بے حد مشکل کام ہے۔ اس وقت تک جب تک اُس کے پاس مناسب رقم نہ ہو۔ شہر کافی بڑا تھا، اُس نے شہر کے بارے میں معلومات حاصل کیں، اُس کا نام وغیرہ معلوم کیا اور پھر اپنے ٹھہرنے کے لیے ایک جگہ منتخب کر لی، لیکن یہ جگہ کوئی مناسب جگہ نہیں تھی بلکہ ایک اُجاڑ سا علاقہ تھا، جہاں قدیم زمانے کے کچھ کھنڈرات بکھرے ہوئے تھے، شیران اب اس زندگی کا عادی نہیں رہا تھا۔ اُسے دنیا کے تعیشات سے پوری پوری واقفیت ہو گئی تھی وہ اپنے طور پر بہتر زندگی گزارنے کا طریقہ سیکھ چکا تھا۔ لیکن اس کے لیے یقیناً اُسے کچھ کرنا ہوگا، ایڈنا ڈمپل اگر یہاں موجود ہے تو کبھی نہ کبھی اُس سے آ ہی ٹکرائے گی، کوئی ایسی ترکیب کی جائے گی جس سے ایڈنا ڈمپل کا قرب حاصل کیا جا سکے یا پھر اگر ہو سکا تو ہیرن پورہ واپس جانے کے بعد یہ معلوم کیا جائے گا کہ کہیں کسی نے ایڈنا ڈمپل کو دیکھا تو نہیں؟

چنانچہ اب اُس کے ذہن میں صرف ایک خیال تھا اور وہ یہ کہ کہیں سے کوئی بڑی رقم حاصل کی جائے۔ اتفاق سے اُس وقت اس کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی اور وہ شدید بھوک محسوس کر رہا تھا، ان حالات میں اُس کے لیے اپنے آپ کو کنٹرول کرنا بے حد مشکل کام تھا۔ بھوک سے اُسے جتنا غصہ آتا تھا کسی اور چیز سے نہیں آتا تھا۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح پڑا رہا، بھوک رفع کرنے کا کوئی طریقہ اُس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا، اتفاق کی بات تھی کہ جس جگہ وہ موجود تھا وہاں لوگ بھی نہیں آ جا رہے تھے، ورنہ کسی نہ کسی کی شامت ضرور آ جاتی۔

بہر طور جب بھوک نے اُسے حد سے زیادہ بے چین کیا تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر چل پڑا، اب کھانا کھا لینا ضروری ہے، اُس نے سوچا۔

شہر میں داخل ہوا اور ایک سڑک سے گزر رہا تھا کہ اُسے ایک ریستوران کا بورڈ نظر آیا، شیران اطمینان سے ریستوران میں داخل ہو گیا تھا، وہ اپنی اُسی ہیئت میں تھا جس میں ہمیشہ رہتا تھا، ریستوران میں موجود لوگوں نے اُسے خوفزدہ نگاہوں سے دیکھا، لمبے چوڑے قدوقامت کا یہ خونخوار شکل کا مالک قبائلی ان لوگوں کے لیے باعث دلچسپی تھا، لیکن کسی نے کچھ نہیں کہا۔

ہوٹل زیادہ کشادہ نہیں تھا، میزوں پر کھانے چُنے ہوئے تھے،

لوگ کھانے پینے میں مصروف تھے، ایک طرف ایک کاؤنٹر کلرک بیٹھا ہوا تھا، جو اچھے خاصے تن و توش کا مالک تھا اور چہرے سے چاق و چوبند نظر آتا تھا۔ شیران نے ایک میز سنبھالی اور کرسی پر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد ویٹر اُس کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔

"کیا پیش کروں جناب؟" اُس نے ادب سے پوچھا۔

"کھانا لاؤ، کیا کیا کھانا ہے تمہارے پاس؟" اس نے بے ڈھنگے پن سے کہا اور ویٹر کھانوں کی تفصیل بتانے لگا۔

"جاؤ ان میں سے جو بھی چیزیں اچھی ہوں، وہ لے آؤ" شیران نے حکم دیا اور ویٹر نے تھوڑی دیر کے بعد اُس کے سامنے کئی چیزیں لا کر رکھ دیں۔ لوگ توجہ اور دلچسپی سے اس وحشی قبائلی کو کھاتے دیکھ رہے تھے۔ آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے، لیکن اونچی آواز میں کوئی نہیں بولا تھا، سب کے سب شریف لوگ معلوم ہوتے تھے۔

شیران اطمینان سے کھانا کھاتا رہا، شکم سیری اُس وقت سب سے بڑا مسئلہ تھا، چنانچہ وہ اسی میں مصروف رہا، اور تھوڑی دیر کے بعد وہ کھانے سے فارغ ہو گیا۔ ویٹر نے آکر برتن اُٹھائے اور شیران اُس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "چائے لاؤ۔" ویٹر گردن جھکا کر چلا گیا تھا۔۔ چائے پینے کے بعد وہ بالکل مطمئن اور مسرور ہو چکا تھا لیکن آنے والے وقت کا اب تک اُس نے کوئی تعین نہیں کیا تھا، ویٹر چائے کے برتن لے کر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک پلیٹ میں بل لے آیا۔

"یہ کیا ہے؟" شیران نے پُوچھا۔

"بل ہے صاحب، ستر روپے بارہ آنے" اُس نے جواب دیا۔

"لے جاؤ اسے اُٹھا کر، پیسے نہیں ہیں میرے پاس" شیران نے اُس سے کہا۔

"جی؟" ویٹر تعجب سے بولا۔

"جاؤ" شیران پلیٹ پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ اور لوگ ایک بار پھر چونک پڑے۔ کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا تنومند آدمی بھی چونک کر اسی طرف دیکھنے لگا تھا۔

ویٹر نے سہم کر پلیٹ اُٹھالی اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا پھر وہ اسی طرح پیچھے ہٹتا ہوا کاؤنٹر تک پہنچ گیا۔

"گھپلا سر" اُس نے کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ بل نہیں ادا کر رہا، کہتا ہے میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔"

"ہُوں، شکل ہی سے غنڈہ معلوم ہوتا ہے، لیکن میں اس کی غنڈہ گردی ابھی دو منٹ میں نکالے دیتا ہوں" کاؤنٹر کلرک نے کہا۔ اُسے اپنے تن و توش پر بھی بڑا ناز تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر شیران کے پاس پہنچ گیا، جو اب اپنا لباس سنبھال کر اُٹھنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔

"ہوٹل میں کھانا کھانے کے کچھ آداب ہوتے ہیں جناب!" کاؤنٹر کلرک نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا اور شیران نگاہیں اُٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں میں جانتا ہوں، لیکن اس وقت پیسے نہیں ہیں میرے پاس۔"

"تو پھر آپ تشریف کیوں لائے تھے یہاں؟"

"دیکھو فضول باتوں سے گریز ہی کرو، جاؤ میں تم سے کہہ چکا ہوں، پیسے نہیں ہیں۔ میرے پاس" شیران نے کہا۔

"جن لوگوں کے پاس پیسے نہیں ہوتے، اُن کے لیے ہم نے معقول انتظامات کیے ہوتے ہیں" کاؤنٹر کلرک نے کہا اور شیران جو ایک قدم آگے بڑھ گیا تھا، پلٹ کر اُسے گھورنے لگا۔

"کیا انتظامات کیے ہیں تم نے؟" اُس نے سوال کیا۔

"اُن کے کپڑے اُتار لیے جاتے ہیں" کاؤنٹر کلرک نے زہریلے انداز میں مُسکراتے ہوئے کہا۔

"ہُوں، تو تم میرے کپڑے اُتار و گے؟" اُس نے سوال کیا۔

"ہاں۔ ہر چند کہ یہ کپڑے ستر روپے بارہ آنے کے نہیں ہو سکتے، لیکن بہر طور اس لیے اُتارے جائیں گے تاکہ تمہیں یاد رہے اور تم آئندہ کسی بھی ہوٹل میں داخل ہونے سے پہلے اپنی جیبیں ٹٹول لیا کرو۔"

"مگر کون اُتارے گا میرے کپڑے؟" شیران نے پُوچھا۔

لوگ اس صورت حال کو محسوس کر چکے تھے۔ وہ کسی قدر اُلجھے اُلجھے سے نظر آ رہے تھے۔

"صرف میں ہی کافی ہُوں دوست، پتہ نہیں کون سے جنگل سے آئے ہو، چلو نکالو کیا ہے جیب میں؟" کاؤنٹر کلرک نے شیران کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا، لیکن بدنصیب کو صورت حال کا اندازہ نہیں تھا، کسی آدمی کو تو خوفزدہ کیا جا سکتا تھا، لیکن کسی جنگلی درندے کو نہیں، دُوسرے لمحے شیران نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُسے پیچھے کی جانب موڑنے لگا، پھر دُوسرے ہاتھ سے اُس کا گریبان پکڑ کر اُس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اُس کی پتلون کی بیلٹ پکڑ لی، آن کی آن میں کاؤنٹر کلرک شیران کے دونوں ہاتھوں میں بلند ہو گیا۔ شیران نے اُسے اُٹھا کر ایک میز پر دے مارا تھا کہ کاؤنٹر کلرک کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اُس کا سر پھٹ گیا اور وہ میز پر سے کھسکتا ہوا نیچے جا پڑا۔ لیکن شیران دونوں ہاتھ پھیلا کر اب بھی اُس کے انتظار میں کھڑا ہوا تھا کہ وہ پھر اس طرف آئے۔

لیکن کاؤنٹر کلرک کو ہوش ہی کہاں تھا، وہ تو بے ہوش ہو چکا تھا۔ بہت سی میزوں سے چیخیں بلند ہوئیں اور لوگ سہم سہم کر دروازوں کی جانب دوڑنے لگے، شیران نے اِدھر اُدھر دیکھا، وہ ویٹر جو پیسے مانگنے کے لیے آیا تھا ایک کونے میں سہما ہوا تھا شیران اُس کی طرف بڑھا تو ویٹر نے ایک طرف چھلانگ لگا دی اور چیختا ہوا اندر گھس گیا۔ شیران گردن جھٹک کر دروازے کی جانب چل پڑا تھا۔

اندر لوگ چیخ رہے تھے، پولیس پولیس پکار رہے تھے لیکن شیران کو ان آوازوں کی پرواہ نہیں تھی، وہ ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ باہر ٹریفک چل رہا تھا، لوگ آ جا رہے تھے، پھر چند لوگوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ شیران ایک لمحے کے لیے وہاں رُکا، وہ سوچتا تھا اگر پستول اُس کے پاس ہوتا تو ان لوگوں کو وہیں روکا جا سکتا تھا۔ لیکن اب ذرا احتیاط کرنی ہوگی، چنانچہ وہ پھرتی سے آگے بڑھا اور ایک گلی میں داخل ہو گیا، پتلی سی گلی ایک دُوسری سڑک پر نکلتی تھی، چند لمحات کے بعد وہ اُس سڑک پر آ گیا۔

پیچھے موجود لوگوں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔ چند افراد دوڑے چلے آ رہے تھے۔ شیران نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک موٹر سائیکل سوار اگنیشن میں چابی لگا رہا تھا، چنانچہ شیران اُس کے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے موٹر سائیکل سوار کے شانے پر ہاتھ رکھا اور وہ شیران کی طرف دیکھنے لگا۔

"ذرا نیچے آؤ" شیران آہستہ سے بولا اور موٹر سائیکل سوار، موٹر سائیکل سے نیچے اُتر آیا۔

"کیا بات ہے؟" اُس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا؛ لیکن دُوسرے لمحے شیران کا اُٹھا ہاتھ اُس کے گال پر پڑا اور وہ اُچھل کر دُور جا پڑا۔ شیران نے موٹر سائیکل پر سوار ہو کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور دُوسرے لمحے وہ برق رفتاری سے چل پڑا۔

دوڑنے والے گلی کے دُوسرے سرے تک پہنچ گئے تھے لیکن اب انھیں اس وحشی قبائلی کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آیا تھا۔

●

"میری شکل و صورت سے آپ اندازہ لگا چکی ہوں گی کہ میرا تعلق ہی اس ملک سے نہیں ہے۔ پردیس میں جب کوئی اپنا مل جاتا ہے تو اس سے زیادہ یگانگت محسوس ہوتی ہے۔"

"ہاں۔ اب تمہارے لہجے میں کچھ شائستگی آ گئی ہے۔ دراصل میں اس قسم کے رُومان پسند لوگوں کو پسند نہیں کرتی نہ ہی میری عمر اب اس منزل میں ہے جہاں رُومان پسند نوجوانوں کی پذیرائی کی جاتی ہے۔"

"مگر میرا خیال ہے آپ کی زیادہ عمر نہیں ہے۔"

"سنو۔ تمہارا نام جو کچھ بھی ہے میں ستائش کو بھی فراڈ تصور کرتی ہوں جو کچھ میں ہوں وہ میں جانتی ہوں چنانچہ تم اس راستے پر چل کر بھی مجھے متاثر نہیں کر سکتے۔"

"کمال ہے آپ یقین کریں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ کو متاثر کرنا نہیں چاہتا۔ ویسے آپ نے مجھ سے میرا نام نہیں پوچھا ابھی تک۔"

"چلو بتاؤ۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"مجھے۔ براؤن سن کہتے ہیں۔"

"گڈ۔ مجھے تم فلمینا کے نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔"

"بہت خوبصورت نام ہے آپ کا۔"

"پھر وہی احمقانہ بات۔"

"میڈم فلمینا، آخر میں کس وجہ سے تو آپ کے پاس آیا ہوں، کوئی تو محرک ہو گا اس بات کا کہ میں نے یہاں موجود لوگوں میں آپ کا انتخاب کیا۔ آپ کم از کم مجھے ان رسمی الفاظ سے تو نہ روکیں جو ایسے موقعوں پر ادا کیے جاتے ہیں۔"

"کیا پیو گے؟" ایڈنا ڈمپل نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی بھی مشروب لیکن ایک شرط کے ساتھ۔"

"شرط کیا؟"

"اس کا بل میں ادا کروں گا۔"

"ہُونہہ" ایڈنا ڈمپل نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور ویٹر کو اشارہ کر دیا۔ ویٹر کے نزدیک آنے پر اُس نے نوجوان کے لیے بھی وہی مشروب منگوا لیا تھا جو اپنے لیے طلب کیا تھا۔

"ہاں۔ تو مسٹر براؤن سن یہاں آپ کیسے نظر آ رہے ہیں؟"

"سیاح ہوں۔ بغرض سیاحت آیا تھا لیکن آپ یقین کریں میڈم فلمینا کہ ابھی تک یہاں کے لوگوں میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکا۔ دل چاہتا ہے کہ کچھ لوگوں سے دوستی کی جائے قرب حاصل کیا جائے اور اُن کا ساتھ کم از کم اتنا موقع فراہم کر دے کہ میں اپنی سیاحت کے اہم مقصد کو پاؤں لیکن ایک بھی آدمی ایسا نظر نہیں آیا جسے میں اپنا قرب بخشتا مجبوراً یہی سوچنا پڑا کہ یورپ، یورپ ہے۔"

"ہُوں۔ ٹھیک ہے میں بھی سیاح ہوں اور ہندوستان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ اِن علاقوں سے اتنی ناواقف ہوں کہ تم بھی شاید یقین نہ کرو کہ اس شہر کا نام بھی نہیں جانتی ہوں۔"

"ارے۔ کیا تازہ تازہ یہاں آئی ہیں؟" نوجوان نے پوچھا۔

"ہاں۔ بالکل تازہ تازہ" ڈمپل مُسکرائی۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ ہندوستان کے کون کون سے

شہر دیکھ لیے آپ نے ؟"

"میں نے کہا نا۔ چھوٹی چھوٹی بستیوں اور علاقوں سے گزرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہوں۔ یہ پہلی جگہ ہے جسے اس قدر بھرا پڑا پایا ہے۔ ورنہ یہاں کے شہر بے رونق بستیاں اُجاڑ اور مفلوک الحالی کا شکار ہیں۔" ایڈنا ڈمیل نے کہا۔

"آپ نے درست کہا میڈم فلمینا یہاں بے حد غربت ہے ہندوستان ان ممالک میں سے ہے جو اپنی آبادی کا بوجھ اٹھانے کے قابل ابھی تک نہیں ہو سکے ہیں۔"

"خیر یہ بات نہیں دُوسرے ممالک سے آنے والوں کو یہاں بہت کچھ ملا ہے۔"

"کبھی ملا تھا لیکن وہ اُسے اپنے ملکوں میں لے گئے۔" نوجوان نے بے ساختہ جواب دیا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے ہندوستان اتنا لُوٹا گیا ہے کہ اب اس کے پاس لُٹانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔" ایڈنا ڈمیل نے کہا۔

"نہیں میڈم فلمینا۔ میں آپ کی اس بات سے متفق نہیں ہوں۔ وسیع و عریض ہندوستان کے پاس اب بھی اتنا کچھ ہے جو کسی بھی دلچسپی کا باعث بن سکتا ہے۔" نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مثلاً مسٹر براؤن سن؟" ایڈنا ڈمیل نے بھویں اُٹھا کر پوچھا۔

"بہت کچھ۔ میں نے کہا نا۔ یہاں کے لوگ اب بھی دولت مند ہیں۔ خاص طور سے مذہبی معاملات پر تو وہ اتنا دل کھول کر خرچ کرتے ہیں کہ بعض اوقات حیرت ہوتی ہے۔"

"خیر مذہبی معاملات کی بات دُوسری ہے تمھیں سومنات تو یاد ہوگا جہاں سونے کا اتنا عظیم الشان بُت تھا کہ اس کے وزن کا صحیح اندازہ بھی نہیں کیا جا سکا۔"

"ہاں۔ میں اس سے واقف ہوں۔ ہندوستان کی تاریخ عجیب و غریب واقعات اور پُراسرار چیزوں سے بھری پڑی ہے۔ سومنات کے بُت کو محمود غزنوی اپنے ساتھ لے گیا تھا اور اُس نے شاید اس طرف کا رُخ نہیں کیا ورنہ وہ قیمتی مُورتی شاید اس سے محفوظ نہ رہ سکتی جو اب بھی یہاں موجود ہے اور بے حد قدیم سمجھی جاتی ہے۔"

"مورتی؟" ایڈنا ڈمیل نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں میڈم فلمینا اتنی قیمتی مورتی کہ آپ تصور بھی نہ کر سکیں۔ اگر ہم سونے کی اس مُورتی میں جڑے ہوئے ہیروں کی مالیت کا اندازہ لگائیں تو لاکھوں ڈالر تک پہنچتا ہے۔"

"اوہ۔ کیا ایسی کوئی مورتی یہاں موجود ہے۔" ایڈنا ڈمیل نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں موجود ہے اور ہر دیکھنے والے کو حسرت و یاس کا شکار بنا دیتی ہے۔" براؤن سن نے جواب دیا۔ ایڈنا ڈمیل گہری نگاہ سے اُسے دیکھ رہی تھی اور اپنے ذہن پر مسلسل زور ڈال رہی تھی کہ یہ شخص اُسے یاد کیوں نہیں آ جاتا۔ "کون ہے یہ؟" نوجوان براؤن سن کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر اُس نے محسوس کیا تھا لیکن اُس نے یہ خیال اپنے ذہن ہی میں رکھا اور اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ "کیا تم بھی اُسے دیکھ کر حیرت و یاس کا شکار ہوئے ہو؟" اُس نے سوال کیا۔

"میں نے کہا نا کہ کوئی بھی ایسی قیمتی چیزوں کو دیکھ کر یہ آرزو کر سکتا ہے کہ کاش وہ اس کی اپنی ملکیت ہوتیں۔"

"لیکن یہ بُری بات ہے دُوسروں کی قیمتی چیزوں پر نگاہ رکھنا کہاں کا انصاف ہے۔"

"میڈم۔ یہ بُرائی صدیوں سے ہوتی چلی آئی ہے۔ ہر شخص اپنے آپ کو سب سے برتر اور بلند دیکھنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ میں لاکھوں ڈالر کی مالیت کے اِن ہیروں کے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔ کئی بار اس مُورتی کو میں نے دیکھا ہے اور ہر بار میں نے سوچا ہے کہ کاش وہ میری اپنی ملکیت ہوتی۔"

"اوہ۔ اس طرح تو تمھارے خیالات مُجرمانہ ذہنیت کے حامل ہیں۔"

"خیر چھوڑیے بھی، میں کیا باتیں لے کر بیٹھ گیا۔ یہ سنائیے میڈم فلمینا کہ اب آپ کا ارادہ کیا ہے؟"

"کچھ نہیں کہہ سکتی۔ میں ذرا ایسی ہی لااُبالی فطرت کی مالک ہوں۔ یہیں اسی ہوٹل کے ایک کمرے میں مقیم ہوں جب تک دل چاہے گا یہاں رہوں گی اور جب یہاں سے طبیعت بیزار ہو جائے گی تو چلی جاؤں گی۔"

"کاش۔ ہم دونوں ساتھ ہی سیاحت کرتے۔" براؤن سن نے کہا۔

"نہیں مسٹر براؤن سن میں تنہا سیاحت کا لُطف حاصل کرنے کی خواہش مند ہوں۔ اِس لیے آپ سے معذرت چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔ میرا یہ مقصد نہیں تھا خاتون۔"

"چلو ٹھیک ہے اگر تمھارا مقصد یہ نہیں تھا تو میں تمھیں کم از کم مُجرم نہیں سمجھ سکتی۔" نوجوان خاموشی سے اُسے دیکھنے لگا تھا۔ ایڈنا ڈمیل نے اچھی طرح محسوس کیا تھا کہ اُس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک ہے۔ اس کے خدوخال میں ایک ایسی عیاری چھپی ہوئی ہے جسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اُس کے بارے میں اس شخص نے جو کچھ کہا تھا پتہ نہیں وہ حقیقت تھی یا

بہر طور کوئی حرج نہیں تھا۔ اگر وقتی طور پر تفریح کے لیے اُسے کسی ایسے آدمی کا ساتھ مل جائے جو مقامی نہیں ہے تو کوئی حرج نہیں تھا۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ اس کے ذہن کے خانوں میں اُس کی شکل کیوں موجود تھی۔ اِس سلسلے میں غور کیے بغیر چارۂ کار نہیں تھا۔ لیکن فی الوقت وہ غور و خوض کر کے اُسے مشکوک ہونے کا موقع نہیں دے سکتی تھی۔ اگر یہ شخص تنظیم کے اِن افراد میں سے ہے جو اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں تو پھر اُسے ٹھکانے لگانا ضروری ہوگا۔ چنانچہ ایڈنا ڈمیل نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ کا قیام کہاں ہے مسٹر؟"

"ہوٹل فراز ہے۔ فراز بھی یہاں کے اچھے ہوٹلوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس شہر میں کُل پانچ ہوٹل ہیں۔ یہ ہوٹل جو نیشنل کہلاتا ہے۔ یہ بھی یہاں کے اعلا پائے کے ہوٹلوں میں ہے اور فراز بھی اس کے معیار کا ہوٹل ہے باقی تین ہوٹل ذرا نچلی سطح کے ہیں۔"

"اس شہر کا نام کیا ہے؟" ایڈنا ڈمیل نے پوچھا۔

"کیا واقعی آپ کو اس کے بارے میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا؟"

"میں بے مقصد جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتی۔" ایڈنا ڈمیل نے کہا۔

"یہ رام نگر کے نام سے مشہور ہے۔"

"ہُوں۔ افسوس میں نے اس شہر کا نام نہیں سُنا کس نوعیت کا حامل ہے؟"

"بس چھوٹا سا صنعتی شہر ہے کچھ فیکٹریاں یہاں لگی ہوئی ہیں جن کی وجہ سے غیر ملکیوں کی بھی یہاں آمد و رفت رہتی ہے۔ باقی اس میں کوئی خُوبی نہیں ہے۔ سامنے اس مندر کے مِحبس میں ہیرے جڑی مُورتی موجود ہے۔"

"تم بار بار اس کا تذکرہ کر رہے ہو کیا تمھارے ذہن میں کوئی چور بیٹھا ہُوا ہے؟" ایڈنا ڈمیل نے مُسکراتے ہُوئے کہا اور براؤن سن بھی مُسکرا کر رہ گیا۔

"اس کا جواب میں آپ کو پھر کبھی دُوں گا بشرطیکہ آپ آئندہ بھی مجھے ملاقات کے مواقع فراہم کریں۔"

"کیوں نہیں۔ میں تمھیں بتا چکی ہُوں کہ میں اس ہوٹل کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں مقیم ہُوں، تم جب چاہو مجھ سے ملاقات کرنے آ سکتے ہو۔"

"کیا واقعی؟" براؤن سن نے خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں؟"

"تب تو مجھے بے پناہ مسرت ہوئی مس فلمینا یہ دُوسری بات ہے کہ آپ آئندہ سیاحت میں میرا ساتھ قبول نہ کریں لیکن کم از کم رام نگر کی حد تک تو ہماری آپ کی ملاقاتیں جاری رہیں گی۔"

"ہاں اور ہم میں سے کوئی اس بات پر زور نہیں دے گا کہ رام نگر سے نکلنے کے بعد بھی ہم لوگ ساتھ رہیں گے۔"

"چلیے۔ میرا وعدہ۔ اور یہ بھی نہیں پوچھیں گے ہم دونوں ایک دُوسرے سے کہ کون کب تک یہاں مقیم ہے بس کسی بھی دن جب دِل یہاں سے اُکتا جائے گا۔ خاموشی سے اپنی اپنی راہوں پر نکل جائیں گے۔"

"گڈ۔ آدمی سمجھدار معلوم ہوتے ہو۔" ایڈنا ڈمیل نے ہنستے ہُوئے کہا۔ رات کا کھانا اِن لوگوں نے ساتھ ہی کھایا پھر تقریباً ساڑھے گیارہ بجے جب ہوٹل کی رونق ختم ہو گئی تو وہ دونوں بھی اپنی جگہ سے اُٹھے۔ دونوں نے ایک دُوسرے سے مصافحہ کیا اور براؤن سن ہوٹل سے باہر نکل گیا۔ ایڈنا ڈمیل اُسے باہر تک چھوڑنے آئی تھی۔ براؤن سن نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر ہاتھ ہلایا اور اُس کے بعد ٹیکسی ایڈنا ڈمیل کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ ٹیکسی کے نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی ایڈنا ڈمیل کی پیشانی پر پھر لکیریں اُبھر آئی تھیں۔

کون ہے یہ۔۔ یہ یاد کیوں نہیں آتا۔ وہ اپنے کمرے میں آ گئی اور اُس نے بیٹھ کر اپنے مخصوص انداز میں غور کرنا شروع کر دیا۔ اگر یہ تنظیم کا کوئی رُکن ہے تو اِس کا مقصد ہے کہ ایڈنا پر تباہی نازل ہونے والی ہے کیوں نہ اِس سے پہلے ہی ہوٹل چھوڑ دیا جائے لیکن اگر تنظیم کا رُکن نہیں ہے تو کون ہے وہ۔ وہ اِس کی باتوں پر غور کرنے لگی براؤن سن۔ ہیروں جڑی مُورتی اور اُس کے دِل میں بیٹھا ہُوا چور۔ دفعتاً ایڈنا کا ذہن ایک دم صاف ہو گیا۔ اُس کے ذہن کی اسکرین پر ایک نام اُبھر آیا۔ ایک تصویر اُبھر آئی اور اُس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ بکھر گئی۔ "تو یہ بات ہے۔" اُس نے مسکراتے ہُوئے سوچا اب وہ کافی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ دیر تک وہ خیالات میں ڈوبی رہی۔ براؤن سن کے بارے میں یاد کرتی رہی اور اُس کی مُسکراہٹ گہری سے گہری ہوتی چلی گئی پھر اُس کے مُنہ سے آہستہ سے نکلا "اگر یہ بات ہے دوست تو تم میرے کام آ سکتے ہو بلکہ حیرت انگیز طور پر تم سے جو ملاقات ہُوئی ہے میرے لیے سُود مند ثابت ہو سکتی ہے۔" اُس نے اُٹھ کر رات کو سونے کا لباس نکالا اور اُسے پہن کر مسہری پر دراز ہو گئی۔ براؤن سن کے بارے میں وہ بہت گہرائی سے غور کر رہی تھی۔

وائٹ ہری ایٹ نے فوری طور پر اپنے ڈیپارٹمنٹ کے مخصوص لوگوں کو ہدایات جاری کیں۔ اِن ہدایات میں خاص طور سے کہا گیا تھا کہ بادشاہ خان کو ان تمام حالات سے رُوشناس کرا دیا جائے لیکن پہاڑی آپریشن کی کوئی تفصیل اس کے علم میں نہیں آنی چاہیے۔ ان لوگوں سے اِس کا کوئی رابطہ قائم نہیں ہونا چاہیے جو پہاڑی آپریشن پر کام کر رہے تھے۔

بالکل یہی ہدایات نعمان کے بارے میں کی گئی تھیں۔

چنانچہ مائی تھری ٹو کے عہدے کا چارج لیتے ہوئے بادشاہ خان کو اس آپریشن کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ لیکن اِن علاقوں میں تنظیم جو کچھ کر رہی تھی وہ بھی بادشاہ خان کے لیے انتہائی حیرت خیز تھا۔ ایشیا کے مختلف علاقوں ملکوں اور شہروں میں تنظیم نہایت خفیہ منصوبے رکھتی تھی اور ان پر کام ہو رہا تھا۔ اتنی گہرائی میں آنے کے بعد بادشاہ خان کو اس کا علم ہوا تھا کہ تنظیم مشینی انداز میں کام کر رہی ہے۔ یہ لوگ ساری دُنیا میں کسی سے دلچسپی نہیں رکھتے سوائے اُنھیں اپنے مفادات عزیز ہیں۔ اِس احساس نے بادشاہ خان کو ایک لمحے کے لیے متاثر ضرور کیا تھا لیکن اس کی اپنی فطرت نے قصداً اس نئے کام کو قبول کر لیا تھا۔ سچ ہے اپنا مفاد ابتدائی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بعد دُوسرے لوگ آتے ہیں۔ یہ ملکوں کی پالیسیاں تھیں ایک دن میں نہیں بنائی گئی تھیں۔ یہ تنظیم دُوسری جنگِ عظیم کے درمیان ہی تشکیل ہوئی تھی اور اُس نے جنگ میں جاپانی مدافعت اور اس کے اطراف کے علاقوں میں جاپانی دفاع پر ریسرچ کی تھی اور یہ اندازہ قائم کیا تھا کہ جنگ کے خاتمے کے بعد ایشیا کے حالات کیا ہوں گے۔ کون کون سے ممالک طاقت پکڑ سکتے ہیں۔ کون سے تباہ ہو جائیں گے۔ تنظیم کی نگاہ خاص طور سے چین پر تھی اور چین کا نام ہر فائل میں سُرخ نشان کے ساتھ درج تھا۔

کاغذات کے مطالعے سے بادشاہ خان کو یہ بھی علم ہُوا تھا کہ ایشیا کے بے شمار ممالک کے اہم ترین واقعات کے پسِ پردہ اسی تنظیم کے وسیع ہاتھ کام کر رہے تھے۔

بہرحال یہ بہت بڑا اعزاز تھا اُس کے لیے اور اس بلند پیمانے پر کام کرتے ہوئے وہ بڑی خوشگوار کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ اب وہ اپنے ساتھیوں سے بہت بلند تھا اگر وہ اسمگلنگ کا کاروبار بھی جاری رکھے تو اچھے ان خود غرض ساتھیوں کو اُنھیں کے مُلک میں تباہ کر سکتا تھا، بہت سے منصوبے اُس کے بدن کے جوان دماغ میں پرورش پا رہے تھے لیکن ان کی تکمیل کے لیے وقت درکار تھا۔ پہلے خود کو اس منصب کا اہل ثابت کرنے کے لیے بہت کچھ کرنا تھا۔

دُوسری طرف نعمان خان بھی بہت سی حقیقتوں سے رُوشناس ہو رہا تھا۔ اُسے بنکاک ہی میں ایک تربیتی مرکز میں تربیت دی جا رہی تھی۔ یہ تربیت ہندوستان اور اُس کے نواح میں اس مُلک کی سیاسی پالیسیوں سے واقفیت سے تعلق رکھتی تھی تاکہ جب وہ اپنا منصب سنبھالے تو وہاں اجنبی تصوّر نہ کیا جائے۔

نعمان خان حیران تھا اُس پر ایسے ایسے انکشافات ہو رہے تھے جن کا وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بہت سے ایسے معاملات تھے جنھیں اس کا ذہن قبول نہیں کرتا تھا لیکن اُسے اس عظیم الشان عہدے کا بھی احساس تھا جس کی وجہ سے اس کی حیثیت بین الاقوامی ہو گئی تھی اور بہت سے ممالک کے سربراہان سے زیادہ اُسے فوقیت حاصل ہو گئی تھی۔ بعض اوقات اُسے اِن تمام باتوں پر یقین نہیں آتا تھا لیکن سب کی سب حقیقت پر مبنی تھیں۔

تربیت کا چھ ہفتوں کا کورس پُورا ہُوا تو اُس کا ایک امتحان لیا گیا جس میں اُسے کامیاب قرار دیا گیا۔ تب اُسے ہندوستان روانہ ہونے کی ہدایت کر دی گئی۔

بادشاہ خان سے الوداعی ملاقات ہُوئی تو اُس نے کہا، "اگر آپ اجازت دیں خان بابا تو مَیں اپنے بھائیوں کو ساتھ لے جاؤں؟"

"سب کو؟" بادشاہ خان نے پُوچھا۔

"ہندوستان دُور نہیں ہے۔ ہم نے اپنے شانوں پر سارے بوجھ سنبھال کر ان بچّوں کو پُرسکون زندگی دی ہے۔ بغرضِ سیاحت اِن میں سے جس کو چاہو لے جاؤ۔ یہ لوگ آتے جاتے رہیں گے۔"

"تب میں فی الحال رزاق خان کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ میرے اُوپر اس سلسلے میں کوئی پابندی تو نہیں ہوگی؟"

"قطعی نہیں۔ تمھیں وہاں مکمل آزادی حاصل ہوگی۔"

"تب پھر شاید آپ سے دوبارہ ملاقات نہ ہو۔ میں کسی بھی وقت روانہ ہو سکتا ہوں۔"

"تمھیں ہدایت مل گئی ہے؟"

"ہاں مائی تھری ایٹ نے مجھے مبارکباد دیتے ہوئے کہا تھا کہ مَیں نے ابتدائی تربیت کامیابی سے پُوری کر لی ہے اور اب مَیں جا کر اپنا عہدہ سنبھال سکتا ہوں۔"

"دُوسری مبارکباد میری طرف سے قبول کرو۔" بادشاہ خان نے کہا اور نعمان خان کی پیشانی کو بوسہ دے کر بولا، "تمھارا نیا مشن پہلے سے کہیں زیادہ مشکل اور اہم ہے نعمان خان خاص طور سے اس لیے کہ تم دو خطرناک افراد کے خلاف کام کرنے جا رہے ہو۔ سائیرنا سانپ سے زیادہ خطرناک عورت ہے اس سے ہوشیار رہنا اور شیران کے بارے میں تمھیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مَیں جانتا ہُوں خان بابا۔"

"جوش کے عالم میں تنظیم کی ہدایات مت بھُول جانا۔"

"مَیں خیال رکھوں گا۔"

"تب خدا حافظ!" بادشاہ خان نے اُسے سینے سے لگا کر کہا۔

نعمان خان وہاں سے چلا آیا۔ اس کے بھائی درحقیقت عیش کر رہے تھے۔ وہ شاندار زندگی گزار رہے تھے۔ نعمان خان نے اُن کے لیے

"کچھ تجاویز ہیں غور کریں۔"

"ضرور مجھے خوشی ہوگی۔"

"وہ نقشے کہاں ہیں جہاں یہ لوگ ہوائی اڈّے تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ ویسے اس بات سے ہمیں یہ اندازہ ضرور ہو گیا ہے کہ فضائی استحکام کے بغیر وہ کوئی کارروائی کرنے سے دریغ کریں گے۔"

"ہاں یقیناً!" مارلینو نے جواب دیا۔

"گویا ہمارے پاس وقت ہے مسٹر مارلینو۔ آپ نے بادشاہ خان سے کہا تھا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ تنظیم کے کون کون سے پوشیدہ جاسوس یہاں موجود ہیں۔ مجھے اس بات سے اتفاق ہے لاکھ اعتماد کے باوجود آپ پر بھی خفیہ نگاہ ضرور رکھی جا رہی ہوگی۔ مَیں نے محسوس کیا ہے کہ آپ اِن لوگوں کی طرف زیادہ توجّہ نہیں دے رہے ان معاملات میں کوئی سرگرمی نہیں دکھا رہے۔ آپ کے معلوماتی ذرائع بھی مناسب طور پر کام نہیں کر رہے اور ہمارے کی نئی کیفیت سے آپ بالکل ناواقف تھے۔ مَیں چاہتا ہُوں مسٹر مارلینو کہ میرے کام کا فوراً آغاز ہو جائے۔ اس کی ابتدا فرازنہ سے ہو۔ اِن لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے جو بادشاہ خان کے ہمنوا ہیں۔ ایک اجتماع کا انتظام کیا جائے جو فرازنہ میں ہو، اور اس میں قبائل کی جیری تنظیم کا اعلان کر دیا جائے لیکن جو سردار قابلِ اعتماد ہوں۔۔۔ اُنھیں بادشاہ خان سے خفیہ طور پر بلایا جائے تاکہ وہ اُنھیں صحیح صورتِ حال سمجھا دے۔ ہوائی اڈّوں کی تعمیر میں سرگرمی سے حصّہ لیا جائے اور یہاں پُوری توجّہ سے کام شروع کرا دیا جائے۔ یہ ہوائی اڈّے ہمارے ملک کی ائیر فورس کے کام آئیں گے مسٹر مارلینو۔ ایک خفیہ مشن اِن تمام کاموں سے پہلے دارالحکومت بھیج دیا جائے جو نعمان خان کے ساتھ وہاں کام کرے اور اس کا ہم لوگوں سے مستقل رابطہ رہے۔ مَیں ان کی ناک کا بال بننا چاہتا ہوں مسٹر مارلینو کیونکہ بات کسی چھوٹی سی ریاست کی نہیں ہے۔"

مارلینو حیرت سے آنکھیں پھاڑے عدنان کو دیکھ رہا تھا پھر اُس کے مُنہ سے نکلا، "سرعاشی نے تجھے کیا بتایا ہے عدنان؟"

"نہیں مسٹر مارلینو۔ یہ میرے باپ کی سرزمین ہے۔ یہ میرے دادا کی سرزمین ہے۔ میرا ہر عضو حرکت اسی کے ذرّات سمیٹے ہوئے ہے۔ میرا خیال ہے یہ، پرورش اسی دن کے لیے ہُوئی تھی۔"

مارلینو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس نے کہا، "اور میری زندگی بھی شاید اسی دن کے لیے بچی تھی عدنان۔ میرا جو کچھ ہے اب تمھارے لیے ہے میرے بچّے۔ مَیں اس بات پر خوش ہُوں کہ تم اپنے باپ کی طرح دلیر اور اُس سے کہیں زیادہ زیرک ہو۔ مجھے بتاؤ مَیں کیا کروں؟"

"فرازنہ میں میری سرداری کے اعلان کی تیاریاں جو خاصی ہنگامی ہوں گی۔"

"مَیں کام کا آغاز کرتا ہُوں۔" مارلینو نے کہا۔ اُس کی آنکھیں مسرّت سے چمک رہی تھیں۔

⚓

شیران پیدل سفر کرتا ہُوا فرازنہ میں داخل ہُوا تھا غصّے کی شدّت سے اُس کا بُرا حال تھا۔ بادشاہ خان سے اُسے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ وہ تو اس نوجوان کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا جس نے بادشاہ خان کو اس کے چنگل سے بچایا تھا۔ اس کا ایک ایک نقش شیران کے دِل پر کچوکے لگا رہا تھا۔ بڑی مشکل سے اُس نے ان کا کھوج لگایا تھا۔

فرازنہ میں اُس نے سب پہلے انسان کو دیکھا وہ سلال خان تھا۔ بُوڑھا سلال خان سینہ تانے کھڑا آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ شیران کے قدموں کی چاپ پر بھی وہ نہیں چونکا۔ بھوک پیاس نے شیران کو نیم جاں کر رکھا تھا۔ جب سلال خان اس کی طرف متوجّہ نہ ہُوا تو وہ جھنجلا کر آگے بڑھا۔

"بڑھاپے نے تم سے سماعت اور بصیرت چھین لی ہے کیا؟" اُس نے غرّاتی ہُوئی آواز میں کہا۔

"آسمانوں کی آواز زمین کی ہر آواز سے زیادہ بلند ہوتی ہے۔ میرے کان آسمانی آوازیں سُن رہے ہیں۔ سُنو کیا دلفریب آوازیں ہیں۔ آہ اتنی کمی نہیں ہیں جو پہلے نہ سُنی ہوں اب ہیں۔"

"زہرہ بائی اپنا لے والی گا رہی ہوگی مگر بڑے میاں آسمان سے نیچے اُتر آؤ ورنہ مَیں تمھیں اُوپر پہنچا دوں گا۔" شیران نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"گُڑ کھایا ہے کبھی۔ نہیں کھایا۔ ہائے کمبخت گُڑ نے بھی شیرینی تو نہیں چکھی۔ دِل میں مٹھاس پیدا ہوتی۔"

"گُڑ؟" شیران نے تعجّب سے کہا۔ "کھسکے ہُوئے معلوم ہوتے ہو۔"

"یہی تو کمی ہے اس دُنیا میں۔ خود کھسک رہی ہے آہستہ آہستہ ہولے ہولے۔ تباہی کی طرف، بربادی کی طرف کچھ بتاؤ تو کیا کہتی ہے کھسکے ہُوئے لگتے ہو۔" سلال خان بولا۔

"مَیں بھُوکا ہُوں۔" شیران حلق پھاڑ کر چیخا۔

"پیاسے بھی ہو۔ چاہتوں کے۔ دوستوں کے۔ آج سوچا ہے تم نے آج پر کہاں ہے خود کو؟"

"مارے جاؤ گے میرے ہاتھ سے۔ کچھ کھانے کا بندوبست کرو اس کے بعد جتنی دِل چاہے بکواس کر لینا۔" شیران زچ ہو کر بولا۔

"گڑ کھاؤ گے؟ فقیر کی جھولی میں اس کے سوا کیا مل سکتا ہے۔"
سلال خان نے گڑ کا بڑا سا ٹکڑا نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"لعنت ہے تم پر سلاو۔ آج یہی سہی۔" شیران نے گڑ لے لیا اور اُسے کھانے لگا۔

"نئی چیز ہے نا۔ ہاہاہا۔ ایک گدھا انسان بنا۔ ایک جانور آدمی بن گیا۔ پانی لاتا ہوں تمھارے لیے۔" سلال خان قلابازیں بھرتا ہوا ایک طرف دوڑ گیا۔

بھوک اتنی ہی شدید تھی کہ شیران سارا گڑ کھا گیا۔ اتنی دیر میں سلال خان ایک آبخورے میں پانی لے آیا تھا۔ شیران نے پانی پیا اور پھر سلال خان کو دیکھنے لگا۔

"یہ فرانہ ہے؟"

"مخلوق کی آبادی ہے۔ جو نام چاہے دے لو۔ کمزور بستے ہیں یہاں۔"

"تمھاری ہر بات ٹیڑھی ہے۔ سردار کا محل کہاں ہے؟"

"آسمانوں پر۔ اس جگہ جہاں قوتِ تخیل ختم ہو جاتی ہے، بات وہاں تک پہنچ جائے تو ولی ہو۔ درویش ہو۔ نبی ہو۔ واہ بھی واہ۔ واہ بھی واہ۔" سلال خان ناچتا ہوا چٹکیاں بجاتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا۔ شیران گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا۔

شام جھک آئی تھی۔ بادلوں کی کیفیت بتاتی تھی کہ برفباری ہو گی۔ اندازہ غلط نہیں رہا۔ کچھ دیر کے بعد روئی کے گالے آسمان سے ٹپکنے لگے۔ شیران نے ایک درخت کے نیچے پناہ لی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ وہ لوگ اسی طرف آئے ہیں۔ جس نوجوان نے اُسے شکست دے کر بادشاہ خان کو اُس کے چنگل سے چھڑایا تھا اُسے اُس نے دوبارہ دیکھ لیا تھا۔ وہ اس شکست کے بعد فوراً ہی ان کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا تھا۔ بہت تلاش کیا اُس نے اُنھیں لیکن کوئی پتا نہ چل سکا تھا۔ پھر اس وقت وہ اُسے نظر آئے جب وہ ایک ویگن کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اتنا فاصلہ تھا اُن کا شیران سے کہ اس کی آواز بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ویگن چل پڑی اور وہ اس کی سمت کا اندازہ لگاتا رہا پھر اس طرف چل پڑا۔ فاصلہ طویل تھا لیکن وہ کسی نہ کسی طرح سے نشانات تلاش کرتا ہوا بالآخر فرانہ آ گیا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ لوگ یہیں آئے ہیں۔ اُس نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ فرانہ فیروز خان کی ملکیت ہے۔ بادشاہ خان کے بھائی کی اور وہ نوجوان انھی لوگوں سے کوئی تعلق رکھتا ہو گا۔ اس طرح اُس کے دل میں نفرت کی آگ اور بھڑک اٹھی۔

لیکن اب وہ احمق شیران نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ شیر کی کچھار میں اندھوں کی طرح گھس جانے کا کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے عقل سے کام لینا ہو گا۔ چنانچہ وہ بیل کی طرح فرانہ میں نہیں گھس گیا تھا، بلکہ ہوشیاری سے آیا تھا۔ برفباری تیز ہوتی جا رہی تھی اور شیران محسوس کر رہا تھا کہ اس برفباری نے جہاں اُس کے کام میں کچھ آسانیاں پیدا کر دی ہیں وہیں کچھ مشکلات بھی، مشکلات یہ ہیں کہ برفباری میں لوگ عموماً گھروں میں رہنا پسند کرتے ہیں اور اس وقت فیروز خان کے محل میں داخل ہونا خطرناک ہو سکتا تھا۔

آسانی یہ ہو گئی تھی کہ سڑکوں اور گلیوں پر زیادہ آمد و رفت نہیں رہی تھی اور اس کی وجہ سے چھپتا چھپاتا فرانہ کے محل کی جانب سفر کر سکتا تھا۔ کافی دیر تک وہ درخت کے نیچے کھڑا رہا اور جب علاقے سنسان ہو گئے اور تاریکی چاروں طرف پھیل گئی تو وہاں سے نکل کر برفباری ہی میں فرانہ کے محل کی جانب چل پڑا۔

زندگی میں صرف ایک بار اُس نے محل کا رُخ کیا تھا صرف اس وقت جب اُس نے فیروز خان کی بیٹیوں کو یہاں سے اغوا کیا تھا کچھ اور دوست بھی اس کے ساتھ تھے جو فرانہ سے واقفیت رکھتے تھے۔ اس وقت شیران نے ان راستوں پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی اسی لیے آج اُسے فرانہ کا محل تلاش کرنے میں کافی دِقت پیش آئی تاہم وہ واحد عمارت تھی جو پورے فرانہ میں سب سے شاندار اور پُرشکوہ تھی۔

بالآخر وہ محل کے عظیم الشان دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ بڑی تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ وہاں عمارت ایک جدید شکل اختیار کر چکی تھی۔ اس کے گرد موجود احاطہ خاصا بلند ہو گیا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ دروازے پر تیز روشنی تھی اور بے شمار مسلح افراد یہاں گشت کر رہے تھے۔ شیران ان کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اُس نے عمارت کے عقبی حصّوں کو آزمانے کا فیصلہ کر لیا اور رات کی تاریکی میں کسی پُراسرار وجود کی مانند آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا وہ ایک ایک چپّے کا جائزہ لے رہا تھا۔

بالآخر اُسے ایک ایسی جگہ نظر آ گئی جہاں سے وہ اپنا کام کر سکتا تھا۔ چہار دیواری سے تقریباً چھ فٹ کے فاصلے پر ایک بڑا تناور درخت تھا جس کی شاخیں چہار دیواری سے اندر کی جانب چلی گئی تھیں۔ گشت کرنے والے پہرے دار اس طرف سے بھی گزرتے تھے لیکن ان کی نگاہوں سے محفوظ رہنا کوئی مشکل بات نہیں تھی۔

شیران اس شاخ کے ذریعے چہار دیواری تک پہنچ سکتا تھا۔ شاخ چہار دیواری کے اُوپر رکھی ہوئی تھی چنانچہ وہاں تک پہنچ کر اندر کا جائزہ لینا شیران جیسے آدمی کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اُس نے پھرتی سے درخت کے تنے کے قریب پہنچ کر جوتے اُتارے اور اُنھیں اپنی جیبوں میں ٹھونس کر درخت پر چڑھنے لگا۔

یہ کام اس کے لیے مشکل نہیں تھا چند ہی لمحات کے بعد وہ درخت کی شاخوں پر پہنچ گیا۔ درخت اتنا گھنا تھا کہ وہ اگر چاہتا تو اطمینان سے یہاں رات گزار سکتا تھا۔

لیکن شیران کے لیے یہاں رُکنا مناسب نہیں تھا وہ ابھی اور اسی وقت اندر کا جائزہ لے لینا چاہتا تھا چنانچہ آہستہ آہستہ وہ اس چوڑی شاخ پر چلتا ہوا بالآخر اُس کے سرے پر پہنچ گیا۔ یہی سرا عمارت کی چہار دیواری پر رکھا ہوا تھا۔

دُوسری جانب باغ پھیلا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت اور کشادہ لان جس کے اختتام کے بعد عمارت کا بغلی حصّہ نظر آتا تھا۔ لیکن عمارت کے اندر اتنے افراد موجود تھے کہ شیران کو خدشہ ہوا کہ اگر وہ نیچے اُترا تو رات کی تاریکی میں اُس کے بارے میں جان لیا جائے گا اور پھر ان لوگوں سے اس کا بچنا مشکل ہو جائے گا۔

کافی دیر تک سوچتا رہا پھر اُس نے یہی فیصلہ کیا کہ تھوڑا سا وقت لگے تو لگ جائے لیکن بہتر یہ ہے کہ عمارت کا اچھی طرح جائزہ لے لیا جائے۔

تقریباً دو گھنٹے وہ اسی طرح شاخ پر بیٹھا عمارت کے اندر موجود لوگوں کی نقل و حرکت دیکھتا رہا۔ یہاں گاڑیاں بھی تھیں اور کافی لوگ تھے یہ سب کے سب ملازم پیشہ معلوم ہوتے تھے لیکن خاص قسم کی وردی میں ملبوس اور پوری طرح مسلح۔

اتنا زبردست پہرہ شیران کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ویسے بھی کسی پہاڑی سردار کی قیام گاہ پر اتنے زبردست پہرے کا مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

تاہم اُس نے غور و خوض میں دماغ کھپانا مناسب نہیں سمجھا یہ فیصلہ کرنے میں اُسے کوئی دِقت نہیں ہوئی تھی کہ اس وقت عمارت کے اندر اُترنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ کوئی کام نہیں ہو سکتا چنانچہ بہتر یہی ہے کہ وقت کا انتظار کیا جائے۔ اور یہ درخت ایک بہترین پناہ گاہ ثابت ہو سکتا تھا اس سلسلے میں۔

لیکن اس سے پہلے کچھ اور کارروائیاں بھی ضروری تھیں مثلاً پیٹ کا انتظام۔ ایک بار پھر اُسے درخت سے نیچے اُترنا پڑا اور اس کے بعد وہ چوروں ہی کی مانند بستی کی جانب چل پڑا۔

بستی میں بہت سی دُکانیں اب بھی کھلی ہوئی تھیں لیکن وہ ان سے بچتا ہوا ایک ایسی دُکان کے پاس پہنچ گیا جو حلوائی کی دُکان تھی۔ شیران نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ اُسے روک کر اُس سے خوراک طلب کرے، لیکن پھر وہی مسئلہ سامنے آ گیا اگر اُس نے ایسا کیا تو کسی ایسے آدمی کی فرانہ میں موجودگی کا راز کھل جائے گا جو جارحیت کر سکتا ہے۔

چنانچہ اُس نے صبر و سکون سے کام لیا اور ایک جگہ پوشیدہ ہو گیا۔ حلوائی دُکان کو آخری تالا لگانے کے بعد وہاں سے چل پڑا اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو شیران اِدھر اُدھر دیکھ کر دُکان کے قریب پہنچ گیا۔

اُس نے تالے کو دیکھا۔ اُس تالے کو توڑنا اُس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اُس نے ایک پتھر سے تالا توڑ دیا اور پھر اُس کی ضربوں سے پیدا ہونے والی آواز کے ردِ عمل کا انتظار کرنے لگا۔

لیکن اطراف میں کوئی موجود ہی نہیں تھا جو اس کی اس حرکت سے واقف ہوتا اس کے بعد اُس نے اطمینان سے دُکان کی کُنڈی کھولی اور اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔

کافی کچھ تھا کھانے پینے کے لیے۔ شیران نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ پانی کی جگہ دُودھ پیا اور بڑی سی ڈکار لے کر بولا۔ "دوست صبح کو تمھیں دُکان میں ہونے والی اس واردات کا افسوس تو ضرور ہو گا لیکن ایک آدمی کی خوراک کسی کو بہت بڑا نقصان نہیں پہنچاتی اس سے زیادہ میں یہاں سے کچھ نہیں لے رہا۔" وہ باہر نکل آیا اور اُس کے بعد اُس نے بقیہ رات درخت ہی پر گزار دی۔

آدھی رات تک محل میں ہنگامہ خیزیاں ہوتی رہی تھیں لیکن اس کے بعد بھی یہاں پہرے کا وہی انتظام رہا...... یہ دیکھ کر شیران نے اندازہ لگا لیا کہ کم از کم رات کی تاریکی میں وہ اپنا کام آسانی سے نہیں کر سکتا۔ گشت کرنے والے سپاہی جو محل کی چہار دیواری کے باہر گشت کر رہے تھے بارہا اُس درخت کے نیچے سے گزر چکے تھے۔

اس وقت تک شیران نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سوچا تھا لیکن پھر اُس نے دُور سے ایک پہرے دار کو گشت کرتے ہوئے اِدھر آتے دیکھا یہ اچھے تن و توش کا مالک تھا اور لگ بھگ شیران کی قد و قامت کا تھا۔

اُسے دیکھ کر ہی اچانک شیران کے ذہن میں وہ تصور اُبھرا تھا اگر اس سپاہی کی وردی اُسے حاصل ہو جائے تو کم از کم اس کے لیے کچھ آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

خواہ محل میں درخت ہی کے راستے اندر داخل ہوا جائے لیکن وردی کی وجہ سے وہ لوگ اُسے مشتبہ نہیں سمجھیں گے اور دن کی روشنی میں اس کے لیے کچھ آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ یہ خیال اُس کے ذہن پر ایسا چھایا کہ وہ اُونچی شاخ سے قدرے نچلے حصّے میں

کھسک آیا۔ اب وہ کسی خونخوار چیتے کی طرح درخت کی شاخ پر گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا۔

کام ایسا ہونا چاہیے کہ کسی کو پتا بھی نہ چل سکے تنہا سپاہی اپنی بدبختی شانوں پر لادے ہوئے اسی سمت آ رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ درخت کے قریب پہنچتا جا رہا تھا اور شیران اس پر جست کرنے کے لیے چوکنا تھا اور پھر جونہی وہ شیران کی رینج میں پہنچا تو دفعتاً اس پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ شیران اس پر گرا اور اسے رگیدتا ہوا درخت کے تنے کے پیچھے لے آیا اُس کا مضبوط بازو سپاہی کی گردن کے گرد لپٹا ہوا تھا اور سپاہی اپنے دونوں ہاتھوں سے گردن چھڑانے میں لگا ہوا تھا۔

وہ شانوں پر لٹکی ہوئی اسٹین گن کو بھی بھول گیا تھا لیکن گرفت ایسی تھی کہ اس کا دم رک گیا تھا اور وہ سانس تک نہیں لے سکتا تھا۔ اس کی تمام جدوجہد ناکام رہی۔ درخت کے تنے سے شیران نے اُسے اس طرح رگڑ دیا کہ اُس کا چہرہ شدید زخمی ہو گیا۔

لیکن چہرے کے زخم کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے اس کی تو سانس ہی بند کر دی گئی تھی اور نتیجہ جو ہونا تھا وہی ہوا خونی درندے نے آسانی سے ایک انسان کا شکار کر لیا۔ اب سپاہی کا بےجان جسم اس کے سامنے درخت سے لگا کھڑا تھا۔ شیران دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا اور پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ "معاف کرنا دوست۔ یہ تو ہوتا ہی ہے۔" اس کے بعد اُس نے پھرتی سے سپاہی کا لباس اتارنا شروع کر دیا اور اُسے ایک طرف ڈال کر سپاہی کی وردی پہننے لگا۔ یہ وردی اُس کے جسم پر اس طرح فٹ آئی تھی کہ شیران نے اُسے دیکھ کر سیٹی بجائی اور مسکراتا ہوا بولا۔ "واہ بھئی شیران خان اب کون کہہ سکتا ہے کہ تم اس محل کے ازلی پہریدار نہیں رہے ہو لیکن اب تمھارا کیا کیا جائے دوست' اور ہو سمجھ میں آ گیا ٹھیک تو ہے واقعی واقعی' اس سے عمدہ ترکیب اور کیا کی جا سکتی ہے۔" اُس نے سپاہی کے پیروں سے جوتے اتارے اور اپنے جوتے سپاہی کے پیروں میں پہنا دیے اس کے بعد وہ درخت پر چڑھا اور کھڑے ہوئے سپاہی کے بال پکڑ کر اُس نے پوری قوت سے اُسے اُوپر کھینچ لیا۔ بالوں کے ذریعے کسی آدمی کو اُٹھا لینا شیران ہی کا کام تھا وہ اس شخص کو گھسیٹتا ہوا اوپری شاخوں کی جانب لے جا رہا تھا اور پھر اُس نے بڑے اطمینان سے درخت کے گھنے پتوں کے درمیان ایک شاخ منتخب کر کے سپاہی کو اس پر اوندھا لٹا دیا۔

اوندھا لٹانے کے بعد ایک بار پھر وہ نیچے اُترا اور اس بار وہ اپنا اُتارا ہوا لباس اُوپر لے گیا تھا۔ اس لباس سے اُس نے سپاہی کو درخت کی ایک شاخ سے مضبوطی کے ساتھ کس دیا تمام چیزیں استعمال کر لی گئی تھیں اور اس بات کا احتمال نہیں تھا کہ سپاہی کسی طرح درخت سے نیچے گر سکے۔

اس کام میں خاصی دیر صرف ہوئی تھی لیکن اب شیران مطمئن تھا کہ جب تک سپاہی کی لاش سڑے گی اور اس کی بدبو چاروں طرف نہیں پھیلے گی کسی کو یہ اندازہ نہیں ہو سکے گا کہ اس درخت پر کوئی آخری نیند سو رہا ہے۔

اس کے بعد وہ اطمینان سے پھر اُس شاخ پر جا بیٹھا جہاں سے وہ اندر کا منظر دیکھ سکتا تھا۔ اندر اب کسی قدر خاموشی چھائی تھی لیکن گشت کرنے والے سپاہیوں کے گھومنے پھرنے کی کیفیت وہی تھی۔ شیران نے سوچا کہ شاید عمارت کے رہنے والوں کو کسی دشمن سے خطرہ ہے کیا وہ دشمن شیران تو نہیں ہے؟

ایسا ممکن نہیں ہے اس طرح وہ لوگ ایک شخص کے لیے اتنا بڑا پہرہ کبھی نہ لگاتے۔ بہرطور کچھ بھی ہے شیران کو یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ اب دن کی روشنی کا ہی انتظار کرنا پڑے گا۔

رات کو کئی بار اس کی پلکیں جھکیں لیکن اس کا موقع نہیں تھا نیند نقصان پہنچا سکتی تھی چنانچہ وہ جاگتا رہا پھر آہستہ آہستہ تاریکیاں چھٹنے لگیں۔ صبح کی آمد آمد تھی درخت پر چہچہانے والے پرندے غالباً زیادہ حساس تھے کیونکہ وہ آس پاس کے درختوں پر تو چیخ رہے تھے اس درخت پر کسی نے آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

شیران محل کے اندر کا منظر دیکھنے لگا۔ پہرے دار اب پہرہ ختم کر چکے تھے اور شاید ڈیوٹیاں تبدیل کی جا رہی تھیں۔ وہ سب کافی فاصلے پر گیٹ کے نزدیک ہی جمع تھے۔ یہ موقع انتہائی مناسب تھا۔ چنانچہ شیران اب نیچے اترنے کے لیے تیار ہو گیا۔

صبح کی روشنی تیزی سے پھیلتی جا رہی تھی۔ لیکن ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ شیران نے اپنے بدن کو تولا اور اُس کے بعد بے قدموں نیچے کود گیا۔

حالانکہ شاخ کی بلندی کافی تھی لیکن شیران کو ایسے کاموں میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ نیچے کودنے کے بعد اُس نے ایک نگاہ گیٹ کی سمت ڈالی اور پھر برق رفتاری سے عمارت کے عقبی حصے کی جانب چل پڑا۔

عمارت کے تین حصوں میں یہ چوڑا لان پھیلا ہوا تھا۔ درمیان میں وہ حسین عمارت تھی جس میں یہ لوگ رہائش پذیر تھے وہ عقبی لان کی سمت اس لیے آیا تھا کہ گیٹ کی طرف سے دیکھ نہ لیا جائے۔ عقبی حصے میں بھی عمارت کے چند دروازے موجود تھے۔

وہ ان سے بچتا ہوا بڑے سے ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ یہاں کا جائزہ لینے کے بعد کسی ایسی پوشیدہ جگہ کو تلاش کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جہاں وہ اپنی کمین گاہ بنا سکے اور اس کے بعد یہاں کی صورتحال کا جائزہ لے سکے۔ لیکن ابھی وہ ستون کی آڑ سے نکلا ہی تھا کہ دفعتاً کوئی دروازے سے باہر آیا۔

شیران نے اپنا سر پیچھے کر لیا۔ وہ اس نکلنے والے کو یہاں سے آگے نکل جانے کا موقع دینا چاہتا تھا لیکن دروازے سے نکلنے والا صبح خوری کے لیے نکلا تھا۔ شیران نے گردن نکال کر اُسے دیکھا۔ سفید لبادے میں ملبوس کوئی عورت تھی جس کے خوبصورت بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اس کی پشت شیران کی جانب تھی۔

شیران انتظار کرنے لگا کہ وہ ذرا فاصلے پر چلی جائے تو وہ اس دروازے سے اندر داخل ہو جائے جس سے نکل کر وہ باہر آئی تھی۔ تھوڑی دور جانے کے بعد اس عورت نے رُخ بدلا۔ شیران اُسے ہی دیکھ رہا تھا لیکن دفعتاً اُس کے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ اس کا خون جیسے ایک لمحے کے لیے رگوں میں منجمد ہو گیا ہو۔ یہ شکل، یہ چہرہ، یہ جسامت، یہ بدن، یہ آنکھیں اور یہ نقوش اُس کے اچھی طرح جانے پہچانے تھے اور شیران کو اپنی عقل و دانش پر پورا پورا اعتماد تھا۔

یہ۔ یہ شخصیت، یہ شخصیت ناممکن قطعاً ناممکن۔ آہ یہ کیسے ممکن ہے شیران نے حیرت سے سوچا لیکن حقیقتوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ مجسم وجود تھی۔ وہ شیران کے لیے اجنبی نہیں تھی۔ سدھاشی تھی یہ۔ ہاں سدھاشی تھی جسے شیران نے ہلاک کر کے پھینک دیا تھا۔ یاتان بروما کی بیٹی جسے اُس نے کافی بلندی سے نیچے پھینک دیا تھا اور جس کی زندگی کا کوئی امکان نہیں تھا کیا یہ سدھاشی ہے یا اُس کی کوئی ہمشکل حالانکہ ایسا ممکن نہیں تھا شکلیں مل ضرور جاتی ہیں لیکن اگر غور کرتا تو اُسے سدھاشی کے چہرے پر ڈھلتی ہوئی عمر کے آثار صاف نظر آ سکتے تھے۔

یقیناً یقیناً یہ سدھاشی ہی تھی۔ شیران پاگلوں کی طرح اس کی شکل دیکھتا رہا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مردہ سدھاشی زندہ کیسے ہو گئی!

یہ بچ کیسے گئی؟ یہ کیسے ممکن ہے اور شیران جیسے آدمی کو ذہن پر بوجھ لادے رکھنے کی عادت نہیں تھی کوئی مسئلہ سامنے آ جائے تو اس پر غور کرنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ اس کا فوری حل تلاش کر لیا جائے۔ ایک لمحے کے لیے وہ اپنے یہاں آمد کے مقصد کو بھی بھول گیا۔ بہتر تو یہی تھا سدھاشی کو نظر انداز کر کے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اندر داخل ہو جاتا۔

لیکن شخصیت ایسی تھی کہ شیران کو انتہائی حیرت ہوئی تھی وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ سدھاشی ہی ہے یا اُس کی کوئی حیرت انگیز ہمشکل اور اس کا اندازہ لگانے میں اُسے کوئی دقت نہیں محسوس ہو سکتی تھی۔

چند لمحات وہ سوچتا رہا اور پھر اُس کے رگ و پے میں لاوا سا کھولنے لگا اگر وہ بچ گئی ہے تو اُسے بچنا نہیں چاہیے تھا۔ وہ کیوں زندہ نظر آ رہی ہے۔ اس تصور نے اُس سے عقل چھین لی، اور آہستہ سے وہ ستون کی آڑ سے نکل آیا اور پھر مناسب قدموں سے چلتا ہوا وہ سدھاشی کی جانب بڑھنے لگا۔ سدھاشی کا رُخ اسی جانب تھا۔ اُس کے چہرے پر اجنبیت کے آثار نظر آئے۔ سپاہی کی وردی میں وہ شیران کو پہچان نہیں سکی تھی۔

لیکن جوں جوں وہ اُس کی جانب بڑھتا جا رہا تھا۔ سدھاشی بھی ایک دم سے اپنے آپ کو سمیٹنے سی لگی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیل گئے تھے اور پھر تشنجی انداز میں اُس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ شیران اُس کے چہرے اور اعضاء کے بدلتے ہوئے تغیرات کو محسوس کر رہا تھا۔

سدھاشی کی آنکھیں اب شیران کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ منہ پھاڑے اُسے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے چہرے کی کیفیات لمحہ لمحہ بدل رہی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے اُس کے چہرے پر بے پناہ مسرت کے آثار نظر آتے پھر دکھ کے اور اس کے بعد حیرت کے اور پھر وہ چند قدم آگے بڑھ آئی۔ اُس کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھٹی جا رہی تھیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کا سر چکرانے لگا ہو۔

شیران کے ہونٹ بھنچ گئے۔ ان کیفیات سے اُس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ سدھاشی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ وہ اس کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔

سدھاشی پاگلوں کی طرح اس کی شکل دیکھ رہی تھی پھر اُس کے دونوں ہاتھ پھیلے اور وہ چند قدم آگے بڑھ آئی۔ "شیران۔ شیران۔" "ہوں تو یہ تو ہی ہے فاحشہ، یہ تو ہی ہے۔ تعجب ہے تیرا تو چہرہ بھی جوں کا توں ہے۔ تیرے اعضاء میں بھی ٹوٹ پھوٹ نظر نہیں آتی تو انسان ہے یا۔ یا۔ کوئی مافوق الفطرت ہستی۔ تو سدھاشی ہی ہے یا سدھاشی کی رُوح؟"

"سدھاشی کی رُوح تو تم ہی ہو شیران۔ تم۔ تم یہاں اس حالت میں کب سے ہو۔ شیران تم یہاں کب آ گئے کیسے آ گئے تم یہاں؟"

"آنا ہی تھا آنا ہی تھا تیرے لیے آنا ہی تھا مجھے شاید

اپنی زندگی میں سب سے زیادہ حیرت ہو رہی ہے اور شاید سب سے زیادہ افسوس بھی اپنی حماقت پر میرا دل چاہ رہا ہے کہ اپنی بوٹیاں نوچ لوں۔ میں نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کیوں نہیں کی کہ تُو بچ تو نہیں گئی یا تاں بروماکی بیٹی کیسے بچ گئی تُو؟ تیری ہڈیوں میں کوئی قوت تھی جس نے تجھے محفوظ رکھا لیکن تعجب کی بات ہے۔ یہ ممکن ہے کہ تیرے آخری لمحات ہی مجھے کھینچ لائے ہوں۔"

"شیران اب بھی ایسی باتیں کرو گے اتنے عرصے کے بعد بھی تمہارے دل میں میرے لیے انتقام کی آگ سرد نہیں ہوئی۔"

"شیران جس کا نام ہے وہ انتقام کا دُوسرا رُوپ ہے۔ انتقام کو اگر کوئی انسانی شکل دی جاتی تو وہ شیران ہی بن سکتا تھا۔ میں ایک بار جس کے قتل کا فیصلہ کر لیتا ہوں سدھاشی تو پھر اُسے بدلتا نہیں اور پھر تُو تُو ان عورتوں میں سے ہے جنھوں نے میرا قرب حاصل کیا اور۔ اور جو میرے وجود کی راز دار بن گئیں۔

لیکن میں نے ایسے ایک بھی راز دار کو زندہ نہیں چھوڑا سدھاشی آہ۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ تُو اب تک اس سرزمین پر سانس لیتی رہی نہیں سدھاشی نہیں۔ یہ ناممکن ہے تجھے مرنا ہوگا۔"

"شیران۔ انسان بنو چند لمحات کے لیے انسان بنو تمھیں دیکھ کر میرا رُواں رُواں مسرت سے کانپ رہا ہے۔"

"تقدیر نے ایک بار پھر تجھ تک پہنچا دیا ہے نہیں سدھاشی نہیں ہرگز نہیں میں تجھے زندہ نہیں چھوڑ سکتا جانتی ہے تُو نے کیا کیا تھا۔ تجھے اپنے الفاظ یاد ہیں یا میں تجھے سُناؤں تیرے الفاظ۔"

"معاف کردو شیران، معاف کردو تم ایک بار ایک انسان بن کر مجھے معاف کر چکے ہو۔ شیران میں تمہاری بیوی ہوں۔ میں نے تم سے شادی کی تھی۔"

"ہا۔ شادی۔" شیران ہنس پڑا اور پھر وہ سدھاشی کی طرف بڑھنے لگا۔ سدھاشی ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"تمہاری آنکھوں سے خون برس رہا ہے شیران، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ کیا تم کبھی انسان نہیں بن سکو گے۔ کیا زندگی کے آخری لمحات تک تم انسان نہیں بن سکو گے؟"

"آخری لمحات میں دیکھا جائے گا۔ ابھی میرے آخری لمحات کہاں قریب آئے ہیں۔" اُس نے لپک کر سدھاشی کی گردن پکڑ لی، اور سدھاشی کے ہاتھ مضطربانہ انداز میں پھیل گئے۔

"مجھے۔ مجھے۔ مجھے کچھ کہنے کا موقع دو۔ میں مر جاؤں گی شیران ضرور مر جاؤں گی۔ تمہارے ہاتھوں صرف ایک بار مجھے میرا حق تو دے دو۔" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"حکومت کر جب تُو مر جائے گی نا تو میں تجھے اپنے سینے سے لگاؤں گا ہاں۔ میں تیری لاش کو نہایت پیار کے ساتھ اپنے بازوؤں میں لے کر یہاں سے نکل جاؤں گا۔ پہلے اُسے دفن کروں گا اور اُس کے بعد اپنا مشن پُورا کروں گا۔" شیران نے دھکا دے کر سدھاشی کو نیچے گرا دیا۔ سدھاشی کی گردن پھر اُس کے ہاتھوں کی گرفت میں تنگ ہوتی جا رہی تھی لیکن دفعتاً کسی نے کالر سے پکڑ کر اُسے کھینچا اور پھر ایک زور دار گھونسہ شیران کے جبڑے پر پڑا۔ یہ پہلا گھونسہ تھا جس نے شیران کو زمین چٹا دی تھی۔ اُس نے خونی نگاہوں سے گھونسہ مارنے والے کو دیکھا اور دُوسرے لمحے اُس کے تن بدن میں آگ سُلگ اُٹھی۔

یہ وہی نوجوان تھا وہی کم بخت جس نے اُس کے ہاتھوں سے بادشاہ خان کو چھڑایا تھا۔ نوجوان برق رفتاری سے آگے بڑھا اور اُس نے اُچھل کر ایک ٹھوکر شیران کی پنڈلی پر ماری۔

کافی زور دار ٹھوکر تھی۔ شیران نے سانپ کی طرح بلٹی کھائی اور اُس کے پیر کو پکڑ لیا۔ سدھاشی کا گلا کچھ اس طرح دبا تھا کہ ایک لمحے کے لیے اُس کی آواز بند ہو گئی تھی۔ اُس کا سر چکرانے لگا تھا۔ وہ دیکھ بھی نہیں سکی تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اور دُوسری طرف شیران نے نوجوان کی ٹانگ پکڑ کر اُسے زمین پر گرا دیا تھا اور اب پلٹ کر اس پر سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن جونہی اُس نے اپنا بدن نوجوان کے بدن کے اُوپر ڈالا دفعتاً نوجوان کی دونوں ٹانگیں گھوم گئیں اور پھر شیران کو پلٹ کر پیچھے پھینک دیا۔

شیران گرتے ہی پھر سنبھلا تھا۔ اس وقت اُس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ناکارہ ریوالور اور رائفل اُس نے وہیں چھوڑ دی تھی اور بس ایسے ہی انتقام کی آگ میں جُھلستا ہُوا یہاں تک آگیا تھا۔ نوجوان بھی خالی ہاتھ تھا۔ اُس کے بدن پر بھی ہمالوری کا لباس تھا اور وہ اس وقت انتہائی خونخوار بنا ہُوا تھا۔

شیران جیسے ہی سنبھلا نوجوان نے پلٹ کر اُس پر فلائنگ کِک لگائی یہ کِک بھی بڑی زوردار تھی لیکن نوجوان کچھ اس طرح اس پر چھا گیا تھا کہ شیران اس کی زد سے نہ بچ سکا۔ وہ زمین پر گرا لیکن پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں خونی درندوں کی طرح لڑ رہے تھے۔ شکر تھا کہ کسی کے ہاتھوں میں کوئی ہتھیار نہ تھا۔

شیران ایک بار بھی اس نوجوان کو ہاتھ نہیں لگا سکا تھا۔ وہ چھلاوا تھا۔ اُس کے بدن میں بجلیاں بھری ہُوئی تھیں۔ ہاں یہ دُوسری بات ہے کہ اگر شیران اُسے پکڑ لیتا تو شاید نوجوان کو بھی اپنی زندگی کے

مشکل ترین دور سے گزرنا پڑتا۔

وہ اپنی پھرتی ہی سے شیران کے ہاتھوں سے بچ رہا تھا لیکن ایک بار پھر ایسا موقع آگیا کہ دونوں ایک دُوسرے کی گرفت میں آگئے۔

شیران نے نوجوان کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اُس کی گردن پر ہاتھ جما دیے تھے لیکن دفعتاً نوجوان نے اپنا پُورا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور زمین پر لیٹ گیا۔ شیران کو ایک لمحے کے لیے اُس کا وجود سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

اور یہی لمحہ نوجوان کے لیے کافی تھا۔ اُس نے پُوری قوت سے شیران کو ایک بار پھر اُلٹ دیا اور اُس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ دُوسرے لمحے اُس کے ہاتھ شیران کی گردن پر تھے لیکن شیران نے اپنے سَر کی زوردار ٹکر اُس کی پیشانی پر ماری اور نوجوان کی گرفت اُس کے بدن پر سے ڈھیلی پڑ گئی۔

وہ ایک لمحے کے لیے اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ دونوں کی خونی نگاہیں ایک دُوسرے پر جمی ہُوئی تھیں۔ دونوں ہی ایک دُوسرے پر حملہ کرنے کے لیے پینترے بدل رہے تھے۔۔۔ دفعتاً شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اُس نے سفاکانہ انداز میں مسکراتے ہُوئے کہا۔ "جیالے۔ مزا آگیا۔ خدا کی قسم مزا آگیا۔ زندگی میں پہلی بار مزا آیا ہے۔ یار کوئی ہمارے درمیان مداخلت تو نہیں کرے گا۔ جی چاہتا ہے کہ لڑتے لڑتے مر جاؤں۔ آ۔ آگے آ۔ رُک کیوں گیا؟" شیران نے اُسے للکارا اور نوجوان ایک جھکائی دے کر آگے بڑھا۔ شیران نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی لیکن جھکائی ہی غلط تھی۔

نوجوان پھرتی سے نیچے بیٹھ کر اُس کی ٹانگوں میں گھس گیا تھا اور ایک بار پھر شیران کو زمین چاٹنی پڑی وہ گر تو گیا لیکن گرتے ہی اُس نے نوجوان کی گردن پُوری قوت سے اپنے بازوؤں کی گرفت میں لے لی۔ اب نوجوان کو اپنی گردن چھڑانا مشکل ہو رہا تھا۔

شیران کے تنومند بازو اس کی گردن میں اس طرح لپٹ گئے تھے کہ نوجوان کو خاصی مشکل پیش آ رہی تھی۔ دفعتاً اُس نے دونوں کہنیاں شیران کی پسلیوں سے ٹکائیں اور پھر اتنی قوت ڈالی کہ شیران کو بوکھلا کر اُس کی گردن چھوڑ دینا پڑی۔ نوجوان اس کی گرفت سے نکلنے کے بعد ایک بار پھر شیران پر حاوی ہو گیا تھا۔

اس کے تابڑ توڑ گھونسوں نے شیران کے چہرے کو جگہ جگہ سے زخمی کر دیا تھا۔ اُس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے اور اُن سے خون برس رہا تھا۔

جب کہ وہ ابھی تک اس نوجوان پر خود ایسی کوئی کاری ضرب لگانے میں ناکام رہا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا اور اُس کے دانت خون میں ڈوبے ہُوئے تھے دفعتاً سدھاشی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"عدنان۔ عدنان۔ رُک جاؤ عدنان۔" عدنان ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر ماں کو دیکھنے لگا۔ اس وقت شیران کی لات اُس کی کمر پر پڑی اور وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ سدھاشی کو لپیٹتا ہُوا نیچے گرا اور جیسے ہی اُس نے پلٹ کر اُٹھنے کی کوشش کی سدھاشی نے اُسے پھر پکڑ لیا۔

"رُک جا عدنان۔ وہ تیرا باپ ہے۔ شیران ہے وہ۔ وہ شیران ہے تیرا باپ۔" عدنان جو اس دفعہ یہ فیصلہ کر کے اُٹھا تھا کہ اب اس شخص کو آخری ضرب لگا دینی چاہیے ایک لمحے کے لیے سناٹے میں رہ گیا۔

دُوسری طرف شیران نے بھی یہ الفاظ سُن لیے تھے اور اُس کے قدم ٹھٹک گئے تھے وہ متحیرانہ نگاہوں سے عدنان کو دیکھ رہا تھا اور عدنان کے چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔

"کیا کہا تم نے۔ کون ہے وہ؟"

"شیران ہے۔ وہ تیرا باپ ہے۔" سدھاشی نے چیختی ہُوئی آواز میں کہا اور عدنان پاگلوں کی طرح شیران کو دیکھنے لگا دفعتاً شیران کی آواز اُبھری۔ "او وہ کتیا۔ کیا بک رہی ہے۔ کیا نام لیا تُو نے اس کا۔ کون ہے یہ؟" وہ غرایا۔

"تیرا بیٹا ہے شیران۔ تیرا بیٹا ہے۔ عدنان ہے اس کا نام۔ عدنان سلامن۔" سدھاشی نے آنسو بھری آواز میں کہا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے جذبات پھیلے ہُوئے تھے وہ مسکرا رہی تھی لیکن اُس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

"اوہ۔ تُو ہے۔ تُو ہے عدنان سلامن! تُو ہے وہ شکاری کُتا جو جنگلوں میں جانوروں کا شکار کرتا پھرتا ہے اور جو میرے خاندان کو بدنام کر رہا ہے او خبیث اور خنزیر تُو عدنان سلامن کیسے ہو گیا تُو سلامن خاندان کا بیٹا کیسے ہو گیا تھا میں تو تیرے بڑے چرچے سُن رہا تھا۔ بڑی تلاش تھی مجھے تیری۔"

"بابا!" عدنان کے ہونٹ مُسکرا رہے تھے لیکن یہ پہلا بہتے اس کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ رہے تھے۔ چہرے پر محبت کے چشمے پھوٹ پڑے تھے لیکن شیران کی آنکھوں میں وہی خونخوار کیفیت تھی۔

"کیا کیا ہے وقوف کے بچے۔ تیرا باپ کون ہے۔ اپنی ماں سے پُوچھ اور تُو۔ تُو نے مجھ سے انتقام کا یہ طریقہ سوچا تھا لیکن کیا تم میرے ہاتھوں سے بچ سکو گے۔ آؤ۔ آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ شیران کیا ہے اور اس سے تو میں بعد میں نمٹ لوں گا جس نے میرے سینے میں چھرا گھونپنے کی کوشش کی ہے۔"

"بابا۔ میں تمہارا بیٹا ہوں۔ میں عدنان ہوں۔ عدنان ہوں بابا۔ اس شیر کا بیٹا جس کا جواب پہاڑوں میں کہیں نہیں ہے۔ میں تمہاری تلاش میں تھا شیران بابا۔ میں تمہاری تلاش میں تھا۔" عدنان دونوں ہاتھ پھیلائے سینہ نکالے آگے بڑھا۔ اُس کے جذبات پھٹ پڑے تھے۔ باپ کا نام اُس کے لیے بہت بڑا مقام رکھتا تھا۔ سدھاشی نے اُسے شیران کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا لیکن جُونہی وہ شیران کے قریب پہنچا۔ شیران کا ایک بھرپور گھونسہ اُس کے جبڑے پر پڑا۔ عدنان کے ہونٹوں سے خون کی دھار بہہ نکلی تھی۔ اس وار سے وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا لیکن زمین پر نہیں گرا۔ اُس نے اپنا خون بھی نہیں پونچھا۔ خون اُس کے سینے پر بہہ رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر اسی انداز میں آگے بڑھا۔

"بابا۔ میں تمہارا بیٹا ہوں۔ میں تمہارا عدنان ہوں بابا۔"

جُونہی وہ شیران کے قریب پہنچا۔ شیران کا دُوسرا گھونسہ اُس کے دُوسرے جبڑے پر پڑا اور ایک بار پھر عدنان کے ہونٹ پھٹ گئے۔ سدھاشی سرد نگاہوں سے کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ اُس نے اب اپنا منہ سی لیا تھا۔ ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا اُس نے۔ عدنان پھر اسی انداز میں دو قدم پیچھے ہٹا اور پھر ایک بار آگے بڑھا۔ "میں تمہارے گلے لگنا چاہتا ہوں بابا۔ جتنا چاہو مجھے مارلو مگر جب میں زمین پر گر جاؤں تو مجھے ایک بار ضرور گلے لگا لینا۔ بچپن سے آج تک یہی آرزو میرے دل میں رہی ہے سمجھے۔ میں اس شیر کو دیکھ رہا ہوں جس کی دھاڑ آج تک میرے تصورات میں ہی گونجتی رہی ہے۔ میں تمہارے سینے سے لگنا چاہتا ہوں۔"

"سدھاشی اِسے روک مارا جائے گا، میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔"

"میں اسے نہیں روکوں گی شیران تمہارا خون ہے جس طرح چاہو بہا دو۔ میرے پاس تو یہ ایک امانت تھا۔ ہاں میں نے تمہاری اس امانت کو پروان چڑھایا ہے۔ میں نے اسے جو بھی بتایا ہے شیران صرف اس لیے بتایا ہے کہ ایک دن میں اِسے تمہارے حوالے کر دوں گی یہ میرا ایمان تھا شیران، یہ میرا ایمان تھا کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور آؤ گے۔ ضرور ملو گے مجھے اور اس وقت اگر تمہاری امانت کا بہتر تحفظ نہ کر پاتی تو شاید میں تمہارا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔"

"اوہ۔ بکواس کیے جا رہی ہے ٹھہر میں پہلے تیرا ہی قصہ ختم کیے دیتا ہوں۔" شیران سدھاشی کی جانب لپکا۔ اُس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر سدھاشی کی گردن دوبارہ پکڑنے کی کوشش کی لیکن اس وقت عدنان کا پنجہ اس کی کلائی پر جا پڑا۔ عدنان نے اُس کی کلائی کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور پھر اُس کی آواز اُبھری۔ "میری شدید آرزو ہے کہ ایک بار میں تمہارے سینے سے لگوں لیکن یہ۔ یہ عورت میری ماں ہے وہ جس کا خون جوس کر میں نے پہلی بار دُنیا کو دیکھا یہ ناممکن ہے شاید کائنات میں تم سے پہلے صرف یہی ایک ہستی ہے جس کا احترام میں ساری کائنات سے زیادہ کرتا ہوں لیکن نہیں شیران بابا اسے کچھ نہ کہو۔"

شیران اپنی کلائی چھڑانے کے لیے طاقت صرف کرنے لگا لیکن اُسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اُس کی کلائی کسی فولاد کے بنے ہوئے شکنجے میں جکڑ دی گئی ہو، اس کی تمام تر کوششیں عدنان کے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑانے میں ناکام ثابت ہوئی تھیں۔

"میرے اندر ایک لاکھ انسانوں کی قوت ہے کیونکہ اس وقت یہ ہاتھ میری ماں کی جانب بڑھ رہا ہے سمجھے بابا شیران مجھ سے طاقت آزمائی نہ کرو تم ساری زندگی یہ ہاتھ مجھ سے نہیں چھڑا سکتے۔ یہ ہاتھ اگر میری ماں کی جانب نہ بڑھا ہوتا تو میں اُسے احترام سے چوم کر چھوڑ دیتا لیکن تمھیں پیچھے ہٹنا ہوگا۔ پیچھے ہٹ جاؤ شیران بابا پیچھے ہٹ جاؤ۔" عدنان نے اُسے زور سے پیچھے گھسیٹا اور شیران اپنی تمام تر طاقت کے باوجود کھنچتا چلا آیا۔ عدنان نے اُسے گرنے سے روکا تھا ورنہ شاید شیران گر ہی پڑتا۔ اُس نے پلٹ کر دونوں لاتیں عدنان کے سینے پر مارنے کی کوشش کی یہ ایک بہترین داؤ تھا لیکن عدنان کسی چٹان ہی کی طرح جا کھڑا رہا تھا۔

اور اس وقت پوزیشن ایسی ہو گئی تھی کہ اس وقت شیران ذرا سی کوشش کرتا تو اس کا ہاتھ شاید بازو کے پاس سے ٹوٹ ہی جاتا۔ وہ ایک لمحے کے لیے اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے لگا تھا۔ اُس نے عجیب سی نگاہوں سے عدنان کو دیکھا۔

اسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنائی دیں مارلینو تھا، گریچر تھا، میگنیشیا تھی اور کچھ اور افراد تھے جو اُوپر کی منزل سے یہ ہنگامہ دیکھ کر نیچے اُترے تھے۔

اُنھیں یقین نہیں آ رہا تھا اپنی آنکھوں پر وہ تصور بھی نہیں کر پائے تھے کہ ایسا ہو سکتا ہے وہ سب پاگلوں کی طرح دوڑے تھے مارلینو انتہائی حیران تھا کہ شیران کو بھلا وہ کیسے نہ پہچانتا لیکن یہاں فرانس میں اس جگہ اس حالت میں شیران کی موجودگی ناقابلِ یقین تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح دوڑتے ہوئے اُن کے قریب پہنچ گئے۔

دفعتاً مارلینو غرّایا۔ "شیران۔ شیران کیا ہو رہا ہے یہ۔ عدنان پہچانتے ہو اسے کون ہے؟ عدنان چھوڑ دو اس کا ہاتھ۔"

عدنان نے احترام سے شیران کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ دُوسری طرف شیران، مارلینو کی آواز سُن کر بوکھلا گیا تھا اور آنکھیں پھاڑے

اُسے دیکھ رہا تھا۔

"تم بھی۔ تم بھی میں کہتا ہوں یہ چکر کیا ہے یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے میں عالمِ خواب میں ہوں کیا؟"

"شیران یہاں آؤ یہ سب کیا ہو رہا ہے تم بتاؤ تم جواب دو اس کا۔"

"یہ۔ یہ کون ہے اس کے بارے میں مجھے بتاؤ مارلینو۔ اس کے بارے میں مجھے بتاؤ۔" شیران عدنان کی طرف رُخ کر کے کہنے لگا۔

"یہ تمہارا بیٹا ہے۔ سُنا شیران یہ تمہارا بیٹا ہے۔"

"اوہ۔ بکواس ناممکن۔"

"میرے سامنے یہ الفاظ کہہ رہے ہو شیران بیٹے میرے سامنے" مارلینو نے کہا اور شیران ایک لمحے کے لیے گڑبڑا گیا۔ مارلینو کا احترام اس کے وجود کے ہر گوشے میں تھا جو الفاظ اُس نے کہے تھے ایک لمحے کے لیے اُنھوں نے اُسے پشیمان کر دیا۔

"مم۔ مگر مسٹر مارلینو۔ یہ سب۔ یہ سب۔ یہ سب کیسے ممکن ہے میرا بیٹا کہاں سے آ گیا؟"

"یہ تمہارا بیٹا ہے شیران میں اس کی گواہی دے سکتی ہوں۔" میگنیشیا نے کہا۔

"مم۔ مگر۔ مگر یہ سب میرے لیے ناقابلِ یقین ہے۔"

"اندر آؤ۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔ تم زخمی کیسے ہو گئے؟" مارلینو نے شیران کے پھٹے ہوئے ہونٹوں کو دیکھ کر کہا اور پھر اُس کی نگاہیں عدنان کی جانب اُٹھ گئیں۔

"عدنان۔ پہچانا نہیں تم نے۔ تمہاری ماں نے تمھیں بتایا نہیں یہ تمہارا باپ ہے شیران۔"

"مسٹر مارلینو شاید مجھے زندگی بھر کی خوشیوں کے بعد یہ دُکھ ملنا ضروری تھا۔ مجھے اگر کوئی آرزو تھی میری کوئی خواہش تشنہ تھی تو یہ تھی کہ ایک بار میں اس شیروں کے شیر کے سینے سے لگوں جو میرا باپ ہے لیکن افسوس میرے باپ نے مجھے یہ انعام نہیں دیا بلکہ اس کے بدلے اُس نے میرا خون بہایا ہے۔ یہ خون بھی میرے لیے مقدس ہے۔" عدنان نے چہرے پر بہنے والے خون کو اپنے ہاتھ پر لگایا اور اُسے بڑی عقیدت سے چوم کر آنکھوں پر مل لیا۔ شیران اس کی شکل دیکھ رہا تھا نجانے کیوں پہلی بار اس کے وجود میں زلزلہ سا آ گیا تھا اس کا چہرہ بُت گیا۔ اُس کے دِل میں ایک لمحے کے لیے محبت کا ایک سمندر موجزن ہو گیا تھا۔ بے اختیار اُس کا جی چاہا کہ آگے بڑھ کر اس نوجوان کو گلے لگا لے۔ ہاں یہ حقیقت تھی کہ عدنان کا ایک ایک رُواں رُواں چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہ شیران ہی کے بدن کا ایک حصّہ ہے۔ شیران کو اب احساس ہوا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا لیکن اپنی فطرت سے وہ مجبور تھا۔ اپنی اس خواہش کو وہ عملی جامہ نہ پہنا سکا تب مارلینو نے کہا۔

"ہم لوگ غلط جگہ پر ہیں کاش یہ خونی ڈرامہ اس حد تک نہ پہنچ جاتا کاش میں پہلے ہی پہنچ جاتا آؤ شیران اندر آؤ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ اندر آؤ۔" شیران آہستہ قدموں سے آگے بڑھ گیا۔

عدنان نے سدھاشی کا بازو پکڑا۔ سدھاشی کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ وہ اپنے پیروں سے چل بھی نہ پا رہی تھی لیکن کسی نہ کسی طرح وہ سب اندر پہنچ گئے اور مارلینو اُنھیں مختلف راہداریوں سے گزرتا ہوا اپنے کمرۂ خاص میں لے آیا۔ اس جگہ جہاں اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں پھٹک سکتا تھا۔ شیران اب کسی قدر بوجھل ہو گیا تھا۔ اندر پہنچ کر وہ ایک صوفے میں دھنس گیا۔ اُس کی نگاہیں بار بار عدنان اور سدھاشی کی جانب اُٹھ جاتی تھیں اور ہر بار وہ اپنے دِل میں اس جذبے کو موجزن پاتا تھا کہ نوجوان کی بات مان لے۔ اُسے اپنے سینے سے لگا لے۔ ہاں یہ یقیناً میرا ہی بیٹا ہے۔ اس کا دِل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ مارلینو خاموشی سے کھڑا ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ گریچر اور میگنیشیا ایک طرف کھڑے ہوئے تھے۔ سدھاشی کو ایک صوفے پر بٹھا دیا گیا تھا۔ عدنان اُس کے نزدیک ہی زمین پر بیٹھ گیا تھا وہ اپنی ماں کی پیشانی کو سہلا رہا تھا اور اُس کی نگاہیں شیران کی جانب اُٹھی ہوئی تھیں تب مارلینو نے کہا۔ "ہاں شیران یہ تمہارا ہی بیٹا ہے۔ یہ سب کچھ میں بعد میں پوچھوں گا کہ تم یہاں تک کیسے پہنچے کیسے یہاں آ گئے تم اور یہ سب کیونکر ہوا لیکن۔ لیکن اس بات کا یقین کر لو مارلینو کہہ رہا ہے وہ مارلینو جس نے تمھیں اپنی اولاد کی مانند سمجھا ہے۔ سمجھے شیران۔ وہ مارلینو جس کے لیے تم نے پتا نہیں کہاں کہاں خونریزی کی ہے وہ مارلینو جو تمہارے پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کے بال تک تمھیں پیار کرتا ہے وہ مارلینو جو اب ساری دُنیا میں تمھیں سب سے زیادہ چاہتا ہے وہ کہہ رہا ہے کہ عدنان تمہارا بیٹا ہے۔"

"میں اس بات کی گواہ ہوں شیران۔" میگنیشیا نے کہا۔

"اوہ، بہت خوب۔ تم بھی گواہ ہو۔"

"ہاں شیران۔ ایک دردناک داستان ہے یہ جسے میں جانتی ہوں۔" میگنیشیا بولی۔

"کمال ہے سب لوگ جانتے ہیں سوائے میرے۔" شیران نے آہستہ سے ہنس کر کہا۔ مارلینو گریچر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "گریچر! عدنان اور سدھاشی کو یہاں سے لے جاؤ۔ عدنان کے زخم صاف کرو اور میگنیشیا تم شیران کے لیے فرسٹ ایڈ بکس لے آؤ۔ جاؤ"

سدھاشی اپنے کمرے میں جاؤ اور عدنان بیٹے تم بھی جاؤ۔" عدنان اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ اب بھی پیاسی نگاہوں سے شیران کو دیکھ رہا تھا اور شیران کی نگاہیں ایک بار پھر اس سے ملیں تو وہ اسی احساس کا شکار ہو گیا لیکن وحشی آدمی تھا کسی کو زیادہ خاطر میں نہ لاتا تھا۔ دونوں باہر نکل گئے تو وہ مارلینو کی طرف مڑ کر بولا "ساری باتیں حیران کن ہیں۔ یہ فرانہ ہی ہے نا! مسٹر مارلینو، آپ گانگ ہو کو چھوڑ کر فرانہ میں نظر آ رہے ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ فرانہ کس کی ملکیت ہے اور پھر وہ خبیث وہ خنزیر بادشاہ خان کو میرے چنگل سے نکال کر اسی طرف لایا تھا۔ بادشاہ خان کہاں ہے؟" شیران کی ذہنی رو پلٹ گئی۔

"شیران آج تک میں تمھاری ہر وحشت خیزی کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہوں لیکن اس وقت تمھاری یہ وحشت مجھے دیوانگی محسوس ہو رہی ہے۔ ساری باتوں کو ایک ساتھ ہی جان لو گے کیا؟ کیا مارلینو کی اب تک کی محبت اُسے کوئی پھل نہ دے سکی؟"

"اوہ۔ نہیں نہیں مسٹر مارلینو ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ زندگی میں پہلی بار صرف آپ کا احترام کیا ہے۔ ہاں مسٹر مارلینو یہ حماقت پہلی بار مجھ سے ہوئی ہے۔"

"تو کیا تم یہ حماقت ختم کر دینا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔ شاید یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"تو پھر اپنے آپ کو پُرسکون رکھو۔ ایک مسئلے کو حل ہو جانے دو۔ تم نے عدنان کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔"

"مگر مسٹر مارلینو وہ میرا بیٹا کیسے ہو گیا؟"

"کیا تم اُس کی قوت سے انکار کرتے ہو؟" مارلینو نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا اور شیران کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس کے چہرے پر رنگ بدلتے رہے۔ اُس کی آنکھیں بری طرح پھیل گئی تھیں لیکن پھر آہستہ آہستہ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"شیر کا بچہ ہے وہ۔ شیر ہے۔ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس ہوتی اگر وہ کمزور ہوتا تو مارا جاتا میرے ہاتھوں اور شاید سدھاشی بھی۔ یہ وہی تھا جس نے اُسے مجھ سے بچا لیا اور مسٹر مارلینو کمال ہے واقعی کمال ہے وہ تو طاقت ور ہونے کے ساتھ ساتھ جنگجو بھی ہے اور خوب لڑتا ہے۔ واہ!"

"اس لیے کہ تمھارا بیٹا ہے وہ۔" مارلینو نے بے اختیار مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہی تو سب سے زیادہ تعجب کی بات ہے مسٹر مارلینو، آپ میرے بزرگ ضرور ہیں لیکن جب کوئی بات میرے ذہن میں آتی ہے تو میں بے تکان کہہ دیتا ہوں۔ وہ میرا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے، آخر کیسے ہو سکتا ہے؟"

"مجھ سے سنو۔ مجھ سے پوری بات سنو۔ شیران، سدھاشی تمھیں پہاڑوں میں ملی تھی تم نے اُسے محبت کے رنگ دیے تھے سمجھے! سدھاشی ان فاحشاؤں میں سے نہیں تھی جو تمھارے ایک اشارے پر تمھاری تحویل میں آ گئی تھیں۔ شاید تمھیں یہ بات یاد ہو کہ سدھاشی نے اپنے طور پر تم سے شادی کی تھی۔"

"اپنے طور پر! ہاں واقعی اپنے طور پر! میرے طور پر نہیں!"

"نہیں شیران میں یہ بات تسلیم نہیں کرتا تمھارا جو دین ہے، تمھارا جو مذہب ہے۔ میں نے اُس کے بارے میں بھی مکمل معلومات حاصل کی ہیں۔ کیا تم اپنی مذہبی کتابوں کی آیات پڑھ کر اپنی زبان سے ایک دوسرے کو نہیں اپنا لیتے۔ کیا وہ زبان کے کہے ہوئے الفاظ نہیں ہوتے۔ بے شک ان آیات کا تقدس اپنی جگہ لیکن زندگی بھر کی رفاقت کا اعتراف تو زبان ہی سے کیا جاتا ہے اور سب سے زیادہ دل کی سچائی اس میں شامل ہوتی ہے۔ سدھاشی نے سچے دل سے تمھیں اپنا شوہر قبول کر لیا تھا اور اگر وہ ایسا نہ کرتی تو کبھی خود کو تمھارے سپرد نہ کرتی۔"

"مان لیا! چلو مان لیا کہ ایسا ہوا مان لیا۔ اپنے دل سے وہ میری بیوی بن گئی تھی لیکن لیکن! عدنان!؟"

"تم نے اُسے پہاڑوں سے نیچے دھکیل دیا تھا! میگنیشیا اور گریچر تمھاری تلاش میں سرگرداں تھے۔ انھیں سدھاشی نیم مردہ حالت میں ملی۔ خوش بختی تھی اُس کی اور شاید یہ آسمان والے کا کرم تھا کہ وہ بچ گئی۔ وہ مرنا چاہتی تھی میگنیشیا اور گریچر اُسے اُٹھا کر میرے پاس لے آئے۔ یہاں انھوں نے اُسے طبی امداد دی اور اُس کی زندگی بچ گئی بلکہ اُس ننھے کی بھی جو تمھاری اولاد تھا۔ کافی دنوں کے بعد یہ پتا چلا کہ سدھاشی تمھارے بچے کی ماں بننے والی ہے اور شیران سدھاشی بھی زندہ نہ رہتی اگر اُس کو یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ وہ شیران کی ایک نشانی کو اپنے وجود میں چھپائے ہوئے ہے۔ سمجھے شیران! اس کے بعد اس مقدس عورت نے تمھارے نام پر میری مدد سے عدنان کو پرورش کیا، اُسے بیرونی ممالک میں تعلیم دلوائی۔ اور...... عدنان سے ملو شیران، اس سے گفتگو کرو اس کے رُوئیں رُوئیں میں تمھارا پیار رچا ہوا ہے۔ سدھاشی نے اُس سے کبھی یہ نہیں کہا کہ تم نے اُس کی موت مارنے کی کوشش کی تھی یا پھر اگر اُس نے کہا بھی تو اس انداز میں کہا ہو گا کہ عدنان کے دل میں تمھارے لیے نفرت نہیں پیدا ہو سکی۔ وہ تمھارے نام کو پوجتا ہے۔ ہاں میں نے اُس کے الفاظ سُنے ہیں وہ تم پر فخر کرتا ہے شیران اور شیران! شاید تم کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ عدنان کی فطرت میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جو تمھارے اندر تھیں!

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہی ہوا ہے شیران! سدھاشی نے اُسے اُس کے باپ کا روپ دیا ہے وہ اتنا ہی جنگجو، اتنا ہی طاقت ور، اتنا ہی دلیر ہے۔ زندگی میں وہ کبھی کسی سے خوفزدہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے مقابل کو زندہ چھوڑ دینے کا عادی نہیں ہے۔"

"واہ!" شیران کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تحسین کے آثار نمودار ہوئے۔

"تمھارا بیٹا جو ہوا آخر تمھارا بیٹا جو ہوا۔"

"ماننا ہی پڑے گا، ماننا ہی پڑے گا۔"

شیران جیسے اپنے آپ کو سمجھاتے ہوئے بولا اور پھر وہ تھکا تھکا سا نظر آنے لگا۔ اُس نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی تھی۔

"اگر یہ بات ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ بچہ جو میرے خوابوں میں تھا وہ شیر جو میرے خیالوں میں تھا پیدا ہو چکا ہے۔ میں نے یہی سوچا تھا مسٹر مارلینو۔ جب بھی مجھے کسی عورت کا قرب میسر ہوا میں نے یہی سوچا تھا کہ وہ میری بیوی بننے کے قابل نہیں ہے اس لیے جب وہ میرے بچے کو جنم دے گی تو وہ ہم دونوں کے امتزاج سے غیر ہو گا جس کا میں خواہش مند تھا مگر حیرت ہے تعجب ہے، یاتان بردما کی بیٹی پر۔ ٹھیک ہی معلوم ہوتا ہے لیکن لگتا تو ایسا ہی ہے جیسے وہ میرا ہی بیٹا ہو۔ اس کا مطلب ہے مجھے شکست نہیں ہوئی مسٹر مارلینو۔ سمجھے آپ۔ بے شک وہ بے حد طاقت ور ہے۔ مانتا ہوں اس سے پہلے بے شمار لوگوں سے پنجہ کشی کر چکا ہوں مگر ہر پہلو سے، طاقت سے ہتھیاروں سے، داؤ پیچ سے ہر طرح وہ مجھ پر حاوی رہا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ وہ مجھ سے قوی ہے مان لیا، مان لیا مسٹر مارلینو! جو بات حقیقت ہے اُس کا اعتراف نہ کرنا میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔"

"تو پھر سب سے پہلے یہ حقیقت تسلیم کرو شیران کہ عدنان تمھارا بیٹا ہے۔"

"کہا نا مسٹر مارلینو! مان لیا۔"

"پھر جاؤ پہلے اس سے ملاقات کرو تڑپتا ہے اس آرزو میں کہ ایک بار اپنے باپ کے سینے سے لگ جائے۔ سمجھے دیوانہ ہے وہ اس آرزو کے لیے۔"

"کہاں ہے؟ کون سا کمرا ہے اس کا۔ کون سا کمرا ہے اس کا؟" شیران بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ میں تمھیں اُس کے کمرے کے دروازے پر چھوڑ آؤں۔" میگنیشیا نے کہا اور شیران اُس کے ساتھ باہر نکل گیا۔ مارلینو کے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

میگنیشیا اُسے مختلف راہداریوں سے گزارتی ہوئی ایک کمرے کے دروازے کے سامنے لے آئی۔

"جاؤ وہ اندر موجود ہیں لیکن پلیز مسٹر شیران پلیز۔"

شیران نے مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

اندر ایک مسہری پر سدھاشی بے سُدھ پڑی تھی۔ عدنان اُس کے پیروں کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ سدھاشی کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں اور آنسوؤں کی نمی عدنان کی آنکھوں میں بھی تھی۔

شیران کو دیکھ کر دونوں ہی چونک پڑے۔ عدنان ایک بار پھر کھڑا ہو گیا تھا لیکن اب وہ سرد نگاہوں سے شیران کو دیکھ رہا تھا۔

"عدنان سلامتی! شیران کا بیٹا۔ کیوں؟" شیران آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ لیکن عدنان خاموش کھڑا رہا تھا۔ تب شیران نے سدھاشی کی طرف دیکھا، اُس کے قریب پہنچ گیا اور بولا "کیوں چُڑیا! کیا یہ سچ ہے کیا یہ واقعی تیرے ہی بطن سے برآمد ہوا ہے۔ کمال ہے ویسے ہے نا۔ خدا کی قسم نر ہے۔" شیران عدنان کی طرف پلٹا اور پھر اُس نے دونوں بازو پھیلا دیے۔ دفعتاً ہی عدنان کے چہرے پر مسرت کے آثار نمودار ہوئے اور وہ دوڑ کر شیران سے لپٹ گیا۔

"بابا! بابا شیران!"

"اوئے! بابا کہہ کر مجھے بُزرگ مت بنا۔ ابھی میں جوان ہوں۔ ابھی میں جوان ہوں۔ ابھی میں شیر ہوں یوں سمجھ کہ میری جوانی تجھے مل گئی اور کسی بے وقوف کا بڑھاپا مجھے۔ یہی وجہ تھی ورنہ کس میں مجال تھی کہ وہ تیری عمر میں شیران کی قوت کو للکار سکتا۔"

"مجھے تمھاری قوت پر ناز ہے بابا اور میرے بدن میں جو کچھ ہے وہ تمھارا ہی عطیہ ہے۔" عدنان نے جواب دیا اور شیران نے اُسے بھینچ لیا پھر وہ آہستہ سے ہنستا ہوا بولا "سدھاشی اسے سدھاشی ذرا دیکھ میرے سینے میں گدگدیاں ہو رہی ہیں۔ سچی بات ہے، تعجب ہے کمال ہے مجھے اچھا لگ رہا ہے پیار آ رہا ہے مجھے اس پر۔" سدھاشی اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اُس کی ہچکیاں بند ہو گئی تھیں۔ ایک عجیب سی کیفیت تھی اس کی۔ وہ ہنس بھی رہی تھی اور رو بھی رہی تھی تب شیران نے اُس کا بازو پکڑا اور اسے کھڑا کر کے اپنے بازو کے حلقے میں لیتا ہوا بولا "غلطی ہو گئی تھی سدھاشی۔ مان

لیا غلطی ہوگئی۔ تم دونوں... مگر قصور میرا بھی تو نہیں تھا۔ تُو نے مجھے بہت بڑی گالی دی تھی سدھاشی۔ بہت بڑی گالی دی تھی... میں برداشت نہیں کر سکا تھا۔"

"معاف کر دو شیران۔ مجھے معاف کر دو۔ میں شرمندہ ہوں، ساری زندگی شرمندہ رہی ہوں۔"

"اب تو تُو نے مجھے شرمندہ کر دیا ہے ایسا زبردست جوان دیا ہے مجھے کہ میرا سینہ خوشی سے پھٹا جا رہا ہے۔" شیران نے عدنان کو ایک بار پھر کھینچ لیا۔

"بابا! میرا بابا شیران۔ میں اس وقت کائنات کے تمام خزانوں کا حکمران ہوں۔ بابا شیران میری بچپن کی آرزو پوری ہوئی ہے۔ ہاں۔ بابا شیران، میں تیرے نام پر جنگلی درندوں کو ختم کرتا رہا ہوں صرف اس لیے کہ انھوں نے میرے دادا کو ہلاک کیا تھا... ہاں۔ ان درندوں نے بہزاد سلامن کو ہلاک کیا تھا۔ تو یقین کر بابا شیران میں نے بے شمار درندوں کو اس طرح مارا ہے کہ مرنے کے بعد بھی انھوں نے مجھے یاد رکھا ہوگا۔"

"واقعی؟" شیران مسرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں شیران! میں نے عدنان کو شروع ہی سے بتایا ہے کہ اُس کے باپ کے مشاغل کیا تھے! اُس کے باپ کی زندگی کیا تھی! اُس کا باپ کس چیز کو پسند کرتا تھا۔ شیران! میں نے عدنان کے دل میں تجھے ایک ایک لمحے زندہ رکھا ہے۔"

"تیرا احسان ہے سدھاشی مجھ پر۔ تیرا احسان ہے اور میں ایک بار پھر تجھ سے کہوں کہ میں اب شرمندہ ہوں۔ یقین کر تم دونوں نے مل کر شیران کو تبدیل کر دیا ہے۔ شیران اپنی وحشت کا وہ لباس اُتار کر آج سے تمھارے قدموں میں رکھ رہا ہے اب شیران وہ شیران نہیں ہے جو اب سے چند لمحات قبل تھا۔ اب میں اپنی بیوی اور اپنے بیٹے کے رحم و کرم پر ہوں۔ عدنان میرے ہاتھوں سے تیرا خون بہا ہے بول اس کا جرمانہ کیا ہوگا مجھ پر؟"

"دو گے بابا؟" عدنان نے شیران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں مر چکا ہوں لیکن دل ابھی بہت بڑا ہے۔"

"تو پھر! میری آنکھوں کو چومو۔ میری پیشانی پر بوسہ دو۔"

عدنان جھک گیا اور شیران نے بے اختیار اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اُس نے اس کی آنکھوں کو چوما اور پیشانی پر بے شمار بوسے دیے اور پھر سدھاشی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "سدھاشی مجھے سہارا چاہیے۔ مجھے بٹھا دو ایک جگہ۔ میں واقعی اب بوڑھا ہو چکا ہوں میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔" عدنان اور سدھاشی اُسے سنبھالے ہوئے مسہری کے قریب پہنچ گئے اور انھوں نے شیران کو بستر پر بٹھا دیا تھا۔

❧

شیران کو اپنے وجود میں بے شمار تبدیلیاں محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کی نگاہیں بار بار عدنان کی طرف اُٹھ جاتیں اور جب بھی وہ عدنان کو دیکھتا اُس کے رگ و پے میں مسرت کی لہریں اُٹھنے لگتی تھیں۔

سدھاشی اس کی اس کیفیت کو محسوس کر رہی تھی اور اس کا دل مسرت سے لبریز تھا۔ شیران واپس آگیا تھا بڑی امید کیا کرتی تھیں اُس نے اس دن سے۔ بڑا مان تھا اُسے اپنی محنت اپنی کاوش پر اور اس مان کا اُسے بھرپور صلہ ملا تھا۔ بہت دیر اس طرح گزر گئی۔ شیران جو عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگیا تھا آہستہ آہستہ سنبھل گیا اور اس نے سدھاشی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سدھاشی گزری ہوئی باتوں کو بھلا سکے گی؟"

"میں تمھاری خادمہ ہوں شیران۔ تمھارا حق تھا مجھ پر، حق ہے۔ سچ کہتی ہوں کوئی روکنے والا نہیں ہوگا تمھیں مجھ سے نفرت ہے تو مجھے ہلاک کر دو۔ مجال ہے کسی کی جو تمھارے آڑے آئے۔"

"بس بس۔ اب ان باتوں کا تذکرہ مت کرو مجھے دُکھ ہوتا ہے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے اندر ایک نئے آدمی نے جنم لیا ہے اور یہ نیا انسان اس پُرانے شیران کے تصور سے بے حد شرمندہ ہے۔"

"جانے دو بابا شیران! یہی تو تمھاری شان تھی۔ یہی تو تمھاری خوبی تھی جو تمھیں دُوسروں سے مختلف کرتی ہے۔ میں تم پر فخر کرتا ہوں تم ویسے ہی پہلے جیسا ہی شیران رہنا ہوگا مجھے بابا شیران۔ اب مجھے تمھاری ضرورت ہے۔"

"اوہ لڑکے! یہ سوچ کر ہنسی آتی ہے مجھے کہ میرے وجود میں ایک ایسی شخصیت پر آمد ہوئی ہے جسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ہنسی آتی ہے مجھے اپنے آپ پر۔ کل میں ایک تھا۔ آج میرے دو ٹکڑے ہوگئے ہیں اور دُوسرا ٹکڑا میری جوانی ہے۔ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ مجھے تیرے ہاتھوں شکست ہوئی ہے اور سچ کہتا ہوں کہ اگر تم وہ ہوتے ہیں تو شاید میں تجھ سے خوفزدہ ہو جاتا۔"

"نہیں بابا شیران! اب ان باتوں کو جانے دو، بس یہی کہ پہلے تم تنہا تھے اب ہم دو ہیں۔"

"آؤ! اُٹھو اب ہم مارلینو سے ملیں اور ہاں۔ وہ بادشاہ خان..."

"بادشاہ خان۔ بادشاہ خان؟" شیران نے پوچھا۔

"وہ یہیں موجود ہے بابا شیران۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں بے چارے کو میرے ہاتھوں بڑے نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے اور آؤ ہم بابا مارلینو کے پاس چلیں ہاں اس نے نہ صرف مجھ پر احسان کیا ہے بلکہ وہ اتنا بڑا شخص ہے کہ اُس نے میری اولاد پر بھی احسان کر ڈالا ہے۔"

"ہاں۔ بابا شیران، مارلینو ہمارے سرپرست ہیں۔ بہت کچھ کیا ہے انھوں نے ہمارے لیے۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ سب مارلینو کے کمرے میں تھے۔ مارلینو شاید ابھی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ جب اُس نے ان سب کو اسی طرف آتے ہوئے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر انتہائی طمانیت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے آہستہ سے کچھ کہا اور اس کے بعد ان لوگوں کو اپنے قریب جگہ دی۔

"وہ لمحہ ہے جس کی آرزو طویل عرصے سے تھی۔ تم لوگ بھی سُن لو مارلینو صرف ایک جذبے کا نام تھا۔ ہاتھوں اور پیروں سے محروم انسان جو اپنی زندگی صرف گھسیٹ رہا تھا بھلا اپنی زندگی سے کیا دلچسپی رکھ سکتا ہے۔ یہ دلچسپی اپنی زندگی سے نہیں بلکہ اس انتقام سے تھی جو مارلینو کے سینے میں کروٹیں بدلتا رہا تھا اور اب جبکہ مارلینو ایک خاندان حاصل کر چکا ہے۔ اس کی سوچیں تبدیل ہو چکی ہیں۔ شیران کے ہاتھوں جتنے لوگ فنا ہوئے مارلینو ان کو اپنے انتقام کا شکار سمجھتا ہے اور اس بات پر فخر کرتا ہے کہ اس نے شیران جیسے انسان کا انتخاب کیا لیکن باقی جو لوگ بچ گئے ہیں میں خلوص دل سے اُنھیں معاف کرتا ہوں میں ان لمحات کو بھول گیا ہوں جب اُنھوں نے مجھ پر مظالم کیے تھے اور اب میرے سامنے ایک نئی کہانی ہے۔ اپنے بیٹے شیران کے وطن کو بچانے کی، ان پہاڑوں کو دُشمن کے ناپاک قدموں سے بچانے کی اور یہ ضروری ہے کہ میں اپنے بیٹے شیران کو پوری کہانی سے آگاہ کر دوں۔ سنو شیران میں تمھیں ایک کہانی سناتا ہوں۔ درمیان میں مت بولنا اور جب میری کہانی ختم ہو جائے تو پھر میں تمھاری رائے کا منتظر رہوں گا۔"

سب لوگ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ مارلینو پہاڑوں میں ہونے والی سازشوں کی تفصیلات بتانے لگا۔ اُس نے ایک ایک نکتے سے شیران کو آگاہ کیا تھا۔ تنظیم نے شیران کے لیے جو کچھ کیا تھا اور جو کچھ کرتی رہی تھی اس کے بارے میں مارلینو نے شیران کو بتایا اور شیران کا چہرہ حیرت کی تصویر بن گیا لیکن مارلینو کی ہدایت کے مطابق وہ درمیان میں نہیں بولا تھا۔

بادشاہ خان تک کہانی پہنچی۔ تہمانہ کی کہانی دُہرائی گئی۔ فیروز خان کا تذکرہ کیا گیا اور اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ اس سرزمین عدنان سلامن کی سرداری کے لیے کیا پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔ شیران یہ تمام باتیں بڑی حیرت اور بڑی دلچسپی سے سُن رہا تھا اور جب مارلینو خاموش ہوگیا تو اُس نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس کا مقصد ہے کہ شیران کی غیر موجودگی سے بڑے فائدے اُٹھا لیے گئے۔ مجال ہے کسی کی جو بہزاد سلامن کی اس سرزمین کو بُری نگاہ سے دیکھے کہاں ہے وہ خنزیر۔ کہاں ہیں وہ کتے بابا مارلینو جو کالی گھاٹی سے اندر داخل ہوئے ہیں کتنی ہے ان کی تعداد مجھے بتاؤ۔"

"شیران اس سلسلے میں کوئی جذباتی قدم نہیں اُٹھایا جائے گا۔ ہم اپنے پروگرام کا آغاز کر رہے ہیں اور اس کے لیے تمھیں بھی ہماری بھرپور مدد کرنی ہوگی۔"

"یہ مدد نہیں مسٹر مارلینو! میرا فرض ہے اور اب تو میرا خاندان ایک بار پھر اس سرزمین پر آباد ہوگیا ہے۔ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں مجھ پر۔ ہاں۔ بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ بادشاہ خان کہاں ہے۔ میری اس سے ملاقات کراؤ۔" شیران نے کہا۔

"بالکل۔ بادشاہ خان اب تمھیں ایک نئے انداز میں ملیں گے، میں چاہتا ہوں کہ تم سب مل کر میرے دست و بازو بن جاؤ۔ اور میرے اس مشن کو سنبھالو۔"

"ٹھیک ہے مسٹر مارلینو۔ آپ فکر نہ کریں۔" شیران نے پُرخیال انداز میں کہا اور اُس کے بعد وہ بادشاہ خان سے ملاقات کے لیے چل پڑے۔

بادشاہ خان اور شیران کا ایک بار پھر آمنا سامنا ہوا۔ بادشاہ خان اُسے دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ آئیتوی اور نوریزیمی دیکیا موجود تھے۔ تب چند لمحات وہ دونوں ایک دُوسرے کو گھورتے رہے پھر بادشاہ خان نے گردن خم کر کے کہا۔ "ان سب لوگوں کی موجودگی میں تجھ سے کیا کہوں شیران۔ میں جانتا ہوں کہ جذباتی باتیں بکنے سے کیا حاصل ہوگا۔ میں مسٹر مارلینو کی پناہ میں ہوں اور تمھارا انداز بتاتا ہے کہ تم مسٹر مارلینو کی موجودگی میں مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔"

"دیکھو بادشاہ خان میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے اور تمھارے درمیان جو دُشمنی کا رشتہ تھا وہ ختم ہوگیا۔ ہاں۔ اگر تم چاہو تو میں ایسی بات کہہ سکتا ہوں جو میں نے کبھی نہیں کہی۔"

"میں نہیں سمجھا شیران۔"

"مجھے شرمندگی ہے بادشاہ خان کہ میں نے فیروز خان کی بیٹیوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا۔ میں اُس کے لیے تم سے معافی مانگتا ہوں۔ انتقام لیا تھا میں نے مگر میرا طریقۂ کار غلط تھا۔ ویسے میں تمھیں یہ بتاؤں بادشاہ خان اب جب ہمارے درمیان دُشمنی کے تمام رشتے ختم ہو

گئے ہیں تو تمھیں میری باتوں پر یقین کر لینا چاہیے کہ ہزاد سلامن نے فیروز خان کا خون نہیں کیا تھا۔ میری ماں کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ اُس نے سچ کہا تھا بادشاہ خان میرا باپ فیروز خان کا قاتل نہیں تھا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ خدا ہزاد سلامن کی رُوح کو شرمندہ نہ کرے۔"

"تو میں کہہ رہا تھا بادشاہ خان کہ میں اپنا انتقام تو لے چکا تھا۔ باقی حساب کتاب مارلینو کا رہ گیا تھا۔ جب وہ یہ بات نہیں چاہتے کہ جب وہ تمھیں معاف کر چکے ہیں تو پھر میرے دل میں تمھارے لیے احترام کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

"شیران مجھے محسوس ہوا ہے کہ انتقام ان پہاڑوں کی سربلندی کے راستے میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہے۔ اگر ہمیں کبھی ان پہاڑوں کی ترتیب کا موقع ملا تو ہم سب سے پہلے یہ کوشش کریں گے کہ اس کینہ پروری اور دُشمنی کی اس روایت کو ختم کر دیں۔ جو ہمیں کھوکھلا کر دیتی ہے اور ہمارے درمیان اتحاد پیدا نہیں ہونے دیتی۔"

سب لوگ بادشاہ خان کی بات سے متفق تھے۔ اس کے بعد مارلینو نے بادشاہ خان کو اپنا پروگرام سمجھایا اور اُسے بتایا کہ وہ کس طرح اپنے پروگرام کا آغاز کر رہے ہیں۔ بادشاہ خان اس سلسلے میں مارلینو سے معلومات حاصل کرتا رہا اور پھر اس نے مارلینو کے پروگرام سے اتفاق کیا۔ اُس نے پیش کش کی کہ قبیلوں کے سربراہوں تک اصل بات پہنچانے کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہے اور اس کے لیے یہ طے کیا گیا کہ کوئی مناسب موقع دیکھ کر اُسے فرانہ سے نکال دیا جائے گا۔ نورین اور آئیوی کے لیے یہ طے کر لیا گیا تھا کہ ان کا قیام یہیں مناسب رہے گا تاوقتیکہ نعمان خان واپس نہ آ جائے۔

مارلینو نے بتایا کہ وہ یہاں سے نہیں بلکہ گانگ ہو سے اپنے کچھ آدمیوں کو اس سلسلے میں مکمل ہدایت دینے کے بعد دارالحکومت روانہ کرنے کا پروگرام رکھتا ہے تاکہ بالکل غیر متعلق آدمی وہاں نعمان خان سے مل کر صورتِ حال کا تجزیہ اس کے سامنے پیش کر دیں۔

بہر طور کئی گھنٹے یہ میٹنگ جاری رہی اور اس کے بعد وہ لوگ بادشاہ خان کی رہائش گاہ سے نکل آئے۔ اب مارلینو کو نہایت محنت سے اپنے اس پروگرام کا آغاز کرنا تھا جس کی رائے عدنان سلامن نے پیش کی تھی۔ چنانچہ اُس نے سب سے پہلے ان لوگوں کی ایک میٹنگ کی جو اس کے خیال میں تنظیم کے وفادار تھے ان میں تنظیم کے افراد بھی شامل تھے۔ مارلینو کے بارے میں ان لوگوں کو بتا دیا گیا تھا کہ مارلینو وائی تھری ایٹ کا نائب ہے اور اس مشن کے سلسلے میں اس کی پوزیشن سب سے بڑی ہے چنانچہ ابھی تک یہاں کسی کی جرأت نہیں

ہوئی تھی کہ مارلینو پر نگاہ رکھے یا اس کے اقدامات پر کسی قسم کے شک و شبہے کا اظہار کرے۔

ظاہر ہے جب وائی تھری ایٹ مارلینو کی طرف سے مطمئن تو پھر کسی دوسرے کو اس کی جرأت کیسے ہو سکتی تھی۔ مارلینو نے ان اپنا پروگرام بتایا اور اعلان کر دیا کہ آج سے تیسرے دن اس کا آغاز کر دیا جائے گا اور پھر وہ تیسرا دن فرانہ کی زندگی میں انتہائی ہنگامہ خیز اور سنسنی خیز تھا۔ جب فرانہ کے بہت سے گلی کوچوں سے بے شمار باشندوں کو گرفتار کیا گیا اور اُنھیں فرانہ کی جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔

اس کے بعد اعلان کیا گیا کہ عدنان سلامن ترابِ زان کے سردار کا بیٹا فرانہ کا نیا حکمران اور سردار ہے۔ کام کچھ اس انداز میں ہوا کہ فرانہ کے رہنے والے حیران رہ گئے۔ اس کے باوجود غیور لوگوں نے محل تک پہنچنے کی کوشش کر ڈالی تھی کہ آخر عدنان سلامن کو کس بنیاد پر فرانہ کا سردار منتخب کیا گیا ہے۔

اس کے لیے پہلے ہی سے تمام معاملات طے کر لیے گئے۔ مارلینو نے بتایا کہ فرانہ میں اس کا داخلہ اسی لیے ممکن ہوا ہے کہ تمام زمینیں عدنان سلامن نے حاصل کر لی ہیں جو غیر ملک سے اس کے ساتھ ساتھ ہی مارلینو نے عدنان کو ان لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اس خوبصورت اور حسین، مقامی نوجوان کو دیکھ کر کافی لوگ مطمئن ہو گئے، اُنھوں نے عدنان سلامن سے گفتگو کی اور عدنان نے پُرجوش انداز میں اُنھیں بتایا کہ وہ اپنے ملک کے چپے چپے کی خدمت کرنے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ رہنے والے اگر کسی کی طرف سے ایسی کوئی بھی کوتاہی جو پہاڑوں میں رہنے والوں کی روایت کے خلاف ہو تو اُسے

عدنان کی بے پناہ صلاحیتیں آہستہ آہستہ منظرِ عام پر آ رہی تھیں۔ وہ تقریر کا فن بھی جانتا تھا اور اس کے الفاظ نے کوئی ایسا نہیں چھوڑا جس میں اس کے لیے وسوسہ ہو۔ سادہ اور معصوم لوگوں نے اُسے یہ سوچ کر تسلیم کر لیا تھا کہ وہ ان کے اپنوں ہی میں سے ہے۔

اس کے بعد عدنان کی دُوسری منزل تراب زان تھی۔

تراب زان کے سردار داؤد نے بڑی خوشی اور مسرت سے سرداری عدنان کو پیش کر دی۔ بوڑھے سردار داؤد نے کہا۔

"پہاڑوں کے باشندے یہ نہیں چاہتے کہ وہ صرف دُنیا پر حکمرانی کریں اور ان سے چپکے رہیں۔ اگر ایک نوجوان بہترین صلاحیتیں لے کر منظرِ عام پر آیا ہے تو میں بڑے فخر کے ساتھ اپنا منصب سپرد کرتا ہوں اور اس بات کے لیے اپنے لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ عدنان سلامن کو ان علاقوں میں کام کرنے کا پورا

دیا جائے اور کسی بھی طرح اُس کے ساتھ عدمِ تعاون نہ کیا جائے۔ ہاں ابھی میں زندہ ہوں اور اس بات پر نگاہ رکھوں گا کہ عدنان سلامن ان پہاڑوں میں جدید تہذیب کی تباہی لے کر تو نہیں آیا۔ اگر ایسا ہوا تو بغاوت کی سب سے پہلی آواز بلند کرنے والا سردار داؤد ہو گا اور پھر میں اپنے لوگوں میں خوشی کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ اب تراب زان، عدنان سلامن کے ماتحت ہے اور عدنان سلامن، تراب زان قبیلے کا بیٹا ہے۔ وہ جدید تعلیم سے آراستہ ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ پہاڑوں کے رہنے والے صرف جاہل قسم کے محنت کش نہ رہیں بلکہ اُنھیں اپنی زندگی کے لیے وہ جدید آسانیاں فراہم ہوں جو دُنیا میں رائج ہیں۔ ہم اپنی روایت کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اگر کچھ آسانیاں اپنا لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بُری بات نہیں ہے۔"

اس طرح تراب زان بھی عدنان سلامن کے ماتحت آ گیا اور اس کے بعد تیسری اہم جگہ تہمانہ تھی۔ تہمانہ میں تنظیم کے وہ ارکان جو تہمانہ کے محل میں تنظیم کے لیے مصروفِ کار تھے، عدنان کے معاون بنے۔

وائی تھری ایٹ سے مستقل رابطہ قائم رکھا جا رہا تھا اور وائی تھری ایٹ مارلینو کی ضرورتیں مسلسل پوری کر رہا تھا۔ تقریباً آٹھ سو افراد جن کا تعلق پہاڑوں سے نہیں تھا اس سلسلے میں عدنان سلامن اور مارلینو کی امداد کے لیے پہنچ چکے تھے اور دن رات ان لوگوں کو مسائل پر قابو پانے کے لیے مشورے دے رہے تھے۔

تہمانہ میں تھوڑی سی ہنگامہ خیزیاں ہوئیں اور ایک بڑے مفاد کے لیے چند افراد کو ختم کرنا پڑا جو بہر طور محبِ وطن تھے اور ان کے دل ان کو ختم کر کے رنج و غم میں ڈوب گئے تھے لیکن لاتعداد انسانوں کی زندگی کے لیے یہ قربانی مجبوراً قبول کر لی گئی تھی۔ البتہ جہاں بھی اُن سے رعایت ہو سکی کی گئی تھی اور اُنھیں ہلاک کرنے کے بجائے گرفتار کیا گیا اور اس طرح تہمانہ میں بھی عدنان سلامن کی حکومت قائم ہو گئی۔

پہاڑوں میں سنسنی پھیل گئی تھی۔ تمام قبیلوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ مختلف قبیلوں کے سردار تیز رفتاری سے اسلحہ بندی میں مصروف ہو گئے تھے۔ اِن کے لیے یہ بات ناقابلِ قبول تھی کہ پہاڑوں کے رسم و رواج کو ٹھکرا کر ایک شخص اس طرح ان تمام قبیلوں پر قبضہ جما رہا ہے، اور بربریت کر رہا ہے لیکن اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے بادشاہ خان کی خدمات حاصل کر لی گئی تھیں چنانچہ ایک رات بادشاہ خان کو احتیاط سے فرانہ سے نکال دیا گیا۔ بادشاہ خان سب سے بڑے قبیلے ترمانہ کے سردار گل بہادر سے ملا۔ سردار گل بہادر بے حد جنگجو اور خطرناک شخص تھا لیکن بادشاہ خان کے بالمقابل کبھی نہیں آیا تھا بلکہ ایک طرح

سے بادشاہ خان سے اس کی دوستی تھی جب بادشاہ خان خفیہ طور پر گل بہادر سے ملا تھا تو گل بہادر یہی سمجھا کہ تہمانہ کے زوال کے بعد بادشاہ خان وہاں سے فرار ہو کر یہاں آیا ہے۔ ایک تنہا ملاقات میں بادشاہ خان نے گل بہادر کو تمام صورتِ حال سمجھائی اور وہ یہ کہانی سُن کر دنگ رہ گیا۔ بادشاہ خان نے کہا۔

"سردار گل بہادر تمھیں علم ہے کہ سلامن خاندان سے ہماری زبردست دُشمنی چل رہی تھی اور عدنان سلامن ہزاد سلامن کا پوتا ہے اگر وہ یہ نیک مقصد لے کر مقصدِ عام پر نہ آتا تو یہ دُشمنی نہ جانے کتنی طویل چلتی لیکن قبیلوں کے بہتر مفاد کے لیے ہم نے یہ سب کچھ قبول کر لیا ہے۔ عدنان سلامن کسی ایک قبیلے کا حکمران نہیں بننا چاہتا تھا بلکہ یہ صرف اس بہت بڑے ملک کو دھوکا دینے کے لیے چال چلی گئی ہے تاکہ وہ مطمئن ہو جائے۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں گل بہادر کہ اپنی تیاریاں اسی بنیاد پر جاری رکھو اور یہ تاثر دیتے رہو کہ تم عدنان سلامن کی قوت ختم کرنا چاہتے ہو لیکن درپردہ یہ بات ذہن میں رکھو کہ تمھیں دُشمن سے لڑنا ہے میں تمھارے سپرد یہ ذمے داری کرتا ہوں کہ ناغل قبیلے کے سردار موسیٰ خان سے ملو اور اسے بھی اس صورتِ حال سے آگاہ کر دو اور تمھارے زیرِ اثر جتنے قبائل ہیں وہاں انتہائی خفیہ طور پر میرا یہ پیغام پہنچا دو۔" بادشاہ خان اپنی اس مہم میں نہایت کامیابی سے سرگرمِ عمل تھا کہ اُسے اطلاع ملی کہ اس کے تمام بھتیجوں کو فرانہ میں بُلا لیا گیا ہے اُسے بتایا گیا کہ توقیر خان اور اُس کے تمام بھائی نورین کی تلاش میں سرگرداں تھے پھر ایک جگہ وہ عدنان سلامن کو مل گئے، اور عدنان اُنھیں حقیقتِ حال بتا کر آئیوی اور نورین کے پاس لے آیا ہے اور ان لوگوں کو صورتِ حال بتا دی گئی ہے۔ چنانچہ بادشاہ خان ان کی جانب سے مطمئن رہے یہ ایک اور اطمینان بخش خبر تھی جس نے بادشاہ خان کو کافی سکون پہنچایا تھا۔ پہاڑوں میں درپردہ انتہائی منظم پیمانے پر یہ مہم جاری تھی اور بہت سے قبیلے صورتِ حال سے واقف ہونے کے بعد عدنان سلامن کی مخالفت چھوڑ چکے تھے۔

لیکن یہ بات صرف سرداروں تک محدود تھی عام لوگوں کے ذہن میں انتشار برپا تھا کہ تراب زان کے قدیم معمر اور بااثر سردار داؤد کو معزول کیوں کیا گیا اس کے علاوہ سلامن خاندان کو سرداری تو کسی طور پر نہیں ملنی چاہیے تھی کیونکہ وہ خاندان صرف دو افراد پر مشتمل تھا اور اس کا کوئی خاص ماضی بھی نہیں تھا۔

لیکن سردار داؤد نے یہ صورتِ حال سنبھالی۔ اس نے مجمعِ عام میں کہا۔ "یہ سرداری چھینی نہیں گئی ہے بلکہ پہاڑوں کے وسیع تر مفاد میں یہ مناسب فیصلہ کیا گیا ہے۔ عدنان سلامن اس کا اہل ہے اور اس کا جو

آئندہ منصوبہ ہے وہ اتنا شاندار ہے کہ تقریباً تمام قبیلے اس سے متفق ہو گئے ہیں۔ سردار بے وقوف یا کمزور نہیں ہیں۔ فرغانہ، جمالی، بامن اور ستافیل جیسے بڑے قبیلے کے سرداروں نے اپنی باگ ڈور عدنان سلامن کے ہاتھ میں دے دی تھی اور عدنان سلامن کے آدمیوں نے وہاں کا انتظام سنبھال لیا تھا، دلچسپ بات یہ تھی کہ ان قبیلوں میں تنظیم کے ارکان تک کو مدعو کر لیا گیا تھا اور ان کی زیرِ ہدایات وہاں کے انتظامات سنبھال لیے گئے تھے۔ ان تمام باتوں کی اطلاع وائٹ تھری ایٹ کو مل رہی تھی، اور وائٹ تھری ایٹ اپنے اس کامیاب آپریشن پر پھولا نہیں سما رہا تھا، اُس نے بڑے فخریہ انداز میں اپنے اعلیٰ حکام کو اطلاع دی تھی کہ جو مشن اُس کے سپرد کیا گیا تھا وہ اُسے انتہائی کامیابی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔

دُوسری سمت مارلینو سے بھی اُس کا رابطہ قائم تھا اور مارلینو اُسے پہاڑوں میں ہونے والی کارروائی کے بارے میں پوری طرح سے مطلع رکھ رہا تھا۔

کالی گھاٹی کے علاقے میں آہستہ آہستہ اس بڑے ملک کے فوجی جمع ہوتے جا رہے تھے، انتہائی عظیم الشان پیمانے پر لیکن انتہائی محتاط انداز میں ہلکا اور بھاری اسلحہ ان علاقوں میں جمع کیا جا رہا تھا۔ ان انجینئروں کو مطلوبہ علاقے میں بھیج دیا گیا تھا، جو اس ملک سے تعلق رکھتے تھے اور جن کے سپرد عارضی ہوائی اڈے تعمیر کرنے کی ذمے داری تھی۔ مارلینو نے اپنے مخصوص آدمیوں کے ساتھ انھیں ان جگہوں پر پہنچا دیا تھا اور وہاں دن رات کارروائی ہو رہی تھی۔

پہاڑی علاقوں میں بھی بعض ایسے قبیلے جو پورے طور پر عدنان سلامن کے ساتھ کام کر رہے تھے، مصروفِ کار ہو گئے تھے اور بظاہر یہ تاثر دیا جا رہا تھا کہ ان لوگوں نے عدنان سلامن کی حکمرانی قبول کرتے ہوئے اپنے ملک میں ایک نئی صبح کے آغاز کے لیے کام شروع کر دیا ہے۔ جس طرف بھی دیکھا جاتا یہی محسوس ہوتا تھا کہ قبیلے مطمئن ہیں اور عدنان سلامن نہایت کامیابی سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔

بات صرف ہوائی اڈوں کی تعمیر کی تھی، جن کے تکمیل پانے کے بعد وہ ملک اپنے باقاعدہ آپریشن کا آغاز کر دیتا اور اس کے بعد ایک نئے ملک کا نعرہ لگایا جاتا، اور ان لوگوں کے اس نئے ملک کی آزادی کا اعلان کر دیا جاتا، جو پہاڑوں کے رہنے والے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے حکومت کو ابھی تک اس سازش کے بارے میں کوئی علم نہیں آیا ہے

سربراہان کی ایک زیرِ زمین میٹنگ ہوئی جس میں مارلینو کی شرکت کو مناسب نہیں سمجھا گیا تھا، چونکہ اُسے غیر ملکی تصور کیا جا سکتا تھا، البتہ عدنان سلامن، بادشاہ خان وغیرہ اس میٹنگ میں شریک تھے اور یہاں اُنھوں نے سرداروں کو اپنے اغراض و مقاصد کی مکمل تفصیل بتا دی تھی، سردار سب یک زبان ہو گئے تھے، اُنھوں نے پوری طرح اپنے تعاون کا یقین دلایا اور یہ بھی کہا کہ اگر صورتِ حال واضح ہو جائے اور وہ ملک اس سازش سے باخبر ہو جائے، تب بھی وہ پہاڑوں کے سُوراخوں میں مورچہ بند ہیں، سرحد میں ایک ایک انچ زمین اُن کے حوالے نہیں کی جائے گی اور اپنے وطن کا پُوری طرح سے دفاع کیا جائے گا، ایک بار پھر وہ روایتیں دُہرائی جائیں گی، جو صدیوں پہلے دُہرائی گئی تھیں، کوئی غیر ملکی ان پہاڑوں میں قدم نہیں جما سکتا۔ یہ پہاڑوں میں رہنے والوں کا عہد تھا اور اس عہد پر ایک ایک فرد کٹ مرنے کے لیے تیار تھا۔

شیران قرانہ ہی میں مقیم تھا، عدنان سلامن کی سرگرمیوں میں اُس نے کوئی حصہ نہیں لیا تھا، زیادہ تر اُس کا وقت سدھاشی کے پاس ہی گزرتا تھا، اور سدھاشی کو گویا زندگی کی تمام مسرتیں مل گئی تھیں، وحشی دیوانہ آج بھی اپنی فطرت میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کر سکا بس ایک تبدیلی اس کی فطرت میں پیدا ہوئی تھی اور وہ یہ وہ سدھاشی کو بے پناہ چاہنے لگا تھا اور بارہا اس بات کا اعترا کر چکا تھا کہ سدھاشی نے اُسے وہ دیا ہے، جو اس کے وہم و گما میں بھی نہیں تھا، وہ کہتا تھا۔ "سدھاشی میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ تُو اتنی بڑی عورت نکلے گی، یا تان برومائی نسل سے ہُوں کہ میں اُس کی اولاد کو نہیں سمجھ سکا تھا اور میری وجہ سے اُ کی زندگی گئی۔ عدنان میرا وفادار ہے سدھاشی اور مجھے یُوں محسو ہوتا ہے جیسے میرا وجود بہت بلند ہو گیا ہو، میں تو اب ایک جگ بیٹھ کر اس بلند وجود کو دیکھنے والوں میں شمار ہوتا ہوں۔"

"نہیں شیران تم عظیم ہو اور عدنان خان تمھاری ہی عطا کا انعام ہے۔"

ان الفاظ پر شیران پھیکی سی ہنسی ہنس دیتا تھا، ایک نے مدھم سے لہجے میں کہا۔ "نہیں سدھاشی میں عظیم نہیں ہوں، اپن کا ایک ایک واقعہ جب مجھے یاد آتا ہے تو نہ جانے کیوں میں سا ہو جاتا ہوں۔ میں نے بہتر نہیں کیا۔ کیا ہوا تھا مجھے، بھوک س تھی میرے اندر، جو مجھے انسانیت سے اتنی دور لے گئی تھی کبھی دوست اور دُشمن کی تمیز نہیں کی، میں نے کبھی انسانوں کو نہیں سمجھا، بس میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہر وہ کام کرت جو انسانیت کی حدود میں ہو یا نہ ہو، بلکہ میری فطرت تو انسانیت حدود کو تسلیم ہی نہیں کرتی تھی، سدھاشی میں اپنے وجود میں ایک

سی پا رہا ہوں، ایک ایسی پیاس ہے میرے روئیں روئیں میں، جس کا کوئی مفہوم میری نگاہ میں نہیں ہے، میں اس پیاس کو بجھانا چاہتا ہوں، مجھے یہ پتا نہیں چل سکا کہ اس پیاس کو بجھانے کا ذریعہ کیا ہے، میں اسی کی تلاش میں ہوں سدھاشی۔ میں اسی کی تلاش میں ہوں۔"

"سدھاشی کی ضرورت جہاں بھی پیش آئے شیران تکلف نہ کرنا، یہ نہ پوچھنا کہ میں نے اپنی زندگی میں کچھ وقت تنہا بھی گزارا ہے، میں تو ہر طرح تمھارے معاملے میں ملوث ہوں کیونکہ ہم زندگی کے ہر لمحے میں ساتھی ہیں۔"

شیران ایسے موقعوں پر خاموش ہو جاتا تھا، آئیوری اور نوریز سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے، مارلینو خاص طور سے ان کا خیال رکھتا تھا، وہ دونوں اِس کے پاس نعمان خان کی امانت تھے، اور نعمان خان بہر طور اب اپنوں ہی میں شمار ہوتا تھا۔ توقیر خان اور دُوسرے لوگوں کو اب اس سلسلے میں خاصی معلومات حاصل ہو چکی تھیں اور وہ خود بھی چاہتے تھے کہ آگے بڑھ کر کچھ کریں لیکن مارلینو نے ان سے درخواست کی تھی کہ جس وقت بھی موقع ہو گا وہ ان کی خدمات حاصل کرنے سے گریز نہیں کرے گا، البتہ اُس سے پہلے وہ یہاں سے نکل کر کوئی اُلجھن پیدا کرنے کا باعث نہ بنیں، چنانچہ ساتوں بھائی نوریز اور آئیوری کی دلجوئی میں مصروف رہتے تھے۔ توقیر خان کی خواہش تھی کہ وہ خود بھی دارالحکومت چلا جائے اور اپنے بھائی نعمان خان کی مدد کرے لیکن اس کے لیے بادشاہ خان نے اُسے منع کر دیا تھا، وہ مارلینو کے پروگرام میں کوئی رخنہ اندازی نہیں کرنا چاہتا تھا، اور مارلینو کو دلجمعی سے اپنا کام کرنے کا موقع دینے کا خواہش مند تھا!

پھر ایک شام وائٹ تھری ایٹ نے مخصوص ٹرانسمیٹر پر مارلینو سے رابطہ قائم کیا اور مارلینو کے لیے فکر کے لمحات پیدا ہو گئے۔ وائٹ تھری ایٹ نے مارلینو سے کہا۔ "مسٹر مارلینو پہاڑوں میں آپ کی وساطت سے جو کامیاب مہم جاری ہے، میں مکمل طور پر اُس سے متفق ہوں اور ایک بار پھر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے بڑی جانفشانی کے تحت وہاں ہمارے آپریشن کا آغاز کر دیا ہے اور نہایت کامیابی سے آگے قدم بڑھا رہے ہیں۔

آٹھ ماہرین آپ کے مشیر ہوں گے اور آپ کے ساتھ مستقل قیام کریں گے۔ ان بہترین جنگی مشیروں کا شایانِ شان استقبال کیا جائے گا۔"

"بہت عمدہ تجویز ہے۔ مجھے اس سے کافی مدد ملے گی۔" مارلینو نے جواب دیا اور پھر سلسلۂ گفتگو منقطع ہو گیا۔ مارلینو کی پیشانی شکن آلود تھی۔ اس اطلاع کی روشنی میں اُسے بہت کچھ کرنا تھا

بہر طور تقریباً ایک گھنٹے تک وہ بیٹھا مختلف پروگرام بناتا رہا، اور پھر اُس نے اپنے طور پر ایک منصوبہ بندی کر لی، اس سلسلے میں گریچر سے مشورہ کرنا ضروری تھا، چنانچہ اُس نے گریچر کو اپنی خفیہ آرام گاہ میں طلب کر لیا اور کافی دیر تک بیٹھا اُس سے گفتگو کرتا رہا۔ گریچر مارلینو کی باتیں سُنتا رہا تھا۔ ویسے بھی وہ مارلینو کی عظمت کا دل سے قائل تھا، اس کی منصوبہ بندیاں سُننے کے بعد گریچر نے کہا۔ "اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر مارلینو، درحقیقت آپ کو خوش کرنے کے لیے یہ بات نہیں کہہ رہا کہ شیران کے سپرد جو کام کر دیا جائے گا، وہ اُسے جان کی بازی لگا کر انجام دے گا، لیکن اگر آپ یہ سوچتے ہیں کہ اپنے بیٹے کو پا کر اور سدھاشی کی آغوش میں پہنچ کر شیران کی فطرت تبدیل ہو گئی ہے تو یہ ناممکن ہے۔ وہ ایک ایسی ٹیڑھی لکیر ہے جسے سیدھا کرنا ممکنات ہی میں سے نہیں ہے، چنانچہ ہم کسی بھی اہم کام کے سلسلے میں شیران پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔"

"ٹھیک ہے اس لیے یہ ذمے داری میں تمھارے سپرد کر رہا ہوں گریچر لیکن نقل و حرکت جس طرح ہو گی اس کا تم اندازہ لگا سکتے ہو، تم نے اس نقشے کو بخوبی سمجھ لیا ہے۔" مارلینو نے گریچر سے سوال کیا۔

"یقیناً جناب۔ اور میں فوری طور پر اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"فوری طور پر نہیں بلکہ اسی وقت سے، تمھیں رات تک ساری تیاریاں مکمل کر لینی ہیں، اور رات کے وقت ہی تم یہاں سے نکل کر مطلوبہ جگہ پہنچ جاؤ گے۔"

"بہت بہتر، میں اپنے طور پر ایسی جگہیں تلاش کر لوں گا۔ ان پہاڑوں میں ایسے غاروں اور سرنگوں کی کمی نہیں ہے۔"

"ہاں اسی بنیاد پر میں یہ بات کہہ رہا ہوں، گو یہ ایک خطرناک قدم ہے لیکن اس کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے۔ البتہ تمھیں اس بات کا خیال رکھنا ہو گا کہ جس وقت تم تنظیم کے ان آٹھ افراد کے ساتھ علاقائی سروے کرو، تو تم ان کی نگاہوں میں نہ آ سکو۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں مسٹر مارلینو۔" گریچر نے جواب دیا اور پھر مارلینو سے اجازت لے کر وہاں سے چلا گیا۔ مارلینو نے ایک انتہائی قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا جو بے حد خطرناک تھا، لیکن اس نہج پر آنے کے بعد کوئی بھی خطرناک قدم اٹھانے کے لیے مجبوری

پسیا ہوگئی تھی۔

❦

رات کی تاریکیوں میں مارلینو کی نگاہیں دُور دُور تک بھٹک رہی تھیں، اِن علاقوں کے جو نقشے ترتیب دیے گئے تھے، اُنھیں باقاعدہ نمبر دے دیے گئے تھے اور نئی اطلاع کے مطابق یہ آٹھوں فوجی مشیر نمبر سترہ پر مارلینو سے ملاقات کرنے والے تھے۔ نمبر سترہ ایک خطرناک جگہ تھی، ایک پہاڑی تدرتی موڑ، جس کے اُوپر ایک چٹان بہت بڑے سائبان کی شکل میں جھکی ہُوئی تھی اور جس سے نیچے کے مناظر نظر نہیں آتے تھے، لیکن یہ سڑک کمّا جگہ ایک پگڈنڈی کی شکل میں گھومتی ہُوئی نیچے گہرائیوں میں گئی تھی۔

بہر طور رات کے تقریباً دو بجے دو بے آواز ہیلی کاپٹر اِس بڑی چٹان پر اُترے جس کے نیچے مارلینو موجود تھا، مارلینو اگر اِن کی طرف سے ملنے والے سگنل نہ موصول کرچکا ہوتا تو اُسے پتا بھی نہیں چلتا۔ اُس نے اِس بات سے اندازہ لگالیا تھا کہ کس پیمانے پر اِس علاقے میں فوجی کارروائی ہورہی ہے۔ وہ چٹان کے اوپری حصّے پہ پہنچ گیا، یہاں وہ تنہا ہی آیا تھا۔

ہیلی کاپٹر سے چند افراد نیچے اُترے اور اُن کے درمیان کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہُوا۔ تب مارلینو اُنھیں ساتھ لے کر اس سمت چل پڑا جہاں اُس نے اپنی گاڑی کھڑی کی ہُوئی تھی۔ یہاں تک آنے کے لیے گاڑی کا راستہ گو مکمل طور پر ہموار نہیں تھا لیکن مارلینو ایک شاندار ڈرائیور بھی ثابت ہُوا تھا اور جب اِن آٹھوں سے تعارف حاصل کرنے کے بعد وہ اُنھیں لے کر رات کے تاریک اندھیرے میں اس سڑک پر چلا تو اُس کے ساتھ سفر کرنے والوں کے دِل دہل گئے۔ وہ متحیّرانہ نگاہوں سے مارلینو کو دیکھ رہے تھے، بالآخر اُن میں سے ایک کہے بغیر نہ رہ سکا، ”مسٹر مارلینو ہم نے آپ کے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا ہے، یہ بھی سُنا ہے ہم نے آپ کے بارے میں کہ آپ کے چاروں ہاتھ پاؤں مصنوعی ہیں اور یہ بھی سُنا ہے کہ آپ نے اُنھیں اس طرح الیکٹرونک بنالیا ہے کہ وہ عام ہاتھ پیروں سے زیادہ موثر انداز میں کارروائی کرتے ہیں، البتہ آپ کی آنکھوں کے بارے میں ہم نے کچھ نہیں سنا۔“

”کیا مطلب؟“ مارلینو مسکراکر بولا۔

”کیا یہ بھی مصنوعی ہیں؟“

”اوہ نہیں، دَراصل اِس راستے سے مَیں نے اچھی طرح واقفیت حاصل کرلی ہے، حالانکہ مَیں بھی پہلی بار ہی اِس راستے پر آیا ہُوں۔“

”خوب آپ کی ڈرائیونگ قابلِ رشک ہے۔“ وہ شخص بولا۔

مارلینو نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ سفر جاری رہا اور اس کے بعد ساتوں رات وہ فرانہ میں داخل ہوگئے۔ خطرناک جگہ تھی، لیکن مارلینو کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ فرانہ کے اس محل میں وہ خصوصی طور سے انتظامات کرکے گیا تھا، ویسے بھی اِن لوگوں کے قیام کی مدّت یہاں زیادہ طویل نہیں تھی اس لیے مارلینو کو کوئی خاص پریشانی نہیں تھی۔

محل کے ایک خاص کمرے میں پہنچنے کے بعد اُس نے روشنی میں ایک بار پھر ان سب سے مصافحہ کیا اور کہنے لگا، ”اگر آپ تھکن محسوس کررہے ہیں تو مَیں آپ کے آرام کا بندوبست کردُوں؟“

”نہیں مسٹر مارلینو، ہم تو آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ہماری کارروائی کا آغاز کب سے ہورہا ہے؟“

”یہ تو آپ پر منحصر ہے۔“

”تو پھر یہی ہے کہ ساتوں رات ہم اپنے مشن پر چل پڑیں، ضروری ساز و سامان ہم ساتھ لائے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ یہ بتائیے یہاں سے ہمیں اپنے ساتھ کتنے آدمی لے جانا ہوں گے؟“

”زیادہ افراد کی ضرورت قطعی نہیں ہوگی۔ ہمیں اپنے ساتھ صرف چند اُن لوگوں کو لے جانا ہوگا جو ہمارے لیے کھانا تیار کرسکیں۔ اس کے علاوہ مسٹر مارلینو پہاڑوں میں قیام کے لیے آپ کو کچھ دُوسرا بندوبست بھی کرنا ہوگا مثلاً خوراک وغیرہ کا۔“

”اس کی آپ بالکل فکر نہ کریں یہ تمام ذمّے داریاں میری ہیں البتہ آپ کو ایک مسخرہ پن کرنا ہوگا۔“

”مَیں نہیں سمجھ ڈ“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”آپ جن لباسوں میں یہاں تک آئے ہیں پہاڑوں میں گھومنے کے لیے وہ لباس قطعی ناموزوں ہوں گے چنانچہ مَیں نے آپ سب کے لیے مقامی لباسوں کا بندوبست کیا ہے۔“

”اوہ۔ دلچسپ اور ذہانت سے بھرپور۔“ اس شخص نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

مارلینو نے تھوڑی دیر کے بعد اُنھیں وہ لباس پیش کردیے جو مقامی تھے ہر سائز اور ہر طرح کے لباسوں کے ڈھیر لگادیے گئے تھے اِن لوگوں نے اپنے اپنے بدن کے ناپ کے لباس نکال لیے اور پھر اُنھیں زیبِ تن کرلیا۔ اس بات سے وہ لوگ بہت متاثر ہوئے تھے بہر طور رات کی تاریکی میں مارلینو اُنھیں لے کر چل پڑا۔ اس سلسلے میں اُس نے تقریباً تمام ہی انتظام کرلیے تھے

سرحدوں کے مخصوص علاقوں کا سروے کرنے کے لیے گاڑیاں وہاں پہنچا دی گئی تھیں اور کچھ ایسے افراد بھی جنھیں وہاں اِن لوگوں کے لیے بندوبست کرنا تھا۔ راستے میں مارلینو نے اُنھیں اِس سلسلے میں اِطلاع دی۔

”آپ کی کارکردگی بے مثال ہے۔ ہم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔“ مہمانوں میں سے ایک اور شخص نے کہا۔

رات بھر یہ سفر جاری رہا پھر دُوسرا دن بھی گُزر گیا تب کہیں وہ مطلوبہ جگہ پہنچ سکے۔ یہاں مارلینو نے ایک غار کے اندر ایک عارضی ہیڈ کوارٹر بنایا تھا۔ اس ہیڈ کوارٹر میں ان کے لیے تمام کھانے پینے کی اشیاء موجود تھیں۔ پٹرول اور ضرورت کا تمام سامان بھی وہاں پہنچا دیا گیا تھا جس کے بارے میں مارلینو نے ان لوگوں کو تفصیلات بتائیں۔

”ہم بیشتر فوجی مہمات میں حصّہ لیتے رہے ہیں اور ہم نے خود بھی ایسے بہت سے کارنامے انجام دیے ہیں لیکن مسٹر مارلینو کبھی، ایسی کسی پہاڑی مہم سے واسطہ نہیں پڑا ہمارا۔ یہ دُوسری بات ہے کہ کچھ مہمات میں ہمیں ایسے علاقوں سے گزرنا بھی پڑا ہے لیکن یوں لگتا ہے جیسے آپ پہاڑوں سے بخوبی واقف ہیں آپ نے جو انتظامات کیے ہیں وہ قابلِ رشک ہیں۔“

”آپ اِن سے مطمئن ہیں؟“

”نہ صرف مطمئن بلکہ بہت زیادہ مطمئن۔“ اُنھوں نے جواب دیا۔

یہ شام یہاں گزاری گئی اور اس کے بعد سرحد کے ساتھ ساتھ نہایت مناسب انداز میں سروے کا کام شروع کردیا گیا۔ فوجی مشیر گہری نگاہوں سے ایک ایک چپّے کا جائزہ لے رہے تھے۔ اُن کی آنکھیں دُور دُور تک اپنے لیے موزوں جگہیں تلاش کررہی تھیں اور پھر اُنھوں نے ایک مخصوص علاقے کو اس کام کے لیے منتخب کیا کہ یہاں ایک چھوٹا سا فوجی ہیڈ کوارٹر تعمیر کرلیا جائے اور یہاں سے سرحد کی اس لمبی پٹی پر وہ ہتھیار نصب کردیے جائیں اور مورچے بنالیے جائیں جو کسی فوری مداخلت کو روکنے کے لیے موثر ثابت ہوں۔

مارلینو نے اپنی تمام تر خدمات اُنھیں پیش کردی تھیں۔ یہ کارروائی تقریباً پانچ روز تک جاری رہی۔ ان پانچ روز میں مارلینو ان لوگوں کا مکمل اعتماد حاصل کرچکا تھا اور اس کے بعد اُسے بتایا گیا کہ تقریباً دو ہزار افراد کالی گھاٹی کے علاقے سے یہاں پہنچیں گے اور اُن کے لیے یہ چند جگہیں منتخب کرلی گئی ہیں جہاں سے وہ اس پورے علاقے پہ نگاہ رکھ سکیں گے یُوں تو سرحد کافی وسیع و عریض تھی اور آزاد علاقہ دُور دُور تک پھیلا ہُوا تھا لیکن وہ راستے مخصوص ہی تھے جہاں سے اس ملک کی فوجیں آزاد علاقے میں داخل ہوسکتی تھیں اور تنظیم کے ارکان کو صرف اِنھی علاقوں کا تحفظ کرنا تھا۔ باقی معاملات دُوسری نوعیت کے ہی تھے اور اس سلسلے میں باقاعدگی سے کالی گھاٹی میں بندوبست کیا جارہا تھا۔

اِن دو ہزار افراد کی یہاں منتقلی کا کام بالآخر شروع ہوگیا اور یہ منتقلی تقریباً نو دن میں مکمل ہوگئی۔ دو ہزار فوجی جوان جن کے لیے مقامی لباسوں کا بندوبست کرلیا گیا تھا۔ ان علاقوں میں پہنچ گئے اور اس کے بعد اُنھوں نے مورچہ بندی شروع کردی جن مورچوں کو اُنھوں نے منتخب کیا تھا وہاں انتہائی جدید اور خطرناک قسم کا اسلحہ پہنچا دیا گیا۔ مارلینو اس دوران اِن لوگوں کے ساتھ مکمل طور پر مصروف رہا تھا اور کسی اور سلسلے میں اُسے کوئی اطلاع نہیں مل سکی تھی۔

پھر وہ وقت آگیا جب اُنھیں اپنی تمام تر کارروائیوں کا آغاز کرنا تھا دو ہزار جوان جو بہترین تربیت یافتہ تھے اس کام کے لیے تیار تھے کہ اُنھیں ایک ایک کمانڈر کی موجودگی میں اُن کے مورچوں کی طرف روانہ کردیا جائے۔

مارلینو نے اِن آٹھوں جنگی مشیروں کو مکمل طور پر مطمئن کررکھا تھا اور وہ مارلینو کے ہر اقدام کی حمایت کرتے تھے۔ اس دوران وائٹ ٹری ایٹ سے مسلسل رابطہ قائم رکھا گیا تھا اور ٹرانسمیٹر مشین پر اُسے اطلاعات دی جارہی تھیں کہ تمام کام بہت مناسب انداز میں ہورہے ہیں اور وہ اِن علاقوں میں اپنے قدم جما چکے ہیں۔

وائٹ ٹری ایٹ نے ایک بار خود بھی یہاں کا سروے کیا تھا اور اس بات سے پُوری طرح اطمینان کا اظہار کیا تھا کہ مارلینو کی سرکردگی میں بہترین پیمانے پر کام ہورہا ہے اور اس سے زیادہ عمدگی کا تصوّر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

گویا تمام صُورتِ حال ابھی تک کنٹرول میں تھی یہاں تک کہ وہ وقت آگیا جب مارلینو کو اس ڈرامے کا ڈراپ سین کرنا تھا۔ گریچر سے رابطہ قائم ہوچکا تھا اور گریچر نے بتایا تھا کہ تمام کارروائیاں مارلینو کی ہدایت کے مطابق کرلی گئی ہیں چنانچہ اس دن مارلینو نے اپنے اِن آٹھوں مشیروں کو جمع کرکے اُن سے گفتگو کی۔

اُس نے کہا کہ تمام جوانوں کو ایک جگہ جمع کرکے اُنھیں کمانڈ کرنے والے افسروں کا انتخاب کرلیا جائے اور اُنھیں آخری ہدایات

دے دی جائیں۔ اس کے لیے مارلینو نے کہا تھا کہ چونکہ اب تک اِن جوانوں کو مختلف جگہوں پر پوشیدہ رکھا گیا ہے تاکہ اُن کا اجتماع کسی کے شک کا باعث نہ بنے لیکن اُس نے انتظام کر لیا ہے کہ اِن سب کو ایک عظیم الشان غار میں جمع کر کے آخری ہدایات دے دی جائیں۔ تمام جنگی مشیروں نے اس بات سے اِتفاق کیا۔ البتہ اُنھوں نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا تھا کہ وہ ایسی کون سی جگہ ہے جہاں یہ سب یکجا ہو سکیں گے۔

مارلینو نے اس جگہ کی نشاندہی کر دی اور تھوڑے تھوڑے جوان ٹکڑیوں میں بٹ کر مقامی لباسوں میں اس عظیم الشان غار میں داخل ہونے لگے جس کا دہانہ تنگ تھا لیکن جو اندر سے اِتنا کشادہ تھا کہ وہاں دو ہزار کے بجائے پانچ ہزار افراد آ سکتے تھے۔

غار قدرتی ہی تھا لیکن اس میں مارلینو کی، کی ہُوئی تمام کارگزاریاں نظر آتی تھیں۔ جنگی مشیروں نے مارلینو کے اس اقدام کو بھی بہت سراہا تھا۔

”یُوں لگتا ہے مسٹر مارلینو جیسے آپ اِن علاقوں سے اِس طرح واقف ہو گئے ہوں کہ یہاں کے باشندے بھی اِس قدر نہ جانتے ہوں۔“

”تنظیم نے جو ذمّے داری میرے سپرد کی ہے اور جسے مَیں نے قبول کیا ہے اُسے انجام دینے کے سلسلے میں، مَیں اپنی تمام تر کوششیں کرتا رہا ہُوں۔ یہ غار ایک طرح سے یُوں سمجھیں کہ میرا ذاتی ہیڈکوارٹر ہے یہاں سے میرے آدمی بہت پہلے سے سرحدوں پر نگرانی رکھتے ہیں۔ مَیں تنظیم کی ہدایت کے بغیر ہی اِس عمل میں مصروف رہا ہُوں تاکہ میرے کام میں کوئی رخنہ اندازی نہ ہو سکے۔“

مارلینو ایک ملحقہ غار میں چلا گیا۔

فوجی جوان تقریباً سب کے سب یہاں پہنچ چکے تھے ان کی آمد کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا تھا چنانچہ کسی خاص میکنزم کے تحت اس تنگ دہانے پر ایک چٹان آ گئی اور غار کا دروازہ پُوری طرح بند ہو گیا۔ آٹھوں فوجی مشیر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہُوئے تھے مارلینو کے آنے کے بعد ہی جوانوں سے خطاب کیا جاتا تھا۔

مارلینو جس ملحقہ غار میں داخل ہُوا تھا۔ وہ اس بڑے غار کی کوئی شاخ معلوم ہوتا تھا لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً اس غار کا دہانہ بھی ایک چٹان سے ڈھک گیا اور اب غار میں کوئی رُخنہ نہیں رہا تھا۔ آٹھوں جنگی مشیر تحسین آمیز نگاہوں سے ایک دُوسرے کو دیکھ رہے تھے اور گاہے بگاہے وہ مارلینو کی پُراسرار قوتوں کا تذکرہ بھی کرتے جا رہے تھے۔

آخری دُروازہ بند ہونے کے باوجود غار میں ابھی تک گھٹن کا احساس نہیں ہُوا تھا لیکن رفتہ رفتہ یہاں موجود آکسیجن میں کمی ہونے لگی اور اُنھوں نے اس چیز کو محسوس کر لیا۔

ابھی وہ اس سلسلے میں کوئی بات سوچ بھی نہیں سکے تھے کہ دفعتاً ایک دیوار میں کچھ گڑگڑاہٹ سی ہُوئی اور اس کے بعد اُس سے مارلینو کی آواز بلند ہُوئی۔

”میرے عزیز دوستو تنظیم کے قابلِ فخر کارکنوں اور ملکوں پر قبضہ کرنے کی ہَوس میں اپنی زمین کو چھوڑ کر چلے آنے والے جوانو مارلینو تم سے مخاطب ہے۔ مَیں نے تمھاری قبر کے لیے یہ غار منتخب کیا ہے۔ یہ عظیم الشان غار اچھی طرح دیکھ لو کہ یہ تمھارا مقبرہ ہے اور یہاں سے آغاز ہوتا ہے تنظیم کے اِن کالے ارادوں کی تباہی کا جو وہ اِس ملک کے خلاف دِل میں رکھتی ہے۔ اے جنگی مشیرو قابلِ فخر کارکنو، مارلینو دل سے تمھارا مخالف ہے۔ دُوسرے ملک پر گولا دُنیا میں تباہی پھیلانا اِتنا آسان کام نہیں ہے۔ اب وہ دَور گزر چکے جب شہنشاہیت رائج تھی اور ایک بادشاہ اپنی طاقت کے بَل پر دُوسرے ملک کو فتح کر کے اپنے زیرِ نگیں کر لیتا تھا۔

آج کا اِنسان یہ سمجھ چکا ہے کہ اپنی اپنی زمین پر اپنا اقتدار ہی مُناسب ہو سکتا ہے اور اس بات کو حکومتوں نے اور ملکوں نے سرحدوں کو تسلیم کیا ہے کہ کسی کی آبادی میں رخنہ اندازی نہ کی جائے۔

تم لوگ کیا سمجھتے ہو کیا اپنی طاقت کے زعم میں ساری دُنیا کو غلام بنا لو گے نہیں ہرگز نہیں جس طرح تم سازشیں کر سکتے ہو اِسی طرح تمھارے خلاف بھی سازشیں کی جا سکتی ہیں۔

میرا تعلق اس زمین سے نہیں ہے لیکن تم لوگ کیا جانو کہ اس زمین کے بسنے والوں سے مجھے کتنا پیار ہے، ہاں۔ مَیں تمھیں آگاہ کرنا چاہتا ہُوں۔ بے وقوف لوگو مَیں نے سچے دِل سے آج تک کبھی تمھارے بارے میں نہیں سوچا۔

تم سب کو مَیں اپنے پروگرام سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہُوا تم آٹھ آدمی ہو مَیں تم سے مخاطب ہُوں۔ تم لوگوں کی جگہ مَیں نے ایسے لوگ تیار کیے ہیں جو تمھارا کردار ادا کرتے رہیں گے اور تمھارے لب و لہجے میں تمھاری اپنی زبان میں وائی تھری ایٹ کو یہاں کی مکمل کارروائیوں کی اِطلاع دیتے رہیں گے اور بے وقوف فوجی جوانو مجھے اتنی پُرخاش تم سے نہیں ہے لیکن تمھاری زندگی بھی اِن حسین پہاڑوں کے لیے خطرناک ہے تمھاری جگہ یہاں کے قبائلی جوان ان مورچوں پر قبضہ کر کے پہرہ دے رہے ہیں جو تم نے اپنے لیے تیار کیے تھے اور یہ صرف اِس لیے ہو گا کہ تم اپنی ناپاک ہوس

پوری نہ کر سکو۔

مَیں کوئی طویل تقریر نہیں کرنا چاہتا تمھاری موت سے تمھیں آگاہ کر دینا ضروری تھا۔ ہتھیار ہیں تمھارے پاس گولیاں چلاؤ ایک دُوسرے پر کتّوں کی طرح چیخو۔ بھونکو اور اِن غاروں کی دیواروں کو توڑ دو لیکن تم اس میں کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ اپنے اطراف میں دیکھو یہ جو چھوٹے چھوٹے سوراخ تمھیں نظر آ رہے ہیں یہ تمھاری موت کے پیغامبر ہیں۔“ تمام لوگ سکتے کے عالم میں یہ گفتگو سُن رہے تھے۔ آٹھوں فوجی ارکان اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے وہ متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے اور اس کے بعد اُنھوں نے خوفناک آواز میں کہا ”نکلو یہاں سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کرو ان چٹانی دروازوں کو توڑ دو۔“ جوان جو خود بھی پہلے ہی سے پاگل ہو رہے تھے بے اختیار چٹانی دُروازے کی طرف دوڑے۔

لیکن اس سے قبل ہی اِن سوراخوں سے سفید رنگ کی ایک گیس خارج ہونے لگی اتنی مہلک اتنی تیز اور اتنی زہریلی طاقت ور اثر رکھنے والی گیس۔

ایک لمحے میں اُن کے اعضاء مفلوج ہو گئے۔ اُن کے سینے پھٹنے لگے۔ اُن کی ناکوں سے خون جاری ہونے لگا اور وہ بولنا تک بھول گئے۔ وہ سب لڑکھڑاتے قدموں سے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ ایک دُوسرے کو نوچ کھسوٹ رہے تھے۔ دُروازے کو توڑ کر نکل جانے کی فکر میں سرگرداں تھے لیکن اُن کے اعضاء اُن کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ زہریلی گیس نے اِن سب کو مکمل طور پر مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔

پھر وہ آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھنے لگے ایک ایک آدمی گر رہا تھا اور اس کی ناک اور کان سے خون بہہ رہا تھا۔

وہ آٹھوں ارکان سب سے پہلے موت کا شکار ہُوئے تھے جو فوجی جنگی چالوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد اس قبرستان میں مکمل خاموشی طاری ہو گئی۔ اب وہاں کوئی ذی رُوح موجود نہیں تھا وہ سب کے سب مُردوں میں تبدیل ہو چکے تھے اور اُن کے بدن بُری طرح گلتے جا رہے تھے۔ یہ خوفناک کارروائی دس منٹ میں ختم ہو گئی۔

اس کے بعد چند افراد گیس ماسک اور گیس پروف لباس پہنے ہُوئے اس ہال میں داخل ہُوئے، ان میں مارلینو بھی تھا اُس نے آسودہ نگاہوں سے یہاں موجود لوگوں کو دیکھا اور پھر اپنے قریب کھڑے ہُوئے شخص کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ ”اس اجتماعی قبرستان کو ہمیشہ کے لیے بند کر دو، یہاں کی کہانی کسی قیمت پر باہر نہیں جانی چاہیے۔“ ان الفاظ کو ادا کرنے کے بعد وہ واپس اُس سوراخ سے اندر داخل ہو گیا جس میں سے نکل کر آیا تھا۔ ایک بہت بڑا کام ہو چکا تھا۔ جیسا کہ مارلینو نے کہا تھا۔ اس نے آٹھ آدمی وہاں فروکش کر دیے تھے جن کے سپرد یہ ذمّے داری تھی کہ وہ وائی تھری ایٹ کو وہاں پر مکمل کنٹرول ہونے کی اِطلاع دیتے رہیں۔

اسے ان پہاڑوں میں ایک نئی زندگی ملی لیکن اس زندگی میں اسے وطن سے پیار نہیں دُشمنی کے لیے مجبور کیا جا رہا تھا اور یہ سب کچھ اس سے برداشت نہ ہُوا تھا۔ وہ شدّتِ جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے دیس کی حفاظت کے لیے نکل کھڑا ہُوا تھا۔ بادشاہ خان کا کردار اسے بہت عجیب لگ رہا تھا۔ اس کے دِل و دماغ میں دُھواں بھرا ہُوا تھا۔ آئیوی اور نوریز کو اس طرح تھمانہ میں چھوڑنے کا یہ فیصلہ قطعی غیر محفوظ اور خطرناک تھا لیکن کیا کیا سمیٹتا۔ بھائی بھی تھے۔ ان سب کو لے کر فرار ہونا ممکن نہیں تھا اور اس طرح اس کے فرار کی نوعیت بھی بدل جاتی پھر تو وہ ایک پناہ گزین بن جاتا اور اس کی غیرت یہ گوارا نہ کرتی تھی چنانچہ وہ آئیوی اور دوسرے لوگوں کو خدا کے بھروسے پر چھوڑ آیا تھا۔

پہاڑوں کی یہ سرزمین اس کے اجداد کی تھی لیکن وہ اس سے پوری طرح واقف نہیں تھا۔ اسے اپنی منزل کے راستے نہیں معلوم تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کون سے راستے اسے اس کی مطلوبہ جگہ لے جا سکتے ہیں لیکن جذبے اسے مجبور کر رہے تھے کہ سفر جاری رکھے۔ اس طویل سفر کے لیے اس نے محفوظ انتظامات نہیں کیے تھے۔ بس ایک وفادار گھوڑا تھا۔ مختصر سامان تھا بندوق تھی اور تاحدِ نگاہ برف کے ویرانے تھے۔

ابتدائی چند گھنٹوں کے سفر میں اس نے سوچا تھا کہ کسی نہ کسی آبادی تک پہنچ کر اپنی منزل کی سمت معلوم کرے گا لیکن سفر کی ابتدا کرتے ہوئے اس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا تھا جو نہایت دُشوار گزار تھا۔ ایسا اس نے اس تصوّر کے ساتھ کیا تھا کہ اگر اس کا تعاقب کیا جائے تو متعاقب اس سمت کے بارے میں نہ سوچ سکیں۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتا گیا اسے احساس ہوتا گیا کہ سفر اس کی توقع سے کہیں زیادہ دُشوار گزار ہے۔ برف باری کا موسم تھا۔ یخ بستہ ہَوائیں ہڈیوں کو ٹٹول رہی تھیں اور موٹا لباس ناکافی ثابت ہو رہا تھا۔ اسے اپنے آپ سے زیادہ گھوڑے کی فکر تھی۔ تھمانہ سے چلا تھا تو موسم اتنا سرد نہیں تھا لیکن آٹھ نو گھنٹے کے سفر کے بعد تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دوسری دُنیا شروع ہو گئی ہو

دو دن اور دو راتیں گزر گئیں۔ تیسرا دن صبح ہی سے ہوتناک تھا۔ آسمان پر گہرے ابر کی حکمرانی تھی۔ ہوائیں بند ہوگئی تھیں جس سے سردی میں تو کچھ کمی ہوئی تھی لیکن موسم کے آثار اچھے نہیں تھے اور چند گھنٹوں بعد اتنی شدید برفباری ہوئی کہ الامان الحفیظ۔ برف نے آگے بڑھنے کے راستے بند کر دیے تھے۔ گھوڑا برف میں دھنس گیا تھا اور اب اس کے لیے ایک قدم آگے بڑھنا ممکن نہیں تھا۔

نعمان خان بہ ہزار دقت گھوڑے سے نیچے اُتر آیا لیکن اُس کی بھی کیفیت گھوڑے سے مختلف نہ ہوئی اور اب اس کے لیے ایک قدم آگے بڑھنا بھی ممکن نہیں تھا۔ اُس نے اپنی کمر پر موجود تھیلے کو گھوڑے پر ڈال دیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب برف کی تہیں ان دونوں کے سروں سے اُونچی ہو کر اُن کی زندگی کا اختتام کرتی ہیں۔ گھوڑا برف کے بُرادے سے نکلنے کی جان توڑ کوشش کر رہا تھا لیکن اس کی ہر کوشش نے بے مقصد ہو کر اُسے برف میں کچھ اور نیچے دھنسا دیا تھا۔

نعمان خان کے وجود میں ایک ہیجان خیز کیفیت بپا تھی۔ اس وقت وہ صرف خدا کو یاد کر رہا تھا۔ ذہن سے دوسرے تصورات نکل چکے تھے لیکن خوش بختی یہ ہوئی کہ طوفان زیادہ دیر جاری نہ رہا اور رُک گیا۔

نعمان خان کو یہ امدادِ غیبی معلوم ہوئی تھی کیونکہ اب زیادہ دیر نہ رہی تھی کہ وہ برف کی قبر میں دفن ہو جانے والا تھا۔ برف کی تہیں چاروں طرف جمع ہوگئی تھیں۔

برف میں دھنسے دھنسے کافی گھنٹے گزارنے کے بعد اس نے برف کو چاروں طرف سے ہٹلیا اور آہستہ آہستہ اُوپر اُبھرنے لگا اور پھر گھوڑے کو باہر نکلنے میں مدد دی۔ اس کوشش میں اُسے کامیابی نصیب ہوگئی تھی۔ گھوڑا بُری طرح مضمحل تھا۔ بہ ہزار دقت... نعمان خان نے آگے کا سفر اختیار کیا لیکن اب اس کے راستے کی سب سے بڑی دقت وہ بڑے بڑے گڑھے تھے جن کے اُوپر کاہی کی مانند برف جمی ہوئی تھی اور جونہی ان پر بوجھ پڑتا، یہ برف پھٹ جاتی اور انسان اس گڑھے میں گر کر ہمیشہ کے لیے سو جاتا۔

یہ جان لیوا برفانی گڑھے قدم قدم پر موجود تھے اور ان سے بچ کر سفر کرنا دُنیا کا سب سے مشکل کام تھا۔ برفباری بند ہونے کے بعد یخ بستہ ہواؤں کا چلنا یقینی تھا۔ بدن کے اندر خون جمنے لگا۔ بصارت بے کار ہوتی جا رہی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آنکھوں کی روشنی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ یہ نئی مصیبت تھی اور اس حالت میں برفانی گڑھوں کو عبور کرنا انتہائی مشکل کام تھا۔ چنانچہ مجبور ہو کر اُس نے ایک جگہ قیام کر لیا۔ یہ سب کچھ اس کی قوتِ برداشت سے باہر تھا لیکن اندرونی جذبے اُسے زندہ رہنے کے لیے مجبور کر رہے تھے۔ آسمان کی طرف نگاہ اُٹھتی تو صرف ایک ہی بات زبان سے نکلتی۔ خداوندِ قدوس میرا مقصد پورا ہو جائے اس کے بعد میں اپنی یہ زندگی تیرے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔

کئی گھنٹے یہاں گزارنے کے بعد جب موسم کسی قدر خوشگوار اور صاف ہوگیا تو وہ وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔

اس سفر کے چھٹے دن ایک لرزہ خیز حادثہ پیش آیا۔ گھوڑا بے چارہ بس اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ ورنہ یخ بستہ ہواؤں نے اس قوی ہیکل جانور کو نعمان خان سے زیادہ تھکا دیا تھا چنانچہ نعمان خان صرف ایک زندہ ساتھی کو ساتھ رکھنے کے لیے اسے اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔ وہ گھوڑے کی لگامیں پکڑے آگے بڑھ رہا تھا کہ دفعتاً ایک پُرشور آواز کے ساتھ برف پھٹی اور اُس میں سے پانی نکلنے لگا۔

گھوڑے کی لگام بے اختیار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اس نے بدن کو سمیٹ کر چھلانگ لگائی۔ وہ آگے برف پر جا پڑا تھا مگر گھوڑا پیچھے ہی رہ گیا تھا اور دوسرے لمحے اُس نے دیکھا کہ گھوڑا اس گڑھے میں گر کر نظروں سے غائب ہوگیا۔

یہ وقت ایسا نازک اور خطرناک تھا کہ خود اس کی اپنی زندگی بھی خطرے میں تھی۔ کیونکہ برفانی گڑھا لمحہ بہ لمحہ وسیع ہوتا جا رہا تھا اور عین ممکن تھا کہ اس کے نیچے پانی کا دباؤ اور بڑھ جاتا، تو جس مقام پر وہ موجود تھا وہاں بھی اچانک گڑھا نکل آتا۔ چنانچہ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ برق رفتاری سے اُٹھ کر آگے دوڑ پڑے اور اس نے ایسا ہی کیا لیکن تھوڑی دُور جا کر جب اُس نے پلٹ کر دیکھا تو برفانی گڑھا اپنی جگہ رُک گیا تھا۔

نعمان خان کا دل بُری طرح دھڑکنے لگا تھا۔ گھوڑے کی زندگی اب کسی طور ممکن نہیں تھی۔ وہ زمین پر چت لیٹ گیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس جانور نے کسی قسم کی حیل و حجت کے بغیر یہاں تک اس کا ساتھ دیا تھا لیکن اب وہ ساتھ چھوڑ گیا تھا۔

کافی دیر تک چت لیٹے رہنے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر آگے بڑھ گیا۔ اب اس کی ذہنی کیفیت بحال نہیں رہی تھی خستہ حالی اور تھکن اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ناقابلِ برداشت سردی۔ آہستہ آہستہ یوں محسوس جیسے بدن کی کھال اپنی جگہ چھوڑ رہی ہو۔ لباس اس کے جسم پر اس

طرح چبھتا جیسے پورے جسم پر زخم ہی زخم ہو گئے ہوں، چنانچہ اب تا حدِ نگاہ پھیلی ہوئی برف کی چادر پر وہ ایک حقیر کیڑے کی مانند تنہا رہ گیا تھا۔ جس طرح بھی ممکن ہو سکتا اپنے بدن کو گھسیٹتا ہُوا آگے بڑھتا رہتا تھا۔ دن بھر میں بہت مختصر سا سفر طے ہوتا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں اب بھی اس کے پاس موجود تھیں۔ کیونکہ خوراک کا تھیلا اس نے اپنے جسم سے ہی باندھا ہُوا تھا لیکن کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ طبیعت بوجھل بوجھل سی رہتی تھی وہ محسوس کر رہا تھا کہ برف کا یہ ویرانہ اس کی زندگی کو ختم کر دے گا اور اس کی کوئی کوشش اسے زندگی کی جانب نہیں لے جا سکتی۔

مایوسی کے ان خیالات کو بارہا اس نے ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی لیکن حقیقتیں اپنے بھیانک جبڑے کھولے اس کی جانب نگراں تھیں۔

پھر نہ جانے وہ سفر کا کون سا دن تھا جب اس نے محسوس کیا کہ برف کی تہیں پتلی ہوتی جا رہی ہیں اور اب اُن میں سے کہیں کہیں بھوری زمین نظر آ رہی ہے۔ اس احساس نے اس کے وجود میں ایک نئی زندگی بیدار کر دی۔

کچھ اور سفر طے کرنے کے بعد اسے سیاہ رنگ کی چٹانیں سر اُبھارے کسی عظیم الشان لشکر کی مانند نظر آئیں۔ ان چٹانوں میں وہ کس طرح پہنچا اُسے کچھ یاد نہ تھا۔ پھر ایک سیاہ چٹان میں بنے ہوئے غار نے اسے پناہ دی اور وہ اپنے وجود کو سمیٹ کر اس چھوٹے سے غار میں داخل ہوگیا۔ یہاں گرمی تھی۔

دو دن تک وہ بھوکا پیاسا اس غار میں پڑا اپنے بدن کو گرم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کوشش میں اسے خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی تھی اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ شاید زندگی نے موت پر فتح حاصل کر لی ہے۔

خشک اور باسی خوراک کو اس نے معدے میں اُتار کر اپنے بدن کی توانائی بحال کی اور اپنی ذہنی قوتوں کو بروئے کار لا کر اپنے وجود پر نگاہ ڈالی تو اسے ایک عجیب و غریب شخصیت نظر آئی۔

خیو بڑھ کر داڑھی کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ چیتھڑوں کی شکل میں لباس اس کے بدن پر جھول رہا تھا۔ یہ لباس کیسے پھٹا اور اُس کی یہ کیفیت کیونکر ہوئی اُسے کچھ یاد نہ تھا۔ ہاں اگر یاد تھا تو صرف ماضی جس میں اسے تلخیاں ہی تلخیاں ملی تھیں اور ان تلخیوں کا ذمہ دار اب وہ پوری طرح بادشاہ خان کو قرار دیتا تھا۔

بادشاہ خان جو صرف اپنی اَنا کی تسکین کے لیے پہاڑوں میں رُوپوش ہونے کے لیے اپنی مقصد براری کے لیے اس حد تک پہنچ گیا کہ... کہ نعمان خان کے وجود میں چنگاریاں سی بھر گئیں۔ اس نے وحشت زدہ انداز میں سوچا۔

بادشاہ خان دُشمنی کے لیے ضروری نہیں ہے کہ انسان اجنبی ہی ہو بعض اوقات اپنا خون بھی دُشمن ہو جاتا ہے۔ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔ بوڑھے خان۔ تم سے نفرت کرتا ہوں، تم سے انتقام لینے کا تصور تو میرے ذہن میں نہیں اُبھر سکتا۔ چونکہ بہر حال میرا ایک خاندانی پس منظر ہے لیکن ہاں میں اب تمہیں اپنے دوستوں میں کسی قیمت پر شمار نہیں کروں گا اور اگر حکومت کو یہ جاننے کی ضرورت پیش آئی کہ پہاڑوں میں سازشیں کرنے والوں کو تقویت دینے والے کون تھے تو ان میں تمہارا نام سرِ فہرست لیا جائے گا۔

وہ ایک ہفتے تک اس غار میں پڑا رہا تھا۔ خوراک ختم ہو گئی تھی۔ بھوک اور پیاس نگاہوں کے سامنے تھے لیکن اب ایک اُمید بندھ چکی تھی۔ ممکن ہے اس چٹانی علاقے کے بعد کوئی ایسی جگہ نظر آئے جہاں انسانی آبادی ہو۔ اس آبادی میں پہنچ کر اپنے آپ کو درست کرنے کی کوشش کی جائے گی اور پھر اپنے مقصد کی طرف سفر کیا جائے گا۔ ہاں یہ مقصد ہی میری رُوح ہے اب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے میری زندگی میں اور پھر ایک دن اُس نے اپنی یہ کمین گاہ بھی چھوڑ دی اور آگے بڑھ گیا۔

سیاہ چٹانوں کا سلسلہ ایک پہاڑی علاقے میں جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ جہاں یہ سلسلہ ختم ہوتا تھا، وہاں برف کے پانی کی ایک چھوٹی سی ندی بہہ رہی تھی اور ندی کے کنارے جا بجا چھوٹے چھوٹے قدرتی غار بنے ہوئے تھے۔ نعمان خان نے یہاں رُک کر کچھ وقت ستانے کا فیصلہ کیا اور اس طویل ترین سفر کی پہلی رات اس نے ایک چٹان کے عقب میں آگ کی روشنی دیکھی۔ یہ روشنی دیکھ کر مسرت کی ایک لہر اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی۔ یقیناً کوئی ذی رُوح یہاں موجود ہے۔ کوئی انسان جو اسے کسی بستی کا پتا دے دے۔ حالانکہ سفر سے وہ تھک گیا تھا اور اب آرام کرنا چاہتا تھا لیکن اس آگ کو دیکھ کر وہ اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا اور بے اختیار اس کی سمت چل پڑا۔

آگ تک پہنچنے کے راستے خاصے مشکل تھے لیکن ان مشکلات کو طے کرتا ہُوا وہ بالآخر اس بڑی سی چٹان کے نزدیک پہنچ گیا جس کے سامنے آگ روشن تھی۔ ابھی وہ چٹان سے کچھ فاصلے پر ہی تھا کہ دفعتاً اُسے ایک وحشت زدہ چیخ سُنائی دی اور اس کے ساتھ ہی فائر کی آواز کے ساتھ ایک گولی اس کے کان کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ نعمان خان ایک دم سنبھل گیا۔ جو کوئی بھی تھا خطرناک آدمی تھا اور وحشت خیزی پر آمادہ تھا۔ اُس نے چیخ کر اُسے مُخاطب کرنے کی کوشش کی اور بولا۔

"سُنو... سُنو میں تمہارا دشمن نہیں ہوں"۔ لیکن دوسرا فائر ہُوا اور گولی اس کے لباس کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ اگر تیسرا فائر اس نے صحیح سمت کر دیا تو اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی نعمان خان کو موت کی آغوش میں جانا پڑے گا۔ چنانچہ اس نے عزم اکر اپنی رائفل سنبھال لی اور لپک کر ایک چٹان کی آڑ لے لی۔ دوسرے لمحے اس نے جوابی فائر کر دیا تھا اور اس کے بعد فائرنگ کا یہ سلسلہ جاری ہوگیا۔

مدِمقابل اناڑی نہیں تھا۔ وہ چٹانوں کی اوٹ میں جگہ تبدیل کرکے نعمان خان پر فائرنگ کرتا رہا۔ نعمان خان نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ اس علاقے سے اُسے اتنی واقفیت نہیں تھی جتنی یہاں موجود اس شخص کو ہو سکتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ دونوں اس ندی کے قریب آ گئے جس سے گزر کر نعمان خان یہاں تک پہنچا تھا. ندی کا پُرشور پانی برق رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ یہاں چٹانیں بھی اتنی وسیع نہیں تھیں کہ ان کی آڑ لے کر باقاعدہ فائرنگ کی جاتی رہے نعمان خان نے اپنی رائفل کی آخری گولی استعمال کی مگر یہ گولی بھی چٹان پر پڑ کر اُچٹ گئی اور اب اس کے پاس اس شخص سے مقابلہ کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے رائفل کو نال کی جانب سے پکڑ لیا اور اُس وقت کا انتظار کرنے لگا جب اس کا مدِمقابل بھی نکل کر سامنے آئے اور وہ اس پر حملہ کر دے۔

دوسری طرف سے بھی فائر نہیں ہُوا تھا۔ چنانچہ نعمان خان انتظار کرتا رہا۔ اسے سرسراہٹیں محسوس ہو رہی تھیں۔ غالباً اس کا مدِمقابل بھی نہتا ہو چکا تھا اور اس کے پاس ایمونیشن ختم ہوگیا تھا۔ دفعتاً ایک ہولناک دہاڑ سُنائی دی اور ایک وحشی صفت انسان، جس کے بال نعمان خان ہی کی طرح بڑھے ہوئے تھے اور رات کی تاریکی میں اُس کی قومیت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا، اُس پر جھپٹ پڑا۔ اس نے رائفل کی نال لاٹھی کی طرح گھمائی تھی اور اگر نعمان خان فوراً ہی بیٹھ نہ جاتا تو اس کے سر کے چیتھڑے اُڑ جاتے۔

دوسرے لمحے وہ آگے بڑھا اور نعمان خان سے لپٹ گیا اس کے دانت نعمان خان کے شانے میں اُتر گئے تھے. کسی وحشی کتے کی طرح اس نے نعمان خان کے شانے کو جھنجوڑ ڈالا اور اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ نعمان خان بھی اُسی کی طرح وحشی بن جائے، چنانچہ اُس نے حملہ آور کو اپنے بازوؤں میں دبوچا اور اپنے دانت اس کی گردن میں پیوست کرکے ایک خوف ناک غراہٹ کے ساتھ جبڑے دبا دیے۔ مدِمقابل نے اس کی کھوپڑی پر ایک گھونسا رسید کیا تھا۔ نعمان خان کو ایک لمحے کے لیے چکر آ گیا۔ وہ پیچھے ہٹا اور اس کے بعد دونوں گتھم گتھا ہو گئے اور وحشی جانوروں کی طرح ایک دوسرے کے جسموں پر مُنہ مارنے لگے اور جو حصہ ان دانتوں کی گرفت میں آجاتا وہ ضرور اُدھڑ جاتا پھر نعمان خان کو موقع ملا تو اس نے اسے زور سے دھکیل دیا اور گری ہوئی رائفل اُٹھا کر اُسے لاٹھی کی طرح گھمایا۔ اس بار رائفل اس وحشی کے شانے پر پڑی تھی اور وہ ایک کراہ کے ساتھ زمین پر گر گیا مگر دوسرے ہی لمحے وہ خونخوار کتے کی طرح غراتا ہُوا نعمان خان پر جھپٹ کر اُسے جھنجھوڑنے لگا۔ دفعتاً ایک پتھر کی ٹھوکر سے وہ لڑکھڑا کر گرا اور اسی وقت نعمان خان نے رائفل اس کے سر پر دے ماری۔ اس کی ہولناک چیخ فضا میں دیر تک گونجتی رہی تھی لیکن نعمان خان پاگلوں کی طرح رائفل کا کُندا اس کے سر پر مار رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں گرے ہوئے آدمی کا سر ننھی ننھی کرچیوں کے ملغوبے میں تبدیل ہوگیا۔

اُس کی موت کا یقین کر لینے کے بعد نعمان خان کسی تھکے ہوئے کتے کی طرح ہانپتا ہُوا بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی آستین سے ہونٹ صاف کیے اور اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ بہ دقت تمام وہ اُٹھ سکا تھا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ چلتا ہُوا اس شخص کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنی آنکھوں کی پوری قوت سے اس شخص کے خدوخال دیکھے کوئی غیر ملکی تھا۔ اس کا سفید رنگ، اُکھڑے اُکھڑے نقوش اس کی قومیت کا احساس دلاتے تھے۔ ممکن ہے اس کا تعلق برطانیہ سے ہو۔ بہرطور اپنے بدن کی پوری قوتیں مجتمع کرنے کے بعد اُس نے لاش کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ تھوڑی سی برطانوی کرنسی اور کچھ کاغذات اس کے لباس سے برآمد ہوئے، جنھیں نعمان خان نے اپنے لباس میں ٹھونس لیا۔ پھر اُس نے لاش کو گھسیٹ کر ندی میں ڈال دیا۔ اب اُس کی بُری حالت تھی۔ اس کا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ چٹان کے سامنے سُلگتی ہوئی آگ اب بھی جاندار تھی۔ نعمان خان کے دِل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس آگ کے قریب پہنچ جائے۔ کسی نہ کسی طرح وہ اس آگ کے نزدیک پہنچ گیا۔

آگ کے شعلوں کی تپش اسے سکون بخش رہی تھی پھر وہ مرنے والے کے بارے میں سوچنے لگا۔ دفعتاً اُسے کچھ خیال آیا۔ کیا وہ یہیں مقیم تھا، یا کہیں سے سفر کرتا ہُوا یہاں تک پہنچا تھا؟ وہ تنہا تھا یا اُس کے ساتھ اور بھی لوگ موجود تھے اگر اُس کے ساتھی بھی موجود ہوتے اور یہاں تک پہنچ گئے تو پھر نعمان خان کے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں، کیونکہ اب تو اس کے پاس ایمونیشن بھی نہیں رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اُس کا دِل چاہا کہ یہاں سے بھاگ جائے لیکن ابھی اس کے بدن میں اتنی ہمت پیدا نہیں ہوئی تھی کہ وہ رات کی تاریکی میں کسی نامعلوم سمت کا سفر اختیار کرتا۔ آگ کے پاس بیٹھ

ہ دیر تک سوچتا رہا اور پھر یہ اتفاق ہی تھا کہ اُس کی نگاہ اس ٹان کی جانب اُٹھ گئی جس کے سامنے آگ روشن تھی۔ اُسے ٹان کے نچلے حصّے میں ایک خاصا کُشادہ سوراخ نظر آیا۔ "غار" س کے ذہن نے نعرہ لگایا اور وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا وا۔ وہ غار میں داخل ہوگیا اور ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھنے لگا یہاں ک کہ غار کے ایک حصّے میں کوئی چیز اُس کے پاؤں سے ٹکرائی۔ شیشے کا کوئی برتن تھا، جو اس کے پیر سے ٹکرا کر چکنا چُور ہوگیا تھا۔ ر وہ بیٹھ کر ہاتھوں سے آس پاس کی چیزیں ٹٹولنے لگا۔ سب سے ہلے اس کے ہاتھ میں جو چیز آئی وہ ماچس کی ڈبیا تھی۔ اس نے ماچس تیلی جلائی اور یہاں موجود چیزوں کو دیکھنے لگا۔ بہت سی چیزیں یں۔ پتھر کے ایک ٹکڑے پر مومی شمع نظر آ رہی تھی۔ سب سے ہلے اس نے موم کی شمع کو روشن کر دیا۔ اب وہ آسانی سے گرد و پیش جائزہ لے سکتا تھا۔ ایک کونے میں اُسے کینوس کا بڑا سا تھیلا ظر آیا اور وہ اس کی جانب بڑھ گیا۔ کینوس کے تھیلے میں چند جوڑے ڑے اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں ملیں۔ اس کے علاوہ ایک ڑی اور ایک پستول جس کے کارتوس بھی ایک پیکٹ میں کھے ہوئے تھے۔ پستول نکال کر اس نے اس کے چیمبر چیک کیے ر سب سے پہلے چھ کارتوس پستول کی چرخی میں فٹ کرنے کے بعد اسے بند کر دیا پھر یہ چیزیں اپنے لباس میں ٹھونس لیں۔ ڈائری کھول کر دیکھا لیکن شمع کی مدھم روشنی میں اس کی تحریر نظر نہ آ سکی اس نے اسے بھی اپنے لباس میں رکھ لیا اور کھانے پینے کی چیزوں لے کر بیٹھ گیا۔

کچھ بھی تھا مرنے والے نے اُسے کچھ آسانیاں ضرور فراہم کر دی یں۔ برف کا خوفناک جہنم پیچھے رہ گیا تھا۔ اس کا خیال بھی ایک یانک خواب کی طرح نعمان خان کے ذہن میں آتا تو اس کا بدن انپ جاتا تھا۔ اس کے اپنے دیس میں ایسے ہولناک برف کے یرانے موجود ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا مغربی ممالک میں اس نے ک طویل وقت گزارا تھا اور وہاں کے مختلف علاقے دیکھے تھے یکن یہ اس کی زندگی کا سب سے خوفناک علاقہ تھا۔ ایسے خوفناک لاقے کے بارے میں اس نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ سوچا ا۔ معدہ گرم ہوگیا ضرورت کی تمام چیزیں یہاں موجود تھیں۔ اس نے ایک بھاری کمبل اپنے بدن پر لپیٹ لیا اور کمبل کی یہ گرمی وا اسے جنت کی سیر کرانے لگی لیکن ذہن جاگ رہا تھا۔ وہ سوچ ہا تھا کہ مرنے والا آخر کون تھا؟ یہاں کیا کر رہا تھا؟ اس کے چہرے ہرے سے بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے بارے میں جاننے کا ذریعہ اس کے کاغذات ہی ہو سکتے تھے۔ چنانچہ نعمان خان نے اس کی ڈائری نکال لی اور شمع اپنے قریب رکھ کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

کسی پال اسٹیفن کی ڈائری تھی۔ ڈائری کے درمیان کچھ کاغذات بھی رکھے ہوئے تھے۔ اس نے پہلے ڈائری کے چند اوراق دیکھے۔ انوکھی باتیں تھیں، کچھ یادداشتیں کچھ حسابات اس کے علاوہ جو لفافہ رکھا ہُوا تھا اس میں سے ایک تحریر نکلی جو کسی کرڈی ہاورڈ کی طرف سے اسے دی گئی تھی۔ نعمان خان اس شخص کے بارے میں ان کاغذات سے جس قدر معلومات حاصل کر سکتا تھا کرتا رہا اور اس پر ایک عجیب سا انکشاف ہُوا چھوٹی چھوٹی تحریروں میں پال اسٹیفن نے بہت سی یادداشتیں لکھی ہوئی تھیں۔ ان یادداشتوں میں ایک لڑکی کا حلیہ بھی درج تھا۔

نام نینسی کوین جاپانی اور فرانسیسی نژاد، ماں جاپانی اور باپ فرانسیسی، ان دونوں کی مشترکہ صفات اس لڑکی میں موجود ہیں۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی لیکن خدوخال یورپین، بے حد حسین ہے اور انتہائی پھرتیلی، کسی چیتے کی طرح چاق و چوبند۔ آنکھیں چھوٹی ضرور ہیں لیکن گہری نیلی ہیں بال سیاہ۔ جنجر نسی میں اپنا ثانی نہیں رکھتی اسی طرح کی دوسری بہت سی یادداشتیں اس میں درج تھیں۔ پوری ڈائری پڑھنے کے بعد نعمان خان کو پتا چل گیا کہ اس کا مشن کیا تھا۔ پال اسٹیفن کو ہدایت تھی کہ ان پہاڑیوں میں نینسی کوین کو تلاش کرے کیونکہ اسے ان اطراف میں دیکھا گیا ہے اور وہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے اس کے ساتھ ہی نعمان خان کو ایک چھوٹا سا پرچا اور ملا جس پر پنسل سے ایک تحریر گھسیٹی گئی تھی۔ یہ تحریر مدھم پڑ گئی تھی لیکن اس کے نیچے کسی ایڈمنڈ گرنیپ کے دستخط نظر آ رہے تھے جو صاف پڑھے جا رہے تھے۔ نعمان خان شمع کی روشنی میں پنسل کی اس تحریر کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی چنانچہ اس نے پرچا تہ کرکے جیب میں رکھ لیا۔ ان تمام معاملات سے فارغ ہونے کے بعد وہ سوچنے لگا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیے یہاں آ کر پھر وہی مسئلہ درپیش ہوگیا تھا یعنی کسی آبادی کی تلاش تاکہ وہاں سے وہ اپنے لیے صحیح راستہ منتخب کرکے اپنی منزل کی جانب چل پڑے لیکن اس قسم کے کوئی نشانات اسے نہیں ملے تھے۔

رات کے آخری حصّے میں اس نے کمبل اپنے گرد پوری طرح لپیٹا اور اس کے بعد سونے کی کوشش کرنے لگا۔ برف کے ویرانے میں سفر کرتے ہوئے اُسے اتنی شدید تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ اس وقت ان حالات میں نیند نے فوراً ہی اس کی آنکھوں

میں بسیرا کر لیا اور وہ گہری نیند سو گیا۔

شیران میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں وہ سب کے لیے حیران کن تھیں۔ شدہ حاشی کو پوری زندگی کے مصائب کا پھل مل گیا تھا۔ وہ شیران پر نثار ہو رہی تھی۔ جو کچھ یہاں ہو رہا تھا شیران کو اس کا علم نہیں تھا لیکن اس نے اپنی اندرونی کیفیت کا اظہار کسی پر نہیں کیا تھا۔ وہ خاموشی سے حالات کا جائزہ لے رہا تھا لیکن وہ خلش، وہ بے چینی جو اس کے رگ و پے میں اُتری ہوئی تھی کسی طور رفع نہیں ہو رہی تھی۔

اس شام کئی دن کے بعد مارلینو سے ملاقات ہوئی تھی۔ مارلینو اپنی عظیم الشان مہم سے واپس آیا تھا۔ رات کے کھانے پر وہ شیران وغیرہ کے ساتھ ہی تھا۔

"آپ سب لوگ کہاں غائب ہیں۔ عدنان کہاں ہے مسٹر مارلینو" شیران نے پوچھا۔

"ہم سب ان پہاڑوں کی از سر نو تعمیر میں سرگرداں ہیں شیران! عدنان ان پہاڑوں کو ایک نئی داستان دینے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ وہ اپنی تاریخ بنا رہا ہے۔" مارلینو نے جواب دیا۔

"میری تاریخ کیا ہوئی مسٹر مارلینو؟" شیران نے سوال کیا۔

"تم عدنان کے باپ ہو۔"

"بہزاد سلامن کی زندگی ایک سادہ زندگی تھی۔ اس کی کہانی اس کی موت کے ساتھ ختم ہو گئی لیکن شیران نے تراب زان اور پہاڑوں کو اچھی ایک کہانی دی۔ مسٹر مارلینو، میری موت کے بعد لوگ ایک شیطان کا تذکرہ کریں گے لیکن موت کے بعد کی کہانیوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے مسٹر مارلینو! لیکن ایک بات میرے دل میں کھٹکتی ہے۔"

"کیا؟" مارلینو نے بغور شیران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"عدنان سلامن کو ایک بُرے باپ کی کہانی سُننی پڑے گی۔ وہ لوگوں کی زبان کیسے بند کرے گا؟ میرے بیٹے کو میری طرف سے ورثے میں صرف شرمندگی ملے گی۔ کیا دوں میں اسے۔ میں نے تو اسے پرورش بھی نہیں کیا مسٹر مارلینو؟"

مارلینو سے کوئی جواب نہیں بن پڑا تھا۔ "پہاڑ میرے بھی ہیں اور اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں ان پہاڑوں سے محبت کروں۔ کچھ تو دوں انھیں۔ میں انھیں کیا دوں مسٹر مارلینو؟"

"اپنے وطن کے لیے تمھارا جو دل چاہے کرو شیران۔ تمھیں کون روکے گا؟"

"لیکن میں نئی صورت حال سے پوری طرح واقف ہی نہیں ہوں"

"میں نے تمھیں آرام کرنے کا موقع دیا تھا۔ میں نے تمھیں تمام صورتِ حال بتائی تھی۔ آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ ان پہاڑوں میں کیا ہو رہا ہے۔ آؤ میرے کمرے میں چلو۔" مارلینو نے کہا۔ اپنے کمرے میں لے جا کر مارلینو نے اسے اب تک کی کارروائیوں کے بارے میں بتایا۔ اس نے اپنے تازہ ترین کارنامے کے بارے میں بھی اسے بتایا اور شیران منہ کھولے بیٹھا تھا۔

"اور۔۔۔ شیران۔۔۔ میرا بھی ایک دین ہے۔ میرا بھی ایک معیار ہے۔ کچھ اصول ہیں میرے۔ اپنے دین، اپنے معیار، اصولوں کی قسم کھا کر سچ بول رہا ہوں اگر پہاڑ تمھارے نہ ہوتے، اگر یہاں سے شیران کی مٹی نہ اٹھی ہوتی تو مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہ ہوتی۔ میں تنظیم کا وفادار ہوتا لیکن مجھے معلوم ہوا کہ یہ سازش تمھارے وطن کے خلاف ہے تو میرا کلیجہ پھٹ گیا اور میں اپنے بیٹے کے دیس کا تحفظ کرنے چل پڑا اور یہ معاملہ چند لوگوں کا یا تنظیم کا نہیں ایک بہت بڑے ملک کا ہے۔ یہاں ناکام ہونے کے بعد وہ مجھے کہاں چھوڑیں گے۔ کیا کچھ نہ کریں گے میرے خلاف لیکن مجھے فکر نہیں، میں تم پر سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یہ ہے تمھاری کہانی شیران! بولو اور کیا چاہتے ہو؟"

شیران کا چہرہ کھل گیا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ کے ایک ایک لفظ پر یقین ہے مسٹر مارلینو!" اور مارلینو کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

● نعمان خان کو کوئی اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ کتنی دیر سے بس کمبل میں لپٹنے اور یخ بستہ ہواؤں سے بچنے کے بعد نیند نے اس پر پوری طرح حملہ کیا تھا اور اس وقت تک اس کی آنکھ نہیں کھلی تھی جب تک کہ اتنے طویل وقفے کی نیند پوری نہ ہو گئی۔ جب وہ جاگا تو بھوک سے ہلکی سی نقاہت کا احساس بھی ہو رہا تھا بہرطور کھانے پینے کی چیزیں موجود تھیں۔ اس نے کمبل کو سرکایا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت دُنیاوی لوازمات کی گنجائش نہیں تھی۔ بس خوراک درکار تھی جو ہاتھوں کی پہنچ سے دور نہیں تھی۔

جو کچھ ملا اس نے اُسے ٹھونس کر اپنے معدے میں اتار لیا اور اس سے اُسے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ گرم کمبل نے بدن کی وہ سردی دُور کر دی جو اس کی رگوں میں جم گئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو چاق و چوبند اور پھرتیلا پانے لگا لیکن تمام تر حواس درست ہونے کے بعد اس پر ایک بار پھر انھی کیفیات کا غلبہ ہو گیا جو اس کے ذہن پر شروع سے طاری رہی تھیں۔

وہ کسی طرح حکومت کو اس سازش سے باخبر کر دے۔ یہ بتا دے کہ ان پہاڑوں کے خلاف ایک مکروہ اور گھناؤنی سازش کی جا رہی ہے۔ نعمان خان نے محسوس کر لیا تھا کہ جس مشن کی تکمیل کے لیے وہ نکلا ہے وہ اتنا آسان نہیں ہوگا جتنا اس نے سمجھ لیا تھا ہے۔ یقیناً اسے بارہا زندگی اور موت کی بازی لگانی ہوگی اور اس کی وجہ ان علاقوں سے ناواقفیت تھی۔ بہت دیر تک وہ کاہلوں کے سے انداز میں بیٹھا سوچتا رہا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر نکل آیا لیکن باہر نکلتے ہوئے بھی اس نے کمبل اپنے بدن کے گرد لپیٹ لیا تھا۔

غار سے نکلنے کے بعد وہ تھوڑی دیر تک چلتا رہا۔ کسی بلند جگہ پہنچ کر کسی سمت کا اندازہ کرنا چاہتا تھا لیکن جب اسے وہ جگہ ملی اور وہ اس پر چڑھا تو اس نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ چار جیپیں تھیں جو ایک ناہموار سی پگڈنڈی پر سست رفتاری سے دوڑتی ہوئی اس سمت آ رہی تھیں۔

نعمان خان نے پھرتی سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ جیپوں میں بیٹھے ہوئے بہت سے افراد اسے نظر آ رہے تھے۔ یقیناً اسی شخص کے ساتھی معلوم ہوتے تھے کیا وہ اس غار کی سمت آئیں گے کیا کرنا چاہیے؟ کوئی فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ چند لمحات تک وہ اپنے ذہن کو اس سلسلے میں آمادہ کرتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ ان لوگوں کی نگاہوں سے چھپنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ علاقے اسے پناہ دے سکتے تھے لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ غیر متعلق ہی ہوں۔ اس کے امکانات تھے کہ اگر غیر متعلق لوگ ہوں تو اس وقت اس کے مددگار بن سکتے ہیں یا تو اپنے آپ کو ان حالات کے لیے تیار کر لینا چاہیے یا پھر ان لوگوں سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ ان دونوں میں سے ایک فیصلہ کرنا ضروری تھا۔ جیپیں آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھیں اور وہ شدید کشمکش کا شکار تھا پھر اس نے خوفناک خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا اگر ان جیپوں کو یہاں سے گزرنے دیا جائے اور اپنے آپ کو ان سے پوشیدہ رکھا جائے تو آزادی تو ضرور برقرار رہے گی لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی منزل اس زندگی میں ملے گی یا نہیں۔ البتہ یہ لوگ اگر کسی طرح اس کے مددگار بن جائیں اور اسے کسی ایسی آبادی تک ہی چھوڑ سکیں جو اس کے لیے معاون و مددگار ہو تو پھر شاید بات بن جائے اور فیصلہ یہی کیا تھا اس نے کہ ان سے پوشیدہ نہ رہا جائے۔

چنانچہ وہ اُن کا انتظار کرنے لگا۔ جیپیں جس طرح سے آگے بڑھ رہی تھیں اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس غار کے آگے سے ضرور گزریں گی۔

وہ ٹیلے سے نیچے اُتر آیا اور غار کے سامنے ایک چٹان پر لیٹ کر اس نے کمبل اپنے بدن کے گرد لپیٹ لیا۔ اس میں تھوڑا سا رخنہ کر کے اس نے ان لوگوں کو دیکھنے کا بندوبست کر لیا تھا۔

پھر پہلی جیپ اس کے سامنے سے گزری اور اس میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے اسے دیکھ لیا۔ جیپ تیزی سے رُکی تھی۔ وہ لوگ ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ اشارے کر رہے تھے اور چند لمحات کے بعد چاروں جیپیں اس جگہ رُک گئیں اور وہ سب نعمان خان کی طرف دوڑ پڑے۔

نعمان خان کا دل دھڑک رہا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں یہ لوگ اس کے دُشمن نہ ثابت ہوں لیکن اب تو جو کچھ ہونا ہے ہو ہی جائے گا۔ وہ اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ لوگ اس کے نزدیک پہنچ گئے اور پھر انھوں نے بے صبری سے کمبل اُٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"اوہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ پال اسٹیفن ہی معلوم ہوتا ہے۔ ذرا کمبل اور ہٹاؤ" کسی نے کہا۔

ان کے لہجے اور زبان سے نعمان خان ان کے بارے میں اندازے لگا رہا تھا۔ اس کے بدن پر جھولتے ہوئے چیتھڑوں اور اس کی کیفیات کو دیکھ کر انھوں نے بالآخر یہ فیصلہ کر لیا کہ یہی شخص پال اسٹیفن ہے۔ نعمان خان کو یہ جان کر بڑی حیرت اور مسرت بھی ہوئی تھی کہ وہ لوگ پال اسٹیفن کو نہیں جانتے تھے، ویسے پال اسٹیفن کا نام لیتے ہوئے ان کے لہجے میں کوئی ایسی نفرت یا وحشت نہیں پائی جاتی تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ پال اسٹیفن ان کا دُشمن ہے۔

"آہ، اس کی حالت تو بہت خراب معلوم ہوتی ہے۔ جلدی اُٹھاؤ اسے جیپ میں لے چلو۔"

"لیکن اس کا سامان؟" کسی نے کہا اور وہ چاروں طرف دیکھنے لگے پھر کسی کی نگاہ غار کی طرف اُٹھ گئی اور اس نے دوسروں کو اس طرف متوجہ کیا۔

تھوڑی دیر میں پال اسٹیفن کا سامان غار سے نکال لایا گیا۔ اس دوران میں نعمان خان کو اُٹھا کر جیپ میں پچھلی نشست پر لٹا دیا گیا اور کمبل اس کے گرد لپیٹ دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی کسی نے جیپ کا ہڈ بھی چڑھا دیا تا کہ وہ سردی سے محفوظ رہے۔

"اب کیا کیا جائے؟" کسی نے پوچھا۔
"کیمپ واپس چلو۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے یہ شاید سردی کھایا ہوا ہے۔ بہت سے زخم بھی ہیں اس کے بدن پر' دیکھو برف کی تباہ کاریاں نظر آتی ہیں۔"

"بے چارہ پال اسٹیفن" کسی نے کہا اور جیپیں واپسی کا سفر طے کرنے لگیں۔ نعمان خان نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے سوچا کہ تقدیر اس پر مہربان معلوم ہوتی ہے جو جان لیوا ہولناک سفر سے اس کی زندگی بچا کر اب اسے سہولتیں مہیا کر رہی ہے۔
دورانِ سفر وہ اپنے ذہن و دل میں کچھ فیصلے کرتا رہا تھا مثلاً یہ کہ فوری طور پر حواس میں آنے کی ضرورت نہیں ہے جب تک کہ صورتِ حال واضح نہ ہو جائے اور یہ نہ پتا چل جائے کہ پال اسٹیفن کیا چیز ہے اور یہ لوگ اس سے ناواقف کیوں ہیں۔ بظاہر یہی لگتا تھا کہ یہ لوگ پال اسٹیفن کو نام سے جانتے ہیں لیکن اس کی شکل سے ناآشنا ہیں۔
دفعتاً اس نے سوچا کہ کہیں اس کے سامان میں ایسی کوئی چیز نہ رہ گئی ہو جو پال اسٹیفن کی نشاندہی کر دے مثلاً اس کی کوئی تصویر وغیرہ لیکن بظاہر تو وہ سب چیزیں دیکھ چکا تھا۔ تصویر کا کوئی وجود نہیں ملتا تھا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو اور اسے کم از کم اس حد تک سنبھلنے کا موقع مل جائے کہ وہ اپنا کام انجام دے سکے۔
جیپوں کا سفر تقریباً چالیس منٹ تک جاری رہا تھا اور اس کے بعد وہ رُک گئیں اور اس نے محسوس کیا کہ وہ کسی بند جگہ میں ہے شاید کوئی عمارت' اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ لوگ اسے تیزی سے اُٹھائے ہوئے اندر لائے۔ ایک نرم و آرام دہ بستر پر لٹایا اور اس کے بعد اس کا علاج شروع ہو گیا شاید ان لوگوں میں سے کوئی ڈاکٹر بھی تھا۔ اس نے نعمان خان کو چند انجکشن دیے جس سے نعمان خان کو اپنے بدن میں توانائیاں بحال ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس کا ذہن پوری طرح جاگ رہا تھا۔ چند لوگ اس کی تیمارداری میں مسلسل مصروف اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ نعمان خان نے ان کی گفتگو پر کان لگا دیے۔
"بے چارہ پال اسٹیفن نہ جانے ہمارے لیے کتنے مصائب سے گزرا ہے۔ ہم اس کی خدمات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔"
"ہاں' اس میں کوئی شک نہیں ہے اگر یہ لوگ بروقت ہمیں صورتِ حال سے آگاہ نہ کرتے تو ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔"
"صورتِ حال تو ابھی تک ہمارے سامنے واضح نہیں ہے اور وہ مشکلات اس وقت تک موجود ہیں جب تک وہ خطرناک

لڑکی نینسی کوین ہمارے ہاتھ نہیں لگ جاتی۔"
"اس کے بارے میں میری معلومات بہت محدود ہیں یہ ہے کیا چیز؟"
"یہ لڑکی طویل عرصے سے ہمارے ایک اہم ڈیپارٹمنٹ کام کر رہی تھی۔ دراصل اس کے بارے میں جو انکشافات ہیں وہ بڑے انوکھے ہیں۔ ہمارا مخصوص ڈیپارٹمنٹ عموماً کو یا کسی ایسے شخص کو جس کا تعلق ہم میں سے نہ ہو اپنے نہیں رکھتا لیکن اس نے اتنی چالاکی سے اپنے آپ کو ہمار ہاں کے ماحول میں ضم کیا کہ ہم صحیح صورتِ حال کا اندازہ سکے۔ اس کی قومیت کے بارے میں اس وقت تک پتا نہ چل سکا تھا جب تک یہ ہمیں ڈاج دے کر نہ نکل گئی۔"
"کیا مطلب؟"
"شاید تم ان معاملات سے بالکل ہی ناواقف ہو ہمارا جو مشن کام کر رہا تھا اس کا انتہائی اہم مقصد ان پہاڑ اپنے قبضے میں لے کر یہاں ہمارے ملک کی پسندیدہ حکو قائم کرانے کا کام انجام دے رہا ہے اور اس سلسلے میں وائ ڈیپارٹمنٹ مکمل کارروائیاں کر رہا ہے۔ ہماری ان کارروائ کافی آگے تک بڑھایا جا چکا ہے لیکن ابھی کچھ مشکلات در اور یہ لڑکی' نینسی کوین نے اس سلسلے میں کچھ ایسی مائیکرو فلم بنائی ہیں جن میں ہمارے اس منصوبے کی مکمل تفصیل مو یہ مائیکرو فلمیں وہ کسی پُراسرار مُلک کی وساطت سے یہاں پہنچانا چاہتی تھی اور اس نے اپنے منصوبے میں جس شخص کیا تھا وہ ہمارا وفادار تھا۔ اس نے بروقت ہمیں اس سے لیکن ... اسی لغزش سے نینسی کوین وہاں سے نکلنے میں کا ہو گئی پھر ہمارے اس ڈیپارٹمنٹ کے لوگ اس کے پیچھے لگ لیکن اس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہو سکیں بار اُسے یہاں کے ایک پڑوسی مُلک میں دیکھ کر یہ اندازہ کہ وہ یہاں کی سرحدوں میں سے داخل ہونا چاہتی ہے۔
پال اسٹیفن ہمارے مفادات کے لیے ایجنٹ کی سے کام کرتا تھا گو اس کا تعلق ہمارے ملک سے نہیں اس کی خدمات کو ہمیشہ سراہا گیا ہے۔ اس ذہین انسان کو دریافت کیا اور ہم سے ہدایات مانگیں تو فوری طور پر دے دی گئی کہ وہ نینسی کوین کو جس قیمت پر بھی ہو زند پکڑنے کی کوشش کرے۔ کوین ہمارے ہاں کام کرتی تھی ابھی تک اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کون سے

لیے کام کر رہی تھی۔ اس بات کو بڑی حیرت کی نگاہ سے دیکھا کہ وہ مقامی حکومت سے دلچسپی رکھتی ہے اور یہاں پہنچ کر مائیکرو فلمیں اُس کے حوالے کر دینا چاہتی ہے بہرطور پال اسٹیفن ت کے مطابق اس کے پیچھے لگ گیا لیکن نینسی کوین ان علاقوں آ کر گم ہو گئی۔ وہ جس سمت سے سرحد میں داخل ہوئی تھی کے بارے میں اندازہ لگا لیا گیا کہ آسانی سے اپنا سفر جاری نہیں رکھ سکے گی اور راستے کی لاتعداد مشکلات کا شکار ہو جائے گی۔ ت کی بات یہ ہے کہ کچھ اور پُراسرار لوگ بھی اس کے پیچھے ہیں۔ پال اسٹیفن ہی کی رپورٹ ہے۔ اس نے کہا کہ وہ نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں' جو نینسی کوین کو روک کر وہ مائیکرو فلمیں حاصل کر لینا چاہتے ہیں۔ ان کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کا تعلق اس ملک سے نہیں ہو سکتا۔ کہ انھوں نے پال اسٹیفن کے بیان کے مطابق نینسی کوین پر جان لیوا حملے بھی کیے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ وہ سُفید بلی بچ گئی اور اُن کے چنگل میں بھی نہیں آئی اور اس کے بعد آخری پیغام جو اس نے ہمیں دیا تھا وہ یہی تھا کہ وہ تنہا نینسی کوین کو گرفتار نہیں کر سکتا اور اس کے لیے سٹر ایڈ منڈ گرنیپ اُسے امداد فراہم کریں۔ چنانچہ ہم نے یہ کیمپ پال اسٹیفن اور نینسی کوین کو تلاش کرنے کے لیے ہی لگایا تھا۔"
"ہُوں ... ویسے انتہائی اہم آدمی ہے اور خاصا چاق و چوبند معلوم ہوتا ہے۔"
"تم نہیں جانتے اس کے بارے میں۔ اس کی رپورٹ دیکھو' اس کا فائل دیکھو' تب تمھیں پتا چلے گا کہ یہ کتنی خطرناک شخصیت کا مالک ہے۔ اسے دُنیا کی کئی زبانوں پر عبور حاصل ہے ... اس کی فطرت ہے اور دُنیا کے تقریباً بے شمار گوشوں میں اس کے تعلقات ایسے خطرناک لوگوں سے ہیں' جو اپنے ... کے کنگ کہلاتے ہیں۔ یہ شخص بلا کا پھرتیلا اور خوش مزاج ہمیشہ چوکنا رہنے کا عادی ... اور ہمارے ہاں اس کی فائل خصوصی ریمارکس موجود ہیں۔ اس جیسا آدمی اگر ان حالات کا ہو جائے تو اس سے تم اندازہ لگا لو کہ کیا کیفیت ہو سکتی ہے۔"
"سُفید بلی ... اچھا نام دیا ہے تم نے۔ اس لڑکی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"
"وحشی خونخوار اور پلک جھپکتے میں قتل کر دینے والی۔"
"اوہ اچھا ہوں ... ؟"
"یہاں رومانی گفتگو بے مقصد ہے۔ بات ایک دُشمن کے بارے میں ہو رہی ہے۔" دوسرے شخص نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا اور سوال کرنے والا خاموش ہو گیا لیکن نعمان خان کا مقصد حل ہو گیا تھا۔ یہاں بھی اس نے خُدا کا شکر ہی ادا کیا کہ نادانستہ طور پر اُسے صورتِ حال سے اس قدر آگاہی ہو گئی تھی۔ ورنہ ان معاملات کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا بڑا مشکل کام تھا اور اب اُسے اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ ذہنی طور پر پاگل بنا رہے' البتہ اُسے یہ سوچنا تھا کہ اب اس کا دوسرا قدم کیا ہونا چاہیے؟
نینسی کوین کے بارے میں اس نے جو کچھ سُنا تھا اس سے اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لڑکی اپنے ہی قبیل سے تعلق رکھتی ہے اگر اسے بچانے کی کوشش کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ معاملات ابھی اتنے گمبھیر نہیں تھے کہ نعمان خان کو چند لمحات بھی یہاں ان علاقوں میں بسر کرنے میں تامل ہوتا۔ نینسی کوین اگر اُس کے ہاتھ لگ جائے تو اس کی حفاظت کی جائے اور پھر وہ دونوں مل کر دارالحکومت پہنچیں' بشرطیکہ نینسی دستیاب ہو جائے۔ اُس لڑکی سے نعمان خان کو عجیب سی ہمدردی پیدا ہو گئی' کیونکہ کسی بھی حیثیت سے وہ اس کے وطن کی خیر خواہ تھی' بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صورتِ حال کوئی ایسی شکل اختیار کر جائے جس سے نعمان خان کو بھی اپنے مشن میں آسانی ہو جائے۔
وہ ایک عام آدمی کی حیثیت سے دارالحکومت پہنچ کر اپنا تعارف کس طرح کراتا' ان لوگوں سے کس طرح متعارف ہوتا اور کیسے انھیں یقین دلاتا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے درست ہے لیکن اگر نینسی کوین اس کے ساتھ شریک ہو جائے تو پھر ان معاملات میں بڑی ہی آسانی پیدا ہو جائے گی۔
چنانچہ اس نے اپنے ذہن میں ایک پالیسی مرتب کر کے اس معاملے کے ہر پہلو پر غور کیا اور اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کر لیا کہ اب کام کی نوعیت تبدیل کر دی جائے۔
تقریباً چار گھنٹے کے بعد جب اس کا عضو عضو مکمل آرام کرنے کے بعد پُرسکون ہو گیا تو اُس نے حواس کی واپسی کا اعلان کر دیا۔ اس وقت سامنے صرف ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جو کسی کتاب کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔
"ہیلو!" اس نے اپنے لہجے میں تبدیلی پیدا کر کے کہا اور کتاب پڑھنے والے آدمی کے ہاتھ سے کتاب نیچے گر گئی۔ وہ شاید کوئی سنسنی خیز منظر پڑھ رہا تھا اور اس آواز نے اس کے اعصاب پر اثر ڈالا تھا لیکن دوسرے لمحے اس نے کتاب سنبھالی اور اسے رکھ کر اُٹھ کھڑا ہُوا۔

"ہیلو اسٹیفن! کیا تم اپنے آپ کو بہتر محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں لیکن تم... تم لوگ... میرا مطلب ہے...؟"

"تمہارے دوست، تمہارے وہ ساتھی، جن کے لیے تم یہ تکلیف دہ مشن انجام دے رہے تھے۔"

"اوہ شکر ہے خدا، مجھے اس عظیم مصیبت سے نجات ملی" نعمان خان نے آنکھیں بند کر کے کہا اور دوسرے لمحے وہ آدمی نعمان خان کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ جب واپس آیا تو کئی افراد اس کے ساتھ تھے۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہیلو پال اسٹیفن! میرا نام ڈورک ہے۔ ڈورک سے ملو، میں اس ٹیم کو کمانڈ کر رہا ہوں، جو یہاں نینسی کوین کی تلاش کے سلسلے میں کام کر رہی ہے۔ مجھے معلوم ہے میرے دوست پال اسٹیفن کہ تم نے ہمارے لیے کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں لیکن اطمینان رکھو اب تم بہتر حالت میں ہو۔"

"میں آپ لوگوں کے مل جانے پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں مسٹر ڈورک، آپ نے مجھے کہاں پایا؟"

"اس غار کے سامنے جہاں تم شدید سردی سے متاثر ہو کر بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔"

"سردی... میرے خدا، کیا بتاؤں میں آپ لوگوں کو کہ مجھے کیسی کیسی مشکلات سے گزرنا پڑا ہے۔ میں خود بھی ایک سرد ملک کا باشندہ ہوں لیکن اتنے دشوار گزار علاقوں میں یہ ہولناک سفر میری زندگی کا سب سے بدترین سفر تھا۔"

"کیا تم نینسی کوین کا تعاقب کر رہے تھے؟"

"ہاں... وہ خوفناک لڑکی... لڑکی نہیں چھلاوہ ہے۔ میں نے اسے دو دفعہ مس کیا ہے اور اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ وہ ایک عظیم فریبی ہے۔ جسے قابو میں کرنا کسی ایک انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہر جال کاٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ۔"

"ہاں اس کے بارے میں یہی رپورٹ ہے لیکن پال اسٹیفن تم بھی تو کم نہیں ہو، کیا تم نے اسے اپنے آپ سے برتر تسلیم کر لیا؟"

"حالات، مسٹر ڈورک، بعض اوقات حالات انسان کو بتا نہیں کیا کر دیتے ہیں۔ میں اگر شدید سردی سے متاثر نہ ہو جاتا تو اب تک وہ میری دسترس سے باہر نہ رہتی۔"

"فکر مت کرو اب ہم تمہارے ساتھ ہیں، ویسے کیا تم ہمیں اس سلسلے میں تفصیلات بتاؤ گے؟"

"میں نہیں جانتا اس بستی کا نام کیا تھا۔ دراصل اس علاقے سے عدم واقفیت نے میری راہ میں بے پناہ مشکلات پیدا کیں۔ اگر مجھے اس کے نقشے دستیاب ہو جاتے اور میں یہ اندازہ لگا لیتا کہ کون کون سے راستوں سے گزر کر کہاں پہنچا جا سکتا ہے تو شاید میرے کام میں مجھے اتنی مشکل پیش نہ آتی۔"

"ایک منٹ، میں تمہارے لیے کچھ منگواتا ہوں، غالباً اور تمہیں اس وقت سوٹ کرے گی۔" ڈورک نے کہا اور تھوڑی دیر بعد ایک بڑا سا گلاس نعمان خان کے پاس پہنچ گیا، جو نفیس قسم اوولٹین سے بھرا ہوا تھا۔ نعمان خان نے یہ اوولٹین آہستہ آہستہ چسکیاں لے کر اپنے معدے میں اتاری اور اس کی خوشگوار گرمی کے احساس نے اسے مسحور کر دیا۔

ڈورک اس کے نزدیک بیٹھ گیا تھا۔ اس نے دوسرے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ سب وہاں سے باہر نکل گئے۔ ڈورک نے کہا۔

"پال اسٹیفن، میں اس سلسلے میں اب تمہارے ساتھ مکمل طور پر تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ ویسے آپ لوگ یہاں اس علاقے میں کب سے ہیں؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ تمہاری اطلاع کے بعد ہمیں یہاں روانہ کر دیا گیا۔ مجھے ہدایت کی گئی کہ ہر طرح سے نینسی کوین کو تلاش کر کے راستے میں ہی روکنے کی کوشش کی جائے اور اسے ملک کے دارالحکومت تک نہ پہنچنے دیا جائے۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہاں اپنی زندگی کے سب سے سخت مشن پہ آئے ہو۔ چنانچہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے تمہیں تلاش کر کے بھرپور مدد فراہم کی جائے لیکن ایک بڑا مسئلہ ہے جس کے بارے میں تم نے ہمیں اطلاع بھی دی تھی۔"

"کیا؟" نعمان خان نے سوال کیا۔

"ان لوگوں کا جو پراسرار حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو مسٹر پال اسٹیفن کہ وہ لوگ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں، کیا حلیہ ہے ان کا؟"

"آہ میں نہیں جانتا۔ وہ انتہائی خونخوار ہیں اگر میں قریب پہنچنے کی کوشش کرتا تو وہ یقیناً میری زندگی کے گاہک بن جاتے اور شاید مجھے ان سے فرار ممکن نہیں تھا۔"

"میں ایک واقعہ یاد کر کے تمہاری بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ ایک شام ہم لوگ ایک علاقے سے گزر رہے تھے کہ ہم نے چند ایسے لوگوں کو دیکھا، جو مقامی لباس میں تھے

...ٹوپیاں جنھیں ہم منگول ٹاپ کہہ سکتے ہیں ان کے سروں ...یں اور لمبی لمبی رائفلیں۔ ہم لوگ انھیں شکاری سمجھے تھے ...بعد میں مجھے احساس ہوا کہ وہ شکاری نہیں تھے۔"

"یقیناً یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں۔ میں نے بھی انھیں اسی ...یہ میں دیکھا تھا لیکن مسٹر ڈورک کیا وہ لوگ آپ کا تعاقب ...تے رہے ہیں؟"

"ہاں، اگر اسی شام دیکھ کر ہم انھیں دوبارہ نہ پاتے تو یہ ...ساس ہوتا کہ وہ صرف اتفاق تھا لیکن اب یہ محسوس ہوتا ہے ...وہ مسلسل ہمارے تعاقب میں مصروف ہیں۔ انھیں آخری بار ...اب سے چالیس گھنٹے قبل دیکھا گیا تھا۔ اس وقت ان کی تعداد ...تھی اور وہ دو جیپوں میں سفر کر رہے تھے۔ ہم بلندی پر ...اور وہ گہرائی میں۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنی ...ل کی طرف جا رہے ہوں لیکن اب یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایسا ...یں تھا۔"

"تو پھر سب سے پہلے ہمیں ان سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے۔"

"کیا ان سے جنگ کی جائے؟"

"اگر ضرورت ہو۔ ویسے کیا کوئی قریبی بستی یہاں موجود ہے؟" ...ان خان نے جواب دیا۔

"دور دور تک نہیں ہے لیکن بستی تک پہنچنے کی بجائے ...ز نہیں ہو گا کہ ہم نینسی کوین کو تلاش کریں؟ ممکن ہے وہ بھی ...اسی طرح برف کے ویرانوں کا شکار ہو گئی ہو۔" ڈورک نے کہا۔

"شاید۔" نعمان خان نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

"ہم تمہاری حالت بہتر ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا تم ...ے آپ کو سفر کرنے کے قابل پاتے ہو ڈیئر پال اسٹیفن۔" ڈورک ...زم اور مخلصانہ انداز میں کہا۔

"ہاں، میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ میری تو زندگی ہی ...ت ترین حالات میں گزری ہے۔"

"ہاں، ہم جانتے ہیں۔" ڈورک نے جواب دیا اور پھر وہ اپنے ...یوں کو سفر کی تیاریوں کی ہدایت کرنے لگا۔ اس کام میں تقریباً ...منٹ صرف ہوئے تھے اس کے بعد ڈورک، نعمان خان ...ساتھ باہر آ گیا۔

خیمے وغیرہ لپیٹ لیے گئے اور ایک بڑی لینڈ روور میں ...لادے گئے۔ یہ لینڈ روور شاید صرف سامان بار کیے ہوئے تھی ...چاروں جیپیں اسی جگہ کھڑی ہوئی تھیں اور اس وقت ان ...تمام افراد ان میں موجود تھے۔ نعمان خان نے ڈورک کے ساتھ ایک جیپ میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں ایک سوال آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں، ضرور۔" اس نے نعمان خان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا نینسی کوین کی تلاش کے لیے آپ لوگ صرف یکجا ہو کر کام کر رہے ہیں یا آپ کے کچھ افراد اطراف میں بھی بکھرے ہوئے ہیں؟"

"بالکل بکھرے ہوئے ہیں۔ میں نے بہت سے لوگوں کو حفاظتی انتظامات کے ساتھ اس سلسلے میں مختلف حصوں میں مخصوص کر دیا ہے۔ ابھی ہم جس راستے پر چل رہے ہیں وہاں تھوڑی دور چل کر ہمارے آدمی متعین ہیں۔ ان سے ہم اس سلسلے میں سوالات کریں گے۔"

جس جیپ پر نعمان خان بیٹھا ہوا تھا وہ بہت شاندار اور مضبوط تھی۔ اس کے پچھلے حصے میں تین رائفلیں رکھی ہوئی تھیں اور ایک بڑے سے پیکٹ میں ہینڈ گرینیڈ اور چھوٹے راکٹ لانچر رکھے ہوئے نظر آ رہے تھے اور نعمان خان ان کی یہ تیاری دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ پہاڑوں کی تقدیر واقعی گردش میں ہے۔ ان کم بختوں نے ایسا خطرناک جال پھیلایا ہوا ہے کہ اس سے نمٹنا بھی آسان کام نہیں ہو گا۔ تاہم وہ غیر مطمئن نہیں تھا۔

جیپیں آگے بڑھتی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر سے برفانی علاقہ شروع ہو گیا۔ وہ ایک طویل چکر لے کر داہنی سمت مڑ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک درے کے درمیان پہنچ گئے۔ ہر سمت برف کی چٹانیں ان کا احصار کیے ہوئے تھیں، سرد ہوائیں بدن کو چھو رہی تھیں۔ جس علاقے سے وہ آئے تھے یہاں کی نسبت وہ بہت گرم تھا جبکہ اس کے چاروں طرف سردی ہی سردی پھیلی ہوئی تھی۔

درے میں تقریباً پانچ منٹ تک سفر کرنے کے بعد ڈورک نے ہاتھ اٹھایا اور تمام گاڑیاں رک گئیں۔ اس کے ڈرائیور نے بھی گاڑی کو بریک لگا کر انجن بند کر دیا تھا۔ نعمان خان چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تب ڈورک نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور اسے چہرے سے قریب لا کر بولا۔

"ہیلو فورٹو... فورٹو... فورٹو... ہیلو!"

"ہیلو مسٹر ڈورک، فورٹو بول رہا ہے۔"

"تم اپنی جگہ متعین ہو؟"

"ہاں لیکن میرے خیال میں ہمارا یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔"

"تو پھر آ جاؤ، میں انتظار کر رہا ہوں۔ کیا تم ہماری گاڑیوں کو دیکھ چکے ہو؟"

"بخوبی اور میں آپ کو مخاطب کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا"۔
"تو میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں"۔ ڈورک نے جواب دیا۔
نعمان خان دلچسپ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ جو گفتگو ہوئی تھی وہ اُس نے بخوبی سُنی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اُس نے بلندی سے ایک شخص کو نیچے اُترتے ہوئے دیکھا جو برفباری اور سرد ہواؤں سے بچاؤ کا بہترین لباس پہنے ہوئے تھا۔ لباس سفید تھا اس لیے برف کی سفید چادر پر، اگر غور کیا جاتا تو نظر آتا تھا، ورنہ اگر وہ اس میں ضم ہونا چاہتا تو اس میں اُسے مشکل نہ ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نیچے اُترا اور جیپ کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے عقب میں دو آدمی اور نیچے اُتر رہے تھے۔ ڈورک نے اس کا استقبال کیا اور وہ بھی جیپ میں آ بیٹھا۔
"فورٹو، کیا پوزیشن ہے؟"
"کوئی خاص نہیں جناب، ہمارے آدمی اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں اور ابھی تک کوئی کام کی بات نہیں معلوم ہو سکی لیکن ہم نے ان تعاقب کرنے والوں کو بھی دیکھا ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی شکل میں نظر آتے رہتے ہیں۔ یہ یقین ہو گیا ہے مجھے کہ وہ سب ہمارا تعاقب کر رہے ہیں اور ہم پر نگاہ رکھنا چاہتے ہیں"۔
"اوہ، جن لوگوں کو تم نے اپنے اطراف میں دیکھا ہے ان کی تعداد کتنی تھی؟"
"چھ آدمی تھے اور اسی لباس میں"۔
"ہُوں، میرا خیال ہے فورٹو، اپنے آدمیوں کو یہاں سے ہٹا لو۔ ہمیں اس جگہ نہیں رُکنا چاہیے۔ ویسے آخری رات تم نے تعاقب کرنے والوں کو کب دیکھا تھا؟"
"پچھلی رات جناب! وہ ہمارے سامنے سے ہمیں گھورتے ہوئے گزرے تھے لیکن پتا نہیں کون ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا؟"
"ٹھیک ہے، اپنے آدمیوں کو گاڑی میں بیٹھ جانے کی ہدایت کرو"۔ ڈورک نے کہا۔ اس اثنا میں وہ آدمی جو فورٹو کے عقب میں اتر رہے تھے، گاڑی کے نزدیک پہنچ گئے اور پھر فورٹو کی ہدایت پر وہ بھی پچھلی جیپوں میں بیٹھ گئے۔ فورٹو، نعمان خان اور ڈورک کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ جیپیں اسٹارٹ ہو کر پھر آگے چل پڑیں اور ڈورک نے ڈرائیور سے کہا۔
"مشرقی سمت چلو"۔ ڈرائیور نے کچھ آگے چلنے کے بعد جیپ کا رُخ مشرقی سمت کی جانب کر دیا۔ یہ درّہ آگے جا کر تین حصّوں میں منقسم ہو گیا تھا۔ ایک راستہ آگے چلا جاتا تھا اور دو مختلف سمتوں میں پھیل جاتے تھے جو آگے چل کر چھوٹے ہوتے گئے تھے اور درّہ یہاں پہنچ کر ختم ہو جاتا تھا۔ تاحدِ نگاہ بھربھری برف کے ویرانے پھیلے ہوئے تھے یا پھر وہ برف پوش چوٹیاں جو سورج کی روشنی میں چمکتی تھیں۔ ہوائیں آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھیں اور اب یہ سفر خاموشی سے طے ہو رہا تھا۔

برف کے اس ویرانے میں انھوں نے تقریباً پانچ گھنٹے کا سفر کیا۔ سرد ہوا کے تھپیڑے خون کو جمائے دے رہے تھے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد خشک پہاڑوں کا سلسلہ نظر آنے لگا جن کی چوٹیوں پر ہلکی ہلکی گھاس جھانک رہی تھی۔ دفعتاً فورٹو نے آہستہ سے کہا۔
"میرا خیال ہے جناب تعاقب ہو رہا ہے"۔
"کیا؟" ڈورک چونک پڑا۔
"جی ہاں، میں نے محسوس کیا ہے"۔
"مگر ہم نے... ہم نے تو نہیں محسوس کیا"۔
"میں کیا عرض کر سکتا ہوں لیکن میری چھٹی حس بتاتی ہے کہ کچھ لوگ ہمارے تعاقب میں ہیں"۔
"چلتے رہو، اگر وہ صرف تعاقب کر رہے ہیں تو انھیں کرنے دو، ہاں اگر وہ ہمارے راستے میں آنے کی کوشش کریں گے تو ان سے بچاؤ کے لیے ہمارے پاس مکمل انتظامات موجود ہیں"۔ ڈورک نے کہا۔ اس کے بعد مکمل خاموشی چھائی رہی۔ ڈورک اور اس کے ساتھی شاید ان تعاقب کرنے والوں کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش میں مصروف تھے۔
ماحول پر سنسنی چھائی تھی ڈورک کی عقابی نگاہیں ویرانے پر جمی ہوئی تھیں اور نعمان خان سوچ رہا تھا کہ کاش کسی طرح سیدھے راستوں سے گزر کر اپنی منزل تک پہنچ سکتا۔ کاش اسے ایسی آسانیاں حاصل ہوتیں۔ گزرنے والے وقت کے ہر لمحے کی قیمت تھی لیکن مجبوریاں ان لمحات کو بے قیمت کر رہی تھیں اور نعمان خان کے سینے کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ لمحات مسلسل خاموشی رہی اور پھر ڈورک نے سب کو رُک کر ایک ٹوٹی ہوئی چٹان کے پاس پہنچنے کو کہا۔ فوری طور پر کارروائیاں روک دی گئی تھیں سوائے اس کے کہ سب نے اسلحہ اُٹھا لیا تھا۔ ڈورک کے آدمی پوری طرح مستعد تھے۔ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ آنے والے کتنے ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ سب لوگ خاموشی سے میدان پر نگاہ جمائے ٹوٹی ہوئی چٹان کے پاس بیٹھے رہے۔ پھر فورٹو نے کہا۔
"ان کی طرف سے تحریک ختم ہو چکی ہے۔ یا تو وہ رُک

گئے ہیں یا پھر کوئی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے مسٹر ڈورک؟"
"یہ لوگ میرے لیے بالکل اجنبی ہیں تاہم ان کی موجودگی کا پتا چلتا ہے۔ ممکن ہے انھیں ہمارے یہاں پناہ لینے کا علم ہو اور وہ واقعی بقول تمہارے کوئی منصوبہ بندی کر رہے ہوں!"
"کیا یہ مناسب نہیں ہوگا مسٹر ڈورک کہ ہم لوگ ایک جگہ جمع ہونے کے بجائے منتشر ہو کر ان کا انتظار کریں"۔
"میں تم سے بالکل متفق ہوں"۔
"تو براہِ کرم آپ تھوڑے تھوڑے آدمیوں کو مختلف سمتوں میں پھیلا دیں۔ آیئے مسٹر پال اسٹیفن، آپ میرے ساتھ آیئے"۔ فورٹو نے کہا۔ نعمان خان کے ہاتھ میں بھی ایک آٹومیٹک رائفل دے دی گئی تھی اور وہ بھی اس وقت ان لوگوں کے ساتھ نامعلوم لوگوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار تھا۔ فورٹو نے اچانک اسے اپنے ساتھ آنے کے لیے کہا تھا۔ ڈورک نے کوئی اعتراض بھی نہ کیا تو نعمان خان اس کے ساتھ چل پڑا۔
وسیع و عریض چٹانی علاقہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور آگے جانے کے راستے نظر نہیں آتے تھے۔ وہ ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھتے رہے۔
ڈورک اپنے آدمیوں کو مختلف سمتوں میں پھیلنے کی ہدایات دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک چھوٹی سی چٹان کی آڑ میں فورٹو رُک گیا۔
"میرا خیال ہے مسٹر پال اسٹیفن، یہ جگہ ہمارے لیے مناسب ہے"۔ نعمان خان خاموش ہو گیا اور وہ چٹان کے پاس بیٹھ گئے۔ فورٹو کی نگاہیں تاریکی میں بھٹک رہی تھیں۔ مشرق میں پھیلے ہوئے پہاڑوں کے عقب سے چاند آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا اور بدنما سُرخ چٹانیں اس کی خوش رُو روشنی میں نہائی جا رہی تھیں۔ چاند کے سائے آہستہ آہستہ سفر کر رہے تھے اور ماحول منور ہوتا جا رہا تھا۔ دفعتاً نعمان خان کو فورٹو کی آواز سُنائی دی۔
"میرا نام گراہم اسٹیورڈ ہے اور میں بلیک وِنگ میں برچار کی حیثیت رکھتا ہوں"۔ نعمان خان نے چونک کر فورٹو کو دیکھا۔ اس تعارف کا مقصد اس کی سمجھ میں نہیں آسکا تھا لیکن اس کے اس طرح چونک کر دیکھنے پر فورٹو مسکرا دیا۔
"ہاں میرے دوست، چونکنے کی ضرورت نہیں۔ میرا اور تمہارا مشن ایک ہی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم دونوں ہی کو نہایت گھوم گھام کر اپنا کام کرنا پڑا ہے۔ تمہاری گمشدگی میرے لیے سب سے زیادہ پریشان کُن تھی اور یقین کرو کہ برف کے ان ویرانوں میں، میں نے چپّے چپّے پر تمھیں تلاش کیا ہے۔ میرا مقصد تم سے مل کر ہی حل ہو سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بالآخر تم سے ملاقات ہو جائے گی"۔

"اوہ"۔ نعمان خان کے ذہن میں چرخی سی چلنے لگی۔ اس کا مقصد ہے کہ یہ شخص اُس سے کچھ کہنا چاہتا ہے تب اس نے آہستہ سے کہا۔
"کیا نام بتایا تم نے؟"
"گراہم کہہ سکتے ہو تم مجھے۔ گراہم اسٹیورڈ"۔
"کیا ثبوت ہے اس بات کا مسٹر اسٹیورڈ کہ تم...؟"
"اس کے لیے بلیک وِنگ کا نام کافی نہیں ہے"۔ گراہم اسٹیورڈ نے جواب دیا اور نعمان خان خاموش ہو گیا۔
"سنو دوست، یہ لوگ جو ہمارا تعاقب کر رہے ہیں درحقیقت ہیڈن فوسٹر کے آدمی ہیں لیکن تمھیں یہ سُن کر شاید ہنسی آئے کہ اس وقت ان لوگوں کو میں کنٹرول کر رہا ہوں۔ یہ میری ہی ایما پر اس وقت یہاں پہنچے ہیں تاکہ میری اس بات کی تصدیق ہو سکے"۔
"کمال کی بات ہے"۔ نعمان خان کو اپنے ذہن پر قابو پانا مشکل ہوا جا رہا تھا کیونکہ یہ سازش در سازش تھی۔ ان الفاظ سے وہ یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ جس شخص کو فورٹو کے نام سے پکارا جاتا رہا ہے اور جو شخص اب اپنے آپ کو گراہم اسٹیورڈ کہہ کر کسی بلیک وِنگ سے متعلق قرار دے رہا ہے وہ ڈورک کا مخلص نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی کھیل کھیل رہا ہے۔ اس وقت اس بات کی ضرورت تھی کہ نعمان خان اس کی بات کو اس انداز میں سُنے کہ اُسے بھی کوئی شبہ نہ ہو سکے کم از کم وہ شخص اپنے دِل میں نعمان خان کو پال اسٹیفن تصوّر کر چکا تھا۔ چند لمحات کی خاموشی کے بعد گراہم اسٹیورڈ نے کہا۔
"میں جانتا ہوں میرے دوست کہ تم شدید حیرت کا شکار ہو گے لیکن یہ بات تمہارے علم میں ہے کہ بلیک وِنگ لڑکی کو اپنی تحویل میں دیکھنا چاہتا ہے۔ میں نے یہاں جتنے جال پھیلائے ہوئے ہیں اگر تمھیں ان کی تفصیل بتاؤں تو تمہارا ذہن اُلجھ کر رہ جائے گا۔ یوں سمجھ لو کہ ہیڈن فوسٹر بھی میرے شکنجے سے نہیں ہٹ سکا ہے اگر ہمیں ڈورک کی شدید مزاحمت کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم بہت کچھ کر لیتے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہیڈن فوسٹر بھی لڑکی کو اپنی تحویل میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد کچھ اور ہے دراصل وہ چاہتا ہے کہ لڑکی کو اپنے قابو میں کر کے اس سے وہ تفصیلات

حاصل کرے جو اس علاقے کے بارے میں ہے اور پھر اس بڑے ملک کو بلیک میل کیا جا سکے اور یہی مقصد ڈورک کا بھی ہے لیکن ڈورک اس بڑے ملک کے لیے کام کر رہا ہے۔ تم جانتے ہو کہ بلیک وِنگ اپنے طور پر ان دونوں کو ڈبل کراس کرنا چاہتا ہے اور ڈیئر پال اسٹیفن تمھیں اپنا مشن معلوم ہو گا۔ کام وہی ہے جو ہیڈن فوسٹر چاہتا ہے لیکن یہ کام ہیڈن فوسٹر کے لیے نہیں بلکہ بلیک وِنگ کے لیے ہے جبکہ میں نے ہیڈن فوسٹر کو ڈورک میں اُلجھا کر اس معاملے کو رکوا دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں میرے دوست، بغور سُن لو۔ لڑکی فوسٹر کے قبضے میں ہے۔" نعمان خان کا ذہن بھک سے اُڑ گیا۔ کھوپڑی فضا میں معلق ہوتی جا رہی تھی۔ درحقیقت اس سازش کے ڈانڈے اسے نہیں مل رہے تھے۔ وہ اندازے لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ گراہم اسٹیورڈ کیا کہہ رہا ہے اور آہستہ آہستہ بات اس کی سمجھ میں آتی چلی گئی تب گراہم اسٹیورڈ نے کہا۔

"بہتر یہ ہو گا کہ تم ہیڈن فوسٹر کے پاس چلے جاؤ۔ میرا مقصد ہے اس سے ملاقات کرنے نہیں بلکہ نہایت احتیاط سے اس لڑکی کو ہیڈن فوسٹر کے قبضے سے نکالنے کے لیے۔ میں تمھیں اس کا پتا بتا دیتا ہوں۔ ہیڈن فوسٹر یہ جانتا ہے کہ گراہم اسٹیورڈ اس کا اہم رُکن ہے اور وہ کبھی ایسی کوئی حرکت کر سکتا ہے اور پھر یہ لوگ جنھیں میں کنٹرول کر رہا ہوں اس بات کی گواہی دیں گے کہ اس وقت میں ڈورک کے ساتھ تھا جب لڑکی اس کے قبضے سے نکلی لیکن پال اسٹیفن، یہ کام تم ہی بہتر طور پر انجام دے سکتے ہو۔ لڑکی کو ہیڈن فوسٹر کے قبضے سے نکال کر روپوش ہو جاؤ اور کسی بھی طرح کسی بھی آبادی تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد تم مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو اور ہم لڑکی کو لے کر یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔ اب میں ان لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ حملہ کر دیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ تم اپنے آپ کو یہاں پوشیدہ کر لو۔ یہ لوگ جو اس وقت یہاں پر موجود ہیں اور مورچہ بندی کیے ہوئے ہیں تعداد میں کافی زیادہ ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ ڈورک کے آدمیوں کو زیادہ ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے لیکن اگر صورتِ حال ناگزیر ہی ہو گئی تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ڈورک اور اس کے ساتھی مارے جائیں۔ تمھارے لیے میں ایک راستہ چھوڑتا ہوں جیپیں موجود ہیں اور یہ ایک جیپ کی چابی ہے۔ یہ اُس جیپ کی چابی ہے جس کے اُوپر ہُڈ لگا ہوا ہے۔ جیپ پوری طرح تیار ہے تم اسے لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ بائیں سمت سیدھ میں چلے جاؤ۔ تقریباً آٹھ فرلانگ چلنے کے بعد تمھیں کچھ کھنڈرات ملیں گے وہاں سے جنوبی سمت اختیار کر لینا۔ جنوبی سمت اختیار کر کے تم ایک ایسی چھوٹی سی قلعہ نما عمارت کے پاس پہنچ جاؤ گے جو آثارِ قدیمہ میں سے ہے اور اس میں کوئی آبادی نہیں ہے لیکن یہ بات صرف میں جانتا ہوں کہ وہاں ہیڈن فوسٹر موجود ہے اور اس عمارت میں لڑکی کو رکھا گیا ہے بس اسے تلاش کرنے کے لیے تمھیں ذرا محنت سے کام کرنا ہو گا۔ ضروری نہیں ہے کہ آج رات ہی کو یہ سب کچھ ہو جائے۔ جیپ کو کسی ایسی جگہ پوشیدہ کر دینا جہاں سے وہ کسی کو نظر نہ آ سکے اور اس کے لیے بھی وہاں انتظامات موجود ہیں۔ مثلاً وہ جھاڑیاں جو اس قلعہ نما عمارت کے مشرقی سمت میں ہیں۔ ان جھاڑیوں میں جیپ کیا ہوائی جہاز چھپایا جا سکتا ہے۔ وہاں سے قلعہ نما عمارت کا سفر بھی زیادہ طویل نہیں ہے۔ کیا تم یہ تمام باتیں ذہن نشین کر رہے ہو؟"

"ہاں۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"تو بس انتظار کرو اور سُنو، جیپ کے پاس پہنچ جاؤ اگر صورتِ حال بگڑنے لگے اور کسی طرح وہ لوگ تم تک بھی پہنچ جائیں تو انھیں صرف ایک نام سے خاموش کر سکتے ہو۔ وہ ہو گا فوسٹر ہیڈن۔"

"کیا مطلب؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"ہیڈن فوسٹر کا نام فوسٹر ہیڈن ہے اور جو لوگ اسے جانتے ہیں وہ اسی نام سے پکارتے ہیں لیکن یہ صرف ہیڈن کے خاص آدمیوں کو ہی معلوم ہے کہ اگر وہ ہیڈن فوسٹر کا نام اُلٹ لیں یعنی فوسٹر ہیڈن تو اس کا مقصد ہے کہ وہ فوسٹر کے آدمی ہیں اور اس طرح ان کا بچاؤ ہو سکتا ہے۔"

"گُڈ، کیا یہ اصطلاح قلعہ نما عمارت میں بھی استعمال کی جا سکتی ہے؟"

"بہتر ہو گا کہ وہاں پہنچ کر تم اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھو چونکہ ہیڈن فوسٹر بے حد مشکوک آدمی ہے۔ وہ کبھی اس بات پر یقین نہیں کرے گا کہ تم اس کے اپنے ساتھی ہو۔ وہ صرف انھی لوگوں کو اپنا ساتھی سمجھتا ہے جنھیں وہ جانتا ہے، سمجھ رہے ہو تم؟"

"ہاں۔" نعمان خان نے کہا۔ اسے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ تب فورتو نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کی راڈ کھینچنے کے بعد آہستہ آہستہ کسی کو کال کرنے لگا۔ وہ ان لوگوں کو حملہ کرنے کا حکم دے رہا تھا۔ یہ ہدایات دینے کے بعد اس نے اپنی رائفل سنبھالی اور ان لوگوں کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔ نعمان خان اپنے طور پر تیار ہو گیا تھا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ عجیب و غریب سازشوں کے جال میں پھنس گیا تھا لیکن یہ بات وہ جانتا تھا کہ اگر... کسی طرح لڑکی اس کے ہاتھ لگ گئی تو اسے اس کے کام میں آسانیاں حاصل ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے لڑکی ان علاقوں سے واقف ہو۔ دلچسپ بات تھی نعمان خان یہاں کا رہنے والا تھا لیکن وہ ان راستوں کے بارے میں نہیں جانتا تھا جبکہ دوسرے لوگ یہاں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے یہاں سازشوں کا جال بچھائے ہوئے تھے۔ وہ گراہم اسٹیورڈ کے پاس سے ہٹ گیا۔

فضا میں پہلے فائر کی ہولناک آواز سناٹے کو چیرتی ہوئی گزر گئی اور پھر جواب میں ڈورک کے آدمیوں نے رائفلوں کے مُنہ کھول کر اتنی زبردست فائرنگ شروع کر دی کہ تاریکیوں میں گولیوں کے چلنے کا شور اور دھماکوں کی آوازیں ماحول کے سکوت کو ریزہ ریزہ کرنے لگیں۔

نعمان خان رائفل سنبھالے چھوٹی چھوٹی دیواروں کی آڑ لیتا ہُوا جیپوں کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ چاروں طرف سے ہوشیار تھا اور یہ اندازے لگاتا جا رہا تھا کہ فرار ہونے میں اسے کیا دشواریاں پیش آئیں گی۔ کہیں یوں نہ ہو کہ اس کے فرار ہوتے ہی یہاں چھپے ہوئے لوگوں میں سے کوئی اس پر اندھا دُھند فائرنگ شروع کر دے۔ بہرحال یہ خطرہ مول لینا ہی تھا۔ وہ جیپ جس پر ہُڈ لگا ہُوا تھا اس کے سامنے آئی تو وہ احتیاط سے اس میں چڑھ گیا۔ جیپ کے آس پاس کسی کی موجودگی کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ اس نے فورتو یعنی گراہم اسٹیورڈ کی فراہم کی ہوئی چابی اگنیشن میں گھمائی اور اسے آن کر کے پیٹرول چیک کیا۔ رائفل اس نے اپنی گود میں رکھ لی اور پھر جیپ اسٹارٹ کر دی۔ جیپ اسٹارٹ کرنے کے بعد ایک لمحہ بھی یہاں رُکنا مناسب نہیں تھا کیونکہ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی اس حرکت پر ڈورک اور اس کے ساتھیوں کا کیا ردِ عمل ہو گا۔

جیپ کی رفتار انتہائی تیز تھی اور نعمان خان پوری رفتار سے اسے آگے بڑھا رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے ایک عجیب سی مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ یہ کوئی ایسی اندرونی بات تھی جسے وہ خود محسوس نہیں کر پا رہا تھا لیکن عقب سے کوئی ایسی کارروائی

نہیں ہوئی جس سے اُسے کوئی مشکل پیش آتی۔

بلیک وِنگ کیا چیز تھی اُس کے بارے میں اسے کچھ نہیں معلوم تھا۔ ہاں جو کچھ گراہم اسٹیورڈ نے اُسے پال اسٹیفن سمجھ کر بتا دیا تھا وہی اس کے علم میں تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس وقت تین گروہ یہاں مصروفِ عمل ہیں۔ نعمان خان نے سوچا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ چوتھا فریق وہ خود بن گیا تھا۔ حالانکہ اس کا مقصد ان سب کے مقاصد سے الگ تھا۔ ایک گھنٹے کے سفر کے بعد اسے اطمینان ہو گیا کہ اس کا تعاقب نہیں کیا جا سکا اور وہ لوگ ایک دوسرے میں اُلجھ کر اسے فراموش کر چکے ہیں۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی گئی اور نعمان خان، گراہم اسٹیورڈ کی نشاندہی کی ہوئی جگہوں سے گزرتا ہُوا آگے بڑھتا رہا۔ سامنے چند میل دُور چڑھائی نظر آ رہی تھی جہاں دو چٹانیں دُور کہیں دروازے کی مانند کھڑی تھیں اور انھی کے درمیان سے گزر کر اسے آگے بڑھنا تھا۔

لیکن یہ چٹانیں شاید اس علاقے کی نشاندہی کرتی تھیں جہاں قدیم زمانے کا وہ قلعہ موجود تھا جس کی تاریخ نعمان خان کو بھی معلوم نہیں تھی۔ اسے بار بار یہ احساس ہو رہا تھا کہ اپنی زمین اپنے وطن سے وہ ایک اجنبی کی طرح نا واقف ہے جبکہ یہاں کے رہنے والے کم از کم اپنے علاقوں کے بارے میں تفصیلات تو جانتے ہی ہوں گے۔ بہرحال چٹانوں کے دروازے سے گزرنے کے بعد وہ آگے بڑھا تو قدِ آدم جھاڑیوں کے عقب میں اسے وہ سیاہ قلعہ نظر آیا جسے کائی اور مٹی کی تہوں نے سیاہ کر دیا تھا۔

یہ قلعہ دُور ہی سے بے حد خوفناک نظر آ رہا تھا لیکن نعمان خان نے دِل ہی دِل میں سوچا کہ اس ویرانے میں بلاشبہ یہ ایک بہترین پناہ گاہ ہے۔ تعجب کی بات تھی کہ خود اُسے ایسی کوئی پناہ گاہ اب تک نہیں ملی تھی اور وہ پریشانیوں کا شکار رہا تھا۔

گراہم اسٹیورڈ کے کہنے کے مطابق اس نے جیپ ان جھاڑیوں کی جانب موڑ دی اور پھر قدِ آدم جھاڑیوں کے درمیان اس نے جیپ کو روک کر اس کا انجن بند کر دیا۔ اب یہاں سے قلعے میں داخل ہونے اور لڑکی کو تلاش کرنے کا مرحلہ شروع ہوتا تھا لیکن اس کے لیے آرام کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ نعمان خان اسی طرح سیٹ پر لیٹ گیا تا کہ کچھ دیر سکون سے آرام کر سکے۔

● برفباری ہو رہی تھی۔ فرانہ کا موسم کئی دن سے خراب تھا۔ بوڑھے سلال خان نے اس موسم کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی۔ اس نے کُچھ بھی نہیں مانگا تھا ان دِنوں اسے پیپل والے قبرستان میں خاموش بیٹھا دیکھا جاتا تھا۔ وہ کسی سے گفتگو بھی نہیں کرتا تھا کسی کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیتا تھا۔

فرانہ کے محل کی کیفیت بہت سنسنی خیز تھی۔ اس کارروائی کے بعد مارلینو نے راتوں رات محل میں ان تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا جو تنظیم کی طرف سے یہاں موجود تھے۔ اب موقع تھا کہ فوری طور پر حکومت کی فوجیں اندر داخل ہو کر یہاں کا نظام سنبھال لیں۔ بات زیادہ عرصہ چھُپ نہیں سکتی تھی۔ اس کے لیے اس نے آزاد علاقے کی سرحد پر کچھ مخصوص انتظامات کیے تھے۔ بادشاہ خان کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی۔ یہ لوگ اپنی زندگی کے سب سے خطرناک لمحات سے گزر رہے تھے۔ ایک ایک لمحہ شدید سنسنی کا حامل تھا۔

شیران نے پہرے دار کو گیٹ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا اور پھر اُسی دروازے سے باہر نکل آیا جس راستے وہ فرانہ کے محل میں داخل ہُوا تھا۔ اس کی پُشت پر ایک تھیلا بندھا ہُوا تھا اور وہ ایک چُست لباس میں تھا۔ برفباری کافی تیز ہو رہی تھی اس لیے فرانہ کے راستے سنسان ملے اور وہ تیز رفتاری سے یہ راستے طے کرتا ہُوا بالآخر فرانہ سے نکل آیا۔

وہ سفر کرتا رہا اور اس وقت رات کے تقریباً دس بج رہے تھے جب دُور سے اسے کسی بستی کے آثار نظر آئے۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتا گیا بستی کی روشنیاں تیز ہوتی گئیں۔ یہ بستی بھی برفباری کا شکار تھی۔ سب سے پہلا قہوہ خانہ جو اسے نظر آیا وہ اُسی میں گھُس گیا۔ باہر کے یخ بستہ ماحول کی نسبت یہ جگہ خوب گرم تھی۔ قہوہ خانے کی خاموش اور خواب آور فضا میں لوگ پُراطمینان انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شیران اندر داخل ہو گیا۔ اس نے قہوہ طلب کیا اور پھر انتہائی شرافت سے اس کی قیمت بھی ادا کی۔ پھر اس نے ایک شخص سے پوچھا کہ قہوہ خانہ کس وقت تک کھُلا رہے گا۔

"ایک گھنٹے کا وقت اور باقی رہ گیا ہے۔"

"میں مسافر ہُوں رات بسر کرنا چاہتا ہُوں۔"

"آپ صبح کو چلے جائیں گے؟" ملازم نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"تو بہتر ہے کہ قہوہ خانے کے پچھلے حصّے میں جو برآمدہ ہے اس میں وقت گزار لو۔ وہاں کوئی نہیں ہو گا۔" شیران نے گردن

ہلا دی اور پھر اُس نے قہوہ خانے کے عقبی گلی میں ڈیرہ جما لیا دوسری صبح بھی برفباری کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس نے اسی قہوہ خانے میں ناشتہ کیا اور پھر چل پڑا۔ اس بستی کا نام لگانہ تھا اور شیران جانتا تھا کہ اسے کس راستے پر سفر کرنا ہے۔ بستی کی سرحد ایک دریا پر ختم ہوتی تھی۔ اس موسم میں دریا پار کرنا آسان کام نہیں تھا لیکن شیران نے ہر مشکل کو نظر انداز کر دیا تھا۔ دریا پار کر کے وہ ایک جنگلی علاقے میں داخل ہُوا اور پھر جنگلوں کے اختتام پر ایک اور پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا۔ پورے دِن کا سفر ختم ہو گیا۔ رات کو ایک کھُلی جگہ قیام کیا اور دوسری صبح جب وہ سفر کے لیے تیار تھا کہ اس کی نگاہ ایک گھوڑے پر پڑی۔ گھوڑا اُسے دیکھ کر بے چینی سے زمین پر ٹاپیں مارنے لگا اور اُسی وقت ایک شخص اس کے سامنے آ گیا۔ عمر ساٹھ برس سے کم نہیں تھی۔ گٹھا ہُوا بدن، چوڑے چکلے کندھے، لمبی داڑھی، سر پر لمبے لمبے بال تھے اور شانے پر بندوق لٹکی ہوئی تھی۔ اس نے گہری نگاہوں سے شیران کو دیکھا تھا۔

"اُس طرف کہاں جا رہے ہو؟" اُس نے سوال کیا۔

"منزل نامعلوم ہے۔" شیران نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کھانا کھاؤ گے؟"

"احسان ماننا پڑے گا۔"

"صلہ نہیں مانگوں گا۔" بوڑھے شخص نے کہا اور اسی طرف چل پڑا، جدھر سے نکل کر آیا تھا۔ ایک درخت کی آڑ سے اس نے ایک پوٹلی نکالی اور اسے کھول کر شیران کے سامنے رکھ دیا۔ بھُنی ہوئی مچھلیاں اور روٹی تھی۔ شیران نے تکلف نہیں کیا۔ کھانا کھا کر اُس نے پانی پیا اور پھر بوڑھے کا شکریہ ادا کیا۔ بوڑھے نے پوٹلی باندھ لی تھی۔

"کالی گھاٹی کا راستہ کس طرف ہے؟" اس نے پوچھا۔

"وہاں جا کر کیا کرو گے جوان! انسانوں کا اس طرف کیا کام؟"

"اُس طرف سے سرحد پار کروں گا۔"

"کوئی جُرم کر کے فرار ہو رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"حساب لینے والا خدا ہے۔ سیدھے چلے جاؤ، وہ ابھی دُور ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا اور شیران کی للچائی ہوئی نگاہ اُس کے گھوڑے پر جا رہی۔ اگر فرانہ سے خاموشی سے نہ نکلا ہوتا تو گھوڑا لانا مشکل نہیں تھا لیکن ان حالات میں اس نے یہ خطرہ مول نہیں لیا تھا۔ پستول کی ایک گولی گھوڑے کو اس کی ملکیت بنا سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور نگاہیں جھکا کر آگے بڑھ گیا۔ یہ اس کی فطرت کی نمایاں تبدیلی تھی۔

دو دن اور دو راتیں مزید گزار دیں اور تیسری صبح وہ کالی گھاٹی کے ہولناک علاقے میں تھا۔ سیاہ پہاڑوں میں اس نے انسانی نقل و حرکت صاف محسوس کر لی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھ کر کام کرنا تھا۔ پورا دِن اس نے ایک چٹان کے عقب میں گزارا۔ مطمئن لوگوں نے پہرے کا کوئی خاص بندوبست نہیں کیا تھا۔ رات کو شیران اپنی کمین گاہ سے نکل آیا۔ دِن کی روشنی میں ہی شیران اُن کی آمد و رفت کے راستے کا جائزہ لے چکا تھا چنانچہ اب وہ انھی راستوں سے اندر داخل ہونے کا خواہش مند تھا۔ اس وقت وہ دُنیا کا سب سے زیادہ چالاک انسان تھا۔ بدن پر کسے ہوئے تھیلے سے اس نے نجات حاصل کر لی تھی اور صرف اہم ضرورت پر کام آنے والی چند چیزیں ساتھ لی تھیں۔ ابھی وہ زیادہ دُور نہیں چلا تھا کہ دفعتاً اسے قدموں کی چاپ سُنائی دی اور وہ ٹھٹک کر رُک گیا۔ ایک جوان العمر شخص اسی طرف آ رہا تھا۔ شیران رُک کر اس کا انتظار کرنے لگا اور پھر جیسے ہی وہ قریب پہنچا شیران نے اُسے دبوچ لیا۔ اُس نے اسے زمین پر لٹا کر بُری طرح رگید دیا۔ اس دوران میں وہ اس کا مُنہ بھینچ رہا تھا۔ اُس کے شکار نے سنبھل کر جدوجہد کرنا چاہی تو شیران نے اس کی گردن دبا کر اسے ختم کر دیا۔ اس خون نے اس کی فطرت بیدار کر دی تھی۔ لاش کو ایک مناسب جگہ چھوڑ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ یہ شاید اُس سُرنگ کے دہانے کا پہرے دار تھا جو سامنے ہی موجود تھی۔

شیران بے تکان سُرنگ میں داخل ہو گیا۔ یہ عظیم الشان سُرنگ دو خاص قسم کے کاربائیڈ لیمپوں سے روشن تھی۔ شیران آگے بڑھتا رہا اور پھر اس کی عقل حیران رہ گئی۔ سُرنگ میں بڑے بڑے غار بھی تراشے گئے تھے اور ان غاروں میں چھت تک اسلحہ بھرا ہُوا تھا۔ اتنا عظیم الشان اسلحہ کہ ایک پوری فوج کو سپلائی کیا جا سکے۔ انتہائی طاقت ور ڈائنامائٹ بکس بے شمار تعداد میں موجود تھے۔ وہ سُرنگ کی بھُول بھلیوں میں راستہ بھُول گیا۔ جگہ جگہ وہاں پر موجود لوگوں سے چھُپنا پڑتا تھا۔ نکلنے کی کوشش بھی کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ بالآخر ایک جگہ کچھ تازہ ہَوا محسوس ہوئی اور وہ اسی طرف چل پڑا۔ ایک بہت بڑی چٹان کے نیچے اس سُرنگ کا دہانہ کھُلتا تھا لیکن اس طرف پہنچ کر شیران کی آنکھیں پھیل گئیں۔ سامنے ہی عظیم الشان بند نظر آ رہا تھا۔ اس بند کے بارے میں شیران کچھ نہیں جانتا تھا لیکن اسے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک خوفناک

چمک پیدا ہوگئی تھی۔ اس کا ذہن کچھ سوچ رہا تھا۔ بقیہ رات اُس نے وہیں ایک محفوظ جگہ لیٹے لیٹے گزار دی۔

دوسری صبح ہنگامہ خیز تھی۔ شاید وہ لاش دستیاب ہوگئی تھی اور اس کے قاتل کو تلاش کیا جا رہا تھا۔ اس طرف بھی بہت سے لوگ آگئے تھے اس لیے شیراں کو واپس سُرنگ میں آنا پڑا اور پھر اس نے دہانے کے پاس موجود ایک بڑے اسٹور میں پناہ لے لی تھی۔

سارا دِن وہیں بھوکے پیاسے رہ کر گزر گیا۔ اس دوران میں شیراں اپنی کارروائی کی آخری منصوبہ بندی کر چکا تھا۔ بغور جائزہ لینے کے بعد اُس نے تہہ کے مخصوص حصّوں کو نگاہ میں رکھ لیا تھا یہاں کوئی کارروائی کرنا آسان نہیں تھا۔ کوئی ہوشمند اس خطرناک مُہم کو انجام دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا لیکن وہ شیراں تھا۔ زندگی میں پہلی بار ایک صادق جذبہ سینے میں اُبھر رہا تھا اور یہ اس کی تاریخ تھی کہ کسی بھی کام کو اس نے ادھورا نہیں چھوڑا تھا۔ چنانچہ رات کو وہ سر تھیلی پر رکھ کر میدانِ عمل میں آگیا۔ نہ جانے کون سے پہر تک وہ ڈائنامائٹ اور اسلحہ کے ذخیروں کو بادھر سے اُدھر کرتا رہا تھا۔ خوش بختی ہم رکاب تھی چنانچہ اس نے نہایت ہوشیاری سے اپنا کام انجام دے لیا۔

اسلحہ خانے میں پہلا دھماکا ہُوا اور اس کے بعد قیامت آگئی۔ بڑے بڑے پتھروں نے جگہ چھوڑ دی اور سُرنگ میں ناقابلِ برداشت حدّت اور دُھواں پھیل گیا اور پہاڑوں میں زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آسمان پر شعلے اور چنگاریاں رقصاں تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی آتش فشاں لاوا اُگل رہا ہو۔ پھر آخری دھماکا سُرنگ کے اس دہانے کے پاس ہُوا جس کے دوسری طرف بند تھا۔ آگ اب چاروں طرف پھیل گئی تھی اور دوسرے اسلحہ خانے بھی متاثر ہو رہے تھے۔

انسانی شور ان دھماکوں کے آگے بے معنی ہو کر رہ گیا تھا لیکن اس شور میں وہ بلند قہقہے نمایاں تھے جو شیراں کے حلق سے آزاد ہو رہے تھے۔

"یہ سب... یہ سب مجھ پر قرض تھا۔ میں ہمیشہ وہ کرتا آیا ہُوں جو دوسرے نہیں کرتے۔ میں منفرد ہُوں... ہاں میں...!" ایک اور دھماکا ہُوا اور اس کے حواس ساتھ چھوڑ گئے۔ وہ کتنا زخمی ہُوا، کہاں کہاں زخم لگے، اُسے کچھ اندازہ نہیں تھا اور پھر ہر احساس بے ہوشی کی چادر تلے چھُپ گیا۔

● مارلینو نے شیراں کو اپنا دوسرا روپ کہا تھا اور شیراں نے اس کے انتقام کی آگ بجھا دی تھی۔ مارلینو کو سکون محسوس ہُوا تھا۔ اس کی تشنگی مٹ گئی تھی۔ تب اسے ماضی اور وہ خواہشیں یاد آئی تھیں جو اس کے سینے میں جاگزیں تھیں۔ ایک گھر، ایک گھریلو زندگی اور یہ سب کچھ اسے شیراں ہی کے توسط سے مل گیا۔ شیراں کی زمین اس کی اپنی زمین تھی لیکن جب اسے معلوم ہُوا کہ ایک بڑی تنظیم شیراں کے وطن کے درپے آزار ہے تو وہ مصلحتاً تنظیم میں شامل ہوگیا تاکہ صورتِ حال سے واقف ہو کر شیراں کے وطن کی حفاظت کر سکے۔ اس نے خود کو داؤ پر لگا کر سب کچھ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ بات چھُپ نہیں سکے گی اور اس وقت وہ اپنے بہت سے دُشمن پیدا کر لے گا لیکن اسے کسی بات کی پروا نہیں تھی۔

زندگی بڑی ہنگامہ خیز تھی۔ لاتعداد دلچسپ اور انوکھے واقعات پیش آ چکے تھے لیکن یہ بہت خوشگوار تھے۔ بادشاہ خان بے دست و پا ہو کر اس کے سامنے آیا تھا اور مارلینو نے بڑائی سے کام لیا تھا۔ عدنان اس کی توقع سے کہیں زیادہ شاندار نکلا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اب شیراں بھی آگیا تھا اور اس نے عدنان کو اپنا بیٹا تسلیم کر لیا تھا اور سُدھاشی کو بیوی۔

مارلینو کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے گاؤں میں ہے وہیں بوڑھا ہو چکا ہے۔ اس کا بیٹا شیراں ہے، پوتا عدنان اور بہو سُدھاشی۔ وہ ان کا بزرگ ہے۔ پھر نوریز تھا، آئیوی تھی، بادشاہ خان تھا، نعمان خان کے بھائی تھے جنھیں تھمانہ سے فراً بُلا لیا گیا تھا۔ نوریز اور آئیوی کو پا کر صورتِ حال جان کر وہ شرمندہ ہوئے تھے اور انھوں نے بادشاہ خان سے معافی مانگی تھی۔ بادشاہ خان کی دُنیا بدل گئی تھی پہاڑوں میں کسی ایک کی برتری اگر تسلیم کی جاتی تو وہ بادشاہ خان تھا لیکن اسی بادشاہ خان نے سرداروں سے درخواست کی تھی کہ وطن کے نام پر وطن کی سلامتی کے لیے سلاطین خاندان کے بیٹے کو بڑا سردار تسلیم کیا جائے اور اس کی بات کا اثر ہُوا تھا۔ قبائل متحد ہوگئے۔ خُفیہ طور پر ایک سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ صورتِ حال سے لوگ پوری طرح آگاہ تو نہیں تھے لیکن یہ سب جانتے تھے کہ کچھ ہونے والا ہے۔

مارلینو بھی انتظار کر رہا تھا۔ اسے نعمان خان کا انتظار تھا۔ نعمان خان جذباتی ہو کر سفر پر نکل کھڑا ہُوا تھا۔ مارلینو کو تو اس وقت ان معاملات کا علم بھی نہیں تھا جب نعمان خان تھمانہ سے نکلا تھا وہ تو بہت بعد میں اس کہانی میں شامل ہُوا تھا۔ اگر پہلے یہ بات اس کے علم میں ہوتی تو وہ کوئی مناسب بندوبست کر لیتا لیکن یہ سب کچھ بہت دیر سے اس کے علم میں آیا تھا۔

بہرحال اس وقت وہ بہت طوفانی اقدامات کر رہا تھا گانگ ہو سے کئی افراد نعمان خان کی تلاش میں دارالحکومت کی طرف روانہ ہو گئے تھے لیکن ان کی طرف سے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ دوسری طرف تنظیم کی طرف سے اسے برابر اطلاعات مل رہی تھیں

جن لوگوں کو اس نے ان آٹھ نمائندوں کی حیثیت سے متعین کیا تھا ان کی طرف سے تازہ ترین اطلاع تھی کہ آپریشن کے لیے کالی گھاٹی میں تیاریاں مکمل ہوگئی ہیں اور کسی بھی لمحے آخری کارروائی شروع کر دی جائے گی۔ اس اطلاع نے مارلینو کو سخت پریشان کر دیا تھا۔ اس وقت وہ اسی پریشانی کے عالم میں بیٹھا ہُوا تھا کہ بادشاہ خان اسے تلاش کرتا ہُوا پہنچ گیا۔ اس نے بادشاہ خان کا پُرتپاک استقبال کیا تھا۔ بادشاہ خان کو بہت احترام سے بٹھا کر اس نے اس کی خیریت پوچھی۔ بادشاہ خان کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"میں اس طرح مداخلت کی معافی چاہتا ہُوں مسٹر مارلینو!"

"نہیں مسٹر خان، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کیا آپ نے میری کسی حرکت سے یہ بات نوٹ کی؟" مارلینو نے سوال کیا۔

"نہیں مسٹر مارلینو! آپ عظیم ہیں۔ ماضی کو یاد کرنے سے چوٹ میرے ہی دل پر پڑتی ہے۔"

"آپ بہت سنجیدہ معلوم ہوتے ہیں بادشاہ خان۔"

"ہیں مسٹر مارلینو! سنجیدگی نہ کہیں اس کو، آپ پریشانی کہیں، میں شدید اُلجھنوں کا شکار ہُوں۔"

"کوئی خاص بات ہوئی ہے؟"

"نہیں بس نعمان خان کا انتظار ہے۔ پریشان ہُوں اس کے لیے۔ پہاڑوں میں اگر کوئی غیر ملکی سازش دس فیصد بھی کامیاب ہوئی تو یوں سمجھ لو کہ اس کی تمام تر ذمہ داری مجھے اپنے شانوں پر محسوس ہوگی اور میں ہمیشہ یوں سوچتا رہوں گا کہ میں بہت منحوس انسان ہُوں۔ پہاڑوں میں میری پیدائش ہی غلط ہوئی تھی۔ ان چٹانوں نے تو سب کو محبت کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ ان چٹانوں نے اپنے درمیان رہنے والوں کو اپنا خون پلا کر پروان چڑھایا ہے ہم میں سے کوئی اگر ان کے خلاف نبرد آزما ہو جائے تو یہ چٹانوں کی نہیں بلکہ ان کے درمیان رہنے والوں کی بدبختی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے مسٹر مارلینو کہ مجھے اقتدار کی ہوس تھی میں یہاں اپنی بادشاہی قائم کرنا چاہتا تھا۔ میری خواہش تھی کہ اگر میں بوڑھا ہو جاؤں تو میرے بھتیجے میرا منصب سنبھال لیں لیکن غیر ملکیوں کے تسلط کے ساتھ ساتھ نہیں۔ میں ان کی امداد ضرور چاہتا تھا میں آپ سے کوئی بات کیا چھپاؤں آپ خود ہی سب کچھ جانتے ہیں۔ میں نے مجرمانہ زندگی اختیار کی ہوئی تھی۔ اسمگلنگ، چور بازاری اور دوسری ہنگامہ خیزیوں میں، میں نے کافی دولت کمائی اور تھمانہ میں جمع کر دی۔ تھمانہ میں اتنی دولت موجود ہے کہ اگر ان پہاڑوں کی زندگی صدیوں کے لیے معطل ہو جائے تو میں انھیں آسانیاں فراہم کر سکتا ہُوں اور اس دولت کو جمع کرنے کے بعد میرے دِل میں اقتدار کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ ہر چند کہ میں یہاں پہاڑوں کا ایک طاقتور سردار مانا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود قبائل اپنی الگ الگ حیثیت رکھتے تھے۔ میرے دِل میں خود بھی یہی خواہش تھی کہ میں ان تمام قبائل کو متحد کر کے ان کا متحدہ سردار کہلاؤں۔ بہت سے احساسات ہوتے ہیں انسان کے ذہن میں، پتا نہیں کیا کیا چاہتا ہے وہ اپنی اس مختصر سی زندگی میں لیکن بعض اوقات حالات اسے اس قدر مجبور کر دیتے ہیں اور اس طرح اس کی اپنی حقیقت سامنے لے آتے ہیں کہ وہ بے بس ہو کر رہ جاتا ہے اور آج میں بھی انھی بے بسوں میں شامل ہُوں۔"

"نعمان خان۔" مارلینو گہری سانس لے کر بولا۔

"ہاں، نعمان خان کا مجھے بھی انتظار ہے۔ شاید آپ اس بات پر یقین نہ کریں بادشاہ خان، کہ میں بھی اس وقت نعمان خان ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا گو میرے سوچنے کی وجہ مختلف تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ تنظیم سے میرا رابطہ قائم ہے اور مجھے جو اطلاعات ملی ہیں، آخری اطلاع یہ ہے کہ کالی گھاٹی سے کسی بھی وقت پہاڑوں کے درمیان کوئی نہ کوئی پروگرام شروع ہو سکتا ہے، گویا ان لوگوں کی طویل کاوشوں کی تکمیل کا وقت آگیا ہے لیکن میں محسوس کر رہا ہُوں بادشاہ خان، کہ ہم ابھی تک کوئی خاص کوشش نہیں کر سکے ہیں۔"

"مسٹر مارلینو! میں بھی اس وقت آپ کے پاس اسی مقصد کے تحت آیا ہُوں۔ تھوڑے بہت اندازے مجھے بھی ہو رہے ہیں اور میں نے یہ بھی معلومات حاصل کی ہیں کہ کارروائی شروع ہونے والی ہے۔ وہ ہولناک کارروائی جسے آپریشن کا نام دیا گیا تھا میرے وطن کے خلاف ہے اور میں آپ سے یہ کہنے آیا ہُوں مسٹر مارلینو، کہ مجھے اپنے وطن کے دفاع کی اجازت دیجیے۔"

"کیا مطلب؟"

"جیسا کہ آپ کو معلوم ہے مسٹر مارلینو کہ میں قبیلوں کے درمیان بھاگ دوڑ کرتا رہا ہُوں۔ میں نے ان میں سے بے شمار قبائل کو اس بات کے لیے تیار کر لیا ہے کہ اگر ہمارے ملک پر کوئی آنچ آئے تو وہ اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ میں نے تیار نہیں کیا انھیں بلکہ اس سلسلے میں تو وہ ہمیشہ ہی سے تیار رہے۔ بس میں نے یوں سمجھیں کہ انھیں صورتِ حال سے آگاہ کر دیا ہے ہوشیار کر دیا ہے میں نے انھیں بتایا کہ کسی بھی وقت ان کے اُوپر مصیبت آ سکتی ہے اور اس مصیبت سے نمٹنے کے لیے انھیں سینہ سپر ہو جانا

"یہ تو اچھی بات ہے بادشاہ خان لیکن آپ مجھ سے کیا اجازت چاہتے ہیں؟"

"جیسا کہ خود آپ نے فرمایا مسٹر مارلینو کہ کالی گھاٹی کی طرف سے کارروائی کا آغاز ہونے والا ہے اور کسی بھی وقت یہ کھیل شروع ہو جائے گا تو کیا ہم خاموش بیٹھے نعمان خان کا انتظار کرتے رہیں گے؟ نعمان خان کے بارے میں تو ابھی تک ہمیں یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ جس مشن کی تکمیل کے لیے دارالحکومت گیا تھا وہ کہاں تک پہنچا؟"

"میں خود بھی سوچ رہا ہوں۔ میرے آدمی دارالحکومت پہنچ چکے ہیں لیکن ان کی طرف سے اب تک مجھے کوئی رپورٹ نہیں ملی اور اس کا یہ مقصد ہے کہ وہ نعمان خان کو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔"

"اور ہمارے ملک کی طرف سے بھی ابھی تک کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوئی یا ہم سے رابطہ قائم نہیں کیا گیا۔ جس کی بنا پر ہم یہ سمجھیں کہ نعمان خان کے ذریعے یا کسی اور ذریعے سے حکومت کو پہاڑوں میں ہونے والی اس کارروائی کا علم ہو گیا ہے۔"

"ہاں، بالکل صحیح فرمایا آپ نے بادشاہ خان۔"

"تو میں اس سلسلے میں ایک ایسا منصوبہ بنانا چاہتا ہوں مسٹر مارلینو! آپ کا مشورہ بہر طور شامل حال رہے گا۔"

"فرمائیے۔" مارلینو نے کہا۔

"کیا قبائلیوں کو مسلح کر کے باہر نکال لایا جائے؟ کیا ہم کالی گھاٹی کا رُخ کریں؟ کیا کالی گھاٹی کی مورچہ بندی کر لی جائے؟ کیا اس کام کے آغاز سے پہلے، جو ہماری تباہی کا باعث بنے گا ہم خود پہل کر دیں؟" بادشاہ خان نے سوال کیا اور مارلینو کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے گردن ہلا کر متفکرانہ انداز میں کہا۔

"نہیں مسٹر بادشاہ خان! یہ مناسب نہیں ہوگا۔ میں آپ کو شاید پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ شیران کی وجہ سے اور اب آپ سب لوگوں کی وجہ سے دلی طور پر اس بات کا خواہش مند ہوں کہ ان پہاڑوں کی مکمل حفاظت کروں اور اپنی تمام تر کاوشیں اس میں صرف کر دوں لیکن یہ بات آپ بھی جانتے ہیں بادشاہ خان اور میں بھی جانتا ہوں کہ اس طرف سے بھی جو کچھ ہوگا وہ یقیناً اہم ہوگا۔ ہم چھوٹے پیمانے پر اس طرف سے ہونے والی کارروائیوں کا دفاع نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ مقامی حکومت مدِمقابل آئے اور سیاسی بنیادوں پر بھی اس کارروائی کی روک تھام کی جائے۔ غیر سیاسی بنیادوں پر صرف مقابلہ کر کے اس مسئلے کا حل حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس کے لیے قبائلیوں کو شدید جانی نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ درحاصل میرا تعلق آپ کے وطن سے نہیں ہے اس لیے میں براہِ راست آپ کی حکومت سے رابطہ قائم کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ نعمان خان سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں اور آپ شاید اس بات پر یقین نہ کریں کہ خود میری دِلی خواہش تھی کہ آپ کی طرف سے کوئی ایسی کارروائی ہو۔ نعمان خان کے اس اقدام کو میں دِل سے سراہتا ہوں۔ اس نے بروقت یہ فیصلہ کیا لیکن یہ غلطی ہوئی اس سے کہ وہ تنہا ہی اس مشن کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ پتا نہیں کہاں بھٹک رہا ہے کیا ہوا اس کے ساتھ، بس اس کا انتظار تھا کہ وہ واپس آئے اور کوئی مؤثر کارروائی کر لے تو ہم باقاعدہ اس سلسلے میں آغاز کر دیں۔ تاہم میرا مشورہ ہے کہ آپ ان قبیلوں کو اپنے اپنے طور پر مستعد کر دیں۔ کالی گھاٹی کی طرف سے اگر کوئی کارروائی ہو تو وہ بیرونی ہی ہو سکتی ہے۔ جس طرف بھی ان لوگوں کی مسلح مداخلت ہو وہاں ان سے مقابلہ کیا جائے اور یہ کوشش کی جائے کہ وہ کسی قبیلے میں داخل ہو کر وہاں اپنا اقتدار قائم نہ کر سکیں اور نہ ہی اندرونی طور پر ان کی متعین کردہ کوئی شخصیت انتشار پیدا کر سکے۔ آپ قبیلوں میں اندرونی انتشار کو روکیں اگر اس ملک کو اپنے طور پر کارروائی کر کے یہاں قبضہ جمانا ہوتا تو اس کے لیے وہ پھر کسی قبائلی کا سہارا نہ لیتا۔ بادشاہ خان، آپ کو اس کے لیے منتخب نہ کیا جاتا بلکہ وہ براہِ راست حملہ کر کے کوئی کارروائی کر لیتا اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو پھر وہ آپ ہی کے درمیان انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ میں یہ بات نہیں سمجھ پا رہا کہ اس طرف سے پیدا ہونے والی کارروائیوں میں یہ تبدیلی کیوں پیدا کی گئی۔ پہلے انھوں نے آپ کو بادشاہ خان اور اس کے بعد شیران کو اس کام کے لیے آمادہ کیا۔ کیا اب عدنان سلامن کے بل پر وہ یہ سب کچھ کرنا چاہتے ہیں لیکن اس سلسلے میں نہ تو مجھ سے اور نہ عدنان سے کوئی رابطہ قائم کیا گیا۔ یا پھر اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ عدنان کو یہاں برسرِ اقتدار لا کر یہاں اپنا اقتدار قائم کرنے کی کوشش کریں۔ حالات کچھ ایسے اُلجھے ہوئے ہیں کہ میں خود متعجب ہوں، ایسی حالت میں ہمارا آخری سہارا نعمان خان ہی رہ جاتا ہے۔ نعمان خان کی کارروائی کے بعد اس سلسلے میں کوئی مؤثر حل سامنے آسکتا ہے۔ کالی گھاٹی کی طرف سے ہونے والی کارروائی کے بارے میں مجھے یہ اندازہ نہیں کہ وہ کس قسم کی ہوگی، اور وہ مسلح فوج کشی کرتے ہیں تو پھر تو یہ براہِ راست حملے کے مترادف ہوگا ممکن ہے کوئی اور گہری چال ان کے ذہن میں ہو جس سے مارلینو کو بھی مطلع نہ کیا گیا ہو۔" مارلینو نے کہا۔

"تو اب میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر مارلینو؟"

"بادشاہ خان، میرا خیال ہے کہ ہم اس کام کے لیے مزید چوبیس گھنٹے انتظار کیے لیتے ہیں اس کے بعد ایک اور مشن ترتیب دے کر ہمیں دارالحکومت روانہ کرنا پڑے گا اور وہاں ہنگامی بنیادوں پر اس سلسلے میں کارروائی کرانا ہوگی۔"

"ہوں۔۔" بادشاہ خان نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی پھر بولا۔ "ویسے قبائلی متحد ہیں اگر کالی گھاٹی کی طرف سے کوئی کارروائی ہوتی ہے تو اس کا بھرپور جواب دیا جائے گا لیکن یہ اطلاع میں ان لوگوں تک پہنچائے دیتا ہوں کہ ابھی وہ آگے بڑھ کر کسی قسم کی کارروائی نہ کریں۔"

"نہایت مناسب، براہِ کرم اپنی اس کارروائی کی تکمیل کے بعد مجھے رپورٹ دیجیے گا۔" مارلینو نے کہا اور بادشاہ خان نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد وہ وہاں سے اُٹھ گیا۔ بادشاہ خان سے اس ملاقات کے بعد مارلینو مزید پریشان ہو گیا تھا۔ کوئی حل نہیں تھا اس کے پاس۔ اس نے تھوڑی دیر کچھ سوچا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ خود ہی اُدھر سے رابطہ قائم کر کے موجودہ صورتحال کے بارے میں رپورٹ طلب کرے۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً زمین لرز گئی۔ دِل ہلا دینے والا ایک دھماکا کہیں بہت دور پہاڑوں میں ہوا تھا لیکن اس کا ارتعاش، اس کی آواز یہاں تک پہنچی تھی۔ مارلینو چونک پڑا۔

دھماکا صرف اسی کے کانوں نے نہ سنا تھا بلکہ ہر جگہ پورے فرانہ میں اُسے سنا گیا تھا اور فرانہ ہی نہیں آس پاس کے قبائل میں بھی اس دھماکے کی گونج سُنی گئی ہوگی۔ ایک دم سے چاروں طرف کھلبلی مچ گئی۔ مارلینو اُٹھ کر باہر نکل آیا۔ لوگ باہر آ آ کر اس دھماکے کے بارے میں جاننے کی کوشش کر رہے تھے۔ اندرونی طور پر فرانہ کے پورے علاقے میں اور پھر اس سے باہر کے علاقوں میں اس دھماکے کے بارے میں تحقیقات ہونے لگیں۔ مارلینو نے اپنے طور پر بھی یہ کارروائی شروع کر دی تھی۔ بادشاہ خان جو ابھی تھوڑی دیر قبل اس کے پاس سے اُٹھ کر گیا تھا پھر اس کے پاس واپس آ گیا۔ دھماکے کے بارے میں تفصیلات کا علم ابھی تک کسی کو نہیں ہوا تھا۔ یہ لوگ اس کی تفصیلات جاننے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔

تقریباً چھ گھنٹے کے بعد دُور دُور سے آنے والے مسافروں کے ذریعے صرف یہ اطلاع مل سکی کہ دھماکا کالی گھاٹی کے علاقے میں ہوا ہے۔ یہ اطلاع بادشاہ خان اور مارلینو تک بھی پہنچی جو اب ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ مارلینو کے منہ سے بڑبڑاتے ہوئے نکلا۔

"کالی گھاٹی کی طرف سے تو کیا۔۔ تو کیا ان لوگوں نے اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا ہے۔"

"اب تو انتظار نہیں کرنا چاہیے ہمیں مسٹر مارلینو، اب تو کچھ کرنا ہوگا۔"

"مثلاً" مارلینو نے پوچھا۔

"حملے کے جواب میں حملہ۔" بادشاہ خان وحشیانہ انداز میں بولا اور مارلینو اُسے تشویش زدہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ بادشاہ خان غصے میں بے قابو ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مسٹر مارلینو! صورت حال بدل گئی ہے۔ انھوں نے اپنی کارروائی کا آغاز کر دیا ہے، اب ہمارے لیے بھی خاموش بیٹھنا ممکن نہیں ہے۔"

"جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرو بادشاہ خان۔" مارلینو نے جواب دیا اور بادشاہ خان گردن خم کر کے باہر نکل گیا۔

فرانہ بھی دوسرے قبیلوں کی طرح مکمل طور پر تیار تھا۔ یہاں بے شمار افراد موجود تھے جو سب کے سب مسلح تھے حالانکہ یہ علاقہ تنظیم کا کاؤنٹر ہیڈ کوارٹر تھا چونکہ یہاں مارلینو مقیم تھا لیکن اب مارلینو کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ کھل کر تنظیم کی مخالفت پر سامنے آ جائے چنانچہ وہ اپنے طور پر بھی کارروائیوں میں مصروف ہو گیا۔

● پہاڑوں کا آپریشن معمولی نوعیت کا حامل نہیں تھا۔ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ نے سالہا سال اس سلسلے میں کاوشیں کی تھیں۔ اربوں روپیا خرچ کیا گیا تھا تب کہیں جا کر اب یہ منصوبہ تکمیل کے قریب پہنچا تھا۔ پہاڑوں کے پاس ایک دوسرے ملک کی سرحد میں آپریشن ہیڈ کوارٹر بنایا گیا تھا اور اس ہیڈ کوارٹر میں اس بڑے ملک کے کئی متعلقہ محکموں کے لوگ آ چکے تھے تاکہ آپریشن کی کامیابی کا تجزیہ کر سکیں۔ وائی تھری ایٹ بذاتِ خود اس آپریشن کو کنٹرول کر رہا تھا اور اب بہت کم وقت رہ گیا تھا کہ کالی گھاٹی میں کارروائی شروع ہو جائے۔

لیکن وہ دھماکا اس جگہ تک سُنا گیا تھا۔ سمت بتانے والے آلات نے نشاندہی کر دی تھی کہ دھماکا کالی گھاٹی میں ہی ہوا ہے۔ کھلبلی مچ گئی۔ یہ سب غیر متوقع تھا۔ وائی تھری ایٹ دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر دوڑنے لگا۔ وہ پہاڑوں میں موجود اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ہر طرف سے ناکامی ہو رہی تھی پھر اس نے ہیلی کاپٹر میں کالی گھاٹی جانے کا فیصلہ کیا لیکن اسے قانوناً اس سے روک دیا گیا بروے ڈیپارٹمنٹ کے انچارج نے کہا۔

آپ صرف ہمیں کامیابی کی اطلاع دے سکتے تھے مسٹر لیوڈان لیکن حالات ناقابلِ فہم ہیں۔ صورتِ حال کا جائزہ لینا ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ برائے کرم اس وقت تک یہاں رہیں جب تک سروے ڈیپارٹمنٹ صورتِ حال کی رپورٹ نہ حاصل کرلے۔ یہ ہماری ڈیوٹی ہے" وائی تھری ایٹ دم بخود رہ گیا تھا۔ بہرحال یہ قانونی کارروائی تھی اور اس میں دخل اندازی جرم تھی۔ سروے ڈیپارٹمنٹ کا چیف صورتِ حال معلوم کرنے چل پڑا۔

تین ہیلی کاپٹر کالی گھاٹی کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ان کی رفتار طوفانی تھی۔ کالی گھاٹی پر پہنچ کر وہ خاصے نیچے جھک آئے اور یہاں کی ہولناک تباہ کاری کے مناظر دیکھنے لگے۔ بند کے پانی نے بیشتر علاقے کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور چاروں طرف پانی ہی پانی نظر آرہا تھا۔ پانی کا رُخ خوش بختی سے ایک سمت مُڑ گیا تھا اور وہ ایک بڑے دریا میں جاکر گرنے لگا تھا۔ اگر اس کا رُخ تبدیل نہ ہوتا تو یقیناً وہ اس علاقے کی آبادیوں کی طرف رخ کرتا اور اس کے بعد نہ جانے کتنی ہولناک تباہی پھیلتی لیکن یہ رُخ قدرتی طور پر تبدیل ہوگیا تھا چونکہ یہاں کچھ ایسے کٹاؤ تھے جو کسی بھی وقت دریا کی شکل اختیار کرسکتے تھے لیکن کالی گھاٹی کا علاقہ اس کی لپیٹ میں تھا اور یہاں موت کی ہنگامہ خیزیاں جاری تھیں۔ چٹانیں اب بھی آگ اُگل رہی تھیں اور جن جن جگہوں پر پانی نہیں پہنچ سکا تھا وہاں سے دُھویں کے بادل فضا میں بلند ہو رہے تھے۔

تینوں ہیلی کاپٹروں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی تعداد دس کے قریب تھی اور وہ انتہائی سنجیدگی اور سنگین سی خاموشی کے ساتھ نیچے کے ہولناک مناظر دیکھ رہے تھے۔ اُن کی زبانیں بالکل خاموش تھی۔ پائلٹ ہیلی کاپٹروں کو جُھکا جُھکا کر مخصوص جگہوں پر نیچے کے حالات دکھا رہے تھے اور اس کے بعد وہ ہیلی کاپٹر سنبھال کر کافی آگے اس جگہ آگئے جہاں خشک زمین نظر آتی تھی اور جہاں سے پانی اس کٹاؤ کے ذریعے دوسری جانب مُڑ گیا تھا۔ وہ اس طرف پہنچنے کے بعد نیچے اُتر گئے اور تھوڑی دیر بعد ان کے انجن بند ہوگئے۔ تمام افراد پائلٹوں سمیت ہیلی کاپٹروں سے نیچے اُتر آئے اور ایک لائن بناکر خاموش کھڑے ہوگئے۔ ان کے چہرے سنجیدہ اور اُترے ہوئے تھے۔ چند لمحات مکمل خاموشی رہی اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا ہم اسے نقصانِ عظیم قرار نہیں دے سکتے؟ کیا ان حالات کی اطلاع دوسرے لوگوں کو نہ ہو جائے گی؟ کیا اسے اپنی بدترین شکست نہیں تصوّر کیا جاسکتا؟ کیا اس پروگرام کی منصوبہ بندی کرنے والے موت کے مستحق نہیں ہیں؟"

"بے شک ہیں" بھاری بھرکم شخص نے کہا جو ان سب میں نمایاں حیثیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ تھلتھلاتے بدن کو جُنبش دیتے ہوئے اس نے پُر زور لہجے میں کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہُوا؟"

"اس سلسلے میں ہمیں باقاعدہ ایک تحقیقاتی مشن ترتیب دینا ہوگا لیکن ہم اس بدترین تباہ کاری کو کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔"

"کچھ بھی باقی نہیں رہا، اس لیے یہاں رُکنا بے کار ہے۔ کاش ہمیں کسی سے یہاں کے صحیح حالات کا اندازہ ہوسکے۔"

"وہ ... وہ کیا ہے؟ شاید کوئی زندہ شخص ہے" ایک شخص نے کہا اور ان کی نگاہیں اس طرف اُٹھ گئیں جہاں چٹان پر ایک آدمی اُلٹا لٹکا ہُوا تھا۔ اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا۔ تاہم بھاری بھرکم اور تھلتھلاتے ہوئے شخص کے حکم پر چار آدمی اس طرف دوڑ گئے اور چٹان کے قریب پہنچ کر انھوں نے اس شخص کو سہارا دے کر نیچے اُتارا۔ نیچے اُتارنے کے بعد وہ جُھکے اور اسے شانوں پر اُٹھا کر اس جگہ لے آئے، جہاں ان کے دوسرے ساتھی موجود تھے۔

"یہ زندہ ہے چیف" ایک شخص نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور بھاری بھرکم شخص جھک کر اس کے چہرے کو دیکھنے لگا "کوئی مقامی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں کسی بھی زندہ انسان کی ضرورت ہے اسے فوری طبی امداد دو۔ ڈاکٹر تم اس طرف آؤ اور اسے دیکھو"

جس شخص کو مخاطب کیا گیا تھا وہ ایک لمبے قد کا دُبلا پتلا سا آدمی تھا۔ وہ فوراً ہی مستعدی سے اُس شخص کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اس کے جسم کے مختلف حصّوں کو ٹٹول کر دیکھا اور پھر بولا۔

"شدید زخمی ہے اگر اسے فوری طبی امداد نہ ملی تو ممکن ہے یہ چند گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے"

"ٹھیک ہے۔ تم فوراً اسے ہیلی کاپٹر میں ڈالو اور لے چلو"

"کیا آپ لوگ یہاں رُکیں گے؟"

"ہاں، ہم ابھی یہاں تحقیقاتی کام کریں گے۔ اس کے بعد تم تک پہنچیں گے۔ جاؤ اسے فوراً لے جاؤ" دیر نہیں ہونی چاہیے"

زخمی کو ہیلی کاپٹر میں ڈالا گیا اور ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کرگیا۔ باقی دو ہیلی کاپٹر وہیں رہے تھے۔

وہ لوگ دیر تک کالی گھاٹی اور اس کے اطراف کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ بھاری بھرکم شخص نے بھاری لہجے میں کہا "اس عظیم سانحے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارا عظیم سرمایہ برباد

ہوگیا ...نت اور قیمتی انسان اس حادثے میں ہلاک ہوئے ہیں۔ ہمیں ...ں کا پورا پورا احساب لینا ہوگا"

"اب یہاں رُکنا نامناسب ہے جناب! ظاہر ہے اطراف ...آبادیوں میں اس حادثے کی اطلاع پہنچ جائے گی اور اس کے بعد ...ب اس طرف دوڑ پڑیں گے ہمیں یہاں نہیں دیکھا جانا چاہیے"

"میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہاں کچھ ایسی چیزیں موجود ہیں جن ...ہماری نشاندہی ہو سکے۔ اگر ہم ان نشانات کو بھی مٹا سکیں تو شاید ...ں آئندہ کام کرنے کے مواقع مل سکیں"

"ناممکن ہے جناب جس علاقے میں ہماری کارروائیاں جاری ...ں، ہم اس سے واقف ہُوں اور وہ سارے کا سارا علاقہ تباہی کے ...میں گِر چکا ہے۔ امکان نہیں ہے کہ یہاں کسی کو کوئی چیز صحیح وسالم ...جائے اور اس سے ہماری نشاندہی ہو سکے"

"ٹھیک ہے پھر واپس چلو" بھاری بھرکم شخص نے کہا اور وہ ...ل تمام ہیلی کاپٹر کے دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ تھوڑی دیر ...بعد یہ دونوں ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کرگئے۔

...گاڑی کے اندر سو کر رات گزاری تھی اور پھر علی الصباح اس ...نکھ کھل گئی۔ بے سکون سونے سے بدن میں ہلکا ہلکا درد ہو رہا ...لن گاڑی سے نیچے اُترنے کے بعد جھاڑیوں کے ہی عقب اُس نے ہلکی سی ورزش کی اور تیار ہوگیا۔

رات کے حالات پتا نہیں کیا رہے، کون کون زندہ رہا، کون ...ا؟ ہنگامہ کس وقت تک جاری رہا۔ نعمان خان کو اس کے ...ے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ بہرحال گراہم اسٹیوز ڈ نے اُس کا کام کر ...الڑکی کے بارے میں نعمان خان اب بھی اپنے اُسی خیال ...ہُوا تھا کہ اگر وہ اس کے ہاتھ آجائے تو نعمان خان کو اپنے ...مد میں کامیابی ہوسکتی ہے۔

جھاڑیوں کو ہٹا کر وہ باہر نکل آیا۔ سامنے اس قلعے کے آثار نمایاں ...بس کے کنگورے بلند اور سپاٹ تھے۔ بظاہر ان کنگوروں کے ...وہاں تک پہنچنا آسان نظر نہیں آتا تھا۔ بڑی بڑی چوڑی چٹانوں ...ل کر چھجے کی طرح سامنے کی سمت نکال دیا گیا تھا۔ مغربی کنارے ...بلند ستون نظر آرہے تھے، جن کے درمیان سے شاید قلعے کے ...ی دروازے تک جانے کا راستہ تھا۔ ایک پتلی سی پگڈنڈی اس ...ا تک چلی گئی تھی لیکن نعمان خان سامنے سے قلعے تک پہنچنے ...کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

اس لیے جائزہ لینے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ چکر کاٹ کر ...حصّے کی جانب چل پڑے اور اس نے انتہائی احتیاط کے ساتھ اپنا یہ سفر جاری رکھا۔ تھوڑی دُور پہنچنے کے بعد وہ قلعے کے ایک مغربی سُتون تک پہنچا۔ ٹوٹے ہوئے سُتون پر کندہ نشانات اس بات کی عکاسی کرتے تھے کہ کبھی سُتون کی بائیں جانب اُوپر جانے کا دروازہ رہا ہوگا لیکن اب صرف اس کے ٹوٹے ہوئے آثار نمایاں تھے۔ تھوڑی دُور چڑھنے کے بعد وہ پگڈنڈی ختم ہوگئی جسے نشانِ راہ بناکر وہ آگے بڑھتا رہا تھا۔ ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کے سائے میں رُک کر اس نے یہاں کسی انسان کی موجودگی کا جائزہ لیا لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں کوئی انسانی وجود نہیں ہے۔ بڑی بڑی چٹانوں کے دو چھجے سے تھوڑے فاصلے پر نظر آئے، جن کے درمیان ایک پتلی سی گلی نما جگہ موجود تھی۔ یہ جگہ نیچے سے نظر نہیں آتی تھی اور اُوپر سے اُسے چٹانوں نے چھپا رکھا تھا۔ نعمان خان نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا صبح کی روشنی پھیل چکی تھی۔ اس پتلی سی گلی نما راہداری سے گزر کر وہ نہ جانے کہاں پہنچتا۔ منزل کا کوئی تعین تو تھا نہیں۔ چنانچہ وہ آگے بڑھ گیا۔ نیچے کا فرش کبھی پختہ رہا ہوگا لیکن اب اُس میں گہرے گہرے گڑھے پڑے ہوئے تھے۔

راہداری سے آگے کُھلا علاقہ نظر آیا۔ یہاں شکستہ سُتونوں کے ڈھیر نظر آرہے تھے۔ پانی کے گدلے گڑھے اور چھوٹے چھوٹے خودرو درخت لیکن ان کے دوسری طرف اُسے ایک دروازہ سا نظر آیا جو کسی حد تک باقاعدگی رکھتا تھا۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی غار کا دہانہ ہو۔ وہ چند لمحات تک سوچتا رہا کہ اس دروازے کے دوسری طرف کیا ہے؟ غار کے دہانے کے نزدیک پہنچ کر اس نے جب قریب سے اُسے دیکھا تو اُس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہوگئی۔

سلاخوں دار دروازے کے بیرونی حصے پر ایک بڑا سا تالا پڑا ہُوا تھا۔ یہ تالا بالکل نیا تھا اور اس کی موجودگی سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ یہاں کے بارے میں فراہم کردہ معلومات غلط نہیں تھیں۔ وہ سوچتا رہا، اس تالے کو کھولنے کی کوشش کرے یا یہاں سے آگے بڑھ جائے لیکن پھر اس کے ذہن میں خیال آیا کہ یہاں تالا لگانے کی کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔ پورے قلعے میں مارے مارے پھر کر خود کو نمایاں کرنے سے کیا فائدہ؟ کیوں نہ یہیں سے کوشش کی جائے۔

لیکن تالا کیسے کھولا جائے۔ کافی مضبوط تھا۔ اسے توڑنے کے لیے رائفل بھی استعمال کی جاسکتی ہے لیکن اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں۔ کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ وہاں سے ہٹ کر کچھ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں بھی ناکامی ہوئی تھی پھر نگاہ یک وقت اٹھ گئی یہاں

ایک کھڑکی تھی جس میں لوہے کی زنگ خوردہ سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ جو کھٹ ٹوٹی ہوئی تھی اور ان میں سے ایک آدھ سلاخ نکال لینا مشکل نہیں تھا۔ نعمان خان کو یہ کام مشکل نہ محسوس ہُوا۔ اس نے اطمینان سے ایک سلاخ کھینچ لی اور اسے لیے ہوئے تالے کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے بعد اس کی وحشیانہ قوت تالے پر صرف ہونے لگی اور بالآخر تالے نے مُنہ کھول دیا۔

نعمان خان نے احتیاطاً تالے کو اندر سے دوبارہ گیٹ میں ڈال دیا اور پھر سے دبایا تو سرا ٹیڑھے لیور میں اٹک گیا۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ تالا کھولا گیا ہے جب تک کوئی اسے کھولنے کی کوشش نہ کرے۔

دہانے کے دوسری طرف گہرائی میں جاتی ہوئی سُرنگ سی بنی ہوئی تھی جس کا فرش پختہ تھا۔ جس کے باعث چلتے ہوئے کافی آواز پیدا ہو رہی تھی لیکن نعمان خان دبے قدموں اس پر چلتا رہا اور پھر اس سُرنگ کا اختتام ایک وسیع قید خانے پر ہُوا تھا جس میں روشنی ہو رہی تھی۔ پیلی روشنی کسی مشعل یا شمع کی تھی۔ نعمان خان ہوشیار ہو گیا۔ چند لمحات وہ یہاں رُک کر اندر کی سُن گُن لیتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر اندر داخل ہو گیا۔ روشنی ایک شمع دان سے پھیل رہی تھی اور اس کی دُھندلاہٹوں میں ایک مسہری نظر آ رہی تھی جس پر کوئی سو رہا تھا۔ سفید چادر میں لپٹے اس وجود کو دیکھ کر نعمان خان ٹھٹک گیا۔ معاً اس کے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں یہ وہی لڑکی نہ ہو جس کا نام نینسی کوین لیا گیا تھا۔

کیا یہ ممکن ہے ... کیا کامیابی اس طرح حاصل ہو سکتی ہے اتنی آسانی سے لیکن ابھی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ جب تک کوئی واضح صورتِ حال سامنے نہ آ جائے۔ اس نے دُور تک اس جگہ کا جائزہ لیا۔ ایک اور دروازہ بائیں طرف نظر آ رہا تھا جو غار کی شکل میں ہی تھا۔ ویسے یہ جگہ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھی۔ ماحول بے حد پُراسرار تھا۔ کچے دِل کا انسان تو ویسے ہی اس ماحول کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا۔ ہولناک سنّاٹا، پُراسرار تاریکی اور ایک پُراسرار وجود جو سفید چادر میں لپٹا پڑا تھا۔

اس کے سوا چارۂ کار نہیں تھا کہ نعمان خان اسے دیکھے۔ چنانچہ وہ دبے قدموں اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ سونے والا شاندار حسیّات کا مالک تھا۔ حالانکہ اس کے قدموں کی کوئی چاپ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن دفعتاً اس نے متوحش انداز میں چادر اُلٹ دی اور نعمان خان بے اختیار پیچھے ہٹ گیا لیکن اس کی نگاہوں نے اس لڑکی کو دیکھ لیا تھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے پر دہشت کی زردی چھائی ہوئی تھی۔ لباس بوسیدہ تھا جس سے اس کا بدن جگہ جگہ جھانک رہا تھا۔ اس کی حسین سحر طراز آنکھوں میں خوف جاگزیں تھا۔ نعمان خان کو یقین ہو گیا کہ وہ نینسی کوین کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ چند قدم آگے بڑھا۔ "چلو..." اس نے لہجے میں کہا۔

"مقصد...؟" لڑکی کی سپاٹ آواز اُبھری۔

"اگر میں یہ کہوں کہ میں تمھارا دوست ہُوں تو یقین کر لوگی"

"احمق نظر آتی ہُوں صورت سے؟" اس نے خود کو سنبھال کر کہا اور نعمان خان ہنس پڑا۔

"قطعی نہیں، اس کے برعکس نہایت ذہین۔"

"پھر اس فضول بات کا یقین کیوں دلانا چاہتے ہو؟" اب پوری طرح سنبھل گئی تھی۔

"اس لیے کہ یہ فضول نہیں۔"

لڑکی چند ساعت نعمان خان کا جائزہ لیتی رہی پھر بولی

"کیا چاہتے ہو؟"

"سب سے پہلے تمھارا اعتماد۔"

"اس کے بعد؟" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"تمھاری یہاں سے رہائی۔"

"اس کے بعد...؟" اب اس کے لہجے میں مضحکہ اُبھر آیا۔

"یوں تو میری چاہتوں کی فہرست طویل ہے۔ کیا کیا بتاؤں ہاں اگر ایک بات کہہ دوں تو تمھارا کچھ اعتماد حاصل ہو جائے۔"

"کہہ دو، کیا حرج ہے؟" لڑکی بلا کی تیز معلوم ہوتی تھی۔

"کبھی بھی کسی بھی حالت میں تم سے ان مائیکرو فلموں کی بات نہیں کروں گا جن کے لیے سب کوشاں ہیں۔"

لڑکی نے پہلی بار سنجیدہ نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر بولی

"کوئی نیا پینترا؟"

"ایک اور بات!" نعمان خان نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"وہ بھی کہہ دو۔"

"ان الفاظ کے ساتھ ہی تم پر لعنت بھیج کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ اس لیے کہ شریفانہ گفتگو کی حدیں ختم ہو گئی ہیں۔"

"چلے جاؤ گے...؟" وہ حیرت سے بولی۔

"ہاں، تمھارے حُسن کی یہ لطافتیں، تمھارے اُلجھے ہوئے خوب صورت بال، تمھاری حسین نیلی آنکھیں مجھے متاثر نہیں کرتیں کیونکہ میری بیوی تم سے کہیں خوب صورت ہے۔ میری طرف سے جہنّم میں جاؤ۔" اُس کے لہجے میں پہاڑوں کی سی دہشت اُبھر آئی اور وہ واپسی کے لیے پلٹا۔

"ارے سُنو! اِدھر کہاں؟" دفعتاً لڑکی اپنی جگہ سے نیچے اتر آئی۔

"میں اس راستے سے آیا ہُوں۔"

"تالا کھول کر؟"

"نہیں، تالا توڑ کر۔" نعمان خان نے ہونٹ بھینچ کر کہا اور پھر سے واپسی کے لیے چل پڑا لیکن دوسرے لمحے وہ چھلانگ لگا کر اس پر آ پڑی۔ اس نے نعمان خان کا شانہ دبوچ لیا تھا۔

"کیا کہا؟ تالا توڑ کر؟"

"ہاں، تالا توڑ کر۔"

"ٹوٹا ہُوا تالا دکھاؤ گے۔ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔"

نعمان خان نے گھُور کر اسے دیکھا اور گہری سانس لے کر بولا۔

"آ جاؤ، تم سے اس لیے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ... کہ..."

"میں بہت خوب صورت ہُوں۔" نعمان خان نے پھر اسے گھورا تو وہ جلدی سے بولی "لیکن تمھاری بیوی مجھ سے زیادہ خوب صورت ہے چلو آؤ۔"

"تمھاری خوبی ہے کہ تم ان حالات میں بھی نہیں ہنس سکتی ہو۔"

"ہاں، تمھیں میرے حالات معلوم ہیں، کیسے...؟"

"لڑکی، میں زیادہ اچھا انسان نہیں ہُوں۔ اس لیے مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہو۔"

"خاموش ہو جاؤں؟" اس نے نعمان خان کے ساتھ سُرنگ کے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ نعمان خان کچھ نہ بولا۔ وہ سُرنگ میں چلتے رہے اور دروازے تک آ گئے۔ لڑکی نے ٹوٹا ہُوا تالا اور اس کے قریب پڑی سلاخ دیکھی اور بولی "معاملہ سنجیدہ معلوم ہوتا ہے لیکن نہ جانے کیوں میرا یقین زخمی ہو گیا ہے۔"

"نکلنا چاہتی ہو یہاں سے؟"

"آہ، کیا خوب صورت خواب ہے۔" وہ بولی۔

"کوئی چیز لینی ہے یہاں سے؟"

"مثلاً مائیکرو فلمیں!"

"کاش میں تمھارے مُنہ پر تھپڑ مار سکتا۔"

"لے چلو گے مجھے یہاں سے؟"

"تمھارے لیے ہی آیا ہُوں۔"

"تو پھر چلو۔ مجھے یہاں سے کچھ نہیں لینا۔ چلو اگر واقعی ایسی بات ہے تو جلدی کرو۔ کسی بھی لمحے گڑبڑ ہو سکتی ہے۔" لڑکی نے کہا اور نعمان خان نے اپنا پستول نکال کر اسے دے دیا۔

"کوئی خطرہ پیش آنے پر تم اسے استعمال کر سکتی ہو۔"

"تم پر بھی؟" لڑکی نے کہا اور پھر جلدی سے بولی "معاف کرنا بھرا ہُوا ہے نا؟" یہ کہہ کر اس نے زبان دانتوں میں دبا لی تھی۔ نعمان خان بے اختیار مُسکرا دیا۔ لڑکی فطرتاً شوخ تھی۔ اس کی دلیری میں بھی شُبہ نہیں تھا۔ کیونکہ ان حالات میں مُسکراتے رہنا بڑے دِل گُردے کی بات تھی۔

وہ باہر نکل آئے اور پھر نعمان خان اسے لیے ہوئے واپسی کے راستوں پر سفر کرنے لگا۔ راستے میں اس نے کہا۔

"مجھے تعجب ہے۔ انھوں نے تمھارے لیے کوئی سخت پہرہ نہیں رکھا۔"

"یہ تالا بہت مضبوط تھا۔ میں دس بار کوشش کر چکی ہُوں۔ کوئی چیز بھی نہیں تھی میرے پاس۔ وہ اس بات سے مطمئن تھے۔"

"اس کے باوجود کیا ان کے ساتھ زیادہ افراد نہیں ہیں؟"

ابھی اس کا جملہ پورا بھی نہ ہو پایا تھا کہ دفعتاً فائر کی آواز سے اطراف میں چھایا ہُوا سنّاٹا چیخ اُٹھا۔ گولی ان سے چند فٹ کے فاصلے پر ٹکرائی تھی۔

"مبارک ہو۔" نینسی نے کہا اور پھُرتی سے ایک دیوار کی آڑ میں ہو گئی۔ اسی لمحے کسی نے ایک بلند دیوار سے نعمان خان پر چھلانگ لگا دی اور اسے پیٹ میں لیے نیچے گرا لیا۔ وہ ایک تنومند آدمی تھا اور عظیم الشان جُثّے کا مالک تھا۔ نعمان خان اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے اس کے نیچے دب گیا لیکن اس سے قبل کہ حملہ آور ایک عجیب ساخت کا خنجر اس کے سینے میں اُتار دے دفعتاً نینسی نے فائر کیا اور گولی اس کے سینے میں گھُس گئی۔ وہ اکڑ کر رہ گیا اور نعمان خان نے پھُرتی سے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ دوسرے لمحے وہ اُٹھ کھڑا ہُوا تھا۔

"تھینک یو نینسی۔" اس نے کہا۔

"کوئی بات نہیں یہ تو میرا فرض تھا۔" نینسی نے شرماتے ہوئے انداز میں کہا۔ غضب کی چیز تھی۔ انسان کو پاگل کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی لیکن غلط وقت میں ٹکرائی تھی۔ دفعتاً وہ چیخی۔

"کچھ دُور اور لوگ بھی اس طرف دوڑ رہے ہیں سنبھلو سب کے سب مسلح ہیں۔" اس کے ساتھ ہی وہ دیوار کے پیچھے سے نکل آئی۔

"آؤ اس طرف۔" نعمان خان نے کہا اور جیپ کی طرف دوڑنے لگا۔ لیکن تھوڑی دُور چل کر ہی اسے احساس ہو گیا کہ سیدھے جیپ تک پہنچنا مشکل ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ اس طرف موجود تھے لیکن قرائن بتلاتے تھے کہ ابھی تک جیپ ان کی نگاہوں سے

اوجھل ہے۔

نعمان خان انھیں جیپ کی طرف متوجہ نہیں کرنا چاہتا تھا ورنہ وہ آسانی سے اس سے قبل جیپ پر قبضہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ اس نے رُخ بدل لیا۔ وہ برق رفتاری سے بائیں سمت کی ایک ڈھلان پر اُترنے لگا۔ اس وقت نعمان خان نے نینسی کو سہارا دے رکھا تھا۔ ورنہ وہ خود کو گرنے سے نہ روک سکتی۔ اب وہ لوگ چیخ چلّا رہے تھے کیونکہ ان کی ہلکی ہلکی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں غالباً وہ اپنے ساتھیوں کو ان کے فرار سے آگاہ کر رہے تھے۔

قلعہ نما کھنڈر کے شمال کی طرف پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ نعمان خان نے اس طرف کا رُخ کیا تو نینسی بولی۔

"اس طرف ہم نہیں جائیں گے۔ وہ ہمیں گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"فکر مت کرو۔ آؤ...!" نعمان خان نے کہا اور پہاڑیوں کی طرف دوڑتا رہا۔ نینسی اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چٹانوں میں پہنچ گیا اور پھر نہایت مہارت سے وہ ایک ٹیلے سے ڈھلان میں اُترنے لگا۔

"اوہ، سنبھل کر، خطرناک راستہ ہے۔"

"تم صرف خود کو سنبھالو، آؤ۔" نعمان خان نے کہا۔ عقب سے اب گولیاں برسنے لگی تھیں اور ان کا رُخ اسی طرف تھا لیکن وہ ان کی پروا کیے بغیر نیچے اُترتے رہے۔ نعمان خان کی نگاہیں کسی غار کو تلاش کر رہی تھیں لیکن کئی راستے گھوم کر بھی اسے کسی غار کا دہانہ نظر نہ آیا۔ وہ دوڑتا رہا۔ پھر انھیں بلندی پر جانا پڑا۔ یہاں سے ایک کٹاؤ نیچے کی طرف اُترتا تھا۔ اس کٹاؤ سے گھومے تو قلعے کی ایک دیوار نظر آئی جو خاصی بلند تھی۔ نعمان خان نے کچھ سوچا اور پھر نینسی سے بولا۔ "کیا تم اس دیوار پر چڑھ سکتی ہو؟"

"میرے آباؤ اجداد بندر تھے؟" اس نے جوتے اُتارتے ہوئے کہا پھر بولی۔ "لیکن تم ان کی کچھار میں واپس جا رہے ہو۔ یہ قلعے ہی کا ایک حصّہ ہے۔"

"دُشمن کی کمین گاہ سے بہتر کوئی پناہ گاہ نہیں ہوتی مس نینسی کوین سمجھیں آپ؟" نعمان خان نے کہا۔

"اوہ، آئیڈیا بُرا نہیں ہے۔"

"لیکن اندر پہنچنے کے بعد ہمیں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنا ہوگی جہاں ان کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکیں۔ وہ ہمیں باہر تلاش کرتے رہیں گے اور ہم قلعے کے اندر رہی ہوں گے۔"

"واہ، عمدہ خیال ہے، تم تو بڑے ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو۔ معاف کرنا، میں اپنی زبان کو نہیں روک سکتی۔ اب تم مجھے گھور کر دیکھو گے۔" نینسی نے کہا۔

"نہیں دیکھوں گا، بشرطیکہ تم اس دیوار پر چڑھ جاؤ۔"

"یہ کون سا مشکل کام ہے۔" نینسی نے کہا اور پھرتی سے پر چڑھ گئی۔ نعمان خان... اس لڑکی کی حیرت انگیز پھرتی اور مُستعدی دیکھ رہا تھا۔ خطرناک حالات کے باوجود وہ ذرا بھی متاثر نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ نہ جانے کس طرح ان کی قید میں وقت گزارتی تھی لیکن اس کے انداز میں ذرا بھی خوف و ہراس نہیں تھا۔ نعمان خود بھی اُچھل کر اُوپر پہنچ گیا اور پھر وہ اندر کا ماحول دیکھنے لگے۔ کافی فاصلے پر تھا اور یہ اس کے احاطے کے دوسری سمت کا حصّہ تھا جہاں چھوٹے چھوٹے کھنڈرات بنے ہوئے تھے۔ کھنڈرات میں چھپنے کی بہترین جگہیں موجود تھیں چنانچہ وہ ایک باؤلی نما جگہ کی طرف چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی تہہ میں اُتر رہے تھے۔

"کمال کی بات ہے، اس سے عمدہ جگہ تو اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔" نینسی نے کہا اور پھر اُلجھے ہوئے انداز میں بولی۔

"تم اپنا نام تو بتا دو، کم از کم عجیب سا لگتا ہے تمھیں وہ کہہ کر مخاطب کرنا۔" نعمان خان بے اختیار مُسکرا دیا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم جانتی ہو ہمارے ہاں عورتیں اپنے شوہروں کو کہہ کر مخاطب کرتی ہیں؟"

"میں نہیں جانتی یہ بات تمھاری بیوی ہی مجھے بتا سکتی ہے۔ اگر موقع مل جائے تو کبھی اس سے ملا دینا۔"

"ہوں...!" نعمان خان نے گہری سانس لے کر کہا اور خاموشی اختیار کر لی۔

"بتاؤ گے نہیں اپنا نام؟" وہ ایک جگہ سمٹ کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

"تم مجھے نعمان خان کہہ سکتی ہو۔"

"خان! گویا تمھارا تعلق انھی علاقوں سے ہے؟"

"تم ان علاقوں کے بارے میں خاصی معلومات رکھتی ہو۔"

"ہاں کیوں نہیں ظاہر ہے اس طرف آئی تھی تو معلومات لے کر ہی آئی ہوں گی۔" اس نے کہا اور پھر خاموش ہو گئی۔ گولیاں کی آوازیں بدستور سُنائی دے رہی تھیں پھر اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"اب یہ لوگ کس پر گولیاں برسا رہے ہیں؟"

"ہواؤں پر!" نعمان خان ہلکی سی مُسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ نینسی خاموش ہو کر کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ وہ نعمان خان کے قریب بیٹھی تھی۔ عجیب بے جگر اور بہترین طبیعت کی مالک تھی۔ نعمان خان کو اس کا ساتھ پسند آیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ بالکل خاموش بیٹھے رہے پھر وہ چونک کر بولی۔

"اب خاموشی چھائی ہے گویا انھیں اس بات کا شبہ ہو گیا ہے کہ یا تو ہم نکل گئے ہیں یا پھر کہیں پوشیدہ ہیں۔"

"اگر ان میں کوئی اتنا ذہین آدمی نہیں ہے کہ اس طرف توجہ دے تو یقیناً ہمیں یہاں پوشیدہ رہنے کے لیے کافی وقت مل جائے گا۔ مجھے صرف ایک چیز کا خطرہ ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کہیں وہ ہمیں بڑی بڑی جھاڑیوں میں تلاش کرنا شروع کر دیں۔"

"اوہ... تو پھر اس سے کیا ہوگا؟"

"ہوگا... بہت کچھ ہوگا ڈیئر، تم نہیں جانتیں۔"

"نہیں جانتی تو بتا دو، یا بتانے میں کوئی حرج ہے۔" نینسی نے کہا۔

"ان جھاڑیوں میں میری گاڑی چھپی ہوئی ہے۔"

"آہ، گاڑی... کیا واقعی؟" وہ عجیب سے انداز میں بولی۔

"کیوں؟"

"کچھ نہیں، اتنا پیدل سفر کرنا پڑا ہے کہ گاڑی کا نام بھی بھول گئی ہوں۔ کاش ہمیں استعمال کے لیے گاڑی مل سکے۔"

"پہلے اپنی جان تو بچا لیں، اس کے بعد گاڑی کے بارے میں بھی سوچ لیں گے۔"

"اچھا چلو، باتیں تو جاری رکھی جائیں یا خاموش ہو کر بیٹھنا چاہتے ہو؟"

"نہیں اس وقت تک جب تک یہ شبہ نہ ہو جائے کہ کوئی اس طرف نہیں آ رہا۔ میرے خیال میں ہمیں باتیں کرتے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"تو پھر اپنے بارے میں بتاؤ نعمان خان، تم کون ہو؟ ان علاقوں کے باسی ہو تو یہاں کیسے آ گئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ میرا نام کیسے جانتے ہو؟" وہ بولی اور نعمان خان کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"اب تم میرے سلسلے میں متجسس نظر آ رہی ہو۔ میں نے وعدہ کیا ہے کہ تم سے تمھارے بارے میں کھوج نہیں کروں گا۔ کیا ایسا ہی تم نہیں کر سکتیں؟"

"کر سکتی ہوں لیکن ہم دونوں کی بات ذرا مختلف ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"تم میرا نام جانتے تھے جبکہ میں تمھارے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی سوائے تمھارے نام کے جو تم نے اب بتایا ہے۔"

"سُنو نینسی! اگر دل چاہے تو تم میری مدد سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو سکتی ہو۔ یوں سمجھو کہ میں بھی وہیں جانا چاہتا ہوں جہاں تم۔"

"اوہ، تمھیں یہ بھی معلوم ہے۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں۔ میں بھی اتنی پریشان نہیں ہوں۔" اس نے کہا اور خاموش ہو گئی۔ نعمان خان باہر آہٹوں پر کان لگائے بیٹھا تھا لیکن ان اطراف میں سے کوئی آہٹ سُنائی نہ دی۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر نینسی بولی۔ "یہاں کب تک بیٹھو گے؟"

"میرا خیال ہے ہمیں رات کا انتظار کرنا چاہیے۔"

"خیال بُرا نہیں ہے لیکن ایک گنجائش ہے۔"

"کیا؟"

"ممکن ہے وہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے دُور نکل گئے ہوں؟"

"ہاں، اس کے امکانات ہیں لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کی ڈیوٹی یہیں ہو؟" نعمان خان نے کہا اور نینسی خاموش ہو گئی۔ اس بار پھر طویل خاموشی چھا گئی تھی۔ نینسی گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گئی۔ دفعتاً وہ بولی۔

"اگر تمھاری گاڑی ان کے قبضے میں آ گئی تو؟"

"مجبوری ہوگی۔" نعمان خان نے کہا۔

"لعنت ہے، وہ کس طرف ہے؟" اس نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا اور نعمان خان اسے سمت بتانے لگا۔

یہاں وقت گزارنا آسان کام نہیں تھا۔ نعمان خان نے بھی ایک دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور نہ جانے کب اور کیسے نیند اس کی آنکھوں میں آ گھسی اور نہ جانے کب تک وہ اس بے آرامی کے عالم میں سوتا رہا۔ جاگا تو بدن اکڑ گیا تھا۔ اس نے انگڑائی لی اور ذہن بیدار ہو گیا۔ دوسرے لمحے اس نے چونک کر نینسی کو دیکھا لیکن نینسی... وہ اب یہاں نہیں تھی... وہ بُری طرح چونک پڑا...

بادشاہ خان غیظ و غضب میں ڈوبا چلا گیا تھا۔ مارلینو خود بھی پریشان ہو گیا تھا۔ اس کی پوزیشن سب سے خراب تھی۔ کیونکہ وہ ایک اور ملک سے تعلق رکھتا تھا اور اسے یہ خیال بھی رکھنا تھا کہ وہ براہِ راست ان معاملات میں ملوث ہو کر اپنے ملک کے لیے سیاسی مشکلات نہ پیدا کرے۔ بے شک اُس نے شیران سے بے پناہ محبت میں پہاڑوں کے مسائل میں بے حد دلچسپی لیتے ہوئے اپنی زندگی، اپنا وقار خطرے میں ڈال کر عمل کیا تھا لیکن براہِ راست سامنے آجانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ملک کو بھی اس میں ملوث کر دے۔ جھنجلائے ہوئے لوگوں کو صرف ایک بہانہ ہی کافی ہوگا لیکن اس کا ملک مشکلات کا شکار ہو جائے گا۔ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کالی گھاٹی کا دھماکا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ کافی دیر تک وہ سوچتا رہا۔ بادشاہ خان کے مشن کے بارے میں اُسے کچھ نہیں معلوم تھا کہ بادشاہ خان کیا کرنے گیا ہے۔ ممکن ہے وہ کالی گھاٹی پر چڑھائی کر دے لیکن کیا ایسی صورت میں اُسے کامیابی نصیب ہوگی؟ کیا ان قبیلوں میں وہی تباہی نہیں پھیل جائے گی جس کا مارلینو کو خطرہ تھا۔

لیکن کیا کرتا۔ بالآخر بہت غور و خوض کرنے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر پر وائی تھری ایٹ سے رابطہ قائم کر کے کالی گھاٹی کی کارروائی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے وہ عموماً وائی تھری ایٹ سے گفتگو کیا کرتا تھا۔

اس نے ٹرانسمیٹر پر وائی تھری ایٹ کو کال کیا لیکن دس منٹ کی مسلسل کوشش کے باوجود وہ اس سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے وائی تھری ایٹ اور اس کے سربراہان بھی کالی گھاٹی کے مشن میں پوری طرح شریک ہوں۔ مارلینو کو اس بات پر تعجب تھا کہ آغاز کرنے سے پہلے اسے اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟ اس سے امداد کیوں نہیں طلب کی گئی، موجودہ حالات کے بارے میں اس سے کیوں نہیں معلوم کیا گیا...؟

بہت سے خیالات تھے اس کے ذہن میں اور وہ یہاں سے ناکام ہو کر واپس نکل آیا۔ تھوڑی ہی دُور چلا تھا کہ اُسے عدنان چہرے پر تشویش کے آثار سجائے آتا ہُوا نظر آیا۔ مارلینو نے اس کا خیر مقدم کیا۔

"میں اس دھماکے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہُوں۔" عدنان نے کہا۔

"میں کیا بتا سکتا ہُوں بیٹے۔"

"بڑی عجیب بات ہے مسٹر مارلینو، پتا نہیں بابا کہاں چلے گئے؟"

"شیران؟" مارلینو چونک کر بولا۔

"ہاں، ممی کا کہنا ہے کہ انھوں نے پچھلی رات سے انھیں نہیں دیکھا۔ بلکہ اس سے بھی پہلے سے۔"

"کیا مطلب؟" مارلینو متعجبانہ انداز میں بولا۔

"میں اُلجھا ہُوا ہُوں مسٹر مارلینو، اب یہ فرمایئے اس دھماکے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ یہاں کے ذمّہ دار ہونے کی حیثیت سے یہ میرا فرض ہے کہ میں قبیلوں کو اس کے بارے میں بتاؤں۔"

"اوہ، تو کیا بادشاہ خان سے بھی تمھاری ملاقات نہیں ہوئی؟" مارلینو نے پوچھا۔

"نہیں، کیوں؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"عدنان، تم صورتِ حال سے ناواقف نہیں ہو۔ ہر چند کہ تمھاری عمر کم ہے لیکن میں جانتا ہُوں کہ تم اپنی عمر سے زیادہ وسیع تجربے کے مالک ہو۔ کالی گھاٹی کے ہنگامے کے بارے میں تمھیں تفصیلات معلوم ہیں۔ اس دھماکے سے بادشاہ خان نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ کالی گھاٹی کی طرف سے کارروائی شروع ہو گئی ہے۔ بادشاہ خان کا کہنا ہے کہ قبائلیوں کو منظرِ عام پر لا کر جنگ کی جائے اور کالی گھاٹی کی طرف سے ہونے والی کوششوں کو ناکام بنا دیا جائے۔"

"آپ کیا کہتے ہیں اس سلسلے میں مسٹر مارلینو؟"

"میرے خیال میں یہ کسی طور مناسب نہیں ہے کیونکہ جس ملک سے ہمارا واسطہ ہے اس کی قوّت کے بارے میں تم جانتے ہو۔ کھلے میدان میں اس سے جنگ کرنا ہمارے لیے کسی طرح ممکن نہیں ہوگا۔ میں تمھیں یہ بھی بتا دوں کہ میں براہِ راست اس مسئلے میں ملوث ہو کر اپنے ملک کے لیے مشکلات کھڑی نہیں کرنا چاہتا۔ میری اپنی ذات کی بات اور ہے لیکن بادشاہ خان جو کچھ کر رہا ہے مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ ہمارے خلاف نہ ہو جائے۔"

"تو پھر بادشاہ خان کو منع کر دینا چاہیے مسٹر مارلینو!"

"یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ وہ پُرجوش بوڑھا خان اسی ارادے سے گیا ہے کہ وہ قبائل کو مسلح کر کے کالی گھاٹی کی طرف چل پڑے گا اور میرا خیال ہے اس سلسلے میں وہ بہت برق رفتاری سے کام کرے گا۔"

"یہ تو مناسب نہیں ہوگا مسٹر مارلینو، ہمیں کچھ اور کرنا چاہیے پتا نہیں بابا خان کہاں چلے گئے؟"

"شیران!" مارلینو کے ذہن میں پھر شیران اُبھر آیا۔ ابھی تک شیران کے بارے میں کوئی خاص خیال اس کے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ تب عدنان نے تجویز پیش کی۔

"مسٹر مارلینو! کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم کالی گھاٹی کی طرف چلیں اور خود وہاں کی صورتِ حال کا جائزہ لیں؟"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میرا جانا..."

"آپ اور میں چل سکتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ میں یہ بات کس مقصد کے تحت کہہ رہا ہُوں۔ ابھی تک وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی ایما پر آپ نے مجھے ان پہاڑوں کا سربراہ مقرر کیا ہے اور میں تنظیم کے مفادات کے لیے کام کر رہا ہُوں۔ اگر ہم اس تحقیقات کے لیے چل پڑتے ہیں تو ہماری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں فوراً اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں اور اگر کوئی ایسی ہی صورتِ حال ہو تو پھر بادشاہ خان کو راستے میں روکنا مناسب ہوگا۔"

مارلینو نے عدنان کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے فوراً ہی تیاریاں کیں۔ شیران کو ایک بار پھر تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ مارلینو نے خود سُدھاشی سے مل کر یہ معلومات حاصل کیں کہ شیران کب سے اس کے پاس موجود نہیں ہے؟

سُدھاشی نے یہی بتایا کہ وہ بہت پہلے اس سے ملا تھا اور اس کے بعد سے اُس کا پتا نہیں۔

"کیا روزانہ تمھاری اُس سے ملاقات نہیں ہوتی؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے، ملتے رہتے ہیں لیکن کبھی کبھی غائب بھی ہو جاتے ہیں۔" سُدھاشی نے جواب دیا۔

"اوہ، پتا نہیں کہاں غائب ہو گیا۔" مارلینو بولا اور اس کے بعد وہ باہر نکل آئے۔

مارلینو نے کسی بھی خطرناک صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے حفاظتی انتظامات بھی کر لیے تھے۔ عدنان سلامن کو کالی گھاٹی کا راستہ معلوم تھا چنانچہ وہ فرانہ سے باہر نکل آئے۔ ایک برق رفتار لینڈ روور انھوں نے سفر کے لیے استعمال کی تھی۔

لینڈ روور کے پچھلے حصے میں عدنان سلامن نے اپنے چار باڈی گارڈز بٹھا لیے تھے۔ جو پوری طرح مسلح تھے۔ وہ خود گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور مارلینو اس کے برابر بیٹھا ہُوا تھا۔

وہ برق رفتاری سے سفر کرتے رہے۔ کالی گھاٹی کا فاصلہ اتنا کم بھی نہ تھا کہ یہ سفر چند گھنٹوں میں ختم ہو جاتا لیکن انھوں نے معلومات حاصل کرنے کے لیے یہ سفر مسلسل جاری رکھا اور بالآخر یہ لمبا سفر طے کرنے کے بعد وہ کالی گھاٹی کے علاقے میں داخل ہو گئے لیکن یہاں پہنچ کر جو صورتِ حال انھیں نظر آئی اس نے انھیں ششدر کر دیا۔

کالی گھاٹی تو ابھی کافی دُور تھی لیکن اس کے اطراف میں پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ پُرشور پانی چٹانوں سے سر ٹکرا کر لڑھکتا ہُوا ایک سمت جا رہا تھا۔

وہ کالی گھاٹی کو پانی میں گھرا دیکھ کر ششدر رہ گئے اور مارلینو کی آنکھیں شدّتِ حیرت سے پھیل گئیں۔ خود عدنان سلامن کا مُنہ بھی حیرت سے کُھل گیا تھا۔ بمشکل تمام وہ بولا۔

"یہ... یہ... یہ مسٹر مارلینو! کالی گھاٹی کا علاقہ ہی ہے نا...؟"

"ہاں، مجھ سے زیادہ تم جانتے ہو عدنان۔"

"لیکن یہ تو... یہ تو...؟"

"صورتِ حال کچھ اور ہی معلوم ہوتی ہے عدنان! یقیناً کچھ اور ہو گیا۔ خُدا کا شکر ہے کہ بادشاہ خان ابھی تک یہاں نہیں پہنچا۔"

"مگر یہ ہو کیا گیا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ پانی یہ چٹانیں... اوہ، اگر یہ پانی اس راستے کو کاٹ کر ایک سمت نہ بہہ جاتا تو یقیناً یہ بہت دُور تک پھیل جاتا۔ خُدا کی پناہ، پانی کی رفتار کتنی تیز ہے مگر یہ آیا کہاں سے؟"

مارلینو کی پیشانی پر گہرے تفکّر کی لکیریں بکھری ہوئی تھیں۔ دفعتاً وہ چونک کر بولا۔

"کالی گھاٹی کے بائیں سمت ایک بند تھا۔"

"ہاں تھا، یقیناً تھا۔"

"میرا خیال ہے بند ٹوٹ گیا ہے۔"

"آپ کا کہنا درست ہے مسٹر مارلینو! یہی بات ہے ورنہ کسی اور سمت سے، خواہ کچھ بھی ہو جاتا اتنا پانی... اوہ خُدا کی پناہ، یہ تو پورا سمندر معلوم ہو رہا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں پانی کا بہاؤ کتنا تیز ہے۔ چٹانیں معمولی پتھروں کی طرح لڑھک رہی ہیں اُس میں۔"

"ہاں، یہ خوفناک منظر دیکھ کر آنکھیں پھٹ جاتی ہیں۔" وہ لوگ متحیّرانہ انداز میں اس ہیبت ناک منظر کو دیکھتے رہے۔ پانی میں اب بھی کہیں کہیں انسانی لاشیں بہتی ہوئی نظر آجاتی تھیں۔ بے شمار سامان تھا۔ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کیا کیا ہے۔ یقیناً یہ اسلحہ اور گولہ بارود کے بڑے بڑے ذخیرے تھے۔ پیٹرول کے خالی ڈرم بھی تھے جو بُری طرح تباہ نظر آ رہے تھے۔ ایسا ہی ایک ڈرم جب پانی کے کنارے

سے نکلا تو عدنان اُسے دیکھ کر بولا۔

"یہ پیٹرول کا ڈرم ہے مسٹر مارلینو! لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بُری طرح جھلسا ہُوا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ پیٹرول کے ذخیرے میں آگ لگی ہے۔"

"یہ سب کچھ... یہ سب کچھ میری توقع سے کہیں مختلف ہے" مارلینو گہری سانس لے کر بولا۔ دفعتاً اُس کے ذہن میں ایک دھماکا سا ہُوا اور وہ اُچھل پڑا۔

"شیران"۔ اُس کے حلق سے سنسناتی ہوئی آواز نکلی۔

"کیا مطلب؟" عدنان سلامن نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"اوہ، شیران کہاں ہے عدنان! شیران کہاں ہے؟"

"میں مطلب نہیں سمجھا مسٹر مارلینو! بابا خان، میرا مطلب ہے شیران ...!" عدنان سلامن کے ذہن میں اب بھی کوئی بات نہیں آئی تھی لیکن مارلینو سخت مضطرب نظر آ رہا تھا۔ وہ پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اُس کی نگاہیں دُور دُور تک بھٹک رہی تھیں۔ دفعتاً وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ان اطراف میں شیران کو تلاش کرو!"

عدنان نے مارلینو کی اس بات پر غور کیا اور دفعتاً صورتحال اس کے ذہن میں بھی آ گئی۔

"نہیں، کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ ممکن ہے؟"

"ہاں، میں اُسے تم سے زیادہ جانتا ہُوں عدنان، آہ وہ زندہ ہو۔ آہ وہ زندہ ہو"۔ عدنان متوحش ہو گیا تھا۔ اسے خود بھی یہی خیال آ رہا تھا کہ کہیں کالی گھاٹی میں موجود غیر ملکی فوجوں کی تباہی اس کے بابا شیران کے ہاتھوں تو نہیں ہوئی۔ یہ تو بہت بڑا کارنامہ تھا اتنا بڑا کارنامہ کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایک تنہا شخص اتنی زبردست تباہی پھیلا دے۔ یہ ناقابل قیاس بات تھی لیکن عدنان اب اپنے باپ کو پوری طرح سمجھ چُکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بابا شیران کیا چیز ہے اور اُسے مارلینو کا خدشہ بھی درست ہی معلوم ہو رہا تھا لیکن اتنی خوفناک تباہی کے بعد کسی ایک شخص کا زندہ بچ جانا ناممکنات میں سے تھا اور یہ خیال آتے ہی عدنان کے چہرے پر مایوسی کے سائے سے پھیل گئے۔

"ہم انھیں کہاں تلاش کریں؟ کہاں تلاش کریں مسٹر مارلینو؟"

"چلو، یہاں سے چلو۔ اطراف میں چلتے رہو۔ ممکن ہے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں" کالی گھاٹی اور اس کے اطراف کے علاقے کے بارے میں تو یہ اطلاع مل گئی تھی انھیں اور اُنھوں نے دیکھ بھی لیا تھا کہ وہاں اب کسی انسانی وجود کا ہونا ناممکن تھا لیکن شیران کی تلاش اب ان کے لیے زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ وہ لینڈ روور کو اِدھر اُدھر دوڑاتے رہے۔ کافی فاصلہ طے کیا انھوں نے۔ ہر اس ممکنہ علاقے کا رُخ کیا جہاں ایسی کارروائی کے بعد انسان فرار ہو کر چھُپ سکتا تھا دوپہر کے بعد نجانے کیا وقت ہُوا تھا، جب انھیں قبائلیوں کا ایک بہت بڑا گروہ ملا جو ہر طرح کے ہتھیاروں سے مسلح کالی گھاٹی کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے آ رہا تھا اور اس گروہ کی سربراہی بادشاہ خان کر رہا تھا۔

تیز رفتار گھوڑے طوفانی انداز میں کالی گھاٹی کی طرف دوڑ رہے تھے۔ مارلینو نے لینڈ روور کے بونٹ پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ بمشکل تمام اپنے آپ کو روک سکے۔

بادشاہ خان اور اُس کے ساتھیوں نے بھی شاید کالی گھاٹی کے اطراف میں بہتے ہوئے پانی کو دیکھ لیا تھا۔ بادشاہ خان متحیر نظر آ رہا تھا۔ بالآخر وہ مارلینو کے پاس پہنچ کر رُک گیا۔

"مسٹر مارلینو آپ ...؟"

"اس علاقے کو دیکھ رہے ہو بادشاہ خان، کالی گھاٹی کا پورا علاقہ زیرِ آب ہے، اس جگہ جہاں سے کارروائی شروع ہو رہی تھی، اب پانی میں ڈوب چُکا ہے۔ میں نے اور عدنان سلامن نے اپنی آنکھوں سے بے تحاشہ لاشوں کو اور سامان کو تنکوں کی طرح بہتے دیکھا ہے۔ دُشمنوں کا منصوبہ تباہ ہو چُکا ہے بادشاہ خان۔"

"زندہ باد، زندہ باد، یہ امدادِ غیبی ہے۔" بادشاہ خان جوشِ مسرت سے چیخنے لگا۔

"یقیناً میں تمھارے مذہبی عقائد سے اختلاف نہیں کروں گا بادشاہ خان! لیکن ایک بُری خبر اور سُنو۔"

"کیا؟" بادشاہ خان متحیرانہ لہجے میں بولا۔

"شیران غائب ہے۔"

"اوہ مگر کہاں غائب ہے؟" بادشاہ خان کچھ نہیں سمجھ سکا تھا

"آؤ بادشاہ خان، ان لوگوں کو واپس جانے دو۔ ان سے کہو کہ جو کام کرنے کے لیے یہ باہر نکلے تھے وہ کسی نہ کسی طرح ہو چکا ہے، کسی نے کر دیا ہے۔"

"کک... کس نے کر دیا ہے؟" بادشاہ خان تعجب خیز لہجے میں بولا۔

"اگر میرا تجربہ، میرا دل غلط نہیں کہتا تو شیران نے۔" مارلینو نے جواب دیا اور بادشاہ خان سکتے کے عالم میں متعجب نگاہوں سے مارلینو کو دیکھتا رہا اور پھر آگے بڑھ کر مارلینو کے قریب پہنچ گیا

"کیا یہ حقیقت ہے؟ کیا یہ حقیقت ہے مسٹر مارلینو؟"

"میں دعوے سے کچھ نہیں کہہ سکتا بادشاہ خان! لیکن اب سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اُسے تلاش کیا جائے۔ ہم ایک طرح سے محفوظ ہو گئے ہیں کہ کالی گھاٹی کی طرف سے اب کسی کارروائی کا کوئی خطرہ نہیں ہے اور یہ بات مارلینو سے زیادہ کون جانتا ہے کہ آپ کے دُشمنوں نے کالی گھاٹی سے ہی اپنے آپریشن کا پروگرام شروع کیا تھا لیکن اب اس کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہاں، مسٹر بادشاہ خان کہ کالی گھاٹی کے علاوہ اور کوئی راستہ اس طرف نہیں آتا سوائے فضائی راستے کے اور فضائی راستے سے آ کر وہ پہاڑوں میں کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔ برائے کرم آپ ان لوگوں کو واپس کر دیجیے۔"

بادشاہ خان اپنے گھوڑے کو دُلکی چال چلاتا ہُوا قبائلیوں کے نزدیک پہنچ گیا۔.. پھر اُس نے مقامی زبان میں ان لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ اس تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے پانی کو دیکھ کر یہ اندازہ لگا چکے ہوں گے کہ کالی گھاٹی کی طرف سے ہونے والی کارروائی اب ایک غیر معینہ مدت کے لیے رُک گئی ہے اور فی الحال انھیں اس طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بادشاہ خان نے اُن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اب وہ واپس جا سکتے ہیں۔ قبیلوں میں جا کر جشن منائیں اور لوگوں کو اطلاع دے دیں کہ وقتی طور پر دُشمن کی کارروائی کو روک دیا گیا ہے تاہم انھیں تعقل کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ ان پر کوئی فضائی حملہ بھی ہو سکتا ہے... بادشاہ خان نے چند لوگوں کو منتخب کر کے قبائلیوں کو یہ ہدایات سمجھائیں کہ وہ فضائی حملے سے محفوظ رہنے کے لیے پوری طرح تیار رہیں۔ مارلینو نے اس سلسلے میں کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ خان تنہا ان کے ساتھ رہ گیا۔ اُس نے اپنا گھوڑا ان کے ساتھ بھیج دیا تھا اور خود بھی لینڈ روور میں آ گیا تھا۔

راستے میں مارلینو اُسے تمام کارروائی کے بارے میں بتاتا رہا۔ شیران کی گمشدگی سب کے لیے تعجب خیز تھی۔ بادشاہ خان نے کہا۔

"لیکن ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے مسٹر مارلینو کہ یہ ساری کارروائی شیران کے ذریعے ہی ہوئی ہے۔"

"ہاں، ہم لوگ دعوے سے کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن..."

دفعتاً عدنان نے ایک طرف رُخ کر کے کہا۔

"وہ مسٹر مارلینو وہ... وہ دیکھیے، وہ کون ہے؟" ایک شخص انھیں پہاڑی چٹان سے نیچے اُترتا ہُوا نظر آ رہا تھا۔ دوسرے لمحے عدنان سلامن نے لینڈ روور برق رفتاری سے اُس طرف بڑھا دی اور راستے کی دُشواریوں کو عبور کرتا ہُوا بالآخر اس جگہ پہنچ گیا لیکن قریب پہنچنے کے بعد اس نے دیکھا کہ یہ شخص شیران نہیں تھا بلکہ ایک مقامی بوڑھا تھا جو رُک کر ان لوگوں کو دیکھنے لگا تھا۔ بوڑھا چہرے سے کافی پریشان نظر آتا تھا۔ مارلینو کو کچھ خیال آیا اور اس نے بوڑھے کو اپنے نزدیک طلب کر لیا۔ چند لمحات کے بعد بوڑھا اُس کے قریب پہنچ گیا۔

"بابا! کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہاں کیا ہُوا!؟"

"آہ، حقیقت خُدا جانے۔ حقیقت تو خُدا ہی جانے لیکن یہ جو کچھ ہُوا ہے، بند ٹوٹنے سے ہُوا ہے اور بند توڑنے والا میں... میں آپ کو کچھ بتانا چاہتا ہُوں۔"

"ہاں ضرور۔"

"میں نے ایک آدمی کو دیکھا تھا۔ عجیب و غریب کیفیت کا شکار تھا وہ۔ کالی گھاٹی کا راستہ معلوم کرتا ہُوا اس طرف جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر میں نے ایک عجیب بات دیکھی تھی۔ میں اس وقت سے جب میں نے یہاں دھماکا سُنا اور یہاں کا منظر دیکھا یہی بات سوچ رہا ہُوں کہ یہ سب کچھ اسی کا کیا ہُوا ہے۔"

"وہ کون تھا؟" بادشاہ خان نے مضطربانہ انداز میں سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔ عجب جوان تھا۔ شیر کی طرح نڈر... لمبا، چوڑا بدن، چہرے پر ایک عجیب سی خشونت ٹپکتی تھی۔ قبائلی ہی تھا لیکن یہ سب کچھ... یہ سب کچھ اس نے کیوں کیا؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کچھ اس نے کیوں کیا؟"

"کیا تم ہمیں اس کا حُلیہ بتاؤ گے؟" عدنان سلامن نے ملتجی لہجے میں کہا اور بوڑھا اُسے حُلیہ بتانے لگا۔ عدنان کی آنکھوں میں ویرانی سمٹ آئی تھی۔

"وہ بابا ہی تھا، وہ بابا شیران ہی تھا۔"

"اب کیا کہتے ہو بادشاہ خان، کیا تم اب بھی اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرو گے کہ کالی گھاٹی کو صرف شیران نے تباہ کیا ہے، صرف ایک شخص نے، اُس ایک جوان نے... جو... جو تشنگی محسوس کرتا تھا۔ ہاں، ٹھیک تو ہے، تم لوگ مجھ سے اتفاق نہیں کرو گے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ کالی گھاٹی کا ہیرو شیران ہی ہے۔ پتا ہے وہ کیا کہتا تھا؟ وہ کہتا تھا میری تاریخ کیا ہو گی مسٹر مارلینو، ان پہاڑوں میں میری تاریخ کیا ہو گی؟ عدنان کو کس نام سے یاد کیا جائے گا؟ ایک وحشی، جنگجو اور درندہ صفت انسان کے بیٹے

کی حیثیت سے جس نے پہاڑوں میں وحشت گردی کی تھی اور جس نے بادشاہ خان کو نقصان پہنچایا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اس نے کچھ نہیں کیا۔ ساری زندگی بے کارگزاری ہے لیکن وہ کچھ کرنا چاہتا ہے اسے اپنے وجود میں ایک تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ مٹ گئی میرے شیران کی تشنگی مٹ گئی... اور تم لوگ بادشاہ خان تم گواہ ہو، تم دیکھ لینا یہ بات شیران ہی سے منسوب نکلے گی۔ ہاں شیران نے تمہارے دشمنوں کا منصوبہ ناکام بنا دیا۔ اس نے ایک بھی قبائلی کو ہلاک نہ ہونے دیا۔ اس نے پہاڑوں میں ذرا بھی تباہی نہ پھیلنے دی اور دشمن کو فنا کر دیا۔ سنا بادشاہ خان! شیران تمہارا ہیرو ہے۔ عدنان، تم اپنے باپ کی تاریخ کو فخر سے بیان کر سکتے ہو۔ بولو، جواب دو، کون تھا تمہارا باپ؟ کیا تھا وہ؟ کیا ایک بڑا انسان، کیا اس نے لاکھوں قبائلیوں کی زندگیاں نہیں بچالیں؟ کیا اس نے بے شمار بچوں کو یتیم ہونے سے نہیں بچالیا؟ کیا اس نے سیکڑوں عورتوں کو بیوہ ہونے سے نہیں بچالیا؟ کیا اس نے اپنے ملک کی سرزمین کی حفاظت نہیں کی؟ شیران، میرا بیٹا، ...میرا بیٹا...،" مارلینو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ عدنان سلطان اور بادشاہ خان بُری طرح نڈھال ہو گئے تھے۔ ان کے چہروں پہ عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔ تب عدنان نے کہا۔

"لیکن مسٹر مارلینو، کیا میرا بابا مر گیا؟ کیا اب وہ زندہ نہیں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ اپنے خدا سے پوچھو، اپنے خدا سے مانگو اُسے، عبادت کرو اُس کی۔ اس کی زندگی کی دعائیں مانگو۔ اُس کے لیے جو کچھ کر سکتے ہو کرو، خدا سے کہو اپنے خدا سے کہو۔" مارلینو جذباتی انداز میں بولا اور عدنان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

مارلینو بہت زیادہ جذباتی ہو رہا تھا۔ کوئی بھی اُسے سہارا دینے کے قابل نہیں تھا۔ بادشاہ خان خود غم سے نڈھال تھا۔ آج اُس کا دشمن، وہ دشمن جس کی زندگی کا وہ ہمیشہ خواہاں رہا تھا جس کے لیے اس نے بڑے بڑے نقصانات اُٹھائے تھے، اس کا سب سے بڑا دوست اور ساتھی بن گیا تھا۔ بادشاہ خان اپنے دشمن کے لیے رو رہا تھا۔ بوڑھے خان کی آنکھوں میں بھلا کب کسی نے آنسو دیکھے ہوں گے لیکن اُس کی سفید داڑھی آنسوؤں سے تر ہو رہی تھی۔ اُس نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور گڑگڑاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"خداوند قدوس، بوڑھا خان اس قابل نہیں ہے کہ تیرے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ ہاں، میں تجھ سے ہمیشہ شرمندہ رہا ہوں لیکن آج... آج یہ گناہگار تجھ سے شیران کی زندگی مانگتا ہے۔ ہاں شیران کو زندہ رکھنا، اس کا تحفظ کرنا۔ اُسے ہم سے ضرور ملانا میرے معبود، یہ میری پہلی اور آخری دُعا ہے۔ اس کے بعد میں تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔"

ماحول بڑا جذباتی ہو گیا تھا۔ مارلینو مسلسل رو رہا تھا... پہلی بار، زندگی میں پہلی بار، وہ اپنے بچے، اپنے بیٹے کے لیے رو رہا تھا... اطراف کا سناٹا دیکھ کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ شیران کا اب اس دُنیا میں کوئی وجود نہیں رہا ہے اور صورتِ حال سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا۔ بھلا اس خوفناک ماحول میں، بپھرے ہوئے پانی میں شیران کی تنہا زندگی کس طرح بچ سکتی تھی۔ یہاں تو اطراف میں جو کوئی بھی ہوگا اسے موت نے نگل لیا ہوگا۔ اتنے بڑے بند کا پانی آہستہ آہستہ رِس کر تو کالی گھاٹی میں داخل نہیں ہُوا ہوگا۔ یقیناً بند ٹوٹنے کے بعد پانی کے بہاؤ نے شیران کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہوگا اور شیران نے اپنی وہ تشنگی مِٹا لی، اپنی تاریخ بنالی۔ کافی دیر تک وہ گھومتے رہے اور جب رات کی تاریکیاں چاروں طرف پھیل گئیں تو مارلینو نے نڈھال لہجے میں کہا۔

"واپس چلو عدنان، شیران اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔ واپس چلو۔"

⊕

فضا میں پھیلے اس گہرے سکوت میں نعمان خان ناگفتہ بہ حالت میں سوکھے ہونٹ اور خشک زبان کو تھوک سے تر کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ان جھاڑیوں کی طرف چل پڑا جس میں اس کی جیپ موجود تھی۔ اس کے دِل میں خدشات سر اُبھار رہے تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ شاید ہی جیپ اپنی جگہ موجود ہو۔ اگر کسی اور کو نہیں تو کم از کم نینسی کو تو جیپ کے بارے میں معلومات حاصل تھیں۔ نتیجہ توقع کے مطابق ہی تھا۔ جیپ اس کی جگہ موجود نہیں تھی۔ نعمان خان نے ٹھنڈی سانس لی، جو سہارا اسے وقتی طور پر حاصل ہُوا تھا اس کی مدت بہت کم تھی اور اس کے بعد وہی پریشان کن حالات، اس نے ایک نگاہ قلعے کی جانب ڈالی۔ اس طرف زندگی کے آثار اسی طرح مفقود تھے جس طرح نعمان خان نے پہلے اسے پایا تھا۔ پتا نہیں ہیڈن فوسٹر کے آدمی اب یہاں موجود تھے یا صورتِ حال کو اپنے لیے غیر تسلی بخش پاکر اپنا یہ ٹھکانہ چھوڑ چکے تھے۔ کیا اس قلعے کی تلاشی لی جائے؟ نعمان خان نے سوچا لیکن اس منحوس جگہ وہ زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہتا تھا۔

کافی غور و خوض کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ جو کچھ ہُوا اسے

راستے کے واقعات سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے اور پھر ایک بار اپنی منزل کی طرف بڑھے۔ دِل میں لاکھوں دوسوسے لیے بالآخر وہ ایک پگڈنڈی تلاش کر کے چل پڑا۔ اسے احساس تھا کہ اس کے کام میں ضرورت سے زیادہ وقت صرف ہو گیا ہے۔ اسے تو مختصر ترین وقت میں سفر کر کے اپنی منزل پر پہنچ کر اپنے مقصد کی تکمیل کر لینی چاہیے تھی لیکن حالات لمحہ بہ لمحہ اس کی راہ کی رکاوٹ بن رہے تھے اور کامیابی کی کوئی اُمید دُور دُور تک نظر نہیں آتی تھی۔ رات کے ہولناک سناٹے میں وہ تنہا ان ویرانوں میں سفر کرتا رہا۔ پگڈنڈی اس بات کا اظہار کر رہی تھی کہ کم از کم اس علاقے میں آمد و رفت ضرور ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد چاند نکل آنے سے اطراف کا ماحول روشن ہو گیا۔ بھوری اور بے آب و گیاہ چٹانیں عجیب سی نگاہوں سے گھور رہی تھیں۔ کہیں کہیں گیدڑوں کی ہُوہُو بھی سُنائی دے رہی تھی کم از کم زندگی تو تھی ان علاقوں میں، ممکن ہے کوئی بستی ہی مل جائے۔

چاند کے سفر کے ساتھ ساتھ اس کا سفر جاری رہا۔ کافی دیر آرام کر چُکا تھا اس لیے تھکن کا کوئی خاص احساس نہیں تھا۔ ہاں، پیاس کی شدت اسے بے چین کر رہی تھی۔ رائفل اُس کے پاس موجود تھی۔ پستول وہ نینسی کو دے چُکا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی... اس وقت رات کے چار بجے تھے جب اسے کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آئی۔ وہ ٹھٹک کر اس چمکدار چیز کو دیکھنے لگا۔ تاریکی میں کچھ انگارے دہکتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ کبھی وہ مدھم ہو جاتے اور کبھی ان کی سُرخی بڑھ جاتی۔ یقیناً یہ آگ تھی جو ہَوا سے روشن ہوتی تھی اور پھر مدھم پڑ جاتی تھی۔ پگڈنڈی ہی کے ایک حصّے میں یہ آگ نظر آرہی تھی۔ نعمان خان نے چلنے کے انداز میں احتیاط پیدا کر لی اور پگڈنڈی سے اُتر کر سفر کرنے لگا تاکہ اگر کوئی وہاں موجود ہے تو اسے دیکھنے نہ پائے۔

یہ سفر تقریباً بیس منٹ تک جاری رہا اور اس کے بعد ناہموار راستے عبور کر کے وہ آگ تک پہنچ گیا۔ آگ دراصل ان بچے ہوئے انگاروں کی تھی جو لکڑیاں سُلگنے کے بعد باقی رہ گئے تھے لیکن اس کے پس منظر میں ترپال سے ڈھکا ایک ٹرک نظر آرہا تھا۔ نعمان خان کی آنکھوں میں ایک بار پھر اُمید کی شمعیں روشن ہو گئیں۔ ٹرک کسی کا بھی ہے، کچھ بھی ہے اُسے جارحیت سے کام لینا ہوگا۔ اس ٹرک پہ قبضہ کرنا ضروری ہے تاکہ کوئی کام کی بات بن سکے۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ ٹرک کے قریب پہنچ گیا۔ صورتِ حال کا کسی حد تک اندازہ ہو رہا تھا۔ کچھ لوگ تھے جو یہاں عارضی قیام کیے ہوئے تھے اور اب شاید اس ترپال کے نیچے ٹرک میں سو رہے تھے۔ انھوں نے ہی آگ روشن کی ہوگی تاکہ سردی دُور کر کے تھوڑی دیر تک آگ تاپیں اور اس کے بعد سو جائیں۔ نعمان خان تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد اس نے بڑی احتیاط سے ترپال ہٹا کر جھانکا۔ ڈرائیونگ سیٹ کی سائڈ کو وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ شیشے چڑھے ہوئے تھے اور دروازے اندر سے لاک تھے۔ البتہ ٹرک کے پچھلے حصّے پہ کوئی ایسا حفاظتی انتظام نہیں کیا گیا تھا سوائے ترپال کے اور ترپال سے اندر داخل ہو جانا مشکل بات نہیں تھی۔ نعمان خان چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے رائفل ہاتھ سے اُتاری اور ٹرک کے پچھلے حصّے کو پکڑ کر اندر کود گیا۔

خاصا وسیع ٹرک تھا۔ اس میں کچھ سامان رکھا ہُوا تھا۔ اس کے علاوہ صرف تین افراد تھے جو کمبلوں میں لپٹے گھٹنوں میں سر دیے سو رہے تھے۔ نعمان خان نے ترپال کا ایک سرا اُلٹ دیا اور پھر رائفل کے دستے کو زور سے ٹرک پر دے مارا۔ تینوں افراد ہڑبڑا کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پہلے وہ تاریکی میں آنکھیں پھاڑتے رہے پھر کسی کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر ان کی گھگھی بندھ گئی۔ نعمان خان ان پر رائفل تانے کھڑا تھا۔ اس نے مقامی زبان میں کہا۔

"اگر تم لوگوں میں سے کسی نے جنبش کی تو وہ اس کی زندگی کی آخری جنبش ہوگی۔" وہ تینوں خوفزدہ بیٹھے رہے۔ ان کی شکلیں واضح نظر نہیں آرہی تھیں لیکن مقامی ہی معلوم ہوتے تھے... نعمان خان تھوڑی دیر تک ان کا جائزہ لیتا رہا۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ مدافعت کی قوت رکھتے ہیں یا بزدل لوگ ہیں۔

لیکن ابھی یہ اندازہ لگانا ذرا مشکل تھا چونکہ وہ لوگ سوتے سے جاگے تھے اور یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان کی اپنی کیفیت کیا ہے چند لمحات تک مکمل خاموشی رہی پھر نعمان خان نے کہا۔ "تم لوگ کون ہو اور کہاں جا رہے تھے؟"

"ہم... ہم... غریب لوگ ہیں۔ ہمارے پاس سے تمھیں کچھ نہیں ملے گا، چاہو تو ہماری تلاشی لے لو۔" ان میں سے ایک نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کھڑے ہو جاؤ۔" نعمان خان نے کہا اور وہ کھڑے ہو گئے۔ ان کے لباس کی تلاشی سے دو پستول، کچھ کرنسی، ایک چاقو اور ایسی ہی دوسری چیزیں ملی تھیں۔ پستول نعمان خان نے اپنے قبضے میں کر لیے، چاقو بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔ کرنسی البتہ اس نے انھی

کے پاس رہنے دی تھی۔

"ہُوں... اب تم یہ بتاؤ کہ تم کہاں جا رہے تھے؟"

"ہم... ہم..." ان میں سے وہی شخص ہکلاتا ہُوا بولا۔ جس نے نعمان خان سے بات کی تھی۔

"جواب دو"۔ نعمان خان گرجا اور وہ سہم کر ٹرک کے پچھلے حصّے سے جا لگے۔

"ہم مسافر ہیں بھائی، سفر کر رہے تھے۔ میں اس ٹرک کا ڈرائیور ہُوں اور یہ دونوں میرے ساتھی"۔

"خالی ٹرک کہاں لے جا رہے تھے؟" نعمان خان نے سوال کیا

"بس اپنی منزل کی طرف جا رہے تھے ہماری منزل..."

اس شخص نے ایک شہر کا نام لیا۔

"اس کا راستہ کس سمت ہے؟"

"اگر تم وہاں جانا چاہتے ہو تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمھیں"۔ اس شخص نے کہا لیکن نعمان خان کوئی خطرہ مول لینے کے مُوڈ میں نہیں تھا۔

"میں کہتا ہُوں مجھے اس کا راستہ بتاؤ"۔

"یہ سیدھا راستہ اسی طرف جاتا ہے آگے چل کر ایک سڑک ہماری مطلوبہ جگہ تک پہنچتی ہے۔ مگر تم... میرا مطلب ہے تم..."

"میں کوئی بھی ہُوں لیکن تم لوگ مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو"۔

"نہیں خان! اگر تم مقامی آدمی ہو تو یقین کرو کہ ہم اس سلسلے میں جھوٹ نہیں بول رہے"۔ اب وہ شخص ذرا سنبھل گیا تھا پھر نعمان خان نے کہا۔

"چلو نیچے اُترو"۔

"نہیں خان، یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہوگا"۔

"کیا مطلب؟"

"تم ہمیں گولی مارنا چاہتے ہو، گولی مار دو۔ ہمارا خیال ہے تم یہ ٹرک لے کر فرار ہونا چاہتے ہو۔ یہ ممکن نہیں ہوگا"۔

"میں اس ناممکن کو ممکن بنائے لیتا ہُوں"، نعمان خان نے کہا اور دوسرے لمحے اس نے رائفل کی نال پکڑ کر پوری قوت سے گھما کر دستہ ان میں سے ایک کے رسید کر دے مارا۔ اتفاق سے وہ اس سمت جا کر گرا جدھر سے ترپال پھٹا ہُوا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اور نیچے گر پڑا۔

دونوں آدمی وحشت زدہ انداز میں چیختے ہوئے نعمان خان پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اس وقت نعمان خان ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتا تھا۔ ان لوگوں کو ساتھ لگائے رکھنے کا موقع نہیں تھا کیونکہ پتا نہیں حالات کیا ہوتے۔ چنانچہ نعمان خان نے ان لوگوں سے مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ رائفل کو وہ اس بار لاٹھی کی طرح نہ گھما سکا تھا لیکن ان لوگوں کی شدید مدافعت کی وجہ سے اُسے رائفل چھوڑنا پڑی۔ نعمان خان ان دونوں کو لپیٹ میں لیے ہوئے ٹرک سے نیچے کُودنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وہ شخص جو رائفل کے بٹ سے زخمی ہُوا تھا بے ہوش پڑا ہُوا تھا۔ نعمان خان انتہائی پھُرتی سے ان دونوں سے جنگ کرنے لگا۔ دونوں اچھے خاصے لڑاکے تھے۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ نیند میں ہونے کی وجہ سے پوری طرح چاق و چوبند نہ ہونے پائے تھے چنانچہ نعمان خان نے اس سے فائدہ اُٹھایا اور ایک ایک کر کے ان دونوں کو زمین چٹا دی۔ اب اس کے بعد اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ انھیں باندھ کر پگڈنڈی کے دوسری طرف کی جھاڑیوں میں ڈال دے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ ان کے ہاتھ، پاؤں باندھ دیے اور پھر ترپال ٹرک پر سے گھسیٹ کر ان پر ڈالتے ہوئے وہ بولا۔

"تم اگر ممکن ہو سکے تو اپنے ہاتھ پاؤں کھول لینا۔ اس کے لیے میں تمھارا یہ چاقو یہیں پھینکے جاتا ہُوں۔ مجھے تم لوگوں سے کوئی غرض نہیں بس یہ ٹرک مجھے درکار ہے"۔

"ہمیں چھوڑ دو۔ ہم تمھیں تمھاری مطلوبہ جگہ پہنچا دیں گے وہاں تم ٹرک بھی ہم سے حاصل کرنا چاہو تو حاصل کر سکتے ہو۔ یہاں اس ویران جنگل میں ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی"۔

"میں جن مشکلات سے گزر چکا ہُوں دوستو! تم ان کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ بہتر یہ ہے کہ اب تھوڑی سی پریشانی تم بھی اُٹھاؤ مجھے معاف کرنا، میں اس پوزیشن میں نہیں ہُوں کہ تمھاری مدد کر سکوں۔ ہاں، وہ چاقو پڑا ہُوا ہے۔ تم لوگ جدّوجہد کر کے اسے کھولنا اور اسے کھولنے کے بعد اپنی یہ رسّیاں کاٹ لینا لیکن یہ دن ہی کی روشنی میں ممکن ہے"۔ نعمان خان ان سے ہٹ کر ٹرک کے قریب جا پہنچا۔ ان کی تلاشی لیتے ہوئے ایک کی جیب میں ٹرک کی چابیاں بھی پائی تھیں۔ گچھے میں اور بھی بہت سی چابیاں پڑی ہوئی تھیں لیکن نعمان خان نے ان تمام چابیوں کو اپنے پاس رکھ لیا۔ پتا نہیں کون سی چابی کی کس وقت ضرورت پڑ جائے پھر وہ ٹرک کا فیول وغیرہ چیک کر کے آگے بڑھ گیا۔

اس کے ذہن پر وہ تینوں دیر تک چھائے رہے تھے۔ رات کی تاریکی میں واقعی وہ اپنا کام انجام نہیں دے سکیں گے۔

لیکن دِن کی روشنی میں چاقو تلاش کر کے تھوڑی سی جدّوجہد کے بعد آزاد ہو جانا ان کے لیے مشکل نہ ہوگا۔ چنانچہ نعمان خان کو اطمینان تھا کہ اُس کی اس کارروائی میں کسی کی زندگی کو کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا۔ ٹرک تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگا۔ اُسے صحیح راستوں کی تلاش تھی۔

▲

سُرخ پتّھروں سے بنی ہوئی پُراسرار عمارت کے چوکیدار دروازے سے دس فٹ پیچھے ہٹ گئے اور آخری بند گاڑی سے چار افراد باہر نکلے جو فوجی طرز کے لمبے لمبے اوور کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر فوجی کیپ لگی ہوئی تھی اور کوٹ پر نظر آنے والے نشان سے وہ اعلیٰ ملٹری آفیسر معلوم ہو رہے تھے۔

جب وہ عمارت کے بڑے دروازے پر پہنچے تو مزید چار آدمی آگے بڑھے اور انھوں نے احترام سے گردن خم کر کے ان کے اوور کوٹ تن سے لے لیے۔ اوور کوٹ کے نیچے بھی فوجی لباس تھے جن پر ان کے تمغے آویزاں نظر آ رہے تھے۔ عظیم الشان کانفرنس ہال میں لمبی میز کے گرد تقریباً بیس افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

انھی میں وہ بھاری بھرکم شخص بھی تھا جو کالی گھاٹی کی پہاڑیوں سے ایک زخمی شخص کو لے کر آیا تھا اور اس نے اپنی مکمل رپورٹ مارشل ڈیپارٹمنٹ کو پیش کر دی تھی۔ مارشل ڈیپارٹمنٹ کی اس میٹنگ میں ہال کے ایک جانب بنے ہوئے کٹہرے میں چند افراد سر جھکائے کھڑے ہوئے تھے۔ آنے والوں کو احترام سے خوش آمدید کہا گیا اور انھیں میز کے عقب میں وہ کرسیاں پیش کر دی گئیں جو اب تک خالی پڑی تھیں۔

آنے والے چاروں افراد کے چہرے کرخت تھے اور لباس پر لگے تمغوں سے وہ جنرل نظر آ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آگ روشن تھی اور چہرے پر نفرت کے نقوش کندہ تھے پھر ان میں سے ایک نے داہنے ہاتھ کا انگوٹھا اُوپر اُٹھایا اور میز کے کنارے پر بیٹھا ہُوا ایک دُبلا پتلا شخص کھڑا ہو گیا۔ اس نے سامنے رکھے ہوئے مائیک کو درست کیا اور ہلکی آواز میں بولا۔

"سروے رپورٹ ہائی مسٹر ڈے، مارشل فورس کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ اس عظیم آپریشن کی مکمل ذمّہ داری وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کی گئی تھی۔ وائی تھری ایٹ اس ڈیپارٹمنٹ کے چیف تھے۔ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کی مکمل کارروائیوں کی تفصیلی رپورٹ مارشل ڈیپارٹمنٹ کو دی جاتی رہی ہے۔ اس سلسلے میں مارشل ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے کوئی سوال ہو تو میں اس کا جواب دینے کے لیے تیار ہُوں"۔ چاروں جنرل خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اور سمت سے ایک دُبلے پتلے آدمی نے کھڑے ہو کر کہا۔

"میں مارشل ڈیپارٹمنٹ کے ایک کارکن کی حیثیت سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہُوں کہ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے نکتۂ نظر سے اتفاق کون کون سے ڈیپارٹمنٹوں نے کیا تھا؟"

"وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کو اس آپریشن کے مکمل اختیارات دیے گئے تھے اور مسٹر لوڈان کی خواہش کے مطابق انھیں کسی کو جواب دہ نہ ہونے کی مراعات دے دی گئی تھیں۔ کیونکہ انھوں نے اس آپریشن کے کامیاب ہونے کی مکمل ذمّہ داری قبول کی تھی۔ اس لیے کسی ڈیپارٹمنٹ کو ان سے حساب لینے کی اجازت نہیں تھی"۔

"کیا مسٹر وائی تھری ایٹ یعنی مسٹر لوڈان نے اپنی ناکامیوں کو پہلے سے محسوس نہیں کیا تھا؟ اور اپنی پریشانیوں کا اظہار کسی ڈیپارٹمنٹ سے نہیں کیا تھا؟"

"نہیں، وائی تھری ایٹ آخر تک اپنے معاملات میں خود مختار رہے اور جو بھی ردّوبدل انھوں نے مناسب سمجھی کرتے رہے"۔

"شکریہ"، وہ شخص بیٹھ گیا۔ چاروں جنرل خاموشی سے میز کی سطح پر نگاہ جمائے بیٹھے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے اُنگلی اُٹھائی اور ایک شخص کی طرف رُخ کر کے بولا۔

"علاقے کی رپورٹ؟" بھاری بھرکم شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا۔

"آپریشن جاری تھا۔ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے کارکن اپنے طور پر کارروائیاں کر رہے تھے۔ جو رپورٹیں مسٹر لوڈان نے مجھے پیش کی ہیں ان کے تحت مسٹر لوڈان کو یقین تھا کہ وہ کامیابی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ کالی گھاٹی نامی علاقے سے فوجوں کو اندر داخل کیا گیا اور اس کے بعد ناکامی کا دَور شروع ہو گیا۔ سروے ڈیپارٹمنٹ کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کامیابیوں کی تفصیلات فراہم کرے اور اس ڈیپارٹمنٹ کے چیف کی حیثیت سے میں انھی علاقوں میں مقیم تھا۔ میں نے جب ہیلی کاپٹروں کی مدد سے جا کر وہاں دیکھا تو مجھے علم ہُوا کہ ہمارا مشن بُری طرح ناکام ہو چکا ہے۔ ایک بند توڑ کر پانی کو... کالی گھاٹی کے ان علاقوں میں داخل کر دیا گیا جہاں ہماری فوجیں مقیم تھیں۔ اسلحہ خانے کو بارُود سے اُڑا دیا گیا تھا اور

ہمارے آدمی نہایت کسمپرسی کی حالت میں زندگی اور موت سے جنگ کرتے ہوئے بالآخر موت کی آغوش میں جا سوئے تھے جو واحد زندہ شخص ہمیں ملا وہ ہمارے آدمیوں میں سے نہیں تھا بلکہ وہ انھی علاقوں کا باشندہ ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ صورتِ حال کیا ہے لیکن اس شخص کی تفصیلات ہمیں وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے ریکارڈ سے معلوم ہوئی ہیں جن کے مطابق یہ قبائلی باشندہ شیران کے نام سے منسوب ہے اور وائی تھری ڈیپارٹمنٹ اپنے ایک منصوبے کے تحت اسے اپنے لیے محفوظ کرتا رہا ہے اور اس بات کا خواہش مند رہا ہے کہ اس کے ذریعے وہ ان پہاڑوں میں کامیابیاں حاصل کرے"۔ چند لمحات کے لیے پھر خاموشی طاری ہوگئی پھر ایک جنرل نے ہاتھ کھڑا کر کے کہا۔

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ مسٹر وائی تھری ایٹ سے اس آپریشن کے بارے میں مکمل تفصیلات پوچھی جائیں؟"

"ہم میں سے کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہے"۔ بقیہ تین جنرلوں نے کہا اور یہ سوال کرنے والے جنرل نے اپنے ماتحت لوگوں میں سے ایک کو اشارہ کیا اور کہا۔

"مسٹر لوڈان کو سامنے لایا جائے"۔ لوڈان نامی شخص جو وائی تھری ایٹ کی حیثیت سے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا تھا اپنی جگہ سے ہلا اور خود آگے قدم بڑھاتا ہوا جنرل کے سامنے پیش ہوگیا۔ وہ میز سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہوگیا تھا۔

چاروں جنرلوں نے نفرت بھری نگاہوں سے اُسے دیکھا لیکن اُس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور وہ کسی پتھر کے بُت کی طرح ساکت تھا۔ اسے بیٹھنے کی پیش کش نہیں کی گئی۔ سوال کرنے والے جنرل نے اس سے پوچھا۔

"مسٹر لوڈان، کیا آپ اپنی کارروائیوں کی رپورٹ پیش کر سکتے ہیں؟ ہم ابتدا سے اس کے بارے میں جاننے کے خواہش مند ہیں۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے طور پر آپریشن کی مکمل ذمہ داریاں قبول کی تھیں؟"

"جناب، یہ حقیقت ہے"۔

"اس کی وجہ آپ سے پوچھی جاتی ہے"۔

"جناب، میری عمر اس وقت تقریباً پچپن سال ہے اور پچیس سال کی عمر سے میں اس ڈیپارٹمنٹ کے لیے کام کر رہا ہوں۔ میری فائلوں میں کئی جگہ ریڈ کراؤن بنے ہوئے ہیں جو میری کارکردگی کا اظہار کرتے ہیں۔ میں اب تک آٹھ ریڈ کراؤن حاصل کر چکا ہوں اور میری خواہش تھی کہ اپنے تین کراؤن پورے کرنے کے بعد میں اپنے اس مشن کی تکمیل کر لوں جس کے لیے میں فوج میں داخل ہوا ہوں۔ انسان اپنی... خواہشات کے لیے ہمیشہ کم عمری کا رونا، روتا آیا ہے۔ یہ آٹھ کراؤن میں نے تیس سالہ زندگی میں حاصل کیے تھے اور اس بات کا خواہش مند تھا کہ آخری تین کراؤن لے کر میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں جن کی یادگاریں تعمیر کی جاتی ہیں اس کے علاوہ ان اختیارات کو طلب کرنے کا میرا کوئی مقصد نہیں تھا۔ اپنی پرانی کارکردگی کا حوالہ دیتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اختیارات صرف میری خواہشات پر ہی نہیں بلکہ مجھ پر اعتماد کر کے مجھے سونپے گئے تھے"۔

"ٹھیک ہے مسٹر لوڈان لیکن آپ نے اس آپریشن میں اتنے شدید نقصانات کرائے ہیں کہ آپ کے آٹھ کراؤن بے مقصد ہو جاتے ہیں۔ کیا آپ اس سے انحراف کرتے ہیں"۔

"نہیں۔ اگر میں اس سے انحراف کرتا تو آپریشن کی ناکامی کے بعد اپنی زندگی بچانے کے لیے پہلے کچھ واقعات کی مانند دُنیا کے کسی ملک میں سیاسی پناہ حاصل کر لیتا لیکن میں اپنا جرم تسلیم کر کے خود اپنے آپ کو ڈیپارٹمنٹ کے سامنے پیش کرنے آیا تھا۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میری کارروائیاں تنظیم کے مفاد کے معیار پر پوری نہ اُتر سکیں۔ دراصل ہر کوشش کے پسِ پشت کچھ خصوصی مقاصد ہوتے ہیں اور موجودہ دور اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ واقعات خواہ کسی ملک سے تعلق رکھتے ہوں، بمشکل تمام چھپ سکتے ہیں۔ یہ خوش بختی ہوتی ہے کہ کوئی کارروائی کسی خطرے کے بغیر پوری ہو جائے۔ ہمیشہ کی مانند اس بار بھی ہماری راہ میں صرف اس ملک ہی کی نہیں جس کے علاقے سے ہمیں دلچسپی تھی بلکہ دوسرے ممالک کی مداخلت بھی شامل رہی ہے اور ہمیں ساتھ ساتھ اپنے دُشمنوں سے بھی نمٹنا پڑا ہے۔ تاہم وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کی ذمہ داری تھی کہ جب اس نے مکمل طور پر اختیارات حاصل کر لیے تھے تو اپنے دُشمنوں کی سازشیں بھی اس کو ہی ناکام بنانا تھیں۔ میں اعتراف کرتا ہوں جناب، کہ ہمیں شدید ترین نقصانات اُٹھانے پڑے ہیں اور ہماری تنظیم اس سلسلے میں اپنے آپ کو ناکام ثابت کر چکی ہے میں یہ بھی اعتراف کرتا ہوں کہ بات صرف مجھ تک ہی محدود ہے۔ میرے اپنے دوسرے ماتحت صرف میرے احکامات کی تعمیل کرتے تھے چنانچہ اگر انھیں غلط پلاننگ دی گئی تو اس کا ذمہ دار صرف میں ہوں"۔

"پارٹی آپ کے اعتراف کو آپ کی وفادارانہ سرشت پر محمول کرتی ہے مسٹر لوڈان اور اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ آپ نے فراخ دلی سے اپنا جرم قبول کیا باقی رہی آپ کے ڈیپارٹمنٹ کے وَن ٹو فور فائیو، وغیرہ کی بات تو پارٹی نیس انھی لوگوں کو اہم عہدوں پر متعین کیا جاتا ہے جو بہترین تربیت سے گزرنے کے بعد اپنا منصب حاصل کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارے اخراجات دُنیا کے تمام دوسرے اداروں سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہیں اور جب ہم کسی کو مکمل تربیت دے کر باہر نکالتے ہیں تو جو کام بھی اس کے سپرد کیا جاتا ہے وہ اس کی تنہا ذمہ داری ہوتی ہے۔ کسی ایک شخص پر انفرادی ذمہ داری عائد نہیں کی جا سکتی۔ سوال صرف یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون کون سے لوگ براہِ راست اس کام میں ملوث رہے ہیں۔ اس کی رپورٹ آپ کو پیش کرنا ہوگی اور اس سے قبل میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کی اس سلسلے میں پوری پلاننگ کیا رہی ہے؟"

"جنابِ والا! وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کو یہ پروگرام پیش کیا گیا تھا کہ مخصوص پہاڑی علاقوں میں جو ایک مشرقی ملک کے زیرِ تحت ہیں لیکن ان کا اپنا نظامِ زندگی الگ ہے تنظیم کی طرف سے لیسے لوگوں کو متعین کیا جائے جو تنظیم کے مکمل طور پر وفادار ہوں اور یہ لوگ تنظیم کو اس کا موقع دیں کہ وہ وہاں اپنی تنصیبات، نصب کر کے اپنے ملک کے مفاد کے لیے کام شروع کرا دے چنانچہ میں نے اس سلسلے میں ایک مطلق العنان حیثیت اختیار کرنے کے بعد اپنی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ اس آغاز کی کیفیت کچھ یوں تھی کہ پہاڑوں کے ایک سرکردہ شخص جس کا نام بادشاہ خان تھا، کو میں نے تنظیم میں شامل کیا اور اسے اپنے مقاصد کے لیے پوری طرح آمادہ کر لیا لیکن میں یہ جانتا تھا کہ پہاڑوں میں رہنے والے اوّل تو تعلیم یافتہ نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو ان کے ذہنوں میں ملکی محبت کے جراثیم ضرورت سے کہیں زیادہ موجود ہوتے ہیں۔ بادشاہ خان ایک جرائم پیشہ شخص تھا دُنیا کے مختلف حصّوں میں وہ مختلف قسم کے کاروبار کیا کرتا تھا جو غیر قانونی ہوتے تھے۔ اس سلسلے میں باقاعدہ ایک گروپ تھا جس میں بہت سے ممالک شامل تھے لیکن ہم نے اس سے کوئی غرض نہ رکھی اور صرف بادشاہ خان کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے آمادہ کر لیا اور اس سلسلے میں اسے تنظیم کی طرف سے باقاعدہ تنخواہ اور مراعات دی جانے لگیں۔ بادشاہ خان کو ہم نے یہ تفصیل نہیں بتائی تھی کہ پہاڑوں میں ہمیں کیا کرنا ہے؟ لیکن ہم نے اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ پہاڑوں میں اس کا اقتدار قائم ہو جائے گا اور اس اقتدار کے حصول پر وہ بخوشی آمادہ تھا۔

کام جاری رہا لیکن ان لوگوں کی ایک وحشیانہ روایت ہمارے آڑے آئی اور انھی علاقوں کا ایک شخص جس کا نام، شیران تھا، بادشاہ خان کا مدِمقابل بن گیا اور بادشاہ خان راستے سے بھٹک گیا۔ ایک موقعے پر جب پہاڑوں کے تمام قبیلے خانہ جنگی کا شکار ہونے لگے تھے، ہم نے مداخلت کر کے... بادشاہ خان سے کہا کہ ہم تنظیم کے شانوں پر یہ ذمہ داری قبول کرتے ہوئے بادشاہ خان سے وعدہ کرتے ہیں کہ شیران کو اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ چنانچہ بنکاک میں مقیم، ایڈنا ڈمیل نامی تنظیم کی ایک اہم رُکن کو جو وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کی عہدیدار تھی شیران کے پیچھے لگا دیا گیا اور ایڈنا ڈمیل نے رپورٹ دی کہ شیران نوجوان بھی ہے اور بادشاہ خان سے کہیں زیادہ زیرک اور خونخوار بھی اور اس میں یہ کیفیت پائی جاتی ہے کہ پہاڑوں میں ہم اُسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کریں تو وہ بادشاہ خان سے زیادہ مؤثر ہوگا۔

چنانچہ شیران کی زندگی محفوظ رکھی گئی اس کے بعد واقعات چلتے رہے۔ ہندوستان میں مقیم مونی ماروین کو بھی اس سلسلے میں ملوث کر لیا گیا۔ شیران کی شخصیت بہت ہی ہولناک تھی۔ یہ دونوں عورتیں اس کے عشق میں گرفتار ہوگئیں اور بالآخر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ کچھ اور کردار بھی درمیان میں آئے جو ہمیں ڈسٹرب کرتے رہے اور بدقسمتی یہ رہی ہماری کہ ہم ان لوگوں کو آپس کی دُشمنیوں میں اُلجھنے سے باز نہ رکھ سکے۔ ان تمام کارروائیوں میں ہمیں جگہ جگہ نقائص کا احساس ہوتا رہا اور ہم انھیں دُور کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس وقت جب ہمارے آپریشن کا وقت آیا تو بادشاہ خان ہم سے منحرف ہوگیا اور اس نے پہاڑوں میں ہمارا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اس ضمن میں جنابِ والا، ایک شخص کا نام اور آتا ہے جو بنکاک کے نواح میں ایک علاقے کانگ مو کا رہنے والا ہے اور اس کا نام مارلینو ہے۔ ہم نے مارلینو کو ایک بڑی قوت سمجھ کر اس لیے اپنے ساتھ شامل کیا کہ وہ عجیب و غریب صلاحیتوں کا مالک تھا۔ مارلینو نے ان پہاڑوں میں داخل ہو کر اپنا کام بخوبی سنبھال لیا لیکن اس کے بعد ہم نہیں جانتے کہ مارلینو اس سلسلے میں آخری وقت میں کیوں ناکام ہوگیا۔ نتائج آپ کے سامنے ہیں۔ بادشاہ خان

منحرف ہوکر شاید ہمارے پروگرام کی تباہی کا باعث بنا حالانکہ آخری وقت میں ہم نے بے شمار اقدامات کیے لیکن ہمیں ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکا البتہ یہ میں آپ سے ضرور عرض کرنا چاہتا ہُوں کہ آخری لمحات میں کالی گھاٹی نامی علاقے میں جو سب کچھ ہُوا ہے وہ ہماری توقع کے بالکل خلاف ہے اور کوئی کردار ہمیں ایسا نظر نہیں آتا جس سے ہم یہ توقع کر سکیں کہ وہ اس کارروائی میں ملوّث ہوسکتا ہے۔ میں اپنی زندگی بچانے کے لیے نہیں جناب، بلکہ صرف تنظیم کے اطمینان کے لیے کہنا چاہتا ہُوں کہ اگر مجھے اس سلسلے میں کوئی سزا دی جانی چاہیے تو ضرور دی جائے اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ اس سزا کو کچھ عرصے کے لیے ملتوی کر دیا جائے لیکن میں یہ درخواست کرنا چاہتا ہُوں کہ... کالی گھاٹی میں ہونے والی تباہی کے بارے میں یہ تحقیقات ضرور کی جائیں کہ وہ کس طرح تباہ ہوئی؟ کہیں یوں تو نہیں کہ ہمارے اپنے آدمیوں کی کوئی غلطی رنگ لائی ہو؟ کوئی ایسا بڑا ذخیرہ جو بند کے پاس محفوظ کیا گیا ہو، پھٹ گیا ہو اور بند کا پانی بہہ نکلا ہو۔ اس کارروائی کی تحقیقات اگر ہو جائے تو وائی تھری ایٹ کو اس کی موت کے بعد ضرور معاف کر دیا جائے اور اس کی ایک یادگار بنا دی جائے جس پر گیارہ کراؤن بجے ہوئے ہوں کیونکہ پھر یہ اس کا حق بنتا ہے۔"

"نہیں وائی تھری ایٹ، اس کے باوجود بھی گیارہ کراؤن تمہارا حق نہیں بنتا۔" جنرل نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اس کے بارے میں پوچھنے کی جرأت کرسکتا ہُوں جناب؟" وائی تھری ایٹ نے کہا۔

"بارُود کا کوئی بڑا ذخیرہ اگر بند کے پاس موجود تھا اور تباہ ہُوا تو اس کا ذمّہ دار کون قرار پائے گا؟ جن لوگوں کو آپ نے اس اہم کام کے لیے مخصوص کیا ان میں بہترین تربیت یافتہ اور قابلِ اعتماد لوگوں کو شامل ہونا چاہیے تھا۔ اگر اس میں ایسے بیہودہ لوگوں کو شامل کر لیا گیا تو اس کی ذمّہ داری بھی مکمل طور پر آپ پر عائد ہوتی ہے مسٹر وائی تھری ایٹ۔" جنرل کا لہجہ بے رحمانہ تھا۔ وائی تھری ایٹ کے ہونٹ ایک لمحے کے لیے کھلے اور پھر بند ہو گئے پھر اُس نے گردن خم کر کے کہا۔

"ہاں، میں نے اس نکتے پر غور نہیں کیا تھا۔" چند منٹ کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی۔ جنرل سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر اس نے سرگوشیوں کے سے انداز میں اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے بقیہ تینوں جنرلوں سے مشورہ کرنا شروع کر دیا۔ باقی لوگ کچھ گھٹن سی محسوس کر رہے تھے۔ ان کے چہروں پر مختلف تاثرات تھے شاید ان میں سے کچھ وائی تھری ایٹ کے حق میں تھے اور کچھ اس کے خلاف لیکن فیصلے کے اختیارات ان چاروں ہی کو تھے جو آپس میں صلاح و مشورے کر رہے تھے۔ تب اس جنرل نے جو اب تک اس سلسلے میں گفتگو کرتا رہا تھا اپنا انگوٹھا اُٹھایا اور اسے ٹیڑھا کر دیا۔ چند ہی لمحات کے بعد دو آدمی اپنی جگہ سے اُٹھے اور باہر نکل گئے۔ جنرل پُرخیال انداز میں میز کی سطح بجاتا رہا پھر اس نے کہا۔

"مسٹر لوڈان، جن لوگوں کو اس سلسلے میں آپ نے براہِ راست ملوّث کیا تھا ان میں بظاہر تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے صرف ایڈنا ڈمپل اور مونی مارون ہی مصروفِ عمل رہی تھیں اس کے علاوہ کوئی اور شخصیت آپ کے ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں میں سے؟"

"نہیں جناب اور کسی شخصیت کو ان حالات کے بارے میں میں نے تفصیلات فراہم نہیں کیں۔ ایڈمنڈ گرنپ کو ہم نے جو ذمّہ داریاں سونپی تھیں وہ انھیں بخوبی انجام دے رہا ہے اور ابھی تک متعلقہ ملک کو اس سلسلے میں کسی کارروائی کی اطلاع نہیں ہونے دی گئی۔"

"چنانچہ یہ ثابت ہُوا کہ یہ تمام ذمّہ داریاں آپ سے تعلق رکھتی ہیں چنانچہ مسٹر لوڈان آپ کو اپنے فرائض سے غفلت اور پارٹی کے مفادات کو نقصان پہنچانے کے جرم میں موت کی سزا دی جاتی ہے اور اس سزا پر اسی وقت عملدرآمد ہوگا۔ ہم آپ کی قدیم خدمات کو مدِنگاہ رکھتے ہوئے آپ کے اہلِ خاندان کو ان واقعات سے لاتعلق رکھتے ہیں اور انھیں ہمارے وطن میں باعزّت طریقے سے زندگی گزارنے کی اجازت ہوگی۔ اس سے زیادہ کوئی رعایت آپ کے لیے روا نہیں رکھی جاسکتی۔"

وہ دونوں آدمی جو اُٹھ کر باہر گئے تھے اندر آ گئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس پر ایک پیالہ رکھا ہُوا تھا۔ پیالے میں سبز رنگ کا ایک سیّال موجود تھا۔ جنرل کے اشارے پر سیّال کا یہ پیالہ وائی تھری ایٹ کو پیش کر دیا گیا اور پھر جنرل نے حکم دیا۔

"اس میں زہر ہے۔ آپ اسے پی کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیں۔ یہی سزا ہمارے ہاں معزز ترین سزا تصور کی جاتی ہے۔"

وائی تھری ایٹ نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحات خامو[ش] کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے پیالہ اُٹھایا اور اسے ہونٹوں سے لگا چند لمحات کے اندر تمام سیّال اس کے بدن کے ا[ندر]

[...]ہا تھا۔ پیالہ ٹرے میں رکھنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ پیچھے [...]س نے فوجی انداز میں سلیوٹ کیا اور اس کے بعد وہ دیوار [...]گیا۔ پھر دیوار کے ساتھ ساتھ ہی پھسلتا ہُوا وہ نیچے آ گرا تھا [...]ز اد میز سے اُٹھے اور اس کی لاش کو اُٹھا کر وہاں سے لے [...]ب جنرل نے اُنگلی اُٹھا کر کہا۔

"آپ لوگ جا سکتے ہیں۔" یہ وہ لوگ تھے جو وائی تھری ایٹ [...]رکنان کی حیثیت سے اعلیٰ عہدوں پر کام کر رہے تھے۔ ان [...]ے ہر شخص کا چہرہ زرد تھا لیکن اپنی رہائی کی اطلاع پا کر [...]ے عضلات میں نمایاں تبدیلی رونما ہوئی اور وہ برق رفتاری [...]ہر نکل گئے۔

[...]اس کارروائی کو نہایت سکون سے سرانجام دیا گیا تھا اور [...]کےبعد جنرل نے کہا۔ "اب ہم نئے سرے سے اس سلسلے [...]ات کا جائزہ لیں گے مثلاً یہ کہ کیا ایک اہم مقصد کو چند [...]لوگوں کی گھٹیا کارروائی کے نتیجے میں نظر انداز کر دیا جائے۔ [...]بول پر ہمارا تسلط ہمارے اعلیٰ حکّام کی دلی خواہش ہے [...]ے ہمارے ملک کے بے شمار مفادات وابستہ ہیں۔ میں [...]ے عرض کرتا ہُوں کہ محکمۂ داخلہ کی طرف سے مجھے مکمل [...]ت دیے گئے ہیں کہ اس سلسلے میں کوئی مناسب فیصلہ [...]ائے اور آپ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس فیصلے کرنے [...]ہ زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ اس نشست میں مجھے یہ کارروائی [...]م دے لینی ہے۔ میں چاہتا ہُوں کہ کچھ لوگ اپنے طور پر [...]ہ داری کو قبول کریں اور اسے از سرِ نو سر انجام دیں۔ [...]اہیے، ویسے تو مجھے ہدایات ملی ہیں کہ اپنے طور پر اُس [...]تقرر کر سکتا ہُوں جو اس سلسلے میں مصروفِ عمل ہوگا لیکن [...]ا وجود تمام معزز اراکین سے درخواست کرتا ہُوں کہ مجھے [...]ات پیش کریں لیکن وہ یہ سوچ لیں کہ جو ذمّہ داری وہ [...]یں گے اس کی انجام دہی لازمی ہوگی اور اگر اس کارروائی [...] ناکامی ہوئی تو انھیں اس کا ذمّہ دار بننا پڑے گا اور [...]ہ دار شخص کا نتیجہ آپ لوگ دیکھ چکے ہیں چنانچہ سوچ سمجھ [...]رتے ہوئے اپنا نام مجھے پیش کیجیے۔ اس سلسلے میں میں [...]ا کر دوں کہ اس ذمّہ داری کو قبول کرنے کے بعد آپ [...]ہوگا کہ آپ اپنی پسند کے لوگوں کا انتخاب کریں اور جس [...]آپ چاہیں اپنی اس کارروائی کو شروع کر دیں۔ وہ لوگ [...]اتھ دینے کے پابند ہوں گے۔ آپ جو پلاننگ کریں [...]لما اگر آپ چاہیں تو کسی باقاعدہ ڈیپارٹمنٹ کو شریک کر سکتے ہیں اور اگر آپ نہ چاہیں تو اس پر کوئی تعرّض نہیں کیا جائے گا۔ برائے کرم اپنا نام پیش کیجیے۔"

پورے ہال میں سنسنی سی پھیل گئی تھی۔ ہر شخص ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہا تھا پھر اس شخص کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک جنرل نے کہا۔ "میرا خیال ہے میں سب سے پہلے اس کام کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہُوں۔"

"شکریہ جنرل، اس کے علاوہ اور کوئی شخص؟"

"ہم میں سے ہر شخص اگر کوئی ذمّہ داری ہم پر ڈالی جائے تو پورا کرنے کے لیے دل و جان سے تیار ہے لیکن ہماری صلاحیتوں کو پرکھ لیا جائے، اگر ہمیں اس قابل سمجھا جائے تو یہ ذمّہ داری ہمیں سونپی جائے ورنہ ہمیں کسی بھی شخص کی ماتحتی میں دے کر ہم سے کام لیا جائے۔" ایک اور شخص نے جو ان سے الگ کا آدمی تھا کہا۔

"بہت درست کہا آپ نے، کیوں جنرل، کیا آپ اس سلسلے میں کوئی بہتر پروگرام رکھتے ہیں؟"

"نہیں، میں چاہتا ہُوں کہ اس بارے میں اپنی تجاویز حکومت کو پیش کروں اور اس کے بعد کارروائی کا آغاز کروں لیکن حکومت کی منظوری لیے بغیر نہیں۔"

"نہیں جنرل، اس کی گنجائش نہیں ہے میں وقت ضائع کیے بغیر عرض کرنا چاہتا ہُوں کہ اپنے طور پر میں نے اب یہ ذمّہ داری اپنے شانوں پر رکھنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر دوبارہ ہماری یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی تو تیسری بار ہمارے لیے اس کے امکانات نہیں رہیں گے۔ میں چاہتا ہُوں کہ آپ تینوں اس سلسلے میں ہمارا ساتھ دیں اور یہاں موجود لوگوں میں سے ہم اپنے ساتھیوں کا انتخاب کر لیں۔" تینوں جنرلوں نے خوش ہو کر کہا۔

"اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے۔ جناب ہم اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں۔"

"اور ہم بھی۔"

"ہم بھی۔"

"ہم بھی۔" چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں۔ ان میں سے ایسا کوئی نہیں تھا جس نے اس سے انحراف کیا ہو۔

"تمام تر کارروائی میری توقع کے مطابق ہوئی ہے۔ وائی تھری ایٹ کو سزا دینا پارٹی کا قانون ہے چنانچہ اس کی زندگی نہیں بخشی جاسکتی تھی۔ میں یہاں پر اس جگہ یہ اعلان کرتا ہُوں کہ آپ میں سے جو شخص میرے ساتھ شامل ہوگا، اس کے شانوں پر جو ذمّہ داری رکھی جائے گی۔ اس کے لیے وہ مکمل اختیارات حاصل

کر سکے گا لیکن اُسے وہ ذمہ داری اپنی زندگی کی قیمت پر پوری کرنا ہو گی اگر وہ اس میں ناکام رہا تو اس کے لیے اسی وقت موت کی سزا تجویز کی جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی بھی اپنے طور پر اس آپریشن کی ذمہ داری رکھتا ہے۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ جو کام آپ کو سونپا جائے آپ اس کی رُوح کو اچھی طرح سمجھ لیجیے۔ اس کے لیے پلاننگ کیجیے اور اس پلاننگ پر عمل کر کے اس کام کو اختتام تک پہنچا دیجیے۔ آپ کی ذمہ داری اس وقت کے بعد سے ختم ہو جاتی ہے خواہ آپریشن کے لیے کتنا ہی طویل وقت درکار ہو۔

جو کام آپ کو دیا جائے گا اس کے لیے آپ اس بات کے مجاز ہوں گے کہ اپنی لائن آف ایکشن میں تبدیلیاں کر سکیں صرف مقصد کی تکمیل ہماری طلب ہو گی۔"

"ایک سوال جناب!" ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"اس وقت آپ کے تمام سوالات کے جواب دے کر مجھے خوشی ہو گی۔" جنرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر ہماری مخلصانہ کوششوں کے باوجود ہماری کارکردگی میں کوئی سقم رہ جائے تو کیا آپ سے مشورہ لیا جا سکتا ہے؟"

"نہیں۔" جنرل نے ماتحتوں سے کہا۔

"لیکن جناب، اگر ہم. . ." اس شخص نے اُترے ہوئے چہرے کے ساتھ کہا۔ جنرل نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

"میں دوسری بار ناکامی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ جس شخص کو جو کام کرنا ہے وہ اس کی ذمہ داری ہو گی۔ میں یہ کام ابتدائی اسکول کے بچّوں کو نہیں بلکہ آپ لوگوں کو سونپ رہا ہوں۔ آپ جو بہترین تربیت یافتہ ہیں۔ آپ جو دُنیا میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ آپ کام کی رُوح سمجھ لیں، اس کا مقصد سمجھ لیں اور اس کے بعد اس کی تکمیل آپ کے لیے سب سے مقدم ہو گی۔ یہی طریق کار ہمیں کامیاب کر سکتا ہے اور اسی میں ہماری کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ یہ بے حد ضروری ہے۔ میں مختلف لوگوں کو مختلف عہدے تقسیم کروں گا اور وہ جو وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے زیرِ تحت کام کر رہے ہیں، براہ راست میرے چارج میں ہوں گے۔ انھیں اس امر کی اطلاع آپ ہی لوگوں کے ذریعے فراہم کی جائے گی۔ اب میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کون ہے، جو میرے اس مقصد سے انحراف کرتا ہے یا میری اس تجویز کی مخالفت کرتا ہے۔ میں اس مخالفت کو تعمیری حیثیت دے کر خوشی قبول کروں گا۔ چونکہ آپ میں سے ہر شخص تنظیم اور پارٹی کے اُن وفاداروں میں سے ہے جن پر کبھی کوئی شک نہیں کیا [illegible]

"جنرل، ہم سب کو آپ پر اعتماد ہے۔ آپ کا ماضی اور [illegible] کی کارکردگی اس بات کا مظہر ہے کہ آپ جو کچھ بھی کریں گے [illegible] میں مکمّل ذہانت اور پارٹی کا مفاد وابستہ ہو گا۔ اس لیے شاید [illegible] میں سے کوئی ایسا شخص ہو جو آپ کے ساتھ کام کرنے سے گریزا [illegible]

"آپ میں سے ایک ایک شخص اپنے نام کے ساتھ [illegible] بارے میں مجھے یقین دلائے۔" جنرل نے کہا اور فوراً ہی یہ کار [illegible] شروع ہو گئی۔ یہاں جو لوگ بھی موجود تھے، ان سب نے کھڑ [illegible] ہو ہو کر اس نئے سربراہ سے وفاداری کا اعلان کیا۔ یہاں تک تینوں جنرلوں نے بھی جو اس شخص کے ساتھ آئے تھے۔

تمام لوگ بیٹھ گئے اور اس کے بعد جنرل نے ایک [illegible] نکال کر اس پر ان لوگوں کے دستخط لیے یہ گویا اس نئی پارٹی [illegible] تشکیل تھی جسے اب اس سلسلے میں تمام کام کرنے تھے۔ بعد [illegible] جنرل انھیں اپنے منصوبوں سے آگاہ کرتا رہا۔

اس نے ان میں سے چند لوگوں کو ان کی ذمہ داریاں [illegible] مثلاً ایک شخص کو اس نے اس بات پر متعین کیا کہ وہ نوجوا [illegible] کالی گھاٹی کے پہاڑی علاقوں میں زخمی حالت میں ملا ہے [illegible] ہے؟ اس کے بارے میں مکمّل رپورٹ درکار ہے اور ا [illegible] صحت ایک لازمی امر ہے۔ جس شخص کو یہ ذمہ داری سونپ [illegible] تھی، اُس نے گردن خم کر کے اپنی ذمہ داریاں پوری کر [illegible] کیا اور اس کے بعد یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔

★★

ٹرک کو برق رفتاری سے دوڑاتے ہوئے نعمان [illegible] اب خاصی بہتر حالت میں نظر آ رہا تھا کیونکہ فیول میٹر ایک [illegible] تک ساتھ دینے کی نشاندہی کر رہا تھا۔ لباس کے مسئلے میں [illegible] تک کچھ نہیں کر سکا تھا لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہیں [illegible] وہ اپنی دھن میں مگن چلا جا رہا تھا۔ رہ رہ کر اُسے نینسی [illegible] خیال آ جاتا تھا۔ عجیب لڑکی تھی ذہن کو چھوتی ہوئی گزر جا [illegible] اور اس کے خیال کو ذہن سے نکالا نہیں جا سکتا تھا۔ ملاقا [illegible] تھی لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ طویل عرصے سے دوسرے کو جانتے ہوں۔

نعمان خان کو دُنیا کی ہر چیز سے زیادہ اپنا مشن [illegible] اگر نینسی کوین اس کے ساتھ ہوتی تو اُسے اپنے سلسلے [illegible] زیادہ آسانی ہو جاتی۔

پہلی رات اُسے ایک ایسے علاقے میں ہوئی جہاں [illegible] رے چھدرے درخت چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے [illegible] ن آبادی کا کوئی پتا نہیں تھا۔ پتا نہیں کون سے راستے پر نکل [illegible] تھا؟ ورنہ یہ علاقے اتنے غیر آباد بھی نہیں تھے۔ پگڈنڈیاں اِدھر [illegible] بکھری ہوئی تھیں اور یہ یقین کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ کون سی [illegible] نڈی اسے کس منزل تک پہنچا دے گی۔ جس سڑک کا ان لوگوں [illegible] ذکر کیا تھا وہ اتنے طویل سفر کے باوجود نظر نہیں آئی تھی۔

[illegible] رات یہاں گزارنے کے بعد ہی وہ دوسری صبح آگے کے سفر [illegible] غاز کرنا چاہتا تھا۔ ٹرک کے عقبی حصّے میں آ کر وہ اطمینان سے [illegible] لیٹ گیا۔ اگنیشن سے چابی نکال کر اس نے اپنے اندرونی لباس [illegible] محفوظ کر لی تھی۔ پہلی بار اس کی توجہ ٹرک میں رکھے ہوئے [illegible] مختصر سے سامان کی طرف مبذول ہوئی جو پہلے بھی اس نے [illegible] پر دیکھا تھا لیکن اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ اس وقت اس [illegible] ان کی تلاشی لینے کا مطلب یہ تھا کہ ممکن ہے اس میں کھانے [illegible] کی کچھ چیزیں دستیاب ہو جائیں۔

لکڑی کی دو بڑی بڑی پیٹیاں تھیں جن میں کیلیں جڑی ہوئی [illegible] ں۔ کینوس کے دو تھیلے تھے۔ اس نے پہلے تھیلوں کو کھولا۔ [illegible] تھیلوں میں سے مقامی لباس کے علاوہ کچھ اور چیزیں مثلاً سگریٹ [illegible] پیکٹ وغیرہ دستیاب ہوئے لیکن یہ پیکٹ غیر ملکی تھے... [illegible] ن خان کو تعجب ہُوا۔ اُسے وہ لوگ یاد آئے جو اس ٹرک [illegible] ر کر رہے تھے اور جو شکل سے ایسے نہیں معلوم ہوتے تھے [illegible] وہ غیر ملکی سگریٹ پیتے ہُوں۔ تب نعمان خان کے ذہن میں [illegible] ک خیال اُبھرا۔

اور دوسرے لمحے وہ ان لکڑیوں کی پیٹیوں کی جانب [illegible] ہو گیا۔ اس نے کوشش کر کے پیٹیوں کے تختے تھوڑے [illegible] اُٹھائے اور اندر رکھی چیزوں کو دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے اس [illegible] کھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

پیٹیوں میں رکھے ہوئے پیکٹوں میں چرس اور کچّی افیون [illegible] ہوئی تھی۔ "اسمگلر. . ." اُس کے ذہن نے نعرہ لگایا۔ مزید [illegible] ک صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔ اگر اس حیثیت میں رینجرز [illegible] اُسے پکڑ لیا تو ایک نئی مصیبت کا شکار ہو جائے گا۔ پھر کیا [illegible] جائے؟ کیا اس ٹرک سے چھٹکارا ہی حاصل کر لیا جائے یا [illegible] پیٹیاں ہی اُتار کر یہاں پھینک دی جائیں۔ ظاہر ہے اسے [illegible] نگ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ سوچتا رہا اور کافی دیر [illegible] ئی۔ بالآخر اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ صبح کو روانگی سے پہلے ان پیٹیوں کو یہیں کہیں پھینک دے گا اور اس کے بعد آگے بڑھے گا۔ اسمگلنگ کی لعنت سے اُسے شدید نفرت تھی۔

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا رات کا شاید دوسرا پہر تھا جب دفعتاً سوتے سوتے اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اسے اپنے اطراف میں آہٹیں محسوس ہوئی تھیں۔ دوسرے لمحے اُس نے پھرتی سے رائفل اُٹھالی اور ٹرک کے پچھلے حصّے میں آ گیا۔

لیکن یہ دیکھ کر وہ چونک پڑا کہ آنے والے اس کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ ان کی تعداد آٹھ، دس کے قریب تھی۔ تیز روشنی نعمان خان پر پڑی تو نعمان خان نے دہاڑ کر کہا۔

"خبردار، تم لوگ اپنے ہاتھ بلند کر لو ورنہ ایک ایک کو بھون کر رکھ دوں گا۔"

"بلیک ایگلز۔" آگے آنے والے ایک شخص نے مدھم لہجے میں کہا۔

"میں کہتا ہُوں. . ."

"تم بہرے ہو؟ میں تمھیں کوڈ بتا رہا ہُوں، بلیک ایگلز۔"

نعمان خان ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا اور دوسرے لمحے اُس کے ذہن نے کچھ فیصلے کیے۔ بلیک ایگلز کا مطلب کیا ہے؟ گویا وہ اپنا کوڈ دہرا رہے ہیں اور پھر اس کے ذہن میں چرس اور افیون کی پیٹیاں آ گئیں گویا یہ ان لوگوں میں سے ہو سکتے ہیں جو اس ٹرک میں سفر کرنے والوں سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ اگر نعمان خان ان سے بھڑنے کی کوشش کرے تو اوّل تو یہ کوشش بے مقصد ہو گی اور دوسرے یہ کہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ وہ اطراف میں پھیل کر نعمان خان کو مصیبتوں میں گرفتار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اور رائفل جھکا دی۔

"غالباً تم سو رہے تھے؟" ٹرک پر چڑھنے والے سب سے پہلے آدمی نے کہا۔

"ہاں، میں مسلسل سفر سے تھک گیا تھا۔"

"لیکن تمھارے دوسرے ساتھی. . .؟"

"وہ گدھے میرے ساتھ نہیں آئے۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"یہ انوکھی بات ہے حالانکہ اس سفر کے لیے کسی تنہا آدمی کی موجودگی مناسب نہیں تھی۔" آنے والے نے کہا اور پھر ٹارچ کی روشنی پیٹیوں پر ڈال کر کہا۔

"مال لے آئے؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے چیک کراؤ" اس شخص نے کہا اور نعمان خان خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ اُس نے پیٹی کا تختہ ہٹا دیا تھا۔ تین، چار آدمی ٹرک پر چڑھ آئے اور پھر اس نے کہا۔

"لیکن تم یہاں کیوں رُک گئے تھے؟"

"میں نے کہا نا تھک گیا تھا۔ صبح کے جھٹپٹے میں دوبارہ سفر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا"

"تمھیں ویسے ہی پروگرام سے کافی دیر ہو چکی ہے۔ کیا تمھیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ دیر نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے"

"میرا قصور نہیں ہے۔ ان بے وقوفوں نے شراب پی لی تھی اور اس کے بعد اس طرح غل غپاڑہ مچایا اور آپس میں لڑ پڑے کہ دونوں ہی شدید زخمی ہو گئے۔ مجبوراً میں نے انھیں واپس بھجوا دیا"

"کس طرح واپس گئے وہ لوگ؟"

"ہمارے ساتھ ایک موٹر سائیکل بھی تھی"، نعمان خان نے ہوشیاری سے جواب دیا۔ اُسے صورتِ حال کا کافی حد تک اندازہ ہو چکا تھا۔ ویسے بھی پڑھا لکھا آدمی تھا اور دوسرے قبائلیوں کی طرح سیدھا سادہ نہیں تھا بلکہ یورپ میں اور دُنیا کے دوسرے ممالک میں اس نے اسمگلنگ کا طریقۂ کار دیکھا تھا۔ اُسے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ کم از کم یہ لوگ ان لوگوں سے واقف نہیں ہیں۔ یقیناً اسمگلروں کا کوئی گروہ ہے جو بلیک ایگلز کے نام سے مشہور ہے اور منشیات کی تجارت کرتا ہے لیکن اس وقت ان چکروں میں پڑنا نعمان خان کے لیے بالکل ممکن نہیں تھا۔ وہ صرف ان لوگوں سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ منشیات کی دوسری پیٹی بھی چیک کی گئی اور انھوں نے پیکٹ نکال کر ٹرک میں ڈھیر کرنا شروع کر دیے۔ اس کے بعد کئی پیکٹ کھولے گئے اور سب سے آگے والے نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی پھر بولا۔

"ٹھیک ہے مال نہایت مناسب ہے۔ یہ رقم قبول کرو"

اس نے ایک بریف کیس نعمان خان کی طرف بڑھا دیا۔۔۔ جسے نعمان خان نے متحیرانہ انداز میں اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے وہ لوگ اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ پائے تھے ورنہ یقیناً انھیں شبہ ہو جاتا۔

"اب تمھارا کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ نہیں۔ کسی آرام دہ جگہ قیام کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد روانہ ہو جاؤں گا" نعمان خان نے اندھیرے میں تیر پھینکا۔

"تو پھر ان لوگوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ یہ تمھیں شہر میں اُتار دیں گے۔ اس کے بعد سارے حالات کو کنٹرول کرنا تمہاری اپنی ذمّہ داری ہو گی" اس شخص نے کہا۔ نعمان خان کو یہ لمحات بڑے غنیمت محسوس ہوئے۔

پھر وہ شخص نعمان خان کے حُلیے کو دیکھتا ہوا بولا "کیا اس حُلیے میں تم شہر جاؤ گے؟ یہ حُلیہ کیا بنا رکھا ہے تم نے؟"

"میں نے تمھیں بتایا تھا نا کہ وہ دونوں شرابی جنھیں ان کی اس حرکت کی بدترین سزا ملنے والی ہے آپس میں لڑ پڑے تھے میں بھی ان کی حماقتوں کا شکار ہو گیا"

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ یہ تو واقعی مناسب نہیں ہے۔ ٹھہرو تمھارے لیے لباس کا بندوبست کرتا ہوں" اس نے کہا اور ٹرک سے نیچے اُتر آیا۔ وہ اپنے آدمیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ ایسی جسامت کے شخص نے جو نعمان خان سے پوری طرح مطابقت رکھتا تھا اپنا لباس نعمان خان کو دے دیا اور نعمان خان نے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کر کے اس کا لباس قبول کر لیا۔

جو ضروری چیزیں اُس کے اپنے لباس میں تھیں اس نے اس دوسرے لباس میں محفوظ کر لی تھیں۔ تقدیر اس پر مہربان تھی، یہ صورتِ حال تو اس کے لیے بہت تسلی بخش تھی چنانچہ اس نے ان کا شکریہ ادا کیا اور بریف کیس لے کر ٹرک سے نیچے اُتر آیا۔

نیچے دو جیپیں کھڑی ہوئی تھیں۔ انھی جیپوں میں یہ آئے تھے۔ ایک جیپ میں تین آدمی اس کے ساتھ بیٹھ گئے اس کے بعد جیپ اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ نعمان خان پُرسکون تھا۔ اس نے بریف کیس اپنے گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا۔ پتا نہیں بریف کیس میں کتنی رقم تھی۔ راستے میں اس کے ایک ساتھی نے اس سے کہا۔

"تم نے رقم چیک نہیں کی؟"

"کیوں؟ کیا بلیک ایگلز ناقابلِ [illegible] ہیں۔"

نعمان خان بھاری لہجے میں بولا۔

"نہیں، یہ بات نہیں۔ ہمارے [illegible] ہمارے درمیان انتہائی ایماندارانہ طور پر انجام پا[illegible] [illegible]ین دوست کسی ہم کے بارے میں کوئی صحیح بات [illegible] ہی جا سکتی"۔

"مجھے تم لوگوں پر مکمل اعتماد ہے" نعمان خان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے یہ بتاؤ شہر میں کسی خاص جگہ جاؤ گے؟"

"اس کا فیصلہ شہر پہنچ کر ہی کروں گا"، نعمان خان نے جواب دیا۔

جیپ برق رفتاری سے ایک مختلف سمت دوڑ رہی تھی۔ نعمان خان کو خوشی ہوئی کیونکہ وہ جو سمت اختیار کر چکا تھا اور جس پر وہ ٹرک کو مزید آگے بڑھا لے جانا چاہتا تھا وہ اس طرف نہیں جاتی تھی بلکہ وہ ایک مختلف سمت تھی بلکہ نہ جانے نعمان خان کب تک ان جنگلوں اور پہاڑوں میں بھٹکتا رہتا اگر یہ لوگ نہ مل جاتے۔

تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد جیپ ایک پختہ سڑک پر پہنچ گئی اور نعمان خان نے سکون کی سانس لی۔ شاید وہ اس پگڈنڈی پر راستہ بھول گیا تھا اور راستے پر جو پگڈنڈیاں منتشر ہوتی تھیں ان میں سے کوئی ایک پگڈنڈی اس سمت آتی تھی جدھر سے شہر جانے کا راستہ تھا اور جو راستہ ٹرک والوں نے اُسے بتایا تھا لیکن نعمان خان کو اس بات پر تعجب تھا کہ وہ لوگ اس کے نزدیک کیسے پہنچ گئے لیکن ہے اسی پوائنٹ پر انھوں نے اسمگلروں سے ملاقات کا پروگرام بنایا ہو؟

جو کچھ بھی ہُوا تھا نعمان خان کو کم از کم اپنے طور پر بڑی مدد مل گئی تھی۔ مزید دو گھنٹے سفر کرنے کے بعد وہ شہری حدود میں داخل ہو گئے۔ صبح کا جھٹپٹا نمودار ہو چکا تھا اور آبادیوں کے اطراف میں پھیلے ہوئے کھیتوں میں کسانوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ پھر شہر کی آبادی کی پہلی عمارت کے قریب ان لوگوں نے جیپ روک دی اور ڈرائیو کرنے والے نے مُڑ کر نعمان خان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"آپ کو کسی مخصوص مقام پر چھوڑا جائے جناب!"

"ہاں، ایسی جگہ جہاں سے مجھے ٹیکسی مل سکے"، نعمان خان نے جواب دیا۔

"اس شہر میں اجنبی ہو؟"

"ہاں پہلی بار یہاں آیا ہُوں" نعمان خان نے جواب دیا اور اس شخص نے گردن ہلا دی ان لوگوں کو نعمان خان پر کوئی خاص شک نہیں ہو سکا تھا جس کا نتیجہ یہی اخذ کیا جا سکتا تھا کہ یہ کام کرنے والے بالکل اجنبی لوگ ہُوا کرتے تھے اور اس بات کو قابلِ حیرت نہیں سمجھا جاتا تھا۔

پتا نہیں کون لوگ تھے اور نہ جانے کہاں سے یہ چکر چلائے ہوئے تھے۔ نعمان خان اس سلسلے میں سوچتا لیکن اپنے ذہن کو تھکا دیتا اس وقت ان معاملات میں پڑنے کا موقع نہیں تھا۔

ایک بھری پُری سڑک پر جس پر ابھی پوری طرح زندگی بحال نہیں ہوئی تھی نعمان خان نے جیپ رکوائی اور نیچے اُتر آیا۔ ان تینوں نے اس سے گرمجوشی سے مصافحہ کیا تھا نعمان خان نے مُسکراتے ہوئے انھیں الوداع کہا اور جیپ ایک طرف بڑھ گئی۔ وہ اپنی جگہ کھڑا اِدھر اُدھر دیکھتا رہا تھا۔ پھر وہ ایک سمت اختیار کر کے چل پڑا۔ وہ اس شہر کے نام کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان لوگوں سے بھی یہ بات پوچھ سکتا تھا لیکن اتنا زیادہ آگے بڑھنا اس نے مناسب نہیں سمجھا۔ کم از کم منشیات کے اسمگلر کو یہ بات تو معلوم ہونی ہی چاہیے تھی کہ ان اطراف میں سب سے پہلے کون سا بڑا شہر مل سکتا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس کی جانب سے مشکوک ہو سکتے تھے۔ تھوڑی دُور چلنے کے بعد ایک دُکان کے سائن بورڈ پر اُسے اس شہر کا نام بھی نظر آگیا اور نعمان خان کا دِل مسرّت سے دھڑکنے لگا۔ وہ اپنی منزل پر پہنچ گیا تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ جن مصائب سے گزرنے کے بعد وہ یہاں تک آیا تھا انھوں نے اس کے پاس ایک پھُوٹی کوڑی بھی نہ چھوڑی تھی۔ سب کچھ راستے کی نذر ہو گیا تھا۔ چنانچہ ان حالات میں اس شہر پہنچنے کے بعد اُسے جو مشکلات درپیش آ سکتی تھیں اُن میں سب سے بڑی مشکل کرنسی کی غیر موجودگی تھی لیکن کرنسی یقیناً اس بیگ میں کافی رقم موجود ہو گی۔

نعمان خان کسی ٹیکسی کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد اسے ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی مل گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور چادر اوڑھے اسٹیرنگ پر بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا۔ اشارے پر اس کے قریب رُک گیا اور نعمان خان پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اس نے مقامی زبان میں کسی عمدہ سے ہوٹل چلنے کے لیے کہا اور تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک شاندار ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔

ہوٹل کی عمارت دیکھ کر نعمان خان کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنی طرز کا بہترین ہوٹل ہے لیکن اس کا لباس اتنا عمدہ نہیں تھا کہ اس جیسے ہوٹل میں قیام کیا جا سکے۔ مزید اور کوئی کارروائی اس وقت ممکن نہیں تھی چونکہ صبح ہی صبح دُکانیں بھی نہیں کھُلی تھیں اور نعمان خان بازاروں کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا تھا۔

جیسے تیسے بھی ہو سکا وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ مقامی آدمی ہی کاؤنٹر پر موجود تھا۔ نعمان خان نے اس سے انگریزی زبان میں ایک کمرا طلب کیا۔ اس کا لباس اور حُلیہ دیکھ کر تو کوئی بھی اسے معمولی آدمی سمجھ سکتا تھا لیکن اس کے لہجے کی شُستگی نے کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص کو مؤدب کر دیا اور ابتدائی کارروائیوں کے بعد کمرا اسے فراہم کر دیا گیا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر نعمان خان نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ بریف کیس

کھول کر اس میں موجود کرنسی دیکھی۔ نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر اس نے ایک گہری سانس لی تھی۔ یقیناً اتنی ہی رقم اس کے تصور میں تھی اور یہ رقم اس کی ضروریات سے ہزاروں گنا زیادہ تھی۔

اس نے نوٹوں کی ان گڈیوں کو بریف کیس سے نکال کر ایک اور جگہ منتقل کر دیا تاکہ کسی قسم کا کوئی خدشہ باقی نہ رہے۔ اس کے بعد اس نے ناشتا طلب کیا۔ ناشتا کرتے ہوئے وہ اپنے پروگرام کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ یہاں زیادہ وقت رُکنا خطرناک ہو سکتا ہے چنانچہ اسے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان اسمگلروں کو کب تک اپنی غلط فہمی کا علم ہو جائے گا اور اس کے بعد وہ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ بہترین طریقہ یہ تھا کہ نعمان خان پہلی فرصت میں یہ جگہ چھوڑ کر یہاں سے نکل جائے۔

البتہ اس کے لیے تھوڑی بہت تیاریاں کرنا ضروری تھیں چنانچہ وہ تقریباً ساڑھے دس گیارہ بجے تک بیٹھا اسی طرح وقت کا انتظار کرتا رہا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اب مقامی بازار وغیرہ کھل چکے ہوں گے تو وہ ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے اپنے قیام کی ادائیگی کی لیکن اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ ہوٹل چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اس طرح اس کی شکل کاؤنٹر کلرک کی نگاہوں میں محفوظ ہو سکتی تھی۔ تھوڑی سی دیر کے لیے قیام کسی بھی شخص کو چونکا سکتا تھا۔ اس نے کمرا حاصل کرتے وقت کاؤنٹر کلرک سے کہا تھا کہ اُوپر جا کر وہ ایڈوانس رقم بھجوا دے گا۔

لیکن اس وقت تک اس سے کسی نے رقم طلب نہیں کی تھی۔ جب اس نے خود ہی رقم طلب کی تو کاؤنٹر کلرک نے مطمئن انداز میں گردن ہلا کر رجسٹر میں اندراج کر دیا اور نعمان خان باہر نکل آیا۔

اب رقم اس کی جیبوں میں محفوظ تھی۔ سب سے پہلے اس نے ایک ٹیکسی روک کر کسی عمدہ سے بازار چلنے کے لیے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ جس بازار میں اُترا اُسے دیکھ کر اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی تھی۔ یہاں اس کے مطلب کی چیزیں مل سکتی تھیں۔ ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس اور ایک پتلا سا بریف کیس خریدنے کے بعد اس نے دوسرے اسٹور سے اپنے لیے لباس خریدے۔ یہ تمام تیاریاں کرنے کے بعد اسے کسی ہیئر ڈریسنگ سیلون کی تلاش تھی اور اسی سڑک پر تھوڑی دُور چلنے کے بعد اسے ایک سیلون نظر آ گیا۔ وہ اندر داخل ہو گیا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے بال ترشوا کر چہرے پر اُگ آنے والی داڑھی صاف کرائی۔ اس کے بعد باتھ روم میں جا کر گرم پانی کا غسل کیا اور اس غسل نے گویا اس میں ایک نئی زندگی پھونک دی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ سیلون سے برآمد ہُوا تو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا جو شخص ابھی تھوڑی دیر قبل اندر داخل ہُوا تھا وہی واپس آیا ہے۔ لباس کی بہترین تراش گویا اس کے جسم کو سامنے رکھ کر کی گئی تھی۔ بے داغ قمیص اور بیش قیمت ٹائی، ہاتھ میں بریف کیس لیے ہوئے وہ سیلون کے بیرونی حصے میں آیا۔ ادائیگی کر کے وہیں کے ایک ملازم سے ٹیکسی منگوائی اور اسی ملازم سے اپنا اٹیچی کیس ٹیکسی میں رکھوا کر اسٹیشن چل پڑا۔

جب وقت ضائع نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو اب یہاں رُکنا کیا معنی رکھتا تھا۔ اسٹیشن پر رُکنے کے بعد وہ ٹرینوں کی آمد و رفت کا ٹائم ٹیبل دیکھنے لگا۔ اب سے ایک گھنٹے بعد ایک ٹرین یہاں سے دارالحکومت کے لیے روانہ ہونے والی تھی۔ نعمان خان کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کی پریشانیوں کے دِن ختم ہو گئے ہیں اور اب وہ اپنی منزل پر پہنچنے ہی والا ہے حالانکہ اس کے ذہن میں کوئی خاص... منصوبہ بندی نہیں تھی کہ کس طرح وہ اپنا مقصد حل کر سکے گا لیکن منزل تک پہنچ جانے کا تصور ہی اس کے لیے انتہائی خوشگوار تھا۔

مطلوبہ ٹرین پہنچی تو وہ ٹکٹ خرید کر اس کے ایک فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں جا بیٹھا۔ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ میں چند ہی لوگ تھے اور کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ نعمان خان اطمینان سے ایک سیٹ پر دراز ہو گیا۔ اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ بڑے عجیب سے احساسات کا شکار ہو گیا تھا وہ۔

نہ جانے کتنی دیر اس سفر میں گزر گئی۔ ٹرین اب ویران جنگلوں میں دوڑ رہی تھی۔ دفعتاً کسی نے اس کے قریب آ کر کہا۔

"معاف کیجیے گا، میں آپ کو ڈسٹرب کرتے ہوئے شرمندہ ہُوں۔" نعمان خان نے نگاہیں اُٹھائیں اور بُری طرح چونک پڑا۔ ایک لمحے کے لیے اس کے اعصاب جھنجھنا کر رہ گئے تھے۔ لہجہ اور آواز پر تو اس نے غور نہیں کیا تھا لیکن یہ چہرہ... یہ چہرہ۔ وہ سبز رنگ کے اسکرٹ اور سفید بلاؤز میں ملبوس تھی۔ بال نہایت عمدگی سے تراشے گئے تھے۔ آنکھوں پر سُنہری فریم کی عینک لگی ہوئی تھی۔ لڑکی نے شاید اس کی کیفیت پر توجہ نہیں دی تھی لیکن نعمان خان اُسے اچھی طرح پہچان چکا تھا۔ وہ نینسی کوین ہی تھی۔

"اگر اجازت ہو تو بیٹھ جاؤں۔" وہ بولی اور نعمان خان نے اُسے اشارے سے بیٹھنے کے لیے کہا۔

"میرا نام پیٹریشیا قائبر ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"جی فرمایئے! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہُوں؟"

"آپ نے شاید کمپارٹمنٹ کے ماحول پر نگاہ نہیں دوڑائی۔ ذرا دیکھیے، ان صاحب کو دیکھیے موٹی سی توند، شلوار قمیص اور بڑی بڑی مونچھیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ مسلسل سو رہے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے ہلتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے عالم خواب میں کسی گھوڑے پر سواری کر رہے ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے۔" وہ اپنے مخصوص اشارے میں بولی اور نعمان خان اس کے اشارے کی سمت دیکھنے لگا۔ یہ کوئی دولت مند آدمی تھا۔ بوسکی کے شلوار کُرتے میں ملبوس نہایت ہی نفیس قسم کی واسکٹ پہنے ہوئے ضرورت سے زیادہ فربہ تھا اور یہ موٹاپا ہی اسے دُنیا و مافیہا سے بے خبر رکھے ہوئے تھا۔

"اور اب ملاحظہ فرمایئے اس جوڑے کو جو میرا خیال ہے زندگی کے سب سے کٹھن وقت سے گزر رہا ہے۔" لڑکی نے ایک اور طرف اشارہ کیا اور نعمان خان مُسکراتی نگاہوں سے اُدھر دیکھنے لگا۔ نینسی کوین کی شگفتگی کا تو وہ پہلے ہی دِل سے قائل ہو گیا تھا۔ وہ مزاجاً ہی ایسی تھی لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ نعمان خان کو بالکل ہی نہ پہچان سکی تھی۔

ویسے یہ حقیقت بھی تھی کہ نعمان خان نے آئینے میں جس حُلیے میں اپنے آپ کو دیکھا تھا اس کے بعد اپنی اصل شکل دیکھ کر وہ خود بھی شاید نہ پہچان سکتا کہ تھوڑی دیر قبل کا شخص وہی تھا۔ جوڑے کی کیفیت دیکھ کر نعمان خان کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔ عورت کی عمر تقریباً اڑتیس اُنتالیس سال تھی۔ مرد بھی اسی مناسبت سے پینتالیس چھیالیس سال کے قریب ہوگا۔ دونوں کے چہروں پر شدید بیزاری چھائی ہوئی تھی۔ مرد آنکھیں بند کیے ہوئے تھا اور عورت کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"کیا ان لوگوں سے متعارف ہُوا جا سکتا ہے؟" وہ بولی۔

"کیا عرض کر سکتا ہُوں؟" نعمان خان نے جواب دیا۔

"اور اب ذرا ان تیسرے صاحب کو بھی دیکھیے جو شاید پہلی بار فرسٹ کلاس میں سفر کر رہے ہیں۔" نعمان خان نے اس شخص کو بھی دیکھا۔ درحقیقت کوئی بھی قاعدے کا شخص کمپارٹمنٹ میں نظر نہیں آ رہا تھا۔ تب نینسی کوین بولی۔

"چنانچہ ایک تنہا سفر کرنے والا اگر بور ہو کر کسی صحیح ساتھی کی تلاش نہ کرے تو پھر کیا کرے؟"

"آپ نے یہ کیسے اندازہ لگا لیا کہ میں صحیح ساتھی ہُوں؟"

"کم از کم شکل و صورت سے تو بہتر ہیں آپ اور پھر ان لوگوں کی طرح کسی بے تکے پن کا شکار بھی نہیں بس میں اسی لیے آپ کے نزدیک پہنچ گئی تھی۔ اب آپ یہ پوچھیں گے کہ کیا تنہا اور خاموشی سے سفر نہیں کیا جا سکتا تو میں کہوں گی کہ بے شک کیا جا سکتا ہے اور خاص طور سے ایسے حالات میں جو اس وقت اس کمپارٹمنٹ میں موجود ہیں لیکن انسان پر کچھ دوسرے مصائب بھی ٹوٹتے رہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟ کیا آپ کسی مصیبت کا شکار ہیں؟"

"ہاں، میں ذرا جدید قسم کی بھکارن ہُوں۔" اس نے جواب دیا۔

"خوب خوب، واقعی آپ کو جدید قسم کی بھکارن کہا جا سکتا ہے۔"

"آپ کی آواز، آپ کی آواز نہ جانے کیوں کان آشنا لگتی ہے؟" وہ پُرخیال انداز میں بولی۔

"اب آپ میرے چہرے کی بھی تعریف کریں۔ میرا قد و قامت، میری جسامت اور میرا خوبصورت لباس۔ کیا خیال ہے آپ کا اس بارے میں؟" نعمان خان نے برجستہ لہجے میں کہا اور لڑکی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"گڈ، ویری گڈ۔ مزہ آ گیا۔ آپ یقین کریں بے جا تعریف نہیں کر رہی آپ کی اس شگفتگی نے دل خوش کر دیا ہے۔ دراصل میں زندگی میں شگفتگی کی قائل ہُوں۔ انسان اگر اپنے چہرے کو گمبھیر بنائے رکھے تو کچھ عرصے بعد اس کے چہرے پر نحوست برسنے لگتی ہے اور پھر کوئی بھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ زندگی کی گاڑی کو خوبصورتی سے آگے بڑھانے کے لیے طبیعتوں کی شگفتگی کتنی ضروری ہے آپ کو یقیناً اس کا اندازہ ہوگا مسٹر...."

"ہاں، کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر پر رُک جانے کا مطلب یہ تھا کہ میں آپ سے آپ کا نام پوچھنا چاہتی ہُوں۔"

"جانے دیجیے۔ آپ نے اپنا نام بتا دیا کافی ہے...." نعمان خان نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟ کیا آپ مجھ سے اپنا تعارف نہیں کرائیں گے۔"

"کرا دوں گا، ابھی جلدی بھی کیا ہے۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"اگر یہ بات شگفتگی کے زمرے میں آتی ہے تو معاف کیجیے گا میں اسے تسلیم نہیں کرتی۔"

"میں نے کہا نا میرے بارے میں پوچھنے سے پہلے آپ صرف اپنے بارے میں بتایئے کن مصائب کا شکار ہو گئی ہیں آپ؟"

"اوہ... اچھا اچھا، آپ تشویش میں مبتلا ہو گئے ہیں بہرطور

بات تشویش ہی کی ہے اگر کوئی کسی سے یہ کہے کہ میں ایک ماڈرن بھکارن ہوں اور وہ بھی ایک لڑکی تو سامنے والے کے پاس اگر خاطر خواہ رقم نہیں ہے تو اسے تشویش کا شکار ہونا ہی چاہیے۔" لڑکی بولی اور نعمان خان پھر مسکرا پڑا۔

"آپ بہت اچھی گفتگو کر لیتی ہیں۔ اس کا اعتراف مجھے بہت پہلے سے ہے۔"

"جی" وہ چونک کر بولی۔

"میرا مطلب ہے جب سے آپ میرے سامنے آئی ہیں۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

"میں اپنی گفتگو کو اس سے بھی زیادہ شگفتہ کر سکتی ہوں اور یہ بھی کہہ سکتی ہوں آپ سے کہ اگر ہم شرافت اور انسانیت کی حدود کے اندر رہ کر مسلسل ہمسفر بنے رہیں تو میں آپ کو ایک لمحے بھی بوریت کا شکار نہ ہونے دوں گی لیکن اس سے پہلے میرے ذہن سے وہ تکدر دُور کرنے کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے میں شدید اُلجھنوں کا شکار ہوں۔"

"پوچھ تو رہا ہوں آپ سے۔ آپ بتانے میں خود ہی گریز کر رہی ہیں۔"

"ہوں، ماڈرن بھکارن... میں نے اپنے بارے میں غلط نہیں کہا تھا۔ اب دیکھیے نا، نہ تو میرا لباس ایسا ہے کہ میں آپ کے سامنے دستِ سوال دراز کر سکوں نہ ہی میرا حلیہ اور شاید میری گفتگو بھی نہیں لیکن اس کے باوجود اس وقت جو میں اٹھ کر آپ کے پاس آئی ہوں اور میں نے آپ سے یہ کہا ہے کہ یہاں کے ماحول میں مجھے کوئی سلیقے کا آدمی نظر نہیں آیا تو اس کی کچھ پسِ پردہ وجوہات بھی ہیں مثلاً یہ کہ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ میں نے ٹکٹ تک نہیں خریدا لیکن چونکہ ہمیشہ جب بھی ٹرین سے سفر کیا ہے فرسٹ کلاس میں کیا ہے اور پھر تھرڈ کلاس کمپارٹمنٹ میں تو ایسے لوگ ملتے بھی نہیں جو کسی کا ٹکٹ خرید کر اسے کچھ رقم بطورِ قرض دے سکیں۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اپنی پوزیشن خراب کرنے سے کیا فائدہ۔ کم از کم فرسٹ کلاس میں سفر کرتی ہوئی پکڑی گئی تو یہ تو منافع ہوگا کہ بات صرف چند روپوں کی نہیں تھی بلکہ ایک اچھی خاصی رقم تھی۔ تھرڈ کلاس میں سفر کرتے ہوئے پکڑے جانے کا مطلب یہ ہے کہ گورنمنٹ کو فائدہ اور پکڑے جانے والے کو نقصان۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"آپ نے ٹکٹ نہیں خریدا؟"

"ہاں، پیسے ہی نہیں تھے۔" اس نے جواب دیا۔

"تو اس کے لیے فکرمند نہ ہو، جب ٹکٹ چیکر آئے گا تو آپ کے ٹکٹ کی رقم ادا کر دی جائے گی۔"

"دیکھیے مسٹر! زندگی نے ایک ہی بات سکھائی ہے مجھے۔" لڑکی بولی۔

"کیا؟"

"یہ کہ دُنیا کا ہر شخص بہت شریف ہوتا ہے لیکن بعض اوقات اس سے کوئی غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی منزل مختصر ہو اور آپ یہ بات بھول جائیں کہ آپ نے مجھے ٹکٹ خرید کر دینے کا وعدہ کیا ہے... یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ وقتی طور پر مجھ سے گفتگو کر کے میری تمام قیمتی گفتگو کو منافع میں رکھ لینا چاہتے ہوں اور اس کے بعد جب ٹکٹ چیکر آئے تو آپ صاف گوئی سے معذرت کریں دیکھیے نا، ہر چیز ممکن ہے۔" وہ بولی اور نعمان خان ہنس پڑا۔

اُس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نوٹ اندر ہی اندر نکالے اچھی خاصی تعداد تھی ان کی اور پھر گنے بغیر اس نے انھیں لڑکی کے حوالے کر دیا۔

"کیا واقعی؟ کیا واقعی یہ میں لے لوں؟" وہ متحیرانہ انداز میں بولی اور نعمان خان ہنس پڑا۔

"میرا خیال ہے ان نوٹوں پر ہمارے درمیان بہت زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہوگی۔ برائے کرم انھیں رکھ لیجیے۔"

"بہت بہت شکریہ۔" لڑکی نے نوٹ لے کر اطمینان سے اندرونی لباس میں رکھ لیے۔

"یہ دُنیا کا سب سے عجیب کاغذ ہے جس کے کیمیائی خواص کچھ نہیں ہوتے لیکن جس کا لمس ذہن و دِل کو انوکھی فرحت بخشتا ہے" اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کون سا کاغذ؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"جو نوٹ میں استعمال ہوتا ہے۔ آپ یقین کریں، باتیں کر رہی تھی آپ سے لیکن ذہن اس اُلجھن کا شکار تھا کہ پتا نہیں آپ میری باتوں سے متاثر ہوں گے یا نہیں۔ پتا نہیں آپ کے پاس زائد رقم موجود ہو گی یا نہیں؟"

"اب آپ پُرسکون ہیں؟"

"بالکل، آپ کا شکریہ۔ نام نہیں بتائیں گے اپنا؟"

"ایڈورڈ ہفتم۔" نعمان خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب آپ جو اتنی دلچسپ گفتگو کر رہے ہیں جس پر میں آنکھیں بند کر کے اس لیے سُنوں گی کہ آپ نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ آنکھیں کیوں بند کروں گی اس کا اندازہ آپ خود لگا لیں۔"

"آپ ہی بتا دیں۔" نعمان خان بولا۔

"اس لیے کہ آنکھیں اصل بات بتا دیتی ہیں۔ معاف کیجیے گا۔"

"میں اس گفتگو کو مزید دلکش بنا سکتا ہوں لیکن آپ اس کی متحمل نہ ہو سکیں گی۔" نعمان خان نے کہا۔

"اوہو... ہو... ہو... ایک بات دعوے سے کہہ سکتی ہوں آپ بالکل شریف آدمی ہیں اور جو کسی پر احسان کرتے ہیں وہ کم ظرف نہیں ہوتے۔ میرا مطلب ہے آپ کی گفتگو میں رومانیت کہیں نہیں ہو گی۔ ویسے بھی میرے چھ بچے اب بڑے ہونے والے ہیں اور مجھے اپنے شوہر سے بہت پیار ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں؟" نعمان خان نے شانے ہلائے۔

"بیٹھوں یا جاؤں؟"

"جو آپ کا دل چاہے۔"

"جانے کو جی تو نہیں چاہتا بس اگر آپ میری بات کا خیال رکھیں۔"

"آپ کی غلط فہمی ہے محترمہ۔ آپ معمولی سی شکل و صورت کی مالک ہیں اور میرے ذہن میں ایک مرد کی حیثیت سے آپ کی طرف متوجہ ہونے کا تصور بھی نہیں پیدا ہوا۔"

"اور پھر چھ بچوں کی ماں، ٹھیک کہا آپ نے، چلیے مسئلہ ختم مگر ایڈورڈ ہفتم صاحب کچھ کم ہونا چاہیے۔"

"ایک شرط پر۔" نعمان خان مسکرایا۔

"جی فرمائیے!"

"بچوں کی تعداد میں کچھ کمی کر دیں۔"

"آئندہ خیال رکھوں گی۔"

"میں ان چھ کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔"

"چار چلیں گے۔"

"ایک بھی نہیں چلے گا۔ قطعی نہیں چلے گا۔"

"تو اب میں چلتی ہوں۔" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

"آپ کی مرضی ہے۔" نعمان خان نے کہا اور وہ اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گئی۔

"اپنی انفرادیت سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں؟"

"کیا مطلب؟"

"آپ سمجھ گئے ہیں کہ مجھے تنہا سفر سے بوریت ہو گی۔"

"بچے کم کیجیے اور بیٹھ جائیے۔"

"دو اور کم کرتی ہوں۔ بس اس کے بعد نہیں۔"

"کتنے رہ گئے؟" نعمان خان کو اس گفتگو میں لطف آ رہا تھا۔ نینسی کوین کے دوبارہ مل جانے سے اس کا دل خوش ہو گیا تھا۔ یہ لڑکی اسے اپنی گفتگو سے بہت پسند آئی تھی اور پھر دونوں کا مقصد بھی ایک تھا۔ اس کے مل جانے سے دل کا بوجھ بھی کم ہو گیا تھا۔

"دو۔" لڑکی روہانسے لہجے میں بولی۔

"اس میں سے تین اور کم کر دو۔"

"دو میں سے تین...؟" وہ چیخ کر بولی۔

"دو بچے اور ایک شوہر۔"

"ہرگز نہیں، بات بری طرح بگڑ جائے گی۔ آخر آپ میرے بچوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟"

"اس لیے کہ آپ کی کمزوری مجھے معلوم ہو گئی ہے۔ آپ خاموش رہ کر اتنا طویل سفر طے نہیں کر سکیں گی۔ دارالحکومت یہاں سے بہت دُور ہے۔" نعمان خان نے کہا اور لڑکی کے چہرے کے عضلات میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

"میں دارالحکومت تو نہیں جا رہی۔"

"جہاں آپ کا دل چاہے جائیں مجھے کیا۔" نعمان خان نے کہا۔ لڑکی نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ نعمان خان کے جملوں سے وہ کسی قدر محتاط ہو گئی تھی۔ نعمان خان پھر مسکرا دیا۔ "کیا بات ہے اچانک آپ کی زبان کا گیئر پھنس گیا۔ کیا کوئی پریشانی لاحق ہو گئی ہے آپ کو؟"

"ہاں شاید..." وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"دارالحکومت سے کوئی گمبھیر یاد وابستہ ہے کیا؟"

"میں وہاں جا ہی نہیں رہی۔ آپ اس پر کیوں مُصر ہیں؟"

"اس لیے کہ میں نجومی ہوں۔"

"اوہ، کچھ اور بتائیے میرے بارے میں؟" اس نے کہا لیکن اس کے چہرے میں کچھ پھیکا پن پیدا ہو گیا تھا۔

"پہلی بات یہ کہ آپ کا نام پیٹریشا فائبر نہیں ہے مس نینسی کوین!" نعمان خان نے کہا۔

**

ہلکی برفباری ہو رہی تھی، فضا کُہر آلود تھی اور کُہر کی چادر چیرتی ہوئی ہیڈ لائٹس چیک پوسٹ کے پاس جا کر رُک گئیں۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے اپنے کاغذات نکال کر چیک پوسٹ پر موجود لوگوں کو پیش کر دیے۔ انھوں نے کاغذات دیکھے، سیلوٹ کیا اور گاڑیاں آگے بڑھ گئیں۔ دونوں طرف خاردار تاروں کی باڑھ بنی ہوئی تھی اور ان کے درمیان یہ پتلی سی سڑک اس عمارت تک پہنچ گئی تھی جو کُہر میں بے حد پُراسرار معلوم ہو رہی تھی۔

عمارت کے بڑے گیٹ کے سامنے کھڑے ہوئے فوجیوں نے دروازہ کھولا اور گاڑی اندر داخل ہو گئی۔ اس میں سے چار افراد نیچے اُترے، جو فوجی وردی میں ملبوس تھے، چند قدم آگے

بڑھے تھے کہ ان کے شانوں پر برف کی ہلکی ہلکی تہیں جم گئیں لیکن صدر دروازے کے پاس کھڑے ہوئے لوگوں نے اُن کے اوورکوٹ اُن سے لے لیے اور وہ چاروں اپنے ہیٹ ان کے حوالے کر کے اندر داخل ہو گئے۔

ان کا انداز بالکل مشینی تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ روبوٹ ہوں اور کسی مشینی عمل کے تحت کام کرتے ہوں۔ ان کے چلنے کا انداز بھی یکساں تھا۔ چاروں کے ہاتھوں میں مختلف قسم کے فائل دبے ہوئے تھے جو واٹر پروف تھے۔ ان فائلوں کو وہ بڑی احتیاط سے لے کر اس بڑے ہال میں داخل ہو گئے جہاں نصف دائرے کی شکل میں کرسیاں پڑی تھیں اور ایسے ہی نصف دائرے کی شکل کی میز کے پیچھے وہی بھاری بھرکم جنرل فل وردی میں ملبوس تھا جس نے وائی تھری ایٹ کو موت کی سزا دی تھی اور کانفرنس میں شریک لوگوں کو یہ اطلاع دی تھی کہ اب اس نے آپریشن ڈیپارٹمنٹ کا چارج سنبھال لیا ہے۔ جنرل مخصوص انداز میں پائپ کے گہرے گہرے کش لگا رہا تھا۔ ان سب نے ایڑیاں بجا کر اُسے سلیوٹ کیا اور اس کے اشارے پر اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس وقت جنرل کا موڈ خوشگوار نظر آ رہا تھا۔ اس نے ان چاروں کے چہروں پر نگاہ ڈالی اور پھر اس کے بھینچے ہوئے بھاری بھاری ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ لوگ مطمئن نہیں ہیں۔۔" وہ چاروں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے جیسے اندازہ لگا رہے ہوں کہ کون جنرل کی اس بات کا جواب دینا چاہتا ہے۔ پھر اُن میں سے ایک نے گلا صاف کر کے کہا۔

"نہیں جنرل، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم درحقیقت نروس ہیں۔"

"میرے دوستو۔" جنرل نے نرم آواز میں کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ اس احساس کو خود پر مسلط کرو کہ تم کوئی انوکھا کام انجام دے رہے ہو۔ بے شک جب میں نے تمہارے سپرد یہ ذمہ داری کی تھی تو میرے الفاظ اور لہجہ بہت سخت تھا اور اس کی وجہ بتانے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ میں مکمل طور پر یہ ذمہ داری قبول کر چکا ہوں اور اب یہ آپریشن میری سرکردگی میں ہوگا اور تم لوگ یہ بھی سن لو کہ اگر میں وائی تھری ایٹ کی طرح ناکامیوں سے دوچار ہوتا ہوں تو اپنے لیے بھی اسی سزا کا مطالبہ کروں گا جو میں نے وائی تھری ایٹ کو دی ہے۔ جب میری زندگی خطرے میں ہے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو کوئی رعایت دوں۔ ہم لوگ انہی بنیادوں پر بہتر طریقے سے کوئی کام کر سکتے ہیں کہ ہمارے سر پر ہر وقت موت مسلط رہے جو ہمیں مستعد رکھے۔ چنانچہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ سب اسی بنیاد پر کام کریں کہ اگر عمل نہ ہوا تو زندگی جائے گی۔ اس طرح ایک تحریک پیدا ہوتی ہے اور یہ تحریک چونکہ صرف زبانی نہیں ہے بلکہ عملی ہے اس لیے آپ میں سے کوئی اس شک و شبہے کا شکار نہ رہے گا کہ اُسے کوئی رعایت مل جائے گی۔"

"ہم سمجھتے ہیں جنرل۔" اس شخص نے جس نے اپنے آپ کو اس گفتگو کے لیے منتخب کیا تھا جواب دیا۔

"ہاں، میں آپ لوگوں کو اتنا نروس بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس طرح صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ نروس ہونے کے بجائے آپ اپنے آپ کو مستعدی سے اپنے کام کے لیے آمادہ رکھیں۔"

"یقیناً جنرل لیکن حالات آہستہ آہستہ کنٹرول میں آئیں گے۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ تاہم میں آپ کو اتنی مراعات فراہم کر دوں گا کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مجھے اپنے ساتھیوں کو نقصان پہنچانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ میں سے ہر شخص پارٹی کے لیے، وطن کے لیے بے حد قیمتی حیثیت رکھتا ہے۔ وائی تھری ایٹ بھی آٹھ کراؤن حاصل کر چکا تھا اور آٹھ ریڈ کراؤن حاصل کرنے والا کسی بھی طرح اس کا مستحق نہیں تھا کہ اس کی زندگی ختم کر دی جائے۔ رعایت اس لیے نہیں کی گئی کہ اس نے اپنے طور پر اپنے آپ کو مکمل سمجھ لیا تھا۔ یہ تھی وہ گفتگو جو آپ کو مطمئن کرنے کے لیے تھی۔ میں آخری بار آپ سے یہی کہتا ہوں کہ اپنے کام پر دلجمعی سے عمل کیجیے کامیابی یقیناً آپ کو ہوگی او بلاوجہ آپ پر موت مسلط نہیں کی جائے گی۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمار ہاں کے قوانین بے حد سخت ہیں اور ان پر سختی سے عملدرآمد کیا جا ہے۔ سب سے پہلے میں آپ سے اس بات کی وضاحت کر دوں کہ محکمہ داخلہ سے محکمہ خارجہ سے اور دوسرے تمام متعلقہ محکموں سے مجھے یہ اجازت مل چکی ہے کہ میں اس آپریشن کے لیے ازسرِنو تیار یا کروں۔ یہ اجازت مجھے پہلے بھی مل گئی تھی لیکن آپ لوگوں کا لیق کرنے کے بعد میں نے اپنے رجسٹریشن کے لیے درخواست دی جسے فوراً ہی ایک میٹنگ میں منظور کر لیا گیا اور ہمارے اس آپریشن کے ڈیپارٹمنٹ کو "ڈی" کا عہدہ دیا گیا ہے۔ مجھے آپ لوگ اب جنرل ڈی کے نام سے پکار سکتے ہیں اور آپ سب کا تعلق ڈی ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ چنانچہ میں آپ لوگوں میں جو تقسیم کرتا ہوں وہ ڈی ہی سے منسوب کیے جائیں گے۔"

"شکریہ جنرل، ہم اپنے آپ کو ڈی ڈیپارٹمنٹ کا بہتر

ثابت کرنے کے لیے انتہائی کوشش کریں گے۔" منتخب شخص نے کہا۔

جنرل نے اپنے سامنے رکھی ہوئی فائل کھول لی اور پھر اس کے پہلے صفحے پر نگاہ ڈال کر بولا۔

"اس شخص کے بارے میں رپورٹ، جو ہمیں کالی گھاٹی کے پاس زندہ حالت میں ملا ہے؟"

"اس شخص کے بارے میں سروے ڈیپارٹمنٹ کے آفیسر نے رپورٹ دی تھی کہ اس کا نام شیران ہے۔ یہ شخص پہاڑوں ہی کا باشندہ ہے۔ خطرناک شخصیت کا مالک ہے۔ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے لیے اس نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا لیکن اس کی زندگی کے بارے میں جو کچھ تفصیلات معلوم ہو سکی ہیں وہ یوں ہیں کہ کسی دشمنی کی بنیاد پر پہاڑوں سے نکل آیا تھا اور پھر یہ کسی طرح بنکاک پہنچ گیا۔ وہاں اس کے تعلقات مسٹر مارلینو سے ہو گئے جو گانگ ہو کے شہری ہیں اور وہاں خاصی بڑی اور پُراسرار شخصیت کے مالک ہیں۔ یہ مسٹر مارلینو وہی ہیں جنہیں وائی تھری ڈیپارٹمنٹ نے اپنے لیے مخصوص کیا تھا۔"

"کٹ، اس کے بعد میں پھر اس شخص کے بارے میں تفصیل جاننا چاہتا ہوں اس کی موجودہ کیفیت کیا ہے؟"

"وہ تیزی سے صحت مند ہو رہا ہے۔ اس کے جسم پر کافی بڑے بڑے زخم تھے۔ جنہیں انتہائی محنت کے ساتھ مندمل کر لیا گیا ہے اور اب اس کی حالت خاصی بہتر ہے۔"

"اس کی دماغی کیفیت؟"

"بالکل درست ہے۔ ابھی تک اُسے ہوش میں نہیں لایا گیا کیونکہ ہوش میں آنا اس کے لیے خطرناک ہو سکتا تھا لیکن بے ہوشی کے عالم میں اُسے مکمل غذائیں مختلف طریقوں سے فراہم کی جا رہی ہیں تاکہ اس کی جسمانی قوتیں بحال ہو جائیں۔"

"کیا وہ تسلی بخش حیثیت میں ہے؟"

"جی ہاں، مکمل طور پر، ہم اس کی صحت پر یقین رکھتے ہیں۔"

"نمبر دو۔ کالی گھاٹی کی کیا رپورٹ ہے؟" اس بار دوسرے آدمی کو مخاطب کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی فائل کھول لی۔

"کالی گھاٹی کے علاقے میں ابھی تک کوئی خاص کارروائی نہیں کی گئی۔ اس کا دوبارہ فضائی سروے کیا گیا ہے کیونکہ نیچے اتر کر معلومات حاصل کرنے کا سلسلہ خطرناک ہو سکتا تھا۔ ممکن ہے کچھ لوگ وہاں تحقیقات کے لیے مصروف عمل ہو گئے ہوں۔ بہرطور کالی گھاٹی کے بائیں سمت ایک بند جو خاصا مضبوط معلوم ہوتا ہے توڑ دیا گیا ہے اور اس کے پانی نے کالی گھاٹی کے غاروں کو... تباہ و برباد کر دیا ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں ہمارے آدمی مقیم تھے اور جہاں سے آپریشن شروع ہونے والا تھا۔ اب کالی گھاٹی مکمل طور پر زیرِ آب ہے اور وہاں کسی قسم کی کوئی کارروائی اس طرف سے بھی نہیں کی جا رہی۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس طرف اس سلسلے میں کچھ ہو رہا ہے۔"

"نمبر تین، یہ مارلینو کیا چیز ہے؟" جنرل ڈی نے سوال کیا۔

"مسٹر مارلینو کے بارے میں رپورٹ ہے کہ بہت عرصہ قبل وہ ایک عام آدمی تھے۔ کچھ دشمنوں نے اُن کے ہاتھ، پاؤں کاٹ کر معذور کر دیا تھا لیکن پھر کسی سائنس دان نے انہیں امداد دی، ان کے ہاتھ، پاؤں مصنوعی لگا دیے گئے اور اس کے بعد جب وہ گانگ ہو واپس آئے تو عظیم تر سائنسی قوت بن چکے تھے۔ گانگ ہو کے بارے میں جو ایک رپورٹ ہے وہ بے حد پُراسرار ہے۔ سُنا گیا ہے کہ گانگ ہو ایک مکمل سائنسی شہر ہے۔ وہاں جدید پیمانے پر سائنسی آلات نصب کیے گئے ہیں۔ جن سے کسی بھی دشمن کے بارے میں تفصیلات معلوم کی جا سکتی ہیں۔ اس طرح مسٹر مارلینو ایک پُراسرار قوت کے مالک بن گئے ہیں۔

وائی تھری ایٹ نے انہیں پہاڑوں میں ایک مخصوص حیثیت دے کر بھیجا تھا۔۔۔ اور سُنا گیا ہے کہ وہاں انہوں نے وائی تھری ایٹ کے لیے بہت کام کیا ہے لیکن جیسا کہ وائی تھری ایٹ نے اپنے بیان میں کہا کہ وہ نہیں جانتا کہ پہاڑوں میں یہ اچانک تبدیلی کس طرح رونما ہوئی۔ ہماری رپورٹ بتاتی ہے جناب کہ مسٹر مارلینو کا کردار بھی اس سلسلے میں مشکوک ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ مسٹر مارلینو نے ہمیں ڈبل کراس کیا ہو، کیونکہ ہماری مشترکہ معلومات میں سے ایک نکتہ بڑی اہمیت رکھتا ہے وہ یہ کہ شیران، مارلینو کا دستِ راست تھا۔ ان کا بیٹا بنا ہوا تھا اور ان لوگوں کو جنہوں نے مارلینو کے خلاف عمل کیا تھا۔ شیران کے ہاتھوں ہی موت نصیب ہوئی ہے۔ وہ بڑے بڑے طاقتور لوگ تھے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مارلینو اور شیران کے درمیان ایک گہرا ربط قائم تھا۔ شیران کے بارے میں جہاں تک ہماری معلومات ہیں، وہ یہ تھیں کہ اس وقت اُسے ان پہاڑوں میں نہیں دیکھا گیا تھا، جب یہ کارروائیاں پہاڑوں میں کی جا رہی تھیں وہ بیرونی دُنیا میں بھٹک رہا تھا لیکن اس کا کالی گھاٹی کے پاس ملنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ممکن ہے اس کارروائی میں اُس کا اپنا ہاتھ ہو اور مسٹر مارلینو اس کے پشت پناہ ہوں۔۔۔"

"ہوں، اس کا مطلب ہے کہ یہ شخص بلیک لسٹ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس مسئلے کی سب سے دلچسپ شخصیت ہے

چنانچہ میں نئے احکامات دوسرے ڈیپارٹمنٹ کو جاری کروں گا ہمیں سب سے پہلے مارلینو کے بارے میں تفصیلات درکار ہوں گی کیونکہ آیندہ کام کرنے سے پہلے ہمیں یہ جائزہ لینا ہوگا کہ مارلینو ہمارے راستوں میں کس قدر قوت کے ساتھ مزاحم ہو سکتا ہے۔ دوسرا مسئلہ شیران کا ہے۔ باقی کالی گھاٹی کے سلسلے میں اب کوئی کاوش نہ کی جائے۔ کالی گھاٹی کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے۔ البتہ یہ معلومات ضرور حاصل کی جائیں کہ کالی گھاٹی کے اطراف میں کیا ہو رہا ہے اور اس ملک کو ان حالات کی اطلاع ملی یا نہیں؟ اور اگر ملی تو اس نے ہمارے لیے کیا کیا شواہد اکٹھے کیے؟ مسٹر فوزی یہ ذمہ داری میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ ایڈمنڈ گرنیپ سے رابطہ قائم کیجیے اور اسے اطلاع دیجیے کہ اب وہ ڈی ڈیپارٹمنٹ میں شامل ہو گیا ہے اور اس کی ذمہ داریاں بڑھ چکی ہیں۔ اُسے یہ معلوم کرنا ہے کہ کالی گھاٹی کی تباہی کی اطلاع اس حکومت کو کس انداز میں پہنچی اور اس کا کیا ردِ عمل ہے؟"

"اس کا مقصد ہے جناب کہ مجھے روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"ہاں، تم یہاں سے باقاعدہ جا سکتے ہو۔ سفارت خانے کے کسی بھی رُکن کی حیثیت سے تم اپنا یہ عمل کر سکتے ہو اس کے بعد ہم اپنی دوسری کارروائیوں کا آغاز کریں گے۔ مارلینو کے سلسلے میں میں اپنے کچھ دوسرے لوگوں کو مخصوص کروں گا۔ تمھارا کام یہاں ختم ہو جاتا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ، تو کیا ہمیں اجازت ہے؟"

"ہاں، اب تم لوگ جا سکتے ہو۔" جنرل ڈی نے کہا اور وہ سب اُٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اسی طرح اُسی گاڑی میں بیٹھ کر واپس جا رہے تھے جس طرح اس کہر آلود اور یخ بستہ شام میں یہاں پہنچے تھے۔

گریکر اور میگنشیا گردن جھکائے مارلینو کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور دونوں کے چہروں پر گہرے غور و فکر کے آثار تھے۔ مارلینو بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا پھر اس نے کہا۔

"حالات قطعی غیر یقینی ہیں۔ ہماری زندگی کا رُخ بدل چکا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اب جینے کا کوئی مزہ نہیں رہا ہے۔ شیران کے بعد زندگی بے کیف لگتی ہے۔ میرے دُشمنوں کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ میں سوچتا ہوں اب جینا بے معنی ہے۔"

"ہمیں اس سے اختلاف ہے مسٹر مارلینو۔" میگنشیا نے کہا۔ "یہ صرف تمھاری محبت ہے۔"

"نہیں مسٹر مارلینو! کیا آپ اس بات سے انکار کریں گے کہ لاتعداد لوگ آپ کے نام پر زندہ ہیں۔ ان کی خوشی آپ سے وابستہ ہے۔ وہ لوگ آپ کی ذات سے سرخرو ہیں۔ وہ آپ پر جان نچھاور کرتے ہیں۔"

"میری موت کے بعد ان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"نہیں مسٹر مارلینو۔" گریکر بولا۔

"میں پُرزور مخالفت کرتی ہوں مسٹر مارلینو! آپ یہ کیوں بھول گئے کہ شیران کے بیٹے کو آپ نے ان پہاڑوں کا حکمران بنایا ہے۔ کیا عدنان اتنا مضبوط ہے کہ خود اپنے پیروں پر زندہ رہ سکے؟"

"کیا مطلب؟"

"آپ نے ان لوگوں کے اغراض و مقاصد کو سمجھا ہے۔ ایک ناکامی ان کے حوصلے پست نہیں کر سکتی۔ وہ نئی سازشیں کریں گے ممکن ہے مستقبل قریب میں وہ نئی کاوشوں کے ساتھ دوبارہ یہ عمل کریں کیا اس وقت عدنان مشکلات میں نہ پھنس جائے گا؟"

مارلینو حیرت سے میگنشیا کی شکل دیکھنے لگا تھا۔ گریکر بولا۔ "ابھی آپ کی ضرورت ہے مسٹر مارلینو۔"

"آہ، یہ میں نے نہ سوچا تھا۔" مارلینو آہستہ سے بولا۔

"ہاں، مسٹر مارلینو! عدنان کو آپ کی ضرورت ہے۔ اس پر اپنے باپ کی موت کے کیا اثرات مرتب ہوئے اس کا اندازہ بھی تو آپ کو نہیں ہو سکا۔"

"عدنان کہاں ہے؟"

"میں اُسے بُلا کر لاؤں مسٹر مارلینو۔" گریکر نے کہا۔

"ہاں، اُسے لاؤ، لاؤ اُسے، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" مارلینو نے کہا اور گریکر دوڑ گیا۔ مارلینو شیران کی موت کے احساس سے بہت نڈھال تھا۔ اس نے اظہار کیا تھا کہ اب وہ مرنا چاہتا ہے اور اس نے خودکشی کا قصد کیا تھا۔ اس نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو شعلوں کی پناہ میں دے کر ایک عزت کی موت مرنا چاہتا ہے۔ یہ اس کے مذہب میں ایک بہترین موت تھی۔ یہ اس کا ایمان تھی۔

لیکن گریکر اور میگنشیا نے سختی سے اُس کی مخالفت کی تھی۔ گریکر عدنان کو بُلا کر لے آیا۔ عدنان میں بڑی تبدیلیاں نظر آ رہی تھیں وہ معصومی فنا ہو گئی تھی جو اس کے چہرے پر پھیلی رہتی تھی۔

"آؤ عدنان، کیا کر رہے تھے؟"

"کچھ نہیں مسٹر مارلینو، ممی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔"

"تمھاری ماں بہت بدنصیب ہے بے چاری۔ ساری زندگی

اُسے چاہتی رہی اور جب اسے اُس کے پیار کا جواب ملا تو۔۔۔"

مارلینو جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔

"ہم سب بدنصیب ہیں مسٹر مارلینو، میں تو جی بھر کر بابا شیران کو دیکھ بھی نہ سکا۔ مسٹر مارلینو! میں آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں۔"

"کہو میرے بچے!"

"اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"حالات نے ان پہاڑوں کی ذمہ داری تمھارے شانوں پر ڈال دی ہے عدنان، ایک المیہ ہو رہا ہے ہمارے ساتھ لیکن زندگی انھی واقعات سے بنتی ہے۔ تم اپنا نیا منصب سنبھالو۔ ان پہاڑوں کی سرحدوں کو اتنا مضبوط کر دو کہ پھر کوئی انھیں سازشی نگاہوں سے نہ دیکھ سکے۔"

"میرا دل نہیں مانتا مسٹر مارلینو! نہ جانے کیوں مجھے لگتا ہے کہ بابا شیران اتنی آسانی سے مرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں میرا دل کہتا ہے مسٹر مارلینو، کہ وہ روپوش ہو گئے ہیں۔ وہ انوکھا انسان تھا۔ کیا اس طرح ان کی موت ممکن ہے؟"

"وہ ہمارے دلوں میں زندہ رہے گا۔ وہ ان پہاڑوں میں زندہ رہے گا عدنان، ایسے لوگ مرتے کہاں ہیں؟"

"ایک خیال بار بار میرے ذہن میں آتا ہے مسٹر مارلینو۔"

"کیا؟"

"ہم بابا شیران کو تلاش کیوں نہ کریں؟"

"کہاں؟"

"آپ تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں مسٹر مارلینو، کیا آپ دوبارہ اس سے تعلق نہیں قائم کر سکتے۔ اس تباہی کی کوئی بھی کہانی سُنا سکتے ہیں۔ آپ خود کو بری الذمہ قرار دے سکتے ہیں ان حالات سے۔ ان میں شامل ہو کر شیران کی موت کی تصدیق کریں۔"

مارلینو کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اُس نے گردن اُٹھا کر کہا۔ "تم لوگ مجھے مرنے نہ دو گے۔ ٹھیک ہے اس طرح شیران کے بارے میں پتا چلے یا نہ چلے لیکن تنظیم کے مقاصد، اس کے آیندہ پروگرام کے بارے میں معلوم ہو جائے گا لیکن ایک شرط ہے عدنان۔"

"کیا مسٹر مارلینو؟"

"تم خود کو سنبھالو گے، اپنے باپ کی موت سے بددل نہ ہو گے میرے بچے! ان پہاڑوں کو طاقتور بناؤ گے۔"

"آپ بھی تو میرے ساتھ ہوں گے مسٹر مارلینو۔"

"ہاں، میں تمھارے ساتھ ہوں۔" مارلینو نے کہا اور گریکر، میگنشیا مسکرانے لگے۔

"میں گانگ ٹو جا رہا ہوں عدنان، گریکر تم میرے ساتھ چلو گے۔ میگنشیا یہاں رہے گی۔ مجھے یہاں کی تمام صورتِ حال کی رپورٹ ملتی رہنا چاہیے۔"

"او کے مسٹر مارلینو۔" میگنشیا نے کہا۔

"ٹھیک ہے عدنان، بادشاہ خان سے تعاون کرنا۔ زیرک خان اب تمھارا اپنا ہوگا۔" مارلینو نے کہا۔

★★

لڑکی بھونچکی رہ گئی تھی۔ وہ ساکت و جامد نعمان خان کی شکل دیکھتی رہ گئی تھی۔

"میں نے کہا تھا نا تم سے کہ میں دوسری قسم کی گفتگو بھی کر سکتا ہوں۔ تم نے بالآخر مجبور کر دیا۔" نعمان خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام پیٹریشا فائبر ہے۔"

"ہرگز نہیں، تم نینسی کوین ہو اور ایک مشن پر دارالحکومت جا رہی ہو۔"

"اپنے بارے میں بتاؤ۔ یہ اِدھر دیکھو۔۔۔" لڑکی نے اپنے لباس کی طرف اشارہ کیا اور نعمان خان نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا ہے۔

"خوب، اس سے کیا کرو گی؟"

"تمھیں ہلاک کر دوں گی اور خاموشی سے نیچے اُتر جاؤں گی۔"

"چلتی ٹرین سے؟"

"تم مذاق سمجھ رہے ہو، میں مذاق کر رہی ہوں؟"

"میں مذاق نہیں سمجھ رہا۔ تم ایک ملک کو چکر دیتی پھر رہی ہو۔ خطرناک حالات سے گزر رہی ہو۔ ایک آدمی کو قتل کرنا تمھارے لیے کیا مشکل ہے؟"

"تم کون ہو؟" لڑکی نے کہا۔ نعمان خان۔۔۔ اُس کی اضطرابی کیفیت کو محسوس کر چکا تھا۔ اُس کی اُنگلی کا دباؤ پستول کے ٹریگر پر بڑھتا جا رہا تھا۔ نعمان خان نے سوچا یہ مذاق خطرناک نہ ہو جائے چنانچہ وہ بولا۔

"اس پستول کا مالک؟"

"کیا مطلب؟"

"یہ پستول میں نے ہی تمھیں دیا تھا جسے تم مجھ پر تانے ہوئے ہو۔" نعمان خان نے کہا اور لڑکی پھر اُچھل پڑی۔

"تم۔۔۔؟" وہ حیرت سے بولی۔

"ہاں، ابھی تم نے میری آواز پر شبہ ظاہر کیا تھا۔"

"تو تم... تم اس وقت میک اپ میں تھے؟"

"قدرتی میک اپ میں" نعمان خان مسکرا کر بولا۔

نینسی کوین خاموشی سے اُس کی شکل دیکھتی رہی، تب نعمان خان نے کہا۔ "داڑھی قدرتی تھی جو میرے گالوں پر اُگ آئی تھی۔ ایک ہیئر ڈریسنگ سیلون میں میرا میک اپ تبدیل ہو گیا باقی کچھ سوغات تم میرے لیے چھوڑ آئی تھیں۔ کیا خیال ہے ان کے بارے میں!"

نینسی کوین کے مُنہ سے کوئی جواب نہ نکل سکا۔ وہ نعمان خان کی شکل دیکھ رہی تھی۔ جب نعمان خان پھر بولا "کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ پستول تم واپس رکھ لو۔ یہ ہمارے درمیان مخاصمت کے بیج بو رہا ہے۔"

نینسی نے ایک نگاہ پستول پر ڈالی اور پھر اس نے پستول واپس اپنے لباس میں رکھ لیا اور ایک گہری سانس لے کر سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگا لی۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولی "تم... تم یہاں کیسے پہنچے؟"

"ہاں، یہ ایک دردناک داستان ہے۔ اب میں تم سے کیا کہوں نینسی کہ تم نے میرے ساتھ سخت زیادتی کی جبکہ میرا رویہ تمہارے ساتھ بُرا نہیں تھا۔"

"میں معافی نہیں مانگوں گی اس سلسلے میں۔ اس لیے کہ حالات اس کے متقاضی تھے۔ مجھے تمہارے بارے میں معلومات بھی تو حاصل نہیں ہو سکی تھیں۔ تم نے خود کو اس طرح چھپایا مجھ سے کہ میں کافی دیر تک اس اُلجھن کا شکار رہی۔ اس وقت کی بات کر رہی ہوں جب ہم ان لوگوں سے بچ کر کھنڈرات میں پوشیدہ تھے، میں تمہیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر وہاں سے نکل آئی حالانکہ اصولاً مجھے تمہیں ختم کر دینا چاہیے تھا۔"

"ہاں، بے شک تم نے اصولوں سے بغاوت کی نینسی کوین۔" نعمان خان طنزیہ لہجے میں بولا۔

"ابھی طنز نہ کرو، مجھے سمجھ لو۔ میں جن حالات کا شکار تھی ان کے تحت میں کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتی تھی۔ اگر معاملہ صرف میری زندگی کے زیاں کا ہوتا تو یقین کرو میں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچاتی لیکن انسان کی زندگی میں ایک مشن ہوتا ہے، ایک مقصد ہوتا ہے اور اگر وہ مقصد اس کے سامنے آ جائے تو پھر زندگی کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور جب زندگی کی کوئی اہمیت نہ رہے تو سمجھ لو کہ وہ مشن اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔"

"اوہ، تو یہ مشن تمہاری اپنی ذات سے آگے کی کوئی چیز ہے۔"

"ہاں مسٹر ایڈورڈ سفتم، کیا اب میں تمہیں تمہارے اصل نام سے مخاطب کر سکتی ہوں، اگر اعتراض نہ ہو تو؟"

"ارے ارے، تمہارے مُنہ سے تو پھول جھڑتے ہیں، ویسے یاد ہوں میں...؟" نعمان خان نے سوال کیا۔

"ہاں کیوں نہیں نعمان خان۔"

"شکریہ، کم از کم یہی میرے لیے کافی ہے کہ تم نے مجھے میرے نام سے یاد رکھا۔ جب تم اس مشن کے لیے مجھے وہاں تنہا ان لوگوں کے نرغے میں چھوڑ کر میری جیپ لے کر بھاگی تھیں، یہ بھی نہ سوچا کہ وہاں سے واپسی کا مجھے کوئی اور ذریعہ نہیں ملے گا۔"

"اس کے لیے میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ معذرت نہیں کروں گی۔"

"عجیب لڑکی ہو، نقصان پہنچا کر معذرت بھی نہیں کرنا چاہتیں۔ خیر چھوڑو، میں تم سے تمہارے مشن کے بارے میں نہیں پوچھوں گا ہاں، اتنا سُن لو کہ وہ لوگ تم سے کسی قسم کی مائیکرو فلمیں حاصل کرنے میں کوشاں تھے۔"

"ہاں، تم نے اس کا تذکرہ کیا تھا اور اس وقت میں نے یہی سوچا تھا کہ تم یقیناً سارے معاملات سے واقف ہو۔"

"میں واقف نہیں تھا نینسی بلکہ مجھے ان معاملات سے روشناس کرایا گیا تھا۔ تمہارے بارے میں مجھے کچھ لوگوں سے علم ہوا تو اتفاق سے میرے ذہن نے یہ تسلیم کر لیا کہ تم بھی اسی منزل کی راہی ہو جہاں میں پہنچنا چاہتا ہوں۔" نعمان خان سنجیدگی سے بولا۔

"کیا مطلب؟" نینسی چونک کر بولی۔

"ہاں نینسی، اب اگر میں تمہیں کوئی کہانی سُناؤں گا تو ممکن ہے تم اس پر یقین نہ کرو لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تم میرے راستے میں اچانک ہی آ گئیں اور اتفاق سے میرے معاملات ہی سے متعلق نکلیں۔"

"پلیز نعمان خان، جب اس حد تک کہہ چکے ہو تو آگے بھی مجھے بتا دو۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں گی۔" نینسی بولی۔

"تو پھر سُنو نینسی، میں ان پہاڑوں کا رہنے والا ہوں۔ ان سے محبت کرتا ہوں۔ ان کی بقا کے لیے کوشاں ہوں اور وہ لوگ جو انھیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اپنی کوششوں میں انتہائی حد تک پہنچ چکے ہیں۔ وہ ان پہاڑوں کی فضا کو منتشر کر کے یہاں اپنا تسلط جمانا چاہتے ہیں۔ میرا دین، میرا مذہب، میری ثقافت انھیں کسی طور قبول نہیں کر سکتی اور میں اسی مشن کی تکمیل کے لیے نکلا ہوں۔

میں زندگی کی بازی لگا کر اپنی حکومت کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دینا چاہتا ہوں تاکہ سیاسی اور فوجی طور پر وہ ان سرحدوں کی حفاظت کے لیے تیاریاں مکمل کر لے۔" نینسی چھپی چھپی آنکھوں سے نعمان خان کو دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات وہ خاموش رہی پھر سرسراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"اور یہی مقصد میرا ہے نعمان خان۔"

"میں جانتا ہوں نینسی، کسی اجنبیت کا اظہار نہیں کروں گا۔ اتنا جانتا ہوں تمہارے بارے میں کہ تم اس جارح ملک کے سفارت خانے میں کام کرتی تھیں۔ تمہاری کیا حیثیت ہے، تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے اس کی صحیح تفصیلات مجھے نہیں معلوم ہو سکیں لیکن یہ بات ان لوگوں کے ذریعے میرے علم میں آئی ہے کہ تم اس سفارت خانے سے پہاڑوں میں ہونے والی سازش کے بارے میں کچھ خصوصی دستاویزات لے کر فرار ہوئی ہو اور وہ تمہاری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ بدقسمتی سے ایک نہیں کئی افراد تمہارے پیچھے پڑ گئے۔ مثلاً وہ شخص جس نے تمہیں اغوا کر لیا اور جو میرے ذریعے تم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے تھے یعنی ان مائیکرو فلموں کا حصول جن کی وہ بہترین قیمت وصول کریں۔ اس کے علاوہ اس ملک کے لوگ جو تمہارے تعاقب میں سرگرداں ہیں۔ یہ تمام صورتِ حال میرے علم میں آ چکی تھی اور میں نے دِل ہی دِل میں سوچا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے میں تمہاری مدد کروں۔ یقین کرو میں اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے جن مشکلات سے گزرا ہوں ان میں بارہا میری زندگی شدید ترین خطرات سے دوچار ہوئی لیکن میں اپنے مقصد کی تکمیل چاہتا ہوں اور اسی لیے میں نے تمہارا ساتھ قبول کیا تھا۔"

"اوہ، نعمان خان اس کا مقصد ہے کہ مجھ سے بڑی بھول ہوئی لیکن تم مجھے معاف کرنا۔ میں تو اپنے آپ سے بھی پوری طرح مطمئن نہیں تھی۔" نینسی گہری سانس لے کر بولی۔

"گزرے ہوئے واقعات کو بھول ہی جانا بہتر ہو گا نینسی، مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"میں اب تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دینا چاہتی ہوں۔ ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد کرنا ہو گا۔"

"اور میں تمہیں ایک اعتماد دلانا چاہتا ہوں نینسی، وہ یہ کہ میری ذات سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔"

"اب مجھے اس کا یقین ہے خان۔" وہ آہستہ سے بولی۔ نعمان خان خاموش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ نینسی کی آنکھوں کی شرارت اب غائب ہو چکی تھی۔ وہ بالکل سنجیدہ تھی اور اس سنجیدگی نے اس کی شخصیت بدل دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"مسٹر خان، جو کچھ ہوا اس کے لیے مجھے افسوس ہے لیکن میں آپ کو وجہ بتا چکی ہوں۔ میں کس طرح اس سلسلے میں ملوث ہوئی اس کی ایک کہانی ہے۔ مختصراً تمہیں اس کے بارے میں بتا دوں۔ میں دو قوموں کے ملاپ کا نتیجہ ہوں۔ تفصیل بے مقصد ہو گی۔ میرے والد ایک ایسے عذاب میں گرفتار ہو گئے تھے جس میں ہمارے پورے خاندان کی زندگی جو ماں، باپ اور مجھ پر مشتمل تھا موت کے محاذ میں گرنے والی تھی۔ ایسے نازک وقت میں جب موت ہماری طرف لپک رہی تھی اور کوئی ہمارا ہمدرد نہیں تھا ایک شخص نے ہماری زندگی بچائی جب موت ہماری گردنوں کو چھو رہی تھی۔ اس عظیم انسان کا نام شہباز خان تھا۔ ہم لوگ اس کے مطیع ہو گئے۔ وہ بہت بڑا انسان تھا۔ اس نے اتنی تکلیفیں اٹھائیں ہمارے لیے جو ایک انسان کسی دوسرے انسان کے لیے نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ اس کے بعد ہماری زندگی اس کی امانت تھی لیکن اس نے ہم پر کوئی بوجھ نہ ڈالا۔ میں نے تعلیم حاصل کی کچھ اور کوششیں کیں اور مجھے اس ملک میں جگہ مل گئی۔

شہباز خان اسی علاقے کا رہنے والا تھا۔ وہ یہاں سے ایک قتل کر کے فرار ہوا تھا اور اس قتل کے پیچھے ایک لمبی داستان تھی۔ اسے یہ جگہ چھوڑنا پڑی تھی لیکن وہ اس سے پیار کرتا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں پہاڑ کا لہو سمٹ آتا تھا جب وہ تراب زان کا ذکر کرتا تھا۔"

"تراب زان..." نعمان خان نے چونک کر کہا۔

"ہاں، وہ وہیں کا باشندہ تھا۔ تراب زان میں اس نے فیروز خان نامی سردار کو قتل کیا تھا جس سے اس کی دشمنی تھی۔ فیروز خان کسی بڑے سردار کا بھائی تھا جس کا نام بادشاہ خان تھا۔"

"کیا؟" نعمان خان کے قریب جیسے بم پھٹا ہو۔ اس کا چہرہ حیرت کی تصویر بن گیا۔ فیروز خان، اس کا باپ۔ اس کا قاتل بہزاد سلامن نہیں تھا۔ بہزاد سلامن نہیں تھا بلکہ اس کے باپ کو کسی شہباز خان نے قتل کیا تھا۔ تو شیران سے دُشمنی۔ شیران سے مخاصمت صرف غلط فہمی کی بنیاد پر تھی۔ صرف غلط فہمی کی بنیاد پر اتنے بڑے المیے جنم لیتے رہے تھے۔ نینسی کوین کیا کہہ رہی تھی، اب اس کے کان نہیں سُن رہے تھے۔ اس کے ذہن میں تو بس ایک ہی لفظ گونج رہا تھا۔

شہباز خان... اس کے باپ کا قاتل کوئی اور تھا۔ تب تو... تب تو شیران کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی... آہ... یہ سب کچھ بادشاہ خان کی وجہ سے ہوا تھا۔

○

فوجی ہسپتال کے ایک شاندار کمرے میں شیران ایک بستر پر دراز تھا۔ اس کے زخم بھرتے جا رہے تھے۔ بہترین صحت اور وحشیانہ قوتِ مدافعت اس کی معاونت کر رہی تھی اور ڈاکٹر اس کی صحت سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اس وقت بھی ایک ڈاکٹر دو نرسوں کے ساتھ اس کا معائنہ کر رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور جنرل ڈی ہسپتال کے ایک بڑے سرجن کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ اندر موجود ڈاکٹر مستعد ہو گیا تھا۔

"اس کا چارٹ۔" سرجن نے ڈاکٹر سے کہا اور اس نے لپک کر ایک فائل اٹھائی اور سرجن کی طرف بڑھا دی۔ سرجن نے فائل کھول کر دیکھنا چاہی لیکن جنرل ڈی نے فائل اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"میں خود بھی ڈاکٹر ہوں سرجن۔" جنرل ڈی نے آہستہ سے کہا۔ وہ چارٹ دیکھنے لگا۔ سرجن خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا۔ جنرل ڈی چارٹ دیکھتا رہا تھا پھر اس نے فائل بند کر کے ماتحت ڈاکٹر کو دیتے ہوئے کہا۔ "اس کی جسمانی حالت قابلِ رشک ہے۔"

"بلاشبہ جنرل، یہ ایک حیرت انگیز انسان ہے۔"

"ہاں، یہ ایک حیرت انگیز انسان ہے۔ اسے بے ہوش رکھنے کے لیے کیا دیا جا رہا ہے؟"

"وینیسی فائٹن۔"

"ہوں، میں چاہتا ہوں اس کی مقدار کم سے کم رکھی جائے اتنی کہ اس پر صرف غنودگی طاری رہے۔ اس کے اعضاء مصنوعی غذا قبول کر رہے ہیں؟"

"بخوبی، آپ نے چارٹ دیکھا ہے۔ کوئی کمی نہیں محسوس ہوتی لیکن اسے کب تک بے ہوش رکھنا ضروری ہے؟"

"اس کا جواب ابھی نہیں دیا جا سکتا۔ بہرحال آپ بذاتِ خود اس کی دیکھ بھال کریں۔" جنرل نے واپسی کے لیے مڑتے ہوئے کہا۔

"آپ کے محکمے کی طرف سے اس کی ہدایت مل چکی ہے جناب، یہ براہِ راست میرے چارج میں ہیں۔" سرجن نے جواب دیا اور جنرل واپس نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ باہر بارش ہو رہی تھی۔ سڑکیں جل تھل تھیں۔ مستعد ڈرائیور ہوشیاری سے کار چلاتا رہا اسے شاید جنرل کی مصروفیات معلوم تھیں کیونکہ تقریباً ساٹھ میل کا سفر طے کر کے وہ ایک فوجی عمارت میں داخل ہو گیا جو ڈی ہیڈ کوارٹر کہلاتی تھی۔ ایک بڑے سے ہال میں تقریباً دس افراد مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ ٹائپ رائٹروں کی کھٹا کھٹ گونج رہی تھی۔ جنرل ان کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک آخری دروازے پر پہنچ گیا۔ اندر داخل ہو کر اس نے اپنا برساتی کوٹ اتار کر ایک طرف ڈال دیا جو اس نے ہسپتال سے باہر نکل کر پہن لیا تھا اور پھر اپنی وسیع میز کے پیچھے جا بیٹھا۔

اسے بیٹھے ہوئے چند سیکنڈ ہی ہوئے تھے کہ ایک خوب صورت لڑکی سرخ رنگ کی فائل بغل میں دبائے اندر داخل ہو گئی۔ "بیٹھو۔" جنرل سرد لہجے میں بولا اور لڑکی بیٹھ گئی۔

"رپورٹ نمبر آٹھ تیار ہے سر۔" اس نے کہا اور جنرل نے میز پر رکھے سگار بکس میں سے ایک سگار نکال لیا۔ اس کا گوشہ توڑ کر اس نے اسے سلگایا اور دو تین کش لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

"سناؤ۔"

"مارلینو گانگ ہو میں نہیں ہے۔ اس کے سائنسی امور تاریکی میں ہیں۔ وہ بنکاک، ہانگ کانگ اور آس پاس کے علاقوں میں منشیات کا سب سے بڑا اسپلائر ہے۔ کوئی سائنسی ہنگامہ اس کے نام سے وابستہ نہیں ہے۔ ڈی ڈیپارٹمنٹ اس کے علاقے کی تصاویر لینے میں ناکام رہا ہے۔ یو ڈیپارٹمنٹ نے رپورٹ دی ہے کہ کچھ لوگوں کا گانگ ہو میں داخلہ مشکل نہیں ہے اور اس کا بہترین ذریعہ وہ آوارہ گرد ہیں جو منشیات کی تلاش میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ان آوارہ گردوں کے لیے یہ علاقے آغوش وا کیے رہتے ہیں کیونکہ ان کے ذریعے انھیں زبردست آمدنی ہوتی ہے کوئی گروہ وہاں مشکوک قرار دیا جا سکتا ہے لیکن منتشر ہو کر وہاں کا کیا جا سکتا ہے۔ گانگ ہو کے اطراف میں سیاحوں کے کئی کیمپنگ ہیں جہاں زیادہ تر آوارہ گرد قیام کرتے ہیں۔ مارلینو کے اڈے وہاں پر کیمپنگ میں موجود ہیں۔ خود مارلینو ان علاقوں میں ایک دیوتا کی حیثیت سے پوجا جاتا ہے۔ اس کے ذاتی محافظ نہیں ہیں یا اگر ہیں تو منظرِ عام پر نہیں آتے۔ وہ جب گانگ ہو میں ہوتا ہے تو عام طور سے پبلک مقامات پر نظر آ جاتا ہے۔"

"کافی ہے۔" جنرل ڈی نے آنکھیں کھول دیں۔

"رپورٹ نمبر تین اور نو تیار ہو رہی ہے جناب، کچھ دیر کی مہلت درکار ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"شام سات بجے اسے رنگ کیبر ہاؤس بھجوا دینا۔"

"او کے سر۔" لڑکی نے جواب دیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ٹھیک سات بجے جنرل ڈی چودہ افراد کی ایک میٹنگ میں شریک ہوا۔ باہر موجود گاڑیوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس میٹنگ کے شرکاء کون ہیں۔ وزیرِ دفاع، وزیرِ داخلہ اور وزیرِ خارجہ جیسی ہستیاں وہاں موجود تھیں۔ باہر کے انتظامات بھی بہت زبردست تھے۔ جنرل ڈی کے پہنچتے ہی کارروائی کا آغاز ہو گیا۔ چند افراد نے یکے بعد دیگرے اس میٹنگ کی اہمیت کے بارے میں چھوٹی چھوٹی تقریریں کیں پھر ایک سوال کے جواب میں وزیرِ خارجہ نے کہا۔

"میں نے جس ممکنہ ذرائع سے معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں کر لی ہیں اور پورے وثوق سے اعلان کرتا ہوں کہ ہمارے اس آپریشن کی ناکامی میں کسی بڑے ملک یا کسی بھی بیرونی طاقت کا ہاتھ نہیں ہے اور ابھی تک خوش قسمتی سے کوئی ملک ہماری ان کارروائیوں سے واقف نہیں ہو سکا ہے۔ اس آپریشن کی ناکامی چند ایسے اتفاقات کا نتیجہ ہیں جو وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کی ناقص منصوبہ بندی سے پیدا ہوئے۔ یہ میری آخری رپورٹ ہے۔"

"یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ابھی ہمارے لیے ان پہاڑوں میں گنجائش ہے اور ہم دوبارہ مزید منظم پیمانے پر کارروائی کر سکتے ہیں۔" وزیرِ داخلہ نے کہا۔

"میں نے اس کارروائی کے تمام اختیارات انتہائی اعتماد کے ساتھ جنرل وائی اسکاش ڈی کو دے دیے ہیں اور ڈی ڈیپارٹمنٹ کی تشکیل اسی بنیاد پر کی گئی ہے۔ ہم نے جنرل ڈی سے درخواست کی ہے کہ وہ مختصراً ہمیں اس بارے میں کچھ بتائیں۔"

"حتمی رپورٹ پیشِ خدمت ہے۔ اس ناکامی کا ذمہ دار وائی تھری ایٹ تھا جسے سزا دے دی گئی ہے اور اس سلسلے میں ایک غیر متعلق شخص نے اس پروگرام پر کاری ضرب لگائی ہے جسے کسی ملک سے متعلق نہیں کہا جا سکتا۔"

"وہ کون ہے؟"

"مارلینو۔" جنرل ڈی نے جواب دیا اور پھر مارلینو کے بارے میں پوری تفصیل بتا دی۔

"اس شخص کے لیے تم نے کیا فیصلہ کیا ہے جنرل؟"

"سزائے موت اس کی تقدیر ہے اور اسی سے میں کارروائی کا آغاز کروں گا۔"

"ایک بات جو آپ سے معلوم کرنا ضروری ہے جنرل۔ اس آپریشن کے لیے آپ پہاڑوں پر کیا بندوبست کریں گے؟"

"وہی جو وائی تھری ایٹ نے کیا تھا۔" جنرل پُراسرار انداز میں مسکرایا۔

"اوہ، گویا پہاڑوں کا کوئی دشمن؟"

"جی۔"

"یہی ضروری اور مناسب ہے لیکن وہ شخص؟"

"میری کارروائیوں پر اعتماد کیا جائے۔" جنرل ڈی نے کہا۔

"ہمیں اعتماد ہے۔" کہا گیا اور اس کے بعد میٹنگ برخاست ہو گئی۔ جنرل ڈی مسکراتا ہوا وہاں سے باہر نکل آیا وہ ایک پُراعتماد اور مضبوط قوتِ ارادی کا مالک شخص معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ ڈرائیور کو اس نے ایک پتا بتایا اور مؤدب ڈرائیور نے گردن خم کر دی۔ شہر کی پُررونق سڑکیں پیچھے رہ گئیں اور کار ایک نواحی علاقے میں نکل آئی پھر ایک وسیع و عریض عمارت کے گیٹ کے سامنے رک گئی جہاں دو باوردی چوکیدار کھڑے ہوئے تھے۔ جنرل ڈی نے اپنا کارڈ دکھایا اور چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ کار اندر داخل ہو گئی۔ عمارت کا احاطہ وسیع ترین تھا لیکن اس کی دیواریں اس قدر بلند تھیں کہ انھیں عبور کرنا ناممکنات میں سے تھا۔

ڈرائیور نے کار پورچ میں روک دی۔ سامنے کے درخت پر کوئی شخص چڑھا ہوا کچھ پھل توڑ رہا تھا۔ جونہی جنرل ڈی نیچے اترا وہ شخص بندر کی طرح خوخیاتا ہوا انتہائی پھرتی سے درخت کے تنے سے نیچے اتر کر ایک سمت بھاگ گیا۔ جنرل ڈی نے متحیرانہ نگاہوں سے اسے دیکھا وہ شخص تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکا کر خوخیا رہا تھا۔ اس کی کیفیات بندروں جیسی ہی تھیں اور وہ کسی بندر کی مانند پھرتیلا نظر آ رہا تھا۔ جنرل ڈی نے جھک کر اس طرح کی اداکاری کی جیسے زمین سے پتھر اٹھانا چاہتا ہو اور دوسرے لمحے وہ شخص پلٹ کر ایک دوسرے درخت پر چڑھ گیا۔ جنرل ڈی نے ایک گہری سانس لی تھی پھر وہ واپس مڑا ہی تھا کہ عمارت کے صدر دروازے میں اسے ایک لمبا تڑنگا شخص نظر آیا جو ایک شاندار سوٹ میں ملبوس مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جنرل ڈی بھی مسکراتا ہوا اس کی جانب بڑھ گیا طویل القامت شخص نے آگے بڑھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"جنرل ڈی۔" پھر بولا۔ "یقیناً میں ڈاکٹر ٹونڈ سے مخاطب ہوں۔"

"یہ اتفاق ہے جنرل کہ ہماری آپ سے پہلے ملاقات نہ ہو سکی حالانکہ بے شمار لوگ ڈاکٹر ٹونڈ کو جانتے ہیں۔ میں خود بھی

ان سے رابطہ رکھنے کا شوقین ہوں۔"

"وقت کا انتظار تھا ڈاکٹر لونڈ ورنہ ہماری ملاقات ضرور ہو جاتی۔"

"تشریف لائیے، میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔" ڈاکٹر لونڈ اُسے لیے ہوئے ایک نہایت شاندار ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا جہاں نفیس فرنیچر سجا ہوا تھا۔ اس نے جنرل ڈی کو بیٹھنے کی پیش کش کی اور جنرل مسکراتا ہوا بیٹھ گیا۔

"یقیناً کوئی ضرورت آپ کو مجھ تک لائی ہوگی جنرل، ورنہ ذمہ دارانہ فوجی زندگی میں بے مقصد ملاقاتوں کا وقت کہاں ملتا ہے؟" ڈاکٹر لونڈ نے کہا۔

"یقیناً ڈاکٹر لونڈ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ جیسے ذہین سائنس دان اور بہت بڑے انسان کے پاس بھی وقت کہاں ہوگا۔ اس لیے میں نے یہ اپائنٹمنٹ فوجی ذمہ داریوں کے تحت طلب کیا تھا۔"

"مجھے آپ کی خدمت کر کے خوشی ہوگی۔" ڈاکٹر لونڈ نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر لونڈ، یہ حقیقت ہے کہ ملک میں آپ جیسے جادوگر اُنگلیوں پر گنے جاتے ہیں جنھوں نے اپنی سائنسی زندگی میں ایسے عجیب و غریب کارنامے انجام دیے ہیں جن پر یقین کرنے کو دِل نہ چاہے۔"

"شکریہ، مجھے آپ کی خدمت کر کے بے حد خوشی ہوگی جنرل۔" ڈاکٹر لونڈ موضوع سے نہیں ہٹنا چاہتا تھا۔

"ڈاکٹر، میں نے آپ کے عجائب گھر کے بارے میں بہت کچھ سُنا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں ایک نگاہ اُسے دیکھوں۔"

"یقیناً آپ تشریف لائیے لیکن برائے کرم اسے عجائب گھر نہ کہیے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں اپنے وطن کے لیے وہ سب کچھ کرنا چاہتا ہوں جو اس کی ممتاز حیثیت کو برقرار رکھنے میں معاون ہو۔ ہمارے عظیم ترین سائنس دان خلائی اور زمینی بنیادوں پر لاتعداد کارنامے انجام دے رہے ہیں اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ کسی بھی ملک کے کسی بڑے سے بڑے سائنس دان سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔ ہم انھیں سائنسی جادوگر کہہ سکتے ہیں میں نے ایک خاص شعبہ بنایا ہے، 'برین سرجری'۔ دماغی قوتوں کا حصول اور دماغی قوتوں میں تبدیلی۔ یہی میرا نظریہ رہا ہے اور میں نے اسی پر کام کیا ہے۔ اس کے چند نمونے میں نے اپنے ہاں رکھے ہیں اگر آپ انھیں عجائب گھر کہنا چاہتے ہیں تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"سوری ڈاکٹر لونڈ، اگر اس لفظ سے آپ کے جذبات مجروح ہوتے ہیں تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ تاہم میں انھیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تشریف لائیے۔" ڈاکٹر لونڈ نے کہا اور جنرل ڈی اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

ڈاکٹر لونڈ اسے لیے ہوئے ایک چھوٹے سے کیبن نما کمرے میں داخل ہوا جہاں بڑی نسل کا ایک بندر ایک چوڑی سی میز پر بیٹھا قلم ہاتھ میں لیے کچھ لکھ رہا تھا۔ انھیں دیکھ کر وہ اُٹھا اور گردن خم کر کے مسکرایا پھر اس نے انھیں سامنے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جنرل ڈی نے دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھا تھا۔

"بس میں اسے زبان نہیں دے سکا۔ یہ ڈاکٹر فیریڈو ہے۔" جنرل ڈی نے مسکرا کر ڈاکٹر فیریڈو کی طرف دیکھا اور اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"ڈاکٹر فیریڈو کیا کر رہے ہیں؟" جنرل ڈی نے سوال کیا۔

"انسانی جسم پر دماغ کے اثرات۔ ڈاکٹر فیریڈو یہ معلوم کرنے میں کوشاں ہیں کہ دماغ جو جسم کا شہنشاہ ہے جسم کو کن حالات میں احکامات دے سکتا ہے اور کون کون سی کیفیات میں بدن، دماغ کے اثرات قبول نہیں کرتا۔ وہ کون سے اعضا ہیں جو انسانی جسم میں دماغ کے باغی ہیں اور کن حالات میں وہ دماغ سے بغاوت کر سکتے ہیں؟ یہ ایک بہت باریک اور پیچیدہ کام ہے۔ جسے ڈاکٹر فیریڈو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ پاؤں کے ناخن سے لے کر سر کے بالوں تک۔ وہ جسم کے ایک ایک حصے کا تجزیہ کر رہے ہیں اور ان کی ایک چھوٹی سی تجربہ گاہ ہے۔ ڈاکٹر فیریڈو، کیا آپ اپنی یہ تجربے گاہ جنرل ڈی کو دکھانا پسند کریں گے؟" ڈاکٹر فیریڈو یعنی اس بندر نے گردن خم کی اور کرسی کے پیچھے سے نکل آیا۔ اسے بندر ہی رہنے دیا گیا تھا۔ لباس وغیرہ پہنا کر کوئی مضحکہ خیز حرکت نہیں کی گئی تھی لیکن بڑے دلکش انداز میں چلتا ہوا ان کے ساتھ باہر نکلا اور پھر ایک کمرے میں پہنچ گیا اس نے اس کمرے میں پہنچ کر ایک بٹن دبایا اور کمرے کی سامنے کی دیوار اس طرح سلائیڈ ہو کر اُوپر اُٹھ گئی کہ جنرل ڈی حیران رہ گیا۔ اس کے پیچھے ایک لیبارٹری پھیلی ہوئی تھی اور اس لیبارٹری میں لاتعداد سائنسی آلات کام کر رہے تھے۔

بندر یا ڈاکٹر فیریڈو انھیں لیے ہوئے ایک ایک چیز دکھانے لگا۔ ڈاکٹر لونڈ اس کے بارے میں تفصیلات بتاتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور جنرل ڈی، ڈاکٹر لونڈ کے ساتھ اس جگہ سے باہر نکل آیا۔

"میں نے باہر ایک انسان دیکھا تھا جو بندر کی طرح درخت پر چڑھا ہوا پھل توڑ رہا تھا۔"

"ہاں، وہ اب ذہنی طور پر بندر ہے اور ذہن کے احکامات کو اپنے بدن پر پوری طرح قبول کر چکا ہے ورنہ ایک انسانی جسم میں اتنی پھرتی کہاں ہو سکتی ہے جتنی بندر میں۔ شاید آپ نے اس کی پھرتی کے مظاہرے دیکھے ہوں۔"

"یقیناً ڈاکٹر لونڈ۔ میں حیران رہ گیا تھا۔"

"آیئے۔" ڈاکٹر لونڈ اسے اپنی اس عظیم الشان کوٹھی کے مختلف حصوں میں گھماتا رہا۔ یہاں لاتعداد دماغی تجربے موجود تھے۔ ایک دس سالہ بچے سے ڈاکٹر نے جنرل ڈی کی ملاقات کرائی جو ایک بہت بڑا مفکر اور سیاست دان تھا۔ ڈاکٹر لونڈ نے کہا کہ یہ اس سے تاریخ کے بارے میں سوال کرے اور تاریخ کی سیاست پر بحث کرے۔ جنرل ڈی نے دس سالہ بچے سے بے شمار پیچیدہ سوالات کیے اور اس نے اُن کے ایسے ایسے حل بتائے کہ جنرل ڈی چکرا کر رہ گیا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"میں واقعی اس تمام کارخانے سے بے حد متاثر ہوا ہوں ڈاکٹر لونڈ، میرا خیال ہے کہ اب ہمیں مطلب کی بات کر لینی چاہیے۔"

"تو پھر تشریف لائیے کچھ چل جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم اپنی گفتگو جاری رکھیں۔ ایک بار پھر وہ اسی ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ ڈاکٹر لونڈ نے جنرل ڈی کے سامنے اپنے ہاتھ سے گلاس بنا کر پیش کیا اور خود بھی اپنی سیٹ پر بیٹھ کر مشروب کی چسکیاں لینے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"جنرل، آپ کی آمد میرے لیے باعثِ مسرت ہے لیکن اس سے زیادہ باعثِ دلچسپی اس کی وجہ ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے۔ میں پارٹی کے لیے اور اپنے وطن کے لیے ہمیشہ ایک وفادار شہری ثابت ہوا ہوں اور اس وقت بھی میری خدمات حاضر ہیں۔"

"میرے زیرِ تحت ایک شخص ہے ڈاکٹر لونڈ، اس کے بارے میں مکمل تفصیلات بتانا میرا خیال ہے بہت اہم ہوگا۔ پہاڑوں کا رہنے والا یہ شخص ایک سرکش اور خطرناک انسان ہے ہمارے لیے بے پناہ مشکلات کا باعث بنا لیکن اس کی شخصیت میں ایک ایسی بات پوشیدہ ہے جو ہمارے لیے کارآمد ہو سکتی ہے۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے وہ شدید زخمی ہوا اور ہماری تحویل میں آ گیا۔ اس شخص سے ملک کے مفاد کے لیے ایک اہم کام لینا ہے ہمیں۔ میں اس کے دماغ پر اپنا کنٹرول چاہتا ہوں لیکن کچھ تبدیلیوں کے ساتھ۔"

"مثلاً؟" ڈاکٹر لونڈ نے سوال کیا۔

"مثلاً یہ کہ اس شخص کی ذہنی صلاحیتیں اور قوتیں اور جسمانی قوتیں بحال رہنی چاہئیں۔ اس کی فطرت اپنی جگہ برقرار رہنی چاہیے۔ اس کی کارروائی وہی ہو جو اس کے دِل میں ہو اور جو یہ پسند کرتا ہے لیکن ایک مخصوص وقت میں ایک مخصوص ذریعے سے ہم اس کے دماغ پر کنٹرول چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ جب بھی ہم اس کے ذہن پر اثرانداز ہوں یہ ہمارے لیے کام کرے ہمارے بارے میں سوچے، وہ سب کچھ کرے جو احکامات ہم اسے دیں۔ یوں سمجھ لیں ڈاکٹر کہ یہ صرف ہمارے لیے ہو کوئی اور شخص اس پر اپنا تسلط قائم نہ کر سکے یا جس وقت ہمیں اس کی ضرورت ہو یہ ہمارا غلام ہو۔" ڈاکٹر لونڈ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔ چند لمحات تک سوچتا رہا پھر بولا۔

"تھوڑی سی تبدیلی ہوگی جنرل اس میں۔"

"کیا؟" جنرل نے سوال کیا۔

"آپ یہ نہ کہیں کہ وہ عام حالات میں آپ کے خلاف سوچے یوں سمجھ لیجیے کہ اس کا ہر قدم آپ کے مفاد اور آپ کی خواہشات کے مطابق اُٹھے اور آپ کے علاوہ وہ جس شخص سے بھی ملے اس سے مخلص نہ ہو یعنی پارٹی کا وفادار ہمارے ملک کا بہی خواہ ضرور ہو لیکن اس کے لیے اگر اسے کچھ لوگوں سے فراڈ کرنا پڑے تو وہ کرے۔ عام حالات میں یہ مناسب نہیں ہوگا کہ وہ کسی اور سے بھی دلچسپی رکھے بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ وہ صرف آپ کا مخلص ہو اور آپ کے احکامات کے مطابق ہر شخص سے اسی طرح ڈیل کرے۔" جنرل ڈی کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"اگر ایسی کوئی اُلجھن ہے تو مجھے اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مقصد تو اس شکل میں بھی پورا ہو ہی جاتا ہے۔"

"ہاں، یہ کام میں بآسانی کر سکتا ہوں۔ اس شخص کا دماغ کنٹرول کر کے میں آپ کے قبضے میں دے دوں گا۔ آپ اسے ذہنی طور پر جو احکامات دیں گے وہ ہزاروں میل دُور رہ کر بھی انھیں قبول کرتا رہے گا۔"

"کیا یہ ممکن ہے ڈاکٹر لونڈ کہ فاصلے سے میں بھی اس کے ذہن کے احکامات وصول کر سکوں؟"

"نہیں، یہ ممکن نہیں ہے۔ اس کے لیے مجھے آپ کے دماغ کا بھی آپریشن کرنا پڑے گا اور وہ ایک بہت لمبا کام ہوگا۔"

"اوہ... اور میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا۔" جنرل ڈی نے شانے ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر ٹونڈ بھی مسکرانے لگا تھا۔ تب جنرل ڈی بولا۔ "میں اس کے لیے یقیناً تیار ہو جاتا ڈاکٹر ٹونڈ لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ مجھے بے شمار کام کرنے ہیں۔ دراصل میں نے یہ بات آپ سے اس لیے کہی تھی کہ جن لوگوں کے درمیان میں اس شخص کو بھیجوں گا' وہ اس کے اپنے لوگ ہیں۔ وہ اسے جانتے ہیں پہچانتے ہیں' انھی لوگوں کے درمیان رہ کر اُسے اپنا کام انجام دینا ہو گا۔ کہیں یوں نہ ہو کہ وہ اس کی تبدیلی پر شبہ کر جائیں۔ یہ تو صرف درپردہ ہمارے مقاصد کے لیے کام کرے گا۔"

"ٹھیک ہے اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی آپ کو جنرل ڈی' یہ شخص اُن لوگوں سے اسی انداز میں ملے گا ان کے درمیان رہے گا لیکن یہ اُن سے مخلص نہیں ہو گا بلکہ آپ کے احکامات کے لیے ہر قسم کی اداکاری کرے گا۔"

"مقصد پورا ہو جاتا ہے۔" جنرل ڈی نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"ایک سوال اور بتائیے؟"

"جی۔"

"آپ نے ابھی بتایا تھا کہ یہ شخص زخمی ہو چکا ہے۔"

"ہاں' یہ اس وقت بھی زخمی ہے اور زیرِ علاج ہے۔"

"سب سے پہلی بات مجھے یہ بتائیے کہ اس کے دماغ پر تو کوئی چوٹ نہیں آئی؟"

"نہیں' اس کا دماغ محفوظ ہے۔"

"تب آپ جب چاہیں اسے میرے پاس پہنچا سکتے ہیں۔ میں اس کا برین واش کر کے اس کے ذہن میں یہ تمام نئے خیالات ڈالوں گا۔"

"کیا اس کے ذہن کی پلیٹ بالکل ہی صاف کر دی جائے گی؟"

"ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے جنرل ڈی' اس کے خیالات اس کے افکار سب کچھ وہی رہیں گے' بس میں اس کے ذہن کے ان خلیوں کو نیست و نابود کر دوں گا جس میں آپ کے ملک سے غداری یا آپ لوگوں کے خلاف کوئی بُرا احساس ہے' اس کی جگہ میں اس کے ذہن میں آپ کے ملک سے محبت اور آپ کے احکامات کی تعمیل اس کے ذہن میں داخل کر دوں گا اور اس کام میں مجھے ایک ماہ سے زیادہ نہیں لگے گا۔ ممکن ہے اس سے بھی کچھ کم وقت صرف ہو۔"

"جس قدر جلد یہ کام ہو سکے ڈاکٹر ٹونڈ' برائے کرم آپ یہ کام انجام دیجیے۔ افسوس میں آپ کو اپنے مشن کی تفصیلات نہیں بتا سکتا لیکن یوں سمجھیے کہ یہ شخص ہمارے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔"

"میں حکومت' ملک' وطن اور ملت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکا ہوں جنرل ڈی' میری دلی خواہش ہے اور آپ میرا خاندانی پس منظر بھی جانتے ہیں کہ ہم لوگ ہمیشہ وطن پرست کہلائے ہیں۔ ہمارے آباد اجداد بھی ملک کی خدمت کے لیے اپنی زندگیاں قربان کرتے رہے ہیں۔ آپ اس بات سے بالکل مطمئن رہیں میں جس قدر مختصر وقت میں آپ کا یہ کام کر سکتا ہوں کروں گا۔"

"او کے ڈاکٹر ٹونڈ' اس تعاون کے لیے بے حد شکریہ۔ میں آپ سے کل بذاتِ خود ملاقات کروں گا اور اس شخص کو آپ کی تحویل میں دوں گا۔"

"ٹھیک ہے' میں آپ کا انتظار کروں گا۔" ڈاکٹر ٹونڈ اسے باہر تک چھوڑنے کے لیے آیا اور تھوڑی دیر کے بعد جنرل کی کار واپس چل پڑی۔ معروف انسان کے بُشرے سے تھکن کا کوئی اظہار نہیں ہوتا تھا۔ وہ ایک مُستعد اور چاق و چوبند آدمی تھا۔ تجربے کار لیکن بہترین صحت کا مالک۔ کار انھی راستوں سے واپس ہوتی ہوئی بالآخر اس جگہ تک پہنچ گئی جہاں جنرل کی رہائش گاہ تھی۔

اس رہائش گاہ کے ایک حصے میں جنرل کا پرائیوٹ دفتر بھی تھا۔ اپنے مخصوص کمرے میں پہنچ کر اس نے اپنی سیکرٹری کو طلب کیا۔ خوب صورت لڑکی سیکرٹری سے زیادہ "کچھ" معلوم ہوتی تھی۔ جنرل سنجیدگی سے اس سے معلومات حاصل کرنے لگا پھر جب ضروری معلومات اُسے فراہم ہو گئیں تو اس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں یہ نہیں کہوں گا ہنی' کہ آج کا کام ختم ہو گیا۔ کام تو اب شروع ہو رہا ہے۔ مجھے وہ کرنا ہے جو دوسرے نہیں کر سکے۔ ہاں تمھارے مُسکراتے ہونٹوں کے ساتھ تمھارے خوب صورت ہاتھوں سے ایک جام مل جائے تو میں اسے کامیابی کے لیے ایک اچھا شگون سمجھوں گا۔" لڑکی مُسکراتی ہوئی سامنے والی الماری کی طرف بڑھ گئی جہاں مشروب کی بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔ ادھر پہاڑوں میں ایک اور زلزلے کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور دوسری طرف پریشان حال لوگ بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کر کے ان عظیم وادیوں کی شان برقرار رکھنے میں کوشاں تھے۔

نعمان خان کے ذہن میں دھماکے ہوتے رہے...

نینسی کوئن کے انکشاف نے اس کا سکون تہ و بالا کر دیا تھا۔ ماضی کا ایک ایک لمحہ اسے یاد آ رہا تھا۔ غلطی بادشاہ خان کی تھی کیونکہ اتنا ذہین انسان ہو کر بھی وہ حقیقت تلاش نہیں کر سکا تھا اور اپنے دل میں بہزاد سلامین کی دُشمنی پروان چڑھاتا رہا تھا جس کے نتیجے میں آدھی زندگی شیران کی دُشمنی میں ضائع ہو گئی۔ بے قصور شیران کی زندگی لینے کی کوشش کی گئی جس کے نتیجے میں اس کی بوڑھی ماں ان کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی اور اس کے جواب میں اُس نے فیروز خان کے خاندان کو خون کے آنسو رُلا دیے۔

مگر میرا کیا قصور تھا۔ بات بابا خان کی تھی جو اپنے سینے میں بھائی کی موت کی آگ روشن کیے بیٹھا تھا۔ آہ بابا خان کتنے نقصانات پہنچائے ہیں تم نے ہمیں... اس کے دل میں آواز اُبھری۔

نینسی کوئن اس کے احساسات سے بے نیاز اپنی کہانی سُنائے جا رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "اس طرح میں اپنا فرض پورا کرنے چل پڑی اور میرے پیچھے دُشمنوں کے گروہ لگ گئے لیکن میں اپنا فرض ضرور پورا کروں گی' مسٹر خان یہ میرا عہد ہے۔" اُس نے خاموش ہو کر نعمان خان کی شکل دیکھی "بولو اس سلسلے میں تم میرا ساتھ دو گے؟"

"ایں ہاں' کیا کہا تم نے؟" نعمان خان چونک پڑا۔

"تم بھی ان پہاڑوں کے بیٹے ہو۔ یہ ذمے داری تم پر بھی عائد ہوتی ہے۔ تم کہتے ہو کہ تمھارا مشن بھی یہی ہے تو کیوں نہ ہم مل کر کام کریں۔" نینسی کوئن نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

نعمان خان نے خود کو سنبھال لیا۔ اس اجنبی لڑکی سے وارداتِ دل کہنے سے کیا فائدہ چنانچہ اُس نے کہا۔ "ہاں نینسی میری زندگی کا مقصد بھی یہی ہے۔ یوں سمجھو کہ تقدیر نے ہمیں یکجا کیا ہے۔"

"میں اپنی زندگی کی قیمت پر بھی یہ کام کر لینا چاہتی ہوں۔"

"میں تمھارے ساتھ ہوں۔" نعمان خان بولا۔ نینسی خاموشی سے باہر کے مناظر دیکھتی رہی پھر اُس نے کہا۔

"ایک بات بتاؤں نعمان خان۔ ان مائیکرو فلموں کا کوئی وجود نہیں ہے' جن کی میں پبلسٹی کرتی رہی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے ایسی کوششیں ضرور کی تھیں لیکن فلمیں نہیں بنائی تھیں بلکہ یوں سمجھو کہ یہ فلمیں میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔" نعمان خان نے حیرت سے کہا۔

"میں بے وقوف نہیں تھی۔ فلموں کی پبلسٹی میں نے جان بوجھ کر

کی تھی تاکہ اگر کوئی میرے پیچھے لگے تو فلمیں ہی تلاش کرتا رہے اور اُسے فلمیں نہ ملیں تو وہ یہ سوچ کر ہی رہ جائے کہ وہ میرے پاس سے ضائع ہوگئی ہیں۔ اسے یہ گمان نہ ہو کہ سب کچھ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ اس شکل میں وہ مجھے ختم کرنے میں کوشاں ہو جاتے جب کہ موجودہ شکل میں تم دیکھ لو، میں محفوظ ہوں۔"

"تم بے حد ذہین ہو نینسی۔" نعمان خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے شوہر کا بھی یہی خیال ہے۔" نینسی نے کہا اور ہنس پڑی۔

"پھر شوہر...!" نعمان خان آنکھیں نکال کر بولا۔

"کمال ہے اُس بے چارے کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ تمہارے لیے میں نے اپنی اولاد ختم کر دی، ایک شوہر باقی بچا ہے اُسے تو رہنے دو۔"

"ہمیں اُن لوگوں کی طرف سے غیر محتاط نہیں رہنا چاہیے۔ بہرحال اُنھیں یہ علم ہے کہ تم زندہ ہو۔ وہ تمہیں نظر انداز تو نہیں کریں گے۔"

"میرے تحفظ کی ذمے داری تم سنبھال لو۔"

"تمہارے ذہن میں کیا منصوبہ ہے؟"

"اس ملک کے سفارت خانے کے ایک اہم شخص سے میری ملاقات ہو چکی ہے، اس نے مجھے ایک نام دیا ہے، جس سے ملاقات کر کے میں اپنے مقصد میں آگے بڑھ سکتی ہوں۔"

"اُسی سفارتی افسر نے مجھے کچھ ایسے اہم نکات بتائے ہیں، جن کی وجہ سے میں وزارتِ داخلہ میں پہنچ کر اُن سے اپنا مقصد بیان کر سکتی ہوں۔"

"کیا تم مجھے وہ نام بتانا پسند کرو گی نینسی کوئن! در اصل میں چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں کسی کو شبہ دیے بغیر کام کر لیا جائے۔ ہم دو افراد ہیں اور اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ اگر میرے پیچھے نہ سہی تو کم از کم وہ لوگ تمہارے پیچھے ضرور ہیں۔"

"تمہارا خیال درست ہے خان! میں اپنی معلومات کے تحت تمہیں یہ بتا سکتی ہوں کہ اس سلسلے میں اس ملک کے نمائندے دنیا کے بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور وہاں رہ کر اس مشن کی تکمیل میں سرگرداں ہیں۔ مقامی نمائندہ ایڈمنڈ گرینپ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شخص پچکے ہوئے گالوں اور لمبے قد والا ایک افسر ہے۔ بدقسمتی سے میں نہیں معلوم کر سکی کہ وہ یہاں کس عہدے پر فائز ہے۔ آیا کہ اس کا تعلق سفارت خانے سے ہے یا پھر وہ کسی الگ حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ میں اپنی معلومات میں یہ اضافہ نہیں کر پائی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ ایڈمنڈ گرینپ یقینی طور پر اس بات سے واقف ہو چکا ہوگا کہ میں یہاں پہنچ گئی ہوں اور ہمارا راستہ روکنے کی مکمل کوشش کی جائے گی۔ وہ شخص جس سے مجھے رابطہ قائم کرنا ہے۔ وزارتِ اطلاعات کا ایک اہم افسر عزیز یزدان ہے۔ عزیز یزدان سے ملاقات کے بعد ہم اُسے صورتحال بتا سکتے ہیں اور یہ شخص ہماری مکمل مدد کرے گا۔"

"ٹھیک ہے، اس اعتماد کے لیے بے حد شکریہ نینسی... لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایڈمنڈ گرینپ سے محفوظ رہنے کے لیے ہم کیا کریں۔ تم اصلی شکل میں ہو جب کہ مجھے قبائلی کی حیثیت سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اس طرح ایڈمنڈ گرینپ کو ہم دونوں کی شخصیت پر شبہ ہوگا اور یقینی طور پر اس نے ان راستوں پر نگاہ رکھی ہوگی جن سے گزر کر ہم دارالحکومت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ہم جس ٹرین سے سفر کر رہے ہیں یہ انھی علاقوں سے گزرتی ہے، جو ان کی نگاہ میں مشکوک ہوں گے۔ ائیرپورٹ اور دوسری جگہوں پر بھی یہ تمام انتظامات کر لیے گئے ہوں گے، اس کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"میری تو کچھ اور خواہش تھی نعمان خان۔" نینسی کوئن بولی۔

"کیا؟"

"میں چاہتی تھی کہ یہاں داخل ہونے کے بعد عزیز یزدان سے ملنے کے بجائے ایڈمنڈ گرینپ کو تلاش کر کے اُسے قتل کر دیا جائے تاکہ خدشے کی جڑ ہی ختم ہو جائے۔"

"میں اس سے اختلاف کرتا ہوں نینسی! جس کے بارے میں ہماری معلومات اتنی محدود ہیں کہ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ ہمیں کہاں دستیاب ہو سکتا ہے۔ اس کا قتل اتنا آسان تو نہ ہوگا۔"

"میں جانتی ہوں، میں بھی یہی سوچ رہی ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمیں اپنے طور پر کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا۔ تم بتاؤ کیا کیا جائے۔" نعمان خان کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ تنظیم سے کچھ عرصہ منسلک رہ کر اُسے مجرمانہ زندگی گزارنے کا موقع ملا تھا گو وہ اپنی عام زندگی میں فطرتاً مجرم نہیں تھا لیکن تنظیم کی تربیت نے اُسے ایک ایسے مسئلے میں اُلجھا دیا تھا جس سے اس نے ایک حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کارروائی بھی کی تھی چنانچہ ایسے معاملات میں اب اس کا ذہن اس قدر کند نہیں رہا تھا۔ وہ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے نینسی کوئن سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاس پستول موجود ہے؟"

"ہاں، کیوں؟"

"حفظِ ماتقدم کے طور پر یہ سوچے سمجھے بغیر نینسی کہ ہم دشمنوں کی نگاہ میں ہیں یا نہیں، کیوں نہ ہم اپنے طور پر اپنے تحفظ کی کارروائی کریں۔"

"یقیناً میں ایسا ہی کرنا چاہتی ہوں، اس کے لیے تمہارے ذہن میں کیا منصوبہ ہے؟"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ ہم دارالحکومت کے اسٹیشن پر اُترتے ہی کچھ ایسی کارروائی کریں کہ دشمن کے ساتھ ساتھ کچھ اور لوگ

بھی ہماری جانب متوجہ ہو جائیں۔ اس طرح ہم اپنے ایک خصوصی منصوبے کی تکمیل کر سکتے ہیں۔" نعمان خان نینسی کو اپنے منصوبے کی تفصیل بتاتا رہا اور جب وہ خاموش ہوا تو نینسی نے مسکرا کر کہا۔

"معاف کرنا تمہارا ذہن بھی کچھ کم نہیں ہے۔ مجھے تمہارا منصوبہ بے حد پسند آیا۔"

"تو گویا کام اسی انداز میں ہوگا؟"

"یقیناً۔" نینسی نے جواب دیا۔ ٹرین کا سفر بالآخر ختم ہو گیا۔ دن کی تیز روشنی میں وہ دارالحکومت کے ریلوے اسٹیشن پر اُتر کر چہل قدمی کے سے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ اس بات سے بے خبر کہ دو آنکھوں نے اُنھیں دیکھا، چونکیں اور اس کے بعد اُن میں سے ایک ریلوے اسٹیشن کے باہر بنے ہوئے ٹیلی فون بوتھ کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا اور اُسے کانوں سے لگا کر کہنے لگا۔ "سر وہ پہنچ گئی ہے اور اس کے ساتھ ایک دراز قامت خوش رو نوجوان بھی ہے، جس کے بارے میں ہم کوئی اندازہ نہیں لگا سکے۔"

"اُسے ختم کر دو۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"او کے سر۔" اس شخص نے جواب دیا اور ٹیلی فون بوتھ سے باہر نکل آیا۔ دوسرے لمحے وہ ایک سُرخ رنگ کی کار کے نزدیک پہنچ گیا، جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر اُس کا دوسرا ساتھی پہلے ہی جا بیٹھا تھا۔ وہ دونوں نعمان خان اور نینسی پر نگاہ جمائے ہوئے تھے، جو ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر وہ ایک ٹیکسی کے قریب پہنچ گئے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اُن سے گفتگو کرنے کے بعد دروازہ کھول دیا اور ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔ دونوں خطرناک شخص اس ٹیکسی کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد یہ ٹیکسی ایک پیٹرول پمپ کی جانب مُڑ گئی۔ پیٹرول پمپ پر پہنچ کر اس نے پیٹرول پمپ کے اٹینڈنٹ سے کچھ گفتگو کی اور اٹینڈنٹ اس سے چابی لے کر ٹیکسی کا پیٹرول ٹینک کھولنے لگا لیکن اسی وقت دونوں خطرناک آدمیوں نے دیکھا کہ لڑکی اور اس کا ساتھی پستول لے کر نیچے اتر آئے اور قریب کھڑے ہو۔ کیشیئر کی گردن پر انھوں نے پستول رکھ دیا۔ کیشیئر ہکا بکا رہ گیا تھا۔ دوسری طرف سُرخ کار میں بیٹھے ہوئے دونوں خطرناک آدمی اس واقعے پر حیران رہ گئے تھے۔ کیشیئر کے بیگ میں رکھے ہوئے نوٹ ان دونوں کی جیبوں میں منتقل ہو گئے۔ ٹیکسی ڈرائیور یہ منظر دیکھ کر بدحواس ہو گیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ ٹیکسی سے نکل بھاگا۔ اگر ٹیکسی کی چابی اس کے ہاتھ میں ہوتی تو شاید وہ ٹیکسی ہی اسٹارٹ کر کے لے جاتا لیکن اس نے اپنی جان بچانے پر اکتفا کی تھی۔ اُس کے ساتھی نوجوان نے پستول کے اشارے پر گاڑی کی چابی طلب کی اور اس کے بعد ٹیکسی میں بیٹھ کر ٹیکسی اسٹارٹ کر دی۔ سُرخ کار جو تھوڑے فاصلے پر رُک گئی تھی پھر اُن کے تعاقب میں چل پڑی تھی۔ دونوں خطرناک آدمی ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے اور کئی بار ان کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہکتے بہکتے بچا تھا۔

"اب کیا کیا جائے۔ کیا ہم اُن پر گولیوں کی بارش کر دیں؟"

"پپ... پتا نہیں۔ یہ معاملہ تو کچھ اُلٹا ہی نظر آتا ہے کہیں ہمیں دھوکا تو نہیں ہوا۔"

"لڑکی تصویر سے سو فیصد مطابقت رکھتی ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا لیکن اسی وقت ٹیکسی پھر ایک پیٹرول پمپ کی جانب مُڑ گئی تھی۔ ان دونوں آدمیوں نے بوکھلا کر سُرخ کار میں بریک لگا دیے۔ ظاہر ہے پیٹرول ٹینک بھر چکا تھا اور اس ٹیکسی کا پیٹرول پمپ کی طرف مُڑنا خالی از علت نہیں تھا۔ یہاں بھی وہی واقعہ دُہرایا گیا... لیکن بدقسمتی سے اس وقت دو کاریں اور پیٹرول لینے آ رہی تھیں۔ کار والوں نے یہ منظر دیکھا۔ ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے نوجوان اور لڑکی نے یہاں بھی پیٹرول پمپ لوٹا اور برق رفتاری سے آگے بڑھ گئے لیکن پیٹرول پمپ والوں کی چیخ پکار پر وہ دونوں کاریں جو پیٹرول لینے رُکی تھیں، برق رفتاری سے آگے بڑھ گئیں۔ اُن کے ڈرائیوروں نے کاروں کے ہارن پر ہاتھ رکھ دیے تھے اور وہ بُری طرح چیخ پکار کر رہے تھے۔ سُرخ کار میں بیٹھے ہوئے دونوں آدمیوں کا سر چکرا گیا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں لیکن دفعتاً ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے کار آگے بڑھا دی۔ اب ٹیکسی ایک بھری پُری سڑک سے گزر رہی تھی اور لوگ چونک چونک کر اس طرف متوجہ ہو رہے تھے۔ تقریباً دو تین میل کا فاصلہ طے ہوا تھا کہ پولیس کی دو پٹرولنگ کاریں ان کار والوں کی طرف دیکھ کر اس ٹیکسی کے پیچھے لگ گئیں جس کی طرف وہ اشارہ کر رہے تھے۔ ایک چوراہے پر ٹیکسی کو روک لیا گیا۔ پیٹرول کاروں سے پولیس کے افراد نکل آئے، جن کے ہاتھوں میں پستول تھے جو انھوں نے رُکی ہوئی ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے افراد کی کنپٹیوں سے لگا دیے اور چند لمحات کے بعد ان پر قابو پا لیا گیا۔ بے پناہ مجمع ہو گیا تھا اس لیے سُرخ کار والوں کی ایک نہ چل سکی۔ وہ مجمع سے تھوڑے فاصلے پر کار سے اُتر گئے لیکن اتنی دیر میں اُن دونوں افراد کو پولیس کی پیٹرول کار میں بٹھا لیا گیا تھا اور پھر پولیس پیٹرول کار آگے بڑھ گئی تھی۔ سُرخ کار میں بیٹھے ہوئے دونوں افراد نے ٹھنڈی سانس بھری اور ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ تھوڑے فاصلے پر انھیں ایک ٹیلی فون بوتھ نظر آیا اور وہ اس کی طرف بڑھ گئے۔ ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہو کر اسی شخص نے جس نے پہلے ٹیلی فون کیا تھا دوبارہ وہی

نمبر ڈائل کر کے ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو سر! کچھ... کچھ غلط فہمی معلوم ہوتی ہے، یہ شاید وہ لڑکی نہیں ہے لیکن سو فیصد اس کی ہم شکل...!"

"کیا بکواس کر رہے ہو، کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ تمہارے پاس اُس کی تصویر ہے؟"

"جی ہاں جناب لیکن عجیب ہی واقعہ ہوا ہے۔"

"بکواس ہی کرتے رہو گے یا بات بھی بتاؤ گے۔" دوسری طرف سے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور وہ شخص ہکلائی ہوئی آواز میں اُنھیں تفصیلات سنانے لگا۔ دوسری طرف سے تفصیلات سننے والا تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر غرّاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تمھیں گولی مار دینا چاہیے۔ کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکے لڑکی اور اُس کے ساتھی نے جان بوجھ کر خود کو پولیس کی تحویل میں دیا ہے۔ اوہو! بہت بُرا ہوا، چالاک لوگ کامیابی سے اپنا کام کر گئے۔ ٹھیک ہے ٹیلی فون بند کر دو، میں خود دیکھوں گا۔" اس شخص نے ریسیور رکھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی سانس لے کر اپنے ساتھی کو دیکھنے لگا جو ٹیلی فون بوتھ میں اس کے پاس ہی آ کھڑا ہوا تھا۔ "لڑکی واقعی چالاک ہے اگر باس کا کہنا درست ہے تو۔" ان میں سے ایک نے کہا اور پھر دونوں مرے مرے قدموں سے آگے بڑھتے ہوئے سُرخ رنگ کی کار میں جا بیٹھے۔ مجمع چھٹتا جا رہا تھا اور پولیس کار دل کا اب کہیں پتا نہیں تھا۔

"اب کیا، کیا جائے، کیا ہماری ناکامی ہمارے لیے مصیبتوں کے پہاڑ نہیں کھڑے کر دے گی؟"

"بنیادی غلطی ہم دونوں سے ہوئی ہے، ہم نے جلد بازی سے کام لیا۔ باس کو اتنی جلدی اس بارے میں بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ ہمیں خاموشی سے اپنا کام کرنا چاہیے تھا۔ اس صورت میں اگر یہ بات ہو جاتی تو ہم خاموشی سے بات ٹال جاتے۔"

"اب غلطی تو ہو چکی ہے۔ اپنی زندگی بچانے کا انتظام کرو۔ تم باس کو جانتے ہو۔" دوسرے نے کہا۔ دونوں کے چہرے فق ہو رہے تھے۔

▼▼

پولیس ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوتے ہی مجرموں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔ خوبصورت لڑکی اور حسین نوجوان کو ایک ڈی۔ ایس۔ پی کے سامنے پیش کیا گیا۔ ڈی۔ ایس۔ پی... گہری نگاہوں سے انھیں دیکھتے ہوئے لانے والوں سے ان دونوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا۔ پیٹرول پمپ سے لائی ہوئی رقومات اور پستول ان کے پاس سے برآمد کر کے پہلے ہی قبضے میں کر لیا گیا تھا۔ یہ چیزیں نکال کر ڈی۔ ایس۔ پی کے سامنے رکھ دی گئیں اور ڈی ایس پی متعجبانہ انداز میں ان دونوں کو دیکھنے لگا پھر اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بڑا جدید شہر ہو گیا ہے ہمارا، خوبصورت مجرم بازاروں میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اے عزیز دوستو! تمھیں لوٹ مار کی کیا ضرورت پیش آ گئی اور پھر یہ چھوٹی چھوٹی رقمیں، کوئی بڑا ڈاکا ڈالا ہوتا۔"

"سر پروگرام یہی تھا لیکن آپ دیکھیے ناکہ انسان ایک ایک سیڑھی اُوپر چڑھتا ہے۔ یہ ہمارا پہلا قدم تھا۔" لڑکی نے مطمئن لہجے میں کہا اور ڈی۔ ایس۔ پی مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"معزز خاتون بے شک میں آپ کی اس نیک روی کا قائل ہوں لیکن ایسے کچے کام کرنے سے کیا فائدہ جس میں انسان پہلی ہی کوشش میں پکڑا جائے۔"

"میرے ذہن میں تو ابھی آپ کے بہت سے بینک لوٹنے کا منصوبہ تھا لیکن آپ لوگ عجیب ہیں۔ کسی انسان کو عمل کی دنیا میں کام ہی نہیں کرنے دیتے۔ ہم لوگ تو آپ کے شہر میں اس توقع میں پہنچے تھے کہ یہاں لمبے لمبے ہاتھ ماریں گے اور عیش کریں گے کیا آپ اس بات سے ناواقف ہیں کہ ہمارا تعلق ایک بہت بڑے گروہ سے ہے اور یہ گروہ یہاں کیا کیا کارروائی کر رہا ہے اگر آپ اس کی داستان سنیں گے تو ششدر رہ جائیں گے۔" لڑکی پھر بولی اور ڈی ایس پی چونک کر سنبھل گیا۔ لڑکی کی بے باکی اور یہ الفاظ اس کے حلق سے نیچے نہیں اُتر رہے تھے۔ اُس نے انسپکٹر کو اشارہ کیا اور انسپکٹر کمرے سے باہر نکل گیا۔ مقصد شاید یہی تھا کہ لڑکی کو یہ اطمینان غلط نہیں ہے، اس لیے باہر کی نگرانی کی جائے اور پھر اُس نے قریب رکھے ٹیلی فون پر ایس۔ پی کا نمبر ڈائل کر کے اُسے صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ایس پی نے حکم دیا کہ ان دونوں کی سختی سے نگرانی کی جائے اور وہ خود بھی تھوڑی دیر کے بعد یہاں پہنچ رہا ہے۔ جب ایس۔ پی وہاں پہنچ گیا تو لڑکی نے اُس سے استدعا کی۔

"جنابِ عالی! بات آپ تک پہنچ گئی ہے، میں آپ کو کچھ ایسی باتیں بتانا چاہتی ہوں، جو آپ کی ترقی کی راہ میں روشن ستارہ بن جائیں گی کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ آپ ان ڈی۔ ایس۔ پی صاحب کو یہاں سے باہر نکال دیں۔" ایس۔ پی نے چونک کر لڑکی کی گفتگو سنی اور پھر ڈی۔ ایس۔ پی کو اشارہ کیا۔ ڈی ایس پی بڑبڑاتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا تب ایس پی نے پوچھا۔

"جی! کیا کہنا چاہتی ہیں آپ، جو الزامات آپ پر لگائے گئے تھے کیا آپ اس سے منحرف ہیں؟"

"جی نہیں! مجھے تو صرف اس بات سے اختلاف ہے کہ مجھے انتہائی چھوٹے چھوٹے الزامات کے تحت گرفتار کیا گیا ہے۔ میں ڈی ایس پی

صاحب سے یہی کہہ رہی تھی کہ اگر معلومات حاصل کرنا ہیں تو مجھ سے حاصل کریں۔ میں تو ایک ایسے گروہ کا انکشاف کرنا چاہتی ہوں، جو یہاں بہت بڑے پیمانے پر وارداتیں کرنے کا منصوبہ لے کر آیا ہے لیکن ایس پی صاحب کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ آپ میری ملاقات ڈی۔ آئی۔ جی صاحب سے کرا دیں۔"

"اگر آپ مجھے بھی اپنی ان قیمتی معلومات سے آگاہ کر دیں تو کیا آپ کی یہ مجھ پر عنایت نہیں ہو گی؟"

"ہو سکتا ہے لیکن اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ یہ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں، وہ آپ کی سطح سے اونچا ہو۔"

"میری سطح کا تعین کرنے کی کوشش نہ کریں۔ محترمہ میں اچھے اچھوں کی سطح ناہموار کر دیتا ہوں۔" ایس پی نے غصے سے کہا اور لڑکی چونک کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھنے لگی پھر اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں نعمان خان کیا پروگرام ہے، کیا ہم ان ایس۔ پی سے کام چلا سکتے ہیں؟"

"بہتر یہ ہو گا کہ ہمیں ڈی۔ آئی۔ جی تک پہنچا دیا جائے۔ ایس۔ پی صاحب یہ خاتون کچھ غیر سنجیدہ ہیں بلکہ میرا خیال ہے کچھ زیادہ ہی غیر سنجیدہ ہیں لیکن آپ اس بات کا یقین کر لیجیے کہ ہم جان بوجھ کر آپ تک پہنچے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" ایس پی نے چونک کر نوجوان کو دیکھا۔

"جی ہاں، ہم چور اُچکے یا ڈاکو نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ ہم نے آپ تک پہنچنے کے لیے کیا ہے، اس کی تصدیق یقیناً آپ کو ہو جائے گی۔ ہم آپ سے اپنی رہائی کے لیے نہیں کہہ رہے بلکہ صرف یہ درخواست کر رہے ہیں کہ ہمیں کم از کم ڈی۔ آئی۔ جی یا آئی۔ جی صاحب تک پہنچا دیا جائے اگر آپ یہ محسوس کریں کہ اس کے بعد ہم نے آپ کو دھوکا دیا ہے تو پھر پولیس ڈیپارٹمنٹ تو اپنے بدلے لینے کے سلسلے میں خاصا تیز ہوتا ہے۔" نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کا نام؟" ایس پی نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"نعمان خان!"

"اور یہ...؟" اس بار ایس پی کا اشارہ لڑکی کی طرف تھا۔

"یہ نینسی کوئن ہیں۔"

"کیا ڈی۔ آئی۔ جی صاحب آپ کو جانتے ہیں؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔"

"ٹھیک ہے میں بندوبست کرتا ہوں۔" ایس۔ پی نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد نینسی کوئن اور نعمان خان کو ڈی۔ آئی۔ جی کے آفس پہنچا دیا گیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی صاحب جو تھوڑی دیر قبل کہیں باہر سے آئے تھے، گہری سنجیدگی سے اُن دونوں کو دیکھا اور ایس۔ پی نے تمام تفصیلات اُنھیں پیش کر دیں۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے سنجیدگی سے اُن کی طرف دیکھا اور پھر پوچھا۔

"آپ کو احساس ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ پولیس افسران کا وقت ضائع کرنے کی سزا آپ کو معلوم ہے؟"

"یقیناً ڈی۔ آئی۔ جی صاحب اور ہم پوری توقع رکھتے ہیں آپ سے کہ آپ ہمارے معاملات کو سنیں گے اور ہماری مدد کریں گے۔"

"تعجب کی بات ہے پیٹرول پمپ لوٹنے والے دو مجرم اپنے آپ کو باعزت ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاہم آپ تشریف رکھیے اور مجھے بتائیے کہ کیا صورتِ حال ہے؟"

"ایس۔ پی صاحب! کیا آپ کی یہاں موجودگی ضروری ہے؟" نینسی کوئن نے بدستور شرارت آمیز لہجے میں ایس۔ پی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ایس۔ پی اٹینشن ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے جانے کا اشارہ کیا اور وہ باہر نکل گیا لیکن ڈی۔ آئی۔ جی کے کمرے کے باہر خاصی تعداد میں پولیس کے افسران جمع ہو گئے تھے... اندر ڈی۔ آئی۔ جی صاحب نے نینسی کوئن سے پوچھا۔

"ہاں خاتون! آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"کیا ہماری ملاقات محکمۂ اطلاعات کے ایک اعلیٰ رُکن مسٹر عزیز یزدان سے ہو سکتی ہے؟"

"کیا آپ انھیں جانتی ہیں؟"

"بخوبی۔"

"پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچنے کے بعد آپ میرے ذریعے عزیز یزدان سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں۔ اس کی وجہ؟" ڈی۔ آئی۔ جی نے پوچھا۔

"اس کی وجہ صرف یہ ہے ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کہ کچھ خطرناک غیر ملکی جاسوس ہمارے تعاقب میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ یوں سمجھ لیجیے کہ ہم عزیز یزدان کے ذریعے آپ کی وزارتِ داخلہ تک پہنچنا چاہتے ہیں اور عزیز یزدان کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کہ مسٹر یزدان کے ایک اہم دوست نے ان کے لیے ایک پیغام دیا ہے، اس کے بعد عزیز یزدان ہماری رسائی محکمۂ داخلہ تک کرا دیں گے۔"

"اگر آپ لوگ کوئی ایسی ہی اہم اطلاع اپنے پاس رکھتے ہیں تو میں خود بھی اس سلسلے میں کوشش کر سکتا ہوں تاہم میں آپ سے تعاون ضرور کروں گا۔ اتفاق کی بات ہے کہ عزیز یزدان میرے بھی عزیز ہیں۔ ٹھہریے میں ان سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔" ڈی۔ آئی۔ جی صاحب نے کہا اور اس کے بعد وہ ٹیلی فون پر ایک نمبر ڈائل کرنے لگے۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد عزیز یزدان سے رابطہ قائم ہو گیا

رڈی۔آئی جی صاحب نے مختصر تفصیل انھیں بتاتے ہوئے کہا کہ
وہ چاہیں تو ان لوگوں سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ نینسی کوئن نے ریسیور
نے ہاتھ میں لے لیا اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"آپ مجھے نہیں جانتے سر لیکن آپ کے عزیز دوست طارق خُلد
نے مجھے خصوصی طور پر آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ
رق خلد ایک غیر ملک میں آپ کے ہاں کے سفارتی اُمور انجام دے
رہے ہیں کہ آپ ان کے حوالے سے ملنا پسند کریں گے" دوسری طرف
ر لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی اور پھر عزیز یزدان کی آواز اُبھری۔

"آپ کا نام نینسی کوئن ہے؟"

"جی ہاں" لڑکی نے جواب دیا۔

"براہِ کرم ریسیور ڈی۔آئی جی صاحب کو دے دیں" چند لمحات
کے بعد نینسی کوئن نے ریسیور ڈی۔آئی۔جی کو دے دیا اور ڈی۔آئی جی
صاحب دوسری طرف ہونے والی گفتگو سُنتے رہے پھر اُن کے انداز
میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی، اُنھوں نے ریسیور رکھ کر نینسی کوئن
کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں نے یزدان صاحب سے بات کر لی ہے، آپ مطمئن رہیں
پولیس کا فرض ہے کہ آپ کی مدد کرے لیکن آپ کو جن لوگوں سے خطرہ
ہے۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کو پا چکے ہیں، میرا مطلب ہے کہ
انھیں یہ علم ہو گا کہ آپ یہاں تک پہنچ چکی ہیں؟"

"میرا اپنا یہی اندازہ ہے، ممکن ہے ایسا نہ ہو لیکن آپ یہ سمجھ
لیجیے کہ ہمیں کسی بھی لمحے موت کے گھاٹ اُتارا جا سکتا ہے چنانچہ اس
کی ذمّے داری مکمل طور پر آپ کو لینا ہو گی"

"ٹھیک ہے، میں اس کا انتظام کر دیتا ہوں لیکن میں نے
عزیز یزدان سے کہہ دیا ہے کہ احتیاط کے پیشِ نگاہ آپ کو کچھ وقت
یہیں رکھا جائے گا اور اس کے بعد کوئی بھی مناسب لمحہ دیکھ کر میں
آپ کو وہاں پہنچا دوں گا"

"مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے" نینسی کوئن نے جواب
دیا اور نعمان خان کی طرف دیکھنے لگیں۔ نعمان خان نے بھی مُسکراتے
ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

"اس دوران میں آپ یہیں قیام کریں گے" ڈی۔آئی جی نے
دریافت کیا۔

"اگر یہاں نہیں تو پھر آپ کو کسی قبرستان میں ہمارے لیے بندوبست
کرنا ہو گا" نینسی نے حسبِ عادت تیکھے جُملے استعمال کیے اور ڈی۔آئی جی
صاحب مُسکرانے لگے۔

"نہیں آپ یہیں تشریف رکھیے، میں اپنی مصروفیت کی بنا پر
یہ بات کہہ رہا تھا۔ ممکن ہے کہ میں آپ کو کمپنی نہ دے سکوں لیکن براہِ
کرم آپ کیا پینا پسند کریں گے؟"

"صرف کافی! اس بھاگ دوڑ میں ہمیں کافی کی شدید ضرورت
محسوس ہو رہی ہے" نینسی کوئن نے جواب دیا۔ نعمان خان کے
ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ڈی۔آئی۔جی صاحب نے کمال
مہربانی سے کام لیتے ہوئے ان کے لیے کافی منگوا دی اور پھر وہ ٹیلی فون
پر کسی سے کوئی اہم گفتگو کرنے لگے۔ اس کے بعد انھوں نے معذرت
کرتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ یہاں مطمئن انداز میں آرام کریں، میں باہر آپ
کے لیے مناسب بندوبست کیے دیتا ہوں کسی چیز کی ضرورت ہو تو
ضرور طلب فرمائیے" نینسی نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ڈی آئی۔جی
باہر نکل گئے۔ نعمان خان مُسکراتا ہوا بولا۔

"نینسی تمھاری فطرت میں شرارت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی
ہے۔ بے شک ہم لوگوں نے جس طرح یہاں تک کا سفر کیا ہے، وہ
میری زندگی میں ایک یادگار حیثیت رکھتا ہے"

"میرے شوہر کا بھی یہی خیال ہے" نینسی نے ہنستے ہوئے کہا اور
نعمان خان مُسکراتا رہا۔ تقریباً تین گھنٹے اُن لوگوں نے یہاں گزارے۔ اس
کے بعد ڈی۔آئی۔جی صاحب واپس آ گئے اور انھوں نے کہا۔

"اگر آپ پسند کریں تو میں اب آپ کو یہاں سے روانہ کر سکتا ہوں"

"کیا آپ نے ہمارے بارے میں اس کے علاوہ بھی اور کوئی کام
کیا ہے؟"

"اس سے زیادہ نہیں کہ میں نے عزیز یزدان سے براہِ راست
ملاقات کر لی ہے" ڈی۔آئی۔جی صاحب نے مُسکراتے ہوئے کہا اور پھر
بولے "مس نینسی کوئن آپ ایک دلچسپ شخصیت کی مالک ہیں۔ اپنے
معاملات سے نمٹ لیجیے، اس کے بعد آپ سے ایک رسمی ملاقات
بھی رہے گی"

"یقیناً! بشرطیکہ پہلے ہم اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لیں" نینسی
نے جواب دیا۔

ڈی۔آئی۔جی صاحب نے انھیں ایک پرائیویٹ کار مہیا کر دی
تھی۔ باہر نکلتے ہوئے نعمان خان نے پُرتشویش انداز میں کہا۔

"ابھی روشنی باقی ہے، میرا خیال ہے ہم زیادہ محفوظ نہیں
ہوں گے بشرطیکہ ہمارے فرض کردہ دُشمن ہماری تاک میں ہوں"

"ہمیں اُن سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں رہنا چاہیے"
نینسی نے جواب دیا۔

"افسوس! پولیس والوں نے ہمارے پاس پستول بھی نہیں

رہنے دیے۔ کم از کم ہمیں اس کی ضرورت تھی" کار میں ان دونوں کے
ساتھ پولیس کے تین جوان اور بیٹھے تھے۔ وہ تینوں اگلی سیٹ پر
ہی تھے۔ ایک ڈرائیور تھا اور دو اُس کے ساتھی۔ کار میں اتنی گنجائش
تھی کہ تین آدمی اگلی سیٹ پر بآسانی سفر کر سکیں۔ اُن لوگوں کو شاید
ہدایت کر دی گئی تھی کہ انھیں نعمان خان اور نینسی کوئن کو کس جگہ پہنچانا ہے۔

کار چل پڑی۔ اطراف کے مناظر پُرسکون تھے۔ سڑکوں پر خاصی
رونق تھی اور لوگ اپنی زندگی کے معمولات میں مصروف تھے پھر ایک
لمبی اور طویل سڑک سے گزرتے ہوئے دفعتاً نینسی کوئن نے ایک کار
برق رفتاری سے اپنی جانب بڑھتے ہوئے دیکھی اور اُس کے ذہن میں
ایک لمحے کے لیے عجیب سا تاثر اُبھر آیا۔ اُس نے نعمان خان کی کمر
میں ٹہوکا دیتے ہوئے کہا۔

"نعمان خان! ذرا اس کار کو..." ابھی وہ اتنا ہی جُملہ ادا کر پائی
تھی کہ دفعتاً کار ان کے قریب پہنچ گئی اور پھر کار سے گولیوں کی بارش
ہونے لگی۔ ایک گولی ڈرائیور کی گردن میں لگی اور کار کا اسٹیرنگ بے قابو
ہو گیا۔ وہ تیز رفتاری سے سڑک کے دوسری طرف مُڑی اور اُلٹ گئی۔

نعمان خان نے نینسی کوئن کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ اُلٹی ہوئی کار میں
وہ دونوں شیشوں کے درمیان بُری طرح پھنس گئے تھے لیکن اس پر بس
نہ ہوا، گولیاں چلانے والی کار تھوڑی سی آگے جانے کے بعد ریورس ہوئی
اور اس بار اُلٹی ہوئی کار پر ایک دستی بم پھینکا گیا۔ دھماکے سے کار کے
سامنے کے رُخ کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ اس کے ساتھ ہی گولیوں کی
بارش بھی ہوئی تھی، چونکہ ٹریفک اس سڑک پر خاصا چل رہا تھا، اس
لیے حملہ آور کار نے تیسری بار یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ کار والوں
کا کیا حشر ہوا، وہ تیزی سے آگے نکل گئی تھی لیکن اس دوران میں دوسری
بہت سی گاڑیوں کے بریک چیخ اُٹھے تھے اور پھر وہ تیزی سے اُسی
کار کی طرف دوڑ پڑی تھیں، جو سڑک کی سمت اُلٹ گئی تھی۔

بمشکل تمام کار میں سے پھنسے ہوئے لوگوں کو نکالا گیا۔ نعمان خان
ہوش و حواس میں تھا لیکن نینسی کوئن اس بم کی زد میں آ گئی تھی اور اُس کے
سینے میں نعمان خان کو ایک بڑا سا سوراخ محسوس ہوا تھا۔

نعمان خان بدحواس ہو گیا تھا۔ پولیس والوں میں سے دو مر چکے
تھے اور ایک شدید زخمی تھا اور شاید بے ہوش ہو گیا تھا۔ بے شمار
افراد نے اُن سب کو جلتی ہوئی کار سے باہر نکالا اور پھر اُس سے دُور
لے گئے۔

لوگ بُری طرح شور مچا رہے تھے۔ نعمان خان کے جسم پر اتفاق
سے بالکل چوٹ نہیں آئی تھی۔ وہ بالکل بہتر حالت میں تھا... اور
ان پانچوں افراد میں سے وہی ایسا تھا، جس کی حالت ٹھیک تھی
ورنہ دو پولیس والے تو دم توڑ چکے تھے تیسرا زخمی ہو کر گہری گہری سانسیں
لے رہا تھا، رہی نینسی کوئن تو اس میں ابھی زندگی باقی تھی، اُس نے آنکھیں
کھول کر نعمان خان کو دیکھا۔ اپنا ایک ہاتھ نعمان خان کی طرف بڑھایا اور
پھر نعمان خان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی۔

"ڈراما کچھ غلط ہو گیا دوست! بہرحال ایک بات تو میں، تمھیں
ضرور بتاؤں گی" وہ اٹک اٹک کر دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا... کیا نینسی کوئن کیا...؟"

"میں غیر شادی شدہ ہوں" اور اس کے بعد وہ مُسکرائی اور اس
کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ نعمان خان کے سینے پر گھونسا سا پڑا تھا۔
یہ لڑکی... یہ لڑکی... عام انسانوں سے بہت مختلف تھی۔ انتہائی
مختلف، اپنی کارروائی کا انجام نعمان خان کے لیے انتہائی غیر متوقع
تھا، اس کے بدن میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں، لوگ اس سے طرح
طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ نعمان خان نے بمشکل تمام کہا۔

"اگر ممکن ہو سکے، تو مجھے پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔ یہ ضروری ہے
کیونکہ یہ کار پولیس ہی کی تھی"

ایک شریف النفس شخص نے اُسے اپنی کار میں بیٹھنے کی پیشکش
کی اور اُسے بٹھا کر چل پڑا۔ نعمان خان کے ہوش و حواس رخصت ہوئے
جا رہے تھے۔ یہ حادثہ اُس کی زندگی میں بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا۔
نینسی کوئن ہنستی مُسکراتی لڑکی اچانک اس طرح بچھڑ جائے گی، اس
کی اُسے اُمید نہیں تھی۔ وہ پروگرام تکمیل تک پہنچنے سے پہلے ادھورا رہ
گیا تھا، جس کے لیے وہ ایک طویل جدوجہد کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی
تھی لیکن اس کا محرک... اس کا محرک کون ہو سکتا تھا۔ یقیناً وہی شخص
جس کا نام نینسی کوئن نے ایڈمنڈ گرینب لیا تھا۔ نعمان خان کے حلق سے
غرّاہٹیں نکلنے لگیں۔ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی نے چونک کر اُسے
دیکھا اور پوچھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے لیکن نعمان خان نے اُس سے معذرت
کر لی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد کار پولیس ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو گئی۔ ڈی آئی جی
صاحب اتفاق سے ہیڈ کوارٹر کے باہر لان پر اپنی گاڑی میں بیٹھ رہے
تھے۔ نعمان خان اس حالت میں گاڑی سے اُترا تو وہ اُسے دیکھ کر
چونک پڑے۔ نعمان خان کے لباس پر خون کے بڑے بڑے دھبے
پڑے ہوئے تھے، جو نینسی کوئن کے تھے۔

ڈی۔آئی۔جی صاحب تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے اُس
کے قریب پہنچ گئے "یہ... یہ... یہ کیا ہوا ہے"

"ہماری کار ایک حادثے کا شکار ہو چکی ہے۔ میری ساتھی
لڑکی ہلاک ہو گئی ہے" نعمان خان نے ڈوبتے لہجے میں کہا... اور

ڈی۔ آئی۔ جی صاحب بُری طرح چونک پڑے۔ دوسرے لمحے پولیس ہیڈ کوارٹر میں کھلبلی مچ گئی تھی۔

بات اب معمولی نہیں رہی تھی۔ نعمان خان کو پولیس اسپتال میں منتقل کر دیا گیا اور وہاں اُسے کچھ دوائیں وغیرہ دی گئیں۔ اس دوران میں اس کے اردگرد سخت حفاظتی اقدامات کر دیے گئے تھے۔ پولیس کو وہ لاشیں دستیاب ہو چکی تھیں جو نینسی کوئن اور پولیس والوں کی تھیں۔

رات کو ڈی۔ آئی۔ جی، آئی۔ جی صاحب کے ہمراہ نعمان خان سے ملاقات کو پہنچے۔ اب تمام صورتِ حال واضح ہو چکی تھی۔ آئی جی صاحب نے نعمان خان کی خیریت دریافت کی اور اس سے کہا۔ کہ کیا ذہنی طور پر وہ اس قابل ہے کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے وزیرِ داخلہ سے مل سکے۔ نعمان خان نے فوراً آمادگی ظاہر کر دی تھی۔ اس نے کہا۔

"ہر چند کہ میری ساتھی لڑکی مجھ سے متعلق نہیں تھی لیکن میرے مشن میں وہ میری بہترین معاون کار تھی۔ اس کی موت کو میں کبھی نہیں بھلا سکوں گا لیکن جو مقصد میں اپنے لیے منتخب کر چکا ہوں، اس کی تکمیل کے لیے ہزار بار جان دینے کو تیار ہوں۔ بہتر یہی ہو گا کہ میری ملاقات فوری طور پر وزیرِ داخلہ سے کرا دی جائے۔"

"میں نے ڈی۔ آئی۔ جی سے گفتگو کرنے کے بعد وزیرِ داخلہ سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ آپ اگر چاہیں، تو آج ہی رات کو گیارہ بجے ان سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"میں آپ کا انتہائی حد تک شکر گزار ہوں۔" نعمان خان نے کہا۔

رات کے گیارہ بجے انتہائی پُراسرار طور پر نعمان خان کو ایک وارڈ بوائے کے روپ میں اسپتال سے نکال لیا گیا اور اس کی جگہ ایک اور شخص کو اسپتال میں چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ اگر نعمان خان کے دشمن اس کی تاک میں ہوں تو یہ اندازہ نہ لگا پائیں کہ وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ پولیس کا پہرہ بدستور اسپتال کے گرد قائم رہنے دیا گیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کار میں بیٹھ کر وزیرِ داخلہ کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

وزیرِ داخلہ کی رہائش گاہ پر عزیز یزدان سے بھی ملاقات ہوئی۔ تین چار افراد نے نعمان خان سے اپنا تعارف کرایا تھا جس میں عزیز یزدان بھی تھا۔ اُسے دیکھ کر نعمان خان چونکا۔ عزیز یزدان کے چہرے پر غم کے آثار تھے۔ اس نے نعمان خان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"نینسی کوئن مجھ تک نہیں پہنچ سکی لیکن اس کی سچائیاں میرے علم میں آ چکی ہیں۔ میں اس کی موت پر افسردہ ہوں۔" وزیرِ داخلہ نے انھیں اپنے خصوصی کمرے میں خوش آمدید کہا۔ تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی پھر وزیرِ داخلہ نے دوسروں سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"چونکہ جو معلومات عزیز یزدان کے ذریعے مجھے حاصل ہوئی ہیں اور ان کی جو نوعیت ہے، اس کے تحت میں آپ لوگوں سے معذرت خواہ ہوں کہ میں اس نوجوان سے تنہائی میں گفتگو کروں گا۔ کیا آپ لوگ مجھے اس کا موقع دیں گے؟"

"یقیناً۔" سب نے جواب دیا اور اس کے بعد نعمان خان وزیرِ داخلہ کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ وزیرِ داخلہ نے اس سے اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے نینسی کوئن سے اس کے تعلقات کے بارے میں پوچھا اور نعمان خان نے انھیں مختصر تفصیل بتا دی۔

"مگر وہ معاملہ کیا ہے، جس کے لیے یہ ہنگامہ ہو رہا ہے؟ براہِ کرم وقت ضائع کیے بغیر مجھے اس کے بارے میں بتائیے مسٹر نعمان خان؟"

"میں سب سے پہلے آپ سے اپنا تعارف کرا دوں۔ یہ انتہائی ضروری ہے۔" نعمان خان نے کہا پھر وزیرِ داخلہ کو اپنے بارے میں تمام تر تفصیلات بتا دیں۔ اس کے بعد اس نے کہا۔

"ایک بڑے ملک کی جانب سے ان پہاڑوں میں ایک عظیم الشان سازش ہو رہی ہے۔ ایک تنظیم جو وائی، تھری۔ ایٹ کے نام سے کام کر رہی ہے۔ پہاڑوں میں اپنی حکمرانی قائم کر کے کچھ ایسی کارروائیاں کرنے کی خواہش مند ہے، جو ہمارے ملک کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ان لوگوں نے تقریباً تمام تیاریاں مکمل کر لی ہیں اور بہت جلد کسی نہ کسی سمت سے اس وادی پر حملہ ہو جائے گا اور وہاں اس ملک کی فوجیں قابض ہو جائیں گی۔ پروگرام یہی ہے کہ کسی مقامی شخص کو وہاں کا سربراہ بنا کر علیحدگی کا اعلان کر دیا جائے۔ یہ تمام کارروائی اچانک ہو گی اور اس سلسلے میں ان کی طرف سے تمام کارروائیاں ہو چکی ہیں۔ افسوس! میں جن حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں، اس میں میرا کافی وقت ضائع ہو چکا ہے۔ کیا آپ یہ بتا سکیں گے جناب کہ اس سمت کسی ایسی کارروائی کی اطلاع ملی ہے؟"

وزیرِ داخلہ یہ تمام تفصیل سن کر ششدر رہ گئے تھے اور پھر انھوں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ ہم لوگ ابھی تک اس سے لاعلم ہیں لیکن اگر تمھاری یہ اطلاع درست ہے، میرے نوجوان دوست، تو بلاشبہ تم نے اپنے وطن کے لیے قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں، میں فوری طور پر اس سلسلے میں کارروائیاں کیے لیتا ہوں۔ کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے، چونکہ ایک لمحہ بھی ضائع کرنا ہمارے لیے مناسب نہیں ہو گا۔"

"آپ یقیناً اپنا کام کیجیے۔ میرے ساتھ جو کچھ واقعات پیش آئے ہیں، ان کا علم آپ کو ہو گا۔ میں صرف آپ تک پہنچنے کے لیے اتنے طویل راستے طے کر کے یہاں تک آیا ہوں اور ابھی تک ایک لمحہ بھی میرے لیے سکون کا لمحہ نہیں ثابت ہوا۔ براہِ کرم آپ اپنی کارروائیاں مکمل کیجیے۔ میرے لیے جو بھی حکم ہو۔"

"میں تمھیں اپنی اس رہائش گاہ میں ایک مہمان کی حیثیت سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ تم آرام کرو مجھے اس سلسلے میں تم سے جو بھی تفصیلات درکار ہوں گی، میں تم سے معلوم کر لوں گا۔"

نعمان خان کو وزیرِ داخلہ کی کوٹھی کے ایک مخصوص حصے میں منتقل کر دیا گیا اور وزیرِ داخلہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

اس تنہا کمرے میں آرام دہ بستر پر لیٹ کر نعمان خان کو پہلی بار حالات کا جائزہ لینے کا موقع ملا۔ واقعات اتنی برق رفتاری سے پیش آئے تھے کہ اس کا ذہن ان تمام چیزوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو رہا تھا۔ ہنستی بولتی نینسی کوئن اس طرح اس سے رخصت ہو جائے گی۔ اس کے بارے میں نعمان خان نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ اس کی موت کے لمحات اسے یاد آئے تو اس کی آنکھوں کی کوریں بھیگ گئیں۔ بلاشبہ نینسی کوئن ایک مثالی لڑکی تھی اور اس کا نعم البدل ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اس بے چاری نے اپنے مقصد کے لیے اپنی جان دے دی تھی لیکن اسے ہلاک کرنے والے... نعمان خان کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ وہ دیر تک ان تمام واقعات کے بارے میں سوچتا رہا اور پھر اس کی ذہنی رَو بھٹک کر اپنے وطن، اپنے دیس جا پہنچی جہاں آمیوی اور اس کا بیٹا نوریزا اور اس کے بھائی موجود تھے۔ بادشاہ خان کے بارے میں جب بھی اس کے دل میں خیال آتا، وہ عجیب سی کیفیات کا شکار ہو جاتا۔ ایک طرف بادشاہ خان اس کا ہمدرد، اس کا بزرگ اس کا پیارا تھا تو دوسری طرف بادشاہ خان کی نئی شکل، جو اُبھر کر سامنے آئی تھی، وہ نعمان خان کے لیے انتہائی نفرت انگیز تھی۔

آہ بابا خان! میں تمھارے سلسلے میں کیا کروں گا۔ اس کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ جذبات کے لمحات میرے اور تمھارے درمیان کتنی بڑی خلیج حائل کر دیں گے... لیکن اگر تم نے میرے بچے یا میرے بھائیوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو خدا کی قسم میں، تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ ہاں بابا خان میں جو تم پر سب سے زیادہ اعتماد کرتا تھا اب تمھارا بدترین دشمن ہوں گا۔ اس بات کو ذہن میں رکھ لینا اپنی دماغی کیفیت پر قابو رکھنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔ وہ سونے کی کوشش کرنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی۔ نیند نے تمام خیالات سے اُسے آزاد کر دیا تھا۔ دوسری صبح ناشتے کی میز پر اس کی ملاقات وزیرِ داخلہ سے ہوئی۔ وزیرِ داخلہ ایک مہربان انسان تھے اور انھوں نے اُسے جو حیثیت دی تھی یہ اس کی بڑائی کی دلیل تھی۔ ناشتے کی میز پر انھوں نے نعمان خان کو بتایا کہ وہ ابتدائی کارروائیاں کر چکے ہیں اور اس سلسلے میں انتہائی برق رفتاری سے عمل ہو رہا ہے اور بہت جلد انھیں اس بارے میں رپورٹیں مل جائیں گی۔

"میں بے چینی سے انتظار کروں گا جناب! آپ جانتے ہیں کہ میں اپنا پورا خاندان چھوڑ کر صرف اپنے وطن کی بقا کے لیے ایک طویل سفر طے کر کے یہاں پہنچا ہوں۔"

"نعمان خان تمھاری ان خدمات کو حکومت کبھی نظر انداز نہیں کر سکتی۔ تمھیں اس کا جائز صلہ دیا جائے گا۔ بس دُعا کرو کہ دشمن اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہونے پائیں۔"

"مجھے یہیں انتظار کرنا ہو گا یا میرے لیے روانگی کا کوئی بندوبست کیا جا سکتا ہے۔ میں اپنے علاقے میں جلد از جلد پہنچ جانا چاہتا ہوں۔"

"اس کے لیے نعمان خان تم ہمیں کم از کم چوبیس گھنٹے ضرور دو گے۔ اس کے بعد صورتِ حال کچھ بھی ہو تمھیں تمھارے علاقے میں پہنچانے کا پورا بندوبست کر دیا جائے گا۔" نعمان خان نے اس بات پر وزیرِ داخلہ کا شکریہ ادا کیا تھا۔ شام کو تقریباً سات بجے وزیرِ داخلہ سے اس کی دوبارہ ملاقات ہوئی۔ دن بھر وہ اپنے کمرے میں مقید رہا تھا۔ اس دوران میں اس نے وزیرِ داخلہ کے مکان کے دوسرے حصوں تک جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ انھوں نے بڑی فراخ دلی سے اُسے اپنے مہمان کی حیثیت دی تھی تو وہ بھی اس میزبانی کا احترام کرنا چاہتا تھا۔ سات بجے وزیرِ داخلہ جب اس سے ملے تو ان کے چہرے پر بشاشت تھی۔

"نعمان خان، تمھارے لیے بڑی عجیب و غریب اطلاعات ہیں۔"

"جی، میں نہیں سمجھا؟"

"میں نے جو کارروائیاں کی ہیں، ان کی تفصیل تو تمھیں نہیں بتا سکتا لیکن پہاڑ اور اس کی وادیوں سے مجھے جو اطلاعات ملی ہیں، وہ بڑی عجیب و غریب ہیں۔ پہاڑوں میں اس تنظیم کی سازش کا خود بخود خاتمہ ہو چکا ہے۔ کالی گھاٹی کے علاقے میں ان لوگوں نے اپنی فوجیں جمع کی تھیں اور وہیں سے انھوں نے اپنی اس کارروائی کا آغاز کیا تھا لیکن خدا جانے کیا ہوا۔ میں تو اسے یہی کہتا ہوں کہ یقیناً پہاڑوں میں رہنے والوں نے یہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے۔ کالی گھاٹی کے نزدیک ایک بند توڑ کر ان تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا، جو وہاں سازش کرنے کے لیے داخل ہوئے تھے۔ بے شمار لاشیں اکٹھی کی گئی ہیں، جو مختلف علاقوں سے ملی ہیں اور یہ لاشیں اسی ملک کے فوجیوں کی ہیں۔ اس وقت مکمل طور پر وادی پر ہمارا کنٹرول ہے۔ میرا

رابطہ قائم کرنے پر بہت سے فوجی یونٹ اس طرف چل پڑے اور انھوں نے وادی کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ ان میں سے انھوں نے اطلاعات فراہم کی ہیں۔ وادی پر اب مکمل طور پر ہمارے ملک کا قبضہ ہے اور وہاں کسی سازش کا وجود باقی نہیں رہا۔ تمھارے اہلِ خاندان اور دوسرے لوگوں کے بارے میں ابھی تفصیلات معلوم نہیں ہوئیں لیکن میں نے ہدایات جاری کی ہیں کہ مجھے اُن کی خیریت سے بھی مطلع کیا جائے۔"

نعمان خان اپنی جگہ سے اُٹھا اور سجدے میں گر گیا۔ وزیرِ داخلہ اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے نعمان خان کے بازو پر تھپکی دے کر اُسے اُٹھایا اور کہنے لگے "حکومت کے بہت سے ارکان تم سے ملنا چاہیں گے۔ نعمان خان میں ابھی یہ ساری کارروائی اس لیے نہیں کر سکتا کہ تمھاری اجازت لینا ضروری تھا۔ اگر تم اس وقت پسند نہ کرو تو پھر کبھی میں تمھاری ان سے ملاقات کرا دوں گا۔ بولو اب میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"جنابِ عالی! یہ خوشخبری سُنا کر آپ نے میری رُوح کو ایک ناقابلِ بیان مسرت پہنچائی ہے، اس کے لیے میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میرا مشن ناکام نہیں رہا۔ نیلی کوٹن کی قربانی رائگاں نہیں گئی۔ بہتر ہو سکے تو مجھے میرے علاقے تک پہنچانے کا بندوبست کر دیا جائے۔"

"اس کی تیاریاں چند گھنٹے کے اندر اندر ہو جائیں گی۔ میں تمھیں ایسے ذرائع سے تمھارے علاقے میں واپس بھجواؤں گا، جو خطرے سے پاک ہوں۔ تمھیں فوجی تحویل میں اپنے وطن کا رُخ کرنا ہوگا۔"

"میں اس کا انتظار کروں گا۔" نعمان خان نے جواب دیا۔

* *

تراب زان کے بے فکرے ٹولی بنائے بیٹھے تھے کہ شیران مُسکراتا ہُوا اُن کے درمیان پہنچ گیا۔ سب کی نگاہیں اُس طرف اُٹھ گئی تھیں۔ "آہ! بہزاد سلامن کے بیٹے جنگل کے وحشی جانوروں کی تقدیر نے یاوری کی کہ تو آبادیوں کی جانب چل پڑا۔ افسوس، تیری ماں اب اس جہان میں نہیں ہے۔ کیا تو نے اپنی ماں کے قاتلوں سے انتقام لے لیا ہے؟"

شیران کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ اُس نے غرّاتی ہوئی آواز میں پوچھا "تم لوگ مجھ پر طنز کر رہے ہو، کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"ہم تمھارے دوست ہیں شیران، تمھاری سربلندی کے خواہاں۔ تم تراب زان کی ناک ہو، پورے تراب زان میں کون جوان ہے، جو تمھارا مقابل ہو؟ ہم تمھارے نام پر کوئی بٹہ لگانا نہیں چاہتے۔"

"تمھیں فیروز خان کی بیٹیوں کی وہ دلدوز چیخیں یاد نہیں، جو اب تک پہاڑوں میں گونج رہی ہیں۔ تمھیں بُوڑھا بادشاہ خان یاد نہیں ہے، جس کے سینے میں اپنے جوان بھتیجوں کی موت کے داغ ہیں۔"

"ہاں بے شک تم نے یہ سب کچھ کیا لیکن بادشاہ خان زندہ ہے، نعمان خان زندہ ہے۔ وہ خاندان باقی ہے اور ہم فخر سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم نے اپنی ماں کے قاتلوں کے خاندان کو فنا کر دیا۔ پہاڑوں کے جیالوں نے ایسی ہی مثالیں چھوڑی ہیں۔"

شیران اُنھیں دیکھتا رہا، پھر اپنے سیاہ گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے بولا "انتظار کرو اس وقت کا، جب تہانہ کے لوگ بادشاہ خان کی مظلومیت کی کہانیاں ایک دوسرے کو سُناتے پھریں گے۔" اُس نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

گھوڑا وسیع و عریض میدانوں میں دوڑ رہا تھا۔ پھر وادی سے نکل کر راستے کچھ اجنبی ہو گئے۔ وہ بھٹکنے لگا۔ سارے نشانات اجنبی تھے۔ تب اُس نے ایک بُوڑھے بھکشو کو دیکھا اور چونک کر رُک گیا۔

"یاتان بردما تو زندہ ہے؟" اُس نے حیرت سے پوچھا اور گھوڑے کو آگے بڑھا کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ یاتان بردما نے رُخ بدلا اور شیران حیرت سے چونک پڑا۔ یہ سُدھاشی تھی۔ اس کے عقب میں عدنان سلامن کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"کون ہے، جو میرے بیٹے کی موجودگی میں میری پرچھائیں کو بھی چھو سکے، وہ میرا محافظ ہے۔" سُدھاشی کی آواز اُبھری۔ عدنان سلامن اپنا چوڑا سینہ پھلائے آگے بڑھ آیا تھا۔

"ہاں میں اس کا محافظ ہُوں۔ میری موجودگی میں کسی کی مجال نہیں ہے، جو اُسے نقصان پہنچا سکے۔"

"میں اُسے فنا کر دوں گا۔" شیران غرّایا۔

"تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے شیران! سُدھاشی کو میں نے بچایا ہے۔ میں نے تمھارے مقابلے پر اس شیر کی پرورش کی ہے۔" ایک دوسری آواز اُبھری۔ یہ مارلینو کی آواز تھی۔

"تم نے... مسٹر مارلینو تم نے...؟ میں تو تم سے بڑی عقیدت رکھتا ہُوں۔ دُنیا میں ایک تم تھے، جس سے مجھے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ میں نے تمھارے دُشمنوں کو چُن چُن کر موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔"

"تم نے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے۔ مجھ پر احسان نہیں کیا۔ تم صرف ایک مشین ہو جسے میں نے متحرک کیا ہے اور بس اس سے زیادہ تمھاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میرے بیٹے۔" مارلینو کی زہریلی آواز اُبھری۔ "سُدھاشی سے دُشمنی کر کے تم زندہ نہ رہ سکو گے بُوڑھے اپاہج... میں..." شیران... شیران چیخ کر بولا۔

"سُدھاشی زندہ ہے، میں زندہ ہُوں، بادشاہ خان زندہ ہے، عدنان تمھارا مدِ مقابل ہے، تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان پہاڑوں میں تم بے حیثیت انسان ہو۔"

"میں تمھیں اپنی حیثیت دکھاؤں گا مارلینو! تمھارا وجود میرے ہاتھوں فنا ہوگا، سمجھے! میرے ہاتھوں..." خون کی سُرخ چادر شیران کے چہرے پر آ پڑی۔ ساری کائنات سُرخ ہو گئی اور یہ سُرخی، سیاہی میں تبدیل ہو گئی گہری سیاہی۔

سفید ماسک پہنے ہوئے ڈاکٹر ٹونڈ نے اپنی ساتھی ڈاکٹروں کو اشارے سے ہدایت کی اور شیران کا کاسۂ سر اُس کے اُبھرے ہوئے دماغ پر رکھ کر اُس کی نسیں جوڑی جانے لگیں۔

ڈاکٹر ٹونڈ اپنی زندگی کے پیچیدہ ترین آپریشن میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اُس نے شیران کے دماغی خلیوں کی ترتیب بدل کر اُس کے ذہن کو سُرخ رنگ کے تابع کر دیا تھا۔ اب سُرخ رنگ شیران کی زندگی پر حکمران تھا۔

اپنی نگرانی میں اُس نے شیران کے سر کی اسٹچنگ کرائی اور بہت سے انجکشن اُسے دینے کے بعد وہ واش بیسن کی طرف بڑھ گیا۔ پھر باہر آ کر اُس نے ماسک اور ایپرن اُتار دیا۔ قریب کھڑی ہوئی خوبصورت ڈاکٹر سے اُس نے کہا۔

"میں نے اپنی زندگی کا شاہکار آپریشن کیا ہے۔ ڈاکٹر ہلدا اب تم اُسے دیکھنا۔"

"آپ عظیم ہیں ڈاکٹر، آپ کا مقابل کون ہے۔" لیڈی ڈاکٹر نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"جاؤ جنرل 'ڈی' کو فون کر کے بُلا لو۔ اُس سے کہو ڈاکٹر ٹونڈ اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہے۔"

"او کے سر۔" ڈاکٹر ہلدا نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جنرل 'ڈی'، ڈاکٹر ٹونڈ کے سامنے بیٹھا ہُوا تھا۔

"آپریشن مکمل ہو چُکا ہے، جنرل۔ میں نے اُسے سُرخ رنگ دیا ہے۔ وہ اپنی ذات میں زندہ ہے۔ سب کچھ جانتا ہے لیکن اپنے وطن اور اپنے ماحول سے اُسے نفرت ہے... شدید نفرت... وہ بادشاہ خان اور اُس کے خاندان کا دُشمن ہے۔ اُن سب کو فنا کر دینا اس کی زندگی کا نصب العین ہے لیکن چونکہ آپ اس آپریشن کے لیے تیار نہیں ہوئے جس کے ذریعے دُور رہ کر بھی آپ سے اس کا ذہنی رابطہ رہ سکتا تھا اس لیے میں نے اُس کا سُرخ رنگ رکھا ہے۔ اس کے سامنے سُرخ رنگ لاؤ اور اُسے احکامات دو تو وہ دل و جان سے اس کی تکمیل کرے گا۔ میں نے اُس کے ذہن میں نفرت زندہ رکھی ہے وہ اس کائنات سے اسی طرح باغی ہے، جس طرح تھا۔ اسے زندگی سے اسی طرح دلچسپی ہے، جس طرح تھی۔ اس پر عمر کا تنزل نہیں طاری ہُوا ہے۔ وہ ہر اُس شخص سے نفرت کرے گا، جس کے لیے اُسے حکم دیا جائے گا، ہر اس شخص سے اُسے محبت ہوگی، جس کے لیے اُسے حکم دیا جائے گا لیکن سُرخ رنگ اس میں تحریک پیدا کرے گا یہی ممکن تھا جنرل۔"

جنرل 'ڈی' گہری نگاہوں سے ڈاکٹر ٹونڈ کو دیکھ رہا تھا پھر اُس نے ڈاکٹر سے پُرتشویش لہجے میں کہا "کوئی بھی شخص اُسے سُرخ رنگ سے مسحور کر سکے گا؟"

"ہاں... لیکن جو اس بات سے واقف ہو کہ وہ سُرخ رنگ کا تابع ہے۔"

"عام حالات میں اگر سُرخ رنگ اس کے سامنے آ جائے تو اس کی کیا کیفیت ہوگی؟" جنرل نے پوچھا۔

"وہ مسحور ہو جائے گا، سب کچھ بھول جائے گا لیکن اگر اسے کوئی حکم نہ دیا جائے تو اس کی کیفیت تھوڑی دیر کے بعد اعتدال پر آ جائے گی۔"

"اور اگر سُرخ رنگ مستقل اس کے سامنے رہے تو...؟"

"ایک دفعہ یہ کیفیت طاری ہونے کے بعد وہ نارمل ہو جائے گا پھر اس وقت تک دوبارہ اس پر وہ کیفیت طاری نہیں ہوگی جب تک وہ سُرخ رنگ سے گزر نہ جائے۔ دوسرے رنگوں میں اُسے رکھا جائے اور پھر سُرخ رنگ اس کے سامنے لایا جائے تو وہ دوبارہ ٹرانس میں آ سکتا ہے۔"

"سُرخ رنگ کے تحت اُسے جو احکامات دیے جائیں، وہ اس پر کب تک اثر انداز رہیں گے؟"

"احکامات کے بعد وہ معتدل ہوگا۔ ہاں ان احکامات کی پابندی اس کا فرض ہوگی اور وہ اس وقت تک ان پر عمل پیرا رہے گا، جب تک اُسے سونپا ہُوا کام پورا نہ ہو جائے۔"

"اس کی باقی زندگی ڈاکٹر...؟" جنرل نے پُرمسرت لہجے میں پوچھا۔

"معمول کے مطابق ہوگی جیسی تھی۔"

"کیا کوئی کوشش اس کے ذہن کا طلسم توڑ سکتی ہے؟" جنرل نے گہری نگاہوں سے ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں توڑ سکتی ہے، اس کے لیے اس کے سر کا آپریشن کر کے وہ نئے خلیے ضائع کرنا ہوں گے، جو اس کے ذہن میں داخل کیے گئے تھے۔"

"آپ اپنے فن کے یکتا انسان ہیں ڈاکٹر! میں آپ کو اس حیرت انگیز آپریشن پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہُوں۔"

"شکریہ جنرل، میرا فن میرے وطن کے لیے ہے اور میں ہر طرح حاضر ہُوں۔"

"میں اپنے اس شاہکار کو کب تک حاصل کر سکتا ہُوں؟"

"صرف سات دن... اس کے زخم سوکھ جائیں گے جسمانی طور پر وہ بالکل تندرست ہو چکا ہے۔"

"میرے لیے اور کوئی حکم ڈاکٹر؟"

"نہیں جنرل! میں نے اسی لیے آپ کو تکلیف دی تھی۔"

"اس کام میں آپ کے معاون کار کون کون لوگ ہیں؟"

"ڈاکٹر ہلدا، ڈاکٹر سیلومن اور ڈاکٹر پی وائل... ہم چار افراد نے یہ کام کیا ہے۔"

"میں اُن تمام لوگوں کا احسان مند ہوں۔ ایک ہفتے کے بعد جب آپ اس شاہکار کو میرے حوالے کریں گے تو آپ کو میرے غریب خانے پر ایک ضیافت قبول کرنا ہو گی۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"یہ میرا اظہارِ عقیدت ہو گا۔"

"آپ کی خواہش ہے تو ٹھیک ہے۔" ڈاکٹر ٹونڈ نے کہا اور جنرل واپسی کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

ایک ہفتے کے بعد جنرل ڈی نے اپنی مخصوص رہائش گاہ میں اس سیاہ گاڑی کا دروازہ کھولا جس سے ڈاکٹر ٹونڈ اور اس کے ساتھی ڈاکٹر نیچے اترے تھے۔ ڈاکٹر خود یہ گاڑی ڈرائیو کر کے لایا تھا اور اس کے نزدیک ہی شاندار سوٹ میں ملبوس شیران بیٹھا ہوا تھا۔ سیاہ رنگ کے بہترین لباس میں وہ اتنا شاندار نظر آ رہا تھا کہ اس سے نگاہ نہیں ہٹتی تھی دیکھنے والے پر اس کا رعب طاری ہو جاتا تھا۔

"مسٹر شیران سے ملو جنرل! یہ اس تقریب کے خصوصی مہمان ہیں۔"

"ہیلو" جنرل ڈی نے مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھایا لیکن شیران کا ہاتھ مصافحے کے لیے نہیں بڑھا تھا۔ اس نے بھاری لہجے میں ہیلو کہا تھا۔ جنرل نے حیران ہو کر ڈاکٹر ٹونڈ کو دیکھا۔

"ہمارے دوست نے ہم سے مصافحہ نہیں کیا ڈاکٹر!" جنرل بولا۔

"اس کا جواب میں ہی دوں گا جنرل! معذرت خواہ ہوں۔ میرا تعلق ایک ایسے جنگلی قبیلے سے ہے، جہاں کی رسمیں عجیب ہوتی ہیں۔ ہم لوگ صرف اُس سے ہاتھ ملاتے ہیں، جس سے زندگی بھر وفادار رہنا ہو۔ ہاتھ ملانے کے بعد ہم پر کچھ ذمے داریاں عائد ہو جاتی ہیں اور وہ ہمیں ہر حال میں پوری کرنی ہوتی ہیں۔ کون جانے آنے والے وقت میں ہم دوست ہوں یا دشمن۔ ابھی سے دوستی کی رسمیں نبھانا مشکل ہیں۔" شیران نے کہا۔

"دلچسپ منطق ہے، کیا خیال ہے ڈاکٹر! ویسے مسٹر شیران آپ کا تعلق کون سے قبیلے سے ہے؟"

"پہاڑوں میں ایک قبیلہ تراب زان کے نام سے آباد ہے۔ میں اُس کا باشندہ ہوں۔"

"اندر تشریف لائیے ڈاکٹر!" جنرل نے کہا اور پھر شیران سے مخاطب ہو کر بولا۔ "یہاں آپ کب آئے؟"

"میری زندگی کے کچھ دن کھو گئے ہیں، کچھ بھول گیا ہوں، یادوں کا مریض نہیں ہوں، جب یاد آ جائے گا جان لوں گا۔ زندگی فضول خیالات میں برباد کرنے کی چیز نہیں ہے۔" شیران نے جواب دیا۔

جنرل انہیں ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ "ہمارے علاوہ یہاں کوئی مدعو نہیں ہے، جنرل؟"

"یہ ضیافت خاص لوگوں کے لیے ہے، عام لوگوں سے ان کا کیا تعلق، کیوں ڈاکٹر ٹونڈ کیا خیال ہے آپ کا؟" جنرل نے مسکراتے ہوئے نوجوان ڈاکٹر ہلدا کی طرف دیکھا۔ ڈاکٹر ہلدا جنرل کی آنکھوں کو دیکھ کر سٹپٹا گئی تھی۔ نہ جانے کیوں اُسے یہ آنکھیں پُراسرار محسوس ہو رہی تھیں۔

"میں اپنے اس شاہکار کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ نے اپنے وطن کے لیے ایک کارنامہ انجام دیا ہے ڈاکٹر! کام کی تکمیل ہو جائے، میں آپ کے نام کو آسمان پر پہنچا دوں گا۔"

"اوہ! شکریہ اس کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔" ڈاکٹر ٹونڈ نے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر میں ناسپاس نہیں ہوں، اپنے ملک اور اپنے وطن کی بقا کے لیے ہم میں سے کوئی بھی شخص کوئی کارنامہ انجام دیتا ہے تو ہم اسے خراجِ تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہتے۔ یہ ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے۔ آپ نے اپنے وطن اور پارٹی کے مفادات کے لیے ایک ایسا اہم کارنامہ انجام دیا ہے جس کی افادیت کا ابھی تو کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا لیکن جو پروگرام جنرل ڈی کے ذہن میں ہے، اس پر اگر مکمل طور سے عمل ہو گا تو یوں سمجھ لیجیے کہ ہمارا وہ مقصد پورا ہو جائے گا جس کے لیے ہم طویل عرصے سے کوشاں تھے اور جس کے لیے ہمارے ایک پورے ڈیپارٹمنٹ کو فنا ہونا پڑا۔ بے شمار لوگوں کو قربانیاں دینا پڑیں لیکن ان قربانیوں کے باوجود ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے۔"

"میں نہیں سمجھا جنرل؟" ڈاکٹر ٹونڈ نے کہا۔

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں ڈاکٹر ٹونڈ جنہیں سمجھنا ضروری نہیں ہوتا۔ آپ اپنے ملک کے ایک مایۂ ناز سائنس دان ہیں اور آپ نے ایسے انوکھے تجربات کیے ہیں کہ دُنیا ان کا لوہا مانتی ہے۔ آپ کو اپنی ہی فیلڈ میں ایک مخصوص مقام حاصل ہے جب کہ ہماری ذمے داریاں کچھ اور ہیں۔ بہر طور کہنے کا مقصد یہی تھا ڈاکٹر ٹونڈ کہ اپنی کامیابی کے بعد جب ہم اس کامیابی کی راہیں صاف کرنے والوں کا تذکرہ کریں گے تو ان میں ڈاکٹر ٹونڈ کا نام سرِفہرست ہو گا۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں جنرل۔" ڈاکٹر ٹونڈ نے انکسار سے کہا اور اس کے بعد کھانے کا دور شروع ہو گیا۔ جنرل ڈی ان میں سے ایک ایک کو بڑے عزت و احترام کے ساتھ کھانے کی ڈشیں پیش کر رہا تھا۔

...ک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد جنرل ڈی نے ان سب ...کو اپنے اس مخصوص کمرے میں چلنے کی پیش کش کی جو اس عمارت ...سے اندرونی کمرا تھا۔ ڈاکٹر سیلومن، ڈاکٹر پی وائل، ڈاکٹر ہلدا ...کٹر ٹونڈ، شیران کے ہمراہ جنرل ڈی کے ساتھ اس کمرے میں پہنچ ...ایک بہت بڑا ہال تھا اور یہاں بہت مختصر سا فرنیچر سجا ہوا ...ایک کونے میں تھا۔ دیواروں پر خوفناک مناظر کی تصاویر ...تھیں جن کے پاس ہلکی ہلکی روشنیاں تیز دے رہی تھیں اور ...شنیوں کے پس منظر میں یہ تصویریں خوف کا ماحول پیدا کرتی تھیں ...ڈاکٹر ان تصویروں کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگے پھر ڈاکٹر ...نے کہا۔

"آپ نے اس ہال نما کمرے کو بہت عجیب انداز میں آراستہ ...ہے جنرل ڈی! کیا یہ آپ کی اپنی پسند ہے؟"

"ہاں ڈاکٹر! یہ خوفناک مناظر میری زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ...ان میں سے کسی بھی تصویر کے آگے جا کھڑے ہوں، میں آپ کو اس ...بتا سکتا ہوں۔ یہ مناظر میری اپنی نگاہوں کے سامنے گزرے ...ہیں ان میں ایک کردار کی حیثیت رکھتا ہوں۔ میری زندگی کا اندازہ ...ن تصاویر سے لگا سکتے ہیں۔"

"واقعی بڑی ہولناک زندگی رہی ہے آپ کی جنرل ڈی۔"

"ہاں ڈاکٹر! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں نے اپنی فطرت ...بڑی عجیب سی تبدیلیاں پائی ہیں جب کہ شاید زندگی کے ابتدائی ...میں ایسا نہیں تھا۔ خیر چھوڑیے ان باتوں کو، یوں سمجھ لیجیے کہ اس ...کمرے میں آنے کے بعد میری شخصیت ایک دوہرا رُخ اختیار کر ...ہے۔ تشریف رکھیے، دراصل میں مسٹر شیران کے بارے میں اپنی تسلی ...چاہتا ہوں۔"

"میں جانتا تھا جنرل بلکہ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آپ ...نے ابھی اس کا اشتیاق کیوں نہیں کیا۔" ڈاکٹر ٹونڈ مسکراتا ہوا بولا۔

"ہر کام اپنے وقت پر سجتا ہے ڈاکٹر ٹونڈ۔ کیا آپ مجھے اس کی ...اجازت دیں گے کہ میں اپنا کام انجام دے لوں؟"

"ہاں کیوں نہیں اور اس کے لیے یہ مناسب ترین جگہ ہے۔" ...ٹونڈ نے کہا۔ جنرل ڈی ایک الماری کی طرف گیا اور الماری کھول ...اس نے اس میں سے گہرے سُرخ رنگ کا ایک کپڑے کا ٹکڑا نکال لیا۔ ...کپڑا نکال کر وہ ڈاکٹر ٹونڈ کے پاس پہنچا اور سرگوشی کے انداز میں اُس ...کارروائی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ شیران اس ...دوران اُن لوگوں کے ساتھ کھانے پینے میں ایک ذی ہوش انسان کی ...طرح سے شریک رہا تھا لیکن اس کے انداز میں ایک کھویا کھویا پن ابھی تک نمایاں تھا۔ جنرل ڈی نے اس سلسلے میں ڈاکٹر ٹونڈ سے سوال کیا تو ڈاکٹر ٹونڈ کہنے لگا۔

"یہ اس تنہا ماحول کا اثر ہے۔ جب آپ اسے انسانوں کی دُنیا میں چھوڑ دیں گے تو رفتہ رفتہ اس کی اپنی فطرت بیدار ہو جائے گی اور یہ اپنے طور پر بالکل پہلے جیسا ہو جائے گا لیکن سُرخ رنگ کے زیرِ تحت اُسے جو ہدایات ملیں گی، اُس پر عمل اس کی زندگی کا جزو بن چکا ہے جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا، جنرل ڈی کہ میں نے اس کے ذہن میں ایک ایسے خلیے کا اضافہ کر دیا ہے، جو سُرخ رنگ کے احکامات قبول کرتا ہے۔ اس وقت جب سُرخ رنگ کے تحت اسے احکامات دیے جاتے ہیں تو یہ خلیہ اچانک بڑا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس کے پورے ذہن پر حاوی ہو جاتا ہے اور اس وقت وہ خلیہ جو احکامات قبول کرتا ہے، وہی اس کی زندگی کا مقصد بن جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ مقصد کی تکمیل کے بعد وہ سکڑنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر اپنی جگہ ایک معمولی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔ یوں سمجھو کہ سُرخ رنگ اس خلیے کو متحرک کرتا ہے اور آنکھوں کے ذریعے اس کا عکس دماغ تک پہنچتا ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟"

"ہاں، میں اس کا تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور کیجیے! آپ کو اس سے کام لینا ہے۔" ڈاکٹر ٹونڈ نے کہا اور دفعتاً جنرل ڈی نے سُرخ کپڑا پھیلا دیا۔ شیران اس وقت کسی اور طرف متوجہ تھا ڈاکٹر ہلدا اس سے کچھ گفتگو کر رہی تھی۔ دفعتاً ڈاکٹر ہلدا نے چونک کر سُرخ کپڑے کی طرف دیکھا۔ یہ سب کچھ ایک مخصوص پروگرام کے تحت تھا۔ اس کے چونک کر اس سمت دیکھنے سے شیران کی توجہ بھی اس سمت ہو گئی اور دفعتاً یوں محسوس ہوا جیسے شیران کے بدن کو ایک جھٹکا سا لگا ہو۔ اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں اور اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آنے لگے پھر وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور سُرخ کپڑے کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھیں خون کی طرح سُرخ ہو گئی تھیں اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر سُرخ کپڑے کی جانب دیکھ رہا تھا تب جنرل ڈی کی آواز اُبھری۔

"کیا تم میرے احکامات کی پابندی کرو گے؟" شیران خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ جنرل ڈی نے ایک نگاہ دروازے کی سمت ڈالی، جو بند تھا اور دوسرے لمحے اُس کے منہ سے آواز نکلی۔

"ڈاکٹر ٹونڈ کو ہلاک کر دو۔ اس کی گردن توڑ دو۔" ایک لمحے کے لیے تو ڈاکٹر ٹونڈ اور اس کے ساتھی جنرل ڈی کے الفاظ کا مفہوم ہی نہیں سمجھ سکے تھے لیکن جب شیران، ڈاکٹر ٹونڈ کی طرف مڑا تو ڈاکٹر ٹونڈ حیرت سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ... یہ کیا کر رہے ہیں آپ، جنرل؟" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا لیکن جنرل خاموش تھا۔ شیران نے چیتے کی طرح ڈاکٹر ٹونڈ پر چھلانگ لگائی تھی اور دوسرے لمحے ڈاکٹر ٹونڈ اس کی گرفت میں تھا۔ شیران نے اپنے مضبوط اور طاقت ور ہاتھوں میں ڈاکٹر ٹونڈ کی گردن پکڑی اور اُسے ایک مخصوص انداز میں زور سے جھٹکا دیا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز صاف سُنائی دی تھی اور ڈاکٹر ٹونڈ کٹے ہوئے بکرے کی طرح زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے تینوں ساتھی ڈاکٹر خوف زدہ انداز میں اُچھل کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے چہروں کی کیفیت بگڑ گئی تھی اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے چیف کی لاش دیکھ رہے تھے۔ تب ہی جنرل ڈی کی آواز دوبارہ اُبھری۔

"ڈاکٹر سیلومن اور ڈاکٹر پی وائل کی گردنیں آپس میں پکڑ کر ان کے سر اس وقت تک ٹکراتے رہو شیران جب تک ان دونوں کی جان نہ نکل جائے۔" شیران کا رُخ تبدیل ہو گیا۔ وہ گھوما اور دوسرے لمحے اُس نے ڈاکٹر سیلومن اور ڈاکٹر پی وائل کی گردنیں دبوچ لیں۔ ڈاکٹر ہلدا چیختی ہوئی دروازے کی سمت دوڑی تھی لیکن جونہی وہ جنرل ڈی کے قریب سے گزری، جنرل نے اُس کے بالوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

"چھوڑ دے، وحشی درندے مجھے چھوڑ دے۔" ڈاکٹر ہلدا نے کربناک آواز میں کہا اور جنرل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر اُس نے ہلدا کی گردن کی کچھ مخصوص رگوں پر دباؤ ڈالا اور ڈاکٹر ہلدا بے ہوش ہو کر اس کے بازوؤں میں جھول گئی۔ جنرل ڈی کا چہرہ بے حد بھیانک نظر آ رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک انسان سے زیادہ شیطان نظر آ رہا تھا۔ کمرے کے وسط میں کھڑا وہ اس دلچسپ منظر کو دیکھ رہا تھا۔

شیران وحشیانہ انداز میں ڈاکٹر سیلومن اور پی وائل کی گردنیں دبوچ کر انھیں ایک دوسرے سے ٹکرا رہا تھا۔ اس کی عفریتی قوت شاید کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ موت و زندگی کا کھیل تو اس کی پوری زندگی پر مسلط تھا۔ ہوش و حواس کے عالم میں بھی کبھی اسے کسی انسان کو قتل کرنے میں کوئی دقت نہیں پیش آتی تھی۔ اس وقت تو صورتِ حال ہی دوسری تھی۔ آن کی آن میں اُن دونوں کے چہرے اپنے خدوخال سے محروم ہو گئے۔ وہ مسخ ہو گئے تھے۔

تب شیران نے اُنھیں چھوڑ دیا۔ جنرل ڈی نے اچانک ہال کی دیوار میں لگے سوئچ بورڈ پر کچھ بٹن آن کیے اور ہال میں رنگین روشنیاں بکھر گئیں۔ سبز، پیلی اور نیلی روشنیاں۔ اس میں کوئی روشنی سُرخ رنگ کی نہیں تھی۔

شیران چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اُس نے اچانک جاگنے والے انداز میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا پھر بولا۔

"یہ... یہ سب کیا ہے جنرل؟"

"افسوس! ان پر جنون کا دورہ پڑ گیا تھا۔ انھوں نے اچانک ایک دوسرے پر حملہ کر دیا تھا۔ بمشکل تمام میں ڈاکٹر ہلدا کو بچا سکا۔" جنرل نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"تعجب ہے... سخت تعجب ہے یہ سب تو ہوش مند تھے۔"

"مجھے بھی تعجب ہے۔ آؤ شیران تم آرام کرو، تمھیں پُرسکون رہنا ہے۔" جنرل ڈی شیران کو لے کر باہر نکل آیا۔ بے ہوش ڈاکٹر ہلدا کو اُس نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔

"جو کچھ ہُوا ہے، اُسے بھول جاؤ شیران۔ یہ احمق لوگ تھے زندگیاں کھو بیٹھے۔ تم آرام کرو۔"

جنرل ڈی نے شیران کو ایک آرام دہ بیڈ روم میں پہنچا دیا۔ پلٹتے ہوئے پوچھا "تمھیں کسی شے کی ضرورت تو نہیں ہے شیران؟"

"نہیں جنرل، میں ٹھیک ہُوں۔"

"سکون سے سو جاؤ، تم میرے معزز مہمان ہو۔" جنرل باہر نکل پھر ایک اور کمرے میں پہنچ کر اس نے انٹرکام سوئچ آن کیا اور دوسری طرف آنے والی آوازیں سننے لگا۔

"یس جنرل۔" چند لمحوں کے بعد آواز سنائی دی۔

"چار آدمیوں کو اوفائیو میں بھیج دو، کام ہے۔"

"پہنچ رہے ہیں جنرل۔" جواب ملا اور جنرل انٹرکام بند کر کے ہال کی طرف چل پڑا جہاں یہ خونیں ڈراما ہُوا تھا۔ تینوں لاشیں طرح پڑی ہوئی تھیں۔ جنرل کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ چار آدمی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آ گئے تھے۔

"ان لاشوں کو لے جاؤ اور الیکٹرک چیمبر میں ڈال کر کوئلہ کر دو۔" جنرل کی پھرائی ہوئی آواز اُبھری۔

"یس سر۔" آنے والوں کی بے تاثر آوازیں سُنائی دیں اور انھوں نے ان لاشوں کو اُٹھا لیا اور خاموشی سے باہر نکل گئے۔ اب بے ہوش ڈاکٹر ہلدا کی طرف متوجہ ہُوا اور اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ رقصاں ہو گئی۔ وہ چند لمحات ڈاکٹر ہلدا پر نگاہیں جمائے رہا پھر جھک کر اُسے بازوؤں میں اُٹھا لیا اور اس ہال کمرے سے نکل آیا۔

دوسرے کمرے میں پہنچ کر اُس نے ہلدا کو بیڈ پر لٹا دیا اور اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر ہلدا نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحات ڈاکٹر ہلدا اختلال الذہنی کے انداز میں جنرل ڈی کی شکل دیکھتی رہی پھر سب کچھ یاد آتے ہی اُس کے حلق سے دل خراش چیخ نکل گئی۔

"ہاں ہاں ڈارلنگ! اس حسین ماحول پر نگاہ دوڑاؤ۔ یہ میری [illegible]

[illegible] کی جگہ ہے۔ یہ میری زندگی کا دوسرا رُخ ہے یعنی آج کی بات، وہ [illegible] قدیم تھا یہ جدید۔"

کمرے میں حسین تصاویر آویزاں تھیں، جنھیں دیکھ کر فرحت کا احساس [illegible] تھا۔ ڈاکٹر ہلدا دہشت زدہ انداز میں اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اُسے خوف ناک [illegible] یاد تھے۔ وہ روتے ہوئے بولی "جنرل! ڈاکٹر ٹونڈ... وہ لوگ... تم [illegible] ہیں... انھیں قتل کر دیا جنرل...؟"

"قتل... کیسی باتیں کرتی ہو ڈاکٹر ہلدا۔ اسے قتل کہتے ہیں، وہ شہید [illegible] ہیں، وہ اپنے وطن پر قربان ہوئے ہیں۔" جنرل ڈی نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"تم پاگل ہو جنرل... تم جنونی ہو۔ آہ تم نے ملک کے بیش قیمت سرمائے [illegible] کر دیا۔ آہ ڈاکٹر ٹونڈ جیسا کوئی دوسرا اس ملک میں پیدا نہیں ہو گا۔ [illegible] قوم کا اتنا عظیم سرمایہ ضائع کر دیا تم نے جنرل... تم نے... تم نے اُسے [illegible] کر دیا جس نے تمھاری ایک عظیم خواہش کی تکمیل کی۔"

"تم چھوٹے سے ذہن کی مالک ہو ہلدا، صرف ایک ڈاکٹر... حقائق [illegible] بغیر تم فضول گفتگو کر رہی ہو۔ ان لمحات کو خراب مت کرو۔"

"دیوانے، پاگل، جنونی... میں تم سے نفرت کرتی ہُوں۔"

"بے شمار لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، اس سے کیا فرق پڑتا ہے [illegible] ہُوں سہی۔ ہاں مجھے اپنے مقصد کی تکمیل کا جنون ہے۔ میں [illegible] سے سخت نفرت کرتا ہُوں۔ مجھے صرف کامیابیوں سے اُلفت [illegible] ڈاکٹر ہلدا! تم ان باتوں سے لاعلم ہو، اس لیے یہ باتیں کر رہی ہو۔ میرا [illegible] تو مجھے عظیم تسلیم کرو گی۔"

"کیا مقصد تھا، تمھارا؟" ہلدا بدستور روتے ہوئے بولی۔

"بے وقوف لڑکی! یہ نوجوان جس کا نام شیران ہے، ایک ایسے [illegible] کامیاب بنائے گا، جس کے لیے بے شمار لوگ اپنی زندگیاں [illegible] چکے ہیں، ان کی پلاننگ ناقص تھی۔ انھوں نے عقل سے کام [illegible] تھا۔ اس پروگرام کی تکمیل کے بعد ہمارے ملک کی ترقی کی رفتار [illegible] ہو جائے گی۔ بہت کچھ حاصل ہو جائے گا ہمیں۔"

"ڈاکٹر ٹونڈ نے تو تمھارے پروگرام کی تکمیل میں مدد کی تھی۔"

"ہاں... لیکن اس میں ایک سقم چھوڑ دیا تھا۔"

"کیا سقم؟"

"[illegible] اُس نے اسے سُرخ رنگ کے تحت دے دیا تھا اور کوئی بھی شخص [illegible] رنگ کے ذریعے کنٹرول کر سکتا تھا۔"

"[illegible] اس سے کیا ہوتا؟"

"[illegible] بہت کچھ معصوم تتلی... بہت کچھ...!" جنرل مُسکراتا ہُوا بولا۔ "اس [illegible] کوئی بھی اسے کنٹرول کر سکتا تھا یا ان میں سے کوئی جو اِس راز کو جانتا تھا اور جان من! میں کسی رازدار کو کیسے زندہ چھوڑ سکتا ہُوں۔ اس طرح میں اس احساس کا شکار رہتا کہ میرے کھیل میں کوئی بھی ایسا شخص مداخلت کر سکتا ہے جو شیران کی حقیقت جانتا ہو۔"

"لیکن جنرل...!"

"نہیں ڈاکٹر ہلدا! میں بتا چکا ہُوں کہ مجھے ناکامیوں سے نفرت ہے۔ میں صرف کامیابیوں کا عاشق ہُوں۔ مجھے برتری عزیز ہے صرف برتری۔" جنرل نے کہا۔

"مگر... مگر تمھارے اس راز کی شریک تو میں بھی ہُوں۔" ہلدا نے کہا۔

"تم...!" جنرل ہنس پڑا۔ "ہاں تم شریک ہو لیکن میں کھیلوں کے دائم وصل کرنے کا قائل ہُوں۔ کوئی بھی چیز ضائع کرنے کے لیے نہیں ہوتی۔ موت تو تمھاری بھی تقدیر ہے لیکن کچھ دیر جی لو، کیا حرج ہے کچھ دیر میرے لیے جی لو۔" جنرل ڈی اُس کی طرف بڑھنے لگا۔ ہلدا کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ موت کے ہولناک سائے اُس کے چہرے پر لرز رہے تھے۔ اُس نے رحم طلب نگاہوں سے جنرل ڈی کی طرف دیکھا اور گھٹے گھٹے لہجے میں بولی "میں ہمیشہ زبان بند رکھوں گی، جنرل تم مجھ پر یقین رکھو، میں مرنا نہیں چاہتی۔ میں ہمیشہ زبان بند رکھوں گی۔ مجھے زندگی دے دو۔"

"زندگی میرے بازوؤں میں ہے سویٹی۔" جنرل کی آواز اُبھری۔ اور ہلدا کی آواز گھٹتی چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد جنرل دوبارہ اپنے آدمیوں کو طلب کر رہا تھا تاکہ وہ ایک اور لاش کو ٹھکانے لگا دیں۔

▼▼

گریچر نے مارلینو کو اتنا دل برداشتہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک طویل عرصے سے وہ مارلینو کے وفاداروں میں زندگی گزار رہا تھا اور اس بے دست و پا انسان کو گریچر نے دُنیا کا سب سے حوصلہ مند انسان پایا تھا لیکن اب یوں لگتا تھا جیسے یہ وہ مارلینو ہی نہ ہو۔ پہاڑوں سے کانگ ہو واپس آ گیا تھا۔ راستے میں اس نے گریچر سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی... پھر تین دن تک وہ کانگ ہو کی بڑی خانقاہ میں گوشہ نشین رہا تھا اور گریچر اس کا انتظار کرتا رہا تھا۔ تیسرے دن وہ باہر آیا اور اس نے گریچر سے کہا۔

"میں لیبارٹری میں مصروف رہوں گا گریچر، تم اس دوران میں اگر چاہو تو بنکاک چلے جاؤ۔"

"میرے لیے کوئی خاص ہدایت ہے مسٹر مارلینو؟"

"نہیں، صرف آرام کرو۔ کچھ بھی ہو تمھیں ہر طرح کے حالات سے غیر متعلق رہنا ہے۔"

"بہتر مسٹر مارلینو۔" گریچر نے جواب دیا اور پھر وہ بنکاک آ گیا۔ بنکاک کی زندگی اس کے لیے جانی پہچانی تھی۔ مارلینو نے اُسے تمام حالات سے

غیر متعلق رہنے کے لیے کہا تھا، اس لیے اُس نے اپنی رہائش گاہ میں ہی وقت گزارنا شروع کر دیا تھا۔

تقریباً ایک ہفتہ اسی طرح گزر گیا۔ گریچر اپنی اس قید سے تنگ آگیا تھا۔ آٹھویں دن اُس نے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا اور ایک شناسا سے ملنے نکل گیا لیکن وہاں اُس نے ایک نئی کہانی سُنی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے مسٹر گریچر، مارلینو کو کیا ہو گیا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"بنکاک میں چند دنوں میں جو انقلاب آیا ہے، وہ ناقابلِ یقین ہے۔ گرے کاؤ آخر ہے کیا بلا؟"

"کون گرے کاؤ؟" گریچر نے تعجب سے کہا۔

"ہیں... تم کہاں تھے مسٹر گریچر! کیا ان دنوں تم مُلک سے باہر تھے یا پھر مارلینو سے تمھارا رابطہ ختم ہو چکا ہے؟"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو میرے دوست؟" گریچر نے عاجز آکر کہا۔

"منشیات کے جو اڈے مارلینو نے بڑی شان سے حاصل کیے تھے، گرے کاؤ نے بالکل اُسی انداز میں مارلینو سے چھین لیے۔ مارلینو کے لیے کام کرنے والے بنکاک سے بھاگ رہے ہیں۔ گرے کاؤ مال خریدنے کے بجائے چھین رہا ہے۔ وہ کسی کو قیمت نہیں ادا کرتا۔ اس کے ساتھی وحشی بیل ہیں، جو ہر رکاوٹ کو توڑتے چلے جا رہے ہیں اور تم یقین کرو گریچر، پُرانے کام کرنے والے مارلینو کو دن رات بد دعائیں دینے لگے ہیں۔"

"ناممکن۔" گریچر دہاڑا... اور پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اس کا دوست اسے روکتا ہی رہ گیا تھا لیکن گریچر نہ رُکا۔ وہ دیوانے ہاتھی کی مانند شائی سانگ کی طرف چل پڑا، جو سب سے قریبی جگہ تھی۔ یہاں اُس نے وہی دیکھا جو سُنا تھا۔ تمام کیبن اجنبی لوگوں کے پاس تھے۔ مارلینو کے نشان مٹا دیے گئے تھے۔

ایک جگہ سے دوسری جگہ اور پھر تیسری جگہ... ہر جگہ گرے کاؤ کا راج تھا۔ مارلینو کا ایک بھی آدمی اُن اڈوں پر موجود نہیں تھا۔ ساؤتھ پونگ کے سب سے دُور اڈے پر گریچر پہنچا تو یہاں کی صورتِ حال خطرناک تھی۔ مارلینو کے کیبن اکھاڑ کر پھینکے جا رہے تھے۔ اُس کے آدمی پٹ رہے تھے۔

گریچر نے یہاں گرے کاؤ کو دیکھا اور اُسے پہچان لیا۔ یہ نچلے درجے کا بدمعاش تھا اور کسی زمانے میں ایک اور نام سے روشناس تھا۔ شیران نے اس کی بُری طرح مرمت کی۔ یہ اس وقت کے بعد سے روپوش تھا۔ گریچر کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اُس نے بغلی ہولسٹر سے پستول نکالا اور وحشیانہ انداز میں آگے بڑھا۔ اس کے ساتھی بے بسی سے تماشا دیکھ رہے تھے۔ گرے کاؤ کے بے شمار افراد وہاں موجود تھے۔ نئے کیبن رکھے جا رہے تھے اور ان پر گرے لہرایا جا رہا تھا۔

گریچر نے پستول کی نال گرے کاؤ کی طرف کی اور غرائی ہوئی میں بولا "بُزدل کتے اور بے غیرت کتے کیا تو اپنی اوقات بھول یاد نہیں کہ اس بنکاک میں تیرے ساتھ کیا ہوا تھا۔" گرے کاؤ نے اُسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے جنون کے لیکن پھر اُس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور دونوں تسلنے ہلا کے قریب پہنچ گیا۔

"مسٹر گریچر آپ بھی مجھے پہچانتے ہیں اور میں بھی آپ گا کہ یہ پستول ہولسٹر میں رکھ لیں۔ میں ذرا دوسری فطرت کا آدمی میرے ساتھی اس وقت کامرانی کے نشے میں چُور ہیں، وہ آپ رعایت نہیں کریں گے۔"

"یہاں سے اپنے تمام کیبن اکھاڑو اور جان بچا کر بھاگ ورنہ میں تمھیں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ تمھاری لاش کو کتے گے اور تم بے شمار لوگوں کے لیے باعثِ عبرت بن جاؤ گے۔"

"یقیناً مسٹر گریچر... یقیناً آپ ایسا ہی کریں گے لیکن قبل اگر میرے ساتھ ایک پیالی کافی پی لیں تو آپ کو بہت سے نجات مل جائے گی۔"

"کیا بکواس کرتا ہے؟ میں تیرے ساتھ بیٹھ کر کافی جیسے بے حقیقت انسان کے ساتھ...؟"

"وقت بدلتا ہے مسٹر گریچر اور بدلے ہوئے وقت نہ کرنا حماقت ہوتی ہے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ بہتر ہوگا میرے اس کے بعد اس موضوع پر بھی بات کر لینا۔" گریچر ایک سوچتا رہا اور پھر گرے کاؤ کے ساتھ ایک تنہا گوشے میں

"کیا کہنا چاہتا ہے؟" اُس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے تعجب ہے مسٹر گریچر کہ مسٹر مارلینو نے آپ کو سے آگاہ نہیں کیا۔ بے شک مارلینو کی طاقت بہت ہے، اس سے ٹکرانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ مجھے اس تمام کارر مسٹر مارلینو سے ملی ہے۔"

"کیا بکواس کرتے ہو؟" گریچر دہاڑا۔

"آپ اپنے طور پر مسٹر مارلینو سے رابطہ قائم کر کے کر سکتے ہیں۔ مسٹر مارلینو نے بنکاک میں موجود منشیات مجھے بخش دیے ہیں۔ میں نے ان کا معاوضہ بھی پیش کرنا چاہا مارلینو نے ہنس کر کہا کہ وہ اس سے کہیں زیادہ معاوضہ

بڑھانے کے لیے دے سکتے ہیں، وہ خود ہی ان اڈوں سے دلچسپی کھو بیٹھے ہیں اور اب یہ کام جاری نہیں رکھنا چاہتے البتہ انھوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس انداز میں ان اڈوں پر قبضہ کروں جیسے مسٹر مارلینو کو زوال آ چکا ہے۔ چنانچہ یہ سب کچھ مارلینو کے ایما پر ہو رہا تھا۔ بہتر یہ ہوگا مسٹر گریچر کہ آپ مسٹر مارلینو سے رابطہ قائم کریں اور اس کے بعد میرے خلاف کوئی کارروائی عمل میں لائیں۔"

دفعتاً ہی گریچر کو مارلینو کے الفاظ یاد آئے۔ اُس نے کہا تھا کہ گریچر کے لیے کوئی خاص ہدایت نہیں ہے، وہ صرف آرام کرے اور کچھ بھی ہو اُسے ہر طرح کے حالات سے غیر متعلق رہنا ہے۔ کیا اشارہ اسی سمت تھا۔ گرے کاؤ اگر مکاری سے کام لے رہا ہے تب بھی یہ وقتی بات ہے۔ مارلینو سے ہدایت حاصل کرنے کے بعد یقیناً اس کے خلاف کارروائی کی جا سکتی ہے اور اُس نے یہی بات گرے کاؤ سے کہہ دی۔

"تم نے جو کچھ کہا ہے گرے کاؤ، اس پر مجھے غور کرنا ہوگا۔ مسٹر مارلینو سے ہدایات لینے کے بعد اگر تمھاری بات غلط نکلی تو اس بات کا یقین کر لو کہ تمھیں بدترین موت مرنا ہوگا۔"

"میں اس کے لیے تیار ہوں مسٹر گریچر۔" گرے کاؤ نے جواب دیا۔ بہرطور اس گفتگو کے بعد یہاں کسی قسم کی ہنگامہ خیزی مناسب نہیں تھی۔ اس سے پہلے واقعی مارلینو سے اس سلسلے میں گفتگو کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ چنانچہ گریچر واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔ اُس نے ٹرانسمیٹر پر مارلینو سے رابطہ قائم کیا اور پُرجوش لہجے میں بولا۔

"کیا آپ کو بنکاک کی صُورتِ حال کا علم ہے مسٹر مارلینو؟ ہمارے تمام اڈے تقریباً گرے کاؤ کے قبضے میں جا چکے ہیں اور وہ ہمارے کیبن اکھاڑ کر پھینک رہا ہے۔ میں نے اس سے ملاقات کی اور اسے اس کی حرکت کی سزا دینا چاہی تو اُس نے یہ بہانہ تراشا ہے کہ یہ سب کچھ آپ کی اجازت سے ہو رہا ہے۔ مجھے بتائیے مسٹر مارلینو کہ آپ کے چند الفاظ نے مجھے...!"

"پُرسکون رہو گریچر۔ گرے کاؤ کا کہنا غلط نہیں ہے۔" مارلینو نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔ اس کا لہجہ بالکل پُرسکون تھا۔

"گویا... گویا... آپ... آپ بنکاک سے منشیات کے تمام اڈے ختم کر رہے ہیں؟"

"ہاں، مجھے اب ان فضولیات سے کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے گریچر! بہتر ہوگا کہ تم کچھ وقت کے لیے میرے پاس آ جاؤ۔ میں تم سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ تمھیں بنکاک روانہ کرنے کے بعد مجھے یہ احساس ہوا کہ مجھے تمھاری ضرورت ہے۔ اچھا ہوا کہ تم نے خود ہی رابطہ قائم کر لیا، ورنہ میں خود تم سے رابطہ قائم کر کے تمھیں واپس بلانے کی کوشش کرتا...!" مارلینو نے کہا۔

"اس میں مشکل کیا ہے جناب؟ میں پہنچ جاتا ہوں، ویسے بھی یہاں میرا دل نہیں لگ رہا اور پھر موجودہ صورتِ حال میرے لیے بڑی پریشان کُن ہے۔ ہمارے وہ شناسا جو ہمیں ایک دوسری حیثیت سے جانتے تھے، اب مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ مارلینو کہاں ہے، اس کی قوت کہاں سو گئی ہے اور... اور...؟"

"آ جاؤ گریچر! باقی گفتگو یہیں پر ہوگی۔" مارلینو نے یہ کہہ کر سلسلۂ گفتگو منقطع کر دیا۔ گریچر کسی قدر بددلی سی محسوس کر رہا تھا۔ مارلینو کی کیفیات اس سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ دل سے وہ مارلینو کا وفادار تھا۔ بات صرف ذاتی مفادات کی نہیں تھی بلکہ مارلینو سے اُسے عقیدت تھی۔ ایک اچھے انسان کی حیثیت سے وہ مارلینو کا بے حد احترام کرتا تھا اور جانتا تھا کہ زندگی کے بڑے راستوں پر برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے اس اپاہج شخص کے سینے میں ایک پُرنور دل ہے۔ وہ انسانیت کی قدر کرتا ہے اور انسانیت کا علمبردار ہے۔ چنانچہ گریچر ذہنی طور پر بھی اس سے بے حد متاثر تھا۔ مارلینو نے کانگ ہُو کی سب سے خوبصورت رہائش گاہ میں گریچر کا استقبال کیا۔ وہ اپنی مخصوص شال اوڑھے پہیوں والی کُرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس وقت اُس نے اپنے ہاتھ پاؤں اُتار کر رکھے ہوئے تھے۔ ایک پستہ قامت خدمت گار اُس کی وھیل چیئر گھسیٹ رہا تھا۔ گریچر کو دیکھ کر وہ حزنیہ انداز میں مسکرایا۔

"میں نے تمھیں اسی لیے ہدایت کی تھی گریچر کہ وہاں کچھ بھی ہو رہا ہو، تمھیں ہر طرح کے حالات سے غیر متعلق رہنا چاہیے۔ تمھیں بنکاک بھیجنے کا مطلب یہی تھا کہ تم بھی کچھ لمحات سکون سے گزار لو اور یہاں اپنے آپ کو میری ماتحتی میں تصور کر کے خود پر ذمے داریاں طاری نہ رکھو۔"

"لیکن یہ سب کیا ہے، مسٹر مارلینو؟ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ ہم اپنی ساکھ اپنے ہاتھوں سے مٹا رہے ہیں۔ آپ نے بقول گرے کاؤ کے اُسے یہ ہدایت بھی دی کہ آپ کے کیبن تباہ و برباد کر دیے جائیں... اور گرے کاؤ بزورِ قوت وہاں اپنی برتری کا اعلان کرے۔" مارلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا حرج ہے؟ اگر گرے کاؤ، مارلینو کے طفیلیوں کی حیثیت سے منظرِ عام پر آتا تو اس کی وہ وقعت نہ ہوتی، جو اب اُسے حاصل ہوئی ہے۔ دراصل گریچر ہر شخص کے اندر کچھ کمزوریاں، کچھ خواہشات ہوتی ہیں۔ گرے کاؤ کے دل میں یہ حسرت تھی، یہ آرزو تھی اور میں نے اُس کی یہ آرزو پوری کر دی۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ ویسے بھی مارلینو اب اس پوزیشن کا آدمی نہیں رہا ہے۔ میرے دست و بازو ہمیشہ سے ناکارہ تھے لیکن میں نے سائنسی قوتوں سے انھیں بہت طاقت ور بنا لیا تھا اور ان سے ہر طرح کا کام لے سکتا تھا لیکن اگر کسی وجہ سے ان کی خفیہ قوت ختم ہو

جاتی تھی تو میں اپنی اس بے پناہ کمزوری کو چھپائے نہیں چھپا سکتا تھا جو میرے وجود میں پیدا ہو جاتی تھی اور گریچر مجھے اپنی اس کمزوری کا بے پناہ احساس ہوتا تھا پھر ایک وجود میرے وجود میں آ شامل ہوا، بڑا انسان... بہت بڑا انسان لیکن میرے لیے وہ کیا تھا تم اس کا تصور نہیں کر سکتے میں شیران ہی کی بات کر رہا ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو اس کے وجود میں زندہ کیا اور یہ بھول گیا کہ میرے دست و بازو ناکارہ ہیں۔ وہ میرا بدن بن گیا گریچر ایک بار پھر میں اپاہج ہو گیا ہوں اور اس احساس کو اپنے ذہن سے دُور نہیں کر پاتا کہ اب میں وہ نہیں رہا، جو تھا چنانچہ ان ساری باتوں سے کیا حاصل۔ کانگ ہو میں رہنے والے مارلینو کو ایک دیوتا کی مانند پوجتے ہیں۔ ان کی ضروریات کے لیے میں نے اتنا کر دیا ہے کہ میرا خیال ہے نہ صرف میری زندگی تک بلکہ اس سے بہت آگے تک بلکہ اس وقت تک جب تک ان لوگوں میں سے ہر ایک کے پاس اپنے طور پر سب کچھ حاصل کرنے کے وسائل نہ پیدا ہو جائیں میرا سرمایہ میری دولت ان کی کفالت کر سکتی ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس قسم کے کاموں کو جاری رکھا جائے۔ موجودہ صُورتِ حال بہت مختلف ہو گئی ہے گریچر! تم نے شاید اس کی گہرائیوں پر غور نہیں کیا۔ میں اب اپنی ان صلاحیتوں کو جو میرے پاس موجود ہیں اپنے مقصد کے لیے نہیں استعمال کر سکتا۔

شیران نے میرے اُوپر کچھ ذمے داریاں چھوڑ دی ہیں۔ میں ان ذمے داریوں کو پورا کرنا چاہتا ہوں اور یکسو ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دوسرے معاملات سے ذہن ہٹا لیا جائے۔"

"میں نہیں سمجھا جناب!"

"سمجھنے کی کوشش کرو گریچر! تمہارا کیا خیال ہے، وہ عفریتی تنظیم کیا اپنی اس شکست کو قبول کرے گی۔ ناممکن... بے شک اس کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے۔ مجھے کوشش کے باوجود ایسے شواہد نہیں حاصل ہو رہے، جن کی مدد سے میں یہ معلوم کر سکوں کہ اب تنظیم کس پوزیشن میں ہے اور اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں تم جانتے ہو کہ تنظیم نے مجھے اپنے درمیان ایک عہدہ دیا تھا اور یہ عہدہ صرف اس لیے دیا گیا تھا کہ میں کانگ ہو اور اس کے اطراف میں طاقت ور تھا۔ انھوں نے مجھے پہاڑوں کا نظام سنبھالنے کے لیے اسی لیے متعین کیا تھا کہ میں اپنی قوتوں کو بروئے کار لاؤں... اور یہاں انھیں ایک ایسی طاقت حاصل ہو جائے لیکن احمق نہیں ہیں، وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ میں نے ان سے غداری کی ہے اور معاملہ اگر چند افراد کا ہوتا یا کسی جرائم پیشہ گروہ کا ہوتا تو ہم یہ سوچ سکتے تھے گریچر کہ اپنی قوت کھو دینے کے بعد وہ ختم ہو جائے گا اور اپنے اغراض و مقاصد ترک کر بیٹھے گا لیکن تنظیم کا تعلق ایک ایسی قوت سے ہے جس کے بارے میں تم اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ پھر سے مجتمع ہوں گے اور زیادہ قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نئے ساز و سامان کے ساتھ اپنے اس مشن کا آغاز کریں گے جو ہم سب کی وجہ سے ناکام ہو چکا ہے میں اس وقت کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہتا ہوں میری خواہش ہے گریچر کہ اپنی بساط بھر جو کچھ بھی کر سکوں ضرور کر دوں، چونکہ شیران نے اپنے بیٹے عدنان سلامن کو میرے لیے چھوڑ دیا ہے میں اپنے وجود کے اس ٹکڑے کو خراجِ عقیدت پیش کروں گا اور اس کا طریقۂ کار صرف یہی ہے کہ میں کچھ ایسی تبدیلیاں پیدا کر دوں کچھ ایسا کام کروں، جو ان لوگوں کو تحفظ دے۔ یہی میرا مقصد ہے اور اس مقصد کے لیے میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا ہے۔"

"اوہ مسٹر گریچر! معافی چاہتا ہوں، صُورتِ حال کا مجھے اندازہ نہیں تھا"

"ہاں، میں نے تم سے یہی کہہ دیا تھا گریچر کہ جو کچھ نظر آئے، اُس سے اپنے آپ کو لاتعلق رکھنا۔ میرا خیال تھا، اس سے تم ہر طرح کی صُورتِ حال کا اندازہ لگا لو گے۔"

"میں نے آپ کو پریشان کیا مسٹر مارلینو! اس کے لیے میں معافی کا خواستگار ہوں لیکن ایک سوال میرے ذہن میں پیدا ہوا ہے اگر اجازت ہو تو پوچھ لوں؟"

"ضرور پوچھو۔"

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"سنو گریچر! سب سے پہلے میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ ہاں تمھیں اس بات پر حیرت ضرور ہوگی لیکن تم یہ بھی یقین کر لو کہ میری غداری سے واقف ہونے کے بعد سب سے پہلی کوشش یہی ہوگی کہ مجھے اس رُوئے زمین سے اُٹھا دیا جائے تاکہ وہ اپنی دُشمن قوتوں میں سے ایک کو ختم کر سکیں چنانچہ میرے لیے اپنا تحفظ کرنا بھی ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ میں پہاڑوں میں اس قسم کے سائنسی آلات نصب کرنا چاہتا ہوں، جن کی مدد سے ہم ان پہاڑوں کی پوزیشن سے محتاط رہ سکیں۔ اس کے بارے میں اس مُلک کی حکومت سے بھی رابطہ قائم کیا جائے گا لیکن یہ سب کچھ میں اس وقت کرنا چاہتا ہوں، جب اپنے طور پر میں تحفظ کے انتظامات مکمل کر لوں۔ ایسی شکل میں میں زیادہ مؤثر انداز میں ان لوگوں کو اپنا مافی الضمیر سمجھا سکتا ہوں۔"

"آپ کا کہنا درست ہے مسٹر مارلینو! لیکن میں کچھ عجیب سی کیفیات محسوس کر رہا ہوں۔"

"اگر تم چاہو گریچر تو پہاڑوں میں واپس جا سکتے ہو۔ ممکن ہے یہاں کی زندگی تمھیں بیزار کر دے۔"

"اگر یہ اجازت مجھے مل جائے مسٹر مارلینو تو مجھے بے حد مسرت ہوگی"

"ٹھیک ہے تم پہاڑوں میں واپس چلے جاؤ۔ مجھے اگر ضرورت ہوئی تو کسی نہ کسی طرح تم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔ فی الحال میں خاموشی سے مصروفِ عمل رہنا چاہتا ہوں۔" گریچر نے خاموشی سے گردن ہلا دی مارلینو سے گفتگو کرنے کے بعد اس کے ذہن میں ایک دُکھ کا سا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ وہ مارلینو کے دُکھی وجود سے متاثر تھا لیکن ظاہر ہے اس سلسلے میں اب کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کچھ عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی اس کی، مارلینو کی زندگی کے لیے وہ خود بھی اس کے ساتھ رہنا چاہتا تھا لیکن ظاہر ہے اگر مارلینو کسی کام میں مصروف ہے تو پھر وہ گریچر پر توجہ بھی نہیں دے سکے گا۔ وہاں کم از کم میگنیشیا ہے، اسد حاشی ہے، دوسرے تمام لوگ ہیں ان کے درمیان تنہائی کا احساس نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ مارلینو سے اجازت لینے کے بعد وہ بنکاک سے چل پڑا۔ اب اس کا رُخ پہاڑوں کی سمت تھا اور وہ اپنے طور پر سفر کر کے وہاں پہنچ جانا چاہتا تھا۔

فوجی ہیلی کاپٹر تہمانہ کے مخصوص علاقے میں اُتر گیا۔ نعمان خان نے اپنے دوستوں کا شکریہ ادا کیا اور وہ اُسے خدا حافظ کہنے کے بعد فضا میں بلند ہو گئے۔ راستے میں نعمان خان کی ملاقات ایسے لوگوں سے کرائی گئی تھی، جنھوں نے پہاڑوں کے پاس نشان زدہ مقام پر اپنے کیمپ بنائے ہوئے تھے، جہاں سے آزاد علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ برسوں قدیم معاہدے کے تحت مقامی فوجی صرف اس جگہ تک مداخلت کرتے تھے، جو متعین کر دی گئی تھی، اور اس کے بعد پہاڑوں کے رہنے والے خود ہی اپنی زمین کے مالک تھے۔ ہاں اگر کوئی بڑا مسئلہ ہوتا تو حکومت کی مداخلت ناگزیر ہو جاتی تھی اور بعض اوقات اس وقت جب پہاڑوں کے رہنے والے اپنے کسی معاملے میں ناکام رہ کر امن و امان کی خاطر حکومت سے مدد مانگیں۔

تہمانہ کی بلند فصیلیں دُور سے نظر آ رہی تھیں۔ نعمان خان دھڑکتے دل کے ساتھ اُن کی جانب بڑھ گیا۔ بڑے وسوسے بڑے خدشات اور بڑے عجیب سے خیالات اس کے ذہن میں تھے، جو لوگ اپنے تھے، اُن کے لیے دل میں دُشمنوں کا تصور پیدا ہو چکا تھا اور نعمان خان جانتا تھا کہ اپنوں سے بڑا دُشمن اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

بادشاہ خان کے لیے اس کے دل میں محبت بھی تھی اور احترام بھی لیکن موجودہ حالات میں بادشاہ خان ہی اس کا بدترین دُشمن بن چکا تھا۔ تہمانہ کی فصیلوں سے اندر داخل ہُوا تو بے شمار افراد نے اس کا استقبال کیا۔ حالات میں کوئی بہت بڑی تبدیلی نظر نہیں آ رہی تھی جب وہ تہمانہ کے محل میں داخل ہُوا تو اُس کی ملاقات سب سے پہلے قلعہ تہمانہ کے محافظ سے ہوئی جس نے اُسے دیکھ کر مسرّت کا اظہار کیا تھا۔

"میرے بھائی کہاں ہیں؟" نعمان خان نے سوال کیا۔

"گلزار خان اور باری خان یہاں موجود ہیں باقی اس وقت آپ کو فرانہ میں ملیں گے۔"

"کہاں ہیں یہ دونوں، مجھے اُن کے پاس لے چلو۔" نعمان خان بولا۔ اس شخص سے وہ آئیوی اور نوریز کے بارے میں نہیں پوچھ سکتا تھا... گلزار خان اور باری خان دونوں ہی اُسے محل کے اندرونی برآمدے میں مل گئے۔ دونوں اُسے دیکھ کر کھل اُٹھے تھے۔ بھائیوں کی محبت نے جوش مارا اور نعمان خان نے اُنھیں سینے سے بھینچ لیا۔

"سب ٹھیک تو ہے خاناں! دوسرے لوگ فرانہ کیوں گئے ہیں۔ تم سب خیریت سے تو ہو کوئی حادثہ تو نہیں ہُوا؟"

"بھائی جان یہاں تو بہت بڑی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ کیا آپ ان سے واقف ہیں؟" باری خان نے کہا۔

"آؤ میرے کمرے میں آؤ۔ یہ بتاؤ، نوریز اور آئیوی ٹھیک ہیں؟"

"ہاں سب ٹھیک ہیں کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہے۔" نعمان خان کے دل میں جیسی ٹھنڈک اُتر آئی تھی، اپنی زندگی کے بدترین دور سے گزرا تھا۔ وہ موت کی وادی سے واپس آ گیا تھا۔ اپنے مشن کی تکمیل بھی کر ڈالی تھی، اُس نے... لیکن اب تک اس کا دل لرزتا تھا۔ باری خان سے یہ تفصیل سُننے کے بعد کہ ہر شخص خیریت سے ہے۔ اُسے یوں محسوس ہُوا جیسے اس کی تمام کاوشوں کا بدلہ اُسے مل گیا ہو۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اُس نے بے چینی سے دونوں بھائیوں کو دیکھا اور پھر بولا۔

"سب سے پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ کیا کالی گھاٹی میں بیرونی سازش ناکام بنا دی گئی ہے۔ کیا وہاں غیر مُلکی فوجوں کا داخلہ بند کر دیا گیا ہے اس سلسلے میں کوئی خون ریزی ہوئی ہے، کیا ہُوا ہے؟"

"بھائی جان! اگر آپ پسند کریں تو ہم سب سے پہلے فرانہ کا رُخ کریں۔ وہاں جا کر آپ کو جو معلومات حاصل ہوں گی، وہ آپ کے لیے خاصی دلچسپ ہوں گی۔ بشرطیکہ آپ ان حالات سے مکمل طور پر لاعلم ہوں۔"

"وہاں میں بعد میں جاؤں گا۔ جو کچھ تم سے پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ، بادشاہ خان کہاں ہے اور انھوں نے ہمارے لیے کون کون سے زہریلے پودے اُگائے ہیں؟"

"نہیں بھائی جان، بابا خان کے بارے میں ساری غلط فہمیاں دل سے نکال دو۔ وہ بُرے انسان نہیں ہیں بس اپنی زندگی انھوں نے ایک آزاد حکمران کی حیثیت سے گزاری ہے۔ حالات انھیں غلط انسان ثابت کرتے رہے ہیں۔ یہ ان کی ہی نہیں، ہماری بھی بدقسمتی ہے کہ ہم نے ان کا وہ احترام نہیں کیا، جس کے وہ مستحق تھے۔"

"کیا مطلب؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"بابا خان کبھی ہمارے خلاف کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ صرف ہماری غلط فہمیاں تھیں۔ وہ پہاڑوں کے خلاف بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ تنظیم

کے اغراض و مقاصد پوری طرح ان کے علم میں بھی نہیں تھے۔ بھائی جان وہ بھی غلط فہمیوں کا شکار تھے ہماری مانتو اب نعمان خان کو حیرت ہونے لگی تھی۔ اُس نے پُر سکون لہجے میں کہا۔

"باری خان کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اپنی رائے زنی کرنے کی بجائے مجھے تمام صورتِ حال سے آگاہ کرو۔ کیا یہ بدتمیزی نہیں ہے کہ میں تم سے سوالات کچھ کر رہا ہوں اور تم اس کا جواب کچھ دے رہے ہو۔"

"معافی چاہتا ہوں بھائی جان غلطی ہو گئی۔ دراصل آپ کی آمد سے ہم اتنے مسرور ہیں کہ آپ کا احترام ہی بھول گئے۔ آپ کے محل سے روانہ ہونے کے بعد بابا خان اور توقیر خان کے درمیان کچھ جھڑپ ہو گئی۔ بھابی آئیوی اور نوریز گم ہو گئے تھے۔ اسی رات جس رات آپ یہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ اُن کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ توقیر خان کے دل میں یہی خیال تھا کہ بابا خان نے انھیں غائب کیا ہے۔ چنانچہ وہ بابا خان سے بدتمیزی کے ساتھ پیش آیا اور بابا خان نے اُس پر رائفل تان لی لیکن پھر بابا خان خود مدھم پڑ گئے اور انھیں جب یہ معلوم ہوا کہ نوریز اور بھابی گم ہیں تو ان پر جنون سوار ہو گیا۔ وہ پاگلوں کی طرح نکل کھڑے ہوئے اور اس کے بعد جو واقعات ہمارے علم میں آئے ہیں۔ بھائی جان وہ یہ ہیں کہ جو لوگ بھابی اور نوریز کو اغوا کر کے لے گئے تھے۔ ان کا تعلق اسی تنظیم سے تھا اور یہ صرف اس لیے کیا گیا تھا کہ آپ کے اور بابا خان کے درمیان مخاصمت کرا دی جائے اور تنظیم آپ کی آپس کی دشمنی سے فائدہ اُٹھائے لیکن بابا خان دیوانوں کی طرح ان دونوں کو تلاش کرتے پھرے اور پھر ایک شخص نے بابا خان پر حملہ کیا۔ یہ شخص شیران تھا۔ بہزاد سلامن کا بیٹا، بابا خان پوری طرح شیران کے چنگل میں پھنس چکے تھے کہ ایک اور نوجوان نے بابا خان کا دفاع کیا اور شیران کو شکست دی۔"

"شیران کو شکست دی؟" نعمان خان چونک پڑا۔

"ہاں، اُس نے بابا خان کو شیران کے چنگل سے بچا لیا اور اُسے بے بس کر دیا اور اسی شخص نے اسی نوجوان نے ہماری بھابی اور ہمارے بیٹے کا تحفظ کیا تھا اور ان دونوں کو تنظیم کے ان اغوا کنندگان کے چنگل سے بچا لیا تھا۔ اس وقت وہ اُسی کی تحویل میں تھے، جب بابا خان اس کے ہاتھ لگے، اُس نے بابا خان کو اس بارے میں بتایا اور پھر کچھ مزید شکلیں سامنے آئیں، مسٹر مارلینو جو کانگ ہو میں شیران کے دوست تھے اور تنظیم کی طرف سے یہاں پہاڑوں میں نمائندے بنا کر بھیجے گئے تھے۔ درحقیقت شیران کی وجہ سے ان پہاڑوں سے مخلص تھے۔ انھوں نے فرانہ میں تنظیم کے نمائندے کی حیثیت سے جو انتظامات سنبھالے ہوئے تھے، وہ بظاہر تو تنظیم کے حق میں تھے ... لیکن درحقیقت وہ اپنی قوتوں کو پہاڑوں کے تحفظ کے لیے استعمال کر رہے تھے اور یہ صرف شیران کی وجہ سے تھا جو لڑکا بابا خان کا محافظ بنا تھا اور اُس نے بابا خان کو بچانے کے لیے شیران سے مقابلہ کیا تھا۔ درحقیقت شیران کا بیٹا عدنان سلامن تھا۔ شیران کو شاید خود بھی اپنے بیٹے کے بارے میں علم نہیں تھا چونکہ وہ اپنی وحشیانہ فطرت کی وجہ سے اپنی اس بیوی کو بھی قتل کرنے کی کوشش کر چکا تھا جس سے شیران کا یہ بیٹا پیدا ہوا تھا۔ بہرطور عدنان سلامن بھی مسٹر مارلینو کی تحویل میں تھا اور شیران کی بیوی سدھاشی بھی۔ حالات نے بڑا عجیب و غریب رُخ اختیار کیا۔ بھائی جان، شیران فرانہ کے محل میں پہنچ گیا۔ اُسے بتا دیا گیا کہ عدنان سلامن اس کا بیٹا ہے اور شیران کی کیفیت کچھ عجیب ہو گئی۔ بھائی جان! بابا خان، مارلینو کے دشمن تھے اور مارلینو کو ان کے ہاتھوں شدید نقصانات اُٹھانے پڑے تھے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والوں میں بابا خان ہی سرفہرست تھے لیکن دونوں کے درمیان عدنان سلامن کی وجہ سے مفاہمت ہو گئی چونکہ وہ انتہائی نفیس طبیعت کا نوجوان ہے اپنے باپ سے بالکل مختلف اس سے کہیں زیادہ طاقت ور اور چالاک لیکن ہمدرد انسان۔ نوریز اور بھابی کی جان بچا کر اُس نے ہم پر جو احسان کیا تھا، اُس کا ہمارے پاس کوئی صلہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ ہم اپنی خدمات بھی اس کے سپرد کر دیں اور پھر یہ سب پہاڑوں میں سلامتی کے خواہاں تھے جب کہ بابا خان کی دلی آرزو بھی یہی تھی۔ یہاں ایک جشن چلایا گیا۔ عدنان سلامن کو ان پہاڑوں میں صاحبِ اقتدار بنا دیا گیا اور قبائل کو مجتمع کر کے کالی گھاٹی میں ہونے والی سازش کے خلاف منظم کیا جانے لگا لیکن شیران غائب ہو چکا تھا۔ اس نے کالی گھاٹی میں پہنچ کر تنہا ہی ان لوگوں کے تمام منصوبوں کو ناکام بنا دیا۔ کالی گھاٹی اس وقت سمندر بنی ہوئی ہے۔ وہ بند توڑ دیا گیا جو آس پاس کے علاقوں کو سیراب کرتا تھا، بارود کی ذخیرے اُڑا دیے گئے اور تنظیم کی طرف سے آنے والی تمام فوجوں کو تہس نہس کر کے اس سازش کو مکمل طور پر ناکام بنا دیا گیا جو پہاڑوں میں کی جا رہی تھی لیکن اس کے لیے شیران کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔"

"کیا؟" نعمان خان تڑپ کر بولا۔

"ہاں بھائی جان یہ شخص جو بہت بدفطرت اور بدخو انسان تھا۔ ساری زندگی اُس نے برائیوں میں گزاری۔ انسانی زندگی کی اس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں تھی لیکن آخر میں اُس نے ملک کے لاکھوں انسانوں کو بچانے کے لیے اپنی زندگی کی قربانی پیش کر دی اور زندہ جاوید ہو گیا۔" نعمان خان کے سینے میں ہلچل ہو رہی تھی۔ اُسے نینسی کوئن کے ذریعے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ فیروز خان کا قاتل بہزاد سلامن نہیں تھا بلکہ شہباز خان تھا اور جب پہاڑوں میں اُسے امن و امان کی اطلاع ملی اور یہ معلوم ہوا کہ وہاں ہونے والی سازش ناکام ہو گئی ہے تو اس نے اپنے دل میں بے پناہ مسرت

محسوس کی۔ اس نے سوچا کہ اب وہ ایک نئی کہانی لے کر پہاڑوں میں جائے گا اور شیران سے مفاہمت کر کے اُسے سینے سے لگائے گا لیکن ان کا بدترین دشمن اور اب وہ جسے بہترین دوست بنانا چاہتا تھا اُسے آخری چوٹ دے گیا تھا۔ وہ آسمان کی بلندیوں میں پہنچ کر نعمان خان کو ایک بار پھر مایوس کر گیا تھا۔ نعمان خان کی آنکھوں میں غم و اندوہ کے تاثرات تیرنے لگے پھر وہ گوگیر لہجے میں بولا۔

"اس کا مقصد ہے کہ بابا خان کے ساتھ ہم نے جو کچھ بھی کیا وہ غلط تھا۔ آہ! بابا خان میں نے جیت کر بھی بازی ہار دی۔ کاش مجھے شیران کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع مل جاتا۔ کاش میں اُس کی اور اپنی دُشمنی کو ختم کرنے کا اعلان کرتا اور یہ اعتراف کر لیتا اس کے سامنے کہ ہم نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ شیران کی طرف سے تو صرف ردِ عمل ہی ظاہر ہوا تھا، جو کچھ ہوا وہ غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا .... بابا خان تم نے ایک زیرک بزرگ ہونے کا ثبوت نہ دیا۔ ایک ایسی بات پر تم نے دُشمنی کی بنیاد ڈالی، جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔" پھر وہ باری خان سے بولا۔

"باری خان! فرانہ چلنے کی تیاری کرو۔"

"جو حکم بھائی جان۔" باری خان نے جواب دیا اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے باہر نکل گیا۔ نعمان خان پر بُری بیت رہی تھی۔ بہت کچھ خیالات تھے اس کے ذہن میں... لیکن شیران کی موت نے اُسے افسردہ کر دیا تھا، خوشی بھی تھی، اس بات کی کہ پہاڑوں کی آن بان بچ گئی تھی اور دُشمنوں کی سازش ناکام ہو گئی تھی لیکن یہ احساس بھی تھا کہ اس تمام کارروائی میں شیران ہی سربلند رہا تھا اور یہ برتری فیروز خان کے خاندان کو نہیں حاصل ہو سکی تھی پھر اس نے گلزار خان سے کہا۔

"گلزار خان کیا شیران خان کا بیٹا جوان ہو چکا ہے کیا وہ شیران خان ہی کی طرح نڈر، طاقت ور اور دلیر ہے۔"

"میں نے بتایا نا بھائی جان کہ اس کے ہاتھوں شیران کو اپنی زندگی میں دوبارہ شکست اُٹھانی پڑی۔ وہ شیران سے زیادہ طاقت ور اس سے زیادہ جنگجو اور اس سے زیادہ ذہین ہے۔"

"چلو ہم کفارہ ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ شیران کی اولاد ہی سے سہی۔ ہم اس کے ساتھی بنیں گے تاکہ شیران خان کی رُوح کو سکون حاصل ہو جائے۔ دیکھو یہ باری خان کیا کر رہا ہے مجھ پر ایک ایک لمحہ بھاری گزر رہا ہے۔" نعمان خان نے کہا اور گلزار خان باہر نکل گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد تین گھوڑے برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے تہمانہ کی فصیلوں سے باہر نکل کر فرانہ کی جانب سفر کرنے لگے۔

▼

نوریز کی نگاہیں پہاڑوں میں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ وہ عدنان کی تلاش میں نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھان چکا تھا... آسمان پر سے سورج آگ برسا رہا تھا۔ گھوڑے کی زبان بار بار باہر آ رہی تھی پھر ایک چشمے کے کنارے اُس نے گھوڑا روکا اور اُس سے نیچے اُتر کر اُسے چھوڑ دیا۔ گھوڑے نے پانی میں مُنہ ڈال دیا تھا۔

نوریز نے کچھ پانی کی چھاگل اُتاری اور اُسے مُنہ سے لگا کر کئی گھونٹ پیے پھر وہ چشمے کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ عدنان سے اُسے بے پناہ پیار تھا۔ صبح سب سے پہلے اُٹھ کر وہ سیدھا عدنان کے پاس جاتا تھا۔ اُس کو جگاتا تھا، اُس کے ساتھ چائے پیتا تھا اور پھر دوسرے کام کرتا تھا... لیکن پچھلے چند روز سے عدنان نظر ہی نہیں آیا تھا۔ ابتدائی دو دنوں میں اُس نے عدنان کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو اُسے پتا چلا کہ وہ بہت صبح نکل جاتا ہے اور رات کو بہت دیر سے واپس آتا ہے۔ اس کے بعد عدنان واپس ہی نہیں آیا تھا۔

یہ بات معمول کے خلاف نہیں تھی، اس لیے کسی کو تشویش نہیں ہوئی تھی لیکن نوریز بہت پریشان تھا اور پھر وہ آئیوی سے اجازت لے کر عدنان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تھا۔ اس نے وہ تمام جگہیں چھان ماری تھیں جہاں عدنان مل سکتا تھا لیکن عدنان کا کوئی پتا نہیں چل سکا تھا۔ اس وقت وہ بہت تھک گیا تھا۔

ابھی اُسے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اُسے کچھ آہٹیں سُنائی دیں کہیں قرب و جوار میں کھٹ کھٹ کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ نوریز ان کی سمت کا اندازہ لگانے لگا اور پھر اُس نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ وہ احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔ آوازیں اُس کی رہنمائی کر رہی تھیں پھر ایک بلند و بالا پہاڑی ٹیلے کی بلندی پر اُس نے عدنان کو دیکھا کچھ عجیب سے کام میں مصروف تھا جس کا اندازہ یہاں سے نہ ہو سکا، وہ اپنی دُھن میں اس قدر مگن تھا کہ اس کی نگاہ نوریز کی جانب بھی نہ اُٹھی۔ نوریز تھوڑی دیر تک پہاڑی کے دامن میں کھڑا اُس کی یہ کارروائی دیکھتا رہا، بلندی تک پہنچنا مشکل نہ تھا چنانچہ وہ آہستہ آہستہ چڑھائیاں عبور کرنے لگا اور جب وہ عدنان کے بالکل قریب پہنچا تب عدنان کو اس کی آہٹ کا احساس ہوا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا اور پھر اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم؟"

"کیا کر رہے ہو عدنان، کہاں غائب ہو؟" نوریز نے اُس کی کارروائی کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ عدنان کے ہاتھ میں پتھر تراشنے کے اوزار تھے اور وہ پہاڑ کی بلندی میں کچھ نقوش اُبھارنے میں کوشاں محسوس ہوتا تھا۔

"بس میرے دوست ایسے ہی..." عدنان نے ہاتھ میں پکڑے

ہوئے اوزار چٹان کے ایک اُبھرے ہوئے حصے پر رکھ دیے اور پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔

"یہ سب کیا ہے؟ تمھیں اس کا احساس ہے کہ کتنے دن سے تمھاری مجھ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کوئی بھی مصروفیت تھی کیا تم مجھے اپنے ساتھ نہیں لے سکتے تھے؟" نوریز کا انداز شکایت آمیز ہو گیا تو عدنان کی آنکھوں میں محبت کے آثار اُبھر آئے۔

"ہاں، مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے لیکن میرا جنون اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ میں تمھیں اپنا مذاق اُڑانے کا موقع دوں جو کچھ میں کر رہا ہوں نوریز! تم شاید اس سے متفق نہ ہوتے۔"

"تم کچھ بھی کر رہے عدنان، مجھے اس سے کیا غرض؟ میں تو صبح تمھاری شکل دیکھ کر آنکھ کھولتا تھا۔ مجھے بتاؤ مجھ پر یہ زیادتی تم نے کیوں کی؟"

"مجھے یقین ہے کہ میرا چھوٹا سا بھائی مجھے معاف کر دے گا۔" عدنان نے کہا اور اس کے انداز پر نوریز مسکرانے لگا۔

"ہاں، اس یقین کے تحت کہ آئندہ تم اس طرح غائب نہیں رہو گے۔ چلو چھوڑو! یہ بتاؤ یہ سب کیا ہے، یہ سنگ تراشی کا شوق تمھیں کیونکر پیدا ہوا اور اس بلند و بالا پہاڑ میں تم کیا تراش رہے ہو؟"

"نوریز! یہ پہاڑ مجھے چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ میں جس انسان کے خد و خال ان پتھروں میں اُبھارنا چاہتا ہوں، وہ اس پہاڑ کی بلندی سے اونچا تھا۔ ہاں میں سنگ تراش نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ انسانی نقوش پتھروں میں کس طرح اُبھر آتے ہیں لیکن میرے سینے میں ایک احساس موجزن ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس پہاڑ کو اپنے باپ کی شکل دے دوں۔ اس پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر جب میں اس کی لمبائی چوڑائی پر نگاہ ڈالتا ہوں تب مجھے احساس ہوتا ہے کہ یہ بہت چھوٹا ہے۔ میں جس بڑے آدمی کا بت تراشنا چاہتا ہوں، وہ اس سے کہیں زیادہ بلند تھا۔ تم بتاؤ نوریز یہ پہاڑ اس کا ہم پلہ ہو سکتا ہے؟" نوریز کی آنکھوں میں نمی آگئی۔ وہ عدنان کے جذبے کو سمجھتا تھا۔ اس سے زیادہ بھلا کون جان سکتا تھا کہ عدنان کے سینے میں مرحوم شیران کے لیے کیسی آگ سلگ رہی ہے۔ عدنان کے چہرے کی وہ رونق ہی ختم ہو گئی تھی جو کبھی نوریز نے دیکھی تھی۔ وہ مضمحل نظر آتا تھا۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ پھیکی پڑ گئی تھی۔ اس نے عدنان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم جس عظیم انسان کا بت تراشنے میں مصروف ہو وہ بتوں کی رہنمائی کا محتاج نہیں ہے۔ ان پہاڑوں کی ہر بلند چوٹی سے اس کی صورت جھانکتی ہے۔ یہ پہاڑ اس کے احسان سے سر جھکائے محسوس ہوتے ہیں۔ صرف احساس کی بات ہے۔ شیران کو ان وادیوں میں جہاں کہیں بھی چاہو تلاش کر سکتے ہو۔ اسے اس پہاڑ تک محدود کر دینا عقل مندی نہیں ہے عدنان۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگوں کے دلوں میں اگر شیران کا تصور سر اُبھارے تو وہ اس کا مجسمہ دیکھنے کے لیے فاصلے طے کر کے یہاں تک پہنچیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان پہاڑوں پر جو احسان اُس نے کیا اس کے تحت ہر وادی، ہر چٹان اس کی شکل میں نظر آنی چاہیے۔" عدنان خاموشی سے نوریز کو دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"میرا باپ بہت بڑا انسان تھا نا۔ پہاڑوں کے رہنے والے اسے جنگلی، وحشی، جاہل، درندہ کہتے تھے۔ اس کے بارے میں یہ داستانیں مشہور ہیں کہ وہ اپنے دشمن کو پاتال کی گہرائیوں میں بھی نہیں چھوڑتا تھا۔ وہ ایک کینہ پرور انسان تھا لیکن تم مجھے بتاؤ نوریز! اس نے جو کچھ کیا، کیا اسے ہماری یہ بستیاں بھلا سکیں گی؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ میں تمھیں اس دیوانگی سے روکنا چاہتا ہوں عدنان اس پہاڑ کو تراش کر تم شیران کی شکل نہیں دے سکتے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ تم ایک غلط کام کر رہے ہو۔ بت تراشی ہمارے مذہب میں حرام ہے۔ ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے، ہمارے دلوں میں تو وہ لوگ زندہ جاوید ہو جاتے ہیں، جو اپنے وطن کی آن اور اس کی بقا کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں۔ ہم ان کے تصور کو سینے سے لگائے ان سے محبت کرتے رہتے ہیں۔ بت تراشی تو ہمارے مذہب میں جائز بھی نہیں ہے اگر تم چاہو تو باباخان سے پوچھ لو۔" عدنان چونک کر نوریز کی شکل دیکھنے لگا۔ چند لمحات وہ سوچتا رہا پھر اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میرے دوست! میں نے زندگی بدقسمتی سے ان لوگوں کے درمیان نہیں گزاری، جو دین سے روشناس کراتے ہیں۔ میری پرورش تو یورپ کی بے دین وادیوں میں ہوئی ہے۔ تمھارا خیال درست ہے۔" اس نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے اوزار چوٹی کے دوسری سمت اُچھال دیے اور پھر آہستہ قدموں سے نوریز کے ساتھ نیچے اُتر آیا۔

ایک چٹان کی آڑ میں اس کی رائفل رکھی ہوئی تھی۔ اس نے پیٹی اُٹھا کر کاندھے پر لٹکائی۔ نوریز کا گھوڑا نیچے موجود تھا۔ نوریز نے چونک کر اس سے دریافت کیا۔

"تمھارا گھوڑا کہاں ہے؟"

"وہ کہاں جائے گا، بلاتا ہوں اُسے۔" عدنان نے کہا اور پھر اس کے ہونٹوں سے ایک سیٹی کی آواز نکلی۔ دوسرے لمحے سیاہ رنگ کا ایک خوبصورت گھوڑا دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"چلو، گھر واپس چلیں۔"

"ابھی سے؟" عدنان نے بیزار سے انداز میں کہا۔

"تم کئی دن سے گھر واپس نہیں گئے ہو، کہاں تھے؟"

"ہاں، میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اس وقت تک واپس نہ جاؤں جب

تک اس پہاڑ کو بابا شیران کی شکل میں نہ تراش دوں۔"

"عدنان! میں دنیا کے بارے میں بہت کچھ نہیں جانتا لیکن باباخان نے اور دوسرے لوگوں نے مجھے جو کچھ بتایا ہے، وہ یہ ہے کہ حقیقتوں سے کبھی فرار نہیں حاصل کرنا چاہیے اور پھر تمھارے سپرد صرف یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ تم بابا شیران کا ماتم کرتے رہو۔ بابا شیران تو اب یہاں کے ایک ایک ذرے میں زندہ رہے گا۔ اس کا بت تراشنا یا اس کی یادگاریں قائم کرتے رہنا میرے نزدیک حماقت ہے۔ تم اس کے مشن کو اسی طرح آگے بڑھا سکتے ہو کہ ان پہاڑوں کو، ان چٹانوں کو ناقابلِ تسخیر بنا دو۔ ان وادیوں سے کوئی بھی بری نگاہ رکھنے والا اندر نہ داخل ہو سکے، یہی ہمارا منصب ہے۔"

"ہاں نوریز! تم ٹھیک کہتے ہو، بس یوں سمجھو میرے دوست کہ جذبات کے ہاتھوں بھٹکتا رہتا ہوں۔ در اصل میرا دل نہیں لگتا۔ مجھے کچھ عجیب سے خیالات آتے رہتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے میرے باپ کو زبردستی مجھ سے چھین لیا گیا ہے۔ ابھی اس کے جانے کے دن نہیں تھے۔ ابھی تو مجھے اس کی فطرت سے بہت کچھ سیکھنا تھا۔ ہر چند کہ میرے وجود میں اس کا خون دوڑ رہا ہے لیکن میں اپنے باپ کی اس عظمت کو اپنے وجود کے ایک ایک ذرے میں اُتار لینا چاہتا ہوں، جس کی وجہ سے وہ سربلند ہوا۔ آؤ ذرا جنگلوں کی جانب گھومتے ہوئے چلتے ہیں۔" عدنان نے گھوڑے کا رُخ ایک سمت کر دیا۔ نوریز اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

وحشی درندوں کا یہ جنگل تنہا انسانوں کے لیے بے حد خطرناک تھا لیکن بادشاہ خان نے نوریز کو اس چھوٹی سی عمر میں ہی فولاد بنا دیا تھا وہ جوانی کی سرحدوں کو چھوتا جا رہا تھا لیکن ابھی سے اس کے ذہن میں بہت کچھ موجود تھا۔ اس کے بدن میں چیتوں جیسی پھرتی تھی اور وہ اپنی عمر سے کہیں بڑا نظر آتا تھا۔

ایک ایسی پہاڑی کا موڑ کاٹتے ہوئے، جو سبزے سے لدی ہوئی تھی دفعتاً انھیں ایک چیتے کی غراہٹ سنائی دی۔ چیتا درخت کی شاخ پر بیٹھا ہوا تھا اور شاید دیر سے ان دونوں کی تاک میں تھا۔ ایک لمحے میں گھوڑوں نے کنوتیاں بدلیں اور دوسرے لمحے وہ الف ہو گئے۔ چیتا فوراً ہی درخت سے جست لگا کر ان کی طرف آیا تھا۔ اس نے نوریز کو اپنا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی لیکن عدنان کی مستعدی قابلِ دید تھی۔ اس نے فوراً ہی رائفل سیدھی کی اور گولی چلانے کی بجائے چیتے کے پیٹ میں اس کی نال گھبو کر اسے نوریز کے اوپر سے دوسری جانب اُچھال دیا۔

چیتا اپنے نشانے میں ناکام ہو کر نیچے گرا، ایک لمحے کے لیے زمین پر لوٹا اور دوسرے ہی لمحے اس نے پھر ان دونوں پر چھلانگ لگا دی اس بار پھر وہ گھوڑوں کی پشت سے گزرتا ہوا دوسری جانب جا گرا تھا چونکہ عدنان اور نوریز جھک گئے تھے۔ نوریز کا گھوڑا بھڑک کر تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا لیکن عدنان کا گھوڑا اسی کی طرح جری اور جفاکش تھا۔ عدنان گھوڑے سے نیچے کود آیا۔ اس نے اپنا خنجر ہاتھ میں نکال لیا تھا۔ چیتے نے دوسری کوشش ناکام ہوتے دیکھی تو وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا اور پھر دوسرے لمحے وہ اُلٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔ عدنان خنجر سنبھالے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ نوریز نے رائفل سیدھی کی تو عدنان ایک دم چیخ کر بولا

"نہیں نہیں، اسے گولی مار کر ہلاک نہیں کریں گے بلکہ بلکہ..." اور دفعتاً عدنان کی آواز ڈھیلی پڑ گئی۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا خیال آگیا تھا چیتا اب بھاگ جانے کی فکر میں تھا۔ اپنی کوششوں میں ناکام ہو کر اُسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنے کام میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

چنانچہ اب وہ صرف اپنی جان بچانے کی فکر میں سرگرداں تھا۔ نوریز اگر چاہتا تو اسے گولی مار کر ہلاک کر سکتا تھا لیکن چونکہ عدنان نے اُسے روک دیا تھا، اس لیے وہ رائفل سیدھی کیے کھڑا تھا۔ دفعتاً عدنان پژمردہ لہجے میں بولا۔

"جانے دو اُسے... جانے دو اُسے یہ اپنی کوشش میں ناکام ہو گیا ہے ہم اسے ہلاک نہیں کریں گے۔" نوریز نے متعجبانہ انداز میں عدنان کو دیکھا۔ یہ تو اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ وحشی جانوروں کو وہ اس طرح مارتا تھا کہ وہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھتے ہوں گے۔ وہ ان سے زیادہ درندہ بن جاتا تھا لیکن اب... آج اس نے ایک وحشی جانور کو زندگی دے دی تھی۔ اس نے متعجبانہ انداز میں عدنان کی شکل دیکھی تو وہ مضمحل لہجے میں بولا

"میرا باپ ان کا دشمن تھا، بدترین دشمن تھا، وہ اس لیے کہ ان میں سے کسی ایک نے بہزاد سلامن کو ہلاک کیا تھا لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں اس کے نام پر اسے زندگی دے رہا ہوں تاکہ ان کے سینے میں بھی میرے باپ کی یاد رہے۔ میں اب کسی درندے کو ہلاک نہیں کروں گا، کسی درندے کو بھی نہیں۔"

"عدنان آؤ واپس چلو، براہ کرم آؤ گھر واپس چلو۔ پتا نہیں تمھاری اس ذہنی کیفیت کو تبدیل کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا۔ میں تمھیں اس طرح مضمحل نہیں دیکھ سکتا عدنان! یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے آؤ..." عدنان نے نوریز کی شکل دیکھی اور پھر اس نے واپسی کے لیے گھوڑا موڑ دیا۔ وہ اس وقت فرانہ کے شمال میں تقریباً تیس میل دور تھے۔ اس سمت سے تھوڑا سا آگے بڑھ کر ایک اور قبیلے کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا چنانچہ وہ اس آبادی کو کاٹتے ہوئے مشرقی حصے کی جانب چل پڑے، جب وہ مشرقی حصے کی اس چوڑی پگڈنڈی کے قریب آئے جو فرانہ کے لیے جانے کا راستہ تھی تو انھوں نے چند گھڑ سواروں کو آگے جاتے ہوئے دیکھا۔ یہ گھڑسوار برق رفتاری سے اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے فرانہ کی جانب

جا رہے تھے۔ نوریز نے انھیں دیکھا اور گھوڑے کی رفتار تیز کرتا ہوا بولا۔

"آؤ دیکھیں یہ کون لوگ ہیں؟" عدنان نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا نوریز کافی رفتار سے گھوڑا دوڑاتا ہوا اُن کے قریب پہنچ گیا۔ آگے جانے والوں نے اپنے تعاقب میں کسی کو آتے دیکھا تو انھوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار سُست کر دی۔ دوسرے لمحے نوریز کے مُنہ سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔

"اوہ... بابا... نعمان بابا... میرا باپ" نوریز بے اختیار ہو کر اس طرف گھوڑا دوڑانے لگا عدنان نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔

آگے جانے والے گھوڑے رُک گئے نعمان نے نوریز کو پہچان لیا تھا نعمان خان کے ساتھ اُس کے دونوں بھائی تھے۔ دوسرے لمحے نعمان خان گھوڑے سے اُتر پڑا۔ نوریز نے بھی اپنے گھوڑے کی پُشت چھوڑ دی نعمان نے نوریز کو سینے سے بھینچ لیا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے نوریز بھی اپنے باپ کے سینے سے چپٹا ہُوا تھا۔ گرہد خان اور باری خان بھی گھوڑے سے اُتر آئے۔ عدنان اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہُوا تھا۔ نوریز تھوڑی دیر تک نعمان خان سے لپٹا رہا لیکن پھر اُسے عدنان یاد آیا اور دوسرے لمحے وہ عدنان کی طرف رُخ کر کے بولا۔

"آؤ عدنان! میرے بابا سے ملو یہ نعمان خان ہیں۔"

"کیا کہا... عدنان... عدنان سلامن؟" نعمان خان نے چونک کر کہا۔ عدنان اس دوران میں گھوڑے سے اُتر آیا تھا۔ تب نعمان خان نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور آگے بڑھتا ہُوا بولا۔

"عدنان! میرے بچے... میرے بیٹے میرے سینے سے لگ جاؤ، جلدی آؤ" عدنان آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور دوسرے لمحے نعمان خان نے اُسے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔ عدنان کے لیے بھی اس کے دل میں وہی رقت اور وہی پیار تھا، جو نوریز کے لیے موجود تھا۔ یہ جاننے کے بعد کہ شیران اب اس دُنیا میں نہیں ہے، یہ جاننے کے بعد کہ عدنان سلامن شیران کا بیٹا ہے، یہ جاننے کے بعد کہ شیران کا باپ اس کے باپ کا قاتل نہیں تھا، یہ سب کچھ معلوم کرنے کے بعد نعمان خان کے اندر کافی ٹوٹ پھوٹ ہوئی تھی۔ بڑا پچھتایا تھا وہ اس رویّے پر جو اُس نے شیران کے ساتھ روا رکھا تھا اور جس کی بنا پر بڑے بڑے المیے ہوئے تھے۔ شیران کی موت کا اسے بے پناہ دُکھ تھا، وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ اب اپنی تمام حماقتوں کا ازالہ کر دے گا۔ شیران کو اتنی محبت دے گا کہ وہ اس دُشمنی کو ہمیشہ کے لیے بھول جائے، جو اِن کے درمیان چلی تھی لیکن بدقسمتی سے شیران اس کا انتظار نہ کر پایا تھا وہ اپنے منصب پر قربان ہو گیا تھا اپنے بھائیوں سے اسے شیران کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی تھیں، اس لیے عدنان کے لیے اس کے دل میں پیار کے سوتے پھوٹ اُٹھنا قدرتی بات تھی، اس نے عدنان کو اسی طرح بھینچ لیا جیسے وہ بھی اس کا ہی جگر گوشہ ہو۔ عدنان کو اس لمس میں بڑی محبت کا احساس ہو رہا تھا۔ بڑا پیار ملا تھا اسے اس لمس میں اور وہ اس لمس کے لیے بھی ترسا ہُوا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ نعمان خان نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور درد بھرے لہجے میں بولا۔

"عدنان! شیران کے بیٹے، شیران اب اس دُنیا میں نہیں ہے لیکن کیا تو اپنے چچا کی محبت قبول کرے گا۔ ہاں عدنان! میں تجھے بتا دوں گا کہ باپ کی محبت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ نعمان خان تیرا باپ نہیں ہے میرے بیٹے لیکن یہ سمجھ لے کہ نوریز اور تو میری نگاہوں میں مختلف نہیں ہیں، تم دونوں میری آنکھوں کی روشنی ہو۔ ہاں نوریز! عدنان تیرا دوست، تیرا بھائی ہے۔ عدنان سلامن تیرا بھائی ہے اور اس رُوئے زمین پر کوئی ماں کا لال ایسا پیدا نہیں ہُوا جو میرے بچّے کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھے۔ عدنان تو مجھے اپنے باپ کی جگہ سمجھ سکتا ہے۔ میرے بچّے!" نعمان خان نے پھر عدنان کو سینے سے بھینچ لیا۔ وہ بہت زیادہ جذباتی ہو رہا تھا۔ نوریز کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ تھی۔ عدنان کو بھی اس لمس سے بڑی تقویت محسوس ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک یہ جذباتی مناظر سامنے رہے اور اس کے بعد نعمان خان نے ان دونوں سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آ رہے ہیں، تب نوریز نعمان خان کو عدنان کے دل پسند والی باتیں بتانے لگا اور اس نے بتایا کہ کس طرح عدنان سلامن ایک پہاڑ کو تراش کر اپنے باپ کی شکل دینا چاہتا تھا۔

"شیران کسی مجسّمے کا محتاج نہیں ہے عدنان! پہاڑوں کا ایک ایک ذرّہ اس کا نام لے کر ہمیشہ زندہ رہے گا۔ آؤ میرے بچّے فرانہ چلیں۔ مجھے بہت سے لوگوں سے ملنا ہے۔" سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور یہ گھوڑے فرانہ کی جانب چل پڑے تھے۔

❦

شیران لاابالی انسان تھا زندگی میں کبھی کسی چیز کو اُس نے سنجیدگی سے نہیں دیکھا تھا اور نہ محسوس کیا تھا، جس سے دُشمنی ہوئی اُس کی زندگی کے درپے ہو گیا، جس سے پیار ہُوا اُس پر زندگی نچھاور کر دی، یہی اس کا مسلک تھا کسی کو اپنا ہم پلّہ نہیں سمجھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اس دُنیا کے رہنے والے اس کے سامنے حقیر اور بے حقیقت ہیں، اس کی یہی فطرت آج بھی زندہ تھی، وہ اپنی ذات میں صرف اپنے بارے میں سوچنے کا عادی تھا ان حالات پر کبھی اس نے غور نہیں کیا تھا یا پھر ماضی اس کے ذہن سے دُور چلا گیا تھا جو کچھ اس پر بیتی تھی، درحقیقت اُسے یاد نہیں آتا تھا یا تو یہ اس کی فطرت کا خاصا تھا یا پھر اُس کے اندر ڈاکٹر لونڈ نے یہ نمایاں تبدیلیاں کی تھیں، اس کا ریَن واش کر دیا گیا تھا یا اس کے احساسات

کو گہری نیند سُلا دیا گیا تھا، یادداشت اس کے تحت الشعور میں پہنچ گئی تھی اور اُسے صرف حال یاد تھا۔ ہاں وہ حال جس میں اُسے معلوم تھا کہ اس کا نام شیران سلامن ہے اور وہ ایک آزاد انسان ہے۔ اس کے ذہن پر کوئی بار نہیں تھا۔ صحت بہترین ہوتی جا رہی تھی اور اس کے لیے خصوصی طور پر اس کی تربیت کی جا رہی تھی، اپنے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں کے بارے میں وہ کبھی نہیں سوچتا تھا۔ بہت سے لوگ تھے، جو اس کے خدمت گار بھی تھے، اس کی ہر بات پر سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ شیران کو اور کیا چاہیے تھا۔ ہاں نگران میں سے ایک بھی اس سے منحرف ہوتا... یا اُسے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا، یا اس کی فطرت کے خلاف ہوتا تو شیران ایک بار پھر وہی شیران بن سکتا تھا اور اس وقت اُسے کوئی روکنے والا نہ ہوتا۔ جنرل ڈی اس سے دوستوں کی طرح پیش آتا تھا وہ انتہائی بے تکلف انسان تھا کئی بار شیران اس کے ساتھ سیر و تفریح کی غرض سے جا چکا تھا اور وہاں شیران نے جو کچھ چاہا جنرل ڈی نے وہی کیا تھا، جس کی وجہ سے شیران اس کا ممنون تھا پھر ایک شام جنرل ڈی نے اپنے پروگرام کا آغاز کر دیا۔ شیران کو اُس نے اپنی رہائش گاہ کے ایک خصوصی کمرے میں بُلایا، جو ایک بڑے ہال کی حیثیت رکھتا تھا کمرے میں بیٹھنے کے بعد اُس نے شیران کے لیے کافی منگائی اور پھر دونوں کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگے تب جنرل ڈی نے اس سے سوال کیا۔

"شیران خان! کیا تمھیں اپنا ماضی یاد ہے، کیا تمھیں وہ زندگی یاد ہے جہاں تم نے پرورش پائی، کیا تم جانتے ہو شیران کہ تمھاری نمود کہاں ہوئی تھی؟" کافی پیتے پیتے شیران رُک گیا۔ اس نے جنرل ڈی کو غور سے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"جو باتیں خود بخود یاد نہ آئیں اُنھیں یاد کرنے کی کیا ضرورت ہے شرابل...؟" جنرل ڈی نے اُسے اپنے آپ کو شرابل کے نام ہی سے متعارف کرایا تھا۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن بعض اوقات انسان اپنے بارے میں یہ جاننے کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ خود کیا ہے؟"

"سنو شرابل! میں بالکل مختلف آدمی ہُوں، میں صرف حال کو حال کی نگاہ سے دیکھنے کا خواہاں ہُوں۔ ماضی کیا تھا اور ماضی میں کیا کچھ ہُوا تھا، اس کو ذہن میں جگہ دے کر انسان اپنی صلاحیتیں کھوتا رہتا ہے۔ میں ان تمام چیزوں کو سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، میں مطمئن ہُوں، ہاں اگر کبھی میرے اطمینان میں فرق آیا اور میں نے محسوس کیا کہ مجھے ماضی میں جانا چاہیے تو میں اپنا ماضی یاد کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"تمھیں اپنے عزیز و اقارب بھی یاد نہیں ہیں؟"

"مجھے ہر وہ شے عزیز ہے جو میری پسند کے مطابق ہو، باقی تمام تصوّرات میری نگاہ میں ہیچ ہیں۔"

"اور اگر میں تم سے کہوں کہ تم اپنا ماضی یاد کرنے کی کوشش کرو تو کیا تم یہ کوشش کرو گے؟"

"تم یہ بات مت کہنا شرابل کیونکہ میں جس چیز کو ناپسند کرتا ہُوں اُسے کسی بھی زبان سے نہیں سُننا چاہتا۔"

"خوب... خوب بہت دلچسپ آدمی ہو تم شیران خان! میں تمھاری اس خوبی کی قدر کرتا ہُوں۔"

"ٹھیک ہے تمھارا شکریہ، میں بھی تمھیں اپنے دوستوں میں تصوّر کرتا ہُوں۔"

"شیران خان! اگر میں تم سے کسی سلسلے میں کوئی کام لینا چاہوں تو تم میری مدد کرو گے؟"

"اگر کام میری پسند کا ہو تو میں تمھاری دوستی کا خراج ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔" شیران خان نے جواب دیا جنرل ڈی نے ان جملوں سے شیران کی کیفیت کا اندازہ لگایا تھا۔ ابھی یہ صورتِ حال اس کی پسند کے مطابق تھی یعنی شیران اپنے ذہن میں زندہ بھی تھا لیکن وہ اپنے ماضی پر نگاہ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ جنرل ڈی کے مُنہ سے آہستہ سے نکلا۔

"میرے دوست! میرے عظیم ساتھی! تم نے میرے لیے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔" یہ الفاظ ڈاکٹر لونڈ کے لیے تھے، جو اپنی زندگی دے کر جنرل ڈی کے مشن کی تکمیل کر گیا تھا لیکن اسی کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ جنرل ڈی نے بیٹھے بیٹھے ایک بٹن دبایا اور سامنے دیوار پر ایک اسکرین روشن ہو گئی۔ شیران نے اس روشنی کی طرف نگاہیں جمائیں، یہ اس کے لیے تعجب خیز بات تھی لیکن دفعتاً سفید روشنی میں سُرخی گھلنے لگی۔ اسکرین آہستہ آہستہ سُرخ ہوتا جا رہا تھا۔ تیز سُرخ اور روشن اسکرین، شیران کی نگاہیں... نہ جانے کیوں اس پر جمی رہ گئیں۔ وہ متعجبانہ انداز میں اس سُرخ رنگ کو دیکھنے لگا لیکن آہستہ آہستہ اسے یہ احساس ہُوا جیسے یہ سُرخ رنگ اس کے سارے وجود پر حاوی ہوتا جا رہا ہے، اس کا بدن ہلکا ہو رہا ہے اور وہ فضاؤں میں تحلیل ہونے لگا ہے، اس کی صلاحیتیں آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی تھیں اور سُرخ رنگ اس کے پورے وجود پر حاوی ہو گیا تھا۔ اس نے چیخنا چاہا، یہ کہنا چاہا کہ ہٹاؤ اس سُرخ رنگ کو کہ یہ میرے ذہن کا سکون تہہ و بالا کر رہا ہے... لیکن وہ نہ کہہ سکا۔ آہستہ آہستہ سُرخ رنگ نے اُس کی تمام ذہنی صلاحیتوں کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور پھر دفعتاً عقب سے ایک آواز اُبھری۔

"اب تم کیا محسوس کر رہے ہو شیران؟" شیران نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ خاموشی سے سُرخ رنگ پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

"سنو شیران! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، تم وہی کرو گے۔ تم میرے احکامات کی تعمیل کرو گے کیونکہ تم اس کے لیے مجبور ہو۔ تم جانتے ہو کہ تمھیں کیا کرنا ہے شیران اور یہی عمل تمھاری زندگی کی بقاء کا ذریعہ ہو سکتا ہے، ورنہ تم موت کے گھاٹ بھی اُتر سکتے ہو۔" شیران نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے سُرخ رنگ پر نگاہیں جمائے کھڑا تھا۔

"مجھے جواب درکار ہے شیران! بتاؤ جو کچھ میں کہوں گا، وہ تم کرو گے؟" اور شیران کی مشینی آواز اُبھری۔

"ہاں، جو کچھ تم کہو گے، میں وہی کروں گا، صرف وہی۔"

"تم... شیران تم میرے احکامات کی تکمیل کرو گے۔ یہ بھول جاؤ گے کہ یہ احکامات کس نے دیے تھے۔ میں تین تصویریں تمھارے سامنے پیش کرتا ہوں، جس جگہ تمھیں بھیجا جائے گا۔ وہ بورن کیمپ کے نام سے مشہور ہے۔ اس جگہ ایک قید خانہ ہے، اس قید خانے میں تین قیدی قید ہیں۔ تم اُن قیدیوں سے دوستی بڑھاؤ گے اور پھر انھیں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرو گے، خیال رکھنا شیران وہ قیدی بہت چالاک ہیں بہت خونخوار ہیں... تم ان سے تعارف حاصل کرو گے اور اس کے بعد ایک ایک کر کے بہت چالاکی سے انھیں ختم کر دو گے۔ تمھارے اور اُن کے درمیان چالاکی کی جنگ ہونی چاہیے اور جیت تمھاری ہی ہونی چاہیے شیران صرف تمھاری... اور جب تم اُن تینوں قیدیوں کو ختم کر دو گے تو تم بھول جاؤ گے کہ تم نے کیا، کیا ہے اور اس کے بعد جو لوگ تمھیں میرے پاس پہنچائیں گے تم اُن کے ساتھ تعاون کرو گے۔ شیران مجھے اس بات کا جواب دو کہ کیا تم میرے احکامات کی حرف بہ حرف تعمیل کرو گے؟"

"میں تعمیل کروں گا۔" شیران نے جواب دیا اور آہستہ آہستہ اسکرین سے سُرخ رنگ چھٹنے لگا لیکن شیران اسی سحر میں گرفتار تھا۔ پھر ایک تصویر اس کی نگاہوں کے سامنے اُبھری۔ ایک انتہائی بدرُوح اور بدہیئت آدمی کا چہرہ اس کے سامنے تھا۔ جنرل ڈی کی آواز اُبھری۔

"یہ پہلا شخص ہے، تم اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔"

"یہ میرے ذہن کی گہرائیوں میں پہنچ گیا ہے۔" شیران نے جواب دیا۔ تب تصویر بدل گئی۔

"یہ دوسرا آدمی ہے، اسے بھی اچھی طرح دیکھ لو۔" اور پھر اسی طرح جنرل ڈی نے شیران کو تیسرے آدمی کی تصویر دکھائی اور اس کے بعد اُس نے سوال کیا۔

"کیا تم ان تینوں کو اپنا دشمن تسلیم کرتے ہو۔ کیا تم انھیں ہلاک کرنے کی کوشش کرو گے؟"

"یقیناً میں انھیں ہلاک کر دوں گا۔" شیران نے جواب دیا۔

"اب اپنے ہوش و حواس میں واپس آ جاؤ... اور میرے دیے ہوئے احکامات کو اب اپنے ذہن کے آخری گوشے میں پوشیدہ کر لو۔ اور ہاں جب تم بورن کیمپ پہنچ جاؤ تو اس کے بعد تمھیں یاد آ جائے گا کہ تمھیں کیا کرنا ہے۔"

"میں ایسا ہی کروں گا۔" شیران نے جواب دیا اور جنرل ڈی نے وہ اسکرین تاریک کر دی۔ شیران چند لمحات اس کی جانب نگاہیں جمائے رہا اور پھر دفعتاً اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے چونک کر چاروں طرف دیکھا۔ سامنے ہی جنرل ڈی بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

شیران متعجبانہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا اور پھر وہ تعجب سے بولا۔ "کیا ہُوا تھا؟"

"کہاں میرے دوست؟"

"کچھ ہُوا تھا، چند لمحات... چند لمحات...!"

"تم میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہو شیران! ہم دونوں گفتگو کر رہے تھے، تم نے کافی پی ہے، یہ دیکھو تمھاری کافی کی پیالی میں اب بھی تھوڑی سی کافی موجود ہے، تم اچانک ہی یہ سب باتیں کیوں بھول گئے ہو؟"

"اوہ... شاید... شاید مجھے اندازہ نہیں، بس یوں محسوس ہو رہا ہے، ابھی چند لمحات پہلے میں اپنے حواس میں نہیں تھا۔"

جنرل ڈی نے قہقہہ لگایا اور مسکراتا ہُوا بولا۔ "نہیں میرے دوست یہ سب تمھارا احساس ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔"

"شاید!" شیران تھکی تھکی سی سانس لے کر بولا۔

"آؤ، میرے خیال میں تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔" جنرل ڈی نے کہا اور شیران اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ جنرل ڈی اُسے اُس کی خوابگاہ تک چھوڑنے آیا تھا۔ شیران اطمینان سے اندر چلا گیا۔ اس نے لباس تبدیل کیا اور اپنے بستر پر لیٹ کر اپنے بارے میں غور کرنے لگا لیکن دفعتاً یوں محسوس ہُوا جیسے اُس کے ذہن میں خواہ مخواہ اُکتاہٹیں اُبھر رہی ہوں۔ اُس نے گردن جھٹکی اور سامنے رکھی ہوئی شراب کی بوتل پر اُس کی نگاہ پڑ گئی۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھا، اُس نے کئی گلاس شراب پی اور اس کے بعد مسہری پر لیٹ کر اونٹا غنفیل ہو گیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ جنرل ڈی نے اُس کی خوابگاہ کی ہول سے اندر جھانکا۔ اُسے سوتا دیکھ جنرل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر وہ اپنے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ اُس نے ایک جدید ساخت کے ٹرانسمیٹر پر کسی کو کال کیا اور تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"ڈی سکس"

"پوائنٹ فور زیرو نائن کی کیا رپورٹ ہے؟"

"ابھی تھوڑی دیر میں یہ رپورٹ موصول ہوئی ہے سر! پہاڑوں ی بارے میں رپورٹ حکومت تک پہنچ چکی ہے۔ ایڈمنڈ گرینپ ہاں کے حالات کنٹرول کرنے میں ناکام رہا۔ ہدایت کے مطابق اسے ذکر دیا گیا ہے۔ گیس ونگ نے اطلاع دی ہے کہ پہاڑوں میں تین وائنٹ بتائے گئے ہیں، جہاں فوجی ماہرین موجود ہیں، جو کالی گھاٹی میں ونے والی تباہی کی چھان بین کریں گے۔ ڈیم کی تباہی سے متاثرہ اشوں کی تلاش کی جا رہی ہے لیکن انھیں شاید ہی کوئی لاش سالم الات میں ملے۔"

"کیوں؟"

"اطراف میں مُردہ خور جانوروں کی بہتات ہے۔ زیادہ سے یادہ؛ نعیں ان لاشوں کے پنجر دستیاب ہو سکتے ہیں۔"

"احمق ہو تم! مُردہ خور جانور ان کے لباس نہیں کھا سکتے۔ تاہم یہ مارا معاملہ نہیں ہے۔ حکومت کے دوسرے شعبے اس کے ذمے دار ہیں۔ ں وقت ان علاقوں میں کوئی کارروائی ممکن نہیں ہے۔ ہاں ایک بال بار بار میرے ذہن میں اُبھرتا ہے۔"

"وہ کیا جنرل؟"

"کوئی نہ کوئی تو اُن لوگوں میں زندہ بچا ہو گا۔ اسے اگر تحفظ مل جاتا تو ہمیں بہت سی باتیں معلوم ہو سکتی تھیں۔"

"آپ اس سلسلے میں گیس ونگ کو ہدایات جاری کر سکتے ہیں جناب۔"

"نہیں ڈی سکس یہ بہتر نہ ہو گا۔ گیس ونگ کے لوگ کوشش ریں گے اور ان کی نگاہوں میں مشکوک ہو جائیں گے۔ اس طرح ہاں ان کی موجودگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں جناب۔"

"گیس ونگ سے رابطہ رکھو اور اُن سے معلوم کرو کہ پہاڑی قبیلے کومت کی کیا مدد کر رہے ہیں؟"

"بہتر جناب!"

"گیس ونگ کو ہدایت کرو کہ وہ ہر چھتیس گھنٹے کے بعد تازہ رپورٹ کے لیے رابطہ قائم کرتے رہیں۔"

"اوکے جنرل، ایسا ہی ہو گا۔"

جنرل ڈی نے سلسلہ منقطع کر دیا اور پھر وہ ٹرانسمیٹر کے دوسرے ن دبانے لگا۔ اُس نے چند لمحات کے بعد کسی اور سے رابطہ قائم کیا۔

"ڈی ایٹ سر!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"رپورٹ؟"

"یس جنرل! کچھ خاص تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ بنکاک اور اُس کے نواح میں مارلینو کی ہوا اُکھڑ رہی ہے۔ گرے کاؤ نامی منشیات فروش یہاں سے مارلینو کے کیمپ اُکھاڑ کر پھینک رہا ہے۔ ہر جگہ مارلینو کے ساتھی پسپا ہو رہے ہیں اور گرے کاؤ کے کیمپ قائم ہوتے جا رہے ہیں۔"

"لُڈ! یہ نیا نام ہے میرے لیے۔ گرے کاؤ کون ہے؟"

"مقامی آدمی ہے۔"

"ڈی ایٹ! گرے کاؤ کا شجرۂ نسب معلوم کرو کہ کس دم خم کا آدمی ہے، مالی حیثیت کیا ہے، فطرت کیا ہے؟ احتیاط سے پوری رپورٹ حاصل کرو۔"

"یس سر!"

"اب مارلینو کی طرف آ جاؤ۔"

"وہ کانگ ہُو میں موجود ہے۔"

"کانگ ہُو میں کوئی تبدیلی؟"

"بظاہر بالکل نہیں۔"

"مارلینو کی مصروفیات...؟"

"اس کے بارے میں صحیح رپورٹ ملنا مشکل ہے جناب۔"

"کیوں؟"

"کانگ ہُو میں ایک بھی اجنبی نہیں چھپ سکتا۔ وہاں کے باشندے ہر شخص کو نگاہ میں رکھتے ہیں، اس لیے یہاں کسی اجنبی کی گنجائش نہیں ہے۔"

"ڈی ایٹ! اب تمھیں بچوں کی طرح سبق پڑھانا پڑے گا کیا؟ تم خود بھی تو سمجھا کرو ڈی ایٹ!"

"جنرل... وہ...!"

"آوارہ گردوں پر ان علاقوں میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ چند لوگوں کو جمع کر لو۔ ان میں وہ مفلوک الحال لوگ بھی ہوں گے، جو بھیک مانگ کر زندگی گزارتے ہیں۔ ہاں ان لوگوں کا انتخاب ذرا محنت سے کرنا ہو گا۔ جب یہ بے چارے کانگ ہُو میں داخل ہو کر بھیک نہ مانگیں تو پیٹ کہاں سے بھریں گے۔ ہاں اگر وہاں کے رہنے والے ان کے ساتھ بدسلوکی کریں تو انھیں تحمل کا ثبوت دینا ہو گا آخر انھیں بھیک انھی لوگوں سے ملے گی۔"

"میں سمجھ گیا جنرل۔"

"خوبصورت بھکاری لڑکیاں کس کی کمزوری نہیں بن جائیں گی آخر کچھ لوگ تو ایسے ہوں گے جو ان لڑکیوں سے متاثر ہوں گے اور پھر یہ بے چاریاں تو کسی سے کچھ مانگیں بھی گی نہیں سوائے پیٹ بھر کھانے کے۔ لیکن خیال رہے کہ لڑکیاں کسی یورپین ملک کی ہوں۔"

"کمال ہے جنرل میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں احمق ہوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو ڈی ایٹ؟ اس کے بعد اگر یہ جملہ میں نے سُنا تو جانتے ہو کیا ہو گا، اس اہم مشن میں کسی احمق کی گنجائش نہیں ہے۔"

جنرل نے غراتے ہوئے کہا۔

"سوری... سوری جنرل" ڈی ایٹ کی آواز گھبرائی ہوئی تھی۔

"اس کے بعد میں تمھیں کوئی مشورہ نہیں دوں گا۔"

"آپ اطمینان رکھیں جنرل!" جواب ملا اور جنرل ڈی نے رابطہ منقطع کردیا۔ دوسرے دن دوپہر کو اس نے اپنے دفتر میں دو آدمیوں کا استقبال کیا۔ دونوں جنرل کے سامنے بے حد خوفزدہ نظر آتے تھے۔

"آپ لوگ فکرمند نہ ہوں آپ سے کچھ معلومات درکار ہیں۔ بورن کیمپ کے قیدیوں کی کیا پوزیشن ہے؟"

"حسب معمول جناب کوئی اہم تبدیلی نہیں ہے۔ پچھلے سال کی رپورٹ پیش کردی گئی ہے۔ پورے سال کسی قیدی نے فرار کی کوشش نہیں کی ہے۔"

"اس کی وجہ تمھارا بہتر رویہ؟"

"نہیں جناب! بلکہ ہم نے ان کے جسموں میں اتنی جان نہیں چھوڑی کہ وہ ایسی کوشش کریں۔"

"میں ان تین قیدیوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، جو اس کیمپ کے روح رواں ہیں۔"

"جیکسن، مارکو اور لیسی جناب...!"

"ہاں۔" جنرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تینوں شیطان قید میں جناب! کیمپ کی آدھی فورس ان کی نگرانی کرتی ہے، باقی لوگ دوسرے قیدیوں پر نگران ہیں۔"

"بہت درد سر ہیں، وہ تمھارے لیے۔"

"جی ہاں جناب! آج تک وہ بورن کیمپ میں سترہ قیدیوں اور آٹھ محافظوں کو قتل کرچکے ہیں۔"

"ہوں، تو پھر سنو! کچھ دن کے لیے میں تمھارے انچارج کو تبدیل کر رہا ہوں۔ تم ہمیشہ کی مانند انچارج رہو گے لیکن یہ نیا انچارج صرف چند روز تمھارے درمیان رہے گا۔ یہ تمھیں اُن قیدیوں سے نجات دلائے گا۔ اس کے پہنچنے سے قبل چند لوگ خفیہ طور پر تمھارے پاس پہنچ جائیں گے یہ اس نئے انچارج کے محافظ ہوں گے اور تم اُن سے تعاون کرو گے۔ نئے انچارج کو ان کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو، وہ لوگ تمھیں ضروری ہدایات دیتے رہیں گے، سمجھ گئے تم میرا مقصد...؟"

"بالکل جناب!"

"کوئی اعتراض؟"

"نہیں جناب۔"

"کوئی سوال؟"

"قطعی نہیں۔"

"شکریہ! ان ہدایات کو یہاں سے باہر جاکر ذہن میں دُہرا لینا اور پھر احتیاط سے ان کی پابندی کرنا۔ تم جاسکتے ہو۔" دونوں آدمی شین انداز میں باہر نکل گئے۔ راستے میں ایک نے دوسرے سے کہا۔

"اس کا مقصد ہے سر کہ آپ کی جگہ کوئی اور...!"

"احمق زبان بند رکھو۔ جنرل نے کہا ہے کہ یہ سب کچھ عارضی ہوگا۔" دوسرے نے اپنے ساتھی کو ڈانٹ دیا۔

*

"شیران دی گریٹ! میں تمھارے چہرے پر کچھ اضمحلال پا رہا ہوں کیا تم اپنے ماحول سے اکتا گئے ہو؟" جنرل نے مسکراتے ہوئے شیران سے دریافت کیا۔

شیران نے فوراً ہی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "ہاں مسٹر ایل! میں اس بات سے انحراف نہیں کروں گا۔ کسی ایک جگہ قیام کیے رہنا میری فطرت کے خلاف ہے۔"

"مگر تم ایسا کیوں کہتے ہو شیران، تمھارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے، یہ پورا ملک تمھارے لیے ہے، جہاں جی چاہے جاؤ، جہاں دل چاہے رہو، ضروریاتِ زندگی کی تمام چیزیں تمھیں ہر جگہ فراہم رہیں گی۔ تمھاری اپنی کوئی پسند بھی تو نہیں ہے، کسی خواہش کا اظہار بھی نہیں کرتے تم۔ حالانکہ تم جو چیز طلب کرو، تمھارے قدموں میں حاضر ہو جائے۔" جنرل ایل نے کہا۔

"بدقسمتی یہی ہے میری مسٹر ایل کہ میری فطرت میں شیر کی فطرت شامل ہے۔ خود شکار کرتا ہوں، خود کھاتا ہوں، کسی کے کیے ہوئے شکار سے میرا پیٹ نہیں بھرتا، میں شکار کرنا چاہتا ہوں۔"

"گڈ! ادری گڈ پہاڑوں کے شہنشاہ کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ تمھاری اس فطرت کو تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کروں گا شیران تمھیں ایک بہترین مشورہ دوں اگر تم پسند کرو۔"

"یقیناً مسٹر ایل! مجھے خوشی ہوگی۔" شیران نے کہا۔

"زندگی میں کچھ تبدیلیاں ضروری ہوتی ہیں شیران، تم نے بہت سے شکار کرکے بہت سے جانور مارے ہوں گے لیکن اگر میں تمھیں ایک ایسی جگہ بھیج دوں، جہاں شکار ہی شکار ہوں تو کیا تم اس جگہ کو پسند نہیں کرو گے؟" جنرل مسکراتا ہوا بولا۔

"آپ کی بات تفصیل چاہتی ہے مسٹر ایل۔" شیران بولا۔

"ہاں، میں تمھیں تفصیل بتا رہا ہوں، یہاں پہاڑوں کے درمیان ایک خوبصورت جگہ جہاں قابل نفرت قیدیوں کا ایک کیمپ بنا ہے۔ اس کیمپ میں ایسے قیدی رکھے جاتے ہیں، جو درندگی میں بے مثال ہوں، بے شمار قتل کیے ہوں جنھوں نے یا پھر ایسے جرم جو اپنے

لیے کوئی حیثیت نہ رکھتے ہوں۔ بورن کیمپ میں ایسے قیدیوں کی بہتات ہے۔ اگر تمھیں وہاں کا انچارج بنا کر بھیج دیا جائے تو کیا تمھاری زندگی میں ایک دلچسپ تبدیلی پیدا نہیں ہو جائے گی؟"

شیران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں! احساس ہوتا ہے کہ وہ عمدہ جگہ ہوگی۔"

"اور پھر تم وہاں انچارج کی حیثیت سے جاؤ گے ظاہر ہے تمھیں ان لوگوں پر کمانڈ حاصل ہوگی، ہر شخص تمھارے حکم کی تعمیل کرے گا اور تم ان قیدیوں کو کنٹرول کرو گے، جو سرکشی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے جن کا خیال ہے کہ حالات نے انھیں قیدی بنا دیا ہے لیکن کوئی شخص ان پر قابو نہیں پا سکتا۔ بورن کیمپ میں ایسے قیدیوں نے اچھی خاصی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے اور شیران یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ تم جیسے انچارج کی موجودگی میں کوئی قیدی اپنے آپ کو اجارہ دار سمجھے۔"

شیران کی آنکھوں میں ایک دلچسپ چمک پیدا ہوگئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "واقعی بہت دلچسپ جگہ ہوگی۔"

"اگر تم پسند کرو تو میں تمھارے وہاں جانے کا بندوبست کردوں؟"

"یقیناً۔" شیران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، تم اپنی تیاریاں مکمل کرلو، کل تم بورن کیمپ میں ہوتے۔"

"میری تیاریاں بھی آپ ہی مکمل کرادیں گے جنرل! آپ بہتر سمجھتے ہیں گے کہ وہاں مجھے کس شے کی ضرورت ہے؟" شیران نے جواب دیا۔

"یقیناً، تم مطمئن رہو، یہ انتظام میں کردوں گا۔" جنرل ڈی نے کہا۔

دوسرے دن شیران بورن کیمپ روانہ ہوگیا۔ ہوائی جہاز کے گھنٹے کے سفر کے بعد وہ ایک ائرپورٹ پر اترا۔ یہاں سے اُسے ٹرین کے ذریعے خاصا طویل سفر کرنا پڑا اور ایک اسٹیشن پر اُتر کر باقی سفر ایک شاندار لینڈ روور کے ذریعے کیا گیا۔ درمیانی راستے بے حد خطرناک تھے، جگہ جگہ خوفناک جنگل اور ناقابلِ عبور پہاڑی سلسلے تھے۔ لینڈ روور نے نہایت پیچیدہ راستے اختیار کیے تھے اور یہ ایسے راستے تھے، جو لوگوں کی نگاہ میں نہیں آسکتے تھے۔

یہاں شیران اپنے ہمسفر سے پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔ "کیمپ تک کوئی باقاعدہ راستہ نہیں ہے؟"

"نہیں جناب! یہ راستہ جان بوجھ کر تعمیر نہیں کیا گیا۔"

"وجہ...؟"

"وہ خطرناک قیدی جو فرار کی کوشش کرتے رہتے ہیں، دشوار گزار راستوں کی وجہ سے انھیں بآسانی دوبارہ پکڑ لیا جاتا ہے۔ یہ پوشیدہ سڑک بھی ہمارے استعمال کے لیے ہے، دوسرے اس سے واقف نہیں ہوتے۔"

"قیدی فرار کی کوشش کرتے رہتے ہیں؟"

"ہاں اکثر۔"

"کبھی کوئی نکل جانے میں کامیاب ہوا؟"

"بورن کیمپ کی تاریخ میں دو بار ایسا ہوا ہے۔ آٹھ قیدی نکلنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔"

"ہوں... اور جو فرار ہونے کی کوشش میں پکڑے جاتے ہیں اُن کے ساتھ تم کیا سلوک کرتے ہو؟"

"اکثر اپاہج کردیے گئے ہیں۔ کچھ ہلاک بھی ہوگئے۔" شیران خاموش ہوگیا اس کے ذہن میں مسرت اُبھر رہی تھی۔ واقعی اجنبی دلچسپیاں تھیں۔ اس سے قبل اسے ایسے ماحول سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ نئی زندگی واقعی دلچسپ ہوگی۔

یہ سفر ایک ایسی جگہ ختم ہوا جہاں لوہے کے لمبے ستون نصب تھے اور ان ستونوں میں خاردار تاروں کی بلند باڑھ بندھی ہوئی تھی کنارے کنارے درخت ایستادہ تھے۔ بڑے پھاٹک پر سنتریوں کی مسلح فوج متعین تھی جنھوں نے لینڈ روور کو دیکھتے ہی مارچ شروع کردیا۔ شیران کا زبردست استقبال کیا گیا۔ کیمپ کے انچارج نے کمر میں لٹکی ہوئی تلوار اُسے پیش کردی تھی۔

"اس کا میں کیا کروں؟" شیران نے پوچھا۔

"سر یہ اعزازی تلوار ہے۔ آج سے یہاں کے سربراہ آپ ہیں ہم سب آپ کے احکامات کی تعمیل کریں گے۔" انچارج نے لجاجت سے کہا۔

"اوہ! یہ بات ہے۔" شیران نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر مسکراتا ہوا بولا۔ "اس سے قبل یہ تلوار تمھارے پاس تھی؟"

"جی ہاں جناب!"

"تمھیں یقیناً اس کا افسوس ہوگا تم سے تمھارا اعزاز چھن گیا۔"

"نہیں جناب مجھے تو بے حد مسرت ہے کہ کوئی مجھ سے زیادہ طاقت ور شخص ان سر پھرے قیدیوں کو کنٹرول کرے گا۔ مجھے آپ اپنا معاون اور وفادار پائیں گے۔"

"ہمارے وفادار ہمیشہ فائدے میں رہتے ہیں۔" شیران نے کہا اور پھر اُسے اس کی شاندار رہائش گاہ میں لے جایا گیا، جہاں اُس کے شایانِ شان تمام انتظامات کیے گئے تھے۔

ایک رات آرام کرنے کے بعد دوسری صبح شیران نے قیدیوں کی تفصیل طلب کر لی۔ اس وقت دو سو قیدی یہاں موجود تھے۔ ان میں سیاسی قیدی، بغاوت کے مجرم اور دوسرے ملکوں کے خطرناک ایجنٹ بھی تھے۔ شیران ان میں سے ایک ایک کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا اور پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں اس پورے کیمپ کا جائزہ لوں گا۔ اس کا انتظام کیا جائے۔"

"میں نے انتظام کر لیا ہے جناب! آپ چاہیں تو تشریف لے چلیں۔ باہر جیپ آپ کی منتظر ہے۔" شیران انچارج کے ساتھ باہر نکل آیا اور چند لمحات کے بعد وہ جیپ میں سوار ہو کر چل پڑے۔ بورن کیمپ کے وسیع علاقے میں سڑکوں کے جال بکھرے ہوئے تھے۔ بیرکیں مضبوط لکڑی کے تختوں سے بنی ہوئی تھیں۔ ان کی چھتیں کھپریل کی تھیں۔ ہر بیرک کے ساتھ گارڈ چیمبر موجود تھا۔ جن میں گارڈز کی کافی تعداد موجود تھی۔ چاروں طرف متعدد سنتری مارچ کر رہے تھے۔ انچارج، شیران کو بیرکوں کی قطاروں کے بارے میں تفصیلات بتاتا جا رہا تھا۔

"ان قیدیوں سے کوئی کام بھی لیا جاتا ہے؟"

"یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں اگر کہیں باہر سے قیدیوں کی مانگ آ جاتی ہے تو دوسری بات ہے لیکن ایسے تجربے کامیاب نہیں ہوئے۔ بورن کیمپ میں موجود قیدی عام نوعیت کے نہیں ہوتے۔ یہ اپنی زندگی پوری کر چکے ہوتے ہیں اور یہاں انھیں اس لیے زندہ رکھا جاتا ہے کہ وہ کسی کام آ سکیں۔"

"مثلاً؟" شیران نے پوچھا۔

"ایک اہم شخصیت کو ایک مخصوص گروپ کے خون کی ضرورت تھی۔ ایک قیدی کے خون کا گروپ مل گیا۔ اس کے بدن سے سارا خون نکال لیا گیا۔ ایک قیدی کی آنکھیں ہمارے کام آ گئیں۔ بہت سے قیدیوں کے اعضا کام آ چکے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ ہمارے لیے کارآمد ہوتے ہیں۔"

"عمدہ جگہ ہے۔" شیران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت عمدہ جناب! یہاں قیدیوں کو کنٹرول کرنے کے لیے خصوصی تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ سرکش قیدیوں کو ہم کھانوں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ عموماً ان کی پشت سے کھال اُتار کر انھیں دھوپ میں بٹھا دیا جاتا ہے۔"

"اس بیرک کے پاس سنتریوں کی زیادہ تعداد کیوں ہے۔۔۔؟" شیران نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اوہ جناب وہاں۔۔۔ وہاں لٹسن قید ہے۔"

"کون؟"

"لٹسن! بیرک کے باہر تاروں کی جو باڑھ بندھی ہوئی ہے، اس میں کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ سنتری اس باڑھ سے دس گز دُور رہتے ہیں۔ وہ کمبخت اندر سے دو سنتریوں کو ہلاک کر چکا ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"ایک انسان نما درندہ۔۔۔ کمبخت ہاتھی کی طرح طاقت ور ہے۔ ایک بار خود حفاظتی کے لیے اس کے بدن میں چھ گولیاں اُتار دی گئی تھیں۔ ایک ہفتے تک اس کی خبر نہیں لی گئی۔ خیال تھا کہ وہ مر چکا ہوگا۔ ایک ہفتے کے بعد دیکھا گیا تو وہ زندہ تھا۔ اس نے دانتوں سے بدن میں پیوست دو گولیاں نکال لی تھیں۔ باقی چار گولیاں اس کے بدن میں آج تک موجود ہیں اور اب وہ بالکل تندرست ہے۔"

"واہ! اسے کھانے پینے کے لیے کس طرح دیتے ہو؟"

"اس کا بندوبست کر لیا گیا ہے۔ اسے ایک ہفتے کی خوراک پہنچا دی جاتی ہے اور اس وقت کم از کم دس مسلح افراد اندر جاتے ہیں۔ اسی کی طرز کے دو اور مجرم یہاں موجود ہیں۔ یہ تینوں ہمارے لیے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔"

"روکو۔۔۔!" شیران نے کہا اور انچارج کے کہنے پر ڈرائیور نے جیپ روک دی۔

"جنابِ عالی کیا حکم ہے؟" انچارج نے پوچھا۔

"لٹسن کو باہر بلاؤ۔" شیران آہستہ سے بولا۔

"جی؟" انچارج اُچھل پڑا۔

"تاروں کے اندر سے کرنٹ ختم کر دو، اسے باہر نکالو۔" شیران بولا۔

"یہ۔۔۔ یہ بہتر نہ ہوگا جناب۔" انچارج نے کہا۔

"کیا نام بتایا تم نے اپنا؟" شیران نے غیر متوقع سوال کیا۔

"فلیش گارول سر!"

"سنو مسٹر فلیش! اس بات کو ذہن نشین کر لو میں جو کچھ کہتا ہوں اُس کی تعمیل چاہتا ہوں۔"

انچارج کا چہرہ دھواں ہو گیا تھا۔ چند لمحات وہ گومگو میں رہا اور پھر اس نے اپنے قریب موجود شخص سے کہا۔ "انتظام کرو، اسے باہر نکالو۔" تمام لوگوں کے چہروں پر سنسنی پھیل گئی تھی۔

اسٹیلا براؤنسن عام عورتوں سے بہت مختلف نظر آتی تھی۔ بلند قامت اور مضبوط ہاتھ پاؤں کی مالک، بدن کا ایک ایک نقش جفاکشی کی تعمیر تھا اور انتہائی پُرکشش ہونے کے باوجود وہ لڑکی چھچھورے عاشقوں اور آہیں بھرنے والوں سے محفوظ تھی۔ اس کی وجہ اس کا قد و قامت ہی تھا۔ وہ باہمت رنگ جو شکاری ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ اس کی قربت حاصل کرنے سے جھجکتے تھے کہ اگر وہ شکار نہ بنی تو انھیں خود شکار بننا پڑے گا۔ اس طرح اسٹیلا بعض اوقات بڑی اُلجھنوں سے بچ جاتی تھی۔ اسے جاننے والے بھی جانتے تھے کہ وہ کیا ہے۔ وینس کی ایک خوبصورت عمارت میں اس کی رہائش گاہ تھی اور وہ ایک دولت مند عورت مشہور تھی جس کے ماضی کی کوئی کہانی منظرِ عام پر نہیں تھی۔ یوں بھی ماضی سے اس کا رشتہ بہت پہلے کٹ چکا تھا۔ شاید اب ایک بھی انسان ایسا نہیں تھا جو یہ جانتا ہو کہ اسٹیلا کے اجداد سُرخ ہندی تھے اور امریکہ کے جنگلوں میں انھوں نے انگریزی مہاجروں کے خاندان کے خاندان تباہ کیے تھے۔ خود اسٹیلا نے کبھی اپنا وطن نہیں دیکھا تھا۔ وہ اسپین میں پیدا ہوئی تھی اور وینس میں آباد ہو گئی تھی۔ وینس میں اس کا مختصر خاندان دولت مند گھرانوں میں شمار ہوتا تھا لیکن اس کے کنجوس باپ کو دُنیا کی آبادی میں اضافہ کرنے اور اسی حساب سے دولت جمع کر کے تجوریوں میں بند کرنے کے علاوہ کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔ ان دونوں چیزوں میں سے وہ صرف دولت کا حساب رکھنا پسند کرتا تھا۔ اپنے گھر کی بڑھتی ہوئی آبادی کبھی اس کے لیے باعثِ دلچسپی نہیں رہی تھی اور بعض اوقات وہ اپنے بچوں کے نام اور ان کی تعداد بھی بھول جاتا تھا۔ اس طرح اس کی اولاد اس سے بہت دُور تھی۔

اسٹیلا اس وقت صرف تیرہ سال کی تھی اور کانونٹ میں پڑھتی تھی، جب ایک جرائم پیشہ گروہ کے چند افراد نے اسے اغوا کر لیا اور اس کی رہائی کے لیے اس کے باپ سے ایک بڑی رقم طلب کی لیکن یہ ان کی حماقت تھی۔ کنجوس کروڑپتی سے انھیں ایک پیسہ وصول نہیں ہوا تھا۔ اُس نے بڑے سکون سے جواب دیا تھا۔

"تم لوگوں کا شکریہ۔ تم نے میری ذمے داریوں میں کچھ کمی کی ہے، میں تمھارا شکرگزار ہوں۔" تیرہ سالہ لڑکی نے اپنے باپ کے یہ الفاظ ٹیلی فون پر اپنے کانوں سے سُنے تھے اور اس کے دل میں اپنے باپ کے لیے شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے اغوا کرنے والوں سے کہا۔

"بہتر یہ ہے کہ اب تم لوگ وقت ضائع کیے بغیر مجھے قتل کر دو۔۔۔ اگر ایسا نہیں کرنا چاہتے تو میری رہنمائی قبول کرو، میں تمھیں ایسی جگہوں کے پتے بتا سکتی ہوں، جہاں اس دولت مند کی دولت پوشیدہ ہے۔ تم اپنی مطلوبہ رقم حاصل کر لو لیکن میری بھی ایک شرط ہے۔"

"وہ کیا؟" اس سے پوچھا گیا۔

"تم لوگ مجھے اپنی ساتھی کی حیثیت سے قبول کر لو۔" اس کی شرط مان لی گئی اور اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ بعد کی زندگی میں اس نے اپنے خاندان کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ اس کی دُنیا ہی بدل گئی تھی۔ گروہ میں وہ نمایاں کارکردگی کی حامل رہی تھی اور پھر اس گروہ کے چھ سربراہ اس سے اختلاف کی بنا پر اس کے ہاتھوں ہی مارے گئے، پھر گروہ ختم ہو گیا اور اسٹیلا نے جرائم کی زندگی کے نئے راستے تلاش کر لیے۔

۔۔۔ اور اب وہ بہت کچھ تھی۔ یہ بات صرف وہی جانتے تھے، جن کا اس سے واسطہ رہ چکا تھا۔ دوسرے لوگوں کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ عام زندگی میں اب وہ جرم نہیں کرتی تھی بلکہ اب اس نے ایک خاص طریقے سے اس زندگی کو تبدیل کر لیا تھا اور پچھلے دو ماہ سے مکمل تعطل کی زندگی گزار رہی تھی لیکن اچانک ہی اسے مصروف ہونا پڑا تھا اور خفیہ احکامات ملنے کے بعد آج سے اس نے اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا۔

کلائی پر بندھی ہوئی خوبصورت گھڑی میں اس نے وقت دیکھا اور اپنی انگلیوں میں دبی ہوئی سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اب وہ صرف مستعد نظر آ رہی تھی۔ ایک ڈریسنگ الماری سے اس نے چمڑے کی سیاہ جیکٹ اور حسین تراش کی چُست پتلون نکالی اور اسے پہن کر اسی الماری کے نچلے خانے سے چھوٹے سائز کی جدید سب مشین گن نکال کر جیکٹ کے اندر پوشیدہ کر لی۔ وینس کی مشہورِ زمانہ ریوڈی فانٹیگو تک پہنچنے کے لیے اس نے اپنی کار کے بجائے ٹیکسی استعمال کی تھی۔ ٹیکسی نے اسے نہر کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ چوڑا زینہ آگے جا کر پانی میں ڈوب جاتا تھا۔ وہ انتظار کرتی رہی۔ رات کے دس بجنے میں چند ہی منٹ باقی تھے۔ اس نے سامنے نگاہ دوڑائی۔ ایک موٹر بوٹ اس طرف چلی آ رہی تھی۔ چند منٹ کے بعد چھوٹی سی لانچ سیمنٹ کی دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ وہیل پر ایک پستہ قد آدمی کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر گھنی داڑھی تھی

اور سر پہ ملاحوں کی مخصوص طرز کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ وہ نرم لہجے میں اسٹیلا سے مخاطب ہو کر بولا۔

"سینوریا" اسٹیلا نے کوئی جواب نہ دیا اور محتاط نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھتی ہوئی اندھیرے سے نکل کر لانچ پر سوار گئی سامنے کی نشست پر بیٹھ کر اس نے ڈرائیور کی طرف دیکھا اور بولی "تم جانتے ہو تمھیں کہاں جانا ہے؟"

"سان اسپریٹو سینورا" ڈرائیور نے سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے چل پڑو" یہ ایک طرح کے کوڈ ورڈز تھے۔

البتہ مختلف لانچوں، فیری اور موٹر بوٹس پر جھلملاتی ہوئی زرد، سُرخ اور سبز روشنیاں زندگی کا پتا دے رہی تھیں۔

لانچ چلانے کے دوران ڈرائیور نے ایک بار بھی مُڑ کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اس کی نظریں سامنے جمی ہوئی تھیں اور وہ بڑی خاموشی سے لانچ چلا رہا تھا اس وقت تقریباً ساڑھے دس بجے تھے کہ ڈرائیور نے لانچ ایک دوسری نہر کے کنارے کھڑی کر دی اور اسٹیلا کی طرف مُڑ کر گردن خم کرتے ہوئے بولا "ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے ہیں سینورا"

"گڈ" اسٹیلا نے آہستہ سے جواب دیا اور پھر وہ لانچ پر بیٹھے بیٹھے کنارے پر بنی ہوئی عمارتوں کی جانب نگاہیں دوڑانے لگی۔ اسے ایک مخصوص عمارت کی تلاش تھی چند لمحات کے بعد اس نے ڈرائیور کی طرف رُخ کر کے کہا "وہ سامنے کی پہلی عمارت" جواب میں ڈرائیور نے بھی سر ہلایا ور لانچ کی رفتار بے حد سست کر کے سیمنٹ اور اینٹ کی بنی ہوئی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا پھر ایک چھوٹے سے پُل سے گزرنے کے بعد وہ کنکریٹ کے ایک پلیٹ فارم پر پہنچ گیا جس کے کنارے پر ایک چھوٹی سی عمارت کھڑی تھی۔ یہاں اس نے لانچ کا انجن بند کر دیا اور لانچ کے رُکتے ہی اسٹیلا اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

"تمھیں انتظار کرنا ہے" اس نے کہا اور ڈرائیور نے ایک بار پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر گردن خم کر دی۔

اسٹیلا پلیٹ فارم سے گزر کر عمارت کے سامنے پہنچ گئی پھر اس نے عمارت کے بند دروازے کے کُنڈے کو زور زور سے ہلایا۔ اس کی آواز سناٹے میں دُور دُور تک پھیلتی چلی گئی تھی۔ چند لمحات سکوت طاری رہا اور پھر اندر سے ایک بھرائی ہوئی آواز آئی۔

"کون؟"

"اسٹیلا براؤن سن۔ دروازہ کھولو" اسٹیلا نے کہا اور اندر سے بولٹ سرکنے کی آواز آئی۔ اس کے فوراً بعد تالے میں چابی گھوم گئی اور پھر دروازہ اندر سے کھل گیا۔ اسٹیلا اندر داخل ہو گئی تھی۔ اس سے تین فٹ کے فاصلے پر ایک لمبے قد کا معمر آدمی کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کی نال اسٹیلا کے سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور اس کے پیچھے رنگے ہوئے ہلکے سنہری بالوں والی ایک خوبصورت لڑکی کھڑی ہوئی تھی جس کے چہرے پر گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ دہشت کے مارے بے ہوش ہو جائے گی۔

"اوکے، اوکے۔ ریوالور جیب میں رکھ لو" اسٹیلا نے معمر آدمی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس جگہ کا جائزہ لینے لگی جہاں وہ موجود تھی۔ یہ ایک راہداری تھی جو مکان کے اندرونی حصّے کی جانب جاتی تھی۔ اس وقت راہداری میں مدھم روشنی ہو رہی تھی اور فضا میں مچھلی اور دوسری گری چیزوں کی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ درمیانی عمر کے آدمی اور لڑکی کے قریب ہی تین بڑے اور پھولے ہوئے سوٹ کیس رکھے ہوئے تھے ان میں کیا تھا اس سے اسٹیلا کو کوئی سروکار نہیں تھا۔

"ڈارلنگ۔ کیا سب ٹھیک ہے؟" لڑکی کی آواز سُنائی دی۔ وہ واقعی بہت گھبرائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پیلا پیلا چہرہ اور بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے خوف صاف نمایاں ہو رہا تھا۔ اسٹیلا نے اس کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ حسین اور پُرکشش لڑکی تھی لیکن اسے اطراف کی چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ درمیانی عمر کے آدمی نے لڑکی کی تائید کرتے ہوئے کہا "ہم ابھی روانہ ہونے والے ہیں" پھر وہ اسٹیلا سے مخاطب ہو کر "مجھے معلوم نہیں تھا سینورا کہ مجھے لینے کے لیے کوئی خاتون آئیں گی"

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں معلوم نہیں کیا جاتا" اسٹیلا نے جواب دیا اور پھر قریب کھڑے ہوئے سوٹ کیسوں کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ "یہ تم لوگوں کو ہی اُٹھانے ہیں" درمیانی عمر کے آدمی نے خجل ہو کر دونوں سوٹ کیس اُٹھا لیے اور تیسرا سوٹ کیس اس نے اپنی ساتھی لڑکی کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اسٹیلا اندازہ لگا چکا تھا کہ جس شخصیت کو اس کی مدد کے لیے بھیجا گیا ہے وہ کوئی عام شخصیت نہیں ہے بلکہ اس میں دوسروں کو مسحور کرنے کی قوت ہے اور شاید کسی سے متاثر بھی نہیں ہوتی۔

سوٹ کیس وزنی تھا لڑکی اسے اُٹھاتے ہوئے خاصی مشکل محسوس کر رہی تھی اور جب چند قدم چلنے کے بعد اسٹیلا نے محسوس کیا کہ لڑکی کی وجہ سے آگے بڑھنے کی رفتار سست ہو رہی ہے تو اس نے ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سوٹ کیس لڑکی کے ہاتھ سے لے لیا اس کا دل چاہا تھا کہ لڑکی پر کچھ جملے کسے لیکن اس موجودہ صورتحال کے تحت یہ بات مناسب نہیں تھی۔

وہ باہر نکل آئی اور ان دونوں کے ساتھ آگے بڑھتی ہوئی موٹر بوٹ کے قریب پہنچ گئی۔ اس کی محتاط نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ لڑکی نے متشکرانہ نگاہوں سے اُسے دیکھا تھا لیکن دفعتاً اسٹیلا سنبھل گئی اسے پُل کے قریب چند سائے حرکت کرتے ہوئے نظر آئے اور دوسرے لمحے اس کے عضلات میں کھنچاؤ پیدا ہو گیا۔ اس نے پھرتی سے سوٹ کیس سیدھے ہاتھ سے اُلٹے ہاتھ میں منتقل کیا اور جیکٹ سے سب مشین گن نکال کر ہاتھ میں لے لی۔ اس نے دیکھا کہ سائے پُل سے علیحدہ ہو کر کسی واضح شکل کے بغیر آہستہ آہستہ سیمنٹ کی دیوار کی طرف بڑھ رہے تھے اور پھر اسے ایک اور موٹر بوٹ نظر آئی جو اس پُل کی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی لیکن موٹر بوٹ کو دیکھتے ہی وہ بُری طرح اُچھل پڑی۔ اس نے انتہائی پھرتی سے ہاتھ میں پکڑا ہوا سوٹ کیس گھما کر معمر شخص کے چہرے پر دے مارا۔ معمر شخص حرکت کے لیے تیار نہیں تھا لیکن سوٹ کیس اُچٹتا ہوا اس کے چہرے پر لگا تھا اور یہی چیز اس کے لیے مصیبت بن گئی۔ وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ موٹر بوٹ سے ... گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ اندھیرے میں شعلے لپکے اور اسی لمحے معمر شخص کے حلق سے ایک دہشت ناک چیخ نکلی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑے ہوئے نصف سے لانچ میں گر گیا اور دوسرے لمحے لانچ کے ڈرائیور کو بھی ایک جھٹکا لگا اور وہ کوئی آواز نکالے بغیر اچھلا اور وہیں پر اوندھا ہو گیا۔

گولیوں کی ایک اور بوچھار آئی اور سیمنٹ کی دیوار سے سیمنٹ کے بے شمار ٹکڑے اُکھڑ گئے۔ اسٹیلا کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ معمر شخص یا لڑکی کا کیا حشر ہوا لیکن صورتحال خوفناک تھی اور لانچ پر قدم رکھنا اس سے بھی زیادہ خوفناک، چنانچہ اگلے لمحے اس نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔

پانی بہت ٹھنڈا اور گہرا سیاہ تھا۔ تیل مچھلی اور دوسری غلاظت سے اَٹے ہوئے بدبودار پانی نے اسٹیلا کا سانس ایک لمحے کے لیے بند کر دیا لیکن وہ گہرا غوطہ لگا گئی اور اندر ہی اندر تیرتی ہوئی نہر کے دوسری سمت چل پڑی۔ اس نے گن جیکٹ میں محفوظ کر لی تھی اور اندھوں کی مانند پانی کو پیچھے دھکیلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ بالآخر اس کے ہاتھ کنکریٹ کی دیوار سے ٹکرائے اور وہ پانی سے مُنہ نکال کر پیچھے دیکھنے لگی۔

دوسری موٹر بوٹ اس لانچ کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی، اور اس پر سے ایک آدمی اُتر کر معمر شخص کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اسٹیلا نے دیکھا کہ اس شخص نے دونوں سوٹ کیس اُٹھا کر اپنی موٹر بوٹ میں رکھے تیسرا سوٹ کیس، جو اسٹیلا کے ہاتھ میں تھا، شاید پانی میں گر گیا تھا۔

اسٹیلا نے رات کی تاریکی کے باوجود اپنی تیز نگاہوں سے دیکھ لیا کہ اس شخص کے ہاتھ میں ابھی تک مشین گن دبی ہوئی تھی۔ پہلا آدمی شاید تیسرا سوٹ کیس تلاش کر رہا تھا بوٹ میں کھڑے ہوئے آدمی کی نگاہیں چاروں طرف رقص کر رہی تھیں اور پھر شاید اس نے اسٹیلا کو دیکھ لیا۔ اس نے مشین گن دوبارہ سنبھالی اور گولیاں برسانے لگا اور اسٹیلا کے گرد دیوار سے سنگریزے اُڑنے لگے تھے۔ اس نے ایک بار پھر غوطہ لگایا اور اندر ہی اندر ہاتھ پاؤں مارتی اس طرف واپس چلنے لگی، جدھر سے تیر کر یہاں آئی تھی۔ اس وقت اسے اپنے اُوپر بوٹ کے انجن کی آواز سُنائی دی۔ وہ دوسری بوٹ شاید واپس جا رہی تھی۔

اس ہنگامہ خیز کیفیت میں اسٹیلا کو کوئی فوری فیصلہ کرنے میں خاصی مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ اس نے کنارے پر سر اُبھارا تو بیشتر قریبی عمارتیں روشن ہو چکی تھیں اور متعدد چہرے حیرت اور تجسس سے کھڑکی سے باہر جھانک رہے تھے۔ اس لانچ کی جلتی ہوئی روشنیاں اب کافی دُور نظر آ رہی تھیں جس سے یہ کارروائی ہوئی تھی۔ اسٹیلا نے پانی سے باہر سر نہیں نکالا بلکہ نہایت آہستگی سے پہلے وہ لانچ میں اُتر گئی۔ اس نے معمر شخص کو دیکھا جس کے پیٹ میں تقریباً چھ گولیاں لگی تھیں اور اس کا پُورا پیٹ اُدھڑ کر باہر آ گیا تھا۔ ڈرائیور کے حلق میں دو گولیاں پیوست ہوئی تھیں۔ پُورے ڈیک پر خون پھیل گیا تھا اور فرش خون سے پھسلواں ہو رہا تھا۔ اسٹیلا کی آنکھوں میں غصّے کی شدید چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے متجسس نگاہوں سے

چاروں طرف دیکھا اور پھر اسے اپنا وہ سوٹ کیس ایک سمت پڑا ہوا نظر آ گیا، جسے وہ اُٹھا کر لائی تھی۔ غالباً یہ لوگ اُسے تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس نے اپنا سوٹ کیس اُٹھایا... اور چھلانگ لگا کر لانچ سے باہر نکل آئی اور پھر برق رفتاری سے اسی عمارت کی طرف دوڑنے لگی۔ عمارت کا دروازہ کھلا ہوا تھا لڑکی کا کہیں پتا نہیں تھا، نجانے وہ کہاں چلی گئی۔ اس کے ہونٹ سختی سے بھنچ گئے۔ وہ دروازے سے نکل کر عمارت کے بغلی حصے میں آ گئی اور پھر اس نے عمارت کا ایک ایک چپہ دیکھ ڈالا لیکن لڑکی کا کہیں پتا نہیں تھا۔

اس کام میں خاصی دیر صرف ہو گئی تھی۔ دفعتاً اس نے کچھ آہٹیں سُنیں اور وہ ایک دم محتاط ہو گئی یہ آہٹیں ایک سے زیادہ انسانی قدموں کی تھیں۔ اسٹیلا کو خطرے کا احساس ہو گیا۔ وہ ایک لمحے تک کچھ سوچتی رہی۔ اس وقت ان لوگوں سے بھڑنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے عمارت کے بیرونی برآمدے کو پھلانگ کر باہر نکل آئی اور اسے پھلانگتے ہوئے شاید دیکھ لیا گیا چنانچہ بے شمار قدم اس کے تعاقب میں دوڑ پڑے تھے۔

وہ لوگ اس کے تعاقب میں دوڑتے چلے آ رہے تھے لیکن اسٹیلا کے لیے اب رُکنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ کافی دُور آنے کے بعد وہ رُکی اور سانس دُرست کرنے لگی تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بڑا سا مجسمہ استادہ تھا، جس کے نیچے گہری تاریکی تھی۔ اسٹیلا نے سوٹ کیس مجسمے کے قدموں میں رکھا اور وہیں کھڑی ہو گئی۔ اس کے ذہن میں متعدد خیالات رقصاں تھے۔ چہرے سے خوف زدہ اور زرد نظر آنے والی لڑکی درحقیقت اتنی احمق نہیں تھی۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے بندوبست کر لیا تھا۔ ورنہ وہ خود بھی ان گولیوں کی زد میں ضرور آ جاتی، اگر ایسا نہ ہوتا تو یقینی طور پر اس کی لاش بھی آس پاس ہی موجود ہوتی یا کم از کم وہ کہیں چھپی ہوئی نظر آ جاتی۔ یقیناً اس تمام کارروائی میں لڑکی کا بڑا ہاتھ ہے۔ یہ سوچتے ہی اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور غصے سے اس کی کنپٹیاں چٹخنے لگیں۔ شاید یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اپنی ذمے داری کو پورا کرنے میں ناکام رہی۔

اس پر بے حد اعتماد کیا جاتا تھا اور جو کام اس کے سپرد کر دیا جاتا تھا اس کے لیے وہ لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ اس کی تکمیل یقینی ہو گی لیکن اس بار وہ اپنے کرم فرماؤں کے سامنے شرمندہ ہو گئی تھی معمر شخص کا قتل اس کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں پر ایک بدنما داغ تھا۔ اس کے جبڑے بھنچ گئے اور گردن کی رگیں اُبھر آئیں۔

کپڑے پانی میں بھیگ کر اس کے بدن سے چپک گئے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی سرد ہواؤں نے ان کے کپڑوں سے گزر کر اس کے بدن کو گدگدانا شروع کر دیا تھا۔ خاصی سخت سردی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی اور پھر اِدھر اُدھر نگاہیں دَوڑانے لگی۔ اُسے تلاش کرنے والے اس کی تلاش کی کوشش میں ناکام ہو کر واپس چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر اسٹیلا یہ اندازہ لگاتی رہی کہ آس پاس کہیں کوئی چھپا ہُوا اس کے باہر نکلنے کا انتظار تو نہیں کر رہا، کیونکہ اس کے امکانات تھے۔

اور جب ایسا نہ ہُوا تو وہ سُوٹ کیس وہاں سے اُٹھا آگے بڑھ گئی۔ لباس تبدیل کرنے کا کوئی طریقہ کار نہیں تھا سوائے اس کے کہ اُسے برداشت کیا جائے۔ تقریباً آدھا فرلا چلنے کے بعد اسے ایک بار کے نیون سائن جگمگاتے ہوئے نظر آ اس حالت میں بار میں داخل ہونا خطرناک بھی ہو سکتا اور خاص طور سے اس شکل میں کہ اس کے پاس ایک سُوٹ بھی موجود تھا لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا دو چار پیگ بدن میں اُتار کر بدن گرم کیا جائے۔ چنانچہ وہ سوٹ ہاتھ میں لیے ہوئے بار میں داخل ہو گئی۔ چھوٹی سی اس کی جیکٹ میں محفوظ تھی اور اگر اسے تلاش کرنے وال طرح بار تک پہنچ جاتے تو شاید اس وقت انھیں زندگی کے سے بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑتا۔ اسٹیلا نے تیز نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر کاؤنٹر پر پہنچ کر لیے شراب طلب کر لی۔ شراب کے دو تین پیگ حلق میں کے بعد اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیلی بوتھ بنا ہوا تھا۔ وہ ٹیلی فون بوتھ میں پہنچ کر ایک نمبر ملا سُوٹ کیس اس وقت بھی اس نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا۔ لمحات کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا اور آواز

"ہیلو۔ کون ہے؟"

"اسٹیلا براؤن سن۔"

"اوہ۔ خیریت کیا بات ہے؟"

"کھیل کا پانسہ پلٹ گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" دوسری طرف سے آواز آئی اور نے ساری تفصیل دُہرا دی۔ چند لمحات دوسری طرف

رہی پھر اس سے پوچھا گیا۔

"تم تو خیریت سے ہو اسٹیلا؟"

"ہاں۔ میں ٹھیک ہوں" اسٹیلا نے تلخ لہجے میں کہا اور پھر آہستہ سے بولی "مجھے ان دونوں کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی۔"

"اس کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی سینورا۔ یہ سمجھا گیا تھا کہ تم ہمیشہ کی طرح اپنا کام انجام دینے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔"

"اور یہ بھی... ضرور سوچا گیا ہو گا کہ دوسرے لوگ اس کام کی انجام دہی میں رکاوٹ بن رہے ہوں گے۔"

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں، کیوں نہیں لیکن تم سے قائم کی ہوئی توقعات شاید پہلی بار ناکام رہی ہیں۔"

"میں بھی انسان ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، ظاہر ہے جو کچھ ہو چکا ہے اس کے سلسلے میں کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے لیے اور کوئی خدمت ہے؟"

"ہاں۔ مجھے اس لڑکی کے بارے میں بتایا جائے جو اس معمر شخص کے ساتھ تھی۔"

"اوہ۔ کیا اس سے... کیا اس سے، کوئی خاص...؟"

"میں پوری تفصیل بتا چکی ہوں۔ پہلے مجھے اس بات کا جواب دیا جائے کہ آپ کوئی ذمے دار شخصیت ہیں؟"

"ہاں۔ یہی سمجھا جائے۔ مس اسٹیلا۔ مجھے صورتحال کا علم ہے۔"

"تو پھر مجھے میرے کام کے بارے میں تفصیل کیوں نہیں بتائی گئی۔ کیا اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ ان دو افراد کو وہاں سے نکال لیا جائے۔"

"ہاں۔ یہی کہہ دینا مناسب سمجھا گیا تھا۔ بہرطور اب یہ بتائیے کہ آپ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہتی ہیں؟"

"بات صرف اس کی ہی نہیں ہے کہ میں اپنی اس کوشش میں ناکام رہی ہوں، بلکہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری شکست کی وجہ وہ لڑکی ہے، جو معمر شخص کی ساتھی تھی۔ مجھے اس کے بارے میں پوری تفصیل بتائی جائے ورنہ میں اس کام کو انجام دینے سے اپنے آپ کو معذور سمجھتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے مس اسٹیلا۔ اس کا نام ریٹی الفانو ہے جو... سُوٹ کیس آپ کے پاس موجود ہے اور جس کے دو سُوٹ کیس حاصل کر لیے گئے ہیں، اس میں امریکن کرنسی بھری ہوئی ہے۔ اس سے زیادہ آپ کو اس بارے میں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"یہ بھی نہیں بتایا جا سکتا کہ ریٹی الفانو یہاں سے غائب ہونے کے بعد کہاں پائی جا سکتی ہے؟"

"اس کے لیے آپ کو تھوڑا انتظار کرنا ہو گا مس اسٹیلا براؤن سن۔ ہم اس کے بارے میں آپ کو بہت جلد تفصیلات فراہم کر دیں گے۔ یہ بتائیے یہاں سے آپ کا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"میں کچھ دیر کے بعد آپ کو اپنے مکان پر ملوں گی۔" اسٹیلا نے جواب دیا۔

"او کے۔ لڑکی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ کو آپ کے مکان پر ہی اطلاع فراہم کر دی جائے گی۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور اسٹیلا نے ریسیور ہک سے لٹکا دیا۔ اس کے بعد وہ وہاں نہیں رُکی تھی۔ اس سوٹ کیس کی حفاظت اس پر فرض تھی، جس کے بارے میں اسے بتایا گیا تھا کہ اس میں امریکن کرنسی بھری ہوئی ہے یہ تمام چیزیں بالکل غیر متوقع تھیں اور وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ سوٹ کیس اس سے کون حاصل کرے گا۔

جن لوگوں کے لیے وہ کام کرتی تھی وہ عام اور معمولی لوگ نہیں تھے، بلکہ ایک بڑے ملک کے بڑے محکمے سے ان کا تعلق تھا اور وہ یہاں ان کی مقامی ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتی تھی۔ ان کے بہت سے معاملات اس نے نمٹائے تھے۔ اس پر مکمل بھروسہ کیا جاتا تھا لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ کچھ نامکمل معلومات کی وجہ سے اُسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کرائے کی لانچ میں واپس چل پڑی۔ سُوٹ کیس اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس کے لیے تیار تھی کہ اگر دوسری طرف سے کوئی کارروائی ہو تو اس کا بھرپور جواب دیا جائے۔ مخالفین کی کارروائی کو اس نے اپنے لیے ایک چیلنج تصور کر لیا تھا اور اس لڑکی کو تلاش کر کے دونوں سوٹ کیس حاصل کرنا اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا۔

★★

فرانہ میں نعمان خان کا استقبال بڑے پُرجوش انداز میں کیا گیا تھا۔ نعمان خان جب فرانہ کے محل میں داخل ہُوا تو بادشاہ خان سامنے ہی موجود تھا۔ اس نے نعمان خان کی شکل دیکھی اور اس کے چہرے پر محبت کے آثار اُبھر آئے۔

حالات نے بادشاہ خان کو اس کی نگاہوں میں مجرم ثابت کیا تھا لیکن وقت نے یہ بات بھی ظاہر کر دی تھی کہ اس کے

جذبے سچے تھے اور ان سچے جذبوں کے تحت بادشاہ خان نے اپنے دل سے نعمان خان کی وہ گستاخیاں کھرچ کر پھینک دی تھیں جو اس کے سینے کو جلاتی رہتی تھیں۔ نعمان خان بھٹک ضرور گیا تھا لیکن اپنے مقصد میں وہ مخلص تھا۔ چنانچہ اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر نعمان خان کا استقبال کیا۔ عدنان اور نوریزہ بھی نعمان خان کے ساتھ ہی تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر بادشاہ خان کی ذہنی کیفیت کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ اس وقت اس کے باغ کے بہت سے پھول اس کے سامنے کھلے ہوئے تھے۔ نعمان خان' بادشاہ خان کی اس یگانگت کے انداز کو محسوس کر کے بے اختیار ہو کر اس سے لپٹ گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

"بابا خان۔ بابا خان... میں نے جو کچھ کہا ہے' میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔ میں غلط فہمیوں کا شکار ہو گیا تھا۔ بابا خان' میں اپنی راہ سے بھٹک گیا تھا۔"

"چپ ہو جاؤ نعمان خان۔ تم نے کوئی قصور نہیں کیا۔ قصور میرا تھا' میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میری بداعمالیوں نے میری ناتجربے کاریوں نے مجھے یہ دن دکھائے۔ میری ان حرکتوں نے حالات اتنے خراب کر دیے تھے کہ اگر تم لوگ انھیں سنبھالنے نہ دوڑ پڑتے۔ تو نہ جانے میرے وطن پر کیا آفت آ جاتی۔ ہاں نعمان مجھے اس کا اعتراف ہے کہ میں سوچے سمجھے بغیر اپنے مفادات کے لیے ان لوگوں کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا تھا' حالانکہ میں اس کا ضرورت مند نہیں تھا۔ میں اپنے ذرائع سے اتنی دولت اکٹھی کر چکا تھا نعمان خان کہ اگر میں چاہتا تو پوری زندگی اپنے پورے خاندان کو عیش کرا سکتا تھا' لیکن اقتدار کی ہوس نے مجھے پاگل کر دیا تھا۔ ہاں... مجھے یہ نہیں بتایا گیا تھا نعمان خان' میرے بچے یقین کرو' مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ لوگ اقتدار میرے کاندھوں پر رکھ کر خود ان پہاڑوں کی حکومت سنبھالنا چاہتے ہیں۔ اس گہری سازش سے مجھ جیسا زیرک انسان بے خبر رہا اور میرے لیے یہ سزا ضروری تھی جو مجھے میرے بچوں کے ہاتھوں ملی۔ ہاں تم نہیں جانتے نعمان خان کہ مجھے کیسی کیسی اذیتوں سے گزرنا پڑا ہے۔ مجھے یہ بھی سننا پڑا ہے کہ میں تمھاری نگاہوں میں مشکوک ہو گیا تھا اور تم نے مجھ پر اس شبہے کا اظہار بھی کیا تھا کہ ممکن ہے آئیوی اور نوریزہ کو میرے ذریعے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ ہاں میرے بچے بڑی عجیب و غریب باتیں ہوئی تھیں۔ اس دوران توقیر خان نے آنکھیں نکال کر مجھ سے کہا تھا کہ نوریزہ اور آئیوی کہاں ہیں' جب کہ مجھے ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ مجھ پر شبے کا اظہار کیا گیا لیکن شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو۔ میں اپنے خدا کے سامنے اپنے آپ کو حاضر مان کر یہ بات کہتا ہوں کہ مجھے اس بات سے شدید اذیت پہنچی تھی لیکن یہ سزا میرے لیے ضروری تھی اور اب میں دل و جان سے ان تمام باتوں کو معاف کر چکا ہوں چونکہ غلطی پر میں ہی تھا۔"

"بابا خان۔" نعمان خان نے پھر بادشاہ خان کو اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ تمام لوگوں کو نعمان خان کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔ سندھاشی' آئیوی اور باقی لوگ بھی پہنچ گئے تھے۔ گرنچر مارلینو کے اشارے پر وہاں سے چل پڑا تھا اور اب پہاڑوں میں آ گیا تھا۔ وہ فرانہ ہی میں مقیم تھا اور اس کے ذریعے بادشاہ خان کا مارلینو سے اکثر رابطہ قائم ہوتا رہتا تھا۔ مارلینو نے اُسے کچھ ضروری چیزیں دے دی تھیں جن کے ذریعے مارلینو سے براہ راست گفتگو کی جا سکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد نعمان خان کو محل کے اندر لے جایا گیا۔ آئیوی' نعمان خان کی صورت دیکھ کر مسرور ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں مسلسل نمی آ رہی تھی لیکن بزرگوں کا احترام مانع تھا۔ ایک غیر ملکی لڑکی ہونے کے باوجود اس نے پہاڑوں کی روایتوں کو اپنا لیا تھا۔ شرم و حیا اور زندگی گزارنے کے اصول اس نے اچھی طرح معلوم کر لیے تھے اور اب انھی کے مطابق وہ ایک مسلمان عورت کی حیثیت سے اپنی زندگی گزار رہی تھی۔ نعمان خان پر اس کی نگاہیں نثار ہو رہی تھیں۔ وہ بڑی آرزوؤں اور امیدوں کے بعد آیا تھا اور آئیوی کو صحیح معنوں میں اس کے لیے دن رات تشویش رہتی تھی' لیکن کسی سے اس تشویش کا اظہار کر کے وہ اپنے آپ کو رسوا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس کے سینے میں اس وقت شدید جذبات موجزن تھے لیکن وہ انھیں سنبھالے ہوئے تھی اور پھر نعمان خان نے بادشاہ خان کے سامنے وہ انکشاف کیا جسے سن کر بادشاہ خان دنگ رہ گیا۔

"بابا خان۔ مجھے ان پہاڑوں کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ مجھے پتا چل چکا ہے کہ عظیم شیران نے پہاڑوں کے لیے اپنی جان قربان کر دی ہے۔ ہاں بابا خان' ہم سے بڑی غلطی ہوئی اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس وقت شرمندگی کا سب سے بڑا اظہار ہمیں سندھاشی بہن اور عدنان سلامن کے

سامنے ہو رہا ہے۔ ہم ان لوگوں کے سامنے مجرم ہیں۔ میری گردن ان کے سامنے خم ہے بابا خان۔"

"چچا جان۔ آپ میرے چچا نہیں ہیں لیکن میں دل کی گہرائیوں سے اس رشتے کو مانتا ہوں اور آپ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے لیکن شاید ان میں سے کچھ لوگ بتا سکیں کہ میں ایک سچا انسان ہوں' جس چیز کی قدر نہیں کرتا اس کے لیے مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا اور جس کا احترام کرتا ہوں' اس احترام کو کوئی میرے دل سے چھین نہیں سکتا۔ چچا جان شرمندگی کے یہ الفاظ کہہ کر آپ درحقیقت مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ میری گزارش ہے کہ ایسے الفاظ سے گریز کریں' جو ہمیں شرمندگی کا شکار کرتے ہوں۔"

"نادانستگی میں ہم اتنا کچھ کر چکے ہیں عدنان سلامن کہ خود کو... برا بھلا کہتے ہوئے دل نہیں بھرتا۔ بابا خان' شیران سے ہماری کوئی دشمنی نہیں تھی۔ یہ بات سن کر کف افسوس ملو بابا خان کہ بہزاد سلامن' فیروز خان کا قاتل نہیں تھا۔ فیروز خان کا قاتل شہباز خان تھا' تراب زان ہی کا سے بنے والا۔"

"کیا؟" بادشاہ خان اچھل پڑا۔

"ہاں بابا خان۔ میں یہاں حسرتیں لے کر آیا ہوں۔ یہ سن کر آیا ہوں کہ میرے وطن سے دشمنوں کا خطرہ دور کر دیا گیا ہے' وہیں یہ غم ناک خبر میرے سینے میں چبھ رہی ہے اور میں آپ کو اس کی اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ ہم ایک بے مقصد دشمنی میں الجھے ہوئے تھے۔ ایک ایسی دشمنی میں جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ بابا خان' خدا شاید ہم سب کو اس کے لیے کبھی معاف نہ کرے۔ شیران کی ماں کو ہمارے ہاتھوں مرنا پڑا۔ ایک بے گناہ عورت کو' اور اس کے بعد جو تباہی پھیلی اُس میں ہم بھی لپیٹ میں آ گئے لیکن بابا خان ہم اس سزا کے مستحق تھے۔ دکھ صرف اس بات کا ہے کہ یہ سزا صحیح لوگوں کو نہیں مل سکی۔"

"شہباز خان شہباز خان۔ آخر کیوں' اس نے فیروز خان کو کیوں قتل کیا؟"

"میں آپ کو اس کی مختصر سی تفصیل بتا دیتا ہوں بابا خان۔" نعمان خان نے کہا اور نینسی کوین کی زبانی معلوم ہونے والے حالات ان لوگوں کو سنا دیے۔ بابا خان ششدر رہ گیا تھا۔ اس نے بھیگی نگاہیں اٹھا کر پہلے سندھاشی اور پھر عدنان سلامن کی طرف دیکھا اور اس کی گردن خم ہو گئی۔

"ہاں یہ سیاہی میرے مقدر میں لکھی تھی۔ میں کیا کروں۔ ہاں جو کچھ میری تقدیر میں لکھا تھا۔ میں اُسے خود تو تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سب کچھ میرے ہاتھوں ہونا تھا۔ آہ مجھے خودکشی کر لینی چاہیے' مجھے مر جانا چاہیے۔ واقعی میں زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوں۔ مجھے مر جانا چاہیے۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"نہیں بابا خان' ہمیں آپ کی زندگی کی ضرورت ہے' اس انداز میں نہ سوچیں اگر عدنان سلامن ہمیں معاف کر دے تو ہماری زندگی کا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

"میں آپ سے جو کچھ کہہ چکا ہوں چچا جان۔ آپ نے شاید اس پر غور نہیں کیا۔" عدنان نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں عدنان بیٹے۔ ہم لوگ اپنے طور پر ایسے ہی احساسات کا شکار ہیں۔ بابا خان اس کا کفارہ ایک ہی طرح سے ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ شیران سلامن کے بیٹے کی زندگی بھر اطاعت کی جائے۔ اس کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا جائے' اسی میں ہم لوگوں کا ضمیر مطمئن ہو سکتا ہے۔"

"عدنان ہمارا بیٹا ہے اور اس عظیم باپ کا بیٹا جس نے پہاڑوں کی تاریخ میں ایک بھیانک تباہی کو روک دیا ہے۔ شیران کی یاد ہمیشہ ان پہاڑوں میں زندہ رہے گی اور کوئی یہ نہ کہہ سکے گا کہ وہ ایک برا انسان تھا۔ اُسے برائیوں کی طرف دھکیل دیا گیا تھا۔ ہاں اس کے عوامل تھے اور اُس کا سبب ہم ہی تھے۔ صرف ہم... بہرطور ان جذباتی باتوں سے اب کچھ حاصل نہیں ہوگا نعمان خان' تم یہ سناؤ کہ تم اس دوران کیا کارروائی کرتے رہے ہو؟"

"کچھ نہیں بابا خان' جو کچھ میں نے کیا اُس سے کہیں بڑھ کر شیران نے کر دکھایا۔ میں وہاں تک پہنچ گیا تھا۔ حکومت کے نمائندوں کو میں نے اس طرف متوجہ کر دیا تھا اور جب میں اپنے ساتھ بے پناہ قوتیں لے کر یہاں پہنچا تو مجھے علم ہوا کہ یہاں وہ سب کچھ ہو چکا ہے' جو مجھے کرنا تھا' ایک پہاڑ کے رہنے والے نے وہ کارروائی مکمل کر دی تھی جس کے لیے پوری فوج درکار تھی۔ بس اتنی سی کہانی ہے میری' یا پھر نینسی کوین نامی لڑکی کے ذریعے شہباز خان کا واقعہ معلوم ہوا لیکن یہاں بڑی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔"

"ہاں نعمان خان' پہاڑوں کے قبیلوں کی ایک فیڈریشن بن چکی ہے اور عدنان سلامن اس فیڈریشن کا سربراہ ہے۔ ہماری انتہائی خواہش یہی ہے کہ ہم عدنان سلامن کے لیے یہاں آسانیاں پیدا کرتے رہیں۔ تم کچھ وقت آرام کر لو' سکون سے کچھ وقت گزار لو' تو اُس کے بعد عدنان سلامن کے ساتھ بیٹھ کر میں تمھیں دوسری تمام کارروائیوں کے بارے میں بتاؤں گا۔"

نعمان خان نے بادشاہ خان کے سامنے گردن خم کر دی تھی اور پھر وہ یہاں سے اُٹھ گیا۔ آئیوی کے ساتھ کچھ وقت گزارا۔ آئیوی نے اس دوران تمام باتیں نعمان خان کو بتادی تھیں اور نعمان خان ان تفصیلات سے حیرت زدہ بھی تھا اور متاثر بھی.... مارلینو کے بارے میں بھی اُسے تفصیلات آئیوی نے بتادی تھیں اور نعمان خان اس کا شکر گزار تھا کہ ایک غیر ملکی ہونے کے باوجود اس نے پہاڑوں کے رہنے والوں کے لیے کتنی بڑی قربانیاں .. دی تھیں۔

دوسرے دن بادشاہ خان نے عدنان سلامن اور دوسرے تمام اہم لوگوں کو جمع کیا۔ نعمان خان بھی وہیں موجود تھا اور اس کے بعد بادشاہ خان نے کہا۔

"نعمان خان، عدنان سلامن بلاشبہ نوعمر ہے لیکن میں نے اس چھوٹی سی عمر میں ہی اس کے اندر ایسی صلاحیتیں پوشیدہ دیکھی ہیں جو کسی انتہائی تجربے کار انسان میں ہو سکتی ہیں اور اس کی وجہ مجھے شد عاشی سے معلوم ہو چکی ہے۔ مسٹر مارلینو نے جہاں اور تمام کام کر کے ہم پر احسانات کیے ہیں۔ وہاں انھوں نے عدنان سلامن کی ایسی تربیت کر کے ہم پر ایک اور بڑا احسان کیا ہے۔ عدنان سلامن گو ابھی نوعمر ہے لیکن ہم اسے ایک تجربے کار حکمران کہہ سکتے ہیں۔ میری خواہش ہے نعمان خان کہ تم اپنی جوان العمری سے جو فائدہ پہاڑوں کے رہنے والوں کو پہنچا سکتے ہو، اس میں اپنا حصہ منتخب کر لو۔ توقیر خان اور میرے دوسرے بچے بھی اس کے لیے مخصوص ہو جانے چاہئیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام قبیلوں کو یکجا کر کے اس خطرے کو ختم کرنے کی کوشش کریں، جو ہمیں کسی بھی وقت اُس بڑے ملک کی طرف سے درپیش ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہماری جغرافیائی حیثیت خاصی تشویش ناک ہے، گو یہ بھی حقیقت ہے کہ پہاڑوں پر پہاڑوں کی تاریخ میں کبھی اجنبیوں کا تسلط نہیں رہا۔ یہاں حکومتیں ضرور تبدیل ہوتی رہیں۔ بادشاہانِ وقت ان علاقوں کو اپنے زیرِ تصرف لاتے رہے اور انھوں نے اس سے خاطر خواہ فائدہ بھی اُٹھایا لیکن جمہوریت کے اس دور میں کوئی بھی ملک کسی ملک پر تسلط قائم کر کے اپنی اجارہ داری قائم نہیں کر سکتا لیکن جو دشمن ہماری تاک میں ہے اور جس کی نگاہیں ہمارے ان علاقوں پر جمی ہوئی ہیں۔ اس کے مقاصد بہت گہرے لیکن واضح ہیں۔ وہ ہمارے ذریعے کچھ ایسے مفادات حاصل کرنا چاہتا ہے جو اُس کے لیے بے حد ضروری ہیں اور اس بات کو مدِ نگاہ رکھنا ضروری ہے کہ دشمن خاموش نہیں بیٹھے گا۔ ایک محاذ پر خدا کے فضل سے ہم نے اُسے شکست دی ہے اور ان پہاڑوں کی ... آزادی برقرار رکھی ہے لیکن اب وہ نئے شیطانی منصوبے لے کر میدانِ عمل میں آئے گا اور نئی کاوشوں کے ساتھ ہمارے یہاں بدامنی پھیلائے گا۔ چنانچہ اس کے لیے پہاڑوں میں موجود قبیلوں کو متحد ہو کر دفاع کا بندوبست کرنا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پہاڑوں سے جہالت ختم کر دی جائے۔ قبیلوں کی روایات میں گو بڑی تبدیلی پیدا نہیں کی جا سکتی لیکن کچھ ایسی تبدیلیاں ضرور پیدا کی جا سکتی ہیں، جن کے ذریعے آپس کی دشمنیاں اور چپقلشیں ختم ہو جائیں اور مشترکہ طور پر اس بڑے دشمن کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کی جائیں۔ ہمیں جدید ہتھیاروں کی ضرورت ہے، اُس کے لیے تربیت کی ضرورت ہے اور ہمارے ان علاقوں میں ایسی چیزیں قائم ہونی چاہئیں، جن کی مدد سے ہم اس دشمن سے ہوشیار رہیں۔ اس کے لیے ہم ایک باقاعدہ پروگرام بنا کر حکومت سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ ہماری امداد کرے۔ ہم حکومت سے یہ نہیں کہیں گے کہ ہماری روایات میں دخل اندازی کی جائے یا ہمیں ایسے کاموں کے لیے مجبور کیا جائے، جنھیں پہاڑوں میں رہنے والوں نے کبھی پسند نہیں کیا لیکن مشترکہ طور پر دفاع کے لیے ہماری تربیت اگر حکومت کی طرف سے ہو، تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہم سب کے لیے بہت فائدہ مند ہوگی اور نعمان خان تم ایک تعلیم یافتہ انسان ہونے کی حیثیت سے اس سلسلے میں بہترین کارروائی کر سکتے ہو۔ مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت ہے۔ یہ تمام کارروائیاں عدنان سلامن کی سربراہی میں ہوں گی، کیونکہ ہم نے مشترکہ طور پر اُسے اس فیڈریشن کا سربراہ تسلیم کیا ہے۔"

عدنان خاموشی سے یہ گفتگو سن رہا تھا۔ نوریز بھی قریب ہی موجود تھا۔ عدنان اور نوریز عموماً ساتھ ہی دیکھے جاتے تھے۔ دونوں میں بے پایاں محبت تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر نعمان نے کہا۔

"بابا خان، اس سلسلے میں، میں ایک لائحہ عمل تیار کر کے آپ کے ذریعے عدنان سلامن کو پیش کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ ہم سب مل جل کر کوئی نہ کوئی مشترکہ لائحہ عمل تیار کر لیں گے۔ درحقیقت یہ دور صرف کھیتی باڑی کر کے زندگی گزارنے کا نہیں رہا، بلکہ دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق خود کو منظم کر کے اس دیس کی حفاظت اپنے ہی کندھوں پر اُٹھانا ہوگی اور یہ بات پہاڑوں میں بسنے والے ایک ایک فرد کو معلوم ہو جانی چاہیے کہ ایک دوسرے سے لاتعلق ہو کر یا دشمنی کر کے ہم نہ خود زندہ رہ سکیں گے اور نہ ہی پہاڑوں کی روایات کو برقرار رکھ سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے، میں انتظار کروں گا اور عدنان اس سلسلے میں اگر تمہارے ذہن میں کوئی واضح بات ہو تو اُس کا اظہار کرو۔"

"بابا خان آپ میرے بزرگ ہیں اور مسٹر مارلینو کے ساتھ ساتھ میں آپ کو بھی وہی حیثیت دیتا ہوں جو میرے تعمیر کنندگان کی ہو سکتی ہے، آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی خواہش یا اپنے احساسات کا اظہار کروں تو اگر اجازت ہو تو میں کھل کر جو کہنا چاہتا ہوں وہ کہوں۔"

"ہاں عدنان سلامن تمہاری گفتگو پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جو کچھ دل میں آتا ہے بیٹے صاف صاف کہو۔"

"لیکن بابا خان ایک درخواست اور ہے۔"

"ہاں کہو... وہ بھی کہو۔"

"جب یہ سب کچھ میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں تو پھر اس بات کا خواہش مند بھی ہوں گا کہ اسے مان لیا جائے، بابا خان میں ایک ایسے انسان کا بیٹا ہوں، جس کی فطرت آپ بخوبی جانتے ہیں بابا خان۔ میں نے اپنے باپ کی وہ تمام صفات غیر محسوس انداز میں خود میں محسوس کی ہیں، جو پہاڑوں میں بعض اوقات بُری نگاہوں سے دیکھی جاتی رہی ہیں۔ آپ یقین کریں بابا خان میں نہیں جانتا تھا کہ شیران سلامن کو جنگلی درندوں سے اس لیے نفرت ہے کہ انھوں نے میرے دادا بہزاد سلامن کو ہلاک کر دیا تھا۔ میری فطرت میں یہ چیز شروع ہی سے تھی اور یہاں پہاڑوں میں آکر ہی نہیں بلکہ یہاں سے باہر کی زندگی میں بھی میں نے بے شمار جنگلی درندوں کو ہلاک کیا۔ اس سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے وجود میں میرے باپ کا خون کس طرح موجزن ہے اور میں کس طرح اس کے انداز میں سوچتا ہوں۔ اس تمام طویل گفتگو کا مقصد یہ ہے بابا خان کہ جو کچھ میں آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں، وہ میرے سینے میں ایک ٹھوس حقیقت اختیار کر چکا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میری بات مان لی جائے اور مجھے مخلصانہ طور پر اپنے عمل کے لیے اجازت دے دی جائے۔" سب کی آنکھوں میں تجسس کے آثار تھے۔ وہ سب عدنان کی سمت دیکھ رہے تھے۔ اس کے لہجے میں کوئی کھوٹ نہیں تھا اور یہ حقیقت سب ہی جانتے تھے کہ شیران کا بیٹا شیران کی سی صفات کا مالک ہے اور اسے اپنی جگہ سے ہلانا ممکن نہیں ہوگا۔ چند لمحات مکمل خاموشی رہی پھر عدنان سلامن نے کہا۔

"میری خواہش ہے، بابا خان کہ ہم میں سے سب سے زیادہ معمر، سب سے زیادہ قابلِ احترام شخصیت ہونے کی وجہ سے پہاڑوں کی اس فیڈریشن کے سربراہ آپ ہوں۔ نعمان خان یعنی میرے چچا جان آپ کے معاون کار اور نائب ہوں اور اس طرح آپ دونوں قبائل کو اکٹھا کر کے یہ فیصلہ کریں کہ اس سلسلے میں آپ کو کیا کرنا ہے۔ بابا خان میں آپ کو اپنی ذہنی کیفیات بتانا چاہتا ہوں۔ میں نے یورپ میں پرورش پائی ہے۔ وہاں کے ماحول کو دیکھا ہے۔ وہاں کی زندگی کو میں نے اپنایا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ ان پہاڑوں کو اپنی زندگی سے زیادہ چاہنے کے باوجود میں یہاں حکومت کرنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر میرے بابا شیران کی خدمات کو مدِ نگاہ رکھتے ہوئے آپ انھیں یہ حیثیت دیتے تو مجھے اس سے انکار نہ ہوتا اور میں خود بھی ان کے ایک غلام کی حیثیت سے ان کے احکامات کی تعمیل کرتا۔ پہاڑ کسی کی وراثت نہیں ہیں بابا خان، ہم سب کا گھر ہیں اور ہم اپنے گھروں کی چھتوں کو مضبوط کرنے کے لیے یکساں حقوق رکھتے ہیں۔ پہاڑی قبیلوں میں کوئی ایک زیرک انسان جو ہم سب سے بہتر سوچ کا حامل ہو، اگر اس قابل ہو تو اُسے یہ تمام ذمے داریاں سونپی جا سکتی ہیں اور میری یہی خواہش ہے بابا خان کہ مخلصانہ طور پر اس سلسلے میں تمام کارروائی کی جائے اور کسی شخص کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ ہم پر اُنگلی اُٹھا سکے۔ ہمیں ان پہاڑوں کی عظمت اور ان کی شان برقرار رکھنی ہے۔ ہماری عظمت اور ہماری شان انھی کی بلندی سے وابستہ ہے اور اس سلسلے میں کسی ایک آدمی کو ان کا مالک نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بابا خان آپ یہ ذمے داری اپنے کاندھوں پر سنبھالیں۔ آپ نے تنظیم کے لیے ایک بڑی حیثیت سے کام کیا ہے۔ ان لوگوں سے آپ نے کم از کم یہ معلومات ضرور حاصل کی ہوں گی کہ کس طرح ملکوں کی ترتیب کی جاتی ہے اور کس طرح دشمن کی کارروائیوں کو ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ میں اپنی خدمات آپ کو دوسری شکل میں پیش کرنا چاہتا ہوں بابا خان اور اس کے لیے آپ سب سے پہلے اس بات کا اعلان کریں۔ ایک بار پھر قبائل کو اکٹھا کر کے میرے جذبات اور احساسات ان تک پہنچائیں اور اپنے آپ کو فیڈریشن کا صدر قبول کریں۔ اس کے بعد میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

"تم کہہ چکے ہو عدنان سلامن یا ابھی کچھ اور کہنا باقی ہے؟"

"میری گفتگو کا ابتدائی حصہ ختم ہو گیا ہے بابا خان اور اب

..... میں دوسرے حصے کا انکشاف اُس وقت کروں گا جب آپ مجھے اپنی ماتحتی میں قبول کرلیں گے۔"

"بیٹے یہ سب کچھ میں نہیں چاہتا تھا لیکن تمھارا لہجہ اتنا ٹھوس ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ نعمان خان کیا تم اس سلسلے میں میری مدد کرسکتے ہو؟ میں چاہتا ہوں کہ عدنان سلامن اپنی اس بات سے باز آجائے۔"

نعمان خان نے عدنان کی طرف دیکھا، چند لمحات دیکھتا رہا، پھر سرد لہجے میں بولا۔ "بابا خان اس چٹان کو اپنی جگہ سے ہلانا ممکن نہیں ہے۔"

"مگر نعمان خان یہ سب کچھ مناسب نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ تم کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو، جو اس جگہ کو اس منصب کو سنبھال سکے۔ کاش عدنان سلامن یہ سب کچھ نہ کہتا۔"

"لیکن میں کہہ چکا ہوں بابا خان۔" عدنان سلامن نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں میں جانتا ہوں کہ تم کہہ چکے ہو اور جو کچھ تم کہہ چکے ہو، اُسے ختم نہیں کیا جاسکتا لیکن مجھے میرا ضمیر اس بات کی اجازت نہیں دیتا، کہ جو منصب تنظیم مجھے ایک غدار کی حیثیت سے سونپنا چاہتی تھی، وہی منصب میں اب بھی قبول کرلوں۔ میں نے بہتر نہیں کیا ہے، عدنان سلامن، میں نے بہتر نہیں کیا ہے؟"

"اس سلسلے میں، میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں بابا خان۔"

"ہاں کہو۔" نعمان خان بولا۔

"شیران خان ان پہاڑوں میں ایک ناپسندیدہ حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کی برتری قبول نہیں کی تھی اور یہی وجہ تھی کہ لوگ اس سے خوش نہیں تھے۔ کوئی بھی خوش نہیں تھا۔ بابا خان اپنی فطرت کے باوجود اس نے اپنی آخری زندگی میں اپنی شخصیت ہی تبدیل کردی اور وہ کر گیا، جو ان پہاڑوں میں رہنے والوں کے مفاد میں تھا۔ بابا خان، آپ نے تنظیم کے لیے جو کچھ بھی کیا، کسی حد تک لاعلمی میں کیا اور جب آپ کو یہ علم ہوا کہ آپ کی اس تمام جدوجہد کا نتیجہ پہاڑ کے رہنے والوں کے لیے غلامی کی شکل میں ظاہر ہوگا تو آپ نے پھر وہی کیا، جو ان پہاڑوں کے ایک نیک آدمی کو کرنا چاہیے تھا۔ اس لیے ہم ماضی کو کسی بھی طور غلط نہیں کہہ سکتے۔ کیوں وہ سب کچھ لاعلمی میں ہوا تھا۔ اس کے باوجود میں نے یہ بھی کہا ہے بابا خان کہ کوئی بہتر آدمی آپ کے سامنے آگئے، تو آپ اپنی تمام ذمے داریاں اس کے کاندھوں پر سونپ کر اپنے آپ کو اس کے معاون کی حیثیت سے پیش کردیں۔ اس میں کوئی غیر مخلصانہ بات نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو اپنے بارے میں سب کچھ بتادوں کہ میرے ذہن میں کیا منصوبے ہیں لیکن صرف آپ کی آسانی کے لیے، آپ کی خوشی کے لیے میں اپنی اس بات میں لچک پیدا کررہا ہوں۔ بابا خان میں اس ملک کے مقابلے پر ڈٹ جانا چاہتا ہوں۔ میرے ذہن میں یہ منصوبہ بہت عرصے سے پرورش پارہا ہے کہ میں پہاڑوں کے محافظ کی حیثیت سے ان لوگوں کے سامنے سینہ سپر ہوجاؤں اور جہاں بھی ان کی کارروائیوں کو دیکھوں، ان کو ناکام بنانے کی کوشش کروں۔ آپ میرا مقصد سمجھ رہے ہوں گے بابا خان۔ میں ان پہاڑوں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ میں ان کی تلاش میں سرگرداں ہوجانا چاہتا ہوں اور اس طرح بابا خان میری ایک انتقامی حس کو بھی تسکین پہنچے گی۔ جن لوگوں کی وجہ سے میرے بابا خان کی زندگی گئی ہے، میں ان لوگوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ اب اسے آپ ان پہاڑوں کی مٹی کی دین کہیں، یا جو کچھ بھی آپ کا دل چاہے کہیں۔ انتقام کا جذبہ میرے سینے میں بھی موجزن ہے۔ میں ہر اُس شخص کو قتل کردینے کا خواہش مند ہوں جس کے بارے میں مجھے پتا چل جائے کہ میرے باپ کی موت میں اُس کا ہاتھ تھا۔ یہی میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ بیرونی دُنیا میں بھی ہمیں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے بابا خان۔ خطرے کو اس وقت ہی خطرہ نہیں سمجھنا چاہیے، جب وہ گھر کے دروازے تک پہنچ جائے بلکہ دروازے پر پہنچنے سے پہلے بھی اس سے آشنا ہونا ضروری ہے، تاکہ ہم پہلے سے ہی اس کے لیے بندوبست کرسکیں، یہ بات ہمارے مفاد میں ہے بابا خان۔ آپ اس پر ضرور غور کریں۔ اس کے لیے آپ کو سنجیدگی سے سوچنا ہوگا۔"

تمام لوگ حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ عدنان نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا لیکن ان میں سے کوئی یہ نہیں چاہتا تھا کہ... عدنان سلامن تنہا اس خطرناک مہم پر روانہ ہوجائے اور اپنی زندگی کھو بیٹھے۔

کافی دیر تک خاموشی طاری رہی تھی، پھر بادشاہ خان نے کہا۔ "لیکن عدنان تم کن بنیادوں پر اس کام کا آغاز کرنا چاہتے ہو؟"

"کسی کام کے لیے کوئی بنیاد نہیں ہوتی بابا خان۔ میں صرف اپنے جذبوں کے ساتھ سفر کروں گا اور اپنے طور پر جو کچھ بھی مجھ سے ہوسکا کرتا رہوں گا۔"

"تم بابا خان کو اپنا بزرگ مانتے ہو عدنان اور مجھے اپنا چچا کہتے ہو اور اس بات پر مجھے اپنے ایمان کی طرح یقین ہے کہ تم جو کہتے ہو اس میں مکمل سچائی ہے لیکن بیٹے ایک بڑا ہونے کی حیثیت سے تمھیں یہ بتانا بھی میرا فرض ہے کہ اپنے بزرگوں کے تجربات سے بعض اوقات فائدہ اُٹھالیا جاتا ہے۔ جس ملک کے مقابلے پر تم کام کرنے کے خواہش مند ہو، اس میں اس قسم کے کاموں کی تربیت کے لیے ایک اعلیٰ تربیتی نظام موجود ہے، جبکہ اس کی نسبت تم ان معاملات میں بے شک ذہین ہو لیکن ان کی طرح تربیت یافتہ نہیں کیا تم اس بات کو محسوس نہیں کرتے کہ ہم تمھیں زندگی کھونے کے لیے چلے جانے کی اجازت نہیں دیں گے، جب تک کہ ہمیں اس بات کا یقین نہ ہوجائے کہ تم ٹھوس بنیادوں پر کام کرنے کے اہل ہو۔ تمھاری اس بات سے بھی مجھے اختلاف ہے عدنان سلامن کہ کسی کام کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ انسان کی ہر سوچ کی ایک بنیاد ہے۔ تم شیران خان کا انتقام لینا چاہتے ہو، نا اُن سے۔ بنیاد تو یہاں سے پڑ گئی۔ تم ان پہاڑوں کا تحفظ چاہتے ہو ان سے۔ یہ بھی ایک بنیاد ہے۔ چنانچہ عدنان بیٹے تمھارے کام کی بنیاد بھی اتنی ہی مضبوط ہونی چاہیے، جتنی تمھارے اس کام کے لیے ضروری ہے۔ ہم تمھارے ٹھوس لہجے کی تردید نہیں کرسکتے اور نہ ہی اپنے آپ کو اس کا اہل پاتے ہیں، اگر تم بابا خان کو یہ برتری دینا چاہتے ہو تو اس کے لیے تمھارا شکریہ بھی ہم پر فرض ہے۔ ہم تمھاری بات کو تسلیم کیے لیتے ہیں لیکن جو کام تم کرنا چاہتے ہو، اس کے لیے تمھیں تنہا نہیں چھوڑا جاسکتا۔"

"لیکن یہ کام تنہا ہی مجھ پر فرض ہے، آپ لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میں شیران کا بیٹا ہوں۔ میں اپنے باپ کا انتقام لینا چاہتا ہوں اور خدا کا احسان ہے کہ یہ انتقام پہاڑوں میں رہنے والے کسی فرد سے نہیں لیا جارہا، بلکہ اس کا شکار کچھ دوسرے ہی لوگ ہیں۔ آپ کو خوش ہونا چاہیے اس بات پر کہ میں اپنے مقصد کے لیے ان پہاڑوں سے باہر نکلنا چاہتا ہوں۔"

"ہم خوش ہیں بیٹے یقیناً ہم خوش ہیں لیکن ہمارا تجربہ یہ کہتا ہے کہ ابھی تمھیں کچھ وقت درکار ہوگا۔ تمھیں اُن کے مقابلے کے لیے بہت سی تیاریاں کرنا ہوں گی۔ کیا تم ہمارے اس حق کو ہم سے چھین لینا چاہتے ہو، جو تمھیں سمجھانے کے لیے ہمارے پاس محفوظ ہے۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں چچا جان۔" عدنان سلامن نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اور اس کے لیے ابھی وقت ہے ہمارے پاس۔ ہم اس پر گفتگو کرلیں گے۔"

"نہیں۔ میں بُری طرح اکتاہٹوں کا شکار ہوں۔ آپ نوریز خان سے پوچھ سکتے ہیں کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ وہ میرا ساتھی ہے۔ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہے۔ میری دلی کیفیات کو وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ آپ معلوم کرلیجیے۔ اس سے کہ میں بے پناہ اکتاہٹیں محسوس کررہا ہوں۔ مجھے اپنا یہ تعطل ایک مجرمانہ کوشش محسوس ہوتا ہے۔ میرے باپ کی روح... آسمانوں میں بھٹک رہی ہے۔ وہ مجھے ان بلندیوں پر دیکھنا چاہتی ہے جو اُسے سرفراز کریں۔ آپ مجھے اس سے نہ روکیں چچا جان۔ ہاں اگر کوئی بہتر مشورہ دے سکتے ہیں تو میرا فرض ہے کہ میں اسے تسلیم کرلوں۔"

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اور اس کے لیے میں مسٹر مارلینو سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ وہ ان علاقوں میں بڑی حیثیت رکھتے ہیں اور پھر سچی بات تو یہ ہے کہ ہم سے زیادہ ان کا حق تم پر ہے۔"

"ہاں، میں اپنے کام کے لیے مسٹر مارلینو سے بھی مشورہ کروں گا۔ بابا خان یہ بات میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ میں یہاں سے سیدھا ہانگ کانگ ہی جانا چاہتا تھا تاکہ مسٹر مارلینو سے ملاقات کرکے اپنے اس کام کے بارے میں کچھ مشورے حاصل کروں۔"

"تب پھر ٹھیک ہے۔ ہم اس گفتگو کو مسٹر مارلینو سے ملاقات تک محدود کیے دیتے ہیں۔ مسٹر گرینچ آپ براہ کرم اس بات کا بندوبست کریں کہ مسٹر مارلینو سے ہماری بات چیت ہوسکے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر مارلینو ان دنوں ہانگ کانگ ہی میں کچھ خصوصی مصروفیات میں ہیں۔ چنانچہ اگر ہم انھیں یہاں بُلانا... چاہیں تو وہ آ تو ضرور جائیں گے لیکن انھیں اپنے بہت سے کام ترک کرنا ہوں گے۔ البتہ اگر آپ چاہیں تو میں ٹرانسمیٹر پر آپ کی بات کراسکتا ہوں۔"

"جلد از جلد یہ انتظام کرلیجیے مسٹر گرینچ، میں آپ کا شکرگزار

ہوں گا۔" عدنان سلامن نے کہا۔

"ہمیں کم از کم ایک رات تو سوچنے کا موقع دو عدنان۔" بادشاہ خان نے کہا۔

"ضرور سوچ لیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ فیصلہ آپ میرے ہی حق میں کریں گے۔ جب آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں بابا خان کہ ان پہاڑوں کو اور یہاں پر رہنے والوں کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے۔ ہمارا مقابلہ پہاڑوں میں رہنے والے قبیلوں سے نہیں ہے، بلکہ ان سے باہر کے چالاک دشمنوں سے ہے تو پھر ہمیں ان کے مقابلے میں وہی سب کچھ بننا ہوگا جو ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ اگر میں اس انداز میں کام کروں تو آپ کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ کم از کم ہم انھیں ان کی سرحدوں میں، ان کے ملک میں، ان کی ریشہ دوانیوں کا جواب دے سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے عدنان سلامن۔ کل صبح ہم تمھیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیں گے۔" بادشاہ خان نے کہا اور اس وقت یہ اجتماع منتشر ہو گیا لیکن رات کو بادشاہ خان، نعمان خان کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھ گیا۔ نعمان نے کہا۔

"عدنان سلامن نے جو فیصلہ کیا ہے بابا خان۔ وہ اس پر عمل کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ آپ اس کے ٹھوس لہجے سے اس بات کا اندازہ لگا چکے ہوں گے اور پھر ہم اس کی فطرت کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس کی اس کیفیت کو نہیں بھول سکتے، جو اسے اس کے باپ سے ورثے میں ملی ہے۔ چنانچہ کیا یہ ... مناسب ہوگا کہ وہ خاموشی سے یہاں سے نکل جائے اور ہم اس کے لیے کوئی مناسب بندوبست بھی نہ کر سکیں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ مسٹر مارلینو بھی اس سلسلے میں ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے، وہ بھی عدنان سلامن کو اس کے مقصد سے باز نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ کیوں نہ کوئی بہتر راہ تلاش کر کے اُسے کام کرنے کا مشورہ دیا جائے۔"

"یہ بہتر راہ تمھارے ذہن میں کیا ہو سکتی ہے؟"

"مسٹر مارلینو سے گفتگو کرنے کے بعد ہی بتا دوں گا بابا خان! ان سے مشورہ کر لینا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ ہم سے زیادہ بہتر اور زیادہ تجربے کار ہیں۔" نعمان نے جواب دیا۔

"تو ایسا کیوں نہ کریں نعمان خان کہ کل عدنان سلامن کے سامنے مارلینو سے گفتگو کرنے کی بجائے ہم گرے پیپر کے ذریعے یہ تمام حالات ابھی اسی وقت مسٹر مارلینو کے سامنے رکھ دیں اور ان سے مشورہ طلب کریں۔"

"عمدہ تجویز ہے بابا خان۔ مسٹر گرے پیپر کو طلب کر کے یہ کارروائی کر لی جائے۔"

مارلینو سے گفتگو کرنے کے لیے گرے پیپر تھوڑی دیر تک کوشش کرتا رہا پھر اس کے بعد اس کا رابطہ مارلینو سے قائم ہو گیا۔

"مسٹر مارلینو بادشاہ خان آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور۔ کیسے ہیں بادشاہ خان؟" مارلینو کی آواز اُبھری۔

"مسٹر مارلینو خدا کا فضل ہے۔ اچھا ہوں .... بڑی ذمے داریاں سونپ دی ہیں آپ نے ہمارے شانوں پر۔ ہم ان سے نبرد آزما ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک بہت بڑا مسئلہ ہمارے درمیان آ گیا ہے۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو یہ اطلاع دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نعمان خان واپس آ گیا ہے۔ وہ زندہ ہے اور بخیریت ہے۔ دوسری اطلاع یہ ہے مسٹر مارلینو کہ میری بدقسمتی نے ایک اور نیا انکشاف کیا ہے وہ یہ کہ شیران ... میرے بھائی کا قاتل نہیں تھا۔ یہ اطلاع آپ کو دینا اس لیے ضروری ہے مسٹر مارلینو کہ اب آپ ہم سے الگ نہیں ہیں بلکہ ہم ذہنی طور پر اپنے آپ کو آپ کا شریکِ سفر سمجھتے ہیں۔"

"اس اعتماد کے لیے شکر گزار ہوں بادشاہ خان۔ وہ پریشانی کیا ہے جو آپ لوگوں کو لاحق ہو گئی ہے؟"

"عدنان سلامن ان پہاڑوں میں نہیں رہنا چاہتا۔ اس نے اپنے طور پر کوئی منصوبہ تیار کیا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی کوشش اُسے اس کام سے باز نہیں رکھ سکتی۔"

"کیا منصوبہ ہے وہ؟"

"وہ تنظیم کے مدِ مقابل آ کر کام کرنا چاہتا ہے۔" بادشاہ خان نے کہا اور عدنان سلامن سے ہونے والی تمام گفتگو مارلینو کو بتا دی۔ مارلینو چند لمحات خاموش رہا پھر اُس نے کہا۔

"میرے خیال میں اُس کا فیصلہ بہترین ہے بادشاہ خان۔ واقعی یہ فیصلہ درحقیقت ہم لوگوں کو کرنا چاہیے تھا، جو اس نے خود کیا۔"

"آپ اس سے متفق ہیں مسٹر مارلینو؟"

"ہاں۔ میں سمجھتا ہوں یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے اور میں آپ لوگوں کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ عدنان سلامن اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے آپ کے اطراف میں بکھرے ہوئے تمام لوگوں سے بہتر انسان ہے۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر مارلینو کہ آپ نے اُس کی بہترین تربیت

کرائی ہے لیکن کیا آپ کے ذہن میں اس وقت یہ بات تھی مسٹر مارلینو کہ کبھی کسی موقع پر آپ ایسا کریں گے؟"

"نہیں، یہ حقیقت ہے۔ میں نے کبھی اس کے بارے میں اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ میں اُسے صرف ایک فولادی ... انسان بنانا چاہتا تھا۔ میری دلی خواہش تھی کہ وہ اپنے باپ کی تصویر بنے۔"

"تو کیا یہ ضروری نہیں ہے مسٹر مارلینو کہ ابھی ہم اُسے تھوڑی سی تربیت اور دلائیں۔ کم از کم اس قسم کی کہ وہ ایسے کاموں کے لیے اپنے آپ کو بہتر بنا لے۔"

"ہاں میں اس تجویز سے بھی متفق ہوں اور اس کے لیے میرے ذہن میں ایک نام آتا ہے۔" مسٹر مارلینو نے کہا۔

"کیا ہائی شون، مسٹر مارلینو؟" نعمان خان نے سوال کیا۔

"ہاں۔ کیا تم اس کے بارے میں جانتے ہو نعمان خان؟" مارلینو نے نعمان خان کی آواز پہچان لی تھی۔

"ہاں مسٹر مارلینو، ہائی شون کے بارے میں مجھے کچھ تفصیلات فراہم ہوئی تھیں۔ غالباً مسٹر ہائی شون اس ادارے کے مالک بھی ہیں، جسے انھوں نے اپنے نام پر کھولا ہے۔ یہاں مختلف اقسام کی تربیتیں دی جاتی ہیں اور یہاں سے نکلنے والے فولادی انسان دنیا کے بیشتر ممالک میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ کیا آپ اسی ہائی شون کی بات کر رہے ہیں مسٹر مارلینو؟"

"ہاں یہ تربیتی ادارہ دنیا کے مختلف ملکوں میں رہنے والوں کو تربیت دیتا ہے اور یہاں کے تربیت یافتہ عام آدمیوں سے کہیں مختلف ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے، عدنان سلامن کو اس کے لیے تیار کر لیا جائے اگر وہ ایک سال ہائی شون میں گزارے تو اس کے بعد ایک بہترین انسان بن کر نکل سکتا ہے اور ہم اس بات پر پوری طرح اعتماد کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے مقصد کے لیے کارآمد ہوگا۔"

"تو مسٹر مارلینو! آپ کا کیا مشورہ ہے۔ اس سلسلے میں ہم اپنے طور پر اُسے یہ نہیں بتائیں گے کہ ہم آپ سے گفتگو کر چکے ہیں۔ کل آپ کو دوبارہ زحمت دی جائے گی اور اس وقت آپ اگر پسند کریں تو یہ مشورہ عدنان کو بھی دے دیں، بلکہ اُسے مجبور کریں کہ وہ اس پر عمل کرے۔"

"میرا خیال ہے وہ اس سے انکار نہیں کرے گا۔ میں اس کے سینے میں کھولتے ہوئے آتش فشاں سے واقف ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ جس باپ کی اولاد ہے، وہ کس فطرت کا مالک تھا۔ چنانچہ ہم اُسے اس سے روک نہیں سکتے۔ لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ عدنان کو اس کے لیے تیار کر لوں گا۔" مارلینو نے جواب دیا۔

"آپ کی اس گفتگو نے ہمیں بڑا اطمینان بخشا ہے مسٹر مارلینو۔ ان تبدیلیوں کے لیے ہمیں آپ کی ضرورت ہوگی۔"

"مجھے آپ لوگوں سے ایک درخواست کرنی ہے۔ تھوڑا سا وقت مجھے گانگ ہو میں درکار ہے اور اس کے بعد شاید گرے پیپر نے آپ کو بتایا ہوگا کہ میں خود بھی آپ کا ساتھی بن جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ گانگ ہو سے میرا دل اُچاٹ ہو گیا ہے لیکن اپنی کچھ ذمے داریاں پوری کرنی ہیں۔ اُس کے بعد میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس دوران اگر آپ لوگ مجھے یہیں رہنے دیں تو میں آپ لوگوں کا شکر گزار ہوں گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر مارلینو، لیکن کم از کم ٹرانسمیٹر پر آپ عدنان سلامن کو یہ ہدایت دے کر اس کے لیے مجبور کر دیں۔ میرا خیال ہے، وہ آپ کا یہ حکم نہیں ٹالے گا۔"

"بات صرف حکم کی نہیں ہے۔ وہ اپنے طور پر جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ابھی اپنی تربیت کی تکمیل کرے، اگر اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھ کر وہ اتنے بڑے کام کے لیے نکل جاتا ہے تو اس کا سیدھا سادا مطلب ہے خودکشی اور ہم میں سے کوئی بھی اُسے خودکشی کی اجازت نہیں دے گا خواہ اس کے لیے ہمیں اس سے کچھ اختلاف ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔"

"یقیناً مسٹر مارلینو، بے شک وہ ایک سرکش نوجوان ہے لیکن ہم سب ہی کا احترام کرتا ہے۔ ویسے ہائی شون کے بارے میں آپ پوری طرح مطمئن ہیں؟ کوئی ایسی بات جو آپ کو اس سلسلے میں متردد کرتی ہو؟"

"نہیں، نا صرف ہائی شون کے سلسلے میں میں مطمئن ہوں بلکہ مسٹر ہائی شون سے میرے ذاتی تعلقات بھی ہیں۔ میں عدنان سلامن کے لیے انھیں خصوصی ہدایت دے سکتا ہوں۔"

"اس لیے تو ہم نے اس سلسلے میں سب سے پہلے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے مسٹر مارلینو۔"

درمیان میں نعمان خان نے بات چیت شروع کر دی تھی۔ اس لیے بادشاہ خان خاموشی سے بیٹھا ہوا کسی سوچ میں گم تھا۔ مسٹر مارلینو نے ان سے وعدہ کیا کہ دوسرے دن صبح جب اس سلسلے میں گفتگو ہو، تو ان سے بات کر لی جائے۔ وہ ... عدنان سلامن کو سمجھانے کی کوشش کریں گے اور اس گفتگو کے

بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔ بادشاہ خان نے پُراطمینان انداز میں گردن ہلائی اور پھر اُس نے کہا۔

"میرا خیال ہے یہ گفتگو نہایت مناسب رہی۔"

"ہاں بابا خان۔ عدنان مسٹر مارلینو کی بات نہیں ٹال سکتا۔" نعمان خان نے جواب دیا تھا۔

دوسرے دن عدنان سوالیہ نگاہیں لیے ہوئے پھر بادشاہ خان کے سامنے پہنچ گیا۔ بادشاہ خان، نعمان خان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے اس کا استقبال کیا اور عدنان ان کے قریب بیٹھ گیا۔

"عدنان ہم تقریباً ساری ہی رات تمہارے سلسلے میں سوچتے رہے ہیں۔ تم ہمارا موضوع گفتگو رہے ہو۔"

"بابا خان یہ صرف آپ کی محبت ہے اور آپ کی گہری سوچ کہ آپ نے اس مسئلے کو اتنی زیادہ اہمیت دے دی ہے۔ میں اپنی ماں سے بھی گفتگو کر چکا ہوں۔ میری عظیم ماں مجھے اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ اگر میں اپنے باپ کے انتقام کے لیے دشمنوں کی راہ پہ نکلنا چاہتا ہوں تو اُسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"سدھاشی بہت عظیم ہے عدنان اور کیوں نہ ہوتی، وہ ایک ایسے باپ کی بیٹی ہے جس نے اپنی زندگی رہبانیت میں گزاری ہے۔ بہت بڑی عورت ہے وہ۔ ہمارے لیے انتہائی قابلِ احترام۔ ان پہاڑوں کی ناک ہے وہ کیونکہ شیران کی بیوی ہے اور عدنان کی ماں اور بیٹے ہم بھی تمہاری اس گفتگو کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ہمارے سمجھانے بجھانے کی کوششیں تم پر اثر انداز نہیں ہوں گی اور تم وہی کرو گے، جو تمہارے ذہن میں ہے لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم بزرگوں کو ایک اہمیت دیتے ہو، اُن کا احترام کرتے ہو۔"

"بابا خان آپ حکم دیجیے۔ میں اپنی گردن کاٹ کر آپ کے قدموں میں ڈالنے کے لیے تیار ہوں۔ سچی بات یہی ہے ... بابا خان کہ مجھے حکمرانی نہیں آتی۔ میں کسی کو حکم دیتے ہوئے یوں محسوس کرتا ہوں جیسے میں گناہ کر رہا ہوں۔ وہ میرے ہی جیسے لوگ ہوتے ہیں۔ حکومت کرنے کا فن سب کو نہیں آتا بابا خان۔ میں تو ایک سپاہی ہوں۔ آپ شاید اگر ان پہاڑوں کی حکومت میرے بابا شیران کے حوالے کرتے تو وہ بھی ہنس کر اسے مسترد کر دیتا۔ ہماری رگوں میں وہ خون ہی نہیں ہے جو تخت پر بیٹھ کر حکومت چلائے۔ ہم سپاہی ہیں۔ جنگلوں، پہاڑوں، صحراؤں اور آبادیوں میں لڑتے رہنا ہمارا شوق ہے اور یہی ہماری زندگی ہے۔ میرے لیے ضروری ہے بابا خان کہ آپ مجھے میرے مقصد کو پورا کرنے کی اجازت دے دیں۔ اسی میں، میں خوش رہوں گا۔"

"ہم نے یہی فیصلہ کیا ہے عدنان کہ تمہیں اس کی اجازت دے دی جائے لیکن بزرگوں کے احترام والی بات جو میں نے کہی تھی وہ ایک خاص سلسلے میں تھی۔"

"حکم بابا خان۔" عدنان احترام سے بولا۔

"عدنان بے شک مسٹر مارلینو نے تمہیں جس طرح تربیت دلائی ہے، بے شک سدھاشی نے جس طرح تمہارے وجود میں شیران کو زندہ رکھا ہے، وہ ہمارے لیے قابلِ فخر ہے لیکن جس دشمن کے مقابلے پر تم جانا چاہتے ہو، وہ طاقتور ہی نہیں، ذہین اور چالاک بھی ہے۔ ملکوں کی ذہانت کسی ایک انسان سے منسلک نہیں ہوتی۔ کروڑوں ذہن اس سلسلے میں کام کرتے ہیں اور ان ذہنوں کی تربیت اس طرح ہوتی ہے کہ تم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ بے شک تمہاری تربیت نے تمہیں فولاد بنا دیا ہے۔ ہمیں تم پر اعتماد ہے لیکن ہمارا تجربہ کہتا ہے کہ ابھی تمہیں مزید تربیت کی ضرورت ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے عدنان کہ تم ابھی اُن لوگوں کے مقابلے کے لیے اپنے آپ کو منظم کرو۔ مزید کچھ تربیت حاصل کرو۔ اس لیے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں ہانگ کانگ کے ایک ادارے میں بھجوا دیا جائے، جہاں یہ کام کیا جاتا ہے۔ ہانگ کانگ میں ہائی شون نامی ایک ادارہ بڑی عجیب و غریب نوعیت کا ہے۔ وہ بے شمار افراد کو تربیت دیتا ہے اور اس کے تربیت یافتہ نوجوان دُنیا کے مختلف گوشوں میں مختلف کام انجام دیتے ہیں۔ انھیں سیاسی نوعیت کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ تم جس طرح بھی پسند کرو، وہاں رہ کر اپنے آپ کو حالات سے روشناس کر سکتے ہو اور کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد جب تمہاری تربیت مکمل ہو جائے تو پھر ہمیں اس پر اعتراض نہ ہو گا کہ تم اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے نکل پڑو۔ اس کے بغیر بیٹے ہم خوشی سے تمہیں اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ چاہے ہمیں ٹھکرا کر یہاں سے چلے جاؤ۔"

"نہیں بابا خان۔ مجھے ہر چیز سے اختلاف نہیں ہوتا۔ میں جانتا ہوں کہ آج ہی میں جا کر میں اپنے باپ کے دشمنوں کو قتل کر کے ختم نہیں کر دوں گا۔ اس کے لیے مجھے وقت لگے گا۔ چنانچہ اگر آپ کے ذہن میں یہ بات ہے تو میں آپ کی بات رد نہیں

کروں گا۔ کون سا ادارہ ہے، وہ کہاں ہے؟ مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتائیے۔ میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔" عدنان سلجھا ہوا نوجوان تھا۔ اس بات سے اُس نے مکمل اتفاق کیا تھا ... حقیقت پہاڑوں میں اُس کا جی نہیں لگتا تھا۔ شیران اگر زندہ ہوتا تو وہ اُس کی خدمت کرتے ہوئے، اپنی زندگی کی آخری سانس تک یہاں گزار دیتا لیکن شیران کی موت کے بعد اس کے سینے میں جذبۂ انتقام پیدا ہو گیا تھا۔ وہ یہ سوچتا تھا کہ اس کے باپ کے ساتھ اس کو گزارنے کے لیے چند لمحات بھی نہ ملے ... اس کے ذمے دار کچھ اور لوگ ہیں۔ چنانچہ وہ اُن لوگوں کو پوری طور پر فنا کر دینا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے وہ سب تو اس کا شکار نہیں ہو سکتے تھے لیکن اپنے دل کی تسکین کے لیے جو کچھ بھی ممکن ہو سکے، کم از کم جدوجہد تو جاری رہے گی۔ یہی جذبہ اس کے دل میں تھا۔ بہر طور اس طرح مان جانے کی وجہ سے ان لوگوں کو بہت خوشی ہوئی اور اُس کے بعد مسٹر مارلینو سے رابطہ قائم کیا گیا۔ مسٹر مارلینو نے عدنان سلامن سے بات کی اور عدنان کو آمادہ پا کر انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ ہانگ کانگ میں ہائی شون کو اس کے بارے میں مکمل طور پر ہدایات دے دیں گے۔ عدنان جب بھی چاہے اس تربیت کے لیے یہاں سے روانہ ہو سکتا ہے۔ معاملات خوش اسلوبی سے طے ہو گئے تھے۔ کوئی ایسی بات نہ ہو پائی تھی جو ان لوگوں کے تردد کا باعث ہوتی۔ سدھاشی عدنان کو اجازت دینے کے لیے تیار تھی۔ اس سلسلے میں بادشاہ خان نے بھی اس سے بات کر لی تھی اور پھر عدنان کی روانگی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ یہ تیاریاں آخری مراحل میں تھیں اور یہ بات طے پا گئی تھی کہ عدنان کو کب روانہ ہونا ہے۔ تو نوریز نے اپنے باپ ... نعمان خان سے ملاقات کی۔

"پاپا میں عدنان کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔" نعمان خان چونک گیا تھا۔ اُس نے نوریز کے چہرے پر پھیلے ہوئے تاثرات دیکھے تھے اور اس کے بدن میں کپکپاہٹ دوڑ گئی۔ اتنی سنگینی تھی ان تاثرات میں کہ نعمان خان متعجب رہ گیا۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔

"نوریز، عدنان ایک مقصد لے کر یہاں سے جا رہا ہے، تم اس میں کیسے شریک ہو سکتے ہو؟"

"میرے سینے میں بھی ایک مقصد ہے پاپا۔ آپ نے میرے سامنے یہ بات کہی تھی کہ غلط فہمی کی بنیاد پر شیران خان کے ساتھ دشمنی کا ایک طویل مرحلہ طے کیا گیا ہے۔ ہمارے پاس اس کا کفارہ ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے ... لیکن آپ عدنان سلامن کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ کیا اُس کی زندگی اتنی بے حقیقت ہے کہ ہم اُسے موت کے راستوں پر تنہا چھوڑ دیں؟ ہمارے کچھ فرائض نہیں ہیں پاپا۔ میں نے انتظار کیا تھا کہ عدنان سلامن، ہائی شون کے لیے روانہ ہوتے ہوئے مجھے بھی دعوت دے گا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں پاپا لیکن میں جانتا ہوں کہ عدنان کے دل میں کیا ہے۔ اگر وہ سیر و تفریح یا سیاحت کے لیے جانے کا ارادہ رکھتا تو نوریز کے بغیر یہ خیال اس کے ذہن میں بھی نہ آتا لیکن پاپا وہ یہی سوچتا ہے کہ اس کی منزل موت کی منزل ہے۔ وہ مجھے ان راستوں پر لے جانے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ بتاؤ پاپا کیا وہ ہم پر کوئی حق نہیں رکھتا ہے!" نعمان خان گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"سنو نوریز، عدنان کو خاموشی سے جانے دو۔ تمہارے بارے میں، میں فیصلہ کروں گا، بہت جلد فیصلہ کر لوں گا اور یہ فیصلہ تمہارے حق میں ہو گا لیکن عدنان سے اس کا تذکرہ مت کرنا۔ سمجھ رہے ہو تم، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس ... سے انحراف نہیں ہے۔ لیکن اس کے لیے کچھ انتظار کرو۔ اس بات کو ابھی اپنے سینے ہی میں رہنے دو۔" نوریز چند لمحات نعمان خان کی شکل دیکھتا رہا اور پھر اُس نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

"جو آپ کا حکم ہے پاپا ویسا ہی ہو گا۔"

★★

بوسن کیمپ کے انچارج کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ جس شخص کو یہاں انچارج بنا کر بھیجا گیا ہے وہ صحیح الدماغ نہیں۔ کیونکہ اُس کے آتے ہی کیمپ پر خوف و موت کی ملی جلی فضا طاری ہو گئی تھی۔

لسٹن کو باہر نکالنے کا مطلب تھا کہ دس پندرہ افراد کی ہلاکت لازمی ہو گئی۔ وہ کسی بھی قیمت پر اس وحشی انسان کو باہر نہ نکالتا، جو آدم خور بھی تھا اور جسے اُس وقت گرفتار کیا گیا تھا جب اُس نے تین زندہ انسانوں کو بھنبھوڑ کھایا تھا۔ وہ جنونی تھا اور اس کے اندر بے پناہ قوتیں سرائیت کر گئی تھیں۔ انچارج کو وہ حادثہ آج تک یاد تھا جب لسٹن اچانک آزاد ہو گیا تھا اور اسے اُس کے قید خانے تک واپس پہنچانے کی کوشش کی گئی تھی اور آج دوسری بار اسے باہر لایا جا رہا تھا۔ کسی ایک انسان کی دیوانگی نہ جانے کتنے انسانوں کی موت کا باعث بننے والی

تھی۔ اس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمی سے انتظامات کرنے کے لیے کہہ دیا تھا لیکن اس کا دل چاہ رہا تھا کہ خود کیمپ چھوڑ کر بھاگ جائے کیونکہ وہ ہونے والی اس وحشت خیزی کی برداشت نہیں رکھتا تھا۔

اس کے اطراف میں کھڑے ہوئے لوگوں کے چہروں پر سنسنی پھیلی ہوئی تھی اور دفعتاً شیران کی غراہٹ سُنائی دی۔

"فلیش گاسون، دیر کیوں کی جا رہی ہے؟"

"اوہ جناب... یقیناً... یقیناً" فلیش گاردن کو اس کے لہجے میں بے پناہ غراہٹ محسوس ہوئی تھی اور پھر چونکہ اس کے لیے احکامات دیے گئے تھے اور انھی احکامات کے ساتھ ساتھ کچھ خصوصی بندوبست بھی کیے گئے تھے۔ اس لیے فلیش گاسون جانتا تھا کہ ان احکامات کی تعمیل کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ اس نے اپنے آدمیوں کو خصوصی ہدایات دیں۔ رائفل بردار تقریباً سو سو گز کے فاصلے پر رائفلیں سنبھال کر گھیرا بنانے لگے اور کچھ افراد خار دار تاروں سے کرنٹ ختم کرنے کے لیے دوڑ گئے۔ ایک انسان کو باہر لانے کے لیے اس طرح تیاریاں ہو رہی تھیں، جیسے نجانے کتنے افراد کو کنٹرول کرنا ہو۔ شیران خاموشی سے ان لوگوں کی بھاگ دوڑ دیکھتا رہا اور پھر جب مسلح محافظوں کا ایک پورا دستہ اس بیرک کا دروازہ کھولنے کے لیے گیا جس میں لسٹن قید تھا تو شیران کے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا۔

"وہ صرف ایک ہی آدمی ہے نا؟" اس نے کہا اور انچارج چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"ہاں جناب دیکھنے میں وہ صرف ایک آدمی ہے لیکن میں آپ کو اس کے بارے میں بتا چکا ہوں، وہ چھ گولیاں کھا کر بھی زندہ رہا اور یہ گولیاں اس کے بدن سے نکالی بھی نہیں گئیں۔"

"سُنو انچارج ان سب کو حکم دے دو کہ حالات کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہو جائیں، کوئی بھی اُس پر گولی نہیں چلائے گا۔" شیران نے کہا۔

"عجیب بات ہے جناب۔ یہ تو ان لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوئی۔" انچارج احتجاجی انداز میں بولا اور شیران مُسکرانے لگا۔

"نہیں دوست، میری بات سُنو۔ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہو رہی۔ تم اطمینان رکھو، میں اُس سے کچھ گفتگو کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ سکون سے میری باتوں کا جواب دے گا۔"

انچارج کے ذہن میں آیا کہ وہ پوچھے کہ آخر اس سکون کی بنیاد کیا ہو گی لیکن مدِ مقابل بھی لسٹن کی طرح وحشی ہی معلو[م] ہوتا تھا۔ چنانچہ انچارج کی ہمت نہ پڑی۔ جو لوگ لسٹن [کی] بیرک میں گئے تھے انھوں نے بیرک کا دروازہ کھول دیا او[ر] پھر اس بُری طرح پلٹ کر پیچھے بھاگے کہ مُڑ کر بھی نہ دیکھا [اور] وہ اُنھی لوگوں کے پاس جا کھڑے ہوئے تھے، جو رائفلیں تا[نے] لسٹن کا انتظار کر رہے تھے۔ چاروں طرف سے اس بیرک کو فوجیوں نے گھیر لیا تھا۔ انچارج کی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ اس نے آہستہ سے شیران سے کہا۔

"معذرت خواہ ہوں جناب لیکن مجھے اجازت دیـ[ں] کہ اُن لوگوں کے ساتھ جا کھڑا ہوں۔" شیران نے ہنس کر اُ[سے] اجازت دے دی تھی۔ بیرک کا دروازہ کھل گیا تھا لیکن [لسٹن] دروازے میں نظر نہیں آیا۔ شاید اُسے اس بات کا یقین نہ [تھا] تھا کہ اُسے آزادی دی گئی ہے پھر جب اُسے یقین ہو گیا [تو] وہ بیرک کے دروازے میں نظر آیا۔ شیران کی آنکھیں بیرک [کے] دروازے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اُس نے ایک نیم ز[ندہ] انسان کو دروازے میں کھڑے دیکھا جس کا قد چھ فٹ انچ کے قریب ہو گا۔ بدن البتہ خاصا پھیلا ہوا تھا لیکن موٹا نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ وہ وحشی بدن کا مالک بدن پر لباس کی جگہ چیتھڑے جھول رہے تھے بلکہ وہ [تقریباً] برہنہ ہی تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ داڑھی منتشر تھی ا[ور] بدن پر ریچھ ہی کی طرح بال تھے۔ خدوخال بہت ہی خ[وفناک] اور آنکھیں بڑی بڑی لیکن سُرخ۔ وہ افریقی نژاد معلو[م ہوتا] تھا۔ چند لمحات وہ بیرک کے دروازے میں کھڑا باہر دیکھتا رہا۔ شیران اُس کا جائزہ لے رہا تھا پھر آہستہ آ[ہستہ] وہ بیرک کی سیڑھیاں اُتر کر نیچے آ گیا۔ خار دار تاروں [کے] اُس نے چند لمحات خاموشی سے گزارے اور اُس کے [بعد] غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیا ہے یہ سب کچھ، کیا بات ہے؟"

"باہر آؤ۔" شیران غرایا اور لسٹن تیند صیائی ہو[ئی] نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"ان تاروں میں بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہے" [اُس] نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔ شیران کے لیے یہ جملہ ہی کا[فی تھا]۔ لسٹن نے اُسے کُتا کہا تھا اور یہ برداشت کرنا شیران کی بات نہیں تھی۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور [اس نے] خار دار تاروں کی باڑھ کو پکڑ لیا۔ لسٹن معنی خیز نگ[اہوں]

[سے اُ]سے دیکھ رہا تھا۔ دوسرے لمحے وہ اس باڑھ سے گزر کر لسٹن [کے] سامنے پہنچ گیا۔ لسٹن کی آنکھوں میں خود بھی حیرت کے آثار [تھے]۔ پھر اُس نے کہا۔ "اس کا مقصد ہے کہ تم لوگوں... [نے] خار دار تاروں سے کرنٹ ختم کر دیا ہے اور اس طرح تم [نے] لسٹن کی توہین کی ہے کُتے کے بچے، سب سے پہلا شکار [تُو] ہی ہو گا میرا۔"

شیران خاموشی سے کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا۔ لسٹن ایک [خو]نخوار دیو کی مانند اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ شیران کو تین [گ]الی دے چکا تھا اور شیران کا پیمانۂ صبر لبریز ہوتا جا رہا تھا۔ [اس] کے بعد بھلا اس بات کی کیا گنجائش تھی کہ دشمن اس دُنیا [میں] سانس لے سکے۔ لسٹن اس کے سامنے موجود تھا۔ شیران کی [آنک]ھوں میں سُرخ سُرخ لہریے اُبھرنے لگے۔ خون ہی خون [اُتر] آیا تھا اُس کے چہرے پر۔ لسٹن اس کی ان تمام کیفیات [کو بے ا]ختیار اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تب شیران نے کہا۔

"جانور تو شاید مجھے نہیں جانتا۔ جنگلی درندوں کو قتل [کرنا] میرا محبوب مشغلہ ہے اگر تُو خار دار تاروں کی اس باڑھ [سے] باہر قدم رکھ لے تو میں تجھ سے شکست مان لوں گا اور اس [کے] بعد تجھے آزادی دے دی جائے گی کہ ان سب کو کھا جانا [یا جو] سلوک چاہے کر لینا۔"

"اچھا اچھا... ان خار دار تاروں میں کرنٹ نہیں ہے [اس] کے باوجود میں باہر نہیں جا سکتا۔ میرے لیے یہ مشکل کام [نہی]ں ہے لیکن اس سے پہلے میں تیری دلیری کی داد دینا [چا]ہتا ہوں تجھے۔ آجا میرے سینے سے لگ جا۔ آجا..." [اُ]ن نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور آگے بڑھنے لگا۔

انچارج اور اس کے ساتھیوں کی رُوحیں فنا ہو رہی تھیں [حالا]نکہ وہ کافی فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے اور مسلح تھے... [ش]یران اور لسٹن کو اس قدر قریب کھڑے دیکھ کر ان کی [رگوں میں] سنسنی دوڑ رہی تھی۔

دفعتاً لسٹن نے آگے بڑھ کر شیران کو اپنے بازوؤں [میں بھ]ینچنا چاہا لیکن شیران نے اپنے اوپری جسم کو تھوڑا سا [پیچھے کر]کے ایک بھرپور لات، پوری قوت سے لسٹن کے [پیٹ پر] ماری اور وہ اوندھا ہو گیا۔ اس پاؤں کی زد سے اچھے [اچھے فـ]ـنا ہو سکتے تھے لیکن لسٹن کے پیٹ میں صرف ہلکی سی [تکلیف] ہوئی تھی۔ اُس نے دونوں ہاتھ اپنے پیٹ پر رکھ لیے تھے۔ شیران آگے بڑھا اور اس نے پوری قوت سے سر کی ٹکر لسٹن کی ناک پر ماری۔ اس بار لسٹن کے بدن کو زمین چاٹنا پڑی تھی۔ وہ پوری قوت سے پُشت کے بل نیچے گرا لیکن قلابازی کھا کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ یہ غصے اور دیوانگی کی علامت تھی۔ چند ساعت وہ یونہی کھڑا رہا اور اس کے بعد اُس کے حلق سے ایک خوفناک غراہٹ نکلی، جو بھیڑیے کی آواز سے مشابہ تھی۔ دوسرے لمحے وہ مُنہ کھول کر شیران پر لپک پڑا لیکن شیران نے پھرکی کی طرح گھومتے ہوئے ایک لات اُس کے جبڑے پر ماری اور لسٹن کا مُنہ دوسری طرف گھوم گیا۔ اس کے ساتھ ہی شیران کے حلق سے بھی ایک خوفناک غراہٹ نکلی اور وہ لسٹن پر ٹوٹ پڑا۔ دیکھنے والوں کے دل سینوں میں خطرناک رفتار کے ساتھ دھڑک رہے تھے۔ انھیں یہی محسوس ہو رہا تھا جیسے دو خونخوار بھیڑیے پوری قوت سے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں، نوچ رہے ہوں، بھنبھوڑ رہے ہوں۔ زمین سے اس بُری طرح گرد اُڑ رہی تھی دونوں کے بدن اس گرد میں چھپ گئے تھے۔ لسٹن باقاعدہ شیران سے گتھا ہُوا تھا اور شیران، لسٹن کو شاید اپنی زندگی میں اس سے زیادہ بھیانک تجربہ کبھی نہ ہوا ہو۔ وہ تو اپنے آپ کو ہی ایک وحشی جانور سمجھتا تھا لیکن جو خوفناک بلا اس سے چمٹ گئی تھی وہ اس سے کہیں زیادہ خوفناک تھی تین گالیاں... تین گالیاں اور سُرخی۔ یہ دونوں چیزیں شیران کے حواس پر طاری تھیں۔ اُس کی اُنگلیوں کی گرفت لسٹن کے شانوں کی ہڈیوں پر تھی اور وہ پُوری قوت صرف کر رہا تھا۔ دفعتاً ایک تڑاخا سا ہُوا اور لسٹن کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی تھی۔ انچارج دو قدم پیچھے ہٹا لیکن پھر اپنے ساتھیوں کی شکل دیکھ کر فوراً آگے آ گیا۔ اسے اپنی پوزیشن بھی برقرار رکھنا تھی۔

لسٹن کو شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ کئی بار اُٹھنے کی کوشش میں نیچے گرا... لیکن اس کی شامت ہی آ گئی تھی۔ لسٹن کے چہرے کے بال آہستہ آہستہ اس کے سر سے غائب ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی بڑھی ہوئی داڑھی کے گچھے کے گچھے اس کے چہرے سے یوں جُدا ہو رہے تھے، جیسے وہ اس کی کھال میں پیوست نہ ہوں، بلکہ گوند سے چپکے ہوں۔ وہ انتہائی کوشش کر رہا تھا لیکن ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے اُس کے ہاتھوں کی قوت بے کار ہو گئی تھی پھر دفعتاً شیران کی دونوں

کمڑی ہوئی اُنگلیاں اس کی آنکھوں سے اندر داخل ہوکر کھوپڑی میں اُتر گئیں۔ اب لسٹن کی دلخراش چیخوں کے علاوہ وہاں اور کوئی آواز نہیں تھی لیکن شیران اسے چھوڑنے پر تیار نہیں تھا۔ اس نے لسٹن کے بالوں کو پکڑا اور اُس کے چہرے کو زمین پر ایسے رگڑنے لگا' جیسے کوئی شرارتی بچہ پنسل کو فرش پر رگڑ رہا ہو۔ وہ اس قوت سے لسٹن کے چہرے کو زمین پر رگڑ رہا تھا کہ لسٹن کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی، پھر اس کے ہونٹ رگڑ کھا کر اپنی اصل شکل کھو بیٹھے اور پھر اُس کے بعد اس کے گالوں کا گوشت بھی زمین پر لکیریں بناتا ہوا اُدھڑنے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد اس کا بدن سرد ہو گیا تھا لیکن شیران کی دیوانگی سرد نہیں ہوئی تھی وہ اس کا نام و نشان مٹا دینا چاہتا تھا۔

انچارج اور دوسرے لوگ خوف سے لرزہ براندام تھے پھر جب لسٹن کا چہرہ ان کی نگاہوں کے سامنے آیا تو خوف سے ان کی چیخیں نکل گئیں۔ یہ چہرہ کہاں تھا، گوشت کا ایک لوتھڑا تھا جس کے کوئی خدوخال نہیں تھے۔ آنکھوں کی جگہ دو خونی غار نظر آ رہے تھے۔ شیران کا اپنا چہرہ خون سے لت پت تھا۔ اس نے اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے صاف کیا اور انچارج کے پاس پہنچ گیا، پھر بولا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"فف... فف..." انچارج کے مُنہ سے پوری بات نہ نکل سکی تھی۔

"اس کی لاش اُٹھا کر کسی ایسی جگہ پھینک دو' جہاں اسے گدھ کھا جائیں۔" اس نے کہا اور آہستہ آہستہ اپنی قیام گاہ کی جانب چل پڑا۔ وہ سب خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ فلیش گارمن کی حالت پہلے سے بھی بدتر تھی۔ اس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ شخص... یہ شخص۔ خدا کی پناہ' تم لوگ... تم لوگ اندازہ لگا چکے ہو کہ یہ کیا ہے، اس لیے محتاط رہنا، بہت محتاط رہنا۔ اُس کے کسی بھی حکم کی تعمیل میں ایک لمحے کی تاخیر نہ ہو۔" انچارج کے پورے بدن میں جھرجھری دوڑ گئی۔ دوسرے لوگ بھی متحیرانہ انداز میں جاتے ہوئے شیران کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت تک' جب تک کہ وہ اپنی بیرک میں روپوش نہ ہو گیا۔

★★

اسٹیلا براؤن سن اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو گئی... یہاں تک پہنچنے میں اسے کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا لیکن ذہنی طور پر وہ بہت پریشان تھی۔ عملی زندگی میں ابھی تک اسے اس قسم کے واقعات کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ جو کچھ بھی اسے کرنا ہوتا اس کے لیے وہ ایک مضبوط پلاننگ کرتی اور کامیابی سے اس پلاننگ کے تحت عمل کر ڈالتی۔ اس بار جو ہدایات دی گئی تھیں ان کے بارے میں اسے صحیح تفصیلات بھی نہیں معلوم تھیں اور غالباً یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہی تھی۔ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر وہ بہت دیر تک جھنجلائی ہوئی سی بیٹھی رہی دفعتاً اسے اس سوٹ کیس کا خیال آیا اور چند لمحات وہ اس کی طرف پُرخیال نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ سوٹ کیسوں کے بارے میں اسے کوئی خصوصی اطلاع نہیں دی گئی تھی اگر ایسا ہی کوئی مسئلہ تھا اور بات صرف ان دونوں افراد کو وہاں سے نکال لانے کی نہیں تھی تو اسے اس کے بارے میں بتا دینا چاہیے تھا۔ اب اس کو اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ وہ سوٹ کیس کھول کر دیکھ لے کہ آیا ان لوگوں کا کہنا دُرست ہے یا اس میں بھی کوئی چال بازی کی گئی ہے۔

یہ خیال اس کے ذہن میں جم گیا اور چند لمحات کے بعد وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر سوٹ کیس کے قریب پہنچ گئی۔ سوٹ کیس کے تالے کھولنے میں اسے کوئی خاص دقت نہیں ہوئی تھی۔ سوٹ کیس میں اُوپر تک امریکن ڈالر بھرے ہوئے تھے۔ لاکھوں روپے مالیت کی کرنسی تھی۔ اسٹیلا سحرزدہ نگاہوں سے اس کرنسی کو دیکھتی رہی لیکن اُس کے ذہن میں کوئی لالچ پیدا نہیں ہُوا تھا۔ اس قسم کی لڑکی تھی وہ، جو کام اس کے سپرد کیا جاتا اور اس کا جو معاوضہ ہوتا تھا' وہ صرف اسی پر اکتفا کرتی تھی۔ بے شمار ایسے مواقع آئے۔ جب اسے دولت حاصل کرنے کا موقع ملا لیکن اس طرح اسے دولت حاصل کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اسے اپنا مقصد ان تمام چیزوں سے زیادہ عزیز تھا۔ ان لوگوں نے احمقانہ طریقے سے اسے اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ چنانچہ ایسی شکل میں تو وہ ان کے ساتھ اتنا بھرپور تعاون تو نہ کر سکے گی تاہم اسے رینی الفانو کے بارے میں انتظار تھا۔ اور انتظار اُسے دوسرے دن شام کو پانچ بجے تک کرنا پڑا۔

ساڑھے پانچ بجے کے قریب اسے ٹیلی فون موصول ہوا۔ اس نے ریسیور کان سے لگایا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سینورا اسٹیلا۔"

"ہاں میں بول رہی ہوں۔"

"رینی الفانو کے بارے میں کچھ معلومات موصول ہوئی ہیں ... پتا نوٹ کرو۔ اس بات کے امکانات ہیں کہ وہاں اس ... سے تمہاری ملاقات ہو جائے۔"

"پتا بتایا جائے۔" اسٹیلا نے کہا اور سایک پتا اسے بتا دیا ... اسٹیلا نے یہ پتا ذہن نشین کر لیا تھا پھر دوسری طرف سے ... گیا۔

"اب آپ اس سلسلے میں کیا پروگرام رکھتی ہیں سینورا اسٹیلا؟"

"میں اس پوری کارروائی سے شدید اختلاف رکھتی ہوں ... آپ کو علم ہے کہ اب تک میں جو کچھ کرتی رہی ہوں اس ... کبھی ناکام نہیں رہی ہوں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ایک ناقص ... نگ کے ذریعے مجھے اس کام کی طرف راغب کیا گیا تھا... اس کی وجہ سے مجھے ابتداء ہی میں زک اُٹھانا پڑی اور آپ ... جانتے ہیں کہ میں شکست کھا کر خوش نہیں رہ سکتی۔"

"یقیناً مس اسٹیلا... لیکن معاملات اتنے ہی اُلجھے ہوئے ... کہ آپ کو اس سلسلے میں پوری تفصیل نہیں بتائی جا سکتی تھی۔"

"کرنسی نوٹوں کے اس سوٹ کیس کا کیا کرنا ہے؟"

"ایک سوٹ کیس آپ کی تحویل میں ہے' باقی دو کی ہمیں ... اش ہے اور وہ دونوں سوٹ کیس یقیناً اس لڑکی رینی الفانو کے پاس ہیں۔ آپ کوشش کیجیے کہ یہ سوٹ کیس اس سے حاصل ... کیں۔"

"ٹھیک ہے میں اس سلسلے میں آج رات کو کام کروں ...۔" اس کے بعد سلسلۂ گفتگو منقطع ہو گیا تھا۔ اسٹیلا بہت دیر ... کچھ سوچتی رہی اور پھر اس نے فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ بھی ہو گا' ... جائے گا۔ رینی الفانو کو سب سے پہلے سزا دینا ضروری ہے۔

رات کو تقریباً ایک بجے جب کائنات پر ہولناک سناٹا ... ری تھا' اسٹیلا اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل آئی۔ سب مشین گن ... کے لباس میں پوشیدہ تھی۔ اسے جس جگہ کا پتا بتایا گیا تھا' وہ ... بوٹ یارڈ تھا' جہاں ٹوٹی پھوٹی کشتیوں کی مرمت کی جاتی ... ۔ اس جگہ کے لیے اس بات کا شبہ ظاہر کیا گیا تھا کہ رینی الفانو ... پوشیدہ ہے۔ جب اسٹیلا اس پتے پر پہنچی تو اس نے دیکھا ... اینٹ اور لکڑی کی بنی ہوئی دو منزلہ عمارت تھی۔ یہ عمارت ... کے بالکل کنارے پر واقع تھی اور سوائے ایک لیمپ پوسٹ کے ... کا کوئی اور انتظام نہیں تھا۔ اردگرد کی تمام عمارتیں تاریکی ... ڈوبی ہوئی تھیں۔ خود بوٹ یارڈ کے اندر مکمل تاریکی چھائی ... تھی۔ اسٹیلا دیر تک وہاں کھڑی سن گن لیتی رہی مگر اس کو عمارت کے اندر یا اطراف میں زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آئے البتہ کبھی کبھار کوئی لانچ ہلکا سا شور مچاتی ہوئی عمارت کے قریب سے گزر جاتی تھی۔

اسٹیلا نے اپنا ساتھ لایا ہوا بیگ ایک جگہ رکھ دیا اور سب مشین گن نکال کر بوٹ یارڈ کے عقبی حصّے کی طرف روانہ ہو گئی۔ عقبی حصّے میں لکڑی کا ایک گیٹ تھا' جو اس وقت مقفل تھا۔ گیٹ سے متصل دیوار دُور تک پھیلتی چلی گئی تھی مگر اس دیوار کو خاردار تاروں سے ڈھک دیا گیا تھا۔ اسٹیلا اس صورتحال کی متوقع تھی۔ اس قسم کی دیواریں وہ پہلے بھی کئی بار پھلانگ چکی تھی اس نے محتاط نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیا اور دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئی۔

انتہائی احتیاط کے باوجود چند نوکیلے تار اس کی ہتھیلیوں اور پنڈلی میں خراشیں لگا گئے تھے۔ اس کے ذہن پر شدید جھنجلاہٹ طاری تھی۔ چند لمحات کے بعد وہ اپنے آپ کو سنبھال کر رہائشی حصّے کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس نے گھوم پھر کر جائزہ لیا۔ ہر طرف مکمل خاموشی تھی اور تمام کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند تھے۔ چند لمحات وہ پریشانی کے عالم میں سوچتی رہی اندر داخل ہوتا ایک مسئلہ بن گیا تھا لیکن پھر ایک نظریے کے تحت کہ کوئی کام کُلی طور پر مکمل نہیں ہوتا اور کوئی نہ کوئی خامی ضرور رہ جاتی ہے۔ اس نے باری باری ہاتھ سے ہلا کر تمام کھڑکیوں کو آزمایا اور پھر اسے ایک ایسی کھڑکی مل گئی جس کے شٹر گرے ہوئے تھے اور جسے آسانی سے کھولا جا سکتا تھا۔ اسٹیلا نے کوئی آواز پیدا کیے بغیر شٹر اُٹھایا اور اندر جھانکنے لگی۔ اندر ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ یہ آفس نما کمرا تھا۔ درمیان میں ایک میز اور دو کُرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ میز پر ایک زنگ خوردہ پنکھا اور لیمپ رکھا ہوا تھا اور کمرے میں روشنی اسی لیمپ سے ہو رہی تھی۔ میز سے ذرا دُور ایک الماری رکھی ہوئی تھی اور اس کے قریب ہی اس نے رینی الفانو کو دیکھا۔

مدھم روشنی میں رینی الفانو کا ہلکا سا سایہ نظر آ رہا تھا۔ اس وقت اس کا خوف سے سُتا ہُوا چہرہ اس کے سامنے تھا۔ اس کی انگلیوں میں سگریٹ دبی ہوئی تھی جسے وہ بہت نروس انداز میں پی رہی تھی۔

اسٹیلا حیران تھی کہ یہ کھڑکی کیسے کھلی رہ گئی۔ شاید گھبراہٹ و پریشانی میں۔ اسٹیلا نے اچھی طرح رینی الفانو کا جائزہ لیا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ چند لمحات کے بعد اسٹیلا

نے سب مشین گن اندرونی دیوار سے ٹکائی اور پھر انتہائی احتیاط کے ساتھ کوئی آواز پیدا کیے بغیر کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو گئی۔ مشین گن اُٹھانے کے بعد وہ بلی کی مانند پنجوں کے بل چلتی ہوئی رینی الفانو کے بالکل سامنے پہنچ گئی۔ رینی الفانو کو اس کے قدموں کی ذرا بھی چاپ نہیں محسوس ہوئی تھی۔ یہ اسٹیلا کی خوبی تھی۔ وہ بے آواز چلنا اچھی طرح جانتی تھی اور پھر اس کے حلق سے سانپ کی سی پھنکار نکلی۔

"مس رینی الفانو۔" رینی بے اختیار اُچھل پڑی تھی۔ اسٹیلا پر نظر پڑتے ہی اس کے حلق سے ایک تیز چیخ نکل گئی۔ اسٹیلا نے غراتے ہوئے انداز میں ہاتھ آگے بڑھا کر رینی الفانو کے بال اپنی مٹھی میں جکڑ لیے اور ایک جھٹکا دے کر اُسے ایک کرسی پر دھکیل دیا۔ اس کے بعد فوراً ہی اس نے مشین گن کی نال رینی الفانو کے رخسار پر چپکا دی۔ رینی نے دوبارہ چیخنے کے لیے مُنہ کھولا مگر اس کی چیخ حلق ہی میں گھٹ کر رہ گئی۔ اس کی پُتلیاں دہشت و خوف سے منجمد ہو کر رہ گئی تھیں۔ چند لمحات وہ سکتے کی سی کیفیت میں اسٹیلا کو دیکھتی رہ گئی پھر اس کے ہونٹوں سے کانپتی ہوئی آواز نکلی۔

"مم... میڈم اسٹیلا براؤن سن... آپ... آپ یہاں کیسے آگئیں؟"

"مجھے آنا ہی تھا رینی الفانو۔ تمھیں اس چالاکی کی سزا دینے کے لیے۔"

"مم... میرا خیال تھا کہ آپ... آپ..."

"ہاں۔ تمھارا خیال تھا کہ میں مر چکی ہوں کیوں؟ لیکن رینی الفانو میرا نام اسٹیلا براؤن سن ہے اور مجھے تمھاری مدد کے لیے بھیجا گیا تھا اور بھیجنے والے احمق نہیں تھے۔ بے شک اس وقت تم چالاکی سے اپنے ساتھی کو دھوکا دے کر بلکہ اسے موت کے گھاٹ اُتار کر یہاں بھاگ آئیں لیکن تمھارا کیا خیال تھا۔ کیا تم میرے ہاتھوں سے بچ سکتی تھیں۔"

"مم... مگر... مگر..."

"دونوں سوٹ کیس کہاں ہیں؟" اسٹیلا نے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"سس سوٹ کیس۔ بھلا وہ وزنی سوٹ کیس میں کیسے لا سکتی تھی۔ مجھ سے تو ایک سوٹ کیس بھی نہیں اُٹھایا گیا تھا۔" رینی الفانو کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی اسٹیلا کا ہاتھ اس کے مُنہ پہ پڑا تھا جس کے جواب میں رینی کے دہانے سے خون کی ایک باریک لکیر پھوٹ پڑی۔ اسٹیلا نے غراتے ہوئے کہا۔

"جھوٹ بولنے کی ہر کوشش تمھیں موت کے قریب سے قریب تر لے جائے گی سمجھیں۔"

"مم... میں کچھ نہیں سمجھی... مم... میڈم... اسٹیلا۔" رینی الفانو خوف سے کانپتی ہوئی بولی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے آثار نظر آرہے تھے۔

"تو پھر سُنو رینی الفانو۔ تمھیں یہ جان کر انتہائی دکھ ہو گا کہ میں اپنی ناکامیوں کا ہر نشان مٹا دینا پسند کرتی ہوں۔ تمھاری زندگی میرے لیے بالکل بے مقصد ہے۔ مجھے کرنسی سے بھرے ہوئے وہ دونوں سوٹ کیس درکار ہیں اور ان کے ساتھ تم بھی اور اگر مجھے سوٹ کیس نہ ملے تو پھر مجھے تمھاری ضرورت بھی نہیں ہو گی اور جن لوگوں کی مجھے ضرورت نہیں ہوتی، میں انھیں موت کے گھاٹ اُتار دیتی ہوں۔"

ابھی اسٹیلا کے مُنہ سے یہی الفاظ نکل رہے تھے کہ دفعتاً کسی کے قدموں کی چاپ سُنائی دی... کوئی کمرے ہی کی طرف آرہا تھا۔ متوقع خطرے کے احساس سے اسٹیلا کے عضلات کھنچ گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچتی سمجھتی۔ ایک زوردار ٹکر کے ساتھ دروازے کے پٹ کھُل گئے اور کوئی شخص اسٹین گ[illegible] سنبھالے ہوئے اندر داخل ہوا۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی برسٹ مارا تھا۔ اسٹیلا نے رینی پر چھلانگ لگائی اور اسے لپی[illegible] میں لیے ہوئے نیچے گر گئی۔ دوسرے لمحے وہ سرک کر ایک میز کی آ[illegible] میں آگئی۔ اس نے واضح طور پر اس شخص کو دیکھ لیا تھا۔ یقیناً یہ ا[illegible] میں سے ایک ہو سکتا تھا، جس نے لانچ پر ڈرائیور اور رینی الف[illegible] کے ساتھی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ وہ اگر بر وقت ذ[illegible] سے کام نہ لیتی تو موت کے مُنہ میں چلی گئی تھی۔ اس نے میز ک[illegible] دوسری طرف سے فرش پر پڑے پڑے اپنی سب مشین گن سن[illegible] اور نیچے سے سامنے کھڑے ہوئے آدمی کے نچلے بدن کا نشا[illegible] لے کر فائر کھول دیا۔ آنے والے کے لیے یہ حملہ بڑا غیر متوقع او[illegible] ناگہانی تھا۔ گولیوں کی زد پر وہ اُچھلا، تڑپا اور چکر کھا کر زمین [illegible] آ رہا۔ اس کے بدن کی ٹکر سے میز پر رکھا ہوا لیمپ بھی گر کر چو[illegible] ہو گیا تھا اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تھا۔ چند منٹ تک اسٹیلا اندھیرے میں لیٹی اپنی سانس درست رہی رینی الفا[illegible] کسی سہمے ہوئے پرندے کی مانند اس کے بدن کے نیچے د[illegible] ہوئی تھی پھر اس نے اپنے بدن کی گرفت سے رینی کو آزا[illegible] دیا۔ میز کے نیچے سے نکلی اور جیب سے ٹارچ نکال کر اجنبی

چہرے کا جائزہ لینے لگی۔

ایک کرخت چہرے والا مقامی آدمی اس کے سامنے پڑا ہوا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اس کے پیٹ میں متعدد سوراخ ہو چکے تھے اور وہ زندگی کے آخری لمحات گن رہا تھا۔ اسٹیلا نے اس کا گریبان پکڑ لیا اور اسے جھنجوڑتی ہوئی بولی۔

"بتاؤ۔ کون ہو تم... اور کرنسی کے سُوٹ کیس کہاں ہیں؟"

"اس کے بارے میں آپ کو میں جواب دُوں گا میڈم اسٹیلا۔ براہ کرم اپنی ساتھی رینی الفانو کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کیجیے۔" اسی کھڑکی سے ایک آواز سُنائی دی، جس سے اسٹیلا اندر داخل ہوئی تھی اور یہ آواز اسٹیلا کے لیے اجنبی نہیں تھی، وہی جانی پہچانی آواز جس کو وہ ٹیلی فون پر سُنتی رہی تھی اور پھر کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی ٹارچ کی تھی۔ ایک بار پھر وہی آواز اُبھری۔

"میں اندر آرہا ہوں میڈم اسٹیلا، براہ کرم کسی حرکت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کو تمام تفصیلات بتا دوں گا۔ پلیز احتیاط سے کام لیجیے۔ اس وقت کوئی بھی بے احتیاطی میرے لیے ہی نہیں آپ کے لیے بھی خطرناک ہو سکتی ہے۔"

اسٹیلا خاموشی سے اپنی جگہ اس آواز کو سُنتی رہی، چند لمحات کے بعد دروازے سے کئی افراد اندر داخل ہوئے۔ ان کے قدموں کی چاپ سے اسٹیلا ان کی تعداد کا اندازہ لگانے کی... کوشش کر رہی تھی۔

ویسے اس آواز پر اب اسے کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ یہ وہی آواز تھی، جسے وہ ٹیلی فون پر سُنتی رہی تھی اور وہ جانتی تھی کہ یہ آواز کس کی ہے۔ آنے والوں سے اس نے کوئی تعرض نہ کیا۔ سب سے پہلے ٹارچ کی روشنی لاش پر پڑی، جو اس پُراسرار شخص کی تھی اور کسی نے کہا۔

"دیکھ لو یہ ڈیوڈ کرائنو ہی ہے نا؟"

"ہاں۔ وہی لگتا ہے۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اس کی لاش اُٹھانے کی ضرورت نہیں یہاں ہمارا کوئی نشان نہیں ہو گا۔ آئیے مس اسٹیلا اور مس رینی الفانو۔ براہ کرم آپ ہمارے ساتھ تشریف لائیے۔" وہ واپسی کے لیے مُڑ گیا۔ اسٹیلا خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔ باقی لوگ ان دونوں کے پیچھے آرہے تھے۔ باہر نکلنے کے بعد وہ مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے بالآخر ایک سیاہ رنگ کی بڑی گاڑی کی طرف پہنچ گئے اور دراز قد آدمی نے گاڑی کا عقبی دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"اندر تشریف لے چلیے۔"

"لیکن۔"

"پلیز۔ مس اسٹیلا۔ آپ جانتی ہیں کہ میں غلط آدمی نہیں ہوں۔" اسٹیلا خاموشی سے اندر بیٹھ گئی۔ اس نے گاڑی کے اندر بیٹھ کر روشنی میں رینی الفانو کا چہرہ دیکھا۔ رینی الفانو بھی اب کافی حد تک مطمئن نظر آرہی تھیں۔ جس پر اسٹیلا کو شدید حیرت ہوئی۔ حیرت کے آثار رینی الفانو کے چہرے پر بھی تھے لیکن اب خوف کی وہ کیفیت مٹ چکی تھی جو تھوڑی دیر پہلے اس کے چہرے پر موجود تھی اور اس کی وجہ اسٹیلا کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

دراز قد آدمی آگے کی سیٹ پر ڈرائیور کے پاس جا بیٹھا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ رینی الفانو بار بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسٹیلا کو دیکھنے لگتی تھی لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کو سمجھنے میں ناکام رہی تھیں۔ یہ سفر تقریباً بیس منٹ تک جاری رہا اور اس کے بعد تاریکی میں ڈوبی ہوئی ایک عمارت پر ختم ہو گیا۔ عمارت کے وسیع و عریض لان پر اُترنے کے بعد دونوں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ عمارت کے کچھ حصے روشن نظر آرہے تھے۔ دراز قامت آدمی اگلی سیٹ سے نیچے اُتر آیا اور اس کے بعد وہ ان دونوں کو ساتھ لیے ہوئے عمارت میں داخل ہو گیا۔ سب مشین گن اسٹیلا کے پاس ہی رہنے دی گئی تھی۔ اس سے اسے اور اطمینان تھا اور وہ کسی سازش کے امکانات پر غور نہیں کر سکی تھی۔

ایک طویل راہداری سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے ہال نما کمرے میں داخل ہو گئے، جس کا دروازہ کھُلتے ہی روشنی کا طوفان سا باہر نکل پڑا تھا۔ چند لمحات کے لیے ان کی آنکھیں چندھیا سی گئیں لیکن اس کے بعد وہ دونوں ہی بہتر ہو گئیں۔ آنے والے نے سامنے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مس اسٹیلا براؤن سن، اپنے چیف سے ملاقات کیجیے۔" بھاری بدن کا ایک شخص سیاہ رنگ کی میز کے پیچھے بیٹھا مُسکرا رہا تھا۔ اس نے گردن خم کر کے آہستہ سے کہا۔

"تشریف لائیے مس رینی الفانو۔ تشریف لائیے مس اسٹیلا براؤن سن۔"

"سر آپ... آپ یہاں موجود ہیں؟"

"ہاں۔ تم لوگوں سے ملاقات کے لیے میں ایک طویل

سفر طے کر کے یہاں آیا ہوں۔"

"لیکن سر... یہ سب کچھ... یہ سب کچھ...؟"

"بیٹھو۔ تم دونوں ہی بیٹھ جاؤ۔ پہلے میں تم دونوں کا آپس میں تعارف کرا دوں۔ مس رینی الفانو۔ اسٹیلا براؤن سن کے نام سے آپ واقف ہو ہی چکی ہیں اور اسٹیلا آپ رینی کے نام سے۔ دونوں ہی ہماری کارکن ہیں۔ مس رینی الفانو بہترین ہیں اور پلاننگ کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتیں اور مس اسٹیلا براؤن سن دماغ بھی ہیں اور بدن بھی۔ آپ دونوں ہی ایک دوسرے کے مقابل بہترین ثابت ہوئیں دراصل مس اسٹیلا براؤن سن تفصیل میں جا تا بے کار ہے اور تمہید وقت ضائع کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتی، میں اس بار آپ سے ایک اہم کام لینے کے لیے یہاں پہنچا تھا۔ جیسا کہ ہمارا اصول ہے کہ ہم کسی بھی ایسے شخص کو اپنے کام کے لیے استعمال کرنے سے قبل جو کچھ عرصے کے لیے تعطل کا شکار رہا ہو، تھوڑا ٹیسٹ کر لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ مس رینی الفانو وہ شخص جس سے آپ کا تعارف بیلی باورڈ کے نام سے کرایا گیا تھا ایک بین الاقوامی اسمگلر تھا جو کرنسی کی اسمگلنگ کے لیے مشہور ہے۔ بیلی باورڈ کے ساتھ آپ کو اسی لیے لگایا گیا تھا کہ بیلی باورڈ وہ امریکن کرنسی جسے وہ یہاں سے اسمگل کر کے یوگوسلاویہ لے جانا... چاہتا تھا، آپ کے سامنے لے آئے اور آپ نے جس کامیابی کے ساتھ بیلی باورڈ کو اپنے جال میں پھانسا اور اس پر اپنا اعتماد قائم کر لیا۔ وہ اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ آپ کی ذہنی صلاحیتیں اپنی جگہ مستحکم ہیں اور آپ کسی بھی اہم کام کی انجام دہی کے لیے پوری طرح مستعد اور ہوشیار ہیں۔ اس کے بعد مس اسٹیلا براؤن سن، آپ کو ان لوگوں کی وہاں سے رہائی کے لیے مخصوص کیا گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ کچھ لوگ بیلی باورڈ کے پروگرام سے واقف ہو چکے تھے اور اسمگل ہونے والی کرنسی اس سے حاصل کر لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ دونوں کو ان کے راستے پر ایک نئی شکل میں ڈال دیا گیا اور اسٹیلا براؤن سن نے ان کی بیلی باورڈ سے کرنسی کے حصول کی کوشش ناکام بنا دی۔ اس سلسلے میں بیلی باورڈ ان کی گولیوں کا شکار ہو گیا۔ یہ ذرا غیر متوقع بات تھی لیکن بہر طور ہمارے کسی مقصد میں حارج نہیں ہوتی تھی اس کے بعد مس رینی الفانو کے لیے ہدایت تھی کہ وہ صرف اپنی جان بچا کر فرار ہو جائیں۔ کرنسی کے وہ دونوں سوٹ کیس ہمارے ہاتھوں میں پہنچ گئے تھے مس اسٹیلا براؤن سن۔ تیسرا سوٹ کیس بھی ہمیں اسی وقت حاصل کر لینا تھا لیکن ہم آپ سے وہ سوٹ کیس حاصل کرنے کی کوشش میں ناکام رہے اور اس بات کا اعتراف کرنے میں ہمیں کوئی عار نہیں ہے کہ اس وقت اگر ہم یہ کوشش کرتے تو آپ کے ہاتھوں ہلاک ہو جاتے۔ چنانچہ وہ پروگرام ملتوی کر دیا اور اس طرح آپ وہاں سے نکل آئیں۔ اس آخری شخص کا جو یہاں کا ایک مقامی غنڈہ ہے اور کرنسی کی اسمگلنگ کو ناکام بنانے کے لیے بلکہ کرنسی حاصل کرنے کے لیے مصروفِ عمل تھا۔ آپ ہی کے ہاتھوں ہلاک ہونا ضروری تھا یہ ایک بہت بڑا خطرہ تھا اور اس وقت مس اسٹیلا براؤن سن آپ کا آخری جائزہ لینا تھا کہ آپ کیا فیصلہ کرتی ہیں۔ رینی الفانو کو قتل کر دیتی ہیں یا پھر اسے اس کے دشمن سے بچانے کی کوشش۔ نتیجہ ہماری توقع سے بالکل مختلف نہیں تھا کیونکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ آپ جسم ہی نہیں دماغ بھی ہیں۔ رینی الفانو بلاشبہ حالات کا شکار ہو کر جسمانی مشقت نہیں کر سکتیں لیکن ذہنی طور پر وہ آپ کا ساتھ دینے کے قابل ہیں اور اس طرح آپ دونوں خواتین کو ہم نے اس کام کے لیے منتخب کر لیا ہے جو آپ کے سپرد کیا جانے والا ہے۔" رینی اور اسٹیلا نے نئے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر دونوں ہی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دونوں ایک ہی ادارے کے لیے کام کر رہی تھیں لیکن عجیب انداز سے ان دونوں کا آمنا سامنا ہوا تھا۔ تب اسٹیلا نے سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔

"ڈی ڈپارٹمنٹ کے تحت ہی ہمیں کام کرنا ہوگا مسٹر لائی کوشن؟"

"ہاں۔ آپ ڈی ڈپارٹمنٹ کی ایک اہم رکن کی حیثیت سے نیا مشن سنبھالنے جا رہی ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آج رات آپ دونوں آرام کی نیند سوئیں اور کل صبح کی میٹنگ میں ہم آپ کو آپ کا مشن سمجھا دیں۔"

"اس وقت میں یہی چاہتی ہوں... لیکن کرنسی کا سوٹ کیس؟"

"اسے آپ کی رہائش گاہ سے حاصل کر لیا گیا ہے۔ آپ اس کے لیے فکر مند نہ ہوں۔" سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے جس کا نام لائی کوشن لیا گیا تھا اور جس کے شانے پر پڑے ہوئے بیج پر ڈی ایلون لکھا ہوا تھا، مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

اسٹیلا براؤن سن، رینی الفانو کے ساتھ آگے بڑھتی ہوئی عمارت کے اوپری حصے پر جانے والی سیڑھیوں کو طے کر

گئی دونوں نے اس دوران کوئی خاص بات نہیں کی۔ تھی اور اس کے بعد انہیں ایک شاندار کمرے میں پہنچا دیا گیا جس میں دو بستر لگے ہوئے تھے۔ اسٹیلا براؤن سن باتھ روم کی جانب بڑھ گئی تھی اس نے باتھ روم میں پہنچ کر منہ ہاتھ دھویا اور پھر باہر نکل آئی۔ رینی الفانو ایک مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھی ہوئی تھی، مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"... اور اگر آپ مجھے ہلاک کر دیتیں مس اسٹیلا براؤن سن تو...؟"

"تو حالات معلوم کرنے کے بعد مجھے واقعی افسوس ہوتا اور میں اپنی جلد بازی پر نادم ہوتی۔" اسٹیلا نرم لہجے میں بولی۔

"ہم دونوں پہلی بار ایک دوسرے سے ملے ہیں۔ کیا آپ اسی جگہ رہتی ہیں؟"

"ہاں اور تم؟"

"اتفاق سے میں بھی یہیں مقیم تھی اور مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ ڈی ڈپارٹمنٹ کے کچھ اور افراد بھی یہاں رہتے ہیں۔ میرا آپ سے اس سے پہلے کبھی تعارف نہیں کرایا گیا تھا۔"

"ڈی ڈپارٹمنٹ اپنے معاملات ہمیشہ راز میں رکھتا ہے اور پھر میں اس کے لیے کنٹریکٹ پر کام کرتی ہوں، عام حالات میں میرے اپنے مشاغل ذرا مختلف ہیں۔"

"یہی کیفیت میری ہے... لیکن ڈی ڈپارٹمنٹ اس بار ہم سے کیا کام لینا چاہتا ہے جس کے لیے ہم سے اتنا مشکل ٹیسٹ لیا گیا ہے؟"

"اس سلسلے میں، میں ذرا بھی نہیں سوچتی، جو کام میرے سپرد کیا جاتا ہے، پہلے میں اس کا تجزیہ کرتی ہوں اور اس کے بعد یہ فیصلہ کرتی ہوں کہ اسے انجام دینے کے سلسلے میں، میں کار آمد بھی ہو سکتی ہوں یا نہیں اور ڈی ڈپارٹمنٹ کی طرف سے مجھے یہ آزادی ہے کہ اپنے کام کے سلسلے میں، میں خود فیصلہ کروں اور ان کو صاف صاف بتا دوں۔"

"یقیناً ڈی ڈپارٹمنٹ کا طریقہ کار یہی ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔" کافی دیر تک دونوں ایک دوسرے سے گفتگو کرتی رہیں۔ اپنے اپنے بستروں پر لیٹ کر وہ بڑا سکون محسوس کر رہی تھیں پھر اسٹیلا کی آواز مدھم ہوتی چلی گئی اور وہ نیند کی آغوش میں پہنچ گئی۔ رینی الفانو نے بھی کروٹ بدل کر سونے کی کوشش شروع کر دی تھی۔

دوسری صبح ڈی ایلون نے ناشتے کے بعد انھیں اپنے

خصوصی کمرے میں طلب کر لیا۔ یہاں اس کے علاوہ کوئی اور موجود نہیں تھا۔ سامنے ہی ایک جدید ساخت کا پروجیکٹر رکھا ہُوا تھا، جس کے سامنے چھوٹا سا اسکرین نظر آ رہا تھا۔ ڈی الیون نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"جو واقعات گزر چکے ہیں اب ان کے بارے میں گفتگو کرنا بالکل بے مقصد ہوگا، کیا آپ اس بات سے متفق ہیں، مس اسٹیلا اور مس الفانو؟"

"یقیناً ڈی الیون۔ ظاہر ہے کہ اب ان واقعات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ وہ آپ کا ڈرامہ تھا آپ نے کیا اور اس کا اختتام کر دیا۔"

"شکریہ... اور اب جو کام میں آپ کے سپرد ڈی ڈپارٹمنٹ کی طرف سے کرنا چاہتا ہوں، اس کی تفصیلات آپ کو ذہن نشین کر لینی چاہیے۔ میں پروگرام کے مطابق بلکہ معمول کے مطابق اسی وقت آپ کا فیصلہ لینے کا خواہش مند ہوں۔ دراصل اسٹیلا براؤن سن اور رینی الفانو اس بار آپ کو جس کام کے لیے بھیجا جا رہا ہے۔ وہ خاص دشواریوں کا حامل ہے۔ آپ میں سے کوئی خاتون اس سے قبل کبھی تھائی لینڈ، بینکاک یا ہانگ کانگ جا چکی ہیں۔ کیا آپ کو وہاں کے بارے میں تفصیلات معلوم ہیں؟"

"ہاں۔ میں نے ایک طویل عرصہ بینکاک میں گزارا ہے۔" رینی الفانو نے جواب دیا۔

"بینکاک میں آپ کے ذاتی کچھ وسائل بھی موجود ہیں؟"

"اب نہیں۔ ویسے ممکن ہے ہمارے کچھ شناسا وہاں ہمیں مل جائیں۔"

"یہی بات خاص طور سے آپ کو بتانا چاہتا ہوں... شناساؤں سے آپ کو مکمل گریز کرنا ہوگا۔"

"اگر یہ ضروری ہے تو یقینی طور پر ایسا ہی کیا جائے گا۔" رینی الفانو نے جواب دیا۔

"مس اسٹیلا براؤن سن، آپ کبھی ان علاقوں میں... نہیں گئیں؟"

"نہیں... لیکن میں ان کی دلکشی سے انکار نہیں کرتی۔ خاص طور سے بدھ مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے مجھے بہت دلچسپی ہے اور میں ان کے رسم و رواج دیکھنا بھی چاہتی تھی۔"

"ممکن ہے آپ کو اس کے مواقع نصیب ہو جائیں لیکن ما۔۔۔ طور پر۔ دراصل ہم آپ کو گانگ ہو نامی ۔۔۔ جگہ بھیجنا چاہتے ہیں جو بینکاک کے نواح میں ہے۔ گانگ ہو کے بارے میں آپ کو ابھی تھوڑی دیر کے اندر اندر مکمل تفصیلات فراہم کر دی جائیں گی۔ رسمی طور پر میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بینکاک کا ایک نواحی علاقہ ہے... سبزہ زاروں، خانقاہوں اور بلند پہاڑوں کی سرزمین، اس چھوٹے سے قصبے کی آبادی تقریباً ساٹھ ہزار ہے اور اس کے حصار بہت مضبوط اور محفوظ ہیں۔ یہاں مارلینو نامی ایک شخص رہتا ہے۔ یہ سمجھیں کہ پورے گانگ ہو پر اسی کی حکومت ہے۔ عام حالات میں وہ ایک درویش صفت انسان ہے لیکن درحقیقت وہ ہانگ کانگ کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔ صرف اسمگلر ہی نہیں ایک سائنسدان بھی ہے۔ اس شخص کی زندگی کے مختصر حالات میں آپ کو بتائے دیتا ہوں، وہ ایک سیدھا سادا دیہاتی تھا، جو ایک حادثے کا... شکار ہو کر اپنے ہاتھ اور پاؤں گنوا بیٹھا لیکن پھر ایک سائنسدان کے ذریعے اس نے بے پناہ قوتیں حاصل کر لیں اور اب مصنوعی ہاتھ پاؤں کے سہارے وہ ایک ہزار آدمیوں کی قوت رکھتا ہے۔ بے حد چالاک اور ذہین آدمی ہے۔ ایک طرح سے اس علاقے کا رُوحانی پیشوا بھی ہے اور لوگ ایک نیک انسان کی حیثیت سے اس کی عزت کرتے ہیں۔ اپنے علاقے میں رہنے والوں کے لیے بلاشبہ وہ انتہائی فرشتہ صفت انسان ہے اور ان کے مسائل میں پُوری پوری دلچسپی لیتا رہتا ہے۔ اس بات سے میری مُراد یہ ہے کہ اسے گانگ ہو کی عوامی ہمدردیاں بھی حاصل ہیں۔ ڈی ڈپارٹمنٹ اپنے ایک خصوصی پروگرام کے تحت اس شخص کو یہاں چاہتا ہے۔ میرا مقصد ہے، اسے ہی تحویل میں لینے کا خواہش مند ہے اور آپ لوگوں کا کام یہ ہے کہ اُسے اغوا کر کے یہاں تک پہنچائیں۔ اس سلسلے میں جو مکمل کارروائیاں آپ کو کرنی ہیں، ان کی تفصیل یوں ہے۔ گانگ ہو میں آپ صرف ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے داخل ہو سکتی ہیں وہاں سیاحوں پر کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے لیکن آوارہ گرد پوری دُنیا کے لیے ایک مسئلہ بنے ہوتے ہیں۔ ان کے غول جہاں نکل جائیں وہاں انھیں روکنے کی کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں۔ ان آوارہ گرد ہپیوں کا گانگ ہو میں داخلہ بھی ممنوع نہیں ہے اور وہ گانگ ہو کے اطراف میں کیمپنگ بنا کر رہ سکتے ہیں اس کی انھیں ۔۔۔ طور پر بھی اجازت ہے اور مارلینو کی طرف سے

بھی ان پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ البتہ مارلینو محتاط ہے، اس لیے اس بات کا امکان مدِنگاہ رکھنا ہے کہ وہ آوارہ گردوں پر بھی نگاہ رکھتا ہوگا اور خاص طور سے موجودہ حالات کے تحت۔"

"ایک منٹ سر... موجودہ حالات کیا ہیں؟" اسٹیلا براؤن سن نے پُراشتیاق لہجے میں کہا، اور ڈی الیون کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں جانتا تھا آپ فوراً ہی یہ سوال ضرور کریں گی مس اسٹیلا۔ موجودہ حالات کے بارے میں آپ کو صرف بتایا جا سکتا ہے کہ ہمارے ملک نے کچھ سیاسی کارروائیوں کے تحت ایک عمل کرنا چاہا تھا، جسے مارلینو نے ناکام بنا دیا۔ مارلینو نے اپنی کوششوں سے ہمیں شدید نقصانات سے دوچار کیا ہے اور یقینی طور پر وہ اس بات کا متوقع ہوگا کہ ہماری طرف سے کوئی انتقامی کارروائی بھی کی جا سکتی ہے۔ موجود حالات سے میری صرف یہی مُراد ہے کہ مارلینو کسی بھی کارروائی کے لیے محتاط ہوگا۔ جو تفصیلات اس کے بارے میں ہمیں مل سکی ہیں، وہ یہ ہیں کہ وہ اپنے مخصوص انداز میں گانگ ہو کی بڑی خانقاہ میں عبادت گزاری کر رہا ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ یہی سب کچھ کرتا رہا ہے لیکن ان حالات میں احتیاط اس کے لیے بھی ایک لازمی امر ہے اور آپ کو اُسے اغواء کرنے کے سلسلے میں خاصی ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔ میں جانتا ہوں مس اسٹیلا براؤن سن اور مس رینی الفانو... کہ آپ بہترین ذہانت کی مالک ہیں اور اپنے کام کی انجام دہی کے لیے موزوں ترین، لیکن آپ کی حفاظت کے لیے ہمارے ذہنوں میں یہ تشویش پیدا ہو جانا ایک لازمی امر ہے... ایک پورا گروہ آوارہ گردوں کی شکل میں آپ کی مدد کے لیے بینکاک میں آپ کا استقبال کرے گا۔ آپ جس طرح چاہیں اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکتی ہیں، اگر آپ کو اس گروہ میں لڑکیوں کی تعداد مزید درکار ہو تو آپ کو وہیں سے آوارہ گرد لڑکیاں بھی فراہم ہو جائیں گی۔ خاص طور سے میں اس لیے اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ آوارہ گردوں کے گروہوں کے علاوہ گانگ ہو میں کوئی بھی آدمی ان کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اب میں آپ کو سب سے پہلے گانگ ہو اور مسٹر مارلینو کے بارے میں ایک دستاویزی فلم دکھلائے دیتا ہوں، اس کے بعد آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔" ڈی الیون نے کہا اور سامنے رکھے ہوئے... پروجیکٹر کی جانب بڑھ گیا۔

دونوں پوری دلچسپی سے اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔ بینکاک اسکرین پر نظر آیا، اس کے بعد وہاں سے ایک سُرخ نقطہ گانگ ہو کی جانب سفر کرنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ... ڈی الیون کی آواز بھی گونجتی جا رہی تھی۔ وہ گانگ ہو جانے والے راستوں کی نشاندہی کر رہا تھا۔ اس کے اطراف میں پھیلی ہوئی چیزوں کے بارے میں انھیں مفصل تفصیلات سمجھا رہا تھا اور اس کے بعد گانگ ہو کی عمارتیں نظر آئیں۔ یہ فلم نہایت شاندار پیمانے پر بنائی گئی تھی اور گانگ ہو کے بارے میں تمام تفصیلات ایک ایک کر کے حاصل کی گئی تھیں۔ دونوں لڑکیاں دلچسپ نگاہوں سے ان تمام تفصیلات کو نوٹ کر رہی تھیں۔ مخصوص طرز کی عمارتیں ان کے سامنے پھیلی ہوئی تھیں۔ گانگ ہو کے نواح اس کے سرسبز علاقے اور اس کے بعد اندرونی علاقوں کی سیر کرانے کے بعد ایک مکان دکھایا گیا۔ "یہ مسٹر مارلینو کی رہائش گاہ ہے۔" ڈی الیون کی آواز اُبھری۔

"آپ لوگوں کو وہاں پہنچ کر یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ مسٹر مارلینو کے مشاغل اس وقت کیا ہیں۔ شہر میں داخلے کے سلسلے میں انتہائی محتاط رہنا ہوگا اور بہتر یہ ہوگا کہ آپ ان آوارہ گرد بھکاریوں کا رُوپ اختیار کریں، جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا، اس کے لیے آپ کو مشکلات سے بھی گزرنا ہوگا، لیکن آپ جانتی ہیں مس اسٹیلا اور مس رینی الفانو کہ اس قسم کے کاموں کے لیے ہر قسم کے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہاں کی خوبصورت زندگی چھوڑتے ہوئے آپ کو یقیناً تکلیف تو ہوگی لیکن انسان کا مشن ہی اس کے لیے سب کچھ ہوتا ہے۔"

"یہ سب کچھ آپ کو بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مسٹر ڈی الیون ہم جانتے ہیں۔" اسٹیلا نے کہا۔

"گڈ... اس کا مقصد ہے کہ آپ ان تمام چیزوں میں دلچسپی لے رہی ہیں۔"

"بلاشبہ۔ اس پُراسرار سرزمین کے بارے میں ہماری آنکھوں میں بیشتر کہانیاں گھوم رہی ہیں اور یہی بلت ہے، رینی الفانو کہ میں زندگی میں ایک بار اس علاقے میں جانے کی آرزو رکھتی تھی لیکن، ہماری حیثیت عام سیاحوں کی سی نہیں ہوگی جو کہ صبر و سکون سے علاقوں کے بارے میں چھان بین کرتے ہیں بلکہ ہم تو بے چارے مفلوک الحال آوارہ گرد ہوں گے۔" اسٹیلا

ہنس پڑی۔

"مس رینی الفانو۔ گانگ ہُو کے نواح میں بڑی بڑی خانقاہیں ہیں۔ وہاں عبادت کی جاتی ہے اور تازہ ترین رپورٹ یہی ہے کہ مارلینو ان دنوں صرف عبادت کر رہا ہے۔ وہ اپنی روح کے سکون کے لیے سرگرداں ہے لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اس کی روح کو آخری سکون ہم یہیں مہیا کر دیں"

"ایک سوال میرے ذہن میں پیدا ہوتا ہے مسٹر ڈی ایلون"

"ہاں۔ ہاں کہیے" ڈی ایلون نے اسٹیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر مارلینو کے اغواء کی کیا ضرورت پیش آئی ہے آپ کو؟"

"اوہ مس اسٹیلا مجھے معاف کیجیے گا۔ نہایت عجیب سوال ہے اور آپ کو شاید یہ سُن کر ہنسی آئے گی کہ مجھے بھی اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم۔ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جسے... صرف انجام دیا جاتا ہے' ان کی تفصیلات نہیں معلوم کی جاتیں۔ آپ بھی یقیناً اس سے احتراز کریں گی اور اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دیں گی"

گانگ ہُو کے بارے میں مفصل تفصیلات بتانے کے بعد ڈی ایلون نے پروجیکٹر آف کر دیا اور پھر ان لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اگر آپ اپنے طور پر مطمئن ہوں اور اس تمام صورتحال کو سمجھ چکی ہوں تو پھر براہ کرم روانگی کی تیاریاں کریں۔ ہم تمام انتظامات کیے دیتے ہیں۔ ہانگ کانگ ائیرپورٹ پر اُترنے کے بعد صورتحال آپ کے اپنے ہاتھ میں ہو گی۔ جن لوگوں سے آپ کی ملاقات ہونی ہے' وہ خود آپ تک پہنچ جائیں گے۔ آپ اس سلسلے میں مکمل اطمینان رکھیں"

"ٹھیک ہے ہم اپنے مشن کی انجام دہی کے لیے مکمل طور پر تیار ہیں" اسٹیلا اور رینی الفانو نے ایک ساتھ جواب دیا اور پھر دونوں اچانک بول پڑنے پر ایک دوسرے کو دیکھ کر مُسکرانے لگیں۔

▼

نعمان خان، بادشاہ خان اور دوسرے تمام افراد اس بات کو بخوبی جان چکے تھے کہ اب عدنان سلامن کو روکنا کسی طور ممکن نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس کی خواہشات کے مطابق ہر بات پر... عمل کیا گیا۔ بادشاہ خان نے ایک بہت بڑا اجتماع کیا، جس میں تمام قبائل شریک ہوئے تھے۔ اب یہ لوگ صورتحال کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے اور باہم یگانگت سے اپنے مسائل کو حل کرنا چاہتے تھے وہ اپنے وطن کی حفاظت کرنے کے خواہش مند تھے۔

چنانچہ دستارِ فضیلت بادشاہ خان کے سر پر رکھ دی گئی کہ وہ بوڑھا اور زیرک انسان تھا۔ اس کام میں عدنان بھی پیش پیش تھا۔ بہر طور جب تمام کاموں سے فراغت ہو گئی تو بادشاہ خان نے نعمان خان کو ہدایت کی کہ عدنان کو اس کی خواہش کے مطابق روانہ کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں نعمان خان کو دارالحکومت آنا پڑا تھا۔ لوریزہ نے عجیب سے انداز میں عدنان سلامن کو خدا حافظ کہا تھا اور اس کے بعد عدنان کے سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔

دارالحکومت پہنچ کر اس نے نعمان خان سے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ بنکاک ہوتے ہوئے ہانگ کانگ جانا چاہتا ہے تاکہ کچھ عرصہ اپنے طور بینکاک میں گزارے اور اس کے بعد ہانگ کانگ میں ہائی شون کے پاس چلا جائے گا۔ اس سلسلے میں نعمان خان کو کوئی اعتراض نہیں ہوا اور اس نے ایک دن صبح عدنان سلامن کو ائیرپورٹ پر خدا حافظ کہا۔ اس کے سینے میں ایسے ہی جذبات تھے جیسے لوریزہ کے لیے ہو سکتے تھے۔ عدنان سلامن نے جہاز کے فضا میں بلند ہونے کے بعد اپنی کمر کی پیٹی کھول دی اور پھر طیارے کے ماحول پر نگاہ ڈالنے لگا۔

بھانت بھانت کے لوگ اس کے ہم سفر تھے اور خوبصورت ائیر ہوسٹسیں اِدھر سے اُدھر آ جا رہی تھیں لیکن ان میں سے کسی کو دیکھ کر عدنان کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں پیدا ہُوا۔ نوجوانی کی عمر میں ہی اس کے دل کو ایک ایسا داغ لگا تھا جس نے اس سے مُسکراہٹیں چھین لی تھیں اور اب... شوخ و شنگ چہرے پر سنجیدگی نظر آنے لگی تھی۔ ایک ہولناک سنجیدگی' جسے اگر کوئی غور سے دیکھتا تو نجانے کیسے کیسے خیالات کا شکار ہو جاتا۔

طیارے میں وہ سب سے الگ آدمی تھا' جو دوسروں سے بے نیاز بیٹھا رہا تھا اور تمام سفر اس نے اسی انداز میں طے کیا پھر دیوقامت بوئنگ بینکاک کے ہوائی اڈے پر اُتر گیا۔

ائیرپورٹ کی عمارت اندر سے کافی کُشادہ اور صاف ستھری تھی اور بہت سی تیکھے نقوش والی مقامی لڑکیاں مُسکراتی ہوئی مسافروں کی رہنمائی کر رہی تھیں۔ مسافروں کو ویٹنگ روم

میں لاکر بٹھا دیا گیا' جہاں قالین بچھے ہوئے تھے۔ ان کی تواضع اناناس کے ٹھنڈے جوس سے کی گئی۔ درجہ حرارت خاصا بڑھا ہُوا تھا۔ ایسے عالم میں اناناس کا یہ جوس مسافروں کے لیے نہایت پُرلطف تھا۔

عدنان دلچسپ نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ اس کے ذہن میں عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ سوچے بغیر نہ رہ سکا تھا کہ اس کی ماں کا تعلق انھی لوگوں سے تھا۔ اس لحاظ سے یہ لوگ عدنان کے لیے قابلِ احترام تھے۔ بڑی عجیب بات تھی۔ عدنان نے بینکاک کا انتخاب بس ایسے ہی تفریحی طور پر کر لیا تھا لیکن ذہن کے گوشوں میں شاید یہ خیال بھی موجود تھا کہ اپنی ماں کے ہم وطنوں کو دیکھے اور اس وقت وہ لوگ اس کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ اپنے باپ کی سرزمین کو تو اس نے بخوبی دیکھ لیا تھا اور اس سرزمین کی عظمت کا احساس اس کے ذہن و دل میں جاگزیں ہو گیا تھا اور اب یہ اس کی ماں کا وطن تھا۔

ائیرپورٹ سے فارغ ہونے میں بہت زیادہ وقت نہ ہوئی۔ ائیرلائنز کی بس طیارے سے آنے والے مسافروں کو لے کر بینکاک روانہ ہو گئی' جو ائیرپورٹ سے بیس میل دُور تھا۔ بیس میل لمبی یہ سڑک تیر کی طرح سیدھی اور صاف و شفاف تھی۔ اس کے دونوں طرف میلوں تک باغات تھے۔ ان باغات میں کہیں کہیں بُدھ پگوڈے دکھائی دے رہے تھے یا پھر خوبصورت رنگ برنگے مکانات۔

بینکاک کی ہلکی سی جھلک دیکھ کر ہی عدنان سلامن کا ذہن اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اب اس کے اندر زندگی پیدا ہوتی جا رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ بینکاک کا چند روزہ قیام اس کے ذہن سے بہت سی اُداسیاں دُور کر دے گا۔

بالآخر ایک خوبصورت ہوٹل کو اس نے اپنی قیام گاہ بنا لیا۔ خوبصورت ہوٹل بلاشبہ بین الاقوامی معیار کا تھا۔ اس میں زندگی کی تمام تر دلچسپیاں جمع کر دی گئی تھیں۔ عدنان کے دل میں اپنی ماں کا وطن دیکھنے کی خواہش شدید تر تھی اور وہ اپنے آپ کو کچھ دیر کے لیے اپنی تمام اُلجھنوں سے دُور کر دینا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس نے طے کیا تھا کہ وہ بینکاک کے گردونواح کا بھرپور جائزہ لے گا۔

ہوٹل میں پہلی رات گزارنے کے بعد دوسری صبح وہ دریائے چاؤ پریا کے کنارے پہنچ گیا۔ سیاحوں کی ایک پارٹی نے بینکاک کا مشہور اور سب سے عظیم بدھ معبد "صبح کا مندر" دیکھنے کا پروگرام بنایا تھا۔ عدنان بھی ان میں شامل ہو گیا۔ صبح کا مندر دیکھنے کے لیے مہا تما بُدھ کا وہ قدیم مجسمہ بھی انھیں دیکھنا تھا جس کا نمونہ پُوری دُنیا میں بینکاک کے سوا کہیں اور نہیں پایا جاتا۔ یہاں کا مخصوص طریق کار یہ تھا کہ ہوٹلوں میں مقیم سیاح اپنی اپنی ٹولیاں بنا لیتے تھے اور ایک دوسرے سے ملاقات کر کے پیش کش کرتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ تھائی لینڈ کے ایک شخص نے عدنان سلامن کو بھی اس طرف رجوع کیا تھا اور عدنان نے اس کی معیت قبول کر لی تھی۔ ان تمام افراد کی تعداد اکیس تھی' جن میں مرد اور عورتیں سب ہی شامل تھے۔ صرف ایک پندرہ سالہ بچے کے علاوہ' تھائی لینڈ کا یہ شخص جس کا نام میڈلی ریبر تھا' بہترین انگریزی بول لیتا تھا۔ اس نے تمام لوگوں کو ایک دوسرے سے متعارف کرایا اور اکیس افراد کی یہ پارٹی صبح کا مندر دیکھنے چل پڑی۔

اس پارٹی میں ایک انگریز خاتون، دو جاپانی میاں بیوی، دو ہانگ کانگ کے چینی نوجوان، سنگاپور سے آیا ہُوا ایک چینی تاجر، ادھیڑ عمر کا ایک برمی جوڑا جو رنگون سے صرف یہ مندر اور مہا تما بُدھ کا مجسمہ دیکھنے آیا تھا۔ ایک عمر رسیدہ فرانسیسی جوڑا جو سوائے فرینچ کے اور کوئی زبان سمجھنے یا بولنے سے قاصر تھا۔ ایک امریکن لڑکی جس کے ساتھ وہ پندرہ سالہ بچہ تھا اور چند ہندوستانی لوگوں کے علاوہ بینکاک کے مقامی مرد اور عورتیں شامل تھے۔

اگرچہ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی لیکن بینکاک میں دن خاصا گرم محسوس ہو رہا تھا اور یہ لوگ پسینے میں نہلائے جا رہے تھے۔ پارٹی ابھی دریا کے دوسری جانب روانہ نہیں ہوئی تھی۔ اس کشتی کا انتظار تھا جو انھیں دریا کے اس پار لے جانے والی تھی۔ یہ کشتی ابھی تک کنارے پر نہیں آئی تھی۔ اس لیے لوگ اِدھر اُدھر کھڑے یا ٹہلتے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ عدنان ایک درخت کے نیچے جا کھڑا ہُوا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے اس امریکی لڑکی کو اپنی جانب آتے دیکھ کر سنبھل گیا اور استقبالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"ہیلو" لڑکی اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولی۔ عدنان نے خوش اخلاقی سے اس کا استقبال کیا تو لڑکی کہنے لگی۔

"میرا نام لورین اشیلے ہے اور وہ جو ایک لڑکا وہاں دریا کے کنارے موجود ہے' وہ وکٹر اشیلے ہے میرا بھائی"

"مجھے عدنان کہتے ہیں"

"آپ ہندوستانی ہیں؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"نہیں۔ میرا وطن پہاڑوں کے اس پار ہے۔ میں پہاڑی باشندہ ہوں۔" عدنان نے جواب دیا۔

"اوہ ... لیکن شکل و صورت سے آپ بالکل یورپین نظر آتے ہیں۔ ابھی آپ کے لہجے اور اس وقت جب مسٹر ریبرنے آپ کا تعارف کرایا تھا، مجھے معلوم ہوا کہ آپ مقامی، میرا مطلب ہے ایشیائی باشندے ہیں۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی تھی مس لورین اور اب یقیناً آپ مجھ سے واقف ہو گئی ہوں گی۔"

"میں آپ سے کچھ پہلے ہی واقف ہو گئی تھی۔ ہوٹل کے جس کمرے میں آپ کا قیام ہے اس کے بالکل برابر والا کمرا میرے پاس ہے اور میں اس میں وکٹر کے ساتھ مقیم ہوں۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا ... افسوس میں آپ کو نہیں دیکھ سکا تھا۔" عدنان خوش دلی سے بولا۔

"آپ نے اپنا نام کیا بتایا تھا؟"

"عدنان۔ عدنان سلامن۔"

"مسٹر عدنان مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔" لڑکی نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا اور عدنان چونک کر اسے دیکھنے لگا ... پھر بولا۔ "کیسی مدد چاہتی ہیں آپ مجھ سے؟"

"صرف اتنی کہ آپ جب تک بینکاک میں مقیم ہیں، مجھے اپنے ساتھی کی حیثیت دیں، مجھے کچھ لوگوں سے خطرہ ہے، میری زندگی خطرے میں ہے اور خاص طور سے میرا یہ بھائی وکٹر اشیلے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مجھے سہارا دیں۔ آپ یقین کیجیے، بڑی مشکل سے میں یہ بات آپ سے کہہ سکی ہوں۔"

"کس قسم کا خطرہ درپیش ہے آپ کو؟"

"کچھ لوگ ہماری زندگی کے درپے ہیں۔"

"اس کی کوئی وجہ ضرور ہو گی؟"

"ہاں۔ یقیناً اس کی وجہ ہے۔ معاملہ میرے والد سے تعلق رکھتا ہے۔ جو یہیں بینکاک میں مقیم تھے۔ میں سیاح نہیں ہوں، بلکہ اپنے والد کی تلاش میں یہاں آئی ہوں اور اس میں ناکام رہی ہوں۔ جن لوگوں سے میرے والد کا تعلق تھا۔ وہ کاروباری طور پر میرے والد کے دشمن ہو گئے ہیں اور پتا نہیں انھیں قتل کر دیا گیا یا کہیں پوشیدہ کر دیا گیا۔ بس یوں سمجھ لیں کہ میں ان کی تلاش میں ناکام رہی ہوں اور کچھ پُراسرار لوگ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ پتا نہیں وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ میں مقامی پولیس سے مدد لے سکتی تھی لیکن ... لیکن ..."

"ہاں ... لیکن کیا؟" عدنان نے اُسے بغور دیکھتے ... ہوئے کہا۔

"لیکن یہ میرے حق میں بہتر نہیں ہو گا۔ کچھ ایسی کمزوریاں ہیں میرے ساتھ، جن کی وجہ سے مقامی پولیس سے بھی بچنا چاہتی ہوں۔"

"عجیب بات ہے خاتون۔ میں ایک عام سا آدمی ہوں، میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"بس صرف اخلاقی مدد۔ ممکن ہے کوئی آپ کو دیکھ کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔" عدنان چند لمحات تک کچھ سوچتا رہا، وہ کسی جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا، ممکن ہے لڑکی خود ہی فراڈ ہو اور اسے کسی جال میں پھانسنا چاہتی ہو ... چند لمحات وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے رسماً لڑکی سے کہہ دیا۔

"اگر آپ کو میری کوئی ضرورت پیش آئے مس لورین تو میں حاضر ہوں۔ ویسے ... اس وقت تو کم از کم میں آپ کے ساتھ ہوں ... ہاں بینکاک کے دوسرے تفریحی مقامات میں بھی اگر آپ میرے ساتھ شریک ہونا چاہیں تو مجھے انکار نہیں ہو گا اگر میری ذات سے آپ کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ میں صرف ایک سیاح آدمی ہوں اور ... سیاحت کر کے ... اپنے وطن لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ آپ جانتی ہیں کہ بلا وجہ کسی کے معاملات میں اس طرح نہیں اُلجھا جا سکتا ہے۔"

"بس مجھے چند روزہ مدد درکار ہے آپ کی، اگر آپ کل ہی روانہ ہونا چاہیں تو ظاہر ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن جب تک یہاں ہیں اس طرح میری قربت میں رہیں تاکہ لوگوں کو یہی احساس ہو کہ آپ میرے ساتھی ہیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" عدنان نے جواب دیا۔ ذہنی طور پر وہ اس لڑکی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک خوبصورت موٹر لانچ چھک چھک کرتی کنارے پر آ کر رُک گئی۔ سیاحوں میں ہلچل شروع ہو گئی اور لوگ ایک ایک کر کے اس پر سوار ہونے لگے۔ تمام لوگ لانچ پر سوار ہو گئے تو لانچ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ سب لوگ ایک دوسرے سے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ لڑ

خاموشی سے عدنان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور اس کا بھائی تھوڑے فاصلے پر ایک بوڑھے سے گفتگو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

پروگرام تو یہی تھا کہ پہلے صبح کا مندر دیکھا جائے اور پھر مہاتما بدھ کے مجسمے کی باری آئے لیکن سیاحوں نے اپنے پروگرام میں کچھ تبدیلی کی اور اب ان سب نے فیصلہ کیا کہ وہ دریا کی سیر کریں گے۔ جُوں جُوں وہ آگے بڑھتے گئے، دریا کا پاٹ گہرا اور وسیع ہو گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد یکایک ان کی لانچ رہاپسی ہوئی ایک گنجان آباد گلی میں داخل ہوئی۔ گلی میں دونوں طرف کشتیوں کے اندر ہی اندر لوگوں نے اپنے رہائشی مکان بنا رکھے تھے۔ اس گلی میں جسے چوڑی نہر کہنا چاہیے باقاعدہ بازار بھی کھلا ہوا تھا جہاں دُنیا کی ہر چیز بِک رہی تھی۔ بازار میں مقامی اور غیر مقامی افراد کا خوب رش تھا۔ زیادہ بکنے والی چیزوں میں گرم قہوہ، اناناس، آم، پان کے پتے، مچھلی کا گوشت، بید کا بنا ہوا فرنیچر، کپڑا، برتن وغیرہ شامل تھے۔

پانی کے سینے پر انسانی آبادیاں عدنان کے لیے دلکش بھی تھیں اور حیرت کا باعث بھی۔ سیاح آپس میں ایک دوسرے سے خوب بے تکلف ہو چکے تھے۔ سورج تھوڑی دیر کے بعد سروں پر آ گیا، آسمان پر دُور تک بادل کے کسی ٹکڑے کا نشان نہیں تھا۔ دھوپ ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی تھی، لیکن یہ دُنیا ان کی دلچسپیاں اپنی جانب قائم کیے ہوئے تھیں۔ بالآخر صبح کے مندر کی جانب رُخ کر لیا گیا۔ مندر کا سنہری کلس دھوپ میں صاف چمکتا نظر آ رہا تھا۔ کافی فاصلے سے مندر کو دیکھ کر یہ گمان گزرتا تھا، جیسے وہ مصر کا کوئی قدیم اہرام ہو، اس کی بناوٹ کچھ اسی انداز کی تھی۔

کنارے پر پہنچ کر موٹر لانچ رُک گئی اور سب لوگ نیچے اُتر آئے۔ مندر تک جانے کے لیے دو تین فرلانگ کا فاصلہ پیدل طے کرنا تھا۔ وہ ایک اُونچی چٹان پر بنا ہوا تھا اور یہ خاصی قدیم عمارت تھی، انتہائی ہیبت ناک، پُرشکوہ۔ نہایت وسیع جگہ گھیرے ہوئے پتھروں کو تراش تراش کر چوڑی چوڑی سیڑھیاں بنائی گئی تھیں، جو جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھیں۔ بظاہر مندر قریب نظر آتا تھا لیکن حقیقت میں وہ خاصی بلندی پر تھا۔ ساری عمارت ایک چٹان کو تراش کر وجود میں لائی گئی تھی۔ کسی دیوار میں کہیں کوئی جوڑ نہ تھا۔ قدیم ماہرِ فن سنگ تراشوں کے اس کمال پر عدنان ششدر رہ گیا تھا۔ کئی سیاح مندر کے اندرونی حصوں میں گھوم رہے تھے اور کئی ابھی سیڑھیاں ہی چڑھ رہے تھے۔

لورین عدنان کے شانہ بہ شانہ آگے بڑھ رہی تھی جب کہ اس کا بھائی وکٹر اشیلے دوسرے سیاحوں کے ساتھ تفریحات میں مشغول تھا۔ مندر کی لمبی لمبی غلام گردشیں اور راہداریاں عبور ہوتی رہیں۔ وہ دونوں دوسری طرف نکل آئے۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح گھومتے رہے پھر لورین مندر کے ہی ایک حصے میں بیٹھتی ہوئی بولی۔

"میں تھک گئی ہوں مسٹر عدنان۔ کیا آپ تھوڑی دیر بیٹھنا پسند کریں گے؟" عدنان نے شانے ہلائے اور اس کے سامنے ایک دوسرے پتھر پر بیٹھ گیا۔ "آپ بہت کم گو انسان ہیں مسٹر عدنان۔ حالانکہ نوجوانی کی اس عمر میں زبانیں اتنی خاموش نہیں رہتیں۔"

"آپ سے کیا گفتگو کروں مس لورین۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ لوگ کس سے خوفزدہ ہیں اور کیا پریشانی لاحق ہے آپ کو؟ آپ نے ایک ڈمی کی طرح میرا ساتھ حاصل کیا ہے اور اپنے بارے میں کچھ بتلانے پر آمادہ بھی نہیں ہیں۔ ایسے حالات میں آپ سے میں کیا گفتگو کر سکتا ہوں۔" لورین نے عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"کاش، میں آپ کو اس بارے میں سب کچھ بتا سکتی۔"

"بہر حال مس لورین۔ آپ کی خواہش پر میں نے صرف آپ کا ساتھی بننا قبول کر لیا ہے۔ وہ بھی اس حد تک کہ لوگ آپ کو میرے ساتھ دیکھیں تو یہ سمجھیں کہ ہم دونوں یکجا ہیں۔ جن معاملات کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا، ان سے مجھے زیادہ دلچسپی بھی نہیں ہوتی۔"

"آہ۔ مجھے تھوڑا سا موقع دیجیے۔ مجھے تھوڑا سا موقع دیجیے مسٹر عدنان۔ میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گی، بس کچھ لمحات ..." اس نے لجاجت آمیز انداز میں کہا اور عدنان گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ دُور کہیں سے ماؤتھ آرگن کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ غالباً کوئی سیاح یا کوئی اور یہ ماؤتھ آرگن بجا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وکٹر اشیلے دوڑتا ہوا اس طرف آتا نظر آیا۔ سیاح دوسری سمت نکل گئے تھے۔ وکٹر اشیلے کے انداز میں بدحواسی تھی اور لورین اور عدنان دونوں ہی نے دیکھا کہ ایک قوی ہیکل آدمی اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ چند ہی لمحوں میں اس نے وکٹر اشیلے کو کالر سے پکڑ لیا۔ عدنان گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ لورین کے حلق سے ایک دل خراش چیخ نکل گئی

تھی۔ اس چیخ کی آواز سن کر قوی ہیکل آدمی رُک گیا۔ دوسرے لمحے اس نے ریوالور وکٹر شیلے کی گردن پر رکھ دیا اور پھنکارتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"میرا نشانہ کبھی خالی نہیں جاتا۔ اگر تم نے دوبارہ چیخنے کی کوشش کی تو آنِ واحد میں اس کی کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔ سمجھیں اور اے مسٹر تم بھی اپنے ہاتھ بلند کر لو۔ خبردار میرے احکامات پر عمل کرو، ورنہ اس لڑکے کی زندگی ایک لمحے میں موت سے ہمکنار ہو جائے گی۔" عدنان سکتے میں رہ گیا تھا۔

قوی ہیکل آدمی نے لڑکے کو اپنی گرفت میں پوری طرح جکڑ رکھا تھا اور وہ بے بس ہو گیا تھا۔ کالر تنگ ہونے کی صورت میں اس کی گردن کی رگیں پھول گئی تھیں اور قوی ہیکل آدمی کے چہرے پر سفاکی نظر آ رہی تھی۔ ایسی صورت میں عدنان کے لیے کچھ کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد قوی ہیکل شخص نے ریوالور کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

"سنو۔ تم لوگ بائیں سمت کی سیڑھیوں کی جانب چل پڑو، اور نیچے اُتر جاؤ، جلدی کرو۔ خبردار پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوشش بھی مت کرنا، چل پڑو۔" اس موقعے پر کوئی حرکت وکٹر شیلے کی زندگی کو خطرے میں ڈال سکتی تھی۔ عدنان ایک لمحے کے لیے اُلجھ سا گیا لیکن دوسرے لمحے اس نے اس شخص کی ہدایت پر عمل کیا۔ لورین اس کے ساتھ ساتھ لرزتے قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کے حلق سے سسکیاں نکلنے لگی تھیں۔

حالات بے حد سنگین ہو گئے تھے۔ عدنان کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال نہیں تھا کہ بینکاک آتے ہی اسے کسی ایسی مصیبت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ بہرطور اب یہ ایک انسانی فرض اس کے شانوں پر آ پڑا تھا، تو اسے انجام دینا ہی تھا۔ اس نے لورین کا بازو پکڑ لیا تاکہ وہ لڑکھڑا کر گر نہ پڑے۔

اتنی خطرناک اور بلند جگہ سے اُترنا خاصا دشوار تھا...

عدنان نے ایک دو بار اِدھر اُدھر بھی نگاہیں دوڑائی تھیں کہ ممکن ہے سیاحوں کا کوئی گروہ اِدھر آ نکلے لیکن وہ لوگ ان سے خاصی دُور رہتے۔ ان کی باتیں کرنے کی آوازیں کبھی کبھی ہواؤں کے دوش پر سفر کرتی اس طرف آ جاتی تھیں۔ آسمان پر چیلیں دائرے بنا کر گھوم رہی تھیں۔ وہ لوگ سیڑھیوں سے نیچے اُتر کر تقریباً ڈیڑھ فرلانگ دُور ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک چھوٹی سی لانچ کنارے پر موجود تھی۔ وہ شخص انہیں اسی لانچ کی طرف لے جا رہا تھا۔ ریت میں گڑی ایک مضبوط لکڑی کی سیخ سے لانچ کی رسی بندھی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک اور شخص کھڑا ہوا انہیں کی جانب دیکھ رہا تھا۔

لانچ کے قریب پہنچ کر قوی ہیکل آدمی نے ان لوگوں کو لانچ پر سوار ہونے کا حکم دیا اور عدنان ان کے ساتھ لانچ پر پہنچ گیا۔ اس کے پاس ہتھیار نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ جیب میں بس ایک پرس تھا اور کچھ ایسی ہی چھوٹی موٹی چیزیں۔ ان لوگوں کے لانچ پر سوار ہوتے ہی قوی ہیکل آدمی بھی لانچ پر آ گیا۔ اس نے پستول بدستور اپنے ہاتھ میں سنبھالا ہوا تھا۔ دوسرے آدمی نے انجن اسٹارٹ کیا اور لانچ کو دریا کے سینے پر آہستہ آہستہ آگے بڑھا دیا۔

تھوڑی دیر چلنے کے بعد لانچ کی رفتار کافی تیز ہو گئی تھی۔ لورین نے وکٹر کو سینے سے لگا لیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے اور عدنان سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ یہ لوگ انہیں کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ لڑکی کے ساتھی کی حیثیت سے یقیناً عدنان کی زندگی بھی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ موٹر لانچ دریا کے سینے پر پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی کسی نامعلوم منزل کی جانب جا رہی تھی اور قوی ہیکل آدمی اپنی کامیابی پر مسرور نظر آ رہا تھا۔ وہ اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اپنے قیدیوں... اور دریا پر نگاہ رکھ سکے۔

اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ قیدیوں کی جانب سے کسی مداخلت کا اندیشہ نہیں ہے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر عدنان کی سرد آواز اُبھری۔

"تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو؟ اس لڑکی اور اس کے بھائی کو اغوا کرنے کا مقصد کیا ہے؟ مجھے بتاؤ۔" قوی ہیکل آدمی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس مسکراتا رہا تھا۔ عدنان کو اس کی نگاہوں میں شیطنت نظر آ رہی تھی۔ اس نے چند لمحات کچھ سوچا اور پھر فیصلہ کر لیا کہ اب ان لوگوں سے نمٹ لینا بے حد ضروری ہے، ورنہ صورتحال کافی نقصان دہ ہو جائے گی۔

لیکن اس کی یہ کوشش کہیں لڑکی اور اس کے بھائی کو نقصان نہ پہنچا دے۔ اس لیے اُسے کسی مناسب موقعے کی تلاش تھی۔ لانچ کی رفتار اب کچھ کم ہونے لگی تھی۔ دریا اس مقام سے کئی چھوٹی چھوٹی نہروں میں تبدیل ہو گیا تھا۔ یہ نہریں دائیں بائیں اور سامنے کی سمت اُفق تک چلی گئی تھیں۔ ہر نہر کے کنارے پر گھنے اور اونچے اونچے درخت تھے۔ تھوڑے فاصلے پر آسمان پر ایک جگہ چار پانچ گدھ دائرے کی صورت میں اُڑتے ہوئے

آہستہ آہستہ نیچے آ رہے تھے۔

لانچ کا رُخ اب کنارے کی جانب ہو گیا اور چند لمحات بعد وہ ایک سنسان سے کنارے پر رُک گئی۔

"چلو، نیچے اُترو۔" طویل القامت آدمی نے کہا اور عدنان وغیرہ کنارے پر اُتر آیا۔ دونوں افراد اس کے ساتھ تھے۔ ... پستول ہی کے اشارے پر انہیں درختوں کے ایک جھنڈ کے نزدیک لایا گیا اور یہاں پہنچ کر وہ رُک گئے۔ قوی ہیکل ... نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاں مس لورین کیا خیال ہے آپ کا؟"

"کیا چاہتے ہو... آخر تم کیا چاہتے ہو؟ کیوں ہمارے دشمن بن گئے ہو؟"

"دولت، صرف دولت، تم جانتی ہو کہ اس کے بغیر ... ممکن نہیں ہے اگر اپنی اور اپنے بھائی کی زندگی چاہتی ہو تو ہمیں پندرہ ہزار ڈالر ادا کرو۔"

"پپ... پندرہ ہزار... اوہ... نہیں۔ اتنی رقم آخر میرے پاس کہاں سے آئی، میرے پاس صرف سات ہزار ڈالر ہیں۔ آہ میرے بھائی کی زندگی کی قیمت پندرہ ہزار ڈالر کچھ بھی نہیں ہے لیکن اس وقت میں یہ سب کچھ ادا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔"

"اپنے ساتھی سے معلوم کرو۔" اس شخص نے عدنان کی جانب اشارہ کر کے کہا اور عدنان کسی خیال سے چونک پڑا۔ ایک لمحے کے لیے اس کے ذہن میں ایک عجیب سا تاثر پیدا ہوا تھا۔ اس نے گہری نگاہوں سے لورین کی طرف اور دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آنے لگے۔ لورین کو اب تک وہ ایک مظلوم لڑکی کی حیثیت سے دیکھتا رہا تھا لیکن اب جو اس نے غور کیا... تو... تو... اس کا شبہ یقین میں بدلتا جا رہا تھا۔ لورین، اس کا بھائی وکٹر شیلے اور یہ لوگ... گویا یہ سب کچھ... اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ کی لکیر کھنچ گئی۔ اس نے لورین کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"تمہارے بھائی کی زندگی پندرہ ہزار ڈالر سے کہیں قیمتی ہے۔ لورین تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟"

"صرف سات ہزار۔ اس کے بعد میں قلاش ہو جاؤں گی۔" لورین نے جواب دیا۔

"باقی رقم میں پوری کروں گا دوستو۔ فکر مت کرو۔" عدنان نے ایک پُراسرار مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔

لورن کیمپ کے انچارج کی نیندیں حرام ہو چکی تھیں۔ وہ آٹھ سال سے ایک ایسے قید خانے کو کنٹرول کر رہا تھا جہاں وہ قیدی رکھے جاتے تھے جو ناقابلِ اصلاح ہوں جن کے بارے میں یہ فیصلہ کر لیا جاتا تھا کہ موت کی سزا ان کے لیے ناکافی ہے انہیں موت سے بھی بدتر سزا ملنی چاہیے۔

اس کیمپ میں اگر قیدی زندگی کو موت سے بھی بدتر تصور کرنے لگتے تھے بلکہ بہت سے تو یہاں کا نام سن کر ہی موت کی آرزو کرتے تھے جہاں قیدیوں کو تین کیٹیگریوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

نمبرا۔ وہ سیاسی قیدی تھے جن کی زندگی ضروری تھی تاکہ کسی بھی مرحلے پر حکومت ان سے کوئی کام لے سکے۔ دوسرے نمبر پر اخلاقی مجرم تھے انہیں وقفے وقفے سے ایسی اذیتیں دی جاتیں کہ اُن کا رُواں رُواں موت کی آرزو کرنے لگتا تھا مگر موت ان سے کوسوں دُور رہتی۔ تیسرے نمبر پر وہ قیدی آتے تھے جن کا انسانیت سے کوئی رشتہ ہی نہ رہ گیا تھا چنانچہ ان جانوروں کے لیے لورن کیمپ سے بہتر اور کوئی پنجرہ نہیں تھا۔

کیمپ انچارج جی یہاں کے سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ پورے آٹھ سال تک ایک جگہ تعینات رہنے کا مطلب یہ تھا کہ اس نے خود کو اس جگہ کا اہل ثابت کر دیا تھا۔ وہ خود بھی اتنا سخت

اور وحشی صفت تھا کہ قیدی اُس کے سائے سے کانپتے تھے لیکن وہ خود نئے اور عارضی انچارج سے کانپتا تھا۔ اس کی وجہ لسٹن کی موت تھی جس نے ثابت کر دیا تھا کہ آنے والا انچارج اس سے بھی زیادہ خونخوار بھیڑیا ہے۔

اس کیمپ میں تین شیطان تھے اور یہ تیسرے نمبر کے قیدی تھے جن کے بارے میں خاص احکام تھے کہ انھیں اذیتیں دو اس وقت تک کہ وہ مر نہ جائیں۔ انچارج جانتا تھا کہ ان لوگوں کو کیسے مارا جا سکتا ہے لیکن ان تین شیطانوں نے ثابت کر دیا تھا کہ ان کی موت کم از کم اس کے ہاتھوں نہیں ہو گی بلکہ کیمپ کے کچھ محافظوں کی موت ان کے ہاتھوں لکھی ہوئی تھی سو وہ مرتے گئے۔ وہ اگر چاہتا تو ان لوگوں کو زہر دے کر ہلاک کر سکتا تھا مگر یہ خلافِ اصول بات تھی اور وہ اصول پرست انسان تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ اس سے کوئی خلافِ اصول حرکت سرزد ہو۔ اسی باعث یہ تینوں قیدی اس کے لیے عذاب بن گئے۔ وہ ان کے بسے اپنے حکام کو مطلع کر چکا تھا اس کے فوری بعد ایک عارضی انچارج کو اس کی مدد کے لیے بھیج دیا گیا تھا لیکن آنے والا ان تینوں سے کہیں زیادہ خوفناک تھا۔ ایک سرد مزاج بھیڑیا بلکہ بھیڑیے اتنے خونخوار نہیں ہوتے وہ ان سے بہت آگے کی کوئی چیز تھا۔

تین شیطانوں میں سے ایک کم ہو چکا تھا لیکن انچارج کو خدشہ تھا کہ کہیں وہ خود بھی شکار نہ ہو جائے اس لیے وہ ہر وقت شیران کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور کوشش کرتا تھا کہ کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف نہ ہو۔ شیران پُرسکون تھا لسٹن کی موت اس کے حافظے سے مٹ چکی تھی۔ وہ باہر آتا قیدیوں کی نقل و حرکت دیکھتا اور آرام کی نیند سو جاتا۔

پھر ایک دن انچارج کو ہدایات ملیں کہ آئی چک اور گیرون کو اس کے سامنے لایا جائے۔ انچارج نے پریشانی کے عالم میں اپنے اسسٹنٹ کو طلب کر لیا اور اُسے صورتِ حال بتائی۔

''مگر کس طرح جناب؟'' اس کی بات سُن کر اسسٹنٹ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔

''یہی میں سوچ رہا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہلاکو خان بہت طاقتور اور خونخوار وحشی ہے لیکن کیا ان دونوں شیطانوں کی اس کے حضور پیشی مُناسب ہو گی۔''

''اُنھیں آزاد کر کے باہر نکالنے کا تو تصور ہی خوفناک ہے۔'' اسسٹنٹ کے چہرے پر تشویش کے سائے پھیل گئے اور وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر یکایک اُس کے چہرے پر سُرخی دوڑ گئی۔ وہ پُرجوش لہجے میں بولا۔ ''میرے ذہن میں ایک تجویز ہے جناب۔''

''کہو۔''

''کیوں نہ اس کے سامنے ان کا تذکرہ کر دیا جائے بلکہ ... ہے اس کے دل میں اشتیاق پیدا ہو۔ ہم اُسے ان کے احاطے میں بھیج دیں گے۔''

''اگر وہ ان میں سے کسی کا شکار ہو گیا تو؟''

''بھلا ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟ ہمیں تو ہدایات دی گئی ہیں کہ اس کے احکامات کو قبول کریں اور وہ عارضی انچارج کی حیثیت سے ہم پر فوقیت رکھتا ہے۔ ہاں اپنے طور پر بندوبست ضرور کریں گے۔ ایسی خفیہ جگہوں پر ہم مسلح محافظ تعینات کر دیں کہ اگر آئی چک یا گیرون اسے ختم کرنے کے بعد ہمارے لیے خطرہ ... تو وہیں سے اُنھیں گولیوں کا نشانہ بنا دیا جائے۔ اس میں ... سے بازپُرس بھی نہیں ہو گی میرے خیال میں جناب آپ کو یہ ... کر لینا چاہیے کیونکہ اگر ان دو شیطانوں سے بھی نجات مل جاتی تو پھر یہاں مکمل امن و امان ہو جائے گا۔ باقی رہی عارضی انچارج کی بات تو بہرطور وہ عارضی ہے اور اسے واپس جانا ہو گا پھر چونکہ وہ ہماری مخالفت میں بھی نہیں ہے اس لیے ... اس کی دلجوئی کر کے ہم اپنے طور پر محفوظ رہ سکتے ہیں۔'' اسسٹنٹ کی بات انچارج کو پسند آ گئی تھی۔ وہ اُسے سراہے بغیر نہ رہ ... پھر دونوں نے مل کر ایک منصوبہ ترتیب دیا۔

دوسرے دن دوپہر کے وقت جب تمام لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے دفعتاً کیمپ کا سائرن بجنے لگا اور چاروں طرف بھگدڑ مچ گئی۔ محافظ بندوقیں لے کر اِدھر اُدھر دوڑنے لگے صرف یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سائرن کیوں بجا ہے؟ کیا قیدی فرار ہُوا ہے؟ یا کوئی اور کارروائی ہُوئی ہے؟ شیران بھی اس وقت اپنی بیرک میں تھا۔ سائرن کی آواز سُن کر وہ باہر نکل آیا۔ بیرک کے دروازے پر کھڑا ہو کر بھاگ دوڑ کرتے ہُوئے سپاہیوں کو دیکھنے لگا۔ ایک محافظ اُس کے پاس سے گزرا تو اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے رُکنے کا اشارہ کیا۔ محافظ بدحواسی کے عالم میں تھا۔ اُس نے شیران کی طرف دیکھا اور پھر چند قدم دوڑتا چلا گیا۔ دُوسرے ہی لمحے شیران نے اپنی جگہ سے اس پر چھلانگ لگا دی اور محافظ کو رگیدتا ہُوا زمین پر آ رہا۔ محافظ ہکا بکا رہ گیا تھا ... کی آواز سے وہ یہی سمجھا تھا کہ کوئی ہنگامہ ہو گیا ہے۔ اب جو ... نے اُسے دبوچا تو اس کے ذہن میں صرف ایک ہی خیال آیا ...

... ان کی طرف سے ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی رائفل سیدھی کر کے ... ان پر گولی چلانے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے شیران کی ٹھوکر اس ... پر پڑی ... اور گرتے ہُوئے اُس کے حلق سے ایک ... چیخ نکل گئی۔ انچارج اور اسسٹنٹ اتفاق سے اس ... شیران کی بیرک کی جانب ہی دیکھ رہے تھے۔ محافظ کی یہ ... دیکھ کر ان کے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ شیران نے محافظ ... بازو کو پکڑ کر مروڑا اور محافظ کے حلق سے مسلسل چیخیں نکلنے لگیں ... شیران نے محافظ کی گردن پر ایک زوردار ٹھوکر ماری اور محافظ ... ٹھے مُنہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔

دوسرے محافظ بھی اس طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ انچارج نے ... لوگوں کو منتشر ہونے کو کہا اور پھر ہانپتا کانپتا ہُوا شیران ... پاس پہنچ گیا۔

''کیا ہُوا جناب؟''

''کوئی بات نہیں ہے آفیسر۔ اس بے وقوف کو میں نے ... لنے کی کوشش کی تھی لیکن اُس نے میری بات نہیں سُنی۔''

''اوہ تب تو یہ اسی قابل تھا۔ میں ان تمام لوگوں کو آخری ... ہدایت دُوں گا کہ آپ کے احکامات کی مکمل تعمیل کریں اور ... اس پر بھی اِن میں سے کسی سے کوتاہی ہُوئی تو پھر آپ دیکھیں ... میں کس طرح ان لوگوں کو سزائیں دیتا ہُوں۔''

''یہ سائرن کیوں چیخ رہا ہے؟'' شیران نے پوچھا۔

''شبہ ہُوا تھا جناب۔ اس شبہے میں حقیقت نہیں تھی۔'' ... رج نے عاجزی سے جواب دیا۔

''کیسا شُبہ؟''

''وہ بات دراصل یہ ہے جناب! ویسے تو ہمارا کیمپ پُرسکون ... نارمل ہے اور کوئی قیدی یہاں سے فرار کا سوچ بھی نہیں ... لیکن دو شیطان ایسے ہیں جن سے ہم عاجز ہیں۔ وہ ہر ... وقت نئی چالیں چلتے رہتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی حرکت کرتے ... رہتے ہیں۔''

''کون شیطان؟'' شیران کے حلق سے غُراہٹ نکلی۔

''ان میں سے ایک کا نام آئی چک اور دوسرا گیرون ہے ... تھائی لینڈ کا باشندہ ہے لیکن اتنا خوفناک ہے ... رہا نہیں جا سکتا۔ دوسرا گیرون ہے۔ گیرون وسطی آسٹریلیا ... ندہ ہے اور تقریباً نیم پاگل ہے۔ ان دونوں کی کیفیت بھی ... جیسی ہی ہے۔ وہ لسٹن جسے آپ نے عبرتناک سزا دی تھی ... وقت محافظوں کو شُبہ ہُوا تھا کہ ان دونوں نے بھاگنے کی کوشش کی ہے۔ وہ دونوں ہمیشہ ہی اس چکر میں رہتے ہیں کہ کس طرح کیمپ توڑ کر نکل بھاگیں۔''

''ذرا اُن دونوں کی زیارت کرا دو مجھے۔'' شیران بولا۔

''یہاں لانے سے دُوسروں کے لیے خطرات پیدا ہو سکتے ہیں۔''

''تم انچارج ہو یا خواجہ سرا۔ ہر شخص سے تمھیں خطرات ہیں۔ اس طرح بند کر رکھا ہے اُنھیں جیسے وہ انسان نہ ہوں جنگل کے شیر ہوں۔''

''وہ شیروں سے زیادہ خونخوار ہیں جناب۔''

''اس کے باوجود میں چاہتا ہُوں کہ تم اُنھیں میرے پاس لے آؤ۔'' انچارج کے ہوش و حواس رُخصت ہو گئے تھے۔ یہ لانے والی بات کافی ٹیڑھی تھی۔ اُس نے آخری کوشش کے طور پر شیران سے کہا کہ اگر وہیں پر ان لوگوں سے ملاقات کر لی جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ اس پر شیران نے اُسے گھورتے ہُوئے کہا۔

''اس محافظ کا حشر دیکھا ہے تم نے! اس کا بازو دوبارہ اپنی جگہ واپس نہیں آ سکے گا۔ میں حکم عدولی کرنے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہُوں۔'' انچارج خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہو گیا۔ اُس نے سراسیمہ نگاہوں سے اپنے اسسٹنٹ کی طرف دیکھا جو کافی دُور کھڑا تھا اور اس گفتگو سے آگاہ نہیں تھا تب اُس نے مردہ لہجے میں کہا۔

''بہتر ہے جناب۔ میں ابھی اُنھیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہُوں۔''

''میں اپنی بیرک میں ہُوں۔'' شیران نے جواب دیا۔ انچارج ہانپتا کانپتا اپنے اسسٹنٹ کے پاس پہنچا اور اُسے اس صُورتِ حال کے بارے میں بتانے لگا۔ اسسٹنٹ کا چہرہ بھی دُھواں دُھواں ہو گیا تھا۔ ''اب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا کہ ان دونوں کو بیرکوں سے نکالنے کا خمیازہ مول لیا جائے۔'' ''اور چند زندگیاں کھو دی جائیں۔ بہرطور اگر ایسا نہ ہُوا تو پھر اُس کی طرف سے ہمیں خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔''

''ہاں۔ تم انتظام کرو۔ جس قدر ممکن ہو سکے لوگوں کا بندوبست کر لو اور اس کے بعد ان دونوں کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر اُس کے سامنے پیش کرو۔''

''م۔ میں۔ جناب۔ میں؟''

''میں تمھیں حکم دیتا ہُوں۔'' انچارج نے یہاں اپنی حیثیت کا استعمال کیا جب اُسے مجبور کر دیا گیا تھا تو پھر وہ کسی کو کیوں نہ

مجبور کرتا۔ اسسٹنٹ کینہ توز نگاہوں سے اُسے گھورتا رہا پھر بولا، "جناب عالی۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن پروگرام کے تحت یہ بات مناسب نہیں ہے"۔

"تم اپنے ساتھ جتنے محافظ چاہو لے جا سکتے ہو، اور بقیہ انتظامات میں کیے لیتا ہوں یعنی وہ جو میں نے کہا تھا تم سے۔ سمجھ رہے ہو؟ نا حماقت کی باتیں مت کرو جاؤ۔ جو کہا ہے اس کی تعمیل کرو"۔ اسسٹنٹ لرزتے دل کے ساتھ واپس مڑ گیا محافظوں کے ایک پورے دستے نے آئی چک نامی شیطان کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ لیا تھا۔ اُس کے بدن سے زنجیریں باندھ دی گئی تھیں جن کے سرے محافظوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے۔ آئی چک بھی اچھے خاصے تن و توش کا آدمی تھا۔ تھائی لینڈ کے عام باشندوں کی نسبت اس کا تن و توش ان سے کہیں زیادہ تھا جب کہ خدوخال تھائی باشندوں جیسے ہی تھے۔ ایسے ہی ایک دستے نے گیرون کو بھی اپنے قبضے میں کیا۔ گیرون واقعی بہت دیوہیکل تھا وہ بھی تقریباً لسٹن سے ملتا جلتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ لسٹن کا تعلق افریقہ سے تھا اور گیرون کے خدوخال مغربی تھے۔

دونوں کے پیروں میں مضبوط بیڑیاں اور ہاتھوں میں آہنی کڑیاں ڈال کر اُنھیں شیران کے سامنے لایا گیا دونوں ہی خاموش تھے اور تمسخرانہ نگاہوں سے ان سب کو دیکھ رہے تھے، جو اس طرح خوفزدہ نظر آ رہے تھے جیسے خونخوار شیر بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیے گئے ہوں۔

شیران کی بیرک کے سامنے محافظوں کی اچھی خاصی تعداد جمع ہو گئی وہ گیرون اور آئی چک کو پکڑے ہوئے تھے تب انچارج نے کسی قدر فخریہ انداز میں شیران کو ان دونوں کی آمد کی اطلاع دی اور شیران باہر نکل آیا۔ اُس کی نگاہ آئی چک پر پڑی اور دفعتاً اُس کی آنکھوں میں سُرخ رنگ لہرا گیا۔ یہ رنگ گہرا ہوتا چلا گیا ہاں یہ وہی تصویر تھی جو اُسے جنرل ڈی نے دکھائی تھی۔ دُوسری شکل بھی وہی تھی یعنی گیرون لسٹن، آئی چک اور گیرون یہی تین افراد تھے جن کے قتل کے لیے شیران کو بورن کیمپ بھیجا گیا تھا۔ سُرخ چادر اس کے ذہن پر مسلط رہی اور آہستہ آہستہ اُس کی آنکھوں میں روشنی پھیلتی چلی گئی پھر اُس کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا آئی چک کے قریب پہنچ گیا اور اُس نے آئی چک کی ٹھوڑی کے نیچے اُنگلی لگا کر کہا۔

"تمھارا نام آئی چک ہے؟" دُوسرے لمحے آئی چک نے اُس کے مُنہ پر تھوک دیا۔ شیران دو قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ وہ آئی چک کو گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ انچارج کے الفاظ اُس کے کانوں میں گونج رہے تھے اور اُسے یاد آیا کہ آئی چک یہاں سے فرار ہونا چاہتا ہے۔ دُوسری ملاقات اُس نے گیرون سے کی۔ گیرون نے اس کے سوال کے جواب میں اپنا بھاڑ سا منہ کھول دیا اور شیر کی طرح غرّانے لگا وہ شیران کا مذاق اُڑا رہا تھا۔ شیران پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔ "تم دونوں۔ میں نے سُنا ہے کہ تم دونوں یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہو"۔

"خیال ہے ہمارے ذہن میں، وقت کا انتظار کر رہے ہیں"۔

"کیوں۔ کیا تم ہمیں روکنے کی جرأت کر سکتے ہو؟" آئی چک نے جواب دیا۔

"اور تم؟" شیران نے گیرون سے کہا۔

"میں بھی یہاں سے نکل جاؤں گا۔ سنو میں تمھیں صرف ایک ماہ کا وقت دیتا ہوں۔ ایک ماہ کے اندر اندر میں یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اس کے بعد تم مجھے روکنے کی کوشش کرنا"۔ گیرون نے خونخوار لہجے میں کہا اور شیران ہنس پڑا۔ پھر اُس نے انچارج کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"یہ دونوں یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہیں کیا خیال ہے تمھارا؟ کیوں نہ ان کی خواہش کی تکمیل کر دی جائے"۔

"مم۔ میں۔ میں سمجھا نہیں جناب"۔

"ان دونوں کو ہم فرار ہونے کا موقع دیں گے۔ یہ یہاں سے نکل بھاگیں گے اور اس کے بعد جب یہ ایک مخصوص فاصلہ طے کر لیں گے تو انھیں ہلاک کر دیا جائے گا"۔ پھر وہ دوبارہ اُن دونوں سے مخاطب ہوا۔ "میں تم دونوں کو خوشخبری سُناتا ہوں کہ اس کے لیے تمھیں ایک ماہ کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ اب سے منٹ کے اندر اندر صرف تھوڑی دیر کے بعد تم دونوں کو آزادی دے دی جائے گی۔ تم جس طرف بھی جانا چاہو جا سکتے ہو جب بھی نکلنا چاہو یہاں سے نکل سکتے ہو لیکن دونوں ساتھ رہو گے اور میں بیرونی تنہا تمھارا تعاقب کروں گا اور اس وقت جب تم اپنی کوششوں میں ناکام ہو جاؤ گے تمھیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ ہلاک کرنے والا میں ہوں گا صرف میں، لیکن ایک بات اور، تم لوگ الگ الگ نہیں بھاگو گے کیونکہ میں تنہا ہوں اور بیک وقت دو سمتوں کا رُخ نہیں اختیار کر سکتا بلکہ ایک ہی جا سکتا ہوں۔ اس کے لیے ہم صرف اتنا انتظام کریں گے کہ تم دونوں کے ہاتھ ایک موٹی زنجیر سے جکڑ دیے جائیں گے۔ زنجیر اتنی ہو گی جسے تم آسانی سے نہیں توڑ سکو گے۔ اس طرح صرف نا

رہے گا کہ تم دونوں ساتھ رہو گے اور پھر میں تمھیں ہلاک کر دوں گا۔ ایک بات کا وعدہ کرتا ہوں میں تم سے کہ تم نہتے ہو گے کوئی ہتھیار نہیں ہو گا تمھارے پاس، میرے پاس ہتھیار ہوں گے لیکن تم پر گولی نہیں چلاؤں گا یہ میرا وعدہ ہے"۔ شیران کے الفاظ دونوں نے بڑی حیرت سے سُنے تھے۔ مسکراتی نگاہوں سے دونوں نے ایک دُوسرے کی شکل دیکھی تھی اور پھر گیرون قہقہہ لگا کر بولا تھا۔

"واہ سُورما۔ بڑی دلیری کی بات کہی ہے تُو نے۔ ہمیں تو منظور ہے۔ ہاں اگر تجھے عقل آ جائے اور اپنی زندگی بچانی ہو تو اس بات کو ایک قہقہہ لگا کر ٹال سکتا ہے اور ایسے لوگوں کی طرح اپنی بات سے منحرف ہو سکتا ہے جو مُنہ میں زبان کی موجودگی صرف اس لیے ضروری سمجھتے ہیں کہ زبان بولنے کے کام آتی ہے"۔

"نہیں دوستو۔ جو کچھ میں نے کہا ہے وہی ہو گا ابھی اور اسی وقت"۔ اس نے انچارج کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "کیا تم انھیں دو ہتھکڑیوں والی ایسی زنجیر مہیا کر سکتے ہو جس میں ان دونوں کو جکڑ دیا جائے۔ درمیان میں تقریباً ایک گز لمبی زنجیر ہو گی اور اس کے بعد اُنھیں آزاد کر دیا جائے گا"۔

"مم مگر جناب"۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کی تعمیل کرو اگر ہتھکڑی موجود نہیں ہے تو فوراً تیار کراؤ خواہ اس میں کچھ وقت ہی کیوں نہ لگ جائے"۔ پھر اُس نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم دونوں یہیں بیٹھ جاؤ۔ انتظار کرو ان لمحات کا جب میں تمھارے ہاتھوں اور پیروں کی زنجیریں کھلوا دوں"۔

"لو ہم بیٹھ گئے"۔ گیرون نے کہا اور پھسکڑا مار کر زمین پر بیٹھ گیا۔ بیڑیوں نے اُسے بیٹھنے تو نہیں دیا تھا لیکن وہ لیٹنے کے انداز میں بیٹھ گیا تھا دونوں گھٹنیاں زمین پر ٹکائی پڑی تھیں پاؤں بھی زمین پر پھیلانے پڑے تھے۔ یہی کیفیت آئی چک کی تھی۔ لسٹن کی نسبت دونوں سمجھدار معلوم ہوتے تھے۔ لسٹن ایک وحشی انسان تھا وہ کسی ناسمجھ درندے کی طرح اُچھل کود کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا جب کہ ان دونوں کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک بھی تھی۔

انچارج اسسٹنٹ کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ راستے میں اُس نے کہا۔

"اس بار پانسہ پلٹ گیا۔ صُورتحال ہماری توقع سے بالکل مختلف ہو گئی کیا اس کا یہ اقدام احمقانہ نہیں ہے"۔

"ممکن ہے ایسا ہو لیکن آپ کیوں پریشان ہیں سر؟"

"کیا اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے؟"

"میرے خیال میں نہیں بلکہ اس طرح ہمیں ایک فائدہ اور ہو رہا ہے۔ ایک تو وہ دونوں درندے بھاگ رہے ہیں یقیناً وہ دوبارہ حکام کے ہتھے نہیں چڑھیں گے اور ان کے ساتھ ساتھ ہی یہ تیسری خوفناک بلا بھی۔ وہ اسے راستے میں گھیر کر ختم کر دیں گے اور اس طرح اس سے بھی ہمارا پیچھا ذرا جلد ہی چھوٹ جائے گا۔ ہم سے کوئی بازپرس اس لیے نہیں کی جا سکتی کہ ہمیں اس کی ہدایات کی تعمیل کا حکم دیا گیا ہے"۔ انچارج نے اسسٹنٹ کی طرف دیکھا اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"واقعی۔ میرا خیال ہے تم ٹھیک کہتے ہو۔ اب تم جاؤ اور ہتھکڑیوں کا بندوبست کرو"۔

دونوں قیدی زمین پر آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے انداز سے یہ محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتے ہوں اور اس سے پہلے کوئی حرکت کر کے اپنے آپ کو اُلجھن میں ڈالنے کے خواہشمند نہ ہوں۔ انچارج شیران کے پاس آ گیا۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔

"آپ نے بہت ہی خطرناک فیصلہ کیا ہے جناب بے شک اس قسم کا فیصلہ آپ ہی کر سکتے تھے بھلا کسی اور کی کیا جرأت ہو سکتی ہے؟ لیکن آپ کی روانگی کے لیے کیا انتظامات کرنے ہوں گے؟"

"شکریہ انچارج تمھیں واقعی یہ پوچھنا چاہیے تھا"۔

"میں انتظار کر رہا تھا اسی بات کا"۔

"میرا فرض ہے جناب۔ حکم دیجیے"۔

"میں گاڑی استعمال کروں گا۔ یقیناً یہ بات غیر منصفانہ ہو گی لیکن بہرطور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں اُنھیں بھاگنے کا موقع اس وقت تک دُوں گا جب تک کہ وہ کافی دُور نہیں نکل جائیں گے اور اس کے بعد میں اُن کا تعاقب کروں گا۔ مجھے ریوالور بھی درکار ہو گا اور ایک رائفل بھی لیکن یہ صرف اس لیے ہو گا تاکہ جنگلی درندوں سے نمٹا جا سکے۔ کم از کم اُنھیں زندگی کا تھوڑا سا موقع تو دینا ہی ہو گا۔ اگر یہاں سے نکلتے ہی میں اُنھیں ہلاک کر دُوں گا تو پھر لُطف کیا آئے گا۔ کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گے انچارج؟ کیا تم ان کی موت کا تماشا دیکھو گے؟ ویسے تم بے فکر رہو۔ تمھیں اپنے ہاتھ پاؤں استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی تم صرف اپنی حفاظت کرو گے

اور سب اُنھیں ٹھکانے لگادُوں گا۔"

"مگر جناب۔ آپ تو سمجھتے ہیں کہ میری غیر موجودگی میں کیمپ کا نظام بگڑ جائے گا۔ بھلا کون ہے جو میرے پیچھے ان قیدیوں کو سنبھالے رکھے۔ اس طرح ہم اس کیمپ میں شدید نقصانات سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ مجھے معاف کردیں تو بہتر ہے ہاں اگر آپ کی ہدایت ہو تو مَیں اپنے اسسٹنٹ کو آپ کے ساتھ روانہ کر سکتا ہُوں۔"

"ٹھیک ہے اگر ایک آدمی مجھے مِل جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔" انچارج نے انتہائی بدحواسی کے عالم میں اسسٹنٹ کا نام لیا تھا لیکن اَب اپنی غلطی پر پریشان تھا۔ اسسٹنٹ کیا کہے گا اور کیا سوچے گا؟ اس بارے میں بہر طور کچھ بھی ہو خود اُس کی اپنی جان تو بچ گئی تھی۔

شیران نے اُسے جو ہدایات دی تھیں اُس نے فوری طور پر ان کی تکمیل شروع کردی۔ اشیاء خورد و نوش کی وافر مقدار دو ریوالور ایک رائفل اُسے مہیا کردی گئی اور اس کے بعد وہ اسسٹنٹ کی تلاش میں چل پڑا جو تھوڑے فاصلے پر شیران کی مطلوبہ ہتھکڑی لے کر آ رہا تھا۔ انچارج نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اسسٹنٹ کے قریب جاکر زنجیر اُس کے ہاتھ سے لے لی اُسے بغور دیکھتے ہُوئے اُس نے تعریفی انداز میں گردن ہلائی۔ اور کہنے لگا۔

"تمھاری کارکردگی ہمیشہ قابلِ رشک رہی ہے لیکن میرے دوست تم ایک اُلجھن میں ضرور پھنس گئے ہو۔ اس کے لیے مَیں تم سے معذرت خواہ ہُوں کہ مَیں تمھاری کوئی مدد نہ کر سکا۔"

"کک کیسی اُلجھن؟" اسسٹنٹ نے چونک کر پوچھا۔

"اس کا کہنا ہے کہ تم اس کے ساتھ جاؤ گے۔" اسسٹنٹ گرتے گرتے بچا تھا۔ اُس کا مُنہ کھُل گیا اور آنکھیں خوف سے اُبل پڑیں۔

"کک۔ کیا مطلب؟"

"اس تعاقب میں تم اس کے ساتھ ہو گے۔"

"نہیں۔ نہیں یہ ناممکن ہے جناب۔ آپ۔ آپ آپ انچارج ہیں جناب۔ آپ سے اگر اس نے ایسی کسی خواہش کا اظہار کیا ہے تو آپ کو جانا چاہیے۔ مم۔ میں کیا حیثیت رکھتا ہُوں ایک ناکارہ بے وقوف سا آدمی۔"

"مگر اس کی خواہش ہے۔"

"مَیں اس سے بات کرتا ہُوں۔" اسسٹنٹ نے کہا انچارج نے اُسے روکنے کی کوشش کی لیکن اسسٹنٹ دوڑتا ہُوا شیران کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اُس نے بڑے ادب سے شیران کو سلام کیا اور شیران تمسخرانہ انداز میں اُسے دیکھنے لگا۔

"گڈ۔ تن و توش کے اچھے آدمی ہو۔ ڈرائیونگ بھی کرلیتے ہو گے؟ مجھے ایک ساتھی کی ضرورت ہے اور بس اگر تمھارا انچارج تمھارا نام پیش نہ کرتا تو مَیں اُسے ہی اپنے ساتھ لے جاتا لیکن اس کا کہنا بھی ٹھیک ہے۔ واقعی اتنے بڑے کیمپ کو سنبھالنا مشکل کام ہے جب کہ یہاں جرائم پیشہ لوگوں کی بہتات ہے۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ تمھیں فکرمند نہیں ہونا چاہیے تم بس میرے خدمت گار کی حیثیت رکھتے ہو۔ اس کے علاوہ تمھیں اور کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔" اسسٹنٹ نے یہ بات سُنی تو اس کا خون کھول کر رہ گیا۔ انچارج نے اُس کا نام پیش کیا ہے جب کہ شیران انچارج کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا چنانچہ وہ دست بستہ بولا۔

"مجھے صحیح ڈرائیونگ کرنا نہیں آتی جب کہ ہمارے انچارج صاحب ایک مرتبہ کاروں کی دوڑ میں حصّہ بھی لے چکے ہیں اور جیپ کی ڈرائیونگ میں تو اُن کا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ خطرناک سے خطرناک راستے پر نہایت ہوشیاری سے جیپ ڈرائیو کرلیتے ہیں چنانچہ یہ بہتر ہوگا کہ اس خطرناک مہم میں آپ اُنھیں اپنے ساتھ رکھیں باقی رہی کیمپ کی بات تو شاید آپ کو اس بات کا علم ہو یا ممکن ہے آپ نے توجہ نہ فرمائی ہو کیمپ کی اصل نگرانی میں ہی کرتا ہُوں۔ وہ میرے انچارج ہیں صرف احکامات دیتے ہیں۔ تعمیل تو مجھے ہی کرنا ہوتی ہے اور مَیں جانتا ہُوں کہ قیدیوں کو کس طرح کنٹرول میں رکھا جاتا ہے چنانچہ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ انچارج صاحب کو ہی ساتھ لیں۔" انچارج اتنی دیر میں وہاں پہنچ گیا تھا۔ اُس نے غُرّاتے ہُوئے لہجے میں کہا۔

"کیا بکتے ہو ولیس۔ بھلا یہاں کی کارروائیاں تم نمٹا سکتے ہو؟ تمھیں تو اتنا بھی علم نہیں ہے کہ کیمپ میں خوراک کے ذخائر کتنے ہیں؟ یا قیدیوں میں سے اگر کوئی بغاوت پر اُتر آئے تو فوری طور پر اس کے لیے کیا کارروائی کی جا سکتی ہے۔ مَیں مسٹر شیران کی موجودگی میں اِن کا ماتحت ہُوں اور تم میرے ماتحت ہو چنانچہ جو فیصلہ مسٹر شیران کریں گے وہ مجھے منظور ہوگا اور جو فیصلہ مَیں کروں گا اس کی تعمیل تمھیں کرنا ہوگی۔ تم تیاریاں کرو۔ جاؤ۔ مَیں کہتا ہُوں تمھیں احکامات کی تعمیل کرنا چاہیے۔" اسسٹنٹ کے چہرے پر مُردنی چھاگئی۔ اس وقت اُسے چکر میں پھنسانے والا یقینی طور پر انچارج ہی تھا ورنہ شیران کے ذہن میں تو اس کا خیال بھی نہیں آیا ہوگا۔ بہر طور اب تو موت اس کا مقدر بن گئی تھی۔ حکم کی تعمیل کے علاوہ کوئی چارۂ کار ہی نہ تھا۔ چنانچہ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے تیاری کے لیے چل پڑا۔ بار بار وہ پلٹ کر انچارج کو گھُورتا جا رہا تھا۔ دُوسری طرف انچارج نے خوشی خوشی دُوسری کارروائیاں کرنا شروع کردی تھیں۔ آئی چک اور گیرون کے ہاتھوں میں یہ مخصوص قسم کی آہنی کڑیاں پہنائی تھیں۔ زنجیریں کھولنے سے قبل یہ کام کرلیا گیا۔ انچارج نے جب پہلی ہتھکڑی سامنے کی تو آئی چک نے جلدی سے اپنا اُلٹا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ انچارج نے ہتھکڑی اُس کے ہاتھ میں ڈال کر کلپ کر دیا تھا۔ گیرون نے خونخوار نگاہوں سے آئی چک کو دیکھا اور پھر خونخوار لہجے میں بولا۔

"تمھاری اس بے ایمانی نے میرے دِل میں تمھارے لیے بال ڈال دیا ہے حالانکہ اس سفر کے دوران ہم دونوں کو ایک دوسرے کا صحیح طور پر معاون کار ہونا چاہیے تھا۔ لیکن تمھاری اس حرکت نے مجھے بتا دیا ہے کہ تم مکّار انسان ہو۔"

"مَیں سمجھا نہیں مسٹر گیرون۔" آئی چک بولا۔

"میرا داہنا ہاتھ آہنی کڑی کی زد میں آنے گا جب کہ تم نے اپنا بایاں ہاتھ اس کی زد میں دیا ہے گویا تم اپنا داہنا ہاتھ آزاد رکھنا چاہتے ہو اور میرا داہنا ہاتھ قید کرانا چاہتے ہو تاکہ مَیں اُلٹے ہاتھ سے کوئی صحیح کام نہ لے سکوں۔"

"ارے نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ مَیں نے اپنا بایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا اگر آپ چاہیں تو انچارج سے کہہ کر اُسے کھُلوا سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ شاید تمھیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ میرا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ سے زیادہ مضبوط ہے۔ مَیں بچپن ہی سے بائیں ہاتھ سے کام لینے کا عادی ہُوں۔"

"چلیے مسئلہ حل ہوگیا۔ آپ نے بلاوجہ مجھ سے شکایت کی۔" آئی چک مسکرا کر بولا۔ گیرون نے اپنا داہنا ہاتھ آہنی کڑی کی گرفت میں دے دیا تھا۔ درمیانی زنجیر بہت موٹی تھی اور آسانی سے اس کا ہاتھ ہتھکڑی سے نکلنا ممکن نہیں تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد انچارج نے محافظوں کی نگرانی میں ان کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کھلوانا شروع کردیں۔ تمام زنجیریں اُن کے بدن سے علیحدہ ہوگئیں اور وہ دونوں پُراطمینان انداز میں کھڑے ہوگئے۔ اس دوران شیران بھی باہر نکل آیا تھا۔ وہ جیپ تیار تھی جس میں اُسے سفر کرنا تھا۔ گیرون نے شیران کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہُوئے بولا۔

"واہ - بہادر سور ما گاڑی پر سفر کرے گا اور ہم لوگ پیدل ہوں گے کیا یہ انصاف ہو گا؟"

"ہاں - میرے اور تمھارے درمیان تفریق رہنی ہی چاہیے لیکن تم کم از کم ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کر لو گے - اس کے بعد میں تمھارے پیچھے نکلوں گا اور گاڑی کے ذریعے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا - یہ وعدہ ہے۔"

"مگر اس طرح تم ہمیں جلدی پکڑ لو گے۔"

"بہرطور - میں تمھیں چھوڑنا تو نہیں چاہتا۔" شیران نے کہا - دونوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور پھر آئی چیک جلدی سے بولا -

"میرا خیال ہے مسٹر گیرون ہمیں اس اعلیٰ آفیسر کی بات مان لینی چاہیے - ٹھیک تو ہے - ہم قیدی ہیں - ہم تیار ہیں جناب کیا اب ہمیں کیمپ سے باہر نکلنے کی اجازت ہے؟"

"دوڑ جاؤ۔" شیران بولا اور وہ دونوں کیمپ کے دروازے کی جانب چل پڑے - تمام محافظ حیرت و خوف کے ملے جلے تاثرات سے انھیں دیکھ رہے تھے - اتنی دیر میں اسسٹنٹ بھی واپس آ گیا - شیران نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر جیپ اسٹارٹ کر دی اور اسسٹنٹ اس کے پیچھے جا بیٹھا - اس نے چلتے ہوئے آہستہ سے کہا -

"مسٹر انچارج آپ نے اچھا نہیں کیا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ نے کسی پرانی دشمنی کا بدلہ لیا ہے مجھ سے - بہرطور مجبوری ہے۔" انچارج نے رُخ بدل لیا تھا جیسے وہ اسسٹنٹ کی بات سُن ہی نہ رہا ہو - اس کے چہرے پر آسودہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی - جیپ کا انجن اسٹارٹ رہا - وہ دونوں کیمپ کے دروازے سے باہر نکلتے ہی تیز رفتاری سے دوڑنے لگے تھے - شیران انتظار کرتا رہا - سرچ ٹاور سے انھیں دیکھا جا رہا تھا اور پھر چیخ کر اطلاع دی گئی کہ دونوں قیدی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں - تب شیران نے آہستہ آہستہ جیپ کا کلچ چھوڑا اور جیپ سُست رفتاری سے کیمپ کے دروازے کی طرف بڑھنے لگی -

ڈی الیون سے موصول شدہ ہدایات کے مطابق اسٹیلا اور رینی الفانو آوارہ گرد لڑکیوں کے رُوپ میں بنکاک روانہ ہو گئی تھیں - انھیں آوارہ گرد صرف اس لیے کہا جا سکتا تھا کہ اُن کے لباس بے ترتیب تھے، حُلیے میں بھی کوئی ترتیب نہیں تھی، باقی سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا - بے جوڑ لباس پہننے کی وجہ سے دونوں لڑکیاں بہت سی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھیں، لیکن یہ شاید اسٹیلا براؤنسن کا قد و قامت تھا جس کی وجہ سے کسی نے ان لوگوں کے قریب ہونے کی کوشش نہیں کی تھی یا پھر اس کے چہرے پر پھیلے ہوئے خشونت کے آثار بھی اُن کے لیے معاون بنے تھے -

بہرطور بنکاک ائیرپورٹ پہ اُترنے کے بعد انھیں ٹھوران کیمپنگ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی، یہی وہ جگہ تھی جہاں اُن کی ملاقات اپنے گروہ کے بقیہ افراد سے ہونی تھی، انھیں بتا دیا گیا تھا کہ ٹھوران کیمپنگ میں یہ لوگ خود ہی اُن سے آ ملیں گے اور ذرامہاتما بُدھ کے پیروکاروں کی حیثیت سے انھیں اپنے آپ کو روشناس کرانا ہو گا -

ہپّی آوارہ گردوں کا کوئی دین ایمان تو تھا نہیں جس کے دل میں جو آئی کر بیٹھا جس نے جس کا معتقد بننا چاہا بن بیٹھا - کوئی ہرے راما ہرے کرشنا نامی تحریک کا پیروکار تھا اور کوئی سدھارت کے مشن کا لیکن درحقیقت اُن کے ذہنوں میں چرس، افیون اور اسی قسم کی نشہ آور اشیاء کی حکمرانی تھی - ٹھوران کیمپنگ بھی بہت عمدہ جگہ تھی - یہاں ایک چھوٹی سی ندی بہتی تھی جس کے کنارے ٹھوران کیمپنگ بنائی گئی تھی - آوارہ گردوں کے علاوہ دُور دراز کے مقامی باشندے بھی کھانے پینے کی اشیاء، چرس اور منشیات کا دُوسرا سامان لے کر کشتیوں میں اس طرف سے گزرتے تھے اور آوارہ گردوں کے ہاتھوں سامان فروخت کرتے تھے لیکن ٹھوران کیمپنگ میں آنے کے لیے لائسنس کی ضرورت ہوتی تھی، اور غیر لائسنس یافتہ افراد یہاں نہیں پہنچ پاتے تھے جس کی وجہ سے اس شہری بازار میں بہت زیادہ رونق نہیں ہوتی تھی -

کیمپنگ میں بہت کم لوگ ایسے تھے جنھوں نے خیمے لگائے ہوئے تھے، ورنہ زیادہ تر کھلے آسمان کے نیچے یا چوڑی شاخوں والے درختوں کے نیچے ڈیرا جمائے ہوئے تھے، دونوں لڑکیوں نے بھی اپنے لیے ایک جگہ منتخب کر لی - اسٹیلا براؤنسن اب رینی الفانو سے پوری طرح واقف ہو چکی تھی - اس بات کا اُسے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ لڑکی جسمانی طور پر طاقتور نہیں ہے لیکن ذہنی طور پر خوب ہے - چنانچہ یہاں قیام کے بعد اپنے ساتھیوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے انھوں نے ایک تجویز طے کی اور اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گئیں -

شام کے چار بجے ہوں گے جب اسٹیلا براؤنسن آوارہ گردی کے لیے نکلی، ہپّی جوڑے اور تنہا نوجوان اپنے اپنے طور پر تنہا تفریحات میں مشغول تھے، ان میں ایسے لوگ بھی آ جاتے تھے

جو صرف شکار کی تلاش میں سرگرداں ہوتے تھے - ایسا ہی ایک شکاری اسٹیلا کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگا - لیکن جُونہی اسٹیلا نے اُسے ہاتھ دکھایا وہ سر پر پیر رکھ کر ایک جانب دوڑ گیا - اس ہنگامے کی وجہ سے اچھا خاصا مجمع اکٹھا ہو گیا تھا -

لیکن کچھ لوگ ایسے تھے جو اس واقعے کے رفع دفع ہونے کے بعد اسٹیلا کی طرف متوجہ ہو گئے تھے، انھی میں سے ایک شخص نے ان دونوں کے پاس پہنچ کر مسکراتے ہوئے زیرِ لب کہا -

"میرا نام بی پال ہے۔"

"ہیلو۔" اسٹیلا نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا -

"آپ کا انتظار تھا میڈم - درحقیقت اتنی بڑی کیمپنگ میں ہم آپ کو آسانی سے تلاش نہیں کر سکتے تھے، اگر یہ واقعہ نہ ہو جاتا!"

"یہ سب کچھ خود تو نہیں ہُوا۔" اسٹیلا نے مسکراتے ہوئے کہا -

"اوہ میرا بھی یہی خیال تھا۔" اُس نے اپنے عقب میں آتے ہوئے دو آدمیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ شوکس ہے اور دُوسرا جو جیبوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہے آڈرن ہے ہم تینوں آپ کے ساتھی ہیں میڈم اور یہاں مزید دس افراد جن میں تین لڑکیاں اور سات نوجوان شامل ہیں آپ کے اشاروں پر تمام کام انجام دینے کے لیے تیار ہیں۔"

"گڈ، کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ آج رات ہم اپنے پروگرام کی پلاننگ کر لیں۔"

"اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت ہے، ہاں ہماری دوستی قبول کر کے آپ لوگ ہمارے کیمپ میں آ جائیے بلکہ بہتر یہ ہو گا کہ آپ بھی ہم میں شامل ہو جائیں۔"

اسٹیلا اور رینی الفانو اُن کے ساتھ چل پڑیں - پال شکل ہی سے مکار معلوم ہوتا تھا، اس کا سر گھٹا ہُوا اور جسم ورزشی تھا - جب کہ آڈرن اور شوکس اس کی نسبت کچھ شریف طبع معلوم ہوتے تھے، اپنے ساتھیوں کے درمیان پہنچ کر پال نے ان دونوں لڑکیوں کا تعارف کرایا - دونوں ہی نے اپنا نام چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن دُوسرے لوگ شاید یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ان کا مقصد کیا ہے، انھیں صرف دوستوں ہی کی حیثیت سے خوش آمدید کہا گیا تھا -

چرس، بھنگ اور گانجے کی بدبو یہاں بھی پھیلی ہوئی تھی - اسٹیلا اور رینی الفانو کو یہ بُو ناگوار گزر رہی تھی، لیکن انھیں خود بھی انہی حالات میں ... بسر کرنی تھی -

ان کی تواضع معمولی چیزوں سے کی گئی، کیونکہ اس کے علاوہ یہاں کچھ دستیاب نہیں تھا اور پھر آوارہ گردی کا رُوپ دھارتے ہوئے انھیں اعلیٰ درجے کی چیزوں سے پرہیز کرنا تھا کیونکہ اس قسم کے سیاحوں کے پاس جو کیمپنگ میں زندگی بسر کرتے ہوں، تعیش کے زیادہ سامان نہیں ہوتے تھے اور اُن کا مظاہرہ کرنا دُوسروں کو مشکوک کرنے کے مترادف تھا - بی پال نے اُن کے احساسات کا اندازہ اُن کے چہرے سے لگا لیا تھا - وہ نرمی سے بولا -

"آپ کو یقیناً اس ماحول سے کوفت ہو رہی ہو گی میڈم، کیونکہ مجھے جو کچھ معلومات آپ کے بارے میں حاصل ہوئی ہیں اُن سے مجھے یہ پتا چل گیا ہے کہ آپ دونوں خاصی ..."

"ایسی بات نہیں ہے مسٹر بی پال، ہم ایک مشن پر آئے ہیں کسی ضیافت میں نہیں۔" اسٹیلا نے خشک لہجے میں کہا جواباً بی - پال صرف سر ہلا کر رہ گیا تھا -

رات کے تقریباً ساڑھے نو بجے جب کیمپ کے ہنگامے جاگ اُٹھے تھے - بی پال، سوکس اور آڈرن، اسٹیلا اور رینی الفانو کے قریب آ کر بیٹھ گئے جب کہ باقی لوگ اپنے اپنے مشاغل میں مصروف رہے -

"ڈی الیون کی جانب سے مجھے اس مشن کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔" بی - پال مؤدب لہجے میں بولا - "یقیناً آپ کو گانگ ہو کے بارے میں معلومات فراہم کر دی گئی ہوں گی، گانگ ہو کا قصبہ یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے لیکن اس کے راستے براہِ راست خطرناک ہو سکتے ہیں، چونکہ مسٹر مارلینو کے آدمی وہاں پھیلے ہوئے ہیں - ہاں - - - اگر ہم کچھ دُوسرے راستوں سے سفر کرتے ہوئے وہاں پہنچیں تو کوئی ہم پر شک نہیں کر سکے گا۔"

"یہ دُوسرے راستے کون سے ہیں؟" رینی الفانو نے سوال کیا -

"ایسے راستے جہاں عموماً ہپّی آوارہ گرد سفر کرتے ہیں، دراصل اب ان ہپّیوں کی قدر کم ہو گئی ہے، شہری جان چکے ہیں کہ یہ نہ صرف بھیک مانگتے ہیں، بلکہ تنہائی ملتے ہی لُوٹ بھی لیتے ہیں، اس لیے ہیچ ہائیکنگ کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے، سرکاری طور پر بھی اب یہ ممانعت کر دی گئی ہے کہ کسی آوارہ گرد کو کسی گاڑی میں لفٹ نہ دی جائے، اب یہ دُوسری بات ہے کہ یورپین لڑکیوں کے رسیا اس پابندی کے باوجود انسانی ہمدردی کی بنیاد پر صرف لڑکیوں کو لفٹ دیتے ہیں، ہاں اگر اُن کے ساتھ نوجوان ہوں، تو وہ

بھی خاموشی کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے گزر جاتے ہیں، اس لیے حالات کے تحت آوارہ گردوں نے ایسے مختصر راستے منتخب کر لیے ہیں، جن کے ذریعے وہ ایک بستی سے دوسری بستی میں جا نکلیں اور انھیں سڑک کی سہولتوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔"

"اوہ بہت زیادہ بولتے ہو تم۔ بی' پال مختصر الفاظ میں بھی یہ بات بتائی جا سکتی تھی، میرا خیال ہے ہمارے لیے یہی مناسب ہے کہ ہم غیر معروف راستوں کو اختیار کریں۔" اسٹیلا براؤنسن نے کہا اور بی پال ہنسنے لگا۔ اس کی ہر ادا سے مکاری جھلکتی تھی۔ اس نے اپنے جسم پر گیروا لباس پہنا ہوا تھا، جیسے ہندو جوگی پہنتے ہیں، گلے میں جنیو بھی پڑا ہوا تھا، اور موٹے موٹے منکوں کی ایک مالا بھی۔ دیکھنے میں وہ سادھو قسم کا آدمی نظر آتا تھا، لیکن آنکھوں کی مکاری دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سادھو نہیں شیطان ہے۔

بہرحال اسٹیلا براؤنسن کو اس کی شخصیت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، وہ تو اپنے مشن کی تکمیل چاہتی تھی، چنانچہ ضروری معاملات طے کر لیے گئے۔ بی' پال نے بتایا کہ مسٹر مارلینو کے بارے میں وہ گانگ ہو سے بے شمار معلومات حاصل کر چکا ہے اور اس کی فراہم کی ہوئی معلومات ڈی الیون کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔ اس نے مزید کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے میڈم اسٹیلا براؤنسن کہ گانگ ہو میں رہنے والے اس کی پوجا کرتے ہیں، وہ اسے درویش سمجھتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مارلینو فطرتاً درویش صفت ہے، وہ گانگ ہو کی بہت بڑی اور مقتدر شخصیت ہے، لیکن اس کے اندر ذرا بھی بڑائی کی خو بو نہیں ہے، عام لوگوں کی طرح عبادت کرتا ہے اور گانگ ہو اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کی ضروریات پوری کرتا رہتا ہے، اس کی ماتحی قوتوں کے بارے میں سچ بات تو یہ ہے کہ مقامی حکومت کو بھی تفصیل نہیں معلوم، ہاں اُن کے ذریعے آج تک کسی کو نقصان نہیں پہنچا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ یہ نقصان کسی ایسی شخصیت کو پہنچ چکا ہو جو اس کی بازیابی چاہتی ہے۔ میرا مقصد ہے کہ ہمیں اس کو اغوا کرنے کے لیے خاصی مشکلات سے گزرنا ہوگا اور اس .. سلسلے میں میرے ذہن میں ایک بہترین تجویز ہے۔"

"وہ کیا؟"

"یہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو دور دراز علاقوں سے مہاتما بدھ کے عقیدت مند ہن کران کی زیارت کے لیے آتے ہیں، چنانچہ ہم بھی ان میں سے ایک ہیں۔" یہ کہہ کر وہ مسکرانے لگا۔ "تو میرا خیال ہے ہم پر شک نہیں کیا جائے گا بلکہ اپنے مذہب میں آنے والوں کو خوش آمدید ہی کہا جاتا ہے اور بدھ بھکشو اُن سے تعاون کرتے ہیں اور بدھا کی تعلیمات سے روشناس کراتے ہیں اور پھر میڈم مجھے معاف کیجیے گا، آپ کا یہ حسن تو اُن راہبوں سے رہبانیت چھین سکتا ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو سکتے ہیں کہ بدھا کی تعلیمات میں ایسے حسن کے بارے میں کیا کہا گیا ہے جو ذہنوں کو مسحور کر دے۔"

اسٹیلا براؤنسن کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے بی پال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "بدھ بھکشوؤں اور راہبوں کے ذہن میں جو کچھ آ سکتا ہے وہ تو ضرور آئے گا، لیکن بی پال تم اپنی تمام تر چرب زبانی کے ساتھ میرے ہاتھوں کہیں نقصان نہ اٹھا جاؤ۔ غالباً تم نے اس گنجے آدمی کا حشر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا جو کسی قدر تمھاری ہی مانند تھا۔"

"نہیں نہیں میڈم، مجھ پر تو یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں آپ کا تہ دل سے احترام کروں اور یہ حقیقت ہے کہ میں آپ کو بڑی عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور یہی کیفیت میری میڈم رینی الفانو کے لیے ہے۔ کیوں سوکس تمھارا کیا خیال ہے کیا میں ان دونوں کے بارے میں مقدس جذبات کا اظہار نہیں کر چکا؟"

سوکس ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا، بی پال اُسے خونخوار نگاہوں سے گھورنے لگا۔

"ہاں تو میڈم میرا خیال ہے۔ ہم پرسوں صبح سویرے یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ ہمارا سفر دوپہر تک جاری رہے گا اور اس کے بعد ہم گانگ ہو کی عظیم خانقاہ تک پہنچ جائیں گے۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"یہاں سے گانگ ہو تک کی تمام ذمے داریاں تم پر ہیں بی پال اور ہمیں یہی بتایا گیا ہے کہ اس سلسلے میں تم ہمارے بہترین معاون ثابت ہو گے۔ باقی رہی بنکاک سے وینس تک روانہ ہونے کی بات تو اس کے لیے تمھیں بالکل فکر نہیں کرنی چاہیے اس کا بندوبست کر لیا جائے گا، البتہ میں اس کے لیے مزید تم سے دو دن طلب کرتی ہوں، میری خواہش تھی کہ تم سے ملاقات کر لوں اور تمھارا پروگرام معلوم کر لوں، کچھ ایسے انتظامات بھی مجھے یہاں کرنے ہیں، جو مسٹر مارلینو کو وینس تک لے جانے کے سلسلے میں معاون ثابت ہو سکیں، بہرطور ہمیں اپنی کامیابی کا یقین رکھنا چاہیے۔"

"بی پال کی تمام خدمات آپ کے لیے حاضر ہیں خاتون۔"

بی پال نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گردن خم کر کے کہا۔

اُس رات جب چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ کیمپ کے ہنگامے اپنے عروج پر پہنچے ہوئے تھے۔ ہر شخص کسی نہ کسی نشے میں بدمست ہو رہا تھا۔ اسٹیلا براؤنسن نے رینی الفانو سے کہا۔

"رینی کیا تم پروگرام کے مطابق عمل کرنے کے لیے تیار ہو۔ ہم کل دن میں یہاں سے بنکاک واپس جائیں گے اور مطلوبہ شخص سے مل لیں گے، جس کے لیے ہمیں مسٹر ڈی الیون نے خصوصی ہدایات دی ہیں۔"

"یقیناً میں خود کو بدقسمت سمجھوں گی اگر یہاں کی خانقاہوں کا نظارہ نہ کر سکی لیکن کوئی بات نہیں ہے۔ ہمیں الگ الگ اپنا کام انجام دینا ہے۔ مقصد کامیابی سے ہے اور ڈی الیون کی پوری تجویز پر پوری کامیابی کے ساتھ عملدرآمد کرنا ہمارا فرض ہے۔" رینی نے تائیدی انداز میں کہا اور اس کے بعد دونوں خاموش ہو گئیں۔

دوسری صبح آنکھ کھلتے ہی بی پال کی شکل نظر آئی تھی جو اُن سے کچھ فاصلے پر بیٹھا، انھی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اسٹیلا نے آنکھیں کھول کر اُسے دیکھا تو وہ مجسم اخلاق بن گیا۔

اسٹیلا براؤنسن نے رینی الفانو کو بھی جگا دیا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ کیمپنگ سے واپس چل پڑیں۔ بنکاک کے سب سے پہلے ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر انھوں نے صبح کا ناشتا کیا۔ اس وقت تک بنکاک کی سڑکوں اور بازاروں میں خوب رونق ہو چکی تھی۔ وہ وہاں سے چل پڑیں۔ کافی دور نکلنے کے بعد ایک سکھ ٹیکسی ڈرائیور کو اشارہ دے کر روکا اور ایک ہوٹل کا پتا بتا کر بیٹھ گئیں۔

یہ ایک اعلیٰ درجے کا رہائشی ہوٹل تھا، اسٹیلا براؤنسن جانتی تھی کہ رہائشی ہوٹل میں اُسے مسٹر لوئس سے ملاقات کرنی ہے۔ بہرطور مسٹر لوئس دستیاب ہو گئے۔ چھریرے بدن کا ایک انتہائی اسمارٹ اور خوش شکل آدمی تھا جس کے بال گہرے سیاہ تھے اور اس کے چہرے سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ ہاں خدوخال کی دلکشی میں ان بالوں کے رنگ نے بھی اضافہ کیا تھا اور یہ سوچا جا سکتا تھا کہ انھیں سیاہ رنگ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

اُس نے اسٹیلا براؤنسن کو دیکھا اور پھر رینی الفانو کو اور مسکراتا ہوا بولا: "یقیناً میں بتا سکتا ہوں کہ آپ میں سے اسٹیلا براؤنسن کون ہے اور رینی الفانو کون ہے؟"

"خیر یہ اتنی ذہانت کی بات نہیں ہو گی۔" اسٹیلا نے خشک لہجے میں کہا اور لوئس مسکرانے لگا۔ پھر وہ انھیں چوتھی منزل کے ایک کمرے میں لے گیا۔ یہ اس کی اپنی رہائش گاہ تھی۔ اُس نے ان دونوں کو بیٹھنے کی پیش کش کی اور پھر کہنے لگا۔

"میڈم رینی الفانو آپ کو وہ کردار ادا کرنا ہے مجھے یقین ہے۔"

"ہاں تمھارا خیال درست ہے۔" رینی الفانو نے جواب دیا۔

"بہرطور موصول شدہ اطلاعات کے مطابق میں اپنی تمام کارروائیاں مکمل کر چکا ہوں، لیکن ہمیں تین دن کا وقت درکار ہوگا، کم از کم تین دن پہلے ہمیں آگاہ کر دیا جائے کہ کام ہو سکا یا نہیں۔ بلاوجہ پہلے سے کام انجام دینے سے کیا فائدہ، خوامخواہ آپ سمجھتی ہیں نا کہ دو زندگیوں کا معاملہ ہے۔"

"ہاں ٹھیک ہے تین دن پہلے تمھیں اس سے آگاہ کر دیا جائے گا، یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اپنا کام مکمل کر کے اس بات کا انتظار کریں کہ تم تین دن کے بعد اپنا کام شروع کر سکو۔"

"آپ انتظار ضرور کریں میڈم، لیکن تین دن تک کسی کو اپنے قبضے میں رکھنا خاصا مشکل ہوگا، اگر آپ چاہیں تو میں اس کا بندوبست بھی کر دوں۔"

"بندوبست تو تمھیں کرنا ہے۔" اسٹیلا براؤنسن نے جواب دیا۔

"تو پھر اس کے لیے میں ایک جگہ منتخب کیے دیتا ہوں، کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ آپ پہلے اس جگہ سے روشناس ہو جائیں۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں یہ پہلا کام مناسب ہوگا، وہاں میں آپ کو ایک عدد ملازم فراہم کر سکتا ہوں جو میرا خاص آدمی ہوگا، اور وہ وہاں آپ کا انتظار کرے گا بلکہ اس سلسلے میں آپ کی تمام تر مدد بھی کرے گا۔"

"یہ بہتر ہوگا۔"

"کاش آپ اپنے حلیے میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے آتیں، بلاشبہ آپ نے اپنا بہترین میک اپ کیا ہے لیکن یہ میک اپ دوسروں کے لیے ذرا عجیب سا ہے... کیونکہ آوارہ گرد ہپی اتنے دولت مند نہیں ہوتے جو عمدہ قسم کے ہوٹلوں میں نظر آئیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ لوئس کی شاندار کار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ لوئس شاندار شخصیت کا مالک تھا۔ باتوں میں شگفتگی تھی۔ رینی الفانو کو اس شخص کے ساتھ گھبراہٹ ہوتی تھی۔ کافی دور کا سفر طے کرنے کے بعد ایک نہر کے کنارے بنے ہوئے بھدے سے اور نیم پختہ مکان کے سامنے پہنچ کر لوئس نے اس کا تالا کھولا اور ان دونوں کو اندر چلنے کی پیش کش کی۔ وہ دونوں مکان کے

اندر داخل ہوگئیں۔ یہ مکان چار کمروں پر مشتمل تھا۔ میجر طور اسٹیلا براؤنسن نے اس بات سے اتفاق کیا کہ یہ مکان ان کی ضروریات کے لیے نہایت موزوں ہے۔ اس نے لوئس سے پوچھا۔

"ہم اپنے کام کی تکمیل کے بعد یہاں تک پہنچنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کریں؟"

"یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہوگا میڈم۔ آپ کے پاس بی پال نامی ایک شخص موجود ہے، اُسے بتا دیجیے کہ آرمینیائی میں انتظام کیا گیا ہے۔ بس وہ سمجھ جائے گا۔ یہ شخص بہت ذہین ہے اور ہر طرح کی صُورتحال سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"

"او کے میرا خیال ہے ہمارے اور تمھارے درمیان یہ کارروائی ختم ہوگئی ہے، ویسے تم سے کی مشن ہی میں رابطہ قائم کیا جائے گا۔"

"یقیناً کی مشن کے علاوہ بھلا لوئیس کا ٹھکانہ اور کہاں ہوسکتا ہے؟" اُس نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد یہ لوگ وہاں سے واپس چل پڑے۔

ایک مخصوص پوائنٹ پر پہنچ کر اسٹیلا نے رینی الفانو کی جانب دیکھا اور بولی۔

"اتفاق ہے مسٹر لوئس سے ہمارا کام وقت سے کچھ پہلے ہی نمٹ گیا۔ کیا اس کے باوجود ہمیں انتظار کرنے کی ضرورت ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں میڈم۔" رینی الفانو کی بجائے لوئیس نے کہا۔ "آپ اپنے کام پر روانہ ہوجائیے یہاں کی ذمے داریاں ہم پر چھوڑ دیجیے، لیکن صُورتِ حال وہی رہے گی۔ یعنی میں تین دن آپ سے ضرور طلب کروں گا، اگر تین دن پہلے آپ میرے پاس کوئی پیغام بھجوا سکتی ہیں تو آپ کا وقت بالکل ہی بچ جائے گا، ورنہ باقی سب کچھ میں کروں گا لیکن ایک بات کو ذہن میں رکھیے گا۔ مجھے تین دن کا وقفہ ضرور ملنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کام ہونے سے پہلے ہی آپ مجھے اس بارے میں اطلاع دے دیں اور بدقسمتی سے آپ کا کام نہ ہو پائے..."

رینی الفانو نے اس موقع پر مداخلت مناسب سمجھی اور کہنے لگی: "لوئیس دراصل تم اسٹیلا براؤنسن کو نہیں جانتے۔ میں ان سے نمٹ چکی ہوں اس لیے اِن کے سامنے یہ الفاظ کہنا مناسب نہیں ہے کہ جس کام کی تکمیل کے لیے وہ جا رہی ہیں، وہ انجام تک نہ پہنچ سکے۔" لوئیس نے دونوں شانے ہلائے اور خاموش ہوگیا۔ اُس نے غالباً کچھ کہہ کر اسٹیلا براؤنسن کی توہین کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، اگر اُسے کہنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور یہ بات کہتا کہ جس شخص کو وہ اغوا کرنا چاہتی ہیں، وہ مقامی باشندوں کے لیے ایک دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر اس دیوتا کے اغوا کا علم کسی طرح ان لوگوں کو ہوگیا تو شاید اسٹیلا براؤنسن اور اس کے ساتھیوں کی بوٹیوں تک کا پتا نہ چل سکے۔ کم از کم ان حالات میں وہ عدم تشدد کا پرچار نہیں کرسکتے تھے، جب کہ ان کا مذہب یہی تھا لیکن یہ الفاظ اُس نے اسٹیلا براؤنسن سے نہیں کہے۔ ہاں جب وہ چلی گئی تو وہ رینی الفانو کی طرف مُڑ کر بولا۔

"بہت زیادہ خود اعتمادی کسی طور سود مند نہیں ہوتی۔ میڈم رینی الفانو۔"

"لیکن مجھے تم سے اختلاف ہے لوئیس۔" رینی مسکراتے ہوئے بولی۔

"میں سمجھا نہیں۔" لوئیس نے سوالیہ نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا۔

"کسی بھی کام کو بے اعتمادی کے انداز میں کیا جائے تو اس کی تکمیل مشکل ہوجاتی ہے۔ خود اعتمادی ہی راہ کے کانٹوں کو ہٹاتی ہے۔" جواباً لوئیس کندھے اُچکا کر خاموش ہوگیا۔

طویل القامت نوجوان نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور پھر اُسے اشارہ کرکے آگے بڑھ گیا۔ وکٹر اپنے بدستور اس کے شکنجے میں تھا۔ لورین خوفزدہ انداز میں سب سے آگے چل رہی تھی، جونہی وہ درختوں کے جھنڈ میں پہنچے عدنان بول پڑا۔

"خطرناک لوگو۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اپنی مانگ میں کچھ کمی کردو۔ لورین بے چاری دیارِ غیر میں ہے اگر اُس نے اپنی تمام رقم تمھیں دے دی تو خود کس طرح گزارہ کرے گی؟"

"اگر تم لڑکی کے ہمدرد ہو تو پندرہ ہزار ڈالر تم خود ادا کردو یہاں درختوں کے جھنڈ میں تم کیوں آئے ہو؟"

"تمھارے فائدے کے لیے۔ وہاں کسی کی نظر اس سودے بازی پر پڑ سکتی تھی۔ خیر یہ تمھارا مسئلہ ہے۔ کیوں مِس لورین آٹھ ہزار ڈالر کی ادائیگی کے بعد تمھارے لیے مشکلات نہ پیدا ہوجائیں گی؟"

"اپنے بھائی کی زندگی کے لیے میں بھیک مانگ لُوں گی۔ کچھ بھی کرلوں گی لیکن آہ۔ میرے بھائی کی زندگی بچا لو۔"

"اتنی حسین لڑکیوں کے لیے تو لوگ بھیک لے کر بازار میں کھڑے رہتے ہیں۔ اِنھیں کوئی دقت نہیں ہوگی مسٹر۔" طویل القامت آدمی نے کہا۔ اس کے اندر حسِّ مزاح بیدار ہوگئی تھی اور اتنی گفتگو

کرنے کا مقصد یہی تھا کہ اس کی مستعدی میں کچھ فرق آجائے۔ عدنان کی زیرک نگاہیں اس کی حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔

"او کے مِس لورین۔ رقم نکالو تاکہ بقیہ رقم میں پوری کر دوں۔" عدنان نے کہا اور لورین اپنا پرس کھولنے لگی۔ یہ فطری امر تھا کہ طویل القامت شخص کی نظریں بھی اس وقت لورین کی جانب ہوجائیں لیکن عدنان کی نگاہ کا زاویہ نہیں بدلا تھا۔ جونہی طویل القامت لورین کی طرف متوجہ ہُوا۔ عدنان کا پاؤں ایک مخصوص زاویے سے گھوما اور پستول طویل القامت کے ہاتھ سے نکل کر گھنی شاخوں والے ایک درخت میں اُلجھ گیا۔ وہی پاؤں جو ایک دائرے کی شکل میں گھوما تھا اپنا چکر پورا کرکے واپس پلٹا تو طویل القامت کی کمر پر پڑا اور وہ مُنہ سے ایک دردناک آواز نکال کر درخت کے ایک تنے سے ٹکرا گیا۔ اُس کے دوسرے ساتھی نے عدنان پر چھلانگ لگائی تھی لیکن عدنان نے اُسے دونوں ہاتھوں میں سنبھال لیا پھر عدنان نے اُسے فوراً ہی زمین پر نہیں پھینکا تھا بلکہ طویل القامت شخص جوں ہی اپنے آپ کو سنبھال کر پلٹا۔ اس کا ساتھی پوری قوت سے اس پر آ پڑا۔ اب وہ اِتنا ہلکا بھی نہیں تھا کہ ہر شخص اُسے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کرلیتا۔ چنانچہ طویل القامت کی آنکھ پر اُس کے گھٹنے کی ضرب لگی اور دونوں ایک دُوسرے میں گُتھے ہُوئے نیچے آ رہے تھے۔

لورین کا مُنہ ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھُلا اور اُس نے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر بھاگنے کی تیاری کی لیکن کسی خیال کے تحت رُک گئی۔ عدنان نے اس پر کوئی توجہ نہ دی تھی۔ جس شخص کو اُس نے دونوں ہاتھوں پر بلند کرکے دُوسرے آدمی پر دے مارا تھا اس کا گھٹنا طویل القامت کی آنکھ پر لگا تھا اور سر درخت کے تنے پر۔ لہٰذا اُس کے تو دوبارہ اُٹھنے کے امکانات نہیں رہے تھے لیکن طویل القامت نے ایک بار پھر کھڑے ہوکر عدنان پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تھی۔ اُس نے کہیں سے ایک لمبا شکاری چاقو نکال لیا تھا۔ چاقو سنبھال کر اس نے پُوری قوت سے عدنان پر حملہ کیا لیکن عدنان نے ایک طرف جھکتے ہُوئے وار خالی دیا اور پھر اگلے ہی لمحے اُس کا ایک جچا تُلا ہاتھ اُس کی کلائی پر پڑا اور اگر حملہ آور گھوم نہ جاتا تو اس کا بازو ہی ٹوٹ گیا ہوتا۔ عدنان نے فولادی قوت سے نہ صرف اس کے چاقو والے ہاتھ کا وار روکا تھا بلکہ اس کے ساتھ ہی اُس نے اس کا ہاتھ بھی موڑ دیا تھا۔ طویل القامت نے گھوم کر ہاتھ کو ٹوٹنے سے بچا لیا لیکن جونہی وہ گھوما عدنان کا گھٹنا اُس کی کمر پر پڑا اور طویل القامت کا سر پھر درخت کے ایک تنے سے جا ٹکرایا اور وہ ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ تنے کے قریب ہی گر پڑا۔

وکٹر اور لورین ایک دُوسرے کے قریب کھڑے اس یکطرفہ جنگ کو دیکھ رہے تھے جو چند لمحات میں ختم ہوگئی۔ دونوں آدمی بے ہوش پڑے ہُوئے تھے۔

"میرے خدا۔ تم نے۔ تم نے ہمیں اِن لوگوں سے بچا لیا۔" لورین کی آواز اُبھری۔

"ہاں لورین ڈیئر۔ بڑے ہی نکمے لوگ تھے۔ ہمیں لُوٹنے چلے تھے۔ آؤ ہم انھیں لُوٹ لیں۔" عدنان مُسکراتا ہُوا بولا۔

"کیا مطلب؟" لورین نے کہا۔

"دیکھو کچھ ہے ان کے پاس؟" عدنان نے کہا اور لورین بے اختیار طویل القامت شخص کے پاس پہنچ گئی۔ وہ نیچے بیٹھی اور اس طرح جھکی جیسے طویل القامت کی جیبیں ٹٹول رہی ہو لیکن دُوسرے لمحے عدنان بیٹھ گیا۔ طویل القامت کے ہاتھ میں دبا ہُوا چاقو برق رفتاری سے لورین کے ہاتھ میں پہنچا اور ایک لمحے میں سنسناتا ہُوا عدنان کے بالوں کو چھُوتا گزر گیا تھا۔ عدنان نے ایک قہقہہ لگایا تھا۔

"اس کی جیبوں میں کیا ہے اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی ڈیئر مِس! میں تمھیں موقع دینا چاہتا تھا کہ تم خود ہی خود کو بے نقاب کردو ورنہ مجھے بڑی مشکل پیش آتی۔ تم آسانی سے خود کو ان سے غیر متعلق قرار دے سکتی تھیں اور میرے لیے یہ ثابت کرنا مشکل ہوجاتا کہ یہ تم چاروں کی منصوبہ بندی ہے جب کہ میں اس سے واقف ہوچکا تھا۔" عدنان نے کہا اور پھر دفعتاً اپنی جگہ سے ایک ہی جست میں کرکٹ کی گیند کی طرح درخت کی شاخ سے گرنے والے پستول کو کیچ کرلیا جسے لڑکے نے درخت ہلا کر گرایا تھا۔ پستول کیچ کرکے وہ سیدھا کھڑا ہوگیا۔

"ننھے جرائم پیشہ۔ عمدہ تربیت ہے تمھاری۔ ہاں اب اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی تو گولی مار کر پاؤں توڑ دُوں گا۔ کھڑے رہو۔" عدنان نے پستول سے لڑکے کے پیروں کا نشانہ لے کر کہا اور وہ رُک کر خوفزدہ نگاہوں سے لورین کی طرف دیکھنے لگا۔

عدنان رُخ بدلے بغیر پیچھے ہٹا اور اس نے لورین کے خوبصورت بال مُٹھی میں پکڑ کر اُسے قوت سے اُٹھا لیا اور پھر لڑکے کی طرف دھکیلتے ہُوئے کہا۔ "تم دونوں ایک جگہ جمع ہوجاؤ تو مجھے پستول کی زیادہ گولیاں نہیں خرچ کرنی پڑیں گی۔"

لورین ایک سُریلی چیخ کے ساتھ وکٹر کے پاس جا گری تھی۔

"بڑی خوبصورت جگہ ہے امریکن لڑکی۔ کیوں نہ ہم اس حسین موسم اور حسین جگہ بیٹھ کر گفتگو کریں۔ دُور دُور تک کوئی نہیں ہے۔"

"تم ہماری طرف سے غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو۔۔۔" لورین نے کہا۔

"کیوں مسٹر وکٹر؟" عدنان نے لڑکے سے پوچھا۔ جواب نروس ہو گیا تھا۔

"میری بات پر یقین کرو۔ میں تو خود مظلوم ہوں تم نہ جانے کیا سمجھ رہے ہو؟" لورین نے کہا۔

"مظلوموں کے اس گروہ میں اور کتنے افراد ہیں؟" عدنان نے پوچھا۔

"ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تو خود۔" لورین نے کہنا چاہا اور عدنان نے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"آٹھ ہزار ڈالر کہاں ہیں جو تم ان لوگوں کو دے رہی تھیں؟"

"میرے پرس میں موجود ہیں۔" لورین بولی۔ اس کا پرس بے ہوش طویل القامت کے قریب گر پڑا تھا۔ عدنان پیچھے ہٹا اس نے رُخ نہیں بدلا تھا۔ بہر حال اُس نے پرس اُٹھا کر اُسے کھولا اور اُس پر نگاہ ڈالی۔ ہزار ہزار ڈالر کے آٹھ نوٹ اس میں موجود تھے۔ عدنان نے اطمینان سے اُنھیں اپنی جیب میں ٹھونس لیا پھر بولا۔

"اپنی زندگی میں پہلی بار یہ کام کر رہا ہوں لیکن یہ سمجھو جرمانہ ہے جو تمھیں میرا وقت برباد کرنے اور مجھے لُوٹنے کی کوشش کے عوض ادا کرنا پڑ رہا ہے۔ تمھاری زندگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میری رہائش گاہ تمھیں معلوم ہی ہے اگر تم نے سچ کہا تھا کہ تم میرے برابر والے کمرے میں مقیم ہو تو میں تمھیں کافی پلا کر خوشی محسوس کروں گا۔ او کے مسٹر وکٹر!" اُس نے لڑکے کی طرف رُخ کر کے کہا اور پستول کا رُخ ان لوگوں کی طرف کر کے پیچھے ہٹنے لگا۔ لورین یا وکٹر نے جنبش نہیں کی تھی۔ عدنان لانچ تک پہنچ گیا اور پھر اُس نے لانچ اسٹارٹ کر کے واپس موڑ دی۔ اس کے ہونٹوں پر کامیاب مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

اس نے لانچ اُسی جگہ روکی جہاں سے سفر کا آغاز کرنا پڑا تھا۔ سیاحوں کی ٹیم صبح ہی جا چکی تھی۔ اب عدنان تنہا تھا۔ بہر حال اُسے اس تنہائی کی فکر نہیں تھی۔ اس دلچسپ واقعے نے یورپ کی یادیں تازہ کر دی تھیں۔ پہاڑوں کے سانحے نے اُس کے ذہن پر جو گرد جمع کر دی تھی وہ اس ماحول میں آ کر صاف ہوتی جا رہی تھی اور وہ پھر سے اس پُرجوش زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا۔

کافی دیر تک وہ بنکاک کے مختلف حصّوں میں آوارہ گردی کرتا رہا پھر اپنی رہائش گاہ کی طرف لوٹ گیا۔ ہوٹل کے کاؤنٹر سے اُس نے چابی لی اور پھر کچھ سوچ کر رُک گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر اس نے ایک چھوٹا سا مقامی کرنسی نوٹ نکالا اور اُسے کاؤنٹر کلرک کے سامنے نچاتے ہوئے بولا۔

"کیا تم اس نوٹ کو اپنی جیب میں دیکھنا پسند کرو گے؟"

"بخوشی جناب۔ حکم دیجیے۔"

"رُوم نمبر تھری اور فور میں کون ہے؟"

"صرف ایک منٹ جناب۔" کاؤنٹر کلرک نے عجلت سے ایک رجسٹر اُٹھا کر کھول لیا۔ چند ورق اُلٹے پھر بولا۔ "میڈم لورین ایشلے، مسٹر وکٹر ایشلے فرام تھری سیون تھری ونڈل ہاٹن واشنگٹن۔"

"کب سے ہیں یہاں؟"

"پچھلے ماہ کی بیس تاریخ کو آئے تھے۔" کلرک بولا۔ عدنان نے نوٹ کاؤنٹر پر ڈالا اور چابی گھماتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اس کا مطلب تھا کہ لورین نے اپنی رہائش گاہ کے بارے میں غلط نہیں کہا تھا۔ اُسے اطمینان تھا کہ لورین کے سلسلے میں اُس نے دھوکا نہیں کھایا ہے۔ وہ ان دونوں کے ساتھ تھی اور یہ ان کا مشترکہ پلان تھا۔ اس کی تصدیق اس بات سے ہوئی کہ اس کے بعد لورین نے ہوٹل کا رُخ نہیں کیا۔ اس کا کمرا بند تھا۔

عدنان نے ان آٹھ ہزار ڈالر کو اپنی جائز ملکیت تصور کیا تھا اس کے علاوہ اس کے پاس پستول بھی تھا جسے اُس نے ساتھ رکھا تھا لیکن بنکاک میں مزید دس دن کے قیام میں اُسے کہیں استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اِن دس دنوں میں اُس نے بنکاک کے بے شمار تفریحی مقامات دیکھے تھے اور اس کے ذہن میں خوشگوار کیفیات پیدا ہو گئی تھیں پھر جب ان تفریحات سے دل سیر ہو گیا تو اُس نے ہانگ کانگ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اب اپنے کام کا آغاز کر لینا چاہیے۔

ہائی شون کے بارے میں اسے معلومات فراہم کر دی گئی تھیں۔ مقامی باشندے مسٹر ہائی شون کے نام سے چلنے والا ادارہ پُراسرار روایات کا حامل تھا۔ یہاں مارشل آرٹس کی تربیت کے علاوہ ہر طرح کی ذہنی تربیت بھی دی جاتی تھی اور اس کے لیے باقاعدہ ملازم رکھے گئے تھے پھر ایک خوشگوار شام میں وہ بنکاک ائیرپورٹ پر پہنچ گیا جہاں سے ایک فلائٹ اُسے لے کر ہانگ کانگ کی طرف چل پڑی۔

ہانگ کانگ ائیرپورٹ پر اُترا تو روشنیوں سے جگمگا رہا تھا لیکن سڑکیں بارش میں بھیگی ہوئی تھیں اور بارش مسلسل جاری تھی۔ ائیرپورٹ پر مسافروں کے لیے بارش سے بچنے کے انتظامات

دیے گئے تھے۔ بہت سے مسافر ویٹنگ ہال میں بارش رُکنے کا انتظار کرنے لگے۔ ہوٹلوں کے ایجنٹ ان کے گرد چکرا رہے تھے اور جب ایک ایجنٹ نے عدنان سے اپنا تعارف ہوٹل فورکراؤن کے نمائندے کی حیثیت سے کرایا تو عدنان نے گردن ہلا دی۔

"میں انتظام کر کے آتا ہوں۔" نمائندے نے کہا اور پھر ایک مونوگرام والی کار قریب آ کھڑی ہوئی۔ بارش میں ڈوبی سڑکوں پر سفر کرتی ہوئی کار ایک خوبصورت عمارت کے پورچ میں جا کر رُک گئی اور تھوڑی دیر کے بعد عدنان فورکراؤن کے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ روایتی انداز کا ہوٹل تھا جو مقامی ثقافت کو مدِّنظر رکھ کر سجایا گیا تھا۔ بدھسٹ ہوٹل کے اس ہفتے کے پورے پروگرام بھی موجود تھے۔ اس بارش بھری رات میں اور کوئی تفریح تو ممکن نہیں تھی اس لیے عدنان لباس تبدیل کر کے نیچے ہال میں آ گیا جہاں ایک اطالین طائفہ اپنے فن کا مظاہرہ کرنے والا تھا۔ عدنان کو اس کی میز بتا دی گئی جو اتفاق سے اسٹیج کے کافی قریب تھی۔ اطالین طائفے کے پروگرام میں کچھ خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے ہال میں کافی رش ہوتا جا رہا تھا۔ لوگوں کو سیٹیں بھی نہیں مل سکی تھیں اور منتظمین آنے والوں سے معذرت کر رہے تھے۔

دفعتاً ایک دُبلے پتلے شخص نے عدنان کے سامنے جھک کر کہا۔ "آپ کو ایک زحمت دینا چاہتا ہوں جناب۔"

"کیا بات ہے؟"

"وہ اس طرف دیکھیے۔ وہ خاتون آپ کی ساتھی بننا چاہتی ہیں صرف اس وقت تک جب تک یہ شو جاری رہے گا۔ ان کی سیٹ اسٹیج سے کچھ دُور ہے۔" عدنان کی نگاہیں اُس طرف اُٹھ گئیں۔ سیاہ لباس میں ملبوس ایک چاند کا ٹکڑا چمک رہا تھا۔ اُس کی نگاہیں اُسی طرف تھیں۔ عدنان گہری سانس لے کر بولا۔

"تم کون ہو؟"

"ان کا سیکرٹری سر۔" دُبلے پتلے نوجوان نے جواب دیا۔

"اور وہ کون ہیں؟"

"مم۔ میری مالکہ۔" نوجوان نے بوکھلائے انداز میں کہا اور عدنان ہنس پڑا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم لوگ یہاں آ سکتے ہو۔"

"شکریہ جناب۔" وہ واپس مُڑ گیا۔ عدنان کی نگاہیں اُس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ اُس نے دل میں سوچا آذودستو میں ایک اور لورین ایشلے کا استقبال کرنے کے لیے تیار رہوں۔ زندگی ان تفریحات سے الگ رہ کر تو نہیں گزاری جا سکتی۔

"ہیلو۔" اُس نے نغمگیں آواز میں کہا۔

"تشریف رکھیے۔" عدنان مسکراتا ہوا بولا۔ وہ بھی مسکرا دی۔ اُس کے مسکرانے کا انداز بچوں جیسا تھا۔ درختوں کی قطاریں وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ "آپ کا ساتھی کہاں رہ گیا؟"

"کون؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"میرا مطلب ہے آپ کا سیکرٹری۔"

"سیکرٹری ساتھی کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ میرے ساتھ تو نہیں بیٹھ سکتا۔"

"اوہ یہ اچھی بات ہے۔"

"ہر انسان کا ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ اسے اپنے ہم مرتبہ لوگوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا چاہیے۔" لڑکی نے سبق پڑھنے والے انداز میں کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"انیزا آلیورا۔ تم ڈیوک آلیورا کو جانتے ہو۔ وہ میرے پاپا ہیں۔"

"کہاں رہتے ہیں؟"

"ہم آئرش ہیں۔ آئرلینڈ میں ڈیوک آف آلیورا کو سب جانتے ہیں۔ ہماری خاندانی نجابت ضرب المثل ہے۔ شاید تم کبھی آئرلینڈ نہیں گئے۔ اگر گئے ہوتے تو میرے والد سے ضرور واقف ہوتے۔ چلو کوئی بات نہیں۔ اب ساری دُنیا تو اُنھیں نہیں جانتی۔"

عدنان خاموشی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی نگاہیں لڑکی کو جانچنے میں کوشاں تھیں۔ لورین کیس سے نمٹنے کے بعد وہ محتاط ہو گیا تھا لیکن یہ احتیاط اب ایسی بھی نہیں تھی کہ وہ انسانوں سے ملنا جلنا چھوڑ دے بلکہ وہ تو لوگوں سے شناسائی چاہتا تھا۔ نت نئے لوگوں کی قربت نت نئے ہنگامے تو اس کے ذہن کی صفائی کر رہے تھے، بڑے کٹھن لمحات گزارے تھے اُس نے وہ بہت کچھ کرنے کا خواہش مند تھا۔

لڑکی نے ایک طائرانہ نگاہ ہال پر ڈالی پھر بولی۔ "مجھے منع کیا گیا تھا کہ عام لوگوں میں نہ بیٹھوں۔ فضول معاملات میں نہ اُلجھوں لیکن تم خود بتاؤ یہ کوئی معقول بات ہے۔ مختصر وقت میں انسان نجیب الطرفین لوگوں کو کیسے تلاش کرے کیا تنہا ہوٹلوں کے کمروں میں پڑا رہے؟"

"ہرگز نہیں۔ کس نے منع کیا تھا آپ کو؟" عدنان نے پوچھا۔

"پاپا خود تو روشن خیال آدمی ہیں لیکن گرانڈ فادر۔ بس سب کچھ وہی کرتے ہیں۔" وہ عدنان کے چہرے کی طرف دیکھے بغیر بولی۔ عدنان کی نگاہیں مسلسل لڑکی کو جانچ رہی تھیں۔ اگر وہ اداکاری کر

رہی تھی تو اپنے فن میں یکتا تھی۔ اُس کی اُنگلیوں میں قیمتی انگشتریاں پڑی ہوئی تھیں۔ گلے میں پلاٹینم کا خوبصورت ہلکا زیور تھا۔ بہت شفاف سی شخصیت تھی لیکن اندر کا حال نامعلوم تھا۔

"اسی ہوٹل میں قیام ہے آپ کا؟"

"ہاں کیوں؟" اُس نے چونک کر عدنان کو دیکھا۔

"میرے اس سوال سے کچھ پریشان ہو گئیں آپ؟"

"ئیں" اس نے حیرت سے کہا۔ "کیا میں پریشان ہو گئی ہوں" وہ سوالیہ انداز میں بولی۔ اور عدنان گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ لڑکی چند لمحات کچھ سوچتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں سادگی تھی پھر اُس نے کہا۔

"نہیں میں پریشان نہیں ہوں سب ٹھیک ہے۔ مائیکل رشوت خور آدمی ہے جو دل چاہے کر لو۔ اس کا معاوضہ اسے دے دو اُس کی زبان بند رہے گی۔"

"مائیکل؟" عدنان نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"وہی میرا سیکرٹری۔"

"رشوت لیتا ہے وہ آپ سے؟"

"وہ نہیں لیتا۔ مَیں خود دیتی ہوں اُسے۔ مگر ہے بے وقوف، مَیں کس سے کہنے جا رہی ہوں ایک تو وہ میرے کام آ جاتا ہے۔ بہت شریف آدمی ہے۔ ارے آپ بالکل خاموش بیٹھے ہوئے ہیں کچھ باتیں کریں۔"

اور عدنان سر کھجا کر رہ گیا۔ اُسے یہ لڑکی بالکل مخبوط الحواس محسوس ہو رہی تھی۔ اسی وقت اسٹیج پر اناؤنسر نمودار ہوا۔ اُس نے طائفے کے پروگرام کا اعلان کیا اور لڑکی عدنان کو بھول گئی۔ اُس کی نگاہیں اسٹیج پر مرکوز ہو گئی تھیں۔ اٹلی کے طائفے نے پروگرام شروع کر دیا۔ کچھ لوک آئٹم اس کے بعد وہی بے ہودگی۔ گھٹیا قسم کا مذاق لیکن وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوئی جا رہی تھی۔ بہت سے لوگ اس کی طرف متوجہ تھے ان کی آنکھوں میں اس جوڑے کے لیے تعریفی جذبات پیدا ہو رہے تھے۔

دفعتاً لڑکی عدنان کی طرف جُھک کر ہنسی سے بے قابو ہوتے ہوئے بولی۔ "تم ان بوڑھی خاتون کو دیکھ رہے ہو جو جھاڑو ہاتھ میں لیے صفائی کر رہی ہیں۔"

ایک گھریلو خاکہ پیش کیا جا رہا تھا جس میں اسں بوڑھی عورت کو جھاڑو دیتے ہوئے دکھایا جا رہا تھا۔

"ہاں کیوں؟"

"یہ میری دادی کی ہمشکل ہیں۔ جب دادی کے کمرے میں صفائی کی جاتی ہے تو وہ وہاں سے بہت دُور ہو جاتی ہیں تاکہ صفائی کرنے والی عورت کے جراثیم اُن تک نہ پہنچ سکیں۔ اگر وہ اس عورت کو دیکھ لیں تو خودکشی کر لیں کہ ایسی عورت ان کی ہمشکل ہے۔ ارے دیکھو وہ ہنستی بھی دادی کی طرح ہے۔ واہ۔"

کیا ہے یہ لڑکی؟ عدنان سوچ رہا تھا۔ اُس کے ہر انداز میں معصومیت تھی کیا یہ معصومیت حقیقی ہے؟ طائفے کا پروگرام نہ جانے کن لوگوں کو پسند تھا۔ عدنان کو تو اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آئی تھی۔ اس سے زیادہ تو اس لڑکی کی معیت دلچسپ تھی۔ پروگرام جاری رہا۔ دفعتاً لڑکی کی توجہ پروگرام سے ہٹ گئی اب وہ عدنان کو گھور رہی تھی۔ عدنان اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا بات ہے؟" اُس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم کون ہو؟" عدنان کو ایک بار پھر سر کھجانا پڑا تھا۔ اچانک ہی تعارف کا خیال کیسے آ گیا۔ "بولو نا، میرا مطلب ہے تم نے تعارف تو کرایا ہی نہیں۔ آہ سر بھی کھجاتے ہو یہ آداب کے خلاف ہے۔ مہذب لوگ ایسی حرکت کبھی نہیں کرتے۔ سر کھجانے کے آداب ہوتے ہیں۔"

"میرا نام عدنان بوچڑ ہے۔" عدنان نے جواب دیا۔

"بوچڑ!" وہ چیختے ہوئے انداز میں بولی۔ "بوچڑ کیوں؟"

"اس لیے کہ میں بوچڑ خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔"

"میرے خدا۔ میرے خدا۔" وہ بدحواسی سے کرسی گھسیٹ کر کھڑی ہو گئی۔ "تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔ آہ کسی کو معلوم نہ ہو جائے۔" وہ پریشان لہجے میں بولی اور پھر تیز رفتاری سے چلتی ہوئی واپس اپنی میز پر پہنچ گئی۔ سیکرٹری جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ شاید اُسے ڈانٹ رہی تھی پھر وہ اسی طرح ہال سے باہر نکل گئی۔ سیکرٹری اُس کے پیچھے لپکا تھا۔

عدنان جیبیں ٹٹولنے لگا۔ سب جوں کا توں تھا پھر لڑکی کا کیا مقصد تھا؟ یہ سب ڈراما تھا تو اس ڈرامے کے پس پردہ کیا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ سکا۔ طائفے کا پروگرام جاری تھا لیکن بالکل غیر دلچسپ۔ تھوڑی دیر کے بعد عدنان بھی اُٹھ گیا۔ اُس نے لباس تبدیل کیا اور مسہری پر دراز ہو گیا۔ دوسرے دن اُسے ہانگ شون روانہ ہونا تھا جو ہانگ کانگ کے نواح میں تھا اور اُسے ایک سو کلومیٹر [illegible] طے کرنا تھا۔

دن کے گیارہ [illegible] وہ ہانگ شون روانہ ہونے کے لیے تیار تھا۔ ویٹر کو بلا کر اُس نے بل منگوایا اور بل کی ادائیگی کے ساتھ ہی ویٹر سے ہانگ شون کے لیے ٹیکسی بھی منگوائی۔

خوبصورت بانسار پیچھے رہ گئے جس سڑک پر ٹیکسی سفر کر رہی تھی وہ بہت شاندار تھی۔ دوسری گاڑیاں اور ٹیکسیاں بھی اُس پر آ جا رہی تھیں پھر نیلے رنگ کی ایک قیمتی کار نے ٹیکسی کو اوور ٹیک کیا اور عدنان کی نگاہ اتفاقیہ طور پر اس کی طرف دوڑ گئی۔ پچھلی سیٹ پر انیزا آلیورا بیٹھی ہوئی تھی سیکرٹری اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ تھا اُسے دیکھتے ہی عدنان کے ذہن میں شرارت اُبھر آئی۔ اُس نے ڈرائیور سے ٹیکسی نیلی کار کے ساتھ ساتھ رکھنے کو کہا۔ نیلی کار کئی گاڑیوں کو اوور ٹیک کرکے آگے نکل گئی تھی۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور بھی مشاق تھا لیکن کچھ دُور جا کر اُس نے دفعتاً رفتار سُست کر دی اور عدنان چونک پڑا۔

"کیا بات ہے؟"

"پولیس۔ اُس کی رفتار بہت تیز تھی۔ پولیس اُس کے پیچھے لگ گئی ہے۔"

"اوہ۔" عدنان نے آہستہ سے کہا۔ اُس نے ان دو موٹر سائیکل سواروں کو دیکھ لیا تھا جو تیز رفتاری سے نیلی کار کے پیچھے جا رہے تھے اور پھر آگے ہو کر اس نے نیلی کار کو رکتے دیکھا دونوں موٹر سائیکلیں اُس سے جا لگی تھیں۔

"تم بھی گاڑی روک لینا۔" عدنان نے کہا۔

"پولیس کا معاملہ ہے صاحب۔"

"فکر مت کرو میں ذمّے دار ہوں۔" عدنان نے جواب دیا۔ ٹیکسی سائڈ ٹریک پر نیلی کار کے پیچھے رُک گئی۔ دونوں پولیس مین ڈرائیور سے باز پرس کر رہے تھے۔ عدنان نیچے اُتر کر کار کے پاس پہنچ گیا۔ لڑکی کہہ رہی تھی۔

"تمھارے خیال میں گاڑیوں کو سڑکوں پر کچھووں کی طرح رینگنا چاہیے۔ کبھی آئرلینڈ آئے ہو؟"

"میڈم۔ یہاں آئرلینڈ کا قانون نہیں چلتا۔ یہاں کے قانون میں اتنی تیز رفتاری اور سڑکوں پر گاڑی کو اوور ٹیک کرنا جرم ہے۔"

"تو اس جرم کی تم ہمیں کیا سزا دینا چاہتے ہو؟"

"چالان۔" پولیس آفیسر نے کہا اور لڑکی مُنہ ٹیڑھا کرکے دوسری طرف دیکھنے لگی لیکن اس بار اس کا رُخ عدنان کی طرف ہوا تھا۔ اُس نے چونک کر عدنان کی طرف دیکھا اور دیکھتی رہی اور پھر ایک چیخ مار کر سمٹ گئی۔

"بوجہڑ۔" اُس کے منہ سے آواز نکلی اور دونوں پولیس مین چونک کر عدنان کی طرف دیکھنے لگے۔

"ڈیوک آلیورا کی بیٹی ہیں۔ اعلیٰ خاندان کی مالک ہیں، تمھارا حسب نسب کیا ہے؟" عدنان نے پولیس والوں سے پوچھا۔

"کیوں؟ ہمارے حسب و نسب سے تمھیں کیا دلچسپی ہے؟"

"چالان ڈیوک آف آلیورا کی بیٹی کا کر رہے ہو۔ پہلے اپنا شجرۂ نسب بتاؤ انھیں اور یہ بھی بتاؤ کہ تم چالان کرنے کے قابل ہو بھی یا نہیں۔ یہ چھوٹے لوگوں سے شاید چالان کرانا بھی پسند نہیں کریں گی۔" عدنان نے طنزیہ کہا۔

"ڈرائیور۔ گاڑی آگے بڑھاؤ جلدی کرو۔ اور تم۔ تم ہمارا تعاقب کیوں کر رہے ہو؟" لڑکی نے کڑی نگاہوں سے عدنان کی طرف دیکھا تھا۔

"میں تم سے کہہ رہی ہوں تم خاموشی سے اپنا کام کرو اور آگے بڑھ جاؤ، میں ڈیوک آف آلیورا کی بیٹی ہوں میں ان کا کہنا ٹھیک ہے مگر مسٹر بوجہڑ میں تم سے زیادہ گفتگو نہیں کر سکتی براہِ کرم میرا تعاقب کرنے کی کوشش مت کرو۔ تم نے اپنا کام کر لیا۔ چلو ڈرائیور گاڑی آگے بڑھاؤ۔" لڑکی تیز لہجے میں بولی۔ پولیس والے ایک دُوسرے کی شکل دیکھتے رہے تھے بہر طور اُنھوں نے اپنا کام مکمل کیا۔ ڈرائیور سے دستخط کرائے اور اس کے بعد گاڑی آگے بڑھ گئی۔ عدنان مُسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا تھا اُسے احساس ہو رہا تھا کہ لڑکی واقعی کسی کومپلکس کا شکار ہے اور اُس کے اندر ایسی کوئی بات نہیں ہے جو مشکوک ہو۔ بہر طور دلچسپ کردار تھا۔ عدنان کو بھلا اُس کا تعاقب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ راستے میں مل گئی تھی اس لیے وہ متوجہ بھی ہو گیا تھا۔ وہ اپنی ٹیکسی کی جانب بڑھ گیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی ہائی شرون کی طرف چل پڑی۔ نیلی کار نے اپنی برق رفتاری کم نہیں کی تھی۔ اب دُور دُور تک اس کا پتا نہیں تھا۔

★ ★

آئی چک اور گیرون اپنی زندگی میں کبھی اتنا تیز نہیں دوڑے تھے جتنا کہ اس وقت دوڑ رہے تھے۔ آئی چک گیرون سے زیادہ پھرتیلا اور زیادہ توانا بدن کا مالک تھا۔ گیرون حسبِ استعداد اُس کا ساتھ دے رہا تھا لیکن جگہ جگہ وہ آئی چک سے پیچھے رہ جاتا تھا اور اگر آئی چک اپنے ہاتھ کو ڈھیلا نہ چھوڑ دیتا تو یقیناً گیرون گر پڑتا۔ بہر حال وہ برق رفتاری سے دوڑتے رہے۔ کافی دُور پہنچنے کے بعد آئی چک نے گہری گہری سانس لیتے ہوئے گیرون سے کہا۔

"میرا خیال ہے رُک کر اس کی سمت کا اندازہ کرو۔ اگر وہ اسی طرف آ رہا ہے تو ہمیں ایسے راستے اختیار کرنے چاہئیں جہاں

جیپ کا داخلہ مشکل ہو۔ اس وقت یہی ہماری بچت کا طریقہ ہے، ورنہ ہم شاید اس کے ہاتھوں نہ بچ سکیں۔"

گیرون نے آئی چک سے اتفاق کیا حالانکہ دونوں اپنے اپنے طور پر آتش مزاج تھے لیکن اس وقت اُن کے دل میں زندگی کی خواہش تھی۔ وہ ایک بار صرف اس علاقے سے ان لوگوں کے چنگل سے نکل جانا چاہتے تھے چنانچہ ایک دُوسرے سے تعاون کر رہے تھے۔ ایک بلند جگہ پہنچ کر اُنھوں نے اطراف میں نگاہیں ڈالیں بہت دُور کافی دُور ایک سیدھ میں جیپ چلی آ رہی تھی۔ آئی چک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے آہستہ سے گیرون سے کہا۔

"وہ مسلّح ہے اور ہم نہتے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ہم اُسے روک کر ہلاک کر دیں چنانچہ کیوں نہ بائیں سمت کا راستہ اختیار کریں اِدھر درختوں کے گھنے جھنڈ نظر آ رہے ہیں۔ وہ دیکھو اس طرف۔ یقیناً وہاں جیپ اتنی آسانی سے داخل نہیں ہو گی اور اگر خوش قسمتی سے وہ جیپ سے اُتر آئے اور پیدل ہی ہمیں تلاش کرے تو پھر اس کے پاس مشین گن بھی ہو تو وہ ہمیں ہلاک نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک ہے اس طرف چلو۔" گیرون نے کہا اور وہ جنگل کی سمت دوڑنے لگے۔ شیران کی جیپ ابھی کافی فاصلے پر تھی اور ابھی یہ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ کس سمت گئے ہیں ..... آئی چک اور گیرون درختوں کے جھنڈ تک پہنچتے ہوئے بُری طرح تھک کر چُور ہو گئے تھے۔ اُن کی سانسیں تیز تیز چل رہی تھیں جنگل کے بارے میں اُنھیں کوئی اندازہ نہ تھا اور نہ ہی وہ اس علاقے کے بارے میں زیادہ معلومات رکھتے تھے۔

بہر طور وہ دوڑتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد جنگل میں داخل ہو گئے۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ شیران کے چنگل سے نکل آئے ہیں لیکن یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ شخص جس نے اُن کی آزادی کو چیلنج کیا تھا وہ دُنیا کا ذہین ترین درندہ ہے۔ جنگل کے سب سے پہلے سرے پر پہنچ کر آئی چک رُک گیا۔ اُس نے گیرون کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"تم نے۔ تم نے زندگی میں کبھی انسانی شکار کھیلا ہے؟"

"میری زندگی ہی انسانوں کے شکار میں گزری ہے۔"

"یقیناً۔ تمھارا حلیہ۔ تمھارا قد کاٹھ بتاتا ہے کہ تم اچھے خاصے کھلاڑی رہے ہو لیکن کیا اس آخری کھیل کو پوری دلچسپی سے نہیں کھیلو گے۔"

"میں پہیلیاں نہیں بوجھتا تمھیں کس نام سے مخاطب کروں؟"

"آئی چک۔"

"میرا نام گیرون ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم دونوں نے تعارف حاصل کر لیا۔ اس سے زیادہ ایک دُوسرے کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ان نوکیلی شاخوں کو دیکھ رہے ہو جن سے پتّے جھڑ چکے ہیں۔" آئی چک نے ایک سمت اشارہ کیا اور گیرون کی نگاہیں اُس سمت اُٹھ گئیں۔

"ہاں۔ کیوں نہیں۔"

"ان شاخوں سے ہم لکڑی کے ہتھیار بنا سکتے ہیں۔ ماقبل تاریخ کے ہتھیار۔ اگر ہم ان میں سے کچھ مضبوط شاخوں کو توڑ کر اپنے لیے نیزے کی شکل میں بنا لیں تو کیا حرج ہے؟"

"تو کیا یہاں رکو گے؟"

"ہاں۔ کم از کم اس وقت تک جب تک ہمیں معلوم نہ ہو جائے کہ جیپ کا رُخ اسی سمت ہے اور اگر وہ اس طرف آ بھی گئی تو ان گھنے درختوں میں ہم اُنھیں خوب چکر دے سکتے ہیں لیکن اگر ہمارے پاس لکڑی کے یہ نیزے ہوں تو کم از کم ہم اپنے طور پر مسلّح ہو جائیں گے۔" گیرون نے یہاں بھی اس سے اختلاف نہ کیا۔ نجانے کیوں وہ آئی چک سے کسی بھی معاملے میں اختلاف نہیں کر رہا تھا حالانکہ اس سے پہلے وہ صرف حکم چلانا ہی جانتا تھا اور کسی کی بات ماننے سے اُسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ جب کہ آئی چک، گیرون کی طرح طاقت ور تو نہ تھا لیکن وہ انتہائی پھرتیلا اور زمانہ شناس انسان تھا، جہاں تک اُس کی بربریت کا تعلق تھا تو اُس کے بارے میں بورن کیمپ کے انچارج نے شیران کو جو تفصیلات بتائی تھیں وہ خاصی ہولناک تھیں۔

بہر طور گیرون کی قوّت کام آئی۔ اُس نے بائیں ہاتھ سے درختوں کی ایسی شاخیں توڑ کر پھینک دیں جنھیں عام آدمی کے لیے ہاتھ سے توڑنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا اور بے تکی شاخیں جو سیدھی تھیں اور نیزوں کے کام آ سکتی تھیں آئی چک نے اُن پر اپنی مہارت دکھائی۔ اُس نے نوکدار شاخوں کو منتخب کیا جو کافی مضبوط تھیں اور پھر اُنھیں زمین پر ٹکا کر موڑ کر دیکھنے لگا۔

"اگر ہمارا دُوسرا ہاتھ بھی آزاد ہوتا تو یقیناً ہم ان ہتھیاروں سے اچھی خاصی فوج کا مقابلہ کر سکتے تھے لیکن افسوس اُنھوں نے ہمیں باندھ دیا ہے بہر طور کیا خیال ہے تمھارا ان میں سے ایک ہتھیار تمھارے لیے مناسب ہو گا؟"

"ہاں بشرطیکہ اس کی ضرورت پیش آئے۔"

"یقیناً اس کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس جنگل میں ہمیں جنگلی جانوروں سے بھی نمٹنا پڑے گا۔"

"اوہ۔ ایک بار۔ ایک بار یہاں سے نکل جاؤں جانتے ہو کیا کروں گا؟"

"کیا؟" آئی چک نے دلچسپی سے پوچھا۔

"جرائم کی دُنیا میں میرا ایک نام ہے سب سے پہلے میں ایک طیارہ چراؤں گا۔ ایک ایسا طیارہ جو فوجی نوعیت کا ہو۔ میں اس طیارے کو لے کر سب سے پہلے اس کیمپ پہ آؤں گا اور یہاں بمباری کر کے پورا کیمپ تباہ کر دوں گا۔ ان لوگوں سے انتقام لینا میرا عہد ہے۔"

"ٹھیک ہے یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم یہاں سے نکل جائیں۔" آئی چک نے کہا اور اس کے بعد وہ گھنے جنگل کی سمت چل پڑے۔

جیپ کا دُور دُور تک پتا نہ تھا۔ جنگل کافی گھنا تھا ابھی اُنھوں نے آدھے گھنٹے ہی سفر کیا تھا کہ اُنھیں ٹھٹک جانا پڑا۔ ٹھٹکنے کی وجہ وہ آہٹیں تھیں جو ان کی سماعت سے ٹکرائی تھیں۔۔۔ آئی چک ان آوازوں پر کان لگائے ہوئے تھا۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم جنگلی سؤروں کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ میں اُن کی بُو سونگھ رہا ہوں۔" وہ آہستہ سے چند قدم آگے بڑھ کر جھک گیا اور جھاڑیوں کی اوٹ سے دیکھنے لگا پھر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے سر کو جنبش دی۔ "یقیناً ان کا کوئی غول تھا جو یہاں سے آگے بڑھ گیا ہے۔"

"تمھیں کیسے معلوم؟" گیرون نے سوال کیا اور آئی چک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"میں نے اپنے وطن میں ایک عرصے تک جنگلوں کی خاک چھانی ہے۔" وہ ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ دفعتاً اُس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔ اُس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہُوا نیزہ سنبھال لیا۔ ایک بہت بڑا جنگلی سؤر تیزی سے اُن کی طرف آ رہا تھا۔ دونوں ہی سنبھل گئے۔ گیرون اور آئی چک اپنا نیزہ سیدھا کیے ہوئے سؤر کے بالکل سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ جونہی سؤر اُن کے قریب پہنچا اُنھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں پھنسی ہُوئی زنجیر اُس کے سامنے کر دی اور اس طرح رُخ بدلا کہ سؤر کے پاؤں زنجیر میں اُلجھ جائیں۔ ایسا ہی ہُوا۔ سؤر کافی زور سے اُچھل کر نیچے گرا لیکن اس ناکامی سے اس کے اشتعال میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ تیچھے ہٹا اور واپس پلٹ پڑا اور پوری شدت سے اُن پر حملہ آور ہُوا لیکن اب کے گیرون نے کمال دکھایا تھا۔ اُس نے اپنے نیزے سے سؤر کی آنکھ کا نشانہ بنایا اور پوری قوت سے نیزہ اُس پر دے مارا۔ سؤر قلابازی کھا کر نیچے گرا تھا۔ اس کے فوراً ہی بعد آئی چک نے اس کی گردن میں اپنا لکڑی کا نیزہ پیوست کر دیا۔

گیرون نے اُس کے معمولی سے جثّے کی یہ قوت دیکھی تو کسی قدر حیران ہو گیا۔ سؤر جیسے جانور کی گردن میں نیزہ پیوست کرنا معمولی کام نہ تھا۔ اُس کی آنکھوں میں تحسین کے آثار نظر آئے تھے۔ سؤر کے حلق سے بھیانک آوازیں نکل رہی تھیں۔ تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد اُس نے دَم توڑ دیا لیکن ابھی وہ سنبھلے ہی تھے کہ دفعتاً عقب سے ایک اور آواز سُنائی دی اور یہ بھی جنگلی سؤر ہی تھا لیکن ان کی پھرتی اور مہارت نے اُنھیں پھر بچا لیا اور دوسرا سؤر بھی جلد ہی زمین پر تڑپنے لگا۔ دونوں نے ایک دُوسرے کو مُسکرا کر دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں ایک دُوسرے کے لیے تحسین اور پسندیدگی کے جذبات تھے۔

"سنو آئی چک۔ مجھے طاقتور اور دلیر انسانوں سے محبّت ہے۔ مَیں تمھاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہُوں۔"

"لیکن ہم تو اسی وقت دوست بن گئے تھے جب اُنھوں نے ہمیں ایک ہی زنجیر میں جکڑا تھا۔ اب ہمارا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہم اُن کی گرفت سے نکل جائیں۔"

"آؤ پھر یہاں سے آگے بڑھیں گو اس گھنے جنگل میں ہمیں ہر ہر قدم پر موت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن ہم دونوں مل کر موت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔" وہ چند ہی قدم بڑھے تھے کہ ان کے حسّاس کانوں نے ایک گھرگھراہٹ سُنی اور یہ جیپ کے انجن کی آواز کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔

دونوں متحیّرانہ انداز میں ایک دُوسرے کی شکل دیکھنے لگے

"برق رفتاری سے آگے بڑھو۔ اگر وہ جیپ ہی سے ہمارے پیچھے لگے رہنے کی کوشش کرے گا تو اُسے ہم تک پہنچنے میں بہت زیادہ دشواری نہیں ہو گی۔ میرا یہ خیال غلط تھا کہ جنگلوں درخت جیپ کا راستہ روکنے کی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے ان کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اگر کوئی مشّاق ڈرائیور ڈرائیونگ کرے تو ان کے درمیان سے گزر سکتا ہے۔" آئی چک بولا۔

"کیوں نہ ہم کسی مناسب جگہ پہنچ کر اس سے نبرد آزما

ہونے کی کوشش کریں۔"

"ابھی یہ بہتر نہیں ہو گا وہ کم بخت مسلّح ہے ہاں اگر ہمیں ایسا کوئی موقع مل جائے کہ وہ ہماری گرفت میں آ جائے اور ہم اُس کا پستول حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر صُورتِ حال ہمارے حق میں ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ آگے بڑھتے رہو۔" اور پھر ان دونوں نے تیز رفتاری سے دوڑنا شروع کر دیا۔

◘

اسٹیلا اب دھیرے دھیرے لی پال کی ذہانت کی معترف ہوتی جا رہی تھی حالانکہ لی پال نے بتایا تھا کہ اس کے ساتھ اُس کے گروہ کے دُوسرے افراد بھی موجود ہیں اور وہ ان سے کسی بھی جگہ کام لے سکتا ہے لیکن نئے منصوبے کے تحت کچھ تبدیلیاں عمل میں لائی گئی تھیں۔ گروہ کے ان افراد کو ہدایت تھی کہ وہ اپنی اصل حیثیت میں گانگ ہُو جانے والے صحیح راستے پر سفر کرتے ہُوئے وہاں کے مخصوص کیمپنگ میں پہنچ جائیں۔ جہاں آوارہ گردوں کو قیام کرنے کی اجازت ہے۔ وہ ضرورت پڑنے پر ان سے ملاقات کریں گے۔ خود لی پال، سوکس اور آر ڈرن، اسٹیلا کے ساتھ سفر کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس سلسلے میں نئی منصوبہ بندی یہی ہُوئی تھی کہ وہ بُدھ کے پیرو کار اور عقیدت مند کی حیثیت سے وہاں داخل ہوں گے کیونکہ جو غیر ملکی اُن کے مذہب میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں اُنھیں خاصی وقعت دی جاتی ہے۔ یہ بات اُن کے حق میں جاتی تھی۔ وہ مطمئن تھے کہ اس طرح وہ بآسانی مارلینو تک پہنچ سکتے ہیں۔ اگر وہ صرف آوارہ گردوں کی حیثیت سے رہے تو ان آوارہ گردوں کو تو بے دین سمجھا جاتا ہے جو صرف مذہب کا مذاق اُڑاتے ہیں اس لیے اُنھیں زیادہ اہمیّت حاصل نہیں ہو گی۔

اسٹیلا سنجیدہ تھی ایک خیال اُس کے ذہن میں بار بار جاگزیں ہو جاتا تھا۔ ڈی الیون نے کام کے سلسلے میں اُسے جو ہدایات دی تھیں یہاں اُن سے اختلاف ہو گیا تھا لیکن اسٹیلا نے یہ سوچ کر خود کو مطمئن کر لیا تھا کہ ڈی الیون کا مقصد صرف مارلینو کا اغوا ہے اگر وہ اپنے اس کام میں کامیاب ہو جاتی ہے تو پھر ڈی الیون کو اس کے طریقۂ کار پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

جن راستوں سے اُنھوں نے سفر کیا تھا وہ خاصا مشکل تھا۔ ویسے بائیں سمت سے سفر کرنے والا راستہ مغرب کی سمت جاتا تھا اور تقریباً گانگ ہُو پہنچنے کے سلسلے میں آٹھ یا نو میل کا سفر زیادہ طے کرنا پڑتا تھا۔ یہ علاقہ زائرین کا علاقہ کہلاتا تھا۔ سفر کے لیے اُنھوں نے خچروں کا بندوبست کیا تھا کیونکہ ان کے علاوہ اور کوئی جانور ان راستوں سے نہیں گزر سکتا تھا۔

راستے میں ایک گہری گھاٹی پڑتی تھی جس پر لکڑی کا پُل بنا ہُوا تھا۔ اس پُل سے گزرنے کے بعد وہ گانگ ہُو کی سب سے بڑی خانقاہ کے سامنے پہنچ گئے۔ یہاں سے وادی پر نگاہ ڈالی جاتی تو حیرت سے سانس رُک جاتی تھی۔ لی پال اس علاقے سے پُوری طرح واقف تھا اس لیے اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نہیں تھے لیکن اسٹیلا نے اُس سے بہت سی معلومات حاصل کی تھیں۔ اُس نے ان بے شمار بُدھ بھکشوؤں کو دیکھا جن کی تعداد سینکڑوں کے قریب تھی اور جن کے جسم پر سرخ عبائیں اور سر پر اسی رنگ کے ہیٹ تھے۔ وہ قطار در قطار ایک ترتیب سے کھڑے ہُوئے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں عبادت کا پہیہ تھا جسے وہ گھما رہے تھے۔ اُن کی یہ قطاریں پوری وادی میں پھیلی ہُوئی تھیں اور اس چوڑے چھجے تک چلی گئی تھیں جس کے نیچے خانقاہ کا صدر دروازہ تھا۔ یہ لمبا چوڑا دروازہ سُنہرے اور سُرخ رنگ کا تھا۔ اتنا حسین منظر اسٹیلا نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لی پال، سوکس اور آر ڈرن اسٹیلا کے ساتھ راستے کے اُس موڑ پر آ کر رُک گئے جہاں سے خانقاہ کا پھاٹک صرف تھوڑے سے فاصلے پر تھا۔ لی پال نے اسٹیلا کی طرف دیکھتے ہُوئے کہا۔

"اس سے آگے جانے کے لیے خصوصی اجازت لینی پڑتی ہے۔ چونکہ آگے کا راستہ زائرین کے لیے نہیں ہے وہاں بڑے بھکشو کی اجازت سے ہی جایا جا سکتا ہے۔"

"پھر اس کے لیے کیا کرو گے؟"

"کام اور انتظار۔ میرا خیال ہے ہمیں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ پہلے ہمیں اپنے مطلوبہ شخص کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لینی چاہئیں کہ آیا وہ یہاں موجود بھی ہے یا نہیں؟"

اسٹیلا نے تائید میں گردن ہلا دی تھی یہاں تک کا سفر کر کے وہ بھی تھکن سے چُور ہو چکی تھی۔ یہ سفر خچروں کے ذریعے اور بھی زیادہ تھکا دینے والا تھا۔ اگر لی پال کی دلچسپ گفتگو درمیان میں شامل نہ ہوتی تو یقیناً اس سفر کو طے کرتے ہُوئے اسٹیلا بُری طرح پریشان ہو جاتی۔

زائرین کے خیموں کی زیادہ تعداد وادی کے مغربی کنارے پر تھی اور یہاں اُن کے لیے سرکاری طور پر بندوبست کیا گیا تھا۔ یہ سرکار گانگ ہُو کی تھی یعنی مارلینو کی۔

یہاں پہنچ کر اسٹیلا کو اندازہ ہُوا کہ مارلینو کے بارے میں جو کچھ سُنا تھا وہ غلط نہیں ہے۔ اس کی مقبولیت بے پناہ تھی لیکن

اس مقبولیت سے بی پال کو بھی ایک فائدہ ہُوا۔ وہ یہ کہ بی پال یہ بات معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا کہ مارلینو ان دنوں عبادت گاہ ہی میں ہے اور عبادت میں مصروف ہے۔ یہ خوشخبری اُس نے اسٹیلا کو سنائی تو اس نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہمیں اس کام میں زیادہ دقت نہیں ہوگی۔"

"دقت تو ہوگی میڈم اسٹیلا کیونکہ اتنی بڑی شخصیت کو خاموشی سے نکال لے جانا اِتنا آسان کام تو نہیں ہوگا۔ اس کے لیے آپ کے ذہن میں کیا منصوبہ ہے؟"

"مارلینو کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوگی کہ وہ دن رات عبادت کرتا رہتا ہے یا پھر کہیں آتا جاتا ہے اگر جاتا ہے تو اس کا قیام کہاں ہے؟ یہ ساری باتیں تمھیں معلوم کرنا ہوں گی۔"

"بے چارہ بی پال۔ بہرطور میری شکل و صورت ایسی ہے کہ ہر شخص مجھ پر ترس کھا کر میری خواہشات پُوری کردیتا ہے۔ ٹھیک ہے میڈم اسٹیلا براؤن سن۔ آپ ان خیموں میں عبادت کریں میں اپنی عبادت میں مصروف ہُوا جاتا ہوں۔"

بی پال کے جانے کے بعد سوکس اور آر وڈران یہاں رہ گئے تھے ... اسٹیلا کافی دیر ان لوگوں سے گفتگو کرتی رہی۔ سوکس نے کہا "یہاں آنے والے زائرین عموماً عبادت کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ کوئی مخصوص ہی جگہ ہو۔ ہر جگہ عبادت کی جاتی ہے۔ خانقاہ کا پورا علاقہ مقدس ہے۔" اسٹیلا نے پُرخیال انداز میں گردن ہلادی تھی۔ بہرطور اس کے بعد وہ اپنے کام میں مشغول ہوگئی۔

بی پال کو یہ معلومات حاصل کرنے میں پورا دن لگ گیا تھا۔ دُوسرے دن شام کو پانچ بجے کے قریب اس نے بتایا کہ خوش بختی سے مارلینو کے بارے میں اُسے مکمل تفصیلات حاصل ہوگئی ہیں لیکن پریشان کُن بات یہ ہے کہ مارلینو خانقاہ سے باہر نہیں نکلتا، وہ ایک مخصوص جگہ بیٹھا عبادت کرتا رہتا ہے۔ وہیں سو جاتا ہے وہیں کھاتا پیتا ہے۔ سب کام وہیں کرتا ہے۔ عبادت گاہ کی جگہ سے تھوڑے فاصلے پر اُس نے ڈیرا جما رکھا ہے۔"

"کیا یہ پریشان کُن بات نہیں ہے۔" اسٹیلا نے سوال کیا۔

"اگر بی پال کے ذہن کو آزمانے کا فیصلہ کرچکی ہیں میڈم اسٹیلا تو پھر یُوں سمجھو کہ یہ کام واقعی مشکل نہیں ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" اسٹیلا نے کہا۔

"آج تک جتنی گفتگو آپ سے ہُوئی وہ آپ کے ایک خصوصی خادم کی حیثیت سے تھی، وہ جیسے ڈی الیوان کی جانب سے ہدایات ملی تھیں کہ میڈم اسٹیلا براؤن سن سے تعاون کیا جائے لیکن تعاون کے ساتھ ساتھ اگر اصل کام کے سلسلے میں بی پال کے ذہن کو آزمانا ہے تو پھر بی پال کی کچھ شرائط ہوں گی۔"

"کیا مطلب؟" اسٹیلا نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے گھُورا۔

"مطلب یہ کہ آپ مجھے حکم دیں کہ اب مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے اور جب آپ یہ محسوس کریں کہ آپ کو اس کام میں دُشواری ہوگی اور آپ کوئی ایسا راستہ تلاش نہیں کرسکتیں جو آپ کے لیے آسان ترین ہو تو پھر بے چارے بی پال کی اس سیکنڈ ہینڈ کھوپڑی کو آزمایا جائے ممکن ہے میں ہی کوئی کام کی بات بتا سکوں۔"

"اور اگر میں تم سے براہِ راست یہ کہوں بی پال کہ تم اس سلسلے میں وقت ضائع کیے بغیر مجھے بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"تو پھر اس کے لیے میں شرائط کا تذکرہ کرہی چُکا ہوں۔"

"کیسی شرائط۔ پہلے ان کے بارے میں بتاؤ؟" اسٹیلا نے کہا اور بی پال شریر سی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ اسٹیلا نے بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیا پھر اس کی شرارت آمیز مسکراہٹ نے اس کے چہرے کی سُرخی میں اضافہ کردیا۔ اُس نے جھینپ کر نگاہیں جُھکا دیں۔

"بہرحال مجھے ہر قیمت پر یہ کام کرنا ہے اور اگر تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے تو ڈی الیون تم سے باز پُرس کا مجاز ہوگا۔" وہ لہجے میں خفگی کا تاثر پیدا کرتے ہُوئے بولی۔

"بی پال بدنصیب ہے کہ آپ کا اعتماد حاصل نہیں کرسکا۔"

"تم احمق ہو۔" اسٹیلا نے مسکراتے ہُوئے کہا۔

"مَیں نے کبھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کیا ہے۔" بی پال شانے ہلا کر بولا۔

"تمھاری مرضی۔ میں فی الحال تمھارے ناز اُٹھانے کے لیے تیار نہیں ہُوں اگر خود کوئی منصوبہ بندی کرنے میں ناکام رہی تو دیکھا جائے گا۔"

"بی پال میڈم کا خادم ہے۔" اُس نے گردن خم کرکے کہا۔

اسٹیلا کچھ سوچتی رہی پھر اُس نے کہا۔

"عبادت گاہ میں داخل ہونے کا اجازت نامہ حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟"

"یہ خادم جتنی جلد ممکن ہوسکا یہ خدمت انجام دے گا۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے اُٹھ گیا لیکن جب کافی دیر بعد وہ دوبارہ خیمے میں داخل ہُوا تو کامیابی کا رنگ اُس کے چہرے پر پھیلا ہُوا تھا۔

"میڈم۔ ایک دولتمند خاتون جسے خوابوں میں زیارت کی ہدایت ملی ہو اُن لوگوں کے لیے قابلِ احترام ہیں اور وہ دل و جان سے آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

"گڈ۔ کب چلیں گے ہم؟"

"آج۔ ابھی یا پھر جب دل چاہے۔" اسٹیلا نے کچھ سوچا اور پھر اُس نے دُوسرے دِن دوپہر ڈھلے یہ پروگرام رکھا۔ بی پال کو اس پر اعتراض نہیں تھا۔

اگلی دوپہر جب اُنھوں نے خانقاہ کا رُخ کیا تو بہت سے زائرین ان کے ساتھ تھے۔ وہ دُعائیہ بھجن گارہے تھے۔ بی پال تو خوب حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔ اُس نے اسٹیلا کو بھی بھجن کے کلمات بتادیے تھے اور اپنی آواز جب اُس کے کانوں میں پہنچتی تو وہ خود کو بہت مضحکہ خیز محسوس کرتی۔ ایسے لمحات میں بی پال پر اُس کی نِگاہ پڑجاتی تو وہ مُنہ بند کرکے ہنسنے کی کوشش کرتا اور اسٹیلا کو غصّہ آنے لگتا تھا۔

بالآخر زائرین کا یہ قافلہ سُنہرے رنگ کے عظیم گنبد کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ سرخ لباس والے بھکشو قطار بنائے کھڑے تھے۔ دُور سے آنے والوں پہ گلاب چھڑک رہے تھے۔ یہاں سے اندر داخل ہوکر سُرخ قالین والے فرش کے راستے وہ اس وسیع ہال میں پہنچے جہاں بے شمار مشعلیں اور لیمپ روشن تھے۔ دیواروں کے ساتھ عجیب و غریب مجسّمے رکھے ہُوئے تھے۔ ہال کے سامنے کے رُخ پر چند سیڑھیاں بنی ہُوئی تھیں جن کا اختتام ایک محراب والے دروازے پر ہوتا تھا۔ بی پال کی معیّت میں اسٹیلا ان سیڑھیوں سے گزر کر ایک اور ہال میں داخل ہُوئی جہاں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گُونج رہی تھی۔ کچھ بھکشو گردن جُھکائے عبادت میں مصروف تھے۔ مہاتما بُدھ کا ایک سونے کا مجسّمہ یہاں موجود تھا جو بہت بڑا تھا۔

"یہاں بیٹھ جائیں اور دیکھیں کہ وہ بائیں سمت جو بھکشو بیٹھا ہُوا ہے مارلینو ہے۔" بی پال نے سرگوشی کی اور اسٹیلا کے بدن میں سنسنی پھیل گئی۔ اُس نے بی پال کی ہدایت کے مطابق زمین پر ڈیرہ جمالیا اور کن اَنکھیوں سے بائیں جانب بیٹھے شخص کو دیکھنے لگی۔ پُرہیبت و پُرجلال چہرے والا مارلینو دیکھنے سے ہی کچھ نظر آتا تھا۔ اُس کی شخصیت اسٹیلا کو متاثر کیے بنا نہ رہ سکی۔

بی پال سوکس اور دُوسرے لوگ بھی اسٹیلا کے پاس بیٹھ کر مدھم آوازمیں باتیں کرنے لگے۔ بی پال نے اپنے لبادے سے ایک ننھا سا آلہ نکال کر اسٹیلا کو دِکھایا۔

اس میں ایک سریع الاثر خواب آور دوا ہے جو پلک جھپکتے ہی انسان کو ہوش و حواس سے بے نیاز کردیتی ہے۔"

"اوہ۔ تو گویا" اسٹیلا حیرت سے بولی۔

"عبادت کے وقت مسٹر مارلینو کے بالکل قریب پہنچ جاؤں گا اور یہ اسپرے گن اپنا کام کرے گی۔ اس کے بعد سب سے مشکل مرحلہ آئے گا۔ لاروش اپنی ماسک اتارے گا اور مسٹر مارلینو کی ماسک پہن کر ان کی جگہ بیٹھ جائے گا۔ ہمارے معمر ساتھی یعنی مسٹر لاروش کی حالت عبادت کرتے کرتے اچانک خراب ہوجائے گی۔ بوڑھے آدمی ہیں۔ آپ سمجھ رہی ہیں۔ مس اسٹیلا۔ دراصل وہ مسٹر مارلینو ہوں گے جو اس ماسک میں ہوں گے جو اس وقت لاروش کے چہرے پر ہے۔ ہم اس بیمار آدمی کو واپس لے آئیں گے کھیل ختم۔"

اسٹیلا حیرت سے بی پال کا چہرہ دیکھنے لگی۔ منصوبہ بے حد مشکل تھا لیکن اگر کامیاب ہوجائے تو اس سے شاندار منصوبہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا پھر اس نے لاروش سے کچھ نہیں پوچھا تھا اس پر جیسے خواب کا عالم طاری تھا۔ خانقاہ میں اب بھی عبادت ہورہی تھی۔ اجازت یافتہ زائرین اندر داخل ہورہے تھے۔ باہر آرہے تھے۔ گو دن کے مقابلے میں اس وقت رُش نہیں تھا پھر بھی کافی لوگ تھے۔ اسٹیلا تنویمی کیفیت میں تھی۔ وہ مشینی انداز میں سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ مارلینو اس وقت عبادت نہیں کررہا تھا بلکہ اپنے محراب نما حُجرے میں تھا۔ عبادت کے دوران اُس کے حجرے کے سامنے اچانک رُش بڑھ گیا پھر لوگ ایک بیمار اور بے ہوش آدمی کو بازوؤں سے پکڑے باہر لانے لگے۔ سوکس نے اسٹیلا کا بازو تھپتھپا کر اُسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تھا اور اسٹیلا جیسے خواب سے چونک رہی تھی۔ اُس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیمار آدمی کو دیکھا پھر حجرے کی طرف نگاہ ڈالی۔ مارلینو اپنے کام میں مصروف تھا۔

نہ جانے کس طرح وہ خانقاہ سے باہر آئی تھی۔ اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ بی پال ... اتنی آسانی سے کام کرلے گا۔ یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ آنے والا لاروش ہے یا مارلینو۔ جب وہ عبادت گاہ کے ڈھلان سے اُتر رہے تھے تو اسٹیلا نے لرزتی آواز سے بی پال سے پوچھا۔

"کیا تم کامیاب ہوگئے۔ بی پال؟"

"آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنا ہوگا میڈم۔" وہ شرارت آمیز لہجے میں بولا۔

"تو وہ۔ وہ مارلینو ہے؟" اسٹیلا پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔ "مگر کب۔ کیسے۔ مجھے تو معلوم ہی نہ ہوسکا۔"

"ہماری خوش بختی ہے اس وقت مسٹر مارلینو عبادت نہیں کر رہے تھے بلکہ اپنے حجرے میں مصروف تھے۔"

"لیکن میں نے تو کچھ نہیں دیکھا مجھے تو پتا بھی نہیں چل سکا کہ۔"

"وہاں موجود اتنے لوگوں کو پتا نہیں چل سکا تو آپ کو کیسے پتا چل سکتا تھا لیکن وہی ہوا۔ محراب کو میرے ساتھیوں کے غول نے چھپا لیا اور میں نے برق رفتاری سے اپنا کام کر لیا۔"

"تمھارے ساتھی؟" اسٹیلا حیرت سے بولی۔

"وہ سب وہاں موجود تھے اور کسی بھی خطرناک صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے تیار تھے۔"

"خدا کی پناہ۔" اسٹیلا نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

"بی پال تمھارے بدن میں شیطان حلول کر گیا ہے۔"

"جملہ پورا کر دیں مادام۔ لوگ اس غریب کے بارے میں ایسے ہی ریمارک پاس کرتے ہیں۔" بی پال نے مخصوص انداز میں کہا۔

اسٹیلا مسکرا دی۔ شاید زندگی میں پہلی بار اُس نے کسی کی برتری قبول کی تھی پھر وہ چونک کر بولی۔

"اور وہ لاروش جو مارلینو کے میک اپ میں وہاں موجود تھے"

"تھوڑی دیر عبادت کرے گا پھر اطمینان سے چلتا ہوا باہر آ جائے گا اور ماسک اُتار کر پھینک دے گا۔"

خانقاہ کی بغلی سمت ایک گھاٹی میں بیس منٹ تک سفر کرنے کے بعد وہ ایک کھلے سپاٹ میدان میں داخل ہو گئے۔ بے ہوش مارلینو کو جو اس وقت ایک بوڑھے کے میک اپ میں تھا۔ دو آدمیوں نے سنبھالا ہوا تھا۔ سیاہ رنگ کی ایک لینڈ اوور دیکھ کر اسٹیلا کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔

"کیا ہم اس سے سفر کریں گے؟"

"ایک بے ہوش اور بیمار آدمی ہمارے ساتھ ہے... خچروں کے ذریعے سفر اس کی جان لے لے گا۔ اس لیے۔"

❦

ٹیکسی کا سفر ختم ہو چکا تھا۔ یہ سڑک سیدھی نہ جانے کہاں نکل گئی تھی۔ سڑک کے کنارے ہی ہائی شون کا بورڈ نظر آیا تھا۔ ایک خاصا کشادہ راستہ اس سڑک کے دائیں سمت بنا ہوا تھا۔ اور اس راستے کے دونوں سمت درخت کھڑے تھے۔ بڑی وسیع و عریض جگہ گھیری ہوئی تھی۔ ہائی شون کے ایک پتھر کے بنے ہوئے دروازے پر آفس کی تختی لگی ہوئی تھی اور عدنان اُسی جگہ ٹیکسی سے اُتر گیا تھا۔ اُس نے ڈرائیور کو بل ادا کیا اور وہ شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ تب عدنان آفس میں داخل ہوا جہاں دو افراد اُداس بیٹھے ہوئے تھے۔

"مجھے کچھ معلومات درکار ہیں؟" عدنان نے کہا۔

"آج چھٹی ہے جناب۔"

"کیا مطلب؟"

"پیر کے دن ہمارے ہاں مکمل چھٹی ہوتی ہے۔"

"میں غیر ملکی ہوں۔ مجھے اس بارے میں معلوم نہیں تھا۔ ٹیکسی بھی چھوڑ دی ہے میں نے اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"جو دُوسرے کرتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے کہا، اور دُوسرا مُنہ پھاڑ کر ہنس پڑا۔

"بڑے مسخرے ہیں آپ لوگ، میں بھی کچھ مذاق کروں آپ سے۔" عدنان دانت نکال کر بولا اور ہنسنے والے نے فوراً ہی مُنہ بند کر لیا۔

"نہیں جناب رہنے دیں۔ پتا نہیں آپ کے مذاق کا معیار کیا ہو؟ چھٹی کے دن یہاں کچھ نہیں ہوتا لیکن آپ کو یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ ڈائننگ میس میں آپ کو ہر سہولت مہیا ہو گی۔ ہاں معاف کیجیے گا۔ آپ ہائی شون میں اسٹوڈنٹ کی حیثیت سے آئے ہیں۔ اگر نہیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔" وہ شخص رُکے بغیر بولا۔ اور پھر رُک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

"ڈائننگ میس کس طرف ہے؟"

"اس دروازے سے نکل کر بائیں سمت چلتے رہیں۔ پیلے رنگ کی عمارت ڈائننگ میس ہے لیکن آپ کو پیدل جانا ہو گا۔" عدنان نے اس کی پُوری بات نہیں سُنی یہ شخص خود بھی پید معلوم ہوتا تھا۔ عمارت کے اندرونی دروازے سے دوسری طرف نکلا تو اس کا خیال اس شخص کے بارے میں بدل گیا۔ بالکل پیدل نہیں تھا بلکہ شاید اُس نے ٹھیک کہا تھا۔ ہائی شون میلوں کے علاقے میں پھیلا ہوا تھا اور آس پاس کوئی عمارت نہیں تھی جگہ جگہ کورٹ بنے ہوئے تھے۔ اُن کے درمیان پگڈنڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ عدنان بائیں سمت چل پڑا۔ سرخ رنگ کے پتھر سے بنی ہوئی ایک پگڈنڈی اُسے ایک اسٹیڈیم کی طرف لے گئی جس کا فاصلہ کم از کم ایک میل تھا۔ بڑی حیرت ہوئی تھی ٹیکسی چھوڑ کر لیکن اب کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا سوائے پیدل سفر کرنے کے۔ چنانچہ وہ چلتا رہا۔ لیکن ہائی شون کی شان دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔ اس کی ترتیب آفاقی تھی۔ علاقوں کی تقسیم رنگوں سے کی گئی تھی۔

سرخ رنگ تھا تو ہر چیز سرخ تھی یہاں تک کہ درخت بھی ایسے منتخب کیے گئے تھے جو سرخ پھول اور سرخ پتوں والے ہوں۔ عمارتوں کے لیے میٹریل کا خصوصی انتخاب کیا گیا تھا اور اُنھیں قدرتی رنگ دینے کی کوشش کی گئی تھی بعض جگہ کچھ پھیکا پن سا پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن ان تمام چیزوں کے حُسن سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا اور اُسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ مسٹر ہائی شون بہت ہی نفیس طبیعت کے مالک ہیں اور اُنھوں نے بڑی محنت اور دیانت کے ساتھ اپنی یہ دُنیا تشکیل دی ہے۔

بالآخر عدنان پیلے رنگ کی اس عمارت کے پاس پہنچ گیا جس کے اطراف پیلے رنگ کے خوبصورت پھول لہلہا رہے تھے۔ زمین پر بجری کی ایک روش بنائی گئی تھی جو ڈائننگ میس کے صدر دروازے تک لے جاتی تھی اور اس پر بھی پیلے رنگ کی بجری نظر آ رہی تھی۔ عدنان آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا میس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ شیشے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، وہ اندر داخل ہوا اور اندر کا صاف شفاف ماحول دیکھ کر اُس نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔ یہاں مکمل خاموشی تھی۔ بڑا سا ہال تھا جس میں چاروں طرف صوفے پڑے ہوئے تھے۔ ابھی وہ یہ کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ یہاں کسی ذی رُوح کو تلاش کرنے کے لیے کیا کرے کہ ایک دروازے سے کوئی اندر داخل ہوا اور عدنان کی آنکھیں اُسے دیکھ کر حیرت سے پھیل گئیں۔

یہ وہی سیکرٹری تھا جو اینزا آلیورا کے ساتھ اُسے ملا تھا اور جس نے اپنی مالکہ کا پیغام عدنان کو دیا تھا۔ مائیکل نے بھی عدنان کو دیکھا اور چونک پڑا۔

"تم۔ تم یہاں بھی آ گئے مسٹر بوجر۔" اُس نے کہا اور عدنان مسکرا اُٹھا۔

"اگر تم یہاں موجود ہو تو یقیناً وہ۔" ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ اُس دروازے سے اینزا آلیورا بھی داخل ہوئی۔ وہ ہاتھ میں تولیہ لیے اپنا چہرہ خشک کرتی ہوئی آئی تھی، اُس نے عدنان کو ابھی نہیں دیکھا تھا بلکہ وہ مائیکل کو ہی دیکھ رہی تھی پھر اُس نے تولیہ مائیکل کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لو اسے رکھ آؤ۔" اور اسی وقت اس کی نظر عدنان پر پڑی تھی۔ اُس کے حلق سے ایک چیخ سی نکل گئی۔

"تم۔ تم یہاں تک آ گئے، مسٹر بوجر۔" اُس نے چیختی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا کروں مس اینزا، بدقسمتی مجھے آپ تک لے آئی ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے تمھاری اصل بدقسمتی تو اب شروع ہوگی... یہاں آنے کا مطلب جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟" اینزا نے کہا۔

"نہیں جانتا، آپ بتا دیجیے، بس یہ سمجھ لیجیے کہ آپ کی کار کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک گھس آیا ہوں، مگر کار آپ نے کہاں کھڑی کی... نظر نہیں آ رہی۔" عدنان بولا۔

"آپ کو اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے مسٹر بوجر۔ آپ آخر کیوں نہیں سمجھتے کہ مس آلیورا آپ جیسے کم حیثیت انسان سے گفتگو بھی نہیں کر سکتیں، آپ خوامخواہ ان کا امیج خراب کر رہے ہیں، کوئی سُن لے گا تو کیا کہے گا۔"

"مگر اب کچھ نہیں کیا جا سکتا مسٹر سیکرٹری۔ میں یہاں آ گیا ہوں، مجبوری ہے اور کیونکہ مس آلیورا یہاں مقیم ہیں اور بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ تنہا ہیں، تو میرے لیے اس سے اچھا موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"کیا، کیسا موقع۔" اینزا آلیورا نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"آپ کی قربت حاصل کرنے کا، اب آپ خود غور کیجیے، آپ نے جس طرح مجھے عزت بخشی ——— اور جس طرح آپ نے میری پوزیشن خراب کر دی اس کے بعد یہ کیسے ممکن تھا کہ میں آپ سے دُور رہ سکتا۔ یُوں سمجھ لیجیے کہ آپ کے نقشِ پا تلاش کرتا ہوا یہاں پہنچ گیا ہوں۔"

"مسٹر بوجر۔ مسٹر بوجر، میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ حد سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو نقصان اُٹھاؤ گے۔"

"میں تمھارے لیے بڑے سے بڑا نقصان اُٹھا سکتا ہوں مس اینزا آلیورا ویسے میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ یہاں آپ دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے، کیا یہ سیکرٹری بہت زیادہ باعزت انسان ہے، مجھے بتایئے اس کا شجرۂ نسب کیا ہے؟"

"ڈیڈی نے یقیناً مسٹر مائیکل کو ایک اعلیٰ نسب کا انسان ہونے کی حیثیت سے اپنا سیکرٹری مقرر کیا ہو گا۔"

"میں نہیں مانتا مس اینزا۔ اگر مسٹر مائیکل اعلیٰ نسب کے انسان ہوتے تو بھلا انھیں سیکرٹری کی حیثیت سے ملازم رکھا جاتا، انھیں تو کوئی اور عہدہ دیا جانا چاہیے تھا، سیکرٹری کا مقصد یہی ہے کہ وہ آپ کے احکامات کی تعمیل کریں اور اعلیٰ نسل کے لوگ اعلیٰ نسل کے لوگوں سے ایسا کام نہیں لیتے، کیوں مسٹر مائیکل آپ کا کیا خیال ہے؟"

"مالک کی موجودگی میں، میں اپنا کوئی خیال ظاہر کرنے سے قاصر ہوں۔" مائیکل نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔ عدنان کے لیے اُس

کی آنکھوں میں اچھے تاثرات نہیں تھے۔ عدنان اطمینان سے ایک صوفے پہ بیٹھ گیا، اور انیزا آلیورا پریشان ہو کر بولی۔

"دیکھو دیکھو تم یہاں نہیں بیٹھ سکتے، ہمارے ساتھ تمھاری موجودگی مناسب نہیں ہے، پتا نہیں کس قسم کے آدمی ہو اور کون سی زبان میں تمھیں سمجھایا جائے۔"

مجھے سمجھانے کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہوگی مس آلیورا، اس لیے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ آپ بھی خاموشی اختیار کریں۔"

"کیوں مائیکل کیا خیال ہے؟"

"مَیں آپ کو کیا مشورہ دے سکتا ہوں میڈم، جیسا آپ پسند کریں۔" مائیکل نے شانے ہلا کر کہا۔ انیزا آلیورا عدنان سے کافی دُور ایک صوفے پر جا بیٹھی تھی، مائیکل اس سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا تھا۔ تب اُس نے کہا۔

"بدقسمتی سے آج یہاں چھٹی ہے، ورنہ ہم مسٹر مائی شون سے کہتے کہ ہمارے منصب کا خیال رکھا جائے اور فضول قسم کے لوگوں کو یہاں آنے کی اجازت نہ دی جائے، بڑے افسوس کی بات ہے۔ بہت ہی افسوس کی کہ یہاں ہر نسل اور ہر طرح کے لوگوں کو داخلے کی اجازت ہے، میں کہتی ہوں تم گیٹ سے کیسے اندر داخل ہو گئے؟"

"آپ مجھ سے مخاطب ہیں میڈم؟" عدنان نے سوال کیا۔

"تو یہاں اور کون ہے؟"

"یہی سوال میں آپ سے کرنے والا تھا کہ کیا یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ میرا مقصد ہے اس وٹینگ میس میں صرف آپ اور مسٹر مائیکل ہیں؟"

"نہیں دو تین ملازم بھی اندر موجود ہیں۔ آج چھٹی کا دِن ہے اس لیے صرف چند ملازمین یہاں کی دیکھ بھال کے لیے موجود رہتے ہیں، مجھے پورا دن ہی انتظار کرتا ہو گا کل ہی جا کر کچھ ہو سکتا ہے، مگر پلیز تم یہاں سے چلے جاؤ، تمھاری موجودگی مجھے ذہنی طور پر پریشان رکھے گی۔"

"کیا ملازمین نے آپ کے لیے چائے یا کافی کا بندوبست نہیں کیا؟"

"کیا ہے کیا ہے۔ مگر میں تمھارے ساتھ کافی پینا پسند نہیں کروں گی؟"

"آپ ابھی تھوڑی دیر پہلے کہاں گئی تھیں؟"

"کیوں یہ تمھیں بتانا ضروری ہے؟" "مَیں باتھ رُوم میں گئی تھی۔" انیزا آلیورا نے کہا۔

"اوہ شکریہ۔ مَیں بھی ذرا باتھ رُوم میں جانا چاہتا ہوں۔" عدنان نے کہا اور اس دروازے کی جانب چل پڑا، جہاں سے اُس نے انیزا آلیورا کو نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس لڑکی کا یہاں مل جانا متعدد تفریحات کا حامل ہو سکتا تھا۔

" دروازے کے دوسری طرف ایک لمبی راہداری تھی جو آگے جا کر کسی کھلی جگہ میں پہنچ جاتی تھی۔ عدنان کو اس کا اندازہ نہ تھا۔ راہداری کے دونوں سمت ٹوائلیٹ بنے ہوئے تھے۔ ایک ٹوائیلٹ میں جا کر عدنان نے مُنہ ہاتھ ... دھویا۔ وہاں رکھے ہوئے کنگھے سے بال سنوارے اور پھر باہر نکل آیا۔ اس کے ذہن میں یونہی خیال آ گیا تھا کہ راہداری کی دُوسری سمت کا حصہ بھی دیکھے کہ اُدھر کیا ہے!

جب وہ راہداری کے دُوسرے حصّے کی طرف پہنچا تو اُس نے ایک گول دائرے کی شکل میں ایک بہت بڑا سا صحن پایا جہاں بھی پھولوں کے تختے لگائے گئے تھے۔ عدنان کو یہ منظر بہت حسین محسوس ہوا۔ اس گول میدان نما صحن کے دُوسرے حصّے پہ ایک چھوٹا سا برآمدہ اور برآمدے میں دروازے نظر آ رہے تھے۔ وہ ان پھولوں کے تختوں کی طرف بڑھ گیا اور چند لمحات کے بعد اُس نے ان میں سے ایک پھول توڑ کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بڑی نفیس خوشبو کا حامل پھول تھا اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اُس نے سوچا کہ یہ پھول انیزا آلیورا کو پیش کرے گا اور اس کے بعد اس تفریح سے لطف اندوز ہو گا جو انیزا آلیورا اُسے مہیا کرے گی۔ لیکن ابھی وہ پلٹا ہی تھا کہ اس کی نگاہیں پھولوں کے ایک اور تختے کی سمت اُٹھ گئیں اور دُوسرے لمحے ہاتھ میں پکڑا ہوا پھول اُس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ تختے سے اُسے دو انسانی پاؤں باہر نکلی نظر آ رہی تھیں۔ دو پاؤں تھے جو برہنہ تھے اور اس طرح بے ترتیب تھے جیسے پاؤں کا مالک یا تو بے ہوش پڑا ہو یا رہا ہو۔ عدنان کی نگاہوں نے ان کا جائزہ لیا اور پھر وہ بے اختیار اس پھولوں کے تختے کی جانب بڑھ گیا۔ دُوسرے لمحے وہ جو پڑا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا بے حس و حرکت چت پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ دونوں ہاتھ سینے پہ رکھے ہوئے تھے اور پاؤں پھیلے ہوئے تھے۔ عدنان کو اس کا تنفس محسوس نہیں ہو رہا تھا وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دُور دُور تک کسی ذی رُوح کا نہیں تھا چنانچہ وہ بے ہوش شخص کے قریب بیٹھ گیا اور اُس کے سینے سے کان لگا کر دِل کی دھڑکن سننے کی کوشش کرنے لگا لیکن دل کی دھڑکن مفقود تھی۔ سانسوں کی آمد و رفت بند تھی عدنان چونک پڑا۔

"لاش" اس کے ذہن نے نعرہ لگایا اور وہ پریشان نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس حسین جگہ یہ انسانی زندگی کس طرح ختم ہو گئی۔ چند لمحات وہ اس طرح بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس شخص کی موت کی وجہ کیا ہو سکتی ہے!

پھر اس نے اس کے چہرے کا جائزہ لیا کسی یورپی ملک کا باشندہ تھا۔ گہرے براؤن بال لمبے خاصے خدو خال اچھا خاصا نقش و نگار لیکن موت کی وجہ معلوم نہیں ہوئی تھی۔ گردن وغیرہ پر اُنگلیوں کے نشانات بھی نہیں تھے جسم پہ کوئی زخم بھی نہیں تھا پھر اس کی موت کیسے واقع ہوئی؟

چند لمحات وہ سوچتا رہا ایک لمحے کے لیے تو اُس نے فیصلہ کیا کہ جلد از جلد یہاں سے بھاگ جائے اور خوامخواہ کسی اُلجھن میں پڑنے سے باز رہے لیکن دُوسرے لمحے ایک اور خیال اُس کے ذہن میں سرایت کر گیا۔ مائیکل اور انیزا آلیورا ابھی ابھی اسی راہداری کے دُوسری سمت گئے تھے تو کیا؟ اس کا ذہن حیرت سے کھل گیا۔ کیا وہ دونوں اس کے قاتل ہیں؟ اور کسی پُراسرار ذریعے سے انھوں نے اسے ہلاک کیا ہے اگر ایسی کوئی صورت ہے تو اس کا مقصد ہے کہ اب ان دونوں کا ہال میں ملنا ممکن نہیں ہے۔ ایک لمحے کے لیے عدنان پریشان ہو گیا۔ اس نے لاش کو یہاں چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا چنانچہ نیچے جھک کر اُس نے لاش کو اپنے بازوؤں میں اُٹھا لیا۔ اس کا بدن اکڑ گیا تھا اس کا مقصد ہے کہ موت کو کافی دیر ہو گئی۔ مرنے کے بعد جسم کتنی دیر میں اکڑ سکتا ہے۔ اُس نے سوچا اور اندازہ لگانے لگا۔

انیزا آلیورا تو ابھی تھوڑی دیر قبل ہی یہاں آئی تھی۔ عدنان سے صرف کچھ لمحات پہلے اور یہ اکڑا ہوا بدن یقیناً اسی دوران موت کا شکار نہ ہُوا ہو گا۔ ایک لمحے کے لیے اُس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ انیزا اور مائیکل اس کی موت کے ذمّے دار نہیں ہیں۔ بہرطور لاش کو اُٹھائے ہوئے وہ راہداری میں پہنچا اور پھر اس سے گزرتا ہُوا دروازے تک آ گیا۔ دروازہ پاؤں کی ٹھوکر سے کھول کر اُس نے اندر دیکھا۔ انیزا آلیورا صوفے پہ بیٹھی ہوئی تھی مائیکل اُس سے کافی فاصلے پہ موجود تھا۔ دروازہ کھلنے کی آہٹ سن کر دونوں چونک پڑے اور پھر انیزا آلیورا عدنان کے ہاتھوں پر کسی انسانی بدن کو دیکھ کر اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کی آنکھوں میں خوف کے آثار اُبھر آئے تھے۔

"یہ۔ یہ کون ہے؟" کیا کیا تم نے اس کے ساتھ؟"

عدنان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے لاش اُٹھائے ایک صوفے کے قریب پہنچا اور اُس نے بے جان بدن کو صوفے پر لٹا دیا۔ انیزا اور مائیکل متوحش نگاہوں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ دونوں ہی کھڑے ہو گئے تھے۔

دفعتاً ایک دُوسرے دروازے سے دو آدمی اندر داخل ہوئے ان میں سے ایک نے اپنے ہاتھوں میں کافی کی ٹرے اُٹھائی ہوئی تھی۔ دُوسرا اُس کے ساتھ ساتھ تھا۔ ان دونوں نے انیزا آلیورا اور مائیکل کو دیکھا اور پھر عدنان کو۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کی نگاہ صوفے پہ پڑے ہوئے شخص پر پڑ گئی تھی اور وہ چونک پڑے۔

"یہ۔ یہ کون ہے؟"

"لاش۔ انیزا آلیورا نے جواب دیا اور وہ شخص جس کے ہاتھ میں کافی کی ٹرے تھی چونک پڑا۔"

"لل۔ لاش۔ لاش۔ اُس نے متوحش انداز میں کہا۔

"ہاں، اور قاتل تمھارے سامنے موجود ہے۔" انیزا آلیورا نے عدنان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ دُوسرے آدمی نے جلدی سے کافی کی ٹرے سنبھال لی تھی ورنہ شاید وہ اس شخص کے ہاتھ سے گر ہی پڑتی۔ کافی کی ٹرے سنبھالنے کے بعد اس نے ایک سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور پھر دونوں ہی صوفے کے قریب پہنچ گئے جس پہ لاش رکھی ہوئی تھی۔ وہ لاش کو دیکھ کر اُچھل پڑے۔ انھوں نے ایک دُوسرے کی شکل دیکھی اور پھر انیزا آلیورا کی طرف رُخ کر کے اُن میں سے ایک نے کہا۔

"اسے کون لایا ہے یہاں؟"

"یہ۔ یہ قاتل تمھارے سامنے موجود ہے۔ مَیں تمھیں بتا چکی ہوں۔"

"کیوں مسٹر۔ آپ اسے باہر سے اُٹھا کر لائے ہیں؟"

"ہاں۔ یہ پھولوں کے تختوں کی آڑ میں مُردہ پڑا ہُوا تھا۔"

"مردہ"۔ ان میں سے ایک ہنس پڑا۔

"دانت مت نکالو۔ یہ مردہ ہے۔ اس کے جسم میں تنفس نہیں ہے یہ مر چکا ہے اور اس کا بدن اکڑا ہُوا ہے۔" عدنان نے غرّاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ دوسرا آدمی بھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا اور اب انیزا، مائیکل اور عدنان تینوں ہی حیران نگاہوں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ دونوں آدمی دیر تک ہنستے رہے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"نہیں جناب۔ آپ کو دھوکا ہُوا ہے غلط فہمی ہُوئی ہے آپ کو۔ بلاوجہ آپ نے اس بے چارے کو ڈسٹرب کیا ہے۔"

"کیا بکواس ہے؟" "تم شاید میری بات پر یقین نہیں کر رہے

عدنان نے کہا۔

"نہیں نہیں آپ کا کہنا بھی درست ہے یہ مسٹر کالگن ہیں جس دُم کی مشق کر رہے ہیں آج کل میرا خیال ہے وہاں بھی یہ دُم ر دکے بڑے ہوں گے۔ آپ نے خوامخواہ انھیں پریشان کر دیا۔"

"کیا۔" عدنان نے متحیرانہ انداز میں کہا اور اسی وقت صوفے پر لیٹے ہوئے آدمی نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے چہرے کے عضلات میں تحریک نظر آ رہی تھی اور اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ پھر وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"نہایت بے وقوف ہیں آپ۔ آخر آپ نے مجھے اٹھانے کی جراُت کیسے کی؟ آپ کو پتا ہے کہ مَیں تین گھنٹے سے اِسی طرح پڑا ہوا ہوں اور مَیں نے تہیہ کر لیا تھا کہ آج سات گھنٹے کی مشق مکمل کر کے ہی دَم لوں گا۔ آہ۔ خدا کی پناہ۔ نجانے یہ لوگ کیوں میری جان کو آ گئے ہیں۔ آج میں اپنی یہ مشق مکمل کر لیتا تو آئندہ نیا کام شروع کر دیتا لیکن آپ لوگوں نے چھٹی کا دن برباد کر دیا۔"

اُسے اُٹھتے دیکھ کر انیزا دو چار قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ مائیکل بھی حیران نظر آ رہا تھا اور عدنان کی بھی کیفیت ایسی ہی تھی۔ عدنان نے چند لمحات اُسے دیکھا اور پھر وہ بھی ہنس پڑا۔

"معاف کرنا دوست واقعی غلطی ہوگئی لیکن تم اس کا تو اندازہ لگا سکتے ہو کہ مَیں نے اِنسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہی تمھاری لاش وہاں سے اُٹھائی تھی۔ کم از کم تم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔"

"مَیں تمھیں مردہ نظر آ رہا ہوں؟"

"نظر آ رہے ہو نہیں۔ نظر آ رہے تھے بہرطور اچھا ہے کہ تم زندہ ہو ورنہ یہ خاتون تو مجھے قاتل قرار دے چکی تھیں۔" عدنان نے انیزا کی طرف اشارہ کیا اور انیزا ہنس پڑی۔ اس کے ساتھ ہی مائیکل کا قہقہہ بھی چھوٹ گیا تھا لیکن مائیکل کی آواز نکلتے ہی انیزا ایک دَم سنجیدہ ہوگئی۔ اُس نے سرد نگاہوں سے مائیکل کو دیکھا اور بولی۔

"کیا تمھیں میری ہنسی کے ساتھ ساتھ ہنسنا چاہیے تھا؟"

مائیکل بھی ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"نہیں۔ میڈم۔ معافی چاہتا ہوں سوری۔"

"خیال رکھو اور تم لوگ یہاں کیوں کھڑے ہو ملازم ہو کافی لے آئے جاؤ اپنا کام کرو پلیز۔ جاؤ۔" کافی لانے والے ملازم ہنستے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ کالگن صوفے پر بیٹھا ہوا احمقوں کی طرح ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ انیزا کی نگاہ چاروں طرف سے گھومتی ہوئی پھر اس پر جا پڑی اور وہ سنبھل گئی۔

"سوری مسٹر۔ آپ جو کوئی بھی ہیں۔ اب آپ کو اندازہ ہو چکا ہے کہ غلط فہمی کی بنا پر یہ صاحب جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا لیکن جو نسلاً اچھے آدمی نہیں ہیں آپ کو اُٹھا لائے۔ براہ کرم آپ اپنی مشق دوبارہ شروع کر دیجیے۔" کالگن نے بُری سی نگاہ سے ان سب کو دیکھا اور صوفے سے اُٹھ کر اسی دروازے سے باہر چلا گیا۔ جس سے عدنان اُسے اُٹھا کر اندر لایا تھا اب انیزا عدنان کو دیکھ رہی تھی پھر وہ بولی۔

"تم نے ہمیں پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔"

"آپ ہیں ہی پریشان کرنے کی چیز مس آلیورا۔ ویسے کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ آپ کی شانِ نزول کیا ہے! میرا مطلب ہے، آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟"

"تم سے مطلب؟"

"مطلب زبردستی پیدا ہو گیا ہے۔ مَیں نے خود تو آپ کے پاس آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ آپ نے خود ہی اپنے سیکرٹری کو میرے پاس بھیجا اور میری میز پر آ گئیں۔ پھر میں ہائی شون آ رہا تھا تو آپ نے میرا تعاقب کیا اور۔۔۔"

"میں نے تعاقب کیا۔ جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی!"

انیزا نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"جی ہاں۔ مَیں دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ نے میرا تعاقب کیا۔ کیوں مسٹر مائیکل تم بتاؤ۔ کیا تمھاری کار میری ٹیکسی سے بعد میں آگے نہیں نکلی تھی۔ کیا تم نے ٹیکسی کے برابر سے گزرتے ہوئے مجھے نہیں دیکھا تھا؟"

"دیکھا تھا؟" مائیکل آہستہ سے بولا۔

"میری ٹیکسی آگے جا رہی تھی نا!"

"ہاں۔"

"تعاقب آگے سے شروع کیا جاتا ہے جواب دیں انیزا۔"

"یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں تھی، مجھے پتا نہیں تھا کہ آگے تم جا رہے ہو۔ یہ صرف اتفاق تھا۔" انیزا کے انداز میں معذرت آ گئی۔

"سارا قصور آپ کے سیکرٹری کا ہے۔" عدنان بولا۔

"ایں۔ وہ کیسے؟" انیزا چونک کر بولی۔ مائیکل بھی گھبرا گیا تھا۔

"یہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ مالک کا مزاج کیسا ہے! اسے رات کو ہی اندازہ لگا لینا چاہیے تھا کہ آپ میرے ساتھ کبھی ایڈجسٹ نہیں ہو سکتیں۔ آخر یہ کیسا سیکرٹری ہے!"

انیزا کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے، اُس نے قہر آلود نگاہوں سے مائیکل کو دیکھا پھر بولی۔ "کہا تھا مَیں نے پپا سے کہ مائیکل عقل سے پیدل ہے۔ وہ میرے کام نہیں آ سکتا۔"

"اور پھر آپ نے یہ بھی دیکھا۔ آپ ہنستی ہیں تو وہ بھی ہنستا ہے۔ آپ کے پاس بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ کمال ہے اتنے معزز خاندان کی خاتون اور ایسے بے عقل سیکرٹری کے ساتھ۔" عدنان ناک چڑھا کر بولا۔

"گیٹ آؤٹ۔ گیٹ آؤٹ۔" انیزا غراتے ہوئے لہجے میں بولی۔ اور مائیکل گھبرا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ "سنا نہیں تم نے باہر نکل جاؤ۔ جاؤ۔"

"مم۔ مگر میڈم مس آلیورا۔"

"حد ہوگئی۔ حکم کی تعمیل کرنے کی بجائے اگر مگر کر رہے ہو۔ گویا تمھاری نگاہوں میں مس آلیورا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔" عدنان نے کہا اور انیزا مٹھیاں بھینچ کر کھڑی ہوگئی لیکن دوسرے لمحے سیکرٹری دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

انیزا گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔۔۔ "گستاخ۔ بدتمیز۔"

"سو فیصد۔" عدنان اُس کے قریب بیٹھ گیا۔

"میں فون پر پپا سے گفتگو کروں گی۔"

"آپ کے پپا آئرلینڈ میں ہی ہیں!"

"ہاں وہ مصروف انسان ہیں لیکن اپنی مصروفیات کے باوجود میرے لیے پریشان رہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میری ذہنی سطح مکمل نہیں ہے۔ مَیں ذہنی طور پر اپنی عمر سے چھوٹی ہوں۔ کیا تمھیں بھی یہی محسوس ہوتا ہے؟"

"ہرگز نہیں آپ تو ایک نوجوان خاتون ہیں۔ بھرپور اور مکمل۔"

"تمھارا شکریہ۔ یہ صرف ان لوگوں کی حماقت ہے۔ اب دیکھو نا دادی جان پُرانے خیالات کی حامل ہیں اُن کی نگاہ میں لڑکیوں پر پابندی رکھنا ضروری ہے۔ مجھے کسی سے ملنے جُلنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ مخصوص لوگوں سے ملتی جُلتی ہوں۔ دُنیا دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ پھر میری ذہنی سطح کہاں سے بلند ہوتی!"

"سو فیصد۔ ارے کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" عدنان نے کہا۔

"بناؤ۔" وہ پُرخیال انداز میں بولی۔

"مَیں۔؟" عدنان مصنوعی حیرت سے بولا۔

"ایں۔ مجھے بنانی چاہیے۔ اوہ ہاں ٹھیک ہی تو ہے۔" وہ بولی اور اُٹھ کر کافی کے ـــــ برتنوں کے پاس آ گئی۔ کافی بنائی اور ایک کپ عدنان کو دے کر خود بھی کافی پینے بیٹھ گئی۔ "دادی ماں نے میری زندگی تباہ کر دی۔ ان کے افکار و خیالات۔ میرے پپا بھی آخر انھی کے پروردہ ہیں۔ وہ بھی اُنھی کے انداز میں سوچتے ہیں صرف ممی روشن خیال ہیں اور ان کی اس روشن خیالی کو سبھی ناپسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔"

"آپ کی ممی کسی دُوسرے خاندان کی ہیں؟"

"ہاں ممی کے اہلِ خاندان لندن میں ہیں۔ میں وہاں جاتی ہوں تو میرے ساتھ نگرانوں کی پوری فوج ہوتی ہے جو پَل پَل کی رپورٹ رکھتی ہے اور پھر یہ رپورٹ۔ دادی جان کو دی جاتی ہے۔"

"ہائی شون میں آپ کی آمد کس سلسلے میں ہوئی؟"

"وہ میری ذہنی تربیت کرنا چاہتے ہیں۔ جو کمی میرے اندر ہے اُسے پورا کرنا چاہتے ہیں۔ جانتے ہو میں نے اُن کا یہ فیصلہ کیوں قبول کر لیا۔ دراصل مَیں بہت چالاک ہوں۔ مَیں نے سوچا اس طرح ان لوگوں سے کچھ عرصے کے لیے نجات مل جائے گی۔" وہ ہنس پڑی۔

"اچھا آئیڈیا تھا۔" عدنان نے کہا پھر بولا۔ "آپ کی نگرانی کے لیے صرف اس سیکرٹری کو بھیجا گیا ہے۔"

"ہاں لیکن یہاں وہ فوج نہیں بھیج سکتے تھے۔ لیکن۔ خدا کی پناہ۔" وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"کیا ہوا؟" عدنان نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میرے سر پر نصیحتوں کے اتنے انبار لاد دیے گئے ہیں کہ نیم پاگل ہوگئی ہوں۔ اس سے نہ ملنا، یہ نہ کرنا۔ کسی ہلکی ذات کے انسان سے۔" وہ بولتے بولتے رُک گئی۔ اُس کی آنکھیں کسی خیال سے پھیل گئی تھیں پھر وہ عدنان کو گھورنے لگی۔

"تم۔ تم۔ میرے ساتھ کافی پی رہے ہو۔ یہ کافی مَیں نے تمھیں بنا کر دی ہے۔ رکھ دو۔ کافی کی پیالی۔ نیچے رکھ دو۔ رکھ دو۔ اور کھڑے ہو جاؤ۔"

عدنان نے اطمینان سے کافی کی پیالی چند گھونٹوں میں خالی کی اور پیالی میز پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ "بوچر فیملی خود بھی ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتی۔ اگر میرے خاندان کو پتا چل جائے کہ میں نے تمھارے ساتھ ایک لمحہ بھی گزارا ہے تو مجھے خاندان سے نکال دیا جائے۔ کیا سمجھتی ہو تم۔ مَیں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔" وہ تیز تیز قدموں سے باہر نکل آیا۔ باہر مائیکل بُری سی شکل بنائے کھڑا تھا۔ عدنان اُسے دیکھ کر ہنس پڑا۔ اور پھر وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ہائی شون اس کے لیے ایک بہترین جگہ ثابت ہوگی۔

لی پال جس کی صورت دیکھ کر انسان کے
بدصورت، شیطان صفت نوجوان

اندر صرف ایک ہی جذبہ بیدار ہوتا تھا اور وہ جذبہ تھا غصہ لیکن اس وقت اُسے دیکھ کر اسٹیلا کے دل میں ایسا کوئی جذبہ بیدار نہیں ہُوا تھا البتہ وہ اسٹیلا کے دل میں گھر ضرور کرتا جا رہا تھا۔ دوران سفر اس کے دلچسپ چٹکلے جاری تھے اور اسٹیلا کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی خطرناک مہم پر نہیں بلکہ صرف پکنک پر آئی ہو۔

مارلینو کے اغوا کے سلسلے میں ڈیپارٹمنٹ ڈی بہت محتاط تھا۔ ایک لمبی پلاننگ اور انتہائی پیچیدہ منصوبے بنائے گئے تھے لیکن لی پال کی حکمتِ عملی کے باعث یہ ساری منصوبہ بندی دھری کی دھری رہ گئی تھی اور یہ مشکل ترین کام اتنا آسان ہو گیا تھا کہ خود اسٹیلا کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا لیکن مارلینو لینڈ روور میں موجود تھا۔

جب بھی اسٹیلا کی نگاہ لی پال کی طرف اُٹھتی اُسے اس میں ایک نیاپن محسوس ہوتا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔
کافی دیر کے بعد مارلینو کے بدن میں کچھ حرکت ہوئی تھی۔

"یہ ہوش میں آگیا ہے۔" لی پال مارلینو کے چہرے پر نگاہ جمائے بولا۔

"آ جانے دو اب کیا خطرہ ہے؟" اسٹیلا بے پروائی سے بولی لیکن لی پال نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر مارلینو کی ناک سے لگا دی اور مارلینو پھر بے حس و حرکت ہو گیا۔

"اوہ، تم اُسے مسلسل بے ہوش رکھنا چاہتے ہو۔؟"

"ضروری ہے میڈم۔ راستے میں کہیں بھی چیکنگ ہو سکتی ہے۔" لی پال سنجیدگی سے بولا اور اسٹیلا اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ راستے میں کہیں بھی چیکنگ نہیں ہُوئی تھی اور وہ بنکاک پہنچ گئے تھے۔ شہری آبادی میں داخل ہونے کے بعد اُنھوں نے سیدھے اسی پُراسرار بوسیدہ مکان کا رُخ کیا تھا۔

اسٹیلا بہت خوش تھی۔ بنکاک پہنچتے ہی اُس نے سُکھ کا سانس لیا اور مارلینو کے لیے ضروری انتظامات کا بندوبست کر کے کھڑکی سے شہر کا نظارہ کرنے لگی جہاں چھوٹی بڑی کشتیوں میں معاشرے کے پسے ہوئے لوگ ضروریات زندگی کی اشیاء کی خرید و فروخت کر رہے تھے۔ بنکاک کی آدھی آبادی پانی پر زندگی گزارتی تھی۔ وینس کے رہنے والوں کے لیے یہ زندگی اجنبی نہیں تھی۔ لیکن دوسرے لوگوں کے لیے یہ منظر حیران کُن ہی تھا۔ وہ اس نظارے میں کچھ اتنی محو تھی کہ اسے لی پال کی آمد کا علم ہی نہ ہو سکا، جو نجانے کب سے

اُس کے قریب کھڑا اُس کے سراپا کا جائزہ لے رہا تھا۔

"خادم نئے احکامات کا منتظر ہے۔" اُس نے ادب سے گردن خم کر کے کہا۔ اور اسٹیلا چونک کر عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی۔

"بیٹھ جاؤ۔" اسٹیلا نے بید کی ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"گستاخی تو نہ ہو گی۔" وہ بڑی سنجیدگی سے بولا تھا لیکن اُس کے لہجے میں پوشیدہ شوخی اسٹیلا سے چھپی نہ رہ سکی۔

"طنز کر رہے ہو؟" اسٹیلا جھینپتے ہُوئے بولی۔

"اوہ۔ اس کا شبہ کیسے ہوا آپ کو؟" لی پال چونک کر بولا۔

"اچھا فضول باتیں نہ کرو بیٹھ جاؤ۔" اسٹیلا بولی اور لی پال خاموشی سے بید کی کرسی پر پھیل گیا۔ "اس پوری کارروائی میں مَیں نے کچھ بھی تو نہیں کیا۔ سب کچھ تمھاری ذہانت کا کرشمہ ہے۔ ورنہ مارلینو کو لانے کی کوشش کامیاب نہ ہوتی۔"

"کمانڈر تو آپ ہی تھیں میڈم۔"

"ہاں! لیکن تمھاری چالاکی کے آگے میرے سارے منصوبے فیل ہو گئے تھے۔"

"کمانڈر بہرحال میں کمانڈر ہی ہوتا ہے۔ اگر کچھ کام اس کے ماتحت پانٹ لیں تو وہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا اور پھر میڈم مجھے تو صرف اس بات کا احساس ہے کہ مَیں نے جو کچھ کیا اس میں میری غرض شامل تھی اور ایک غرض مند آدمی تو اپنے طور پر محنت کرتا ہی ہے کیونکہ اُسے صلہ جو وصول کرنا ہوتا ہے۔" لی پال اُسے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہُوئے بولا اور اسٹیلا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات اُبھر آئے۔ وہ خاموشی سے اس بدہیئت شخص کو دیکھنے لگی جس پر کوئی بھی لڑکی دُوسری تو دُور کی بات ہے پہلی نظر ڈالنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ اسٹیلا کو یُوں اپنی طرف دیکھتا پا کر لی پال کرسی پر پہلو بدل کر رہ گیا اور اضطراری طور پر اپنے دونوں ہاتھ مَسلنے لگا۔

"لی پال"۔ اسٹیلا انتہائی دھیمے لہجے میں بولی: "مجھے تمھاری کارکردگی نے خاصا متاثر کیا ہے۔ مَیں نے آج تک اُدھار نہیں رکھا۔ اس لیے پہلے مَیں تمھارا حساب کتاب چکتا کر دینا چاہتی ہُوں۔ اس کے بعد ہی کوئی اور قدم اُٹھاؤں گی۔"

"مَیں سمجھا نہیں؟" لی پال اپنی گول گول آنکھیں نچا کر بولا۔

"مَیں تمھاری شرط پوری کرنے کی خواہش مند ہُوں۔"

"کم از کم لی پال کو اتنا موقع تو دیجیے میڈم کہ وہ آپ کو اپنا مقروض سمجھ کر کچھ وقت خوش ہو سکے۔ ابھی میرا معاوضہ وصول کرنے کا وقت نہیں آیا۔ جب آئے گا تو آپ سے اس خواہش کا اظہار

کہ اب وہ تھک چکے ہیں اور مجھ سے فرار حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں میں اُنھیں ہلاک نہیں کروں گا۔" اسسٹنٹ جواباً کچھ کہنے کی بجائے خاموش رہ گیا تھا تب شیران دوبارہ بولا۔

"یہ ندی کافی تیز رفتار ہے اگر ان میں ذرا بھی عقل ہے تو یہ ندی میں کود کر اس کے تیز بہاؤ کے ساتھ کافی دُور نکل سکتے ہیں۔ اگر اُنھوں نے ایسا کیا تو ہم فوری طور پر اُن کا تعاقب نہیں کریں گے بلکہ اس وقت روانہ ہوں گے جب وہ ندی میں کود جائیں گے کیونکہ ممکن ہے وہ ندی میں کود کر ہمیں ڈاج دینے کی کوشش کریں اس لیے ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ جہاں تک ندی تیز رفتاری سے بہتی ہے ہم جیپ میں ان کا تعاقب کریں گے پھر جیسے ہی بہاؤ کی رفتار سُست ہو جائے گی ہم پیدل ان کے ساتھ ساتھ سفر کریں گے تم اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کر لو۔"

اسسٹنٹ کا دل چاہا کہ وہ پاس رکھے پستول کی نال اپنی کنپٹی پر رکھے اور مسلسل ٹریگر دباتا چلا جائے۔ ایسی ہی شدید جھنجلاہٹ طاری تھی اس پر، یہاں تو بیٹھے رہنا اور آنکھیں کھولے رکھنا بھی مشکل تھا۔ بدن کا انگ انگ چیخ رہا تھا اور اس پر طرّہ یہ کہ اب یہ شخص پیدل اُن کا تعاقب کرنے کے لیے کہہ رہا تھا لیکن اس کی بدقسمتی یہ تھی کہ نہ تو وہ اپنی خواہش کو عملی جامہ پہنا سکتا تھا اور نہ ہی شیران کو جواب دینے کی ہمت رکھتا تھا۔ چنانچہ اُس نے خاموش رہنے میں ہی عافیت سمجھی۔ شیران بھی اُس کی جانب متوجہ نہ تھا۔ وہ اپنے طور پر قیدیوں پر نگاہ جمائے ہُوئے تھا۔ دفعتاً وہ چیخا۔

"گڈ گو۔ وہ لوگ پانی میں کود گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیپ اسٹارٹ کر دی۔ اسسٹنٹ اس طرح بیٹھا ہُوا تھا کہ جھٹکے سے وہ جیپ سے نیچے گرتے گرتے بچا۔ ایک بار پھر اُسے اپنی حماقت پر افسوس ہونے لگا۔

اس وقت پھر بے وقوفی ہو گئی تھی اگر نیچے گر پڑتا تو چوٹ لگتی اور وہ خود پر بے ہوشی طاری کر لیتا، ایسی حالت میں اس بات کے امکانات تھے کہ یا تو یہ شخص اسے یہیں چھوڑ جاتا یا پھر کم از کم اسے پیدل دوڑنے کی مصیبت سے بچنے کا موقع مل جاتا لیکن اس فطرت انسانی کو کیا کہتا جس نے اُسے خود ہی اپنا دفاع کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ البتہ یہ خیال اُس کے ذہن میں اب جم گیا تھا کہ یہی کوئی تدبیر کارگر ہو سکتی ہے، اور اُس نے ایسے کسی موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

شیران نے جیپ ندی کے زیادہ سے زیادہ قریب کر دی

تھی تاکہ دونوں قیدیوں پر اچھی طرح نظر رکھ سکے۔ بہاؤ بہت تیز تھا اور وہ پانی پر اُچھلتے کودتے آگے بڑھ رہے تھے۔ شیران اُن کے ساتھ ساتھ جیپ دوڑا رہا تھا۔

یہ سفر تقریباً چالیس منٹ تک جاری رہا تھا، پھر ندی کا پاٹ چوڑا ہونے لگا اور اس کے ساتھ ساتھ پانی کی رفتار میں بھی کمی آگئی۔ چنانچہ دونوں قیدی رُک گئے۔ اب وہ اس چوڑے پاٹ میں نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ شیران نے ایک مناسب جگہ دیکھ کر حسبِ معمول وحشیانہ انداز میں بریک لگائے تھے اور اسسٹنٹ اُچھل کر ونڈ اسکرین سے ٹکرایا تھا۔ اس موقع سے اس نے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی پیشانی زخمی ہوگئی تھی۔ معمولی سا خون نکل آیا تھا لیکن وہ سیٹ پر ایک جانب لُڑھک گیا اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔

ہر چند کہ وہ مکمل ہوش میں تھا، لیکن اپنی بے ہوشی کا اظہار کرکے وہ آنے والی مصیبت سے بچنا چاہتا تھا، کیونکہ وہ لمحات قریب آگئے تھے، جن کے لیے شیران نے پیدل تعاقب کرنے کی بات کی تھی۔

شیران نے دونوں قیدیوں کو دیکھا جو پانی میں پڑے لمبی لمبی سانسیں لے رہے تھے۔ اُنھوں نے بس اپنے چہرے باہر نکالے ہوئے تھے، باقی بدن پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں سے نقاہت جھلک رہی تھی۔ وہ اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو رہے تھے۔ شیران کچھ دیر تک ان کا جائزہ لیتا رہا، پھر مسکراتے ہوئے اسسٹنٹ سے بولا۔

"یوں لگتا ہے فیصلے کی گھڑی آ پہنچی ہے، میرا خیال ہے اب یہ زیادہ مدافعت نہیں کر سکیں گے۔"

اسسٹنٹ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اُس نے پلٹ کر اُسے دیکھا اور پھر متعجبانہ انداز میں بولا۔

"ارے تمھیں کیا ہوا؟" بے اختیار اسسٹنٹ کے مُنہ سے کچھ الفاظ نکلتے نکلتے رہ گئے، لیکن اُس نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا اور اسی طرح بے جان پڑا رہا۔ شیران نے وحشیانہ انداز میں اُس کے بال مٹھی میں جکڑے، اس کا چہرہ اُوپر اُٹھا کر اُس کی شکل دیکھی۔ چند لمحات اسی طرح دیکھتا رہا۔ بالوں پر اُس کی مٹھی کی گرفت اتنی سخت تھی کہ اسسٹنٹ نے بدقت تمام اپنی کراہوں کو روکا۔ شیران نے بھرپور نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر سفاکی سے بھرپور مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اُس نے نگاہ اُٹھا کر ندی کی طرف دیکھا۔ قیدیوں کے ساکت جسموں میں اب تحریک پیدا ہو رہی تھی۔

"اگر اُنھوں نے ندی کے دُوسرے کنارے کا رُخ کیا تو ہم پانی سے گزر کر اُن کا تعاقب کرنا پڑے گا۔" شیران بڑبڑانے والے انداز میں بولا اور پھر دوبارہ اسسٹنٹ کا جائزہ لینے لگا۔

"ٹھیک ہے دوست تم نے یہاں تک میرا ساتھ دیا، لیکن اس وقت تمھاری کیفیت بہتر نہیں معلوم ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ تمھیں اس تکلیف سے نجات دِلا دینی چاہیئے۔ میرے ریوالور کی ایک ہی گولی تمھاری تکلیف رفع کر دے گی۔"

شیران کے لہجے میں اتنی سفاکی تھی کہ اسسٹنٹ کی رُوح تک کانپ اُٹھی۔ اُس کے چہرے پر زلزلے کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اُسے یقین تھا کہ اگر اُس نے فوری طور پر بے ہوشی کا یہ ڈراما ختم نہ کیا تو شیران اُسے واقعی گولی مار دے گا۔ چنانچہ وہ اگلے ہی لمحے اُچھل کر سیدھا ہوگیا۔

"اوہ تم ہوش میں آگئے۔" شیران اُنگلی میں ریوالور گھماتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"بس ذرا سر چکرا گیا تھا جناب، کیا ہوا اُن دونوں کا.. کہاں گئے وہ؟"

"وہ دیکھو۔ وہ دریا پار کرکے دُوسرے کنارے پر جانے کی کوشش کر رہے ہیں، یقیناً اُنھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔"

"تب پھر؟" اسسٹنٹ نے اُس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"تیار ہو جاؤ۔ ہم اِن کا تعاقب کریں گے۔"

"مع جیپ پانی میں؟" اسسٹنٹ ہکلایا۔

"نہیں جیپ کو اُسی جگہ چھوڑ دیا جائے گا۔ آؤ اُترو، دیر نہ کرو۔"

شیران کی بڑبڑاہٹ سُن کر اسسٹنٹ کی آدھی جان ویسے ہی نکل گئی تھی۔ اب زندگی اسی میں تھی کہ مستعد نظر آئے ورنہ جو فیصلہ یہ خونی انچارج کر چکا تھا ممکن ہے کسی بھی جگہ اس پر عملدرآمد کر ڈالے۔ چنانچہ اپنی تمام تر قوتیں مجتمع کرکے وہ شیران کے ساتھ نیچے اُتر آیا۔

دونوں قیدی ندی کا پاٹ طے کرکے دُوسرے کنارے کی طرف جا رہے تھے۔ کنارے پر پہنچتے ہی اُنھوں نے پھر بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن اب ان میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے۔

شیران البتہ انتہائی مستعد تھا۔ اسسٹنٹ اس سے کافی

کردوں گا۔"

"سوچ لو... میں اپنی جانب سے تمھارا قرض چکانے سے اِنکار نہیں کر رہی۔ میرے ذہن میں تجسس ہے یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تمھارا معاوضہ کیا ہوگا؟"

"اِتنا نہیں ہوگا کہ آپ ادا نہ کر سکیں۔" لی پال نے جواب دیا۔

"خیر تمھاری مرضی۔" وہ شانے اُچکاتے ہوئے بولی۔ "اب یہ بتاؤ کہ لوئیس سے ملاقات کا کیا پروگرام ہے؟"

"ابھی کسی کو روانہ کر دیتے ہیں۔ لوئیس ہمیں کی شن میں مل جائے گا۔ میرا خیال ہے اُسے اپنی کامیابی کی اطلاع دینے کے بعد ہماری ذمے داریاں ختم ہو جاتی ہیں یا اس کے بعد بھی ہمیں کچھ کرنا پڑے گا؟"

"مارلینو کو کامیابی کے ساتھ وینس تک لے جانا ہماری ذمے داری ہے۔ دراصل رینی الفانو اور رئیس ڈیپارٹمنٹ ڈی کے لیے کام کرتے ہیں اور ہم دونوں کا تعلق وینس سے ہے۔" اسٹیلا بولی اور لی پال خاموشی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اسٹیلا پھر باہر کے نظارے میں کچھ اس طرح کھو گئی کہ اُسے گزرتے وقت کا احساس ہی نہ ہو سکا۔ وہ اس وقت چونکی جب رینی الفانو اور لوئیس مسرت سے قہقہے لگاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

"تو آپ لوگ اپنا کام انجام دینے میں کامیاب ہو ہی گئے۔ سچ پوچھو تو ہمیں اتنی جلدی آپ لوگوں کی واپسی کی توقع نہ تھی۔" لوئیس خوشی سے ہانپتا ہوا بولا۔ "اب ذرا مارلینو کی زیارت کرا دیں۔ بڑا نام سُنا تھا اُن کا کبھی درشن نہیں ہوئے۔" رینی الفانو بھی اسٹیلا کے پاس پہنچ گئی اور اس کے بازو کو تھپتھپاتی ہوئی بولی۔

"مس براؤن سن مجھے آپ سے یہی اُمید تھی۔" پھر سب مارلینو کے کمرے میں پہنچ گئے جہاں اُسے دُوسری بار ہوش آچکا تھا۔ وہ ایک پلنگ پر پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔ دونوں ہاتھ پلنگ کی پٹیوں پر ٹکے ہوئے تھے۔ چہرہ اسی اجنبی شکل میں تھا جو ان لوگوں نے اُسے دی تھی۔ اُس نے سپاٹ نگاہوں سے ان سب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم لوگ؟ اور میں اس اجنبی جگہ کیسے پہنچ گیا؟"

"آپ تو روحانی قوتوں کے مالک ہیں جناب! اپنی روحانی قوتوں کو آواز دیں اور پتا لگالیں کہ ہم کون لوگ ہیں اور ہمارا آپ کو یہاں لانے کا مقصد کیا ہے اور کس طرح آپ کو یہاں لایا گیا ہے؟" اسٹیلا نے کہا۔ مارلینو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں روحانی قوتوں کا مالک ہوں۔ میں تو اپنی گندی رُوح کو دھونے کی کوششوں میں مصروف ہوں لیکن وجود پر جتنی غلاظتیں چڑھ گئی ہیں اُنھیں آسانی سے دھونا ممکن نہیں ہوگا تم کوئی بھی ہو اگر میرے ذریعے تمھارا کوئی مقصد حل ہو سکتا ہے تو میں تم سے تعرض نہیں کروں گا۔ میری زندگی لینا چاہتے ہو تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں کیونکہ زندگی تو جانے کی چیز ہوتی ہے۔ جو چیز انسان کے اپنے بس میں نہ ہو اس کے لیے وہ پریشان کیوں رہے؟"

"خوب۔ اچھے افکار و خیالات ہیں آپ کے مسٹر مارلینو۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ آپ اپنے اس عدمِ تشدد کا ثبوت نہیں دے سکیں گے۔"

"تمھارا خیال درست بھی ثابت ہو سکتا ہے بچو! لیکن کوشش کروں گا کہ تمھیں میری ذات سے کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔" مارلینو کی اس بات پر لی پال نے ایک زوردار قہقہہ لگایا تھا پھر اس نے کہا۔

"بزرگِ محترم۔ ہم آپ کو ایک نئی جنت کی سیر کرانا چاہتے ہیں۔ آپ کا کام صرف اِتنا ہی ہے کہ خاموشی سے اُس جنت تک جانے کا انتظار کریں۔"

"ایسا ہی ہوگا۔ میری طرف سے تم اطمینان رکھو لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اوّل تا آخر میں ایک اِنسان ہوں۔ اس لیے پتا نہیں کب بہک جاؤں۔ لہٰذا مجھ پر نگاہ ضرور رکھنا۔ اس بات کے امکانات ہیں کہ کبھی دِل تمھاری قید سے نکلنا چاہے تو ہاتھ پاؤں ماروں۔" مارلینو نے کہا۔ تھوڑی دیر اس کے پاس رہنے کے بعد وہ باہر نکل آئے۔ لوئیس کہنے لگا۔

"آپ کو اس دوران میں اس شخص کی طرف سے غیر محتاط نہیں رہنا چاہیئے میڈم کیونکہ یہ عدمِ تشدد کا پرچار کرنے والا معمولی آدمی نہیں ہے ہاں ذرا ایک بات تو بتایئے اس کے چہرے پر..."

"ہاں۔ ایک پروگرام کے تحت ہمیں اس کا چہرہ تبدیل کرنا پڑا تھا۔" اسٹیلا لوئیس کا مطلب سمجھ کر بولی۔

"ٹھیک ہے اب ہمارے کام کرنے کی باری ہے۔ میں نے آپ سے اس کے لیے تین دن طلب کیے تھے۔ تیسرے دن اسی وقت میں آپ کو اپنی کارروائی کی مفصل رپورٹ دوں گا۔ اس دوران آپ صرف اتنا ہی کیجیے کہ اُسے پوری طرح اپنے قابو میں رکھیے۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔" اسٹیلا نے جواب دیا تھا۔

جیپ کا اسٹیرنگ شیران کے ہاتھ میں تھا۔ یہ کوئی باقاعدہ سڑک نہ تھی۔ اس کی وجہ سے قاعدے قانون بے مقصد تھے اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے بورن کیمپ کے اسسٹنٹ کو زندگی

بہت کٹھن محسوس ہو رہی تھی۔ وہ جیپ کے ایک حصّے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے اس طرح بیٹھا تھا جیسے کسی بھی لمحے جیپ سے باہر چھلانگ لگا دے گا۔ اس نے دل ہی دل میں انچارج کو نجانے کتنی بار کوسا تھا۔ جس نے اُسے اپنی زندگی کے سب سے کٹھن لمحوں سے دوچار کر دیا تھا اور اس وقت اُسے یہ احساس بشدّت سے ہو رہا تھا کہ بعض اوقات ترقی کی خواہش بھی انسان کے لیے کس قدر جانگسل بن جاتی ہے۔ کاش وہ صرف ایک محافظ ہوتا جسے چھوٹے موٹے احکامات دیے جاتے ہیں، لیکن اُس نے ترقی کی نہ صرف خواہش بلکہ کوشش بھی کی تھی اور انچارج کا اسسٹنٹ بن گیا تھا۔ جس کے نتیجے میں زندگی آج اس حادثے سے دوچار ہو گئی تھی۔

دونوں خطرناک قیدی آئی چک اور گیروان جنگلوں میں بھاگ رہے تھے۔ شیران نے کئی بار اُنھیں دیکھ لیا تھا۔ اسسٹنٹ نے اُسے متوجہ بھی کیا تھا کہ دونوں قیدی سامنے موجود ہیں لیکن ایسے موقعوں پر شیران ایک قہقہہ لگا کر خاموش ہو جاتا تھا۔ کئی بار تو اسسٹنٹ کا جی چاہا کہ اُچک کر اس کی گردن دبوچ لے اور اس سے کہے کہ دانت نکالنا کیا معنی رکھتا ہے۔ ان دونوں کو ختم کرو اور واپسی کا راستہ اختیار کرو لیکن اس خیال کے ساتھ ہی وہ اپنے آپ سے بھی خوفزدہ ہو جاتا تھا کہ کہیں خیال کی آواز اسٹیرنگ پر بیٹھے ہوئے زمانۂ قدیم کے وحشی کے کانوں تک نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ ایسی باتیں سوچتے وقت وہ اپنا مُنہ سختی سے بھینچے رہتا تھا کہ کہیں خیالات الفاظ کی صورت نہ اختیار کر لیں۔ اسی دوران جیپ پہاڑی راستوں سے گزر کر پہلے جنگل اور جنگل سے پھر پہاڑی راستوں پر نکل آئی تھی بالآخر وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک آبشار گر رہا تھا۔ آبشار سے بننے والی ندی کافی تیز رفتار اور چوڑی تھی۔ دونوں قیدیوں نے اسی سمت کا رُخ اختیار کیا تھا اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ ندی کے کنارے پہنچ گئے۔ غالباً تھکاوٹ بھرپور انداز میں ان کے اعصاب پر سوار ہونے لگی تھی۔ وہ ندی کے کنارے تقریباً ڈھے سے گئے۔ وہ کچھ لمحوں کے لیے اس بات سے بے پروا ہو گئے تھے کہ موت شیران کی صورت میں ان کے تعاقب میں ہے۔

"دیکھو۔ وہ مردود نئی چال چل رہے ہیں۔" شیران قہقہہ لگاتے ہوئے بولا لیکن اسسٹنٹ جواباً تھوک نگل کر رہ گیا۔ اس کے حلق سے خوف کے باعث کوئی آواز برآمد نہ ہوئی۔

"اے۔ کیا تم مر گئے؟" شیران اپنی بات کا جواب نہ پا کر غرّایا۔

"ن ن نہیں سر۔ زندہ ہوں۔" اسسٹنٹ جلدی سے سیدھا ہو گیا۔ اس غرّاہٹ نے اس کے رونگٹے کھڑے کر دیے تھے۔

"کیوں نہ ہم تھوڑی دیر رُک جائیں۔" شیران اُس کی حالت سے لُطف اندوز ہوتے ہوئے بولا۔

"بڑا مناسب خیال ہے۔ وہ لوگ بھی میرا خیال ہے غسل وغیرہ کریں گے۔"

"جیپ کے پچھلے حصّے میں جو ڈیزل کے بیرل رکھے ہوئے ہیں اُن میں سے ایک بیرل ٹینک میں اُلٹ دو۔ ہمارے پاس ڈیزل کا ذخیرہ کم ہے۔ اس کے بعد ہمیں محتاط ہونا پڑے گا۔ ورنہ پھر کیمپ تک واپسی کا سفر پیدل طے کرنا ہوگا۔" اسسٹنٹ کی روح فنا ہو گئی تھی۔ وہ بمشکل تمام بدن کے بوجھ کو سنبھالے ہوئے نیچے اترا۔ اور بیرل کا ڈھکن کھول کر جیپ کے ٹینک میں ڈیزل اُنڈیلنے لگا۔

شیران پُراطمینان نگاہوں سے اُن دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اور اندازہ لگا رہا تھا کہ ان کی حالت اب خراب ہوتی جا رہی ہے اور وہ زیادہ لمبا سفر طے نہیں کر سکیں گے جب کہ جیپ کی واپسی کے لیے اُسے ڈیزل محفوظ رکھنا تھا۔ اس دوران وہ دو مرتبہ جیپ کی ٹنکی بھر چکا تھا اور اب صرف دو بیرل ایسے رہ گئے تھے جن میں ڈیزل بھرا ہُوا تھا۔ چنانچہ شیران سوچ رہا تھا کہ اب زیادہ دُور تک جیپ میں ان کا تعاقب نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ کسی ایسی مناسب جگہ جیپ چھوڑ کر جہاں وہ محفوظ رہ سکے پیدل ہی یہ سفر طے کرنا ہوگا۔

اس نے دیکھا کہ دونوں خونخوار قیدی اب بھی ندی کے کنارے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ پُراطمینان نگاہوں سے اُنھیں دیکھتا رہا۔ اسسٹنٹ اپنا کام مکمل کر کے واپس جیپ میں آ بیٹھا تھا اور لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا۔ شیران نے اس سے کہا۔

"یہ لوگ اپنے حواس مجتمع کر رہے ہیں تھک گئے ہیں بدبخت اور اب جلد ہی ان کی قوّتِ مدافعت دَم توڑ جائے گی اور اس کے بعد ہمیں حق حاصل ہوگا کہ ہم اُنھیں ہلاک کر دیں۔"

"ان کی قوّتِ مدافعت جس قدر باقی رہی ہے جناب ہمیں اس سے کیا لینا ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم اُنھیں گولی مار کر ہلاک کر دیں اور واپسی کا راستہ اختیار کریں۔"

"نہیں پیارے! یہ بات خلافِ اصول ہے۔ تم جانتے ہوئیں نے اُنھیں قول دیا ہے کہ اگر وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تو میں اُنھیں کچھ نہیں کہوں گا۔ اُنھوں نے اس دوران میں ہمیں جتنے چکر دیے ہیں تم نے اس کا اندازہ لگا لیا ہوگا، بارہا اُنھوں نے اپنے طور پر سوچا ہوگا کہ اب وہ میری گرفت سے نکل گئے لیکن میں نے اُنھیں پا لیا اور جب تک وہ اس بات کا اعتراف نہیں کریں گے

ہمیں اطمینان سے موت کی نیند سُلا سکتی ہے لیکن اگر بہادر ہو تو ہمارے تمھارے درمیان فیصلہ ہاتھوں سے ہونا چاہیے۔"

"میرا بھی یہی پروگرام تھا لیکن اُس وقت جب تم فرار کے سلسلے میں اپنی ناکامی کا اعتراف کرو، بولو آگے دوڑنا چاہتے ہو یا اس کھیل کا اختتام کرنا ہے؟"

"ہم آگے نہیں دوڑ سکتے۔" آئی چک بمشکل تمام بولا۔

"تو پھر سنو دوستو! ہم دو ہیں تم بھی دو ہو لیکن میں اسے جی دار نہیں مانتا۔ لہٰذا میں تم دونوں کے مقابلے پر اکیلا ہوں۔ اگر میں تمھارے ہاتھ کھول دیتا ہوں تو پھر تم دو ہو جاؤ گے اور میں احمق نہیں ہوں۔"

"مطلب؟" آئی چک بولا۔

"مطلب یہ کہ تم دونوں مل کر مجھ سے مقابلہ کرو۔ اپنی پسند کی جنگ کرو ۔۔۔ لیکن زنجیر کسی قیمت پر بھی نہیں کھولی جائے گی۔"

ان دونوں نے ایک دُوسرے کی طرف دیکھا اور پھر آئی چک نے گردن ہلا دی۔

"ہمیں تمھاری یہ شرط منظور ہے۔" شیران نے اپنا ریوالور اسسٹنٹ کے حوالے کر دیا، اور سرد لہجے میں بولا۔

"حالات کچھ بھی ہوں، اگر میں ان لوگوں کے ہاتھوں مارا جاؤں تو پھر تم اپنا کام پورا کرنا، لیکن ریوالور کا استعمال تم پھر بھی نہیں کرو گے۔ کیونکہ یہ ہمارے پروگرام سے نکل چکا ہے۔" اسسٹنٹ نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

شیران اُن کے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ دونوں بھی خود کو سنبھال کر کھڑے تو ہو گئے تھے لیکن اُن کے انداز سے نقاہت ٹپک رہی تھی۔ وہ کسی طرح بھی لڑنے کے قابل نہ تھے لیکن لڑنا اُن کی مجبوری تھی۔ وہ جانتے تھے کہ زندگی لڑ کر ہی حاصل کی جا سکتی ہے چنانچہ دونوں نے زنجیر سیدھی کی اور اتنا فاصلہ دے کر کھڑے ہو گئے کہ شیران کو اس زنجیر کے جال میں لپیٹ سکیں۔

شیران دِھیرے دِھیرے اُن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور آنکھیں کسی آدم خور چیتے کی طرح اُن پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ رُک گیا اور اپنے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلا دیے۔

دونوں قیدیوں نے اپنے بدن کی ساری قوّت مجتمع کی اور زندگی کی اس آخری جدّوجُہد کے لیے تیار ہو گئے۔ شیران کے پھیلے ہاتھ دیکھ کر وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ پیچھے رہ گیا تھا۔ ندی کے کنارے پہنچنے کے بعد شیران نے ان دونوں کو دیکھا اور پھر مُسکراتے ہوئے پلٹ کر اسسٹنٹ سے مخاطب ہُوا۔

"یُوں لگتا ہے تقدیر تمھارا ساتھ دے رہی ہے۔"

"مم۔ مَیں سمجھا نہیں جناب۔" اسسٹنٹ ہانپتے ہوئے بولا۔

"میرا خیال ہے وہ لوگ اَب زیادہ دُور نہیں جا سکیں گے آؤ ہم اپنے دوستوں کے نزدیک چلیں۔" یہ کہہ کر شیران پُراطمینان قدموں سے ان کی سمت بڑھ گیا۔

وہ دونوں اس طرح دوڑ رہے تھے کہ چلنے کا گُمان ہوتا تھا۔ ایک ایک قدم پر ٹھہرتے اور پھر ڈولتے ہوئے بدن کے ساتھ دوڑنے لگتے۔ یہاں تک کہ آئی چک ٹھوکر کھا کر لڑکھڑایا، اور اس کے ساتھ ہی دونوں زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

اگلے ہی لمحے شیران اُن کے سر پر تھا۔ اُس کے ہونٹ سفّاکی سے مُسکرا رہے تھے۔

ان کی آنکھیں گہری سُرخ ہو رہی تھیں۔ حواس بگڑے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ شیران نے ان کی آنکھوں میں دیکھا اور دفعتاً اس کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ ان آنکھوں کی سُرخی نے اس کے ذہن میں ایک ہلچل سی مچا دی تھی۔ اس کا چہرہ خوفناک ہوتا چلا گیا۔ اس کے کانوں میں جنرل ڈی کی ہدایت گُونجنے لگی۔

"یہ تین شیطان ہیں اور انھیں ختم کرنا تمھاری ڈیوٹی ہے۔"

چند لمحات اُس کے ذہن میں یہ آہیں سی چلتی رہیں اور پھر وہ پُرسکون ہو گیا۔ دونوں قیدی بدستور اُسے گھور رہے تھے۔

"مَیں تمھاری خیریت معلوم کرنے آیا ہُوں دوستو! کیا کیفیت ہے تمھاری؟ ابھی یہ کھیل جاری رکھو گے یا ختم کرنے کا ارادہ ہے؟"

ان دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ شیران نے اُن کے قریب پہنچ کر گیروان کا گریبان پکڑا اور ایک جھٹکے سے اُسے کھڑا کر دیا۔

گیروان تن کر کھڑا ہو گیا اور پھر بھرّائے ہُوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں! یُوں محسوس ہوتا ہے شیطان کی اولاد کہ تم براہِ راست شیطان سے ہدایات حاصل کرتے رہے ہو بے شک اب ہم مزید نہیں دوڑ سکتے لیکن ہم دلیری کی موت مرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے منظور ہے۔ میرے معزز دوستو مجھے بتاؤ، تمھارے ذہن میں دلیرانہ موت کا تصوّر کیا ہے؟" شیران نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔

"یہ زنجیریں کھول کر ہم سے مقابلہ کرو، ریوالور کی گولی بے شک

شیران کے حملہ کرنے کی پوزیشن کیا ہوگی لیکن یہ بات اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ سامنے والا جتنا دیوانہ ہے اتنا ہی چالاک بھی ہے۔

شیران نے جھٹکے سے اپنے بدن کو کچھ اس طرح آگے جھکایا جیسے انھیں ہاتھوں کی گرفت میں لے کر زمین پر جا پڑنا چاہتا ہو لیکن قریب پہنچنے سے پہلے ہی اُس نے یکے بعد دیگرے پاؤں کی ٹھوکر اُن کی پنڈلیوں پر ماری۔ دونوں کے حلق سے کراہیں نکل گئی تھیں۔ اُنھوں نے بمشکل تمام خود کو گرنے سے بچایا... لیکن دُوسری ٹھوکر نے اُنھیں زمیں بوس کر دیا تھا۔

شیران نے اُن کے ہاتھوں میں بندھی ہُوئی زنجیر کو درمیان سے پکڑا اور پھر ایک زوردار جھٹکے سے اُنھیں کھینچ لیا۔ ایک بار پھر اُنھوں نے زمین پر قلابازیاں کھائی تھیں اور اُن کے چہرے زمین سے رگڑ کھا گئے تھے۔

زنجیر اَب بھی شیران کے ہاتھ میں دبی ہُوئی تھی اور وہ دونوں اپنی تمام تر قوت استعمال کرنے کے باوجود خود کو شیران کی گرفت سے آزاد نہیں کروا سکے تھے۔ اور اَب وہ لڑکھڑاتے ہُوئے زمین پر دائرے کی شکل میں گھوم رہے تھے۔

اچانک شیران نے اُن کی زنجیر چھوڑ دی اور وہ بُری طرح لڑکھڑا کر گرے اور اس کے ساتھ ہی اُن کے حلق سے دل خراش چیخ نکل گئی۔ غالباً شدید جھٹکے کے باعث اُن کے شانے اُکھڑ گئے تھے۔

اسسٹنٹ باقاعدہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اتنا خوفناک منظر اُس نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ شاید یہ اُس وقت سے بھی زیادہ وحشیانہ کوشش تھی جب شیران نے نلسن کو مارا تھا۔

چند لمحات کے بعد اُس نے اُن کے بال پکڑے پھر اُن کے سر آپس میں ٹکرا دیے۔ اُن میں اب اتنی سکت بھی نہیں رہی تھی کہ ہاتھ ہلا کر شیران کو پکڑنے کی کوشش کر سکتے۔ شیران مسلسل اُن کے سر ٹکراتا رہا۔ چند ہی لمحوں بعد اُن کے چہرے خون سے تر ہو گئے اور وہ بُری طرح چیخنے چلاّنے لگے۔ بالآخر وہ زمین پر گر پڑے۔

اس کے ساتھ ہی شیران گیرون کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ کر دباؤ ڈالنے لگا۔ گیرون کی آنکھیں حلقوں سے باہر اُبلنے لگیں۔ اس وقت شیران کے حلق سے نکلنے والی غرّاہٹ ایسے درندے کی غرّاہٹ سے مشابہ تھی جو اپنے شکار کو آخری سانس لیتے دیکھ کر پیدا ہوتی ہے۔ اس غرّاہٹ کے ساتھ ہی فضا میں گردن کی ہڈّی ترخنے کی آواز گُونجی اور گیرون کے بدن پر تشنّج کیفیت طاری ہو گئی۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔

آئی جیک نے گیرون کی یہ کیفیت دیکھی اور اُس کے ساتھ ہی اُسے اپنے سینے میں درد کی ایک لہر سی اُٹھتی محسوس ہُوئی۔ اس کا دِل ایک یا دو بار زور سے دھڑکا اور پھر خاموش ہو گیا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

شیران چند لمحوں تک دونوں کے بے جان جسم دیکھتا رہا۔ جو کچھ دیر قبل زندگی کے لیے سرتوڑ جدّوجُہد کر رہے تھے لیکن اب ہر قسم کی جدّوجُہد سے آزاد ہو گئے تھے۔

"ہم ان کی لاشوں کو یہاں نہیں چھوڑیں گے جلوان لاشوں کو اُٹھا کر جیپ میں ڈالو۔" جب وہ اسسٹنٹ کی طرف پلٹ کر بولا تو اس کا لہجہ اِتنا پُرسکون تھا کہ کوئی بھی اُس کے لہجے سے یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ اُس نے چند لمحے قبل دو انسانوں کو انتہائی درندگی سے موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔

اسسٹنٹ کی حالت اِنتہائی دگرگوں تھی۔ خوف سے اُس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر شیران کے حلق سے ایک فلک شگاف قہقہہ نکلا۔ پھر اُس نے خود ہی دونوں کو گھسیٹ کر جیپ میں ڈال دیا۔

★★

اینیزا آلیورا کے پاس سے اُٹھ کر عدنان ہائی شون کے دُوسرے حصّوں کی جانب چل پڑا۔ اینیزا کو اب اُس نے اپنے ذہن سے نکال دیا تھا۔ ہائی شون کی بے پناہ وسعت اور یہاں کے حُسن کو عدنان نے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا پھر کافی دیر تک بلا مقصد مٹرگشت کے بعد وہ اس سمت جا نکلا جہاں اُس نے کالگن کو پایا تھا۔ یہ یورپین نژاد آدمی بلا وجہ ہی عدنان کا شکار ہو گیا تھا۔ اس وقت وہ پھولوں کے تختے کے پاس پڑی ہُوئی ایک سفید بینچ پر سر جُھکائے بیٹھا تھا۔ عدنان نے اُسے دیکھا تو اُس کی جانب چل پڑا۔ کم از کم یہاں کسی سے شناسائی تو پیدا ہونی چاہیے تھی۔

کالگن نے اس کے قدموں کی چاپ سُنی تو نگاہیں اُٹھا کر اُسے دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر اُس کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ عدنان مُسکراتا ہُوا اُس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

"ہیلو مسٹر کالگن آپ کچھ اُداس سے نظر آ رہے ہیں۔" کالگن اُس کی شکل دیکھتا رہا اور پھر بے اختیار ہنس پڑا۔

"میرا تو خیال تھا کہ آپ ... مجھ سے اَب بھی ناراض ہوں گے کہ مَیں آپ کی مشق میں مداخلت بے جا کا مرتکب ہُوا تھا۔"

کالگن بدستور ہنستا رہا تھا پھر اُس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔

"بہرحال تمھاری ہمدردی کا شکریہ۔ میرا خیال ہے ہائی شون میں نئے نئے داخلے کے لیے آئے ہو۔"

"ہاں۔ اور بدقسمتی سے یہ چھٹی کا دِن ہے جس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔"

"ہاں آج کے دِن یہاں چھٹی ہوتی ہے۔ کوئی یہاں نہیں ہوتا، سوائے چند انتظامی لوگوں کے۔ کیا تم ہوسٹل کی جانب گئے؟"

"نہیں وہاں گیٹ پر مجھے میس ہی کا راستہ بتایا گیا تھا اور پھر میں ٹیکسی سے یہاں پہنچا تھا، میس تک آتے آتے ہی لُطف آ گیا اس لیے ہوسٹل وغیرہ کی جانب رُخ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، اس کے علاوہ مَیں ہائی شون کی پابندیوں کو نہیں توڑنا چاہتا ممکن ہے کسی اجنبی آدمی کو یہاں بہت زیادہ گھومنے پھرنے کی قطعاً اجازت نہ ہو۔"

"تمھارا یہ خیال درست ہے، درحقیقت جب تک باقاعدہ ممبر نہ بن جاؤ، تمھیں صرف میس ہی تک محدود رہنا پڑے گا۔ اگر مَیں تمھاری یہ شکایت کر دُوں، کہ تم نے میری مشق میں مداخلت کی ہے تو تمھارے لیے خاصی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ کم از کم تمھیں وارننگ ضرور دی جائے گی۔"

"تم اگر چاہو تو یہ کر سکتے ہو مسٹر کالگن، کیونکہ بہرحال میں نادانستگی میں اس کا مرتکب ہُوا ہُوں۔"

"نہیں میرے دوست تمھاری شخصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کے بارے میں بُرے انداز میں کچھ سوچا جائے۔"

"اگر یہ بات ہے مسٹر کالگن تو پھر میں تمھاری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہُوں۔" کالگن نے عدنان سے پُرجوش مصافحہ کیا۔ پھر وہ تعریفی نگاہوں سے عدنان کے سراپا کا جائزہ لیتے ہُوئے بولا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، تمھاری جسمانی طاقت عُمر کے مقابلے میں خاصی زیادہ ہے۔ تم اچھے کسرتی بدن کے مالک ہو۔ مَیں ایسی شاندار شخصیتوں کی دِل سے قدر کرتا ہُوں۔ کالگن سے ہائی شون میں دوستی تمھیں ناگوار نہ گزرے گی مَیں ایسا ہی ساتھی ہُوں۔"

"شکریہ کالگن۔" عدنان مُسکراتے ہُوئے بولا۔ پھر وہ چند ہی لمحوں میں خاصے بے تکلف ہو گئے۔ کالگن دیر تک اپنی حبسِ دَم کی مشق کے بارے میں راگنیاں الاپتا رہا لیکن باتیں کرتے ہُوئے وہ اچانک ہی یوں چونک گیا جیسے اُسے کوئی بہت ہی اہم بات یاد آ گئی ہو۔

"کہیں تمھاری ہائی شون میں آمد کی وجہ وہ حسینہ تو نہیں؟"

"نہیں۔ نہیں اتنی خوفناک بات نہ کہو مسٹر کالگن، حالات آہستہ آہستہ تمھیں بتا دیں گے کہ وہ حسین لڑکی کیا چیز ہے؟"

"کیا بہت خطرناک ہے؟" کالگن نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"خطرناک تو نہیں البتہ دلچسپ اور عجیب وغریب ضرور کہہ سکتے ہیں۔" عدنان ہنستے ہُوئے بولا۔

"مجھے تم سے اختلاف ہے۔" کالگن بھی مسکراتے ہُوئے بولا۔ "تم اسے عجیب تو کہہ سکتے ہو مگر غریب نہیں۔ ہائی شون میں کوئی 'غریب' داخل نہیں ہو سکتا۔"

"عقل سے غریب ہے بے چاری۔" عدنان نے کہا۔ اور بے اختیار ہنس پڑا۔ کالگن کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ عدنان نے مختصراً اُسے تھوڑی سی کہانی سُنائی اور کالگن بھی ہنسنے لگا۔ وہ کافی دیر تک بیٹھے اِدھر اُدھر کی ہانکتے رہے تھے۔ پھر کالگن خود اُسے میس تک چھوڑنے آیا تھا۔ اس دوران اُس نے عدنان کو اپنی گرل فرینڈ جین سے بھی متعارف کرایا تھا۔

اینیزا آلیورا اب بھی میس میں موجود تھی۔ عدنان کو دیکھتے ہی اُس نے ناک بھوں چڑھائی تھی۔ عدنان کافی دیر تک اس سے نوک جھونک کرتا رہا۔

رات عدنان کو میس کے ایک کمرے میں گزارنا پڑی تھی۔ دُوسرے روز خوب دِن چڑھے جاگا۔ ایک ملازم نے اُسے ناشتا پیش کیا۔ ناشتے سے فارغ ہُوا تو ایک شخص اُس کے پاس پہنچ گیا۔

"میں میس اٹینڈنٹ ہُوں جناب! آپ کے بارے میں تفصیلات چاہتا ہُوں تاکہ آفس کو اطلاع دے سکوں۔ کیا آپ ہائی شون کے اسٹوڈنٹ بننے آئے ہیں؟"

"ہاں"۔ عدنان نے جواب دیا۔

"اگر آپ فارغ ہو گئے ہوں تو میرے ساتھ تشریف لائیے۔"

عدنان اُس کے ساتھ ایک آفس میں آ گیا تھا۔

"کیا آپ کے بارے میں مسٹر ہائی شون کو پہلے سے اطلاع دی گئی تھی۔" اٹینڈنٹ مؤدب لہجے میں بولا۔

"شاید۔" عدنان مختصر جواب دے کر خاموش ہو گیا۔ اور اٹینڈنٹ نے انٹرکام کا ریسیور اُٹھا کر ایک بٹن دبایا اور بولا۔

"میس کے دُوسرے مہمان مسٹر عدنان ہیں جناب۔" چند لمحوں تک وہ دوسری جانب سے ملنے والی ہدایات سُنتا اور سر ہلاتا

رہا پھر ریسیور رکھ کر عدنان سے مخاطب ہوا۔

"آپ کو بس چند منٹ تک انتظار کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میس کا پہلا مہمان کون تھا؟"

"مس آلیورا۔ وہ جا چکی ہیں۔"

دس منٹ کے بعد دو آدمی عدنان کو لینے آگئے۔ سبز رنگ کی ایک کار اُسے لے کر چل پڑی۔ اور بلا شبہ اُس نے تقریباً تین میل کا راستہ طے کیا تھا اور یہ تین میل عدنان کے لیے شدید حیرت کا باعث تھے۔ ادارے کی وسعت دیکھ کر وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور پھر اس کی خوبصورتی بھی بے مثال تھی۔

سبز رنگ کی جس عمارت کے پاس اُسے اُتارا گیا وہ بھی اپنی مثال آپ تھی۔ عمارت کی ہر شئے سبز تھی۔ وہ حیرت آمیز نظروں سے عمارت کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھتا رہا پھر اُن کا سفر ایک شاندار آفس کے دروازے پر ختم ہوا تھا جس کی پیشانی پر کئی زبانوں میں ہائی شون لکھا ہوا تھا۔ عدنان کو لانے والوں میں سے ایک نے دروازہ کھول کر عدنان کو داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ ایک لمبی سی میز کے پیچھے سفید سوٹ میں ملبوس ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے بال برف کی مانند سفید تھے لیکن چہرہ بہت صحت مند تھا۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کا چشمہ لگا ہوا تھا۔ اُس نے پُر اخلاق انداز میں کہا۔

"ہیلو پرنس عدنان۔ میں بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ مسٹر مارلینو نے تو کافی دن قبل آپ کی آمد کی اطلاع دی تھی۔"

"پرنس!" عدنان کو ایک مانوس سی آواز سنائی دی۔ اُس نے بے اختیار گردن گھما کر دیکھا۔ آفس کے ایک گوشے میں اینزا ایک میز کے پیچھے بیٹھی ہوئی کچھ لکھ رہی تھی۔ یہ آواز اسی کی تھی۔

"آپ نے اپنا فارم پُر کر لیا مس آلیورا؟" بوڑھے شخص نے کہا۔

"ابھی نہیں۔ مگر آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" اینزا نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا۔

"کس سلسلے میں براہ کرم یہاں آ جائیں فارم وہیں چھوڑ دیں۔" بوڑھے شخص نے نرم لہجے میں کہا اور اینزا اُٹھ کر وہاں آ گئی۔ "تشریف رکھیے اور بتائیے کہ مجھے کس سلسلے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ بولا۔

"آپ نے انھیں پرنس کہہ کر مخاطب کیا تھا؟"

"ہاں۔ کیا آپ انھیں جانتی ہیں؟"

"جی ہاں یہ عدنان بوچرڈ ہیں۔ بوچرڈ فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"یہ اطلاع آپ تک کس طرح پہنچی؟"

"انھوں نے خود بتایا تھا۔"

"مذاق کیا ہوگا آپ سے۔ پہاڑوں کے شہزادے عدنان سے ملاقات کیجیے۔ یہ پرنس عدنان ہی ہیں۔"

"اوہ۔" اینزا کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں۔ "اب میں سمجھ گئی۔"

"پرنس میرا نام ہائی شون ہے۔ میں اس ادارے کا متولی ہوں۔ یوں تو ہر شاگرد میرے لیے محترم ہے لیکن شاید آپ کو یہ جان کر خوشی ہو کہ یہ ادارہ محترم مارلینو کی ذات کا ہی مرہونِ منت ہے۔ اُنھوں نے ہی اس کی بنیادیں رکھیں اور یہ اُن کے پایۂ تکمیل تک پہنچا یا مسٹر مارلینو نے ان الفاظ میں آپ کے بارے میں کہا تھا۔

ہائی شون! بالآخر مجھے تمھاری ضرورت پیش آگئی۔ اب وقت آگیا ہے کہ تم میرا قرض ادا کرو۔ عدنان تمھارے پاس آ رہا ہے اور تمھیں اپنا فرض انجام دینا ہے۔

"آپ نہیں جانتے مسٹر عدنان کہ یہ الفاظ میرے لیے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں آپ کو ہائی شون میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ یہ چند روز آپ نے کہاں گزارے؟"

"بنکاک میں، میں اُسے دیکھنا چاہتا تھا۔"

"اچھا خیر۔ یہ فارم پُر کر دو۔" اُس نے میز کی دراز سے ایک فارم نکال کر عدنان کی طرف بڑھا دیا اور عدنان اُسے لے کر وہاں سے اُٹھ گیا۔ اینزا اب بھی اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی اور اُس کی نظریں عدنان پر جمی ہوئی تھیں۔

"تم بھی بے بی۔ اپنا فارم مکمل کر لو۔"

"او کے۔ او کے سر۔" اینزا نے کہا اور کسی قدر بدحواسی کے انداز میں اُٹھ گئی۔ اُس نے کئی بار عدنان کی طرف دیکھا لیکن عدنان نے جان بوجھ کر اس کی سمت نہ دیکھا پھر وہ ایک گوشے میں فارم کھول کر بیٹھ گیا۔۔۔ اور فارم کے کالم پڑھ کر اُسے پُر کرنے لگا۔ عدنان نے فارم پُر کر کے گردن اُٹھائی تو اینزا جا چکی تھی چنانچہ اُس نے فارم ہائی شون کے سامنے رکھ دیا اور ہائی شون اسے پڑھ کر مسکراتا رہا پھر اُس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کافی ہے۔ عدنان تمھیں کئی مشقیں ایک ساتھ شروع کرنی پڑیں گی۔ ہوسٹل میں تمھارے لیے ایک کمرا مخصوص کر دیا گیا ہے۔ تین دن تک صرف آرام کرو۔ اس کے بعد تربیت کا چارٹ تمھارے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"شکریہ مسٹر ہائی شون۔" ہائی شون نے گھنٹی بجا دی اور ایک آدمی اندر داخل ہو گیا۔ ہائی شون نے آنے والے کو چینی زبان میں کچھ ہدایات دیں اور عدنان اس کے ساتھ چل پڑا۔

لوئیس، رینی الفانو کے ساتھ آرمینیا بی سے نکل آیا۔

اس کا مستقل قیام کی شن میں تھا لیکن اس کی حیثیت اور وسائل کے بارے میں اُسے آج تک نہیں معلوم ہو سکا تھا، ہاں اتنا وہ جان چکی تھی کہ لوئیس بنکاک میں ایک اچھی پوزیشن کا مالک ہے بلکہ بعض اوقات تو اُسے شبہ ہونے لگتا تھا کہ کی شن اُسی کی ملکیت ہے وہ ایک دلچسپ اور خوش رُو آدمی تھا اور رینی نے اُسے پہلی ہی نگاہ میں پسند کر لیا تھا۔ اس دوران اُن کے تعلقات بھی انتہائی حدود تک پہنچ چکے تھے، اور رینی الفانو نے کہا تھا کہ وہ ان حالات سے نمٹنے کے بعد اس کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارے گی۔ لوئیس نے بھی اس بات کو سراہا تھا اور بنکاک میں قیام کے سلسلے میں اُسے ہر ممکن مدد کا یقین دلایا تھا۔

اُنھیں یقین تھا کہ اسٹیلا براؤنسن کو واپسی میں کافی وقت لگ جائے گا چنانچہ وہ فرصت کے اِن لمحات کو یادگار بنانے میں مصروف رہے حتیٰ کہ اُنھیں اسٹیلا براؤنسن کی آمد کی خبر مل گئی۔

بہرطور رینی ایک ذمے دار شخصیت تھی، اُس نے لوئیس کی مدد سے اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا اور یہ آغاز تھامس برودی سے شناسائی پیدا کرنے کا۔ مسٹر برودی وینس کا باشندہ تھا اور نہ صرف سنجیدہ مزاج تھا بلکہ کافی نرم طبیعت کا مالک تھا۔۔۔ ایک مقامی فرم میں کیمیکل انجینئر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ فرم ہی کے فراہم کیے ہوئے ایک مکان میں اپنی بیوی کے ہمراہ قیام پذیر تھا۔ چنانچہ رینی کو اس کی بیوی سے تعلقات پیدا کرنے میں زیادہ دقت نہ لگا۔ وہ انتہائی چالاکی سے مسز برودی کی شناسا بن گئی تھی اور پھر چند ہی روز کے اندر اندر اُس نے مسز برودی کو اتنے تحائف دیے کہ مسز برودی اس کی مداح ہو گئی اور رینی نے اس سے اپنا تعارف بطور سیاح کرایا تھا۔ چنانچہ مسز برودی اُسے انتہائی اصرار کے بعد اپنے گھر لے آئی تھی۔

یہ تمام معاملات ایک خصوصی پروگرام کے تحت تھے اور بدقسمتی سے اس پروگرام کا آغاز بہت جلد ہو گیا تھا۔ اگر اسٹیلا واپس نہ آتی تو یقیناً مسز تھامس برودی کے حق میں بہت بہتر تھا لیکن بدنصیبی اُن کا گھر دیکھ چکی تھی اور اب اُنھیں اپنے خلوص کا خمیازہ بھگتنا تھا، چنانچہ جس وقت رینی الفانو اور لوئیس آرمینیا بی سے چلے تو لوئیس نے رینی الفانو سے تقاضا کر دیا کہ اب اُسے جلد از جلد اپنا کام کر لینا چاہیے۔ تین دن کا وقت بہت مختصر ہوتا ہے اور اس میں جتنا کام کرنا ہے اس کا اسے خود اندازہ ہے۔

"تم مجھے مطلوبہ جگہ چھوڑ دینا، میں بہت جلد تمھیں نئے پروگرام سے آگاہ کر دوں گی۔" وہ بولی اور لوئیس نے اُسے برودی کے گھر کے قریب ہی چھوڑ دیا اور خود رُخصت ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد رینی الفانو مسز برودی کے مکان کی بیل بجا رہی تھی۔ مسز برودی اُسے دیکھ کر پُر مسرت انداز میں مسکرائی۔

"کمال ہے، تمھیں جس وقت بھی میں نے یاد کیا تم مجھے موجود ملیں، یقین کرو چند لمحات کے بعد میں تمھیں فون کرنے والی تھی۔"

"اوہو۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"نہیں بس ایسے ہی تم سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا۔"

"بڑی اچھی بات ہے ہم دونوں کے درمیان اتنی زیادہ یگانگت ہو گئی ہے لیکن مجھے اس وقت زیادہ مسرت ہوگی جب میں وینس میں آپ لوگوں کا استقبال کروں گی۔"

"ضرور۔" یہ کہہ کر مسز برودی نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "لیکن ہمارے حالات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم وینس واپس جائیں لیکن تمھاری واپسی کے بعد میں کوشش کروں گی کہ تھامس کچھ عرصے کے لیے ہی سہی، وینس چلنے پر آمادہ ہو جائے۔ وہاں ہمارا اپنا خاندان موجود ہے۔" مسز برودی نے بتایا اور اس کے بعد دونوں خواتین کافی دیر تک گفتگو کرتی رہیں تب رینی الفانو نے اپنا کام شروع کر دیا۔

"اب تک میں بنکاک کی سیاحت تنہا ہی کرتی رہی ہوں، آپ لوگوں کے ساتھ کوئی پروگرام نہیں بنا۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے ساتھ کوئی تفریحی پروگرام بنائیں۔"

"کیوں نہیں۔" مسز برودی مسکرائی۔ "ہم تو خود بھی چاہتے ہیں۔ کیا خیال ہے آج ہی پروگرام بنا لیں۔"

"آج ہی سہی لیکن کس وقت؟"

"تھامس پانچ بجے تک واپس آ جائے گا۔ میرا خیال ہے ہمیں ساڑھے پانچ بجے تک نکل جانا چاہیے۔ کہاں چلا جائے؟"

"ساحل پر۔ مجھے گرین ریج کا علاقہ بہت پسند ہے۔ میں وہاں پہلے بھی سوئمنگ کر چکی ہوں۔ اتنا صاف و شفاف پانی

ہے کہ نہانے میں لُطف آتا ہے۔"

"تو ٹھیک ہے ہم پہلے گرین وِچ ہی چلیں گے۔ مسز بروڈی نے جواب دیا اور پھر رینی کے ایما پر وہ بروڈی کو فون پر پروگرام بتانے لگی۔ بروڈی نے بھی ان کے پروگرام کو سراہتے ہوئے شرکت کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ اب اُسے صرف لوئیس کو اس پروگرام کی اطلاع دینی تھی۔ یہ مرحلہ بھی اُس نے آسانی سے طے کر لیا۔ مسز بروڈی اس کی توقعات سے زیادہ بے وقوف ثابت ہو رہی تھی۔ رینی نہانے سے باہر آگئی اور لوئیس کو سارا پروگرام بتا دیا۔

ابھی پانچ بجنے میں کچھ دیر باقی تھی کہ وہ دونوں میاں بیوی کے ہمراہ ان کی کار میں سوار گرین وِچ کی طرف جا رہی تھی۔ دونوں میاں بیوی اُس سے کچھ زیادہ ہی متاثر اور مرعوب تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کی کسی بات سے رینی کی دل شکنی ہو۔

جب وہ گرین وِچ پہنچے تو وہاں زیادہ رش نہ تھا۔ بس اِکا دُکا جوڑے اِدھر اُدھر بکھرے سرگوشیوں میں مصروف تھے۔ اُنھوں نے بھی ایک گوشہ منتخب کر لیا اور کار سے سامان اُتار کر خور و نوش میں مصروف ہو گئے پھر جب کچھ دیر بعد رینی نے پیراکی کی خواہش کی تو وہ دونوں بھی اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ اگلے ہی لمحے وہ پانی میں تھے۔

اسی اثنا میں اُن سے کچھ فاصلے پر ایک سیاہ بند وین آکر رُکی اور ایک نوجوان نے، جو غوطہ خوری کے مخصوص لباس میں تھا، وین سے اُتر کر اطراف کا جائزہ لیا۔ اُس کی نظریں اُن تینوں پر جم گئیں جو ہر بات سے بے خبر پیراکی میں مصروف تھے۔ بروڈی تیرتے ہوئے اب رینی اور اپنی بیوی سے کافی آگے نکل چکا تھا۔

نوجوان نے ان کا گہری نظروں سے جائزہ لیا اور ایک طویل سانس لے کر پانی کی طرف بڑھ گیا۔ کنارے پر پہنچ کر وہ بآہستگی پانی میں اُترا اور زیرِ آب تیرنے لگا۔

اُس کا رُخ بروڈی کی سمت تھا، جو اس سے بے نیاز پیراکی میں مصروف تھا، وہ اپنے انداز میں ماہر پیراک نظر آ رہا تھا۔ جیسے سمندر کی لہروں سے کھیلنا اس کا پسندیدہ مشغلہ ہو لیکن اچانک ہی اس کے چہرے پر سراسیمگی کے تاثرات پھیل گئے جیسے اُس نے اچانک ہی کوئی عفریت دیکھ لیا ہو۔ اُس نے اپنے جسم کو جھٹکے دے کر کنارے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی لیکن وہ یہ جان کر اور بھی گھبراہٹ کا شکار ہو گیا کہ زیرِ آب کسی نے اس کی ٹانگیں جکڑی ہوئی ہیں۔

بروڈی کے چہرے پر خوف کے سائے پھیلنے لگے۔ اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے سمندر کی لہریں موت بن کر اُسے نگلنے کے لیے بے چین ہوں۔ اُس نے مدد کے لیے چلانے کے لیے مُنہ کھولا لیکن اس کے ساتھ ہی سمندر کا نمکین پانی اس کے حلق میں بھر گیا۔ اس کی ٹانگیں جکڑنے والے نے اسے ایک جھٹکے سے نیچے کھینچ لیا تھا۔ وہ بے بسی سے ہاتھ پیر مارنے لگا۔ لیکن مدِمقابل کی گرفت اس کی ٹانگوں پر انتہائی مضبوط تھی۔

آہستہ آہستہ اُس کے حواس جواب دینے لگے اور اس کی مزاحمت دم توڑنے لگی۔

غوطہ خور چونکہ خود آکسیجن ماسک لگائے ہوئے تھا۔ اس لیے اُسے اس بات کی پروا نہ تھی کہ بروڈی زندگی سے دُور ہونے تک کتنا وقت لے گا۔ وہ اطمینان سے اپنا کام کر رہا تھا اور بروڈی کو نیچے ہی نیچے کھینچے لیے جا رہا تھا۔

دوسری طرف رینی الفانو اور مسز بروڈی اپنی گفتگو میں مصروف تھیں لیکن چند ہی لمحات کے بعد اچانک مسز بروڈی کو شوہر کا خیال آیا اور وہ اس دلچسپ گفتگو کے جال سے نکل کر اُس طرف دیکھنے لگی جہاں بروڈی تیر رہا تھا۔

"ارے یہ بروڈی کہاں چلا گیا؟" وہ سمندر کی طرف گھورتے ہوئے بولی اور رینی الفانو بھی چونک کر اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگی پھر اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر بروڈی ہمیں حیران کر دینا چاہتے ہیں۔ پانی کے نیچے رہنے کی خاصی مشق معلوم ہوتی ہے انھیں۔"

"ہاں وہ اچھے غوطہ خور ہیں۔ لیکن۔ لیکن اتنی دیر۔ مجھے..." مسز بروڈی نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ وہ پریشان نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اُس نے ساحل کی طرف دیکھا لیکن بروڈی وہاں بھی نہیں تھا۔ اُس نے ایک بار پھر متلاشی نگاہوں سے اس سمت دیکھا جہاں بروڈی نہا رہا تھا۔ لیکن دو منٹ، پانچ منٹ، دس منٹ، پندرہ منٹ اور دفعتاً کسی خیال کے تحت مسز بروڈی کے چہرے پر خوف کے تاثرات پھیل گئے اور وہ گھبراہٹ کے عالم میں ساحل کی سمت دوڑی۔ رینی نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

دونوں خواتین بُری طرح بدحواس ہو کر ساحل کی طرف بھاگ رہی تھیں۔ اطراف میں تو کوئی موجود نہیں تھا لیکن تھوڑے فاصلے پر چند افراد ضرور نظر آ رہے تھے۔ ان دونوں خواتین کو اس طرح بھاگتے دیکھ کر وہ ان کی جانب متوجہ تھے

اور مسز بروڈی نے رُندھی ہوئی آواز میں حادثے کی تفصیل ان لوگوں کو بتائی تھی اور ان میں سے چند نوجوان پانی کی طرف دوڑ پڑے تھے۔

چند ہی لمحات کے بعد وہ ایک انسانی جسم کو سنبھالے ہوئے کنارے پر آئے تو مسز بروڈی کی ہولناک چیخ فضا میں گُونج اُٹھی۔ رینی نے بمشکل تمام اسے سہارا دیا تھا۔

مسز بروڈی کی حالت انتہائی دگرگوں تھی۔ پولیس بھی موقع پر پہنچ گئی تھی۔ رینی نے اُنھیں اپنے طور پر مطمئن کر دیا تھا کہ یہ صرف ایک حادثہ تھا جس پر کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔

ڈاکٹروں نے بھی اس کی موت کی تصدیق اِسی انداز میں کی تھی بمشکل تمام مسز بروڈی نے تھامس بروڈی کے دفتر کے کچھ سرکردہ افراد کو فون کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی اسپتال پہنچ گئے تھے۔ رینی الفانو مسز بروڈی کی بھرپور معاونت کر رہی تھی اور اسے ہر طرح سے سہارا دیے ہوئے تھی۔

گھر پہنچتے ہی رینی نے مسز بروڈی کو زبردستی بستر پر لٹا دیا اور اس کی دلجوئی کرنے لگی۔ اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے دو بجے تھے، مسز بروڈی مسلسل آنسو بہا رہی تھی کہ دفعتاً باہر کے دروازے پر دستک ہوئی اور رینی الفانو نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

وہ تین آدمی تھے اور اُن کے چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔ رینی اُنھیں دیکھ کر وحشت زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔ مسز بروڈی نے بھی اُنھیں دیکھا اور خوفزدہ انداز میں اُٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ تینوں پستول سنبھالے ہوئے اُن کے قریب پہنچ گئے۔

"آواز نکالنے کی کوشش کی، تو تمھاری آواز ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گی۔" ان میں سے ایک نقاب پوش نے سرد لہجے میں کہا۔ مسز بروڈی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اُنھیں دیکھ رہی تھی۔ غم کا جو پہاڑ اس پر ٹوٹ چکا تھا اُس کے بعد اس بات کی گنجائش نہ تھی کہ وہ کوئی جدوجہد کر سکتی چنانچہ وہ بُت بنی اپنی جگہ پڑی رہی۔ تب نقاب پوشوں میں سے ایک نے رینی الفانو کی طرف دیکھا اور رینی الفانو نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

نقاب پوش نے اپنے لباس سے ایک شیشی نکالی اور مسز بروڈی کے قریب پہنچ گیا۔

"غمزدہ خاتون آپ کے شوہر کی موت کا حادثہ واقعی بڑا دلدوز ہے اور اس سے آپ پر جو بیت رہی ہوگی ہم اس سے بہت متاثر ہیں۔ ہم آپ کے لیے اور تو کچھ نہیں کر سکتے۔ سوائے اس کے کہ آپ کو بھی اس الم زدہ زندگی سے نجات دِلا دیں۔ براہِ کرم مُنہ کھولیے۔"

مسز بروڈی کی آواز حلق میں گھُٹ کر رہ گئی تھی۔ اُنھوں نے دہشت بھری نگاہوں سے ان نقاب پوشوں کو دیکھا اور پھر رینی الفانو کی طرف، جس کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ پھر جب وہ بولی تو اُس کے لہجے میں دُنیا جہان کی سفاکی رچی ہوئی تھی۔

"بہتر یہی ہے، ان لوگوں کا مشورہ مجھے بھی پسند ہے۔ مسز بروڈی ویسے بھی تمھیں اپنے شوہر سے بہت محبت تھی۔ اب اس کے بغیر تمھارے لیے زندگی کا تصور بے معنی بات ہے۔"

مسز بروڈی کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ اُن کے خلاف کوئی بدترین سازش ہوئی ہے لیکن اس وقت وہ تنہا تھی، کوئی بھی اس کا مددگار نہیں تھا۔ دو نقاب پوشوں نے آگے بڑھ کر اُس کے بازو پکڑ لیے اور تیسرے نقاب پوش نے اُس کا مُنہ کھول کر دوا کی شیشی اُس کے حلق میں اُنڈیل دی۔ مسز بروڈی کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اُس کا سینہ چیر کر رکھ دیا گیا ہو۔ وہ ایک لمحے کے لیے تڑپی اور اس کے بعد اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ کوئی بہت ہی سریع الاثر زہر تھا جو اس کے حلق میں اُنڈیل دیا گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد اُس کی سانسیں زندگی کا ساتھ چھوڑ گئیں۔ اب اس کا مُردہ جسم مسہری پر پڑا ہوا تھا جس پر کوئی نشان وغیرہ نہیں تھا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد نقاب پوشوں نے اپنے نقاب اُتار دیے، ان میں ایک لوئیس تھا۔ اُس نے مُسکراتے ہوئے رینی الفانو کو دیکھا اور آگے بڑھ کر گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کیا۔

"یقیناً آپ لوگ شاندار کارکردگی کے مالک ہیں۔ اسٹیلا براؤنسن نے اپنا کام بڑے عجیب انداز میں اور بڑی تیز رفتاری سے انجام دیا اور رینی آپ اس سے بھی زیادہ تیز رفتار نکلیں۔ اب اپنے کام کے لیے تیار ہو جایئے، یہ گروجر ہے میک اَپ کے فن کا ماہر، آن کی آن میں یہ آپ کو مسز بروڈی بنا دے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا اور رینی خاموشی سے ڈریسنگ ٹیبل پر جا کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اُس نے آئینہ دیکھا تو گروجر کی مہارت کی داد دیے بغیر نہ رہ سکی۔

"اب ہمیں اجازت دیجیے۔ کل آپ کو اپنی اداکاری کا مظاہرہ کرنا ہے"

کا استعمال ذرا محنت سے کرنا ہو گا۔" لوئیس نے کہا اور وہ مسٹر بروڈی کی لاش لے کر چلا گیا۔

لوئیس کا کہنا درست تھا۔ دوسرے دن کیمیکل کمپنی کے سرکردہ افراد لبولیس کے کچھ افسر مسٹر بروڈی کی رہائش گاہ پر پہنچے اُس نے سُوجی ہُوئی آنکھوں اور بھرّائی ہُوئی آواز سے اُن کا استقبال کیا۔ سب ہی نے اس سے تعزیت کی اور اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔

"آپ لوگوں کا سہارا میرے لیے بہت قیمتی ہے۔" وہ بھرّائی ہُوئی آواز میں بولی "براہِ کرم جس قدر جلد ممکن ہو سکے میرے شوہر کی میت وطن پہنچانے کی کوشش کی جائے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ اس سلسلے میں بہت زیادہ وقت صرف نہیں ہو گا۔ مَیں اپنے خصوصی تعلقات سے کام لے کر یہ کام جلد از جلد کراؤں گا۔" کمپنی کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا اور بڑی تسلیاں دینے کے بعد رخصت ہو گیا۔

ریٹی الفا لوانی اداکارانہ صلاحیتوں کی مدد سے ان سب کو احمق بنانے میں کامیاب ہو گئی تھی اور اس نے نہایت شاندار پیمانے پر اپنا کام انجام دیا تھا۔

✲

دُوسرے دن صبح کو جب لوئیس کی طرف سے اسٹیلا کو پیغام ملا کہ وہ اپنے کام کے لیے مکمل طور پر تیار رہے اور چند گھنٹوں کے اندر اندر وہ وینس کے لیے روانہ ہو جائیں گے تو اسٹیلا وحشت زدہ ہو گئی۔ چنانچہ اسٹیلا نے لی پال سے اس سلسلے میں بات کی تو اُس نے نہایت فراخدلی سے اُسے یہ پیش کش کر دی کہ وہ اس کے جلد از جلد وینس روانہ ہونے کا بندوبست کر دے گا اور اس کام میں اُس نے دیر بھی نہ لگائی۔ دُوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے صبح کی فلائٹ سے اُنھیں وینس کے لیے روانہ ہو جانا تھا۔ لی پال نے معلومات حاصل کر کے اسٹیلا کو یہ بھی بتایا کہ لوئیس اپنا کام کر چکا ہے اور مسٹر مارلینو کو مسٹر بروڈی کی لاش کے میک اَپ کے لیے یہاں سے لے جایا جائے گا۔ لوئیس نے اس سلسلے میں لی پال سے جس قسم کی امداد کی درخواست کی تھی لی پال اس کے لیے بآسانی تیار ہو گیا تھا اور اُس نے اپنی یہ تمام کارروائی مکمل کر لی تھی۔

شام تقریباً سات بجے لی پال حسبِ معمول مُسکراتا ہُوا اُس کے پاس پہنچا تھا۔ اسٹیلا اُسے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا تم مجھے ذہنی طور پر معطل کر دینا چاہتے ہو۔ لی پال؟"

"میڈم براؤن سن لی پال آپ پر ہزار بار جان قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔ یہ تصور آپ کے ذہن میں کیسے آیا کہ مَیں... مَیں؟"

"آخر تم مجھ سے اپنی شرط کا معاملہ کیوں نہیں طے کر لیتے؟"

"اس کی جلدی کیا ہے؟ کون سا وقت گزرا جا رہا ہے ابھی تو ہم زندہ ہیں۔"

"لیکن مَیں وینس جا رہی ہُوں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔ وینس جانے سے پہلے مَیں آپ سے اپنا معاوضہ وصول کر لُوں گا۔" اُس نے کہا ...... اور اسٹیلا محض ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گئی۔ اُسے بے پناہ غصہ آ رہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے فیصلہ کیا کہ اب لی پال سے اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کرے گی۔ وہ وقت کا انتظار کرتی رہی۔ لی پال نے اپنی پلاننگ مکمل کر لی تھی۔

مسٹر مارلینو اس دوران بالکل پُرسکون تھے۔ اُنھیں کھانے پینے کے لیے جو چیز دی جاتی وہ اُسے بڑی خوشی سے قبول کر لیتے۔ اُس کی آنکھوں میں سکون کے تاثرات بھی اسٹیلا کے لیے حیران کُن تھے۔ بہرطور وہ اپنے طور پر سخت اُلجھی ہُوئی تھی وہ جب بھی لی پال کے بارے میں سوچتی اُس کے دل میں پریشانیاں گھر کرنے لگتیں یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب اُنھیں یہاں سے روانہ ہونا تھا۔ اور بالآخر اسٹیلا نے صبر کا دامن چھوڑ دیا۔ اُس نے لی پال کا بازو پکڑ کر کہا۔

"تم۔ تم آخر کھُلتے کیوں نہیں؟"

"میڈم۔ کیا کھُلوں؟" لی پال لہجے میں معصومیت بھرتے ہُوئے بولا۔

"لی پال اگر تم نے مجھے اپنی شرط کے بارے میں کچھ نہ بتایا تو میں زندگی بھر اس خلش میں مبتلا رہُوں گی۔"

"ٹھیک ہے اگر آپ شرط پوری کرنے کے لیے اتنی ہی بے چین ہیں تو؟" لی پال نے عجیب سی نگاہوں سے اسٹیلا کو دیکھتے ہُوئے کہا۔

"ہاں بولو۔ بولو مَیں تمھاری کیا خدمت کر سکتی ہُوں۔ کیا چاہتے ہو تم مجھ سے؟"

"میری یہ گنجی کھوپڑی دیکھ رہی ہیں؟" لی پال نے گردن جھکا کر کہا اور اسٹیلا حیران کُن نگاہوں سے اُسے دیکھتی رہ گئی۔

"اپنا داہنا ہاتھ اُٹھایئے۔" لی پال بولا اور اسٹیلا نے اپنا داہنا ہاتھ اُٹھا لیا۔

"اب اسے میری کھوپڑی پر رکھ دیجیے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"تین بار صرف تین بار۔ آہ! میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہی ہے کہ دُنیا کی سب سے حسین عورت میرے سر پر ہاتھ پھیرے۔ اس آرزو کے لیے مَیں کب سے تڑپ رہا ہُوں۔ مس اسٹیلا براؤن سن آپ نہیں جانتیں۔" لی پال نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور اسٹیلا براؤن سن چراغ پا ہو گئی۔

"تم میرا مذاق اُڑانا چاہتے ہو؟"

"آپ کی مرضی۔ دُنیا میں جس سے بھی اس بات کی خواہش ظاہر کی اُس نے بالآخر یہی الفاظ کہے۔" لی پال غم زدہ لہجے میں بولا اور اسٹیلا پریشانی کے انداز میں ہنس پڑی۔

"لی پال تم بے حد مسخرے انسان ہو۔ بہرطور تم مجھے احمق بنانے کی کوشش کر رہے ہو اگر لیکن میں تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہُوں۔ اگر ممکن ہو سکے تو وینس آ جاؤ میں تمھارا استقبال کروں گی۔"

"میڈم اگر حالات نے مجھے اس کی اجازت دی تو ایک بار ضرور آپ کی خدمت میں حاضری دُوں گا لیکن میری سب سے بڑی خواہش۔" لی پال بدستور غم زدہ لہجے میں بولا۔

"تم پاگل ہو گیا ہو؟"

"ہاں پاگل ہی ہُوں یہ سر۔ یہ سر ایک کسی ہاتھ کے لمس سے آج تک محروم رہا ہے۔ بڑے عجیب و غریب لمحات آئے ہیں میری زندگی میں۔ مَیں نے لوگوں کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ ان کی اتنی خدمت کی کہ وہ میرے ممنون ہو گئے لیکن جب مَیں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو یا تو وہ ہنسنے لگے یا میرا مذاق اُڑانے لگے۔ یہ میری تقدیر ہے۔" لی پال کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"ارے ارے پاگل ہو گئے ہو تم؟"

"ہاں۔ پاگل ہی ہو گیا ہُوں آپ نہیں جانتیں کہ یہ خواہش کتنے عرصے سے میرے دل میں پل رہی ہے۔"

"اس خواہش کا محرک کیا ہے لی پال؟"

"خدا جانے۔ مَیں نہیں جانتا۔" لی پال نے جواب دیا اور اسٹیلا کو دیکھنے لگا اور اسٹیلا نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر تین بار ہاتھ پھیر دیا۔ لی پال کے چہرے پر ایسا سکون نظر آ رہا تھا جیسے اُسے دُنیا کی سب سے بڑی چیز مل گئی ہو لیکن اسٹیلا کی کھوپڑی ہوا میں معلق ہو گئی تھی اُس نے آہستہ سے کہا۔

"بس یہی تھی تمھاری شرط؟"

"آہ! آپ نہیں جانتیں کہ اس لمس نے میری زندگی کے کئی سال بڑھا دیے ہیں۔ یقین کیجیے نہ جانے کب تک اس لمس کے سہارے زندہ رہُوں گا۔"

"لعنت ہو تم پر۔" اسٹیلا نے ہنستے ہُوئے کہا۔ وہ بُری طرح جھینپ رہی تھی۔ بھلا یہ بھی کوئی تُک تھی وہ تو نہ جانے کیا سوچ رہی تھی نہ جانے کیا کیا خیالات تھے اس کے ذہن میں۔ لی پال چلا گیا۔ اُسے اپنے کام کی تیاریاں کرنی تھیں۔

اسی رات تقریباً ایک بجے لوئیس گرودجر کے ساتھ آرینیا پہنچ گیا۔ جہاں مسٹر مارلینو مقیم تھے۔ گرودجر اور لی پال کچھ تیاریوں میں مصروف تھے۔ لوئیس اسٹیلا براؤن سن سے گفتگو کرتا رہا تھا۔ اُس نے اپنی کارروائی کی پوری تفصیل سُنا دی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد گرودجر، لی پال، لوئیس، اسٹیلا براؤن سن کے ساتھ اس جگہ پہنچ گئے جہاں مسٹر مارلینو مقیم تھے۔ لوئیس نے مُسکراتے ہُوئے مسٹر مارلینو سے کہا۔

"مسٹر مارلینو۔ آپ نے گانگ ہُو میں ایک مقدس دیوتا کی حیثیت سے زندگی گزاری ہے۔ کبھی آپ نے اس زندگی کو چھوڑ کر دُوسری زندگی کا تصور بھی کیا ہے۔ مثلاً اگر ہم آپ کو وینس لے جائیں تو یقیناً آپ کو اس سفر میں لُطف آئے گا۔" مارلینو نے [illegible] لوگوں کو دیکھا اور پھر پُرسکون رہتے ہُوئے بولا۔

"مجھ کو کسی دیس سے تعلق ہے تمھارا۔ ان مختصر سی زندگی کو بُرائیوں کے سپرد کر کے ہم کیا حاصل کر سکتا ہُوں۔ جس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصّہ عیش و آرام میں گزارا ہے۔ اگر آسمانوں سے میرے لیے کچھ تکلیفیں مقدّر ہو چکی ہیں تو یہ میری خوش بختی ہے، تم مجھے وینس لے جاؤ۔ دُنیا کے کسی بھی حصّے میں لے جاؤ بھلا مجھے اس سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ میں تو صرف ان لمحات سے عقیدت رکھتا ہُوں جو میری زندگی کے لیے مخصوص کر دیے گئے ہیں۔"

"آپ بہت نفیس انسان ہیں مسٹر مارلینو۔ بہرطور ہم آپ کے ساتھ کچھ گستاخیاں کرنا چاہتے ہیں مثلاً آپ کے اس چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی ہمارے لیے ضروری ہے۔"

"تمھارا جو جی چاہے کرو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" مارلینو نے کہا اور پھر ان سب نے اس بات کو سخت حیرت سے دیکھا کہ مسٹر مارلینو نے اپنے چہرے پر مسٹر بروڈی کا میک اَپ نہایت صبر و سکون سے کرا لیا تھا۔ اس سلسلے میں مسٹر مارلینو کے چہرے کے بال وغیرہ صاف کرنا پڑے تھے تاکہ میک اَپ

کہیں سے خراب نہ محسوس ہو۔ میک اپ سے فارغ ہونے کے بعد گروجر نے سوالیہ نگاہوں سے ان سب کی طرف دیکھا اور لونیس گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"گروجر ہم تمہارے فن کے ہمیشہ سے قائل ہیں۔ یہاں بھی تم نے اپنے فن کا کمال دکھایا ہے یقیناً اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مسٹر مارلینو، مسٹر برو ڈی نہیں ہیں۔ بہرطور اس تعاون کے لیے بہت بہت شکریہ مسٹر مارلینو براہ کرم یہ چند انجکشن آپ اور لے لیجیے۔ یہ آپ کو ایسی شانتی دیں گے کہ آپ تصور نہیں کر سکتے" لونیس نے اپنے لباس سے تین انجکشن نکالتے ہوئے کہا۔ نمبر وہ انجکشن مسٹر مارلینو کے دونوں بازوؤں اور ایک گردن میں انجکٹ کر دیے گئے اور مسٹر مارلینو کو یہی محسوس ہوا جیسے ان کے بدن میں ٹھنڈک اور سکون اترتا جا رہا ہے۔ وہ سیدھے سیدھے لیٹ گئے۔

پھر تقریباً پانچ منٹ بعد جب انھیں دیکھا گیا تو ان کے بدن میں زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ وہ سانسوں سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ لونیس، لی پال اور دوسرے تمام لوگ متحیرانہ نگاہوں سے انھیں دیکھ رہے تھے تب لونیس نے کہا۔

"اب مسٹر مارلینو کو اس لمبے سفر میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوگی۔" دوسرے دن دس بجے اسٹیلا براؤن سن کو ائیرپورٹ روانہ کر دیا گیا۔ باقی کام لونیس، لی پال اور دوسرے تمام لوگوں کو کرنا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ فلائٹ ساڑھے گیارہ بجے تھی اور ٹھیک ساڑھے دس بجے اس تابوت کو ائیرپورٹ پہنچا دینا تھا جس میں مسٹر برو ڈی کی لاش پیک کی گئی تھی۔

چند لوگ اس تابوت کو ائیرپورٹ لے کر چل پڑے۔ بند گاڑی میں سیاہ رنگ کا تابوت رکھا ہوا تھا۔ ائیرپورٹ کا راستہ کافی طویل تھا اور اس راستے میں متعدد جگہیں ایسی تھیں جہاں کوئی بھی واردات کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ ایسی ہی ایک سنسان سڑک پر ایک اور بند گاڑی کھڑی ہوئی ملی اور تابوت لے جانے والی گاڑی اس بند گاڑی کے قریب پہنچ کر چند لمحات کے لیے رک گئی۔

بند گاڑی میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے انتہائی پھرتی سے یہ تابوت اس گاڑی سے نکال کر دوسری گاڑی میں منتقل کیا اور دوسری گاڑی میں رکھا ہوا ویسا ہی تابوت اس گاڑی میں رکھ دیا جو ائیرپورٹ جا رہی تھی۔ اس دوسرے تابوت میں مسٹر مارلینو کی لاش بند تھی جب کہ مسٹر برو ڈی کی لاش اس دوسری کھڑی ہوئی گاڑی میں منتقل کر دی گئی تھی۔ تابوت وقت مقررہ پر ائیرپورٹ پہنچ گیا اور اسے انتہائی احترام کے ساتھ اس جہاز میں پہنچا دیا گیا جس کے ذریعے انھیں وینس تک کا سفر کرنا تھا۔

رینی الفانو سیاہ رنگ کے ماتمی لباس میں اس تمام کارروائی میں شریک رہی تھی جب کہ اسٹیلا براؤن سن ایک غیر متعلق شخصیت کی حیثیت سے اس تمام کارروائی کا نظارہ کرتی رہی تھی۔

جہاز کی روانگی کا اعلان کر دیا گیا اور مسافروں سے اندر پہنچنے کی درخواست کی گئی تو اسٹیلا براؤن سن نے لی پال کی طرف دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"لی پال میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

"اگر موقع ملا تو ضرور حاضر ہوں گا مس براؤن سن۔" لی پال نے گردن خم کر کے کہا اور اسٹیلا براؤن سن بھاری بھاری قدموں سے اندر جانے والے راستے کی طرف چل پڑی۔ درحقیقت لی پال نے اسے کافی متاثر کیا تھا۔ رینی الفانو کی کیفیت بھی شاید اس سے مختلف نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ لوگ یہی سمجھتے تھے کہ مسز برو ڈی مسٹر برو ڈی کے لیے غمزدہ ہیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ رینی الفانو کو لونیس کی جدائی کا افسوس تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد طیارہ فضا میں پرواز کر گیا جس سیٹ پر رینی الفانو کو جگہ ملی تھی اس کے برابر والی سیٹ خصوصی طور پر اسٹیلا براؤن سن کے لیے مخصوص کی گئی تھی چنانچہ وہ دونوں ساتھ ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ اسٹیلا براؤن سن ایک ہمدرد انسان کی طرح رینی الفانو سے اس کے کوائف پوچھ رہی تھی اور دیکھنے والوں نے یہی محسوس کیا کہ وہ غالباً ایک دوسرے سے مصروف گفتگو ہیں۔

جنرل ڈی نے ایک خوبصورت اور پراسرار عمارت میں اپنے ماتحت ڈی الیون کا استقبال کیا جو فخر سے سینہ پھلائے اس کے سامنے پہنچا تھا۔ جنرل ڈی لمبے اوورکوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ رنگ کا چشمہ لگا ہوا تھا۔ ڈی الیون اس کے سامنے پہنچ کر مؤدب ہو گیا۔ جنرل ڈی نے کھڑے ہو کر اس سے مصافحہ کیا۔ اور پھر کرسی پر بیٹھ کر اسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"مجھے تمہاری کامیابی کی اطلاع مل چکی ہے ڈی الیون اور صحیح معنوں میں، میں اپنے ان تمام دوستوں کی قدر کرتا ہوں جو اپنے کام کی انجام دہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ

چکا تھا۔ ڈی الیون کہ جن حالات سے وائٹ ڈیپارٹمنٹ دوچار ہوا ہے ہم اُن کی پرچھائیں بھی خود تک نہیں پہنچنے دینا چاہتے ہیں۔ نے جو ذمّے داریاں آپ لوگوں میں سے جس شخص کے سپرد کی ہیں۔ آپ میں سے ہر شخص اُن کی انجام دہی کا اہل ہے۔ بہرطور مارلینو کو بنکاک سے وینس اور وینس سے یہاں تک پہنچانے کے سلسلے میں آپ کو جس قدر جدّوجُہد کرنا پڑی ہوگی، مجھے اُس کا پُورا پُورا احساس ہے اور آپ کے فائل میں آپ کی اس پہلی کامیابی کو ایک نمایاں مقام دیا جائے گا۔"

"شکریہ جنرل۔ آپ کی اس توصیف نے میرے وجود میں ایک فولادی کیفیت پیدا کر دی ہے اور میں منتظر ہوں کہ اس کے بعد بھی کوئی کام میرے سپرد کیا جائے۔۔۔ اور میں دوبارہ اسی طرح آپ سے دادِ تحسین حاصل کروں۔ میں مختصر رپورٹ آپ کو پیش کرنا چاہتا ہوں جنرل۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔"

"وینس میں، میں نے ایک ایسی کارروائی کی جس کی وجہ سے ہماری دو کارکن یعنی مس اسٹیلا براؤن سن اور رینی الفانو ہمارے لیے مصروفِ عمل ہو گئیں۔"

"ایک منٹ ڈی الیون۔ میں تمھیں اپنی رہائش گاہ پر ایک دوست کی حیثیت سے جتنا بھی وقت تم چاہو دینے کے لیے تیار ہوں لیکن اس سرکاری عمارت میں میری حیثیت جنرل ڈی کی ہے اور یہاں میں وہی قوانین دیکھنا چاہتا ہوں جو میں نے متعین کر دیے ہیں۔ مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ تم نے اپنا یہ کام کس طرح انجام دیا۔ میں تم سے صرف یہ سننا چاہتا ہوں کہ مسٹر مارلینو گانگ ہو سے اغوا ہو کر یہاں تک پہنچ گئے ہیں اور میں نے تمھیں اس سلسلے میں تمام اختیارات بھی سونپ دیے تھے چنانچہ یہ کہہ کر میرا وقت ضائع نہ کرو کہ تم نے اس سلسلے میں کس طرح کارروائی کی۔ یہ بتاؤ مارلینو کہاں ہے؟"

"باہر۔ دراصل میں مختصراً یہ بتانا چاہتا تھا کہ مسٹر مارلینو کو کس طرح یہاں لایا گیا ہے تاہم اگر آپ کا حکم نہیں ہے تو مجھے اجازت دیجیے کہ میں مارلینو کو آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد مارلینو، ڈی الیون کے ساتھ آہستہ خرامی سے اس بڑے سے ہال نما کمرے میں داخل ہو گیا۔ جنرل ڈی نے مسکراتی نگاہوں سے مارلینو کو دیکھا اور آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"گانگ ہو کے عظیم پیشوا کو جنرل ڈی خوش آمدید کہتا ہے یہاں آپ کی حیثیت ایک معزز مہمان کی سی ہے۔ آپ کو جس طرح یہاں لایا گیا آپ اس پر توجہ نہ دیں بلکہ کچھ وقت پُرسکون انداز میں ایک مہمان کی حیثیت سے ہمارے ساتھ گزاریں ہمیں بہت خوشی ہوگی۔"

مارلینو نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے جنرل ڈی کو دیکھ رہا تھا تب جنرل ڈی جلدی سے بولا۔

"ارے ارے آپ تشریف رکھیے، بے شک مجھے آپ کے بارے میں علم ہے کہ آپ نے اپنے اصل اعضا کی کمی ان مصنوعی اعضا سے پوری کر لی ہے جو اصل اعضا سے کہیں زیادہ شاندار ہیں لیکن اس کے باوجود میرا فرض ہے کہ میں آپ کو بیٹھنے کی پیشکش کروں۔" جنرل ڈی کے اشارے پر مارلینو ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

جنرل ڈی نے ڈی الیون کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مارلینو کو وصول کیا شکریہ۔ اس وقت تک آرام کرو جب تک تمھیں نئی ہدایات جاری نہ کر دی جائیں۔" جنرل ڈی کے الفاظ سن کر ڈی الیون نے مخصوص انداز میں گردن خم کی اور باہر نکل گیا۔ بلاشبہ جنرل ڈی نے اُسے تعریف و توصیف سے نوازا تھا لیکن اتنے بڑے کام کی انجام دہی کے بعد جو توصیفی انداز اس کا ہونا چاہیے تھا وہ نہیں تھا لیکن ڈی الیون جانتا تھا کہ جنرل ڈی اپنے معاملات میں انتہائی سخت ہے اور اس سے زیادہ وہ کسی کو اہمیت نہیں دیتا۔ ڈی الیون کے جانے کے بعد جنرل ڈی نے مسکراتی نگاہوں سے مارلینو کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔

"آیے مسٹر مارلینو۔ ہم پُرسکون انداز میں ایک خاص کمرے میں بیٹھ کر گفتگو کریں گے یقیناً آپ کو اس میں لطف آئے گا۔"

"کیا مجھے آرام کے لیے کچھ وقت نہیں دیا جائے گا۔ جس طرح مجھے لایا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد تقریباً چوبیس گھنٹے سکون کے لیے درکار ہوں گے مجھے۔"

"یہ میں آپ سے بعد میں پوچھوں گا مسٹر مارلینو کہ آپ کو کس طرح سے لایا گیا۔ بہرطور آپ کی یہ خواہش ایک دوست کی حیثیت سے قبول کی جاتی ہے۔ آئیے میں آپ کو آپ کی آرام گاہ دکھا دوں۔" جنرل ڈی مارلینو کو لے کر ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ مارلینو خاموشی سے مسہری پر جا بیٹھا تھا۔ جنرل ڈی نے اُسے ایک بار پھر اپنے درمیان خوش آمدید کہا اور آرام کرنے کی ہدایت کر کے باہر نکل آیا۔ اُس کے انداز میں مسرور کُن کیفیت تھی۔ مارلینو کا حصول بلاشبہ انتہائی مشکل کام تھا اور جنرل جانتا تھا کہ ڈی الیون کے سپرد اُس نے ایک اہم کام کیا ہے۔ بلاشبہ ڈی الیون اس قابل

ا کہ اس کے فائل میں ایک کراؤن بنا دیا جائے اور اس کے لیے اپنی سفارشات پر غور کر رہا تھا۔

دُوسرے دن رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے جنرل ڈی نے نے کچھ خاص لوگوں کو اس سرکاری عمارت میں مدعو کیا اور اپنی کارروائی آغاز اس طرح کیا کہ سب سے پہلے اس نے مارلینو کو طلب کیا۔ لینو پُراطمینان انداز میں چلتا ہوا جنرل ڈی کے خصوصی دفتر میں نچا تھا جہاں ایک بڑی میز کے گرد چند جُغادری قسم کے انسان ٹھے ہوئے تھے اُن کے خشک چہرے پتھرائے ہوئے تھے۔ زبان پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ مارلینو کو ایک کرسی پر بٹھا دیا گیا اور زل ڈی نے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"معزز ارکان۔ آپ لوگ مسٹر مارلینو کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہی مسٹر مارلینو ہیں جنھوں نے وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کو اپنی احرانہ کوششوں سے تباہ کر دیا۔ یقینی طور پر یہ ذہنی طور پر بھی بہت اقتور ہیں اور جسمانی طور پر بھی یہ سائنسی قوتوں کے مالک ہیں اور انگ ہو کو انھوں نے ناقابلِ تسخیر بنا دیا ہے۔ اُس گانگ ہو سے جہاں ے انھیں بآسانی اغوا کر کے یہاں تک لایا گیا ہے۔ مسٹر مارلینو، پ ان باتوں سے بددل نہ ہوں آپ کو یقینی طور پر سوچنے کا کافی قع مل گیا ہوگا اور آپ نے یقیناً اس بات کا اندازہ لگا لیا ہو کہ آپ کن لوگوں کے درمیان ہیں۔" مارلینو نے اس بار بھی اموشی اختیار کی تھی پھر ایک کرخت چہرے والے آدمی نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہم اُس وقت سے اب تک کے حالات سُننا چاہتے یں مسٹر مارلینو جب آپ کو وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ میں ایک عہدہ یا گیا تھا اور اس عہدے کے تحت آپ پر کچھ ذمّے داریاں الی گئی تھیں جنھیں آپ نے بخوشی قبول کیا تھا۔ آپ کی ڈیوٹی تھی پ پہاڑوں میں ہونے والے آپریشن میں وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ مدد کریں۔ آپ نے پوری طرح وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ سے اتفاق تھا اور اچھی طرح سوچنے سمجھنے کے بعد اس سلسلے میں ان کے تھ عمل کرنے کا فیصلہ کیا تھا پھر وہ کون سے عوامل تھے جنھوں آپ کو وائٹ تھری ڈیپارٹمنٹ کے خلاف کام کرنے پر مجبور کیا ب دینا پسند کریں گے مسٹر مارلینو؟"

"بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے اور سوالات بھی میرے سامنے ھ دیں تاکہ میں اُن کے جواب صحیح طور پر سوچ سکوں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ مسٹر مارلینو کالی گھاٹی میں ہمارا مشن طرح ناکام ہوا اور آپ نے پہاڑوں میں جانے کے بعد ہمارے مقاصد کے لیے کیا کچھ کیا۔ کیا آپ اس کے بارے میں کچھ تفصیل بتانا پسند کریں گے؟"

"اس کے علاوہ اور کوئی سوال؟" مارلینو نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور جنرل ڈی کے چہرے پر کسی قدر جنون کے آثار پھیل گئے اُس نے غصیلے انداز میں کہا۔

"بے شک میں نے آپ سے یہ بات کہی ہے مسٹر مارلینو کہ آپ کی حیثیت ایک دوست کی سی ہے لیکن ایسے دوست ناپسندیدہ ہوتے ہیں جو مہمان تو بن جائیں لیکن آدابِ مہمانی نہ جانتے ہوں۔ ہمیں ایک بدترین میزبان بنانے کی کوشش نہ کیجیے۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ ہمارے سوالات کے مناسب انداز میں جواب دیں۔"

"تب میں یہ کہوں گا کہ آپ سب لوگ بے حد بدنصیب ہیں اور آپ کو اپنے اس مشن میں مکمل طور پر ناکامی ہوئی ہے۔" مارلینو کی سرد اور گمبھیر آواز اُبھری اور ان الفاظ نے جنرل ڈی کے ہوش اُڑا دیے۔ وہ خونخوار لہجے میں چیخا۔

"تم کیا کہتے ہو؟ تمھارا اس بات سے کیا مقصد ہے؟"

"میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں معزز میزبان کہ میں مارلینو نہیں ہوں۔" مارلینو کے الفاظ ایک خوفناک دھماکا تھے جو ان سب کے ذہنوں میں ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے سب کی زبانیں گنگ ہو گئیں اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جنرل ڈی متحیرانہ انداز میں مارلینو کو دیکھ رہا تھا اور اُس کے الفاظ تول رہا تھا جب اُس کے حواس کسی قدر قائم ہوئے تو وہ چیختے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیا بکواس کرتے ہو؟ کیا بکتے ہو تم۔ پھر کہو کیا کہا تم نے؟"

"بس ایک بات وہ یہ کہ میں مارلینو نہیں ہوں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے تمھارا کیا خیال ہے کیا تمھارے بارے میں ہماری معلومات اتنی ہی محدود ہیں؟"

"میں کچھ نہیں جانتا آپ یقین کریں میرے معزز میزبان کہ میں کچھ نہیں جانتا کہ آپ کے آدمیوں نے مجھے گانگ ہو کی خانقاہ سے پتا نہیں کس طرح اغوا کیا۔ میں نہیں جانتا اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں شاید بنکاک کی ہی ایک عمارت میں تھا اس کی طرزِ تعمیر سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ عمارت بنکاک ہی میں ہے۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے میرے ساتھ یہ بدسلوکی کی یعنی میرے چہرے وغیرہ کے بال صاف کر دیے اور شاید میرے چہرے پر کچھ تبدیلیاں کیں پھر مجھے انجکشن لگا کر بے ہوش کر دیا گیا۔ اس کے بعد مجھے کچھ پتا نہیں کہ کیا ہوا؟ ہوش آیا تو میں ایک اجنبی

عمارت میں تھا اور چند بداعمال میرے گرد موجود تھے۔ وہ نہ جانے کیا کیا کرتے رہے۔ میں نہیں جانتا ہاں ایک بار مجھے بے ہوش کر دیا گیا تھا اور اس بار ہوش آیا تو مجھے آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔" مارلینو کے انداز میں معصومیت تھی۔

جنرل ڈی کا چہرہ آگ بگولہ ہو رہا تھا۔ اُنھوں نے دیوانگی کے انداز میں کہا: "یہ بہت بڑا فراڈ ہے۔ اس نے بے تکا بہت سوچ سمجھ کر یہ جھوٹ تراشا ہے۔ میں جانتا ہوں کیوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کیوں؟"

"خود کو کنٹرول کریں جنرل۔ مسٹر مارلینو جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے لیے انھیں ثبوت بھی پیش کرنا ہوں گے۔" ایک کرخت چہرے والے نے کہا۔

جنرل ڈی ہذیانی انداز میں ہنس پڑا۔ "یہ شخص صرف اُس بازپرس سے بچنا چاہتا ہے جو اس سے کی جا رہی ہے۔ شاید یہ صورتِ حال کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکا۔ سنو مسٹر مارلینو ہمارے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں جو مُردوں کو بھی زبان کھولنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ تم کیا چیز ہو۔ تم نے وائی ڈیپارٹمنٹ کے قریب رہتے ہوئے یہ نہیں سوچا تھا کہ اس کا تعلق کس ملک سے ہے۔ سنو مسٹر مارلینو وائی تھری ڈیپارٹمنٹ ختم ہو چکا ہے۔ وہ لوگ مر چکے ہیں جن کا تم سے رابطہ تھا۔ یہ ذمے داری اب ڈی ڈیپارٹمنٹ کے شانوں پر ہے اور ڈی ڈیپارٹمنٹ اتنا کمزور نہیں ہے جتنا وائی تھا۔ تم سے ہمیں کوئی دُشمنی نہیں ہے۔ میں نے تمھیں ایک معزز مہمان کہا تھا۔ تم وہی حیثیت حاصل کر سکتے ہو لیکن صرف اس شرط پر کہ ہمیں وائی ڈیپارٹمنٹ کی ناکامی کے اسباب بتا دو۔"

مارلینو مسکرا دیا پھر بولا: "کمزور انسان ہمیشہ طاقتور ہونے کے دعوے کرتا رہا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم بھی کمزور ہو اور تمھاری کمزوری کی دلیل یہ ہے کہ تم خود کو طاقتور کہتے ہو اور اتنا بھی علم نہیں رکھتے کہ میں کون ہوں؟"

"تم مارلینو نہیں ہو؟"

"میرا نام آشن ہو ما ہے۔ ایک بھکشو ہوں جسے خانقاہ میں عبادت کا حکم ملا تھا، اور میں عبادت کر رہا تھا۔"

"تمھارا یہ چہرہ اصلی ہے!"

"ہاں۔ جو نقل تھی اُتر گئی۔" بھکشو ہنس کر بولا۔

"کیا مطلب؟"

"کچھ کیا تھا میرے چہرے پر کسی نے۔ جب ان لوگوں نے میرے بال وغیرہ صاف کیے تو وہ ختم ہو گیا۔ اب میری اصل شکل تمھارے سامنے ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"بڑی طاقت ہے۔ تمھارے اندر۔ بڑا گیان رکھتے ہو۔ خود اندازہ لگا لو میرے جھوٹ اور سچ کا۔" بھکشو نے بدستور مطمئن انداز میں کہا۔

جنرل ڈی کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ اُس نے ایک الماری میں رکھا ہُوا فائل نکالا اور اُسے کھول کر سامنے رکھ لیا اب وہ اس بھکشو کے خدوخال کا اس تصویر سے موازنہ کر رہا تھا اور اس کا دِل گھٹتا جا رہا تھا۔ اگر اس بھکشو کے بال اُگا دیے جائیں تو وہ مارلینو کا ہمشکل ضرور لگ سکتا تھا مارلینو نہیں۔

دفعتاً جنرل نے کہا: "تمھارے ہاتھ پاؤں اصل ہیں!"

"ہاں۔ مٹی کے اس ڈھیر میں کوئی نقص نہیں ہے۔" جنرل خود آگے بڑھا اور اُس نے دیوانگی کے عالم میں بھکشو کے بدن کا پُورا لباس پھاڑ ڈالا۔ بھکشو کسمسا کر خاموش رہ گیا۔ خود جنرل اور دُوسرے لوگ یہ اندازہ لگا چکے تھے کہ سامنے بیٹھے ہُوئے شخص کے ہاتھ پاؤں اصلی تھے۔

جنرل ڈی کے انداز میں اب ٹھہراؤ پیدا ہو گیا تھا۔ وہ سرد نگاہوں سے بھکشو کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔۔۔ "مارلینو کہاں ہے؟"

"وہ ہیں گانگ ہُو میں۔"

"اُس نے تمھیں کیا ہدایات دی تھیں؟"

"یہی کہ عبادت کرو۔" بھکشو نے سکون سے جواب دیا۔

جنرل تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اُس نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"سوری جنٹلمین۔ آپ لوگوں کو زحمت ہُوئی۔ یہ واقعی مارلینو نہیں ہے۔"

"آپ نے مکمل اطمینان کیے بغیر ہمیں دعوت کیوں دی تھی کیا یہ قابلِ تشویش بات نہیں ہے۔" ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"مجھے اعتراف ہے لیکن یہ تو میرے مشن کا ایک چھوٹا سا مرحلہ تھا۔ میں صرف مارلینو سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہاں میں وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے مشن کی ناکامی کے اسباب کیا تھے اور خود مارلینو کا اُس میں کتنا ہاتھ تھا؟"

"یہ شخص بتا سکتا ہے۔" ایک اور شخص نے طنزیہ کہا۔

"میں اس چھوٹی سی ناکامی سے بددل نہیں ہُوں۔ مارلینو بہ حیلہ ہمارے قبضے میں ہو گا۔ میں بہت جلد آپ کو اصل مارلینو

کے سامنے دعوت دوں گا بہت جلد۔"

"اس بار پہلے اپنے طور پر اطمینان کر لینا کہ اس بار تم نے اصل مارلینو کو حاصل کیا ہے یا پھر کسی اور کو پکڑ کر منگوایا ہے۔" اس شخص نے کہا اور پھر وہ سب اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ کسی نے جنرل ڈی سے الوداعی کلمات بھی نہیں کہے تھے وہ سب ایک ایک کر کے خاموشی سے باہر نکل گئے تھے۔ جنرل ڈی کی گردن کی رگیں پھُولی ہُوئی تھیں۔ اُس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ وہ بے چینی سے بار بار مٹھیاں کھول رہا تھا اور بند کر رہا تھا۔ پھر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اب اُس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا پھر اُس نے اُٹھ کر دیوار میں لگی ہُوئی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ دو وردی پوش فوجی اندر داخل ہو گئے تھے۔

"اسے ڈی کاستو میں منتقل کر دو۔"

"او کے جنرل۔" اُنھوں نے ادب سے کہا اور بھکشو کو لے کر باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد جنرل بھی باہر آ گیا اور چند منٹ کے بعد وہ اپنی کار خود ڈرائیو کرتا ہُوا اپنی رہائش گاہ واپس جا رہا تھا۔

جنرل کی خوبصورت رہائش گاہ میں اس کی خوبصورت سیکرٹری نے ایک خوبصورت مُسکراہٹ سے اس کا استقبال کیا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو جنرل۔" سیکرٹری نے اس کا کوٹ اُتارتے ہُوئے کہا۔

"پلاؤ۔" جنرل ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا اور سیکرٹری الماری کی طرف بڑھ گئی پھر وہ اس وقت تک جنرل کو پلاتی رہی جب تک اس کا ہاتھ جام پلانے کے قابل رہا۔ پھر جب جام اُس کے ہاتھ سے گر گیا تو سیکرٹری نے بھی ہاتھ روک دیا۔

دوسری صبح جنرل مستعد تھا۔ وہ شام چار بجے تک سر اُٹھائے اپنے کام میں مصروف رہا۔ چار بج کر ایک منٹ پر اُس نے سامنے رکھے ہُوئے سارے فائل بند کرا دیے اور پھر سامنے سرخ رنگ کا فون اپنے قریب سرکا لیا۔ فون پر ایک نمبر ڈائل کیا اور چند لمحات کے بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"لائی کوش بول رہا ہے سر۔"

"ڈی الیون۔ ڈی کاستو میں تمھاری ضرورت ہے۔" آدھے گھنٹے کے اندر اندر پہنچ جاؤ۔" جنرل ڈی نے جواب دیا اور فون بند کر کے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ باہر نکل کر وہ فوجی گاڑی میں بیٹھا اور ڈرائیور سے کہا "ڈی کاستو۔"

کار برق رفتاری سے دوڑنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک سنسان راستے پر مڑی اور پھر تقریباً بیس کلومیٹر کا سفر طے کر کے ایک قدیم عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی جہاں چند فوجی موجود تھے۔ جنرل کے نیچے اُترا تو ایڑیاں بجنے لگیں لیکن وہ کسی طرف دیکھے بغیر اندر داخل ہو گیا۔ ایک کمرے میں جا کر اُس نے کوٹ اور ٹوپی اُتار دی اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحات سوچتا رہا پھر ایک طرف رکھی گھنٹی بجا دی۔ فوراً ہی ایک آدمی اندر داخل ہو گیا تھا۔

"بھکشو کیا کر رہا ہے؟"

"دونوں ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کیے بیٹھا ہے جناب۔ اُس نے کچھ کھایا بھی نہیں ہے۔"

"تمام لوگوں کو سیٹ کر بیرک میں لے جاؤ اور دُوسرے حکم کا انتظار کرو۔" آنے والے نے ایڑیاں بجائیں اور مشینی انداز میں مُڑ کر باہر نکل گیا۔ جنرل ڈی تھوڑی دیر اپنی جگہ بیٹھا رہا اور پھر اس کمرے سے نکل آیا۔ باہر کسی گاڑی کے رُکنے کی آواز سُنائی دی تھی۔ جنرل جو شاید بھکشو کو دیکھنے جا رہا تھا رُک گیا۔ اس کا اندازہ درست تھا۔ چند لمحات کے بعد ڈی الیون اندر داخل ہو گیا تھا۔

جنرل کو باہر دیکھ کر وہ مستعد ہو گیا۔ "ہیلو لائی کوش۔ آؤ میں تمھارا انتظار کر رہا تھا۔" جنرل کا لہجہ بے حد نرم تھا۔ وہ واپس اسی کمرے کی طرف مُڑ گیا جس میں چند منٹ قبل موجود تھا۔ ڈی الیون اس کے ساتھ تھا۔ "بیٹھو۔" جنرل نے خود بھی ایک نشست پر بیٹھتے ہُوئے کہا۔ ڈی الیون تھوڑی سی جھجک کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"میں غیر ضروری باتوں میں کبھی دلچسپی نہیں لیتا مسٹر لائی کوش لیکن اتفاق سے حالات ایسا رُخ اختیار کر گئے ہیں کہ ان لوگوں کے بارے میں مجھے معلومات درکار ہیں جنھوں نے مارلینو کو حاصل کرنے والی مہم میں حصّہ لیا ہے۔"

"کوئی اُلجھن پیدا ہو گئی ہے جناب؟" ڈی الیون نے چونک کر پوچھا۔

"تم نے میرے الفاظ غور سے نہیں سُنے لائی کوش!" جنرل ڈی نے سرد لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں جناب۔" ڈی الیون سنبھل گیا۔

"مجھے ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات درکار ہیں۔"

"یس سر۔ دراصل میں نے اس کے لیے فرانس کی دو جرائم پیشہ عورتوں کو استعمال کیا تھا جو ڈی ڈیپارٹمنٹ میں رجسٹرڈ ہیں۔"

"نام؟" جنرل نے ایک پیڈ اور قلم اپنے سامنے سرکاتے ہُوئے کہا۔

"اسٹیلا براؤنسن۔ وینس کے ایک خوبصورت علاقے میں رہتی ہے۔" ڈی الیون نے اسٹیلا براؤن سن کے بارے میں بتایا۔

''اس سے قبل ڈی ڈیپارٹمنٹ کے لیے کچھ کرتی رہی ہے؟''

''مَیں بذاتِ خود اس سے کئی کام لے چکا ہُوں۔۔۔ اس کے باوجود۔''

''ٹھیک ہے۔ غیر ضروری تفصیل نہیں لاٹی کوش۔ دُوسری کون تھی؟''

''رینی الفانو۔''

''اس کے بارے میں تفصیل؟'' جنرل سامنے رکھے ہُوئے پیڈ پر یہ سب کچھ نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ سب کچھ لکھنے کے بعد اُس نے کہا۔ ''مارلینو کے اغوا کی رپورٹ اُنھوں نے پیش کی ہوگی؟''

''جی ہاں۔''

''دُہرا دو۔'' جنرل نے کہا اور ڈی الیون وہ کہانی سُنانے لگا جو اُسے رپورٹ کی شکل میں پیش کی گئی تھی۔ جنرل سکون سے سُنتا رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ ''یہ لوگ اپنی کارکردگی میں بہتر نہیں ثابت ہو سکے ڈی الیون؟''

ڈی الیون کا چہرہ فق ہو گیا۔ اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہُوئے کہا۔ ''میں نہیں سمجھا جناب؟''

''مارلینو۔ مارلینو نہیں ہے۔''

''جی!'' ڈی الیون

''ہاں۔ دراصل مارلینو اسمگلر ہے۔ کچھ انوکھی شخصیت کا مالک ہے وہ۔ ایک طرف وہ بڑا دھرماتما ہے اور دُوسری طرف ایک خطرناک جرائم پیشہ تم تو اس کے بارے میں پُوری تفصیل جانتے تھے۔''

''جی۔''

''لیکن جس طرح لڑکیوں نے اُسے اغوا کرکے یہاں تک پہنچایا وہ مارلینو کے شایانِ شان نہیں تھا۔ اتنی آسانی سے واقعی مارلینو جیسے شخص کا ہاتھ آنا ممکن نہیں تھا۔ جو شخص ہمارے پاس پہنچا وہ مارلینو نہیں بلکہ ایک بُدھ بھکشو ہے اور مجھے یقین ہے کہ مارلینو کی شکل میں اس کا خانقاہ میں جا بیٹھنا بے مقصد نہیں ہوگا۔''

جنرل ڈی کی آواز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو اس کے غصّے کا اظہار کرتی ہو۔ اس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار تھے۔ لیکن ڈی الیون کے ہوش گُم ہُونے جا رہے تھے۔ اُسے اپنے اطراف میں موت کی سرسراہٹیں محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ کچھ بے نام سی آہٹیں محسوس کر رہا تھا۔ اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

''کیا خیال ہے تمھارا؟'' جنرل نے پوچھا۔

''وہ۔ وہ جناب!'' ڈی الیون کی پھنسی پھنسی آواز اُبھری۔ ''مجھے یقین ہے کہ پہاڑوں میں تنظیم کی ناکامی سے اُس نے یہ اندازہ لگایا ہوگا کہ تنظیم اس کے خلاف انتقامی کارروائی ضرور کرے گی۔ وہ اپنے بچاؤ میں مصروف ہوگا اور اُس نے ایسے کچھ قربانی کے بکرے چھوڑ دیے ہوں گے جن پر وہ تنظیم کو ٹیسٹ کر سکے اور یہ اندازہ لگا سکے کہ تنظیم زیادہ سے زیادہ اس کے لیے کیا کرے گی۔''

''جی۔'' ڈی الیون کی پلکیں جُھکی جا رہی تھیں۔ وہ بہت خوف زدہ ہو گیا تھا۔

''اور اس اغوا نے اُسے ہوشیار کر دیا ہوگا مگر وہ کمبخت بھکشو اس بارے میں زبان نہیں کھول رہا۔ مَیں نے اسے یہاں منگوا لیا ہے۔ لاٹی کوش تم کوشش کرو کہ وہ ہمیں مارلینو کے بارے میں کچھ بتائے تاکہ ہمارے دُوسرے پروگرام اسی کے مطابق ہوں۔''

ڈی الیون کو ہوش آ گیا۔ ان الفاظ نے اسے ڈھارس دی تھی۔

''وہ کہاں ہے جناب؟'' -

''آؤ!'' جنرل اپنی جگہ سے اُٹھ گیا پھر وہ ڈی الیون کے ساتھ عمارت کے ایک اندرونی حصّے میں پہنچ گیا جہاں ایک بڑا سا ہال تھا۔ اس ہال میں اذیت رسانی کے بے شمار آلات رکھے ہُوئے تھے۔ ایک طرف پنجرہ سا بنا ہُوا تھا جس میں بھکشو آنکھیں بند کیے دُعا پڑھ رہا تھا۔

ڈی الیون اُس کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے پنجرے سے کچھ فاصلے پر دیوار میں لٹکی ہُوئی چابی اُٹھائی اور پنجرے کا تالا کھولنے لگا۔ پھر اس کی آواز پر بھکشو نے آنکھیں کھول دیں۔ ڈی الیون نے اُسے باہر آنے کا اشارہ کیا اور بھکشو باہر آ گیا۔

ڈی الیون کی آنکھوں میں خون اُمڈا ہُوا تھا۔ اُس نے غرّاتی ہُوئی آواز میں کہا۔ ''تم مارلینو نہیں ہو۔''

''جو ہم نہیں ہیں۔ وہ کیسے ہو سکتے ہیں بھائی؟''

''جھوٹ بولتے ہو۔ بکواس کرتے ہو۔''

''نہیں ڈی الیون یہ جھوٹ نہیں بول رہا۔ اس کے ہاتھ اصلی ہیں جب کہ مارلینو چاروں ہاتھ پاؤں سے محروم ہے۔ اسے چیک کر لیا گیا ہے۔'' جنرل ڈی نے کہا۔

''تم مارلینو کے رُوپ میں خانقاہ میں کیا کر رہے تھے؟''

''عبادت۔'' بھکشو نے آہستہ سے کہا۔

''تم نے بتایا کیوں نہیں تھا کہ تم مارلینو نہیں ہو؟''

''مجھ سے کس نے پوچھا تھا؟'' بھکشو مسکرا کر بولا۔

''مارلینو کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟'' ڈی الیون گڑگڑا کر بولا۔

''پدم شری نے یہ بات مجھے نہیں بتائی۔''

''جھوٹ بول رہے ہو تم۔''

''ایسا نہیں ہے۔''

''یہ۔ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہو۔ تمھیں زبان کھولنی پڑے گی ورنہ تمھاری زندگی عذاب بن جائے گی۔'' ڈی الیون بولا۔

''زندگی تو اُس وقت سے عذاب ہوتی ہے جب انسان اس دُنیا میں آتا ہے۔ موت اس عذاب کی لمبی گھڑیوں سے بچا لیتی ہے۔'' بھکشو نے نرم لہجے میں کہا۔

''تم کونسی موت پسند کرو گے۔ دیکھو یہاں چاروں طرف موت ہے اور یہ سب چیزیں تمھاری زبان کھول دیں گی۔'' ڈی الیون نے کہا اور بھکشو کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔

''میری خواہش ہے مہاراج کہ آپ اس بھٹی کو روشن کر دیں پھر میرے سر کو اس پر رکھ دیں۔ گرمی میرے دماغ کو لگے گی تو سارے راز باہر آ جائیں گے۔'' بھکشو نے ایک الیکٹرک کی بھٹی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ اور جنرل ڈی کا زوردار قہقہہ گُونج اُٹھا۔

''کیا خیال ہے ڈی الیون۔ تم اس کی تجویز سے اتفاق نہیں کرو گے؟'' اُس نے ہنستے ہُوئے کہا۔

''ضرور کروں گا جناب۔ یہ سادھو شاید ہمارا مذاق اُڑا رہا ہے۔'' ڈی الیون نے کہا اور اس دیوار کی طرف بڑھ گیا، جہاں الیکٹرک بھٹی کو آن کرنے کا سوئچ تھا۔ اُس نے سوئچ دبایا اور بھٹی گرم ہونا شروع ہو گئی۔ اس کی خاص قسم کی دیواریں آہستہ آہستہ سُرخ ہوتی جا رہی تھیں۔ آنچ کی آنچ میں پُورے ہال میں شدید تپش لگی۔ ڈی الیون بھکشو کی طرف بڑھا لیکن وہ خود پُرسکون قدموں سے بھٹی کی طرف چل پڑا۔ اب اس کی آواز گُونجنے لگی تھی۔ وہ کچھ گا رہا تھا جس کے بول ان کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔

''مکّار سادھو اب زبان کھول دے تیری مکّاری۔'' ڈی الیون کے مُنہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ بھکشو نے بھٹی میں چھلانگ لگا دی۔ ایک شعلہ سا بلند ہُوا، دھواں اُٹھا، گوشت جلنے کی چراند فضا میں پھیل گئی اور چند لمحات میں بھٹی میں جلی ہُوئی ہڈیوں اور گوشت کے سیاہ دھبّوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا جو آہستہ آہستہ سفید ہوتے جا رہے تھے۔

ڈی الیون کا مُنہ کھلے کا کھلا رہ گیا لیکن جنرل ڈی اب بھی پُرسکون تھا۔ ڈی الیون نے دہشت زدہ نظروں سے جنرل ڈی کی طرف دیکھا تو وہ پُرسکون لہجے میں بولا۔

''تمھاری معلومات واقعی بہت ناقص ہیں ڈی الیون۔ یہ بارکائی کے شائق ہوتے ہیں۔ خودکشی اور اذیت کی موت ان کے مذہب میں بہترین موت تصوّر کی جاتی ہے۔ ویسے ڈی الیون یہ آئیڈیا مجھے بہت پسند آیا۔''

''او، یہ کمبخت۔ یہ۔ اب کیا ہوگا جناب؟'' ڈی الیون ابھی تک اس دہشت ناک منظر سے متاثر تھا۔

''مارلینو کے مسئلے کے لیے مجھے خود ہی کچھ کرنا ہوگا۔ ڈی الیون بہت ضروری ہے۔ اس شخص کے بارے میں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ ہماری اس ناکامی میں بہت بڑا ہاتھ رکھتا ہے۔ پہلے ہمیں ان لوگوں سے نجات حاصل کرنی ہوگی ڈی الیون جو ہمارے لیے ناکامیاں تراشتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟''

''بے شک جناب۔'' ڈی الیون نے کہا۔

''تم بھی اپنی پہلی کوشش میں ناکام رہے ہو ڈی الیون۔ مَیں نے کافی تفصیل سے کہا تھا کہ جو مشن جس کے سپرد کیا جائے وہ اُسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا مجاز ہے وہ انکار کر سکتا ہے لیکن جب اس نے ایک ذمّے داری قبول کر لی تو پھر اس میں ناکامی معاف نہیں کی جا سکتی۔''

''مجھے احساس ہے جناب۔'' ڈی الیون نے گردن خم کرکے کہا۔

''اس کے باوجود تم ابھی تک زندہ ہو۔'' جنرل ڈی کی پھنکار سُنائی دی۔

''جی۔''

''جاؤ ڈی الیون۔ اس ناکامی کے بعد تمھاری زندگی مُناسب نہیں ہے۔ مَیں ناکامی کے کسی بھی نشان کو برداشت نہیں کر سکتا۔'' جنرل ڈی نے کہا اور دُوسرے لمحے اس کی زوردار لات ڈی الیون کی کمر پر پڑی اور وہ اُچھل کر بھٹی میں جا گرا۔ ایک شعلہ سا اُبھرا۔ جلتے ہُوئے گوشت کی چراند۔ خُون کی بوندوں کی چھنک۔ اور پھر سیاہ نشان۔ اس کے بعد سفید راکھ۔ ڈی الیون نے آگے بڑھ کر بھٹی کا سوئچ آف کر دیا کیونکہ ہال کی تپش اور اس میں پھیلی ہُوئی بُو ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی تھی۔

جنرل ڈی بظاہر پُرسکون تھا لیکن اُس کی پیشانی پر نمودار ہونے والی شکنیں اس بات کی غماز تھیں... کہ اس وقت اُس کا ذہن انتہائی پریشان کُن خیالات سے نبرد آزما ہے۔ وہ اپنے مُلک میں ایک قومی ہیرو کی حیثیت رکھتا تھا۔ اُس کا تعلق اُن لوگوں سے تھا، جن کے سُپرد کوئی کام کیا جاتا تو اس کی کامیابی کا یقین کر لیا جاتا تھا۔ وائی تھری ایٹ کا بدترین حشر اُسے یاد تھا اور یہ بھی یاد تھا، اُسے کہ وائی تھری ایٹ کو یہ سزا دلوانے میں اُس نے نُمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اس کی وجہ ایک قدیم دُشمنی تھی۔ اس وقت کی دُشمنی جب دونوں اکٹھے تربیت حاصل کرتے تھے۔ وائی تھری ایٹ نے ایک خصُوصی امتحان میں اُسے شکست دے کر اُس کا مذاق اُڑایا تھا اور جنرل ڈی نے یہ تاریخی الفاظ کہے تھے۔

"اس امتحان میں تمھاری کامیابی اور اس کا جشن تمھاری زندگی کا وہ تاریک دن ہے، جو مستقبل میں تمھارا مقدّر بن گیا ہے۔ تم اسی تاریک دن کا شکار ہو جاؤگے۔" یہ الفاظ وائی تھری ایٹ بھول گیا ہو، لیکن جنرل ڈی کو یاد تھے اور وہ تاریک دن آچکا تھا، جنرل ڈی نے وائی تھری ایٹ کو تاریکیوں میں دھکیل دیا تھا اور اس کے بعد پہاڑوں کا مشن اُس نے ایک چیلنج کی حیثیت سے قبول کیا تھا لیکن اب اُسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ ابھی تک کسی کامیابی کی شکل نہیں دیکھ سکا تھا اور پھر ایک عام بھکشو کا مارلینو کے میک اپ میں اُس تک پہنچنا اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ دُشمن اس سے نہ صرف باخبر بلکہ ہوشیار بھی ہو چُکا ہے۔ اگر وہ اپنے مشن میں ناکام رہا تو... کیا وائی تھری ایٹ کی طرح اُسے بھی خودکشی کرنا ہوگی؟

وہ وہاں سے نکل آیا۔ اپنی رہائش گاہ پر پہنچ کر خود کو آرام سے بہلانے لگا لیکن پریشان خیالات پھر بھی اُسے پریشان کرتے رہے۔ وہ پیتا رہا اور سر جھٹک جھٹک کر حقائق کو خود سے دُور کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

★★

دوسرے دن اُس کے بارے میں پوچھے جانے والے ہر سوال کا جواب اُس کی سیکرٹری دیتی رہی تھی۔ دوپہر کو ساڑھے تین بجے اُسے ہوش آیا تو اُس نے سیکرٹری کو طلب کر لیا۔ سیکرٹری اُسے آج کی رپورٹیں دیتی رہی، پھر اُس نے کہا۔

"بورن کیمپ سے شیران کے بارے میں رپورٹ ملی ہے، وہ اپنا مشن ختم کر چُکا ہے۔"

جنرل ڈی چونک پڑا۔ اُس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک لوٹ آئی تھی۔

"پوری رپورٹ؟" اُس نے سیکرٹری کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یس سر۔" سیکرٹری نے ادب سے کہا اور پھر اپنی ڈائری دیکھتی ہُوئی بولی۔ "بورن کیمپ کے انچارج نے اطلاع دی ہے کہ خطرناک شخص جسے شیران کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اپنے سپرد کیے ہُوئے مشن کی تکمیل کر چُکا ہے۔ اُس نے لسّن، گیرون اور آنی چک کو قتل کر دیا ہے اور..."

"ایک منٹ۔" جنرل ڈی اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہُوئے بولا۔ "کیا بورن کیمپ سے شیران کی نگرانی کرنے والے واپس آگئے ہیں؟"

"اس کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"ٹھیک ہے۔ بورن کیمپ کے انچارج سے کہو کہ شیران کی نگرانی کرنے والوں کو فوراً میرے پاس روانہ کر دے۔"

"کیا شیران کو بھی جناب؟" سیکرٹری نے پوچھا۔

"مَیں نے صرف شیران کی نگرانی کرنے والوں کا نام لیا ہے۔" جنرل ڈی غرّاتی ہُوئی آواز میں بولا اور سیکرٹری جلدی سے باہر نکل گئی۔

رات نو بجے جنرل ڈی نے نگرانی کرنے والوں سے اپنی رہائش گاہ پر ملاقات کی تو اُن کے چہروں پر خوفزدگی کے تاثرات تھے، جیسے اُن کے سامنے جنرل ڈی نہیں بلکہ کوئی خونخوار درندہ بیٹھا ہو۔ بہرحال اُنھوں نے بمشکل اپنے حواس مجتمع کیے اور رپورٹ دینا شروع کی "لسٹن کو اُس نے کٹہرے سے نکال کر قتل کیا۔"

"منظرکشی کرو۔" جنرل ڈی غرّایا اور رپورٹ دینے والے اُن لمحات کو یاد کرنے لگے۔ اُنھوں نے تفصیل سے ایک ایک بات بتائی اور پھر آنی چک اور گیرون کی موت کا منظر بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا، جو اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھا تھا بلکہ کچھ اسسٹنٹ کی زبانی سُنا تھا، جس کی حالت تین دن مسلسل خراب رہی تھی اور جو شیران کے نام پر خوف و دہشت سے کانپتا رہتا، اُس کے سُنائے ہُوئے منظرنامے میں ان لوگوں نے اپنی طرف سے کچھ اضافہ ہی کر دیا تھا، ساتھ ہی ساتھ ان کی نگاہیں جنرل ڈی کے چہرے کی جانب بھی اُٹھتی رہتی تھیں اور وہ لوگ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اُن کے الفاظ جنرل ڈی کے لیے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟

رپورٹ سُننے کے بعد جنرل ڈی خاموش ہو گیا۔ اُس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ پھر اُس نے ہاتھ کے اشارے سے اُنھیں واپس جانے کو کہا اور باہر نکلنے والوں نے دروازے سے ہی سکون کے گہرے سانس لیے اور شاید باور کیا کہ اُن کی زندگی

اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔

جنرل ڈی رائٹنگ ٹیبل پر جا بیٹھا اور اُن کے بتائے ہُوئے منظرنامے کے پوائنٹ نوٹ کرنے لگا۔ وہ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک ان پوائنٹس پر غور کرتا رہا اور پھر اُس نے سیکرٹری کو طلب کیا۔ "بورن کیمپ کے انچارج سے کہو کہ شیران کو میرے پاس بھیج دے۔"

سیکرٹری گردن خم کر کے واپس ہو گئی اور جنرل ڈی اپنے لکھے ہُوئے پوائنٹس کو پڑھ کر بڑبڑاتا رہا۔ "شاندار... بہترین... لیکن ذہن میں کچّاپن ہے، کام میں پختگی نہیں ہے، حالات سے بھڑک جانے والا ہے، دُشمن کو موقع دیتا ہے اور یہی بات اُس کے لیے کمزوری کا باعث ہے۔"

وہ کافی دیر تک کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچتا رہا اور پھر دفعتاً چونک کر کاغذ پر ایک نام لکھا۔

"ہائی شون۔" اس نام کو وہ بار بار کاغذ پر لکھتا رہا، پھر چند لمحات کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھ کر سامنے رکھے ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا اور دو نمبر ڈائل کر کے سلسلہ ملنے کا انتظار کرنے لگا لیکن اُسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی ایک آواز سُنائی دی۔

"اوالیون!" کسی نے مؤدب انداز میں کہا۔

"ہائی شون نامی ایک ادارے کی فائل لے کر فوراً میرے پاس پہنچ جاؤ، غالباً یہ کسی قسم کی تربیت گاہ ہے، جو شاید بنکاک میں ہے۔"

"بہتر جناب۔" جواب ملا اور جنرل ڈی نے ٹیلی فون کا ریسیور رکھ دیا۔

پھر بیس منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ ایک دُبلا پتلا لیکن چہرے سے انتہائی عیّار نظر آنے والا شخص، جنرل ڈی کے پاس پہنچ گیا۔ سیکرٹری اُسے اپنے ساتھ لے کر آئی تھی۔ جنرل ڈی نے گردن خم کر کے اُسے بیٹھنے کے لیے کہا اور نگاہوں کے اشارے سے سیکرٹری کو واپس جانے کا حُکم دیا۔ اس کے بعد جب اُس کی نگاہیں دُبلے پتلے شخص پر اُٹھیں تو دُبلا پتلا شخص ایک فائل پر جُھکا ہُوا تھا۔

"ہوں، شروع ہو جاؤ۔" جنرل ڈی بولا

"مسٹر ہائی شون، ڈاکٹر ہائی شون کے نام سے مشہور تھے۔ مغربی جرمنی میں اُنھوں نے نفسیات کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جاپان میں مارشل آرٹس کے اُستادوں کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا۔ اُن کے ذہن میں ایک خاص منصوبہ تھا، جس کا اظہار اُنھوں نے کینیڈا میں ہونے والی مارشل آرٹس کی ایک کانفرنس میں کیا۔ اس کانفرنس میں مسٹر ہائی شون نے جو الفاظ کہے، وہ یہ تھے۔

"انسانی فطرت پُراسرار کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ انسان کی ذات میں ایسی قوّتیں پوشیدہ ہیں کہ اگر انسان ان میں سے کچھ قوّتوں سے آشنا ہو جائے تو سُپرمین بن سکتا ہے۔ ہم عموماً ایسی کہانیاں گھڑتے رہتے ہیں، جن کے مرکزی کردار مافوق الفطرت اور ماورائی قوّتوں کے مالک ہوتے ہیں لیکن اگر ہم چاہیں تو یہ کہانیاں حقیقت کا رُوپ بھی دھار سکتی ہیں۔ ہر شخص سُپرمین بن سکتا ہے اور اپنے آپ کو اس سے کہیں زیادہ طاقتور بنا سکتا ہے لیکن ذہنی قوّتیں ہمیشہ جسمانی قوّتوں پر حاوی رہتی ہیں۔ اگر یہ دونوں قوّتیں ساتھ ساتھ چلیں تو انسان سُپرمین کی حیثیت حاصل کر لیتا ہے، ہوتا یُوں ہے کہ بعض اوقات رِنگ میں لڑنے والے دو ریسلر ایک دوسرے کو وحشیانہ انداز میں مارتے ہیں۔ اُن کی کوشش ہوتی ہے کہ دوسرے کے جسم کے کسی حصّے پر ایسی زبردست ضرب لگائیں کہ وہ حصّہ پورے بدن کے لیے اذیّت کا باعث بن جائے اور یہی چیز اُس کی شکست کا سبب ہو، لیکن جسمانی طور پر انتہائی طاقتور یہ لوگ ذہنی طور پر طاقتور نہیں ہوتے، جب کہ ذہن کی قوّتیں جسمانی قوّتوں پر ہمیشہ حاوی ہو جاتی ہیں۔ مَیں ایک ایسے ادارے کی بنیاد رکھنا چاہتا تھا اور یہی چیز ابتدا سے میرے ذہن میں تھی، جو انسان کو ایک مکمل شخصیت بخش دے، وہ لوگ جو کسی خاص قسم کی ذہنی تربیت چاہتے ہوں، اُن کی ذہنی تربیت کی جائے، جو جسمانی تربیت کے خواہش مند ہوں اُنھیں طاقتور جسم کا مالک بنایا جائے اور میری انتہائی کوشش ہے کہ ہائی شون نامی ادارے کو مَیں ان تمام خصوصیات کا حامل بناؤں۔"

فائل لانے والے دُبلے پتلے شخص نے یہ گفتگو ختم کرنے کے بعد کہا۔ "اور اس کے بعد ہائی شون کی بنیاد بنکاک میں رکھی گئی۔ یہ جگہ اس لیے منتخب کی گئی کہ جاپان، تھائی لینڈ، برما، ہانگ کانگ اور اطراف کے تمام علاقوں سے مارشل آرٹس کے ماہرین جمع کیے جائیں اور اُس نے ایسا ہی کیا۔ ذہنی تربیت کے لیے اُس نے بڑے بڑے ماہرین سے رابطہ رکھا... اور بہت سے لوگوں نے اُسے اپنی خدمات پیش کر دیں۔" فائل والے شخص نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ جنرل ڈی نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے خاموش کر دیا اور پھر بولا۔

"اس ادارے کے تربیت یافتہ لوگوں کی کیا رپورٹ ہے؟"

"ہمارے پاس صرف تین رپورٹیں ایسی ہیں جناب، جنھیں دُہرایا جا سکتا ہے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کا کیپٹن مے فیئر، جس کی شاندار کارکردگی بے شمار ممالک میں سامنے آچُکی ہے۔ مغربی جرمنی کا کیرش کیرغ، تیسری رپورٹ امریکی میرین تھاؤ کی ہے۔"

اس کے علاوہ...؟"

"بس جناب اور کوئی رپورٹ حاصل نہیں ہو سکی۔"

"ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو"، جنرل ڈی نے کہا اور وہ شخص فائل بند کر کے کھڑا ہو گیا۔ مؤدبانہ انداز میں سر خم کیا اور دروازے کی طرف پلٹ گیا۔ جنرل ڈی پھر رائٹنگ ٹیبل پر جا بیٹھا اور سامنے رکھے پیڈ پر لکھنے لگا۔

شیراں کو ہائی شون روانہ کر دیا جائے اور مسٹر ہائی شون کو اس کی تربیت کے بارے میں تمام تفصیلات فراہم کر دی جائیں اور اس کے لیے ڈی تھری کا انتخاب کیا جاتا ہے!

پتھر جیسے ٹھوس بدن کا مالک، پستہ قامت ڈی تھری اُس ٹیم میں سے ایک تھا جو جنرل ڈی نے ترتیب دی تھی اور جس کی ذمّے داری پہاڑوں کے مشن کی تکمیل تھی۔ صبح ساڑھے پانچ بجے جب اُسے جنرل ڈی کی طرف سے طلبی کا حکم ملا تو وہ خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ اگر ڈی ڈیپارٹمنٹ کا نام نہ لیا جاتا تو شاید وہ جگانے والے کو گولی ہی مار دیتا۔ اُس نے غصیلی نگاہ سے اس ملازم کو دیکھا جس نے اُسے پُرسکون نیند سے جگایا تھا لیکن جب ملازم نے جنرل ڈی کی طرف سے طلبی کا ذکر کیا تو وہ اس طرح اُچھلا تھا جیسے بستر پر کانٹے بچھے ہوئے ہوں۔ پھر اُس نے تیار ہونے میں پانچ چھ منٹ سے زیادہ کا وقت نہیں لیا تھا۔ ڈرائیور کا انتظام اس وقت ممکن نہ تھا، چونکہ ڈرائیور ٹھیک آٹھ بجے اُس کے پاس پہنچتا تھا اور اس وقت اُسے طلب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ دس پانچ منٹ اور ضائع ہو جائیں۔ چنانچہ وہ خود ہی کار لے کر نکل پڑا۔ نیند کے اثرات اب بھی اُس کے ذہن پر موجود تھے۔ چنانچہ ڈرائیونگ میں اُسے کافی مشکلات پیش آئیں لیکن جب وہ جنرل ڈی کی رہائش گاہ پر پہنچا تو اُس کے چہرے کی تمام کہولت فوراً ہی دُور ہو گئی تھی۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اُس کے کمرے میں پہنچا اور اُسے تعظیم دے کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اُس نے کن انکھیوں سے جنرل ڈی کے چہرے کو دیکھا۔ جنرل ڈی کے چہرے پر اُسے رات کی بے خوابی نظر آئی۔ اُس کی آنکھیں گہری سُرخ ہو رہی تھیں، بال منتشر تھے، سامنے ہی سگار کے بے شمار جلے ہوئے ٹکڑے پڑے تھے۔ رائٹنگ ٹیبل کے آس پاس بہت سے کاغذات بکھرے ہوئے تھے اور صرف ایک کاغذ صاف ستھری شکل میں نظر آ رہا تھا۔ جنرل ڈی نے بغیر کسی تمہید کے کاغذ اُٹھایا اور پھر اُس کی آواز اُبھری۔

"ڈی تھری شیراں کو بنکاک کے ادارے ہائی شون میں منتقل کرنا ہے۔ سُنا ہے کہ یہ ادارہ پوری راز داری کے ساتھ بین الاقوامی طور پر لوگوں کو تربیت دیتا ہے اور اُن سے یہ سوال نہیں کیا جاتا کہ وہ یہ تمام تربیت کیوں حاصل کر رہے ہیں۔ میں نے بہت غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔ گانگ ہو کا مارینو ہمارے ہاتھ نہیں آ سکا اور ڈی الیون اس کے حصول میں ناکام ہو کر سزا پا چکا ہے۔ شیراں وہ شخصیت ہے جو مارلینو کی منظور نظر تھی اور یہی وہ شخص ہے جسے پہاڑوں میں اُس جگہ سے حاصل کیا گیا تھا جہاں وائی تھری ایٹ ناکامی سے دوچار ہوا تھا۔ شیراں کے بارے میں جو رپورٹیں ہمیں موصول ہوئی ہیں۔ اُن سے یہ اندازہ ہوا ہے کہ وائی تھری ایٹ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے اس شخص کا انتخاب کر چکا تھا اور اس کے اور اُس کے درمیان طویل چپقلش رہی ہے۔ مارلینو کی تمام تر ہمدردیاں شیراں کے ساتھ رہی ہیں اور یہ بات یقینی امر کے طور پر کہی جا سکتی ہے کہ مارلینو آج بھی شیراں کے لیے افسردہ ہو گا۔ یہی شیراں اگر ذہنی تربیت مکمل کر لینے کے بعد مارلینو کی گرفتاری کا باعث بنے تو میں سمجھتا ہوں۔ ہماری دُہری کاوش کامیاب ہو جائے گی۔ ہم شیراں کے ذریعے مارلینو پر بھی ہاتھ ڈال سکتے ہیں لیکن اس کے لیے زیادہ وقت صرف نہیں کیا جا سکتا۔ شیراں کی ذہنی تربیت میں ایک کچا پن ہے۔ وہ ہیر[illegible] ازم کا قائل ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ شیراں، ہائی شون [illegible] تربیت حاصل کرے۔ اس کے لیے مسٹر ہائی شون سے وقت [illegible] تعین بھی کیا جائے تاکہ ہم اپنے اس مشن کو تیز رفتاری سے جاری رکھ سکیں۔ میں تمھیں اس سلسلے میں وقتاً فوقتاً ہدایات دیتا رہوں گا لیکن بنیادی ہدایات ذہن نشین کر لو"، جنرل ڈی چند لمحات کے لیے خاموش ہو گیا۔ ڈی تھری مستعد تھا۔ چند لمحات بعد جنرل ڈی نے پھر کہا۔

"شیراں کو ہائی شون میں داخل کرا دیا جائے گا۔ نگرانی کرنے والوں کا ایک گروہ ہائی شون سے علیحدہ رہ کر اُس سے رابطہ [رکھے گا]۔ اگر تم اس سلسلے میں خود کو مناسب سمجھتے ہو، ڈی تھری تو تم خود بنکاک جا سکتے ہو۔ نگرانی کرنے والے گروہ کو تم ہی کنٹرول کرو۔ شیراں سے ہر تیسرے دن ملاقات کر کے اُس کی ذہنی کیفیت کا جائزہ لیا جاتا رہے۔ ہائی شون میں اُسے کس حد تک کامیابی ہو رہی ہے۔ اس کا تجزیہ بھی کیا جانا چاہیے۔ مستقبل کا پروگرام ہو گا کہ شیراں کو ہائی شون کی تربیت مکمل ہونے کے بعد [illegible] بھیجا جائے گا جہاں وہ مارلینو سے ملاقات کرے گا۔ شیراں [کے] لیے جو ذہنی ہدایات جاری ہوں گی اُس کا انتظام بعد میں کر[illegible]

[ہانگ کانگ] ہو میں شیراں، مارلینو کی محبتیں حاصل کرے گا اور پھر وہی [مشن] کے حصول کا باعث بنے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پہاڑوں کے مشن [کے] سلسلے میں مارلینو ہمارے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ [ہے۔] ہم اُسے اپنے قبضے میں کریں گے اور اس کے بعد اُسی کے ذریعے [پہاڑ]وں کے مشن کی تکمیل ہو گی"، جنرل ڈی ایک بار پھر خاموش [ہو گ]یا۔ وہ سفید کاغذ اب بھی اُس کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا جس پر [رات] بھر کی کاوشوں کے بعد اُس کے ذہن نے ایک خوفناک [منص]وبہ بکھیرا تھا۔ ان تمام ہدایات کو جاری کرنے کے بعد اُس [نے] ڈی تھری کی طرف دیکھا تھا اور آہستہ سے بولا۔ "کیا اس میں کوئی بات ایسی ہے ڈی تھری جو تمہارے ذہن سے اُتر جائے؟"

"نہیں جناب! آپ جس وقت چاہیں میرا امتحان لے [سکت]ے ہیں"، ڈی تھری مؤدبانہ لہجے میں بولا۔

"تمہارا امتحان صرف یہ ہے ڈی تھری کہ مارلینو کو مجھ تک [پہن]چانے کی کارروائی مکمل کرواؤ اور اُس کا ذریعہ شیراں کو بناؤ۔"

[مارلینو] کا حصول اگر ممکن ہو جائے جناب تو کیا شیراں کو [یہ]اں واپس لے آنا ہے؟"

"ہاں... شیراں کو مارلینو کے ساتھ ہی واپس لایا جائے۔"

"احکامات کی تکمیل تو جلد از جلد ہو جائے گی لیکن پھر بھی اگر [کو]ئی وقت مقرر کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

"شیراں یہاں آ رہا ہے۔ میں اُس سے ایک ملاقات کر[وں گا۔] اس دوران بنکاک روانگی کے لیے تمہاری تیاریاں مکمل [ہو ج]انی چاہئیں، جس قدر جلد ممکن ہو سکے شیراں کو یہاں سے روانہ [کر]نا ہو گا۔ تم جا سکتے ہو"، جنرل ڈی نے اپنے مخصوص انداز [می]ں کہا اور ڈی تھری کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد وہ مشینی انداز [می]ں چلتا ہوا باہر نکل آیا۔

تین دن کے تربیتی چارٹ میں عدنان سلامن کو جن مراحل [س]ے گزرنا تھا۔ وہ اُس کے لیے بہت دلچسپ تھے۔ پہلے دن کا پہلا [مرح]لہ اُسے گرم، سرد اور اس کے بعد اس سے بھی زیادہ سرد پانی [سے] گزرنا تھا۔ اس سلسلے میں جو انتظامات تھے۔ وہ عدنان کے لیے کافی دلچسپ تھے۔ چھوٹے چھوٹے تین حوض اُس کے سامنے تھے۔ جن میں چارٹ کے مطابق پانی موجود تھا۔ بڑے بڑے پائپ [ا]ن حوضوں میں لگے ہوئے تھے، جن کا تعلق دیواروں میں منسلک [م]شینوں سے تھا۔ ایک آپریٹر وہاں موجود تھا۔ عدنان جب پانی میں اُترا تو اُس کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ یہ پانی ناقابل برداشت ہو گا لیکن یہ پانی معتدل تھا۔ اُسے نیم گرم کہا جا سکتا تھا۔ عدنان اطمینان سے پانی کی تہ میں پہنچ گیا لیکن اُسی وقت اُسے پانی کی تہ میں بھاپ سی محسوس ہوئی۔ حوض کا پانی کسی مشینی عمل کے تحت آناً فاناً گرم ہونے لگا اور عدنان بوکھلا کر سطح پر آ گیا۔

آپریٹر مشین کے ڈائل پر نگاہ جمائے ہوئے تھا اور پانی مسلسل گرم ہوتا جا رہا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد عدنان کو بدن کی کھال جلتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ اُس نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے آپریٹر کی طرف دیکھا۔ آپریٹر شاید اُس کی طرف سے بالکل ہی غافل تھا۔ وہ صرف مشین کی طرف متوجہ تھا۔

ایک لمحے کے لیے عدنان کا دل چاہا کہ وہ حوض سے نکل بھاگے لیکن اس طرح تو سارا کھیل ہی خراب ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنی ذہنی قوتوں کو مجتمع کیا اور پانی کی شدت برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ پانی انتہائی گرم ہو گیا اور عدنان کو اپنا پورا بدن جھلستا ہوا محسوس ہوا لیکن اُس پر ضد سوار ہو گئی تھی۔ اُس نے اپنے حواس مجتمع کیے اور پانی کی شدت برداشت کرتا رہا۔ چند لمحات اسی طرح گزر گئے۔ آپریٹر نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے پلٹ کر اُسے دیکھا اور پھر مشین کا سوئچ آف کر دیا۔ سوئچ آف ہوتے ہی پانی کی گرمی آہستہ آہستہ زائل ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر نارمل ہو گیا۔

"باہر آ جاؤ..." آپریٹر کی آواز اُبھری اور عدنان تیرتا ہوا باہر آ گیا۔ آپریٹر اُسے سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے سوال کیا۔ "پانی کی شدت نے تمہاری کیا کیفیت کر دی تھی؟"

"جو کچھ ہے تمہارے سامنے ہے۔ بتانا ضروری ہے۔ دوسرے حوض میں کب اُترنا ہے؟" عدنان نے سوال کیا۔

"ابھی نہیں۔ میرے ساتھ آؤ"، آپریٹر بولا اور وہ اُسے ملحقہ کمرے میں لے گیا جہاں اُس نے تولیے سے اُس کا بدن خشک کیا۔ اُس کے پورے بدن پر کسی کیمیکل کا اسپرے کیا اور اُس کے بعد اُسے ٹھنڈی کافی پینے کے لیے پیش کی گئی۔

یہ آپریٹر صرف اُسی کے لیے مخصوص تھا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد عدنان کو دوسرے مرحلے سے گزرنا پڑا۔ سرد پانی نے اُسے ذرا بھی مضطرب نہیں کیا۔ وہ اپنی قوت ارادی کو مجتمع کر چکا تھا۔ آپریٹر حسب معمول مشین پر مصروف عمل رہا... یہ درمیانہ تجربہ تھا۔ آخری مرحلہ بھی عدنان کے لیے اتنا ہی تکلیف دہ تھا۔ یہ پانی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے برف کو پگھلا کر بنایا گیا ہے بلکہ شاید برف کی سردی بھی اتنی شدید نہ ہوتی ہو گی۔

عدنان کا جسم سُن ہونے لگا اور اُسے اپنی ذہنی قوتیں جواب دیتی ہُوئی محسوس ہُوئیں لیکن ضدی باپ کا ضدی بیٹا ہر امتحان میں پورا اترنے کے لیے تیار تھا۔ آپریٹر کو خود ہی پانی کی شدت ختم کرنی پڑی اور اس کے بعد عدنان کو گرم تولیوں میں لپیٹ دیا گیا۔

اس پہلے گھنٹے کے بارے میں آپریٹر نے جو رپورٹ لکھی تھی، وہ ان الفاظ پر مشتمل تھی۔

"پاگل پن کی حد تک قوتِ برداشت کا مالک، انتہائی ضدی اور ضد میں آ کر زندگی کی بازی لگا دینے والا۔"

دوسرا گھنٹہ گھڑسواری کی مشق کا تھا اور اس مشق میں بھی عدنان کے انسٹرکٹر ہی کو شرمندہ ہونا پڑا۔ اُس نے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہُوئے کہا تھا۔ "کیا تم گھڑسواری کرتے رہے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ اس کی پُشت مجھے ماں کی آغوش کی مانند محسوس ہوتی ہے۔"

"تو پھر بھلا مسٹر ہائی شون کو مجھ سے یہ مذاق کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

پورے دن کی تربیت انتہائی دلچسپ تھی اور اس کی رپورٹ تیار ہو کر معمول کے مطابق مسٹر ہائی شون کے سامنے پہنچ چکی تھی۔

رات کو ساڑھے سات بجے کالگن اُس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ کالگن ہائی شون میں عدنان کا پہلا دوست تھا اور اپنی دلچسپ شخصیت کی بنا پر عدنان کے دل میں گھر کر گیا تھا۔ عدنان نے مُسکراتے ہُوئے اُس کا استقبال کیا اور کالگن کہنے لگا۔

"آج سے تمہارا کورس شروع ہو چکا ہوگا پرنس عدنان۔ کہو کیسی گزری؟"

"اطمینان بخش۔" عدنان نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"ویسے اگر مجھ سے کوئی پہلے دن کے بعد یہ سوال کرتا تو مَیں اُسے یہی جواب دیتا کہ آدمی کی جب موت آتی ہے تو وہ ہائی شون کا رُخ کرتا ہے۔ یقینی طور پر تمھیں بھی پہلے قوتِ برداشت کے مرحلے سے گزرنا پڑا ہوگا۔ یعنی پانی کے وہ تین نامعقول ٹینک جو پہلے ہی دن انسان کے حوصلے پست کر دیتے ہیں گرم پانی کے ٹینک میں جب مجھے اُتارا گیا اور پانی میری قوتِ برداشت سے زیادہ گرم ہو گیا تو مَیں نے باہر نکل کر آپریٹر کو دو پٹخنیاں لگائی تھیں کہ یہ سب کچھ اُس نے سازش کے تحت کیا۔ اس کے بعد آپریٹر نے آگے کا پروگرام ملتوی کر دیا تھا اور مجھے مسٹر ہائی شون سے خاصی ڈانٹ کھانی پڑی تھی۔ اب بھلا مجھے کیا معلوم تھا کہ آپریٹر کو یہ ہدایت کر دی گئی ہوگی کہ جب میں ہوش و حواس سے عاری ہونے لگوں تو پانی کی حدّت بڑھانے کا سلسلہ ترک کر دیا جائے۔ بات اُسی وقت ختم ہو جاتی تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن دوسرا دن میرے لیے اُس سے زیادہ جانگسل تھا۔ خدا کی پناہ پانی کی حدت اور پھر برف کی طرح سرد پانی نے تو اُس رات اپنے دل میں سمجھ لیا تھا کہ یہ میری زندگی کا آخری دن ہے اور اب یقیناً مجھے نمونیا ہو جائے گا لیکن ڈاکٹر ہائی شون اپنے فن کا ماہر ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ تمہارا یہ پہلا گھنٹہ کیسا گزرا؟"

"اس کی رپورٹ یقینی طور پر آپریٹر کے پاس ہوگی۔ ویسے مَیں نے آپریٹر سے کوئی بدتمیزی نہیں کی۔" عدنان نے ہنستے ہُوئے جواب دیا۔

"جسمانی طور پر تم مجھ سے زیادہ مضبوط ہو یقیناً تمہارا گریڈ بڑا ہو گا۔ البتہ میری مصیبت کا کوئی حل پیش کر سکو تو مَیں تمھیں بڑا تسلیم کروں۔"

"کیا مصیبت ہے تمہاری؟"

"جین ڈونالڈ۔"

"وہ لڑکی جس سے تم نے میری ملاقات کرائی تھی!"

"مَیں نے کیا کرائی تھی خود بخود ہو گئی تھی۔ اُس وقت اُس نے مجھے دیکھ لیا تھا اور چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔" کالگن نے مسمسی شکل بنا کر کہا۔

"کیا تم اُس سے چھپنا چاہتے تھے؟" عدنان، کالگن کی شکل دیکھ کر ہنس پڑا۔

"آہ... اپنی حماقت کا خمیازہ بُھگت رہا ہُوں۔ اُس وقت وہ بلیک بیلٹ نہیں تھی جب اُس سے میری ملاقات ہُوئی تھی۔ لڑکیوں کو نہ جانے جنگ و جدل سے کیوں دلچسپی پیدا ہو گئی۔ حلق سے جانوروں کی طرح آوازیں نکال کر کسی پر حملہ آور ہوتے اُن کی جو کیفیت ہو جاتی ہے۔ اُس سے حسنِ لطیف کو کس قدر د پہنچتا ہے۔ اس کا اندازہ تم خود کرو میرے دوست۔ ہائی شون میں تاحدِ نگاہ بکھرے ہُوئے پھولوں کے درمیان اگر یہ کھڑی ہو جائیں تو پھولوں کا حُسن بڑھ جاتا ہے۔ یہی محسوس ہوتا ہے پھولوں کی بہت سی پنکھڑیاں مل کر ایک خاص پیکر اختیار کر ہوں مجھے شاعری نہیں آتی لیکن حسین لڑکیوں کے لیے الفاظ کو بھی طرح توڑ مروڑ دو، دل کو تسکین مل جاتی ہے۔ تو یہ ٹھیک لڑکی کسی زمانے میں پھولوں کی ایک نازک سی پنکھڑی تھی اور مَیں اسے اپنے کوٹ کے کالر میں سجا لیا لیکن اس کے بعد اُس کی مشق شروع ہو گئی اور مَیں مشقِ ستم بن گیا۔ اب مصیبت یہ ہے کہ بلیک بیلٹ ہو چکی ہے لیکن کم بخت کی یادداشت اتنی عمدہ ہے کہ پہلے دن کی باتوں کو نہیں بُھول سکی۔ تم خود سوچو مَیں خود انسان اُس سے اظہارِ عشق کیسے کر سکتا ہُوں۔"

"اسی طرح جیسے پہلی بار کیا تھا۔" عدنان نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

"اس وقت اُس کے چہرے پر پھیلی ہُوئی معصومیت میں جو حُسن تھا۔ اُس کی بات ہی اور تھی اور اب تو وہ مجھے اپنی ملکیت سمجھتی ہے۔ بڑی مشکل میں پھنس گیا ہُوں، ویسے تو کچھ نہ ہوتا لیکن میری نئی دوست لیزا کئی بار یہ محسوس کر چکی ہے کہ اُس کے سامنے مَیں کچھ نروس ہو جاتا ہُوں۔"

"تو یہ کہو نا کہ تم اپنی نئی دوست کی وجہ سے پُرانی گرل فرینڈ کو کاٹنا چاہتے ہو!"

"اب جو کچھ بھی سمجھ لو، کیا تم ایک بہتر دوست ہونے کا ثبوت دے سکتے ہو۔"

"کیوں نہیں..."

"تو پھر کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ مَیں اُس سے پیچھا چُھڑا لوں۔ بدقسمتی سے وہ اپنے فن میں اس قدر ماہر ہو چکی ہے کہ ننچاکو کے اس مقابلے میں اس کا جیت جانا ضروری ہے اور اُس نے شرط لگا دی ہے۔"

"کیا شرط...؟" عدنان نے سوال کیا۔

"اس مقابلے کے بعد اُسے ایک ماہ کی رخصت مل جائے گی اور بدقسمتی سے میری حبسِ دم کی مشق بھی اسی دن مکمل ہو رہی ہے، چنانچہ ایک ماہ کی چھٹی میری بھی ڈیو ہو چکی ہے اور وہ یہ بات جانتی ہے۔ اس نے پروگرام ترتیب دیا ہے کہ اس ایک ماہ کی چھٹی میں وہ ہانگ کانگ، سنگاپور اور دوسرے مقامات میرے ساتھ گھومنے چلے گی۔ بس یوں سمجھو دوست کالگن تو مارا گیا۔"

"بہر طور کالگن اس سرسری سی ملاقات میں تو مجھے اس کے بارے میں یہ سب کچھ سوچنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے، تم ہی کچھ سوچو۔"

"ایک تجویز ہے میرے ذہن میں، ننچاکو کا مقابلہ پرسوں ہے اور جین ڈونالڈ کھانے پینے کی بے حد شوقین ہے۔ مقابلہ تین بجے شروع ہوگا۔ اگر مَیں اُسے لنچ کی دعوت دے دوں اور لنچ میں اُس کی من پسند چیزیں اُس کے سامنے پیش کر دی جائیں تو وہ سب کچھ بُھول جائے گی میرے خیال میں ہم یہی کرتے ہیں۔ مَیں تمہارے اعزاز میں پرسوں دوپہر کو اُسے لنچ کی دعوت دیے دیتا ہُوں اور پھر یہ ساری چیزیں منگوالی جائیں گی مقابلوں سے پہلے لنچ کی اجازت نہیں ہوتی، لیکن اگر وہ اس پر آمادہ ہو جائے تو اُسے اتنا کھلائیں گے کہ ناک تک بھر جائے۔ بس پھر وہ اَن فٹ ہو جائے گی اور اُس کی مدِمقابل یہ مقابلہ جیت لے گی اگر ایسا ہو گیا تو اُس کی ایک مہینے کی چھٹی کینسل کیونکہ مقابلہ جیتے بغیر اُسے یہ چھٹی نہیں مل سکتی۔ تمہارا کالگن بچ جائے گا پرنس، رحم کرو اُس پر۔" عدنان اُس کے اندازِ گفتگو پر ہنستا رہا تھا، پھر اُس نے دلچسپی لیتے ہُوئے کہا۔

"اگر یہ بات ہے کالگن تو پھر لنچ کی یہ دعوت اُسے میری طرف سے دے دو۔ تمہاری طرف سے دعوت ملنے پر شاید وہ شُبہے کا شکار ہو جائے لیکن اگر مَیں اُسے خود ہی یہ دعوت دے دوں تو...؟"

"پھر تو یُوں سمجھ لو کہ بات بن گئی۔ اگر اُس نے مقابلے کے دن کو یاد کر کے دعوت سے انکار بھی کیا تو مَیں اُسے بتا دوں گا کہ پرنس عدنان کس طبیعت کا مالک ہے۔ اُس کے بعد شاید وہ اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو۔ جب چاہو مجھ سے ملاقات کرا دینا۔ مَیں اُسے دعوت دے دوں گا۔" عدنان نے کہا۔ کالگن نے اُس کا شکریہ ادا کیا تھا اور اُس کے بعد وہ اپنی نئی دوست لیزا کے بارے میں بتاتا رہا۔ جب وہ چلا گیا تو عدنان مُسکراتے ہُوئے اُس کے بارے میں سوچتا رہا۔ زندگی کے اس رُخ سے وہ ناآشنا نہیں تھا۔ یورپ کی زندگی میں نہ جانے کیا کچھ ہُوا تھا اُس کے ساتھ، لیکن مشرق کے خون نے مغربی غلاظت کو قبول نہیں کیا تھا اور اُس نے اپنے دامن کو کبھی آلودہ نہ ہونے دیا تھا، نا ہی اُس کے دل میں کسی ایسے جذبے نے سر اُٹھایا تھا۔ وہ اس سلسلے میں پاکباز فطرت کا مالک تھا لیکن تفریحی حد تک اُس نے کبھی ان تمام باتوں سے مُنہ نہیں موڑا تھا۔

ڈنر کا لباس پہن کر جب وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہُوا تو بے شمار نگاہیں اُس کا طواف کرنے لگیں۔ ملازم نے اُس کی رہنمائی ایک میز تک کر دی تھی۔ ابھی عدنان کو بیٹھے ہُوئے چند لمحے بھی نہیں گزرے تھے کہ مس اینزا آلیورا ایک خوب صورت لباس زیبِ تن کیے اُس کے سامنے پہنچ گئی۔

"مَیں بیٹھ سکتی ہُوں پرنس؟" عدنان نے مُسکراتی ہُوئی نگاہوں سے دیکھا اور بیٹھنے کی پیشکش کر دی۔

"مَیں کتنی بے چین تھی آپ سے ملاقات کے لیے۔" اینزا کے انداز میں نمایاں تبدیلی محسوس کی جا سکتی تھی۔

"اوہ تعجب ہے، یہ آپ کے انداز میں اتنی تبدیلی کیسے پیدا ہو گئی مس آلیورا؟"

"تبدیلی پیدا ہونا ضروری تھی۔ مجھے اُن لوگوں سے پیار

ہو جاتا ہے جو مجھے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو جائیں اور تمھارے ہاتھوں مَیں خوب بے وقوف بنی ہُوں پرنس۔"

"پرنس نہیں۔ عدنان بو چیڑ۔" عدنان نے کہا اور راینزا کے حلق سے ایک بے ساختہ قہقہہ بلند ہوگیا۔

"نہیں نہیں... مَیں پہاڑوں کے شہزادے کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کرچکی ہُوں۔" وہ خفت آمیز انداز میں بولی۔

"مس آلیورا، یہ ممکن نہیں ہے۔ بھلا آپ کو میرے بارے میں کیا معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔" عدنان نے کہا۔

"اب مجھے اس قدر احمق بھی نہ سمجھو میرا اسیکرٹری مائیکل اسی کام میں مصروف رہا ہے اور اُس نے اپنے ذرائع سے کام لے کر یہ پتا لگا لیا ہے کہ تم کسی مشرقی ریاست کے شہزادے ہو۔ میرا مطلب ہے کہ کسی پہاڑی ریاست کے۔"

"مائیکل کی معلومات بلاشبہ قابلِ داد ہیں مس آلیورا۔ بہرطور مجھے آپ کی آمد پر مسرت ہے۔"

"کیا ہم دوست بن سکتے ہیں پرنس؟"

"بشرطیکہ مَیں آپ کے اُس اہانت آمیز رویے کو بھول سکوں۔" عدنان نے ایک شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اس کے لیے مَیں آپ سے معافی چاہتی ہُوں پرنس۔ دراصل مَیں صرف اپنی سطح کے لوگوں سے راہ و رسم بڑھانا پسند کرتی ہُوں۔ دیکھیے ناکم تر لوگوں میں بیٹھ کر آپ کو شدید ذہنی کوفت کا شکار ہونا پڑے گا، نہ اُن میں آداب ہوتے ہیں اور نہ ہی اُن کے انداز میں نفاست۔" وہ نفرت سے ناک سکوڑتے ہُوئے بولی۔ اتنی دیر میں ویٹر اُن کے سامنے آکر ادب سے جُھک گیا۔

"آپ کیا لینا پسند کریں گی مس آلیورا؟"

"وہی جو آپ۔" اینزا آلیورا نے جواب دیا اور عدنان سنجیدگی سے ویٹر کی جانب متوجہ ہوگیا۔

"تین بندروں کے تازہ بھیجے، ایک سیر کچا گوشت گائے کا ہونا چاہیے۔ دوسرا ٹکڑا تقریباً ایک پاؤ مس اینزا آلیورا کے لیے اور اس کے ساتھ ہی پائن ایپل جوس۔ ڈنر میں مَیں یہی لیتا ہُوں۔"

"بندروں کے بھیجے، کچا گوشت۔" ویٹر نے چونک کر عدنان کی طرف دیکھا اور عدنان نے بھی اسی طرح چونکنے کا مظاہرہ کیا۔

"کیوں کیا یہ ممکن نہیں؟"

"نہیں جناب۔ بندروں کے بھیجے تو فوراً حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، اگر آپ پہلے سے اس کا آرڈر نوٹ کرا دیتے تو ہم انتظام بھی کر سکتے تھے۔ اگر آپ رات کے کھانے میں بھی یہی سب کچھ پسند کرتے ہیں تو براہِ کرم اپنے اٹینڈنٹ کو اپنی پسند کی چیزیں نوٹ کرا دیجیے۔" عدنان نے کن انکھیوں سے اینزا آلیورا کی طرف دیکھا۔ وہ سینے پر دونوں ہاتھ رکھے ہُوئے غالباً اُبکائی روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ عدنان نے اُس کی طرف توجہ دیے بغیر ویٹر سے کہا۔

"اس کے علاوہ اس وقت مَیں اور کچھ نہیں کھاتا۔ ویٹر، کل براہِ کرم ڈنر میں اس کا انتظام کر لینا۔ دوپہر کو میں اسی قسم کی کچھ اور چیزیں لیتا ہُوں۔ بہتر یہ ہوگا کہ مَیں اٹینڈنٹ کو اس بارے میں پوری طرح سے مطلع کر دُوں... غلطی میری ہی ہے۔"

"اس وقت کچھ اور پیش کر دُوں جناب؟"

"نہیں، میرے لیے کچھ نہیں۔ مس آلیورا کے لیے۔"

"نہیں پرنس، بھوک مجھے بھی نہیں ہے۔ ہم اور آپ پھر کسی وقت ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔ پتا نہیں کیوں اچانک ہی میری طبیعت کچھ خراب ہوگئی ہے۔ کیوں پرنس کل ہم کیوں نہ ملاقات کریں۔"

"ضرور مس آلیورا، مجھے آپ کے ساتھ بیٹھ کر خوشی ہوگی۔" عدنان نے کہا اور اینزا آلیورا اس طرح اُٹھی کہ گرتے گرتے بچی اس کے بعد وہ ڈائننگ ہال میں نہیں رُکی تھی۔ عدنان نے مائیکل کو بھی اُس کے ساتھ جاتے ہُوئے دیکھا تھا۔ ویٹر سے چونکہ اُس نے پوری سنجیدگی سے یہ مذاق کیا تھا۔ اس لیے اب اُس نے ڈائننگ ہال میں رُک کر کھانا مناسب نہ سمجھا اور اُس رات کا کھانا اٹینڈنٹ کے ذریعے اپنے کمرے میں ہی منگوا لیا تھا، لیکن کھانا لانے والا ویٹر وہی تھا جس سے عدنان نے یہ تمام باتیں کی تھیں۔ ویٹر نے دبے لہجے میں اٹینڈنٹ سے کچھ کہا اور اٹینڈنٹ چونک کر اُسے دیکھنے لگا پھر اُس نے عدنان کی طرف دیکھا۔ عدنان سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ اُس نے جیب سے کرنسی نوٹ نکالے، اٹینڈنٹ کی طرف بڑھاتا ہُوا بولا۔

"یہ اپنا انعام رکھ لو۔ مَیں اُس لڑکی سے کچھ مذاق کرنا چاہتا ہُوں۔ کل اگر وہ ڈنر ٹیبل پر آئے تو میرے سامنے بندروں کے تازہ بھیجے اور گوشت ہی پیش کیا جائے۔"

اٹینڈنٹ اور ویٹر نے شکریے کے ساتھ نوٹ قبول کر لیے، یکن ویٹر متحیرانہ انداز میں بولا۔ "جناب بندروں کے بھیجے آپ س شکل میں کھانا پسند کریں گے؟"

"تمھیں تھوڑی سی محنت کرنا ہوگی۔" عدنان نے جیب سے ھر اور نوٹ نکال کر ویٹر کو دیتے ہُوئے کہا اور ویٹر نے گردن خم کر کے یہ نوٹ بھی قبول کر لیے۔ "وہ برتن جن میں تم یہ بھیجے رکھو گے ندروں کے کٹے ہُوئے سر کی مانند ہونے چاہئیں لیکن اندر سے اف ستھرے ہوں اور اُوپر سے اُنھیں دیکھ کر یہی احساس ہو کہ ندروں کی گردنوں کو تازہ تازہ کاٹ کر پلیٹوں میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے لیے تمھیں خواہ کتنی ہی رقم کیوں نہ خرچ کرنا پڑے۔ کام ضرور کرنا جو بھیجے ان سروں پر رکھے ہوں۔ وہ بکری کے ہونے چاہئیں اُبلے ہُوئے۔ اُوپری سروں کو اس طرح تراش دینا وہ ڈھکن کی مانند کھل جائیں۔ تازہ گوشت کے لیے تم ہنٹر یف سے کام چلا سکتے ہو۔ گائے کا ہنٹر بیف لے کر اُس پر اس رح، نگ چھڑک دو کہ کچا گوشت محسوس ہو۔ یہ رنگ گیلا ہونا چاہیے لیکن جو رنگ استعمال کرو گے وہ وہی ہونا چاہیے جو کھانے کی چیزوں میں استعمال ہوتا ہے۔"

ویٹر نے اٹینڈنٹ کی طرف دیکھا اور اٹینڈنٹ گردن م کر کے بولا۔ "یہ مشکل تو نہیں ہے۔"

"یقیناً، یقیناً ٹھیک ہے جناب ایسا ہی انتظام ہو جائے گا۔"

تفریح پسندی عدنان کی فطرت میں شامل تھی۔ ہائی شون بں آمد ایک جذباتی حیثیت رکھتی تھی لیکن عمر کے تقاضے بھی تھے۔ جنھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اپنے مقصد کی کمیل کے ساتھ ساتھ تھوڑی سی پُرلطف باتیں بھی عدنان کو پسند تھیں اور اس کے لیے کالگن، اینزا آلیورا جیسے کردار اُس کے سامنے آگئے تھے۔ اینزا آلیورا کی فطرت کے بارے میں عدنان چھی طرح اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ کس قسم کی لڑکی ہے۔ بہرطور فریح کی حد تک بُری نہیں تھی اور اس سے زیادہ آگے بڑھنا عدنان کے بس کی بات نہ تھی۔

ویٹر اور اٹینڈنٹ کو اعتماد میں لے کر عدنان نے اینزا آلیورا کے لیے انتظامات مکمل کر دیے تھے۔ دوسرے دن وقتِ مقررہ پر کالگن سے اُس کی ملاقات ہُوئی اور کالگن اُسے ساتھ لیے ہُوئے جین ڈونالڈ کے پاس پہنچ گیا۔ جین ڈونالڈ اچھے خاصے تن و توش کی لڑکی تھی۔ کالگن کو دیکھ کر اُس کے حلق سے ایک سُریلی چیخ نکلی اور پھر جب اُس کی نظر عدنان پر پڑی تو اُس نے دوبارہ اسی انداز میں چیخنے کی کوشش کی تھی۔ کالگن نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے دیکھ کر تم ہمیشہ اسی طرح خوشی سے چیختی ہو لیکن تمھاری دوسری چیخ میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"او شریر لڑکے۔" جین نے کالگن کو نظر انداز کر کے آگے بڑھتے ہُوئے عدنان سے ہاتھ ملایا... اور پھر اُنھیں بیٹھنے کی پیش کش کرتے ہُوئے بولی۔ "آج تم دونوں کو یہاں دیکھ کر کتنی مسرت ہو رہی ہے۔ پرنس عدنان سے تو بہت ہی مختصر ملاقات ہُوئی تھی۔ مَیں چاہتی تھی کہ ان سے ایک تفصیلی ملاقات رہے۔"

"تعجب کی بات ہے، یہی الفاظ پرنس عدنان نے تمھارے بارے میں کہے تھے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ اس وقت یہی ضد کر کے مجھے یہاں لائے ہیں۔"

جین ڈونالڈ پھر اُسی انداز میں چیخی تھی اور عدنان بمشکل تمام اپنی مسکراہٹ پر قابو پا سکا تھا۔ بہرطور اپنے دوست کالگن کے لیے اُس نے اس کھیل کو آگے بڑھانے کی ابتدا کی اور مُسکراتے ہُوئے بولا۔

"کالگن نے کچھ اس انداز میں آپ کی تعریفیں کیں مس ڈونالڈ کہ مَیں آپ میں دلچسپی لیے بغیر نہ رہ سکا۔ سُنا ہے آپ نے ہائی شون میں اپنی تربیت نہایت شاندار طریقے سے جاری رکھی ہے اور بہت سے مرحلے طے کر چکی ہیں۔"

"او... کالگن شریر لڑکا... بس اس کی ایسی ہی باتیں مجھے بے وقوف بنا دیتی ہیں۔ ورنہ..." جین نے کالگن کی طرف دیکھا اور کالگن بُرا سا مُنہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"مس ڈونالڈ، آپ کے دیگر مشاغل کیا ہیں؟"

"کوئی خاص نہیں... ہائی شون میں بوریت کے علاوہ کیا ہے۔ اتنی پابندیاں ہیں یہاں کہ انسان اپنے آپ کو قیدی محسوس کرنے لگتا ہے۔"

"اس تربیت کا مقصد کیا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ آپ اپنی تربیت مکمل کرنے کے بعد کیا کریں گی؟"

یہ پروگرام میرے پاپا کے ذہن میں ہے... وہ پولیس ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں اور شاید مجھے بھی پولیس ہی میں لانا چاہتے ہیں۔"

"گڈ... گڈ... تب تو آپ کے سامنے بہترین مستقبل ہے۔ مَیں وقت سے پہلے ہی آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہُوں۔"...

جین ڈونالڈ پھر اُسی انداز میں چیخی تھی اور اس کے بعد اُس نے کالگن اور عدنان کا شکریہ ادا کیا تھا تقریباً پینتالیس منٹ تک

عدنان، کانگن کے ساتھ وہاں رہا اور اسی دوران اُس نے روا روی میں جین ڈونالڈ کو اپنے ساتھ لنچ کی دعوت دے دی۔

جین بہکی ہوئی تھی ہی اُس نے فوراً ہی یہ دعوت قبول کر لی اور رخصت ہوتے ہوئے عدنان نے اُس سے وعدہ لیا اور کہا کہ اُسے صرف وہی دوست پسند ہیں جو وعدے کی پابندی کرتے ہیں۔ کانگن واپسی پر بہت خوش نظر آرہا تھا۔ عدنان نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ابتدائی کوششیں خطرناک تھیں کانگن۔"

"کک... کیا مطلب؟"

"تم نے اُس پر اس طرح کا اظہار کیا تھا جیسے میں اُس کی جانب مائل ہوں۔"

"غلط نہیں کیا تھا یار، تم نے دیکھا نہیں کہ اس کے بعد سے وہ مسلسل تمہارے لیے ہی بھونکتی رہی تھی۔" کانگن نے اس انداز میں کہا کہ عدنان کے حلق سے ایک بے ساختہ قہقہہ بلند ہوگیا۔

"ہاں، اُس کی چیخیں تو واقعی ہولناک ہیں۔ ان چیخوں کا راز کیا ہے؟" عدنان ہنستے ہوئے بولا۔

"مسٹر ہائی شون بعض معاملات میں کچھ زیادہ ہی سائنٹیفک ہوگئے ہیں۔ اُن کے خیال میں حملہ کرنے کی قوت کو بڑھانے کے لیے دہاڑنا ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح پورے بدن کی قوت مجتمع ہو جاتی ہے۔ یہ بات مردانہ آوازوں تک تو ٹھیک تھی لیکن اگر بے سُری لڑکیاں بھی حلق پھاڑ کر دہاڑنے لگیں تو تم بتاؤ اس سے کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟ اور بعض لوگوں کو اس طرح عادت پڑ جاتی ہے جیسے اس لڑکی کو۔ اب یہ ہر بات پر دہاڑتی ہے اگر کبھی غیر متوقع طور پر اس کے کمرے میں آجاؤ۔ اسی طرح دوستوں سے ملتے وقت بھی یہ اسی انداز میں دہاڑنے کی کوشش کرتی ہے تاکہ حملہ کرنے کی قوت مجتمع ہو جائے۔" کانگن کی اس وضاحت پر عدنان ہنستے ہنستے بے حال ہوگیا۔

"تم واقعی بقول اُس کے شریر انسان ہو۔"

"کچھ بھی کہہ لو دوست، جو احسان تم مجھ پر کر رہے ہو اس کے عوض میں، تمہاری ہر بات برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں۔" کانگن نے جواب دیا اور پھر دوسرے دن کی تفصیلات طے کرنے کے بعد وہ عدنان سے رخصت ہوگیا۔

تقریباً ساڑھے چار بجے اُس کی ملاقات اپنے انسٹرکٹر سے ہوئی جو آج پانچ بجے اُسے چارٹ کے مطابق ورزش کرانے والا تھا۔ انسٹرکٹر نے مسکراتے ہوئے اُسے پہلی مشق میں کامیابی پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

"قوتِ برداشت کے ریکارڈ میں تم نے ایک شاندار اضافہ کیا ہے اور تمھیں ایک ہزار میں سے نو سو اٹھانوے نمبر دیے گئے ہیں جب کہ آج سے تین سال پہلے ایک افریقی نوجوان کو قوتِ برداشت کے سلسلے میں نو سو چھیانوے نمبر دیے گئے تھے۔ اس طرح تم نے ہائی فون میں ایک خصوصی مقام حاصل کر لیا ہے یعنی اب تمہارا اشمار اُن لوگوں میں ہوگا جو یہاں کچھ خصوصی ریکارڈ قائم کرتے ہیں۔ اُن کے لیے بہت سی مراعات شروع ہو جاتی ہیں۔"

عدنان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس شام کی مشق سے اُسے سات بجے فرصت ملی تھی اور ساڑھے سات بجے جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو دروازے پر اُسے مائیکل کی شکل نظر آئی۔ اینزا آلیورا کا یہ دلچسپ سیکرٹری اس وقت بھی چہرے پر لاتعداد حماقتیں سجائے ہوئے اُس کے کمرے کے دروازے کے سامنے اسٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ عدنان کو دیکھتے ہی وہ جلدی سے اسٹول سے کھڑا ہوگیا۔ اُس کے چہرے پر خوش گوار تاثرات نہیں تھے۔

عدنان نے اُسے دیکھ کر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ڈیئر مائیکل تمھیں اس حالت میں دیکھ کر مجھے انتہائی دُکھ ہو رہا ہے۔"

"کک... کیا مطلب ہے تمہارا؟" سیکرٹری نے اپنے لباس کو اُوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے بُرا ماننے والے انداز میں کہا۔

"کیا تمہاری ڈیوٹی میرے چپراسی کی حیثیت سے لگا دی گئی ہے۔ اسٹول پر تم اسی انداز سے بیٹھے ہوئے تھے۔ سیکرٹری کو شاید پہلی بار احساس ہوا کہ اُسے اسٹول پر نہیں بیٹھنا چاہیے تھا لیکن اس وقت اُس نے اس بارے میں نہیں سوچا تھا۔ وہ عدنان کے کمرے کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا کہ ہائی فون کا ایک ملازم ادھر سے گزرا اور اُس نے از راہِ کرم اُسے بیٹھنے کے لیے اسٹول دے دیا تھا۔ مائیکل نے اسٹول کو ٹھوکر لگائی اور غصیلے لہجے میں بولا۔

"یہاں کے لوگ انتہائی بدتمیز اور جاہل معلوم ہوتے ہیں۔ میں اینزا آلیورا کا سیکرٹری ہوں مسٹر بوچیٹر۔ مم... میرا... مطلب ہے مسٹر پرنس کس کی مجال ہے کہ مجھے کوئی اور ملازمت پیش کر سکے!"

"اوہ... اچھا، اچھا۔ مجھے غلط فہمی ہوئی سوری۔ کیا تم میرا انتظار کر رہے تھے؟" عدنان نے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے کہا اور سیکرٹری بھی اُس کے پیچھے اندر آگیا۔

"ہاں تم نہایت چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو۔ جب سے تم بوچیٹر سے پرنس بنے ہو۔ وہ احمق لڑکی پاگل ہوگئی ہے!"

"ایک منٹ۔" عدنان نے جیب سے نوٹ بک نکالتے ہوئے ...ا اور پھر بال پوائنٹ سے اُس پر لکھنے لگا۔ احمق لڑکی۔

"کیا لکھ رہے ہو؟" سیکرٹری اُچک اُچک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"احمق لڑکی۔" عدنان نے جواب دیا اور سیکرٹری ہونقوں کے ...انداز میں دیکھنے لگا۔

"تت... تم... تم آخر کیا چاہتے ہو؟ مجھ سے کیا دُشمنی ہے؟ ...ہاری۔ ارے خُدا کے لیے میری باتوں کو نظر انداز کر دیا کرو، بھلا ...یں کیا ملے گا اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ گیا؟"

"نہیں نہیں یہ کچھ اور معاملہ ہے۔" عدنان نے نوٹ بک ...ب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"کک... کیا معاملہ ہے؟" سیکرٹری ہکلایا۔

"اس کے بارے میں اُس وقت تمھیں بتاؤں گا، جب اس کی ...رورت پیش آئے گی۔ بیٹھو۔" سیکرٹری دھم سے صوفے پر بیٹھ ...ا۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں عدنان پر جمی ہوئی تھیں۔ عدنان نے ...اس ت... تے ہوئے کہا۔

"ہاں اب بتاؤ تمہاری شانِ نزول کس سلسلے میں ہوئی ہے؟"

"ایں..." سیکرٹری چونک پڑا۔ پھر جلدی سے بولا۔

"مس اینزا آلیورا چاہتی ہیں کہ رات آپ اُن کے ساتھ ...ز کریں۔"

"اوہ... کہاں...؟"

"اُن کے کمرے میں۔" مائیکل نے جواب دیا۔

"ڈیئر مائیکل... اینزا آلیورا سے کہو کہ آج وہ ڈائننگ ہال ...میرے ساتھ کھانا کھائیں، مجھے خوشی ہوگی۔ اس کا فیصلہ میں ...لے ہی کر چکا تھا۔"

"یعنی اُلٹی دعوت۔"

"مسٹر جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے تم وہی کرو۔" عدنان نے ...ب سے نوٹ بک نکال کر اُسے بال پوائنٹ سے ٹھونکتے ...ئے کہا اور مائیکل کا چہرہ زرد ہوگیا۔

"بہتر ہے، بہتر ہے۔ میں اطلاع دیے دیتا ہوں۔" وہ ...رسی سے اُٹھا اور مزید کچھ کہے بغیر دروازے کی طرف بڑھ ...ا۔ عدنان نے نوٹ بک جیب میں رکھ لی تھی۔ اس کے بعد ...ے اینزا آلیورا کی طرف سے کوئی ہدایت نہ ملی اور وقتِ مقررہ ...وہ ڈائننگ ہال میں پہنچ گیا۔ اُس کی میز کا ویٹر وہی تھا جس سے ...ں نے ساز باز کر لی تھی۔ اینزا آلیورا بھی تھوڑی دیر کے بعد ہنستی ...ملاتی اُس کے پاس پہنچ گئی۔ اُس نے ایک خوب صورت لباس پہنا ہوا تھا۔ بلاشبہ حسین شکل و صورت کی مالک تھی۔ اس لیے اس لباس میں خوب جچ رہی تھی۔ عدنان نے اُس کی پذیرائی کی اور وہ بیٹھ گئی۔

"پرنس... مجھے بے وقوف سمجھتے ہو تم۔"

"اوہو... میں سمجھ گیا کیا آپ کے سیکرٹری نے آپ سے یہ بات کہی تھی مس آلیورا؟"

"نہیں، کل تم نے مجھے جس طرح بے وقوف بنایا پہلے تو میں سچ مچ اس پر غور کرتی رہی بعد میں بڑی شرمندگی ہوئی مجھے۔"

"ہاں مس آلیورا، بندر کے بھیجے انسانی زندگی سے بڑا گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ایک مرتبہ انھیں استعمال کر کے دیکھیں۔ زندگی کا رُخ ہی بدل جائے گا۔"

"اُف... کتنی گھناؤنی باتیں کرتے ہو تم، میں جانتی ہوں کہ یہ سب مذاق ہے۔"

"اس کے لیے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ بہرحال، آپ کیا لینا پسند کریں گی؟"

"میں تمہاری دعوت کرنا چاہتی تھی لیکن تم نے قبول نہیں کی، کوئی حرج نہیں ہے۔ یہاں سہی آج تم میری پسند کا کھانا کھاؤ گے۔"

"میں اس سلسلے میں معذرت خواہ ہوں۔ آپ شاید میری ریاست کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ پہاڑوں کی ریاستوں کے اصول اور اُن کا طرزِ زندگی عام دُنیا سے بالکل مختلف ہے۔ میں نے یورپ میں آنکھ کھولی ہے اس لیے میرے اندر نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوگئی ہیں... لیکن اپنے رسم و رواج، اپنے یہاں کے کھانوں کو میں دوسری تمام چیزوں سے افضل سمجھتا ہوں۔ اس لیے معذرت خواہ ہوں۔ آپ اپنی پسند کے کھانے کا آرڈر دیجیے اور مجھے میری پسند کا کھانا کھانے دیجیے۔" عدنان نے کہا۔ اینزا آلیورا اب بھی اُسے مذاق کے انداز میں دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" وہ بولی۔ "تم اپنی پسند کا کھانا منگوا لو۔ ویٹر..." اُس نے ویٹر کو آواز دے کر مینو طلب کر لیا اور پھر چند چیزیں منتخب کر کے اُسے نوٹ کرا دیں، جو تھوڑی ہی دیر کے بعد میز پر سرو ہوگئی تھیں۔ عدنان نے ویٹر کی طرف دیکھا اور سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"میرا کھانا لے آؤ۔" ویٹر گردن خم کر کے چلا گیا تھا۔ اینزا آلیورا نے پلیٹیں عدنان کے آگے سرکائیں تو عدنان نے پھر معذرت آمیز انداز میں کہا۔

"مس آلیوا پلیز... آپ لیجیے میری پسندیدہ خوراک آ رہی ہے اور جب یہ پسندیدہ خوراک اینزا آلیورا کے سامنے پہنچی تو اُس کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکل گئی. وہ جلدی سے کرسی پیچھے کھسکا کر اُٹھ گئی تھی. نفیس قسم کے برتنوں میں بندروں کے تین سر رکھے ہُوئے تھے. برتنوں کی تہ میں تھوڑا تھوڑا خون پھیلا ہُوا تھا. بالکل کٹے ہُوئے تازہ سر معلوم ہو رہے تھے. اس کے ساتھ ہی گوشت کا ایک لوتھڑا بھی ایک بڑی سی ڈش میں نظر آ رہا تھا. لوگوں نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا اور پھر ایک تماشا سا لگ گیا. عدنان نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور پھر سرد لہجے میں بولا.

"براہِ کرم! آپ لوگ اس طرح ہمیں تماشا نہ بنایئے اپنی اپنی میزوں پر جا کر بیٹھیے" لوگوں نے اُس کی بات کا نوٹس لیا تھا لیکن بے شمار نظریں اب بھی اُسی پر جمی ہُوئی تھیں. اینزا آلیورا کو چکر آ رہے تھے اور مائیکل اُس کے پیچھے ایسا پوز بنائے ہُوئے کھڑا تھا کہ جونہی اینزا چکرا کر زمین پر گرے گی وہ اُسے سنبھال لے. عدنان نے بندر کے سر کا ایک ڈھکن اُٹھایا اور پھر چمچے سے اُس کے اندر کا بھیجا کھانے لگا.

اینزا کی دوسری چیخ بلند ہُوئی اور وہ بڑے اطمینان سے مائیکل پر ڈھیر ہو گئی. بدقسمتی سے مائیکل اس وقت اُس کی طرف متوجہ نہ تھا. چنانچہ وہ بھی آلیورا کے ساتھ زمین بوس آ رہا. ڈائننگ ہال میں موجود بہت سے لوگ اینزا آلیورا کے قریب پہنچ گئے تھے. جب کہ عدنان نہایت اطمینان سے نام نہاد بندروں کے بھیجے پر ہاتھ صاف کرنے میں مصروف رہا. اُس نے اینزا آلیورا کے بے ہوش ہو کر گرنے کی کوئی پروا نہ کی تھی.

مائیکل بے ہوش اینزا کو دو افراد کی مدد سے اُٹھا کر لے گیا تھا. لوگوں نے عدنان کی لاتعلقی کو بہت محسوس کیا تھا. ڈائننگ ہال میں بیٹھے ہُوئے بیشتر لوگوں کی نگاہیں اُسی پر جمی ہُوئی تھیں. اُس کی حرکات لوگوں کو عہدِ قدیم کے انسانوں کی یاد دلا رہی تھیں لیکن ہائی شون کے قواعد کے مطابق کسی نے بھی اُسے ٹوکنے کی جُرأت نہ کی تھی; البتہ ہر شخص کے دل میں اُس کے لیے تجسس پیدا ہو گیا تھا. کھانے سے فارغ ہو کر عدنان نے اطمینان سے واش بیسن پر ہاتھ دھوئے اور پھر اپنے کمرے میں آ گیا. اُس کے سینے میں قہقہے مچل رہے تھے. ممکن ہے اینزا آلیورا اب اُس کی جانب رُخ بھی نہ کرے.

دوسرا دن کانگن کے لیے مخصوص تھا. کانگن صبح دس بجے عدنان کے کمرے میں آ گیا "معاف کرنا پرنس عدنان تم بھی کیا سوچتے ہو گے میرے بارے میں، لیکن مَیں تمہاری تربیت کا چارٹ دیکھ کر آ رہا ہُوں. تمہارا آج کا پروگرام بھی ساڑھے سات بجے ہے. گویا باقی دن کی چھٹی، چنانچہ اپنے پروگرام کی تکمیل کے لیے مَیں نے تم سے چند مشورے کر لینا ضروری سمجھا ہے."

"اس دوران تمہاری ملاقات جین ڈونالڈ سے ہُوئی؟" عدنان نے سوال کیا.

"ہاں اُس نے میرے کمرے کے کئی چکر لگائے... لیکن خوش قسمتی سے مَیں اُس کے ہتھے نہ چڑھ سکا" کانگن نے مُسکراتے ہُوئے جواب دیا.

"کیا خیال ہے تمہارا کہیں وہ آج لنچ سے معذرت کے لیے تو تمہیں تلاش نہیں کر رہی؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا، دعوت چونکہ تمہاری طرف سے ہے اور آج کل وہ تمہارے لیے بھونک رہی ہے اس لیے ذرا سکون ہے."

"احمق ہو تم" عدنان جھینپے ہُوئے انداز میں بولا.

"کیوں میرے بھائی؟" کانگن نے تمسخرانہ انداز میں بھویں اچکا کے پوچھا.

"اگر بقول تمہارے، وہ میرے لیے بھونک رہی ہے تو پھر تمہیں کیا تشویش ہے؟ کیوں بے چاری کو ایک مہینے کے لیے مصیبت میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟"

"اس سلسلے میں، مَیں کیا کہوں بس یُوں سمجھ لو مَیں خوفزدہ ہُوں" کانگن نے جواب دیا اور عدنان ہنسنے لگا، پھر وہ وقت مقررہ پر میس میں پہنچ گئے، جہاں جین ڈونالڈ اُن کی منتظر تھی.

اُس کے چہرے سے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کسی خیال سے متردد ہے، بلاشبہ کانگن کا یہ خیال درست معلوم ہوتا تھا کہ اب جین ڈونالڈ نے اپنی تمام تر توجہ عدنان پر منتقل کر رکھی ہے. کانگن سے زیادہ اُس نے عدنان کا پُرجوش خیرمقدم کیا تھا. اپنی مخصوص میز پر پہنچ کر تینوں بیٹھ گئے. جین ڈونالڈ، عدنان سے اُس کے بارے میں گفتگو کرنے لگی اور کانگن میز کی سطح پر طبلہ بجاتے ہُوئے پاؤں تھرکاتا رہا. اُس نے دونوں کی گفتگو میں دخل دینے کی کوشش نہیں کی تھی، پھر جب ویٹر مینو کارڈ لے کر آیا تو کانگن نے اُسے جھپٹ لیا

وہ جانتا تھا کہ کھانے کے معاملے میں جین ڈونالڈ کی کمزوریاں کیا ہیں. چنانچہ چند ہی لمحات میں ویٹر نے میز بھر دی اور کانگن بڑے مخلصانہ انداز میں جین ڈونالڈ کی پذیرائی

کرنے لگا. کھانے کے معاملے میں جین ڈونالڈ واقعی کچی تھی... اپنی پسندیدہ ڈشیں پا کر وہ بے قابو ہو گئی.

عدنان متحیرانہ انداز میں اُسے کھاتے ہُوئے دیکھ رہا تھا. جین ڈونالڈ اس طرح ماحول سے بے خبر ہو گئی تھی جیسے وہ ہال میں یکہ و تنہا ہو. کافی دیر کے بعد اُس نے سر اُٹھایا. حیرت سے اُن دونوں کو دیکھا اور پھر ہنس پڑی.

"آپ لوگ بھی تو کچھ لیجیے نا!"

"لے رہے ہیں لے رہے ہیں تم اطمینان سے مصروف رہو" کانگن پیار بھرے انداز میں بولا. وہ بہت مطمئن نظر آ رہا تھا. جین ڈونالڈ جتنا کھا چکی تھی، وہ کانگن کے لیے اطمینان بخش تھا. کھانے کے بعد جین ڈونالڈ تھوڑی دیر تک گفتگو کرتی رہی، پھر اُس نے اُٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا.

"دراصل پرنس، آج میری پرفارمنس ہے اس لیے..."

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی. دفعتاً عدنان نے اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار دیکھے. غالباً اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا. وہ چند لمحات اس کیفیت کا شکار رہی اور پھر بولی "آیئے پرنس چلیں. یقیناً اب ہم ملتے رہیں گے."

میس سے باہر نکلنے کے بعد کانگن نے سب سے پہلے جین سے ہاتھ ملاتے ہُوئے کہا "جین، مَیں تمہارے ایرینا میں ضرور آؤں گا، مجھے یقین ہے کہ تم آج نن چاکو کا آخری اعزاز بھی جیت لوگی... پھر جین کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ عدنان کو خدا حافظ کہہ کر کھسک گیا.

عدنان اُس کی شرارت سے لُطف اندوز ہو رہا تھا. حالانکہ اس وقت عدنان کو جین کے ساتھ تنہائی کے لمحات میسر ہُوئے تھے لیکن وہ اس وقت بدحواسی کا شکار تھی، چنانچہ وہ بھی رخصت ہو گئی. عدنان مُسکراتا ہُوا واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا تھا.

ہائی شون کی دلچسپیاں عدنان کا دل موہ چکی تھیں اور اُسے احساس ہو رہا تھا کہ تربیت کا یہ عرصہ بہت خوشگوار گزرے گا لیکن اپنے مشن کو بھولنا اُس کے بس کی بات نہ تھی. تین بجے وہ تیار ہو کر باہر نکلنے لگا تھا کہ کانگن پھر پہنچ گیا. اُس نے گرمجوشی سے عدنان کا ہاتھ پکڑتے ہُوئے کہا.

"عزیز دوست! حالات میرے موافق ہوتے جا رہے ہیں بس اب تمہارا کام یہ ہے کہ لیزا کی محبت کو کامیاب بناؤ."

"کانگن! اب مجھ پر اتنی ذمے داریاں نہ ڈالو کہ مَیں تم سے بھاگنے لگوں براہِ کرم لیزا کی ملاقات مجھ سے نہ کرانا."

"میرا دماغ خراب نہیں ہے کہ اپنی راہ میں کانٹے بوؤں، مجھے تو اب یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اگر آج جین ڈونالڈ کے ساتھ یہ خطرناک مذاق نہ بھی کیا جاتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا. اُس کی ہر ادا بتاتی ہے کہ وہ تمہاری طرف راغب ہے اگر وہ نن چاکو کا مقابلہ جیت بھی جاتی تو میرا خیال ہے، میرے ساتھ آؤٹنگ کا پروگرام ملتوی کر دیتی." عدنان مُسکراتا رہا تھا. تھوڑی دیر کے بعد وہ ایرینا نمبر تین میں داخل ہو گئے، جہاں نن چاکو کے مقابلے شروع ہو چکے تھے.

جین ڈونالڈ سامنے کے رُخ، کرسی پر بیٹھی ہُوئی تھی. اُس کی مدِمقابل بھی اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر موجود تھی لیکن جین ڈونالڈ کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں. اُسے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا لیکن اب کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا. اُس کی مدِمقابل اُس کے مقابلے میں بڑی چاق و چوبند نظر آ رہی تھی. عدنان اور کانگن اُس سے کافی فاصلے پر تماشا دیکھنے والوں کی گیلری میں تھے. اس لیے جین ڈونالڈ کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی.

تھوڑی دیر کے بعد اُن کے نام پکارے گئے... اور جین ڈونالڈ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہُوئی ایرینا میں داخل ہو گئی، جہاں اُس کی مدِمقابل نن چاکو گھما رہی تھی. جین کے انداز سے ہی پتا چلتا تھا کہ وہ فِٹ نہیں ہے. مقابلہ شروع ہُوا اور جیسا کہ اُن دونوں کا اندازہ تھا. جین اپنی مدِمقابل پر حاوی ہونے میں ناکام رہی. وہ مسلسل چوٹیں کھا رہی تھی اور اُس کے پوائنٹ کم ہوتے جا رہے تھے. مقابلہ تقریباً تیرہ منٹ جاری رہا اور جین کی مدِمقابل اُس سے کہیں بہتر پرفارمنس کا مظاہرہ کر چکی تھی.

اس کے بعد دوسرے مقابلے شروع ہُوئے لیکن جین ایرینا میں نہ رُکی. عدنان نے بھی اُٹھنے کا ارادہ کیا تو کانگن نے زبردستی اُس کا بازو پکڑ کر اُسے بٹھاتے ہُوئے کہا.

"نہیں پرنس، بس تھوڑی دیر اور. وہ ذرا اپنے کمرے میں چلی جائے. اس کے بعد ہم یہاں سے اُٹھیں گے. تمہارا بے حد شکریہ! تم نے میرا مستقبل محفوظ کر دیا." عدنان ہنستا ہُوا بیٹھ گیا.

شام کو ساڑھے سات بجے وہ اپنی تربیت گاہ میں پہنچ گیا اور وہاں کے معمولات سے فارغ ہونے کے بعد ہائی شون کے ایک حسین گوشے میں جا بیٹھا. اس وقت وہ

یہاں کے ہنگاموں سے دُور ہٹ کر اپنے مشن کے بارے میں
سوچنا چاہتا تھا۔

مسٹر ہائی شون کی عقابی نگاہوں نے اُس شخص کا
جائزہ لیا جس کا نام اُس کے فارم پر شیران سلامن لکھا ہُوا تھا۔
انسانی نفسیات اور چہرے کی بناوٹ سے کسی شخص کے
بارے میں اندازہ لگا لینا ڈاکٹر ہائی شون کے لیے مشکل نہ تھا۔
چنانچہ جس شخص کو اُنھوں نے شیران سلامن کے ساتھ اُس
کا کمرا دکھانے کے لیے بھیجا، اُس سے اُنھوں نے آہستہ
سے کہا تھا۔

"اس شخص سے محتاط رہنا، یہ خطرناک آدمی ہے لیکن
دو دن تک شیران نے اپنی کسی خطرناک کیفیت کا مظاہرہ
نہیں کیا۔ آج اُس کی تربیت کا پہلا مرحلہ شروع ہونے
والا تھا۔ جنرل ڈی نے خصوصی انتظامات کے تحت شیران
کو بنکاک بھجوایا تھا۔ ڈی تھری اُس کے نگران کی حیثیت
سے ساتھ آیا تھا اور وہاں سے روانہ ہوتے وقت جنرل ڈی
نے ڈی تھری کو خصوصی ہدایات دیتے ہُوئے کہا تھا۔

"ڈی الیون کا تذکرہ کر کے مَیں تمھیں شرمندہ نہیں
کر رہا۔ مَیں نے جب تنظیم کی سربراہی سنبھالی تو اُس وقت یہ
الفاظ واضح انداز میں کہے تھے کہ مَیں ناکامی برداشت نہیں
کروں گا اور آپ لوگوں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ آپ اپنی
بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں گے۔ بدقسمتی سے وائی تھری
ڈیپارٹمنٹ نے بھی شیران ہی کا انتخاب کیا تھا اور ناکام رہے
تھے۔ مَیں نے اسی کردار کو ایک چیلنج کی حیثیت سے قبول کیا
ہے اور اسی کے ذریعے مَیں اپنے مشن کی تکمیل کروں گا۔
مسٹر مارلینو شیران کے ہاتھوں بآسانی شکار ہو جائیں گے اور
میرا خیال ہے۔ اس بار وہ کوئی چالاکی نہیں دکھا سکیں گے۔"
ڈی تھری نے پوچھا تھا۔

"جناب عالی! کیا شیران کو اُس کا کردار معلوم ہے، کیا وہ
جانتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے؟"

"ہاں مَیں نے اُس کے ذہن میں وہ تمام باتیں محفوظ کر دی
ہیں جن کا تعلق اُس کی کارکردگی سے ہے۔ آپ لوگوں کو اُس کا
تحفظ کرنا ہے۔ باقی تمام ذمّے داریاں وہ خود سنبھالے گا اور
اُس وقت جب وہ مسٹر مارلینو کو شکار کرے تو آپ کی
ذمّے داری مسٹر مارلینو کو یہاں تک پہنچانے کی ہوگی۔ جنرل ڈی
کا منصوبہ بھی انتہائی مؤثر تھا۔ وائی تھری کی ناکامی کی تمام
وجوہات اُس کے علم میں آ چکی تھیں اور وہ جانتا تھا کہ مارلینو
اور شیران کی وجہ سے پہاڑوں میں تنظیم کا مشن ناکام رہا، اگر
یہی دونوں کردار دوسری بار اس مشن کی کامیابی کی
ذمّے داریاں نئے انداز میں سنبھالیں تو پہاڑوں کے باسیوں
کو یہ شبہ بھی نہیں ہو سکے گا کہ اُن کی بغل میں گھونسا کس نے
مارا؟ یہ دونوں کردار اُن لوگوں کے لیے انتہائی قابلِ اعتماد
تھے اور وہ ان پر آنکھیں بند کر کے بھروسا کر سکتے تھے۔
جنرل ڈی انھی کے ذریعے اپنے منصوبے کی تکمیل چاہتا تھا۔
بہرطور شیران ہائی شون میں انتہائی پُرسکون تھا، جس وقت
اُس کے ذہن میں جنرل ڈی کی طاری کی ہُوئی کیفیات کا غلبہ
نہیں ہوتا تھا تو وہ اپنی اصل شخصیت ہی میں ہوتا، لیکن
گزرے ہُوئے واقعات وہ اپنے ذہن سے محو کر چکا تھا۔
اور اب اُسے ماضی کی کوئی بات یاد نہ تھی۔ جنرل ڈی نے
اُس کے اندر کی شخصیت کو اسی حالت میں برقرار رہنے دیا
تھا سوائے ماضی کی گزری ہُوئی داستانوں کے۔

چنانچہ تربیت کا پہلا دن ہائی شون کی تاریخ میں ایک
اور ریکارڈ کا باعث بنا۔ اُس کے انسٹرکٹر نے حسبِ معمول
قوّتِ برداشت کے مظاہرے کے نمبر نوٹ کیے لیکن جو
شخص اُس کے سامنے تھا، وہ کسی بھی کیفیت سے زیر ہونے
والوں میں نہ تھا۔ ایک ہزار میں سے ایک نمبر بھی نہ کاٹا جا
سکا اور جب یہ رپورٹ ہائی شون کے سامنے پہنچی تو
اُس نے اپنا ہاتھ نمبروں کے کاغذ پر رکھ دیا اور آگے جُھک
کر آہستہ سے بولا۔

"اس سے ہوشیار رہو۔" شیران کی فطرت میں لاابالی پن
تھا۔ انسانوں سے متاثر ہونا اُس نے سیکھا ہی نہ تھا۔ وہ اپنے
کام سے کام رکھتا تھا۔ ہائی شون میں آئے ہُوئے اُسے تقریباً
ایک ماہ ہونے والا تھا لیکن اس ایک مہینے میں اُس کے
تعلقات کام کے لوگوں ہی سے رہے۔ مشق کے وقت وہ باہر
نکلتا اور اپنا کام انجام دیتا۔ اگر دل چاہتا تو پُرسکون گوشے
میں چہل قدمی کرتا اور واپس اپنے کمرے میں آ جاتا۔ اُس
نے اپنی شخصیت کو مکمل طور پر کنٹرول میں رکھا تھا اور
کسی بھی شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ تربیت کے
دوران اُسے مشق کرانے والے ششدر رہ جاتے۔ کیونکہ بعض
اوقات تو اُنھیں یہ محسوس ہونے لگتا کہ شیران تو خود ہی

اُنھیں کچھ سکھانے آیا ہے۔ وہ انتہائی مضبوط لڑاکا تھا۔

مارشل آرٹس کے بہت سے مرحلوں سے بہت آگے کی چیز... پھر وہ وقت آیا جب اُسے مسٹر ہائی شون کے پاس پہلے امتحان کے لیے پہنچنا تھا۔ ہائی شون نے اُس کی ذہنی قوتوں کا جائزہ لیا اور ایک خاص بات نوٹ کی شیران کے اندر بے پناہ صلاحیتیں تھیں لیکن اُس کی فطرت ان صلاحیتوں سے کام لینا نہیں جانتی تھی۔ وہ صرف ایک چیز کا عادی تھا جو کام زبان سے نہ بن سکے اُسے ہاتھوں سے پورا کرو۔ اُس کے لیے درخواست کرنے والوں نے اس بات کا خاص طور سے اظہار کیا تھا کہ اُس کی فطرت سے یہ چیز ختم کی جائے اور اُسے جسم کے استعمال کے ساتھ ساتھ ذہن کے استعمال کی تربیت بھی دی جائے۔

مسٹر ہائی شون نے اُس کا جائزہ لینے کے بعد اُس کی تربیت کا آغاز کر دیا۔ جو سوالات شیران سے کیے گئے تھے۔ اُن کے جوابات نامکمل تھے۔ مثلاً اُنھوں نے شیران سے پوچھا کہ زندگی گزارنے کے لیے کون سی چیز سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے؟ تو جواب ملا "طاقت"۔

مسٹر ہائی شون نے سوال کیا "طاقتوں کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ ذہنی طاقت، جسمانی طاقت، ان میں سے کون سی طاقت زیادہ مؤثر ہے؟"

جواب ملا "جو وقت پر ساتھ دے جائے۔ مقصد اپنے مدِمقابل کو شکست دینا ہوتا ہے۔"

مسٹر ہائی شون نے اُس کی فائل تیار کر کے متعلقہ لوگوں کو دے دی اور اُس کی تربیت کا آغاز ہو گیا۔

شیران اپنے طور پر مطمئن تھا۔ اُس کی فطرت میں یہ کیفیت پیدا کر دی گئی تھی کہ کسی بھی مصروفیت میں عدم دلچسپی کا مظاہرہ نہ کرے اور وہ اپنے مشاغل میں دلچسپی لیتا رہے۔ عمدہ خوراک اور آرام دہ رہائش گاہ ابتدا ہی سے شیران کی ضروریات رہی تھیں۔ اس سے زیادہ کا انسان نہیں تھا وہ۔ ماضی میں اُس کے ساتھ جو واقعات پیش آئے تھے۔ وہ صرف حالات کے پیدا کردہ تھے، ورنہ شاید اُس کی کہانی یہ رُخ اختیار نہ کرتی۔ مدِمقابل کو نیچا دکھانا، خود کو برتر سمجھنا اُس کی فطرت تھی اور یہ فطرت آج بھی برقرار تھی۔ ہائی شون میں آمد جنرل ڈی کی خواہش کے مطابق تھی۔ اس لیے وہ یہاں کے ماحول کے بارے میں کچھ نہیں سوچتا تھا۔ یہاں جو کچھ ہو رہا تھا۔ وہ اُس کے لیے غیر دلچسپ نہیں تھا اور یہاں جو لوگ موجود تھے اُن سے اُسے کوئی دلچسپی نہیں تھی چنانچہ وہ پُرسکون وقت گزار رہا تھا اور ڈی تھری اُس کے بارے میں جنرل ڈی کو جو رپورٹیں دے رہا تھا۔ وہ نہایت اطمینان بخش تھیں۔

اس کا ثبوت ایک دن ایرینا میں ملا۔ شیران کا مدِمقابل ایک امریکی تھا۔ وہ نہ صرف شیران سے زیادہ قوی ہیکل تھا، بلکہ اب تک بڑی زبردست پرفارمنس دیتا آیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب اُس کا سامنا شیران سے ہوا تو اُس کی آنکھوں میں حقارت اور ہونٹوں پر مضحکہ اُڑانے والی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"تمھیں میرے مقابل نہیں آنا چاہیے تھا" وہ شیران کے قریب ہوتے ہوئے سرگوشی آمیز لہجے میں بولا۔

"کیوں؟" شیران آہستہ سے بولا۔

"دراصل میں مشق کے دوران بھول جاتا ہوں کہ میں مشق کر رہا ہوں اور عموماً میرے مقابل اسٹریچر پر جاتے ہیں۔"

"میں بھی کچھ دن آرام کرنا چاہتا ہوں۔" شیران بھی مسکرا کر پُرسکون لہجے میں بولا لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ اُن کی گفتگو ریکارڈ ہو رہی ہے۔

"تب پھر تم نے صحیح آدمی کا انتخاب کیا۔" امریکی بولا اور اس کے ساتھ ہی اُس نے جوجتسو کا داؤ آزمایا لیکن شیران نے تیزی سے پیچھے سے ہٹتے ہوئے اُس کا وار خالی جانے دیا اور جوابی حملہ کرنے کے بجائے اُس کی ٹانگ کو چھو کر چھوڑ دیا۔ امریکی تیزی سے مشینی انداز میں اُس کے چاروں طرف گھوم رہا تھا... اور شیران کو مسلسل پیچھے ہٹنا پڑ رہا تھا۔ یہ حرکت کسی بھی حریف کو طیش دلانے کے لیے کافی تھی لیکن شیران اپنا بچاؤ کر رہا تھا۔

امریکی نوجوان کا خیال تھا کہ اس طرح اُس کا حریف بوکھلا جائے گا اور طیش میں آکر اندھا دھند اس پر حملہ آور ہوگا کیونکہ اب تک اُس کے ساتھ یہی ہوا تھا لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شیران بڑے پُرسکون انداز میں اپنا دفاع کر رہا ہے جب کہ خود اُس کی قوت ہی زائل ہو رہی ہے۔ مسلسل گھومنے سے اُسے چکر بھی آ رہا تھا۔ وہ رُکا تو اُس کے اعصاب قابو میں نہ تھے اور اُسی وقت شیران نے سنبھل کر اُس کی ران پر ایک ضرب لگائی اور پھر دوسری لات اُس کی پیشانی پر رسید کر دی۔ امریکی نوجوان فضا میں اُچھلا تو شیران نے پھر اُسے پاؤں پر روک کر دوسری لات اُس کی کمر پر جما دی۔

ہائی شون کا اصول تھا کہ مقابل اگر زمین پر گر جائے تو اُسے ضرب نہ لگائی جائے لیکن اگر وہ زمین سے اُوپر ہو یا اپنے دونوں

پیروں پر کھڑا ہو تو اُس کی مسلسل پٹائی کی جا سکتی تھی۔ چند لمحات قبل لوگ امریکی جوان کا کمال دیکھ رہے تھے اور اُس کے پارہ صفت بدن کی تعریف کر رہے تھے۔ مدِمقابل پر اس طرح گھوم کر مسلسل حملے کرنا اور کرتے رہنا کمال کی بات تھی۔ اُن کے خیال میں امریکی جوان نے پہلے ہی مرحلے پر اپنے مقابل کو نروس کر دیا ہے لیکن اب دوسرا منظر اُن کے سامنے تھا۔ پاؤں کی ضربوں سے شیران اُسے مسلسل اُچھال رہا تھا اور اُس کی حالت کسی فٹ بال کی سی ہو گئی تھی، جو پے در پے ٹِکوں کے باعث زمین پر نہیں آتا۔

امریکی کی حالت انتہائی دگرگوں ہو رہی تھی۔ بالآخر انسٹرکٹر نے ہی آگے بڑھ کر اس خونی مقابلے کو رکوایا۔ اُس نے عقب سے آ کر شیران کو تھام لیا۔ شیران نے پلٹ کر اُسے دیکھا تو انسٹرکٹر کے بدن میں سردی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ دیکھنے والی یہ آنکھیں انسانی آنکھیں نہیں تھیں۔ ان آنکھوں میں جہنم سلگ رہا تھا۔ وہ جو کہنا چاہتا تھا، بھول گیا لیکن شیران اصول کے مطابق اُس کے سامنے جھکا تھا۔ اس دوران امریکی نیچے گر پڑا تھا۔

"کیا حکم ہے سر؟" شیران نے نرم لہجے میں کہا۔

"وہ شاید بے ہوش ہو چکا ہے۔" انسٹرکٹر نے کہا۔

"اوہ بہتر ہے۔" شیران گردن خم کر کے پیچھے ہٹ گیا۔

ایرینا میں نہ جانے کتنی دیر تک تالیاں گونجتی رہی تھیں، لیکن شیران ان تالیوں سے بے نیاز وہاں سے اُٹھ آیا۔ اب اُس کے یہاں رُکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ وہ واپس چلا آیا۔ مسٹر ہائی شون نے اس مقابلے کی فلم دیکھی۔ صورتِ حال اُن کے علم میں لائی جا چکی تھی۔ امریکی نوجوان کی گفتگو سنی اور شیران کے چہرے کے ایک ایک کلوز اَپ کو اسٹل کر کر کے دیکھا گیا اور پھر اُنھوں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"یہ شخص اپنے تربیتی مراحل جس برق رفتاری سے طے کر رہا ہے۔ وہ شاید ہائی فون میں ایک نیا ریکارڈ ہوگا۔ جس مقصد کے تحت اسے یہاں بھیجا گیا تھا۔ وہ مقصد تو پورا ہو گیا ہے۔ بس اب یوں سمجھو کہ اس کے امتحانات باقی رہ گئے ہیں۔"

انیزا آئیورا سے اُس دن کے بعد سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ غالباً یہ چھٹی کا روز تھا۔ لیکن دو دن سے عدنان اُس کے سیکرٹری کو مسلسل اپنے اِرد گرد منڈلاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ مائیکل احمق سا آدمی تھا اور عدنان کو اُس کی شخصیت خاصی عجیب معلوم ہوتی تھی۔ اس شام کو عدنان ہائی شون کے ایک پُرسکون سے گوشے میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ یہاں لمبی لمبی گھاس اُگی ہوئی تھی جس کے اُوپری سروں پر پھول کھلے ہوئے تھے۔ گھاس اتنی اُونچی تھی کہ آدمی اُس میں بآسانی چھپ کر کھڑا ہو سکتا تھا۔

عدنان نے حسبِ معمول مائیکل کو اپنے تعاقب میں دیکھا تو اُسے شرارت سوجھی وہ آگے بڑھ کر اس طرح گھوما جیسے ایک لمبا راستہ طے کرنا چاہتا ہو لیکن وہ اسی گھاس کے جھنڈ میں گھس گیا جو قریب ترین تھا۔ ایک یا ڈیڑھ منٹ گزرا کہ اُس نے مائیکل کو چوروں کی طرح اپنے قریب آتے ہوئے دیکھا اور پھر جیسے ہی مائیکل گھاس کے اس جھنڈ کے قریب پہنچا عدنان نے اُسے بازوؤں میں دبوچ کر اپنے قریب کر لیا۔ مائیکل کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔ اُس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے عدنان کو دیکھا اور پھر اُس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں قتل کر کے تمھاری لاش انھی جھاڑیوں میں چھپا دوں۔" عدنان اپنی آواز میں سفاکی پیدا کرتے ہوئے بولا۔

"لل... لاش... کیوں... آخر کیوں؟" مائیکل ہکلاتے ہوئے بولا۔

"بس میرے فیصلے اسی قسم کے ہوتے ہیں۔"

"ارے واہ... میں انسان نہیں ہوں کیا؟ یہ... یہ نہیں کر سکتے تم... بالکل نہیں کر سکتے۔" مائیکل پھر اُس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا لیکن عدنان نے اُسے بازوؤں سے پکڑ کر زمین سے اُونچا اُٹھا لیا تھا۔

"ارے، ارے... کک... کیا کر رہے ہو... کیا واقعی...؟"

"ہاں آخری فیصلہ ہے یہ میرا..."

"اس میں کچھ تبدیلی کر دو پلیز... مجھے چھوڑ دو۔ مم... میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

"صرف ایک شرط پر..." عدنان نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "تم کل سے میرا تعاقب کیوں کر رہے ہو؟"

"آہ میری بدقسمتی، نیچے تو اُتار دو بتا دوں گا... بتا دوں گا۔" مائیکل نے نڈھال لہجے میں کہا اور عدنان نے اُسے کھڑا کرنے کے بجائے بٹھا دیا، پھر وہ خود بھی اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔

مائیکل نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری، اور پھر آہستہ سے بولا "یہ میری ڈیوٹی ہے۔"

"ڈیوٹی...؟"

"ہاں، اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میری ڈیوٹی کون لگا سکتا ہے؟"

دراصل وہ تمہاری شخصیت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہے۔"

"ہُوں... اس کا کیا خیال ہے میرے بارے میں؟"

"عجیب و غریب کیفیات رکھتی ہے وہ۔ کہتی ہے اتنا شاندار شخص، ایک ریاست کا شہزادہ لیکن کیسی گندی عادتوں کا شکار ہے۔ وہ یہ جاننا چاہتی ہے کہ تمہاری معروفیات اور کیا، کیا ہیں؟"

"ہُوں... کہاں ہے اس وقت وہ؟"

"مَیس میں موجود ہے۔"

"آؤ میرے ساتھ چلو۔"

"دیکھو دوست! غلط خیال دل میں آیا ہے تو مجھے ہلاک کر کے اِنھی جھاڑیوں میں چھپا دو۔" مائیکل نے بے بسی سے کہا۔ "ورنہ وہ مجھے تمہارے ساتھ دیکھ کر یہی اندازہ لگائے گی کہ میں نے تمھیں سب کچھ بتا دیا ہے اور اس کے بعد اُس کی دی ہُوئی اذیتوں کو برداشت کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔"

"وہ کیا اذیتیں دیتی ہے تمھیں؟" عدنان نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہُوئے پوچھا۔

"میرا شجرۂ نسب کھول کر بیٹھ جاتی ہے۔ اب تم دیکھو نا، میرے خاندان میں کوئی خرابی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں نے تو اپنا خاندان ترتیب نہیں دیا تھا۔ وہ مجھے میرے خاندان کے بارے میں طعنے دے دے کر زندہ درگور کر دیتی ہے۔ وہ مجھے بتاتی ہے کہ دراصل میں اس قابل نہیں تھا کہ مجھے اتنے بڑے منصب کے لیے منتخب کیا جاتا لیکن یہ اُس کے خاندان کا احسان ہے کہ اُس نے میرے خاندان کو اتنی عزت بخشی۔ اب انسان ہر وقت تو اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا نا مسٹر لوچڑ۔ مم... میرا مطلب ہے، مسٹر پرنس۔" مائیکل نے کہا اور عدنان ہنسنے لگا، پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم میرا پیچھا کرتے رہو۔" عدنان ہنس کر بولا... اور مَیس کی جانب چل پڑا۔ اینزا آلیورا ایک میز پر اُداس بیٹھی ہُوئی تھی۔ اُس نے عدنان کو نہیں دیکھا تھا۔ عدنان کرسی گھسیٹ کر اُس کے سامنے بیٹھ گیا تو اُس کے حلق سے ہلکی سی آواز نکل گئی اور وہ کرسی کی پُشت گاہ سے ٹِک گئی۔

"بہت نفرت کرتی ہو تم مجھ سے اینزا آلیورا؟" عدنان نے کہا اور وہ ایک دَم آگے جُھک آئی لیکن پھر پیچھے ہٹ گئی۔ بڑا مشینی سا انداز تھا اور اس میں حماقت شامل تھی، پھر اُس نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"ن... نہیں... نہیں، مَیں تم سے نفرت نہیں کر سکتی۔ مم... مگر... مگر پرنس تمہاری وہ حرکت... وہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کون سی حرکت؟" عدنان نے متحیّرانہ انداز میں پوچھا۔

"وہ... وہ پرندوں کے بھیجے اور کچا گوشت..."

"آہ... یہ میری بدنصیبی ہے مس آلیورا۔" عدنان سرد آہ بھر کر بولا۔

"کیوں، کیا مطلب...؟"

"مطلب یہ کہ یہ سب کچھ میری خاندانی مصیبتیں ہیں، ظاہر ہے کہ مَیں جس ماحول میں پروان چڑھا ہُوں، جہاں مَیں نے پرورش پائی، جو کچھ دیکھا، وہی سب کچھ خود بھی کرتا ہُوں۔ اب تم بتاؤ میری پسندیدہ خوراک وہی تھی تو مَیں کیا کرتا۔"

"تمھیں گِھن نہیں آتی؟" اینزا ناک سکوڑ کر بولی۔

"نہیں... ظاہر ہے بچپن سے اس کا عادی رہا ہُوں۔"

"مگر... وہ تمہاری ریاست آخر یہ ہے کیا بلا...؟"

"پہاڑوں میں بسنے والے وحشیوں کی ایک بستی، جہاں بڑے عجیب و غریب کھیل کھیلے جاتے ہیں۔"

"مم... مثلاً... اور کیا، کیا کھیل کھیلے جاتے ہیں وہاں؟" اینزا آلیورا نے پوچھا۔

"بس، بہت ہی عجیب و غریب کھیل ہیں۔ کیا، کیا بتاؤں تمھیں؟" عدنان نے بدستور مضمحل لہجے میں کہا۔

"نہیں، بتاؤ پلیز بتاؤ... مم... میں... تمھیں کیسے بتاؤں کہ مَیں تم میں دلچسپی لینے لگی ہُوں۔ تم میرے پسندیدہ نوجوان ہو لیکن جو کچھ مَیں نے دیکھا، وہ میرے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ مَیں... مَیں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی... اُفوہ... اوہ..." اُس نے پھر سینے پر ہاتھ رکھ لیے اور عدنان مغموم نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔ اینزا آلیورا سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد عدنان نے اُس سے کہا۔

"پہاڑوں کی اُس ریاست کی روایات عجیب ہیں، وہاں پیدا ہونے والے بچے کے حلق میں پہلے خون کے قطرے ٹپکائے جاتے ہیں تاکہ اُس کی فطرت میں درندگی پیدا ہو جائے اور جب وہ اپنی عمر میں پہلی خوراک کھاتا ہے تو وہ بھی کچا گوشت یا اسی طرح کی کوئی اور چیز ہوتی ہے۔ گویا اُس کی زندگی کی پہلی غذا ایسی رکھی جاتی ہے کہ اُس کی فطرت میں وحشت برقرار رہے۔ ہمارے ہاں تعلیم حاصل کرنے کا رواج نہیں ہے لیکن اب کچھ لوگ تعلیم کی افادیت سے واقف ہو

گئے ہیں اور خاص طور سے وہ لوگ جو صاحبِ حیثیت ہیں۔ شاہی خاندان کے لیے تعلیم یقینی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ حکمران ہوتا ہے اور اُسے دوسرے لوگوں سے بھی تعلقات رکھنا پڑتے ہیں۔ میری تعلیم مکمل ہو چکی ہے اور اس کے بعد ہائی شون میں میری جسمانی تربیت کی جا رہی ہے۔ ہمارے ہاں کی روایات میں یہ بات بھی شامل ہے مس اینزا آلیورا کہ اگر ہم ذہنی طور پر کسی لڑکی سے متاثر ہو جائیں تو کسی بھی قیمت پر اُس سے اظہارِ عشق نہ کریں اور اگر ہم اُس سے اظہارِ عشق کر دیں اور اُسے یہ باور کرا دیں کہ ہم اُسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتے ہیں تو پھر ہم پر لازم ہوتا ہے کہ یا تو اُسے حاصل کر لیں، ورنہ قتل کر دیں۔"

"قق... قتل...؟" اینزا آلیورا نے پھر سینے پر ہاتھ رکھ لیے۔

"ہاں... ہم اُسے کسی اور کے لیے نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر اُس کا حصول ممکن نہ ہو تو پھر اُس کی موت ہمارے لیے ضروری ہو جاتی ہے۔" عدنان نے پُراطمینان لہجے میں جواب دیا۔

"گویا... گویا... اگر لڑکی نہ چاہے یا اُس کے لواحقین یہ بات پسند نہ کریں یا اُن کے درمیان کوئی قومی یا نظریاتی فرق ہو تب بھی یہ ضروری ہے کہ تم اُسے اپنی ملکیت سمجھ لو۔" اینزا آلیورا نے پوچھا۔

"نہیں ایسی شکل میں نہیں بات دوطرفہ ہونی چاہیے۔"

"دوطرفہ... مَیں نہیں سمجھی۔"

"مثلاً... تم ہو۔ اگر میری قربت کی خواہش مند ہو، اگر تم مجھے پسند کرتی ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر مَیں بھی تمھیں پسند کرتا ہُوں مس آلیورا تب پھر وہ شرط مجھ پر لاگو ہو جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ مَیں تمھیں ہر قیمت پر حاصل کر لوں اور اگر نہ حاصل کر سکوں تو پھر تمہاری گردن تمہارے شانوں سے اُتار دُوں۔"

"مم... مگر یہ کیسے ممکن ہے، فرض کرو مَیں تمھیں پسند کرتی ہُوں لیکن میرا خاندان تمھیں ناپسند کرتا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہوگا؟"

"قصور کے بارے میں تو مَیں نہیں جانتا لیکن اصولاً یہی ہوگا کہ مَیں تمھیں قتل کر دُوں اور اگر ایسا نہ کروں تو پھر مجھے قتل کر دیا جائے گا۔"

"اوہ مائی گاڈ! بڑی خوفناک ریاست ہے۔"

"ہاں مس آلیورا یہ حقیقت ہے، ویسے مَیں آپ کی ذہنی کیفیت جاننا چاہتا ہُوں۔"

"کیا مطلب مسٹر عدنان؟" مس آلیورا نے عدنان کی طرف پُرتجسّس نگاہوں سے دیکھتے ہُوئے کہا۔

"وہ بات یہ ہے کہ آپ مجھ سے بہت اپنائیّت سے ملتی ہیں، کیا آپ میرے لیے اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ رکھتی ہیں؟" عدنان نے معصومانہ لہجے میں سوال کیا اور اینزا آلیورا کی نگاہوں میں ایک نشیلی کیفیت پیدا ہو گئی لیکن دفعتاً وہ ایک جھرجھری سی لے کر پیچھے ہٹ گئی۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مَیں تمھیں ہائی شون میں ایک دوست کی حیثیت سے پسند کرتی ہُوں۔ اس کے علاوہ میرے دل میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔"

"آہ اینزا آلیورا... آہ مس اینزا آلیورا... آپ نے میرا دِل توڑ دیا۔"

"ٹُوٹ جائے، مجھے اس سے کیا! اچھا مَیں اجازت چاہتی ہُوں۔" وہ کرسی کھسکا کر کھڑی ہو گئی۔

"مس آلیورا پلیز... آپ ذرا غور تو کیجیے۔" عدنان لجاجت سے بولا۔

"فف... فضول باتیں مت کرو سمجھے تم۔ مَیں تو تم پر لعنت بھیجتی ہُوں، لوچڑ کہیں کے۔" اُس نے غصیلے انداز میں کہا اور لرزتے قدموں سے باہر نکل گئی۔ عدنان کے حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا تھا۔ اینزا آلیورا ایسی غائب ہُوئی کہ پھر تین چار دن تک اُس کی شکل نظر نہ آئی۔

کانگن بھی اس دوران میں عدنان سے بہت کم ملا تھا۔ غالباً لیزا کے ساتھ عشق کی پینگیں بڑھا رہا تھا، ہاں مس جین ڈونالڈ بارہا اُس کا تعاقب کرتی ہُوئی پائی گئی تھی۔ وہ کئی بار عدنان پر جھپٹی بھی تھی لیکن عدنان نے نہایت سرد مہری سے اُس کا استقبال کیا تھا اور کبھی بھی اُسے کوئی ایسا موقع نہ دیا کہ وہ اُس سے بے تکلف ہو پاتی۔

ہائی شون میں عدنان کی تربیت اُس کی پسند کے مطابق جاری تھی اور وہ اُس سے پوری طرح مطمئن تھا۔ یہاں کی تفریحات بھی اُس کے لیے باعثِ دلچسپی تھیں۔ بے شمار ایرینا بنے ہُوئے تھے یہاں، جن میں ہر شعبے کے لوگ مشقیں کیا کرتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے مقابلے بھی ہوتے تھے۔ آج بھی عدنان ٹہلتا ہُوا ایک ایرینا کی جانب نکل آیا تھا۔ یہاں کوئی

مقابلہ تھا، جو عدنان کے لیے بھی باعثِ دلچسپی بن گیا۔ اُس نے ایرینا کے بالکل قریب ایک کُرسی سنبھال لی۔ بہت سے لوگ مقابلے کو دیکھنے کے لیے بیٹھے ہُوئے تھے۔ تب اُس نے ایرینا میں دو افراد کو اُترتے ہُوئے دیکھا۔ اُن میں ایک شاید امریکی تھا اور دوسرا، عدنان نے اس دوسرے شخص کو دیکھا اور اُس کا ذہن ہَوا میں اُڑنے لگا۔ اُسے اس شدّت کا چکّر آیا کہ اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے ذہن، دل اور بدن کی کیفیت کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ اگر کوئی ہمدرد اُسے دیکھتا تو بدحواس ہو جاتا۔ پورے بدن نے پسینہ اُگل دیا تھا۔ آنکھوں کے سامنے تاریکی چھائی ہُوئی تھی۔ ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ بمشکل تمام اُس نے خود کو سنبھالا اور ایرینا میں موجود شخص کو غور سے دیکھنے لگا۔

یقیناً آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں۔ یقیناً یہ سب کچھ خواب نہیں تھا، جو کوئی اُس کے سامنے تھا۔ وہ حقیقت تھا، ایک ٹھوس حقیقت اور اس حقیقت کو صاف نگاہوں سے دیکھنے کی خواہش اب عدنان کے دل میں شدّت سے اُبھر رہی تھی۔ اُس نے بار بار آنکھیں ملیں۔ تاریکیوں کو جھٹکنے کے لیے سر کو کئی بار جھٹکا اور پھر اُس شخص کو دیکھنے لگا، جو اپنے مدِمقابل سے کچھ گفتگو کر رہا تھا۔ پھر اس کے بعد وہ دونوں الگ ہو گئے۔ "ہاں... وہ شیران ہی تھا۔ یقینی طور پر وہ شیران ہی تھا، اگر اُس کا کوئی ہم شکل ہوتا تو بھی اتنی مماثلت ناممکن تھی۔ وہی قد و قامت، وہی عمر، وہی شیر جیسی بے جگری، وہی مردانہ انداز... عدنان اپنے باپ کو کیسے بھُول سکتا تھا؟ یہ شیران ہی تھا لیکن کیا یہ سب کچھ قابلِ یقین تھا۔ ایک شخص جس کی موت میں کوئی شک و شُبہ نہ تھا، جس کے لیے یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچ چُکی تھی کہ وہ کالی گھاٹی میں اپنی زندگی کی قربانی دے کر پہاڑوں میں رہنے والوں کو بچا چُکا ہے۔ وہ جس کا سنگی مجسمہ تہہ خانہ کی زینت تھا اور جسے ایک محبِ وطن انسان کی حیثیت سے ہمیشہ یاد کیا جاتا تھا، زندہ اُس کی آنکھوں کے سامنے موجود تھا۔

عدنان کو اپنا بدن بے جان محسوس ہو رہا تھا۔ اُس کی پھٹی پھٹی آنکھیں شیران پر جمی ہُوئی تھیں اور شیران اپنے مدِمقابل کے سامنے مقابلے کے پہلے مرحلے سے گزر رہا تھا۔ پھر وہ ناقابلِ یقین منظر اُس کی نگاہوں کے سامنے آ گیا، جب شیران کا مدِمقابل فٹ بال بن گیا تھا۔ اُس کا دل چاہا کہ کھڑے ہو کر قہقہے لگائے، اپنے بابا کو مبارک باد دے۔ اُس کے گلے لگ جائے... لیکن سنجیدگی نے اُسے سنبھالے رکھا اور جب شیران اپنے مدِمقابل کو شاید ہمیشہ کے لیے ناکارہ بنا کر ایرینا سے نکلنے لگا تو عدنان نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی۔

اُس پر ہیجانی کیفیت طاری تھی۔ مقابلے کی سنسنی خیزی نے چند لمحات کے لیے اُس کی توجہ شیران کی حیرت انگیز زندگی سے ہٹا دی تھی لیکن اب وہ پھر اُس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ناقابلِ یقین بات تھی لیکن جو کچھ سامنے تھا اُسے کیسے نظرانداز کیا جا سکتا تھا۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ دوڑ کر شیران سے لپٹ جائے۔ اپنا کلیجہ چیر کر اُس کے سامنے رکھ دے۔ وہ تیزی سے اُس کی جانب لپکا لیکن تب تک شیران کے گرد اچھا خاصا جمگھٹا لگ چُکا تھا۔ چنانچہ عدنان بھی خاموشی سے اُن میں شامل ہو گیا۔

"آپ کی اس کامیابی نے ہمیں آپ کا مدّاح بنا دیا ہے۔ کیا ہم آپ سے متعارف ہو سکتے ہیں؟" ایک نوجوان نے تعریفی نظروں سے شیران کے سراپا کا جائزہ لیتے ہُوئے کہا۔

"میرا نام شیران سلامن ہے۔"

"یہ مقابلہ آپ نے بڑے اعتماد سے جیت لیا لیکن آپ کا انداز دوستانہ مقابلے کا نہ تھا۔ آپ نے ہائی شون کے اصولوں کو توڑے بغیر اپنے مدِمقابل کو سخت زخمی کر دیا۔ اس کی کوئی وجہ تھی؟"

"وہ اُونچی بات کر رہا تھا۔ جب کہ مجھ سے اُونچا نہیں تھا اس کے علاوہ مَیں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔" شیران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

عدنان کی آنکھوں میں نشہ اُتر رہا تھا۔ اُس کے کانوں میں اپنے باپ کی آواز رَس گھول رہی تھی... لیکن پھر ایک اور خیال ذہن میں آیا۔ شیران زندہ ہے لیکن وہ یہاں کیسے آیا، کیوں آیا؟ کیا اُس کا جذباتی ہو کر شیران کے پاس پہنچ جانا مناسب ہو گا؟

یہ عدنان کی فراست تھی جس سے کام لیتے ہُوئے اُس نے خود کو جذبات کے دھارے میں بہنے نہ دیا۔ وہ شیران کے دُشمنوں کے بارے میں جانتا تھا۔ وہ تو خود اُن لوگوں کے خون کا پیاسا ہے۔ اگر شیران زندہ ہے تو یقیناً اُس کے دُشمن اس سے غافل نہ ہوں گے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دُشمنوں کی کسی سازش کی زد میں ہو۔ ورنہ شیران جیسے شیر کو ہائی شون میں کسی تربیت کی کیا ضرورت تھی؟

عدنان نے دل میں ایک فیصلہ کیا، پھر اُس نے اطراف میں نگاہ دوڑائی اور نہایت احتیاط سے شیران کے تعاقب میں چل پڑا۔ شیران کا کمرا دیکھ کر وہ واپس پلٹا۔ اب اُس کا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ شیران کو دیکھ کر دل مچل گیا، لیکن کوئی جذباتی قدم دونوں کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ پہلے اُس کے اطراف دیکھ لیے جائیں۔ اب تو مشن بھی بدل گیا ہے۔ پہلے وہ باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے کی خواہش میں پاگل ہو رہا تھا۔ اب اُس کے دُشمنوں کی چالوں کو ناکام بنانا ہے۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ دیر تک سوچتا رہا، پھر کسی نتیجے پر پہنچ کر باہر نکل آیا۔ کالگن اُسے اپنی اقامت گاہ کے عقبی حصّے میں ملا۔ اُس کے ساتھ ایک خوب صورت سی لڑکی تھی۔ عدنان کو دیکھ کر کالگن کا چہرہ اُتر گیا۔

"اگر تم مصروف ہو تو مَیں رات کو تمھارا انتظار کروں گا۔"

"یہ کون ہیں کالگن، ان سے میرا تعارف کراؤ۔" اُس کی ساتھی لڑکی نے پُرشوق نگاہوں سے عدنان کو دیکھتے ہُوئے کہا۔

"مَیں اُس کے چچا کا بڑا بھائی ہُوں اور اس کی حرکات کی رپورٹ تیار کر رہا ہُوں۔ کالگن فرصت ملتے ہی میرے پاس آ جاؤ۔" عدنان نے کرخت لہجے میں کہا اور لڑکی کو متحیّر چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔

اُس کی توقع کے مطابق کالگن ایک گھنٹے کے اندر اندر اُس کے پاس پہنچ گیا۔ اُس کی آنکھوں میں تشکّر کے جذبات نظر آ رہے تھے۔ "اچھے خاندان کے انسان کو دوست بنا لینے میں یہی فائدے ہیں۔ اُن سے کسی چھچھوری بات کا خطرہ نہیں ہوتا۔ مَیں تمھارے اس احسان کا شکریہ ادا کرتا ہُوں۔" اُس نے کہا۔

"وہ لیزا تھی۔"

"ہاں یار... بڑی مشکل لڑکی ہے۔ آج اور مشکل ہو جاتی۔ لیکن تم ایک انوکھے جنجال میں پھنسا آئے ہو۔ وہ چچا کے بڑے بھائی کے حساب کتاب میں مصروف ہے اور اس بات پر تشویش کا شکار ہے کہ اب اُس سے عشق کے سلسلے میں میری گوشمالی ہو گی۔" کالگن نے ہنستے ہُوئے کہا اور عدنان کے چہرے پر نگاہیں جما دیں۔ عدنان کچھ نہ بولا تو کالگن نے سنجیدہ ہوتے ہُوئے کہا۔ "ویسے بڑے بھائی، میرا خیال ہے، مَیں بھی کافی زیرک انسان ہُوں۔ تم میری تلاش میں بِلا وجہ ہی نہ پہنچے ہو گے اور پھر تمھارے چہرے کے تاثرات بتاتے ہیں کہ تم اس وقت کسی اُلجھن یا پریشانی کا شکار ہو۔"

"ہاں، کالگن مجھے حق تو نہیں پہنچتا لیکن اس وقت مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔" کالگن نے غصیلے انداز میں اُسے دیکھا اور پھر غراتے ہُوئے لہجے میں بولا۔

"عجیب احمقانہ بات کر رہے ہو۔ ارے بھائی اگر احسان کے سلسلے میں ہی احسان کیا جا سکتا ہے اور دوستی کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو مَیں تمھارا احسان مند تو ہُوں، تمھاری عنایات مجھ پر قرض ہیں، ورنہ جین ڈونالڈ سے پیچھا چھُڑانا آسان کام نہ تھا۔" کالگن نے کہا اور عدنان آہستہ سے مُسکرا دیا۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو، مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ تم نے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے تمھاری کس قسم کی مدد کی ضرورت ہے؟" عدنان نے کہا۔

"مجھے صرف یہ بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ مدد کی اقسام مَیں نہیں جانتا۔ تم کہہ کر دیکھو، مَیں ہر کام کرنے کے لیے تیار ہُوں۔"

"بہت اہم مسئلہ نہیں ہے کالگن۔ ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہیں اور ہائی شون کے ریکارڈ کیپر سے تم اس سلسلے میں تفصیلات معلوم کر سکتے ہو۔"

"کون ہے وہ...؟"

"اُس کا نام شیران سلامن ہے۔ ہائی شون میں ڈیپارٹمنٹ نمبر سترہ کے کمرا نمبر سات میں مقیم ہے۔ ابھی اُس نے ایک مقابلہ کیا تھا اور اپنے مدِمقابل کو فٹ بال بنا کر رکھ دیا تھا... اگر تم ہائی شون کے اسپتال جا کر دیکھو تو تمھیں ایک عجیب و غریب کیس نظر آئے گا۔ مجھے اُس شخص کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔"

"مَیں یُونہی معلومات کے لیے تم سے سوال کر رہا ہُوں، عدنان۔ کیا تم خود ریکارڈ کیپر سے اس بارے میں نہیں معلوم کر سکتے؟"

"اچھا سوال کیا ہے تم نے کالگن۔ دراصل مَیں نہیں چاہتا کہ کسی کو اس بارے میں علم ہو کہ مَیں اُس سے متعلق ہُوں اور اُس کے بارے میں چھان بین کر رہا ہُوں۔ اِسی لیے مَیں نے تمھارا انتخاب کیا ہے۔"

"سمجھ گیا۔ یہ بتاؤ تمھاری اُس سے کوئی دُشمنی ہے؟" کالگن نے پوچھا۔

"نہیں، قطعی نہیں، بلکہ مَیں اُس کا مکمّل تحفظ چاہتا ہُوں، لیکن ان تمام باتوں سے پہلے تم مجھے اُس کے بارے میں مکمّل معلومات حاصل کر کے یہ بتاؤ کہ وہ ہائی شون کب پہنچا اور

وہ کون لوگ ہیں جو اسے ہائی شون تک لانے تھے میرا مطلب ہے۔ وہ براہِ راست ہائی شون میں داخل ہُوا تھا یا کسی کی معرفت...؟"

"ایک بات کے لیے البتہ معذرت خواہ ہُوں"، کانگن پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتا ہُوا بولا۔ "تمھیں علم ہے کہ اس وقت ریکارڈ سیکشن بند ہوگا اور میرے لیے ذرا مشکلات پیش آجائیں گی۔ اگر تم یہ کام کل کے لیے...؟"

"ہاں ہاں کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر ہے فوری طور پر تو یہ ممکن نہیں ہے لیکن کل تم سب سے پہلا کام یہی کرو گے"۔

"اس کے لیے مجھے ہدایات دینے کی ضرورت نہیں ہے"۔ کانگن نے کہا۔ تھوڑی دیر تک وہ عدنان سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد باہر نکل گیا۔

رات کے تقریباً پونے دس بجے جب عدنان اپنے کمرے میں ہی تھا، کسی نے دروازے پر دستک دی اور عدنان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ کانگن کو دیکھ کر اُس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مُسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"مجھے یقین نہیں تھا کہ تم اپنے کمرے میں گھُسے بیٹھے ہُوئے ہوگے پہلے تو بہت سی جگہوں پر تمھیں تلاش کیا اور اس کے بعد یہاں تک آیا ہُوں"۔

"کوئی خاص بات ہے؟" عدنان نے سوال کیا۔

"بس دوست، ایک خدمت سپُرد کرے اور کانگن چُپ بیٹھا رہے یہ ناممکن ہے۔ ریکارڈ کیپر کو مَیں نے زبردستی دوست بنایا۔ خوش قسمتی سے مجھے باہر ہی مل گیا تھا اور اس کے بعد اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے اس دوستی سے فائدہ اُٹھایا۔ اُس نے خصوصی طور پر مجھے شیران سلامن کا ریکارڈ دکھایا ہے۔ شیران سلامن کو کچھ لوگوں نے ہائی شون تک پہنچایا ہے۔ اُن لوگوں کے بارے میں جو تفصیلات ہیں۔ وہ ریکارڈ میں نہیں رکھی گئیں، بلکہ یہ ذاتی طور پر مجھے معلوم ہُوا ہے۔ شیران کو ہائی شون میں آئے ہُوئے تقریباً ایک ماہ کچھ دن ہُوئے ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے عدنان کہ اُس نے تمھارا ریکارڈ توڑ دیا ہے"۔

"میرا ریکارڈ...؟"

"ہاں، قوتِ برداشت کے پہلے مرحلے میں اس نے ہزار میں سے ہزار نمبر حاصل کیے۔ اس کے بعد اُسے جس بھی ڈیپارٹمنٹ کے سپُرد کیا گیا۔ وہاں کے انسٹرکٹر کو پسینے آگئے۔ اُس نے بجائے اُن سے کچھ سیکھنے کے اُنھیں بہت کچھ سکھا ڈالا... بڑی عجیب و غریب رپورٹیں ہیں۔ ایسے شخص کو تو پہلے ہی ہمیں نگاہ میں رکھنا چاہیے تھا لیکن اب تم بتاؤ آخر وہ ہے کون؟"

"پہاڑوں کا شیر۔ ایک ایسا انسان جس کی زندگی خود ایک داستان ہے"۔

"تمھارا اُس سے کیا تعلق ہے؟"

"اس سلسلے میں ابھی مجھ سے کوئی سوال نہ کرو کانگن، اگر محسوس نہ کرو تو تم سے ایک درخواست اور کرنا چاہتا ہُوں۔ یہاں مَیں تنہا ہُوں۔ بے شک جس شخص سے مَیں چاہُوں دوستی کرسکتا ہُوں لیکن ہر شخص کو اپنی زندگی کے اہم رازوں میں شریک نہیں کرسکتا۔ کانگن تم ایک ہنس مکھ انسان ہو لیکن تمھاری دوستی مجھے پسند ہے۔ اسی حوالے سے مَیں تمھیں کچھ تکلیف بھی دُوں گا"۔

"دو میرے دوست بلا جھجک تکلیف پہنچاؤ"، کانگن نے گردن ہلاتے ہُوئے کہا۔

"اُس شخص کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے اور مَیں اپنے اس فرض کا کچھ حصّہ تمھیں بھی سونپنا چاہتا ہُوں۔ اُس پر پوری طرح نگاہ رکھو اور یہ دیکھو کہ اُس کے اطراف میں کچھ لوگ اُس کی نگرانی تو نہیں کرتے یا کوئی اور ایسی بات..."

"ہُوں، کوئی خطرہ ہے اُسے؟" کانگن نے پوچھا۔

"میرے خیال میں ابھی نہیں لیکن ہمیں اُس کی مصروفیات پر نگاہ رکھنی ہوگی"۔

"کانگن یہ ذمّے داری بخوشی قبول کرتا ہے جس وقت بھی اور جس طرح بھی چاہو۔ کانگن کو استعمال کرلینا عدنان۔ تم مجھے خود سے پیچھے نہیں پاؤ گے"۔

"بہت بہت شکریہ!"

"لیکن ایک بات اور بھی ذہن میں رکھو میرے دل میں اس کے لیے تجسّس رہے گا۔ کم از کم اتنا تو بتا دیتے کہ وہ تمھارے لیے کیا حیثیت رکھتا ہے؟" عدنان، کانگن کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"وہ میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے کانگن بس اس سے زیادہ اور کوئی سوال نہ کرنا۔ مَیں اُس کا تحفظ چاہتا ہُوں، مَیں یہ چاہتا ہُوں کہ اُس کے دُشمنوں کو نیست و نابود کردُوں، کسی بھی شخص کو اُس پر حاوی نہ ہونے دُوں۔ یہ سمجھ لو کانگن کہ وہ میرے لیے اس وقت دُنیا کا سب سے بڑا اور سب سے ضروری انسان ہے"۔

کانگن تعجب خیز نگاہوں سے عدنان کو دیکھ رہا تھا!!

عدنان کے جذبات سے اُسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت کن کیفیات کا شکار ہے۔ بہرطور اُس نے عدنان کو زیادہ پریشان نہ کیا اور بولا۔

"سب کچھ تمھاری مرضی کے مطابق ہی ہوگا اطمینان رکھو"! اور اس کے بعد وہ عدنان سے رخصت ہوگیا۔

وہ رات عدنان کے لیے انتہائی بے کلی کی رات تھی۔ ایک لمحہ نیند نہیں آئی تھی۔ ہائی شون میں داخل ہونے کے بعد اُس نے ایسی تفریحات کو اپنا لیا تھا جو اپنے مشن کی تکمیل کے ساتھ ساتھ جاری رہ سکیں۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو کسی جمود کا شکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اینزا آلیورا، مائیکل اور دوسرے کردار اُس کی بہت کے لیے تفریح کا باعث تھے لیکن یہ صرف اس وقت تک کی باتیں تھیں، جب تک کہ اُس کی اپنی مصروفیات کا آغاز نہیں ہوا تھا لیکن اب یہ تمام صُورتِ حال غیر متوقع طور پر پیش آئی تھی اور عدنان مستعد ہوگیا تھا۔ وہ ایک لمحہ بھی ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ پوری رات وہ سو نہ سکا اور دوسری صبح سب سے پہلے شیران کے کمرے پر پہنچ گیا۔ اُس نے اس کے کمرے کے سامنے ایک دو چکّر لگائے، دروازہ بند تھا اور شیران کا اٹینڈنٹ باہر موجود تھا۔

"کیا مسٹر شیران اندر موجود ہیں؟" عدنان نے سوال کیا اور اٹینڈنٹ چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"ہاں ہیں"۔

"کیا وہ ابھی تک باہر نہیں نکلے؟"

"نہیں... وہ بہت کم باہر نکلتے ہیں کیوں کیا تم اُن سے ملنا چاہتے ہو؟" اٹینڈنٹ نے پوچھا اور عدنان نے گردن ہلادی۔

"نہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ آج اُن کی تربیت کا چارٹ کیا ہے؟" اٹینڈنٹ نے بغور عدنان کو اُوپر نیچے تک دیکھا اور پھر بولا۔

"ہاں، ساڑھے پانچ بجے وہ ایرینا نمبر تین میں مشق کریں گے"۔ عدنان نے شکریہ ادا کرکے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے تھے۔ اس سے زیادہ اُسے کُریدنا مناسب نہیں تھا۔ شام کو وہ ایرینا نمبر تین میں موجود تھا۔ شیران ایک گوشے میں مشق کر رہا تھا۔ عدنان اُسے دیکھتا رہا۔ اُسے اپنے باپ پر فخر محسوس ہو رہا تھا۔ اس عمر میں جب کہ دوسرے لوگ تھک جاتے ہیں۔ شیران کسی نوجوان انسان کی طرح چاق و چوبند تھا۔

ایک گھنٹے کے بعد جب وہ باہر نکلا تو عدنان آہستہ آہستہ ٹہلتا ہُوا اُس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ اس انداز میں شیران کے سامنے آیا تھا کہ وہ شیران کی نگاہوں کے سامنے جائے اور اس میں وہ ناکام نہیں رہا۔ اُس نے شیران کا راستہ روکا تھا۔ شیران ٹھٹکا۔ اُس کی طرف دیکھا لیکن اُس کی آنکھوں میں لاتعلقی تھی۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔

"دیکھ کر چلا کرو نوجوان، راستہ کاٹنا بُری بات ہے"۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ عدنان کے کانوں میں اُس کی آواز گونج رہی تھی۔ تھوڑی دُور پہنچ کر شیران نے پلٹ کر دیکھا۔ عدنان اُس کے ساتھ ساتھ ہی چل رہا تھا۔ چند لمحات شیران اُسے دیکھتا رہا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ عدنان کے انداز میں مایوسی پیدا ہوگئی تھی۔ شیران نے اُسے نہیں پہچانا تھا۔ اُس کے چہرے کی کیفیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ گویا، گویا وہ عدنان سے قطعی ناواقف ہے اور یہ بات عدنان کے لیے ایک نئے انکشاف کا باعث تھی۔

کیا شیران اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے، کیا اُس کی ذہنی قوتیں جواب دے چکی ہیں یا پھر اُس کی یادداشت... وہ دیر تک سوچتا رہا اور طرح طرح کے منصوبے بناتا رہا۔ وہ ہر حال میں حقیقت کی تہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

اُسی رات کو ایک بار پھر وہ شیران کے سامنے آیا۔ وہ شیران کے کمرے کے سامنے موجود تھا۔ اٹینڈنٹ نے دوسری بار اُسے دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ شیران باہر نکلا تو اُس کا سامنا عدنان سے ہوگیا اور عدنان مُسکراتا ہُوا اُس کے سامنے آگیا۔

"ہیلو مسٹر شیران؟" اُس نے اُسے مخاطب کیا تو شیران کی نگاہیں اُس پر جم گئیں۔ اُس کے دیکھنے کے انداز میں اجنبیت اور سرد مہری کا تاثر تھا، جیسے عدنان کا مخاطب ہونا اُسے ناگوار گزرا ہو۔ وہ ایک لمحہ خاموشی سے عدنان کو گھُورتا رہا... پھر جذبات سے عاری لہجے میں بولا۔

"غالباً تم وہی ہو جو دن میں میرے سامنے آئے تھے؟"

"ہاں کیا مجھے دیکھ کر تمھارے دِل میں شناسائی کا احساس نہیں جاگا؟" عدنان نے اُسے گھُورتے ہُوئے کہا۔

"کیا مطلب؟ کیا ہم پہلے کہیں مل چکے ہیں؟" شیران نے سوال کیا۔

"ہاں، ہم پہلے بھی مل چکے ہیں مسٹر شیران... میرا نام عدنان سلامن ہے"!

"کیا...؟" شیران نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"کیا تم میرے ساتھ آج رات کا کھانا، کھانا پسند کرو گے؟" عدنان نے کہا۔

"میں کھانا کھا چکا ہوں۔ اس وقت چہل قدمی کے لیے نکلا تھا۔"

"کیا میں تمہارے ساتھ چہل قدمی کر سکتا ہوں؟"

"آؤ" شیران بولا اور عدنان اُس کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ عدنان کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ وہ یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ اس وقت کوئی اُن کی طرف متوجہ تو نہیں ہے لیکن آس پاس کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

شیران اُسے ساتھ لیے ہوئے پھولوں کے ایک ایسے تختے کے پاس پہنچ گیا جہاں ہر طرف بھینی بھینی خوشبو بکھری ہوئی تھی اور پھر وہ ہاتھ باندھ کر آہستہ آہستہ ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

"میں تم سے کہاں مل چکا ہوں اس بارے میں مجھے کچھ یاد نہیں ہے نوجوان؟ کیا تم ہائی شون میں زیرِ تربیت ہو؟"

"ہاں... میں یہیں تربیت حاصل کر رہا ہوں لیکن کیا آپ نے یہ بھی غور نہیں کیا مسٹر شیران سلامن کہ میرے اور آپ کے نام میں ایک بات مشترک ہے۔ یعنی سلامن کیا آپ اس نام کی اہمیت سے واقف ہیں؟"

"دیکھو نوجوان، میں ذرا مختلف طبیعت کا انسان ہوں۔ کسی بھی چیز کی اہمیت یا گزرے ہوئے واقعات پر دماغ سوزی مجھے ناپسند ہے۔ تم اگر میرے پاس آ گئے ہو تو چند لمحات گفتگو کرو اور اس کے بعد اپنا راستہ لو۔ میں بہت زیادہ لوگوں کو دوست بنانے کا عادی نہیں ہوں۔ بس سرسری سی ملاقاتیں چاہتا ہوں۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"میں بھی تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا مسٹر شیران سلامن لیکن تم سے ایک درخواست کر کے جا رہا ہوں اس بات پر غور کرنا کہ تمہارے اور میرے نام میں یہ سلامن کا لفظ مشترک کیوں ہے یا شیران اور عدنان ہم قافیہ کیوں ہیں؟" عدنان نے کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر واپسی کے لیے مڑ گیا۔

شیران گہری نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا تھا، پھر اُس نے مسکرا کر گردن جھٹکی اور آگے بڑھ گیا۔ عدنان واپس اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔ اُسے بے حد مایوسی ہوئی تھی اور اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ شیران ایک بار پھر کسی ذہنی خلل کا شکار ہو گیا ہے۔

"میرا باپ بھی کیا شے ہے"، عدنان نے دُکھ سے سوچا، "پہلے مجھے بیٹا ماننے سے ہی انکار کر دیا تھا اور اس کے بعد بیٹا تسلیم کیا تو اس طرح گم ہو گیا کہ میں اپنے آپ کو یتیم سمجھنے لگا۔ آج پھر سامنے آیا ہے تو بالکل اسی منزل میں ہے جہاں پہلی بار میری اُس سے شناسائی ہوئی تھی۔" عدنان نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بڑبڑانے لگا۔

"لیکن بابا تو زندہ ہے تو تجھے ایک دن میرے راستے پر لوٹنا ہو گا۔ میں اُن تمام لوگوں کے خون سے اپنی پیاس بجھاؤں گا جو تجھے مجھ سے دُور لے جانے کے خواہش مند ہیں۔"

بنکاک کے ایک پُرفضا اور خوب صورت علاقے میں ڈی تھری اپنے چند افراد کے ساتھ موجود تھا۔ ان لوگوں کے سپرد جو مشن کیا گیا تھا۔ وہ اسے نہایت ہوشیاری سے انجام دینے میں مصروف تھے۔ ڈی تھری ایک سنجیدہ اور سخت طبیعت انسان تھا۔ اُس کے ماتحتوں کو اُس کے سامنے اُونچی آواز میں گفتگو کرنے کی جُرأت نہیں ہوتی تھی۔ ہائی شون کی رپورٹیں اُسے مسلسل مل رہی تھیں۔ اس ادارے میں عام آدمی کا داخلہ صرف اس حد تک ممکن تھا کہ وہ کسی سے ملاقات کے لیے چلا جائے۔ اُن کے ساتھ رہنا یا ہائی شون میں اُن کے کسی مشغلے میں دلچسپی لینا بالکل ہی ممنوع تھا۔ ڈی تھری نے اپنے طور پر اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی تھی۔ شیران کی نگرانی ہائی شون کے بیرونی علاقے میں ہو رہی تھی اور اس سے زیادہ کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی تھی۔ اس دوران میں تقریباً تین بار ڈی تھری کے خصوصی نمائندے مہمان خانے میں شیران سے ملاقات کر چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی اُس کی تربیت کی رپورٹیں بھی موصول ہو رہی تھیں اور تازہ رپورٹ ڈی تھری کے لیے انتہائی حوصلہ بخش تھی۔

اُسے اطلاع ملی تھی کہ شیران ذہنی طور پر انتہائی معتدل ہو چکا ہے اور اب اُس کے انداز میں ایک تحمل پایا جاتا ہے۔ وہ اپنے دُشمن پر پاگلوں کی طرح ٹوٹنے کے لیے بے چین نہیں رہتا بلکہ اب اُن کے بارے میں سوچتا بھی ہے۔ ڈی تھری کو اس اطلاع سے انتہائی خوشی ہوئی تھی اور اُس نے فوری طور پر جنرل ڈی سے رابطہ قائم کر کے شیران کے بارے میں تازہ رپورٹ دی تھی۔

"کیا ہائی شون کی تربیت کا کوئی خصوصی عرصہ مقرر ہے یا تربیت مکمل ہونے پر فوراً ہی ہم اپنے آدمی کو وہاں سے واپس بلا سکتے ہیں؟" رپورٹ سُن کر جنرل ڈی نے پوچھا تھا۔

"وہاں سے واپسی کسی بھی وقت ممکن ہے جناب لیکن مسٹر ہائی شون کے سپرد جو ذمے داری کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں جب تک وہ مطمئن نہیں ہو جاتے، اُس وقت تک اُن کی طرف سے تربیت کی تکمیل کی سند نہیں ملتی۔"

"کیا تم اس سلسلے میں ان سے یہ سوال کر سکتے ہو کہ اس میں کتنا وقت لگ جائے گا؟"

"یقیناً..." ڈی تھری نے جواب دیا اور پھر اپنے طور پر کوششیں کر دیں تو ہائی شون نے بتایا کہ ابھی شیران کو تربیت مکمل کرنے میں کافی وقت لگے گا۔ وہ اُسے ذہنی طور پر مکمل ہونے کی سند اُس وقت تک نہیں دے سکتے، جب تک کہ وہ تمام امتحانات پاس نہ کر لے۔ ڈی تھری نے یہ اطلاع جنرل ڈی کو دے دی تھی اور جنرل ڈی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ اُس نے ہدایت کی کہ جب تک شیران اپنی تربیت مکمل نہ کر لے اُسے وہاں سے ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اُس سے ملاقاتیں کر کے اُس کی ذہنی کیفیت کا خود بھی جائزہ لینا چاہیے اور اس سلسلے میں ڈی تھری نے شیران سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تو اُسے چھٹی کے دن ہائی شون سے باہر جانے کی اجازت مل گئی۔ ڈی تھری نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی کہ شیران کو احتیاط کے ساتھ اُس کی رہائش گاہ پر لایا جائے اور شیران ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔ ذہنی طور پر وہ ان لوگوں سے متعارف تھا جنرل ڈی نے اُسے جو احکامات دیے تھے۔ شیران نے ابھی تک اُن سے انحراف نہیں کیا تھا۔ شاید یہ اس کے بس کی بات ہی نہیں تھی۔

سیاہ رنگ کی ایک خوب صورت کار ڈی تھری کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑی لیکن اُن میں سے کوئی بھی اس بات سے واقف نہیں تھا کہ پیلے رنگ کی وہ خوب صورت بیل کار جو اُن کے پیچھے چلی آ رہی تھی دراصل اُن کے تعاقب میں ہے، بیل کار میں سوار نوجوان جو بظاہر تفریحی لباس میں ہے، لیکن اُس کا مقصد کچھ اور ہے۔

شیران کو ڈی تھری کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ ڈی تھری نے مسکراتے ہوئے اُس کا استقبال کیا تھا اور پھر اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ "آپ خوش و خرم اور جسمانی طور پر بالکل فٹ نظر آ رہے ہیں مسٹر شیران۔" ڈی تھری نے کہا۔

"اس سے پہلے میں آپ کو کب فٹ نہیں محسوس ہوا...؟" شیران نے چبھتے ہوئے لہجے میں اُسے گھور کر کہا۔

"نہیں... نہیں یہ بات نہیں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہائی شون کی تربیت سے آپ پوری طرح مطمئن ہیں یا نہیں۔"

"جو لوگ اس بات سے مطمئن ہونا چاہتے ہیں۔ یہ سوال اُن سے کیا جانا چاہیے۔" شیران نے جواب دیا۔

"آپ اپنے اندر کوئی تبدیلی پاتے ہیں؟"

"نہیں، میں حسبِ معمول ہوں۔"

"اور کوئی ایسی چیز، جو ہائی شون میں آپ کے لیے باعث تکلیف رہی ہو؟"

"نہیں میں اپنی تکلیفیں خود رفع کرنے کا عادی ہوں۔"

"کوئی ایسا مدِمقابل، جسے آپ نے اپنے لیے خطرناک محسوس کیا ہو؟"

"نہیں... ایسے لوگ، اگر میرے سامنے آتے ہیں تو پھر وہ کبھی میرے لیے خطرہ نہیں بنتے۔ ایسے خطرات میں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا ہوں۔" شیران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"آپ کے اطراف میں کچھ ایسے لوگ تو موجود نہیں ہیں، جو آپ میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہوں؟"

"میں نہیں جانتا۔" شیران نے جواب دیا اور پھر چونک کر بولا۔ "ہاں، ایک شخص کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ مجھ میں خصوصی دلچسپی لے رہا ہے، وہ مجھے اپنا قدیم شناسا ظاہر کرتا ہے۔"

"قدیم شناسا۔" ڈی تھری چونک پڑا۔

"ہاں، وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتا ہے کہتا ہے کہ میرے بارے میں غور کرو۔ میں زیادہ توجہ نہیں دے رہا اُس پر... میں خود ایسے لوگوں کو ناپسند کرتا ہوں... جو ضرورت سے زیادہ فری ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"کیا حلیہ ہے؟ کیا نام ہے اُس کا؟"

"شاید وہ خود کو عدنان سلامن کہتا ہے اور کہتا ہے کہ لفظ سلامن پر غور کیا جائے کہ وہ میرے نام کے ساتھ مشترک کیوں ہے؟" ڈی تھری کے چہرے پر اضطراب کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔

"کیا وہ شخص..." ابھی اُس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً باہر دو فائر ہوئے اور ڈی تھری اُچھل پڑا۔ باہر لوگوں کے بھاگنے دوڑنے اور چلا چلا کر ایک دوسرے کو ہدایت دینے کی آواز آ رہی تھی۔ ڈی تھری نے شیران کے شانوں پر ہاتھ

رکھا اور اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرکے باہر نکل گیا۔

آس پاس کوئی نہ تھا۔ یہ بھاگ دوڑ بیرونی گیلری میں ہو رہی تھی۔ ڈی تھری چلا کر لوگوں کو آوازیں دینے لگا۔ اس دوران میں شیران بھی باہر نکل آیا تھا۔

"یہ فائرنگ کیسی تھی؟" اُس نے سوال کیا۔

"معلوم نہیں۔" ڈی تھری نے کندھے اُچکائے۔ اسی وقت دو آدمی دوڑتے ہُوئے قریب پہنچ گئے۔ ڈی تھری نے غرّاتے ہُوئے لہجے میں کہا۔ "کیا بھاگ دوڑ ہے؟ گولی کس نے چلائی تھی؟" اُن میں سے ایک آدمی نے ہانپتے ہُوئے کہا۔

"جناب! ایک شخص، وہ چہرے پر نقاب لگائے ہُوئے تھا، انتہائی پھرتیلا آدمی تھا۔ وہ آپ کے کمرے کے عقبی حصّے میں آپ کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کون تھا یہ پتا نہیں چل سکا۔ جب اُسے دیکھا گیا تو ہمارے آدمی اس کی طرف جھپٹے لیکن وہ جست لگا کر عقبی برآمدے میں پہنچ گیا۔ مجبوراً اس پر دو فائر کرنا پڑے تھے لیکن وہ گولیوں سے بچ گیا اور اس کے بعد ایک پائپ پر چڑھ کر چھت پر پہنچ گیا۔ چھت پر اُس کا تعاقب کیا گیا تو وہ نیچے آگیا۔ وہ بُری طرح ہمارے ساتھیوں کو نچاتا پھر رہا ہے۔ بیرونی دروازے پر ہمارے آدمیوں کی کافی تعداد موجود ہے۔ ہم اُسے نکلنے نہیں دیں گے۔"

"جاؤ، دیکھو... اگر زندہ ہاتھ نہ آئے تو اُسے ہلاک کر دینا۔" ڈی تھری نے کہا۔ شیران خاموشی سے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ ڈی تھری نے تشویش زدہ لہجے میں اُسے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ کوئی مسلسل تمھاری تاک میں ہے۔" شیران کے چہرے پر بے پروائی کے آثار پیدا ہوگئے اور اُس نے سرد لہجے میں کہا۔

"اگر کوئی میرا دُشمن ہے اور میری وجہ سے یہاں پہنچا ہے تو آپ کو اس کے لیے فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔ وہ جب بھی میرے سامنے آئے گا، مَیں اُس سے نمٹ لُوں گا۔" ڈی تھری اُسے مسلسل تشویش آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے شیران کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور اُسے واپس اپنے کمرے میں لے آیا لیکن اب وہ غیر مطمئن تھا۔ تقریباً دس منٹ بعد اُس نے پھر باہر جا کر صورتِ حال معلوم کی۔ ابھی تک باہر سے کوئی اطلاع نہ ملنے سے وہ بے چین نظر آ رہا تھا۔ سامنے ہی جو شخص نظر آیا، ڈی تھری نے اُس کا گریبان پکڑ کر اُسے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔

"کیا تم لوگ زندہ وطن واپس جانا پسند نہیں کرتے؟ ابھی تک مجھے اس کے بارے میں کوئی اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟"

"سر... سر... شاید وہ نکل گیا۔ اب اُس کا عمارت میں کوئی پتا نہیں ہے۔" اُس شخص نے جواب دیا اور ڈی تھری نے اُسے زور سے دھکا دے دیا۔ اس کے بعد وہ کمرے میں آگیا لیکن اب وہ دلجمعی سے شیران گفتگو نہیں کر سکا تھا۔ تاہم اُس نے چند اہم باتیں شیران سے معلوم کیں اور پھر اُسے ہدایت دیتے ہُوئے کہا۔ "ہائی شون میں تمھیں اپنے ان دُشمنوں سے پوری طرح ہوشیار رہنا ہے۔ اُس شخص سے خاص طور سے محتاط رہو جس نے اپنا نام تمھیں عدنان سلامن بتایا ہے۔"

"کیا اُس کی ذات سے کوئی خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے؟"

"ہاں، اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمیں کچھ اور انتظامات کرنے ہوں گے۔" ڈی تھری نے جواب دیا۔

"میرے لیے اور کیا حُکم ہے؟" شیران نے پوچھا۔

"بس اب تھوڑی دیر کے بعد تمھیں ہائی شون پہنچا دیا جائے گا۔ اپنے آپ کو وہاں محدود رکھو، اگر وہ شخص آیندہ تمھارے راستے میں آئے تو تم اُس پر توجہ نہیں دو گے۔" شیران نے گردن ہلا دی۔ یہ اُس کی فطرت کا ایک انتہائی افسوسناک پہلو تھا۔ سُرخ رنگ کے تحت اُسے جو احکامات دیے گئے تھے، وہ اُن سے انحراف نہیں کر سکتا تھا۔ ورنہ اُس کی فطرت میں یہ سب کچھ شامل نہیں تھا۔ اس بار وہ گاڑی لے کر واپس نہیں گئی تھی۔ جو لے کر آئی تھی۔ اُس کے لیے ڈی تھری نے کچھ اور ہی بندوبست کیا تھا لیکن شیران کے جانے کے بعد وہ ذہنی طور پر انتہائی منتشر نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے مخصوص ذرائع سے جنرل ڈی سے رابطہ قائم کیا اور اُسے اطلاع دیتے ہُوئے کہا۔

"جنابِ عالی! ہائی شون میں کچھ مشکوک لوگ شیران کے پیچھے لگے ہُوئے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک شخص جو خود کو عدنان سلامن بتاتا ہے، سامنے آسکا ہے۔ وہ کون ہے اور کیا ہے، اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔"

"عدنان سلامن۔" جنرل ڈی نے تشویش لہجے میں کہا۔ "یہ نام... یہ نام ہم سے چھپا ہُوا کیوں ہے، کون ہو سکتا ہے... یہ شخص، بعد؟"

"ہمیں علم نہیں جناب۔"

"معلوم کرو۔ اُس شخص کے بارے میں جس طرح بھی ہو سکے معلوم کرو۔ خواہ تمھیں ہائی شون میں اپنا ایک اور آدمی ہی کیوں نہ داخل کرنا پڑے بلکہ یہی طریقہ بہتر ہے۔ ہائی شون میں دو ایسے آدمیوں کو داخل کر دو، جن کا کام صرف عدنان سلامن کی نگرانی ہو۔ مَیں اس سلسلے میں تمھیں بہت جلد دوسری ہدایات جاری کروں گا۔"

کالگن نے ہی عدنان کو اطلاع دی تھی کہ شیران چھٹی کے دن ہائی شون سے باہر جا رہا ہے اور کالگن کی پیش کش کے باوجود عدنان نے اُسے ساتھ لے جانا قبول نہیں کیا تھا البتہ لیزا کی پیلے رنگ کی بل کار عدنان نے مانگ لی تھی۔ عدنان، شیران کا تعاقب کرتا ہُوا، اس عمارت تک پہنچا تھا پھر وہ پورے طور پر شیران اور ایک پستہ قد شخص کے درمیان ہونے والی گفتگو سُن بھی نہ سکا تھا کہ اُسے دیکھ لیا گیا۔ چنانچہ عدنان کافی دیر تک اُنھیں نچانے کے بعد وہاں سے نکل آیا تھا۔ یہاں سے جانے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن یہ بھی جان چکا تھا کہ اب اُسے نگاہ میں رکھا جائے گا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کا تعلق ہائی شون سے ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ حالات کو آیندہ کے لیے چھوڑ کر وہ وہاں سے چل پڑا تھا اور پھر وہ ہائی شون پہنچ گیا۔ کالگن اُس کا منتظر تھا۔ بل کار کالگن کے حوالے کرنے کے بعد عدنان نے اُس سے اجازت چاہی تو کالگن کہنے لگا۔

"میرے دوست! میرا خیال ہے، مَیں نے اب تک ایسی کوئی بات نہیں کی جو تمھارے لیے ناپسندیدگی کا باعث ہوتی لیکن ایک دوست ہونے کی حیثیت سے یہ احساس میرے ذہن میں بار بار اُبھر رہا ہے کہ تم کسی اُلجھن کا شکار ہوگئے ہو۔ مَیں اگر اپنے دوست کی اُلجھن سے واقف ہوتا تو خود بھی اس میں کچھ حصّہ بانٹنے کی کوشش کرتا۔ مَیں تم سے زیادہ اظہارِ وفاداری نہیں کروں گا عدنان، لیکن یقین کرو کہ مجھے تم سے بہت زیادہ محبت ہوگئی ہے۔" عدنان نے کالگن کا شانہ تھپ تھپاتے ہُوئے کہا۔

"مَیں واقعی اُلجھن کا شکار ہُوں کالگن لیکن مجھے اس کے لیے کچھ موقع دو۔ ابھی مَیں تمھیں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا۔"

"جب تم مناسب سمجھو لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا کسی بھی موقع پر کالگن کی ضرورت پیش آئے تو مجھے بلا جھجک پُکار لینا۔"

"اگر مَیں اس قسم کی کوئی بات سوچتا کالگن، تو تمھیں اس حد تک اپنے معاملات میں شریک نہ کرتا۔" عدنان نے جواب دیا۔ تنہائی میں اُس نے اُن لوگوں کے بارے میں بہت غور کیا اور اس نتیجے کے علاوہ کوئی اور نتیجہ نہ نکال سکا کہ اُن کا تعلق اسی تنظیم سے ہو سکتا ہے جو اُس کے علاقے میں اپنا تسلط قائم کرنے کے خواہش مند تھے۔ ممکن ہے اُنھوں نے اب کوئی نیا جال پھینکا ہو لیکن شیران کو اس جال میں پھانس کر وہ اُس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟ عدنان کی پرورش اس علاقے میں نہیں ہُوئی تھی بلکہ اُس نے یورپ کے ماحول میں آنکھ کھولی تھی۔ بڑے بڑے شاطروں سے اُس کی شناسائی رہی تھی۔ چنانچہ اُس کے سوچنے کا انداز خاصا مختلف تھا۔ اپنے طور پر وہ کم از کم یہ فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوگیا کہ اُس کا واسطہ انتہائی خطرناک لوگوں سے ہے اور اُسے اپنے طور پر محتاط رہنا ہوگا۔ اُس نے یہ بھی سوچا کہ مارینو کو اس سلسلے میں اطلاع دے دے کہ شیران یہاں موجود ہے اور اُس سے اپنے طور پر امداد حاصل کرے۔ مسٹر ہائی شون سے جب اُس کی ملاقات ہُوئی تھی تو ہائی شون نے جن الفاظ میں مارینو کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اگر وہ خود ہائی شون سے اپنی مدد کی درخواست کرے تو ہائی شون انکار نہیں کرے گا بلکہ شاید اس بات پر وہ برہم بھی ہو جائے کہ اُن کے ہاں رہ کر کوئی سازش کی جا رہی ہے لیکن اس سے شیران بھی متاثر ہوتا تھا۔ چنانچہ عدنان ابھی شیران کے سلسلے میں کوئی ایسی اُلجھن نہیں چاہتا تھا جو شیران کے لیے تکلیف کا باعث بن جائے۔ وہ اس سلسلے میں کوئی آخری فیصلہ کرنے سے قاصر رہا تھا۔ دوسرے دن اتفاقیہ طور پر ٹہلتے ہُوئے اُس کی ملاقات شیران سے ہوگئی، وہ سامنے سے آ رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر ٹھٹکا اور پھر راستہ بدل لیا، لیکن عدنان اُس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔

"بابا۔" وہ اُس کے سامنے پہنچ گیا اور شیران چونک کر رُک گیا۔ اُس نے خونخوار نگاہوں سے عدنان کو دیکھتے ہُوئے کہا۔

"لڑکے... مَیں پہلے بھی تمھیں اپنے بارے میں بتا چُکا ہُوں، مَیں لوگوں سے بہت زیادہ بے تکلف ہونے کا عادی نہیں ہُوں، نہ ہی کسی کو مستقل اپنے قریب دیکھنا پسند کرتا

ہُوں میری بات سُنو۔ اس کے بعد مجھے مخاطب کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"مم... مگر... مم... مسٹر شیران... دراصل مَیں..."

"مَیں نے کہا نا، مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ جب مَیں نے تمھیں یہ بات بتادی کہ مَیں کسی کی قربت نہیں چاہتا تو تمھیں مجھ سے تعاون کرنا چاہیے۔ مجھے میری کھال میں مست رہنے دو، اگر اب بھی تم باز نہ آئے تو تمھیں نقصان کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا۔" شیران تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔ عدنان نے اب اُس کا تعاقب کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اس کے بعد دوسرے دن، تیسرے دن، اور چوتھے دن بھی اُس نے شیران کے سامنے آنے کی کوشش کی لیکن اُسے مخاطب نہیں کیا۔ شیران نے کئی بار اُسے دیکھا لیکن لاتعلقی سے آگے بڑھ گیا۔ عدنان کو اب اس کی اُمید نہیں رہی تھی کہ شیران اُس سے مخاطب ہونے کی کوشش کرے گا۔ اُسے اس عمارت کے بارے میں بھی معلومات نہیں تھیں جہاں وہ لوگ مقیم تھے۔ کئی بار اُس کا دل چاہا کہ وہاں جاکر اُنھیں ٹٹولے لیکن اس سلسلے میں ابھی وہ اپنے وسائل نامکمل پاتا تھا۔ دراصل اُسے آخری فیصلہ یہی کرنا تھا کہ اب شیران کے سلسلے میں کسی کی مدد حاصل کرلی جائے یا ابھی رُکا جائے۔ اُس کی انتہائی خواہش تھی کہ شیران کی اپنی یادداشت واپس آجائے اور اگر ایسا ہوجائے تو پھر کسی اور کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ دونوں مل کر اپنے دُشمنوں سے بآسانی نمٹ سکتے ہیں۔ دورانِ مشق وہ اپنی تمام تر توجہ اپنی تربیت پر ہی مرکوز رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس کی کارکردگی میں ابھی تک کوئی خامی محسوس نہیں کی گئی تھی۔ اسی شام وہ تقریباً پونے آٹھ بجے اپنی تربیت مکمل کرنے کے بعد چہل قدمی کے لیے ایک سنسان گوشے میں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر تک وہاں سرد ہَواؤں کی خوشبو سے لُطف اندوز ہوتا رہا۔ بہت سے خیالات ذہن میں تھے۔ شیران کو متاثر کرنے کی ہر کوشش ناکام ہوچکی تھی۔ اور اب وہ اس سلسلے میں مایوس ہوتا جارہا تھا۔ ان دِنوں کسی تفریح میں بھی حصّہ نہیں لیا تھا۔ انیزا آئیورا تو زندگی بچا کر بھاگ کھڑی ہُوئی تھی اور اس کے بعد اُس نے پلٹ کر عدنان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ کانگن اپنی مصروفیات میں مست تھا یا پھر لیزا کے ساتھ معانقہ لڑا رہا تھا، لیکن اس دوران میں دو تین بار عدنان سے بھی دریافتِ حال کرچکا تھا... لیکن فی الحال کوئی مسئلہ نہ تھا اس لیے عدنان نے اس سے معذرت کرلی تھی۔ دیر تک وہ چہل قدمی کرتا رہا اور پھر وہاں سے واپسی کے لیے پلٹا ہی تھا کہ دفعتاً ایک جھاڑی کے عقب سے دو آدمی نکل کر اُس کے سامنے آگئے۔ اُن کا انداز کچھ عجیب سا تھا لیکن اُن کے ہاتھ میں چمکتے ہُوئے پستول دیکھ کر عدنان چونک پڑا۔ یہ دونوں پستول اُسی کی جانب اُٹھے ہُوئے تھے۔ اُس نے دونوں کے چہروں کو غور سے دیکھنے کی کوشش کی لیکن اُسے اندازہ ہُوا کہ چہروں پر باریک ماسک لگاکر خدوخال چھُپا لیے گئے ہیں۔ یقینی طور پر ان کے ارادے بہتر نہیں تھے۔ عدنان ایک لمحے کے لیے تشویش کا شکار رہا اور پھر مطمئن ہوگیا۔

"واہ... مَیں تم لوگوں کی دلیری کی داد دیتا ہُوں کہ ہائی شون جیسی جگہ میں بھی تم ڈاکہ زنی کرسکتے ہو!"

"اس طرف... جھاڑیوں کی طرف..." اُن میں سے ایک پستول کی نال سے جھاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے غرّایا۔ صُورتِ حال ایسی تھی کہ عدنان اس وقت اُن کے خلاف کوئی مؤثر قدم نہیں اُٹھا سکتا تھا لیکن وہ وقت کا منتظر تھا۔ چنانچہ وہ جھاڑیوں کے پیچھے پہنچ گیا۔ وہ دونوں انتہائی مستعد اور تربیت یافتہ معلوم ہوتے تھے۔ اس لیے جانتے تھے کہ ہائی شون کا کوئی طالب علم کتنے فاصلے سے خطرناک ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اُنھوں اس فاصلے کا خاص طور سے خیال رکھا تھا۔

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ چند الفاظ میں جو کچھ پوچھا جارہا ہے، اُس کا جواب دو۔" اُن میں سے ایک انتہائی سرد لہجے میں بولا۔ "اور اس بات کو ذہن نشین کرلو کہ تمھیں قتل کرکے یہاں سے جانے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ دونوں پستولوں پر سائیلنسر لگے ہُوئے ہیں۔ اس لیے..." یہ کہہ کر اُس نے جُملہ معنی خیز انداز میں ادھورا چھوڑ دیا۔

"کیا چاہتے ہو تم لوگ؟" عدنان نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"تمھارا نام عدنان سلامن ہے؟"

"ہاں..."

"کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟"

"بنکاک سے۔" عدنان نے جواب دیا۔

"مسخرے بننے کی کوشش کررہے ہو۔ زندگی کے ان چند لمحات کو قیمتی سمجھو اور درست طریقے سے جواب دو!"

"کمال ہے، کیا بنکاک کا باشندہ ہونا کوئی جُرم ہے!" عدنان نے سوال کیا۔

"تم جانتے ہو کہ تمھارا تعلق وہاں سے نہیں ہے۔ سلامن خاندان پہاڑوں میں آباد ہے اور تم وہیں کے باشندے ہو۔ شیران سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

"تعجب کی بات ہے دوستو! سب کچھ تو تم معلوم کرکے آئے ہو پھر بھی مجھ سے سوال کررہے ہو!" عدنان نے شانے ہلاکر کہا۔

"تم شاید صورتِ حال کا صحیح طور پر احساس نہیں کر پا رہے ہو۔ مَیں تمھیں آخری وارننگ دیتا ہُوں کہ مختصر وقت میں مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتادو۔" اُن میں سے ایک نے دو قدم آگے بڑھتے ہُوئے کہا۔ جب کہ دوسرا کچھ پیچھے رہ گیا تھا۔

دفعتاً جھاڑیوں میں ہلکی سی سرسراہٹ ہُوئی اور اس کے بعد وہ شخص جو دو تین قدم پیچھے رہ گیا تھا۔ ایک کراہ کے ساتھ نیچے گر پڑا۔ پستول اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اُس کی کراہ سُن کر عدنان کی طرف بڑھنے والا شخص صرف ایک لمحے کے لیے عدنان کی طرف سے غافل ہُوا اور یہی لمحہ اُس کے لیے مہنگا ثابت ہُوا۔ عدنان کا پاؤں ایک مخصوص زاویے سے گھوما اور پستول اُس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں پرواز کرتا ہُوا نہ جانے کہاں جاگرا۔ عدنان نے اُس شخص کو موقع دیے بغیر اُس پر چھلانگ لگادی تھی۔ یہی کیفیت اُس دوسرے آدمی کے ساتھ ہُوئی تھی۔ غالباً اُس پر حملہ کرنے والا بھی تنہا شخص تھا۔ دونوں اپنے شکاروں سے گتھے رہے، پھر چند ہی لمحات میں وہ اپنے حریفوں کو بے بس کرچکے تھے۔

عدنان نے اچھی طرح پہچان لیا تھا کہ اُس کا مددگار کانگن ہے۔ دونوں زخمی آدمیوں کو جھنڈ کے پیچھے سے نکال کر باہر روشنی میں لایا گیا اور عدنان نے آگے بڑھ کر اُن کی نقلیاں نوچ دیں۔ دونوں چہرے اُس کے لیے اجنبی تھے۔

"مَیں انھیں نہیں پہچانتا کانگن، نہ جانے کون لوگ ہیں یہ...؟"

"لیکن... مَیں انھیں پہچانتا ہُوں!" کانگن نے معنی خیز لہجے میں کہا اور عدنان چونک کر اُس کی صورت دیکھنے لگا۔

"کون ہیں یہ...؟" اُس نے تعجب سے پوچھا۔

"ہائی شون کے نووارد طالب علم۔ ڈیپارٹمنٹ نمبر سات سے تعلق ہے۔ جسمانی تربیت کے لیے آئے ہیں۔ ایک جیکسن ہے اور دوسرا نارمن۔"

"تم یہ سب کچھ کس طرح جانتے ہو؟"

"مَیں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرچکا ہُوں۔ پچھلے چار پانچ دنوں سے یہ تمھاری نگرانی کررہے ہیں۔" کانگن نے جواب دیا۔

"اوہ کانگن..." عدنان شکرگزار لہجے میں بولا۔

"یہ تمھارے پیچھے لگے ہُوئے تھے اور مَیں ان کے پیچھے تھا۔ اس وقت بھی یہ تمھاری رہائش گاہ سے تمھارے ساتھ تھے اور مَیں ان کے پیچھے۔ اب یہ بتاؤ، ان کے لیے کیا کیا جائے؟"

"اس کے سوا اور کچھ نہیں کرسکتے کہ انھیں مسٹر ہائی شون کے سامنے پیش کردیں۔ ان کے پاس پستول ہیں اور ان کا یہ جُرم کافی ہے۔ بدقسمتی سے ہائی شون میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ ورنہ ان سے بہت سی باتیں پوچھنی تھیں مجھے۔"

"ٹھیک ہے عدنان۔ ہم انھیں مزید نقصان پہنچاکر خود بھی ہائی شون کے قواعد کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے۔ مَیں دوسرا پستول تلاش کرتا ہُوں۔ تم ان کے ہاتھ پاؤں کس لو۔ میرا خیال ہے، دونوں بے ہوش ہیں۔"

"نہیں کانگن پستول کو ہاتھ نہ لگانا۔ پستول پر ان کی اُنگلیوں کے نشانات ہوں گے۔ اس کے علاوہ میرا خیال ہے، تم بھی سامنے نہ آؤ۔ جو کچھ تم کررہے ہو عام نگاہوں میں آئے بغیر بہتر انداز میں کرسکوگے۔ ہاں، ایک کام ضرور کرو۔ کچھ لوگوں کو فوراً ادھر بھیج دو، اُنھیں بتاؤ کہ تم نے ادھر کچھ گڑبڑ محسوس کی ہے۔"

کانگن نے صورتِ حال سمجھ لی اور پھر عدنان کو ہوشیار رہنے کا مشورہ دے کر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں چند لوگوں کے علاوہ انتظامیہ کے بہت سے افراد وہاں پہنچ گئے... اور عدنان نے اُنھیں تفصیل بتاتے ہُوئے کہا کہ وہ یہاں صرف چہل قدمی کررہا تھا کہ ان لوگوں نے اُس پر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش کی، جسے اُس نے ناکام بنادیا۔

دوسری صبح معاملہ ہائی شون کے سامنے پیش ہُوا... اور توقع کے عین مطابق وہ دونوں صاف مُکر گئے۔ اُنھوں نے پستولوں سے بھی لاتعلقی ظاہر کی تھی لیکن مسٹر ہائی شون نے فوراً اُن کی اُنگلیوں کے نشانات کی تصدیق کرلی۔

"انتظامیہ کا کیس ہے۔ مَیں خود کوئی مداخلت نہیں کرسکتا۔"

مسٹر ہائی شون نے کہا اور پولیس کو طلب کر لیا۔ عدنان کو پولیس اسٹیشن جانے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔

"میں اب بھی صورتِ حال سے ناواقف ہوں عدنان لیکن تمھیں انتباہ کرتا ہوں کہ اب زیادہ ہوشیار رہنے کی کوشش کرو۔" کالگن پُرتشویش لہجے میں بولا۔

"تمھیں ایک اور زحمت دینا چاہتا ہوں کالگن۔ تمھیں بلہر جانا ہو گا۔" عدنان نے کہا۔

"لیزا ابھی گئی ہوئی ہے اور شام کو بنکاک کے ایک کلب میں مجھے اُس سے ملاقات کرنی ہے۔ اس کا پروگرام تین دن قبل بن گیا تھا۔"

"یہ اور بھی اچھی بات ہے۔ ایک عمارت کا پتا نوٹ کرو۔ اس کے بارے میں معلومات درکار ہیں لیکن تمھیں ہوشیاری سے کام لینا ہو گا۔"

"پتا بتاؤ۔" کالگن نے کہا اور عدنان نے اُس عمارت کا پتا بتا دیا، جس میں شیران کو لے جایا گیا تھا۔ "ممکن ہے رات کو دیر سے واپس لوٹوں لیکن جس وقت بھی واپس آیا تم سے ضرور ملوں گا۔"

"اوکے۔" عدنان نے کہا اور کالگن چلا گیا۔ اس کے بعد عدنان کو فرصت تھی لیکن ذہنی اُلجھنوں نے اُسے بُری طرح پریشان کر رکھا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ حالات بتا رہے تھے کہ اب مارلینو سے رابطہ قائم کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ یہ خطرہ بھی تھا کہ کہیں شیران کو یہاں سے ہٹا نہ دیا جائے۔ ان لوگوں کے بارے میں اندازہ ہو گیا تھا، اگر وہ اس پر قابو پانے میں ناکام رہے تو شیران کو یہاں سے ہٹا لیں گے اور وہ کسی قیمت پر اب شیران کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ کچھ کرنا ہی ہو گا۔ مسٹر ہائی شون اس سلسلے میں اُس کی یقینی مدد کر سکتے تھے۔ اُن کے لیے مارلینو سے رابطہ قائم کر لینا کوئی مشکل نہ ہو گا۔

عدنان شام تک مضطرب رہا۔ اُس کے ذہن میں شدید انتشار تھا۔ کمرے میں بہت کم بیٹھا تھا۔ دِل کہیں بھی نہیں لگ رہا تھا۔ جب پریشانی حد سے بڑھ گئی تو وہ شیران کی اقامت گاہ کی طرف چل پڑا۔ کوئی اُمید نہیں تھی، بس اُسے دیکھنا چاہتا تھا۔ وہاں سے معلوم ہُوا کہ شیران مشق کے لیے گیا ہُوا ہے۔ عدنان ایرینا نمبر آٹھ کی طرف چل پڑا۔

ایرینا میں مقابلہ جاری تھا۔ ایک سیاہ فام لڑاکا شیران کے سامنے جھول رہا تھا۔ شیران نے اُسے مار مار کر ادھ موا کر دیا تھا۔ نہ جانے عدنان کو کیا سُوجھی وہ ایرینا میں اُتر گیا۔ بات اصول کے خلاف تھی لیکن عدنان ہر اصول کو بُھول گیا۔

"کیا بات ہے؟" شیران نے اُسے گھورتے ہُوئے کہا۔

"میں تم سے اسی جگہ کچھ کہنا چاہتا ہُوں۔" عدنان نے جذباتی انداز میں کہا۔

"ایرینا کے اصول معلوم ہیں؟" شیران سرد لہجے میں بولا۔

"یہاں صرف کراٹے کے لباس میں آ سکتے ہو۔" سیاہ فام زمین پر ڈھیر ہو چُکا تھا۔ انسٹرکٹر نے قریب آ کر کہا۔

"یہ گفتگو کرنے کی جگہ نہیں ہے۔"

"یہ جوان میرے ساتھ مشق کرنا چاہتا ہے۔ اسے اجازت دے دو۔" شیران مُسکرا کر بولا۔

"یہ بات ضابطے کے خلاف ہے مسٹر!" انسٹرکٹر سخت لہجے میں بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتا بس تم اِسے اجازت دے دو۔" شیران غرّایا۔ انسٹرکٹر کی اب مجال نہیں تھی کہ انحراف کرتا۔ وہ لوگ شیران سے عاجز تھے۔

"میں تمھارے ساتھ مشق نہیں کروں گا بابا... میں تو..." عدنان نے کہا لیکن شیران کے گھونسے نے اُسے زمین بوس کر دیا۔

"میں آج تمھارے ساتھ مشق ضرور کروں گا۔ جاؤ ایرینا کو لڑائی کا میدان نہ بناؤ تم سے جواب طلبی ہو جائے گی۔" وہ غرّایا۔

"جیسے بھی ممکن ہُوا۔ میں تم سے بات کروں گا۔" عدنان نے جنون کے عالم میں کہا اور انسٹرکٹر سے لباس طلب کر لیا اور پھر لباس پہن کر ایرینا میں آ گیا۔ شیران اُس کا انتظار کر رہا تھا، اُسے دیکھ کر مُسکرایا۔

"میں تم نہیں لڑنا چاہتا بابا۔ یہ لباس صرف اس لیے پہنا ہے کہ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہُوں، بہت ہی ضروری بات۔"

"ضرور..." شیران نے کہا اور سوئپ لگا کر عدنان کو گرا دیا۔

"ہم پہاڑوں کے رہنے والے ہیں بابا۔ تم خود کو بُھول گئے ہو۔ مسٹر مارلینو یاد نہیں تمھیں۔ بادشاہ خان، تہمانہ، فرانہ۔ کچھ تو یاد... آہ..." شیران کی ٹھوکر نے اُسے اُٹھنے پر مجبور کر دیا۔

"میں سب کچھ یاد کر لُوں گا تم سامنے آؤ۔" شیران نے گھوم کر ایک لات اُس کے پیٹ پر رسید کر دی اور پھر اُس کے دوسرے ہاتھ نے عدنان کو خُون اُگلنے پر مجبور کر دیا۔

"سدھاشی کو یاد کرو... کالی گھاٹی میں... تم بابا... تمھارا

...نگی مجسمہ میں نے بنایا ہے۔ خود کو پہچانو بابا... میں... میں تمھارا ...بیٹا ہُوں، تمھاری اولاد ہُوں تم نے مان لیا تھا۔ تم بُھول گئے ہو بابا اپنے..."

"اوہ... کیا بکواس کرتا ہے۔" شیران نے کئی ہاتھ اُس کے رسید ...ر دیے۔

"میں تمھارا بیٹا ہُوں اس لیے تم پر ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا اس ...تے ہُوئے خُون کو پہچانو۔"

"بیٹا ہے میرا۔" شیران خوفناک انداز میں مُسکرایا

"ہاں بابا... سدھاشی میری ماں ہے، میں نے..."

"نہیں... میں کسی سدھاشی کو نہیں جانتا۔ میری اولاد ...ونے کا ثبوت تم دوسری طرح دے سکتے ہو۔" شیران نے ...ے کھڑا کر دیا۔

"کیسے۔ مجھے بتاؤ کیسے؟" عدنان نے کہا۔

"یہاں کوئی مجھے شکست نہیں دے سکا۔ تم مجھ سے مقابلہ ...رو، ثابت کرو کہ شیران کا بیٹا ہی اُس سے مقابلہ کر سکتا ہے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔"

"تب پھر جاؤ۔" شیران نے کہا اور پھر مسلسل عدنان پر ...لے کرنے لگا۔ عدنان لہُولہان ہو گیا تھا۔ لوگ اس یک طرفہ مقابلے ...دم سادھے دیکھ رہے تھے۔ انسٹرکٹر پریشان تھے۔ یہ مشق نہیں ...ی کچھ عجیب صورتِ حال ہو گئی تھی۔ وہ شیران کو روکنے کی ...نت نہ پا رہے تھے۔ مجبوراً مسٹر ہائی شون کو اطلاع دی گئی اور ...ہ اُن کا انتظار کرنے لگے۔

شیران نے عدنان کو تختۂ مشق بنا لیا تھا اور بُری طرح اُس ...پٹائی کر رہا تھا۔ "میری اولاد ہے تُو... میری اولاد... کیسی ...مزاح بات ہے۔ ان جملوں کی، اس دعوے کی سزا یہ ہے۔" اُس ...ے ایک اور ہاتھ عدنان کو رسید کر دیا۔

"میں ثبوت دے سکتا ہُوں بابا... لیکن وعدہ کرو، اس کے ...د مجھے اپنا بیٹا مان لو گے۔ بولو وعدہ کرتے ہو۔" عدنان ہونٹوں ...ے بہتا ہُوا خُون پونچھتا ہُوا بولا۔

"ٹھیک ہے مان لُوں گا وعدہ۔"

"تو پھر سنبھلو بابا..." عدنان نے گھوم کر پوری قوت سے ...ے لات شیران کے سینے پر ماری اور پھر تیزی سے پلٹ کر ...وسری لات سے شیران کو گرنے سے روکا اور ایک زوردار ...ونسا اُس کے جبڑے پر رسید کر دیا۔ شیران اس بار لڑکھڑا کر رہ گیا تھا۔

کچھ لوگ جو ایک بار شیران کو اُس امریکن کے ساتھ لڑتے دیکھ چُکے تھے، اُس کے مستقل مداح ہو گئے تھے اور جس ایرینا میں اُس کی فائٹ ہوتی، وہاں ضرور جاتے تھے۔ اُنھوں نے شیران کو ہمیشہ ایک بپھرے ہُوئے چیتے کی طرح لڑتے ہُوئے دیکھا تھا... لیکن آج پہلی بار وہ شیران کو بار بار زمین چاٹتے دیکھ رہے تھے۔

شیران کی آنکھیں خُون کبوتر ہو گئیں۔ وہ کسی بھیڑیے کی طرح عدنان پر جھپٹا اور اُسے رگیدتا ہُوا ایرینا کے آخری سرے پر لے گیا۔

"سنبھلو بابا، تمھاری ٹانگیں میری زد میں ہیں تم نے مجھے خود ہی کہا ہے کہ میں تم سے گستاخی کروں، سنبھلو بابا۔" عدنان نے شیران کی پنڈلیوں پر ٹھوکر لگائی اور خود اُن کے سامنے سے ہٹ گیا۔ شیران اوندھے مُنہ گرا تھا۔ وہ پھر اُٹھا۔ اب وہ خُونی ہو گیا تھا اور تمام قواعد سے بے نیاز ہو کر عدنان پر حملہ کر دیا تھا لیکن عدنان اس تیزی سے مزاحمت کر رہا تھا، جیسے اُس کے جسم میں پارہ بھر دیا گیا ہو۔ شیران کا کوئی بھی وار جان لیوا ہو سکتا تھا، لیکن عدنان اُسے موقع نہیں دے رہا تھا۔ وہ اتنی ہوشیاری سے ہر وار بچا رہا تھا کہ لوگ عش عش کر رہے تھے۔

"یہ لو بابا..." اُس نے وائی کاٹ کا ایک داؤ مارا اور اِس بار شیران دیر تک نہ اُٹھ سکا تھا۔ پھر وہ اُٹھا تو ہائی شون اُس کے سامنے کھڑا تھا۔

"تم نے ہائی شون کے قواعد سے روگردانی کی ہے شیران سلامن، تمھیں ایک ماہ پیچھے کیا جاتا ہے۔" شیران نے خُونی نگاہوں سے ہائی شون کو دیکھا... پھر اُس کی نظریں عدنان کی طرف اُٹھیں اور مُٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ اُس نے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لوگ عدنان کو باہر لے گئے۔

واپس آ کر ہائی شون نے رپورٹ لکھی: "اس کی ذہنی تربیت مکمل ہے۔ اس میں تحمل پیدا ہو چُکا ہے۔ جسمانی طور پر وہ بالکل فِٹ ہے۔ اس سے زیادہ برق رفتار ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ وہ نوجوانی کی عمر سے گزر چُکا ہے۔"

رات کی سیاہی فضائے بسیط کو آغوش میں لے چکی تھی بائیں سمت کی کھُلی کھڑکی سے تاروں بھرا آسمان نظر آ رہا تھا۔ شیران کی نگاہیں آسمان میں ٹکے ستاروں میں اُلجھی ہوئی تھیں۔ اس کا ذہن ایک انوکھے کرب، انوکھی بے چینی کا شکار تھا، یہ اُس کی زندگی کی سب سے انوکھی بات تھی۔ وہ اپنی زندگی میں کبھی ایسی کیفیت سے دوچار نہیں ہوا تھا۔ دن کے ہنگامے کچھ بھی ہوں اُس کی راتیں پُرسکون ہوتی تھیں۔ اس کا اصول تھا جو کچھ کرنا ہے کرو اور پھر اسے بھول جاؤ۔ نتائج کچھ بھی ہوں خود کو پُرسکون رکھو۔

لیکن آج کی رات گزشتہ راتوں سے یکسر مختلف تھی۔ اس کی رُوح بے چین و مضطرب تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے بستر پر کسی نے کانٹے بچھا دیے ہوں اسے کسی کُل قرار نہیں آ رہا تھا۔ اُسے ہر شے میں اُس نوجوان کا چہرہ دِکھائی دے رہا تھا، جس نے اپنا نام عدنان سلامن بتایا تھا اور اُسے زندگی میں پہلی بار شکست سے دوچار کیا تھا۔ اُس نے جو کہا تھا پُورا کر دکھایا تھا۔

لیکن وہ کون ہے؟ اس سوال پر ذہن چٹخنے لگتا تھا۔ اس کی یادداشت کے خانوں میں کوئی نوجوان نہ اُبھر سکا۔ وہ سوچتا رہا۔ ماضی کی یادیں ذہن کی اسکرین پر اُبھارنے کی کوشش کرتا رہا لیکن بے سُود۔ اس کا ذہن، اس کا ماضی کسی کورے کاغذ کی طرح سادہ رہا۔ اس پر کوئی بھی واقعہ نہ اُبھر سکا۔

آسمان پر چمکتے ستارے پھیلتے اور سُکڑتے رہے اور پھر سکڑتے سکڑتے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اُنھیں دیکھتے دیکھتے آنکھیں تھک چُکی تھیں لیکن ذہنی سکون نہیں مل رہا تھا۔ وہ کون ہے کیا چاہتا ہے۔ کل دن کی روشنی میں لوگ آپس میں گفتگو کریں گے وہ جہاں سے گزرے گا لوگ کہیں گے اُس نے شیران کو شکست دی تھی۔ اُس نے۔ اُس نے:

وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ "یہ مناسب نہیں ہے۔ اس سے زیادہ ذلت کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی"۔ اس کے دانت بھنچ گئے اور آنکھیں خُون کبوتر ہو گئیں۔ "ایسے کسی انسان کا وجود نہیں رہنا چاہیے۔ ایسے کسی انسان کو سانس نہیں لینا چاہیے"۔ اندر کا شیطان جاگ اُٹھا اور وہ وہی شیران بن گیا جو دُشمن کو موت کی نیند سُلانے کے بعد سکون کی نیند سوتا تھا۔ اب وہ کسی قدر پُرسکون تھا۔ اُس نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آیا۔ راہداری میں ڈیوٹی دینے والا محافظ جاگ رہا تھا۔

شیران کو دیکھ کر وہ چونک سا گیا لیکن مُنہ سے کچھ نہ بولا تھا۔ کوئی اور طالب علم اس وقت باہر نکلتا تو شاید وہ سختی سے بازپُرس کرتا اور اُسے ہائی شون کے قواعد کے بارے میں بتاتا لیکن شیران سے اب سب واقف ہو چکے تھے اُس سے بچنا ہی عقلمندی کی علامت تھی چنانچہ جُونہی شیران اُس کے قریب پہنچا، وہ ادب سے کھڑا ہو گیا۔

"کسی شے کی ضرورت پیش آگئی ہے جناب"، وہ مؤدب لہجے میں بولا تھا۔

"مجھے نیند نہیں آ رہی۔ مجھ سے واقف ہو نا؟" شیران اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے نرم آواز میں بولا۔

"کیوں نہیں جناب؟" محافظ نے دانت نکال دیے۔

"میرے مقابلے دیکھتے ہو؟"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ میں آپ کا مداح ہوں!"

"میرا آج کا مقابلہ بھی دیکھا ہو گا؟" شیران نے بدستور نرم لہجے میں سوال کیا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں" محافظ نے جواب دیا اور شیران نے ایک گہری سانس لی۔

"کیا خیال ہے اس کے بارے میں؟"

اس سوال پر محافظ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔ جیسے وہ جواب دینے کے لیے مناسب الفاظ تلاش کر رہا ہو پھر وہ جھجکتے ہوئے بولا "آپ کے تمام مقابلے شاندار ہوتے ہیں۔ ہنکارو کو آپ نے بدحواس کر دیا تھا"

"آج کے مقابلے کے بارے میں بات کرو" شیران آوا[ز] میں سختی پیدا کرتے ہوئے بولا تو محافظ سِٹپٹا کر رہ گیا۔

"جج۔ جی ہاں" وہ ہکلاتے ہوئے بولا "مگر وہ نوجوان بے اصول تھا۔ دراصل وہ خود کو ہائی شون کا سب سے طاقتو[ر] زیرک اور پھرتیلا آدمی سمجھتا ہے، لوگوں نے بھی اُسے یہ باو[ر] کرا رکھا ہے کہ اس کا مدِّمقابل کوئی نہیں۔ ویسے یہ حقیقت [ہے] کہ اس کے مقابلے دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں شاید اسی لیے اُسے آپ کی برتری گراں گزری اور وہ قواعد سے بے پرواہو[کر] آپ کے مقابلے پر آگیا"

"ہوں" شیران نے ہنکارا بھرا، اور بولا "ویسے رہ[تا] کہاں ہے وہ؟"

"اس وقت شاید نمبر سترہ میں مقیم ہے، وہ سامنے د[و]

رہے ہیں آپ، اس عمارت کی دُوسری منزل کے تیسرے کمرے میں رہتا ہے، میری ڈیوٹی کل رات اُسی جگہ تھی"۔

"بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہو تم۔ میرا خیال ہے انعام کے مستحق ہو، ذرا ایک زحمت کرو، میرے کمرے میں کھڑکی کے دروازے جام ہو گئے ہیں، ذرا اُنھیں چیک کر لو"

"ابھی لیجیے جناب ابھی لیجیے"۔ محافظ نے کہا اور شیران نے دروازہ کھول دیا۔ محافظ اندر داخل ہو کر کھڑکی کے قریب پہنچ گیا لیکن کھڑکی کے پٹ بند دیکھ کر اُس نے سوالیہ انداز میں شیران کی جانب دیکھا اور دُوسرے لمحے وہ اُچھل پڑا۔ شیران اُس کے سر پر موجود تھا اور اُس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مُسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، اُس نے برق رفتاری سے آگے بڑھ کر محافظ کی گردن پکڑ لی اور رگوں پر ایک مخصوص دباؤ ڈال کر اُسے بے ہوش کر دیا پھر بڑے اطمینان سے اُٹھا کر [ا]پنے بستر پر لٹایا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ دروازہ لاک کرنے [کے] بعد وہ اطمینان سے نیچے جانے والے راستے کی طرف چل [پ]ڑا اور چند لمحات کے بعد وہ اس عمارت کے سامنے موجود تھا [ج]ہاں عدنان مقیم تھا۔

عام راستے سے داخل ہونا خطرناک ہو سکتا تھا، چنانچہ [اُ]س نے حساب لگا کر دُوسری منزل کے اس کمرے کو تاک [لی]ا جس میں عدنان کا قیام تھا۔ اُس کے ذہن میں شیطانی [من]صوبے جنم لے رہے تھے "کل صبح دن کی روشنی میں [ج]ب لوگ وہاں داخل ہوں گے تو وہ جیالا مر چکا ہو گا، جو [اپ]نے آپ کو ہائی شون کا ناقابلِ تسخیر انسان سمجھتا ہے۔ میں [اُس]ے زندہ چھوڑ کر زندگی بھر کی ذلت مول لینا پسند نہیں کروں [خ]واہ یہ طریقہ بزدلانہ ہی سہی۔ دُشمن کو چھوڑنا میرے مسلک [کے خ]لاف ہے"۔ اس کے دل میں یہی احساسات جنم لے رہے تھے۔

عقبی عمارت کے قریب پہنچ کر وہ رُکا اور اُوپر پہنچنے کے [ل]راستے کا جائزہ لینے لگا۔ عدنان کے کمرے کی کھڑکی بھی [کھ]لی ہُوئی تھی تاکہ تازہ ہوا اندر آتی رہے۔ ان کھڑکیوں میں [جا]لیں نہیں تھیں چنانچہ پائپ کے ذریعے اُوپر پہنچ کر کھڑکی [کے] راستے اندر داخل ہونے میں شیران کو کوئی دقت پیش نہیں [آئی۔] وہ آہستگی کمرے میں اُتر گیا۔ کمرے میں مدھم روشنی پھیلی [ہوئی] تھی اور عدنان سلامن بستر پر بے سُدھ سو رہا تھا۔

شیران کی آنکھوں میں وحشیانہ چمک ناچ رہی تھی۔ وہ [دبے] قدموں آگے بڑھا اور عدنان کے سرہانے پہنچ گیا۔

اُس کے دونوں ہاتھ تشنجی انداز میں گردش کر رہے تھے آنکھوں میں وحشت کی جھلکیاں بڑھتی جا رہی تھیں اور پھر اُس نے دانت کچکچا کر عدنان کے چہرے کو دیکھا۔

"میری اولاد آج کے بعد تیرا نام ہائی شون کے مظلوموں میں شمار ہو گا اور وہ لوگ یہی کہیں گے کہ ایک اچھا لڑکا زندہ نہ رہ سکا۔ اب میرا کام یہی ہے کہ تجھے ابدی سفر پر روانہ کر دُوں"، وہ نیچے جُھکا اور اُس کے ہاتھ عدنان کی گردن تک پہنچ گئے۔ دفعتاً عدنان نے ہلکی سی کروٹ بدلی اور نیند میں بڑبڑانے لگا لیکن یہ مدھم سی سرگوشی مدھم سی آواز شیران کے دِل پر تیر کی مانند لگی تھی۔

"مجھے اپنا مان لو بابا، مجھے اپنا سمجھ لو، میں تمھارا ہُوں میں تمھارا عدنان ہُوں"۔

شیران کی مٹھیاں بھنچ گئیں، وہ اس طرح پیچھے ہٹا، جیسے کسی نے اُس کے پہلو میں خنجر مار دیا ہو اور پھر اُس کی بھنچی بھنچی آواز اُبھری۔

"نہیں تو میری اولاد کیسے ہو سکتا ہے؟ میرا تو کوئی نہیں ہے، میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا، میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا"

عدنان چت لیٹا ہوا تھا۔ اُس کا چہرہ شیران کے سامنے تھا، ایک بار پھر وہ عدنان پر جُھکا لیکن فوراً ہی جھٹک کر رہ گیا۔ اُسے اپنے بدن میں تناؤ سا محسوس ہُوا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر خوابیدہ عدنان کی گردن دبوچ لینا چاہتا تھا لیکن کوئی طاقت اُسے ایسا کرنے سے روک رہی تھی۔ اُسے اپنے ہاتھ بے جان سے محسوس ہُوئے۔ اُسے یُوں لگا جیسے عدنان کو ہلاک کرنا اُس کے بس میں نہیں ہے۔ اُس نے جھنجلا کر دونوں مٹھیاں اپنے چہرے پر ماریں، اپنے بال نوچے اور انتہائی بے بسی سے عدنان کو دیکھنے لگا۔ "لعنت ہو مجھ پر، لعنت ہو، کیا تو جادوگر ہے؟ کون ہے تو؟"۔ وہ آہستہ سے بڑبڑایا، لیکن جوانی کی نیند اس آواز سے نہ ٹوٹی اور شیران کچھ فاصلے پر پڑی ہُوئی ایک کُرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ اپنے حواس مجتمع کر رہا تھا، جب بھی اُس کی نگاہیں عدنان کے چہرے کی طرف اُٹھتیں وہ دُہری کیفیت کا شکار ہو جاتا تھا۔ وہ اُسے ہلاک کرنا چاہتا تھا اور اِس پوزیشن میں بھی تھا لیکن پھر بھی بے بس تھا۔

وہ تقریباً پینتالیس منٹ تک کمرے میں بیٹھا اذیت ناک مراحل سے گزرتا رہا اور اِس کے بعد جب اُسے احساس

ہوگیا کہ وہ سب کچھ نہ کرسکے گا جس کے لیے اتنی کوششیں کرکے یہاں تک پہنچا ہے تو نڈھال انداز میں اُٹھا اور کمرے کی کھڑکی کی جانب بڑھ گیا، پھر پائپ کے راستے نیچے اُترنے کے بعد۔ تھکے تھکے قدموں سے اپنی قیام گاہ کی جانب چل پڑا۔

ڈی تھری کو اچھی طرح احساس تھا کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوچکا ہے۔ ڈیپارٹمنٹ ڈی کے تحت اُس نے بہت سے کارنامے انجام دیے تھے اور اُس کا شمار اُن لوگوں میں کیا جاتا تھا جو نیک نامی کی بہت سی منازل طے کرچکے تھے۔۔۔ جو تربیت اُسے دی گئی تھی اُس کے تحت اُس کے لیے سب سے بڑا اعزاز یہی تھا کہ وہ اپنی زندگی کو کم ازکم ایک کراؤن تک لے جائے۔

کراؤن کا ملنا خاندانوں کے تحفظ کا باعث بن جایا کرتا تھا اور اُس کی آخری آرزو یہی تھی کہ کسی بھی طرح وہ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کردے۔ لیکن بعض ذمّے داریاں ایسی ہوتی ہیں، جو انسان کے بس سے باہر ہی محسوس ہوتی ہیں۔ اس وقت بھی کچھ ایسے ہی حالات تھے۔

جنرل ڈی جیسا درندہ صفت اور بااصول انسان جو ناکامی کو برداشت کرنے کا تصوّر بھی نہیں کرتا تھا اس کا انچارج تھا اور اس بار اُس نے ایک ایسی ذمّے داری اُس کے سپرد کی تھی، جسے انجام دینا ڈی تھری کے لیے کافی مشکل ثابت ہورہا تھا۔ واقعات ابھی تک جس طرح پیش آئے تھے ان کے تحت اُسے یہ اُمید تھی کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب رہے گا، لیکن یہ عدنان سلامن کا ایک نیا شاخسانہ اُٹھ گیا تھا۔

شیران کے تعاقب میں یہاں تک آنے والا کون ہوسکتا ہے؟ کم ازکم اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات تو حاصل ہوجائیں لیکن تمام تر کارروائی کے باوجود ڈی تھری مطمئن نہ تھا، چنانچہ فوری طور پر اُس نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے اُس مشتبہ عمارت کو خالی کردیا جائے جو اب کسی کی نگاہوں میں آچکی ہے۔ بے شک یہاں اُس کی حیثیت مستحکم تھی اور وہ خاصی مضبوط بنیادوں پر یہاں قیام کیے ہوئے تھا۔ کم ازکم مقامی حکومت کو اس کی طرف سے تشویش نہیں ہوسکتی تھی لیکن اس کے باوجود خوفزدہ تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنے تمام آدمیوں کو خصوصی طور پر ہدایات جاری کیں۔

"جس قدر ممکن ہوسکے خود کو محدود رکھو یہاں کی رنگ رلیوں میں مصروف ہونے کی ضرورت نہیں، کوئی بھی شخص تم سے تمھارے بارے میں معلومات حاصل کرسکتا ہے، چنانچہ ایک بھی آدمی تنہا کسی جگہ باہر نہ جائے اور نائٹ کلبوں اور ایسے ریستورانوں سے دُور رہنے کی کوشش کی جائے، جہاں کوئی خطرہ درپیش ہوسکتا ہے، اس کے علاوہ ہائی شون میں مقیم لوگوں سے مسلسل رابطہ رکھا جائے اور اُنھیں مجبور کیا جائے کہ وہ جلد از جلد عدنان سلامن کے بارے میں پوری پوری رپورٹیں مہیا کریں یا پھر اُسے ہلاک کردیں لیکن یہ دُوسرے قدم کے طور پر کیا جاتا ہے تاکہ دقت پیش نہ آئے۔"

یہ تمام ہدایات جاری کرنے کے بعد اُس نے خود کو کسی قدر پُرسکون محسوس کیا تھا لیکن سکون شاید اُس کی تقدیر میں ہی نہ تھا۔ اس کارروائی کے تیسرے ہی دن اُسے ایک خوفناک اطلاع ملی اور وہ دہشت زدہ ہوگیا۔ ہائی شون میں مقیم دونوں آدمیوں کے بارے میں اُسے رپورٹ ملی کہ وہ پولیس کی تحویل میں ہیں اور پولیس نے اُنھیں ہائی شون کے ایک شخص کو لُوٹنے کے الزام میں گرفتار کیا ہے۔

"یہ سب کیسے ہوا؟" وہ متوحش لہجے میں بولا تھا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے سائے پھیلے ہوئے تھے۔ اُسے یقین نہیں تھا اس کے آدمی اتنی آسانی سے دھر لیے جائیں گے۔

"ہائی شون کے اندرونی معاملات کا تو ہمیں علم نہیں جناب لیکن بہرطور پولیس ڈیپارٹمنٹ سے یہی پتا چل سکا ہے کہ ان دونوں افراد کو ہائی شون نے بذاتِ خود پولیس کے حوالے کیا ہے اور الزام ان پر یہ ہے کہ ہائی شون کے قواعد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اُنھوں نے ایک مجرمانہ حرکت بھی کی ہے یعنی ایک شخص کو ہلاک کرنے کی کوشش، اور اُسے لوٹنے کا مجرمانہ فعل۔"

"وہ دونوں۔ وہ دونوں کیا پاگل ہوگئے تھے کیوں کیا اُنھوں نے ایسا۔۔۔؟" وہ غصّے سے سُرخ ہوگیا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "خیر یہ بتاؤ، کیا اُن کے پاس ٹرانسمیٹر موجود تھا"

"اب کچھ نہیں کہا جاسکتا جناب، کیونکہ وہ پولیس کی تحویل میں ہیں، ممکن ہے پولیس نے اُن سے تمام چیزیں لے لی ہوں۔"

"مجھے ماسٹر ٹرانسمیٹر دو۔" ڈی تھری نے کہا اور فوراً ہی اس کے سامنے ایک چوکور بکس لاکر رکھ دیا گیا۔ جس میں

باریک باریک سوئیاں، ڈائل اور ہندسے بنے ہُوئے تھے۔ نیچے بٹن بھی لگے ہُوئے تھے۔ اُس نے ایک بٹن دبایا اور انتظار کرنے لگا۔ ہلکی ہلکی آوازیں سُنائی دیتی رہیں اور اس کے بعد ایک بھرّائی ہُوئی آواز اُبھری۔"

"بیجن بول رہا ہے۔"

"..... تم کس پوزیشن میں ہو؟" اُس نے سوال کیا۔

"جج جناب عالی، شاید ہمارے بارے میں آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ دراصل ہم لوگ۔ ہم لوگ۔"

"تم کس پوزیشن میں ہو؟" ڈی تھری نے غرّاتے ہُوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہم پولیس لاک اپ میں ہیں اور پولیس ہم سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ ہمارا تعلق جرائم پیشہ افراد کے کس گروہ سے ہے۔" بیجن نے جواب دیا۔

"ہوں، اب وہ واقعہ بتاؤ جس کی بنیاد پر تم لوگ گرفتار ہُوئے۔" ڈی تھری بولا۔

"جج جناب۔ دراصل ہم لوگ اس خطرناک آدمی سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے، لیکن یوں لگتا ہے جیسے وہاں اس کے اور بھی ساتھی ہیں اور پھر بذاتِ خود بھی وہ بے حد خطرناک انسان ہے۔" بیجن نے ڈی تھری کو پورا واقعہ سُنا دیا۔

"بیجن حالات بتاتے ہیں کہ تم خطرات میں گھر گئے ہو اور تم جانتے ہو کہ اس قسم کے خطرناک حالات میں گھرنے کے بعد صورتِ حال کیا ہو جاتی ہے؟"

"جناب عالی ہم رحم کی درخواست کرتے ہیں۔ ہم انتہائی کوشش کریں گے کہ پولیس کو مطمئن کر کے یہاں سے نکل آئیں اور اس کے بعد جناب عالی ہم یہ کوشش کریں گے کہ..."

"بیجن مجھے مشورے دے رہے ہو تم۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمھارے ساتھ تمھارا خاندان بھی عتاب کا شکار ہو جائے، کیا اپنے گھر والوں کے لیے قربانی دینا اچھی بات نہیں ہے؟ تمھارے پاس کیپسول موجود ہوں گے۔ بہتر ہے کہ تم دونوں خودکشی کر لو۔ تم قوانین جانتے ہو، اگر تمھیں قتل کرنے کی نوبت پیش آئی تو پھر تم تنہا قتل نہیں ہو گے۔"

"رحم کیجیے جناب، رحم کیجیے۔ یہ معاملہ ابھی صرف آپ تک ہے، ہم آپ کے وفاداروں میں سے ہیں۔ آپ کو شاید یہ بات یاد ہوگی کہ ایک بار..."

"بیجن، بہتر یہ ہے کہ میری ہدایات پر عمل کرو تمھیں لاک اپ میں خودکشی کر لینی چاہیے، تم دونوں کیپسول کھا کر آرام کی نیند سو جاؤ، یہی تمھارے حق میں بہتر ہے۔" ڈی تھری نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ ہیجان نظر آ رہا تھا پھر اُس نے اپنے سامنے کھڑے ہُوئے شخص سے کہا۔

"لاک اپ میں ان دونوں کو چیک کرو۔ اگر ان لوگوں نے خودکشی کر لی ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کسی نہ کسی طریقے سے انھیں ہلاک کر دیا جائے۔"

اُس نے جواباً اثبات میں سر ہلا دیا اور باہر نکل گیا۔ ڈی تھری کے چہرے پر بدحواسی کے آثار نظر آ رہے تھے، جو کچھ اُس نے دُوسروں کے ساتھ کیا تھا وہی اُس کے ساتھ ہونے والا تھا۔

کافی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھا اور باہر نکل آیا۔ اب اُس نے کچھ اور کارروائیاں کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ ہائی شون میں مسٹر ہائی شون سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ مسٹر ہائی شون اُسے جلد ہی فون پر مل گئے۔ اُن سے رسمی گفتگو کے بعد شیران کے بارے میں سوال کیا اور مسٹر ہائی شون سنجیدہ ہو گئے۔

"شیران کے بارے میں آپ کو چند گھنٹوں کے اندر اندر رپورٹ پیش کی جانے والی تھی۔ دراصل یہ شخص پہلے سے تربیت یافتہ ہے۔ جسمانی و ذہنی قوت بے پناہ ہے وہ فیصلے کرنے میں اور اُن پر عمل کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیتا اُس کے اندر وہ تحمل پیدا ہو چکا ہے جس کے آپ لوگ خواہش مند تھے۔ جسمانی طور پر وہ جس قدر اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتا تھا وہ کر چکا ہے اور ہم یہ بات دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ بوقتِ ضرورت اپنی تمام تر ذہنی و جسمانی قوت استعمال کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے میرے خیال میں اب اس کے ہائی شون میں قیام کا کوئی جواز نہیں ہے۔ آپ لوگ جب بھی چاہیں اُسے یہاں سے واپس لے جا سکتے ہیں۔ میں اپنے طور پر اس کی تربیت کو مکمل قرار دے چکا ہُوں اور اس بات سے آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہُوں کہ جس شخص کو ہم اپنے طور پر مکمل سمجھتے ہیں اُسے پھر ہائی شون میں قیام نہیں کرنے دیتے کیونکہ اس سے بہت سے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔"

"تو پھر یُوں کیجیے کہ کچھ وقت کے لیے آپ اُسے اپنے مہمان کے طور پر مقیم رہنے دیں۔ میں بہت جلد اس کے سلسلے میں انتظامات کر لُوں گا۔"

"بہت بہتر۔ آپ کے ساتھ یہ تعاون ضرور کیا جائے گا۔" اُدھر سے جواب ملا اور ڈی تھری نے فون بند کر دیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے، اگر جنرل ڈی کو صورتِ حال سے آگاہ کر دے، تو اسے اس کی نااہلی قرار دیا جائے گا، اور نااہلی کی سزا ڈی تھری اچھی طرح جانتا تھا، چنانچہ اس کے لیے یہی بہتر تھا کہ حالات کے سہارے جھوٹ کی مدد لی جائے، ویسے جنرل ڈی کی معلومات کے ذرائع کا ڈی تھری کو اچھی طرح علم تھا، اور اس بات سے بھی آگاہ تھا کہ یہاں اُسے مکمل انچارج بنا کر بھیجنے کے باوجود جنرل ڈی نے اس کی نگرانی کے لیے بھی کچھ لوگوں کو مقرر کیا ہوگا، اور وہ لوگ ڈی تھری کی نقل و حرکت کے بارے میں جنرل ڈی کو رپورٹ پیش کر رہے ہوں گے، جنرل ڈی کا طریقۂ کار ایسا ہی تھا، کسی بھی شخص پر کبھی مکمل انحصار نہیں کرتا تھا، کسی کو بھی اس کے مواقع نہیں دیتا تھا کہ وہ اپنے طور پر من مانی کر سکے، یہ اُس کے خاص اصولوں میں سے ایک بات تھی، جس کا اظہار وہ ان لوگوں سے بھی کر چکا تھا، اور اس نے کہہ دیا تھا کہ کوئی بھی غلط بات کرتے ہُوئے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جنرل ڈی ہزار آنکھوں سے ان کی نگرانی کر رہا ہے، یہ ساری باتیں اپنی جگہ تھیں، لیکن اس وقت ڈی تھری کی کیفیت بہت عجیب سی ہو گئی تھی، اسے دونوں سمت موت نظر آ رہی تھی، اگر حقیقت کا اعتراف کرتا ہے، تو اُسے بدترین سزا دی جائے گی، اور اگر جھوٹ بولتا ہے تو اس راہ میں بھی اس کے لیے شانتی نہیں تھی، بلکہ اس وقت جُرم کی نوعیت اور سنگین ہو جاتی تھی، البتہ حالات پر غور کرنے کے بعد اُسے یہ احساس ہُوا کہ صورتِ حال اتنی سنگین نہیں ہے، شیران کے بارے میں کم از کم وہ کچھ چیزیں غلط نہیں بتائے گا، یہ دوسری بات ہے کہ عدنان سلامن جیسی ایک شخصیت پیدا ہو گئی ہے، اور وہ اُسے کنٹرول نہیں کر پا رہا۔ اس کے علاوہ اگر ہائی شون سے شیران کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی، تو مسٹر ہائی شون یہی بتائیں گے کہ اُنھوں نے اس کی تربیت مکمل کرنے کے بعد اُسے چھوڑا تھا، چنانچہ یہ پہلو زیادہ مضبوط تھا، ڈی تھری نے اس سلسلے میں سب سے پہلی کارروائی یہی کرنا پسند کی کہ جنرل ڈی کو تفصیلات سے آگاہ کر دے، چنانچہ اس نے کچھ سوچتے ہُوئے جنرل ڈی سے رابطہ قائم کیا۔

"ہانگ کانگ سے ڈی تھری آپ سے مخاطب ہے جناب۔"

"ہاں ڈی تھری کہو کیا بات ہے؟"

"خوش خبری ہے جناب ہائی شون سے شیران کے فارغ ہونے کی رپورٹ دی گئی ہے، اور مجھے بتایا گیا ہے کہ اب وہ ایک چیتے کی طرح پھرتیلا، طاقتور، شیر کی طرح نڈر اور انتہائی متحمل اور بردبار انسان ہے، مسٹر ہائی شون کا کہنا ہے کہ اس کی ذہنی قوتیں دو چند اعلیٰ ہو گئی ہیں، اور اب وہ ہر کام سوچ سمجھ کر کرنے کے قابل ہو چکا ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اس سلسلے میں کوئی اُلجھن، کوئی قباحت۔"

"جی ہاں جناب۔ کچھ اُلجھنیں پیش آئی ہیں، مثلاً چند پُراسرار لوگ شیران کے پیچھے لگے ہُوئے ہیں اور وہ اس کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، مَیں نے فوری طور پر اپنی رہائش گاہ تبدیل کر کے سب سے پہلے اپنا ایک پہلو محفوظ کیا ہے اور اس کے بعد دوسری کارروائی یہ کی ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں چھان بین شروع کر دی گئی ہے۔"

"یہ بہت ضروری ہے ڈی تھری۔ جو کوئی بھی ہو اور جس حیثیت کا بھی مالک ہو، اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے یہ ہمارے اور تمھارے دونوں کے حق میں بہتر ہے۔"

"مَیں جانتا ہُوں جناب اور اپنی اس ذمّے داری کو پُوری طرح نبھانے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتا ہُوں۔"

"مجھے تم پر اعتماد ہے، بہرطور دوسرے قدم کے طور پر تم سب سے پہلا کام یہ کرو کہ شیران کو وہاں سے نکالو اور ہدایت دو کہ بنکاک جا کر سب سے پہلے ان منشیات کے اڈّوں پر دوبارہ قبضہ جمائے جو مارلینو کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں اور اس سلسلے میں اسے خصوصی ہدایات یہ جاری کی جائیں کہ وہ یہ کارروائی مارلینو ہی کے نام پر کرے اور اپنی واپسی کا اعلان کر دے، گویا بنکاک میں رہ کر وہ مارلینو کے مفادات کا نگران بن جائے، تم اس صُورتِ حال کو سمجھ رہے ہو نا، ڈی تھری۔ دراصل میں مارلینو کو اس کے جال میں پھانس کر اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہُوں، اس وقت مارلینو میرے لیے ایک چیلنج بن چکا ہے، بلکہ مجھے شبہ ہے کہ کہیں خود مارلینو کے آدمی ہی شیران کے پیچھے نہ ہوں، کیونکہ مَیں جانتا ہُوں کہ مارلینو، شیران سے واقف ہونے کے بعد اُس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور مَیں بھی یہی چاہتا ہُوں کہ مارلینو شیران کے ہاتھوں شکار کیا جائے، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ٹھنڈے طریقے سے کام کرنا ہوگا، تم اپنی تمام نفری سمیٹ کر اس کوشش میں مصروف رہو کہ شیران کو منشیات کے وہ اڈّے دوبارہ حاصل ہو جائیں لیکن اس کے لیے ہر کارروائی خفیہ طریقے سے کرو گے۔ تمھیں اس نئے مرحلے کے

لیے اپنے آپ کو بہت مستعد رکھنا ہوگا، ڈی تھری تم جانتے ہو؟"

"میں جانتا ہوں جناب۔"

"اور ... بات؟" جنرل ڈی نے سوال کیا۔

"نہیں۔ میرا خیال ہے آپ کی طرف سے موصول شدہ ان نئی ہدایات کے تحت میں فوری طور پر کام کا آغاز کردوں۔"

"ٹھیک ہے۔" دُوسری طرف سے جواب ملا اور رابطہ منقطع ہوگیا۔

اس تمام تر گفتگو کے دوران ڈی تھری یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ کسی بھی جگہ جنرل ڈی کے لہجے میں کوئی شبہ، یا کوئی ایسا تاثر تو نہیں پیدا ہوسکا، جو اس کے خلاف ہو، لیکن اُسے ایک بار بھی یہ احساس نہیں ہُوا تھا کہ جنرل ڈی کسی بات سے برگشتہ ہے، چنانچہ اُسے کافی سکون محسوس ہُوا تھا، بہر طور جنرل سے رابطے کے بعد اس نے فوری طور پر اپنے تمام آدمیوں کو طلب کرکے اُنھیں جنرل ڈی کے نئے احکامات سے آگاہ کیا، اور اپنے پروگرام کا اعلان ان کے سامنے کردیا۔

"ہمیں فوری طور پر بنکاک منتقل ہونا پڑے گا اور شیران کو ہائی شون سے واپس لانے کے انتظامات کرنا ہوں گے کیونکہ مسٹر ہائی شون نے شیران کی تربیت مکمل ہونے کا اعلان کردیا ہے، ان کے اس اعلان کا مقصد یہی ہے کہ اب شیران کو ہائی شون میں رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے، اس کے باوجود اگر اُنھیں کوئی اعتراض بھی ہوتا تب بھی شیران کو وہاں نہیں چھوڑا جاسکتا تھا۔ اس کی واپسی موجودہ حالات میں بے حد ضروری ہے، کیا سمجھے، البتہ اس دوران سب سے زیادہ خیال اس بات کا رکھا جائے گا، کہ کسی کو بھی شیران کے بارے میں کوئی شبہ نہ ہوسکے، باقی رہی ان لوگوں کی بات جو شیران کے تعاقب میں ہیں، انھیں عارضی طور پر نظر انداز ہی کرنا ہوگا، اس حد تک کہ وہ ہمارے کسی پروگرام میں حائل نہ ہوسکیں۔"

"جو حکم جناب۔ جس طرح آپ مناسب خیال فرمائیں۔" ڈی تھری کے آدمیوں نے جواب دیا تھا۔

★★

عدنان خود بھی سکون کی نیند نہیں سو سکا تھا، نوجوانی کی عمر تھی، شیران کی لگائی ہُوئی چوٹوں کو برداشت کرگیا تھا، اس سے مقابلہ کرتے ہُوئے اُسے احساس ہُوا تھا کہ شیران آج بھی اتنا ہی طاقتور اور پھرتیلا ہے، جتنا اپنی نوجوانی کے زمانے میں ہوگا لیکن جب شیران نے اُس سے وعدہ کیا کہ وہ اُسے اپنا بیٹا تسلیم کرلے گا، تو عدنان مجبور ہوگیا کہ اپنی تمام تر تربیت کو بروئے کار لائے اور اپنی بھرپور صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرے۔ اُس نے ایسا ہی کیا تھا۔ اگر درمیان میں مسٹر ہائی شون دخل انداز نہ ہوجاتے تو نجانے اس جنون کے عالم میں وہ شیران کا کیا حشر کرتا۔ رات کو نجانے کب تک وہ اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا، پھر نیند کی دیوی نے اُسے اپنی آغوش میں لے لیا تھا، لیکن دُوسری صبح اس کی طبیعت بے حد مضمحل تھی، کوئی چیز اچھی نہیں لگ رہی تھی، وہ اپنے طور پر بہت کچھ سوچ رہا تھا، ناشتا بھی ٹھیک طور سے نہیں کیا گیا، صرف ایک پیالی کافی پینے کے بعد اس نے اپنے سامنے سے ناشتے کے برتن ہٹا دیے، رات کے واقعات کا اُسے کوئی علم نہ تھا کہ شیران شوت ین کا اس کے قریب آیا تھا، اور پھر اُلجھنوں کا شکار ہوکر وہاں سے چلا گیا تھا، ورنہ صورتِ حال بالکل ہی مختلف ہوتی، وہ عجیب سی بے کلی اور بے چینی کا شکار تھا، اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے، شیران کی ذہنی کیفیت اس قدر تبدیل کیسے ہوگئی تھی، اس کا اُسے کوئی اندازہ نہیں تھا، اپنی رہائش گاہ سے نکلنے کے بعد وہ غیر ارادی طور پر ہائی شون کے اس حصّے کی جانب بڑھ گیا، جہاں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں پھولوں کی خوشبو چرا کر فضا میں بکھیرتی ہیں وہاں پہنچ کر وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا، اور طبیعت کو کچھ فرحت کا احساس ہُوا، سوچنے سمجھنے کی قوتیں بحال ہُوئیں تو اُس نے شیران کے بارے میں سوچا۔

میں اس سے دوبارہ ضرور ملوں گا اور اس سے کہوں گا کہ اب اپنا وعدہ پُورا کرے، اگر اس سلسلے میں وہ اس بات کا حوالہ دیتا ہے کہ ہائی شون نے مقابلہ رُکوا دیا تھا، تو پھر اس سے دوبارہ مقابلہ کروں گا، میں اس سے یہ بات تسلیم کرا کر رہوں گا کہ وہ میرا باپ ہے، وہ وحشت کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ اُسے اپنے عقب میں آہٹ سنائی دی اور وہ کسی سانپ کی طرح پلٹ پڑا، اُن دونوں آدمیوں کا کردار اُسے یاد تھا، جنھوں نے اس کی شخصیت جاننے کی کوشش کی تھی، لیکن عقب سے جو شخصیت برآمد ہُوئی وہ اینزا آلیورا کی تھی، سہمی سہمی سی چہرے پر عجیب سے تاثرات لیے اُس کے نزدیک آگئی اور اُس کے سامنے گردن خم کرکے کھڑی ہوگئی، نجانے کیوں عدنان کو اس پر رحم سا آنے لگا تھا۔

"ہیلو مس آلیورا۔" اُس نے نرم لہجے میں کہا، اور آلیورا نے گردن اُٹھا دی، اُس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے، عدنان

کو ایک عجیب سا احساس ہُوا، ہمدردی اور محبت کی لہر اس کے دل میں ایک لمحے کے لیے جاگ اُٹھی تھی۔

"مس آلیورا کیا بات ہے؟" اُس نے نرمی سے سوال کیا اور آلیورا سسکنے لگی۔

"میں میں پاگل ہوگئی ہُوں۔ میں پاگل ہوگئی ہُوں، مسٹر عدنان۔ شاید۔ شاید۔" اُس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا، عدنان خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ اس لڑکی کا ہمیشہ سے وہ مذاق اُڑاتا آیا تھا لیکن آج وہ اس کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ محسوس کررہا تھا بلکہ آج وہ خود بھی اُداس تھا اس لیے اینزا کی یہ کیفیت اُسے متاثر کرگئی۔ اینزا نے سسکتے ہُوئے کہا۔

"میں تم سے محبّت کرنے لگی ہُوں پرنس۔ میں کوشش کے باوجود دل کے ہاتھوں مجبور ہوگئی ہُوں۔ عدنان میں خود کو نہیں سنبھال سکی۔ مجھے سکون دو عدنان میرے لیے کچھ کرو۔" اینزا کا لہجہ بہت دُکھی تھا۔

"میں تمھیں اپنی مجبوری بتا چکا ہُوں آلیورا۔"

"ہاں عدنان ٹھیک ہے۔ میں واپس جارہی ہُوں۔ میں واپس چلی جاؤں گی۔ شاید میرے لیے یہی بہتر ہے۔"

"نہیں مس آلیورا میں آپ کو مشورہ دیتا ہُوں کہ آپ اپنی تربیت مکمل کریں اور پھر یہاں سے جائیں، ہم اچھے دوستوں کی حیثیت سے ایک دُوسرے سے ملتے رہیں گے اور ہمیشہ ایک دُوسرے کو یاد رکھیں گے۔ محبّت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے مس آلیورا کہ انسان ایک دُوسرے کی قربت حاصل کرلے۔ مشرق میں محبت کی روایات مختلف ہیں اور دو دوست ساری زندگی ایک دُوسرے کو پیار کرسکتے ہیں۔ کیا میں اُمید کروں کہ میری بہترین دوست خود کو سنبھالے گی؟"

اینزا آلیورا نے حسرت بھری نظروں سے شیران کو دیکھا، پھر سسکی سی بھرتے ہُوئے بولی۔ "تم میرے محبوب ہو عدنان ہمیشہ رہو گے تمھاری ہدایات پر عمل اس لیے کروں گی کہ یہ میرے محبوب کی خواہش ہے ایک بات کا وعدہ کرو۔ اگر زندگی میں کبھی میرے لیے کوئی گنجائش نکل آئے تو مجھے نظر انداز نہیں کروگے بس یہ وعدہ کرلو مجھ سے میں مطمئن ہوجاؤں گی۔"

اینزا آلیورا کے لہجے میں نامعلوم کیا جادو تھا کہ عدنان اس کے لہجے سے متاثر ہُوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اُس نے ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی تھی لیکن وہ چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہ کہہ سکا۔ بس آلیورا کو دیکھ کر رہ گیا۔

"یقین کرو عدنان میں اپنی دُنیا کی لڑکیوں سے مختلف ہُوں۔ میں نے اس سے قبل محبت کے بارے میں کبھی نہ سوچا تھا کسی نوجوان کو میرے قریب آنے کی جرأت تک نہ ہُوئی۔ تم یقین کرو جب تک میں سانس لے رہی ہُوں کوئی بھی ایسا نہیں کرسکتا۔ میں آخری سانس تک تمھاری امانت کو اسی طرح پاکبازی کی چادر میں لپیٹے قبر کی گہرائیوں میں اُتر جاؤں گی۔ یہ میرا آخری عہد ہے بس مجھ سے ایک وعدہ کرلو۔ اگر زندگی میں کبھی میرے لیے کوئی گنجائش نکل آئے تو مجھے فراموش نہیں کروگے۔"

"اگر ایسا وقت آیا آلیورا تو کیا تمھارا خاندان راہ میں حائل تو نہیں ہوگا؟" عدنان نے پُوچھا۔

"اس کی ذمّے داری مجھ پر ہے۔"

"سنو آلیورا۔ یہ حقیقت ہے کہ میں زندگی میں کبھی ان جذبات سے متاثر نہیں ہُوا اور میں تم پر یہ واضح کرنا بھی ضروری سمجھتا ہُوں کہ میرا تعلق جس قوم اور مذہب سے ہے اس میں وعدے کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں اینزا کہ اگر حالات نے مجھے مہلت دی تو تمھیں اپنی شریکِ زندگی بناؤں گا۔ وعدہ ہے تم سے۔"

"اب تم کبھی مجھے اپنی ذات پر بوجھ نہ پاؤ گے عدنان۔ میرا بھی وعدہ ہے۔" اینزا نے کہا اور خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ عدنان اُسے دُور تک جاتا دیکھتا رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں محبّت کی قندیل روشن ہوگئی تھی۔

"بے وقوف لڑکی کس جال میں پھانس لیا تُو نے مجھے۔ زندگی شاید اسی کو کہتے ہیں جب تک گردن آزاد رہے۔ غنیمت جانو پھنستی ہے تو پھر پھنستی ہی چلی جاتی ہے۔" اینزا نگاہوں سے اوجھل ہُوئی تو کا لکن نظر آیا۔ اُسے ہی تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ عدنان اُس کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔

"ہیلو پرنس تمھارے بارے میں بڑی افواہیں اُڑ رہی ہیں۔" وہ قریب پہنچتے ہی بولا تھا۔

"کیا؟"

"کل شام تم نے ایک عجیب و غریب مقابلہ کیا تھا۔"

"ہاں۔ تم موجود نہ تھے۔"

"یہ کیسا مقابلہ تھا عدنان؟"

"زندگی کی ڈور اُلجھ گئی ہے دوست۔ سُلجھانے میں مصروف ہُوں۔ آؤ بیٹھو۔"

"ایک بات کہوں پرنس بُرا تو نہیں مانو گے؟"

"ضرور کہو" عدنان پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"رنگ، نسل، مذہب، علاقائیت دِلوں سے دُور کی باتیں ہیں۔ دِل کی دُنیا میں شاید اِن رواجوں کا کوئی دَخل نہیں ہے کیا یہ حقیقت کبھی محسوس کی ہے تم نے؟"

"آج محسوس کی ہے۔" عدنان نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آج کیوں محسوس کی؟" کالگن نے پوچھا۔

"بس ایک حادثہ پیش آگیا زندگی میں۔"

"آج پیش آگیا؟"

"ہاں ابھی چند لمحات قبل۔"

"اور تم مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"ہائی شون میں تمھارے علاوہ اور کوئی میرے دِل کے قریب نہیں ہے کالگن جس بات کو تم سے چُھپانے کے لیے مَیں مجبور تھا وہ مَیں نے تمھیں نہیں بتائی لیکن جس حادثے کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے اُسے تم سے چُھپانا ضروری نہیں سمجھتا۔"

"بتاؤ؟"

"اچانک اینزا آلیورا میرے دِل کی گہرائیوں میں اُتر گئی۔ اس سے قبل مَیں نے اُسے صرف تفریح کا ایک ذریعہ سمجھا تھا کالگن۔ اب تک اُس کا مذاق اُڑاتا رہا تھا اس کی حماقتوں سے لُطف اندوز ہوتا رہا تھا۔ اُسے ایسی دِل دہلانے والی کہانیاں سُناتا تھا کہ وہ میرے سائے سے بھی بھاگے۔ ایسا ہی ہُوا تھا کالگن لیکن آج وہ ایک نئے رنگ میں میرے سامنے آئی۔"

"کیسا نیا رنگ؟" کالگن نے دِلچسپی سے پوچھا۔

"وہ غور کرتی رہی ہوگی۔ سوچتی رہی ہوگی میرے بارے میں اس کے باوجود وہ میرے پاس آئی ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی اُس نے جس انداز میں اظہارِ محبت کیا، اُس سے مَیں متاثر ہُوئے بغیر نہ رہ سکا اور محبت ۔ ۔ ۔ ۔ کی تذلیل مجھ سے نہ کی گئی۔ اس سے زیادہ مجھ سے کچھ نہ کہا گیا۔ مَیں اس کا مزید مذاق نہ اُڑا سکا اور مَیں نے اُس کی محبت قبول کر لی۔"

"بھلا نیک کام کیا ہے تم نے۔ مَیں سمجھتا ہُوں کہ مس آلیورا مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے۔ کاش میرے پاس بھی اُس مقام تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ ہوتا۔ کالگن نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں پریشان کر رہے ہو تم سب مجھے۔ آخر کیوں پریشان کر رہے ہو؟" عدنان نے بے بسی سے کہا۔

"میں بھی تمھیں چاہتا ہُوں عدنان۔ لات مارو میری چاہت پر رنگ نسل اور مذہب کی بات میں نے اسی لیے کی تھی۔ وہ لڑکی تمھارا دِل جیت گئی۔ مَیں ایسا نہیں کر سکا۔ میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ مَیں تمھاری پریشانی کی وجہ جاننا چاہتا ہُوں میں تمھارے لیے وہ سب کچھ کرنا چاہتا ہُوں جو تمھیں دوبارہ چند روز قبل کا عدنان بنا دے خوش مزاج۔ کھلنڈرا۔ دلکش۔ دوست نواز۔"

"مَیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ میں اپنے دل کے یہ دروازے نہیں کھول سکتا۔" عدنان نے اُلجھے ہُوئے لہجے میں کہا اور کالگن خاموش ہو گیا۔ دیر تک خاموشی رہی پھر کالگن نے کہا۔

"وہ عمارت خالی ہو چکی ہے عدنان۔ اُس عمارت کے مکین اپنے پڑوسیوں کے لیے بھی پُراسرار تھے۔ وہاں اُن کے بارے میں کوئی بھی کچھ نہیں جانتا۔ جس طرح وہ چُپکے سے اس میں رہائش پذیر ہُوئے تھے اسی طرح خاموشی سے اُسے خالی بھی کر گئے۔ ویسے بھی وہ عمارت ایک کمپنی کی ملکیت ہے اور عارضی طور پر کرائے پر اُٹھتی رہتی ہے۔ کسی مسٹر جولین نے اُسے تین ماہ کے لیے حاصل کیا تھا اور کرایہ ادا کر دیا تھا لیکن کمپنی کو فون پر اطلاع دے گئی کہ اب عمارت خالی کر دی گئی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

عدنان خاموشی سے کالگن کو دیکھتا رہا پھر کالگن نے کہا۔ "میرے لیے اور کوئی خدمت ہو عدنان تو مجھے بتا دینا۔ میں حاضر ہُوں۔" کالگن واپسی کے لیے مُڑا تو عدنان نے اُسے ہاتھ پکڑ کر روک دیا۔

"آج کا دِن میرے لیے بڑا عجیب ہے کالگن۔ بہر حال یہ دِن کچھ چاہتا ہے تو مَیں کیا کر سکتا ہُوں۔ محبت کے لیے خودکشی بھی تو کرتے ہیں لوگ۔ بیٹھو میرے دوست۔ بیٹھو یہ تسلیم و رضا کا دِن ہے۔ مَیں تمھیں دوست مانتا ہُوں۔ سنو کالگن میں ایک بدنصیب انسان ہُوں، میری بدنصیبی کی داستان طویل ہے۔" عدنان بھرّائی ہُوئی آواز میں بولا اور پھر ایک ایک کر کے اپنی داستانِ زیست کے صفحات پلٹنے لگا۔

کالگن بُتِ حیرت بنا عدنان کی کہانی سُن رہا تھا۔ عدنان کے ہر ہر لفظ پر اُس کے دِل میں عدنان کی قدر و قیمت بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کا اندازہ اس کے چہرے کے تاثرات سے بھی ہو رہا تھا۔ کبھی وہ محبت سے مغلوب نظر آتا تو کبھی غصّے کی شدت سے سُرخ ہو جاتا تھا۔ عدنان نے اتنا ہی متاثر کیا تھا اُسے۔

"تمھیں پہلے ہی مجھے یہ سب کچھ بتا دینا چاہیے تھا عدنان۔" عدنان کے خاموش ہوتے ہی کالگن بولا تھا پھر وہ ایک لمحہ خاموش

رہ کر دوبارہ بولا۔ "اب میرے بارے میں سنو عدنان، میرا تعلق اسکاٹ لینڈ یارڈ سے ہے اور مَیں یہاں خصوصی تربیت کے لیے آیا ہُوں۔ گو میں ایک سرکاری تنظیم سے متعلق ہُوں لیکن میرے دوست اب مَیں بھی دوستی نبھاؤں گا۔ میں اپنا فرض پُورا کروں گا میرا وعدہ ہے۔ تمھارے حالات سُن کر مَیں نے ان چند لمحات میں بہت کچھ سوچا ہے۔ میرے خیال میں مسٹر شیران مسلسل اپنے دُشمنوں کے قبضے میں ہیں وہ اُن سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔ ہائی شون میں بھی وہ خود نہیں آئے بلکہ لائے گئے ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اُن کے دُشمن اُنھیں بدستور ہینڈل کر رہے ہیں تم اس عمارت کو ذہن میں رکھو جہاں ۔ ۔ ۔ وہ گئے تھے۔"

عدنان چونک پڑا۔ "مَیں نے یہ بات تو تمھیں نہیں بتائی کالگن۔"

"بہت سی باتیں اب مجھے بتانے کی ضرورت نہیں عدنان، مَیں خود بھی اندازہ لگا سکتا ہُوں، تم نے شاید مسٹر شیران کا تعاقب بھی کیا تھا اس پیل کار میں جو تم نے مجھ سے حاصل کی تھی۔"

"مجھے تمھاری ان صلاحیتوں کا اندازہ نہیں تھا کالگن۔" عدنان نے اعتراف کرتے ہُوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ اپنے باپ کے حصول کی خواہش تمھارے دِل میں ہوگی، عدنان اور تم اپنی تربیت وغیرہ کو اس پر ترجیح نہیں دو گے۔ میرے دوست سیدھی سی بات ہے کسی طرح خاموشی سے مسٹر شیران کو ہائی شون سے اغوا کر لو پہلے اُن کے لیے کوئی مُناسب بندوبست کر لو اس کے بعد ان کے دُشمنوں کو بھی قابو میں کر لیں گے۔" کالگن نے کہا اور عدنان تعجب سے کالگن کو دیکھنے لگا۔

"یہ کیسے ممکن ہے کالگن؟"

"کالگن پر بھروسہ رکھو۔ سب ممکن ہو جائے گا۔ شیران کی ذِمّے داری تم سنبھالو مَیں تمھارے دُشمنوں کو دیکھتا ہُوں۔"

"اس کی بجائے بہتر یہ ہوگا کہ تم بابا کو کسی محفوظ مقام تک پہنچانے میں میری مدد کرو کالگن۔"

"دونوں کام ہو جائیں گے مگر آج مجھے ہائی شون سے پھر چُھٹی لینا ہوگی۔" کالگن خود کلامی کے انداز میں بولا اور پھر گردن ہلانے لگا۔ "اوکے عدنان مجھے اجازت دو۔ میں چلتا ہُوں۔" عدنان متشکرانہ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

شیران کو ہائی شون سے کوئی دِلچسپی نہیں تھی۔ اُس نے یہاں رہتے ہُوئے کبھی یہاں کی دِلچسپیوں میں حصّہ لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دِل ہی نہیں چاہتا تھا کسی تفریح میں حصّہ لینے کے لیے۔ اس سے قبل کی زندگی میں بھی اس کی دِلچسپیاں مختلف تھیں، ہر وحشیانہ کارروائی اُسے پسند تھی، اور یہی وجہ تھی کہ ہائی شون میں جب کسی کو اس کے مقابل کھڑا کر دیا جاتا تھا تو اُس میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی تھی، ورنہ وہی قنوطیت وہی خود سے بیگانگی، جو لوگ اس کے ساتھی اور اس کے راہبر تھے، ان کے بارے میں شیران نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کون ہیں اور وہ خود اُن کے ساتھ کیوں ہے، ایسا کوئی احساس اس کے دِل میں پیدا نہیں ہوتا تھا، وہاں اگر اُن میں سے کوئی اس کی فطرت سے ٹکرانے کی کوشش کرتا تو پھر شیران جاگ اُٹھتا، اور شاید اُس وقت اُس کے ذہن پر کوئی اور قوت حاوی نہیں ہو سکتی تھی، یہ اس کی فطرت کا مضبوط ترین پہلو تھا، جسے شاید جنرل ڈی کی کوششوں نے بھی تبدیل نہیں کیا تھا، باقی حالات جُوں کے تُوں تھے، ہائی شون سے اُسے چھٹی دِلا دی گئی، اور وہ لوگ اُسے لے کر کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے، شیران نے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا، پھر جب اُسے ڈی تھری کے سامنے پیش کیا گیا تب بھی اُس کے ذہن میں کوئی خیال نہ اُبھرا حالانکہ اس سے قبل ڈی تھری نے اُس سے ایک اور عمارت میں بات چیت کی تھی، لیکن اس نئی جگہ کے بارے میں شیران نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ ڈی تھری نے مُسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور بولا۔

"میرا خیال ہے مسٹر شیران اب آپ کو ہائی شون میں رہنے کی ضرورت نہیں۔"

"مجھے پہلے بھی وہاں جانے کی ضرورت نہیں تھی، یہ صرف تم لوگوں کی حماقت تھی۔" شیران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے مسٹر شیران، بعض اوقات ہر انسان صحیح فیصلہ نہیں کر پاتا، ویسے کیا خیال ہے آپ کا ہائی شون میں آپ نے کیسا محسوس کیا۔"

"یہی کہ تم لوگ احمق ہو۔" شیران نے برجستہ جواب دیا، اور ڈی تھری جھینپی ہُوئی نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھنے لگا، اس کا اپنا مرتبہ اپنی حیثیت بہت بلند تھی، لیکن شیران کے سلسلے میں وہ کسی غصّے کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا، اُسے اس بارے میں پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا۔

"یہ علاقہ آپ کا جانا پہچانا ہے مسٹر شیران۔"

"ہاں۔ ہانگ کانگ کا نام میرے لیے اجنبی نہیں ہے البتہ پہلے کبھی ہانگ کانگ نہیں آیا" شیران نے جواب دیا۔

"بنکاک میں تو آپ ایک طویل زندگی گزار چکے ہیں"۔ ڈی تھری اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"بنکاک"۔ شیران نے داہنا گال کھجاتے ہوئے کہا اور پھر شانے اُچکا کر بولا۔ "ہاں کچھ باتیں ذہن میں محفوظ ہیں"۔

"کیا خیال ہے آپ کا اپنی پرانی زندگی میں جانے کو دل چاہتا ہے، یا نہیں؟"

"میرے خیال میں تم مجھ سے ایسی گفتگو کر رہے ہو، جس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں محسوس ہو رہی، میں آرام کرنا چاہتا ہوں"۔ شیران نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ ڈی تھری نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور چند لمحات کے بعد شیران کو ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا، جو اُس کے لیے خاص طور پر منتخب کیا گیا تھا، دُوسرے افراد ڈی تھری کے پاس موجود تھے، ڈی تھری نے اُنھیں دیکھ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایسا وحشی اس سے قبل تم میں سے کسی نے دیکھا ہے؟"

اس کے ساتھی مسکرانے لگے تھے، ان میں سے کسی نے ڈی تھری کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تب ڈی تھری پھر بولا۔ "ہمیں فوری طور پر بنکاک روانگی کی تیاریاں کرنی چاہییں"۔

"بہت بہتر جناب"۔ ڈی تھری کے ساتھی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم لوگ آرام کرو"۔ ڈی تھری نے دوسرے آدمیوں سے کہا اور اس کے بعد وہ سب اُٹھ کر چلے گئے، ڈی تھری تنہا بیٹھا کچھ سوچتا رہا تھا۔ شیران کو اس پر بھی اعتراض نہیں ہوا تھا، کہ اُسے ایک گھنٹے کے اندر اندر بنکاک روانہ ہونے کی اطلاع دے دی گئی تھی، بھلا اسے کیا تیاریاں کرنی تھیں، بنکاک کے شناسا ائرپورٹ پر اُترنے کے بعد وہ ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا اور تھوڑی دیر بعد یہاں کی ایک عمارت میں منتقل ہوگیا۔۔۔! بنکاک سے اُس کی بے شمار یادیں وابستہ تھیں، یہاں اُس نے زندگی کا طویل ترین وقت گزارا تھا، لیکن یہاں آنے کے بعد بھی اُس کے دل میں بنکاک کا نواحی علاقہ دیکھنے کی خواہش بیدار نہیں ہوئی۔ ڈی تھری بڑے محتاط انداز میں شیران کا جائزہ لے رہا تھا، اور اُس کی فطرت کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا، پھر شیران کو بنکاک کی سیر کرائی گئی، ایک کھلی کار میں اُسے بنکاک کے شاندار علاقے دکھائے گئے، لیکن اس کے باوجود اس پر کسی قسم کے اثرات نمایاں نہیں ہو سکے تھے، آخر کار ڈی تھری نے اپنے طور پر فیصلے کر لیے اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ اس تنویمی عمل کے تحت اپنی زندگی سے بس اتنا ... شیران ... سے کچھ باتیں یاد رہ گئیں، جہاں تک اس کے ... شناسا ہے کہ ... کا تعلق تھا وہ تقریباً فنا ہو چکی تھیں ... میں اُبھرنے والی اُمنگوں ... چارہ کار نہ تھا کہ شیران کو سرخ رنگ ... اب اس کے علاوہ اور کوئی ... محصور کیا جائے، جن کے ... کے تحت ان تمام کاموں کے لیے ... انتظام کیا، ایک ... اُسے یہاں لایا گیا ہے، چنانچہ ڈی تھری نے ... اور وہاں ایک خالی کمرے میں تیز روشنیوں کے بلب لگانے سے ... گہرا سرخ اسکرین دیوار پر بنا دیا گیا، شیران کو اچانک ہی ا... میں لایا گیا، اور تیز روشنیاں کر دی گئیں، چند لمحات کے لیے اس کی پلکیں جھپکیں اور پھر اس کی نگاہ اس سرخ رنگ پر پڑی جو تیز روشنیوں میں آگ کی طرح دہک اُٹھا تھا، چند ہی لمحات کے بعد اس پر سحر طاری ہوگیا، اور اس کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی مانند چمکنے لگیں، وہ سرخ اسکرین کو گھُور سے جا رہا تھا، تب ڈی تھری کی آواز اُبھری۔

"یہ بنکاک ہے شیران۔ وہ جگہ جہاں ایک زمانے میں تم مارلینو کے لیے مصروفِ عمل تھے، یہاں موجود منشیات کے ایک ایک اڈے کو تم نے مارلینو کی ملکیت بنا دیا تھا، لیکن کتنے افسوس کی بات ہے شیران کہ جو محنت تم نے کی تھی، آج وہ اکارت ہو چکی ہے۔۔۔ بے شمار چھوٹے چھوٹے افراد ان منشیات کے اڈوں کے مالک ہیں، تمھاری موجودگی میں یہ سب کچھ افسوسناک بات ہے شیران۔ نہایت افسوسناک۔ کیا تمھیں اس کا احساس ہے؟"

شیران خاموش رہا۔ اُس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا "مجھے جواب دو شیران تمھیں بنکاک یاد آتا ہے؟"

"نہیں"۔ اس کی بھرائی ہوئی آواز اُبھری۔

"اسے یاد کرو شیران۔ اپنے ذہن پر زور دو۔ وہ لمحات جب تم بنکاک میں تھے اور مسٹر مارلینو تمھارے ہمدرد تھے۔

"مسٹر مارلینو؟" شیران کے حلق سے آواز نکلی۔

"اپنے شعور کے ان بند گوشوں میں جھانکو اپنی یادداشت کے خانوں میں وہ لمحات تلاش کرو جب تم ایک مضبوط شخصیت کے مالک تھے۔ بہت سے کردار تھے تمھاری زندگی میں۔ مسٹر مارلینو، بنکاک، منشیات کے اڈے۔ سب کچھ یاد کرو"۔

شیران کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ وہ ذہن پر زور دے رہا تھا۔ اس کے دماغ کے سوتے اسی سُرخ رنگ کے تحت بند کیے گئے تھے اور آج یہی رنگ وہ سوتے کھول رہا تھا۔ اس کے دماغ میں

پھلجھڑیاں سی چھوٹنے لگیں۔ بہت سے شیشے چٹخ رہے تھے دیر تک یہ کیفیت طاری رہی اور پھر اس کی آواز اُبھری۔

"ہاں مجھے وہ سب کچھ یاد آ رہا ہے"۔

ڈی تھری نے دلچسپ نگاہوں سے شیران کو دیکھا۔ اس کی کوشش بار آور ہو رہی تھی۔ اس نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"مارلینو یاد ہے نا تمھیں شیران، وہ اپاہج جس کے دُشمنوں نے اُس کے دونوں ہاتھ اور۔۔۔ پاؤں کاٹ دیے تھے، جو بے بس ہو چکا تھا اور جس نے تمھیں اپنی زندگی میں ایک ممتاز مقام دیا تھا اور تمھیں زندگی کی اُن تمام لذتوں سے نوازا، جو کسی انسان کے لیے ضروری ہو سکتی ہیں، تمھارے دل میں اس کے لیے بے پناہ پیار ہے شیران، تم اُسے اب بھی ساری دُنیا سے زیادہ چاہتے ہو، کیا تم یہ بات پسند کرو گے کہ مارلینو کا نام بنکاک میں اس طرح فنا ہو جائے، منشیات کے وہ تمام اڈے اُن چھوٹے چھوٹے لوگوں کے قبضے میں چلے جائیں، جنھیں تم نے اپنے ہاتھوں زیر کیا تھا، کیا یہ سب کچھ مارلینو کی محنتوں کا صلہ ہے شیران"۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں"۔ شیران کے حلق سے بھیڑیے جیسی غراہٹ نکلی۔

"تو ایک بار پھر، ایک بار پھر تمھیں مارلینو کا نام سربلند کرنا ہوگا شیران، بنکاک اور اُس کے نواح میں پھیلے ہوئے تمام منشیات کے اڈے ایک بار پھر مارلینو کی ملکیت ہونے چاہییں، وہاں مارلینو کے نام سے ہی کاروبار کا آغاز ہونا چاہیے۔ ان تمام چھوٹے چھوٹے لوگوں کو تم اسی طرح انتہائی ذہانت چالاکی اور مہارت سے شکست دو گے جس طرح پہلے تم نے انھیں زیر کیا تھا"۔

شیران کے ذہن میں ایک فلم سی چل رہی تھی اُسے اپنا وہ دور یاد آ رہا تھا، جب وہ بنکاک میں مارلینو کے نام پر خونریزی کرتا پھر رہا تھا، اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ سب۔ وہ سب کتّے کی موت مار دیے جائیں گے اُن میں سے ایک بھی اب اِن اڈوں پر قابض نہیں رہ سکے گا"۔

"تمھیں یہی کرنا ہے شیران، تمھیں یہی کرنا ہے، یہی تمھارا فرض ہے، مارلینو کا نام بلند کرو۔ مارلینو کو بنکاک میں ایک بار پھر پُروقار مقام دو"۔

"میں ایسا ہی کروں گا، مجھے ایسا ہی کرنا ہے"۔ شیران نے جواب دیا اور اس کے بعد دفعتاً روشنیاں بجھا دی گئیں، سُرخ رنگ شیران کی آنکھوں سے محو ہوا تو وہ جھرجھری سی لے کر اپنے اطراف میں دیکھنے لگا، سب کچھ یاد تھا اُسے، جو عہد کیا تھا اُس نے، وہ بھی یاد تھا۔ مارلینو کی تصویر نگاہوں میں گھوم رہی تھی، گرنیچر اور میگنیشیا یاد آ رہے تھے، گانگ ہو یاد آ رہا تھا، بنکاک کے نواحی علاقے یاد آ رہے تھے، اُس کی مٹھیاں بھینچ گئیں اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا، اُس کے بعد وہ کسی سے کوئی گفتگو کیے بغیر اپنے کمرے سے باہر نکل آیا۔

ڈی تھری اُس کی یہ کیفیات دیکھ رہا تھا اور اُس کی آنکھوں میں مسرت کے آثار تھے، کم از کم اس مرحلے پر اُسے کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ شیران اپنے کمرے میں واپس آیا تو ڈی تھری نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"کام کا آغاز ہو چکا ہے، اب تمھیں ایک ایک لمحہ اُس پر نگاہ رکھنی ہے، اسلحہ تمھیں حاصل ہو گیا ہے، ہر اُس جگہ موجود رہو جہاں شیران ہو اور اُسے کامیابی دلاؤ۔ یہی ہمارے لیے ہدایت ہے"۔

اُس کے تمام ساتھی باہر نکل آئے، شیران کو اب کسی کی کوئی پروا نہ تھی، تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکلا۔ پورچ میں سُرخ رنگ کی ایک کار کھڑی ہوئی تھی شیران نے دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔ اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔ برابر کی سیٹ پر دو بھرے ہوئے پستول موجود تھے جنھیں شیران نے اُٹھا کر اپنے لباس میں چھپا لیا، اور اس کے بعد وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا باہر نکل آیا۔ بنکاک کے گلی کوچے اُسے اچھی طرح یاد تھے، چند لمحات کے بعد اُس نے پائنیر ہاؤس کو یاد کیا، جو ایک کیمپنگ کا نام تھا۔ پائنیر ہاؤس وہ پہلی جگہ تھی جہاں سے شیران نے مارلینو کے نام پر دہشت گردی کا آغاز کیا تھا اور اُس کے بعد وہ اڈہ اپنے قبضہ میں کر لیا تھا چنانچہ اس کی پہلی منزل پائنیر ہاؤس ہی تھی۔

کیمپنگ کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔۔۔ یہی آوارہ گردوں کی وہی بدمستیاں، قہقہے، چرس کی بُو منشیات کی فراوانی، ناچ رنگ، بدمست لوگوں کی خرمستیاں سب کچھ جُوں کا توں تھا، شیران کی آنکھیں اس سے آشنا تھیں پھر اُس کی نگاہیں ایک سمت اُٹھ گئیں۔

لکڑی کے ایک بڑے سے کیبن کے سامنے منشیات بالکل اسی انداز میں فروخت ہو رہی تھی، جس طرح پہلے کبھی ہوتی تھی۔ تین مسٹنڈے قسم کے آدمی وہاں موجود تھے جو مقامی ہی تھے۔ وہ شکل و صورت سے خونخوار نظر آتے تھے، اڈے پر کیتھن پلّا کا نام لکھا ہوا تھا۔ شیران نے کار ایک سمت روکی اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اڈے کے قریب پہنچ گیا۔

آوارہ گردوں کے درمیان یہ ایک مہذب آدمی ان لوگوں کے لیے باعثِ دلچسپی تھا۔ باہر کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے اُس سے اس کی ضروریات کے بارے میں پوچھا اور شیران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ کیتھن براکا کیا چیز ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"بہت بڑی چیز ہے، بہتر یہ ہے کہ تم اس کے بارے میں جاننے کی کوشش مت کرو، کیا تمھارا تعلق انتظامیہ سے ہے کیا کوئی نئے افسر ہو تم۔ کیا قصہ ہے؟"

"کیتھن براکا کہاں ہے؟" شیران نے سوال کیا۔

"اندر موجود ہے اور یہ اڈہ اُسی کی ملکیت ہے۔ ایک بار پھر میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ اگر تمھارا تعلق انتظامیہ سے ہے تو اپنے افسرانِ اعلیٰ سے رابطہ قائم کرو اور پہلے کیتھن براکا کے بارے میں معلوم کر لو یا پھر اگر تم منشیات کے طلب گار ہو تو بتاؤ کیا چیز درکار ہے تمھیں؟"

"سب سے پہلے میں اس اڈے کی تباہی چاہتا ہوں اس کیبن میں منشیات کا جتنا ذخیرہ ہے نکال کر باہر رکھ دو اور اُس کے بعد اپنے ہاتھوں سے اس کیبن کو تباہ کر دو۔" شیران نے جواب دیا اور مسٹنڈے آدمی کا مُنہ بگڑ گیا۔

"اس کے لیے ہمارے پاس معقول انتظام ہے۔" اس نے کہا اور دُوسرے لمحے اُس کا ہاتھ شیران کی طرف بڑھا۔ شیران نے اُس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور پھر ایک جھٹکے سے اُسے زمین سے اُوپر اُٹھا لیا۔ ایک ہاتھ پکڑ کر اُس نے اس طرح اس قوی ہیکل شخص کو زمین سے بُلند کر دیا تھا کہ یقین نہیں آتا تھا۔ دُوسرے لمحے جب وہ نیچے آیا تو اس کے بازو کی ہڈّی اُکھڑ چکی تھی۔ اس کی دلدوز کراہیں گُونج رہی تھیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر اس کے دونوں ساتھیوں نے پستول نکال لیے لیکن وہ شیران سے زیادہ پھُرتیلے ثابت نہ ہو سکے تھے۔ شیران کے پستول سے نکلنے والی گولیوں نے اُنھیں ایک ہی لمحے میں آلیا تھا۔ وہ دونوں ڈھیر ہو گئے کیمپنگ میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔

تین آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد شیران اندر داخل ہو گیا۔ کیتھن براکا اندر موجود تھا۔ وہ مقامی آدمی تھا اور صُورت ہی سے بُزدل معلوم ہوتا تھا۔ گولیوں کی آواز پر اُس نے باہر نکلنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ اس کے اطراف منشیات کی پیٹیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

شیران نے منشیات کی پیٹیوں کو دیکھتے ہوئے گردن ہلائی اور پھر پستول کی نال براکا کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے اس سامان کے ساتھ مرنا چاہتے ہو یا دِل میں زندہ رہنے کی خواہش ہے۔"

"لگ کیوں آخر کیوں؟" جواب میں شیران کے پستول سے گولی نکلی اور براکا کی پیشانی میں پیوست ہو گئی اور پھر شیران اُس کی لاش گھسیٹتا ہُوا باہر لے آیا بے شمار لوگ دُور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ شیران نے لاش ایک طرف پھینک دی۔ ابھی وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتاً پانچ موٹر سائیکل سوار دندناتے ہُوئے اس طرف آتے دِکھائی دیے۔ مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا۔ موٹر سائیکل سوار مسلّح تھے۔ اُنھوں نے فضا میں فائرنگ کی لیکن کچھ نامعلوم سمتوں سے پانچ فائر ہُوئے اور پانچوں موٹر سائیکل سوار تیز رفتار موٹر سائیکلوں سے نیچے گر پڑے لیکن شیران نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور مجمعے کی طرف پلٹ کر بولا۔

"یہاں بے شمار لوگ دولت مند بننے کے خواہش مند ہوں گے ان کے دِل میں آرزو ہوگی کہ کاش وہ اس اڈے کے مالک ہوتے۔ کیتھن براکا کے دُشمن بھی یہاں ہوں گے۔ میں اُنھیں ایک سُنہری موقع دے رہا ہُوں۔ میرا نام شیران ہے۔ میں اِن تمام افراد کا قاتل ہُوں۔ اگر انتظامیہ کے لوگ یہاں موجود ہیں تو میرا نام سُن لیں جو اُن کے لیے اجنبی نہیں ہوگا۔ ہاں تو براکا کے دُشمنو یا دولت مند بننے کی خواہش رکھنے والو۔ تم میں سے کوئی طاقت ور شخص منشیات کے اس عظیم ذخیرے کا مالک بن سکتا ہے ایک شرط پر۔ یہاں مارلینو کا نام آویزاں کرو اور اڈے سے آمدنی کا صرف بیس فیصد مارلینو کے نام پر بینک میں جمع کرا دو۔ خبردار لُوٹ مار کی کوشش نہ ہو ورنہ چرس کی ایک گولی کے عوض ایک شخص کو اپنی جان دینی ہوگی۔"

شیران اپنی جگہ سے اُٹھا اور اطمینان سے چلتا ہُوا کار کی جانب بڑھ گیا اور پھر سُرخ کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ اُس کی دُوسری منزل شائریانگ تھی۔ چھوٹی چھوٹی سرسبز پہاڑیوں کے دامن میں یہ کیمپنگ بھی آوارہ گردوں کی جنّت تھی۔ لیکن اس جنّت میں شیطان گھُس آیا اور تیرہ افراد قتل ہو گئے جن میں سے چار شیران کے ہاتھوں مارے گئے اور باقی اُنھی پُراسرار لوگوں کے ہاتھوں ہلاک ہُوئے جو شیران کے نادیدہ مددگار تھے۔ آج کی کارروائی اِنھی دو اڈوں تک محدود رہی تھی۔

لیکن شہر بھر میں سنسنی دوڑ گئی۔ دُوسرے دن کے اخبارات ان سنسنی خیز خبروں سے بھرے پڑے تھے۔ انتظامیہ کے لوگ

دُوسرے اڈوں پر پھیل گئے۔ تین دن خاموشی رہی چوتھے دن پھر دو اڈے شکار ہو گئے۔ دونوں پر قتل ہونے والوں کی تعداد مجموعی طور پر گیارہ تھی۔ ڈان وان کے اڈے پر شیران نے پھر اعلان کیا۔

"بنکاک میں جتنے منشیات کے اڈے موجود ہیں ان سب کو ہدایت ہے کہ مارلینو کے نام پر کاروبار کر کے زندہ رہیں۔ آمدنی کی بیس فیصد رقم مارلینو کے نام جمع کرا دی جائے اس میں اُن کی بقا ہے ورنہ ایک ایک کر کے ان سب کا وہی انجام ہوگا جو پانچ اڈوں کا ہو چکا ہے۔ اس جگہ انتظامیہ کے افراد نے شیران کے گرد گھیرا ڈالنے کی کوشش کی تو ان پر تین دستی بم پھینک دیے گئے۔ انتظامیہ ان جگہوں پر کوئی اندھادُھند کارروائی نہیں کر سکتی تھی کیونکہ لاتعداد بے گناہوں کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی جو غیر ملکی تھے۔ شیران صاف نکل گیا تھا۔

اس کے بعد تبدیلی لازمی تھی۔ صرف بیس فیصد کی ادائیگی پر زندگی بچ رہی تھی تو کون اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہ کرتا۔ چنانچہ بے شمار اڈوں پر بینر بدل گئے اب ان پر مارلینو کا نام جگمگا رہا تھا۔

شیران کسی بھی ایرینا میں نظر نہیں آیا۔ آج تیسرا دن تھا۔۔۔ عدنان اُسے تلاش کر رہا تھا پھر جب تجسس زیادہ بڑھا تو وہ شیران کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ کمرے کے باہر محافظ موجود تھا۔

"مسٹر شیران اندر موجود ہیں؟"

"اوہ نہیں وہ جا چکے ہیں۔" محافظ نے سکون کی گہری سانس لے کر کہا۔

"کہاں؟" عدنان اُچھل پڑا۔

"تربیت مکمل ہو چکی تھی اُن کی چلے گئے۔"

"کب؟" عدنان کا دِل خُون ہو گیا۔

"کل دوپہر کو" محافظ نے جواب دیا۔ اور عدنان پاگلوں کی طرح باہر نکل آیا۔ اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ یہ سب کچھ اس کی توقع کے خلاف تھا۔ وہ بُری طرح بدحواس ہو گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے یہ تو سوچا بھی نہیں تھا اُس نے۔ وہ دیوانہ وار دوڑتا ہُوا ہائی کمشن کے دفتر پہنچ گیا۔ متعدد افراد سے اُس نے شیران کے بارے میں پوچھا اور محافظ کی بات کی تصدیق ہو گئی۔

"وہ کہاں گئے ہیں اس بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا ہے؟"

"یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے جناب ہم اتنی چھان بین نہیں کرتے۔"

عدنان باہر نکل آیا۔ اب اُسے اپنی حماقتوں کا احساس ہو رہا تھا۔ اُس نے بہت زیادہ زیرک بننے کی کوشش کی تھی۔ خود ہی سب کچھ کر لینا چاہتا تھا۔ کاش میں اتنی خود اعتمادی کا مظاہرہ نہ کرتا۔ کاش شیران کے نظر آتے ہی مسٹر مارلینو کو اطلاع دے دیتا۔ درحقیقت تنہا یہ سب کچھ کرنا میرے بس کی بات نہ تھی لیکن اب کیا کیا جا سکتا تھا۔ وہ ایک بار پھر شیران کو کھو چکا تھا، چنانچہ وہ مایوس قدموں سے اپنے کمرے میں لوٹ آیا جہاں کالگن اس کا منتظر تھا۔

کالگن کو اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ نہیں تھا۔ عدنان کے ساتھ وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔ "معاف کرنا دوست۔ کچھ ایسی مصروفیات پیش آ گئی تھیں کہ جلدی واپس نہ آ سکا لیکن جس کام سے گیا تھا اس سے بھی غافل نہیں رہا۔ سب سے پہلے ایک حیرتناک اطلاع تو یہ کہ دونوں افراد کو پولیس نے گرفتار کیا تھا انھوں نے خودکشی کر لی۔ شاید اُنھوں نے زہر کھا لیا۔ میں دعوے سے کہتا ہُوں عدنان کہ بات معمولی نہیں ہے۔ کوئی بڑی سازش ہے اور جو لوگ اس کی پُشت پر ہیں وہ معمولی نوعیّت کے لوگ نہیں ہیں۔ پولیس کی تحویل میں ایک معمولی جُرم کے تحت پہنچ جانا کوئی ایسی بات نہیں جو اس قدر تشویشناک ہو۔ لیکن شاید اُنھیں اس سازش کے کھُل جانے کا اندیشہ تھا اور خودکشی کر لینا آسان کام نہیں ہے۔۔۔ جب تم اپنے باپ کے دُشمنوں کے بارے میں مجھے تفصیل بتاؤ گے تبھی مجھے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سازش کس نوعیّت کی ہے۔ دُوسری بات، میں نے شہر میں ایک ایسی عمارت کا بندوبست کر لیا ہے جہاں ہم مسٹر شیران کو لے جا سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس کام میں ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔" وہ شاید مزید بھی کچھ کہتا لیکن عدنان کو خلافِ معمول ضرورت سے زیادہ خاموش دیکھ کر چونک پڑا۔ اُسے یوں لگا جیسے عدنان کہیں اور کھویا ہُوا ہے اور اُس نے اُس کی کوئی بھی بات نہیں سُنی ہے۔

"اوہ، ڈیئر عدنان خیریت، کیا تم کچھ بیمار ہو۔ تمھارا چہرہ زرد ہو رہا ہے۔ خیریت میرے دوست؟"

"دیر ہو گئی کالگن۔ ہمیں دیر ہو گئی۔" عدنان نے گھُٹی گھُٹی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ لوگ شیران کو لے گئے۔"

"نہیں، کہاں؟" کالگن نے بے اختیار پوچھا۔

"اس کی تربیت پوری ہوگئی تھی اس لیے کل وہ یہاں سے چلا گیا" عدنان نے بھاری لہجے میں کہا اور کالگن کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ دیر تک کچھ نہ بول سکا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ بہت بُرا ہوا اور بہت ہی بُرا ہوا۔ اب کیا کروگے؟"

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا کالگن۔ مجھ سے کچھ حماقتیں ہوئی ہیں۔ ایسی حماقتیں جن پر میں خود کو معاف نہیں کرسکتا۔" عدنان کی آواز بدستور بھاری تھی۔ کالگن گہری نظروں سے عدنان کو دیکھنے لگا، پھر اس نے اس کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"تم بہت زیادہ اثر لے رہے ہو عدنان جب کالگن تمھارے ساتھ ہے۔۔۔! فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ لوگ جس مقصد کے تحت بھی مسٹر شیران کو استعمال کر رہے ہوں بالآخر ہم اس کا پتا لگالیں گے، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم مجھے ان لوگوں کے بارے میں کچھ تفصیلات بتادو۔ میں جانتا ہوں عدنان کہ تم ان کے بارے میں یقیناً کچھ نہ کچھ ضرور جانتے ہوں گے۔ وہ کون سی طویل دشمنی تھی جس کی بنیاد پر مسٹر شیران کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور وہ کون لوگ تھے؟"

عدنان نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آنکھیں بند کرکے صوفے کی پشت گاہ سے ٹک گیا تھا، تب کالگن اس کے قریب پہنچا، اور اس نے عدنان کی پیشانی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے تمھارا تو سارا بدن پسینے میں نہایا ہوا ہے۔ کیا تم کچھ گرانی محسوس کر رہے ہو عدنان۔ میرے دوست اس قدر اثر نہ لو، حالات بگڑتے ہیں تو ٹھیک بھی ہوجاتے ہیں، بہتر ہے کہ کچھ دیر آرام کرو، خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرو عدنان، سب ٹھیک ہوجائے گا۔ بالکل ٹھیک۔ اُفوہ۔ تمھیں تو سخت بخار آرہا ہے، ٹھہرو میں ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھا، عدنان کا بازو پکڑ کر اسے بستر تک پہنچایا اور پھر باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب وہ ڈاکٹر کو لے کر اندر داخل ہوا تو عدنان بے ہوشی کا شکار تھا۔ ڈاکٹر نے فوری طور پر اسے ہائی شون کے اسپتال منتقل کرنے کا مشورہ دیا پھر کالگن کی مدد سے اسے ہسپتال لے گیا۔ عدنان کو شدید بخار ہوگیا تھا۔ کالگن ایک ہمدرد اور غمگسار دوست کی مانند اس کے ساتھ تھا۔ دوسری شخصیت جس نے اپنی تمام تر مصروفیات ترک کرکے عدنان کی خدمت گزاری کی ذمّہ داری اپنے سر لے لی تھی۔ اینزا آلیورا تھی۔ کالگن اور اینزا آلیورا مسلسل عدنان کے ساتھ رہتے تھے، عدنان پر طویل بے ہوشی طاری ہوگئی تھی۔ ڈاکٹروں کی رائے تھی کہ شدید ذہنی جھٹکے نے اسے اس کیفیت کا شکار کردیا ہے لیکن یہ کیفیت قابلِ تشویش نہ تھی۔ تیسرے دن عدنان کو ہوش آیا تو وہ شدید نقاہت کا شکار تھا۔ اینزا آلیورا کا اُترا ہوا چہرہ آنکھ کھولنے کے بعد سب سے پہلے اس کے سامنے آیا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو اینزا۔"

"ہیلو عدنان۔ کیا فولاد میں بھی جونک لگ سکتی ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"میرے خیال میں محاورہ پتھر میں جونک لگنے کا ہے۔"

"چلو وہی سہی۔ محاورے کی تصحیح مت کرو، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھیں کوئی شدید ذہنی جھٹکا پہنچا ہے، کیا ہوسکتا ہے وہ؟" عدنان کو گزرے ہوئے واقعات یاد آ گئے اور اس کا چہرہ پھر اُتر گیا۔ کالگن نے آلیورا سے مخاطب ہوکر کہا۔

"سوری مس آلیورا، میرا خیال ہے اِن باتوں کے لیے ہمارے پاس کافی وقت ہوگا، براہِ کرم ابھی عدنان کے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ڈالیے۔" عدنان نے کالگن کو دیکھا اور کالگن نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اطمینان رکھو عدنان کوئی نہ کوئی بہتر صورت نکل ہی آئے گی بس تم جلد از جلد صحت یاب ہوجاؤ۔"

"میں ٹھیک ہوں شاید میں نے بہت زیادہ اثر قبول کرلیا تھا۔"

"چار یا پانچ دن عدنان کو مکمل طور پر صحت یاب ہونے میں لگ گئے۔ اس دن اس کی حالت بالکل ٹھیک تھی اور ڈاکٹر اسے جانے کی اجازت دے چکے تھے، تب کالگن دوڑا دوڑا اس کے پاس پہنچ گیا۔

"میں نے کہا تھا نا ہر مشکل کا ایک حل ہوتا ہے اور وہ حل نکل آیا اور اُن لوگوں کی سازش بھی طشت از بام ہوگئی۔"

"کیا مطلب۔ برائے کرم تفصیل بتاؤ کالگن۔" عدنان بے چینی سے بولا اور کالگن نے چند اخبارات اس کے سامنے رکھ دیے۔

"تفصیل پڑھ لو۔" وہ بولا اور عدنان بے صبری سے ان خبروں پر نگاہیں دوڑانے لگا، بنکاک کے اخبارات تھے اور ان میں شیران سلامن نامی ایک دہشت گرد کی دہشت گردیوں کی تفصیل تھی، منشیات کے اڈوں کا تذکرہ تھا، مسٹر مارلینو کا نام

تھا، اور وہ تمام باتیں درج تھیں، جو پچھلے دنوں بنکاک میں پیش آچکی تھیں، ایک کے بعد ایک اخبار کو دیکھتے ہوئے عدنان کی آنکھوں میں مسرت کی چمک پیدا ہوتی جارہی تھی، پھر اس نے گہری نگاہوں سے کالگن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے ان خبروں سے کیا اندازہ لگایا؟"

"بہت معمولی سی بات نکل یار۔ اس سازش کا پتا بھی لگ گیا جو کی جارہی تھی اور شیران کے دشمنوں کا بھی جو اس کے پس پشت تھے۔"

"مطلب؟" عدنان نے مسکراتی نگاہوں سے کالگن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"منشیات کے اسمگلروں کا ایک گروہ ہے وہ جو مسٹر شیران کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا، لیکن یہ مسٹر مارلینو کون ہیں، یقینی طور پر یہ اسی گروہ کے سربراہ ہوں گے اور اس طرح انھوں نے شیران کو اپنی گرفت میں لینے کے بعد اس کی تربیت ہائی شون میں مکمل کرائی تاکہ وہ ایک ناقابلِ تسخیر انسان بن جائے، اور اس کے بعد بنکاک میں منشیات کے اڈوں پر [illegible] کرلے، تو میرے دوست ثابت یہ ہوا کہ اصل معاملہ مسٹر مارلینو کا [illegible] اب مسٹر مارلینو کے بارے میں معلومات حاصل [illegible] کے شیران کو [illegible] کے چنگل سے نکال لینا ہمارے لیے مشکل کام نہیں ہوگا۔"

[illegible] عدنان اس سے زیادہ [illegible] کالگن کو کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ جتنی کہانی اس نے شیران کے بارے میں کالگن کو سنائی تھی۔ وہ [illegible] نہیں تھی کہ اصل حقیقت سامنے آسکے [illegible] ابھی وہ کالگن کو مزید تفصیلات نہیں بتا سکتا تھا۔ تاہم اس نے کہا۔

"شاید تمھارا کہنا درست ہے کالگن۔ لیکن اب پروگرام کیا ہوگا؟"

"یہاں سے تو نکلو یار باقی باتیں بعد میں کریں گے۔" کالگن نے کہا۔ ڈاکٹر عدنان کو یہاں سے جانے کی اجازت دے چکے تھے اس لیے تھوڑی دیر کے بعد عدنان، کالگن کے ساتھ اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔

"ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ تم جیسے آدمی کی حالت کا اس قدر خراب ہوجانا میرے لیے تعجب خیز ہے لیکن میرے نوخیز ساتھی سب کچھ ہونے کے باوجود ابھی تم عمر کے وہ تجربات نہیں حاصل کرسکے جو دل کو مضبوطی بخشتے ہیں۔" کالگن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں شاید تم ٹھیک کہتے ہو لیکن مجھے یہ تو بتاؤ کہ اب میں کیا کروں؟"

"کچھ نہیں۔ خوش بختی یہ ہے کہ مجھے ایک ماہ کی چھٹیاں حاصل ہونے والی ہیں۔ میرا خیال ہے ہم دونوں بنکاک چلیں گے اور وہاں مسٹر شیران کی حشر سامانیوں کے مظاہرے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اس کے بعد ہمیں خود کو بھی آزمانا ہے۔ مسٹر شیران کو حاصل کرنا ہمارا اوّلین مقصد ہے اور خوشی ہے کہ وہ منظرِ عام پر ہے۔ ہمیں اُسے تلاش کرنے میں زیادہ پریشانی نہیں ہوگی۔"

"بنکاک کی پولیس بھی شیران کے پیچھے ہے؟"

"یقیناً دیکھنا یہ ہے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ پولیس اس کے مقابلے میں کس حد تک کامیاب ہوتی ہے۔" کالگن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

[illegible] اسے اس بات کا سخت افسوس تھا کہ اس نے مسٹر مارلینو کو شیران کے بارے میں اطلاع کیوں نہ دی ورنہ ایسے حالات پیدا نہ ہوتے۔ لیکن کالگن کی گفتگو کے بعد ایک بار پھر اس کے دل میں وہی خواہش اُبھر آئی کہ شیران کو حاصل کرکے پہاڑوں میں لے جائے اور سب کو جُل دے دے۔

چنانچہ وہ تیار ہوگیا۔ اس نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "ہائی شون سے بنکاک جانے کی اجازت کیسے حاصل کی جائے؟"

"کوئی بھی بہانہ کردو۔ میرے خیال میں سب سے عمدہ ترکیب وہی ہے جو میں نے تمھیں بتائی ہے۔ اپنی بیماری کو ذریعہ بناؤ میرے خیال میں مسٹر ہائی شون تعرض نہیں کریں گے اور پھر عدنان یہ مسئلہ اتنا غیر اہم نہیں ہے کہ تم کسی رکاوٹ پر توجہ دو تمھیں ہر قیمت پر مسٹر شیران کو ان کے دشمنوں کے چنگل سے نکالنا ہے۔"

عدنان گردن ہلانے لگا۔ کالگن اسے اداکاری کے گُر بتانے لگا۔ اس نے کہا۔ "میری نئی دوست ضرورت سے زیادہ چالاک ہے لیکن میں نے اسے بالآخر شیشے میں اتار لیا۔ یہ صرف اداکاری کا فن تھا اور ہاں عدنان یہ تو بتاؤ اینزا آلیورا کے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟"

"اس وقت مجھے دنیا کی کسی دوسری چیز سے دلچسپی نہیں ہے کالگن۔" عدنان گہری سانس لے کر بولا۔

"تمھیں دلچسپی لینا ہوگی۔ یہ ضروری ہے۔" کالگن نے کہا اور عدنان اسے بے بسی سے دیکھنے لگا۔ اس کی ذہنی حالت بہتر نہ تھی لیکن کالگن جیسے مخلص دوست کو وہ نظرانداز بھی نہیں کرسکتا تھا۔

ہائی شون سے اجازت لینے کا کام اتنا مشکل ثابت نہ ہوا جتنا تصور کیا گیا تھا۔ عدنان کو اس کی بیماری کی وجہ سے تبدیلی

آب و ہوا اور آرام کی اجازت دے دی گئی تھی۔ چنانچہ ضروری تیاریوں کے بعد وہ بنکاک چل پڑے۔ سفر کالگن کی پُر لطف باتوں کے درمیان طے ہو رہا تھا۔

بنکاک میں اُنھوں نے ایک خوبصورت فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کیا۔ کالگن نے کہا۔ "ہماری مہم کا آغاز اسی ہوٹل سے نہیں ہو سکتا۔ ہمیں یہاں کئی ٹھکانے بنانا ہوں گے۔"

"ہاں، شاید!"

"تم بنکاک آ چکے ہو؟"

"نہ صرف آ چکا ہوں بلکہ میری بھی کچھ دلچسپ یادیں یہاں سے وابستہ ہیں۔"

"عشق وغیرہ بھی شامل ہے اس میں؟"

"نہیں۔ لیکن ایک لڑکی ضرور تھی جسے میرے ہاتھوں خاصے نقصانات اُٹھانے پڑے تھے۔"

"مثلاً، ان نقصانات کی نوعیت کیا تھی؟" کالگن نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ نہیں جو تم سوچ رہے ہو۔" عدنان کو وہ لمحات یاد آ گئے۔ جب ایک لڑکی نے اُسے ٹھگنے کی کوشش کی تھی، اور عدنان خود اُس کو تلاش کر کے وہاں سے فرار ہو گیا تھا، کالگن اُس سے کُرید کُرید کر اس سلسلے میں سوالات کرتا رہا، لیکن عدنان نے مختصراً اُسے کہانی سُنا کر خاموشی اختیار کر لی تھی، اب وہ یہاں کے معاملات کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا لیکن کالگن اُسے سوچنے دیتا تب نا۔

"دیکھو دوست یہاں تم کالگن کے ساتھ آئے ہو، اور خاموش بیٹھنا کالگن کے مذہب کے خلاف ہے، کیا سمجھے؟"

"کون سے مذہب کی بات کر رہے ہو؟"

"یار عدنان میں اب تک تمھارے لیے دل میں بہت سے جذبات و احساسات رکھتا تھا، لیکن تم اپنے آپ کو ان سے مختلف ظاہر کر رہے ہو، ہم آپس کے مشورے سے اس مسئلے کو حل کریں گے اب سب سے پہلا مرحلہ مسٹر شیران کی تلاش کا ہے، جیسا کہ اخبارات میں تفصیل پڑھ چکے ہیں ہم لوگ کہ مسٹر شیران منشیات کے اڈوں پر قبضہ کر کے مارلینو کا پرچم لہرا رہے ہیں، یہ مارلینو ہی اصل فساد کی جڑ معلوم ہوتا ہے، بہرحال ہمیں اس وقت اُس سے کوئی غرض نہیں ہے، مارلینو اگر کبھی ہمارے راستے میں آیا تو ہم۔۔۔"

"نہیں پلیز کالگن۔ مارلینو کے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات مت کرو۔"

"کیا مطلب؟"

"بس میں جانتا ہوں کہ شیران کو نقصانات پہنچانے والوں میں مارلینو نہیں ہو سکتا۔"

"کیا مطلب؟ ایک نئی بات کہہ رہے ہو تم عدنان۔" کالگن نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ مارلینو کے نام پر جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ دراصل مسٹر مارلینو کے خلاف ہی ایک سازش ہے، میں تمھیں اِن تمام باتوں کی تفصیل بعد میں بتا دوں گا، فی الحال یہ سوچنا چاہیے کہ بابا شیران کو کس طرح ہم تلاش کریں؟"

"ہوں۔ ہوں۔ بھائی میں بے غرض انسان ہوں، صرف اپنے دوست کی مدد کے لیے منظرِ عام پر آیا ہوں، چنانچہ میں کسی بات کی کُرید کرنا پسند نہیں کرتا، جو تمھارا اپنا خیال ہو وہی زیادہ مناسب ہوگا، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مسٹر شیران کو انہی اڈوں پر تلاش کیا جا سکتا ہے، ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ یہ اڈے کہاں کہاں واقع ہیں، اور کون کون سے اڈوں پر مسٹر شیران کا قبضہ ابھی نہیں ہو سکا ہے، نیز یہ کہ یہاں کی پولیس کیا کر رہی ہے۔ یہ تمام باتیں معلوم کرنے کے بعد ہی ہم کوئی صحیح کارروائی کر سکتے ہیں۔"

"تمھارا اندازہ بالکل درست ہے۔ لیکن کیا ہم اپنی اصل شکل میں یہ تمام کام کر سکتے ہیں؟"

"کون احمق کہتا ہے۔ ہمیں میک اپ کرنا ہوگا۔"

"کیا تمھیں میک اپ کرنا آتا ہے؟"

"سیکرٹ ایجنٹ کو کیا نہیں آتا، لیکن میک اپ کا سامان ہمیں بنکاک کے بازاروں سے خریدنا پڑے گا۔" کالگن نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ باہر نکل آئے۔ بنکاک کی حسین عمارتیں ان کی نگاہوں کے سامنے پھیلی ہوئی تھیں، یہاں بہت سے ڈیپارٹمنٹل اسٹور تھے، اور ایسی بے شمار جگہیں موجود تھیں، جہاں اُنھیں اپنے مقصد کی چیزیں مل سکتی تھیں، چنانچہ ایک اسٹور میں داخل ہونے کے بعد کالگن نے اپنی پسند کا سامان خریدا اور اس کے بعد وہ عدنان کو ساتھ لیے ہوئے سیدھا اپنے ہوٹل میں آ گیا، یہاں ان دونوں نے اپنے چہروں میں تبدیلیاں کیں، اور انتہائی چالاکی سے باہر نکل آئے، اب وہ مالدار قسم کے آوارہ گرد معلوم ہو رہے تھے، عدنان نے اپنے چہرے میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں کی تھی، بس لباس وغیرہ سے وہ ذرا مختلف نظر آنے لگا تھا، آنکھوں پر اُس نے ایک سیاہ رنگ کا چشمہ چڑھا لیا تھا، جبکہ کالگن کی ناک پھولی ہوئی تھی، اور اس کے دونوں ہونٹ ورم کر آئے تھے، اس طرح اس کی شکل کافی تبدیل ہو گئی تھی، عدنان کا بدلا ہوا حلیہ ہی اُس کے لیے کافی

تھا، اور کالگن نے بھی اس سے اتفاق کر لیا تھا چنانچہ اس انداز میں وہ نیچے اُتر آئے اُنھوں نے کرائے کی کار حاصل کی اور اس کے بعد جل پڑے کیمپنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بہت زیادہ مشکل کام نہیں تھا، چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کیمپنگ میں پہنچ گئے، فاصلہ کافی طے کرنا پڑا تھا، بنکاک کے نواح میں یہ کیمپنگ ایک خوبصورت جگہ واقع تھی، جہاں ننھی سی مصنوعی جھیل بھی تھی اور اس کے اِردگرد آوارہ گردوں کے خیمے پھیلے ہوئے تھے اور یہیں پر اُنھیں وہ جگہ بھی نظر آئی جو منشیات کے اڈے کے طور پر استعمال کی جاتی تھی لیکن یہاں مارلینو کا بینر دیکھ کر اُنھوں نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑ لیے۔

"گویا یہاں مسٹر شیران کا قبضہ ہو چکا ہے۔"

"آؤ۔" کالگن نے کہا، اور وہ دونوں اڈے کی جانب چل پڑے، کیبن سے منشیات تقسیم کی جا رہی تھیں، آوارہ گردوں کے ہجوم ٹوٹے پڑ رہے تھے، اور مختلف قسم کی نشہ آور اشیاء خریدی جا رہی تھیں، کالگن نے ایک دُبلے پتلے آدمی کو دیکھا جو شاید آوارہ گردوں پر نگاہ رکھنے کے لیے تھا۔۔۔ کہ کہیں وہ بغیر پیسے دیے ہوئے منشیات لے کر فرار نہ ہو جائیں، اس کے قریب پہنچ گیا، اُس نے مسکراتے ہوئے اس دُبلے پتلے آدمی کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"ہیلو۔" کالگن نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔" دُبلا پتلا آدمی کرخت لہجے میں بولا۔

"اپنا لہجہ سنبھالو، بے وقوف آدمی۔ تم نہیں جانتے، میں کون ہوں؟"

"کون ہو؟" اُس نے سوال کیا۔

"میں مسٹر شیران کا دوست۔ جگری دوست۔" کالگن نے جواب دیا، اور دُبلے پتلے آدمی کے چہرے پر نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئیں، وہ گہری نگاہوں سے کالگن کو دیکھ رہا تھا، پھر اس نے آہستہ سے کہا

"اس کا ثبوت؟"

"ثبوت مسٹر شیران خود ہی دے سکیں گے۔ کہاں ہیں وہ اس وقت؟"

"اوہ۔ پولیس۔" دُبلے پتلے آدمی نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میرے دوست۔ پولیس نہیں مسٹر شیران کا دوست۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر تم مسٹر شیران کے دوست ہوتے تو تمھیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے تھی کہ مسٹر شیران ان اڈوں پر نہیں ملتے جہاں مارلینو کے نام کا بینر لگا ہوتا ہے، اس کے علاوہ ہم میں سے کوئی شخص اُنھیں نہیں جانتا اور نہ ہی ان کی رہائش گاہ سے واقف ہے، ہمارا کام صرف اِتنا ہے کہ اُن کی خواہش پر یہاں مسٹر مارلینو کے نام پر کاروبار کریں، اور بیس پرسنٹ مسٹر مارلینو کے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیں اور بس۔ اس کے علاوہ اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"اوہ۔ کتنے بے بس کتنے مجبور ہو تم لوگ۔ کیا تم یہ بھی پسند نہیں کرو گے میرے دوست کہ میں شیران کو گرفتار کر کے پولیس کے حوالے کر دوں تاکہ تم بیس پرسنٹ کی مصیبت سے بچ جاؤ۔"

"بھائی میں ایک معمولی سا آدمی ہوں۔ یہاں صرف تھوڑی سی تنخواہ پا کر ان لوگوں کی نگرانی کرتا ہوں، جو نشہ آور اشیاء خریدتے ہیں کہ کہیں وہ فروخت کرنے والوں کی آنکھوں میں دُھول جھونک کر بغیر پیسے دیے نہ نکل جائیں، اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"اچھا۔ چند باتیں تو بتا ہی سکتے ہو، اس کے عوض تم اگر چاہو تو یہ رقم کما سکتے ہو۔" کالگن نے جیب سے کچھ کرنسی نوٹ نکال کر اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا، اور دُبلا پتلا آدمی اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، پھر اُس نے جلدی سے نوٹ ہاتھ میں لے لیے۔

"بولو۔ بولو۔ کیا چاہتے ہو۔ کچھ لوگ غلط فہمی کا شکار بھی ہو سکتے ہیں، وہ یہ سوچ سکتے ہیں، کہ ممکن ہے، تم مجھے منشیات کے سلسلے میں کوئی فراڈ کرنے کے لیے رشوت دے رہے ہو۔"

"یہاں کون کون سے اڈے ایسے ہیں جہاں ابھی شیران کا قبضہ نہیں ہو سکا۔"

"شاید کوئی بھی نہیں میرے خیال میں اب ایک بھی ایسا نہیں رہا، شیران ہر جگہ اپنے پنجے گاڑ چکا ہے۔"

"کیا کسی اڈے پر شیران کے موجود ہونے کا امکان بھی نہیں ہے۔"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مقامی پولیس اس کی تلاش میں ہے چونکہ اس کے ہاتھوں بہت سے قتل بھی ہوئے ہیں، اس لیے شاید وہ اب کسی بھی اڈے پر تمھیں نظر نہ آئے۔"

"اور اگر کہیں کسی جگہ اس کے احکامات کی تعمیل نہ ہو، تو؟"

"اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" دُبلے پتلے شخص نے جواب دیا اور عدنان گردن ہلاتا ہوا وہاں سے پلٹ آیا، بات کافی حد تک درست تھی، شیران کا ان اڈوں پر اس طرح نظر آ ممکن نہیں تھا پھر ایک اوپن ایئر ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر وہ دونوں اس سلسلے میں کچھ فیصلے کرنے لگے۔

"بہتر یہی ہوگا کہ ابھی ہم ان کیمپنگ کی نگرانی کریں اور دیکھیں کہ کہیں مسٹر شیران نظر آتے ہیں یا نہیں، اور اگر وہ بالکل ہی نظر نہ آئے تو پھر کچھ اور سوچنا پڑے گا۔"

"مثلاً۔" عدنان نے پوچھا اور کالگن کسی گہری سوچ میں ڈُوب گیا، دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا، پھر اُس نے گردن اُٹھا کر کہا۔

"ویسے عدنان اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ یہاں ہم صرف دو افراد ہیں۔ اور ہمارے پاس اتنی قوت نہیں ہے کہ ہم بہت سے لوگوں کا مقابلہ کر سکیں چنانچہ جو کام بھی کرنا انتہائی احتیاط سے کرنا، ہمیں ہزار آنکھوں سے اپنے اطراف کی نگرانی کرنا ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے لیے تم مجھے مستعد پاؤ گے لیکن پروگرام کیا ہونا چاہیے؟"

"سنو۔" کالگن نے کہا اور مدّھم لہجے میں عدنان کو اپنے پروگرام کے بارے میں بتانے لگا پھر بولا۔ "لیکن یہ اسی وقت کریں گے جب ہمیں چاروں طرف سے مایوسی ہو جائے، ہمیں یہ بھی۔۔۔ دیکھنا ہوگا کہ مسٹر شیران کے دُشمن کس طرح ان اڈوں کے بارے میں سوچتے ہیں، ان تمام چیزوں پر غور کرنے کے بعد ہی ہمیں عمل کرنا ہوگا۔"

عدنان نے کالگن سے اتفاق کیا تھا، اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ کالگن اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ایک تربیت یافتہ جاسوس تھا، اور اعلیٰ تربیت کے لیے ہائی شون میں داخل ہوا تھا، یہ عدنان کی خوش بختی تھی کہ اُسے اس جیسے آدمی کا سہارا حاصل ہو گیا تھا، کالگن کی تجویز سے عدنان پُوری طرح متفق تھا، اور اس کے لیے اُنھوں نے مزید انتظامات کیے تھے، جن کے تحت کالگن کے منصوبے پر عمل کیا جا سکتا تھا، تقریباً تین دن تک وہ منشیات کے مختلف اڈوں پر گشت کرتے رہے، کرائے کی گاڑی میں سفر کرتے ہوئے اُنھیں کوئی دِقت نہیں پیش آئی تھی، اس دوران کوئی واقعہ بھی ایسا نہیں پیش آیا تھا، جو کسی بھی طور باعث پریشانی ہوتا، اور پھر جب اُنھیں یہ یقین ہو گیا کہ کسی کیمپنگ پر شیران کا اس طرح دیکھے جانا ممکن نہیں ہے تو پھر عدنان کالگن کے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

رات کے عذاب نامی کیمپنگ پر اس وقت خاصا رش لگا ہوا تھا، جب ایک قوی ہیکل لمبے لمبے بالوں والا نوجوان اڈے پر پہنچا جہاں چار آدمی منشیات کی تقسیم میں مصروف تھے، اڈے پر مارلینو کا بینر لگا ہوا تھا، قوی ہیکل نوجوان نے منشیات تقسیم کرنے والے کاؤنٹر پر پہنچ کر اس شخص کو گریبان سے پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا جو منشیات تقسیم کر رہا تھا، اچھے خاصے تن و توش کا آدمی تھا، لیکن اپنے مدِّمقابل کو دیکھ کر وہ کسی قدر خوف زدہ ہو گیا تھا۔

"کیا بات ہے۔ کیا چاہتے ہو؟" اس نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا لیکن گریبان پکڑ کر گھسیٹنے والے نے ایک ہاتھ اُس کی گردن پر رسید کر دیا، آوارہ گردوں کے غول جو منشیات کے حصول کے لیے کاؤنٹر پر جمع تھے، ایک دم منتشر ہو گئے، شاید وہ اس جھگڑے سے گھبرا گئے تھے، لیکن دُوسرے گھونسے نے منشیات تقسیم کرنے والے خوفناک آدمی کے ہوش چھین لیے تھے۔ اس کے باقی ساتھی بھی اس کی مدد کے لیے باہر نکل آئے تھے، لیکن قوی ہیکل شخص کے بدن میں جیسے پارہ بھرا ہوا تھا۔ وہ لڑائی بھڑائی کے فن میں ضرورت سے زیادہ ماہر دکھائی دیتا تھا۔

چند ہی لمحات میں اُس نے چاروں کو ڈھیر کر دیا، پھر اُس نے ایک بلند جگہ چڑھ کر وہ بینر پھاڑ دیا تھا جس پر مارلینو کا نام لکھا ہوا تھا، اور اس کے بعد وہیں کھڑے ہو کر پُرغرور لہجے میں بولا۔

"مارلینو۔ کوئی بھی ہو، میں اُسے نہیں جانتا لیکن جو دہشت گردی اس کے نام پر کی جا رہی ہے، میں اس کی مذمت کرتا ہوں، اور تم سب سے کہہ دیتا ہوں کہ جس جگہ مارلینو کا نام لکھا ہو، وہاں سے منشیات خریدنے کی ضرورت نہیں ہے، رفتہ رفتہ ان تمام اڈوں سے مارلینو کا نام غائب ہو جائے گا، یہ میرا عہد ہے۔"

آوارہ گرد پریشانی سے اس کی شکل دیکھنے لگے۔ پتا نہیں کیا مصیبت نازل ہو گئی تھی، جھگڑے ان لوگوں کے تھے اور تکلیف اُنھیں ہو رہی تھی، بہرحال اس کے بعد وہ وہاں سے غائب ہو گیا، اور پھر ہر کیمپنگ میں اسی طرح کی وارداتیں ہونے لگیں، مختلف جگہوں پر مارلینو کے بینر پھاڑ دیے گئے تھے، اور یہ بینر پھاڑنے والا صرف ایک آدمی تھا، جو انتہائی قوی ہیکل تھا، اور اپنے مدِّمقابل کو باآسانی زیر کر سکتا تھا، مقامی اخبارات اس سلسلے میں دلچسپ سرخیاں لگا رہے تھے، لوگوں کے ہاتھ ایک نئی تفریح آ گئی تھی، وہ لوگ جو کبھی نشہ آور ادویات استعمال نہیں کرتے تھے، صرف واقعات سے لُطف اندوز ہونے کے لیے کیمپنگ میں نظر آنے لگے تھے، محکمۂ پولیس ان حرکات کا خاصی گہری نگاہوں سے جائزہ لے رہا تھا۔ ابھی تک اس کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی، اخبارات نے اس موضوع پر بھی دلچسپ حاشیہ آرائی کی تھی، اور کہا تھا ممکن ہے شیران کو منظرِ عام پر لانے کے لیے یہ کارروائی کی گئی ہو، اور اس کا تعلق پولیس ہی سے ہو۔

عدنان اس قوی ہیکل نوجوان کی حیثیت سے مسلسل مارلینو کے اڈوں پر ابتری پھیلا رہا تھا، لیکن ابھی تک اس کی مڈبھیڑ شیران سے نہیں ہوئی تھی، آج بھی ایک دُور دراز کیمپنگ پر اُس نے اپنی چیرہ دستیوں کا مظاہرہ کیا تھا، اور لوگوں کی اچھی خاصی پٹائی کر کے

وہاں مارلینو کا بینر پھاڑ دیا تھا، کالگن ہمیشہ اُس سے کچھ فاصلے پر رہتا تھا، اور دُور ہی سے اُس کی نگرانی کرتا تھا، یہ دُوسری بات ہے کہ کالگن پُورا اسلحہ خانہ بنا ہُوا تھا، تاکہ اگر کہیں عدنان کو کوئی دِقت پیش آئے، تو وہ اس کی پوری پوری مدد کرے، لیکن ابھی تک اُنھیں ایسے کسی بھی حالات سے دوچار ہونا نہیں پڑا تھا، حالانکہ پولیس اُس دُوسرے نوجوان کو بھی تلاش کر رہی تھی، کیونکہ وہ بھی اس کے لیے دردِ سر ہی بن گیا تھا، لیکن ابھی تک عدنان تک نہیں پہنچ پائی تھی، اس کیمپنگ پر ہنگامہ خیزیاں کرنے کے بعد عدنان اپنی شاندار موٹر سائیکل پر بیٹھ کر جو اُس نے خصوصی طور پر حاصل کی تھی، واپس چل پڑا، وہ برق رفتاری سے اس پتلی اور لمبی سڑک پر مُڑ رہا تھا، جس کے دونوں جانب گہری کھائیاں بنی ہُوئی تھیں، دفعتاً اُسے ایک عجیب سی چیز نظر آئی، یہ ایک سفید لکیر تھی جو سڑک کے درمیان چمک رہی تھی۔

عدنان کو ایک لمحے میں احساس ہو گیا، کہ سڑک کے درمیان رسّی باندھ کر اُسے روکنے کی کوشش کی گئی ہے، موٹر سائیکل انتہائی برق رفتاری سے اپنا سفر طے کر رہی تھی، اور اُس کے رُکتے رُکتے بھی یقینی طور پر کوئی حادثہ ہو سکتا تھا، کیونکہ سفید پٹی بالکل قریب آ گئی تھی، عدنان نے اپنے دائیں اور بائیں دیکھا اور پھر ایک خوفناک فیصلہ کرنے کے بعد اُس نے برق رفتاری سے موٹر سائیکل نیچے اُتار دی، سڑک کی ڈھلان میں موٹر سائیکل اُتارنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، لیکن عدنان نے یہ خطرہ مول لے لیا، وہ انتہائی مہارت کے ساتھ موٹر سائیکل کو نیچے لے گیا، اور پھر اس برق رفتاری سے رسّی والے حصّے کو عبور کر کے اُوپر آیا، لیکن جُوں ہی وہ سڑک پر پہنچا اُسے ایک اور مصیبت سے دوچار ہونا پڑا، تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ٹرک سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا تھا، یقینی طور پر رسّی والی جگہ پر ناکامی کا شکار ہو کر ان لوگوں نے فوراً ہی یہ کارروائی کی تھی، اور اب عدنان کے لیے یہ مشکل ہو گیا کہ وہ موٹر سائیکل کو دوبارہ سڑک سے اسی طرح اُتار دے، وہ ٹرک کے قریب پہنچتے ہی دفعتاً موٹر سائیکل کی رفتار سُست کر کے نیچے کُود گیا اور موٹر سائیکل پُوری قوت سے ٹرک سے جا ٹکرائی، عدنان نے پستول نکال لیا تھا، لیکن دُوسری طرف بالکل خاموشی چھائی رہی۔

وہ محتاط نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔۔۔

لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں کوئی بھی نہیں ہے، عدنان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے، وہ کسی نہ کسی طرح یہاں سے نکل سکتا تھا، لیکن ٹرک کی طرف سے کوئی کارروائی ہو تبھی نا، کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، موٹر سائیکل اس طرح ٹرک سے ٹکرائی تھی کہ چکنا چُور ہو گئی تھی، اور اب وہ ناقابلِ استعمال تھی، عدنان چند لمحات سوچتا رہا، پھر اُس نے واپس اسی رسّی کی جانب پلٹنا شروع کر دیا جو سڑک کے دونوں جانب اُبھری ہُوئی چٹانوں سے باندھی گئی تھی، وہ چند ہی قدم آگے بڑھا تھا کہ دفعتاً فائر کی آواز سُنائی دی اور ایک گولی سنسناتی ہُوئی اس کے پیروں کے نزدیک زمین چاٹ گئی، عدنان اُچھل کر پیچھے ہٹا تو دُوسری گولی اُس کے پیروں کے نزدیک پھر ٹکرائی، پھر اُس نے رسّی کے قریب پہنچ کر اس حصّے کو عبور کرنے کی کوشش کی تو تیسری گولی اُس کے کان کے پاس سے نکل گئی، اور اس کے ساتھ ہی ایک آدمی ٹرک کا دروازہ کھول کر نیچے اُترتا ہُوا نظر آیا۔

عدنان نے بہت دُور سے ہی اُسے پہچان لیا تھا۔ یہ شیران کے علاوہ اور کوئی نہ تھا، دُوسرے لمحے اُس کے قدم رُک گئے، اور اس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی، اس کا مقصد ہے کہ شیران نے اس کا نوٹس لیا ہے، اس سے زیادہ اُسے اور کچھ نہیں چاہیے تھا، لیکن محسوس ہوتا تھا جیسے شیران اکیلا ہی ہے، وہ آہستہ آہستہ دونوں ہاتھوں میں پستول سنبھالے ہُوئے آگے بڑھ رہا تھا، اور چند لمحات کے بعد دونوں ایک دُوسرے کے قریب پہنچ گئے، شیران اُسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، دفعتاً اُس نے چونک کر کہا۔

”تم۔“

”مجھے پہچان گئے بابا؟“

”بابا کے بچے۔ تم یہاں کہاں سے آ گئے۔ تم نے ہائی شون کب چھوڑا؟“

”مجھے پہچان لیا نا تم نے بابا؟“

”پھر بابا۔“ شیران نے غصیلے انداز میں کہا۔“ اور پستول کو جنبش دیتا ہُوا بولا۔ ”ابھی ان دونوں پستولوں میں بہت سی گولیاں باقی ہیں، اگر میں تمھارے جسم پر لائن سے ان گولیوں کے نشانات بناؤں تو دیکھنے والے حیران رہ جائیں گے۔“

”میں جانتا ہُوں بابا۔ تم ایسا کر سکتے ہو۔ اپنے بابا کو تم سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے؟“

شیران پریشان نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا، اُس نے آہستہ سے کہا۔

”مارلینو کے نام کے بینر تم پھاڑتے رہے ہو۔ یقیناً تم ہی تھے، میں نے تمھیں کیمپنگ میں دیکھا تھا۔“

”تم تنہا ہو بابا؟“

”ہاں۔ اپنے دُشمنوں سے میں تنہا ہی نپٹتا ہُوں۔“

”تمھارے ساتھ اور تو کوئی نہیں ہے؟“

”نہیں کوئی نہیں ہے، کیا ایک بار پھر ہائی شون کا مشغلہ دُہرانا چاہتے ہو، اس دن تو مسٹر ہائی شون نے ہمیں روک دیا تھا لیکن آج۔ آج تم شاید اپنی زندگی کی بدترین شکست سے دوچار ہونے جا رہے ہو۔“ شیران مُسکراتا ہُوا بولا۔

”میں اپنی زندگی کی بدترین شکست سے دوچار ہو چکا ہُوں بابا، تمھارے دُشمنوں نے تمھیں مجھ سے چھین لیا ہے، یقین کرو بابا اس سے بڑی شکست میرے لیے اور کوئی نہیں ہے، میں صرف یہ چاہتا ہُوں بابا کہ تم مجھے پہچان لو۔“

”مارلینو کے نام کے بینر تم پھاڑ رہے ہو، کیا یہ تم ہی ہو، یا تمھارے ساتھ اور لوگ بھی ہیں؟“

”نہیں بابا۔ یہ میں ہی ہُوں۔ مسٹر مارلینو کا احترام میں تم سے زیادہ کرتا ہُوں، اِس لیے کہ اُنھوں نے میری ماں سدھاشی کو اس وقت سہارا دیا جب وہ زندگی اور موت کے درمیان جھُول رہی تھی، اُنھوں نے ہماری آبادیوں کی حفاظت کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ یہ وہی مسٹر مارلینو ہیں، میں ان کا تم سے زیادہ احترام کرتا ہُوں بابا۔ لیکن تمھیں تلاش کرنے کے لیے مجھے یہ مذموم حرکت کرنی پڑی، میں ہر کیمپنگ میں تمھیں تلاش کرتا پھر رہا تھا، جب تم کہیں نہ ملے تو میں نے یہی سوچا کہ اس طرح تمھیں منظرِ عام پر لاؤں۔“

”اور تم مجھے منظرِ عام پر لے آئے۔“ شیران وحشیانہ انداز میں ہنس پڑا۔

”ہاں بابا۔ ایک بار پھر تم میرے سامنے آ گئے ہو، مجھے مار دو بابا میرا بہتا ہُوا خون شاید تمھارے ذہن میں میرے لیے کوئی جگہ بنا دے، میں تمھارا عدنان ہُوں بابا۔ میں تمھارا عدنان سلامن ہُوں۔“

”عدنان سلامن۔“ شیران نے پریشان لہجے میں کہا۔

”ہاں بابا تمھارا بیٹا۔ سدھاشی کا بیٹا۔ تم چاہو تو مارلینو سے پوچھ سکتے ہو، تمھیں کیا ہو گیا ہے بابا۔ کالی گھاٹی میں تم نے ان سُرنگوں کو اُڑایا تھا، جن کے ذریعے غیر ملکی ہماری زمین پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، بابا اس کے بعد تم وہاں سے غائب ہو گئے اور ہم نے یہی سمجھ لیا کہ شاید تم مر چکے ہو۔ میں نے اپنی زندگی میں، اتنا غم کبھی محسوس نہیں کیا بابا۔ میں جنگلوں اور پہاڑوں میں بھٹکتا رہا ہُوں، تمھارے لیے، روتا رہا ہُوں، تمھارے لیے، میں نے پہاڑوں پر تمھارا ایک سنگی مجسمہ بنایا ہے، اور اور بابا میں اُسے پوجتا ہُوں، ہاں بابا میں اُس کی پُوجا کرتا ہُوں، مجھے تم سے بے پناہ پیار ہے، شیران بابا مجھے تم سے بے پناہ پیار ہے!!

شیران کی آنکھوں میں بے چینی کے آثار نظر آنے لگے، اس کے ذہن میں کچھ لہریں گردش کر رہی تھیں، کوئی چیز اُس کے ذہن کے پردوں سے ٹکرا ٹکرا کر اُسے مضطرب کر رہی تھی، اُس کے پستول والے ہاتھ نیچے لٹک گئے، پھر اُس نے پستول ہولسٹروں میں لگا لیے۔

”نجانے۔ نجانے تم کیا کہہ رہے ہو۔ نجانے تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”بابا وہی کہہ رہا ہُوں۔ وہی سب کچھ یاد دلا رہا ہُوں تمھیں جو تمھارے ذہن کے خانوں میں سو گیا ہے۔“

”سو گیا ہے۔“ شیران پریشان لہجے میں بولا۔

”مجھے بتاؤ کیا تم مسٹر مارلینو کو نہیں جانتے، کیا تم اُس مارلینو کو نہیں جانتے جن کے نام کے بینر تم آڈوں پر دوبارہ لگاتے پھر رہے ہو، جو کبھی تم نے مسٹر مارلینو کے لیے تیز کیے تھے، مجھے بتاؤ بابا، ان بینروں کو وہاں لگانے کی کیا ضرورت ہے۔“

شیران پریشان نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا، اُس کے ذہن کی کیفیت اب اعتدال پر آتی جا رہی تھی اور یہ ڈی تھری کی ایک بدترین غلطی تھی، یہ ڈی تھری کی ایک بہت بڑی حماقت تھی، مارلینو کی یاد دلاتے ہُوئے اُس نے شیران کو سُرخ رنگ کے تحت یہ احکامات دیے تھے کہ وہ اپنے ماضی کے ان لمحات کو یاد کرے جب وہ مارلینو کے لیے کام کرتا تھا، اُس کے ذہن کے بند گوشوں کو کھولتے ہُوئے، ڈی تھری کے دماغ میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اس طرح شیران کو اور بھی بہت سی بھولی بسری باتیں یاد آ سکتی ہیں، اور اس وقت عدنان کے الفاظ شیران کو اُنھی تمام چیزوں کا احساس دلا رہے تھے، وہ چکراتے ہُوئے دماغ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا، آنکھوں کے سامنے عجیب سی لہریں گردش کر رہی تھیں، اور وہ سوچ رہا تھا، کہ کچھ حقیقت ضرور ہے۔ ان تمام باتوں سے کچھ مٹے مٹے نقوش اُس کے ذہن میں اُبھر رہے تھے، اور پھر اُس کے مُنہ سے آواز نکلی۔

”عدنان سلامن۔ تم۔ کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو، مگر، مگر یہ سب کچھ میں۔ مسٹر مارلینو۔“ ابھی شیران کے مُنہ سے اتنے ہی الفاظ نکلے تھے کہ دفعتاً ایک طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی، یہ فائرنگ ٹرک کے عقب سے کی گئی تھی، اور گولیاں اس برق رفتاری سے چلائی جا رہی تھیں کہ اگر عدنان انتہائی پھُرتی سے زمین پر چھلانگ نہ لگا دیتا تو اُس کے بدن میں متعدد سُوراخ ہو جاتے، شیران خود بھی پھُرتی سے زمین پر لیٹ گیا تھا، اور پھر وہ گولیاں برسانے

والوں کی طرف دیکھنے لگا، نجانے کیوں اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا، عدنان پر فائرنگ کرنے والوں کی یہ حرکت اُسے پسند نہ آئی تھی، وہ زور سے غرّایا۔

"اوہ۔ بزدلو، او خنزیرو۔ سامنے آکر وار کرو، عورتوں کی طرح چھپ کر کیوں جنگ کر رہے ہو؟" وہ چھپکلی کی طرح رینگتا ہُوا، ٹرک کی طرف بڑھنے لگا، اسی وقت ایک زوردار دھماکا ہُوا، اور عدنان اور شیران کے درمیان سفید دھند کا ایک بادل چھا گیا۔ عدنان کچھ سوچنے بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً اُسے کسی کار کی بریکوں کی چرچراہٹ سُنائی دی اور اس کے بعد کالگن کی آواز۔

"فوراً واپس آجاؤ۔ فوراً واپس آجاؤ عدنان۔ تم سخت خطرے میں ہو، اس کے ساتھ ہی کالگن نے اُس کے قریب پہنچ کر کار روک دی، اور پھر دروازہ کھول کر عدنان کو اندر گھسیٹ لیا، پھر وہ کار کو ریورس ہی میں دُور تک لیتا چلا گیا تھا، اور اس کے بعد اُس نے واپس کیمپنگ کا ہی رُخ کیا، دُوسرے بہت سے راستے ایسے تھے، جو کیمپنگ سے شہری آبادی تک لے جا سکتے تھے۔ عدنان ایک لمحے کے لیے تو کچھ نہیں سمجھ پایا تھا، لیکن پھر اُس نے جھنجلاتے ہُوئے انداز میں کہا۔

"بابا۔ بابا۔ کہاں ہیں؟"

"کیا بابا۔ بابا لگا رکھی ہے، مسٹر شیران اپنے محافظوں کی تحویل میں ہیں، یہ وہی لوگ تھے، جو مسٹر شیران کو ان تمام جرائم پر اُکسا رہے ہیں، مَیں نے اُنھیں اچھی طرح نگاہ میں رکھا تھا، اس وقت اُنھوں نے مسٹر شیران سے بھی بچ کر یہ فائرنگ کی تھی، تم اس وقت یقینی طور پر ان کا شکار ہو جاتے۔ ان کی تعداد کافی ہے اور اب وہ ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"مگر بابا شیران۔"

"میں کہتا ہُوں نا عدنان، اُنھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، براہِ کرم مجھ پر اعتماد کرو۔" کالگن نے کہا اور عدنان مضطربانہ انداز میں خاموش ہو گیا۔ شیران کے چہرے کے تاثرات کو وہ دیکھ چُکا تھا، نجانے کیوں اُسے محسوس ہُوا تھا، جیسے شیران کچھ نرم ہو رہا تھا جیسے اُسے کچھ یاد آرہا تھا لیکن اُسی وقت وہ ہنگامہ شروع ہو گیا۔۔۔ کالگن نے اُسے سمجھاتے ہُوئے کہا۔

"ہم بنیاد ڈال چکے ہیں، عدنان اور اب ہمارا مقصد بہت جلد حل ہو جائے گا، تم اس سلسلے میں بالکل فکر نہ کرو۔"

"لیکن کالگن دوبارہ۔ کیا دوبارہ مسٹر شیران سے ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"یقیناً ہو سکتی ہے۔ تم کالگن کو اس قدر احمق نہ سمجھو، جس کار سے ان لوگوں نے خفیہ طور پر سفر کر کے ایک ذیلی سڑک کے ذریعے ٹرک تک پہنچنے کی کوشش کی تھی، مَیں نے اس کا نمبر دیکھ لیا ہے۔ وہ پرائیویٹ کار ہے، سو فیصد پرائیویٹ، ہم اس پرائیویٹ کار کے نمبر سے ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں اور پھر یہ بات تو ہمیں معلوم ہو چکی ہے کہ مسٹر شیران بنکاک میں موجود ہیں، چنانچہ اب اُنھیں تلاش کرنا اتنا زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔ یہ تمام باتیں تم مجھ پر چھوڑ دو، اس وقت تمھارا وہاں سے چلے آنا ہی بہتر تھا عدنان۔"

عدنان گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ بہر طور کالگن نے اس کی جان بچائی تھی، اور اس کے علاوہ بھی کالگن ایک بہترین دوست ثابت ہُوا تھا، اس لیے عدنان اس کا احترام کرنے پر مجبور ہو گیا تھا لیکن اس کارروائی سے وہ متفق نہیں تھا۔

کالگن ایک دُوسرے راستے سے اُسے شہر لے آیا۔ عدنان پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ کالگن اُسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ "تم بہت ذہین ہو عدنان، بہت زیرک ہو لیکن تمھارے اندر جلد بازی ہے۔ ایک ضد ہے جو تمھیں کہیں بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"تمھیں میری اندرونی سوچ کا اندازہ نہیں ہے میرے دوست کالگن۔ مَیں اپنی زندگی کی قیمت پر اپنے بابا کو بچانا چاہتا ہُوں۔ بابا تو میری زندگی کے لیے بہت بڑا انعام ہیں۔ مَیں نے اُنھیں مُردہ تصور کر کے خود کو مُردہ تصور کر لیا تھا کالگن میرے عزیز دوست شاید تم اس بات پر حیران ہو جاؤ کہ میری زندگی کا مقصد بابا کی موت کا انتقام لینا تھا اور اسی جذبے کے تحت میں نے ہائی شون جوائن کیا تھا۔"

کالگن عجیب سی نگاہوں سے عدنان کو دیکھنے لگا پھر اُس نے گہری سانس لے کر گردن جھٹکی اور بولا۔ "مجھے تمھاری کہانی کا اندازہ ہو گیا تھا عدنان کہ یہ کہانی مکمل نہیں ہے اس کے بیشمار پہلو تشنہ ہیں لیکن عدنان مجھے دوست کی دوستی سے کام ہے اس کے ذاتی معاملات سے تمھیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ یہ ذمّے داری مجھ پر چھوڑ دو۔ میں ان لوگوں کا پتا چلاؤں گا جو مسٹر شیران کو اپنی تحویل میں رکھے ہُوئے ہیں۔"

"مجھے تو صرف ایک خطرہ ہے، کہیں وہ یہاں سے بھی منتقل نہ ہو جائیں۔"

"شاید ابھی ایسا نہیں ہو گا۔"

"کیوں؟"

"اگر ایسا ہوتا تو پھر منشیات کے ان پوائنٹس کو تحویل میں لینے کی کیا ضرورت تھی؟"

عدنان، کالگن کی صُورت دیکھنے لگا۔ پھر بولا: "ہم اُنھیں موقع نہیں دیں گے کالگن۔ ایک بات اور بتاؤں تمھیں۔ بابا پہلے کی نسبت کچھ نرم ہو گئے تھے۔ سب سے زیادہ دُکھ مجھے اسی بات کا ہے۔ کچھ وقت اور مل جاتا تو شاید میں اُنھیں بہت کچھ یاد دلانے میں کامیاب ہو جاتا۔"

"بہت وقت ملے گا یار۔ بہت وقت ملے گا۔" کالگن نے اسے دلاسا دیتے ہُوئے کہا اور عدنان گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

★★

مارلینو گانگ ہُو میں تھا۔ بادشاہ خان نعمان خان اور دُوسرے لوگوں سے اس کا مسلسل رابطہ تھا بلکہ وہ اپنے طور پر ان لوگوں کے لیے جو کچھ کر سکتا تھا کر رہا تھا۔ اپنی عظیم صلاحیتوں سے جس قدر کام لے کر وہ پہاڑوں کے رہنے والوں کو مضبوط کر سکتا تھا کر رہا تھا چنانچہ اب وہاں بہت سے منصوبے تکمیل کے مراحل طے کر رہے تھے۔

پہاڑوں کے باسی ہتھیار سازی میں بے مثال تھے جو اسلحہ فیکٹری مارلینو نے وہاں لگائی تھی وہ کمال کی پروڈکشن دے رہی تھی۔ لیکن اس کے باوجود مارلینو مطمئن نہیں تھا۔ اس کے ذہن میں خدشات سر اُبھارتے رہتے تھے پچھلے دو ماہ سے بادشاہ خان سے ملاقات نہیں ہُوئی تھی چنانچہ اُس نے بادشاہ خان کو گانگ ہُو میں طلب کر لیا۔ پہاڑوں کے باشندے اب مارلینو کی بہت عزّت کرتے تھے چنانچہ بادشاہ خان بڑی تکریم سے مارلینو سے ملا۔

"وہاں کا نظام کیسا چل رہا ہے۔ بادشاہ خان کیا تم اس سے مطمئن ہو؟"

"ہاں کافی حد تک۔"

"یہ بات تم سے بہتر طور پر اور کوئی نہیں جانتا بادشاہ خان کہ ہمارے مدّمقابل کون ہے۔ بے شک ہم لوگ اگر ساری زندگی اپنے تمام تر وسائل سے کام لے کر بھی اس قوت سے مقابلے کی کوشش کرتے رہیں تو اُسے زیر نہیں کر سکیں گے لیکن وطن کی حفاظت بھی ہمارا فرض ہے اور اس کے لیے ہمیں انتھک کوشش کرنی ہوگی۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ ان علاقوں کی تسخیر ان کے لیے کیا اہمیت رکھتی ہے۔ اس لیے یہ بات تو سوچی بھی نہیں جا سکتی کہ وہ اس چھوٹی سی ناکامی کے بعد اپنی کوشش ترک کر دیں گے۔ ہمیں سازشوں کے ایک طویل سلسلے سے نمٹنے کے لیے خود کو تیار کرنا ہو گا۔"

"مَیں اچھی طرح جانتا ہُوں مسٹر مارلینو۔" بادشاہ خان گہری سانس لے کر بولا۔

"کیا تم اب بھی پہاڑوں میں بادشاہت کے قائل ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ ایک بھیانک تجربہ کر چکا ہوں۔ اب اُسے دُہرانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

"تب پھر پہاڑوں میں نظامِ عمل کے بارے میں کوئی ٹھوس قدم اُٹھاؤ ابھی تک میں وہاں ہونے والی کارروائیوں سے مطمئن نہیں ہُوں۔"

"اس دوران میں اسی سلسلے میں مشورہ اور عمل کرتا رہا ہُوں ہُوں مسٹر مارلینو۔" بادشاہ خان نے جواب دیا۔

"کیا کیا ہے تم نے اس کے بارے میں؟"

"ابتدائی طور پر ہم نے عدنان سلامن کو ان علاقوں کے حکمراں کی حیثیت سے منتخب کیا تھا لیکن یہ ایک اعزازی عہدہ تھا گو ابھی تک اس عہدے پر کسی دُوسرے کو منتخب نہیں کیا گیا ہے لیکن اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو جمع کر کے ہم نے ایک مخصوص نظام رائج کرنے کی کارروائی کا آغاز کر لیا ہے۔ ارادت خان نامی ایک پہاڑی شخص جو قبیلہ بریانہ کا باشندہ ہے ہم میں شامل ہو گیا ہے اور اس کے منصوبے بہترین ہوتے ہیں۔"

"مجھے اس سے آگاہ نہیں کیا گیا۔" مارلینو نے چونک کر کہا۔

"اس شخص کو ہم میں شامل ہُوئے صرف چوبیس دن گزرے ہیں اور بریانہ کے ایک قدیم اور وطن پرست خاندان نے اس کی سفارش کی تھی۔ ارادت خان نے امریکہ میں تعلیم حاصل کی ہے۔ وہ وہاں ایک کامیاب بیرسٹر کی حیثیت سے مقیم تھا۔ پہاڑوں میں ہونے والی سازش کی کچھ خبریں اُسے ملیں اور وہ اپنے اہلِ خاندان کی خبرگیری کے لیے آ گیا۔ اس کے بعد سے وہ یہیں مقیم ہے۔"

"کتنا عرصہ ہُوا ہے اُسے بریانہ واپس آئے ہُوئے؟"

"مَیں نے معلوم نہیں کیا۔"

"آپ لوگوں نے مشترکہ مشورے سے اُسے اپنے درمیان شامل کیا ہے؟" مارلینو نے پوچھا۔

"بزرگ قادر گل بذاتِ خود ارادت خان کو لے کر آئے تھے اور یہ بزرگ سب کے لیے قابلِ احترام ہیں۔ اُن کی عمر ایک سو بتیس سال ہے اور یہ ساری عمر اُنھوں نے انسانوں کی بھلائی میں صَرف کی ہے نہ جانے کتنی قربانیاں دی ہیں اُنھوں نے۔ چنانچہ اُن کے مشورے کو سب نے قبول کر لیا۔ ارادت خان کو ایک عہدہ

دے دیا گیا ہے۔"

"کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا؟"

"نہیں۔ البتہ میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں مسٹر مارلینو۔ آپ کم از کم اس شخص سے مطمئن رہیں۔ یہ ہمارے لیے کسی طور پر نقصان دِہ نہیں ہوگا۔"

"یقیناً آپ اپنے علاقوں اور اپنے لوگوں کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے بہتر فیصلہ کیا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں بادشاہ خان بلکہ میرا مشورہ ہے کہ آپ چند نوعمر بچوں کو خاص طور سے پہاڑوں کے نگہبانوں کی حیثیت سے تیار کریں۔ اُنھیں جدید دُنیا میں تعلیم دلائیں۔ اُنھیں اس طرح تربیت دلائیں کہ آنے والی نسلیں نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ ذہنی طور پر بھی مسلح ہوں تاکہ حالات کو سمجھتے ہوئے اپنی زمین کا تحفظ کریں۔ ابھی سے اس کی تیاریاں ضروری ہیں۔ کون جانے کتنی نسلوں کو اس سازش سے نبرد آزما ہونا پڑے۔"

"آپ کا مشورہ بہترین ہے مسٹر مارلینو۔ میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ آپ ایک غیر قوم اور غیر علاقے کے باشندے ہو کر ہمارے لیے دل میں کتنا درد رکھتے ہیں۔ ہم آپ کو اس کا کیسا صلہ دے سکیں گے؟"

"صلہ؟" مارلینو کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار اُبھر آئے۔ "صلہ تو صدیوں کے لیے مل گیا ہے۔ یہ قرض تو کوئی مجھ پر صدیوں کے لیے چڑھا گیا ہے۔ میں تو اس کا قرض اُتار رہا ہوں بادشاہ خان۔ میں تو،" مارلینو کی آواز رُندھ گئی۔ بادشاہ خان کی گردن جھک گئی تھی۔ مارلینو کا اشارہ شیران کی طرف تھا، چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بادشاہ خان نے پوچھا۔

"آپ عدنان سے ملاقات کرتے رہتے ہیں مسٹر مارلینو؟"

"نہیں، میرا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ میں اس کی تربیت کے دوران اُسے بلا وجہ ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے سینے میں انتقام کی شمع روشن ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ شمع بھڑکتی رہے کیونکہ اُس کے باپ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو پہاڑوں کے دُشمن ہیں۔ بات وہیں آجاتی ہے۔ عدنان کو میں ایک بے مثال انسان بنا کر ان لوگوں کے مقابلے میں لانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا دورانِ تربیت میں ایک بار بھی اس سے نہیں ملنا چاہتا۔"

"کوئی اور ہدایت ہمارے لیے؟"

"نہیں بادشاہ خان آپ زیرک انسان ہیں مجھے یقین ہے کہ آپ کے زیرِ نگرانی تمام کام بہتر ہوں گے۔ ہاں نعمان خان اور نوریز کو دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ گانگ ہو میں کچھ ایسی مصروفیات ہیں کہ ابھی پہاڑوں میں نہیں آسکتا اگر ان لوگوں کو فرصت ہو تو میرے پاس بھیج دیں۔"

"میرا خیال ہے آئیوی اور سدھاشی کو بھی کچھ عرصہ کے لیے آپ کے پاس بھیج دُوں۔ آزاد دُنیا کی بچیاں ہیں یقیناً پہاڑوں میں اُکتا گئی ہوں گی۔ کچھ عرصہ یہاں بسر کریں گی۔"

"ضرور۔ یہ اور اچھا ہوگا۔ میں ان سب کا انتظار کروں گا۔"

بادشاہ خان بھی گانگ ہو میں زیادہ قیام نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لیے وہ اسی دن واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد مارلینو کے چہرے پر فکرمندی کے آثار پھیل گئے۔ اس کی آنکھیں خیالات میں ڈوب گئی تھیں۔

مگنیشیا کسی کام سے اُس کے پاس آئی تو اُس نے اُسے روک لیا "مصروف ہو مگنیشیا؟"

"نہیں جناب فرمائیے۔"

"گرے بچر بنکاک سے کب واپس آئے گا؟"

"ابھی اُسے دیر لگے گی جناب۔ کیا بات ہے مجھے آپ کچھ فکرمند لگتے ہیں؟"

"ہاں۔ میں فکرمند ہو گیا ہوں مگنیشیا۔"

"مجھے نہیں بتائیں گے جناب؟"

"بڑا اعتماد ہے تمھارے لہجے میں۔" مارلینو مُسکرایا۔ "اتنا اعتماد کرتی ہو مجھ پر؟"

"اس سے کہیں زیادہ جناب، اس سے بہت زیادہ۔ آپ کی فکرمندی کی کیا وجہ ہے؟"

"پہاڑوں سے میری وابستگی کے بارے میں تم جانتی ہو، مگنیشیا۔ کسی کے لیے میں نے اپنی ساری زندگی کی کہانی بدل دی۔"

"میں جانتی ہوں مسٹر مارلینو۔ یہ ایک مثال ہے۔ کسی باپ نے بھی اپنی اولاد کو اس سے زیادہ نہ چاہا ہوگا۔"

"صرف اولاد نہیں مگنیشیا۔ وہ میں خود تھا۔ ہاں مگنیشیا شیران کے رُوپ میں خود میں نے اپنی زندگی کو دوبارہ متحرک کیا تھا۔ کوئی اپنی زندگی سے زیادہ کیسے چاہ سکتا ہے۔"

"بے شک جناب۔"

"شیران کی زمین مجھے اسی لیے ہر جگہ سے زیادہ پیاری ہے۔ میں اس کے لیے سب کچھ کرتا ہوں اور ہر وقت فکرمند رہتا ہوں۔ بادشاہ خان آیا تھا اور اُس نے ایک ایسی بات بتائی جس نے مجھے فکرمند کر دیا۔ ارادت خان نامی کوئی شخص ان لوگوں کے درمیان ایک مشیر کی حیثیت سے شامل ہو گیا ہے اگر وہ صرف ایک

پہاڑی باشندہ ہوتا تو مجھے بالکل فکر نہ ہوتی لیکن وہ بیرونی دُنیا کا تعلیم یافتہ ہے اور حال میں پہاڑوں میں واپس پہنچا ہے۔ میں صرف اس لیے پریشان ہوں۔"

"اوہ۔ میں سمجھ رہی ہوں جناب۔ آپ نے بادشاہ خان سے اس موضوع پر بات کیوں نہیں کی؟" مگنیشیا نے کہا۔

"سب کچھ ہونے کے باوجود ہم لوگ غیر ہیں مگنیشیا۔۔۔ ہم بہت زیادہ دخل اندازی نہیں کر سکتے۔"

"واقعی مسٹر مارلینو لیکن کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا ہمیں۔"

"نعمان خان کو بلایا ہے میں نے۔ اس سے بات کروں گا۔" مارلینو نے جواب دیا۔ وہ بوڑھا اور تھکا تھکا نظر آ رہا تھا۔ مگنیشیا عجیب نگاہوں سے اُسے دیکھتی رہی۔ محبت کا یہ سب سے انوکھا رُوپ تھا۔

بادشاہ خان نے مارلینو کی ہدایت پر فوراً ہی عمل کیا تھا چنانچہ نعمان خان، آئیوی، نوریز اور سدھاشی کے ساتھ گانگ ہو پہنچ گیا۔ سدھاشی دیر تک مارلینو کو دیکھتی رہی اور پھر اس سے لپٹ گئی۔

"آپ۔ آپ مسٹر مارلینو آپ۔" اس کی بھرائی ہوئی آواز اُبھری۔

"خود کو بھی آئینے میں دیکھا سدھاشی۔ ہمارا غم مشترک ہے۔ خود کو سنبھالے رکھو۔ میں ایک نیا شیران تمھیں دینے والا ہوں۔۔۔ تمھارا عدنان ایک ناقابلِ تسخیر قوت حاصل کر رہا ہے۔"

"اُسے دیکھے ہوئے بہت وقت گزر گیا مسٹر مارلینو۔"

"کچھ وقت اور گزار دیں اُس کے حق میں بہتر ہے۔" مارلینو نے جواب دیا۔ نوریز اور آئیوی بھی یہاں آ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ اسی رات مارلینو نے نعمان کو تنہائی میں طلب کر لیا۔

"کچھ ایسی باتیں کرنا چاہتا ہوں نعمان خان جو شاید مجھے نہیں کرنی چاہئیں لیکن میری بے چینی مجھے بے سکون کر رہی ہے تم لوگ سوچو گے کہ میں ضرورت سے زیادہ تمھارے معاملات میں مداخلت کرنے لگا ہوں۔"

"آپ مسٹر مارلینو۔ آپ یہ بات کہہ رہے ہیں۔ ہمیں غیریت کا احساس نہ دلائیں ہم آپ کو اپنا سرپرست سمجھتے ہیں۔" نعمان خان نے کہا۔

"یہ ارادت خان کون ہے؟" مارلینو نے زیادہ تمہید نہ باندھی۔

"ایک مشتبہ شخصیت، قبیلہ ریانہ کا باشندہ ہے۔ پہاڑوں کے معاملات میں بڑھ چڑھ کر دلچسپی لے رہا ہے۔ بظاہر بہت سرگرم ہے اور خوبی یہ ہے اس کی کہ یہ بہت جلد ہر شخص پر اعتماد کر لیتا ہے۔"

"تم نے اُسے مشتبہ کیوں کہا؟"

"وہ امریکا میں تھا۔ ہریانہ میں اس کا خاندان آباد ہے لیکن تیرہ سال کے بعد اچانک اُسے اپنے اہلِ خاندان یاد آئے اور وہ پہاڑوں میں واپس لوٹ آیا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی، سالی اور دو بچے بھی ہیں۔ مالی طور پر مضبوط آدمی ہے۔ بیوی کا تعلق بھی ایک غیر ملک سے ہے۔ آخر اتنے عرصے کے بعد اُسے وطن کیوں یاد آیا۔ اس سے قبل اُس نے کیوں نہ سوچا اور پھر اس طرح بڑھ چڑھ کر اس نے ان تمام معاملات میں دلچسپی لی اس کی وجہ؟"

"تم نے کچھ اور لوگوں سے اس شبہے کا اظہار کیا؟"

"نہیں مسٹر مارلینو۔ کوئی بنیاد نہیں تھی اور پھر ایک ایسے بزرگ نے اس کا تعارف کرایا تھا جو بہت باعزت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"اپنے اس شبہے کو رفع کرنے کے لیے بھی تم نے کچھ نہیں کیا۔"

"کیا ہے مسٹر مارلینو؟" نعمان خان مُسکرا دیا۔

"کیا؟"

"میرا ایک بھائی فرید خان اس کے خاندان میں بہت دلچسپی لینے لگا ہے۔ وہ ارادت خان کی بیوی خارین کی چھوٹی بہن جوزین کی قربت حاصل کر چکا ہے لیکن۔ میری ہدایت پر۔"

"اوہ۔" مارلینو بے اختیار مُسکرا پڑا۔ "تم نے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اُتار دیا۔ نعمان خان اب میں بہت مطمئن ہوں۔ بلاشبہ ہمیں انھی مضبوط بنیادوں پر کام کرنا چاہیے کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔"

"بالکل اطمینان رکھیں مسٹر مارلینو۔ پہاڑوں میں آپ نے جو رُوح پھونکی ہے شیران کی قربانی نے جو پودا سینچا ہے اُسے آسانی سے مُرجھانے نہ دیا جائے گا۔" نعمان خان نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ مارلینو کے چہرے پر اطمینان نظر آ رہا تھا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اُس نے کہا۔

"میں درحقیقت بہت مطمئن ہوا ہوں، نعمان خان، میری بات کو محسوس نہ کرنا، اکثر میں یہ سوچتا ہوں کہ کہیں پہاڑوں کے معصوم باشندے صرف اپنے طور پر کام کرتے ہوئے کہیں نقصان نہ اُٹھا جائیں۔ اگر ہم دُور تک نگاہ ڈالیں تو ہمیں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ پہاڑوں میں یہ سازش عارضی طور پر ختم ہوئی ہے اور اس کے بعد بھی وہ لوگ باز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اُن کے لیے بھی یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ یہ تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اس ناکامی کے بعد وہ خاموش بیٹھ جائیں گے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس بار وہ اپنی قوتوں کا مظاہرہ کریں تو ایک ایک چٹان اُن

پر آگ برسانے کے لیے تیار ہو۔ کسی ایک فرد پر یہ ذمے داری عائد نہ ہو کہ وہ اپنی جان دے کر پہاڑوں کی حفاظت کرے اور نعمان خان بہ جان دینے والے بار بار پیدا نہیں ہوتے۔"

نعمان خان کی گردن جھک گئی، مارلینو کا اشارہ جس طرف تھا اُسے نعمان خان بھی سمجھ گیا تھا۔ اُس نے چند لمحات کے بعد گردن ہلا کر کہا۔ "آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں مسٹر مارلینو۔ وطن کی بقاء کے لیے پہاڑوں کے لاکھوں باشندے سینہ کھول کر کھڑے ہو جائیں گے لیکن ایسے جیالے، ایسے بے جگر لوگ کم ہی ہوتے ہیں، جو کوئی پلاننگ کر کے دشمن پر کامیاب ضرب لگا دیں اور اُسے تباہ و برباد کر دیں۔ شیران ہم سب کے دلوں میں زندہ ہے اور زندہ رہے گا اور ہم اُس کے قدموں کے نشانات پر چلتے ہوئے وطن کی بقاء کے لیے مصروفِ عمل رہیں گے۔"

"تم سے گفتگو کر کے دل کو بے حد سکون ملا ہے نعمان خان! اب تم واپس جاؤ اور کڑی نگاہ سے ایک ایک شخص کا جائزہ لو جو تمھاری نظروں میں مشتبہ ہے میں خود بھی کسی مناسب موقع پر پہاڑوں میں پہنچ جاؤں گا، فی الحال یہاں کچھ مصروف ہوں۔"

"آپ اطمینان سے اپنا کام کیجیے مسٹر مارلینو، میں آپ سے رابطہ رکھوں گا اور اپنی رپورٹ سے آپ کو مطلع کرتا رہوں گا۔ اگر ارادت خان کسی سازش کے تحت ہم میں داخل ہوا ہے تو بھی اطمینان رکھیے مسٹر مارلینو، اُسے زمین کی اتنی گہرائیوں میں دفن کیا جائے گا کہ آپ تصور بھی نہ کر سکیں گے۔"

"اب مجھے بالکل اطمینان ہے۔" مارلینو نے جواب دیا اور نعمان خان اُس سے رخصت ہو گیا۔ یہ حقیقت تھی کہ جو اضطراب مارلینو کے دل میں پیدا ہوا تھا نعمان خان نے اُسے ختم کر دیا تھا۔ لیکن بے وست و پا بوڑھے مارلینو کی زندگی میں قرار نہیں تھا۔

دوسرے دن صبح میگنیشیا شدتِ جوش سے سرخ چہرہ لیے اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں تازہ اخبارات تھے۔ مارلینو نے اس کا چہرہ دیکھا تو چونک پڑا۔

"کوئی خاص بات معلوم ہوتی ہے میگنیشیا!"

"جنابِ عالی صرف خاص کہہ دینے سے مقصد پورا نہیں ہو جاتا۔ براہِ کرم ذرا یہ اخبارات دیکھیے۔" میگنیشیا بولی اور مارلینو نے اخبارات اپنے سامنے رکھ لیے پھر پہلے ہی صفحے پر اُس کی نگاہ پڑی تو اس کی کیفیت میگنیشیا سے مختلف نہیں تھی۔

"یہ ناممکن ہے بالکل ناممکن۔" مارلینو نے ششدر لہجے میں کہا۔

"حالات جناب۔ براہِ کرم اخبار غور سے پڑھیں تمام اخبارات غلط نہیں لکھ سکتے اس میں کچھ نہ کچھ صداقت ضرور ہوگی۔"

"مجھے پاگل مت کرو میگنیشیا۔ میرے دل میں آگ مت لگاؤ۔ کچھ بھی ہو جائے دُنیا کا آخری دن آ جائے لیکن میرا شیران مجھے زندہ مل جائے کوئی مجھے یقین دلا دے کہ وہ زندہ ہے۔" مارلینو کی آواز بھرّا گئی، میگنیشیا نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو مارلینو نے ہاتھ اُٹھا دیا۔ اُس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔"

ڈی تھری کے چہرے پر جنون کے آثار نظر آ رہے تھے۔ وہ خونخوار نظروں سے سامنے کھڑے لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہو گا۔ میں خوفزدہ ہو گیا ہوں۔ درحقیقت میں خوفزدہ ہو گیا ہوں وہ کون ہے وہ بدبخت کون ہے آخر۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔ اگر ایسا کوئی کردار درمیان میں تھا، تو مجھے اس سے رُوشناس کرانا چاہیے تھا۔ مجھے اس کے بارے میں بتانا چاہیے تھا اور تم لوگ، تم لوگ۔ تم سب بالکل ناکارہ ہو بالکل تمھارے نشانوں کو کیا ہو گیا۔ وہ صرف ایک آدمی تھا۔ صرف ایک

"ایک نہیں دو تھے جناب۔"

"دوسرا کہاں سے آ گیا۔ کہاں سے آ گیا دُوسرا۔ اس سے پہلے تو ایک ہی تھا۔ کیا دُوسرے آدمی کو بھی تم نے دیکھ لیا؟"

"نہیں جناب۔ وہ تاریکی میں ہے۔"

"اور تم جہنم میں جانے والے ہو۔ پوری طرح جہنم میں جانے والے ہو۔ میری بات ذہن نشین کر لو۔ بالآخر ہم سب جنرل ڈی کے عتاب کا شکار ہو جائیں گے۔"

سامنے والے لوگوں کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا وہ سب خشک ہونٹوں کو تر کر رہے تھے۔ ڈی تھری سوچتا رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کچھ کرنا ہو گا۔ بہت کچھ کرنا ہو گا۔ ہماری عزت، ہمارا وقار ہماری زندگی سخت خطرے میں ہے۔ شدید ترین خطرہ لاحق ہمیں۔ ہم بہت سی خطرناک مہمات میں حصہ لے چکے ہیں، نجانے کیا کچھ کر چکے ہیں ہم اور اس میں بہترین کامیابیاں ہمیں نصیب ہو ہیں، لیکن یہاں آنے کے بعد ہر نیا دن یُوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم اس لائن میں نئے ہوں، ہم نے اس سے پہلے کچھ بھی نہ کیا ہو، لوگ سوچو۔ تم خود سوچو میں غلط تو نہیں کہہ رہا، کیا یہ نہیں محسوس ہو

کہ ہم لوگ بالکل ناکارہ لوگ ہیں۔ ہم سب۔ میرا مطلب ہے میں تو جو پلاننگ کر رہا تھا، وہ یہی تھی کہ شیران کو بنکاک میں پکڑ، مارلینو خود اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا، اور پھر وہ شیران کی تلاش میں یہاں تک پہنچ جائے گا، اور ہم اس اصل مارلینو کو گرفتار کریں گے، جو شیران کا بہت بڑا ہمدرد ہے، بہت بڑا ساتھی ہے۔ اس طرح اس شک و شبے کی گنجائش بھی نہیں رہے گی کہ مارلینو کوئی اور شخصیت ہے، لیکن یہ عدنان۔ آخر یہ عدنان کون ہے، سُنو۔ تم لوگ سُنو۔ اب تمھاری تمام تر توجہ اس شخص پر مبذول ہو جانی چاہیے اس پر زندگی تنگ کر دو، جہاں نظر آئے اُسے ہلاک کر دو، یہ تمھاری سب سے پہلی ذِمّے داری ہے، مَیں اس کی موت چاہتا ہُوں، صرف موت اور سنو یہ بھی سنو۔ مگر ٹھہرو۔ ابھی نہیں۔۔ ابھی کچھ نہیں کرنا۔ میں ایک نئی پلاننگ کر رہا ہُوں، ایک بالکل نئی پلاننگ۔" ڈی تھری جس طرح پریشان نظر آتا تھا، اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا، کہ اب وہ مر جانے کی حد تک خوفزدہ ہو گیا ہے، تھوڑی دیر کے بعد اس کے سارے ساتھی منتشر ہو گئے، اور ڈی تھری سر پکڑ کر بیٹھ گیا، تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا، جنبش تک نہیں کی تھی، اُس نے اپنی جگہ سے، پھر اس نے پاس رکھے ہوئے سگار بکس میں سے ایک سگار نکال کر دانتوں میں دبایا، اُس کا چہرہ پریشانی کا شکار نظر آ رہا تھا، ابھی تک وہ درحقیقت شیران کے سلسلے میں کوئی قدم نہیں اُٹھا سکا تھا جو ذِمّے داری اُس کے سپرد کی گئی تھی؛ اس کا خیال یہی تھا اس کے بارے میں کہ وہ اُسے باآسانی انجام دے لے گا، لیکن درمیان میں عدنان کا کردار اُس کے لیے خاصا خطرناک ثابت ہُوا تھا، اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اس کے سلسلے میں کیا کرے، عدنان کو وہ ہائی شون میں چھوڑ آیا تھا، وہ آدمی ضائع ہو چکے تھے اس پر، لیکن اس کے بعد اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ عدنان بنکاک میں نظر آئے گا، اور اس طرح شیران کو سامنے لانے کی کوشش کرے گا، کم از کم اتنا احمق نہیں تھا وہ کہ عدنان کے اس مقصد کو سمجھ نہ پاتا، شیران چونکہ اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا، چنانچہ یہاں آنے کے بعد اس نے وہ کارروائی کی جو شیران کو غصّہ دلانے کا باعث بنے اور اس کے نتیجے میں شیران اُس کے سامنے پہنچ گیا، لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ شخص شیران سے کیا چاہتا ہے، بار بار جنرل ڈی کو مخاطب کرنا بھی مناسب نہیں تھا، وہ جنرل ڈی کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ جنرل ڈی نے اُسے یہ ذِمّے داری سونپنے کے بعد یہ ہدایت کر دی تھی کہ وہ اب اپنے طور پر اس کیس کو ہینڈل کرے گا، لیکن ڈی تھری کئی بار جنرل ڈی کو مخاطب کر چکا تھا اور اب اُسے اس بات کا خوف محسوس ہوتا تھا کہ جنرل ڈی اُسے ناکارہ سمجھ کر کوئی اقدام نہ کر بیٹھے، چاروں طرف سے وہ دلدل میں پھنس گیا تھا، بہت غور و خوض کرنے کے بعد اُس نے یہی فیصلہ کیا، جنرل ڈی سے عدنان کے بارے میں کوئی گفتگو نہ کرے، بلکہ اپنے طور پر کوشش کر کے عدنان کا قصّہ پاک کرنے کی کوشش کرے۔ خواہ وہ کسی بھی شخصیت کا مالک ہو، اور اس کے لیے وہ فوری طور پر تیاریاں کرنے کی کوشش کر رہا تھا، کیا کیا جائے، کیا کیا جائے، اُس نے اپنے آدمیوں کو عدنان کے پیچھے جانے سے روک دیا تھا، صرف اس مقصد کے تحت کہ شاید کوئی بہتر اسکیم لے کر وہ سامنے آئے، بہت غور و خوض کرنے کے بعد بالآخر اُس نے ایک فیصلہ کر لیا، اور پھر اُس نے اپنے آدمیوں کو بُلا کر کچھ ہدایات جاری کیں۔

"تمھیں یہ کارروائی جتنے منظم اور جتنے مؤثر پیمانے پر کرنی ہے اس کا اندازہ تمھیں خود ہونا چاہیے، اگر اس بار بھی تم ناکام رہے، تو مجھے معاف کرنا، مَیں جنرل ڈی کو صرف ایک رپورٹ پیش کروں گا، کہ جتنے لوگوں کو میرے ساتھ بھیجا گیا ہے وہ سب اس منصب کے قابل نہیں ہیں، اور سب سے پہلے انھیں بُلا لیا جائے اور تم جانتے ہو کہ واپس پہنچنے کے بعد تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

"لیکن جناب۔ ہم تو آپ کی ہدایت کے مطابق وہی سب کر رہے ہیں، جو آپ ہمیں بتا رہے ہیں۔"

"بکواس کرتے ہو۔ کر تو وہی سب رہے ہو، لیکن ان میں سے ایک بھی کام ایسا نہیں ہے، جس میں تم نے کامیابی حاصل کی ہو۔" ڈی تھری نے کہا اور سب کی گردنیں جُھک گئیں، پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ نے جو منصوبہ بنایا ہے۔ ہم اُسی کے مطابق پوری طرح عمل کریں گے۔"

"ٹھیک ہے بس یہی کچھ کرنا ہے، لیکن نہایت ہوشیاری کے ساتھ۔" اور وہ سب منتشر ہو گئے، ڈی تھری کو اپنی اس تجویز کے بعد تھوڑا بہت سکون محسوس ہُوا تھا، اُس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ مقامی پولیس کو عدنان کے پیچھے لگا دے، اور اس طرح کی کارروائیاں کرے کہ مقامی پولیس عدنان کی دُشمن ہو جائے، اور اسے ایک بدترین مجرم قرار دے دے، اس کے لیے اس کے آدمیوں کو عمل کرنا تھا، اور اُس کی تمام تر ذِمّے داریاں عدنان پر عائد ہوتی تھیں، چنانچہ کارروائی کا آغاز ہو گیا، دُوسری صبح کے اخبارات میں ایک خوفناک

قاتل کے بارے میں تفصیلات تھیں، جس نے کئی پولیس کے افراد کو قتل کر دیا تھا، وہ جنونی قاتل قرار پایا تھا، منشیات کے اڈّوں پر اس نے مارلینو کے نام کے بینر پھاڑے تھے، اور وہاں موجود لوگوں کو بھی قتل کیا تھا، اخبارات نے اپنے طور پر تبصرے کرتے ہوئے لکھا تھا کہ یُوں محسوس ہوتا ہے کہ بنکاک کا پُورا علاقہ سماج دُشمنوں کے قبضے میں آ گیا ہے اور اب یہاں پولیس کی کوئی اجارہ داری نہیں رہی ہے۔ ڈی تھری کو اخبارات کی یہ رپورٹ پڑھ کر قلبی سکون ہُوا لیکن ایک اور اُلجھن اُس کے سامنے آ کھڑی ہوئی، شیران اس دوران ڈی تھری کے پاس ہی موجود تھا، اور چونکہ ڈی تھری نے اس سے کسی سلسلے میں کوئی فرمائش نہیں کی تھی، اس لیے اُس نے بھی اپنی قیام گاہ سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی، یہ شیران کی فطرت بن چکی تھی، وہ اپنے طور پر گوشہ نشین رہتا تھا، اور جب اُسے کوئی کام سونپا جاتا تو وہ باہر نکل جاتا، یا پھر کبھی اس کا اپنا دل چاہتا تو وہ باہر نکل جاتا، لیکن اس وقت ڈی تھری اپنے کمرے میں موجود تھا کہ شیران اندر داخل ہو گیا اس کے ہاتھ میں اخبار تھا۔

"میں اس سلسلے میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہُوں، مسٹر ڈی تھری۔" اُس نے کہا اور ڈی تھری چونک کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ۔ آؤ۔ شیران۔ خیریت، بیٹھو۔ کس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتے ہو؟"

"یہ شخص جو یہاں خونریزیاں کرتا پھر رہا ہے، مجھ سے بھی ملا تھا، ہائی شون میں، یہ میرے ساتھ تھا، اور عجیب سا انسان ہے لیکن بے حد شاندار، بڑی عجیب و غریب شخصیت کا مالک۔ اُس نے مجھ سے ایک بات کہی تھی مسٹر ڈی تھری، مَیں آپ سے اس کی وضاحت چاہتا ہُوں۔"

"کیا بات کہی تھی۔" ڈی تھری نے شیران کو دیکھتے ہُوئے کہا۔

"یہ کہ وہ میرا بیٹا ہے، میری اولاد ہے، مَیں نے زندگی میں بھی شادی نہیں کی۔ اس کے علاوہ میری زندگی میں ایسا کوئی حادثہ واقعہ بھی نہیں جو مجھے کسی بیٹے کا باپ بنا دے، لیکن اس شخص کی آواز میں کچھ ایسا جادو ہے، کچھ ایسا تاثر ہے کہ مَیں پریشان ہو جاتا ہُوں۔"

"آپ یاد کریں مسٹر شیران۔ کیا آپ کا کوئی بیٹا نہیں تھا؟"

"میری یادداشت اُلجھ گئی ہے، مارلینو مجھے یاد ہے، بس جانتا ہُوں کہ مارلینو کے ساتھ مَیں نے ایک طویل وقت گزارا تھا، لیکن کچھ اور مِٹے مِٹے نقوش میرے ذہن میں اُبھرنے لگے ہیں، میں اِن نقوش میں اُلجھ گیا ہُوں، مجھے ان کے سلسلے میں پُرسکون کیا جائے، مَیں جاننا چاہتا ہُوں کہ وہ کون ہے، اور کیوں اس قسم کی حماقتیں کرتا پھر رہا ہے، ہر چیز کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔"

"مم۔ مارلینو۔ آپ کو کب۔ کیسے یاد آ گیا مسٹر شیران؟" ڈی تھری نے کہا، اور پھر فوراً ہی اُسے اپنے سوال کا جواب مل گیا، اُس نے خود ہی تو سُرخ رنگ کے تحت شیران کو حکم دیا تھا، کہ وہ اپنی پچھلی زندگی یاد کرے، مارلینو کو یاد کرے اور اس کے نام کا پرچار کرے، ڈی تھری کے پُورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی، مگر شیران کی یادداشت میں اس کا ماضی بھی آ گیا تو کیا ہو گا، وہ بُری طرح پریشان ہو گیا، اور اس کے بعد اس نے یہی فیصلہ کیا کہ ایک بار پھر شیران کے لیے وہی ناٹک رچائے، اور سُرخ رنگ کے تحت اُسے احکامات دے کہ وہ سب کچھ بھُول جائے۔ سب کچھ چنانچہ اُس نے شیران کو مطمئن کرنے کے لیے کہا۔

"مسٹر شیران آپ کے ذہن میں جو اُلجھن ہے، مَیں اُس کا حل ضرور پیش کروں گا، براہِ کرم اس وقت توقف کیجیے، میری بھی یہی خواہش ہے کہ مَیں آپ کو کسی اُلجھن کا شکار نہ رہنے دُوں، آپ کو کوئی اُلجھن نہیں ہو گی، آپ کی اُلجھنوں کو سنبھالنا میرا کام ہے۔"

"شکریہ مسٹر ڈی تھری۔ میں اِن دِنوں واقعی اپنے آپ کو بہت پریشان محسوس کرتا ہُوں۔"

"آپ آرام کیجیے، بہتر یہ ہے کہ آپ مکمل طور پر آرام کیجیے، اور میں آپ کے لیے سب کچھ کرتا ہُوں۔"

"ٹھیک ہے۔" شیران نے کہا اور وہاں سے باہر نکل آیا، لیکن ڈی تھری کے جسم نے پسینہ چھوڑ دیا تھا، اگر یہ بات جنرل ڈی کو بتائی جائے تو کیا ہو گا، کیا کیا جائے، عدنان کے بارے میں معلومات حاصل کرے یا یہ پتا چلائے کہ شیران کا کوئی بیٹا تھا یا نہیں؛ اگر نہیں تھا تو پھر شیران کے ذہن میں یہ یادداشتیں کیوں کلبلا رہی ہیں، قصور اُس کا بھی نہیں تھا، اگر ایسی کوئی بات تھی تو ڈی تھری کو اس سے آگاہ کیا جانا چاہیے تھا کیا جنرل ڈی سے اس بارے میں سوال کیا جائے، یا پھر اپنی اس تجویز پر عمل پیرا رہا جائے! اور پھر بالآخر ڈی تھری نے یہی فیصلہ کیا کہ پہلے عدنان کو جہنم رسید کر دے، اس کے بعد صورتِ حال کا جائزہ لے، ہاں اس سے قبل شیران کی یادداشت سے عدنان کو مِٹا دینا ضروری تھا، تاکہ شیران اس سلسلے میں منتشر نہ ہو جائے، باقی تمام کارروائیاں اب روکی بھی جا سکتی تھیں، کیونکہ جو کام کرنا تھا، شیران کے ذریعے وہ تو تقریباً ہو بھی چکا تھا، ڈی

ٹھری اپنی جگہ سے اُٹھ گیا، اس نے اس مخصوص کمرے میں جاکر اس سُرخ اسکرین کا ایک بار پھر انتظام کیا اور پھر آہستہ قدموں سے چلتا ہُوا شیراں کے کمرے کی طرف بڑھ گیا، تاکہ شیراں کو وہاں لائے اور وہاں لانے کے بعد وہ عمل دُہراد ے جس نے اُس کی زندگی کو ایک خوفناک دوراہے پر لاکھڑا کیا تھا، کمرے کا دروازہ کھلا ہُوا تھا، ڈی ٹھری نے اپنے چہرے کے تاثرات درست کرتے ہُوئے کمرے میں قدم رکھا، لیکن یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ شیراں کمرے میں موجود نہیں تھا، وہ باہر نکل آیا، عمارت میں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے، ان سے شیراں کے بارے میں پوچھا تو پتا چلا کہ وہ تھوڑی دیر قبل گاڑی لے کر نکل گیا ہے، ایک بار پھر ڈی ٹھری کو چکر آگئے تھے۔

★★

کالگن کو اس سلسلے میں شدید مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا، کار کے نمبروں سے اُس نے بہت سی توقعات قائم کر رکھی تھیں، لیکن جب اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے نکلا تو اُسے ایک عجیب سے احساس نے آگھیرا۔ اُسے پتا چلا کہ کار کرائے پر کاریں دینے والی ایک کمپنی سے لی گئی تھی اور اُسے چند گھنٹوں کے اندر اندر واپس کر دیا گیا تھا۔ کار لینے والے کون تھے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکی تھیں۔ اس مایوسی نے کالگن کو خاصا پریشان کر دیا تھا، کیونکہ اُس نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا تھا کہ بالآخر وہ کار کے نمبروں سے کار کے مالک کا پتا لگا لے گا اور اُس کے بعد وہ لوگ اُس کے خلاف کارروائی کا آغاز کر دیں گے۔

بہر طور اُس نے عدنان سے یہ بات نہیں چھپائی کیونکہ عدنان کو تاریکی میں رکھ کر اُسے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ عدنان نے اس بات پر کسی خاص ردِعمل کا اظہار نہیں کیا۔ وہ پُرخیال انداز میں گردن کھجانے لگا تھا، پھر اُس نے کہا۔

"اب مجھے کچھ اور کارروائیاں کسی اور انداز میں کرنا ہوں گی، اب تک کی تمام کارروائی سے میں اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا ہُوں۔"

"مثلاً" کالگن نے پوچھا اور عدنان عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"تم نے کہا تھا نا کالگن کہ کچھ باتیں تمھارے ذہن میں تشنہ ہیں اور میں نے تمھیں اُن کے بارے میں تفصیل نہیں بتائی۔"

"ہاں عدنان، میں اس بات کو شروع ہی سے محسوس کرتا رہا ہُوں، لیکن میں نے اس لیے تم پر زیادہ دباؤ نہیں ڈالا کہ ممکن ہے وہ ایسی ہی باتیں ہوں، جو تم مجھے بتانا پسند نہ کرو۔"

"یہ بات بالکل ٹھیک ہے کالگن، وہ تمام باتیں کچھ ایسی پریشان کُن تھیں کہ میں اُنھیں اپنے آپ تک ہی رکھنا چاہتا تھا، لیکن اب صُورتِ حال ایسی پیش آگئی ہے کہ مجھے وہ سب کچھ تمھیں بتانا ہی ہوگا، کیونکہ اب میں یہ کیس اپنے ہاتھوں سے نکالنا چاہتا ہُوں۔"

کالگن خاموشی سے عدنان کو دیکھتا رہا تب عدنان نے کہا۔

"میں نے جو کچھ تم سے کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ کالگن میری کہانی بالکل اسی انداز میں اپنے ذہن میں دُہراؤ جس انداز میں میں نے تمھیں سُنائی تھی، صرف اتنی سی تبدیلی ہے کہ مسٹر مارلینو کوئی اجنبی شخصیت نہیں ہیں، بلکہ مارلینو کی شخصیت ہمارے لیے ایک محترم مقام رکھتی ہے۔ میں پہاڑوں کا رہنے والا ہُوں، اور ایک بہت بڑا ملک طویل عرصے سے ہمارے اِن پہاڑوں کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ یُوں سمجھ لو کہ ہمارا مقابلہ اس ملک سے ہے اور جو لوگ باباشیراں کو اپنے قبضے میں کیے ہُوئے ہیں وہ اُسی ملک کے ذہین ترین ایجنٹ ہیں۔ مسٹر مارلینو ایک مقامی شخصیت ہیں اور ہمارے ساتھی ہیں۔ مارلینو کے نام پر شیراں کے ہاتھوں یہ کارروائی کرا کر میرا جہاں تک خیال ہے مسٹر مارلینو کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ورنہ اگر باباشیراں اپنے ہوش و حواس میں یہ سب کچھ کرتے تو وہ اس طرح کسی کے آلۂ کار نہ ہوتے، شیراں کی فطرت میں کسی کا آلۂ کار بننے کا تصوّر ہی نہیں ہے۔ وہ بہت عجیب و غریب شخصیت کے مالک ہیں، اُن کی ذہنی کیفیت تبدیل کر کے اُنھیں اپنا مطیع کر لیا گیا ہے اور وہ لوگ ان سے اس انداز میں کام لے رہے ہیں۔ مسٹر مارلینو ایک زبردست قوّت ہیں، اُن کے دُشمنوں نے اُنھیں ناکارہ کر دیا تھا لیکن اُنھوں نے اپنے آپ کو۔"

"اوہ۔ اوہ کیا مسٹر مارلینو کا تعلق گانگ ہو سے ہے؟"

کالگن نے چونک کر سوال کیا۔

"بالکل صحیح اندازہ لگایا تم نے، یہ وہی مسٹر مارلینو ہیں۔"

"تو پھر۔ تو پھر۔؟ میرا مطلب ہے کہ شیراں۔"

"ہاں مسٹر مارلینو شیراں باباکو اپنا دستِ راست اپنا بیٹا سمجھتے تھے اور شاید تمھیں اس بات پر حیرت ہو کہ میری پرورش بھی اُنھوں نے ہی کی ہے، صرف اس لیے کہ وہ شیراں کو اپنے بیٹے کی مانند سمجھتے تھے اور میں شیراں کی اولاد تھا، شیراں نے پہاڑوں میں اُس ملک کے بے شمار افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا، اور وہیں پر مجھے اس بات کا اندازہ ہُوا کہ شیراں اس کوشش میں موت کی آغوش میں جا چکا ہے۔ میرے دوست میں نے یہ بھی غلط نہیں کہا تھا کہ میری زندگی کا مقصد صرف انتقام ہے اور میں انھی لوگوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں کرنے کے لیے ہانگ شون میں داخل ہُوا تھا۔ اب تم خود اندازہ کر لو کہ شیراں کو زندہ دیکھ کر میری ذہنی کیفیت کیا ہو گئی ہو گی۔ میں نے البتہ ایک حماقت کی وہ یہ کہ مسٹر مارلینو کو، جنھوں نے بڑی توقعات کے ساتھ مجھے ہانگ شون بھجوایا تھا۔ ان تمام معاملات سے آگاہ نہیں کیا اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ میں اپنے طور پر شیراں کو ان کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ اگر ہم مسٹر مارلینو کا سہارا حاصل کر لیں تو ہمیں یہاں خاصی آسانیاں فراہم ہو سکتی ہیں اور ہم ان تمام جھگڑوں سے نکل سکتے ہیں۔ مسٹر مارلینو خود ہی شیراں کے بارے میں سب کچھ کر لیں گے اور مسٹر مارلینو کی قوتوں کو کم از کم یہاں بنکاک میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔"

کالگن پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں تمھیں یہ مشورہ دُوں گا میرے دوست کہ اپنے لیے ایک بڑی قوّت حاصل کر لو، عدنان میں تمھارے ساتھ ہُوں اور یہ حقیقت ہے کہ یہ صرف دوستی کا ہی جذبہ ہے جو میں نے تمھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے ورنہ میں تمھیں کبھی یہ نہ بتاتا کہ میرا تعلق اسکاٹ لینڈ یارڈ سے ہے۔ میں ان تمام باتوں کو محسوس کر کے ایک اور بات کا بھی تصوّر کر رہا ہُوں، وہ یہ کہ اگر میری ذات کہیں نمایاں ہو گئی تو میرا ملک کہیں براہِ راست اس میں نہ ملوث ہو جائے۔ جیسا کہ تم نے کہا۔"

"میں جانتا ہُوں کالگن۔"

"میں خوفزدہ ہو گیا ہُوں عدنان، درحقیقت مجھے اپنے آپ کو بھی محفوظ رکھنا ہے۔"

"میں اپنے دوست کی حفاظت اپنا اوّلین فرض سمجھتا ہُوں۔" عدنان نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ دونوں کافی دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے، کچھ فیصلے کرنے کے بعد وہ مطمئن ہو گئے۔ عدنان اب مسٹر مارلینو سے گانگ ہو جا کر ملاقات کرنا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں تیاریاں کرنے کے لیے اُس نے ایک باقاعدہ لائحۂ عمل مُرتب کیا لیکن دُوسرے دِن کے اخبارات اُن کے لیے انتہائی خوفناک تھے۔

عدنان کو ایک خطرناک مُجرم قرار دے دیا گیا تھا اور اُس کی تلاش کے لیے بنکاک پولیس چپّے چپّے پر چھاپے مارتی پھر رہی تھی۔ یہ خبریں دیکھ کر کالگن کی آنکھیں شدّتِ حیرت سے پھیل گئیں۔ اس نے لرزتی ہُوئی آواز میں کہا۔

"عدنان یہ ان لوگوں کی جوابی کارروائی ہے۔"

"ہاں۔ میں محسوس کر رہا ہُوں۔"

"اس کا مقصد ہے کہ ہمارے لیے شدید مشکلات کا آغاز ہو گیا ہے، اب بتاؤ کیا کرنا چاہیے۔"

"میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے نکل کر گانگ ہو کا سفر اختیار کرنا چاہیے۔"

"میں محسوس کر رہا ہُوں کہ یہ اتنا آسان نہیں ہو گا۔" کالگن نے جواب دیا۔ عدنان خاموش رہا تھا، بلاشبہ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں رہا تھا کہ وہ گانگ ہو کی جانب چل پڑیں۔ لیکن گانگ ہو جانے کے لیے طویل راستے طے کرنے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تیار ہو کر باہر نکل آئے۔ اپنا مختصر سا سامان اُنھوں نے کار کی پچھلی نشست پر رکھ دیا تھا۔ یہ کار کرائے ہی کی تھی لیکن عدنان نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ اُسے یہاں سے لے کر نکل جائے گا، اس کے لیے جو بھی دقتیں پیش آئیں گی اُنھیں برداشت کرنا ہو گا، وہ ہر قسم کے خطرات کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھے اور اسی جذبے کے تحت باہر نکلے تھے۔ دن خوشگوار تھا، سُورج چمک رہا تھا، اور لوگ اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔

سیاہ رنگ کی رولینڈ بنکاک کے مرکزی علاقوں سے گزرتی ہُوئی مضافاتی علاقے کی جانب چل جا رہی تھی، کار کالگن ہی ڈرائیو کر رہا تھا، اُس کے دبیز رنگ کے شیشوں میں سے باہر کے مناظر صاف نظر آ رہے تھے، کوئی ان کی جانب متوجہ نہیں تھا، لیکن جب گاڑی بنکاک کے نواحی علاقوں میں جانے کے لیے اس سڑک کی طرف بڑھی جہاں سے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر وہ بنکاک کی آخری آبادی سے باہر نکل سکتے تھے، تو کالگن کے جبڑے بھنچ گئے۔

پولیس کا ایک ٹرک آدھی سڑک روکے ہُوئے کھڑا تھا۔ چار پانچ مسلح سپاہی ہر قسم کی ٹریفک کو روکنے کا اشارہ کر رہے تھے اور سویلین کپڑوں میں ملبوس چند افراد راہگیروں کے کاغذات کی جانچ پڑتال میں مصروف تھے۔

کالگن نے عدنان کی طرف دیکھا، عدنان خاموشی سے ونڈ اسکرین پر نگاہیں جمائے پھٹی پھٹی نگاہوں سے پولیس کی اس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس کے مُنہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

"کاران پر چڑھا دو۔!"

کالگن شاید خود بھی یہی فیصلہ کر چکا تھا۔ سپاہی صرف چند فٹ کے فاصلے پر رہ گئے تھے، اُس نے آدھی سڑک روکے ہُوئے ٹرک کے قریب جا کر کار کو سائیڈ میں کیا اور دُوسرے لمحے اُس کی رفتار بڑھا دی۔ مسلح سپاہی شاید اُس کے عزائم بھانپ گئے تھے چنانچہ وہ بھاگ کر سامنے سے ہٹ گئے لیکن ایک سولین جسے فیصلہ کرنے میں دیر ہو گئی تھی، کار کے مڈگارڈ سے ٹکرا گیا۔ کالگن نے رفتار میں کوئی کمی نہ کی اور سولین کار کے ساتھ لڑھکتا ہُوا دُور تک چلا گیا تھا۔

کار چیختی چلاتی، سیٹیاں بجاتی ہَوا سے باتیں کر رہی تھی اور کالگن بدستور جسم کا سارا بوجھ ایکسیلیٹر پر ڈالے ہُوئے تھا۔

"سر نیچے کر لو عدنان۔" دفعتاً عدنان کی سماعت سے کالگن کی آواز ٹکرائی اور اس کے ساتھ ہی رائفلوں کی گولیاں سیٹیاں بجاتی اُن کے سروں پر سے گزر رہی تھیں، ان میں سے کچھ گولیاں کار کی باڈی سے بھی ٹکرائی تھیں۔ وقت جیسے تھم کر رہ گیا تھا۔ گولیاں، وسل، انجن کا شور اور کار کے اندر موت کا سا سکوت، چند سیکنڈوں میں قیامت کی تبدیلیاں رُونما ہو گئی تھیں۔ کار بائیں جانب مُڑ گئی کیونکہ سامنے سے ایک اور پولیس کار آتی ہُوئی نظر آ رہی تھی۔

وہ گولیوں کی رینج سے نکل چکے تھے لیکن ابھی تک اُنھیں یقین نہیں آیا تھا کہ وہ آگ کی اس بارش سے زندہ بچ جائیں گے۔

راہ گیر اس تیز رفتار کار کو حیرت و خوف سے دیکھ رہے تھے اور بعض بہ آوازِ بلند انھیں بُرا بھلا بھی کہہ رہے تھے لیکن وہ باہر ہونے والے شور سے بے پروا بُت کی مانند بیٹھے ہُوئے تھے۔ دفعتاً چند سیکنڈ کے بعد عدنان نے اس سکوت میں شگاف ڈالا۔

"یہ تو ہم ... یہ تو ہم پھر آبادی میں داخل ہو رہے ہیں۔"

"ہاں مجبُوری ہے عدنان، ہمیں جس سڑک پر جانا تھا" وہ کچھ پیچھے رہ گئی ہے کیونکہ تم نے دیکھ لیا تھا کہ اُس طرف ایک پولیس کار آ رہی تھی اور یقیناً ہم اس پولیس کار سے بچ کر آگے نہیں جا سکتے تھے۔" دفعتاً کالگن نے ایک عورت کو بچانے کے لیے تیزی سے اسٹیئرنگ بائیں سمت گھمایا تھا اور ساتھ ہی بریک پر پاؤں رکھا۔ ٹائروں کی رگڑ سے ایک عجیب سا شور بلند ہو گیا تھا۔ دفعتاً ایک ٹرک بغلی گلی سے برآمد ہُوا اور کالگن نے کار کو دائیں طرف موڑنے کی کوشش کی لیکن اب وہ کنٹرول کھو بیٹھا تھا۔ کار بے قابو ہو کر لوہے کے کھمبے سے جا ٹکرائی بیدی کا اگلا حصہ

دُہرا ہو گیا اور کار کا انجن عجیب سی آوازیں نکال کر خاموش ہو گیا۔

"باہر نکلو۔" کالگن نے چیخ کر کہا اور دونوں برق رفتاری سے نیچے اُتر آئے۔ قرب و جوار کے لوگ متعجبانہ انداز میں انھیں دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں تیز رفتاری سے دوڑتے ہُوئے گلیوں میں داخل ہو گئے۔

"میرا خیال ہے عدنان آؤ۔ آؤ ہم بہت صحیح جگہ پر کے ہیں۔" کالگن نے اطراف کا جائزہ لیتے ہُوئے کہا۔

"کیا مطلب ...؟"

"مطلب بعد میں بتاؤں گا، آجاؤ آجاؤ۔" کالگن چلا کر بولا اور ایک گلی میں تیز رفتاری سے دوڑتا ہُوا اُس کے دُوسرے سرے پر نکل آیا۔ اس طرف ایک چوڑی سڑک تھی۔ سامنے ہی ایک رہائشی علاقہ نظر آ رہا تھا جہاں دُور رویہ بلڈنگیں کھڑی نظر آ رہی تھیں۔

کالگن ایک بلڈنگ کے صدر گیٹ میں داخل ہو گیا۔ اب اُس نے اپنے آپ کو پُرسکون کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ عدنان بہر طور اُس کا ساتھ دے رہا تھا۔ سیڑھیاں چڑھتے ہُوئے کالگن نے اُسے بتایا کہ یہاں اُس کی ایک سابق محبوبہ رہتی ہے جس سے اُس نے بنکاک میں عشق کیا تھا۔

"اگر وہ یہیں ہے تو ہمیں اُس کے پاس پناہ مل سکے گی لیکن مَیں جانتا ہُوں کہ وہ میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرے گی کیونکہ مَیں نے اُسے دھوکا دیا تھا اور اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے بعد یہاں سے خاموشی سے فرار ہو گیا تھا۔"

عدنان کے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لیے خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ اس ہنگامہ خیزی نے اس کی وہ فطرت جگا دی تھی جس سے وہ ہمیشہ اپنے آپ کو خوش محسوس کرتا تھا چنانچہ چند لمحات کے لیے اس کے ذہن سے گرد چھٹ گئی تھی اور وہ پُرسکون اور مستعد نظر آ رہا تھا۔

سیڑھیاں چڑھ کر وہ لوگ اُوپر پہنچے اور پھر کالگن نے ایک فلیٹ کی کال بیل پر اُنگلی رکھ دی۔ چند لمحات کے بعد جُوتوں کی ٹھک ٹھک کی آواز سنائی دی، دروازہ کھلا اور ایک حسین چہرے نے باہر جھانکا۔ عدنان لڑکی کے تاثرات دیکھنے لگا۔ چند لمحات وہ اجنبی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھتی رہی اور پھر اُس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے حیرت کے آثار نظر آنے لگے لیکن اگلے ہی لمحے اس کی جگہ غصّے کی چمک

پیدا ہو گئی۔

"تم ...!" اُس نے غصیلے انداز میں کہا اور کالگن اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اُسے پیچھے دھکیلتا ہُوا اندر داخل ہو گیا۔ اُس نے گردن خم کر کے عدنان کو بھی اندر آنے کی پیش کش کی۔ لڑکی بھُوکی بلی کی طرح کالگن کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔

"تم ... مَیں ایک لمحہ بھی تمھیں برداشت نہیں کر سکتی۔ نکل جاؤ یہاں سے، تم ہرگز میرے گھر میں داخل نہیں ہو سکتے۔"

"نہیں ڈیئر، اس وقت ہمارا یہاں رہنا بے حد ضروری ہے کیونکہ ہمارے لیے کوئی اور جائے پناہ نہیں۔" کالگن نے نرم لہجے میں کہا۔ لڑکی کا چہرہ غصّے سے تمتما اُٹھا

"تمھیں ہرگز یہاں ٹھہرنے کی توقع نہیں کرنی چاہیے، تم ... تم ... میرا مطلب ہے تم دونوں یہاں قیام نہیں کر سکتے۔"

"اس وقت صُورتِ حال ذرا مختلف ہے، مان لو، ہمارے سامنے کوئی مُتبادل راستہ نہیں ہے۔"

لڑکی کا غصہ انتہا پر تھا: "مَیں جانتی تھی کہ کوئی مجبُوری، کوئی پریشانی ہی تمھیں یہاں لائے گی۔ اب کیا کر کے آئے ہو اور یہ شخص کون ہے؟"

"اطمینان سے مَیں تم دونوں کا تعارف کرا دُوں گا۔ اس وقت تم یُوں سمجھ لو کہ ہمیں مجبوراً یہاں آنا پڑا ہے۔"

"مَیں جانتی ہُوں کہ تم مجبوراً ہی یہاں آ سکتے ہو۔ تم جیسا چالاک آدمی، فتنہ پرور، سازشی انسان ... مَیں کہتی ہُوں نکل جاؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ میں چیخ چیخ کر پڑوسیوں کو جمع کر لُوں؟"

"نہیں نہیں، ایسا ممکن نہیں ہے، تم اگر چیخنے کی کوشش کرو گی تو مَیں تمھاری یہ سُریلی آواز ہمیشہ کے لیے بند کر دُوں گا کیوں مجھے اس کام کے لیے مجبُور کرتی ہو۔ سمجھنے کی کوشش کرو، ہم باہر قدم نہیں رکھ سکتے، پولیس ہمارے پیچھے ہے۔"

"پھر مَیں کیا کروں، تمھیں باہر نکلنا پڑے گا، ابھی نکلو... ابھی ... ابھی...!"

کالگن نے سوالیہ نگاہوں سے عدنان کی طرف دیکھا اور اُس کے بعد آہستہ سے بولا۔ "ٹھیک ہے اگر تم ہمیں موت کے منہ میں ہی دھکیلنا چاہتی ہو تو مجبُوری ہے۔ کیا کیا جائے۔" وہ واپسی کے لیے مُڑا نورینا مٹھیاں بھینچے کھڑی تھی، ان دونوں کو غیظ و غضب کی نگاہ سے گھُور رہی تھی۔ عدنان نے اُس کا چہرہ دیکھا فراخ آنکھیں، کشادہ پیشانی تیز تیز سانس لیکن چہرے پر کشمکش کے آثار نہیں تھے۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ اُنھیں یہاں سے نکالنے کے لیے تیار ہے اور یہ آخری کوشش کر کے شاید کالگن اس کیفیت کا اندازہ لگانا چاہتا تھا چونکہ جب اُس نے اُسے روکنے کی کوشش نہ کی تو اُس نے پھُرتی سے آگے بڑھ کر اس کی گردن پکڑ لی۔ لڑکی نے دہشت زدہ انداز میں ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیے لیکن کالگن نے اس کا مُنہ بھینچ لیا اور اسے اُٹھائے ہُوئے اندر لے گیا۔ عدنان نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ کالگن کی یہ حرکت تو اُسے پسند نہیں آئی تھی لیکن اس وقت صُورتِ حال ایسی

ہی تھی۔ اُنھیں اپنی زندگی بچانا مقصود تھی۔ لڑکی چلتی ہوئی کمرے میں آئی تو کالگن نے اسے مسہری پر اُچھال دیا اور پھر اس کے دونوں ہاتھ پُشت پر کسنے کے بعد اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔ پھر وہ عدنان کی طرف رُخ کر کے بولا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا میرے دوست کہ محبت دُنیا کی سب سے بے معتبر شے ہے۔ کسی کو چاہے کتنے ہی خلوص دل سے چاہو، اُسے مطمئن کرنا دُنیا کا سب سے مشکل کام ہوتا ہے۔ یہ لڑکی میں تم سے اس کا تعارف کرا چکا ہوں۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میری زندگی میں اس کے علاوہ اور کوئی لڑکی کبھی نہیں آئی۔ حالات نے مجھے اس سے کچھ عرصے کے لیے دُور کر دیا تو تم نے اس کی بدگمانیاں دیکھیں اور اب... اب مجھے مجبوراً یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ اس کے بعد بھی کیا تم یہی کہو گے کہ میں صورت سخت گیر نہیں ہوتی؟" عدنان کو ایک بار پھر ہنسی آنے لگی تھی۔ کالگن شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آرہا تھا۔ اس نے لڑکی کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"یہ حقیقت ہے مس نورینا، کہ کالگن آپ کو بے پناہ چاہتا ہے اور اکثر آپ کا ذکر اس نے اس انداز میں کیا کہ اس کی آنکھوں سے محبت کے سوتے پھوٹتے تھے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ آپ اس سے بدگمان ہو گئی ہوں گی کیونکہ اسے اچانک اس طرح فرار ہونا پڑا کہ آپ سے مل بھی نہ سکا لیکن مجبوری تھی۔ اگر یہ اس وقت اس طرح فرار نہ ہوتا تو پولیس اسے بُری طرح بھون کر رکھ دیتی۔" عدنان کے الفاظ پر نورینا کے لہجے میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ اس نے کالگن کو دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آگئی۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو عدنان نے آگے بڑھ کر اس کے منہ سے کپڑا نکال دیا۔

"شکریہ... لیکن یہ شخص... یہ شخص کسی طرح قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ یہ مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ تم نے دیکھا اس نے میرے ہاتھوں کو جکڑتے ہوئے کتنی بے رحمی کا مظاہرہ کیا.. تمھارا خیال غلط ہے۔ تمھیں بھی اس نے بے وقوف بنانے کی کوشش کی ہے۔ یہ مجھ سے محبت نہیں کرتا، کر ہی نہیں سکتا۔"

کالگن اداکاری کرنے لگا۔ اس نے اپنی پیشانی پکڑ لی اور ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ پھر عدنان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "میرے دوست اس کی رسیاں کھول دو اور تم یہاں سے فرار ہو جاؤ۔ یہ میرے ساتھ جو بھی سلوک کرنا چاہے کر سکتی ہے۔ میں تو یہ چاہ رہا تھا، تم کسی مصیبت کا شکار نہ ہو۔ تم جو صرف میری وجہ سے اس مصیبت میں پھنس گئے ہو۔ کھول دو، اس کی رسیاں کھول دو۔"

عدنان نے آگے بڑھ کر نورینا کی رسیاں کھول دیں۔ نورینا کی آنکھوں سے اب باقاعدہ آنسو بہنے لگے تھے۔ کالگن کی ترکیب کام کر گئی تھی۔ اس نے معصوم نورینا کو بالآخر دوبارہ دام میں پھانس لیا تھا۔

"تم یہاں سے نکل جاؤ دوست مجھے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دو۔" کالگن نے سر جھکاتے ہوئے اُداس لہجے میں کہا۔ عدنان کو اس وقت وہ تھیٹر کا ایک اداکار ہی لگ رہا تھا۔ اُسے کالگن کی اداکاری پر ہنسی بھی آرہی تھی اور اس کے اعصاب پر رشک بھی کہ وہ ایسے حالات میں بھی لڑکیوں کو بے وقوف بنانے سے باز نہیں آرہا تھا۔

"تمھارے بغیر میرا یہاں سے جانا ممکن نہیں کالگن۔" عدنان بمشکل ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولا۔

نورینا ابھی تک اپنی کلائیاں مل رہی تھیں۔ عدنان کے جواب پر اس نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا۔ پھر جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں پہلے والی سختی نہیں تھی۔ "کیا پولیس تم لوگوں کے تعاقب میں ہے؟"

"ہاں... اور ہماری زندگی خطرے میں ہے۔" کالگن بدستور سر جھکائے ہوئے اُداس لہجے میں بولا۔

"کسی نے تمھیں یہاں داخل ہوتے تو نہیں دیکھا؟"

"نہیں... لیکن کاش ہم یہاں نہ آئے ہوتے۔ اس ذلت سے تو پولیس کی گولیاں ہی بہتر تھیں۔" کالگن اُٹھتے ہوئے بولا لیکن نورینا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دوبارہ بٹھا دیا۔

"نہیں، نہیں تم آرام کرو۔ میں تمھارے لیے کھانے پینے کی کچھ چیزیں تیار کرتی ہوں۔" اس نے کہا اور اُٹھ کر باہر نکل گئی۔ اس کے دروازے سے باہر قدم رکھتے ہی کالگن اپنی جگہ سے اُٹھا اور غم آلود لہجے میں بولا۔

"اس کی غلط فہمی بجا ہے دوست۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں کیسے حالات میں یہاں سے فرار ہوا تھا۔ کاش! جاتے ہوئے کسی بھی طرح اسے اطلاع دے دیتا۔" وہ گردن جھکا کر دروازے کی طرف بڑھا اور پھر اچانک اس نے دروازے کا ہینڈل پکڑ کر اسے کھول دیا۔ عدنان نے نورینا کو دروازے

کے عین سامنے دیکھ لیا تھا۔ کالگن کی چالاکی پر وہ عش عش کر اُٹھا۔ نورینا دروازے سے لگی اُن کی گفتگو سُننے کی کوشش کر رہی تھی۔ دروازے کے اچانک کھلنے سے اس کا رنگ ایک لمحے کے لیے اُڑ سا گیا تھا۔

"کافی پیو گے یا چائے؟" وہ گھبرا کر عدنان کی طرف دیکھتے ہوئے جلدی سے بولی۔

"جو کچھ بھی آپ پلا دیں مس نورینا۔"

"دونوں چیزیں موجود ہیں۔ میں یہی پوچھنے آئی تھی۔"

"تب پھر کافی ہی پلا دیں۔" عدنان مسکرا کر بولا اور وہ گردن جھکا کر باہر نکل گئی۔ کالگن کے ہونٹوں پر ایک شرارتی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"اس بات سے سبق سیکھو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اب وہ یقیناً مطمئن ہو گئی ہو گی۔"

"ہوں..." کالگن نے کہا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "کافی صرف کافی..."

"کیا مطلب...؟"

"تم اس کھڑکی کا پردہ سرکا کر کھڑے ہو جاؤ اور جب وہ کافی کے برتن یہاں رکھ دے تو تم اس جگہ آکر بیٹھ جانا۔ اب یہ تمھاری ذہانت پر منحصر ہو گا کہ تم کافی کس طرح اس بڑے گلدان میں گراتے ہو جو تمھارے برابر ہو گا۔ خبردار کافی کا ایک قطرہ بھی تمھارے حلق سے نہ اُترنے پائے۔ میں اپنے لیے یہ جگہ منتخب کرتا ہوں۔"

عدنان کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش پھیل گئے۔ "تو کیا تمھارے خیال میں وہ ہم سے فریب کرے گی؟"

"کافی پینے کے بعد وہ ہم سے آرام کے لیے کہے گی اور ہم آرام کرنے چلے جائیں گے۔ قدموں میں لغزش ضروری ہے۔ دو تین بار لڑکھڑا کر گرنے کی اداکاری بھی ضرور کرنا۔" کالگن نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ عدنان بدستور متعجب نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور کندھے جھٹک کر خاموش بیٹھا رہا۔

"برادرم۔" کالگن پھر بولا۔ "عورت پر کبھی بھروسہ نہ کرنا۔ ایز آ ایور پر بھی نہیں بس اب خاموش ہی رہنا۔ اس سے زیادہ گفتگو کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔"

تھوڑی دیر کے بعد نورینا ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آگئی۔ اس کا چہرہ اب بھی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ اندر آکر وہ خاموشی سے کافی بنانے لگی۔ اس نے تین پیالیوں میں کافی اُنڈیلی تھی اور پھر وہ ایک پیالی لے کر بیٹھ گئی۔ ٹرالی اتنی نزدیک تھی کہ وہ دونوں اپنی پیالیاں خود اُٹھا سکتے تھے۔

"اب اُس وقت تک یہاں سے نکلنے کا نام نہ لینا جب تک خطرہ ٹل نہیں جاتا۔" نورینا کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے بولی۔

"گویا تم مجھے معاف کر چکی ہو۔" کالگن نے خوش ہو کر کہا۔

"ابھی تو اس موضوع پر تم سے بات ہو گی۔" وہ بولی۔

▼▼

میگنیشیا عجیب سی نگاہوں سے مارلینو کو دیکھ رہی تھی۔ مارلینو کی آنکھوں میں شاید پہلی بار اس نے نمی دیکھی تھی۔ بالآخر اُس نے اپنے مصنوعی ہاتھوں سے آنسو خشک کیے اور بولا۔

"ہاں میگنیشیا اگر کوئی مجھے یقین دلا دے کہ میرا شیران زندہ ہے تو میں اسے اس کائنات کی ساری دولت دے دوں۔ جو کچھ میرے پاس ہے، وہ سب کچھ دے دوں لیکن میں اسے زندہ نہیں سمجھ سکتا۔ یہ جو کچھ ہے ایک کہانی معلوم ہوتی ہے۔"

"لیکن جناب اگر آپ اخبارات کی تمام خبریں پڑھیں تو احساس ہو گا کہ صورتِ حال کچھ عجیب سی ہے۔"

"تم خود سوچو میگنیشیا وہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے۔ کالی گھاٹی پانی کی جھیل بن گئی تھی۔ وہاں کوئی بھی زندہ نہیں بچا تھا۔ آخر شیران نے یہ سب کچھ کہاں رہ کر کیا ہو گا۔ کوئی جگہ تو ایسی ہوتی جہاں اس کے بچ جانے کے امکانات ہوتے۔"

"ایک بات آپ بھی ذہن نشین کریں جناب۔ شیران عام انسان نہیں تھا۔ وہ جنگلی وحشی اور نجانے کیا کیا تھا لیکن ذہین بھی تھا وہ۔ اگر ذہین نہ ہوتا تو اتنے عیّار لوگوں کو اس پر قابو پانے میں دانتوں پسینے نہ آجاتے۔ مجھے بتلائیے کون کون ذہین نہیں تھا۔ کیا دانی بھٹری ڈیپارٹمنٹ کی وہ تمام کارکن جو اپنے طور پر نجانے کیا کچھ تھیں۔ شیران کے خلاف صف آرا نہیں تھیں لیکن کیا ملا اُنھیں؟ پھر کیا شیران اتنا احمق تھا کہ کالی گھاٹی تباہ کرتے ہوئے اس نے اپنے تحفظ کا بندوبست نہیں کیا ہو گا؟"

"بے شک وہ احمق نہیں تھا میگنیشیا لیکن اُس وقت وہ اپنی دھرتی کی محبت میں دیوانہ تھا۔ وہ زندگی کی قیمت پر یہ سب کچھ تباہ کر دینا چاہتا تھا۔"

"ہمیں یہ بات نظر انداز نہیں کرنی چاہیے جناب، آپ خود سوچیے، آخر آپ اس بات پر کیوں مُصر ہیں کہ وہ شیران

"نہیں ہے؟"

"میگنیشیا اس دوران بہت کچھ ہو چکا ہے، ہو رہا ہے اور شاید ہوتا رہے گا، تمھیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ میرا ایک بہت ہی عزیز دوست، میرا ایک عظیم ساتھی، جو میرے حلیے میں خانقاہ میں عبادت کر رہا تھا، لاپتا ہو گیا ہے۔ اس کے اغوا کے لیے جو کچھ کیا گیا، مجھے اس کا اندازہ تو نہیں ہو سکا لیکن وہ صرف میرے تجربے کا شکار ہو گیا۔ وہ ہاراکاری کرنا چاہتا تھا، ایسی موت مرنا چاہتا تھا جو اُسے زندۂ جاوید کر دے اور شاید اُسے ایسی ہی موت نصیب ہوئی ہو گی مجھے یقین ہے کہ اُسے اغوا کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر تم ماضی میں جاؤ تو تمھیں یاد آئے گا کہ اس سے پہلے بھی کسی اور شخص کو شیران کی حیثیت سے دیکھا جا چکا ہے۔ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ ختم ہو چکا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اب اس بڑے ملک کا کون سا محکمہ ہمارے خلاف صف آرا ہے لیکن ایک بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ وہ لوگ شکست تسلیم کر کے بیٹھے نہیں ہوں گے۔ اُنھیں جس خسارے کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس نے انھیں مشتعل کر دیا ہو گا اور اب وہ پہلے سے زیادہ خوفناک کارروائیوں میں مصروف ہوں گے اور اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہ صرف میری تاک میں ہوں۔ فی الحال میں سمجھتا ہوں کہ انھیں میرے ذریعے بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں، وہ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کالی گھاٹی میں یہ تباہی کیوں کر ہوئی کیونکہ وہ یہ بات جانتے ہیں کہ پہاڑوں کے باسی کم از کم سائنسی ترقی سے ناآشنا ہیں اور ذہنی طور پر بھی اتنے آگے نہیں ہیں کہ کوئی باقاعدہ پلاننگ کر سکیں۔ ان کی تمام تر توجہ مجھ پر مبذول ہے میگنیشیا! میری چھٹی حس یہی کہتی ہے کہ وہ شیران نہیں ہو سکتا۔"

"اگر آپ اس حد تک پُراعتماد ہیں تو ظاہر ہے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"بدقسمتی تو یہی ہے میگنیشیا کہ میں پُراعتماد نہیں ہوں۔ اس نام سے اگر کوئی کتا بھی سڑکوں پر پھرتا نظر آئے تو میں اس کے لیے پاگل ہو جاؤں گا۔ میگنیشیا ایک بات بتاؤ، گریچر تو ان دنوں بنکاک میں ہے؟"

"جی ہاں جناب... وہ پہلے سنگاپور گیا تھا اور اس کے بعد بنکاک آ گیا ہو گا۔ یقینی طور پر وہ ان دنوں بنکاک میں ہو گا۔ اگر آپ حکم دیں تو میں گریچر سے رابطہ قائم کر دوں...؟"

"ہاں یہ ضروری ہے۔ کم از کم گریچر سے صحیح صورتِ حال کا اندازہ ہو جائے گا۔ اُس کی نگاہ بہت تیز ہے۔ وہ آسانی سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔" مارلینو نے کہا اور میگنیشیا اپنی جگہ سے اُٹھ گئی لیکن پھر چند لمحوں بعد ہی پلٹ آئی۔ اس کا چہرہ جوشِ مسرت سے سُرخ ہو رہا تھا۔ اس کے پیچھے گریچر بھی تھا۔ مارلینو گریچر کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"اوہ گریچر تم...؟"

"جی ہاں جناب میں... مجبوراً اپنا کام ادھورا چھوڑ کر یہاں آیا ہوں۔"

"کیا مجبوری تھی؟" مارلینو نے سوالیہ انداز میں اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے ذہن میں بگولے اُٹھ رہے تھے۔ وہ گریچر کی زبانی کچھ سننا چاہتا تھا۔

"اگر آپ نے اخبارات دیکھ لیے ہیں مسٹر مارلینو تو کم از کم آپ کو یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ شِش شیران...؟"

"گریچر اخبارات دیکھ لیے ہیں میں نے۔ تم نے جب وہاں پر یہ بات سُنی تھی تو کیا تم نے ان اڈوں کی نگرانی کرنے کی کوشش نہیں کی جہاں شیران کے نظر آنے کے امکانات ہو سکتے تھے؟"

"سو فیصد جناب۔ بھلا میں باز رہ سکتا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک مسلسل میں انھی کارروائیوں میں مصروف رہا ہوں اور مسٹر مارلینو، دو ہی باتیں ہیں۔ یا تو میں احمق ہو گیا ہوں، بوڑھا ہو گیا ہوں یا پھر میں نے جو کچھ دیکھا، وہ صحیح ہے۔"

"گریچر عقل سے خارج بات کر رہے ہو۔ کوئی شیران کے میک اپ میں یہ سب کچھ کر رہا ہو گا اور تم کہتے ہو کہ وہ شیران ہے۔"

"جنابِ عالی میں دعویٰ تو نہیں کر سکتا کیونکہ جو لوگ شیران کو منظرِ عام پر لا کر کچھ کرنا چاہتے ہیں، وہ احمق تو نہیں ہوں گے۔ کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہو گی اس کی...؟"

"گویا۔ گویا تمھارا مطلب ہے کہ شیران کو منظرِ عام پر لایا گیا ہے؟"

"سو فیصد... اور اس کا اندازہ گریچر سے زیادہ اور کون لگا سکتا ہے۔"

"کیوں، کیسے کہہ سکتے ہو تم یہ بات...؟"

"ان اڈوں پر شیران کے قبضہ کرنے کا تماشا دیکھ کر۔ شیران تنہا ہوتا ہے لیکن کچھ نامعلوم لوگ پوشیدہ رہ کر اُس کی مدد کرتے ہیں اور اگر شیران کو کوئی خطرہ درپیش ہوتا ہے تو وہ فوراً مداخلت کر کے اس خطرے کو دُور کر دیتے ہیں۔ تنہا شیران ہی یہ سب نہیں کر سکتا تھا۔"

"ہوں گڈ... تم ذہین ہو گریچر۔ میں جانتا ہوں تم ذہین

ہو لیکن تم جیسا زیرک آدمی اگر یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ شیران ہے تو پھر مجھے سوچنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔"

"جی ہاں جناب! میری عجلت میں یہاں آمد کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ تمام معاملات آپ کی توجہ چاہتے ہیں۔ آپ کو وہاں چلنا ہو گا مسٹر مارلینو۔" گریچر کی بات پر مارلینو کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"اگر وہ لوگ شیران کو وہاں لائے ہیں اور اُنھوں نے میرے نام پر یہ تمام کارروائی شروع کی ہے تو اس کا مقصد ہے کہ وہ مجھے منظرِ عام پر لانا چاہتے ہیں۔ یقیناً... کیا خیال ہے تمھارا گریچر، کیا وہ یہ نہیں چاہتے کہ شیران کا نام سُن کر میں دوڑتا ہوا بنکاک چلا آؤں...."

گریچر پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ "ہاں، اس بات کے امکانات ہو سکتے ہیں جناب۔ اگر شیران واقعی زندہ ہے اور کسی کے ایما پر یہ سب کچھ کر رہا ہے تو اس کا مقصد ہے کہ شیران کی اپنی شخصیت اس وقت پسِ پردہ چلی گئی ہے، وہ کسی کا آلۂ کار ہے یا بننے پر مجبور ہو گیا ہے۔"

"بشرطیکہ وہ شیران ہو...؟"

"ہاں بشرطیکہ وہ شیران ہی ہو... لیکن جناب اب اس سلسلے میں کیا کِیا جا سکتا ہے۔ آپ کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ ممکن ہے اس طرح ہمارے دشمن ہمیں منظرِ عام پر لانا چاہتے ہوں لیکن اُنھوں نے شیران پر قابو کس طرح پایا۔ یہ بھی ذرا سوچنے کی بات ہے۔"

"کیا تم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کن لوگوں کا آلۂ کار بنا ہوا ہے؟"

"افسوس جناب، میں اپنی ان کوششوں میں ناکام رہا ہوں۔ جب بھی میں نے اس سلسلے میں کوئی کوشش کی، کچھ ایسی پُراسرار قوتیں میرے آڑے آ گئیں جنھیں میں سمجھ نہیں پایا۔"

"ہوں، اس کا مطلب ہے کہ مجھے ہی جانا ہو گا۔" مارلینو نے کہا اور گریچر اور میگنیشیا نے اُس کی اس بات کی تائید کر دی۔

"ہاں آپ کو ضرور چلنا ہو گا جناب۔ کس حیثیت سے، اس کے لیے کوئی مناسب فیصلہ آپ ہی کر سکتے ہیں۔" گریچر نے جواب دیا اور مارلینو گردن ہلانے لگا۔

*

فرانس کے نواح میں سفید چٹانوں کا ایک حسین سلسلہ دُور تک چلا گیا تھا۔ سنگِ مرمر کے یہ پہاڑ بہت زیادہ وسیع علاقے میں نہیں پھیلے ہوئے تھے لیکن جہاں موجود تھے، وہاں عجب بہار دکھاتے تھے۔ ان کے دامن میں لمبی لمبی سبز گھاس کے وسیع خطے پھیلے ہوئے تھے۔ بائیں سمت ایک بلند و بالا پہاڑی سے آبشار بہہ رہا تھا جس سے بننے والی ندی زیادہ گہری نہیں تھی اور اس کی گہرائی میں پتھر بکھرے ہوئے صاف نظر آتے تھے۔ سبز گھاس میں یہ سفید چٹانیں بالکل ایسے ہی محسوس ہوتی تھیں جیسے کسی نے سبز مخمل کے فرش پر سفید موتی سجا رکھے ہوں۔

فرید خان کی نگاہیں دُور دُور تک بھٹک رہی تھیں۔ گھوڑے پر بیٹھی ہوئی حسین لڑکی کی آنکھوں میں محبت کے جذبات تھے۔ وہ گہری دلچسپی سے اس خوشنما منظر کو دیکھ رہی تھی شاید اس پورے علاقے میں اس سے زیادہ حسین جگہ اور کوئی نہیں تھی۔

"بس یہاں رُک جاؤ، فرید خان۔" لڑکی نے شیریں اور مترنم آواز میں کہا اور فرید خان نے گھوڑا روک دیا۔ "تم بھی تھک گئے ہو گے۔" وہ پھر بولی اور فرید خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تھکن کا لفظ ہماری لغت میں نہیں ہے میزولین۔" اس نے کہا اور میزولین گھوڑے سے کود آئی لیکن اچانک گھوڑے سے کودتے ہوئے وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی تھی۔ اگر فرید خان کا قوی ہیکل بازو اُسے سہارا نہ دیتا تو وہ گر ہی پڑتی۔ اس نے فرید خان کے شاخوں جیسے پھیلے ہوئے ہاتھ پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ سچ مچ یوں لگتا ہے جیسے کوئی درخت کی شاخ میرے سامنے آ گئی ہو، تمھارے بازو کتنے مضبوط ہیں فرید خان۔"

"انھی بازوؤں سے ہم اپنی دھرتی کی حفاظت کرتے ہیں میزولین۔" فرید خان نے جواب دیا اور میزولین کا مسکراتا ہوا چہرہ ایک لمحے کے لیے ماند پڑ گیا۔ فرید خان کی نگاہیں اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس نے میزولین کے چہرے کی اس تبدیلی کو دیکھا اور مسکرانے لگا۔ میزولین فوراً ہی سنبھل گئی۔

گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا گیا۔ فرید خان جانتا تھا کہ وہ جب بھی اُسے آواز دے گا، گھوڑا کہیں بھی ہو دوڑا چلا آئے گا۔ اس کے زیادہ دُور جانے کے امکانات نہیں تھے۔ اس کے بعد وہ حسین لڑکی کو جو گہرے سُرخ رنگ کے اسکرٹ میں ملبوس شعلۂ جوالہ بنی ہوئی تھی، ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھنے لگا... سنگِ مرمر کی ایک چٹان کے پاس پہنچ کر لڑکی نے اس پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔

"کیسی انوکھی اور حسین وادی ہے۔ ہواؤں میں ہر طرف اِک عجیب سی دلفریب خوشبو رچی ہوئی ہے۔ پہاڑوں سے گرتے ہوئے پانی کی آواز میں کتنی موسیقیت ہے جیسے جلترنگ بج رہے ہوں۔ لگتا ہے خدا نے دُنیا جہان کا سارا حسن یہاں سمو دیا ہے۔" وہ آنکھیں بند کیے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بول رہی تھی جیسے اُسے یہاں کے حسن نے، یہاں کی فضا نے اپنے سحر میں جکڑ لیا ہو۔

"کیا میں غلط کہہ رہی ہوں فرید خان؟" وہ فرید خان کو خاموش پاکر اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی۔ فرید خان جیسے چونک سا گیا۔ اس کا چہرہ انجانے جذبوں کی تپش سے چمک رہا تھا اور آنکھیں میرولین کی زلفوں کے پیچ و خم میں اُلجھی ہوئی تھیں۔

"ہاں! تم غلط کہہ رہی ہو ڈیئر!" وہ جذبات سے بھرائی آواز میں بولا۔

"کیا... ؟" میرولین کی آنکھوں میں حیرت کے آثار اُبھر آئے۔

"ہاں پیاری! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔ "یہ حسن مستعار لیا گیا ہے۔"

"کس سے؟" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولی۔

"تم سے جاناں!" فرید خان نے جھکتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ میرولین کھلکھلا کر ہنس پڑی لیکن فرید خان کے انداز میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ بدستور خوابناک لہجے میں بولتا رہا۔

"یہ جھیل تمھاری ان آنکھوں سے زیادہ گہری نہیں ہے میرو۔ اس جھیل میں کودنے والا تو شاید تیر کر ڈوبنے سے بچ جائے لیکن تمھاری آنکھوں میں ڈوبنے والا نہیں بچ سکتا۔ ہوائیں تمھاری زلفوں سے خوشبو چُراتی ہیں اور جسے تم جلترنگ کہتی ہو، وہ تو تمھاری ہنسی ہے۔ یقین جانو میرو! تمھاری آمد سے قبل یہاں کچھ نہ تھا۔ تم نے یہاں آکر فضاؤں کو دلکشی بخشی۔ اُنھیں بہار آشنا کیا۔ پھولوں کو مسکرانا سکھایا۔ تمھارے حسین سُرخ لبوں نے گلابوں کو...!"

"بس بس...!" میرولین نے شوخی سے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اُسے خاموش کر دیا۔ "میں تو سمجھتی تھی کہ پہاڑوں کے درمیان بسنے والوں کے دل بھی پتھروں کی طرح سنگلاخ ہوں گے، جہاں کبھی بھی محبت کی کونپل نہیں پھوٹ سکتی لیکن تم تو سر تا پیر تک جذبۂ عشق میں ڈوبے ہوئے ہو۔ ایسی شاعری کر رہے ہو تم کہ میں اب اپنے آپ کو آئینے میں دیکھ کر شرما جاؤں گی۔ تمھارا تو ہر انداز رومیو کا سا ہے۔ اب میں تمھیں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں اور تمھارے دل کی گہرائیوں تک پہنچ گئی ہوں۔" وہ اسے والہانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کاش میں شاعر ہوتا اور لفظوں میں اپنے جذبات کی تصویر کشی کر سکتا۔" فرید خان جذبات سے مغلوب آواز میں بولا اور میرولین کی آنکھیں آپ ہی آپ جھک گئیں۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"کیوں کیا بات ہے، پریشان ہو گئیں؟" فرید خان چونکتے ہوئے بولا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"میں تمھیں زندگی کے کسی فیصلے پر مجبور نہیں کر سکتا میرولین۔ اگر میری قربت تمھیں ناگوار گزرے تو براہِ کرم مجھے کہہ دینا۔ یوں بھی تم ہماری مہمان ہو، تمھارا احترام اور تمھاری ہر بات کا خیال رکھنا ہمارا فرض ہے۔"

"پلیز فرید خان! ایسی باتیں مت کرو۔ میں پریشان ہوں۔" میرولین نے کہا۔

"کیوں... کیوں پریشان ہو؟"

"پریشانی اسی بات کی ہے کہ جس لیے پریشان ہوں، وہ بات تمھیں نہیں بتا سکتی۔"

"تو پھر پریشان نہ ہو۔ اگر تم مجھے کوئی بات نہیں بتا سکتیں تو کوئی بات نہیں۔ میں تمھیں کبھی بھی اس کے لیے مجبور نہیں کروں گا اور خاص طور سے اس بات کے لیے جس کے لیے تمھیں پریشانی اٹھانا پڑے۔"

"ہاں... لیکن... لیکن پتا نہیں، تم بعد میں میرے بارے میں کیا سوچو۔ میں کئی دن سے سخت اذیت کا شکار ہوں فرید خان۔ یقین کرو کہ اتنی اُلجھن میں ہوں کہ بتا نہیں سکتی۔"

فرید خان خاموشی سے اُس کی صورت دیکھتا رہا۔ پھر دھیمے لہجے میں بولا۔ "تو کیا میرے بارے میں کوئی بات ہے میرولین؟ کیا میرا اظہارِ حقیقت تمھیں ناگوار گزر رہا ہے؟"

"نہیں..." وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "ایسی کوئی بات نہیں۔"

"پھر کون سی ایسی بات ہے جو تم مجھے نہیں بتانا چاہتیں۔ میں درحقیقت میرولین! تم سے کچھ کہتے ہوئے بعض اوقات عجیب سے احساس کا شکار ہو جاتا ہوں۔ یہ سوچتا ہوں کہ کہیں میں تمھاری طبیعت پر کوئی بار نہ بن جاؤں۔"

"ایسی باتیں مت کرو، پلیز ایسی باتیں مت کرو۔ یہاں آنے

کے بعد تو مجھ سے میرا سب کچھ چھن گیا ہے۔ میری شخصیت، میرا وقار اور نجانے کیا کیا...؟"

"پھر تم مجھ سے اجنبیوں کی مانند گفتگو کیوں کرتی ہو؟" فرید خان نے کہا۔

"بڑا نقصان ہو جائے گا فرید خان۔ تمھارا بھی اور میرا بھی..."

"میرولین اب تم مجھے دُکھ آشنا کر رہی ہو۔ کوئی ایسی بات ہے جو تم مجھ سے کہنا بھی چاہتی ہو اور کہتی بھی نہیں ہو۔ کیا اس طرح میری شخصیت بدنما نہیں ہو جاتی ہے۔ کیا میں یہ محسوس نہیں کر سکتا کہ تمھارے اور میرے درمیان ایک حد ہے۔ میرولین میں نے تو اپنی زندگی کی تمام حدیں تمھارے لیے توڑ دی ہیں۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میرا بھائی نعمان خان بہت سخت گیر انسان ہے۔ چونکہ تمھاری بہن ارادت خان کی بیوی ہے اور ارادت خان ہمارے لیے ایک بہت محترم شخصیت ہے۔ اس لیے میرے اور تمھارے اس ملاپ کو بُری نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ تاہم میں نہیں کہہ سکتا کہ تمھیں حاصل کرنے کے لیے مجھے زندگی کے کتنے دُکھ اُٹھانے پڑیں گے۔ میرولین کیا ایک دُوسرے سے اتنا اجتناب برت کر ہم ایک دُوسرے کے لیے اتنا بڑا ایثار کر سکتے ہیں۔ تم اگر چاہو تو میری ان تمام فضول باتوں کے جواب میں مجھ سے بہ آہستگی کہہ سکتی ہو کہ فرید خان ان تمام احساسات کو ذہن سے نکال دو۔ اس جذبے کو دِل کی گہرائی میں دفن کر دو جو تمھارے سینے میں پیدا ہُوا ہے۔ یقین کرو، میں تم سے کوئی شکایت نہیں کروں گا۔"

میرولین کی آنکھوں میں شدید اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ وہ کافی دیر تک خاموشی سے گھاس کی پتیاں اپنی مخروطی اُنگلیوں سے نوچتی رہی۔ پھر اُس نے گردن اُٹھا کر فرید خان کی طرف دیکھا اور بولی۔

"ابھی وقت ہے فرید خان! مجھے کچھ اور سوچنے کا موقع دو۔ کچھ اور سوچ لوں میں..."

"یقیناً اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے جس کے لیے تم اُلجھی ہوئی ہو تو بہتر ہے کہ سوچنے سمجھنے کے بعد مجھ سے اس موضوع پر بات کر لو۔ میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔"

"فرید خان کیا کسی کی زندگی تباہ کر کے اپنی زندگی بنانا ایک اچھا کام ہے؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔ اگر کسی کی زندگی تباہ ہو رہی ہے اور اپنا صرف معمولی سا کام ہو رہا ہے تو انسان کو کبھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ وہ دُنیا کا بدترین انسان ہوتا ہے جو دُوسروں کی زندگی داؤ پر لگا کر اپنے آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کرے۔"

"اور اگر کچھ بدترین لوگ کچھ نیک انسانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہوں تو...؟"

"اگر اس بارے میں تمھیں علم ہو جائے تو پھر یہ تمھارا فرض ہے کہ اُن نیک انسانوں کی بھرپور مدد کرو خواہ اس کے لیے تمھیں کتنی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ انسانیت کے کچھ اصول ہوتے ہیں میرولین! یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اپنے معمولی مفادات کے لیے اپنے جیسے انسانوں کو تکلیف کا شکار ہونے دے۔ میرے خیال میں ایسے لوگ دُنیا کے بدترین لوگ ہوتے ہیں۔" فرید خان نے جواب دیا۔

"اگر میں بھی ایسی ہی نکلوں فرید خان تو...؟" میرولین نے سوال کیا اور فرید خان اُسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"دیکھو میرولین، میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میرے دل میں تمھارے لیے ایک خاص جذبہ پیدا ہو چکا ہے۔ درحقیقت میں اس بات کے اعتراف میں کوئی عار نہیں سمجھتا کہ میں دُنیا میں سب سے زیادہ تمھیں چاہنے لگا ہوں لیکن انسانی قدروں کو میں کبھی نظرانداز نہیں کر سکتا۔ اگر تم کسی ایسے جرم کی مرتکب نکلیں تو مجھے معاف کرنا شاید میں خود ہی تمھیں موت کی نیند سُلا دُوں۔ شاید میں تمھیں ایسا پاکر خودکشی کر لوں کیونکہ تمھارا میری زندگی سے گہرا تعلق پیدا ہو چکا ہے۔"

فرید خان نے یہ بات ایسے لہجے میں کہی تھی کہ میرولین مضطرب ہو گئی۔ اُس نے آگے بڑھ کر فرید خان کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا اور فرید خان نے اس کے ہاتھ کو ہلکا سا بوسہ دے کر چھوڑ دیا۔

"تم جس قدر حسین ہو میرولین، میں جانتا ہوں کہ تمھارا دل بھی اتنا ہی حسین ہے۔ اس حسین دل میں کون سی اُلجھن مچل رہی ہے مجھے بتا دو، میں تمھارا ساتھی ہوں۔ کوئی ایسا مشورہ دُوں گا تمھیں جو تمھارے حق میں بھی بُرا ثابت نہ ہو۔"

"میں... میں... میں ایک ایسی شخصیت سے غداری کر رہی ہوں فرید خان جس نے مجھے زندگی کی ہر آسائش دی۔ میری شخصیت کو جلا بخشی لیکن میں تمھاری چاہت میں ڈوب کر خودغرض ہو گئی ہوں۔ ہو سکتا ہے میرے اس عمل کو تم تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھو لیکن یہی عمل کسی کے لیے نقصان دہ بھی ہو گا لیکن میں اس کے لیے مجبور ہوں۔ فرید خان! میں تمھیں اندھیرے

میں نہیں رکھ سکتی۔" میزولین کی آواز رُندھ گئی اور وہ دُور فضاؤں میں کسی غیر مرئی نقطے کو گھورنے لگی۔ یُوں لگتا تھا جیسے وہ شدید کشمکش میں مُبتلا ہو اور کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہی ہو۔

فرید خان نے بغور اس کے چہرے پر پھیلے تاثرات کا جائزہ لیا اور پھر اسے دلاسا دیتے ہُوئے بولا: "میزولین میں تمھیں مجبور نہیں کر رہا لیکن اگر تمھارا ضمیر، تمھارا دل کسی ایسی بات کے انکشاف کے لیے چاہتا ہے تو براہِ کرم اپنے ضمیر کا کلامت گھونٹو اور اگر تم محسوس کرتی ہو کہ جس کے خلاف تم کوئی بات کہہ رہی ہو، اس کی دل آزاری ہوگی تو تم خاموش رہو۔ میں تمھیں کسی بھی طور مجبور نہیں کرنا چاہتا۔"

"فرض کرو فرید خان! اگر حالات نے تمھیں مجھ سے دُور کر دیا تو...؟" وہ بدستور خلاؤں میں گھورتے ہُوئے بولی۔

"کیا ایسی کوئی بات ہے؟"

"ہاں فرید خان... نعمان خان تمھارا بھائی ہے اور بادشاہ خان تمھارا تایا۔ یہی بات ہے نا؟"

"ہاں لیکن اس وقت ان دونوں کا تذکرہ...؟"

"اس لیے فرید خان!" میزولین نے اس کی بات کاٹی۔ "اس لیے کہ میری بہن فیری ایک بہت بڑے ملک کی آلۂ کار ہے۔" میزولین اُس کی آنکھوں میں جھانکتی ہُوئی بولی اور گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ فرید خان کا چہرہ ایک لمحے کے لیے سرخ ہوگیا تھا۔ یہ بات تو وہ اسی وقت سمجھ گیا تھا جب میزولین یہاں اُترتے ہُوئے اچانک ہی سنجیدہ ہوگئی تھی اور اُس کی آنکھوں سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ شدید کشمکش میں مُبتلا ہو۔ فرید خان جانتا تھا کہ کوئی چیز اندر سے اُسے بے چین کر رہی ہے اور فرید خان نے اس جذبے کو پُوری طرح ہوا دی تھی۔ اس کا میزولین سے قریب ہونے کا اصل مقصد بھی یہی تھا۔ یہ ڈیوٹی نعمان خان نے لگائی تھی اور اسے سخت ہدایت تھی کہ اسے ہر حال میں یہ کام انجام دینا ہے لیکن فرید خان نے محسوس کیا تھا کہ نعمان خان اسے یہ ہدایت کرتے ہُوئے ہچکچاہٹ کا شکار ہے۔

"ایسی کیا بات ہے لالہ!" فرید خان نے متعجبانہ لہجے میں پوچھا تھا: "آپ اگر مجھ سے کام لینے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو اس میں اتنے اُلجھے ہُوئے کیوں ہیں؟"

"فرید خان دراصل... دراصل میرے ذہن میں ایک شُبہ جنم لے رہا ہے...... ارادت خان جو بظاہر بڑے خلوص سے ہمارے ساتھ آکر شامل ہُوا ہے، ایک ذہین زیرک اور تعلیم یافتہ آدمی ہے اور اس کی موجودگی بلاشبہ اگر مخلصانہ ہو تو ہمیں بڑے فائدے پہنچا سکتی ہے لیکن نجانے کیوں میری چھٹی حس بار بار مجھے کہتی ہے کہ ارادت خان اپنی باتوں میں مخلص نہیں ہے۔ وہ کسی منصُوبے کے تحت یہاں آیا ہے۔ تم بچے نہیں ہو فرید خان، ہم پر جو گزر چکی ہے، اچھی طرح جانتے ہو تم اور آنے والے وقت سے بھی تم غافل نہیں ہوگے۔ تم جانتے ہو کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ایک بہت بڑے خطرے کے پیشِ نظر ہو رہا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص مستعد ہے اور جو کچھ ہم گنوا چکے ہیں، اسے دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ہمیں جتنی سخت جدوجہد کرنی ہوگی اس کا بھی تمھیں اندازہ ہوگا فرید خان... ارادت خان کی اچانک یہاں آمد اور اس کے ساتھ دو غیر ملکی خواتین کی موجودگی، بظاہر کوئی خاص بات نہیں لگتی، چونکہ ارادت خان برمانہ قبیلے کا ایک معزز رکن ہے، لیکن فرید خان مجھے شبہ ہے کہ ارادت خان نیک نیتی سے یہاں نہیں آیا۔ کیا وہ کسی کا آلۂ کار ہے۔ ممکن ہے، ایسا ہی ہو اور اسی بات کا پتا لگانے کے لیے میں تمھاری خدمات حاصل کرنا چاہتا ہُوں۔"

"کیا آپ مجھے اس قابل پاتے ہیں لالہ جان؟"

"ہاں، میں اس سلسلے میں تمھارے سامنے ایک منصُوبہ پیش کرنا چاہتا ہُوں۔ وہ یہ کہ تمھیں ارادت خان کی سالی یعنی میزولین سے دوستی پیدا کرنی ہے۔ تمھیں ہر ممکن کوشش کرنی ہے کہ میزولین تمھاری گرویدہ ہو جائے اور اگر تم اسے اس نہج پر لے آئے کہ وہ اپنا پرایا بھُول کر تمھیں حقیقت بتانے پر تل جائے تو میں سمجھتا ہُوں کہ یہ تمھارا ایک اہم کارنامہ ہوگا۔" نعمان خان کے مُنہ سے اس قسم کے الفاظ سُن کر فرید خان کے چہرے پر شرم کی سُرخی دوڑ گئی تھی۔ وہ ایک عرصہ یورپ میں گزار کر بھی اتنے بے تکلف نہیں ہُوئے تھے کہ آپس میں اس قسم کی گفتگو کر سکتے لیکن بہرحال نعمان خان نے جو کچھ کہا تھا، فرید خان کو اسی کے مُطابق عمل کرنا تھا۔ میزولین کو اس نے ایک بار دیکھا تھا اور اس کے ذہن میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ بلاشبہ یہ لڑکی بے حد حسین ہے اور کوئی بھی اس کی آرزو کر سکتا ہے۔ اب اس طرح کی اجازت پا کر اس کے دل میں عجیب طرح کے احساسات پیدا ہو گئے تھے۔ بہرحال وہ ایک فریضے کی ادائیگی کے لیے میزولین تک پہنچا تھا لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ میزولین کی سادگی، اس کی معصُومیت اُس کے حسن کی پرستاری نے فرید خان کو نجانے کون کون سے جہانوں کی سیر

کرا دی تھی اور اب اپنے دل میں وہ میزولین کے لیے بہت بڑی جگہ پا رہا تھا لیکن یہ احساس اُسے ہمیشہ مضطرب کر دیتا تھا کہ میزولین کسی بھی طور اس کے وطن کے خلاف کسی سازش سے منسلک ہے۔ اُس کے دل سے یہی آواز اُبھرتی تھی کہ خدا کرے ارادت خان ایسا انسان نہ ہو۔ خُدا کرے یہ دونوں بہنیں کسی سازش میں ملوث نہ ہوں اور اس وقت میزولین کی زبانی یہ سب کچھ سُن کر اسے اپنے پیروں تلے سے زمین کھسکتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے میزولین کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ وہ بدستور اسی طرح آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف و دہشت کے آثار منجمد تھے۔ اس کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ تب فرید خان آگے بڑھا اور اس نے میزولین کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔

"میزولین! کوئی بھی ایسی بات جو تم مجھے نہ بتانا چاہو، براہِ کرم مجھے نہ بتاؤ، جو کچھ تم نے کہا ہے۔ اُس نے مجھے حیران کر دیا ہے، کیا یہ حقیقت ہے؟" اس نے عجیب سے انداز میں اُس سے پُوچھا۔

"ہاں... فرید خان، میری بہن ایک بہت بڑے مُلک کی آلۂ کار ہے، وہ اس ملک سے باقاعدہ تنخواہ پاتی ہے اور اس کے لیے عمومًا کام کرتی رہتی ہے۔ میں نہیں جانتی کہ کب کیوں اور کس طرح وہ کسی ملک کی آلۂ کار بنی۔ یہ تمام باتیں مجھے نہیں معلوم فرید خان... لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کی یہاں آمد خالی از علت نہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے فرید خان کہ اس نے ارادت خان سے شادی اپنی پسند یا اپنی مرضی سے نہیں کی، البتہ شادی کے بعد وہ ارادت خان سے بہت مطمئن اور بہت خوش ہے لیکن سچ بات یہ ہے کہ اسے اس شادی کے لیے مجبُور کیا گیا تھا۔ میری بہن بہت سی باتیں مجھ سے نہیں چھپاتی۔ ارادت خان سے شادی کرنے کے بعد ایک دن اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ارادت خان کے وطن چلنا چاہتی ہُوں تو اس کے ساتھ چل سکتی ہُوں۔ اس کے لیے یہ بے حد ضرُوری ہے لیکن وہ مجھے مجبُور نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اُس نے مجھے پُوری کہانی سُنائی تھی، فرید خان! اس نے کہا تھا کہ وہ ارادت خان کے مُلک جا کر وہاں اپنے مالکان کے لیے یا اپنی تنظیم کے لیے کچھ کام کرنا چاہتی ہے اور اسی وقت اُس نے مجھے تفصیل بتائی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہاں جا کر وہ بہت سے کام کرنے کی خواہش مند ہے اور ارادت خان اس سلسلے میں اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہے حالانکہ وہ ایک محبِ وطن آدمی ہے۔ اپنے ملک سے دُور رہ کر بھی وہ اپنے وطن سے محبت کرتا ہے لیکن میں نے اُسے مجبُور کر دیا ہے کہ وہ پہاڑوں میں چل کر مجھے کام کرنے کا موقع دے۔ میری بہن فیری نے مجھ سے کہا تھا فرید خان کہ اگر میں چاہُوں تو یہیں رہ کر اس کی واپسی کا انتظار کر سکتی ہُوں۔ اُس نے کہا تھا کہ اسے اندازہ نہیں کہ پہاڑوں میں اسے کتنا وقت لگ جائے گا۔ ممکن ہے یہ وقت کئی سالوں پر محیط ہو یا ممکن ہے چند ماہ ہی میں اس کا کام ہو جائے۔ تب میں نے اس سے ضد کی کہ میں بھی اس کے ساتھ ہی چلوں گی۔ خواہ صُورتِ حال کچھ بھی ہو۔ اس وقت مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی فرید خان کہ وہ کیا کرنے جا رہی ہے یا میرا بہنوئی اور بہن کس معاملے میں ملوث ہیں۔ چنانچہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے آئی۔ یہاں آنے کے بعد میں نے ان حسین مرغزاروں کو دیکھا۔ کوئی احساس نہ اُبھرا میرے ذہن میں سوائے اس کے کہ یہ بہت خوبصُورت جگہ ہے، یہاں کی زندگی، یہاں کا ماحول مجھے بے حد پسند آیا تھا اور پھر اس ماحول میں تم میرے نزدیک آ گئے۔ فرید خان... اور جب تم میرے نزدیک آ گئے تو میرے ذہن میں تبدیلیاں آ گئیں۔ میں نے اس سے قبل جس بات پر ذرا بھی توجہ نہیں دی تھی، میں اس کے بارے میں مسلسل سوچتی رہی ہُوں اور انتہائی پریشان ہُوں۔ بمشکل تمام میں نے اپنے آپ کو آج تک باز رکھا ہے فرید خان۔ میرا دل بار بار چاہا کہ میں تمھیں اس بارے میں سب کچھ بتا دوں لیکن میرے ذہن میں میری بہن بھی آ جاتی تھی۔ تمھارے وطن کی غدار، تمھارے وطن کے بارے میں معلُومات حاصل کرنے کے لیے آنے والی، سمجھے فرید خان۔ اگر میں یہ سب کچھ تمھیں نہ بتاتی اور تمھیں کوئی نقصان پہنچ جاتا تو میں شاید اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر پاتی۔ اب میں نے یہ سارا مُعاملہ تمھارے سامنے رکھ دیا ہے، تمھیں فیصلہ کرنا ہے فرید خان کہ کیا کرو گے۔ اگر تمھیں اپنے وطن سے بہت زیادہ محبت ہے، اگر تم اپنی دھرتی کے خلاف کوئی سازش برداشت نہیں کر سکتے تو تمھارا جو دل چاہے کرو۔ میں خود بھی اپنے آپ کو مجرم کی حیثیت سے پیش کرنے کے لیے تیار ہُوں کیونکہ میں فیری کی بہن ہُوں...؟"

میزولین کی آنکھوں سے آنسُو بہہ رہے تھے اور وہ جذب کے عالم میں یہ تمام باتیں کہے جا رہی تھی۔ فرید خان کا چہرہ تصویرِ حیرت بنا ہُوا تھا، تھوڑی دیر تک وہ بالکل خاموش رہا، کچھ بول نہیں سکا تھا۔ وہ حقیقت سامنے آ گئی تھی جس کے لیے نعمان خان نے اسے مقرر کیا تھا۔ وہ نعمان خان کی ذہنی صلاحیتوں کا

معترف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نعمان خان بامل ہونے کے ساتھ انتہائی خطرناک بھی ہے۔ اس دوران وہ اپنے وطن کے لیے جو کچھ کر چکا تھا اس کا اندازہ بھی فرید خان کو تھا اور فرید خان کو یہ اندازہ بھی تھا کہ فیری کے مجرم ثابت ہو جانے کے بعد ان تینوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ وہ دیر تک اُلجھا رہا۔ میرولین کے آنسو خشک ہو گئے تھے اور اب وہ گردن جھکائے بدستور گھاس کی پتیوں کو نوچ رہی تھی۔ تب فرید خان نے کہا۔

"میرولین... تم نے جو ایثار کیا ہے، وہ رائیگاں نہیں جائے گا۔ درحقیقت جس کشمکش کا شکار تم تھیں، اس کا شکار اب میں بھی ہو گیا ہوں۔ بات تمھاری بہن، بہنوئی اور تمھاری ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ غداروں کے لیے کیا سزا مقرر کی جائے گی لیکن میرولین ایک وعدہ کرتا ہوں... اگر یہ سزا ان دونوں کو دی گئی تو تمھیں اس میں شریک نہیں کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ شاید اور میں کچھ نہ کر سکوں گا میرولین، میری مجبوریوں کو ذہن میں رکھنا۔ تم اگر چاہو تو جب تک تم کہو گی، میں اس سلسلے میں اپنی زبان بند رکھوں گا۔ تم اپنی بہن اور بہنوئی کو لے کر یہاں سے چلی جاؤ۔ میں تمھیں گرفتار کرانے کی کوشش نہیں کروں گا لیکن میرولین اگر مجھے چاہتی ہو، اگر میرے لیے کوئی ایثار کرنا چاہتی ہو تو براہِ کرم اس سلسلے میں تمھیں کچھ مزید کام کرنے ہوں گے۔"

میرولین... چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"مزید کام؟ کیسا کام...؟"

"تم نے جس سازش کا انکشاف کیا ہے، میرولین، تمھیں اس کا مکمل طور پر سُراغ لگانا ہوگا۔ یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ لوگ یہاں کیا کرنا چاہتے ہیں؟" فرید خان نے کہا اور میرولین پریشان نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ وہ یہاں کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"کیا...؟" فرید خان آہستہ سے بولا۔

"ہاں... مجھے معلوم ہے۔ سارا کھیل ہی بگڑ جائے گا فرید خان، سارا کھیل ہی بگڑ جائے گا۔ جو کچھ وہ کرنا چاہتے ہیں، اگر اس میں کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد تم بھلا مجھے کیا معاف کرو گے۔ تم کیا... تمھاری جگہ کوئی بھی محبِ وطن ہو تو مجھے معاف نہیں کرے گا۔ یہ فریب ہوگا۔ تمھارے ساتھ صرف فریب..."

"اگر تمھیں معلوم ہے میرولین تو مجھے بتا دو۔" فرید خان نے کہا اور میرولین نے ایک بار پھر دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا۔ وہ بے حد پریشان نظر آرہی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ اس کی گہری گہری سانسیں اُبھر رہی تھیں اور اس کے بدن کی کپکپاہٹ اور بڑھ گئی تھی۔

"میں تمھیں مجبور نہیں کر رہا پیاری۔ یہ سب کچھ تمھارے دل سے تعلق رکھتا ہے۔ بتا دو، براہِ کرم مجھے بتا دو، یہ احساس زندگی میں پہلی بار میرے سینے میں اُبھرا ہے کہ کوئی میری زندگی کا ساتھی ہے۔ اگر مجھے تمھارے سلسلے میں مایوسی ہوئی میرولین تو شاید میں پھر کبھی کسی سے محبت نہ کر سکوں۔" فرید خان نے یہ بات کچھ ایسے لہجے میں کی کہ میرولین بے اختیار ہو گئی۔ اس نے بے چین نگاہوں سے فرید خان کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"نہیں فرید خان، تمھاری محبت اب میری زندگی میں بہت گہرائی تک اُتر چکی ہے۔ میں تمھارے لیے اب سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ سنو فرید خان، ارادت خان اور فیری یہاں چند لوگوں کو اغوا کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ان میں تمھارے تایا بادشاہ خان، تمھارا بھائی نعمان خان، اُن کی بیوی آئیوی اور مزید چند افراد ہیں۔ ان لوگوں کو کسی بابا پیر نامی جگہ سے اغوا کیا جائے گا۔ بابا پیر کوئی ایسی مقدس جگہ ہے۔ تمھارے علاقے میں جہاں لوگ زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ وہاں سالانہ زیارت ہوتی ہے اور اس وقت جرگوں کے بڑے بڑے سردار اور ایسے تمام لوگ وہاں پہنچتے ہیں، جو زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ تمھارے بھائی، تمھارے تایا اور دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی یہی اطلاع ہے اُن کے پاس کہ یہ لوگ بھی باقاعدہ زیارت کو جاتے ہیں۔ بابا پیر کے بائیں جانب ایک درّہ ہے۔ شاید کوئی تنگ درّہ جو کسی ایسی جگہ جا کر کھلتا ہے جہاں کوئی مسطح میدان ہے۔ اس مسطح میدان میں ایک ہیلی کاپٹر مقررہ وقت پر پہنچ جائے گا۔ ویسے وہاں چند افراد موجود ہیں جن کا رابطہ ارادت خان اور فیری سے ہے۔ وہ لوگ مسلسل اس سلسلے میں میری بہن کو ہدایات دیتے رہتے ہیں۔" فرید خان حیرت سے یہ کہانی سُن رہا تھا اور اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

⁂

نورینا کو شاید اس چالاکی کی اُمید نہ تھی۔ اس لیے اُس نے ان دونوں پر کوئی توجہ نہ دی۔ وہ اپنی کافی کے گھونٹ لے رہی تھی۔ عدنان سوچ رہا تھا کہ اگر کانگن کے خیال کے مطابق نورینا نے انھیں کافی میں بے ہوشی کی دوا دی ہے تو وہ خود کافی کیسے پی رہی ہے۔ بہرحال کانگن پر اسے اعتماد تھا۔ یہ شخص بے حد چالاک تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ باہر نکل کر نورینا نے اُن کی گفتگو سُننے کی

کوشش کی تھی اور پکڑے جانے پر اس نے نہایت چالاکی سے بات بنا دی تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر اسے کافی ضائع کر دینا پڑی حالانکہ اس وقت اُسے کافی کی شدت سے طلب ہو رہی تھی۔

"بہتر ہے تم لوگ آرام کرو۔ آؤ میں تمہیں دُوسرے کمرے میں پہنچا دُوں۔" نورینا نے کہا۔ یہ الفاظ بھی کانگن کی پیش گوئی کے مُطابق تھے

"آں... ہاں آرام... ڈیئر نورینا... یہ کافی کیسی تھی؟" کانگن نے گردن جھٹکتے ہُوئے کہا۔

"کیوں پسند نہیں آئی؟" نورینا مسکرا کر بولی۔

"بہت اچھی تھی لیکن ــ" کانگن لڑکھڑاتے ہُوئے لہجے میں بولا۔

"چلو آرام کرو... آؤ..." وہ اُٹھ گئی۔ عدنان کو بھی مجبوراً اداکاری کرنا پڑ رہی تھی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے باہر نکل آئے اور نورینا نے اُنھیں ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ کانگن تو فرش پر ہی ڈھیر ہو گیا تھا۔ البتّہ عدنان مسہری تک پہنچ گیا۔

اب عدنان کو یقین ہو گیا تھا کہ کانگن کا کہنا غلط نہیں تھا۔ اس کے فرش پر گر جانے سے نورینا کو حیرت نہیں ہُوئی بلکہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ عدنان خُود بھی مسہری پر بے ترتیب سا لیٹ گیا۔ نورینا باہر نکل گئی تھی۔

باہر سے دروازہ بند ہونے کی آواز صاف سُنی گئی تھی۔

جب قدموں کی آواز معدُوم ہو گئی تو عدنان نے کانگن کو آواز دی۔

"کیا تم واقعی کافی کے کچھ گھونٹ پی گئے ہو؟"

"میں صرف خُون کے گھونٹ پی رہا ہُوں۔ کمال ہے یار ایک لڑکی بھی ایسی نہیں نکلی آج تک جو اپنی صنف کے بارے میں کچھ خیالات بدل دیتی۔" کانگن اُٹھ کر فرش پر بیٹھ گیا۔

"بڑے بھائی وہ ہمیں بند کر گئی ہے۔" عدنان نے کہا۔

"اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ ایسے بند دروازے کھولنے کی مجھے بہت مشق ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کیا جائے؟"

"یہاں سے چُپ چاپ نکل چلو۔"

"یہ کانگن کی توہین ہے۔ اس لڑکی کو سزا ملنا ضرُوری ہے اور میں اسے سزا دیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔" کانگن نے ضدی لہجے میں کہا۔ "اس کے علاوہ ہمیں اس وقت ایک محفوظ پناہ گاہ درکار ہے اور اس سے زیادہ محفوظ پناہ گاہ... ٹھہرو پہلے یہ دیکھ لیں کہ وہ خاتون کیا کر رہی ہیں؟"

عدنان خاموشی سے کانگن کی کارروائی دیکھنے لگا۔ کانگن نے جیب سے ایک چھوٹا سا نیل کٹر نکالا اور پھر اس کے کچھ کھٹکے دبا کر اس میں سے ایک باریک سی اسپرنگ راڈ باہر نکال لی۔ اسپرنگ راڈ کی ہول میں ڈال کر اُسے گھمانے لگا اور پھر صرف چند سیکنڈ میں اس نے دروازہ کھول دیا۔ ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اس نے دروازے کا پٹ کھول لیا اور پھر عدنان کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے باہر نکل آیا۔ اب دونوں دبے قدموں آگے بڑھتے ہُوئے نورینا کو تلاش کر رہے تھے۔

"اوہ گڈ... یُوں لگتا ہے جیسے مس نورینا کہیں باہر چلی گئی ہیں۔ میرے خیال میں یہ لڑکی ہم سے بہترین تعاون کر رہی ہے۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔" عدنان نے پیشانی مسلتے ہُوئے کہا۔

"عورت بہت مشکل سے سمجھ میں آتی ہے میرے دوست۔" کانگن نے کہا اور پھر وہ ایک جگہ رُک کر بولا۔ "اس جگہ کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟" عدنان نے اس کے اشارے پر دیکھا۔ کچن کے اُوپر ایک اسٹور جیسی جگہ بنی ہُوئی تھی جس میں سلائیڈنگ دروازے لگے ہُوئے تھے۔ عدنان کچھ نہ سمجھ سکا لیکن کانگن نے وہ دروازہ ہٹایا تو اُس کے حلق سے بچّوں کی سی قلقاری نکل گئی "واہ! یہ جگہ ہمارے لیے بہترین ہے۔" وہ چھوٹے سے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ "دونوں کے لیے کافی ہے۔ ذرا اُوپر آ کر دیکھو..."

عدنان اُوپر چڑھ گیا۔ اسٹور کی جگہ پُورے کچن پر پھیلی ہُوئی تھی اور اس میں اتنی گنجائش تھی کہ دونوں اس میں لیٹ سکیں۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے کانگن کو دیکھا۔

"ہم لوگ یہاں آرام کریں گے۔" کانگن ٹانگیں پھیلا کر لیٹتے ہُوئے بولا۔

"کب تک؟"

"جب تک ضرُورت ہو۔"

"اب یہ سارے معاملات تم ہی دیکھو گے کانگن۔ نہ جانے تم بے چاری نورینا کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔"

"بے چاری...!" کانگن نے غراتے ہُوئے لہجے میں کہا: "اس بے چاری کے ساتھ میں نے بہت رعایت برتی تھی لیکن اب ...آؤ..." وہ نیچے کُود گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کانگن کیا کرتا پھر رہا ہے۔ دروازے، الماریاں وغیرہ کھولنا اس کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔ اس نے نورینا کی خواب گاہ کی الماریاں کھول

ڈالیں۔ ان میں سے لباس اور قیمتی چیزیں نکال کر باہر بکھیر دیں اور پھر اس کے قیمتی زیورات کا بکس نکال لیا۔

"اس کا کیا کرو گے؟" عدنان نے تعجب سے پُوچھا۔

"سزا...!" کانگن نے جواب دیا۔

"اوہ... یہ ڈاکہ زنی ہے۔"

"اے مسٹر پہاڑی... میں ڈاکو نہیں ہُوں۔ یہ ساری چیزیں میں اس کے مُنہ پر مار دُوں گا لیکن چند ذہنی جھٹکے اس کے لیے ضرُوری ہیں۔ آؤ اب آرام کریں۔ ہاں ذرا کچن چیک کر لیں۔ دیکھیں اس میں ہماری ضرُورت کا کتنا سامان موجُود ہے؟"

کچن میں بہت کچھ تھا بسکٹوں کے چند ڈبے، پنیر اور دُوسری چند چیزیں لے کر کانگن باہر نکل آیا اور اب اُس نے بیرُونی دروازے کا رُخ کیا تھا۔ اپنی ماسٹر کی سے اُس نے یہ دروازہ بھی کھول لیا۔ باہر جھانکا اور پھر دروازہ بند کر کے واپس آ گیا۔

"شاید اس کا فون خراب ہے ورنہ پولیس کو اطلاع دینے کے لیے اسے باہر نہ جانا پڑتا۔ بہر حال یہ ہمارے حق میں بہتر ہُوا ہے۔ آجاؤ اس سے زیادہ آزادی مناسب نہیں ہے۔" چند لمحات کے بعد دونوں اپنی خُفیہ پناہ گاہ میں داخل ہو گئے۔ کانگن اطمینان سے لیٹ گیا تھا۔ اُس نے تھوڑا سا دروازہ کھلا رکھا تھا تاکہ باہر کی آوازوں سے باخبر رہے۔

"اور اگر پولیس اس طرف متوجہ ہو گئی تو...؟"

"بنکاک پولیس...؟" کانگن نے آہستہ سے کہا۔ "بڑے اچھے لوگ ہوتے ہیں وہ... اوہ آہٹیں سُنو۔" کانگن سرگوشی میں بولا۔ عدنان نے بھی وہ آہٹیں سُن لی تھیں۔ دونوں نے دم سادھ لیا۔ نورینا کی بھرائی ہُوئی آواز سُنائی دی تھی۔

"نہ جانے دروازہ کیوں کُھلا ہے جناب؟"

"آپ بدحواسی میں اسے لاک کرنا بھُول گئی ہوں گی مس..."

"شاید... اوہ... اوہ دیکھیے۔ دیکھیے یہ دروازہ بھی... اوہ... اوہ... وہ اندر موجُود نہیں ہیں۔" نورینا کی چیختی ہُوئی آواز اُبھری۔ "آپ یقین کریں۔ میں اُنھیں بے ہوش کر کے گئی تھی۔ میں نے کافی میں اُنھیں بے ہوشی کی دوا دی تھی اور پھر..."

"دُوسرے کمرے بھی دیکھ لیجیے۔ ممکن ہے بے ہوشی کے عالم میں وہ اس کمرے سے نکل کر دُوسرے کمرے میں جا لیٹے ہوں۔"

"مگر یہ دروازہ بھی میں نے باہر سے لاک کر دیا تھا۔"

"آپ ایک پُراسرار کہانی تخلیق کر رہی ہیں۔ کیا آپ اخبارات میں اپنا نام دیکھنے کی خواہش مند ہیں۔ اس کے دُوسرے ذرائع بھی ہو سکتے ہیں مس۔ پولیس افسران کا وقت ضائع کرنے کی کوشش بعض اوقات عذاب بھی بن جاتی ہے۔"

"آپ یقین کریں جناب، میں نے غلط اطلاع نہیں دی۔"

"اور کیا خدمت کی جائے آپ کی؟"

"شکریہ۔ میں معافی چاہتی ہُوں۔" نورینا کی روہانسی آواز سُنائی دی اور پھر کچھ بھاری قدم باہر نکل گئے۔ کانگن نے عدنان سے کہا۔

"بنکاک پولیس کی یہ ادا مجھے بہت پسند ہے۔" عدنان بے اختیار مُسکرا پڑا تھا۔ فلیٹ میں خاموشی چھا گئی۔ پھر دروازہ بند ہونے کی آواز سُنائی دی۔

"اب اُسے دُوسرا ذہنی جھٹکا برداشت کرنا ہو گا۔ لو بسکٹ کھاؤ۔" کانگن نے کہا۔ کھُلی الماریاں اور بکھرا ہُوا سامان دیکھ کر اس کی کیا کیفیت ہُوئی، اس کا ان دونوں کو کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن نورینا اس کے بعد فلیٹ سے باہر نہیں نکلی تھی۔ اُس نے چوری کی رپورٹ بھی درج کرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ رات ہو گئی۔ فلیٹ میں خاموشی چھا گئی تھی۔ کانگن نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ نورینا کی خواب گاہ میں تیز روشنی ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے ہم تھک گئے ہیں۔" کانگن بولا۔

"اب کیا کرو گے، بتا تو دو۔" عدنان بولا۔

"کچھ نہیں۔ آرام کریں گے۔ آؤ لیکن احتیاط سے قدموں کی آوازیں نہ آنے پائیں۔" کانگن نے کہا اور بہ آہستگی نیچے کُود گیا۔ عدنان نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ کانگن کے ساتھ چلتا ہُوا وہ اُس کے کمرے میں آ گیا جہاں نورینا اُنھیں چھوڑ کر گئی تھی... اور پھر اُس نے کمرے میں روشنی کر دی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بال بکھیر لیے تھے۔

"بس آتی ہی ہو گی مسہری پر جاؤ۔" اُس نے کہا اور عدنان مسہری پر لیٹ گیا۔ ظاہر ہے نورینا اس روشنی سے بے خبر نہیں رہ سکتی تھی۔ دُوسرے لمحے دوڑتے قدموں کی آواز سُنائی دی اور نورینا نے دروازہ کھول دیا۔ اس کی پھٹی پھٹی دہشت زدہ نگاہیں ان دونوں پر جمی ہُوئی تھیں۔ کانگن نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر انگڑائی لی اور پھر مُنہ چلاتا ہُوا بولا۔

"مُنہ کا مزا بے حد خراب ہو رہا ہے نورینا۔ کافی دیر سوئے ہم لوگ۔ رات ہی ہو گئی۔"

نورینا کی آواز بند ہو گئی۔ نہ جانے کس طرح وہ اپنے حواس قائم کیے ہُوئے تھی۔ ورنہ اس صُورتِ حال پر اسے بے ہوش

ہو جانا چاہیے تھا۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو ڈارلنگ، اندر آؤ۔ تم غسل وغیرہ کر لو ڈیئر۔ یقیناً نورینا نے ہمارے لیے کھانا تیار کیا ہوگا۔ شدید بھوک لگ رہی ہے۔" کانگن نے دوسرے جملے عدنان کو مخاطب کر کے کہے تھے۔ عدنان اٹھ کر ملحقہ باتھ روم میں چلا گیا تھا۔ اس دلچسپ سچویشن پر اسے ہنسی آ رہی تھی۔ کانگن واقعی شیطان تھا۔ اس نے نورینا کی ذہنی حالت تباہ کر کے رکھ دی تھی۔ اس کے بعد عدنان کو معلوم نہیں ہو سکا کہ ان دونوں کے درمیان کیا گفتگو ہوئی۔ وہ غسل کر کے باہر نکلا تو کانگن نے کہا کہ وہ ابھی غسل کر کے آ رہا ہے۔

"وہ کہاں ہے؟"

"کچن میں...!" کانگن نے سادگی سے کہا اور عدنان ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد کانگن واپس آ گیا تھا۔

"تم اب مطمئن ہو؟"

"پہلے بھی میں اس سے بہت مطمئن تھا۔ ہمارا عشق کافی دن چل چکا ہے۔ میں اس کی فطرت سے کافی حد تک واقف ہوں۔"

"اگر وہ دوبارہ ہمیں بے ہوش کرنے کی کوشش کرے؟"

"قیامت تک نہیں کرے گی کیونکہ اس کے قیمتی زیورات ہمارے قبضے میں ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ایک بار جھوٹی ثابت ہو چکی ہے اور بار بار پولیس کو پریشان کرنے کی کوشش اس کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔"

"تم واقعی اعلیٰ پائے کے شیطان ہو کانگن۔ کیا گفتگو ہوئی اس سے؟"

"کچھ بول سکتی ہے ان حالات میں۔ میرے بلانے سے اندر آ گئی۔ میں نے اس بہترین تعاون پر اس کا دلی شکریہ ادا کیا اور اس سے کہا کہ بہرطور اس کے دل سے غلط فہمیاں دور ہو گئیں اور یہ بہت اچھا ہوا۔ وہ بے چاری تو شاید بولنے کی قوت ہی کھو چکی ہے۔ پھر جب میں نے اس سے درخواست کی کہ ہمارے لیے کھانے کا بندوبست کر دے تو وہ جلدی سے باہر نکل گئی۔ بس یہ گفتگو رہی ہمارے درمیان...!"

"تمہیں یقین ہے کانگن کہ وہ دوبارہ پولیس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کرے گی... یا نہیں...؟"

"ہاں... ہاں۔ میں نے کہا نا... زیورات خاصے قیمتی ہیں اور اس وقت اس کے لیے بہتر طریقہ یہی ہے کہ وہ خاموشی اختیار کرے۔ اس طرح شاید اس کی قیمتی اشیاء اسے واپس مل جائیں۔"

"تمہارے خیال میں اس نے کوئی اندازہ لگایا ہوگا۔ اگر وہ پاگل نہیں ہے تو سمجھ گئی ہو گی کہ ہم نے اسے فریب دیا ہے۔" کانگن نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ دونوں انتظار کرتے رہے... تھوڑی دیر کے بعد نورینا واپس آ گئی۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کھانے کی تیاری کی اطلاع دی اور کانگن، عدنان کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر نورینا کے ساتھ باہر نکلتے ہوئے بولا۔

"کیا بات ہے ڈیئر۔ تم کچھ چپ چپ ہو۔ کچھ پریشان سی بھی لگتی ہو۔ کوئی خاص بات تو نہیں ہے؟"

"نہیں...!" نورینا نے نجانے کس طرح یہ آواز اپنے منہ سے نکالی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل پر وہ ان دونوں کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ کانگن گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا اور شاید اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ نورینا نے واقعی اب کوئی فریب نہیں کیا ہے۔ چنانچہ وہ بڑھ بڑھ کر کھانے پر ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ جو انتہائی برق رفتاری سے تیار کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ نورینا کے بنائے ہوئے کھانے کی تعریف بھی کرتا جا رہا تھا اور کچھ پرانے واقعات یاد دلا رہا تھا۔ اس نے نورینا سے کہا۔

"ڈیئر... کیا بات ہے۔ تمہارے کھانے کی رفتار بھی سست ہے۔ بھئی تو میرا خیال یہ ہے کہ اب جبکہ تم حالات سے واقف ہو کر مجھے معاف کر چکی ہو تو تمہاری یہ سنجیدگی مناسب نہیں ہے۔ یہ شخص میرا اتنا قریبی دوست ہے کہ میری کوئی بات اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ تم نے کہا تھا کہ تم اس موضوع پر مجھ سے بات کرو گی۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ یہ گفتگو میرے دوست کے سامنے ہی ہو؟"

"نہیں... میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" نورینا نے جواب دیا۔

"اچھا... اچھا۔ ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں۔ ہاں کھانے کے بعد ذرا عمدہ قسم کی کافی بنانا مت بھولنا۔" اس نے شرارت آمیز نگاہوں سے نورینا کو دیکھتے ہوئے کہا اور نورینا کی آنکھیں جھک گئیں۔ اس کے چہرے پر زردی کھنڈی ہوئی تھی۔ کھانے کے بعد اس نے واقعی کافی پیش کی جسے کانگن نے اطمینان سے پی لیا۔ گویا اسے اب نورینا کی ذات سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ پھر دیر تک وہ ساتھ ساتھ بیٹھے رہے۔ پھر کانگن نے عدنان کو مخاطب کر کے کہا۔

"تم جانتے ہو، میرے عزیز ترین دوست، کہ جب دو محبت کرنے والے عرصے کے بعد آپس میں ملتے ہیں تو انہیں تنہائی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ کھل کر حالِ دل بیان کر سکیں۔

یقیناً اس کمرے میں موجود مسہری تمہارے لیے انتہائی آرام دہ ثابت ہو گی۔ بڑے سکون سے وہاں جا کر سو جاؤ۔ میں ذرا نورینا سے گفتگو کروں گا۔" عدنان نے کسی قسم کی تخیل و حجت کا مظاہرہ نہ کیا اور اپنے کمرے میں آ گیا اور کانگن نورینا کے ساتھ بیٹھا رہا۔ مسہری پر لیٹ کر عدنان دیر تک مسکراتا رہا۔ کانگن کی حرکتوں سے وہ کافی محظوظ ہوا تھا۔ بلاشبہ کسی ذی ہوش انسان کے حواس ایسے حالات میں یقینی طور پر خراب ہو سکتے تھے۔ نورینا کی حالت واقعی تباہ کن تھی لیکن یہ تفریحات اپنی جگہ، صورتِ حال کافی حد تک خطرناک ہو گئی تھی۔ بنکاک پولیس کو ان کے پیچھے لگا دیا گیا تھا اور یہ ان لوگوں کی انتہائی شاطرانہ چال تھی جو شیران کو اپنے قبضے میں رکھے ہوئے تھے۔ شیران کا نگاہوں سے اوجھل ہو جانا، عدنان کو بڑا تشویش ناک لگ رہا تھا اور ایک بار پھر وہ اسی احساس کا شکار ہو گیا تھا کہ اس نے مارلینو سے رابطہ نہ قائم کر کے سخت حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ یہاں کب تک محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ کسی بھی طرح مارلینو ہی سے رابطہ قائم کر کے ان تمام واقعات کو اس کے گوش گزار کر دیا جائے۔ یہ بہترین طریقہ ہو گا۔ اس طرح کم از کم اسے بنکاک میں تحفظ بھی حاصل ہو جائے گا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مارلینو بنکاک میں بھی خاصی اچھی شہرت رکھتا ہے اور شاید اگر وہ یہاں پہنچ جائے تو پولیس عدنان وغیرہ کا پیچھا بھی چھوڑ دے۔ اس نے یہ طے کیا کہ دوسرے دن صبح کو کانگن سے یہ بات کرے گا۔ کانگن ایک بار پھر اس کے ذہن میں آیا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

دوسری صبح نورینا کا چہرہ کھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ کانگن بھی خوش تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے میں کافی لوازمات موجود تھے۔ نورینا مسکرا رہی تھی۔ اس نے عدنان کو بھی بڑی خوش خلاقی سے ہیلو کہا تھا۔ عدنان نے معنی خیز نگاہوں سے کانگن کو دیکھا اور کانگن کہنے لگا۔

"بنکاک میں نورینا کا وجود ہمارے لیے کسی رحمت سے کم نہیں ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مس نورینا نے اپنی آئندہ مصروفیات اس وقت تک کے لیے ترک کر دی ہیں جب تک کہ ہمارے لیے کوئی مناسب بندوبست نہیں ہو جاتا۔ کیا خیال ہے ڈیئر۔ ہمیں یہاں کتنے دن پولیس سے چھپ کر رہنا پڑے گا؟"

"میرا خیال ہے زیادہ وقت نہیں۔" عدنان نے جواب دیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن ڈیئر نورینا کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ تم ہمارے لیے میک اپ کا سامان خرید لاؤ اور ہم لوگ جب تک یہاں رہیں، آزادی سے رہیں۔ ہمیں بھی گھر ہی میں گھسے رہنے کی پریشانی نہ ہو اور ہم بھی قیدیوں کی طرح یہاں وقت نہ گزاریں بلکہ اس بات کے امکانات ہیں کہ اگر میک اپ میں ہمیں یہ یقین ہو جائے کہ پولیس ہمیں نہیں پہچان سکتی تو پھر ہم یہاں سے نکل ہی جائیں۔ کیا کہتی ہو تم...؟"

"جیسا تم پسند کرو ڈیئر۔ میں ہر طرح سے مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔" نورینا نے جواب دیا۔

"بس تو تم تھوڑی دیر بعد اس کام کے لیے بازار چلی جاؤ۔ میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا۔" عدنان نے چونک کر کانگن کو دیکھا۔ کانگن ایک خطرہ مول لے رہا تھا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ البتہ جب نورینا ان سے رخصت ہو کر باہر نکل گئی تو عدنان نے پھر کانگن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"کانگن... کانگن... اتنا بڑا خطرہ مول لے لیا ہے تم نے، کیا یہ مناسب ہے؟"

"بالکل مناسب ہے۔ میں اسے پوری پوری سزا دے چکا ہوں لیکن ابھی میں نے اس کے زیورات اس کے حوالے نہیں کیے۔"

"گویا تم نے اعتراف کر لیا کہ زیورات تمہارے پاس ہیں؟"

"ہاں... نہ صرف یہ اعتراف کر لیا... بلکہ اور بھی بہت سارے اعترافات کیے ہیں اور وہ خود بھی میری معترف ہو گئی ہے چونکہ بطورِ سزا میں نے اسے اپنی زندگی میں شامل کر لیا ہے۔ گو یہ عارضی طور پر ہی ہے لیکن وہ بہت زیادہ مطمئن ہو گئی ہے۔"

"اوہ...!" عدنان جھینپے ہوئے لہجے میں بولا۔ کانگن کی بات کا مقصد وہ سمجھ گیا تھا۔ تقریباً دو بجے نورینا واپس آئی تو اس کے پاس ایک پیکٹ موجود تھا۔ اس نے وہ پیکٹ کانگن کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے اپنے فلیٹ اور اس کے آس پاس پولیس کے بے شمار افراد کو منڈلاتے ہوئے دیکھا تھا، کانگن کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ میں تمہارے لیے کسی اور جگہ بندوبست کر دوں؟"

"مثلاً...؟" کانگن نے سوال کیا۔

"ایک اچھے علاقے میں میری ایک شناسا کا فلیٹ ہے جو ان دنوں خالی پڑا ہوا ہے۔ وہ ہانگ کانگ گئی ہوئی ہے

میرا خیال ہے، ایک ڈیڑھ مہینے کے بعد واپس آئے گی، چابی میرے پاس موجود ہے۔ اگر تم پسند کرو تو اُس فلیٹ میں منتقل ہو جاؤ، میرا خیال ہے میک اَپ کرنے کے بعد اگر تم اُس فلیٹ میں منتقل ہو جاؤ گے تو کسی کو کوئی شبہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ پولیس کی تمام تر توجہ اسی علاقے پر مرکوز ہے۔"

"تمھاری تجویز بُری نہیں ہے۔ میرا خیال ہے ہم لوگ آپس میں مشورہ کر لیں گے۔" کالگن بولا اور پھر وہ میک اَپ میں مصروف ہو گئے۔ کالگن نے شاید نورینا سے نئے لباس بھی منگوا لیے تھے کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک لباس عدنان کو پیش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ لباس بھی تبدیل کر لو عدنان۔ میرا خیال ہے، اَب ہمیں یہاں واپس آنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میک اَپ میں ہم لوگ دُوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔"

"تمھارا مطلب ہے کہ ہم نورینا کے دیے ہوئے فلیٹ ہی میں قیام کیا جائے؟"

"نہیں... راستے ہی میں اس کے زیورات لَے واپس کر کے اس سے اجازت لیں گے۔ میرا خیال ہے اس میک اَپ سے ہمیں کافی مدد مِل گئی ہے۔ اس کے بعد ہم اپنے حالات خُود بخُود دُرست کر لیں گے۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو۔" عدنان نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ نورینا ان کی روانگی سے کافی مطمئن تھی جیسے اس کے سر سے کوئی بَلا ٹل رہی ہو۔ کالگن کی ذہانت سے عدنان اچھی طرح واقف تھا۔ نجانے کس کس طرح اُس نے نورینا کو شیشے میں اُتارا ہوگا۔ نورینا کی کار بنکاک کی سڑکوں پر دوڑنے لگی اور پھر ایک مخصوص علاقے میں جو کسی قدر سنسان تھا، پہنچ کر کالگن نے اس سے کار روکنے کا اشارہ کیا۔

"کیوں خیریت...؟"

"کچھ تبدیلی ہو گئی ہے، میرے پروگرام میں نورینا ڈارلنگ، وہ سامنے ہی ٹیکسی اسٹینڈ نظر آرہا ہے۔ تم وہاں سے ٹیکسی لو اور اپنے فلیٹ واپس چلی جاؤ۔ تمھاری کار تم تک اس طرح پہنچے گی کہ میں تمھیں فون پر اس کے کھڑے ہونے کی جگہ کے بارے میں بتا دُوں گا۔ وہاں سے تم کار حاصل کر لینا اور ہاں تمھارا فون ٹھیک ہو گیا یا نہیں؟" نورینا نے وحشت زدہ نگاہوں سے کالگن کو دیکھا اور کالگن مسکرا کر بولا۔

"نہیں... نہیں۔ میں وعدہ خلاف آدمی نہیں ہُوں۔ یہ تمھارے زیورات کا پیکٹ ہے جو میں نے بطور امانت رکھا تھا، اسے سنبھال کر رکھو اور سُنو آئندہ کبھی مجھے دیکھتے ہی پولیس کو اطلاع کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ تم مجھ سے واقف ہو ڈیئر۔ اچھی طرح واقف ہونے کے بعد بھی تم نے ایسی معصوم سی حرکت کی۔" نورینا کچھ نہ بولی، وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ تب کالگن نے اسے نیچے اُترنے کے لیے کہا اور وہ خاموشی سے نیچے اُتر گئی۔ کالگن نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی۔ نورینا کو زیورات کا پیکٹ دے دیا گیا تھا، اس لیے کم از کم اسے اس حد تک اطمینان ضرور تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ ان دونوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

مارلینو نے گریچر کو کچھ خاص ہدایات دے کر واپس بنکاک بھیج دیا اور پھر کئی دن تک وہ نہ جانے کن تیاریوں میں مصروف رہا۔ اس کا بیشتر وقت لوگوں سے ملاقاتوں میں گزرتا تھا۔ کبھی کبھی وہ پروجیکٹر پر فلمیں بھی چلاتا تھا جو نہ جانے کس موضوع پر ہوتی تھیں۔

آٹھ، نو دن تک وہ مصروف رہا۔ میگنیشیا حیران تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مارلینو کس کا انتظار کر رہا ہے۔ نویں دن مارلینو نے میگنیشیا سے کہا۔ "کیا تم سفر کے لیے تیار ہو؟"

"آپ حکم دیں گے تو ضرور جناب۔ ہمیں جانا ہے؟"

"ہانگ کانگ..." مارلینو کا جواب غیر متوقع تھا۔ میگنیشیا کا خیال تھا کہ وہ بنکاک جائے گا۔ بہر حال میگنیشیا نے احتراماً اس سے کوئی سوال نہ کیا اور اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ مارلینو اُسے تیاریوں کے بارے میں کچھ ہدایات دے کر وہاں سے چلا گیا اور میگنیشیا اپنے کاموں میں مصروف ہو گئی لیکن اُسے اس بات پر حیرت تھی کہ مارلینو نے بنکاک جانے کی بجائے ہانگ کانگ جانے کا فیصلہ کیوں کیا۔ البتہ اُسے اس بات کا اطمینان تھا کہ مارلینو کا کوئی بھی قدم دانشمندی سے خالی نہیں ہوگا اور اتنے دن تک سوچنے کے بعد یقینی طور پر اُس نے کوئی ایسا فیصلہ کیا ہوگا جو بہترین اور کارآمد ہو۔ چنانچہ وہ خاموشی سے تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔

مارلینو نے ہانگ کانگ تک کا سفر ہوائی جہاز سے طے کیا تھا۔ ائرپورٹ پر ان کا استقبال چند لوگوں نے کیا اور وہ انھیں ایک وسیع و عریض عمارت میں لے گئے۔ یہ عمارت میگنیشیا کے لیے اجنبی تھی لیکن یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں موجود ہر شخص مارلینو کا غلام ہے۔

وہ رات مارلینو نے وہیں گزاری۔ دُوسرے دن تقریباً گیارہ بجے وہ میگنیشیا کے ساتھ عمارت کے وسیع و عریض لان پر نکل

آیا۔ جہاں ایک شاندار ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ مارلینو نے اُسے ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے کا اشارہ کیا اور پھر خُود بھی سوار ہو گیا... پھر پندرہ منٹ بعد ہی ہیلی کاپٹر ایک انتہائی خوبصورت عمارت کے لان میں اُتر گیا جس کے صدر دروازے پر ہائی شون لکھا ہُوا تھا۔

مسٹر ہائی شون کو جب ہیلی کاپٹر کے ذریعے آنے والی شخصیت کا پتا چلا تو وہ خُود اُس کے استقبال کے لیے باہر نکل آئے۔ ہیلی کاپٹر سے چند گز کے فاصلے پر مسٹر ہائی شون نے مارلینو کا استقبال کیا تھا۔ میگنیشیا، مارلینو کے عقب میں موجود تھی۔

"آپ اچانک تشریف لائے مسٹر مارلینو۔ ہمیں کوئی اطلاع ہی دے دی ہوتی۔ ہم آپ کا شایانِ شان استقبال کرتے۔"

مارلینو کے ہونٹوں پر عجیب سی مُسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "میری شان کیا ہے ہائی شون، کیا اس کا تعین آپ کر چکے ہیں؟"

"نہیں مسٹر مارلینو... لیکن لیکن...؟"

"نہیں دوست ان تمام فضولیات کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے چند ضروری معاملات پر گفتگو کرنے یہاں آیا ہُوں۔" ہائی شون مسٹر مارلینو کو لیے ہُوئے اپنے شاندار آفس میں پہنچ گئے اور اُنھوں نے بڑے احترام سے اُنھیں بیٹھنے کی پیش کش کی۔ میگنیشیا کو بھی وہی احترام اور وہی حیثیت دی گئی تھی۔ اس کے بعد ہائی شون نے سوالیہ نگاہوں سے مارلینو کو دیکھا۔

"میں وہ بات جاننے کے لیے بے چین ہُوں جس کے لیے آپ کو یہاں تک آنے کی زحمت اُٹھانا پڑی؟"

"بے چینی اچھی بات نہیں ہے ہائی شون۔ خاص طور سے تمھارے اپنے مسلک میں..."

"ہاں بے شک لیکن انسانی فطرت کو نظر انداز بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی آمد میرے لیے اتنی ہی سنسنی خیز ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ عدنان کی کیا رپورٹ ہے؟"

"عدنان فی الحال یہاں موجود نہیں ہے۔" ہائی شون نے کہا اور مارلینو اُچھل کر رہ گیا۔

"کیا...؟" اُنھوں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں... وہ بنکاک میں ہے ان دنوں۔" ہائی شون نے بتایا اور مارلینو کا چہرہ عجیب سی کیفیات کا شکار ہو گیا۔

"کیوں...؟" اُنھوں نے سوال کیا۔

"اوہ مسٹر مارلینو، دراصل مسٹر عدنان بیمار ہو گئے تھے شدید بیمار... اُن کی خواہش تھی کہ ان کی بیماری کے بارے میں آپ کو اطلاع نہ دی جائے، صحت یاب ہونے کے بعد اُنھوں نے تبدیلیٔ آب و ہوا کی ضرورت محسوس کی اور مجھ سے اجازت لے کر بنکاک چلے گئے۔ میں سمجھتا ہُوں کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لیے آپ کو پریشان ہونا پڑے۔ بالکل نارمل سی بات ہے۔"

"نہیں ہائی شون، نارمل نہیں ہے۔ تم نہیں سمجھتے۔ میرا خیال ہے تمھیں اُس کے بارے میں مجھے اطلاع دینی چاہیے تھی۔"

"اگر کوئی ایسی ہی اہم بات تھی مسٹر مارلینو تو بہتر یہ ہوتا کہ مجھے اس سے آگاہ کر دیا جاتا۔ کیا بنکاک میں اسے کوئی خطرہ ہے؟"

"خطرہ پیش آسکتا ہے۔"

"تو پھر بھی آپ اطمینان رکھیے۔ میں فوری طور پر بنکاک پیغام بھیج دیتا ہُوں۔ عدنان کی مکمل حفاظت کی جائے گی۔"

"وہ بیمار کیسے ہو گیا؟"

"ہاں، عدنان کی بیماری میرے لیے بھی تعجب خیز ہے۔ دراصل اس میں کوئی شک نہیں کہ عدنان کو ہائی شون کے بہترین طالب علموں میں شمار کیا جا سکتا تھا لیکن کچھ عرصے پہلے ایک اور شخص یہاں لایا گیا جس کا نام شیران تھا، شیران کی قوتِ برداشت کا ٹیسٹ بھی حیرت انگیز تھا بلکہ یُوں سمجھیں کہ ہائی شون کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہُوا تھا۔ چند ہی دنوں میں اس کی تاریخ کے دو ریکارڈ ٹوٹے تھے۔ پہلا عدنان نے توڑا تھا اور عدنان کا ریکارڈ شیران نے توڑ دیا۔ میرا خیال ہے مسٹر مارلینو، شیران بھی اس کا ہم وطن تھا۔ یہاں تربیت کے دوران اس نے ہر مدِمقابل کو بدترین شکست دی۔ وہ ایک وحشی جانور تھا جس شخص کے سامنے اسے چھوڑ دیا جاتا تھا، اُسے اپنے پیروں سے چل کر آنا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ ہائی شون کے قواعد اسے سمجھائے گئے تھے لیکن وہ بہت ہی معتدل، بہت ہی محتاط ہونے کے باوجود جب بھی اپنے مدِمقابل پر ٹوٹتا تو پاگل ہو جاتا اور اُس وقت کوئی قاعدہ اُس کے ذہن میں نہیں رہتا تھا۔"

ہائی شون یہ باتیں بتا رہے تھے اور مارلینو کی کیفیت خوابناک سی ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھیں خلا میں کچھ گھورنے لگی تھیں۔ چہرے کے عضلات میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ میگنیشیا سے اس کے چہرے پر نگاہ نہ ڈالی گئی۔ اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

ہائی شون جو کچھ کہہ رہے تھے۔ درحقیقت وہ شیران کے ہی بارے میں کہہ رہے تھے۔ اگر شیران کے میک اَپ میں کسی اور دُشمن کو یہاں بھیجا جاتا تو درحقیقت وہ یہ فطرت، یہ کیفیت

نہیں پیدا کرسکتا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ شیران، کائی شون میں تھا۔ کائی شون، مارلینو کی کیفیت سے بے خبر بول رہا تھا۔

"اور پھر ایک دن عدنان اور شیران کا سامنا ہوگیا۔ عدنان کے بارے میں مجھے رپورٹ ملی کہ وہ خود ہی شیران کے سامنے آیا تھا۔ شیران اُسے مارتا رہا۔ عدنان کافی دیر تک مدافعت کرتا رہا اور اُس کے بعد شاید اُس نے مجبور ہوکر جوابی کارروائی کی اور شیران کو شکست سے دوچار کردیا۔ اُس کے بعد سے عدنان پر اضمحلال ساطاری ہوگیا اور وہ بیمار ہوگیا۔ صحت یاب ہوتے ہی اُس نے بنکاک جانے کی اجازت مانگی اور مَیں نے اُسے اجازت دے دی۔"

"شیران کہاں ہے؟" مارلینو نے بے اختیار پوچھا۔

"وہ اپنی تربیت کی مدت پوری کرکے جاچکا ہے۔"

"کیا...؟" مارلینو چونک پڑا۔

"ہاں... جن لوگوں نے اُسے یہاں تک پہنچایا تھا، اُن کی خواہش تھی کہ اس میں تحمل پیدا کیا جائے۔ اُس کی فطرت میں شامل وحشیانہ پن کو کچھ کم کیا جائے اور یہاں چند ماہ کے اندر اُس نے اپنے اندر بہت کچھ پیدا کیا تھا چنانچہ تربیت مکمل ہوتے ہی اُس کے لوگ اُسے یہاں سے لے گئے۔"

"کون لوگ تھے وہ؟"

"مَیں نہیں جانتا کہ وہ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے؟"

"عدنان نے اس سلسلے میں آپ کو کوئی اور بات بتائی؟"

"نہیں کچھ نہیں... لیکن اگر کوئی ایسا ہی مسئلہ ہے مسٹر مارلینو تو مَیں آپ کی ہر خدمت انجام دینے کے لیے تیار ہُوں۔"

"نہیں شکریہ۔ بس اسی لیے مَیں یہاں حاضر ہُوا تھا۔" تھوڑی دیر کے بعد مارلینو، ہائی شون سے رخصت ہوکر چل پڑا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہُوا تو اُس نے متوحش لہجے میں میگنیشیا سے کہا۔

"میگنیشیا کیا مُردے زندہ ہوسکتے ہیں؟ یا پھر شیران بچ گیا۔ اُسے کالی گھاٹی میں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جناب۔ گریچر کا کہنا بھی درست ہی تھا۔"

"ہاں، گریچر خاصا ذہین آدمی ہے۔ اس سے غلط بات کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ آہ میرا شیران زندہ ہے، میرا شیران زندہ ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو پھر... تو پھر... لیکن کیسے آخر کیسے...؟ مَیں یہی سوچ رہا ہُوں۔ وہ دونوں باپ بیٹے مل گئے تھے، عدنان نے شیران کو پا لیا تھا اور عدنان یقیناً بنکاک میں شیران کے پیچھے ہی ہوگا لیکن یہ سب کچھ... یہ سب کچھ... بڑا اُلجھا ہُوا مسئلہ ہے میگنیشیا کچھ سوچنا پڑے گا۔ کوئی ایسا قدم اُٹھانا پڑے گا جو انتہائی مؤثر ہو۔ اب مَیں کوئی خطرہ نہیں مول لے سکتا، اپنے شیران کے لیے، اپنے عدنان کے لیے چلو گانگ ہو، ہی واپس جانا ہوگا ہمیں، مجھے جس قدر جلد ممکن ہو سکے گانگ ہو پہنچنا ہوگا۔"

"گانگ ہو جناب؟"

"ہاں میگنیشیا جو کارروائی مَیں نے کی ہے، اس کے بغیر میں بنکاک میں قدم نہیں رکھ سکتا۔" میگنیشیا خاموشی سے گردن ہلا رہی تھی۔ مارلینو کی بات اُس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن بہرطور مارلینو جو کچھ کہہ رہا ہے، اس میں ترمیم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

◘

میزولین نے درحقیقت فرید خان کو خاصا متاثر کیا تھا لیکن جب تنہائی میں فرید خان نے اپنی ذہنی کیفیات کا جائزہ لیا تو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگیا کہ اس کے ہم وطن نے جس طرح قربانیاں دے کر وطن کی شان برقرار رکھنے میں مصروف ہیں۔ اگر اُس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر کوئی ایسی کارروائی کی تو شاید اس کا ضمیر اسے کبھی معاف نہ کرسکے۔ میزولین نے فرید خان کی محبت سے مجبور ہوکر اپنی بہن کا راز فاش کردیا تھا اس سے فرید خان کے دل میں اس کے لیے بڑی گنجائش پیدا ہوگئی تھی۔ یہ حقیقت تھی کہ نعمان خان نے اُسے میزولین کے پیچھے صرف اس لیے لگایا تھا کہ وہ ارادت خان کی اصلیت معلوم کرے لیکن اب میزولین سے اس کا کچھ اور رشتہ بھی ہوچکا تھا۔ تاہم اُسے یہ فیصلہ کرنے میں دقت نہیں ہُوئی تھی کہ وطن سے اس کا رشتہ باقی تمام رشتوں سے زیادہ مضبوط ہے جو قربانیاں یہاں کے لوگ دے چکے ہیں ان پر پانی پھیرنا اُس کے بس کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ دُوسری صبح وہ سُورج نکلنے سے قبل ہی نعمان خان کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اُس نے مسکراتے ہُوئے اُس کا استقبال کیا۔

"آؤ فرید خان! اتنی صبح تمھاری آمد بے معنی نہیں ہوسکتی۔" نعمان خان نے اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہُوئے کہا۔

"ہاں... لالہ جان، یہ حقیقت ہے کہ مَیں تمھارے پاس ایک انتہائی اہم خبر لے کر حاضر ہُوا ہُوں۔" فرید خان نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"بیٹھو میرے بھائی اور جلدی سے بتاؤ، کیا خبر ہے؟"

"تمھارا خیال دُرست تھا بھائی! ارادت خان یہاں سازش کے تحت ہی پہنچا ہے۔"

"اوہ...!" نعمان خان کی آنکھیں شدتِ جوش سے چمکنے لگیں۔

"ارادت خان کی بیوی فیری، ہمارے دُشمن ملک کی ایجنٹ ہے۔ ارادت خان بذاتِ خُود غدارِ وطن نہیں تھا لیکن بیوی کی وجہ سے مجبور ہوکر وہ بھی اس پروگرام میں شریک ہوگیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ دونوں میاں بیوی...؟"

"ہاں نعمان خان وہ دونوں میاں بیوی یہاں ایک خاص مشن کے تحت آئے ہیں؟"

"اوہ، کوئی خاص مشن بھی ہے اُن کا، یا صرف جاسوسی کرتے ہیں؟" نعمان خان نے پُوچھا۔

"نہیں، اُن کا مشن یہ ہے کہ بابا پیر کے سالانہ عُرس پر تمھیں، تایا جان اور چند دُوسرے افراد کو اغواء کرکے یہاں سے باہر نکال دیا جائے اور اس کے لیے اُنھوں نے تمام تیاریاں مکمل کرلی ہیں۔"

"بابا پیر کا عُرس...؟ اُس میں تو شاید زیادہ دن نہیں رہ گئے۔ بہت جلد بابا پیر کا عُرس ہونے والا ہے بلکہ شاید وہاں تیاریاں بھی شروع ہوگئی ہیں؟"

"مَیں نہیں جانتا تھا کہ بابا پیر کا عُرس کب ہوتا ہے لیکن اُن کا پروگرام یہی ہے۔" فرید خان تمام تفصیلات بتلانے لگا اور نعمان خان متعجبانہ انداز میں اسے دیکھتا رہا پھر اُس نے کہا۔

"بڑا دلچسپ انکشاف کیا ہے تم نے فرید خان اور یہ ساری باتیں تمھیں فیری کی بہن میزولین کے ذریعے معلوم ہُوئیں۔"

"ہاں... لیکن یہ حقیقت ہے کہ میزولین نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر مجھے اپنی بہن کے بارے میں بتادیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اپنی بہن کے پروگرام سے متفق نہیں ہے۔ اگر وہ ضد نہ کرتی تو شاید فیری اسے یہاں لے کر بھی نہ آتی۔ وہ تو صرف تفریحاً ہی یہاں آگئی تھی اور آپ نے جب مجھے اس کے پیچھے لگایا تو مَیں نے ظاہر ہے وہی سب کچھ کیا جس سے وہ میرے قابو میں آسکتی تھی لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ مجھ سے دیوانوں کی طرح محبت کرنے لگی ہے۔ اس نے اپنے ان جذبات کا اظہار کیا ہے کہ اگر اس کارروائی میں اس کی جان بھی چلی جائے تو اُسے اعتراض نہیں ہوگا۔" نعمان خان نے فرید خان کی شکل دیکھی، دیکھتا رہا، مسکرایا۔ بہت نقصان اُٹھائے تھے اُس نے اپنی زندگی میں... بہنیں کھوئی تھیں، بھائی کھوئے تھے، بہت کچھ کھو دیا تھا لیکن اس کے بعد کچھ کھونے کی گنجائش اس کے سینے میں نہ تھی۔ فرید خان کے چہرے سے اس کے جذبات کا اظہار ہوتا تھا چنانچہ وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس نے مُسکراتے ہُوئے فرید خان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہُوئے کہا۔

"اطمینان رکھو... میزولین کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ تمھاری امانت کے طور پر ہمارے ذہن میں محفوظ رہے گی۔"

فرید خان کا چہرہ مسرت سے چمک اُٹھا تھا۔ وہ خوشی سے نعمان خان سے لپٹ گیا۔

"لالہ جان... مَیں اُس کے لیے سخت پریشان تھا۔ اُس نے بڑی سچائی سے مجھے سب کچھ بتادیا تھا اور مَیں سوچ رہا تھا کہ شاید مَیں اُس کے لیے کچھ نہیں کرسکوں گا۔"

"غلط سوچا تھا تم نے۔ اب ایسی باتیں ذہن سے نکال دو اور بابا پیر کے عُرس میں جو خونی ڈراما ہونے والا ہے، اس کے لیے انتظامات کرو۔ مَیں اس کی تمام ذمہ داریاں تم پر چھوڑتا ہوں فرید جان۔"

"اگر یہ بات ہے لالہ جان! تو ٹھیک ہے آپ بھی دیکھیں گے کہ فرید اس سلسلے میں کیا کچھ کرکے دکھاتا ہے آپ نے مجھے ایک ایسا انعام دے دیا ہے جس کے عوض میں ساری دُنیا سے لڑ سکتا ہُوں۔" فرید خان نے کہا اور نعمان خان مسکرا دیا۔ بہرطور وہ تمام معاملات فرید خان پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا اس لیے بابا پیر کے درے کی نگرانی اور وہاں موجود لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا اس کا ہی فرض تھا۔ اس نے فرید خان کے جانے کے بعد انتہائی ذہانت اور ہوشیاری سے ایک پروگرام ترتیب دیا۔ بابا پیر کا عُرس شروع ہونے میں زیادہ وقت نہیں تھا۔ گوسُد ھاشی، آمیوی اور لوزیز گانگ ہُو تک پہنچ گئے تھے۔ اُنھیں کوئی خطرہ نہ تھا لیکن اس کے باوجود نعمان خان اُن لوگوں کا منصوبہ ناکام بناکر اُنھیں بدترین شکست سے دوچار کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے دُوسرے ہی دن اپنی کارروائی کا آغاز کردیا۔ بھیڑوں کے گلے ہانکتے ہُوئے چند پہاڑی جوان بابا پیر کے درے کی جانب نکل گئے۔ گلے ہزاروں بھیڑوں پر مشتمل تھے اور اُن کے رکھوالوں کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا تھا جیسے طویل پروگرام بناکر اس طرف نکلے ہوں۔ بھیڑیں اِدھر اُدھر پہاڑوں میں منتشر ہوگئی تھیں اور اُن کے نگہبان مختلف جگہوں پر بیٹھ کر اپنی اپنی مصروفیت میں مشغول ہوگئے تھے۔ اُنھیں دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی چرواہا نہیں ہے بلکہ وہ سب کے سب

انتہائی ذہین اور اعلیٰ پیمانے پر تربیت یافتہ افراد تھے جو چرواہوں کے بھیس میں بابا پیر کے درّوں میں بھٹک رہے تھے۔ انھیں اپنی سرزمین میں گھس آنے والے دشمنوں کی تلاش تھی۔ نعمان خان اُن کی سربراہی کر رہا تھا اور خود بھی اِس کوشش میں مصروف تھا کہ کسی طرح یہاں مشتبہ افراد کا پتا لگائے۔ عُرس کی تیاریاں تھوڑے ہی فاصلے پر ہو رہی تھیں اور اکثر درّہ گزرگاہ کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ اس لیے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ کون دشمنوں سے تعلق رکھتا ہے لیکن رات کی تاریکیوں میں جب پہاڑیوں کے درمیان سفر بند ہو جاتا تھا، نعمان خان اور اُس کے ساتھی خاموشی سے بھٹکتے رہتے تھے اور ان کی یہ کوششیں بالآخر رنگ لائیں۔ نعمان خان کے ایک ساتھی چرواہے نے پہاڑوں کے دامن میں ایک ایسی عجیب چیز دیکھی جو اُسے تعجب خیز محسوس ہوئی اور جب رات کی تاریکیوں میں وہ اُس کے قریب پہنچا تو یہ دیکھ کر اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ چیز جسے ایک عجیب و غریب شکل دے دی گئی تھی، دراصل ہیلی کاپٹر تھا۔ ایک بڑا سا جدید ترین ہیلی کاپٹر تھا۔ اس کے قریب دو محافظ بھی موجود تھے لیکن وہ بڑے اطمینان سے سو رہے تھے۔ چرواہے نے نعمان خان کو اطلاع دی تو نعمان خان بھی وہاں پہنچ گیا اور پھر ہیلی کاپٹر کے بارے میں اچھی طرح اندازہ کرنے کے بعد اُس نے اپنے طور پر کچھ فیصلے کیے اور ابتدائی اقدامات کے طور پر اس نے ان محافظوں کو قبضے میں کر لیا جو ہیلی کاپٹر کے قریب سو رہے تھے۔ بابا پیر کے درّے میں زیادہ لوگ نہیں رہتے تھے لیکن عُرس کے بہانے آنے والوں میں نعمان خان کے کچھ خصوصی افراد بھی شامل تھے چنانچہ انھیں فوری طور پر اطلاع دے کر طلب کر لیا گیا اور ان دونوں آدمیوں کو ان کے حوالے کر دیا گیا۔ خود نعمان خان بھی اُن کے ساتھ تھا۔ اس کے بعد ان دونوں کو ہوش میں لا کر ان کے بقیہ ساتھیوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جانے لگیں۔ نعمان خان نے اپنے دو آدمی ہیلی کاپٹر کے قریب چھوڑ دیے تھے اور ہدایت کر دی تھی کہ کوئی بھی اِس طرف آ کر اُسے استعمال کرنے کی کوشش کرے تو اسے بھون کر رکھ دیا جائے۔ پہاڑیوں کے اس عظیم الشان سلسلے کے دامن میں پھیلے ہوئے غاروں میں تقریباً سترہ افراد روپوش تھے جن کی نشاندہی انھی دونوں افراد نے کی تھی اور دوسری رات درّے میں سفر کرنے والے قافلے دفعتاً اُن غاروں کی جانب پلٹ پڑے جہاں وہ لوگ مقیم تھے۔ غاروں میں زبردست فائرنگ ہوئی اور اس کے بعد سترہ لاشیں وہاں سے نکالی گئیں۔ یہ انھی افراد کی لاشیں تھیں جو یہاں ایک بڑا منصوبہ لے کر آئے تھے۔ پھر راتوں رات یہ لاشیں فرانہ روانہ کر دی گئیں۔ نعمان خان اپنے کامیاب مشن سے واپس لوٹ آیا تھا۔ اس مشن میں اُس نے فرید خان کو شامل نہیں کیا تھا تاکہ کسی قسم کا شبہ نہ ہو سکے لیکن فرید خان جانتا تھا کہ نعمان خان اپنی مہم پر نکلا ہوا ہے چنانچہ جب فرانہ میں داخل ہوا تو سب سے پہلے اُس کا استقبال کرنے والا فرید خان ہی تھا۔

"یہ اچھی بات ہے بھائی کہ مشن کی ذمہ داری تو مجھے سونپی اور میدان خود مار آئے۔" فرید خان نے مسکراتے ہوئے شکوہ کیا۔

"میرے ہوتے ہوئے تم تکلیف اٹھاؤ، یہ کیسے ممکن ہے۔" نعمان خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود میری خواہش تھی کہ اس کام کے لیے تم مجھے مخصوص کر دیتے اور دوسرا کام خود انجام دیتے۔"

"دوسرا کام؟"

"ہاں وہ دوسرا کام جسے انجام دینا میرے لیے بہت مشکل ہوتا۔ خاص طور سے ان حالات میں جب تم نے میزولین کو . . . میرا مطلب ہے . . .!"

"تمھاری مراد ارادت خان کی گرفتاری سے ہے؟" نعمان خان نے پوچھا۔

"ہاں لالہ خان یہ میرے لیے بڑی آزمائش ہوگی۔"

"میں تمھیں آزمائش میں نہیں ڈالوں گا فرید خان یہ فریضہ بھی میں ہی انجام دوں گا لیکن افسوس ارادت خان کی گلوخلاصی نہیں ہو سکے گی کیونکہ وہ ان حالات سے لاعلم نہیں ہے اور اُس کی تمام کوششیں مخلصانہ نہیں بلکہ یہاں اپنا مقام بنانے کے لیے تھیں تاکہ وہ اُس ملک کے مفاد میں یہاں کام کر رہا ہے۔ فرید خان، میزولین کو بچانے کے علاوہ اور کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی، باقی معاملات کو سنبھالنا تمھارا کام ہے۔"

فرید خان نے کوئی جواب نہ دیا۔ نعمان خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرف بڑھ گیا جہاں ارادت خان کی رہائش گاہ تھی۔

☐

نورینا کو چکر دینے کے بعد اب ان لوگوں کے لیے رہائش کا مسئلہ پھر سے پیدا ہو گیا تھا۔ اب تک عدنان نے کانگن کے معاملے میں دلچسپی لی تھی لیکن اب پھر وہ اپنے مقصد کے لیے پریشان ہو گیا تھا۔ بہرحال انھوں نے اس بدلی ہوئی شکل میں ایک غیر معروف سے ہوٹل میں قیام کیا اور آئندہ کا لائحہ عمل طے کرنے لگے۔

"کانگن میرا اندازہ ہے کہ ان لوگوں نے اب بھی ہماری تلاش نہیں چھوڑی ہوگی لیکن اب اس سلسلے کو زیادہ طول دینا میں پسند نہیں کرتا۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی بھی طرح بابا شیران ہمارے ہاتھ آجائیں، اس کے بعد جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"ہاں ٹھیک کہتے ہو . . . لیکن اب شیران منشیات کے اڈوں پر تو نظر نہیں آتے۔ کیا خیال ہے، کیا تمھارے ذہن میں ایسی کوئی تجویز ہے جس کے ذریعے ہم انھیں کسی مخصوص جگہ تلاش کر سکیں۔ اپنی کوشش کر کے تو تم نے دیکھ لیا، اُس سے کوئی بہت بڑا فائدہ نہیں حاصل ہوا ہے . . ."

"میں چاہتا ہوں کہ اب مسٹر مارلینو کو ان تمام حالات کے بارے میں اطلاع دے دی جائے۔"

"اس کا کوئی ذریعہ ہے تمھارے پاس؟"

"کچھ باتیں میرے علم میں ہیں بطور تجربے کے طور پر انھیں آزمائی کیا جا سکتا ہے۔"

"مثلاً . . .؟"

"گرین ہاسٹل . . . اس جگہ کا نام میں نے اتفاقیہ طور پر ہی سُن لیا تھا اور اس کے بارے میں میرا اپنا خیال ہے کہ یہ مسٹر مارلینو کی ایک رہائش گاہ ہے جو بنکاک میں ہے کیوں نہ ہم وہاں پہنچ کر مسٹر مارلینو تک پہنچنے کی کوشش کریں۔"

"اگر تم مناسب سمجھتے ہو تو جیسا پسند کرو لیکن یہ گرین ہاسٹل تلاش کیسے کیا جائے گا، کیا اس کی جائے وقوع کے بارے میں تمھیں کچھ معلوم ہے؟"

"نہیں، تلاش کرنا ہوگا۔" عدنان نے جواب دیا۔ پورا دن انھوں نے گرین ہاسٹل کی تلاش میں صرف کیا تھا لیکن شام تک اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ دوسرے دن البتہ تلاش کا طریقہ تبدیل کرنے سے انھیں ایک جگہ سے گرین ہاسٹل نامی عمارت کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں اور وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر اس طرف چل پڑے۔

گرین ہاسٹل ایک خوبصورت عمارت تھی۔ بڑا سا اور ڈھکا ہوا تھا۔ اب یہ ہاسٹل کس ٹائپ کا تھا اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہ ہو سکا تھا لیکن بہرطور عدنان کانگن کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

ایک چھوٹی سی قامت کے شخص نے اُن کا استقبال کیا اور اُس کے بعد جب عدنان نے برآمدے میں قدم رکھا تو اُس کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمک گئیں۔ سامنے ہی اُسے گریچر نظر آ

گیا تھا۔

"اوہ مسٹر گریچر" عدنان نے زور سے آواز لگائی اور گریچر چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ عدنان کو بدلی ہوئی شکل میں وہ نہیں پہچان سکا تھا۔ بالآخر وہ عدنان کے پاس پہنچ گیا۔

"مجھے آپ سے ایک بے حد ضروری کام تھا مسٹر گریچر۔ براہ کرم کسی ایسی جگہ چلیئے جہاں میں صرف آپ ہی سے بات کر سکوں۔"

"تشریف لائیے" گریچر نے جواب دیا اور عدنان کو لیے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گیا، لیکن وہ محتاط تھا۔

"میں عدنان ہوں" عدنان نے اپنا تعارف کرایا۔ اور گریچر اُچھل پڑا۔ اُس کی آنکھوں میں اب نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ کالگن بھی اُسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے سوالیہ نگاہوں سے کالگن کو دیکھا تو عدنان بولا "میرا دوست کالگن"۔

"لیکن براہِ کرم مسٹر عدنان اپنا میک اَپ صاف کیجیے" گریچر نے کہا اور عدنان نے اپنے چہرے سے میک اَپ اُتار دیا۔ تب گریچر مسکرانے لگا تھا۔

"اتفاق کی بات ہے۔ مجھے آپ کی تلاش کی ہدایت کی گئی تھی اور اس وقت بے شمار افراد آپ کو بنکاک کے چپے چپے میں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"کس نے ہدایت کی تھی؟"

"مسٹر مارلینو نے" گریچر نے جواب دیا۔

"میں مسٹر مارلینو سے فوراً گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور کیا مسٹر کالگن بھی...؟" گریچر نے سوال کیا۔

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے۔ کالگن کو میرے ساتھ ہی رہنے دو۔" عدنان نے جواب دیا اور گریچر نے انھیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

"کیا تمھارے پاس گانگ ہو گفتگو کرنے کے لیے کوئی وسیع حیطۂ عمل کا ٹرانسمیٹر موجود ہے۔" عدنان نے راستے میں سوال کیا اور گریچر مسکرا کر اُسے دیکھنے لگا۔

"نہیں، میرے پاس ایسا کوئی ٹرانسمیٹر نہیں ہے لیکن میں آپ کے لیے کچھ نہ کچھ بندوبست کر سکتا ہوں" گریچر بولا اور چند لمحات کے بعد ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رُک گیا۔ اُس نے دروازہ کھولا اور دونوں کو اندر آنے کا اشارہ کیا لیکن اندر پہنچ کر عدنان کے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا تھا۔ سامنے ہی ایک آرام کرسی پر مارلینو دراز تھا۔ اس کا سر کرسی کی پُشت گاہ سے ٹِکا ہوا تھا۔ عدنان جلدی سے اُس کے پاس پہنچ گیا۔ قدموں کی آہٹ پر مارلینو نے آنکھیں کھولیں اور پھر متحیرانہ انداز میں اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ عدنان... تم آگئے؟"

"ہاں مسٹر مارلینو! لیکن آپ...؟"

"میں تمھاری تلاش میں تھا۔ ہائی شون بھی گیا تھا تمھاری تلاش میں اور وہاں جاکر کچھ عجیب سی باتیں معلوم ہوئیں... لیکن یہ...؟"

"میرے دوست مسٹر کالگن... اور مسٹر کالگن یہ مسٹر مارلینو ہیں۔"

"گڈ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مِل کر مسٹر کالگن، یوں لگتا ہے جیسے عدنان کے معاملات میں آپ بہت زیادہ دخیل ہو گئے ہیں لیکن ہمیں کچھ دیر تنہائی میں گفتگو کرنے کا موقع ضرور ضرور دیجیے۔ ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔" عدنان نے کچھ کہنا چاہا لیکن کالگن شانے ہلا کر بولا۔

"نہیں مسٹر عدنان یہ ضروری ہے۔ میں ایک حد تک ہی آپ کے معاملات میں دخیل ہو سکتا ہوں۔ براہِ کرم مسٹر مارلینو سے تنہائی میں گفتگو کیجیے۔"

"ٹھیک ہے" عدنان نے کہا اور پھر گریچر کی طرف رُخ کرکے بولا "گریچر، کالگن کے آرام کے لیے بہترین بندوبست کیجیے۔ مسٹر مارلینو سے بات کرکے میں ابھی پہنچتا ہوں۔"

"آپ مطمئن رہیں" گریچر نے کہا اور کالگن کو ساتھ آنے کا اشارہ کرکے باہر نکل گیا۔ مارلینو نے گہری نگاہوں سے عدنان کو دیکھا۔

"میں جانتا ہوں مسٹر مارلینو! آپ ان حالات سے بے خبر نہ ہوں گے" عدنان سنجیدگی سے بولا۔

"ہائی شون کے معاملات سے میں ضرور بے خبر تھا" مارلینو نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں مسٹر مارلینو۔ وہاں میں نے سوچا تھا کہ باباشیران کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔"

"جو کچھ ہو چکا ہے، اس پر مجھے تم سے شکایت ہے مجھے اطلاع دے دیتے تو اُسی وقت بہت کچھ ہو جاتا۔ اب حالات زیادہ خطرناک ہیں۔ چھوڑو ان باتوں کو پہلے مجھے یہ یقین دلاؤ کہ وہ شیران ہی ہے۔"

"سو فیصد مسٹر مارلینو! باباشیران زندہ ہے۔"

"مجھے پُوری تفصیل بتاؤ" مارلینو نے کہا اور عدنان نے اس دن کے بعد سے لے کر آج تک کی پوری داستان سُنا دی جس دن اُس نے ہائی شون میں شیران کو دیکھا تھا۔

"گویا وہ شیران ہی ہے۔ کالی گھاٹی میں وہ زندہ بچا اور پھر دشمنوں کے ہاتھ لگ گیا۔ عدنان میری طرف سے مُبارک باد قبول کرو۔ تمھارا باپ اور میرا بیٹا زندہ ہے۔ وہ شیران ہی ہے اور کسی طرح ان کے زیرِ اثر ہے۔"

"ایک بات بتائیں مسٹر مارلینو۔ باباخان اُن کے قبضے میں کیوں ہے؟"

"ہاں اُنھوں نے کسی سائنسی عمل سے اسے قبضے میں کیا ہے۔ ورنہ وہ ان کی تحویل میں رہنے والا نہیں تھا۔ میں نے بہت کچھ سوچا ہے اس بارے میں عدنان۔ اُنھوں نے اسے ہائی شون میں نفسیاتی علاج کے لیے داخل کیا تھا اور اس کے بعد بنکاک لے آئے۔ یہاں اُنھوں نے منشیات کے اڈوں پر اس کے ذریعے مارلینو کا نام بلند کیا۔ جانتے ہو کیوں؟"

"کیوں مسٹر مارلینو؟" عدنان نے پُوچھا۔

"تاکہ میں منظرِ عام پر آکر اُن کے جال میں پھنس جاؤں۔"

"وہ آپ سے کیا چاہتے ہیں مسٹر مارلینو؟"

"اپنی آئندہ ناکامی کے اسباب ختم کرنے کے خواہاں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جب وہ پہاڑوں میں دُوسری مہم کا آغاز کریں تو مارلینو مدِمقابل نہ ہو۔"

"اوہ۔ گویا باباشیران کے ذریعے وہ آپ کو شکار کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں عدنان۔ ایسی ہی بات۔ ہے۔"

"آپ کو احتیاط کرنا ہوگی مسٹر مارلینو۔ باباشیران مکمل طور پر اُن کے کنٹرول میں ہے۔ ہمیں بے حد احتیاط کرنا ہوگی۔"

"میں مکمل تیاریوں کے ساتھ آیا ہُوں۔ زبردست تیاریاں کی ہیں میں نے اور اس بار... اس بار..." مارلینو خاموش ہوگیا۔

"پروگرام کیا ہے مسٹر مارلینو؟" عدنان نے پُوچھا۔

"یہ کالگن کون ہے؟"

"میرا دوست... ہائی شون سے..." عدنان نے کہا لیکن مارلینو نے ہاتھ بلند کر دیا

"اُسے بھُول جاؤ۔ اُس وقت تک کے لیے جب تک میرا مشن پُورا نہ ہو جائے۔ میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔"

"کک... کیا مطلب۔ کالگن تو مسٹر مارلینو... وہ تو..." عدنان گھبرا کر بولا۔

"وہ جو کچھ بھی ہے۔ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا... میں تمھیں گانگ ہو بھجوا رہا ہُوں عدنان! وہاں سُدھاشی، نوریز اور آیُوی وغیرہ موجود ہیں۔ اُن کے ساتھ ہو اور خبردار جب تک میں گانگ ہو واپس نہ پہنچ جاؤں، وہاں سے نکلنے کی کوشش مت کرنا۔ ورنہ نہ صرف یہ کہ تمھارے بلکہ شیران کے حق میں بھی بُرا ہو گا۔"

▣

"مارلینو بنکاک آگیا ہے" ڈی تھری کے ایک آدمی نے اسے خوشخبری سُنائی اور ڈی تھری اُچھل پڑا۔

"کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"پنک ہاربر کے پوائنٹ پر اُس نے قیام کیا ہے۔ پنک ہاربر منشیات کا سب سے بڑا اڈہ ہے۔ مارلینو چند افراد کے ساتھ وہاں پہنچا ہے اور ہاربر کی واحد عمارت میں اس کا قیام ہے۔"

"ہُوں..." ڈی تھری نے پُرخیال انداز میں دایاں گال کھجاتے ہُوئے کہا اور پھر مضطربانہ انداز میں بولا "ابھی تک عدنان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا؟"

"جی ہاں جناب! وہ چھلاوہ بدستور گُم ہے۔ پولیس بھی مسلسل اسے تلاش کر رہی ہے اور ہمارے آدمی بھی..."

"یہ بہت خطرناک بات ہے۔ مارلینو کی یہاں آمد ہماری کامیابی کی نشاندہی کرتی ہے لیکن عدنان اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہ بن جائے۔" ڈی تھری تشویش زدہ لہجے میں بولا... پھر اُس نے کہا "تم ذمہ دار لوگوں کو طلب کر لو۔ میں اُنھیں آخری ہدایات دینا چاہتا ہوں۔" اطلاع دینے والا گردن خم کرکے باہر نکل گیا تھا۔

اسی رات ڈی تھری کی رہائش گاہ پر تمام کارکن موجود تھے۔ ڈی تھری نے اس شخص کو دیکھتے ہُوئے کہا جس نے مارلینو کی بنکاک آمد کی اطلاع دی تھی۔

"مارلینو کی آمد کے بارے میں تمھیں کیسے اطلاع ملی؟"

"ہم ہر پوائنٹ پر مستعد رہتے ہیں جناب۔"

"ایلوس گرڈ..." ڈی تھری نے پچکے گالوں والے ایک شخص کو مخاطب کرکے کہا اور وہ کھڑا ہو گیا۔

"ہم اس کے منتظر تھے جناب" اُس نے کہا۔

"اس وقت اُس کی نگرانی پر کون ہے؟"

"آٹھ مستعد کارکن پنک پوائنٹ کے چپے چپے کی نگرانی کر رہے ہیں۔ مارلینو کی ہر نقل و حرکت کی رپورٹ ملتی رہے گی۔"

"گڈ... مجھے خوشی ہُوئی کہ تم لوگ ہوشیاری سے کام کر رہے ہو۔ اگر ہم کسی طرح مارلینو کو کھو بیٹھے تو یُوں سمجھو کہ ہماری موت ہم سے زیادہ دُور نہ ہوگی۔ یہاں ہمیں خاطر خواہ کامیابی نہیں حاصل ہو سکی۔ ہمارا انداز مدافعانہ رہا ہے اور اس شخص نے ہمیں خوفزدہ

کر رکھا ہے۔ افسوس ہم اس کے بارے میں کوئی مؤثر بات بھی نہیں معلوم کر سکے۔ بہر حال اس کامیابی کو غنیمت جانو۔ میں اس وقت جو پروگرام تم لوگوں کو دے رہا ہوں' اس کے تحت کام کرو۔ اس سے پہلے کہ ہمیں کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑے۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا ہوگا۔ ڈی تھری دن تم بل ماسکاٹ سے مل کر لائحوں کی تیاری مکمل کر لو۔ بل ماسکاٹ کو پوری طرح مسلح اور تیار رہنا ہے۔ ڈی تھری تو تم پندرہ افراد کے ساتھ مارلینو کی نگرانی کرو اور اس وقت کے لیے تیار رہو جب تمھیں مارلینو کو اغوا کرنے کا اشارہ ملے۔ وہی سب سے اہم وقت ہوگا۔ ڈی تھری تھری' عدنان پر نگاہ رکھنا تمھاری ذمہ داری ہے کہ ہر طریقہ آزماؤ اور اسے ختم کر دو۔ باقی لوگ ان تینوں سے تعاون کریں گے۔"

"او۔کے چیف..." جواب ملا اور تھوڑی دیر کے بعد ڈی تھری نے ان لوگوں کو منتشر کر دیا۔ اس نے نہایت پُراعتماد انداز میں ان سب کو ہدایات دی تھیں لیکن جب سب چلے گئے اور وہ تنہا رہ گیا تو سخت پریشان نظر آنے لگا۔ وہ شدید خوف کا شکار تھا۔ نہ جانے کیوں اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ بہت دیر تک وہ اسی احساس میں ڈوبا رہا۔ پھر جب ذہنی بحران حد سے بڑھ گیا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک سمت چل پڑا۔ اس کا ارادہ جنرل ڈی سے رابطہ کرنے کا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ جنرل ڈی سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

"ڈی تھری آپ کو مخاطب کرنے کی جسارت کر رہا ہے جناب۔"

"ہیلو ڈی تھری میں تمھاری طرف سے رپورٹ کا انتظار کر رہا تھا۔ اگر تم مجھے کال نہ کرتے تو میں تم سے رابطہ قائم کرتا۔"

"شکریہ جناب! میرا کام نہایت اطمینان بخش طریقے سے جاری ہے۔ گو کامیابی کی رفتار سست ہے لیکن تمام کام حسب منشاء ہو رہے ہیں۔ تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ مارلینو بنکاک آ گیا ہے اور اس نے ایک خاص پوائنٹ پر قیام کیا ہے۔"

"بہت خوب۔ اسے شیران کے نام نے متوجہ کیا ہوگا۔"

"سو فیصد جناب! اس کی کارروائیوں کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی لیکن وہ یقیناً اس نام سے ہی یہاں پہنچا ہے۔"

"گڈ۔ تمھارا کیا پروگرام ہے ڈی تھری۔"

"مارلینو کو چاروں طرف سے حصار میں لے کر اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ بل ماسکاٹ کو ہدایت کر دی گئی ہے۔ میرے خیال میں جناب [illegible] کرنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے ڈی تھری۔ تم جس قدر جلد ممکن ہو سکے' یہ کام کر لو اور سنو مارلینو کو شیران کے ذریعے ہی شکار کیا جا سکتا ہے۔ دوسرا کوئی طریقہ مؤثر نہیں ہوگا۔ شیران کو مارلینو کے لیے ہدایات دے دو۔ وہ اس سے ملنے جائے اور وہی مارلینو کو وہاں سے نکال کر لائے۔ پھر وہی اسے لے کر تمھارے پاس پہنچے اور اس کے بعد تم اسے بے ہوش کر دو۔ اب میری طرف سے ایک دوستانہ ہدایت سنو جو تمھارے لیے سودمند ہوگی۔"

"یس سر..."

"مارلینو ایک ایسا شخص ہے جس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور ان کی جگہ مصنوعی ہاتھ پاؤں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ بے ہوش کرنے کے بعد اس کے چہرے پر میک اپ اور ان اعضا کی شناخت کر لینا تاکہ تمھارا حشر بھی ڈی ایون جیسا نہ ہو۔"

"بہتر ہے جناب۔" ڈی تھری کانپ کر بولا۔

"شیران کو بھی بے ہوشی کے عالم میں رکھنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ وہ خطرناک انسان ہے۔"

"میں نے خود بھی یہی فیصلہ کیا تھا جناب۔"

"او۔کے' ڈی تھری اور کوئی خاص بات..."

"نہیں جناب' بس یہی اطلاع دینا تھی۔" ڈی تھری نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ جنرل ڈی سے اس کے علاوہ اور کوئی گفتگو نہیں کی جا سکتی تھی حالانکہ یہ بات اس کا دل ہی جانتا تھا کہ یہ پروگرام کس خوش اسلوبی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اضطراب... ایک شدید اضطراب... یا تو یہ کامیابی قریب آنے کا تھا یا پھر کچھ ہونے والا تھا۔ اس نے خود کو سنبھالا اور مزید انتظامات شروع کر دیے۔ اس سلسلے میں شیران کو ہدایات دینا پہلا کام تھا۔ سرخ سحر میں شیران کو گرفتار کر کے ڈی تھری نہایت ہوشیاری سے اسے مارلینو کو قابو میں کرنے کے گر بتانے لگا۔

"تم اس سے ملاقات کرو گے۔ کالی گھاٹی کی تباہی کے بارے میں اپنی کارروائی سے آگاہ کرو گے پھر اس سے کہو گے کہ تم شدید زخمی ہو گئے تھے اور اس کے بعد تم نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتے پھرے۔ پھر بنکاک آئے تو تمھیں کسی نے یاد آ گئی۔ وہ تم اس کی شخصیت بحال کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد شیران تم مارلینو کے ساتھ بنکاک کے بازاروں اور نواحی علاقوں کی سیر کرو گے یہ تمھارا نیا پروگرام ہے۔"

شیران کو ذہنی آزادی دینے کے بعد ڈی تھری نے اپنا کام ختم کر لیا۔ سب کچھ ہو چکا تھا لیکن ابھی اس کے اضطراب میں کمی نہیں آئی تھی۔ ایک خلش' ایک بے نام سی خلش اسے بے چین کیے ہوئے

تھی۔ نہ جانے کیوں اسے بار بار یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ اس پروگرام میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اس احساس کی بہت سی وجوہات تھیں اور وہ اپنے طور پر ہر ممکن کارروائی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب پنک پوائنٹ پر شیران کو گاڑی سے اتارا گیا تو ڈی تھری خود بھی ساتھ تھا۔ ایک آدمی گرد کے میک اپ میں وہ گنار گلے میں ڈالے ہوئے پنک پوائنٹ کے ایک مخصوص حصے میں فروکش ہو گیا۔ شیران کی حفاظت کے لیے بےشمار لوگ مخصوص تھے اور کسی بھی خطرے پر آگ اور خون کی ہولی کھیلنے کے لیے تیار تھے۔ ڈی تھری کی نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں۔ وہ خاص طور سے عدنان کی طرف سے فکرمند تھا۔ شیران کو مارلینو کی آمد کے بارے میں اطلاع دی گئی اور وہ اندر داخل ہو گیا۔

مارلینو اور شیران کے درمیان کیا مکالمے ہوئے' ان کے بارے میں ڈی تھری کو اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن وقت گزرتا رہا اور کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ ڈی تھری نائن اس کے پاس موجود تھا۔ ڈی تھری نے اس سے کہا۔

"ایک بہت بڑی غلطی ہوئی ہم سے۔"

"کیا جناب...؟"

"اندر بھی کسی کو ہونا چاہیے تھا تاکہ ہمیں اندر کے حالات کا علم ہو سکتا۔"

"یہ خطرناک بھی ہوتا جناب۔ مارلینو کے بارے میں جو کچھ آپ نے ہمیں بتایا ہے' وہ بہت محتاط رہنے کا سبق دیتا ہے۔"

"ہوں..." ڈی تھری خاموش ہو گیا۔ اب تو یہ سب کچھ برداشت کرنا تھا۔ شیران کتنے وقت میں مارلینو کو باہر لانے میں کامیاب ہوتا اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ پنک پوائنٹ میں کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی۔ رات گزر گئی۔ اب تو صرف یہی آخری مرحلہ تھا' اس سے گزرنے میں جتنا بھی وقت لگ جائے لیکن ڈی تھری کی خوش بختی ساتھ دے رہی تھی۔ اس وقت دن کے تقریباً گیارہ بجے تھے' جب مارلینو' شیران کے ساتھ پنک پوائنٹ سے باہر نکل آیا۔ ڈی تھری کی جان آنکھوں میں آ گئی تھی۔ مخصوص ٹرانسمیٹر پر چاروں طرف سے پیغامات نشر ہونے لگے اور ڈی تھری خود بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر کیمپنگ کے ایک مخصوص حصے میں کھڑی کار کی طرف بڑھ گیا۔

مارلینو' شیران کے ساتھ ایک سیاہ رنگ کی بیوک کی طرف بڑھ گیا۔ بیوک کا اسٹیئرنگ شیران نے ہی سنبھالا تھا۔ ڈی تھری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ شیران اس کی ہدایت پر پوری طرح عمل کر رہا تھا۔ بیوک آگے بڑھ گئی۔ اس کی رفتار سست تھی۔ بہت سے گوشوں سے گاڑیاں نکل پڑیں۔ وہ نہایت ہوشیاری سے بیوک کا تعاقب کر رہی تھیں۔ ہر پانچ منٹ کے بعد دوسری گاڑی تعاقب کرنے والی گاڑی کی جگہ لے لیتی تھی تاکہ کسی ایک گاڑی پر نگاہ نہ ٹھہرے اور یہ نہ سوچا جائے کہ تعاقب ہو رہا ہے۔

مارلینو نہ جانے کس پروگرام کے تحت شیران کے ساتھ باہر نکلا تھا۔ بیوک کا رخ بالآخر بنکاک کے ایک نواحی علاقے کی طرف ہو گیا اور ڈی تھری نائن بے اختیار بول پڑا۔

"وہ ایک سنسان سڑک کی طرف جا رہا ہے۔"

"ہاں... تم نے کوئی مشتبہ چیز تو نہیں دیکھی۔"

"اگر آپ کی مراد مارلینو کے محافظوں سے ہے تو میں نے آسمان پر بھی نگاہ رکھی ہے کہ ممکن ہے کوئی ہیلی کاپٹر اس کی نگرانی پر ہو لیکن..."

"ہاں... اس کا جائزہ میں بھی لیتا رہا ہوں۔ میرے خیال میں آگے دو پہاڑیاں نظر آ رہی ہیں جو سر جوڑے کھڑی ہیں' تم دیکھ رہے ہو۔"

"جی جناب..."

"یہ مناسب جگہ ہے۔ سب کو ہدایات دے دو۔" ڈی تھری نے کہا اور ایک مخصوص ٹرانسمیٹر پر ان تمام گاڑیوں کو ہدایت دی جانے لگی۔ ان میں سے کچھ بیوک کے آگے جا رہی تھیں اور کچھ پیچھے تھیں۔ دونوں پہاڑیاں قریب آتی جا رہی تھیں اور ڈی تھری کا چہرہ ہیجان سے سرخ ہو رہا تھا اور پھر بیوک کی ٹیل لائٹ روشن ہو گئی۔ غالباً بریک لگایا گیا تھا۔ ڈی تھری نے اشارہ کیا اور اس کی گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ آن کی آن میں وہ بیوک کے قریب پہنچ گیا۔ پھر بدحواسی کے عالم میں اس نے اپنے پاس موجود خواب آور گیس کا بم بیوک پر کھینچ مارا تاکہ مارلینو کی طرف سے کسی خطرناک مدافعت کا خطرہ ختم ہو جائے۔ ڈی تھری کے اپنے چند افراد بھی خواب آور گیس کا شکار ہونے سے نہ بچ سکے تھے۔ خود شیران بھی چند لمحات میں بے ہوش ہو گیا لیکن اس وقت ڈی تھری کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ اپنے اس مقصد کی تکمیل کے سلسلے میں اس کے ذہن میں نہ جانے کیا کیا وسوسے تھے۔ اسے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ مارلینو بے ہوشی کی حالت میں اس کے قبضے میں آ چکا ہے۔ بیوک رک گئی تھی چونکہ اس کی رفتار تیز نہیں تھی اس لیے کوئی ایسا حادثہ نہ ہو سکا تھا جس سے شیران یا مارلینو کو کوئی نقصان پہنچتا۔ البتہ خواب آور گیس نے ان دونوں کو بے ہوش کر دیا تھا۔ شیران

کا سر اسٹیئرنگ پر ٹِکا ہُوا تھا اور مارلینو پچھلی سیٹ پر اوندھا پڑا تھا۔ اس کے باوجود ڈی تھری گیس ماسک لگا کر ہاتھ میں پستول لیے برق رفتاری سے اُن کے سروں پر جا پہنچا اور اُس نے پستول مارلینو کے سینے پر رکھ کر اس کی بے ہوشی کا جائزہ لیا۔ چند ہی لمحات کے بعد اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مارلینو بے ہوش ہو چکا ہے... شیران بھی بے ہوشی کی کیفیت میں تھا۔ انتہائی برق رفتاری سے ان دونوں کو بیوک سے نکالا گیا اور ایک دُوسری گاڑی میں منتقل کر دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد بیوک کو پہاڑوں میں ایک جگہ چھپا دیا گیا تاکہ فوری طور پر مارلینو کی تلاش نہ شروع ہو جائے اور ان لوگوں کا اپنا کام ہو جائے۔ بڑی برق رفتاری سے یہ تمام انتظامات کیے گئے اور اس کے بعد وہ لوگ واپس چل پڑے... ڈی تھری ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔

اطراف سے پُوری طرح باخبر رہتے ہُوئے اُنھوں نے تقریباً بتیس منٹ تک سفر کیا اور اُس کے بعد ایک عمارت میں داخل ہو گئے۔ ڈی تھری اب بھی اتنا ہی پُرجوش نظر آ رہا تھا۔

مارلینو اور شیران کو لے کر وہ ایک ہال نُما کمرے میں داخل ہو گئے جہاں درمیانے درجے کا فرنیچر پڑا ہُوا تھا۔ ایک صوفے پر مارلینو کو ڈال دیا گیا اور شیران کو بھی تھوڑے ہی فاصلے پر بستر پر لٹا دیا گیا۔ تب ڈی تھری کے ایک خاص آدمی نے اُس سے سوال کیا۔ "شیران کے بارے میں کیا فیصلہ کیا گیا ہے جناب۔ کیا ہم اُنھیں ہوش میں لانے کی کوشش کریں؟" ڈی تھری پُرخیال نگاہوں سے شیران کو دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔

"میرا خیال ہے نہیں... بلکہ بہتر یہ ہے کہ اسے گہری بے ہوشی کا ایک اور انجکشن دے دو۔"

"اوہ لیکن... لیکن...؟"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہُوں، وہ کرو... جاؤ... اور ڈی تھری ٹو اور ڈی تھری ایٹ کو میرے پاس بھیج دو۔" جس شخص کو یہ ہدایت دی گئی تھی، وہ کمرے سے باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ڈی تھری کے دو ادر ماتحت اس کے پاس پہنچ گئے۔ ڈی تھری نے پُرخیال نگاہوں سے اُنھیں دیکھتے ہُوئے کہا۔

"دوستو تمھارے ذہن میں یہ تصوّر ہو گا کہ میں نے بل ماسکاٹ کی طرف جانے کی بجائے اس عمارت میں آنا کیوں پسند کیا تو میں تمھاری تشفی کرنا چاہتا ہُوں۔"

"ہاں جناب۔ اس بارے میں سوچا تھا ہم نے لیکن یہ بھی سوچ لیا تھا کہ ممکن ہے اس میں آپ کی کوئی مصلحت ہو۔"

"مجھے اس سلسلے میں جنرل ڈی نے براہِ راست ہدایات دی تھیں۔ اُنھوں نے کہا تھا کہ اس سے پہلے ڈی ایلون جس شخص کو مارلینو کے دھوکے میں لے گیا تھا، وہ میک اَپ میں تھا۔ ایک بُدھ بھکشو جس نے موت اپنالی تھی اور اس کے نتیجے میں ڈی ایلون کو سزا دی گئی۔ جنرل ڈی نے مجھے اس بات سے آگاہ کرتے ہُوئے کہا تھا کہ مارلینو کو لاتے ہُوئے اس بات کا خاص خیال رکھا جائے اور بہتر یہ ہے کہ پہلے اس کا جائزہ لے لیا جائے کہ اصل آدمی ہمارے قبضے میں آیا ہے یا نہیں۔ مارلینو بے حد چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میک اَپ کر کے اُس نے دُوسرے آدمی کو وہاں بھیج دیا تھا لیکن ایک چیز ایسی ہے جس سے وہ پکڑا جا سکتا ہے۔"

"وہ کیا جناب...؟" ڈی تھری ٹو نے دلچسپی سے پُوچھا۔

"مارلینو کے ہاتھ اور پاؤں مصنوعی ہیں۔ وہ اپنے چہرے پر میک اَپ کر سکتا ہے۔ کسی اور کو اپنا میک اَپ دے سکتا ہے لیکن ان مصنوعی ہاتھ پاؤں کا وہ کیا کرے گا۔ چنانچہ جنرل ڈی نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں اس کا اچھی طرح جائزہ لُوں اور اسی لیے میں مارلینو کو اس عمارت میں لایا ہُوں۔"

"اوہ، ویری گڈ... تو میرا خیال یہ ہے کہ ہم وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنا کام شروع کر دیں۔"

"ایک ایک لمحہ میرے لیے جتنا قیمتی ہے ڈی تھری ٹو، تم نہیں جانتے۔ نجانے کیوں مجھے مسلسل یہ احساس ہوتا رہا ہے کہ بے شمار آنکھیں میری نگران ہیں۔ شاید میں جنرل ڈی کے رویّے سے خوفزدہ ہو گیا ہُوں۔ ورنہ اس سے قبل میں نے کوئی کام اتنی بے اعتمادی کے ساتھ نہیں کیا۔ بہر طور کچھ بھی ہے، جنرل ڈی نے ہمیں یہی تو کہا ہے نا کہ جو کام اس نے ہمارے سُپرد کیا ہے، ہم اس کی تکمیل پُوری ذمہ داری کے ساتھ کریں اور یہ کوئی غلط بات نہیں ہے۔ بہرحال ڈی تھری ایٹ، تم ڈی تھری ٹو کے ساتھ مِل کر مارلینو کے جسم کا جائزہ لو۔"

دونوں آدمی مصروف ہو گئے۔ مارلینو کے زیریں لباس کو اس کے بدن سے علیٰحدہ کر دیا گیا اور ان لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ایک حیرت انگیز منظر آ گیا۔

مارلینو کی دونوں رانیں جوڑوں کے پاس سے کٹی ہُوئی تھیں اور وہاں سے ایک انوکھی مشین نیچے تک چلی گئی تھی۔ یہ مشین مارلینو کے بدن سے منسلک تھی کہ اُسے علیٰحدہ کرنا ممکن نہیں تھی لیکن صاف ظاہر ہوتا تھا کہ پلاسٹک اور شاید کسی اور شے

کا خول ہے جس میں مختلف [illegible] اور بٹن لگے ہوئے ہیں' اوپری طور پر بھی اس خول پر مشین کے کچھ بٹن لگے ہوئے تھے جو نجانے کس کس کام آتے تھے۔ اس بات کو مارلینو ہی بہتر جانتا تھا۔

دونوں ٹانگیں پوری طرح چیک کی گئیں اور اس کے بعد دونوں ہاتھوں کا بھی جائزہ لیا گیا۔ یہ ہاتھ بھی کم حیرت ناک نہ تھے۔ بازوؤں کے پاس سے کٹے ہوئے۔ ویسے ہی پلاسٹک کے مصنوعی ہاتھ' جیسے پاؤں تھے ... انوکھی پلاسٹک تھی یہ' بظاہر فولاد سے زیادہ سخت لیکن مڑ جانے والی۔ بہت حیرت انگیز بدن تھا اس شخص کا ... ڈی تھری نے متحیرانہ انداز میں سر ہلایا۔

"مارلینو صرف اتنا ہے۔" اس نے کٹے ہوئے بازوؤں سے لے کر کٹی ہوئی رانوں تک انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔

"لیکن جناب یہ شخص ذہنی طور پر کتنا طاقتور ہے۔ کیا یہ ہاتھ پاؤں اس کے اپنے لگائے ہوئے ہیں یا کسی نے اس کے ساتھ یہ کرم فرمائی کی تھی۔"

"تفصیل میں نہیں جانتا لیکن اپنے ان ہاتھوں' پیروں سے بالکل اسی طرح کام لیتا ہے جیسے عام لوگ اپنے اصلی ہاتھ پیروں سے۔"

"بہرطور آپ کو اطمینان ہو گیا ہو گا جناب کہ یہ اصلی مارلینو ہی ہے؟"

"سو فیصد ... لیکن اس کا چہرہ بھی دیکھ لیا جائے تو بہتر ہے۔"

"وہ کیسے ...؟"

"امونیا استعمال کریں گے۔ چلو جلدی کرو۔" ڈی تھری نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے مارلینو کا چہرہ بھی پوری طرح امونیا سے دھو کر دیکھ لیا۔ مارلینو بالکل اصلی تھا اور اس بار انھیں کوئی فریب نہیں ہوا تھا۔ شیران کے ذریعے انھوں نے مارلینو کا کامیاب شکار کیا تھا۔ ڈی تھری کی گویا جان میں جان آ گئی تھی۔ اب تک اسے ان تمام وسوسوں کے باوجود شان دار کامیابیاں نصیب ہوتی رہی تھیں۔ بس اب آخری معاملہ تھا جس کے لیے بل ماسکاٹ کو پہلے سے تیار کر لیا گیا تھا چنانچہ فوری طور پر اس سلسلے میں بھی کارروائیاں کی جانے لگیں اور اس وقت رات کا شاید آخری پہر تھا جب ایک بند وین اس عمارت سے باہر نکلی۔ اس میں بے ہوش مارلینو اور شیران تھے۔ وین برق رفتاری سے اپنا سفر طے کرتی ہوئی ایک ویران سے علاقے میں پہنچ گئی۔ یہاں ان دونوں کو نیچے اتارا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بڑی لانچ میں سفر کر رہے تھے۔ بل ماسکاٹ نامی شخص بڑے بڑے گل مونچھوں والا ایک خوفناک صورت آدمی تھا جو بڑی مستعدی سے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دیتا جا رہا تھا۔

سفر کے لیے نہایت پیچیدہ راستے اختیار کیے گئے تھے کیونکہ ڈی تھری آخری لمحے تک احتیاط کا دامن نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا اور اس کے ساتھیوں کا حشر ڈیسی الیون جیسا ہو۔ بہرحال وہ بغیر کسی مشکل کے اپنی منزل تک پہنچ گئے اور اس کے بعد سب سے پہلا کام جنرل ڈی کو رپورٹ دینا تھا۔ اس نے جنرل سے رابطہ قائم کیا اور دوسری طرف سے جنرل کی آواز سنائی دی تو اس نے کہا۔

"میں اپنے وطن میں داخل ہو کر آپ کو مخاطب کر رہا ہوں جنرل۔ میں واپس آ گیا ہوں۔"

"مارلینو کہاں ہے؟"

"شیران اور مارلینو میرے قبضے میں ہیں۔ میں دعویٰ کر سکتا ہوں جناب کہ مارلینو کے سلسلے میں میں نے دھوکا نہیں کھایا۔"

"گڈ ... میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔ آج رات آٹھ بجے تمھیں ان دونوں کے ساتھ گینن ہال پہنچنا ہے' ٹھیک آٹھ بجے۔" جنرل نے رابطہ منقطع کر دیا اور پھر ٹھیک آٹھ بجے ڈی تھری' جنرل کے سامنے پیش ہو گیا۔

جنرل ڈی نے ڈی تھری کو خوش آمدید کہا اور ایک طرف بیٹھنے کا اشارہ کر دیا۔ ڈی ڈیپارٹمنٹ کے سارے لوگ اس عظیم الشان ہال میں موجود تھے۔ ان کے علاوہ اسی آپریشن سے متعلق کچھ اور اعلیٰ افسران بھی بلائے گئے جنھیں آپریشن سے متعلق اب تک کی رپورٹ پیش کرنی تھی تب جنرل ڈی نے کہا۔

"معززین ... مجھے ڈی تھری کی آمد کا انتظار تھا۔ چنانچہ اب میں رپورٹ پیش کرنے میں مزید دیر نہیں کر سکتا۔ ویسے میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ سے رپورٹ طلب کرنے میں عجلت کی جا رہی ہے۔ کیا میں اس کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے جنرل کہ ہم جلد از جلد اس مشن کی تکمیل چاہتے ہیں۔" ایک اور جنرل نے کہا۔

"یہ ذمہ داری مجھے سونپے ہوئے کتنا عرصہ گزرا ہے۔ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کتنے عرصے سے یہ کوشش کر رہا تھا۔ کیا یہ عجلت مجھے پریشان کرنے کے مترادف نہیں ہے؟"

"رپورٹ صرف اس لیے طلب کی جا رہی ہے جنرل ڈی کہ معاملات پر گہری نگاہ رہے۔ آپ کو علم ہے کہ وائی تھری ڈیپارٹمنٹ

کی ناقص کارکردگی کی وجہ سے ہمارا پروگرام منظر عام پر آ گیا اور ہمارے راستے میں لاتعداد مشکلات پیدا ہو گئیں۔ اب بہت سے محکمے اس کے لیے کام کر رہے ہیں اور ضرورت پڑنے پر وہ آپ کی مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"میں نے وائی تھری کی طرح ناقص منصوبہ بندی نہیں کی ہے۔ میرا ہر قدم مضبوط اور جامع ہے۔ آپ لوگ تفصیل سننا چاہتے ہیں تو سنیں۔ پہاڑوں میں ہمیں باہر کے لوگوں سے کوئی کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی۔ اس کے لیے اندر کے لوگوں کو ہی استعمال کرنا ہو گا اور سب سے بڑا کام ان کا انتخاب ہے۔ جس کے لیے میں نے چند نام ترتیب دیے ہیں۔"

"بوڑھا بادشاہ خان، اس کا بھتیجا نعمان خان، شیران اور اور اس کا بیٹا عدنان سلامن۔ چند اور نام ہیں جو ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔"

عدنان سلامن کا نام سن کر ڈی تھری کا منہ کھل گیا تھا لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا اور کچھ نہ بولا۔ اس کے ذہن میں پٹاخے سے چھوٹ رہے تھے۔ عدنان' شیران کا بیٹا تھا۔ جنرل ڈی کی آواز ابھری۔

"میں نے کسی ایک کے سپرد تمام ذمہ داریاں نہیں کیں' بلکہ اپنے پروگرام مختلف حصوں میں بانٹ دیے ہیں۔ کچھ پروگرام عمل پذیر ہیں اور کچھ مکمل ہو چکے ہیں۔ مثلاً میرے ذہن میں کچھ ایسے نام تھے جنھیں میں پوری طرح استعمال کرنا چاہتا تھا۔ شیران سلامن وہ شخص ہے جس کا تعلق انھی پہاڑوں سے ہے اور وائی تھری ڈیپارٹمنٹ کے پروگرام میں وہ سرفہرست تھا لیکن وائی تھری کی ناقص منصوبہ بندیوں کی وجہ سے یہی شخص اس کی ناکامی کا باعث بنا۔ میں نے اسی شخص کو اپنے قابو میں کر کے قابل استعمال بنایا اور اب وہ ذہنی طور پر میرا غلام ہے۔ میں نے اسے اعلیٰ ترین تربیت دلائی ہے۔ نہ صرف پہاڑوں میں آپریشن کے وقت بلکہ اس کے علاوہ بھی وہ ایک ایجنٹ کے طور پر ہمارے لیے کام کرے گا۔ ڈی تھری شیران سلامن کو پیش کرو۔" جنرل ڈی نے کہا اور ڈی تھری اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیران کو وہاں لایا گیا۔ شیران کی کیفیت عجیب سی تھی۔ وہ سحر زدہ نظر آ رہا تھا۔ جنرل ڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ پہاڑوں کا وہ وحشی درندہ ہے جس سے وہاں کی چٹانیں بھی کانپتی ہیں لیکن اس وقت یہ ہمارے کنٹرول میں ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم اور سب سے خوفناک نام مارلینو کا ہے۔ وائی تھری کی رپورٹ میں مارلینو کے بارے میں پوری تفصیلات موجود تھیں۔ یہ شخص پہاڑوں کے باشندوں کو سائنسی تحفظ دینے کا باعث بنا ہے اور وائی تھری کی ناکامی میں تمام تر سائنسی صلاحیتیں اسی کی تھیں۔ گانگ ہو نامی جگہ کا بے تاج بادشاہ ہے میں نے اسے اغوا کرانے کے لیے بڑی منظم کوششیں کی ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ میری یہ کوشش بارآور ہو گئی۔ ڈی تھری' مارلینو کو سامنے لاؤ۔" تھوڑی دیر بعد مارلینو کو ہال میں پہنچا دیا گیا۔

"یہ مسٹر مارلینو ہیں۔ عجیب و غریب کہانی ہے ان کی بہرطور یہ ہمارے اس پروگرام کی سب سے اہم کڑی ہیں اور اب انھی کی مدد سے ہم اپنے اس مشن کو آخری مراحل تک لے جائیں گے میری رپورٹ کا سب سے اہم حصہ یہی تھا۔ اس کے بعد آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں یہ بتائیے؟"

"نہیں جنرل، تم جو کچھ کر رہے ہو' قابل اعتماد ہے۔ یہ ساری رپورٹیں صرف اس لیے طلب کی جا رہی ہیں تم سے کہ اگر کہیں تمھیں کسی اور مدد کی ضرورت پیش آئے تو وہ تمھیں فراہم کر دی جائے۔"

"ڈی ڈیپارٹمنٹ اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہے اور کسی کی مدد قبول نہیں کرتا۔ مسٹر مارلینو آپ کو ہم اپنے درمیان ... خوش آمدید کہتے ہیں اور بہت ہی بیش قیمت اور اہم معلومات آپ سے حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ یہ بہتر ہو گا کہ آپ میرے ان معزز دوستوں کے درمیان کچھ گوہر افشانی فرمائیں ہمیں بڑی مسرت ہو گی۔" مارلینو نے مسکراتے ہوئے جنرل ڈی اور اس کے بعد اطراف میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں جناب؟"

"جنرل ڈی ... وائی ڈیپارٹمنٹ نے آپ کو شاید ایک [illegible] بھی دیا تھا اور آپ نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وائی تھری کو خاصے نقصان پہنچائے۔"

"جی ہاں ... مجھے وائی تھری ٹو کی پیشکش کی گئی تھی جسے میں نے قبول کر لیا تھا۔"

"کیا پہاڑیوں کے تحفظ کے لیے؟"

"جی ... بالکل۔ اگر آپ تفصیل ہی سننا چاہتے ہیں تو مجھے آپ کو یہ سب کچھ بتانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں گانگ ہو میں بہت عرصے سے مقیم تھا۔ پرانی داستانیں کسی حد تک بھول گیا تھا اپنے ہم وطنوں کی بھلائی کے لیے جو کچھ مجھ سے ہو سکتا تھا' کر رہا تھا۔

کہ شیران میری زندگی میں داخل ہُوا۔ بہت زیادہ پُرانی باتوں کی طرف نہیں جاتا۔ کچھ لوگوں سے دشمنی تھی۔ شیران کو دیکھ کر نجانے کیوں اپنا گزرا ہُوا وقت یاد آگیا۔ وہ اتنا پیارا انسان تھا کہ مَیں نے اسے اپنا لیا اور وہ بھی اپنی تمام وحشت خیزیوں کے باوجود مجھ سے پیار کرنے لگا اور جب کسی سے پیار کیا جاتا ہے تو اس کے تمام اغراض و مقاصد اس کی زندگی کی ہر جنبش پر نگاہ رکھی جاتی ہے۔ اس کی ضرورتوں پر غور کیا جاتا ہے۔ وہ راستے سے بھٹکا ہُوا تھا اور دیوانوں کی طرح آوارہ گردی کر رہا تھا۔ بات یہاں تک پہنچی کہ پہاڑوں میں آپ لوگوں کی سازش پکڑی گئی اور اس کے بعد مَیں نے اس کے تحفظ کے لیے تھوڑا بہت کام بھی کیا۔ یہ ساری باتیں ہُوئیں اور بالآخر آپ لوگوں کی سازش ناکام ہوگئی۔ شیران کے بارے میں مجھے اطلاع ملی کہ وہ ہلاک ہوگیا ہے لیکن اسے دوبارہ زندہ دیکھ کر مجھے بے حد مسرت ہُوئی۔ بعد میں یہ معلوم ہُوا کہ آپ لوگوں نے صرف مجھے گرفتار کرنے کی سازش کے طور پر شیران کو وہاں بھیجا ہے۔ مَیں اس سلسلے میں بھی آپ کا شکر گزار ہُوں کہ بہر طور شیران کی زندگی کی اطلاع آپ لوگوں نے مجھے دی۔"

"اس سے قبل بھی آپ کو اغوا کرنے کی ایک کوشش کی گئی تھی مسٹر مارلینو اور آپ نے اپنے رُوپ میں اپنے ایک پیروکار کو یہاں بھیج دیا۔"

"ہاں، مَیں نہیں جانتا تھا کہ اتنی جلدی یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ بس بہت سے لوگ اس بات کے خواہش مند ہوتے ہیں کہ دُنیا کے لیے کچھ کر کے مرجائیں۔ میرا وہ دوست بھی اسی جذبے کا شکار تھا۔ مَیں نے کہا کہ کچھ کر کے ہی مرجائے۔ سو اُسے تمہارے آدمی اغوا کر کے لے آئے۔"

"شیران کے سلسلے میں تم نے جس طرح دھوکا کھایا مارلینو، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"نہیں... مَیں یہ بات تسلیم نہیں کرتا کہ مَیں نے دھوکا کھایا۔ شیران کا منظرِ عام پر آنا، بنکاک میں منشیات کے اڈوں کی بحالی، یہ ساری چیزیں اس بات کی نشاندہی کرتی تھیں جنرل ڈی کہ دوبارہ کوئی سازش تیار کی گئی ہے۔ بہر طور شیران اتنا پُرکشش تھا کہ اس کے لیے مجھے منظرِ عام پر آنا ہی پڑا۔ بات یہ نہیں ہے کہ مجھے تم لوگوں سے یا تمہارے دھن سے یا تمہاری مُلکی پالیسیوں سے کوئی شدید اختلاف ہے۔ بات اتنی سی ہے کہ پہاڑوں کے لوگ معصوم اور سادہ ہیں اُنھیں ان کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے دی جائے اور یہ سب ہی کے حق میں بہتر ہے۔ جتنا نرم چارا اُنھیں سمجھا گیا ہے وہ لوگ اتنا نرم چارا نہیں ہیں۔ اپنی سادگی سے بہت زیادہ آگے نہیں بڑھ سکے ہیں اور اپنی روایات میں گُم ہیں لیکن یکجا ہو کر جب یہ کسی کے سامنے صف بستہ ہوں گے تو تم لوگ اس بات کا یقین کرلو کہ تم میں سے کوئی اُن پر قابو نہیں پاسکے گا۔ یہ مارلینو کی پیشین گوئی ہے۔ جنرل ڈی! مَیں نے ان لوگوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا ہے اور یہی اندازہ لگا سکا ہُوں کہ تم لوگ جب بھی ان پہاڑوں کے درمیان پہنچو گے، یہ سر بلند پہاڑ تمہاری سرکوبی کے لیے تیار ملیں گے۔ تم جب بھی ان چٹانوں کے بیچ جاؤ گے، اپنی تقدیر چھوڑنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکو گے۔ اپنی نئی سازشوں کے تحت جب تم اُن دروں اور پہاڑیوں میں قدم رکھو گے تو ایک ایک چٹان تمہارا استقبال کرے گی، سوچ لینا جنرل ڈی، چٹانوں کے محافظ نرم چارا نہیں ہیں۔ تم اُنھیں فولاد سے زیادہ مضبوط پاؤ گے۔ بہتر یہی ہے کہ جیئو اور جینے دو۔ یہی تمہارے حق میں بھی بہتر ہے۔ اپنے دُوسرے مُعاملات ان سے منسلک نہ کرو۔ اس کے لیے کوئی اور راستہ تلاش کرو۔ باقی رہی میری بات، تو مَیں نے اپنی زندگی شیران کی محبت کے نام کردی اور جب اس سے مجھے محبت ہے تو یُوں سمجھ لو، اس کی ایک ایک شے سے پیار ہے۔ تمہارا شکریہ کہ تم نے شیران کو میری زندگی میں دوبارہ داخل کردیا اور اب مَیں نئی منصوبہ بندی کے ساتھ اسے پہاڑوں کے حکمران کی حیثیت سے تیار کروں گا۔ جہاں تک میرے بارے میں تم نے سوچا تو میرے دوستو، مَیں ایک معمولی سا دیہاتی تھا جسے چند لوگوں نے درندگی کا شکار بنا کر بے بسی کی آخری منزل پر لا ڈالا لیکن یہاں سے میری کچھ اور قوتوں نے مدد کی اور مَیں اُنھی قوتوں کے سہارے آج تمہارے سامنے اس حالت میں موجود ہُوں۔ پچھلی بار تم نے مجھے اغوا کراتے ہُوئے ایک چیز پر غور نہیں کیا تھا، وہ یہ کہ مَیں اصلی ہُوں یا نہیں لیکن اس بار تمہارے ساتھی نے میرے جسم کے مصنوعی اعضا کو خاص طور سے چیک کیا اور میرے چہرے کو بھی اچھی طرح دیکھا گیا، تمھیں خوشی ہوگی جنرل ڈی کہ اس بار تمھیں ناکامی نہیں ہُوئی یعنی اصلی مارلینو ہی تمہارے سامنے ہے لیکن میرے خیال میں تم نے پھر حماقت کی ہے۔ تم نے مارلینو کو تو اچھی طرح چیک کیا لیکن شیران پر غور نہیں کیا۔ اگر تم ذہین ہوتے تو مارلینو کے پاس شیران کے وجود کو بھی نہ پھٹکنے دیتے۔ شیران میرے پاس پہنچا تو مَیں نے انتظار نہیں کیا۔ مَیں جانتا تھا کہ وہ ذہنی طور پر بھی تمہارے قبضے میں ہے۔ مَیں نے اُس سے صرف وہ اہم باتیں معلوم کیں جن کے لیے تم نے اُسے وہاں بھیجا تھا اور اس کے بعد میرے آدمی

نے شیران کی جگہ لے لی۔ یہ شخص جو تمھارے سامنے کھڑا ہے، یہ شیران نہیں ہے۔ شیران تو کانگ ہو میں ہے۔ کتنی سادہ اور آسان سی بات ہے، اس بار میں میک اپ میں نہیں ہوں لیکن شیران میک اپ میں ہے۔ بات وہی ہو جاتی ہے اور یہ شخص جو تمھارے سامنے کھڑا ہے، یہ بھی میرا ایک پیروکار ہے اور ہاراکاری کا خواہشمند ہے۔ سنبھالو اپنا جسم ان کے سامنے عریاں کر دو۔" جنرل ڈی، ڈی تھری اور وہاں موجود تمام لوگ بدحواس ہو گئے تھے۔ شیران کے میک اپ میں جو شخص کھڑا ہوا تھا، اُس نے اپنا اُوپری لباس اُتار دیا اور یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں شدید حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ اس کے جسم پر خطرناک بم بندھے ہوئے تھے، عجیب و غریب بم... مارلینو مسکراتا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا پھر اُس نے کہا۔

"میں جا رہا ہوں دوستو! میرا پیروکار ہاراکاری کر رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی تم لوگوں کو تمھاری اس سازش سمیت فنا کر رہا ہے۔ یہی اس کی ذمے داری ہے۔ آخری الفاظ یہ ہیں کہ ہم صدیوں تک پہاڑوں میں تمھارا انتظار کریں گے اور اگر کبھی سازش کے تحت تم ان پہاڑوں میں داخل ہو گئے تو تمھیں بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔ سنبھالو اپنا کام کرو۔" اس سے قبل کہ جنرل ڈی یا وہاں پر موجود کوئی شخص کچھ کرنے کی کوشش کرتا، شیران کے میک اپ میں موجود شخص نے اپنے سینے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ ایک انتہائی تیز چمک پیدا ہوئی اور ان سب کی آنکھیں بند ہو گئیں اور جوں ہی اُن کی پلکیں جھپکیں، مارلینو برق رفتاری سے اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ شاید وہ بھی خصوصی تیاریوں کے ساتھ آیا تھا۔ چند ہی لمحات گزرے تھے کہ ایک خوفناک گڑگڑاہٹ ہوئی اور وہ عظیم الشان عمارت جس میں یہ میٹنگ ہو رہی تھی، چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو کر فضا میں بلند ہو گئی۔ زمین میں اتنا گہرا گڑھا پڑ گیا تھا کہ پانی نکل آیا تھا اور فضا میں اُڑنے والی عمارت کے ٹکڑوں نے میلوں کے احاطے میں خوفناک تباہی مچا دی تھی۔ جنرل ڈی، اُس کا پورا عملہ اس کے پاس آئے ہوئے دوسرے لوگ خون کے چھینٹوں اور لوتھڑوں کی شکل میں منتشر ہو گئے اور پہاڑوں کے خلاف ہونے والی سازش کسی اور منصوبے کی محتاج ہو گئی۔

شیران کے بارے میں مارلینو نے جو کچھ جنرل ڈی کے سامنے کہا تھا، غلط نہیں تھا۔ شیران پنک پوائنٹ میں ڈی تھری کے منصوبے کے مطابق داخل ہوا تھا۔ مارلینو اس کے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن اس وقت وہ اپنے دل میں مارلینو سے خلوص نہیں رکھتا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ مارلینو اس قدر احمق نہیں تھا جتنا جنرل ڈی نے سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ ابتدائی گفتگو میں ہی مارلینو نے شیران کے منصوبے کو جان لیا اور شیران کو ایک مشروب پلا کر بے ہوش کر دیا۔ پھر جو شخص مارلینو کے ساتھ باہر نکلا وہ شیران نہیں تھا۔

شیران کو تو کانگ ہو میں ہوش آیا تھا اور جہاں ہوش آیا تھا، وہاں اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ صورتِ حال اس کی سمجھ سے باہر تھی لیکن کسی دیوانگی کے بغیر وہ معاملات کا جائزہ لیتا رہا۔ یہ صلاحیت اسے ہائی شون میں بخشی گئی تھی۔ وہ صبر و سکون سے وقت گزارتا رہا۔ اس دوران مکمل تنہائی رہی تھی۔ اسے خوراک بھی مشینی عمل کے تحت مہیا ہوتی تھی۔

کئی دن کے بعد جو پہلی شخصیت اُس کے سامنے آئی وہ مارلینو کی تھی۔ "تو میں تمھارا قیدی ہوں مسٹر مارلینو؟" اُس نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں... تم مجھے اغوا کرنا چاہتے تھے نا شیران۔ چلو میں تیار ہوں، آؤ۔" مارلینو نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ شیران اس کے ساتھ باہر نکل آیا تھا۔ مارلینو اُسے لیے ہوئے ایک عظیم الشان ہال میں داخل ہو گیا جہاں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ شیران کے ذہن میں سخت اُلجھن تھی۔ پھر مارلینو نے وہاں روشنی کر دی اور یوں لگا جیسے سورج نیچے آ گیا ہو۔ ایسی تیز روشنی تھی کہ آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں... شیران نے بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ چاروں طرف آئینے لگے ہوئے تھے اور روشنی ان سے منعکس ہو رہی تھی۔ وہ ہر آئینے میں موجود تھا۔

"یہ کیا حماقت ہے مسٹر مارلینو؟" شیران نے کہا۔

"تمھارا ذہن ہزار ٹکڑوں میں منقسم کر دیا گیا ہے شیران۔ اسے سمیٹو ورنہ تمھارا دماغ پھٹ جائے گا۔ غور کرو، خود پر، تم شیران سلامن ہو، پہاڑوں کے باشندے... وہ کون سی قوت ہے جس نے تمھارے ذہن پر قبضہ جما لیا ہے۔" مارلینو کی آواز اُبھری اور وہ ایک کرین نما مشین پر بیٹھ کر کافی بلندی پر چلا گیا۔ پھر ایک عجیب سی آواز ہال میں گونجنے لگی۔ اطراف میں لگے آئینوں میں بجلیاں تڑپنے لگیں۔ شیران شدید کرب کا شکار ہو گیا تھا۔ آواز بڑی پریشان کن تھی، وہ دماغ میں گھسی جا رہی تھی۔ اُس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اور اذیت سے چیخنے لگا۔ اس کی کرب ناک کراہیں ہال میں گونج رہی تھیں اور مارلینو کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ دفعتاً ایک طرف سرخ روشنی پھیل گئی اور

مارلینو چونک پڑا۔

"اوہ ڈائی کاسک!" اس کے منہ سے آواز نکلی اور دوسرے لمحے اُس نے ایک بٹن آف کر دیا۔ ہال ایک دم تاریک ہو گیا لیکن صرف ایک لمحے کے لیے، دوسرے لمحے پورے ہال میں سرخ روشنی پھیل گئی۔ مارلینو غور سے شیران کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اچانک ہی شیران معتدل ہونے لگا تھا۔ اس کا کرب اور بے چینی ختم ہوتی جا رہی تھی۔ مارلینو نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی اور مسکرانے لگا۔ شیران اب ساکت و جامد کھڑا تھا۔ تب مارلینو کی آواز اُبھری۔

"شیران! میں مارلینو بول رہا ہوں۔ تمھارا ذہن سرخ رنگ کے تابع تھا۔ ڈائی کاسک نے تمھارے خیالات جکڑ لیے تھے لیکن سنو، اب تم آزاد ہو رہے ہو۔ تمھیں سرخ سحر سے آزاد کیا جا رہا ہے۔ اپنے ذہن کی تبدیلیاں محسوس کرو۔ تم شیران ہو، پہاڑوں کے رہنے والے تراب زان کے باشندے، سدھاشی تمھاری بیوی ہے، عدنان تمھارا بیٹا ہے۔ تمھارے ذہن کی تمام قوتیں تمھاری ہیں۔ اب تم کسی کے تابع نہیں ہو۔ تمھاری یادداشت کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہے، تمھیں سب کچھ یاد ہے۔ کیا تم سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں، میں سمجھ رہا ہوں۔" شیران کی آواز اُبھری۔

"دیکھو یہ سرخ رنگ تمھارے ذہن سے اُتر رہا ہے۔ دیکھو...!" مارلینو نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی سرخ روشنی پھیکی پڑنے لگی اور اس کی جگہ ہلکی نیلی روشنی پھیلنے لگی۔ چند لمحات کے بعد پورا ماحول روشن ہو گیا۔ مارلینو نیچے اُتر آیا تھا۔ شیران چونک کر اسے دیکھنے لگا... اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مسٹر مارلینو!" اُس نے آہستہ سے کہا اور مارلینو نے اسے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ دیر تک یہ کیفیت رہی۔ پھر مارلینو اس کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس ہال کے ایک گوشے میں بیٹھ کر مارلینو نے کہا۔

"تمھاری ذہنی حالت اب کیسی ہے؟"

"بالکل پُرسکون ہوں۔"

"کیا تمھیں کالی گھاٹی کی تباہی کے بعد کے واقعات یاد ہیں؟"

"ہاں، شاید میں زخمی ہو گیا تھا۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا تھا مسٹر مارلینو۔ یہ سوچ کر کہ شاید اپنے گناہوں کا کفارہ دے سکوں۔ پھر مجھے ایک اجنبی جگہ ہوش آیا جہاں مجھ پر ایک پُراسرار عمل کیا گیا۔ اس کے بعد کے حالات اُلجھے ہوئے ہیں۔ خواب کی سی کیفیت طاری ہے مجھ پر۔ مجھے کچھ یاد نہیں میں کیا کرتا رہا ہوں؟" وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا پھر چونک کر بولا۔ "عدنان کہاں ہے مسٹر مارلینو؟"

"اس سے ملنے کو دل چاہتا ہے؟" مارلینو نے مسکرا کر پوچھا۔

"شیر کی اولاد ہے۔ شیر ہے بالکل۔ وہ کہاں ہے مسٹر مارلینو۔ کہاں ہے وہ؟"

"آؤ... سدھاشی اور عدنان تمھارے استقبال کے لیے موجود ہیں شیران... آؤ۔ پہاڑوں میں ایک نئی صبح کا آغاز ہے۔ میں خوش نصیب ہوں کہ میری آنکھیں بھی اس نئی صبح کی روشنی دیکھنے کے لیے کھلی ہیں۔ آؤ شیران ہمالیہ کی آغوش میں ایک نئی کہانی کا آغاز کریں۔" دونوں دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

اختتام